ناقابل تسخیر قوتوں کے مالک راجہ نواز اصغر کی تہلکہ خیز عبرتناک رُوداد
نروان کی تلاش
ایم اے راحت

پیش لفظ

جناب آتش نے نہ جانے جوانی میں کیا غضب ڈھائے ہوں گے کہ آج تک ان کی جوانی بدنام ہے۔ اور کبھی نہ کبھی ہر شخص اپنے ماضی کو آتش سے منسوب کر دیتا ہے۔

نروان کی تلاش بھی ہم نے اسی نادانیوں کے دور میں لکھا تھا۔ جب ہر چمکتی چیز سونا نظر آتی ہے۔ چنانچہ چمکتی چیزوں کی اس داستان کو ہماری جوانی کی بھول سمجھ کر قبول کیا جائے اور اس کی روشنی میں ہمارے کردار کا تجزیہ نہ کیا جائے۔

ہم نہایت شریف آدمی ہیں' ویسے شریف آدمی راجہ نواز اصغر بھی ہے' لیکن آپ حالات کا کیا کریں گے جو انسان کو نہ جانے کون کونسے راستوں پر لے جاتے ہیں۔ سرائے عالمگیر کا یہ نوجوان ایک معصوم دیہاتی تھا۔ لیکن وقت نے اسے کچھ سے کچھ بنا دیا۔

اللہ اسے بھی معاف کرے اور ہمیں بھی۔ ہاں یہ اس کے کردار کا اصل روپ تھا کہ جب ایک شیطان صفت مجرم اسے اس کے مسلک سے ہٹانے کی کوشش کی تو اس نے کہا۔

"پنجاب کی قسم' ترلوکا' تو ایسا نہ کر سکے گا۔"

اس کے بعد اس نے لہلہاتی سرزمین کو خراج عقیدت پیش کرتے ہوئے اپنی قوت سے ہزار گنا طاقت والے ترلوکا کو چیونٹی کی طرح مسل کر زمین کی گہرائیوں میں پہنچا دیا۔

اپنے وقت کی مقبول ترین داستان۔ ملاحظہ فرمایئے۔

ایم اے راحت

میری کہانی کا آغاز کرنا آپ کی مرضی پر منحصر ہے کیونکہ کہانی کہیں سے بھی شروع ہو سکتی
۔ میرے خیال میں اپنے تعارف سے آغاز کروں۔ بریاڈوینک جواب خدا کے فضل سے مسلمان
رزیب النساء بن چکی ہے' میری بیوی ہے اور اسی کے نام پہ امریکہ کی ایک خوبصورت شاہراہ پر
شوروم "زیبی کارپٹس" کے نام سے ہے۔ خود میں زندگی کی اڑتیس منزلیں طے کر چکا ہوں۔
ں سو چھتیس میں پنجاب کے سرسبز و تاریخی مقام سرائے عالمگیر میں پیدا ہوا۔ جہلم کی گود میں
رے لیتا ہوا یہ چھوٹا سا قصبہ قدرت کی فیاضیوں سے مالا مال ہے۔ ہرے بھرے کھیتوں میں
اتے ہوئے چنے کے پودوں کی سوندھی سوندھی خوشبو آج بھی روح پر نقش ہے۔ انہی کھیتوں میں
پن گزارا جوانی کی سرحدوں کو چھوڑا۔ مڈل تک قصبے کے اسکول میں تعلیم حاصل کی اور اس کے
پل کے اس طرف دریائے جہلم کے کنارے آباد شہر جہلم کے سیکنڈری اسکول سے میٹرک کیا۔
ڑک کرنے کے بعد جہلم کے پنگوڑے سے نکل کر لاہور آنا پڑا۔ باپ دادا کسان تھے' زندگی بھر
مین کا سینہ چیر کر غلہ اگاتے رہے۔ لیکن ہواؤں کے رخ بدل رہے تھے۔ تعلیم کی ضرورت کا
ساس ہو رہا تھا۔۔۔۔۔۔ اور میرے والدین بھی مجھے زیادہ سے زیادہ تعلیم دلا کر افسر بنانا چاہتے تھے۔
ن کے پسینے کی کمائی کا بڑا حصہ میری تعلیم پر خرچ ہو رہا تھا۔ لیکن وہ خوش تھے۔ انگریزوں کی چیرہ
ستیوں سے بھی وہ اکتائے ہوئے تھے اور ان کے مقابلے میں ستون کھڑے کرنا چاہتے تھے۔ میں
پھتا رہا۔ میرے ہم وطن ملک کو آزاد کرانے کی جدوجہد کرتے رہے۔ وطن آزاد ہو گیا اور زمین کے
ینے پر ایک پاک مملکت پاکستان ابھر آئی۔ مسلمانوں کا وطن' جس کی فضا میں آزادی کی خوشبوئیں
رچی ہوئی تھیں اور ان خوشبوؤں کو برقرار رکھنے کے لیے انتھک محنت کرنی تھی۔ میں تعلیم حاصل
کرتا رہا۔ اپنی بدقسمتی کا ذمہ دار میں کسی کو نہیں ٹھہراؤں گا' جس دن میں نے بی اے میں کامیابی
حاصل کی اور اپنے والدین کو اس خوشی میں شریک کرنے کے لیے بھاگم بھاگ سرائے عالمگیر پہنچا' تو
میں نے اپنے کچے مکان کے صحن میں مردوں اور عورتوں کا ایک مجمع پایا۔ اس مجمع میں میری ماں' بین

کر رہی تھی' چھوٹا بھائی پریشان آنکھوں سے ایک ایک کی شکل دیکھ رہا تھا۔۔۔۔۔۔ اور۔۔۔۔۔۔ مجمع کے درمیان چارپائی پر میرے باپ کی لاش سفید چادر اوڑھے ہوئے پڑی تھی۔

میں سکتے میں رہ گیا۔ یہ سب کچھ میری سمجھ سے باہر تھا میں نہیں جانتا تھا کہ میرے دیو ہیکل باپ کو موت نے کس طرح دبوچ لیا۔ تب۔۔۔۔۔۔ ہمدردی کرنے والوں نے' اور صبر کی تلقین کرنے والوں نے مجھے بتایا کہ میرے باپ کو سانپ نے ڈس لیا ہے۔ وہ حسب معمول کھیت پر کام کر رہا تھا کہ کہیں سے سانپ نکل آیا اور میرا باپ بے خبری میں مارا گیا۔ مجھے شدید حیرت تھی۔ میرے باپ کی چوڑی کلائیاں پورے قصبے میں مشہور تھیں۔ اس کے تنومند جسم کے سامنے بڑے بڑے جوان آج بھی شرماتے تھے۔ اس شاندار جسامت' اس قوی ہیکل جسم نے موت کس آسانی سے قبول کرلی۔

کامیابی کی خوشیاں موت کے اندھیروں میں جاسوئیں۔ کس طرح سب کو تسلی دیتا۔ خود ہی رو دھو کر چپ ہوگئے۔ مجھے صرف اپنی ذمہ داریوں کا احساس تھا۔ باپ کے پاس میرے سوا کوئی اثاثہ نہیں تھا۔ وہ بڑھاپے میں صرف میرے سہارے زندگی گزارنے کا ارادہ رکھتا تھا۔ لیکن وہ وقت آنے سے قبل ہی اس نے یہ دنیا چھوڑ دی۔ اپنی زندگی بھر کی محنت کو وہ پھلتے پھولتے نہ دیکھ سکا۔ میرے ذہن پر بہت برا اثر پڑا تھا۔ ہفتوں میں نے دریائے جہلم کے کنارے موجود خوشنما مسجد' جس کا سایہ جہلم کے پانی میں مکمل نظر آتا ہے' کے صحن میں گزارے۔ وہاں پڑا اپنے مستقبل پر غور کرتا رہا۔ گھر سے مجھے کوئی دلچسپی نہیں رہ گئی تھی۔ بہت سے لوگ میرے پاس آئے مجھے میری ماں کی حالت بتائی . چھوٹے بھائی کی سرپرستی کے حوالے دیئے' لیکن مجھے ان کی باتوں سے جھنجلاہٹ ہوتی تھی۔ یہ سب کچھ میں بھی جانتا تھا۔ یہاں' اس پر نور مسجد کے صحن میں' میں اپنی ماں اور بھائی کے مستقبل پر ہی غور کرتا تھا۔ مسجد کے پیش امام مولوی حاجی صاحب علی میرے مونس و غم خوار تھے۔ ان بزرگ کی حیثیت سے شاید اہل جہلم واقف نہ ہوں' لیکن میں جانتا ہوں وہ کیا تھے۔ اور یہ بھی مجھے ایک طویل عرصے کے بعد معلوم ہوا۔ اس وقت جب میں زندگی کے ایک نازک موڑ پر پہنچ گیا تھا۔ اس وقت جب میں نے خلوص دل سے خدا کو پکارا تھا۔ حاجی صاحب علی بھی میری دلجوئی کرتے ہوئے کہتے تھے۔ "بیٹے۔۔۔۔۔۔ تمام پریشانیوں کا حل عبادت الٰہی میں موجود ہے۔ خود کو خدا کے حضور پیش کردو۔ وہ تمہیں سنبھال لے گا اور پھر تمہیں کوئی غم نہیں رہے گا' تمہیں سیدھی راہ مل جائے گی۔"

اس وقت میں اوپری دل سے حاجی صاحب کی باتیں سنتا تھا۔ بعض اوقات میرے چہرے سے ناگواری کا اظہار ہوتا تھا' تو وہ بزرگ مجھے دعائیں دیتے ہوئے میرے پاس سے اٹھ جاتے تھے۔ بالآخر باپ کی موت کا غم سینے سے ہلکا ہوگیا۔ مجھے احساس ہوا کہ مسجد کے صحن میں پڑے پڑے میں کسی کے لیے کچھ نہیں کرسکوں گا۔ مجھے عملی زندگی میں آنا چاہیے۔ مجھے کہیں ملازمت کرنی چاہیے' تاکہ میری ماں اور بھائی فاقہ کشی کا شکار نہ ہوں اور یہ خیال میرے ذہن میں پختہ ہوگیا۔ اور ایک صبح میں نے خاموشی سے جہلم چھوڑ دیا۔ میں لاہور جانے والی بس میں سوار ہوگیا میرے پاس چند روپے

موجود تھے۔ لیکن یہ اتنے تھے کہ میں لاہور جاسکتا تھا اور وہاں دو ایک روز گزارہ کرسکتا تھا۔ لاہور پہنچ کر میں نے اس مکان کا رخ کیا جہاں میں اپنے پانچ دوستوں کے ساتھ کرائے پر رہا کرتا تھا۔ اس چھوٹے سے مکان کو ہم نے کرائے پر لیا ہوا تھا اور پانچوں مل کر تھوڑی تھوڑی رقم ادا کردیا کرتے تھے۔ میرے یہ دوست بھی لاہور اور پنڈی کے نواحی علاقوں کے رہنے والے تھے۔ کوئی گوجرانوالہ کا' کوئی سیالکوٹ کا۔ انہوں نے میرے چہرے پر موت کی سی اداسی پائی تو چونک پڑے۔ میں نے انہیں بتایا کہ میرے باپ کا انتقال ہوگیا ہے تو انہوں نے اظہار غم کیا اور میری دلجوئی کرنے لگے۔ لیکن اب مجھے دلجوئی کی ضرورت نہیں تھی۔ اب تو میں عملی زندگی میں آکر اپنے چھوٹے سے خاندان کی کفالت کرنا چاہتا تھا۔ میں نے ان سے کہہ دیا کہ میں اب تعلیم جاری نہیں رکھ سکتا' اب مجھے ملازمت کی تلاش ہے۔ بہرحال وہ بے چارے افسوس کرنے کے علاوہ اور کیا کرسکتے تھے۔ لاہور میں میرا تعلق صرف کالج سے تھا' کالج سے باہر کی زندگی میں میرے واقف کار نہیں تھے۔ تاہم مجھے بھروسہ تھا کہ اپنی اولوالعزمی کے سہارے میں ماحول کو سازگار بناسکوں گا اور دوسرے دن سے ہی میں نے ملازمت تلاش کرنا شروع کردی۔ میں نے ذہن سے تمام خیالات نکال دیئے تھے۔ صرف ایک خیال باقی رہنے دیا تھا وہ یہ کہ مجھے ہر قیمت پر ملازمت کرکے زندگی کے راستے تلاش کرنے ہیں اونچی نیچی بلڈنگوں میں' سرکاری و غیر سرکاری دفاتروں میں' ہر اس شخص سے ملا' جس نے ذرا بھی میری طرف توجہ دی۔ بہت سے لوگوں نے ملازمت کے بارے میں سن کر رویہ بدل لیا۔ بہت سوں نے وعدے کیے اور میں ان کے وعدوں پر وقت برباد کرنے لگا! ہر رات مایوسیوں کی رات ہوتی تھی۔ ہر صبح امیدوں کی صبح ہوتی تھی۔ دن چڑھتا' سورج ڈھلتا اور مایوسیاں گھیرنے لگتیں۔ چند روپے ختم ہوچکے تھے۔ دو تین ہفتے دوستوں کے ساتھ کھاتا رہا۔ ایک آدھ روپیہ بھی کسی سے مل جاتا' جو دفتروں کے چکر لگانے میں کرائے پر خرچ ہو جاتا۔ لیکن اس کے بعد دوستوں کے رویے میں تبدیلی آنے لگی۔ پہلے وہ کھانے پر میرا انتظار کرتے تھے۔ میں پہنچ جاتا تو کھانا کھاتے' پھر انہوں نے جلدی کھانا' کھانا شروع کردیا۔ بچا کھچا میں کھالیتا تھا۔ کسی دن ایسا بھی ہوتا کہ کھانا نہ بچتا اور مجھے بھوکا ہی سونا پڑتا۔ پھر ایسا ہوتا کہ میرے دوست آخری شو دیکھنے چلے جاتے اور مجھے مکان بند ملتا۔ بارہ بجے تک کسی فٹ پاتھ پر بیٹھ کر ان کا انتظار کرتا اور جب وہ آتے تو گھر میں داخل ہوتا۔ اب انہوں نے مجھ سے بات کرنا چھوڑ دی تھی۔ اکثر ایسا ہوتا کہ وہ کسی بات پر قہقہے لگا رہے ہوتے' میں پہنچتا تو خاموشی چھا جاتی اور پھر وہ اوڑھ لپیٹ کر پڑ جاتے۔

میں سب کچھ محسوس کر رہا تھا۔ مجھے ان پر غصہ بھی آتا' ان کی بے اعتنائی پر رنج بھی ہوتا' لیکن میں جانتا تھا کہ حالات میرے خلاف ہیں۔ وہ بے چارے بھی کیا کرتے۔ ہاں ہر صبح میں سوچتا کہ ملازمت مل جائے تو میں ان لوگوں کے ساتھ ایسا سلوک کروں کہ انہیں اپنے اس رویے پر سخت شرمندگی ہو۔ لیکن میری یہ خواہش پوری نہ ہوسکی۔ پورے تین ماہ گزر گئے۔ بالآخر میرے دوستوں نے مجھ سے معذرت کرلی۔ انہوں نے کہا کہ وہ ایک نیا آدمی تلاش کرچکے ہیں جو ان کے ساتھ قیام کرے گا' وہ تنہا کرائے کا بوجھ نہیں اٹھا سکتے اس لیے اب میری گنجائش نہیں ہے۔

میں نے کوئی شکوہ، کوئی گلہ نہ کیا۔ یہ بات تو انہیں بہت پہلے کہہ دینی چاہیے تھی۔ اتنے دن انہوں نے صبر کیا یہی ان کی عظمت تھی، ورنہ مجھ جیسے ناکارہ انسان کے لیے کس کے پاس جگہ ہے۔ میں خود اپنی نگاہوں سے گر گیا تھا۔ مجھے اپنی بے وقعتی کا احساس ہو گیا تھا۔ اور فٹ پاتھ کی پہلی رات میرے لئے اذیتوں کی رات تھی۔ اس رات میں کرب سے کروٹیں بدلتا رہا۔ لاہور میرا بوجھ اٹھانے کے قابل نہیں ہے۔ مجھے لاہور چھوڑ دینا چاہیے۔ پھر کہاں جاؤں؟

کراچی------ میرے ذہن میں ابھرا۔ ہاں کراچی۔ دولت کی کان جہاں ہر شخص کے لیے جگہ موجود ہے۔ جہاں پہنچ کر پریشانی کا حل مل جاتا ہے اب کراچی ہی میری مصیبتوں کا حل تھا۔ مجھے اپنی حماقت پر غصہ آنے لگا۔ بلاوجہ اتنا وقت ضائع کیا۔ مجھے پہلے ہی کراچی چلا جانا چاہیے تھا۔ لاہور میں میرے لیے کوئی جگہ نہیں ہے۔ لیکن پھر ایک اور سوال۔ کراچی تک جانے کا کرایہ کہاں سے لاؤں؟ میرے پاس تو تن کے کپڑوں کے علاوہ اور کچھ نہیں تھا۔ خاصی رقم کی ضرورت تھی۔ رات کو تین بجے تک یہ سوچتا رہا اور بالآخر فیصلہ کیا کہ بغیر ٹکٹ سفر کروں گا۔ ذلت و رسوائی میرے لیے اب کوئی نئی چیز نہیں ہے۔ پکڑا گیا تو جیل بھیج دیا جاؤں گا، کیا ہرج ہے۔ میری شخصیت ہی کیا ہے۔ ایک بے وقعت انسان، زمین کا بوجھ۔ اور میں اس فیصلے پر اٹل ہو گیا۔

دوسرے دن صبح سڑک پر لگے ایک نلکے سے تھوڑا سا پانی پیا اور اسٹیشن کی طرف چل پڑا۔ پیٹ خالی تھا۔ آنکھوں کے گرد گنجان دائرے رقص کر رہے تھے۔ سرائے عالمگیر کے چھوٹے سے محلے کا کچا مکان یاد آرہا تھا، جہاں کے در و دیوار کی خوشبو میرے جسم میں آج بھی موجود تھی۔ چنے کے کھیتوں سے اٹھتی ہوئی سوندھی سوندھی خوشبو، جہلم کی گنگناتی موجیں، جو محبت کے گیت گاتی تھیں۔ دل میں شدید خواہش ابھری۔ ایک بار پھر انہیں دیکھ لوں۔ بوڑھی ماں کے ممتا بھرے ہاتھ کا لمس اپنی پشت پر محسوس کرلوں۔ ننھے بھائی کی معصوم آنکھوں میں جھانک لوں۔ لیکن کس منہ سے۔ کیا منہ لے کر ان کے سامنے جاؤں۔ میں کیا تھا۔ ایک بے حقیقت پتھر۔ اداس افلاس زدہ چہرہ۔ سوکھے ہوئے خشک ہونٹ، بکھرے ہوئے بال۔ دھنسی ہوئی آنکھیں انہیں کون سی خوشی بخش سکتی تھیں۔ بے کار۔ بے مقصد۔ جذباتی فیصلے مقدر نہیں بناتے۔ کبھی کچھ بن سکا تو ان کے سامنے جاؤں گا، ورنہ وہ مجھے بھی صبر کرلیں گے۔ اور میں اسٹیشن پہنچ گیا۔ لاہور کے خوبصورت اسٹیشن کے پلیٹ فارم پر ٹہلنے لگا! انسانوں کا ہجوم۔ مضطرب مضطرب سا۔ ٹرینوں کا شور۔ زندگی کی گہما گہمی۔ یہ سب کون ہیں؟ انہوں نے زندگی کے راستے کیسے اپنائے ہیں۔ انہیں معاشی سکون کہاں سے ملا ہے۔ کچھ سمجھ میں نہیں آرہا تھا۔ میں ان لوگوں میں خود کو اجنبی محسوس کر رہا تھا۔ بلاشبہ مجھے اس دنیا میں جینا نہیں آتا۔ میرے اندر کوئی کمی ہے اور میں ناکارہ انسان اس کمی کو تلاش نہیں کر سکتا تھا۔ میرا دل چاہا کہ کسی بلند جگہ کھڑا ہو کر ان سے خطاب کروں۔ ان سب کو جمع کر کے پوچھوں کہ انہوں نے یہ پرسکون زندگی کہاں سے حاصل کی ہے۔ کیا کرنا پڑتا ہے اس کے لیے؟ میں بھی اسی دنیا میں پیدا ہوا ہوں۔ میں بھی انہیں کی طرح گوشت پوست کا انسان ہوں۔ پھر وہ میری حیثیت کیوں نہیں تسلیم کرتے۔ ان سب نے مجھے کیوں نظر انداز کر دیا ہے۔

لیکن میں کچھ نہ کر سکا۔ نہ جانے کب تک میں پلیٹ فارم کے ایک گوشے میں بیٹھا رہا۔ ہاتھ پاؤں سنسنا رہے تھے۔ دل چاہ رہا تھا لیٹ جاؤں اور پھر کبھی نہ اٹھوں۔ سوتا رہوں۔ سوتا رہوں، کبھی نہ جاگوں۔ پھر خیبر میل کی گرجدار آواز نے مجھے چونکا دیا۔ میں کراہتا ہوا اٹھا اور کھچا کھچ بھرے ڈبوں میں اپنی جگہ تلاش کرنے لگا! کوئی جگہ نہیں تھی۔ کامیاب لوگ کامیابی سے اپنی سیٹوں پر قبضہ جما چکے تھے، ہاں فرش پر جگہ تھی۔ میں نے اسے ہی اپنا مقدر سمجھ لیا اور فرش پر دیوار سے پشت لگا کر بیٹھ گیا۔ ٹرین نے سیٹی دی اور پلیٹ فارم چھوڑنے لگی۔ میں نے ایک ٹھنڈی سانس لی۔

عرض کر چکا ہوں کہ فن داستان گوئی مجھے نہیں آتا۔ ممکن ہے احساسات کا اظہار طویل ہو گیا ہو۔ لیکن اس سے آپ کو میری ذہنیت، میرے بھٹکنے کی وجہ ضرور معلوم ہو جائے گی۔ اس تکلیف دہ سفر کی داستان کیا لکھوں۔ دکھوں اور مصیبتوں کے جو پہاڑ مجھ پر ٹوٹے ان کا احساس کر کے آج بھی جسم میں لرزش پیدا ہو جاتی ہے۔ قسمت یاور تھی۔ بغیر ٹکٹ سفر کے جرم میں پکڑا نہ گیا اور خیبر میل نے مجھے کراچی پہنچا دیا۔ کراچی کینٹ پر اترا۔ خوفزدہ سا پریشان سا، بری حالت تھی۔ ہوائیاں اڑ رہی تھیں۔ گیٹ کی طرف بڑھا۔ ٹکٹ چیکر موجود تھا، لوگوں سے ٹکٹ لے رہا تھا۔ میں آنکھیں بند کر کے لوگوں کی بھیڑ میں شامل ہو گیا اور جب آنکھیں کھولیں تو گیٹ کے باہر تھا۔ دل نے نہ جانے کیا کیا کہا۔ میں کسی بات پر غور کرنے کے قابل نہیں تھا۔ اسٹیشن کی سیڑھیاں اتر کر ایک وسیع میدان میں آگیا۔ ٹیکسیاں، آٹو رکشہ، گھوڑا گاڑیاں ایک ہجوم۔ ایک ہنگامہ۔ تب میری نگاہ ایک طرف اٹھ گئی۔ ایک صاحب نصف درجن بچوں اور بیوی کے ساتھ ہانپتے کانپتے ایک وکٹوریہ پر سوار ہو رہے تھے۔ بے شمار سامان تھا، پھلوں کی ٹوکریاں صندوق، بستر۔ نہ جانے کیا کیا تھا۔ لیکن میری نگاہ کیلوں کے اس گچھے پر تھی جو ان کی پھلوں کی ٹوکری سے نیچے گر گیا تھا۔ وکٹوریہ آگے بڑھ گئی۔ اس مالدار شہر کے کسی باشندے نے ان کیلوں کی طرف توجہ نہ دی۔ وہ زمین پر گری چیز نہیں اٹھاتے تھے، لیکن میں۔ بھوک سے بلبلاتا انسان۔ میں انہیں کیسے نظر انداز کر سکتا تھا۔ میرے لرزتے قدم آگے بڑھے۔ میرا ضمیر تو اسی وقت دم توڑ چکا تھا، جب میں نے بغیر ٹکٹ سفر کا عزم کیا تھا۔ اب میں اس کی چیخوں کو کیسے سنتا۔ میں نے کیلے اٹھالئے اور تھوڑی دیر کے بعد وہ سب میرے پیٹ میں تھے۔ یہ کراچی کا پہلا تحفہ تھا میرے لیے۔ پیٹ کے دوزخ کی آگ کسی حد تک سرد ہو گئی۔ آگے بڑھا اور اس چوک تک نکل آیا جہاں بسیں اور ٹرام کھڑی ہوتی ہے۔ چھوٹے بڑے ہوٹل۔ دوکانیں۔ لمبی تاحد نگاہ سڑک جس پر ٹرام کی پٹری بچھی ہوئی تھی۔ میں اس سڑک پر بڑھ گیا۔ وسیع و کشادہ عمارتیں، بلند و بالا بلڈنگیں۔ نہ جانے کیوں مجھے احساس ہوا کہ یہ وسیع شہر مجھے ضرور اپنی آغوش میں پناہ دے گا۔

جوں جوں میں آگے بڑھتا گیا۔ میری آنکھیں کھلتی گئیں۔ چوڑی اور کشادہ سڑکوں کا جال بچھا ہوا تھا۔ پھر صدر کا علاقہ آگیا۔ جہاں کراچی کی آدھی دولت موجود ہے۔ میرا یہی اندازہ ہے۔ خوش پوش لوگوں کے ہجوم بے پناہ خریداری کرتے ہوئے، چمچماتی کاریں، بسیں رکشا ٹیکسیاں۔ میرے اوسان خطا ہونے لگے۔ میری سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ میری زندگی کا آغاز کہاں سے ہو گا؟

نہ جانے میں کہاں کہاں گھومتا پھرا۔ صدر کا علاقہ پیچھے رہ گیا تھا۔ پھر میں تھک کر ایک جگہ بیٹھ گیا۔ بیٹھا رہا۔ سورج ڈھل گیا۔ شام ہوگئی۔ تب میں اٹھا اور آگے بڑھ گیا۔ ایک جگہ میں نے مفلوک الحال لوگوں کی لائن دیکھی۔ ان سب کا رخ ایک ہوٹل کی طرف تھا۔ نہ جانے میرے ذہن میں کیا سمائی۔ میں بھی اس لائن میں شامل ہوگیا۔ دوسرے لوگوں نے مجھے گھورا' لیکن میں نے آنکھیں بند کرلیں۔ لائن آگے بڑھتی رہی اور جب کسی نے مجھ سے کہا: "ابے آنکھیں تو کھول۔ سو رہا ہے کیا۔" تو میں نے آنکھیں کھول دیں۔ میں ہوٹل کے سامنے تھا۔ پتھروں کے کاؤنٹر پر دیگچیاں سجائے بیٹھے آدمی نے ایک پلیٹ میرے ہاتھ میں تھمادی جس میں شوربہ اور بوٹیاں تھیں اور پھر دو روٹیاں بھی مجھے دے دی گئیں۔

میرا دل دھک سے ہوگیا۔ میرا خیال تھا اب مجھ سے پیسے طلب کئے جائیں گے۔ لیکن جب پیچھے کھڑے پٹھان نے مجھے ایک طرف دھکیل دیا تو میری جان میں جان آئی۔ گویا یہاں پیسے نہیں طلب کئے جاتے۔ میں اس نعمت کو لے کر دوسرے لوگوں میں جا بیٹھا۔ دو روٹیوں نے جسم میں زندگی دوڑا دی۔ پانی پینے کے بعد میں وہاں سے اٹھ آیا۔ میری سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ یہ مفت کھانا کس خوشی میں مل رہا تھا۔ اور جب میری سمجھ میں آیا تو میرا دل خون کے آنسو رو اٹھا۔ نہ جانے کب تک میں اذیت سے تڑپتا رہا۔ وہ رات ایک فٹ پاتھ پر گزری۔ اور دوسرے دن سے میں نے ملازمت کی تلاش شروع کردی۔ میرے پاس میرا سرمایہ صرف میرے تعلیمی سرٹیفکیٹ تھے' جنہیں میں احتیاط سے سینے سے لگائے ایک ایک دفتر کے چکر کاٹتا پھرا لیکن اس معاملے میں یہاں کے لوگوں کا رویہ لاہوز والوں سے بھی سخت تھا۔ وہ کم از کم بات تو سن لیتے تھے۔ یہاں اگر کسی کو روک کر حال دل کہنے کی کوشش کی تو اس نے گھاس ہی نہ ڈالی۔ یہ ہوشیار لوگ میرے جیسے انسانوں سے بخوبی واقف تھے۔ دفتروں کے چپراسی دور ہی سے مجھے دیکھ کر ڈانٹ دیتے تھے۔ کچھ نہ ملا کچھ نہ ہوا۔ کراچی نے بھی مجھے مایوس کیا۔ دنیا سے میرا اعتماد اٹھ گیا۔ مذہب و ملت سے میرا رشتہ ٹوٹ گیا۔ سب دولت کے بندے ہیں۔ سب حرص و ہوس کے پجاری ہیں۔ سب بلندیوں کے قدر دان ہیں کوئی کسی کا سہارا نہیں ہے۔ کسی کے پاس ہمدردی و انسیت نہیں ہے۔ ہر شخص اپنے لئے جی رہا ہے۔ دولت زندگی ہے باقی سب ڈھکوسلہ ہے۔ سب بکواس ہے۔ مجھے خودکشی کرلینی چاہیے۔ لیکن خودکشی حرام ہے۔ ذہن کے کسی گوشے سے آواز ابھری۔ "کیا حرام" "کیا حلال۔ سب ڈھکوسلے ہیں۔ سب فضول باتیں ہیں۔ انسان کا مذہب صرف دولت ہے اور جب پیٹ بھر جاتے ہیں تو سجے سجائے ایوانوں میں بیٹھ کر' مرغن کھانوں کی ڈکاریں لے کر مذہب و ملت کی باتیں کی جاتی ہیں۔ انسانوں کے حقوق کے بیان جاری کئے جاتے ہیں۔ سب فراڈ ہیں۔ سب بکواس کرتے ہیں۔ انسان بے مقصد پیدا ہوا ہے' بیکار جیتا ہے اور پھر زیست کا بوجھ ہلکا کردیتا ہے اور اس جیسے دوسرے انسان پیدا ہو جاتے ہیں۔ سلسلہ حیات یونہی چلتا ہے' چلتا رہے گا' میں موت کا انتظار کیوں کروں۔ خود آگے بڑھ کر اسے کیوں نہ پکار لوں۔ زندگی نے کیا دیا ہے جو اسے سینے سے چمٹائے رہوں۔ بیکار' بے مصرف بوجھ۔ میں نے دانت پیسے اور میرے قدم ایک طرف اٹھ گئے۔ میں جانتا تھا کہ یہ راستہ سمندر کی طرف جاتا ہے۔ میں اس سے قبل

سمندر دیکھ چکا تھا۔ تلور سے کچھ آگے نیٹی جیٹی کا پل ہے اور اس کے نیچے سمندر میں چٹانیں' کائی' دلدل اور نہ جانے کیا کیا ہے۔ میرے جیسے انسانوں کے لیے بہترین پناہ گاہ۔ ہاں سمندر کی آغوش وسیع ہے۔ سمندر زمین سے زیادہ رحمدل ہے۔ یہ زمین انسان کو برہنہ کردیتی ہے۔ اس کی بے بسی کو زمانے کی نگاہوں کے سامنے پیش کردیتی ہے' جبکہ سمندر کا ظرف بلند ہے۔ وہ ہزارہا مظلوموں کے لیے اپنی ٹھنڈی آغوش وا کردیتا ہے۔ ان کے راز اپنے سینے میں چھپالیتا ہے۔ سمندر عظیم ہے۔ ہاں سمندر عظیم ہے۔ میں اسی عظمت کی آغوش میں پناہ لوں گا۔ یہ رواں دواں زندگی میرے لیے نہیں ہے۔ جامع کلاتھ مارکیٹ میں خریداروں کا ہجوم' رنگ برنگی دوکانیں' ٹراموں کی کھڑکھڑاہٹ۔ بسوں کی دوڑیں۔ رکشاؤں کا شور' لائٹ ہاؤس کے سامنے ٹکٹ حاصل کرنے والوں کی لمبی قطاریں' ڈینسو ہال کی دوکانوں میں لاکھوں اور کروڑوں کے وارے نیارے۔ حبیب اسکوائر کی بلند و بالا عمارت' لکشمی بلڈنگ کے سرخ پتھر اور اس کے آگے میری منزل۔ ہاں یہی تو میری منزل تھی۔ جو کچھ پیچھے چھوڑ آیا تھا' اس میں میری گنجائش نہیں تھی۔ بس۔۔۔۔۔ یہ سمندری لہریں میری مونس و غمخوار ہیں۔ وہ مجھے منہ اٹھائے دیکھ رہی ہیں۔ ان کی آنکھوں میں محبت ہے۔ ان کے بازو پھیلے ہوئے ہیں۔ مجھے معاف کردینا ماں۔ میرے ملک کو میری ضرورت نہیں ہے۔ میں تمہارا سہارا نہیں بن سکتا۔ رحمت کو تعلیم مت دلانا۔ تعلیم انسان کو عقل بخش دیتی ہے اور جب انسان کو عقل آتی ہے تو خودکشی کرلیتا ہے۔ میرا باپ کسان تھا بہت سیدھا تھا وہ۔ مجھے بھی کسان بنا دیتا تو اس وقت میں۔۔۔۔۔ ہل چلانے کے بعد تھکن سے چور چارپائی پر بے سدھ پڑا ہوتا' یہاں کھڑا موت کو گلے لگانے کا آرزومند نہ ہوتا۔ رحمت کو تعلیم مت دلانا ماں۔ ورنہ وہ بھی جوان ہو کر خودکشی کرلے گا اور تمہارا یہ سہارا بھی چھن جائے گا۔

میرے پنجے پل کی ریلنگ سے لپٹے ہوئے تھے اور میرے گالوں کو آنسوؤں کی نمی کا احساس ہو رہا تھا۔ وہ طویل کہانی ختم ہوا چاہتی تھی جس نے سرائے عالمگیر میں جنم لیا تھا جہلم کی لہریں۔ ان لہروں پر سفید چمکدار مسجد کا عکس' چنوں کے کھیت کی سوندھی سوندھی خوشبو' اسکول کی شرارتیں' کالج کی رنگینیاں لاکھوں قصے' لاکھوں فسانے' آج ان کا اختتام تھا۔ وقت کے دھارے گواہ رہنا۔ میں نے جینے کی۔۔۔۔۔ کوشش کی تھی۔ لیکن زندگی نے مجھے اپنانے سے انکار کردیا۔ ہاں زندگی سے مایوس ہو کر میں اس کا دوسرا رخ اپنا رہا ہوں۔ میں نے دل کڑا کیا۔ آنکھیں بند کیں۔ اور میرا لرزتا ہوا جسم ابھرا۔ اور اسی وقت پیچھے سے ایک بھاری آواز آئی۔

"نواز۔۔۔۔۔"

میں چونک پڑا۔ کون ہے یہ۔ کس نے مجھے پکارا ہے۔ میں نے پلٹ کر دیکھا۔ اندھیرے میں ایک بھدے' موٹے جسم کا سایہ نظر آیا۔ اس سے قبل کہ میں اس سے اس کے بارے میں پوچھتا وہ میرے قریب بڑھ آیا۔

"مجھے کچھ دیر ہوگئی۔ تمہیں انتظار کرنا پڑا۔ لیکن میں آبکاری والوں کی نگاہوں میں آگیا ہوں۔ کچھ لوگ میرا پیچھا کر رہے تھے۔ بڑی مشکل سے انہیں چکر دے کر آیا ہوں۔ لو یہ سنبھالو۔ شاہ

جی ٹرک میں تمہارا انتظار کر رہا ہو گا۔ مگر اب تم وہاں نہیں جاؤ گے۔ بلکہ ریل سے سفر کرو گے۔ ممکن ہے شاہ جی بھی آبکاری والوں کی نگاہ میں ہو۔ اس کے ساتھ جانا خطرناک ہے۔" اس نے میرے ہاتھ میں ایک سوٹ کیس تھما دیا۔ کافی وزنی سوٹ کیس تھا۔ میں اسے سنبھال نہ سکا اور زمین پر رکھ دیا۔ میرے مقابل نے پھر مجھے نہ بولنے دیا۔ اور ایک پرس میرے ہاتھ میں تھماتے ہوئے بولا۔ "یہ رکھو اس میں رقم ہے۔ راستے میں کام آئے گی۔ اور اس میں پتہ بھی موجود ہے۔ پشاور پہنچ کر سب ٹھیک ہو جائے گا اپنا محنتانہ لے لینا۔"

پرس بھی میرے ہاتھ میں آ گیا۔ اور اس سے قبل کہ میں کچھ کہوں موٹے جسم والا تیزی سے آگے بڑھ گیا۔ میں بھونچکا رہ گیا تھا۔ پھٹی پھٹی نگاہوں سے میں کبھی پرس کو دیکھتا، کبھی قدموں میں رکھے سوٹ کیس کو اور کبھی تاریکی میں اس موٹے آدمی کو تلاش کرنے لگتا جو نہ جانے کہاں ہو گیا تھا۔ نہ جانے کتنی دیر اسی طرح گزر گئی اور پھر میرے پھیپھڑوں کی گہرائیوں سے ایک قہقہہ ابل پڑا۔ ڈر گئی نازندگی میرے عزم سے۔ احساس ہو گیا نہ اسے بھی میرا۔ موت کی رقابت میں اسے میرا بھی خیال کرنا پڑا۔ میں نے پرس کھول کر دیکھا۔ سو سو کے چند نوٹ، دس کے کافی نوٹ موجود تھے۔ ایک سفید رنگ کا پرچا بھی تھا جسے میں تاریکی میں نہیں پڑھ سکتا تھا۔

کافی ہے۔ میں نے دل میں سوچا۔ سوٹ کیس میں کچھ بھی ہو مجھے کیا۔ میں تو مردہ انسان ہوں۔ پھر میں نے سوٹ کیس اٹھایا اور واپس پلٹ پڑا۔ سب سے پہلے میں نے ٹلور کے ایک ہوٹل میں قدم رکھا۔ گرم کھانوں کی لپٹیں اٹھ رہی تھیں۔ لوگ کھانے اور چائے پینے میں مصروف تھے۔ میں نے بھی ایک کرسی سنبھال لی۔ سوٹ کیس قدموں کے پاس رکھ لیا اور بیرے کو بلا کر کھانے کا آرڈر دیا۔ کافی رقم تھی۔ بہت دن سے بھوکا تھا۔ اپنی پسند کے کھانے منگوائے، خوب ڈٹ کر کھانا کھانے کے بعد چائے پی۔ چائے کی دو پیالیاں پینے کے بعد میں نے پرس سے پرچہ نکالا لیا۔ اس پر ایک پتہ لکھا ہوا تھا۔

"شاہ زورین۔ ٹیپو سلطان روڈ گولڈن ہاؤس۔ پشاور۔"

پشاور۔ میں نے ایک گہری سانس لے کر سوچا۔ میرے دل میں درجنوں خیالات نے سر ابھارے۔ سوٹ کیس میں کیا ہے۔ یہ سب کچھ کیا ہے۔ سب سے زیادہ حیرت مجھے اس بات پر تھی کہ اس نے مجھے میرے نام سے پکارا تھا۔ لیکن۔ دنیا میں صرف میرا نام ہی تو نواز نہیں ہے۔ کسی اور نواز کے دھوکے میں مجھے استعمال کیا گیا ہے۔ لیکن اب میں کیا کروں؟ سوٹ کیس کہیں پھینک دوں اور پرس لے کر فرار ہو جاؤں۔ مگر سوٹ کیس میں ہے کیا؟" میں نے سوٹ کیس پر نگاہ ڈالی۔ چمڑے کا شاندار سوٹ کیس تھا۔ سامنے کے رخ پر تالے لگے ہوئے تھے جن کی چابی میرے پاس نہیں تھی۔ تالوں پر سرخ لاخ کی مہریں لگی ہوئی تھیں۔ گویا مہریں توڑ کر ہی تالا ------ کھولا جا سکتا تھا۔

ہوٹل کے بیرے کو میں نے ایک اور چائے کا آرڈر دے دیا۔ میں اس سلسلے میں فیصلہ کرنا چاہتا تھا۔ بے وقوف نہیں تھا۔ کسی حد تک اندازہ ہو رہا تھا کہ کیا چکر ہے۔ یہ کراچی ہے۔ یہاں بڑے بڑے آرٹسٹ موجود ہیں۔ اور میں [illegible]

زندگی نے مجھے موت کے منہ سے گھسیٹا ہے۔ وہ مجھے اپنی پسند کا رخ دینا چاہتی ہے۔ کیوں نہ اس سے تعاون کروں۔ میں نے تو کوئی خواہش نہیں کی تھی۔ میں نے تو اچھا انسان بننے کی کوشش کی تھی۔ لیکن دنیا مجھے کسی اور ہی روپ میں دیکھنا چاہتی ہے۔ جب یہی روپ میرا مقدر ہے تو کیوں نہ اسے ہی اپنا لوں۔ اور فیصلہ کرنے میں دیر نہیں لگی۔ میں نے طے کر لیا کہ میں سوٹ کیس اسی طرح لے کر پشاور جاؤں گا۔ اور اسے اس کے مالک تک پہنچا دوں گا۔ اس سے کہوں گا کہ مجھے کسی اور کے دھوکے میں یہ کام سونپا گیا ہے۔ لیکن اگر وہ پسند کرے تو میں خلوص دل سے یہ سب کچھ کرنے پر راضی ہوں۔ یہ فیصلہ کرنے کے بعد میں اٹھ گیا۔

ہوٹل کے کاؤنٹر پر بل ادا کر کے میں باہر نکل آیا اور اب میرے قدم ------ اسٹیشن کی طرف اٹھ رہے تھے۔ وہاں سے میں نے ٹرین کے اوقات معلوم کیے آج رات میں پشاور کے لیے روانہ نہیں ہو سکتا تھا۔ کل صبح ٹرین مل سکتی تھی۔ چنانچہ میں اسٹیشن سے نکل آیا۔ دولت میری جیب میں تھی، لیکن ایک رات کے لیے میں نے کسی ہوٹل کا رخ نہیں کیا اور حسب معمول ایک فٹ پاتھ پر رات گزاری۔ سوٹ کیس سرہانے رکھ لیا۔ اور یہ تعجب ہی کی بات تھی کہ دوسری صبح وہ مجھے سرہانے ہی موجود ملا۔ شاید کسی آرٹسٹ کا اس فٹ پاتھ پر گزر نہیں ہوا تھا۔ دوسرے دن صبح میں نے ایک ہوٹل میں ناشتہ کیا اور بازار کھلنے کے انتظار میں ہوٹل میں ہی بیٹھا رہا۔ پھر بازار کھلنے پر میں نے ایک ریڈی میڈ شاپ سے اپنے لیے ایک پتلون اور بشرٹ خریدا۔ چند دوسری چیزیں اور انہیں لے کر برنس روڈ کی طرف چل پڑا۔ جہاں ایک سیلون میں داڑھی بنوائی۔ بال ترشوائے اور انسانی شکل میں آ گیا۔ وہیں حمام میں غسل کر کے میں نے لباس تبدیل کر لیا اور پھر ایک ٹیکسی میں بیٹھ کر اسٹیشن چل پڑا۔ سیکنڈ کلاس کے کمپارٹمنٹ میں سفر کرتے ہوئے میری ذہنی حالت عجیب تھی۔ میں تقدیر پر ہنس رہا تھا۔

کیا بننا چاہتا تھا، کیا بن گیا۔ لیکن جو کچھ بن گیا تھا، اس پر افسوس نہیں تھا۔ سوٹ کیس میں نے لاپرواہی سے ایک طرف رکھ دیا تھا تاکہ کوئی اس پر غور نہ کر سکے۔ سفر جاری رہا۔ دن گزارا، رات گزری اور لاہور آ گیا۔ میں نے دل پر جبر کیا، نہ جانے کیسے کیسے جتن کر کے میں نے خود کو لاہور میں اجنبی محسوس کرنے کی کوشش کی۔ میں نے ان یادوں کو کھرچنے کے لیے سخت محنت کی جو لاہور سے وابستہ تھیں۔ لاہور گزر گیا۔ لیکن اب ہر اسٹیشن میرے لیے وبال جان بنا ہوا تھا۔ میں اس پورے علاقے سے لگاؤ رکھتا تھا اور کیا بتاؤں کہ لاہور کے بعد کا سفر میرے اوپر کیسا گزرا۔ میرے دل پر کیسے کیسے زخم تھے۔ آج بھی ان کی یاد دل کو کھرچنے لگتی ہے۔ بہرحال میں اس سفر کی تفصیل نہ بیان کر سکوں گا۔ پشاور کے اسٹیشن پر میں سوٹ کیس ہاتھ میں لئے اتر گیا۔ تندرست و توانا لوگ۔ جانے پہچانے چہرے۔ میں نے تانگہ کیا اور چل پڑا۔ پرس کی حالت کافی مضبوط تھی۔ چنانچہ میں نے تانگے والے سے کسی ہوٹل چلنے کے لیے کہا۔ اور تھوڑی دیر کے بعد تانگہ "اسپین غر" کے سامنے رک گیا۔

مجھے ہوٹلوں کی قسم سے کوئی دلچسپی نہیں تھی۔ اسپین غر کی پہلی منزل کے کمرہ نمبر دس میں،

میں نے قیام کیا۔ شام ہو چکی تھی۔ میں ایک معزز انسان کے طور طریقوں سے واقف تھا۔ یہ دوسری بات ہے کہ حالات نے میری شخصیت مسخ کر دی تھی۔ ہوٹل کے لوگوں کو ذرا بھی شک نہیں ہوا کہ میں کوئی معزز گاہک نہیں ہوں۔ غسل وغیرہ سے فارغ ہو کر چائے پی اور پھر آرام کرنے لیٹ گیا۔ نرم و گداز بستر پر لیٹے ہوئے میرے ذہن میں پھر گزرے ہوئے واقعات کی فلم چلنے لگی۔ میں اپنے بارے میں کچھ نہیں سوچنا چاہتا تھا۔ میری ذہنی حالت ٹھیک نہیں تھی۔ چنانچہ میں سونے کی کوشش کرنے لگا۔ اور اس کوشش میں کامیابی ہو گئی۔

ایسا سویا کہ رات کا کھانا بھی گول ہو گیا۔ رات کے کسی پہر میری آنکھ کھلی‘ چاروں طرف سکوت طاری تھا۔ وقت کا کوئی اندازہ نہیں تھا البتہ بھوک لگ رہی تھی جس سے مجھے اندازہ ہوا کہ بہت وقت گزر چکا ہے۔ لیکن اس وقت کھانے کے لیے کچھ نہیں ہو سکتا تھا۔ یوں بھی میں بھوک برداشت کرنے کا عادی ہو گیا تھا اس لیے کوئی خاص تکلیف نہیں محسوس ہوئی اور میں اطمینان سے سو گیا۔ دوسری صبح غسل وغیرہ سے فارغ ہو کر ناشتہ کیا اور پھر اخبار پڑھتا رہا۔ گیارہ بجے میں نے سوٹ کیس اٹھایا اور نیچے اتر آیا۔ ایک آٹو رکشا روکا اور اس میں بیٹھ کر ٹیپو سلطان روڈ چل پڑا۔ فاصلہ طویل نہیں تھا۔ میرے ذہن میں عجیب عجیب خیالات جنم لے رہے تھے۔ شاہ زورین کی شخصیت‘ اس کے رویئے کے بارے میں غور کر رہا تھا۔ تب رکشہ والے کی آواز سنائی دی۔

”کدھر جانا ہے بابو؟“

”ٹیپو سلطان روڈ یہی ہے؟“

”ہاں۔“

”بس یہیں روک دو۔“ میں نے کہا اور رکشہ رک گیا۔ میں نے اتر کر پیسے دیئے اور پھر پیدل چل پڑا۔ گولڈن ہاؤس۔ کیا ہے یہ؟ میں سوچ رہا تھا۔ مجھے اس کے بارے میں کچھ نہیں معلوم تھا۔ بس دوکانوں کے بورڈ پڑھ رہا تھا۔ اور پھر ایک چھوٹی سی دوکان پر مجھے گولڈن ہاؤس کا بورڈ نظر آیا۔ ایک بھاری جسامت اور بڑی بڑی مونچھوں والا آدمی وہاں بیٹھا تھا۔ اس کے سامنے ہارڈ ویر کا کچھ سامان‘ رسی‘ کیلیں‘ مکان صاف کرنے کی جھاڑو برش اور ایسی ہی دوسری چیزیں رکھی ہوئی تھیں۔

اس گولڈن ہاؤس کو دیکھ کر مجھے ہنسی آ گئی۔ بہرحال میں اس کے قریب پہنچ گیا۔ میں نے سوٹ کیس دوکان کے ایک خالی حصے میں رکھا۔ دوکاندار مجھے گھور رہا تھا۔

”میرا نام نواز ہے۔“ میں نے کہا اور وہ اچھل پڑا۔ اس نے غور سے سوٹ کیس دیکھا اور پھر جلدی سے کھڑا ہو گیا۔ پھر اس نے اشارے سے ایک لڑکے کو بلایا اور اسے دوکان پر بٹھا کر مجھے سوٹ کیس اٹھانے کا اشارہ کیا اور پھر ایک لمبے راستے پر چل پڑا۔ میں وزنی سوٹ کیس لیے اس کے ساتھ چل رہا تھا۔ اور میرا ساتھی پلٹ پلٹ کر مجھے گھور رہا تھا۔ پھر وہ ایک خوبصورت سے مکان کے دروازے پر پہنچ کر رک گیا۔ اس نے دستک دی۔ پہلے دوبار‘ پھر تین بار۔ اور دروازہ کھل گیا۔ دروازہ کھولنے والا ایک تنومند آدمی تھا۔ اس نے موٹے کی شکل دیکھی اور ایک طرف ہٹ گیا۔ موٹا مجھے لئے ہوئے اندر داخل ہو گیا۔ اندر سے بھی یہ مکان کافی خوبصورت تھا۔ پھر ایک راہداری سے گزر کر ایک اور دروازے میں داخل ہو گئے۔ لیکن دروازے سے اندر قدم رکھتے ہی میری ناک سے عجیب سی بو ٹکرائی۔ میں نے نیم تاریک ہال میں نگاہیں دوڑائیں۔ دس بارہ آدمی بیٹھے ہوئے تھے‘ ان میں چند مقامی تھے اور باقی سفید نسل کے ہپی! بوسیدہ لباس۔ جھاڑ جھنکار بال بکھری ہوئی ڈاڑھیاں وہ مختلف مشاغل میں مصروف تھے۔ لیکن چرس کی بو کو میں صاف پہچان گیا۔ یہ ساقی خانہ تھا۔

اور پھر ہم ایک اور دروازے کے سامنے رک گئے۔ موٹے آدمی نے مقامی زبان میں کچھ کہا اور اندر سے اس کا جواب مل گیا۔ چنانچہ ہم دونوں اندر داخل ہو گئے۔ یہ ایک چھوٹا کمرہ تھا۔ جس میں ایک طرف صوفہ سیٹ لگا ہوا تھا۔ قالین بچھا ہوا تھا۔ دوسری سمت ایک لمبی میز پڑی تھی جس پر دو ٹیلی فون رکھے ہوئے تھے۔ میز کے پیچھے ایک اور قوی ہیکل آدمی شلوار قمیض میں ملبوس بیٹھا تھا۔ اس کا چہرہ بہت بڑا تھا۔ نوکیلی مونچھیں بے حد گھنی تھیں اور آنکھیں خون کی طرح تھیں۔

”جاؤ۔“ اس نے موٹے کی طرف اشارہ کیا۔ اور موٹا گردن جھکائے باہر نکل گیا۔

”دروازہ بند کر دو۔“ اس نے دوسرا حکم مجھے دیا اور میں نے سعادت مندی سے پلٹ کر دروازہ بند کر دیا۔ ”آؤ“ اس نے پھر کہا اور میں اس کے قریب پہنچ گیا۔ قوی ہیکل آدمی مجھے بری طرح گھور رہا تھا۔

”بیٹھ جاؤ۔ اور سوٹ کیس اٹھا کر میز پر رکھ دو۔“ میں نے اس کے اس حکم کی بھی تعمیل کی تھی۔

”یہ پشاور ہے۔ کراچی نہیں ہے۔“ اس نے خطرناک لہجے میں کہا اور میں اسے حیرت سے دیکھنے لگا۔ ”اور میرا نام شاہ زورین ہے۔“ اس نے پھر کہا۔

”مجھے آپ کے پاس ہی بھیجا گیا ہے۔“

”باہر کتنے آدمی ہیں؟“

”کہاں۔ ہال میں؟“ میں نے معصومیت سے پوچھا۔

”بکواس کی تو آنتیں نکال دوں گا۔“ اس نے نیفے میں ہاتھ ڈال کر ایک لمبا چاقو نکال لیا۔ بٹن والا چاقو پلک جھپکنے میں کھل گیا اور اس کی چمک میری نگاہوں کو خیرہ کرنے لگی۔

”میں۔ میں سمجھ نہیں سکا شاہ زورین۔“

”تم سی آئی ڈی کے آدمی ہو؟“

”نہیں۔“ میں نے جواب دیا۔

”آبکاری سے تعلق رکھتے ہو؟“

”بالکل نہیں۔“

”مادر نبطا ——— تم نواز نہیں ہو۔“ اس نے غراتے ہوئے کہا۔ ”مجھے کراچی سے ٹیلی فون ملا ہے کہ مال غلط ہاتھوں میں چلا گیا ہے اور تم اسے لے کر شرافت سے یہاں چلے آئے ہو۔ ضرور تم نے حکومت سے بات کی ہے مگر ——— میں شاہ زورین ہوں۔ سمجھے یہاں میری حکومت ہے۔ کون ہے جو مجھ سے آنکھ ملا سکے؟“ اس نے چاقو میز میں گاڑ دیا۔ اور مجھے خونخوار نگاہوں سے

گھورنے لگا۔ میں بتا چکا ہوں کہ افلاس اور پریشانیوں نے میری بری حالت کردی تھی۔ میری شخصیت کچھ بھی نہیں رہ گئی تھی۔ لیکن میرے باپ کی چوڑی کلائیاں پورے قصبے میں مشہور تھیں۔ اس کے مضبوط بازو بگڑے ہوئے بیل کو دو منٹ میں ٹھیک کردیتے تھے۔ چنانچہ باپ سے ورثے میں مجھے بھی کچھ ملا تھا۔ میرا ڈیل ڈول بھی کچھ کم نہیں ہے اور اس افلاس کے باوجود میری رگوں میں جوش مارتا ہوا خون تھا۔ شاہ زورین نے مجھے گالی دی تھی۔ جسے میں برداشت نہ کرسکا۔ دوسرے لمحے میں نے کرسی کو ٹھوکر ماری اور کھڑا ہوگیا۔

"تم نے مجھے گالی دی ہے شاہ زورین۔ میری شرافت کا یہ بدلہ دیا ہے۔ اٹھو۔ تمہیں اس گالی کا حساب چکانا ہوگا۔ اٹھو۔ دروازہ بند ہے۔ میں تمہیں کتے کی موت ماروں گا۔ اٹھو نامرد میری شکل کیا دیکھ رہے ہو۔" میں نے اس کی میز میں ٹھوکر رسید کردی۔ لیکن خلاف توقع شاہ زورین کے چہرے کے تاثرات بدل گئے۔ اس کی آنکھوں میں نرمی آگئی پھر اس نے چاقو میز سے نکالا۔ اسے بند کرکے نیفے میں رکھ لیا اور مسکراتے ہوئے بولا۔

"بیٹھ جا جوان۔ بیٹھ جا۔ تو غلط آدمی نہیں ہوسکتا۔ میں نے تجھے گالی دی ہے۔ تو مجھے گالی دے کر حساب برابر کرلے۔ مگر تو نواز نہیں ہے۔"

"ہاں۔ میں وہ نہیں ہوں جو تم سمجھ رہے ہو۔ لیکن میرا نام نواز ہی ہے۔ میرا پورا نام راجہ نواز اصغر ہے۔"

"مگر میرے آدمی کو دھوکہ کیسے ہوگیا؟"

"میں نہیں جانتا۔ میں پل پر کھڑا تھا کہ تمہارے آدمی نے رات کی تاریکی میں مجھے میرے نام سے پکارا اور یہ سوٹ کیس میرے ہاتھ میں دے کر پرس بھی دے دیا' جس میں تمہارا پتہ اور نوٹ تھے۔"

"مگر تم اتنا شریف کیوں نکلا۔ تم کہیں اور بھی جاسکتا تھا؟" شاہ زورین نے مجھے غور سے دیکھتے ہوئے کہا۔

"کیونکہ میں ایک بیکار انسان ہوں۔ ملازمت کی تلاش میں ناکام رہا ہوں۔ زندگی سے بیزار تھا اور خودکشی کرنے گیا تھا۔ میں نے یہی کام غنیمت سمجھا کیونکہ مجھے معاوضہ کی اطلاع بھی دی گئی تھی۔"

"تو دلیر آدمی ہے یار۔ تیری بات پر یقین کرنے کو دل چاہتا ہے۔" شاہ زورین نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔ "مگر تجھے بہت غلط اطلاعات مل گئیں ہیں۔ تجھ سے ہمیں نقصان بھی پہنچ سکتا ہے۔"

"میں تمہیں بھروسہ دلانے کے لیے کچھ بھی نہیں کرسکتا۔ میں نے ہونٹ سکوڑ کر کہا۔

"میرے آدمی نے فون پر اطلاع دی تھی کہ مال غلط آدمی کے پاس پہنچ گیا ہے۔ میں پریشان تھا۔ ایک منٹ۔" اس نے کہا اور پھر اس نے چاقو دوبارہ نکال لیا۔ چاقو سے اس نے سوٹ کیس پر لگی ہوئی سیل توڑی۔ پھر میز کی دراز سے چابیاں نکال کر تالے کھولے اور پھر سوٹ کیس کھول دیا۔

میں اس کارروائی کو دیکھ رہا تھا۔ سوٹ کیس میں سبز پتے چنے ہوئے تھے جن میں ایک عجیب قسم کی مہک تھی۔ شاہ زورین پتے ہٹانے لگا۔ بہت سے پتے ہٹ جانے کے بعد نیچے سے کوکین برآمد ہوئی۔ کافی مقدار میں تھی۔ پتے شاید اس کو بو چھپانے کے لیے استعمال کئے گئے تھے اور کسی خاص قسم کے تھے۔ شاہ زورین کوکین دیکھتے ہوئے کسی گہری سوچ میں ڈوب گیا۔ پھر اس نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔

"ٹھیک ہے تم نے ایمانداری سے کام کیا ہے۔ تمہیں معاوضہ ضرور ملے گا۔ یہاں کب پہنچا تھا؟"

"کل رات۔"

"کہاں ٹھہرا ہے؟"

"اسپین غر میں۔"

"تمہارا سامان وہاں ہوگا؟"

"میرے پاس کوئی سامان نہیں ہے۔" میں نے جواب دیا۔

"تب ٹھیک ہے دوست۔ تم ہمارے کام کے معلوم ہوتے ہو۔ پڑھے لکھے ہو؟"

"ہاں۔"

"کتنے؟"

"بی اے ہوں۔" میں نے جواب دیا اور شاہ زورین گردن ہلانے لگا

"یہ بہت اچھی بات ہے۔ پڑھے لکھے لوگ اس کام میں ضروری ہیں۔ میں تمہارے لیے بات کروں گا۔" اس نے میز کی دراز میں ہاتھ ڈالتے ہوئے کہا اور پھر اس نے نوٹوں کی کافی بڑھی تعداد نکال کر میری طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔ "یہ معاوضہ ہے۔ لیکن تمہیں ایک ہفتے تک ہمارے ساتھ رہنا ہوگا۔ دیکھو' ہمارا کام ایسا ہے کہ ہم فوراً کسی پر بھروسہ نہیں کرسکتے۔ جب ہمیں تم پر اعتماد ہوجائے گا تب تم آزاد ہوگے۔"

میں خاموشی سے نوٹ تھامے اس کی شکل دیکھنے لگا۔ آزادی کی ضرورت بھی کیا تھی۔ میں تو زندگی سے ہی آزاد ہونے جارہا تھا۔ اب جو کچھ بھی مل رہا تھا مجھے خوشی سے قبول کرلینا چاہیے تھا۔ چنانچہ میں نے گردن ہلادی۔

"ٹھیک ہے۔" اس نے ٹیلی فون کا ریسیور اٹھا کر ایک نمبر گھمایا اور دوسری طرف سے رابطہ قائم ہونے کے بعد بولا۔ "عالم گل۔ گاڑی بھیج دو۔ ایک مہمان آرہا ہے۔" اور پھر اس نے فون رکھ دیا۔ "کیا خاطر کروں تمہاری چائے پیوگے؟"

"پلادو شاہ زورین۔" میں نے ایک گہری سانس لے کر کہا۔ میں جس لائن میں آگیا تھا' اب اسی کے لوگوں کی سی زندگی گزارنے کے لیے خود کو تیار کررہا تھا۔ چائے آگئی اور ہم چائے ہی پی رہے تھے کہ ایک آدمی نے اندر آنے کی اجازت مانگی۔ شاہ زورین نے اسے اندر بلالیا۔ بگڑی ہوئی شکل کا ایک مضبوط آدمی تھا۔

"عالم گل۔ مہمان کو لے جاؤ۔ اچھا آدمی معلوم ہوتا ہے۔ تکلیف نہ ہو۔ لیکن اگر برائی کرے تو گولی ماری جاسکتی ہے۔" عالم گل نے گردن ہلادی۔ تب شاہ زورین نے میری طرف ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہا۔ "اچھا بھائی۔ جاؤ۔ آرام کرو۔ ہم بہت جلدی تم سے ملاقات کرے گا۔" اور میں عالم گل کے ساتھ باہر نکل آیا۔ عمارت کے باہر ایک وین کھڑی تھی جو چاروں طرف سے بند تھی۔ عالم گل نے میرے لیے پچھلے حصے کا دروازہ کھول دیا اور پھر اسے باہر سے بند کرکے خود ڈرائیونگ سیٹ پر جابیٹھا۔ وین اسٹارٹ ہوکر آگے بڑھ گئی اور میں جیب میں رکھے نوٹوں کو گننے لگا۔ ڈھائی ہزار تھے۔ بہت کافی رقم تھی۔ کس سلسلے میں حاصل ہوئی تھی' اب مجھے اس سے کوئی سروکار نہیں تھا۔ میرے ذہن سے گناہ و ثواب مٹ گیا تھا۔ بس اس دنیا میں جس طرح جیا جائے جی لو۔ اور اگر ضمیر کی آواز طاقتور ہو تو پھر خودکشی کرلو۔ چنانچہ میں نے خود کو بدل دیا۔ اب مجھے کسی چیز سے کوئی سروکار نہیں تھا۔ میں آرام سے نرم سیٹ پر بیٹھا سفر کرتا رہا۔ گاڑی تقریباً ایک گھنٹے دوڑتی رہی تھی۔ اس کی رفتار بھی کافی تیز تھی' جس کا مطلب تھا کہ اس نے کافی سفر کیا ہے۔ پھر وہ رک گئی۔ عالم گل نے دروازہ کھولا اور مجھ سے نیچے اترنے کو کہا۔ نیچے اتر کر میں نے چاروں طرف دیکھا بوسیدہ کھنڈر تھے۔ اندرونی حصہ مضبوط معلوم ہوتا تھا۔ نہ جانے کونسی جگہ تھی۔ عالم گل کے اشارے پر میں اندر کی سمت چل پڑا۔ اور پھر سیڑھیوں سے گزر کر میں کھنڈر نما عمارت میں داخل ہوگیا۔ سیڑھیوں کے دوسری طرف ایک کشادہ اور بلند و بالا چھت کا ہال تھا۔ اور اس ہال میں بہت سے لوگ موجود تھے۔ میں نے انہیں حیرت سے دیکھا لمبے لمبے سنہرے بال' بکھری ہوئی ڈاڑھیاں۔ پھٹے ہوئے کپڑے۔ سوکھے مدقوق جسم' چہروں پر ویرانی۔ عجیب عجیب لباس' کوئی پتلون پہنے۔ کوئی شلوار کے اوپر خوبصورت کوٹ پہنے۔ کسی کے جسم پر صرف نیکر۔ اور اوپری جسم برہنہ۔ کوئی پائجامہ پہنے' ایک چیز ان سب میں مشترک تھی۔ وہ یہ کہ وہ سب لمبے لمبے پڑے تھے' بے سدھ بے حال ایک اودھے پڑے ہوئے شخص کے قریب میں نے اس کی کمر پر ٹانگیں رکھے ہوئے ایک شخص کو دیکھا لیکن اس کے سینے پر گداز ابھار دیکھ کر میں چونک پڑا۔ وہ عورت تھی۔ ہاں۔۔۔۔ گال پچکے ہوئے تھے۔ آنکھوں کے گرد سیاہ حلقے تھے۔ ہونٹ ابھرے ہوئے اور دلکش تھے۔ بڑی معصوم نظر آرہی تھی۔ گویا ان میں عورتیں بھی شامل ہیں۔ میں نے طائرانہ نگاہ ہال میں دوڑائی۔ تب مجھے احساس ہوا کہ مردوں اور عورتوں کی تعداد تقریباً یکساں ہے۔ عالم گل سیدھا جارہا تھا اس لیے میرے قدم نہ رکے۔ میں اس کے ساتھ اندر داخل ہوگیا۔ باہر سے ویران نظر آنے والے یہ کھنڈر اندر سے بہت عمدہ اور قابل رہائش تھے۔ مجھے ایک خوبصورت کمرے میں پہنچادیا گیا۔ جہاں تعیشات کا تمام سامان موجود تھا عمدہ فرنیچر' اعلیٰ قالین' شاندار مسہری۔ ڈائننگ ٹیبل۔ ایک طرف فرج بھی موجود تھا۔ کمرہ بھی ایرکنڈیشنڈ معلوم ہوتا تھا۔

"آرام کرو صاب۔ جس چیز کی ضرورت ہو۔ یہ گھنٹی بجاؤ اور نوکر کو بول دو۔" عالم گل نے کھڑی اردو میں مجھ سے کہا۔ اور باہر نکل گیا۔ اس کے جانے کے بعد میں مسہری پر بیٹھ گیا' جوتے اتار دیئے اور پھر آرام سے لیٹ گیا۔ میں چاہتا تھا کہ میرے دل سے اس ماحول کی وحشت نکل

جائے۔ میں خود کو یہاں ضم کرلوں۔ اگر یہ لوگ مجھے اپنے ساتھ شریک کرلیں تو اعلیٰ پیمانے پر چرس اسمگلنگ کروں۔ ہاں اب مجھے کسی چیز کی پرواہ نہیں تھی' حالانکہ کچھ عرصہ قبل مجھے اسمگلروں سے سخت نفرت تھی۔ میں اسمگلنگ کے الزام میں گرفتار لوگوں کی تصویریں اخبارات میں دیکھ کر نفرت سے ان پر تھوک دیتا تھا یہ لوگ ملک کے ناسور ہیں۔ یہ اپنی زندگی کے لیے لاکھوں زندگیوں سے کھیل رہے ہیں۔ میں سوچتا تھا' لیکن آج مجھے ان بے بس انسانوں پر ترس آرہا تھا۔ ممکن ہے میری طرح انہوں نے اچھی زندگی گزارنے کی کوشش کی ہو اور نہ کرسکے ہوں۔ میں نے اپنے دل کو ٹٹولا۔ خوب گہرائی میں ٹٹولا۔ تب میرے دل سے آواز ابھری۔

"تجھے صرف اپنی زندگی پر حق ہے۔ اسے لٹادے' یا سڑکوں پر لاڈال' بھیک مانگ اور بھیک بھی نہ ملے تو موت کی نیند سوجا۔ منشیات کی اسمگلنگ کرکے لاکھوں زندگیوں سے کھیلنے کا حق تجھے کس نے دیا ہے۔ ایک اپنی زندگی کے لیے اتنی زندگیاں برباد کرکے تو بھیانک جرم کرے گا۔ اتنا خودپرست نہ بن۔ اتنا ظالم نہ بن۔ یہ تیرا ملک ہے۔ یہ تیری سرزمین ہے۔ اس کی سوندھی سوندھی خوشبو تیرے خمیر میں رچی ہوئی ہے۔ تو اس خوشبو سے غداری نہ کر۔ تو اپنے بچپن کے خوشگوار لمحات نہ بھلا۔ نہ جانے کتنے بچے ابھی اس خوشبو کے طلب گار ہیں' اسے متعفن نہ کر۔" اور ضمیر کی کشمکش نے مجھے بے چین کردیا۔ پھر کیا کروں۔ کہاں جاؤں۔ کس طرح زندگی گزاروں؟ اور نہ جانے کیوں میری آنکھوں میں' باہر ہال میں پڑے ہوئے لوگ گھوم گئے۔ میرے ذہن میں ایک چھناکہ ہوا۔

اس سے قبل بھی ان لوگوں کو دیکھ چکا تھا' سڑکوں پر' بازاروں میں گھومتے ہوئے۔ پھٹے ہوئے لباس۔ مست۔ مگن۔ میں نے کبھی خاص طور سے اس پر توجہ نہیں دی تھی۔ ان کی زندگی کیسی ہے؟ یہ کونسی دنیا کے لوگ ہیں؟ ان کا نظریہ حیات کیا ہے؟ اور اچانک میرے دل میں بہت سے شرارے ابھرے۔ بلک دشمن زندگی سے تو یہ زندگی ہی بہتر ہے۔ کیوں نہ میں یہی زندگی اپنالوں۔ ان کے انداز میں بے حس نہ بن جاؤں۔ ان کی طرح دنیا سے لاپرواہ نہ ہو جاؤں۔ ان کی طرح اپنی شخصیت مضحکہ خیز نہ بنالوں۔ لیکن ان کے انداز میں دنیا ضرور دیکھوں۔ ہاں وطن سے باہر نکل کر قسمت آزمائی کروں۔ اور یہ خیال پچھلے تمام خیالوں سے زیادہ مضبوطی سے میرے دل میں جم گیا۔ اس کے بعد کا وقت میں نے اسی سوچ میں گزارا۔ میرے ذہن کے بند سوتے کھلتے گئے۔ عرصہ دراز کی جمی ہوئی برف پگھلنے لگی۔ میں نے اپنی شخصیت سے فائدہ اٹھانے کا فیصلہ کرلیا۔ میں نے اپنی صلاحیتوں کو جانچا اور پھر میں اپنے ذہن میں منصوبے بنانے لگا۔ یہ منصوبے میرے تمام منصوبوں سے جامع تھے۔ یہ سب کچھ میرے قبضہ قدرت میں تھا۔ ہاں یہ سب کچھ میرے بس میں تھا اور جب میرے دل میں یہ بات جم گئی تو میں نے اپنے آپ کا۔ اس وقت کے ماحول کا جائزہ لیا۔

میں خطرناک لوگوں کے درمیان تھا۔ ان کے کچھ راز میرے علم میں آگئے تھے۔ وہ مجھے آسانی سے نہیں چھوڑ سکتے تھے۔ ہاں میں انہیں بے وقوف بنا سکتا تھا۔ انہیں احمق بنا کر اپنا کام نکال سکتا تھا۔ بہرحال میں ایک باصلاحیت اور تعلیم یافتہ نوجوان تھا اور میرے دل میں خواہشات رینگ آئیں۔ اب تک میں نے صرف اندھیرے دیکھے تھے۔ لیکن اب میرے ذہن میں اجالا پھیل گیا تھا۔

مجھے یقین تھا کہ وطن سے نکل کر میں کچھ حاصل کرلوں گا۔

رات ہوگئی۔ میں نے کسی کو بلا کر کچھ طلب نہیں کیا تھا۔ رات کو میرے لیے کھانا آگیا۔ لذیذ قسم کا بھنا ہوا گوشت' پنیر کچھ ترکاریاں اور تندوری روٹیاں تھیں۔ بے حد لذیذ کھانا تھا۔ میں نے کھالیا۔ اور پھر قہوہ پی کر فارغ ہی ہوا تھا کہ عالم گل آگیا۔ اس نے سلام کیا اور پھر بے تکلفی سے بولا۔

"او نوازا۔ بھائی صاحب' تم ہمارا قیدی نہیں ہے۔ ہمارا بھائی ہے۔ گھومو پھرو۔ سیر و تفریح کرو۔ شاہ زورین نے ہمیں تمہارے پاس بھیجا ہے۔ کہ تمہیں تکلیف نہ ہو۔ آؤ۔ باہر چلو۔ دیکھو ان خدائی خواروں کو۔ یہ چرس پی کر کیسا دل پشوری کرتا ہے۔" عالم گل ہنسنے لگا اور میں بھی مسکراتا ہوا اس کے ساتھ نکل آیا۔ باہر قدم رکھتے ہی مجھے نرسنگھے کی آواز سنائی دی اور پھر کسی ساز کے تار چھڑ گئے۔ نرسنگھے کی دوسری آواز سنائی دی اور ہم دونوں اسی ہال میں داخل ہوگئے۔ جہاں سے گزر کر وہاں تک آئے تھے۔ ہال میں کچھ اور ہستیوں کی تعداد بڑھ گئی تھی۔ وہ سب ہوش و حواس میں تھے جو دن میں بے حس اور مردہ پڑے تھے۔ ایسا لگتا تھا جیسے ان مردوں میں جان پڑ گئی ہو۔ سب کے ویران چہروں پر خوشیاں رقص کر رہی تھیں۔ ان میں چند مقامی آدمی بھی شامل تھے جو انہیں چرس اور دوسری نشہ آور اشیاء سپلائی کر رہے تھے۔ لمبی لمبی ٹوٹیاں۔ چھوٹی چلمیں' بھرے ہوئے سگریٹ اور نہ جانے کیا کیا۔ عالم گل میرے ساتھ ایک کونے میں کھڑا ہوگیا اور اسی وقت ایک مقامی آدمی نے دو اسٹول لاکر ہمارے پیچھے رکھ دیئے۔

ہال میں چرس کا دھواں گھٹنے لگا۔ جس کی تعداد بڑھتی جارہی تھی۔ "شوق کرو گے؟" عالم گل نے جیب سے سگریٹ کا پیکٹ نکالتے ہوئے کہا اور میں نے چونک کر اسے دیکھا۔ اس کے ہونٹوں کی سیاہی پر غور کیا۔ اور مجھے اندازہ ہوگیا کہ وہ بھی چرس کا شوقین ہے۔ بہرحال میں نے معذرت کرلی اور اس نے ایک سگریٹ سلگا کر ہونٹوں میں دبالیا۔ ہال کا منظر عجیب تھا۔ یہ سب غول بیابانی سے معلوم ہو رہے تھے۔ لمبے لمبے بے ترتیب الجھے ہوئے بال۔ پھٹے چیتھڑے کپڑے' مرد' عورتیں' نشے میں سرشار ٹانگیں پھیلائے ہوئے اوندھے سیدھے۔ دم لگا رہے تھے۔ مختلف زبانیں مختلف انداز۔ ان میں جرمن بھی تھے۔ فرانسیسی بھی' امریکن بھی تھے انگریز بھی میں اسٹول پر بیٹھا ان کی زندگی پر غور کرتا رہا۔ ان کا فلسفہ مجھے معلوم نہیں تھا۔ کونسے خیال نے انہیں زندگی سے دور کردیا ہے۔ کونسے تصور نے انہیں تہذیب و تمدن سے بیگانہ کردیا ہے۔ کیا نظریہ ہے ان کا۔ میرے دل میں خواہش ہوئی کہ کسی سے کچھ معلوم کروں۔ لیکن ابھی یہ ممکن نہیں تھا۔ ابھی مجھے پورے ہوش و حواس سے کام لینا تھا۔

چرس پینے والوں کا نشہ بڑھتا جارہا تھا۔ اب کچھ سوکھے سڑے نوجوان اٹھ کھڑے ہوئے تھے اور دونوں ہاتھ پھیلا کر چٹکیاں بجاتے ہوئے لرزتے قدموں سے تھرک رہے تھے۔ پھر ایک کونے سے کسی نے فرنچ زبان میں کچھ کہا۔ اور بہت سے لڑکے اور لڑکیاں کھڑے ہوگئے۔ پھر انہیں الفاظ کا انگلش میں ترجمہ کیا گیا جو میری سمجھ میں آگیا۔

محبت کرنے والو-----

یہ دنیا کیف ہے۔ نغمہ بلبل چھیڑ دو۔ مستیاں سمیٹ لو۔ بیگانگیاں اپنالو۔ اٹھو۔ امن کے نام پر۔ محبت کے نام پر۔ گاؤ۔ رقص کرو۔ دھوئیں کی زندگی جاگ اٹھی۔ فضا حسین ہے۔ غرق ہو جاؤ۔ محبت کرنے والو۔

اور محبت کے پجاری اٹھ کھڑے ہوئے۔ لڑکیوں کے لمبے بال لہرانے لگے۔ عجیب عجیب پوز بننے لگے۔

"رک جاؤ۔" ایک بھاری آواز گونجی۔ زبان جرمن تھی قد لمبا۔ جسم سوکھا۔ نہ جانے کہاں سے کسی لکھنوی بانکے کا انگرکھا مل گیا تھا۔ جو زیب تن تھا۔ لمبے لمبے بال۔ پچکے گال۔ چمکدار آنکھیں بھنچے بھنچے سرخ ہونٹ۔ چہرے پر عجیب سا جلال۔ "محبت کے نام پر۔" اس نے انگرکھا اتار کر زمین پر ڈال دیا۔ اور اب اس کے جسم پر صرف ایک نیکر تھا۔ نیلے رنگ کا نیکر جس کی پشت پر سرخ پیوند لگا ہوا تھا۔

"دیکھو۔ میں نے عشق پر سب کچھ قربان کردیا۔ دیکھو اب میرے پاس کچھ نہیں ہے۔" اس نے کہا اور اس کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔ "محبت خدا ہے۔" اس نے رندھی ہوئی آواز میں کہا۔ "محبت حسن ہے۔ محبت زندگی۔ محبت زندگی۔ زندگی۔ زندگی۔!" اس نے اپنے بالوں کو ایک زوردار جھٹکا دیا۔

"محبت زندگی۔!" پورے ہال میں نعرے لگے اور اس کے بعد ایک ہنگامی منظر شروع ہوگیا۔ ان سب نے اپنے اوپری لباس اتار دیئے۔ وہ اپنے لباس اتار اتار کر دنیاوی بوجھ سے آزاد ہو رہے تھے۔ ان میں نوخیز لڑکیاں بھی تھیں۔ نوجوان لڑکے بھی۔ لڑکیوں کے شفاف سینے عریاں تھے۔ نسوانی جسم لیکن نسوانیت سے آزاد۔ ایک بے کار شے کی مانند۔ کوئی راغب نہ تھا۔ کوئی متوجہ نہیں تھا۔ لیکن میرے جسم میں چیونٹیاں رینگ رہی تھیں۔ میں نے یہ سب کچھ نہیں دیکھا تھا۔ میری زندگی ابھی تک نسوانیت کے قریب سے نہیں گزری تھی۔

"اوئے خدائی خوارو۔ اوئے خدائی خوارو۔" عالم گل کے منہ سے نکلا۔ اس کی آنکھیں انگاروں کی مانند دہک رہی تھیں۔ دفعتاً" جرمن مبلغ زمین پر لیٹ گیا۔ اس کے جسم میں رعشہ پیدا ہوگیا تھا اور پھر ایک امریکی نے بھونڈی آواز میں گانا شروع کردیا۔ وائلن' ٹین کا ڈبہ چٹکیاں اور کچھ باجے منہ سے بجائے جانے لگے۔

محبت کی چڑیو۔ گنگناؤ۔ گیت گاؤ۔ رقص کرو۔ پیار کی دیوی کے پر پھیلے ہوئے ہیں۔ سفید پروں سے مس ہوتی ہوئی مسحور کن ہوا۔ دیکھو۔ ہمارے بال اڑ رہے ہیں۔ ہمارے جسموں میں تازگی دوڑ رہی ہے۔ محبت خدا ہے۔ محبت حسن ہے۔

"اور اس کے ساتھ ہی ہیجان خیز رقص شروع ہوگیا۔ سب بے ہنگم طور پر اچھل رہے تھے۔ کسی کو کسی کی سدھ نہیں تھی۔ میں سکتے کے عالم میں یہ دیکھ رہا تھا۔ یہ سب میرے لیے انوکھا تھا' اجنبی تھا۔ رقص کرنے والے قہقہے لگا رہے تھے۔ دفعتاً" دو لڑکیاں اچھلتی کودتی ہمارے سامنے

آگئیں۔ ان کی پشت ہماری طرف تھی۔ پتلی سڈول کمریں۔ ایک نیکر پہنے ہوئے تھی' دوسری پتلون' پتلون کا ایک پائنچہ ران تک پھٹا ہوا تھا خوبصورت تراش کے کولہے' نسوانیت سے بھرپور سڈول اور ستواں پنڈلیاں۔ پھر ان کے رخ بدل گئے اور اب ان کے عریاں سینے ہمارے سامنے آگئے چھوٹے چھوٹے نوخیز ابھار' جو قابل احترام بھی ہیں' کشش انگیز بھی۔ ان کی عمریں زیادہ نہ تھیں۔ ان کی نگاہیں ہماری طرف نہیں تھیں۔ نہ ہی ان کے چہرے پر جنسی جذبات تھے۔

میرا جسم سن ہو کر رہ گیا۔۔۔۔۔ عالم گل کی آنکھوں میں خون اتر آیا۔ پھر اچانک عالم گل اٹھا۔ اس نے آگے بڑھ کر ایک لڑکی کو دبوچ لیا۔ اپنے قوی ہیکل بازوؤں میں دبایا۔ لڑکی اب بھی تھرک رہی تھی۔ دوسری لڑکی اپنی ساتھی کے حشر سے بالکل لاپرواہ تھی۔ میں عالم گل کی اس حرکت سے چونک پڑا۔ میرا خیال تھا رقص رک جائے گا۔ یہ سب عالم گل پر ٹوٹ پڑیں گے۔ لیکن رقص جاری رہا۔ کسی نے عالم گل کی طرف توجہ بھی نہیں دی۔ اور عالم گل لڑکی کو بازوؤں میں دبوچے ہوئے نہ جانے کہاں چلا گیا۔

دوسری لڑکی بدستور میرے سامنے رقص کر رہی تھی۔ پھر اس نے بالوں کو جھٹکا دیا۔ میری طرف دیکھا اور ہونٹوں پر انگلیاں رکھ کر سگریٹ مانگی۔ میں سمجھ گیا۔ وہ چرس طلب کر رہی ہے۔ لیکن میرے پاس کچھ نہیں تھا۔ میں نے گھبرائے ہوئے انداز میں نگاہیں جھکالیں۔ میں اس کے نوخیز حسن کی تاب نہ لاسکا تھا اور اسی وقت میری نگاہ اپنے قدموں میں پڑے ٹین کے پیکٹ پر پڑی۔ اسی پیکٹ سے عالم گل نے مجھے سگریٹ پیش کی تھی غالباً پیکٹ گر گیا تھا۔ میں نے جلدی سے اسے اٹھایا۔ کھول کر دیکھا اس میں ایک درجن سے زائد سگریٹ تھے۔ سب کے سب بھرے ہوئے۔ لڑکی اب بھی میرے سامنے تھرک رہی تھی۔ اس کی انگلیاں باربار ہونٹوں سے جالگتیں۔ میں نے ٹین کا پیکٹ اس کی طرف بڑھادیا۔ اس نے جلدی سے پیکٹ میرے ہاتھ سے لے لیا۔ اسے کھول کر دیکھا۔ سگریٹ نکال کر اسے سونگھا اور اس کے چہرے پر بے پناہ مسرت بکھر گئی۔ اس نے پیکٹ بند کرکے میری طرف بڑھایا۔ صرف ایک سگریٹ اس نے اپنے پاس رہنے دی تھی لیکن میں نے اس کے بڑھے ہوئے ہاتھ کو واپس کردیا۔ تب اس نے انوکھے انداز میں مجھے دیکھا۔ اور جرمن زبان میں کچھ کہا جسے میں نہ سمجھ سکا۔ پھر اس نے پیکٹ نیکر میں اڑس لیا۔ اور اپنے ایک ساتھی سے ماچس لے کر سگریٹ سلگانے لگی۔ دوسرے لوگ رقص کر رہے تھے۔ وہ اسٹول کے نزدیک میرے قدموں میں بیٹھ گئی۔ اس نے اپنا سر میرے گھٹنوں سے ٹکادیا اور سگریٹ کے کش لینے لگی۔

میری عجیب حالت تھی۔ اس سے قبل کوئی نوجوان لڑکی میرے اس قدر نزدیک نہیں آئی تھی۔ میں نروس ہو رہا تھا۔ لیکن وہ اطمینان سے بیٹھی سگریٹ کے کش لگارہی تھی۔ رقص جاری تھا اور اب وہ صرف رقص نہیں کر رہے تھے۔ لڑکے اور لڑکیاں امن پسندی اور محبت کا پورا پورا ثبوت دے رہے تھے۔ ماحول ناقابل برداشت ہوگیا تو میں اپنی جگہ سے اٹھ گیا۔

مجھے اٹھتے دیکھ کر میرے نزدیک بیٹھی لڑکی بھی اٹھ کھڑی ہوئی وہ بے وقوف نہ جانے کیا سمجھی تھی۔ دوسرے لمحے اس نے میرا بازو پکڑلیا اور لڑکھڑاتے قدموں سے میرے ساتھ چل پڑی۔

میرا دل دھک دھک کر رہا تھا۔ اس عجیب مخلوق کے ساتھ میں کیا سلوک کرتا۔ میں کچھ فیصلہ نہ کرسکا۔ اور وہ میرے ساتھ میرے کمرے میں آگئی۔ میں سخت الجھن میں تھا۔ نہ جانے اس کا کیا ردعمل ہو۔ ممکن ہے زورین میری اس حرکت کو پسند نہ کرے۔ لیکن بہرحال یہ ایسی حرکت نہیں تھی جیسی عالم گل نے کی تھی۔ اپنے کمرے میں داخل ہو کر میں نے بدحواس نگاہوں سے لڑکی کو دیکھا۔ اور سچ یہ ہے کہ پہلی بار اس کے چہرے پر بھرپور نگاہ ڈالی۔ ستواں ناک' خوبصورت بڑی بڑی آنکھیں' گلاب کی پتیوں جیسے نازک ہونٹ' چہرے پر پیلاہٹ بال اخروٹ کی رنگت کے۔ اس کے بازو پر فیروزی رنگ کے نشانات گدھے ہوئے تھے۔ مجموعی حیثیت سے کافی خوبصورت تھی۔ اس کی آنکھوں میں نیلاہٹ کے ساتھ سرخی عجیب لگ رہی تھی۔ مجھے اپنی طرف متوجہ پاکر وہ نشیلے انداز میں مسکرائی اور پھر اس نے ٹن کے پیکٹ سے ایک اور سگریٹ نکال لیا۔ پہلے سگریٹ کے آخری سرے سے اس نے دوسرا سگریٹ سلگایا اور پھر اچانک اس نے اپنے نیکر کی بیلٹ کھول دی۔ یہ حرکت بھی میرے لیے غیر متوقع تھی نیکر اس کے قدموں میں گر پڑا اور میری آنکھیں بند ہو گئیں۔

تب میں نے اس کی ہنسی کی آواز سنی اور آنکھیں کھول دیں وہ قالین پر بیٹھ گئی تھی۔ اس کی ہنسی میں معصومیت تھی۔ لیکن اس کے دانت پیلے تھے۔ چھوٹے چھوٹے قطار میں سجے ہوئے بدنما دانت' جو پیلاہٹ لئے ہوئے تھے۔

"کیا کروں اس کا۔ کیا کروں؟" میں پریشان ہوگیا۔ انسان تھا۔ نوجوان تھا' پیٹ بھرا ہوا تھا۔ تنہائی تھی۔ اور۔ اور مسکراہٹ تھی۔ بالکل جنگلی بھی نہیں تھا' اس کے خودسپردگی کے انداز میں سمجھ رہا تھا۔ میں نے اپنا ایک ہاتھ آگے بڑھایا اور اس نے میری انگلیاں چوم لیں۔ پھر میرے ہاتھ کو اپنے گال پر رگڑنے لگی۔ تب میں نے اس کے ہاتھ کو پکڑا اور وہ اس کا سہارا لے کر اٹھ آئی۔

اب وہ میرے مقابل کھڑی تھی اور میری آنکھوں میں دیکھ رہی تھی' جیسے میری نگاہوں کا مفہوم سمجھ رہی ہو۔ لیکن اس وقت میں خود اپنی کیفیت سمجھنے سے قاصر تھا۔ میں نے اسے کچھ آگے بڑھایا اور وہ میرے سینے سے چپک گئی۔ اس نے اپنے ہونٹ میرے ہونٹوں کے مقابل کردیئے گو اس کے ہونٹوں سے چرس کی سڑاند آرہی تھی۔ لیکن اس وقت نہ جانے کیوں میری طبیعت نے مالش نہ کی۔ میں نے اپنا چہرہ آگے بڑھایا اور اس نے بے تکلفی سے میری گردن میں بانہیں ڈال دیں۔

اس کے ہونٹ رس بھرے تھے۔ ابھی ان کا رس خشک نہیں ہوا تھا۔ اس بوسے نے میری جھجک دور کردی۔ اور میں نے اس کا بازو پکڑ کر اسے مسہری پر کھینچ لیا۔ سگریٹ اس کے ہاتھ سے چھوٹ کر نیچے قالین پر گر پڑا۔ لیکن مجھے ہوش نہ رہا۔ وہ بھی پرجوش تھی' نشے نے اسے بھی دیوانہ کردیا تھا۔۔۔۔۔ پھر اس کا اور میرا دونوں کا نشہ اتر گیا میں زندگی کی ایک انوکھی حقیقت سے آشنا ہوا تھا۔ وہ اب بھی میری آغوش میں سر چھپائے پڑی تھی۔ اس کی گہری گہری سانسوں کی آواز کمرے میں گونج رہی تھی۔ لیکن وہ بھی میری طرح جاگ رہی تھی۔

"کیا نام ہے تمہارا۔؟" میں نے اس سے انگلش میں پوچھا اور وہ آنکھیں کھول کر مجھے دیکھنے لگی۔ اس کے چہرے پر کشمکش کے آثار نظر آئے اور پھر اس نے جرمن زبان میں کچھ کہا۔ لیکن یہ

زبان میرے پلے نہیں پڑی تھی۔ وہ مسکرا اٹھی اور اس کے ہونٹوں سے چرس کا بھبکا اٹھا۔ لیکن جناب وہ میری زندگی کی پہلی عورت تھی۔ اس وقت مجھے کچھ برا نہیں معلوم ہو رہا تھا۔ سب کچھ پسند تھا۔ سب کچھ گوارہ تھا۔ دور سے ڈبہ پیٹنے کی آواز صاف سنائی دے رہی تھی۔ اس کے ساتھ ہی مکھیوں کی سی بھنبھناہٹ۔ غالباً وہ کچھ گا رہے تھے۔ وہ میری گود میں کسمسائی اور پھر مسہری سے اٹھ گئی۔ اسے اپنا ادھ جلا سگریٹ یاد آگیا تھا۔ اس نے مسہری کے چاروں طرف نگاہیں دوڑائیں۔ سگریٹ پڑا ہوا تھا' بجھ گیا تھا۔ اس نے جھک کر اسے اٹھایا قالین پر ایک گول سیاہ نشان موجود تھا۔

اس نے سگریٹ ہونٹوں میں دبایا۔ مجھ سے ماچس مانگی' لیکن ماچس میرے پاس موجود نہیں تھی۔ میں نے دونوں انگوٹھے ہلا کر ماچس نہ ہونے کے بارے میں بتایا۔ تب وہ اطمینان سے دروازے کی طرف بڑھ گئی۔ اس نے اپنے زیریں لباس کی طرف توجہ بھی نہیں دی تھی۔ لیکن میں ہوش و حواس میں تھا۔ میں نے دروازے سے نکلنے سے پہلے ہی اسے پکڑ لیا۔ واپس لایا اور اس کا نیکر اٹھا کر اسے دیا۔ اس نے نیکر پہن لیا' صرف اس وجہ سے کہ اس میں وہ ٹین کی ڈبیہ بھی تھی جس میں ابھی دس بھرے ہوئے سگریٹ موجود تھے اور پھر وہ باہر نکل گئی۔ میں کمرے کے درمیان کھڑا رہ گیا۔

"کیا ہو گیا تھا۔ کیا کر بیٹھا تھا میں۔ احساس گناہ میرے دل میں ابھرا۔ لیکن پھر ماضی کی تلخ یادیں میرے ذہن پر چھا گئیں' سب ٹھیک ہے' یہی زندگی ہے۔ شرافت و اخلاق کی زندگی سے میرا کیا واسطہ۔ حالات نے میرے لیے جس راہ کا تعین کیا ہے۔ مجھے اسی راہ پر بے جھجک بڑھنا چاہیے۔

میں ملحقہ باتھ روم میں داخل ہو گیا۔ غسل کیا' لباس پہنا اور پھر اپنے بستر پر دراز ہو گیا۔ دماغ میں بے شمار خیالات تھے۔ لیکن میں ان سے نجات پا کر سو جانا چاہتا تھا۔ اور اس کوشش میں' میں کامیاب ہو گیا دوسرے دن تقریباً گیارہ بجے آنکھ کھلی۔ کسی نے مجھے جگانے کی کوشش نہیں کی تھی۔ میں نے گھنٹی بجائی اور ایک ملازم اندر آگیا۔

"ناشتہ لے آؤ۔" میں نے کہا اور وہ گردن جھکا کر چلا گیا۔ میں نے غسل خانے میں جا کر ہاتھ منہ دھویا۔ اور پھر باہر آگیا۔ تھوڑی دیر کے بعد ناشتہ آگیا۔ گوشت' دودھ' سلائس اور چائے۔ جس کے ساتھ کچھ مکھن بھی موجود تھا۔ میں نے بڑی رغبت سے ناشتہ کیا اور چائے کی کئی پیالیاں پینے کے بعد کھڑا ہو گیا۔ میں دیکھنا چاہتا تھا کہ دن میں میرے اوپر کس حد تک پابندی ہے۔ دروازہ کھول کر میں باہر نکل آیا لوگ ادھر سے ادھر جا رہے تھے۔ میری طرف کسی نے توجہ نہیں دی اور میں آگے بڑھتا ہوا اس ہال میں پہنچ گیا۔ جہاں رات کو عجیب و غریب ہنگامہ برپا تھا۔

ہال میں اس وقت صرف دو تین آدمی اوندھے سیدھے پڑے تھے۔ یہ ہیپی ہی تھے۔ لیکن ان میں کوئی لڑکی نہیں تھی۔ رات والے لوگ نہ جانے کہاں چلے گئے تھے۔ میں نے حیرت سے دوسرے حصے میں دیکھا۔ یہاں تک کہ کھنڈر کے بالکل باہری حصے میں نکل آیا۔ لیکن چاروں طرف ویرانی تھی۔ اس کے ساتھ ہی میں نے یہ بھی سوچا کہ یہ لوگ میری طرف سے زیادہ فکر مند نہیں ہیں۔ ورنہ مجھے ٹوکنے کی کوشش ضرور کی جاتی۔ پھر میں واپس پلٹ پڑا۔ تب میں نے ایک گزرتے سے پوچھا۔

"عالم گل کہاں ہے؟"

"عالم گل۔ عالم گل تو شہرہ گیا ہے۔ شام کو واپس آئے گا۔"

"اور وہ سب کہاں گئے جو رات کو اس ہال میں گا بجا رہے تھے؟" میں نے دوسرا سوال کر ڈالا۔

"وہ سیاح لوگ! وہ تو آگے بڑھ گئے۔ طور خم کی طرف' وہاں سے کابل جائیں گے اور پھر نہ جانے کدھر------ان کا کیا ہے صاحب۔"

"اوہ۔" میں نے گردن ہلائی اور ایک ٹھنڈی سانس لے کر واپس اپنے کمرے کی طرف چل پڑا۔ اپنے کمرے کی مسہری پر لیٹ کر میں اس غلیظ محبوبہ کے بارے میں سوچنے لگا' جو ایک رات کے لیے میری زندگی میں آئی تھی۔ اپنی تمام غلاظتوں کے ساتھ۔ بہرحال وہ ایک لڑکی تھی۔ ایک نوجوان اور خوبصورت لڑکی گو وہ بہت سستی تھی۔ انتہائی سہل الحصول چرس کے ایک درجن سگریٹ اسے میری خلوت میں لے آئے تھے۔ اس نے خاموشی سے اپنی کائنات میرے حوالے کی اور اسی خاموشی سے اس کائنات کی وسعتوں میں گم ہو گئی۔ جو کچھ بھی تھی' وہ میری زندگی کی پہلی عورت تھی۔ اس نے پہلی بار مجھے عورت کی لطافت سے روشناس کرایا تھا۔ میں اسے کیسے فراموش کر سکتا تھا۔

لیکن------ میں تو اس غریب کا نام بھی نہیں جانتا تھا۔ اگر میں نے اپنی زندگی کا تجزیہ کیا اور اگر میری زندگی کبھی اس نہج پر پہنچ سکی' جب میں اپنے بارے میں کوئی داستان لکھوں تو اس لڑکی کا نام کیا لکھوں گی۔ جو ایک تاریک سائے کی حیثیت سے آئی اور روشنی ہوتے ہی معدوم ہو گئی۔ میں نے اس سے کوئی بات نہیں کی تھی' ہاں جب وہ میرے جسم سے چسپاں تھی تو صرف ایک عورت تھی۔ اس کے نظریات کچھ بھی ہوں۔ اس وقت اس نے مجھے صرف ایک مرد گردانا تھا اور خود کو میرا محکوم۔

میرے دل سے ایک سرد آہ نکل گئی۔ تب میں نے خود پر نفرین کی۔ کیسی حماقت ہے۔ میں اس کے لیے غمزدہ ہوں جس کی قیمت صرف بارہ چرس کے سگریٹ تھے۔ وہ میری محبوبہ نہیں تھی۔ صرف کرائے کی عورت تھی۔ کوئی بھی اسے ایک درجن چرس بھرے سگریٹ دے کر خرید سکتا ہے۔ نہ جانے کتنوں نے اسے خریدا ہو گا اور نہ جانے اس نے کتنوں کی محکومی قبول کی ہو؟

اس تصور نے میرا ذہن ہلکا کر دیا۔ اور میں دوبارہ اپنے پروگرام کے بارے میں غور کرنے لگا۔ ٹھنڈا کر کے کھانا ہو گا۔ اس طرح کام نہیں چلے گا اگر ذرا بھی جلد بازی کی تو نہ صرف زندگی خطرے میں پڑ جائے گی بلکہ پھر اس کے بعد۔ دنیا دیکھنے کی خواہش بھی نہیں پوری ہو سکے گی۔ چنانچہ میں اطمینان سے لیٹا رہا شام کی چائے پی کر میں باہر نکل آیا۔ میں نے اسی ہال کا رخ کیا تھا۔ ہال میں سیاحوں کی تعداد پھر بڑھ گئی تھی۔ کئی جوڑے تھے۔ چار پانچ تنہا آدمی تھے۔ گویا یہاں روز کئی لوگ آتے رہتے ہیں۔ ایک لڑکی اپنا اوپری لباس اتارے سی رہی تھی۔ اس کے سینے پر صرف ایک چیتھڑا بندھا ہوا تھا جو اس کے سینے کے طوفانی ابھاروں کو مکمل طور سے ڈھانکنے میں ناکام تھا۔ اس کے برابر

ہی اس کا ساتھی بیٹھا ہوا تھا۔ ان لوگوں کا رنگ سفیدی مائل تھا۔ نوجوان نے نیلے رنگ کی نئی پتلوان پہنی ہوئی تھی لیکن اوپری بنیان بوسیدہ اور پھٹا ہوا تھا۔ لڑکی کو سوئی دھاگہ استعمال کرتے دیکھ کر بہت سی یادیں تازہ ہو گئیں۔ ماسی بشیراں یاد آگئی۔ اس کی لڑکی نوراں یاد آگئی۔ جس کی آنکھیں ہرنی جیسی تھیں اور جس نے ایک عید پر سفید کپڑے کے ایک رومال پر تار کشی سے دل کا نشان کاڑھ کر مجھے دیا تھا۔ میں نے خوش ہو کر رومال لے لیا تھا اور پھر سب کو دکھاتا پھرا تھا۔ نہ جانے کیوں' دوسرے دن نوراں کو میرے سامنے نہیں آنے دیا گیا۔ اس کی چھوٹی بہن رشیداں نے بتایا تھا کہ نوراں کو مار بھی پڑی ہے۔ اس وقت میری سمجھ میں کچھ نہیں آیا تھا' لیکن آج۔ اس سفید لڑکی کو سوئی دھاگے سے اپنی بوسیدہ قمیض سیتے ہوئے دیکھ کر مجھے نوراں کا دل یاد آگیا تھا۔

"ہیلو۔" لڑکی کے ساتھی کی بھاری آواز میرے کانوں میں گونجی۔ اور میں گھبرا گیا۔ نوراں کے بارے میں سوچتے ہوئے میں اس کی ساتھی لڑکی کے نیم عریاں جسم کو گھورتا رہا تھا۔ میں نے پریشان نگاہوں سے اس ہٹے کٹے انگریز کو دیکھا۔ لیکن وہ مسکرا رہا تھا۔

"ہیلو۔" میں نے بھی مری ہوئی آواز میں کہا اور وہ اٹھ گیا۔ میرے نزدیک آیا اور میری طرف مصافحے کے لیے ہاتھ بڑھا دیا۔ مشینی انداز میں میں نے اس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے لیا اور اس نے گرم جوشی سے میرا ہاتھ دبایا۔

"آپ میری کچھ مدد کر سکیں گے جناب۔" اس نے گردن جھکا کر رازداری سے کہا۔

"ہاں۔ ہاں۔ بولو۔ کیا چاہتے ہو؟" بادل نخواستہ میرے منہ سے نکل گیا۔

"کافی۔ کھانے کے لیے بسکٹ اور تھوڑی سی چرس۔" اس نے بے تکلفی سے جواب دیا۔ اور میں دلچسپ نگاہوں سے اسے دیکھنے لگا۔ آدمی بے تکلف معلوم ہوتا تھا۔

"میں بندوست کرتا ہوں۔" میں نے کہا اور آگے بڑھ گیا۔ یہاں میں بھی اجنبی تھا۔ ممکن ہے وہ لوگ میری درخواست نہ مانتے۔ لیکن بہرحال میرے پاس ڈھائی ہزار روپے تھے۔ میں پیسے خرچ کر کے ان سے کام لے سکتا تھا۔ چنانچہ میں نے ایک شخص کو روکا۔ اور وہ میرے قریب آکر رک گیا۔

"سنو۔۔۔۔۔ تین کپ کافی۔ تھوڑے سے بسکٹ اور کھانے کی کچھ دوسری چیزیں اور تھوڑی سی چرس وغیرہ کی ضرورت ہے۔ کیا یہ چیزیں مہیا ہو سکیں گی۔"

"کیوں نہیں جناب۔ شاہ زورین کی طرف سے ہدایت ملی ہے کہ آپ کو کوئی تکلیف نہ ہونے پائے۔" اس نے جواب دیا۔ اور میں نے دل سے پہلی بار ان لوگوں کا احسان قبول کیا۔ میں اپنے کمرے کی طرف چلا گیا۔ میں نے اس شخص سے یہی کہا تھا کہ وہ یہ سب چیزیں لے کر میرے کمرے میں آجائے۔ کافی بننے میں وقت لگا ہو گا۔ تھوڑی دیر کے بعد وہی ملازم میرا مطلوبہ سامان چرس کا ایک پیکٹ اور اسے پینے کے لیے ایک لمبا اور نفیس پائپ لے کر میرے پاس آگیا۔

"میرے ساتھ آؤ۔" میں نے کہا اور وہ ٹرے اٹھائے میرے پیچھے چل پڑا۔ لڑکی اپنا اوپری

لباس پہن چکی تھی۔ وہ ایک کونے میں گردن جھکائے خاموش بیٹھے تھے۔ شاید ان کے پاس کچھ بھی نہیں تھا۔ وہ چرس تک نہیں حاصل کر سکتے تھے اور کسی اپنے جیسے آدمی کی تلاش میں تھے' جو انہیں چرس مہیا کر دے۔ مجھے اس طرح لدا پھندا آتے دیکھ کر دونوں کی آنکھیں خوشی سے چمک اٹھیں۔

"ہیلو۔" اس بار مرد کے ساتھ لڑکی نے بھی پرجوش انداز میں کہا تھا۔

"سوری۔۔۔۔۔ کچھ دیر ہو گئی۔ تازہ کافی بن رہی تھی۔" میں نے کہا۔

"اوہ۔ تھینکیو۔ تھینکیو ڈیر۔۔۔۔۔ ہم نے تمہیں بہت تکلیف دی۔" دونوں نے بیک وقت کہا۔ میں نے ملازم کو ٹرے نیچے رکھنے کو کہا اور وہ دونوں پھسکڑا مار کر زمین پر بیٹھ گئے اور پھر لڑکی نے ڈرتے ڈرتے پائپ اٹھا لیا۔

"اوہ' میرے خدا۔ کتنا خوبصورت ہے یہ۔ لو یہ۔ اوہ کیستاں اوہ کیستاں ڈیر۔ دیکھو۔ چرس' کتنا سارا۔! وہ کیستاں۔!" وہ خوشی سے مرد سے لپٹ گئی۔ کیستاں ممنون نگاہوں سے مجھے دیکھ رہا تھا۔

"کیا یہ سب ہمارے لئے ہے جناب؟" اس نے پوچھا۔

"ہاں۔ میری طرف سے حقیر تحفہ۔" میں نے کہا۔

"مگر ہم اس کے جواب میں تمہیں کیا دیں گے؟" اس نے سنجیدگی سے کہا۔

"کیا میں بسکٹ کھالوں؟" لڑکی نے ایک بسکٹ اٹھاتے ہوئے کہا اور میں نے بسکٹوں کی پلیٹ اٹھا کر اس کے سامنے کر دی۔ کیستاں نے بھی بسکٹ اٹھا لیا۔ اور میں ان کے لیے کافی بنانے لگا! لڑکی اپنے خوبصورت دانتوں سے بسکٹ کاٹ رہی تھی اور چمکدار نیلی آنکھوں سے پائپ کو الٹ پلٹ کر دیکھ رہی تھی۔

میں نے کافی بنا کر ان دونوں کے سامنے رکھ دی۔ میں خود بھی انہیں کے انداز میں زمین پر بیٹھ گیا تھا۔ تیسری پیالی بنا کر میں نے اپنے ہاتھ میں لے لی۔

"میرا نام ایلب کیستاں ہے۔" مرد نے سنجیدگی سے کہا۔

"مسز کیستاں؟" میں نے لڑکی کی طرف اشارہ کر کے پوچھا۔

"اوہ۔ نو۔ وہ گیلتھ ہے۔ گیلتھ کا کسن۔ میری کزن۔!" کیستاں نے جواب دیا۔

"سوری۔!" میں نے کہا۔

"کوئی بات نہیں ہے۔" وہ سادگی سے بولا۔ اور پھر میری طرف رخ کر کے بولا۔ "اور آپ؟"

"میں نواز ہوں۔ نواز اصغر۔" میں نے جواب دیا۔ اس پر وہ کافی دیر تک میرے نام کی مٹی پلید کرتے رہے' اس کے باوجود وہ میرے نام کا صحیح تلفظ ادا نہیں کر سکے۔ "تم لوگ نام سے برٹش نہیں معلوم ہوتے۔" میں نے کہا۔

"ہاں۔ ہم فرنچ ہیں۔ ہم دونوں فرنچ ہیں۔"

"خوب۔ لیکن انگلش برطانوی باشندوں کی طرح بولتے ہو۔"

"میں جرمن امریکی اور دوسری کئی زبانیں بھی انہیں لوگوں کے سے انداز میں بول سکتا ہوں۔ البتہ گیلتھ صرف انگلش جانتی ہے۔ یا مادری زبان۔" اس نے کافی کا گھونٹ لیتے ہوئے کہا۔ اور پھر کافی کی تعریفیں کرنے لگا۔ لڑکی بسکٹوں پر ہاتھ صاف کر رہی تھی۔ میں نے غور سے اسے دیکھا۔ یہ لڑکی رات والی لڑکی سے زیادہ تر و تازہ تھی۔ اس کا قد بوٹا سا تھا اور جسم زیادہ گداز تھا۔ وہ کیستاں کی بیوی نہیں ہے۔ کزن ہے۔ لیکن۔ کون جانے کیا ہو۔ میں زیادہ گہرائی میں جا بھی نہیں سکتا تھا۔

تھوڑی دیر کے بعد ہم کافی سے فارغ ہوگئے۔ تب کیستاں نے چرس کا پیکٹ پھاڑتے ہوئے کہا۔ "ہم تمہارا یہ احسان زندگی بھر نہیں بھولیں گے۔ دراصل ہمارے پاس کچھ ہندوستانی کرنسی تھی۔ جسے سرحد پر چھین لیا گیا' اور اب ہم بالکل کنگال ہیں۔"

"ہندوستانی کرنسی۔! تم کہاں سے آرہے ہو؟"

"ارض مقدس سے۔ مسکن انسانیت سے۔ وہاں سے جہاں زندگی ایک حقیقت ہے۔ آہ وہ مسکن محبت۔ جہاں حسن' زندگی یکجا ہے۔!" وہ شاعری کرنے لگا۔

"میں ابھی تک نہیں سمجھ سکا۔!"

"کھٹمنڈو سے۔ جو ہماری جنت ہے۔ جہاں فراخ دلی کے دریا بہتے ہیں۔ کاش ہم پوری زندگی وہاں گزار سکتے۔ لیکن قانونی مجبوریاں مسٹر۔ نازو۔" اس کی آواز رندھ گئی۔ اس نے غم سے لرزتے ہوئے ہاتھ بڑھائے اور پائپ بھرنے لگا۔ لڑکی خشک ہونٹوں پر زبان پھیرتے ہوئے پائپ کو بھرتے دیکھ رہی تھی۔ اور پھر اس نے مجھ سے ماچس مانگی۔

"اوہ۔ میں مہیا کرتا ہوں۔" میں نے کہا۔ اور پھر ایک ملازم کو دوبارہ آواز دی۔ ماچس آگئی۔ اور اس نے پائپ منہ میں دبا کر ماچس جلائی۔ چرس کا تیز بھبکا اڑا اور لڑکی زور زور سے سانسیں کھینچنے لگی۔ میں اس کی خوشی کا اندازہ لگا رہا تھا۔ چرس کی ناگوار بو میری ناک سے ٹکرائی۔ اس نے دو تین کش لگائے اور پھر پائپ میری طرف بڑھا دیا۔ میں نے پائپ اس کے ہاتھ سے لے لیا۔ لڑکی بے چینی سے میری طرف دیکھ رہی تھی۔ تب میں نے پائپ اس کی طرف بڑھا دیا۔

"اوہ۔ تھینکیو۔" اس نے جلدی سے ندیدے بچے کی طرح پائپ میرے ہاتھوں سے لے لیا اور بے صبری سے اس کے گہرے گہرے کش لینے لگی۔ گاڑھے سفید دائرے فضا میں ناچتے ہوئے بلند ہونے لگے۔

"تب میں اس جنت ارضی کو چھوڑ کر دہلی آگیا۔ دہلی سے لاہور۔ اور لاہور سے پشاور۔ اور اب۔ یہاں سے کابل جاؤں گا اور پھر نہ جانے کہاں۔ زندگی ایک سفر ہے مسٹر نوز۔ جاری رہتی ہے۔ منزل کبھی نہیں آتی۔ تلاش جاری رہے۔ نروان مل جائے گا۔ ضرور مل جائے گا۔" اس نے اس بار پھر میرا نام بدل دیا۔ لڑکی اتنی دیر میں بہت سی چرس پی چکی تھی۔ اس نے پائپ میری طرف بڑھا دیا

اور میں نے اسی انداز میں کیستاں کی طرف۔

"تم بھی پیو دوست۔ یہ نعمت تو سب کے لیے ہے۔ جو اس سے محروم ہے وہ دنیا کا بدنصیب ترین انسان ہے۔ مگر ٹھہرو۔ لاؤ۔ پائپ مجھے دو۔ میں تمہیں جنت کا تحفہ دیتا ہوں۔ شاید یہ تم جیسے کسی دوست ہی کی قسمت میں تھا۔" اس نے اپنی پتلون سے جنت کا تحفہ نکال لیا۔ سفید رنگ کی دو گول ٹکیاں تھیں' جنہیں اس نے سگریٹ کی پنی میں بڑی احتیاط سے لپیٹ کر رکھا ہوا تھا۔ اس نے دونوں ٹکیاں ہتھیلی پر رکھ کر بڑی عقیدت سے میرے سامنے پیش کر دیں۔

"یہ کیا ہے؟" میں نے تعجب سے پوچھا۔

"ہیروئن۔ خالص ہیروئن۔ جسے کھا کر رگوں میں زندگی دوڑ جاتی ہے۔ کھالو۔ اور زندگی سے کینچلی اتار دو۔ حقیقت اپنالو۔ نروان ہی نروان۔ ہری اوم۔ ہری کرشن۔" اس نے عجیب سے انداز میں کہا۔

"شکریہ میرے دوست۔ اسے بھی میری طرف سے اپنے پاس رکھو۔ میں اس کے استعمال کے قابل نہیں ہوں۔" میں نے اس کا تحفہ قبول نہ کرتے ہوئے کہا۔ اور وہ تعجب سے مجھے دیکھنے لگا۔ پھر اس نے ٹکیاں اسی احتیاط سے پنی میں لپیٹ کر جیب میں رکھ لیں۔ پائپ اب لڑکی کے ہاتھ میں تھا۔

"ایک بات بتاؤ دوست۔" میں نے رازداری سے کہا۔ اور وہ میری طرف جھک آیا۔ "یہاں کا پتہ تمہیں کس نے بتایا؟"

"اوہ۔ ہمارے پاس تمام پتے موجود ہوتے ہیں۔ کھٹمنڈو سے ہی مجھے اس جگہ کے بارے میں معلوم تھا۔ ہماری ایک لائن ہوتی ہے۔ ایک روٹ ہے جس کے نقشے ہمارے پاس ہوتے ہیں۔ ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ کون سے ملک میں کہاں کہاں ہمارے اڈے ہیں۔ ہم بے دھڑک سفر کرتے ہیں۔ دہلی میں میرے پاس کافی کرنسی تھی۔ لیکن بداخلاق دنیاداروں نے اسے چھین لیا۔ پھر میں گیلتھ کے ساتھ لاہور آگیا۔ لاہور کے بازاروں میں ہم نے بھیک مانگی۔ تھوڑا بہت مل گیا تو یہاں کے لیے روانہ ہوگئے۔ ہمارے پاس کچھ نہیں ہے پتہ نہیں پشاور کے لوگ کیسے ہیں۔ کل ہم یہاں سے پشاور روانہ ہو جائیں گے پشاور سٹی جہاں سے اگر کچھ مل گیا تو بس میں طورخم چلے جائیں گے۔ اگر نہ مل سکا تو پھر پیدل ہی' بس سفر طویل ہو جائے گا۔ اور ہمیں اس طویل سفر کی پرواہ ہی کیا۔ ہماری زندگی کا کوئی مقصد نہیں ہے۔ بس سفر کرتے رہتے ہیں کرتے رہیں گے' اس وقت تک جب تک زندگی کا سفر ختم نہ ہو جائے۔"

میرا مقصد پورا نہیں ہوا تھا۔ میں اس مقصد کے بارے میں نہیں جان سکا تھا۔ تاہم مجھے تھوڑی بہت معلومات ان لوگوں کی زندگی کے بارے میں ضرور ہوگئی۔ ابھی میں ان سے گفتگو کر ہی رہا تھا کہ عالم گل نظر آیا۔ وہ شاید مجھے ہی تلاش کر رہا تھا۔ اس کے ساتھ ایک اور مقامی آدمی تھا۔ جو شلوار قمیص کی بجائے پتلون اور بشرٹ پہنے ہوئے تھا۔ اس کے گلے میں ایک فلش لائٹ کیمرہ لٹک رہا

تھا۔

"اوئے نواز! کدھر رہے میرے یار۔ میں تیرے کو تلاش کرتا ہوں۔" اس نے زور سے آواز لگائی۔ اور میں ان دونوں کے قریب سے اٹھ کر اس کی طرف بڑھ گیا۔ عالم گل گیلتھ کو دیکھ رہا تھا۔ پھر وہ ہونٹوں پر زبان پھیر کر بولا۔ "لڑکی برا نہیں ہے۔" راضی ہے کیا؟"

"اوہ۔ اس کے ساتھ اس کا ساتھی ہے۔" میں نے فوٹو گرافر کو دیکھتے ہوئے کہا۔

"تو کیا ہوا۔ بائی صاحب۔ ان لوگوں کا کوئی ساتھی نہیں ہوتا۔ بس سالوں کو چرس دو۔ پھر سب ٹھیک ہو جاتا ہے۔ رات کو تم نے دیکھا تھا۔"

"ہاں۔ ہاں۔" میں نے جلدی سے کہا۔ فوٹو گرافر کی وجہ سے میں شرمندہ ہو رہا تھا۔

"آؤ۔ کوئی تکلیف تو نہیں ہے۔ خدا کسم۔" شاہ زورین بولا "تمہیں کوئی تکلیف نہیں ہونا چاہیے۔"

"نہیں۔ کوئی تکلیف نہیں ہے۔ بس میرے پاس کپڑے نہیں ہیں۔" میں نے جواب دیا۔

"اوہ' اچھا اچھا۔ کل ہم باڑہ چلیں گے۔ ادھر سے تم کپڑا خریدنا پھر شہر چل کر سلنے کو دیدیں گے۔ باڑہ سے ضرورت کا اور سامان بھی خرید لینا۔" میں نے گردن ہلادی۔ تو عالم گل پھر بولا۔ "اب آؤ۔ فوٹو کھنچالو۔ شاہ زورین کو تمہارا فوٹو کا ضرورت ہے۔" میں نے پر خیال انداز میں گردن ہلادی یہ فوٹو والا معاملہ میری سمجھ میں نہیں آیا تھا۔ لیکن میں نے عالم گل سے اس کی وضاحت نہیں چاہی۔ کھنڈر کے ایک روشن کونے میں لے جا کر میری کئی تصویریں اتاری گئیں۔ اور پھر فوٹو گرافر واپس چلا گیا۔ عالم گل میرے ساتھ آگے بڑھ گیا تھا۔ ہم کھنڈر سے دور نکل آئے۔ عالم گل کسی گہری سوچ میں گم تھا پھر ایک جگہ وہ رک گیا۔ سامنے ہی پتھروں کے اونچے نیچے ٹکڑے پڑے ہوئے تھے۔

"بیٹھو نواز بائی۔" اس نے ایک گہری سانس لے کر کہا اور خود بھی میرے سامنے ایک پتھر پر بیٹھ گیا۔ میں غور سے اسے دیکھ رہا تھا۔ "کراچی سے تمہارے بارے میں رپورٹ مل گیا ہے۔ شاہ زورین نے اندازہ لگایا ہے کہ تم خراب آدمی نہیں ہو۔ مگر تم اس وقت پل پر کیا کر رہے تھے۔ جب ہمارا آدمی تمہارے پاس پہنچا تھا؟"

"سچ بتادوں؟" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"بالکل سچ بتادو دوست۔" عالم گل نے ایک خاص انداز میں کہا۔

"میں خودکشی کرنے گیا تھا۔ دنیا سے مایوس ہو کر۔ اگر تمہارا آدمی چند لمحے اور نہ پہنچتا تو شاید ــــــ آج زندگی کے ہر جھگڑے سے آزاد ہوتا۔"

"اوہ۔" عالم گل نے بغور مجھے دیکھتے ہوئے کہا۔ "دنیا نے تمہارے ساتھ بہت برا سلوک کیا ہے۔"

"بہت برا عالم گل۔ اس نے میری شخصیت کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیا ہے۔ اس نے میرے وجود کو فراموش کر دیا ہے۔"

"تب تم دنیا کے ساتھ برا سلوک کرو نواز۔ شرافت کی زندگی اپنانے کی کوشش مت کرو۔ جس طرح دولت حاصل ہو سکے' حاصل کرو۔ عیش و عشرت کی زندگی گزارو۔ ہم تمہاری مدد کرنے کے لیے تیار ہیں۔" عالم گل نے کہا اور میں اسے دیکھنے لگا۔ وہ کیا کہنا چاہتا ہے؟

"ہمیں تمہارے بارے میں کچھ نہیں معلوم۔ تمہاری پچھلی زندگی کا بھی ہمیں کوئی پتہ نہیں ہے۔ مگر تم جو کچھ نظر آتے ہو۔ ہم اس پر بھی اعتماد کر سکتے ہیں۔ اگر تم چاہو تو ہم تمہیں اپنے ساتھ شامل کرنے کے لیے تیار ہیں۔" عالم گل نے پھر کہا۔

"مجھے کیا کرنا ہو گا عالم گل؟" میں نے سنجیدگی سے کہا۔ درحقیقت عالم گل کی باتوں نے مجھے متاثر کیا تھا۔ میں یہاں سے نکل جانا چاہتا تھا۔ میرے سامنے کوئی منزل نہیں تھی۔ میں ان سفید بے فکروں کی سی زندگی گزارنا چاہتا تھا۔ گو میرا دل اسے قبول نہیں کرتا تھا' لیکن اس کے سوا چارہ بھی کیا تھا۔ نیکی بدی کا احساس میرے ذہن سے مٹ گیا تھا۔ نیک بن کر زندگی بڑی کٹھن ہو جاتی ہے۔ سب بکھ فراڈ ہے۔ سب فضول ہے۔ حالات جو کہتے ہیں وہ کرو۔ میں ایک متزلزل انسان ہوں۔ میری شخصیت راہوں میں آپڑی تھی۔ میں صرف دوسروں کے سہارے کا محتاج رہ گیا تھا۔ میں اپنے لیے کوئی بھی تو مقام نہیں بنا سکا تھا۔ پھر اگر ایک حیثیت مل رہی ہے تو اسے کیوں چھوڑا جائے۔ دیکھوں تو سہی وہ مجھ سے کیا چاہتے ہیں؟

"یہ تو شاہ زورین بتا سکے گا۔ میرا کام صرف اتنا ہے کہ تمہارے خیالات معلوم کروں۔"

"میں تیار ہوں عالم گل۔ میں تیار ہوں۔ شاہ زورین سے کہہ دو مجھے میرا کام بتائے۔ وہ مجھے قابل اعتماد پائے گا۔" میں نے کہا۔ اور عالم گل خوشی سے اچھل پڑا۔

"خوش رہو میرے دوست۔" اس نے کھڑے ہو کر مجھے گلے لگاتے ہوئے کہا۔ "یہ زندگی بہت خوبصورت ہے۔ تھوڑی سی ذہانت سے کام کرو۔ اور عیش کرو۔ وہ دوسرے کاموں میں یہ عیش نہیں مل سکتے۔ خیر چھوڑو ان باتوں کو۔ اب دنیا کی باتیں کرو۔ وہ لڑکی تمہیں پسند ہے؟ عالم گل نے کہا۔

"کونسی؟" میں نے پوچھا۔

"ارے وہی یار۔ جسے تم ناشتہ کرا رہے تھے؟"

"اس کا ساتھی اس کے ساتھ ہے؟"

"اوئے دیوانے۔ میں بول چکا ہوں' یہ لوگ ان جھگڑوں سے آزاد ہیں۔ وہ کنگلا ہے۔ دو دن کھانا نہ دو۔ وہ کچھ نہیں بولے گا' پر ایک دن چرس نہ ملے تو وہ سب کچھ کرنے کو تیار ہو جائے گا۔ تم اپنی بات بولو۔ اس چکر میں مت پڑو۔"

"لڑکی بری نہیں ہے۔"

"میں بات کرتا ہوں۔" عالم گل نے کھڑے ہوتے ہوئے کہا لیکن میں نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔

"تم پرواہ مت کرو عالم گل۔ میں خود بات کرلوں گا۔"

"ہاں۔ آدمی تم بھی استاد معلوم ہوتا ہے۔" عالم گل نے ہنستے ہوئے کہا اور پھر وہ کل آنے کا وعدہ کرکے مجھ سے رخصت ہوگیا۔ میں اسے جاتے ہوئے دیکھتا رہا۔ کسی شک و شبہ میں پڑنا حماقت تھی۔ وہ لوگ منشیات کی ناجائز تجارت کرتے تھے اور مجھے بھی ان کے ساتھ یہی سب کچھ کرنا ہوگا۔ دیکھنا یہ ہے کہ وہ کس انداز میں مجھ سے کام لینے کی کوشش کرتے ہیں۔ اگر معاملہ میری پسند کا ہوا تو ٹھیک ہے۔ ورنہ کسی بھی وقت ان سے جان چھڑا کر فرار ہوا جاسکتا ہے۔ زندگی اور موت کی تو میری نگاہ میں کوئی اہمیت ہی نہیں رہ گئی تھی۔

پھر میں گیلتھ کے بارے میں سوچنے لگا! اس کا خوبصورت جسم' حسین چہرہ میری نگاہوں میں گھوم گیا۔ کیا عالم گل کی بات صحیح ہے کیا وہ اتنی ہی سستی ہے۔ اور عالم گل کی بات مجھے درست ہی محسوس ہوئی۔ پچھلی رات کی لڑکی مجھے یاد تھی۔ نہ جانے کیوں میرے جسم میں خواہشات انگڑائیاں لینے لگیں۔ میں وہاں سے اٹھ گیا اور تھوڑی دیر کے بعد ہی پھر کھنڈر کے اس ہال میں داخل ہوگیا۔ ہال میں اتنے ہی لوگ موجود تھے' جتنے کہ پچھلی رات۔ چرس کے دھوئیں سے ہال اٹا پڑا تھا۔ خوب چرس فروخت ہو رہی تھی۔ آج مجھے کچھ ایسے لوگ بھی نظر آئے جن کے کپڑے قیمتی تھے' وہ بھی دوسروں کے انداز میں چرس پی رہے تھے۔ میں نے گیلتھ اور کیستاں کو بھی ایک کونے میں بیٹھے دیکھا۔ میری بخشی ہوئی دولت ان کے پاس تھی اور وہ اس سے لطف اندوز ہو رہے تھے۔

کیستاں نے مجھے دیکھ کر ہاتھ ہلایا۔ گیلتھ بھی مسکرانے لگی تھی۔ میں پھر ان کے قریب پہنچ گیا۔

"ہیلو۔" کیستاں پرجوش انداز میں بولا۔ میں ان کے نزدیک بیٹھ گیا۔ "تم نے ہمارے اوپر بہت بڑا احسان کیا ہے۔ تم محسن انسانیت ہو۔" کیستاں نے ہاتھ اٹھا کر کہا۔

"میں تائید کرتی ہوں۔" گیلتھ نے زوردار آواز میں کہا۔

"میں نے تمہاری شان میں قصیدہ کہا ہے۔ لیکن تم شاید فرنچ نہیں جانتے۔ تاہم میں تمہیں ضرور سناؤں گا۔ اے مسٹر۔" اس نے ایک نوجوان کی طرف ہاتھ اٹھایا۔ اس کے پاس ایک بوسیدہ گٹار موجود تھا۔ کیستاں نے اسے نزدیک آنے کا اشارہ کیا۔ اور نوجوان اٹھ کر اس کے قریب پہنچ گیا۔ کیستاں نے چرس کا پائپ اس کے سامنے پیش کیا اور نوجوان ہنس پڑا۔ اس نے بڑے احترام سے پائپ لے لیا اور دو تین گہرے گہرے کش لگا کر اسے گیلتھ کی طرف بڑھا دیا۔

"ساز چھیڑو۔ میں میں گاؤں گا۔" کیستاں نے کہا۔ رشوت وہ پہلے ہی پیش کرچکا تھا۔ نوجوان کے لیے انکار کی گنجائش نہیں تھی' اس نے گٹار سنبھال لیا۔ بلاشبہ وہ گٹار بجانے کا ماہر تھا۔ میں اس نغمے کو سمجھ نہیں سکا' لیکن وہ کانوں کو بے حد بھلا لگ رہا تھا اور پھر کیستاں کی آواز ابھری۔ اس نے قصیدہ شروع کردیا تھا۔

گیلتھ اٹھ کر میرے نزدیک آ بیٹھی۔ اس نے میرے کندھے سے سر ٹکا دیا۔ میں نے اس کی

طرف دیکھا۔ اس کے ہونٹوں پر سلگتی سی مسکراہٹ تھی۔ تب کیستاں نے ایک لمبی آواز میں کچھ کہا اور گیلتھ نے انگریزی میں اس کا ترجمہ کیا۔

"پہاڑوں کے اجنبی۔ محبت کے ساتھی۔ تیرے سینے میں انسانیت۔ دھڑکتی ہے۔ تیری آنکھوں میں امن ہے۔ تیرا دل سمندر ہے۔ سمندر۔ سب کا ساتھی۔ اپنوں اور غیروں کا دوست۔ تو روشنی ہے۔ جس کے سائے میں۔ پتھروں کی تمیز ہوتی ہے۔ بھٹکنے والے راستہ پالیتے ہیں۔ پاؤں زخمی نہیں ہوتے۔ تو کون ہے۔ محبت کا فرشتہ؟ سکون کا بیٹا پہاڑوں کے اجنبی کہاں سے آیا ہے۔ کہاں جائے گا۔ کچھ قدم ساتھ دے۔ تو فرشتہ ہے اور فرشتے دل میں رہتے ہیں۔" گیلتھ آہستہ آہستہ میرے کان میں کیستاں کے نغمے کا ترجمہ کر رہی تھی۔ اس کی بدبودار سانسیں میرے چہرے سے ٹکرا رہی تھیں۔ یہ جوان سانسیں جن سے صرف چرس کی بو الگ کردی جاتی تو ان کی قیمت نہ جانے کیا ہوتی۔ میری آنکھیں جلنے لگیں۔ نہ جانے کہاں سے مجھ میں جرات آگئی۔ میں جھکا اور میں نے گیلتھ کے ہونٹوں کو چوم لیا۔

گیلتھ مسکرانے لگی۔ کیستاں بھی مسکرانے لگا اور میں نے ایک گہری سانس لی۔ کسی نے برا نہیں مانا تھا۔ کسی کو احساس نہیں تھا۔ یہ سب مصنوعیت سے دور تھے۔ انہیں زندگی کی ضرورتوں کا احساس تھا۔

کیستاں کا نغمہ ختم ہوگیا۔ بہت سے گوشوں سے تالیاں ابھریں۔ اور کیستاں نے گردن جھکادی۔ گیلتھ نے میرا ہاتھ پکڑ کر مجھے کھڑا کیا اور پھر سب کے سامنے میری گردن جھکا کر میرے ہونٹوں کا بوسہ لیا۔ میری پیشانی پسینے کے قطرات نمودار ہوگئے۔ کچھ بھی تھا' میں مشرقی تھا اور ابھی ان کی طرح حقیقت پسند نہیں بن سکا تھا۔

میں گیلتھ کے پاس سے ہٹ آیا۔ پھر میں نے کیستاں سے معذرت کی اور اپنے کمرے کی طرف چل پڑا۔ کوئی مقصد نہیں تھا' بس طبیعت میں عجیب سی کیفیت پیدا ہوگئی تھی۔ اس کی وجہ بھی آپ کو سمجھادوں۔ مجھے اپنے ماحول' اس کے رسم و رواج سے نفرت ہوگئی تھی۔ لیکن میری زندگی بے داغ تھی' میں نے صرف غم روزگار دیکھا تھا۔ ایسے دور سے نہیں گزرا تھا' جو بے حیائی اور بے غیرتی کا دور ہو۔ مجھے یہ سب کچھ ناپسند نہیں تھا۔ لیکن خمیر میں گھلا ہوا شرافت کا احساس اپنے مشرقی ہونے کا احساس تھا۔ جرمن لڑکی میری زندگی کی پہلی لڑکی تھی جس نے مجھے عورت سے روشناس کرایا تھا اور گیلتھ۔ اس کے ہونٹوں کے لمس کو میں نے صرف اڑتالیس گھنٹے میں دوسری بار چکھا تھا۔ مجھے یہ لمس پسند تھا۔ لیکن تنہائی میں۔ ممکن ہے کبھی میں بھی اس ماحول سے آشنا ہو جاؤں۔ میرے دل سے بھی شرم و حیا کے احساسات مٹ جائیں۔ لیکن ابھی۔ ابھی میں کچا تھا۔

رات گئے تک میں اپنے کمرے سے نہیں نکلا۔ پھر ایک ملازم حسب معمول میرے لئے کھانا لایا۔ اور کھانا دیکھ کر مجھے وہ دونوں یاد آگئے ان کے پاس میرے دیئے ہوئے چرس اور پائپ کے علاوہ اور کچھ نہیں تھا۔ دراصل ابھی مجھے ان لوگوں کے بارے میں مکمل معلومات نہیں تھیں۔ یہ تو

بہت بعد کو معلوم ہوا کہ وہ کئی کئی دن کھائے بغیر گزارہ کر لیتے ہیں۔ صرف چرس ملتی رہے۔

بہرحال میں نے ملازم کو بلایا۔ "سنو۔" میں نے اس سے کہا۔ "ہال میں کیستاں اور گیلتھ نامی ایک جوڑا موجود ہے۔ انہیں کھانے پینے کی چیزیں پہنچادو۔"

"بہت بہتر جناب۔ ویسے یہ تو سب سالے بھوکے ہوتے ہیں۔" ملازم نے کہا۔

"ٹھیک ہے۔ تم صرف ان دونوں کو پہنچادو۔" میں نے کہا اور ملازم واپس چلا گیا۔ میں کھانا کھاتا رہا۔ کافی ہپی جمع ہو گئے تھے۔ میرا خیال تھا کہ آج رات بھی کل کی طرح ہنگامہ ہو گا۔ لیکن کافی وقت گزر گیا۔ کوئی آواز نہ سنائی دی۔ تب میں اپنے کمرے سے نکل آیا۔ میں نے ہال میں نگاہ دوڑائی۔ آج وہ سب مسرور تھے۔ صرف چرس کے دھوئیں کی بو پھیلی ہوئی تھی۔ چند اوندھے ہو گئے تھے۔ چند غنودہ پڑے تھے۔ کسی میں زندگی کے آثار نہیں تھے۔ ایک کونے میں کیستاں بھی نظر آیا' وہ دونوں گھٹنوں میں سر دبائے بیٹھا تھا اور اس سے کچھ دور گیلتھ کروٹ لئے لیٹی تھی۔ میں دور سے گیلتھ کے جسم کے اتار چڑھاؤ دیکھتا رہا۔ اگر قاعدے کے لباس' اور قاعدے کی شکل میں ہوتی تو بلاشبہ جسمانی طور پر ایک حسین ترین عورت ہوتی۔ بہرحال ان لوگوں کی طرف سے مایوس ہو کر میں واپس اپنے کمرے میں آ گیا۔ اوپری لباس اتارا اور مسہری پر دراز ہو گیا۔ عالم گل نے کل کا وعدہ کیا ہے۔ رقم میرے پاس موجود ہے سامان خریدوں گا۔ میں ضرورت کی چیزوں کی ایک فہرست تیار کرنے لگا! شیو کافی بڑھ گئی تھی۔ بال خشک اور بکھرے ہوئے تھے اور لباس۔ لباس کے علاوہ بھی کئی چیزوں کی ضرورت تھی۔

انہی خیالات میں مجھے نیند آنے لگی۔ اور پھر میری نیند پکی بھی نہیں ہوئی تھی کہ مجھے اپنے دروازے سے کسی کے ٹکرانے کی آواز سنائی دی میں چونک پڑا۔ "کون ہے۔" دوسرے لمحے میں نے آواز دی۔ لیکن ٹکرانے سے دروازے کا پٹ کھل گیا تھا اور اس سے مجھے لہراتے ہوئے بال نظر آئے۔ میرا دل دھک سے ہو گیا۔

"مسٹر نوز ـــــ مسٹر نوز ـــــ" مجھے گیلتھ کی آواز سنائی دی اور میں نے مسہری سے چھلانگ لگا دی۔ دوسرے لمحے میں گیلتھ کے جسم کو سنبھالے ہوئے اندر لے آیا۔ میں نے دروازہ اندر سے بند کر دیا تھا۔ گیلتھ نے نشہ آلود سرخ آنکھیں اٹھائیں اور مجھے دیکھ کر مسکرانے لگی۔ میں نے بھرپور نگاہوں سے اسے دیکھا اور پھر اسے سہارا دیتے ہوئے ایک کرسی تک لے آیا۔ گیلتھ بیٹھ گئی۔

"کیا بات ہے گیلتھ۔ میرے لائق کوئی کام۔" میں نے استفسار کیا۔

"میں۔ میں تمہارا شکریہ ادا کرنے آئی ہوں۔ تم نے۔ تم نے۔ ہم لوگوں پر بہت احسان کیا ہے۔ بہت احسان۔"

"تم میرے دوست ہو۔ احسان کیسا۔" میں نے کہا۔

"تم بہت سویٹ ہو۔ بہت اچھے۔" وہ کرسی سے اٹھی اور مجھ سے لپٹ گئی۔ اس نے اچک

کر میرے ہونٹ چوم لئے اور میرے ذہن میں بھی آگ بھڑک اٹھی۔ میں نے اسے پیار بھری نگاہوں سے دیکھا۔ اور باہوں میں سمیٹ لیا۔

وہ میرے سینے میں منہ چھپائے لیٹی تھی اور ایک بوالہوس پتنگا اس کے سنہرے بازو پر آ بیٹھا تھا۔

مجھے پتنگے کی مداخلت پسند نہ آئی۔ اور میں نے اسے ہاتھ سے جھاڑ دیا۔ پھر میں نے اسے آواز دی۔ "گیلتھ۔"

"ہوں۔" اس نے آنکھیں بند کئے نشہ آلود انداز میں مسکراتے ہوئے کہا۔

"کیستاں تمہارا کون ہے؟"

"ساتھی اور۔ بس۔" اس نے جواب دیا۔

"میرا مطلب ہے۔ میرا مطلب ہے۔ کیا وہ۔ کیا وہ بھی تمہیں حاصل کر چکا ہے۔ جس طرح میں۔"

"درجنوں بار۔" اس نے بڑے سکون اور لاپرواہی سے کہا۔ اور میں چونک پڑا۔ کئی منٹ تک میں اسے دیکھتا رہا۔ میرے دل کی کیفیت بدلنے لگی تھی۔ میری مشرقی رقابت عود کر آنے لگی تھی۔

"اسے معلوم ہو گا کہ تم۔ تم میرے پاس آئی ہو تو۔ تو۔"

"اسے معلوم ہے؟"

"اور اس نے اعتراض نہیں کیا؟"

"اعتراض؟" "کیوں؟" اس نے آنکھیں کھول دیں۔ اس کے لئے یہ انوکھی بات تھی کہ کوئی کسی کی آغوش میں جانے پر اعتراض کرے۔ میرے پاس اس کیوں کا کوئی جواب نہیں تھا۔ یہ سنہری بدن بے قیمت تھا۔ اس کی کوئی قیمت نہیں تھی۔ اسے کوئی بھی حاصل کر سکتا تھا۔ عالم گل کے الفاظ مجھے یاد آ گئے۔ ظاہر ہے میرا اور ان لوگوں کا تعارف بھی کتنا تھا۔ جبکہ عالم گل انہیں نہ جانے کب سے جانتا تھا۔ پھر میں نے اس سلسلے میں کچھ نہ کہا۔ البتہ میں نے اس سے پوچھا۔

"یہاں سے جانے کے بعد تم مجھے بھول جاؤ گی گیلتھ؟"

"ہاں۔ بھول جانا ضروری ہوتا ہے۔ زندگی ایک اسکرین ہے۔ سینکڑوں تصویریں نظر آتی ہیں۔ غائب ہو جاتی ہیں۔ کسے یاد رکھا جائے اور یاد رکھنے سے ملتا بھی کیا ہے۔" اس نے صاف گوئی سے کہا۔

"یہاں سے کہاں جاؤ گی؟"

"پشاور۔ لیکن کیستاں نے کہا ہے کہ میں تم سے کچھ رقم مانگنے کی کوشش کروں۔ اگر رقم مل جائے تو ہم سیدھے کابل روانہ ہو جائیں گے۔"

"ہوں۔" نہ جانے کیوں میرا موڈ خراب ہو گیا۔ میں مسہری سے اٹھ گیا۔ میں نے اپنا لباس

پہنا۔ "کتنی رقم چاہیے۔"

"صرف کابل تک کا کرایہ۔ تھوڑی سی چرس۔" اس نے جواب دیا۔ اور میں نے اپنے لباس سے سو سو کے تین نوٹ نکال کر اس کے ہاتھ پر رکھ دیئے۔ گیلتھ کی آنکھیں مسرت و خوشی سے پھیل گئیں۔ اس کا سارا نشہ ایک دم اتر گیا۔

"اوہ۔ میرے خدا۔ یو آر گریٹ ڈارلنگ۔" وہ اچھل کر مجھ سے لپٹ گئی۔ لیکن میری گرم جوشی ختم ہو گئی تھی۔ اب وہ مجھے بالکل متاثر نہیں کر رہی تھی۔ مجھے اس کے نظریئے سے اختلاف تھا۔ میں اسے زندگی بھر کے لیے نہیں اپنانا چاہتا تھا۔ لیکن میری خواہش تھی کہ وہ مجھے یاد رکھے۔ اور اس کے واپس چلے جانے کے بعد مجھے اس خواہش کے احمقانہ ہونے کا احساس ہوا۔ حماقت۔ گدھاپن۔ انہوں نے دنیا چھوڑ دی ہے انہوں نے انسانیت کے تمام اصول تج دیئے ہیں۔ نہ جانے گیلتھ کون سے خاندان کی چشم و چراغ ہے۔ نہ جانے کیستاں کا باپ فرانس میں کیا کرتا ہو گا۔ اگر وہ شریف انسانوں کی طرح زندگی گزارتے تو معاشرے کے معزز فرد ہوتے۔ لیکن انہوں نے اس معاشرے کو ٹھکرا کر بے راہ روی اپنالی ہے۔ پھر وہ میرے چند کاغذ کے ٹکڑوں اور تھوڑی سی چرس کو کیا خاطر میں لاتے۔ جو حقیقت تھی اس نے صاف بتا دی۔ جبکہ اس انداز میں ہمارے ہاں کی طوائفیں بھی گفتگو نہیں کرتیں۔ وہ اپنے گاہکوں سے کبھی یہ نہیں کہتیں کہ وہ صرف دولت کی پرستار ہیں اور جب ان کی جیب خالی ہو جائے گی تو انہیں ان سے کوئی سروکار نہیں رہے گا۔ بلکہ وہ بے باکی سے اظہار عشق کرتی ہیں۔ جیب کی گرمی کے ساتھ ان کی محبت بھی گرم جوش ہوتی ہے اور جب جیب خالی ہوتی ہے تو ان کا دل بھی خالی ہو جاتا ہے۔ بڑے بڑے ذہین ان کے جال میں پھنستے ہیں، ان کی محبت کو حقیقت سمجھتے ہیں حالانکہ ان کے سامنے طوائفوں کی پوری تاریخ ہوتی ہے۔ لیکن اس کے باوجود وہ خود کو دھوکہ دینا پسند کرتے ہیں۔ گیلتھ میں وہ بات نہیں تھی، اس نے صاف کہہ دیا تھا کہ اسے پیسوں کی ضرورت ہے۔ میں نے اس پر احسان کیا۔ اسے کچھ دیا اس کے عوض اس کے پاس جو کچھ تھا اس نے مجھے دے دیا۔ پھر احسان اور محبت کی کیا بات ہے۔ زندگی کو اتنی فرصت کہاں کہ وہ صورتوں کو یاد رکھے۔ اس کے لیے ہر وہ انسان نواز ہے جو اس کی ضرورت پوری کر دے۔ اس نے اپنی قیمت بڑھانے کی کوشش نہیں کی تھی۔ اپنی جھوٹی لگاوٹ کا اظہار نہیں کیا تھا۔

میں عجیب کیفیات لئے مسہری پر دراز ہو گیا۔ البتہ لیٹے لیٹے میں نے ایک فیصلہ کیا تھا۔ وہ یہ کہ ان ہیپی جوڑوں سے کسی بات کا اظہار کوئی بری بات نہیں ہے۔ جو لڑکی پسند آجائے اس پر ہاتھ رکھ دو۔ اس کی قیمت چکا دو اور اسے بھول جاؤ۔ بس۔ باقی تکلفات بیکار ہیں۔ بالکل حماقت ایک میٹھی میٹھی تھکن بدن پر طاری تھی۔ جس نے نیند لانے میں سہارا دیا اور میں سو گیا۔

دوسرے دن عالم گل میرے پاس آ گیا۔ میں تیار تھا۔ ہم دونوں باہر نکل آئے۔ ہال میں چند ہیپی موجود تھے۔ کیستاں اور گیلتھ بھی تھے۔ کیستاں نے میری طرف ہاتھ ہلایا۔ لیکن میں اسے جواب دیئے بغیر باہر نکل آیا۔ باہر ایک جیپ موجود تھی۔ یہ اعتماد کا ایک اور ثبوت تھا۔ گویا اب

میرے لئے بند گاڑی کی ضرورت نہیں تھی۔ عالم گل نے اسٹیئرنگ سنبھال لیا اور ہم چل پڑے۔ باڑہ تک ہم دونوں خاموش رہے۔ پھر ہم نے بازار میں خریداری کی۔ میں نے بہت سے سوٹوں کے کپڑے خریدے۔ شیو کا سامان، اور دوسری ضروری چیزیں۔ غیر ملکی مال تھا۔ انتہائی نفیس۔ وہاں سے ہم واپس پشاور چل پڑے۔ اور پھر پشاور شہر میں ایک ٹیلرنگ ہاؤس میں، میں نے اپنے کپڑوں کا ناپ دیا۔ اس کے بعد ہم وہاں سے بھی چل پڑے۔ لیکن اس بار شہر سے باہر کا رخ نہیں کیا گیا تھا۔

شہر میں ایک خوبصورت علاقے کی خوبصورت عمارت میں جیپ موڑ لی گئی اور پھر عالم گل مجھے لئے ہوئے عمارت کے ایک ایسے کمرے میں پہنچ گیا جہاں شاہ زورین اور دو اور آدمی بیٹھے ہوئے تھے۔ ان میں ایک تنومند شخص گہرا سیاہ چشمہ لگائے ہوئے تھا۔ عالم گل مجھے چھوڑ کر باہر نکل گیا۔ اور شاہ زورین نے دروازہ بند کر لیا۔ پھر وہ میری طرف رخ کر کے بولا۔

"بیٹھو نواز۔" اور میں ایک گہری سانس لے کر ایک کرسی پر بیٹھ گیا۔ تب سیاہ چشمے والے نے مجھے مخاطب کر کے کہا۔

"پورا نام کیا ہے؟"

"راجہ نواز اصغر۔" میں نے جواب دیا۔

"کہاں کے رہنے والے ہو؟"

"سرائے عالمگیر کا۔"

"تعلیم؟"

"بی۔ اے۔"

"کون کون سی زبانیں جانتے ہو؟"

"مقامی زبانوں کے علاوہ صرف انگلش۔"

"شاہ زورین نے تمہیں تفصیل بتا دی تھی؟"

"ہاں۔"

"کیا خیال ہے؟"

"میں بالکل تیار ہوں۔"

"سوچ لو۔ ہماری دوستی تمہاری زندگی میں خوشیاں بکھیر دے گی اور ہماری دشمنی۔ تمہیں تحت الثریٰ میں سکون نہ لینے دے گی۔"

"دشمنی کا کوئی سوال نہیں ہے۔" میں نے لاپرواہی سے کہا۔

"پیدا بھی نہیں ہونے دیا جائے گا۔"

"مجھے پابندیوں کی فہرست مہیا کر دی جائے۔ اس کے بعد غور کروں گا۔" میں نے جواب دیا۔

"صرف ایک پابندی۔ وفاداری۔ ہمارے مفادات کو نقصان نہ پہنچے اور کوئی ایسی حرکت نہ

جس سے ہم پر روشنی پڑ سکے۔"

"قابل قبول ہے۔" میں نے جواب دیا۔

"ٹھیک ہے۔ خود کو ہمارے ساتھیوں میں سمجھو۔ تمہارے سپرد ایک اہم کام کیا جائے گا۔"

"میں جاننا چاہتا ہوں۔" میں نے کہا۔

"دراصل تمہیں ایک سروے کرنا ہوگا۔ یہاں سے لے کر امریکہ کی ان ریاستوں تک' جہاں جہاں چرس اور دوسری نشہ آور اشیاء کی کھپت ہے۔ تعلیم یافتہ آدمی ہو۔ آسانی سے کام کرسکو گے۔ بہت سی پارٹیاں اس سلسلے میں کام کررہی ہیں۔ ہم چاہتے ہیں کہ ہماری پارٹی اس کاروبار کو لیڈ کرے دوسرے لوگ ہمارے تحت کام کرکے زندہ رہ سکیں۔ تم یہ تمام اندازے لگا کر ہمیں ان کی تفصیلات بھیجتے رہو گے۔ یہ کام کس انداز میں ہوگا اس کے بارے میں تمہیں ہدایات ملتی رہیں گی اور رہا معاوضے کا سوال۔ تو اس کے لئے تم خود سوچ لینا۔ شہنشاہوں کی طرح زندگی گزارنے کے لیے جتنی رقم درکار ہو خود تعین کرلینا۔ لیکن بس وفاداری۔ اور ہوشیاری! دوسرے لوگ بھی تمہارے آڑے آسکتے ہیں۔ ان حالات سے تم خود نپٹو گے۔"

میرے جسم میں سنسنی دوڑ گئی۔ چند لمحات میں سوچتا رہا۔ کام بے حد دلچسپ تھا۔ وہی ہو رہا تھا جو میں چاہتا تھا۔ لیکن کیا میں اس قدر مضبوط ہوں کہ ان کی مرضی کے مطابق کام کرسکوں۔ میں نے خود کو تولا اور پھر میرے ذہن میں وہی بیزاری ابھر آئی۔ مضبوط نہیں ہوں تو بن جاؤں گا۔ زندہ رہنا ہے۔ کسی بھی طور۔ دنیا جو کچھ بنا رہی ہے' بن رہا ہوں۔ میرا کیا قصور ہے۔

"ٹھیک ہے۔" میں نے سخت لہجے میں کہا۔

"تمہاری تصویریں لے لی گئیں ہیں۔ پاسپورٹ ایک آدھ دن میں مل جائے گا۔ تم ان ہپیوں کے ساتھ سفر کرو گے۔ انہیں کے انداز میں جس انداز میں تمہارے کام میں یہ تمہاری مدد کرسکتے ہیں کوئی اور نہیں لیکن انہیں کوئی احساس نہ ہونے دینا۔ یہ تمہارا فن ہے۔ خشکی کے راستے سفر کرو گے اور تمہاری پہلی منزل کابل ہوگی۔ کھٹمنڈو سے امریکہ تک کام کرنے والی جتنی پارٹیاں ہیں ان کے بارے میں تفصیلات تمہیں مل جائیں گی۔ ہر جگہ۔ ہر شہر میں تمہارے ساتھی موجود ہوں گے جو تمہاری کٹھن حالات میں مدد کریں گے کوئی اور سوال؟"

"کچھ نہیں۔" میں نے کہا۔

"تب پھر اس فارم پر دستخط کردو۔" سیاہ چشمے والے نے ایک کاغذ میری طرف بڑھا دیا۔!

☆ ☆ ☆

میں فیصلہ کرچکا تھا کہ ان لوگوں کے ساتھ کام کروں گا۔ میرے لیے اس کے علاوہ اور کوئی ذریعہ بھی نہیں رہ گیا تھا۔ میری رگوں میں شریف خون تھا کوئی ایسا کام کرکے میرا ضمیر خوش نہیں ہوتا تھا جو معیار انسانیت سے گر کر ہو۔ لیکن ایک غیور باپ کے غیرت مند بیٹے نے تو کراچی کے نیٹی جیٹی کے پل پر پہنچ کر خودکشی کرلی تھی۔ راجہ نواز اصغر تو سمندر کی لہروں میں گم ہوگیا تھا۔ اب تو صرف نواز تھا جو حالات کے ہاتھوں کھلونا تھا۔ اس رات نے اصغر نواز کی خودکشی کے بعد ایک اسمگلر

کو جنم دیا تھا۔ میں تو اس رات کا بیٹا تھا۔ مجھے اس فارم پر دستخط کرنے میں کیا عار ہوسکتا تھا۔ میں نے سیاہ چشمے والے سے فارم لے کر اس کی بتائی ہوئی جگہ پر دستخط کردیئے۔ سیاہ چشمے والے نے فارم تہہ کرکے جیب میں رکھ لیا اور پھر زورین خان کی طرف دیکھنے لگا۔

"ٹھیک ہے غلام سیٹھ۔ ہم کو اطمینان ہے یہ کام کا آدمی ثابت ہوگا۔ ہم نے ہمیشہ تمہیں ہیرے تلاش کرکے دیئے ہیں۔" زورین خان بولا۔

"اور میں نے ان ہیروں کو تراش کر کچھ سے کچھ بنا دیا ہے۔ کیا تم اس بات سے انکار کرو گے زورین خان۔"

"نہیں غلام سیٹھ۔ ہم جانتا ہے کہ تمہیں ہیروں کو تراشنا خوب آتا ہے۔"

"آؤ نواز——— چلیں——— تمہارا سامان پہنچ جائے گا۔" سیاہ چشمے والے نے کہا اور میں اس سے کچھ پوچھے بغیر اٹھ گیا۔ ہم عمارت سے باہر نکل آئے۔ عمارت کے عقب میں ایک خوبصورت امپالا کھڑی ہوئی تھی۔ غلام سیٹھ نے جیب سے چابی نکال کر اس کا دروازہ کھولا اور پھر اسٹیرنگ پر بیٹھ کر اندر سے دوسرے دروازے کا لاک کھول دیا۔ میں اس کے قریب بیٹھ گیا تو اس نے کار اسٹارٹ کرکے آگے بڑھا دی۔ راستہ خاموشی سے طے ہونے لگا۔ میں خالی خالی نگاہوں سے ونڈ اسکرین کے دوسری طرف دیکھ رہا تھا۔ اب میں کچھ نہیں سوچنا چاہتا تھا۔

کچھ سوچنے کی ضرورت بھی نہیں تھی۔ میں نے خود کو حالات کے رحم و کرم پر چھوڑ دیا تھا!

تھوڑی دیر کے بعد ہم اس جگہ پہنچ گئے جہاں پشاور کی حدود ختم ہوتی ہے۔ ایک چھوٹے سے بدنما پتھر پر علاقہ غیر لکھا ہوا تھا۔ اس کے قریب ایک فوجی رائفل لئے کھڑا تھا۔ برابر میں رکاوٹ لگی ہوئی تھی۔ دو آدمیوں نے جلدی سے رکاوٹ ہٹادی اور امپالا پشاور کی سرحد سے نکل کر علاقہ غیر میں داخل ہوگئی ناہموار سڑک پر قیمتی گاڑی دوڑتی رہی۔ باڑہ نکل گیا۔ ہم آگے بڑھتے رہے۔ غلام سیٹھ بھی خاموش تھا۔ میں بھی کوئی بات کرنا نہیں چاہتا تھا اس کی ضرورت بھی نہیں تھی' بس جو ہونا تھا۔ ہوچکا تھا۔ میں نے اپنی زندگی کو ایک نیا موڑ دیا تھا۔ اور اب اس کے بارے میں کچھ غور نہیں کرنا چاہتا تھا۔

پشاور سے پینتس میل دور لنڈی کوتل کا علاقہ بھی نکل گیا۔ ہم کچھ اور آگے بڑھے' اور پھر سربفلک پہاڑوں کے درمیان قدرتی مناظر سے مالا مال ایک خوبصورت بستی نظر آئی۔ امپالا کا رخ اسی بستی کی طرف تھا۔ بستی میں بے شمار مکانات چھوٹے چھوٹے پہاڑی پتھروں سے بنے ہوئے تھے جن کے سامنے پھلوں کے درخت جھوم رہے تھے۔ انتہائی حسین اور پرفضا مقام تھا۔ پھلوں کی مہک میں بسی ہوئی ہوائیں' میٹھی میٹھی خوشبوئیں تقسیم کررہی تھیں۔ آسمان پر بادلوں کے سیاہ ٹکڑے آنکھ مچولی کھیل رہے تھے۔ ایک بڑی عمارت کے کمپاؤنڈ میں امپالا داخل ہوگئی۔ اس عمارت میں بھی چاروں طرف درخت جھوم رہے تھے۔ کمپاؤنڈ کے مختلف گوشوں میں' میں نے ہپیوں کو دیکھا۔ وہی منظر تھا حسب معمول چرس اور دوسری منشیات کے نشے میں مست اوندھے پڑے ہوئے تھے۔

دو لمبے لمبے قد آور سرخ و سفید جوانوں نے آگے بڑھ کر کار کے دونوں

دروازے کھول دیئے۔ ان کی کمر سے بندھی ہوئی پیٹیوں میں پستول لٹکے ہوئے تھے۔ غلام سیٹھ نے دوستانہ انداز میں میرے ہاتھ میں انگلیاں پھنسائیں اور اندر داخل ہو گیا۔ حسب توقع عمارت اندر سے بہت خوبصورت تھی۔ لوازمات زندگی سے آراستہ۔ غلام سیٹھ مجھے لئے ہوئے ایک کمرے میں پہنچ گیا۔ اور پھر چاروں طرف دیکھتا ہوا بولا۔

"فی الحال یہ تمہاری رہائش گاہ ہے نواز۔ تمہیں کچھ عرصہ تربیت دی جائے گی اور ضروری امور سے آگاہ کیا جائے گا۔ اس کے بعد تمہارا کام شروع ہو جائے گا۔ یہاں بے تکلفی سے رہو۔ کوئی تکلیف اٹھانے کی ضرورت نہیں ہے۔ زندگی کی ہر ضرورت طلب کر سکتے ہیں۔ جن میں شراب' دوسری نشہ آور اشیاء اور عورت شامل ہے۔ زندگی یہی ہے پیارے۔ عیش کرو عیش سے گزارو!" وہ مسکرانے لگا' پھر اس نے ایک دیوار میں لگی ہوئی گھنٹی کا بٹن دبایا اور ایک نوعمر لڑکا اندر داخل ہو گیا۔

"دولہے۔ یہ نیا صاب ہے۔ اسے کوئی تکلیف نہ ہو۔ تمہارا ڈیوٹی اس کے پاس ہے۔"

"سلام صاب!" دولہے نے پیشانی پر ہاتھ رکھ کر کہا اور میں نے گردن ہلا دی۔

"او کے نواز۔ مجھے اجازت دو۔ ممکن ہے آج ملاقات نہ ہو کل کا دن تمہارے ساتھ گزاروں گا۔" اس نے کہا اور میری طرف ہاتھ بڑھا دیا اور پھر وہ مجھ سے مصافحہ کر کے باہر نکل گیا۔ دولہے خان میرے سامنے کھڑا مسکرا رہا تھا۔ بڑا خوبصورت اور صاف ستھرا لڑکا تھا' سوائے اس کے کہ اس کے دانت نسوار سے پیلے ہو رہے تھے۔ نچلے ہونٹ کا ایک گوشہ اب بھی ابھرا ہوا تھا' جس میں شاید نسوار دبی تھی۔

"کیا خدمت کرے صاحب۔" اس نے دانت نکالتے ہوئے کہا اور میں چونک کر اسے دیکھنے لگا۔ نہ جانے دولہے خان کے چہرے پر مجھے کیا نظر آیا کہ مجھے اس پر غصہ آ گیا۔ تاہم میں نے کرخت آواز میں کہا۔

"بھاگ جاؤ۔ جب ضرورت ہو گی بلالوں گا۔" اور وہ ہنستا ہوا چلا گیا۔ اس کے جانے کے بعد میں ایک آرام کرسی پر بیٹھ گیا۔ ذہن خالی خالی معلوم ہو رہا تھا۔ آنکھوں پر ایک عجیب سے وزن کا احساس ہو رہا تھا۔ اس احساس سے چھٹکارا پانے کی کافی کوشش کی لیکن نہ پا سکا تب میں نے سوچا تھوڑی دیر سو جاؤں۔ اور میں نے دروازہ اندر سے بند کر لیا۔ کپڑے اتارے اور صرف انڈرویئر پہن کر مسہری پر لیٹ گیا جس پر صاف اور بے داغ چادر بچھی ہوئی تھی۔

نیند بھی فوراً آ گئی۔ اور جب جاگا تو طبیعت بشاش تھی۔ لباس پہن کر دروازہ کھول دیا۔ گھنٹی بجائی تو دولہے خان فوراً آ گیا۔ اس وقت وہ سنجیدہ تھا۔ "نہانے کا بندوبست کہاں ہے۔؟" میں نے پوچھا۔

"آؤ صاب۔" اس نے کہا۔ اور میں اس کے ساتھ باہر نکل آیا۔ صرف ایک پتلی سی راہداری طے کرنا پڑی۔ سرے پر باتھ روم تھا۔ دولہے خان نے دروازہ کھول دیا۔ اندر تمام سامان موجود تھا۔ لیکن دولہے خان دروازے پر کھڑا تھا۔

"چائے کا انتظام کرو۔" میں نے کہا اور وہ گردن جھکا کر چلا گیا۔ میں نے دروازہ بند کیا اور

ٹھنڈے پانی کی پھواروں سے ذہن کی کسل دھونے لگا۔ بڑا سکون بخش غسل تھا اور اس غسل کے دوران میں نے کچھ فیصلے کئے۔ مجھے یہ بجھا بجھا انداز بدلنا ہو گا! میں نے اپنی خوشی سے یہ سب کچھ قبول کیا ہے پھر یہ اضمحلال کیوں۔ میں جانتا تھا کہ اس قسم کا کاروبار کرنے والے بے حد خطرناک ہوتے ہیں۔ میں اتفاقیہ طور پر ان کے ہتھے چڑھ گیا ہوں۔ اور انہوں نے میرے اوپر اعتبار بھی کر لیا ہے۔ اگر میں ان کے اعتبار پر پورا نہ اترا تو بے دریغ قتل کر دیا جاؤں گا اور میری لاش کا سراغ بھی نہیں ملے گا۔ اب جب زندگی کو ایک راستہ مل گیا ہے تو کیوں نہ اس سے فائدہ اٹھایا جائے۔ اور پھر کام بھی دلچسپ تھا۔ دراصل میری خاندانی شرافت اندرونی طور پر مجھے مضمحل کئے ہوئے تھی اور مجھے اس شرافت سے نفرت تھی۔ مجھے اس احساس پر طیش آ رہا تھا۔ آخر اس شرافت نے مجھے اب تک کیا دیا ہے۔ میں اس بیکار شے کو سینے سے لپٹائے ہوئے کیوں ہوں!

"لعنت ہے۔" میں نے زمین پر تھوک دیا۔ میں نے فیصلہ کر لیا کہ اس وقت کے بعد اپنے آپ کو یکسر تبدیل کر لوں گا! دنیا کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔ سب بیکار باتیں ہیں۔ اخلاقیات کے ڈھکوسلے صرف زبانی ہیں۔ عملی زندگی میں ان کا کوئی دخل نہیں ہے اور جو انسان ان سے چمٹا رہتا ہے' ایک دن میری طرح خودکشی کرنے پر مجبور ہو جاتا ہے۔ پھر میں ان بہلاووں میں کیوں پڑوں۔ میں نیا انسان ہوں۔ میں اب سرائے عالمگیر کا ایک بے وقوف کسان نہیں ہوں۔ میں اسمگلر ہوں۔ منشیات کا اسمگلر۔ ایک خطرناک انسان' جو ضرورت پڑنے پر ہر وہ کام کر سکتا ہے جس کا اس کے بزرگوں نے تصور بھی نہ کیا ہو۔ میں اس پورے ماحول سے اجنبی ہوں' اس دنیا میں میرا کوئی نہیں ہے۔ مجھے کسی سے دلچسپی نہیں ہے۔ اور یہ حقیقت ہے کہ غسل خانے سے ایک نیا انسان برآمد ہوا ہے۔ بے شک میں نے خود کو بدل لیا۔ قطعی طور پر بدل لیا۔

"دولہے خان۔!" میں نے زور سے آواز لگائی! اور دولہے خان دوڑتا ہوا میرے پاس آ گیا۔

"میرا سامان آ گیا؟"

"ابھی نہیں صاحب!" اس نے جواب دیا۔

"چائے تیار ہو گئی۔؟"

"ہاں۔؟" دولہے خان نے جواب دیا۔

"لے آؤ!" میں نے اپنے کمرے کی طرف بڑھتے ہوئے کہا۔ اندر پہنچ کر میں نے بال سنوارے۔ اور پھر ایک کرسی پر بیٹھ کر چائے کا انتظار کرنے لگا۔ رات ہو گئی تھی۔ بھوک بھی لگ رہی تھی' لیکن ابھی کھانا کھانے کو جی نہیں چاہ رہا تھا۔ چائے آ گئی اور میں نے اپنے لئے کم دودھ کی تیز چائے بنائی۔ چائے کی دو پیالیاں پی کر میں باہر نکل آیا۔

میں نے اس عمارت کے کمپاؤنڈ میں ہپپی دیکھے تھے۔ چنانچہ میں کمپاؤنڈ میں پہنچ گیا۔ یہاں شاید روشنی کے لیے جنریٹر استعمال کیا جاتا تھا۔ بہرحال درختوں میں روشنیاں لٹک رہی تھیں۔ ماحول بے حد حسین تھا۔ کھلی فضا تھی اس لیے چرس کی بو بھی منتشر ہو جاتی تھی۔ کش لگ رہے تھے' ل رہے تھے۔ بدمست لوگ خرمستیاں کر رہے تھے' ایک کونے میں ایک نوجوان آلتی پالتی

مارے بیٹھا تھا اور ایک لمبے بالوں والی خوبصورت لڑکی چٹکیاں بجاتے ہوئے اس کے سامنے تھرک رہی تھی۔ اس نے چست پتلون پہنی ہوئی تھی۔ جس سے اس کے بڑے بڑے سڈول کولہے نمایاں ہوگئے تھے۔ کمر پتلی تھی۔ جسمانی طور پر وہ خاصی حسین تھی۔ البتہ چہرہ بالوں سے ڈھکا ہوا تھا!

میں صدر گیٹ کی سیڑھیوں پر کھڑا چاروں طرف نگاہیں دوڑانے لگا۔ دلچسپ مناظر چاروں طرف بکھرے ہوئے تھے۔ ابھی رات بھیگی تھی۔ بدمستیاں عروج پر نہیں پہنچی تھیں۔ میں انتظار کرنے لگا۔ کسی کونے سے کوئی بدمست سی سسکاری ابھرتی تو میری نگاہ اس طرف اٹھ جاتی۔ مختلف زبانیں بولی جارہی تھیں۔ مختلف حرکات کی جارہی تھیں۔

میں نے پلٹ کر دیکھا۔ دولہے خان مجھ سے زیادہ دور نہ تھا! میں نے اسے اشارہ کیا اور وہ جلدی سے میرے قریب پہنچ گیا۔ ''ایک کرسی اٹھالاؤ'' میں نے کہا اور وہ دوڑ کر اندر چلا گیا۔ پھر وہ کرسی لے آیا۔ اور میں نے ایک درخت کے نیچے کرسی ڈال دی! وہاں بیٹھ کر میں نظارے کرنے لگا۔ تب میری نگاہ ایک اداس لڑکی پر پڑی۔ اس نے ایک پھٹا ہوا سایہ پہنا ہوا تھا' اوپری لباس بھی بوسیدہ تھا۔ وہ سر جھکائے بیٹھی تھی۔

میں نے غور سے اسے دیکھا۔ بڑی جاذب نگاہ تھی۔ اخروٹی رنگت کے بال پیلا چہرہ' دبلی پتلی' لیکن نقوش جاذب نگاہ۔ میں اسے دیکھتا رہا۔ پھر میں نے دولہے خان کو اشارہ کیا۔ اور وہ میرے نزدیک آگیا۔

''وہ کون ہے؟'' میں نے پوچھا۔

''چہ ہپن ہے صاب'' دولہے خان نے دانت نکالتے ہوئے کہا اور میں مسکرائے بغیر نہ رہ سکا۔ اس ''ہپن'' نے مجھے خاصا محظوظ کیا تھا۔

''اکیلی ہے شاید؟''

''بلاؤں صاحب۔!'' دولہے خان مسکرا کر بولا اور میں چونک کر اسے دیکھنے لگا۔ یہ نوعمر لڑکا بھی خاصا ماہر معلوم ہوتا تھا۔ تب میں نے ایک آنکھ دبا کر اسے اشارہ کیا۔

''بلاؤ۔!''

اور دولہے خان لڑکی کی طرف بڑھ گیا۔ وہ اس کے پاس پہنچ کر جھکا اور اس سے کچھ کہنے لگا! ظاہر ہے نہ وہ لڑکی کی زبان سمجھتا تھا اور نہ لڑکی اس کی۔ لیکن اشاروں کی زبان پوری دنیا میں یکساں ہوتی ہے۔ لڑکی نے میری طرف دیکھا! اور پھر وہ مضمحل سے انداز میں اٹھ کر میری طرف بڑھی۔ میری نگاہیں اس کے بوسیدہ لباس کے پیچھے جھانک رہی تھیں۔ اب میں ناتجربے کار نہیں تھا۔ میں نے اندازہ لگا لیا کہ اس لباس کے اندر بہت کچھ ہے چنانچہ اس لڑکی کے ساتھ جو سلوک بھی کیا جائے منافع بخش ہوگا! چند لمحات میں وہ میرے قریب پہنچ گئی۔

''ہیلو۔!'' میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''ہیلو۔!'' وہ بھی ایک مضمحل سی مسکراہٹ سے بولی۔

''کیا تم تنہا ہو۔؟''

''ہاں۔!'' اس نے ایک سرد آہ کے ساتھ کہا۔

''تب یہاں بیٹھو۔ میں تمہاری اس رات کا ساتھی بن سکتا ہوں۔'' میں نے بلا جھجک اسے پیش کش کر دی اور اپنی بے باکی پر اپنے ذہن میں سنسنی محسوس کیے بغیر نہ رہ سکا! لیکن دوسروں کا کہا ہوا ہی درست تھا۔ یہ لوگ ان باتوں سے اجنبی نہیں ہیں۔ اس نے سہارا لینے کے لیے میری ران پر ہاتھ رکھا اور میرے نزدیک ہی زمین پر بیٹھ گئی۔

میں نے اس کے خدوخال بغور دیکھے اور پھر پوچھا۔ ''کیا تم برٹش ہو''

''ہاں۔!'' اس نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔

''کیا نام ہے تمہارا؟''

''کرسٹی۔!''

''میرا نام نواز ہے۔ تم اداس کیوں ہو کرسٹی؟'' میں نے پوچھا اور جواب میں اس نے عجیب سے انداز میں مجھے دیکھا۔ پھر گردن جھکالی۔

''ان میں کوئی تمہارا دوست نہیں ہے؟'' میں نے پھر پوچھا اور اس نے نفی میں گردن ہلا دی۔

''چرس پیو گی۔؟'' میں نے پوچھا۔ اور وہ چونک پڑی۔ اس نے پھر میری آنکھوں میں دیکھا۔ ان آنکھوں میں ایک عجیب سی چمک لہرائی تھی ہونٹ کچھ کہنے کے لیے کپکپائے تھے۔ لیکن وہ کچھ کہہ نہ سکی۔!

''دولہے خان۔!'' میں نے سرپر مسلط جن سے کہا اور وہ جھک گیا۔ ''چرس اور پائپ لے آؤ۔!'' میں نے اسے حکم دیا اور وہ گردن جھکا کر چلا گیا۔ لڑکی اردو تو نہیں سمجھی تھی لیکن شاید اس نے اندازہ لگا لیا تھا اس کی مراد پوری ہونے والی ہے۔ چنانچہ وہ میری طرف کھسک آئی۔ اس نے اپنی کہنی میرے گھٹنے پر رکھی اور اس پر ٹھوڑی ٹکا دی۔

یہ بے تکلفی کا انداز خاصا دلکش تھا۔ میں اس سے خط اٹھائے بغیر نہ رہ سکا۔ میری انگلیاں اس کے اخروٹی بالوں میں الجھ گئیں۔ تب مجھے احساس ہوا کہ اس کے خوبصورت بال دھول اور پسینے سے چکٹ گئے ہیں میں نے آہستہ سے ہاتھ ہٹا لیا۔ وہ اسی طرح بیٹھی رہی۔ تب دولہے خان میری مطلوبہ چیزیں لے آیا۔ جنہیں دیکھ کر اس کے چہرے پر عجیب سی کیفیت پیدا ہو گئی۔ وہ کسی ایسے کتے کی طرح مجھے دیکھنے لگی' جس کا مالک کھانا کھا رہا ہو اور کتے کو احساس ہو جائے کہ بس اب وہ ہڈی پھینکنے والا ہے۔!

میں نے چرس کا پیکٹ اور پائپ اس کی طرف بڑھایا اور وہ خوشی سے دیوانی ہو گئی۔ اوہ۔ تھینکیو ڈیر۔ تھینکیو۔ کیا یہ میرے لئے ہے؟''

''ہاں۔ صرف تمہارے لئے۔'' میں نے جواب دیا اور وہ بے ساختہ اٹھ کر مجھ سے لپٹ گئی۔

''اوہ۔ تھینکو۔ تھینکو ویری مچ۔'' اس نے میرے گالوں کے کئی بوسے لے ڈالے

اور میں اسے حیرت سے دیکھنے لگا! گویا یہ اداسی صرف چرس نہ ہونے کی وجہ سے تھی۔ اسے اور کوئی غم نہیں تھا۔ اس نے اپنے بوسیدہ سائے سے ایک مڑا تڑا سگریٹ نکالا۔ گھٹیا قسم کے سگریٹ کو اس نے احتیاط سے ہتھیلی پر رکھا اور پھر اس کا تمباکو نکالنے لگی۔

"دولیے خان۔" میں نے دولیے خان کو آواز دی۔ اور وہ پھر جھک آیا "سگریٹ کا ایک پیکٹ۔!" میں نے کہا۔ اور وہ چلا گیا۔ لڑکی نے سگریٹ کا تمباکو نکال لیا تھا اور پھر وہ چرس کا پیکٹ پھاڑنے لگی مجھے شرارت سوجھی میں جھکا اور۔۔۔ اس کی ہتھیلی پھر پھونک مار دی۔! وہ اچھل پڑی۔ تمباکو بکھر گیا۔ پہلے اس نے پھٹی پھٹی نگاہوں سے مجھے دیکھا۔ پھر زمین پر پڑے تمباکو کو۔ اور پھر اس نے معصومانہ انداز میں ہاتھوں میں پکڑا ہوا پاپ سینے سے بھینچ لیا۔ میری اس حرکت کو وہ نہ سمجھ سکی تھی۔

پھر جب دولیے خان نے سگریٹ کا پیکٹ مجھے دیا اور میں نے اسے تو اس کی آنکھوں کی چمک پھر لوٹ آئی۔ اوہ۔ تھینکیو۔ تھینکیو۔" ایک بار پھر وہ اٹھی اور میرے گالوں کے کئی بوسے لے ڈالے۔

عورت۔ دنیا کی سب سے قیمتی شے۔ جس کا حصول سب سے مشکل ہے جس کے لیے شہنشاہوں نے سلطنتیں چھوڑ دیں۔ جس کے لیے ہوشمندوں نے صحراؤں کی خاک چھانی' جس کے لیے ناتواں انسان نے پہاڑوں کے جگر چیر کر نہر نکال دی جس کے لیے قدم قدم پر زندگی داؤ پر لگادی گئی۔ جسے خوش رکھنے کے لیے کائنات کا نقشہ بدل دیا گیا یہاں کس قدر ارزاں تھی۔ اس کے نازک لبوں کے لمس پر تو زندگی قربان کی جاسکتی تھی' اس والہانہ انداز کے لیے تو سب کچھ مٹایا جاسکتا تھا۔ لیکن یہ سب کچھ سگریٹ کے ایک پیکٹ اور چرس کی تھوڑی مقدار کے عوض مل گیا تھا۔!

اس نے پھر ایک سگریٹ خالی کیا۔ اس کے تمباکو میں چرس کی تھوڑی سی مقدار ملائی اور اسے ہتھیلی پر رگڑنے لگی۔ نہایت جانفشانی سے اس نے سگریٹ تیار کیا اور جب وہ بھر گیا تو اسے بڑے پیار سے دیکھا۔ ہونٹوں سے چوما اور پھر ہونٹوں میں دبالیا۔ میں اس کی والہیت دیکھ رہا تھا۔ جونہی اس نے سگریٹ ہونٹوں میں دبایا' میں نے ماچس کی تیلی جلا کر اسے سلگایا اور اس نے سگریٹ کا گہرا کش لیا۔ دو تین کش اس نے بڑی بے قراری سے لئے اور پھر سگریٹ میری طرف بڑھا دیا۔

"نو تھینکس۔" میں نے گردن ہلائی۔ میرے اس انکار پر اسے شاید خوشی ہی ہوئی تھی۔ اس نے کوئی تکلف نہیں کیا۔ میں نے پیکٹ اس کے ہاتھ سے لے لیا اور اسی کے انداز میں ایک سگریٹ میں چرس بھرنے لگا۔

اسی وقت کسی تان سین کی رگ موسیقی پھڑک اٹھی اور اس کے حلق سے ایک بے ہنگم نغمہ پھوٹ پڑا۔ میری نگاہیں اس کی طرف اٹھ گئیں۔ ایک جرمن نوجوان تھا' بالوں سے ڈھکا ہوا۔ اس کے جسم میں صرف دو چیزیں نظر آرہی تھیں۔ بال اور پسلیاں۔ نچلے حصے میں ایک پتلون چپکی ہوئی تھی اوپری لباس زمانے کی نذر ہو گیا تھا' ہاں گلے میں موٹے موٹے دانوں کی ایک مالا پڑی ہوئی تھی' جسے شاید اس نے اوپری لباس تسلیم کر لیا تھا اور مطمئن ہو گیا تھا۔

ہڈیوں' پسلیوں کا یہ نقارہ جھوم جھوم کر گاتا رہا۔ چند نوجوان اور لڑکیاں اس کے گرد جمع ہو کر تھرکنے لگے۔ وہ سب بھی خوب نشے میں تھے ان کے قدم ٹھیک سے نہ اٹھ رہے تھے۔

کرسٹی کا سگریٹ ختم ہو گیا۔ اس نے میری طرف دیکھا' اور میں نے اپنا تیار کیا ہوا دوسرا سگریٹ اسے پیش کر دیا۔ "اوہ۔ تھینکیو۔ تھینکو۔" اس نے گلابی آنکھوں سے مجھے دیکھا اور سگریٹ لے لیا۔ پھر اس نے وہ سگریٹ بھی سلگا لیا اور اس کے گہرے گہرے کش لینے لگی! اظہار ممنونیت کے طور پر اس نے اپنا نازک' لمبی انگلیوں والا سفید ہاتھ میری گود میں رکھ دیا۔ اپنا سر میرے گھٹنے سے ٹکا دیا اور نیم باز آنکھوں سے گاتے ہوئے نوجوان کو دیکھنے لگی۔ لیکن اس کے مرمریں ہاتھ سے میرے جذبات بھٹکنے لگے۔ میرے جسم میں سنسنی دوڑنے لگی۔ میں خود میں ہیجان محسوس کرنے لگا۔ کرسٹی کو احساس بھی نہ تھا کہ بے خیالی میں اس نے کتنے فتنے جگا دیئے ہیں۔ میرے جسم میں نشہ آور انگڑائیاں ٹوٹ رہی تھیں۔ اور جب میں خود پر قابو نہ پاسکا تو میں نے جھک کر کرسٹی کی گردن چوم لی۔! اس نے اپنا ہاتھ میری گود سے ہٹا کر میری گردن میں حمائل کر دیا اور گویا میرے بوسے کی پذیرائی کی۔

"کرسٹی ڈارلنگ۔ کیا تم یہ رات میرے ساتھ گزارنا پسند کرو گی؟" میں نے پھولے ہوئے سانس کے ساتھ اپنی خواہش کا اظہار کر دیا۔

"تم۔ تم محبت کے خدا ہو ڈارلنگ۔ میرا انگ انگ تمہارا ہے۔" اس نے گردن جھٹک کر اپنے تمام بال ایک طرف گراتے ہوئے کہا اور میں خوشی سے سرشار ہو گیا۔ میں نے کرسی چھوڑ دی۔ اسے ہاتھ کا سہارا پیش کیا۔ اس نے دوسری سگریٹ کا آخری کش لیا اور میرا سہارا لے کر اٹھ گئی۔ اب اس کے چہرے پر اداسی کا نام بھی نہیں تھا۔ زرد رنگ کے نیچے خون دوڑنے لگا تھا جس سے اس کے حسن میں اضافہ ہو گیا تھا۔

میں خوش تھا۔ نئی زندگی کا فیصلہ کرنے کے بعد یہ میرا پہلا جرات مندانہ قدم تھا' اور مجھے ناکامی نہیں ہوئی تھی' میں اسے ساتھ لئے ہوئے اپنے کمرے میں آگیا۔ سگریٹ کا پیکٹ اور چرس کی گولیاں گویا مقناطیس کا کام دے رہی تھیں سب کچھ انہی کے لیے تھا۔ لیکن اب میں جذباتی نہیں تھا۔ میں نے ہر چیز کی اہمیت تسلیم کر لی تھی۔ گیلتھ نے صاف گوئی سے مجھ سے کہہ دیا تھا کہ یہ رات گزارنے کے بعد وہ مجھے بھول جائے گی۔ میں سنجیدہ ہو گیا تھا۔ اگر میں اس لڑکی سے بھی یہ سوال کرتا تو شاید وہ بھی مجھے یہی جواب دیتی لیکن اب میں ایسے احمقانہ سوالات کی ضرورت نہیں سمجھتا تھا۔ بے کار۔ بے وقوفی۔ رات گزارو اور بھول جاؤ۔ پوری دنیا تنہا ہے۔ ہر شخص ایک دوسرے کے لیے اجنبی ہے۔ ضرورت سب کو ایک دوسرے کے قریب لاتی ہے۔ ضرورت پوری کرو اور سب کچھ بھول جاؤ۔ یہی دستور دنیا ہے اور اس دستور سے انحراف تکلیف اور الجھنیں پیدا کرتا ہے۔ کرسٹی نے میرے کمرے میں ایک کرسی پر بیٹھ کر چاروں طرف دیکھا اس کی آنکھوں میں کسی قسم کے تاثرات نہیں ابھرے۔ بذات خود وہ نہ جانے کیا ہو گی۔ ممکن ہے ایسے کمرے اس کے ملازموں کے ہوں۔ وہ دنیا تیاگ چکی تھی۔

"کیا تم کھانا کھاؤ گی کرسٹی۔؟" میں نے اس سے پوچھا۔

"کھانا۔؟" اس نے ایک گہری سانس لی۔ "ہاں۔ میں نے صبح کو ایک سوکھی ڈبل روٹی پانی میں بھگو کر کھائی تھی۔ اس کے بعد سے کچھ نہیں کھایا" اس نے جواب دیا۔

"اوہ۔ میں کھانا منگواتا ہوں۔ لیکن میرے خیال میں اس سے پہلے تم غسل کر لو۔"

وہ ہنسی۔ اور پھر اس نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔ "جیسی تمہاری مرضی ڈارلنگ۔" گویا اس کے نزدیک غسل وغیرہ کی کوئی اہمیت نہیں تھی' لیکن میں اس رات کو اسے اپنے قابل بنانا چاہتا تھا' میں جو کچھ خرچ کر رہا تھا اسے اپنی مرضی کے مطابق وصول کرنا چاہتا تھا۔ میں نے گھنٹی بجائی اور دولیے خان اندر آ گیا۔ اس مردود کے دانت اب بھی نکلے ہوئے تھے اور آنکھوں میں وہی عجیب سی چمک تھی' جو مجھے غصہ دلاتی تھی!

"تمہارے پاس کوئی شلوار قمیض ہو تو لے آؤ۔ صاف اور دھلی ہوئی۔" میں نے کہا اور دولیے خان ہنستا ہوا چلا گیا۔ چند منٹ کے بعد اس نے گہرے نیلے رنگ کی ایک شلوار اور قمیض لا دی۔ میں نے کرسٹی کا ہاتھ پکڑا اور اسے لے کر کمرے سے نکل آیا۔ باتھ روم میں پہنچ کر میں نے اس سے غسل کرنے کو کہا۔

"یہ کپڑے پہن کر میرے کمرے میں آ جاؤ۔ میں کھانے کا بندوبست کرتا ہوں۔" میں نے کہا اور کرسٹی نے گردن ہلا دی۔ اس نے سنجیدگی سے کپڑے ہاتھ میں لے لیے۔ اور میں واپس اپنے کمرے کی طرف چل پڑا' راستے میں' میں نے دولیے خان سے کھانے کے لیے کہہ دیا تھا۔! تقریباً آدھے گھنٹے کے بعد کرسٹی واپس آئی تو میں اسے دیکھ کر دنگ رہ گیا۔

چاند گہن ۔۔ سے نکل آیا تھا۔ ایسا لگتا تھا جیسے غسل کرنے سے اس کے خدوخال بھی نکھر گئے ہوں۔ بھیگے ہوئے بال بڑے شاعرانہ انداز میں الجھ گئے تھے۔ سرخ ہونٹوں کی تازگی ابھر آئی تھی۔ چہرے کی پیلاہٹ بھی ڈھل گئی تھی جو شاید غبار کی تہہ کی وجہ سے گہری نظر آتی تھی۔ غرض وہ ہر طرح قابل قبول ہو گئی تھی۔ نیلے رنگ کی ڈھیلی ڈھالی قمیص اور شلوار بھی اس کے جسم پر کھل گئی تھی۔ وہ مسکراتی ہوئی میرے پاس آ گئی۔ میں اسے دلچسپ نگاہوں سے دیکھ رہا تھا۔ غسل کرنے کی وجہ سے اس کی آنکھیں گلابی ہو گئی تھیں۔ میں نے بے ساختہ اس کی کمر میں ہاتھ ڈال کر اسے اپنی طرف گھسیٹ لیا۔ اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ اب وہ پوری طرح میری طرف متوجہ تھی اتنے میں دولیے خان کھانے لے آیا اور وہ ہونٹوں پر زبان پھیرنے لگی۔ پھر ہم دونوں نے کھانا شروع کر دیا' پاکستانی کھانا تھا۔ گوشت میں سالم ہری مرچیں پڑی ہوئی تھیں۔ لیکن وہ خوب مزے لے لے کر کھاتی رہی' اس کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے۔ ناک سرخ ہو رہی تھی لیکن چٹخارے لے لے کر کھا رہی تھی۔ کھانے سے فارغ ہو کر کافی پی گئی۔ اور پھر جب دولیے خان برتن وغیرہ لے کر چلا گیا تو اس نے وہ دروازہ اندر سے بند کر لیا۔!

میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ ڈھیلے ڈھالے نیلے رنگ کے شلوار قمیص میں ملبوس یہ غیر ملکی دوشیزہ بالکل بے وقوف نہیں تھی۔ وہ میری عنایات کا مطلب سمجھ رہی تھی۔ سودا ہو چکا

اور وہ ایک ایماندار دوکاندار کی طرح گاہک کی خدمت کے لیے تیار تھی۔ لیکن غسل نے اس کا نشہ اکھاڑ دیا تھا۔ اور یہ صورت حال اسے کسی طرح گوارہ نہیں تھی۔ چنانچہ اس نے مجھ سے اجازت طلب کی۔

"اگر اجازت ہو ڈارلنگ تو ایک۔" اس نے جملہ ادھورا چھوڑ دیا۔

"ہاں۔ ضرور۔" میں اس کی ضروریات سے واقف تھا۔ چنانچہ اس نے مسہری کے قریب میرے قدموں میں بیٹھ کر سگریٹ بھرنا شروع کر دیا۔ اس دوران وہ مسکراتے ہوئے میری طرف بھی دیکھ رہی تھی۔

"ڈارلنگ۔!" اس نے تمباکو میں چرس کی گولی ملاتے ہوئے کہا۔

"کیا بات ہے۔؟"

"یہاں پر پیتھڈین نہیں مل سکتی۔؟"

"شاید مل جائے۔"

"صرف ایک انجکشن۔ میں پوری زندگی دعائیں دیتی رہوں گی۔ ایک ماہ ہو گیا۔ میں نے انجکشن نہیں لیا۔؟"

"آج مشکل ہے۔ کل میں کوشش کروں گا۔!" میں نے کہا۔

"اوہ۔ میں تمہاری شکر گزار ہوں گی۔ جب سے جیمسن مجھ سے جدا ہوا' میں نے کوئی انجکشن نہیں لیا۔"

"جیمسن کون تھا؟" میں نے چونک کر پوچھا۔

"اوہ۔ سوئٹ جیمسن۔" اس نے تمباکو کو سگریٹ میں بھرتے ہوئے کہا۔ "میری ماں کہتی تھی کہ جیمسن نے بھی اسی کے پیٹ سے جنم لیا ہے۔ لیکن سوئٹ جیمسن حقیقت پسند تھا۔ اس نے ہر احتجاج مسترد کر دیا اور جب انکل میڈرے کی کاک ٹیل پارٹی میں اس نے میری قمیص کے گریبان کے بٹن کھول کر میرے سینے کا بوسہ لیا تو ایک بے وقوف انسان نے اپنا پستول اس پر خالی کر دیا۔ گولیاں بھٹک گئیں' تاہم جیمسن کا بازو زخمی ہو گیا۔ یہ بے وقوف انسان ہم دونوں کا باپ تھا لیکن "ترلوکا" کی تعلیم ہے کہ سب رشتے انسان نے بنائے ہیں اس نے خواہ مخواہ شخصیتوں پر تہذیب کے خول چڑھا دیئے ہیں۔ حوا آدم کی پسلی سے پیدا ہوئی تھیں اور وہ آدم کی ضرورت تھی۔ ہر عورت مرد کی ضرورت ہے' تہذیب کے خول بے معنی ہیں اور میں نے اور میرے بھائی نے ترلوکا کی تعلیمات اپنا لی تھیں۔ چنانچہ میں اپنے زخمی بھائی کو لے کر آندرے کے پاس چلی گئی' آندرے جو حقیقت کا علمبردار تھا' ہم نے بھری محفل میں ایک دوسرے کو اپنا جسم پیش کر کے دقیانوسی گدھوں کا مذاق اڑایا۔ اور دقیانوسی گدھے ہماری جان کے لاگو ہو گئے تب موسیو آندرے کے ایماء پر ہم نے وطن چھوڑ دیا۔ اور دنیا کی سیاحت کا پروگرام بنایا۔ میری ہر رات جیمسن کی رات تھی۔ ہم لوگ ارض مقدس کی زیارت کے لئے آئے تھے۔ لیکن۔ ایران کی سرحد میں' جیمسن نے میرا ساتھ چھوڑ دیا۔ وہ سخت بخار میں مبتلا ہو کر چل دیا۔ اور میں تنہا رہ گئی۔ آہ جیمسن۔!" اس نے ایک گہری

سانس لے کر سگریٹ ہونٹوں میں دبالیا۔ پھر اس نے ماچس لیکر سگریٹ سلگایا اور اس کے گہرے گہرے کش لے کر جیمسن کو بھلانے کی کوشش کرنے لگی۔!

میرے دل میں نفرت و کراہت کا ایک طوفان اٹھا تھا۔ مجھے اس لڑکی سے گھن آنے لگی تھی جس کی زندگی کا پہلا مرد اس کا بھائی تھا۔ میرا دل چاہا کہ اسے دھکے دے کر باہر نکال دوں۔ میں نے ایک جلتی نگاہ اس پر ڈالی۔ وہ بڑے سکون سے سگریٹ کے کش لے رہی تھی اور چرس کے بھپکے اس کے منہ سے خارج ہو رہے تھے۔ تب میرے ذہن نے کروٹ بدلی۔! جیمسن اس کا بھائی تھا۔ لیکن وہ میری کون ہے۔ میں کوئی تہذیب کا علمبردار ہوں۔ مجھے شرافت و انسانیت کی یہ تڑپ اپنے دل سے کھرچ پھینکنی چاہیے۔ وہ عورت ہے۔ اور میں نے اس حقیر عورت کی قیمت چکا دی ہے۔ بس۔ اس کے بارے میں اور کچھ سوچنا حماقت ہے۔ قیمت وصول کرو۔ اور اسے دھکے دے کر باہر نکال دو۔ میں ایک وحشی درندے کی طرح اپنی جگہ سے اٹھا' میں نے اسے بازوؤں میں دبوچ لیا۔ اور وہ کسی قدر حیرت کسی قدر خوف سے مجھے دیکھنے لگی! سگریٹ اس کے ہاتھ سے گر پڑا۔ جسے میں نے جوتے سے مسل دیا۔ اسے اٹھا کر مسہری پر پھینک دیا۔ اور گدے دار مسہری پر وہ کئی بار اچھلی۔ تب میں نے نیلے رنگ کی قمیص نیچے تک پھاڑ دی۔ اور اس کے منہ سے ایک چیخ نکل گئی۔ پھر میں نے شلوار بھی ایک جھٹکے سے اتار کر دور پھینک دی۔ میری وحشت عروج پر تھی۔ اس کا مرمریں جسم میری نگاہوں کے سامنے تھا! مجھے اس جسم پر طیش آ رہا تھا۔ میں اس سے انسانیت کی تہذیب کی توہین کا انتقام لینا چاہتا تھا۔ وہ خوف سے کانپ رہی تھی۔ چرس اس نے پی لی تھی' نشہ مجھے ہو گیا تھا۔ لیکن چند لمحات کے بعد اس کا خوف مسرت میں بدل گیا۔ اس کی آنکھوں میں مسکراہٹ جاگ اٹھی۔ ہونٹوں سے سسکاریاں ابل پڑیں۔

"مجھے۔ مشرق۔ کی۔ یہی وحشت پسند ہے۔" اس نے کہا اور ہونٹ بھینچ کر آنکھیں بند کر لیں۔

دوسرے دن وہ مجھے عمارت کے لان میں نظر آئی۔ وہ کسی سے سوئی دھاگہ ادھار مانگ کر پھٹی ہوئی نیلی قمیص سی رہی تھی۔ میرے ہونٹ نفرت سے سکڑ گئے۔ اس نے بھی مجھے دیکھ لیا تھا۔ اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ ابھری۔ "ہیلو۔!" اس نے بڑی دلکش آواز میں مجھے پکارا۔ لیکن میں گردن پھیر کر اس کے قریب سے نکلا چلا گیا۔ کافی دور جا کر میں نے پلٹ کر اسے دیکھا۔ وہ اطمینان سے اپنی قمیص سینے میں مصروف تھی۔ اس سے قبل کہ میں کچھ سوچتا۔ مجھے اپنے قریب غلام سیٹھ کی آواز سنائی دی۔

"ہیلو نواز۔!" اور میں چونک پڑا۔

"ہیلو سر۔" میں نے غلام سیٹھ کو دیکھ کر کہا۔

"کہو۔ رات کیسی گزری؟"

"مناسب۔" میں نے جواب دیا۔

"آؤ۔" اندر آؤ۔!" اس نے کہا اور میں اس کے ساتھ چل پڑا۔ تھوڑی دیر کے بعد ہم

ایک سجے سجائے کمرے میں بیٹھے تھے۔ غلام سیٹھ کے طلب کرنے پر کافی آ گئی تھی اور اس نے بے تکلفی سے ایک پیالی بنا کر میرے سامنے رکھ دی تھی۔

"جو کام ہم نے تمہارے سپرد کیا ہے' وہ بے حد اہم ہے۔ حالانکہ تم ہم میں ایک اجنبی کی طرح آئے تھے۔ لیکن نہ جانے کیوں۔ اجنبیت کے تمام پردے چاک ہوتے گئے۔ اور اب ہم تم پر مکمل بھروسہ کرتے ہیں۔ یہ شاید تمہاری پراثر شخصیت کا کرشمہ ہے۔ کیا تم اب بھی ہمارے درمیان خود کو اجنبی سمجھتے ہو؟"

"نہیں غلام سیٹھ۔ میں دنیا کے اسرار و رموز سے آگاہ ہوتا جا رہا ہوں۔ تھوڑی سی کمی ہے' وہ بھی پوری ہو جائے گی!" میں نے جواب دیا۔

یقیناً۔ ماں کے پیٹ سے پیدا ہونے والے بڑی خوش فہمیاں لے کر آتے ہیں۔ سوچتے ہیں دنیا کسی تصوراتی دیوی کی طرح سفید پر پھیلائے ان کے استقبال کے لیے کھڑی ہو گی۔ لیکن بہت بعد میں ان کی خوش فہمیاں دور ہو جاتی ہیں۔ تصوراتی دیوی کا کوئی وجود نہیں ملتا' ہاں کالی دیوی اپنی لمبی سرخ زبان نکالے' جس سے خون ٹپکتا ہے۔ تمسخرانہ نگاہوں سے دیکھتی ہوئی ہر جگہ مل جاتی ہے۔ اور وہ اس کے خوف سے سہم جاتے ہیں۔ کچھ کالی دیوی کے خوف سے خود کشی کر لیتے ہیں۔ کچھ اس کے مقابلے پر ڈٹ جاتے ہیں' اور ڈٹ جانے والوں کو دیکھ کر کالی دیوی زبان اندر کر لیتی ہے۔ اس کے ہونٹ خشک ہو جاتے ہیں۔ اور پھر وہ منہ لٹکائے پیچھے ہٹتی چلی جاتی ہے۔ پھر مایوسیوں کا وجود باقی نہیں رہتا۔ کامرانیاں قدموں پر سر رگڑتی ہیں اور زندگی کے مقصد حاصل ہونے لگتے ہیں۔ میں ٹھیک کہہ رہا ہوں نواز۔ کوئی انسان فطرتاً" برا نہیں ہوتا۔ اس کی زندگی کے بہت سے ادوار ہوتے ہیں۔ ابتداء معلوم ہوتی ہے۔ لیکن یہ معصومیت وزنی بوٹوں تلے کچلی چلی جاتی ہے اور پھر ہم بھی ویسے ہی جوتے خرید لیتے ہیں تاکہ کچلنے والوں میں شامل ہو جائیں' اگر ہم یہ جوتے خریدنے کی استطاعت نہ پیدا کر سکے تو۔ پھر ان جوتوں کے شکار بن جاتے ہیں۔!"

سیاہ چشمے والے غلام سیٹھ کی یہ باتیں بے حد عجیب تھیں۔ بظاہر یہ صرف ایک جرائم پیشہ شخص نظر آتا ہے لیکن اس کے پس منظر میں بھی کچھ تھا یقیناً اس سیاہ چشمے کے عقب میں پوشیدہ آنکھوں میں عمیق گہرائیاں ہوں گی نہ جانے ان آنکھوں نے کون کون سے رنگ دیکھے ہوں۔! میں نے ایک گہری سانس لے کر غلام سیٹھ کو دیکھا۔ کبھی کا بیروزگار نوجوان' امنگیں لئے سڑکوں پر نکلا ہو گا۔ ٹھوکریں ملی ہوں گی۔ لیکن اب وہ ایک مضبوط چٹان تھا۔ ایک مکمل انسان تھا۔ میں بھی اس طرح مکمل ہو سکتا تھا۔ میں بھی خود میں اعتماد پیدا کر سکتا تھا۔ یقیناً۔ یقیناً۔

"میں تم سے اتفاق کرتا ہوں غلام سیٹھ۔"

"کسی بھی کچلی ہوئی شخصیت سے نفرت نہ کرو۔ انسان فطرتاً" برا نہیں ہوتا۔ حالات اس کی شخصیت کو روپ دیتے ہیں۔" غلام سیٹھ نے کہا پھر بولا۔ "چھوڑ ان باتوں کو۔ میں تم سے کام کی باتیں کرنے آیا ہوں' اس نے کہا اور میں نے ذہن جھٹک دیا۔

"تمہیں تمہارا کام بتایا جا چکا ہے۔ منشیات کے اسمگلروں کے گروہوں کا سراغ لگا کر ان کے

کاروبار کا جائزہ لینا ہے۔ اور اس کی تفصیل ہمیں بھیجنا ہے۔ اس سلسلے میں تمہارا واسطہ خطرناک لوگوں سے پڑے گا! تمہیں ان سے نپٹنے کے لیے تربیت دی جائے گی۔ پستول چلانا جانتے ہو۔؟"

"نہیں۔!" میں نے جواب دیا۔

"ٹھیک ہے۔ تمہیں یہاں تقریباً" دو ماہ رہنا ہوگا۔ اس دوران تمہیں تمام رموز سے آگاہ کر دیا جائے گا۔ اسی دوران اپنی شخصیت بھی بدل لو۔ اپنے اندر ایسی خوبیاں پیدا کرو کہ تمہارے مداح پیدا ہو جائیں۔ تمہیں ہر صورت میں ناقابل تسخیر ہونا چاہیے۔"

"میں تیار ہوں۔ میرے لیے جو بھی فیصلہ کیا جائے گا مجھے منظور ہوگا۔" میں نے جواب دیا۔

"ہم تمہیں ایک مضبوط ترین انسان بنا دینا چاہتے ہیں۔ تم ہمارے لیے ایک قیمتی سرمائے کی حیثیت رکھتے ہو۔ کل سے تمہاری تربیت شروع ہو جائے گی۔"

"بہت بہتر۔ میں نے جواب دیا۔ اس کے بعد غلام سیٹھ مجھے کچھ ضروری ہدایات دیتا رہا۔ اور میں گردن ہلاتا رہا۔ پھر وہ اٹھا اور مجھ سے مصافحہ کر کے نکل گیا۔ اس کے جانے کے بعد میں کافی دیر تک بیٹھا رہا' اس نے جو کچھ کہا تھا' وہ میرے دل میں اتر گیا۔ حقیقت میرے سامنے ننگی ہوئی تھی۔ دنیا کے تمام اقدار جھوٹے ہیں۔ ہر انسان صرف خود سے محبت کرتا ہے۔ اپنے لیے جیتا ہے اور زندہ رہنے کے لیے اسے جو کچھ بھی کرنا پڑے جائز ہے۔ اس کے خیالات' تصورات اسے جہاں بھی لے جائیں' وہیں اس کی ضرورت ہوتی ہے میں ایک نیا انسان بن گیا تھا۔ اب میں غلام سیٹھ کے منصوبے میں پوری دلچسپی لے رہا تھا۔ میں ہر کام کرنے کے لیے تیار تھا۔ پھر میں اس کمرے سے نکل آیا۔ فی الحال کوئی کام نہیں تھا۔ میرا شیو بڑھ گیا تھا۔ میں اسے بنانے کے بارے میں سوچ رہا تھا۔ لیکن غلام سیٹھ سے گفتگو کے بعد اس کا سوال ہی باقی نہیں رہ گیا تھا۔ مجھے چند چیزیں چھوڑنا تھیں۔ چند اپنانا تھیں۔ میں لان میں نکل آیا۔ تب میری نگاہ کرسٹی پر پڑی۔ کرسٹی اپنی قمیص سی کر پہن چکی تھی' اور اب وہ ایک درخت سے ٹیک لگائے بڑے مزے سے بیٹھی چرس بھرا ہوا سگریٹ پی رہی تھی۔ اس کے قریب ہی ایک امریکن نوجوان موجود تھا۔ پتلا لمبا چہرہ' ویران آنکھیں' وہ بھوکے کتے کی طرح کرسٹی کے ہونٹوں سے خارج ہوتے دھوئیں کو دیکھ رہا تھا!

نہ جانے کیوں اس وقت مجھے کرسٹی بری نہ لگی۔ میرے نظریات یکسر بدل گئے تھے۔ میرے قدم اس کی طرف بڑھ گئے۔ امریکن نوجوان نے گردن اٹھا کر مجھے دیکھا۔ لیکن میں اس کی طرف متوجہ نہیں ہوا۔

"ہیلو کرسٹی۔!" میں نے اسے پکارا۔ وہ چونک کر میری طرف دیکھنے لگی! چند ساعت دیکھتی رہی۔ خالی خالی آنکھوں سے۔ اور پھر ان آنکھوں میں چمک آ گئی۔

"ہیلو ڈیر۔!" اس نے پھیلی ہوئی ٹانگیں سکیڑ لیں۔

"آؤ۔!" میں نے اس سے کہا اور اس نے جلدی سے چرس بھرا ہوا سگریٹ اوپر اچھال دیا۔ امریکن نوجوان نے سگریٹ ہاتھوں میں لپک لیا تھا۔ کرسٹی میرے پیچھے پیچھے چل رہی تھی۔ میں کافی تیز چل رہا تھا اس لیے کرسٹی کو تقریباً" دوڑنا پڑ رہا تھا۔ پھر وہ چھلانگ لگا کر اس طرح میرے سامنے آ گئی

کہ مجھے رک جانا پڑا۔

"کل تم نے ایک وعدہ کیا تھا ڈارلنگ۔؟" اس نے میری قمیص کا گریبان پکڑتے ہوئے کہا۔

"مجھے یاد ہے!"

"اوہ۔ تھینکو۔ تھینکو۔!" اس نے مخصوص انداز میں کہا اور پھر وہ میرے ساتھ میرے کمرے میں آ گئی۔ دو لمبے خان میرے کمرے کے دروازے پر موجود تھا۔ اس نے کرسٹی کو اچھی نگاہوں سے نہیں دیکھا۔ لیکن میں نے اس کی نگاہوں پر غور نہیں کیا تھا!

"سنو۔!" میں نے اس سے کہا اور وہ میری طرف جھک آیا۔ "پتیھڈین کا ایک انجکشن اور سرنج لے آؤ۔!" میں نے اس سے کہا اور وہ گردن ہلاتا ہوا چل دیا۔ کرسٹی میرا بازو پکڑے اندر آ گئی۔ اندر آتے ہی وہ اچھلی اور مجھ سے لپٹ گئی۔ میں نے بھی اس کی کمر میں ہاتھ ڈال کر اسے سنبھال لیا تھا!

چرس کی بو میں ڈوبے ہوئے ہونٹ میرے ہونٹوں سے چپک گئے۔ لیکن اب اس خوشبو سے نفرت کرنا بے معنی تھا۔ یہ تو میری زندگی میں رچ گئی تھی۔ میں نے اس کے بوسے کی بھرپور پذیرائی کی۔ کرسٹی کے ہاتھ بھی چل رہے تھے۔ وہ مجھے زیادہ سے زیادہ خوش کرنا چاہتی تھی۔ میری آنکھیں جلنے لگی۔ لیکن ابھی دو لمبے خان آنے والا تھا۔ میں نے خود پر قابو رکھا تھوڑی دیر کے بعد دو لمبے خان ایک ٹرے میں انجکشن اور سرنج وغیرہ لے آیا۔ اس نے ٹرے ایک تپائی پر رکھ دی۔ اور ایک کونے میں کھڑا ہو گیا۔

"ٹھیک ہے۔ تم واپس جاؤ۔!" میں نے اسے گھورتے ہوئے کہا اور وہ گردن جھٹک کر باہر نکل گیا۔ اس دوران کرسٹی لپک کر ٹرے کے نزدیک پہنچ گئی تھی۔ اس نے بے صبری سے سرنج بھری اور پھر بازو میں جھونک لی۔ سرنج کا سیال اس کے بازو میں اترتا جا رہا تھا اور اس کی آنکھوں کی چمک بڑھتی جا رہی تھی! سرنج خالی کر کے اس نے رکھ دی اور پھر گردن ہلاتے ہوئے بڑبڑانے کے انداز میں بولی۔

"اوہ۔ سوئٹ جیمسن۔ سوئٹ نو۔ واز۔ اوہ۔ سوئٹ۔" اس نے آگے بڑھ کر میری گردن میں بانہیں ڈال دیں۔ پتیھڈین کے صرف ایک انجکشن نے اسے ہوش و حواس سے عاری کر دیا تھا۔ یا پھر یہ انجکشن اس کے حواس واپس لے آیا تھا۔ اسے اپنا وطن یاد آنے لگا۔ بیتے ہوئے لمحات یاد آنے لگے اس نے بہت سے لوگوں کا نام لیا۔ یہ سب نہ جانے اس کے کون تھے۔ اور پھر اس نے مجھے اپنا سب سے بڑا ہمدرد گردانا اور محبت سے مجھ سے چمٹ گئی۔ اس کی بانہیں اب بھی میرے ذہن کے گوشوں کو ٹٹول رہی تھیں۔ لیکن میں ہر اس رخنے کو بند کرنے پر تلا ہوا تھا' جس سے انسانیت جھانکنے لگتی تھی اور جب ہر دراڑ بند ہو گئی۔ کوئی سوراخ باقی نہ رہا تو میں نے کرسٹی کو اٹھا کر مسہری پر لٹا دیا!

بلا کا نشانہ باز تھا یہ زردار خان بھی۔ اس نے ایک ہفتے کے اندر اندر مجھے ایک عمدہ نشانہ باز

بنا دیا تھا۔ ہم دونوں پہاڑیوں میں نکل جاتے اور بچوں کی طرح پستول سے کھیلتے۔ اب میں ایک لمحے کے آٹھویں حصے میں اپنے بغلی ہولسٹر سے پستول نکال کر سامنے والے پر فائر کر سکتا تھا اور زردار خان نے اتنی جلدی اتنی مہارت حاصل کرنے پر مجھے مبارکباد دی تھی میرے گالوں پر اب بھورے روئیں خاصے نیچے لٹک آئے تھے۔ بالوں میں تیل ڈالنے کا تو پہلے بھی عادی نہیں تھا۔ اب بالکل ہی خشک اور جھنکاڑ کی شکل کے رہنے لگے تھے۔ اس کے علاوہ غلام سیٹھ کے ایک خاص آدمی نے مجھے ایک اور خاص کام سکھانا شروع کر دیا تھا۔ یہ تھا تاش کا کھیل۔!

میں اس شخص کو حکم کا بادشاہ کہتا تھا۔ بے شک باون تاش اس کے اشارے پر ناچتے تھے۔ کیا مجال ہے جو کوئی تاش اس کی مرضی کے خلاف ہو جائے۔ اس سلسلے میں اس نے مجھے پہلا سبق دیا تھا۔ داہنے ہاتھ کی کلمہ شہادت کی انگلی کا۔ اس نے بتایا تھا کہ تاش کا پورا کھیل اس انگلی کے گرد گھومتا ہے اور قسمت بدلنے میں، قسمتیں بگاڑنے میں، قسمتیں سنوارنے میں یہ انگلی مرکزی حیثیت رکھتی ہے۔ اور میری یہ انگلی بڑی تیزی سے مہارت حاصل کرنے لگی۔

"دراصل۔" غلام سیٹھ نے کہا۔ "ضروری نہیں ہے کہ ہم ہر جگہ تمہیں دولت مہیا کر سکیں، اس لیے تمہیں خود بھی اس کے لیے کوشش کرنی ہوگی۔ اور اس کے لیے اس سے بہتر اور کوئی ذریعہ نہیں ہے۔ دنیا کے کسی ملک میں چلے جاؤ۔ تمہیں جوئے خانے ضرور مل جائیں گے اور تمہارا کھیل ہر خطے میں تمہاری ضرورت پوری کرتا رہے گا۔"

بہرحال۔ مجرمانہ زندگی کے جتنے بھی لوازمات تھے، میں ان میں طاق ہوتا جا رہا تھا۔ دن بھر انہیں تفریحات میں گزرتا اور رات کسی گدرائی ہوئی لڑکی کی آغوش ہیں۔ چرس، کوکین، افیون، ہیروئن، مارفیا، پتیھڈین راکٹ اور دوسری منشیات کے عوض ہر رات مجھے کوئی لڑکی مل جاتی تھی۔

شرافت و انسانیت کا ہر رخنہ بند ہو گیا تھا۔ سوچنے کا انداز بالکل بدل گیا تھا۔ اب میں دن بھر میں چرس کے دس بارہ سگریٹ پی ڈالتا تھا۔ دوسری نشہ آور اشیاء بھی استعمال کر سکتا تھا لیکن عادتاً نہیں۔ ضرورتاً۔ ان لوگوں میں ضم رہنے کے لئے۔ مجھے ان کی طرح خود کو بھلانے کی ضرورت نہیں تھی۔ ہاں اس کا اظہار کرنا ضروری تھا۔ چنانچہ غلام سیٹھ نے مجھے ہر قسم کا نشہ اتارنے کی ادویات بتا دی تھیں جو انتہائی معمولی قیمت پر ہر جگہ مل جاتی تھیں۔

اور پھر ایک شام، میں ایک خوبصورت گٹار لئے۔ مناسب لباس میں اسی لان میں پڑا تھا، جہاں دوسرے ہی پڑے رہتے تھے۔ میرا لباس دوسرے لوگوں سے قدرے بہتر تھا، میرا گٹار بھی قیمتی تھا اور سب سے بڑی بات یہ کہ میرے پاس چرس کی کافی مقدار موجود تھی۔ میں ایک درخت سے ٹیک لگائے ایک خوبصورت پائپ سے چرس کے کش لے رہا تھا۔ میری زبان کے نیچے Pyridin کی ننھی سی سرخ گولی دبی ہوئی تھی جو چرس کے ہر گہرے سے گہرے کش کو ناکام بنا رہی تھی کہ ایک جوڑا میرے قریب آکر بیٹھ گیا۔ بظاہر وہ مجھ سے بے نیاز تھا لیکن میں نے لڑکی کی للچائی ہوئی نگاہیں خود پر پڑتے دیکھیں۔ اس نے کئی بار مجھے چور نگاہوں سے دیکھا تھا اور میں نے یہ بات بخوبی محسوس کی تھی۔!

مرد نے اپنی پھٹی ہوئی پتلون سے غیر ملکی کرنسی کے چند نوٹ نکالے اور چاروں طرف دیکھنے لگا! فوراً ہی ایک اٹینڈنٹ اس کے پاس پہنچ گیا۔ اور مرد نے نوٹ اس کے حوالے کر کے چرس اور سگریٹ طلب کی جو تھوڑی دیر کے بعد اسے مہیا ہو گئی۔ چرس کی گولیوں کا پیکٹ اس نے احتیاط سے لڑکی کی گداز ران پر رکھ دیا اور پھر سگریٹ خالی کرنے لگا۔!

لڑکی نے اس دوران کئی بار مجھے گھورا تھا۔ ایک بار مجھ سے نگاہ ملنے پر وہ مسکرائی تھی اور میں نے اس کی مسکراہٹ کا جواب مسکراہٹ سے دیا پھر وہ بار بار مجھے دیکھ کر مسکراتی رہی۔ اور پھر چرس بھرے سگریٹ کا ایک کش لیتے ہوئے اس نے مرد کو میری طرف متوجہ کیا۔ طویل القامت اور مضبوط بدن کے نوجوان نے میری طرف دیکھا اور اس کے پیلے دانت نکل پڑے۔

"ہیلو۔" اس نے میری طرف ہاتھ ہلایا اور میں نے مسکراتے ہوئے گردن ہلا دی۔ تب وہ دونوں کھسک کر میرے پاس آبیٹھے۔ لڑکی نے میرے گٹار کے تار انگلیوں سے چھیڑنا شروع کر دیئے۔ اور موسیقی کی آواز پر دوسرے ہپیوں کی گردنیں میری طرف اٹھ گئیں۔ وہ سب آپس میں چہ میگوئیاں کرنے لگے پھر غول بیابانی ہر جگہ سے اٹھا اور میرے گرد جمع ہونے لگا! لڑکی مسکرا رہی تھی۔ اس کا ساتھی مسکرا رہا تھا۔! وہ سب خاموش تھے۔ ہاں نگاہیں مجھ سے فرمائش کر رہی تھیں۔

اور ان لوگوں سے گھلنے ملنے کے لیے ان کی فرمائش پوری کرنا ضروری تھا۔ میں نے گٹار اٹھا لیا اور بوجھل تالیوں سے فضا گونج اٹھی۔ دھوئیں کے مرغولوں میں اضافہ ہو گیا اور کھلی ہوئی فضا غبار آلود ہو گئی۔ تب میری گٹار کے تاروں سے ایک نغمہ ابل پڑا۔ وہ نغمہ جو ان لوگوں کے لیے اجنبی تھا۔ لیکن جس کی دلکشی مسلم تھی۔ جس کی دھن روحوں کو جذب کر لیتی تھی!

لال میری پت رکھیو بھلا۔ جھولے لالن!

ایک لمحے کے لیے وہ سب مبہوت ہو گئے۔ یہ انوکھا نغمہ ان کے لیے اجنبی تھا۔ لیکن اس کی مست کن آواز نے ان کے جسموں کو پھونک دیا۔ کسی کونے سے ایک تیز کوک سنائی دی اور ایک بدمست لڑکی اپنے سنہری بال بکھیرے میدان میں کود پڑی۔ اس کے جسم میں رعشہ آ گیا تھا۔ وہ ماہی بے آب کی طرح تڑپ رہی تھی۔ میرے گرد جمع پاؤں بھی تھرکنے لگے! اور لال میری پت نے سب کو بے خود کر دیا۔ وہ ہیجان خیز انداز میں رقص کرنے لگے! میرے قریب آبیٹھنے والا جوڑا بھی اٹھ کر رقص کرنے والوں میں شامل ہو گیا۔

وہ رقص کرتے رہے۔ بہت سے مقامی لوگ بھی جمع ہو گئے تھے۔ سب کے سب دلچسپ نگاہوں سے ناچنے والوں کو دیکھ رہے تھے۔ جن کے قدم تیز سے تیز تر ہوتے جا رہے تھے۔ بکھرے ہوئے بال، ہل رہے تھے۔ چیخیں گونج رہی تھیں اور نہ جانے کیوں میرے ذہن میں بھی اس نغمے کا سرور رچ گیا تھا۔ میں بھی جھوم جھوم کر گٹار بجا رہا تھا۔ ناچنے والے تھک تھک کر زمین پر گرنے لگے۔ ان کی رفتار سست ہوتی جا رہی تھی، بہت سے لوگ گھٹنوں میں سر دیے کر بیٹھ گئے بہت سے اب صرف جھوم رہے تھے اور جب سب کی حالت دگرگوں ہو گئی تو میں نے آہستہ آہستہ نغمہ بند کر دیا۔ نغمہ بند ہوتے ہی ایک عجیب سا سکوت چھا گیا۔ ایسا لگتا تھا جیسے بے جان لاشے چاروں طرف

بکھرے پڑے ہوں۔ کوئی زوردار معرکہ ہوا ہو اور ایک بھی زندہ نہ بچا ہو۔!

کئی منٹ تک یہ سکوت چھایا رہا۔ پھر میرے نزدیک پڑی ہوئی ایک بے جان لڑکی کے جسم میں حرکت پیدا ہوئی۔ اس نے گردن اٹھائی۔ اس کے لمبے بالوں سے اس کا چہرہ ڈھکا ہوا تھا اس لیے میں اس کے خدوخال نہیں دیکھ سکا۔ اس نے اپنا ایک ہاتھ اٹھایا۔ سفید انگلی سے آنکھوں کے نزدیک بالوں میں ایک رخنہ پیدا کیا اور اس کی آنکھیں ادھر ادھر دیکھنے لگیں۔ پھر اس کی نگاہ مجھ پڑی۔ اور وہ ساکت ہو کر مجھے گھورتی رہی۔ اس کے بعد اس نے زمین پر دونوں کہنیاں ٹکائیں اور ان کے بل گھسٹتی ہوئی میری طرف بڑھنے لگی۔!

میں اس کی حرکت نہ سمجھ سکا' اس کے کھلے ہوئے گریبان سے سفید گولائیاں جھانک رہی تھیں' ان میں تھلتھلاہٹ نہیں تھی' جس سے اس کی نوعمری کا اندازہ ہوتا تھا۔ پتلی کمر کے عقب میں کولھوں کا ابھار خاصا ہیجان خیز تھا۔ اس نے کسی گرم کپڑے کا اسکرٹ پہنا ہوا تھا جس کا اصل رنگ کہن سالی کی وجہ سے غائب ہو گیا تھا۔ رفتہ رفتہ وہ میرے نزدیک پہنچ گئی۔ اور پھر اس نے میرے جوتے کی نوک پکڑلی۔ ایسا لگ رہا تھا جیسے وہ سخت تکلیف میں مبتلا ہو۔ چند ساعت کے بعد اس کے ہاتھ میری پنڈلیوں سے گزر کر رانوں پر پہنچ گئے۔ پھر اس نے اپنے جسم کو ابھارا اور میں گھبرائے ہوئے انداز میں اسے دیکھنے لگا۔ اب اس کے بال چہرے سے ہٹ گئے تھے بھدے نقوش کی ایک نوخیز لڑکی تھی۔ اس نے اپنے جلتے ہوئے ہونٹ میری ٹھوڑی پر رکھ دیئے اور اس مقدس فریضے کی ادائیگی کے بعد میرے جسم سے اتر گئی!

یہ اظہار عقیدت تھا میرے نغمے کی پسندیدگی کے سلسلے میں' اور پھر سب اس رسم کا اعادہ کرنے دوڑ پڑے۔ میرے چہرے پر گندے غلیظ سانسوں کی بھرمار ہو گئی اور بمشکل میں اپنی جگہ سے اٹھ سکا۔ سب کے سب بکھر گئے تھے۔ صرف میرا ساتھی جوڑا میرے پاس موجود تھا۔ لڑکی اور نوجوان مسکرا رہے تھے۔ تب نوجوان آگے بڑھا اور اس نے بگڑی ہوئی انگلش میں کہا۔

"بہت خوب۔ بہت خوب۔ تمہارے نغمے نے سوئے ہوئے جسموں میں زندگی کی روح پھونک دی تھی۔ کہاں سے لائے ہو یہ نغمہ۔؟"

"آسمان سے۔ یقیناً یہ آسمان کا باشندہ ہے۔" اس کی ساتھی لڑکی جھوم کر آسمان کی طرف انگلی اٹھا کر بولی۔

"آسمان سے اترنے والے تمہارا نام کیا ہے؟" نوجوان میرے پیروں کے قریب بیٹھ گیا۔

"نواز۔!" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ میں خود بھی بیٹھ گیا۔ نوجوان کی ساتھی لڑکی میرے جسم سے لگ کر بیٹھی تھی اور اس کے جسم کی حرارت میرے جسم میں منتقل ہوتی جارہی تھی۔

"میرا نام اوہوتے ہے اور یہ میری دوست میگاں ہے۔ سارترے میگاں۔!" نوجوان نے کہا۔

"تم دونوں سے مل کر خوشی ہوئی۔ کہاں جارہے ہو۔؟"

"کابل۔" دونوں نے بیک وقت جواب دیا۔

"اوہ۔ میں بھی وہیں جارہا ہوں۔"

"ساتھ رہے گا۔ ہم تمہارے نغمے سن کر جھومتے رہیں گے۔"

گاتے رہیں گے۔ ہری اوم۔ ہری کرشنا۔!" نوجوان نے دونوں ہاتھ جوڑ کر کہا اور اوندھے منہ گر پڑا۔ میں نے پاؤں سکیڑ لیے۔ میرا خیال تھا کہ وہ پھر اٹھے گا لیکن وہ اسی طرح سجدے کی پوزیشن میں پڑے پڑے سو گیا۔ البتہ اس کی ساتھی میگاں جاگ رہی تھی۔ اس نے میرے کندھے پر سر رکھ دیا۔ اور میرے نتھنوں میں اس کے جسم کی بو چڑھنے لگی۔ لیکن اس رات مجھے سنبھلنا تھا کیونکہ میرے مشن کی ابتدا ہو گئی تھی۔ کل صبح مجھے دوسرے ہیپی جوڑوں کے ساتھ افغانستان روانہ ہو جانا تھا۔

میگاں کے گہرے گہرے سانس میری گردن کے نچلے حصے سے ٹکراتے رہے اور پھر اس کی آنکھیں بند ہوتی گئیں۔ سانسیں گہری ہوتی گئیں وہ سو گئی تھی۔ میں نے آہستہ سے اس کا سر اپنے کندھے سے ہٹا دیا اور اسے زمین پر لٹا دیا پھر میں خود بھی تھوڑا سا نیچے کھسکا درخت کے تنے کو تکیہ بنا کر لیٹ گیا۔ کسی تکلیف دہ جگہ لیٹنے کی پہلی رات تھی۔ کافی دیر تک مجھے نیند نہ آئی۔ لیکن پھر میں سو گیا۔ سوتے میں مجھے کوئی احساس نہیں رہا تھا۔ یہاں تک کہ روشنی میرے پپوٹوں میں چبھنے لگی تو میری آنکھ کھل گئی۔ آنکھ کھلنے پر میں نے کسی وزن کا احساس کیا جو میرے بازو پر تھا۔ میں نے کسی کی سانسوں کو اپنے چہرے سے ٹکراتے محسوس کیا اور آنکھیں پھاڑ کر اسے دیکھا۔

میگاں تھی' جو میرے جسم سے لپٹی ہوئی سو رہی تھی۔ اس کا ایک بازو میری گردن میں حمائل تھا' سر میرے بازو پر رکھا تھا۔ ایک ٹانگ میری کمر پر رکھی ہوئی تھی اور آرام سے سو رہی تھی۔ میں نے بوکھلائے ہوئے انداز میں چاروں طرف دیکھا۔ بہت سے ہیپی جاگ گئے تھے اور اپنے کاموں میں مشغول تھے' کسی کی توجہ میری طرف نہیں تھی۔ پھر مجھے اوہوتے کا خیال آیا۔ وہ لڑکی کا ساتھی تھا۔ میں نے گردن گھما کر اسے دیکھا۔ لیکن اوہوتے موجود نہیں تھا۔ میں نے آہستہ آہستہ سے لڑکی کا سر اپنے بازو سے ہٹایا تو وہ جاگ گئی۔ اس نے آنکھیں کھول کر مجھے دیکھا۔ دیکھتی رہی۔ پھر ماحول کا جائزہ لینے لگی۔ اور پھر وہ آہستہ سے مجھ سے جدا ہو گئی۔ میں ایک گہری سانس لے کر اٹھ گیا تھا۔

"ہیلو۔!" میں نے اخلاقاً اس سے کہا اور وہ مسکرا دی۔ "تمہارا ساتھی کہاں ہے۔؟"

"اوہوتے!" اس نے گردن گھمائی اور میں نے سرہانے رکھے ہوئے تھیلے کی طرف ہاتھ بڑھایا۔ لیکن درخت کی جڑ سے تھیلا غائب تھا۔ میرا گٹار بھی غائب تھا۔ تھیلے میں خاصا سامان تھا' کھانے پینے کا سامان چرس اور دوسری چیزیں۔! کچھ موجود نہیں تھا۔ میں نے حیرت سے چاروں طرف دیکھا۔

"میگاں۔؟" میں نے اسے آواز دی۔

"ہوں۔!" وہ چونک کر مجھے دیکھنے لگی۔

"میرا گٹار۔ اور دوسرا سامان غائب ہے!"

"اوہ۔" اس کے حلق سے ایک چیخ نکل گئی۔ اس نے چاروں طرف دیکھا!
"اور اوہوتے بھی غائب ہے۔" اس نے کوئی جواب نہیں دیا۔ بس تھوک نگلتے ہوئے چاروں طرف دیکھتی رہی۔ اس کی آنکھوں میں پریشانی اور خوف کے آثار تھے۔ میں معنی خیز نگاہوں سے اسے دیکھتا رہا۔!" کیا وہ تمہیں بھی چھوڑ گیا۔؟" میں نے پوچھا۔
"وہ کمینہ تھا۔ وہ ذلیل تھا۔! وہ میرا کوئی نہیں تھا۔ کھٹمنڈو میں ملا تھا۔ وہاں سے میرے ساتھ تھا' چور کہیں کا۔"
اس کی آنکھوں سے آنسو نکل آئے!
"کوئی بات نہیں ہے میگاں۔ فکر کرنے کی ضرورت نہیں۔ ہم سب کچھ دوبارہ خرید لیں گے۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ یہ لوگ جو کچھ بھی کر لیتے کم تھا۔ اتنے عرصے میں' میں ان کی سرشت خوب سمجھ چکا تھا۔ دانت گندے ہو رہے تھے لیکن ان کے رنگ میں ڈھلنے کے لیے ایسی باتوں کی پرواہ کسے تھی۔! میں نے ایک گزرتے ہوئے مقامی آدمی کو اشارہ کیا اور چند نوٹ اس کے حوالے کر کے چائے اور بسکٹ لانے کے لیے کہا۔
میگاں اب بھی رو رہی تھی۔ پھر روتے ہوئے اس نے کہا کہ اس کا سب کچھ بھی اوہوتے کے پاس ہی تھا۔!
"میں نے کہا نا کہ تم فکر مت کرو۔ تم میرے ساتھ کابل چلو گی۔!" اور اس نے آنسو پونچھ ڈالے۔ پھر اس نے میرے ساتھ ناشتہ کیا۔ میری جیب میں خاصی کرنسی موجود تھی اور لباس کے بالکل نیچے چمڑے کے ہولسٹر میں پستول بھی موجود تھا۔ میں نے میگاں کو تسلی دی اور کہا کہ وہ انتظار کرے میں ضرورت کی چیزیں خرید لوں۔ میں اندرونی عمارت میں پہنچا۔ غلام سیٹھ موجود تھا۔ میری کہانی سنکر وہ ہنس پڑا۔
"ایسے بے شمار دلچسپ واقعات تمہیں پیش آئیں گے۔ بہرحال میں ابھی تھیلا بھجوائے دیتا ہوں۔ ویسے کیا تمہاری ساتھی کابل جا رہی ہے۔؟"
"ہاں۔!" میں نے جواب دیا۔
"ٹھیک ہے۔ ساتھ رہے گا۔ کب روانہ ہو رہے ہو۔؟"
"بس تھوڑی دیر کے بعد۔"
"اور کوئی خاص بات؟"
"نہیں۔!" میں نے جواب دیا اور وہاں سے نکل کر پھر میگاں کے پاس واپس آ گیا۔ میگاں میری منتظر تھی۔ تھوڑی دیر کے بعد دولہے خان ایک تھیلا لیے ہوئے آ گیا۔ میں نے اسے کھول کر دیکھا۔ بسکٹ' خشک گوشت چرس کے پیکٹ' پائپ اور دیا سلائی کے بکس وغیرہ۔ ضرورت کی ہر چیز موجود تھی۔ افغانی کرنسی میرے لباس میں موجود تھی۔ لان ہپیوں سے خالی ہوتا جا رہا تھا۔ میں بھی میگاں کے ساتھ چل پڑا۔ میگاں نے میرا تھیلا کندھے پر ڈال لیا تھا۔ وہ بدستور افسردہ نظر آ رہی تھی۔ ہم لوگ پیدل سفر کرتے رہے۔ میگاں کے جوتے پھٹے ہوئے تھے۔ اس کا لباس بھی بوسیدہ

تھا' لیکن اسے ان چیزوں کی پرواہ نہیں تھی۔ وہ میرے ساتھ چل رہی تھی۔ راستے میں' میں نے اس سے پوچھا۔ "کیا تم اوہوتے کے لیے اداس ہو۔؟"
"نہیں۔ میں اداس نہیں ہوں۔ ہم تو مسافر ہیں۔ کوئی منزل نہیں ہے۔ کوئی ساتھی نہیں ہے۔ راہ میں بہت سے پتھر ملتے ہیں۔ کچھ پاؤں زخمی کرتے ہیں۔ کچھ نکل جانے کو راستہ دے دیتے ہیں۔ پتھروں سے محبت کیا معنی رکھتی ہے۔ چار ماہ سے اس کا ساتھ تھا اور بس۔ انسانی فطرت میں محبت رچی ہوئی ہے۔ بچھڑ جانے والے غمزدہ تو کرتے ہی ہیں' اچھے ہوں یا برے۔ لیکن اب تمہارا ساتھ ہے۔ شاید کابل تک۔ اس کے بعد تم بھی بچھڑ جاؤ گے۔ نہ جانے کہاں چلے جاؤ گے۔ ہر شخص چلا جاتا ہے۔" اسنے کہا اور میں نے جیب سے سگریٹ کا پیکٹ نکال لیا۔ اس میں بھرے ہوئے سگریٹ تھے!
ایک سگریٹ میں نے اسے پیش کیا اور اس نے سگریٹ میرے ہاتھوں سے لے لیا۔ اسے ہونٹوں میں دبا کر سلگایا اور پھر دو تین کش لے کر بولی۔ "اس کے جواب میں تمہیں کیا دوں۔ بولو۔ میرے پاس تو کچھ نہیں ہے۔ مگر تم مرد ہو۔ تمہیں میری رفاقت کی ضرورت ہے۔ نشے میں چور ہو کر جب بھی آسودگی کی ضرورت ہو مجھ سے طلب کر لینا۔"
میں خاموش رہا۔ میں جانتا تھا کہ اس کے علاوہ اور وہ کیا دے سکتی ہے۔ لیکن وہ مالدار ہے۔ کوئی بھی نوجوان اسے جسم کے بدلے سب کچھ دے سکتا ہے۔ سودا برا نہیں ہے۔ ہم لوگ ایک پتلی سڑک پر نکل آئے! دور ایک تانگہ آتا نظر آ رہا تھا۔ ہم سڑک پر کھڑے ہو گئے۔ تانگے نے رفتار سست کر لی تھی۔
"چہ کدر جائے گا۔" بھاری جسم کے بڑے مونچھوں والے کوچوان نے ہاتھ نچاتے ہوئے پوچھا۔ اس کی آنکھوں میں مضحکہ خیز تاثرات تھے۔
"کابل جانے والے بس کے اڈے پر۔" میں نے جواب دیا اور کوچوان چونک کر میری شکل دیکھنے لگا۔ تانگے میں دو سواریاں اور بھی بیٹھی ہوئی تھیں۔ سب کے چہروں پر حیرت کے نقوش تھے۔ میرے سرخ و سفید چہرے اور حلیے سے وہ مجھے بھی غیر ملکی ہی سمجھے تھے۔ ظاہر ہے صاف اردو سن کر انہیں حیرت ہوئی ہو گی۔ بہرحال تانگے والا سنبھل کر بولا۔
"تین روپیہ ہو گا! ان سواریوں کو شہر میں چھوڑ کر ہم اڈے پر پہنچا دے گا۔!"
"آؤ۔!" میں نے میگاں کا ہاتھ پکڑ کر تانگے کے عقبی پائیدان پر پاؤں رکھتے ہوئے کہا۔ اور میگاں میرے ساتھ بیٹھ گئی۔ ساتھ والی سواریاں سنبھل گئی تھیں۔ جگہ بھی کشادہ کر دی گئی تھی۔ میگاں عورت کا مذاق تھی۔ لیکن بہرحال شریف انسان اس کا احترام کر رہے تھے۔ کسی نے براہ راست اس پر نگاہ نہ ڈالی۔ میں بھی کسی زمانے میں ایسا ہی تھا۔ لیکن اب مجھے وہ بیوقوف نظر آ رہے تھے۔ ناکام لوگ' زندگی کی ناکامیوں کا بوجھ اٹھائے بالآخر ایک دن تھک جائیں گے۔ میں نے سوچا۔ گھوڑا دوڑتا رہا کوچوان راستے بھر گھوڑے سے الٹی سیدھی گفتگو کرتا جا رہا تھا۔ کبھی وہ اس سے کوئی رشتہ جوڑ کر اپنی مرضی کی چال چلنے کی فرمائش کرتا' کبھی دو چار گالیاں سنا دیتا۔ اور کبھی تمام مروت

بھول کرایک زوردار چابک رسید کردیتا تھا۔!

پشاور شہر کے ایک حصے میں سواریاں اتر گئیں۔ اب پچھلی سیٹ پر میں اور میگاں ہی رہ گئے تھے۔ تھوڑی دیر کے بعد ہماری منزل بھی آ گئی۔ سامنے ہی کابل جانے والی بسیں کھڑی تھیں۔ ان کے نزدیک ہپیوں کا ہجوم تھا سب سے زیادہ سفر کرنے والے وہی تھے۔ مقامی اور افغانی باشندوں میں مسافروں کی تعداد زیادہ نہیں تھی۔!

میں نے پرس نکال کر تانگے والے کو پیسے ادا کئے اور پھر میگاں کا ہاتھ پکڑے ہوئے میں بھی کابل والوں کے ہجوم میں شامل ہو گیا ہمیں دوسری بس میں ایک ڈبل سیٹ مل گئی۔ ٹکٹ دے دیا گیا۔ جس پر سیٹ نمبر لکھے ہوئے تھے۔ پہلی بس بھر گئی تھی اور اس لیے دوسری بس آ کر نمبر پر لگ گئی اور مسافر اس میں سوار ہونے لگے۔! میگاں میرے ساتھ کھڑکی کی سمت بیٹھ گئی۔ بس کی سیٹیں تکلیف دہ نہیں تھیں۔ اس لیے ہم آرام سے بیٹھ گئے۔ میں نے بس میں نگاہ دوڑائی بہت سے ہپیی موجود تھے۔ اداس اداس۔ ویران چہرے لیے ہوئے۔ کھلی آنکھوں سے سوتے ہوئے۔ بس والوں کو ان لوگوں کا خاصا تجربہ تھا' اس لیے غلط اسپیلنگ میں انگریزی میں لکھا ہوا تھا۔ "چرس پینا منع ہے۔ سگریٹ پینا منع ہے۔ کوئی نشہ کر کے بس میں بیٹھنا منع ہے۔ اگر کسی نے نشے میں ہنگامہ کیا تو اسے بس سے اتار دیا جائے گا وغیرہ۔ سامنے ہی پانی کا کولر رکھا ہوا تھا جس میں زنجیروں سے سلور کے گلاس بندھے ہوئے تھے۔ پوری بس کا جائزہ لینے کے بعد میں نے میگاں کا چہرہ دیکھا۔

وہی اداس چہرہ۔ لیکن۔ وہ اوہوتے کے لئے اداس نہین تھی۔ وہ کسی کے لیے اداس نہیں تھی۔ یا پھر اس بس میں جتنے لوگ بیٹھے ہوئے تھے' سب کے سب اداس تھے' کسی نہ کسی کے لیے۔ یہ اداسی تو ان کے چہروں پر رچی ہوئی تھی۔ وہ صرف اس وقت مسکراتے تھے جب چرس کی محفل گرم ہوتی انجکشن کے نشے جاگ رہے ہوتے۔ اس کے علاوہ ان کی زندگی میں کوئی خوشی نہیں تھی۔ میرا دل الٹنے لگا! ان قبرستان زدہ لوگوں کے ساتھ زندگی گزارنی ہے۔ مجھے ان سے مختلف نہیں ہونا چاہیے۔ ورنہ میری شخصیت ان میں نہ کھپ سکے گی۔ اور میں نے بھی چہرے پر سوگواری طاری کر لی۔! اس سوگواری کو حقیقی رنگ دینے کے لیے میں نے اپنے ماضی پر نگاہ دوڑائی۔ لیکن ماضی یاد کرتے ہی ذہن کو ایسے شدید جھٹکے لگے کہ میں ناچ کر رہ گیا۔

بڑا بھیانک تجربہ تھا۔ ماضی کی یادیں تو بجلی کے کرنٹ کی طرح تھیں اس دور کے بارے میں سوچنے سے تو دماغ پھٹ جاتا ہے۔ میں نے جلدی سے ذہن خالی کرنے کی کوشش۔ اور پھر بس اسٹارٹ ہو کر آگے بڑھی تو مجھے میری کوشش میں مدد مل گئی۔ میرا ذہن ان پٹھانوں کی طرف متوجہ ہو گیا جو دیوہیکل تھے جن کی کمر سے پیٹیاں بندھی ہوئی تھیں اور ان پیٹیوں میں پستول لٹکے ہوئے تھے۔!

یہ بس کے محافظ تھے۔ سنا تھا کہ افغانستان جانے والے ہپیی بعض اوقات شرارت پر اتر آتے تھے۔ وہ بس لوٹ لیتے تھے اور قتل و غارت گری سے بھی باز نہیں آتے تھے اس لیے اب ہر بس کے ساتھ چند مسلح محافظ بھی سفر کرتے تھے جو ان غیر ملکی بدمعاشوں کا دماغ درست کرنا خوب

جانتے تھے۔ ان لوگوں کی الگ نشست تھی اور ان کی موجودگی سے کسی کو تکلیف نہیں ہوتی تھی۔

درہ خیبر کی پر پیچ سڑک تاحد نگاہ پھیلی ہوئی تھی۔ جگہ جگہ خوفناک موڑ آتے تھے جن کے دوسری طرف دیکھنے سے ہی ہول آتا تھا۔ سڑک زیادہ محفوظ نہیں تھی اور اس غیر محفوظ سڑک پر بس چلانے کے لیے بھی غیر معمولی کلیجے کی ضرورت تھی' جبکہ بس کی رفتار کافی تیز تھی' لیکن ڈرائیور کے چہرے پر لاپرواہی تھی۔ وہ اپنی بڑی بڑی آنکھوں سے عقب میں بھی دیکھ لیتا تھا۔ پوری بس پر ایک سوگوار سی کیفیت طاری تھی۔ سب اسی طرح خاموش تھے جیسے اپنے کسی عزیز کی میت لے کر قبرستان جا رہے ہوں۔!

پھر یہ پراسرار خاموشی تیز سیٹی کی آواز سے ٹوٹی۔ سب چونک کر اس کی طرف متوجہ ہو گئے۔ سرخ و سفید چہرے اور تنومند جسم والا جرمن۔ آنکھیں بند کئے پشت سے ٹیک لگائے کوئی جرمن دھن بجا رہا تھا۔ اس کے چہرے پر لاپرواہی تھی جیسے اپنے مکان کے ڈرائنگ روم میں ہو۔ اس کا ایک پاؤں ہل رہا تھا لیکن اس کی تھاپ ایک افغانی کے پاؤں پر پڑ رہی تھی جس کا اسے احساس نہیں تھا۔

بس میں بیٹھے محافظوں کے ہاتھ پستول پر پہنچ گئے۔ انہوں نے ہولسٹروں کے بٹن کھول لئے۔ یہ دھن بس میں بیٹھے ہوئے ہپیی لٹیروں کے لئے کوئی اشارہ بھی ہو سکتی تھی' اس لیے وہ سب ہوشیار ہو گئے تھے! پھر طویل القامت افغانی نے دانت پیس کر اپنے لمبے صافے کا سرا سیاح کے منہ میں ٹھونس دیا۔ اور وہ اپنی سیٹ پر اچھل پڑا۔!

"پیر ہٹاؤ خدائی خوار۔ ہم اسے توڑ کر باہر پھینک دے گا' اس نے غراتے ہوئے اپنے پاؤں کی طرف اشارہ کیا۔ سیاح نے اسی انداز میں لیٹے لیٹے پاؤں کی طرف دیکھا اور پھر اس نے پاؤں پیچھے سرکالیا۔ اور تمسخرانہ انداز میں منہ میں ٹھنسے ہوئے صافے کے پہلو کی طرف اشارہ کیا۔ اس نے خود پلو منہ سے نکالنے کی کوشش نہیں کی تھی۔!

افغانی پگڑی کا پلو ایک جھٹکے سے کھینچ کر اسے گردن میں لپیٹنے لگا جرمن سیاح نے دوبارہ آنکھیں بند کر لیں۔ اس کے ہونٹ سکڑ گئے اور ان سے سیٹی کی آواز پھر بلند ہونے لگی۔ البتہ اب وہ پاؤں نہیں ہلا رہا تھا۔ مجھے اس کی لاپرواہی پر ہنسی آ گئی۔ لیکن یہ ہنسی بھی اجنبی سی لگی تھی۔ دوسرے لوگ مسکرائے تک نہیں تھے اور میں جھینپے ہوئے انداز میں کھڑکی کے باہر دیکھنے لگا! پھر میری نگاہ میگاں کی طرف اٹھ گئی اور مجھے غصہ آنے لگا! منحوس اونگھ رہی تھی۔ ماحول سے بے خبر۔! کئی منٹ تک میں غصے سے ہونٹ چباتا رہا۔ پھر کھڑکی سے نگاہ ہٹالی۔ میری نگاہ میگاں کے اسکرٹ پر پڑ گئی جو اس کی بائیں ران سے اس طرح سرک گیا تھا کہ اس کی سفید ران عریاں ہو گئی تھی!

پھر سفر کو دلچسپ بنانے کی ایک ترکیب مجھے سوجھ گئی۔ میں نے غیر محسوس انداز میں اپنا ہاتھ آگے بڑھایا اور میگاں کی کھلی ہوئی ران پر رکھ دیا۔ میگاں کی آنکھیں بدستور بند تھیں۔ میں جانتا تھا کہ وہ سو نہیں رہی لیکن ہاتھ کے وزن پر کوئی اعتراض نہ پا کر میں نے آہستہ سے ہاتھ کو اوپر کی طرف گردش دی۔ اور میرے جسم میں چیونٹیاں رینگنے لگیں۔!

لیکن میگاں کسی مردے کی طرح بیٹھی رہی۔ اسے میرے ہاتھ کی حرکت کا احساس ہی نہیں تھا۔ میں نے چور نگاہوں سے دوسروں کی طرف دیکھا لیکن کوئی میری طرف متوجہ نہیں تھا! بہرحال۔ میگاں کی ران کا لمس دلکش تھا اور پھر اسے کوئی عذر نہیں تھا' اس لیے میرے ہاتھ کی کوششیں بڑھتی گئیں۔ اسکرٹ آہستہ آہستہ کھسکتا رہا۔ یہاں تک کہ وہ ران کے جوڑ تک پہنچ گیا۔ لیکن کب تک۔ جب میری کوشش قابل اعتراض ہو گئی تو میگاں آنکھیں کھول کر کسمسائی۔ میں نے اس کی نگاہوں سے نگاہیں ملائیں اور مسکرا دیا میگاں چند لمحات سنجیدگی سے میری شکل دیکھتی رہی' جیسے فیصلہ کر رہی ہو کہ میری اس مسکراہٹ کے جواب میں اسے کیا کرنا چاہیے۔ پھر اس کا ذہن کسی فیصلے پر پہنچ گیا۔ اور جواب میں وہ بھی مسکرا دی۔ اور اس کے ساتھ اس نے اپنے جسم کو اس طرح پیچھے دھکیلا۔ جیسے مجھے پوری پوری سہولت فراہم کر رہی ہو۔!

لیکن اسی وقت سیٹوں پر بیٹھے محافظ اٹھ کھڑے ہوئے اور میں نے گھبرا کر جلدی سے میگاں کی ران پر اسکرٹ برابر کر دیا۔ میں ان لوگوں کے کھڑے ہونے کی وجہ جاننے کی کوشش کرنے لگا! پتہ چلا کہ بس طور خم پہنچ گئی ہے۔ اس کی رفتار ہلکی ہو رہی تھی۔ اور پھر طور خم کی سرحدی چوکی پر بس رک گئی۔!

سرخ و سفید قد آور جوانوں نے جو مسلح تھے مسافروں سے نیچے اترنے کے لیے کہا اور پوری بس کے لوگ نیچے اتر آئے۔ پہلے بس کی تلاشی لی گئی۔ اس کے بعد مسافروں کی سرسری تلاشی لی گئی۔ میں پستول کی طرف سے خوفزدہ تھا لیکن تلاشی لینے والے بھی بیزار سے تھے جیسے انہیں یقین ہو کہ ان لوگوں کے پاس کچھ نہیں ہو گا۔ اس کے بعد ہمیں بس میں سوار ہونے کی اجازت دیدی گئی اور بس آگے بڑھ گئی۔ لیکن اب اس کی رفتار سست تھی۔ خطرناک سڑکیں شروع ہو گئیں تھیں۔ ڈرائیور بھی کسی قدر محتاط نظر آ رہا تھا' سڑکوں پر جا بجا قافلے مل جاتے تھے خچروں کی لمبی قطاریں جن پر بچے اور لڑکیاں لدی ہوتیں' مرد اور بوڑھے ان خچروں کے ساتھ ساتھ ڈھیلے ڈھالے لبادوں میں ملبوس چلتے نظر آتے تھے۔ یہ کوچی خانہ بدوش تھے جو موسم بہار کا سفر طے کر رہے تھے۔ ڈرائیور کو مسلسل ہارن بجانا پڑ رہا تھا۔ بعض اوقات بس کی رفتار بالکل ختم کر دینا پڑتی تھی۔ عجیب سست رو قافلے تھے۔ مسلسل ہارن کی آواز پر خچر ہی سہم کر کنارے ہو جاتے تھے' ورنہ انہیں ہانکنے والے تو جیسے بہرے تھے ان کے کان پر جوں بھی نہیں رینگتی تھی۔

بس کے مسافر بھی اب کسی قدر ہوشیار ہو گئے تھے۔ وہ گردنیں کھڑکیوں سے نکالے باہر دیکھ رہے تھے' خود میگاں بھی جیسے جاگ گئی تھی اب اس کی ران کھلی نہیں تھی' آنکھوں میں بھی غنودگی کی وہ کیفیت نہیں تھی' ایسا لگتا تھا جیسے یہ سب کسی میکانکی عمل کے تابع ہوں۔ سب کی کیفیات ایک جیسی ہوتی تھیں' جیسے ان کے جسموں کے تار ایک دوسرے سے منسلک ہوں۔ اب پتہ نہیں یہ میرا تصور تھا کہ حقیقت' حالانکہ میں بہت عرصے سے ان لوگوں کو دیکھ رہا تھا۔ لیکن ابھی بہت سی باتیں ایسی تھیں جو میرے علم میں نہیں تھی بہرحال مجھے کسی بھی طور ان سے مختلف نہیں ہونا چاہیے تھا۔!

میں بھی ان کی طرح چوکنا ہو گیا۔ ہماری دوسری منزل جلال آباد تھی۔ اب اسٹیشن سے ہی ہم نے جلال آباد کی رونق دیکھی۔ چاروں طرف کس کر بندھی ہوئی پگڑیاں نظر آ رہی تھیں۔ یہ سکھ تھے۔ شاید افغانوں کی بہ نسبت یہاں سکھوں کی تعداد زیادہ تھی جلال آباد میں بس کے چند مسافر اتر گئے اور ان کی جگہ چند افغانوں اور سکھوں نے لے لی۔ بس جلال آباد سے آگے بڑھ گئی۔ جلال آباد سے اصلی افغانستان کا راستہ انتہائی خطرناک تھا' قدم قدم پر خوفناک گھاٹیاں منہ کھولے گرسنہ نگاہوں سے بس کو تکتی نظر آتی تھیں۔ ایک ذرا سی لغزش' پھر نہ بس کا وجود ہو گا اور نہ اس کے مسافروں کا! میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ اگر سچ مچ یہ بس کسی گھاٹی میں پھسل جائے نیچے گرتے ہوئے ان لوگوں کے چہروں پر کیسے اثرات ہوں۔ کیا ان سب کے چہروں سے اجنبی لبادے اتر نہ جائیں گے۔ کیا یہ اشخاص اصلیت کے جامے میں نہ آ جائیں گے' زندگی کو کسی رنگ میں ڈھال لو۔ کسی نہ کسی وقت تمام پردے چاک ہو جاتے ہیں اور اصلیت جھانکنے لگتی ہے۔

لیکن بس کا ڈرائیور بے حد محتاط تھا۔ اس نے بس کو کہیں نہ پھسلنے دیا اور انتہائی مہارت سے اسے آگے بڑھاتا رہا!

"ہاؤ سوئٹ۔ نواز۔ ڈارلنگ۔ ان برف پوش پہاڑیوں کو دیکھو۔ کیا زندگی کا تمام حسن ان میں نہیں جمع ہو گیا۔" دفعتاً مجھے اپنے کان کے قریب میگاں کی سرگوشی سنائی دی۔

"شکر ہے۔ تمہیں زندگی کا احساس تو ہوا۔؟" میں نے طنزیہ انداز میں کہا۔

"زندگی۔ ہاں۔" میگاں نے ایک گہری سانس لی۔ "زندگی حسن کا دوسرا نام ہے۔ اپنی اپنی نظر ہے۔ کسی کو زندگی کہیں ملتی ہے۔ کسی کو کہیں۔ میں جب پہلی بار ادھر سے گزری تھی۔ تو میرا دل چاہا تھا کہ میں۔ میں ایک بھاپ بن کر فضا میں تحلیل ہو جاؤں۔ پھر برف بن کر ان پہاڑوں پر اتروں اور پھر پانی بن کر دریائے کابل کی لہروں میں شامل ہو جاؤں۔ آہستہ آہستہ بہتی رہوں۔ بہتی رہوں اور کہیں سے کہیں نکل جاؤں۔ مگر۔ یہاں اس بس میں چرس نوشی کی اجازت نہیں ہے۔ یہ بہت بری بات ہے۔ کیوں ہے نا۔ دیکھو۔ زندگی کس قدر بجھی سی ہے۔ بالکل سرد راکھ کی طرح۔" اس کے ہونٹ سکڑ گئے اور وہ پھر اداس ہو گئی۔ نہ جانے کیوں مجھے کچھ بیزاری کا سا احساس ہوا۔ اس غیر متوازن لڑکی کے ساتھ زیادہ وقت نہیں گزارا جا سکتا۔ اور پھر اس کی ضرورت بھی کیا ہے' بقول اس کے وہ ہوتے تین ماہ سے اس کے ساتھ تھا۔ ضرورت پڑنے پر وہ اس سے جدا ہو گیا۔ نہ جانے یہ تین ماہ ہی اس نے کیسے گزارے ہوں گے۔ بس کا سفر ختم ہو گیا۔ ہم کابل پہنچ گئے تھے۔ مسافر بس سے اترنے لگے تھے۔ میں نے بھی ایک گہری سانس لے کر اپنا سفری تھیلا کندھے پر لادا اور نیچے اتر گیا۔ میگاں میرے ساتھ تھی۔ وہ کہاں جاتی کسی نے اسے منہ نہیں لگایا تھا۔ حالانکہ ان آوارہ گردوں میں اس کے ہم وطنوں کی تعداد بھی اچھی خاصی تھی۔ ہم چل پڑے۔ کوئی منزل نہیں تھی' کوئی راستہ نہیں تھا۔ بس جدھر منہ اٹھا تھا چلے جا رہے تھے۔ تنگ گلی' کوچے' بازار۔ لیکن ہم یہاں اجنبی نہیں تھے۔ ہمارے جیسے بہت سے آوارہ گرد موجود تھے۔ بھٹکتے پھر رہے تھے۔ بھٹکتے ہوئے ہم دونوں نہ جانے کہاں آ نکلے شاید کوئی محلہ تھا' کچی آبادی کے مکانات بکھرے ہوئے تھے۔ سامنے ہی چند دوکانیں نظر آ رہی

تھیں۔ دو کانوں کے اس طرف ایک ٹوٹی پھوٹی کچی مٹی کی عمارت تھی جس میں کوئی رہائش نہیں نظر آ رہی تھی۔ ہم دوسرے لوگوں سے بچھڑ چکے تھے۔ اس علاقے سے بھی واقف نہیں تھا۔ بہر حال ایک رات کی بات تھی۔ میں نے وہ رات اس بوسیدہ عمارت میں گزارنے کا فیصلہ کیا۔

ہم دو کانوں کی طرف بڑھ گئے۔ کسی طرف سے گوشت بھننے کی خوشبو آ رہی تھی۔ ہمارے قدم اس خوشبو کے سہارے سہارے کھنچے چلے گئے۔ مٹی کا تودہ تندور کی شکل اختیار کیے ہوئے تھا۔ اوپر لوہے کی ایک سلاخ میں بھیڑوں اور دنبوں کے گوشت کے ٹکڑے لٹکے ہوئے تھے۔ پیٹرومیکس روشن تھا۔ سیاہ رنگ کی کڑھائیوں میں گوشت فرائی ہو رہا تھا۔ یہ گوشت میرے لئے اجنبی نہیں تھا۔ پشاور اور پنجاب کے بہت سے علاقوں میں یہ کڑھائی گوشت کے نام سے مشہور ہے۔ ایک تر و تازہ افغانی تندور کے پیچھے بیٹھا ہوا تھا۔ اس نے سوالیہ نگاہوں سے میری طرف دیکھا۔ اور میں نے گوشت کی طرف اشارہ کر دیا۔

افغانی نے کڑھائی سے گوشت کی ایک بڑی مقدار نکال کر تام چینی کے ایک تسلے میں ڈال دی۔ اور سوالیہ نگاہوں سے میری طرف دیکھا۔ میں نے گردن ہلا دی۔ تب اس نے سفید آٹے کے گول گول کلچے نکالے اور اشارے سے ان کی تعداد پوچھی۔ اور میں نے پھر گردن ہلا دی۔

"چالیس افغانی۔!" دوکاندار نے مجھے قیمت بتائی۔ اور میں نے خاموشی سے ایک نوٹ نکال کر اس کی طرف بڑھا دیا۔

"ہم یہیں بیٹھ کر کھائیں گے اور اس کے بعد قہوہ بھی پئیں گے" میں نے اردو میں کہا۔ اور دوکاندار اچھل پڑا۔ ظاہر ہے وہ بھی مجھے غیر ملکی سمجھا تھا اور شستہ اردو سن کر اس کا اچھل پڑنا لازمی تھا۔

بہر حال اس نے گردن ہلا دی۔ ہم کلچے اور گوشت کھانے لگے۔ حسب معمول میگاں بہت خوش تھی۔ اسے یہ کھانے پسند تھے۔ تھوڑی دیر میں ہم شکم سیر ہو گئے۔ پھر ہم نے قہوہ پیا اور افغانی نے میرے نوٹ کی بقیہ رقم واپس کر دی۔! اس کے بعد ہم عمارت کی طرف چل پڑے۔ مجھے تردد تھا جو بعد میں حقیقت ثابت ہوا۔ کیونکہ غیر ملکی باشندوں پر ہر ملک میں نگاہ رکھی جاتی ہے انہیں کونوں کھدروں میں پڑے رہنے کی اجازت نہیں ہے۔ ہم نے اس کھنڈر میں قیام کر کے جرم کیا تھا۔ لیکن خوش قسمتی سے بات بن گئی تھی اور کسی کی ہم پر نگاہ نہیں پڑی تھی۔!

کچی عمارت شاید عرصہ دراز سے ویران پڑی تھی۔ اس کے اندرونی حصوں میں گھاس اگی ہوئی تھی۔ بعض کمرے ٹھیک تھے۔ لیکن کسی کی آدھی چھت گری ہوئی تھی اور کسی کی چھت ہی نہیں تھی۔ ہم نے ایک ایسے کمرے کو پسند کیا تھا، جس کی چھت ہی نہیں تھی۔ نیچے سپاٹ زمین تھی۔ اسی زمین پر ہم نے بستر لگا دیا۔ اور پھر میگاں نے اپنا محبوب مشغلہ شروع کر دیا۔ اس نے میرے تھیلے سے چرس اور سگریٹ کا پیکٹ نکال لیا۔ اور پھر وہ سگریٹ بھرنے لگی! تھوڑی دیر کے بعد چرس کی بو کمرے میں منتشر تھی۔ میں بھی کش لے رہا تھا۔ لیکن نشہ اتارنے والی گولی حسب معمول میری زبان کے نیچے موجود تھی۔

میگاں نے کئی سگریٹ پیئے اور آؤٹ ہو گئی۔ اس نے دھیمے سروں میں سیٹی بجانا شروع کر دی تھی اور پھر کئی بار اس نے لڑکھڑاتے ہوئے قدموں سے رقص کرنے کی کوشش بھی کی۔ اس نے میرا گٹار بھی یاد کیا اور اس کی گمشدگی پر افسوس کرتی رہی، او ہوتے کو گالیاں دیتی رہی۔ پھر اپنا لباس اتار کر میری آغوش میں آ گری۔ اس کی یہی حرکت میرے لیے سب سے زیادہ پسندیدہ تھی، چنانچہ افغانستان کے اس گمنام علاقے میں، اس گمنام کھنڈر میں میگاں کے دلکش جسم کے ساتھ میں نے ایک دلکش رات گزاری۔ میگاں ایک پرجوش لڑکی تھی۔ اس نے میرے تمام احسانات کا بدلہ ایک رات میں چکا دیا۔ باقی دو راتیں جو اس نے میرے ساتھ گزاریں، وہ اس کا احسان تھا۔

صبح ہوتے ہی ہم نے کھنڈر چھوڑ دیا۔ بازار بند تھے۔ ہمیں کھنڈر سے نکلتے ہوئے بھی کسی نے نہیں دیکھا تھا۔ چنانچہ جو سب سے پہلا تانگہ ہمیں نظر آیا ہم نے اسے پکڑ لیا۔ میری زبان سب کو حیران کر دیتی تھی۔ تانگے والے کے مشورے سے ہم شاہ پر ہوٹل اینڈ ریسٹوران پر اتر گئے۔ باہر آنے والے یہی ریسٹوران پسند کرتے تھے۔ اور یہاں ہم نے بہت سے اجنبی چہرے دیکھے، جو ہماری طرح تھے۔ ریستوران میں ہم نے ناشتہ کیا۔ کھنڈر میں اچھی طرح نیند نہیں آئی تھی۔ اس لیے ناشتہ کرنے کے بعد ہم نے اپنے حاصل کردہ کمرے میں داخل ہو کر دروازہ بند کر لیا۔ کمرے میں ایک ہی بستر تھا۔ میں نے اس کا گدا اتار کر نیچے ڈال لیا اور میگاں نے چارپائی سنبھال لی۔!

نہ جانے کتنی دیر ہم سوتے رہے۔ پھر پہلے میں ہی جاگا تھا، بے وقت سونے سے طبیعت مکدر سی ہو گئی تھی۔ ذہن بھی قابو میں نہیں تھا۔ میں نے اپنی حالت پر غور کیا تو آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ کیا تھا۔ کیا بن گیا تھا۔ اب بھی ضمیر کے کسی گوشے میں دبی ہوئی کوئی چنگاری کبھی کبھی بھڑک کر بے چین کر دیتی تھی۔ اس وقت بھی بے چینی ذہن پر مسلط ہو گئی۔ ڈاڑھی اور سر کے بال خاصا پریشان کر رہے تھے۔ نہانے کو دل چاہ رہا تھا۔ لیکن اس سے شخصیت کا وہ خول اتر جاتا جسے چڑھانے کی مجھے تربیت دی گئی تھی۔ مجھے شاہ زورین یاد آ گیا۔ عالم گل یاد آ گیا اور پھر غلام سیٹھ یاد آیا۔ اس کے ساتھ ہی وہ کام یاد آیا، جو مجھے انجام دینا تھا۔

بہت سی یادیں ذہن کے پردے پر خلط ملط ہو گئیں۔ تب میں نے گردن جھٹک دی۔ جو کچھ بن گیا ہوں، وہی رہنا ہو گا۔ اس دائرے سے نکلا تو بربادی کے وہی راستے میرے ہم سفر ہوں گے۔ اس مضبوط ارادے کے تحت سنبھل گیا۔ کمرے سے باتھ روم اٹیچ تھا۔ اس میں جا کر ٹھنڈے یخ پانی سے ہاتھ منہ دھویا، طبیعت سنبھل گئی۔ وقت کا پتہ نہیں تھا، کیونکہ ہم جیسے بوریہ نشینوں کے پاس گھڑی وغیرہ کا ہونا ضروری نہیں ہے۔

ہاتھ منہ دھو کر پھر گدے پر آ بیٹھا اور سوچنے لگا کہ اب کیا کرنا چاہیے۔ ابھی تک کوئی کام کی بات نہیں ہوتی تھی۔ کام کی بات ہوتی کہاں ہے۔ ضرورت کی ہر چیز موجود تھی۔ ایک ہی ترکیب سمجھ میں آئی چرس اور سگریٹ کا پیکٹ مع پائپ کے باتھ روم کے فلیش میں ڈالا اور زنجیر کھینچ دی۔ اس کام سے فارغ ہو کر باہر نکل آیا۔!

میگاں اسی طرح سو رہی تھی۔ پچھلی رات میں محسوس کر چکا تھا، اسے اوندھا سونے کی عادت

تھی' اس وقت بھی وہ حسب عادت اوندھی سو رہی تھی۔ گردن ایک طرف ڈھلکی ہوئی تھی جس سے رال کی ایک لکیر نیچے بہہ آئی تھی میں نے اس کے چہرے سے نگاہیں ہٹالیں۔ وہ جس قدر معصوم نظر آرہی تھی درحقیقت نہ تھی۔ وہی مسئلہ تھا' اس وقت اس کے خیالات آزاد تھے اور اصل صورت جھلک آئی تھی اور یہ اصل صورت زمین پر ٹھوکر مارتی تھی۔ میں نے اس کے شانوں پر نگاہ دوڑائی' وہاں سے کمر کے خم پر اور پھر ابھرے ہوئے کولہوں پر' رات کو میں اس جسم کو پردے سے بے نیاز دیکھ چکا تھا۔ اس کولہوں کی سفیدی اور ان کے پیچ و خم کا مجھے بخوبی اندازہ تھا' ان کی نرماہٹ اور تھلتھلاہٹ سے بخوبی واقف تھا۔ میرے ہاتھ بے ساختہ کمر کے خم سے پھسل گئے۔ اور میرے ہاتھوں کے لمس سے میگاں جاگ اٹھی۔ اس نے اجنبی نگاہوں سے مجھے دیکھا اور نگاہوں کی اجنبیت نے میرے جذبات سرد کردیئے۔!

پھر وہ چونک پڑی۔ اس نے اپنا جسم سیدھا کیا اور میری طرف دونوں ہاتھ اٹھا کر بولی۔ "اوہ۔ نواز ڈارلنگ۔!"

"اٹھو۔ کافی وقت گزر چکا ہے۔" میں نے سرد لہجے میں کہا۔ لیکن اس نے اس لہجے پر توجہ نہیں دی تھی۔ اس نے ایک انگڑائی لی اور میری آنکھوں میں دیکھ کر مسکراتی رہی۔ لیکن میں اس کی مسکراہٹ کے جواب میں نہ مسکرا سکا۔ اس کی نگاہوں کی اجنبیت میرے ذہن پر ہتھوڑے برسا رہی تھی ٹھیک ہی تو ہے چند روز کا ساتھ' کوئی جذباتی حیثیت نہیں رکھتا' بس ایک ضرورت تھی جو وہ مجھ سے پوری کر رہی تھی۔ اور میں اس سے۔ پھر ان جذباتی حماقتوں کو ذہن میں جگہ کیوں دی جائے۔ میں واپس پلٹ گیا۔ شاید اس نے میری سرد مہری محسوس کرلی تھی۔ بہرحال میں اس کی آسامی تھا اس لیے مجھے خوش رکھنا بھی ضروری تھا۔ باقی بہت سا وقت اس نے مجھے خوش کرنے میں گزارا۔ ہم نے ہوٹل ہی سے کھانا منگا کر کھایا اور کھانے کے بعد میگاں نے مجھ سے چرس طلب کی!

میں نے تھوڑی سی اداکاری کرتے ہوئے اپنے تھیلے کی تلاشی لی اور پھر تعجب سے آنکھیں پھاڑ دیں۔ میں نے اسے بتایا کہ چرس وغیرہ غائب ہے۔ اس نے خود بھی تھیلے کو اس طرح ٹٹولا جیسے سوئی تلاش کر رہی ہو۔ اور پھر جب چرس نہ ملی تو وہ سر پکڑ کر بیٹھ گئی۔ اس کے چہرے پر ہوائیاں اڑ رہی تھیں۔!

"چلو نواز ڈارلنگ۔ باہر تلاش کریں۔"

"او کے۔ چلو۔!" میں نے کہا۔ اور پھر ہم دونوں باہر نکل آئے۔ سورج ڈھل رہا تھا' موسم خوشگوار تھا۔ میگاں کی عقابی نگاہیں اپنے مطلب کی جگہ تلاش کر رہی تھیں۔ اور پھر اچانک وہ میرا ہاتھ چھوڑ کر ایک طرف لپکی۔ ایک ہپی جوڑا جا رہا تھا۔ میں رک کر میگاں کو دیکھنے لگا۔ وہ ہپی جوڑے کے قریب پہنچ گئی۔ اس نے ان دنوں سے ہاتھ ملایا۔ اور پھر کئی منٹ تک گفتگو کرتی رہی۔ اس کے بعد میں نے دیکھا کہ ان ہپیوں نے ایک میلا سا کاغذ نکال کر میگاں کو دیا اور میگاں پھر ان سے ہاتھ ملا کر میری طرف آگئی۔! اس نے کاغذ میرے ہاتھ پر رکھ دیا۔

"یہ کیا ہے۔؟" میں نے کاغذ پر الٹی سیدھی لکیریں دیکھتے ہوئے پوچھا۔ ان لکیروں کے سروں پر کچھ نام بھی لکھے ہوئے تھے۔

"یہاں چار اڈے ہیں جن میں سے دو شہر کے اندر ہیں اور دو باہر۔ اندر کے اڈے بہت مہنگے ہیں۔ اور شہر سے باہر کے ایک اڈے کی برانچیں ہیں۔ البتہ شہر سے باہر کے دونوں اڈے بہت سستے اور اچھے ہیں۔"

"چلو۔ پہلے شہر کے اندر کے اڈے دیکھ لیتے ہیں۔ مگر یہ کاغذ میری سمجھ میں نہیں آیا۔"

"میں سمجھتی ہوں۔ ہم یہ نقشے خوب سمجھ لیتے ہیں۔ آؤ میں راستہ بتاؤں گی۔" میگاں نے کہا اور پھر پرچے کو غور سے دیکھنے لگی۔ میں بھی اس کے ساتھ اسے دیکھ رہا تھا۔ تب میگاں ایک طرف چل پڑی۔ ہم دونوں پیدل چل رہے تھے۔ ہمارے قرب و جوار میں بہت سے لوگ چل پھر رہے تھے۔ نئے افغانستان کے نئے لوگ' پتلون' بشرٹ' اسکرٹ' عورتیں مردوں سے کہیں زیادہ جدید اور فیشن ایبل تھیں۔ زیادہ تر اسکرٹ اور منی اسکرٹ تھے۔ اور پھر حسن مشرق' روایتی جسم۔ میگاں اور دوسری لڑکیاں ان کے سامنے سوکھی ہوئی ہڈیاں لگ رہی تھیں۔ ہم چلتے رہے۔ میں بازاروں کی رونق دیکھ رہا تھا۔!

نہ جانے اس نقشے کی زبان کیا تھی۔ میگاں ایک عمارت کے دروازے کے سامنے جا کھڑی ہوئی۔ میں تعجب سے اسے دیکھنے لگا۔ لیکن اس نے دروازے پر دستک دی تھی۔ لکڑی کے عظیم الشان دروازے میں ایک چھوٹی سی کھڑکی نمودار ہوئی اور کسی نے جھانکا۔ پھر دروازہ کھل گیا اور ہم دونوں کے داخل ہوتے ہی بند ہوگیا۔ ایک لمبی راہداری تھی جو شفاف پڑی تھی۔ راہداری کا اختتام ایک دروازے پر ہوتا تھا۔ یہ دروازہ اندر سے بند نہ تھا۔

اندر قدم رکھتے ہی آنکھیں کھل گئیں بہت وسیع ہال تھا۔ جس میں زیادہ روشنی نہیں تھی۔ نیم تاریکی کی سی کیفیت تھی۔ چاروں طرف ہپی نوجوان اور لڑکیاں دیواروں سے ٹیک لگائے پڑے تھے' چرس' کوکین' افیون کی گولیاں' انجکشن چاروں طرف سپلائی ہو رہے تھے۔ دیواروں میں گندی ہوا باہر پھینکنے والے پنکھے لگے ہوئے تھے۔ میگاں ہال کے وسط میں کھڑی ہو کر گہرے گہرے سانس لینے لگی۔ میری فطرت جاگ اٹھی تھی جو کام میرے سپرد کیا گیا تھا' اب میں اسے کرنے کے لیے تیار تھا۔ چنانچہ میں نے ایک اٹنڈنٹ کو بلا کر اسکے ہاتھ میں افغان کرنسی کا ایک نوٹ تھمایا اور اسے کچھ آرڈر دیئے۔ اٹنڈنٹ چلا گیا۔ پھر وہ ایک ٹرے میں ہمارا مطلوبہ سامان لے کر آگیا۔ ٹرے میں بقایا رقم رکھی ہوئی تھی جو اچھی خاصی تھی۔ میں نے اسے بخشش کردی اور پھر اس کا کوٹ پکڑتے ہوئے بولا۔

"اس اڈے کا مالک کون ہے؟" میں نے ٹوٹی پھوٹی انگلش استعمال کی تھی۔

"ہربنس سنگھ۔ سیٹھ ہربنس سنگھ۔" اس نے جواب دیا۔

"یہاں اس سے اچھی جگہ اور کوئی ہے۔؟"

"دریا کے دوسری سمیت کوہ بابا کے دامن میں ہمارا ہیڈ کوارٹر ہے۔ پورے افغانستان میں اس سے بڑا اور کوئی ساقی خانہ نہیں ہے۔"

"شکریہ۔ شکریہ۔ کیا ہم وہاں جاسکتے ہیں۔؟"

"میں پہنچا دوں گا۔ کل شام پانچ بجے میرے پاس آجانا۔" اس نے جواب دیا اور میں نے گردن ہلا دی۔ پھر میں نے اسے ایک اور نوٹ دیتے ہوئے کہا۔

"کل تم کہاں ملوگے؟"

"اسی عمارت کے سامنے۔ کل پانچ بجے میری چھٹی ہو جائے گی۔"

"میں پہنچ جاؤں گا! میرا انتظار کرنا۔"

"ضرور صاب۔ وہاں ٹھہرنے کا بھی انتظام ہے۔ باقاعدہ انتظام' اٹنڈنٹ نے کہا اور میں نے گردن ہلا دی۔ اٹنڈنٹ چلا گیا۔ میگاں ہماری طرف متوجہ نہیں تھی۔ وہ پھرتی سے چرس کے سگریٹ بھر رہی تھی۔ اس نے دو سگریٹ تیار کئے۔ پھر ایک میری طرف بڑھا دیا۔ میں نے اس کا سگریٹ سلگایا اور پھر احتیاط سے Pyridin کی ننھی سی سرخ گولی اپنی خفیہ جیب سے نکال کر زبان کے نیچے رکھ لی۔ پھر میں نے اپنا سگریٹ سلگایا اور اس کے کش لیتے ہوئے ہال کا جائزہ لینے لگا۔

ماحول وہی تھا۔ لیکن کافی سلیقہ تھا۔ بڑی باقاعدگی سے کام ہو رہا تھا۔ بہت سے ملازم ہال میں گردش کر رہے تھے۔ ان کے ہاتھوں میں ٹرے تھیں جن میں سرنج۔ پیالیاں اور نہ جانے کیا کیا رکھا ہوا تھا۔ ایک بہت بڑا کاؤنٹر لگا ہوا تھا۔ جن کے پیچھے ایک پگڑی بردار سردار جی بیٹھے تھے۔ ان کی عقابی نگاہیں ہال کا جائزہ لے رہی تھیں۔

میرا پہلا سگریٹ۔ ختم نہیں ہوا تھا۔ میگاں دوسرا سگریٹ تیار کر رہی تھی۔ پھر اس نے سگریٹ کے کش لیتے ہوئے کہا۔ "ڈارلنگ۔!" اور میرے بازو پر گال رکھ دیا۔

"ہوں۔!" میں نے چونک کر کہا۔

"اگر تم اجازت دو تو۔ میں انجکشن لے لوں۔"

میں نے گردن ہلا دی۔ اور وہ خوش ہو کر مجھ سے لپٹ گئی۔ میرے گالوں اور آنکھوں کے کئی بوسے لینے کے بعد اس نے اٹنڈنٹ کو اشارہ کیا اور اپنا بازو کھول کر اس کے سامنے کر دیا۔ اٹنڈنٹ نے ایک شخص کو اشارہ کیا اور وہ ٹرے لے کر میگاں کے پاس پہنچ گیا۔ میگاں نے انجکشن لیا۔ میں نے بل ادا کیا اور اس کے بعد ہم کافی دیر تک وہاں رکے رہے۔ میگاں اب بے خود ہو گئی تھی۔ اس کے حواس قائم نہیں تھے۔ تب میں نے اس کا بازو پکڑا۔ اور ساقی خانے سے نکل آیا۔ تھوڑے فاصلے پر گزرتے ہوئے تانگے کو روکا اور اس میں میگاں کو لے کر چل پڑا۔ تھوڑی دیر کے بعد ہم شاہ پر میں داخل ہو رہے تھے۔ اپنے کمرے میں پہنچ کر میں نے میگاں کو چارپائی پر دھکیل دیا اور اوندھی سیدھی گر پڑی۔ نہ جانے کیوں اس وقت سے میگاں سے کچھ کوفت ہو رہی تھی' جب میں نے اس کی آنکھوں میں اجنبیت دیکھی تھی۔ اس وقت بھی اسے جگا کر کھانا کھلانے کو دل نہیں چاہا۔ جہنم میں جائے۔ میں نے باہر نکل کر کھانا طلب کیا۔ میگاں سوتی رہی۔ میں نے کھانا کھایا اور پھر حسب معمول گدے پر لیٹ گیا۔ کئی بار دل چاہا کہ میگاں کے پاس پہنچ جاؤں۔ اسے ہوشیار کرنے کی کوشش کروں۔ لیکن پھر نہ جانے کیوں اس کی آنکھوں کی اجنبیت یاد آ جاتی اور اسی الجھن میں نیند آ گئی۔! بڑی گہری نیند تھی۔ صبح کو دیر سے آنکھ کھلی۔ سب سے پہلے کمرے کے کھلے ہوئے

دروازے پر نگاہ پڑی' اور میں ایک گہری سانس لے کر اٹھ گیا۔ میگاں ہوش میں آ گئی تھی۔ یقیناً وہ بھوکی ہو گی اور کھانے کی تلاش میں نکل گئی ہو گی۔ طبیعت پر کچھ بے چینی سوار تھی۔ باتھ روم میں چلا گیا۔ لباس اتارا اور خوب بدن مل مل کر نہایا۔ نہانے سے ایسا لگا جیسے طبیعت سے تمام کسل اتر گئی ہو۔ پھر باہر نکل آیا۔ میگاں واپس نہیں آئی تھی۔ میں خود بھی دروازہ کھول کر باہر نکل آیا۔ باہر میگاں کو تلاش کیا۔ لیکن وہ وہاں بھی موجود نہ تھی۔!

کہاں چلی گئی؟ میں نے سوچا اور کمرے میں واپس آ گیا۔ چارپائی پر کافی دیر تک بیٹھا رہا۔ لیکن میگاں نہ آئی۔ تب میں نے ایک اور انداز میں سوچا ممکن ہے میگاں مجھے چھوڑ کر چلی گئی ہو۔ ظاہر ہے وہ میری کون تھی۔ اور اب اسے معلوم تھا کہ میرے پاس چرس بھی نہیں ہے۔ ہاں میں اسے خرید ضرور سکتا ہوں۔ لیکن۔ دفعتاً" ایک اور خیال میرے ذہن میں ابھرا۔ میں نے چونک کر اپنے تھیلے کی طرف دیکھا۔ تھیلا موجود تھا۔ میں جلدی سے اٹھ گیا۔ جس جگہ سویا تھا' وہاں پرس بھی نیچے رکھ دیا تھا۔ میں نے گدے کا کونا اٹھایا' پرس تلاش کیا۔ لیکن پرس موجود نہیں تھا۔

"خوب۔!" میں نے ایک گہری سانس لی۔ میگاں کی آنکھوں کی اجنبیت مجھے یاد آ گئی۔ اس نے کوئی نیا کام نہیں کیا تھا۔ اس کا ساتھی بھی یہی سب کچھ کر چکا تھا۔ لیکن اب کچھ الجھنیں پیش آ گئی تھیں۔ پیسے نہیں تھے ہوٹل کے لوگ صبح ہی صبح ہر گاہک سے پیسے وصول کر لیتے تھے مجھے یقین تھا کہ تھوڑی دیر کے بعد میرے کمرے پر بھی کوئی نہ کوئی ضرور آئے گا۔ اور اس کے بعد کیا ہو گا۔ جو ہونے والا تھا' وہ میں نہ ہونے دینا چاہتا تھا۔ چنانچہ میں دبے پاؤں دروازے کی طرف بڑھا۔ لیکن جونہی دروازے سے باہر قدم رکھا۔ سامنے ہی ایک قوی الجثہ بیرا نظر آیا' میرے کمرے کی طرف ہی آ رہا تھا۔

"سنو۔!" میں نے اس کے کچھ کہنے سے قبل ہی اسے پکارا اور پھر اسے ناشتے کا آرڈر دے دیا۔ "جلدی سے آؤ۔ اور بل بھی ساتھ لیتے آنا۔" میرے آخری الفاظ سن کر اس نے گردن ہلائی۔ یقیناً وہ بل وصول کرنے آ رہا تھا لیکن اس نے سوچا ناشتے کے بعد ہی سہی مجھے فرار ہونے کے لیے چند منٹ مل گئے تھے چنانچہ جوں ہی وہ نگاہوں سے اوجھل ہوا۔ میں پھرتی سے بائیں سمت مڑ گیا۔ ابھی جب میگاں کو تلاش کرنے گیا تھا تو ادھر میدان صاف پایا تھا۔ اس وقت بھی کوئی نہیں تھا۔ میں برق رفتاری سے نکل آیا۔ اور پھر سڑک پر تھوڑی دور تک دوڑنا پڑا تھا۔!

زیادہ وقت نہیں ہوا تھا۔ ابھی بازار ٹھیک سے کھلے بھی نہ ہوں گے چنانچہ میں پیدل چلتا رہا۔ ایک طویل فاصلے طے کر کے میں جدید کابل میں نکل آیا۔ جدید کابل واقعی جدید تھا۔ افغانستان نے اپنی جغرافیائی حیثیت کی آڑ میں پوری دنیا سے بے پناہ امداد حاصل کی ہے۔ جس کا اظہار شہر کابل کی حسین عمارتوں اور اعلیٰ سڑکوں سے ہوتا ہے۔ ان سڑکوں پر قیمتی کاریں دوڑتی ہیں بلند و بالا عمارتوں میں غیر ملکی کمپنیوں کے بڑے بڑے دفاتر ہیں۔ ہر قسم کی ترقی ہو رہی ہے اور جدید افغانستان جدید سے جدید تر ہوتا جا رہا ہے۔ لوگوں کا معیار زندگی بڑھ گیا ہے۔ ہاں بھوری پہاڑیوں کے اس طرف آباد افغانستان آج بھی صدیوں پرانی یادیں تازہ کرتا ہے۔ ہندو کش کا عظیم سلسلہ جس سے بے شمار

روایات وابستہ ہیں جس کی بلند و بالا برف پوش چوٹیاں قدرتی صناعی کا بے مثال نمونہ ہیں' سکندر کا آباد کیا ہوا شہر جس کے کھنڈرات آج بھی سیاحوں کی جنت ہیں۔ اس شہر کی تاریخی حیثیت ذہنی پردوں پر ٹھوکریں مارتی ہے۔ قرب و جوار کے باشندے آج بھی قدیم روایات کو سینے سے لپٹائے وقت کا منہ چڑا رہے ہیں۔ وقت کی گرم ہواؤں نے انہیں متاثر نہیں کیا ہے۔

سورج اچھی طرح چڑھ گیا تو میں نے ایک ٹیکسی روکی اور اس کا دروازہ کھول کر اندر بیٹھ گیا۔ "افغان اسٹریٹ۔" میں نے ڈرائیور سے کہا اور ڈرائیور نے لمبی کار آگے بڑھادی۔ زیادہ فاصلہ طے نہیں کرنا پڑا۔ اور ڈرائیور نے کار کی رفتار ست کر کے میری طرف دیکھا۔

"چلتے رہو۔! ایک دوکان تلاش کرنی ہے۔" میں نے اردو میں کہا۔ تو اس نے چونک کر میری شکل دیکھی۔ یہاں اردو اچھی طرح بولی اور سمجھی جاتی ہے۔ خاص طور سے ایسے لوگ اس سے بخوبی واقف ہیں جن کا واسطہ باہر سے آنے والوں سے پڑتا رہتا ہے۔ بلکہ سکھوں کی بہتات نے انہیں پنجابی بھی سکھادی ہے۔ میں سڑکوں کے کنارے لگے ہوئے بورڈ اور نیون سائن پڑھتا جارہا تھا۔ ذہن میں تھوڑی الجھن بھی تھی۔ اگر آئرن سٹور بند ملا۔ تو ڈرائیور کو پیسے کہاں سے ادا کروں گا۔ لیکن بیشتر دوکانیں کھل گئی تھیں۔ پھر ایک بڑے سے بورڈ پر آئرن اسٹور کے الفاظ نظر آئے! اور میں نے سکون کی ایک سانس لی۔!

آئرن اسٹور بہت بڑا اسٹور تھا۔ دس بارہ سیلز مین کام کرتے تھے' یہاں موٹروں کے پرزے فروخت ہوتے تھے۔ میں ٹیکسی سے اتر کر اندر داخل ہو گیا ایک سیلز مین میری طرف بڑھا تھا۔

"زیار خان سے ملنا ہے۔!"

"صاحب ابھی نہیں آیا۔" سیلز مین نے جواب دیا۔

"سنو۔ میں ان کا مہمان ہوں۔ ٹیکسی کا بل ادا کردو۔ میں انتظار کروں گا۔!" میں نے کہا اور سیلز مین گہری نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگا۔ بہرحال پھر وہ جا کر ٹیکسی کا بل ادا کر آیا۔ لیکن اس کا انداز ایسا تھا کہ اگر میں ہلنے کی کوشش بھی کروں تو وہ لپک کر مجھے پکڑ لے۔ مجھے سخت ذہنی کوفت ہو رہی تھی لیکن یہ کوفت طویل نہ رہی۔ ایک سرخ رنگ کی لمبی کار اسٹور کے سامنے آکر رکی اور اس سے لمبے قد کا ایک خطرناک شکل آدمی سوٹ پہنے اتر آیا۔

سیلز مین مستعد ہو گئے تھے' جس سے میں نے اندازہ لگایا کہ وہ زیار خان ہے۔ چنانچہ میں کھڑا ہو گیا۔ زیار خان دوکان میں داخل ہو کر اپنے کیبن کی طرف بڑھ گیا جسے ایک پارٹیشن کے ذریعے دوکان سے علیحدہ کر دیا گیا تھا۔ اس نے کیبن کی طرف بڑھتے ہوئے سرسری نگاہ مجھ پر بھی ڈالی تھی۔ ظاہر ہے وہ مجھے نہیں پہچانتا تھا۔! بہرحال اس کے کیبن میں داخل ہونے کے بعد سیلز مین نے مجھ سے میرا نام پوچھا۔

"وہ میں اسی کو بتاؤں گا! تم کہہ دو کہ پشاور سے مہمان آیا ہے" میں نے کہا اور سیلز مین اندر چلا گیا۔ چند لمحات کے بعد اس نے واپس آکر مجھ سے اندر چلنے کے لیے کہا اور میں اندر داخل ہو گیا۔ زیار خان دروازے کی طرف دیکھ رہا تھا۔ میں لاپرواہی سے اس کے سامنے پڑی ہوئی کرسی

گھسیٹ کر بیٹھ گیا۔ اس نے ہاتھ کے اشارے سے سیلز مین سے واپس چلے جانے کے لیے کہا تھا۔

"میرا نام اصغر نواز ہے۔ کیا غلام سیٹھ نے تمہیں میرے بارے میں اطلاع نہیں دی۔؟"

"اوہ۔ ہاں۔ اطلاع مل گئی ہے۔ میں پہچاننے کی کوشش کر رہا تھا۔" زیار خان کے چہرے کے تاثرات بدل گئے۔ اس نے کرسی سے کھڑے ہو کر مجھ سے مصافحہ کیا۔

"میرا حلیہ وغیرہ بھیج دیا گیا ہو گا۔"

"ہاں۔ مل گیا ہے۔ ہم آپ کا انتظار کر رہے تھے۔ آپ نے کام شروع کر دیا۔؟"

"ہاں۔ کام شروع ہو چکا ہے۔ آپ سے چند باتیں معلوم کرنا ہیں۔" میں نے کہا۔

"ضرور فرمائیے؟" زیار خان نے کہا۔

"کیا آپ کو ان اڈوں کے بارے میں معلومات نہیں ہے۔"

"کسی حد تک ہے۔ لیکن مقامی باشندے ان کے بارے میں زیادہ چھان بین نہیں کر سکتے۔ وہ لوگ بھی اردگرد کے ماحول سے باخبر رہتے ہیں۔ باہر سے جو لوگ آتے ہیں وہ اس حد تک آلہ کار نہیں بن سکتے کہ وہاں سے معلومات فراہم کر کے ہمیں دیں۔ اس کے علاوہ ہمارا کاروبار زیادہ پرانا نہیں ہے۔ تاہم ہم نے ابتداء اعلیٰ پیمانے سے کی ہے۔ ابھی بہت سے شہروں میں جہاں جہاں سے ان آوارہ گردوں کا گزر ہے' ہمارے آدمی بھی موجود نہیں ہیں۔ ہم اس پٹی پر اپنا جال بچھانا چاہتے ہیں۔ آہستہ آہستہ کام ہو رہا ہے۔ لیکن بہت جلد آپ دیکھیں گے کہ شاہراہ حشیش پر ہمارا مکمل قبضہ ہو گا اور دوسرے لوگ صرف ہمارے نمائندے بن کر کام کر سکیں گے۔"

"بہت خوب۔ لیکن میرا خیال ہے کہ یہ کام مجھ جیسے ناتواں انسان سے پورا نہ ہو سکے گا۔ اس میں تو زیادہ لوگوں کی ضرورت ہے۔"

"آپ تنہا نہیں ہیں مسٹر نواز۔ بے شمار لوگ کام کر رہے ہیں اور بہت سے کام کر رہے ہیں۔ یہ سروے تو ایک معمولی حیثیت رکھتا ہے۔ اس کی اہمیت اس وقت ہو گی جب ہمارے اسٹور کام شروع کر دیں گے۔"

"ہوں۔!" میں نے ایک گہری سانس لی۔ "یہاں چار اڈے کام کر رہے ہیں۔ جن میں دو شہر میں اور دو شہر کے باہر۔ ان میں تین اڈے ہربنس سنگھ کے ہیں۔"

"جی ہاں۔ باقی شہر سے ہٹ کر ایک اڈہ فوجی خان کا ہے۔ لیکن وہ نہ ہونے کے برابر ہے۔ چند مقامی غنڈے مل کر کام کر رہے ہیں۔ ان کے پاس زیادہ مال بھی نہیں ہوتا۔ ہمارا خیال ہے کہ ہم فوجی خان کو اٹھا کر ہربنس کا کاروبار فیل کریں گے۔ ابھی تک یہ نہیں معلوم ہو سکا ہے کہ ہربنس سنگھ مال کہاں سے لیتا ہے۔ ویسے اس کے کاروبار کی اصل جگہ گرشک کے قریب لشکری بازار اور قلعہ بست کے کھنڈرات ہیں۔ ان کھنڈرات کے قریب زیادہ آبادی نہیں ہے۔ اس لیے اونٹوں پر مال آتا ہے اور وہیں سے افغانستان کے مختلف حصوں میں پھیل جاتا ہے۔ ہربنس کا کاروبار غزنی' قندھار اور ہرات میں پھیلا ہوا ہے۔ ان تمام جگہوں پر اس کے اڈے ہیں۔"

"ٹھیک ہے۔ میں اس سلسلے میں معلومات حاصل کرنے کی کوشش کروں گا آج شام کو میں

اس کے ہیڈ کوارٹر جا رہا ہوں۔"

"اوہ۔ کیا کوئی بندوبست ہو گیا ہے۔؟" زیار خان نے چونک کر پوچھا۔

"ہاں۔!"

"بہت اچھی بات ہے۔ ویسے اگر ضرورت پڑے تو اس کے ہاں ہمارا ایک آدمی گلزار خان موجود ہے۔ مارفیا سیکشن کا انچارج ہے۔ ضرورت پڑنے پر میرے حوالے سے اس سے مدد لے سکتے ہیں۔"

"ٹھیک ہے۔" میں نے وہ نام نوٹ کر لیا۔

"رقم کی ضرورت ہو گی۔ سیلز مین نے بتایا ہے کہ ٹیکسی کابل اسے ادا کرنا پڑا تھا۔" زیار خان نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"ہاں۔ پرس اڑا لیا گیا ہے۔" میں نے جواب دیا۔

"کوئی حرج نہیں ہے۔ جیبیں بھر کر جائیے تاکہ پذیرائی ہو۔!" اس نے کہا اور پھر گھنٹی بجا کر کسی کو بلایا۔ ایک لمبے قد کا دبلا پتلا افغانی اندر داخل ہوا اور زیار خان نے اس سے ایک بڑی رقم لانے کے لیے کہا۔ تھوڑی دیر کے بعد یہ بڑی رقم میری جیب میں منتقل ہو گئی تھی۔

"اور کوئی خدمت؟" زیار خان نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"نہیں۔ بس اجازت۔!" میں نے کھڑے ہوتے ہوئے کہا۔ زیار خان نے مصافحہ کیا اور میں آئرن اسٹور سے باہر نکل آیا۔ تھوڑے فاصلے پر ٹیکسی مل گئی اور میں اس میں بیٹھ گیا۔ میں نے ٹیکسی ڈرائیور سے شاہ پر ہوٹل چلنے کے لیے کہا اور اس نے منہ بنا کر ٹیکسی اسٹارٹ کر دی۔ نئی ٹیکسیوں والے پرانے کابل کی طرف جانا پسند نہیں کرتے تھے۔ کیونکہ اس طرف کی سڑکیں ناہموار تھیں۔ بہرحال تھوڑی دیر کے بعد میں شاہ پر کے سامنے اتر گیا۔ میں نے ایک اچھا خاصا نوٹ دے کر ڈرائیور کی پیشانی کے بل نکال دیئے اور وہ مجھے سلام کر کے چلا گیا۔ شاہ پر کے مین گیٹ سے اندر داخل ہوا تھا۔ اتفاق سے وہی بیرا نظر آیا تھا جس سے ناشتہ منگوایا تھا۔ مجھے دیکھتے ہی اچھل پڑا۔ اور اس طرح میری طرف لپکا جیسے آتے ہی گردن دبوچ لے گا! لیکن میں نے فوراً پرس نکال لیا تھا۔ اور پھر میں کاؤنٹر پہنچ گیا۔ بیرے کے قدم بھی سست پڑ گئے۔ میں نے کلرک سے بل کی رقم پوچھی اور اسے ایک نوٹ ادا کر دیا۔

بیرے کے چہرے پر شرمندگی کے تاثرات پیدا ہو گئے تھے۔ "کھانا لے کر آ جاؤ۔!" میں نے اس سے کہا۔ اور اپنے کمرے کی طرف بڑھ گیا۔

"سنئے جناب۔!" اچانک کلرک نے لجاجت سے مجھے مخاطب کیا۔ اور میں چونک کر اس کی طرف دیکھنے لگا۔ "ایک غلطی ہو گئی ہے۔ دراصل یہاں بہت خراب لوگ بھی آتے ہیں۔ پتہ نہیں چلتا کون شریف ہے اور کون بدمعاش' آپ اچانک چلے گئے تھے۔ اس لیے۔ اس لیے ہمیں غلط فہمی ہو گئی۔ آپ کا تھیلا ہمارے پاس محفوظ ہے۔"

"ہوں۔!" میں نے غراتے ہوئے کہا۔ "تھیلا اور کھانا بھیج دو اور یہ کل کے لیے رکھو۔!"

میں نے ایک اور نوٹ نکال کر کاؤنٹر پر پٹخ دیا۔ اور پھر میں واپس اپنے کمرے کی طرف چل پڑا۔ بیرا چابی لیے ہوئے میرے پیچھے دوڑا ہوا آ رہا تھا۔ اور اس کے پیچھے ایک اور شخص میرا تھیلا لئے ہوئے تھا میں نے دونوں میں سے کسی سے کوئی بات نہیں کی۔ گرد آلود جوتے اتار کر باتھ روم میں گیا۔ پیر دھوئے۔ جس سے کافی سکون ملا۔ اور پھر میں چارپائی پر بیٹھ گیا۔!

چند منٹ کے بعد بیرا کھانے کی ٹرے سجائے ہوئے اندر آ گیا۔ اس میں بھنے ہوئے مرغ پنیر کے سلائس اور دہی کے دو پیالے رکھے تھے۔ خوب بھوک لگ رہی تھی' اس لئے ڈٹ کر کھایا۔ بیرا برتن لے گیا تو میں لباس اتار کر آرام کرنے لیٹ گیا۔ میگاں کا خیال ذہن میں آیا۔ لیکن کوئی کوفت نہ ہوئی ان لوگوں سے پہلے ہی آگاہ ہو چکا تھا' اب اور احتیاط رکھوں گا۔ بہرحال غلام سیٹھ کا معاملہ کسی حد تک سلجھ گیا تھا۔ بہرحال جس حد تک بھی وہ مجھ سے چاہتا تھا اس کے لیے خاصی محنت کی ضرورت تھی۔ اس کا مطلب تھا کہ کافی دن تک افغانستان میں قیام کرنا ہو گا۔ میں دل سے ان لوگوں کے لیے کام کرنے پر آمادہ تھا کیونکہ زندگی کو بہت بڑا سہارا مل گیا تھا۔ اس آوارہ گردی کے بارے میں' میں نے بھی سوچا تھا' لیکن اس وقت کے اور اب کے انداز میں کافی فرق تھا۔ اب مجھے ہر سہولت مہیا تھی۔ میگاں سے پیچھا چھوٹ گیا تھا اس لیے افغانستان دیکھنے کے مواقع بھی فراہم ہو گئے تھے۔ لیکن بہرحال کسی حسین ساتھی کی ضرورت تو قدم قدم پر پیش آتی ہے۔ اور اس کی کمی نہیں تھی۔ کسی بھی لڑکی کو کچھ لے دے کر ساتھی بنا لو۔ بہرحال میں نے ان پر رحم کھانے سے توبہ کر لی تھی۔ بس خرچ کرو' عیش کرو۔ اس سے آگے کچھ نہیں۔! کافی دیر تک میں آئندہ اقدامات پر غور کرتا رہا۔ پھر سو گیا۔

چار بجے آنکھ کھلی۔ منہ ہاتھ دھویا' بال وغیرہ سنوارنا چھوڑ دیا تھا اس سے شخصیت ختم ہو جاتی تھی۔ لیکن اندازہ ضرور لگا سکتا تھا۔ اتفاق سے جن لوگوں سے ٹکراؤ ہوا تھا وہ سب کے سب بھیک منگے تھے۔ بہت سے ایسے بھی نظر آئے تھے جو اچھے لباس میں ہوتے تھے۔ اور خوب خرچ کرتے تھے۔ گویا اس انداز میں بھی ان کے لیے اجنبی نہ ہوں گا! پھر فقیروں کی طرح مارے مارے پھرنے کی کیا ضرورت ہے۔ لیکن آج کے بعد سہی۔ چائے وغیرہ پینے کے بعد بیرے سے وقت پوچھا اور باہر نکل آیا۔ اس طرف ٹیکسی کا وجود نہیں تھا۔ تانگے البتہ نظر آ جاتے تھے۔ ایک تانگے میں بیٹھ کر چل پڑا۔ اور تھوڑی دیر کے بعد مطلوبہ جگہ موجود تھا۔! ٹھیک پانچ بجے اسٹنٹ مجھے نظر آیا۔ اس کی نگاہیں بھی شاید مجھے ہی تلاش کر رہی تھیں۔ چنانچہ مجھے دیکھتے ہی وہ میرے قریب پہنچ گیا۔ اس نے مجھے سلام کیا اور بولا۔

"وہاں جانے کے لیے کارڈ حاصل کرنا پڑتا ہے۔ ایک طرح سے یہ ضمانتی کارڈ ہوتا ہے۔ میں نے تمہارا کارڈ بنوا لیا تھا۔ اس پر سو افغانی خرچ ہوئے۔ اگر تم نہ آتے تو میں مارا جاتا۔ غریب آدمی ہوں۔" اس نے کہا اور میں نے جیب سے ایک نوٹ نکال کر اسے تھما دیا اور اس نے سفید رنگ کا ایک کارڈ میرے حوالے کر دیا۔ پھر بولا۔ "آؤ۔ میں تمہیں وہاں پہنچا دوں۔ لیکن' تمہارا سامان کہاں ہے؟"

"میرے پاس کوئی سامان نہیں ہے۔" میں نے جواب دیا۔ اپنا تھیلا میں نے شاہ پر میں ہی چھوڑ دیا تھا' کیونکہ اس میں کوئی قابل ذکر چیز نہیں تھی۔ میں اس کے ساتھ چل پڑا۔ مسجد والے پل سے دریائے کابل کو عبور کر کے ہم بلندی کی طرف چل پڑے۔ مغرب کی طرف کوہ بابا کی برف پوش چوٹیاں چمک رہی تھیں۔ سبزبازار سے ٹیکسی لی اور کوہ بابا چل پڑے۔ یہاں سیاحوں کے لیے ایک سڑک بنادی گئی ہے۔ انتہائی شفاف اور سیدھی سڑک جو روسیوں نے تعمیر کی ہے۔ یہ سڑک سیدھی کوہ بابا لے جاتی ہے۔ دور سے یہ چوٹیاں بالکل نزدیک نظر آتی ہیں۔ لیکن فاصلہ کافی ہے۔ ٹیکسی نے ہمیں القمر چھوڑ دیا۔ پہاڑیوں کے دامن میں گھرا ہوا سفید رنگ کا یہ ہوٹل دور سے بہت خوبصورت نظر آتا ہے۔ سیاح قرب و جوار میں گھومنے کے بعد یہیں قیام کرتے ہیں۔ یا پھر "ضرورت مند" ایک طویل ناہموار فاصلہ طے کر کے ان پہاڑوں میں جا نکلتے ہیں جہاں منشیات کی جنت ہے۔! یہ عظیم الشان غار ہر قسم کے مجرمانہ مقاصد کیلئے استعمال ہو سکتے ہیں۔ یقیناً حکومت افغانستان ان سے ناواقف نہ ہو گی۔ لیکن ایک معقول رقم کے عوض اگر کوئی ان غاروں میں اپنا کاروبار شروع کر دے تو حکومت کو اس میں کیا اعتراض ہو سکتا ہے!

میرا گائیڈ مجھے لئے ہوئے ناہموار راستوں پر چلتا رہا۔ ہم بے خبر چلے جا رہے تھے کہ ایک چٹان کے عقب سے دو ہٹے کٹے افغانی ڈھیلی ڈھالی پگڑیاں باندھے نکل آئے۔ ان کے تنومند جسموں کو دیکھ کر خوف محسوس ہوتا تھا پستول لٹکے ہوئے تھے اور کارتوس کی پیٹی نمایاں تھی۔!

"کارڈ دکھا دو صاب۔!" میرے گائڈ نے کہا۔ اور میں نے کارڈ نکال کر ان کے ہاتھ میں دے دیا۔ انہوں نے کارڈ دیکھ کر گردن ہلائی اور میرے ساتھی نے مجھ سے اجازت مانگی۔ میں نے پرس سے کچھ نوٹ نکال کر اوپری جیب میں رکھ لیے تھے۔ ان میں سے دس افغانی نکالکر میں نے گائڈ کو دیئے اور وہ سلام کر کے واپس چلا گیا۔

"آؤ۔!" ان دونوں میں سے ایک نے کہا۔ اس کے ساتھ ہی اس نے مجھے اشارہ کر دیا تھا۔ میں ان کے ساتھ چل پڑا۔ اور تھوڑی دیر کے بعد ہم ایک غار کے دہانے پر پہنچ گئے۔ عجیب پراسرار ماحول تھا۔ غار کے دوسری طرف ایک نیم تاریک ہال تھا۔ جس میں صرف ایک کاؤنٹر لگا ہوا تھا۔ کاؤنٹر پر دو آدمی بیٹھے ہوئے تھے۔ میرے ساتھ آنے والے نے کارڈ ان میں سے ایک کو دے دیا جسے لاپرواہی سے جمع کر لیا گیا۔ اور مجھے ایک اور دروازے سے دوسری طرف جانے کا اشارہ کیا گیا۔ میں اس طرف چل پڑا۔

غار کے دوسری طرف قدم رکھتے ہی ایک ٹھنڈک کا احساس ہوا یوں بھی ایسا ہی معلوم ہو رہا تھا جیسے کسی اسٹینڈرڈ کے ہوٹل میں آگیا ہوں اس عظیم الشان غار کو ایر کولر لگا کر ٹھنڈا کیا گیا تھا۔ اس سے یہاں کی گھٹن ختم ہو گئی تھی۔ اور خاصی خنکی محسوس ہوتی تھی۔ پورے ہال میں بدمست آوارہ گرد پڑے ہوئے تھے۔ ان میں لڑکیاں تھیں اور مرد بھی۔ سب ایک دوسرے سے بے خبر تھے۔ دم لگ رہے تھے۔ غم مٹ رہے تھے' لمبی لمبی نلکیاں' جن میں افیون پی جاتی تھی۔ میں نے لباس میں نشہ ختم کرنے والی گولی تلاش کی۔ یہ ضروری تھیں اور خاصی مقدار میں مجھے فراہم کر دی گئی تھیں

کیونکہ بہرحال مجھے ہر قسم کا نشہ کرنا تھا۔ اس کے بغیر میرا حلیہ بے معنی ہو جاتا تھا۔!

ہال میں چلتے ہوئے میں نے اپنے قدموں کے نیچے نرم قالین محسوس کیا۔ اپنی طرف سے ان لوگوں نے ہر آسائش کا بندوبست کر رکھا تھا یہ دوسری بات ہے کہ یہاں آنے والے وحشی اور جانور تھے۔ انہیں نشہ آور اشیاء کے علاوہ کسی دوسری چیز سے دلچسپی نہیں تھی۔ ایک کونے سے انگریزی موسیقی کی دھنیں نشر ہو رہی تھیں۔ مجموعی حیثیت سے دلچسپ ماحول تھا۔ میں نے چاروں طرف نگاہیں دوڑائیں۔ اور پھر ایک کونے میں جا بیٹھا۔ فوراً" ایک سفید لباس والا افغانی لڑکا میرے پاس پہنچ گیا۔

"یس پلیز۔!" اس نے شستہ انداز میں کہا۔ میں نے آنکھیں اٹھا کر اسے دیکھا اور پھر آرڈر دے دیا۔ وہ چلا گیا۔! چند منٹ کے بعد وہ ایک پلیٹ میں افیون کی گولیاں' پائپ' دیا سلائی اور ایک شیشی میں آتش گیر سیال لے آیا۔ اس کے ساتھ ہی پلیٹ میں بل بھی رکھا ہوا تھا۔ میں نے بل دیکھا اور ایک نوٹ نکال کر اس کے ہاتھ میں دے دیا۔

"باقی تم رکھو۔!" میں نے بھاری آواز میں کہا اور وہ ادب سے گردن جھکا کر چلا گیا۔ میں نے افیون کی گولی پائپ میں رکھی۔ اس کے ساتھ ہی میں نے سرخ گولی زبان کے نیچے رکھ لی تھی۔ پھر میں نے ایک تیلی سے آتش گیر سیال گولی پر لگایا اور ماچس کی تیلی کھینچ کر اس میں آگ لگا دی۔ گولی سلگ اٹھی اور میں نے پائپ دانتوں میں دبا لیا۔!

ننھی سی چنگاری بلند ہوئی اور میرا منہ کڑوا ہو گیا۔ مجھے ابکائی آنے لگی۔ شکر ہے نیم تاریک ماحول تھا ورنہ میری بگڑی ہوئی شکل بہت سے دیکھتے سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کیا کروں۔ تھوکنے کی گنجائش بھی نہیں تھی۔ بڑا سخت وقت آ پڑا تھا۔ دماغ کی خرابی پر خود کو کوستا رہا۔ چرس سے بھی کام چل سکتا تھا خوامخواہ یہ مصیبت گلے لگالی۔ بہرحال برداشت کرتا تھا۔ دماغ گھوم کر رہ گیا تھا کڑواہٹ تھی کہ الامان الحفیظ۔ حلق کے راستے پیٹ تک کڑوا ہو گیا تھا۔

دھواں خارج کر کے چاروں طرف دیکھا۔ حسب توقع کوئی میری طرف متوجہ نہیں تھا' بہرحال دوسرے کش کی ہمت نہ ہوئی۔ گولی سلگتی رہی اور پھر راکھ ہو گئی۔ آدھے گھنٹے تک آٹھ گولیاں راکھ کر دیں۔ پلیٹ میں ابھی چند گولیاں اور باقی تھیں۔ لیکن ضروری نہیں تھا کہ انہیں بھی راکھ کر کے دم لیا جاتا۔!

ٹھنڈی دیوار سے ٹیک لگا کر میں نیم تاریک ماحول کا جائزہ لیتا رہا۔ اور چند منٹ کے بعد میں نے ایک خاص بات محسوس کی۔ یہاں جتنے بھی آوارہ گرد تھے ان میں ایک بھی بوسیدہ لباس والا نہیں تھا۔ شکلیں اور چہرے تو سب کے ایک ہی جیسے ہوتے ہیں لیکن یہ کم از کم ان فقیروں میں سے نہیں تھے' جو صرف بھیک مانگ کر گزارہ کرتے ہیں۔ اس کی وجہ شاید یہاں کے اخراجات ہوں۔ ایسے ایسے لوگوں کو یہ اجازت ہی نہ دیتے ہوں گے۔ اسی لیے شاید کارڈ سسٹم رکھا گیا ہے۔ تاکہ ان کے ایجنٹ غلط لوگوں کو اس طرف نہ آنے دیں۔

لیکن میرے بارے میں یہ اندازہ کیسے لگا لیا گیا کہ میں ان میں سے نہیں ہوں۔! اور اس

سلسلے میں صرف ایک ہی بات سوچی جاسکتی ہے۔ میرے گائڈ نے میری حیثیت کے بارے میں اندازہ لگالیا تھا۔! ورنہ وہ مجھے یہاں تک نہ آنے دیتا۔!

رات ہو چکی تھی۔ سونے والے جاگ رہے تھے۔ ہال کی روشنیاں تیز ہوتی گئیں۔ تاریکی چھٹ گئی تھی۔ یہ بھی دلچسپ بات تھی۔ یہاں دن کو اندھیرا ہوتا تھا اور رات کو روشنی۔ چرس' افیون اور دوسری منشیات کی خوشبو ہال میں چکرا رہی تھیں' ایلوس پر شیلے کا ایک ریکارڈ بج رہا تھا۔ پژمردہ چہرے روشن ہوتے جا رہے تھے۔ میں بھی سنبھل کر بیٹھ گیا۔! ہال میں کچھ اور ہپی داخل ہوئے تھے۔ ریکارڈ ختم ہوگیا۔ اور اس کے بعد۔ اچانک ایک مقامی دھن بجنے لگی۔! اس کے ساتھ ہی پورے ہال میں تیز روشنیاں جگمگا اٹھیں۔ یہ روشنیاں دیواروں سے پھوٹی تھیں اور پھر ایک افغانی رقاصہ روایتی لباس میں ملبوس ایک سوراخ سے نکل آئی۔! اس نے رقص شروع کر دیا۔ اور تمام ہپی دلچسپی سے اس کے رقص کو دیکھنے لگے! میں نے ایک گہری سانس لی اور خود بھی سنبھل کر بیٹھ گیا۔ رقاصہ کافی تیز رقص کر رہی تھی۔ اور پھر رقص کرتی ہوئی وہ میرے سامنے آگئی۔ میں نے اس کے حسین چہرے کو دیکھا اور دیکھتا رہ گیا۔ بلاشبہ وہ انتہائی موزوں نقش و نگار کی مالک تھی۔ رقاصہ میرے سامنے رک گئی۔ اس نے دلچسپ نگاہوں سے مجھے دیکھا تھا اور۔!

☆ ☆ ☆

پھر اس نے ناک سکوڑ کر مجھے اشارہ کیا اور بل کھاتی ہوئی آگے بڑھ گئی۔ میں اس کے جوان جسم کو دیکھ رہا تھا اب مجھے جسموں کی خاصی پہچان ہوگئی تھی۔ میں لباس کی تہوں میں چھپے ہوئے ہیروں کو بخوبی پہچان لیتا تھا۔ بلاشبہ وہ حسین ترین جسم کی مالک تھی۔ لیکن وہ اشارہ کیسا تھا۔ کیا صرف گاہکوں کو خوش کرنے کی ایک ادا؟ یا کچھ اور؟

لیکن اس کچھ اور کے چکر میں پھنس کر میں ذہن کو الجھانا نہیں چاہتا تھا۔ اس لیے میں نے صرف اس کے رقص سے دلچسپی لی۔ یہاں کا ماحول بھی میرے لیے اجنبی تھا۔ نہ جانے یہاں کے کیا آداب ہوں۔ چوغوں میں ملبوس طویل القامت اور تنومند افغانی بھی خاصی تعداد میں یہاں موجود تھے۔ اور ان کی موجودگی کچھ معنی ہی رکھتی ہوگی۔ یوں بھی یہاں وہ طوفان بدتمیزی نہیں تھا جو ان آوارہ گردوں کی خاصیت ہے۔

افغانی رقاصہ رقص کرتی رہی اور تھوڑی دیر کے بعد اس کا رقص ختم ہوگیا۔ ہال میں بیٹھے ہوئے لوگوں نے تالیاں بجائیں اور رقاصہ نے سرخم کردیا۔ اس کی بٹی ہوئی باریک چوٹیاں جھولنے لگیں، جنہوں نے اس کے حسن کو کچھ اور جلا بخش دی۔ پھر وہ اسی راستے سے واپس اندر چلی گئی جس سے آئی تھی۔

ہال میں خاموشی پھیل گئی۔ آرکسٹرا بھی خاموش ہوگیا۔ دھیمے دھیمے لہجے میں لوگوں کی گفتگو ابھرنے لگی۔ سروس تیز ہوگئی۔ ٹوٹے ہوئے نشے پورے کئے جانے لگے۔ انجکشن کیپسول تقسیم ہونے لگے۔ پھر ایک دراز قد ہپی اٹھا اور کاؤنٹر کے قریب پہنچ کر مینجر کے سامنے جھک گیا۔ اس نے مینجر سے کچھ کہا تھا اور مینجر نے اسے اجازت دے دی تھی۔ ایک لمبا مائیک لاکر رکھ دیا گیا اور ہپی

اس کے پیچھے جا کھڑا ہوا۔ اس نے ساز بجانے والوں کو ہدایات دیں اور پھر ایک نغمہ چھیڑ دیا۔ صاف اور شستہ انگریزی میں ایک خوبصورت نغمہ۔ اور جوڑے اٹھ کھڑے ہوئے۔ وہ ایک دوسرے سے لپٹ کر رقص کرنے لگے۔ دھیما دھیما رقص۔ میں ان لوگوں کو دیکھ رہا تھا۔ بہت سے انسان بہت سی کہانیاں خود میری بھی ایک کہانی تھی۔ انوکھی کہانی۔ یہ سب مجھ سے جدا کہاں تھے۔ نہ جانے ان میں کون کیا ہو۔ جانے کس کی کہانی سب سے دلچسپ' سب سے پردرد ہو۔ میں ان کی شکلیں دیکھنے لگا۔ ایک دوسرے کے کندھے پر سر رکھے' آنکھیں بند کئے' رقص و نشے سے سرشار' خود کو بھلانے میں کوشاں۔ زندگی ایک سخت امتحان ہے۔ ممتحن نت نئے ہنگامے' نت نئے حادثے بکھیر دیتا ہے اور پھر انسان کی جدوجہد دیکھتا ہے۔ کچھ خود کو ان حادثوں میں گم کر دیتے ہیں۔ کچھ ان سے فرار حاصل کر کے اپنے آپ کو مضحکہ خیز بنا لیتے ہیں۔ میں کیا ہوں۔ نواز اصغر سرائے عالمگیر نامی ایک خوبصورت بستی کے ایک سادہ دل کسان کا بیٹا۔ تنومند قوی۔ مجھے کھیتوں میں ہل چلانا چاہیے تھا۔ میرے لیے غلط پلاننگ کی گئی۔ میری سادگی چھین لی گئی۔ میری شخصیت بدل دی گئی اور میں اس بدلی ہوئی شخصیت کو قبول نہ کرسکا۔ میرے راستے غلط ملط ہوگئے اور میں الٹی سیدھی چھلانگیں لگانے لگا۔ اور اب میں اپنے ہی جیسے انسانوں کا آلہ کار تھا۔ میری سمجھ میں کچھ نہیں آرہا تھا۔ میرے ساتھی آخر مجھ سے کونسا کام لینا چاہتے ہیں۔ مجھے نوکری کی ضرورت تھی۔ نوکری نہیں ملی۔ ایک وقت کا کھانا کوئی دینے کو تیار نہ تھا۔ لیکن پھر اپنے مقاصد کے لیے انہوں نے مجھے اپنالیا۔ میرے اوپر زبردست رقم خرچ کی گئی۔ مجھے ہر سہولت مہیا کی گئی۔ آج مجھے دولت کی کوئی فکر نہیں ہے۔ جس قدر چاہوں ان سے لے لوں۔ لیکن میں نے ابھی تک کچھ بھی تو نہیں کیا تھا۔ ان کے نمائندے ہر جگہ پھیلے ہوئے ہیں۔ وہ بھی صورت حال سے باخبر ہیں۔ پھر میرا کیا کام ہے؟

مجھے یہ سب عجیب محسوس ہوا۔ ایسا لگتا تھا جیسے وہ لوگ صرف میری پرورش کر رہے ہوں۔ آخر یہ بھی کوئی کام تھا۔ ان کا ماضی الضمیر بھی واضح نہیں ہوا تھا۔ مجھے صحیح طور سے کچھ معلوم ہو تو میں کام بھی کروں۔ جب ان کے نمائندے ہی تمام معلومات رکھتے ہیں تو پھر میں کس مرض کی دوا ہوں؟ میں کیا کروں؟ لیکن ان تمام باتوں میں ذہن الجھانے سے کوئی فائدہ نہیں تھا جو کچھ ہو رہا ہے ہونے دیا جائے۔ میری وفاداریاں ان کے ساتھ رہیں گی جس طرح وہ چاہیں گے ان کے لیے کام کرتا رہوں گا اور جب وہ میری ضرورت محسوس نہیں کریں گے تب پھر وقت کے لحاظ سے خود کو بدل لوں گا۔ انہی خیالات میں غلطاں تھا۔ ہپی جوڑے اب دھیمی موسیقی میں رقص کر رہے تھے۔ مائیک کے پیچھے کھڑا ہوا ہپی اپنا گانا ختم کر چکا تھا اور اب خود بھی ایک لڑکی سے لپٹا ہوا رقص کر رہا تھا۔

دفعتاً" مجھے اپنے نزدیک کسی کا احساس ہوا۔ اور میں نے گردن گھما کر دیکھا۔ گہرے سیاہ بادلوں میں چاند نکلا ہوا تھا۔ دودھ کی طرح سفید چہرہ' دلکش نقش و نگار۔ بغیر پلکیں جھپکائے میں اسے دیکھتا رہا۔ بدلے ہوئے لباس میں' میں اسے پہچان نہ سکا تھا۔ لیکن وہ مسکرائی اور اس کی مسکراہٹ سے میں اسے پہچان گیا۔ یہ افغان رقاصہ تھی جو تھوڑی دیر قبل رقص کر رہی تھی۔

"آریو برٹش؟" اس نے دونوں کہنیاں میز پر رکھ کر جھکتے ہوئے پوچھا۔ اور میری نگاہیں اس

کے کھلے ہوئے گریبان کی طرف اٹھ گئیں۔ سوکھی سڑی بیمی لڑکیوں کے برعکس وہ تروتازگی کا منبع تھی۔ میں نے مسکراتے ہوئے اس کی آنکھوں میں جھانکا۔

"نہیں۔ پاکستانی!" میں نے جواب دیا۔ اور وہ حیرت سے چونک پڑی۔ میری صاف اردو نے اسے حیران کردیا تھا۔

"اوہ۔ ہم تمہیں برٹش سمجھا۔ اس نے بھی اردو میں کہا۔ "پٹھان ہے؟"

"مگران لوگوں میں تمہارا کیا کام؟"

"نروان کی تلاش۔" میں نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔ میری بات شاید وہ نہیں سمجھی تھی۔ چند لمحے میری شکل دیکھتی رہی۔

"میں تم کو پسند کیا۔" اس نے اپنا سفید ہاتھ میرے ہاتھ پر رکھ دیا۔

"شکریہ۔" میں نے اس کے ملائم ہاتھ کو اپنے ہاتھ میں لے لیا۔ اور وہ مسکرانے لگی۔

"یہ لوگ اچھا نہیں ہے۔ گندا' غلیظ' چھی' تم ان کے ساتھ کیا کرتا ہے۔" اس نے ایک ادا سے ناک سکوڑتے ہوئے کہا۔

"میں ان کے ساتھ نہیں ہوں۔ میں سیاح ہوں۔ سفر کرتا ہوں۔ ہمسفر جو بھی ہو۔"

"آج رات کو۔ ہمارا مہمان بنو۔" اس کے قدرتی سرخ ہونٹوں پر دعوت آمیز مسکراہٹ پھیل گئی۔

"میں تمہاری دعوت کو کیسے ٹھکرا سکتا ہوں۔" میں نے اس کی طرف جھکتے ہوئے کہا۔ اس کے سانس میرے چہرے سے ٹکرانے لگے۔ میں اس کی قربت سے جلنے لگا۔ آگ کی طرح تپنے لگا۔ وہ کافی خوبصورت تھی۔ بحیثیت عورت' ان تمام عورتوں پر بھاری تھی جو مجھے مل چکی تھیں۔ پیشہ ور ہونے کے باوجود وہ مشرقی نسوانیت کا پیکر تھی۔ "کیا پیو گی؟" میں نے اس سے پوچھا۔

"یہاں کچھ نہیں۔ اٹھو۔" اس نے میری کلائی پکڑتے ہوئے کہا اور میں اس کے ساتھ اٹھ گیا۔ وہ پلٹ کر ایک دروازے کی طرف چل دی۔ میں اس کے ساتھ تھا۔ دروازے کے دوسری طرف ایک چوڑی راہداری تھی جس کے اختتام پر ایک کاؤنٹر بنا ہوا تھا۔ کاؤنٹر پر ایک بھاری جسم والا افغانی بیٹھا ہوا تھا۔ اس کے برابر میں ایک اور افغانی اسٹول پر بیٹھا ہوا تھا۔ اس کے دونوں طرف دو پستول لٹکے ہوئے تھے۔ رقاصہ نے مسکرا کر میری طرف دیکھا۔ دونوں افغانی میری طرف متوجہ ہوگئے تھے۔

"ایک ہزار افغانی۔" کاؤنٹر پر بیٹھے ہوئے شخص نے بھاری اور جذبات سے عاری آواز میں کہا اور میں نے جیب میں ہاتھ ڈال کر دو نوٹ نکالے اور کاؤنٹر پر ڈال دیئے۔ اس نے ایک رسید کاٹ کر میری طرف بڑھا دی۔ اور اس رسید پر میں دل ہی دل میں مسکرائے بغیر نہ رہ سکا۔ رقاصہ بدستور میری کلائی پکڑے ہوئے تھی۔ اس کے جسم سے بھینی بھینی خوشبو اٹھ رہی تھی جس کے بارے میں میں اندازہ نہ لگا سکا کہ قدرتی تھی یا مصنوعی۔ اس کی چال میں دلکشی تھی۔ راہداری کے دونوں سمت گول دروازے بنے ہوئے تھے۔ عجیب ماحول تھا۔ قدرتی غاروں کو اس شاندار طریقے سے استعمال کیا

گیا تھا کہ عقل حیران تھی۔ میں اس کے ساتھ ایک دروازے سے اندر داخل ہوگیا۔ اندر بہت سے شمعدان تھے جن میں سے صرف ایک شمعدان میں شمع روشن تھی۔ شمع کی دھندلی روشنی میں' میں کمرے کے ماحول کو ٹھیک سے نہ دیکھ سکا۔ رقاصہ نے داخلی سوراخ کے اوپر لگا ہوا ڈھکن نیچے کھینچ لیا۔ جیسے سب میرین کے ڈھکن ہوتے ہیں۔ گویا دروازہ بند ہوگیا پھر وہ دوسرے شمعدانوں کی طرف بڑھی اور ایک ایک کرکے اس نے تمام شمعیں روشن کردیں۔

"اوہ۔ تم کھڑا کیوں ہے بیٹھو۔" اس نے لوچدار آواز میں کہا۔ میں نے ایک گہری سانس لی اور ایک طرف پڑے ہوئے صوفے کی طرف بڑھ گیا۔ صوفے پر بیٹھ کر میں نے ماحول کا جائزہ لیا۔ دروازہ بند ہوگیا تھا لیکن گھٹن کا ذرہ برابر احساس نہیں تھا۔ کمرہ بہت بڑا نہیں تھا۔ دیواروں کی تراش قدرتی تھی۔ البتہ مناسب جگہوں پر انہیں خوبصورت انداز میں سجادیا گیا تھا۔ نیچے قالین بچھا ہوا تھا۔ ایک کونے میں ساگوان کی لکڑی کی الماری رکھی ہوئی تھی۔ ایک صوفہ سیٹ تھا اور چوڑی دو آدمیوں والی مسہری جس کے پائینتی پر ایک خوبصورت رضائی رکھی ہوئی تھی اور سرہانے دو موٹے تکیے رکھے ہوئے تھے۔ مسہری کے برابر لباس ٹانگنے والا اسٹینڈ تھا۔

رقاصہ تمام شمعیں روشن کرکے پلٹی اور میرے نزدیک آگئی۔ اس نے مسکراتی ہوئی نظروں سے مجھے دیکھا اور پھر میرے پیروں کے نزدیک بیٹھ گئی۔ اس نے میرے جوتے کے بند کھولنے شروع کردیئے۔ اور میں چونک پڑا۔

"ارے نہیں۔ میں خود اتارلوں گا۔ تم یہاں آؤ بیٹھو۔" میں نے کہا۔ اور اس کی بغلوں میں ہاتھ ڈال کر اسے اٹھالیا۔ وہ میرے برابر آبیٹھی۔ اس کی بڑی بڑی آنکھیں شراب برسا رہی تھیں۔ میں جھکا اور اس نے گردن اونچی کردی۔ بڑی خود سپردگی تھی اس انداز میں۔ بڑی دلکشی تھی۔ میں نے بے چینی سے اپنے ہونٹ اس کے شیریں لبوں پر رکھ دیئے اور اس نے آنکھیں بند کرلیں۔ اس کی ہر ادا سے مشرقیت جھلکتی تھی۔ میں مشرق و مغرب کا موازنہ کرنے لگا۔ میرے چوڑے اور مضبوط بازوؤں نے اس کے گرد حصار قائم کردیا اور مجھے اس کے ریشمی جسم کی ملائمت کا احساس ہوا۔

بلاشبہ یہ رات زندگی کی سب سے حسین رات تھی۔ اس زندگی کی جو میں نے اب تک گذاری تھی۔ میں رقاصہ کے لب لعلیں سے شراب چراتا رہا۔ اس کے سانس گہرے ہوتے گئے اور پھر میں نے اسے چھوڑ دیا۔ تھوڑی دیر کے بعد ہم مسہری پر تھے۔ وہ اپنے جسم کو میرے سامنے عریاں نہیں رکھنا چاہتی تھی اس لیے اس نے رضائی اوڑھ لی تھی۔ اس کا سر میرے بازو پر رکھا ہوا تھا اور آنکھیں بند تھیں۔

"تمہارا نام کیا ہے؟" اس نے آنکھیں بند کیئے ہوئے پوچھا۔

"نواز۔" میں نے کہا۔ "اور تمہارا؟"

"درفشانہ۔" اس نے جواب دیا۔

"بہت خوبصورت نام ہے۔ تم یہاں کب سے کام کرتی ہو درفشانہ؟"

"تین سال سے۔" اس نے معصومیت سے جواب دیا۔

”یہیں رہتی ہو؟“

”نہیں۔ شاہ بابا کے پیچھے گل رخ میں رہتا ہے“ اس نے جواب دیا۔

”رات یہاں گذارتی ہو؟“

”ہفتے میں ایک دن چھٹی ہوتا ہے۔

”یہ لوگ تمہیں کیا دیتا ہے؟“

”کمیشن سے کام کرتا ہے۔“ وہ ہربات صاف گوئی سے اور بلا جھجک بتا رہی تھی۔ میرے دل میں ایک ہوک سی اٹھتی۔ اتنی معصوم لڑکی اور یہ پیشہ کرتی ہے۔ نہ جانے کتنے مرد اس کی زندگی میں آئے ہوں گے۔ میں اس سے بہت سے سوالات کرنا چاہتا تھا۔ لیکن جانتا تھا کہ زیادہ کریدنے سے طبیعت مکدر ہوگی‘ کچھ حاصل نہ ہوگا میری یہ سوچ خالص مشرقی تھی۔ ورنہ یہ سب حماقت کی باتیں تھیں۔ میں نے ایک ہزار افغانی ادا کر کے اسے ایک رات کے لیے خریدا تھا۔ اس رات کی رنگینیوں سے فائدہ اٹھاؤں اور چلا جاؤں۔ باقی باتوں میں کیا رکھا ہے۔ چنانچہ میں نے اسے گھسیٹ کر خود سے قریب کرلیا۔ تاہم ایک سوال میرے ذہن میں کلبلایا اور میں اسے پوچھنے سے باز نہ رہ سکا۔

”ایک بات بتاؤ گی درفشانہ؟“ اور اس نے آنکھیں کھول کر مجھے دیکھا۔ ”رقص کرتے کرتے تم میرے پاس رکی تھیں اور بعد میں بھی تم میرے ہی پاس آئیں۔ اس کی کیا وجہ تھی؟

وہ میری طرف دیکھنے لگی۔ پھر اس نے ایک گہری سانس لے کر کہا۔ ”تم ایک صاف ستھرا آدمی ہے۔ دوسرا لوگ گندا ہوتا ہے اچھا آدمی ملتا۔ ٹھیک ہوتا۔“ میرے ذہن میں پھر ایک چھناکا ہوا۔ بلاوجہ یہ سوال کرڈالا۔ گویا ہر رات اس کے پاس نیا آدمی ہوتا ہے۔ شاید اسے انتخاب کرنے کی آزادی ہوتی ہے اور اگر وہ خود کسی کو منتخب نہ کرے تو پھر کوئی بھی ہو------ کوئی بھی ہو۔ وہ اس سے بھی اسی طرح پیش آتی ہوگی۔

لیکن۔ کیا فرق پڑتا ہے۔

اور دوسری لڑکیاں۔ سب ایک جیسی تھیں۔ سب ایک جیسی تھیں۔ یہ پھر بھی ان سے بہتر ہے۔ میں نے ذہن سے سب کچھ بھلا دیا اور خود کو اس میں جذب کردیا۔ وہ میری کیفیات سے بے نیاز مجھے بھرپور مدد دے رہی تھی۔ ذہن میں پیدا ہونے والے خیالات‘ اس سے قبل کہ مجھے اس سے متنفر کردیں‘ میں اس کے جسمانی زاویوں سے لطف اندوز ہولینا چاہتا تھا۔ میں پنجابی جوان تھا۔ شیروں کا شیر۔ میں نے اس کا انگ انگ توڑ کر رکھ دیا۔ اس کی لذت آمیز سسکاریاں کراہوں میں بدل گئیں۔ گندا آدمی گندا ضرور ہوتا ہے مگر اتنا بیدرد نہیں ہوتا۔ لیکن کون جانے یہ بیدردی ہی اسے پسند آئی ہو۔

چند منٹ کے بعد نڈھال سانسوں کے سوا کچھ بھی نہیں رہ گیا۔ شمعدانوں میں دھندلاہٹیں پھیل گئیں۔ میری آنکھیں بند تھیں۔ سماعت جاگ رہی تھی۔ وطن سے دور۔ دیار غیر میں۔ میں کس طرح بے یار و مددگار پڑا تھا۔ جہلم کی سوندھی خوشبوئیں میری ناک میں بسی ہوئی تھیں۔ سرائے عالمگیر کے چنے کے کھیت‘ ان میں دوڑتے ہوئے معصوم بچے۔ بیلوں کے گلے میں بندھی

ہوئی پیتل کی گھنٹیاں۔ نہ جانے کیا کیا۔ بہت سے سحر میری نگاہوں میں سمائے ہوئے تھے۔ بند پپوٹوں میں رقصاں تھے۔ کہ اس نے اپنا ہاتھ میرے سینے پر رکھ دیا۔ میں چونک پڑا۔ میں نے آنکھیں کھول کر اسے دیکھا۔

کتنا سکون تھا اس کے چہرے پر۔ کیسا اطمینان تھا۔ حالانکہ صرف لمحات کی شناسائی تھی۔ انسان کس طرح ایک دوسرے کو اپنا لیتے ہیں۔ کیسے خود کو مطمئن کرلیتے ہیں۔

اوہنہ دماغ خراب ہے۔ پاگل ہوگیا ہوں۔ یہ جذباتیت جب تک دفن نہیں کردوں گا کام کا آدمی نہیں بن سکوں گا۔ بیکار لغو باتیں سوچنے لگتا ہوں۔ ہر انسان ایک دوسرے کے لیے اجنبی ہے۔ اس جاندار کی خاصیت ہی یہ ہے ملتا ہے۔ بچھڑ جاتا ہے۔ بھول جاتا ہے۔ صورت تک یاد نہیں رکھتا۔ درفشانہ جاگ رہی تھی۔ اس کی آنکھیں بند تھیں۔ لیکن اس کے چہرے سے جذبات امنڈ رہے تھے۔ اس کا ہاتھ میرے چوڑے سینے پر متحرک تھا۔ وہ میرے جذبات کو بیدار کر رہی تھی۔ شاید اسے اس کی پسند مل گئی تھی۔ شاید وہ مجھ سے بہت متاثر ہوگئی تھی۔ یا پھر وہ ایک ایماندار دوکاندار تھی‘ بھرپور قیمت وصول کرتی۔ بھرپور مال سپلائی کرتی۔ اس کا نازک ہاتھ سینے کی چوڑائی سے کچھ پیچھے کھسکا۔ اور پھر کھسکتا ہی رہا۔ میں بھی سب کچھ بھول گیا اور اس کی طرف متوجہ ہوگیا۔

”درفشانہ“ میں نے اسے آواز دی۔ اور اس نے اپنا نچلا ہونٹ دانتوں میں دبالیا۔ آنکھوں میں تھوڑی سی درز پیدا کر کے مجھے دیکھا۔ سلگتی ہوئی آنکھوں کی چمک میں‘ دانتوں میں دبے ہوئے ہونٹ میں۔ ایک انوکھی پکار تھی۔ انوکھی چاہت تھی۔ میں اسے مایوس نہیں کرسکتا تھا۔ میں نے اس کی طلب کا پورا پورا احترام کیا اور ایک بار پھر اس کے چہرے پر پھول کھل گئے۔ اس کی آنکھوں میں سرور نظر آنے لگا۔

”نواز۔“ اس نے لرزتی آواز میں مجھے پکارا۔

”ہوں۔“ میں نے بوجھل آواز میں کہا۔

”میرا اس دنیا میں کوئی نہیں ہے۔“ وہ عجیب انداز میں بولی۔

”اوہ۔“ میں نے آہستہ سے کہا۔ ”والدین بھی نہیں۔“

”تھے لیکن اب نہیں ہیں۔ وہ مجھے فروخت کر کے کہیں چلے گئے۔ کہاں‘ مجھے معلوم نہیں۔“

”تین سال پہلے۔“

”نہیں۔ پندرہ سال پہلے۔ جس نے مجھے پالا وہ موجود ہے۔ اسی نے مجھے ہر بنس کے ہاں نوکر کرایا ہے۔ وہ اپنی دی ہوئی قیمت منافع کے ساتھ وصول کر رہا ہے۔“ وہ جذباتی انداز میں بولی ”وصول کرتا رہے گا۔ اس وقت تک جب تک میں بوڑھی نہ ہو جاؤں۔ مر نہ جاؤں۔“ آخر میں اس کی آواز آنسوؤں میں ڈوب گئی۔ میں سوچ میں گم ہوگیا۔ درد بھری کہانی ہے۔ لیکن کس کی کہانی میں درد نہیں ہے۔ دنیا ہی درد کی دنیا ہے۔ خود میں بھی کیا ہوں۔ لیکن یہ بے کسی۔ بے بسی مجھ سے کیا چاہتی ہے۔ اس نے اپنے بارے میں کیوں بتایا ہے۔

"نواز۔" اس نے مجھے پکارا اور میں اس کی طرف متوجہ ہوگیا۔ "مجھے یہ سب اچھا نہیں لگتا۔ کیا میں صرف لوٹوں کا دل بہلانے کے لیے پیدا ہوئی ہوں۔ کیا ہر قسم کے لوگوں کے لیے میں صرف عورت ہوں۔ کیا کبھی کوئی مجھے سہارا دینے کے بارے میں نہیں سوچے گا۔ کیا کوئی مجھے نہیں اپنائے گا۔"

اس کے سوال ہتھوڑوں کی طرح میرے ذہن پر پڑ رہے تھے۔ میں ایک بے بس انسان تھا۔ اس قدر بے بس کہ خودکشی کرنے پہنچ گیا تھا۔ لیکن پھر میری بے بسی کو ایک راستہ مل گیا۔ بے بسی کا دور ختم ہوگیا کیا یہ لڑکی کوئی راستہ تلاش کرسکے گی؟ یا پھر۔ اس بے بسی کی زندگی گزارتی رہے گی۔ ضمیر کے خلاف مجبوریوں کے بوجھ تلے۔ یا پھر یہ بھی خودکشی کی کوشش کرے گی۔ شاید کامیاب بھی ہو جائے۔ سب کے ساتھ تو ایسے اتفاقات پیش نہیں آتے۔ جیسے میرے ساتھ آئے تھے۔ پھر یہ جینے کی آرزومند۔ ایک لڑکی ایک کمزور عورت' زندگی سے مایوس ہو کر موت اپنالے گی۔ میں خود بھی کونسا زندہ ہوں۔ میں نے موت سے ہمیشہ پنجہ کشی کی ہے۔ آج تک اپنے لیے کی۔ اب اس کے لیے کیوں نہ کروں۔ میں جانتا تھا کہ یہ ایک جذباتی فیصلہ ہے۔ قدم قدم پر ہزاروں افسانے بکھرے ہوئے ہیں۔ کوئی سہارا دینے والا نہیں ہے۔ میں اسے کیا سہارا دوں۔ اور پھر۔ لیکن اسے اس جنہم سے نکالنے کی کوشش' کیا دلچسپ نہ ہوگی۔ کیا زندگی میں ایک خوش گوار ہنگامہ نہ پیدا ہو جائے گا۔ اور کیا مجھ جیسے انسان پر طاری جمود نہ ٹوٹ جائے گا۔ پھر کیوں۔ نہ یہ تفریح کی جائے کیوں نہ زندگی کو اس نئے موڑ پر ڈالا جائے۔ کیوں نہ سانسوں کا احساس کیا جائے۔ کیوں نہ رگوں میں منجمد خون کو گردش دی جائے۔ کم از کم کوئی نیا پن ہوگا۔ کچھ دلچسپیاں ہاتھ آئیں گی۔

"تم سہارا چاہتی ہو درفشانہ؟"

"ہاں نواز۔ مجھے یہ زندگی پسند نہیں ہے۔ میں اسے چھوڑ دینا چاہتی ہوں۔ میں یہ نہیں کہتی کہ تم مجھے زندگی بھر کے لیے سہارا دو۔ میں تمہارے اوپر بوجھ نہیں بنوں گی بس مجھے یہاں سے نکال لے چلو۔ کہیں اور پہنچادو۔"

"چلو۔" میں اٹھ گیا۔ اور وہ بھونچکی رہ گئی۔ وہ پاگلوں کی طرح میری شکل دیکھنے لگی۔ اسے میری بات کا یقین نہیں آیا تھا۔ میں نے قریب کے اسٹینڈ سے اپنا لباس کھینچا اور اسے پہننے لگا۔ تب وہ بھی اٹھ گئی۔ اس نے اپنا لباس پہن لیا اور خشک ہونٹوں پر زبان پھیرتے ہوئے مجھے دیکھنے لگی۔

"کیوں۔ کیا سوچ رہی ہو؟" میں نے اسے دیکھا۔

"نواز۔ سچ مچ تم مجھے ادھر سے لے جائے گا؟"

"ہاں۔ ہاں چلو۔ یہاں سے نکل چلو۔ ہم کہاں جائیں گے۔ یہ ہم بعد میں سوچیں گے۔"

"چلو نواز۔" اس نے لرزتے ہاتھوں سے میرا بازو پکڑتے ہوئے کہا۔ اور پھر ہم دونوں دروازے سے نکل آئے میرے جیسا جنونی بھی کوئی اس سے نہیں ٹکرایا ہوگا۔ اسے یقین نہیں آرہا تھا کہ کوئی اتنی جلد اتنے بڑے کام کو انجام دینے پر آمادہ ہو جائے گا۔ حالانکہ ہم انتظار بھی کرسکتے تھے۔ ہفتے میں ایک بار چھٹی ہوتی تھی۔ وہ اپنے گھر جاتی تھی۔ وہ دن بھی کارآمد ہوتا۔ لیکن اتنا انتظار کون

کرتا۔ میں تو زندگی کی یہ تبدیلی اپنانے پر تل گیا تھا۔ مجھے یہ بھی احساس نہیں تھا کہ اس اقدام سے میرے گروہ کے لوگوں کے پروگرام پر کیا اثر پڑے گا۔ جو ہوگا دیکھا جائے گا۔ فکر کس بات کی۔ میں ہال کے دروازے کی طرف بڑھا لیکن اس نے میرا بازو پکڑ لیا۔

"ادھر سے نہیں! اس طرف سے آؤ۔" وہ ایک دوسری سرنگ کی طرف بڑھتی ہوئی بولی۔ اور میں اس طرف چل پڑا۔ ظاہر ہے وہ یہاں کے راستوں سے بخوبی واقف تھی۔ ہم دونوں باہر نکل آئے۔ اب سر پر کھلا آسمان تھا اور پہاڑوں میں رات بکھری ہوئی تھی۔ چاروں طرف ہو کا عالم تھا۔ شہر کے بارے میں مجھے معلوم تھا کہ کتنی دور ہے۔ کسی سواری کا سوال ہی نہیں تھا۔ لیکن درفشانہ بھی میری طرح بے جگر تھی۔ اور یہاں سے نکل جانے کے لیے اتنی ہی بے چین تھی۔ بس اسے سہارے کی ضرورت تھی۔ شاید اپنے پسندیدہ سہارے کی۔ جو بہرحال اسے آج مل گیا تھا۔

"آؤ۔" درفشانہ نے ایک سمت اختیار کرتے ہوئے کہا اور میں بے فکری سے اس کے ساتھ چل پڑا۔ تاریکی اس قدر گہری تھی کہ ہم صرف ایک دوسرے کے وجود کو محسوس کرسکتے تھے۔ دیکھ نہیں سکتے تھے لیکن ہم چل رہے تھے۔ میرے دل میں خوف کا شائبہ بھی نہیں تھا۔ درفشانہ کے دل کا حال مجھے معلوم نہیں تھا۔ تاہم میں نے اس سے پوچھا۔

"تاریکی بہت گہری ہے درفشانہ۔ کیا تم ان راستوں سے بخوبی واقف ہو؟"

"ہاں۔ اس نے مختصراً کہا۔

"یہاں درندے تو نہیں ہیں؟"

"پہلے ہوتے تھے۔ لیکن اب اس علاقے کو صاف کرلیا گیا ہے۔" اس نے میرا ہاتھ پکڑتے ہوئے کہا۔

"میرا خیال ہے کہ راستے میں خوفناک گڑھے بھی نہیں ہیں۔ آتے ہوئے تو نہیں محسوس ہوا تھا۔"

"ہربنس نے اس پورے علاقے کو قابل استعمال بنالیا ہے۔" میرا ہاتھ پکڑنے کے بعد اسے بھی سہارا مل گیا تھا۔

"ہم کس طرف جارہے ہیں؟"

"ان چڑھائیوں کو عبور کرنے کے بعد القمر کی روشنیاں نظر آجائیں گی یہ سفر آسان ہوگا۔ القمر پر ہمیں ٹیکسیاں مل جائیں گی۔ کوئی بھی ڈرائیور ہمیں معقول رقم کے عوض قندھار لے جانے پر تیار ہو جائے گا۔ قندھار پہنچ کر آگے جانے کے بارے میں سوچیں گے۔"

"کیا یہ ٹیکسیاں رات میں بھی سفر کرتی ہیں؟"

"رقم کے عوض سب کچھ ہوتا ہے۔ اور پھر یہ ------ خطرناک لوگوں کا علاقہ ہے۔ یہاں یہ غیر قانونی کام بہت رازداری سے ہوتا ہے۔" درفشانہ نے بتایا۔

میری معلومات میں اضافہ ہو رہا تھا۔ معصوم سی لڑکی اس قدر بے وقوف بھی نہیں تھی۔ ظاہر ہے ان خطرناک لوگوں کے ساتھ زندگی گذار رہی تھی۔ بہرحال اس کی معیت دلکش تھی۔ ہم

ہوئی تھیں۔ ایک دلچسپ چیز جو نظر آئی وہ مقامی لباس تھے۔ انہیں دیکھ کر فوراً میرے ذہن میں ایک خیال آیا اور میں نے اسے عملی شکل دے دی۔ تھرماس' سگریٹ وغیرہ کے ساتھ میں نے مقامی لباس بھی خریدے۔ چند جوڑے درفشانہ کے لیے اور دو تین اپنے لیے۔ یہ چیزیں ایک چمڑے کے سوٹ کیس میں رکھوا کر میں نے سب کی قیمت ادا کردی۔ اس کے باوجود میرے پاس کافی کرنسی موجود تھی۔ درفشانہ سحر کے عالم میں سب کچھ دیکھ رہی تھی۔ اسے میرے اس قدر "تگڑی آسامی" ہونے کی توقع نہیں تھیں پیک کیا ہوا سامان آگیا اور اسے لے کر ہم اپنے کمرے میں واپس آگئے۔ میں نے درفشانہ کو بھی نیا لباس پہننے کی پیشکش کی اور اس نے سحر کے عالم میں نیا لباس پہن لیا۔ ترکی طرز کا یہ لباس موزوں بدن درفشانہ پر خوب بچ رہا تھا۔ جب اس نے آئینے میں خود کو دیکھا' تو اس کے چہرے پر دھنک بکھر گئی۔ قوس و قزح کے یہ رنگ مجھے بہت بھلے معلوم ہوئے اور میں نے سوچا کہ میری قیمت وصول ہوگئی۔ درفشانہ گھریلو عورت کی طرح شرماتی ہوئی میرے سامنے آئی۔ اس کی نگاہوں میں داد کی طلب تھی اور میں نے گرمجوش بوسے سے وہ طلب پوری کردی۔ پھر میں نے مقامی لوگوں کا لباس پہنا۔ لمبی پگڑی کا ایک سرا لٹکانے کے بعد میں نے خود کو آئینے میں دیکھا اور خود میرے چہرے پر حیرت امنڈ آئی میں سوفیصد مقامی معلوم ہو رہا تھا۔ بس میری ہپی طرز کی داڑھی ان لوگوں سے مختلف تھی۔ بہرحال میں نے فیصلہ کیا کہ کم از کم افغانستان میں یہی حلیہ اختیار کیے رہوں گا۔

درفشانہ نے بھی پسندیدگی کی نگاہوں سے مجھے دیکھا "عجیب انسان ہو تم۔ جب تم ہپی بنے ہوئے تھے تو میں نے تمہیں سفید فام غیر ملکی سمجھا تھا اور اگر اب میں تمہیں پہلی بار اس لباس میں دیکھتی تو افغان ہی سمجھتی۔ تمہارے چہرے اور جسم میں ہر چیز چھپ جاتی ہے۔"

"چلیں۔" میں نے کلائی پر بندھی ہوئی گھڑی دیکھ کر کہا۔

"ہاں۔ صبح سے پہلے ہمیں یہاں سے دور نکل جانا چاہیے۔" درفشانہ نے اپنا شٹل کاک ٹائپ کا برقعہ اوڑھتے ہوئے کہا۔ مجھے اس برقعے پر اعتراض نہیں تھا۔ کیونکہ درحقیقت یہ درفشانہ کو چھپانے میں بڑا معاون تھا۔ ہم ہوٹل سے باہر نکل آئے رات کے پونے چار بجے تھے۔ ہوٹل کے باہر کچھ ٹیکسیاں کھڑی تھیں جن کے ڈرائیور اگلی سیٹوں پر دراز اونگھ رہے تھے۔

"ان لوگوں سے افغانی زبان میں بات چیت تم کرو گی۔ میں تو گونگا ہوں۔" میں نے کہا۔

"ٹھیک ہے۔" درفشانہ نے جواب دیا۔ پھر اس نے خود ہی آگے بڑھ کر ٹیکسی ڈرائیور کا پاؤں ہلایا۔ ڈرائیور آنکھیں ملتا ہوا اٹھ گیا۔ درفشانہ مقامی زبان میں اس سے گفتگو کرتی رہی جس کے کچھ الفاظ میری سمجھ میں آرہے تھے۔ تھوڑی سی ردوکد کے بعد ڈرائیور تیار ہوگیا۔ اس نے ٹیکسی کی ڈکی میں ہمارا سامان رکھا۔ پٹرول وغیرہ چیک کیا۔ اپنا پستول نکال کر اس کے چیمبر بھرے اور اسے نیفے میں اڑس لیا۔ پھر اپنی پگڑی کھول کر کسی اور اس کے بعد وہ اسٹیرنگ پر آبیٹھا۔ اس دوران ہم اندرونی سیٹ پر آگئے تھے۔ تب ٹیکسی اسٹاٹ ہو کر چل پڑی۔ درفشانہ کا چہرہ اب بھی ڈھکا ہوا تھا۔ اور ہم بظاہر کسی باعزت گھرانے کے چشم و چراغ معلوم ہو رہے تھے۔ راستے میں کسی نے کوئی گفتگو نہ کی۔ البتہ درفشانہ کے جسم کا بوجھ زیادہ سے زیادہ میرے اوپر آپڑا تھا۔ شاید وہ سوگئی تھی۔ لیکن میں

پشاور میں اسٹورز ہیں جو بظاہر دوسرا کام کرتے ہیں لیکن ان کا اصل کام یہی ہے جسے وہاں کے مقامی لوگوں نے سنبھالا ہوا ہے۔"

"خوب۔" میں نے دل ہی دل میں یہ نام نوٹ کرلیے۔ اگر ان معلومات کے عوض یہ لڑکی خود زیار خان سے مدد کی درخواست کرتی تو زیار خان پوری قوت سے اس کی مدد کرتا۔ لیکن خوشی کی بات تھی کہ یہ معلومات میرے ذریعہ ان لوگوں تک پہنچیں گی جس سے انہیں اندازہ ہوگا کہ میں بخوبی کام کر رہا ہوں۔

"تمہاری معلومات تو بہت کافی ہیں درفشانہ۔ کیا یہ لوگ اپنا کاروبار خفیہ نہیں رکھتے۔"

"میرے علاوہ صرف چند لوگوں کو ہی یہ معلومات ہوں گی۔ ہربنس کا بیٹا جوگندر سنگھ کبھی کبھی میرے پاس آتا تھا۔ وہی اپنے کاروبار کے بارے میں بتاتا رہتا تھا۔" درفشانہ نے جواب دیا۔

"اوہ۔" میں نے ایک گہری سانس لی۔ کیا کابل سے باہر بھی ان کا کاروبار پھیلا ہوا ہے؟"

"نہیں۔ صرف کابل میں۔ ہربنس سنگھ بہت چالاک ہے۔ اس نے ابھی باہر ہاتھ پاؤں نہیں مارے۔ وہ پہلے کابل میں اپنا کاروبار مستحکم کرنا چاہتا ہے۔ وہ چاہتا ہے کہ کوئی دوسرا اس کے مقابلے پر نہ آسکے۔ حکومت کے بااثر لوگ اس کے پشت پناہ ہیں۔ جب وہ یہاں سے اطمینان کرلے گا تب باہر کا کام کرے گا۔"

ہم گفتگو کرتے چلے جارہے تھے۔ القمر کی عمارت اب سامنے ہی نظر آرہی تھی۔ درفشانہ نے اپنے ساتھ لایا ہوا برقعہ سر پر ڈال لیا اور عجیب و غریب نظر آنے لگی۔ اس برقعہ میں کسی کو ساتھ لے کر چلنا بہت عجیب تھا لیکن یہاں معیوب نہیں تھا۔ اکثر اعلیٰ درجے کی کاروں سے میں نے اسی ٹائپ کی عورتوں کو اترتے دیکھا تھا' جن کی پنڈلیاں بہرحال عریاں ہوتی تھیں۔ لیکن اوپر سے وہ برقعے میں ملبوس ہوتی تھیں۔ چنانچہ جب ہم ہوٹل میں داخل ہوئے تو کسی نے ہماری طرف توجہ نہیں دی۔ کاؤنٹر پر موجود جدید افغان نے ہمیں دیکھ کر رجسٹر کھول دیا اور ہم نے "عارضی قیام" کے لیے کمرہ حاصل کرلیا۔ شاید یہاں "عارضی قیام" کے لیے لوگ آتے رہتے تھے۔ یہ قیام پوری رات' آدھی رات اور بعض اوقات ایک آدھ گھنٹہ کا ہوتا تھا۔ چنانچہ ہم سے پوچھ لیا گیا اور ہم نے صرف دو گھنٹہ کے لیے کمرہ حاصل کرلیا۔

نہایت خوبصورت کمرہ تھا۔ دن رات کام ہوتا تھا۔ اس لیے ہر چیز مل گئی۔ میں نے بیرے کو بلا کر دو بھنے ہوئے مرغ اور بٹر سلائس پیک کرنے کا آرڈر دے دیا اور پھر تھرماس کے بارے میں پوچھا۔

"نیچے اسٹور ہے صاحب ہر چیز ملتا ہے۔" بیرے نے ہم دونوں کو حیرت سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔ ایک ہپی اور ایک شٹل کاک' بہرحال حلیے اور شکل سے میں غیر ملکی ہی معلوم ہوتا تھا۔

"اوہ۔ میں نے اسٹور کے بارے میں سن کر دلچسپی سے کہا۔ اور پھر کمرے سے نکل کر اسٹور میں آگئے۔ اسٹور دیکھ کر آنکھیں کھلی رہ گئیں۔ خود کابل شہر میں اتنی اعلیٰ دوکان نہیں تھی۔ شاید اس علاقے میں حکومت کابل کا کوئی قانون لاگو نہیں تھا۔ تمام مال غیر ملکی تھا۔ دنیا جہاں کی چیزیں بھری

ایک دوسرے کا ہاتھ پکڑے آگے بڑھتے رہے۔ یہاں تک کہ بلندی کا آخری سرا تک ختم ہوگیا۔ اتنی چڑھائی پر چڑھتے ہوئے سانس میں تیزی آگئی تھی۔ درفشانہ تو باقاعدہ ہانپ رہی تھی۔

"تم تھک گئیں شاید؟" میں نے پوچھا۔

"نہیں۔ پوری زندگی سوچنے کے بعد پہلا قدم اٹھایا ہے۔ اگر اتنے سے فاصلے پر تھک گئی تو پھر یہ طویل سفر کیسے طے کروں گی۔ مگر سنو تمہارے پاس کوئی قیمتی چیز ہے؟"

"مثلاً" میں تعجب سے پوچھا۔

"کوکین، ہیروئن یا انجکشن جسے تم فروخت کرنا چاہتے ہو؟"

"نہیں۔ ایسی کوئی چیز نہیں ہے۔ کیوں؟"

"ایسے ہی پوچھا۔ ہمیں رقم کی ضرورت ہوگی۔ اکثر سیاح قیمتی چیزیں ساتھ رکھتے ہیں اور بوقت ضرورت انہیں کیش کرالیتے ہیں۔ کیا تمہارے پاس بڑی رقم موجود ہے؟"

"ہاں۔ کافی رقم ہے" میں نے جواب دیا اور دور سے ہوٹل القمر کی روشنیاں دیکھنے لگا۔ جواب ایک ٹیلے کے پیچھے سے نکل آنے کے بعد صاف نظر آرہی تھیں۔ اس کے الفاظ میرے کانوں میں گونج رہے تھے۔ پھر میں نے پوچھا۔ "کیا ہربنس کے اس ساقی خانے میں بھی ایسی اشیاء خریدی جاتی ہیں؟"

"ہاں شارع حشیش پر تو منشیات ٹریولر چیک ہوتی ہیں۔ چیک کیش کرانے میں وقت بھی لگتا ہے لیکن اگر تمہارے پاس کوئی عمدہ چیز ہے تو فوراً مناسب رقم مل جاتی ہے۔ یہاں صرف فروخت ہی نہیں خرید بھی کی جاتی ہے۔ یہ جتنے لوگ ہال میں موجود تھے۔ سب مالدار لوگ تھے۔ ہربنس کے ساقی خانے میں نایاب چیزوں کا ذخیرہ انہی سیاحوں کے دم سے ہے۔ ہربنس مال کے حساب سے دیانت داری سے قیمت ادا کرتا ہے۔"

"واہ۔" میں نے دلچسپی سے کہا۔ "ہربنس باقی مال کہاں سے خریدتا ہے۔"

"کچا مال کابل کے نواحی علاقوں میں کاشت ہوتا ہے۔ ہربنس پوری کھیپ خرید لیتا ہے۔ بہت سے کاشتکار صرف اس کے لیے کام کرتے ہیں۔ ان میں بیشتر اس سے خوش نہیں ہیں۔ لیکن ہربنس کی ٹکر پر دوسرے لوگ موجود نہیں ہیں۔ صرف فوجی خان کا چھوٹا سا اڈہ ہے مگر وہ نہ ہونے کے برابر ہے اس لیے کاشتکار ہربنس سے بگاڑ بھی نہیں کرتے۔ ہاں اگر کوئی دوسرا سامنے آئے تو ہربنس کو کوئی مال نہ دے۔"

غیر متوقع طور پر یہ قیمتی معلومات حاصل ہوگئی تھیں میرے خیال میں یہ میرے کام کی بات تھی۔ غلام سیٹھ تک یہ رپورٹ ضرور پہنچنی چاہیے۔ میں نے فیصلہ کیا کہ قندھار پہنچ کر یہ رپورٹ زیارخان کو بذریعہ ڈاک دے دوں گا۔ اس سلسلہ میں مزید معلومات کے لیے میں نے پوچھا۔

"باقی مال کہاں سے لیتا ہے۔"

"اس کے بہت سے ساتھی کام کرتے ہیں۔ خود تمہارے ہاں سے مال آتا ہے۔ پشاور سے کراچی سے۔ پشاور میں اس کے آدمی موجود ہیں۔ گرین چیک اسٹور کے نام سے اس کے کراچی اور

جاگ رہا تھا۔ مجھے ڈرائیور کا پستول یاد تھا۔ اس کے چوڑے شانے میں عقب سے بخوبی دیکھ سکتا تھا۔ کھلے علاقے میں آنے کے بعد سردی زیادہ محسوس ہونے لگی۔ لیکن بدقسمتی سے ہم نے اس کا کوئی انتظام نہیں کیا تھا۔ کھڑکیوں کے شیشے بند کردیئے گئے تھے لیکن اس کے باوجود سرد ہوا جہاں سے بھی داخل ہوسکتی، داخل ہو رہی تھی۔ ایسے میں درفشانہ کے جسم کی گرمی مجھے بری نہیں لگ رہی تھی اور میں اسے زیادہ سے زیادہ خود میں جذب کرنے میں کوشاں تھا۔ کابل کے نواحی علاقے پیچھے رہ گئے تھے۔ دائیں طرف کوہ بابا کی برف نے وادی پر سفیدی بکھیر دی تھی۔ ڈرائیور خاموشی سے ٹیکسی چلا رہا تھا اور اب ہم سرو کے درختوں کے جھنڈ میں چل رہے تھے۔ رفتار کافی تیز تھی۔ سفر کا کوئی خاص احساس نہیں ہو رہا تھا۔

اس وقت روشنی کی پہلی کرن ہی نیچے آئی تھی کہ ڈرائیور نے ٹیکسی کی رفتار کم کرنا شروع کردی۔ ہم غزنی پہنچ گئے تھے۔ غزنی سلطان محمود کی شان کا مظہر۔ فاتح سومنات کی بستی جسے تاریخ عالم کبھی فراموش نہ کرسکے گی۔ دور سے پٹرومیکس کی روشنیاں نظر آرہی تھیں۔ شاید کوئی چائے خانہ تھا۔ میں نے درفشانہ کے شانے کو تھپتھپایا لیکن وہ گہری نیند سو رہی تھی۔ پھر جب ڈرائیور نے ٹیکسی روشنیوں سے تھوڑی دور روک دی تو میں نے پوری کوشش کر کے درفشانہ کو جگادیا۔ وہ آنکھیں پٹ پٹا کر مجھے دیکھنے لگی۔ پھر جب اسے ماحول یاد آگیا تو وہ جلدی سے چونک کر سنبھل گئی۔

"کیا بات ہے؟" اس نے سرسراتی آواز میں پوچھا۔ لیکن میں نے بیساختگی میں بھی زبان خاموش رکھی۔ اور باہر اشارہ کردیا۔

"چائے بھیجے صاحب؟" ڈرائیور نے پوچھا اور درفشانہ نے اثبات میں سر ہلادیا۔ تب ڈرائیور دروازہ کھول کر نیچے اتر گیا۔ میں نے ایک گہری سانس لے کر اس کی طرف دیکھا۔

"نیند پوری ہوگئی؟" میں نے مسکراتے ہوئے اس سے پوچھا۔

"ہاں۔ بھیانک خواب دیکھتے ہوئے۔" اس نے جواب دیا۔

"خواب کوئی حقیقت نہیں رکھتے۔ ویسے تم نے اپنے بارے میں کیا سوچا ہے درفشانہ؟" میں نے یونہی پوچھ لیا۔ لیکن اس سوال پر وہ اداس ہوگئی۔ چند منٹ خاموش رہی۔ پھر بولی۔

"ابھی کچھ نہیں۔ اس وقت تک تمہارے ساتھ رہوں گی جب تک تم پسند کرو گے۔ جب تم چھوڑ دو گے تب کچھ اور سوچوں گی۔" اس کے لہجے کی اداسی نے مجھے متاثر کیا۔ میرا جی چاہا کہ میں اسے زندگی بھر ساتھ رکھنے کا اعلان کردوں۔ لیکن پھر عقل نے ٹھوکا دیا۔ ایک انہونی بات کہہ کر کسی کو بہلاوے میں رکھنا کہاں کی عقلمندی ہے۔ چنانچہ خاموشی ہی بہتر تھی۔ بار والا چائے کے دو گلاس لے کر ٹیکسی کے قریب پہنچ گیا۔ گرم گرم قہوے نے سفر کی تھکن دور کردی۔ دو اور گلاس طلب کیے اور انہیں پینے کے بعد میں نے ڈرائیور کے قہوے کا بل بھی ادا کردیا۔ ڈرائیور مسکراتا ہوا اپنی گھیردار شلوار سمیٹتا پھر ٹیکسی میں آبیٹھا۔ ٹیکسی چل پڑی۔

اب صبح کی روشنی نمودار ہونے لگی تھی۔ مناظر اجاگر ہو رہے تھے۔ لیکن زیادہ دلخوش کن مناظر نہیں تھے۔ موسم بھی ایک دم بدل گیا تھا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے غزنی اچھے اور خوش گوار موسم

کی سرحد ہو۔ بنجر اور چٹیل پہاڑوں کا اکتا دینے والا سلسلہ تاحد نگاہ پھیلا ہوا تھا۔ کہیں کہیں خانہ بدوشوں کے خیمے اور جانور نظر آجاتے تھے۔ ورنہ ویرانی اور سناٹا۔ ہم نے کھڑکیاں کھول دی تھیں۔ لیکن ہوا گرم اور ریت میں لپٹی ہوئی تھی۔ کھڑکیاں بند کرتے تو گرمی لگتی اور کھولتے تو گرم ہوا کے ساتھ ریت بھی اندر آنے لگتی۔

خاصا تکلیف دہ سفر تھا۔ ایک طویل فاصلہ طے کرکے ڈرائیور نے "جاندو" میں ٹیکسی روکی کچی مٹی کی دوکانیں اور قہوے خانے بکھرے ہوئے تھے۔ ڈرائیور نے کہا کہ یہاں سے کھانے کا بندوست کرلیا جائے۔ آگے کا فاصلہ طویل ہے۔ لیکن ہمارے پاس کھانے کا انتظام تھا۔ اس لیے درفشانہ نے منع کردیا۔ خود ڈرائیور اپنے لیے موٹی موٹی روٹیاں اور بھنا ہوا گوشت خرید لایا۔ اور اس نے ٹیکسی جلدی سے آگے بڑھادی۔ شاید وہ بھی اب اس طویل سفر کو ختم کردینے کی فکر میں تھا۔ کانٹے دار جھاڑیوں کے درمیان پھیلی ہوئی سڑک پر ٹیکسی خاصی تیز رفتاری سے دوڑنے لگی۔ ہوا مزید گرم اور تیز ہوگئی تھی۔ اس لیے کھڑکیاں بند کردینی پڑیں' اسی میں عافیت تھی میں ان میدانوں کو دیکھ رہا تھا جہاں کبھی چنگیز خان کے گھوڑوں کی ٹاپوں سے زمین دہلی تھی۔ چنگیز خان انہی راستوں سے گزر کر خراسان پر حملہ آور ہوا تھا۔

دن کو پونے گیارہ بجے ٹیکسی قندھار میں داخل ہوگئی۔ درفشانہ نے اسے قندھار ہوٹل چلنے کے لیے کہا تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد ہم قندھار ہوٹل کے سامنے رک گئے۔ ٹیکسی سے اترے۔ بل ادا کیا اور ہوٹل میں داخل ہوگئے۔ بے حد مہنگا ہوٹل تھا۔ لیکن بہرحال تکلیف دہ نہیں تھا۔ باقی اور دوسری سہولتوں کا معقول بندوبست تھا۔ پہلے میں نے غسل کیا اور پھر درفشانہ نے۔ نیند آرہی تھی۔ اگر سو جاتے تو دوپہر کا کھانا نہ جانے کس وقت کھانا پڑتا۔ نہاتے دھوتے ہوئے بارہ بج گئے۔ اور بارہ بجے ہم دسترخوان بچھا کر بیٹھ گئے۔ کھانا وغیرہ کھا کر کافی پی جو تھرماس میں ساتھ لائی گئی تھی۔ اور پھر ہم نے ایک دوسرے سے لپٹ کر بوسے دیئے اور اپنے اپنے بستر پر جالیٹے۔ نیند نے کسی اور جذبے کو نہیں ابھرنے دیا تھا۔ لیٹتے ہی بے خبر ہوگئے اور پھر شام کو چھ بجے آنکھ کھل سکی۔ طبیعت پر گرانی تھی۔ جاگ جانے کے باوجود اٹھنے کو دل نہیں چاہ رہا تھا۔ میں نے کروٹ بدل کر درفشانہ کی طرف دیکھا۔ وہ عجیب سی نگاہوں سے میری طرف دیکھ رہی تھی۔ مجھ سے آنکھیں ملتے ہی اس نے نگاہیں جھکالیں۔ لیکن ایک نظر بہت سے افسانے کہہ گئی۔ میں احمق نہیں تھا۔ میں نے ان افسانوں کو پڑھا اور میرے ذہن میں ہلچل مچ گئی۔

سرائے عالمگیر کا حساس دل نوجوان جاگ اٹھا۔ بے سہارا لڑکی کو میری مدد کی ضرورت ہے۔ بھری دنیا میں اس کا کوئی نہیں ہے۔ وہ بے سہارا ہے ان آنکھوں میں سہارے کی طلب ہے۔ کیا اس طلب کو سنگدلی سے ٹھکرا دیا جائے۔ کیا اسے اپنالیا جائے۔ ہمیشہ کے لیے۔ وہ کہاں جائے گی۔ کس طرح زندگی گزارے گی؟ ذہن میں شدید طوفان اٹھا۔ لاوا ابلتا رہا۔ خود مجھے کس نے سہارا دیا تھا۔ پوری دنیا نے میری طرف سے نگاہیں پھیرلی تھیں۔ وہ عورت ہے۔ اس کے پاس اس کے حسین جسم کا سہارا ہے۔ میں تو بے جان پتھر تھا۔ میری زندگی موت سے کسے دلچسپی تھی۔ پھر میں اس دنیا پر

ہوں رحم کھاؤں۔ درفشانہ نے مجھ سے درخواست کی تھی کہ اسے ہربنس کے چنگل سے نکال ں۔ یہی کیا کم ہے کہ میں نے اس کی یہ خواہش پوری کردی۔ زندگی بھر کا ٹھیکہ تو نہیں لیا۔ اب تو سوداگر ہوں۔ میں نے اس پر خرچ کیا۔ اس کے عوض مجھے اس کا جسم ملا۔ اس سے ہٹ کر بھی ں نے کافی خرچ کیا جس کے بدلے میں مجھے قیمتی معلومات حاصل ہوئیں۔ یقیناً یہ معلومات ان وں کے معیار پر پوری اتریں گی جو مجھ سے کام لینا چاہتے ہیں۔ میں انہیں ان کے اعتماد کا صحیح بدل ے سکوں گا۔ اور پھر بذات خود میری حیثیت ہی کیا ہے۔ ایک بیکار اور فضول سا انسان' جو صرف ان وں کی وجہ سے عیش کر رہا ہے اگر ان سے رابطہ ٹوٹ جائے تو پھر جہنم ہی جہنم۔

نہیں۔ نہیں۔ میں یہ جہنم نہیں اپناؤں گا۔ میں دوبارہ اس جہنم میں جانے کی کوشش نہیں روں گا۔ درفشانہ اپنے راستے خود تلاش کرے۔ میرا اس کا وقتی ساتھ ہے۔ اس کے بعد میں کچھ نہ رسکوں گا۔ میں نے دل سخت کرلیا۔

"جاگ گئے؟" بالآخر درفشانہ نے اس طویل خاموشی کو توڑا۔

"ہاں۔" میں نے جواب دیا۔

"کیا پروگرام ہے؟"

"اٹھو۔ کافی بابا کے ہاں پئیں گے۔" میں نے کہا اور وہ اٹھ گئی۔ چند منٹ مسہری پر پاؤں لٹکائے بیٹھی مجھے دیکھتی رہی۔ پھر ایک ٹھنڈی سانس لے کر باتھ روم کی طرف چل دی۔ چند منٹ کے بعد وہ نکھر کر باہر نکل آئی۔ تب میں باتھ روم میں چلا گیا۔ اور پھر تھوڑی دیر کے بعد ہم دونوں بیٹھے چائے پی رہے تھے۔

درفشانہ خاموش تھی۔ میں بھی خاموش تھا۔ وہ شاید سوچ رہی تھی کہ کس طرح میرا دل موہ لے۔ تاکہ میں اس سے خود کو جدا کرنے کے معاملے میں بے بس ہو جاؤں۔ اور میں سوچ رہا تھا کہ کچھ بھی ہو۔ میں اس کی محبت اور اس کی اداؤں کو ذہن پر سوار نہیں ہونے دوں گا۔ میں جس قدر جلد ہوسکے گا اس سے چھٹکارا حاصل کرلوں گا۔

"کہیں چلو گے؟" تھوڑی دیر کے بعد پھر درفشانہ نے پوچھا۔

"کل۔ آج آرام کریں گے۔ کہیں جانے کا موڈ نہیں ہے۔"

"ٹھیک ہے۔" اس نے ایک گہری سانس لے کر کہا اور کرسی کی پشت سے ٹک گئی۔ "تم نے اپنے بارے میں کچھ نہیں بتایا۔" تھوڑی دیر کے بعد اس نے کہا۔

"اپنے بارے میں کیا بتاؤں درفشانہ بس ایک سیاح ہوں۔ گھربار چھوڑ کر نکل آیا ہوں۔ دنیا دیکھنا چاہتا ہوں۔ اور اس شوق کی تکمیل میں کوئی رکاوٹ قبول کرنے کو تیار نہیں ہوں۔" میں نے کسی قدر خشک انداز میں کہا۔ اس نے میرے انداز کی خشکی کو محسوس کرلیا۔ لیکن اس کے چہرے پر کوئی شکن نمودار نہیں ہوئی۔ تھوڑی دیر کے بعد اس نے کہا۔

"رکاوٹیں تو قدم قدم پر تمہارا راستہ روکیں گی۔ بس ذرا سخت دلی کی ضرورت ہے۔ انہیں ٹھکرانے کا گر سیکھ لو۔ کامیابی سے آگے بڑھتے رہو گے۔" اس کے لہجے میں چھپے ہوئے کرب کو بالآخر

میں نے محسوس کرلیا۔ لیکن میں اس کرب کی طرف توجہ دینے کے لیے تیار نہیں تھا۔ آپ مجھ بالکل بے ضمیر انسان نہ سمجھیں۔ بلکہ میرے حالات پر نگاہ دوڑائیں۔ ان حالات میں خود میری اپنی حیثیت تھی کہ میں کسی دوسرے کو سہارا دینے کے بارے میں غور کرتا۔ اور ظاہر ہے اپنی زندگی کے یہ حالات میں ہر کس و ناکس کو بتانے بھی نہیں بیٹھ سکتا تھا۔ اس گفتگو کے بعد وہ بھی خاموش ہوگئی۔

رات ہوگئی۔ کھانے وغیرہ سے فارغ ہو کر ہم بستروں پر آگئے۔ میں دوسرے دن کا پروگرام بنا چکا تھا۔ دوسرے دن مجھے یہی کرنا تھا کہ مفصل رپورٹ بنا کر زیبر خان کو بھیج دوں۔ تاکہ اس کے توسط سے وہ غلام سیٹھ کو پہنچ جائے اور غلام سیٹھ یہ جان لے کہ میں اس کی مرضی کے مطابق کام کر رہا ہوں۔

درفشانہ باتھ روم میں گئی۔ اس نے ایک قیمتی لباس پہنا۔ خاص انداز میں بال گوندھے اور پھر باتھ روم سے نکل آئی۔ اس کا چہرہ روشن تھا۔ آنکھوں میں مستیاں امنڈ رہی تھیں۔ اچانک ذہن بھٹک گیا۔ مجھے احساس ہوا کہ وہ ایک مجبور عورت ہے بے سہارا ہے۔ اپنی زندگی میں صرف اپنے جسم کو سہارا سمجھتی ہے۔ مجھے کسی اور طرح تیار نہیں کر سکی تو اپنے جسم کا سہارا لے رہی ہے۔ کیا میں اس کی مجبوریاں خریدلوں۔ وہ میرے نزدیک آکر بیٹھ گئی اور اس نے میرے چہرے پر کشمکش کے آثار دیکھ لیے۔ تب اس نے میری پنڈلیوں پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔

”میرے بارے میں فکر مت کرو نواز۔ تمہاری یہی مہربانی ہے کہ تم مجھے ہربنس کے جہنم سے نکال لائے۔ میں اپنے لیے کوئی راستہ تلاش کرلوں گی۔ کل میں تم سے رخصت ہو جاؤں گی۔ میں آج کی رات تمہارے احسان کا بدلہ اتاروں گی۔“

”میں کوئی بدلہ نہیں چاہتا درفشانہ۔ میں نے تم پر کوئی احسان نہیں کیا اور نہ کروں گا۔ بس ہم دو اجنبی ہیں۔ ایک دوسرے کے لیے قطعی اجنبی۔ زندگی کے سفر میں چند لمحاتی ملاقات رہی۔ اور بس۔ ذہنوں کو الجھانے سے کوئی فائدہ نہیں۔“

”ہم اجنبی نہیں ہیں نواز۔ تم میرے جسم کے رازدار ہو۔ ہم نے ایک رات ساتھ گزاری ہے۔“

”وہ رات۔ نواز اور درفشانہ کی رات نہیں تھی۔ وہ رات ہربنس کے اڈے پر ایک ہزار افغانی کے عوض حاصل کی گئی تھی۔ میں تمہارے لیے اجنبی ہوں اس رات میں صرف ایک گاہک تھا۔ مجھے نیند آرہی ہے۔ مجھے سونے دو درفشانہ۔“ میں نے کروٹ بدل لی۔ اسے اس طرح ٹھکرانے کا ارادہ نہیں تھا۔ لیکن اس وقت کے احساسات نے ہمت ختم کردی تھی۔ ضمیر کے گوشوں میں کھدر بدر ہونے لگی تھی جس نے ذہن کا رخ بدل دیا تھا۔ نہ جانے وہ کب تک میرے پلنگ کی پٹی پر بیٹھی رہی۔ ایک وفاشعار دلہن کی طرح۔ ہاں سونے کے بعد مجھے کوئی احساس نہ رہا۔

لیکن اس وقت آدھی رات گزر گئی تھی، جب میری آنکھ کھل گئی۔ میں نے کروٹ بدلی تو میرے ہاتھ کسی نرم و گداز شے پر جا پڑے۔ عجیب سی گدگداہٹ ہوئی۔ اور حواس جاگ پڑے۔ درفشانہ میرے پہلو میں لیٹی ہوئی تھی۔ اس کا لباس اوپر سرک گیا تھا۔ اور اس کا جسم عریاں ہوگیا تھا

دودھ کی طرح سفید اور چمکدار جسم میری کلائی اس کے گداز سینے پر رکھی ہوئی تھی۔

اور مجھے سالوں پہلے کی ایک رات یاد آگئی۔ وہ رات جب میں اٹھارہ انیس سال کا لڑکا تھا۔ چاچا ظہور کے بیٹے نوردین کی شادی تھی۔ گرمیوں کے دن تھے۔ پوری بستی شادی کی تیاریوں میں اس طرح مصروف تھی جیسے خود اپنے گھر میں شادی ہو رہی ہو۔ ظہور چاچا کا گھر ہمارے گھر سے بالکل ملا ہوا تھا۔ ان کے مہمانوں نے ہمارے پورے گھر پر قبضہ کیا ہوا تھا۔ عورتوں کو ہمارے گھر میں ٹھہرایا گیا تھا۔ میں عورتوں کے ہجوم سے گھبرا کر اپنا بستر لے کر کوٹھے پر چڑھ گیا تھا۔ کچی زمین پر بستر بچھا کر میں اس پر لیٹ گیا اور سونے کی کوشش کر رہا تھا۔ چاچا کے گھر میں ڈھول بج رہا تھا۔ ڈھول کی سہانی آواز سماعت پر بار بننے کی بجائے اور گہری نیند کی وادیوں میں لے جا رہی تھی۔ ”مینو ڈنڈیاں گڑھا کردے گیانی منڈا مانجھے دا۔“ کسی کنواری کی مدھر اور سوز بھری آواز ابھر رہی تھی اور یہ آواز ذہن پر سحر طاری کرتی رہی یہاں تک کہ میں سوگیا۔ اور پھر رات کے کسی حصے میں آنکھ کھل گئی۔ ڈھول بج رہا تھا۔ کلائی کو ایسے ہی گداز کا احساس ہو رہا تھا، جیسا اس وقت میں نے چونک کر دیکھا۔ وہ رشیداں تھی۔ سائیں کھبے کی لڑکی جہلم سے آئی تھی۔ نہ جانے کیوں وہ میرے مختصر سے بستر میں آگھسی تھی۔ شاید گرمی سے پریشان ہو کر اس کا ثبوت اس سے ملتا تھا کہ اس نے اپنے کرتے میں لگے ہوئے چاندی کے بٹن کھول دیئے تھے۔ اور چاندنی اس کے سفید سینے پر نثار ہو رہی تھی۔ وہ سو رہی تھی گہری نیند۔ میں اسے جانتا ضرور تھا۔ اکثر ظہور چاچا کے ہاں آتی رہتی تھی لیکن اس قدر قریب نہیں ہوا تھا۔

وہ سو رہی تھی۔ لیکن شاید اسے سوتے میں ہاتھ پاؤں مارنے کی عادت تھی۔ اس نے اپنا پورا جسم میرے اوپر لاد دیا۔ اور۔ اور۔ اس کی حرکتوں سے گھبرا کر میں نیچے اتر آیا۔ نہ جانے اسے کیسی عادت تھی۔ باقی رات میں نے گھر کے دروازے کے باہر گزاری۔ بہت سی یادیں ذہن میں تڑپنے لگیں۔ احساس ہوا کہ رشیداں کیا چاہتی تھی۔ یہ بھی اندازہ بہت بعد میں ہوا کہ وہ سو نہیں رہی ہے اور اس احساس کے ساتھ میں نے چونک کر درفشانہ کی شکل دیکھی۔

درفشانہ بھی جاگ رہی تھی۔ اس کی مخمور آنکھوں کی چمک میرے اوپر سحر طاری کر رہی تھی۔ لیکن آج میں باہر نہیں جا سکتا تھا۔ میں نے اسے اپنے مضبوط بازوؤں میں دبوچ لیا اور وہ مجھ سے لپٹ گئی۔ نائٹ بلب کی روشنی میں اس کے مومی جسم کی روشنی شامل ہوگئی۔ ماحول سرگوشیاں کرنے لگا۔ درفشانہ کی آنکھیں طمانیت سے بند ہوگئیں۔ جیسے اسے مستقبل کے سہارے مل گئے ہوں۔

لیکن دوسری صبح ہوش و حواس کی صبح تھی۔ رات کی حماقت کا احساس تھا۔ میں یہ مہنگی حماقت کرنے کے لیے تیار نہیں تھا۔ درفشانہ سے بھی الجھن ہونے لگی۔ اس سے زیادہ میں کچھ نہیں کر سکتا تھا۔ میں بستر پر لیٹا لیٹا سوچتا رہا۔ درفشانہ گہری نیند سو رہی تھی۔ سکون و اطمینان کے ساتھ جیسے اس نے زندگی کے تمام فاصلے طے کر لیے ہوں۔ میں اٹھا اور باتھ روم میں داخل ہوگیا۔ نل کے نیچے نہاتے ہوئے بھی میں آخری فیصلے کرتا رہا۔ پانی گرنے کی آواز سے شاید درفشانہ بھی اٹھ گئی تھی۔ مجھے اس کے جاگ جانے کی آہٹیں سنائی دے رہی تھیں۔ پھر میں بدن خشک کرتا ہوا باہر نکل آیا۔

درفشانہ مجھے دیکھ کر مسکرائی میں بھی جواب میں مسکرادیا۔ اور وہ باتھ روم میں چلی گئی۔ دونوں نے ساتھ بیٹھ کر ناشتہ کیا۔ اور پھر کافی دیر تک خاموش بیٹھے رہے۔

"اب تمہارا کیا پروگرام ہو گا درفشانہ؟"

"میں کہہ چکی ہوں۔ میری فکر مت کرو۔ میں تھوڑی دیر کے بعد چلی جاؤں گی۔" اس… اسی انداز میں مسکراتے ہوئے کہا اور مجھے دل ہی دل میں خفت ہونے لگی۔ بلاوجہ اس کے بارے… الٹی سیدھی باتیں سوچتا رہا تھا۔ تب میں نے جیب سے پرس نکالا اور اس میں سے آدھی رقم نکال… درفشانہ کی طرف بڑھادی۔

"نئی زندگی کے راستے تلاش کرنے میں یہ تمہاری مدد کرے گی۔" اور درفشانہ نے… تکلفی سے وہ رقم لے لی۔

"ہاں مجھے اس کی ضرورت تھی نواز۔ یہ مجھے فوری طور پر بھٹکنے سے روک لے گی۔ ا… مجھے اجازت دو۔" وہ کھڑی ہو گئی۔ ایک لمحے کے لیے میرے دل کو دکھ کا احساس ہوا۔ وہ جا رہی… لیکن دوسرے لمحے میں نے خود کو سنبھال لیا۔ زندگی میں نہ جانے کتنی آئیں گی اور کتنی جائیں گی… ان الجھنوں کو ذہن میں جگہ دینی حماقت ہے۔

"خدا حافظ نواز۔"

"اپنا سامان ساتھ لے لو درفشانہ۔ سوٹ کیس تم لے جاؤ۔ میں دوسرا خرید لوں گا۔"

"میں تمہیں ہمیشہ یاد رکھوں گی میرے محسن۔" اس نے میرے قریب آکر میرا چہرہ… دونوں ہاتھوں میں لے لیا۔ اور پھر اس نے میرے ہونٹوں کو ایک بوسہ دیا اور سوٹ کیس اٹھا کر… نکل گئی۔ میرے کپڑے اس نے نکال کر رکھ دیئے تھے۔ میں سلگتی ہوئی نگاہوں سے دروازے کو… رہا۔ ذہن میں طوفان امنڈ رہے تھے لیکن پھر دل میں آگ جل اٹھی۔ طوفان خشک ہو گئے۔ میں… خود کو لاتعلق کرلیا۔ پوری زندگی حادثات سے عبارت ہے۔ کسی ایک حادثے کو ذہن پر سوار… ہونے دینا چاہیے۔ میں نے ایک لباس نکالا۔ اسے پہنا۔ بال وغیرہ درست کر کے میں باہر نکل… صورت شکل بلیوں کی سی تھی۔ لیکن غلیظ نہیں تھا۔ میں نے اندازہ لگایا تھا کہ ان میں شامل ہونے… لیے یہ شرط نہیں ہے۔

میں بھی ہوٹل سے باہر نکل آیا۔ باہر نکل کر میں نے دور تک سڑکیں دیکھیں۔ درفشانہ… کہیں پتہ نہیں تھا۔ وہ جا چکی تھی۔ میں آگے بڑھنے لگا۔ کچے مکانات، تنگ گلیاں، جگہ جگہ کھڑے… ہوئے سرو کے درخت۔ سڑکوں کے کنارے قندھار کے تحفے سرخ انار کے بیوپاری ہیں بازاروں… تلاش میں چل پڑا۔ قاعدے کا ایک بھی بازار نہیں تھا۔ کوئی چیز خریدنے کا سوال ہی پیدا نہیں… تھا۔ سوٹ کیس کی ضرورت تھی لیکن نظر ہی نہ آیا۔ مجبوراً پلاسٹک کا ایک تھیلا خرید لیا۔ اور… واپسی کے خیال سے چل پڑا۔ لیکن ابھی چند قدم آگے بڑھا تھا کہ ڈھیلے ڈھالے جبے میں ملبوس… لمبی پگڑی باندھے ہوئے بڑی بڑی مونچھوں والا ایک افغان میرے راستے میں حائل ہو گیا۔ اس… گہری سرخ آنکھیں مجھے گھور رہی تھیں۔

"خو تمارا نام کیا ہے۔" اس نے غرائی ہوئی آواز میں پوچھا۔

"کیا بات ہے خان؟" میں نے سنبھل کر پوچھا۔

"خو اگر تمارا نام نواز ہے تو جلدی ہمیں بتاؤ۔"

"ہاں میرا نام نواز ہے۔" میں نے کہا اور سنبھل گیا۔ میں کسی بھی واقعے کے لیے تیار ہو گیا تھا۔ خان نے لپک کر میری کلائی پکڑلی۔ لیکن گرفت غیر دوستانہ نہیں تھی۔ وہ مجھے ایک گلی میں لے گیا۔ اور پھر میری کلائی چھوڑتے ہوئے بولا۔

"امارا نام گلزار خان ہے۔ زیاد خان نے تمہارے کو بتایا ہو گا۔"

میرے دماغ میں بجلی سی چمک گئی۔ مجھے یاد آگیا۔ زیاد خان نے بتایا تھا کہ اگر ہربنس کے اڈے پر کوئی گڑبڑ ہو جائے تو گلزار خان مدد کرے گا۔

"ہاں خان۔ زیاد خان نے مجھے بتایا تھا۔ مگر تم یہاں کہاں؟"

"خو ہربنس کا لوگ کے ساتھ آیا ہے۔ تمہارا تلاش میں تمہیں قتل کرنے ہربنس کو پتہ چل گیا کہ تم درفشانہ کو نکال لایا ہے۔ ٹیکسی ڈرائیور نے ام لوگ کو اور چھوڑا۔ تمہارا پتہ بتایا۔ لڑکی کدر ہے؟"

"وہ آزادی چاہتی تھی خان۔ میں نے اسے آزاد کر دیا۔"

"چہ تم ادر سے سیدا ارات چلا جاؤ۔ اب ہوٹل مت جاؤ۔ وہ خدائی خوار تمہارا تلاش میں ہے۔ ام بھی ان کے ساتھ آیا۔ تم ہوٹل میں نہیں ملا تو سب لوگ الگ الگ تمہارا تلاش میں نکل پڑا۔ خدا کا شکر ہے تم سب سے پہلے ام کو مل گیا۔"

"کل کتنے آدمی ہیں خان؟" میں نے پوچھا۔

"چار آدمی ہے امارا سمیت۔"

"ٹھیک ہے خان! تم فکر مت کرو۔ میں یہاں سے نکل جاؤں گا۔"

"امارا مدد کا ضرورت ہو تو امیں بتاؤ" گلزار خان نے کہا۔

"نہیں خان۔ شکریہ۔ ہاں۔ میں نے لڑکی سے معلومات حاصل کی ہیں اس کی رپورٹ دینا چاہتا ہوں۔ کیا وہ رپورٹ تمہارے ہاتھ بھیجی جا سکتی ہے۔"

"نہیں۔ بائی صاحب۔ تم ارات پہنچ کر رپورٹ ڈاک سے بھیج دینا۔ اچھا اب چلو چھوٹا جگہ ہے۔ کوئی اور نکل آیا تو ہمیں بھی پریشانی ہو گا۔ خدا حافظ ادر سے سیدھا راستہ بس اڈہ جاتا ہے۔ اور سے تمہیں ارات جانے کا راستہ مل جائے گا۔"

"خدا حافظ خان۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا اور گلزار خان گلی سے نکل کر نظروں سے اوجھل ہو گیا۔ جو ہوتا ہے بہتر ہی ہوتا ہے۔ اگر درفشانہ کو وہاں سے نکلنے میں ذرا سی بھی دیر ہو جاتی تو تمام کئے دھرے پر پانی پھر جاتا۔ وہ دوبارہ ان لوگوں کے ہتھے چڑھ جاتی لیکن خوش قسمتی سے وہ نکل گئی تھی۔ اور اب میں رہ گیا تھا۔ میں کسی سے خوف زدہ نہیں تھا۔ ہربنس کے چار آدمی میری تلاش میں آئے ہیں۔ جن میں سے گلزار نکل گیا تو تین رہ گئے۔ بہر حال ----- مجھے اپنا سامان تو ہوٹل

قندھار سے لینا ہی تھا۔ گلزار خان نگاہوں سے اوجھل ہوگیا۔ اس کی یہی مہربانی کافی تھی کہ اس نے مجھے پہلے سے ہوشیار کردیا تھا۔ اگر میں خوفزدہ ہوتا تو سامان بھی چھوڑ دیتا۔ ظاہر ہے کونسی نیک کمائی کا تھا۔ لیکن میرے ذہن میں تو الاؤ جل رہے تھے۔ ایک قسم کی اذیت طلبی کی سی کیفیت پیدا ہوگئی تھی۔ دماغ پر جمی ہوئی برف کو توڑنا چاہتا تھا۔ چنانچہ میں نے سیدھے ہوٹل کا رخ کیا۔ کاؤنٹر پر پہنچ کر ہوٹل کا حساب کتاب کیا۔ اس دوران میری نگاہیں قرب و جوار کا جائزہ لیتی رہیں۔ اور پھر------ ایک چست و چالاک جسم کا سردار میری نگاہوں میں آگیا۔ جو عجیب انداز میں مجھے گھور رہا تھا۔ ممکن ہے وہ بھی ہربنس کا ساتھی ہو۔ حالانکہ میں نے گلزار خان سے یہ بات نہیں پوچھی تھی کہ مجھے تلاش کرنے والوں میں سکھ بھی ہیں یا صرف افغانی۔

تاہم میں نے نگاہوں میں سردار کو بھرلیا۔ پھر میں اپنے کمرے میں آیا۔ اپنا سامان پلاسٹک تھیلے میں رکھا۔ پستول نکال کر اس کے چیمبر چیک کئے اور اسے اس انداز میں رکھ لیا کہ اگر نکالنے کی ضرورت پیش آئے تو دقت نہ ہو۔ پھر میں کمرے سے نکل آیا۔ ہوٹل سے باہر نکل کر میں نے عقب کا جائزہ لیا۔

بالکل درست۔ میرے ذہن نے کہا۔ وہی سکھ ایک اور سکھ اور ایک افغان کے ساتھ میرے عقب میں چلا آرہا تھا۔ یقیناً چوتھا گلزار ہوگا' جو ان میں نہیں ہے۔ لیکن اب۔ کیا ان لوگوں سے حساب کتاب کرلیا جائے نظرانداز کرنا حماقت ہے۔ اس سے مار کھا جانے کا اندیشہ ہوتا ہے۔ چنانچہ میں نے جان بوجھ کر ایک سنسان راستے کا رخ اختیار کیا۔ میری اس حرکت پر وہ لوگ حیران تو ہوئے ہوں گے۔ ظاہر ہے میں جان بوجھ کر موت کے منہ میں جارہا تھا۔ کافی دیر کے بعد میں ایک ایسی سڑک پر نکل آیا جس کے دورویہ سرو کے درخت کھڑے ہوئے تھے۔ درختوں کے دوسری سمت ترکاری کے کھیت اور کھیتوں کے انتہائی سرے سے انار کے باغات شروع ہوگئے تھے۔ میرے خیال میں ان لوگوں کی مدافعت کے لیے یہ بہترین جگہ تھی۔ اور بلاشبہ انہوں نے بھی میرے ہی انداز سے سوچا۔ چنانچہ ان کی رفتار تیز ہوگئی۔ میں اسی پرسکون انداز میں چل رہا تھا۔ میری رفتار میں کوئی فرق نہیں آیا تھا۔ چنانچہ چند ساعت میں وہ میرے قریب پہنچ گئے۔ میں رک گیا۔ وہ مجھے گھیر کر کھڑے ہوگئے۔

"درفشانہ کہاں ہے؟" ان میں سے ایک سردار نے انگلش میں پوچھا۔

"کون درفشانہ؟" میں نے پنجابی میں الٹا سوال کرڈالا۔ میرے منہ سے پنجابی سن کر دونوں سکھ حیران رہ گئے۔ لیکن پھر وہ سنبھل گئے۔ اور ان میں سے ایک نے جو چھریرے بدن کا تھا' اور جسے میں نے ہوٹل میں دیکھ لیا تھا' کہا۔

"زیادہ چالاک بننے کی کوشش نہ کرو۔ وہی لڑکی جسے تم ساتھ لے آئے ہو۔ جو ڈیرے پر رقص کرتی تھی۔ وہ یہاں تک تمہارے ساتھ آئی ہے۔ وہ ٹیکسی ڈرائیور ہمیں مل گیا ہے جو تم دونوں کو یہاں لایا تھا۔"

"لڑکی میرے ساتھ آئی تھی۔ ایک رات اس نے یہاں قیام کیا اور پھر چلی گئی۔ مجھے نہیں

معلوم وہ کون تھی اور کہاں چلی گئی۔"

"جھوٹ۔ بکواس۔ تم نے اسے کہیں چھپا دیا ہے۔ بتاؤ۔ ورنہ--- ہربنس کے حکم سے تمہیں موت کے گھاٹ اتار دیا جائے گا۔"

"چلو۔ کوشش کرو۔" میں نے اپنا تھیلا زمین پر رکھ دیا۔

"مارو۔" دوسرے سکھ نے افغان اور چھریرے بدن والے سے کہا۔ اور افغان نے اپنی پگڑی کا لٹکتا ہوا سرا دانتوں میں دبالیا۔ اس نے مٹھیاں بند کرکے میری طرف بڑھائیں۔ لیکن دوسرے لمحے میری لات اس کے پیٹ پر پڑی اور اس کے منہ سے چیخ نکل گئی۔ لیکن اسی وقت عقب سے دبلے پتلے سردار جی نے میری بغلوں میں ہاتھ ڈال کر گردن میں پھنسانے کی کوشش کی۔ داؤ تو اچھا تھا لیکن انہیں یہ معلوم نہیں تھا کہ اپنے سے طاقتور پر نہیں آزمایا جاتا۔ میں نے بازوؤں کو زوردار جھٹکا دیا اور سردار جی کو خود لینے کے دینے پڑ گئے۔ ان کے بازو پھیل گئے تھے۔ پیچھے سے میری کہنی ان کے سینے پر پڑی اور ان کے منہ سے کراہ نکل گئی۔ اتنی دیر میں افغان اٹھ گیا تھا۔ اس بار اس نے غراتے ہوئے میرے اوپر حملہ کیا تھا۔ لیکن میں سامنے سے ہٹ گیا اور افغان جھونک میں دوسرے سردار سے ٹکرا گیا۔ جس نے ابھی تک لڑائی میں حصہ نہیں لیا تھا۔ تب میں نے دبلے پتلے سردار کو سنبھال لیا۔

لیکن اس وقت افغان کے نیچے دبے ہوئے سردار نے پستول نکال لیا اور چیخ کر بولا۔ "بس اب ہٹ جاؤ۔ کھیل ختم ہوگیا۔" لیکن میں کھیل ختم کرسکتا تھا۔ دبلے پتلے سردار کو میں نے پھرتی سے ڈھال بنالیا اور پھر میرا پستول بھی نکل آیا۔ اسی ڈھال سے میں نے دوسرے سردار کے پستول پر گولی چلادی۔ لیکن بدقسمتی کہ نشانہ پستول کا نہ رہا۔ گولی نے سردار جی کی پسلیاں توڑ دی تھیں۔ سردار جی کی دلخراش چیخیں گونج اٹھیں۔ دوسرے سردار نے ایک طرف چھلانگ لگا دی۔ اور افغان کبھی میرے پستول کو دیکھتا کبھی زمین پر پڑے سردار جی کو۔ میں نے اطمینان سے اپنا تھیلا اٹھایا اور پستول اسی انداز میں ہاتھ میں لیے--- آگے بڑھ گیا۔ ویسے میں چوکنا تھا۔ مفرور سردار جی کسی بھی طرف سے حملہ آور ہوسکتے تھے۔

میں اس سڑک سے نکل آیا۔ لیکن دوسرے سردار جی کا پتہ نہیں چل سکا۔ بارونق جگہ آکر مجھے احساس ہوا کہ میں بہرحال خطرے میں ہوں۔ ممکن ہے وہ مرجائے جس کے گولی لگی ہے۔ ایسی مشکل میں' میں مقامی حکومت کا مجرم بھی بن گیا ہوں۔ بڑی خطرناک صورت حال ہو جائے گی۔ چنانچہ یہاں سے نکل جانا ہی بہتر ہے۔ ہرات۔ یہاں سے ہرات جانا ہی بہتر ہے۔ تاکہ پھر وہاں سے ایران نکل جایا جائے۔ لیکن سفر کا مسئلہ تھا۔ جو کچھ ہوچکا تھا وہ کافی تھا۔ اب کسی خطرے میں پڑنا حماقت تھی یہاں سے کسی بس وغیرہ میں جانے کا مطلب تھا کہ پولیس کے یا ہربنس کے آدمیوں کے ہاتھ لگ جایا جائے چنانچہ بس کے اڈے پر جانا حماقت ہے۔

میں نے ایک افغانی کو روک کر ہرات جانے والے راستے کا پتہ پوچھا۔ اور پھر پیدل چل پڑا۔ مقصود یہ نہیں تھا کہ ہرات تک کا راستہ پیدل طے کروں۔ بس یہ خیال تھا کہ قندھار سے جس قدر

دور نکل سکتا ہوں نکل جاؤں اور کسی اور جگہ سے بس وغیرہ حاصل کروں۔ تاکہ اگر یہاں فوری تلاش شروع ہو جائے تو اس سے بچ سکوں۔ میں سڑک کے کنارے کنارے چل پڑا۔ یہی سڑک ہرات جاتی تھی۔ لیکن میں نے سڑک سے کافی فاصلہ رکھا تھا تاکہ کسی کی نگاہ مجھ پر نہ پڑ سکے۔ قندھار کے نواح میں تو اس طرح چلنے میں کوئی دقت نہیں تھی۔ باقی اس سے آگے جو کچھ ہو گا دیکھا جائے گا۔

میں چلتا رہا۔ ذہن آزاد چھوڑ دیا تھا۔ کوئی فکر نہیں تھی۔ بس ایک آوارہ گرد۔ دنیا کے جھمیلوں سے آزاد۔ کھانے پینے کے لیے کچھ ساتھ نہیں تھا۔ لیکن اس کی بھی فکر نہیں تھی۔ جب صحرانوردی کی ٹھان لی تھی تو مصائب سے بچنے کا تصور بے وقوفی کے علاوہ اور کیا تھا۔ انار کے باغات کا سلسلہ پیچھے رہ گیا تھا اور اب تاحد نظر خشک پہاڑ اور ویرانے نظر آرہے تھے۔ کبھی کبھی کوئی بس ست روی سے سڑک پر چلتی نظر آجاتی اور پھر آہستہ آہستہ نگاہوں سے اوجھل ہو جاتی۔

دوپہر ہو گئی۔ بھوک بھی لگ رہی تھی۔ لیکن غم کھانے کے علاوہ اور کوئی چیز نہ تھی۔ سفر جاری رہا۔ پھر دائیں ہاتھ پر واقع ایک پہاڑ نظر آیا جس کی چوٹی پر بابر کی فتوحات کے نشان کندہ ہیں۔ کچھ سیڑھیاں بھی نظر آئیں اور قدم رک گئے۔ شاید پانی موجود ہو۔ پیاس بھی سخت لگ رہی تھی۔ کچھ نہ سہی تھوڑی دیر آرام ہی کرلیا جائے۔ سفر تو کرنا ہی ہے۔ سڑک چھوڑ دی اور سیڑھیوں کی طرف قدم بڑھا دیئے اوپر تک پہنچنے کے لیے چالیس سیڑھیاں طے کرنی پڑیں۔ خاصی مشکل چڑھائی تھی۔ لیکن بہرحال اوپر پہنچ گیا۔ یہاں پتھروں پر بابر کے عہد کی خوبصورت تحریریں موجود تھیں۔ ایک تحریر اکبر کے دور کی بھی تھی۔ ذہن بٹ گیا۔ خیالات کتابوں کی طرف دوڑ گئے۔ کسی زمانے میں تاریخ سے بھی دلچسپی تھی جن علاقوں سے گذر رہا تھا ان کے بارے میں پڑھ بھی چکا تھا۔ لیکن جس حیثیت سے یہ سفر کر رہا تھا اس میں تاریخ کی دلچسپیوں میں گم ہونے کی گنجائش نہیں تھی۔

تاہم وقتی طور پر ان صحرانشینوں کے جبروت و جلال کی کہانیاں یاد آئیں اور ان میں گم ہو گیا۔ ایک ابھرے ہوئے پتھر سے ٹیک لگائے بیٹھا رہا۔ پانی وغیرہ کی کوئی گنجائش نہیں تھی۔ لیکن یہاں بیٹھنے سے ہی کافی سکون مل گیا تھا۔ منتشر ذہن یکسو ہو گیا تھا۔ سورج کبھی پوری طرح چمکنے لگتا۔ کبھی بادلوں کی اوٹ میں گم ہو جاتا۔ تقریباً ایک گھنٹہ آرام کرنے کے بعد نیچے اترا اور پھر اپنے سفر پر روانہ ہو گیا۔ ٹانگوں میں ابھی کافی جان تھی۔ گو رفتار سست تھی لیکن ابھی رات گئے تک چلنے کی ہمت رکھتا تھا۔ چلتا رہا۔ یہاں تک کہ شام ہو گئی۔ سورج چھپ گیا۔ بہت دیر سے کوئی بس وغیرہ بھی نہیں گذری تھی۔ ویسے اب سڑک کے کنارے ہی چلنا پڑ رہا تھا۔ کیونکہ دونوں سمت گہری گھاٹیاں شروع ہو گئی تھیں۔

کئی بار گاڑیوں کے ہارن سنائی دیئے رفتار سست ہوئی، لیکن کوئی توجہ نہیں دی۔ یہ خیال ہی ذہن میں نہیں آیا تھا کہ کسی سے لفٹ لینے کی کوشش کی جائے۔ یہ صورت حال بس سے بہتر تھی۔

وہ نیلے رنگ کی ایک پرانے طرز کی کار تھی۔ جس کے انجن کی آواز کافی تیز تھی اس وقت میں ایک چھوٹے سے پل سے گذر رہا تھا۔ جس کے نیچے ایک خشک پہاڑی نالہ موجود تھا۔ جگہ اتنی تھی کہ ایک طرف کھڑے ہو کر ہی گاڑی کو گذرنے دیا جاتا۔ چنانچہ رک گیا۔ جھٹپٹا ہو چکا تھا اس لیے

ڈرائیور کی شکل نظر نہیں آرہی تھی۔ بہرحال کار میرے قریب سے گذری۔ پل سے بھی گذر گئی اور آگے جاکر رک گئی میں نے بھی آگے قدم بڑھا دیئے تھے۔ لیکن کار رکتے دیکھ کر میں چونک پڑا اور پھر جب کار ریورس ہوئی تو میرے ذہن میں خدشات جاگ اٹھے۔

ممکن ہے ہربنس کے آدمی ہوں۔ میری تلاش میں نکل پڑے ہوں۔ دوسرے لمحے میں نے اپنا پستول نکال لیا۔ اور اسے اس طرح تھیلے کی آڑ میں کرلیا کہ صاف نظر نہ آئے۔ میرے قدم ست روی کے ساتھ آگے بڑھنے لگے۔ لیکن کار کی کھڑکی سے کسی نے سر نکال لیا تھا اور اب ہاتھ سے میری طرف اشارہ کر رہا تھا۔ میں کسی قدر حیران سا آگے بڑھتا رہا۔ اور پھر کار کے قریب پہنچ گیا۔ لیکن بالکل قریب سے میں ڈرائیور کو دیکھ کر حیران رہ گیا۔ چمکیلے چہرے اور سبک نقش و نگار کی ایک خوبصورت سی لڑکی تھی۔

"ہے۔ کہاں جا رہے ہو؟" اس نے برطانوی نوجوانوں کے لہجے میں کہا۔

"ہرات۔" میں نے بھی انگریزی ہی میں جواب دیا۔

"آجاؤ۔" اس نے مجھے کوئی آوارہ گرد ہپی ہی سمجھا تھا اور اپنے برابر کا دروازہ کھول دیا تھا۔ میں نے چالاکی سے ایک نگاہ اس کی کار کی عقبی سیٹ پر ڈالی۔ کہ اس کے درمیان کوئی چھپا ہوا تو نہیں ہے۔ اور پھر مطمئن ہو کر اس کے برابر کی سیٹ پر جا بیٹھا۔ اندر پہنچ کر میں نے دیکھا کہ وہ ایک قیمتی کپڑے کی ساڑھی باندھے ہوئے تھی۔ اس کے سیاہ بال بہت خوبصورت تھے اور اس نے کوئی اعلیٰ قسم کی خوشبو استعمال کی تھی۔ اس کے علاوہ وہ نہ تو افغانی تھی اور نہ کسی اور ملک کی بلکہ اپنے ہی قبیلے کی معلوم ہوتی تھی۔ میرا خیال تھا کہ وہ مجھے غیر ملکی ہی سمجھ رہی تھی اسی لیے خالص برطانوی لہجے میں بات کی تھی۔

میرے اندر بیٹھنے کے بعد اس نے کار اسٹارٹ کر کے آگے بڑھا دی میں نے غیر محسوس انداز میں پستول تھیلے میں ڈال لیا تھا۔

"کہاں سے آرہے ہو؟" تھوڑی دور چلنے کے بعد اس نے پیشانی سے بال جھٹکتے ہوئے کہا۔

"کابل سے۔" میں نے جواب دیا۔

"اس سے پہلے؟"

"پشاور۔"

"اس سے بھی پہلے؟" اس کے ہونٹوں پر ایک شریر سی مسکراہٹ پھیل گئی۔ میں بھی مسکرانے لگا تھا لیکن میں نے اس کی بات کا جواب نہیں دیا۔ اور وہ انتظار کرتی رہی۔ پھر میرا جواب نہ پاکر دوسرا سوال کیا۔

"پیسے ختم ہو گئے تھے؟"

"کیوں؟" میں نے حیرانی سے پوچھا۔

"پھر بس سے سفر کیوں نہیں کیا؟ ہرات کے لیے تو بس ملتی ہے۔" اس دوران میں نے اندازہ لگالیا تھا کہ وہ اچھی خاصی اردو داں ہے خواہ مخواہ زبان بگاڑ کر انگریزی میں بول رہی ہے۔

چنانچہ میں نے بطور آزمائش اردو میں کہا۔

"بس جنوں منت کش آہن نہ ہوا۔ صحرانوردی ہی ٹھہری تو ساروں کی تلاش فضول سمجھی اور چل پڑا۔ ابھی ٹانگوں میں جان ہے تھک گیا تو منزل سمجھ لوں گا۔ گھاٹا نہیں ہے۔ کیا خیال ہے؟"

لیکن اس نے جواب دینے کی بجائے پورے بریک لگا دیئے اندر کی بتی روشن کی اور آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر مجھے دیکھنے لگی۔

"کیوں؟" میں نے ہنستے ہوئے کہا۔

"تم۔ تم کہاں کے باشندے ہو؟" وہ متحیر لہجے میں بولی۔

"پاکستانی ہوں۔" میں نے جواب دیا۔

"مائی گاڈ۔ اب تک میں احمق بنتی رہی۔" اس نے گردن ٹیڑھی کر کے کہا۔ "میں تمہیں غیر ملکی سمجھ رہی تھی۔"

"اب تصحیح کر لو۔ ویسے تمہارا تعلق کہاں سے ہے؟"

"مشرقی پنجاب سے۔ میں جالندھر کی رہنے والی ہوں۔ وہاں کے ایک معزز برہمن گھرانے سے تعلق رکھتی ہوں۔ تم مسلمان ہو گے؟"

اس کے سوال سے دل پر گھونسہ سا لگا۔ کس منہ سے خود کو مسلمان کہتا۔ حلیہ اور حرکتیں حالات نے کیا بنا دیا تھا۔ یقیناً پیدائش کے بعد کانوں نے اذان کی آواز سنی تھی۔ لیکن پھر یہ آواز۔ یہ آواز ماحول میں گم ہو گئی تھی۔ اس نے ایک گہری سانس لے کر کار اسٹارٹ کر دی اور پھر اسے سست روی سے آگے بڑھاتے ہوئے بولی۔

"بڑا دلچسپ اتفاق ہے۔ خوب غلط فہمی رہی۔ لیکن خوشی کی بات ہے کہ تم مقامی ہو۔ میرے ملک میں بھی ہپی ازم کافی مقبولیت حاصل کر رہا ہے۔ نوجوان ہری کرشنا ہری رام کرتے ہیں اور آوارہ گردی کو نکل جاتے ہیں' لیکن ہری کرشنا اور ہری رام سے ان کا کیا واسطہ لوگوں نے مذہب کو بھی مذاق بنا لیا ہے۔ ویسے یہ زندگی بری نہیں ہے لیکن اس کے لیے یہ مخصوص انداز ہی کیوں۔ سیاحت کا شوق' تو ایک اعلیٰ شوق ہے۔ میں بھی سیاح ہوں۔ میں بھی دنیا دیکھنے نکلی ہوں۔ لیکن باقاعدہ اور باعزت طور پر کیا تمہیں ڈرائیونگ آتی ہے؟"

"ہاں۔" میں نے جواب دیا۔

"خوب۔ گویا تم میں بہتر ساتھی بننے کی ہر صلاحیت موجود ہے۔" اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "نام کیا ہے؟"

"نواز۔" میں نے مختصراً کہا۔

"میرا نام کوشلیا ہے۔ ہم دونوں میں مذہب کا رشتہ نہیں ہے۔ لیکن انسانیت کا رشتہ ضرور ہے۔ کیا تم رشتوں کے قائل ہو؟"

"نہیں۔ میں کسی چیز کا قائل نہیں ہوں۔ میں صرف حالات کا قائل ہوں۔ حوادث کا قائل ہوں۔ ہمارا رشتہ صرف ماحول سے ہے۔ ہم حالات کے ہاتھوں کی کٹھ پتلیاں ہیں۔ نظر نہ آنے

والے تاروں کی حرکت کی طرح متحرک ہیں۔ خود ہماری اپنی کوئی حیثیت نہیں ہے۔ ہم وقت کے غلام ہیں اور غلاموں کی سوچ اپنی نہیں ہوتی۔ اس لیے یہ سوالات فضول ہیں۔ اگر تسلی چاہتی ہو تو صرف یہ کافی ہے کہ میرے ذہن میں تشدد کا خانہ نہیں ہے' جب تک ساتھ رہو گی دھوکہ نہیں کھاؤ گی۔"

"ہوں۔" اس نے سڑک سے نظریں اٹھا کر گہری نگاہوں سے مجھے دیکھا "کوئی کہانی؟"

"تمام کہانیاں بھول چکا ہوں۔ صرف یہ سڑک یاد ہے جس پر ہم جا رہے ہیں۔ یہ سیدھی ہرات جاتی ہے۔"

"نہیں' راستے میں گرشک بھی پڑتا ہے۔ دریائے ہلمند کا کنارہ بہت خوبصورت ہے۔ جہاں غزنوی سلطان کی تاریخ بکھری پڑی ہے۔ اگر سیاح ہو تو تاریخ کو نظرانداز نہ کرو۔ یہ رات ہم دریائے ہلمند پر گذاریں گے۔"

میں نے چونک کر اس کی شکل دیکھی۔ یہ نوجوان لڑکی کس قدر نڈر ہے تنہا یہ خطرناک سفر کر رہی ہے۔ میرے بجائے اسے کوئی خونخوار افغانی بھی مل سکتا تھا جو اس کی نازک پسلیوں میں چاقو اتار کر اس کا سامان چھین لیتا۔ یا پھر کوئی آوارہ گرد بدمعاش۔ لیکن وہ خود سے بے خوف ہے۔ اس نے ایک اجنبی کو ایک ویران جگہ اپنے ساتھ رات گذارنے کی دعوت دے دی ہے۔ ممکن ہے یہ وہ نہ ہو جو خود کو ظاہر کرتی رہی ہے۔ وقت اور ماحول کے تحت خود کو بدل لینے کی عادی ہو۔ الفاظ خرچ کرنے میں کیا جاتا ہے۔ میں نے ایک گہری سانس لے کر سوچا۔

"کیا خیال ہے؟" اس نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"ٹھیک ہے۔ اس وقت تمہارے ساتھ ہوں۔ جو تم پسند کرو گی وہی مجھے پسند ہو گا۔ ویسے تم نے میرے اوپر یہ احسان کیوں کیا ہے؟"

"راستے میں کئی آوارہ گردوں کو لفٹ دے چکی ہوں۔ سب کے سب بیخود دنیا سے بے زار تھے۔ بعض پر تو ترس آتا ہے۔ لیکن یہ تمہاری خوبی ہے' نہیں ہمارے علاقے کی خوبی ہے کہ تم ان آوارہ گردوں کی طرح گندے نہیں ہو۔ ان میں بعض تو ایسے غلیظ تھے کہ مجھے اپنی حماقت پر کافی شرمندہ ہونا پڑا۔

مجھے ہنسی آ گئی۔ وہ بھی ہنستی رہی۔ ہنسنے سے اس کا چہرہ کچھ اور چمکنے لگا اور پھر تھوڑی دیر بعد ہم گرشک پہنچ گئے۔ اور اس نے کار دائیں سمت کچے راستے پر ڈال دی۔ تب دریائے ہلمند کا کنارہ آ گیا اور اس نے کار ایک مناسب جگہ روک دی۔ کار روک کر اس نے انجن بند کیا۔ اور پھر دونوں ہاتھ پیچھے کر کے اور پاؤں پھیلا کر ایک طویل انگڑائی لی۔ انگڑائی کے ساتھ ایک عجیب سی آواز اس کے منہ سے نکلی تھی۔ جس پر وہ خود ہی ہنس پڑی۔

"خوب تھک گئی ہوں۔ لیکن ہم چاندنی رات میں ہلمند کے کنارے کی سیر کریں گے۔ کیا خیال ہے؟"

"ٹھیک ہے۔"

"بھوکے ہو؟" اس نے ایک دم سوال کیا۔

"کچھ ہے؟" میں نے پوچھا۔

"بہت کچھ۔" اس نے کہا اور کار کا دروازہ کھول کر نیچے اتر گئی۔ پرانے طرز کی اس کشادہ کار کی ڈگی میں کافی گنجائش تھی۔ میں بھی نیچے اتر آیا۔ اور ڈگی کھولنے میں اس کی مدد کی۔ پوری ڈکی بھری ہوئی تھی۔ خوراک کے ڈبے۔ پیٹرول کے بیرل' سوٹ کیس اور نہ جانے کیا کیا۔

اس نے پکی ہوئی خوراک کے چند ڈبے' ڈبل روٹیاں اور پانی کے ٹین نکال لیے۔ پھر ایک چادر نکالی اور اسے کار کے قریب ہی زمین پر بچھالیا۔

"بیٹھو۔" وہ بے تکلفی سے بولی اور پالتی مار کر بیٹھ گئی۔ ابھی چاند نہیں نکلا تھا۔ لیکن ستاروں کی مدھم روشنی میں اس کے جسم کے خطوط نمایاں تھے خاصی گداز لڑکی تھی۔ لیکن میں اس سے چند وعدے کر چکا تھا انہیں پورا کرنا ضروری تھا۔ اس لیے میں نے اس پر سے نگاہیں ہٹالیں۔ وہ ٹن کٹر سے ڈبے کاٹ رہی تھی۔ میں نے کٹر اس کے ہاتھ سے لے لیا اور اس نے میری طرف دیکھا اور پھر ہنس پڑی۔

"کیوں؟" میں نے ایک ڈبہ کھولتے ہوئے پوچھا۔

"اگر تم موجود نہ ہوتے تو ظاہر ہے یہ ڈبے میں ہی کھولتی۔ دراصل مرد کو خود کو عورت سے برتر سمجھنے کی عادت پڑ گئی ہے۔ اچھے اور برے ہر انداز میں وہ خود کو عورت پر فوقیت دیتا ہے اور خود کو اس پر برتر سمجھ کر مطمئن رہتا ہے۔ حالانکہ عورت جسمانی طور پر بعض اوقات مرد سے زیادہ طاقتور ثابت ہوتی ہے۔"

"بعض اوقات——" میں نے شرارت سے کہا۔ اور وہ اس انداز میں مجھے دیکھنے لگی جیسے میرے جملہ پورا کرنے کی منتظر ہو۔ لیکن جب میں خاموشی سے ڈبے کھول کر اس کے سامنے رکھتا رہا اور کچھ نہ بولا۔ تو اس نے کہا۔

"تم کچھ کہنے کے لیے رک گئے۔"

"نہیں۔ میں جملہ پورا کر چکا ہوں۔" میں نے بدستور شرارت سے کہا۔

"بات بعض اوقات کی تھی۔ میرا خیال ہے یہ خصوصی قوت ہر عورت میں ہوتی ہے۔ اگر کسی بھی مرد کو زندگی میں صرف ایک بار بچہ پیدا کرنا پڑتا تو شاید وہ ہمیشہ کے لیے عورت پر اپنی برتری کو بھول جاتا۔"

میرا خیال تھا کہ وہ میری بات پر خاموش ہو جائے گی' شرمائے گی' کھانا شروع کر دے گی لیکن اس نے پوری فراخ دلی سے ایک قہقہہ لگایا۔ اور پھر بے تحاشا ہنسنے لگی۔

"میری دلی آرزو ہے۔ یقین کرو میری دلی آرزو ہے۔ کاش یہ کام بھی مرد کی طرف منتقل ہو جائے کاش۔" وہ پھر ہنس پڑی۔ میں بھی اس کا ساتھ دیتا رہا۔ پھر ہم کھانے میں مشغول ہو گئے۔ اس گفتگو سے طبیعت میں شگفتگی پیدا ہو گئی تھی۔ میں سوچ رہا تھا کہ وہ بے حد دلچسپ لڑکی ہے۔ جب تک بھی اس کا ساتھ رہے گا' خوب وقت گذرے گا' کیا ضروری ہے کہ اسے عورت ہی سمجھا جائے

عورتیں تو بے شمار مل چکی تھیں۔ کھانے کے بعد ہم نے سرد کافی پی۔ اور پھر خالی ڈبے ایک طرف اچھال دیئے۔ پھر کھڑے ہو کر چادر اٹھائی اور اسے ڈکی میں ٹھونس دیا۔ باقی بچا ہوا سامان بھی ڈکی میں رکھنے کے بعد اس نے ایک کارٹن سے قیمتی سگریٹ کا پیکٹ نکال لیا۔

"سگریٹ پیتے ہو؟"

"ہاں۔ میرے پاس موجود ہیں۔"

"بھرے ہوئے ہوں گے؟"

"بھرے ہوئے بھی ہیں۔ تم پیتی ہو؟"

"نہیں لیکن اس کے بارے میں تم سے سوالات ضرور کروں گی؟ لو جب تک یہ پیو۔" اس نے پیکٹ کھول کر ایک سگریٹ مجھے آفر کیا۔ دوسرا خود ہونٹوں میں لگا کر اسے سلگانے لگی۔ میرا سگریٹ بھی سلگا کر اس نے دو تین گہرے گہرے کش لیے پھر ڈی لاک کی' کھڑکیوں کے شیشے چڑھا کر ہینڈل لاک کیے اور پھر آگے بڑھ گئی۔ رخ دریا کے کنارے کی طرف تھا۔ کئی منٹ خاموشی رہی۔ تو میں نے سوال کیا۔

"ہاں۔ تم کیا سوال کر رہی تھیں؟"

"میں نے اچانک ارادہ ملتوی کر دیا ہے۔ دراصل میں پوچھنا چاہ رہی تھی کہ تم لوگ' میرا اشارہ ہپیوں کی طرف ہے۔ تمہارے عقائد کے بارے میں تھوڑا بہت مجھے معلوم ہے تم لوگ انسانی تہذیب کا مذاق اڑاتے ہو۔ تمہارا خیال ہے کہ پتھر کے دور کا انسان زیادہ مہذب اور امن پسند تھا۔ تمہارے خیال میں اس دور کا انسان غیر مہذب اور وحشی ہے اور تم صرف اس کے خلاف ہو جو موجودہ تہذیب میں رائج ہے لیکن یہ نشہ آور اشیاء کا استعمال کون سے زمرے میں آتا ہے۔ تب میرے ذہن میں آیا کہ یہ خود کو فریب دینے کے مترادف ہے۔ تم خود کو نشہ آور اشیاء میں غرق کر کے دنیا کو بھول جانے کے خواہشمند ہوتے ہو۔ کیونکہ اس دنیا کو مکمل طور سے نہیں بدل سکتے۔ اس لیے کبوتر کی طرح آنکھ بند کر لینے پر اکتفا کرتے ہو۔ حالانکہ آنکھ بند کر لینے سے اقدار نہیں بدل جاتیں۔ سوائے اس کے کہ تم دنیا سے الگ تھلگ' ایک غیر انسانی مخلوق بن کر رہ گئے ہو۔ میں نے خود کو اس سوال کا جواب اس انداز میں دے دیا تھا اور اس سے زیادہ میں کچھ سننا بھی نہیں چاہتی کیونکہ ایک بے مقصد موضوع نکل آئے گا۔ کیا تم مجھے مزید کچھ بتانے کے لیے بے چین ہو؟"

"نہیں۔" میں نے ایک گہری سانس لی۔

"یہ تمہاری خوبی ہے۔" اس نے تعریفی انداز میں کہا۔ دریا کے کنارے کنارے ہم بہت دور نکل آئے۔ سامنے ہی لشکری بازار اور ایک پرانے قلعے کے کھنڈرات پھیلے ہوئے تھے جو ستاروں کی چھاؤں میں عجیب ہیئت اختیار کر گئے تھے۔

"یہ کھنڈرات اپنے پہلو میں کیسی کیسی پراسرار داستانیں چھپائے ہوئے ہیں۔ لشکری بازار غزنوی سلطانوں کا سرمائی دارالسلطنت رہ چکا ہے۔ سلطان مسعود کو ترکوں کے ہاتھوں شکست ہوئی تو یہ بھی برباد ہو گیا۔ یہ زمین نہ جانے کتنے معرکے دیکھے ہوئے ہے۔ اگر تم اس کے سینے میں جھانکو تو

صدہا داستانیں پوشیدہ ہوں گی کیسے کیسے رازوں کی امین ہوتی ہے زمین کیسا وسیع ہے اس کا دل' کسی کو اس سے شکایت نہیں ہوتی۔" کوشلیا نے پرخیال انداز میں کہا۔

"تمہیں تاریخ سے کافی دلچسپی ہے۔ کیا ان علاقوں میں پہلے بھی آچکی ہو؟" میں نے پوچھا۔

"کبھی نہیں۔ لیکن میں نے سفر پر روانہ ہونے سے قبل اس لائن کے بارے میں پوری پوری معلومات حاصل کی ہیں جہاں مجھے سفر کرنا ہے۔ میں ان پہاڑوں کے ایک ایک درے سے واقف ہوں۔ یہاں کی ایک ایک عمارت کی تاریخ مجھے زبانی یاد ہے۔ یہاں کے پورے نقشے میرے پاس موجود ہیں۔"

"بڑی سخت کاوش کی ہے تم نے۔" میں نے متاثر ہوتے ہوئے کہا۔

"شکریہ۔ عورت ہوں نا۔ ہر طرح سے مکمل ہو کر گھر سے نکلی ہوں۔" کوشلیا نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔ میں خاموش ہوگیا۔ وہ ضرورت سے زیادہ خود اعتمادی کی شکار تھی لیکن اس کے باوجود میں اس حقیقت کو نظر انداز نہیں کر سکتا تھا کہ وہ عورت ہے ہر حالت میں مرد سے کمزور۔ فرض کیا جائے ان ویرانوں میں' میں اسے دبوچ لوں' تو وہ میرا کیا بگاڑ سکتی ہے۔ شاید کچھ بھی نہیں۔ خواہ وہ مسلح ہو۔ دل چاہا کہ امتحان لے ڈالوں۔ لیکن پھر اس بے کار سی خواہش کو دبا لیا۔ خواہ مخواہ وہ بددل ہو جائے گی تھوڑے وقت کی اچھی ساتھی ہے۔ اس کے احساس برتری کو قائم رہنے دیا جائے۔

اور پہاڑوں کی اوٹ سے چاند نے زمین کا جائزہ لیا۔ اور مسکراتا ہوا ابھر آیا۔ اس کی ضیاء نے زمین کو منور کر دیا۔ تاریکی چھٹ گئی اور مناظر اجاگر ہوگئے لیکن اس کے ساتھ ہی' نہ جانے کس طرف سے سازوں کی آواز ابھری اور ہم دونوں چونک پڑے۔ ڈفلی اور گٹار بج رہا تھا۔ بے ہنگم بے سرا نغمہ۔

"یہ کون ہے؟" میرے منہ سے بے ساختہ نکلا اور کوشلیا مسکراتے ہوئے میرا چہرہ دیکھنے لگی۔

"تمہارے خیال میں کون ہو سکتا ہے؟"

"کیا کہا جا سکتا ہے۔ ان پر اسرار کھنڈرات سے کون سی کہانیاں وابستہ ہیں۔" میں نے پرخیال انداز میں کہا۔

"گویا تمہارے خیال میں غول بیابانی؟"

"تمہارا کیا خیال ہے؟"

"تمہاری نسل کے لوگ۔ افغانستان کے بہت سے علاقے ان کے لیے کشش رکھتے ہیں۔ ممکن ہے یہاں ان کھنڈرات میں بھی ناجائز منشیات کا کوئی اڈہ ہو۔ چلیں دیکھیں میں بہرحال ان لوگوں کو دیکھ کر محظوظ ہوتی ہوں۔"

"اوہ!" میں نے دل ہی دل میں اس لڑکی کی ذہانت اور بے خوفی کی داد دی۔ درحقیقت میرا ذہن فوری طور پر اس طرف متوجہ نہیں ہوا تھا۔ یہ عین ممکن تھا۔ کوشلیا نے آواز کی سمت قدم بڑھا دیئے۔ میں بھی اس کے ساتھ تھا۔ لیکن میرے قدم الجھے الجھے تھے۔ ممکن ہے یہاں موجود ساقی خانہ ہربنس کا ہو۔ ممکن ہے اس نے اپنے ان ساتھیوں کو بھی اطلاع دے دی ہو۔ اور یہاں مجھے پہچان لیا

جائے۔ کوشلیا نے میری اس جھجک کو محسوس کیا اور ہنس پڑی۔ میں نے چونک کر اسے دیکھا۔ اور وہ ہنستے ہوئے بولی۔ "تمہارے قدموں میں روانی نہیں ہے۔ تم شاید درحقیقت غول بیابانی کی موجودگی پر غور کر رہے ہو۔" میرے ہونٹ سکڑ گئے۔ دل چاہا اسے برا بھلا کہوں۔ لیکن پھر خود کو سنبھال لیا اور خاموشی سے اس کے ساتھ چل پڑا۔ اس نے صحیح سمت کا رخ کیا تھا۔ تقریباً ایک فرلانگ پر ہمیں کچھ کھنڈرات میں پھیلی روشنی نظر آرہی تھی۔ راستے میں ہم نے کوئی تبصرہ نہیں کیا اور روشنی پر نگاہیں جمائیں آگے بڑھتے رہے۔ روشنی بڑھتی جارہی تھی شاید مزید مشعلیں روشن کی جارہی تھیں اور جب ہم کھنڈرات میں پہنچے تو کافی روشنی ہوگئی تھی اور اس روشنی میں مخصوص قسم کے آوارہ گرد نظر آرہے تھے۔ مرد نما عورتیں عورت نما مرد۔ دم لگ رہے تھے' غم مٹ رہے تھے۔ چاندنی میں دھواں پیوست ------ ہو رہا تھا۔ دھوئیں کو چاندنی کاٹ رہی تھی۔ ہماری طرف کسی نے توجہ نہیں دی۔ ہم دونوں بھی ایک ٹوٹی ہوئی محراب کے نیچے بیٹھ گئے۔ اس طرف قدرے اندھیرا تھا لیکن پتھر پر بیٹھتے بیٹھتے میری نگاہ گٹار بجانے والے پر اور پھر گٹار پر پڑی۔ اور میں اچھل پڑا۔ مشعلوں کی دھندلی روشنی میں' میں نے اوہوتے کو پہچان لیا تھا اور یہ گٹار' یہ گٹار بھی میرا تھا۔ نہ جانے کس خیال کے تحت میں نے اوہوتے کے اطراف میں دیکھا اور میرا یہ خیال بھی درست نکلا اوہوتے کے بالکل ساتھ ایک پتھر سے پشت لگائے' ٹانگیں پھیلائے میگاں بیٹھی تھی۔ اس کے ہاتھ میں میرا پائپ تھا جس کو وہ ہونٹوں میں دبائے گہرا گہرا دھواں چھوڑ رہی تھی۔

اوہوتے گٹار بجا رہا تھا۔ اور میری ذہنی کیفیت عجیب تھی۔ مجھے اس پر غصے کے بجائے ہنسی آرہی تھی۔ کوشلیا بھی دلچسپی سے ان لوگوں کی حرکتیں دیکھ رہی تھی۔ میرے لیے یہ حرکتیں نئی نہیں تھیں۔ اور بس ذہن میں کچھ دلچسپ پروگرام بنا لیا تھا۔ لیکن اس سے قبل میں جائزہ لے لینا چاہتا تھا کہ یہاں کوئی ایسا تو نہیں ہے۔ جو مجھے پہچان جائے۔ مجھے صرف دو افغان نظر آئے جو میرے لیے اجنبی تھے۔ بہرحال میں نے دلچسپی کی خاطر خطرہ مول لینے کا فیصلہ کر لیا۔

"کوشلیا۔" میں نے سرگوشی کی۔ وہ میری طرف دیکھنے لگی۔ "تمہیں موسیقی سے دلچسپی ہے؟"

"بہت میرے پاس ریکارڈ چینجر ہے۔ میں تمہیں اپنی پسند کے نغمے سناؤں گی۔"

"میں گٹار بجانا جانتا ہوں۔"

"اوہ۔ واقعی۔ مگر گٹار تو نہ میرے پاس ہے نہ تمہارے پاس۔ اور یہ آدمی یا تو نشے میں ہے یا پھر اسے گٹار بجانا نہیں آتا۔"

"میں سناؤں؟"

"ضرور۔ لیکن۔" میں نے اس کا جملہ پورا نہ ہونے دیا۔ میں نے اس کی کلائی پکڑ کر اسے اٹھایا اور اندھیروں کی آڑ لیتا ہوا اوہوتے کی طرف بڑھ گیا۔ چند ساعت کے بعد میں اس کے پیچھے تھا۔ اوہوتے اپنے نغمے کی آخری دھن بجا رہا تھا پھر اس نے نغمہ ختم کیا گلے سے گٹار کی ڈوری نکالی اور اسے رکھنے لگا۔ لیکن میں نے آگے بڑھ کر گٹار تھام لیا۔ اوہوتے آنکھیں اٹھا کر مجھے دیکھا اور نشے

میں ہونے کے باوجود مجھے پہچان گیا۔ وہ بری طرح اچھل پڑا اور اس کے چہرے پر سخت بدحواسی کے آثار نظر آئے۔

"کیا میں تمہیں اپنے گٹار پر کوئی اچھا سا نغمہ سناؤں اوہوتے؟" میں نے اس سے پوچھا لیکن اس کے منہ سے آواز نہ نکل سکی۔ کوشلیا بھی اس کی اس حالت کو تعجب سے دیکھ رہی تھی۔

"تمہاری اجازت سے۔" میں نے اوہوتے سے گٹار لے کر اپنے گلے میں ڈال لیا۔ پھر میں نے اس کے تار چھیڑے۔ اور پہلے وہی دھن شروع کردی۔ "لعل میری پت رکھیو۔" گٹار کی آواز وہی تھی۔ لیکن اب اس کے سر دوسرے تھے۔ نشے میں بدمست ہپی چونک پڑے۔ دھن ہی ایسی تھی کہ دلوں کو گرما دیتی تھی۔ نغمہ بلند ہوتا گیا اور مردوں میں زندگی دوڑ گئی کسی نے میری طرف دیکھنے کی زحمت نہیں کی تھی سب کھڑے ہوگئے اور رقص شروع ہوگیا۔ اوہوتے اسی طرح بیٹھا تھا لیکن نغمے کو میگاں نے بھی پہچان لیا تھا۔ پائپ اس کے ہاتھ سے گر پڑا تھا اور وہ پھٹی پھٹی نگاہوں سے مجھے دیکھ رہی تھی۔

میں مسکرا مسکرا کر گٹار بجا رہا تھا۔ کوشلیا میٹھی نگاہوں سے مجھے دیکھ رہی تھی۔ پھر میگاں اٹھی اور آہستہ آہستہ میرے قریب پہنچ گئی۔ وہ میرے قدموں میں بیٹھ گئی اور اس نے اپنا سر میرے گھٹنوں پر رکھ دیا۔ بدمست آوارہ گرد سر دھنتے رہے رقص کرتے رہے اور پھر نغمہ ختم ہوگیا۔ قدم رک گئے۔ عجیب آوازیں سنائی دینے لگیں۔ لیکن فوراً بعد میں نے ایک اور دھن شروع کردی۔ یہ ایک فرنچ دھن تھی۔ سسکاریاں ہیجان خیز آوازیں کھنڈرات میں گونجنے لگیں۔ دیوانے مست ہوگئے تھے۔ ناچ رہے تھے۔ اور تھوڑے فاصلے پر کوشلیا خاموش کھڑی مجھے دیکھ رہی تھی۔ نغمہ آخری مرحلے میں داخل ہوگیا اور پھر رک گیا۔ ناچتے بدن ڈھیلے پڑ گئے۔ جیسے گراموفون کی چابی ختم ہوگئی ہو اور پھر گردنیں اور شانے لٹک گئے میگاں کا سر اب بھی میرے گھٹنے پر ٹکا ہوا تھا کسی کونے سے تالی کی آواز ابھری اور کسی نے بدمست آواز میں کہا۔

"ایک اور۔ صرف ایک اور۔" نہ جانے وہ نغمے کے بارے میں کہہ رہا تھا یا چرس بھرے ایک سگریٹ کے بارے میں۔ میں نے اوہوتے کی طرف دیکھا۔ اس کا چہرہ بدستور پھیکا پڑا ہوا تھا۔ میں نے جھک کر اس کا چہرہ دیکھا۔ اور اوہوتے نے دونوں ہاتھوں میں اپنا منہ چھپا لیا۔

"میں بہت نیچ ہوں فنکار۔ میں بہت ذلیل ہوں۔ میں نے تمہارے نغمے چرائے تھے۔ یہ ساز بھی تمہارے پاس خوش ہے۔ میں نے بہت کوشش کی' لیکن اس سے خوشی کا ایک نغمہ نہ نکل سکا۔ اس کے سر غمگین تھے۔ میں بہت نیچ ہوں۔ بہت کمینہ ہوں۔"

وہ منہ چھپائے ہوئے بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔

میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ میں نے میگاں کا سر اپنے گھٹنے سے ہٹایا اور پھر کھڑا ہوگیا۔ تب میں نے گٹار اوہوتے کے گھٹنوں پر رکھ دیا۔ اور واپسی کے لیے مڑا۔ اوہوتے تڑپ کر کھڑا ہوگیا تھا۔ "سنو۔ میں بیشک چور ہوں۔ لیکن میں چرائی ہوئی کوئی چیز واپس نہیں کر رہا۔ یہ گٹار لے جاؤ۔ یہ جاندار شے کسی طور میرے پاس نہیں رہ سکتی۔ یہ میرے لیے بے کار ہے۔ یہ اپنے

حسین سر مجھے نہیں دے سکتی۔ اسے لے جاؤ۔ میرے لیے سزا کا حق تمہارے پاس محفوظ ہے۔" اس نے گٹار کی ڈوری میرے گلے میں ڈال دی۔ میں نے بھی زیادہ ردوکد نہیں کی اور گٹار لے کر واپس مڑ گیا۔ کوشلیا میرے قدموں سے قدم ملا کر چل رہی تھی۔ وہ غیر معمولی طور پر خاموش تھی۔

"کیا بات ہے کوشی؟" میں نے تھوڑی دور چل کر پوچھا۔ اور وہ چونک پڑی۔

"کچھ نہیں۔" اس نے مسکراتے ہوئے گہری سانس لی۔

"کیا سوچنے لگی تھیں؟"

"بس انہیں لوگوں کی زندگی کے فلسفے پر غور کر رہی تھی۔ نہ جانے یہ کس طرح زندہ ہیں۔ کیوں زندہ ہیں۔ ہر چیز کا ایک مقصد ہوتا ہے۔ بظاہر ان کے سامنے کوئی مقصد نہیں ہے۔ بہرحال چھوڑو ان باتوں کو۔ یہ گٹار والی بات میری سمجھ میں نہیں آئی۔ کیا وہ تمہارے شناسا تھے؟"

"نغمہ تمہیں پسند آیا؟" میں نے اس کی بات کا جواب دینے کی بجائے سوال کر ڈالا۔

"بہت عمدہ بجاتے ہو۔ دریا کے کنارے بیٹھ کر ایک نغمہ اور سنوں گی تم سے۔"

"ضرور سناؤں گا۔" میں نے گٹار کے تار پر انگلی مارتے ہوئے کہا۔

"میرے سوال کا جواب؟"

"ہاں۔ پشاور میں ان لوگوں سے ملاقات ہوئی تھی۔"

"گٹار کا کیا معاملہ تھا؟"

"گٹار میرا تھا۔ اسے پسند آ گیا۔ چنانچہ دوسرے سامان کے ساتھ اس نے گٹار بھی چرا لیا اور خاموشی سے غائب ہوگیا۔ ہاں اس نے اپنی ساتھی لڑکی کو چھوڑ دیا تھا جو بہرحال اس سے دوبارہ آ ملی ہے۔"

"وہی جو تمہاری گود میں منہ رکھے بیٹھی تھی؟" کوشلیا نے کسی قدر طنزیہ انداز میں کہا۔

"ہاں۔" میں نے اس کے طنز کو نظرانداز کرتے ہوئے کہا۔

"خاصی بے تکلف معلوم ہوتی ہے تم سے؟" کوشلیا کا لہجہ بدستور طنزیہ تھا۔ جب اس کا ساتھی اسے چھوڑ کر فرار ہوگیا تو وہ بے سہارا رہ گئی۔ اس نے روتے ہوئے بتایا کہ اس کے پاس کچھ بھی باقی نہیں رہ گیا ہے۔ تب میں اسے کابل تک ساتھ لایا اور ایک رات جب اس نے محسوس کیا کہ میں کنگال ہوگیا ہوں۔ تو وہ بھی خاموشی سے نکل گئی۔ اب مجھے یہاں ملی ہے۔" میں نے صاف گوئی سے حقیقت بتا دی اور کوشلیا میری شکل دیکھتی رہی۔

ہم دونوں کار کے نزدیک واپس پہنچ گئے۔ چاندنی شباب پر تھی۔ میں کار سے ٹک گیا۔ اور میں نے گٹار سامنے کرلیا۔ کوشلیا نے منہ پھاڑ کر جماہی لی اور پھر بوجھل لہجے میں بولی۔ "نیند آرہی ہے۔ میں کار کی عقبی سیٹ پر سوؤں گی۔ تم چھت پر سو جاؤ۔ تکلیف تو نہیں ہوگی؟"

"تم آرام سے سو جاؤ۔ میری فکر مت کرو۔" میں نے کہا۔ اور کوشلیا ڈکی کی طرف بڑھ گئی۔ اس نے ایک چادر نکال کر مجھے دی اور پھر بولی۔

"گٹار ڈکی میں رکھ دو۔ ورنہ پھر کوئی چرا لے جائے گا۔"

"ہوں۔" میں نے ہونٹ سکوڑ کر کہا۔ میں اس کے بدلے ہوئے موڈ کو محسوس کر رہا تھا۔ لیکن بہرحال ایک رات کی بات تھی۔ میرا اس کا رشتہ ہی کیا تھا اور سچ پوچھا جائے تو میں اس وقت اس کے لیے بار بنا ہوا تھا۔ اسی کے سر کھایا تھا۔ اسی کے ساتھ سفر کر رہا تھا۔ مصلحت نے میرے بگڑے ہوئے موڈ کو درست کر دیا۔ گٹار ڈگی میں رکھ دیا گیا اور پھر کوشلیا کار میں داخل ہو گئی۔ اس نے اندر داخل ہو کر تمام شیشے چڑھا لیے اور لیٹ گئی میں دریا کی طرف بڑھ گیا۔ کار کی چھت پر سونا مجھے پسند نہیں تھا۔ یہ بات مجھے پسند نہیں آئی تھی کہ اس نے شیشے چڑھا لئے تھے۔ اسے میرے اوپر اعتبار نہیں تھا۔

دریا کے کنارے چادر بچھا کر میں لیٹ گیا۔ میری نگاہیں چاند پر جمی ہوئی تھیں۔ اور ذہن پھر ماضی کی طرف لوٹ گیا تھا۔ یہی چاند میرے گھر کے آنگن میں بھی نظر آتا تھا۔ چوڑا چکلا آنگن' جہاں دوسری چارپائیاں بھی بچھی ہوئی تھیں۔ بارش کے موسم میں بھیگی بھیگی ہواؤں کے دوش پر تیرتی ہوئی چاندنی رات ہمارے آنگن میں اتر آئی تھی۔ ڈیوڑھی سے حقے کی آواز ابھرتی تھی اور پھر شیرے ملے ہوئے تمباکو کی سوندھی سوندھی بو پورے آنگن میں چراتی پھرتی تھی۔ اس وقت اس چاند کی مسکراہٹ کیسی پاکیزہ ہوتی تھی۔ ہنستا ہوا کیسا بھلا لگتا تھا یہ۔ لیکن آج آج کا چاند۔ داغدار تھا۔ یہ داغ دل کے تھے ضمیر کے یہ داغ بلند ہو کر چاند کی پیشانی پر جا ٹکے ہیں۔ کل اور آج میں بہت فرق تھا۔

چاند سے نگاہیں نہ ملائی گئیں۔ ماضی کا طوفان امنڈ رہا تھا۔ اگر یہ سیلاب کناروں سے بہہ نکلا۔ تو پھر کبھی نیند نہیں آئے گی۔ روک دو ان طوفانوں کو جھٹک دو ذہن سے ان خیالات کو جو زندگی کا روگ بن گئے ہیں۔ میں نے کروٹ بدلی اور سونے کی کوشش کرنے لگا۔ دریا کی طرف سے چلنے والی ہوائیں بے حد فرحت بخش تھیں۔ ہواؤں کا جادو سر چڑھنے لگا۔ آنکھوں میں بھاری پن پیدا ہو گیا اور پھر آنکھ جھپک ہی رہی تھی کہ پشت پر قدموں کی چاپ محسوس ہوئی۔ میں اچھل پڑا۔ کوئی جانور بھی ہو سکتا تھا۔ پستول بھی میرے پاس موجود نہیں تھا۔ دوسرے لمحے میں نے پلٹ کر دیکھا۔

ایک انسانی جسم میرے بالکل قریب آ چکا تھا۔ میں نے اسے غور سے دیکھا۔ میگاں تھی۔ بکھرے ہوئے بال۔ بہکی بہکی چال۔ چاندنی رات میں وہ ایک چڑیل معلوم ہو رہی تھی۔ حالانکہ یہ حسین ماحول یہ سنسان کنارہ' رومان پرور فضاء' کسی حسین جسم کی طلب پیدا کرنے کے لیے کافی تھے اور میگاں جانی پہچانی تھی۔ اس کے جسم کے خطوط آنکھوں میں بسے ہوئے تھے۔ اس گندے لباس کے نیچے ہر ضرورت پوری ہو جاتی تھی۔ لیکن اس وقت دل نے اسے قبول نہ کیا۔ ایک عجیب سی کراہت کا احساس ہوا۔ میں اٹھ کر بیٹھ گیا۔

"نواز۔" اس نے لرزتی آواز میں پکارا۔

"کیا بات ہے میگاں؟" میں نے کسی قدر درشت لہجے میں کہا اور وہ رک گئی۔ اس نے بوجھل پلکیں اٹھا کر مجھے دیکھا اور پھر ایک قدم آگے بڑھ کر بولی: "میں تم سے معافی مانگنے آئی ہوں نواز۔"

"کیسی معافی میگاں؟"

"میں ہوٹل سے تمہیں بتائے بغیر چلی آئی تھی۔"

"اوہ۔ وہ کوئی بات نہیں تھی۔ اوہوتے بہرحال تمہارا پرانا ساتھی تھا اور پھر میں تمہارے کسی بھی پروگرام پر ناراض ہونے کا کیا حق رکھتا ہوں۔ تم دونوں نے یہی پروگرام بنایا تھا تو ٹھیک ہے۔"

"پروگرام------" میگاں سسک پڑی" "نہیں نواز۔ غلط فہمی میں مت پڑو۔ ہم لوگوں نے کوئی پروگرام نہیں بنایا تھا۔ بس میں وہاں سے چلی آئی۔ دربدر پھر رہی تھی کہ وہ پھر مل گیا۔ میں نے ترلوکا کی تعلیمات دہرائیں۔ ترلوکا کا قول ہے کہ انسان کا خمیر خطاؤں سے ابھرا ہے۔ اگر وہ خطائیں نہ کرے تو انسان نہ کہلائے اور جو اس کی خطاؤں کو درگذر نہ کرے وہ بھی انسان کہلانے کا مستحق نہیں ہے۔ بس چاہیے کہ تم خطائیں کرو اور دوسروں کی خطائیں معاف کر کے پھر شیر و شکر ہو جاؤ۔ اسی میں نجات ہے اور اسی پر دنیا کا انحصار میں نے اسے معاف کر دیا۔ اور اب تم بھی مجھے معاف کر دو نواز۔ دیکھو میں سب کو چھوڑ کر تمہارے پاس آئی ہوں۔" وہ میرے قریب آ بیٹھی۔

"میں نے تمہیں معاف کر دیا میگاں۔ بس اب جاؤ۔"

"کہاں جاؤں نواز۔ میں آسودگی چاہتی ہوں۔ تمہاری گرم آغوش بس نشہ ہی نشہ ہے۔ آؤ۔ میرا لباس نوچ ڈالو۔ دیکھو میرا جسم تمہیں آواز دے رہا ہے۔" اس نے میری آغوش میں اپنا سر رکھ دیا۔ میرا ہاتھ پکڑ کر اپنے سینے پر دبانے لگی۔ اور نہ جانے کیوں اس کے جسم سے متاثر ہونے کی بجائے میرے ذہن پر جھنجلاہٹ سوار ہو گئی۔ میں نے اس کا سر اپنی گود سے ہٹا دیا۔ اور کھڑا ہوتے ہوئے بولا۔

"بدقسمتی سے میں مشرقی ہوں میگاں۔ ہم لوگ سر پھرے ہوتے ہیں۔ جو آنسو آنکھ سے ٹپک جائے اس کی کوئی قیمت نہیں ہوتی۔ یہ ہمارا ایمان ہے۔ تم میرے دل سے اتر گئی ہو۔ ہمیشہ کے لیے۔ میں مرد ہوں۔ کوئی ابوالہوس کتا نہیں ہوں۔ بھاگ جاؤ میگاں۔ تم میرے قابل نہیں ہو۔ میں تمہیں عورت کی حیثیت سے برداشت نہیں کر سکتا۔ بس اب چلی جاؤ۔ میں سونا چاہتا ہوں۔"

"میگاں زمین پر پڑی مجھے دیکھتی رہی۔ اس کا لباس بے ترتیب تھا رانیں انتہائی حصے تک کھلی ہوئی تھیں۔ سینے کے بٹن بھی کھلے ہوئے تھے اور اس کا شفاف سینہ چاندنی میں کچھ اور چمک رہا تھا۔ گداز رانوں پر جیسے چاندنی کا غازہ چڑھ گیا تھا۔ لیکن مجھے اس وقت اس سے کوئی دلچسپی نہیں تھی۔ بس نفرت کا جنون چڑھ گیا تھا۔

تب وہ اٹھ کر بیٹھ گئی۔ "میں جاؤں نواز؟" اس نے پوچھا۔

"ہاں۔ فوراً چلی جاؤ۔ میں سونا چاہتا ہوں۔"

"میں تمہارے قدموں میں سو جاؤں؟" اس نے پوچھا۔

"میں تمہیں اٹھا کر دریا میں پھینک دوں گا۔" میں نے غرائی ہوئی آواز میں کہا اور وہ سہم گئی۔ تھوک نگلنے کی ٹرچ ٹرچ دو بار سنائی دی تھی۔ پھر اس کی لرزتی ہوئی آواز ابھری۔

"تمہارے پاس تھوڑی سی چرس ہو گی؟" میرا دل چاہا کہ ایک زوردار قہقہہ لگاؤں۔ بالآخر وہ

اپنی اصلیت پر آ گئی تھی۔

"ہاں۔ موجود ہے۔" میں نے جیب سے چرس بھری سگریٹوں کا پیکٹ نکال کر اس کی طرف بڑھا دیا۔

"تھینک یو ڈیر۔ تھینک یو۔ ہو سکے تو مجھے معاف کر دینا۔ تھینک یو۔ تھینک یو۔" اس نے پیکٹ لیتے ہوئے کہا۔ اور پھر وہ واپسی کے لیے مڑ گئی لیکن اس انداز میں پلٹ پلٹ کر دیکھتی جا رہی تھی، جیسے میں اسے آواز دوں گا۔ پھر جب وہ نگاہوں سے اوجھل ہو گئی تو میں نے ایک گہری سانس لی اور سوچنے لگا کیا میں نے برا کیا ہے۔ کیا اس حسین چاندنی کو اور حسین نہیں بنایا جا سکتا۔ کیا اس کالباس سے بے نیاز جسم اس رات کو مزید حسن نہیں بخش سکتا۔ بے شک وہ حسین تھی لیکن اس کا کردار۔ اس وقت میں نے ایک قیمتی بات سوچی۔ ظاہری حسن متاثر ضرور کرتا ہے۔ لیکن کردار بھی اہمیت رکھتا ہے۔ کردار حسن پر کالک پھیر دیتا ہے۔ حسن اگر بے کردار ہو تو......

لیکن۔ ابھی اتنا ہی سوچنے پایا تھا کہ دوسری طرف سے گٹار کے تار کی آواز گونجی۔ اور میں ایک بار پھر اچھل پڑا۔ دہشت زدہ ہو کر دیکھا۔ کوشلیا مسکرا رہی تھی۔ میرا گٹار اس کے ہاتھ میں تھا۔ حالانکہ میرے سامنے وہ ساڑھی میں کار کی عقبی سیٹ پر گئی تھی۔ لیکن اب وہ ایک خوبصورت سلیپنگ سوٹ میں ملبوس تھی۔ اس نے بال سمیٹ کر پیچھے باندھ لئے تھے۔ اور اس انداز میں وہ نکھری نکھری نظر آ رہی تھی۔ اس کے ہونٹوں پر ایک سبک مسکراہٹ تھی۔

"بڑے وعدہ خلاف ہو۔" اس نے ناز سے کہا۔ میں صرف اسے دیکھتا رہا۔ کچھ کہہ نہ سکا۔ تب اس نے پھر کہا۔ "تم نے ایک نغمہ سنانے کا وعدہ کیا تھا۔"

"ہاں۔ کیا تھا۔" میں نے ایک گہری سانس لے کر کہا۔

"پھر۔ پورا کیوں نہیں کیا؟"

"وعدہ خلافی بری بات ہے۔" وہ میرے قریب آ بیٹھی۔ اور پھر اس نے گٹار میری گود میں رکھ دیا۔ میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

"یہاں کب سے ہو؟"

"ایک سائے کو تمہارے قریب دیکھ کر آ گئی تھی۔ میں نے سوچا وہ تمہیں نقصان نہ پہنچا دے۔"

"شکریہ۔" میں نے مختصراً کہا۔

"نغمہ نہیں سناؤ گے؟"

"سناؤں گا۔" میں نے کہا۔ اور گٹار اس کے ہاتھ سے لے لیا۔ میری انگلیاں کام کرنے لگیں اور دھیمے دھیمے سروں میں ایک حسین نغمہ ابل پڑا۔ مجھے خود بھی یقین نہیں تھا کہ میں اتنا اچھا نغمہ بجا سکوں گا۔ لیکن اس وقت نہ جانے کیا ہو گیا تھا۔ گٹار اپنی کہانی سنا رہا تھا۔ اسی لیے اس آواز میں اتنا سوز پیدا ہو گیا تھا۔ وہ مبہوت سی بیٹھی تھی۔ چاندنی کی بارش ہو رہی تھی۔ چاند کے داغ مٹ گئے تھے۔ اس کی ضیاء بڑھ گئی تھی۔ رات آہستہ آہستہ بہہ رہی تھی۔ دریا ساکت ہو گیا تھا۔ نغمہ ختم

ہو گیا۔ فضا ساکت ہو گئی۔ وہ بھی ساکت تھی۔ کئی لمحے تک اس کے جسم میں جنبش نہ ہوئی۔

پھر اس نے ایک گہری سانس لی۔ "نواز۔" اس نے سانس کے دوران پکارا۔ اس کی آواز کی لرزش بہت حسین تھی۔

"پسند آیا نغمہ؟" میں نے گٹار ایک طرف رکھتے ہوئے کہا۔

"تم جادوگر ہو۔" وہ گہری سانس کے درمیان بولی۔

"ایک بار پھر شکریہ۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"ہم میں اور ان میں یہی فرق ہے اور ہم اس فرق پر فخر کر سکتے ہیں۔" اس نے بے تکلفی سے چادر پر لیٹتے ہوئے کہا۔ اس کی نگاہیں چاند سے ٹکرا رہی تھیں۔ میں نے اس کے اس جملے کی وضاحت طلب نہیں کی۔ وہ میرے بولنے کا انتظار کرتی رہی۔ پھر خود ہی بولی۔

"میں نے اس کی اور تمہاری گفتگو سنی تھی۔ کیا تم اس حقیقت سے انکار کرو گے کہ ہم اجنبی تھے۔"

"ہاں۔ یہ حقیقت ہے۔"

"تم میرے ہم سفر ضرور تھے۔ لیکن میں تمہاری فطرت کے بارے میں کیا جان سکتی تھی۔"

"یقیناً۔"

"لیکن۔ اس لڑکی نے میری مدد کی۔ میں نے اسے تمہارے زانو پر سر رکھے۔ دیکھا تو میرا موڈ خراب ہو گیا۔ بس یوں سمجھ لو۔ عورت ہوں۔ حالانکہ چند گھنٹوں کا ساتھ اتنا قریب نہیں لاتا۔ بس ذہن پر الجھن سوار تھی۔ شاید تمہارے ساتھ اچھا سلوک نہیں کیا ناراض ہونا؟ اس نے براہ راست میری آنکھوں میں دیکھا۔ میری کنپٹیوں میں خون ٹھوکریں مارنے لگا! اب اتنا نا تجربہ کار نہیں تھا عورت کی نگاہیں نہ پہچان سکتا تھا۔ وہ متاثر ہو گئی تھی۔ ماحول اس پر اثر انداز ہو گیا تھا۔

"نہیں۔ میں نے جواب دیا۔

"تم نے اسے آنکھ سے ٹپکا ہوا آنسو کہا تھا۔ حالانکہ کافی حسین تھی۔"

"فطرت اگر گھناؤنی ہو۔ تو ظاہری حسن چھپ جاتا ہے۔"

"درست کہا۔ بہرحال میں اپنے سلوک کی معافی چاہتی ہوں۔ میری نگاہوں میں تمہاری وقعت بڑھ گئی ہے۔" اس نے ہاتھ بڑھا کر میرا ہاتھ پکڑ لیا۔ لیکن میں پھر بھی ٹس سے مس نہیں ہوا۔ تاہم میں نے اس کی بات کا جواب ضرور دیا۔

"شرمندہ نہ کرو کوشی۔ تم نے میرے اوپر احسان کیا ہے۔ تم نے جو کچھ میرے لیے کیا وہ آپ کے ہر سلوک پر بھاری ہے۔"

"کچھ دن ساتھ دے سکو گے؟"

"کیوں نہیں۔"

"تب آؤ۔ ہم ایک دوسرے پر مکمل اعتماد کر لیں۔" اس نے میرا ہاتھ پکڑ کر کھینچا۔ اور میں بے ساختہ اس کے نزدیک جا گرا۔ اس نے ایک ہاتھ سے میرے بال سمیٹے اور پھر گردن اٹھا کر اپنے

ہونٹ میرے ہونٹوں پر رکھ دیئے۔

"کوشی۔" میں نے جذبات سے لبریز آواز میں کچھ کہنے کی کوشش کی۔ لیکن اس نے میرے الفاظ اپنے ہونٹوں میں بھینچ لئے۔ اس نے دونوں ہاتھ میری گردن میں حمائل کر دیئے۔ اور میرے سر کو نیچے جھکائے ہوئے میرے سینے پر سوار ہو گئی۔ اب میں بھی جذبات پر قابو نہ رکھ سکا۔ میں اس کی کمر میں دونوں ہاتھ ڈال کر اسے سینے سے بھینچ لیا اور وہ گہری گہری سانسیں لینے لگی۔

اب تک وہ بند مٹھی تھی۔ لیکن کھلی تو ایسی کھلی کہ پھر کوئی پردہ نہ رہا۔ اس کی محبت اور کے جذبات پھٹ پڑے تھے۔

☆ ☆ ☆

مشرق مشرق ہے میری زندگی کی پہلی عورت مشرقی نہیں تھی۔ میری مراد اس عورت سے ہے جس سے مل کر میں عورت کی کشش اور کائنات کی پر اسرار سرگوشیوں سے روشناس ہوا۔ جو کے حسین اشاروں کو سمجھا۔ اس سے پہلے بھی چند لڑکیاں میری زندگی میں داخل ہوئی تھیں۔ جن کے بارے میں مختصراً آپ کو بتا چکا ہوں، لیکن اس وقت میں رموز فطرت سے ناواقف تھا۔ ملائم ملائم چہروں اور حسین خدوخال والی یہ مخلوق مجھے اچھی تو لگتی تھی، لیکن اس کی پوشیدہ کشش سے میں بالکل ناواقف تھا۔ بلکہ چند مواقع بھی مہیا ہوئے تو اپنی عدم واقفیت کی بناء پر ان سے مستفیض نہ ہو سکا۔

بہرحال زندگی کی پہلی عورت وہ غلیظ ہپی لڑکی تھی۔ جسے میں نے حاصل کائنات سمجھ لیا تھا۔ میں نے اس کے استعمال شدہ جسم کی کشش کو حرف آخر سمجھ لیا تھا۔ لیکن بہت جلد میری غلط فہمی دور ہو گئی۔ اسی ساخت کی دوسری لڑکیوں نے کچھ اور عقدے حل کئے۔ اور میں نے سمجھ لیا کہ ستاروں سے آگے جہاں اور بھی ہیں۔ تب میرے ذہن نے اپنے وطن کی سوندھی مٹی سے تیار شدہ مخلوق کے بارے میں غور کیا تھا۔ بلاشبہ یہ مخلوق اس سفید مخلوق سے کہیں زیادہ حسین ہے لیکن میں اس کی اندرونی کیفیت سے ناواقف تھا۔ سفید خشک چہرے جاذب نگاہ ضرور ہوتے تھے۔ بدبودار لباس کے نیچے کے جسم ملائم اور پرکشش ضرور ہوتے تھے، لیکن ایک طلب باقی رہ جاتی تھی۔ میں اس طلب کو کوئی نام نہیں دے سکا تھا۔ لیکن پھر درفشانہ ملی۔ مشرق کا پہلا پھول گو وہ پیشہ ور تھی لیکن ان سفید چھپکلیوں سے کہیں زیادہ معصوم اور کشش انگیز۔ اس کے اندر گھریلو پن ملتا تھا۔ اذیت طلبی نہیں تھی اور ہیجان نہیں تھا بلکہ وہ سنسان پہاڑوں میں انسان کی ہوس انگیز نگاہوں سے دور ایک گنگناتے ہوئے جھرنے کی مانند تھی جس کی پاکیزہ جوانی خاموشی سے بہتی رہتی ہے۔ اسے داد حسن کی طلب نہیں ہوتی۔ وہ تو فطرت کا تقاضا پورا کرتا ہے۔ اپنے حسن سے بے نیاز معصوم۔۔۔۔۔۔ اور درفشانہ کے ساتھ گذرنے والی پہلی رات نے وہ طلب پوری کر دی جس کا کوئی نام نہیں تھا۔ بلاشبہ درفشانہ ایک بھرپور عورت تھی۔ حالات نے اسے سڑکوں پر لا ڈالا تھا۔ لیکن اس کی فطرت کا حسن باقی تھا میں درفشانہ کو کھو کر خوش نہیں تھا۔ دل کے کسی گوشے میں ایک ننھی سی چنگاری روشن تھی۔ اگر میرے حالات درست ہوتے۔ اگر میں خود راہوں کا پتھر نہ ہوتا۔ اگر میری کوئی حیثیت ہوتی تو میں

درفشانہ کو حاصل زندگی سمجھ لیتا۔ اور اسے خود سے کبھی جدا نہ کرتا۔ لیکن خود میری کوئی حیثیت نہیں تھی میں خود دوسروں کے سہاروں پر جی رہا تھا۔ پھر میں اسے کیا سہارا دیتا۔

میں نے اپنی زندگی کے کسی پہلو کو راز نہیں رکھا۔ میں نے اپنی شخصیت سے ایک ایک پردہ ہٹا دیا ہے۔ میں اپنی پستی کی یہ داستان آپ کو اس لئے نہیں سنا رہا کہ آپ اس کے رنگین پہلوؤں پر چٹخارے لیں۔ میری داستان کو زیادہ دلچسپی سے پڑھیں۔ بلکہ جب میں اپنی سوانح حیات لکھنے بیٹھا ہوں تو ایک ایماندار انسان کی طرح زندگی کا ایک ایک راز بے نقاب کر رہا ہوں تاکہ میرے ذہن پر کوئی بوجھ باقی نہ رہے۔ میں جن حالات سے گذر چکا تھا۔ ان کے بعد خود کو کوئی شریف انسان کہلانے کا مستحق نہیں سمجھتا تھا۔ کسی کی ہمدردیاں بھی نہیں حاصل کرنا چاہتا تھا۔ لیکن ذہن کے تاریک گوشوں میں کبھی کبھی شرافت کا خون جوش مارنے لگتا تھا۔ اور میرے دل میں خواہش پیدا ہوتی تھی کہ کاش میں بھی ایک شریف انسان ہوتا ایک پرسکون زندگی گذارتا۔ جس میں ایک سادہ سا گھر' ایک حسین بیوی' چند معصوم بچے ہوتے' لیکن جب خود پر غور کرتا۔ تو ان حسین تصورات سے بہت دور۔ ایک ویران صحرا میں خاردار جھاڑیوں کے درمیان۔ خوفناک حشرات الارض میں گھرا ہوا ایک انسان نظر آتا۔ جس کے ہونٹ خشک ہوتے' جسم بے جان ہوتا۔ اور وہ پیاسی نگاہیں آسمان پر گاڑے ہوتا۔ شاید ان قطروں کا منتظر جن کے بارے میں اسے یقین ہوتا کہ وہ کبھی نہ برسیں گے۔

تب میں جھنجلاہٹ میں یہ تصور فراموش کر دیتا اور اپنی اسی زندگی پر قانع ہو جاتا۔ جو میرے سامنے تھی۔ اور درفشانہ بھی اسی جھنجلاہٹ کا شکار ہوئی تھی۔ میرا دل کئی بار اس کے لئے دھڑکا تھا۔ کاش یہ گوشت کا بے حقیقت لوتھڑا میرے اختیار میں ہوتا۔ اس کی احمقانہ خواہشات پر میں اس کی گردن دبا دیتا۔ حالات کی نزاکت میری بے بسی کا اسے کوئی احساس نہیں تھا۔ بہرحال درفشانہ کو بھلانے میں کامیاب ہو گیا۔ اور زیادہ دیر نہیں گذری تھی کہ کوشلیا مجھے مل گئی۔ کوشلیا جس انداز میں مجھے ملی تھی اس نے مجھے مرعوب کر دیا تھا۔ میں نے فوری طور پر اس کے بارے میں اس طرح نہیں سوچا تھا کہ وہ بحیثیت عورت مجھے مل جائے۔ دراصل صورتحال اس بار مختلف تھی۔ اس سے پہلے کی لڑکیاں میرے رحم وکرم پر تھیں اور اس بار میں کوشلیا کے رحم وکرم پر تھا۔ وہ میرے ساتھ احسانات کر رہی تھی۔ ذہن میں چھپے ہوئے مردنے جاگنے کی جرات نہیں کی تھی۔ حالانکہ ماحول بڑا رومان پرور تھا۔ تب میگاں نے میری مدد کی مجھے یقین ہے اگر میگاں اس طرح نہ آتی اور اتفاق سے میں اسے حقارت سے ٹھکرا نہ دیتا تو کوشلیا بے خود ہو کر خود کو اس طرح میرے حوالے نہ کر دیتی۔ ہندوستانی عورت کی فطرت سب سے جدا ہے۔ اس کی پسند اور خواہشات بڑی انوکھی ہیں۔ لیکن جب اس میں عورت ابھرتی ہے تو وہ ایک ایسا سیلاب ہوتی ہے جس کے آگے بند باندھنے کا تصور حماقت ہے۔

یہی حالت اس وقت کوشلیا کی تھی' اس نے اپنا سب کچھ قربان کر دیا تھا اور یہ دوسری مشرقی عورت تھی' جو بلاشبہ کشش میں درفشانہ سے کہیں زیادہ تھی۔ اس کا سانولا جسم سیماب صفت تھا۔ اس حسین پیکر کے پیچ و خم کائنات کے ذرے ذرے کی تفسیر تھے۔ اس کے الجھے الجھے سانسوں کی مہک' اس کی سیاہ آنکھوں کی شراب' اس کے سلگتے ہوئے ہونٹوں کی نمی ہر چیز ایک مکمل طلسم تھی'

کسی شاعر نے شاید کوشلیا ہی کو دیکھ کر کہا تھا کہ۔

"رنگ، خوشبو، صبا، چاند، تارے، کرن، پھول، شبنم، شفق، آب جو، چا
ان کے معصوم پیکر کی تخلیق میں، حسن فطرت کی ہر چیز کام
کائنات کی یہ حسین تفسیر میرے بازوؤں میں مچلتی

دریا کی لہروں پر چاندنی تڑپ رہی تھی۔ چاند ہماری سرگوشیوں کو سننے کے لئے ہمارے بالکل قریب آگیا تھا۔ دریا کے پانی کو چوم کر آنے والی ہوائیں ہمارے کانوں کے قریب سے دلچسپ فقرے کہتی ہوئی گذر رہی تھیں۔ ان کی آوازوں میں جذبات کی سسک تھی اور پھر چاند آسودہ ہو گیا۔ اس آنکھوں سے اطمینان جھلکنے لگا۔

کوشلیا کی آنکھیں بھی بند تھیں۔ اس نے ایک چادر اپنے جسم پر ڈال لی تھی۔ شاید وہ چا کی بیباک نگاہوں سے شرما گئی تھی۔ اس کا مہکتا ہوا سر میرے بازو پر رکھا ہوا تھا۔ اس کے جسم کی حرارت میرے جسم میں پیوست تھی۔ اور میں فضاؤں میں پرواز کر رہا تھا۔ کافی دیر اسی طرح گذ گئی۔ نیند کا دور دور تک پتہ نہیں تھا۔ ہم دونوں جاگ رہے تھے۔ تب کوشلیا کی آواز ابھری۔

"نواز۔"

"ہوں-----" میں نے آنکھیں کھول کر اس کے چہرے کو دیکھا اس کے ہونٹ کپ تھے۔ چہرے پر جذبات رقصاں تھے۔

"تم میری زندگی میں پہلے مرد ہو۔"

"مجھے اعتبار ہے۔" میں نے سوچے سمجھے بغیر کہا۔

"جس دور میں، میں سانس لے رہی ہوں، اس کے تقاضے پرانے دور کی مخالفت کر ہیں۔ لیکن بعض اوقات ہم ماضی دوہرانے پر مجبور ہوتے ہیں۔ ہم اس فطرت کو کیسے بدل سکتے ہیں صدیوں سے ہماری میراث ہے اور صدیوں کی میراث یوں تو نہیں ٹھکرائی جاتی۔"

"میں نہیں سمجھا کوشلیا۔" میں نے اسے اور قریب کرتے ہوئے کہا۔

"میں ہندو ہوں۔ ہمارے دھرم میں پہلا مرد۔ آخری مرد ہوتا ہے۔" اس نے اپنی آنکھیں کھول کر مجھے غور سے دیکھتے ہوئے کہا۔

"ہوں-----" میں اس کی بات کچھ سمجھتے اور کچھ نہ سمجھتے ہوئے بولا

"کیا تم میری زندگی کے آخری مرد بنو گے۔" اس نے پوچھا اور میں چونک پڑا۔ اس کی میری سمجھ میں آ رہی تھی۔ یہ مشرق کی آواز تھی۔ یہ درفشانہ بول رہی تھی۔ وہ بے سہارا لڑکی الفاظ کو زبان نہیں دے سکی تھی۔ البتہ اس کی آنکھوں نے بارہا یہ خواہش کی تھی۔ میں نے ا کی آواز دل کے قریب محسوس کی تھی۔ دل اس آواز پر پسیجا بھی تھا۔ لیکن پھر میں نے دل کو سخ ڈانٹ دیا تھا۔ اسے حالات کا احساس دلایا تھا۔ اور دل نے اداس ہو کر مایوسی سے سر جھکا لیا الفاظ پھر دہرائے جا رہے تھے۔ لیکن آواز میں فرق تھا۔ وہ ایک مجبور اور بے سہارا عورت کی تھی۔ اور یہ ایک صاحب اقتدار عورت کی آواز تھی۔ جو میرے بغیر بھی گذارا کر سکتی تھی

موجودہ حالات میں تو خود مجھے اس کی ضرورت تھی اگر وہ ناراض ہو جاتی تو میرے لئے پریشانیاں..... پیدا ہو جاتیں۔ جب میں نے درفشانہ کو نہیں اپنایا تھا تو کوشلیا تو میری ہم مذہب بھی نہیں تھی۔ مذہب میرے ذہن پر ایک اور ضرب لگی۔ کیا اب بھی مذہب سے میرا تعلق رہ گیا ہے۔ کیا میں اس مقدس لفظ سے خود کو منسلک کر سکتا ہوں۔ اپنے عمل سے۔ جس چیز کا میں نے کھلے عام مذاق اڑایا ہے کیا اس میں اب بھی میری کوئی گنجائش ہے۔ حالات نے مجھے مذہب سے تو بہت دور پھینک دیا تھا۔ اب میرا کیا مذہب۔ ہاں درفشانہ کوشلیا سے زیادہ میرے قرب کی مستحق تھی۔ کوشلیا کے بارے میں تو میں پوری تفصیل بھی نہیں جانتا تھا۔ نہ جانے اس کی کیا حیثیت ہے سیاح ہے تو اچھے حالات ہی رکھتی ہو گی۔

دل اس کے بارے میں مخلص تھا۔ وہ مجھے پسند بھی تھی۔ لیکن ظاہر ہے میں وہ نہیں کر سکتا تھا جو وہ چاہتی تھی۔ میں تو دوسروں کا غلام تھا۔ چنانچہ ضمیر کے خلاف، مصلحت کے پیش نظر، میں نے تھوڑی سی عیاری سے کام لینے کا فیصلہ کر لیا اور ایک گہری سانس لی۔

"بہت گہری سوچ میں کھو گئے۔ میں جانتی ہوں تم کیا سوچ رہے ہو۔" کوشلیا نے کہا۔

"تو بتاؤ۔" میں نے اس کے رخسار چومتے ہوئے کہا۔

"تم نے اپنا وطن چھوڑتے ہوئے کچھ پروگرام بنائے ہوں گے ممکن ہے ان میں کسی جیون ساتھی کی گنجائش نہ ہو۔ لیکن میں تم سے ایک اور بات کہوں گی۔"

"کہہ دو۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"تم بھی آوارہ گرد ہو۔ ہم اپنا مشن جاری رکھیں گے ہمیں صرف ایک عہد کرنا ہو گا۔ وہ یہ کہ اب میں بھی تمہاری زندگی کی آخری عورت بن جاؤں گی۔ ہم دونوں ایک دوسرے کے ہوں گے۔ نہ میرے راستے میں کوئی مرد آئے گا نہ تمہارے راستے میں کوئی عورت۔ ہم اپنا کام جاری رکھیں گے۔ دوسری بات دھرم کی آتی ہے۔ ہمارے دھرم ایک دوسرے سے نہیں ٹکرائیں گے۔ اگر تمہارے دل میں دھرم کا خیال آئے تو تم اپنے دھرم پر قائم رہنا۔ مجھے کوئی اعتراض نہ ہو گا۔ اور نہ مجھے میرے دھرم سے ہٹانا۔ ہم اپنے بچوں کو ان کے حال پر چھوڑ دیں گے۔ بڑے ہو کر وہ جس دھرم کو پسند کریں گے اپنا لیں گے ہم میں سے کوئی مانع نہ ہو گا۔"

اس کے اس طویل پروگرام پر مجھے ہنسی آ گئی۔ اور وہ بڑی بڑی آنکھوں سے مجھے گھورتی ہوئی بولی۔ "ہنس کیوں رہے ہو۔ مشرقی لڑکیاں ایسی ہی پاگل ہوتی ہیں۔"

"میں تمہارے اس پاگل پن کی دل سے قدر کرتا ہوں۔" میں نے اسے سینے سے بھینچتے ہوئے کہا۔ اور اس نے اپنی دونوں بانہیں میرے گلے میں ڈال دیں۔ وہ آہستہ سے کھسکی اور چادر اس کے جسم سے ہٹ گئی۔ اس نے اپنا آدھا بوجھ میرے سینے پر ڈال دیا۔ اور میری تھوڑی پر تھوڑی رکھتے ہوئے بولی۔

"میں تمہیں اپنے بارے میں سب کچھ بتا دینا چاہتی ہوں۔ میں نے خود کو تمہارے سامنے کھول دیا ہے تو پھر اس کے تمام راز بھی تمہارے سینے میں منتقل کر دوں گی۔ میں تمہیں بہت زیادہ

چاہنے لگی ہوں نواز۔"

"کاش۔ میں تمہاری چاہت کے جواب میں وہ سب کچھ دے سکتا جس کی تمہیں آرزو ہے۔" میں نے آہستہ سے کہا' لیکن وہ جذبات کی رو میں میرے الفاظ کو نہ سمجھی۔ اور میرے ہونٹوں پر ہونٹ رگڑتے ہوئے بولی۔

"مجھے سب کچھ مل گیا ہے نواز۔ بس مجھے تمہارے سوا اور کچھ نہیں چاہئے۔ میں ٹھاکرے کہہ دوں گی کہ اب......"

لیکن اس کا حملہ ادھورا رہ گیا۔ گٹار کے تار کی پرسوز آواز گونج اٹھی تھی۔ ہم دونوں چونک پڑے۔ گٹار کافی دور رکھا ہوا تھا۔ کوئی چیز بھی اس پر نہیں لگی تھی۔ پھر کس نے اس تار کو چھیڑنے کی کوشش کی تھی۔ میں نے جلدی سے گردن اٹھا کر دیکھا۔ اور------ تھوڑے فاصلے پر' گٹار کے قریب' گردن جھکائے بیٹھی میگاں نظر آئی۔ کوشلیا سہم سی گئی۔ اس نے برق کی طرح میرے سینے سے اتر کر چادر اپنے جسم سے لپیٹ لی' میں بھی اٹھ گیا۔ اور میں نے بھی اپنے جسم کو ڈھک لیا۔

میگاں ہم دونوں سے لاپرواہ بیٹھی ہوتی تھی۔ گٹار اس کے زانو پر رکھا ہوا تھا۔ اور اس کے بال بکھرے ہوئے تھے۔ میرے ہونٹ نفرت سے سکڑ گئے میں اس کے قریب پہنچ گیا۔

"تم پھر آ گئیں۔" میں نے سخت لہجے میں کہا۔ اور جواب میں اس نے نگاہیں اٹھا کر مجھے دیکھا۔ شاید وہ نشے میں نہیں تھی۔ یا شاید وہ بہت زیادہ نشے میں تھی۔ اس کی آنکھوں میں ایک انوکھی جلن تھی۔ شیشے کی طرح چمک رہی تھیں وہ آنکھیں اور غضب کا تیکھا پن تھا ان آنکھوں میں۔

لیکن میں ان سے مرعوب نہ ہوا۔ اب مجھے میگاں سے کوئی دلچسپی نہیں تھی۔" جواب دو تمہیں یہاں آنے کی جرات کیسے ہوئی۔؟" میگاں نے آہستہ سے گٹار نیچے رکھ دیا۔ اور پھر وہ کھڑی ہو گئی۔ اسی طرح مجھے گھورتی رہی پھر اس کے دونوں ہاتھوں کو جنبش ہوئی۔ اس نے اپنا اوپری لباس نوچ دیا۔ اور پھر زیریں لباس بھی اتار دیا۔ چاندنی میں وہ میرے سامنے تن کر کھڑی ہو گئی۔ اس کا چمکدار جسم میرے لئے اجنبی نہیں تھا۔ میں اس کے جسم کے ایک ایک نقش سے بخوبی واقف تھا۔ میگاں میرے چہرے پر اس حرکت کا رد عمل تلاش کرنے لگی لیکن------ میں پوری طرح آشنا تھا۔ اب اس کے جسم میں میرے لئے کشش نہیں تھی اس سے ہزار گناہ زیادہ پرکشش جسم میری دسترس میں تھا۔ میں اسی لاپرواہی سے اسے دیکھتا رہا۔

"میں------ میں پیاسی ہوں نواز۔ میں اپنی پیاس بجھانے آئی ہوں۔" اس نے سخت لہجے میں کہا۔

"اوہ------ تمہارا ساتھی۔ او ہو تے شاید نشے میں اوندھا پڑا ہو گا۔ لیکن تمہیں اس کی فکر------ کیا دوسرے کسی نوجوان نے بھی تمہارا جسم قبول نہیں کیا میں نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

"نہیں مجھے تمہاری ضرورت ہے۔ میں تمہاری گرم آغوش حاصل کرنا چاہتی ہوں' سب سردی کھائے ہوئے کتے ہیں ان کے جسموں میں حرارت نہیں ہے۔"

"میں ٹھیکیدار نہیں ہوں محترمہ۔ واپس چلی جایئے ورنہ میں آپ کو دھکے دے کر بھگا دوں گا۔" میں نے دانت پیس کر کہا۔

"تم ایسا نہیں کر سکتے نواز۔ میں تمہارے چہرے کو بگاڑ دوں گی۔ میں عورت ہوں۔ تم میری نسوانیت کی توہین نہیں کر سکتے۔ عورت سب کچھ برداشت کر سکتی ہے لیکن کسی عورت کے سامنے اپنے پندار کی توہین نہیں برداشت کر سکتی۔ سمجھے۔ تمہیں اس عورت کے سامنے میرے جسم کو قبول کرنا ہو گا۔ یہ مجھ سے زیادہ حسین نہیں ہے۔ میں اس سے کم دلکش نہیں ہوں۔" اس نے آگے بڑھ کر میرے دونوں بازو مضبوطی سے پکڑ لئے۔ وہ ایک بھوکی بلی نظر آ رہی تھی۔

لیکن میرے ایک معمولی سے جھٹکے سے وہ دور جا پڑی۔------" تم بھول رہی ہو میگاں۔ میں یورپ کا ابوالہوس کتا نہیں ہوں۔ ہم مشرقی مرد اپنی عورت کو صرف اپنا دیکھنا چاہتے ہیں۔ اور پھر تم سے میرا کیا واسطہ میں نے تو صرف تمہارے اوپر رحم کھایا تھا' تمہاری مدد کی تھی۔ تم نے اس مدد کا مجھے معاوضہ دے دیا تھا۔ سودا ختم ہو گیا۔ دوکاندار اور گاہک کا کیا رشتہ------ تم بھی تو مال فروخت کر کے قیمت وصول کر کے خاموشی سے چلی آئی تھیں اب اتفاق سے یہاں مل گئیں تو اپنا حق کیوں جتا رہی ہو۔"

میگاں میرے جھٹکے سے اتنی زور سے گری تھی کہ اسے خاصی چوٹ آ گئی تھی۔ اس سے ایک دم اٹھا بھی نہ گیا۔ اس نے دونوں ہاتھ زمین پر ٹکا لئے اور پھر وہ زار و قطار رونے لگی۔" میں------ میں نے تہذیب و تمدن سے رشتے توڑ دیئے تھے نواز------ میں دنیا سے بیگانی ہو گئی تھی۔ میں نے اخلاقی اقدار کو مذاق سمجھ لیا تھا۔ میں------ میں نے ترلوکا------ کی تعلیمات کو حقیقت سمجھ لیا تھا۔ لیکن ترلوکا------ نہیں جانتا۔ وہ خود بھی نہیں جانتا۔ انسان دنیا کو مذاق سمجھ سکتا ہے۔ ہر چیز کو بے حقیقت سمجھ سکتا ہے لیکن وہ خود اپنی ذات سے بیگانہ نہیں ہو سکتا۔ جو جذبے اس کی ذات میں پنہاں ہیں وہ ہر حال میں اس پر قادر ہیں وہ اس پر حکومت کرتے ہیں ان سے سرکشی ممکن نہیں ہے۔ یہ بات مجھ پر واضح ہو گئی ہے اس ایک رات میں۔ میں۔ تمہیں چاہنے لگی ہوں نواز------ مجھے نہ ٹھکراؤ مجھے اپنا لو میں خود کو بدل دوں گی۔ میں چرس نہیں پیوں گی۔ انجکشن نہیں لوں گی۔ میں معاشرے کی پسندیدہ ہستی بن جاؤں گی۔ مجھے اٹھا لو نواز۔ مجھے اپنے چوڑے سینے سے لگا لو۔ مجھے اپنے مضبوط بازوؤں میں سمیٹ لو۔ میں ڈوبنا نہیں چاہتی۔ یہ ماحول فریب ہے۔ ہم سب خود کو فریب دے رہے ہیں۔ گوشت پوست کے ان پنجروں کو کچھ احکامات دیئے گئے ہیں۔ وہ ہر حال میں ان احکامات کے تابع ہیں ان احکامات کی خلاف ورزی وقتی تسکین مہیا کر دیتی ہے لیکن ہوش آتا ہے تو ہم خود کو لٹا لٹا محسوس کرتے ہیں۔ ہمارے پاس کچھ بھی نہیں ہوتا۔ میں۔ میں اب اس بے خودی کے ماحول میں نہیں جانا چاہتی۔ میں ایک لوٹی ہوئی عورت ہوں۔ میری شخصیت قتل ہو چکی ہے۔ میرا پندار ٹکڑے ٹکڑے ہو چکا ہے۔

وہ سسکتی رہی۔ کوشلیا اپنی جگہ سے اٹھ کر میرے قریب آ گئی تھی میرے اندر کا انسان کھول رہا تھا۔ مجھے اپنا جسم مضبوط رسیوں میں جکڑا ہوا محسوس ہو رہا تھا۔ ایک عجیب سی گھٹن تھی۔ ایک پر

اسرار سی بے کلی تھی۔ میں کیا چاہتا ہوں۔ میں کیا محسوس کر رہا ہوں۔ میرے دماغ میں آتش بازی چھوٹ رہی تھی دل نہ جانے کیا کیا کہہ رہا تھا۔

اور پھر ------ ایک گرم لاوا دل سے دماغ کی طرف بڑھا۔ چڑھائی تھی لیکن طوفان اتنا تیز تھا کہ دماغ روشن ہو گیا۔ چنگاریاں اڑنے لگیں ------ ٹوٹی ہوئی عورت ------ اپنے پندار کا شکار ------ لیکن میں کیا ہوں۔ میں بھی تو ٹکڑے ٹکڑے ہو چکا ہوں۔ اگر میں کوئی شریف نوجوان ہوتا۔ اگر میں کسی دفتر کا کوئی باعزت کلرک ہوتا اور وہ میرے سامنے آتی۔ اسی طرح چور چور۔ تو میں اس کے تمام زخموں کو بھر دیتا۔

لیکن اب تو میرے جسم کا ہر حصہ لہولہان تھا۔ میرا پورا وجود ایک زخم تھا دنیا نے مجھے یہ شکل دی تھی۔ میں نے خود تو یہ سب کچھ نہیں چاہا تھا۔ مگر میں اس دنیا سے کیوں تعاون کروں۔ میں کیوں ان ٹوٹے ہوئے انسانوں کو گلے لگاؤں۔ سب کو ان کے حال پر چھوڑ دو۔ انہیں بھی ویسی سزا ملنی چاہئے جو مجھے مل رہی ہے۔

میں نے کوشلیا کی طرف دیکھا۔ کوشلیا عجیب سی نگاہوں سے مجھے دیکھ رہی تھی۔ میں ہوش و حواس میں واپس آ گیا۔ میں نے کوشلیا کا بازو پکڑا اور پھر ------ دریا کے کنارے کی طرف چل پڑا۔ عقب سے میگاں کی دلدوز کراہیں سنائی دے رہی تھیں۔" نواز ------ نواز ------ نواز ------" ہر کراہ میرے دل میں چبھ رہی تھی۔ لیکن میں اس چبھن کو برداشت کر رہا تھا۔ یہاں تک کہ آواز آنی بند...... ہو گئی۔ تب میں نے سکون کے گہرے گہرے سانس لئے۔ قدموں کے نیچے ہری ہری گھاس تھی۔ اس کی خوشگوار خنکی ذہن تک پہنچ رہی تھی۔ میگاں کی آواز کی بازگشت اب بھی میرے کانوں میں آ رہی تھی۔ میں نے اپنے ذہنی ہیجان کو ٹکڑے ٹکڑے کرنے کے لئے خود کو کوشلیا میں گم کر دینے کا فیصلہ کیا ------ میں نے کوشلیا کو بازوؤں میں بھینچ لیا۔ اسے اتنی زور سے دبایا کہ اس کی ہڈیاں کڑکڑا اٹھیں۔ اس کے ہاتھوں میں سنبھلی ہوئی چادر ڈھلک گئی۔ اور اس کا جسم عریاں ہو گیا۔ میں اس سے الگ ہٹ گیا اور اس کے دلکش جسم پر نگاہیں گاڑ دیں اور...... میرے اس طرح گھورنے سے کوشلیا کسمسانے لگی۔ اس نے اپنا جسم چرانے کی کوشش کی لیکن میں نے اسے اس کا موقع نہیں دیا۔ میں نے ایک وحشی درندے کی طرح اسے گھاس پر گرا دیا۔ اور اس کا خون پینے لگا۔ اور جب تازہ لہو سے میری پیاس بجھ گئی تو میں بے سدھ ہو کر وہیں لیٹ گیا۔ آنکھوں کو غنودگی کا احساس ہوا اور گہری نیند آ گئی۔ نہ جانے کیوں۔ نہ جانے کیسے۔؟

دوسری صبح آنکھ کھلی تو کوشلیا جاگ چکی تھی۔ وہ مجھ سے تھوڑے فاصلے پر لباس پہنے بیٹھی تھی اس کے بالوں سے شبنم ٹپک رہی تھی۔ اور آنکھوں میں وہی شرمائی ہوئی سی کیفیت تھی۔ جیسے کسی نویلی دلہن کی سہاگ رات کی صبح! میں نے چونک کر اپنے جسم کا جائزہ لیا۔ میرے جسم سے چادر لپٹی ہوئی تھی۔

میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی اور کوشلیا کا چہرہ شرم سے گلنار ہو گیا۔

"تو تم نے غسل کر لیا۔ میں نے پوچھا۔

"ہاں۔ تم بھی اٹھو۔ دریا کا پانی بہت ٹھنڈا لیکن بے حد فرحت بخش ہے۔" اس نے کہا اور میں چادر اچھی طرح جسم پر درست کر کے اٹھ کھڑا ہوا۔ میرے کپڑے میرے نزدیک تہہ کئے ہوئے رکھے تھے۔ میں نے ایک ہاتھ سے چادر سنبھالی اور دوسرے ہاتھ سے اپنے کپڑے اٹھاتے ہوئے بولا۔

"تم بھی آؤ ------ ایک بار اور سہی ------" کوشلیا نے مسکراتے ہوئے گردن جھکالی۔ اس کی شخصیت بالکل بدل گئی تھی۔ وہ تیکھا پن نہ جانے کہاں غائب ہو گیا تھا جو اس کی شخصیت کا حصہ تھا۔ اس کی جگہ ایک عجیب سی نرمی نے لے لی تھی۔" آؤ گی!؟" میں نے پھر پوچھا۔

"لاج آتی ہے۔" اس نے گردن جھکائے ہوئے کہا ------ اور پھر جلدی سے بولی۔ "آپ نہالیں۔ میں ناشتہ تیار کرتی ہوں پھر ہم یہاں سے چلیں گے۔"

"اچھا۔!" میں نے ایک گہری سانس لے کر کہا اور آگے بڑھ گیا ------ کوشلیا اپنی کار کی طرف بڑھ گئی۔ دریائے بلمند کا...... پانی ناخوشگوار نہیں تھا۔ میں اس میں اتر گیا۔ میرے ذہن میں کوشلیا کا شرمایا چہرہ بسا ہوا تھا۔ یہ چہرہ مجھے بہت پسند آیا تھا۔ یہ انداز انوکھا اور دلکش تھا۔ احمق لڑکی نے نہ جانے مجھ سے کون کون سی امیدیں قائم کر لی ہیں۔ میں اس کا ساتھ کس طرح دے سکوں گا۔ میری زندگی دوسروں کی پابند ہے۔ میں کوئی شریف آدمی نہیں ہوں۔ ٹھیک ہے۔ اگر وہ مالی طور پر مستحکم ہے یا پھر ہم دونوں آوارہ گردوں کی طرح زندگی گذار سکتے ہیں۔ لیکن مجھے اس کے مالی استحکام سے کیا۔ اب وہ وقت نہیں رہ گیا تھا کہ میں ان لائنوں پر سوچتا۔ اب تو صورت حال ہی دوسری تھی۔ کوشلیا کو دھوکہ دے کر میرا دل دکھ رہا تھا لیکن میں اس کے لئے مجبور تھا۔

تب مجھے کرسٹی، میگاں اور دوسری بہت سی لڑکیاں یاد آئیں۔ یہ لوگ بھی میرے ساتھ اس طرح رہی تھیں کہ میں نے ان سے بہت سی امیدیں قائم کر لی تھیں اور پھر انہوں نے خاموشی سے مجھے چھوڑ دیا۔ اُفوہ ------ کیا مجھ میں اور ان میں کوئی فرق تھا۔ وہ حالات سے مجبور ہو کر میرے پاس آئی تھیں۔ اور پھر چلی گئیں۔ میں حالات سے مجبور ہو کر کوشلیا کے ساتھ ہوں۔ اور کسی دن خاموشی سے اسے چھوڑ دوں گا۔ ممکن ہے ان لڑکیوں کی مجبوریاں بھی مجھ سے مختلف نہ ہوں۔ پھر مجھے ان کے ساتھ وہ سلوک کرنے کا کیا حق تھا' جو میں کر چکا ہوں۔ مجھے احساس ہوا کہ میں نے ان پر زیادتی کی ہے۔ مجھے اپنی اور ان کی مجبوریوں کو یکساں سمجھنا چاہئے تھا۔

مجھے شدت سے ان تمام باتوں کا احساس ہوا اور میں اداس ہو گیا۔ میں نے سوچا میگاں مجھے مل جائے تو میں اس سے معافی مانگ لوں۔ ایک لمحے کے لئے میرا دل چاہا کہ کھنڈرات میں واپس جاؤں۔ میگاں کو اٹھا کر سینے سے لگا لوں۔ اس سے اپنے رات کے الفاظ کی معافی مانگ لوں اور اسے بتاؤں کہ میگاں میں بھی تمہاری طرح مجبور ہوں۔ ہم کسی کے لئے کچھ نہیں کر سکتے۔ بلکہ ایک معنی میں تم مجھ سے عظیم ہو۔ تم نے اپنی محبت سے مجبور ہو کر کچھ فیصلے کر لئے تھے۔ تم نے کہا تھا کہ اگر میں تمہیں اپنا لوں تو تم یہ زندگی چھوڑ دو گی۔ چرس ترک کر دو گی۔ ایک شریف عورت بن کر زندگی گذارو گی، لیکن میں درفشانہ کے لئے یہ سب کچھ نہیں کر سکا۔ میں نے اس بے سہارا لڑکی کو تنہا

چھوڑ دیا۔ میں کوشلیا کے لئے بھی یہ نہیں کر سکتا۔ وہ لڑکی' جس کے چہرے پر حسین مستقبل کی شفق لہرا رہی ہے۔ وہ میرے ساتھ زندگی گذارنے کے خواب دیکھ رہی ہے۔ جب اس کا دل ٹوٹے گا تو کیا ہو گا۔ بیشک ہم سب مجبور ہیں۔ ہم ایک دوسرے کو فریب دیئے بغیر زندہ نہیں رہ سکتے۔

"کب تک نہاتے رہو گے نواز۔ آؤ۔ ناشتہ تیار ہے۔" مجھے۔ کوشلیا کی کوئل جیسی آواز سنائی دی۔ اور میں چونک پڑا۔ دوسرے لمحے میں نے خیالات جھٹک دیئے۔ اور دریا سے باہر نکل آیا۔ لباس وغیرہ تبدیل کرنے کے بعد میں کوشلیا کے نزدیک پہنچ گیا۔ جو کینوس کی فولڈنگ میز پر ناشتہ سجائے میرا انتظار کر رہی تھی۔

"ارے تم نے تو بڑا اہتمام کر ڈالا۔" میں نے بھری ہوئی میز دیکھتے ہوئے کہا اور کوشلیا اس طرح مسکرانے لگی جیسے کسی محبت کرنے والی بیوی کے شوہر نے اس کے پکائے ہوئے کھانوں کی تعریف کر دی ہو۔ ہم دونوں نے ناشتہ کیا اور تھوڑی دیر کے بعد فارغ ہو گئے۔ کوشلیا برتن سمیٹ کر رکھنے لگی۔

"اب کیا پروگرام ہے کوشلیا۔؟" میں نے پوچھا۔

"بس یہاں سے ہرات چلیں گے اور پھر افغانستان کی سرحد پار کر کے ایران میں داخل ہو جائیں گے۔ چند روز ایران میں گذاریں گے اور پھر وہاں سے آگے بڑھ جائیں گے۔ میں کہہ چکی ہوں نواز کہ میں تمہارے دنیا دیکھنے کے پروگرام میں حارج نہیں ہوں گی۔"

"میں صرف مسکرا کر رہ گیا۔ چند منٹ خاموش رہنے کے بعد وہ بولی۔

"کیوں۔ تمہیں اس پروگرام سے اختلاف ہے۔؟"

"بالکل نہیں۔" میں نے جلدی سے کہا۔ "لیکن ------ رات کو تم مجھے اپنے کچھ راز بتانے جا رہی تھیں۔"

"ہاں۔" کوشلیا اچانک سنجیدہ ہو گئی۔

"پھر۔؟"

"میں نے پروگرام تھوڑے دن کے لئے ملتوی کر دیا ہے۔"

"کیوں۔؟"

"بس ایران چل کر تمہیں اپنے بارے میں سب کچھ بتا دوں گی اور اس کے بعد کے ------ پروگرام تمہاری مرضی سے بنائے جائیں گے۔ بھگوان کے لئے مجھے کچھ اور بتانے پر مجبور نہیں کرنا۔" اس نے التجا کی۔

"ٹھیک ہے کوشل ------ تم اطمینان رکھو۔" میں نے بڑے خلوص سے کہا۔ میں اس سے کچھ پوچھنے کا حق بھی کیا رکھتا تھا جب کہ میں خود صاف دل نہیں رکھتا تھا۔ وہ بے چاری بھی میرے بارے میں کیا جانتی تھی۔

"تو پھر سامان سنبھالیں؟" اس نے پوچھا۔

"بالکل" میں نے جواب دیا۔ اور کوشلیا روانگی کے انتظامات کرنے لگی اس بار ڈرائیونگ

میں نے سنبھال لی تھی۔ اور کوشلیا میرے برابر بیٹھی ہوئی تھی اس کا چہرہ دمک رہا تھا۔ اور ہونٹوں پر عجیب سی مسکراہٹ تھی۔ شاید میری قربت سے وہ بہت خوش تھی اور میرا دل کٹ رہا تھا اس کی یہ خوشی عارضی ہے اور جب اسے میری حقیقت کا علم ہو گا۔ تو شاید ------ وہ بھی دنیا سے میری طرح بیزار ہو جائے۔ ہر شخص اسے فریبی نظر آنے لگے گا۔

کار ایک خشک پہاڑی کو عبور کر کے ایک ہری بھری وادی میں داخل ہو گئی۔ دریائے ہری اسی وادی سے گذرتا ہے۔ دریا کے پار سڑک پر دو رویہ چیڑ کے درختوں کی قطار تھی۔ اس خوبصورت سڑک نے تھوڑی دیر کے لئے ہمیں اپنی زندگی سے بیگانہ کر دیا۔ ایسا خوبصورت منظر کم ہی نگاہوں سے گذرتا ہے۔ تاحد نگاہ سبزہ ہی سبزہ۔ کار کی رفتار خود بخود کم ہو گئی۔ کوشلیا بھی کھڑکی سے منہ نکالے بیٹھی تھی وہ بھی ماحول سے بیگانہ معلوم ہوتی تھی۔

دس بارہ میل لمبی سڑک کا یہ ٹکڑا ہم نے بہت سست روی سے طے کیا۔ لیکن پھر بھی اس کا اختتام ہو گیا۔ ہر خوبصورت چیز ناپائیدار ہوتی ہے۔ سڑک کا اختتام ایک تنگ دروازے پر ہوا' یہاں سے گذر کر ہم ہرات میں داخل ہو گئے۔ اور حسن کا سحر ٹوٹ گیا۔ کوشلیا نے چونک کر میری طرف دیکھا۔ چند لمحات خالی خالی نگاہوں سے مجھے دیکھتی رہی اور پھر ایک گہری سانس لے کر بولی۔

"کتنا حسین علاقہ تھا۔"

"ہاں۔" میں نے مختصراً کہا۔

"کبھی کبھی دل چاہتا ہے کہ زندگی پر بوجھ نہ ہوتے۔ رسمیں نہ ہوتیں ------ وہی پتھروں کا ماحول ہوتا' انسان آزاد ہوتا۔ جہاں دل چاہتا رہتا۔ ان پہاڑوں اور جنگلوں میں زندگی کتنی حسین ہے۔ کیا انسان نے ترقی کے نام پر خود کو محدود نہیں کر دیا ہے۔ کیا زمانہ قدیم کا انسان ہم سے زیادہ مدبر نہیں تھا۔؟ پھر انسان کو ترقی کی ضرورت کیوں محسوس ہوئی۔ تم نے کبھی اس بارے میں غور کیا ہے نواز ------"

"ہاں۔ لیکن انسان اتنا آگے نکل گیا ہے کہ اب واپسی اس کے بس میں نہیں رہی ہے۔" میں ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔

"سچ کہتے ہو۔" کوشلیا نے اداسی سے گردن ہلائی پھر چونک کر بولی۔ "یہ اداسی ہمارے ذہنوں میں کیوں رینگ آئی۔"

"شاید اس حسین وادی کے سبز نہ ہونے کی بناء پر ------ میں نے پھیکی سی مسکراہٹ سے کہا۔

"دلوں میں زندگی کی امنگ ہو تو ہر جگہ حسین ہو جاتی ہے آؤ۔ ہرات کی سیر کریں۔" کوشلیا نے کہا۔ اور میں نے مسکراتے ہوئے گردن ہلا دی۔ ہرات کے بڑے بازار میں ہم نے کار کھڑی کر دی اور کوشلیا اسے لاک کر کے باہر نکل آئی۔ ہم دونوں بے تکلفی سے ہاتھ میں ہاتھ ڈالے آگے بڑھ گئے۔ بازار میں اور بھی غیر ملکی سیاح نظر آ رہے تھے۔ کبھی کبھی کچھ آوارہ گرد بھی نظر آ جاتے۔ ماحول سے لاپرواہ اپنی دھن میں مست۔ لیکن ان میں کوئی جانا پہچانا چہرہ نظر نہیں آیا تھا۔

ہم تنگ دوکانوں کے سامنے سے گذرتے رہے۔ خوبصورت پوستین اور جانوروں کی حسین کھالیں۔ قالین اور نہ جانے کون کون سی مصنوعات سیاحوں کے لئے بے حد دلکش تھیں۔ بعض دوکانوں پر خاصی بھیڑ تھی۔ کوشلیا نے میرا ہاتھ پکڑا اور ایک دوکان کی طرف بڑھ گئی۔ اس نے افغانی دوکاندار سے ایک پوستین طلب کی تھی۔

دوکاندار پوری طرح متوجہ ہوگیا۔ اس نے کئی خوبصورت پوستینیں نکال کر ہمارے سامنے پیش کردیں۔ ان میں سے ایک نفیس پوستین کوشلیا نے پسند کیا اور میری طرف بڑھاتے ہوئے بولی۔

"پہن کر دیکھو-----"

"مگر----- اس کی کیا......" میں نے کہنا چاہا لیکن کوشلیا نے میرا جملہ پورا نہ ہونے دیا۔ اس نے پوستین خود مجھے پہنانا شروع کر دی۔ اور میں نے مسکراتے ہوئے اسے پہن لیا۔ دوکاندار اسے میرے جسم پر فٹ کر رہا تھا۔ پوستین درحقیقت خوبصورت تھی اسے پہن کر میں نے ایک بڑے آئینے میں خود کو دیکھا۔

"بہت خوبصورت ہے۔" کوشلیا نے پیار بھری نگاہوں سے مجھے دیکھتے ہوئے کہا۔ اور پھر دوکاندار سے مخاطب ہو کر بولی۔ "کتنی قیمت ہے۔؟"

"ڈھائی ہزار افغانی۔"

"بہت زیادہ ہیں۔ کم کرو۔" بہرحال دو ہزار افغانی میں سودا طے ہوگیا اور پوستین خرید لی گئی۔ "پہنے رہو-----" کوشلیا نے مجھ سے فرمائش کی اور میں نے اس کی فرمائش کی تعمیل کی۔ لیکن مجھے بھی اس کا قرض اتارنا تھا۔ چنانچہ تھوڑی دور چل کر۔ میں نے ایک دوکان پسند کی اور دوکاندار سے فرکے----- خوبصورت کوٹ طلب کئے۔ ایک کوٹ' دستانے اور خوبصورت ٹوپی میں نے کوشلیا کے لئے خریدی اور اس کی قیمت چار ہزار افغانی دوکاندار کو ادا کی۔ کوشلیا ان چیزوں کو پہن کر بہت خوش نظر آرہی تھی لیکن اس کے ساتھ ہی اس کے چہرے پر تھوڑی سی حیرت بھی تھی۔ اسے شاید گمان نہیں تھا کہ میرے پاس اتنی کرنسی بھی ہو سکتی ہے۔

بہرحال اس نے تمام چیزیں بڑے شوق سے پہن لیں اور بہت خوش نظر آنے لگی۔ کافی دیر تک ہم ہرات کے بازاروں میں گھومتے رہے۔ ایک ایک چیز کو حیرت و دلچسپی سے دیکھتے رہے۔ کوشلیا نے اور بھی بہت سی چیزیں خریدی تھیں۔ میرے لئے' اپنے لئے۔ اور پھر ہم واپس پلٹ پڑے۔

"کیا خیال ہے۔ ہرات میں ایک رات گذاری جائے۔ بڑا تاریخی شہر ہے کیا تمہیں اس کی تاریخ معلوم ہے۔؟"

"صرف کتابوں کی حد تک۔" میں نے جواب دیا۔

"کتابیں ہی تو تاریخ عالم سے روشناس کراتی ہیں میں نے ان جگہوں کے بارے میں پوری معلومات حاصل کی ہیں جن سے میں نے گذرنے کا پروگرام بنایا ہے۔ ہرات بڑی تاریخی حیثیت کا شہر ہے۔ تاریخ کے عظیم کردار اس شہر سے انوکھے مذاق کر چکے ہیں۔ تین سو ستائیس قبل

مسیح' سکندر اعظم نے اسے آرتاکوتا کا نام دیا' اور اس کے بالمقابل ایک نیا شہر اسکندریہ آباد کیا۔ 651ء میں اسے عبداللہ بن امیر نے فتح کیا اور یہ ایران کی مسلم سلطنت کا ایک حصہ کہلایا۔ غزنوی سلطانوں اور سلجوقی ترکوں کے بعد یہ شہر خوارزم کے سلطانوں کے زیر نگیں آگیا۔ سمرقند' بخارا' دمشق اور دہلی کے تاجروں کے لئے یہ جنت تھا لیکن پھر چنگیز خاں کے ہاتھوں اس کا حسن اجڑ گیا۔ چنگیز خاں کے خوفناک حملوں میں پندرہ لاکھ سے زیادہ شہری قتل ہوئے اور ہرات کھنڈر بن گیا۔ لیکن غوری سلطانوں کے دور میں ایک بار پھر اس پر حسن آگیا اور یہ چمن ایشیا کہلانے لگا لیکن ایک بار پھر اس پر تباہی نازل ہوئی۔ امیر تیمور کے بیٹے شاہ رخ نے اسے اپنا دارالسلطنت بنالیا۔ شاہ رخ اور اس کی ملکہ گوہر شاد نے اس شہر کے حسن کو چار چاند لگا دیئے۔ پھر شاہ رخ کا بیٹا ہوگیا۔ کیونکہ حسین مرزا کو فنون لطیفہ سے بے پناہ دلچسپی تھی۔ غرض یہ خوبصورت شہر اپنے سینے میں نہ جانے کون کون سی داستانیں چھپائے ہوئے ہے۔"

میں تعجب سے اس حسین لڑکی کی شکل دیکھ رہا تھا۔ اسے تاریخ سے اس قدر دلچسپی ہوگی اور اس کی یادداشت ایسی عظیم ہوگی مجھے گمان بھی نہیں تھا۔

ہم اس جگہ پہنچ گئے جہاں ہماری کار کھڑی ہوئی تھی۔ خریدا ہوا سامان کار میں رکھ دیا گیا۔ اور کوشلیا ایک انگڑائی لیتے ہوئے میری طرف دیکھ کر مسکرانے لگی۔

"فیصلہ نہیں کیا؟" اس نے اسی انداز میں مسکراتے ہوئے کہا۔

"کس بات کا؟" میں نے پوچھا۔

"یہاں ایک رات قیام کیا جائے۔"

"ضرور----- مجھ سے پوچھنے کی کیا ضرورت ہے۔ جیسا پسند کرو۔"

"تب آؤ۔ بھوک لگی رہی ہے کچھ کھائیں گے۔" اس نے کہا۔ اور ایک بار پھر ہم دونوں چل پڑے۔ راستے میں اس نے پوچھا۔ "کار میں قیام کریں یا کسی ہوٹل میں۔"

"ہوٹل میں کمرہ لئے لیتے ہیں۔" میں نے کہا۔

"جیسی تمہاری مرضی۔" اس نے عجیب سے انداز میں کہا جس میں سرور پنہاں تھا۔ میں اس کی سرور بھری آواز سے لطف اندوز ہوئے بغیر نہ رہ سکا۔

"تم گوشت کھاتی ہو۔؟" میں نے پوچھا۔

"انتہائی شوق سے۔" اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"تب پھر تندور پر بھنا ہوا گوشت اور نان کھائیں گے۔ میں نے راستے میں دیکھا تھا۔" میں نے کہا اور وہ تیار ہوگئی۔ بلاشبہ اس میں ایک عمدہ ساتھی بننے کی ساری صلاحیتیں موجود تھیں اور تندور تک کا راستہ طے کرتے کرتے میں نے اپنے فیصلے میں تھوڑی تبدیلی کی۔ میں نے سوچ لیا۔ اب جب اس نے اس موضوع پر بات چھیڑی تو میں اسے ایک پیش کش کروں گا اور وہ پیش کش یہ ہو گی کہ اگر وہ میرے معاملات میں حارج نہ ہو تو میں اس کے ساتھ رہ سکتا ہوں۔ اس وقت تک جب تک وہ چاہے ہم دو دوستوں کی حیثیت سے زندگی گذاریں گے۔ کسی بھی حالت میں ایک دوسرے

سے جدا نہ ہوں گے ہاں جس دن وہ مجھ سے اکتاہٹ محسوس کرے مجھے اسے روکنے کا کوئی اختیار نہیں ہو گا۔

تندور پر پہنچ کر ہم نے دوکاندار کو گوشت بنانے کے لئے کہا۔ تندوری گوشت اور روٹیوں نے خوب مزہ دیا تھا۔ بھوک بھی زوردار لگ رہی تھی۔ اس لئے ذرا زیادہ ہی کھا گئے۔ لیکن کار تک واپسی کے پیدل سفر نے پیٹ کی حالت درست کر دی دروازہ کھول کر ہم اندر بیٹھ گئے۔ غنودگی کی سی کیفیت طاری ہو گئی تھی۔ ہم نے خاموشی سے آنکھیں بند کر لیں۔ کار کی چھوٹی سی سیٹ پر بیزاری کی کیفیت تھی۔ لیکن پھر بھی کافی سکون مل رہا تھا۔ کافی دیر ہم نے وہیں گذار دی۔

سورج سفر طے کر رہا تھا پھر جب دھوپ کا رنگ زرد ہونے لگا تو ہوٹل شاد کا رخ کیا۔ اور اس صاف ستھرے ہوٹل میں ایک کمرہ حاصل کر لیا۔ کرایہ پیشگی ادا کر دیا گیا تھا۔ کمرہ خوبصورت سمت تھا۔ اس کے عقب میں ایک بڑی کھڑکی کھلتی تھی جس سے ہرات کی خوبصورت مسجد جامی کے گنبد صاف نظر آتے تھے۔ خیال تھا کہ تھوڑی دیر آرام کے بعد شہر کے کچھ دوسرے حصے دیکھیں گے۔ لیکن یکایک آسمان پر بادل جمع ہونے لگے اور پھر بوندا باندی شروع ہو گئی۔

یہ موسم بھی استقبالیہ تھا۔ باہر جانے کا تصور چھوڑ دیا۔ کوشلیا نے دو کرسیاں کھڑکی کے نزدیک ڈال لیں۔ اور وہیں بیٹھ گئی۔ میں نے سگریٹ سلگایا اور اس کے گہرے گہرے کش لینے لگا۔ بارش دلوں میں امنگ پیدا کر دیتی ہے۔ خاص طور سے تو اس وقت موسم کے حسن کا کیا کہنا جب کوئی پسندیدہ حسین ساتھی بالکل نزدیک موجود ہو۔ تنہائی ہو خوشگوار ماحول ہو۔ بارش کی ننھی ننھی بوندیں کھڑکی کے راستے اندر آکر ہمارے کپڑے بھگو رہی تھیں اور ہم دونوں ایک دوسرے کے صبر کو آزما رہے تھے۔ بالآخر کوشلیا نے ہار مان لی۔ وہ اٹھی اور میری کرسی پر میری گود میں آبیٹھی۔ میں نے دونوں بازو اس کے گرد لپیٹ کر اس کی پشت کو اپنے سینے سے چپکا لیا اور کوشلیا نے اپنے بدن کو ڈھیلا چھوڑ کر اپنی بانہیں الٹ کر میری گردن میں حمائل کر دیں۔ تب میں جھکا۔ اور میں نے اس کے سلگتے ہوئے ہونٹوں سے اپنے ہونٹ پیوست کر دیئے۔

زور کی گرج ہوئی اور تاریکی اس طرح اڈ آئی جیسے سیاہ ہاتھیوں کا کوئی غول بالکل نزدیک آگیا ہو۔ اندھیرا چھانے لگا اور پورا ماحول پانی میں بھیگ گیا۔ کوشلیا کے چہرے پر دھنک بکھر گئی تھی۔ ماحول نے اس کی آنکھوں میں امنگوں کی قندیلیں روشن کر دی تھیں۔ اس نے ایک طویل انگڑائی لیتے ہوئے کہا۔ "اب تو کہیں جانے کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔"

"ہاں یہ بھی اچھا ہوا کہ ہم نے اس ہوٹل میں کمرہ لے لیا۔ ورنہ کار میں شاید ہم اس بارش سے اچھی طرح لطف اندوز نہ ہو سکتے۔" میں نے کہا۔ اور کوشلیا نے میری بات کا کوئی جواب نہیں دیا۔ اس کی نگاہوں میں گھٹائیں امنڈ رہی تھیں۔ پلکیں بوجھل ہوئی جا رہی تھیں۔ لیکن ابھی رات دور تھی۔ ہم دونوں رات کا انتظار کرنے لگے اور بادل امنڈ امنڈ کر برستے رہے۔ تب رات ہو گئی۔ کھانے وغیرہ سے فارغ ہونے کے بعد ہم بہت خوش تھے۔ رات جو آگئی تھی۔ اور اس رات سے پوری طرح لطف اندوز ہونے کے لئے ہم نے یہ کیا کہ کمرے کا بستر اس

کھڑکی کے قریب کھینچ لیا جس سے ننھی ننھی بوندیں اچھل کر اندر آجاتی تھیں اور پھر لباس تبدیل کر کے ہم بستر پر آ گئے۔ کوشلیا بھی بے تکلفی سے میرے میرے بازوؤں میں آکر لیٹ گئی۔ اس کا چہرہ چاندی کی طرح چمک رہا تھا۔ ہونٹ کپکپا رہے تھے۔ وہ دیوانی تو دل سے مجھے اپنا سب کچھ مان چکی تھی۔ پھر کسی حجاب کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا تھا' بقول اس کے میں اس کی زندگی کا پہلا مرد تھا۔ اور وہ اس پہلے مرد سے بخوبی واقف ہو جانا چاہتی تھی۔

کمرے کی روشنی ہم نے گل کر دی تھی' لیکن آسمان پر چمکنے والی روشنی کبھی کبھی کوشلیا کے چمکدار جسم کو اور چمکا دیتی۔ اور میں اس چاندی کے بدن کو خود میں سمونے کی دیوانہ وار کوشش کرنے لگتا۔

بارش نہ تھمی۔ ہم تھک گئے۔ اور تھکنے کے بعد سو گئے۔ ننھی بوندیں نہ جانے کب تک ہمارے جسموں کو گدگداتی رہیں۔ البتہ صبح جب آنکھ کھلی تو آسمان پہلی رات کی سہاگن کی طرح غسل کر کے نکھر چکا تھا۔ اس کی حسین نیلاہٹیں فیروزے کی طرح جگمگا رہی تھی۔ میں نے کھلی ہوئی کھڑکی سے باہر دیکھا اور پھر اپنی آغوش میں کسمساتی کوشلیا کو۔------ وہ بھی جاگ اٹھی تھی لیکن میری طرح شاید اس کا بھی اٹھنے کو دل نہیں چاہ رہا تھا۔

لیکن باہر ہونے والے شور' برتنوں کی آواز' قدموں کی چاپ نے ہمیں احساس دلا دیا کہ یہ ہماری کوٹھی کا بیڈ روم نہیں بلکہ ہوٹل ہے اس لئے ہم اٹھ گئے پہلے کوشلیا نے غسل کیا' پھر میں نے ہم دونوں کے چہرے مسرت میں ڈوبے ہوئے تھے اس لئے رات کی کسی بات کا کوئی تذکرہ بے سود تھا ان کہی باتیں پڑھی جاسکتی تھیں۔ میں نے بیرے کو بلا کر ناشتہ طلب کیا اور ناشتے سے فارغ ہو کر ہم نے سوالیہ نگاہوں سے ایک دوسرے کو دیکھا۔

"کیا خیال ہے۔؟" میں نے پوچھا۔

"چلیں گے۔" کوشلیا نے مختصراً جواب دیا۔ اور ہم اپنا مختصر سامان سنبھالنے لگے۔ نیچے آئے۔ بل ادا کیا اور پھر اپنی کار تک پہنچ گئے۔ کوشلیا نے ڈکی کھولی۔ میں نے سامان رکھا اور پھر کوشلیا کو پٹرول کا ایک بیرل اٹھاتے دیکھ کر جلدی سے روک دیا۔

"یہ تکلیف کیوں------؟" میں نے پوچھا اور وہ ہنس دی۔

"تھوڑا سا پٹرول ڈال لیں۔" اس نے کہا۔ اور میں بیرل اٹھا کر پٹرول انڈیلنے لگا جو کوشلیا نے کار کی ٹنکی میں لگا دیا تھا۔ ٹینکی فل کرنے کے بعد بیرل پیچھے رکھا اور ڈکی وغیرہ بند کرنے کے بعد ہم کار میں آبیٹھے۔ اس بار اسٹیرنگ کوشلیا نے سنبھالا تھا اور میں اس کے برابر بیٹھا ہوا تھا۔

کار ہرات کی خوبصورت سڑکوں کو الوداع کہنے لگی۔ سڑکیں پانی سے بھیگی ہوئی تھیں لیکن دو طرفہ سبزہ نکھر آیا تھا اور آنکھوں کو بے حد بھلا محسوس ہو رہا تھا شہر سے باہر گوہر شاد کے مقبرے سے گذرتے ہوئے ہم نے شیخ بقارا کے مدرسے کے بلند مینار دیکھے جو آج زمانے کی تبدیلیوں کا مذاق اڑا رہے ہیں۔

شہر سے نکلنے کے بعد صاف ستھری اور مضبوط سڑک ملی تو کوشلیا نے کار کی رفتار تیز کر دی۔

وہ خاصی چاق و چوبند نظر آ رہی تھی۔ یوں بھی وہ ڈرائیونگ کی ماہر تھی کیونکہ اتنا طویل سفر طے کر چکی تھی۔ ظاہر ہے معمولی بات نہیں تھی۔ ویسے جب بھی کوشلیا کے بارے میں غور کرتا مجھے حیرت ہونے لگی۔ عجیب متضاد لڑکی تھی۔ ایک طرف اتنی نڈر اور بیباک کہ تن تنہا' اس کار پر بھروسہ کرتے ہوئے دنیا کے سفر پر نکل کھڑی ہوئی تھی۔ بڑے بڑے مرد اس طرح اکیلے سفر کرنے سے گھبراتے ہیں۔ چہ جائیکہ وہ تو لڑکی تھی۔ وہ بھی نوجوان اور خوبصورت کسی بھی وقت کسی بھی جگہ غلط ہاتھوں میں پھنس کر زندگی اور عزت گنوا سکتی تھی۔ لیکن اس نے ان باتوں کی پرواہ نہیں کی تھی۔ اور اپنے شوق کی تکمیل کو نکل کھڑی ہوئی تھی۔ اسے سادہ اور بے وقوف بھی نہیں کہا جا سکتا تھا۔ کیونکہ وہ اپنے سفر کے ایک ایک نکتے سے واقف تھی وہ بہترین تاریخ داں تھی' بقول اس کے اس نے جس لائن پر سفر کا منصوبہ بنایا تھا اس کے بارے میں بخوبی جانتی تھی۔ اور افغانستان کی تاریخ اس نے جس انداز میں بتائی تھی اس سے اندازہ ہوتا تھا کہ اس کا یہ دعویٰ غلط نہیں ہے۔

اس کے برعکس۔۔۔۔۔ اس کی زندگی مرد کے قرب سے دور تھی۔ گویا وہ کنواری تھی۔ اس میں مشرقیت کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔ دریائے ہلمند کے کنارے اور ہوٹل کے خوبصورت کمرے میں اس کی جن کیفیات کا اظہار ہوا تھا' اس سے انداہ ہوتا تھا کہ اس نے اس معاملے میں بھی غلط نہیں کہا ہے۔ بیشک وہ ایک نوخیزہ اور الھڑ لڑکی تھی۔ ان تمام باتوں کے ساتھ اس نے اپنے کسی راز کا بھی ذکر کیا تھا جو ہنوز سربستہ تھا۔ میں اس سے معلوم کرنا چاہتا تھا۔ لیکن خود میرے دل میں بھی چور تھا۔ ممکن ہے اس کا راز معلوم کرنے کے بعد میرا ضمیر بھی مجھے کچھ کہنے پر اکساتا۔ لیکن عقل کہہ رہی تھی کہ اپنی حقیقت کو پوشیدہ ہی رہنے دوں وہ لوگ جنہوں نے مجھ پر ہزاروں روپے خرچ کئے تھے۔ آسانی سے میری جان چھوڑنے پر تیار نہ ہوں گے۔ پھر کیا فائدہ نہ اسے حاصل کر سکوں گا نہ زندہ رہ سکوں گا۔ زندگی اس طرح ضائع کر دینے والی چیز نہیں ہے۔ مصائب سے گھبرا کر انسان اس بارے میں سوچتا ضرور ہے۔ لیکن۔

خیالات کی رو یہیں تک پہنچی تھی کہ کار کی رفتار سست ہوتی محسوس کی۔ سامنے دیکھا۔ دو ہپی نوجوان سڑک کے کنارے کھڑے زور زور سے ہاتھ ہلا رہے تھے۔ شکلیں ضرور بگڑی ہوئی تھیں لیکن لباس صاف ستھرے اور قاعدے کے تھے۔

"کیا خیال ہے نواز۔۔۔۔۔؟" کوشلیا نے پوچھا۔

"دیکھ لو۔۔۔۔۔" میں نے جواب دیا۔ اور کوشلیا نے رفتار سست کرتے کرتے ان کے قریب کار روک دی۔ قریب پہنچے تو اندازہ ہوا کہ ان میں ایک عورت ہے اور ایک مرد۔۔۔۔۔ لیکن عورت کا قد بھی پونے چھ فٹ سے کسی طرح کم نہیں تھا۔۔۔۔۔ وہ پوستین پہنے ہوئے تھی اور اس کے لمبے سفید بال پوستین کے نیچے تھے جس سے اندازہ نہ ہو سکا تھا کہ وہ مرد ہے یا عورت۔

ستے ہوئے چہرے والا نوجوان کار کے قریب آیا اور شستہ انگریزی میں لجاجت سے بولا۔ "براہ کرم آپ ہمیں کچھ دور تک لفٹ دے دیں گے؟"

"کہاں جاؤ گے؟" کوشلیا نے پوچھا۔

"ایران۔۔۔۔۔"

"تمہیں معلوم ہے ایران میں نشہ آور اشیاء رکھنا ناقابل معافی جرم ہے۔ کیا تم ہمارے لئے۔۔۔۔۔ مصیبت تو نہیں بن جاؤ گے۔۔۔۔۔؟" کوشلیا نے صاف لہجے میں پوچھا۔

"ہمارے پاس کچھ نہیں ہے"۔ اس بار لڑکی نے کہا۔

"تب بیٹھ جاؤ۔۔۔۔۔!" کوشلیا نے کہا اور وہ دونوں شکریہ ادا کر کے جلدی سے عقبی سیٹ پر بیٹھ گئے۔ کوشلیا نے کار آگے بڑھا دی۔ ان دونوں کی آمد سے ماحول میں کچھ اجنبیت سی پیدا ہو گئی تھی جس کا احساس ہمیں تھوڑی دور چلنے کے بعد ہی ہو گیا۔ لیکن بہرحال اب جو قدم اٹھا لیا تھا اس کی واپسی ممکن نہیں تھی۔ تھوڑی دور چلنے کے بعد نوجوان نے کہا۔

"آپ لوگ بھی سیاح ہیں۔؟"

"ہاں۔۔۔۔۔!" میں نے جواب دیا۔

"کیا آپ ایران سے آگے جانے کا ارادہ رکھتے ہیں۔؟"

"بہت آگے۔!"

"بڑی خوشی ہوئی آپ سے مل کر۔۔۔۔۔ ایران میں آپ کہاں قیام کریں گے۔؟!

"کسی بھی مناسب جگہ۔" میں نے جواب دیا۔

"اوہ۔۔۔۔۔ میرا نام کیسٹر ہے اور یہ میری بیوی جولیا۔۔۔۔۔ ہم دونوں بھی دنیا گردی کے لئے نکلے ہیں۔ کیا آپ دونوں بھی شوہر اور بیوی ہیں۔ میرا مطلب ہے۔

"تمہارا خیال درست ہے۔۔۔۔۔" میرے بجائے کوشلیا نے جواب دیا۔ اور وہ دونوں مسکرانے لگے۔ پھر کیسٹر نے کہا۔

"میرا اندازہ ہے کہ آپ لوگوں کی شادی کو زیادہ وقت نہیں گزرا ہے۔ بہرحال میری دعا ہے کہ آپ دونوں کامیاب شوہر اور بیوی ثابت ہوں۔" اس کے لہجے میں ایک عجیب سا خلوص تھا' جس سے ہم دونوں متاثر ہوئے اور تھوڑی سی اجنبیت کی فضا دور ہو گئی۔

"آپ لوگ کہاں تک جائیں گے۔؟" میں نے پوچھا۔

"بس کوئی پروگرام طے نہیں ہے۔ جہاں تک پہنچ سکے۔" کیسٹر کے لہجے میں اداسی تھی۔ نہ جانے کیوں۔ میں نے اس کی صورت دیکھی۔۔۔۔۔ لیکن ظاہر ہے میں اس سے اس اداسی کی وجہ نہیں پوچھ سکتا تھا۔ اس کی ساتھی لڑکی یا تو بہت خاموش طبع تھی یا پھر زیادہ بولنا نہیں چاہتی تھی۔ اس کے خدوخال خاصے پرکشش تھے۔ جسامت کے ساتھ تندرست بھی خاصی تھی اس لئے دلکش لگتی تھی۔ سفر جاری رہا اور پھر دور سے عمارت کے آثار نظر آنے لگے۔ ہم اسلام قلعہ پہنچ رہے تھے۔ اس کی چوکی کے دوسری طرف ایک ویران علاقہ ہے جو آزاد حیثیت رکھتا ہے اور اس پر کسی ملک کا دعویٰ نہیں ہے۔ ہاں اس کے بعد ایران کی سرحد شروع ہو جاتی ہے۔ اسلام قلعہ کی سرحدی چوکی پر متعین کسٹم کے افسران نے ہماری کار گھیر لی۔ بظاہر کوئی خاص بات نہیں تھی' لیکن نہ جانے کیوں مجھے احساس ہوا کہ کسٹم حکام ہمیں گہری نگاہوں سے دیکھ رہے ہیں۔ میرے دل میں دھکڑ پکڑ ہونے

لگی۔ کیا ہربنس کا جادو یہاں بھی چل گیا ہے۔ ممکن ہے اس کا ساتھی مرگیا ہو۔

بہر حال میرے چہرے کی تبدیلیاں نوٹ نہیں کی جاسکیں۔ کار میں کوئی ایسی چیز نہیں تھی جو قابل اعتراض ہوتی۔ تھوڑی دیر کے بعد ہمیں فراغت مل گئی۔ اور اس بار اسٹیئرنگ میں نے سنبھال لیا تھا۔ ہمارے ہم سفر ہمارے ساتھ تھے۔

"مسٹر کیسٹر ہے۔۔؟" اچانک میں نے اپنے ساتھی کو مخاطب کیا۔

"جی۔۔۔۔!" وہ مستعدی سے بولا۔

"آپ کی آنکھیں، ہونٹ اور چہرے کا رنگ بتاتا ہے کہ آپ چرس اور دوسری نشہ آور اشیاء کے عادی ہیں۔۔!"

"آپ کا خیال درست ہے۔۔۔۔ آپ جولیا کو دیکھ رہے ہیں۔ یہ بہت اداس ہے کیونکہ اس نے پچھلے بیس گھنٹے سے انجکشن نہیں لیا۔"

"تب آپ ایران میں کیسے گزارہ کریں گے۔۔؟"

"گزارا۔۔۔۔؟" کیسٹر نے گہری نگاہوں سے مجھے دیکھا۔ پھر ایک گہری سانس لے کر بولا۔ "گزارا تو ہو ہی جاتا ہے مسٹر نواز۔۔۔۔ بے شک ایران بہت خشک جگہ ہے ہم لوگوں کے لئے۔۔۔۔ لیکن۔۔۔۔ وہاں بھی کچھ لوگ ایسے ہیں جو ہمارے جیسے لوگ کے کام آجاتے ہیں۔"

"اوہ۔۔۔۔" میں نے ایک گہری سانس لی۔ "گویا وہاں بھی ضرورت کی چیزیں مل جاتی ہیں۔۔؟"

"کہاں نہیں ملتیں۔ تلاش ضروری ہے۔"

"تب میرے دوست، مجھے ان میں سے کسی اڈے کا پتہ بتا دو۔ ممکن ہے کچھ وقت وہاں صرف کرنا پڑ جائے۔ تھوڑے دن تو گزار سکتا ہوں۔ لیکن، زیادہ وقت مشکل ہے۔"

"خوب۔۔۔۔ خوب۔۔۔۔ میں نے بھی تمہارے بارے میں یہی سوچا تھا۔ لیکن تمہاری وائف۔۔۔۔ شاید وہ تمہاری عادت چھڑانے کی کوشش کر رہی ہے۔" کیسٹر نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"ہاں۔۔۔۔ وہ میری تمام بری عادتیں چھڑائے دے رہی ہے۔" میں نے بھی مسکراتے ہوئے کوشلیا کی طرف دیکھا اور نہ جانے کیوں میں نے کوشلیا کے چہرے پر کسی قدر زردی دیکھی، اس کی آنکھوں میں بے چینی کے آثار صاف پڑھے جاسکتے تھے۔ میں اس کی طرف دیکھتا رہ گیا۔۔۔۔ اور پھر میں نے اس سے اردو میں پوچھا۔

"کیا بات ہے کوشلیا۔۔۔۔ تم کچھ پریشان نظر آرہی ہو۔۔؟"

"اوہ۔۔۔۔ نہیں نواز۔۔۔۔ ایسی تو کوئی بات نہیں ہے۔" کوشلیا نے زبردستی مسکراتے ہوئے کہا۔

"مگر میں محسوس کر رہا ہوں۔ اگر برا نہ مانو تو ایک بات پوچھوں۔" میں نے ہپی جوڑے کی

طرف اس خیال سے دیکھتے ہوئے پوچھا کہ کہیں وہ اردو سمجھتے تو نہیں۔ لیکن ان کے انداز سے پتہ چل گیا کہ وہ اردو سے بالکل نابلد ہیں۔

"پوچھو۔۔۔۔" کوشلیا نے سرسراتی آواز میں کہا۔

"میرے ان لوگوں کی طرف متوجہ ہونے سے تم ناخوش تو نہیں ہو"

"ارے نہیں۔۔۔۔" کوشلیا نے ایک ہلکا سا قہقہہ لگاتے ہوئے کہا۔ "اب میں ایسی تنگ دل اور اتنی بدگمان بھی نہیں ہوں۔ یقین کرو کوئی بات نہیں ہے۔۔!"

اور میں مطمئن ہو گیا۔۔۔۔ مجھے اپنا تصور صرف وہم معلوم ہونے لگا۔ ہمارے دونوں ساتھی خاموش بیٹھے ہماری بکواس سن رہے تھے۔ سفر طے ہوتا رہا۔ اور تھوڑی دیر کے بعد یوسف آباد کے آثار نظر آئے۔ یوسف آباد چھوٹا سا قصبہ تھا۔ تھوڑی سی آبادی پر مشتمل، لیکن خاصا صاف ستھرا تھا۔ اس کی کسٹم چیک پوسٹ خاصی عمدہ بنی ہوئی تھی۔ نہ جانے کیوں میں نے یہاں بھی خصوصی چیکنگ محسوس کی۔ لیکن اس بار میں یہ سوچنے پر مجبور ہو گیا تھا کہ شاید اس علاقے میں دونوں سمت سخت چیکنگ ہوتی ہے۔ سرخ و سفید ایرانی کسٹم آفیسران نے ہمارے کاغذات دیکھے اور پھر ہم سے نیچے اتر آنے کے لئے کہا۔

"معاف کیجئے۔ آپ کو کچھ وقت صرف کرنا ہو گا۔" اس نے مجھ سے کہا۔

"میں حاضر ہوں۔!" میں نے فارسی میں کہا اور ایرانی افسر اپنی انگریزی کا جواب فارسی میں سن کر حیران رہ گیا۔ اس کی خصوصی توجہ میری طرف ہو گئی تھی۔

"یہ آپ کے ساتھی ہیں۔۔؟" اس نے دونوں ہپیوں کی طرف اشارہ کر کے فارسی میں پوچھا۔

"نہیں صرف ہم سفر۔۔۔۔ ایران تک کے لئے لفٹ مانگ لی تھی۔"

"اور خاتون۔۔؟" اس نے سوال کیا۔

"وہ مسز نواز ہیں۔ مذہب و ملت سے الگ۔!"

"اوہ۔۔۔۔ حیرت انگیز بات ہے۔ آپ پاکستانی ہیں؟"

"ہاں۔۔۔۔!"

"آئیے۔۔۔۔ میرے ساتھ ایک کپ پیالی کافی پی لیجئے۔ آپ سے کچھ گفتگو کرنی ہے۔ لیکن معاف کیجئے گا۔ خاتون اور آپ کے دوستوں کے لیے کافی یہیں بھجوادی جائے گی۔"

"کوئی حرج نہیں ہے۔! شکریہ۔" میں نے کوشلیا کی طرف رخ کر کے کہا اور پھر اس سے اردو میں بولا۔ "کوشلیا مجھے کچھ دیر کی اجازت دو۔!" اور کوشلیا نے گردن ہلا دی۔ نہ جانے کیوں میں نے اس کا چہرہ اترا اترا سا دیکھا تھا۔ کسٹم آفیسر مجھے لئے ہوئے کسٹم کی عمارت کے ایک چھوٹے سے کمرے میں پہنچ گیا!

"آپ لوگ سیاحت کے لئے نکلے ہیں؟" ایک کرسی پر مجھے بیٹھنے کا اشارہ کر کے، اس نے دوسری کرسی پر بیٹھتے ہوئے پوچھا۔

"ہاں۔!" میں نے جواب دیا۔

"یہ جوڑا آپ کو کہاں ملا تھا؟"

"ہرات کے راستے میں۔"

"کیا آپ پہلی بار سفر پر نکلے ہیں۔؟"

"جی ہاں۔!"

"اوہ ------ تب آپ کو شاید یہ معلوم نہ ہو کہ یہ لوگ ناجائز منشیات کی تجارت کرتے ہیں۔"

"مجھے معلوم ہے۔ لیکن میری بیوی نے ان سے اس بارے میں پوچھ لیا تھا۔ تاہم اگر ان کے پاس سے کچھ برآمد ہوا تو ہم بری الذمہ ہوں گے' آپ ان کے ساتھ جو سلوک چاہیں کریں۔"

"ہوں ------!" کسٹم افسر نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔ پھر اس نے ایک آدمی کو بلا کر تین کپ کافی وہاں اور دو کپ یہاں طلب کی' اور جب وہ شخص چلا گیا' تو اس نے کہنیاں میز پر ٹکائیں اور آگے جھک آیا۔ "آریہ مہر کی خصوصی ہدایات کے تحت ایران میں منشیات کی تجارت کرنے والوں کیلئے انتہائی سخت قانون ہے۔ لیکن سماج دشمن عناصر اس پر بھی باز نہیں آتے۔ کچھ علاقوں میں ناجائز منشیات کا کاروبار کرنے والے گرفتار ہوئے ہیں اور ان سے معلوم ہوا ہے کہ جرائم پیشہ افراد یہاں بھی باقاعدہ اپنا کام کر رہے ہیں۔ ان کی نشاندہی پر بہت سے گروہوں کا صفایا کر دیا گیا ہے' لیکن باہر سے آنے والے ------ ہم نہیں چاہتے کہ وہ یہ راستہ استعمال کریں۔ چنانچہ ان کے لئے بھی خصوصی پروگرام بنایا گیا ہے۔ جو کافی سخت ہے۔!"

"جی ------!" میں نے گردن ہلائی۔ ابھی تک میری سمجھ میں نہیں آیا تھا کہ کسٹم افسر کیا کہنا چاہتا ہے۔ ایسے وہ آنکھوں سے بے حد چالاک آدمی معلوم ہوتا تھا۔

"ہمیں خصوصی ذرائع سے اطلاع ملی ہے کہ منشیات ایران کے راستے لائی جا رہی ہیں۔ اطلاع دینے والوں نے یہ بھی بتایا ہے کہ وہ ایک ٹورسٹ کار میں اسمگلنگ کی جا رہی ہیں۔ اس لئے ہر کار میں خاص نگاہ رکھی جا رہی ہے۔ آپ سمجھ گئے ہوں گے کہ میں نے خصوصی طور پر آپ کو کیوں تکلیف دی ہے۔"

"میں سمجھ گیا ------" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "پاکستان اور ایران کے تعلقات کو مدنظر رکھتے ہوئے میں بڑی خوشی سے اجازت دیتا ہوں کہ میری اور میری بیوی کی اور کار کی خوب اچھی طرح تلاشی لے لی جائے' تاکہ کوئی شبہ نہ رہے۔"

"میں اس تعاون پر شکر گزار ہوں۔ ویسے اس سفر میں آپ کی ملاقات کچھ ایسے لوگوں سے تو نہیں ہوئی جن پر میرے شبے کا اطلاق ہوتا ہو۔"

"میرا خیال نہیں۔!" میں نے جواب دیا۔ کافی آ گئی تھی۔ کسٹم آفیسر نے مجھ سے کچھ اور سوالات کئے اور پھر کسی کو بلانے کے لئے گھنٹی بجائی۔ ایک آدمی اندر آ گیا۔

"کار کی تلاشی ہوگی۔؟"

"جی ہاں۔!"

"سب ٹھیک ہے۔؟"

"بالکل ------!" اس نے جواب دیا اور کسٹم آفیسر مسکراتا ہوا کھڑا ہو گیا۔ اس نے دوستانہ انداز میں میرا ہاتھ پکڑا ------ اور پھر ہم وہاں پہنچ گئے جہاں ہیپی جوڑا اور کوشلیا موجود تھے۔ کوشلیا ایک کرسی پر بیٹھی ہوئی تھی اس کے ہاتھ میں پانی کا گلاس تھا اور اس کا چہرہ زرد ہو رہا تھا۔!

"اوہ ------ کیا بات ہے کوشی ------" میں نے پیار سے پوچھا۔

"کچھ نہیں۔ چکر آ گیا تھا۔ اب ٹھیک ہوں۔" اس نے پھنسی پھنسی آواز میں کہا۔

"مجھے تمہاری طبیعت پہلے ہی خراب معلوم ہوئی تھی۔ میرا خیال ہے ہم اب مزید سفر نہیں کریں گے' یوسف آباد میں کوئی قیام کا انتظام ہے۔" میں نے آخری جملے کسٹم افسر سے مخاطب ہو کر کہے تھے۔

"ہاں ------ لیکن کوئی باقاعدہ ہوٹل نہیں ہے۔ سرائے کئی ہیں' آپ کو وہاں با آسانی جگہ مل جائے گی۔"

"شکریہ ------ اب ہم جائیں۔؟" میں نے پوچھا۔

"ضرور ------!" کسٹم افسر نے مسکراتے ہوئے کہا۔ اس دوران اس نے کئی بار کوشلیا کو دیکھا تھا اور اس سے اظہار ہمدردی کیا تھا۔ میں نے کار اسٹارٹ کی اور ہیپی جوڑا پھر ہمارے ساتھ بیٹھ گیا۔ کسٹم افسر نے بڑی گرم جوشی سے مجھ سے ہاتھ ملایا تھا۔ پھر جب ہم کسٹم ہاؤس سے کافی دور نکل آئے تو اچانک کوشلیا نے میرے ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر کہا۔

"نواز ------؟"

"ہوں ------ اب کیسی طبیعت ہے کوشل۔؟" میں نے پیار سے پوچھا۔

"ٹھیک ہوں۔" اس نے ایک گہری سانس لے کر کہا۔

"تھکن ہو گئی ہے۔ سرائے میں آرام تو نہ مل سکے گا! لیکن بہرحال....."

"نہیں نواز ------ یہاں سے نکلو چلو ------ نہ جانے کیوں مجھے وحشت ہو رہی ہے۔ آگے تربت جام ہے۔ اس سے آگے فریمان' ہم مشہد پہنچنے کی کوشش کریں گے اور نہ پہنچ سکے تو فریمان میں قیام کریں گے۔ خاصا صاف ستھرا شہر ہے۔"

"لیکن ------!" میں نے کہنا چاہا۔

"چلتے رہو نواز ------ مجھے اس ہیپی جوڑے سے بھی وحشت ہو رہی ہے۔ نہ جانے یہ کب تک ہمارے ساتھ رہے۔"

"ہم جامی کے شہر میں اتر جائیں گے خاتون ------ آپ بے فکر رہیں۔" عقب سے کیسٹر کی آواز سنائی دی اور ہم سناٹے میں آ گئے۔ کوشلیا منہ پھاڑ کر رہ گئی تھی۔ میرے ہاتھ اسٹیئرنگ پر لرزنے لگے تھے۔ بمشکل میں نے خود کو سنبھالا اور نہ جانے کیوں مجھے ان دونوں پر غصہ آنے لگا! اگر وہ اردو سے واقف تھا تو اسے پہلے یہ بات بتا دینی چاہئے تھی۔ وہ خاموشی سے ہماری گفتگو سنتا رہا۔ میں

اس گفتگو پر غور کرنے لگا جو ہم نے راستے میں کی تھی۔ اس میں بہت سے قابل اعتراض الفاظ تھے' لیکن شکر ہے ایسی کوئی بات نہیں تھی جو ہمارے لئے خطرناک ہوتی۔ تاہم مجھے اس کی یہ بات پسند نہیں آئی۔

"تو تم اردو جانتے ہو۔؟" میں نے اس سے پوچھا۔

"میں دنیا کی بہت سی زبانیں جانتا ہوں۔ لیکن براہ کرم میری اردو دانی سے آپ کوئی غلط اثر قبول نہ کریں۔ میں۔۔۔۔۔ آپ کے اس کرم کا شکر گزار ہوں۔" اس نے کہا اور میں خاموش ہو گیا۔ کیسٹر کی ساتھی لڑکی جولیا اب بھی خاموش تھی۔ بہرحال میں نے بہتر یہی سمجھا کہ کم از کم تربت جام تک ضرور پہنچ جاؤں تاکہ ان لوگوں سے پیچھا چھوٹ جائے۔ اور میں نے کار کی رفتار تیز کر دی۔

نہ جانے کوشلیا کو کیا ہو گیا تھا۔ اس کے چہرے پر پہلے جیسی رونق نہیں نظر آ رہی تھی۔!

دھوپ ڈھل چکی تھی' جب ہم تربت جام کے قریب سے گزرے اور کیسٹر نے میرے کندھے پر ہاتھ رکھ دیا۔ میں نے کار کی رفتار سست کر دی اور کیسٹر کی طرف دیکھتے ہوئے بولا۔ "کیا واقعی تم یہاں اترو گے۔؟"

"ہاں۔۔۔۔۔ تمہارا شکریہ دوست۔!" اس نے نیاز مندی سے کہا اور کار کا دروازہ کھول کر نیچے اتر گیا۔ اس کی ساتھی لڑکی بھی نیچے اتر گئی تھی۔ تب کیسٹر نے کھڑکی پر ہاتھ رکھ کر ایک بار پھر ہمارا شکریہ ادا کیا۔ جولیا نے بھی پھیکی سی مسکراہٹ کے ساتھ خدا حافظ کہا تھا۔ اور پھر دونوں آگے بڑھ گئے۔!

میں نے خاموشی سے کار آگے بڑھا دی اور تھوڑی دیر تک بڑی غیر فطری سی خاموشی چھائی رہی۔ کوشلیا کی اب بھی وہی کیفیت تھی جسے اس نے تھوڑی دیر کے بعد محسوس کر لیا۔ وہ چونک کر میری طرف دیکھنے لگی اور پھر خشک ہونٹوں پر زبان پھیر کر کمزور آواز میں بولی۔

"شاید۔۔۔۔۔ تم ان لوگوں کے ساتھ اس سلوک پر ناراض ہو۔؟"

"ایں۔" میں چونک پڑا۔ "نہیں۔۔۔۔۔ میں ناراض تو نہیں ہوں البتہ تمہاری اچانک بگڑ جانے والی طبیعت پر غور کر رہا ہوں۔"

"کوئی خاص بات نہیں۔ بس اچانک اضمحلال کا حملہ ہوا ہے' تھوڑی دیر میں ٹھیک ہو جائے گا۔ لیکن میں اس کے اردو سمجھنے اور بولنے پر حیران تھی۔"

"اونہہ۔۔۔۔۔ ٹھیک ہے۔ زیادہ سے زیادہ دل میں برا مان گیا ہو گا۔ ہمیں کونسی اس سے راہ و رسم بڑھانی ہے۔ لیکن عجیب و غریب جوڑا تھا۔ تم نے اس کی ساتھی لڑکی پر غور کیا تھا۔؟"

"ہاں۔۔۔۔۔!" کوشلیا نے کہا۔

"کچھ عجیب نہیں محسوس ہوئی تھی۔؟"

"ہوئی تھی۔!"

"شاید ان کے تعلقات ٹھیک نہ ہوں۔ شاید وہ دونوں میاں بیوی نہ ہوں۔ بہرحال ہم نے یہ حماقت کر تو ڈالی تھی۔ لیکن میں ڈر رہا تھا کہ کہیں ان کے پاس سے کچھ برآمد نہ ہو جائے۔ میں نے

کسٹم افسر سے صاف کہہ دیا تھا کہ اگر ان کے پاس سے کچھ ملتا ہے تو انہیں ضرور گرفتار کر لیا جائے۔ ہمارا ان سے کوئی واسطہ نہیں ہے۔"

کوشلیا نے عجیب سی نگاہوں سے مجھے دیکھا۔ پھر بولی۔ "کسٹم افسر تمہیں اندر کیوں لے گیا تھا۔؟"

"یہی معلوم کرنے کے لئے کہ ہمارے پاس کوئی ایسی چیز تو نہیں ہے جو قابل اعتراض ہو۔ ایران میں منشیات کا کاروبار کرنے والوں کیلئے سخت قانون ہے۔!"

"پھر تم نے کیا جواب دیا۔؟"

"ظاہر ہے۔۔ کیا جواب دے سکتا تھا۔ میں نے پر خلوص پیشکش کی کہ کار کی اور ہمارے سامان کی تلاشی لے لی جائے۔"

"انہوں نے بڑی سخت تلاشی لی تھی۔ کار کی ایک ایک سیٹ جھاڑ کر دیکھ لی گئی۔ پٹرول کے بیرل میں لوہے کے تار ڈال کر دیکھے گئے۔ غرض ایسی ہر جگہ دیکھ ڈالی جہاں کسی چیز کے پوشیدہ ہونے کے امکانات ہو سکتے تھے۔"

"ہاں۔ اصل میں انہیں ایک خاص گاڑی کی تلاش ہے جس میں منشیات اسمگل کر کے لائی جا رہی ہیں۔ ان کے مخبروں نے اطلاع دی تھی۔"

"اوہ۔۔۔۔۔ تو انہیں ہمارے اوپر شبہ ہوا تھا۔؟"

"شبہ تو ہونا ہی چاہئے تھا لیکن بہرحال شبہ رفع ہو گیا۔ البتہ ایک بات کا مجھے تردد تھا۔"

"کیا۔۔۔۔۔؟" کوشلیا نے چونک کر پوچھا۔

"میں نے تمہیں اپنی بیوی بتایا تھا اس لئے کہ تم نے۔۔۔۔۔ اور پھر کسٹم آفیسر نے مجھ سے کچھ سوالات کئے تھے۔۔۔۔۔ مجھے خطرہ تھا کہ علیحدگی میں وہ تم سے سوالات نہ کرے اور ہمارے بیان میں تضاد ہو جائے۔"

"میرا خیال ہے تمہارا پاکستانی ہونا کام آیا۔۔۔۔۔!" کوشلیا نے ایک پھیکی مسکراہٹ سے کہا۔ اس کے چہرے کی رونق واپس آتی جا رہی تھی۔

"شاید۔۔۔۔۔!" میں نے کہا۔ "لیکن اب تمہاری طبیعت کیسی ہے۔؟"

"بہتر محسوس کر رہی ہوں۔ سوچ رہی تھی۔ تنہا ہوتی تو کیا کرتی ان حالات میں ڈرائیونگ تو مشکل ہی تھی۔" اس نے کہا۔ میں نے کوئی جواب نہیں دیا!

اس وقت روشنیاں جل اٹھی تھیں جب ہم فریمان میں داخل ہوئے۔ صاف ستھرے شہر کو دیکھ کر طبیعت کو عجیب سی فرحت کا احساس ہوا۔ کشادہ بازار' پھولوں اور سفیدے کے درختوں سے لدے ہوئے۔ ہر دوکان کے سامنے سبزہ۔ سلیقے سے ترتیب دی ہوئی دوکانیں' خوش پوش لوگ۔۔۔۔۔ تر و تازہ سے۔۔۔۔۔ ان سب کو دیکھ کر ہی سفر کی تھکان دور ہوتی ہوئی محسوس ہوئی۔ تاہم سست رفتاری سے چلتے ہوئے ہم نے دور سے ایک قہوہ خانہ دیکھا۔ اور اس کے سامنے کار روک دی۔

کار میں بیٹھے بیٹھے ہی میں نے قہوہ طلب کیا۔ اور ایک صاف ستھرے ملازم نے شیشے کے صراحی نما نازک گلاسوں میں قہوہ پیش کر دیا۔ گرم گرم خوش ذائقہ مشروب نے تھکن جیسے جسم سے نچوڑ لی۔ کوشلیا کے چہرے کی بحالی لوٹ آئی تھی اور اب پھر اس کی آنکھوں میں پہلے جیسی چمک تھی!

قہوے سے فارغ ہو کر ہم کسی مناسب قیام گاہ کی تلاش میں چل پڑے۔ ایرانی کرنسی کی سخت ضرورت تھی۔ لیکن چونکہ رات ہو چکی تھی اس لئے کرنسی تبدیل کرانا مشکل کام تھا۔ تاہم ہمیں یقین تھا کہ یہاں سب افغان کرنسی قبول کر لیں گے۔ چائے والے نے بھی کوئی اعتراض نہیں کیا تھا۔

کافی دور نکلنے کے بعد ہوٹل قنطارہ کے نیون سائن نظر آئے جس کے نیچے قیام گاہ کا بورڈ بھی لگا ہوا تھا اور ہم نے کار اسی طرف موڑ دی قنطارا کے کاؤنٹر پر کھڑے ہوئے ایرانی نوجوان نے ہمیں مسکراتے ہوئے خوش آمدید کہا اور یہاں بھی میری فارسی دانی نے کمال دکھایا' ایرانی نوجوان ہماری ہر امداد کے لیے تیار ہو گیا میں نے اسے پوری کرنسی بدلوانے کیلئے دے دی۔ کوشلیا نے بھی ایسا ہی کیا تھا۔ باقی اس کے پاس ٹریولر چیک بھی تھے جنہیں اس نے میرے مشورے سے پڑا رہنے دیا! قنطارہ کی پہلی منزل پر ہمیں کمرہ مل گیا۔ دو بستروں کا یہ کمرہ زیادہ کشادہ تو نہیں تھا لیکن صاف ستھرا اور گوارہ تھا۔ بہر حال ایک رات یہاں گزارنی تھی۔

ہم کمرے میں آ گئے۔۔۔۔۔! اور کوشلیا تھکے تھکے سے انداز میں بستر پر گر پڑی۔

"اگر تم کہو تو میں ڈاکٹر تلاش کروں۔!" میں نے کوشلیا کو تسلی دیتے ہوئے پوچھا۔

"ارے نہیں۔ اب میں ایسی کمزور بھی نہیں ہوں۔ بس یقین کرو وہ صرف خفقان تھا۔ اس بیہی جوڑے سے طبیعت زیادہ خوش نہیں ہوئی تھی اور دل پر ایک بوجھ سا تھا کہ خوامخواہ ہم نے اسے سر پر مسلط کر لیا۔ وہ لوگ چلے گئے' اب میں خوش ہوں۔"

"چلو۔۔۔۔ ٹھیک ہے۔ مجھے تمہاری خوشی عزیز ہے۔۔۔۔۔!" میں نے معنی خیز انداز میں مسکراتے ہوئے کہا اور جواب میں کوشلیا بھی مسکرانے لگی۔

"نہیں جناب۔ میرے آرام کرنے کے دن ہیں۔"

"کیا مطلب۔۔۔۔۔؟" میں نے کچھ نہ سمجھتے ہوئے کہا۔

"مطلب میں نہ سمجھا سکوں گی۔ کوشلیا نے شرماتے ہوئے کہا۔

"کیا بات ہے کوشل۔۔۔۔۔ یقین کرو میری سمجھ میں نہیں آیا۔"

"اب تم بدھو ہو تو میں کیا بتاؤں۔" کوشلیا نے میرے سینے میں منہ چھپاتے ہوئے کہا۔ "چند روز کے لئے ہم شجر ممنوعہ بن گئے ہیں۔!" اس نے عجیب سی ادا سے کہا اور لفظ "چند روز" نے مجھے سب کچھ سمجھا دیا۔ میں مضحکہ خیز انداز میں سر پکڑ کر بیٹھ گیا اور کوشلیا ہنسنے لگی! تاہم میری سمجھ میں اس کی اداسی اور اس کے چہرے کی بے رونقی کی وجہ آ گئی تھی۔

غسل کرنے کو دل چاہ رہا تھا' لیکن ایران میں غسل خانوں کا رواج نہیں ہے۔ وہاں حمام ہوتے ہیں' ہر گلی کوچے میں' لوگ گھروں سے تیار ہو کر حمام میں آ جاتے ہیں اور غسل اور مالش کے

بعد یہیں سے سیدھے دفتر یا کاروبار پر چلے جاتے ہیں۔ رات کو پارٹی ہو تو مہمانوں کو کھانے سے پہلے اعلیٰ درجے کے حماموں میں مدعو کیا جاتا ہے۔ حمام ایرانی تہذیب کا جزو لازم ہیں۔ بہر حال بھوک لگ رہی تھی' اس لئے کھانا طلب کیا۔ تھکن کچھ زیادہ ہی محسوس ہو رہی تھی۔ اس لئے کھانے کے بعد بستر میں ٹھس گئے! کوشلیا نے لباس تبدیل کیا اور میرے پاس آ گھسی۔ اس کے بال میرے سینے پر بکھرے ہوئے تھے۔ اور وہ خاموش تھی۔

"اب کیسی طبیعت ہے کوشل۔؟" میں نے اس کے ریشمی بالوں کو سنوارتے ہوئے پوچھا۔

"بالکل ٹھیک۔۔۔۔۔ لیکن تم ناراض ہو۔!"

"کیوں۔۔۔۔۔؟ ناراضگی کی کیا بات ہے؟"

"بس ہے۔!"

"مجھے نہیں معلوم۔!" میں نے اس کی آنکھوں کو چومتے ہوئے کہا۔ "بتا دو۔"

"بس میں نہیں بتاؤں گی۔"

"بھئی میں ناراض ہی نہیں ہوں۔ کوئی وجہ تمہارے ذہن میں ہو تو نکال دو۔" میں نے اسے بھینچ کر پیار کرتے ہوئے کہا اور وہ مسکرانے لگی۔

"ویسے تم نے میرے اوپر اعتبار نہیں کیا ہے نواز۔؟" چند منٹ کے بعد اس نے سنجیدگی سے کہا۔

"عجیب باتیں کر رہی ہو۔ اب اس کی وجہ بھی بتا دو۔"

"کیا مجھے تمہارے بارے میں سب کچھ معلوم ہے؟" اس نے شکایتی انداز میں کہا۔ "جبکہ میں تمہیں اپنے بارے میں سب کچھ بتا چکی ہوں۔"

"اوہ۔۔۔ میرے اندر کوئی خاص بات نہیں ہے کوشل پنجاب کے ایک معمولی گھرانے سے تعلق رکھتا ہوں۔ تعلیم حاصل کرنے کے بعد کچھ نہ حاصل کر سکا تو آوارہ گردی کی ٹھانی۔ کوئی باقاعدہ انتظام نہیں تھا اس لئے تن بہ تقدیر چل پڑا۔ اور چھوٹے چھوٹے نقصانات کا سہارا لیتا ہوا یہاں تک پہنچ گیا۔ بس یہ میری داستان ہے۔"

"تم اور زبانیں بھی جانتے ہو۔؟"

"ہاں۔ میں نے سفر کرنے سے قبل کئی زبانیں سیکھی ہیں۔"

"تمہارے پاس پستول بھی۔؟"

"اوہ۔۔۔۔ تم نے کہاں دیکھ لیا۔؟" میں نے چونک کر پوچھا۔

"تمہارے سامان میں۔"

"ہاں۔۔۔۔ یہ خود حفاظتی کے لئے ساتھ رکھ لیا تھا۔ لیکن اس کا لائسنس موجود ہے۔"

"ایرانی کسٹم والے اسے نظر انداز کر گئے تھے۔ کیا اس کے بارے میں پوچھ گچھ نہیں ہو سکتی تھی۔؟"

"اگر وہ پوچھتے تو میں لائسنس دکھا دیتا۔ اگر وہ اسے میرے ساتھ نہ رہنے دینا چاہتے تو مجھے

اس کی خاص ضرورت بھی نہیں تھی۔ لیکن تم یہ سوالات کیوں کر رہی ہو۔؟"

"سچ بتادوں۔؟"

"ہاں۔ بالکل سچ۔"

"جب تم نے ایرانی کسٹم افسر سے اس کی زبان میں باتیں کی تھیں۔ تو میں نے تمہارے بارے میں نئے انداز سے سوچا تھا۔ میں نے سوچا تھا کہ شاید تمہارا تعلق بین الاقوامی پولیس سے ہے۔ اور تم منشیات کی ناجائز اسمگلنگ کے انسداد کے لئے نکلے ہو۔ جب وہ تمہیں اپنے ساتھ بلا کر لے گیا تب میرا یقین اور پختہ ہو گیا تھا۔"

"پھر۔۔۔۔ اگر میں ہوتا تو تمہارے کیا احساسات ہوتے۔ تم منشیات کی اسمگلر تو نہیں ہو۔؟"

"اگر ہوتی تو تم میرے ساتھ کیا سلوک کرتے۔؟"

"تمہیں گرفتار کر کے اپنے دل کی گہرائیوں میں قید کر لیتا۔" میں نے پیار سے اسے بھینچتے ہوئے کہا۔ اور وہ ہنسنے لگی۔

"نہیں۔۔۔۔ بس مجھے یہ دکھ ہوا تھا کہ اگر ایسی بات ہے تو تم نے مجھ سے چھپائی کیوں۔۔۔۔ کیا تم مجھے ناقابل اعتبار سمجھتے ہو۔؟"

"نہیں صاحب۔۔۔۔ نہیں۔۔۔۔ اگر ایسی کوئی بات ہوتی تو میں آپ کو ضرور بتا دیتا۔" میں نے اس کا گال تھپتھپایا۔ اور اپنے چہرے کے تاثرات چھپانے لگا۔ کیونکہ حقیقت تو میں نے اب بھی اسے نہیں بتائی تھی۔

کوشلیا ہنستی رہی۔ اور جب اسے نیند آنے لگی تو وہ میرے سینے میں منہ چھپا کر سو گئی۔

دوسری صبح ہم فریمان سے چل پڑے۔ موسم خنک تھا۔ دھوپ بے حد خوشگوار لگ رہی تھی۔ کوشلیا اب بالکل ٹھیک تھی۔ راستے میں ہم مختلف باتیں کرتے رہے۔ اور پھر ایک طویل سفر کر کے مشہد پہنچ گئے۔ کوشلیا نے مشہد میں رکنے کی مخالفت کی۔ اور سفر برابر جاری رہا۔

"ہم تہران چل کر چند روز قیام کریں گے۔ اور وہاں مکمل تھکن اتارنے کے بعد آگے بڑھنے کا پروگرام بنائیں گے۔" اس نے کہا اور میں ایک گہری سانس لے کر تیار ہو گیا۔

لیکن۔۔۔۔ میرے ذہن میں ایک پھانس سی چبھنے لگی تھی۔ اس دوران میں نے کام کیا کیا تھا۔ سوائے تفریح کرنے کے۔۔۔۔ پرنس کے بارے میں میں نے درفشانہ سے ملنے والی رپورٹ دے دی تھی۔ اس کے بعد سے اب تک خاصا وقت گذر چکا تھا۔ لیکن نہ تو غلام سیٹھ کا کوئی آدمی ملا تھا۔ اور نہ ہی میں نے ان کے لئے کچھ کیا تھا۔

آئندہ کیا ہو گا؟۔۔۔۔ اگر ہم تہران پہنچ گئے تو کیا وہاں غلام سیٹھ کے آدمی مجھے ملیں گے۔ درحقیقت اب تک انہوں نے جتنی رقم میرے اوپر خرچ کی تھی میں نے اس میں سے ایک چوتھائی رقم کا کام بھی نہیں کیا تھا۔ شریف کے لئے میرے پاس کوئی پتہ بھی نہیں تھا۔ گویا اس وقت تک میں فارغ تھا جب تک ان کا کوئی آدمی مجھ سے رابطہ قائم کر لے۔ لیکن۔۔۔۔ یہ کیا بات

ہوئی؟۔۔۔۔ ایک طرح سے وہ لوگ مجھے پرورش کر رہے تھے۔ آخر اس قدر رقم خرچ کرنے کی کوئی وجہ تو ہو گی۔ اور جو کچھ وجہ بتائی گئی تھی۔ وہ سچی بات یہ ہے کہ ابھی تک میری سمجھ میں نہیں آئی تھی۔ بھلا یہ بھی کوئی کام ہوا۔ میں خود ابھی تک لڑکیوں میں کھیل رہا تھا۔ مجھے خود پر ہنسی آ گئی۔ کیسی عجیب زندگی ہے میری بھی۔۔۔۔ دوسروں کے ہاتھوں میں کھلونا بنا ہوا ہوں۔ کوئی میرے اوپر مسلط نہیں ہے۔ لیکن۔۔۔۔ اس کے باوجود ایک لمحہ مجھے دوسروں کا محکوم کئے ہوئے ہے۔ بہرحال اس محکومی میں ہی بھلا تھا۔ دیکھا جائے گا۔ فی الحال کوشلیا ساتھ ہے۔ اس کے پاس کافی رقم ہے۔ چھوڑو ضمیر کی باتیں۔۔۔۔ جس طرح بن پڑے عیش کرو۔ حسین ساتھی، دولت اور جگہ جگہ کا سفر۔۔۔۔ اور کیا چاہئے؟۔۔۔۔ قسمت نے جس انداز سے آگے بڑھایا ہے وہی سہی۔۔۔۔

طویل سفر نیشاپور پر ختم ہوا کیونکہ رات ہو گئی تھی۔ عمر خیام کا شہر نیشاپور، میری آنکھوں کے سامنے بکھرا ہوا تھا حسین رباعیاں میرے ذہن میں گھوم گئیں۔ ایک رات نیشاپور میں گذاری۔ خنک اور بے کیف رات۔۔۔۔ جس میں کوشلیا کے نرم و گرم جسم کا لمس تو ضرور تھا لیکن اس کو نسوانیت کی دلکشی شجر ممنوعہ تھی۔ اس رات نے ذہن پر کوئی خاص تاثر نہیں چھوڑا۔ اور دوسرے دن حسب معمول سفر جاری ہو گیا۔ راستے میں کار کی ٹنکی پھر بھرنی پڑی۔ اور میں نے برق رفتاری سے سفر شروع کیا۔ کوشلیا بالکل پرسکون تھی۔ اسے اس تیز رفتاری پر ذرا بھی تردد نہیں تھا۔

اور اس وقت شام کے چار بجے تھے جب ہم تہران میں داخل ہوئے کئی دن سے مسلسل سفر ہو رہا تھا۔ اس لئے ایک رات کی تھکن دور نہ ہوتی اور دوسری صبح ہو جاتی۔ تہران میں داخل ہونے کے بعد میں نے سکون کا سانس لیا اور کسی عمدہ سے ہوٹل کی تلاش میں چل پڑا۔

ساڑھے چار بجے تھے لیکن سورج مرجھا گیا تھا۔ بازاروں میں خاص رونق ہو گئی تھی۔ اور بڑھتی ہی جا رہی تھی۔ میدان سپاہ کو پار کر کے خیابان فردوسی پر آ گئے۔ جہاں فردوسی کا حسین مجسمہ شاہنامے کی جلد تھامے کھڑا تھا۔ منی اسکرٹ اور پشک میں ملبوس لڑکیاں مٹرگشت کر رہی تھیں۔ سروں سے ریشمی رومال باندھے دل گدگدا دینے والے خدوخال لئے، جدید ترین سوٹوں میں ملبوس نوجوان، سینما۔۔۔۔ نائٹ کلب، کابرے۔۔۔۔!

تہران پوری آب و تاب سے ہمارے سامنے تھا۔ لیکن تھکن نے ان تمام چیزوں میں دلچسپی نہ لینے دی۔ بالآخر "سیل نو" کے خوب صورت لان میں داخل ہو کر ہم نے کار پارک کر دی۔ فوراً ہی ایک پورٹر ہمارے نزدیک پہنچ گیا۔ اس نے ہمارا جائزہ لیا اور کچھ نہ سمجھتے ہوئے انگریزی میں ہم سے سوال کیا۔

"کیا آپ یہاں قیام کرنا چاہتے ہیں جناب۔؟"

"ہاں۔" میں نے کہا۔

"تشریف لائیے۔" اس نے ادب سے کہا۔ اور پھر ڈکی کھول کر ہمارا بے تکا سامان نکالنے لگا۔ تاہم اس نے سامان کو حقارت کی نگاہ سے نہیں دیکھا تھا۔ کاؤنٹر پر پہنچ کر ہم نے اپنا نام مسٹر اور

مسز راجہ نواز اصغر لکھوایا اور ہمیں ایک خوبصورت کمرہ مل گیا۔ وسیع اور کشادہ کمرے کو دیکھ کر خوش ہو گئی تھی۔ صاف ستھری دیواریں۔ اعلیٰ پائے کا قالین دروازوں پر پڑے ہوئے حسین پر نرم گدوں والی مسہریاں۔ کوشلیا نے ایک طرف لگی ہوئی چوڑی کھڑکی کھول دی۔ اور باہر کا من دیکھنے لگی۔

"زندگی رواں دواں تھی۔ دور سے فردوسی کا مجسمہ نظر آ رہا تھا۔ کوشلیا گہرے گہرے سا لینے لگی۔

"کیا پروگرام ہے جان من۔؟" کوشلیا نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"جیسے تمہاری مرضی۔" میں نے بھی اسی انداز میں جواب دیا۔ پھر ہم نے رات کا کھانا طلب کیا۔ لذیذ ایرانی کھانا کھانے کے بعد کافی پی۔ اور پھر ہم نرم بستر میں دراز ہو گئے۔ کوشلیا آج میرے پاس ہی تھی۔ لیکن اسے شاید سخت نیند آ رہی تھی۔ اس نے میرے سینے میں منہ چھپا آنکھیں بند کر لیں۔ اور پھر مجھے بھی نیند آ گئی۔

میں زیادہ کچی نیند میں نہیں تھا۔ لیکن ------ اس وقت تھکن کے باوجود آنکھ کھل گ شاید کسی قسم کے کھٹکے کی آواز ہی تھی۔ میں نے نندری سی آنکھوں سے روشنی کے نیلے بلب کو دیکھ اور اچانک مجھے احساس ہوا کہ کوشلیا میرے پاس نہیں ہے۔ میں نے دوسرے بستر پر دیکھا۔ وہ خالی تھا۔

شاید باتھ روم میں ہو۔ لیکن اسی وقت نگاہ کمرے کے دروازے پر جا پڑی۔ اور میں چو پڑا۔ دروازہ کھلا ہوا تھا۔ باہر کی روشنی میں کچھ سائے اندر پڑ رہے تھے۔

میں حیرت سے اچھل پڑا۔ کیا قصہ ہے؟۔ کوشلیا کہاں گئی؟ دوسرے لمحے میں پھرتی سے ا گیا۔ میرے ذہن میں تجسس جاگ چکا تھا۔ دوسرے لمحے میں دبے پاؤں دروازے کی طرف بڑ اور ٹھٹک گیا۔ وہ آواز کوشلیا ہی کی تھی ------ سرگوشیوں کا انداز ------ کون تھا؟ ------ کس سے باتیں کر رہی تھی وہ؟ ------ میں غور سے سننے لگا۔ رات کے سناٹے میں سرگوشی صاف سنائی دے رہی تھیں۔

"یہ آنے کا وقت ہے۔؟"

"ہم آپ کے لئے بے حد مضطرب تھے مادام۔" ایک مردانہ آواز نے کہا۔ زبان ارد تھی۔

"لیکن جب تمہیں علم ہو گیا تھا کہ میں پہنچ گئی ہوں تو پھر انتظار کیوں نہیں کیا۔"

"اس میں کوئی حرج نہیں ہے مادام۔ یہاں دن رات آمد و رفت رہتی ہے۔ ہماری آ کسی نے شک کی نگاہ سے نہیں دیکھا ہو گا۔"

"لیکن ------ تمہیں معلوم ہو گیا ہو گا کہ میرے ساتھ کوئی اور بھی ہے۔"

"زیادہ پریشانی ہمیں اسی کی تھی۔ ہم نے سوچا کہ آپ اس کی وجہ سے کسی الجھن میں گر نہ ہوں۔"

"ہونہہ ------ الجھن ------ اس کی وجہ سے میں الجھن سے نکل گئی۔ ورنہ پھنس جاتی۔"

"اوہ! وہ کیسے مادام۔؟"

"مخبری ہو گئی تھی۔ سخت چیکنگ تھی۔"

"تعجب ہے۔ لیکن یہ ------"

"میں کہتی ہوں اس وقت چلے جاؤ۔ اگر وہ جاگ گیا تو میری پوزیشن خراب ہو جائے گی۔ بس اب جاؤ۔"

"کار لے جائیں مادام۔؟" پوچھا گیا۔

"ابھی نہیں ------ اسے شک ہو جائے گا۔ میں صبح نورو کے ساتھ آؤں گی۔"

"جیسی مادام کی مرضی ------ لیکن ٹھاکر پسند نہیں کریں گے کہ آپ کسی کو راز دار بنائیں۔"

"میں براہ راست ٹھاکر کو جواب دہ ہوں۔" کوشلیا نے کہا۔

"ہم تو حکم کے بندے ہیں۔" جواب ملا۔

"بس ٹھیک ہے۔ جاؤ۔" کوشلیا نے کہا۔ اور میں پھرتی سے اپنے بستر پر واپس آ گیا۔ لیکن ذہن سائیں سائیں کر رہا تھا۔ جسم سے پسینہ چھوٹ رہا تھا۔ کار کا کیا راز ہے؟۔ تو یہ لڑکی شروع سے بے وقوف بنا رہی ہے۔ ہونہہ ------ بن کس طرح رہی تھی۔ بڑے کردار کی مالک بن رہی تھی۔ لیکن ------ کیا یہ بھی منشیات کی...... اسمگلنگ کا قصہ ہے۔؟۔ میں تو بڑے خطرے میں پھنس گیا تھا۔

اور پھر کسٹم افسر کے الفاظ یاد آ گئے۔ اس نے کہا تھا کہ اسے اطلاع ملی ہے کہ کوئی چیز اسمگلنگ کر کے ایک کار کے ذریعہ لائی جا رہی ہے۔ کیا یہ وہی کار تھی؟۔ لیکن اس کی تو تلاشی ہو گئی تھی۔ کیا چیز پوشیدہ ہے اس میں۔؟

کوشلیا اندر آ گئی تھی۔ اور اب وہ میرے قریب کھڑی مجھے غور سے دیکھ رہی تھی۔ پھر اس نے سمجھا کہ شاید میرے سینے پر لیٹنے سے میری آنکھ کھل جائے گی۔ اس لئے وہ دوسرے بستر پر جا لیٹی اور میں نے سکون کا سانس لیا۔ اس وقت کوشلیا سے سخت نفرت محسوس ہو رہی تھی۔ اگر وہ خود کو باکردار لڑکی ثابت کرنے کی کوشش نہ کرتی تو شاید مجھے اس پر غصہ نہ آتا۔ ایسی تو بہت سی لڑکیاں مل چکی تھیں۔

اور دوسری لڑکیاں ------ وہ ان سے جدا کب تھی۔

لیکن گھاٹے میں میں بھی نہیں تھا۔ میں نے اسے کون سی حقیقت بتا دی تھی۔ میں نے بھی تو اسے اپنے بارے میں تاریکی میں رکھا تھا۔ نیند کا کوسوں پتہ نہیں تھا ذہن بے شمار خیالات کی آماجگاہ بنا ہوا تھا۔ کوشلیا سو گئی۔ لیکن میں جاگتا رہا۔ مختلف خیالات ذہن میں چکرانے لگے۔ مجھے یاد آیا ------ ایک رات اس نے ٹھاکر کا نام لیا تھا۔ اور پھر میگاں کے آنے کی وجہ سے بات ادھوری

رہ گئی تھی۔

ذہن میں تھوڑی سی نرمی پیدا ہوئی۔ اس نے مجھے اپنا کوئی راز بتانے کے لئے بھی کہا تھا۔ کیا وہ یہی راز تھا؟۔ بڑی کشمکش میں گرفتار ہو گیا تھا۔ ایک دل کہہ رہا تھا کہ خاموشی سے یہاں سے نکل جاؤں۔ کسی مصیبت میں نہ گرفتار ہو جاؤں لیکن پھر اچانک ذہن میں ایک اور خیال آیا۔

غلام سیٹھ نے مجھے سروے کرنے کے لئے بھیجا ہے۔ گو ایران منشیات کی تجارت سے مستثنیٰ ہے۔ لیکن ------ اگر مجھے کچھ اشارے مل رہے ہیں تو کیوں نہ معلومات کروں۔ کیسٹر کے الفاظ ذہن میں آئے۔ ضرورت مندوں کی ضرورت پوری ہو ہی جاتی ہے۔ یہ ضرورت کہاں سے پوری ہوتی ہے۔؟ دیکھوں تو سہی۔ تاکہ غلام سیٹھ کو یہاں کے بارے میں بھی اطلاع دے سکوں۔ اور یہ آخری خیال ہی زیادہ مناسب معلوم ہوا۔ میں نے فیصلہ کر لیا کہ بالکل اجنبی بنا رہوں گا۔ کوشلیا سے تعاون کروں گا اور مکمل معلومات حاصل کروں گا۔ اس دوران اگر کوئی خطرہ درپیش ہوا تو اس سے بھی نپٹ لیا جاسکے گا۔ جو ہو گا دیکھا جائے گا۔

آنکھیں بند کر لیں۔ لیکن ذہن میں کھولن ہو رہی تھی۔ اس معصوم صورت نے مجھ سے سب کچھ چھپایا تھا۔ اس کی شخصیت میں بھی راز تھے۔ یہ بھی دوسروں کے تابع تھی۔ اور بس اس کا آلہ کار بنا ہوا تھا۔ ٹھیک ہے مس کوشلیا۔ تم میرے دل سے اتر چکی ہو۔ لیکن ------ میں نے بھی تمہیں کون سی حقیقت سے آگاہ کیا ہے۔ جو پوزیشن تمہاری ہے وہی میری بھی ہے۔ تم مجھے بے وقوف بنا کر زیادہ خوش نہ ہو گی۔ فکر مت کرو۔ میرے ہونٹوں پر زہریلی مسکراہٹ پھیل گئی۔ بہرحال صبح ہو گئی۔ لیکن مجھے نیند نہیں آئی جبکہ کوشلیا گہری نیند سو گئی تھی۔

صبح کو اٹھ کر میں نے لباس وغیرہ تبدیل کیا۔ اور تیار ہو کر اخبار کی ورق گردانی کرنے لگا جو ملازم نے دروازے کے نیچے کی جھری سے ڈال دیا تھا۔ یہ انگریزی اخبار تھا۔ میری نگاہیں اخبار کی سرخیوں پر تھیں۔ لیکن ذہن آئندہ اقدامات میں ہی الجھا ہوا تھا۔ کوشلیا کی اب میری نگاہوں میں کوئی اہمیت نہیں تھی۔ کافی دیر کے بعد کوشلیا کی آنکھ کھلی۔ اس نے مجھے دیکھا اور اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

"کیا زیادہ وقت ہو گیا۔؟" اس نے ایک طویل انگڑائی لیتے ہوئے پوچھا۔

"ہاں ------ نو بجے ہیں۔" میں نے جواب دیا۔

"ارے۔" وہ جلدی سے اٹھ بیٹھی۔ اور پھر اس نے بھی منہ ہاتھ دھویا بال سنوارے، لباس تبدیل کیا۔ اور میرے سامنے بیٹھتی ہوئی بولی۔ "ناشتہ منگواؤ۔"

"بہت ------ بہتر۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ اور بیرے کو بلانے کے لئے گھنٹی بجا دی۔ بیرے کے آنے پر میں نے اسے ناشتے کا آرڈر دیا۔ اور پھر اخبار پر نگاہیں جما دیں۔

"کوئی خاص خبر ہے۔؟" کوشلیا نے میرے کندھے پر منہ رکھتے ہوئے کہا۔

"نہیں ------ دیکھو۔" میں نے اخبار اس کی گود میں ڈال دیا۔ کوشش کے باوجود میں خود پر قابو نہیں پا رہا تھا۔ لیکن شکر ہے کوشلیا نے یہ بات محسوس نہیں کی۔ ناشتہ آ گیا اور پھر ہم دونوں نے

ناشتہ کیا۔ ناشتے کے دوران کوشلیا کے چہرے پر عجیب سے تاثرات تھے۔ میں نے کئی بار محسوس کیا کہ وہ مجھ سے کچھ کہنا چاہتی ہے۔ لیکن کہہ نہیں پا رہی۔ ایک بار میں نے خود اس کی یہ مشکل حل کر دی۔

"کیا بات ہے کوشلیا ------ تم اچانک سنجیدہ ہو گئیں؟"

"میرے کچھ سوالات کے جواب دو گے نواز ------؟" اس نے سنجیدگی سے کہا۔

"ضرور ------" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"تم ------ تم مجھے کیا سمجھتے ہو۔؟"

"ایک حسین ساتھی ------"

"بس ------"

"ایک بہترین دوست ------ ایک خوب صورت ہم سفر زندگی۔" میں نے جواب دیا۔

"اگر تمہیں کبھی یہ احساس ہو جائے کہ میں ایک اچھی عورت نہیں ہوں، تو تمہارا کیا رد عمل ہو گا۔؟"

"اچھی عورت نہ ہونے سے تمہاری کیا مراد ہے؟"

"فرض کرو مجھ سے کوئی ایسی غلطی ہو جائے جو تمہاری نگاہ میں قابل معافی نہ ہو۔"

"میں تمہیں معاف کر دوں گا۔" میں نے کہا۔

"وعدہ کرتے ہو نواز۔؟" اس نے اداسی سے پوچھا۔

"مگر غلطی کیا ہے۔؟"

"پہلے وعدہ کرو ------"

"چلو وعدہ ------" میں نے ہنس کر کہا۔

"نواز۔ میں ایک دکھی عورت ہوں۔ میں نے غلط نہیں کہا تھا نواز۔ تم میری زندگی میں پہلے مرد ہو جس سے میں متاثر ہوئی ہوں۔ لیکن میری پچھلی زندگی بہت کٹھن ہے۔ میں نے نامساعد حالات کی آغوش میں آنکھ کھولی۔ میرا باپ منشیات کا اسمگلر تھا۔ اس نے پوری زندگی یہی کام کیا۔ میں اس کی اکلوتی لڑکی تھی۔ اس نے مجھے تعلیم دلائی۔ لیکن پھر جب وہ بوڑھا ہو گیا۔ تو اس نے مجھے اپنی لائن پر لگا دیا۔ اس نے مجھے اپنے بڑھاپے کے واسطے دیئے اور مجھ سے کہا کہ وہ میری عزت کی ذمہ داری لیتا ہے۔ اس نے تمام حالات میرے سامنے کر دیئے۔ وہ لاکھوں روپے کا مقروض تھا۔ اور ان خوفناک حالات کے ہاتھوں میں بے بس ہو گئی۔ میں نے وہی کام کرنا شروع کر دیا جو وہ کرتا رہا تھا۔ اور جو وہ چاہتا تھا۔ میں اس گروہ میں شامل ہو گئی۔ میں نے باپ کا تمام قرض ادا کر دیا۔ میری ماں مر چکی تھی۔ اب صرف باپ زندہ تھا۔ اور جب میں بھرپور طور پر کام کرنے لگی تو میرا باپ بھی مر گیا۔ لیکن میں ٹھاکر کے گروہ سے نہیں نکل سکی۔ اور آج تک اس کے لئے کام کر رہی ہوں۔ اس بار ایک لمبا کام میرے سپرد کیا گیا ہے۔ اور اس کے لئے مجھے امریکہ تک کا طویل سفر کرنا ہے۔ میں منشیات لے کر ہی ایران میں داخل ہوئی ہوں۔ تمہیں میں نے ایک عام آدمی سمجھ کر ہی لفٹ دی تھی۔ لیکن

تمہارا کردار میرے ذہن کو بھا گیا۔ میں نے تمہارے ساتھ اپنا جیون نتھی کر لیا اور تمہیں اپنا سب کچھ سونپ دیا' تب میں نے فیصلہ کیا کہ تمہیں اپنے بارے میں سب کچھ بتا دوں گی۔ اور پھر تم سے مدد چاہوں گی۔ تم اگر کہو گے تو اس گروہ کے لئے ہم دونوں کام کریں گے۔ اور تم منع کرو گے تو میں بھی یہ زندگی چھوڑ دوں گی اور تمہارے ساتھ رہوں گی۔ تم بے حد نیک انسان ہو اس لئے میں تمہیں سب کچھ بتاتے ہوئے ڈرتی رہی ہوں۔ اس رات میں دریائے ہلمند کے کنارے سب کچھ بتانے جا رہی تھی کہ وہ بیبی لڑکی آ گئی۔ اور ہمت پھر ٹوٹ گئی۔ یقین کرو نواز' اس کے بدلے آج تک میرے ضمیر نے کہا کہ میں تمہیں سب کچھ بتا دوں۔ لیکن میری ہمت نہ پڑی۔ میں نے سوچا کہ یہ کام پورا کر و اس کے بعد خود کو تمہارے سپرد کر دوں گی۔ تم جو چاہو میرے ساتھ سلوک کرو۔ اور اب میں یہاں پہنچ گئی ہوں۔ تمہیں یاد ہے جب کسٹم افسر تمہیں اندر لے گیا تھا تو میرا چہرہ اتر گیا تھا۔ اس وقت میں نے سوچا تھا کہ کہیں تم بین الاقوامی پولیس کے آدمی نہ ہو۔ اور اس کے بعد سے جو میں بے قابو ہوئی اس کی وجہ بھی یہی تھی۔ لیکن بھگوان کا شکر ہے تم وہ نہ نکلے۔"

"یہ میری کہانی ہے نواز۔ اور اب میں تمہاری عدالت میں ہوں میرے ساتھ جو چاہو سلوک کرو۔" وہ خاموش ہو گئی۔ اس کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے۔ اس کی کہانی بھر درفشانہ سے مختلف نہیں تھی۔ وہ بھی بے سہارا تھی۔ لیکن درفشانہ اب بھی اس سے زیادہ اہمیت رکھتی تھی۔ وہ زیادہ مظلوم تھی۔ اور پھر وہ میری ہم مذہب تھی۔ جب میں نے اس کے معاملے میں دل سخت کر لیا تھا تو یہ کیا چیز تھی۔ میں خاموشی سے اسے آنسو بہاتے دیکھتا رہا۔ گو اس نے دل کھول کر سامنے رکھ دیا تھا۔ اس نے ایک ایک حقیقت کہہ دی تھی۔ لیکن میرا دل اس کی طرف سے صاف نہیں ہوا تھا۔ اگر صاف بھی ہو جاتا تو میں کیا کر سکتا تھا۔ ظاہر ہے میں بھی اسی کی طرح مجبور تھا۔ میری زندگی تو خود دوسروں کے رحم و کرم پر تھی اور میں اس کے لئے دل میں کوئی خاص جذبہ نہیں رکھتا تھا۔ تاہم ابھی کچھ وقت اور گذارنا تھا۔ اور ----- غلام سیٹھ کے لئے اس سے معلومات بھی مہیا کرنا تھیں۔ چنانچہ تھوڑی دیر خاموشی کے بعد میں نے پوچھا۔

"تو ----- کیا' تمہارے پاس منشیات موجود ہیں۔؟"

"ہاں۔" اس نے جواب دیا۔

"لیکن کسٹم میں تو تلاشی ہو چکی تھی۔"

"یہ کار مخصوص قسم کی ہے۔ اس کے ضروری پرزوں کے ساتھ ساتھ بے شمار فالتو پرزے بھی لگے ہوئے ہیں۔ جو اندر سے خالی ہیں اور ان میں ہیروئن کی بہت بڑی مقدار چھپی ہوئی ہے۔"

"اوہ -----" میرے لہجے میں سرسراہٹ تھی۔ "یہ ٹھاکر کون ہے۔؟"

"ایک خطرناک انسان ----- جس کا کاروبار کھٹمنڈو سے امریکہ تک پھیلا ہوا ہے۔"

"کیا وہ ایران میں مقیم ہے؟"

"نہیں -----"

"پھر وہ کہاں ہے۔؟"

"اس کا قیام دہلی میں ہے۔ میں دہلی سے ہی آ رہی ہوں۔"

"یہاں اس کا باقاعدہ اڈہ ہے۔"

"ہاں ----- وہ واحد آدمی ہے جو یہاں پر اس خطرناک ماحول میں بھی کھلے دل سے کاروبار کرتا ہے۔ ورنہ ایران میں بڑے بڑے جیالے اس کاروبار سے جان چراتے ہیں۔ یہاں منشیات رکھنے والے کی سزا موت ہے۔"

"اور اگر میں وہاں نہیں جاؤں تو۔؟"

"ہم ہیروئن ان کے حوالے کرنے کے بعد آزاد ہوں گے۔" اس نے جواب دیا۔

"اور اگر اس سے پہلے پھنس گئے۔"

"ٹھاکر ذمہ دار ہے۔ وہ کسی نہ کسی طرح ہمیں بچا لے گا۔"

"پھر اب؟ ----- تم مجھ سے کیا چاہتی ہو۔؟"

"معافی ----- صرف معافی ----- میری یہ پہلی اور آخری خطا ہے مجھے معاف کر دو میں نے تم سے صرف یہی جھوٹ بولا ہے۔ اس کی وجہ بھی تمہیں بتا چکی ہوں۔ اس کے بعد تمہیں شکایت کا موقع نہیں دوں گی۔"

"ٹھیک ہے کوشلیا ----- میں خود ٹوٹا ہوا انسان ہوں۔ میں نے تمہیں معاف کر دیا۔" میں نے کہا اور وہ سکتے میں رہ گئی۔ چند منٹ پاگلوں کی طرح مجھے دیکھتی رہی اور پھر اچانک اس کے چہرے پر بے پناہ مسرت کے آثار پیدا ہوئے اور وہ مجھ سے لپٹ گئی۔ اس نے میرے چہرے اور گردن کے بے پناہ بوسے لے ڈالے۔ وہ بہت خوش نظر آ رہی تھی۔ کافی دیر تک وہ اپنی مسرت کا اظہار کرتی رہی۔ اس کا چہرہ خوشی سے گلنار ہو گیا تھا اور میں ترحم آمیز نگاہوں سے اسے دیکھ رہا تھا۔

بے وقوف لڑکی۔ دنیا نے مجھے اتنے دھوکے دیئے ہیں کہ اب نیکی اور حمیت کا تصور بھی میرے ذہن سے نکل گیا ہے۔ تو مجھ لٹے ہوئے انسان سے حمیت کی بھیک مانگ رہی ہے۔ دنیا نے تو یہ لفظ حرف غلط کی طرح میرے سینے سے مٹا دیا ہے۔ میں تجھے کچھ نہ دے سکوں گا سوائے دھوکے کے کہ یہی میرے پاس رہ گیا ہے۔ میں سوچ رہا تھا۔

کوشلیا آئینے کے سامنے اپنا میک اپ درست کر رہی تھی۔ پھر اس نے میری طرف مڑ کر کہا۔ "مجھے تھوڑی دیر کے لئے اجازت دو گے نواز؟"

"کہاں جا رہی ہو -----؟"

"کار خالی کرا لاؤں۔ اس کے بعد میرا کام ختم ہو جائے گا۔ ہاں' آئندہ کے لئے کیا بات کروں؟"

"اس کا فیصلہ بعد میں کر لوں گا۔ کیا یہاں سے فوری واپسی ضروری ہے؟" میں نے پوچھا۔

"بالکل نہیں۔"

"تب پھر اپنا کام کر کے واپس آ جاؤ۔ اس کے بعد فیصلہ کریں گے۔" میں نے لاپرواہی سے کہا اور اس نے گردن ہلا دی۔ پھر وہ جھکی اور میرے چہرے کو دونوں ہاتھوں میں لے کر میرے

ہونٹوں پر ہونٹ رکھ دیئے۔

"یقین نہیں آتا کہ اتنی بڑی الجھن کا اتنا آسان حل نکل آیا ہے نواز-------- یہ خیال میری جان لئے لے رہا تھا کہ جب تمہیں میری حقیقت معلوم ہو گئی تو تمہارا میرے ساتھ کیا سلوک ہو گا یقین کرو میرے لئے یہ بہت بڑا اطمینان تھا۔ تم بے حد عظیم ہو۔ تم بے حد وسیع القلب انسان ہو۔" اس نے دوبارہ میرے ہونٹوں کو چوما اور پھر باہر نکل گئی۔

میں کئی منٹ تک اپنی عظمت اور وسیع القلبی پر غور کرتا رہا۔ اور پھر ایک قہقہہ خود بخود حلق سے آزاد ہو گیا۔ کیسا دلچسپ لطیفہ ہوا تھا۔ اسے میری عظمت کا احساس اس وقت ہو گا جب میں اس کے ساتھ سیر و تفریح کرنے کے بعد کہیں اچانک غائب ہو جاؤں گا۔ اور پھر وہ زندگی بھر مجھے تلاش کرتی رہے گی۔ اسے میری وسیع القلبی کا پتہ اس وقت لگے گا جب غلام سیٹھ ٹھاکر کے اڈے کو تباہ کرنے کے لئے ایران پولیس کو اس کی نشاندھی کرلے گا۔ یہ کام میں بھی کر سکتا تھا۔ لیکن میرے آقاؤں کی طرف سے ایک دوسرا کام میرے سپرد کر دیا گیا تھا۔ مجھے صرف اتنا ہی کرنا تھا۔ باقی کام ان لوگوں کا تھا۔ ہاں، کوشلیا سے غلام سیٹھ کے اڈے کی پوری تفصیل معلوم کرنا میرا کام تھا اور میں جانتا تھا کہ یہ کوئی مشکل کام نہیں ہے۔" بیرے نے دروازے پر دستک دی۔ شاید ناشتے کے برتن لینے آیا تھا۔

"آ جاؤ۔" میں نے کہا اور آرام کرسی پر پاؤں پھیلا لئے۔ تب دروازہ کھلا اور بہت سے بھاری قدم اندر آ گئے۔ یقیناً وہ بیرا نہیں تھا۔ میں نے چونک کر گردن گھمائی۔ چار سادہ پوش تھے اور ان کے عقب میں ایرانی پولیس کی وردی نظر آ رہی تھی۔

"میں تعجب سے کھڑا ہو گیا۔

"آپ ہی مسٹر نواز ہیں۔؟" ایک سادہ لباس لیکن بارعب شخص نے انگریزی میں مجھ سے پوچھا۔ ایک منٹ کے ہزارویں حصے میں میرے ذہن نے مجھے خطرے سے آگاہ کر دیا۔ ضرور گڑبڑ ہو گئی۔ اور اب مجھے اس گڑبڑ سے نپٹنا تھا۔

"جی ہاں-----" میں نے چہرے پر حیرت کے آثار پیدا کر کے کہا۔ "کیا بات ہے۔؟"

"مسز نواز کہاں ہیں۔؟"

"اوہ!----- خیریت-----؟"

"براہ کرم میری بات کا جواب دیں۔"

"مسز نواز کا کوئی وجود نہیں ہے محترم------ وہ ایک ہندو لڑکی کوشلیا ہے۔ جو خواہ مخواہ خود کو میری بیوی بتاتی ہے۔ حالانکہ میں اس پر کئی بار اعتراض کر چکا ہوں۔ لیکن میری سمجھ میں نہیں آتا کہ آپ کون ہیں۔ اور ہم لوگوں کے بارے میں کیا معلوم کرنا چاہتے ہیں۔"

"کار نمبر ڈی آر او ایک سو چودہ آپ کی ملکیت ہے۔؟"

"کوشلیا کی ہے۔ لیکن میں پھر وہی سوال کروں گا۔" میں نے کہا۔

"تم لوگ یہاں سے دور چلے جاؤ۔ اور دور سے کمرے کے دروازے پر نگاہ رکھو۔ ہم وہاں

گفتگو کریں گے۔" اس نے پولیس کانسٹیبلوں کی طرف اشارہ کر کے کہا۔ اور پھر اپنے دو سادہ لباس آدمیوں کو بھی ان کے ساتھ بھیج دیا۔ اب صرف وہ افسر اور اس کا ایک قوی ہیکل اور اسمارٹ ساتھی اندر رہ گئے تھے لمبے تڑنگے قد اور قوی ہیکل جسم کا مالک شخص دروازے کے قریب کرسی گھسیٹ کر اور اس پر ایک پاؤں رکھ کر کھڑا ہو گیا۔ اور دوسرا آدمی میرے سامنے کرسی گھسیٹ کر بیٹھ گیا۔ اس کی تیز نگاہیں میری پیشانی کی ہڈی توڑنے کی کوشش کر رہی تھیں۔

"آپ کا پورا نام کیا ہے۔؟"

"راجہ نواز اصغر۔"

"کیا آپ مجھے اپنے کاغذات دکھائیں گے۔؟"

"ضرور------ لیکن پہلے میں آپ کے بارے میں جاننا پسند کروں گا۔" میں نے کسی قدر سخت لہجہ اختیار کرتے ہوئے کہا۔

"اوہ!------ ضرور۔" اس نے میری سختی کا جواب نرمی سے دیا۔ اور پھر جیب سے اپنا شناختی کارڈ نکال کر میرے سامنے کر دیا۔ وہ ایکسائز آفیسر تھا مجھے اپنے شبہے کا یقین ہو گیا۔ شاید کوشلیا ان کے چنگل میں پھنس گئی تھی۔

"شکریہ، مجھے اپنے کاغذات دکھانے میں کوئی اعتراض نہیں ہے" میں نے کہا اور اٹھ کر اپنے سامان سے اپنے کاغذات نکالے اور اس کے سامنے ڈال دیئے۔ اس نے میرے کاغذات دیکھے اور چونک پڑے۔

"ارے------ آپ پاکستانی ہیں۔"

"بحمد اللہ------" میں نے کہا۔

"لیکن وہ ہندوستانی ہے۔ آپ لوگ------؟" اس نے بڑی حیرت سے کہا۔

"اگر آپ اجازت دیں تو میں اپنی اور اس کی پوری کہانی سنا دوں اس طرح آپ کو آسانی ہو گی۔ لیکن میری سمجھ میں یہ سب کچھ نہیں آیا ہے۔"

"یہ معلوم کر کے کہ آپ پاکستانی ہیں۔ ہم آپ کے ساتھ کوئی برا سلوک نہ کر سکیں گے۔ کیونکہ پاکستانیوں کی ہمارے دل میں عزت اور حمیت ہے۔ لیکن براہ کرم آپ اپنی پوری کہانی سنا کر اپنی پوزیشن ضرور صاف کر دیں۔"

"بہتر ہے۔" میں نے کہا۔ "میں سرائے عالمگیر کا باشندہ ہوں۔ سیاحت کا شوق بچپن سے تھا کوشش کرتا رہا۔ اور بالآخر اس کوشش میں کامیاب ہو گیا۔ پشاور سے کابل اور پھر افغانستان کے دوسرے خوب صورت شہروں کو دیکھتا ہوا آ رہا تھا کہ قندھار کے راستے میں وہ مل گئی۔ میں نے اس سے لفٹ مانگی اور پھر------ ہم نے دریائے ہلمند کے کنارے ایک رات گذاری۔ اور معاف کیجئے۔ بقول اس کے وہ مجھ سے محبت کرنے لگی۔ میں نے یہ سوچ کر بہرحال ایران تک کے لئے ایک حسین ساتھی مل جائے گا اس کی محبت قبول کر لی۔ دوران سفر ہمارے درمیان کے تمام پردے ہٹ گئے۔ ایک اور ہپی جوڑا ہمارے ساتھ ہو گیا۔ جسے ہم نے جام تربت میں چھوڑ دیا۔ اس نے اپنے بارے میں بتایا کہ وہ سیاح ہے اور ہندوستان سے آئی ہے۔ یہاں سے ہم

دونوں کا علیحدہ ہو جانے کا پروگرام تھا۔ لیکن اس نے چند روز اور میرے ساتھ گذارنے کی فرمائش کی۔ اس طرح ہم دونوں نے ایک ہی ہوٹل میں کمرہ لے لیا۔ یہ مختصر، لیکن مکمل تفصیل ہے۔"

ایکسائز افسر کسی سوچ میں گم ہو گیا۔ لیکن اس کی نگاہیں بدستور میرے چہرے پر جمی ہوئی تھیں۔ اس کے چہرے پر بہت سے رنگ آ رہے تھے۔ پھر اس نے ایک گہری سانس لی اور بولا۔

"آپ کی ساتھی اس وقت کہاں ہے۔ مسٹر نواز۔"

"اسے کچھ چیزیں خریدنی تھیں۔ ایک گھنٹے میں واپسی کے لئے کہہ کر گئی ہے۔"

"یقیناً وہ اپنی کار پر گئی ہو گی۔"

"میں اس کے ساتھ نیچے نہیں گیا۔ لیکن یقیناً وہ کار لے گئی ہو گی۔ براہ کرم اب تو بتا دیں کیا قصہ ہے۔ میں سخت الجھن میں گرفتار ہو گیا ہوں۔" میں نے پریشان ہونے کی اداکاری کرتے ہوئے کہا۔ اور ایکسائز افسر گردن ہلانے لگا۔

"یقیناً آپ سخت پریشانیوں میں پڑ گئے ہیں مسٹر نواز اصغر۔ آپ کی ساتھی لڑکی منشیات کے اسمگلروں کے ایک خطرناک گروہ سے تعلق رکھتی ہے۔" ایکسائز افسر نے کہا۔ گو بات میرے لئے اجنبی نہیں تھی۔ لیکن صورت حال خراب ہو گئی تھی۔ ایک لمحے کے لئے میں حواس باختہ ہو گیا۔ ایکسائز افسر بغور میری کیفیت کا جائزہ لے رہا تھا اور یہ بات میرے حق میں ہی جاتی تھی۔

☆ ☆ ☆

"تاہم" اس نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔ "میں نے آپ کے بیان پر غور کیا ہے۔ آپ پاکستانی ہیں۔ ہمارے بھائی۔ میں دیکھوں گا کہ میں آپ کی کیا مدد کر سکتا ہوں۔ براہ کرم آپ میرے ساتھ چلئے۔"

"میں تیار ہوں۔ لیکن میں آپ کو بتا چکا ہوں۔ اگر مجھے ذرہ برابر شبہ ہو جاتا کہ وہ اسمگلر ہے' تو میں سب سے پہلا فرد ہوتا جو ایران پولیس کو اس بات کی اطلاع دیتا۔" میں نے انتہائی شریفانہ انداز میں کہا۔

"ٹھیک ہے" افسر نے کہا۔ اور پھر کمرے میں چاروں طرف دیکھنے لگا۔ "اگر آپ اجازت دیں تو میں کمرے کی تلاشی لے لوں۔ یقیناً آپ کے سامان میں لڑکی کا سامان بھی ضرور ہو گا۔"

"مجھے کیا اعتراض ہو سکتا ہے۔" میں نے کہا اور ایکسائز افسر نے اپنے ایک آدمی کو اندر بلا لیا۔ ان دونوں نے مل کر نہایت پھرتی سے میرے سامان کی تلاشی لی۔ کوشلیا کے سامان میں کپڑوں وغیرہ کے علاوہ کچھ نہیں تھا۔ میرے سامان میں بھی کوئی مشتبہ چیز نہیں تھی۔ سوائے پستول کے میں نے پستول کا لائسنس بھی افسر کے حوالے کر دیا' جسے اس نے دیکھنے کے بعد پستول سمیت قبضے میں کر لیا۔

"اس کے بارے میں ضروری کارروائی کرنے کے بعد اسے آپ کے حوالے کر دیا جائے گا۔"

"ایک بات بتا دیں تو شکر گزار رہوں گا۔"

"ہاں۔ ہاں فرمایئے؟" افسر کے لہجے میں اب نرمی آ گئی تھی۔

"کیا لڑکی گرفتار کر لی گئی ہے؟"

"ابھی نہیں۔ لیکن چند گھنٹوں کے بعد وہ گرفتار کر لی جائے گی' اس کی کار کے بارے میں پولیس کو اطلاع دے دی گئی ہے۔ پورے شہر میں اس کار کو تلاش کیا جا رہا ہے۔"

"اوہ۔" میں نے گردن ہلائی اور پھر میں ان کے ساتھ چلنے کے لیے تیار ہو گیا۔ ہوٹل کے باہر ایکسائز کی پک اپ کھڑی ہوئی تھی۔ مجھے پک اپ میں بیٹھنے کی پیشکش کی گئی اور پھر پک اپ اسٹارٹ ہو کر چل پڑی' ایک خوبصورت عمارت میں مجھے کئی افسروں کے سامنے لے جایا گیا۔ میرے ساتھ آنے والے افسر نے اپنی رپورٹ اور میرے کاغذات ان افسروں کے سپرد کر دیئے۔ اور افسران کاغذات کو دیکھنے لگے۔ پھر انہوں نے آپس میں مشورہ کے بعد کوئی فیصلہ کیا اور مجھے وہاں سے ایک دوسرے کمرے میں لے جایا گیا۔

"اسے لاک اپ تو نہیں کہا جا سکتا تھا۔ کیونکہ یہ لاک اپ کے انداز میں نہیں بنا ہوا تھا۔ لیکن باہر سے دروازہ بند کر دینے کے بعد اس کی شکل لاک اپ ہی کی سی ہو گئی۔ ایک آرام دہ صوفے پر بیٹھ کر میں نے جوتے اتارے اور دراز ہو گیا۔ یہ میری زندگی کا ایک نیا دور تھا۔ میں پولیس کی حراست میں تھا۔ ایک غیر ملک میں۔ یہاں میرا کوئی نہیں تھا۔ اور کہیں بھی میرا کوئی نہیں تھا۔ ایک تنہا' لاوارث انسان۔ گھر والوں کا تصور ہی ذہن سے نکل گیا تھا۔ مجھے یہ سوچ کر حیرت ہوئی تھی کہ کبھی میرا کوئی گھر بھی تھا۔ گھر۔ کیسی انوکھی چیز ہوتی ہے۔ کیسا دلکش تصور ہوتا ہے۔ لیکن یہ میرے جیسے لوگوں کے لیے تو نہیں ہوتا۔ نہ میں اس کے لائق ہوں' میں۔ جو اپنے وطن کو کچھ نہ دے سکا تھا۔ میں' جس کی شخصیت ہر ایک کے لیے بیکار ثابت ہوئی تھی۔

تنہائی تھی ------ ذہن پریشان تھا ------ ایسے میں وقت گزاری کا یہی ذریعہ ہو سکتا ہے کہ اپنے ------ یا کسی اور کے بارے میں سوچو' اپنے انجام کی مجھے کیا فکر ہو سکتی ہے ------ مجھے ایران میں منشیات کی تجارت کرنے والے لوگوں کے لیے قانون معلوم تھا۔ منشیات کے اسمگلروں کو یہاں گولی مار دی جاتی ہے۔ اگر چھٹانک بھر سیسہ میرے بدن کے کسی حصے میں اتر کر میری کہانی بھی ختم کر دے تو کیا فرق پڑے گا۔ زندگی کا یہ بوجھ جس وقت بھی میرے کاندھوں سے اتر جائے۔ کیا حرج ہے۔ اخبارات میں ایک چھوٹی سی خبر آ جائے گی۔ اور بس ------ کچھ جاننے والے اپنے ذہنوں کو ٹٹولیں گے کہیں ہمدردی کی رمق ہو گی۔ نہیں طنز بھری مسکراہٹ۔ خس کم جہاں پاک ------ میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ اور میں نے منہ پھاڑ کر ایک طویل جماہی لی۔ ہا ------ میرے منہ سے آواز نکلی ------ میں نے ذہن میں ایک عدالت ترتیب دی۔ خود کو ملزموں کے کٹہرے میں کھڑا کر دیا۔ ایک فرضی وکیل تیار کیا' ایک جج۔ اور اپنا مقدمہ ان کی عدالت میں پیش کر دیا۔

"یور آنر ------" میرے وکیل نے کہا۔ "ملزم نواز اصغر ایک سیدھا سادا دیہاتی۔ جس کے باپ نے اس جذبے کے تحت اسے تعلیم دلائی تھی کہ وہ تعلیم یافتہ ہو کر ایک باعزت شہری کی

زندگی بسر کرنے کے ساتھ ملک و ملت کی حسب توفیق خدمت کرے۔ جناب والا۔ ملزم نے اسی جذبے کے تحت تعلیم حاصل کی۔ وہ مستقبل کے بارے میں بڑے بڑے خواب دیکھتا رہا۔ لیکن جب اس نے مستقبل میں قدم رکھا۔ تو اس کا ایک خواب بھی پورا نہ ہوسکا۔ اسے مایوسیوں کے سوا کچھ نہ ملا۔ لیکن، ملزم کے قدم اس وقت بھی نہ بھٹکے۔ اس نے خودکشی کرنے کا فیصلہ کرلیا۔ تب۔۔۔۔۔ کچھ غلط انسانوں نے اسے اپنا آلہ کار بنالیا۔ ایک ایسا شخص یور آنر۔ جو زندگی ختم کرنے کا فیصلہ کرچکا ہو، موم کے ڈھیر کی مانند ہوتا ہے۔ کیونکہ وہ اپنی جدوجہد ختم کرچکا ہوتا ہے۔۔۔۔۔ اس کی اپنی شخصیت ختم ہوچکی ہوتی ہے۔ چنانچہ موم کے اس ڈھیر کو ہر شخص اپنی مرضی کے مطابق ڈھال سکتا ہے۔ کیا آپ اسے قصوروار سمجھیں گے جناب والا۔"

"یور آنر۔۔۔۔۔" میرے مخالف وکیل نے دخل اندازی کی۔ "ملزم ایک ناکارہ نوجوان تھا۔ ٹھیک ہے۔ اس نے کسی اچھے جذبے کے تحت تعلیم حاصل کی۔ اس نے ایک اچھی زندگی اپنانا چاہی اور اسے اچھی زندگی نہ مل سکی، لیکن۔۔۔۔۔ اس کا یہ مطلب تو نہیں ہے کہ وہ جرائم کی طرف راغب ہوجائے۔ دنیا میں کتنے لوگ ہیں، جو بہت کچھ ہوتے ہیں لیکن منزل نہ ملنے پر سامنے کی چیز سے سمجھوتہ کرلیتے ہیں۔ ملزم نے اپنا ایک معیار کیوں مقرر کرلیا تھا۔ وہ کسی کارخانے، کسی مل میں مزدوری کرکے بھی زندگی بسر کرسکتا تھا۔ کیا کھیتوں میں ہل چلانے والے، کارخانوں میں مشینیں چلانے والے، گودی پر وزن اٹھانے والے مزدور باعزت نہیں ہوتے۔ یور آنر۔۔۔۔۔ جو شخص محنت کرکے روزی کمائے، وہ ایک باعزت شہری ہے، کیونکہ نہ تو وہ جرائم کرکے ملک کی مشکلات میں اضافہ کرتا ہے۔ نہ وہ وطن کے لیے بوجھ بنتا ہے۔۔۔۔۔ ممکن تھا ملزم ابتدائی زندگی گزارنے کے بعد اپنی منزل پالیتا۔۔۔۔۔ لیکن وہ ایک ناکارہ انسان تھا۔ اس کی ناکارگی۔ غلط سوچ پہلے اسے خودکشی کی منزل کی طرف لے گئی۔۔۔۔۔ پھر وہ جرائم کی دنیا میں داخل ہوگیا۔۔۔۔۔ ایسے نوجوان ملک کے لیے بہت بڑا بوجھ، بہت بڑا خطرہ ہیں۔ معاشرے کو اس ذہنیت سے پاک ہونا چاہیے۔۔۔۔۔ کوئی انسان اپنے لیے ایک راہ نہ مقرر کرلے۔ اسے صرف یہ دیکھنا چاہیے کہ اس کے ملک کو دفتر کی کرسی پر بیٹھ کر احکامات چلانے والے افسروں ہی کی ضرورت نہیں بلکہ خون پسینہ ایک کرکے محنت کرنے والے مزدوروں کی بھی ضرورت ہے۔ اس کا مطلب ہے اسے صرف اپنے آپ سے محبت ہے، ملک و ملت سے نہیں۔ یور آنر۔ نوجوان ذہنوں سے یہ خیال ہٹ جانا چاہیے کہ وہ تعلیم صرف اس لیے حاصل کریں کہ کسی دفتر میں افسر ہوں۔۔۔۔۔ تعلیم حاصل کرکے کھیتوں میں ہل چلانے والے زیادہ اناج اگاسکتے ہیں۔ کیونکہ وہ زمینوں کے بارے میں بہتر طور سے جانتے ہوں گے۔ زندگی کے ہر شعبے میں وہ ایک عام آدمی کی حیثیت سے کام کرکے ملک کو کہیں سے کہیں لے جاسکتے ہیں۔ ہر شخص صرف یہ دیکھے کہ اس کی زندگی اور اس کے ملک کو کس شعبے میں کس شخص کی ضرورت ہے۔ اگر وہ اپنی زندگی ملک کے حوالے کردے، اپنی انا کو ختم کردے تو ملک کہاں سے کہاں پہنچ سکتا ہے۔ لیکن ملزم کا انداز فکر یہ نہ تھا۔ ملزم۔"

ابھی میرا مخالف وکیل اسی قدر کہہ پایا تھا کہ میرے خیالات کا تسلسل ٹوٹ گیا۔ کمرے کے

دروازے پر دستک ہوئی تھی۔ پھر چند لوگ اندر داخل ہوگئے۔ ان میں وہ بھی تھے جن سے تھوڑی دیر قبل، میں ملاقات کرچکا تھا۔

"کوشلیا کو سیل نو سے گرفتار کرلیا گیا ہے۔ وہ اپنی کار سمیت یہاں پہنچ چکی ہے اور اب اس کی کار کی تلاشی لی جارہی ہے لیکن اس نے کوئی شاپنگ نہیں کی ہے۔ ایک افسر نے کہا۔

"میں کیا عرض کرسکتا ہوں۔" میں نے شانے ہلائے۔

"مسٹر نواز۔ ہماری خواہش ہے کہ آپ کے ساتھ کوئی سختی نہ ہو۔ ہم آپ سے ہمدردی رکھتے ہیں۔ لیکن اگر آپ بھی اس جرم میں شریک پائے گئے تو بہرحال آپ کے سفارت خانے کے تعاون سے ہم آپ کو بھی سزا دینے پر مجبور ہوں گے۔ جیسا کہ آپ نے کہا ہے کہ آپ لڑکی کے جرم میں شریک نہیں ہیں۔۔۔۔۔ اگر یہ درست ہے تو پھر ہماری مکمل ہمدردی آپ کے ساتھ ہے۔ ہم درخواست کریں گے کہ آپ ہماری مدد کریں۔ دوسری شکل میں بھی ہم کوشش کریں گے کہ آپ پر سے بوجھ کم ہوجائے۔"

"میں کیا مدد کرسکتا ہوں۔۔۔۔۔ مجھے بتایئے۔" میں نے کہا۔

"آپ کوئی اندازہ لگاسکتے ہیں کہ اس نے یہ وقت کہاں گزارا ہوگا؟"

"یقین کیجیے۔۔۔۔۔ میں کوئی اندازہ نہیں لگاسکتا۔" میں نے کہا۔

"ہوں۔" کسٹم افسر کسی سوچ میں گم ہوگیا۔ پھر اس نے گردن ہلاتے ہوئے دوسرے لوگوں سے کہا۔ "ٹھیک ہے مسٹر نواز اصغر، اس سلسلے میں کوئی مدد نہیں کرنا چاہتے، ہمیں خود ہی کام کرنا ہوگا! شکریہ مسٹر نواز۔" اور پھر وہ سب ایک ایک کرکے کمرے سے نکل گئے۔ میرا ذہن ایک بار پھر الجھ گیا تھا۔

کیا کوشلیا کو میری گرفتاری کا علم ہوگیا ہے؟ ہو ہی گیا ہوگا۔ ظاہر ہے وہ کمرے میں واپس آئی ہوگی اور اسے کسٹم افسروں نے چھاپ لیا ہوگا۔ لیکن اب مجھے کیا کرنا چاہیے۔ کوشلیا نے آخری وقت میں اپنا راز مجھ پر ظاہر کردیا تھا۔ بہرحال اس کے خلوص پر اب میں کوئی شک نہیں کرسکتا تھا۔۔۔۔۔ لیکن۔۔۔۔۔ مجھے کسی کا خلوص کونسا چاٹنا تھا۔ افغان رقاصہ بھی میرے رحم کی ملتجی تھی۔ وہ میرے ساتھ رہنا چاہتی تھی۔ میگاں۔۔۔۔۔ اگر میں اسے سہارا دیتا تو ممکن تھا اس نے جو کچھ کہا تھا وہ کر دکھاتی۔ ایک بھٹکنے والی لڑکی کو راہ راست پر لے آنا بہت بڑا ثواب تھا۔ ان دونوں کی بہ نسبت کوشلیا تو پھر بھی اپنی حیثیت رکھتی تھی۔

اور پھر میں بذات خود کیا تھا۔۔۔۔۔ احمق لڑکیاں مجھے ستون سمجھتی ہیں، حالانکہ میں ایک کھوکھلا ستون ہوں، جس کا سہارا کسی بھی وقت تباہی لاسکتا ہے۔ مجھے خود اپنی سلامتی کی فکر کرنی چاہیے۔ جہنم میں جائیں کوشلیا اور دوسرے۔ مجھے خود پر غصہ آنے لگا! خود میرا کردار کیا ہے۔ ایک بے ضمیر انسان۔ جو زمین کے سینے پر ایک ناسور کی حیثیت سے ابھر آیا ہے۔ اپنی کریہہ اور تکلیف دہ شخصیت کو نہ جانے کیا سمجھ بیٹھا ہے۔ ابھی تو مجھے خود اپنے آپ کو دیکھنا تھا۔ غلام سیٹھ۔۔۔۔۔ میرا باس۔۔۔۔۔ میرا آقا۔۔۔۔۔ اسے میری گرفتاری نہ جانے کس قدر مہنگی پڑے! بیکار ہے کسی کے

بارے میں کچھ سوچنا۔ بیکار ہے۔ صرف وہ کرو جس میں اپنی بچت ہو۔

اور میں ایک خود غرض انسان بن گیا۔ گناہ ثواب۔ جو کچھ کر چکا ہوں اس کے سامنے اب ان الفاظ کی کیا اہمیت رہتی ہے۔ میرا دل سخت ہو گیا۔۔۔۔۔ کوشلیا کا چہرہ میرے لیے اجنبی بن گیا۔ میں اطمینان سے کرسی میں دراز ہو گیا۔ تھوڑی دیر کے بعد میرے لیے کافی آئی اور میں نے اطمینان سے کافی پی۔

وہ رات مجھے اسی کمرے میں گزارنی پڑی۔ کسی قسم کی کوئی تکلیف مجھے نہیں ہوئی تھی۔ دوسرے دن ناشتے کے وقت مجھے کمرے سے نکالا گیا اور اسی عمارت کے دوسرے کمرے میں لے جایا گیا۔ یہاں کئی آدمی موجود تھے۔ اور ان میں وہ کسٹم افسر بھی تھا جس سے میری سرحد چوکی پر ملاقات ہوئی تھی۔

اسے دیکھ کر میں چونک پڑا۔ میں نے ایک گہری سانس لی۔ ان سب نے گرمجوشی سے میرا استقبال کیا تھا اور بڑے اہتمام سے مجھے بیٹھنے کی پیشکش کی گئی۔ میں بیٹھ گیا تو ملازم قسم کے لوگوں نے ناشتہ لگا دیا اور ہم نے نہایت خاموشی سے ناشتہ کیا۔ اس دوران ان لوگوں کے رویے پر میرا ذہن الجھتا رہا۔ خود کو ان کے سوالات کے لیے تیار کرتا رہا۔ اور جب ناشتہ ختم ہوا تو میں ان سے گفتگو کے لیے پوری طرح تیار تھا۔

پھر ناشتہ ختم ہو گیا۔ "ایک کپ کافی اور۔" ایک افسر نے مجھے پیشکش کی اور میں نے انکار نہیں کیا۔

"یہ جمشید عظمی ہیں۔ مقامی افسر نے سرحدی کسٹم افسر کا تعارف کراتے ہوئے کہا۔

"جی۔" میں نے گردن ہلا دی۔

"غالباً آپ لوگوں کی پہلے ملاقات ہو چکی ہے۔"

"جی ہاں۔ میں ان کے ساتھ کافی پی چکا ہوں۔"

"خوب۔۔۔۔۔ تو مسٹر نواز۔ جمشید عظمی صاحب کا کہنا ہے کہ سرحد پر انہوں نے آپ کی کار کی تلاشی لی تھی اور آپ سے گفتگو بھی کی تھی؟"

"جی ہاں۔"

"آپ نے اس ہندو لڑکی کو اپنی بیوی بتایا تھا۔"

"جی۔"

"آپ اعتراف کرتے ہیں؟"

"جی ہاں۔" میں نے گردن جھکا کر جواب دیا۔

"آپ کے ساتھ دو حضرات اور بھی تھے؟"

"جی۔"

"وہ کہاں گئے؟"

"جام تربت میں اتر گئے۔"

"کیا اب بھی آپ نہیں بتائیں گے مسٹر نواز۔ کہ لڑکی سے آپ کا کیا تعلق ہے؟"

"میں حقیقت عرض کر رہا ہوں۔ آپ کو تحقیق کا حق ہے۔ وہ صرف میری ہم سفر تھی۔۔۔۔۔ دوران سفر ہم اس قدر بے تکلف ہو گئے تھے کہ ہمارے درمیان سے تمام پردے ہٹ گئے تھے۔ میں جذباتی طور پر اس سے بے حد متاثر تھا۔ بے پناہ ذہین اور تعلیم یافتہ لڑکی ہے۔۔۔۔۔ اس نے خود کو سیاح بتایا تھا۔ پھر اس نے پیشکش کی کہ وہ پوری زندگی میرے ساتھ بسر کرنا چاہتی ہے اور میں نے جذباتی طور پر یہ پیشکش قبول کر لی۔ اسی جذبے کے تحت میں نے اسے اپنی بیوی بتا دیا تھا۔"

"اوہ۔" افسروں نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا۔ پھر وہی افسر بولا۔

"کیا اب بھی آپ اسی جذبے پر قائم ہیں مسٹر نواز؟"

"اگر وہ لڑکی جرائم پیشہ ہے تو پھر میں اس سے نفرت کرتا ہوں۔ میں صرف ایک سیاح ہوں۔ اس کی قابلیت نے مجھے متاثر کیا تھا اور میں نے سوچا تھا کہ بہرحال وہ ایک عمدہ رفیق سفر بن سکتی ہے۔ لیکن اگر وہ جرائم پیشہ ہے تو پھر میں اس پر لعنت بھیجتا ہوں۔"

"آپ۔۔۔۔۔ مذہبی رشتے سے ہمارے بھائی ہیں مسٹر نواز۔ کیا آپ ہماری اخلاقی مدد کر سکتے ہیں؟" افسر نے پوچھا۔

"میں نہیں سمجھ سکا۔"

"دراصل۔۔۔۔۔ ہم نے تحقیقات کی ہے۔ ہمارے بین الاقوامی مخبروں نے جس لڑکی کی خبر دی تھی وہ سو فیصدی اسی لڑکی کے بارے میں تھی۔ لیکن اس کی پوری کار کھول دی گئی۔ اس میں کوئی چیز نہیں ملی ہے۔ ہم اس وقفے کے متلاشی ہیں جو اس نے شاپنگ کے بہانے باہر گزارا اور ہمارا خیال ہے کہ اس دوران منشیات کہیں اتار دی گئیں۔ کہاں؟ کس جگہ "اس کے بارے میں کوئی پتہ نہیں چل سکا! لڑکی نے انتہائی کوشش کے باوجود اعتراف نہیں کیا۔ ہمیں جو معلومات حاصل ہوئی ہیں ان کے تحت یہ بھی پتہ چلا ہے کہ اس کے ساتھ آپ کا کوئی وجود نہیں تھا۔ اس طرح ہمیں اس بات کا بھی یقین ہو گیا ہے کہ آپ نے جو کچھ کہا ہے درست ہے۔ ہمیں جو غلط فہمی ہوئی ہے اس کے لیے ہم معافی چاہتے ہیں اور آپ سے مدد کی درخواست کرتے ہیں۔"

"شکریہ۔" میں نے کہا۔ "میں آپ کی کیا مدد کر سکتا ہوں۔"

"لڑکی آپ سے متاثر ہے۔ آپ یہاں چند روز قیام کریں' اس پر نگاہ رکھیں۔ اسے اپنی محبت کا یقین دلا دیں اور پھر اس سے اس کے مقامی ٹھکانے کے بارے میں چالاکی سے معلوم کریں اور ہمیں اطلاع دے دیں۔۔۔۔۔ ہم آپ کے بے حد شکر گزار ہوں گے اور حکومت ایران کی طرف سے آپ کو انعام بھی پیش کیا جائے گا۔ میں گردن جھکا کر ان کی پیشکش پر غور کرنے لگا۔ بظاہر ان کی امداد بے مقصد تھی۔۔۔۔۔ مجھے کسی انعام کی ضرورت نہیں تھی۔ نہ ہی میں اخلاقیات کا معلم تھا۔۔۔۔۔ مجھے حالات کا بخوبی اندازہ ہو گیا تھا۔۔۔۔۔ بہرحال ان لوگوں سے بگاڑنا بھی درست نہیں تھا۔۔۔۔۔ وعدہ کر لینے میں کیا حرج تھا۔ ظاہر ہے بعد میں' میں ناکامی کا اعتراف کر سکتا تھا۔

چنانچہ میں نے ایک گہری سانس لے کر کہا۔ "ٹھیک ہے' جناب! حالانکہ لڑکی کی حقیقت معلوم ہونے کے بعد میں اس سے کوئی واسطہ نہیں رکھنا چاہتا۔ لیکن بہرحال میں آپ کی مدد کے لیے تیار ہوں۔

"بہت بہت شکریہ مسٹر نواز-------- ہم آپ کے بے حد مشکور ہیں۔" کسٹم آفیسرز نے باری باری مجھ سے ہاتھ ملاتے ہوئے کہا۔ وہ سب خوش ہوگئے تھے۔

"پروگرام یہ ہے کہ ہم لوگ' آپ دونوں کو معذرت کرنے کے بعد رہا کردیں گے۔ آپ اطمینان سے واپس اپنے ہوٹل جائیں۔ سیرو تفریح کریں۔ آپ کے ہوٹل میں ہمارا ایک نمائندہ موجود ہوگا۔ جو ہر رات گیارہ بجے آپ سے رابطہ قائم کرے گا۔ روم نمبر ایک سو گیارہ۔ اس کمرے میں اس کا قیام ہوگا۔ براہ کرم جلد بازی سے کام نہ لیں' لڑکی بہت چالاک ہے۔ مشکل ہی سے راہ راست پر آئے گی۔ آپ کافی احتیاط سے اس سے معلومات حاصل کریں گے۔"

"آپ بے فکر رہیں۔ اب میں اتنا بے صلاحیت بھی نہیں ہوں۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"شکریہ مسٹر نواز۔" افسروں نے کہا۔ "ہم آپ کو ابھی دفتر میں طلب کریں گے۔ لڑکی بھی وہیں ہوگی۔ آپ دونوں سے اظہار معذرت کیا جائے گا۔"

"بہتر ہے۔" میں نے گردن ہلاتے ہوئے کہا اور کسٹم افسر ایکبار پھر میرا شکریہ ادا کرکے باہر نکل گئے۔ ان کے جانے کے بعد میرے ہونٹوں پر ایک عجیب سی مسکراہٹ پھیل گئی۔ میں نے ایک آرام دہ کرسی میں گر کر آنکھیں بند کرلیں۔ میں نے اپنا ذہن آزاد چھوڑ دیا تھا۔ تقریباً پندرہ منٹ اسی طرح گزر گئے۔ پھر دو آدمی میرے پاس آئے۔

"تشریف لائیے۔" ان میں سے ایک نے کہا اور میں ان کے ساتھ باہر نکل آیا۔ تھوڑی دیر کے بعد میں آفیسرز کے دفتر میں تھا۔ وہاں کوشلیا بھی موجود تھی۔

"نواز۔" وہ مجھے دیکھ کر بے ساختہ بول پڑی اور میں اس کے قریب پہنچ گیا۔ میں نے محبت سے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھ دیا اور آہستہ آہستہ اس کا کندھا تھپتھپانے لگا! تب کسٹم آفیسر گردن ہلائی اور انگلش میں بولا۔

"سوری فرینڈز۔ ہم لوگ شرمندہ ہیں کہ آپ دونوں کو تکلیف دی۔ دراصل ہمیں اطلاعات ملی تھیں کہ ایسی ہی ایک کار میں کچھ منشیات لائی جارہی ہیں۔ اطلاعات' کچھ اس قدر آپ لوگوں پر فٹ ہوتی تھیں کہ ہم یہ قدم اٹھانے پر مجبور ہوئے۔ ہمیں امید ہے کہ آپ ہماری مجبوری کا احساس کرتے ہوئے ہمیں معاف کردیں گے۔"

"ٹھیک ہے آفیسر-------- ویسے آپ نے ہمارے کچھ بہترین لمحات ضائع کردیئے۔" میں نے کہا۔

"ہمیں واقعی افسوس ہے۔" آفیسر نے شرمندگی سے کہا۔

"پھر اب کیا حکم ہے؟"

"آپ لوگ جاسکتے ہیں۔" آفیسر نے کہا۔

"شکریہ۔" میں نے کوشلیا کا ہاتھ پکڑتے ہوئے کہا۔ اور ہم دونوں باہر نکل آئے۔ باہر کوشلیا کی کار موجود تھی۔ میں نے اس کا اسٹیرنگ سنبھالا اور کوشلیا میرے نزدیک آبیٹھی۔ کار کسٹم ہاؤس کی عمارت سے نکل آئی۔ اور سڑک پر دوڑنے لگی۔ کوشلیا نے تھکے تھکے انداز میں میرے شانے پر سر ٹکا دیا۔ وہ گہری گہری سانسیں لے رہی تھی۔ میں نے ایک ہاتھ سے اسٹیرنگ سنبھالا اور دوسرا ہاتھ اس کی کمر میں ڈال دیا۔ اس نے آسودہ نگاہوں سے مجھے دیکھا اور ایک پھیکی سی مسکراہٹ اس کے ہونٹوں پر پھیل گئی۔

"ہم ایک بڑی مصیبت سے نکل آئے ہیں نواز۔" اس نے تھکی تھکی سانسیں لیتے ہوئے کہا۔

"ہاں۔ حالات نے ہمارا ساتھ دیا ہے۔" میں نے جواب دیا۔

"میں بھی یہی سوچ رہی ہوں۔ اگر کار خالی نہ ہو جاتی تو ہم بری طرح پھنس جاتے۔ لیکن کام بروقت ہوگیا۔"

"یہ بہت اچھا ہوا۔" میں نے کہا۔ تھوڑی دیر کے بعد ہم ہوٹل پہنچ گئے! ہوٹل کے کمرے میں داخل ہوتے ہی کوشلیا مجھ سے لپٹ گئی۔ اس نے میری گردن میں ہاتھ ڈال کر مجھے بھینچ لیا۔

"تم نے-------- تم نے میری بہت مدد کی ہے نواز۔ میں۔ میں تمہاری بے حد احسان مند ہوں۔ بے حد احسان مند-------- اگر تم انہیں میری حقیقت بتادیتے تو۔ تو مجھے گولی ماردی جاتی۔"

"لیکن اس احسان کا صلہ کب ملے گا حضور؟" میں نے ایک صوفے میں گرتے ہوئے کہا۔ کوشلیا بھی میرے اوپر گر پڑی تھی' اس نے میرے سینے میں منہ چھپا کر شرماتے ہوئے کہا۔

"صرف دو دن اور۔ میں۔ میں شرمندہ ہوں نواز۔ صرف دو دن اور صبر کرلو۔" وہ میرے جسم میں داخل ہونے کی کوشش کرتے ہوئے بولی۔ لیکن اس وقت اس کی یہ گرمجوشی' یہ محبت میرے لیے بیکار تھی۔ الٹی مجھے کوفت ہو رہی تھی۔ اس وقت جب وہ میرے پہلو میں منہ چھپائے گہری نیند سو رہی تھی' میں کچھ فیصلے کررہا تھا میں سوچ رہا تھا کہ اب اس سے پیچھا چھڑالوں۔ مجھے کیا ضرورت تھی کہ ایران پولیس کے لیے کام کروں۔ میں ایک سیاح تھا۔ مجھے ان جھگڑوں میں پڑنے کی کیا ضرورت تھیں یہاں سے مجھے ترکی جانا تھا۔ کافی رات گئے تک میں اس سلسلے میں پروگرام بناتا رہا۔ اور پھر مجھے بھی نیند آگئی۔

دوسری صبح جب آنکھ کھلی تو کوشلیا ایک صوفے میں دراز اخبار پڑھ رہی تھی۔ اس کا چہرہ نکھرا نکھرا تھا۔ غسل کرکے آئی تھی' خوبصورت بالوں سے پانی کے قطرے ٹپک رہے تھے۔ شاید اس نے انہیں ٹھیک سے خشک نہیں کیا تھا۔ چونکہ وہ اخبار میں مصروف تھی اس لیے مجھے جاگتے نہ دیکھ سکی تھی۔ میں اسے دیکھتا رہا۔

نہ جانے کیوں اس وقت کوشلیا مجھے بہت حسین نظر آئی۔ سیک نقش و نگار' حسین گردن' گداز شانے' سانچے میں ڈھلا ہوا جسم' بلاشبہ وہ ایک حسین عورت تھی۔ ساڑھی میں پوشیدہ اس

جسم کے ایک ایک نقش سے مجھے واقفیت تھی۔ یہ سب کچھ میری دسترس میں تھا۔ ان سب کا حصول میرے لیے مشکل نہیں تھا۔ پھر۔ کیا اس خوبصورت جسم کو اتنی جلدی چھوڑ دوں؟ کیا اس نعمت سے منہ پھیر کر گزر جاؤں؟ یہ تو بے وقوفی ہوگی۔ یہ تو حماقت ہے۔ چند روز اور سہی۔ کیا حرج ہے۔ میں کونسا مصروف آدمی ہوں۔ وہ بھی آزاد ہے۔ اس کا کام ختم ہو چکا ہے۔ اور رات کے کئے ہوئے فیصلے میں نے فوری طور پر ملتوی کر دیئے۔ اور پھر میں ایک طویل انگڑائی لے کر اٹھ گیا۔

کوشلیا نے جلدی سے اخبار رکھ دی۔ اٹھی۔ حسین ساڑھی میں وہ بالکل ایک گھریلو عورت لگ رہی تھی' اس کی پیار بھری مسکراہٹ بڑی دلاویز تھی۔ میں اس مسکراہٹ کا کیا جواب دوں میں کیسا انسان ہوں۔ میرا ذہن اس قدر بھٹکا ہوا کیوں ہے۔ پوری دنیا ایک فریب ہے۔ ہم ایک دوسرے کے فریب سے واقف ہیں ------ لیکن فریب کھانے کے لیے ہوتے ہیں۔ ہم جان بوجھ کر کیوں فریب کھاتے ہیں؟ یہ لڑکی دنیا کی سب سے پارسا عورت نہیں ہے۔ میں اس کی وقتی ضرورت ہوں ------ یہ میری وقتی ضرورت ہے ------ ہم دونوں اس ضرورت کو دائمی ظاہر کر کے ایک دوسرے کو فریب دے رہے ہیں۔ فریب کھا رہے ہیں۔

لیکن کیا میں بھی فریب کھانے والوں میں شامل ہوں؟ میں نے خود سے سوال کیا۔ اور جواب نفی میں ملا۔ نہیں۔ میں تو صرف فریب دے رہا ہوں۔ میں دل سے کب چاہتا ہوں کہ اس لڑکی کو اپنی زندگی کا ساتھی بناؤں۔ سوچتا بھی کیوں ------ کس برتے پر۔ کیا میں یہ حیثیت رکھتا ہوں۔

وہ کچی ہے ------ مجھ پر ظاہر ہو گئی ------ لیکن میں ابھی تک ایک بند کتاب ہوں۔ وہ میرا ایک صفحہ بھی نہیں پڑھ سکی ہے ------ اور اس کی عدم واقفیت ہی مناسب ہے' ------ مجھے اپنی فطرت کے اس کمزور پہلو کو درست کرنا ہوگا۔ میرا ضمیر ابھی تک گناہ ثواب کے چکر میں پڑا ہوا ہے۔ اور یہ گناہ ثواب کا چکر ایک روز مجھے لے ڈوبے گا۔ نہیں میں ڈوبنا نہیں چاہتا۔ آخر کونسی کمی ہے مجھ میں ------ دنیا فریب پر زندہ ہے۔ میں بھی ایک ذہین آدمی ہوں ------ میں نے خود کو کچل کیوں دیا ہے' جب میں نے اپنی پسند کی زندگی اپنانے کی کوشش کی تھی ------ تو دنیا نے میری طرف کوئی توجہ نہیں دی۔ مجھے موت کی منزلوں تک پہنچا دیا۔ اگر میں مر جاتا تو اس دنیا میں کونسا انقلاب آ جاتا ------ ممکن ہے سمندر سے میری لاش بھی برآمد نہ ہوتی ------ میں مچھلیوں کی خوراک بن جاتا۔ یا اگر لاش مل بھی جاتی تو کیا ہوتا ------ اخبارات میں ایک آدھ دن تصویر چھپ جاتی اور پھر میری لاش میڈیکل کالج کے طلباء کے کام آتی۔ وہ چیر پھاڑ کرتے۔ اور اس طرح میری زندگی کی کہانی ختم ہو جاتی۔

لیکن۔ پھر دنیا نے مجھے اپنی پسند کی زندگی دی۔ میں نے اس زندگی سے سمجھوتہ کر لیا۔ تو پھر میں اس دنیا کی بھلائی کا بوجھ کیوں سمیٹے پھروں؟ مجھے تو ایک بے ضمیر انسان ہونا چاہیے۔ ایک ایسا انسان جس کا دل میڈیکل کالج کی لیبارٹری کے کسی جار میں محفوظ ہو۔ بیکار ہے۔ مکاری کرو۔ زندگی گزار دو۔ نوچ پھینکو بدن سے ان شرافت کے لبادوں کو ------ ایک خود غرض' فریبی اور مکار

انسان' جسے صرف خود سے ہمدردی تھی۔ دوسروں کی جس کی نگاہ میں کوئی حیثیت نہ تھی۔

اور یہ حقیقت ہے جناب ------ کہ اس دن سے میری زندگی بدل گئی۔ میں نے ضمیر کے آخری کانٹے کو بھی نکال پھینکا۔ اور اس فریبی دور کا فریبی انسان بن گیا ------ چنانچہ کوشلیا کی پیار بھری مسکراہٹ کے جواب میں اس سے زیادہ پیار بھری مسکراہٹ میرے ہونٹوں پر آ گئی تھی۔

"کیا سوچ رہے تھے نواز؟" اس نے میرے قریب آتے ہوئے کہا۔

"خود پر یقین کر رہا تھا۔"

"میں نہیں سمجھی؟"

"تم بے حد حسین ہو کوشلیا۔ میں خود کو یقین دلا رہا تھا۔ کہ تم میری ہو۔ میری اپنی۔ مگر دل کمبخت نہیں مان رہا تھا۔ وہ وسوسوں کا شکار تھا۔"

کوشلیا مجھ سے لپٹ گئی۔ "میرا رواں رواں تمہارا ہے نواز۔ میرا ایک ایک انگ تمہارا ہے۔ تم نے میرا دل جیت لیا ہے۔ تم خود کو کسی سے کمتر کیوں سمجھتے ہو۔ تم بھی تو ایک عظیم انسان ہو۔ مردانہ خوبیوں کا مرقع۔ تم نے مجھے معاف کر دیا۔ مجھ فریبی کو۔ تم نے میگاں کو ٹھکرا دیا۔ کیونکہ تم مرد ہو۔ عورت کے بھرپور حقدار' کوئی آبرو باختہ تمہیں کیوں پسند آئے۔ میں تمہارے قدموں میں رہ کر زندگی کی ہر منزل پا لوں گی۔ میں اب اپنی آئندہ زندگی کا پروگرام تمہاری مرضی سے بناؤں گی۔"

اس نے اپنے ہونٹ میرے ہونٹوں پر رکھ دیئے اور پھر ایک طویل بوسے سے فارغ ہو کر میں نے اس سے باتھ روم میں جانے کی اجازت چاہی۔ غسل سے فارغ ہو کر میں نے ناشتہ منگوایا۔ اور ہم دونوں ناشتہ کرنے لگے' پھر ناشتے سے فارغ ہو کر میں نے کوشلیا سے آج کا پروگرام پوچھا۔

"میں متردد ہوں نواز ------ جاننا چاہتی ہوں کہ میرے ساتھیوں کو بھی میری گرفتاری کی اطلاع ملی تھی یا نہیں؟"

"ہاں ------ یہ تشویش کی بات ہے۔ انہوں نے ابھی تک تمہاری خیریت نہیں دریافت کی۔"

"اگر انہیں علم ہو گیا ہے تو وہ کسی طور یہاں آنے کی کوشش نہیں کریں گے ------ انہیں خطرہ ہوگا کہ کسٹم والے میری نگرانی نہ کر رہے ہوں۔ نہ ہی وہ فون کریں گے۔"

"اوہ۔ پھر؟"

"حالات ٹھیک ہو جانے کی اطلاع دینے کے لیے مجھے خود ہی باہر نکلنا ہوگا! اس کے علاوہ ان سے رقم بھی لینی ہے۔ اور آئندہ کا پروگرام بھی بنانا ہے!"

"دوپہر تک کی اجازت دے دو۔ یہاں سے جاؤں گی اور اندازہ کروں گی کہ میرا تعاقب تو نہیں کیا جا رہا۔ پھر یقین ہونے کے بعد کسی پبلک کال بوتھ سے فون کروں گی اور انہیں صورت حال کی اطلاع دوں گی۔"

ٹھیک ہے۔ میری ضرورت ہو تو۔!"

"نہیں نواز۔ وہ لوگ ابھی تمہیں برداشت نہیں کریں گے' تم آرام کرو۔ میں دوپہر تک

واپس آجاؤں گی۔"

"ٹھیک ہے۔ میں تمہارا انتظار کروں گا۔"

"تم اگر کہیں جانا چاہو تو جاسکتے ہو۔"

"مجھے کہاں جانا ہے۔ یہیں آرام کروں گا۔" میں نے کہا اور کوشلیا اٹھ گئی۔ اس نے مجھے پیار کیا اور اپنا پرس لے کر باہر نکل گئی۔۔۔۔۔۔ میں اسے دروازے تک چھوڑنے آیا تھا۔

اس کے چلے جانے کے بعد کافی دیر تک میں یونہی خالی الذہن بیٹھا رہا' اور پھر میرے کمرے کے دروازے پر دستک ہوئی۔ میں نے سوچا۔ بیرا ہوگا' چنانچہ میں نے اسے اندر آنے کی اجازت دی' لیکن اندر آنے والے کو دیکھ کر میں چونک پڑا۔ درمیانے جسم کا ایک اسمارٹ سا آدمی تھا۔ مقامی ہی معلوم ہوتا تھا۔

اس نے مسکراتے ہوئے مجھے سلام کیا۔ اور پھر جیب سے اپنا شناختی کارڈ نکال کر میرے سامنے کردیا۔ میں نے ایک گہری سانس لی' کسٹم کا آدمی تھا۔

"تشریف رکھیے۔"

"روم نمبر ایک سو گیارہ کے مکین کے بارے میں آپ کو اطلاع دے دی گئی ہے جناب۔" اس نے میرے سامنے بیٹھتے ہوئے کہا۔

"ہاں۔۔۔۔۔۔ لیکن کیا اس کا تعاقب کیا جارہا ہے؟" میں نے ایک دم پوچھا۔

"نہیں۔۔۔۔۔۔ یہ مناسب نہیں سمجھا گیا۔۔۔۔۔۔ اگر اسے شک ہوگیا تو کام بگڑ سکتا ہے۔ اس سلسلے میں مکمل طور سے آپ پر بھروسہ کیا گیا ہے۔"

"میرا خیال ہے یہ مناسب ہے۔ تعاقب کا شبہ اسے بھی ہوگا اور وہ اس کا خیال رکھے گی۔"

"بہت خوب۔ لیکن وہ اس وقت کہاں گئی ہے؟"

"مجھ سے شاپنگ کے لیے ہی کہہ گئی ہے۔"

"آپ نے اسے اعتماد میں لینے کی کوشش کی؟"

"یقیناً۔۔۔۔۔۔ لیکن کیا فوری طور پر یہ سب کچھ ممکن ہے؟" میں نے سوال کیا۔

"اوہ نہیں۔۔۔۔۔۔ نہ ہی میرے اس سوال کا یہ مقصد تھا۔ بس میں نے سوچا آپ سے تعارف حاصل کرلیا جائے۔"

"ٹھیک ہے۔ آپ بے فکر رہیں۔"

"اجازت۔" وہ کھڑا ہوگیا اور پھر مجھ سے ہاتھ ملا کر باہر نکل گیا۔ اس کے جانے کے بعد میں نے ایک گہری سانس لی اور مسکراتا ہوا آرام کرسی میں گھس گیا۔ ابھی چند ہی منٹ گزرے تھے ایک بار پھر دستک ہوئی اور میں چونک پڑا۔ اس بار میں خود ہی دروازے تک گیا تھا۔ لیکن دروازے کے باہر بیرا کھڑا ہوا تھا۔

"کیا بات ہے؟" میں نے اس سے پوچھا۔ اور اس نے ایک لفافہ میری طرف بڑھا دیا۔ میں نے حیرت سے لفافہ کھولا۔ اندر ایک چھوٹا سا پرزہ رکھا ہوا تھا جس پر صرف ایک لائن درج تھی۔

"روم نمبر چھتیس میں پہنچو۔ غلام۔"

"میرے چہرے پر عجیب سے تاثرات پھیل گئے۔ ایک لمحے کے لیے مجھے اپنی آنکھوں پر یقین نہیں آیا۔ بیرا اسی طرح کھڑا ہوا تھا۔

چنانچہ میں نے جلدی سے کہا۔ "ٹھیک ہے۔"

اور وہ سلام کرکے چلا گیا۔ میں نے تحریر پھر پڑھی۔ کیا درحقیقت یہ غلام سیٹھ کی تحریر ہے؟ لیکن وہ یہاں کہاں؟ بہرحال دیر کرنا مناسب نہیں تھا۔ میں نے جلدی سے لباس درست کیا۔ لفافہ جیب میں رکھا اور کمرے سے نکل آیا۔ کمرے کو لاک کرکے میں سیڑھیوں کے ذریعے نیچے پہنچ گیا۔ روم نمبر چھتیس پہلی منزل پر تھا۔ اس دوران میں نے خیال رکھا تھا کہ کسٹم کا نمائندہ کہیں میری ہی تو نگرانی نہیں کر رہا کیا ضروری تھا۔ کہ انہوں نے میرے اوپر اعتماد کر ہی لیا ہو۔ لیکن خیریت ہی تھی۔ میں نے کمرہ نمبر چھتیس تلاش کیا اور آہستہ سے اس کے دروازے پر دستک دی۔

"آجاؤ۔" اندر سے غلام سیٹھ کی آواز سنائی دی۔ میں اس آواز کو بخوبی پہچانتا تھا۔ میں ایک گہری سانس لے کر اندر داخل ہوگیا۔ اندر غلام سیٹھ موجود تھا۔ اور اس کے ساتھ ایک اور شاندار آدمی تھا۔ بے شکن سوٹ پہنے ہوئے ایک طویل القامت آدمی جس کی گھنی قلمیں سفید تھی باقی بال سیاہ۔ اس کا چہرہ بھی سرخ و سفید تھا اور اس پر بھرپور زندگی رقصاں تھی۔

"دروازہ بند کردو نواز؟" غلام سیٹھ نے کہا اور میں نے خاموشی سے اس کے حکم کی تعمیل کی۔ ویسے میں نے آنے والے لمحات کے لیے خود کو تیار کرلیا تھا۔ نہ جانے غلام سیٹھ کس مقصد کے لیے یہاں آیا ہے اور یہ شاندار آدمی کون ہے؟ دروازہ بند کرکے میں ان دونوں کے قریب پہنچ گیا۔

"کیسے ہو؟" غلام سیٹھ نے مسکراتے ہوئے میری طرف ہاتھ بڑھا دیا اور میں نے ایک گہری سانس لی۔

"شکریہ جناب۔ بالکل ٹھیک ہوں۔"

"ان سے ملو۔ یہ میرے دوست ناصر یمانی ہیں۔ ہمارے مقامی کارندے۔" غلام سیٹھ نے کہا اور طویل القامت آدمی نے گرمجوشی سے مجھ سے مصافحہ کیا اور پھر غلام سیٹھ نے مجھے کرسی پر بیٹھنے کا اشارہ کیا اور خود بھی یمانی کے ساتھ صوفے پر بیٹھ گیا۔

"مسٹر یمانی سے مجھے تمہارے ساتھ پیش آنے والے موجودہ واقعات کا پتہ چلا اور میں خود ہی یہاں پہنچ گیا۔ درحقیقت اتفاقیہ طور پر ایک بہترین موقع ہاتھ آگیا۔ میں نے سوچا اس وقت تم سے براہ راست گفتگو مناسب رہے گی۔"

"جی؟" میں حیرت سے اچھل پڑا۔

"ہاں۔" غلام سیٹھ نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "میں نے تم سے کہہ دیا تھا نواز۔۔۔۔۔۔ کہ تمہیں کسی بھی علاقے میں کوئی تکلیف نہیں ہوگی۔ ہر جگہ میرے آدمی موجود ہیں۔ تمہیں شاید میری بات پر پورا بھروسہ نہیں تھا۔"

"مجھے حیرت ہوئی ہے غلام سیٹھ۔" میں نے اعتراف کیا۔

"چپے چپے پر تمہاری حفاظت کی گئی ہے نواز۔ یوں بھی بلاشبہ تم ہمارے بہترین کارکن ثابت ہوئے ہو۔ تمہاری اب تک کی کاوشوں کو تحسین کی نگاہ سے دیکھا گیا ہے۔ تم ہمارے معیار پر پورے اترے ہو۔ چنانچہ فیصلہ کیا گیا کہ تمہیں ترقی دے دی جائے۔" غلام سیٹھ نے کہا۔ مجھے درحقیقت شدید حیرت تھی۔ حالانکہ میں نے ایکبار بھی محسوس نہیں کیا تھا کہ کچھ پراسرار لوگ میری نگرانی کر رہے تھے۔ آخر وہ کہاں پوشیدہ تھے۔ نہ ہی میرے خیال میں' میں نے اب تک کوئی ایسا کارنامہ انجام دیا تھا جو بڑی حیثیت کا حامل ہو۔ کہیں غلام سیٹھ مجھ پر طنز تو نہیں کر رہا؟ لیکن غلام سیٹھ کے لہجے سے ایسی کوئی بات مترشح نہیں تھی۔

بہرحال سب سے پہلے موجودہ حالات پر گفتگو کر لی جائے۔" غلام سیٹھ نے کہا۔

"جی۔" میں نے طویل سانس لی۔

"ویسے اس دوران تمہیں کوئی تکلیف تو نہیں ہوئی؟"

"نہیں ------ لیکن مجھے یہ احساس رہا کہ میں نے کچھ بھی نہیں کیا۔"

"اوہ۔ کیوں؟" تم نے ایسا کیوں سوچا۔ میرا تو خیال ہے کہ تم نہایت سلیقے سے اپنا کردار انجام دے رہے ہو۔ تمہاری رپورٹیں بھی انتہائی جامع تھیں۔ ہم پورے طور پر تم سے مطمئن ہیں۔"

"شکریہ۔" میں نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔

"لڑکی کے بارے میں مفصل حالات بتاؤ۔ کیا وہ تم سے کچھ کھلی ہے؟"

"ہاں۔ وہ ہیروئن لائی تھی' جو کار کے مخصوص پرزوں میں پوشیدہ تھی۔ لیکن وہ مال اڈے پر پہنچ چکی ہے۔"

"کس کے لیے کام کر رہی ہے؟"

"ٹھاکر کے لیے۔" میں نے جواب دیا۔ اور غلام سیٹھ اچھل پڑا۔ یمانی بھی حیرت زدہ انداز میں پہلو بدل رہا تھا۔

"اور تم کہہ رہے ہو کہ ابھی تم نے کوئی کام نہیں کیا۔ ارے یہی کام تم نے لاکھوں روپے کیا ہے۔ کیوں یمانی میرا اندازہ غلط تھا؟"

"حیرت انگیز جناب ------ مجھے گمان بھی نہیں تھا کہ ٹھاکر نے یہاں اتنی احتیاط سے قدم جمائے ہوئے ہیں۔" یمانی نے متعجب لہجے میں کہا۔

"میرے پاس بہت دن کی اطلاعات تھی۔ لیکن بس کوئی داؤ نہیں لگ رہا تھا۔ ویسے یار بڑا دار آدمی ہے۔ یہ ماننا پڑے گا۔ ایران میں دھندہ کرنا معمولی دل گردے کا کام نہیں ہے۔" غلام سیٹھ تعریفی انداز میں بولا۔ پھر میری طرف رخ کر کے اس نے کہا۔ "لڑکی تم پر اعتماد کرتی ہے۔ نواز؟"

"ہاں۔"

"اس نے تمہیں اور کیا بتایا؟"

"بس اس سے زیادہ نہیں۔"

"اڈے کا پتہ بتا سکتی ہے؟"

"میں کوشش کر سکتا ہوں جناب۔" میں نے جواب دیا۔

"خیر۔ کسٹم والوں سے کیا بات چیت ہوئی؟" غلام سیٹھ نے پوچھا۔ اب کسی بات پر حیرت بیکار تھی۔ میں جان گیا تھا کہ حیرت انگیز طریقے پر میرے بارے میں معلومات حاصل کی جاتی رہی ہیں۔ چنانچہ میں نے کسٹم ہاؤس کی پوری کہانی سنا دی۔ غلام سیٹھ کا چہرہ خوشی سے کھلا پڑا رہا تھا۔ یمانی بھی دلچسپی سے میری رپورٹ سن رہا تھا۔

میرے خاموش ہوتے ہی غلام سیٹھ نے خوشی سے ہاتھ ملتے ہوئے کہا۔ "ونڈر فل نواز۔ تم ضرورت سے زیادہ شاندار آدمی نکلے۔ کیوں یمانی ------ آخر میرے آدمی نے ٹھاکر کو چت کر دیا نا۔ بس نواز ------ اب آخری چوٹ اور لگا دو پیارے۔ تم بہت چالاکی سے لڑکی سے اڈے کے بارے میں معلومات حاصل کرو اور پھر کسٹم والوں کو اس کی اطلاع دے دو بس ------ تمہارا کام یہاں سے ختم۔ اس کے بعد جب تمہیں اطمینان ہو جائے کہ کسٹم والے تمہاری طرف متوجہ نہیں ہیں تو یمانی سے مل لینا۔ تمہیں آئندہ کے لیے ہدایات مل جائیں گی۔ ممکن ہے میں بھی دوبارہ تم سے ملاقات کروں۔ بس اب تم جاؤ۔ میں تمہارے ساتھ ایک کپ چائے بھی نہیں پی سکتا۔ ممکن ہے لڑکی جلد واپس آ جائے۔"

"او کے باس؟" میں نے کہا اور اٹھ کھڑا ہوا۔ میرے ساتھ ہی وہ دونوں بھی اٹھے اور مجھ سے مصافحہ کیا۔ میں کمرے سے نکل آیا۔ اور چاروں طرف دیکھتا ہوا اپنے کمرے میں آ گیا۔ کمرے کا دروازہ میں نے اندر سے بند کر لیا اور ایک صوفے پر گر پڑا۔ میری عجیب حالت ہو رہی تھی کچھ انکشافات' کچھ دوسرے خیالات۔ میرے اوپر اس قدر گہری نگاہ رکھی جا رہی ہے۔ مجھے گمان بھی نہیں تھا۔ اگر کسی وقت میں لوگوں سے اکتا کر کوئی لو. قدم اٹھانے کی کوشش کرتا تو یقیناً مجھے روکا جا سکتا تھا۔ اور پھر کوشلیا۔ تو اس بدنصیب لڑکی کی بربادی بھی میرے ہی ہاتھوں لکھی ہے۔

ٹھیک ہے۔ میری کون لگتی ہے سسری کہیں کی۔ لیکن۔ کم از کم ایک دو راتیں اور مل جائیں۔ تاکہ میں اس کے حسن سے سیراب ہو جاؤں۔ اس میں کیا حرج ہے۔ میں مطالبہ کرنے والوں کو ٹال بھی تو سکتا ہوں۔

کوشلیا کی واپسی ایک بجے ہوئی۔ اس کا چہرہ اترا اترا تھا "خیریت کوشلیا؟" میں نے اسے بغور دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"ہاں ٹھیک ہوں۔ خاصی بھاگ دوڑ کرنی پڑی۔"

"اوہ۔ کیا تمہارا اندیشہ درست نکلا؟"

"نہیں۔ کسٹم والے میری طرف سے شاید مطمئن ہو چکے ہیں۔" کوشلیا نے کرسی پر گرتے ہوئے کہا۔ وہ جھک کر جوتے اتار رہی تھی۔

"ان لوگوں سے ملاقات ہوئی؟"

"ہاں۔" کوشلیا نے مختصراً کہا۔ پھر بولی۔ "بھوک لگ رہی ہے نواز۔ کھانا منگواؤ۔"

میں نے اٹھ کر بیرے کو بلانے کے لیے گھنٹی بجادی۔ اور کوشلیا باتھ روم کی طرف چلی گئی۔ پھر جب بیرا کھانا لے کر آیا تو وہ واپس آچکی تھی۔ میں سمجھ گیا تھا کہ کوئی خاص بات ضرور ہے۔ تاہم میں اس کے بولنے کا انتظار کرتا رہا۔ البتہ میں نے بھی کسی قدر سنجیدگی اختیار کرلی تھی' جسے کھانے کے دوران کوشلیا نے محسوس کرلیا۔

"کیا سوچ رہے ہو نواز؟" اس نے اچانک پوچھا۔

"کچھ نہیں۔ بس تمہارے بارے میں ہی سوچ رہا تھا۔ شاید کوئی ایسی بات ہے جو تم مجھے بتانا پسند نہیں کرتیں۔"

"نہیں نواز۔ اب تم سے کونسی بات چھپی رہ گئی ہے۔ میں نے خود کو تم پر عیاں کردیا ہے۔ اب کونسی بات تم سے چھپاؤں گی۔"

"لیکن میں تمہارے چہرے پر کچھ خاص باتیں نوٹ کر رہا ہوں۔"

"میں نے مطمئن ہونے کے بعد انہیں فون کیا۔ مقامی مینجر نے مجھ سے ملاقات کی اور پھر اطمینان ہونے کے بعد مجھے اپنے ساتھ لے گیا۔ اس سے کافی تلخ کلامی ہوئی۔" کوشلیا نے بتایا۔

"اوہ۔ کیوں؟"

"موضوع تم ہی تھے۔ ان کا خیال تھا کہ تمہاری وجہ سے کسٹم والوں کو شبہ ہوا۔ تب میں نے ان گدھوں کو بتایا کہ تمہاری وجہ سے مجھے کامیابی نصیب ہوئی ورنہ کھیل بگڑ چکا تھا۔"

"اوہ۔ پھر؟"

"بس۔ وہ اسے ماننے کے لیے تیار نہیں تھا۔ میری حیثیت اس سے بڑی ہے اس لیے کوئی بدتمیزی تو نہیں کر سکتا۔ میں نے مینجر کو کافی برا بھلا کہا۔ تب اس نے مجھے بتایا کہ ٹھاکر کو اطلاع دے دی گئی ہے۔ ٹھاکر کل صبح تک پہنچ جائے گا۔ وہی مجھ سے بات کرے گا۔"

"اوہ۔" میں نے ہونٹ سکوڑ لئے۔ "یہ تو اچھا نہیں ہوا کوشلیا کہیں وہ لوگ تم سے ناراض نہ ہو جائیں۔"

"میں اسی لیے پریشان ہوں نواز۔ بہرحال' اب جو کچھ ہوگا۔ بھگتوں گی' تم مجھے ایک بات بتاؤ۔" اس نے کہا اور میں سوالیہ نگاہوں سے اسے دیکھنے لگا۔ تمہارا کیا خیال ہے۔ میں یہ کام جاری رکھوں یا چھوڑ دوں؟"

"میں کیا کہہ سکتا ہوں کوشل؟" میں نے کہا۔

"میں وہی کروں گی جو تم کہو گے۔ یوں سمجھ لو۔ ہم یہاں سے آگے بڑھیں گے۔ رک جائیں گے' پھر وہاں سے آگے ہمیں کوئی پریشانی نہیں ہوگی۔ صرف تھوڑی احتیاط سے کام کرنا ہوتا ہے اور بس۔ دولت کی کوئی کمی نہیں۔ جہاں جائیں عیش کریں۔ دراصل میں ٹھاکر سے ایک بات کرنا چاہتی ہوں۔"

"کیا؟" میں نے پوچھا۔

"اگر میں اسے تمہارے اوپر اعتماد دلانے میں کامیاب ہوگئی تو پھر میں اس سے کہوں گی کہ

نہیں بھی گروہ میں شریک کرلیا جائے۔ اور اگر وہ تمہارے اوپر اعتبار کرنے پر تیار نہ ہوا تو پھر میں بھی یہ گروہ چھوڑ دوں گی۔ اور ہم کسی دوسرے طریقے سے زندگی گزارنے کے بارے میں سوچیں گے۔ میں تم سے یہ پوچھنا چاہتی ہوں کہ اگر ٹھاکر تیار ہو جائے تو کیا تم بھی تیار ہو جاؤ گے۔"

"میں تم سے الگ کہاں ہوں کوشل۔ میں تمہارے لیے سب کچھ کرنے کو تیار ہوں۔" میں نے جواب دیا اور وہ خوشی سے کھل اٹھی۔

"تم نے میری تمام الجھن دور کردی نواز۔ اب مجھے کوئی پریشانی نہیں ہے بس اب ٹھاکر سے صاف صاف بات ہوگی۔ اسے میری نجی زندگی پر اعتراض نہیں ہونا چاہیے۔"

"خود تمہیں میرے اوپر مکمل اعتماد ہے کوشل؟" میں نے پوچھا

"یہ پوچھنے کی ضرورت باقی رہ گئی ہے نواز؟" کوشلیا نے محبت بھرے انداز سے کہا۔

"تب مجھے چند باتیں بتاؤ۔"

"ضرور پوچھو۔" کوشلیا نے مستعدی سے کہا۔

"پہلی بات۔ کیا ٹھاکر میرے سلسلے میں تمہارے ساتھ سختی بھی برت سکتا ہے؟ میرا مطلب ہے وہ تمہیں اس کے لیے مجبور کرنا چاہے کہ تم مجھے چھوڑ دو۔ اور تم اس سے انکار کرو تو کیا وہ تمہارے ساتھ کوئی برا سلوک کر سکتا ہے؟"

"امکانات تو نہیں ہیں نواز۔ لیکن برے لوگ' بری بات۔ ہو سکتا ہے۔" کوشلیا نے کہا۔

"دوسری بات۔ اگر تم گروہ سے علیحدگی کا فیصلہ کرلو۔ تو کیا وہ لوگ تمہیں زندہ چھوڑ دیں گے۔ کیونکہ انہیں خطرہ رہے گا کہ تم گروہ کے راز افشاء نہ کردو۔"

"اس کے امکانات ہیں نواز۔ لیکن بہرحال میں بھی انہی سے تعلق رکھتی ہوں اور ان سے کسی طرح کم نہیں ہوں۔ پھر میں ٹھاکر سے صرف معاملے کی بات کروں گی' میں پوری ذمہ داری کے ساتھ اسے ایک ممبر دوں گی گروہ میں کسی نئے ممبر کی شمولیت کے لیے کوئی بھی پرانا ممبر ضمانت دے سکتا ہے۔ یہ گروہ کا قانون ہے۔ پرانے ممبر کو نئے ممبر کی پوری پوری ذمہ داری لینی پڑتی ہے' سو وہ ذمہ داری میں لے لوں گی' ٹھاکر کو اور کیا چاہیے۔"

"ہوں۔" میں نے ایک گہری سانس لی۔ اور پھر گردن ہلاتے ہوئے میں نے کہا۔ "ٹھیک ہے کوشل۔ اپنے معاملات تم خود بہتر سمجھتی ہو۔ لیکن میں تم سے ایک درخواست ضرور کروں گا۔"

"کیا؟" کوشلیا نے میرے رخسار سے اپنا گال رگڑتے ہوئے محبت سے کہا۔

"ٹھاکر سے ملاقات کرنے جاؤ تو مجھے بھی اپنے ساتھ لے چلنا۔"

"کیوں؟"

"خطرناک لمحات میں' میں تم سے دور نہیں رہنا چاہتا۔"

"اوہ۔ نواز۔ میری زندگی۔ میں تمہاری محبت پر فخر کرتی ہوں۔ تم فکر نہ کرو میری روح۔ مجھے کوئی خطرہ نہیں ہے۔ یہ مناسب نہیں ہے ورنہ میں تمہیں ضرور ساتھ لے چلتی۔"

"کیا مناسب نہیں ہے۔"

"کسی بھی نئے آدمی کو اس وقت تک گروہ کی برانچ کے بارے میں نہیں معلوم ہونا چاہیے۔ جب تک وہ قابل اعتماد ممبر نہ بن جائے۔ شروع میں نئے ممبروں کو برانچ کا پتہ بھی نہیں بتایا جاتا۔ ان سے صرف ہوٹلوں میں رابطہ قائم کیا جاتا ہے اور وہیں معاملات نپٹا لیے جاتے ہیں۔ اگر یہ قدم اٹھاؤں گی تو گروہ کے قانون کی خلاف ورزی ہوگی۔"

گویا خود تمہیں بھی ابھی میرے اوپر اعتماد نہیں ہے۔"

"مجھے۔" اس نے ایک گہری سانس لی۔ "مجھے تو اپنے آپ سے زیادہ تم پر اعتماد ہے نواز۔ لیکن یقین کرو یہ مناسب نہ ہوگا۔ ورنہ میں منع نہ کرتی۔"

"اچھا تو مجھے اس جگہ کا پتہ ہی بتادو۔ اگر تمہیں ذرا بھی دیر ہوگئی تو میں بیمار ہو جاؤں گا کوشلیا۔"

"نواز۔ میرے نواز۔ تمہاری محبت اس قدر شدید ہے' مجھے گمان نہیں تھا۔ میں اپنی قسمت پر جس قدر ناز کروں کم ہے۔ میں اپنے طور پر تمہیں پتہ بتائے دیتی ہوں۔ لیکن عمارت سے دور رہنا۔ ممکن ہے بہت جلد میں تمہیں ٹھاکر سے ملاؤں۔"

"میں وعدہ کرتا ہوں۔ ایسا کوئی کام نہیں کروں گا جس سے تمہیں کسی کے سامنے شرمندہ ہونا پڑے۔ لیکن کم از کم مجھے یہ تو معلوم رہنا چاہیے کہ تم خطرناک لوگوں سے گفتگو کرنے کہاں گئی ہو۔ تاکہ اگر تم خطرے میں پھنس جاؤ۔ تو میں صرف تمہارا انتظار ہی کرتا رہوں۔"

"تمہاری تشویش بجا ہے۔ لیکن اس کے امکانات صرف پانچ فیصد ہیں۔ تاہم عمارت کا پتہ نوٹ کرلو تاکہ تمہیں تشویش نہ رہے۔ وہ نریمان چیمبر کے نام سے مشہور ہے۔ فیلر اسٹریٹ پر واقع ہے۔ بہت بڑی عمارت ہے' پوری بلڈنگ انہیں کے قبضے میں ہے۔ بظاہر یہاں الگ الگ خاندان رہتے ہیں' جو مختلف دفاتر اور فرموں میں کام کرتے ہیں لیکن صرف دکھانے کے لیے۔ ان کا اصل کام یہی ہے۔ سب ٹھاکر کے آدمی ہیں۔" کوشلیا نے بتایا۔

"کافی ہے۔" میں نے اسے آغوش میں بھینچتے ہوئے کہا اور پھر میں عجیب سی نگاہوں سے اسے دیکھنے لگا۔ اس کے ہونٹوں پر نشیلی مسکراہٹ پھیل گئی۔

"تمہارے لیے ایک خوشخبری ہے۔"

"کیا؟" میں نے چونک کر پوچھا۔

"بس بتانے کی نہیں۔ سمجھنے کی بات ہے۔" اس نے شرماتے ہوئے کہا۔ اور میرے سینے میں منہ چھپالیا۔ پہلے تو میری سمجھ میں کچھ نہیں آیا۔ لیکن اس کی سرمگیں مسکراہٹ اور آنکھوں میں تیرتے ہوئے نشے سے کچھ اندازہ ہوا۔

"بتا بھی دو ڈارلنگ۔ میں نہیں سمجھ سکا" میں نے کہا۔ اس نے بوجھل پلکیں اٹھائیں۔ آنکھوں سے دل کی بات کہی اور پھر مجھے بدھو سمجھ کر میرا ہاتھ پکڑا اور اپنے گداز سینے پر رکھ لیا۔

"اوہ۔" میں خوشی سے دیوانہ ہوگیا۔ گویا یہ آخری رات محرومی کی رات نہیں ہے۔ یقیناً اس رات سے جس قدر فائدہ اٹھایا جاسکتا ہے اٹھالیا جائے۔ کیونکہ اس کے بعد کوئی رات نہیں آئے

گی۔ اور میں نے اس رات کو جاوداں کرلیا۔ صبح کی روشنی کی کرنیں کمرے کے دروازے اور کھڑکیوں کی جھری سے اندر داخل ہونے کی کوشش کرنے لگیں تو میں نے کوشلیا کو سونے کی اجازت دے دی۔ اس پر نیم بے ہوشی کی کیفیت طاری تھی اور میری کیفیت بھی اس سے مختلف نہیں تھی۔

دوسرے دن تقریباً بارہ بجے ہم دونوں جاگے۔ حالت خراب تھی۔ دونوں ایک دوسرے کی طرف دیکھ کر مسکراتے رہے۔ کوشلیا کی مسکراہٹ میں حیا تھی اور میری مسکراہٹ فاتحانہ۔

"نواز۔" اس نے ناز سے کہا۔

"جانم۔"

"اب اٹھو بھی۔" اس نے سسکی لی۔

"میں دونوں ٹانگوں سے معذور ہوچکا ہوں۔" میں نے جواب دیا اور وہ ہنس پڑی۔

"تب پھر بیرے کو بلانے کے لیے گھنٹی کون بجائے۔ بیرا آئے تو ہم اس سے کہیں کہ ہمارے لیے ایک ایک وہیل چیئر کا بندوبست کردے۔" اس نے ہنستے ہوئے کہا۔

"تجویز معقول ہے۔ دیکھو میں کوشش کرتا ہوں۔" میں نے کہا۔ اور ایک گہری سانس لے کر اٹھ گیا۔ ڈگمگاتے قدموں سے میں باتھ روم میں داخل ہوگیا۔ آنکھیں جل رہی تھیں۔ منہ کا مزا خراب تھا۔ سر بھاری ہو رہا تھا۔ کپڑے اتار کر باتھ روم کے نل کے نیچے بیٹھ گیا اور ٹھنڈے پانی کی موٹی پھوار سر پر پڑنے لگی۔ نہ جانے کتنی دیر تک اسی طرح بیٹھا رہا تب جاکر دماغ اصل حالت پر آیا۔ پھر تھوڑی دیر کے بعد میں باہر نکل آیا کوشلیا اسی طرح ایک چادر لپیٹے پڑی تھی۔ اس کی آنکھیں بند تھیں' ہونٹ خشک ہو رہے تھے۔ میں نے اسے جھنجوڑا تو اس نے گلابی آنکھیں کھول دیں اور پھر وہ ایک گہری سانس لے کر چادر بدن پر درست کرتی ہوئی اٹھی اور باتھ روم میں گھس گئی۔

تھوڑی دیر کے بعد ہم ناشتہ کر رہے تھے۔ دونوں کے چہرے سے تھکن کے آثار ہویدا تھے۔ ناشتہ بھی خوب ڈٹ کر کیا گیا۔ اور اس کے بعد کوشلیا ایک آرام کرسی میں دراز ہوگئی۔ میں مسکراتی ہوئی نگاہوں سے اسے دیکھتا رہا اور وہ شرماتی رہی۔

"کوشل۔" میں نے اسے آواز دی۔ اور اس نے میری طرف دیکھا۔ "ناراض ہو؟" میں نے پوچھا۔ اور اس نے کوئی جواب نہیں دیا۔ وہ اٹھی اور مسہری پر میرے پاس آگئی۔

"بیرا برتن لینے آئے گا۔" میں نے کھلے ہوئے دروازے کی طرف دیکھ کر کہا۔

"برتن اٹھا کر باہر رکھ دو۔" وہ مسہری پر لیٹ گئی۔

"اوہو۔ یہ دم خم؟" میں نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔ اور مسہری سے چھلانگ لگادی۔ پھر میں نے برتن سمیٹ کر دروازے کے باہر رکھے اور دروازہ بند کرکے واپس مسہری پر آگیا۔

"ہاں تو جناب۔ چیلنج قبول کرلیا گیا۔" میں نے کہا اور اس نے میرے دونوں ہاتھ پکڑ لیے۔

"نواز۔ نہیں۔ دوسری رات بھی آئے گی۔"

"گزرے ہوئے لمحات کبھی نہیں آتے ڈارلنگ۔" میں نے اس پر جھکتے ہوئے کہا۔

"اب تو۔" اس نے میرے طویل بوسے سے لطف اندوز ہوتے ہوئے کہا۔ "اب تو زندگی

کی ہر رات اپنی ہے۔"

"لیکن اس رات کا خمار ہمیشہ یاد رہے گا۔"

"یہ رات۔ تمہارے صبر کا انعام تھی۔ دن کی روشنی اخلاق کی امین ہوتی ہے۔ رات تمہاری ہوگی میرے محبوب۔" اس نے میری کمر میں ہاتھ ڈالتے ہوئے کہا۔

"پھر؟" میں نے سوالیہ انداز میں اسے دیکھا۔

"آؤ سو جائیں۔ رات کی نیند پوری کرلیں۔" اس نے کہا اور میں نے ایک گہری سانس لی۔ میں جانتا تھا کہ مال غنیمت میں جو ہاتھ لگ رہا ہے اپنا ہے۔ پھر وہ سرکاری تحویل میں چلا جائے گا لیکن بہرحال ہر چیز کی حد ہوتی ہے۔ زیادہ کھانے سے بدہضمی لازمی ہے۔ چنانچہ میں خاموش ہوگیا۔ نیند آنکھوں پر ٹوٹ رہی تھی۔ ہم دونوں فوراً سو گئے اور خوب سوئے۔ تقریباً ساڑھے تین بجے آنکھ کھلی۔ طبیعت پر بوجھ بدستور تھا۔ لیکن بہرحال نیند پوری ہوگئی تھی۔

کوشلیا نے لباس تبدیل کیا اور بال وغیرہ درست کرنے لگی' پھر ہم نے فیصلہ کیا کہ نیچے چل کر تھوڑی سی چہل قدمی کی جائے اور کمرے کو تالا لگا کر نیچے اتر آئے۔ باہر کا موسم معاون تھا۔ چہل قدمی میں خاصا لطف آیا۔ ہم بہت دور نکل آئے۔ بازاروں کی رونق بڑھتی جارہی تھی' لوگ خریداری اور سیر سپاٹے کو نکل آئے تھے۔ راستے میں میں نے کوشلیا سے پوچھا۔

"وہاں کس وقت جاؤ گی کوشل؟"

"ساڑھے سات بجے۔"

"کیا ٹھاکر آگیا ہوگا؟"

"امکان تو یہی ہے۔ آؤ سامنے فون بوتھ میں چل کر اس کے بارے میں معلوم کرلیں۔" اس نے کہا اور میں نے گردن ہلا دی۔ تب ہم دونوں ٹیلی فون بوتھ میں داخل ہوگئے۔ میں نے سکے نکال کر کوشلیا کو دیئے اور اس نے ریسیور اتار کر فون نمبر ڈائل کرنا شروع کردیئے۔ میں نے نہایت چالاکی سے یہ نمبر ذہن نشین کرلیے تھے۔ چند منٹ کے بعد دوسری طرف سے فون ریسیور کرلیا گیا۔

"کے۔ بی۔" کوشلیا نے کہا۔ دوسری طرف کی آواز میں نہیں سن سکا تھا۔ چند ساعت کے بعد کوشلیا نے پھر کہا۔ "ہاں۔ چیف کے بارے میں معلوم کرنا تھا۔ ٹھیک ہے۔ ہاں ہاں۔ میں وقت پر پہنچ جاؤں گی۔ فکر مت کرو۔ تمہارا دماغ درست کردیا جائے گا۔" اس نے ایک جھٹکے سے ریسیور ہک میں لٹکا دیا۔

"کیوں؟" میں نے اس سے پوچھا۔

"آؤ۔" وہ بولی۔ اور ہم بوتھ سے نکل آئے۔ میں خاموشی سے اس کے ساتھ چلتا رہا۔ "اگر ٹھاکر نے بھی دماغ درست رکھ کر بات نہ کی نواز۔ تو میں گروہ چھوڑ دوں گی اور اب تو میں اس سے یہ مطالبہ بھی رکھوں گی کہ مقامی مینجر کو فوراً معزول کیا جائے۔ بدتمیز آدمی ہے۔"

"کیا ٹھاکر آچکا ہے؟"

"سات بجے کی فلائیٹ سے آرہا ہے۔" اس نے جواب دیا اور میں ایک گہری سانس لے کر

رہ گیا۔ "مجھے کچھ پہلے جانا ہوگا میں خاموشی سے ایئرپورٹ جاؤں گی اور ان میں شامل ہو جاؤں گی تاکہ مینجر ٹھاکر کے کان نہ بھر دے۔"

"یہ مناسب ہوگا۔" میں نے تائید کی۔

"آؤ۔ واپس چلیں۔" اس نے کہا اور ہم دونوں ٹہلتے ہوئے واپس ہوٹل آگئے۔ ہوٹل کے ڈائننگ ہال میں ہم نے کافی پی۔ دوپہر کا کھانا گول ہوگیا تھا' بھوک بھی لگ رہی تھی اس لیے کچھ اسنیکس بھی منگالئے۔ اور ان سے شغل کرتے رہے۔ ساڑھے پانچ بجے وہاں سے اٹھے اور واپس کمرے میں آگئے۔ کوشلیا نے تیاریاں شروع کردی تھیں۔

"کچھ تردد محسوس کررہی ہو کوشل؟" میں نے پوچھا۔

"ارے نہیں نواز۔ تمہاری محبت نے تھوڑا سا بزدل ضرور بنادیا ہے۔ لیکن تم یہ نہ بھولو کہ میں اکیلے مال لے کر سفر کرتی ہوں' راستے میں بے شمار خطرناک لوگ ٹکراتے ہیں۔ میں کمزور عورت نہیں ہوں نواز' کمزوری کی حدیں عبور کرچکی ہوں۔" اس نے بڑے عجیب لہجے میں کہا اور میں نے ایک گہری سانس لی۔

چھ بجے وہ روانگی کے لیے تیار تھی۔ میں نے اسے الوداعی بوسہ دیا۔ اس پر آخری نگاہ ڈالی۔ ایک لمحے کے لیے دل نے گڑبڑ کی' لیکن میں نے اس بے وقوف دل کو فوراً سنبھال لیا اور وہ فوراً باہر نکل گئی میں بھی اس کے پیچھے پیچھے نیچے تک آیا تھا اور جب اس کی کار نگاہوں سے اوجھل ہوگئی تو میں ایک گہری سانس لے کر پلٹ پڑا۔ لیکن اب میرا رخ اپنے کمرے کے بجائے روم نمبر ایک سو گیارہ کی طرف تھا۔ میں نے ذہن پر طاری جمود ختم کرلیا اور خود کو چاق و چوبند رکھنے کی کوشش کرنے لگا۔ دروازے پر دستک دی اور اندر سے نمائندے کی جانی پہچانی آواز سنائی دی۔

"آجاؤ۔" میں دروازہ کھول کر اندر داخل ہوگیا۔ اندر نمائندے کے ساتھ ایک اور آدمی موجود تھا۔ نمائندہ مجھے دیکھ کر بے اختیار اچھل پڑا۔ "اوہ۔ مسٹر نواز؟ آپ؟" میں نے تعجب سے کہا۔

"آپ ان سے تعارف کرائیں؟" میں نے دوسرے آدمی کی طرف اشارہ کرکے کہا۔

"مسٹر روفی۔ ایکسائز آفیسر۔ اسی کیس میں میرے ساتھی ہیں۔" نمائندے نے کہا۔

"ہم اطلاع دی جاسکتی ہے۔"

"اوہ۔ پورے بھروسے کے ساتھ جناب۔" نمائندے نے کہا اور پھر روفی سے مخاطب ہوکر بولا۔ "آپ ہی راجہ نواز اصغر ہیں۔"

"بڑی مسرت ہوئی آپ سے مل کر۔ تشریف رکھئے۔" اس دوسرے آدمی نے کہا اور ہم بیٹھ گئے۔

"میرا خیال ہے آج آپ منشیات کے اسمگلروں کے پورے گروہ کو مع سرغنہ کے گرفتار کرسکتے ہیں۔" میں نے کہا اور وہ دونوں اچھل پڑے۔

"یعنی کہ۔ یعنی کہ۔ اوہ۔" نمائندے کے منہ سے جوش کی وجہ سے پوری بات بھی نہیں

نکل سکی۔

"ہاں۔ آپ کا خیال درست تھا۔ لڑکی منشیات کی اسمگلر نکلی۔ کار کے مخصوص پرزوں کے خول میں وہ ہیروئن لائی تھی جسے اس نے اڈے پر خالی کر دیا تھا۔"

"ایک منٹ۔" نمائندہ جلدی سے اٹھا۔ اس نے ایک پیڈ اٹھا کر لکھنا شروع کر دیا۔ "جی؟"

"میں نے چالاکی سے اسے شیشے میں اتار کر سب کچھ معلوم کر لیا اس کاروبار کا سرغنہ ایک شخص ٹھاکر نامی ہے' اس کا کاروبار کھٹمنڈو سے امریکہ تک پھیلا ہوا ہے۔ خود دہلی میں رہتا ہے۔ آج ساڑھے سات بجے کی فلائیٹ سے وہ ایران آرہا ہے۔ اسے اپنے ساتھیوں کو کچھ ہدایات دینی ہیں۔"

"حیرت انگیز۔ بخدا حیرت انگیز۔" وہ جلدی جلدی لکھتے ہوئے بولا۔

"ہاں۔ فیلر اسٹریٹ پر نریمان چیمبر نامی عمارت ان کی مقامی برانچ ہے۔ پوری عمارت میں جتنے افراد رہتے ہیں۔ سب اسی گروہ سے تعلق رکھتے ہیں۔ بظاہر وہ دوسرے کام کرتے ہیں' لیکن صرف دکھاوے کے لیے اصل کام یہی ہے۔"

"نریمان چیمبر۔" نمائندے نے سرسراتے لہجے میں کہا۔ "یہ عمارت پولیس کی نگاہوں میں بھی مشتبہ ہے۔ بہت خوب۔"

"ساڑھے سات بجے وہاں ایک اہم اجتماع ہوگا۔ لڑکی بھی وہیں گئی ہے۔ اس وقت سرغنہ بھی موجود ہوگا۔ ٹھیک ساڑھے سات بجے۔" میں نے بتایا۔

"بہت خوب۔" نمائندے نے گھڑی دیکھتے ہوئے کہا۔ "کافی وقت ہے اور کچھ مسٹر نواز؟"

"بس۔ میرا خیال ہے کافی ہے۔"

"کافی سے بھی کچھ زیادہ۔ ویسے شرمندہ ہوں کہ اس وقت ایک کپ کافی بھی نہیں پیش کر سکوں گا! لیکن اس پروگرام کے بعد آپ سے نشست رہے گی۔ میرا پورا محکمہ آپ کے اس تعاون پر بے حد شکر گزار ہے۔ براہ کرم یہاں دستخط کر دیں۔" اس نے پیڈ میری طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔ اور میں نے پیڈ لے کر اس پر دستخط کر دیئے۔

"میرا نام ہر حال میں پوشیدہ رکھا جائے گا۔ اخبارات وغیرہ میں میرے بارے میں کچھ نہ آنے پائے۔ یہ میری خصوصی درخواست ہے۔"

"بہت بہتر۔ آپ کی خواہش کا احترام کیا جائے گا۔" نمائندے نے پیڈ کا کاغذ پھاڑ کر جیب میں رکھتے ہوئے کہا۔ اور پھر اٹھ کھڑا ہوا۔ میں بھی اس کے ساتھ ہی باہر نکل آیا تھا۔

نمائندہ اور اس کا ساتھی مجھ سے ہاتھ ملا کر چلا گیا۔ اور میں تھکے تھکے قدموں سے واپس اپنے کمرے میں آگیا۔ کمرے میں آکر میں مسہری پر گر پڑا۔ مسہری سے کوشلیا کی خوشبو آرہی تھی۔ میری نگاہوں میں ابتدا سے اب تک کے مناظر گھوم گئے۔ کوشلیا کی مختلف شکلیں میری نگاہوں میں آنے لگیں۔ ابھی تھوڑی دیر کے بعد وہ لڑکی' جو اب تک میرے ساتھ رہی تھی' پولیس کے شکنجے میں ہوگی اور ممکن ہے اسے گولی مار دی جائے' یہ اس کے پیار کی سزا ہوگی۔ ہاں۔ اس نے گناہ عشق کیا تھا۔ اس نے اپنے تمام راز مجھے سونپ دیئے تھے۔ اوہ۔ کیا میں نے برا کیا۔ کیا مجھے خاموشی سے کوشلیا

کے ساتھ یہاں سے نکل جانا چاہیے تھا۔ وہ بری لڑکی تھی' لیکن۔ میں بھی کونسا اچھا آدمی تھا۔ میں تڑپ اٹھا۔ میں نے مٹھیوں سے اپنے بال نوچ ڈالے۔ میرا ذہنی ہیجان بڑھتا جارہا تھا۔ دل چاہ رہا تھا' دوڑتا ہوا ایرپورٹ جاؤں اور کوشلیا کو پوری بات سے باخبر کردوں۔ مجھے خود پر جھنجھلاہٹ ہو رہی تھی۔ آخر میں کیا ہوں' اچھا آدمی نہیں ہوں۔ برائیوں کو روکتا پھر رہا ہوں۔ آخر مجھے کیا ضرورت تھی۔ کیا ضرورت تھی مجھے اس حسین لڑکی کی جوانی کو خاک میں ملانے کی۔ وہ جو مجھے چاہتی ہے۔ وہ جو۔ لعنت ہے مجھ پر۔ کیوں فضول باتیں سوچ رہا ہوں۔

کیا کروں؟" کیا کروں؟۔ میرے سینے میں آگ روشن ہوگئی۔ ذہنی دیوانگی کی حدود میں داخل ہوگیا۔ اور جب کسی طرح برداشت نہ ہوسکا تو ایک ترکیب سمجھ میں آگئی۔ میں نے مسہری سے اٹھ کر کال بیل پر انگلی رکھ دی۔ چند منٹ کے بعد بیرا آگیا۔

"وہسکی۔ دو بوتلیں۔ جلدی۔ شاباش۔" میں نے اسے کئی نوٹ دیتے ہوئے کہا۔ اور بیرا حیران سا واپس چلا گیا۔ بہرحال اس نے وہسکی لانے میں دیر نہیں کی تھی۔ گلاس اور بوتل میز پر رکھنے کے بعد وہ واپس مڑا اور میں نے جھپٹ کر دروازہ بند کر دیا۔ دروازہ بند کرنے کے بعد جلدی سے بوتل کھولی اور منہ سے لگالی۔

جلتی ہوئی آگ سینے میں اتر گئی۔ آگ بجھانے کے لیے میں نے آگ کا سہارا لیا تھا۔ کئی گھونٹ حلق میں اتارنے کے بعد میں نے بوتل میز پر رکھی اور سینہ ملنے لگا۔ اس کے ساتھ ہی مجھے کچھ خیال آیا اور میں نے چھت میں لگا ہوا پنکھا کھول دیا۔ تیز ہوا لگنے لگی۔ سینہ بدستور جل رہا تھا۔ میں نے بوتل اٹھا کر مزید چند گھونٹ لیے۔ میری خواہش تھی کہ جلد از جلد نشہ ہو جائے۔ ایک چوتھائی بوتل خالی کرنے کے بعد میں نے شراب گلاس میں انڈیلی' اور پھر اس کے بڑے گھونٹ لینے لگا۔

میری کوشش کامیاب رہی۔ علاج ہوگیا تھا۔ آگ سرد پڑ رہی تھی۔ سکون آتا جارہا تھا۔ میں نے بوتل کی تلچھٹ تک گلاس میں انڈیل لی اور اسے خالی کر گیا۔ بس یہ حد تھی۔ دوسری بوتل اسی طرح بند رہی۔ اور میں اوندھا ہوگیا۔ ذہن سے تمام خیالات نکل گئے تھے۔

رات کا نہ جانے کونسا پہر تھا جب آنکھ کھلی۔ پنکھا بدستور چل رہا تھا۔ کافی دیر تک آنکھوں کے سامنے گنجان دائرے رقص کرتے رہے۔ زرد روشنی آنکھوں کو بری لگ رہی تھی۔ سردی بھی محسوس ہو رہی تھی۔ کافی دیر تک کاہلوں کے سے انداز میں پڑا رہا' پھر اٹھا پنکھا بند کیا۔ روشنی گل کرکے نائٹ بلب جلا دیا۔ قدم لڑکھڑا رہے تھے۔ سخت بھوک لگ رہی تھی۔ نہ جانے کیا وقت ہوا ہے۔ کھانے کو کچھ مل سکے گا یا نہیں۔

کلائی پر بندھی ہوئی گھڑی میں وقت دیکھا۔ چار بجے تھے۔ ایک ٹھنڈی سانس لے کر رہ گیا۔ اس وقت کیا مل سکتا تھا۔ صبح تک گزارنی تھی۔ دوسری بوتل رکھی ہوئی تھی' لیکن خالی پیٹ پر تو اب سادہ پانی بھی نہیں پیا جاسکتا تھا۔ شراب تو شراب ہوتی ہے۔

اب کیا کروں ذہن کے کسی گوشے میں کوشلیا کا خیال اب بھی کلبلا رہا تھا۔ لیکن شدت نہیں

تھی۔ اونہہ جہنم میں جائے سب کچھ۔ میرا کسی سے کوئی واسطہ نہیں ہے۔ بائیں سمت کی کھڑکی کھولی اور سنسان سڑک کو دیکھنے لگا! دونوں سمت لگی ہوئی روشنیاں مسکرا رہی تھیں۔ سڑک خاموش تھی۔ سڑک اور مسافر! ان کا چولی دامن کا ساتھ ہے۔ مسافر گزرتے ہیں۔ اس کے سینے سے' اور سڑک کا سینہ ان کے قدموں کے نشان محفوظ کرلیتا ہے۔ لیکن پھر متعدد نشانات ان نشانوں پر حاوی ہو جاتے ہیں۔ کون' کسے یاد رکھے۔ سب مسافر ہیں۔ کسی ایک کو یاد رکھنے سے کیا ملتا ہے۔ بس جنون ہے۔ سڑک بہتر ہے انسانوں سے۔ میں بھی ایک سڑک ہوں' میرے سینے میں بھی یہی کشادگی کیوں نہیں پیدا ہو جاتی۔ کرسٹی کون تھی؟ میگاں کیا تھی۔ درفشانہ بھی تو تھی اور کوشلیا۔ ہونہہ۔ سب گزرنے والے مسافر ہیں۔ اب کسی نئے مسافر کی ضرورت ہے۔ جو پچھلے قدموں کے نشانات مٹا دے۔ بس۔ اس کے بعد کچھ نہ ہوگا! ہشت احمق گدھے۔ ہر نقش فانی ہے۔ لکیریں کیوں پیٹتا ہے۔ نئے نقش ترتیب دے۔ کیا تجھے ہر بار سمجھانے کی ضرورت ہے۔ کھانے کے لیے کچھ مل سکے گا؟ کہاں؟ مگر ابھی دیر ہے۔ ہاں صبح کی روشنی تاریکیوں کے لحاف میں چھپی ہوئی ہے۔ سردی کم ہو جائے گی تو وہ لحاف کا کونا سرکا کر جھانکے گی اور پھر مسکراتی ہوئی باہر نکل آئے گی' کوشل کی مسکراہٹ میں خلوص تھا۔ حیا تھی۔! شراب۔ شراب۔ اندر سے شور سنائی دیا۔ نہیں۔ یہ ظلم ہوگا۔ یہ سراسر ظلم ہے۔ آنتوں نے چیختے ہوئے کہا۔ میں نے کوشل پر ظلم تو نہیں کیا۔ کسٹم والے اگر اسے پا لیتے۔ بہرحال اس نے مجھے حالات سے بے خبر رکھا تھا۔ اور پھر وہ ہپی جوڑا۔ لڑکی بڑی طویل القامت تھی۔ بے وقوف اردو جانتے تھے' ہماری باتیں' خوب سمجھ رہے تھے مگر۔ لڑکی کے لباس کے نیچے کیا ہوگا؟ سڈول جسم۔ سفید مخمل کی طرح۔ دریائے ہلمند کے کنارے' لباس سے بے نیاز میگاں۔ بدکار۔ اور پھر کوشلیا کی آنکھوں کی فتح مندی۔ اس نے اپنا پندار جیت لیا تھا۔ میگاں۔ لٹی ہوئی۔ چچوڑی عورت سوکھا ہوا اوہوتے۔ چور کہیں کا۔ میں ہنس پڑا۔ اور پھر میرے کانوں میں اپنی ہی بجائی ہوئی دھن گونج اٹھی۔ لعل میری پت رکھیو بھلا' اور سرور آنے لگا۔ ذہن صاف ہونے لگا۔ کاش شراب کی بوتل گٹار کی طرح بجائی جا سکے۔ لعل میری پت رکھیو۔ لیکن خالی پیٹ۔ بوتل کیسے بج سکتی ہے۔ ہاں خالی پیٹ۔ بھوک۔ دنیا کا سب سے بڑا مسئلہ۔

میں کھڑکی کے پاس سے ہٹ آیا۔ پیٹ دبا کر بستر پر لیٹ گیا۔ اے نیند کی رانی۔ مدد کر۔ ورنہ یہ چوہے پورا چوہے دان کتر ڈالیں گے آنکھیں بند کرلیں۔ اور مہربان ماں نے چادر اڑھا دی۔ صبح ہوگئی۔ جوں ہی احساس ہوا میں جھپٹ کر اٹھا' اور گھنٹی پر اس وقت تک انگلی رکھے رہا' ب تک بیرے نے دروازہ نہیں پیٹ ڈالا۔ افوہ۔ یہ دروازہ کیوں بند ہے۔ مجبوراً کھولنا پڑا۔

"یس سر۔" بیرے نے ادب سے کہا۔ کیسا نفیس انسان ہے۔ کتنا حلیم الطبع۔ ذرا بھی برا نہیں مانا۔

"بھائی۔ میرے دوست۔ کھانے کے لیے جو کچھ ہو' لے آؤ۔ جلدی۔ ورنہ یہاں تمہیں ایک لاش ملے گی جس کا خون تمہاری گردن پر ہوگا۔ لو۔ گردن صاف کرلو۔" میں نے رومال نکال کر بیرے کو دیا۔ اور بیرے نے دانت نکال دیئے۔

"ابھی لایا صاحب۔" اس نے کہا۔ اور واپس پلٹ پڑا۔ اس نے میرا رومال قبول نہیں کیا تھا۔ لاحول ولاقوۃ۔! ابھی تک چڑھی ہوئی ہے۔

جو آج پی ہو تو ظالم' حرام شے پی ہو
یہ کل کی پی ہوئی مے کا خمار باقی ہے

گنگناتا ہوا واپس اندر آگیا۔ دروازہ کھلا رہنے دیا تھا تاکہ بیرے کو دقت نہ ہو۔ اور نفیس انسان نفیس ناشتہ لے آیا۔ ٹرے رکھنے بھی نہ پایا تھا کہ میں اس پر ٹوٹ پڑا۔ بیرا ہنستا ہوا پیچھے ہٹ گیا تھا۔

"بوتل اٹھالوں صاحب؟" اس نے پوچھا اور میں نے لاپرواہی سے گردن ہلا دی۔ بھلا یہ بھی کسی بات کے پوچھنے کا وقت تھا۔ نوالے حلق سے اتر اتر کر سکون کے دروازے کھول رہے تھے۔ معدے کی کوئی سلوٹ خالی نہ رہنے دی۔ خوب ڈٹ کر کھایا۔ اور پھر چائے کے چھوٹے چھوٹے دلکش' گھونٹ لینے لگا۔ تب کہیں جاکر ذہن اعتدال پر آیا۔ تھوڑی دیر کے بعد بیرا اخبار لئے ہوئے اندر آگیا۔ اس نے اخبار سامنے رکھ دیا۔ اور برتن سمیٹنے لگا۔ ہیڈنگ پر نگاہ پڑی۔ اور جسم میں پھریری دوڑ گئی۔ دل زور زور سے دھڑکنے لگا۔

"خطرناک اسمگلروں کا بین الاقوامی گروہ گرفتار۔ ناجائز منشیات کا عظیم الشان ذخیرہ پکڑا گیا۔

آنکھیں بند کرلیں۔ ذہن کو پرسکون کرنے کی کوشش کرتا رہا اور پھر ایک گہری سانس لے کر پوری خبر پڑھنے لگا۔ نریمان چیمبر پولیس اور ایکسائز والوں کا زبردست چھاپہ بے حد کامیاب رہا۔ مجرموں نے پولیس پر فائرنگ کی تھی۔ دو پولیس والے زخمی ہوئے تھے۔ ایک ایکسائز انسپکٹر شدید زخمی ہوا تھا۔ اسی افراد کو گرفتار کیا گیا تھا۔ جن میں عورتیں بھی شامل تھیں۔ گروہ کا سرغنہ ٹھاکر جگ ناتھ بھی گرفتار ہوگیا تھا۔ جو کل شام ہی کی فلائیٹ سے ایران پہنچا تھا۔

کوشلیا کا نام نہیں تھا۔ لیکن نام تو کسی کا بھی نہیں تھا۔ سوائے ٹھاکر جگ ناتھ کے۔ یقیناً گرفتار ہونے والوں میں بے شمار مقامی لوگ بھی ہوں گے اور ابھی تو ادھر ادھر سے بھی بہت سی گرفتاریاں ہوں گی۔ بہرحال میرا نام بھی اخبار میں کہیں نہیں تھا۔ پوری خبر پڑھنے کے بعد میں نے ایک گہری سانس لی۔ پھر اٹھا اور لباس تبدیل کرنے لگا۔ شیو بڑھ رہا تھا۔ میں نے شیو بھی نہیں بنایا۔ بس یونہی بال سنوارے اور روم نمبر چھتیس کی طرف چل پڑا۔ کمرے کے دروازے پر پہنچ کر میں نے لاک دیکھا اور مایوسی سے ہونٹ سکوڑ کر رہ گیا۔ دروازہ لاک تھا۔ غلام سیٹھ چلا گیا۔ میں نے سوچا اور پھر مجھے ناصر یمانی یاد آیا۔

"اونہہ۔ کسی سے ملنے کی کیا ضرورت ہے۔ لیکن اب کیا کروں' میں خود کو لٹا لٹا سا محسوس کر رہا تھا۔ کمرے میں جانے کو دل نہیں چاہا۔ ہوٹل سے باہر نکل آیا اور پیدل چل پڑا۔ سڑک دیکھی۔ اور کوشلیا یاد آگئی۔ کل ہم دونوں ساتھ ساتھ اس سڑک پر مٹرگشت کر رہے تھے اور آج میں تنہا ہوں۔ یہ تنہائی دور ہونی چاہیے کسی طرح۔

لیکن کس طرح؟ ادھر ادھر دیکھا۔ تھوڑے فاصلے پر "بلیک پول" نظر آیا۔ ایک خوبصورت نیون سائن لگا ہوا تھا۔ جس پر ایک شخص اوندھا لیٹا ہوا تھا اور ایک نیم برہنہ لڑکی اس کے جسم پر مالش

کر رہی تھی۔ حمام۔ میں نے پڑھا اور میرے قدم اسی طرف بڑھ گئے۔ نیون سائن اس وقت بجھا ہوا تھا ورنہ رات کو اس لڑکی کے ہاتھ چلنے لگتے تھے۔ اور پھر پوری رات اس کے ہاتھ اس آدمی کے جسم پر گردش کرتے رہتے تھے۔

ذرا دیکھو تو۔ کون ہے۔ کیسی ہے؟

ایک خوبصورت کاؤنٹر پر پہنچ گیا۔ کاؤنٹر کلرک نے ایک کوپن میری طرف بڑھا دیا۔ کوپن پر نمبر سترہ پڑا ہوا تھا۔ "کیا کروں اس کا؟" میں نے پوچھا۔

"سترہ نمبر پر چلے جایئے۔" کلرک نے کہا اور میں نے گردن ہلا دی۔ سیاہ پلائی وڈ کے بنے ہوئے دروازوں کی قطار میں سترہ نمبر تلاش کیا اور سرخ بٹن دبا دیا۔

اونچے اسکرٹ والی لڑکی نے دروازہ کھولا۔ اور پُر اخلاق انداز میں مسکرائی۔ "ہیلو۔" اس کے ہونٹوں سے مترنم آواز ابھری۔ نہایت مناسب لڑکی تھی، سوائے ناک پر رکھے ہوئے سفید فریم کے سفید شیشوں والے چشمے کے۔ جو اس کی شخصیت کو خواہ مخواہ پُر وقار بنانے میں کوشاں تھا۔

"کوپن پلیز؟" اس نے کہا اور میں نے کوپن اس کی طرف بڑھا دیا۔ "تشریف لایئے۔" وہ شستہ انگریزی میں بولی اور میں اندر داخل ہو گیا۔

"مالش؟" اس نے پوچھا اور میں نے گردن ہلا دی۔ اس نے بھی گردن خم کی اور میں چاروں طرف دیکھنے لگا۔ خوب کشادہ کمرہ تھا۔ دیوار میں عجیب ساخت کی مشینیں لگی ہوئی تھیں۔ ایک طرف ایک ٹب رکھا ہوا تھا۔ دوسری طرف چوڑی سنگ مرمر کی سل سی بنی ہوئی تھی۔ ایک الماری تھی۔ لڑکی نے دیوار میں لگے ہوئے چند بٹن دبائے اور کمرے میں تیز روشنی پھیل گئی۔ بالکل دن کا سا ماحول ہو گیا تھا۔ پھر وہ الماری کی طرف بڑھ گئی اور اس میں سے کئی چیزیں نکال لائی۔ جو میرے لیے ناقابل فہم تھیں۔ اس کے ساتھ ہی وہ کونے میں رکھا ہوا لوہے کا ایک خوبصورت اسٹینڈ بھی گھسیٹ لائی تھی جس میں چھوٹے چھوٹے پہیئے لگے ہوئے تھے۔ اس نے تمام سامان اسٹینڈ پر رکھ دیا اور میرے مقابل آ گئی۔ اس کے ہونٹوں پر ایک خوبصورت لیکن کاروباری مسکراہٹ سجی ہوئی تھی۔

تب اس کے ہاتھ بے باکی سے میرے لباس کی طرف بڑھے اور وہ میرا لباس اتارنے لگی۔ میرے جسم میں ایک سرد لہر دوڑ گئی تھی۔ میں نے ہاتھ بڑھا کر اس کی ناک سے چشمہ اتار لیا اور اسے اسٹینڈ پر رکھ دیا۔ لڑکی آہستہ سے ہنس پڑی۔ یہاں تک کہ اس نے میرا پورا لباس اتار دیا۔ اور پھر اپنا لباس اتارنے لگی۔ میرے لیے یہ کیفیت نئی تھی۔ عجیب انداز تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد لڑکی کا عریاں بدن میرے سامنے تھا۔ سیاہ رنگ کی ایک تیلی سی چڈی اور باڈی اس کے حسین خطوط کو اور نمایاں کر رہی تھی۔ وہ میرے نزدیک آئی اور پھر اس نے مجھ سے سنگ مرمر کی چوڑی سل پر لیٹ جانے کی درخواست کی۔ میں اس کے اشارے کے مطابق اوندھا لیٹ گیا۔ تب اس نے ایک سائفن نما چیز سے میرے بدن پر پھواریں ماریں اور پھر انوکھے انداز میں گھٹنے موڑ کر میرے نزدیک بیٹھ گئی۔ اس کے ملائم ہاتھوں نے میرے جسم کو چھوا تو میری عجیب کیفیت ہو گئی۔ میری آنکھوں میں سرخی

تیرنے لگی۔ لیکن وہ میری کسی کیفیت سے بے خبر اپنا کام کر رہی تھی۔ اس کے لیے یہ سب کچھ اجنبی نہیں تھا۔ ممکن ہے یہاں رہنے والوں میں سے کسی کے لیے اجنبی نہ ہو۔ وہ خاموشی سے یہاں آتے ہوں۔ مالش کراتے ہوں، غسل کرتے ہوں، چلے جاتے ہوں، لیکن مجھ غریب پاکستانی کے لیے یہ انوکھی بات تھی، لڑکی کے بدن کے زاویئے بدل رہے تھے اور ہر زاویہ میرے لیے ہیجان خیز تھا میں چور نگاہوں سے اسے دیکھ رہا تھا اور وہ اپنے کام میں مشغول تھی۔

میں بے سدھ پڑا رہا۔ میرا جسم بھٹی کی طرح دہکنے لگا تھا۔ لیکن لڑکی ان سب باتوں سے بے نیاز تھی۔ پھر اس نے ملائم لہجے میں چت لیٹنے کی درخواست کی اور میں نے اس کے کہنے پر عمل کیا۔ تب اس کے ہاتھ میرے سینے پر چلنے لگے۔ اب وہ مکمل طور سے میرے سامنے تھی۔ اس کا صحت مند چہرہ، صحت مند جسم میری نگاہوں کے سامنے تھا۔ اس کے ترشے ہوئے خوبصورت براؤن بال اس کی پیشانی پر آپڑتے تو وہ ایک خوبصورت انداز سے انہیں جھٹک کر پیچھے کر لیتی لیکن ایسا کرتے وقت اس کا حسین جسم تھلتھلا جاتا تھا اور یہ تھلتھلاہٹ میرے پورے وجود کو جھنجھوڑ دیتی تھیں اس کا اوپری ننھا سا لباس مشقت کی وجہ سے ڈھیلا ہو کر تقریباً لٹک گیا تھا۔ اور ایک بار جب وہ بالکل نیچے کھسک گیا تو میرے حواس جواب دے گئے۔

میں نے اس کے دونوں ہاتھ پکڑ لیے اور وہ چونک کر رک گئی۔ اس نے ایک سوالیہ مسکراہٹ سے مجھے دیکھا اور زبان سے کہنے کی کوئی ضرورت نہیں تھی۔ اس کی مسکراہٹ گہری ہو گئی۔ میری نگاہیں اس کے جسم کا طواف کر رہی تھیں۔ وہ دوسری طرف مڑی اور اس نے اپنی باڈی کس کر مجھ سے اس کا ہک لگانے کی فرمائش کر دی۔

لیکن۔ میں نے اسے اپنے سینے پر کھینچ لیا۔ تب اچانک اس کے چہرے کے نقوش پھیکے پڑ گئے۔ اس نے دونوں ہاتھ میرے سینے پر ٹکائے اور پیچھے ہٹ گئی۔ "میں ڈیوٹی پر ہوں جناب۔ یہاں یہ جرم ہے۔" اس نے کسی قدر خشک لہجے میں کہا اور میں ہوش میں آ گیا۔ میرے چہرے پر کسی قدر ندامت کے آثار پھیل گئے۔ وہ بغور میری شکل دیکھ رہی تھی۔ پھر اس کے چہرے پر وہی مسکراہٹ عود کر آئی۔ "میری ڈیوٹی ایک بجے ختم ہو گی۔"

"کیا ڈیوٹی کے بعد تم مجھ سے مل سکتی ہو؟"

"ہاں۔ گرین اسکوائر فلیٹ نمبر ففٹی ون۔" اس نے کہا اور میں نے ایک گہری سانس لی۔

"تمہارا نام کیا ہے؟"

"ازابیلا۔" اس نے جواب دیا اور میں نے گردن ہلا دی۔ پھر اس نے گرم پانی کے تولیوں سے میرا جسم خشک کیا اور اس کے بعد میں نے نیم گرم پانی سے غسل کیا۔ وہ باہر نکل گئی تھی۔ پھر جب میں لباس پہن کر باہر نکلا تو وہ ایک کرسی میں دراز ایک رسالہ پڑھ رہی تھی۔ مجھے دیکھتے ہی کھڑی ہو گئی۔ میں نے ایک نوٹ نکال کر اس کے ہاتھ پر رکھا اور اس نے جھک کر میرا شکریہ ادا کیا۔ پھر کوپن مجھے واپس کر دیا۔ میں کاؤنٹر کی طرف بڑھا تو وہ میرے پیچھے آئی اور آہستہ سے بولی۔

"کیا میں انتظار کروں؟" اس کی یہ مسکراہٹ مجھے پسند نہ آئی اور میں کوئی جواب دیئے بغیر

آگے بڑھ گیا۔ اس کے قدم رک گئے تھے۔ کاؤنٹر کلرک نے ایک سلپ میری طرف بڑھا دی اور میں ادائیگی کرکے باہر نکل آیا۔ ایک بجے کے بعد لڑکی کے فلیٹ پر جانے کا میرا کوئی ارادہ نہیں تھا۔ اس کے خشک انداز نے مجھے بددل کردیا تھا۔ اب میں اتنا گیا گزرا بھی نہیں تھا۔ یہاں تو دل کے قبول کرنے کی بات تھی۔

بہرحال جو کچھ گزری تھی خوب تھی۔ یہ حمام مجھے پسند آئے تھے۔ بعد میں میں نے ان کے بارے میں معلوم کیا۔ بلیک پول کے انداز کے حمام بہت کم تھے۔ لیکن بہرحال یہاں ہر کام ایک دائرے میں ہوتا تھا اور ایسی کوئی بات نہ ہوتی جو جرم قرار دی جاسکتی۔ اس طرح بعد میں‘ میں نے اس لڑکی کو معاف کردیا تھا۔ بہرحال وہاں سے نکلنے کے بعد طبیعت بے حد ہلکی ہوگئی تھی۔ اگر وہ چھوٹا سا ناگوار واقعہ نہ ہوتا تو شاید ذہن پر کوئی بار نہ ہوتا۔ ایک چھوٹے سے ریستوران میں دوپہر کا کھانا کھایا اور پھر ایک ٹیکسی لے کر چل پڑا۔ ٹیکسی ڈرائیور سے میں نے سیر کی خواہش ظاہر کی تھی۔ ایران کے مختلف حصوں کی سیر کرنے میں مجھے کوئی لطف نہ آیا۔ ظاہر ہے بغیر ساتھی کے سب کچھ بیکار ہوتا ہے۔

میں نے واپس ہوٹل چلنے کی فرمائش کی اور اسے سیل نو کا نام بتادیا‘ سیل نو پر ٹیکسی رکوا کر میں اتر پڑا۔ ابھی صرف پونے تین بجے تھے۔ میں اپنے کمرے میں پہنچا تو تھوڑی دیر کے بعد بیرا آگیا۔ اس نے ایک لفافہ میری طرف بڑھا دیا اور میری پیشانی پر شکنیں پڑ گئیں۔ میں نے لفافہ کھولا۔ کسٹم آفیسر کی طرف سے تھا شام کی چائے کی دعوت دی گئی تھی اور پانچ بجے گاڑی بھیجنے کے لیے کہا گیا تھا۔ میں نے ایک گہری سانس لی۔

ٹھیک ہے۔ شام ان لوگوں کے ساتھ ہی سہی۔ وقت تو گزارنا ہی ہے۔ پونے پانچ بجے تیار ہو کر گاڑی کا انتظار کرنے لگا۔ اور زیادہ انتظار نہ کرنا پڑا۔ کسی نے دروازے پر دستک دی تھی۔ میں نے دروازہ کھولا تو ایک شناسا شکل نظر آئی۔ یہ وہی کسٹم انسپکٹر تھا‘ جس سے پہلے بھی ملاقات ہوچکی تھی۔ گرے کلر کے سوٹ میں وہ بہت اسمارٹ نظر آرہا تھا۔

”ہیلو۔“ اس نے بڑی گرمجوشی سے کہا۔ میں نے مسکراتے ہوئے مصافحے کے لیے ہاتھ بڑھایا۔ لیکن وہ میرے گلے لگ گیا تھا۔ ”آپ کا یہ تعاون ہمیشہ یاد رکھا جائے گا۔“ اس نے میری پشت تھپتھپاتے ہوئے کہا۔

”شکریہ۔“ میں نے جواب دیا۔

”آیئے۔ غالباً آپ تیار ہیں؟“

”ہاں۔“ میں نے کہا۔ اور باہر نکل آیا۔ دروازے کو لاک کرکے ہم نیچے اتر گئے۔ انسپکٹر کے چہرے سے خوشی کا اظہار ہو رہا تھا۔ نیچے ایک خوبصورت گاڑی کھڑی تھی۔ جس کے نزدیک ہی ایک باوردی ڈرائیور موجود تھا۔ اس نے ہم دونوں کو دیکھتے ہی گاڑی کا پچھلا دروازہ کھول دیا۔ اور ہم دونوں اندر بیٹھ گئے۔ کار اسٹارٹ ہو کر چل دی اور میں کھڑکی سے باہر دیکھنے لگا۔ تب میرے قریب بیٹھے ہوئے انسپکٹر نے کہا۔

”آپ نے اخبار پڑھ لیا ہوگا؟“

”ہاں۔“ میں نے ایک گہری سانس لی۔ انسپکٹر نے گہری نگاہوں سے مجھے دیکھا اور اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

”بے تکلفی کی اجازت دیں تو ایک بات پوچھوں جناب؟“

”پوچھو۔“

”کیا آپ اس لڑکی کے لیے مغموم ہیں؟“ اس نے کہا۔

”ہاں انسپکٹر۔ وہ کافی دن تک میرے ساتھ رہی ہے۔ سچ بات یوں سمجھو کہ بالکل میری بیوی کی مانند۔ وہ غلط راستوں پر ضرور تھی لیکن بری عورت نہیں تھی۔ حالات اسے ان راستوں پر کھینچ لائے تھے۔ تاہم۔ وہ نہ تو دل کی بری تھی۔ نہ اپنے پیشے سے خوش۔“ میں نے مختصراً انسپکٹر کو کوشلیا کی کہانی سنائی۔

”اس عورت کو میں نے اپنے ہاتھوں سے ہتھکڑیاں لگائی تھیں۔ یقین کریں اس کے چہرے پر نہ تردد کے آثار تھے اور نہ ہی وہ خوفزدہ نظر آئی تھی۔ ایک عجیب سا سکون تھا اس کے چہرے پر۔“

”ایک درخواست کروں انسپکٹر۔“ میں نے نہ جانے کس خیال کے تحت کہا۔

”جی۔“

”اگر ہوسکے تو اس کے ساتھ رعایت برت دینا۔ یہ میرے تعاون کا معاوضہ بھی ہوگا اور مجھ پر احسان بھی۔“

”اوہ۔ میرا خیال ہے آپ چیف سے اس سلسلے میں بات کریں جہاں تک میرا تعلق ہے۔ میں وعدہ کرتا ہوں کہ جس حد تک میری پہنچ ہے میں اس سے رعایت برتوں گا۔“

”شکریہ انسپکٹر۔“ میں نے کہا۔ تھوڑی دیر کے بعد کار ایک خوبصورت عمارت میں داخل ہوگئی۔ یہ رہائشی عمارت تھی۔ خاصی خوبصورت تھی۔ عمارت کے حسین لان پر رنگ برنگی کرسیاں پڑی ہوئی تھیں۔ بہت سے لوگ مدعو تھے۔ میری خاص طور سے پذیرائی کی گئی۔ ایکسائز کلکٹر نے میرا پرجوش خیر مقدم کیا اور پھر دوسرے لوگوں سے میرا تعارف کرایا چائے کے پرتکلف دور کے بعد کلکٹر نے خاص طور سے میرا شکریہ ادا کیا۔ اور بہت سی رسمی باتوں کے بعد پارٹی ختم ہوگئی۔ ایکسائز کلکٹر ایک درمیانی عمر کا ہنس مکھ آدمی تھا۔ جب وہ مجھے رخصت کرنے کار تک آیا تو میں نے اس سے اپنی درخواست دہرادی۔ جسے سن کر وہ سوچ میں پڑ گیا۔ پھر اس نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔

”ایران میں منشیات فروشوں کے لیے بہت سخت قانون ہے‘ میں اس قانون سے انحراف تو نہیں کرسکتا۔ ہاں لڑکی اگر ہمارے ساتھ خصوصی تعاون کرے تو ممکن ہے ہم اس کی زندگی بچانے میں کامیاب ہو جائیں میرا خیال ہے میں اس سے آپ کی ملاقات کرادوں۔ آپ اسے تیار کریں۔“

”نہیں جناب۔ میں اس سے نہیں ملنا چاہتا۔ اصل میں میرے اس سے ایسے تعلقات رہ چکے ہیں کہ میں اس کا سامنا نہیں کرنا چاہتا۔ براہ کرم اس کو وہم بھی نہ ہونے پائے کہ اسے اور اس کے گروہ کو گرفتار کرانے میں میرا ہاتھ ہے۔“

"آپ کے کہنے کے مطابق ہم نے خیال رکھا ہے۔ بہر حال ٹھیک ہے۔ میں خود اس سے بات کروں گا۔ آپ مطمئن رہیں۔ میں جو کچھ کر سکتا ہوں۔ ضرور کروں گا۔"

"میں بے حد شکر گذار ہوں۔" میں نے کہا اور کار میں بیٹھ گیا۔ ایکسائز آفیسر کی کار مجھے واپس سیل نو چھوڑ گئی۔ اور اب پھر وہی تنہائی تھی۔ یہ تنہائی مجھے کاٹنے کو دوڑ رہی تھی۔ ایک بار دل چاہا کہ حمام والی لڑکی کے دیئے ہوئے پتے پر پہنچ جاؤں۔ لیکن پھر اس کی خشک نگاہیں یاد آئیں۔ اس کے بعد یہ دعوت بیکار تھی۔ چنانچہ رات کے کھانے کے ساتھ میں نے بیرے سے پھر وہسکی طلب کی۔ اور شراب نے مجھے سکون کی نیند بخش دی۔

اور پھر وہی دن----- ناشتے وغیرہ سے فارغ ہو کر میں نے فیصلہ کیا کہ اب میں ناصر یمانی سے ملاقات کروں۔ اور اس سے پوچھوں کہ آئندہ پروگرام کیا ہے۔ اب یہاں سے اکتا گیا تھا۔ بس ایک عجیب سی بیزاری ذہن پر مسلط تھی۔ لباس وغیرہ تبدیل کر کے میں سوچ ہی رہا تھا کہ باہر نکلوں۔ دفعتاً کمرے کے دروازے پر دستک ہوئی اور میں آگے بڑھ گیا۔ میں نے دروازہ کھول کر دیکھا۔

ناصر یمانی تھا۔ اس نے مسکراتے ہوئے مجھ سے ہاتھ ملایا اور اندر آ گیا۔

"کیسے ہیں نواز صاحب؟" وہ ایک کرسی پر بیٹھتے ہوئے بولا۔

"ٹھیک ہوں۔" میں نے بے دلی سے کہا۔

"اپنے شاندار کارنامے پر میری طرف سے دلی مبارکباد قبول کریں۔"

"شکریہ۔" میں نے پھیکی سی مسکراہٹ سے کہا۔

"جان بوجھ کر آپ سے اجتناب کیا جا رہا تھا۔ بہر حال میدان صاف ہوتے ہی میں آپ کو لینے آ گیا۔"

"میں خود بھی آپ سے ملنا چاہتا تھا۔"

"ہاں۔ مجھے احساس ہے۔ آپ بور ہو رہے ہوں گے۔"

"بے پناہ۔" میں نے کہا۔ "اب کیا پروگرام ہے؟"

"بس۔ ابھی تو آپ کی مہمان نوازی باقی ہے۔ میں آپ کو لینے آیا ہوں۔ تیار ہو جائیں۔ میرا آدمی آپ کے کمرے کی ادائیگی کر رہا ہے۔"

"او کے۔ لیکن اب میں بہت جلد ایران چھوڑ دینا چاہتا ہوں۔"

"ایران آپ کو چھوڑ دے تو ہمیں کوئی اعتراض نہیں ہو گا۔" یمانی نے بدستور مسکراتے ہوئے کہا۔ اور میں اس کے جملے پر غور کرتا ہوا اپنا سامان سمیٹنے لگا۔ کوشلیا کا سامان ایکسائز والے لے گئے تھے۔ اس کی کوئی نشانی میں نے اپنے پاس نہیں رہنے دی تھی۔ یہاں تک کہ وہ پوستین بھی واپس کر دی تھی جو کوشلیا نے میرے لیے خریدی تھی۔ بہر حال سامان اٹھانے کے بعد ہم باہر نکل آئے۔ یمانی نے میرا سوٹ کیس اپنے ہاتھ میں لے لیا تھا جسے کمرے سے باہر نکلتے ہی ایک بیرے نے تھام لیا اور پھر وہ ہمیں نیچے تک پہنچانے گیا۔ بیرے کو ٹپ دینے کے بعد ہم ایک خوبصورت کار میں بیٹھ گئے اور کار چل پڑی۔

"ایران اتنا بد اخلاق بھی نہیں ہے کہ آپ اسے یوں چھوڑ جائیں۔ اس کی اپنی حیثیت ' اپنا وقار ہے۔ وہ مہمانوں کو بیزار نہیں ہونے دیتا۔" راستے میں یمانی بولا۔

"شاید۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"شاید نہیں یقیناً۔ ابھی آپ نے دیکھا کیا ہے۔" یمانی نے جھٹکے دار آواز میں کہا۔ اور ہنسنے لگا۔ کار برق رفتاری سے دوڑ رہی تھی۔ پھر وہ ایک سرسبز رہائشی علاقے میں داخل ہو گئی۔ تھوڑے تھوڑے فاصلے پر خوبصورت کوٹھیاں نظر آ رہی تھیں۔ درمیان میں درخت جھول رہے تھے۔ اس سے قبل میں اس علاقے کی طرف نہیں آیا تھا۔ بہر حال اس کے سبزے نے مجھے متاثر کیا تھا اور پھر ہم ایک ایسی کوٹھی کے سامنے پہنچ گئے جس کی چار دیواری سے سرخ پھولوں والے درختوں کے پتے باہر جھکے ہوئے تھے۔ پھولوں کی ایک سرخ لائن چاروں طرف پھیلی ہوئی تھی۔ رنگین گیٹ کے دونوں طرف سرخ پھول والے درخت سرخ وردی پوش دربانوں کے سے انداز میں کھڑے ہوئے تھے۔

ایک باوردی چوکیدار نے گیٹ کھول کر سلام کیا اور کار اندر داخل ہو کر پورچ میں رک گئی۔ بلاشبہ حسین ترین کوٹھی تھی۔ بائیں طرف گھاس کا ایک میدان سا چلا گیا تھا جس کے بیچوں بیچ ایک سوئمنگ پول تھا۔ جس کے کنارے تھوڑا تھوڑا فرش سنگ مرمر کی حسین ٹائلوں کا تھا اور اس پر سنگ مرمر کی خوبصورت اور..... آرام دہ بنچیں پڑی ہوئی تھیں۔

"میں نے کار سے نیچے اتر کر گہری گہری سانسیں لیں اور میرے پھیپھڑوں نے معطر ہوائیں جذب کر لیں۔ ایک عجیب سی فرحت کا احساس ہو رہا تھا۔ یہاں آ کر-----

"آیئے۔" ناصر یمانی نے کہا اور میں اس کے ساتھ اندر داخل ہو گیا۔ میری آنکھیں کھل گئی تھیں۔ مجھے گمان بھی نہیں تھا کہ ناصر یمانی اتنی بڑی حیثیت کا آدمی ہو گا۔ کوٹھی میں اب تک صرف ملازم ٹائپ کے آدمی نظر آئے تھے۔ ایسا لگتا تھا جیسے یہاں اور کوئی نہیں رہتا ہو۔ میں نے ناصر یمانی سے یہ سوال کر ڈالا۔

"کیا آپ یہاں تنہا رہتے ہیں مسٹر یمانی؟"

"میں----- نہیں مسٹر نواز----- میں یہاں نہیں رہتا۔ یہ کوٹھی صرف بیرونی مہمانوں کے لیے ہے۔"

"فکر نہ کریں۔ آپ یہاں تنہا نہ ہوں گے۔" ناصر یمانی نے ایک کمرے کے دروازے کو دھکا دیا اور اندر سے موسیقی کی لہریں پھوٹ پڑیں----- انتہائی مدھم سروں میں ایک مغربی دھن بج رہی تھی۔ لیکن میری نگاہ اس لڑکی پر تھی جو ایک صوفے سے اٹھ کھڑی ہوئی تھی ٹخنوں تک لمبا سلک کا سفید لبادہ۔ کمر پر سیاہ ڈوری بندھی ہوئی تھی۔ لبادے کی آستینوں پر اور سینے پر بھی سیاہ گوٹ لگی ہوئی تھی۔ اس کے ہلکے نیلے رنگے ہوئے گھنگھریالے بالوں کی لٹیں بل کھاتی ہوئی سفید چہرے کے کئی حصوں کو ڈھانپ رہی تھیں۔ اور لپ اسٹک کے بغیر گلابی ہونٹوں کے دریچے سے موتیوں کی لڑیاں چمک رہی تھیں۔ ایک نگاہ میں جو کچھ دیکھ لیا۔ ممکن ہے وہ یمانی کی کوئی عزیز ہو۔ اس لیے

مفصل نہ دیکھ سکا۔

"خاتون سابہ۔ آپ کے مہمان۔"

"کیا یہ مسٹر نواز ہیں؟" لڑکی نے سوالیہ انداز میں کہا۔ زبان اردو تھی اور بالکل صاف تھی۔ اس لیے میں چونک پڑا حالانکہ چہرے سے وہ سو فیصدی ایرانی معلوم ہو رہی تھی۔

"ہاں۔" یمانی نے کہا۔

"ہیلو مسٹر نواز۔" اس نے آگے بڑھتے ہوئے کہا اور اپنا ننھا سا سفید ہاتھ آگے بڑھا دیا۔ میں نے اس ہاتھ کو اپنے ہاتھ میں تھام لیا تھا۔ سرور کی ہلکی ہلکی لہریں اس ہاتھ سے میرے پورے جسم میں منتقل ہونے لگیں۔ اب میں نے کسی قدر تفصیل سے اس کا جائزہ لیا۔ اس کا جسم بہت گداز تھا۔ پتلی کمر، چوڑے خمدار کولہے۔ بھری بھری رانیں۔ گداز شانے جو کھلے ہوئے تھے اور اس کی جلد ٹشو کی طرح ملائم اور چکنی تھی۔

"آپ سے مل کر واقعی خوشی ہوئی ہے۔" وہ مسکراتے ہوئے بولی۔

"مجھے بھی۔" میں نے رسماً جواب دیا۔

"تشریف رکھیے۔" وہ بولی۔ اور یمانی نے گھڑی دیکھتے ہوئے کہا۔

"اوکے مسٹر نواز۔ مجھے اجازت دیں۔ میں نے آپ کی تنہائی دور کر دی ہے۔ امید ہے خانم سابہ آپ کو اداس نہ ہونے دیں گی۔"

"ہمارے ساتھ ایک پیالی چائے نہیں پئیں گے مسٹر یمانی؟" سابہ نے پوچھا۔

"اس وقت معذرت خواہ ہوں۔ پھر کبھی۔" یمانی نے مسکراتے ہوئے کہا۔ پھر دو انگلیوں سے مجھے رخصتی سلام کیا اور باہر نکل گیا۔ سابہ اسے جاتے ہوئے دیکھ رہی تھی۔ اور میں سوچ رہا تھا کہ اگر ان لوگوں کی طرف سے یہی میری مدارت ہے تو یقیناً انہوں نے بڑا احسان کیا ہے مجھ پر۔۔۔۔ تب اس نے ایک گہری سانس لی اور میری طرف دیکھ کر مسکرانے لگی۔

"آپ اردو بہت صاف بول لیتی ہیں۔" میں نے کہا۔

"شکریہ۔ میں نے بڑی محنت سے اسے سیکھا ہے۔ مجھے پاکستانیوں سے بے حد محبت ہے اس کے علاوہ بھی مجھے کچھ زبانیں آتی ہیں۔"

"خوب۔" میں نے تعریفی نگاہوں سے اسے دیکھتے ہوئے کہا۔ "کیا آپ کو میری آمد کے بارے میں اطلاع تھی۔ میرا مطلب ہے آپ نے فوراً میرا نام لیا تھا؟"

"جی ہاں۔ بڑی تعریفیں سنی تھیں آپ کی۔ خاص طور سے ایران میں داخل ہونے کے بعد آپ کا یہ کارنامہ۔۔۔۔ ٹھاکر ہمارے زبردست حریفوں میں سے ہے۔ اور اس کی گرفتاری کا تو گمان بھی نہیں تھا۔" اس نے کہا۔ اور میں نے ایک طویل سانس لی۔ اس کا مقصد ہے کہ وہ بھی گروہ سے تعلق رکھتی ہے اور سب کچھ جانتی ہے تاہم میں نے اپنی طرف سے کوئی بات نہیں کی۔

موسیقی کا ریکارڈ ختم ہو گیا اور وہ کرسی سے اٹھ گئی۔ سلک کے لبادے سے اس کے دلکش جسمانی نقوش بے حد ہیجان خیز نظر آ رہے تھے۔ وہ ایک خوبصورت گرام کے پاس پہنچی اور جھک کر

اس کا ریکارڈ تبدیل کرنے لگی۔ جھکنے سے لبادہ اس کے جسم پر چست ہو گیا اور میں اس کی جسمانی دلکشی کی تاب نہ لا سکا۔ میں نے آنکھیں بند کر لیں۔ اور پھر اس کے قدموں کی چاپ میرے نزدیک آ گئی۔ وہ دوسرا ریکارڈ لگا چکی تھی۔

"موسیقی سے کوئی دلچسپی ہے مسٹر نواز؟"

"یقیناً۔ ہمارے ہاں روح کی غذا سمجھی جاتی ہے۔"

"مجھے بھی بہت پسند ہے۔ لیکن میرا خیال ہے آپ کسی قدر تکلف سے بیٹھے ہیں۔ ہم یہاں اس کمرے میں ایک ایک کپ چائے پئیں گے اور اس کے بعد میں آپ کے لیے منتخب کمرہ دکھادوں گی۔ اس کمرے میں بیٹھ کر ہم ایران کی سیر کے پروگرام مرتب کریں گے۔"

"میرے لیے بڑی الجھن ہے۔" میں نے کہا۔

"کیوں؟" وہ چونک کر بولی۔

"ناصر یمانی نے مجھے مفصل پروگرام نہیں بتایا۔" "اس سے کیا فرق پڑتا ہے۔ میں سب سے دبتی ہوں۔ غلام سیٹھ نے ہدایت دی ہے کہ آپ کو یہاں کوئی تکلیف نہ ہونے پائے جتنے دن بھی آپ پسند کریں آپ کو ایران کی سیر کرائی جائے۔ اس دوران ٹھاکر کا انجام بھی سامنے آجائے گا۔ چنانچہ آپ کی میزبانی کا شرف مجھے بخشا گیا ہے۔ یوں تو یہ ایک فرض تھا جسے انجام دینا ہی تھا۔۔۔۔۔ لیکن آپ سے ملاقات کے بعد اس فرض سے ذاتی دلچسپی بھی پیدا ہو گئی ہے۔" آخری الفاظ ادا کرتے ہوئے وہ مسکرا دی۔ اس کے دلکش دانتوں کی چمک مجھے بے حد پسند تھی۔

"ذاتی دلچسپی سے آپ کی کیا مراد ہے؟"

"اوہ مسٹر نواز۔۔۔۔ آپ کو علم ہے کہ ہماری لائن کے لوگ زیادہ تر خونخوار اور وحشی قسم کے ہوتے ہیں۔ فنون لطیفہ سے انہیں کم ہی دلچسپی ہوتی ہے۔ سازوں میں ان کا پسندیدہ ساز پستول ہوتا ہے جس کی کریہہ موسیقی انہیں مسحور کر دیتی ہے۔ لیکن میں نے پہلی ہی نگاہ میں آپ کو موسیقی کی طرف متوجہ ہوتے دیکھا تھا۔" اس نے کہا اور مجھے ہنسی آ گئی۔

"یہ پستول کی خوب رہی۔" میں نے کہا اور وہ ہنسنے لگی۔ ذہنی تکدر دور ہو رہا تھا۔ لڑکی خوبصورت بھی تھی۔ دلچسپ بھی۔۔۔۔ اور باتیں بھی اچھی کر لیتی تھی۔ خواہ کاروباری ہی کیوں نہ ہوں۔ تھوڑی دیر کے بعد ایک نوجوان ملازمہ ایک ٹرالی میں چائے کا سامان سجا لائی۔ یہ بھی ایرانی تھی۔ شکل و صورت سے ملازمہ نہیں معلوم ہوتی تھی۔ اس نے سلیقے سے چائے بنا کر ہم لوگوں کے سامنے پیش کی۔

"یہ شیفو ہے۔ آپ اسے صرف ملازمہ نہ سمجھیں۔ یہ ایک عمدہ رقاصہ ہے۔ کئی قسم کے رقص جانتی ہے۔ یہاں آپ کو ہر شخص آرٹسٹ نظر آئے گا۔" سابہ نے کہا اور شیفو نے گردن جھکا دی۔

"خوب۔ اس کا مطلب ہے کہ آپ لوگوں نے ایک چھوٹی سی جنت ترتیب دے ڈالی ہے۔"

"ہاں ----- جنت کا تصور تو بہت بلند ہے۔ وہاں نہ جانے کیا کیا ہوگا۔" سامعہ نے دونوں پاؤں سکوڑ کر چائے کی پیالی اٹھاتے ہوئے کہا۔ میں نے بھی اپنا کپ اٹھالیا۔ شیفو دروازے کی طرف بڑھ گئی۔ چھوٹے سے قد کی یہ ملازمہ بھی خوب تھی۔ چائے پیتے ہوئے میں اس عمارت کے دلکش ماحول کے بارے میں سوچتا رہا۔

گویا یہ گیسٹ ہاؤس ہے جہاں اسمگلروں اور منشیات کے کاروباری ٹھہرائے جاتے ہوں گے اور یہ حسین لڑکیاں سب کے ساتھ اسی طرح پیش آتی ہیں۔ وہ اپنا خلوص' اپنا جسم' سب کچھ ان کے حوالے کردیتی ہوں گی۔ ذہن پر ہلکا سا بوجھ آپڑا۔ لیکن دل ہی دل میں میں نے خود کو ڈانٹ دیا۔ یہ کیا حماقت ہے۔ بے حد فضول سوچ کیا دنیا میں صرف میں ہی انوکھا انسان ہوں؟----- ہر لڑکی صرف مجھے پسند کرلے۔ دل کی گہرائیوں سے چاہے۔ پوری زندگی میری آرزو کرتی رہے۔ حماقت گدھا پن----- ہونہہ-----

وہ خاموشی سے چائے پیتی رہی۔ پھر اس نے قریب رکھے حسین سگریٹ کیس سے ایک سگریٹ نکالا اور سگریٹ کیس میری طرف بڑھا دیا۔ آئرلینڈ کے بنے ہوئے خوبصورت خوشبودار سگریٹ تھے۔ میں نے بھی ایک نکال کر ہونٹوں میں دبالیا۔ اور اس نے پتھر کے لائٹر سے میرا سگریٹ سلگا دیا۔ اپنا سگریٹ اس نے سیاہ پتھر کے ایک لمبے ہولڈر میں لگایا اور اسے سلگا کر گہرے گہرے کش لینے لگی فضا میں خوشبو بکھر گئی تھی۔

"اٹھیں۔" اس نے کہا۔ میں جلدی سے کھڑا ہوگیا اور پھر ہم دونوں باہر نکل آئے۔ وہ کئی چکنی راہداریاں طے کرکے ایک حصے میں پہنچ گئی۔ سیاہ رنگت کا خوبصورت دروازہ کھول کر ایک کمرے میں داخل ہوگئی۔ خاصا بڑا کمرہ تھا۔ تین اطراف میں نفیس ترین صوفے لگے ہوئے تھے درمیان میں ایک چوڑی مسہری تھی جس پر خوبصورت بستر بچھا ہوا تھا۔ مسہری کے بائیں طرف پھولوں کا ایک بہت بڑا گلدان رکھا ہوا تھا۔ بائیں سمت کھڑکی تھی جس سے عقبی باغ کا خوبصورت منظر نظر آتا تھا۔ کمرے کی چھت میں نیلے رنگ کے شیشے لگے ہوئے تھے جن میں کہیں روشنی کا کوئی بلب چھپا ہوا تھا۔ انتہائی خوبصورت اور جاذب نگاہ کمرہ تھا۔ میں نے اسے دیکھ کر پسندیدگی کا اظہار کیا۔

"یہ ہماری خواب گاہ ہے۔" اس نے مدھم لہجے میں کہا۔ لیکن اس لفظ ہماری پر میرے دل کی دھڑکنیں تیز ہوگئیں۔ میری آنکھوں میں سرور کی ایک لہر دوڑ آئی۔ لیکن میں نے خود کو کنٹرول میں رکھا۔ اس کی حسین آنکھیں بھی میری طرف اٹھی ہوئی تھیں۔ میں نے ان میں جھانکا تو وہ مسکرا دی۔

"پسند آئی آپ کو؟" اس نے پوچھا۔

"بے حد۔" میں نے مختصراً کہا اور وہ ایک طرف بڑھ گئی۔ دیوار پر ایک سفید رنگ کے بورڈ میں لگے ہوئے سیاہ بٹن کو دبانے سے دیوار کا ایک حصہ دوسری طرف گھوم گیا۔

"ڈریسنگ روم۔ آپ کا سامان یہاں پہنچ گیا ہے۔ اس کے علاوہ جس چیز کی ضرورت ہو فرمادیں۔"

"شکریہ۔ اور کس چیز کی ضرورت ہوسکتی ہے۔" میں نے کہا۔

"بہتر ہے۔ لنچ تک کے لیے مجھے اجازت دے دیں۔ اس کے بعد آپ کا ساتھ نہ چھوڑوں گی۔" اس نے کہا اور میں نے گردن ہلا دی۔ تب اس نے میری طرف ہاتھ لہرایا اور باہر نکل گئی۔ اس کے جانے کے بعد میں نے گہری سانس لی۔ دلچسپیوں کا یہ نیا موڑ۔ خاصا خوشگوار تھا۔ میرے ذہن سے کوشلیا کی سوزش بھی کم ہوگئی تھی۔ میں سوچ رہا تھا کہ میرے لیے وہی مناسب ہے جو میں نے کیا ہے۔ غلام سیٹھ میری کارکردگی سے خوش ہے اور مجھے نواز رہا ہے پھر کیوں نہ اس کی مرضی کے مطابق کام کروں۔ میری اپنی حیثیت' میری خواہش کیا حقیقت رکھتی ہے اور پھر مجھے اندازہ ہوگیا تھا۔ قدم قدم پر تجربہ ہوا تھا کہ زندگی کے لیے بنائے گئے اصول' نیکی اور فلاح کے اصول ہیں۔ ان سے انسانیت کے تقاضے ضرور پورے ہوتے ہیں۔ زندگی کے نہیں۔ زندگی ان اصولوں کی موت چاہتی ہے اور جو انہیں قتل کرنے پر آمادہ نہیں ہے' وہ زندگی کا ساتھ نہیں دے سکتا۔ اور پھر زندگی اس سے بھرپور انتقام لیتی ہے۔ ساری عمر اس سے انتقام لیا جاتا ہے۔ معمولی سی مثال کوشلیا کی تھی۔ وہ دیوانی' دل کی آنکھوں سے دیکھ رہی تھی۔ اگر وہ صرف اسمگلر رہتی۔ مجھے ایران لانے کے بعد خاموشی سے نکل جاتی تو اس کا کچھ نہ بگڑتا۔ لیکن نادان کی نادانی دوسروں کو بھی لے ڈوبی۔

میں ایک کرسی پر بیٹھ گیا۔ جوتے اتارے اور پھر لباس اتارنے لگا۔ اس کے بعد میں ڈریسنگ روم میں چلا گیا۔ خاصا بڑا کمرہ تھا----- باتھ روم بھی اسی سے ملحق تھا۔ ٹھنڈے پانی کے چھینٹے منہ پر مار کر میں نے چہرہ صاف کیا۔ آئینے میں خود کو دیکھا اور پہچان نہ سکا۔ کیسی تبدیلیاں ہوگئی ہیں مجھ میں----- کتنا بدل گیا ہوں میں۔ کیا یہ سرائے عالمگیر کے ایک کسان کا بیٹا ہے پنجاب کا ایک گبرو جوان ہے۔ جس کے پسینے میں سرسوں کی مہک آتی ہے۔ جس کی پیشانی سے سورج کی شعاعیں منتشر ہوتی ہیں۔ میرے سامنے تو ایک عجیب و غریب انسان کھڑا تھا۔ جس کی کوئی چیز اپنی نہیں تھی۔ سب کچھ دوسروں کا بخشا ہوا۔ سب کچھ۔

میرا کوئی قصور نہیں ہے----- میرا اس میں کوئی قصور نہیں ہے۔ میں آج تک پنجاب کا ایک معصوم کسان ہوں۔ اس دنیا نے میرے اوپر غلاف چڑھائے ہیں۔ میرے کمزور بازو یہ لبادے نہیں اتار سکتے۔ آؤ اے قسمت کے فرشتو میری شکل بدل دو۔ میری قسمت بدل دو' میری شخصیت بدل دو' مجھے حقیقی رنگ دے دو۔ اگر تم نے میرے لیے ہی سب کچھ مقدر کیا ہے تو اس میں میرا کیا قصور ہے۔ میں تمہارے فیصلوں کو بدلنے کی قوت کہاں رکھتا ہوں۔ میں دانت پیستا ہوا آئینے کے سامنے سے ہٹ گیا۔ میرا خون کھولنے لگا تھا۔ میرا ذہنی ہیجان بڑھ گیا تھا۔ ممکن تھا میرے اوپر پھر دیوانگی کا دورہ پڑ جاتا۔ میں نہ جانے کیا کرتا کہ اسی وقت شیفو دروازے سے اندر داخل ہوئی۔ مسکراتی' ٹھنڈی ٹھنڈی چاندنی کی طرح۔ ایران کی خوشبو بدن میں سمیٹے ہوئے۔ اور میں اسے دیکھنے لگا!

☆ ☆ ☆

"ہیلو" شیفو نے چمکدار آنکھوں سے مجھے دیکھ کر مسکراتے ہوئے کہا۔ میں جلتی ہوئی نگاہوں سے اسے دیکھتا رہا۔ لڑکی' ہاں یہ بھی تو ایک لڑکی ہے' نرم و گداز جسم کی مالک۔ غلام سیٹھ کی غلام۔ غلام لڑکیاں بازاروں میں کیوں نکل آئیں۔ گھر کی چار دیواری ان کی محافظ ہوتی ہے۔ خاتون خانہ کی حیثیت سے یہ محفوظ رہتی ہیں۔ انہوں نے ان دیواروں کو چھوڑ کر میدان میں آنے کی کوشش کی ہے۔ یہ کمزور ہستیاں خود کو طاقتور سمجھنے لگی ہیں' حالانکہ یہ ان بھیڑیوں سے واقف ہیں' جو قدم قدم پر گھات لگائے بیٹھے ہیں۔ جب یہ ان سے خوفزدہ نہیں ہیں تو پھر بھیڑیوں کو شرافت برتنے کی کیا ضرورت ہے۔ شکار خود اپنے قدموں سے چل کر ان کے نزدیک آتا ہے۔ پھر وہ شکار کیوں نہ کریں۔ ان کا تو کام ہی یہی ہے۔

"ارے نہیں نواز---- تمہاری محبت نے تھوڑا سا بزدل ضرور بنا دیا ہے۔ لیکن یہ نہ بھولو کہ میں اکیلے مال لے کر سفر کرتی ہوں---- راستے میں بے شمار خطرناک لوگ ٹکراتے ہیں۔ میں کمزور عورت نہیں ہوں نواز۔" کوشلیا کی آواز کانوں میں گونجی۔

"تمہیں بھیڑیوں سے خوف نہیں معلوم ہوتا۔" میں نے شیفو سے کہا اور وہ حیرانی سے میری شکل دیکھنے لگی۔ "میں نہیں سمجھی مسٹر نواز۔" اس نے تعجب سے کہا اور میں سنبھل گیا۔ کہیں یہ لڑکی مجھے دیوانہ نہ خیال کرے۔

"سنو شیفو---- تم مجھے اپنے بارے میں کچھ نہیں بتاؤ گی۔ تم مجھے کوئی کہانی نہیں سناؤ گی۔ وعدہ کرو---- وعدہ کرو---- اور اگر تم نے اپنی مظلومیت کا اظہار کیا---- تو---- تو میں تمہاری گردن دبا دوں گا! سمجھیں---- میں تمہاری گردن دبا دوں گا!" میں نے غراتے ہوئے کہا اور شیفو کے چہرے پر عجیب سے تاثرات ابھر آئے۔

"آپ کس قسم کے ذہنی ہیجان میں مبتلا ہیں مسٹر نواز۔" شیفو آہستہ آہستہ میری طرف بڑھی۔ اور میرے قریب پہنچ گئی۔ "آیئے" آرام کیجئے---- میں آپ کو کوئی کہانی نہیں سناؤں گی۔" اس نے اپنے ملائم ہاتھ سے میرا ہاتھ پکڑ لیا۔" اور مسہری پر لے آئی۔ پھر اس نے میرے دونوں شانوں پر دباؤ ڈال کر مجھے مسہری پر لیٹنے پر مجبور کر دیا۔ پھر وہ میرے سرہانے آبیٹھی اور نرم انگلیوں سے میری پیشانی دبانے لگی۔ نہ جانے کیا سحر تھا اس کی انگلیوں میں۔ میرا ذہن حیرت انگیز طور پر پرسکون ہونے لگا! میں نے آنکھیں بند کر لیں۔ شیفو خاموشی سے میری پیشانی دبا رہی تھی۔ اور میرے پورے وجود میں سکون کی لہریں دوڑ رہی تھیں۔

کئی منٹ خاموشی سے گزر گئے۔ پھر شیفو کی آواز ابھری۔ "سو گئے مسٹر نواز۔؟"

"نہیں شیفو---- تمہارے ہاتھوں میں بے حد سکون ہے۔" میں نے آنکھیں بند کئے ہوئے کہا۔

"میں آپ کے بارے میں کچھ نہیں جانتی مسٹر نواز' سوائے اس کے کہ آپ بے حد خوبصورت اور پرکشش نوجوان ہیں۔ کوئی بھی لڑکی آپ کو پانے کی آرزو کر سکتی ہے' اور آپ کو حاصل کر کے اپنی قسمت پر رشک کر سکتی ہے۔ آپ ان تمام لوگوں سے بالکل مختلف ہیں جو اس راہ کے راہی ہیں۔ ممکن ہے آپ کی زندگی سے بہت سی المناک کہانیاں وابستہ ہوں۔ لیکن کہانیوں کا بھول جانا ہی

اچھا ہوتا ہے مسٹر نواز---- ہمارا ہر سانس ہمیں ایک نئے حادثے سے دوچار کرتا ہے۔ ہمیں ان حادثات کا مقابلہ کرنا ہوتا ہے۔ اور اس پر قابو پانے کے بعد اسے بھلا دینا ضروری ہوتا ہے تاکہ نئے حادثات سے مقابلہ کے لئے خود کو تیار کریں اسی کا نام زندگی ہے۔ بھلا دیجئے سب کچھ---- حال میں گم ہو جایئے۔ حال ہمارا ہے۔ ماضی اور مستقبل صرف وہم ہے۔ اس کا حال سے کوئی تعلق نہیں۔"

"تم ٹھیک کہتی ہو شیفو---- لیکن یہ ماضی یاد کیوں رہ جاتا ہے۔ یہ کسی بچھو کی طرح دماغ کی تہہ سے کیوں چپک جاتا ہے۔ جب یہ آہستہ آہستہ ڈنگ مارتا ہے تو بڑی چبھن ہوتی ہے شیفو۔!"

"اس بچھو کو ہلاک کر دینا کوئی مشکل کام نہیں ہے۔ تھوڑی سی کوشش درکار ہے۔ کیا آپ کو موسیقی سے دلچسپی ہے؟" "ہاں۔!" میں نے جواب دیا۔

"تب میں آپ کو گٹار سناؤں گی۔ وہ اٹھ گئی۔ اس نے پہلے الماری سے شراب کی ایک بوتل نکالی۔ گلاس نکالا۔ میرے لیے ایک پیگ بنا کر میرے ہونٹوں سے لگا دیا۔ میں نے اعتراض نہیں کیا تھا۔ پھر وہ باہر چلی گئی۔ صرف چند منٹ کے لئے۔ واپس آئی تو اس کے ہاتھ میں ایک خوبصورت گٹار تھا۔ وہ میرے سامنے ایک کرسی پر بیٹھ گئی۔ اس دوران میں نے دوسرا پیگ بنا لیا تھا۔ شیفو نے گٹار چھیڑ دیا تھا۔ وہ ایک کلاسیکی ایرانی دھن بجا رہی تھی۔ گٹار کی ماہر نہیں تھی۔ لیکن جس انداز سے اس نے گٹار تھاما ہوا تھا' اور جس طرح وہ پاؤں پر پاؤں رکھ کر اسے بجا رہی تھی' وہ بہت خوبصورت تھا۔ میری نگاہیں اس کے حسین جسم کا طواف کر رہی تھیں۔ شراب نے رنگ دکھانا شروع کر دیا تھا۔ اور ایک ہلکا سا سرور طاری ہوتا جا رہا تھا۔ میرا دل چاہا کہ لپک کر اسے آغوش میں بھینچ لوں۔ اس کے لباس کو تار تار کر دوں---- اور---- اور پھر اس سے کہوں---- کہ---- کہ اب وہ اس میں بیٹھ کر گٹار بجائے۔ عجیب خواہش تھی۔ پہلی خواہش کے بعد ممکن ہے کوئی اور خواہش جاگ اٹھے۔

لیکن ذہن ابھی ماؤف نہیں ہوا تھا۔ شراب نے ابھی تک حواس نہیں چھینے تھے۔ اس لئے یہ احمقانہ خواہش اس کے سامنے نہ ڈھل سکی---- ایرانی دھن عروج پر پہنچ رہی تھی۔ پھر گٹار نے آخری سر نکالے اور خاموش ہو گیا۔ اس دوران خاصی شراب میرے معدے میں اتر گئی تھی۔ میں نے بھاری آواز سے اسے پکارا۔

"شیفو۔!" اور اس نے بڑے خوبصورت انداز میں گردن جھکا دی۔ بہت خوبصورت ہو تم۔؟" میں اس کی طرف انگلی اٹھا کر بولا۔

"شکریہ---- گٹار پسند آیا۔؟"

"بے حد حسین---- تمہاری طرح----!" میں نے کہا اور اس نے ایک بار پھر اسی ادا سے گردن جھکا دی۔ "میرے قریب آؤ شیفو۔!" میں نے کہا اور وہ گٹار لیے ہوئے میرے نزدیک آ گئی۔ "گٹار رکھ دو---!" میں نے دوسرا حکم دیا اور اس نے قریب ہی ایک تپائی پر گٹار رکھ دیا۔ اور پھر گٹار رکھ کر وہ پلٹی تو میں نے اس کی کمر میں دونوں ہاتھ ڈال کر اسے خود پر گھسیٹ لیا۔ شیفو پکے ہوئے پھل کی طرح میری آغوش میں آ گری۔ میں نے وحشیانہ انداز میں اسے مسہری پر گرا کر دبوچ لیا۔ اور پھر میرے ہاتھ گستاخیاں کرنے لگے۔

"یہ--- یہ پردے کیوں ہیں شیفو--- انہیں جدا کر دو--- تم بے حد حسین ہو--- بہت خوبصورت--- میں تمہیں ان پردوں سے بے نیاز دیکھنا چاہتا ہوں۔"

"ابھی نہیں نواز--- ابھی نہیں--- میں تمہاری ہر خدمت کیلئے تیار ہوں۔ لیکن--- خانم سمابہ کی اجازت کے بغیر نہیں--- انہوں نے مجھے حکم دیا کہ تمہیں اداس نہ ہونے دوں۔ لیکن--- لیکن---!"

"کون سمابہ--- وہ کون ہے اجازت دینے والی--- میں تمہیں پسند کرتا ہوں۔ میں تمہیں چاہتا ہوں۔" میں نے اس کے دونوں بازوؤں پر قوت آزمائی کی اور اس کے ہونٹوں پر ہونٹ رکھ دیئے۔

شیفو نے جدوجہد نہیں کی تھی' لیکن جب میں بوسے سے فارغ ہوا تو اس نے ملتجی انداز میں کہا۔

"میں عورت ہوں نواز--- تم میرے پسندیدہ مرد ہو۔ لیکن تم مجھے حکم عدولی کی سزا سے نہ بچا سکو گے۔ براہ کرم--- براہ کرم--- صرف آج رہنے دو۔ تم خانم سمابہ کا حق ہو۔ ان سے پہلے اگر--- اگر میں نے تمہیں حاصل کر لیا' تو وہ مجھے زندہ نہ رہنے دیں گی۔ میری التجا قبول کر لو نواز۔ میری درخواست قبول کر لو۔" اس نے لجاجت سے کہا اور میں سنبھل گیا۔ درحقیقت مجھے یہ وحشیانہ پن نہیں کرنا چاہئے تھا--- میں نے اسے ایک دم چھوڑ دیا۔ اور پھر میں مسہری سے نیچے اتر آیا۔ میرے چہرے پر خجالت کے آثار تھے۔!

"کیا تم ناراض ہو گئے نواز۔" وہ مسہری سے اٹھتے ہوئے بولی۔

"نہیں شیفو--- میں--- میں شرمندہ ہوں مجھے تمہارے ساتھ یہ زیادتی نہیں کرنی چاہئے تھی۔!"

"میں نے بالکل برا نہیں مانا ہے نواز--- شاید تمہیں اپنی قیمت معلوم نہیں ہے۔ کوئی بھی لڑکی تمہاری آرزو مند ہو سکتی ہے۔ کوئی بھی لڑکی تمہارے چوڑے سینے اور مضبوط بازوؤں کو حاصل کر کے--- خود کو جنت میں محسوس کر سکتی ہے۔ میں تمہیں بے حد پسند کرتی ہوں۔ بس میں اس وقت کا انتظار کرنا چاہتی ہوں جب مجھے تمہارے بازوؤں میں آنے کی اجازت مل جائے اور اس میں زیادہ وقت نہیں لگے گا۔!"

"مجھے گٹار سناؤ شیفو--- کوئی اور خوبصورت دھن سناؤ۔" میں نے اس کی بات سنی ان سنی کر کے کہا۔

"دل و جان سے۔" اس نے جھک کر میرا رخسار چومتے ہوئے کہا۔ اور پھر اس نے گٹار اٹھا لیا۔

اچانک نہ جانے میرے دل میں کیا سمائی کہ میں نے گٹار کی طرف ہاتھ پھیلا دیئے۔ اس نے چونک کر میری طرف دیکھا' میری بات کو سمجھا اور پھر گٹار میری طرف بڑھا دیا۔ میں دل کی گھٹن کو سینے سے آزاد کر دینا چاہتا تھا۔ میں اپنی تمام پریشانیوں کو نغمے میں ڈبو دینا چاہتا تھا۔ میری انگلیوں نے گٹار کے تار چھیڑے اور پھر ایک لے ابھرنے لگی۔ لے' جو اداسیاں لیے ہوئے تھی۔ میں نے ذہن آزاد کر دیا۔ آنکھیں بند کر لیں اور گٹار کے سر بلند ہونے لگے۔ نغمہ سرسرا رہا تھا۔ ایک درد بھرا نغمہ۔ چیختا ہوا' کراہتا ہوا۔ اپنے دامن میں ویرانیاں سمیٹے ہوئے۔ میرے دل کا درد بہہ رہا تھا۔ اور--- شیفو مبہوت ہو گئی تھی۔ اور آنکھیں پھاڑے مجھے دیکھ رہی تھی۔ اس کے چہرے پر عجیب تاثرات تھے۔ نغمہ بہتا رہا۔ میرے دل کا درد نکلتا رہا۔ میں نے اس ظالم دنیا سے سارے شکوے کر ڈالے' جس نے

بہت برا سلوک کیا تھا میرے ساتھ--- جس نے میری پاکیزگی چھین لی تھی۔ جس نے میرے جسم سے ابھرنے والی سرسوں کی دلکش مہک چھین لی تھی' اور اب اس جسم سے چرس' افیون اور بھنگ کے سڑے ہوئے بھبکے نکلتے تھے۔ جہلم کا نواز' اسمگلر بن گیا تھا۔ رومانوں کی امین جہلم کی موجوں میں زہر گھل گیا تھا اور جب میں نے سارے شکوے کر ڈالے تو گٹار خاموش ہو گیا۔ ماحول کا تمام درد فضا میں تحلیل ہو گیا۔ میں نے نگاہیں اٹھا کر شیفو کی طرف دیکھا' اس کے چکنے' چمکدار رخساروں پر آنسوؤں کی لکیریں بہہ رہی تھیں۔ میں نے گٹار رکھ دیا۔ وہ دیوانہ وار لپکی--- اور مجھ سے لپٹ گئی۔ اس نے میری گردن' رخساروں اور پیشانی کے بے شمار بوسے لے ڈالے۔ پھر اس نے میری انگلیاں چوم لیں۔ وہ مسہری پر لیٹ گئی۔ اس نے اپنا سر میری آغوش میں رکھ دیا اور پھر میری گردن میں دونوں ہاتھ ڈال کر مجھے خود پر اتنا جھکایا' کہ میرے ہونٹ اس کے ہونٹوں سے جا ملے۔!

"یہ سب کیا تھا نواز--- یہ کونسا نغمہ تھا۔ کونسی زبان میں تھا' یہ کیسا نغمہ تھا نواز--- اس نے تو دل ہلا دیا۔ یہ کس کی پکار تھی۔؟ کس کے لئے تھی؟ کیا یہ تمہارے دل کی آواز تھی نواز--- تم اس قدر دکھی ہو۔"

"میں دکھی نہیں ہوں۔ میں نے غموں کا بوجھ اتار پھینکا ہے۔ میں کیوں اس دنیا کے لئے روؤں۔ اس نے مجھے جو بنا دیا ہے اسی میں کیوں نہ خوش رہوں۔ بولو--- جواب دو--- کیا نیکی اور شرافت کا ٹھیکیدار میں ہی ہوں۔ میں نے تو خود پر یہ ماحول مسلط نہیں کیا۔ بتاؤ--- اس میں میری کیا خطا ہے۔؟"

"کوئی خطا نہیں ہے نواز--- بدل ڈالو خود کو--- گلا گھونٹ دو ضمیر کا۔ یہ صرف بھٹکانا جانتا ہے۔ اس کی باتوں میں مت آیا کرو۔ ابتداء میں یہ بہت پریشان کرتا ہے۔ لیکن۔ رفتہ رفتہ سب ٹھیک ہو جاتا ہے۔ سب ٹھیک ہو جائے گا۔ آؤ--- میرے سینے پر سر رکھ کر سو جاؤ۔ جب سو کر اٹھو گے تو ذہن صاف ہو گا۔!"

اور جب میں سو کر اٹھا تو ذہن صاف تھا۔ کوئی چیز میرے بالوں میں گردش کر رہی تھی۔ میرے رخسار کے نیچے شیفو کا گداز سینہ تھا۔ اس کی نرماہٹ مجھے سکون بخش رہی تھی۔ میں نے آنکھیں کھول کر دیکھنے کی کوشش کی۔ لیکن' وہ شیفو نہیں تھی۔ میرے رخساروں کے نیچے سیمل کی نرم روئی کا تکیہ تھا۔ اور میری نگاہوں کے سامنے سمابہ کا دمکتا ہوا چہرہ تھا۔! اس کے نرم ہاتھوں کی انگلیاں میرے بالوں میں گردش کر رہی تھیں۔ میں نے اس بدلے ہوئے ماحول کو' بدلے ہوئے چہرے کو دیکھا' اور اسی وقت مجھے سمابہ کی آواز سنائی دی۔!

"اب اٹھ بھی جاؤ نواز--- پیٹ کی بری حالت ہے۔!"

"ایں۔" میں چونک پڑا۔ میں نے دیوار پر لگی ہوئی گھڑی پر نگاہ دوڑائی۔ سوا دو بجے تھے۔ شاید دن کے۔ "اوہ۔!" مجھے بھی شدید بھوک کا احساس ہوا تھا۔

"تو کیا--- ؟ آپ لوگوں نے بھی کھانا نہیں کھایا۔؟" میں نے جلدی سے اٹھتے ہوئے کہا۔

"مہمان کے بغیر۔؟" سمابہ مسکراتے ہوئے بولی۔

"اوہ--- سوری--- میں شرمندہ ہوں۔" میں نے جلدی سے کھڑے ہوتے ہوئے کہا۔

"اس کی ضرورت نہیں ہے۔ چلو غسل کر لو۔ شیفو نے تمہارے کپڑے غسل خانے میں پہنچا دیئے ہیں۔ مگر ذرا جلدی۔"

"بس، ابھی۔!" میں نے کہا اور غسل خانے میں گھس گیا۔ ایران کی عام روایات کے خلاف، یہاں کمروں کے ساتھ باتھ روم اٹیچ تھے۔ بہرحال میں نے غسل کیا اور لباس تبدیل کر کے باہر نکل آیا۔ سابہ ایک رسالہ دیکھ رہی تھی، مجھے دیکھ کر اس نے رسالہ رکھ دیا اور کھڑی ہو گئی۔

"ایک بار پھر شرمندہ ہوں سابہ۔۔۔۔۔" میں نے کہا۔

"ارے۔ یہ کیا شرمندہ شرمندہ لگا رکھی ہے۔ کیا بار بار، اظہار شرمندگی کر کے تم مجھے شرمندہ کرنا چاہتے ہو۔ آؤ چلیں۔" سابہ نے بے تکلفی سے میرا ہاتھ پکڑتے ہوئے کہا۔ وہ اس وقت بھی ایک خوبصورت لباس میں ملبوس تھی۔ اس کے جسم سے کیوڑے کی بھینی بھینی خوشبو اٹھ رہی تھی۔ شاید اس نے کیوڑے کا سینٹ لگایا ہوا تھا۔

ہم دونوں ڈائننگ روم میں پہنچ گئے، جہاں شیفو اپنی نگرانی میں کھانا لگوا رہی تھی۔ ہمیں دیکھ کر وہ مودب ہو گئی۔ اس نے مجھ سے نگاہیں ملانے کی کوشش نہیں کی تھی۔ پھر اس نے ہم دونوں کے لئے کرسیاں کھینچیں اور ہم بیٹھ گئے۔ میرا دل چاہا کہ شیفو کو بھی کھانے پر مدعو کروں لیکن سابہ کے بارے میں، مجھے ابھی تک کوئی تفصیل نہیں معلوم تھی سابہ نے شیفو کو نظرانداز کر دیا تو میں بھی خاموش ہو گیا۔ ہم نے کھانا شروع کر دیا۔ اور کھانے کے دوران سابہ بولی۔

"میری غیر موجودگی میں آپ کو کوئی تکلیف تو نہیں ہوئی مسٹر نواز۔؟"

"نہیں۔ آپ کی شیفو عمدہ مہمان نواز ہے۔"

"اوہ۔۔۔۔ اس کا مطلب ہے آپ نے خوب تفریحات کیں؟" سابہ نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔ لیکن مجھے اس کے سوال سے ایک کھنک سی محسوس ہوئی تھی۔

"ہاں۔۔۔۔ شیفو نے مجھے عمدہ شراب پلائی اور گٹار سنایا۔ یہ بہت اچھا گٹار بجاتی ہے۔"

"لیکن اس نے تو کچھ اور کہا ہے۔" سابہ نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"کیا۔؟" میں نے چونک کر پوچھا۔

"اس کا کہنا ہے کہ گٹار بجانے میں آپ بھی اپنا ثانی نہیں رکھتے۔" سابہ نے چالاکی سے بات سنبھال لی۔ "ہاں مجھے بھی گٹار سے دلچسپی ہے۔"

"تب۔۔۔۔ رات کو شیفو رقص کرے گی اور آپ گٹار بجائیں گے" سابہ مسکراتے ہوئے بولی۔ مسکرانے سے اس کے گالوں میں گڑھے پڑ جاتے تھے، جو بہت بھلے معلوم ہوتے تھے۔ پھر ہم نے کھانا ختم کر لیا۔ اور میز سے اٹھ گئے۔!

"آپ خوب گہری نیند سو چکے ہیں مسٹر نواز۔ میں دن میں سونے کی عادی نہیں ہوں۔ چنانچہ آیئے۔ گفتگو کریں گے اور پھر شام کو چار بجے ہم سیر کرنے چلیں گے۔ آپ نے ابھی ایران کے خوبصورت مقامات تو دیکھے نہیں ہوں گے۔"

"نہ دیکھنے کے برابر۔" میں نے کہا۔

"میں آپ کو یہاں کے دلکش مقامات کی سیر کراؤں گی۔ ایران قدرتی اور غیر قدرتی مناظر سے مالا مال ہے۔" سابہ نے میرے ساتھ کمرے سے نکلتے ہوئے کہا۔ اور پھر وہ ایک اور کمرے میں آ گئی۔

خوبصورتی سے سجا ہوا یہ کمرہ بھی بہت خوب تھا۔ کمرے کے ایک کونے میں کسی ماہر سنگتراش کی کاوش آویزاں تھی، محبت میں ڈوبا ہوا ایک جوڑا۔ لباس سے بے نیاز لیکن ان کے خوبصورتی سے تراشے ہوئے برہنہ جسموں کی بہ نسبت، ان کے چہروں سے ٹپکتے ہوئے جذبات سخت ہیجان خیز تھے۔ میں نے کافی غور سے اس مجسمے کو دیکھا۔ اور پھر دوسری چیزوں کو دیکھنے لگا! مختصر لیکن انتہائی خوبصورت اور قیمتی سامان زیبائش سے آراستہ یہ کمرہ مجھے بہت پسند آیا تھا۔

"بہت عمدہ جگہ ہے۔"

"تمہیں پسند آئی۔؟" سابہ نے مسکراتے ہوئے کہا۔۔۔۔۔ "یہ سب کچھ۔ میری کاوش ہے۔!"

"آپ بہت باذوق خاتون ہیں۔۔۔۔۔!" میں نے اسے دیکھتے ہوئے کہا۔

"شکریہ۔" اس نے گردن خم کی۔ "لیکن میں پہلی بار اس گروہ کے ایک انوکھے شخص سے ملاقات کر رہی ہوں۔ خود آپ کی شخصیت کم سحر انگیز نہیں ہے مسٹر نواز۔!"

"ایک بات پوچھوں خاتون سابہ۔؟"

"ضرور۔۔۔۔؟" وہ مسکرائی۔

"یہاں بہت سے لوگ آتے ہوں گے۔"

"ہاں۔ گروہ سے متعلق۔!"

"آپ ان کی میزبانی اسی انداز سے کرتی ہوں گی؟"

"گو وہ مجھے دل سے نہیں بھاتے۔۔۔۔ لیکن میری ڈیوٹی یہی ہے؟" سابہ نے صاف گوئی سے کام لیا۔ اور ایک لمحے کے لئے میرے دل پر میل آ گیا گویا یہ مکھن جیسا بدن، نہ جانے کتنے بدنما انسانوں سے ہم آغوش ہو چکا ہے یہ رسیلے ہونٹ بہت سے ہونٹوں کو زندگی بخش چکے ہوں گے، لیکن میں اس انداز میں کیوں سوچوں۔ میں خود بھی تو بہت سی کلیوں کا رس چوس چکا ہوں۔ میں کونسا پاکیزہ انسان ہوں۔ سب کے اپنے اپنے مشاغل ہیں۔ سب کا اپنا اپنا طرز زندگی۔۔۔۔ انہیں میں نے کیا دے دیا۔ جنہوں نے اپنی پاکیزگی۔ اپنا کنوارپن، میرے حوالے کر دیا تھا۔ یہ حسین لڑکی بھی میری چند دنوں کی ساتھی ہے۔ اچھا ہے یہ ان سے مختلف ہے، کم از کم یہ اوروں کی طرح میرے ساتھ زندگی گزارنے کی خواہش تو نہیں کرے گی!

"اس دنیا میں۔۔۔۔" سابہ نے سنجیدہ لہجے میں کہا۔ "سب کٹھ پتلیاں ہیں مسٹر نواز۔ ہر ایک کی ڈور کسی دوسرے کے ہاتھ میں ہے۔ کٹھ پتلیاں صرف ڈور کی جنبش پر ناچتی ہیں۔ اگر ڈور ٹوٹ جائے تو وہ بے جان ہو جاتی ہیں۔ انہیں ڈور سے منسلک رہنا چاہئے۔ ناچتے رہنا چاہئے۔ یہ انہیں کے حق میں سود مند ہے۔"

میں خاموشی سے اسے دیکھتا رہا۔ یہ بھی ایک کہانی ہو گی، یقیناً۔۔۔۔ نہ جانے اس کے خوبصورت جلد سے آراستہ سینے میں کون کونسی داستانیں پوشیدہ ہوں گی۔ لیکن اب میں کوئی داستان نہیں سننا چاہتا تھا۔ داستانیں سنتے سنتے میرے کان پک گئے تھے۔ میں اپنا ذہن جھٹکنے لگا، اسی وقت وہ کھلکھلا کر ہنس پڑی اور میں چونک کر اسے دیکھنے لگا۔

"کیوں۔؟" میں نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"سنا ہے آپ نے ٹھاکر کے گروہ کو تباہ کرنے کے لئے اسی کے گروہ کی کسی لڑکی کا سہارا لیا تھا۔؟" اس نے کہا۔

"کوشلیا۔!" میرے منہ سے بے ساختہ نکل گیا۔

"تو اس کا نام کوشلیا تھا۔؟" سمابہ نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔ اور اس کے بعد وہ کچھ نہ بولی۔ میں اس کا مطلب ذرا دیر سے سمجھا تھا۔ وہ غالباً مجھے بتانا چاہتی تھی کہ اگر وہ اس عمارت میں ٹھہرنے والے تمام مہمانوں کا دل بہلانے کے لئے مجبور ہے' تو کچھ مجبوریاں میرے ساتھ بھی ہیں۔ جیسے کوشلیا۔ ظاہر ہے ایک حسین اور نوجوان لڑکی کو دام فریب میں لائے بغیر میں ٹھاکر اور اس کے گروہ کو کیسے ختم کر سکتا تھا۔

بہرحال۔ میں نے اس سے سمجھوتہ کر لیا۔ میں نے اس کی مجبوریوں کو قبول کر لیا اور میں بھی ہنسنے لگا۔!

شام تک کا وقت ہم نے مختلف تفریحات میں گزارا' ہم رمی کھیلنے بیٹھ گئے تھے۔ باون تاش میرے غلام تھے۔ کس کی مجال تھی کہ میری مرضی کے بغیر چل سکے۔ میں آسانی سے اسے ہراتا رہا۔ وہ ہارتی اور ہنستی رہی۔ پھر شام ہو گئی' اور اس نے اپنی کلائی پر بندھی ہوئی خوبصورت گھڑی میں وقت دیکھتے ہوئے کہا۔ "ساڑھے چار بج گئے ہیں۔ کیا خیال ہے۔؟"

"جو تمہارا۔!" میں نے بے تکلفی سے کہا۔

"تب پھر لباس تبدیل کر لو------" اس نے کہا اور میں اٹھ گیا۔ اپنے کمرے میں آ کر میں نے لباس نکالا اور نوک پلک سے درست ہو کر کمرے کے دروازے کی طرف بڑھ ہی رہا تھا کہ وہ اس طرف آتی نظر آئی۔ مجھے تیار دیکھ کر اس کے ہونٹوں پر ایک دلکش مسکراہٹ پھیل گئی۔

"بہت سے لوگ یہاں آئے ہیں۔ میں نے بہت سے لوگوں کو تہران کی سیر کرائی ہے۔ لیکن آج پہلی بار' لوگ ہمیں تعجب سے نہیں دیکھیں گے ہاں' ہم دونوں کو دیکھ کر ان کی آنکھوں میں پسندیدگی کے جذبات ضرور ابھر آئیں گے۔" اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"اس توصیف کا شکریہ------!" میں نے بھی مسکراتے ہوئے جواب دیا اور ہم دونوں باہر نکل آئے۔ پورچ میں خوبصورت کار کھڑی تھی۔ سمابہ نے اسٹیئرنگ سنبھال لیا اور کار اسٹارٹ ہو کر چل پڑی۔ سمابہ کے حسین بال اڑ رہے تھے۔ بالوں کے لچھوں کے درمیان اس کے سفید چکنے چہرے کے نقوش بے حد جاذب نگاہ ہو گئے تھے۔ اس نے اپنا پسندیدہ سینٹ استعمال کیا تھا۔ نہ جانے کیوں یہ خوشبو اس کے بدن سے ہم آہنگ تھی اور اس کے بدن ہی کا ایک جز معلوم ہوتی تھی۔ ایسا لگتا تھا جیسے اس خوشبو کے بغیر اس کا جسم نامکمل رہے گا------ یا یہ خوشبو اس کے جسم کے علاوہ کہیں اور سے آئے گی تو اپنا حسن کھو بیٹھے گی۔

تہران کی سڑکیں حسب معمول بارونق تھیں۔ اہل تہران سڑکوں کی رونق بڑھا رہے تھے۔ خیابان فردوسی سے گزرتے ہوئے ایک بار پھر کوشلیا یاد آئی۔ لیکن میں نے گردن جھٹک کر اسے ذہن سے نکال پھینکا۔ موسم بے حد خوشگوار تھا۔ زیریں تہران سے نکل کر ہم شمیران کی طرف چل پڑے۔ تہران کا یہ حصہ کوہ دماند کے پہلو میں واقع ہے اور باقی شہر سے دو ہزار فٹ بلند ہے۔ سخت گرمیوں میں جب خیابان فردوسی تپنے لگتا ہے تو شمیران میں بہار کا موسم ہوتا ہے۔

شہری ہنگاموں' شور و غل سے دور یہ ماحول بے حد پر سکون تھا۔ سڑک کے پہلو میں ندی کی گنگناہٹ' پرندوں کی مدھر تانیں اور پہاڑی چشموں کی شر شر نے ماحول کو نہ جانے کی بنا دیا تھا۔ ذہن کو ایک عجیب سی پالیدگی کا احساس ہوتا تھا۔ سڑک کے دونوں طرف پھولوں کے تختوں اور چناروں کی قطاریں تھیں۔ جن کے پتے سڑک پر بکھر رہے تھے اور ایسا لگتا تھا جیسے کسی نے کسی کے استقبال کے لیے پھول بچھا دیئے ہوں۔

سمابہ نے دربند کے بیلوارڈ نو میں کار پارک کی اور دروازہ کھول کر نیچے اتر گئی۔ میں بھی دوسری طرف سے اتر آیا تھا۔ وہ میرے نزدیک آ گئی اور ملائمت سے میرا ہاتھ پکڑ لیا۔ تب ہم دونوں اس چٹان کی طرف بڑھ گئے جس میں سیڑھیاں ترشی ہوئی تھیں۔ ان سیڑھیوں نے ہمیں حسین ریستوران کے پر فضاء ماحول میں پہنچا دیا۔ سر پر کھلا آسمان' نیچے رنگ برنگی میزیں اور کرسیاں' ان کے نزدیک ہی ابلتے ہوئے سفید پانی کے لاتعداد چشمے------ میزوں کے درمیان میں آرائشی گلدانوں کی بجائے ننھے منے خوبصورت پرندوں کے نفیس پنجرے رکھے ہوئے تھے۔ ماحول بے حد دلکش بے حد حسین تھا اور پھر سمابہ۔! حسن کی دیوی۔ یونان کی وینس۔! میں نے اس کے دمکتے چہرے کو دیکھا۔ اور میرے ذہن میں ایک انوکھا خیال آیا۔ دنیا نے مجھے ایک شریفانہ زندگی گزارنے سے روک دیا ہے۔ لیکن جو زندگی مجھے ملی ہے' وہ بے حد دلکش ہے۔ خاص طور سے عورت--- میری زندگی کا عورت سے گہرا تعلق ہے۔ کسی بھی وقت' میں عورت سے محروم نہیں رہا ہوں ایک سے ایک حسین لڑکی۔ ایک سے ایک عجیب لڑکی' ہر وقت میرے ساتھ رہی ہے۔ کیا یہ حیرت انگیز بات نہیں ہے۔! "کیا سوچ رہے ہو نواز۔؟" سمابہ کی مترنم آواز نے مجھے ٹوک دیا۔

"بڑی حسین جگہ ہے سمابہ۔ بڑی رومان پرور------ اور پھر------ تمہاری موجودگی سے اس جگہ کا حسن بڑھ گیا ہے۔"

"شکریہ------!" سمابہ دلآویز انداز میں مسکرائی۔ ویٹر ہمارے نزدیک آ گیا تھا۔ "آب جو خنک' و جگر مرغ۔" اس نے ویٹر کو آرڈر دیا اور وہ گردن جھکا کر چلا گیا۔

آب جو خنک بھی خوب تھا۔ بیئر کے کئی جگ چڑھانے کے بعد طبیعت میں ترنگ آ گئی۔ سمابہ کا چہرہ بھی تمتمانے لگا تھا۔ اس کی آنکھوں میں لال لال ڈورے تیرنے لگے تھے اور ان کی گہرائی کچھ اور بڑھ گئی تھی جس نے اس کے حسن میں چار چاند لگا دیئے۔ میرا دل نہ جانے کیا کیا چاہ رہا تھا۔ لیکن میں جانتا تھا کہ اس پبلک مقام پر دل کی ایک بھی حسرت پوری نہیں کی جا سکتی تھی۔ تہران کے تفریحی مقامات اور انگلینڈ کے ساحلوں میں بہت فرق ہے۔ آب جو اور جگر مرغ سے نپٹ کر ہم نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا۔

"کیا خیال ہے۔؟" میں نے سمابہ سے پوچھا۔

"ابھی بہت وقت باقی ہے۔"

"پھر------؟"

"آؤ------!" اس نے کہا۔ اور بل ادا کر کے اٹھ گئی۔ تھوڑی دیر بعد ہم شمالی علاقے سے اتر کر تہران کی وسیع سڑکوں پر آ گئے۔ سمابہ نے کار کی رفتار غیر معمولی طور پر تیز کر دی تھی۔ میں نے گھبرائے ہوئے انداز میں اس کی طرف دیکھا۔

"اسٹیئرنگ پر کنٹرول رکھو سمابہ۔!" میں بے ساختہ بول پڑا اور سمابہ کھنک دار ہنسی ہنس کر خاموش ہو گئی۔ رفتار وہی رہی تھی۔ پھر میں بھی بے فکر ہو گیا۔ اب بزدلی بھی نہیں دکھائی جا سکتی تھی۔ تہران پیچھے رہا جا رہا تھا۔ اور پھر ہم قصبہ خراج بھی پیچھے چھوڑ آئے۔ اب کار دریائے خراج کے ساتھ ساتھ لپٹی ہوئی سڑک پر دوڑ رہی تھی۔ دریا سڑک اور پتھریلی چٹانوں کے درمیان سر پٹختا ہوا بڑے زور و شور سے بہہ رہا تھا۔ اور دریا کے کنارے درختوں کی گھنی چھاؤں میں رنگ برنگے لباسوں میں ملبوس لوگ بیٹھے مختلف مشاغل میں مصروف تھے۔!

ایک موڑ پر دریا درختوں میں گم ہو گیا تھا۔ سمابہ نے کار ایک طرف روک دی۔ اور ایک بار پھر ہم نیچے اتر آئے۔ اس ماحول کا بھی جواب نہیں تھا۔ سمابہ میرے ہاتھ میں ہاتھ ڈالے نیچے وادی میں جانے والی کچی سیڑھیاں طے کرنے لگی۔ میں گہری سانسیں لے رہا تھا۔

"سمابہ ــــــ!" میں نے اسے آواز دی۔

"ہوں ــــــ!" اس نے اسی انداز سے سیڑھیاں اترتے ہوئے پیار بھرے انداز میں کہا۔ "ایک بات پوچھوں۔؟"

"ضرور ــــــ!"

"تم بہت سے مہمانوں کے ساتھ یہاں آئی ہو گی۔!"

"ہاں۔!" اس نے کسی قدر سرد لہجے میں کہا۔

"کوئی ایسا بھی تھا' جو یہاں سے جانے کے بعد تمہیں یاد رہ گیا ہو؟" میں نے کہا۔ اور سمابہ خاموش ہو گئی۔ اس کی خاموشی سے اچانک مجھے احساس ہوا کہ میں نے فطرت سے مجبور ہو کر پھر ایک احمقانہ سوال کر دیا ہے۔ وہ پوری صاف گوئی سے اپنے بارے میں بتا چکی تھی۔ ایک لفظ پر بھی اس نے غلاف چڑھانے کی کوشش نہیں کی تھی۔ اس کے بعد یہ سوال۔!

میں نے سمابہ کے چہرے کی طرف دیکھا۔ اس پر سوچ کے آثار تھے۔ "کیا سوچنے لگیں سمابہ ــــــ؟" میں نے جلدی سے پوچھا۔

"تمہارے سوال کا جواب ــــــ!" اس نے سنجیدگی سے کہا۔

"اوہ ــــــ وہ کوئی سنجیدہ سوال نہیں ہے۔ مجھے یہ جگہ بہت پسند آئی ہے۔ میں نے اپنے طور پر پوچھ لیا تھا۔ یہاں سے جانے کے بعد ــــــ جب کبھی یہ دلکش وادی یاد آئے گی۔ میں تمہیں ضرور یاد کروں گا۔ اس وادی کا حسن تمہارے بغیر نامکمل ہے۔ میرا یہی احساس ہے۔ تم اسے کسی اور بات پر محمول نہ کرنا ــــــ!" میں نے جلدی سے کہا۔ اور سمابہ ہنس پڑی۔ تکدر چھٹ گیا۔ اس نے میرے سوال کا کوئی جواب نہیں دیا تھا۔ نہ ہی میں نے پھر اس سلسلے میں کچھ پوچھنے کی کوشش کی ــــــ ہم دونوں کچی سیڑھیاں طے کر چکے تھے اور اب دریا کے کنارے پر تھے!

جھاگ اڑاتے دریا کے کنارے پتھروں پر حسین ترین قالین بچھائے بیٹھے لوگ' اپنے آپ میں مگن تھے۔ سمابہ مجھے لے کر اس ریستوران کی طرف چل پڑی جو تھوڑی دور واقع تھا۔ ہم لوگ کرسیوں پر بیٹھ گئے۔

"یہاں کی مچھلی بے حد لذیذ ہوتی ہے۔" سمابہ بولی۔ "تمہیں مچھلی پسند ہے۔؟"

"ہاں۔!" میں نے جواب دیا۔

"تب پھر مچھلی کھائیں گے۔" اس نے کہا اور میں خاموش ہو گیا بلند درختوں میں خوشگوار ہوا کی سرسراہٹ بہتے ہوئے دریا کے شور سے ہم آہنگ ہو کر ایک عجیب سی نغمگی بکھیر رہی تھی۔ ریستوران کے درمیان ایک کچے تالاب میں دریائے خراج سے پکڑی ہوئی مچھلیاں اچھل رہی تھیں۔ "اپنی پسند کی مچھلی خود پکڑو اور ویٹر کے حوالے کر دو۔ وہ آپ کی میز کے ساتھ ایک چھوٹا سا باورچی خانہ ایستادہ کر کے بڑی نفاست کے ساتھ تل دے گا۔" سمابہ نے مجھے اس کے بارے میں بتایا۔ اور مجھے یہ طریقہ خاصا دلچسپ معلوم ہوا۔ ہم دونوں حوض کے کنارے جا بیٹھے۔ دوسرے چند لوگ بھی مچھلیاں پکڑ رہے تھے اور قہقہے لگا رہے تھے۔ میں نے بھی کوٹ اتار کر سمابہ کو دیا' قمیض کی آستین اونچی کی اور حوض میں ہاتھ ڈال دیا۔ ایک مچھلی پر میرا ہاتھ پڑا اور وہ پھسل کر جلدی سے نکل گئی۔ سمابہ کے کھنک دار قہقہے نے میرے کانوں میں رس گھول دیا۔

"تم بھی کوشش کرو ــــــ" میں نے اسے دعوت دی۔

"نہیں ــــــ آج تمہارے ہاتھ سے پکڑی ہوئی مچھلی کھاؤں گی۔" اس نے ہنستے ہوئے کہا اور میں پھر کوشش کرنے لگا۔ بہت سی مچھلیاں ہاتھ لگیں اور نکل گئیں۔ لیکن بالآخر ایک مچھلی میری گرفت میں آ ہی گئی اور میں نے اسے باہر نکال کر ایک طرف اچھال دیا۔ ویٹر نے جلدی سے مچھلی اٹھا لی تھی۔ پھر میں نے ایک اور مچھلی پکڑی اور پھر رومال سے ہاتھ خشک کرتا ہوا اٹھ گیا۔ یہ بچوں کا سا کھیل بہت دلچسپ لگا تھا۔ ہم کئی منٹ اس پر تبصرہ کرتے رہے پھر اچانک ہم سے تھوڑے فاصلے پر موسیقی کی لہریں ابھریں۔ چند موسیقار ایران کے روایتی ساز بجا رہے تھے اور پھر دف پر تھاپ پڑی اور ایک ایرانی موسیقار ایک غزل الاپنے لگا۔ آواز کافی دلکش تھی۔ بیرا مچھلی تل رہا تھا' اس کی سوندھی سوندھی بو نتھنوں میں گھس رہی تھی۔ دوسری طرف موسیقار کی دلکش آواز کا تاثر! وہ لمحے میری زندگی میں یادگار تھے۔ بے حد متاثر ہوا تھا میں اس ماحول سے۔ شام ڈھل چکی تھی اور روشنیاں جگمگا اٹھی تھیں۔ ہم نے لذیذ مچھلی کھائی اور پھر کافی پینے کے بعد اٹھ گئے۔ اب واپسی کا سفر شروع ہوا۔ سمابہ نے اب بھی بڑے ماہرانہ انداز میں ڈرائیونگ کی' اور اس وقت رات پورے ماحول پر چھا چکی تھی جب ہم اپنی کوٹھی میں داخل ہوئے۔

سمابہ کے چہرے پر خوشیاں رقصاں تھیں۔ میں بھی مسرور تھا ذہن پر کوئی بار نہیں تھا۔ ہم دونوں مسکراتے ہوئے کوٹھی میں داخل ہو گئے۔! ایک دروازے پر شیفو نے ہمارا استقبال کیا۔ میں نے چونک کر شیفو کو دیکھا اس کے چہرے پر کوئی خاص تاثر نہیں تھا۔ بالکل تاریکی تھی۔ بہرحال ظاہر ہے وہ ملازمہ تھی۔ تنہائی میں اس نے جس والہیت کا اظہار کیا تھا وہ مجھے یاد تھی لیکن بہرحال وہ خانم سمابہ کی اجازت کے بغیر مجھ سے اظہار محبت بھی نہیں کر سکتی تھی۔

"تم نے تیاریاں کر لی ہیں شیفو۔؟" سمابہ نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"ہاں خانم۔ تیاریاں مکمل ہیں۔" شیفو نے جواب دیا۔ اور پھر بولی۔ "کھانا کس وقت کھایا جائے گا۔؟"

"یہ تو مسٹر نواز ہی بتا سکیں گے۔!"

"کھانا ــــــ میرا خیال ہے کھانے کی گنجائش تو نہیں رہی۔ مرغ اور پھر مچھلیاں ــــــ میں تو لب کچھ نہ کھاؤں گا۔" میں نے جواب دیا۔

"ادھر بھی یہی حال ہے۔ چنانچہ شیفو------ صرف پھلوں کا انتظام کرو------ اور وہ بھی نو بجے کے بعد------! اس سے پہلے ہم آرام کریں گے۔ کیوں نواز صاحب۔۔؟"

"بالکل ٹھیک۔" میں نے کہا۔ اور شیفو خاموشی سے واپس چلی گئی! سامبہ میرا ہاتھ پکڑے ہوئے ایک اور کمرے میں آگئی۔ یہ ہماری خواب گاہ نہیں تھی لیکن خواب گاہ ہی کے انداز میں سجا ہوا ایک کمرہ تھا۔! "لباس بدل کر آرام سے لیٹ جائیں۔ اب ہماری ملاقات نو بجے کے بعد ہوگی۔ اس وقت تک آرام کریں!" وہ کمرے سے نکلتے ہوئے بولی اور میں نے گردن ہلا دی۔! پھر میں نے جوتے اتارے' لباس تبدیل کیا اور مسہری پر لیٹ گیا۔ ان تیاریوں کے بارے میں سوچ رہا تھا جو شیفو نے مکمل کرلی تھیں۔ میری ذہنی رو بھٹکتی رہی۔ کبھی شمران کی بلند پہاڑیوں پر' کبھی خراج کی وادی کے ریستوران میں۔ نہ جانے کہاں کہاں------! بہرحال میں نے ذہن کو کسی تکلیف دہ خیال سے پراگندہ نہ ہونے دیا۔!

اور اسی طرح طویل وقت گزر گیا۔ تب دروازے پر آہٹ ہوئی' نہ جانے کیوں۔ میں اسی انداز میں لیٹا رہا۔ اندر داخل ہونے والی شیفو تھی' اس نے چوروں کے سے انداز میں مجھے دیکھا۔ پھر دروازے کی طرف۔ اور پھر وہ دبے قدموں سے میرے بستر کے نزدیک آگئی۔ میں نے آنکھیں بند کرکے چہرے پر ایسے تاثرات پیدا کرلیے' جیسے بے خبر سو رہا ہوں۔ شیفو چند سیکنڈ حالات کا جائزہ لیتی رہی۔ پھر آہستہ سے جھکی اور اس نے چوری چوری میرے ہونٹوں کو چوم لیا۔

یہ انوکھی بات' انوکھا انداز' میری سمجھ میں نہیں آیا۔ یہ سب کیا تھا۔ شیفو جلدی سے ہٹ گئی تھی۔ اس نے خشک ہونٹوں پر زبان پھیرتے ہوئے میری طرف دیکھا۔ پھر دروازے کی طرف------ پھر اس کا ایک ہاتھ میرے سینے کی طرف بڑھا۔ غالباً وہ مجھے جگانا چاہتی تھی' لیکن اسے احساس ہوا کہ اس کی حرکت نے میری نیند نہیں توڑی ہے تو شاید اس کا دل ایک بار پھر چوری کرنے کو چاہا------ وہ پھر جھکی اور اس نے اسی انداز میں میرے ہونٹوں پر اپنے ہونٹ رکھ دیئے------ لیکن اس بار میں نے اچانک دونوں ہاتھ اٹھائے اور اسے دبوچ لیا------ شیفو ایک ہلکی سی کراہ کے ساتھ میرے اوپر آگری------ اس کا نرم و گداز جسم میرے اوپر آپڑا تھا اور میں نے اسے پوری قوت سے بھینچ لیا تھا۔ میں نے اس کے ہونٹوں پر بھی گرفت سخت کردی تھی۔ بدقت تمام وہ اپنا منہ میرے منہ سے ہٹاتے ہوئے بولی۔

"للہ------ چھوڑ دو------ خانم آجائے گی۔ وہ------ وہ------"۔

"تم خانم سے خوفزدہ ہو شیفو------!" میں نے اپنے ہاتھ تھوڑے سے نیچے پھیلاتے ہوئے پوچھا۔

"ہاں------ بس چھوڑ دو------ وہ کبھی یہ بات پسند نہ کرے گی۔ کہ------ کہ------ اس سے پہلے------ میں تمہارے قریب ہو جاؤں۔ میری شامت ہی آجائے گی۔ اس معاملے میں وہ بڑی جلاد ہے۔" شیفو نے کہا۔ وہ کسمسا رہی تھی۔ لیکن میرے ہاتھوں کی حرکت سے اس کی مدافعت کسی قدر سست بھی پڑگئی۔!

تب میں نے اسے خوب بھینچ کر اس کا ایک "ٹیکنیکل" بوسہ لیا اور وہ نڈھال سی ہوگئی۔ تاہم میں نے اس بوسے کے بعد اسے چھوڑ دیا اور وہ نہ چاہتے ہوئے بھی میرے جسم سے اٹھ گئی۔ لیکن

اس کے تنفس میں تیزی تھی' اٹھتے ہوئے اس نے میرے جسم کا سہارا لیا تھا۔ اور میرے پورے جسم میں انگارے سے سلگ اٹھے تھے۔

"اٹھو------ خانم بلا رہی ہیں۔" اس نے اپنی حالت سنبھالتے ہوئے کہا۔

"کہاں ہیں------؟"

"آئینہ خانے میں------" شیفو نے جواب دیا۔

"اوہ------ یہ آئینہ خانہ کہاں ہے؟"

"دیکھ لوگے۔" اس نے مکمل طور پر خود پر قابو پاکر مسکراتے ہوئے کہا۔ اور میں کسلمندی سے اٹھ گیا۔ پھر میں شیفو کے ساتھ کمرے سے باہر نکل آیا۔ یہ پوری کوٹھی میں نے ابھی تک نہیں دیکھی تھی۔ آئینہ خانہ کوٹھی کے انتہائی سرے پر واقع تھا۔ ایک خوبصورت دروازے کو کھول کر میں اندر داخل ہوگیا۔ شیفو دروازے پر ہی رک گئی تھی۔ میں نے اس پر توجہ نہیں دی۔ اور------ آئینہ خانے میں داخل ہوگیا۔

درحقیقت آئینہ خانہ تھا۔ چاروں طرف دیواروں میں ہلکے آسمانی آئینے نصب تھے۔ چھت میں رنگین شمعوں کا فانوس لٹک رہا تھا اور صرف ایک فانوس نے اس بہت بڑے ہال نما کمرے کو بقعہ نور بنا رکھا تھا۔ ایک طرف لمبی سیٹی پڑی ہوئی تھی------ ایک کونے میں ایک چوڑی مسہری تھی' جو خوب سجی ہوئی تھی۔ سیٹی کے قریب ایک لمبی میز پر پھلوں کے اور خشک میووں کے برتن سجے ہوئے تھے۔ انہی کے درمیان اعلیٰ قسم کی شراب کی کئی بوتلیں اور بلوریں پیمانے رکھے ہوئے تھے۔

"تو یہ تیاریاں تھیں۔!" میں نے گہری سانس لے کر سوچا۔ لیکن سامبہ کہاں۔؟ دوسرے لمحے ایک آئینہ اپنی جگہ سے سرکا اور اس کے عقب سے سامبہ باہر نکل آئی۔ میں اسے دیکھتا رہ گیا۔ انتہائی حسین میک اپ کیا ہوا تھا اس نے------ اس کے بال ناگنوں کے انداز میں بکھرے ہوئے تھے' جسم پر باریک جالی کا بنا ہوا ایک لباس تھا' جو بالکل چست تھا۔ سیاہ رنگ کے لباس میں جگہ جگہ کٹاؤ تھا جن کے نیچے سے سامبہ کا دلکش سفید جسم اسی طرح چمک رہا تھا جیسے تاریکی میں شمعیں جل رہی ہوں۔

میں مبہوت اسے دیکھ رہا تھا۔ وہ مسکراتی ہوئی میرے نزدیک آگئی۔ اس نے ایک خاص ادا سے میری طرف دونوں ہاتھ بڑھا دیئے اور اپنے جسم کو پیچھے کی طرف جھکا کر انتظار کرنے لگی۔ میں آگے بڑھا اور اس کے قریب پہنچ گیا۔ تب اس نے اپنے ریشمی ہاتھ میری گردن میں ڈال دیئے اور میں نے اسے خود میں جذب کرلیا۔ ہمارا بوسہ کئی منٹ طویل تھا اور ابھی ہم اس سے فارغ بھی نہیں ہوئے تھے کہ اسی دروازے سے شیفو اندر داخل ہوگئی۔

میں نے پلٹ کر دیکھا۔ شیفو ایرانی رقاصاؤں کا لباس پہنے ہوئے تھی اور اس کے ہاتھوں میں ایک گٹار دبا ہوا تھا۔! لیکن اسے دیکھ کر سامبہ مجھ سے جدا نہ ہوئی' بلکہ اس نے ایک بار پھر بھینچ کر مجھے اپنے جسم سے چپکا لیا اور اپنے ہونٹ میرے ہونٹوں پر رکھ دیئے۔ تب شیفو نے گٹار چھیڑ دیا۔ اور دھیمے دھیمے سروں میں ایک ایرانی دھن گٹار سے ابھرنے لگی۔ ماحول بے حد رومانی تھا۔ سامبہ مجھے لئے ہوئے سیٹی کے قریب پہنچ گئی۔ اس نے میز سے انگوروں کا ایک خوشہ اٹھا لیا۔ مجھے سیٹی پر بٹھایا پھر خود بیٹھی اور میرا سر اپنے زانو پر رکھ لیا۔ پھر اس نے انگور میرے ہونٹوں سے لگا دیئے۔! سامبہ کے نرم و گداز زانو کی گدگداہٹیں میرے پورے جسم میں سرایت کر رہی تھیں۔ میں نے انگور دانتوں سے

توڑ لیا۔ اور سمابہ نے وہی خوشہ اپنے منہ سے لگا لیا۔ گٹار کی دھن تھوڑی سی بلند ہو گئی تھی۔ بڑا خوبصورت نغمہ تھا۔ شیفو گٹار بجاتی رہی۔ ہم انگور کھاتے رہے اور میں سمابہ کے جسم کی گدگداہٹ سے دیوانہ ہوتا رہا۔ میں نے ہاتھ الٹے کر کے اس کی کمر کے گرد حمائل کر دیئے تھے۔ سمابہ کی پتلی کمر میں میرے ہاتھوں کا ہالہ پڑا ہوا تھا۔!

اور------ شیفو گٹار بجا رہی تھی۔ پھر نغمہ ختم ہو گیا۔! اور شیفو نے ہمارے سامنے آکر گردن جھکائی۔ اس کے بعد اس نے گٹار رکھ دیا۔ اور میز کی طرف بڑھ گئی۔ کئی شرابوں کو ملا کر اس نے کاک ٹیل بنائی اور ایک خوبصورت ٹرے میں رکھ کر ہم دونوں کو پیانے پیش کر دیئے۔

میں نے اپنا اور سمابہ نے اپنا پیانہ اٹھا لیا۔ اور آہستہ آہستہ چسکیاں لینے لگے' شیفو نے پھر گٹار اٹھا لیا تھا۔ اس بار اس نے ایک اور دھن چھیڑی------ بڑی ہیجان خیز دھن تھی۔ ہمارے پاؤں تھرکنے لگے۔ کاک ٹیل رنگ دکھا رہی تھی۔ ویسے بہت عمدہ تھی۔ میں یوں بھی شرابوں سے زیادہ واقف نہیں تھا۔ لیکن مجھے یہ کاک ٹیل بہت پسند آئی۔ سمابہ نے خود اٹھ کر دوسرے جام لبریز کئے۔ اور ہم شیفو کا نغمہ سنتے رہے۔ پھر یہ نغمہ بھی ختم ہو گیا۔ اور شیفو نے گٹار رکھ دیا۔! پھر وہ بال سنوارتے ہوئے ہماری طرف دیکھنے لگی' تب سمابہ نے میری طرف رخ کر کے کہا۔

"نواز------!"

"ہوں------!"

"اب تم گٹار بجاؤ گے اور شیفو رقص کرے گی۔ یہ بہت اچھی رقاصہ ہے۔ کیا خیال ہے۔؟"

"بہت عمدہ------!" میں نے جھوم کر گٹار اٹھا لیا------ شراب کا ہلکا سا سرور میرے ذہن پر طاری تھا۔ وہ دو پریاں میری آغوش میں تھیں' چنانچہ اس وقت جو کچھ نہ ہوتا کم تھا۔ میں کوئی ایسا نغمہ تلاش کرنے لگا جو دلوں میں آگ لگا دے۔ اور پھر گٹار کے تاروں سے ایک خوبصورت نغمہ پھوٹ پڑا۔ یہ ایک فرنچ دھن تھی جو میں نے بہت محنت سے سیکھی تھی۔ اور اس دھن کا خاطر خواہ اثر ہوا۔ شیفو بے خود ہو کر رقص کرنے لگی۔ سمابہ بھی تھرک رہی تھی۔ اس کی سسکیاں نکل رہی تھیں۔ اس نے اور شراب اپنے جام میں انڈیل لی اور جب تک میں نغمہ بجاتا رہا۔ کئی جام چڑھا گئی۔ اب اس کا چہرہ سرخ ہو گیا تھا۔ آنکھیں شیشے کی گولیوں کی طرح چمک رہی تھیں۔ اور پھر وہ اچانک اپنی جگہ سے اٹھ گئی۔ وہ بدمست ہو کر رقص کرنے لگی۔ ایک ہیجانی رقص بالکل ان ہپیوں کی طرح جن کے رقص میں بارہا دیکھ چکا تھا۔ میں نے نغمے کی دھن پھر تیز کر دی۔ شیفو رک گئی تھی اور اب صرف سمابہ رقص کر رہی تھی۔ اس کا دراز قامت چست لباس دل ہوتے لے رہا تھا۔ اور پھر ایک تیز آواز کے ساتھ اچانک اس نے لباس کے ڈھکے ہوئے بند کندھوں سے اتار دیئے۔ لباس نیچے کھسکنے لگا اور پھر کمر سے نیچے لٹک...... گیا۔ اس کا چمکدار جسم عریاں ہو گیا۔ وہ رقص کر رہی تھی۔ اس کے لمبے بال وحشیانہ انداز میں گردش کر رہے تھے۔

سنگ مرمر سے تراشا ہوا بدن۔ چاندی کی طرح چمکتا ہوا۔ آنکھوں سے رستی ہوئی شراب' شیشے چٹخے جا رہے تھے۔ میں نے گٹار ایک طرف اچھال دیا۔ اور لپک کر سمابہ کو آغوش میں گھسیٹ لیا اور اسی وقت شیفو نے شمعدان گل کر دیا۔ رنگین شیشوں کے پیچھے چھپی ہوئی مدھم روشنی جل اٹھی اور ماحول میں روماں انگیز نیلاہٹ پھیل گئی۔ میری وحشت عود کر آئی تھی۔ میں شیفو کو نظرانداز کر چکا

تھا۔ میں نے سمابہ کو مسہری پر اچھال دیا اور پھر خود بھی چھلانگ لگا دی۔!

تب میں نے شیفو کے ہاتھ اپنے جسم پر رینگتے محسوس کیۓ وہ مجھے لباس کی بندشوں سے آزاد کر رہی تھی۔ شیفو کی موجودگی مجھے بری نہیں معلوم ہوئی۔ میں نے اسے اس کا کام کرنے دیا۔ میں تو سمابہ کے جسم کی چمک میں گم ہو کر خود کو بھول چکا تھا۔ اپنی حیثیت فراموش کر چکا تھا۔ لیکن شیفو کو اپنا فرض معلوم تھا۔

اس نے ایک اور جام بنا کر میرے ہونٹوں سے لگا دیا۔ سمابہ گردن پٹخ رہی تھی۔ کمرہ گھوم رہا تھا------ زلزلہ آگیا تھا۔ اور پھر------ ماحول ساکت ہو گیا۔ طوفان گزر گیا تھا------ اور------ اب سناٹا تھا------ گہرا اور طویل سناٹا------ میرے ذہن میں سنسناہٹ ابھر رہی تھی۔ نہ جانے کب تک یہ سنسناہٹ جاری رہی تھی۔!

پھر میں نے اپنے جسم پر کوئی چیز رینگتی محسوس کی------ ذہن کچھ جاگا------ احساس بیدار ہوا------ ہاتھ ہی تو تھے۔ میں نے بے چین ہو کر وہ ہاتھ پکڑ لیے۔ لیکن میرے ہونٹوں پر ایک بوجھل نمی' ایک ہلکے سے وزن کا احساس ہوا۔ سمابہ بھی جاگ گئی تھی۔ وہ مجھے بیدار کر رہی تھی۔ اور میں بیدار ہو گیا۔ میں نے سمابہ کو دیکھا۔ لیکن------ میرے سامنے سمابہ کا چہرہ نہیں تھا۔ وہ تو شیفو تھی۔ میری پسندیدہ عورت------ میں نے اس کی گردن میں بانہیں ڈال دیں۔ اور شیفو کا پورا بدن میرے اوپر آگیا۔ لباس سے بے نیاز بدن------ تب میرے ہاتھ اس کے چکنے بدن پر پھسلنے لگے لیکن انتہائی سروں تک کسی رکاوٹ کا احساس نہ ہوا۔ شیفو کے بدن پر کوئی لباس نہیں تھا۔ میں چونک کر اٹھ گیا۔ سمابہ مسہری کے آخری سرے پر بے سدھ پڑی تھی۔ دنیا و مافیہا سے بے خبر------ شیفو میرے بدن سے پھسل گئی۔ اس کی آنکھوں میں طلب تھی۔ التجا تھی------ نہ جانے کیا کچھ تھا۔ پھر اس کے ہونٹ لرزے۔

"میری یہی حیثیت ہے نواز------ میں خادمہ ہوں۔!" اس کی سرگوشی ابھری۔ اور میں نے اس کے دل سے ہر محرومی مٹانے کا فیصلہ کر لیا۔ میں نے اس کے دل سے یہ احساس مٹا دیا کہ وہ کسی سے کم ہے' اور وہ میری محبت سے سرشار ہو گئی۔ اس کی آنکھوں میں آسودگی کے کنول کھل گئے۔ صبح تک وہ میری آغوش میں رہی۔ سمابہ بے خبر سو رہی تھی۔ پھر سورج نکلنے سے قبل شیفو آہستگی سے میرے پہلو سے نکل گئی۔ اور میں گہری نیند سو گیا۔!

ناشتہ ٹھیک پونے گیارہ بجے کیا گیا۔ سمابہ نکھری ہوئی تھی۔ سفید سلک کے حسین تراش کے لباس میں وہ بے حد خوبصورت نظر آ رہی تھی۔ اس کے حسن کا طلسم ٹوٹ گیا تھا اور اب وہ ایک کھلی کتاب تھی۔ بے شک وہ بے حد حسین تھی۔ اس کا جسم سڈول اور دلکش تھا۔ ایک پرانے اور تجربے کار شکاری کی حیثیت سے، میں پورے اعتماد سے کہہ سکتا ہوں۔ کہ اس کی بہ نسبت شیفو کہیں زیادہ دلکش' کہیں زیادہ بھرپور تھی۔ بوٹے سے قد کی یہ حسینہ' چونکہ نظرانداز کی جاتی رہی تھی۔ اس لئے اس کی سپردگی میں ایک انوکھی کشش تھی' جو سمابہ میں مفقود تھی اور میں نے پوری طرح یہ کشش محسوس کی تھی۔ لیکن ظاہر ہے اس کا اظہار بے سود ہے۔

ناشتے کے بعد سمابہ نے گھڑی دیکھی اور پھر معذرت آمیز انداز میں بولی۔ "مجھے اجازت دو گے نواز------ ذرا جانا ہے۔ ممکن ہے آج لنچ پر بھی نہ پہنچ سکوں۔ ہاں شام ہماری ہو گی------" وہ

مسکرائی۔ "اور------ رات بھی۔"

"اوکے------!" میں نے کہا۔ "میں گہری نیند سوؤں گا۔"

"ضرور------" اس نے کہا۔ اور پھر شیفو سے بولی۔ "شیفو------ ہر طرح کا خیال رکھنا۔"

"جی------!" شیفو نے گردن ہلا دی۔

"لیکن اتنی پابندی سے آپ کہاں جاتی ہیں سمابہ۔؟"

"آفس------!" اس نے سادگی سے کہا۔

"میں نہیں سمجھا۔"

"میں سمجھا بھی نہیں سکوں گی۔ بس یوں سمجھ لو------ کہ یہاں ہمارا سپلائی ڈپو موجود ہے' جہاں سے مختلف ذرائع سے ضرورت مندوں کو فروخت ہوتی ہے۔ لیکن ہول سیل------ رٹیل سیل ہمارے یہاں نہیں ہے' کیونکہ اس میں خطرہ ہے۔"

"اوہ------!" میں نے گردن ہلائی۔

"یہاں ہمارے بہت بڑے بڑے اسٹور ہیں۔ جہاں سے آگے سپلائی ہوتی ہے۔"

"اوہ------ باقاعدہ------؟" میں نے تعجب سے پوچھا۔

"ہاں------" اس نے ہنستے ہوئے کہا۔

"اور ناصر یمانی یہاں کا انچارج ہے۔؟"

"نہیں------ اُنچارج کوئی اور ہے۔" سمابہ نے مسکراتے ہوئے کہا------ "اب اجازت۔؟"

"ٹھیک ہے۔؟" میں نے گردن ہلاتے ہوئے کہا اور وہ ناشتے کے کمرے سے نکل گئی۔ "مجھے ایک کپ کافی اور دو شیفو۔!" میں نے کہا اور شیفو جلدی جلدی کافی بنانے لگی' پھر اس نے کافی کا کپ میرے سامنے رکھ دیا۔

"اپنے لئے بھی بناؤ شیفو۔ یہاں تمہاری کوئی حیثیت نہ ہو۔ لیکن میری نگاہوں میں تم سمابہ سے بہتر ہو۔" میں نے کہا۔ اور شیفو نے چونک کر میری طرف دیکھا۔ "ہاں شیفو------ تم سمابہ سے زیادہ خوبصورت ہو۔ تم اس سے کہیں زیادہ دلکش ہو۔ یقین کرو------ میں تمہیں سمابہ سے زیادہ پسند کرتا ہوں۔" میں نے پھر کہا اور شیفو نے گردن جھکالی۔" اپنے لئے کافی بناؤ شیفو------ اور میرے ساتھ پیئو۔"

"مناسب نہیں ہو گا نواز------ خانم سمابہ تک بھی اطلاع پہنچ سکتی ہے۔" شیفو نے کہا۔

"تم اس سے اتنا ڈرتی کیوں ہو۔ اگر اطلاع مل بھی جائے تو میں کہہ سکتا ہوں کہ میں نے مجبور کیا تھا۔ کافی بناؤ شیفو------ یا پھر ٹھہرو۔ میں خود تمہارے لئے بناتا ہوں۔!" شیفو منع کرتی رہی۔ لیکن میں نے اس کے لئے کافی بنائی۔ اور پھر اُسے اپنے قریب بٹھا کر پلائی۔" سمابہ نے تمہیں میری خدمت کیلئے مخصوص کیا ہے۔ اب میں جس طرح چاہوں تم سے خدمت لے سکتا ہوں۔"

"میں حاضر ہوں۔!" شیفو نے کہا "لیکن خانم سمابہ نے جو پابندیاں لگا دی ہیں۔ ان کا خیال رکھنا پڑتا ہے۔"

"میں ان پابندیوں کو قبول نہیں کروں گا۔ اور اگر تم نے اصرار کیا تو------ اسی وقت یہ کوٹھی چھوڑ دوں گا۔!" میں نے غصیلے انداز میں کہا۔ اور شیفو میری شکل دیکھتی رہی۔ کافی کی پیالیاں ختم کرنے کے بعد ہم...... کمرے سے نکل آئے...... اور میں شیفو کا ہاتھ پکڑے ہوئے خواب گاہ کی طرف بڑھ گیا۔

"یہاں کتنے ملازم ہیں؟"

"بے شمار۔!"

"تمہارے سپرد آج کیا کام ہے۔؟"

"صرف آپ کی خدمت۔! جب تک آپ یہاں موجود ہیں۔"

"ہوں۔!" میں نے خواب گاہ میں داخل ہوتے ہوئے کہا اور پھر جب شیفو بھی اندر آگئی تو میں نے دروازہ بند کر لیا۔ "میرا خیال ہے شیفو------ میں تمہیں پسند نہیں آسکا۔!"

"ایسی بات نہ کہئے۔ میں نے------ میں نے زندگی میں پہلی بار کسی کو دل سے چاہا ہے۔" وہ تڑپ کر بولی۔ "پھر یہ کیسی چاہت ہے شیفو------ تم ذرا سا خطرہ مول نہیں لے سکتیں۔" اور شیفو نے گردن جھکا دی۔ وہ خطرہ مول لینے کو تیار ہو گئی تھی وہ میرے مقابل آبیٹھی۔ اور میں اسے دیکھتا رہا۔ پھر میں نے اسے اپنے پہلو میں گراتے ہوئے کہا۔ "یقین کرو شیفو' سمابہ بظاہر حسین ہے۔ لیکن وہ تمہارے حسن کا عشر عشیر بھی نہیں ہے۔ میں تمہیں بے حد پسند کرنے لگا ہوں۔ کیا آج مجھے گٹار نہ سناؤ گی۔"

"گٹار------ آپ مجھ سے کہیں بہتر گٹار بجاتے ہیں مسٹر نواز------ رات کو آپ نے غضب کیا تھا۔!"

"لاؤ------ پھر آج میں تمہیں اپنے دیس کا نغمہ سناؤں گا! گٹار لے آؤ۔" اور وہ خوشی سے گردن ہلاتی ہوئی باہر نکل گئی۔ میں عقب سے اسے دیکھتا رہا۔ پھر اپنی آوارگی پر میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ عورتوں کو بے وقوف بنانے کا فن مجھے خوب آگیا تھا اور پھر یہ ایسی مشکل بات بھی نہیں تھی۔ تمام عورتوں کو ایک ہی انداز میں بے وقوف بنایا جاسکتا ہے۔

شیفو گٹار لے کر واپس آگئی۔ اس نے گٹار میری آغوش میں رکھ دیا۔ اور میرے سامنے بیٹھ گئی۔ تب میں نے گٹار اٹھالیا۔ اور پھر گٹار کے سر' لال میری پت رکھیو...... کی گردان کرنے لگے۔! میں ایک آوارہ انسان تھا۔ ایک بھکا ہوا انسان------ لیکن اس نغمے سے مجھے آج بھی عقیدت تھی۔ اس سے آج بھی مجھے پیار تھا اور اسے بجاتے ہوئے آج بھی میں بے خود ہو جاتا تھا۔ یہ نغمہ میری روح میں رچا ہوا تھا۔ نغمہ پوری طرح جوان ہو گیا۔ شیفو سکتے کے عالم میں مجھے دیکھ رہی تھی۔ وہ پتھر کے بت کی طرح ساکت تھی۔! ایسا لگتا تھا جیسے اس میں زندگی کی کوئی رمق باقی نہ رہی ہو۔

نغمہ ختم ہو گیا۔ لیکن فضائیں ایسی ہی دھن الاپ رہی تھیں۔ در و دیوار سے وہی آوازیں نکل رہی تھیں۔ جو میں نے اپنے کانوں سے سنیں۔ یقیناً شیفو نے بھی سنی ہوں گی۔"

"نواز------" بالآخر اس نے کہا۔ اور میں چونک پڑا۔ "بے شک تم دنیا کے سب سے بڑے فنکار ہو۔ یہ انوکھے نغمے تمہاری انگلیوں سے کیوں جاگتے ہیں واہ------ کیسی خوبصورت دھن

تھی۔ دل مچل کر رہ گیا۔"

"یہ میرے دیس کا نغمہ ہے۔ یہ میرے وطن کی سوندھی مٹی کی خوشبو سے بسا ہوا ہے۔ اس میں' میرے دیس کے ذرے ذرے کی آواز رچی ہوئی ہے یہ ——— یہ ——— میں خاموش ہو گیا۔ "تمہیں اپنے وطن سے بہت پیار ہے نواز...... تمہیں اپنے دیس سے بے پناہ محبت ہے۔؟" شیفو نے کہا اور میرے دل پر گھونسہ سا لگا! میرے ذہن کے تار جھنجھنا اٹھے۔ کیا میں وطن پرست ہوں۔ کیا وطن پرست ایسے ہی ہوتے ہیں۔؟ میرے ضمیر نے سر اٹھا کر پوچھا۔ اور میرا سکون برباد ہو گیا۔

"آہ ——— یہ کیا سوال کر دیا شیفو ——— آہ ——— یہ کیا پوچھ لیا ———" میں نے درد سے کراہتے ہوئے کہا اور شیفو چونک کر میری شکل دیکھنے لگی۔

"ارے ——— ارے کیا ہو گیا مسٹر نواز ——— کیا آپ کی طبیعت خراب ہے ———؟ مسٹر نواز ———!"

"شراب ——— مجھے شراب دو شیفو ——— مجھے شراب دو ——— جلدی۔" میں نے کہا اور شیفو الماری کی طرف دوڑ گئی۔ اس نے جلدی سے شراب کی بوتل اور گلاس نکالا اور پھر گلاس میں مجھے شراب انڈیل کر دی۔ میں نے ایک ہی گھونٹ میں شراب حلق سے نیچے اتار لی اور گلاس اس کی طرف بڑھا دیا۔ اس نے دوبارہ اس میں شراب انڈیل دی تھی۔ تین چار پیک پینے کے بعد میرے دل کی جلن کم ہوئی۔ شیفو شدید حیران تھی۔ اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ آخر اس نے ایسی کونسی بات کہہ دی ہے' جس نے میرا یہ حال کر دیا۔!

بہرحال ——— میں کافی حد تک پر سکون ہو گیا تھا۔ میں نے ضمیر کی چیخوں کو شراب میں ڈبو دیا تھا۔ اور اب میں بہک رہا تھا۔ اب میرے منہ سے جو الفاظ نکل رہے تھے ان کا مجھے خود احساس نہیں تھا۔ "ہاں شیفو!" میں اس سے کہہ رہا تھا۔ "مجھے اپنے دیس سے بے پناہ محبت ہے۔ میں اس کا عاشق ہوں۔ میں اپنا خون اس کی مٹی میں جذب کر دینا چاہتا ہوں۔ لیکن ——— میں اس سے روٹھ گیا ہوں۔ اس نے' اپنی آغوش میرے لئے تنگ کر دی تھی۔ اس نے مجھ سے سوتیلے بیٹے کا سا سلوک کیا تھا۔ تب میں اس سے ناراض ہو کر سمندر کی آغوش میں سونے چل پڑا۔ لیکن سمندر کس کا ہوتا ہے۔ ایک بحرِ بیکراں' جو ہرجائی ہے۔ جو سب کا ہے۔ اس نے بھی مجھے قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ میں ایک یتیم و یسیر بچے کی طرح سرگرداں تھا کہ کچھ لوگوں نے میرا ہاتھ پکڑا اور مجھے اس سے باہر جانے والے راستے پر ڈال دیا۔ یہ راستہ اچھا نہیں تھا۔ لیکن ——— میں اپنی ماں سے روٹھا ہوا بچہ ——— میں آگے بڑھتا رہا۔ بڑھتا رہا ——— اور پھر میں راستہ بھول گیا۔ میں اپنے وطن کا راستہ بھول گیا۔ آج بھی اس کی یاد مجھے تڑپاتی ہے۔ مجھے اس سے محبت ہے شیفو۔ میں اسے بے پناہ چاہتا ہوں۔ لیکن میں اس کے پاس واپس نہیں جاؤں گا۔ میں اس سے روٹھ کر آیا تھا۔ لیکن اب میرا چہرہ اس قدر داغدار ہے' کہ میرا وطن مجھے دیکھ کر خوف سے' غم سے چیخ پڑے گا۔ وہ میری صورت پر نفرت سے تھوک دے گا۔ وہ میرا داغدار چہرہ دیکھ کر غم سے نڈھال ہو جائے گا۔ میں اب وہاں کبھی نہیں جاؤں گا شیفو ——— میں اب وہاں کبھی نہیں جاؤں گا۔" میں پھوٹ پھوٹ کر رونے لگا۔ اور شیفو بے قرار ہو گئی۔ "نواز ——— نواز ——— میں شرمندہ ہوں نواز ———! میں

میں نے نادانستگی میں تم سے یہ سوال کر دیا تھا۔"

"ماں سے کسے محبت نہیں ہوتی شیفو ——— ماں کو کون نہیں چاہتا' میرا وطن بھی میری ماں ہے۔ میں اسے بے پناہ چاہتا ہوں۔ میں ماں کی آغوش میں سونا چاہتا ہوں۔ لیکن ماں اب مجھے قبول نہیں کرے گی۔ اس کا بیٹا روسیاہ ہے۔ بدکار ہے۔ میری ماں نے مجھ سے بدسلوکی کی تھی شیفو ——— لیکن وہ میری ماں ہے۔!"

"نواز ——— چپ ہو جاؤ۔ خدا کے لئے چپ ہو جاؤ نواز ——— میں شرمندہ ہوں۔"

"مجھے سکون چاہئے۔ شیفو ——— مجھے سکون دو ——— میں جل رہا ہوں میرے دل کی آگ بجھا دو۔ مجھے اور شراب دو۔!" اور شیفو نے میرے لئے اور پیگ بنائے۔ تب میں ماں کو بھول گیا۔ مجھے صرف شیفو یاد رہ گئی۔ لباس سے بے نیاز شیفو۔ جو میرے لئے خانم کی ناراضگی مول لینے کو تیار ہو گئی۔ اس کے تپتے ہوئے سانس میرے سانسوں سے الجھ گئے۔ اس کا مرمریں جسم میرے جسم سے الجھ گیا۔ اس کے حسین جسم کی جاذبیت نے میرے دل کی آگ سرد کر دی۔! وہ اپنے تمام فرائض پورے کر رہی تھی۔ میں تو شرابی تھا' شراب کے نشے میں چور تھا۔ پھر شاید میرا لباس بھی اس نے میرے جسم پر سجایا۔ میرا سر تکئے پر رکھا اور جب میں سو گیا تو ——— خاموشی سے ——— بے آواز دروازہ بند کر کے چلی گئی۔!

پھر جب میری آنکھ کھلی تو شام کے چھ بجے تھے۔ طبیعت بے حد بھاری تھی۔ ذہن پر بوجھ تھا۔ میں بستر پر پڑا انگڑائیاں لیتا رہا۔ اور پھر دروازے پر ہلکی سی آہٹ ہوئی تو میں چونک پڑا۔ دروازے سے تھوڑی سی گردن نکال کر سمابہ نے اندر جھانکا تھا۔ شاید وہ دیکھ رہی تھی کہ میں جاگ گیا ہوں یا نہیں۔"!

"سمابہ ———!" میں نے اسے آواز دی۔ اور وہ اندر آ گئی۔

"جاگ گئے مسٹر نواز۔؟" اس نے پوچھا۔

"ہاں ——— کیا وقت ہوا ہے۔؟" میں نے کہا۔

"چھ بجے گئے۔!"

"اوہ ——— بڑی دیر سے سو رہا ہوں۔ سوری ——— شام کی چائے کا وقت بھی گزر گیا۔"

میں جلدی سے اٹھ گیا۔

"کوئی حرج نہیں ہے۔ شام کی چائے ذرا دیر سے پی لی جائے گی۔ شیفو نے بتایا کہ تمہاری طبیعت کچھ خراب ہو گئی تھی۔!

"کوئی خاص بات نہیں تھی' بس یونہی۔" میں نے کہا۔ اور پھر میں اس کی اجازت سے باتھ روم میں چلا گیا۔ تھوڑی دیر کے بعد ہم چائے کی میز پر تھے۔ شیفو حسب معمول خاموشی سے سروس کر رہی تھی۔ ایسا لگتا تھا جیسے اس دوران کوئی خاص بات ہی نہ ہوئی ہو۔ میں نے بھی احتیاط برتی چائے کے دوران سمابہ نے کہا۔

"البتہ ——— آج سیر کا وقت نکل گیا۔ میرا ارادہ آج طویل سفر کا تھا۔ ہم کیسپیس چلتے جو یہاں سے سوا سو میل دور ہے۔ البرز کی خوفناک گھاٹیاں اور خطرناک موڑ دیکھنے سے تعلق رکھتے ہیں۔ راستے کے بلند مینار ہیبتناک قلعے بے حد دلکش ہیں اور ایران کی تاریخ میں نمایاں حیثیت

رکھتے ہیں۔"

"سوا سو میل کا سفر------ میرا خیال ہے وہاں جانا اور وہاں سے واپسی خاصی دشوار ہوگی۔ بہر حال' پھر سہی۔!" میں نے کہا۔

"پھر------؟" سامبہ نے عجیب سی اداسی سے کہا۔

"کیوں------" میں نے تعجب سے اسے دیکھا۔

"میرا خیال ہے تم صرف آج رات کے مہمان ہو۔ غلام سیٹھ کل آرہا ہے۔"

"اوہ------!" میں نے ہونٹ سکوڑ لیے۔ پھر گردن جھٹکتے ہوئے کہا۔ "آنے دو۔ پھر کبھی سہی۔ ممکن ہے زندگی کی دوڑ میں پھر کبھی ساتھ ہو جائے۔ کیا یہ بات یمانی نے بتائی ہے۔؟"

"ہاں------ غلام سیٹھ نے تمہارے لئے کچھ ہدایات بھیجی ہیں۔"

"خوب------! کیا؟"

"یہ نہیں معلوم ہو سکا۔ صرف اتنا کہا گیا ہے کہ تمہیں اس سے آگاہ کر دیا جائے کہ------ کل تمہیں ایران چھوڑ دینا ہے۔"

"چھوڑ دیں گے------ کل بہت دور ہے۔" میں نے سامبہ کی کمر میں ہاتھ ڈال کر اسے خود سے قریب کرتے ہوئے کہا اور وہ مسکرانے لگی۔

"حضور------ ابھی ساڑھے چھ بجے ہیں؟"

"بجنے دو سامبہ------ اپنی گھڑی اتار کر پھینک دو۔ مجھے ان گھڑیوں سے سخت نفرت ہو گئی ہے۔"

"ایک بات کہوں نواز------؟" سامبہ نے سنجیدگی سے کہا۔

"کہو جان من۔"

"تم بے حد حسین ہو۔ بے پناہ پرکشش مرد۔ لیکن اگر تم نے شراب کا استعمال اسی رفتار سے جاری رکھا۔ تو------ تم اپنی جوانی کھو بیٹھو گے اس قدر زیادتی نقصان دہ ہے۔ تم یہاں سے چلے جاؤ گے نواز۔ لیکن' ہم بہت عرصے تک تڑپتے رہیں گے!" سامبہ نے اپنا رخسار میرے چہرے سے ملا کر کہا۔ شیفو کی موجودگی کو اس نے بھی نظرانداز کر دیا تھا۔ اور میں نے بھی۔!

"شراب------ اس تڑپ کو سرد کر دیتی ہے جان من۔" میں نے اس کے ہونٹ چومتے ہوئے کہا۔

"پھر بھی------ وعدہ کرو' احتیاط رکھو گے۔؟"

"چلو وعدہ------!" میں نے کہا اور وہ مسکرانے لگی! کوٹھی کے لان میں ٹہلتے ہوئے ہم نے بہت سی باتیں کر ڈالیں۔ وقت گزرتا رہا۔ یہاں تک کہ رات کے کھانے کا وقت ہو گیا۔ شیفو شاید کھانے کے انتظام میں مصروف تھی اس لئے وہ نظر نہیں آئی۔ سامبہ نے بھی اس کے بارے میں کوئی گفتگو نہیں کی تھی۔ بہرحال پھر شیفو نے کھانا لگ جانے کی اطلاع دی اور ہم کھانے کی میز پر پہنچ گئے۔ بڑے پر تکلف کھانے تھے۔ مختلف ایرانی اور غیر ملکی ڈشنز سے میز بھری ہوئی تھی۔

میں نے کچھ اپنی اور کچھ سامبہ کی پسند کی چیزیں کھائیں۔ کھانے کے بعد ہم کوٹھی کے عقبی حصے میں خوبصورت گھاس اور پھولوں سے لدے ہوئے لان میں چہل قدمی کرتے رہے۔ دنیا جہان کی

باتیں ہوتی رہیں۔ ان باتوں کے درمیان میں نے ایک بات محسوس کی۔ سامبہ جس قدر حسین تھی اس سے کہیں زیادہ چالاک بھی تھی۔ کوئی بھی چبھتا ہوا سوال اگر میں کر لیتا تو وہ اس سے بڑی خوبصورتی سے پہلو بچا جاتی۔ اس کی عمر کا صحیح تعین میں نہیں کر سکا تھا لیکن جس قدر وہ چالاک تھی اس سے اس کے تجربے کا اندازہ ہوتا تھا! پھر شیفو نظر آئی۔ اور ہمارے قریب پہنچ گئی۔

"دس بج چکے ہیں خانم------" اس نے کہا۔

"اوہ------ ہاں------ وقت کا احساس ہی نہیں ہو سکا۔ آؤ نواز------ اس آخری رات کو جاوداں بنا لیں۔" سامبہ نے ایک انگڑائی لیتے ہوئے کہا۔ اور اس رات کو جاوداں بنانے چل پڑا۔ خود میری زندگی میں تو ایسی جاوداں راتیں بے شمار آئی تھیں۔ ابتداء میں' میں نے ہر رات کو جاوداں سمجھا تھا۔ لیکن وہ میری بھول تھی۔ میں نے زندگی کو محدود سمجھ لیا تھا۔ میری زندگی کی جاوداں رات نہ جانے کونسی ہوگی۔! ہوگی بھی یا نہیں ہوگی۔!

اور------ یہ رات بھی پہلی رات سے مختلف نہیں تھی۔ سوائے اس کے کہ آج سامبہ نے اور کچھ اہتمام کئے تھے۔ آج شیفو کو بھی کھل کھیلنے کا موقع مل گیا تھا۔ آج سامبہ نے اسے اپنے برابر کی حیثیت دے دی تھی۔ وہ اس بات سے بے خبر تھی کہ شیفو اس سے بھی بلند مقام حاصل کر چکی ہے۔ لیکن اس رات کی دلکشی سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔ عورت کے کچھ اور روپ سامنے آئے۔ جنس کی کچھ اور غلاظتیں میرے سامنے ابھریں۔ لیکن------ دونوں عورتیں خوش تھیں۔ شیفو بھی خوش تھی۔ اور پھر صبح ہو گئی۔ سنجیدگی کا لحاف اوڑھے ہوئے۔ سنجیدگی یوں کہ یہاں میرا آخری دن تھا اور اس بات پر دونوں لڑکیاں افسردہ تھیں۔!

بہرحال میں نے ذہن کو پراگندہ نہیں کیا۔ تقریباً دس بجے یمانی آگیا۔ اس نے مسکراتے ہوئے مجھ سے مصافحہ کیا۔ "کہئے مسٹر نواز ایران پسند آیا۔؟" اس نے پوچھا۔

"بے حد۔" میں نے سامبہ کی طرف دیکھ کر مسکراتے ہوئے کہا۔

"غلام سیٹھ رات کو آگیا ہے۔"

"اوہ------ خیریت------؟" میں نے پوچھا۔

"ہاں------ بالکل خیریت------ بس آپ سے ملاقات کرنے آیا ہے۔"

"کہاں ہے۔؟" میں نے پوچھا۔

"وہیں چل رہے ہیں۔ تیار ہو جائیے۔"

"میں تیار ہوں۔"

"تب پھر آئیے۔!" یمانی نے کہا اور میں نے سامبہ کی طرف دیکھا۔

"مجھے بھی چلنا ہے۔؟" سامبہ نے پوچھا۔

"غلام سیٹھ نے صرف انہیں طلب کیا ہے۔!" یمانی نے معذرت کے انداز میں جواب دیا۔

"یہ واپس تو یہاں آئیں گے۔؟" سامبہ نے کسی قدر بے قراری سے پوچھا۔

"یقیناً!" یمانی معنی خیز انداز سے مسکراتے ہوئے بولا------ اور پھر کار میں میرے ساتھ سفر کرتے ہوئے اس نے کہا۔ "اس دلکش قیامت کو آپ نے بہت متاثر کیا ہے مسٹر نواز------ شاید زندگی میں پہلی بار یہ کسی کے لئے بے قرار ہوئی ہے۔" میں نے اس کی بات کا کوئی جواب نہیں دیا۔

تو اس نے دوبارہ پوچھا۔ ”آپ کا وقت تو مناسب گزرا۔؟“

”ہاں ----!“ میں نے مختصراً کہا۔ اور یمانی خاموش ہو گیا۔ کار راستہ طے کرتی رہی۔ سفر کی طوالت کا مجھے کوئی اندازہ نہیں تھا۔ لیکن جب خاموشی طویل ہو گئی تو میں نے یمانی سے پوچھا۔

”ٹھاکر اور اس کے ساتھیوں کا کیا ہوا۔؟“

”صیغہ راز میں ہے۔ اخبارات بھی اب ان کے بارے میں کوئی خبر نہیں دے رہے۔ ممکن ہے انڈیا گورنمنٹ سے رابطہ قائم کیا گیا ہو۔؟ ممکن ہے سب کو خاموشی سے گولی مار دی گئی ہو۔ ایرانی قانون میں اسمگلروں کو اور خاص طور سے منشیات کے اسمگلروں کے لئے کوئی لچک نہیں ہے۔“ یمانی نے جواب دیا۔

”تم لوگ اپنی سرگرمیوں پر خوفزدہ نہیں ہو۔؟“

”خطرہ ---- خطرہ تو زندگی کا ایک جزو بن چکا ہے مسٹر نواز ---- کوئی بھی کام کرنے نکل پڑو۔ خواہ وہ نیکی اور شرافت سے بھرپور ہو۔ یا بدی اور بدکاری سے۔ ہر کام میں خطرہ موجود ہے۔ جدید دور نے زندگی بڑی بے معنی سی شے بنا کر رکھ دی ہے۔ اسے گزارنے کا اختیار آپ کے ہاتھ میں ہے۔ خطرات سے دو زرہ کر، شرافت کے سہارے زندگی گزارنے کی کوشش کریں اور پریشانیوں سے دو چار رہیں۔ یا پھر ---- خود کو خطرات میں جھونک دیں۔ اور جب تک کی سانسیں مقدر ہیں، عیش و آرام سے گزاریں۔!“ یمانی نے فلسفیانہ انداز میں کہا۔ میں خاموش ہو گیا۔ یمانی کا فلسفہ بھی عجیب تھا۔ پھر میں ٹھاکر اور اس کے ساتھیوں کے بارے میں سوچنے لگا! اور یمانی کے الفاظ میرے کانوں میں گونجنے لگے۔ ”ممکن ہے خاموشی سے سب کو گولی مار دی گئی ہو۔!“

کوشلیا کو بھی ----! حسین اور چمکدار جسم والی کوشلیا، شرمائی شرمائی سی ---- مسکراتی ہوئی میری آنکھوں کے سامنے آ گئی۔ خود سپردگی کا انداز لئے۔ میرے دل میں ایک ہوک سی اٹھی۔ جسے میں نے سختی سے دبا دیا، لیکن کوشلیا کی تصویر میری نگاہوں سے اوجھل نہ ہوئی۔ اچانک اس کے چہرے پر کرب کے آثار ابھرے اور اس کے دائیں پہلو سے خون کے فوارے ابلنے لگے! اور اس کے دلکش ہونٹ کرب کے انداز میں ہلے۔ اس کی آنکھیں میرا سہارا تلاش کرنے لگیں۔ اور پھر ---- وہ چکراتی ہوئی گر پڑی اس کا جسم کرب کے انداز میں اینٹھ رہا تھا۔!

میرے پورے جسم نے پسینہ اگل دیا۔ آنکھوں میں تاریکی چھا گئی دماغ چکرا گیا۔ سب کچھ نگاہوں سے اوجھل ہو گیا۔ لیکن یمانی میری کیفیت سے بے خبر کار چلاتا رہا۔ میں نے آنکھیں بند کر کے سر کار کی سیٹ کی پشت سے ٹکا دیا اور اپنی حالت درست کرنے کی کوشش کرتا رہا۔ پھر میرے کانوں میں یمانی کی آواز ابھری۔!

”مسٹر نواز ----! سو گئے۔؟“

”اور میں چونک پڑا۔ میں نے اردگرد کے ماحول کو دیکھا ---- کار رک چکی تھی۔ شاید کسی عمارت میں۔!

”ظاہر ہے۔ ان دو دنوں میں آپ کو نیند کہاں نصیب ہوئی ہو گی۔“ یمانی مسکراتا ہوا معنی خیز انداز میں بولا۔ ”اور پھر ---- سابہ کے لئے تو آپ حلوہ تر تھے۔ میں اس عورت کو اچھی طرح جانتا ہوں۔ مرد خور ہے، مرد خور ---- آیئے۔!“ اس نے نیچے اتر کر دروازہ کھول دیا۔

میں نیچے اتر آیا ---- یمانی کے الفاظ مجھے کسی قسم کے خطرے کا پتہ دے رہے تھے۔ سابہ کے حسین جسم کی تہہ میں مجھے بے شمار کیڑے کلبلاتے نظر آئے۔ یمانی کے الفاظ ---- ”مرد خور ہے۔ مرد خور ----“ نے ذہن سے بہت سے بھوت اتار دیئے تھے۔ یہ سب ہی یکساں ہوتی ہیں۔ ان کے لئے تڑپنا حماقت ہے۔ سو فیصدی حماقت۔!

کار سے اتر کر ہم برآمدے کی طرف بڑھ گئے۔ اور برآمدے میں ہی غلام سیٹھ نظر آیا۔ میں نے خود کو پوری طرح سنبھال لیا اور ہوشیار ہو گیا میں اس پراسرار شخص کی حیثیت سمجھ چکا تھا۔ درحقیقت یہ بے حد پراسرار تھا اور اس سے محتاط رہنا ضروری تھا۔!

”ہیلو نواز ----“ غلام سیٹھ چند قدم آگے بڑھتے ہوئے بولا۔ اور پھر اس نے گرم جوشی سے مجھ سے مصافحہ کیا۔ ”کیسے ہو ----؟ کیا ہو رہا ہے۔؟“ اس نے مجھے اندر لے جاتے ہوئے کہا۔

”ٹھیک ہوں، غلام سیٹھ ----“ میں نے جواب دیا۔

”ایران سے دل بھر گیا۔ یا ابھی کچھ اور قیام کا ارادہ ہے۔ ایک کمرے میں پہنچ کر، مجھے ایک صوفے پر بیٹھنے کا اشارہ کر کے، خود میرے سامنے بیٹھتے ہوئے اس نے کہا۔

”میرے لئے ہر جگہ ٹھیک ہے غلام سیٹھ ---- جو بھی ادارے کے مفاد میں ہو۔“ میں نے سنجیدگی سے جواب دیا۔

”یہ حقیقت ہے نواز ---- اتفاقیہ طور پر ہمیں ایک ہیرا دستیاب ہو گیا ہے، ادارہ تمہاری شمولیت پر ناز کرتا ہے۔ تم ہمارے لئے بے حد اہم شخصیت بن چکے ہو، بہرحال ہمیں بھی تمہاری ہر سہولت کا خیال ہے۔ اگر ابھی ایران میں قیام کا ارادہ ہو تو وہ پروگرام کچھ دنوں کیلئے ملتوی کیا جاسکتا ہے، جو بنایا گیا ہے۔“

”نہیں ---- اس کی ضرورت نہیں ہے۔ میرے لئے جو پروگرام تیار کیا گیا ہے۔ میں اس پر عمل کرنے کے لئے تیار ہوں۔“

”ہوں ----!“ غلام سیٹھ کچھ سوچنے لگا۔ پھر اس نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔ ”ادارے نے تمہاری بے پناہ صلاحیتوں کو سامنے رکھتے ہوئے تمہاری ڈیوٹی بدل دینے کا فیصلہ کیا ہے۔ وہ کام جو اب تک تم کر رہے تھے، کسی اور کے سپرد بھی کیا جاسکتا ہے۔ اس کے لئے تم سے کم صلاحیتوں والے آدمی سے بھی کام چلایا جاسکتا ہے۔ انٹرنیشنل مارکیٹ کے لئے ہمیں کسی تم جیسے نوجوان کی ضرورت تھی۔ تمہاری کچھ ذمہ داریاں بڑھ جائیں گی نواز ---- لیکن ادارے کی نگاہ میں تم سے بہتر آدمی اور کوئی نہیں۔“

”مجھے کیا کرنا ہو گا۔؟“

”سپلائی ----! تم حسب معمول اسی پٹی پر سفر کرو گے جو مقرر کی گئی تھی۔ لیکن اب تمہارے ذمہ قیمتی منشیات کی سپلائی ہو گی۔ کیا تم یہ کام مشکل پاتے ہو۔؟“ غلام سیٹھ نے پوچھا۔ اور میں سوچ میں گم ہو گیا۔ بلاشبہ یہ کام مشکل تھا۔ پہلے صرف مجھے ان علاقوں کا دورہ کرنا ہوتا تھا۔ پولیس اور ایکسائز والوں سے براہ راست میری مڈھ بھیڑ نہیں ہوتی تھی۔ لیکن سپلائی کے سلسلے میں مجھے کافی محنت کرنا ہو گی۔ اس کے لئے مجھے وحشیانہ انداز میں کام کرنا ہو گا۔!

”لیکن ---- اگر میں اس کام کے لئے منع کر دوں۔ تو ----؟ کیا غلام سیٹھ کا رویہ میرے

ساتھ بہتر رہ سکے گا۔؟ کیا وہ لوگ میرے دشمن نہیں ہو جائیں گے۔ اونہہ ------ تمام خطرات کی انتہا موت پر ہوتی ہے اور میری زندگی کونسی قیمتی ہے۔ میں کس کے لئے زندہ ہوں۔ اور یہ فیصلہ بھی مشکل ہے کہ میں زندہ ہوں یا مر گیا۔ یہ ایک بوجھ' جسے زندگی کہتے ہیں۔ زبردستی میرے شانوں پر لدا ہوا ہے' کسی وقت بھی اتر جائے' مجھے کیا پرواہ ہو سکتی ہے۔ چنانچہ میں نے بے خوفی سے کہا۔

"میں تیار ہوں غلام سیٹھ۔!"

"خوب سوچ سمجھ لیا ہے۔؟"

"سوچنا کیا ------ میں وہ ہر کام کرنے کے لئے تیار ہوں جو ادارے کے مفاد میں ہو۔"

"ویری گڈ ------ اور نواز ------ اس کام کی مدت صرف پانچ سال ہو گی۔ تمہارے تمام اخراجات بہر صورت ادارے کے ذمے ہوں گے' شہنشاہوں کی طرح زندگی بسر کرو۔ اس کے علاوہ ادارے کی طرف سے تمہاری تنخواہ بھی مقرر کر دی گئی ہے۔ تیس ہزار روپے ماہانہ ------ اور پھر مال کا کمیشن ------ پانچ فیصد' اور یہ سمجھ لو کہ ایک دفعہ کی نقل و حرکت کم از کم پندرہ لاکھ کی ہوتی ہے۔ پانچ فیصد کمیشن سے بہت بڑی رقم بنتی ہے۔ تمہارا کمیشن' اور تنخواہ کی رقم' ہر ماہ پوری باقاعدگی کے ساتھ سوئزرلینڈ کے کسی بینک میں تمہارا اکاؤنٹ کھول کر جمع کی جاتی رہے گی۔ تاکہ پانچ سال کے بعد جب تم ریٹائر ہو تو تمہیں ایک بہت بڑی رقم بقیہ زندگی گزارنے کے لئے مل جائے' اس کے علاوہ' تم جس ملک میں پسند کرو گے' وہاں کی نیشنلٹی دلانا ادارے کی ذمہ داری ہو گی۔"

"ٹھیک ہے غلام سیٹھ ------ جیسا پسند کرو کر دینا۔" میں نے لاپرواہی سے کہا۔

"مال نکالنے کیلئے پلاننگ تمہیں خود کرنا ہو گی۔ اگر کبھی گرفتار ہو جاؤ گے تو پوری کوشش سے تمہیں رہا کرا لیا جائے گا۔ جو مال ضائع ہو گا اس کی کوئی ذمہ داری تمہارے اوپر نہ ہو گی۔ ہاں اس کا کمیشن تمہیں نہ مل سکے گا۔"

"میں کہہ چکا ہوں۔ مجھے سب کچھ منظور ہے۔"

"اس کے لئے کسی قسم کی تربیت محسوس کرتے ہو۔؟"

"نہیں ------!"

"تب پھر ------ تیاریاں کر لو ------ آج سے تین دن کے اندر تمہیں پانچ سو پونڈ کوکین لے کر ترکی روانہ ہونا ہے۔ آج ادارے کا مستقل نشان تمہارے سپرد کر دیا جائے گا۔! اور کچھ۔؟"

"نہیں ------!" میں نے کہا اور غلام سیٹھ نے ایک دیوار میں لگا ہوا بٹن دبا دیا۔ یمانی اندر داخل ہو گیا۔

"مسٹر یمانی ------ ادارے کا مستقل نشان مسٹر نواز کو دے دیا جائے۔!"

"بہت بہتر ------!" یمانی نے جواب دیا اور میں اٹھ گیا۔

"میں ابھی یہیں ہوں۔ تمام کاغذات تیار کر لیے جائیں گے تب میں یہاں سے جاؤں گا۔ اس درمیان تم جب چاہو یمانی کی معرفت مجھ سے رابطہ قائم کر سکتے ہو۔ اور ہاں ------ آج سے تم ادارے کے خاص لوگوں میں کہلاؤ گے۔ اور اس کی سرگرمیاں تم سے پوشیدہ نہ رکھی جائیں گی۔!"

"شکریہ ------!" میں نے گردن ہلاتے ہوئے کہا اور یمانی کے ساتھ کمرے سے نکل آیا۔

"مبارک ہو مسٹر نواز۔ جتنے معمولی عرصے میں آپ نے ترقی کے مدارج طے کئے ہیں' ادارے

کی تاریخ میں اس کی مثال نہیں ملتی۔ یمانی نے میرے ساتھ چلتے ہوئے کہا۔ میں نے اس کی بات کا کوئی جواب نہیں دیا تھا۔ یمانی مجھے لے کر ایک کمرے میں آیا۔ پھر اس نے دیوار میں پوشیدہ ایک الماری کھولی اور اس میں سے کچھ نکالنے لگا۔

ایک لمبا تار تھا جس کے آخری سرے پر کوئی سیاہ سی چیز تھی اس نے تار کا پلگ ایک دیوار میں لگے ہوئے ساکٹ میں لگا دیا۔ اور وہ سیاہ سی شے پکڑے ہوئے میرے نزدیک آ گیا۔ تب میں نے اسے غور سے دیکھا کسی دھات کی بنی ہوئی ایک گول مہر تھی۔ جس میں کچھ عجیب سے نشان بنے ہوئے تھے۔ میں اس کا مقصد سمجھ گیا۔ اور میں نے کوٹ اتار دیا۔

"کہاں لگائی جائے گی مہر ------؟" میں نے پوچھا۔

"دائیں ہاتھ کی کلائی پر۔!" یمانی نے جواب دیا۔

"لیکن' کیا مہر مخدوش نہیں ہو گی۔؟" میں نے سوال کیا۔

"نہیں ------ اس کا بندوبست بھی ہے۔!" یمانی نے مسکراتے ہوئے جواب دیا اور میں نے خاموشی سے گردن ہلا دی۔ مہر کے نشانات سرخ ہو کر چمکنے لگے تھے۔ یمانی اسے ایک اسٹول پر رکھ دیا اور پھر جیب سے ایک شیشی نکال کر اس کا کارک کھول دیا۔ شیشی کے ساتھ روئی بھی تھی۔ تب اس نے مہر اسٹول سے اٹھائی اور میں نے کلائی کھول کر سامنے کر دی۔

دوسرے لمحے میرے جسم میں درد کی لہریں اتر رہی تھیں۔ لیکن ------ میں نے تو بڑے بڑے درد سہے تھے۔ میرے چہرے سے کوئی تاثر نہ ظاہر ہو سکا۔ یمانی نے مہر لگائی اور روئی اور شیشی اٹھائی اور روئی کو شیشی کے سیال میں بھگو کر سیال جلے ہوئے نشان پر لگا دیا۔ حیرت انگیز چیز تھی۔ ایک دم سوزش کم ہو گئی۔ پھر یمانی نے ایک ٹین کے بکس سے ایک باریک سی جھلی نکالی اور اسے کھول کر میری کلائی پر چپکا دیا۔ نشان چھپ گیا تھا۔ جھلی جلد کی شکل کی تھی۔ اس لئے احساس بھی نہیں ہوتا تھا۔

"کسی خاص ضرورت پر اسے اٹھانا اور پھر چپکا دینا۔" یمانی نے کہا اور میں نے گردن ہلا دی۔" بس کام ختم۔!" اس نے کہا۔ اور میں نے ایک گہری سانس لی۔ "آرام کریں گے۔؟"

"کیا یہیں رہنا ہو گا۔؟"

"ہاں ------ لیکن رات اپنی پسند کے مطابق گزار سکیں گے۔ تکلف بر طرف' جس چیز کی ضرورت ہو' مہیا کر دی جائے گی۔!"

"یہیں ------ اسی عمارت میں۔؟" میں نے پوچھا۔

"میں رات تنہا نہیں گزارنا چاہتا۔" میں نے صاف گوئی سے کہا۔

"تنہا نہیں گزرے گی۔" یمانی نے بدستور مسکراتے ہوئے کہا۔ "لیکن دن تو تنہا ہی گزرے گا۔ آخر مال لے جانے کی پلاننگ بھی تو کرنا ہو گی۔"

"ہوں ------!" میں نے گردن ہلا دی اور یمانی میرے ساتھ باہر نکل آیا۔ پھر اس نے عمارت میں مجھے میرا کمرہ دکھایا۔ ضروریات زندگی کا یہ سامان موجود تھا۔ ایک طرف رائٹنگ ٹیبل بھی پڑی ہوئی تھی۔ اس پر کھٹمنڈو سے امریکہ تک کا نقشہ بڑی تفصیل سے موجود تھا۔ میں نے اس کا شکریہ ادا کیا۔ اور پھر بولا۔

"میرا سامان ------ لباس وغیرہ ------؟"
"ابھی آتا ہو گا۔"
"کیا سلمہ سے اب ملاقات نہیں ہو گی۔؟"
"مناسب نہیں ہو گا مسٹر نواز ------ ویسے جو حکم۔!"
"نہیں ------ مناسب نہیں ہے تو ٹھیک ہے۔" میں نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔ اور ریمانی باہر نکل گیا۔ ابھی میرا سامان نہیں آیا تھا اس لئے لباس تبدیل کرنے کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا تھا۔ میں نے جوتے اتارے' کوٹ!" ٹائی کھول کر ایک طرف ڈال دی۔ قمیض پتلون سے باہر نکال لی اور پھر ایک آرام کرسی میں دراز ہو گیا۔ ہاتھ میں سوزش نام کو بھی نہیں رہی تھی۔ کرسی میں دراز ہو کر میں اپنے نئے کام کے بارے میں سوچنے لگا! کیا میں ایسی صلاحیتیں رکھتا ہوں' جن کا وہ تعین کر چکے ہیں؟ آخر انہوں نے میرے اندر کونسی خوبی پائی ہے۔؟ میرے اپنے اندازے کے مطابق تو میں نے ابھی تک کوئی ایسا کارنامہ انجام نہیں دیا تھا۔ ٹھاکر والا کام بھی بس ہو گیا کوشلیا کی سادگی اس کے لئے مصیبت بن گئی تھی۔ بہر حال اب غلام سیٹھ نے میرے اوپر ایک بہت بڑی ذمہ داری ڈال دی تھی۔ میں اس ذمہ داری کو کس طرح سر انجام دوں گا۔ جبکہ میں نے اس سے وعدہ بھی کر لیا ہے۔ میں نے اپنے ذہن کو یکسو کیا۔ اور سوچتا رہا۔ اسی دوران میرے ذہن میں ایک خیال آیا۔ اور اس نئے خیال پر میں کافی دیر تک غور کرتا رہا۔ پھر میں اٹھ کر لکھنے کی میز پر جا بیٹھا۔ میں نے اس خیال پر غور کیا۔ اور پھر ایک کاغذ پر اس کے ضروری پوائنٹس لکھنے لگا۔!

جب میں نے اپنے لکھے ہوئے پوائنٹس پر غور کیا تو اندازہ ہوا کہ ان میں کوئی جھول نہیں ہے۔ اور میں چونک پڑا۔ اس کا مقصد ہے کہ میں ذہین ہوں۔! میں نے سوچا اور پھر خود ہنس پڑا۔ خود اپنے بارے میں فیصلے کر رہا ہوں۔ ذرا احمقانہ بات ہے۔ لیکن ------ یہ حقیقت بھی نظر انداز نہیں کی جا سکتی کہ میں آج تک خود میں الجھا رہا ہوں۔ پیش آنے والے واقعات مجھے الجھاتے رہے ہیں اور میں ان میں پھنس کر اپنی شخصیت ہی کھو بیٹھا ہوں۔!

"نواز ------!" میرے اندر سے ایک آواز ابھری۔ "تو اگر اپنی پچھلی زندگی میں لوٹنا بھی چاہے تو اب یہ ممکن نہیں ہے۔ سڑکوں پر بھیک مانگ کر بھی اپنے ضمیر کے وہ داغ صاف نہیں کر سکتا جو لگ چکے ہیں۔ نہ تیری پچھلی زندگی اپنی ہے نہ موجودہ ------ لیکن موجودہ زندگی کا سفر تیرے سامنے ہے۔ ایک راستہ اختیار کر لے اور اس پر پامردی سے بڑھتا رہ۔ ان مشکلات کو فنا کر دے جو خود تیرے ذہن کی پیدا کردہ ہیں۔ تو جانتا ہے۔ تیری الجھن کی وجہ کیا ہے۔؟"
"نہیں ------" میں نے جواب دیا۔
"عورت' صرف عورت ------ تیرے سوچنے کے انداز میں عورت شامل رہی ہے۔ عورت صرف ایک ضرورت ہے۔ اسے ذہن پر مسلط کر لینا حماقت ہے اپنی ضرورت پوری کر ------ اور سب کچھ بھول جا۔ صرف یہ یاد رکھ کہ تو کیا ہے۔ اور اپنا کام انجام دے۔ بلاشبہ تو ذہین ہے۔"
اور میں نے دل کی آواز کو غور سے سنا۔ اپنا تجزیہ کیا۔ یہ حقیقت تھی کہ آج تک میں عورت کے ہاتھوں کھیلتا اور اپنے ذہن کو پراگندہ کرتا رہا تھا۔ زندگی کے ابتدائی دور سے نکل کر جس دور میں' میں آ گیا تھا' اس میں کوئی کاروباری الجھن...... نہیں تھی۔ اس راہ پر چل پڑنے کے بعد میں کسی چیز

سے خوفزدہ نہیں تھا۔ نہ ہی کسی مسئلے پر مجھے کوئی الجھن ہوئی تھی۔ لیکن اس کے باوجود بعض دن میرے اوپر بہت کٹھن گزرے تھے۔ آخر کیوں۔؟ صرف عورت کی وجہ سے نا۔؟ بے شمار عورتیں میرے لئے مسئلہ بنی تھیں۔ کرشی' میگاں' درخشانہ' کوشلیا وغیرہ۔ انہوں نے میرے ذہن کو ہلا کر رکھ دیا تھا' حالانکہ معمولی سی بات تھی۔ اگر میں انہیں صرف عورت سمجھتا۔ ضرورت کی ایک چیز ------ تو میرا ذہن اس افرا تفری کا شکار نہ ہوتا۔ لیکن آئندہ ------ آئندہ مجھے اسی انداز میں اپنا ذہن ترتیب دینا تھا۔ اس کے سوا کوئی چارہ کار نہیں ہے۔
چنانچہ ------ اس فیصلے کے بعد میں نے خود کو ہلکا محسوس کیا۔ دراصل میں خود کو پورے طور سے پہچانا نہیں تھا۔ مجھے خود بھی اپنی پوشیدہ صلاحیتوں کا احساس نہیں تھا۔ غلام سیٹھ مجھ سے زیادہ تجربے کار تھا۔ اس نے میرے اندر چھپے ہوئے چالاک آدمی کو دیکھ لیا تھا۔ اس لئے وہ میرے اوپر زیادہ سے زیادہ مہربان ہو رہا تھا۔ بہر حال ------ میں ان خیالات کو جھٹک کر پھر اپنے پروگرام کے بارے میں سوچنے لگا! بڑا کامیاب پروگرام تھا۔ بشرطیکہ میری مرضی کے مطابق ہی کامیابی حاصل ہو سکے۔!
تھوڑی دیر کے بعد ایک ملازم ٹائپ کا آدمی میرا سامان لے آیا۔ اور میں جلدی سے اٹھ گیا۔ میں نے اپنا سلیپنگ سوٹ نکالا۔ پتلون اور قمیض میں خاصی الجھن محسوس کر رہا تھا۔ بہر حال لباس تبدیل کرنے کے بعد میں آرام سے لیٹ گیا۔ اور پھر میری آنکھوں میں نیند گھس آئی۔! لنچ کے وقت ملازم نے جگایا۔ اور منہ ہاتھ دھو کر میں نے کھانا کھایا۔ کھانے پر تنہا تھا لیکن ملازم میری خوب آؤ بھگت کر رہے تھے۔ نیند پوری ہو چکی تھی۔ اب سونے کو دل نہیں چاہا۔ سوچ ہی رہا تھا کہ کیا کروں۔ کہ دروازے پر قدموں کی چاپ سنائی دی اور ریمانی نے اندر جھانکا۔
"ہیلو۔! مسٹر نواز۔!"
"ہیلو ریمانی!" میں کھڑا ہو گیا۔
"آیئے غلام سیٹھ انتظار کر رہے ہیں۔" اس نے کہا۔
"اوہ ------ کہاں ------؟" میں نے چونک کر پوچھا۔ اور ریمانی مجھے ساتھ لے کر چل پڑا۔ غلام سیٹھ ابھی ابھی آیا تھا۔ وہ ایک کمرے میں آرام کرسی پر پاؤں پھیلائے بیٹھا تھا۔ مجھے دیکھ کر اس نے پاؤں سکوڑ لیے اور پھر اپنا بریف کیس اٹھا کر ایک فائل نکال لی۔ فائل میں کچھ کاغذات تھے۔ اس نے چند کاغذات نکالے اور پھر میرے سامنے پھیلا دیئے۔
"میں نے پوری کارروائی مکمل کر لی ہے۔ شام کو پانچ بجے واپس چلا جاؤں گا۔ ان کاغذات پر دستخط کر دو۔ تمہاری تنخواہ ہر ماہ سوئٹزر لینڈ میں جمع ہو جائے گی اور تمہارا کمیشن بھی ------ ان کی رسیدیں تم جس وقت چاہو طلب کر سکتے ہو۔"
"آپ شرمندہ کر رہے ہیں غلام سیٹھ۔!" میں نے کاغذات پر دستخط کرتے ہوئے کہا۔
"نہیں ------ اس میں برائی کی کوئی بات نہیں ہے۔ تم ہمارے لئے خلوص سے کام کر رہے ہو۔ ہم بھی تمہارے لئے مخلص ہیں۔ کوئی بال تمہارے ذہن میں نہیں رہنا چاہیئے۔"
"میرے ذہن میں کوئی بال نہیں ہے غلام سیٹھ۔ تنہا آدمی ہوں' جو کچھ مل رہا ہے وہی کافی ہے۔"

"تمہاری طبیعت شاہانہ ہے نواز----- بہرحال----- جب تم ریٹائرڈ ہو گے تو تمہیں دولت کی ضرورت پیش آئے گی اور پھر جب سب کو معاوضہ ملتا ہے تو پھر تم ہی کیوں رہ جاؤ۔"

"شکریہ غلام سیٹھ----- جو آپ کا دل چاہے کریں۔ میں اپنے کام کی ذمہ داری لیتا ہوں۔ مجھے یقین ہے کہ اس میں آپ کو کوئی شکایت نہیں ہوگی۔"

"مجھے یقین ہے۔ اچھا----- اب میں زیادہ نہیں رکوں گا۔ یمانی تمہاری ہر طرح مدد کریں گے۔!" غلام سیٹھ اٹھ گیا۔ اس نے گرم جوشی سے مجھ سے مصافحہ کیا۔ اور یمانی کے ساتھ باہر جانے لگا۔

"میں نو بجے تک واپس آجاؤں گا۔ آپ میرا انتظار کریں۔" یمانی نے کہا اور میں نے گردن ہلا دی۔ وہ دونوں باہر نکل گئے تھے۔ میں پھر تنہا رہ گیا تھا۔ بہرحال اب مجھے تنہائی کا احساس زیادہ نہیں تھا۔ میں اپنے کام کے بارے میں غور کر رہا تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد میں نے اپنے کمرے میں جا کر نیا سوٹ زیب تن کیا اور پھر باہر نکل آیا۔

"گاڑی ہے۔؟" میں نے ایک ملازم سے پوچھا۔

"جی ہاں جناب!" ملازم نے ادب سے کہا اور جلدی سے ایک کمرے میں جا کر کار کی چابی نکال لایا۔ اس نے چابی میرے حوالے کر دی اور میں باہر نکل آیا۔ باہر ایک چھوٹی سی اسپورٹ کھڑی تھی۔ میں نے اسپورٹ اسٹارٹ کی اور سڑک پر نکل آیا۔ اب میں خود مختار تھا۔ کسی کی ہدایت کی ضرورت نہیں تھی۔ اپنے طور پر کام کرنا تھا' چنانچہ اسپورٹ سست رفتاری سے سڑکوں پر دوڑتی رہی اور پھر ایک خوبصورت سے ہوٹل کے سامنے میں نے اسپورٹ روک دی۔ اتر کر اندر گیا۔ اور کاؤنٹر پر پہنچ گیا۔ میں نے کاؤنٹر کلرک سے ایک کمرہ طلب کیا۔ ہوٹل کی پہلی منزل پر مجھے ایک کمرہ مل گیا۔ ایک ہفتے کا کرایہ ادا کر کے میں نے چابی لی۔ اور کمرہ دیکھنے چل پڑا۔ عمدہ کمرہ تھا' کمرے کو دیکھنے کے بعد میں واپس نکل آیا اور اب میرا رخ بازار کی طرف تھا۔ بازار سے میں نے ایک سوٹ کیس' کچھ عمدہ قسم کے ریڈی میڈ لباس' سردیوں کے استعمال کے بڑے بالوں والی ایک پوستین اور ایسی ہی کچھ دوسری چیزیں خریدیں----- اور واپس ہوٹل چل پڑا۔ یوں میں اس ہوٹل میں فروکش ہو گیا لیکن میرا مقصد یہاں رہنا نہیں تھا۔ چنانچہ کمرے کو تالا لگا کر ایک بار پھر میں باہر نکل آیا۔ اب میں نے ایک اوپیرا ہاؤس کا رخ کیا تھا۔ میں اپنے طور پر ہی ایران سے واقف ہونا چاہتا تھا۔!

اوپیرا ہاؤس میں کچھ وقت گزارنے کے بعد میں وہاں سے بھی نکل آیا----- اور----- اس وقت میں شاہ والا کے ایک بارونق بازار سے گزر رہا تھا جب میری نگاہ اس پر پڑی----- میرے ہاتھ اسٹیئرنگ پر لرز گئے تھے۔ یادداشت دھوکہ نہیں دے رہی تھی۔ بینائی پر مکمل اعتماد تھا۔ گو شکل میں زمین آسمان کا فرق ہو گیا تھا۔ لیکن----- وہ درفشانہ ہی تھی----- وہ افغان رقاصہ جو کافی دن میرے ساتھ رہی تھی اور جسے میں ہربنس کے اڈے سے نکال لایا تھا۔

میں نے بریک لگا کر کار سڑک کے کنارے روک دی اور نیچے اتر آیا۔ میں نے ٹریفک سے بچتے ہوئے فٹ پاتھ کراس کیا۔ چند منٹ تک درفشانہ کا تعاقب کرتے ہوئے میں نے اندازہ لگایا کہ اس کے ساتھ کوئی اور تو نہیں ہے۔ لیکن وہ تنہا تھی۔ جدید طرز کے لباس میں' بال کٹے ہوئے۔ خوبصورت میک اپ میں لتھڑی ہوئی درفشانہ----- میں اس کے قریب پہنچ گیا۔ وہ اپنا پرس ہلاتی ہوئی

دو کانوں پر نگاہ ڈالتی ہوئی آگے بڑھ رہی تھی۔!

"درخشانہ-----!" میں نے اسے آواز دی۔ اور وہ ٹھٹھک کر رک گئی۔ اس نے پلٹ کر دیکھا۔ اور مجھے دیکھ کر اس کا چہرہ سرخ ہو گیا۔

"نواز-----!" وہ سرگوشی کے انداز میں بولی۔

"خدا کا شکر ہے کہ میرا اندازہ غلط نہیں تھا۔"

"تم----- یہاں نواز-----!" وہ اسی انداز میں بولی۔

"یہی سوال میں تم سے کر سکتا ہوں۔!"

"آؤ----- کہیں بیٹھ کر بات کریں۔ یہاں رکنا ٹھیک نہیں ہے۔"

"آؤ-----!" میں نے اپنی کار کی طرف بڑھتے ہوئے کہا اور وہ خاموشی سے میرے پاس آبیٹھی۔ میں نے جلدی سے کار اسٹارٹ کی۔ اس سے گفتگو کے لئے میرے ہوٹل سے بہتر اور کوئی جگہ نہیں تھی۔ تھوڑی دیر کے بعد میں اپنے کمرے میں اس کے سامنے بیٹھا تھا۔ درخشانہ کی گردن جھکی ہوئی تھی۔ راستے بھر ہم نے کوئی گفتگو نہیں کی تھی۔! بہرحال میں نے سلسلہ گفتگو شروع کیا۔

"کیسی گزر رہی ہے درخشانہ۔؟"

"بس گزر رہی ہے۔!" اس نے پھیکے انداز میں مسکراتے ہوئے کہا۔

"تم نے تو حلیہ ہی بدل لیا۔" میں نے کہا۔

"میں----- میں کیا حیثیت رکھتی ہوں۔ جس کا دل چاہتا ہے' اپنی پسند کی شکل دے دیتا ہے۔"

"اوہ-----!" میں اس کی بات پر غور کرنے لگا۔" میری یہ ملاقات تمہیں ناگوار تو نہیں گزری درفشانہ۔؟" جواب میں اس نے عجیب سی نگاہوں سے دیکھا۔ پھر گردن ہلاتے ہوئے بولی۔

"نہیں-----!"

"ایران کب آئیں۔؟"

"ایک ہفتے قبل۔"

"کہاں مقیم ہو۔؟"

"آریانہ----- روم نمبر سترہ۔!"

"تنہا ہو-----؟"

"نہیں-----! تلسی میرے ساتھ ہے۔" اس نے تلخ لہجے میں جواب دیا۔

"تلسی کون ہے۔؟"

"ہربنس کا آدمی----- مال لاتا لیجاتا ہے۔ میرا پرانا عاشق ہے' بدشکل بدصورت' بد اخلاق' کسی طور قابل قبول نہیں تھا۔ لیکن مجبوریاں۔ وہاں ہربنس کے اڈے پر' میں کتے کو پسند کرتی تھی' کسی کو نہیں۔ وہ میرے نزدیک آنا چاہتا تھا۔ لیکن میں نے اسے کبھی منہ نہیں لگایا۔ لیکن----- پھر وہ مجھے اتفاق سے مل گیا۔ اس نے بتایا کہ ہربنس میری تلاش میں ہے۔ اس نے کہا یہ اس کا بھی فرض ہے کہ وہ مجھے گرفتار کر کے ہربنس کے حوالے کر دے۔ لیکن وہ مجھ سے محبت کرتا ہے۔ اگر میں اس کے ساتھ رہنے کا وعدہ کر لوں تو وہ مجھے ہربنس سے بچالے گا۔ اور اب میں اس کے

ساتھ ہوں۔"

"اوہ------!" مجھے درخشانہ پر کافی رحم آیا۔ مظلوم لڑکی نہ جانے کونی قسمت لے کر پیدا ہوئی تھی۔ لیکن------ اچانک میرے اندر کا سویا ہوا چالاک آدمی جاگ پڑا۔ کسی اندرونی خیال سے میرا چہرہ سرخ ہو گیا اور۔ بمشکل میں نے اپنے جوش پر قابو پایا۔ "تو اب تم لوگ کہاں جا رہے ہو۔؟" میں نے پوچھا۔

"ترکی------! تلسی مال لایا ہے' ترکی لے جا رہا ہے۔" درخشانہ نے لاپرواہی سے جواب دیا۔

"تمہاری حیثیت اس کے ساتھ کیا ہے۔؟"

"ایک داشتہ کی سی۔!"

"اوہ------ مگر اس کے لئے تم تیار کیوں ہوئیں؟" میں نے پوچھا اور درخشانہ نے عجیب سی نگاہوں سے مجھے دیکھا۔ پھر بھاری لہجے میں بولی۔

"پیٹ کیلئے------ زندہ رہنے کیلئے۔!"

"لیکن تم تلسی کو پسند بھی تو نہیں کرتیں درخشانہ۔؟"

"ایک طوائف کی۔ اپنی کوئی پسند نہیں ہوتی نواز۔" اس کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔

"اگر تمہیں کوئی بہتر زندگی مل جائے درخشانہ------؟"

"کون دے گا۔؟ بتاؤ------ کون دے گا۔" وہ روتے ہوئے بولی۔

"تم رقاصہ ہو درخشانہ۔ کسی کلب میں رقص کر کے زندگی گزار سکتی ہو۔ زندگی کی ابتداء کے لئے میں تمہاری مدد کر سکتا ہوں۔ میں کوشش کر کے تمہیں ایران کی شہریت دلوا دوں گا۔ یہاں ملازمت کا بندوبست بھی ہو سکتا ہے۔"

"میں زندگی کے آخری لمحوں تک تمہاری ممنون رہوں گی!" درخشانہ نے آنسو پونچھتے ہوئے کہا۔

"اوکے درخشانہ۔ یہ کام میرا ہے۔ میں یہ کر دوں گا' تم بے فکر رہو۔ چند روز اور تمہیں تلسی کے ساتھ گزارنے ہوں گے۔ ویسے تمہاری------ روانگی کا کیا پروگرام ہے۔؟"

"تلسی ہر حالت میں آج سے چوتھے روز سرحد عبور کر لے گا۔"

"مگر وہ مال کس طرح لے جا رہا ہے۔؟"

"کھلونوں کے بیوپاری کی حیثیت سے جا رہا ہے۔ اس کے ساتھ پلاسٹک کے خوبصورت کھلونے ہیں۔ ان میں سے بہت سے کھلونوں میں منشیات موجود ہیں۔"

"ہوں------ یہ تو تم جانتی ہو درخشانہ------ کہ تمہیں یہ گفتگو راز رکھنی ہے۔"

"میں زندہ رہنا چاہتی ہوں۔!" درخشانہ نے جواب دیا۔ پھر تھوڑی دیر تک درخشانہ میرے پاس بیٹھی رہی۔ میں نے اسے کافی وغیرہ پلائی اور پھر نیچے آ کر اسے ایک ٹیکسی میں سوار کر کے روانہ کر دیا۔ قسمت میرا ساتھ دے رہی تھی۔ نو بجے سے پہلے میں اپنی رہائش گاہ پر واپس آ گیا۔ ٹھیک نو بجے یمانی پہنچ گیا۔ رسمی گفتگو کے بعد ہم باہر نکل آئے۔ یمانی اپنی کار لایا تھا اس میں بیٹھ کر ہم چل پڑے۔ ڈرائیونگ یمانی ہی کر رہا تھا۔ کار سڑکیں طے کرتی رہی۔!

"کوکین تیار ہے یمانی۔؟" میں نے پوچھا۔

"بالکل۔!"

"اس کی پیکنگ کس انداز کی ہے۔؟"

"ابھی صرف پلاسٹک کے چھ انچ لمبے پائپ ہیں۔ لیکن آپ جس انداز میں کہیں گے اسے پیک کر دیا جائے گا۔"

"ہوں------ میں اسے کار کے اکسٹرا سلنڈر میں لے جانا چاہتا ہوں لمبے لمبے پائپ کار میں مختلف جگہ فٹ کئے جائیں گے۔" میں نے کہا۔ اور یمانی ہونٹ سکوڑ کر رہ گیا۔

"کیوں------؟" میں نے اس کے چہرے پر غور و فکر کے آثار دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"یہ طریقہ پرانا ہے۔ کسٹم والے اس سے اچھی طرح واقف ہیں۔"

"فکر مت کرو یمانی------ میں اسی پرانے طریقے میں تھوڑا سا نیا پن پیدا کروں گا۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"ٹھیک ہے مسٹر نواز۔ میں آپ کی مرضی کے مطابق ایسے سلنڈر تیار کر لوں گا۔" یمانی نے گردن ہلاتے ہوئے جواب دیا۔ ویسے میرا اندازہ تھا کہ وہ میری بات سے مطمئن نہیں ہے۔ تاہم میں نے اسے مطمئن کرنے کے لئے اور کچھ نہیں کہا۔ تھوڑی دیر کے بعد میں نے اسے اپنے ہوٹل کے کمرے کے بارے میں بتایا۔

"اوہ------ یہ کیوں۔؟"

"بس میرے پروگرام کے لئے ضروری تھا۔"

"اوہ------!" اس نے پھر گردن ہلائی۔

"اس وقت ہم کہاں جا رہے ہیں۔؟" میں نے پوچھا۔

"اسنیکا۔! وہاں کھانا کھائیں گے۔ وہیں میرا ایک دوست بھی موجود ہے جو آپ کے لئے دلچسپیاں فراہم کرے گا۔"

"خوب------!" میں نے مسکراتے ہوئے کہا اور ہم اسنیکا پہنچ گئے بہت خوبصورت اوپن ایر ریستوران تھا۔ انتہائی لذیذ کھانے تھے۔ یمانی نے اپنے پسند کے کھانے مجھے کھلائے۔ آرکسٹرا پر موسیقی ابھر رہی تھی۔ پھر ایک رقاصہ ٹیپل ڈانس کرنے لگی۔ گیارہ بجے تک ہم وہاں کی دلچسپیوں میں کھوئے رہے۔ پھر یمانی نے ایک ویٹر کو بلایا۔ اور ویٹر اس کے قریب پہنچ کر جھک گیا۔!

"نوکر نہیں نظر آیا------؟" اس نے کہا۔

"بار روم میں موجود ہے جناب۔" ویٹر نے ادب سے جواب دیا۔

"اس سے کہو' یمانی طلب کرتا ہے۔" یمانی نے کہا اور ویٹر گردن ہلا کر آگے بڑھ گیا۔ تھوڑی دیر کے بعد سفید کوٹ اور سیاہ پینٹ میں ملبوس ادھیڑ عمر کا ایک اسمارٹ آدمی یمانی کے قریب پہنچ گیا۔

"ہیلو مسٹر یمانی۔!" اس نے مسکراتے ہوئے کہا اور کرسی گھسیٹ کر بیٹھ گیا۔

"میرے دوست سے ملو۔ مسٹر نواز!"

"خوب------ بڑی مسرت ہوئی۔"

"مہمان ہیں------ اور تم جانتے ہو مہمانوں کی مدارات کس طرح سے کی جاتی ہے۔؟"

"اچھی طرح جانتا ہوں۔ اچھی طرح جانتا ہوں۔!" نوکر نے یمانی کی جیب سے نکلتی ہوئی نوٹوں کی گڈی کو کسی بھوکے کوے کی طرح دیکھتے ہوئے کہا۔ گڈی نکل کر انتہائی پھرتی سے نوکر کی جیب میں پہنچ گئی۔

"ابھی چلیں جناب۔ یا کچھ دیر بعد۔؟" نوکر نے پوچھا۔

"جانا کہاں ہو گا۔؟"

"انتہائی نفیس ماحول------ بالکل گھر کی طرح۔ آپ بے فکر رہیں مسٹر یمانی۔ نوکر آپ کیلئے اجنبی نہیں ہے۔" نوکر نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"آیئے مسٹر نواز------!" یمانی نے اٹھتے ہوئے کہا۔ نوکر ہم دونوں کے پیچھے پیچھے چلتا ہوا باہر نکل آیا۔ پھر وہ ایک لمبی سی کار کا دروازہ کھولتے ہوئے بولا۔

"تشریف رکھئے۔"

"خوب------!" میں نے یمانی کی طرف مسکراتے ہوئے دیکھا' اور یمانی بھی مسکرا دیا۔ میں کار میں بیٹھ گیا۔ اور نوکر نے اسٹیئرنگ سنبھال لیا۔ یمانی اپنی کار لے کر چلا گیا تھا۔ راستہ خاموشی سے طے ہوا۔ اور پھر ایک چھوٹے سے خوبصورت ایک منزلہ بنگلے میں داخل ہو کر کار رک گئی۔ نوکر نے ادب سے دروازہ کھول دیا۔ اور میں نیچے اتر کر اس کے ساتھ عمارت میں داخل ہو گیا۔ وہ مجھے لئے ہوئے ایک خوبصورت ڈرائنگ روم میں پہنچ گیا۔ پھر اس نے مجھے صوفے پر بٹھایا اور خود اندر چلا گیا۔ اور پھر جب وہ واپس آیا تو اس کے ساتھ چھ حسین ترین لڑکیاں تھیں۔!

وہ ایک ایک کر کے سب سے تعارف کرانے لگا! سب ہی خوبصورت تھیں۔ میرے لئے فیصلہ کرنا مشکل ہو گیا۔ بہرحال میں نے ایک متناسب الاعضاء لڑکی کی طرف انگلی اٹھا دی' جو دوسری لڑکیوں کے مقابلے میں شکل صورت میں کمتر تھی اور شاید احساس کمتری کا شکار بھی------ دوسری لڑکیوں نے اور خود نوکر نے مجھے تعجب سے دیکھا۔ لیکن پھر نوکر جلدی سے بولا۔

"اوکے ربابہ------ مہمان کو کوئی شکایت نہیں ہونی چاہئے۔" اور ربابہ نے گردن ہلا دی۔ وہ مجھے لئے ہوئے ایک خوبصورت کمرے میں پہنچ گئی۔ اور اندر داخل ہو کر اس نے دروازہ بند کر دیا۔ لیکن اس کے چہرے پر اب بھی حیرت کے نقوش چسپاں تھے۔

"آپ پاکستانی ہیں جناب؟" اس نے میرے سامنے ایک کرسی پر بیٹھتے ہوئے پوچھا۔

"ہاں۔!"

"مجھے پاکستان دیکھنے کا بہت شوق ہے۔"

"ہوں------!" میں نے کہا۔ پھر وہ اٹھی اور میرے قدموں کے نزدیک بیٹھ کر جوتوں کے بند کھولنے لگی۔ میں نے اسے روکا نہیں تھا۔ اس نے ایک سلیپر لا کر میرے نزدیک رکھ دیا۔ پھر اٹھتی ہوئی بولی۔

"کچھ پئیں گے۔؟"

"جو تم پلا دو گی۔" میں نے کہا۔

"میری پسند سے۔؟" وہ مسکرائی۔

"ہاں------" میں نے بھی مسکراتے ہوئے کہا۔ پہلے اس نے ملحقہ باتھ روم میں جا کر ہاتھ

دھوئے۔ پھر واپس آ کر ایک الماری سے شراب کی تین بوتلیں نکالیں۔ ان تین شرابوں کو ملا کر اس نے ایک خوشرنگ کاک ٹیل تیار کی۔ اور میرے نزدیک آ گئی۔ چار پیک میں نے لئے۔ دو اس نے' اس کی آنکھوں میں نشہ تیرنے لگا۔ لیکن وہ بہکی نہیں تھی۔ پھر اس نے میری آغوش میں گرتے ہوئے کہا۔

"ایک بات بتائیں گے۔؟"

"ضرور------؟"

"دوسری لڑکیاں میرے مقابلے میں کافی خوبصورت تھیں۔ پھر آپ نے میرا انتخاب کیوں کیا۔؟"

"خوبصورتی کا فیصلہ کرنے والے بدذوق ہوں گے۔ تم ان سب سے زیادہ خوبصورت ہو۔" میں نے اس کے گداز شانوں کو دبوچتے ہوئے کہا۔

"آپ کا حسن نظر ہے ورنہ۔ آج تک ان کے مقابلے میں کسی نے مجھے پسند نہیں کیا۔"

"مگر میں تمہیں پسند کرتا ہوں۔"

"وہ سب پاکستانیوں کی دیوانی ہیں۔ ہر ایک کی خواہش تھی۔ کہ آپ اسے پسند کریں۔ اب وہ کئی دن تک مجھ سے منہ بنائے رکھیں گی؟ وہ ہنسی اور میں نے اس کے ہونٹوں پر ہونٹ رکھ دیئے۔ ربابہ احساس کمتری کا شکار تھی۔ میں نے اسے پسند کیا تو اس کی پیاسی روح کو تسکین ملی۔ وہ کاروبار بھول گئی اور اس کی یہی خواہش رہی کہ میری پسند برقرار رہے۔ صبح کو ایک طویل بوسے کے بعد اس نے مجھے رخصت کیا۔ ایک پرائی فورڈ کار مجھے میری رہائش گاہ پر چھوڑنے آئی تھی۔ میں ربابہ سے دوسرے دن آنے کا وعدہ کر کے آیا تھا' لیکن میرا اس کے پاس دوبارہ جانے کا کوئی ارادہ نہیں تھا۔ اور یہ اس پروگرام کی کامیاب ابتداء تھی جو میں نے عورت کے معاملے میں بنایا تھا۔!

بہرحال------ آج کا دن بے حد مصروفیت کا تھا۔ یمانی دس بجے کے قریب آیا اور میں نے اس سے درخشانہ کے بارے میں گفتگو کی۔ "یہ میرا ذاتی کام ہے مسٹر یمانی------ اور اس کے لئے میں تمہارا شکر گزار رہوں گا!"

"میری ذمہ داری جناب------ اس کا کام با آسانی کرا دوں گا۔ کئی نائٹ کلبوں کے منیجروں سے میری دوستی ہے۔ آپ بالکل بے فکر رہیں۔ اور ہاں' یہ کارڈ اسے دے دیں۔ وہ جب بھی آپ کے حوالے سے مجھ سے ملے گی میں اس کی پذیرائی کروں گا۔"

"بہت بہت شکریہ یمانی------ اب مجھے دوسرے کام کرنے ہیں' اجازت دو۔" اور میں اٹھ گیا۔ اور پھر میں نے اسپورٹ لی اور باہر نکل آیا۔ درحقیقت آج مجھے بہت سے خاص کام کرنے تھے۔ چنانچہ سب سے پہلے میں کسٹم ہاؤس گیا۔ میرے شناسا کسٹم افسروں نے میرا پرجوش استقبال کیا۔ جمشید عظمی بھی موجود تھا۔

"آپ کو تو بہت تلاش کیا گیا مسٹر نواز۔ کیا آپ تہران ہی میں تھے یا باہر نکل گئے تھے۔؟" احسانی نے پوچھا۔

"تہران ہی میں تھا مسٹر احسانی------ البرق میں قیام ہے۔"

"اس کی کیا ضرورت تھی۔ خیر------ ایک آدھ دن ہمارے ساتھ بھی گزاریئے۔ ہم سب

آپ کے احسان مند ہیں۔ وہ گروہ تو بہت بڑا نکلا اور اس کی جڑیں دور تک گئی ہیں۔"

"حاضر ہوں۔ اور سوچ رہا ہوں کہ آپ کے لئے کچھ اور کروں؟" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"اوہ۔۔۔۔۔ آپ کے احسان کا کس منہ سے شکریہ ادا کریں۔ کیا کوئی اور اشارہ ملا ہے۔؟"

"ہاں۔۔۔۔۔ لیکن ابھی یقین کر رہا ہوں۔ حالات سے مطلع ہوتے ہی آپ کو آگاہ کر دوں گا۔"

"بخدا۔۔۔۔۔ ہم آپ کے بے حد احسان مند رہیں گے۔ ہم ایران کی سرحدوں میں یہ لعنت نہیں دیکھ سکتے۔"

"میں آپ کی مکمل مدد کے لئے تیار ہوں۔!" اور پھر میں ان کا مہمان بن گیا۔ دوپہر کا کھانا میں نے احسانی اور جمشید عظمی کے ساتھ ایک عمدہ سے ہوٹل میں کھایا۔ دونوں بے حد خوش اخلاق اور ملنسار تھے۔

"بس ایک دو دن میں' میں آپ کا وطن چھوڑ رہا ہوں۔!" رواروی میں' میں نے کہا۔

"اس قدر جلد۔۔۔۔۔! کچھ وقت ہمارے ساتھ بھی گزاریئے۔" احسانی نے کہا۔

"تہران کا چپہ چپہ دیکھ چکا ہوں۔ اب اجازت ہی دیں تو بہتر ہے۔"

"کب روانہ ہو رہے ہیں۔؟"

"دو تین دن میں۔!"

"اور ہمارا کام۔؟"

"اس سے قبل ہی انجام دے دوں گا!" میں نے مسکراتے ہوئے کہا اور وہ دونوں جوش مسرت سے ہاتھ ملنے لگے۔

"بہرحال۔۔۔۔۔ آپ کی دوستی اور تعاون ہمیشہ یاد رہے گا۔ ویسے ہمیں افسوس ہے کہ آپ کی کوئی خدمت نہ کی جاسکی۔ یہاں کسی چیز کی ضرورت ہو تو....."

"کیا آپ ایک سیکنڈ ہنڈ لینڈ کروزر خریدنے میں میری مدد کریں گے میرا خیال ہے باقی سفر گاڑی سے کروں۔"

"ضرور۔۔۔۔۔ ضرور۔۔۔۔۔ میرا خیال ہے' میں آپ کے لئے یہ بندوبست کر سکتا ہوں۔" جمشید عظمی نے کہا۔

"تب پھر براہ کرم میرا یہ کام آج ہی کر دیں۔" میں نے کہا اور جمشید عظمی مجھ سے اجازت لے کر اٹھ گیا۔ وہ کسی کو فون کرنے گیا تھا۔ تقریباً پندرہ منٹ کے بعد وہ واپس آیا۔

"چلئے نواز صاحب۔۔۔۔۔ میرے ایک دوست کا آٹو گیراج ہے۔ اس کے پاس کئی گاڑیاں ہیں۔! عمدہ اور سستی۔ گاڑیاں۔"

"آیئے۔۔۔۔۔!" اور میں ان کے ساتھ چل پڑا۔ آٹو گیراج سے میں نے ایک لینڈ کروزر پسند کی اور تھوڑی سی رقم ایڈوانس دے دی۔ بقیہ رقم دوسرے دن ادا کرنے کا وعدہ کر کے ہم وہاں سے چلے آئے! پھر میں انہیں اپنے ہوٹل لایا۔۔۔۔۔ یوں شام تک میں ان لوگوں کے ساتھ رہا۔ اور پھر دوسرے دن ملاقات کا وعدہ کر کے وہ چلے گئے۔!

ایک ویٹر نے مجھے ایک چٹ دی۔ یہ درخشانہ کی تھی۔ وہ دن کو دو بجے آئی تھی' اور دوسرے دن دو بجے آنے کی اطلاع دے کر چلی گئی تھی۔ رات کا کھانا میں نے اپنے ہوٹل میں کھایا۔ کھانے وغیرہ سے فارغ ہو کر میں نے تیاریاں کیں اور پھر یمانی کی طرف چل پڑا۔ ویسے میں پوری طرح محتاط تھا۔ کسٹم والے اس بات پر شک کر سکتے تھے کہ میرے پاس اسپورٹ کہاں سے آئی۔ یا پھر میں نے لینڈ کروزر کے لئے رقم کہاں سے اکٹھا کی۔۔۔۔۔ بہرحال' اگر اس سلسلے میں سوال کیا جاتا تو جواب میرے پاس تیار تھا۔ یہاں بہت سے لائسنس یافتہ جوئے خانے موجود تھے۔!

یمانی میرا منتظر تھا۔ اس نے پریشان سے انداز میں میرا استقبال کیا۔ "بڑی شدت سے انتظار تھا مسٹر نواز۔۔۔۔۔ اگر آپ کچھ دیر اور نہ آتے تو میں ہوٹل فون کرنے والا تھا۔"

"بے فکر رہو۔۔۔۔۔ اب ایران میرے لئے اجنبی نہیں ہے۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"یہ اچھی بات ہے۔ بہرحال آج کیا پروگرام ہے۔؟"

"نوکر عمدہ آدمی ہے۔ اس سے ملاقات کریں گے۔ میں نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

دوسری رات بھی پہلی رات سے مختلف نہیں تھی۔ سوائے اس کے کہ اس رات میں دو بجے اپنے ہوٹل واپس آگیا۔ دوسرے دن احسانی اور جمشید عظمی نے میرے ساتھ ہی ناشتہ کیا تھا۔ وہ لوگ مجھ سے اس نئے شکار کے بارے میں معلوم کرنا چاہتے تھے۔

"تھوڑا سا انتظار اور۔۔۔۔۔ مسٹر عظمی' میرے اوپر بھروسہ رکھیں" میں نے کہا۔

"سوری۔۔۔۔۔! بس یوں سمجھ لیں۔ انتظار موت سے زیادہ سخت ہوتا ہے۔" احسانی نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"بس تھوڑا سا وقت اور۔۔۔۔۔ ممکن ہے آپ کو میرے ساتھ ہی سفر کرنا پڑے۔!"

"اوہ۔۔۔۔۔ کہاں تک۔؟"

"سرحد تک! اس کا امکان ہے۔ ویسے یہ بھی ممکن ہے کہ اس کی ضرورت نہ پیش آئے۔ ویسے دشمن چالاک ہے۔"

"خوب۔۔۔۔۔! آپ بے فکر رہیں۔ ہم آپ سے مکمل تعاون کریں گے اور آپ کی ہدایت کے خلاف کچھ نہ ہوگا۔!"

"شکریہ!" میں نے کہا۔ "ہاں۔ میری گاڑی تیار ہوگئی۔ دراصل ایک مقامی دوست کی کار مانگ رکھی ہے۔ ایک نائٹ کلب میں ملاقات ہوئی تھی۔ اس بات کا اعتراف کرنا ہی پڑے گا کہ اہل ایران بڑے پر خلوص ہوتے ہیں۔"

"خاص طور سے پاکستانیوں کے لئے۔۔۔۔۔ ہم اپنے دلوں میں آپ کے لئے خاص محبت رکھتے ہیں۔" احسانی نے کہا۔

"میرے ساتھ تو انہوں نے بہت ہی اچھا سلوک کیا ہے۔ اب آپ ہی دیکھئے۔ آپ نے میرے بارے میں کچھ جاننے کی کوشش بھی نہیں کی۔!"

"ہمیں معلوم ہے آپ ایک سیاحت پسند انسان ہیں۔ آپ کی صاف اور نیک طبیعت کا اندازہ اس سے ہوتا ہے کہ آپ نے منشیات کا کاروبار کرنے والے گروہ کا صفایا کرنے میں ہماری مدد کی

ہے۔"

"آپ کا خیال درست ہے۔ لیکن میں اہل ایران کے جس خلوص کا ذکر کر رہا ہوں وہ کچھ اور ہے۔"

"وہ کیا۔۔۔۔۔؟"

"یہاں کے نائٹ کلب اور ان کے گیمز روم۔۔۔۔۔ جہاں سے انہوں نے میرے لئے ایران میں سہولتیں مہیا کیں۔ ورنہ میری جیب خالی ہو چکی تھی۔"

"اوہ۔۔۔۔۔!" احسانی نے ایک زبردست قہقہہ لگایا۔ جمشید بھی ہنسنے لگا۔ "تو یہ بات ہے۔ ہاں ہم سوچ ضرور رہے تھے کہ یا تو آپ کے پاس بے اندازہ ٹریولرز چیک ہیں۔ یا پھر آپ کے وسائل۔۔!"

"نہیں بھائی۔۔۔۔۔ ایک غریب آدمی ہوں۔ بس ہر ملک میں میں تاش کے پتوں کا سہارا لیتا ہوں۔ وہی میرا روزگار ہے۔"

"خوب روزگار ہے۔ ویسے نواز صاحب۔۔۔۔۔ کسی تکلف کی ضرورت نہیں ہے۔ ہم اگر کچھ خدمت کر سکیں۔ تو خوشی ہوگی۔"

"میر جیبیں خاصی وزنی ہو چکی ہیں۔ اگر ضرورت ہوتی تو آپ کو ضرور تکلیف دیتا۔ ہاں ترکی کی سرحدوں پر کچھ دقت پیش آسکتی ہے۔ کیا کرنسی بدلنے میں کوئی خاص دقت ہوگی؟ میرا مطلب ہے اتنی کہ ترکی میں داخل ہو کر کچھ وقت گزار سکوں؟"

"آپ بالکل فکر نہ کریں مسٹر نواز۔۔۔۔۔ بازرگان کی سرحدی چوکی پر میرا دوست محمود بے تعینات ہے۔ بڑا بے تکلف اور ہنس مکھ انسان ہے میں آپ کو تعارفی خط دے دوں گا۔ وہ آپ کی ہر ممکن مدد کرے گا۔!" احسانی نے کہا۔

"یہ آپ کا سب سے بڑا احسان ہوگا۔" میں نے کہا۔ پھر ہم ہوٹل سے نکل آئے! گیرج جا کر میں نے لینڈ اوور کی ٹرائی لی۔ رقم ادا کی گیراج کے مالک نے ضروری کاغذات تیار کر لیے تھے۔ چنانچہ لینڈ اوور میرے قبضے میں آگئی۔ اور ہم اسے ہوٹل تک لے آئے!

بارہ بجے میں نے ان دونوں سے معذرت کی اور دوسرے دن کی ملاقات کا پروگرام بنالیا۔ اور پھر میں درخشانہ کا انتظار کرنے لگا! ٹھیک دو بجے درخشانہ پہنچ گئی۔ وہ جلدی میں تھی۔!

"میں زیادہ دیر نہ رکوں گی۔ کل اس نے روانگی کا پروگرام بنا لیا ہے۔ مجھے بتاؤ۔۔۔۔۔ اب میں کیا کروں۔۔؟"

"اگر تم اچانک غائب ہو جاؤ درخشانہ۔۔۔۔۔ تو کیا وہ تمہیں تلاش کرنے کے لیے رک جائے گا۔!"

"نہیں رک سکتا۔ اسے ہر حالت میں کل ایران چھوڑ دینا ہے۔"

"خوب۔۔۔۔۔ کل کس وقت روانہ ہو رہا ہے۔۔؟"

"یہاں سے گیارہ بجے چل پڑے گا۔"

"بس تو تمہارا کام ہو گیا۔ اب تمہیں اس کے پاس جانے کی ضرورت نہیں ہے۔ آؤ۔۔۔۔۔"

میں اٹھ گیا۔ اور پھر میں درخشانہ کو لے کر اپنی لینڈ اوور میں بیٹھ کر یمانی کی طرف چل پڑا۔ اتفاق سے

یمانی موجود تھا۔ لینڈ اوور کو دیکھ کر اس نے حیرت کا اظہار کیا تھا۔

"میں نے خرید لی ہے۔ ان سے ملو۔ یہ درخشانہ ہیں۔ اور درخشانہ۔۔۔۔۔ یمانی تمہاری مدد کریں گے۔ یہ عمارت تمہاری نئی رہائش گاہ ہے۔ میری طرف سے یہ رقم قبول کرو۔ جس وقت اور جس چیز کی ضرورت ہو یمانی سے بے جھجک کہہ دینا۔" میں نے کافی موٹی رقم درخشانہ کے سامنے ڈالتے ہوئے کہا۔ درخشانہ کی آنکھوں میں ممنونیت کے آنسو چھلک آئے تھے۔

"آپ بے فکر رہیں خاتون درخشانہ۔۔۔۔۔ یوں محسوس کریں کہ آپ اپنے اہل خانہ کے ساتھ ہیں۔ یہاں آپ کو کوئی تکلیف نہیں ہوگی۔ مسٹر نواز نے مجھے آپ کے بارے میں ہدایات دے دی ہیں۔ بے فکری سے یہاں رہیں۔ میں آپ کے لئے آپ کی پسند کی ملازمت مہیا کر دوں گا۔ آپ باعزت زندگی گزار سکیں گی۔!"

"میں تمہاری شکر گزار ہوں نواز۔۔۔۔۔!" درخشانہ نے سسکتے ہوئے کہا۔ اور میں نے اسے سمجھا بجھا کر اندر پہنچا دیا۔ پھر میں یمانی کو لے کر ایک کمرے میں آگیا۔

"سلنڈر تیار ہیں یمانی۔۔؟" میں نے پوچھا۔

"پورا کام مکمل ہے۔"

"اس لینڈ روور میں احتیاط سے فٹ کرا دو۔ راتوں رات یہ کام مکمل ہو جانا چاہئے۔ میں کل روانہ ہو رہا ہوں۔"

"اوہ۔۔۔۔۔ کل کس وقت؟" یمانی نے چونک کر پوچھا۔

"لینڈ روور صبح سات بجے ہوٹل پہنچ جانی چاہئے۔ بس تم سلنڈر احتیاط سے فٹ کرانا۔ ان میں کوتاہی نہ رہ جائے۔!"

"بالکل بے فکر رہیں مسٹر نواز۔۔۔۔۔ ہر کام آپ کی مرضی کے مطابق ہوگا۔ یمانی نے مستعدی سے جواب دیا۔

"شکریہ۔۔۔۔۔ باقی کسی قسم کی فکر مت کرو۔۔۔۔۔ اور ہاں، کچھ رقم کی ضرورت ہے۔؟"

"جتنی ضرورت ہو۔!" یمانی نے کہا۔ یمانی سے رقم لے کر میں پھر درخشانہ سے ملا۔ اور میں نے اس سے تلسی کے بارے میں مکمل معلومات حاصل کیں۔ اور اسے تسلیاں دے کر وہاں سے نکل آیا۔ یمانی نے اپنے ملازم کو میرے ساتھ بھیج دیا تھا تاکہ وہ اسپورٹ واپس لے آئے۔ ہوٹل پہنچ کر میں نے اسپورٹ کی چابی ملازم کو دی اور پھر پورے اطمینان سے احسانی کو فون کرنے لگا دوسری طرف سے احسانی نے ہی فون ریسیو کیا تھا۔

"میں نواز بول رہا ہوں۔"

"اوہ۔۔۔۔۔ نواز صاحب۔۔۔۔۔ خیریت۔۔؟"

"نہیں۔۔۔۔۔ فوراً آجاؤ۔"

"اوہو۔۔۔۔۔ میں حاضر ہو رہا ہوں۔" احسانی نے بدحواسی سے کہا۔ نہ جانے اس کے مکان سے یہاں تک کا فاصلہ کتنا تھا۔ بہرحال اس نے میرے پاس پہنچنے میں صرف بارہ منٹ خرچ کئے تھے اور پھر وہ بدحواس سا میرے کمرے میں داخل ہو گیا۔

"کیا بات ہے مسٹر نواز۔۔۔۔۔؟" اس نے پوچھا۔

"کل ---- کل ہم یہاں سے چل رہے ہیں۔ ہمیں طویل سفر کرنا ہو گا۔"

"ہمیں یہاں سے کہاں جانا ہو گا مسٹر نواز۔؟"

"میرا خیال ہے تبریز تک ---- ہم منشیات کے اسمگلروں کا اندازہ لگا لیں گے۔ ممکن ہے تبریز ہی میں ان پر ہاتھ ڈال دیا جائے۔ ورنہ پھر بازرگان پر تو یقینی ہے۔" میں نے کہا۔

"ان کی تعداد کے بارے میں کوئی اندازہ ہے مسٹر نواز۔؟"

"صحیح نہیں ---- لیکن دو یا زیادہ سے زیادہ تین ---- بس یہ آخری تعداد ہے۔"

"ہمیں کتنے آدمیوں کو ساتھ لینا ہو گا۔؟" احسانی نے پوچھا۔

"اسلحہ ضرور ہونا چاہیئے۔ آدمیوں کی ضرورت نہیں ہے۔"

"براہ کرم اس سلسلے میں کوئی اشارہ تو دیں۔ آپ کی معلومات کا ذریعہ کیا ہے۔ ممکن ہے ہم مشکلات سے دو چار ہو جائیں۔ احسانی نے کہا۔

"مسٹر احسانی ---- تمام مشکلات کی ذمہ داری میں قبول کرتا ہوں۔ کچھ معاملات میرے ذہن میں صاف نہیں ہیں جن کی تصدیق کے لئے میں آپ کو تکلیف دے رہا ہوں۔ اگر معاملہ صاف ہوتا تو میں ذرا بھی وقت نہ محسوس کرتا۔"

"خیر ---- کوئی حرج نہیں ہے۔ ہمیں آپ پر اعتماد ہے۔ جمشید عظمی کو تو ساتھ لینا ہے۔؟"

"یقینی طور پر ---- میں نے کہا۔

"ٹھیک ہے ---- کل ہماری ملاقات کہاں ہو گی۔؟"

"کل ساڑھے دس بجے ---- آپ تیار ہو کر یہاں تشریف لے آئیں۔ میں آپ کا انتظار کروں گا۔"

"او کے!" احسانی نے اٹھتے ہوئے کہا اور پھر وہ مجھ سے مصافحہ کر کے باہر نکل گیا۔ یہ رات میں نے اپنے کمرے میں ہی گزاری۔ اب یمانی سے ملاقات بھی مناسب نہیں تھی۔

دوسرے دن صبح سات بجے یمانی نے میرے کمرے کے دروازے پر دستک دی۔ میں ساڑھے چھ بجے ہی جاگ چکا تھا۔ یمانی نے اطلاع دی کہ گاڑی پہنچا دی گئی ہے۔ تمام کام بالکل درست ہے۔!

"اجازت دیں مسٹر یمانی۔ آپ کی دعائیں درکار رہیں گی۔"

"میری نیک خواہشات آپ کے ساتھ ہیں مسٹر نواز۔" یمانی نے گرم جوشی سے مجھ سے مصافحہ کرتے ہوئے کہا۔ "ہاں ---- آپ وہاں جا کر انقرہ میں گیس اسٹور کی معرفت اپنی مکمل رپورٹ دیں۔"

"بہت بہتر ----" میں نے گردن ہلا دی۔

"کیا آپ کو کسی کا انتظار ہے۔" یمانی نے میری شکل غور سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"ہاں ----!"

"پوچھ سکتا ہوں۔ کس کا۔؟"

"فی الحال صرف دو نام لوں گا۔ ایکسائز آفیسر مسٹر احسانی اور جمشید اعظمی کا ---- یہ دونوں حضرات میرے ساتھ اسی گاڑی میں سفر کریں گے' میرا مطلب ہے میری لینڈ روور میں' جسے خرید نے میں انہوں نے میری مدد کی ہے۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا اور یمانی کا منہ حیرت سے پھیل

گیا۔

"ٹک ---- کیا مطلب۔ کیا مطلب۔؟ یعنی کہ یہ دونوں حضرات......!؟" اس نے بدحواسی سے کہا۔

"ہاں ----! یہ دونوں حضرات نہ صرف مجھے ایران کی سرحد پار کرائیں گے بلکہ ارض روم کی سرحد سے میرے نکلنے کا بندوبست بھی کریں گے بس' اس سے آگے کچھ نہ بتا سکوں گا مسٹر یمانی ---- خدا حافظ۔"

یمانی پاگلوں کی طرح میری شکل دیکھتا رہا۔ پھر اس نے ایک گہری سانس لے کر شانے ہلائے اور دروازے کی طرف بڑھتے ہوئے بولا۔ "اب تو آپ کی رپورٹ کا بے چینی سے انتظار رہے گا۔"

"خدا حافظ ----!" میں نے ہاتھ ہلایا اور مخبوط الحواسوں کے سے انداز میں باہر نکل گیا۔!

☆ ☆ ☆

یمانی کے چلے جانے کے بعد میں نے ایک گہری سانس لی اور میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ اس کے لئے یہ بات واقعی حیرت انگیز ہو گی کہ میں اپنے ساتھ دو کسٹم حکام کو لے جا رہا ہوں۔ جبکہ منشیات کے اسمگلر تو ان کے سائے سے بھی بچنے کی کوشش کرتے ہیں' اس کے علاوہ جس انداز میں میں نے کوکین سلنڈروں میں بھروائی تھی۔ وہ ایک عام اور گھٹیا طریقہ تھا جسے اب اسمگلروں نے نظر انداز کر دیا تھا کیونکہ کسٹم کے معمولی سپاہی بھی اب اس سے واقف ہو گئے تھے۔

لیکن ---- میں نے اسی سے فائدہ اٹھایا تھا۔ اور یہاں آپ میری ذہانت کو داد دیئے بغیر نہ رہ سکیں گے۔ جس بات کو انہوں نے نظر انداز کر دیا تھا' وہی میں نے کی تھی۔ تاکہ وہ اس طرف متوجہ نہ ہوں۔ اور پھر بے چارے ایرانی افسر میرے اوپر بھروسہ کرتے تھے کیونکہ میں ان کے خیال میں ایک نیک فطرت انسان تھا۔ میں نے منشیات کے ایک بہت بڑے گروہ کا قلع قمع کرایا تھا۔ اور اب میں دوبارہ یعنی جاتے جاتے بھی ان کی مدد کر رہا تھا۔ چنانچہ وہ میرے اوپر شک نہیں کر سکتے تھے۔

ٹھیک دس بجے جمشید عظمی اور احسانی میرے پاس پہنچ گئے۔ وہ سادہ لباس میں تھے۔ اور ان کے لباس میں اسلحہ چھپا ہوا تھا۔ دونوں بے حد اسمارٹ نظر آ رہے تھے۔

"احتیاطاً چار افراد کو ساتھ لے لیا گیا ہے۔ لیکن وہ ایک دوسری گاڑی میں سفر کریں گے۔ حلیہ ہپیوں کا سا ہے اور گاڑی پرانی ہے۔ ان پر کوئی شک بھی نہیں کر سکے گا۔ لیکن وہ پوری طرح مسلح ہیں اور ہمارے احکامات کی تعمیل کے لئے چوکس ----" جمشید عظمی نے بتایا۔

"ٹھیک ہے۔ حفظ ماتقدم کے تحت مناسب ہے۔ جبکہ میری اطلاع کے مطابق شاید اس کی ضرورت پیش نہ آئے۔"

"بہرصورت ---- آپ کو ارض روم کے حوالے کر کے ہم اسی گاڑی سے واپس آ جائیں گے۔" احسانی نے مسکراتے ہوئے کہا۔ اور میں نے گردن ہلا دی۔ پھر میں نے بھی تیاریاں مکمل کیں۔ اور تقریباً ساڑھے دس بجے ہم ہوٹل سے باہر نکل آئے درخشانہ نے بتایا تھا کہ ہر حالت میں ٹھیک گیارہ بجے تلسی ہوٹل چھوڑ دے گا۔ چنانچہ میں ہوٹل آریانہ کی طرف چل پڑا۔ ڈرائیونگ میں ہی کر رہا تھا۔ اور میری رفتار سست تھی۔ مجھے بہت ہوشیاری سے کام کرنا تھا۔ بڑی خطرناک چویشن تھی۔ ایک طرف تلسی پر نگاہ رکھنی تھی۔ تو دوسری طرف ان دونوں کو بھی مطمئن کرنا تھا۔ پروگرام

یہ تھا کہ بازرگان سے پہلے ان لوگوں کو تلسی کی نشاندہی نہیں کروں گا تاکہ سرحد والے بھی اسی کی گرفتاری میں الجھے رہیں اور میری طرف توجہ نہ دے سکیں کیونکہ میں تو اسمگلروں کو گرفتار کرانے والوں میں شامل ہوں گا۔

درخشانہ نے تلسی کا حلیہ اور اس کی کار وغیرہ کی مکمل نشاندہی کر دی تھی اور یہ دلچسپ اتفاق ہی تھا کہ جب میں آریانہ سے نصف فرلانگ کے فاصلے پر تھا تو آریانہ کے کمپاؤنڈ میں گہرے عنابی رنگ کی پرانی کار باہر نکلی۔ وہی نمبر تھا جو درخشانہ نے بتایا تھا۔ اور ڈرائیونگ کرنے والے کا حلیہ بھی وہی تھا۔ البتہ اس کے ساتھ ایک اور شخص بھی بیٹھا ہوا تھا۔ یہ ایک پگڑی اور داڑھی والا سکھ تھا۔

میں نے ان لوگوں کی طرف توجہ نہیں دی۔ تاکہ جمشید اور احسانی اس طرف متوجہ نہ ہوں۔ اور پھر ایک مخصوص فاصلے سے ہم عنابی کار کے تعاقب میں چل پڑے ہمارے پیچھے کسٹم کے دوسرے افراد کی کار تھی جو مناسب رفتار سے آ رہی تھی۔ احسانی اور جمشید خاموش تھے۔ وہ کوئی انکشاف چاہتے تھے۔ لیکن ابھی تو اس کے لئے بہت وقت پڑا تھا۔ تاہم اخلاقی طور پر وہ جلد بازی کا مظاہرہ نہیں کر سکتے تھے۔

"بڑی گہری سوچ میں ہیں آپ حضرات۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"نہیں ـــــ ہم آپ کے بارے میں سوچ رہے ہیں۔"

"اوہ ـــــ میں ایک سادہ سا انسان ہوں۔ میرے بارے میں کوئی گہری سوچ بے معنی ہے۔" میں نے ایک ہلکا سا قہقہہ لگاتے ہوئے کہا۔

"نہیں ـــــ ہمارے لئے تو آپ ایک اہم شخصیت ہیں۔ کیونکہ آپ کے تعاون سے ہمارے لئے ترقی کی سفارش کی گئی ہے۔ افسوس صرف یہ ہے کہ جب ہم اپنی ترقی کی خوشی میں دوستوں کو مدعو کریں گے تو آپ ان میں شریک نہ ہوں گے۔"

"آپ خلوص دل سے مجھے یاد کریں۔ میرے لئے یہی کافی ہوگا۔" ویسے اس لڑکی کے سلسلے میں کیا ہوا؟"

"وہ ہندو لڑکی؟۔"

"ہاں ـــــ"

"ابھی مقدمے کی تیاریاں ہو رہی ہیں۔ انڈیا گورنمنٹ نے ان اسمگلروں کی حمایت سے انکار کر دیا ہے۔ اور انڈین سفارت خانے نے ہمیں اپنے طور پر انہیں سزائیں دینے کا اختیار دے دیا ہے۔ ممکن ہے اسے سلطانی گواہ بنا لیا جائے۔ کیونکہ وہ ٹھاکر کے گروہ کی ایک معمولی لڑکی ہے۔ اور اگر یہ نہ ہوا تو بھی اسے شاید سزائے موت نہ دی جائے۔ کچھ سزا دی جائے گی۔"

"ہوں ـــــ" میں خاموش ہو گیا۔ احسانی نے جمشید کی طرف دیکھا اور دونوں مسکرا دیئے۔ میں نے ان کی مسکراہٹ کو محسوس کر لیا تھا۔ "کیوں؟۔ آپ لوگ ہنس رہے ہیں۔"

"سوری مسٹر نواز ـــــ بے تکلفی معاف فرمائیں۔ ہمیں یاد آ گیا تھا کہ سرحد پر آپ نے اسے اپنی بیوی بنا لیا تھا۔"

"ہاں ـــــ" میں بھی مسکرا دیا۔

"اور اس نے اعتراض بھی نہیں کیا تھا۔"

"یقیناً ـــــ وہ کیوں اعتراض کرتی۔ اس طرح اس کی حفاظت ہوتی تھی۔"

"لیکن وہ صرف الفاظی بیوی تھی یا عملی بھی ـــــ؟ بے تکلفی معاف۔ لیکن ہم دوستوں میں ہیں۔" جمشید نے کہا اور میں ہنسنے لگا۔

"عملی ہی سمجھ لیں۔ لیکن یہ شوہر اسے راس نہ آیا۔" میں نے کہا اور وہ دونوں میرے اس جملے سے خاصے محظوظ ہوئے۔

"تب مسٹر نواز ـــــ اسے گرفتار کراتے ہوئے آپ کو دکھ تو ہوا ہوگا۔"

"ہاں ـــــ مجھے شدید تردد تھا۔ لیکن پھر میں نے سوچا کہ وہ میرے ساتھ بھی تو مخلص نہیں تھی۔ اگر مجھے بھی اسمگلنگ میں ملوث سمجھ لیا جاتا تو ـــــ چنانچہ میں نے اس سے نہ صرف چھٹکارا پایا بلکہ اسے سزا بھی دی۔"

"یوں بھی ـــــ اس کا اور آپ کا ساتھ ناجائز نہیں۔" احسانی بولا۔

"ہاں ـــــ" میں نے ایک گہری سانس لیتے ہوئے کہا۔ اور وہ دونوں مسکراتے رہے۔ اس کے بعد پھر ایک طویل عرصے کے لئے خاموشی چھا گئی۔ میں ڈرائیونگ کرتا رہا۔ اور وقت گزرتا رہا۔ احسانی وغیرہ نے ابھی تک اسمگلروں کے بارے میں مجھ سے کوئی سوال نہیں کیا تھا۔ ایک طویل فاصلہ طے کر کے ہم قذوین میں داخل ہو گئے کردوں کا علاقہ جہاں طویل القامت کرد نوجوان اونچی پگڑیاں باندھے نظر آئے۔

"کیا خیال ہے۔ یہاں رک کر چائے پی جائے۔" احسانی نے کہا۔

"چائے تو ساتھ موجود ہے۔ میرا خیال ہے کہ ایک دور رہے۔ یہاں رک کر کیا کریں گے۔ ہمیں اس وقت تک چلتے رہنا ہوگا جب تک مجھے ان لوگوں کا نشان نہ مل جائے۔" میں نے کہا۔ میں نے دیکھا تھا کہ عنابی کار یہاں نہیں رکی ہے پھر میں یہاں کیسے رک سکتا تھا۔

"یہ بھی ٹھیک ہے۔" جمشید نے کہا اور چائے کا تھرماس نکال لیا گیا۔ پھر ہم تینوں نے چائے پی۔ اور چائے کے دوران احسانی نے کہا۔

"مسٹر نواز ـــــ ڈرائیونگ کرتے ہوئے تھک جائیں تو یہ خدمت ہم میں سے کسی کے سپرد کر دیں۔"

"تھک جاؤں گا تو ضرور تکلیف دوں گا۔" میں نے ایک ہاتھ سے اسٹیئرنگ سنبھال کر دوسرے ہاتھ سے چائے پیتے ہوئے کہا۔

"ویسے معاف کیجئے۔ اگر اجازت ہو تو کچھ سوالات کروں؟"

"تکلف چھوڑو ایرانی دوستو ـــــ اجازت وغیرہ کی کیا ضرورت ہے۔" میں نے چائے کا مگ واپس کرتے ہوئے کہا۔

"ابھی تک آپ نے اسمگلروں کی نشاندہی نہیں کی ہے۔"

"میں کہہ چکا ہوں شاید کہ مجھے ان کے بارے میں مختصر سی معلومات ہے۔ کسی خاص علاقے میں پہنچ کر ہم انہیں تلاش کر سکیں گے۔ اور اس وقت تک صرف اندازے قائم کرنا ہیں۔"

"ایک اور سوال ـــــ کیا آپ کے دوسرے کچھ ساتھی بھی ہیں۔؟"

"ساتھی ـــــ" میں مسکرایا۔ "آپ جن معنوں میں ان کا تذکرہ کر رہے ہیں۔ ان میں

نہیں۔"

"پھر۔۔۔۔۔۔؟"

"جب تکلف ہی ختم ہو گیا۔ تو پھر کوئی بات چھپانا بے سود ہے۔ اس نشاندہی کا ذریعہ بھی ایک لڑکی ہی بنی ہے۔"

"اوہ۔۔۔۔۔" دونوں کے منہ سے نکلا۔ "کوئی ایرانی لڑکی ہے۔"

"نہیں۔۔۔۔۔ افغان۔۔۔۔۔ اسمگلروں کی داشتہ کی حیثیت رکھتی تھی۔ میری اس سے ملاقات افغانستان کے ایک کلب میں ہی ہوئی تھی۔ میرا مطلب ہے وہ منشیات کے اڈے پر نشہ کرنے والوں کے لئے رقص کرتی تھی۔ یہاں نظر آئی تو میں نے اسے مدعو کیا۔ اور پھر میں نے اس سے اس کا راز اگلوا لیا۔"

"بہت خوب۔۔۔۔۔" جمشید نے سنبھل کر بیٹھتے ہوئے کہا۔

"وہ کسی مناسب مقام پر مجھے اشارہ دے گی۔"

"بہت خوب۔۔۔۔۔ کیا نام ہے اس کا۔؟"

"درخشانہ۔" میں نے نہایت چالاکی سے جواب دیا۔

"گویا۔۔۔۔ وہ بھی سفر کر رہی ہے اسمگلروں کے ساتھ۔"

"یقیناً ایسا ہی ہو گا۔" میں نے جواب دیا۔

"بہت خوب۔۔۔۔۔" دونوں دلچسپی سے مسکرانے لگے۔ پھر احسانی مجھے غور سے دیکھتے ہوئے بولا۔ "ویسے مسٹر نواز۔۔۔۔۔ لڑکیوں کا کوئی قصور نہیں ہے۔ آپ ہیں بھی پرکشش انسان۔۔۔۔"

"دوستوں کو بے وقوف بنانے کا حق بھی ہوتا ہے۔ اس کے لیے میں آپ کی بات کا برا نہیں مانوں گا۔"

"بخدا۔۔۔۔۔ یہ مذاق نہیں ہے۔ اگر افغان رقاصہ آپ پر ریجھ نہ گئی ہوتی اپنا راز کیسے بتا دیتی۔" جمشید نے ہنستے ہوئے کہا اور پھر ہم لوگ کافی دیر تک ہنستے رہے۔ اس کے بعد انتہائی بے تکلفی کا ماحول پیدا ہو گیا۔ یہاں تک کہ احسانی اور جمشید نے اپنے اپنے معاشقوں کی داستانیں بھی سنانا شروع کر دیں اور سفر کافی دلچسپ ہو گیا۔

"سورج ڈوب چکا تھا جب ہم تبریز پہنچے۔ میرے ذہن میں تردد تھا۔ ابھی ان لوگوں کو عنابی کار کے بارے میں بتا بھی نہیں سکتا تھا کیونکہ اس سے اس کی نشاندہی مناسب نہ ہوتی۔ لیکن اسے نگاہوں سے اوجھل نہیں ہونے دے سکتا تھا۔ سست رفتاری سے ہم تبریز میں داخل ہوئے۔ آذربائیجان کا صدر مقام تبریز۔۔۔۔۔ تہران کے بعد ایران کا سب سے بڑا شہر ہے۔ کوہ سا ہند سے نکلنے والی ندیوں نے اس علاقے کو کافی سرسبز اور شاداب بنا دیا ہے۔ تبریز کی تاریخ نگاہوں میں گھوم گئی۔ مولانا رومی اور شمس تبریز کی پہلی ملاقات یاد آئی۔ جب مولانا رومی ایک تالاب کے کنارے بیٹھے کتابوں کے مطالعے میں مصروف تھے شمس ادھر سے گذرے تو مولانا کے قریب پہنچ کر کے اور کتابوں کے ڈھیر کی طرف دیکھ کر پوچھا۔ "یہ کیا ہے۔؟"

"یہ وہ ہے جس کی تمہیں خبر نہیں۔۔۔۔۔ مولانا' جنہیں اپنے علم پر بے حد ناز تھا۔" طنز سے

بولے۔ لیکن اچانک کتابوں کے ڈھیر میں آگ لگ گئی اور مولانا گھبرا کر شمس تبریز کی طرف دیکھتے ہوئے بولے۔

"یہ کیا ہے۔؟"

"یہ وہ ہے جس کی تمہیں خبر نہیں۔" حضرت شمس تبریز نے فرمایا۔

یہ قصہ یاد آیا۔ اور آنکھوں میں نمی آ گئی۔ رونگٹے کھڑے ہو گئے۔ ذہن کے کسی گوشے میں مذہب سے عقیدت کی کوئی چنگاری دبی رہ گئی تھی۔ تھوڑی دیر کے لئے ذہن ماؤف ہو گیا۔ بدن پر لرزہ طاری رہا۔ کیا لوگ تھے۔ اور۔۔۔۔۔ اب کیا ہے۔ احسانی اور جمشید نے بھی اس بات کو محسوس کر لیا۔ استفسار کیا تو انہیں اس کے بارے میں بتایا۔ اور پھر دیر تک تبریز کے قصے ہوتے رہے۔ ایران کے مغل بادشاہوں کا دور یاد کیا گیا۔ ارغن خاں کی درخواست پر جب خان اعظم نے ایک مغل شہزادی مارکو پولو کی حفاظت میں چین سے ایران روانہ کی تو پولو اسے لے کر تبریز ہی آیا تھا لیکن جب وہ وہاں پہنچا تو ارغن خاں فوت ہو چکا تھا چنانچہ چینی شہزادی اس کے بیٹے غازان خاں کے قبضے میں آ گئی۔

احسانی اور جمشید تبریز کے قصے سناتے رہے۔ عنابی کار نے تبریز کے آخری علاقے کے ایک گھٹیا سے ہوٹل کے سامنے قیام کیا تھا۔ اس سے کافی فاصلے پر میں نے بھی کار روک دی۔

"میرا خیال ہے کہ اب کل صبح ہی سفر کیا جائے۔ ہاں اگر اس دوران مجھے کوئی پیغام مل جائے تو دوسری بات ہے۔" میں نے کہا۔

"ٹھیک ہے۔ میں بھی یہی کہنے والا تھا کہ رات میں سفر مناسب نہیں رہے گا۔" احسانی نے کہا۔

"کیا رات کار ہی میں گذاری جائے گی؟" جمشید نے پوچھا۔

"میرا خیال ہے یہی مناسب ہے۔ وہ میری کار پہچانتی ہے۔ ممکن ہے رات کے کسی حصے میں آنے کی کوشش کرے۔" میں نے کہا۔

"تب تو ٹھیک ہے۔" جمشید نے کہا۔ "میں ذرا اپنے ساتھیوں کو ہدایت دے دوں اور کھانے کے لئے بھی کچھ منگوا دوں۔"

"میں نے گردن ہلا دی۔ اور جمشید اور احسانی اتر کر چلے گئے۔ ان کے جانے کے بعد میں نے ایک گہری سانس لی۔ طویل ڈرائیونگ کی وجہ سے بڑی تھکن طاری ہو گئی تھی۔ لیکن بہرحال ترکی میں داخل ہونے کے بعد آرام کرنا تھا۔ اس لئے یہ مشقت بری نہیں تھی۔ اور پھر یہ میرا پہلا کارنامہ تھا۔ اگر اسے بحسن و خوبی انجام دے لیا۔ تو غلام سیٹھ کے دل میں میری وقعت اور بڑھ جائے گی۔

ویسے غلام سیٹھ نے جو شرائط پیش کی تھیں وہ میرے لئے بہت دلکش تھیں۔ ان میں کم از کم وقت کا تعین تھا۔ اگر زندگی کے پانچ سال کامیابی سے گذر گئے تو کیا کہنے ہیں۔ لطف آ جائے گا۔ اس کے بعد کی زندگی پرسکون ہو گی۔ وطن واپس آنے کا تو منہ ہی نہیں رکھتا تھا۔ کس منہ سے اپنی زمین پر جاؤں گا۔ میری شخصیت گناہ کی دلدلوں میں غرق ہے۔ ان قدموں سے اپنی زمین کو ناپاک نہیں کروں گا۔ زمین کا کیا قصور۔۔۔۔۔ ہاں' ممکن ہو سکا تو بقیہ زندگی گناہوں کا کفارہ ادا کرنے میں صرف کروں گا۔

خوش آئند خیالات نے جکڑ لیا اور اس وقت چونکا جب وہ دونوں واپس آ گئے۔ احسانی کے

ہاتھوں میں ایک پیکٹ تھا جس میں گول سیخ کباب اور پراٹھے بندھے ہوئے تھے۔ نہ جانے کیوں یہ کھانا بہت پسند آیا۔ کافی تھا اس لئے ڈٹ کر کھایا۔ پھر جمشید نے کافی کا تھرماس نکالا۔ اور گرم گرم کافی پی گئی۔

ویسے لینڈ روور کافی بڑی تھی۔ اس لئے اس میں لمبی تاننے کا پروگرام بنایا۔ احتیاطاً میں نے ایک ایک فرد کے جاگنے کا انتظار کیا اور انہیں بتادیا کہ اگر درخشانہ آئے تو مجھے فوراً جگا دیا جائے۔ چنانچہ رات کے ایک پہر میں احسانی جاگا۔ دوسرے میں میں' اور تیسرے میں جمشید ------ یہاں تک کہ صبح ہو گئی۔

صبح اٹھ کر سب سے پہلے میں نے تلسی کی کار پر نگاہ دوڑائی۔ وہ موجود تھی۔ میں نے سکون کا سانس لیا۔ اور پھر جلدی جلدی ضروریات سے فارغ ہو گئے۔ یہ اچھا ہی ہوا۔ کیونکہ عنابی کار اول وقت میں ہی اسٹارٹ ہو کر آگے بڑھ گئی تھی۔

آج اسٹیئرنگ احسانی نے سنبھالا تھا اور اطمینان سے ڈرائیونگ کر رہا تھا۔ تبریز سے نکلتے ہی بلند و بالا پہاڑوں کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ سرسبز وادیاں تاحد نگاہ پھیلی ہوئی تھیں اور ان کے درمیان سفر بہت حسین تھا۔ دن کو دس بجے ہم مراند سے گذرے۔ پھر ایک بجے ماکو پہنچے۔ بڑا خوشنما قصبہ تھا۔ پھولوں کا شہر ماکو ------ ماکو کا ناقابل تسخیر قلعہ ------ جس نے تیموری افواج کا منہ پھیر دیا تھا۔ ماکو سے نکلتے ہی چڑھائی شروع ہو گئی تھی۔ جو عنابی کار کے لئے دشوار گذار تھی۔ لیکن لینڈ روور کے مضبوط اور طاقتور انجن نے اس چڑھائی کو چیلنج کر لیا۔ اور اسے اس چیلنج کو پورا کرنے میں کوئی دقت نہیں ہوئی۔ البتہ خنکی میں اضافہ ہوتا جا رہا تھا۔ یہاں تک کہ مجھے پوستین پہننا پڑی۔ جمشید اور احسانی نے بھی گرم سوئٹر استعمال کئے تھے۔ لیکن اب ان کے چہروں پر نمایاں تردد تھا۔ کیونکہ بازرگان کی ایران ترک چوکی نزدیک آتی جا رہی تھی۔ جمشید اور احسانی غیر معمولی طور پر خاموش ہو گئے تھے۔ میں نے بھی سنجیدگی کا مظاہرہ شروع کر دیا تھا۔ میری پیشانی پر شکنیں پڑی ہوئی تھیں۔ جیسے میں کچھ سوچ رہا ہوں۔ وہ دونوں کبھی کبھی میری شکل دیکھ لیتے تھے۔ لیکن نہایت صبر کا مظاہرہ کر رہے تھے۔ یہاں تک کہ بازرکان کی چوکی سامنے آ گئی۔

احسانی اور جمشید اب بھی کچھ نہ بولے تھے۔ عنابی کار چوکی پر پہنچ گئی۔ لیکن اس کے ساتھ ہی ہماری لینڈ روور بھی پہنچ گئی تھی۔ وہاں چند اور کاریں بھی کھڑی ہوئی تھیں جن کی تلاشی ہو رہی تھی۔

ہم لینڈ روور سے نیچے اتر آئے۔

"کیا خیال ہے مسٹر نواز ------؟" بالاخر احسانی پوچھ ہی بیٹھا۔

"مجھے شدید حیرت ہے۔" میں نے پریشانی سے کہا۔ کسٹم کے دو آدمی ٹہلتے ہوئے ہمارے نزدیک پہنچ گئے تھے۔ تب احسانی نے ان میں سے ایک کو نزدیک بلایا۔ اس نے اپنا کارڈ اس کے سامنے کیا اور بولا۔

"افشار ہادی کو بلاؤ۔"

"بہت بہتر جناب ------" کسٹم کا آدمی جلدی سے عمارت کی طرف دوڑ گیا۔

"افشار ہادی یہاں انچارج ہے۔" جمشید نے مجھے بتایا۔ اور چند ہی منٹ کے بعد ایک طویل القامت اور لمبی مونچھوں والا خوبصورت ایرانی افسر ہمارے پاس پہنچ گیا۔ احسانی اور جمشید سے وہ گلے

ملا تھا اور پھر انہوں نے میرا تعارف کرایا۔

"بڑی خوشی ہوئی آپ سے مل کر۔" اس نے مجھ سے مصافحہ کرتے ہوئے کہا۔ "آیئے ------ کیسے آنا ہو گیا۔؟"

ہم اس کے ساتھ کسٹم کی عمارت میں پہنچ گئے اور پھر اس کے دفتر میں آ بیٹھے۔

"براہ کرم یہ تو بتایئے کہ آج صبح سے اب تک کوئی ایسی کار تو نہیں گذری جس میں ایک یا دو آدمی ہوں۔ اور ایک افغانی عورت۔"

"آج ------ افشار نے سوچتے ہوئے کہا۔ "نہیں ------ نہ صرف آج بلکہ پچھلے تین چار دن سے ایسے لوگ نہیں گذرے۔ کیوں۔؟"

"آج کے کاغذات میں کسی تلسی نامی شخص کا اندراج ہے؟" میں نے پوچھا۔

"تلسی ------ ایک منٹ میں دیکھتا ہوں۔" افشار نے کہا اور ایک رجسٹر کھول لیا۔ رجسٹر میں آج صرف پانچ افراد کی فہرست تھی جس میں تلسی نام کا کوئی شخص نہیں تھا۔

"پھر کیا ہوا؟۔" میں نے پریشانی سے ہاتھ ملتے ہوئے کہا۔

"لیکن بات کیا ہے۔؟" افشار نے ہم تینوں کو دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"اس نام کے شخص پر منشیات لے کر جانے کا شبہ ہے۔" احسانی نے کہا۔

"اوہ ------" افشار گردن ہلانے لگا۔ پھر بولا۔ "باہر کئی کاریں موجود ہیں۔ ممکن ہے ان میں کوئی موجود ہو۔ کیا آپ لوگ اسے پہچانتے ہیں؟"

"نہیں ------ لیکن اس کا نام تلسی ہے۔"

"آیئے ------ دیکھ لیں۔ ابھی انہیں کلیرنس نہیں ملا ہے۔" افشار نے کہا۔ میں خود بھی یہی چاہتا تھا۔ چنانچہ فوراً اٹھ گیا۔ میرے اٹھنے کے ساتھ ساتھ احسانی اور جمشید بھی اٹھ گئے۔ اور تھوڑی دیر کے بعد ہم ان کاروں کے قریب پہنچ گئے جن میں اب احسانی کے ساتھیوں کی کار بھی شامل ہو گئی تھی۔ میری لینڈ روور وہیں کھڑی ہوئی تھی۔ جہاں میں نے اسے چھوڑا تھا اور کوئی اس کی طرف متوجہ نہیں تھا۔ افشار نے ہمارے ساتھ مل کر بذات خود ان کاروں میں بیٹھے ہوئے لوگوں کے کاغذات کی چیکنگ شروع کر دی۔ چوتھے نمبر پر ہم عنابی کار کے نزدیک پہنچ گئے تھے۔ تلسی سگریٹ پی رہا تھا۔ شکل ہی سے خطرناک آدمی معلوم ہو رہا تھا اور اس کے ساتھ بیٹھا سردار بھی خاصا کیم شیم تھا۔

"آپ کے کاغذات ------؟" افشار نے اس سے پوچھا اور تلسی نے اپنا پاسپورٹ اور دوسرے کاغذات اس کے حوالے کر دیئے۔ پاسپورٹ پر تلسی چند دیکھتے ہی افشار چونک پڑا تھا۔ اس نے عجیب سی نگاہوں سے ہماری طرف دیکھا اور غیر محسوس انداز میں اشارہ کیا۔ احسانی اور جمشید چونک پڑے تھے۔

"براہ کرم ------ کیا آپ ہمارے ساتھ آنا پسند کریں گے۔؟" افشار نے نرم لہجے میں کہا۔

"کوئی خاص ضرورت ہے؟" تلسی نے سگریٹ کا کش لے کر دھواں چھوڑتے ہوئے کہا۔ احسانی نے اپنے ساتھیوں کو اشارہ کر دیا اور وہ چاروں جیبوں میں ہاتھ ڈالے نیچے اتر آئے۔ یقیناً ان کے ہاتھ پستولوں کے دستوں پر تھے۔

"ہاں ------ خاص ضرورت ہے۔" افشار نے لہجہ کسی قدر سخت کرتے ہوئے کہا اندر بیٹھے

ہوئے لوگوں نے ایک دوسرے کی شکل دیکھی اور پھر وہ دونوں طرف کے دروازے کھول کر نیچے اتر آئے۔

"فرمائیے۔۔۔۔۔کیا بات ہے۔؟"

"آیئے۔" افشار نے آگے بڑھتے ہوئے کہا اور وہ اس کے پیچھے چل پڑے۔ ہم تینوں بھی ساتھ تھے اور ہمارے پیچھے احسانی کے ساتھی چل رہے تھے۔ اس طرح ہم افشار کے دفتر میں داخل ہو گئے۔ احسانی اور جمشید بے حد چوکنے تھے۔ ان کے چہرے جوش سے سرخ نظر آ رہے تھے۔ ان کے بقیہ ساتھی دروازے پر جم گئے۔

"تشریف رکھیے۔" افشار نے کہا۔

"آپ ہمارا وقت ضائع کر رہے ہیں مسٹر آفیسر۔۔۔۔۔ براہ کرم اپنا کام کریں۔ اور ہمیں جانے کی اجازت دیں۔" تلسی نے کہا۔

"کیا آپ کے پاس اسلحہ موجود ہے؟" افشار نے پوچھا۔

"ہاں۔۔۔۔۔ ہمارے پاس پستول ہیں۔ لیکن ان کے انٹرنیشنل لائسنس بھی موجود ہیں۔"

"دیکھ سکتا ہوں۔" افشار بولا اور انہوں نے نفرت سے ہونٹ سکوڑ کر لائسنس نکال کر میز پر ڈال دیئے۔

"پستول۔۔۔۔۔" افشار انہیں گھورتے ہوئے بولا۔ اور ان دونوں نے بغلی ہولسٹروں سے پستول بھی نکال لئے۔ پستول بھی میز پر رکھ دیئے گئے۔ افشار نے لائسنس دیکھ کر انہیں واپس کر دیا۔ انہوں نے پستولوں کی طرف ہاتھ بڑھائے تو افشار نے پستولوں پر ہاتھ رکھ دیا۔

"انہیں ابھی نہ اٹھایئے۔ آپ ترکی کیوں جا رہے ہیں۔؟"

"یہ سوال غیر ضروری ہے۔" سردار جی بولے۔

"جواب دیں۔ ضروری یا غیر ضروری کا تعین آپ نہیں کریں گے۔"

"ہمارا تعلق کابل کی ایک فرم سے ہے۔ جو خوبصورت کھلونے بناتی ہے۔ ہم اس کے سفری ایجنٹ ہیں۔"

"اوہ!۔۔۔۔۔ آپ کے پاس کھلونوں کے نمونے ہوں گے۔" میں نے پوچھا۔

"یقیناً۔۔۔۔۔" انہوں نے مجھے گھورتے ہوئے کہا۔

"تب مسٹر افشار۔ براہ کرم تمام کھلونے یہاں منگوا لیں۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا اور پہلی بار ان دونوں کے چہروں پر بدحواسی نظر آئی۔ انہوں نے خشک ہونٹوں پر زبان پھیری اور پھر سنبھلنے کی کوشش کرنے لگے۔ احسانی اور جمشید کبھی میری اور کبھی ان کی شکل دیکھ رہے تھے۔ افشار نے گھنٹی بجا دی اور ایک آدمی اندر داخل ہو گیا۔

"عنابی رنگ کی کار کی مکمل تلاشی لو۔ اور اس میں رکھے ہوئے پلاسٹک کے کھلونے نکال لاؤ۔"

"آپ انہیں وہیں چیک کر لیں۔ ہمارا وقت بہت قیمتی ہے۔" سردار نے اکڑتے ہوئے کہا۔

"اگر تم خاموش رہو تو بہتر ہے۔ ورنہ۔۔۔۔۔" افشار تیز ہو گیا۔

"ہماری بے عزتی کی جا رہی ہے۔ ہم اپنے سفارت خانے کی معرفت احتجاج کریں گے۔" تلسی کئی قدم پیچھے ہٹتے ہوئے بولا۔ لیکن اسی وقت عقب سے احسانی کے آدمیوں میں سے ایک نے اس

کی گردن پر پستول کی نال رکھ دی۔ تلسی نے چونک کر پیچھے دیکھا۔ مزید دو آدمی اندر آ گئے تھے۔ تلسی بالکل بدحواس ہو گیا۔

"تلاشی لو ان دونوں کی۔ ان کے پاس اور اسلحہ تو نہیں ہے۔" جمشید نے کہا اور اس کے آدمی سردار جی اور تلسی کی تلاشی لینے لگے۔ ان کے پاس سے لمبے چاقو برآمد ہوئے تھے۔ افشار گردن ہلا رہا تھا۔ وہ دونوں اب خاموش تھے۔ لیکن ان کے چہروں پر اب زردی پھیلتی جا رہی تھی۔ تھوڑی دیر کے بعد افشار کے آدمی چند پیکٹ لئے ہوئے اندر داخل ہو گئے۔ اور پھر پیکٹ میز پر رکھ دیئے گئے۔ افشار اور احسانی پیکٹوں کی طرف متوجہ ہو گئے۔ جمشید چوکنے انداز میں ان لوگوں کی نگرانی کر رہا تھا۔

میں نے ایک چاقو اٹھایا۔ اور پیکٹ سے ایک کھلونا نکال لیا۔ پھر اس نے بے دردی سے کھلونے کا پیٹ چاک کیا۔ لیکن اس سے کچھ برآمد نہ ہوا۔ احسانی اور افشار نے بھی دو کھلونے ضائع کئے تھے۔ دوسرے اور پھر تیسرے پیکٹ کے کھلونوں سے بھی کچھ برآمد نہ ہوا۔ لیکن میں درخشانہ کے بیان کو جھوٹ سمجھنے کے لئے تیار نہیں تھا میں نے تمام پیکٹوں کے کھلونے نکالنا شروع کر دیئے۔ مختلف اقسام کے کھلونے تھے میں ان کے ڈیزائن کا اندازہ لگانے لگا۔ اور پھر میں نے تمام ڈیزائنوں کا ایک ایک کھلونا اٹھا لیا اور ان کا وزن کرنے لگا۔ ذرا سی دیر میں اندازہ ہو گیا کہ سیاہ رنگ کے ریچھ ان کھلونوں میں سب سے زیادہ' بلکہ غیر معمولی طور پر وزنی ہیں۔ عمدہ طریقہ تھا۔ ریچھ کی کھال مصنوعی بالوں سے بنائی گئی تھی اور اتنی موٹی تھی کہ چاقو سے مشکل سے کٹ سکتی تھی۔ ایک نفسیاتی مسئلہ تھا۔ تلاشی لینے والے اسے بھی کاٹنے کی کوشش کرتے اور جب وہ نہ کٹتا تو وہ دوسرا کھلونا اٹھا لیتے۔ لیکن اصل چیز وہی ریچھ تھے جن کی تعداد پچاس کے قریب تھی۔ میں نے ریچھ کے پیٹ پر چاقو آزمایا لیکن ہر کام آسان نہیں تھا۔ چنانچہ میں نے اسے میز رکھا اور پھر چاقو مٹھی میں پکڑ کر بلند کیا اور زور سے اس کے پیٹ میں گھونپ دیا۔ اس طرح چاقو ریچھ کے پیٹ میں پیوست ہو گیا اور اس کے ساتھ ہی ایک سیاہ رنگ کا سیال مادہ ریچھ کے پیٹ سے بہنے لگا۔

"احسانی۔۔۔۔۔" میں نے احسانی کو مخاطب کیا۔

"ہوں۔۔۔۔۔" احسانی چونک کر بولا۔

"یہ دیکھو۔" میں نے اسے سیاہ سیال کی طرح متوجہ کیا اور احسانی حیرت سے اسے دیکھنے لگا۔ اس نے سیال انگلی پر لگا کر اسے سونگھا اور پھر چکھا۔ اور پھر بری طرح اچھل پڑا۔

"ارے۔!" اس کے منہ سے بے ساختہ نکلا۔

"کیوں۔؟" کیا ہے۔؟" میں نے پوچھا۔

"چاشک۔۔۔۔۔ کئی نشہ آور اشیاء سے کشید کیا ہوا محلول۔۔۔۔۔ افوہ!۔۔۔۔۔ یہ تو بڑی قیمتی چیز ہے۔ غالباً ایک تولہ شیشی کی قیمت دس سے پندرہ ہزار روپے تک ہوتی ہے"۔

"خوب۔۔۔۔۔ مگر تمہیں اس کے بارے میں کیسے معلوم ہوا؟"

"دلچسپ بات ہے۔ چند روز قبل ایک امریکن کے پاس سے ایک ننھی سی شیشی برآمد ہوتی تھی۔ وہ اس کے لئے جان دینے پر آمادہ ہو گیا تھا۔ پھر اس نے اس کے بارے میں بتایا تھا۔ نشہ آور اشیاء میں یہ غالباً سب سے قیمتی چیز ہے۔ ماچس کی تیلی کا ایک سرا اس میں ڈبو کر سگریٹ کے تمباکو پر ٹپکا دو۔ ایک سگریٹ پورے دن کے لئے کافی ہے۔ امریکن ہپی نے بتایا تھا کہ اس ایک شیشی کے

عوض اس نے اپنی محبوبہ فروخت کر دی تھی جو چھ سال سے اس کے ساتھ تھی اور جس کی نیلی آنکھیں امریکہ کی تمام لڑکیوں سے زیادہ حسین تھیں۔ اور پھر وہ دھاڑیں مار مار کر رو دیا۔ اس نے اپنا سر پھاڑ دیا۔۔۔۔۔۔ چنانچہ اس کے چند قطرے حاصل کرنے کے بعد شیشی اسے واپس کر دی گئی تھی۔ ورنہ شاید وہ مر ہی جاتا۔"

"ہوں۔۔۔۔۔۔ تو پیارے احسانی۔۔۔۔۔۔ ان ریچھوں میں چاشک محفوظ ہے۔"

تلسی اور سردار جی کے پاؤں بے جان ہو گئے تھے۔ ان کے چہرے دھلے ہوئے کپڑے کی طرح سفید ہو گئے تھے۔

"کیوں۔۔۔۔۔۔؟" افشار انہیں گھورتے ہوئے بولا۔ لیکن وہ کوئی جواب نہ دے سکے اور زمین پر بیٹھ گئے۔ شاید ان کے پیروں میں کھڑے ہونے کی سکت نہیں رہ گئی تھی۔!

"ان دونوں کے ہاتھوں میں ہتھکڑیاں ڈال دو۔" افشار نے کہا۔ اور تھوڑی دیر کے بعد ان دونوں کے ہاتھوں میں ہتھکڑیاں ڈال دی گئیں۔ احسانی اور جمشید مجھ سے چمٹ گئے تھے۔ وہ بے حد خوش نظر آ رہے تھے۔ ریچھوں کو ایک جگہ اکٹھا کر دیا گیا۔ جس ریچھ سے سیال نکلا تھا اس کے پیٹ کے شگاف کو موم لگا کر بند کر لیا گیا تھا۔

افشار نے بھی میرا بے حد شکریہ ادا کیا۔

"مگر یار۔۔۔۔۔۔ وہ تمہاری خانم۔۔۔۔۔۔ میرا مطلب ہے وہ لڑکی کہاں گئی۔؟" احسانی نے پوچھا۔

"اوہ۔۔۔۔۔۔ ہاں۔۔۔۔۔۔ اس کے بارے میں بھی لوگ کیا کہیں گے۔"

"تلسی۔۔۔۔۔۔" احسانی نے پوچھا "تمہارے ساتھ ایک لڑکی تھی۔"

"لڑکی۔۔۔۔۔۔" تلسی بڑبڑایا۔

"ہاں۔۔۔۔۔۔ افغان لڑکی۔"

"اوہ۔۔۔۔۔۔" تلسی اچھل پڑا۔ "درخشانہ۔۔۔۔۔۔ مگر تمہیں اس کے بارے میں کیسے معلوم ہوا۔؟"

"وہ ہے کہاں۔؟" احسانی نے پوچھا۔

"میں سمجھ گیا۔ اسی کتیا نے نشاندہی کی ہو گی۔ افغان کتیا۔۔۔۔۔۔ تو اسی لئے غائب ہوئی تھی۔"

تلسی دانت پیسنے لگا۔ یوں اس بیان کی تصدیق بھی ہو گئی اور اب میری پوزیشن بالکل صاف تھی۔

"کیا تم نے اسے قتل کر دیا۔؟" جمشید نے تلسی کے بوٹ کی ٹھوکر مارتے ہوئے کہا۔

"نہیں۔۔۔۔۔۔ مگر کاش میں اسے قتل کر سکتا۔ وہ تہران میں ہی غائب ہو گئی تھی میں سمجھ گیا ضرور اس نے ہی ہماری مخبری کی ہو گی۔"

"لیکن ہمیں اطلاع ملی تھی کہ وہ تمہارے ساتھ ہی آ رہی ہے۔"

"آ رہی تھی لیکن عین موقع پر ہی غائب ہو گئی۔ ہم انتظار نہیں سکتے تھے۔ لیکن سچ سچ بتا دو۔ کیا اسی نے۔۔۔۔۔۔؟"

"ابے وہ تو تیری ساتھی تھی۔ وہ سالی کیا مخبری کرتی۔" احسانی نے کہا اور پھر ان دونوں کو اپنے آدمیوں کے حوالے کر دیا۔

"اب کیا پروگرام ہے احسانی۔؟" میں نے پوچھا۔

"دوست نواز۔۔۔۔۔۔ تمہارے اس تعاون پر ہم زندگی بھر تمہارے احسان مند رہیں گے۔ پھر کبھی ایران آنا ہو تو ہم سے ملے بغیر نہ چلے جانا۔ ویسے کیا خیال ہے۔ تم آج ہی سرحد پار کرنا چاہتے ہو۔؟"

"ہاں۔۔۔۔۔۔ میرا خیال ہے یہی مناسب ہے۔"

"آج ہمارے مہمان رہیں مسٹر نواز۔۔۔۔۔۔" افشار نے کہا۔

"اجازت ہی دیں۔۔۔۔۔۔ حالانکہ آپ لوگوں سے جدا ہونے کو دل نہیں چاہتا۔۔۔۔۔۔ لیکن آج نہ سہی کل۔۔۔۔۔۔ جانا تو ہے ہی۔۔۔۔۔۔"

"تب پھر ایک دور چائے کا ہو جائے۔" افشار نے کہا اور اپنے آدمیوں کو ہدایت دینے لگا۔ اس ویرانے میں بھی افشار نے چائے کا کافی تکلف کر ڈالا تھا۔ پھر چائے کی میز پر ہی جمشید نے محمود بے کے نام تعارفی خط دیا۔ افشار نے اس پر مہر لگا دی تھی۔ اس خط میں میرے ساتھ تعاون کرنے کی درخواست کی تھی۔ اور مختصراً میرا تعارف بھی کرایا گیا تھا۔ بہرحال ایک بھرپور خط تھا جسے میں نے حفاظت سے رکھ لیا تھا۔ یقیناً دوسرے مرحلے میں یہ میرے کام آئے گا۔

احسانی اور جمشید آخری بار مجھ سے گلے ملے۔ انہوں نے ایک بار پھر میرا شکریہ ادا کیا۔ اور میں اپنی لینڈ روور میں بیٹھ گیا۔ اب میری کار کی چیکنگ کا کوئی سوال ہی نہیں تھا خود افشار نے مجھے ضمنی طور پر کلیرنس فارم دیا تھا۔ انہوں نے مجھے خدا حافظ کہا اور میں چل پڑا۔ ایرانی کرنسی تبدیل کرانے میں کچھ وقت صرف ہوا۔ اور چند منٹ کے بعد میں ترکی کی سرزمین میں داخل ہو گیا۔ میری نگاہیں چاندی کی دیوار کوہ آرارات سے ٹکرائیں۔ برف کا پہاڑ جو نوح کا پہاڑ بھی کہلاتا ہے۔ روایت ہے کہ حضرت نوحؑ کی کشتی اسی پہاڑ کی چوٹی پر لنگر انداز ہوئی تھی۔

ترکی کسٹم ہاؤس کی عمارت کے دروازے پر سرخ و سفید ترک سپاہیوں نے میرا خیر قدم کیا۔ بظاہر وہ بہت اخلاق سے پیش آئے تھے۔ میں فوراً محمود بے کے بارے میں پوچھا۔ اور سپاہی چونک کر مجھے دیکھنے لگے۔

"کیا آپ ان سے واقف ہیں؟"

"ہاں۔۔۔۔۔۔ وہ میرے دوستوں کے دوست ہیں۔ براہ کرم یہ خط انہیں دے دو۔" میں نے خط نکال کر ان کے حوالے کر دیا۔ ویسے دل اندر سے دھڑک رہا تھا۔ دو تین سپاہی لینڈ روور کی تلاشی لینے لگے۔ انہوں نے اندر جھانکا اور پھر نیچے جھانکنے لگے۔ میرے ہونٹ خشک ہوتے جا رہے تھے۔ بار بار آنکھوں میں تاریکی چھا جاتی۔ بظاہر میں ترک سپاہیوں کی طرف سے بے نیاز تھا۔ لیکن میں ان کی ایک ایک حرکت کا جائزہ لے رہا تھا۔ اگر ان میں سے ایک بھی سپاہی لینڈ روور کے نیچے رینگ جائے تو بلاشبہ وہ سلنڈر ان کی نگاہوں میں آ سکتے ہیں جن کے وجود کا کوئی جواز نہیں ہے۔

میں دل کی ایک ایک دھڑکن شمار کر رہا تھا۔ تب ایک سپاہی گھٹنوں کے بل بیٹھ گیا۔ یقیناً یہ بہت چالاک تھے اور پوری مہارت سے تلاشی لیتے تھے۔ سپاہی شاید لینڈ روور کے نیچے جانے کی تیاری کر رہا تھا اور میری آنکھیں خوف سے بند ہوئی جا رہی تھیں کہ بائیں سمت سے آواز آئی۔

"ہیلو۔۔۔۔۔۔" اور میں اچھل پڑا۔ ایک طویل القامت ترک میرے سامنے مسکرا رہا تھا بیٹھا

ہوا سپاہی جلدی سے کھڑا ہو گیا۔ اس نے آنے والے کو سلام کیا تھا۔

"غالباً آپ ہی مسٹر نواز اصغر ہیں؟" آنے والے نے انگریزی میں پوچھا۔

"جی۔" میں نے انتہائی کوشش سے آواز کی لرزش پر قابو پاتے ہوئے کہا۔ "اور آپ یقیناً محمود بے۔"

"یقیناً۔" محمود بے نے ایک بلند آہنگ قہقہہ لگایا۔ اور میری طرف مصافحے کے لئے ہاتھ بڑھا دیا۔ اس نے بڑی گرم جوشی سے مصافحہ کیا تھا۔

"بڑی خوشی ہوئی آپ سے مل کر ------ ایران میں آپ نے انسداد منشیات کے لئے بہت کچھ کیا ہے۔ ویسے بھی میرے لئے یہ مسرت کی بات ہے کہ آپ پاکستانی ہیں۔"

"شکریہ۔" میں نے انکساری سے کہا۔ میری نگاہیں قرب و جوار کے ماحول کا بھی جائزہ لے رہی تھیں اور یہ دیکھ کر کہ اپنے اعلیٰ افسر کو دوستانہ انداز میں میرے نزدیک دیکھ کر سپاہی میری گاڑی کے پاس سے ہٹ گئے تھے۔ مجھے ایک گونہ سکون ہوا۔ میں زیادہ پر سکون انداز میں محمود بے سے گفتگو کرنے لگا۔

"میرے لائق کوئی خدمت ہو تو بتائیے۔" محمود بے نے پوچھا۔

"بس شکریہ۔ کچھ عرصہ آپ کے ملک میں رہوں گا۔ پھر آگے بڑھ جاؤں گا۔"

"ہاں صاحب ------ سیاحت بھی خوب چیز ہے بشرطیکہ انسان کو مواقع میسر ہوں۔" محمود بے نے ہنستے ہوئے کہا۔ "بہرحال' میرے ساتھ ایک کپ کافی تو پی لیں۔ مجھے خوشی ہو گی۔"

"شکریہ۔" میں نے رضامندی کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔ اور محمود بے نے اپنے ایک آدمی کو اشارہ کیا۔ وہ میرے ساتھ میری گاڑی میں ہی آبیٹھا۔ گاہے گاہے وہ نظریں اٹھا کر چاروں طرف دیکھ لیتا تھا۔ سپاہی اپنا کام کر رہے تھے۔ آدمی کے آنے پر اس نے کافی کے لئے کہا اور پھر مجھ سے گفتگو میں مصروف ہو گیا۔ جمشید عظمی سے دوستی کے قصے' ایران کے سفر کے قصے اور پھر اپنے کام کے بارے میں دلچسپ اور باتونی آدمی تھا۔ بہت جلدی بے تکلف ہو جانے والوں میں ------ سپاہی گاڑیوں اور انسانوں کی تلاشی لے رہے تھے۔ اس کے بارے میں ذکر کرتے ہوئے محمود بے نے کہا۔

"منشیات کی اسمگلنگ کا زور بڑھ گیا ہے۔ اب تو بڑے منظم پیمانے پر یہ کاروبار ہو رہا ہے۔ اسمگلر نئے نئے طریقے ایجاد کرتے ہیں۔ اور ہم لوگوں کو ان کی نفسیات سے پوری طرح واقف ہونا پڑتا ہے۔ ورنہ پہلے نہایت آسانی سے کام چل جاتا تھا۔ مثلاً ہم ایک فارم پر کراتے تھے جس پر سوال ہوتے تھے۔ بظاہر صرف اسے کاغذی کاروائی کہا جاتا تھا۔ اس پر سوال ہوتے تھے۔ آپ کے پاس کیمرہ ہے؟ کتنی فلمیں ہیں؟ ترکی میں کتنے روز قیام کا ارادہ ہے آپ اپنے سامان میں چرس یا افیون تو نہیں لے جا رہے؟ اگر لے جا رہے ہیں تو مہربانی کر کے وزن لکھ دیجئے۔ اور اسمگلر حضرات یہ بے نیازی دیکھ کر تھوڑی بہت مقدار لکھ دیتے تھے اور نہایت آسانی سے دھر لئے جاتے تھے۔ لیکن اب وقت بدل گیا ہے۔ سب کو اس خطرناک فارم کے بارے میں معلوم ہو چکا ہے۔ چنانچہ فارم سسٹم ہی ختم کر دیا گیا ہے۔"

"خوب۔" میں کہتا رہا۔ میری نگاہ چند ہپیوں پر تھی جن کے پاس شاید کچھ موجود تھا سپاہی ان سے الجھ رہے تھے۔ اتنی دیر میں کافی آ گئی۔ محمود بے سپاہیوں کی طرف متوجہ تھا اور کافی کے گھونٹ

لے رہا تھا۔ بالآخر سپاہی ہپیوں کو لے کر محمود بے کے پاس پہنچ گئے۔ چرس کی تھوڑی سی مقدار ان کے پاس تھی جس کے بارے میں ان کا کہنا تھا کہ وہ ان کے اپنے استعمال کے لئے ہے۔ محمود بے ان سے گفتگو کرتا رہا۔ بہرحال اس نے چرس اپنے قبضے میں کر لی اور انہیں ترکی میں داخل ہونے کی اجازت دے دی۔ اس سے زیادہ وہ کچھ نہیں کر سکتا تھا۔ کافی ختم ہو گئی تو میں نے اس کا شکریہ ادا کیا اور جانے کی اجازت مانگی۔

"بڑی مختصر ملاقات رہی۔ میں کوئی خدمت بھی نہیں کر سکا۔" محمود بے نے میرے کاغذات طلب کرتے ہوئے کہا اور پھر ان پر دستخط کر دیئے لیکن یہ تو میں ہی جانتا تھا کہ اس نے کتنی بڑی خدمت انجام دی ہے۔ میں نے اس کی اجازت سے گاڑی اسٹارٹ کی۔ محمود نے دور سے ہی اپنے آدمیوں کو اشارہ کر دیا تھا اور انہوں نے رکاوٹ ہٹا دی میری گاڑی اندر داخل ہو گئی۔ میرا دل بلیوں اچھل رہا تھا۔ میں نے اپنی پہلی مہم کامیابی سے سر کر لی تھی۔ بس اب تھوڑی سی کوشش اور ------ اس کے بعد بیڑہ پار۔

کوہ آرات کے خنک دامن میں سفر کرتا ہوا میں آگے بڑھتا رہا۔ ٹھٹھرا دینے والی سردی تھی۔ اسٹیئرنگ یخ ہو رہا تھا لیکن فی الحال میں رک کر دستانے پہننے کے موڈ میں بھی نہیں تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد میں ارض روم جانے والی بسوں کے اڈے پر پہنچ گیا۔

سرحد کا مرحلہ طے ہو گیا تھا اور اب کوئی خطرہ نہیں تھا۔ ایک طرف سے گوشت بھننے کی خوشبو ناک میں چڑھ رہی تھی۔ بے اختیار رکنے کو دل چاہا اور میں نے گاڑی کا رخ سڑک کے کنارے بنے ہوئے گھاس پھونس کے قہوہ خانے کی طرف کر دیا۔ قہوہ خانے کا مالک زمین پر بیٹھا کوئلے دہکا کر سیخ کباب بھون رہا تھا۔ میں نے اپنے سامان سے گرم دستانے نکالے۔ انہیں ہاتھوں پر چڑھایا اور گاڑی سے نیچے اتر گیا۔

چھپر کے نیچے بینچیں پڑی ہوئی تھیں اور ان پر بہت سے لوگ بیٹھے ہوئے تھے ملکی اور غیر ملکی ہپی بھی تھے۔ تب اچانک میری نگاہ ایک کونے کی طرف اٹھ گئی اور میں چونک پڑا۔

دو شناسا شکلیں نظر آئی تھیں۔ یہ کیسٹر اور جولیا تھے۔ وہ ہپی جوڑا جس نے افغانستان سے ایران تک ہمارے ساتھ سفر کیا تھا۔ اس وقت جب کوشلیا میرے ساتھ تھی جو خاموشی سے ہماری اور کوشلیا کی گفتگو سنتا رہا تھا اور بعد میں یہ کہہ کر اتر گیا تھا کہ وہ اردو سے بخوبی واقف ہیں۔

ان دونوں نے بھی مجھے دیکھ لیا تھا اور وہ مضطربانہ انداز میں کھڑے ہو گئے تھے۔ اب انہوں نے دیکھ ہی لیا تھا تو انہیں نظر انداز کرنا مشکل تھا۔ میں فیصلہ نہیں کر پا رہا تھا کہ انہیں دیکھ کر مجھے خوشی ہو رہی تھی یا الجھن؟ ------ تاہم میں ان دونوں کی طرف بڑھ گیا۔

"ہیلو ------" جولیا مجھے دیکھ کر کھل اٹھی۔

اوہ۔ مسٹر نواز ------ تمہاری وائف کہاں ہے؟" جولیا نے پوچھا۔ کوشلیا کا تصور دل میں آیا۔ ایک ہلکی سی چبھن کا احساس ہوا۔ لیکن پھر یہ چبھن فوراً معدوم ہو گئی۔ اب میں جذبائیت کی حدود سے نکل آیا تھا۔

"وائف ------ وہ میری وائف نہیں تھی۔" میں نے کہا۔

"کیا مطلب ------؟" کیسٹر چونک کر بولا۔

"یہ اندازہ تو صرف تم لوگوں نے قائم کر لیا تھا۔ وہ میری بیوی نہیں صرف وقتی طور پر ساتھی تھی جسے میں نے ایران میں چھوڑ دیا۔"

"اوہ ——— ساتھی۔" جولیا مسکرائی۔

"اس کا ذکر چھوڑو۔ یہ بتاؤ۔ تم نے قہوہ پیا۔؟" میں نے کوشلیا کے ذکر سے بیزار ہو کر کہا۔

"ہاں۔ لیکن افسوس دوست' ہمارے پاس صرف ایک کپ کے پیسے تھے۔ ہم نے ایک کپ قہوہ منگا کر آدھا آدھا پی لیا۔ مطلب یہ کہ ہم تمہاری خدمت سے معذور ہیں۔" کیسٹر نے کہا۔

"اوہ ——— کوئی بات نہیں ہے۔ اب میری طرف سے پیو۔" میں نے کہا۔ اور بوڑھے کو اشارہ کر کے سیخ کباب اور قہوہ لانے کے لئے کہا۔ بوڑھے نے قہوے کی کیتلی' بڑے بڑے پیالے اور سیخ کباب کی پلیٹ ہمارے سامنے رکھ دی۔ کیسٹر اور جولیا احسان مند نگاہوں سے میری طرف دیکھ رہے تھے۔

"شروع کرو۔ تکلف کی ضرورت نہیں ہیں۔" میں نے کہا اور ان دونوں نے کباب کھانا شروع کر دیئے۔ کباب اور اس کے ساتھ قہوے کے گھونٹ بے حد لطف دے رہے تھے۔ میں نے دوسری پلیٹ کا آرڈر دے دیا۔ نہ جانے وہ دونوں کب سے بھوکے تھے۔ قہوے کے کئی پیالے اور سیخ کباب کی تین پلیٹیں کھانے کے بعد انہوں نے سکون کی سانس لی اور پھر کیسٹر نے میرا شکریہ ادا کیا۔

"اب تمہارا کیا پروگرام ہے کیسٹر ———؟" میں نے پوچھا۔

"اوہ ——— ارض روم جانے والی بس دن میں صرف ایک بار یہاں آتی ہے لیکن بدقسمتی سے ہمارے پاس کچھ بھی نہیں بچا۔ بس کنڈکٹر خود کو اتنا بااخلاق ثابت نہیں کر سکا کہ ہمیں مفت لے جاتا۔ چنانچہ طے یہ کیا گیا تھا کہ ڈیڑھ لیسرا میں قہوہ پی کر جسم کو تھوڑا سا گرم کریں۔ اور پھر بایزید تک کا سفر شروع کر دیں۔ قصبہ بایزید یہاں سے زیادہ دور نہیں ہے۔ سردی کی وجہ سے سفر اور سست ہو جائے گا۔ تاہم ——— ڈر صرف یہ تھا کہ اگر راستے میں رات ہو گئی تو سردی پریشان کرے گی۔" کیسٹر نے بتایا۔

"ہوں۔ تب پھر اٹھو۔" میں نے کہا۔

"اوہ ——— تمہارے پاس گاڑی موجود ہے۔؟"

"ہاں ———"

"شکریہ پیارے دوست۔ کس زبان سے تمہارا شکریہ ادا کروں۔" کیسٹر جلدی سے کھڑا ہو گیا۔ جولیا اب بھی تشکر آمیز نگاہوں سے میری طرف دیکھ رہی تھی۔ اس کی نیلی آنکھوں میں ممنونیت کے جذبات تھے۔

"کتنے پیسے ———؟" میں نے قہوہ خانے کے بوڑھے مالک سے پوچھا۔

"پینتیس لیرا۔" اس نے کہا اور دونوں ہاتھ زور زور سے ملنے لگا۔ کیسٹر اور جولیا نے گھبرا کر میری طرف دیکھا۔ لیکن میں نے اطمینان سے پینتیس لیرا نکال کر اس کے ہاتھ میں تھما دیئے اور کیسٹر کے شانے پر ہاتھ مار کر باہر نکل آیا۔ جولیا نے چاروں طرف نظریں دوڑائی تھیں۔

"اوہ ——— تمہاری گاڑی ———؟"

"یہ ہے۔" میں لینڈ روور کے نزدیک پہنچ گیا۔ اور جولیا کی آنکھوں میں چمک آ گئی۔

"اوہ ——— گاڑ ——— یہ تو ——— یہ تو بہت آرام دہ ہے۔ وہ گاڑی۔ میرا مطلب ہے"

"وہ اسی کی تھی ——— یہ میری ہے۔" میں نے کہا۔

"افوہ ——— اگر ہم تھوڑی دیر قبل چل دیتے تو شاید تم سے ملاقات نہ ہوتی۔" کیسٹر سے زیادہ جولیا خوش نظر آ رہی تھی۔ بہرحال وہ دونوں میرے نزدیک ہی بیٹھ گئے۔ جولیا میرے برابر تھی اور کیسٹر دروازے کی طرف۔ اور ان کے جسموں پر اس سردی کو برداشت کرنے کے لئے لباس بھی ناکافی تھے۔

اور ——— لینڈ روور اسٹارٹ کرتے ہوئے میں نے ایک دلچسپ بات سوچی ——— جولیا نرم و گداز جسم کی مالک ہے۔ بلند و بالا قد کی یہ بھرپور عورت' اگر میرے ساتھ ایک دو رات گذار لے تو میں ان لوگوں کو نیا لباس اور اتنی رقم دے دوں گا جس سے ان کے لئے کچھ آسانیاں فراہم ہو جائیں۔ اس رات کو دلچسپ میں نے یوں محسوس کیا تھا۔ کہ میں نے اپنے سوچنے کے انداز میں تبدیلی پائی تھی۔ اس سے قبل میں دوسرے انداز میں سوچتا تھا۔ لیکن آہستہ آہستہ میری سوچ بدلتی جا رہی تھی۔ وہ ماحول میرے ذہن میں رچ رہا تھا جس کی مجھے ضرورت تھی۔ لینڈ روور مناسب رفتار سے سڑک پر دوڑ رہی تھی اور جولیا مجھ سے بھڑی ہوئی بیٹھی تھی۔ کیسٹر نے نشست سے ٹیک لگا لی تھی۔ لینڈ روور کے تمام شیشے بند تھے اور سردی کافی حد تک کم ہو گئی تھی۔ شاید پیٹ بھرنے سے کیسٹر پر غنودگی طاری ہو گئی تھی۔

بہرحال سفر خاموشی سے طے ہو رہا تھا۔ پھر جولیا نے بھی سیٹ کی پشت سے ٹیک لگا لی اور آنکھیں بند کر لیں۔ سڑک دور دور تک صاف ستھری تھی۔ میں نے گردن گھما کر اسے دیکھا۔ خوبصورت خدوخال' کسی قدر کرختگی لئے ہوئے' میلے بال' گلابی ہونٹ لمبی گردن' جسامت کے لحاظ سے بھرپور سینہ ——— جس کا آدھا حصہ کھلا ہوا تھا' پتلی کمر اور گداز باہیں۔

اچانک جولیا کا ایک ہاتھ سرکا اور میری گود میں آ پڑا۔ میں بوکھلا گیا۔ اسٹیئرنگ پر میرے ہاتھ لرزنے لگے۔ لیکن میں نے خود کو سنبھالا۔ یہ امکان ہی ہو سکتا ہے۔ شاید اس پر بھی غنودگی طاری ہو گئی ہے۔ لیکن چند ساعت کے بعد میں نے جولیا کے ہاتھ میں گردش محسوس کی اور میرے ہونٹ بھنچ گئے۔ میں نے جولیا کی طرف دیکھا۔ اس کی آنکھیں بدستور بند تھیں۔ لیکن چہرے پر انوکھے جذبات تھے۔ میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ اب عورت کی دنیا کا اناڑی انسان نہیں تھا بلکہ اسے اچھی طرح سمجھتا تھا۔

...○...

اور

راجہ نواز اصغر نے اس دور کو اپنی زندگی کا بدترین دور کہا ہے' جب وہ ذہنی طور پر انسانیت کو بالکل فراموش کر چکے تھے۔ انہوں نے کیا کیا گل کھلائے یہ تو اگلے حصہ میں ہی معلوم ہو سکے گا!

ناقابلِ تسخیر قوّتوں کے مالک راجہ نواز اصغر کی تہلکہ خیز عبرتناک رُوداد
نروان کی تلاش
ایم اے راحت

چنانچہ میں نے ایک ہاتھ سے اسٹیئرنگ سنبھالا اور دوسرا ہاتھ جولیا کی کمر کی طرف بڑھا دیا۔ جولیا تھوڑی سی کھسکی اور اس نے مجھے کمر میں ہاتھ ڈالنے کا موقع دے دیا۔ اس کے ساتھ ہی وہ میری طرف کچھ اور کھسک آئی تھی۔ اس کے تنفس کی رفتار تیز ہو گئی اور اس نے اپنی گردن میرے شانے سے ٹکا دی۔ میرا ہاتھ گستاخیاں کرنے لگا۔ پھر میں نے ایک نگاہ کیسٹر پر ڈالی پھر سڑک کی طرف دیکھا۔ دور دور تک کوئی رکاوٹ نہیں تھی۔ تب میں گردن موڑ کر جھکا اور جولیا کے ہونٹوں میں اپنے ہونٹ پیوست کر دیئے۔ جولیا مجھ سے چپک گئی تھی لیکن یہ بوسہ زیادہ طویل نہ ہو سکا کیونکہ بہرحال میں ڈرائیونگ کر رہا تھا۔ جولیا نے آنکھیں نیم وا کر کے مجھے دیکھا۔ اس کا ہاتھ گستاخیوں کی انتہا پر پہنچ گیا تھا۔ اور میرے پورے جسم میں پھریریاں دوڑنے لگی تھیں۔ جذبات مچل رہے تھے۔ پھر جولیا نے کمر اٹھا کر میرا ہاتھ نکالا۔ اور اپنے سینے پر رکھ لیا۔ دوسرے ہاتھ سے اس نے اپنے گریبان کے بٹن کھول لئے تھے۔ لیکن یہ منظر آگے نہ بڑھ سکا۔ کیونکہ کیسٹر کچھ بڑبڑاتے ہوئے سیدھا ہو گیا تھا۔ جولیا سنبھل گئی میں بھی سنبھل گیا۔ جولیا کا ہاتھ میری گود سے اٹھ گیا۔ تاہم اس نے اسی طرح سیٹ سے ٹیک لگا کر آنکھیں بند کر لی تھیں۔ کیسٹر سنبھل کر بیٹھ گیا۔ وہ میری طرف دیکھ کر مسکرا دیا۔ اور پھر میں نے باہر کا منظر دیکھنا شروع کر دیا۔

سڑک ہموار اور سیدھی جا رہی تھی۔ ہمارے بائیں ہاتھ پر ٹیلے اور پہاڑیاں تاحد نگاہ پھیلی ہوئی تھیں اور دائیں ہاتھ پر فصلوں اور چراگاہوں کا ایک وسیع اور سرسبز سلسلہ کوہ آرات کے دامن تک چلا گیا تھا۔ میدان کے خاتمے پر آرات کے پہلو میں گڑیوں کے گھروندوں جیسے ننھے منے کچے مکانات بکھرے ہوئے تھے۔ مکانوں کی چھت سفید برف سے ڈھکی ہوئی تھی۔

میری رگوں میں دوڑتا ہوا خون اعتدال پر آنے لگا۔

"بہت خوبصورت علاقہ ہے۔" کیسٹر نے کہا۔

"ہاں ——" میں نے پوری توجہ سے جواب دیا۔ جولیا نے ان چند منٹوں میں اپنا مستقبل محفوظ کر لیا تھا۔ اور اب میں ان سے بے توجہی نہیں برت سکتا تھا۔

"اگر آپ نہ مل جاتے تو شاید ہم اس علاقے کے حسن سے لطف اندوز نہیں ہو سکتے تھے۔" اس نے کہا

اور میں ہنسنے لگا۔
"سردی کا کیا حال ہے۔؟" میں نے پوچھا۔
"سخت ہے۔ لیکن شیشے بند ہونے کی وجہ سے ناگوار نہیں۔"
"میرے سامان میں کمبل موجود ہے۔ تم پچھلے حصے سے اٹھا لاؤ اور اپنے اور جولیا کے اوپر ڈال لو۔ تمہارے لباس سردی برداشت نہیں کر سکتے۔"
"بہت بہت شکریہ ——— ہم تمہارے لئے کافی تکلیف دہ ثابت ہو رہے ہیں۔" کیسٹر نے اٹھتے ہوئے کہا۔
"نہیں ——— ایسی کوئی بات نہیں ہے۔" میں جولیا کی طرف دیکھ کر مسکرایا جو ابھی تک سوئی ہوئی بنی تھی کیسٹر کمبل نکال لایا اور پھر اس نے کمبل اپنے اوپر اور جولیا پر ڈال دیا تھا اور کمبل میں پوشیدہ ہوتے ہی جولیا کو کھل کھیلنے کا موقع مل گیا۔ اس کا ہاتھ ایک بار پھر میری گود میں پہنچ گیا۔ لیکن میرے دونوں ہاتھ اسٹیئرنگ پر رہے تھے۔ البتہ جولیا کی حرکتوں سے خون کی روانی تیز ہو گئی تھی۔
شام جھلک رہی تھی۔ اور فضاء میں دھند لکے پھیل رہے تھے۔ کیسٹر نے آرات کی چوٹی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔
"اس کی برف کس موسم میں پگھلتی ہے؟؟"
"آرات کی برف کبھی نہیں پگھلتی۔" میں نے ترکی کے موسم کے بارے میں اپنی معلومات کو یاد کرتے ہوئے کہا۔ "وادی کے اس طرف جب موسم صاف ہوتا ہے تو اس کی اجلی برف میں ایک کالا دھبہ دکھائی دیتا ہے۔ لوگوں کا خیال ہے کہ وہ نوحؑ کی کشتی کا ایک حصہ ہے۔" مجھے یاد آگیا۔
اور ——— نہ جانے کیوں ——— میرے دل میں آرات کا تقدس جاگزیں ہو گیا۔ میں نے ایک ہاتھ اسٹیئرنگ سے ہٹایا اور باآہستگی جولیا کا ہاتھ اپنی گود سے ہٹا دیا۔ کیسٹر کو کوئی احساس نہ ہو سکا البتہ جولیا ایک دم سنبھل کر بیٹھ گئی۔ اس نے حیران نگاہوں سے مجھے دیکھا لیکن میرے جذبات اچانک سرد پڑ گئے تھے اور دل خود کو مجرم محسوس کر رہا تھا۔ میں نوحؑ کے پہاڑ کے دامن میں ہوں۔ اس کا احترام' اس کا تقدس پامال نہیں کرنا چاہئے۔ حالانکہ میں کیا تھا۔ گناہوں کی دلدل میں غرق ایک انسان ——— مذہب و ملت سے جس کا کوئی تعلق نہیں رہ گیا تھا۔ لیکن دل کے ان انتہائی گوشوں میں ابھی تک "کچھ" باقی تھا۔
جولیا کی آنکھوں کی حیرانی بھی مجھے متاثر نہیں کر سکی۔ جولیا بھی سکون سے بیٹھ گئی تھی۔ شاید اس نے سوچا ہو کہ میں صرف کیسٹر کی وجہ سے محتاط ہوا ہوں۔ آخر وہ اس کی بیوی تھی۔
بالآخر رات ہونے پر قصبہ بایزد کی دھندلائی ہوئی روشنیاں نظر آئیں۔ میں نے رفتار کچھ اور بڑھا دی۔ کہر میں ڈوبی دھندلائی روشنیاں بڑی دلکش محسوس ہو رہی تھیں تھوڑی دیر کے بعد ہم قصبے میں داخل ہو گئے۔ کیسٹر نے شیشہ کھول کر باہر جھانکا۔ لیکن شیشہ کھولتے ہی ہوا برف کے برادے کی طرح چہروں سے ٹکرائی۔ کیسٹر نے بوکھلائے ہوئے انداز میں شیشہ چڑھا لیا اور ہم تینوں ہنسنے لگے۔
"نیچے تو اترنا ہی پڑے گا۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔
"ہاں ——— مگر سردی شدید ہے۔" کیسٹر بولا۔
"سردی تو ہے۔ لیکن پہلے کھانا کھا لیا جائے۔ اس کے بعد رات گذارنے کے لئے جگہ تلاش کرنا پڑے گی۔"
"ہاں ——— رات گذارنی ہے۔" کیسٹر نہ جانے کیوں افسردہ ہو گیا اور پھر وہ شیشے سے دوسری طرف دیکھنے لگا۔ اس کی نگاہیں کچھ تلاش کر رہی تھیں۔ میں نے ڈرائیونگ سیٹ کا دروازہ کھولا اور نیچے اتر گیا۔ جولیا نے جلدی سے کمبل جسم کے گرد لپیٹ لیا تھا۔ میں نے چاروں طرف نظریں دوڑائیں اور پھر ایک گذرتے ہوئے آدمی کے پاس پہنچ گیا۔ انگریزی میں' میں نے اس سے کسی ہوٹل وغیرہ کے بارے میں پوچھا۔ لیکن وہ معصومیت سے میری شکل دیکھنے کے علاوہ اور کچھ نہ کر سکا۔ میں نے اس کا کندھا تھپتھپایا اور واپس گاڑی میں چلا آیا۔ طے یہ ہوا کہ گھوم پھر کر کوئی جگہ تلاش کی جائے۔ گاڑی اسٹارٹ کر کے آگے بڑھا دی اور ست روی سے کچی اور تنگ سڑکیں طے کرنے لگا۔
بالآخر ایک ہوٹل یا قہوہ خانہ نظر آگیا۔ گفتگو اور قہقہوں کی آوازیں سنائی دے رہی تھیں۔ میں نے پہلے اندر جا کر ماحول دیکھنے کا فیصلہ کیا۔ تنہا ہوتا تو کوئی بات نہیں تھی۔ لیکن ان دونوں کے ساتھ ———
اندر داخل ہوا ——— غلیظ سی جگہ تھی۔ طوفان بدتمیزی برپا تھا۔ دل میں سوچا کہ اچھا ہی ہوا۔ بہرحال یہاں سے کھانا لیا جا سکتا تھا۔ بمشکل تمام ان لوگوں کو اپنا مافی الضمیر سمجھا سکا' اور پھر سبزیوں کا سوپ' تلے ہوئے ...گوبھی۔ سیخ کباب اور ڈبل روٹیاں لے کر واپس گاڑی میں آگیا ——— ایک ملازم ساتھ آگیا تھا جس کے ...ں سامان تھا۔ سامان لینے کے بعد ہاتھ کے اشارے سے اسے پانی کے لئے کہا۔ کیسٹر اور جولیا لینڈ روور کے ...قبی حصے میں آگئے تھے۔ وہیں دستر خوان بچھا کر کھانا کھایا گیا۔ پھر چائے کا دور چلا اور کئی کئی پیالیاں پی ...ئیں۔!
ساٹھ لیرا کا بل تھا۔ مزید کچھ ملازم کو دیا اور اسی سے ٹھہرنے کی جگہ معلوم کی پہلے تو اسے سمجھانے میں ...ت پیش آئی' پھر سمجھنے میں ——— بہرحال اندازہ ہو گیا کہ پہلے سیدھے جانا ہے پھر بائیں مڑنا ہے اور پھر ...یں۔ تب کہیں سر چھپانے کا ٹھکانہ مل سکے گا' اور سر چھپانے کا یہ ٹھکانہ ایک گندی سی سرائے تھی۔ ...لئے کی عمارت گو اینٹوں سے بنی ہوئی تھی لیکن اندر سے انتہائی غلیظ تھی۔ اسی میں ایک تنگ سا کمرہ مل گیا ...، میں بستر بھی موجود تھا۔ لیکن میں تو قیامت تک ان بستروں میں نہیں سو سکتا تھا' البتہ جولیا اور کیسٹر کی ...ا بے نیازی پر انہیں تحسین کی نگاہوں سے دیکھے بغیر نہ رہ سکا۔ انہوں نے بے تکلفی سے وہ ماحول قبول کر ...ا اور آرام سے بستروں میں گھس گئے تھے۔ میں نے پہلے بستر اٹھا کر پھینکا' پھر اپنا کمبل بچھایا اور دوسرا کمبل ...ہ لیا جو سردی روکنے کے لئے ناکافی تھا۔!
میری نگاہیں کئی بار جولیا کی طرف اٹھی تھیں۔ ابھی نیند آنے کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا تھا' لیکن کیسٹر ...ولیا کے چہرے پر میں عجیب سا اضمحلال دیکھ رہا تھا۔ اس لئے میں نے گفتگو شروع نہیں کی۔ ایک بار دل ...خیال آیا کہ لینڈ روور کے کسی سلنڈر کو توڑ کر تھوڑی سی کوکین ان کے حوالے کر دوں۔ لیکن پھر خود کو ...ت کی۔ انسان عورت کے چکر میں ہی مارا جاتا ہے۔ کمبل میں منہ لپیٹا تو ان دونوں کی کھسر پھسر سنائی دی۔ ...ر کیسٹر بستر سے نکل آیا۔
"کہاں ——— ؟" میں نے پوچھا۔
"لو ——— ذرا لیٹرین تک ——— ؟" کیسٹر نے کہا اور کمرے کا دروازہ کھول کر باہر نکل گیا۔ اس ...ہر جاتے ہی جولیا اٹھی' اور میرے پاس آگئی۔ اس کی گردن جھکی ہوئی تھی۔

"مسٹر نواز ۔۔۔۔۔!" اس نے آہستہ سے کہا۔
"کیا بات ہے جولیا ۔۔۔۔۔؟" میں نے پوچھا۔
"وہ ۔۔۔۔ وہ ۔۔۔۔ اگر آپ ۔۔۔۔ ہمیں تھوڑی سی رقم دے دیں تو ۔۔۔۔ یوں بھی آ
ہمارے اوپر کافی احسانات کر چکے ہیں، تھوڑی سی رقم اور دے دیں ۔۔۔۔ ہم شکر گزار ہونے کے علاوہ
کچھ نہ کر سکیں گے۔!"
"ہاں ہاں ۔۔۔۔ لو یہ لو ۔۔۔۔" میں نے جیب سے ایک گڈی نکال کر دے دی، اور اس
آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔ موٹی رقم کی گڈی اس کے ہاتھوں میں لرز رہی تھی۔
"یہ ۔۔۔۔ یہ تو بہت زیادہ ہے۔ مجھے ۔۔۔۔ مجھے صرف ۔۔۔۔!"
"رکھ لو جولیا ۔۔۔۔ تمہارے کام آئے گی، ورنہ یہاں تمہیں کافی تکلیف اٹھانی پڑے گی!"
"شکریہ مسٹر نواز ۔۔۔۔ بہت بہت شکریہ ۔۔۔۔!" اس کی آنکھوں میں بے پناہ ممنونیت تھ
نوٹ لے کر باہر نکل گئی۔ اور چند منٹ کے بعد خوش خوش واپس آئی۔ "بہت بہت شکریہ مسٹر نواز۔
ہم دونوں آپ کے بے حد احسان مند ہیں۔" اس نے میرے بستر کے کنارے بیٹھتے ہوئے کہا۔
"احسان کی کوئی بات نہیں جولیا ۔۔۔۔ ہم دوست ہیں۔؟" میری آواز میں کپکپاہٹ تھی، دورا
کے واقعات مجھے یاد آ گئے تھے۔ جولیا کی نسوانیت میرے لئے اجنبی تو نہیں تھی ۔۔۔۔ میں نے کم
کر اس کے پیروں پر ڈال دیا۔ "لیکن کیسٹر کہاں جائے گا۔؟"
"یہ ناممکن ہے کہ یہاں اس کے مطلب کے لوگ نہ مل جائیں۔" جولیا خوب اچھی طرح کم
ہوئے بولی۔ اور اس طرح اس کا جسم پوری طرح میرے قریب آ گیا۔ جسم کے نہ جانے کون کون
کہاں کہاں ٹکرا رہے تھے۔ کمبل میں ایک دم گرمی پیدا ہو گئی تھی۔ میں نے جولیا کی کمر میں ہاتھ ڈا
اور جولیا میرے سینے پر آ پڑی گو وہ کافی جسیم اور وزنی تھی لیکن اس وقت اس کا بوجھ بالکل محسوس نہ
تھا۔ اس نے اپنے بال پیچھے کئے اور میرے ہونٹوں پر ہونٹ رکھ دیئے۔ وہ مجھ سے زیادہ جوش کا م
رہی تھی۔ میں نے اٹھنے کی کوشش کی لیکن اس کے وزن کی وجہ سے نہ اٹھ سکا۔
کئی منٹ کے طویل بوسے کے بعد وہ جدا ہوئی۔ اور میرے دونوں طرف کہنیاں ٹیک کر اپنا بو
کر مجھے دیکھنے لگی! اس کے ہونٹوں پر لرزتی ہوئی سی مسکراہٹ تھی۔!
"نواز ۔۔۔۔" اس نے آہستہ سے کہا۔
"ہوں ۔۔۔۔!"
"تم بے حد پرکشش ہو ۔۔۔۔ میں نے تمہیں اس وقت ہی پسند کیا تھا، جب تم اس لڑکی
ملے تھے۔ لیکن اس کی موجودگی میں، میں تمہاری طرف پیار سے دیکھنے کی ہمت بھی نہ کر سکی
مشرق کی لڑکیوں سے واقف ہوں۔"
"اردو تم نے کہاں سیکھی۔؟"
"ہندوستان میں، ہم کافی عرصے کے بعد وہاں سے واپس آئے ہیں!"
"ہوں ۔۔۔۔!" میں نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔ میرے ہاتھ اس کی کمر کے آخری
رہے تھے۔

"تم نے اس لڑکی کو اپنی وائف بتایا تھا۔!"
"ہاں ۔۔۔۔ شاید ۔۔۔۔!"
"وہ تم سے جدا کیوں ہو گئی۔؟"
"اس کا سفر ایران تک ہی تھا۔" میں نے جواب دیا۔
"کیا ۔۔۔۔ کیا وہ صرف تمہاری دوست تھی۔؟"
"صرف سے تمہاری کیا مراد ہے۔؟"
"میرا مطلب ہے۔ اسے تمہارے جسم کا قرب نہیں حاصل ہوا تھا۔"
"ہوا تھا۔" میں نے صاف گوئی سے کہا۔
"پھر وہ تمہیں چھوڑنے پر آمادہ کیسے ہو گئی۔ اس نے تمہارے لئے سب کچھ کیوں نہ چھوڑ دیا۔"
"خود میں نے اسے چھوڑ دیا تھا۔" میں نے جواب دیا اور پھر میں اس کے زیریں لباس کے بندھ تلاش کرنے لگا۔
"ابھی نہیں ۔۔۔۔!" اس نے مجھے روک دیا۔ اور میں نے سوالیہ نگاہوں سے اسے دیکھا۔ "ابھی وہ واپس آئے گا۔!"
"اوہ ۔۔۔۔" میں صرف اتنا کہہ کر رہ گیا۔ اب وہ باقاعدہ میرے برابر آلیٹی تھی۔ اس کے ہاتھ مردانہ وار میرے جسم پر چل رہے تھے اور اس دوران میں بھی اس کے پورے جسم کی پیمائش کر چکا تھا۔
مجھے دروازے پر دستک سنائی دی اور وہ جلدی سے اٹھ گئی، میں نے کروٹ بدل کر سونے کی اداکاری شروع کر دی تھی۔ تب مجھے کیسٹر کی آواز سنائی دی۔
"کام بن گیا جولی ڈارلنگ۔!"
"اوہ ۔۔۔۔ ونڈر فل ۔۔۔۔ کہاں سے۔؟" جولیا کی آواز میں خوشی تھی۔
"یہاں سے تقریباً آدھے میل دور ۔۔۔۔ آہ ۔۔۔۔ جولی ڈارلنگ ۔۔۔۔ مجھے خوشبو آئی اور میں اس کی سیدھ میں چل پڑا۔ تب میرے قدم مجھے اس جگہ لے گئے، جہاں ہمارے جیسے اور بھی موجود ہیں۔ سخت سردی ہے، لیکن جشن ہو رہا ہے۔ جانتی ہو وہاں کون کون ہے۔؟"
"کون ہے۔؟"
"وان بیکر اور بوبی ۔۔۔۔ وہ دونوں بھی وہاں موجود ہیں۔ اگر جشن میں مصروف نہ ہوتے تو تم سے ملاقات کرنے ضرور آتے، انہوں نے مجھے ہدایت کر دی ہے کہ میں تمہیں ساتھ لے آؤں ۔۔۔۔؟ کیا مسٹر نواز سو گئے۔؟"
"ہاں ۔۔۔۔" جولیا نے جواب دیا۔
"تب تم میرے ساتھ چلو۔!"
"نہیں ۔۔۔۔ باہر سخت سردی ہے۔ کیا تم ان لوگوں کے ساتھ رات گزار سکتے ہو؟"
"جہاں وہ ہوں ۔۔۔۔ وہاں سردی پھٹک بھی نہیں سکتی۔ میں ان سے واپسی کا وعدہ کر کے آیا ہوں۔"
"میرے لئے لائے ہو۔؟"

"ہاں ——— کیا تم ان لوگوں سے ملاقات نہیں کرو گی ڈارلنگ۔؟"

"صبح کو ——— لاؤ ——— میرے سگریٹ مجھے دے دو۔" جولیا نے کہا۔

"اوکے ——— میں ان سے کہہ دوں گا کہ جولی صبح کو آئے گی۔ خدا مسٹر نواز کا بھلا کرے۔ میں انجکشنوں کی بات کر رہا ہوں۔ لیکن کل دن میں دستیاب ہو سکیں گے۔"

"ونڈر فل ——— لاؤ میرے سگریٹ ——— اور ماچس ———!"

"یہ لو ———! تو پھر میں جاؤں۔؟"

"ہاں ——— لیکن ناشتہ یہیں آکر کرنا۔"

"یقیناً ———!" اس نے بڑے خلوص سے کہا' اور پھر میں نے دروازہ بند ہونے کی آواز سنی اور پھر گردن گھما کر دیکھا۔ شمعدان کی ٹمٹماتی روشنی میں جولیا کا چہرہ نظر آیا۔ وہ بہت خوش تھی۔ وہ پھر میرے نزدیک آگئی۔ اس کی ہتھیلی پر دو سگریٹ رکھے ہوئے تھے۔

"شوق کرو گے نواز ———؟" اس نے پوچھا۔

"نہیں ——— شکریہ ———!" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ کیسٹر کے ٹل جانے سے مجھے بہت خوشی ہوئی تھی۔ مجھے اس کی موجودگی سے ہلکا سا تردد تھا۔ تب اس نے میرے بستر کے نزدیک بیٹھ کر چرس بھرا ہوا سگریٹ سلگایا اور ندیدوں کی طرح اس کے کش لینے لگی!

"کب سے نہیں ملا ———؟" میں نے پوچھا۔

"چوبیس گھنٹوں سے زیادہ گزر چکے ہیں۔ ہم غیر معمولی قوت برداشت رکھتے ہیں۔ دوسرے ہوتے تو بری حالت ہو جاتی۔ بدقسمتی سے پیسے بھی بالکل ختم ہو گئے تھے۔ ورنہ وہاں بھی مل سکتی تھی۔"

"ہوں ———" میں نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔ جولیا سگریٹ کے کش لیتی رہی۔ وہ میری طرف دیکھ کر مسکراتی بھی جا رہی تھی' پھر اس نے اسی سگریٹ سے دوسرا سگریٹ سلگایا اور تھوڑی دیر میں دوسرا سگریٹ بھی ختم ہو گیا۔ کمرے میں چرس کے دھوئیں سے گھٹن پیدا ہو گئی تھی' اسے اس کا احساس ہو گیا۔ چنانچہ اس نے تھوڑا سا دروازہ کھول دیا۔ دھواں باہر چلا گیا اور پھر اس نے سگریٹ کا آخری کش لے کر سگریٹ پھینک دیا۔

اس کا جسم گرم ہو گیا تھا اس لئے اب اسے سردی کا احساس بھی نہیں تھا' تمام دھواں نکل گیا تو اس نے دروازہ بند کر دیا' اور واپس پلٹی۔ چند ساعت میرے بستر سے دور کھڑی مجھے گھورتی رہی' بڑا مردانہ سا انداز تھا۔ اور پھر آہستہ آہستہ میرے قریب آئی۔ کمبل اٹھایا اور غڑاپ سے کمبل میں گھس آئی۔ وہ وحشیوں کی طرح میرے جسم سے لپٹ گئی۔ اور ——— پھر میری وحشت بھی عود کر آئی۔ میں نے اسے ادھیڑ کر رکھ دیا۔ دیو قیامت عورت بڑے داؤ پیچ استعمال کر رہی تھی۔ لیکن میں اکھاڑے کا استاد تھا۔ سفید نسل کی لڑکی میرا کیا مقابلہ کرتی۔ میں نے اسے بدترین شکست دی۔ اور پھر وہ مجھے بار بار چیلنج کرتی رہی۔ ہارتی رہی اور مسکراتی رہی۔ رات کا نہ جانے کونسا پہر تھا۔ ہمیں نیند آگئی۔ اور خوب ٹوٹ کر سوئے۔ صبح اس وقت آنکھ کھلی تھی' جب کسی نے دروازے پر دستک دی۔

"کون ہے ———؟" جولیا نے میرے مبل سے منہ نکال کر پوچھا۔

"کیسٹر ڈارلنگ ———!" باہر سے آواز آئی۔ اور میں بھی چونک پڑا۔ جولیا نے جلدی سے کمبل

سرکایا' سردی شباب پر تھی لیکن اس نے بالکل پرواہ نہ کی ——— دور پڑا ہوا لباس اٹھایا اور اسے اطمینان سے پہنتی رہی۔ پھر اس نے میرا لباس اٹھا کر مجھے دیا اور جب میں لباس پہن چکا تب دروازے کی طرف بڑھی۔! میں نے دوبارہ کمبل اوڑھ لیا تھا۔

کیسٹر اندر آگیا ——— اس کے منہ سے شوں شوں کی آواز نکل رہی تھی "مسٹر نواز ابھی سو رہے ہیں؟" اس نے بے تکلفی سے پوچھا۔

ہاں ——— شاید وہ دیر تک سونے کے عادی ہیں۔"

"اوہ ——— میں ناشتہ لے آیا ہوں۔ باہر سرائے کے مالک سے چائے کے لئے بھی کہہ دیا ہے۔"

☆ ☆ ☆

"میں اٹھاتی ہوں۔!" جولیا نے کہا اور میرے نزدیک پہنچ گئی۔ وہ بے تکلفی سے میرے نزدیک بیٹھ گئی اور میرے سینے پر ہاتھ رکھتے ہوئے بولی۔ "اٹھئے مسٹر نواز ——— صبح ہو گئی۔"

"اور میں نے کمبل سے منہ نکال لیا۔ میرا بدن ٹوٹ رہا تھا۔ دل چاہ رہا تھا کہ دیر تک سوؤں۔ لیکن اٹھنا پڑا۔ پانی کا سوال ہی نہیں تھا۔ چائے والا آیا تو کلی کر کے ناشتہ شروع کیا۔ کیسٹر بہت خوش تھا۔ اس کی آنکھوں میں ممنونیت کے جذبات تھے۔

"رات کیسی گزری کیسٹر ———" میں نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔ میں جانتا تھا کہ اسے یہی سوال مجھ سے کرنا چاہئے۔ میرا خیال ہے کہ وہ میری رات سے ناواقف بھی نہ ہو گا۔ تاہم میں نے خود اسی سے یہ سوال کر ڈالا تھا۔!

"بہت عمدہ مسٹر نواز ——— آپ کی مہربانی سے بہت کچھ مل گیا۔ ہمارے کچھ پرانے دوست بھی مل گئے۔!" کیسٹر نے کہا۔

"یہ تو بہت اچھی بات ہے۔" میں نے کہا۔ تھوڑی دیر کے بعد ہم ناشتے سے فارغ ہو گئے۔ تب کیسٹر نے جولیا سے کہا۔

"کیا خیال ہے جولی ——— کیا تم بوبی سے نہیں ملو گی۔؟"

"ضرور ——— کیوں نہ مسٹر نواز کو بھی ان سے متعارف کرائیں۔"

"ہاں' ہاں ——— اگر مسٹر نواز پسند کریں۔"

"میں معذرت چاہتا ہوں۔ مجھے کچھ کام ہیں۔ یہاں سے تھوڑی دیر بعد میں انقرہ روانہ ہو جاؤں گا۔!"

"اوہ ——— تو کیا آپ ہمارا ساتھ چھوڑ دیں گے مسٹر نواز۔!" جولیا اداسی سے بولی۔

"ہاں جولیا مجھے افسوس ہے' لیکن مجھے جلدی ہے۔ تمہارے دوست مل گئے ہیں۔ تم ان کے ساتھ تفریح کرو۔!"

"کیا خیال ہے ڈارلنگ ——— کیوں نہ ہم مسٹر نواز کے ساتھ انقرہ چلیں۔؟" جولیا نے پوچھا۔

"جیسی تمہاری رائے ——— لیکن میں انجکشن لگوانے کے لئے پیشگی رقم دے آیا ہوں۔"

"اوہ ——— انجکشنوں کا بندوبست ہو گیا۔؟" جولیا چونک کر بولی۔

"ہاں ———! بالکل۔ لیکن وہیں لگوانے پڑیں گے۔ اور پھر بوبی تم سے ملاقات کی خواہش مند ہے۔

"تب ٹھیک ہے۔ کیا انقرہ میں آپ سے ملاقات ہو گی مسٹر نواز۔؟"

"ہم وہاں آپ کی تلاش کرلیں گے۔!" کیسٹر نے کہا۔
"ضرور ــــــــ" میں نے جواب دیا۔ اور وہ اپنا مختصر سا سامان اٹھا کر چل پڑے جولیا نے عجیب سی نگاہوں سے مجھے دیکھا' جیسے وہ سخت کشمکش میں ہو۔ لیکن مجھے اب اس سے نفرت سی محسوس ہو رہی تھی۔ دوسری رات کے لئے مجھے اس عورت کی ضرورت نہیں تھی۔ اب میں کسی عورت کے لئے نہیں الجھنا چاہتا تھا' خواہ وہ کتنی ہی حسین' کیسی ہی دلکش کیوں نہ ہو۔ میں نے اسے حاصل کیا تھا' اس کی توقع سے زیادہ قیمت ادا کی تھی۔ شاید کیسٹر کے دل میں خیال ہو کہ میں دی ہوئی رقم میں سے کچھ واپس مانگوں گا' لیکن میرا ایسا کوئی ارادہ نہ تھا۔

اپنی دانست میں انہوں نے مجھ سے اس ایک رات کی بہت بڑی قیمت وصول کی تھی' لیکن میں جانتا تھا کہ میں نے کس طرح اپنی رقم وصول کی ہے۔ رقم کی مجھے پرواہ ہی کب تھی۔ وہ دونوں چلے گئے۔ اور میں کمرے سے باہر نکل آیا۔ مجھے غسل کے لئے پانی کی تلاش تھی۔ یہاں قیام کرنے والے مسافروں میں شاید نہانے کا رواج ہی نہیں تھا۔ لیکن سرائے کے مالک کو خاصی رقم کی پیشکش کی گئی تو اس نے بخوشی میرے لئے پانی گرم کرا دیا اور نہانے کا معقول بندوبست کر دیا۔ جس میں تولیا وغیرہ شامل تھی۔
غسل کرنے سے تازہ دم ہو گیا تھا۔ سرائے کے مالک نے چائے کا خصوصی بندوبست کیا تھا اور درحقیقت بہت عمدہ چائے تھی جو وہ اپنے استعمال یا خاص خاص مہمانوں کو پیش کرتا تھا اور اس کی نگاہوں میں خاص مہمان وہی ہو سکتا تھا' جس کی جیبیں وزنی ہوں۔ یہ کوئی نئی اور بری بات بھی نہیں تھی کیونکہ ساری دنیا پر سکوں کی حکومت ہے۔! کونسا کام ہے جو دولت سے نہیں ہو سکتا۔ چنانچہ میں نے جلدی جلدی تیاریاں کیں اور پھر اپنی لینڈ روور میں بیٹھ کر چل پڑا۔ مجھے خطرہ تھا کہ جولیا پلٹ نہ پڑے۔ ممکن ہے وہ کیسٹر کو جتائے کہ میں تو بہت موٹی اور بے حد بے وقوف آسامی ہوں۔ مجھے چھوڑ دینا سود مند نہ ہو۔ تب کیسٹر جواب دے کہ اسے تو خطرہ تھا کہ میں اپنی بقیہ رقم واپس نہ مانگ لوں۔ اس بات پر جولیا اس کا مذاق اڑائے' اس پر دانت پیسے اور کہے کہ بے وقوف یہ موٹی رقم تو اس نے بڑی لاپرواہی سے دے دی تھی اور اس کے بعد شاید اس کے بارے میں سوچا بھی نہ تھا۔ اور یہ رقم اس وقت دی گئی تھی' جب اسے اس کی وصولیابی کی کوئی امید نہیں تھی' اور اب ــــــ اب تو صورت حال ہی دوسری ہے۔ اب تو جو کچھ اس کی جیبوں میں ہے' وہ خالی کر دے گا' تب کیسٹر کو افسوس ہو اور وہ کہے ــــــ چلو تو پھر اسے روک لیں۔ وان بیکر اور روبی جہنم میں جائیں' اور وہ پلٹ پڑیں۔!

چنانچہ میں نے لینڈ روور کی رفتار تیز کر دی۔ آرات کے اوپر کا نیلا آسمان شفاف تھا۔ ایک موڑ سے گزرنے کے بعد یہ خوبصورت پہاڑ نگاہوں سے اوجھل ہو گیا۔ گرد و نواح کی پہاڑیوں پر ابھی تک سرما کی برف پوری طرح نہیں پگھلی تھی۔ کہیں کہیں گڈریوں کے چھوٹے چھوٹے گاؤں نظر آئے عورتیں چھینٹ کے جغوں اور شلواروں میں ملبوس' سر پر رنگ برنگے رومال باندھے اپنے تھاپنے میں مصروف نظر آتیں۔ اور مرد بھیڑیں چرانے میں۔

لینڈ روور برق رفتاری سے سفر کرتی رہی۔ ایک سنسان جگہ پر میں تھوڑی دیر کے لئے رکا' کوئین کے سلنڈر چیک کئے' سب ٹھیک تھا۔ یمانی نے نہایت مضبوط کام کرایا تھا۔ اور پھر میں چل پڑا۔ اب کیسٹر اور جولیا کا خطرہ ختم ہو گیا تھا چنانچہ میں نے اطمینان سے ڈرائیونگ شروع کر دی۔

طویل فاصلہ طے کر لیا تھا اور پھر ارض روم کے آثار نظر آنے لگے۔ دور سے شیفتہ لارے کے مینار چمک رہے تھے۔ میں ارض روم میں داخل ہو گیا۔ ارض روم کے کوچہ و بازاروں میں زندگی اور خوبصورتی تھی۔ ایک عمدہ سے ہوٹل کے سامنے میں نے لینڈ روور روکی اور اتر کر اندر داخل ہو گیا۔
جدید ضروریات کا تمام سامان موجود تھا۔ میں نے باتھ روم میں منہ دھویا پھر کافی اور کچھ اور چیزیں طلب کیں۔ اور آرام سے ناشتہ کیا۔ کیسٹر کے لائے ہوئے ناشتے سے میں نے بہت تھوڑا سا لیا تھا۔ بس دل نے قبول نہیں کیا تھا۔ چنانچہ یہاں میں نے پیٹ بھر لیا اور پھر اعلیٰ درجے کے سینڈ وچز پیک کرائے۔ کافی کا تھرماس بھروایا اور چل پڑا۔ آج کے دن میں زیادہ سے زیادہ سفر کرنا چاہتا تھا' تاکہ آج ہی انقرہ پہنچ سکوں۔!
ارض روم سے آگے کی سڑک خاصی اچھی تھی' اس لئے تیز رفتاری میں کوئی دقت نہیں ہوئی۔ ارض روم سے نکلتے ہوئے لینڈ روور کی ٹنکی بھروائی تھی اس لئے بے فکری سے ڈرائیونگ کرتا رہا' اور سفر طے ہوتا رہا۔ میری دلی خواہش تھی کہ راستے میں کوئی گڑبڑ نہ ہو اور آج میں انقرہ میں داخل ہو جاؤں۔ چنانچہ رفتار بتانے والی سوئی ساٹھ اور ستر سے نیچے نہ گرنے دی۔ "سیوا" آیا۔ اور پھر انقرہ کے آثار نظر آنے لگے! میں نے طمانیت کی گہری سانس لی۔ لیکن رفتار کم نہیں کی اور اسی رفتار سے میں انقرہ میں داخل ہو گیا۔ خوبصورت عمارتوں کا شہر انقرہ۔ جہاں کے بارے میں مجھے خصوصی ہدایات ملی تھیں۔ ایک چھوٹے سے خوبصورت ہوٹل کے احاطے میں' میں نے لینڈ روور روکی اور اسے لاک کر کے اندر داخل ہو گیا۔ خوبصورت سے ریستوران کے باتھ روم میں اپنا حلیہ درست کیا۔ پھر باہر آ کر کافی پی اور بل ادا کر کے اٹھ گیا۔
باہر نکل کر میں نے ایک بیرے کو اشارہ کیا اور بیرہ میرے نزدیک پہنچ گیا۔ میں نے ایک نوٹ نکال کر اس کے ہاتھ میں تھماتے ہوئے انگریزی میں پوچھا۔ "کیا تم انگریزی جانتے ہو۔؟"
"جی ہاں جناب ــــــ فرمائیے ــــــ؟" بیرے نے مودبانہ انداز میں کہا۔
"ہوٹل بلغاریہ کس طرف ہے۔؟" میں نے پوچھا۔
"بلغاریہ یہاں سے زیادہ دور نہیں ہے جناب ــــــ آپ سیدھے چلے جائیے۔ اور جب پہلا موڑ آئے تو اس پر مڑ جائیے۔ کونے پر آپ کو بلغاریہ نظر آ جائے گا"۔
"اوہ ــــــ شکریہ ــــــ" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ یہ تو کوئی بات ہی نہیں ہوئی۔ لیکن بات بھی ــــــ اجنبی اور انجان لوگوں کے لئے تو معمولی سا موڑ اہمیت رکھتا ہے۔ میں لینڈ روور میں آ بیٹھا اور تھوڑی دیر کے بعد میں اسے بلغاریہ کے خوبصورت کمپاؤنڈ میں پارک کر رہا تھا۔ لیکن اب میں اس کی طرف سے فکر مند تھا۔ کوئی بھی واقعہ' کوئی بھی حادثہ ہو سکتا تھا۔ اس لئے مال جس قدر جلد ہو سپلائی کر دیا جائے۔!
آٹھ منزلہ خوبصورت ہوٹل کی پانچویں منزل پر ایک کمرہ مجھے مل گیا۔ مجھ سے اسی ہوٹل میں قیام کے لئے کہا گیا تھا۔ اور اب مجھے دوسری کارروائی کرنی تھی۔ لیکن چاروں طرف سے ہوشیار رہ کر۔!
باتھ روم میں جا کر میں نے گرم پانی سے غسل کیا' اس سردی میں طبیعت تو نہیں چاہتی تھی۔ لیکن اتنی طویل ڈرائیونگ کے بعد غسل کرنا ضروری ہو گیا تھا' چنانچہ شیو بنا کر غسل کیا اور پھر اپنا سوٹ نکال کر پہن لیا۔ تھکن گویا چہرے سے دھل گئی تھی۔ آئینے میں خود کو دیکھ کر مطمئن ہو گیا۔
ٹھیک ساڑھے چھ بجے نیچے اترا اور فرسٹ فلور پر ہوٹل کے ڈائننگ ہال میں پہنچ گیا۔ بڑا خوبصورت

ماحول تھا۔ عنابی رنگ کی ترکی ٹوپیاں جابجا نظر آرہی تھیں۔ لمبے تڑنگے دراز قامت جوان' خوبصورت باریک ترشی ہوئی مونچھیں' سڈول مجسم۔ حسین لڑکیاں سنہرے اور اخروٹی بال بکھرائے ہوئے اسکرٹ یا منی اسکوٹ پہنے' چست پتلونوں میں ملبوس' زندہ اور جاندار چہرے' جیسے زندگی کی کسی تکلیف سے آشنا ہوں۔

میں ایک میز کی طرف بڑھ گیا' اور پھر کرسی گھسیٹ کر بیٹھ گیا۔ فوراً ایک لڑکی گلے میں خوانچہ لٹکائے میرے نزدیک پہنچ گئی۔ اس نے مسکرا کر گردن جھکائی اور بولی۔ "آپ کی خدمت میں جناب۔!"

میں نے اس کے خوانچے پر نگاہ ڈالی۔ خوانچے سے نیچے اس کی سڈول ٹانگوں پر دیکھا' باریک جالی دار رشاکنگ پہنے ہوئے' اس کی تندرست اور پلی ہوئی رانیں ایک دوسرے سے جڑی ہوئی۔

"شکریہ ــــــ کچھ نہیں چاہئے۔!" میں نے مسکراتے ہوئے کہا اور وہ بے داغ پیشانی لئے' پھر انداز میں جھکی اور آگے بڑھ گئی۔ میں نے پورے ہال میں نگاہ دوڑائی' مختلف لوگ مختلف مشاغل میں مصروف تھے۔ ایک ویٹر میرے نزدیک آکر جھکا' کسی چیز کی ضرورت تو نہیں تھی' لیکن پھر بھی شغل کے لئے میں نے ایک مشروب منگوالیا عمدہ سروس تھی' لیمو کی چائے میرے سامنے آگئی' اور میں اس میں اسٹرا ڈال کر اس کے چھوٹے چھوٹے سپ لینے لگا! میری نگاہ کاؤنٹر پر بیٹھی ہوئی اس سانولے رنگ کی لڑکی کے چہرے پر تھی جو مقامی نہیں معلوم ہوتی تھی۔ اس کے بال بھی سیاہ اور گھنگھریالے تھے۔ میں نے محسوس کیا کہ اس نے دو تین بار مجھے دیکھا ہے۔ اگر میرا اندازہ غلط نہیں تھا' تو یہی وہ لڑکی تھی' جس کے بارے میں یمانی نے ہدایت دی تھی۔!

ایک بار میری نگاہ لڑکی سے ملی تو وہ مسکرادی۔ اور میں اس سے ملاقات کے لئے تیار ہو گیا۔ میں نے محسوس انداز میں اپنی کلائی ننگی کی اور اس سے وہ جھلی چھڑالی جو میرے نشان کو ڈھکے ہوئے تھی اور پھر اٹھ کر کاؤنٹر کی طرف بڑھ گیا۔

"ہیلو مس ــــــ!" میں نے مسکراتے ہوئے گردن خم کی۔

"مونیکا ــــــ!" اس نے کہا۔

"شکریہ ــــــ کیا آپ ٹیلی فون کرنے کی اجازت دیں گی۔!"

"اوہ ــــــ ضرور ــــــ!" اس نے اپنے خوبصورت دانتوں کی نمائش کرتے ہوئے کہا۔ اور فون اٹھا کر میرے سامنے رکھ دیا۔ میں نے اس انداز میں ریسیور پکڑا کہ میری کلائی اس کے سامنے آجائے' وہ اسے بخوبی دیکھ لے۔ میری کوشش کامیاب ہو گئی۔ فون تو کرنا نہیں تھا' خواہ مخواہ کچھ نمبر ڈائل کرنے کا' پھر ریسیور کان سے لگالیا۔ لیکن دوسری طرف کوئی نہ تھا۔

"مسٹر نواز ــــــ!" کاؤنٹر پر بیٹھی لڑکی آہستہ سے بولی۔ اس نے ایک رجسٹر کھول کر سامنے رکھ لیا اور اس پر اس طرح جھک گئی جیسے کچھ پڑھ رہی ہو۔ "مجھے آپ کے بارے میں ہدایت مل چکی ہے۔ براہ کرم کار کی چابی رجسٹر کے نیچے کھسکا دیں" ایک ہاتھ کاؤنٹر پر پھیلا دیا اور میں نے سرسری نگاہ سے اسے دیکھا۔ اس کی گداز کلائی پر وہی نشان بنا ہوا تھا جو میری کلائی پر تھا۔

تب میں نے پر اطمینان انداز میں گردن ہلائی اور ایک ہاتھ سے ریسیور تھامے تھامے دوسرے ہاتھ سے کوٹ کی جیب سے چابی نکال لی۔ پھر اسے مٹھی میں پکڑے پکڑے میں نے ہاتھ کاؤنٹر پر رکھ دیا۔ اس

لڑکی نے رجسٹر اس انداز میں سرکایا کہ اس کا ایک حصہ اٹھ گیا اور جونہی میں نے چابی چھوڑی اس نے رجسٹر پھر اس پر رکھ دیا۔ اور پھر چابی بڑی صفائی سے کھسک کر اس کے پاس پہنچ گئی۔ میں نے ٹیلی فون کے ریسیور میں کچھ کہتے ہوئے بلاوجہ گردن ہلائی اور فون بند کر کے اطمینان سے واپس اپنی میز پر آگیا!

ذہن کو قدرے سکون تھا۔ لیکن ابھی گیس اسٹور جاکر تصدیق کرنی تھی اس کے بعد کام ختم ہوتا۔ بہرحال میز پر بیٹھ کر میں نے اس لڑکی کو اشارہ کیا جو خوانچہ لئے میرے پاس آئی تھی اور وہ مسکراتی ہوئی پھر میرے قریب پہنچ گئی۔ میں نے اس سے ایک اعلیٰ درجے کی سگریٹ کا پیکٹ خریدا اور اس کی دس گنا قیمت ادا کر دی۔ لڑکی نے میرا شکریہ ادا کیا۔ اور میں نے پیکٹ کھول کر ایک سگریٹ نکال لی۔ میں دزدیدہ نگاہوں سے کاؤنٹر پر بیٹھی لڑکی کو دیکھ رہا تھا۔ وہ اطمینان سے اپنے کام میں مصروف تھی۔ پھر اس نے فون کا ریسیور اٹھا کر کسی کے نمبر ڈائل کئے اور ریسیور کان سے لگالیا۔ چند الفاظ کہنے کے بعد اس نے ریسیور رکھ دیا اور انگلیاں چٹخاتے ہوئے پورے ہال پر نگاہ دوڑانے لگی۔ اس نے میری طرف بھی دیکھا تھا۔ لیکن بالکل اجنبی انداز میں ــــــ میں اسی کے بارے میں سوچ رہا تھا چند لمحات کے بعد میں نے ایک پستہ قد آدمی کو اس کے قریب دیکھا۔ اس نے جھک کر لڑکی سے کچھ کہا اور لڑکی نے گردن ہلادی' پھر اس نے رجسٹر اٹھایا۔ اور یہ بات صرف میں ہی محسوس کر سکا تھا کہ اس نے رجسٹر کے نیچے سے چابی اس شخص کی طرف کھسکا دی تھی۔ اس کے بعد لڑکی نے اسے کچھ بتایا' جیسے رجسٹر میں دیکھ کر کسی کمرے کا نمبر بتا رہی ہو۔ اور پستہ شخص گردن خم کر کے واپس پلٹ پڑا۔ لیکن اس کی مٹھی بند تھی۔!

"خوب ــــــ! میں نے گردن ہلائی۔ کافی احتیاط سے کام ہوتا ہے' لیکن یہ لڑکی مونیکا ــــــ! خاصی ہے۔ انقرہ میں قیام کے دوران اگر اس سے دوستی رہے تو کیا حرج ہے۔ میں سوچ رہا تھا۔ تھوڑی دیر تک میں ڈائننگ ہال میں بیٹھا رہا۔ ہال کی رونق بڑھتی جارہی تھی۔ بہت سے نئے اور جاذب نگاہ چہروں کا اضافہ ہو گیا تھا۔ لیکن ایک انوکھی سی بے کلی مجھ پر طاری تھی۔ میں کوکین کے صحیح جگہ پہنچ جانے کے بارے میں اطمینان کر لینا چاہتا تھا۔

پھر میں بل پر دستخط کر کے اٹھ گیا۔ اور ٹہلنے کے سے انداز میں باہر چل پڑا۔ باہر آکر میں پارکنگ لان کی طرف گیا' اور یہ دیکھ کر میرے دل کی عجیب سی کیفیت ہو گئی کہ میری لینڈ روور وہاں موجود نہیں تھی۔! کلائی پر بندھی ہوئی گھڑی میں وقت دیکھا' پونے آٹھ بج رہے تھے۔ گیس اسٹور کی تلاش اس وقت مناسب نہیں تھی۔ اجنبی جگہ تھی۔ دن کی روشنی ہی اس کے لئے مناسب ہو گی۔! بہرحال ایک تکلیف دہ رات گزارنی ہو گی۔ ہاں اگر مونیکا اس رات کی شریک ہو جائے تو ــــــ!

لیکن ــــــ اس نے جو احتیاط کی تھی' اس کے تحت اس سے براہ راست رابطہ نہیں قائم کیا جا سکتا تھا۔ میں اپنے کمرے میں ہی واپس آگیا۔ کمرے کی عقبی کھڑکی کھول کر میں کافی دیر تک کھڑا رہا۔ اور جب تھک گیا تو واپس آکر ایک کرسی پر آبیٹھا۔ کچھ سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ کیا کروں۔؟

مناسب یہی سمجھا کہ رات کا کھانا کھا کر آرام کروں۔ یوں بھی کوئی تنہا رات گزارے بہت دن ہو گئے تھے۔ آج یونہی سہی ــــــ! رات کا کھانا میں نے اپنے کمرے میں ہی طلب کیا اور کھانے کے بعد تھوڑی دیر تک اسی کھڑکی کے پاس کھڑا رہا۔ پھر نہ جانے کس خیال کے تحت نیچے اترا اور پارکنگ لان کی طرف بڑھ گیا!

لینڈ روور واپس آ گئی تھی' اور ٹھیک اسی جگہ کھڑی ہوئی تھی' جہاں میں نے کھڑی کی تھی- میں
چاروں طرف دیکھا- دور دور تک کوئی موجود نہیں تھا' ہاں کبھی کبھی کوئی کار آ کر پارک ہو جاتی تھی- ہال
آرکسٹرا کی موسیقی بلند ہو رہی تھی- میں آہستہ سے جھکا اور لینڈ روور کے نیچے رینگ گیا- اندھیرا تھا اس
کچھ نظر نہ آ سکا' لیکن ہاتھوں سے ٹٹول ٹٹول کر میں نے وہ ایکسٹرا سلنڈر تلاش کئے جن میں کوکین بھری ہو
تھی-

اور پھر میرے منہ سے سکون کی ایک سانس نکل گئی- ایک بھی سلنڈر موجود نہیں تھا- کام بڑی پھر
سے ہوا تھا! تب میں لینڈ روور کے نیچے سے نکل آیا- اور کپڑے جھاڑ کر پھر واپس چل پڑا- لیکن میں
ڈائننگ ہال کا رخ نہیں کیا تھا اور ایک بار پھر میں لفٹ میں بیٹھ کر اپنے کمرے کی طرف چل پڑا! کمرے کا
کھول کر میں اندر داخل ہوا- اور روشنی کر دی- لیکن روشنی کرتے ہی میں چونک پڑا- مونیکا ایک آر
کرسی پر بیٹھی ہوئی تھی-! میں آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر اسے دیکھنے لگا-!

"سوری مسٹر نواز- مجھے مجبوراً اس طرح آنا پڑا- دراصل آج کل یہاں کچھ پر اسرار نقل و حرک
دیکھنے میں آ رہی ہے- کئی مشتبہ چہرے ہوٹل میں منڈلا رہے ہیں- نہ جانے کیوں-----؟ میں اندازہ نہ
لگا سکی- اس لئے یہ احتیاط برتنا ضروری سمجھی-!"

"لیکن آپ اندر کیسے داخل ہوئیں مس مونیکا-؟"

"آپ مجھے مسز جیرف بھی کہہ سکتے ہیں- ویسے آپ نے دروازے کے تالوں پر غور نہیں کیا ہو گا
اندر اور باہر دونوں طرف سے کھل اور بند ہو سکتے ہیں' اور پھر کمرے کی ایک چابی ہمارے پاس ضرور ہو
ہے-" وہ مسکرائی-

"مسز جیرف-----" میں نے زیر لب کہا-

"یہ رسید اور یہ چابی----- کل آپ گیس اسٹور جا کر باس سے بات کر لیں-!"

"بہت بہتر-----!" میں نے رسید لیتے ہوئے کہا- وصولیابی کی رسید تھی اور پورے پانچ سو
کی- سلنڈر کی تعداد بھی لکھی تھی-

"ٹھیک ہے-؟ لڑکی نے پوچھا-

"ہاں-----" میں نے ایک گہری سانس لی-

"اور کوئی خدمت-؟" وہ مسکراتے ہوئے بولی-

"تھی----- لیکن مسٹر جیرف کی ناراضگی مول لینے کے لئے تیار نہیں ہوں!" میں نے مسکرا
ہوئے کہا-

"اوہ----- مجھے افسوس ہے- لیکن آپ جیرف سے ملیں گے تو میری مجبوریوں کا اندازہ لگا لیں گے
وہ بے حد حسین اور محبت کرنے والا شوہر ہے- ہم دونوں نے لو میرج کی تھی اور پھر پنکی اور ٹوم- میر
دونوں بچے' میرے منتظر ہوں گے-"

"یقیناً----- یقیناً-----!" میں نے بگڑتے ہوئے موڈ کو سنبھالتے ہوئے کہا-

"اور کوئی خدمت-؟"

"گیس اسٹور کا پتہ-----؟" میں نے کہا اور اس نے پتہ دوہرایا- پھر وہ اٹھ گئی- اس کی آنکھوں

مسکراہٹ تھی----- پھر اس نے دروازے کی طرف بڑھتے ہوئے کہا-

"کل میری ڈیوٹی نہ ہو گی- ایک دن کی چھٹی ہوتی ہے- دوسرے دن بارہ گھنٹے کام کرنا پڑتا ہے- باقی
معاملات اور ہدایات آپ کو گیس اسٹور سے ہی ملیں گی-"

"بہتر بہتر-!" میں نے ایک گہری سانس لی- "ایک بات اور میڈم' اور وہ سوالیہ نگاہوں سے مجھے دیکھنے
لگی- "آپ نے کچھ مشتبہ چہروں کا ذکر کیا تھا-"

"ہاں----- ان میں مقامی سی آئی ڈی کے دو افراد ہیں- عموماً یہ لوگ پبلک مقامات پہ کم نظر آتے
ہیں- اور نظر آتے ہیں تو کوئی خاص بات ضرور ہوتی ہے-"

"براہ کرم کیا آپ مجھے ان کے حلئے بتا سکتی ہیں-"

"ہاں----- ان میں ایک لمبے قد اور دبلے بدن کا احتشام ہے- دوسرا قدرے بھاری اور اس
سے چھوٹے قد کا فاروق بلتی ہے اور اس کے داہنے گال پر گہرے زخم کا نشان ہے-"

میں نے گردن ہلا دی اور وہ باہر نکل گئی- اس کے جانے کے بعد میں نے گہرا سانس لیا- اور پھر
دروازے سے باہر جھانکا- راہ داری سنسان پڑی تھی- میں نے دروازے کو بند کر دیا اور لباس تبدیل کرنے
لگا! الفرہ میں میرا استقبال کچھ ٹھیک نہیں ہوا تھا-

لیکن دوسری صبح بڑی خوشگوار تھی- گزری ہوئی رات کے سکون کا اس صبح کو احساس ہو رہا تھا- ایک
طویل عرصے کے بعد میں ایسے سکون کی' اور بھرپور نیند سویا تھا- تب میں نے فیصلہ کر لیا کہ زندگی میں ایسی
راتیں اکثر آنی چاہئیں- انسان کی ہوس کبھی پوری نہیں ہوتی- اگر مونیکا ایک وفادار بیوی اور محبت کرنے
والی ماں نہ ہوتی- تو شاید میں اس رات کے سکون سے محروم رہتا-

ضروریات سے فارغ ہو کر ناشتہ کیا- اور ابھی ناشتے سے فارغ ہی ہوا تھا کہ کسی نے دروازے پر دستک
دی- "کون ہے آ جاؤ-!" میں نے چائے کا آخری گھونٹ لیتے ہوئے کہا-

دروازہ کھلا----- اور دو آدمی اندر گھس آئے-! میں نے انہیں دیکھا اور میرے پورے جسم میں
ایک سرد لہر دوڑ گئی- ان میں ایک دراز قد تھا اور دوسرا اس سے کسی قدر کم----- اور اس کے گال پر زخم
کا نشان تھا- انہوں نے اپنے کارڈ پیش کئے- اور اس دوران میں نے خود کو سنبھال لیا-!

"اوہ----- فرمائیے-" میں نے حیرانی کا مظاہرہ کرتے ہوئے کہا-

"مسٹر نواز اصغر-----؟" فاروق بلتی نے پوچھا-

"جی ہاں----- میں ہی ہوں-"

"آپ ایران سے تشریف لائے ہیں-؟"

"جی ہاں!"

"اور اس سے قبل-----؟"

"افغانستان----- اور اس سے پہلے پاکستان سے-!"

"خوب----- سفر کا مقصد-----؟"

"سیر و تفریح-----" معاف کیجئے- کیا پاکستان میں آپ اپنی حیثیت بتا سکتے ہیں-؟" احتشام نے
پوچھا-

"تشریف رکھیے ــــــ" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ نہ جانے میرے اندر سے کونسا انسان ابھر آیا تھا۔ اور میں اس نئے انسان کی موجودگی سے حیران تھا۔ یہ نیا انسان تو کافی مضبوط اعصاب' اور زبردست قوت ارادی کا مالک تھا۔ یہ حقیقت ہے میں اس نئے انسان سے واقف نہ تھا۔ جب غلام سیٹھ نے میری کارکردگی کی تعریف کی تھی تو میں نے سوچا تھا کہ وہ غلط فہمی کا شکار ہے' ورنہ میں نے کونسا کارنامہ انجام دیا ہے۔ لیکن اب میں اس نئے انسان کی موجودگی میں غلام سیٹھ کی تجربے کار نگاہوں کو داد دے رہا تھا' کیونکہ اس نے مجھے' مجھ سے پہلے پہچان لیا تھا!

وہ دونوں بیٹھ گئے۔ ویسے ان کا رویہ بھی غیر دوستانہ نہیں تھا!

"آپ لوگ کیا پسند کریں گے' چائے یا کافی ــــــ؟"

"شکریہ ــــــ اس وقت کچھ نہیں ــــــ!" فاروق نے کسی قدر خشک لہجے میں کہا۔ شاید اسے میرا یہ پرسکون انداز پسند نہیں آیا تھا۔

"جی ــــــ میں معلوم کر سکتا ہوں کہ آپ کو میری حیثیت دریافت کرنے کی ضرورت کیوں پیش آئی۔؟"

"کیا آپ اپنے کاغذات دکھانا پسند کریں گے مسٹر نواز۔؟" احتشام نے پوچھا۔

"جی ــــــ! ضرور ــــــ" میں نے کہا اور میں اٹھ کر اپنے سامان کے نزدیک پہنچ گیا اور پھر میں نے اپنے کاغذات نکال کر ان کے سامنے ڈال دیئے ــــــ دونوں کافی دیر تک جھکے کاغذات دیکھتے رہے تھے۔ پھر انہوں نے شکریہ کے ساتھ کاغذات واپس کر دیئے۔

"کیا یہ درست ہے مسٹر نواز ــــــ کہ پاکستان میں آپ ایک معمولی حیثیت کے انسان تھے۔؟"

"اگر آپ میری توہین کرنا چاہتے ہیں تو میں آپ کو کیسے روک سکتا ہوں۔ ویسے اب بھی میں ایک معمولی حیثیت کا انسان ہوں۔" میں نے کسی قدر درشت لہجے میں جواب دیا۔

"معاف کیجئے گا! آپ کی توہین مقصود نہیں ہے۔ لیکن ہم آپ کے بارے میں مکمل معلومات حاصل کرنا چاہتے ہیں۔"

"میں پوچھ سکتا ہوں کہ کونسا جرم مجھ سے منسوب کیا گیا ہے۔؟"

"ایک بڑے تاجر مسٹر ہربنس سنگھ نے آپ کے بارے میں نشاندہی کی ہے کہ آپ منشیات کے اسمگلروں سے تعلق رکھتے ہیں۔" فاروق نے کہا۔

"ہربنس سنگھ ــــــ!" میں نے بدستور حیرت سے کہا۔ "کیا وہ مقامی تاجر ہیں؟"

"نہیں ــــــ لیکن یہاں بھی ان کا کاروبار ہے اور اعلیٰ حکام سے ان کے گہرے مراسم ہیں۔"

"تب تو ــــــ اگر میں اسمگلر نہ بھی ہوا تو مجھے اسمگلر ثابت کیا جا سکتا ہے۔" میں نے کہا۔

"قطعی نہیں ــــــ آپ ہمارے پاکستانی بھائی ہیں اگر ان کا خیال غلط ہے تو آپ بے فکر رہیں ــــــ آپ کو کوئی تکلیف نہیں ہوگی۔"

"لیکن مجھے حیرت ہے کہ کسی ہربنس سنگھ کو مجھ سے کیا پرخاش ہو سکتی ہے۔!" میں نے پرخیال انداز میں کہا۔

"کیا آپ ہمیں اپنے سامان کی تلاشی کی اجازت دے سکتے ہیں؟"

"ضرور ــــــ حاضر ہوں۔ ویسے اس سلوک کو یاد رکھوں گا۔" میں نے کہا اور ایک لمحے کے لئے ان کے چہروں پر پریشانی کے آثار نظر آئے۔ لیکن وہ بے چارے بھی فرض سے مجبور تھے۔ انہیں یہ احکامات یقیناً ادھر سے ہی ملے ہوں گے۔ ویسے ہربنس سنگھ کا نام سن کر میں نے ایک گہری سانس لی تھی۔

یہ ہربنس سنگھ اس کے علاوہ اور کون ہو سکتا ہے' جسے میں نے زبردست زک دی تھی۔ اس کے ساقی خانے کی ایک رقاصہ کو اغوا کیا تھا اور اس کے دو آدمیوں کو زخمی کیا تھا اور آخری ضرب تلسی کو گرفتار کرا کے لگائی تھی۔ ظاہر ہے اس کا لاکھوں روپے کا نقصان ہوا تھا۔ یہاں اگر اس کی کچھ پوزیشن تھی تو وہ اسے کیوں نہ استعمال کرتا' لیکن بدبخت کچھ لیٹ ہو گیا۔ اب وہ میرا کیا بگاڑ سکتا تھا۔ اور اس نشاندہی پر تعجب کرنے کی ضرورت بھی نہیں تھی۔ کیونکہ جس طرح غلام سیٹھ ہربنس اور ٹھاکر سے واقف تھا' اسی طرح وہ لوگ بھی اس سے ناواقف نہ ہوں گے اور انہوں نے پوری کوشش کرکے میرے بارے میں معلومات فراہم کرلی ہوں گی' چنانچہ اب انہوں نے بھی جوابی کارروائی شروع کر دی تھی۔ اس کا مقصد ہے کہ میری زندگی ایک دلچسپ دور میں داخل ہو چکی ہے۔! میں نے سوچا!

☆ ☆ ☆

احتشام بے اور فاروق ملقی نے انتہائی باریک بینی سے میرے سامان کی تلاشی لی۔ لیکن مجھے اطمینان تھا۔ میں نے اپنے سامان میں ایسی کوئی چیز نہیں رہنے دی تھی' جس سے ان لوگوں کو کوئی اندازہ ہو سکے' ہاں میرے پاس ایک چیز ایسی ضرور تھی' جو کسی قدر نقصان دہ ہو سکتی تھی اور وہ تھی گیس سٹور کی رسید۔ اگر وہ میرے لباس کی تلاشی لے کر اس کاغذ کو حاصل کر لیتے تو شبہے میں مبتلا ہو سکتے تھے!

وہ میرے سامان کی تلاشی لیتے رہے۔ انہوں نے کمرے کے ایسے حصوں کی تلاشی بھی لی تھی جہاں کوئی چیز چھپائی جا سکتی تھی۔ میں ایک صوفے سے ٹکا ہوا ان کی کارروائی دیکھ رہا تھا اور میرے چہرے سے مکمل طور پر لاتعلقی کا اظہار ہو رہا تھا۔ جب انہوں نے اپنی تمام صلاحیتیں صرف کر لیں اور کچھ برآمد کرنے میں ناکام رہے تو سیدھے کھڑے ہو گئے۔

"اب صرف میرا لباس رہ گیا ہے ــــــ مجھے برہنہ کر دیں۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"غلط فہمی ہوئی تھی مسٹر نواز ــــــ جس کے لیے معافی کے خواستگار ہیں۔ ہاں کیا آپ اپنی گاڑی تک چلنا پسند کریں گے؟"

"یقیناً ــــــ!" میں نے ہونٹ سکوڑتے ہوئے کہا۔ باہر پہنچ کر میں نے دیکھا کہ میری گاڑی کی نگرانی بھی ہو رہی ہے۔ دو آدمی اس کے نزدیک کھڑے ہوئے تھے۔ میں نے لینڈ رور کی چابی فاروق کی طرف اچھال دی۔ مختصر یہ کہ انہوں نے گاڑی کی بھی بھرپور تلاشی لی اور پھر چابی میرے حوالے کر دی۔

"آئی ایم سوری مسٹر نواز۔" احتشام بے نے جھٹکے دار آواز میں کہا اور پھر سب پلٹ کر واپس چل پڑے۔ میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ ہربنس نے وار کیا تھا۔ لیکن ناکام رہا۔ بہرحال دشمن راہ پر لگ گیا ہے۔ اب ہوشیار رہنا ضروری ہے۔ اس کے ہر قسم کے وار سے محفوظ رہنے کے لیے چالاکی شرط ہے۔ میں واپس اپنے کمرے کی طرف چل پڑا۔ اندر آ کر میں نے دروازہ بند کیا۔ کی ہول پر ایک کاغذ چپکایا تاکہ باہر سے اندر نہ جھانکا جا سکے' اس کے بعد میں باتھ روم کی طرف چل پڑا۔ گیس سٹور کی رسید اور کاغذات وغیرہ نکال کر میں نے صرف گیس سٹور کے فون نمبر ذہن نشین کیے' پھر ان کاغذات کی گولی بنا کر

فلش میں ڈالی اور زنجیر کھینچ دی۔ اس طرح ایک خطرناک چیز ختم ہو گئی۔ پھر میں اطمینان سے باہر نکل آیا اور کی ہول سے کاغذ ہٹا دیا۔ ایک صوفے پر گر کر میں آئندہ کے پروگرام بنانے لگا۔

فی الحال فرصت تھی۔ کوئی ایسا کام نہیں تھا۔ اور اب تو گیس سٹور جانا بھی حماقت تھی۔ لیکن ——— اس بات کی اطلاع گیس سٹور کو دینا ضروری تھی، ممکن ہے وہاں سے مجھ سے رابطہ قائم کرنے کی کوشش کی جائے۔ فی الحال اس کے لیے مونیکا، یا مسز جیرف ہی مناسب تھی!

میں نے ایک گہری سانس لی اور اپنے کمرے سے نکل آیا۔ تھوڑی دیر کے بعد میں نیچے ہال میں تھا۔ مونیکا نے مجھے دیکھا، لیکن بالکل سرسری سے انداز میں۔ جیسے وہ میری شناسا ہی نہ ہو۔ ہال میں اس وقت بہت کم لوگ تھے۔ کوئی ہماری طرف متوجہ نہیں تھا۔ میں حسب معمول کاؤنٹر کے نزدیک پہنچ گیا۔ میں نے جھک کر مونیکا سے فون طلب کیا۔ اور اس نے فون میری طرف بڑھا دیا۔ حسب معمول میں نے الٹے سیدھے نمبر ڈائل کیے اور ریسیور کان سے لگا لیا۔ مونیکا نے ایک رجسٹر کھول لیا اور اس پر جھک گئی!

"مسز جیرف۔" میں نے ریسیور کے ماؤتھ پیس میں کہا۔ "تھوڑی دیر قبل، فاروق اور احتشام بے نے میرے کمرے کی تلاشی لی تھی۔ انہوں نے مکمل طور سے میرے کاغذات اور گاڑی وغیرہ چیک کی۔ انہیں باقاعدگی سے میرے بارے میں اطلاع فراہم کی گئی تھی۔ بہرحال وہ کوئی ایسی چیز نہیں تلاش کر سکے، جو قابل گرفت ہو۔ لیکن میرا خیال ہے کہ ابھی میری نگرانی جاری رہے گی۔ اس لیے فی الحال مجھ سے کسی بھی قسم کا رابطہ نہ رکھا جائے۔ میں گیس سٹور سے رابطہ بھی نہیں قائم کروں گا۔ اس وقت تک جب تک مجھے اطمینان نہ ہو جائے۔ بس یہی اطلاع دینی تھی۔"

"ٹھیک ہے!" مونیکا نے آہستہ سے کہا اور میں نے مسکراتے ہوئے ریسیور رکھ دیا۔ پھر کاؤنٹر کے پاس سے ہٹ آیا اور ہال کی ایک میز پر جا بیٹھا۔ میں نے ویٹر کو اشارہ کر کے کافی طلب کی اور اس کی چسکیاں لیتا رہا۔ کئی بار میری نگاہ مونیکا کی طرف اٹھی، اور میں نے اسے اپنی طرف دیکھتے ہوئے پایا۔ ہاں جب میری نگاہ اس سے ملتی تو وہ جلدی سے نگاہیں ہٹا کر ادھر ادھر دیکھنے لگتی، یا کسی کام میں مصروف ہو جاتی! نہ جانے وہ کیا سوچ رہی تھی۔ میں نے ذہن اس میں نہ الجھنے دیا۔ میں اس شوہر پرست لڑکی کو نہیں بہکانا چاہتا تھا۔ اس وقت تو میرا ذہن ہربنس میں الجھا ہوا تھا۔ ہربنس اس ناکامی کے بعد کیا کرے گا؟ دوسری بات یہ کہ مجھے ہربنس کے سلسلے میں کیا کرنا چاہیے۔ میں دو مرتبہ اسے نقصان پہنچا چکا تھا۔ تیسری مرتبہ، کیوں نہ براہ راست اس پر ہاتھ ڈال دوں۔ حالانکہ یہ بہت بڑی بات تھی۔ میں دیکھ چکا تھا کہ یہاں ہربنس کی آواز میں جان ہے۔ حکام سے اس کی دوستی ہے، اس لیے وہ یہاں زیادہ مضبوط ہے۔ بہرحال سب سے پہلے تو مجھے اپنی پوزیشن صاف رکھنی تھی۔ میرے ہاتھ کسی طور میلے نہیں ہونے چاہئیں تاکہ میں مقامی پولیس سے نہ الجھ جاؤں۔ اور پھر اس کے بعد ہربنس کے ہتھکنڈوں کو دیکھوں اور ان کا جواب دوں!

کافی کے گھونٹ لیتے ہوئے میں نے بہت سے پروگرام بنائے۔ اور ان میں سے چند پر عمل کرنے کا فیصلہ کر لیا۔ ہال سے اٹھ کر میں واپس اپنے کمرے میں آ گیا۔ اور پھر میں نے دوپہر کا کھانا کمرے میں ہی کھایا۔ پھر آرام کرنے لیٹ گیا۔ شام کو چار بجے اٹھا، لباس تبدیل کیا۔ شیو بنایا اور تیار ہو کر نیچے اتر آیا۔ تھوڑی دیر کے بعد میری لینڈ روور سٹارٹ ہو کر چل پڑی۔ فی الوقت میں تنہا تھا۔ انقرہ کے بارے میں میری معلومات زیادہ وسیع نہیں تھیں۔ بہرحال کوئی دقت بھی نہیں تھی۔ میں سڑک گردی کرتا رہا۔ اس دوران

میں نے ایک بات پر خاص توجہ دی تھی۔ وہ یہ کہ میرا تعاقب تو نہیں ہو رہا!

اور سبز رنگ کی ہلمین کو میں نے دیکھ لیا، مجھے ان باتوں کا سلیقہ نہیں تھا۔ لیکن آدمی کچھ کرنا چاہے اور پوری توجہ اس پر مبذول کر دے تو کوئی کام مشکل بھی نہیں رہتا۔ ہلمین مجھے کئی سڑکوں پر اپنے پیچھے نظر آئی تھی۔ چنانچہ میں نے یقین کر لیا کہ وہ میرا تعاقب کر رہی ہے۔ اب ضرورت اس بات کی تھی کہ میں تعاقب کرنے والے کی شکل دیکھوں۔ چنانچہ میں نے لینڈ روور ایک بھرے پرے بازار میں روک دی۔ نیچے اترا۔ اور ایک سٹور میں داخل ہو گیا۔ سٹور کے کاؤنٹر پر میں نے کچھ چیزیں دیکھیں ایک خوبصورت ہاتھی دانت کا سگریٹ کیس اور لائٹر پسند آیا۔ خرید لیا۔ دو ٹائیاں اور ایسی ہی کچھ چیزیں۔ لیکن اس دوران میں نے بھاری جبڑوں والے اس مقامی آدمی کو بخوبی دیکھ لیا تھا۔ ہلمین میں وہ تنہا تھا۔

پولیس کا آدمی ہی ہو سکتا ہے۔ میں نے دل میں سوچا۔ بہرحال ٹھیک ہے دوست۔ سرکاری پٹرول خرچ کرتے رہو۔ میرا کیا جاتا ہے۔ میرے سفری اخراجات تو بہرحال غلام سیٹھ کے ذمے ہیں۔ چنانچہ یہ خریداری کرنے کے بعد میں نے پھر لینڈ روور آگے بڑھا دی اور اس کے بعد وہ سڑک گردی ہوئی کہ لطف آ گیا۔ میں نے وہ ہلمین والے کو زچ کر کے رکھ دیا۔ بس کسی جگہ کا تعین نہیں تھا، ہر سڑک گلی کوچہ، جو سامنے نظر آتا وہیں چل پڑتا۔ رات گئے تک میں اسے پیچھے لگائے رہا۔ رات کا کھانا بھی میں نے ایک چھوٹے سے صاف ستھرے ریستوران میں کھایا۔ اور پھر میں نے ریستوران کے بیرے کو نزدیک بلایا۔ دس لیرا کا ایک نوٹ اس کے ہاتھ میں رکھا اور اس سے پوچھا کہ کیا وہ انگریزی جانتا ہے؟

"فرمائیے جناب ———؟" اس نے انگریزی میں ہی کہا۔

"میں تمہارے شہر میں اجنبی ہوں دوست ——— اجنبی اور تنہا۔ میری یہ تنہائی کہاں دور ہو سکتی ہے؟"

بیرے نے مسکراتے ہوئے میری طرف دیکھا اور بولا "اس کام کے لیے میں ایک آدمی آپ کے ساتھ کر سکتا ہوں جناب۔ لیکن اس کی فیس پچیس لیرا ہو گی۔"

میں نے خاموشی سے پچیس لیرا نکال کر اس کے ہاتھ میں تھما دیے اور وہ گردن جھکا کر چلا گیا۔ چند منٹ کے بعد وہ ایک پستہ قد آدمی کے ساتھ واپس آیا، جس کی آنکھوں کے پپوٹے ضرورت سے زیادہ لٹکے ہوئے تھے!

"جوزت شلاری ——— آپ کا مونس۔!" آنے والے نے فلمی انداز میں گردن خم کرتے ہوئے کہا اور میں نے مسکراتے ہوئے اس سے ہاتھ ملایا۔ وہ میرے سامنے کرسی گھسیٹ کر بیٹھ گیا اور بیرا واپس چلا گیا۔ "کونسے ہوٹل میں مقیم ہیں؟"

"بلغاریہ!" میں نے جواب دیا۔

"اوہ! شرافت کی گٹھڑی ہے۔ آپ کو دقت ہو گی۔ وہاں لڑکیاں نہیں جاتیں۔" اس نے کہا۔

"وہاں نہیں جائیں گے۔"

"یہی بہتر ہے۔ تب پھر آئیے۔ میں آپ کو بلقابہ لے چلوں۔ آپ کی پسند کی جگہ۔" اس نے کہا اور میں اٹھ گیا۔ ہم دونوں باہر نکل آئے۔ میں نے سٹیرنگ سنبھال لیا اور جوزت شلاری میرے نزدیک بیٹھ گیا۔

"سیدھے چلتے رہیے' یہاں تک کہ سڑک دو شاخوں میں پھوٹ نکلے' اس کے بعد ہمیں بائیں سم
اختیار کرنا ہوگی۔"

میں نے اس کی بات ذہن نشین کرلی' اور جہاں سے سڑک نے دو رخ اختیار کیے' وہاں سے میں
لینڈروور بائیں سمت موڑلی۔ دلچسپ بات یہ تھی کہ میرا چوکیدار میرے ساتھ تھا۔ گو وہ ہوٹل میں نظر نہیں
آیا تھا۔ لیکن باہر نکلتے ہی سبز ہلمین پھر میرے تعاقب میں چل پڑی تھی۔

بلقابہ ایک خوبصورت علاقے کا نام تھا۔ یہاں چھوٹے چھوٹے مکانات بنے ہوئے تھے۔ بعد میں معلو
ہوا کہ وہ جدید طرز کا بازار حسن ہے۔ ایک چھوٹے سے مکان کے سامنے جوزت شلازی نے اشارہ کیا او
میں نے لینڈروور روک دی۔ اسے لاک کیا اور ہم دونوں نیچے اتر آئے اور پھر جوزت شالازی نے مکان کے
دروازے پر دستک دی۔ چند ساعت کے بعد ایک بوڑھی عورت نے دروازہ کھول دیا۔ اور جوزت نے آہس
سے اپنا نام دہرایا۔

"آ جاؤ!" عورت بولی۔ اور ہم دونوں اندر داخل ہو گئے۔ میرے ذہن میں کوئی تحریک نہیں تھی
کیونکہ اب یہ سب کچھ میرے لیے اجنبی نہیں تھا۔ مکان اندر سے بہت خوبصورت تھا۔ جس کمرے میں
ہمیں بٹھایا گیا وہ مقامی طرز پر ڈیکوریٹ کیا گیا تھا اور وہاں قیمتی سامان موجود تھا۔ بوڑھی عورت ہمیں بٹھا کر
باہر نکل گئی۔ اور پھر تھوڑی دیر کے بعد تین لڑکیاں اندر داخل ہو گئیں۔ بیس سے اوپر کی تھیں' لیکن تینوں
ہی حسین تھیں۔ وہ میری طرف دیکھ کر مسکرانے لگیں۔

"یہ صوفیہ ہے' یہ رومانہ ہے اور یہ ارغلا ہے۔ تینوں آپ کی خدمت کے لیے مستعد! میں ذرا مادام سے
بات کرلوں!" جوزت اٹھ کر باہر نکل گیا۔ میں نے مسکراتے ہوئے صوفیہ کے بازو پر ہاتھ رکھ دیا' اور دونوں
لڑکیاں خاموشی سے باہر نکل گئیں۔

"برٹش ----؟" صوفیہ نے میرے سامنے ایک کرسی پر بیٹھتے ہوئے پوچھا۔ اور میں نے گردن ہلا
دی۔ "پھر ----؟" اس نے پوچھا۔

"اجنبی ---- پردیسی ---- اور بس!" میں نے مسکراتے ہوئے جواب دیا اور وہ بھی مسکرانے
لگی۔

"ہم لوگ اتنے ہی برے ہیں کہ کوئی ہمیں اپنے بارے میں بتانا بھی پسند نہیں کرتا۔" اس نے پھیکی سی
مسکراہٹ سے کہا۔

"یہ بات نہیں ---- بس میں ان باتوں کو غیر ضروری سمجھتا ہوں۔" میں نے کسی قدر خشک انداز
میں جواب دیا۔ اسی وقت جوزت واپس آگیا۔ اس نے مجھے اشارہ کیا اور میں اٹھ کر اس کے قریب پہنچ گیا۔

"یہاں آپ بالکل بے فکری سے قیام کریں۔ کیا صبح کو میری ضرورت ہوگی؟"

"نہیں ---- میں ہوٹل واپس چلا جاؤں گا' تم بے فکر رہو!" میں نے جواب دیا۔

"وہ ---- دو سولیرا ---- عنایت کردیں۔" اس نے کسی قدر جھجکتے ہوئے کہا اور میں
نے نہایت اطمینان سے دو سولیرا کے نوٹ نکال کر اس کے حوالے کردیے ---- جوزت نے ترکی زبان
میں صوفیہ کو میرے آرام کی ہدایت کی اور باہر نکل گیا۔ صوفیہ اب پورے خلوص سے مسکرا رہی تھی۔
ٹوٹی پھوٹی انگریزی بول لیتی تھی۔ بس اپنا مافی الضمیر سمجھا سکتی تھی۔ بہرحال اس کے خوبصورت ہونٹوں سے

یہ انگریزی بہت بھلی لگتی تھی۔

"آیئے!" اس نے میرا ہاتھ پکڑا۔ اور میں اس کے ساتھ ڈرائنگ روم سے نکل آیا۔ وہ مجھے مکان کے
آخری کمرے میں لے گئی جو اس کی خواب گاہ تھا' اور پھر اس نے مجھے ایک کرسی پر بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ میں
کرسی پر بیٹھ گیا تو وہ پلٹ کر دروازہ بند کر آئی۔ اور پھر نیچے جھک کر میرے جوتوں کے فیتے کھولنے لگی۔

"نہیں شکریہ" میں نے پاؤں سکوڑتے ہوئے کہا۔ نہ جانے کیوں یہ مجھے پسند نہیں تھا۔ میں نے خود
اپنے جوتے اتارے اور پھر اوپری لباس اتار کر بستر کی چادر خود پر گھسیٹ لی۔ صوفیہ نے ایک طرف لٹکے
ہوئے خوبصورت بند کھینچے اور کمرے میں تیز روشنی گل ہو گئی! دوسرا بند کھینچنے سے سبز روشنی جل اٹھی اور
کمرے کی ہر چیز ہلکے سبز رنگ میں ڈوب گئی۔ تب صوفیہ ایک الماری کے پاس پہنچی' اس نے الماری کھول کر
ہلکے سبز رنگ کا باریک لباس نکالا اور میری طرف دیکھ کر مسکرا دی۔ پھر وہ میرے نزدیک آگئی اور اپنی پشت
میری طرف کرتے ہوئے پشت پر لگی زپ کی طرف اشارہ کیا۔ میں نے زپ کھول دی اور اس کی کمر برہنہ ہو
گئی۔ اس نے لباس کی آستینیں شانوں سے اتار دیں اوپری جسم پر اس لباس کے علاوہ اور کچھ نہ تھا۔ تب
اس نے باریک گون بدن پر ڈال لیا اور اوپری لباس اتار کر ایک طرف اچھال دیا۔ اب اس کے جسم پر ایک
باریک انڈرویئر تھا۔ لیکن ظاہر ہے یہ بھی میری نگاہوں میں چبھ رہا تھا' چنانچہ اس نے اس سے نجات حاصل
کرلی اور پھر غڑاپ سے میری چادر میں آگھسی!

بستر میں آنے کے بعد صوفیہ صرف ایک عورت بن گئی۔ ہر کاروبار سے مبرا' اس کے چہرے پر جذبات
سلگنے لگے! اور میں پچھلی رات کا سکون برباد کرنے لگا۔ عورت تو میری ہر رات کی ضرورت تھی۔ ایک دن کی
بھوک بھی کافی ہوتی ہے۔ لیکن صوفیہ کے لیے میں اجنبی "چیز" تھا۔ شاید بہت دنوں کے بعد اسے ایک
پرجوش انسان ملا تھا۔ چنانچہ اس نے خود کو کھلونا بنا دیا۔ اور میرے کسی فعل میں مداخلت نہیں کی۔

وہ ایک عام عورت تھی۔ اس لیے میں اس کی کوئی خصوصیت بیان نہیں کر سکتا۔ چونکہ مجھے رات
یہیں گزارنی تھی' اس لیے میں اسے سینے سے لپٹا کر سو گیا۔ اس کے جسم کی گرم حرارت سکون بخش تھی۔
نیند بھرپور آئی! اور پھر نہ جانے رات کا کون سا پہر تھا۔ ایک ہلکے سے شور سے میری آنکھ کھل گئی۔ صوفیہ
نے میرے جسم کو جھنجھوڑ ڈالا۔ اور میں چونک پڑا!!

"کیا بات ہے؟" میں نے بے ساختہ پوچھا۔

"نہ جانے باہر کیسا شور ہے؟" صوفیہ نے گھبرائی ہوئی آواز میں کہا اور میں جلدی سے بستر سے نکل آیا۔
میں نے پھرتی سے لباس پہنا۔ صوفیہ نے بھی گون پہن لیا تھا۔ ابھی میں قمیض کے بٹن لگا رہا تھا کہ ہمارے
دروازے پر زوردار لات پڑی۔ اور پھر کسی نے بھاری آواز میں کہا۔

"دروازہ کھولو۔ ورنہ دروازہ توڑ دیا جائے گا!" صوفیہ نے خشک ہونٹوں پر زبان پھیرتے ہوئے میرے
طرف دیکھا میں خود حیران تھا اور نیند سے جاگا ہوا تھا۔ میں خود ہی آگے بڑھ گیا اور میں نے دروازے کی چٹخنی
نیچے گرادی۔ لیکن اندر داخل ہونے والوں کو دیکھ کر میرے ذہن میں ایک دم چھناکا ہوا تھا۔

لُل ترکی شاید انہیں نہ سمجھ سکتے' لیکن میں نے ہندوستانی طرز کے ڈھاٹے صاف صاف پہچان لیے
تھے۔ سروں پر پگڑی باندھے ہوئے تھے اور اسی کے ایک حصے سے داڑھی اور چہرہ چھپایا گیا تھا۔ یقیناً" وہ سکھ
تھے اور ان کی تعداد تین تھی۔ ان میں سے ایک کے ہاتھ میں پستول تھا اور دوسرے دونوں کرپانیں سنبھالے

ہوئے تھے۔

"واہگرو کی سوگند۔ یہی ہے!" پستول والے نے کہا اور پھر کرپان والے آگے بڑھے اور انہوں نے میرے دونوں طرف کرپانیں رکھ دیں۔

"چلو باہر نکلو! کوئی حرکت کی تو یہیں ختم کر دیا جائے گا!" صوفیہ ایک کونے سے جا لگی! میں نے لوگوں کے چہرے دیکھے اور پھر خاموشی سے ہاتھ اٹھا دیے۔

"اپنا لباس لے لوں؟" میں نے پوچھا۔

"دروچن اس کا کوٹ اٹھا لے۔ دیکھ لینا پستول وغیرہ نہ ہو۔" پستول والے نے اپنے ایک ساتھی سے کہا اور اس نے میرا کوٹ اٹھا لیا۔ اس کی تلاشی لے کر رقم وغیرہ نکال لی۔ اور پھر کوٹ میرے کندھے پر ڈال دیا۔ میں نے کوٹ پہن لیا۔ اور پھر میں نے صوفیہ کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"اوکے صوفیہ۔ موقع ملا۔ تو پھر آؤں گا۔" صوفیہ خاموشی سے تھوک نگل کر رہ گئی تھی۔ میں ان لوگوں کے ساتھ باہر نکل آیا۔ باہر بھی انہوں نے کچھ حرکت کی تھی کیونکہ اب کوئی آواز نہیں آ رہی تھی۔ ذہن تیزی سے کام کر رہا تھا۔ اگر میرا اندازہ غلط نہیں تھا تو یہ ہربنس کے آدمی تھے۔ ہاں! ایک غلطی مجھ سے ضرور ہوئی تھی۔ وہ یہ کہ میں نے ہیلمین والے کو ڈاج دینے کی کوشش نہیں کی تھی اور اسے اپنے یہاں تک لگا لایا تھا۔ حالانکہ اگر میں چاہتا تو تھوڑی سی کوشش سے یہ کام کر سکتا تھا۔ لیکن میں بھی غلطی میں مبتلا تھا۔ میں نے سوچا تھا کہ وہ مقامی پولیس کا آدمی ہے، جو ہربنس کی نشاندہی کی وجہ سے میرے پیچھے لگ گئی ہے۔ تو احتشام بے کو میرے پاس سے کچھ نہیں ملا ہے، لیکن شاید ابھی اس کا شبہ رفع نہ ہوا ہو اور اس نے ہی اس آدمی کو میرے پیچھے لگایا ہوا ہے۔ میرا یہی اندازہ غلط تھا اس دوران میں نے ایک بار بھی نہیں سوچا تھا کہ وہ ہربنس کا آدمی بھی ہو سکتا ہے۔ مقامی آدمی کرائے پر بھی حاصل کیے جا سکتے ہیں۔ اور یہی بات تھی۔ میرے متعاقب نے ان لوگوں کو اطلاع دے دی تھی کہ شاید میں پوری رات ہی گزارنے کا ارادہ رکھتا ہوں اور انہوں نے بالآخر مجھے آ لیا تھا!

لیکن میری پوزیشن اس وقت بہت نازک تھی۔ اچانک افتاد پڑی تھی، اس لیے کسی مداخلت کے بھی نہیں تھا۔ باہر ان کے دو آدمی موجود تھے۔ اس طرح کل پانچ آدمی ہو گئے تھے جو پوری طرح مستعد تھے اور اس وقت ان کے درمیان کچھ کرنا مشکل ہی تھا۔ انہوں نے میری لینڈ روور کو نظر انداز کر دیا۔ خود ان کے پاس بھورے رنگ کی واکس ویگن تھی۔ جس کا دروازہ کھول کر مجھے اندر دھکیل دیا گیا اور پھر چار پانچ مجھ پر مسلط ہو گئے۔ ایک نے ڈرائیونگ سنبھال لی اور واکس ویگن سٹارٹ ہو کر چل پڑی۔ میں خاموش تھا۔ چاروں آدمی میرے اوپر کڑی نگاہ رکھے ہوئے تھے۔ انہوں نے اب بھی اپنے چہرے کھولے تھے۔ کھول بھی لیتے تو کوئی فرق نہیں پڑتا تھا۔ ظاہر ہے وہ میرے لیے اجنبی تھے۔ لیکن اب مجھے کرنا چاہیے؟ میں نے تیزی سے سوچ لیا تھا ـــــ فی الحال کوئی حرکت نقصان دہ ہی ہو سکتی تھی۔ واکس ویگن ایک سنسان سڑک سے گزر رہی تھی۔ ان میں سے ایک کے ہاتھ پر بندھی ہوئی گھڑی میں میں نے وقت دیکھا۔ تین بج رہے تھے۔ میں نے زور سے آنکھیں بھینچ لیں۔ کچی نیند جاگنے سے آنکھوں میں جلن سی ہو رہی تھی۔

وہ سب خاموش تھے۔ پستول والا اب بھی پستول مضبوطی سے پکڑے ہوئے تھا۔ باقی لوگ خالی ہاتھ تھے۔

لیکن ان کی کرپانیں اس انداز میں لٹک رہی تھیں کہ ایک ذرا سی کوشش سے باہر نکل آتیں۔

ـــــ دفعتاً" ایک زوردار دھماکہ ہوا اور واکس ویگن کافی زور سے اچھلی۔ اس کے بریک ایک دم چیخ پڑے اور اندر بیٹھے ہوئے لوگ ایک دوسرے سے ٹکرائے۔

اگر اس سنہری موقعے سے میں فائدہ نہ اٹھاتا، تو اس سے بڑی حماقت زندگی میں اور کوئی نہیں ہو سکتی تھی، جوں ہی وہ ایک دوسرے سے ٹکرائے میں جان بوجھ کر پستول والے پر گرا۔ اور دوسرے ہی لمحے اس کا پستول میرے ہاتھ میں تھا۔ میں نے ایک لمحہ ضائع نہ کیا اور واکس ویگن کا دروازہ کھول کر نیچے چھلانگ لگا دی۔ اس کے ساتھ ہی میں نے ایک ہوائی فائر کر دیا تھا۔

"خبردار! اگر کسی نے حرکت کی تو بھون کر رکھ دوں گا۔" میں غرایا۔ اور پیچھے ہٹنے لگا! لیکن اچانک ہی اس ویگن کے عقب میں ایک اور گاڑی آ کر رکی جس کی ہیڈ لائٹس پہلے بجھی ہوئی تھیں۔ لیکن اب انہوں نے واکس ویگن کو فوکس کر لیا تھا۔

"پولیس!" میرے ذہن میں گونجا۔ اور مجھے شدید خطرے کا احساس ہوا لیکن اسی وقت دوسری طرف سے آواز سنائی دی۔

"ونڈرفل مسٹر نواز ـــــ اسی طرح کور کیے رہیں ان مردوں کو، ہم آ رہے ہیں!" اور میں حیران رہ گیا۔ زبان انگلش تھی اور لہجہ اجنبی۔ لیکن ان لوگوں نے مجھے میرے نام سے مخاطب کیا تھا۔ اور پھر پھرتی سے عقبی کار کا دروازہ کھول کر چار آدمی نیچے اتر آئے۔ ان سب کے ہاتھوں میں پستول نظر آ رہے تھے۔

"چلو ـــــ ہاتھ اٹھائے نیچے اتر آؤ۔" ان میں سے ایک نے ویگن والوں سے کہا اور ویگن والے خاموشی سے نیچے اتر آئے۔

"یہ سب ہربنس کے کتے ہیں مسٹر نواز۔ کیا خیال ہے کہ ان کی چھٹی کر دی جائے؟" ان میں سے ایک نے بڑھ کر پوچھا۔

"میرا خیال ہے کہ ان سب کو بے ہوش کر کے ویگن میں ڈال دو، ہربنس کے لیے ایک اچھا سبق رہے گا۔" میں نے جواب دیا۔ گو اب میرا ذہن اپنے مددگاروں کے بارے میں صحیح فیصلہ نہیں کر سکا تھا۔ لیکن اس کے علاوہ اور کیا سوچا جا سکتا تھا کہ وہ غلام سیٹھ کے آدمی ہیں۔ اور یقیناً" انہوں نے ہی فائر کر کے واکس ویگن کا ٹائر پھاڑا ہے۔

"ٹھیک ہے ـــــ جو حکم!" اس شخص نے کہا اور پھر وہ چاروں ان پر ٹوٹ پڑے۔ سرداروں کی تلواریں دھری رہ گئی تھیں۔ عقبی کار سے اترنے والوں نے انہیں نیچے گرا لیا تھا۔ اور پھر ان کی کھوپڑیاں ہموار کر دی گئیں۔ اس کے بعد ان پانچوں کو ایک ایک کر کے ویگن میں ڈال دیا گیا۔ پھر ان میں سے ایک نے ویگن سٹارٹ کر کے سڑک سے اتار دی اور اس کے سارے شیشے کھول دیے۔

"رات کی سردی میں ان کی برف جم جائے گی۔" شیشے کھولنے والے نے کہا اور پھر میرے قریب آ کر بولا۔ "ہم آپ کے دوست ہیں مسٹر نواز۔ غلام سیٹھ کے آدمی، میرا خیال ہے اس وقت بہتر موقع ہے۔ پہلے آپ کی گاڑی لے لی جائے۔ اس کے بعد یہاں سے چلیں گے۔ مسٹر سلیمان کا خیال ہے کہ آپ کو ہوٹل چھوڑ دینا چاہیے۔"

"جیسا مناسب سمجھو!" میں نے جواب دیا اور ان کے ساتھ کار کی طرف بڑھ گیا۔ "نہ جانے انہوں نے

عورتوں کے ساتھ کیا سلوک کیا ہو گا؟" راستے میں میں نے کہا۔

"برا نہیں کیا۔ صرف بے ہوش کر دیا ہے۔ ہم شروع سے تاک میں تھے۔" میرے قریب بیٹھے شخص نے بتایا۔

"آپ لوگ بروقت پہنچے' ورنہ صورت حال مشکل سے قابو میں آتی۔" میں نے کہا۔

"ویسے آپ نے نہایت پھرتی سے سچوایشن اپنے ہاتھ میں لے لی تھی!"

"تمہارے فائر کرنے کے بعد——— غالباً" تم نے ٹائر پر فائر کیا تھا———؟"

"ہاں انہیں روکنے کے لیے اسی جگہ کا انتخاب کیا گیا تھا۔" میرے نزدیکی آدمی نے بتایا۔ اور میں طویل سانس لے کر خاموش ہو گیا۔ تھوڑی دیر کے بعد ہم واپس وہاں پہنچ گئے جہاں سے مجھے گرفتار تھا۔ میری لینڈ روور اسی طرح کھڑی تھی۔ چاروں طرف طویل خاموشی پھیلی ہوئی تھی۔ ایک آدمی از چلا گیا اور لینڈ روور سٹارٹ ہو کر واپس مڑ گئی۔ کار بھی آگے بڑھ گئی تھی۔ راستے بھر خاموشی رہی اور شہر کے ایک بارونق حصے میں پہنچ گئے۔ میں نے گیس سٹور کا بورڈ پڑھ لیا تھا۔ گیس سٹور کے عقبی دونوں گاڑیاں داخل ہو گئیں۔ اور ایک شفاف ہال میں رک گئیں۔ یہاں دو قیمتی گاڑیاں اور بھی تھیں۔ سب نیچے اتر آئے اور ایک طرف بنی ہوئی عمارت میں داخل ہو گئے!

یہ عمارت بھی اندر سے بے حد نفیس تھی۔ فرش پر نرم قالین بچھے ہوئے تھے۔ ہم ان قالینوں ہوئے ایک کمرے کے سامنے پہنچ گئے۔ میرے ساتھیوں نے اندر جانے کا اشارہ کیا۔ اور میں اندر ہال نما کمرہ تھا۔ عمدہ فرنیچر سے آراستہ' میں تھکے تھکے انداز میں ایک صوفے پر بیٹھ گیا۔ ذہن پر بوجھ تھی۔ شاید کچی نیند سے یہ کیفیت ہوئی تھی۔ بہرحال تھوڑی دیر پہلے گزرے ہوئے واقعات کا میرے کوئی اثر نہیں تھا۔

بیٹھے ہوئے زیادہ دیر نہیں گزری تھی کہ دروازے پر قدموں کی چاپ سنائی دی اور پھر ایک القامت آدمی اندر داخل ہو گیا۔ سرخ و سفید چہرہ' اوپر کو الٹے ہوئے بال' کشادہ پیشانی' وجیہہ انسان بڑی روشن آنکھوں میں کسی قدر سرخی تیر رہی تھی۔ جسم پر ایک نائٹ گون تھا۔

"ہیلو——— مسٹر نواز——— سلیمان بے سے ملاقات کرو۔" وہ پرجوش انداز میں مسکرا بولا' اور میں صوفے سے اٹھ گیا۔ اس نے میرا ہاتھ اپنے آہنی پنجے کی گرفت میں لے لیا' اور گرم کئی جھٹکے دیے۔ "تم سے ملاقات کی بے حد خواہش تھی۔ غلام سیٹھ کی طرف سے یمانی کی تین کال ہیں۔ میں نے مال بخیریت پہنچ جانے کی اطلاع دی تو وہ حیرت سے اچھل پڑا اور پھر اس نے مجھے عجیب و غریب کارنامے سنائے۔"

"شکریہ سلیمان بے۔ یہ کہنے کی ضرورت نہیں کہ تم مقامی طور پر کاروبار کے انچارج ہو؟" دوبارہ صوفے پر بیٹھتے ہوئے کہا۔

"ہاں——— بالکل ضرورت نہیں ہے۔ کیونکہ میں ہوں۔" وہ ہنستے ہوئے بولا۔ اور میرے بھی مسکراہٹ پھیل گئی۔ اسی وقت دروازہ کھلا اور دبلے پتلے جسم کی ایک نوخیز لڑکی ایک ٹرالی د اندر آ گئی۔ ٹرالی پر نفیس اسکاچ کی بوتل اور گلاس رکھے ہوئے تھے۔

"اسکاچ پینے کا انوکھا وقت۔" سلیمان نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "لیکن اس وقت یہ جسم کو گر

مدد دے گی اور پھر ایسی صورت میں جب کہ آپ نے تھوڑی سی ورزش بھی کی ہے۔" اس نے کہا اور لڑکی کے سکرٹ کو پیچھے سے اٹھا کر دھپ سے ایک ہاتھ اس کے کولہے پر مارا۔ "چلو مونی۔ ہم دونوں کو پیگ بنا کر دو۔"

لڑکی ایک دم سیدھی ہو گئی پھر اس نے مسکراتے ہوئے میری طرف دیکھا اور جھک کر ٹرالی پر رکھی ہوئی شراب کے پیگ بنانے لگی پھر اس نے ایک پیگ میرے ہاتھ میں تھمایا اور دوسرا سلیمان بے کو دے

"ٹرالی میرے سامنے سرکا دو بے بی۔ میں تمہارے چہرے پر نیند کے سائے دیکھ رہا ہوں۔ جاؤ۔" اس نے کہا اور لڑکی سامنے آنے والے بال جھٹکتی ہوئی باہر نکل گئی۔ اس کے چہرے پر ناگواری کی شکن نہیں تھی۔ سلیمان بے نے ایک چسکی لی اور بولا۔

"بلقبہ جانے کی کیا ضرورت تھی۔ مونیکا سے اظہار کر دیتے' خاموشی سے کوئی لڑکی تمہارے کمرے میں پہنچ جاتی۔ سچ بھی یہی ہے کہ لڑکی کے بغیر رات ادھوری رہ جاتی ہے۔ بلقبہ میں تو ڈونگے ملتے ہیں۔ خالی اور زور زور سے بجنے والے۔" سلیمان بے نے مسکراتے ہوئے کہا اور مجھے ہنسی آ گئی۔ دلچسپ آدمی معلوم ہوتا تھا۔ میں نے خاموشی سے پیگ خالی کر دیا۔ تو وہ اٹھا اور میرے جام کو دوبارہ بھرتے ہوئے بولا "کیا خیال ہے۔ نیند آ رہی ہو تو گفتگو صبح پر ملتوی کر دی جائے۔"

"مجھے تو نیند نہیں آ رہی۔ ہاں یہ احساس ہے کہ تمہاری نیند ضرور خراب ہوئی ہے اس وقت!"

"اوہ——— نہیں ڈیئر——— تکلف کی بات نہیں۔ تم سے ملنے کی واقعی بے چینی تھی۔ لیکن مونیکا نے رپورٹ دے دی تھی اسی لیے خاموش تھا ورنہ خود ہی بلغاریہ پہنچ جاتا۔" اس نے کہا۔

"ہربنس یہاں خاصی اہمیت رکھتا ہے؟" میں نے کہا۔

"ایک غیر ملکی تاجر کی حیثیت سے چند حکام سے اس کی دوستی ہے اور بس۔ باقی حیثیت دولت بنا دیتی ہے۔ وہ ان حکام پر اور ان سے نچلے لوگوں پر کافی خرچ کرتا ہے۔ ویسے استنبول میں اس کا اڈہ سب سے بڑا ہے۔"

"خوب!"

"اور غلام سیٹھ اس اڈے کو پسندیدگی کی نگاہ سے نہیں دیکھتا۔"

"ہوں!" میں نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔

"میرا خیال ہے کہ ہربنس کو تمہارے یہاں پہنچنے کی اطلاع مل گئی تھی۔ مگر پورا قصہ مجھے بھی معلوم نہیں۔ مونیکا نے مجھے اطلاع دی تھی کہ احتشام بے اور فاروق باقاعدہ بلغاریہ کی نگرانی کر رہے ہیں اور پھر دوسری رپورٹ ملی کہ انہوں نے تمہارے کمرے کی تلاشی بھی لے ڈالی۔ اور اب تم گیس سٹور سے بات نہیں کرو گے۔ تب میں نے مناسب سمجھا کہ اپنے کچھ آدمی تمہاری حفاظت کے لیے چھوڑ دوں۔ چنانچہ جب تم بلغاریہ سے نکلے تو میرے آدمیوں نے اطلاع دی کہ ایک ہلمین تمہارے پیچھے ہے۔ میں نے اس کے نمبر معلوم کر کے اس کے بارے میں معلومات حاصل کی تو پتہ چلا کہ ہلمین سرکاری نہیں ہے۔ بس اسی وقت سے میں کسی واقعہ کا منتظر رہا۔ لیکن میرے آدمی مستعد تھے' اس لیے تم کسی الجھن میں نہ پڑ سکے' ویسے تم ان لوگوں کے ہتھے چڑھ کر کیا محسوس کر رہے تھے؟"

"کچھ نہیں۔ میں نے سوچا شاید ہربنس سے سامنا ہو جائے۔ ظاہر ہے وہ مجھے اسی کے پاس لے جا ہوں گے۔ اس کے بعد میں فیصلہ کرتا کہ مجھے کیا کرنا چاہئے۔ دراصل ایران کی سرحد پر میں نے اس کا بڑا سٹاک پکڑوایا ہے۔" میں نے کہا۔

"اوہ ـــــ گڈ۔ وہ کس طرح؟ ویسے تمہاری اطلاع کے لیے ہربنس یہاں موجود نہیں ہے استنبول میں ہے۔"

"گڈ! تو پھر شاید وہ مجھے قتل ہی کرنے کا ارادہ رکھتے ہوں یا ممکن ہے غلام سیٹھ کے اڈوں کے بارے معلومات حاصل کرنا چاہتے ہوں؟"

"ہاں ممکن ہے ویسے فوری طور پر قتل کرنا ہوتا تو اس کے لیے بلقابہ سے بہتر کوئی جگہ نہیں تھی، وہاں اکثر جرائم پیشہ لوگ جاتے ہیں لور سنتے ہیں روز ایک آدھ قتل ضرور ہو جاتا ہے؟"

"خوب! بہرحال یقینی طور پر وہ مجھ سے کچھ معلومات حاصل کرنا چاہتے تھے یوں بھی میری وجہ کافی خسارے میں رہے ہیں۔"

"یمانی نے اس کا تذکرہ کیا تھا۔ لیکن ظاہر ہے لاسلکی رابطے پر ہم طویل گفتگو نہیں کر سکتے تھے، اس مجھے اس سے تفصیل نہیں معلوم ہو سکی۔ بہرحال ہربنس کی بدقسمتی ہے کہ یہاں بھی اسے ناکامی کا منہ پڑا، ہاں اب تم مجھے بتاؤ کہ ایران میں تم نے کیا کارنامے انجام دیے ہیں، میری بے تکلفی کے لیے معاف یہ بے تکلفی میری عادت بن چکی ہے۔ لیکن دوستی میں میرا جواب نہیں ہے۔ تم مجھے ایک مخلص اور دوست پاؤ گے۔"

"یقیناً" تمہاری کشادہ پیشانی اس بات کا پتہ دیتی ہے۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ اور وہ میرا ادا کرنے لگا۔ "ایران میں غلام سیٹھ نے مجھے یوں پسند کیا کہ میں نے ٹھاکر کو معہ اس کے گروہ کے کرایا، دراصل اس کے گروہ کی ایک لڑکی میرے پھندے میں پھنس گئی تھی۔ لڑکی ہی کے ذریعے ٹھاکر بارے میں معلومات حاصل ہوئیں۔ لڑکی عمدہ تھی لیکن بڑے مفاد کے لیے اسے قربان کرنا پڑا اور اسی ذریعے ٹھاکر بھی چکر میں آگیا۔"

"اوہ ـــــ ویسے یار آدمی شاندار ہو۔ وہ سالی تمہارے اوپر لٹو ہو گئی تو کونسی بڑی بات ہے۔ ہر کیا قصہ رہا؟"

"افغانستان میں ہربنس کے لڑے پر ایک افغان لونڈیا چکر میں آگئی وہ ہربنس کے اڈے میں ہی کام تھی۔ اسے وہاں سے نکال لایا۔ ہربنس کے آدمیوں سے مڈھ بھیڑ ہوئی۔ تھوڑا سا ہنگامہ ہوا۔ بہرحال وہی ایران میں مل گئی۔ ہربنس کی بدقسمتی ہی سمجھ لو کہ اس کے آدمی نے اس لڑکی کا انتخاب کر لیا۔ مگر وہ اپنا تھی۔ اسے بچا لیا۔ ٹھاکر کو گرفتار کرانے کے سلسلے میں دو افسروں سے یاری ہو گئی تھی۔ چنانچہ ان افسروں نے اسی لینڈ روور میں سفر کیا جس میں مال موجود تھا۔ اس سے بہتر حفاظت کا اور کوئی ذریعہ نہیں تھا۔ بار پر اس آدمی کو ان افسروں کے حوالے کر دیا، جو ہربنس کا مال لایا تھا۔ بس وہ دونوں افسر خوش ہو گئے اور ان نے ترکی تک کے انتظامات کر دیے۔ یوں میں صاف نکل آیا۔"

"یار بڑے اونچے آدمی ہو ـــــ بلاشبہ تم نے کمال کر دیا۔ کوئی سوچ بھی نہیں سکتا۔ بہرحال دل گردے کا کام ہے۔ یعنی تم نے کسٹم افسروں کو اس گاڑی میں سفر کرایا جس میں مال تھا۔ خدا کی پناہ۔

مضبوط اعصاب کی ضرورت ہے۔ ویسے غلام سیٹھ کی نگاہ ہیرے پہچاننے میں اپنا ثانی نہیں رکھتی۔ تم جیسا شاندار آدمی صرف وہی دریافت کر سکتا تھا۔ اور پھر تمہارا طریقہ کار۔ یقیناً" عورت کسی کو بھی بنا اور بگاڑ سکتی ہے!" سلیمان بے نے ہنستے ہوئے کہا وہ مجھ سے بہت زیادہ متاثر نظر آ رہا تھا۔

بہرحال تھوڑی دیر کے بعد اس نے کہا "میں یمانی کو تمہارے بارے میں تفصیلی رپورٹ دے دوں گا۔ لیکن ایک بات کا خیال رکھنا ہے۔ وہ یہ کہ ہربنس یہاں کسی حد تک مضبوط ہے۔ لور پھر بڑا مال پکڑا گیا ہے ملی طور پر اسے سخت صدمہ پہنچا ہوگا۔ جھنجلاہٹ میں وہ بڑے سے بڑا رسک لے سکتا ہے۔ اس لیے تمہیں ہوشیار رہنا ہوگا۔"

"میں خیال رکھوں گا۔" میں نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔ سلیمان بے پر اپنی بہادری کا اظہار حماقت ہوتی۔ مجھے ان واقعات کی ذرہ برابر پرواہ نہیں تھی۔ یہاں کون بیٹھا ہوا ہے، جس کے لیے زندگی کی قدر کی جائے۔ بہرحال سلیمان بے بے حد دلچسپ انسان نکلا۔ روشنی پھوٹنے تک وہ مختلف قسم کی گفتگو کرتا رہا، اس نے بتایا کہ انقرہ میں مال وصول کر لیا گیا ہے لور اب وہ طول و عرض کے تمام اڈوں کو تقسیم ہو جائے گا، یہاں سے مال تقسیم کرنے کی آسانیاں ہیں۔ کیونکہ استنبول میں چھوٹی بڑی بہت سی پارٹیاں کام کرتی رہتی ہیں۔ ان میں ہنگامے بھی ہوتے رہتے ہیں۔ رقابت بھی چلتی ہے۔ قتل و خونریزی بھی ہوتی ہے۔ اور اس طرح وہاں کی پولیس بہت ہوشیار رہتی ہے۔ اکثر پارٹیاں بھی ان چھوٹے لوگوں کی وجہ سے لپیٹ میں آ جاتی ہیں۔ چنانچہ یہاں سے کام محفوظ طریقے سے ہوتا ہے۔ اس کے بعد لڑکیوں کی بات آئی اور سلیمان بے کے منہ سے رال ٹپکنے لگی۔

"ان کے بغیر تو کائنات بے رنگ ہے۔ یہ تو سانسوں کو جلا بخشتی ہیں۔ یہاں رہو۔ عیش کرتے رہو!" سلیمان بے نے کہا لور میں گردن ہلانے لگا! میں نے اس کی وہ حرکت دیکھ لی تھی جو اس نے شراب لانے والی لڑکی مونی سے کی تھی۔ یہ حرکت اس کی فطرت سے آگاہ کرتی تھی۔ لڑکیوں کے معاملے میں وہ بہت بے باک تھا۔ پھر زیادہ وقت لڑکیوں کے بارے میں گفتگو کرتے کٹا۔ وہ ان کی جسمانی ساخت کی دلکشی کے بارے میں بتا رہا تھا۔ مختلف ساخت کی لڑکیوں کی فطرت سے آگاہ کر رہا تھا۔ اور اس وقت تک وہ لڑکیوں کے بارے میں لیکچر دیتا رہا۔ جب تک ایک ملازمہ نے آ کر ناشتے کے بارے میں نہیں پوچھا۔ "اوہ! ناشتے کا وقت ہو گیا۔ میرا خیال ہے مسٹر نواز آپ غسل کر لیں۔ اس کے بعد ہم مل کر ناشتہ کریں گے۔ اور ناشتے کے بعد آپ سو جائیں۔ اس وقت تک سوتے رہیں، جب تک رات کی کسر پوری نہ ہو جائے۔ اس کے بعد ملاقات ہوگی۔ لور بہرحال ازرلو مہمان نوازی ایک رات میں آپ کو اپنا سلیکشن ٹیسٹ کراؤں گا۔"

"خوب!" میں نے ہنستے ہوئے کہا لور پھر اس نے مجھے باتھ روم کا راستہ بتا دیا۔ گرم پانی کے غسل نے جاگنے کی کسل کسی حد تک کم کر دی۔ اس کے بعد عمدہ ناشتہ ملا۔ باتوں کا شوقین سلیمان بے ناشتے کے دوران بھی بکواس کرتا رہا اور میں ہاں ہوں کرتا رہا۔

کافی کے دو کپ پینے کے بعد میں نے نیپکن گرا دیا۔ لور سلیمان بے نے بھی شاید میری ہی وجہ سے کھانے کا بقیہ پروگرام ملتوی کر دیا۔ پھر وہ اٹھ گیا۔ اور اس نے مجھے میری خواب گاہ کا راستہ بتا دیا۔ نرم ریشمی لحاف لور عمدہ فوم کے گدے والی مسہری پر لیٹ کر نیند اس بھرپور انداز میں حملہ آور ہوئی کہ خواب گاہ کا ڈیزائن لور ڈیکوریشن بھی نہیں دیکھ سکا۔ پلکیں ایک دوسرے سے جڑ گئیں اور میں بے خبر سو گیا۔

پرسکون نیند دنیا سے بے تعلق، مستقبل سے بے خوف، کوئی رکاوٹ نہیں تھی۔ زندگی ہی کیا تھی
سانسوں کی آمدورفت تھی۔ جسم کی ضرورتیں تھیں، سو پوری ہو رہی تھیں۔ کونسی امنگ تھی کونسی زندگی
کی چاہت تھی، سوتا رہا، سوتا رہا، اور جب نیند کا آخری لمحہ بھی پورا ہو گیا تو آنکھ کھل گئی۔ نگاہ سب سے پہلے
جس چیز پر پڑی، وہ انسانی گوشت تھا۔ چکنا، سفید، ایک مخصوص انداز لیے۔ دھندلاہٹ صاف ہو گئی۔ اور
آنکھیں عریاں ٹانگوں پر جم گئیں۔ پاؤں سیاہ رنگ کے خوبصورت جوتے، بغیر موزوں کے اور پھر شفاف جلد
والی چمکدار پنڈلیاں، کچھ اور اوپر گھٹنوں کی گول ہڈیاں کچھ اور اوپر نرم اور پر گوشت رانیں۔ ایک دوسرے
سے جڑی ہوئی پھر گہرے نیلے رنگ کا سکرٹ جس نے رانوں کے انتہائی حصے کو بڑے قابل اعتراض انداز میں
ڈھانکا ہوا تھا۔ بھلا اس حقیر کپڑے کو یہ جرات کیسے ہوئی کہ وہ حسن کے انمول نظاروں سے نگاہوں کو محروم
رکھنے کی کوشش کرے۔ بے چین نگاہوں نے چھلانگ لگائی۔ لیکن رانوں کے اوپر چہرے دو چہرے ایک
دوسرے میں چسپاں نظر آئے۔ طویل بوسہ جوامر ہو گیا تھا۔

کسی رسالے کا سرورق تھا اور یہ رسالہ دو ہاتھ تھامے ہوئے تھے، سفید جسم اور چہرہ جہازی سائز کے
رسالے میں چھپا ہوا تھا۔ لیکن کرسی پر اس بے فکری سے بیٹھی ہوئی خاتون کون ہیں؟ میں نے سوچا۔ اور پھر
میں زور سے کھنکارا۔ جس کے ساتھ ہی رسالہ بند ہو گیا۔ اور چہرے کے سامنے سے ہٹ گیا۔

وہ مونی تھی۔ دبلی پتلی سی لڑکی۔ لیکن چہرے اور اوپری جسم کے برعکس اس کا نچلا جسم زیادہ پر گوشت
تھا۔ میں نے اسے غور سے دیکھا تھا۔

"ہیلو!" وہ مسکرائی۔

"ہیلو مونی۔ کیا وقت ہوا ہے؟"

"تین بجے ہیں جناب!" اس نے کھنک دار آواز میں کہا۔

"دن کے یا رات کے؟" میں نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"دن ہی ہے۔" اس نے جواب دیا۔

"شکر ہے۔" میں نے ایک گہری سانس لی۔ "سلیمان بے کہاں ہے؟"

"گئے ہوئے ہیں۔ مجھ سے کہہ گئے تھے کہ آپ کا خیال رکھوں۔" مونی کی مسکراہٹ گہری ہو گئی
ترکی خدوخال کی خوبصورت لڑکی تھی۔ میں اسے گہری نگاہوں سے دیکھنے لگا۔

"تو پھر تم نے میرا خیال رکھا تھا؟" میں نے ہنستے ہوئے پوچھا۔

"دیکھ لیجیے یہیں بیٹھی تھی۔"

"خیال اتنی دور سے تو نہیں رکھا جاتا۔" میں اب عورت کے معاملے میں اناڑی نہیں تھا۔

"تو میں قریب آجاتی ہوں۔" اس نے برجستہ جواب دیا اور کرسی اٹھا کر مسہری کے نزدیک لے آئی
پھر ہنس پڑی۔

"اور قریب!" میں نے تشنہ نگاہوں سے اسے گھورتے ہوئے کہا۔

"مسہری اجازت نہیں دیتی۔"

"تو کرسی چھوڑ دو۔"

"کرسی آج کل کون چھوڑتا ہے؟ لیکن خیر بعض لوگوں کے لیے تو دنیا چھوڑ دی جاتی ہے۔" اس

کرسی سے اٹھ کر مسہری پر آتے ہوئے کہا۔ اور میں نے اس کی کمر میں ہاتھ ڈال دیے۔ میں بھول گیا تھا کہ
مونی سلیمان بے کی پسند ہے۔ میں نے سلیمان بے کی ایک حرکت دیکھ لی تھی، لیکن گرم بستر، گرم عورت،
اس کے بعد کیا یاد رہتا ہے۔ میں سب کچھ بھول گیا۔ سلیمان بے، اور بہت سے، کوئی یاد نہ رہا۔ اوپر سے دبلی
پتلی، نیچے سے تندرست یہ لڑکی مجھے یاد تھی۔ اور میں بھی اسے اپنے فن سے آشنا کر رہا تھا۔ دو فنکاروں کا
بھرپور مقابلہ جاری رہا، ہار جیت کسی کو یاد نہیں تھی۔ ہار جیت یاد بھی نہیں رکھی جاتی اور دیوار گیر کلاک نے
اپنی موجودگی کا اعلان کیا۔ اس نے چار بجائے تھے۔ میں نے چونک کر مونی کی طرف دیکھا اور پھر اسے آواز
دی۔ "مونی!"

"ہوں۔" اس نے آنکھیں بند کیے کیے جواب دیا۔

"اٹھو بھئی سلیمان بے تمہیں میرا خیال رکھنے کے لیے کہہ گیا ہے۔"

"لیکن میں اب کسی کا خیال رکھنے کے قابل نہیں ہوں۔" مونی نے جواب دیا اور میں ہنس پڑا۔ پر مزاح
طبیعت کی مالک تھی۔ لیکن اب مجھے خیال ہو رہا تھا کہ کہیں سلیمان بے اس بات کو محسوس نہ کرے۔

"اٹھو مونی۔ اگر سلیمان بے واپس آگیا تو کام بگڑ جائے گا۔"

"وہ دیر سے واپس آئے گا! اس کے علاوہ وہ فراخ دل انسان ہے۔ اس نے مجھے اجازت دی تھی کہ
تمہاری ہر ضرورت پوری کروں۔" مونی نے آنکھیں کھولتے ہوئے کہا۔ اس کا شفاف سینہ میرے سامنے
تھا۔ بڑے بے داغ جسم کی مالک تھی۔ اور کافی بے حجاب۔ میرے ہاتھ اس کے سینے پر رینگنے لگے۔

"بس بس جناب! میرا خیال ہے کہ اب مجھے آپ کی بجائے اپنا خیال رکھنا پڑے گا۔ ویسے آپ کو یاد آنا
چاہیے کہ آپ نے دوپہر کا کھانا نہیں کھایا ہے!" وہ اٹھتے ہوئے بولی اور میں ہنس پڑا۔

"تم بہت دلچسپ ہو مونی۔ واقعی بہت دلچسپ۔"

"شکریہ۔" وہ بستر سے نکلتے ہوئے بولی اور پھر وہ مسخرے انداز میں اپنا لباس تلاش کرتی رہی۔ اس کی
حرکتوں پر مجھے ہنسی آ رہی تھی۔ بہرحال لباس پہننے کے بعد اس نے مجھے لباس پہننے کی تلقین کی اور بولی "کیا
خیال ہے، کھانا لگواؤں؟"

"کھانا نہیں مونی! صرف ہلکا سا ناشتہ کروں گا۔ کھانا رات کو کھاؤں گا۔"

"باتھ روم وہ ہے۔" مونی نے اشارہ کیا۔ اور میں اسے دیکھ کر مسکرانے لگا۔ "آؤ۔" میں نے شرارت
سے کہا اور اس نے بوکھلائے ہوئے انداز میں دروازے کی طرف چھلانگ لگا دی۔ غسل کرتے ہوئے میں
اس کے بارے میں سوچتا رہا اور مجھے ہنسی آتی رہی۔ انوکھی طرز کی انوکھی لڑکی تھی۔ کتنی آسانی سے خود کو
میرے حوالے کر دیا، زندگی کے اہم مرحلے سے گزر گئی، لیکن اس پر کوئی اثر نہیں معلوم ہوتا تھا۔ ظاہر ہے وہ
بہلانے کا فن جانتی ہے۔ اپنی حیثیت سے واقف ہے۔ اور ضروریات زندگی میں جذبات کو نہیں داخل ہونے
دیتی۔ اس کی پر مزاح فطرت اسے دوسروں سے مختلف کرتی ہے۔

"میں نے کہا جناب، نیند آ گئی کیا؟" تھوڑی دیر کے بعد مونی کی آواز سنائی دی۔ اور میں شرارت سے
خراٹے لینے لگا۔ "میں بالکل چکر میں نہیں آؤں گی۔ اگر آپ کو واقعی نیند آ گئی ہے تو پھر سلیمان بے ہی آپ
کو آ کر جگائیں گے۔ ویسے آپ کا سامان بلغاریہ سے منگوا لیا گیا ہے۔ اور آپ کا یہ لباس دروازے کے بالکل
سامنے لٹکا ہوا ہے۔"

"اوہ مونی۔ کیا یہ تم ہو؟" میں نے اندر سے آواز دی۔

"ہوں نہیں تھی۔ اب تو میں جا چکی ہوں۔ ہاں جب آپ لباس تبدیل کر کے باہر آئیں گے تو ناشتے کے کمرے تک آپ کی رہنمائی کرنے آجاؤں گی۔" مونی کے قدم دروازے کی طرف بڑھ گئے اور میں ہنستا ہوا باہر نکل آیا۔ میں نے اپنا لباس اتارا اور پھر اسے پہن کر تیار ہو گیا۔ مونی شاید دروازے کے باہر موجود تھی۔ چنانچہ جونہی میں نے لباس تبدیل کیا اس نے دروازے میں سے اندر جھانکا۔

"کلّی کے پاٹ سے سوندھے دھوئیں کی لکیریں بل کھاتی ہوئی چھت کی طرف محو پرواز ہیں۔ چکن، بادام کے سینڈوچز سے ہلکی ہلکی بھاپ نکل رہی ہے۔ اور انجیر کی ساس سفید پلیٹ میں سیال سونے کی طرح بکھری ہوئی ہے' ڈرائی فروٹس اور ادرک کی جیلی میز پر کسی کی منتظر ہے ——— ایسے میں جو دیر کرے وہ قدرت کی عطا کی ہوئی نعمتوں کا مذاق اڑاتا ہے۔"

میں ہنستا ہوا دروازے کی طرف بڑھ گیا اور مونی نے سر جھکاتے ہوئے میرا استقبال کیا۔ "اوہ ——— ہیلو مسٹر نواز۔ تشریف لایئے۔"

"بہت شریر ہو مونی' عرصے تک یاد رہو گی۔" میں نے اس کے ساتھ آگے بڑھتے ہوئے کہا۔

"آپ بھی مجھے عرصے تک یاد رہیں گے مسٹر نواز۔" مونی نے نچلا ہونٹ دانتوں میں دبا کر ہولے سے کراہتے ہوئے کہا اور میں ہنس پڑا۔ ہم دونوں ناشتے کے کمرے میں آ گئے۔ وہ میرے سامنے ہی کرسی پر بیٹھ گئی تھی۔ بلاشبہ ناشتے کی میز پر بہت کچھ تھا۔ میں نے سینڈوچز لیے۔ انجیر کی ساس بہت لذیز تھی اور دوسری چیزیں بھی۔ تھوڑا کھانے کا ارادہ تھا لیکن زیادہ ہی کھا گیا۔ مونی بھی میرا ساتھ دے رہی تھی۔ پھر وہ میری طرف دیکھ کر مسکرائی۔

"کیوں کیا بات ہے مونی؟"

"کچھ نہیں۔ ایک فلسفے پر غور کر رہی تھی۔"

"انسان دو صنفوں میں تقسیم ہے۔ مرد' عورت۔ دونوں ابتداء سے ایک دوسرے کے لیے لازم و ملزوم رہے ہیں دونوں ایک دوسرے کی پسند ہیں۔ اگر یہ دونوں ایک دوسرے سے اس قدر متاثر نہ ہوتے تو زندگی قائم نہ رہ سکتی۔ انسان اکتاہٹوں کا شکار ہو کر خودکشی کر لیتا۔ مرد کے لیے ایک بھرپور عورت زیادہ دلکش ہوتی ہے۔ اور عورت کے لیے ایک بھرپور مرد۔ اگر ان دونوں میں سے کسی میں کوئی کمی ہو تو پھر کشش نہیں ہوتی۔ میں پتھر کے دور کے مرد کے بارے میں سوچ رہی تھی۔ یقیناً وہ دلکشی میں بے مثال ہوگا۔"

"کیوں پتھر کے دور کا مرد کیوں یاد آیا؟"

"آج اس کی جھلک دیکھی ہے۔" مونی نے جواب دیا اور مسکرانے لگی میرے ہونٹوں پر بھی مسکراہٹ پھیل گئی۔

"نہ جانے تم میری تعریف کرنا چاہتی ہو یا مضحکہ اڑانا چاہتی ہو؟"

"مضحکہ نہیں نواز ——— انسان تہذیب کے جتنے لبادے اوڑھتا جا رہا ہے' اس کی شخصیت چھپتی جا رہی ہے۔ بعض لوگ تو تہذیب کے غلافوں میں اتنے گہرے چلے گئے ہیں کہ سمجھ ہی میں نہیں آتے۔ میرا خیال ہے بستر پر' تم ابتدائی مرد بن جاتے ہو۔ میری بے باکی معاف کرنا' صاف الفاظ میں اپنا مافی الضمیر بیان کرنے کی عادی ہوں۔ نیا نوجوان' خود کو عورت ثابت کرنے پر تلا ہوا ہے۔ نہ جانے کیوں' اور نہ جانے کونسی عورت اسے پسند کرتی ہے۔ شاید وہ جو خود مرد بننے میں کوشاں ہے۔ لیکن یہ جنسی اختلاف کون سا رخ اختیار کرے گا؟"

"ممکن ہے سیفو کا دور واپس آ جائے۔ لڑکے تالیاں بجانے کے علاوہ کچھ نہ کریں گے اور عورت سیفو بن جائے گی۔" میں نے کہا۔

"اور یہ بڑا بھیانک جنسی المیہ ہوگا۔ زندگی اکتاہٹوں کے غار میں جا پڑے گی۔ ممکن ہے یہ جنون دنیا کے خاتمے کا سبب بن جائے۔" اس نے پیالی میں چائے نکالتے ہوئے کہا اور میں اس خوبصورت ملازمہ کی سوچ پر غور کرنے لگا۔ اسی وقت دروازے پر سلیمان بے کی آواز سنائی دی۔

"آہا۔ انتہائی مناسب وقت پر پہنچا۔ بھوکا بھی ہوں اور تھکا ہوا بھی۔ چنانچہ یہ فیصلہ تم ہی کرو گی مونی کہ پہلے مجھے چائے پینی چاہیے یا کچھ کھا لینا چاہیے۔" سلیمان بے نے کرسی گھسیٹ کر بیٹھتے ہوئے کہا۔

"میرا خیال ہے مسٹر سلیمان بے۔ پہلے آپ کچھ کھا لیں' پھر چائے پی لیں۔" مونی نے کہا اور سلیمان بے پلیٹوں میں بچی کھچی چیزوں پر ہاتھ صاف کرنے لگا۔ پھر اس نے چائے کی تین پیالیاں چڑھائیں اور ایک زوردار ڈکار لے کر سیدھا ہو گیا۔

رپورٹ پیش خدمت ہے مسٹر نواز ——— پولیس کے آدمیوں نے بلغاریہ کے اندر ڈیرہ ڈال دیا ہے۔ وہ تمہارے کمرے کی نگرانی کر رہے ہیں۔ بلقابہ کی عورتوں سے بھی چھان بین کی گئی ہے۔ اور جوزت شلازی' جو ایک پیشہ ور دلال ہے اور جو شاید تمہیں بلقابہ لے گیا تھا' کو پکڑ کر کافی مرمت کی گئی ہے بہرحال وہ کتوں کی طرح تمہاری بو سونگھتے پھر رہے ہیں اور کافی مشتعل ہیں۔ بعض جگہوں پر پولیس بھی خفیہ طور پر ان کی معاون ہے ——— عام طور پر تمہیں اڈوں پر تلاش کیا جا رہا ہے۔ شاید وہ ابھی تک تمہارے بارے میں صحیح رپورٹ نہیں حاصل کر سکے ہیں۔" سلیمان بے نے کہا۔

"اچھی بات ہے۔ زندگی کا جمود ٹوٹ جائے گا' ان سے دو دو ہاتھ رہیں گے۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"مونی ——— برتن لے جاؤ۔ ہم تھوڑی دیر یہیں رک کر گفتگو کریں گے۔" سلیمان بے نے کہا اور مونی گردن ہلا کر باہر نکل گئی۔ "میں نے یمانی سے گفتگو کر کے اسے مفصل رپورٹ دی تھی۔ یہ اب سے تین گھنٹے قبل کی بات ہے ابھی پندرہ منٹ قبل یمانی نے پھر مجھ سے گفتگو کی' اس نے کہا کہ غلام سیٹھ ایران آیا ہوا ہے۔ پھر غلام سیٹھ نے بھی چند الفاظ کہے۔ اس نے ہدایت کی ہے کہ تمہیں بذریعہ ٹرین استنبول روانہ کر دیا جائے۔ دراصل انقرہ کی بہ نسبت استنبول زیادہ محفوظ ہے۔ وہاں غلام سیٹھ کی اپنی حیثیت بھی ہے اور پھر وہاں ہمارا اسٹاف خاصا شاندار ہے۔ ویسے غلام سیٹھ نے کہا ہے کہ تمہاری رائے بھی لے لی جائے۔ اگر تم کچھ اور پسند کرو تو اس کا احترام کیا جائے گا۔"

"ہوں۔" میں حالات پر غور کرتا رہا۔ پھر میں نے گردن ہلاتے ہوئے کہا "ٹھیک ہے ہربنس کے آدمیوں کی تو مجھے پرواہ نہیں ہے' میں ان سے نپٹ سکتا ہوں۔ لیکن غلام سیٹھ نے میرے لیے جو سوچا ہے بہتر وہی ہے۔ میں روانگی کے لیے تیار ہوں۔"

"میرے خیال میں بھی یہی مناسب ہے۔ استنبول میں گو ہربنس کا اڈہ سب سے بڑا ہے۔ لیکن وہاں اس

کی طاقت محدود ہے' جب کہ ہم وہاں' یہاں کی بہ نسبت زیادہ طاقتور ہیں تو مسٹر نواز۔۔۔۔۔۔ اس بار آپ تھوڑا سا بہروپیہ بننا پڑے گا!"

"یعنی۔۔۔۔۔۔؟" میں نے پوچھا۔

"نقلی داڑھی اور بالوں کی وگ۔ آپ ایک فرانسیسی ہپی کی حیثیت سے سفر کریں گے۔ استنبول جا کر آپ خود کو تبدیل کر سکتے ہیں۔ ویسے ان دونوں چیزوں سے آپ کو الجھن تو نہیں ہو گی؟"

قطعی نہیں۔ ویسے میرا حلیہ ایران میں بدلا ہے۔ ورنہ میرے چہرے پر اوریجنل داڑھی تھی اور میں بھی نروان کی تلاش میں سرگرداں تھا۔"

"ونڈر فل۔ گویا آپ نے ان آوارہ گردوں کے ساتھ وقت گزارا ہے؟"

"کافی مسٹر سلیمان بے۔ ہاں مجھے ان گولیوں کی ضرورت بھی ہو گی جو نشہ نہیں ہونے دیتیں۔ ان حالات میں میں ان گولیوں سے کام چلاتا رہا ہوں۔ چرس وغیرہ تو پینی ہی پڑتی ہے۔"

"بہتر ہے۔ فراہم کر دی جائیں گی' اس کے علاوہ بھی جس چیز کی ضرورت ہو۔" سلیمان بے نے کہا۔

"ہاں میں اس زندگی کے لوازمات سے بھی واقف ہوں۔ دوست بنانے کے لیے کچھ چیزوں کی ضرورت ہوتی ہے۔"

"میں اپنی طرف سے آپ کو چند ایسی نایاب چیزیں دوں گا کہ آپ یاد رکھیں گے!" سلیمان بے نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"مجھے کب روانہ ہونا ہے؟"

"آج ہی رات کو۔ غلام سیٹھ نے یہی کہا تھا۔"

"ٹھیک ہے میں تیار ہوں۔"

"ویسے مجھے افسوس ہے انقرہ میں آپ کی کوئی خاطر نہیں ہو سکی۔" سلیمان بے نے کہا اور میں دل ہی دل میں مسکرا دیا۔ میں نے اسے بتانا مناسب نہیں سمجھا کہ اس کی سیکرٹری میری عمدہ خاطر کر چکی ہے۔ سلیمان بے کرسی سے اٹھ گیا۔ اور ہم دونوں گفتگو کرتے ہوئے باہر نکل آئے۔ پھر سلیمان بے نے مجھے میرے کمرے میں پہنچا دیا اور خود میری روانگی کے انتظامات کرنے چلا گیا۔ میں ایک آرام دہ کرسی میں دراز ہو کر ان واقعات کے بارے میں سوچنے لگا۔ دل تو یہ چاہ رہا تھا کہ انقرہ کی سڑکوں پر نکل جاؤں۔ ہربنس کے آدمیوں کو کھلا چیلنج دے دوں اور پھر ان سے آنکھ مچولی کھیلوں۔ لیکن بات میری ذات تک محدود نہیں تھی۔ غلام سیٹھ اور اس کے گروہ کو بھی مد نگاہ رکھنا تھا۔ میری وجہ سے ان لوگوں کو نقصان پہنچ جائے' جنہوں نے میرے اوپر ضرورت سے زیادہ بھروسہ کر لیا تھا۔ چنانچہ وہی ٹھیک ہے جو وہ چاہتے ہیں۔

میں اسی سوچ میں گم تھا کہ مونی اندر آ گئی۔ اس کے قدموں کی آہٹ پر میں نے چونک کر آنکھیں کھول دیں۔ مونی کے چہرے پر گہری سنجیدگی تھی۔

"آؤ مونی۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"ایک بات تمہیں بتانا بھول گئی تھی۔" وہ عجیب سے لہجے میں بولی۔

"وہ کیا؟" میں نے پوچھا۔

"انسان ازل سے احمق ہے۔ قدرت نے اسے گوشت کا ایک لوتھڑا دے کر اس پر بڑا ظلم کیا ہے۔ کاش

جسم کا کوئی اور عضو اس لوتھڑے کا بدل ہوتا۔ یا پھر قدرت نے اس بے کار سی شے کو اس قدر عجیب نہ بنایا ہوتا۔ یہ انسان کو کس قدر مجبور کر دیتی ہے۔ ہم اس کی وجہ سے کس قدر بے بس ہو جاتے ہیں۔ سلیمان بے نے بتایا ہے کہ تم آج ہی رات جا رہے ہو۔ خون کا یہ ڈھیر مجھے پریشان کر رہا ہے۔ اس نے میری مسکراہٹ کو مضمحل کر دیا ہے۔ اب میں اپنی مرضی سے نہیں مسکرا سکتی۔ ہاں اگر مجھے حکم ملے تو میں قہقہے لگاؤں گی۔ کیونکہ یہ میری ڈیوٹی ہو گی لیکن نہ جانے کب تک میں تمہیں یاد کرتی رہوں گی۔" اس کی آنکھوں میں نمی آ گئی۔ اور میرے ذہن میں ایک لمحے کے لیے دھواں سا اٹھا' لیکن پھر اس پر ایک دبیز تہہ چڑھ گئی۔ بیزاری اور حالات کی تہہ۔

"گوشت کے اس لوتھڑے کو اپنا تابع کر لو مونی۔ زندہ رہنے کے لیے یہ عمل ضروری ہے۔ اس غلاظت کے ڈھیر کو خود پر مسلط نہ ہونے دو۔ یہ زندگی میں ایک رکاوٹ بن جاتا ہے۔ ہر سانس کو ایک قہقہہ سمجھو' ہر چہرے کو پرچھائیں خیال کرو۔ کسی شے کا کوئی وجود نہیں ہے۔ آنکھوں کے پردوں پر مختلف تصویریں آتی ہیں۔ نزدیک اور نزدیک پھر گم ہو جاتی ہیں۔ انہیں بھلاتی رہو۔ ورنہ زندگی بہت کٹھن ہو جائے گی۔"

"کوشش کروں گی نواز۔ وعدہ نہیں کرتی۔ اس کے بعد تمہارے سامنے نہ آ سکوں گی۔ بس ابھی اندر بغاوت ہے۔ کوئی غلط راستہ نہ دکھا دے' اجازت دو!" اس نے کرب سے کہا۔

"خدا حافظ مونی۔" میں نے خشک سے انداز میں کہا۔ مجھے اس کی بکواس پر غصہ آنے لگا تھا۔ کم بخت بکواس کر کے متاثر کرنا چاہتی ہے۔ اس دیوار کو ہلانا چاہتی ہے جس کی تعمیر میں میں نے ہزاروں کرب دفن کیے ہیں۔ جسے کھڑا کرنے کے لیے دیوانگی اپنانی پڑی ہے۔ دل چاہا اٹھ کر اس کے بال پکڑ لوں اور اس کی کمر پر ایک زوردار لات رسید کر دوں۔ لیکن اس کی نوبت نہیں آئی۔ مونی خود ہی باہر نکل گئی تھی۔ تھوڑی دیر تک طبیعت میں ہیجان رہا۔ ایک عجیب سا سناٹا ذہن میں گونجتا رہا۔ انوکھی آوازیں کانوں کے پردوں سے ٹکراتی رہیں۔ لیکن پھر میں نے ان آوازوں کی گردن دبا دی۔ انہیں موت کی نیند سلا دیا۔ اور آئندہ پیش آنے والے واقعات پر غور کرنے لگا۔

ہربنس آخر کیا سمجھتا ہے مجھے۔ کرائے کے ٹٹوؤں سے مجھے شکست دینا چاہتا ہے۔ میری قوت سے ناواقف ہے۔ گدھا کہیں کا' میرے دانت بھنچ گئے۔ ٹھیک ہے ہربنس' تجھے چھٹی کا دودھ یاد نہ دلا دوں تو نواز نام نہیں' اب میں خود تجھے تلاش کر کے ماروں گا۔ یہ میرا عہد ہے۔

رات کو تقریباً" آٹھ بجے سلیمان بے واپس آیا۔ اس نے حسب معمول چہکتے ہوئے لہجے میں "ہیلو" کہا تھا۔ میں نے بھی خوش دلی سے اسے خوش آمدید کہا۔

"تیاریاں مکمل ہیں۔ رات کو ایک بج کر بیس منٹ پر استنبول جانے والی ٹرین آتی ہے۔ یہ ٹرین ارض روم سے آتی ہے اور ایک بیس پر انقرہ پہنچتی ہے۔ تمہارا بندوبست تھرڈ کلاس کمپارٹمنٹ میں کیا گیا ہے۔ سفر میں تکلیف تو یقیناً" ہو گی۔ لیکن یہ ضروری تھا۔"

"کوئی بات نہیں ہے۔ میک اپ کا بندوبست ہو گیا ہے؟" میں نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"مکمل! آؤ دیکھ لو!" سلیمان بے نے کہا اور میں اس کے ساتھ کمرے سے نکل آیا۔ ہم ایک اور کمرے میں آئے۔ یہاں ایک بڑی میز پر میرا سامان سجا ہوا تھا۔ باقی سب کچھ یہاں چھوڑ دینا تھا۔ ایک رنگین پتلون' رنگین بے جوڑ لیکن موٹی بشرٹ' پھٹی ہوئی لیکن گرم پوستین اور ایک میلا سا کمبل۔ ایک تھیلا' کھانے پینے

کی کچھ چیزیں۔ چرس پینے کا ایک چھوٹا حقہ اور ایک عمدہ سا پستول۔ "یہ ہے آپ کا اثاثہ۔" سلیمان بے مسکراتے ہوئے کہا۔

"نیا نہیں ہے۔ طویل عرصہ اسی لباس میں گزار چکا ہوں۔ فرق صرف اتنا ہے کہ اس وقت داڑھی اص تھی اور اب نقلی ہوگی۔ ہاں داڑھی وغیرہ کہاں ہے؟"

"بہترین داڑھی اور وِگ مہیا کی گئی ہے۔" سلیمان بے نے ایک چوکور ڈبہ کھولتے ہوئے کہا' اور اس نے نقلی داڑھی اور سر کی وِگ نکال کر میز پر ڈال دی۔ میں آگے بڑھ کر اسے دیکھنے لگا۔ یقیناً شاندار اور خاص انداز میں بنائی گئی تھی۔ میں نے گردن ہلا دی۔

رات کے کھانے پر کافی دیر تک گفتگو ہوتی رہی۔ پھر ہم تیاریوں میں مشغول ہو گئے۔ نقلی داڑھی چہرے پر فٹ کی گئی' وِگ سر پر لگائی گئی اور میں نے آئینے میں خود کو دیکھا' اس کے بعد لباس بھی پہن لیا اور میں پھر انہیں آوارہ گردوں کے روپ میں آ گیا جن کے ساتھ کافی وقت گزر چکا تھا۔ پوری طرح تیار ہو میں خاموشی سے باہر نکل آیا۔ سلیمان بے نے رہائش گاہ کے عقبی دروازے پر مجھے خدا حافظ کہا۔ اس استنبول کے بارے میں مجھے ضروری ہدایات دے دی تھیں۔

ریلوے سٹیشن کی طرف بڑھتے ہوئے میں نے ذہن کو آزاد چھوڑ دیا تھا۔ مجھے کس بات کی پرواہ ہو تھی۔ ہر سانس ایک نئے ماحول سے آشنا ہوتا تھا۔ یہ تو زندگی ہے۔ ماضی کا ایک لمحہ یاد نہ رکھو۔ حال بارے میں سوچو۔ صرف حال کے بارے میں۔ ریلوے سٹیشن کا فاصلہ کافی تھا لیکن ایک آوارہ گرد کے فاصلے کوئی اہمیت نہیں رکھتے۔ میں چلتا رہا' یہاں تک کہ سٹیشن پہنچ گیا۔ بھانت بھانت کے لوگ مقامی' غ مقامی۔ اپنی نسل کے بھی نظر آ رہے تھے۔ سردی سے کانپتے ہوئے' بے حال' مرجھائے ہوئے' میں نے ٹ کے بارے میں معلوم کیا۔ ابھی ایک بجنے میں بیس منٹ باقی تھے' گویا ٹرین آنے میں پورے چالیس منٹ تھے۔ بہرحال یہ وقت گزارنا تھا' دوسرے لوگوں میں جانا مناسب نہیں تھا' چنانچہ میں اپنے قبیلے کی طرف چل پڑا۔ جس نے سٹیشن ہی کے ایک کونے میں رنگ جما رکھا تھا۔ شاید سردی سے بچنے کے لیے جسم گرم رکھنے ایک یہی طریقہ تھا۔

چوری چھپے سگریٹ چل رہے تھے' لیکن اس بو کو کہاں لے جاتے جو دور دور تک کی خبر لا رہی تھی میں بھی اداس سی شکل بنائے ایک دیوار سے ٹک گیا۔ تھیلا اور کمبل نزدیک ہی رکھ لیا تھا۔ کئی للچائی ہوئی نگاہیں میرے کمبل پر پڑ رہی تھیں۔ بہت سوں کو اس کی ضرورت تھی۔ لیکن میں اس وقت کسی کی ضرورت پوری کرنے کے موڈ میں نہیں تھا۔ چنانچہ میں نے کسی کی طرف غور نہیں کیا اور آنکھیں بند کر لیں۔

میرا ٹکٹ موجود تھا' اس لیے اس کی پرواہ بھی نہیں تھی' ہاں بس ٹرین میں جگہ حاصل کرنا تھی۔ بہرحال ایک مشکل کام تھا۔ چالیس منٹ گزر گئے۔ بہرحال ٹرین وقت پر آ گئی۔ لیکن ٹرین جونہی پلیٹ فارم پہنچی' نہ جانے کہاں سے انسانوں کے غول کے غول نمودار ہوئے اور ٹرین پر جھپٹے' اس وقت ذرا سی غفلت توطیت مشکل میں مبتلا کر سکتی تھی' چنانچہ میں بھی جانور بن گیا اپنا مختصر سامان اٹھائے میں ٹرین کے ایک ڈبے کی طرف لپک رہا تھا۔ لیکن ہر کھڑکی کے دوسری طرف انسانوں کی دیواریں چنی نظر آ رہی تھیں اور بہرحال انہیں دیواروں میں اپنے لیے کوئی سوراخ تلاش کرنا تھا۔ سچ مچ بے بسی کا احساس ہوا' لیکن' اچانک کسی [illegible] مجھے [illegible]

"ہے ——— ادھر' ادھر ———!" اور میں نے کھڑکی میں دیکھا' موٹی گردن اور جٹاؤں کی طرح بڑھے ہوئے بالوں والا ایک ہپی پیلے دانتوں کی نمائش کر رہا تھا۔ اس کے دونوں ہاتھ پھیلے ہوئے تھے۔ غالباً" وہ مجھ سے میرا سامان مانگ رہا تھا۔ میں سمجھ گیا کہ میرے حلیئے کی وجہ سے وہ میری طرف متوجہ ہوا ہے' اور غالباً" اس کے پاس بیٹھنے کو سیٹ بھی ہے۔ میں نے جلدی سے کمبل اور تھیلا اسے تھما دیا جسے اس نے جلدی سے اندر کر لیا۔ لیکن کمپارٹمنٹ میں داخل ہونا میرے بس کی بات نہیں تھی۔ میں دروازے کی طرف گیا' لیکن وہاں انسان شہد کے چھتے سے چپکی ہوئی مکھیوں کی طرح ایک دوسرے سے اٹکے ہوئے تھے۔ "آ جاؤ ——— آ جاؤ ———" میرے محسن نے آواز دی۔ اور میں بے بسی سے کھڑکی کی طرف لپکا' بلاشبہ میرا دوست طاقتور تھا' اس نے اپنے مضبوط بازوؤں سے تھام کر اندر گھسیٹ لیا۔ میری ٹانگیں کسی کے سر پر تھیں' جسم کسی کے اوپر' میک اپ سخت خطرے میں تھا اور خود میں بھی' لیکن بھلا ہو شریف آدمیوں کا' کسی نے احتجاج نہ کیا' البتہ کوشش کر کے میری ٹانگیں موڑی گئیں اور مجھے فٹ کرنے کی کوشش کی جانے لگی۔ میں کسی کی گود میں تھا لیکن اس کی شکل بھی نہیں دیکھ سکتا تھا۔ بہرحال ڈبے کے اندر آ چکا تھا۔ جب کہ دوسرے لوگوں کی جدوجہد ابھی جاری تھی۔ پھر گارڈ نے وسل دی اور ٹرین آہستہ آہستہ کھسکنے لگی۔ ٹرین نے کسی حد تک رفتار پکڑلی تب کہیں جا کر سکون ہو سکا' میں اب پوری طرح فٹ تھا' لیکن بدستور کسی کی آغوش میں تھا۔ میں نے گردن گھما کر اس محسن کی شکل دیکھی جس نے مجھے اپنی آغوش میں پناہ دی تھی۔ اور ہکا بکا رہ گیا۔ وہ مرد نہ تھا' بلکہ ایک غیر معمولی طور پر توانا عورت تھی غالباً" اس ہپی کی ساتھی۔ اس کے ہونٹ پتلے پتلے اور سرخ تھے اور مجھے اس طرح اپنی گود میں رکھ کر وہ مسکرا رہی تھی۔

میں نے گھبرائے ہوئے انداز میں ہپی کی طرف دیکھا' وہ بھی ہنس رہا تھا چنانچہ میں بھی بے بسی سے ہنسنے لگا۔

"گھبراؤ نہیں۔ ابھی تمہارے لیے جگہ بن جائے گی۔" اس نے انگریزی میں کہا تھا۔ "مجھے افسوس ہے!" میں نے معذرت کی اور اٹھنے کی کوشش کرنے لگا۔

"لوہو۔ بیٹھے رہو' بیٹھے رہو ——— ہمارے پاس سردی دور کرنے کا انتظام نہیں ہے' جبکہ سردی بہت ہے۔ اور پھر تمہارے اندر وزن تو ہے ہی نہیں۔" عورت نے کہا۔ اس کی آواز اس کے جسم سے قطعی مختلف تھی' سریلی اور شفاف تاہم مجھے کسی عورت کی گود میں بیٹھنا پسند نہیں تھا' اس لیے میں کھسک کر کھڑا ہی ہو گیا۔ لیکن عورت اس دوران کام دکھا چکی تھی۔ اس نے تھوڑا سا کھسک کر اپنے اور ہپی مرد کے درمیان جگہ بنا ہی لی۔ اور ہپی نے میرے دونوں شانوں پر ہاتھ رکھ کر مجھے اس جگہ میں فٹ کر دیا۔ اب میں اس انداز میں بیٹھا تھا جیسے وہ دونوں مجھے اغوا کر کے لے جا رہے ہوں۔ لیکن بہرحال غنیمت تھا۔ میں دروازے سے لٹکے ہوئے لوگوں کا حشر بھی دیکھ رہا تھا۔ جو ابھی تک کمپارٹمنٹ میں گھسنے میں ناکام رہے تھے۔

"بہت بہت شکریہ۔" میں نے گہری گہری سانسیں لیتے ہوئے کہا۔

"کوئی بات نہیں ہے ڈارلنگ۔" عورت کی سریلی آواز سنائی دی۔ اور میں نے اس کی شکل دیکھی۔ سرخی مائل شفاف چہرہ تھا۔ عمر کسی طور تیس سے زیادہ نہیں تھی۔ لمبے لمبے سنہرے بال' بڑی بڑی آنکھیں' لیکن جسم بر[illegible] فربہ تھا۔ بلاشبہ اس کی ایک ایک ران میرے پیٹ کی موٹائی کے برابر تھی۔ بڑا تندرست اور

ٹرین نے خاصا فاصلہ طے کر لیا۔ اب انقرہ کی روشنیاں گم ہو چکی تھیں۔ فی الحال میری جو پوزیشن تھی اس کے تحت میں کسی بھی سلسلے میں نہیں سوچ سکتا تھا۔ سوچ بچار تو تنہائی کے مشغلے ہیں اور تنہائی۔ اگر دونوں ستونوں کے درمیان پھنسے رہنے کو تنہائی کہا جا سکتا ہے تو شاید میں تنہا تھا۔

بہرحال ان لوگوں نے میرے اوپر احسان کیا تھا تو اس کی قیمت بھی ادا کرنا تھی' چنانچہ تعارف کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ مرد کا نام کیگارو تھا اور عورت ٹمسن سارڈی تھی۔ میں نے اپنا نام فریڈرک بتایا تھا اور انہیں مختصر طور پر ایک کہانی گھڑ کر سنا دی تھی۔ وہ دونوں بھی بقول ان کے استان بول جا رہے تھے۔

"افسوس ڈیر' میں تمہیں یہاں چرس نہیں پیش کر سکتا۔ ٹرین میں بیٹھے لوگ شور مچا دیں گے۔ پہلے بھی ہنگامہ ہو چکا ہے۔"

"آپ لوگ پیچھے سے آ رہے ہیں؟" میں نے سوال کیا۔

"ہاں ارض روم سے۔" کیگارو نے جواب دیا' میں نے گردن ہلا دی۔ ظاہر ہے وہ پیچھے سے ہی آ رہے ہوں گے' ورنہ یہ جگہ کہاں سے حاصل کر سکتے تھے' "تمہارے پاس کمبل ہے' کیوں نہ اسے کھول کر ہم تینوں اوڑھ لیں میدانوں کی سردی بہت شدید ہے۔" عورت نے کہا اور میں نے اخلاقاً" زور زور سے گردن ہلا دی۔ مرد نے ہنستے ہوئے کمبل کھول لیا تھا۔ عورت نے اسے گردن تک اوڑھ لیا۔ میں تو درمیان میں ہونے کی وجہ سے ڈھکا ہی ہوا تھا۔ یوں بھی ان دونوں کے درمیان سردی لگنے کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا تھا۔ دوسرے سرے کو کیگارو نے لپیٹ لیا' اور پھر اس نے جیب سے ایک ڈبیہ نکالی جس کے اوپری حصے پر ایک شیشہ لگا ہوا تھا۔ غالباً" کسی افغانی کی نسوار کی ڈبیہ تھی۔ اس نے ڈبیہ میں سے تین ننھی ننھی گولیاں نکالیں۔ ایک مجھے پیش کی' ایک عورت کو اور تیسری اپنے منہ میں ڈال لی۔ پہلے تو کوئی اندازہ نہ ہو سکا' لیکن جب گولی منہ میں گھلی تو چودہ طبق روشن ہو گئے۔ غالباً" افیون تھی' جو وقت گزاری کے طور پر استعمال کی جا رہی تھی ——— کڑواہٹ کی وجہ سے منہ کی میں انگلی ڈال کر گولی تلاش کی۔ جو کچھ دیر نکال کر پھینک دی لیکن کڑواہٹ تو پیٹ تک اتر گئی تھی۔

بہرحال کیا کہتا' ان محسنوں' سے جنہوں نے اپنی دانست میں بہرحال مدارات کی تھی۔ جب تک منہ کی حالت خراب رہی' دل ہی دل میں ان دونوں کو برا بھلا کہتا رہا۔ کیگارو نے سکون سے آنکھیں بند کر لی تھیں۔ اس کی ساتھی دیونی البتہ جاگ رہی تھی اور شاید افیون کے سرور میں تھی۔

کمپارٹمنٹ کے دوسرے مسافروں نے بھی بہرحال حالات سے سمجھوتہ کر لیا تھا اور جس طرح بھی جگہ ملی تھی ایک دوسرے پر چن گئے تھے۔ دروازہ خالی ہو چکا تھا' لیکن صورت حال یہ تھی کہ باتھ روم میں بے شمار افراد ایک دوسرے پر دراز تھے' اور اگر کسی کو رفع حاجت کی ضرورت ہو تو صبر و شکر کے علاوہ اور کوئی چارہ نہیں تھا۔ فرش اور لباس کا جو بھی حال ہو! میری زندگی تو گوناگوں واقعات سے پر تھی' اچھے اور برے لمحات سے پوری طرح آشنا' چنانچہ تھوڑی دیر کے بعد ہی میں نے اس دن کی تکلیفات کو ذہن سے جھٹک دیا۔ منزل آئے گی اور یہ برا وقت بھی گزر جائے گا لیکن بات یہیں تک محدود نہیں تھی۔ سمندر میں طوفان آیا تھا۔ گوشت کی چٹان تھلتھلا رہی تھی۔ کمبل کے نیچے جب ایک بھاری وزن میری ران پر آ پڑا تو میں اچھل پڑا' دیونی کی آنکھیں بند تھیں' اس لیے میں نے اسے اتفاق سمجھا' بہرحال یہ بوجھ ناقابل برداشت ہم نہیں تھا۔ اس کے باوجود اس اتفاق کو قبول کرنے کو دل نہیں چاہ رہا تھا۔ کمبل اور سردی صرف ایک بہانہ

نہیں تھی اس کی آڑ میں!

اور اچانک یہ شبہ یقین میں بدل گیا۔ ہاتھ اور کچھ آگے بڑھ آیا تھا اور اب قابل اعتراض حدود میں پہنچ گیا تھا۔ ایک دم جھرجھری سی آ گئی' بھیانک صورتحال تھی' بیٹا نواز ——— آج تک خود کو بڑا مرد میدان سمجھتے رہے ہو۔ بڑے عیاش طبع اور عورت پرست بنتے رہے ہو۔ آج بھگتو! میں نے دل ہی دل میں سوچا اور تنکھیوں سے دیونی کی طرف دیکھا۔ اس کے پتلے ہونٹ مسکراہٹ کے انداز میں پھیلے ہوئے تھے' اور ہاتھ ——— اس کے بارے میں کچھ کہنا ہی فضول ہے' کیونکہ وہ ایک سوچی سمجھی سازش تھی میں نے اپنے آپ کو ٹٹولا۔ کیا میں اتنا ہی گر گیا ہوں کہ عورت نام کا گنبد بھی قبول کر لوں۔ لیکن اس وقت صورتحال عجیب ہی تھی۔ گنبد حرکت کر رہا تھا۔ اور اگر میں نے ان حرکتوں سے اجتناب کیا تو نتیجہ یہ بھی نکل سکتا ہے کہ جس کھڑکی سے مجھے اندر داخل کیا گیا تھا' اسی کے ذریعے چلتی ٹرین سے باہر پھینک دیا جائے' اور یہ کام ان دونوں کے لیے مشکل نہیں تھا۔ چنانچہ خود کو اس کے رحم و کرم پر چھوڑ دیا' اور اس نے میرا وہ حال کیا کہ خدا کی پناہ' ایک بار پھر ڈرتے ڈرتے اس کی جانب دیکھا' تو وہ نیم وا آنکھوں سے مجھے دیکھ رہی تھی' اس کی نگاہوں میں بے چینی تھی' جیسے کہہ رہی ہو "کیسے جوان مرد ہو' حسن خود تمہاری طرف مائل ہے وہ تمہیں شہہ دے رہا ہے' اور تم ابھی تک خاموش ہو!" اسے کیا معلوم تھا کہ اس "حسن" سے میری روح فنا ہو رہی ہے۔

لیکن قسمت میں جو لکھا ہے' پورا ہو کر ہی رہتا ہے۔ جب مجھے مائل کرنے کی تمام کوششیں ناکام ہو گئیں' تو جارحیت کا دور شروع ہو گیا اور کمبل کے نیچے سے میری کلائی آہنی گرفت میں جکڑ لی گئی۔ ایک جھٹکے سے مجھے اپنی طرف کھینچا گیا۔ اور میرا ہاتھ مکھن کے ڈھیر سے ٹکرایا۔ شاید اس نے اپنا نچلا جسم کسی طرح عریاں کر لیا تھا۔ آنکھوں میں تارے ناچنے لگے۔ ہر بس کے آدمیوں کا خطرہ مول لے سکتا تھا اگر اس "خطرہ عظیم" کا امکان ہوتا۔ لیکن بہرحال اب پھنس گیا تھا کوئی نئی مصیبت مول لینے کے لیے تیار نہیں تھا۔ اس لیے اس مصیبت کو بھگتتا رہا۔ دل کو ایک عجیب سی کراہیت کا احساس تھا' لیکن اس احساس کا اظہار زندگی کے لیے خطرہ بن سکتا تھا۔ کم بخت نے پوری رات سونے نہیں دیا۔ دانت پیس پیس کر ڈبے میں ٹھنسے ہوئے لوگوں کو دیکھتی رہی۔ سوچ رہی ہو گی کہ کاش وہ نہ ہوتے لیکن یہ تو میرا دل ہی جانتا تھا کہ ان کی موجودگی سے مجھے کتنی تقویت تھی۔ بہرحال یہ بھیانک رات آہستہ آہستہ گزرتی رہی۔ وہ رات کے آخری پہر میں مایوس ہو کر سو گئی۔ اس کا ساتھی بدستور سو رہا تھا۔ لیکن میری آنکھوں میں نیند کہاں تھی' مجھے خطرہ تھا کہ کہیں وہ پھر نہ جاگ جائے' اور بے کاری کا "شغل" شروع کر دے۔

لیکن وہ صبح تک سوتی رہی' آخری پہر میں میری پلکیں بھی ایک دوسرے سے جڑ گئیں۔ لیکن زیادہ دیر نہیں گزری۔ اس کا احساس آنکھ کھلنے کے بعد ہوا تھا۔ آنکھوں میں مرچیں سی بھری ہوئی تھیں۔ سب سے پہلے کیگارو پر نظر پڑی' اس نے کمبل اتار دیا تھا۔ اور شیشہ گرا دیا تھا۔ پھر رات کے بھیانک واقعات کا تصور کر کے گھبرائے ہوئے انداز میں ٹمسن سارڈی کی طرف دیکھا۔ وہ بھی رات بھر کی جاگی ہوئی تھی' اس لیے آرام سے سو رہی تھی۔ کمبل کے نیچے پہلے اپنا' اور پھر ٹٹول کر اس کا لباس برابر کیا۔ زندگی کو شدید خطرہ لاحق تھا۔ کیگارو کنگال بھی نہیں معلوم ہوتا تھا' جو سب چلنے دیتا۔ پھر اس نے خود پر سے کمبل سمیٹ کر صرف سارڈی کے اوپر ڈال دیا۔

"ہیلو!" کیگارو نے مسکراتے ہوئے میری طرف دیکھا اور میں بھی خوش اخلاقی سے مسکرا دیا۔ "ہم

استنبول کے قریب ہیں۔" اس نے کھڑکی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ اور مجھے ایک ہلکی سی خو
احساس ہوا۔ ہوا اندر آ رہی تھی اور اس میں سمندر کی سیل رچی ہوئی تھی۔ دور افق پر ایک نیلی لکیر اب
تھی۔ گاڑی کی رفتار کسی حد تک تیز ہو چکی تھی۔ پھر سرسبز کھیتوں کا سلسلہ شروع ہو گیا' جلتی ہوئی آنکھ
کو سبزے نے ایک عجیب سا سرور بخشا اور میں اسے دیکھتا رہا۔ پھر اس سمت کھیتوں کا سلسلہ ختم ہو گیا او
مرمر کا پانی ریل کی پٹڑی سے آلگا۔ دوسری طرف نہ جانے کیا تھا' آدمیوں کی دیوار کے اس پار دیکھنا ناممکن
میں سے تھا۔

پھر گاڑی کی رفتار سست ہونے لگی' حیدر پاشا کا سٹیشن قریب آ رہا تھا۔

"مسٹر فریڈرک" کیگارو کی آواز نے چونکا دیا۔ اور میں اس کی طرف متوجہ ہو گیا۔ "استنبول
بار آئے ہو؟" اس نے سوال کیا۔

"ہاں۔" میں نے گردن ہلا دی۔

"بس تو پھر ساتھ رہے گا۔ میں یہاں تیسری بار آیا ہوں۔ یہاں سے بخوبی واقف ہوں۔" اس نے
فیصلہ کر لیا۔ ایک لمحے کے لیے تو روح فنا ہو گئی۔ لیکن پھر سوچا' استنبول میں اگر اسی کے ساتھ ابتداء کی
تو کیا برا ہے۔ بھاگنا ہو گا تو جب دل چاہے گا بھاگ جاؤں گا۔ کم از کم ماحول ہی دیکھ لوں۔

"کیا سوچ رہے ہو؟" کیگارو نے پوچھا۔

"کچھ نہیں ٹھیک ہے۔" میں نے جلدی سے گردن ہلائی۔

"جیب کی کیا پوزیشن ہے؟" اس نے کندھے پر ہاتھ مارتے ہوئے پوچھا۔

"پیسے موجود ہیں ——— اور بھی بہت کچھ ہے۔" میں نے جواب دیا۔

"ویری گڈ۔ میرے پاس زیادہ پیسے نہیں ہیں۔ لیکن فکر مت کرو' جو کچھ تمہارے پاس ہے مجھے
دینا' دوگنا کر کے واپس کر دوں گا۔ اور میرا بھی کام بن جائے گا۔

"میں نہیں سمجھا۔" میں نے کہا۔

"ابھی نہ سمجھو۔ سمجھ جاؤ گے۔ بس میرے اوپر اعتماد کرنا۔ بے ایمان آدمی نہیں ہوں۔ دوست
دوست ہوں۔ اور دشمنوں کا سب سے بڑا دشمن۔" اس نے ہنستے ہوئے کہا۔

"ٹھیک ہے مسٹر کیگارو۔ مجھے بھی دوست پاؤ گے۔" میں نے کہا اور وہ زور زور سے ہنسنے لگا
پاشا کا سٹیشن آ گیا۔ اور مسافر اترنے کی تیاری کرنے لگے۔ "سارڈی' سارڈی!" کیگارو نے سوئے
شیر کو جگا دیا اور وہ صورت حال معلوم کر کے جلدی جلدی خود کو سمیٹنے لگی' اور پھر جب وہ کھڑی ہوئی
نے اسے غور سے دیکھا۔ بلا مبالغہ سوا چھ فٹ قد تھا اور میں نے جس قدر اسے سمجھا تھا' اس قدر نہ تھی
کا جسم موٹا ضرور تھا' لیکن ناموزوں ہرگز نہیں تھا۔ پیٹ سڈول ہی تھا' البتہ باقی جسم پلا ہوا تھا' یہی
کیگارو کی تھی۔ اتنا ہی لمبا وہ بھی تھا اور وہ بہترین جسم کا مالک تھا۔ ان دونوں کے سامنے میں احساس
کا شکار ہو گیا۔ کمپارٹمنٹ سے اترنے کے لیے ان دونوں کی سیدھ اختیار کی اور کوئی دقت نہ ہوئی۔
لوگ خود حفاظتی پر عمل کرتے ہوئے انہیں راستہ دے رہے تھے۔ ویسے ہپیوں کا ایسا عظیم الشان جو
کبھی نہیں دیکھا تھا! وہ تو سوکھے' دبلے پتلے [illegible] ہوتے تھے' لیکن [illegible] جسامت ان کا

باسفورس کی لہریں چھپاک چھپاک ریلوے سٹیشن کی سیڑھیوں کو چھو رہی تھیں۔ دوسری سمت اسٹیمر
کھڑے ہوئے تھے۔ ریلوے سٹیشن کے ہی ایک کونے میں سٹیمر سٹیشن بھی تھا' جہاں سے ٹکٹ ملتے تھے'
کیگارو نے خود ہی میرا ٹکٹ بھی خریدا اور مجھے ممنون احسان کر دیا۔ سارڈی نے میرا بازو پکڑ لیا۔ اس کی
پسندیدگی اب بھی برقرار تھی۔ نہ جانے کیگارو جیسے گرانڈیل شخص کے سامنے مجھ جیسے مرغ پر اتنی
عنایت کیوں تھی۔ یہ بات اس وقت میری سمجھ میں نہیں آ سکی تھی۔ ہم ایک اسٹیمر میں اتر گئے۔ دوسرے
مسافر بھی جلدی جلدی اسٹیمر میں کود رہے تھے۔ اور پھر جب سواریاں پوری ہو گئیں تو اسٹیمر کا بھونپو کریہہ
آواز میں چیخا۔ اور پھر وہ گھوم کر آگے بڑھنے لگا۔ ہم ایشیاء سے جدا ہو رہے تھے۔ دوسرے کنارے پر یورپ
تھا۔

گنبدوں اور میناروں کا شہر استنبول۔ ایک عظیم تاریخ کا حامل ماضی کا بازنطائن' قسطنطنیہ اور حال کا
استنبول۔ استنبول کے بارے میں جو تھوڑی بہت معلومات تھی' وہ میرے ذہن میں چکرانے لگی' اور چند
ساعت کے لیے میں ماحول سے بے خبر ہو گیا۔ کیگارو اور سارڈی بھی خاموشی سے آبنائے باسفورس میں
دوڑتی ہوئی مسافر بردار کشتیاں' سامان سے لدے ہوئے بیڑے' مچھیروں کی لاتعداد کشتیاں' دنیا کے ہر کونے
سے آئے ہوئے تجارتی جہاز دیکھ رہے تھے۔

سمندر کی گہما گہمی قابل دید تھی۔ استنبول ابھر رہا تھا۔ آیا صوفیہ کا عظیم الشان گنبد' احمد مسجد کے چھ نیلے
مینار' ترک سلطان کا محل سرا' شاخ زریں پر پل انعلطہ اور اس جنگل میں سینکڑوں پتلے پتلے مینار ہر سو
بکھرے ہوئے تھے۔

سمندر کا حسین سفر دس منٹ میں ختم ہو گیا۔ اور ہم استنبول میں داخل ہو گئے۔ درحقیقت اس پورے
سفر میں' مجھے استنبول میں قدم رکھتے ہوئے ایک عجیب سی فرحت کا احساس ہوا تھا۔ یہاں کا ماحول بے حد
پراسرار اور رومانی تھا۔ ہر طرف زندگی کی گہما گہمی' بھانت بھانت کے لوگ' سڑک گردی کرتے ہوئے' دنیا
سے بے خبر' ایسا لگتا تھا جیسے ساری دنیا اس چھوٹے سے شہر میں سما گئی ہو۔ یا یہ کوئی بہت بڑی نمائش ہو' جہاں
دنیا نے اپنے اپنے ملکوں کے لوگ بطور نمونہ بھیجے ہوں۔

سارڈی اس طرح میرا بازو پکڑے ہوئے تھی جیسے موقع ملتے ہی میں بازو چھڑا کر بھاگ جاؤں گا۔ ہم
یہاں تنہا نہیں تھے۔ ہماری نسل کے بے شمار لوگ نظر آ رہے تھے۔ ایک دوسرے سے لاپرواہ' اپنی دھن
میں مست' فٹ پاتھوں پر بیٹھے ہوئے' دیواروں سے لگے ہوئے' پل غلطہ کو پار کر کے سٹیشن والی سڑک سے
ہوتے ہوئے ہم آگے بڑھتے رہے' سارڈی اب بھی میرا بازو پکڑے ہوئے تھی اور کیگارو آگے آگے چلا
جا رہا تھا۔

میں نے سارڈی کی طرف دیکھا تو وہ مسکرا دی۔ میں نے آہستہ سے اس سے اپنا بازو چھڑا لیا اور اس کے
ساتھ ساتھ چلنے لگا۔ "ہم کہاں جا رہے ہیں سارڈی؟" بالآخر میں نے پوچھا۔ "آئن بگ کے پاس۔" سارڈی
نے جواب دیا۔

"یہ کون ہے؟"

"کیگارو کا دوست۔ یاروں کا یار' وہاں سب کچھ موجود ہے۔ جس چیز کی خواہش کرو حاضر۔"

[illegible] ہوئے کہا۔

"خوب!" میں نے بے بسی کی سانس لی۔ اچھا پھنسا تھا ان دونوں میں۔ اگر چاہتا تو اپنا سامان سنبھال کر دوڑ لگا سکتا تھا۔ یقیناً" یہ وزنی جوڑا مجھے پکڑ نہیں سکتا تھا۔ لیکن اس کی ضرورت بھی کیا تھی۔ استنبول میں داخلہ ہی دلچسپ ہوا تھا۔ ایک تفریح یہ بھی سہی۔ ایک آدھ دن ان لوگوں کے ساتھ بھی گزار لیا جائے' میں پیدل چلتا رہا۔

"ابھی کتنا فاصلہ اور باقی ہے؟" کیگارو کو نہ رکتے دیکھ کر میں نے پوچھا۔

"بس تھوڑی دور اور۔" سارڈی نے جواب دیا۔ اور یہ تھوڑی بھی بہت معلوم ہوئی۔ تن بہ تقدیر چلتا رہا' اور پھر ایک پرانے طرز کی عمارت کے علاقے میں ہم پہنچ گئے۔ کیگارو کو سڑک چھوڑ کر ایک مکان کے دروازے کی طرف بڑھتے دیکھ کر میں نے گہری سانس لی۔ دروازے پر "ہپوان" کا چھوٹا سا بورڈ آویزاں تھا۔ کیگارو نے دروازے کو دھکیلا اور بے تکان اندر داخل ہو گیا۔ سارڈی نے بھی پیچھے رک کر مجھے آگے چلنے کا اشارہ کیا۔ اور میں بھی اندر پہنچ گیا۔ لیکن اندر قدم رکھ کر میں نے ایک گہری سانس لی تھی۔ باہر سے چھوٹا سا نظر آنے والا یہ مکان اندر سے نہ جانے کیا تھا۔ دروازے سے دوسری طرف ایک بڑا سا میدان تھا۔ ہاں اسے میدان ہی کہنا مناسب تھا' صحن تو چھوٹی سی چیز ہوتی ہے۔ یہ میدان کافی وسیع و عریض تھا۔ اس میں جابجا درخت لگے ہوئے تھے' جن کی شاخوں نے چھت کا کام سنبھال لیا تھا' اور اس پورے صحن میں غلاظت بیابانی بکھرا ہوا تھا۔ بے شمار ہپی مرد عورتیں پڑے ہوئے تھے۔ ان کے مختصر سامان ان کے ساتھ تھے۔ چرس اور گانجے کی ناگوار بو۔ سلفے کا دھواں اور نہ جانے کیا کیا خرافات۔

ہم اس صحن کو عبور کر کے اور دروازے کی طرف جا رہے تھے۔ اس صحن کے چاروں طرف کمروں کے دروازے تھے۔ بوسیدہ' ایک دھکے سے باہر آ پڑنے والے' لیکن جس دروازے سے ہم داخل ہوئے وہ کسی قدر مضبوط تھا۔ کیگارو نے اسے کھولا۔ اور اس کے پیچھے ہم دونوں بھی اندر پہنچ گئے۔ ایک لمبا چوڑا سا کمرہ تھا' جس میں ایک بڑا کاؤنٹر لگا ہوا تھا اور کاؤنٹر کے سامنے ہپیوں کی لمبی لائن لگی ہوئی تھی۔ منشیات تقسیم ہو رہی تھیں۔ کاؤنٹر کے عقب میں کئی آدمی موجود تھے۔ ایک میز کے پیچھے پڑی ہوئی کرسی پر ایک مضبوط جسامت کا آدمی جس کا سر انڈے کے چھلکے کی طرح شفاف تھا' اور چہرے پر داڑھی مونچھوں کے علاوہ بھنوؤں کا بھی وجود نہیں تھا۔ آرام سے دراز تھا۔

"ہے۔ آئن بگ۔" کیگارو نے آواز لگائی۔ اور اس نے چونک کر آنکھیں کھول دیں۔ پھر اس کے سپاٹ چہرے پر ایک نمایاں تغیر پیدا ہوا' بغیر پلکوں اور بھنوؤں والی آنکھوں میں ایک تیز چمک لہرائی' اور وہ اس طرح کرسی سے اٹھ گیا' جیسے سپرنگ نے اچھال دیا ہو۔

"اوہ۔۔۔۔۔ گاڈ۔۔۔۔۔ کیگارو۔" وہ طوفان کی طرح جھپٹا' اور دوڑ کر کیگارو سے جا لگا خاصے تن و توش کا آدمی تھا۔ کیگارو نے اسے سینے سے بھینچ لیا۔

"سارڈی۔۔۔۔۔!" اس نے دوسرا نعرہ لگایا' اور پھر سارڈی سے بھی وہ اسی انداز میں لپٹ گیا سارڈی اس کی کمر تھپک رہی تھی۔

"کیسے ہو؟" کیگارو نے پوچھا۔

"فرسٹ کلاس' یہ کون ہے؟" آئن بگ نے میری طرف دیکھا۔

"فریڈرک۔۔۔۔۔ اپنا دوست!"

"ہیلو۔" آئن بگ نے میری طرف ہاتھ بڑھایا۔ اس کمبخت کا ہاتھ بھی فولادی تھا۔ وہ ہم تینوں کو لے کر کاؤنٹر سے ملحق ایک اور کمرے کے دروازے سے اندر داخل ہو گیا۔ یہاں ایک لمبی میز اور چند کرسیوں کے علاوہ اور کچھ نہیں تھا۔

"بوزل!" وہ میز پر ہاتھ مار کر دھاڑا۔ اور ایک دبلا پتلا آدمی اندر گھس آیا۔ "سامان اٹھا کر تیرہ نمبر میں لے جاؤ!" اس نے ہمارے سامان کی طرف اشارہ کیا۔ بوزل نے میرا کمبل اٹھایا۔ کیگارو اور سارڈی کے تھیلے اور بستر بغل میں دبائے اور آخری تھیلا ہاتھ میں پکڑے ہوئے باہر نکل گیا۔

"بیٹھو۔ بیٹھو کیگارو۔ میں تمہاری واپسی کا منتظر تھا۔ کیسا سفر رہا؟"

"بہت عمدہ۔ بہت حسین!" کیگارو نے ایک کرسی گھسیٹ کر بیٹھتے ہوئے کہا۔ "ارض مقدس دیکھا؟"

"ہاں نیپال دنیا کا عظیم ملک ہے اور وہاں کی حکومت دنیا کی سب سے رحم دل حکومت۔ جس نے کھٹمنڈو کو انسانیت کے پرستاروں کے لیے وقف کر دیا ہے۔ وہاں انسانیت آزاد ہے۔ ہری رام' ہری کرشنا کے سروں پر زندگی ہوا کے دوش پر رواں دواں ہے۔ ترلوکا کی تعمیر کی ہوئی جنت عظیم ہے۔ ہری شنکر' ہری اوم۔" کیگارو نے عقیدت سے کہا۔

"ترلوکا۔" میں نے ذہن میں نام دہرایا۔ یہ نام ہپیوں میں بہت مقبول تھا۔ کیا اس شخصیت کا کوئی وجود ہے۔ اگر ہے تو یہ کون ہے۔ یونہی چند سوالات ذہن میں ابھرے تھے۔ لیکن ایسے نہ تھے جن کے جواب کے لیے میں بے چین ہوتا۔ وہ لوگ مختلف باتیں کرتے رہے اور میں خاموش تھا۔

"کیگارو۔" سارڈی نے منمناتی آواز میں کہا۔ "میں رات بھر کی تھکی ہوئی ہوں۔" "اوہ ہاں۔ تم آرام کرو سارڈی۔ تم بھی جاؤ فریڈرک' میں تو ابھی دیر تک آئن بگ سے بات چیت کروں گا۔ پورے ڈیڑھ سال بعد اس سے ملاقات کر رہا ہوں۔"

"اوکے بگ۔ رات کو ملاقات ہو گی۔ آؤ ڈیر۔" سارڈی نے بے تکلفی سے میرا بازو پکڑ لیا اور میرے دل میں ایک دم ایک عجیب سا خوف جاگ اٹھا۔ سارڈی کی رات کی حرکتیں یاد آ گئی تھیں۔ اس کی بے چینی یاد آ گئی تھی۔ اور اب وہ مجھے کسی کمرے میں لے جا رہی تھی جہاں ہم سب کا سامان پہنچ چکا تھا! "مارے گئے۔" میں نے دل میں سوچا۔ اور پھر خود بخود ہنس پڑا۔ سارڈی کمرے سے نکل آئی تھی۔ اور میں بلی کے پنجے میں دبے ہوئے چوہے کی مانند اس کے ساتھ تھا' جو کسی مناسب جگہ بیٹھ کر اسے کھانا چاہتی تھی۔ بہرحال تجربہ بھی سہی۔ میری زندگی ہی تجربات کا نچوڑ ہے۔ میں اس کے ساتھ چلتا ہوا صحن میں نکل آیا۔ سارڈی نے ایک آدمی کو اشارہ کیا۔ اور وہ اس کے قریب پہنچ گیا۔

"ہے۔ تیرہ نمبر کدھر ہے؟" اس نے پوچھا۔

"وہ سامنے مادام۔" اس نے سارڈی کے تن و توش سے مرعوب ہوتے ہوئے کہا۔ ہم نے قریب پہنچ کر دیکھا۔ کمروں کے دروازے پر نمبر پڑے ہوئے تھے۔ دوسرے کمرے بھی آباد تھے۔ شاید یہاں متمول ہپی قیام کرتے تھے' جو کنگال ہوتے تھے اور صرف منشیات خرید سکتے تھے' ان کے لیے صحن میں انتظام تھا۔ صحن میں قیام کا شاید ان سے کچھ چارج نہیں کیا جاتا تھا۔ کمروں میں قیام کے یقیناً" چارجز ہوں گے۔"

بہرحال سارڈی نے تیرہ نمبر کمرے کا دروازہ کھولا' پہلے مجھے اندر دھکیلا' اور پھر خود اندر داخل ہو گئی۔

درمیانے سائز کا کمرہ تھا' جہاں بوسیدہ مسہریاں پڑی ہوئی تھیں۔ ان پر میلے کچیلے بستر بھی تھے۔ ایک سار
تھی۔ ایک میز تھی' جس پر ایک چھوٹا سا الیکٹرک سٹوو اور کچھ دوسرے برتن موجود تھے۔ سارڈی نے
بدستور جارحانہ انداز میں کمرے کا دروازہ بند کر دیا۔ پھر وہ میری طرف مڑی' مجھے دیکھ کر مسکرائی اور ا
سامان کی طرف بڑھ گئی۔ اپنے تھیلے سے اس نے چرس کا ایک پیکٹ نکالا' دو لمبی نلکیاں نکالیں اور ماچ
وغیرہ نکال کر تیار ہو گئی۔ وہ نلکیوں کا مقصد میں سمجھ گیا تھا' وہ خالص چرس پینا چاہتی تھی' تمباکو کے بغیر۔ ظا
ہے دیر سے چھٹی ہوئی تھی۔ چنانچہ میں نے احتیاط سے جیب سے ننھی سی گولی نکالی اور زبان کے نیچے دبالی
سارڈی نے بڑے خلوص سے چرس کی گولی نلکی میں رکھی' اور اسے ہونٹوں میں دبا لیا' پھر اس
ماچس نکال کر گولی کو آگ لگائی اور ایک تیز شعلہ بلند ہوا۔ سارڈی نے گاڑھا دھواں منہ سے اگلا' دیا
کمرے میں ناگوار بو پھیل گئی۔ اس نے نلکی مجھے پیش کر دی اور میں نے اس کا شکریہ ادا کیا اور نلکی لے
مسہری پر بیٹھ گیا' سارڈی دوسری نلکی سلگانے لگی' یکے بعد دیگرے اس نے چار گولیاں سلگائیں' میری نو
بھی تین تک پہنچ چکی تھی۔

سارڈی کی آنکھیں انگاروں کی طرح سرخ ہو گئی تھیں' چوتھی گولی کے بعد وہ سیر ہو گئی۔ اور م
طرف دیکھ کر لڑکھڑاتی ہوئی زبان میں بولی "اور دوں ڈارلنگ؟"

"نہیں شکریہ سارڈی ڈیر۔" میں نے نشے کی اداکاری کرتے ہوئے کہا۔ حالانکہ مجھے نشے کا نام بھی
تھا۔ اس نے نلکی زمین پر ڈال دی اور پھر کمرے کے وسط میں کھڑے ہو کر عجیب خوفناک نگاہوں سے
گھورنے لگی! میں مسہری پر بے وقوفوں کی طرح بیٹھا ہوا تھا' اچانک سارڈی پر ہیجان طاری ہو گیا۔ ا
وحشیانہ انداز میں اپنا اوپری لباس نوچ کر پھینک دیا' اور اکھاڑے میں اترنے والے کسی پہلوان کی طر
ہلانے لگی۔ اس کا عظیم الشان بدن عجیب انداز سے ہل رہا تھا' نہ جانے یہ کس قسم کا رقص تھا یا کوئی مخ
قسم کی ورزش ------! لیکن بعد میں ثابت ہوا کہ نہ یہ رقص تھا نہ ورزش' بلکہ بات کچھ اور ہی تھ
انداز میں اس نے اپنا زیریں لباس بھی اتار دیا' اور پھر ------ اس کے جسم پر کچھ باقی نہ رہا۔ میں پا
طرح اس گوشت کے پہاڑ کو دیکھنے لگا۔ عورت کی یہ قسم میں نے پہلی بار دیکھی تھی۔ لیکن ابھی
سوچنے بھی نہ پایا تھا کہ یہ پہاڑ میرے اوپر ٹوٹ پڑا۔ مجھے محسوس ہوا جیسے کوئی بھاری سی چٹان میر
پڑی ہو۔ اس چٹان کے نیچے میرا دم گھٹ رہا تھا۔ لیکن بس محسوس کر رہا تھا' میرا لباس نہ جانے کہ
میرے جسم سے جدا ہو گیا اور پھر چٹان نے مجھے دونوں بازوؤں سے پکڑ کر کھڑا کر دیا۔ مجھے گھورتی رہ
دوبارہ حملہ آور ہو گئی اور یہ حملہ پہلے سے بھی شدید تھا۔ لیکن اب میں نے چارو ناچار' خود بھی اس
شریک ہونے کا فیصلہ کر لیا' میں نے محسوس کیا تھا کہ میری بے حسی سے وہ بددل ہونے لگی ہے
سانڈنی بگڑ گئی تو ہڈیاں پسلیاں تلاش کرنی پڑیں گی۔

لیکن بلا مبالغہ عرض کر دوں ------ بظاہر یہ سانڈنی' اصل میں ایک دلکش ترین عورت نکل
قسم کی عورت کا تجربہ رکھتا ہوں۔ لیکن اس عمر کی' اس تن و توش کی' اس قدر دلکش عورت کا تصور
کیا جا سکتا تھا۔ اور مجھے احساس ہوا کہ بلاوجہ میں اس سے خوفزدہ ہوتا رہا تھا۔ وہ تو ایک عام عور
عورت کی تمام رعنائیوں' تمام دلکشیوں سے معمور' میں بھی اس کے لیے ایک بھرپور مرد تھا' جو
اس کے انداز سے ہو رہا تھا۔ لیکن یہ سب کیا تھا' یہ میری سمجھ میں ابھی تک نہیں آسکا تھا۔ سار

اب بے معنی ہو کر رہ گیا تھا۔ میں نے یہاں بھی فتح کے جھنڈے گاڑ دیے۔ اور خود کو فاتح
سمجھنے لگا۔ میری مفتوحہ نڈھال پڑی تھی۔ اس کی آنکھیں بند تھیں' لیکن وہ جاگ رہی تھی۔ اس کے
چہرے پر ابدی سکون تھا اور وہ گہری گہری سانسیں لے رہی تھی۔ میں آنکھیں کھولے اسے دیکھتا رہا۔ بلاشبہ
جسمانی طور پر وہ ایک یادگار عورت تھی۔ اب تک میں اس سے خوفزدہ تھا۔ لیکن خوف کی تو کوئی وجہ نہیں
تھی۔ بلاوجہ!

"فریڈرک ------" اس نے آنکھیں بند کیے کیے مجھے پکارا۔

"ڈارلنگ ------؟" میں نے اس کے سینے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔

"تم تو حیرت انگیز انسان نکلے۔"

"کیوں؟" میں نے پوچھا۔

"تم عام یورپیا" نوجوانوں سے بالکل مختلف ہو۔ بے پناہ مضبوط۔ بے پناہ مرد۔ یہ مغرب کے لونڈے
بالکل بے جان ہوتے ہیں۔ بالکل ناکارہ۔ گدھے۔ میں تمہیں کبھی نہیں چھوڑوں گی' میں تمہیں کہیں نہیں
جانے دوں گی۔" اس نے میرا ہاتھ اپنے سینے پر بھینچ لیا۔

"میں خود بھی نہیں جانا چاہتا ڈارلنگ۔ لیکن کیگارو!"

"کیگارو کیا؟" اس نے آنکھیں کھول کر پوچھا۔

"کیا وہ مجھے تمہارے ساتھ برداشت کرلے گا؟"

"کیوں۔ میرے معاملات میں اسے مداخلت کرنے کا کیا حق ہے' وہ کون ہوتا ہے؟"

"کیا وہ صرف تمہارا دوست ہے؟"

"وہ ------ وہ میرا بھائی ہے۔ صرف بھائی۔"

"بھائی ------؟" میں چونک پڑا۔

"ہاں ------ تمہیں حیرت کیوں ہے۔ کیا جسامت سے ہم دونوں بہن بھائی نظر نہیں آتے؟"

"لیکن ------ لیکن معاف کرنا سارڈی۔ کیا وہ صرف تمہارا بھائی ہے۔ میرا مطلب ہے ایک مرد کی
حیثیت سے وہ تمہارے لیے کچھ نہیں ہے؟" مجھے واقعی حیرت ہوئی تھی۔

"ہاں ------ وہ صرف بھائی ہے۔ مرد کی حیثیت سے تو وہ کسی کے لیے بھی کچھ نہیں ہے۔ وہ صرف
منشیات سے عشق کرتا ہے۔ عورت نہ اس کی ضرورت ہے اور نہ وہ عورت کی مانگ پوری کرنے کے قابل
ہے۔" سارڈی نے بتایا۔

"اوہ ------!" میں نے ایک گہری سانس لی۔ میرے سوالات کے جواب مل رہے تھے جو میرے ذہن
میں پیدا ہوئے تھے۔

"ہم دونوں ایک بہت اچھے گھرانے سے تعلق رکھتے ہیں۔ میرے والد کی کمپنی موٹریں تیار کرتی ہے۔
بہت مشہور کمپنی ہے اور بہت دولتمند ہیں ہمارے والدین۔ والدہ کا الگ کاروبار ہے ------ اور بھی بہت
سے بہن بھائی ہیں۔ لیکن کیگارو اور میں شروع ہی سے ہم خیال تھے۔ ہری کرشن کے پجاری' ترلوکا کے
مرید ------ اس کی تعلیمات سے متاثر ہو کر ہم نے دنیا ترک کر دی اور پہاڑوں میں جا بسے' پورے تین
سال تک ہم نے پہاڑوں میں ہری اوم ہری کرشن کا جاپ کرتے گزارے' اس کے بعد ترلوکا نے ہمیں ارض

مقدس کے سفر کی اجازت دے دی اور ہم چل پڑے' اب ہم واپس جا رہے ہیں۔ طویل سفر کر کے ترلوکا قدموں میں حاضری دیں گے۔"

"سارڈی ــــــ!" میں نے ایک گہری سانس لی۔ "یہ ترلوکا کون ہے؟" اور وہ چونک پڑی۔ مطلب ــــــ؟" اس نے کہنی کے بل اٹھتے ہوئے کہا۔ "تم ترلوکا سے ناواقف ہو؟"

"ہاں ــــــ مجھے اس کی زیارت کبھی نہیں ہوئی۔" میں نے بظاہر اپنے لہجے میں عقیدت پیدا کر ہوئے کہا "میں اس عظیم شخص کے بارے میں کچھ بھی نہیں جانتا ــــــ!"

"ترلوکا ــــــ عظیم ترلوکا' نروان کا راستہ ہے۔ وہ نروان کی روح ہے' وہ آسمان سے اتری ہوئی روشنی ہے۔ درندگی کے اس دور کا سب سے بڑا مخالف' انسانیت کا سچا ہمدرد۔ اس نے بتایا ہے کہ انسا کے لیے سب سے مہلک چیز انسان کی بنائی ہوئی تہذیب ہے۔ اس نے اقدار کا تعین کیا ہے' اس کی دھ اڑانے کے لیے کہ اس سے اس کی وحشت کو تسکین ملتی ہے۔ وہ خود ہی اصول بناتا ہے' اور خود ہی ا توڑ دیتا ہے۔ پھر اس کے بنائے ہوئے اصولوں کی مخالفت کیوں نہ کی جائے۔ اس نے لباس تیار کیا ہے کہ سے حقیقت روپوش ہو جائے۔ لیکن وہ برہنگی کا پجاری ہے۔ پھر یہ جھوٹا اصول کیوں۔ اس نے انسانیت حفاظت کے اصول مقرر کیے ہیں۔ لیکن وہ ان اصولوں کو توڑ کر خود کو فاتح سمجھتا ہے۔ انسان بہت بڑا ہے۔ اس نے اپنے لیے راستے بنائے ہیں۔ ہر طاقت در اپنے ہی بنائے ہوئے اصولوں کا قاتل ہے۔ ہتھیار کس لیے بنائے جاتے ہیں اپنے جیسے دوسرے انسانوں کو قتل کرنے کے لیے ہتھیار اور بنانے والو پشت پناہی کی جاتی ہے ان کی نمائش کی جاتی ہے۔ دیکھو ہم نے انسان کی زندگی کو کس طرح قابو میں کیا ہماری انگلی کی ایک جنبش ہمارے جیسے لاکھوں انسانوں کو خاک و خون میں لٹا سکتی ہے۔ دوسرے لوگ کے کارنامے کو سراہتے ہیں۔ آخر کیوں؟ کیا وہ نہیں جانتے کہ یہ ہتھیار کس کام آئیں گے۔ انسان' انسا تباہ کرنے کے لیے مہلک سے مہلک ہتھیار بناتا ہے اور ترقی یافتہ کہلاتا ہے۔ ہم اسے قاتل کیوں نہیں دیتے۔ اس کی درندگی کو کیوں سراہتے ہیں۔ آخر ہم ان اصولوں کو کیوں مانیں' جو سراسر انسانیت کے خ ہیں۔ ترلوکا کا کہنا ہے کہ انسان کے بنائے ہوئے تمام اصول توڑ دو' اس کا ہر اصول فریب ہے۔ اس نے محفوظ کرنے کے لیے اور دوسروں پر ستم توڑنے کے لیے اصول بنائے ہیں' حقیقی انسان وہی ہے جو کرے' امن پسند کرے' نمائشی انسان لباس پہنتا ہے ہم لباس کے خلاف ہیں۔ نمائشی انسان نے رشتے ہیں' یہ بھی فریب پر مبنی ہیں۔ دکھ کی اس دنیا کو بھول جاؤ۔ پہاڑوں میں لوٹ جاؤ پتھروں کی زندگی اپنالو اگر اس دنیا کے منہ زور ہجوم کو روک نہیں سکتے تو ان کی طرف سے آنکھیں بند کر لو۔ دم لگاؤ اور دنیا کو جاؤ۔ ہری اوم' ہری رام ہری کشن!" اس نے اپنی آنکھیں بند کر لیں' اس کے چہرے پر عجیب سا جلال میں اس کی باتوں میں کھو گیا۔

تو یہ ہیں ترلوکا کی تعلیمات۔ لیکن اس میں کیا سچ ہے' کیا جھوٹ؟ کیا لوگ حقیقت میں امن کے ہیں۔ یہ بھٹکی ہوئی نسل صرف انسانیت کا تحفظ مانگتی ہے؟ اگر یہ بات ہے تو اس کی مانگ بے جا نہیں مایوس ہو کر انسانیت کے ہر اچھے برے اقدام سے نفرت کرنے لگی ہے' اصول انسانیت بہرحال غلط ہیں۔ ولیوں اور پیغمبروں نے جو راستے دکھائے ہیں ان میں سے ایک بھی غلط نہیں ہے۔ ہاں ان اصول توڑنے والوں نے جو کچھ کیا ہے وہ ناقابل معافی ہے' اور بھٹکنے والوں نے یہ بات فراموش کر دی ہے۔

پسندی میں ہر اصول کی مخالفت پر اتر آئے ہیں اور یہی ان کی بھول ہے۔ دنیا سے بے تعلقی خود کو نشے میں گم کر کے دنیا فراموش کر دینا' انسانیت کو سہارا دینا تو نہیں ہے۔ یہیں سے ان سے اختلاف شروع ہوتا ہے۔ بہرحال' یہ ان کا مسئلہ تھا۔ مجھے اس سے کیا دلچسپی؟

"آؤ ــــــ!" سارڈی نے کروٹ بدل کر مجھے اپنی آغوش میں گھسیٹتے ہوئے کہا۔ "ہم دونوں ایک دوسرے میں سما جائیں۔ اس دنیا کو فراموش کر دیں۔ یہ بیکار جگہ ہے۔ اس کو جب تک یاد نہ کرو بہتر ہے۔ یہ جب تک نگاہوں سے روپوش رہے اچھا ہے۔ آؤ' اس کے اصولوں کو توڑ کر ثواب کمائیں۔ آ جاؤ ڈارلنگ۔ تم بہت پیارے ہو۔ بہت لذیذ۔" اس نے مجھے اپنی ستون نما رانوں میں بھینچ لیا۔ اور بہرصورت میں اس کے سامنے بے بس تھا۔ سارڈی جب تک جاگتی رہی مجھے پریشان کرتی رہی۔ پھر وہ سو گئی گہری نیند ــــــ میری آنکھوں میں ستارے ناچ رہے تھے اور میں سوچ رہا تھا کہ یہاں سے جس قدر جلد بھاگ لیا جائے بہتر ہے۔ ورنہ کسی قابل نہیں رہوں گا۔ بے ساکھیوں کے سہارے چلنا پڑے گا اور پھر غلام سیٹھ مجھے ریس میں لنگڑے ہو جانے والے گھوڑے کی طرح ناکارہ سمجھ کر گولی مار دے گا' اگر اس عورت کے ساتھ رہا تو تھوڑے دنوں میں ہڈیوں کا ڈھانچہ بن جاؤں گا' اور مجھے یقین تھا کہ وہ اس ڈھانچے کو بھی نہیں چھوڑے گی اور توڑ مروڑ کر کسی تھیلے میں رکھے گی اور چل پڑے گی۔"

سارڈی سوتی رہی اور میں جاگتا رہا۔ سخت بھوک لگ رہی تھی میں آہستہ سے اٹھ گیا۔ لباس پہنا۔ اسے لباس پہنانے کی جرات نہیں کر سکتا تھا۔ اگر وہ جاگ جاتی تو پھر مصیبت آ جاتی۔ چنانچہ اسے اس کے حال پر چھوڑ کر باہر نکل آیا۔ ایک گزرتے ہوئے آدمی کو روکا اور اس سے کھانے کے بارے میں پوچھا۔

دس لیرا میں اس نے مجھے ایک کیک اور چائے کی ایک کیتلی مہیا کی۔ بدمزہ کیک تھا' لیکن بہرحال پیٹ کسی حد تک بھر گیا۔ میں غور کرنے لگا کہ اب مجھے کیا کرنا چاہیے۔ کیا خاموشی سے کہیں نکل جاؤں۔ یہی بہتر ہے ــــــ یوں بھی اب یہاں رکنے سے فائدہ؟

اس خیال کے تحت صحن کے دوسری طرف جانے کے راستے پر قدم رکھا تھا کہ کیگارو آتا نظر آیا ــــــ! اس نے اپنا لمبا ہاتھ ہلاتے ہوئے مجھے آواز دی' اور میں ٹھٹک گیا۔ ابھی حالات سازگار نہیں ہوئے تھے۔ میں خود ہی اس کی طرف چل پڑا۔

"ہے۔ فریڈرک ــــــ کیا بات ہے ــــــ تم نے سونے کی کوشش نہیں کی۔ سارڈی کہاں ہے؟"

"وہ کمرے میں جا کر سو گئی تھی۔ میں نہیں گیا۔" میں نے کہا۔

"ہو ہو ــــــ وہ نیند کی کچی ہے۔ آؤ میں تمہیں اپنے کچھ دوستوں سے ملاؤں۔ اور استنبول کی سب سے نایاب چیز پلاؤں۔ آؤ ــــــ آؤ ــــــ" اس نے میرا بازو پکڑا اور ایک طرف چل پڑا۔ ایک درخت کے نیچے چند چرسی بیٹھے ہوئے دم لگا رہے تھے۔ انہوں نے اپنی ویران آنکھیں اٹھا کر ہم دونوں کو دیکھا اور پھر سرک کر جگہ دے دی۔ ہم بھی زمین پر پھسکڑا مار کر بیٹھ گئے۔ تب کیگارو نے اپنی جیب سے دو سگریٹیں نکالیں۔ اور پھر ایک چھوٹی سی شیشی نکال لی۔ جس میں براؤن رنگ کا کوئی سیال بھرا ہوا تھا۔ اس نے سگریٹ کے اوپری سرے پر سیال کے چند قطرے ٹپکائے اور اسے میرے ہاتھ میں تھما دیا۔ پھر وہ دوسرے سگریٹ پر بھی یہی عمل کرنے لگا اور اس کے بعد اس نے دونوں سگریٹ سلگا دیئے۔

"یہ استنبول کا خاص تحفہ ہے۔ نشہ آور اشیاء میں سب سے قیمتی چیز دم لگاؤ۔ اور جنت میں چلے جاؤ۔
اس نے کہا۔ میں نے سگریٹ کا ایک کش لیا اور جنت کے بجائے جنہم کے دروازے کھل گئے۔ دماغ روش
ہو گیا اور ایک ایک کے چار چار نظر آنے لگے۔

☆ ☆ ☆

نشہ دور کرنے والی گولی کا اثر پہلے ہی زائل ہو چکا تھا۔ اس لئے اس عجیب سیال نے ذہن پر زبردست
ڈنک مارا تھا۔ مجھے یقین تھا کہ گولی کے بغیر اگر اس کے دو چار کش لے لئے تو پھر سر کے بل زمین پر دوڑتا نظر
آؤں گا۔ میں نے ہاتھ روک لیا۔ اس ایک کش نے ہی ذہن کے دروازے کھول دیئے تھے۔ دوسرے کش
کے لئے ذرا احتیاط کی ضرورت تھی' ورنہ فرشتوں سے جھگڑا ہو جاتا۔ چنانچہ میں نے اپنے جسم کی خفیہ دراز
سے نشہ دور کرنے والی گولی نکالی اور پھر چالاکی سے زبان کے نیچے دبالی۔ کیگارو اس دوران کئی کش لے
چکا تھا اور اس کے ہونٹوں پر بڑی پر سکون مسکراہٹ نظر آ رہی تھی۔ اس نے تحفتاً" یہ قیمتی شے ایک
ایک کش دوسروں کو بھی دی' اور دوسروں نے بڑے احترام سے کش لگائے۔!

"ہائے کیگارو۔۔۔۔۔ رقص و نغمہ۔۔۔۔۔" ایک ہپی نے بھیک مانگنے والے انداز میں کہا۔

"رقص و نغمہ۔۔۔۔۔" کیگارو دونوں مٹھیاں بھینچ کر دہاڑا۔ اور ایک لمحے کے لئے خاموشی
گئی۔ لوگ ایک دوسرے کی شکل دیکھ رہے تھے۔ پھر کسی کونے سے گٹار کی آواز ابھری۔ اور کیگا
اس طرف مڑ گیا۔ لیکن گٹار بجانے والا کچھ لوگوں کی آڑ میں روپوش تھا۔ "سامنے آؤ۔" کیگارو
دہاڑا۔ اس کی دہاڑ ہاتھی کی چنگھاڑ سے کسی طور کم نہیں تھی۔!

اور پھر ایک بانس لچکتا ہوا باہر نکل آیا۔ اس کا قد بہت لمبا تھا اور جسم نہ ہونے کے برابر تھا۔ گردن
اوپر صرف ایک ڈاڑھی اور سر کے بال نظر آتے تھے۔ ایسا لگتا تھا' جیسے باقی کچھ موجود ہی نہ ہو۔ اس نے
میلے سے رنگ کی پتلون پہن رکھی تھی' لیکن پچھلے حصے میں ایک سرخ پیوند جگمگا رہا تھا۔ جس کے بہت
ٹانکے ادھڑ گئے تھے۔ اوپری جسم پر کسی نیک خاتون کا بلاؤز تھا جس میں باڈی کا ابھار نمایاں تھا اور اس کا
جھول نظر آ رہا تھا۔ بہرحال اس کے پورے حلیے میں سب سے نمایاں اس کا قیمتی گٹار تھا۔ جس پر وہ ایک
دھن بجا رہا تھا۔

"ہائے۔۔۔۔۔ ظالم۔۔۔۔۔ مار ڈالا۔۔۔۔۔!" کیگارو دھن پر مست ہوتے ہوئے بولا۔ اس
سگریٹ ختم ہونے کو تھا اور پھر کسی اور کونے سے ایک خوبصورت آواز ابھری۔

"ہرے کرشن۔۔۔۔۔ ہرے رام۔۔۔۔۔ ہرے کرشن ہرے رام۔!" آخر میں کئی آوازیں
دیں۔

پانچ چھ لڑکیاں تھیں۔ سامنے کی سمت پر لمبے اخروٹی بالوں والی اداس سی لڑکی بیٹھی تھی اور اس کے
اور لڑکیاں تھیں۔ "تم بھی سامنے آؤ میری جان۔۔۔۔۔!" کیگارو نے مست ہو کر اٹھتے ہوئے
لیکن لڑکی وہیں بیٹھی رہی البتہ اس کی آواز بلند ہو گئی تھی۔

"ہرے کرشن ہرے رام۔۔۔۔۔!" پھر کہیں سے نرسنگھا پھونکا گیا۔ لڑکی اطالوی زبان میں ایک
گا رہی تھی۔ جس کے بول بہت حسین تھے۔ اور بانس کا ہپی' یا ہپی نما بانس گٹار بجا رہا تھا۔ بلاشبہ
خوبصورت گٹار بجانے والا پہلی بار نظر آیا تھا۔ لڑکیاں اور مرد رقص کرنے لگے اور ان میں دیو

کیگارو بھی تھا۔ اس کی خوفناک اچھل کود بہت عجیب تھی۔ لیکن یہاں موجود لوگوں کو کسی عجیب چیز پر کیا
حیرت ہو سکتی تھی۔ وہ سب بھی مست تھے۔ گٹار بجانے والا قیامت ڈھاتا رہا اور ہپی رقص کرتے رہے۔ پھر
نغمہ ختم ہو گیا۔ اور گٹار کے سروں نے دم توڑ دیا۔ چاروں طرف سے تالیاں گونجنے لگیں۔ لڑکیوں نے
بانس کو گھیر لیا۔ وہ اس سے ایک اور نغمے کی فرمائش کر رہی تھیں اور بانس لچک لچک کر نخرے کر رہا تھا۔ پھر
اس نے کہا۔

"قدر دان لڑکیو۔۔۔۔۔ میں بھوکا ہوں۔ مجھے کھانا دو۔۔۔۔۔ میں پیاسا ہوں۔ مجھے پلاؤ۔۔۔۔۔
ہونٹوں سے' آنکھوں سے اور پیالوں سے۔ تب میں اپنے نغمے کو تمہارے سامنے بکھیر دوں گا اور تم میری
طرح سیر ہو جاؤ گی۔"

اور ان جملوں کے اختتام کے ساتھ ہی بانس کی خاطر مدارات ہونے لگی۔ تحفوں میں عجیب عجیب
چیزیں آنے لگیں۔ بسکٹ' پنیر' خشک ڈبل روٹی اور بانس کے سامنے ڈھیر لگ گیا تھا۔ تب اس نے نزاکت
سے ان میں سے چند چیزیں اٹھالیں۔ "بس۔ یہ میرے لئے کافی ہے۔ باقی جو کچھ ہے میری طرف سے سب
کھاؤ۔!" اور یہ حکم بھی مانا گیا۔ لوٹ مار مچ گئی۔ اور اس بے تکی غذا کو تبرک کی حیثیت سے کھایا گیا۔ لوٹ
مار کرنے والوں میں کیگارو بھی تھا۔ اور لوٹے ہوئے مال میں سے کچھ' اس نے مجھے بھی پیش کیا۔ یہ
خشک پنیر کے چند ٹکڑے اور سوکھی ڈبل روٹی تھی۔

"کھاؤ فریڈرک' میرے دوست۔ یہ فنکار کا عطیہ ہے۔ فنکار جو دوسروں کے لئے جیتا ہے۔ جس کی
روح آہستہ آہستہ سلگتی رہتی ہے' لیکن اس کے لطیف دھوئیں سے سب لطف اندوز ہوتے ہیں۔ یہ بھول
کر کہ اس میں فنکار کا کرب گھلا ہوا ہے۔ کھاؤ یہ وقت کی سب سے قیمتی غذا ہے۔"

"شکریہ یہ کیگارو۔۔۔۔۔ غالباً تمہیں یہ نغمے بہت پسند آئے ہیں۔؟"

"ہاں۔ بے حد۔۔۔۔۔ لیکن کیا تم نے انہیں پسند نہیں کیا میرے دوست!"

"تم سے کسی طور کم نہیں۔۔۔۔۔ کیونکہ میں ان کی روح سے واقف ہوں۔ اس کی انگلیوں میں بے
پناہ حسن چھپا ہوا ہے۔ میں اس کے نغموں سے عقیدت کے طور پر خود بھی اسے گٹار پر ایک نغمہ سناؤں گا۔"

"تم۔۔۔۔۔!" کیگارو اچھل پڑا۔ "ونڈر فل۔۔۔۔۔ کیا تم گٹار نواز ہو۔!"

"اس کے مقابلے میں کچھ نہیں۔۔۔۔۔ لیکن میں تمہیں چند نغمے ضرور سناؤں گا۔"

"ضرور۔۔۔۔۔!" کیگارو اچھل کر بولا۔۔۔۔۔ اور پھر اس نے زور سے ہانگ لگائی۔ "آئن
بلک۔۔۔۔۔ آئن بگ۔۔۔۔۔ گٹار دو۔ میرا دوست بھی فنکار ہے اور تم جانتے ہو کہ میں معمولی لوگوں سے
دوستی نہیں کرتا۔!"

وہ ساتھ لایا ہوا تبرک چھوڑ کر بھاگا اور نگاہوں سے اوجھل ہو گیا۔ میں نے اس گندے عطیے کو ایک
طرف ڈال دیا۔ اور دوسرے لوگوں کی طرف دیکھنے لگا! بانس کا پیٹ پھول گیا تھا۔ جو کچھ اس کے پیٹ میں گیا
تھا وہ صاف نظر آیا تھا۔ کیگارو کی چنگھاڑ اس کے کانوں تک بھی پہنچی تھی اور اب وہ میری طرف متوجہ
تھا۔ اس کی گہری آنکھیں میرا جائزہ لے رہی تھیں۔ پھر وہ مسکراتا ہوا میری طرف بڑھا۔ لڑکیوں کا غول بھی
اس کے پیچھے تھا۔

"کیا تم گٹار بجاؤ گے۔؟" اس نے میرے قریب پہنچ کر کہا۔ انداز میں تمسخر تھا۔ لیکن میں نے اس تمسخر

کو خندہ پیشانی سے برداشت کیا۔

"ہاں ------ یہ میرے دوست کیگارو کی خواہش ہے۔"

"لیکن تمہیں وعدہ کرنا ہو گا۔ تم گٹار کے تاروں پر نغموں کی توہین نہیں کرو گے۔ میں فنکار ہوں کے جسم کی دھجیاں کردو' اسے دکھ نہ ہو گا' لیکن اس کے سامنے فن کی توہین کرو گے تو وہ زندہ نہ رہ سکے

"میں وعدہ کرتا ہوں کہ فن کی توہین نہیں کروں گا۔!" میں مسکراتے ہوئے اس کا یہ وار بھی سہ گیا

"اپنے ہاتھ آگے بڑھاؤ۔!" اس نے درویشانہ انداز میں کہا۔

"پہلے میری ایک بات کان میں سن لو۔" میں نے بڑے سکون سے کہا۔

"ہاتھ آگے بڑھاؤ۔ میں تمہارے ہاتھوں کی بناوٹ دیکھنا چاہتا ہوں اس کے بعد ہی میں تمہیں سامنے گٹار چھونے کی اجازت دے سکتا ہوں۔" درویش نے کہا۔ "اس سے پہلے میری بات کان میں لو ------!" میں نے لجاجت سے کہا اور اس نے گردن ہلاتے ہوئے کان میری طرف بڑھایا۔ "اے فنکار۔ تیرے جسم میں صرف چوبیس پسلیاں ہیں۔ زیادہ بلند ہونے کی کوشش مت کرو ورنہ ان تمام پسلیوں یکجا کردوں گا۔" میں نے سرگوشی سے کہا اور وہ پیچھے ہٹ کر میری شکل دیکھنے لگا۔

اس سے قبل کہ وہ کچھ بولے' کیگارو ہاتھ میں گٹار لٹکائے آتا نظر آیا' بڑا خوبصورت اور قیمتی تھا۔ اس کے پیچھے ہی آئن بگ بھی تھا۔ کیگارو نے بڑے ڈرامائی انداز میں گٹار' میری طرف لیکن بانس نے آگے بڑھ کر کہا۔

"میں احتجاج کرتا ہوں۔ میرے سامنے میرے فن کی توہین نہ کی جائے۔" اس نے دونوں اٹھائے۔

"تیرے فن کی توہین کہاں ہو رہی ہے فنکار۔!" کیگارو نے حیرت سے کہا۔ "پہلے ثبوت جائے کہ یہ اچھا فنکار ہے۔!"

"یہ ثبوت تو گٹار کے سر ہی دے سکیں گے میرے دوست۔!" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"نہیں ------ نہیں ------ آہ نہیں ------ میرے دل کو زخمی نہ کیا جائے۔ میرے فن نہ اڑایا جائے۔ میں تمہیں نغموں سے مالا مال کر دوں گا ساتھیو۔ تم انہیں اس ظلم سے روکو۔" اس دوسروں کی طرف دیکھ کر کہا۔

"اس سے گٹار چھین لو۔ اسے فنکار کا دل توڑنے سے روک دو۔!" بہت سی آوازیں ابھریں میری طرف تھا۔

"اور جو آواز میری آواز سے اونچی ابھری۔ میں اس کی گردن توڑنے میں حق بجانب ہوں کیگارو نے خونخوار لہجے میں کہا۔ اور دونوں ہاتھ اوپر اٹھا کر اپنے بازوؤں کی مچھلیاں دکھائیں۔ ہوئے جھینگے ایک دوسرے میں دبک گئے۔ فنکار کو گھیرے کھڑی لڑکیاں گھبرا کر پیچھے ہٹ گئیں۔

میں نے گٹار گردن میں ڈال لیا۔ اب ان لوگوں کا موڈ بنانے کی ایک ہی صورت تھی اور وہ تھی میری پت رکھیو بھلا۔" اور میں نے فوراً یہ آفاقی نغمہ شروع کر دیا' جو دلوں کو موہ لینے میں یکتا ہے۔ سازوں کا حسن نگاہوں میں آتا ہے۔ اور نغمے کی اٹھان نے چہروں پر حیرت پیدا کر دی۔ وہ بھی کھڑے جو اس سے قبل نہ اٹھے تھے۔ ان پر ایک وجدانی کیفیت طاری تھی۔ ان کے جسم ساکت تھے۔ لیکن

رہی تھی۔ درحقیقت یہ روح کا نغمہ تھا۔!

خود کیگارو' پتھر کا پہاڑ' میری نگاہوں کے سامنے منہ پھاڑے کھڑا تھا۔ آئن بگ بھی اس کے قریب ود تھا اور نغمہ بہہ رہا تھا۔ کائنات رک گئی تھی اور جب تک نغمہ جاری رہا۔ سانسیں رکی رہیں۔ صرف ں کی حرکت زندگی کا احساس باقی رکھے ہوئے تھے۔ یہاں تک کہ میں نے گٹار بند کر دیا۔ اور پھر زندگی وشی سے' دبے پاؤں لوٹ آئے۔ گہری گہری سانسیں سنائی دینے لگیں اور سب سے پہلی آواز بانس نما اتی فنکار کی تھی۔ وہ میرے قریب آیا۔ جھکا ------ اور اس نے اپنا گٹار میرے قدموں میں رکھ دیا۔!

"ہائے فنکار ------ تو کہاں سے آیا ہے۔؟" ایک چھکلی روتی ہوئی آواز میں بولی۔ اور اچھل کر میری دن میں جھول گئی۔ اس نے جلدی جلدی میرے دو تین بوسے لے ڈالے کہ اسے خطرہ تھا کہ اسے اٹھا کر پھینک دیا جائے لڑکیوں نے اب بانس کا ساتھ چھوڑ دیا تھا اور میرے گرد جمع ہو گئی تھیں۔

"ہٹ جاؤ۔ اس کے قریب سے ہٹ جاؤ ------" کیگارو کی آواز نے پھر ان کے حواس درست دیئے اور وہ سہمی ہوئی نگاہوں سے اسے دیکھنے لگیں۔ کیگارو نے عقیدت سے مجھے گود میں اٹھالیا۔ "آسمان کا خواب ہے فنکار ------ تو عظیم ہے۔ تیرے ہاتھوں میں نجات کا راستہ ہے۔" اس نے مجھے بھینچے ہوئے کہا۔ اور مجھے اپنی نجات قریب نظر آنے لگی۔ تب آئن بگ آگے بڑھ کر بولا "درحقیقت تیرا روح کی زندگی ہے فریڈرک ------ مجھے نہیں معلوم تھا کہ کیگارو ایک ایسا ہیرا ساتھ لایا ہے۔ ی خواہش ہے کہ اس ہیرے کو خود سے جدا نہ ہونے دوں۔"

"ایک اور نغمہ فنکار ------ ایک اور نغمہ ------" بے خود لوگ دور دور سے درخواست کر رہے ۔ کیگارو نے فخر بھری نگاہوں سے ان کی طرف دیکھا۔ پھر مسکرایا اور آخر گرجتی ہوئی آواز میں بولا۔

"ہاں ------ ایک اور نغمہ ------ میرے دوست ایک اور نغمہ ------ جو روح کو نشے میں ڈبو ے۔ جو آسمان کی بلندیوں کو قریب لے آئے۔ تاکہ ہمیں اسے چھونے میں دشواری نہ ہو۔"

میں نے پھر گٹار سنبھال لیا۔ اس بار بھی میں نے ان لوگوں کی عقل سے بالاتر بات کی تھی۔ یہ ہیر تھی جو اس سے پہلے کبھی گٹار پر نہ بجائی گئی ہوگی' یہ میرے دیس کی کہانی تھی۔ اور ہیر بجاتے ہوئے میں خود بھی غم میں ڈوب گیا ایک بار پھر وطن کی سوندھی مٹی کی دلنواز خوشبو میرے نتھنوں کو چھونے لگی' مجھے ایسا لگا جیسے میری ماں میرے الجھے ہوئے بالوں میں انگلیاں پھیر رہی ہو مجھے ماں کے میلے آنچل کی مہک خوب یاد تھی' پگڈنڈیوں پر رنگین لاچے باندھے ہوئے کنواریاں رقص کر رہی تھیں۔ جہلم کی لہروں کی شر شر کانوں میں رت گھول رہی تھی۔ متضاد کیفیتیں تھیں۔ دل میں بڑا درد تھا۔ جیسے کسی کا کچھ چھن جائے۔ آنکھیں دکا بوجھ نہ سنبھال سکیں اور چھلک اٹھیں۔

اور جب مجھے چہرے کے بھیگ جانے کا احساس ہوا تو میں نے گھبرا کر گٹار بند کر دیا اور یہ حیرت خیز بات تھا کہ اس وقت چاروں طرف سکوت تھا۔ آوارہ گرد ------ زندگی سے دور لوگ' زندگی کے قریب آگئے تھے۔ وہ دور کی دنیا سے چند لمحات کے لئے رابطہ توڑ چکے تھے' قریب تھے' بالکل قریب' سہمے ہوئے تھے۔ وقت جلنے کی کوشش کر رہے تھے' لیکن صرف چند لمحات کیلئے۔ اس کے بعد وہ بے قابو ہو گئے۔ انہیں کیگارو کا خوف بھی نہیں رہا۔ وہ مجھ پر ٹوٹ پڑے۔ ڈاڑھی والے بدبودار ہونٹوں نے میرے گالوں کے بوسے لئے۔ ہاتھوں کے بوسے لئے۔ نرم و نازک ہونٹوں نے میری آنکھوں کے بوسے لئے۔ ہاتھوں کے

بوسے لئے۔ جو وہاں تک پہنچ گیا۔ جسے جو کچھ مل گیا' اس نے حاصل کیا۔ کیگارو کی دہاڑیں بھی ا
روک سکیں۔ وہ میرے فن کی بھرپور داد دے رہے تھے۔!

بمشکل تمام کیگارو مجھے نکال کر لے گیا۔ وہ بہت خوش تھا۔ آئن بگ بھی اس کے ساتھ تھا۔
آئن بگ کے آفس میں لے آیا۔ آئن بگ نے بڑے احترام سے مجھے کرسی پیش کی تھی۔!

"بلاشک ——— تو گٹار بجانے میں یکتا ہے فریڈرک ——— تیرا ثانی نہ ہو گا۔" کیگارو

"شکریہ کیگارو۔!" آئن بگ نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"کیا ——— ؟" میں نے دلچسپی سے اسے دیکھا۔

"گٹار کے ساتھ اپنی انگلیاں بھی مجھے دے دو۔ ورنہ پھر یہ میرے پاس کس کام کا ——— اگر ا
تاروں کو یہی نغمے نہ ملے تو اس کی شکل مکروہ ہو جائے گی۔"

"اوہ ——— !" میں ہنسنے لگا۔

"اسے میری عقیدت سمجھ کر قبول کرو فنکار۔" آئن بگ نے کہا اور میں نے مسکراتے ہوئے
دی۔ "اگر تم میرے ساتھ رہنا پسند کرو' تو میں پوری زندگی تمہاری خدمت کروں گا!"

"ہوا کو قید کرنا چاہتے ہو آئن بگ ——— ہم تو جھونکے ہیں۔ کبھی کہیں۔ کبھی کہیں۔؟"
فلسفیانہ انداز میں کہا۔

"ٹھیک کہتے ہو فنکار ——— بہرحال تمہارا فن عظیم ہے۔"

"شکریہ ——— اب میں آرام کرنا چاہتا ہوں۔" جاؤ ——— سارڈی کے ساتھ آرام کرو۔
وقوف طویل نیند سو رہی ہے۔ اور سونے والے کچھ نہیں پاتے' وہ ان نغموں سے محروم رہی۔"

سارڈی کا نام سن کر میرا دم نکل گیا تھا۔ لیکن بہرحال اس کے سوا چارہ بھی کیا تھا۔ چنانچہ میں ا
کمرے کی طرف بڑھ گیا۔ دروازہ کھولا' دیوانی اسی طرح سو رہی تھی۔ ویسے کیگارو نے مجھے ا
ساتھ رہنے کی آزادی دے دی تھی۔ اور اب تو ماحول بھی میرے حق میں سازگار ہو گیا تھا۔

میں لیٹ گیا۔ درحقیقت شدید تھکن تھی اس لئے نیند جلد ہی آ گئی۔ نہ جانے کب تک سوتا رہا
سارڈی نے ہی مجھے جگایا تھا۔ لیکن آنکھ کھلنے کے بعد جو پوزیشن میں نے دیکھی وہ سخت خوفناک تھی۔
میرے اوپر سوار تھی' اس نے دونوں ہاتھ میرے جسم کے دونوں طرف رکھے ہوئے تھے اور گھٹنوں
کھڑی تھی۔ گویا اگر وہ ہاتھوں اور پیروں کی طاقت چھوڑ دے اور میرے جسم پر آ جائے تو ——— نوا
کی کہانی اسی وقت ختم ہو جائے۔

"اٹھو گے نہیں ڈارلنگ ——— سورج چڑھ آیا ہے۔!" اس نے میرے منہ پر ہونٹ رگڑتے
کہا۔

"سورج چڑھ آیا ہے۔؟" میں نے خوفزدہ لہجے میں کہا۔ میں اسے سورج سمجھنے کے لئے تیار نہ
کیونکہ اس وقت تو وہ چڑھ آئی تھی۔

"ہاں' کب تک سوتے رہو گے؟"

"اوہ ——— ہاں ——— کیگارو کہاں۔!" میں نے اس کے نیچے سے' احتیاط سے کھسکتے
کہا۔

"مجھے کیا معلوم کہاں ہے۔ کہیں آنکھیں بند کئے۔ ٹانگیں پھیلائے پڑا ہو گا۔!" "مجھے اس سے ملنا
ہے۔!"

"ابھی نہیں ——— میں بھی چلوں گی!"

"ٹھیک ہے۔ چلو دونوں چلتے ہیں۔!" میں نے اس کے ہاتھ کے ستون کی رکاوٹ سے نکلنے کی کوشش
کرتے ہوئے گردن ہلائی۔ اور بالآخر میں سارڈی کے سائبان سے نکلنے میں کامیاب ہو گیا۔ اس کے ارادے
اس وقت بھی خطرناک تھے۔ بہرحال وہ بھی سیدھی ہو گئی۔

"یہ گٹار کہاں سے آیا۔؟" اس نے پوچھا۔

"آئن بگ نے تحفہ دیا ہے۔"

"اوہ ——— بگ ——— عمدہ آدمی ہے۔ کیا تم گٹار بجانا جانتے ہو۔؟"

"ہاں ——— تھوڑا بہت۔!"

"کسی وقت سنوں گی۔ مجھے پسند ہے۔"

"بھوک لگ رہی ہے۔ آؤ ناشتہ تلاش کریں۔!" میں نے کہا۔

"اوہ ——— ڈارلنگ ——— تمہارے لئے ناشتہ میں تیار کرتی ہوں۔ ایک منٹ رک جاؤ۔" اس
نے کہا اور اپنے سامان کی طرف چل پڑی۔ پھر اس نے وہی نلکی اور گولیاں نکالیں اور میرے فرشتے کوچ کر
گئے۔ میں گھبرا کر اٹھ کھڑا ہوا۔

"سارڈی۔ سارڈی۔" میں نے اسے آواز دی۔

"کیا بات ہے ڈارلنگ۔؟"

"سنو ——— میں ابھی ناشتہ نہیں کروں گا' پہلے مجھے باتھ روم وغیرہ جانا ہے۔!" "اوہ ——— !" وہ
رک گئی۔" او کے ڈارلنگ۔ جاؤ ——— ہو آؤ ——— میں تمہارے لئے تیار کرتی ہوں۔ میں تو آنکھ
کھلتے ہی دو گولیوں کا ناشتہ کر چکی ہوں!" اس نے مسکراتے ہوئے کہا اور میں دل ہی دل میں اسے گالیاں دیتا
ہوا باہر نکل آیا۔!

ضروریات سے فرصت پا کر میں واپس آ گیا۔ سوچ رہا تھا' کہ آئن بگ کے کمرے کی طرف جاؤں'
کیگارو وہیں ہو گا' چنانچہ میں آئن بگ کی طرف چل پڑا۔ لیکن ابھی اس کے کمرے سے دور ہی تھا کہ
اچانک میں نے تین آدمیوں کو دیکھا۔ ان میں ایک دراز قامت سکھ تھا' جو عمدہ سوٹ اور نفیس پگڑی میں
تھا۔ اس کے پیچھے دو خطرناک شکل سکھ تھے۔!

میری چھٹی حس نے مجھے کچھ سمجھانے کی کوشش کی اور میں ٹھٹھک کر رک گیا۔ میں ایک ایسی جگہ
چھپ گیا جہاں سے وہ مجھے نہ دیکھ سکیں۔ وہ آئن بگ کے آفس کے دروازے پر رکے تھے۔ میں نے چاروں
طرف دیکھا۔ اور پھر بجلی کی سی پھرتی سے آئن بگ کے دفتر کی عقبی سمت پہنچ گیا' جہاں ایک کھڑکی موجود
تھی۔ کھڑکی میں شیشے نہیں تھے۔ لیکن اس کے کواڑ کھلے ہوئے تھے جن سے میں دوسری طرف کی آوازیں
بخوبی سن سکتا تھا۔ میں نے ان آوازوں پر کان لگا دیئے آئن بگ کی حیرت بھری آواز ابھری تھی۔

"ارے ——— مسٹر ہربنس۔ آپ ——— زہے نصیب' آپ نے یہاں تک آنے کی زحمت کی۔
مجھے یاد کر لیا ہوتا۔"

"ہربنس ــــــ! تو میرے احساسات نے مجھے دھوکا نہیں دیا تھا۔؟" میں نے دل میں سوچا۔ "ہربنس ــــــ!" میرے ہونٹ ٹیڑھے ہو گئے۔

"میں خود دیکھنے چلا آیا آئن بگ۔ کہ تم ہمارے دوست رہے ہو یا نہیں۔" سردار کی آواز میں بڑی گونج تھی۔

"دوست نہیں جناب ــــــ غلام کہیں۔ آئن بگ نے خود کو ہمیشہ آپ کا غلام سمجھا ہے۔" "لیکن ہم نے تمہیں ہمیشہ دوستی دی ہے۔"

"میں اس عنایت کا معترف ہوں جناب۔"

"ہماری ذات سے تمہیں کوئی تکلیف تو نہیں پہنچی بگ۔؟"

"کبھی نہیں ــــــ یہ آپ ہی کی عنایت ہے کہ میں اپنا یہ چھوٹا سا اڈہ چلا رہا ہوں۔" "اور ہماری یہ خواہش ہے کہ یہ عنایت برقرار رہے۔"

"میری بھی دلی خواہش ہے جناب۔" آئن بگ نے خوشامدانہ انداز میں کہا۔

"ہم نے آج تک تمہیں دیا ہے بگ۔ تم سے کچھ مانگا نہیں۔"

"بگ آپ کے اشارے پر جان بھی دے سکتا ہے۔"

"کیا ہم آزمائیں۔؟" ہربنس نے پوچھا۔

"میری دلی خواہش ہے۔"

"تو پھر تمہاری یہ خواہش ابھی اور اسی وقت پوری ہو رہی ہے بگ۔ ہم یہاں تم سے کچھ مانگنے آئے ہیں۔"

"حکم دیں مسٹر ہربنس۔" بگ نے مستعدی سے کہا۔

"ہمیں یقین ہے کہ تم ہمارے دشمن سے ناواقف ہو۔ ورنہ تم اسے خود گرفتار کر کے ہمارے سامنے پیش کر دیتے۔!"

"آپ کا دشمن۔؟" آئن بگ حیرت سے بولا۔

"ہاں۔ جو تمہاری پناہ میں ہے۔"

"میری پناہ میں ــــــ؟ آپ کا دشمن۔؟ یقیناً میں اس سے ناواقف ہوں۔ ورنہ اسے گولی مار کر اس کی لاش آپ کے سامنے پیش کر دیتا۔"

"میں یقین کرتا ہوں۔" ہربنس نے کہا۔

"مجھے اس کے بارے میں بتایئے مسٹر ہربنس۔ باقی فرض میرا ہے۔"

"تمہارے ہاں اس کا نام فریڈرک ہے۔ لیکن اس کی اصلیت کیا ہے' تم سوچ بھی نہیں سکتے۔ وہ پاکستانی باشندہ ہے' پنجاب کے ایک خوبصورت علاقے کا خطرناک آدمی۔! جس کی حقیقت ابھی مشتبہ ہے' لیکن مجھے یقین ہے کہ اس کا تعلق غلام پارٹی سے ہے اور یہ بات تمہارے علم میں ہے کہ غلام پارٹی روز بروز پھیلتی جا رہی ہے۔ بہت سے لوگ اس کے بارے میں پریشانی سے سوچنے لگے ہیں۔ لیکن اس شخص سے میری سخت دشمنی ہے اور ایک خاص بات میں تمہیں اور بتاؤں۔ جس سے تم اس کی حیثیت سے صحیح طور پر واقف ہو سکو۔ ایران میں ٹھاکر گروہ کو اسی نے گرفتار کرایا ہے۔!"

"فریڈرک ــــــ" آئن بگ کا منہ حیرت سے کھلا رہ گیا تھا۔

"میں نہیں کہہ سکتا بگ ــــــ کہ یہ یہاں کس ادارے سے آیا ہے۔ بہرحال بے حد چالاک آدمی ہے اور جو کچھ بھی کرنا ہو گا بڑی ہوشیاری سے کرنا ہو گا۔"

"لیکن مسٹر ہربنس ــــــ وہ تو بے حد نفیس آدمی ہے' وہ ــــــ وہ تو۔"

"ہر چالاک اور خطرناک آدمی اپنی شخصیت پر لبادے ڈال لیتا ہے' تم مجھے بتاؤ۔ کیا وہ انقرہ سے نہیں آیا۔؟"

"ہاں ــــــ یہ درست ہے۔"

"وہاں اس نے میرے کئی آدمیوں کو ختم کر دیا ہے۔ اس کے علاوہ ایران اور ترکی کی سرحد پر اس نے اتنا بڑا ذخیرہ پکڑایا ہے کہ تم تصور نہیں کر سکتے۔ اور خاص بات یہ ہے کہ خود بہت بڑا ذخیرہ لے کر انقرہ میں ہوا ہے' جس کو اس نے نہایت اطمینان سے ٹھکانے لگا دیا ہے۔!"

"یہ سب اسی شخص فریڈرک نے کیا ہے۔؟"

"ہاں۔ اسی شخص نے۔!" ہربنس اپنے لہجے پر زور دے کر بولا۔

"آپ کو یقین ہے۔؟" آئن بگ اب بھی شک و شبہے میں تھا۔

"تم جانتے ہو میں فضول وقت برباد نہیں کرتا۔ واگورو کی قسم یہ وہی ہے۔" "آپ کو اس کے بارے م کیسے ہو۔؟"

"اس کے ایک خاص فن سے ــــــ ہم نے اس کے بارے میں مکمل معلومات حاصل کی ہیں۔ وہ بجانے کا ماہر ہے اور کل اس نے دو پاکستانی دھنیں بجائی تھیں۔ دونوں مقبول ترین دھنیں ہیں۔ میرا آدمی یہاں موجود تھا اسی نے مجھے اطلاع دی۔" مارے گئے بیٹا نواز۔ شیخی خوری لے ڈوبی۔ نہ گٹار ۔ نہ راز کھلتا۔ لیکن بہرحال ایک فائدہ ضرور ہوا تھا۔ ہربنس سامنے آ گیا تھا۔ اور اب اس سے براہ ت ٹکرانے کا موقع بھی مل سکتا تھا۔!

"پھر میرے لئے کیا حکم ہے مسٹر ہربنس؟"

"وہ اس وقت کہاں ہے۔؟"

"ایک کمرے میں سو رہا ہے۔"

"ابھی تمہارے پاس رہے گا۔؟"

"ہاں ــــــ دراصل وہ میرے ایک دوست کے ساتھ آیا ہے۔ کیگارو بھی اسے چاہتا ہے اور وہ خطرناک آدمی ہے۔"

"کیگارو کون ہے۔؟"

"ایک طاقتور فرانسیسی۔"

"اسے آمادہ کر لو ــــــ ہم اسے بڑی رقم دیں گے۔ صرف اسے گرفتار کر کے میرے پاس پہنچا دو۔! ے قتل کر دیتا۔ لیکن قتل کرنے سے قبل میں یہ معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ اس کی اصلیت کیا ہے۔ وہ کے لئے کام کر رہا ہے' یا صرف اپنا کام کرتا ہے۔ یا کچھ اور چکر ہے۔"

"اگر کیگارو آمادہ ہو جائے تو پھر اسے کوئی نہیں بچا سکتا۔"

"اُسے آمادہ کرنا تمہارا کام ہے۔ جو مانگے دے دینا۔ میرے حساب میں۔ لیکن بہرحال تمہیں
ہے۔"

"بہت بہتر جناب——— گو وہ ایک عمدہ آدمی ہے۔ میں بھی اسے پسند کرنے لگا تھا۔ لیکن
حکم سے سرتابی بھی نہیں کر سکتا۔ ٹھیک ہے جناب۔ میں کسی نہ کسی طرح اسے آپ تک پہنچادوں
"تھینک یو آئن بگ——— میں تمہیں بہت سی آسانیاں فراہم کردوں گا! اب میں چلتا ہوں
اور میں نے ایک گہری سانس لی۔ اور وہاں سے ہٹ گیا۔ ایک بار پھر میں نے ایک آڑ سے
دیکھا۔ اور گردن ہلائی۔ ٹھیک ہے' ڈیر ہربنس' تمہیں اپنا مقابل نرم چارہ نہیں ملے گا! دانتوں پسینے
گے۔!

ہربنس نکل گیا۔ اور اب مجھے کیگارو کی تلاش تھی۔ سارڈی کا خیال درست نکلا۔ کیگا
درخت کے نیچے اوندھا پڑا تھا۔ لیکن میں اس کے قریب نہیں گیا۔ میری نگاہیں آئن بگ کو تلاش
تھیں۔ اور دور سے آئن بگ مجھے نظر آگیا۔ وہ بھی کیگارو کو تلاش کر رہا تھا۔ تب اس نے بھی کی
کو دیکھ لیا۔ اور میں وہاں سے ہٹ گیا۔ میں ان دونوں کی گفتگو سننے کے بعد ہی کوئی فیصلہ کرنا چاہتا
بگ کیگارو کے نزدیک پہنچ کر اسے جگانے لگا! اور کیگارو اٹھ گیا۔ وہ دونوں گفتگو کر رہ
کیگارو نے گردن ہلائی اور پھر وہ بھی شاید رفع حاجت کے لئے چلا گیا!

مجھے بھوک لگ رہی تھی۔ چنانچہ میں خوراک کی تلاش میں نکل گیا۔ جس کا آئن بگ کے
معقول انتظام تھا۔ میرے مداح مجھے ملے' اور انہوں نے مجھے گھیر لیا۔ بہرحال دوسروں کی جیب سے
چائے پی' بسکٹ وغیرہ کھائے اور پھر بمشکل ان سے پیچھا چھڑا کر دوبارہ آئن بگ کے دفتر کی طرف چل
میں نے وہ وہی عقبی سمت اختیار کی۔ میرا اندازہ غلط نہیں تھا کیگارو بھی شاید ابھی ابھی
ہوا تھا۔ اور وہ دونوں خاموشی سے ناشتہ کر رہے تھے۔ "سارڈی اور فریڈرک کے لئے بھی ناشتہ
بگ۔" کیگارو نے کہا۔ "کیا وہ دونوں ابھی تک کمرے میں ہیں؟" آئن بگ نے پوچھا۔

"مجھے نہیں معلوم——— لیکن اندر ہی ہوں گے۔؟"

"ابھی ان دونوں کے لئے ناشتہ پہنچ جائے گا! لیکن مجھے تم سے ایک خاص بات کرنی ہے کیگا

"کیا بات ہے۔؟" کیگارو نے پوچھا۔

"تم نے مجھے ہمیشہ دوست پایا ہے کیگارو۔ میں تم سے بے پناہ محبت کرتا ہوں۔ اپنے
تمہیں چند باتیں بتانا چاہتا ہوں۔"

"تم بہت سنجیدہ ہو بگ——— کیا بات ہے؟"

"استنبول میں منشیات کا شہنشاہ ایک غیر ملکی شخص ہے۔ کیا تمہیں اس کے بارے میں معلوم

"نہیں———!"

"اس کا نام ہربنس ہے۔ اعلیٰ پیمانے پر اس نے بہت سے ملکوں میں اڈے بنائے ہوئے ہیں
کا سکہ چلتا ہے۔ اعلیٰ حکام سے اس کی خوب بنتی ہے۔ ممکن ہے اس میں سے کسی کو اس کی
معلوم ہو بظاہر وہ ایک تاجر کی حیثیت سے مشہور ہے۔ میرا یہ اڈہ بھی اس کا طفیلی ہے۔ یوں
ایک برانچ ہے۔ سارا مال میں اسی سے لیتا ہوں۔"

"ہوں——— تو پھر———؟"

"اس نے ایک کام میرے سپرد کیا ہے۔ جسے مجھے تمہاری مدد سے انجام دینا ہے۔"

"تو اس میں سنجیدگی کی کیا بات ہے۔؟ میں تیار ہوں۔"

"اس سے قبل میں تم سے کچھ اور معلومات حاصل کروں گا۔"

"ہاں' ہاں۔ کہو———!" کیگارو نے لاپرواہی سے کہا۔

"فریڈرک سے تمہاری ملاقات کہاں ہوئی؟"

"فریڈرک——— کیا اس سے کوئی——— میرا مطلب ہے۔؟" کیگارو چونک پڑا۔ "میرے سوال کا جواب دو کیگارو۔" آئن بگ نے کہا۔

"انقرہ میں——— ٹرین میں داخل ہونے کی کوشش کر رہا تھا۔ میں نے اور سارڈی نے اس کی مدد کی۔ اچھا آدمی ثابت ہوا تو ہم نے دوست بنالیا۔"

"بس——— اتنی سی ملاقات ہے۔؟"

"ہاں——— لیکن گریٹ آدمی ہے۔"

"کیا سارڈی اسے پسند کرتی ہے۔؟"

"مجھے نہیں معلوم——— اور نہ میں معلوم کرنا چاہتا ہوں۔"

"بات فریڈرک ہی کی ہے میرے دوست——— اس کا نام فریڈرک نہیں ہے۔ وہ ایک ایشیائی ہے اور بے حد خطرناک۔!"

"اوہ——— اگر ایسا ہے تو کیا فرق پڑتا ہے۔ وہ ایک خوبصورت فنکار ہے۔ اور فنکار خطرناک نہیں ہو سکتا۔!"

"ہربنس اس کا دشمن ہے۔ وہ ہر قیمت پر اسے گرفتار کرنا چاہتا ہے۔"

"لیکن وہ ہمارا دوست ہے۔ میں اسے پسند کرتا ہوں اور ہربنس سے ہمارا کوئی رشتہ نہیں ہے۔ اسے بخش دو۔!"

"گویا تم میری مجبوریوں کا خیال نہیں کرو گے کیگارو۔" آئن بگ نے کہا۔ اور کیگارو چونک کر اسے دیکھنے لگا۔ "تمہاری مجبوریاں۔؟"

"ہاں——— میں ہربنس سے وعدہ کر چکا ہوں کہ اسے گرفتار کر کے اس کے پاس پہنچادوں گا اور یہ وعدہ میں نے تمہارے بھروسے پر کیا ہے۔"

"تم وعدہ کر چکے ہو۔؟" "ہاں۔"

"لیکن کیوں۔؟" "اس لئے کہ میں ہربنس کا محکوم ہوں۔ یہاں استنبول میں میں اس سے بگاڑ کر نہیں رہ سکتا۔!" آئن بگ نے کہا۔

"لیکن میں تو اس کا محکوم نہیں ہوں۔ میری موجودگی میں وہ فریڈرک کا کیا بگاڑ سکتا ہے۔" کیگارو نے کہا۔

"تو کیا تم میری مدد نہیں کرو گے کیگارو۔" "ہرگز نہیں۔"

"میں تمہیں ایک معقول رقم پیش کر سکتا ہوں۔"

"تم جانتے ہو میں کنگال نہیں ہوں۔"
"لیکن میرے لئے یہ ضروری ہے کیگارو۔!" آئن بگ نے خشک لہجے میں کہا۔
"گویا ——— تم میری مرضی کے بغیر اسے ہربنس کے حوالے کرو گے۔؟"
"ہاں ——— مجبوریاں کوئی حیثیت رکھتی ہیں۔؟"
"تم اسی قدر مجبور ہو۔؟" اچانک کیگارو کا لہجہ بدل گیا۔
"جس قدر تم سوچ سکتے ہو' اس سے کہیں زیادہ میرے دوست ——— میں تم سے مدد کی درخواست کرتا ہوں کیگارو۔ تم سے بگاڑ کر مجھے خوشی نہ ہو گی اس لئے میری درخواست ہے کہ تم میری مدد کرو۔!"
"ہوں ———!" کیگارو کسی گہری سوچ میں ڈوب گیا۔ پھر گردن اٹھا کر بولا۔ "میں سارڈی سے مشورہ کروں گا! اگر اس نے اجازت دے دی تو ٹھیک ہے۔"
"یہ معاملہ بہت سنجیدہ ہے کیگارو ——— سارڈی بچی ہے۔ اسے ان معاملات میں نہ گھسیٹو۔ تم اس سے کہہ سکتے ہو کہ فریڈرک ہمیں چھوڑ کر بھاگ گیا۔"
اور اس بچی پر مجھے ہنسی آ گئی۔ کیگارو خاموش تھا۔ پھر اس نے ایک گہری سانس لی اور بولا۔ "اگر تمہارا اصرار ہے تو ٹھیک ہے بگ۔ ویسے عمدہ آدمی تھا۔ تم اس کے لئے ناشتہ بھجواؤ۔ کافی میں بیہوشی کی دوا ملی ہونی چاہئے۔ سارڈی بھی بیہوش ہو جائے گی تب ہم اسے اٹھا کر ہربنس کے حوالے کر دیں گے۔"
"یہ کام میں بخوبی کر لوں گا۔" بگ خوش ہو کر بولا۔
"ٹھیک ہے۔ لیکن ہربنس سے ایک معقول رقم حاصل کرنا تمہارا کام ہے۔"
"تم فکر مت کرو میرے دوست' مجھے خوشی ہے کہ تم مان گئے۔!" آئن بگ نے کہا اور میں نے ایک گہری سانس لی۔ کیگارو بھی اس کے جال میں آ گیا۔ کیا فرق پڑتا ہے۔ میں خود بھی تو مفلوج نہیں ہوں۔ لیکن کرنا کیا چاہئے۔؟ کیا یہاں سے فرار ہو جاؤں۔ اور پھر اپنے آدمیوں سے مدد لوں۔؟ یا پھر ———! اور فوری طور پر دماغ گھوم گیا۔ میں نے ایک نئے انداز میں سوچا۔ کیوں نہ گرفتار ہو کر ہربنس کے پاس پہنچ جاؤں؟ اور پھر وہاں ——— ہربنس سے نپٹ لوں۔ ظاہر ہے وہ تنہا نہ ہو گا۔ اور یہ کام سخت مشکل ہو گا۔ لیکن مشکلات کی پرواہ کون کرے زیادہ سے زیادہ موت آئے گی' جس کے آنے کا نہ مجھے غم تھا نہ خوشی۔ لیکن کم از کم ہربنس کو ہلاک کر دوں گا! یقیناً اس سے عمدہ اور کوئی ترکیب نہیں ہو سکتی۔
میں نے دل میں ٹھان لیا' اور پھر میں تیزی سے سارڈی کی طرف چل پڑا ہتھنی میرے لئے پریشان تھی۔ نہ جانے کیوں اس نے کمرے سے باہر نکلنا پسند نہیں کیا تھا۔ "اوہ' فریڈی ڈارلنگ ——— اتنی دیر لگا دی۔ کہاں چلے گئے تھے۔؟"
"پیٹ میں زیادہ ہی گڑبڑ ہو گئی تھی ڈیر ——— مگر تم باہر کیوں نہیں آئیں؟"
"تمہارا انتظار کر رہی تھی۔" "تم نے کچھ کھایا۔؟"
"ابھی نہیں ——— بس دو گولیاں اور پی لی ہیں۔" اس نے معصومیت سے جواب دیا اور میں نے دل میں اسے ایک موٹی سی گالی دی۔ اس سے قبل کہ ہمارے درمیان اور کوئی گفتگو ہو' کہ دروازے پر کیگارو کی دہاڑ سنائی دی۔
"ہے ——— فریڈرک۔ ہے سارڈی ——— کیا میں اندر آ سکتا ہوں۔" اور اجازت طلب کرنے

کے ساتھ ہی وہ اندر گھس آیا۔ "سوری فرینڈز۔ میں ذرا مصروف تھا۔ اور ابھی تم سے کوئی گفتگو نہیں کروں گا کیونکہ مجھے ایک ضروری بات بتانی ہے۔!"
میں چونک پڑا۔ کیا کیگارو ڈبل رول ادا کر رہا ہے۔ "کیگارو نے ایک بار پھر پلٹ کر دیکھا اور پھر میری طرف مڑ کر بولا۔ "سنو فریڈرک اور سنو سارڈی! ابھی آئن بگ شاید تمہارے لئے ناشتہ لائے۔ باقی چیزیں کھا لینا' لیکن کافی مت پینا کیونکہ اس میں بیہوشی کی دوا شامل ہے۔ آئن بگ ہربنس کی وجہ سے تمہارا دشمن ہو گیا ہے فریڈرک۔ اگر سمجھ سکتے ہو تو سمجھ لو' مجھ سے کوئی سوال مت کرنا' اور ——— سارڈی تم بھی۔ ابھی وقت ہے نہیں۔ میں تمہیں بعد میں بتا دوں گا۔ ہاں تم کافی چالاکی سے پھینک دینا اور پھر تم دونوں بیہوش ہونے کی اداکاری کرنا! یہاں آئن بگ کے کافی آدمی موجود ہیں اس لئے ہمیں دقت ہو گی۔ جب وہ تمہیں لے کر ہربنس کے پاس چلیں گے تو میں بھی ساتھ رہوں گا اور پھر ہم دونوں مل کر ان سے نپٹ لیں گے۔ اوکے فریڈرک۔؟" میں سن ہو کر رہ گیا تھا۔ گویا کیگارو درحقیقت ایک مخلص آدمی ہے اور بھیجہ بھی رکھتا ہے۔!
"کیا تم زیادہ نشے میں ہو کیگارو۔ کیا کہہ رہے ہو۔؟ میری سمجھ میں تو کچھ نہیں آیا۔" سارڈی نے کہا۔
"فریڈرک خطرے میں ہے سارڈی۔ اور اگر تم حالات جاننے کے چکر میں رہیں تو اسے نقصان پہنچ جائے گا! بعد میں تمہیں سب کچھ بتا دوں گا' اب خاموش رہو۔!" سارڈی نے منہ کھولا۔ اور پھر خاموش ہو گئی۔ لیکن میں پھرتی سے اپنی جگہ سے اٹھا اور میں نے جھانک کر دروازے کے باہر دیکھا۔ دور دور تک کوئی نہ تھا۔ چنانچہ میں نے دروازے کے پاس ہی کھڑے ہو کر کہا۔ "شکریہ کیگارو! میں تمہارے خلوص اور دوستی کی دل سے قدر کرتا ہوں۔ سنو میرے دوست ———! میں نے تمہاری اور بگ کی گفتگو سن لی ہے۔ میں بھی تفصیل تمہیں اطمینان سے بتاؤں گا۔ فی الحال یہ سمجھ لو' کہ ہربنس سے میری واقعی چل رہی ہے' لیکن لکھ لو کہ وہ گدھا بھی میرے ہی ہاتھوں مارا جائے گا۔ اگر تم بگ کی باتوں میں آ جاتے کیگارو تو میں دوسرا بندوبست کرتا۔ لیکن اب اگر تم میرے دوست ہو تو میں تمہاری مدد چاہتا ہوں۔!"
"اوہ ——— ڈارلنگ ——— کیسی مدد ——— تم مجھے بتاؤ ——— میں تمہارے لئے پوری دنیا سے ٹکرا جاؤں گی۔!" سارڈی نے کہا۔
"سارڈی کافی پینے کی اداکاری میں کروں گا! تم سرے سے اسے پینا ہی نہیں۔ پھر میں بیہوش ہو جاؤں گا اور تم دونوں بگ کے ساتھیوں میں شامل ہو کر میرے ساتھ چلنا۔ لیکن میں تمہارے پروگرام میں تھوڑی سی تبدیلی کروں گا کیگارو۔" کیگارو تعجب سے مجھے دیکھ رہا تھا۔ پھر اس نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔
"کیسی تبدیلی۔؟"
"تمہاری دوستی' تمہاری محبت کا شکریہ کیگارو۔ میں تمہیں مجبور نہیں کروں گا کہ تم میرا ساتھ دو۔ لیکن اگر تم میرا ساتھ ہی دینا چاہتے ہو تو تمہیں ایک کام کرنا ہو گا۔" میں نے کہا۔
"ارے تم بتاؤ میری جان ——— ہم زندگی بھر تمہارا ساتھ دیں گے اور یہ کیگارو ——— یہ میرا بھائی ہے۔ اس کی مجال ہے کہ میری مرضی کے خلاف کام کرے۔" سارڈی چار گولیوں میں چل رہی تھی اور خالی پیٹ تھی۔

"ہاں ہاں ——— تم کام بتاؤ۔ ہم تمہیں ساتھ لے کر استنبول میں داخل ہوئے تھے' ساتھ لے کر یہاں سے نکلیں گے۔"

"میں تمہارا شکر گزار ہوں کیگارو۔ بہرحال میں چاہتا ہوں کہ آئن بگ کے آدمی مجھے ہربنس کے پاس لے جائیں اور میرا ہربنس سے سامنا ہو جائے۔ سنو ——— میں پورے چار گھنٹے تک بیہوش رہنے کی اداکاری کروں گا' اس کے بعد پندرہ بیس منٹ تک ہربنس سے گفتگو کروں گا۔ اس کے بعد تم اندر داخل ہو جانا ہم اس کے ساتھیوں سے جنگ کریں گے اور وہاں سے نکل آئیں گے۔"

"اور اگر اس کے ساتھیوں کی تعداد زیادہ ہوئی تو۔؟"

"دیکھ لیں گے۔ بہرحال میرا یہی پروگرام ہے۔"

"اے کیگارو ——— بزدل چوہے۔ آخر تیری قوتیں سو گئیں نا۔ تو آدمیوں کی تعداد سے ڈر رہا ہے۔؟" سارڈی بڑبڑائی۔

"یہ بات نہیں ہے سارڈی۔ میں چاہتا ہوں ہمارا دوست ہر حالت میں محفوظ رہے۔"

"وہ محفوظ رہے گا ——— ہم وہی کریں گے جو وہ کہہ رہا ہے۔" سارڈی نے کہا۔

"ٹھیک ہے ——— میں تیار ہوں۔" کیگارو نے کہا۔ اور میں نے ایک بار پھر ان کا شکریہ ادا کیا اور پھر وہ اٹھتے ہوئے بولا۔ "میں باہر چلتا ہوں' میں چاہتا ہوں کہ میری موجودگی میں بگ یہاں نہ آئے' تاکہ اسے کوئی شبہ نہ ہو سکے۔"

"جاؤ ——— لیکن کچھ کھا کر اوندھے مت ہو جانا' جو سارا پروگرام چوپٹ ہو جائے۔" سارڈی نے کہا اور کیگارو گردن ہلاتا ہوا باہر نکل گیا۔ اس کے جانے کے بعد سارڈی نے میری طرف دیکھا اور بڑے محبوبانہ انداز میں بولی۔ "تم فکر مت کرو ڈارلنگ' وہی ہو گا جو تم چاہو گے۔ بس ہمارا ساتھ مت چھوڑنا۔ میں اب تمہارے بغیر زندہ نہیں رہوں گی۔" وہ دونوں ہاتھ پھیلا کر میری طرف جھپٹی اور خود مجھے اپنی زندگی خطرے میں نظر آنے لگی' لیکن میں نے خود کو سنبھالے رکھا تھا' اس وقت ان لوگوں سے کام لینا تھا۔ اس لئے انہیں ہر حالت میں برداشت کرنا ضروری تھا۔

سارڈی خونخوار شیرنی کی طرح مجھے بھنبھوڑتی رہی۔ اور جس وقت آئن بگ ایک ملازم کے ساتھ اندر داخل ہوا' اس وقت بھی سارڈی نے مجھے مرغا بنایا ہوا تھا اور میری بری حالت تھی جسے آئن بگ نے بھی دیکھا۔ لیکن بگ کو دیکھ کر سارڈی نے مجھے معاف کر دیا۔

"سوری دوستو ——— مداخلت کی معافی چاہتا ہوں۔ کیگارو کہاں ہے؟"

"تم ہی اسے تلاش کرو بگ ——— دیکھو زندہ ہے یا مر گیا۔"

"اوہ۔ ٹھیک ہے۔ میں اسے تلاش کر لوں گا! تم لوگ ناشتہ کر لو۔" بگ نے کہا اور ملازم نے ناشتے کی ٹرے اسٹول پر رکھ دی۔

"ٹھیک ہے' کر لیں گے۔ تم اسے تلاش کرو اور اسے اپنے ساتھ ہی کھلا پلا دینا۔ ہمیں فرصت نہیں ہے۔"

"ہاں ——— میں خود تمہاری مصروفیات میں مداخلت نہیں کروں گا!" بگ نے مسکراتے ہوئے کہا اور ملازم کو ساتھ لے کر باہر نکل گیا۔ سارڈی نے آگے بڑھ کر دروازہ اندر سے بند کر دیا اور میری طرف دیکھ

ائی۔

"یہ تو اور عمدہ بات ہوئی سارڈی۔ ہمیں کوئی رسک بھی نہیں لینا پڑا۔" میں نے مسرت سے کہا اور ہم ناشتے پر ٹوٹ پڑے۔ عمدہ ناشتہ تھا۔ لیکن افسوس کافی خراب کر دی گئی تھی اس لئے ہم اس عمدہ ناشتے کے ساتھ کافی نہ پی سکے۔ تاہم سارڈی نے باقاعدہ ایک پیالی میں کافی بنائی اور پھر اسے اطمینان سے ضائع کر دیا۔ اور اب میری اداکاری کی باری تھی۔ چند منٹ ہم گفتگو کرتے رہے۔ اس کے بعد سارڈی نے پوچھا۔

"کیا تم تیار ہو ڈارلنگ۔؟"

"ہاں سارڈی۔ میں بالکل تیار ہوں۔"

"یہ قصہ آج ہی ختم ہو جائے گا نا؟" سارڈی نے ٹھنکتے ہوئے کہا۔

"یقیناً ——— بشرطیکہ تم لوگوں نے میری بھرپور مدد کی۔ لیکن تم نے یہ سوال کیوں کیا ہے۔؟"

"بس ——— دن تو گزر جائے گا' میں چاہتی ہوں ہماری محبت کی کوئی رات ضائع نہ ہو۔ تم نہیں جانتے ڈارلنگ! میں کتنی شدت سے تمہیں چاہنے لگی ہوں۔" "اوہ ——— ہاں ڈیر میں جانتا ہوں۔ میں اچھی طرح جانتا ہوں۔"

"کیا تمہیں میری محبت پر یقین ہے ڈارلنگ ———" وہ فوراً جذبات میں آجاتی تھی اور اس کے خوفناک جذبات سے میری روح فنا ہونے لگتی تھی۔

"اب بالکل یقین ہے۔ میں اس کا ثبوت پیش کر دوں گا۔ میں نے اس کے درخت کی شاخوں جیسے موٹے بازوؤں کی زد سے بچنے کے لئے اچھل کر پیچھے ہٹتے ہوئے کہا۔

"ایک بوسہ ——— فقط ایک بوسہ۔" اس نے مجبور عاشق کے سے انداز میں کہا۔ "ہمیں ——— اپنا کام شروع کر دینا چاہئے سارڈی۔ آئن بگ اپنی کارروائی کا انجام دیکھنے کے لئے آتا ہی ہو گا۔" میں نے بوکھلائے ہوئے انداز میں کہا۔ لیکن کمرہ زیادہ عریض نہ تھا۔ دیوار پشت پر آگئی تھی اس لئے سارڈی نے کمر میں ہاتھ ڈال کر مجھے بھینچ دیا' اور بڑے ظالمانہ انداز میں میرے ہونٹ بھنبھوڑ ڈالے۔ عجیب محبوبہ ملی تھی۔ اگر چند روز اس کے ساتھ رہ گیا' تو زندگی بھر کے لئے عورت کے نام سے وحشت زدہ ہو جاؤں گا۔ چنانچہ بہتر یہی ہے کہ جلد از جلد ان مخلص لوگوں سے جان بچائی جائے۔ بہرحال میری دعائیں کام آگئیں۔ وہ مجھ سے جدا ہو گئی۔ اور میں نے سکون کی سانس لی۔

"او کے سارڈی ——— اب کام شروع کر دیں؟" میں نے سہمے ہوئے لہجے میں پوچھا۔

"ہاں ———" اس نے پژمردہ لہجے میں کہا اور پھر مجھے اٹھا کر ناشتے کی میز پر لے آئی۔ "میں کیگارو کو تلاش کرنے جاتی ہوں' اسے اطلاع دوں گی کہ تم اچانک بیہوش ہو گئے ہو۔!"

"ٹھیک ہے ——— اسی انداز سے یہ بات بگ کے کانوں میں پہنچنی چاہئے۔" اور پھر میں بیہوش ہو کر ایک طرف جھک گیا اور سارڈی مجھے گھورتی ہوئی دروازے سے باہر نکل گئی۔ مجھے نہیں معلوم کہ سارڈی نے باہر کیا ڈرامہ کیا' لیکن چند منٹ ہی کے بعد آئن بگ اور کیگارو آندھی طوفان کی طرح کمرے میں گھس آئے تھے۔ سارڈی بھی ان کے پیچھے تھی۔ وہ بوکھلائے ہوئے انداز میں کہہ رہی تھی۔

"دیکھو تو کیگی ——— اسے کیا ہو گیا۔ ناشتہ کرنے کے بعد مجھ سے باتیں کر رہا تھا' اچانک لڑھک گیا۔"

آئن بگ مجھے ٹٹولنے لگا! اور پھر اس نے کافی کی پیالیاں دیکھیں! "کیا اس کپ میں تم نے کافی پی
پی۔؟" بالآخر اس نے پوچھا۔
"کافی ——— نہیں۔ مجھے کافی پسند نہیں۔ میں کافی نہیں پیتی ——— البتہ اس نے پی تھی۔!"
"اوہ ———!" آئن بگ نے گردن ہلاتے ہوئے کہا اور کیگارو بول اٹھا۔
"ہمیں سارڈی کو حالات سے باخبر رکھنا چاہئے بگ۔ بہرحال وہ میری بہن ہے اور مجھے اس کے
اعتماد ہے۔" بگ نے اسے چونک کر دیکھا۔ لیکن کیگارو اس کی طرف دیکھے بغیر سارڈی سے
دراصل فریڈرک کو جان بوجھ کر بے ہوش کیا گیا ہے سارڈی۔؟"
"اوہ ——— کیوں کیگی۔؟"
"وہ ایک خطرناک آدمی ہے۔ ہمارے دشمنوں سے تعلق رکھتا ہے' اور اس کے دشمنوں کو
ضرورت ہے۔ ہم اسے ان کے حوالے کریں گے' اور اس کے عوض ہمیں ایک معقول رقم ملے گی۔"
"ونڈرفل ———!" سارڈی نے حیرت کا اظہار کیا۔ "رقم کتنی ہو گی؟"
"جتنی تمہیں ضرورت ہو بے بی ——— تم فکر مت کرو۔" بگ جلدی سے بول پڑا۔ سارڈی
اس سلسلے میں کوئی اعتراض نہیں کیا تھا اس سے اسے بڑا اطمینان نصیب ہوا تھا۔
"تب ٹھیک ہے۔ مجھے رقم کی ضرورت ہے۔ اگر میں اسے قتل کردوں تو کیا مجھے اور زیادہ رقم ملے
گی۔!"
"اوہ ——— نہیں بے بی ——— ہم اسے قتل نہیں کریں گے۔ یہ کام تو اس کے دشمن کریں
گے۔ تمہاری ضرورت بہرحال پوری ہو جائے گی۔" آئن بگ نے مسکراتے ہوئے کہا۔
"ویری گڈ ——— تب ٹھیک ہے۔" سارڈی نے اطمینان سے کہا۔ پھر بولی۔ "اب ہم اس کا کیا کریں
گے۔؟"
"اسے اس کے دشمنوں کے پاس پہنچانا ہے۔"
"اوکے ———!" سارڈی نے کہا اور جھک کر مجھے بازوؤں میں اٹھالیا۔
"اوہ ——— تم رہنے دو بے بی ——— یہ کام ہم کریں گے۔" بگ نے کہا اور پھر ہنستے ہوئے
کیگارو سے بولا۔ "تمہاری بہن تم سے زیادہ مستعد ہے۔" کیگارو بھی ہنسنے لگا تھا۔
بہرحال مجھے ہربنس تک پہنچانے کے لئے معقول بندوبست کیا گیا اور پھر ایک بند گاڑی مجھے لے کر
چل پڑی۔ طویل عرصے تک مصنوعی طور پر بیہوش پڑے رہنا خاصا مشکل کام تھا۔ لیکن میں تو اب مشکلات کا
عادی تھا اور خود پر جبر کرنا خوب جانتا تھا۔ اس لئے میں نے کامیاب اداکاری کی۔ راستے میں کیگارو
سادگی سے آئن بگ سے گفتگو کرتا جا رہا تھا۔
"ہمیں اسے کہاں پہنچانا ہے۔؟"
"رمپو ——— ہل اسٹیشن رمپو ——— بنگلہ نمبر سات ——— وہی ہربنس کی قیامگاہ ہے۔ منشیات
کا بہت بڑا اسٹور۔ وہاں سے پورے ترکی کو مال سپلائی ہوتا ہے۔"
"ہوں ———!" کیگارو نے سنجیدگی سے کہا اور میں نے دل ہی دل میں کیگارو کا زبانی
شکریہ ادا کیا جس نے میرے لئے بہت بڑی آسانی فراہم کردی تھی۔ بہرحال ویگن دوڑتی رہی۔ غالباً

غالباً ایک گھنٹے کا سفر ہو گا۔ بڑے صبر سے کام لینا پڑا تھا۔ پھر ویگن مکان کے گیٹ سے اندر داخل ہوئی تھی
پھر وہ رک گئی۔ دروازہ کھلا اور بگ نیچے اتر گیا!
"مسٹر ہربنس ——— موجود ہیں۔؟"
"نہیں مسٹر بگ ——— وہ کسی کام سے گئے ہوئے ہیں۔"
"شکار آگیا ہے۔!"
"ہاں ——— ہمیں اس کے بارے میں ہدایت ملی ہے۔ لیکن تم نے بہت پھرتی سے کام کر لیا
——— چلو اسے اندر پہنچا دیں۔ مگر تمہارے ساتھ اور کون ہے؟"
"میرے مددگار۔"
"یقیناً قابل اعتماد لوگ ہوں گے۔"
"یہ کام تمہارے سوچنے کا نہیں ہے۔" بگ نے ناخوشگوار لہجے میں کہا اور سوال کرنے والا خاموش ہو
گیا۔ پھر شاید کوئی اسٹریچر لایا گیا تھا ——— مجھے اٹھا کر اسٹریچر پر ڈالا گیا۔ اور پھر اندر لے جایا گیا۔ سارڈی اور
کیگارو وغیرہ کے بارے میں اس کے بعد کچھ معلوم نہ ہو سکا۔ وہ لوگ مجھے لئے ہوئے اندر آگئے تھے۔ اور پھر
اسٹریچر سے مجھے بستر پر منتقل کر دیا گیا۔ بہت سے لوگ میرے نزدیک موجود تھے اور اس وقت سب سے عمدہ
اداکاری کی ضرورت تھی۔ اگر مصنوعی بیہوشی کا راز کھل جاتا تو خاصی مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا۔ کیونکہ بہت
سی نگاہیں میرے چہرے پر جمی ہوئی تھیں۔
"یہ تو بالکل غیر ملکی معلوم ہوتا ہے۔؟" کسی نے اردو میں کہا۔
"میک اپ بھی ہو سکتا ہے۔"
"گویا یہی نہیں ہے۔؟"
"ہاں ——— ڈاڑھی مصنوعی بھی ہو سکتی ہے۔"
"دیکھو ———" کسی نے کہا اور پھر بڑے اطمینان سے میرے چہرے سے ڈاڑھی اور مصنوعی بالوں
کی وگ اتار دی گئی۔ سب کے منہ سے حیرت کی آوازیں نکل گئی تھیں۔
"اوہ ——— کافی ہینڈسم ہے۔"
"صورت سے کس قدر شریف نظر آتا ہے۔"
"یقین نہیں آتا کہ اس شخص نے ٹھاکر کو گرفتار کرا دیا۔ ٹھاکر میں بس اتنی ہی جان تھی ایسے لونڈوں
سے مار کھا جاتا۔!"
"یہ بات نہیں ——— خیال ہے کہ اس کی پشت پر غلام سیٹھ کا گروہ ہے۔"
"مگر اس نے تو آبکاری سے مدد لی تھی۔"
"چالاک آدمی معلوم ہوتا ہے۔" میرے بارے میں تبصرے ہوتے رہے اور میں دل ہی دل میں
مسکراتا رہا۔ ویسے میری تلاشی لے کر اسلحے وغیرہ کے بارے میں اطمینان کر لیا گیا تھا' لیکن میں نے ایسی کوئی
چیز نہیں رکھی تھی' جس سے ان لوگوں کو کوئی شبہ ہوتا۔ کافی دیر تک وہ میرے نزدیک جمع رہے' پھر دروازہ
کھلا اور کوئی اندر داخل ہو گیا۔
"نرملا ——— تم اس کی دیکھ بھال کرو۔ ہوش میں آجائے تو اطلاع دینا۔ ہیل تم اس کے ہاتھ پاؤں

باندھ دو۔!"

چمڑے کے تسموں سے میرے ہاتھ پاؤں مضبوطی سے کس دیئے گئے' اور اس کے بعد سب باہر چلے گئے۔ لیکن پھر بھی کمرے میں کوئی موجود تھا۔ وہ جسے میری نگرانی کرنے کی ہدایت کی گئی تھی۔ نریما۔ کسی لڑکی کا نام بھی ہو سکتا ہے۔! لیکن آنکھیں کھول کر دیکھنے کی ہمت نہیں کر سکتا تھا۔ کافی دیر تک م رہا۔ نگرانی کرنے والا بھی شاید افیونی تھا۔ ایسا دم سادھ کر بیٹھا تھا کہ بس۔ ہلنے جلنے تک کی آواز نہیں تھی' اور جب یہ سکوت ناقابل برداشت ہو گیا تو میں نے ڈرتے ڈرتے آنکھوں میں باریک سی جھری پ میری نگرانی کرنے والا میرے بالکل قریب تھا۔ شاید بستر کے نزدیک کرسی ڈال لی گئی تھی لیکن اس بار جھری سے صرف اس کا ہیولہ ہی نظر آسکتا تھا۔ میں اس کا چہرہ وغیرہ دیکھنا چاہتا تھا۔ چنانچہ میں نے ہمت کی۔!

اور اب میں اسے بخوبی دیکھ سکتا تھا دبلے پتلے جسم کی چیچک رو اور بدشکل لڑکی تھی' لباس بھی بد کا استعمال کیا گیا تھا۔ آنکھیں چھوٹی اور غم آلود تھیں۔ وہ میری طرف ہی دیکھ رہی تھی۔ پھر اسے آنکھیں کھلنے کا احساس ہو گیا۔ اور وہ مضطربانہ انداز میں کھڑی ہو گئی۔ دونوں ہاتھ میری مسہری پر ر میرے طرف جھک آئی۔

"کیا۔۔۔۔۔ کیا تم ہوش میں ہو۔؟" اس نے دبی دبی آواز میں پوچھا۔ یہ سرگوشی کیا معنی رکھ میں نے دل ہی دل میں سوچا۔ لڑکی نے میرے سینے پر ہاتھ رکھ دیا تھا۔ "سنو۔۔۔۔۔ کیا تم ہوش میں" میں اپنے ذہن میں فیصلے کر رہا تھا۔ بہرحال اس وقت اس کمرے میں اور کوئی موجود نہیں تھا اگر اس جال ڈالا جائے تو ممکن ہے کوئی کام کی بات معلوم ہو سکے۔ چنانچہ میں نے آنکھیں کھول دیں۔! میرے سینے سے ہاتھ ہٹا لیا تھا۔ وہ خشک ہونٹوں پر زبان پھیر رہی تھی۔!

"تم۔۔۔۔۔ تم کون ہو۔۔۔۔۔ میں کہاں ہوں۔؟" میں نے کمزور آواز میں پوچھا۔

"تم خطرات میں گھرے ہوئے ہو۔ تم۔۔۔۔۔ نہیں جانتے۔۔۔۔۔ تمہارے دوستوں نے کیا ہے۔ تم زبردست خطرے میں گھرے ہوئے ہو۔" لڑکی نے مضطربانہ انداز میں کہا۔

"یہ کونسی جگہ ہے۔ تم کون ہو۔؟"

"میں کوئی نہیں ہوں۔ یہ رمپو ہے۔ ہل اسٹیشن رمپو۔۔۔۔۔ بنگلہ نمبر سات۔" لڑکی نے جوا

"اگر میں خطرے میں ہوں تو تم مجھے اس سے آگاہ کیوں کر رہی ہو۔؟"

"میں۔۔۔۔۔ میں۔۔۔۔۔ سنو۔ اگر میں تمہارے ہاتھ پاؤں آزاد کر دوں تو کیا تم خاموشی سے نکل جاؤ گے۔؟"

"اور تم۔۔۔۔۔؟" میں نے گہری نگاہوں سے اسے دیکھا۔

"میں۔۔۔۔۔ میں کچھ نہیں۔۔۔۔۔ بس میں۔ میں۔۔۔۔۔"

"تمہارا نام کیا ہے۔؟" میں لڑکی کی نفسیات سے کسی حد تک آگاہ ہوتا جا رہا تھا۔

"نریما۔۔۔۔۔!" اس نے تذبذب سے جواب دیا۔

"تمہاری اس ہمدردی کا شکریہ۔۔۔۔۔ لیکن میں اپنی زندگی کے لئے تمہاری زندگی خطر ڈال سکتا۔"

"مجھے اپنی زندگی سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ چاہے جس وقت ختم ہو جائے۔ اگر میری وجہ سے تمہاری زندگی بچ جائے تو اس سے بڑی خوشی مجھے کبھی نہیں مل سکتی۔ زندگی میں ایک بار خوش ہونے کا موقع ملا ہے۔ میں تمہاری مدد کرنا چاہتی ہوں۔"

کوئی درد بھری کہانی۔ دکھ بھری زندگی۔۔۔۔۔ اس دنیا میں اس کے سوا رکھا ہی کیا ہے۔ لیکن میرے لئے کام ہونے والا تھا۔ ایسی شکل میں اس لڑکی کو کیوں الجھایا جائے۔ بیکار ہے۔ ہاں اگر اس سے کچھ اور مفید معلومات حاصل ہو سکیں تو وہ اہمیت رکھتی تھیں۔ "شاید تم بہت دکھی ہو نریما۔؟" میں نے پوچھا۔

"نہیں۔۔۔۔۔ مجھے کوئی دکھ نہیں ہے۔ کوئی خوشی بھی نہیں ہے۔ میں زندگی کے اس ناکارہ بوجھ کو گھسیٹ رہی ہوں۔ ابھی تک موقع ہی نہیں مل سکا کہ خود کو کسی کے لئے قربان کر دوں۔ تم اگر پسند کرو تو۔۔۔۔۔"

"میرے ہاتھ پاؤں کھول دو نریما۔ لیکن تسمے اس انداز میں پڑے رہنے دو کہ انہیں اندازہ نہ ہو سکے۔"

"ہاں۔۔۔۔۔ جیسا تم کہو۔ اس نے کہا اور پھر اس نے وہی کیا جو میں نے کہا تھا۔! ایک بات آپ نے بھی محسوس کی ہو گی۔ مجھے زندگی کے ہزار ہا دکھ ملے۔ بڑی بڑی پریشانیوں سے گزرنا پڑا۔ لیکن عورت کا میری زندگی میں بہت بڑا دخل ہے۔ عورت کی وجہ سے میں نے بے پناہ کامیابیاں حاصل کیں۔ تھوڑے ہی عرصے میں بے شمار عورتیں مجھ سے ٹکرائیں اور حیرت کی بات یہ ہے کہ وہ مجھے دھوکہ دینے کے باوجود میرے لئے نقصان دہ نہ ثابت ہو سکیں۔ ممکن ہے اس بات کو مبالغہ سمجھا جائے۔ لیکن اپنی اس کہانی کو میں فخر کے جذبات کے ساتھ نہیں بیان کر رہا۔ بلکہ جب اپنی سوانح حیات لکھنے کے بارے میں سوچا۔ تو سب سے پہلے یہ فیصلہ کیا کہ خود پر کوئی ملمع نہ رہنے دوں گا۔ اور پوری ایمانداری کے ساتھ وہ واقعات بیان کروں گا جو میرے اوپر بیتے ہیں۔ ایک انسان جسے معاشرے نے باعزت زندگی بخش دی ہے۔ خود کو رسوا کرنا پسند نہیں کرتا۔ لیکن اس گھناؤنی زندگی کے ایک ایک پہلو کو بے نقاب کر کے جو سکون مجھے ملا ہے وہ بیان سے باہر ہے۔ یوں لگتا ہے جیسے میں نے اپنے دل سے ساری غلاظت نکال پھینکی ہو۔ میں نے اپنے اندر چھپی ہوئی گندگی کے سارے ڈھیر کو نکال کر آپ کے سامنے ڈال دیا ہے۔ اور کوئی ایسا کانٹا نہیں رہنے دیا جو میرے ضمیر کو داغدار رکھے۔!

"میں تمہارے اس احسان کا بدلہ نہیں دے سکتا نریما۔ سوائے اس کے کہ اگر زندگی باقی بچ گئی تو تمہیں اپنی محسنہ کی حیثیت سے یاد رکھوں گا۔" اور میرے الفاظ سے نریما کی چھوٹی چھوٹی آنکھوں میں ایک اداس سی شمع جل اٹھی۔ اس کا کانپتا ہوا سیاہ ہاتھ میری طرف بڑھا اور اس نے میرا ہاتھ پکڑ لیا۔

"کیا۔۔۔۔۔ کیا یہ ممکن ہے۔ کیا یاد رکھے جانے کے قابل ہوں؟"

"محسنوں کو بھولنے والے ناسپاس ہوتے ہیں۔ میں اسے اپنی خوش بختی سمجھتا ہوں کہ تم مجھے مل گئیں۔ دشمنوں کے درمیان ایک دوست کیا حیثیت رکھتا ہے۔ اس کا اندازہ شاید تمہیں نہ ہو سکے۔" میں نے اس کے ہاتھ کو گرفت میں لے لیا۔ اور اس نے کوئی تعرض نہیں کیا۔ اس کی آنکھوں سے نہ جانے کیا جھانک رہا تھا۔! اور میں اس کی کیفیات کو کھلی کتاب کی مانند پڑھ رہا تھا۔ بدصورت لڑکی تھی۔ کسی کی توجہ کا مرکز نہ رہی ہو گی۔ لیکن جوانی کی طلب اس میں بھی ہو گی اور ٹھکرائی جانے والی جوانی یاس کا شکار نہ ہو تو کیا کرے۔ رہا میرا سوال تو میں تو ایک کاروباری عاشق تھا۔ محبت کے بہت سے ناٹک رچا چکا تھا۔ جب سارڈی

جیسی دیوانی جارحانہ انداز میں مجھ سے اظہار عشق کر سکتی ہے تو اس سیاہ رو حسینہ کے دل میں کچھ کنول کھ
دیئے جاتے تو کیا حرج تھا۔

"کاش ـــــ میں تمہاری زندگی بچا سکوں۔؟" اس نے کہا۔

"اگر میں نہ بھی بچ سکا نریما۔ تب بھی تمہارا احسان اپنی جگہ ہے' جسے میں مرنے کے بعد بھی فراموش نہ کر سکوں گا!" میں نے اس کا ہاتھ پکڑ کر اپنے سینے پر کھینچ لیا۔ اور اس کے چہرے پر شدید حیرت کے آثار نمودار ہو گئے۔ میں نے اس کے چہرے کو دونوں ہاتھوں میں تھاما' اپنے چہرے کے مقابل کیا اور پھر اپنے ہونٹوں پر جھکا لیا۔ جب میں نے اس کے جوان ہونٹوں کا بوسہ لیا تو وہ اور حیرت میں مبتلا ہو گئی۔ میں نے اسے سینے سے بھینچ لیا تھا!

"تمہیں میرے بارے میں کیا معلوم ہے نریما۔؟" میں نے اس سے پوچھا۔

"ہربنس نے انہیں تمہارے بارے میں اطلاع دی تھی۔ کہا تھا بگ تمہیں لے آئے گا۔ تمہارا نام نواز ہے نا۔؟"

"ہاں ـــــ! کیا ہربنس موجود نہیں ہے۔؟"

"آتا ہو گا۔ اس نے ہدایت کر دی تھی کہ بگ جب بھی تمہیں لے کر آئے اسے اطلاع دے دی جائے۔"

"فون پر ـــــ؟"

"ہاں ـــــ!"

"ہربنس یہاں نہیں رہتا۔؟"

"نہیں ـــــ!"

"کیا تم مجھے بتا سکو گی نریما' وہ کہاں رہتا ہے۔؟"

"عام حالات میں اس کی رہائش گاہ تقسیم چوک پر ایک کوٹھی میں ہے لیکن اس کے دوسرے بہت سے ٹھکانے ہیں۔"

"مجھے ان ٹھکانوں کے پتے بتاؤ گی نریما ـــــ؟" میں نے لجاجت سے کہا اور اس کی آنکھوں کو چوم لیا۔ وہ بدستور میرے سینے پر پڑی ہوئی تھی اور اس کے انداز سے ایسا لگ رہا تھا جیسے پوری زندگی میں پہلی بار کسی کی اپنائیت' کسی کا پیار ملا ہو۔ اور اس پیار پر وہ اپنا سب کچھ قربان کرنے کو تیار ہو گئی تھی۔ وہ ساعت خاموش رہی اور پھر اس نے کئی جگہوں کے نام اور پتے بتائے۔ ان میں دو نائٹ کلب' تین ہوٹل شامل تھے۔ میں نے حتیٰ الامکان ان پتوں کو اپنے ذہن میں محفوظ کر لیا۔ اور پھر میں اس سے اظہار محبت کرتا رہا۔ جو ایک حد سے آگے نہ بڑھ سکا۔! ہربنس ابھی تک نہیں آیا تھا۔ لیکن تھوڑی دیر کے بعد چند لوگ کمرے میں آئے۔ نریما قدموں کی چاپ سنتے ہی کرسی پر جا بیٹھی تھی۔! میں نے آنکھیں بند کر لی تھیں۔

"کیا حال ہے نریما۔ اسے ہوش آیا۔؟"

"ابھی نہیں۔"

"اچھا ہے جتنی دیر بے ہوش رہے۔ مسٹر ہربنس ایک ضروری کام میں الجھ گئے ہیں۔ ذرا دیر سے آئیں گے۔ تاہم انہوں نے ہدایت کر دی ہے کہ اس کی نگرانی کی جائے۔"

"تم لوگ بے فکر رہو۔ جب اسے ہوش آئے گا تو میں تمہیں اطلاع دے دوں گی۔" نریما نے کہا اور وہ گردن ہلاتے ہوئے باہر چلے گئے۔ میں دل ہی دل میں وقت کا اندازہ لگا رہا تھا۔ سارڈی اور کیگارو کو میں نے چار گھنٹے کا وقت دیا تھا۔ اگر اس دوران ہربنس نہ آیا تو۔؟ یہ سوال خاصا پریشان کن تھا۔ نریما پھر میرے پاس آ گئی۔

"کیا سوچ رہے ہو۔؟" اس نے سرگوشی میں کہا۔

"یہاں کتنے آدمی ہوں گے نریما۔؟"

"اس وقت آٹھ ـــــ شام کو زیادہ ہو جاتے ہیں۔ لیکن میں تمہیں ایسے ہی فرار کرا سکتی ہوں۔ تم اٹھ کیوں نہیں جاتے۔؟"

"میں نہتا ہوں نریما۔"

"میں تمہیں پستول فراہم کر سکتی ہوں۔!" نریما نے جواب دیا اور پھر تیزی سے اٹھ گئی۔ میں خشک ہونٹوں پر زبان پھیر رہا تھا۔ غیر متوقع طور پر مجھے بہت اچھا مددگار مل گیا تھا۔ اور میں اس کے بارے میں سنجیدگی سے سوچ رہا تھا۔ اپنی زندگی کے لئے میں کوئی روگ نہیں پال سکتا تھا۔ لیکن کسی کی ہمدردی کا جواب دینا تو ضروری ہے۔"

نریما واپس آ گئی۔ اس نے ایک بھرا ہوا پستول میرے حوالے کر دیا۔ "میں کس زبان سے تمہارا شکریہ ادا کروں۔؟"

"نہیں نواز ـــــ میں یہ سب کچھ اپنے لئے کر رہی ہوں۔ پوری زندگی مجھے کوئی اچھا کام کرنے کا موقع نہیں مل سکا۔ البتہ دل میں خواہش ضرور تھی۔"

"میں تمہارے لئے کیا کروں نریما ـــــ مجھے بتاؤ۔ میں تمہارے لئے کیا کروں؟"

"کیا تمہارے دل میں میرے لئے یہ سوال ابھرا ہے۔؟"

"ہاں ـــــ میں تمہارے بارے میں جاننا چاہتا ہوں۔ تمہارے لئے کچھ کرنا چاہتا ہوں۔"

"تو سنو ـــــ تمہارے ذہن میں پیدا ہونے والی ہمدردی میرے لئے سب کچھ ہے۔ اس کے علاوہ مجھے کسی اور شے کی ضرورت نہیں ہے۔ بس اس سے آگے کچھ نہ کہنا۔!" اس نے جواب دیا اور میں حیرت سے اسے دیکھنے لگا! یہ لڑکی تو درحقیقت بے حد الجھی ہوئی تھی۔ ابھی میں اس کے بارے میں زیادہ سوچ بھی نہ سکا تھا کہ ـــــ اچانک باہر ہنگامہ ہو گیا۔

اوہ ـــــ اوہ ـــــ کیگارو نے جلد بازی سے کام لیا۔ وہ صبر نہ کر سکا۔ کیگارو کی دہاڑ صاف سنائی دی تھی' اور اس کے ساتھ ہی دوسرے لوگوں کی آوازیں شامل تھیں۔ میں پھرتی سے اٹھ گیا۔ نریما بھی دروازہ کھول کر باہر دوڑ گئی تھی۔ میں بھی باہر نکل آیا۔ تب میں نے باہر کا منظر دیکھا۔ کیگارو اور سارڈی چار آدمیوں سے الجھے ہوئے تھے۔ سارڈی نے دو آدمیوں کی گردنیں بغل میں دبائی ہوئی تھیں اور انہیں چکر دے رہی تھی۔ دوسری طرف کیگارو نے اپنے شکاروں کو فٹ بال بنا رکھا تھا۔ وہ بھی کافی طاقتور اور تن و توش کے مالک تھے لیکن مقابلے پر بڑے بے ڈھب لوگ تھے۔

پھر باقی لوگ بھی وہاں پہنچ گئے۔ یہ جنگ بے مقصد تھی۔ کسی کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ یہ آفاقی جوڑا کہاں سے گھس آیا ہے اور اس کا مقصد کیا ہے۔ وہ پوری قوت سے جنگ کر رہے تھے۔ نئے آنے والوں

کے ہاتھوں میں اسٹکیں تھیں جو وہ کیگارو اور سارڈی پر برسا رہے تھے۔ اور کیگارو کے ہاتھ اس کی وجہ سے ست ہونے لگے تھے۔

پھر ایک خطرناک مرحلہ آگیا۔ ان میں سے ایک کو عقل آگئی اور وہ پستول لے آیا۔ "خبردار۔۔۔ الگ ہٹ جاؤ' ورنہ گولی مار دوں گا۔" اس نے دہاڑ کر کہا۔ اور کیگارو رک گیا۔ یوں بھی وہ اسٹکوں سے کافی زخمی ہو گیا تھا۔ لیکن سارڈی شیرنی تھی۔ اس نے غراتے ہوئے پستول والے پر حملہ کر دیا۔ لیکن۔۔۔۔۔ دوسرے لمحے پستول سے فائر ہوا اور گولی نے سارڈی کی پیشانی میں سوراخ کر دیا۔ یہ صورت حال غیر متوقع تھی۔ کیگارو نے سارڈی کو گرتے دیکھا تو اسے بھی جوش آگیا۔ اور جوش سے مرز نقصان ہوتا ہے۔ دو گولیاں اس کے سینے میں گھس گئیں۔ لیکن اس نے پستول والے کو پکڑ لیا تھا اور پھر اس نے اسے زمین سے بلند کر کے نیچے دے مارا۔ دوسرے لوگوں نے پھر کیگارو پر اسٹکیں برسانا شروع کر دی تھیں۔ صورت حال بگڑ چکی تھی' اب اپنے دوستوں کی مدد کرنا بھی میرے بس سے باہر ہو گیا تھا' چنانچہ میں نے عقل سے کام لیتے ہوئے فرار ہونے کا پروگرام بنا لیا' اور دوسرے لمحے میں بھاگ نکلا۔۔۔۔۔ وہ لوگ زخمی کیگارو سے بھی اسی قدر خوفزدہ تھے کہ میری طرف کسی نے توجہ نہیں دی اور میں آسانی سے باہر نکل گیا۔ دل کے ایک گوشے میں احساس تھا کہ دونوں سادہ لوح میری وجہ سے مارے گئے۔ لیکن حالات ایسے تھے کہ میں ان کی کوئی مدد نہیں کر سکتا تھا۔ عمارت کے پورٹیکو میں ایک کار کھڑی ہوئی تھی۔ میں اس کی طرف بڑھ گیا۔ اور پھر کار اسٹارٹ کر کے باہر لانے میں مجھے کوئی دقت نہ ہوئی۔

میں پوری رفتار سے چل پڑا۔ سڑک کا کوئی تعین نہیں تھا۔ بس چل رہا تھا اور میری نگاہیں کسی پبلک کال بوتھ کو تلاش کر رہی تھیں۔ اور میری ضرورت پوری ہو گئی۔ عمارت سے تقریباً چار میل نکلنے کے بعد ایک سڑک کے کنارے کال بوتھ نظر آگیا۔ میں نے اس کے قریب کار روک دی اور بوتھ میں داخل ہو گیا۔ میری نگاہیں نزدیکی پولیس اسٹیشن کے نمبر تلاش کر رہی تھیں جو ہر علاقے کے کال بوتھ میں پرنٹ ہوتے ہیں۔ ضروری نمبروں میں مجھے پولیس اسٹیشن کے نمبر مل گئے اور دوسرے لمحے میں نے جیب سے رومال نکال کر ریسیور پکڑا اور ناخون سے نمبر ڈائل کرنے لگا تاکہ میری انگلیوں کے نشانات نہ مل سکیں۔

"ہیلو۔" چند ساعت کے بعد دوسری طرف سے آواز سنائی دی۔

"پولیس اسٹیشن۔؟" میں نے لہجہ بگاڑ کر انگریزی میں کہا۔

"ہاں۔۔۔۔۔ فرمایئے۔"

"نوٹ کریں۔۔۔۔۔ رمپوہل اسٹیشن۔ بنگلہ نمبر سات۔ یہ منشیات کی تجارت کا بہت بڑا اڈا ہے۔ یہاں رہنے والے آپس میں جھگڑ پڑے ہیں۔ آزادانہ گولیاں چلی ہیں اور کئی قتل ہو گئے ہیں۔ اگر آپ جلدی کریں' تو بہت کچھ مل سکتا ہے۔"

"اوہ۔۔۔۔۔ آپ کہاں سے بول رہے ہیں۔ آپ کون ہیں۔ براہ کرم ہمارا انتظار کریں۔" دوسری طرف سے درخواست کی گئی۔ لیکن میں نے فون بند کر دیا۔ باہر نکلا رومال سے بوتھ ہینڈل صاف کیا اور پھر کار میں آبیٹھا۔ مجھے نہیں معلوم تھا کہ پولیس اسٹیشن کس طرف ہے۔ اور پولیس کون سے راستے سے آئے گی۔ بہرا حال مجھے یہاں سے بھی دور نکل جانا چاہئے تھا۔ چنانچہ میں نے کار کی رفتار پھر بڑھا دی۔ سڑک کے کنارے کئی قسم کے کارخانے تھے۔ ان کے قریب سے گزرتے ہوئے مجھے پولیس کار کے سائرن سنائی دیے

ر میں نے رفتار پر کنٹرول کر لیا۔ دو پولیس کاریں میرے سامنے سے ہی گزری تھیں۔ میں نے چہرہ اس طرح آڑ میں کر لیا کہ مجھے دیکھا نہ جا سکے۔

جو کچھ ہوا غیر متوقع ہی تھا۔ سارڈی شاید صحیح وقت کا اندازہ نہیں کر سکی تھی۔ ہربنس پھر بچ گیا تھا۔ لن بچ کر جائے گا کہاں۔ میں اس کے سارے اڈوں کے نام پتوں سے واقف ہو گیا تھا۔ کافی لمبے سفر کے بعد ں ایک بارونق جگہ پہنچ گیا۔ اور پھر میں نے کار ایک فٹ پاتھ کے کنارے چھوڑ دی۔ لیکن کار کے ہینڈل' اور اسٹیئرنگ سے میں ہاتھوں کے نشانات مٹانا نہیں بھولا تھا۔ میں نے ہربنس پر ایک اور کاری ضرب لگائی تھی' لیکن ابھی میرا دل نہیں بھرا تھا۔ میں فوری اقدام کرنے کا قائل تھا۔ چنانچہ اس بار میں ایک اور لک کال بوتھ میں داخل ہوا۔ اب مجھے کسی قدر اطمینان تھا۔ اس لئے میں نے سکون سے کال بوتھ کے در ضروری نمبروں کا چارٹ دیکھا اس بار میں نے اسپیشل پولیس ڈپارٹمنٹ کا فون کیا تھا۔ جو فوراً ہی ریسیو کر لیا گیا۔ پولیس کا عملہ کافی مستعد معلوم ہوتا تھا!

"ہیلو۔۔۔۔۔ اسپیشل پولیس ڈیپارٹمنٹ؟"

"فرمایئے جناب۔؟"

"ہل اسٹیشن رمپو پولیس اسٹیشن کو میں نے ابھی کچھ مفید معلومات فراہم کی ہیں۔ کیا آپ بھی کچھ خصوصی معلومات سے فائدہ اٹھانا چاہتے ہیں؟

"کس قسم کی معلومات ہیں جناب۔۔۔۔۔؟ اگر وہ قانون کے مفاد میں ہیں تو ہم خیر مقدم کریں گے۔"

"میں منشیات کے ایک گروہ کے جال کو توڑنا چاہتا ہوں۔ اس کا سربراہ ایک غیر ملکی شخص ہربنس ہے جو ایک تاجر کی حیثیت سے یہاں مقیم ہے۔ اس کی رہائش گاہ تقسیم چوک کی ایک کوٹھی میں ہے آپ اسے وہاں تلاش کر سکتے ہیں اور اگر آپ میری بتائی ہوئی جگہوں پر چھاپے ماریں تو آپ کو بہت کچھ مل سکتا ہے۔"

"اگر آپ قانون کی مدد کرنا چاہتے ہیں تو پھر خوفزدہ کیوں ہیں۔ پولیس آفس میں تشریف لے آیئے۔"

"براہ کرم ان جگہوں کے پتے نوٹ کریں۔ اس سلسلے میں' میں بعد میں گفتگو کروں گا۔!"

"جی۔۔۔۔۔!" دوسری طرف سے کہا گیا اور میں نے وہ تمام پتے دوہرا دیئے جن کے بارے میں نریما نے بتایا تھا۔ دوسری طرف سے شکریہ ادا کیا گیا تھا۔

"میرا خیال ہے آپ نے اپنے ذرائع سے اس بوتھ کا پتہ چلانے کی کوشش کی ہو گی جہاں سے میں بول رہا ہوں۔ لیکن بد قسمتی سے میں آپ سے نہ مل سکوں گا یوں سمجھ لیں میں بھی اسی گروہ کا ایک ٹوٹا ہوا شخص ہوں۔ مجھے اپنی زندگی بچانا بھی ضروری ہے۔ اس لئے۔۔۔۔۔ خدا حافظ۔!" میں نے فون بند کر دیا اور حسب معمول احتیاطی تدابیر کر کے وہاں سے چل پڑا۔! اب میں کسی حد تک مطمئن تھا۔ اس وقت میں اصلی ل میں تھا۔ لیکن مجھے کسی بات کی پرواہ نہیں تھی۔ کوئی سامان پاس نہ تھا' یہاں تک کہ پاسپورٹ وغیرہ بھی میں تھا۔ جیب میں چند سکوں کے علاوہ کچھ نہیں تھا۔ اس لئے ذرا غور و خوض سے کام لینا تھا۔ اس وقت استنبول میں مجھے کسی اڈے کی تلاش تھی۔ میرے پاس پتے موجود تھے۔ چنانچہ' تھوڑی دور چلنے کے بعد میں نے ایک ٹیکسی روکی اور اس سے پار جاوۂ استقلال چلنے کے لئے کہا۔ اور ٹیکسی چل پڑی۔ تھوڑی دیر کے بعد ں ایک خوبصورت شاہراہ پر پہنچ گیا۔!

یہ استنبول کی مصروف ترین شاہراہ ہے۔ یورپ کا حسن بکھرا پڑا تھا' ہزاروں ملکی اور غیر ملکی نظر آرہے

تھے۔ عمدہ سجی ہوئی دوکانیں' سینما۔ ریستوران اسٹورز وغیرہ ـــــــ مجھے گولڈن اسٹورز کی تلاش تھی
کا سنہرا نیون سائن دور سے ہی نظر آ گیا۔ جیب سے ساری ریزگاری جمع کی اور ڈرائیور کے ہاتھ پر رکھ
اس نے مجھے عجیب سی نگاہوں سے دیکھا تھا۔

"ٹھیک ہے۔" ڈرائیور نے گردن جھٹکی اور ٹیکسی آگے بڑھ گئی۔ جب وہ نگاہوں سے اوجھل ہو
میں نے دور دور تک نگاہ دوڑائی' سب اپنی اپنی دھن میں مست تھے۔ کسی کی توجہ میری طرف نہیں
اردگرد سے مطمئن ہونے کے بعد میں نے گولڈن اسٹورز کا رخ کیا۔ سونے کے زیورات کا شاندار اسٹور
بے شمار ملازم کام کر رہے تھے۔ اعلیٰ درجے کی خواتین خرید و فروخت میں مصروف تھیں۔ اس عمدہ
میں میرے داخلے کو حیرت سے دیکھا گیا۔ اور پھر ایک ملازم میرے قریب پہنچ گیا۔

"فرمائیے جناب۔؟"

"اوہ ـــــــ معاف کیجئے۔ مجھے ایک قیمتی ہیرا فروخت کرنا ہے۔ کیا میں یوسف کمالی سے ملاقات کر
سکتا ہوں۔؟"

"ہیرا آپ کے پاس موجود ہے۔؟"

"ہاں ـــــــ!"

"آپ اس کے مالک ہونے کے کاغذات رکھتے ہیں؟"

"یقیناً ـــــــ!" میں نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

"آپ کا نام ـــــــ کیا آپ کے پاس کارڈ موجود ہے؟"

"نہیں ـــــــ بس آپ میرا نام نواز اصغر بتا دیں۔ انقرہ سے آیا ہوں۔"

"براہ کرم انتظار فرمائیے۔!" ملازم نے کہا اور ایک خوبصورت کیبن کی طرف بڑھ گیا۔ جس پر
کے ایئر ٹائٹ دروازے لگے ہوئے تھے' وہ کیبن میں داخل ہو گیا۔ اور میں کیبن کے قریب پہنچ کر
کرنے لگا۔ چند ساعت کے بعد اچانک دروازہ کھلا اور ملازم کے آگے ایک وجیہہ شخص نظر آیا' جو
نہایت نفیس اور بے داغ سوٹ پہنا ہوا تھا۔ وہ تیزی سے آگے بڑھا اور اس کی نگاہ میرے اوپر پڑی
میرے نزدیک پہنچ گیا۔

"مسٹر نواز اصغر ـــــــ" اس نے جھک کر پوچھا۔

"خادم ہی ہے۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"شرمندہ ہوں۔ ملازم بے گناہ ہے۔" اس نے معذرت آمیز انداز میں کہا اور بے تکلفی سے
پکڑ کر کیبن کی طرف بڑھ گیا۔ لیکن میں اس کی چالاکی پر دل ہی دل میں مسکرا رہا تھا۔ ہاتھ پکڑنے کے
اس نے میری کلائی دیکھنا چاہی تھی۔ لیکن گروہ کے نشان پر ٹیپ چڑھا ہوا تھا۔ اندر داخل ہو کر میں
کی شکل دیکھی۔

"میرا خیال ہے میں صحیح جگہ آیا ہوں۔؟"

"شاید ـــــــ!" اس نے زیر لب کہا اور اپنی کلائی میرے سامنے کر دی۔ میں نے اس کی کلائی
کا نشان دیکھ لیا تھا۔

"شکریہ۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا اور اپنی کلائی پر سے بھی ٹیپ چھڑا لیا۔

"اوہ ـــــــ اب مجھے بھی آپ کا شکر گزار ہونا چاہئے۔" اس نے بھی کھل کر مسکراتے ہوئے کہا۔

"ہاں ـــــــ میں نے آپ کی بے چینی محسوس کر لی تھی۔ اس وقت جب آپ نے دوستانہ انداز میں
بڑی کلائی پکڑی تھی اور آپ نے اس پر نشان نہیں پایا تھا۔"

یوسف کمالی نے ایک زوردار قہقہہ لگایا۔ "ہاں میں نے خود کو ہی چالاک سمجھا تھا۔ حالانکہ سلیمان بے
نے مجھے آپ کے بارے میں پوری رپورٹ دے دی تھی۔"

"خوب آدمی ہے سلیمان بے۔"

"آپ نے کہاں قیام کیا مسٹر نواز اصغر۔ ہم تو آپ کو اسٹیشن پر بھی نہیں تلاش کر سکے تھے۔"

"لمبی کہانی ہے۔ تفصیل سے سناؤں گا۔ فی الحال مجھے کرنسی اور سامان کی ضرورت ہے۔"

"براہ کرم فہرست بتا دیں۔" اس نے مستعدی سے کہا اور کاغذ پنسل سنبھال لی۔ میں نے بے تکلفی سے
اپنی ضرورت کا سامان نوٹ کرایا۔ اس نے پوری تفصیل' میرے لباس کا ناپ وغیرہ نوٹ کر کے گھنٹی
بجائی اور فہرست ایک ملازم کے حوالے کر دی۔ "آپ کے لئے کیا منگواؤں۔؟"

"کافی ـــــــ اور کھانے پینے کی کچھ چیزیں۔"

اس نے دوبارہ گھنٹی بجائی اور نئے آنے والے ملازم کو ہدایات دے دیں۔ میں پاؤں پھیلا کر بیٹھ گیا۔ اور
پھر ہم اس وقت تک خاموش رہے جب تک ملازم کافی وغیرہ نہ لے آیا۔ میں نے ڈرائی فروٹس میں سے کچھ
لیا اور یوسف کمالی کی طرف متوجہ ہو گیا۔

"میں استنبول میں آپ کے قیام کے بارے میں میں جاننے کا خواہش مند ہوں۔" اس نے کہا۔

"دراصل ـــــــ کچھ کام میں اپنے لئے خود تلاش کر لیتا ہوں۔ آپ کو ان کی مختصر تفصیل بتاؤں گا۔
پہلے یہ بتائیں کہ مقامی طور پر آپ کا کاروبار کیسا چل رہا ہے۔"

"مقامی طور پر تو ہم کچھ نہیں کر پا رہے۔ سخت مقابلہ ہے۔ ہم وہ آسانیاں فراہم نہیں کر سکے ہیں جو
ہربنس کو حاصل ہیں۔"

"ہربنس کے علاوہ اور کوئی حریف۔؟"

"نہیں ـــــــ باقی لوگ تو چھوٹے چھوٹے پیمانے پر کام کرتے ہیں۔ ان سے بھی معقول آمدنی ہو
سکتی ہے۔ لیکن وہ سب ہربنس سے مال لیتے ہیں۔ چنانچہ پورے ترکی میں ہم ہربنس سے دبے ہوئے ہیں۔
مجبوراً غلام سیٹھ نے مقامی سیل تقریباً بند کر دی ہے۔ بس چند اڈے ہیں جو ہمارا مال لیتے ہیں۔"

"ہوں ـــــــ!" میں نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔ "بہرحال میں آپ کو ان دنوں کی تفصیل تو ابھی
نہیں بتاؤں گا' ہاں ـــــــ ایک خوشخبری ضرور سناؤں گا۔"

"اوہ ـــــــ کیا؟ براہ کرم جلدی سنا دیں۔ بہت عرصے سے کوئی خوشخبری نہیں سنی ہے۔"

"میں نے ہربنس کو تباہ کرنے کا تہیہ کر لیا ہے۔"

"ارے ـــــــ!" یوسف کمالی نے حیرت سے ہونٹ سکوڑتے ہوئے کہا۔ پھر تشویشناک انداز میں
بولا۔ "لیکن مسٹر نواز اصغر ـــــــ کام بہت مشکل ہے۔ وہ یہاں بہت مضبوط ہے۔"

"میں مضبوط لوگوں سے ہی ٹکرانے کا عادی ہوں۔" میں نے لاپرواہی سے کہا۔

"ہم آپ کی کامیابی کے منتظر رہیں گے۔ لیکن کیا اس سلسلے میں غلام سیٹھ سے گفتگو ہوئی ہے۔؟ میرا

مطلب ہے کہ کیا انہوں نے اجازت دے دی ہے۔؟"

"ایک طرح سے یہ ذاتی معاملہ سمجھ لو۔ اور میں ذاتی معاملات میں کسی کی اجازت کی ضرورت نہ سمجھتا۔"

میرے الفاظ پر کمالی کچھ دیر تک سوچتا رہا اور کافی کے گھونٹ پیتا رہا۔ پھر بولا۔ "بہرحال' ہر بنس سے بھی شدید نفرت کرتا ہوں۔ اگر آپ پسند کریں تو ذاتی طور پر میں بھی آپ کے ساتھ کام کرنے کو تیار ہوں لیکن ایک شرط ہے۔ کامیابی' یا ناکامی کی صورت میں آپ تمام ذمہ داری قبول کریں گے۔ میرے پاس بہترین لڑکے موجود ہیں جو مقامی غنڈے ہیں۔"

"شکریہ مسٹر کمالی------ کل صبح کے اخبارات پڑھنے کے بعد ہی اس بارے میں فیصلہ کریں۔"

"کل صبح کے اخبارات!؟"

"ہاں------فی الحال اس سے زیادہ کچھ نہیں بتا سکوں گا۔"

"بہت سخت ہیں آپ------ اب تو خواب آور گولیاں لے کر ہی سونا پڑے گا۔ ورنہ صبح ہونا مشکل ہو جائے گی۔" یوسف کمالی نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"مجھے افسوس ہے۔!" میں نے آہستہ سے کہا۔ اور پھر بولا "میں کسی عمدہ سے ہوٹل میں قیام کرنا چاہتا ہوں۔ کیا آپ میری رہنمائی کریں گے؟"

"ہلٹن ہوٹل------ عمدہ ہوٹلوں میں سے ہے۔"

"ٹھیک ہے۔ اپنا ٹیلیفون نمبر دے دیں۔ وہاں سے فون کروں گا۔"

"ہاں------ ہاں------ یقیناً۔" یوسف کمالی نے کہا اور اپنا کارڈ نکال کر میرے حوالے کر دیا۔ لیکن میں نے کچی گولیاں نہیں کھیلی تھیں۔ میں نے کئی بار اس کا فون نمبر دوہرایا اسے ذہن نشین کرنے کے بعد واپس کر دیا۔ یوسف کمالی کے چہرے پر تحسین کے آثار ابھر آئے تھے۔

"درحقیقت آپ بے حد محتاط انسان ہیں مسٹر نواز۔ آپ کے بارے میں جو کچھ سنا ہے غلط نہیں۔"

"میں جن حالات سے گزر رہا ہوں مسٹر کمالی۔ ان کے تحت آپ لوگوں کی طرف دیکھ بھی نہیں سکتا ورنہ آپ بھی خطرے میں پڑ جائیں گے۔"

"میں سمجھ رہا ہوں۔ لیکن بدقسمتی ہے کہ آپ اس سلسلے میں ہمیں خدمت کا موقع نہیں دے رہے۔"

"میں نے عرض کیا نا۔ ضرورت نہیں محسوس ہوئی۔ اگر ضرورت ہوتی تو میں آپ کو ضرور زحمت دیتا۔"

کافی دیر تک یوسف کمالی سے گفتگو ہوتی رہی۔ پھر میرا مطلوبہ سامان آ گیا۔ میں نے سامان سے سلیپنگ سوٹ نکالا۔ شیونگ بکس لے کر میں باتھ روم میں داخل ہو گیا اور پھر گرم پانی کے غسل۔ صرف یہ کہ تھکن نچوڑ دی بلکہ طویل دنوں کا بوجھ بھی ذہن سے اتار دیا اور میں نے خود کو غیر معمولی طور پر چاق و چوبند محسوس کیا۔ پھر نئے سوٹ نے میری شخصیت بدل دی اور بلاشبہ میں نے خود کو بے حد اسمارٹ محسوس کیا۔

"اس نئے حلئے میں یوسف کمالی کے سامنے گیا تو اس کی آنکھوں میں بھی تحسین کے آثار ابھر آئے۔

"اچھا مسٹر کمالی' اجازت دیں۔" میں نے کرنسی نوٹ جیبوں میں ٹھونستے ہوئے کہا۔

"خدا حافظ مسٹر نواز------ ویسے میں شدت سے آپ کا منتظر رہوں گا۔ استنبول بے حد حسین جگہ ہے اور یہاں آپ جیسے خوبرو انسانوں کے چاہنے والوں کی تعداد بھی بہت ہے۔"

"یقیناً------ اگر میں اپنے اس ذاتی مشن میں کامیاب رہا تو آپ کے ساتھ کچھ عمدہ وقت گزرے گا۔" میں نے کہا اور باہر نکل آیا۔ بازار اسی طرح پر رونق تھا۔ میں نے ایک ٹیکسی روکی اور اسے ہلٹن ہوٹل چلنے کے لئے کہا۔ ہلٹن ہوٹل کا نام ہی مسافر کے معزز ہونے کا ضامن تھا۔ ڈرائیور نے مودبانہ انداز میں ٹیکسی آگے بڑھا دی۔ اور تھوڑی دیر کے بعد میں ہوٹل ہلٹن کے وسیع و عریض پارکنگ لان میں اتر رہا تھا۔ دراز قامت اور سرخ و سفید اسٹیوارڈز نے مجھے ریسیو کیا۔ اور میرا فینسی سوٹ کیس اٹھا لیا۔ بل ادا کر کے ان کے ساتھ اندر آیا۔ اور پانچویں منزل پر ایک خوبصورت کمرے کا حقدار بن گیا!

یہ رات پھر تنہا تھی۔ لیکن جو کچھ ہوا تھا' اس کے بعد تنہائی اور سکون کی نیند ضروری تھی۔ بستر میں لیٹے لیٹے' بہت کچھ سوچتا رہا۔ بھرا ہوا پستول سرہانے رکھ لیا تھا۔ ان دنوں زیادہ ہی خطرہ تھا۔ بہرحال نیند کی دیوی نامہرباں نہ تھی۔ رات سکون کی آغوش میں گزری۔ ماحول بدل جانے سے طبیعت پر خوشگوار اثر پڑا تھا۔ شیو کیا' غسل کیا اور عمدہ لباس پہن کر بیرے کو بلانے کے لئے گھنٹی بجا دی۔!

بیرا آیا تو اس کے ہاتھوں میں اخبارات کا ڈھیر تھا۔ شاید اخبارات مسافروں کو فراہم کئے جاتے تھے۔ بیرے کو ناشتے کا آرڈر دے کر میں اخبارات پر ٹوٹ پڑا۔ اور پہلے ہی اخبار کی سرخی دیکھ کر روح جھوم اٹھی۔ سرخی تھی۔

"ایک غیر ملکی تاجر کی پر اسرار سرگرمیاں کھل گئیں۔ تاجر منشیات کا بہت بڑا اسمگلر ہے۔" میں نے جلدی جلدی پوری خبر پڑھنا شروع کی۔

"گزرا ہوا دن پولیس اور اسپیشل پولیس کے علاوہ آبکاری والوں کا بھی مصروف ترین دن رہا۔ انہوں نے استنبول میں منشیات کے اڈوں پر چھاپے مارے اور کروڑوں روپے کی ناجائز منشایت قبضے میں کر لیں۔ یہ کاروبار ایک غیر ملکی شخص کی زیر سرپرستی چل رہا تھا' جس کا نام پولیس نے صیغہ راز میں رکھا ہے۔ یہ تاجر بڑے حلقوں میں کافی نیک نام سمجھا جاتا تھا اور اس کے اوپر بڑا اعتماد کیا جاتا تھا۔ لیکن اس کی قلعی اس وقت کھلی جب ہل اسٹیشن رمپو کے پولیس اسٹیشن کو کسی نامعلوم شخص نے فون کر کے بتایا کہ بنگلہ نمبر سات منشیات کا ایک بہت بڑا اڈہ ہے۔ اسمگلروں اور منشیات فروشوں میں چل گئی ہے اور اس وقت اس بنگلے میں کئی لاشیں موجود ہیں۔ پولیس نے نامعلوم مخبر سے مزید مدد چاہی' لیکن اس نے فون بند کر دیا۔ بہرحال پولیس نے فوری طور پر عمارت پر ریڈ کیا' اور مخبر کی اطلاعات درست ثابت ہوئیں۔ بنگلے میں چھ لاشیں دریافت ہوئیں' جن میں کوئی مقامی نہیں تھا۔ پولیس نے لاشوں کو قبضے میں کرنے کے بعد عمارت کی تلاشی لی۔ تو عمارت کے تہہ خانوں سے اسے منشیات کے عظیم الشان ذخیرے دستیاب ہوئے' جن سے اس غیر ملکی تاجر کی شخصیت پر روشنی پڑی۔ نامعلوم مخبر نے ایک اور کارنامہ انجام دیا' اس نے اسپیشل پولیس ہیڈ کوارٹر کو فون کر کے منشیات کے اڈوں کی فہرست بتائی اور کہا اگر فوری طور پر چھاپے مارے جائیں تو بہت کچھ مل سکتا ہے اور اس کی یہ اطلاع بھی درست ثابت ہوئی۔ اس نے کہا کہ وہ اس گروہ سے برگشتہ کوئی شخص ہے۔ اس کے بتائے ہوئے اڈوں سے نہایت قیمتی منشیات دریافت ہوئی ہیں۔ درجنوں افراد کو گرفتار کر لیا گیا ہے۔ لیکن

اس گروہ کا سرغنہ غیر ملکی تاجر ہنوز مفرور ہے۔ پولیس نے ناکہ بندی کر دی ہے تاکہ وہ استنبول سے
سکے۔ امید ہے کہ اسے جلد گرفتار کر لیا جائے گا۔"

پوری خبر پڑھنے کے بعد میرا دل چاہا کہ میں خوشی سے رقص کرنے لگوں۔ لیکن بیرا ناشتہ لے
بیرے کو بھاری ٹپ دے کر میں نے اپنی خوشی کا اظہار کیا اور پھر ناشتے پر ٹوٹ پڑا۔ ناشتے سے فارغ ہو
بعد میں نے فون پر یوسف کمالی کے نمبر ڈائل کئے۔!

"ہیلو ——— یوسف کمالی۔!"

"خادم ———!" میں نے کہا۔

"اوہ ——— لوہ ——— میں ایک گھنٹے سے فون کے پاس بیٹھا آپ کے فون کا انتظار کر رہا تھا
کرم جلدی بتائیے۔ جلدی بتائیے کیا یہ سب کچھ۔؟"

"آپ کے خادم کی کاوش ہے مسٹر کمالی۔"

"اور آپ اسے ذاتی کام کہہ رہے تھے۔؟"

"ہاں مسٹر کمالی۔ اس کی ہدایت نہیں ملی تھی۔ بس ذاتی طور پر اس نے میری توہین کی تھی۔ مجھے
سمجھ کر میرے خلاف کچھ کرنے کی کوشش کی تھی۔"

"کمال ہے ——— کیا اس کارنامے کا کوئی جواب ہے۔؟"

"میں ابھی کوئی داد وصول نہیں کروں گا مسٹر کمالی۔"

"کیا مطلب۔؟"

"وہ ابھی آزاد ہے۔"

"اوہ ——— تو کیا۔۔۔؟"

"ہاں ——— اس کے بعد میں آپ سے ملاقات کر کے درخواست کروں گا" کہ مجھے استنبول
رنگینیوں سے روشناس کرائیں۔" میں نے ہلکا سا قہقہہ لگا کر کہا اور دوسری طرف خاموشی چھا گئی
کمالی کو اپنے جذبات کا اظہار کرنے کے لئے الفاظ نہیں مل رہے تھے۔ "ہیلو۔!" میں نے ہی اسے
کیا۔

"بہرحال میں آپ کیلئے نیک تمناؤں کے اظہار کے علاوہ اور کیا کر سکتا ہوں۔" کمالی نے ایک
سانس لے کر کہا۔

"اوکے ——— ضرورت کے وقت آپ سے رابطہ قائم کرنے کی کوشش کروں گا!" میں نے
فون بند کر دیا۔ میں نے اسے اپنے کمرے وغیرہ کے بارے میں کچھ نہیں بتایا تھا۔ فون بند کرنے کے بعد
نے صوفے پر پاؤں پھیلا دیئے' میں سوچ رہا تھا کہ اب مجھے کیا کرنا چاہئے۔ ظاہر ہے کہ استنبول کی
ہربنس کو تلاش کر رہی ہے' اس لئے وہ کسی ایسی جگہ تو روپوش نہ ہوا ہو گا کہ مجھ جیسے اجنبی کے تلاش
سے مل جائے۔ بہرحال' اگر پولیس اسے تلاش کر کے گرفتار کرنے میں کامیاب ہو جاتی ہے' تب
بات ہے' میرا انتقام تو پورا ہو جاتا ہے تاہم میں اپنے طور پر اسے تلاش ضرور کروں گا۔ اس کے
زندگی کی بازی لگانی پڑے گی۔ وہ اس طرح کہ میں عام پبلک مقامات' منشیات کے اڈوں پر
گھوموں ——— ظاہر ہے ہربنس بھی تو انتقام کی آگ میں جل رہا ہو گا۔ وہ مجھے دیکھ کر قابو میں نہ

گی اور پھر دونوں میں سے جو بھی کامیاب ہو جائے۔!

یہ فیصلہ کر کے میں مطمئن ہو گیا۔ پھر میں نے بیرے کو بلایا۔ بھاری ٹپ سے بیرا ضرورت سے زیادہ
معتقد ہو گیا تھا۔ میں نے اس سے استنبول کے نقشے کی خواہش ظاہر کی اور اس نے پندرہ منٹ میں نقشہ
میرے سامنے پیش کر دیا۔ ایک گھنٹے تک میں نقشے کو غور سے دیکھتا رہا اور پھر میں نے اسے تہہ کر کے جیب
میں رکھ لیا۔ پستول چیک کیا اور اسے بھی لباس میں چھپا لیا اور پھر اطمینان سے باہر نکل آیا۔!

مینار عیسیٰ کے پاس سے گزرتے ہوئے میں نے ٹیکسی روکی۔ جس نے مجھے آیا صوفیہ پہنچا دیا۔ آیا صوفیہ
کی قدیم دیوار کے سائے میں چلتا ہوا میں آگے بڑھتا رہا اور ہپڈ روم پہنچ گیا۔ رومی کھیلوں کا وسیع میدان
نگاہوں کے سامنے تھا۔ تاریخ نگاہوں میں گھوم گئی۔ آیا صوفیہ کی عمارت کے اس طرف سلطان احمد مسجد نظر
آرہی تھی اور بیچ کے میدان میں پرانے قسطنطنیہ کی یادگاریں آج بھی آسمان سے باتیں کر رہی تھیں۔ ۳۳۴
میں بازنطائن رومیوں نے فتح کیا تھا اور اس کا نام رومی شہنشاہ کانسطنطائن کے نام پر قسطنطنیہ رکھ دیا گیا۔
اور پھر یہاں رومی تہذیب پھیلتی چلی گئی۔ کانسنطائن نے یہاں نیا روم تعمیر کیا وسیع میدان کے دونوں
طرف بلند و بالا مجسمے تعمیر کئے گئے۔ یہاں پر پیرس کی ہیلن تھی۔ ایک طرف ابو الہول کے آٹھ مجسمے کھڑے
تھے۔ دوسری طرف مادہ بھیڑیا کا مجسمہ موجود تھا۔

آیا صوفیہ کی عمارت اندر سے دیکھی' اور پھر وہاں سے نکل آیا۔ اس وقت مقصد یہ نہیں تھا کہ استنبول
کی سیر کی جائے۔ ابھی تو ایک اہم فریضہ باقی تھا جس سے نپٹنا بے حد ضروری تھا۔ استنبول کی تاریخ معلوم
کرنے کے لئے تو کافی فرصت مل سکتی تھی۔ بشرطیکہ زندگی ساتھ دے سکے۔!

پورا دن آوارہ گردی میں گزرا' کہاں کہاں نہ گیا۔ دوسرے دن بھی یہی کیفیت رہی۔ تیسرے دن کسی
حد تک بیزاری کا احساس ہوا۔ وجہ شاید یہی تھی کہ بڑے خشک دن گزر رہے تھے اور کام کی دھن میں باقی
چیزوں کی طرف سے دھیان چھوڑ دیا تھا۔ حالانکہ قدم قدم پر استنبول کی رنگینیاں آواز دے رہی تھیں۔ لیکن
میں نے ان کی طرف سے آنکھیں بند کر لی تھیں' کسی حد تک تو خود پر کنٹرول رہا' اخبار روزانہ پڑھ رہا تھا غیر
ملکی تاجر کی تلاش میں چھاپے پر چھاپے پڑ رہے تھے' لیکن ابھی تک وہ ہاتھ نہیں لگا تھا۔ پولیس نے پورے
یقین سے کہا تھا کہ اسے استنبول سے باہر نہیں نکلنے دیا گیا ہے۔

تیسرے دن یونہی آیا صوفیہ کی طرف جا نکلا۔ آج میرا رخ مینار سوزیدہ کی طرف ہو گیا۔ اس کے ساتھ
ایک جھونپڑی بنی ہوئی تھی۔ یہاں ایک ٹکٹ گھر بھی تھا۔ میں نے دولیرے کا ایک ٹکٹ خریدا۔ اور
جھونپڑی میں داخل ہو گیا۔ دروازے کے ساتھ ہی لکڑی کی سیڑھی نیچے جاتی تھی۔ یہ کانسطنطائن کے
آبی محل کا راستہ تھا۔ نیم تاریکی میں ماحول بڑا پر اسرار تھا۔ میں نیچے اترتا رہا' اور تھوڑی دیر کے بعد میں
کانسطنطائن کے آبی محل کے سامنے کھڑا تھا۔ تین سو چھتیس مرمریں یونانی ستون جو کمر کمر تک گہرے
نیلے پانی میں کھڑے تھے۔ محل کی چھت سے پانی کی بوندیں رس رہی تھیں۔ سیڑھیوں کے قریب چند ستونوں
پر روشنی کے بلب روشن تھے۔ روشنی کی لہروں پر پانی میں کودتی مچھلیاں نظر آرہی تھیں اس کے قریب ہی وہ
آبی جزیرہ تھا جسے میں جیمز بانڈ کی فلم "فرام رشیا ود لو" میں دیکھ چکا تھا۔ اس ماحول نے ذہن میں عجیب
سے خیالات بیدار کر دیئے۔

لیکن پھر میرے عقب سے ایک آواز ابھری اور اچانک ذہن کے تار جھنجھنا گئے۔ "آؤ ——— واپس

چلیں۔!" اور یہ آواز میری سماعت کیلئے اجنبی نہیں تھی۔ لیکن میں اعصاب پر قابو رکھتا تھا۔ میں نے پلٹ کر نہیں دیکھا واپس چلنے کا مطلب تھا کہ باہر ——— اور میں نے ان لوگوں کو گزر جانے دیا۔ جو واپس جارہے تھے۔!

جب وہ واپس جانے لگے تو میں نے انہیں دیکھا۔ ایک طویل القامت مرد تھا۔ اور دوسری کوئی عورت ——— یا لڑکی ——— دبلی پتی سی۔! میں ان دونوں کے عقب میں چل دیا۔ اور پھر جب وہ جھونپڑی سے باہر نکل گئے تو میں بھی نکل کر روشنی میں آگیا۔ آنکھوں میں چکاچوند تھی' لیکن ان لوگوں کو تلاش کرنا ضروری تھا۔

اور میں نے اس جوڑے کو تلاش کرلیا۔ لیکن وہ آواز ——— وہ آواز' میں نے غور سے مرد کو دیکھا طویل القامت اور خوبرو انسان تھا۔ شاید مجھے غلط فہمی ہوئی ہے۔ میں نے سوچا۔ لیکن لڑکی پر نگاہ پڑتے ہی ایک بار پھر دل دھک سے ہوگیا۔ یہ ——— سوفیصدی نریما تھی۔!

ہاں نریما ——— لیکن وہ طویل القامت ——— اور پھر میں نے اسے نریما سے جدا ہوتے دیکھا۔ ایک سبز رنگ کی پیکارڈ کھڑی تھی۔ طویل القامت پیکارڈ میں جا بیٹھا اور پیکارڈ اسٹارٹ ہو کر چل پڑی۔ جب وہ نگاہوں سے اوجھل ہوگئی تو میں نے نریما کی طرف دیکھا۔ نریما کلائی پر بندھی ہوئی گھڑی دیکھ رہی تھی۔ میں آہستہ آہستہ اس کے قریب پہنچ گیا۔ اس کی پشت میری طرف تھی۔

"نریما ———!" میں نے اسے آہستہ سے آواز دی۔ اور وہ اچھل پڑی۔ اس نے سہمی ہوئی نگاہوں سے میری طرف دیکھا۔ اور اس کا رنگ زرد پڑ گیا۔!

"تم ——— تم ———!" اس نے گھبرائے ہوئے لہجے میں کہا اور چاروں طرف دیکھنے لگی۔

"وہ چلا گیا نریما ———" میں نے پرسکون لہجے میں کہا۔

"مگر ——— مگر تم خطرے میں ہو۔!" اس نے خشک ہونٹوں پر زبان پھیرتے ہوئے کہا۔

"ہمیشہ سے ہوں۔ لیکن تمہیں کسی کا انتظار ہے؟"

"ہاں ———!"

"کس کا ———؟"

اس نے ایک بار پھر سہمی ہوئی نگاہوں سے چاروں طرف دیکھا۔ اور بولی "سنو ——— مجھے تھوڑی دیر کے لئے اجازت دے دو۔ ابھی تھوڑی دیر کے بعد ایک خطرناک آدمی مجھ سے ملنے آئے گا۔ میں اس سے گفتگو کرنے کے بعد فارغ ہوں گی۔"

"ٹھیک ہے ڈارلنگ ——— تم سے بہت سی باتیں کرنی ہیں۔" میں نے کہا اور جیبوں میں ہاتھ ڈال کر ایک طرف بڑھ گیا۔ لیکن میں نریما سے زیادہ دور نہیں گیا تھا ——— اچانک مجھے کامیابی قریب محسوس ہونے لگی تھی۔ نریما کی موجودگی کا مطلب تھا کہ ہربنس بھی کہیں قریب ہی موجود ہے۔ تقریباً پندرہ منٹ گزر گئے۔ نریما بے چینی سے چاروں طرف دیکھ رہی تھی۔ پھر وہ آہستہ آہستہ میرے قریب پہنچ گئی۔

"ہیلو ———!" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"ایسا لگتا ہے' جیسے وہ نہیں آئے گا۔"

"ہوں۔ گویا فری ہو۔؟"

"ہاں ——— لیکن یہاں سے چلو۔ کسی مناسب جگہ چلتے ہیں۔" نریما نے کہا اور میں اس کے ہاتھ میں ہاتھ ڈال کر آگے بڑھ گیا۔ نریما کا ہاتھ برف کی طرح سرد تھا۔ اس کا بدن بھی ہولے ہولے کانپ رہا تھا۔

"نریما ———! تمہارے ساتھ وہ دراز قامت کون تھا۔؟"

"وہ ——— وہ ———" نریما نے خشک ہونٹوں پر زبان پھیرتے ہوئے کہا۔ میں نے ایک ٹیکسی کو اشارہ کردیا تھا۔ ٹیکسی ہمارے نزدیک آکر رک گئی۔ "وہ ——— وہ ہربنس تھا۔" نریما نے ایک دم کہا۔ اور ایک بار پھر میرے ذہن کے تار ہل گئے۔!

☆ ☆ ☆

"ہربنس" میرے منہ سے سرسراہٹ نکلی۔ میں نے عجیب سی نگاہوں سے نریما کو دیکھا' نریما کا چہرہ اب سپاٹ ہوگیا تھا۔ ٹیکسی میں بیٹھ کر میں نے نریما کی طرف دیکھا۔ "کہاں۔؟" میں نے آہستہ سے پوچھا۔

"جہاں دل چاہے چلو۔ میں کافی دیر کے لئے فری ہوں۔" وہ ایک گہری سانس لے کر بولی۔

ہوٹل ہلٹن۔" میں نے ڈرائیور سے کہا۔ اور ڈرائیور نے رفتار تیز کردی۔ راستے میں گفتگو کرنا احتیاط کے خلاف تھا۔ چنانچہ ہم نے اس وقت تک کی خاموشی اختیار کی جب تک ٹیکسی ہلٹن کے پارکنگ لان میں نہ داخل ہوگئی میں نے بل ادا کیا اور پھر نریما کے ساتھ نہایت سکون سے اپنے کمرے کی طرف چل پڑا۔ گو میرے اندر اضطراب کی لہریں اٹھ رہی تھیں۔ لیکن میں نے اب شدید سے شدید حالات میں بھی پُرسکون رہنا سیکھ لیا تھا۔

تھوڑی دیر کے بعد ہم اپنے کمرے میں پہنچ گئے۔ نریما نے کمرے کی سجاوٹ یا دوسری چیزوں پر غور نہیں کیا تھا۔ وہ بس خاموشی سے ایک صوفے پر بیٹھ گئی۔ "کیا پیو گی نریما۔؟"

"کافی۔؟" اس نے پھنسی آواز میں کہا۔ اور میں نے ٹیلی فون اٹھا کر روم سروس کو کافی کا آرڈر دے دیا۔

"کیا بات ہے نریما۔ بہت نروس ہو۔؟"

"نروس۔؟ شاید ——— ممکن ہے۔" اس نے آہستہ سے کہا۔

"کیوں۔؟"

"حالات کا اندازہ تم خود نہیں لگا سکتے نواز۔؟"

"تمہیں وہاں کس سے ملنا تھا۔؟"

"بہمن سے۔ مقامی یہودی ہے۔ بظاہر مچھلیوں کی تجارت کرتا ہے۔ لیکن بھاری رقومات لے کر ضرورت مندوں کو اسمگل بھی کردیتا ہے۔"

"اوہ۔ تو ہربنس یہاں سے نکل جانا چاہتا ہے۔؟" میں نے بات سمجھتے ہوئے کہا۔

"ظاہر ہے یہاں اس کی پوزیشن بہت خراب ہوگئی ہے۔"

"لیکن اس کا چہرہ۔؟"

"اس نے داڑھی مونچھیں صاف کرادی ہیں' کیس ترشوا دیئے ہیں۔ تم نے دیکھا' تم خود اسے نہیں پہچان سکے۔ آج بھی وہ سڑکوں پر تمہاری تلاش میں سرگرداں ہے۔"

"میری تلاش میں؟"

"ہاں۔ یہاں سے جانے سے قبل وہ تمہیں ہلاک کر دینا چاہتا ہے۔"

"خوب۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"کیوں۔ مسکرائے کیوں۔"

"کیونکہ میں نے بھی کچھ ایسا ہی پروگرام بنا رکھا ہے۔!" میں بدستور مسکراتے ہوئے کہا اور نریما صوفے کی پشت سے ٹک کر آنکھیں بند کرلیں پھر جب بیرے نے دروازے پر دستک دی تو وہ سنبھل کر بیٹھ گئی۔ بیرا کافی لے آیا تھا۔ میں نے خود نریما کے لئے کافی بنائی۔ ایک کپ اپنے اور دوسرا اس کے سامنے رکھ دیا۔ اس نے جلدی سے گرم گرم کافی کی پیالی منہ سے لگائی اور کئی گھونٹ بھر لئے' جبکہ کافی خوب گرم تھی لیکن اس کے چہرے سے کسی قسم کی تکلیف کے آثار نہیں ابھرے تھے' بلکہ وہ اسی طرح پر اضطراب نظر آ رہی تھی' عجیب پر اسرار لڑکی تھی۔ وہ خاموشی سے کافی پیتی رہی۔

"نریما۔؟" میں نے اسے آہستہ سے آواز دی۔

"ہوں۔!" وہ چونک پڑی۔

"میں تم سے بہت سی باتیں معلوم کرنا چاہتا ہوں۔ اگر تم اپنی کیفیت درست کرنے کی کوشش کرو تو میں تمہارا شکرگزار رہوں گا۔!"

"میں ٹھیک ہوں۔" اس نے پھیکی سی مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔

"میرے چند سوالوں کے جواب دو گی نریما۔؟"

"ہاں ضرور۔" اس نے پوری توجہ سے کہا۔ ایسا لگتا تھا جیسے اس کے اندر کوئی نئی قوت ابھر آئی ہو۔ اب وہ کافی حد تک سنبھل گئی تھی۔

"اس وقت تم اس عمارت سے کیسے نکلیں' جب وہاں ہنگامہ ہوا تھا اور پولیس نے ریڈ کیا تھا۔؟"

"ہربنس نکال کر لایا تھا' وہ ہنگامے کے بعد وہاں پہنچا تھا۔ لیکن اسے وہاں سے کچھ نکالنے کا موقع نہیں مل سکا تھا کیونکہ پولیس پہنچ گئی تھی۔ تب وہ میرا ہاتھ پکڑ کر چور دروازے سے نکل بھاگا تھا۔ پہلے وہ اپنے دوسرے ٹھکانے پر پہنچا' لیکن پھر وہاں سے بھی چل دیا۔ یہاں اس کی کئی خفیہ رہائش گاہیں بھی موجود ہیں لیکن اب وہ ان میں سے کسی کی طرف سے مطمئن نہیں رہا ہے۔ اس لئے اس نے ایک جگہ بنائی ہے۔!"

"کہاں۔؟" میں نے بے ساختہ پوچھا۔

"شہزادوں کے آخری جزیرے میں۔"

"اوہ۔ کیا تم مجھے اس کے بارے میں تفصیل سے بتاؤ گی نریما۔؟"

"بتا دوں گی۔ ایسی جلدی کیا ہے۔" اس نے کافی کا ایک اور گھونٹ لیتے ہوئے کہا اور میں اس کی شکل دیکھتا رہا۔ نریما کی آنکھوں میں ایک چمک پیدا ہو گئی تھی۔ وہ کافی کے چھوٹے چھوٹے گھونٹ لیتی رہی۔ پھر اس نے کہا۔ "ہربنس نے مجھ سے اس پورے ہنگامے کی تفصیل معلوم کی اور میں نے اسے خوب بے وقوف بنایا۔ وہ آج بھی مجھے اپنا ہمدرد اور وفادار سمجھتا ہے۔ لیکن کیا تم یقین کرو گے کہ مجھے تمہاری تلاش تھی۔"

"میری تلاش۔! کیوں نریما؟"

"تاکہ تمہیں آخری کامیابی سے ہمکنار کرا دوں۔ ہربنس کے تابوت میں آخری کیل گاڑ دوں۔"

"اوہ۔ کیا تمہیں ہربنس سے نفرت ہے۔؟"

"ہاں۔ بے پناہ۔ اس کی وجہ نہیں بتاؤں گی۔ درخواست کروں گی کہ اس کے بارے میں مت پوچھنا۔"

"ہوں۔ ہربنس نے مجھے تلاش کرنے کا کیا طریقہ اختیار کیا ہے؟؟"

"کچھ نہیں۔ اس کی ذہنی کیفیت اعتدال پر نہیں ہے۔ اس کا سب کچھ برباد ہو چکا ہے۔ یہاں اس کا سب سے بڑا اسٹیشن تھا۔ وہ یہاں سے ہی جیت رہا تھا۔ دوسری جگہوں پر اس کی پوزیشن کمزور ہے۔ اب اس کے پاس کچھ بھی نہیں رہ گیا ہے۔ وہ اب تک یہاں سے نکل گیا ہوتا' لیکن اسی لئے رکا ہوا ہے کہ تم اسے مل جاؤ۔!"

"خوب۔ کیا تم مجھے اب بھی نہیں بتاؤ گی نریما کہ وہ شہزادوں کے جزیرے میں کس جگہ مقیم ہے۔؟"

"متولی کے چھوٹے سے مکان میں۔ جزیرے کے آخری سرے پر ہے لیکن وہ وہاں رات کو بارہ بجے کے بعد ہی پہنچتا ہے۔؟"

"کیا متولی اس کا آدمی ہے۔؟"

"نہیں۔ ہربنس نے اسے بہت بڑی رقم دی ہے۔ اس نے متولی سے جھوٹ بولا ہے' وہ سیدھا سادا آدمی ہے۔"

"شکریہ نریما۔ بس ایک بات اور۔"

"پوچھو نواز۔ جو دل چاہے پوچھو۔"

"وہ کہاں جانا چاہتا ہے۔؟"

"وینس۔ وہاں سے پیرس جانے کے انتظامات کرے گا!"

"بہمن سے اس کی بات چیت ہوئی تھی۔؟"

"ہاں۔ فون پر ——— بہمن نے کہا تھا کہ ممکن ہے وہ اس وقت وہاں پہنچے' ہم اس کی تلاش میں آئے تھے' لیکن ہربنس کو کچھ اور بھی کام تھے۔ اس نے مجھے اختیار دیا تھا کہ میں بہمن سے بات کرلوں۔ وہ کچھ بھی مانگے تیار ہو جاؤں۔ لیکن اس نے کہہ دیا تھا کہ اگر بہمن پندرہ منٹ کے اندر وہاں پہنچ جائے تو ٹھیک ہے۔ ورنہ میں اس کا انتظار نہ کروں۔"

"اوہ۔ اس کے بعد تمہیں کہاں جانا تھا۔؟"

"کہہ چکی ہوں۔ رات کے بارہ بجے تک فری ہوں۔ بارہ بجے سے پہلے شہزادوں کے جزیرے پہنچ جانا ہے۔"

"ممکن ہے ہربنس خود ہی بہمن سے مل لے۔"

"ہاں۔ ممکن ہے"

"گویا وقت ضائع کرنا فضول ہے۔!"

"لیکن تم کیا کرو گے؟"

"وہی۔ جو ہربنس کرنا چاہتا ہے۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا' اور نریما نے آنکھیں بند کرلیں۔ "کیا تمہیں اس سے اختلاف ہے نریما۔؟" میں نے پوچھا

"نہیں۔ میں صرف یہ چاہتی ہوں کہ تم اپنی حفاظت کا بھی مناسب انتظام کرلینا۔"

"ہربنس کا تمہارے بارے میں کیا خیال ہے۔؟"

"وہ مجھے بھی وینس لے جانا چاہتا ہے۔"

"اگر ہربنس مارا جائے۔ تو تمہارا کیا پروگرام ہوگا نریما۔؟"

"کچھ نہیں۔ ہاں ایک فرض پورا ہوجائے گا۔ اس کے بعد زندگی نے جو بھی راستہ دکھلایا' میں اسے خوشی سے قبول کرلوں گی۔"

"فرض۔" میں آہستہ سے بڑبڑایا۔ بہرحال اس سے کچھ پوچھنا فضول تھا اور میں خود بھی ایسی کہانیوں سے بچنا چاہتا تھا' جو مجھے الجھادیں۔ یہ لڑکی میری مدد کررہی تھی۔ میں اس کی مدد کرنے کو تیار تھا۔ اپنی عنایت کا جو بھی صلہ وصول کرنا چاہے۔ بس اس سے زیادہ کچھ نہیں اور میں اسے کچھ نہیں دے سکتا تھا۔!

دفعتاً" نریما نے میری طرف دیکھا۔ اور پھر آہستہ سے بولی "نواز؟"

"ہوں۔!" میں نے توجہ سے کہا۔

"میں۔ میں بہت بدصورت ہوں نا۔؟" نریما نے پوچھا۔ اور میں چونک پڑا۔

"شکل و صورت پر اعتراض' ہمارا حق نہیں ہوتا نریما۔ اس میں انسان کا تو قصور نہیں ہے۔" میں نے الجھتے ہوئے کہا۔

"انسان کا کوئی قصور نہیں ہے نا۔؟"

"قطعی نہیں۔"

"پھر مجھے کیوں ٹھکرایا جاتا ہے نواز۔ لوگ میری طرف دیکھ کر ایسی شکل کیوں بنالیتے ہیں' جیسے ان سے کوئی غلطی ہوئی ہو۔ اس میں میرا کیا قصور ہے۔؟" وہ جذباتی انداز میں بولی۔

"ہاں۔ اس میں تمہارا کوئی قصور نہیں ہے نریما۔"

"نواز۔ اس دن تم نے مجھ سے پیار کیا تھا۔" وہ بے باکی سے بولی۔

"ہاں۔!"

"نواز۔ میں کوئی باکردار لڑکی نہیں ہوں۔ میں اسمگلروں کے ساتھ کام کرتی رہی ہوں۔ میں نے بہت سے برے کام کئے ہیں۔ لیکن میری بدصورتی مجھے کوئی مقام نہیں دے سکی۔ یقین کرو نواز۔ اگر لوگ میری طرف توجہ دیتے اور میرے دل سے یہ خیال نکال دیتے کہ میں ایک ناکارہ شے ہوں تو میں جو کام کررہی ہوتی' اس میں بھی یکتا ہوتی۔ میرے کام کو سراہا گیا' میری شخصیت کو نظرانداز کردیا گیا۔ کسی نے یہ نہیں سوچا کہ میں عورت بھی ہوں۔ دل نے چاہا کہ عورت کی طلب کسی بھی انداز میں پوری کروں۔ لیکن میں خود یہ حرارت پیدا نہ کرسکی۔ اور ہمیشہ ہارتی رہی۔ اس ہار نے میرے اندر جھنجھلاہٹ پیدا کردی۔ مجھے اپنے کردار کے برے ہونے کا احساس ہونے لگا' اور پھر۔ میں پوری دنیا سے بیزار ہوگئی۔ ذہن میں مختلف خیالات آتے ہیں' کبھی دل چاہتا ہے کہ سڑک پر کھڑے ہوکر قتل عام شروع کردوں۔ ہر خوبصورت مرد کو گولی ماردوں۔ کبھی دل چاہتا ہے لوگوں کو بلیک میل کروں۔ میں ایک تھکی ہوئی عورت ہوں نواز۔ میں پیاسی ہوں۔!"

اور میں نے گہری نگاہوں سے نریما کو دیکھا۔ مظلوم لڑکی۔ لیکن میں اس کے لئے کیا کرسکتا تھا۔!

"نواز۔" وہ پھر بولی۔ اور میں نے سوالیہ نگاہوں سے اسے دیکھا' "ہربنس کی قید میں' جب میں نے تمہاری مدد کرنے کے بارے میں سوچا تھا' تو میرے دل میں خیال تھا کہ میں ایک نیکی کرلوں۔ ممکن ہے دل کو سکون مل جائے میں ہربنس اور اس کے ساتھیوں سے بیزار تھی۔ میں نے تمہاری مدد کرنے کا فیصلہ کرلیا۔ لیکن نواز۔ اس کے بعد تم نے میری سوچ کے دھارے بدل دیئے۔ تم نے مجھے بالکل اسی انداز میں پیار کیا' جیسے تم نے مجھے پسند کرلیا ہو۔ نواز۔ زندگی میں پہلی بار میں نے ایک مرد کی گرمجوشی کی لذت دیکھی' اور وہ لذت' مجھے اس وقت بھی یاد ہے۔ میں ایک لٹی ہوئی لڑکی ہوں۔ زندگی میں' میں نے خوشیاں بہت کم دیکھی ہیں۔ نواز۔ میں کنواری ہوں۔ بالکل کنواری۔ کیا۔ کیا۔ تم مجھے چند لمحات کے لئے اپنا سکتے ہو۔ میری اپنی حیثیت تو آج تک کچھ نہیں رہی ہے نواز۔ میں نے اپنی ذات سے تو کچھ نہیں پایا ہے۔ لیکن آج میرے پاس ایک کارڈ ہے۔ ایک سنہری کارڈ۔ میں اگر اس کی قیمت وصول کرلوں تو تم برا تو نہیں مانو گے۔؟"

میں حیرت سے نریما کو دیکھ رہا تھا۔ اور بلاشبہ اس لڑکی پر بالآخر مجھے ترس آگیا تھا۔ "کیا چاہتی ہو۔ کیا چاہتی ہو نریما۔؟" میں اٹھ کر اس کے قریب پہنچ گیا۔

"میں کنواری ہوں نواز۔ میں پیاسی ہوں۔" اس نے نڈھال لہجے میں کہا میں نے اس کے دونوں شانے پکڑے اور اسے کھڑا کردیا۔ اس کی گردن جھکی ہوئی تھی۔ سانس تیز تھی' اور چہرہ جذبات سے تمتمارہا تھا۔

"اگر تم یہ سمجھتی ہو نریما۔ کہ میں تم سے کوئی سودا کررہا ہوں۔ تو یہ خیال اپنے ذہن سے نکال دو۔ تم اتنی بری نہیں ہو جتنا خود کو نہ جانے کیوں سمجھنے لگی ہو۔ میں تم سے اس محبت کی کوئی قیمت وصول نہیں کروں گا۔" میں نے اسے کھینچ کر سینے سے لگالیا' پھر میں نے اس کی ٹھوڑی اٹھائی۔ اور اس کے ہونٹوں پر ہونٹ رکھ دیئے۔!

نریما بے خود ہوگئی تھی۔ اس نے دونوں بانہیں میری گردن میں ڈال دیں۔ اور مجھ سے لپٹ گئی۔ اس کے اندر جذباتی ہیجان پیدا ہوگیا تھا۔ میں نے اسے گود میں اٹھایا۔ اور مسہری پر لٹادیا۔ پھر میں نے دروازہ بند کردیا۔ نریما کی آنکھیں بند تھیں۔ اس کے چہرے پر ایک عجیب ساخوف ابھر آیا تھا۔ وہ کنواری جو تھی۔ کسی مرد نے اس کے کنوارے بدن کو قبول نہیں کیا تھا۔ میں اس کی زندگی کا پہلا مرد تھا۔

جس وقت میں لباس پہن کر مسہری کے برابر والی کرسی پر بیٹھا سگریٹ پی رہا تھا' اس وقت بھی وہ جوانی کے پہلے خواب میں کھوئی ہوئی تھی' اس کا چہرہ خوشی سے تمتمارہا تھا۔ ایک انوکھا سکون' ایک انوکھی طمانیت اس کے چہرے پر رقصاں تھی۔ جیسے اس نے زندگی کی منزل پالی ہو' جیسے اس نے زندگی کا سفر طے کرلیا ہو۔ اور اب اس کے بعد کوئی اور سفر نہ ہو۔ اس کے بعد اسے کسی اور منزل کی خواہش ہی نہ ہو۔!

یکے بعد دیگرے تین سگریٹیں پھونکنے کے بعد میں نے اسے آواز دی۔ "نریما۔؟" اور اس نے آنکھیں کھول دیں۔ وفور مسرت سے چمکتی ہوئی آنکھیں۔ چند ساعت وہ پیار بھری نگاہوں سے مجھے دیکھتی رہی اور پھر اچانک اسے اپنی برہنگی کا احساس ہوا۔ اس نے جلدی سے ایک چادر کھینچ کر اپنے جسم پر برابر کرلی۔ اور پھر وہ شرمائے ہوئے انداز میں مسکرانے لگی۔

"باتھ روم۔" میں نے کمرے سے ملحقہ باتھ روم کی طرف اشارہ کیا اور اس نے شرما کر چادر چہرے پر ڈھک لی۔ مجھے اس کی یہ ادا بہت پسند آئی تھی۔! نہ جانے مجھے کیا شرارت سوجھی۔ میں خاموشی سے اٹھ گیا۔ اور پھر میں نے اسے اچانک مسہری سے اٹھالیا۔ بہت ہلکی پھلکی تھی۔!

اس کے منہ سے ہلکی سی چیخ نکل گئی۔ اس نے تھوڑی سی جدوجہد بھی کرنے کی کوشش کی۔ لیکن

میرے قوی ہیکل بازوؤں سے نہ نکل سکی اور میں اسے لے کر باتھ میں داخل ہو گیا۔ میں نے باتھ روم کا
دروازہ بند کر دیا۔ اور پھر اسے ٹب میں لٹا کر اس کے جسم سے چادر کھینچ دی۔!

"نواز۔؟" اس نے ایک ادا سے پکارا۔

"آرام سے لیٹی رہو۔ میں سب کچھ کر دوں گا۔!" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ اور وہ کھلکھلا کر ہنس
پڑی۔ اس نے اپنے نسوانی حصوں کو چھپانے کی کوشش کی تھی۔!

چہرہ کیسا بھی ہو۔ لیکن جسمانی طور پر بہرحال وہ عورت تھی' اور دوسری عورتوں سے مختلف نہیں تھی
بلکہ اس میں انفرادیت تھی۔ وہ یہ کہ اس کی زندگی کا پہلا مرد تھا۔ ایک بار پھر میرے جذبات بھڑک اٹھے اور
میں نے اسے ٹب سے نکال لیا۔ "بس نواز۔ اب نہیں۔" وہ مجھے روکنے کی ناکام کوشش کرتی رہی۔ اور
بالآخر خاموش ہو گئی۔ غسل خانے کے فرش پر ایکبار پھر زندگی کا سب سے لذت آگیں کھیل شروع ہو گیا
اور چند لمحات کے بعد وہ اس کھیل میں میری برابر کی شریک بن گئی۔

تقریباً" ایک گھنٹے کے بعد ہم آمنے سامنے بیٹھے ہوئے تھے۔ ہمارے سامنے فروٹس اور کافی رکھی ہوئی
تھی' جس کی ضرورت ہم شدت سے محسوس کر رہے تھے۔! اس بار نریما نے اپنے ہاتھ سے کافی بنائی۔ اس
کے چہرے کی کیفیت ہی بدل گئی تھی۔ بد رونقی اور مایوسی کی نقاب نہ جانے کہاں سرک گئی تھی' اور اب وہ
کسی قدر دلکش نظر آنے لگی تھی۔!

ایک سرخ رنگ کے سیب کو وہ دانتوں سے کاٹتے ہوئے بولی "اب مجھے اجازت دو نواز۔ کافی دیر ہو گئی
ہے۔"

"پھر کب ملو گی؟"

"رات کو۔ بارہ بجے۔" اس نے سکون سے جواب دیا۔

"کیا مطلب؟"

"پل غلطہ سے جزیروں کے لئے اسٹیمر رات کو دس بجے تک مل جاتے ہیں آخری اسٹیمر دس ساڑھے
دس بجے تک روانہ ہوتا ہے۔ ویسے لوگ راتوں کو زیادہ تر اپنے اسٹیمر استعمال کرتے ہیں۔ آخری جزیرہ کافی
آباد ہے۔ وہاں دوکانیں بھی ہیں سواری بھی مل جاتی ہے۔ کسی ایک آدمی کا وہاں کے ماحول میں ضم ہو جانا
ناممکن نہیں ہے۔ بارہ بجے تک کا وقت وہاں کے کسی قہوہ خانے میں گزار سکتے ہو۔ اس کے بعد جزیرے کے
بائیں سمت اس سفید عمارت کی طرف چل پڑنا' جو عام آبادی سے ہٹ کر ہے۔ عموماً" لوگ اس طرف پکنک
منانے جاتے ہیں۔ اگر کسی سے متولی کا مکان پوچھ لو تو کوئی حرج نہیں ہے۔ اکثر لوگ ضرورتاً" ادھر جاتے
ہیں۔"

"اوہ۔!"

"ٹھیک بارہ بجے۔ میں انتظار کروں گی۔ دیر نہ ہو۔!"

"نریما۔" میں نے اس کے بازو پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔

"نہیں میری زندگی۔ جو خوشی تم نے مجھے دی ہے' اس کی تو کوئی قیمت نہیں ہے۔" اس نے دوسرے
ہاتھ سے میرا ہاتھ تھپتھپاتے ہوئے کہا اور میں نے اسے کھینچ کر ایکبار پھر آغوش میں لے لیا۔

"بس۔ بس میرے محبوب۔ بس' مجھے اتنا کچھ مل گیا ہے جو میری بساط سے باہر ہے۔"

"کل کا دن۔ ہماری زندگی میں ایک آزاد دن ہو گا۔ پھر میں تمہارے ساتھ پورے استنبول کی سیر کروں
گا نریما۔" میں نے کہا اور اس کے ہونٹوں کو بوسہ دیا۔

"خدا حافظ۔" اس نے ہاتھ ہلاتے ہوئے کہا۔ اور باہر نکل گئی۔ میں تھکی تھکی نگاہوں سے دروازے کی
طرف دیکھتا رہا۔ اور پھر ایک کرسی پر بیٹھ گیا۔ ہربنس کا ٹھکانہ مل گیا تھا۔ ممکن ہے میں آج ہی کامیاب
ہو جاؤں؟ اور پھر اس کے بعد۔ اس کے بعد وہی روز مرہ کی زندگی۔ بہرحال میری زندگی پر جمود نہیں تھا۔ نت
نئے ہنگامے سر اٹھاتے رہتے تھے۔ آج یہاں' کل وہاں۔ یہی روانی مجھے زندہ رکھے ہوئے تھی۔ ورنہ میری
زندگی میں تو جانے کتنے روگ تھے۔

آپ کیا سمجھتے ہیں۔ کیا کبھی میرا ضمیر نہیں پھڑپھڑاتا تھا۔ میں نے ضمیر کی آواز بند کر دی تھی' اس کی
زبان گھٹ گئی تھی۔ لیکن اکثر تنہائیوں میں وہ میری درندگی پر احتجاج کرتا تھا۔ کیا یہ لڑکیاں میری ہمدردی کی
مستحق نہیں ہیں؟ کیا انسانیت سے میرا کوئی ناطہ نہیں رہا ہے؟۔ میں ان لڑکیوں کو اپنے اچھے برے مقاصد کے
لئے استعمال تو کر سکتا ہوں۔ ان کی جذباتی سادگی سے فائدہ اٹھا کر ان سے کام تو لے سکتا ہوں۔ لیکن ان میں
سے کسی مظلوم کو اپنا نہیں سکتا۔ کیوں؟ کیا میں انسان نہیں ہوں۔؟ لیکن اس کا فیصلہ بھی آپ کر سکتے ہیں۔
زمانے نے مجھے انسان کہاں رہنے دیا تھا۔ میری جو پوزیشن ہے۔ وہ خود میری اپنی بنائی ہوئی نہیں ہے۔ میری
لاش تو آج بھی کراچی کی نیٹی جیٹی میں موجود ہے۔ جہلم کا اصغر نواز تو بے گور و کفن سمندر پر تیر رہا
ہے۔ وہاں سے تو ایک اسمگلر' ایک شاطر دریافت کیا گیا تھا' جسے لا کر اس دنیا میں چھوڑ دیا گیا ہے' جو انسانیت
سے دور ہے۔ اور یہ شاطر ------ جب نواز کی بے گور و کفن لاش دیکھتا ہے تو اس کے سینے میں دکھن ضرور
ہوتی ہے۔ لیکن اس مردہ نواز میں زندگی پھونکنا اس کے بس سے باہر ہے۔

نریما۔ اس لڑکی کا کیا کرنا ہے۔ یہ تو ان تمام لڑکیوں سے زیادہ مظلوم ہے جو اب تک مجھے مل چکی ہیں۔
یہ تو اپنی کہانی بھی نہیں سنا سکی' اس کا ماضی' اس کی دکھ بھری داستان تو آج تک میری نگاہوں سے پوشیدہ
ہے۔ بہرحال۔ حالات نے جو کچھ سمجھایا کروں گا۔ وہ تو خوبصورت بھی نہیں ہے۔ خوبصورت لڑکیوں کو
زندگی گزارنے میں بہرحال زیادہ دقت نہیں ہوتی۔ نریما کے پاس تو یہ ہتھیار بھی نہیں ہے۔ اور نریما کے
خیال سے پیچھا چھڑانے کے لئے ضروری تھا کہ میں تھوڑی دیر آرام کر لوں۔ یوں بھی تھک گیا تھا' اور پھر
رات کو کام بھی کرنا تھا۔ نیند کی دیوی مہربان تھی۔!

آنکھ کھلی تو آٹھ بج رہے تھے۔ کمرے کا دروازہ بند تھا' اس لئے بالکل تاریکی چھائی ہوئی تھی۔ تھوڑی
دیر تک مسہری پر پاؤں لٹکائے بیٹھا رہا۔ پھر اٹھ گیا۔ بتی جلائی۔ باتھ روم میں جا کر منہ ہاتھ دھویا۔ بال
سنوارے' لباس پہنا اور خود کو چاق و چوبند کرنے کی کوشش کرنے لگا!

پھر کمرے سے نکل آیا۔ ہوٹل کا ڈائننگ ہال آباد ہونا شروع ہو گیا تھا۔ ویٹر نے پروگرام کارڈ میرے
سامنے رکھ دیا۔ میں نے اسے کافی اور کچھ ہلکی پھلکی چیزوں کا آرڈر دے دیا۔ عمدہ پروگرام تھے۔ لیکن مجھے ان
سے کوئی دلچسپی نہیں تھی۔ میرا تو اپنا پروگرام تھا۔ کافی وغیرہ آگئی۔ ویٹر نے پروگرام کارڈ ہٹا لیا تھا۔ میں پائیاں
کھاتے ہوئے کافی پیتا رہا۔ اچٹتی نگاہوں سے میں ہال کا جائزہ بھی لیتا جا رہا تھا۔ بہت سے چہرے نظر آئے'
مختلف لوگ۔ مختلف کیفیات' چند لڑکیاں مسکرائیں' لیکن میں انہیں جوابی مسکراہٹ نہ دے سکا۔ اس کی
گنجائش ہی کہاں تھی' نو بجے ہلٹن سے نکل آیا۔ ٹیکسی کی اور پل غلطہ کی طرف چل پڑا۔

باسفورس کے ساحل پر وہی گہما گہمی تھی' لوگوں کو وقت کا کوئی احساس نہیں تھا۔ اسٹیمر کے بھونپو۔ پل سے گزرنے والی گاڑیوں کا شور۔ میں بھی ایک اسٹیمر میں داخل ہوگیا۔ اسٹیمر میں درجے تھے۔ میں نے سب سے اچھے درجے کی ایک سیٹ کو پسند کیا اور بیٹھ گیا۔ خوش لباس لوگ رات میں بھی تفریح کرنے جاتے تھے۔ اس وقت بھی لڑکے لڑکیوں کا ایک گروہ میرے ساتھ تھا۔ لڑکیاں پتلونیں پہنے ہوئے بال بکھرائے' جوانی کی تمام ضرورتوں سے لیس۔ اور ان کے ساتھی لڑکے' ان کی اداؤں سے محظوظ۔ خوش و خرم۔ ظاہر ہے یہ کسی نیک کام میں شریک ہونے نہیں جارہے تھے۔ دنیا جاتی ہے۔!

لیکن میں ان سے لاتعلق رہا۔ میں نے ان میں کوئی دلچسپی نہیں لی۔ میری نگاہیں زیادہ تر باہر رہیں' جہاں باسفورس کی لہریں گنگنا رہی تھیں۔ تھوڑی دیر بعد ایک جزیرہ آیا۔ اسٹیمر ساحل سے لگ گیا۔ کچھ لوگ اتر گئے۔ اور۔ اسٹیمر پھر آگے بڑھ گیا۔ تاریکی میں روشنیاں کھلی ملی بے حد خوبصورت لگ رہی تھیں' اگر ہربنس کے ہاتھوں بچ گیا۔ سکون کی سانس لینے کا موقع ملا۔ تو ان جزیروں کو دن میں دیکھوں گا۔ اسٹیمر کا سفر جاری رہا۔ اور پھر وہ شہزادوں کے آخری جزیرے سے جالگا۔ بلاشبہ یہ جزیرہ دوسرے جزیروں سے بڑا اور گھنا آباد تھا۔ نہ جانے یہ شہزادوں کے جزیرے کیوں کہلاتے تھے۔

ساحل پر اتر کر دوسرے مسافروں کے ساتھ چلتا ہوا میں بھی ڈھلوان سڑک پر آگیا۔ سڑکوں کے کنارے اوپن ایر ریستوران کھلے ہوئے تھے' خوب روشنیاں ہو رہی تھیں۔ ان کے سامنے سفید ڈنر سوٹوں میں ملبوس بیرے' ہاتھ میں مینو کارڈ لئے منتظر تھے۔ بہت سے لوگ ان ریستورانوں میں داخل ہوگئے۔

ڈھلوانوں سے اتر کر میں چوک میں پہنچ گیا' جہاں چند بگھیاں اب بھی کھڑی ہوئی تھیں۔ میں نے چاروں طرف نگاہ ڈالی۔ ابھی دس بجنے میں چند منٹ باقی تھے' لیکن بارہ بجے سے پہلے میں ایکبار متولی کی عمارت تلاش کرلینا چاہتا تھا' اور اس کے لئے بگھی والے سے زیادہ موزوں شخص کون ہو سکتا تھا۔! چنانچہ میں ایک بگھی والے کے پاس پہنچ گیا۔ وہ مستوری سے نیچے اتر آیا تھا۔

میں نے چار لیرے اس کے ہاتھ پر رکھے اور کہا۔ "متولی کی رہائش گاہ پر۔"

"زیادہ دور نہیں ہے۔ کہو تو پہنچادوں۔"

"پہنچادو۔" میں نے اس کی بگھی میں بیٹھتے ہوئے کہا۔ اور کوچوان نے بگھی آگے بڑھادی۔ پختہ سڑک پر گھوڑے کے سموں کی تال گونجنے لگی۔ بگھی صاف ستھری اور خوب سجی ہوئی تھی۔ چاروں طرف جھالریں لٹکی ہوئی تھیں اور گھوڑے کے گلے کی گھنٹیاں اس کے قدموں کی تال سے ہم آہنگ تھیں۔ لیکن سفر طویل نہیں تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد اس نے سڑک کے کنارے بگھی روک لی'

"وہ ڈھلان میں متولی کا مکان موجود ہے۔ بگھی وہاں نہ جاسکے گی ورنہ میں ضرور پہنچادیتا۔"

"ٹھیک ہے دوست۔ کیوں نہ کسی عمدہ سے ریستوران میں چلیں۔"

"ضرور جناب۔" اس نے خوش ہو کر کہا۔ سیدھے سادے کوچوان نے اس بات پر غور کہاں کیا ہوگا کہ ابھی تو میں متولی کی رہائش گاہ پوچھ رہا تھا اور ابھی ریستوران کی بات کر رہا ہوں۔

روشنیوں کا سفر طے ہونے لگا' کوچوان کی سمجھ میں جو اچھا ریستوران آیا اسی کے سامنے اس نے مجھے اتار دیا۔ اس سے عمدہ ساحلی ریستوران تھے' لیکن میں نے یہاں رکنا مناسب سمجھا۔ ساحلی ریستوران میں دیکھ لئے جانے کا خطرہ تھا میں نے بگھی والے کو پانچ لیرا اور دیئے اور وہ خوش ہو کر بار بار سلام کرنے لگا۔

میں ریستوران میں داخل ہوگیا۔ یہ جگہ بھی اوپن ایر تھی' لیکن یہاں کیبن بنے ہوئے تھے جن پر چقیں بھی موجود تھیں اور دروازوں کے پردے بھی۔ میں نے کیبن میں بیٹھنا ہی پسند کیا۔ باہر بے شمار جوڑے بیٹھے ہوئے تھے۔ چند لوگ عورت کے بغیر بھی تھے لیکن ان کی تعداد بہت کم تھی۔ میں نے ایک خالی کیبن کا پردہ سرکلیا' اور اندر داخل ہوگیا۔ ایک کرسی پر گر کر میں نے تھکے تھکے انداز میں آنکھیں بند کر لیں۔ لیکن بیرے کی آمد نے مجھے آنکھیں کھولنے پر مجبور کر دیا اس نے دو کارڈ میرے سامنے رکھ دیئے۔ ایک پر شرابوں کی اقسام اور ان کی قیمت لکھی ہوئی تھی۔ دوسرا کھانے کا مینو تھا۔ میں نے ایک لمحے کے لئے کچھ سوچا' پھر ایک ہلکی شراب کا آرڈر دے دیا۔ اس کے ساتھ ہی میں نے کھانے کے لئے بھی کچھ چیزیں نوٹ کرادی تھیں۔ بیرا باہر نکل گیا اور میں نے کرسی سے ٹک کر آنکھیں بند کرلیں۔ پردہ سرکنے اور کسی کے داخل ہونے کا مجھے احساس بھی نہیں ہوا تھا۔ لیکن اچانک میرے کانوں میں ایک مترنم آواز ابھری۔ "ہیلو۔" اور میں چونک پڑا۔!

میں نے آنکھیں کھولیں۔ منی اسکرٹ پہنے سڈول بدن اور دراز قامت کی سنہرے بالوں والی حسینہ کھڑی مسکرا رہی تھی۔ میں کرسی پر سیدھا ہو کر بیٹھ گیا۔

"کیا آپ مجھے بیٹھنے کی اجازت دیں گے۔؟" اس نے شائستگی سے پوچھا۔

"ضرور۔ تشریف رکھیے۔"

وہ بیٹھ گئی۔ "آپ تنہا ہیں؟" اس نے کہا۔

"ہاں۔!"

"اور آپ کو ساتھی کی ضرورت ہے۔ میرا نام فارعہ ہے۔ سمندر کے کنارے میرا ہٹ موجود ہے جہاں سے سمندر کا بہترین نظارہ ہوتا ہے۔ میرے ہاں ہر سہولت موجود ہے۔ آپ کو بالکل گھر کا سا سکون ملے گا۔" اس نے کہا اور میں حیرت سے اسے دیکھنے لگا! وہ بھی میری آنکھوں میں دیکھتی ہوئی مسکرا رہی تھی۔ لڑکی خوبصورت اور پرکشش تھی لیکن اس کا اس انداز میں نزول میرے ذہن میں شبہ پیدا کر رہا تھا۔!

اس سے قبل کہ میں کچھ بولتا۔ وہ جلدی سے کہنے لگی۔ "کیا آپ یہاں اجنبی ہیں۔؟"

"یہی سمجھ لیں۔"

"اس ہوٹل کا پتہ آپ کو کس سے معلوم ہوا۔؟"

"کسی سے بھی نہیں۔ بس گھومتا ہوا ادھر آنکلا۔!"

"اوہ۔" اس نے ہونٹ سکوڑ کر کہا۔ "تو کیا اس کیبن میں بھی آپ یونہی آبیٹھے ہیں۔؟"

"یقیناً" "کیوں۔؟"

"سوری مسٹر۔ آئی ایم ویری سوری۔ لیکن میرا قصور بھی نہیں ہے' یہاں آنے..... والے عموماً" کھلی جگہ پسند کرتے ہیں۔ کیبن میں وہی لوگ آتے ہیں' جو تنہا ہوں اور جنہیں شب بسری کے لئے کسی ساتھی کی ضرورت ہوتی ہے۔ بیرے نے بتایا تھا کہ آپ تنہا ہیں اور کیبن میں ہیں۔ میرا فرض تھا کہ آپ سے معلوم کرلوں سوری مسٹر۔" وہ کرسی کھسکا کر کھڑی ہوگئی۔

"اوہو۔ تو میں نے آپ سے معذرت تو نہیں کی ہے۔ آپ تشریف رکھیے۔" میں نے کہا۔ وہ میری طرف دیکھتی رہی۔ اور پھر بیٹھ گئی۔

"اگر آپ تنہائی ہی چاہتے ہیں تو تکلف نہ کریں۔" اس نے آہستہ سے کہا۔

"نہیں۔ آپ تشریف رکھیں۔"

"شکریہ۔" اس نے اپنا خوبصورت پرس میز پر رکھ دیا۔

"کیا پئیں گی آپ۔؟" میں نے پوچھا۔

"آپ جو پلانا پسند کریں۔ ویسے مجھے احساس ہے کہ میں زبردستی کی مہمان ہوں۔!"

"آپ بلاوجہ اداس ہو گئیں۔ اگر مجھے علم ہوتا کہ یہاں آپ جیسی خاتون سے ملاقات ہو سکتی ہے تو میں سیدھا یہاں آتا۔"

"اوہ۔ شکریہ۔" وہ پھر خوش ہو گئی۔ بیرا میرا طلب کردہ سامان لے آیا تھا۔ میں نے فارعہ کے لئے بھی آرڈر دیا۔ اور بیرا واپس چلا گیا۔ تھوڑی دیر کے بعد ہم شراب کی چسکیاں لے رہے تھے۔

"سیاح ہو۔؟" اس نے پوچھا۔

"ہاں۔!"

"کہاں سے آئے ہو۔؟"

"پاکستان سے۔!" میں نے جواب دیا۔ اور اس کے چہرے پر گرمجوشی کے تاثرات پھیل گئے۔

"اوہ۔ پاکستانی ہو۔ پاکستان' جیالوں کا دیس' جو اپنے سے کئی گنا طاقتور دشمن کے ارادے خاک میں ملا دیتا ہے اور انہیں خاک و خون کا غسل دے کر ان کی سرحدوں میں دھکیل دیتا ہے۔ جاپان کے ایک انسان نے جسم سے بم باندھ کر امریکن جہاز تباہ کیا تھا اور وہ تاریخ میں زندہ ہو گیا۔" لیکن پاکستان کا ہر جیالا سینے پر بم باندھ کر دشمن کے ایک ٹینک کو تباہ کرنے کی آرزو رکھتا ہے' کیسے لوگ ہو تم۔ کہاں سے یہ جگرا لائے ہو۔؟"

مادر وطن کے بیٹوں کی یہ تعریف سن کر سینہ فخر سے پھول گیا۔ رونگٹے کھڑے ہو گئے۔ لیکن پھر اپنے کردار کی پستی کا خیال آیا۔ اور دل کٹ کر رہ گیا' کس منہ سے خود کو پاکستانی کہا ہے۔ کیا وطن کی پیشانی کے داغ بھی خود کو وطن سے منسلک کر سکتے ہیں۔؟ ذہنی کیفیت بدل گئی۔ طبیعت پر اداسی مسلط ہونے لگی۔ بمشکل خود کو سنبھالا۔ بہت اہم کام کرنا تھا۔ اگر کوئی خاص جذبہ طاری ہو گیا تو کام میں مشکلات بھی پیش آ سکتی ہیں؟

فارعہ محبت بھری نظروں سے مجھے دیکھ رہی تھی۔ لیکن وجہ محبت کے میں قابل نہ تھا۔ اس لئے میں اس سے فخر نہ محسوس کر سکا۔ اور شراب کا سہارا لیتا رہا۔ وہ مختلف باتیں کرتی رہی اور میں خود کو دوسرے راستوں پر ڈالنے کی کوشش کرتا رہا۔

"ان جزیروں کو شہزادوں کا جزیرہ کیوں کہا جاتا ہے؟" میں نے فارعہ سے سوال کیا۔

"کسی زمانے میں جب ترک شہزادے محل سرا کی کسی سازش میں ملوث پائے جاتے' یا کسی وجہ سے سلطان کے زیر عتاب آ جاتے تو انہیں ان جزیروں میں نظر بند کر دیا جاتا تھا۔ اسی نسبت سے انہیں "شہزادوں کے جزیرے" کہا جاتا ہے۔ ویسے اب یہ خالص تفریح گاہیں بن کر رہ گئے ہیں۔ استنبول کی سخت گرمی اور حبس سے گھبرائے ہوئے لوگ ادھر کا رخ کرتے ہیں اور جزیروں پر زندگی رواں دواں ہوتی ہے۔"

"خوب۔!" میں نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔ فارعہ نے کلائی پر بندھی ہوئی خوبصورت گھڑی دیکھی۔ اور پھر میری طرف دیکھتے ہوئے بولی۔

"ساڑھے گیارہ بج رہے ہیں۔"

"اوہ۔!" میں چونک پڑا۔ اور پھر میں نے بیرے کو بلانے کے لئے بیل کا بٹن دبا دیا۔ بیرہ آیا۔ اور میں نے بل طلب کر کے ادا کر دیا۔ فارعہ میرے ساتھ ہی باہر نکل آئی تھی۔ "ایک بات پوچھوں فارعہ۔؟"

"ضرور ڈیر۔!"

"تمہارے ہٹ میں ایک رات قیام کا کیا معلوضہ ہوتا ہے؟"

میرے اس سوال پر وہ اداس ہو گئی۔ "باذوق۔ اور سلیقے کے لوگوں سے ہم معلوضہ طے نہیں کرتے۔ لا انسان بھی ٹکرا جاتے ہیں' بہرحال چونکہ یہ پیشہ ہے' اس لئے ان سے بات کر لینا پڑتی ہے۔ اگر کوئی کا انسان ہم سے ہماری قیمت پوچھے تو ہم یہ ذمہ داری اسی کے سر ڈال دیتے ہیں وہ ہماری جو قیمت اسے قبول کر لیتے ہیں۔"

"میں اس سوال پر شرمندہ ہوں فارعہ۔ دراصل اس کی کچھ اور وجہ تھی۔" میں نے کہا۔

"کیا۔؟" اس نے سوالیہ انداز میں مجھے دیکھا۔

"آج کی رات میں تمہارے ساتھ نہیں جا سکوں گا۔"

"اوہ..."

"مجھے کوئی ضروری کام ہیں۔ ہاں۔ لیکن یہ رات بہرحال میری ہے۔ تم نے میرے ساتھ جو وقت گزارا اس نے مجھے بے حد ذہنی سکون بخشا ہے اور..... اس سکون کے لئے میں کچھ نذرانہ دینا چاہتا ہوں۔" نے کچھ نوٹ نکالے' اور فارعہ کے ہاتھ سے پرس چھین لیا۔

"مجھے ذلیل نہ کرو دوست۔" اس نے آہستہ سے کہا۔

"میں تم سے پھر ملاقات کروں گا فارعہ۔" میں نے جواب دیا۔

"کب۔؟"

"بہت جلد۔ اپنے کام سے فراغت پانے کے بعد۔"

"کل۔؟"

"یہ نہیں کہہ سکتا۔ ممکن ہے چند روز گزر جائیں۔ ویسے تمہارے ہٹ کا کیا پتہ ہے۔؟"

"بیچ پر اٹھائیس ہٹ ہیں۔ آخری ہٹ میرا ہے۔ اور اس کا نمبر اٹھائیس ہے۔"

"میں آؤں گا فارعہ۔ میں ضرور آؤں گا۔ جس وقت بھی میرے ذہن نے تمہاری طلب محسوس کی۔ خدا حافظ۔" میں نے کہا۔ بارہ بجنے میں اب تھوڑا سا وقت رہ گیا تھا۔ اور میں یہ وقت ضائع نہیں کرنا چاہتا تھا۔

"خدا حافظ۔" اس نے ٹوٹی ہوئی آواز میں کہا۔ اور مڑ کر ایک طرف چل دی۔ میں نے فوراً ذہن اس طرف سے ہٹا دیا۔ اب میں صرف اپنے کام کے بارے میں سوچ رہا تھا۔

تفریح پسندوں کا جزیرہ تھا۔ لوگ راتوں کو بھی مصروف رہتے تھے' اس لئے ایک آسانی تھی۔ وہ یہ کہ بگھی بہ آسانی مل جاتی تھی۔ چنانچہ میں نے ایک بگھی روکی' اور اس میں بیٹھ گیا۔ میں نے اس جگہ کے بارے کا پتہ بتا دیا' جہاں متولی کی عمارت تھی اور بگھی نے پندرہ بیس منٹ میں مجھے وہاں پہنچا دیا۔ جس وقت متولی کی عمارت کے نزدیک پہنچا' ٹھیک بارہ بج رہے تھے۔ ایک لمحے کے لئے میرا دل دھڑکا۔ میں ایک ایک کام کرنے جا رہا تھا۔ وہ کام جو میں نے اب تک نہیں کیا تھا۔ عمارت تاریکی میں ڈوبی ہوئی تھی۔ کوئی

بیرونی روشنی نہیں تھی۔ تو میں اس جگہ سے واقف نہیں تھا' لیکن بہرحال ان جگہوں کے بارے میں
لگا سکتا تھا۔ جہاں سے چوروں کی طرح اندر داخل ہوا جاسکے۔ چہار دیواری پھلانگنے میں مجھے کوئی
نہ آئی اور میں عمارت کے عقبی دروازے کے قریب پہنچ گیا۔ میں نے عقبی دروازے کے ہینڈل
دروازہ بند نہیں تھا۔!

شاید نریما نے میرے لئے آسانیاں فراہم کردی تھیں' عمارت کے بارے میں 'میں نے انداز
اس میں چار پانچ سے زیادہ کمرے نہیں ہوسکتے۔ ان میں سے دو کمروں میں نائٹ بلب روشن تھے
متولی کی خواب گاہ ہوگا اور دوسرا ہربنس اور نریما کا۔! میں نے کی ہول سے اندر جھانکا۔ بیڈ پر ایک
تھا۔ اس نے ایک ریشمی چادر اوڑھی ہوئی تھی۔ اس کی پشت نظر آرہی تھی۔ گنجے سر سے مجھے
لگا کہ وہ متولی کے علاوہ اور کوئی نہیں ہے۔ تب میں نے آہستہ سے اس کے دروازے کو باہر سے
لیکن میں نے احتیاط نظرانداز نہیں کی تھی۔ دروازے کے ہینڈل کو رومال سے پکڑ کر میں نے کم
انگلیوں کے نشانات نہ رہ جائیں۔!

ادھر سے فارغ ہو کر میں دوسری خواب گاہ پر پہنچا اور یہاں بھی میں نے اسی انداز سے اندر
بستر تھے' جن میں ایک پر نریما سو رہی تھی' اور دوسرے پر یقیناً" ہربنس تھا۔ نریما کی بھی پشت
تھی۔ اس کے بال بکھرے ہوئے تھے' ہربنس البتہ منہ ڈھکے سو رہا تھا۔ چھت میں ایک خوبصورت
ہوا تھا۔ لیکن نائٹ بلب ایک لیمپ شیڈ میں جل رہا تھا۔ میں نے دروازے پر زور آزمائی کی اور
گیا۔

کھلا ہوا ہے۔ میرے ذہن نے آواز لگائی۔ نریما نے حتی المقدور میرے لئے آسانیاں فراہم کی
تھیں۔ میں نے دھڑکتے دل سے دروازے کو دھکا دیا۔ اور دروازہ کھل گیا۔ تب میں نے لمبا کلہاڑا
نکال لیا۔ اور اسے مضبوطی سے پکڑ کر ہربنس کے پلنگ کی طرف بڑھا۔ اور پھر میں نے پلنگ میں ایک
ٹھوکر ماری۔!

میرے دانت بھینچے ہوئے تھے اور غیض و غضب سے میری آنکھیں سرخ ہو گئی تھیں۔ ہربنس
گہری نیند کا عادی معلوم ہوتا تھا۔ میری ٹھوکر اسے نہ جگا سکی۔ دوسرے لمحے میں نے اس پر سے چادر
گھسیٹ دی۔ لیکن چادر گھسیٹتے ہی میرے منہ سے آواز نکل گئی۔ مسہری خالی تھی۔ گدے اور تکئے
انداز میں لپیٹ کر رکھ دیا گیا تھا کہ سوتا ہوا انسان معلوم ہو۔ اور اس بات کا مطلب تھا کہ ہربنس
سے لاعلم نہیں ہے۔ ایک لمحے میں مجھے خطرے کا احساس ہوا اور دوسرے لمحے خطرہ سامنے آگیا۔
اچانک فانوس روشن ہو گیا تھا۔ اور کمرے میں تیز روشنی پھیل گئی تھی۔ میں سانپ کی
دروازے پر ہربنس کھڑا تھا اور اس کے ہاتھ میں سیاہ رنگ کا پستول چمک رہا تھا۔
"ہیلو۔" اس نے سرد لہجے میں کہا اور میں خشک ہونٹوں پر زبان پھیر کر رہ گیا تھا۔ "تمہارا
ہربنس تم جیسے چوہوں کے فریب میں آجائے گا۔" اس نے سرسراتی آواز میں کہا۔ اس کی
سانپ کی آنکھوں جیسی چمک تھی۔ ٹھنڈی ٹھنڈی' ذہن کو سلا دینے والی۔! دشمن سامنے تھا
میں تھا۔ میری پوزیشن خراب تھی' لیکن صرف چند لمحے تردد رہا۔ اور اچانک میرے اندر کا جذبہ
آیا۔ میں اس سکھڑے سے کیا مرعوب ہو سکتا تھا۔ مجھے کونسا زندگی سے پیار تھا۔!

"چوہا۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "تم مجھے چوہا کہہ رہے ہو ہربنس' تم۔ کیا اس چوہے نے
ہمارے سارے جال نہیں کتر ڈالے۔؟"

"ہاں۔ کتر ڈالے ہیں۔ لیکن چوہوں کا انجام بھی تمہیں معلوم ہوگا؟"

"بشرطیکہ تم مجھے چوہا ثابت کردو۔" میں نے نریما کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ مجھے حیرت تھی کہ وہ ان
لات میں بھی سو رہی ہے۔ کیا نریما نے غداری کی تھی۔؟ کیا اس نے میری آمد کے بارے میں ہربنس کو بتا
تھا۔ لیکن یہ دو رخی کیوں۔؟ ہربنس شاید میری ذہنی کیفیت کو سمجھ گیا تھا۔ چنانچہ اس کے ہونٹوں پر زہریلی
مسکراہٹ پھیل گئی۔

"اس لڑکی۔ کو دیکھ رہے ہو' جس نے زندگی بھر میرا نمک کھایا ہے۔ یہ تمہاری کیا مدد کر سکتی ہے؟" اور
اچانک میرے ذہن میں ایک کیل سی چبھ گئی۔! نریما کو کیا ہوا۔؟ ہربنس شاید خیالات پڑھنے کا ماہر معلوم ہوتا
تھا چنانچہ فوراً" بولا۔

"تمہارے خیال میں اس کی غداری کی کیا سزا ہو سکتی ہے۔؟"

"تو۔ تو کیا تم اسے سزا دے چکے ہو۔؟"

"ہاں۔ میں آج کے کام کل پر اٹھا رکھنے کا عادی نہیں ہوں۔"

"کیا ہوا اسے۔؟" میں نے خشک ہونٹوں پر زبان پھیر کر نریما کی طرف دیکھا۔

"کچھ نہیں۔ میرے دوسرے مہرے پٹ گئے تھے۔ میں نے اسے بھی راستے سے ہٹا دیا۔ یہ میری
ضرورت نہیں تھی۔"

"اوہ۔" میں نریما کی طرف لپکا۔ میں نے اسے پلٹ کر دیکھا۔ نریما کی آنکھیں کھلی ہوئی تھیں۔ اسے
گردن دبا کر مار دیا گیا تھا۔ ان آنکھوں میں بڑی بے بسی تھی۔ میرے رونگٹے کھڑے ہوگئے۔ نریما غدار نہیں
تھا۔ اس نے کھلے دل سے میری مدد کی تھی۔ لیکن چالاک ہربنس اس کے فریب میں نہ آسکا۔!
میں نریما کو چھوڑ کر سیدھا ہو گیا۔ ہربنس پوری طرح ہوشیار تھا۔ پستول کا رخ بدستور میری طرف
۔ "تم نے اسے کیوں قتل کر دیا۔؟"

"تم جانتے ہو۔ اس نے میرے خلاف سازش کی تھی۔ کانسطنطائن کے آبی محل سے نکل کر میں تو
گیا تھا۔ یہ وہاں رہی۔ اس کے بعد اس کا کوئی پروگرام نہیں تھا۔ لیکن یہ کئی گھنٹے تک غائب رہی اور پھر
جب واپس آئی تو اس کے چہرے پر ایک انوکھی خوشی تھی۔ اس کی آنکھوں میں ایسی مسرت تھی جو اس سے
پہلے میں نے کبھی نہیں دیکھی تھی۔ مجھے شبہ ہونا لازمی تھا۔ اور پھر میرے دوست' نواز۔ میں نے اس کی
زبان کھلوالی۔ میں نے اس سے معلوم کر لیا کہ یہ تم سے مل چکی ہے۔ اور پھر اندازے قائم کرنا میرے لیے
مشکل نہیں تھے۔ یہ تو ہوئے تمہارے سوالوں کے جواب۔ اب تم میرے چند سوالات کے جواب دو۔!"
اس نے میری طرف دیکھا۔!
نریما مر چکی تھی۔ میری ذہنی کیفیت عجیب ہو رہی تھی۔ خون کھول رہا تھا۔ موت کی مجھے پرواہ نہیں
تھی لیکن یہ بھی گوارہ نہیں تھا کہ میرا دشمن زندگی کی سانس لیتا رہے اور اپنی کامیابی پر بغلیں بجائے' چنانچہ
میں ہربنس کو گفتگو میں الجھا کر کوئی خطرناک قدم اٹھانے کا خواہش مند تھا۔ لیکن مقابلہ خطرناک دشمن سے تھا
جو آنکھوں سے دل کا حال جان لیتا تھا۔ چنانچہ میں نے چہرے پر کسی قدر سراسیمگی پیدا کرلی' جیسے میں

بدحواس ہو گیا ہوں۔

"کیا تم غلام سیٹھ کے لئے کام کر رہے ہو۔؟" ہربنس نے پوچھا۔

"ہاں۔" میں نے انکار مناسب نہ سمجھا۔

"کیا غلام سیٹھ کی ہدایت تھی کہ یہاں کی پولیس کو میرے پیچھے لگا دو؟"

"نہیں۔!" میں نے سکون سے کہا۔ لیکن اس دوران میں ایک پچویشن متعین کر چکا تھا۔ اس کے کوئی ترکیب نہیں تھی۔ حالانکہ میں چاقو پھینک کر مارنے کا ماہر نہیں تھا۔ لیکن دشمن کو قابو میں کر لئے میں اس وقت کوئی کوشش نظرانداز نہیں کرنا چاہتا تھا۔ اس لیے میں نے اطمینان سے چاقو اس انداز پکڑ لیا کہ اسے آسانی سے پھینک سکوں۔ اس کے ساتھ ہی میں نے چہرے کی سراسیمگی برقرار رہنے دی

"ٹھاکر کو بھی تم نے ہی گرفتار کرایا تھا۔؟"

"ہاں۔!"

"مقامی طور پر تمہارا اسیکشن کون کنٹرول کر رہا ہے۔؟"

"اس کا نام یوسف کمالی ہے۔"

"یوسف کمالی۔؟"

"ہاں۔ گولڈن اسٹورز کا مالک۔!" میں نے بتایا۔

"گولڈن اسٹورز۔" ہربنس نے پرخیال انداز میں تھوڑی کھجائی' اور میرے لئے یہ بہترین موقع ہربنس کی توجہ تھوڑی سی ہٹی تھی اور دوسرے لمحے چاقو پستول کی گولی کی طرح میرے ہاتھ سے نکلا اس کے ساتھ ہی میں نے اپنی جگہ چھوڑ دی' ہربنس کو فوراً ہی حماقت کا احساس ہو گیا تھا' چنانچہ ٹرچ کے ساتھ پستول سے گولی نکلی اور دیوار کا پلاستر ادھیڑ گئی۔ ہاں اگر میں اپنی جگہ نہ چھوڑ دیتا تو وہ میرے ہوتی۔ لیکن ہربنس نے میرے چاقو کی طرف توجہ نہیں دی تھی' اس لئے نقصان اٹھا گیا۔ چاقو بغیر کسی کے پھینکا گیا تھا اس لئے وہ ہربنس کی ران کے جوڑ میں پیوست ہو گیا۔!

بڑی خطرناک جگہ تھی۔ ہربنس نے گرتے گرتے دوسرا فائر کر دیا' گولی میرے بالوں کو چھوتی ہوئی گئی' لیکن اب میں دشمن کو موقع نہیں دینا چاہتا تھا' چنانچہ میں نے اس پر چھلانگ لگا دی۔ ہربنس نے کی طرح پلٹنے کی کوشش کی تھی' لیکن اس کوشش میں ران میں گھسے ہوئے چاقو کا دستہ زمین سے رگڑ ہربنس وہ پوزیشن نہیں لے سکا جو لینا چاہتا تھا۔ اس کے منہ سے ایک کراہ نکل گئی تھی۔ اور دوسرے میں اس پر چھا چکا تھا۔ میں نے اس کا پستول والا ہاتھ پکڑ لیا اور دو دفعہ اسے زمین پر مارنے سے دو چلیں۔ لیکن اس کے ساتھ پستول ہربنس کے ہاتھ سے نکل گیا تھا۔

گو وہ سخت زخمی تھا' لیکن خوفناک جدوجہد کر رہا تھا۔ اس نے ران میں گھسے ہوئے چاقو کو نکا کوشش کی۔ لیکن میں اس کے دونوں ہاتھ روکے ہوئے تھا۔ یہاں تک کہ میں نے ہربنس کو چت کر پھر میں نے چاقو کے دستے پر گھٹنا رکھ کر اسے پوری قوت سے دبا دیا۔ ہربنس کے حلق سے دہاڑ نکلی تھی پھر وہ مسلسل چیخنے لگا' اس نے ہاتھ پاؤں ڈال دیئے تھے۔ اس کی کمزوری سے فائدہ اٹھا کر میں نے چاقو سے پکڑا اور پوری قوت سے کھینچ کر اسے دوبارہ ہربنس کے دل کے مقام پر پیوست کر دیا۔ ہربنس سے چیخ رہا تھا۔ اور اب اسکی جدوجہد بالکل ختم ہو چکی تھی۔ میں نے چاقو کھینچ کر اس کے لباس سے

کیا۔ دوسری طرف متولی جاگ گیا تھا اور اب بڑی شدومد سے دروازہ پیٹ رہا تھا۔!

میں کھڑا ہو گیا۔ تیز روشنی میں' میں نے اپنے لباس کا جائزہ لیا۔ کوٹ پر خون کے دھبے پڑ گئے تھے۔ پتلون وغیرہ محفوظ تھی اور بہرحال یہ غنیمت تھا' میں نے کمرے میں چاروں طرف نگاہ دوڑائی۔ بظاہر میرا کوئی نشان نہیں تھا۔ چنانچہ میں حسب معمول احتیاط سے دروازہ کھول کر نکل گیا۔ باہر نکل کر میں نے پوری قوت سے چڑھائی کی طرف دوڑنا شروع کر دیا۔ رات چونکہ کافی جا چکی تھی' اس لئے دور دور تک انسان کا پتہ نہیں تھا۔

جب میں متولی کے مکان سے کافی دور نکل آیا۔ تو میں نے سکون کی گہری گہری سانسیں لیں۔ میرے دل میں مسرت کی لہریں اٹھ رہی تھیں۔ لیکن کسی گوشے میں ٹیس بھی تھی۔ اس گوشے میں مظلوم نریما تھی' جس نے بہرحال اپنی خوشی پوری کر لی تھی۔ وہ یہی تو چاہتی تھی نا۔ کہ کوئی نیک کام کر کے کسی کی مدد کر کے زندگی کا اختتام کرے۔!

متضاد کیفیتوں نے مجھے چاروں طرف سے گھیر لیا۔ گو میں نے ایک ایسے جرائم پیشہ شخص کو قتل کیا تھا جس کی پولیس کو بھی تلاش تھی۔ لیکن بہرحال قتل' قتل ہوتا ہے مجھے خطرہ تھا کہ میں گرفتار نہ ہو جاؤں۔ گرفتاری سے بچنے کے لئے مجھے اپنے آپ کو سنبھالنا تھا۔ میرا کوٹ بھی خون آلود تھا۔ اس خون آلود کوٹ سے چھٹکارہ ضروری تھا۔ اگر جزیرے سے نکل جانے کی کوئی صورت ہوتی تو کیا ہی اچھا تھا۔ لیکن اس وقت ساحل کی طرف جانا خطرناک تھا۔ لوگ باآسانی میرے اوپر شبہ کر سکتے تھے۔

تب اچانک میرے ذہن میں ایک نام ابھرا۔ فارعہ۔ کیا میں یہ رات فارعہ کے ہاں گزار سکتا ہوں۔ اس وقت' اس پورے جزیرے پر وہی میری شناسا تھی اور رات بھر کے لئے مجھے اس کے پاس پناہ مل سکتی تھی۔ حالانکہ وہ خود بھی میرے اوپر شبہ کر سکتی تھی۔ لیکن بہرحال میں اسے سنبھال لوں گا۔

لیکن مسئلہ کوٹ کا تھا۔ اس کا کیا کروں۔؟ میں سوچتا رہا۔ اور پھر ایک احمقانہ کوشش کرنے کے لئے چل پڑا۔ میں نے سمندر تک کا فاصلہ پیدل ہی طے کیا اور اس علاقے میں پہنچ گیا جہاں ہٹ بکھرے ہوئے تھے۔ سمندر کے کنارے پہنچ کر میں نے کوٹ سے تمام چیزیں نکالیں اور پھر تاریکی میں ہی کوٹ پر سے خون کے دھبے دھونے لگا۔ دھوبی کا کام بھی میں نے خوب ہی کیا۔ نہیں کہہ سکتا تھا' کہ خون کے دھبے پوری طرح چھوٹے یا نہیں۔ لیکن میں نے بھرپور کوشش کی تھی۔ اور پھر کسی حد تک مطمئن ہو کر میں نے کوٹ پہنا' اپنی چیزیں کوٹ میں رکھیں۔ چاقو جیب سے نکال کر دور سمندر میں اچھال دیا۔ اور پھر سمندر میں کئی قدم آگے بڑھ گیا۔ میرے سارے کپڑے بھیگ گئے تھے۔ کپڑوں میں رکھے نوٹ وغیرہ بھی بھیگ گئے تھے۔ تب میں سمندر سے نکل آیا تھا۔ اور پھر چھوٹے چھوٹے قدم اٹھاتا ہٹوں کے درمیان چل پڑا۔ آخری ہٹ تک پہنچنے کے لئے تقریباً" ایک میل کا فاصلہ طے کرنا پڑا تھا۔ ہٹ نمبر اٹھائیس کے پاس پہنچ کر میں رک گیا۔!

ہٹ تاریک تھا۔ یقیناً" فارعہ سو چکی ہوگی۔ شاید تنہا۔ گھڑی میں سوا دو بج رہے تھے۔ بہرحال میں نے لرزتا ہوا ہاتھ بڑھایا اور کال بیل بٹن پر انگلی رکھ دی اندر گھنٹی بجنے کی مسلسل آواز گونجنے لگی۔ میں نے بٹن سے انگلی نہیں ہٹائی تھی اور بالاخر ہٹ کے مکین کی نیند ٹوٹ گئی۔ روشنی ہو گئی' اور پھر کسی کے قدموں کی چاپ سنائی دی۔

"کون ہے۔؟" اندر سے آواز آئی اور میں نے ایک پرسکون سانس لی۔ فارعہ ہی کی آواز تھی' جسے میں

صاف پہچان لیا!

"دروازہ کھولو فارعہ۔" میں نے کسی قدر نڈھال آواز میں کہا۔ فارعہ نے بھی شاید میری آواز پہچان
اس نے حیرت زدہ انداز میں دروازہ کھول دیا مجھے اس کے سامنے زبردست اداکاری کرنا تھی۔

"تم۔؟" فارعہ کی حیرت زدہ آواز ابھری اور پھر اس نے آگے بڑھ کر جلدی سے میرا ہاتھ پکڑ لیا۔
اندر آؤ۔ ارے تمہارا لباس بھیگ رہا ہے۔"

"ہاں فارعہ۔" میں نے ایک طویل سانس چھوڑی۔ اور اندر داخل ہو گیا۔ "مجھے معاف کرنا فارعہ
نے تمہیں اتنی رات گئے پریشان کیا۔ کیا تم تنہا ہو۔؟"

"ہاں۔ یہ رات تمہاری تھی۔ تم نے اسے قبول نہیں کیا۔ لیکن میں ایک دیانت دار دوکاندار
میں نے یہ رات کسی اور کو نہیں دی۔" فارعہ نے جواب دیا۔

"میں خود کو دھوکہ دینے میں ناکام رہا فارعہ۔ مجھے تمہاری ضرورت ہے۔ میں خود فریبی میں مبتلا
سکتا۔ میں ناکام ہو چکا ہوں۔" میں نے نڈھال آواز میں کہا۔ اور فارعہ نے میرا وزن زیادہ سے زیادہ
لے لیا۔ وہ مجھے سہارا دیئے ہوئے اندر لے گئی۔ چھوٹا سا خوبصورت ہٹ تھا۔ کمرے کا قالین میرے
ہوئے جوتوں سے خراب ہو رہا تھا' لیکن فارعہ اس کی طرف متوجہ نہیں ہوئی۔ اس نے میرے شانوں
ڈال کر مجھے ایک کرسی پر بٹھا دیا پھر اس نے میرے کوٹ کے بٹن کھولے اور اسے اتار کر سٹینڈ پر لٹکا
کے بعد وہ میرے قدموں کے نزدیک بیٹھ گئی اور میرے جوتوں کے بند کھولنے لگی۔

"فارعہ۔!" میں نے پاؤں سکوڑ کر ہلکا سا احتجاج کیا۔

"اوں ہوں۔" اس نے محبت سے میرے پاؤں پھر آگے کیئے۔ جوتوں کے بند کھول کر اس نے
پھر موزے اتارے۔ اور انہیں ایک طرف رکھ دیا۔ "قمیص بھی اتار دو' اور پتلون بھی۔ میں تمہیں
ہوں۔" اس نے کہا۔ اور پھر ایک الماری سے سفید رنگ کی ریشمی چادر نکال لائی۔ پہلے اس نے میرا
کے بٹن کھولے اور پھر قمیص اتار کر چادر میرے شانوں پر ڈال دی۔ میں نے چادر سنبھال کر پتلون
اور وہ تمام کپڑے لے کر باہر چلی گئی۔ میں نے ایک گہری سانس لی۔ دل ہی دل میں اپنی اداکاری
تھا۔ میں اسے متاثر کرنے میں کامیاب ہو گیا تھا۔

وہ خاصی دیر میں آئی۔ اور جب آئی تو اس کے ہاتھوں میں ایک ٹرے تھی' جس میں عمدہ قسم کی
اور گلاس رکھے ہوئے تھے۔ اس نے ایک گلاس میں زیادہ اور دوسرے میں کم شراب انڈیلی اور
نزدیک آ گئی اور پھر اس نے زیادہ شراب والا گلاس میری طرف بڑھا دیا۔

"لو۔ تمہیں اس کی ضرورت ہے۔"

"ہاں فارعہ۔ میں خود کو بھول جانا چاہتا ہوں۔" میں نے دکھی آواز میں کہا۔ اتنی دیر میں' میں
سوچ چکا تھا۔ میں نے گلاس خالی کر دیا اور اس نے ناپ کر پھر تھوڑی سی شراب میرے گلاس میں
دی۔

"آہستہ آہستہ پیو۔" اس نے کہا۔ اور میں نے گردن ہلا دی۔ وہ گہری نگاہوں سے مجھے دیکھ رہی
پھر وہ آہستہ سے بولی۔ "دلوں کا غبار نکال دینے سے غم ہلکا ہو جاتا ہے۔ میں تمہاری کوئی نہیں
تمہارے لئے اجنبی ہوں' لیکن' تمہاری دشمن نہیں ہوں۔ تمہاری کسی کمزوری سے کبھی فائدہ

ش نہیں کروں گی۔ مجھے دل کا حال سنا دو۔ مجھے دل کا راز بتا دو۔"

"تم بے حد مہربان ہو فارعہ۔ میں تمہارا شکر گزار ہوں۔ مجھے اور شراب دو۔" اور اس نے ناپ کر
وڑی سی شراب میرے گلاس میں انڈیل دی میں نے اس میں سے ایک ہلکی سی چسکی لی۔ اور پھر ہونٹ
ے ہوئے بولا۔ "ایک عام سی کہانی ہے فارعہ۔ تم پر کوئی تاثر نہیں چھوڑے گی۔ وطن والوں کے ہاتھوں
ہو گیا ہوں۔ لوگوں نے میرے وجود کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیا تھا۔ گھر میں میرے لئے کوئی گنجائش
تھی۔ بہن بھائی سب مجھے بری نگاہوں سے دیکھتے تھے۔ یہاں تک کہ اس نے بھی منہ موڑ لیا' جس کی
رگوں میں زندگی برقرار رکھے ہوئے تھی۔ وہ بھی دوسروں کے ساتھ مل کر بیدرد بن گئی اور جب زندہ
کا کوئی سہارا نہ رہا۔ تو زندگی سے منہ موڑنے کا فیصلہ کیا۔ بزدلی نے باز رکھا تو وطن چھوڑ دیا۔ سکون کی
میں بھٹک رہا ہوں۔ لیکن' سمندر کی آغوش بھی مجھے قبول کرنے کے لئے تیار نہیں ہے۔"

"اوہ۔" فارعہ ہمدردانہ نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگی۔ چند ساعت کچھ سوچتی رہی۔ پھر چونک کر بولی۔ "
تو تم نے سمندر میں گھس کر خودکشی کرنے کی کوشش کی تھی۔؟"

"بہانہ مذاق اڑا رہا تھا۔ اور کچھ نہیں۔"

"اگر تم اتنے دکھی تھے۔ تو تمہیں میری دعوت قبول کر لینا چاہئے تھی۔" فارعہ نے کہا۔

"کیا کرنا چاہئے۔ اس کا صحیح فیصلہ میں آج تک نہیں کر سکا ہوں فارعہ۔ مجھے اور شراب دو۔"

"اب نہیں میری زندگی۔ اب نہیں۔ زیادہ ہو جائے گی۔!" اس نے پیار بھرے انداز میں کہا۔ خود اس
ل تک صرف ایک پیگ لیا تھا اور پھر اس نے بہ آہستگی گلاس میرے ہاتھ سے لے کر رکھ دیا۔ "میں
نصیحت تو نہیں کر سکتی میری روح۔ لیکن غموں کو بھول جانا اچھا ہوتا ہے۔ کوشش کرو کہ انہیں اپنے
سے نوچ پھینکو جو تمہاری زندگی کے درپے ہیں۔ تم انہیں کیوں یاد کرتے ہو جو تمہاری پرواہ نہیں
۔ آؤ۔ میری آغوش تمہارے لئے کھلی ہے۔ دیکھو میں تمہاری ہوں۔" اس نے مجھے سینے سے بھینچ
یا کے جوان جسم کی خوشبو میرے ذہن کے سرور کو دوبالا کرنے لگی۔ اس کا حسین انداز درحقیقت مجھے
ش رہا تھا۔

"فارعہ۔!" میں نے اس کے لباس کی طرف ہاتھ بڑھائے۔ اس نے لباس اتارنے میں میری بھرپور مدد
پھر وہ بھی میری چادر میں آ گھسی۔ لیکن چادر ہمارے جسموں کو ڈھانپنے میں ناکام تھی۔ ہم دونوں ایک
ں نہیں سما سکتے تھے' چنانچہ اس نے روشنی گل کر کے تاریکی کی چادر اوڑھ لی۔ چھوٹی چادر اتار پھینکی
اس کی انتہائی کوشش تھی کہ مجھے زیادہ سے زیادہ سکون دے اور میں کسی ننھے منے بچے کی طرح اس
بت پر عمل کر رہا تھا۔!

اور یہ رات بھی میرے تجربات میں ایک اضافہ تھی۔ میں نے عورت کا ایک اور روپ دیکھا تھا۔ بلاشبہ
ا کھیل نہیں ہے۔ اس سے لطف اندوز ہونے کے نئے نئے انداز ہیں۔ اس کے پاس صرف جذباتی
ا منگیں ہیں۔ اگر یہ مائل ہو تو ذہن کو بھی وہ سکون بخشتی ہے جو کسی قیمت پر نہیں مل سکتا۔ فارعہ ایک
لڑکی تھی۔ لیکن کون جانے وہ کون تھی' کون جانے اس کے دردمند دل میں کون کون سے طوفان چھپے
تھے؟ ایک لمحے کے لئے ضمیر بھاگا۔ اس محبت بھری لڑکی کو فریب دینے پر ملامت کی۔ لیکن میں اپنے
ناسے خوب واقف تھا۔ یہ مجھے ہمیشہ غلط راستوں پر ڈالنے کی کوشش کرتا تھا۔ چنانچہ میں اس سے

ہوشیار رہتا تھا۔ اسکی جو طلب ہوتی' میں اس کے خلاف کرتا اور میں جانتا تھا کہ اسی میں زندگی ہے اس دشمن کو معلوم تھا کہ اس کے قتل میں میرا ہاتھ نہیں ہے۔ اسے قتل کرنے کی کوشش تو دنیا نے پھر جب یہ دنیا سے نہیں نپٹ سکتا تو مجھے کیوں پریشان کرتا ہے۔؟

چنانچہ فارعہ کے سوال پر بھی میں نے اسے ایک زوردار تھپکی دی۔ احمق کہیں کا۔ ہمیشہ الٹے دیتا ہے۔ ہربنس ایک مجرم سہی' پولیس کو اس کی تلاش ہے۔ لیکن کسی بھی ملک کا قانون' کسی عام ہاتھوں' کسی بھی مجرم کو سزا دینے کی اجازت نہیں دے سکتا۔ میری حیثیت ایک قاتل کی ہے اگر میرے بارے میں معلوم ہو جائے تو اس پر فرض عائد ہوتا ہے کہ وہ پولیس کو اطلاع دے۔ اگر پہلوتہی کرے۔ تو پھر وہ بھی مجرم کی ساتھی۔! یہ راز راز ہی رہنا چاہئے۔ میں نے سختی سے ضمیر کی اور فارعہ کی طرف دیکھا' جس کا خوبصورت بدن تاریکی میں روشنی کر رہا تھا۔ اس کے نقوش پکار زندگی کا اعلان کر رہے تھے۔ ایک بار پھر جذبات میں ڈوب کر میں نے اسے اپنی آغوش میں گھسیٹ اس وقت بھی میری ساتھی تھی اور اس نے اس وقت تک گرمجوشی سے منہ نہ موڑا۔ جب تک نیند سو نہ گیا۔ خوب گہری نیند تھی...؟

دن چڑھے آنکھ کھلی۔ ایک لمحے کے لئے تو ماحول کا کوئی احساس نہ رہا۔ لیکن دوسرے لمحے یاد آ گئی۔ فارعہ یاد آ گئی۔ اس کا بیڈ روم تھا۔ وہ موجود نہیں تھی۔ میں جلدی سے اٹھا اور چادر جسم گئی۔ دوسرے لمحے میں نے چادر سنبھال لی۔ اور دروازے تک آیا۔!

کچن سے گوشت بھننے کی خوشبو آ رہی تھی۔ میں نے سکون کی سانس لی۔ وہ پولیس کو میری اطلاع دینے نہیں' ناشتہ تیار کرنے گئی تھی نہ جانے صبح کس وقت وہ میرے نزدیک سے اٹھ کر گھریلو پن ہے اس لڑکی میں۔ اگر باقاعدہ زندگی رکھتی تو اپنے شوہر کے لئے نعمت ہوتی۔

میں باتھ روم کی طرف بڑھ گیا۔ لیکن غسل کرتے ہوئے مجھے لباس کا خیال آیا۔ میں نے لباس نہیں تھا۔ بہرحال یہاں میرے اور فارعہ کے علاوہ کون ہے۔؟ میں نے غسل کیا۔ اور پھر چادر لپیٹ آیا۔ لیکن کمرے میں فارعہ موجود تھی۔ اور اس کے ہاتھوں میں میرا پریس کیا ہوا سوٹ تھا۔

"ارے۔" میں چونک پڑا۔ میرا کوٹ بڑی اہمیت کا حامل تھا۔ رات کی تاریکی میں' اور سمندر سے میں نے خون کے دھبے دھوئے تھے۔ نہ جانے وہ پوری طرح صاف بھی ہوئے ہوں گے یا نہیں کارد عمل میں نے فارعہ کے چہرے پر دیکھا!

لیکن اس کے چہرے پر کوئی خاص بات نہیں تھی۔ اس کا مطلب ہے کہ سب ٹھیک ہے تکلیف کیوں کی فارعہ۔؟" میں نے معذرت آمیز انداز میں کہا۔

یہ میں جانتی ہوں۔ "تمہیں نہیں بتاؤں گی۔" آؤ ناشتہ تیار ہے۔" اس نے میرا ہاتھ پکڑا اور ہم ہٹ کے دوسرے کمرے میں پہنچ گئے جہاں ایک چھوٹی سی ڈائننگ ٹیبل پر ناشتہ لگا ہوا تھا پہلے میرے لئے کرسی گھسیٹی اور میرے بیٹھ جانے کے بعد خود دوسری کرسی گھسیٹ کر بیٹھ گئی خاموشی سے ناشتہ شروع کر دیا۔ فارعہ بالکل خاموش تھی البتہ وہ خاص خاص ڈشیں میری طرف تھی۔ تھوڑی دیر کے بعد ہم ناشتے سے فارغ ہو گئے۔

"اب کیا پروگرام ہے فارعہ۔؟" میں نے پوچھا۔

"میری خواہش ہے تم چند روز میرے ساتھ قیام کرو۔ میں تمہاری زندگی بھر کی ساتھی تو نہیں بن سکتی' چند روز کی ساتھی سہی۔ میں کوشش کروں گی کہ تمہارے ذہن سے اداسی کی تہیں کھرچ دوں۔ تمہیں دنیا کی اصل شکل دکھا دوں تاکہ تم حالات سے متاثر نہ ہوا کرو۔ یہ دنیا صرف اپنے لئے جیتی ہے۔ اسے دوسروں کی زندگی سے کوئی دلچسپی نہیں ہوتی۔ تم بھی اپنے لئے جیو۔ دوسروں کے لئے جان کھونے سے کیا حاصل۔!"

"تم ٹھیک کہتی ہو فارعہ۔ بس کبھی کبھی درد شدید ہو جاتا ہے۔ ٹیسیں تیز ہو جاتی ہیں تو عقل و ہوش کھو بیٹھتا ہوں۔ ورنہ اس دنیا سے خوب واقف ہوں۔"

"ماضی کا ہر نقش ذہن سے مٹا دو۔ بھول جاؤ کہ کچھ لوگ تمہاری زندگی سے منسلک تھے۔ اس کے بعد کوئی غم نہیں رہے گا!"

"میں کوشش کروں گا فارعہ۔ لیکن اب میں یہاں سے جانا چاہتا ہوں۔"

فارعہ میری شکل دیکھتی رہی۔ پھر سپاٹ لہجے میں بولی۔ "اگر تم خود کو بہتر محسوس کرتے ہو تو میں تمہیں نہیں روکوں گی۔ میری اور تمہاری منزل الگ الگ ہے۔ میں تمہارے قدموں سے قدم نہیں ملا سکتی۔ خدا حافظ۔!"

"ناراض ہو گئیں فارعہ۔؟"

"ہرگز نہیں۔ بالکل نہیں۔ میں نے صرف ایک حقیقت کہی ہے۔"

"خدا حافظ فارعہ۔؟" میں نے جیب میں ہاتھ ڈالا۔ میری جیب میں بہت سے نوٹ موجود تھے۔ اور ان میں وہ نوٹ بھی شامل تھے جو کل ہوٹل میں' میں نے فارعہ کو دیئے تھے۔

"یہ کیا فارعہ۔؟" میں نے تعجب سے پوچھا۔

"بس کچھ نہیں۔ میں نے تمہیں گاہک نہیں' دوست سمجھا ہے۔"

"شکریہ فارعہ۔ میں تمہیں بحیثیت دوست ہمیشہ یاد رکھوں گا۔!" میں نے کہا اور فارعہ نے گردن ہلا دی۔ تب میں نے جیب سے سارے نوٹ نکالے اور اس کے پیروں کے نزدیک رکھتے ہوئے کہا۔ "یہ ایک دوست کی گزارش ہے۔"

"یہ کیا۔؟" فارعہ چونک پڑی۔

"میں نے تمہاری دوستی قبول کر لی فارعہ۔ تم ایک دوست کا تحفہ نہ ٹھکراؤ۔" میں نے ملتجی لہجے میں کہا۔

"سنو۔ سنو تو۔ سنو تو۔" فارعہ کی آواز لڑکھڑائی ہوئی تھی' لیکن میں تیزی سے باہر نکل آیا۔ دولت اس کی ضرورت تھی۔ میرا کیا تھا' جتنی چاہتا حاصل کر لیتا۔ یہ تھوڑی سی رقم اس کے کسی کام آ جائے گی۔ اس کی چند ضرورتیں پوری ہو جائیں گی۔ میرے پاس اسٹیمر کا اور پھر ٹیکسی کا کرایہ موجود تھا۔ فی الحال مجھے اس کے علاوہ اور کچھ نہیں چاہیے تھا۔ چنانچہ میں پیدل ساحل کی طرف چل پڑا۔ لیکن تھوڑی ہی دور چل کر مجھے ٹھٹھکنا پڑا۔ پولیس کے سپاہی چپے چپے پر موجود تھے۔ وہ لوگوں کی نگرانی کر رہے تھے۔ اکثر کبھی سیاحوں کو' کبھی دوسرے مشتبہ لوگوں کو روک کر وہ ان سے سوالات بھی کر لیتے تھے اور میں اسکی وجہ بخوبی جانتا تھا۔! ہربنس کے قتل کا راز کھل گیا تھا یقیناً" متولی نے اس دوہرے قتل کی اطلاع اسی وقت پولیس کو دے دی

ہوگی' جب وہ کسی نہ کسی طرح دروازہ کھولنے میں کامیاب ہوا ہوگا۔

لیکن ظاہر ہے پولیس قاتل کا تعین نہیں کر سکی ہوگی۔ جزیرہ تو سیاحوں کی جنت ہے' کسی ایک بارے میں وثوق سے کیا کہا جاسکتا ہے۔ شکر ہے میرے لباس کی حالت مشکوک نہیں تھی' اور اس سلسلے میں فارعہ کا شکر گزار تھا۔ میرا خیال ہے' میری خاندانی شرافت کے کچھ نقوش آج تک میرے چہرے پر ہیں۔ ایک نگاہ میں کوئی میری صورت سے یہ اندازہ نہیں لگا سکتا کہ میں کبھی ایک خطرناک جرائم پیشہ بن چکا ہوں۔ یہ باپ دادا کی نیکیاں تھیں جو چہرے سے چپکی رہ گئی تھیں' ورنہ میں خود کو ان نقوش کا اہل نہ سمجھتا۔

بہرحال۔ پولیس کے سپاہیوں نے مجھے روکنے کی کوشش نہیں کی۔ پولیس اس جگہ بھی موجود تھی جہاں لوگ اسٹیمر پر سوار ہو رہے تھے۔ میں نے بھی اسٹیمر میں قدم رکھ دیا۔ اور شکر ہے اس اسٹیمر میں اترنے میں آخری آدمی تھا۔ جگہ پر ہو چکی تھی' چنانچہ اسٹیمر نے بھونپو بجایا اور پھر ساحل چھوڑ دیا۔

میں نے آنکھیں بند کر کے سکون کی سانس لی تھی۔ شہزادوں کے جزیرے سے نکلنے کے بعد اب خطرہ نہ ہونے کے برابر رہ گیا تھا۔ اسٹیمر فاصلے طے کرتا رہا۔ اور پھر ساحل پر پہنچ گیا۔ میں نے ایک ٹیکسی روکی اور اپنے ہوٹل کی طرف چل پڑا۔ اور اب میرے دل میں سرور کی لہریں گردش کر رہی تھیں۔ میں نے اپنا کام پورا کر دیا تھا۔ ہربنس میرے ہاتھوں موت کے گھاٹ اتر گیا تھا۔ ہاں اس کامیابی میں' میں بھدے نقوش والی نریما کو نہ بھول سکوں گا۔ جس نے اپنی زندگی دے کر مجھے کامیابی سے روشناس کرایا تھا۔ اس کے لئے میرا دل کڑھتا تھا۔! میری نیند تو پوری ہو چکی تھی۔ کوئی کسل بھی نہیں تھی۔ چنانچہ میں ایک آرام کرسی میں دراز ہو کر آئندہ کے پروگرام بنانے لگا۔ مغرور ہربنس نے مجھے چیونٹی سمجھا تھا۔ لیکن میں اس کے لئے پہاڑ ثابت ہوا تھا۔! بظاہر اب میرے لئے استنبول میں کوئی کام نہیں تھا۔ یہاں بہت سے حادثات رونما ہوئے تھے۔ کیگارو اور سارڈی بہرحال میرے ہمدرد' میرے دوست تھے' ان کی موت' نریما کی موت اور پھر ہربنس کی موت اس لحاظ سے استنبول خاصی خطرناک جگہ ثابت ہوئی تھی۔!

لیکن غلام سیٹھ کو یقیناً" میری کوشش پسند آئے گی جو کچھ بھی ہو رہا تھا اور جس انداز میں ہو رہا تھا بہرحال یہ سب کچھ غلام سیٹھ کے لئے بہت سود مند تھا۔ میں نے فیصلہ کیا کہ اب خود کو یوسف کمالی کے سپرد کردوں۔ میرا ذاتی کام اب کوئی نہیں رہ گیا تھا۔ میں نے بیرے کو بلا کر صبح کے اخبارات طلب کئے۔!

لیکن نیوز سروس اتنی کو ئیک نہیں تھی کہ ہربنس کی موت کی خبر صبح کے اخبارات میں چھپ جاتی۔ اخبارات میں ایسی کوئی خبر نہیں ملی۔! تب میں اپنی جگہ سے اٹھ کر باہر نکل آیا۔ سامان وغیرہ میں نے رہنے دیا تھا۔ یوں بھی ساڑھے گیارہ بج چکے تھے۔ گولڈن اسٹورز کھل چکا ہوگا۔!

ہوٹل سے باہر آکر میں نے ٹیکسی لی اور گولڈن اسٹورز کی طرف چل پڑا تھوڑی دیر کے بعد میں گولڈن اسٹورز میں داخل ہو رہا تھا۔ یوسف کمالی کی کار باہر ہی کھڑی ہوئی تھی۔ چپراسی چونکہ پہلے بھی ایکبار مجھے دیکھ چکا تھا' اس لئے اس نے جلدی سے میرے لئے دروازہ کھولدیا۔

اندر یوسف کمالی کچھ کاغذات الٹ پلٹ رہا تھا۔ میرے قدموں کی چاپ سنکر اس نے گردن اٹھائی اور مجھے دیکھ کر جلدی سے کھڑا ہوگیا۔ اس کے چہرے پر زبردست گرمجوشی کے آثار پھیل گئے تھے۔ اور اس نے دونوں ہاتھ پھیلا کر میری طرف لپکا۔! "ذاتی طور پر میں آپ کا بہت بڑا مداح ہوں مسٹر نواز۔ اس لئے

سے مصافحہ نہیں معانقہ کروں گا۔" اس نے کہا اور مجھے کھینچ کر سینے سے لگالیا۔ "میں نے بمشکل تمام خود کو روکا ہے۔ ورنہ درجنوں بار خواہش ہوئی کہ آپ سے ملاقات کروں۔ آیئے تشریف رکھیئے۔ آیئے۔" اس نے خود ہی میرے لئے کرسی گھسیٹی اور میں بیٹھ گیا۔

"کیا پسند کریں گے آپ۔؟"

"جو پلادیں۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"اوہ۔ میں آپ کو اناناس کی چائے پلواتا ہوں۔" یوسف کمالی نے کہا اور گھنٹی بجا کر اردلی کو بلایا۔ پھر اسے ہدایات دے کر میری طرف متوجہ ہوگیا۔

"خدا کی پناہ آپ نے جس انداز میں ہربنس کو تباہ کیا ہے' میں مقامی باشندہ ہونے کے باوجود' اور اس کے باوجود کہ یہاں میرے ساتھ کچھ خطرناک لوگ بھی موجود ہیں۔ آج تک یہ جراءت نہیں کر سکا تھا۔"

"مجھے تو کوئی خاص دقت نہیں ہوئی تھی۔!" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"ہاں۔ نہ تو مجھے۔ اور نہ ہی ہربنس کو آپ کے بارے میں اندازہ تھا۔ غلط اندازے کی بنیاد پر وہ پھنس گیا۔ طاقت کا صحیح اندازہ لگانا ضروری ہے۔ لیکن ایک بات میرے ذہن میں الجھ رہی ہے۔"

"کیا۔؟"

"وہ یہی جوڑا کون تھا۔ بڑے طویل القامت اور تندرست تھے۔ میں نے ان کی لاشوں کی تصویریں دیکھی ہیں۔؟"

"کیگارو اور سارڈی۔" میں نے کہا۔

"ہاں۔ یہی نام تھے ان کے۔ لیکن۔"

"وہ میرے مددگار تھے۔ بے چارے میری وجہ سے مارے گئے۔ اصل میں میرے اپنے ذرائع تو ہیں نہیں۔ یونہی کچھ لوگ پھنس جاتے ہیں۔ لیکن مجھے ان کی موت کا رنج ہوا ہے۔"

"غلام سیٹھ کو اطلاع دے دی گئی ہے۔"

"کوئی جواب ملا۔؟"

"ابھی تک نہیں۔ میں بھی انتظار میں ہوں۔ لیکن ہربنس سے آپ کا کہاں ٹکراؤ ہوا تھا؟"

"انقرہ میں۔"

"کیا اس نے براہ راست آپ سے بات کی تھی۔؟"

"نہیں۔ لیکن اس کے آدمیوں نے مجھے اسی طرح تلاش کیا تھا' جیسے میں حقیر چوہا ہوں اور آسانی سے مار لیا جاؤں گا۔ سلیمان بے خوفزدہ ہوگیا تھا۔ اس کا خیال تھا کہ ہربنس مقامی طور پر بہت طاقتور ہے۔ حکام اس کے قبضے میں ہیں۔ اس لئے وہ میرے لئے خطرناک ثابت ہو سکتا تھا۔ ظاہر ہے بات میری ذات پر آگئی تھی اس لئے میں نے فیصلہ کیا کہ ہربنس کو خود اپنے ہاتھوں سے ہلاک کروں گا! اور کسی دوسرے کو تکلیف نہ دوں گا۔"

"ونڈر فل۔ بہرحال ہربنس اس سے زیادہ کیا ہلاک ہوگا۔ یہاں اس ملک کی بڑی ساکھ تھی۔ وہ ختم ہوگئی۔ اس کا پورا کاروبار تباہ ہوگیا۔ اور اب وہ چوہوں کی طرح بلوں میں گھستا پھر رہا ہے۔ ایک آدمی کی اس سے بڑی موت کیا ہو سکتی ہے۔ آج نہ سہی کل اسے گرفتار کر لیا جائے گا۔ نکاسی کے راستے تو بند کر دیئے

گئے ہیں۔ نہ بھی گرفتار ہو تو اس سے بڑے دکھ کی کیا بات ہو سکتی ہے کہ اب اس کی کوئی حیثیت نہ رہی۔"
"یہ بات نہیں ہے یوسف کمالی۔" میں نے ایک گہری سانس لے کر کہا۔ "میں نے تم سے کہا تھا
ہربنس نے میری اپنی حیثیت کو چیلنج کیا تھا۔ اس نے ایک بڑے اسمگلر کی حیثیت سے سوچا۔ اس نے تصور
کہ وہ یہاں ایک مضبوط حیثیت رکھتا ہے اور میں اس کے سامنے گردن تک نہیں اٹھا سکتا۔ تب میں
فیصلہ کر لیا کہ یہ دنیا اب ہربنس کے لئے موزوں نہیں ہے۔ اسے ہر قیمت پر مرنا چاہئے۔ اس کے کاروبار
تباہی تو ایک معمولی جھٹکا تھی۔ وہ وہیں پھنس گیا تھا۔ لیکن بہرحال وہاں سے کسی نہ کسی طرح بچ نکلا۔
میں اسے زیادہ دنوں تک نہیں چھوڑ سکتا تھا۔ وہ پولیس کی نگاہوں سے اوجھل تھا۔ لیکن میری نگاہوں
بچ کر کہاں جا سکتا تھا۔"

"کک۔ کیا مطلب۔؟" یوسف کمالی نے کپکپاتے ہوئے لہجے میں پوچھا۔

"میں نے اپنا کام ختم کر لیا ہے یوسف کمالی۔"

"کک۔ کیا مطلب۔؟"

"بھئی کام ختم کا مطلب ہے کہ ہربنس کا پتہ صاف۔ میں نے اسے تلاش کر کے قتل کر دیا۔" میں نے
اور یوسف کمالی اچھل پڑا۔

"کب۔؟ کہاں۔؟ کس طرح۔؟" اس نے بیک وقت تین سوال کئے۔

"کل رات۔ شہزادوں کے آخری جزیرے میں۔ متولی کے مکان پر۔" میں نے جواب دیا۔

"خ۔ خ۔ خدا کی پناہ۔"

"اس نے اپنی قومی حیثیت ختم کرا دی تھی یوسف کمالی۔"

"یعنی۔؟"

"داڑھی مونچھیں۔ اور سر کے بال۔ اس کی شکل بالکل بدل گئی ہے' ممکن ہے پولیس اس کی شناخت نہ کر سکی ہو۔ میرا خیال ہے ہمیں پولیس کی مدد کرنا چاہیے۔!"

یوسف کمالی آنکھیں اور منہ پھاڑے مجھے دیکھتا رہا۔ پھر اس نے ایک گہری سانس لی اور گردن جھٹکنے لگا۔ اس اثناء میں اردلی انناس کی چائے لے آیا۔ خاص انداز کی چائے تھی' جو مخصوص طریقے سے بنائی گئی تھی۔ مجھے بہت پسند آئی' اور میں کئی پیالیاں پی گیا۔ یوسف کمالی پر اب بھی سکتہ طاری تھا۔ وہ چائے پی رہا تھا لیکن بالکل خاموش تھا!

"تم کسی گہری سوچ میں ڈوب گئے یوسف کمالی۔؟"

"آپ کے اس زبردست کارنامے کے بارے میں سوچ رہا ہوں مسٹر نواز۔ لگتا ہے آپ غلام بیٹوں کی حیثیت بدل دیں گے۔ آپ نے اس کے راستے کے دو زبردست کانٹے جڑ سے اکھاڑ پھینکے ہیں۔"

میں نے اس کی بات کا کوئی جواب نہیں دیا۔ تب یوسف کمالی ہی بولا۔ "میرا خیال ہے اب آپ کا بلٹن میں قیام کرنے کا کوئی جواز نہیں ہے' کیا آپ میری میزبانی قبول کریں گے۔"

"ہاں۔ اب میزبانی قبول نہ کرنے کا بھی کوئی جواز نہیں ہے۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

یوسف کمالی نے انٹر کام آن کر دیا۔

"احمد۔!" اس نے اپنے مینیجر کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ "بلٹن ہوٹل۔ روم نمبر۔ روم نمبر۔؟" اس
نے سوالیہ نگاہوں سے میری طرف دیکھا۔

"بائیس!" میں نے جواب دیا۔

"روم نمبر بائیس سے مسٹر نواز کا سامان نکلوا لو۔ ہوٹل کا بل ادا کر دو۔ اور گولڈ پیلس کے فلیٹ میں ان کی رہائش کا انتظام کر دو۔!"

"او کے سر۔!" دوسری طرف سے جواب ملا۔ اور پھر اس نے انٹر کام کو آف کر کے ٹیلی فون کا ریسیور اٹھا لیا۔ اور کہیں اور کے نمبر ڈائل کرنے لگا! دوسری طرف سے فون ریسیو ہونے کے بعد اس نے کہا۔

"سمورا۔؟"

"بول رہی ہوں جناب۔"

"گولڈ پیلس کے فلیٹ پر پہنچ جاؤ۔ مسٹر نواز اصغر کا نام سنا ہے؟"

"جی ہاں۔!"

"وہ تمہارے مہمان ہیں۔"

"اوہ۔ ونڈر فل۔ میری خوش قسمتی ہے۔ جناب۔" نسوانی آواز صاف سنائی دے رہی تھی۔

"ایسے نہیں۔ بات جب ہے کہ مہمان تمہارے ساتھ خوش بھی رہیں۔"

"میں پوری پوری کوشش کروں گی جناب۔"

"او کے۔" یوسف کمالی نے کہا' اور پھر اس نے تیسرا فون ہوٹل بلٹن کو کیا تھا۔ جس میں اس کے مینیجر کو میرا سامان حوالے کرنے کے لئے کہا گیا تھا اس دوران میں خاموشی سے سگریٹ پھونکتا رہا تھا۔ یوسف کمالی نے ریسیور رکھ دیا۔ اور پھر میری طرف دیکھنے لگا۔

"استنبول کے شب و روز سمورا کے ساتھ اور خوشگوار ہو جائیں گے مسٹر نواز۔ تھوڑی دیر انتظار کر لیں' اس کے بعد فلیٹ چلیں گے جہاں آپ کا سامان پہنچ چکا ہو گا۔ تب آپ لباس وغیرہ تبدیل کر لیں۔ لنچ سمورا کے ساتھ کسی عمدہ سے ہوٹل میں لیں گے۔ اس کے بعد آپ سمورا کے حوالے۔"

میں نے گردن ہلا دی۔ میں ہربنس کے بارے میں جاننے کے لئے بے چین تھا' لیکن یوسف کمالی سے زیادہ بے چینی کا اظہار بھی نہیں کر سکتا تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد ہم فلیٹ کی طرف چل پڑے۔ کمالی اپنی چھوٹی سی خوبصورت کار خود ڈرائیو کر رہا تھا۔ گولڈ پیلس سنہرے رنگ کی ایک حسین عمارت کا نام تھا۔ بلاشبہ نام سے موزوں عمارت تھی۔ کشادہ فلیٹ تھے۔ فلیٹ نمبر بارہ یوسف کمالی کا تھا۔ اس کا دروازہ آٹومیٹک تھا۔ کمالی نے دروازے کی پلیٹ ہٹا کر دیکھا۔ کوئی اندر آ چکا تھا۔ یہ بھی خوبصورت سسٹم تھا۔ مجھے بہت پسند آیا۔ پھر اس نے بٹن دبایا' اور دروازہ کھل گیا۔ اگر کوئی اندر نہ موجود ہوتا تو پھر یہ دروازہ نہیں کھل سکتا تھا' دروازہ کھلنے کے ساتھ ہی اندر موجود شخص کو آنے والے کی خبر ہو جاتی تھی۔

شانوں سے ٹخنوں تک کے ایک خوبصورت ڈھیلے ڈھالے لباس میں ایک ترکی شہزادی نظر آئی' جو پر وقار انداز میں چلتی ہوئی ہماری طرف آ رہی تھی' اس کے ہونٹوں پر ایک پر مسرت مسکراہٹ تھی۔ ہمارے قریب پہنچ کر اس نے آنکھیں بند کر کے گردن خم کی۔

"مسٹر نواز اصغر۔" یوسف کمالی نے میرا تعارف کراتے ہوئے کہا اور پھر لڑکی کی طرف اشارہ کر کے بولا۔ "خانم سمورا۔!"

"میں نے بھی مسکراتے ہوئے گردن خم کردی اور سمورا کی مسکراہٹ اور گہری ہوگئی۔" "بڑی عظیم شخصیت سے متعارف ہو رہی ہوں۔ گمان بھی نہیں تھا کہ کبھی یہ مرتبہ بھی ملے گا۔" اس نے شیریں آواز میں کہا۔

"محبت ہے آپ کی۔ کہ آپ نے اتنی اہمیت دے دی ہے' ورنہ۔" میں جملہ ادھورا چھوڑ کر خاموش ہوگیا۔

"یہ بات نہیں ہے مسٹر نواز۔ در حقیقت آپ کی کہانیاں کچھ اس انداز سے کانوں میں پہنچی ہیں۔ کہ آپ ایک آفاقی حیثیت اختیار کر گئے ہیں۔ ہر مقامی کارکن ایکبار آپ کو دیکھنے کا خواہشمند ہے۔ مجھے معاف کریں' میں نے آپ کو دیکھا اور محسوس کیا کہ آپ کے اندر تو کوئی خاص بات نہیں ہے۔ آپ بالکل ہم جیسے ہیں۔" یوسف کمالی نے درمیان میں مداخلت کرتے ہوئے کہا۔ "لیکن چند ہی روز میں آپ نے جو گل کھلائے' ان سے اندازہ ہوا کہ آپ ہم جیسے نہیں ہیں۔" میں ہنسنے لگا۔ تب یوسف کمالی سمورا کی طرف مڑتے ہوئے بولا۔

"کیا تم اندازہ لگا سکتی ہو سمورا۔ کہ مسٹر نواز نے استنبول میں کیا طوفان برپا کیا ہے۔"

"جاننے کی خواہشمند ہوں۔" سمورا بولی۔

"اخبارات میں اس پراسرار مخبر کے بارے میں تمہیں معلوم ہے۔ جس نے ہربنس کی ریڑھ کی ہڈی توڑ دی ہے۔"

"ہاں۔ یہ مسٹر نواز کا زبردست کارنامہ ہے۔"

"اب۔ ہربنس کی گردن بھی توڑ دی گئی ہے۔"

"کیا مطلب۔؟" سمورا چونک کر بولی۔

"مطلب کے لئے انتظار کرنا پڑے گا۔ آؤ۔ اب لنچ کی تیاری کرو۔ ہم پیرولے میں لنچ کریں گے۔"

"مسٹر نواز کو اس فلیٹ سے تو روشناس کرادوں۔ انہیں ان کی خواب گاہ تو دکھادوں۔" سمورا بولی۔

"اس کی کیا ضرورت ہے مس سمورا۔ بس ایک مسہری اور بستر درکار ہوگا۔ ہم تو فقیر منش ہیں' جہاں جگہ مل رہی پڑ رہے۔" میں نے کہا۔

"تب پھر آئیے۔ لباس وغیرہ تو تبدیل کرلیں۔"

"سامان آگیا ہے۔؟" یوسف کمالی نے پوچھا۔

"ہاں۔ ابھی تھوڑی دیر قبل۔"

"آئیے۔" میں نے کہا اور سمورا میرے ساتھ چل پڑی۔ اس کی چال بہت دلکش تھی۔ سلک کے خوبصورت لبادے میں وہ بہت دلکش لگ رہی تھی۔

"آپ بے حد پرکشش ہیں مسٹر نواز۔ بہت کم لوگوں میں یہ بات ہوتی ہے کہ وہ دلکش بھی ہوں اور باکمال بھی۔"

"شکریہ سمورا۔ آپ ترکی کی باشندہ ہیں؟"

"یہیں۔ اسی استنبول میں پیدا ہوئی ہوں۔"

"خوب۔ آپ کا حسین پیکر سلطانوں کا عہد یاد دلاتا ہے۔ ایسا لگتا ہے کہ جیسے کوئی ترکی شہزادی ماضی کی

چادر اتار کر حال میں داخل ہوگئی ہو۔"

"شکریہ۔ آپ بدلے جلد چکا دینے کے عادی معلوم ہوتے ہیں۔"

"حقیقت چھپانے کا عادی نہیں ہوں۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ گفتگو کرتے ہوئے ہم ایک خوبصورت بیڈ روم میں داخل ہوگئے۔ ضرورت کی تمام چیزوں سے آراستہ تھا۔ ایک طرف باتھ روم منسلک تھا۔ ایک الماری میں میرا سامان بھی موجود تھا۔ سمورا نے لباس وغیرہ سلیقے سے ہینگروں میں لٹکا دیئے تھے۔ اس نے خود ہی میرے لیے لباس منتخب کیا اور اسے میرے حوالے کرتے ہوئے باتھ روم کی طرف اشارہ کیا۔ میں مسکراتا ہوا باتھ روم میں داخل ہوگیا۔ جہاں شیونگ کا سامان بھی موجود تھا۔ اور پھر جب لباس تبدیل کرکے میں باہر نکلا تو سمورا کو اسی کمرے میں پایا۔ وہ میرا انتظار کر رہی تھی۔

"ارے' آپ ابھی تک یہاں ہیں۔ میں سمجھا آپ کمالی کے پاس ہوں گی۔"

"میزبان میں آپ کی ہوں' کمالی کی نہیں۔" اس نے مسکراتے ہوئے کہا اور میں بھی مسکرا دیا۔ ہم دونوں نکل کر ڈرائنگ روم میں پہنچ گئے جہاں کمالی ایک رسالے کی ورق گردانی کر رہا تھا۔ ہم دونوں کو دیکھ کر اس نے رسالہ رکھ دیا اور پھر اٹھتے ہوئے بولا۔

"کیا آپ حضرات تیار ہیں۔؟"

"بالکل مسٹر کمالی۔"

"تب پھر آئیے۔" وہ کھڑا ہوتے ہوئے بولا۔ اور ہم فلیٹ سے اتر آئے۔ کمالی نے حسب معمول ڈرائیونگ سنبھال لی۔ میں اور سمورا عقبی سیٹ پر بیٹھ گئے تھے۔ کار اسٹارٹ ہو کر آگے بڑھ گئی۔ ایک بک اسٹال پر کار روک کر کمالی نے شام کے اخبارات خریدے اور انہیں دیکھ کر چونک پڑا۔ پھر وہ تیز قدموں سے کار کی طرف بڑھا۔

"مسٹر نواز۔ مسٹر نواز۔" اس نے کسی قدر کانپتی ہوئی آواز میں کہا اور دروازہ کھول کر اندر بیٹھ گیا۔ اس نے کئی اخبار خریدے تھے۔ جو اس نے ہم دونوں کو بھی تقسیم کئے خود بھی ایک اخبار دیکھنے لگا۔!

شام کے تقریباً تمام اخبارات میں ہربنس کی موت کی خبر چھپی تھی اس کی دونوں تصاویر بھی تھیں۔ ایک لاش کی۔ اور دوسری پہلے کی جس میں وہ ڈاڑھی مونچھوں کے ساتھ تھا۔ گویا پولیس نے ہربنس کو باآسانی پہچان لیا۔

اخبارات نے بڑی سنسنی خیز سرخیاں جمائی تھیں۔ میں اخبار کی خبر پڑھنے لگا۔! "پراسرار مخبر نے بالآخر ہربنس کو قتل کر دیا۔"

اسٹاف رپورٹر۔ شہزادوں کے آخری جزیرے پر بدنام زمانہ اسمگلر ہربنس کو قتل کر دیا گیا۔! ہربنس طویل عرصے سے ایک تاجر کی حیثیت سے حکام کی نگاہوں میں دھول جھونک رہا تھا۔ اس کا اصل کاروبار منشیات کی سمگلنگ تھا۔ اس نے استنبول اور دوسرے شہروں میں منشیات کے اڈے کھول رکھے تھے اور اعلیٰ پیمانے پر لوگوں کو منشیات کا عادی بنانے میں مصروف تھا۔ لیکن بالآخر اس کے گروہ میں پھوٹ پڑ گئی۔ ہل اسٹیشن رمپو کے ایک بنگلے میں ان میں آپس میں جنگ ہوئی' جس کے نتیجے میں کئی اسمگلر مارے گئے' پولیس کو اطلاع دینے والے نے فون پر بتایا تھا کہ وہ ہربنس کے گروہ سے کٹا ہوا ایک شخص ہے۔ مخبر کی اطلاع پر تمام اڈوں پر چھاپے مارے گئے اور زبردست کامیابی... حاصل ہوئی۔ لیکن ہربنس نکل گیا تھا۔ پولیس نے چاروں طرف

ناکہ بندی کردی تھی۔ لیکن ہربنس کا پتہ نہیں چل سکا۔ اس نے اپنے چہرے کے بال تراش کر صورت بدل لی تھی۔ شہزادوں کے آخری جزیرے کے متولی نے بتایا کہ ہربنس ایک سیاح کی حیثیت سے ایک لڑکی کے ساتھ ان کے پاس پہنچا' اور ان کے یہاں ٹھہرنے کی درخواست کی۔ متولی نے اسے اپنے ہاں جگہ دے دی۔ انہیں اس جوڑے پر کوئی شبہ نہیں ہوا تھا۔ لیکن گزشتہ رات تقریباً" ایک بجے اچانک متولی کی آنکھ کھل گئی۔ انہوں نے چیخ و پکار کی آوازیں سنیں' لیکن جب انہوں نے باہر نکلنے کی کوشش کی تو ناکام رہے۔ کسی نے دروازہ باہر سے بند کر دیا تھا۔ پھر وہ عقبی روشندان کے ذریعے بمشکل باہر نکلے۔ انہوں نے ہربنس کے کمرے میں دیکھا تو وہاں اس کی لاش موجود تھی۔ ہربنس کو چاقو سے ہلاک کیا گیا ہے۔ اسی کمرے میں ایک دوسری لاش موجود تھی جو ہربنس کی ساتھی لڑکی نریما کی لاش ہے۔ لیکن نریما کی گردن پر ہربنس کی انگلیوں کے نشانات پائے گئے ہیں جس سے یہ یقین ہو جاتا ہے کہ ہربنس نے خود گردن دبا کر نریما کو ہلاک کیا تھا۔ چالاک مخبر کے بارے میں پولیس کا خیال ہے کہ وہ کوئی انتہائی ہوشیار شخص ہے۔ اس نے پہلے بھی اپنی آواز یا انگلیوں کے نشانات نہیں چھوڑے تھے' اور اس بار بھی اس کے بارے میں کوئی نشان نہیں مل سکا۔ پولیس کو مخبر کی تلاش ہے' کیونکہ اس نے ہربنس کی گرفتاری' زندہ یا مردہ کے لئے انعام مقرر کرنے کا اعلان کیا ہے۔!"

میں نے پوری خبر پڑھ کر ایک گہری سانس لی۔ گویا تمام کام بخیر و خوبی ہو گیا۔ پولیس کو یہ اندازہ لگانے میں دشواری نہیں ہوئی کہ وہ ہربنس کی لاش ہے۔!

"پولیس نے بھی تمہاری مدح سرائی کی ہے نواز۔" یوسف کمالی نے خوش ہوتے ہوئے کہا۔

"کیا آپ اپنا انعام وصول کرنے نہیں جائیں گے مسٹر نواز۔؟" سمورا مسکراتے ہوئے بولی۔ اور پھر اچانک چونک کر کہنے لگی۔ "کار تو آگے بڑھائیے کمالی صاحب آپ تو خوشی میں کھانا بھول گئے۔"

"اوہ۔ ہاں۔ در حقیقت میں خوشی میں کھانا بھول گیا ہوں۔" یوسف کمالی نے مسکراتے ہوئے کار دوبارہ اسٹارٹ کر کے آگے بڑھا دی۔ ایک عمدہ سے ریستوران کے سامنے ہم کار سے اترے اور ریستوران میں داخل ہو گئے ویٹر کے آرڈر لے جانے تک ہم نے خاموشی اختیار رکھی۔ پھر لمبے چوڑے آرڈر کے سرو ہو جانے کے بعد ہم نے کھانا شروع کر دیا۔!

"اس لنچ کی اہمیت بہت بڑھ گئی ہے۔" کھانے کے دوران یوسف کمالی نے کہا۔

"کیوں۔؟" میں نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"اس میں آپ کی کامیابی کی خوشی بھی شامل ہو گئی ہے۔"

"اوہ۔" میں مسکرانے لگا۔

"اور کھانے کے بعد میں جلدی سے اجازت طلب کروں گا۔ کیونکہ میری ذمہ داریاں کچھ بڑھ گئی ہیں۔"

"یعنی۔؟"

"یعنی فوری طور پر یہ خبر باہر بھیجنی ہے۔ ہم غلام سیٹھ کو اس خوش خبری سے جلدی سے باخبر کریں گے۔ یہ ہمارے فرائض میں داخل ہے۔" یوسف کمالی نے کہا۔ کھانے کے بعد کافی پیتے ہوئے یوسف کمالی نے بل ادا کر دیا اور بالاخر اٹھتے ہوئے بولا۔ "سمورا۔ بہت خطرناک آدمی کو تمہارے حوالے کر رہا ہوں'

کوئی کوتاہی نہ ہونے پائے۔"

"آپ بے فکر رہیں مسٹر کمالی۔ میں خطرناک لوگوں کو سنبھالنا خوب جانتی ہوں۔"

"اور ہاں۔ یہ چابی رکھو۔ کار تمہارے استعمال میں رہے گی۔"

"او کے۔ تھینکیو۔" سمورا نے کہا۔ اور پھر یوسف کمالی خدا حافظ کہہ کر باہر نکل گیا۔ میں اور سمورا مسکراتے ہوئے کافی پینے لگے۔!

"معلوم کر سکتا ہوں مس سمورا۔ کہ آپ آج تک کتنے خطرناک آدمیوں کو سنبھال چکی ہیں۔"

"آپ کی زبان میں خطرناک کسے کہتے ہیں۔؟"

"جو خطرناک ہو۔" میں نے کہا۔

"ٹھیک ہے۔ بشرطیکہ وہ خطرناک ہو۔ اور آپ جیسے لوگوں کو میں دھن کا پکا سمجھتی ہوں۔ لفظ خطرناک دوسری حیثیت رکھتا ہے اور دھن کا پکا ہونا تو کوئی خطرناک بات نہیں ہے۔"

سمورا بڑی چالاکی سے میرا جواب گول کر گئی۔ اپنی دانست میں اس نے سوچا ہو گا کہ اس نے تیر مار لیا ہے۔ لیکن میری نگاہ میں ایسی لڑکیاں کوئی حیثیت نہیں رکھتی تھیں۔ میں انہیں پھونکوں میں اڑا سکتا تھا۔ بے چاری سمورا کی کیا حیثیت تھی۔ تاہم میں خاموش ہو گیا۔ اور پھر ہم نے کافی ختم کر لی۔

"کیا آپ تھکن محسوس کر رہے ہیں مسٹر نواز۔؟"

"کیسی تھکن؟"

"ذہنی تھکن۔ ظاہر ہے ہربنس کے سلسلے میں آپ نے سخت محنت کی ہے۔"

"اوہ۔ نہیں کوئی خاص محنت نہیں کی مس سمورا۔ نہ ہی میں کوئی خاص تھکن محسوس کر رہا ہوں۔"

"اگر ایسی بات ہے تو کوئی پروگرام بنائیں۔"

"ضرور۔!"

"اچھا' استنبول میں آپ نے کیا کیا دیکھا۔؟"

"باقاعدگی سے تو کچھ نہیں دیکھا۔"

"وقت زیادہ نہیں ہے۔ میں آج آپ کو ٹرکس آکیالوجیکل میوزیم دکھانے لے چلوں گی۔ پھر رات کو "میوازن" چلیں گے۔"

"میوازن کیا ہے۔؟"

"وہیں چل کر معلوم ہو تو بہتر ہے۔"

"ٹھیک ہے۔" میں نے ایک طویل سانس چھوڑتے ہوئے کہا۔ تھوڑی دیر کے بعد ہم وہاں سے اٹھ گئے۔ سمورا نے اسٹیرنگ سنبھال لیا اور میں اس کے نزدیک بیٹھ گیا۔ سمورا کے چہرے سے خوشی پھوٹ رہی تھی۔ شاید وہ میری معیت سے بہت خوش تھی۔

توپ کاپی سرائی کی فصیل کے اندر ہم نے ٹرکش آکیالوجیکل میوزیم دیکھا اس عمارت میں یونانی عہدہ کے نوادرات رکھے گئے ہیں۔ سکندر اعظم کا خالی تابوت اور اپالو کے اندر کے ستون آج تک یہاں موجود ہیں۔ مجھے قدیم نوادرات سے زیادہ دلچسپی نہیں تھی۔ لیکن سمورا نے کچھ اس طرح ان کی تاریخ بتائی کہ میں ان میں دلچسپی لینے لگا۔

"تم تو یہاں کے بارے میں بہت کچھ جانتی ہو۔ کیا استنبول کے عام افراد کو یہاں کی چیزوں کے
میں اتنا کچھ معلوم ہے۔؟" میں نے تعریفی انداز میں کہا۔

"اپنے وطن اور اس کی خصوصیات سے واقف ہونا تو سعادت ہے' غلام سیٹھ کی ملازمت میں آ
قبل میں گائڈ کے فرائض انجام دیتی تھی۔ غیر ملکی سیاحوں کو استنبول کے بارے میں بتاتے ہوئے مجھے
بھی ہوتی تھی' اور وہی میرا روزگار بھی تھا۔"

"اوہ۔ پھر تم اس گروہ میں کیسے داخل ہوئیں۔؟"

"لمبی کہانی ہے۔ یوں سمجھ لو۔ مجھے گروہ کے ایک نوجوان سے محبت ہوگئی۔ وہی مجھے یوسف ک
لے گیا اور یوسف کمالی نے مجھے میری صلاحیتوں کا جائزہ لیتے ہوئے مجھے رکھ لیا۔!"

"خوب۔ اور وہ نوجوان کہاں گیا۔؟"

"ایک مرتبہ پولیس نے مال پکڑ لیا تھا۔ اس نے مقابلہ کیا اور اسے گولی ماردی گئی۔!" سمورا
میں ہلکی سی تھرتھراہٹ آئی۔ لیکن وہ ایکدم سنبھل گئی۔ "اور یہ بہت پرانی بات ہے۔"

میں خاموش رہا۔ ہر سینے پر ایک زخم موجود ہے۔ کون ہے' جس کی زندگی صرف مسکراہٹ
چہروں پر دوڑتے ہوئے خون سے دھوکہ تو ہر آنکھ کھا سکتی ہے۔ دلوں تک نگاہ پہنچنا بہت مشکل ہے
تک نگاہ پہنچانا بھی مشکل کام ہے۔ گہرائیوں میں جھانکنا بیسود ہوتا ہے۔ اس سے کیا حاصل۔!

میوزیم سے نکلے تو وقت باقی تھا۔ "کیوں نہ لگے ہاتھوں لیونڈر کا مینار دیکھ لیا جائے۔" سمورا
پیش کی۔

"مجھے کیا اعتراض ہوسکتا ہے۔" میں نے شانے اچکاتے ہوئے کہا۔ ایکبار پھر ہم پل غلطہ کی
طے کر رہے تھے۔ پل کے نیچے پانی پر تیرتے ہوئے پلیٹ فارم پر ہم اس اسٹیمر کا انتظار کرنے لگے
باسفورس لے جاسکتا تھا۔ مختلف اسٹال سجے ہوئے تھے۔ جن پر رسالے مٹھائیاں' کباب۔ اور یہاں
خاص مچھلی "سوڈوفش" بک رہی تھی۔

تھوڑی دیر کے بعد اسٹیمر پلیٹ فارم سے آلگا۔ ملاحوں نے تختہ لگادیا۔ اور ہم تختے سے گزر کر
پہنچ گئے۔ دوسرے مسافر بھی ہمارے پیچھے آرہے تھے۔ تھوڑی دیر کے بعد اسٹیمر نے بھونپو بجایا
باسفورس میں تیرنے لگا! اردگرد بے حد چہل پہل تھی۔ متعدد اسٹیمر یورپ اور ایشیا کے پھیرے لگا
تھے۔ مچھیروں کی کشتیاں ڈول رہی تھیں اور پھر ہم اس چھوٹی سی خشک چٹان پر پہنچ گئے جس پر لیونڈ
کھڑا تھا۔

سمندر کے درمیان یہ مینار عجیب معلوم ہوتا تھا۔ میں نے سمورا سے اس کے بارے میں پوچھا
نے بتایا۔ "شہنشاہ کانسطنطائن اپنی خوبصورت بیٹی کو بے پناہ چاہتا تھا' لیکن پادریوں نے بتایا تھا کہ
بیٹی کی موت سانپ کے کاٹنے سے ہوگی' تب شہنشاہ نے اسے محفوظ رکھنے کے لئے یہ مینار بنایا اور
اس میں منتقل کردیا۔ شہزادی کی پوری دیکھ بھال ہو رہی تھی' لیکن ایک دن اس نے ایک تیرتی
سے انگوروں کی ایک ٹوکری خریدلی اور کالے انگوروں کے اندر چھپے ہوئے کالے ناگ نے اسے ڈ
سمورا نے ایک گہری سانس لے کر کہا اور میں دلچسپی سے مینار کی بلندی دیکھنے لگا۔!

☆ ☆ ☆

فلارنس نائیٹ اینگل ہسپتال اور پرانا محلسرا دیکھنے کے بعد سیرو تفریح سے دل بھر گیا۔ اور میں
نے سمورا سے واپسی کی فرمائش کی۔

"ضرور۔" وہ مسکراتے ہوئے بولی۔ "استنبول عظیم پس منظر۔۔۔۔ رکھتا ہے۔ لیکن اس کے لیے
ضروری ہے کہ اس پس منظر سے واقفیت حاصل ہو۔ یہاں سینکڑوں قدیم کہانیاں بکھری ہوئی ہیں۔ انسان کا
بہترین مشغلہ ہے کہ ان کہانیوں میں گم ہوجائے۔ عجیب ذہنی سرور حاصل ہوتا ہے۔" سمورا نے کہا۔

"ہاں' تاریخ دلکشی رکھتی ہے مس سمورا۔ لیکن ان لوگوں کے لیے جنہیں فرصت نصیب ہو۔ موجودہ
وقت تو نئی کہانیوں میں شامل ہونے کی دعوت دیتا ہے۔ اور یہ کہانیاں ہمیں خود میں گم کئے ہوئے ہیں۔" میں
نے جواب دیا۔

"ہاں۔۔۔۔ آپ کے عملی انسان ہونے سے کون انکار کرسکتا ہے مسٹر نواز۔" سمورا نے مسکراتے
ہوئے کہا۔

"ہیں۔۔۔۔ اور میرا عمل۔" میں نے ایک گہری سانس لی۔ "اس کے بارے میں' میں ہی بخوبی جانتا
ہوں مس سمورا۔ آیئے واپس چلیں۔"

"آیئے۔" سمورا نے میرے ہاتھ میں ہاتھ ڈالتے ہوئے کہا' اور میں اس کے نرم و نازک لمس' اس
کے جسم سے لپٹی ہوئی لطیف خوشبو سے لطف اندوز ہوتا ہوا واپس چل پڑا۔ اسٹیمر کے چھوٹے سے سفر سے
فارغ ہوکر ہم اپنی کار تک واپس آگئے۔ اور کار ہمیں گولڈن پیلس لے چلی۔ سیر کے دوران اتنا کھا پی چکے تھے
کہ مزید ضرورت نہ رہی تھی۔ سمورا کے استفسار پر میں نے اسے کھانے سے منع کردیا۔

رات ہوچکی تھی۔ سمورا نے فروٹ باسکٹ لاکر میرے سامنے رکھ دی اور پھر میرے سامنے ایک
صوفے پر دراز ہوگئی۔ میں نے ایک سیب چھیلتے ہوئے اس کی جانب دیکھا۔ وہ بھی میری طرف ہی دیکھ رہی
تھی' میں مسکرایا۔ اس کے ہونٹوں پر ایک عجیب سی مسکراہٹ پھیل گئی۔ اس مسکراہٹ میں ایک سوال

"آپ کچھ کہنا چاہتی ہیں مس سمورا؟"

"ہاں۔" اس نے جواب دیا۔

"تب تعرض کیسا؟"

"کچھ ایسے سوال ہوتے ہیں جن سے ہچکچاہٹ ہوتی ہے۔"

"کاروباری فرائض سے قطع نظر۔ کیا میں آپ کے لیے کوئی اہمیت رکھتا ہوں؟"

"ہاں۔ آپ انوکھے کردار کے مالک ہیں۔ آپ میں ایک انفرادیت محسوس ہوتی ہے۔"

"مثلاً؟"

"بے تکلفی۔ اور صاف گوئی کے لیے معذرت خواہ ہوں' جس لائن میں کام کر رہی ہوں' اس میں نیکی
پاکبازی کا اگر کوئی تصور ہے بھی' تو صرف دل کی گہرائیوں میں رہ سکتا ہے۔۔۔۔ اگر وہ تصور کبھی اجاگر
ہے تو لمحاتی پریشانی دے جاتا ہے' اور پھر اسے تھپک تھپک کر سلا دینا پڑتا ہے۔ کیونکہ اس کی زندگی میں
سے مسئلے الجھ جاتے ہیں اور ان کا کوئی دوسرا حل نہیں ہوتا۔ یہاں بھی میرا واسطہ گروہ کے بہت سے

لوگوں سے پڑتا ہے۔ اس فلیٹ میں' میں نے کچھ دوسرے لوگوں کی میزبانی بھی کی ہے۔ لیکن ہماری
لوگ' عموماً اختصار پسند ہوتے ہیں۔ اگر الفاظ کے غلاف استعمال نہ کئے جائیں تو یوں سمجھیں کہ
فطرت میں وحشت ہوتی ہے فنون لطیفہ یا تکلفات کی تہذیب سے انہیں کوئی سروکار نہیں ہوتا۔
راست اپنی ہر ضرورت کا اظہار کر دیتے ہیں ان کے علم میں یہ بات آجائے کہ ایک عورت ان کی
سے دور نہیں ہے۔ تو وہ ایک لمحہ ضائع کئے بغیر اظہار طلب کر دیتے ہیں۔ وغیرہ وغیرہ۔ ممکن ہے آپ
ہو کہ میں آپ کے لیے قابل حصول ہوں' لیکن سیر کے دوران آپ صرف ایک دوست رہے۔
آپ کے کسی انداز میں وحشت نہیں پائی۔ یہ چیز آپ کو دوسروں سے ممتاز کرتی ہے۔"

"شکریہ مس سمورا۔۔۔۔۔" میں نے گہری سانس لے کر کہا۔ "بہرحال کوئی انسان ضرور تو
نہیں ہوتا۔ لیکن بعض ضرورتیں ایسی ہوتی ہیں' جن میں دوسرے کی رغبت شامل ہو تبھی ٹھیک رہتا
ورنہ۔۔۔۔۔"

اور سمورا مسکرانے لگی۔ اس کی آنکھوں میں شوخی ابھر آئی تھی۔ چند منٹ وہ گردن جھکائے
رہی۔ پھر بولی۔ "پیتے ہیں مسٹر نواز؟"

"ہاں۔ پیتا ہوں۔" میں نے گہری سانس لے کر کہا۔

"تب میں انتظام کرتی ہوں۔" اس نے کہا اور اٹھ گئی۔ میں نے گہری نگاہوں سے اس کا جائزہ
نہایت موزوں و متناسب جسم کی مالک تھی میں لباس کے اندر پوشیدہ رعنائیوں کا تصور کرنے لگا اور
گئی۔ نہ جانے میری زندگی میں اس کا کیا نمبر تھا اور نمبر یاد رکھنے کی ضرورت بھی کیا تھی۔ میری زندگی
اپنی کب ہے۔ اور اب تو یہ سب سوچنا فضول ہے' حماقت ہے۔ گوشت اور ہڈیوں کا یہ ناکارہ ڈھیر
کیوں وجود میں آیا ہے۔ حالات کے سہارے اسے نہ جانے کہاں سے کہاں لے جاتے ہیں جسمانی ضرور
اس میں تحریک پیدا کرتی رہتی ہیں۔ اور پھر یہ ایک دن۔۔۔۔۔ خاموشی سے۔۔۔۔۔ خاموشی اپنا لیتا
بیکار۔۔۔۔۔ بکواس۔۔۔۔۔ زندگی کوئی چیز نہیں ہے۔ سانسوں کا کوئی وجود نہیں ہے' پودے ہیں
اگ آتے ہیں۔۔۔۔۔ فنا ہو جاتے ہیں۔

میں نے آنکھیں بند کر لیں۔۔۔۔۔ کیا میں ان فضول خیالات کو ذہن سے نکالنے میں کامیاب
ہوں؟ ہونا چاہیے۔ یہ ضروری ہے۔ نہ جانے سمورا کہاں گئی۔ یہ خیالات مجھے پریشان کر دیں گے
تنہائی سے خوف محسوس ہوتا ہے۔ میں تنہا نہیں رہنا چاہتا۔ میں گھبرا کر اٹھ گیا۔

اور پھر میں کمرے سے نکل آیا۔ مجھے سمورا کی تلاش تھی۔ میں خوفزدہ کر دینے والے خیالات
چھڑانا چاہتا تھا۔ چنانچہ میں نے تیزی سے کمروں میں جھانکا۔ اور۔ ایک کمرے میں سمورا نظر آگئی
نیا لباس تبدیل کرنے کے لیے۔ پرانا لباس اتار دیا تھا۔ وہ سائفن سے اپنے جسم پر سینٹ کی پھوار
تھی۔ اس نے سنہرے بال کھول دیئے تھے اور یہ بال اس کی سرخ و سفید پشت کے خم کو چھپانے
کوشش کر رہے تھے۔ اس کے ابھرے ہوئے کولہوں کا درمیانی خم بے حد حسین اور کشش انگیز تھا
کسا ہوا جسم سامنے سے آئینے میں نظر آرہا تھا۔

میں اندر داخل ہو گیا۔۔۔۔۔ اور وہ اچھل پڑی۔۔۔۔۔ دوسرے لمحے وہ جلدی سے کمرے
اس نے امداد طلب نگاہوں سے چاروں طرف دیکھا تھا۔ قریب ہی ایک چھوٹے سے تولیے کے علاوہ

نظر نہیں آیا۔ اس نے جلدی سے تولیہ اپنے زریں جسم پر ڈھانپ لیا۔ ایک ہاتھ سے تولیہ سنبھال کر اس نے
دوسرا ہاتھ اپنے سینے پر رکھ لیا۔

"سوری سمورا۔۔۔۔۔ میں۔۔۔۔۔ میں دوسرے انسانوں سے مختلف نہیں ہوں۔ تمہارا خیال
درست نہ تھا۔۔۔۔۔ تم فریب میں مبتلا تھیں۔ سب یکساں ہوتے ہیں' لوگوں نے خود بخود اپنی قسمیں مقرر
کر لی ہیں' حالانکہ سب کی قسم ایک ہی ہوتی ہے۔ میں تنہائی برداشت نہیں کر سکتا سمورا۔ مجھے تنہائی سے
خوف معلوم ہونے لگا تو۔۔۔۔۔ میں تمہیں تلاش کرتا ہوا یہاں نکل آیا۔" میں نے بھرائی ہوئی آواز میں
کہا۔ اور سمورا عجیب سی نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگی۔ چند ساعت دیکھتی رہی۔ پھر بولی۔

"بس میں آنے ہی والی تھی مسٹر نواز۔ تشریف رکھئے۔۔۔۔۔ میں لباس پہن لوں۔"

"لباس مت پہنو سمورا۔ پلیز۔ لباس مت پہنو۔" میں نے دیوانگی سے کہا۔ اور تھکے تھکے سے انداز
میں ایک صوفے پر بیٹھ گیا۔ سمورا مجھے دیکھتی رہی۔ پھر وہ تولیہ سے جسم کو چھپانے کی ناکام کوشش کرتے
ہوئے ایک طرف بڑھی' اور اس نے تیز روشنی آف کر دی۔ اندھیرا چھا گیا' لیکن تاریکی میں بھی سمورا کے
جسم کی چمک برقرار تھی۔ تب اس نے انتہائی گہرا نیلا بلب روشن کر دیا۔ کمرے میں گہری نیلی تاریکی پھیل گئی'
ہاں اسے مکمل روشنی نہیں کہا جا سکتا تھا۔ لیکن وہ آنکھوں کو بے حد بھلی معلوم ہو رہی تھی۔ تب اس نے
تولیہ جسم سے علیحدہ کر دیا۔ اس نے میری خواہش کا احترام کیا تھا۔

میں صوفے سے ٹک گیا۔ سمورا ایک الماری کی طرف بڑھی اور اسے کھول لیا۔ اس کی پشت میری
سمت تھی۔ سنہرے بال نیلاہٹ قبول کر چکے تھے۔ چمکدار جوان جسم پر نیلاہٹیں لوٹ رہی تھیں۔ اس رومان
انگیز منظر نے میرے ذہن کو بڑا سکون بخشا۔ سمورا نے شراب کی بوتلوں سے ایک ٹرالی سجائی۔ گلاس اور
سائفن رکھے' اور پھر ٹرالی ڈھکیلتی ہوئی میری طرف بڑھی۔ تھوڑی سی جھکی' ہونٹوں پر مسکراہٹ لیے وہ
میرے نزدیک آگئی۔ میں پسندیدہ نگاہوں سے اسے دیکھ رہا تھا۔ اس کے ہونٹوں پر بھی ایک نازک سی
مسکراہٹ تھی۔ نہ جانے کاروباری' یا پھر حقیقی۔

اور سچی بات تو یہ ہے کہ اب مجھے یہ سب کچھ جاننے کی حاجت بھی نہیں تھی۔ میرے اردگرد
بھنور ہٹ کے اتنے بھنور تھے کہ اب ان سے نکلنا اجنبی معلوم ہوتا تھا۔

سمورا نے گلاس پر کئے۔ اس وقت سچ مچ مدہوش ہونے کو دل چاہتا تھا۔ چنانچہ میں نے اسے پانی بھی نہ
ملانے دیا۔ اور گلاس خالی کر دیا۔ سمورا دلچسپ نگاہوں سے مجھے دیکھ رہی تھی۔ اس نے دوسری بار گلاس بھرا
اور میں نے اسے اٹھانے کی کوشش کی۔ لیکن سمورا نے اسے پیچھے کھینچ لیا تھا۔ "ڈارلنگ۔" اس نے ناز سے
کہا۔

"کیوں سمورا؟ پینے دو۔" اس نے کہا۔

"نہیں ڈارلنگ۔ ایسے نہیں۔ پانی ملاؤ۔ میں تمہارا ساتھ نہیں دے سکوں گی۔"

"مجھے گم ہونے دو سمورا۔ زخموں میں ٹیسیں اٹھ رہی ہیں۔" میں نے نڈھال انداز میں کہا۔

"زخم کہاں نہیں ہوتے ڈارلنگ۔ انہیں نظرانداز کر دو۔" اس نے میرے گلاس میں پانی ملاتے ہوئے
کہا اور پھر گلاس میرے ہاتھ میں تھما دیا۔

"ٹھیک کہا ہے تم نے سمورا۔ زخم کہاں نہیں ہوتے۔ اور۔ انہیں نظرانداز کر دینا ہی بہتر ہے۔ کیا تم

بھی زخمی ہو سمورا؟"

"زخم کہاں نہیں ہوتے نواز۔"

"کیا تم مجھے اپنے زخموں کی کہانی سناؤ گی؟"

"کچھ سنا چکی ہوں۔ کچھ باقی ہے۔ جانے دو' کہانیوں میں کیا رکھا ہے۔ مجھے دیکھو------- کیا میں تم شگفتہ نہیں نظر آتی۔ زخموں پر اتنی تہیں جما دو کہ مندمل معلوم ہوں۔ یہی بہتر ہے۔ مسکراتے رہو۔"

"میرے نزدیک آجاؤ سمورا۔ ہم اپنا درد ایک دوسرے میں گم کر دیں آؤ سمورا۔ اور نزدیک آجاؤ"

اور وہ میرے اور نزدیک آگئی! جام ٹکراتے رہے۔ دل ٹکراتے رہے' اور تھوڑی دیر کے بعد ہم اپنا اپنا بھول گئے۔

وجہ کچھ بھی ہو۔ دوسری صبح طبیعت پر بڑی شگفتگی تھی۔ سمورا میرے بستر پر موجود نہیں تھی۔ میرے جاگنے کے چند ہی لمحات کے بعد اس نے دروازے سے اندر جھانکا۔

"جاگ گئے حضور۔" وہ اندر آتے ہوئے بولی۔ بڑی نکھری نکھری تھی۔ سنہرے بال سینے پر پڑے خوبصورت فراک میں ملبوس تھی۔ میں اٹھ کر بیٹھ گیا۔

"باتھ روم۔" اس نے میرا ہاتھ پکڑ کر اٹھاتے ہوئے کہا۔

"تم ایسی صاف ستھری۔ ایسی نکھری نکھری لگ رہی ہو۔ کہ چاہنے کے باوجود۔ اپنے بازوؤں میں نہ لے سکتا' مبادا میلی نہ ہو جاؤ۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"شرمندہ کر رہے ہو۔" اس نے دونوں بازو پھیلائے اور مجھ سے لپٹ گئی۔ اس کی اس سپردگی اپنائیت نے بے خودی طاری کر دی اور میں نے اسے کس لیا۔

"باتھ روم۔" اس نے سر میں آواز لگائی۔ آنکھوں سے شوخی ٹپک رہی تھی۔

"بہتر ہے۔" میں نے سعادت مندی سے کہا' اور پھر باتھ روم میں چلا گیا------- میرا لباس تیار تھا شیونگ کا سامان موجود تھا۔ شیو کیا' غسل کیا۔ لباس تبدیل کیا' اور باہر نکل آیا۔ وہ ایک رسالے کی ورق گردانی کر رہی تھی "ارے۔ تم یہاں موجود ہو؟"

"ناشتہ تیار ہے------- آئیے۔" اس نے دروازے کی طرف رخ کر کے جھکتے ہوئے کہا اور مسکراتا ہوا اس کے ساتھ چل پڑا۔ دوسرے کمرے میں ڈائننگ ٹیبل پر ناشتہ موجود تھا۔ اس نے میرے کرسی کھینچی اور پھر خود بھی میرے سامنے بیٹھ گئی۔

"یہ سب تم نے تیار کیا ہے؟" میں نے بھری ہوئی میز دیکھتے ہوئے کہا۔

"ہاں------- اگر فرصت ملتی ہے تو عمدہ عمدہ چیزیں پکانا میرا محبوب مشغلہ ہے۔" اس نے مسکراتے ہوئے کہا اور پھر کسی قدر آزردہ لہجے میں بولی "اسی سے گھریلو زندگی کا کسی قدر لطف مل جاتا ہے۔"

"خوب------- پاکستانی کھانے پکانا جانتی ہو؟" میں نے پوچھا۔

"نہیں۔" اس نے شرمندگی سے گردن ہلائی۔

"میں پکانا سکھا سکتا ہوں۔" نہ جانے میں نے کس موڈ میں کہا۔ لیکن وہ خوش ہو گئی۔

"سچ۔ میں تمہاری بہت احسان مند ہوں گی۔"

"تب------- آج کا دن کچن میں گزاریں گے۔" میں نے کہا۔ اور پھر ہم دونوں خوشی خوشی ناشتہ کرنے لگے۔

"کیا تمہیں کھانے پکانے آتے ہیں؟" اس نے ناشتے کے دوران پوچھا۔

"نہیں۔"

"پھر؟" وہ پریشان ہو کر بولی۔

"پھر بھی میں پکاؤں گا۔ میں تمہیں اپنے دیس کا ایک کلاسیکی کھانا پکا کر کھلاؤں گا۔ لیکن ہمیں اس کے لیے بازار سے سامان خریدنا پڑے گا۔"

"ہاں۔ ہاں۔ ہم بازار چلیں گے۔ کیا کیا خریدنا پڑے گا؟"

"بس۔ بازار چل کر بتاؤں گا۔" میں نے جواب دیا۔ ناشتے کے بعد ہم بازار جانے کی تیاری کرنے لگے' اور پھر چل پڑے۔ سب سے پہلے میں سبزی مارکیٹ گیا۔ مارکیٹ میں سرسوں کا ساگ تلاش کرنے میں بہت دقت ہوئی------- صرف ایک جگہ دستیاب ہو سکا۔ یہاں بھی نہ جانے کس مقصد کے تحت مل گیا تھا۔ ساگ خریدنے کے بعد کچھ دوسری چیزیں خریدیں اور پھر میں نے سمورا کو مکئی کے آٹے کے بارے میں سمجھایا۔

"میرا خیال ہے وہ کسی بیکری سے مل جائے گا! بیکری والے کارن کیک بناتے ہیں۔" سمورا نے کہا------- اور ہم مکئی کے آٹے کی تلاش میں چل پڑے۔ کیا نعمت ہوتی ہے گھریلو قسم کی زندگی۔ اس کا اندازہ وہی لگا سکتے ہیں' جن سے میری طرح گھر چھن گیا ہو۔ وہ طویل عرصے تک دربدر رہے ہوں------- مکئی کا آٹا اور دوسرے لوازمات لے کر ہم فلیٹ واپس آگئے اور پھر کچن میں آکر میں سمورا کے ساتھ مل کر کام کرنے لگا! اس دوران میری الجھنیں منوں مٹی کے نیچے دفن ہو گئی تھیں------- ایک عجیب سی سرمستی' انوکھی خوشی محسوس ہو رہی تھی۔ دل بہت سی آرزوئیں کر رہا تھا۔ انوکھے خیالات پیدا ہو رہے تھے۔ سرسوں کا ساگ' پنجاب دیس کے سیدھے سادے لوگوں کی مانند سیدھی سادی ترکاری' جسے پکانے میں کوئی جتن نہیں کرنے پڑتے۔ میں نے بڑے اہتمام سے ساگ پکایا۔ پھر عجیب ڈیزائن کی روٹیاں پکائی گئیں۔ دوپہر کا کھانا تیار ہو گیا۔ اس کے بعد سمورا نے کچھ خصوصی ترکی ڈشز تیار کیں اور ہم لوگ لنچ کے وقت تک کچن میں مصروف رہے۔

"بس۔ اب تم چلو ڈیئر۔ میں کھانا لگانے کا انتظام کرتی ہوں۔" سمورا نے کہا۔ اس وقت دوسرے کمرے میں ٹیلی فون کی گھنٹی بجنے کی آواز سنائی دی۔

"اوہ------- کس کا فون ہے؟" سمورا نے کہا' اور میرے ساتھ دوسرے کمرے میں آگئی۔ فون کا ریسیور اٹھا کر اس نے "ہیلو" کہا۔ اور پھر اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ "بالکل ٹھیک ہیں مسٹر کمالی۔ جی ہاں------- جی ہاں نہ صرف گھر پر ہیں بلکہ ایک ضروری کام کرتے رہے ہیں۔ جی------- جی ہاں آج انہوں نے ایک کلاسیکی پاکستانی ڈش تیار کی ہے------- ہم دونوں صبح سے کچن میں مصروف تھے۔ ضرور۔ ضرور۔ میری اور نواز صاحب کی طرف سے آپ کی دعوت۔ مگر جلدی آئیے۔ سخت بھوک لگ رہی ہے۔

اس نے فون بند کر دیا۔ اور میری طرف دیکھ کر مسکرانے لگی۔ پھر بولی۔ "مسٹر کمالی تھے۔"

"میں سمجھ گیا۔"

"میں نے انہیں دعوت دے دی ہے۔"
"بہت اچھا کیا۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ اور پھر ہم منہ ہاتھ وغیرہ دھو کر کمالی کا انتظار کرنے لگے۔ یوسف کمالی نے پہنچنے میں دیر نہیں لگائی تھی۔ اس نے گرمجوشی سے مجھ سے ہاتھ ملاتے ہوئے کہا۔
"آپ کے چہرے سے اندازہ ہوتا ہے کہ سمورا فرض میزبانی کامیابی سے ادا کر رہی ہے۔"
"یقیناً۔" میں نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔
"جی نہیں مسٹر کمالی۔ بلکہ الٹی بات ہے۔ میں آپ کو بتا چکی ہوں کہ آج نواز صاحب نے کھانا [illegible]
ہے۔"
"ارے ہاں ——— یہ بھی لطیفہ ہے۔ نواز صاحب کی شخصیت کا ایک نیا پہلو ——— بھئی صورت سے تو یہ خطرناک کبھی نہیں معلوم ہوئے میں خود حیران تھا کہ اس خوبصورت نوجوان کے اندر سی شخصیت پوشیدہ ہے۔ عام حالات میں وہ صرف ایک نئی نسل کا نوجوان معلوم ہوتا ہے' لیکن ٹھاکر جیسے خرانٹ اور ہربنس جیسے خونخوار آدمی کو ٹھکانے لگانے والا۔ سمجھ میں نہیں آتا کونسی بات تسلیم کرلوں۔"
"یہ آپ پر منحصر ہے۔ بہرحال میں کھانا نکال رہی ہوں۔" سمورا نے اٹھتے ہوئے کہا۔
"ضرور۔ ضرور۔" یوسف کمالی نے کہا' اور سمورا باہر نکل گئی ——— یوسف کمالی مسکرائے لیکن وہ زیادہ بے تکلف نہ ہوسکا' اور اسی اثناء میں سمورا نے دروازے سے جھانکا۔
"تشریف لایئے۔ کھانا تیار ہے۔" اور ہم لوگ اٹھ گئے۔ یوسف کمالی اور سمورا نے سرسوں اور مکئی کی روٹی چکھی اور پھر میری طرف دیکھنے لگے۔
"بلاشبہ۔ انتہائی لذیذ۔ بڑا انوکھا پن ہے۔" یوسف کمالی نے کہا۔
"یہ میرے دیس کے غریب دیہاتیوں کی خوراک ہے۔ جہلم کے کنارے پر آباد گھرانوں میں یہ خوراک کھائی جاتی ہے۔ میں بھی اسی علاقے کا ایک غریب دیہاتی کسان ہوں۔" میرے دل میں ایک ہوک سی اٹھی۔ سرسوں کے کھیتوں سے ٹکرا کر آتی ہوئی ہوا اپنے دامن میں سرسوں کی خوشبو سمیٹے میرے پاس پہنچ گئی اور میری آنکھیں نیم وا ہوگئیں۔ ایک بار پھر دریائے جہلم میرے ذہن میں شور مچانے لگا۔
"پنجاب کے جیالے یہ غذا کھاتے ہیں۔ تب تو اس غذا میں بڑی خوبی ہے۔" یوسف کمالی نے کہا۔
"کیا؟" سمورا نے پوچھا۔
"اوہ۔ سمورا۔ کیا اہل پنجاب کسی تعارف کے محتاج ہیں؟ کیا پاکستانی افواج میں ان کا کردار بھولا جا سکتا ہے؟ دنیا بھول جائے لیکن اس دشمن کے دل سے پوچھو جس کا کبھی ان جیالوں سے سامنا ہوگیا ہو۔ پنجاب کے شیر دشمنوں کے جس ریوڑ پر ٹوٹتے ہیں۔ وہ بھیڑوں کا ریوڑ بن کر رہ جاتا ہے۔ میں نے ان کی داستانیں سنی ہیں۔"
"وہ دونوں پنجاب کے بارے میں گفتگو کرتے رہے۔ میرے دیس' میرے وطن کے بارے میں گفتگو کرتے رہے۔ اور مجھے ایسا معلوم ہوا جیسے وطن مجھے شاکی نگاہوں سے دیکھ رہا ہو۔ مجھ سے پوچھ رہا ہو کہ اس سرزمین کا احترام غیروں کے دل میں ہے' اس کا ایک سپوت اپنے گھناؤنے کردار کے ساتھ اس کا نام استعمال کر رہا ہے۔ کیا وطن کی آبرو ایسے ہی لٹائی جاتی ہے؟

تب میں اپنی زمین سے شکایت بھی نہ کرسکا۔ میں اس سے یہ بھی نہ کہہ سکا کہ میں نے خود سے یہ زندگی نہیں اپنائی ہے۔ ماں تیرے بیٹوں نے میرے ساتھ سوتیلے پن کا سلوک کیا ہے ——— میں بے گناہ ہوں ماں ——— میں بے گناہ ہوں ——— یوسف کمالی اور سمورا گفتگو کرتے رہے اور میرے نتھنوں میں جہلم کے کنارے کی سوندھی مٹی کی خوشبو بسی رہی۔ میں نے ان کی گفتگو کا ایک لفظ بھی نہیں سنا۔
پھر ہم کھانے سے فارغ ہوگئے۔ یوسف کمالی اور سمورا ابھی تک مکئی کی روٹی اور سرسوں کے ساگ کی تعریف کر رہے تھے۔ کافی وغیرہ پینے کے بعد یوسف کمالی چلا گیا۔ سمورا میری طرف دیکھ کر مسکرانے لگی۔ "کیا پروگرام ہے نواز؟"
"کچھ نہیں سمورا ——— میں تھوڑی دیر سونا چاہتا ہوں۔" میں نے مضمحل انداز میں کہا۔
"اوہ ——— ضرور ——— آرام سے نیند پوری کرلو۔ شام کو سیر کو چلیں گے۔" اور میں بیڈ روم میں آگیا۔ درحقیقت میں سونا چاہتا تھا سمورا نے چاروں طرف کے دروازے اور کھڑکیاں بند کردیں' اور میں نے آنکھیں بند کرلیں۔ نیم تاریک ماحول میں نیند آہی گئی۔
شام کے ساڑھے پانچ بج رہے تھے جب آنکھ کھلی۔ چھ بجے تک بستر پر انگڑائیاں لیتا رہا۔ پھر اٹھ کر غسل کیا اور لباس وغیرہ تبدیل کر کے سمورا کے کمرے کی طرف چل پڑا۔
سمورا حسب معمول نکھری ہوئی تھی۔ بڑی شگفتہ شکل لڑکی تھی' جسے دیکھ کر ذہن کو تازگی کا احساس ہوتا تھا۔ چائے تیار تھی ——— خشک میووں کے ساتھ چائے پی۔ تب سمورا نے آج کا پروگرام بتایا۔
"اب چونکہ سیر و تفریح کا وقت نہیں ہے۔ اس لیے بازاروں میں گھوم کر شام گزاریں گے اور پھر ——— صوفا چلیں گے۔"
"یہ صوفا کیا چیز ہے؟" میں نے پوچھا۔
"یہاں کا سب سے عمدہ نائٹ کلب۔"
"خوب؟"
میں نے اس کے پروگرام کو منظور کرلیا۔ شام استنبول کی گلیوں' سڑکوں اور بازاروں میں گزاری اور پھر رات کا کھانا کھا کر صوفا پہنچ گئے۔ بلاشبہ اس کا شمار دنیا کے بہترین نائٹ کلبوں میں سے ہے۔ لیکن پروگرام ——— ان کے بارے میں کچھ کہنا فضول ہے۔ وہی جنس کی نمائش۔ تھکے ہوئے ذہنوں کو اور تھکانے کا منصوبہ۔ نت نئے انداز نت نئے زاویئے۔
کبھی پروگرام سے دلچسپی محسوس ہوئی اور کبھی بیزاری لیکن سمورا کی معیشت غنیمت تھی۔ ایک بجے واپس آئے' شراب کا دور چلا اور پھر سمورا کا۔
الغرض تین روز اسی طرح گزارے۔ سمورا مجھ سے ذرا بھی نہیں اکتائی تھی۔ بلکہ ہر شب اس کی پسند' اس کی بے چینی نئے انداز لئے ہوتی اور یہ نیا پن مجھے بھی لبھاتا۔ لیکن اس کے باوجود میں نئے جہانوں کے لیے پر تول رہا تھا۔ اگر یہیں رہنے کا ارادہ ہوتا تو اسی انداز میں سوچتا۔ لیکن جانتا تھا کہ چند روز کا مہمان ہوں۔ چوتھے دن یہ مشکل خود بخود حل ہوگئی۔ شام کے چار بجے تھے' یوسف کمالی ظالم آسمان بن کر آیا۔ اور اس نے بے رحمی سے مسکراتے ہوئے کہا۔
"آج شام کے کیا پروگرام ہیں سمورا؟"

"آج ہم فلم دیکھیں گے۔" سمورا نے پہلے سے بنائے ہوئے پروگرام کا اظہار کیا۔
"مجھے افسوس ہے میں آپ کے پروگرام میں رخنہ اندازی کرنے آیا ہوں۔"
"کیا مطلب مسٹر کمالی؟" سمورا چونک کر بولی۔
"آج کی شام مسٹر نواز ہمارے ساتھ گزاریں گے۔"
"اوہ۔" سمورا نے گردن ہلا دی۔ اس کے انداز میں تھوڑے سے اضمحلال کا عنصر تھا۔
"کیا آپ اس رخنہ اندازی کو قبول کریں گے مسٹر نواز؟"
"کیوں نہیں۔" میں نے سپاٹ لہجے میں جواب دیا۔ جس انداز میں بھی مخاطب کرو۔ مجھے اپنی حیثیت
احساس ہے۔ میں نے دل ہی دل میں کہا۔
"ہاں شام کی چائے میں آپ کے ہاں ہی پیوں گا مس سمورا۔"
"ضرور۔" سمورا نے پھیکی سی مسکراہٹ سے جواب دیا اور یوں شام کو ساڑھے پانچ بجے تک ہم
کے ساتھ رہے۔ چائے پی اور پھر کمالی نے اجازت مانگی۔ چلتے وقت اس نے سمورا سے کہا۔
"آپ لوگ آخری ملاقات کر لیں۔ ممکن ہے مسٹر نواز کسی ضروری مسئلے میں الجھ جائیں اور اس
بعد۔"
سمورا کے چہرے پر زردی پھیل گئی۔ اس کی آنکھوں میں پانی بھر آیا۔ اور اس نے دوسری طرف
کر لیا۔ "ٹھیک ہے مسٹر کمالی۔" اس نے کہا۔ اور میں یوسف کمالی کے ساتھ باہر نکل آیا۔ میں نے ایک
بھی نہیں کہا تھا۔ یہ تو راہ کے لوگ تھے۔ لمحاتی شناسا' اور لمحے گزر جاتے ہیں۔ باہر آ کر ہم گاڑی میں بیٹھے
چل پڑے۔ راستے میں بھی میں نے یوسف کمالی سے کوئی گفتگو نہیں کی تھی۔ خود کمالی بھی میری ذہنی کیفیت
سمجھ گیا تھا چنانچہ وہ بھی خاموش رہا اور ہم چلتے رہے۔ یہاں تک کہ یوسف کمالی کی رہائش گاہ پر پہنچ گئے
کمالی مجھے اپنے ڈرائنگ روم میں لے گیا۔
"ہمیں ایک فون کا انتظار کرنا پڑے گا۔" اس نے کہا۔ "اس وقت تک آپ آرام کریں۔"
"ٹھیک ہے۔" میں نے کہا اور دراز ہو گیا۔ میں نے ذہن آزاد چھوڑ دیا۔ پر خیال ذہن الجھانے والا
ہو گا۔ کیا فائدہ کسی بات کے بارے میں سوچنے سے۔ ویسے ٹھیک ہے۔ میں خود بھی اب یہاں سے جانا چاہتا
ہوں۔ یوسف کمالی نے لانگ ریکارڈ لگا دیا۔ اور نامور موسیقاروں کی ہلکی دھنیں کمرے میں گونجنے لگیں۔
رات ہو گئی ـــــــ یوسف کمالی مجھے تنہا چھوڑ کر نہ جانے کہاں چلا گیا تھا۔ پھر میں بیزار ہو کر اٹھنے
والا تھا کہ وہ آ گیا۔
"سوری مسٹر نواز۔ خلاف توقع دیر ہو گئی۔ آیئے۔"
اور میں اس سے کوئی سوال کئے بغیر اٹھ گیا۔ یوسف کمالی ایک بار پھر مجھے کار میں بٹھا کر لے چلا۔
پراسرار طور پر خاموش تھا اور میں بھی حسب معمول اس بار بھی راستے بھر ہم نے کوئی گفتگو نہیں کی
خاموشی سے سفر کرتے رہے۔ اس سفر کا اختتام بھی ایک خوبصورت کوٹھی پر ہوا تھا۔
لیکن کوٹھی کے صدر گیٹ پر غلام سیٹھ کو چند لوگوں کے ساتھ دیکھ کر میں حیران رہ گیا۔ غلام سیٹھ
گرمجوشی کے ساتھ میری طرف بڑھا۔ میں نے اسے سلام کر کے اس سے ہاتھ ملانے کی کوشش کی تو اس
گردن ہلا دی۔ اور آگے بڑھ کر مجھ سے معانقہ کیا۔

"کیسے ہو نواز؟" اس نے بڑے خلوص سے پوچھا۔
"آپ کی نوازشیں ہیں غلام سیٹھ۔"
"مجھے فخر کرنے دو نواز کہ میں نے ایک قیمتی ہیرے کی صحیح پہچان کی' اگر غلطی سے میں اس ہیرے کی
قیمت نہ پہچان پاتا تو مجھے کتنے بڑے خسارے سے دوچار ہونا پڑتا۔"
"سب آپ کی عنایت ہے غلام سیٹھ..... ورنہ میں کس قابل ہوں۔"
"یہ بات اب بالکل انکسار بھی ناقابل قبول ہے۔ ان لوگوں سے ملو۔" غلام سیٹھ نے یہاں موجود لوگوں
سے میرا تعارف کرایا۔ سب کے سب اس کے ساتھی اور پارٹنر تھے۔
"واقعی مسٹر نواز۔ گروہ میں آپ کی شمولیت نے پورے گروہ میں نئی روح پھونک دی۔ سب لوگ
آپ کے بارے میں عجیب عجیب گفتگو کرتے ہیں۔ سب آپ کو دیکھنے کے خواہش مند ہیں۔" ان میں سے
ایک نے کہا۔
"شکریہ۔ میں نہیں سمجھتا کہ میں نے کوئی خاص کارنامہ انجام دیا ہے۔"
"ہم آپ کو سمجھائیں گے۔" غلام سیٹھ ہنستے ہوئے بولا۔ اور ہم سب ایک خوبصورت کمرے میں
آبیٹھے! صوفوں پر بیٹھنے کے بعد غلام سیٹھ نے کہا ـــــــ "شاہرہ حشیش۔ پر چند مضبوط افراد کی گرفت
ہے۔ ہم اس میں سے آٹھویں نویں نمبر پر آتے تھے۔ یوں سمجھو کہ ہمارے گروہ کی کسی کی نگاہ میں کوئی
حیثیت نہیں تھی۔ یہ کاروبار سو فیصدی مضبوط لوگوں کے لیے ہے۔ یہاں ضروری نہیں ہے کہ کسی کی مالی
حالت بہت مضبوط ہو۔ بات صرف اعلیٰ کارکردگی بہتر پلاننگ کی ہے۔ یوں تو ان تمام گروہوں میں' آپس میں
ایک معاہدہ ہے لیکن کامیاب اور چالاک وہی ہے جو ان معاہدوں کی خلاف ورزی کرتا ہے۔ لیکن معمولی
پیمانے پر نہیں۔ داؤ مارے تو ایسا مارے کہ حریف چاروں شانے چت گرے اور کسی بھی حریف کو گرانے
والے کی حیثیت دوسرے لوگوں کی نگاہوں میں کافی بڑھ جاتی ہے۔
تو بات صرف حریف کو گرانے کی تھی۔ ٹھاکر کا نمبر ہم سے آگے ہی تھا لیکن تمہاری وجہ سے ٹھاکر کا
گروہ ہی ختم ہو گیا۔ جاننے والے سب کچھ جانتے ہیں۔ ان کی معلومات محدود نہیں ہیں۔ بہت سے گروہوں
سے مبارکباد کے پیغامات وصول ہوئے لیکن ہربنس کا معاملہ تو ابھی تک لوگوں کے لیے معمہ بنا ہوا ہے۔
جانتے ہو انٹرنیشنل گروپ میں ہربنس کا نمبر کون سا تھا؟ تیسرا۔ بہت مضبوط گروہ تھا نواز۔ بے حد چالاک اور
خطرناک تھا یہ شخص۔ آج بھی لوگ تحقیقات کرتے پھر رہے ہیں کہ کیا بات اس کی موت کا سبب بنی جو
فلائنگ ٹائیگر کہلاتا تھا۔
چنانچہ نواز ـــــــ بہت سے گروہوں نے ہم میں ضم ہونے کی پیشکش کی ہے۔ اور بین الاقوامی
مارکیٹ میں اچانک ہماری ساکھ بے حد بڑھ گئی ہے اور میں پوری دیانت داری اور فراخ دلی سے اس کا
کریڈٹ تمہیں ہی دیتا ہوں۔"
"اگر یہ بات ہے تو مجھے گروہ کی کامیابی پر مسرت ہے غلام سیٹھ۔" میں نے کہا۔
"نواز ـــــــ میری ایک عادت ہے خود بھی چھوٹے پیمانے پر کام کر کے یہاں تک پہنچا ہوں۔ ایک
بات پر یقین رکھتا ہوں کام کے آدمی کو اس کی بھرپور حیثیت دو۔ میں جانتا ہوں دولت کی تمہاری نگاہ میں کوئی
حیثیت نہیں ہے لیکن پھر بھی یہ بڑھاپے میں' بلکہ زندگی کے ہر موڑ پر کام آنے والی چیز ہے۔ لیکن میں

تمہیں نہیں بتاؤں گا کہ تمہاری اجرت میں کیا اضافہ کیا گیا ہے۔ ہاں تمہاری حیثیت میں تھوڑی سی تبدیلی کردی گئی ہے؟"

"شکر گذار ہوں غلام سیٹھ۔" میں نے کہا۔

"پہلے تم صرف چیکر کی حیثیت سے کام کر رہے تھے۔ پھر تمہیں سپلائر کا عہدہ دیا گیا۔ لیکن ہمیں تمہاری سخت ضرورت ہے۔ ہم اب تمہارے لیے کوئی رسک نہیں لے سکتے۔ چنانچہ پورے وثوق کے ساتھ دو عہدے بیک وقت تمہیں دیئے گئے ہیں؟"

"مجھے میرے فرائض سمجھا دیئے جائیں۔" میں نے کہا۔

"اب تم بین الاقوامی طور پر پورے گروہ کے لیے بالاتر ہو گے تمہارے مشوروں سے ہر جگہ سے سپلائی کے پروگرام بنائے جائیں گے۔ کیوں کہ ایران سے آتے ہوئے تم نے بے پناہ صلاحیت کا ثبوت دیا ہے۔ اس پروگرام کا کوئی جواب ہی نہیں تھا۔ اس کے علاوہ پورے گروہ کے کسی بھی اسٹیشن پر تم مداخلت کر کے گروہ کے مفادات چیک کرسکتے ہو۔ یہ دونوں عہدے تمہاری صلاحیتوں کو مد نگاہ رکھتے ہوئے تمہیں دیئے گئے ہیں۔ اس طرح تم میرے نائب کی حیثیت اختیار کر گئے ہو۔ مارکیٹ میں میرے صرف تین نائب تھے، اب چوتھے تم ہو۔ اور۔ اس کے ساتھ ہی میں تمہیں اس عہدے پر مبارکباد پیش کرتا ہوں۔" غلام سیٹھ نے پہلے سے منگوائے ہوئے ہاروں میں سے ایک ہار میرے گلے میں ڈالتے ہوئے کہا اور پھر دوسرے لوگوں نے بھی میری گردن میں ہار ڈالے۔ اور مجھے مبارکبادیں دیں۔ میں نے باری باری سب کا شکریہ ادا کیا۔ لیکن اس کے ساتھ ہی میرے دل میں ایک ٹیس اٹھی تھی۔

یہ مبارکباد ——— یہ پھول میرے گلے میں ڈالے جا رہے تھے۔ مجھے عہدہ ملا تھا ——— بچپن میں ایک تقریب ہوئی تھی۔ لوگوں نے میرے گلے میں ہار ڈالے تھے تب کسی نے میرے باپ سے کہا تھا "تمہارا بیٹا بہت ہوشیار ہے اصغر علی۔ ایک دن یہ بہت بڑا آدمی بنے گا۔ زندگی رہی تو اس وقت اس کے ساتھ تمہارے گلے میں بھی ہار ڈالیں گے۔ تم ایک بہت بڑے افسر کے باپ ہو گے نا۔"

ہاں۔ میں افسر بن گیا تھا۔ میری حیثیت بین الاقوامی تھی۔ لیکن۔ اگر میرا باپ زندہ ہوتا۔ تو کیا وہ میرے اس عہدے پر شرم سے گردن نہ جھکا لیتا؟ کیا بستی والے اسے مبارکباد دینے آتے؟

میرے ہونٹوں پر تلخ مسکراہٹ پھیل گئی۔

میرا کوئی قصور نہیں ہے۔ میں بے گناہ ہوں بابا۔ میں بے گناہ ہوں تجھے معلوم ہے تیرا نواز۔ اس وقت تک دنیا سے لڑتا رہا جب تک زندہ تھا۔ مرنے کے بعد تو آدمی بے بس ہوتا ہے۔ بالکل بے بس۔ میرے دل سے آواز آئی۔

"تو مسٹر نواز ——— میرا خیال ہے اب آپ کو استنبول سے نکل جانا چاہیے یہاں ایک ضروری کام آپ کے سپرد کیا جا رہا ہے۔ دیکھنا یہ ہے کہ آپ اپنی صلاحیتوں کو کس طرح استعمال کرتے ہیں۔" غلام سیٹھ کی آواز ابھری اور میں چونک پڑا۔ میں حقیقت کی دنیا میں آگیا۔ خوابوں کی باتوں میں کیا رکھا ہے؟

"مجھے کہاں جانا ہوگا۔ مسٹر غلام سیٹھ؟" میں نے پوچھا۔

"وینس۔ تمہاری دوسری منزل اطالیہ ہے۔ یوگوسلاویہ میں ہمارا کاروبار نہیں ہے۔ اسے کراس کرنا؟ ویسے اطالیہ والے براہ راست ترکی سے جانے والوں کی زیادہ نگرانی کرتے ہیں چنانچہ اس سلسلے میں تمہارے ذہن میں کوئی پروگرام آئے تو دوسری بات ہے۔ ورنہ یوگوسلاویہ کراس کرسکتے ہو۔ اس کے بعد تمہیں کوئی مشورہ نہیں دیا جائے گا۔ بلکہ تم خود سوچو گے اور احکامات دو گے۔"

"کچھ لے جانا؟"

"ہاں ——— وینس کے سب سے بڑے آرڈر کی تعمیل کرنی ہے۔ مال افغانستان سے ترکی پہنچ چکا ہے۔ یہاں سے تمہارے حوالے کردیا جائے گا۔"

"کیا چیز ہے؟"

"ہیروئن پاؤڈر۔ جس انداز میں چاہو گے پیک کردیا جائے گا۔"

"وزن؟"

"بیس پونڈ ——— صرف بیس پونڈ۔"

"بہتر ہے غلام سیٹھ ——— وقت کی پابندی؟"

"قطعی نہیں۔ ہاں یہ تم جانتے ہو کہ مال جس قدر جلد سپلائی ہو جائے۔ غلام سیٹھ نے جواب دیا۔

"بہتر ہے۔ میں ایک ہفتے کی مہلت چاہتا ہوں۔"

"ایک ہفتہ نہیں یہ کم وقت ہے۔ تم دو ہفتے تک لے سکتے ہو۔ کام مضبوطی سے ہونا چاہیے۔"

"ٹھیک ہے۔ ایک سے دو ہفتے تک میں مال لے کر وینس پہنچ جاؤں گا۔

"مکمل تفصیلات مہیا کرنے میں یوسف کمالی تمہارے معاون ہوں گے۔ جس انداز میں چاہو سفر کرو۔ بلکہ اگر چاہو تو۔ یوسف کمالی کو بھی اپنے ساتھ لے جانا۔

"بہتر ہے۔" میں نے جواب دیا۔ اور ضروری کارروائیوں کے بعد یہ میٹنگ برخاست ہو گئی۔

"کام کی نوعیت چونکہ مجھے معلوم نہیں تھی۔ مسٹر نواز۔ اس لیے میں نے سمورا کے سامنے غیر ذمہ داری کی گفتگو کی تھی۔ جس کے لیے معذرت خواہ ہوں اگر آپ سمورا کے ساتھ رہنا پسند کریں۔ تو ٹھیک ہے۔ ورنہ جیسا حکم دیں انتظام کرلیا جائے۔" واپسی پر یوسف کمالی نے کہا۔

"میرا خیال ہے مجھے سمورا کے ساتھ ہی رہنے دو۔ عمدہ لڑکی ہے۔"

"بہت بہتر ———" یوسف کمالی مجھے لے کر واپس سمورا کے پاس آگیا۔ اس نے معذرت کرلی تھی۔ میں فلیٹ پر پہنچ گیا اور میں نے بیل بجائی۔

فلیٹ میں سمورا کے علاوہ کوئی اور تھا ہی نہیں جو دروازہ کھولتا دروازہ سمورا نے ہی کھولا تھا۔ لیکن اس کی شکل دیکھ کر میں حیران رہ گیا تھا۔ بکھرے بال، رخساروں پر آنسوؤں کی لکیریں۔ آنکھیں سرخ اور سوجھی ہوئیں۔

"ارے۔" میرے منہ سے نکل گیا۔ سمورا راستے سے ہٹ گئی۔ میں اندر داخل ہوا تو اس نے دروازہ بند کردیا۔ اور عجیب سی نگاہوں سے مجھے گھورنے لگی۔ پھر وہ دوڑ کر مجھ سے لپٹ گئی اور سسک سسک کر رونے لگی۔

"کیا ہم انسان نہیں ہیں نواز۔ بتاؤ کیا میں انسان نہیں ہوں، بتاؤ۔ کیا میں عورت نہیں ہوں؟ بولو ——— جواب دو۔"

"یقیناً سمورا ——— یقیناً۔" میں نے اسے تھپکی دیتے ہوئے کہا۔

"پھر ہمارے ساتھ جانوروں کا سا سلوک کیوں کیا جاتا ہے۔ ہمارے دل کو درد سے اس قدر نا آشنا کیوں سمجھا جاتا ہے؟ کس اطمینان سے کہہ دیا گیا کہ ممکن ہے یہ آخری ملاقات ہو۔ آخر کیوں؟ اس قدر بے دردی کیوں؟"

"لیکن سمورا۔ ایک نہ ایک دن تو ہمیں جدا ہونا ہے۔"

"ہاں ——— لیکن اس کے بعد کی کیفیت ہمارے بس میں تو نہیں ہے۔ آخر ہمارا بھی دل ہے اور دل کم بخت کسی سے مانوس ہو ہی جاتا ہے۔" سمورا نے جذباتی انداز میں کہا اور میں پریشان ہونے لگا۔ میں اسے اندر لے آیا اور پھر میں نے اسے سمجھاتے ہوئے کہا۔

"وقت ان باتوں کو قبول نہیں کرتا سمورا وقت تو پانے اور بھول جانے کا نام ہے۔ یوں ہر ایک کے لیے روگ لگاتے رہیں تو زندگی کتنی کٹھن ہو جائے۔"

"اتنے دنوں کی رفاقت رونے کا حق بھی نہیں دیتی نواز؟" اس نے دکھ بھرے انداز میں کہا۔

"آنسو انسان کی شکست ہوتے ہیں۔ شکست کا تصور ہی ذہن سے نکال دو۔ رونا کوئی حقیقت نہیں رکھتا۔ اعضاء کی تحریک کو ہم نے مختلف نام دے رکھے ہیں۔ خود کو ان سے الگ سمجھو کسی شے کی کوئی حقیقت نہیں ہے۔ سب فضول باتیں ہیں۔ میں کچھ نہیں ہوں۔ تم کچھ نہیں ہو۔ ہم سب ہیولے ہیں۔ صرف ہیولے۔ نظری دھوکہ ہیں ہم لوگ اور کچھ نہیں۔"

سمورا تعجب سے میری شکل دیکھ رہی تھی۔ کئی منٹ اسی عالم میں گذر گئے۔ پھر اس کے چہرے میں کچھ تبدیلیاں آئیں۔ اس کی آنکھوں میں مسکراہٹ کی روشنی پھوٹی۔ اور پھر وہ بدلے ہوئے انداز میں بولی۔

"کیا تم ابھی کچھ روز اور قیام کرو گے نواز؟"

"ہاں۔ شاید مجھے کچھ اور وقت یہاں گزارنا پڑ جائے۔ لیکن سوری سمورا اب میں تمہارے ساتھ قیام نہیں کروں گا؟"

"کیوں؟" وہ ششدر رہ گئی۔

"کچھ اور رفاقت' جذبات میں کچھ اور گہرائی پیدا کرے گی۔ میں نہیں چاہتا کہ تمہارے سینے میں کچھ اور زخم آئیں۔ ہاں اگر تم ہر قسم کے جذباتی تصور کو شراب میں حل کر کے معدے میں اتار لینے کی قائل ہوتیں تو میری بہترین ساتھی ہوتیں۔"

وہ مجھے گھورتی رہی۔ پھر آہستہ قدموں سے چلتی ہوئی میرے نزدیک آئی۔ "مجھے صرف اپنی شخصیت سے روشناس کرا دو نواز۔ تم اندر سے کیا ہو۔ یہ بتا دو۔ اس کے بعد ہر فیصلے کا حق تمہیں ہوگا۔ میں تمہیں کسی ارادے سے باز رکھنے کی کوشش نہیں کروں گی۔"

"اندر سے۔ میں بھی وہی کمزور انسان ہوں سمورا۔ خون اور گوشت کے لوتھڑے مجھے بھی پریشان کر سکتے ہیں۔ میں بھی جذباتی انداز میں سوچ سکتا ہوں میں بھی رو سکتا ہوں سمورا لیکن۔ آنسو میری موت ہوں گے۔ اگر میری آنکھوں سے پانی کے حقیر قطرے۔ بہہ گئے تو پھر خودکشی کے علاوہ کوئی چارہ نہ ہوگا۔ میں نے آنکھوں سے ایک سمجھوتہ کیا ہے۔ میں نے ان سے وعدہ لیا ہے کہ وہ دنیا کی کسی بات پر نہ روئیں گی۔ میں نے دل کی طرف سے انہیں یقین دلایا ہے کہ وہ کسی ایسے تاثر کو قبول نہیں کرے گا جو آنکھوں کو آنسو بخشے۔ میں نے ان دونوں کے ساتھ جارحیت کی ہے اور اس کے جواب میں ان سے ایک وعدہ کیا ہے اگر میں خود بھی بے اختیار ہو گیا تو ——— پھر اس کے بعد وہ بے قصور ہوں گے' قصوروار میں ہوں گا۔ صرف میں۔ اور میں اس قصور کی سزا موت تجویز کروں گا صرف موت۔"

سمورا پھر متحیرانہ انداز میں مجھے دیکھ کر رہ گئی۔ پھر اس نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔ "خدایا۔ کوئی بھی انسان مطمئن نہیں ہے۔ تو نے اس کمزور اور بے بس مخلوق پر دکھوں کے اتنے بوجھ کیوں لاد دیئے ہیں؟" پھر اس نے ایک دم چونک کر میرا ہاتھ پکڑ لیا۔

"جب تک یہاں ہو نواز۔ میرے ساتھ رہو۔ میں تمہارے کسی کام میں مزاحمت نہیں کروں گی۔ اور میں کوئی ایسی بات نہیں کروں گی جو...... جو تمہیں گراں گزرے۔ میں وعدہ کرتی ہوں۔"

"شکریہ سمورا۔" میں نے جذبات کو روکتے ہوئے کہا۔ "میرے لیے چائے بناؤ میں ضرورت محسوس کر رہا ہوں۔"

"آؤ بیٹھو ——— میں ابھی لے کر آتی ہوں۔" اس نے کہا۔ اور میں خود کو فریب دے کر' سمورا کو فریب دے کر مطمئن ہو گیا۔ میں نے ماحول سے سمجھوتہ کر لیا۔

لیکن اب آرام کے دن نہیں تھے۔ میری ذمہ داریاں بڑھ گئی تھیں۔ مجھے کام کرنا تھا۔ اہم کام کرنے تھے۔ چنانچہ میں نے ایک سگریٹ سلگائی اور اس کے کش لیتے ہوئے اپنے پروگرام پر غور کرنے لگا۔ بیس پاؤنڈ ہیروئن لے جانی تھی اس کے لیے مناسب ذریعہ کیا ہو سکتا ہے؟ سمورا جس وقت چائے لائی اس وقت اس بارے میں میرے ذہن میں کوئی بات نہیں آئی تھی۔ ویسے شاید اسے ابھی میری پوزیشن کے بارے میں بھی معلوم نہیں ہوا تھا۔

بہرحال مجھے کیا ضرورت تھی کہ میں اسے بتاؤں۔ میں تو صرف مناسب انداز میں کام کرنے کا خواہشمند تھا۔ اس رات بھی سمورا حسب معمول میری آغوش میں تھی۔ وہ تھک کر سو گئی۔ لیکن میری آنکھوں میں نیند نہیں تھی۔ میرا ذہن گھوڑے دوڑا رہا تھا۔ کوئی ایسا ہی پروگرام ہونا چاہیے جو انوکھا ہو۔ اور کامیاب ترین ہو۔

اس وقت خیالات آسمان سے نہیں اتر رہے تھے۔ مجھے دو ہفتے کا وقت ملا ہے۔ کسی لگے بندھے اصول کی بجائے' مجھے اپنے طور پر مال لے جانا تھا اور میں جانتا تھا کہ میری عزت اور حیثیت اسی وقت تک ہے جب تک میں مناسب طور پر کام کرتا رہوں۔ ورنہ ان لوگوں کے پاس میرے لیے کچھ نہ ہوگا۔

رات کے نہ جانے کون سے پہر تک میں سوچتا رہا۔ اور پھر سو گیا۔ دوسری صبح طبیعت پر بھاری پن تھا۔ میری سیماب صفت طبیعت اس وقت سکون سے کہاں بیٹھ سکتی تھی۔ جب تک میں اپنے کام کا مناسب تعین نہ کر لوں اس کے لیے مجھے تنہائی کی ضرورت تھی۔ چنانچہ ناشتے سے فارغ ہونے کے بعد میں نے سمورا سے کہا۔

"آج میں تمہارے ساتھ کوئی پروگرام نہیں بنا سکوں گا سمورا۔"

"اوہ ——— کیا حرج ہے۔ کہیں جانا ہے؟"

"ہاں۔"

"بہتر ہے۔ لنچ ساتھ کرو گے؟"

"مشکل ہے۔" اس نے کہا۔

"ٹھیک ہے۔ میں انتظار نہیں کروں گی؟" اس نے جواب دیا اور کار کی چابی میری طرف اچھال دی۔ میں کار لے کر چل پڑا۔ کوئی نظریہ ذہن میں نہیں تھا۔ کافی دیر تک سڑکوں پر پھرتا رہا۔ پھر یوسف کمالی کے پاس چل پڑا۔ یوسف کمالی نے میرا پرتپاک خیر مقدم کیا تھا۔

"غلام سیٹھ واپس چلا گیا؟"

"آج صبح چار بجے۔" کمالی نے جواب دیا۔

"مجھے یہاں سے اٹلی تک کے نقشے درکار ہیں۔"

"میں ابھی فراہم کردوں گا؟" یوسف کمالی نے کہا اور کسی کو بلانے کے لیے گھنٹی بجادی۔ تھوڑی دیر کے بعد نقشے میرے پاس پہنچ گئے۔ یوسف کمالی کی منگوائی ہوئی انناس کی چائے کے چھوٹے چھوٹے گھونٹ کے ساتھ ساتھ میں ان نقشوں کو غور سے دیکھتا رہا۔ لیکن ایمانداری کی بات ہے کہ میں نے ان سے کوئی تیر نہیں مارا تھا۔

لنچ بھی یوسف کے ساتھ کیا اور پھر وہاں سے چل پڑا۔ ذہنی کیفیت عجیب ہو رہی تھی۔ کسی پرسکون گوشے کی تلاش تھی۔ چنانچہ آوارہ گردی کرتا رہا اور اچانک فارعہ کا خیال ذہن میں آگیا—— بے اختیار طبیعت اس سے ملاقات کو چاہنے لگی۔ چنانچہ میں نے کار کا رخ پل غلطہ کی سمت کرلیا۔

باقی معاملات سے اب میں خود ہی واقف ہو گیا تھا۔ چنانچہ تھوڑی دیر کے بعد اسٹیمر مجھے پرنس آئی لینڈ کی طرف لے چلا۔ سورج پوری تابانی کے ساتھ چمک رہا تھا۔ اور باسفورس کی لہروں میں نگاہوں کو خیرہ دینے والی چمک تھی۔ میں خالی خالی نگاہوں سے لہروں کو دیکھتا رہا۔ جزیرے آتے رہے۔ لوگ اترتے رہے مسافر بدلتے رہے۔ یہاں تک کہ آخری جزیرہ آگیا۔ جہاں مجھے اترنا تھا۔ اور میں..... تھکے تھکے انداز میں اتر گیا۔

ساحلی ہوٹل عموماً ویران پڑے ہوئے تھے۔ گو انہوں نے کینوس کے سائبان بنائے ہوئے تھے۔ ان میں سے کسی کسی سائبان کے نیچے سیاح بیٹھے ہوئے تھے۔ کئی ہپی بھی نظر آئے لیکن میں فارعہ سے ملاقات کرنا چاہتا تھا۔ میں نے ایک گھوڑا گاڑی والے سے سودا طے کیا اور فارعہ کے ہٹ کی طرف چل پڑا۔

فارعہ کے پاس سکون ہے۔ عمدہ لڑکی ہے۔ اگر مجھے چند روز اس کے پاس رہنا پڑے تو کیا حرج ہے؟ میں نے سوچا۔ آخری ہٹ جس کا نمبر اٹھائیس تھا۔ کے پاس میں گاڑی سے اتر گیا۔ گھوڑا گاڑی والا واپس چلا گیا تھا۔ لیکن ہٹ میں تالا دیکھ کر میری روح فنا ہو گئی۔

اف—— میں نے تو سوچا بھی نہیں تھا کہ فارعہ غیر حاضر بھی ہو سکتی ہے—— اب کیا کیا جائے گھوڑا گاڑی دور جا چکی تھی۔ ایک ہی طریقہ تھا کسی—— ناجائز طریقے سے فارعہ کے ہٹ میں داخل ہو کر اس کا انتظار کیا جائے۔ ظاہر ہے واپس آنے کے بعد فارعہ کو تو کوئی اعتراض ہو نہیں سکتا۔

اس خیال کے تحت ہٹ کا ایک چکر لگایا۔ ذہن کے کسی گوشے میں ایک عقبی کھڑکی موجود تھی۔ جو مل گئی۔ اس کا ایک شیشہ توڑ کر اندر ہاتھ ڈالا اور چٹخنی کھول لی۔ پھر اندر داخل ہونے میں کوئی دقت نہیں ہوئی اور دوسرے لمحے میں آرام دہ اور پرسکون ہٹ میں تھا۔

فارعہ کا انتظار کرنا تھا۔ خواہ کتنا بھی وقت کیوں نہ صرف ہو جائے۔ چنانچہ اطمینان سے جوتے اتارے قمیض اتاری اور بستر پر لیٹ گیا۔ ہٹ کے اندر نیم تاریک ماحول تھا۔ تھکا ہوا ذہن جلد ہی غنودہ ہو گیا۔

آنکھ کھلی۔ خوب زندگی تھی۔ بن بلائے مہمان۔ غیر قانونی طور پر آئے تھے۔ اور آرام سے سو رہے تھے، آنکھ کھلی تو دیوار گیر کلاک چھ کا گھنٹہ بجا رہا تھا۔ پہلا خیال یہی ذہن میں آیا کہ فارعہ ابھی تک نہیں آئی ہوتی تو کم از کمرے کا دروازہ ہی کھلا ہوتا۔ ایک گہری سانس لی اور باتھ روم میں داخل ہو گیا۔ ٹھنڈے پانی سے غسل نے طبیعت کو فرحت بخشی۔ بال وغیرہ خشک کر کے کنگھا کیا اور پھر لباس پہن کر کمرے سے نکل آیا۔ اب فارعہ کا اسی جگہ انتظار کرتے رہنا فضول تھا۔ بہرحال واپسی اسی کھڑکی سے ہوئی۔ میں نے چٹخنی بھی بند کردی تھی اور پھر میں وہاں سے چل پڑا۔ خوشگوار موسم تھا۔ سورج چھپ گیا تھا۔ اس کی آخری روشنی پر بادلوں کے غلاف چڑھے ہوئے تھے۔ اس وقت پیدل چلنے میں کوئی دقت نہیں ہوئی۔ لیکن کسی سمت کا تعین نہیں کیا تھا۔ بس چل پڑا۔ رخ ساحل کی طرف ہی تھا اور پھر ساحل کے ساتھ ساتھ ریستورانوں کے قریب پہنچ گیا۔ میری نگاہیں فارعہ کو تلاش کر رہی تھیں۔

چند ایک لڑکیاں مجھے دیکھ کر مسکرائیں۔ وہ بھی فارعہ کی مانند کاروباری تھیں، لیکن اس وقت کسی کی طرف متوجہ ہونے کو دل نہیں چاہ رہا تھا۔ چنانچہ میں نے کسی کی مسکراہٹ کا کوئی جواب نہیں دیا۔ شام تیزی سے جھک رہی تھی، میں ایک ریستوران میں پہنچ گیا۔ اور وہاں چائے پی پھر کافی دیر تک لوٰاس بیٹھا رہا۔ ممکن ہے فارعہ جزیرے پر موجود ہی نہ ہو۔

رات گئے اس بات کی تصدیق ہو گئی۔ مون اینڈ ریستوران میں بیٹھا ہوا تھا کہ ایک نوعمر سی لڑکی میری طرف بڑھی۔ اور اجازت لے کر میرے سامنے بیٹھ گئی۔ بلاشبہ نوعمر تھی۔ لیکن چہرے کے نقوش خاصے شکاری ہو چکے تھے۔

"آپ تنہا ہیں جناب؟" اس نے کہا۔

"ہاں۔ لیکن تنہا رہنا چاہتا ہوں۔"

"اوہ۔ پھر تو میں آپ کی تنہائی میں مخل ہونے کی معافی چاہتی ہوں۔ میں نے محسوس کیا کہ آپ سیاح ہیں۔ ممکن ہے آپ کو تنہائی دور کرنے کے طریقے نہ آتے ہوں—— سوری۔" وہ اٹھتے ہوئے بولی۔

"بیٹھو۔ اگر میرے ساتھ کچھ کھا پی لو تو کیا حرج ہے۔"

"اگر آپ کو ناگوار نہ ہو تو؟"

"ناگوار نہیں ہو گا۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا اور بیرے کو بلا کر اس کی پسند کی چیزوں کا آرڈر دے دیا۔ "دراصل میں یہاں فارعہ کی تلاش میں آیا تھا۔" میں نے یونہی کہہ دیا۔

"ہٹ نمبر اٹھائیس؟" وہ چونک کر بولی۔

"ہاں۔ تم اسے جانتی ہو؟"

"میری دوست ہے۔ لیکن وہ تو یہاں نہیں ہے۔ تین دن سے گئی ہوئی ہے۔"

"اوہ۔ کب تک آئے گی؟"

"کیا کہا جا سکتا ہے۔"

"ٹھیک ہے۔" میں نے ایک گہری سانس لی۔

"اگر فارعہ موجود نہیں ہے تو میں تو ہوں—— میں بتا چکی ہوں وہ میری دوست ہے۔ بلا تکلف اور بلا معاوضہ۔ جو خدمت ہو مجھے بتایئے۔" لڑکی کے لہجے میں صداقت اور خلوص موجود تھا۔

"نہیں شریف لڑکی۔ تمہارا شکریہ۔ فارعہ میری دوست ہے اور بس۔ میں کسی خاص کام سے اس کے پاس نہیں آیا تھا۔"
"اس کے لیے کوئی پیغام؟"
"چاہو تو کہہ دینا تمہارا ایک رات کا دوست پھر سے تمہارے پاس آیا تھا۔"
"عجیب پیغام ہے؟" وہ ہنس پڑی۔
"کیوں؟"
"اس کے ایک رات کے دوست تو بہت سے ہوں گے۔ وہ الجھ جائے گی۔"
"میرا نام بتا دینا۔"
"وہ بھی مجھے نہیں معلوم۔"
"نواز۔"
"ہاں۔ یہ ٹھیک ہے۔ لیکن کیا تم ایرانی ہو؟"
"بس۔ نواز ہوں۔ اب مجھے اجازت دو۔" میں بل کی رقم پلیٹ میں رکھ کر اٹھ گیا۔ وہ حیران رہ گئی۔ ابھی میں ریستوران کے دروازے تک فاصلہ ہی طے کر پایا تھا کہ بگڑی نسل کے ایک آوارہ جو ابھی ابھی تام چینی کا ایک پیالہ لئے ہوئے اندر آیا تھا۔ میری قمیض کی آستین پکڑلی۔
"مجھے معاف کر دینا میرے دوست۔ ایک انسان کی حیثیت سے کچھ مدد چاہتا ہوں۔ ایک لڑکی کے لیے جو دم توڑ رہا ہے۔" اس نے ہانپتے ہوئے لہجے میں کہا۔ مجھے اس کی بدتمیزی پر غصہ آگیا۔ خونخوار انداز میں اس کی شکل اور پھر اس کا میلا ہاتھ دیکھا۔ جس نے میری آستین پر دھبہ لگا دیا تھا۔ میری نگاہ پھر اس کے چہرے کی طرف اٹھ گئی۔ اس چہرے پر میں کوئی خاص بات چھوڑ آیا تھا اور اس نے بغور اس کا چہرہ دیکھا۔ اس پر مردنی چھائی ہوئی تھی وہ ہرگز نشے میں نہیں تھا۔ بلکہ ایک عجیب کیفیت اس پر طاری تھی۔
"کیا چاہتے ہو؟" میں نے اس سے پوچھا۔
"اس پیالے میں گرم گرم سوپ دلادو۔ اس پر زبردست نمونیے کا حملہ ہوا ہے۔ ممکن ہے وہ بچ نہ سکے۔" اس نے انتہائی عاجزی سے کہا اور میں اس کے ساتھ کاؤنٹر کی طرف چل دیا۔ اسے سوپ دلایا۔ کھانے پینے کی کچھ دوسری چیزیں بھی دلائیں اور پھر اس کے ساتھ باہر نکل آیا۔
"میں بے حد شکرگزار ہوں۔"
"میں تمہاری کچھ اور بھی مدد کر سکتا ہوں۔ نمونیہ کس کو ہوا ہے؟"
"ڈرینی کو۔" اس نے جلدی جلدی چلتے ہوئے کہا۔ میں بھی اس کے ساتھ ہی قدم اٹھا رہا تھا۔
"کہاں ہے وہ؟"
"ریت کے ٹیلے کی اس جانب۔" ہپی نے جواب دیا۔
"کیا میں اسے دیکھ سکتا ہوں۔"
"میرے ساتھ چلتے رہو؟" اس نے کہا۔ اور میں اس کے ساتھ تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا اس جانب بڑھنے لگا' جس کی طرف اس نے اشارہ کیا تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد ہم دونوں ٹیلے کے عقب میں

...ملے کچیلے کپڑوں میں ایک جسم موجود تھا۔ جسم کے نشیب و فراز دیکھ کر مجھے معلوم ہوا کہ وہ عورت ہے۔
ہپی اس کے قریب پہنچ گیا' اس نے بڑے پیار سے اس کا سر زانو پر رکھ لیا اور سوپ کا پیالہ نزدیک رکھ لیا۔ پھر اس نے لڑکی کو ہوش میں لانے کی کوشش شروع کردی۔ لیکن اچانک۔ اسے کچھ احساس ہوا اور اس نے غور سے لڑکی کو دیکھا۔ میں اس سے کچھ فاصلے پر کھڑا اس کی حرکات دیکھنے لگا۔
"ڈرینی——— ڈرینی——— ڈرینی———!" اس بار اس کی آواز چیخ بن گئی۔ اور پھر اس نے لڑکی کے مردہ جسم کو سینے سے بھینچ لیا۔ وہ اس کے منہ سے منہ رگڑتے ہوئے رو رہا تھا۔ آہ——— ڈرینی——— وطن واپس نہیں چلو گی ڈرینی' کیا ہمارا فیصلہ غلط تھا——— بولو——— کیا ہم نے غلط فیصلہ کیا تھا ڈرینی——— بتاؤ۔ سارے پروگرام ادھورے چھوڑ دیئے تم نے——— آہ ڈرینی——— ڈرینی——— میں تنہا کہاں جاؤں گا۔" وہ اسے بھینچ بھینچ کر روتا رہا۔
میں آگے بڑھا اور میں نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھ دیا۔ "مجھے افسوس ہے دوست۔" میں نے دردناک لہجے میں کہا اور وہ میری طرف دیکھنے لگا پھر اس نے دردناک لہجے میں کہا۔
"شاید ہمارا فیصلہ ہی غلط تھا۔ شاید ترلوکا کے اصولوں سے بغاوت ہمیں راس نہ آئی۔"
"کیا تم مجھے اپنے بارے میں نہیں بتاؤ گے؟ لیکن ٹھہرو۔ اس مٹی کو اب خود سے جدا کر دو۔ یہ تمہارے کسی سوال کا جواب نہ دے سکے گی۔"
وہ روتا رہا۔ میں نے لڑکی کا بے جان جسم زمین پر رکھ دیا۔ خاصے دلکش نقوش تھے۔ عمر بھی بیس بائیس سے زیادہ نہ ہوگی۔
"میرا نام گیزہاور ہے۔ انگلینڈ کا رہنے والا ہوں۔ وہ۔ میری محبوبہ ہے۔ ہم دونوں تہذیب سے اکتا کر ترلوکا کے پیروؤں میں شامل ہو گئے تھے اور پھر دنیا گردی کو نکل کھڑے ہوئے۔ ہمارا گھرانہ بہت باعزت ہے۔ لیکن ہم نے اس کی عزت لٹا دی۔ ہم کھٹمنڈو تک گئے۔ دوسری بہت سی جگہوں کی سیر کی۔ لیکن اچانک ڈرینی کو اپنے والدین یاد آنے لگے' وہ پریشان اور بے چین رہنے لگی۔ میں اس سے بے پناہ محبت کرتا تھا۔ چنانچہ میں نے اس سے اس کے دل کا حال معلوم کیا۔ اور اس نے کہا کہ وہ اپنوں میں جانا چاہتی ہے۔ پہلے میں نے اسے سمجھایا کہ اب ہمیں کوئی قبول نہیں کرے گا۔ لیکن وہ بضد رہی۔ ہمارے پاس سفر خرچ نہ تھا۔ گھر سے منگوانا بھی مناسب نہیں سمجھا۔ اور چل پڑے۔ لیکن——— یہاں آکر ڈرینی نے سفر ملتوی کر دیا۔ اس نے دوسرا سفر اختیار کر لیا۔ آہ۔ اس نے دوسرا سفر اختیار کر لیا۔" وہ بلک بلک کر رونے لگا۔
مجھے اس سے ہمدردی تھی' لیکن اچانک ہی میرے ذہن میں شیطان بھی جاگا تھا۔ اور یہ شیطان اس حد تک میرے اوپر مسلط ہوا۔ کہ میں اسے ذہن سے نہ جھٹک سکا۔ میرے اندر کا ہمدرد انسان سو گیا۔ اور اب وہاں ایک ہوس پرست شیطان تھا۔ صرف اپنے مفادات کا حامی۔ چنانچہ میں نے اسے بھرپور تسلیاں دیں اور وہ کسی حد تک سنبھل گیا۔
"ڈرینی اپنوں میں جانا چاہتی تھی ہاور؟" میں نے پوچھا۔
"ہاں دوست۔ اس کی دلی خواہش تھی۔"
"تو کیا اب تم اس کی خواہش پوری نہیں کرو گے؟"

اس نے نگاہیں اٹھا کر عجیب انداز سے میری شکل دیکھی' اور پھر نہ سمجھنے والے انداز میں بولا، نہیں سمجھا دوست؟"

"تمہیں اس کی آخری خواہش ضرور پوری کرنی چاہیے دوست۔" میں نے کہا۔

"لیکن کس طرح؟"

"اسے اس کے وطن میں دفن کرو۔"

"آہ ——— کاش ——— کاش میں ایسا کر سکتا۔ کاش میں ایسا کر سکتا' لیکن تم جانتے ہو اس کے لیے دوا کا انتظام بھی نہیں کر سکا۔ میں اس کے لیے خوراک کا انتظام بھی نہیں کر سکا اس کی لاش کس طرح سے لے جا سکتا ہوں؟ میں کتنا بے بس ہوں ——— میں کیسا بد بخت ہوں۔"

"میں تمہاری مدد کر سکتا ہوں دوست۔"

"تم؟ کیوں ——— کس لیے؟ آخر کس لیے ——— دنیا میں کون کس کے لیے کیا کرتا ہے کرتا ہے؟"

"میں تمہاری کہانی سے متاثر ہوا ہوں ——— اگر اس کی آخری خواہش پوری کرنے م تمہاری مدد کر سکوں تو مجھے خوشی ہو گی۔" میں نے جواب دیا۔ وہ میری شکل دیکھتا رہا۔ پھر اس نے گرد روتے ہوئے کہا۔

"ہاں ——— تم ہمدرد ہو۔ تمہاری ایک ہی بات سے تمہاری شخصیت کا اندازہ ہوتا ہے۔ لیکن میں تمہیں اس ہمدردی کے جواب میں کیا دے سکوں گا۔ میں تو تمہارے اس احسان کا کوئی جوا دے سکوں گا میرے دوست۔"

"میں تم سے کوئی صلہ نہیں چاہتا اور ——— میں تمہاری مدد کروں گا یہاں میرے اختیارات وسیع نہیں ہیں۔ ہاں اگر کوشش کر کے تم اسے وینس تک لے چلو تو پھر میں وہاں سے تمہارے لیے کا انتظام کر دوں گا۔ رہا یہاں سے وینس تک کا معاملہ ——— تو میرا خیال ہے وینس تک کا سفر ہم کر سکتے ہیں۔"

"اگر تم میرے اوپر اس قدر احسان کرنے پر آمادہ ہو تو میں منع نہیں کروں گا لیکن لاش لے جا لیے ہمیں حکومت سے اجازت لینا ہو گی۔ ممکن ہے وہ لوگ پوسٹ مارٹم بھی کرنا چاہیں۔"

"میں تمہاری ہر قسم کی مالی امداد کرنے پر تیار ہوں۔ باقی بھاگ دوڑ تم خود کرو گے۔"

"میں سب کچھ کر لوں گا۔ اس کی آخری خواہش پوری کرنے کے لیے میں سب کچھ کروں گا۔"

"تب پھر رات ہمیں یہیں گزارنی ہو گی۔ صبح کو ہم واپس چلیں گے۔ میں نے کہا اور اس نے دی۔ ساری رات میں نے اس کے ساتھ ہی گزاری۔ وہ ایک پل نہیں سویا تھا۔ کبھی رونے لگتا خاندانی حالات بتانے لگتا' کبھی ڈریجی کے بارے میں باتیں کرنے لگتا۔ صبح سب سے پہلا کام میں ایک پورا اسٹیمر بک کرایا اور ہم لاش لے کر چل پڑے۔ میں نے نوٹوں کی ایک گڈی ہلور کے حوا وہ لاش لے کر ہسپتال چلا گیا۔ میں نے اسے فلیٹ کا فون نمبر دیا تھا اور کہا تھا کہ کوئی پیغام ہو تو کر دے۔ اور اب میرے کام میں تیزی آگئی تھی۔

میں پہلے فلیٹ پر گیا ——— سمورا میری منتظر تھی۔ وہ میرے لیے پریشان بھی تھی۔ لیکن

ر زیادہ توجہ نہیں دی اسے ہلور کے بارے میں بتایا اور کہا کہ اس کا کوئی پیغام ہو تو مجھے یوسف کمالی کے ہاں پہنچا دیا جائے ——— اور پھر میں لباس وغیرہ تبدیل کرنے کے بعد چل پڑا۔

تھوڑی دیر کے بعد میں گولڈن اسٹور میں تھا۔ یوسف کمالی نے میرا خیر مقدم کیا تھا۔

"یہاں کوئی مصروفیت تو نہیں ہے۔" میں نے پوچھا۔

"سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔"

"مال کہاں ہے؟"

"گھر پر موجود ہے۔"

"تو یوسف کمالی۔ فوراً اٹھو ——— اور ایسے پلاسٹک کے تھیلوں کا انتظام کر لو' جو کافی مضبوط ہوں۔ ور انہیں بالکل بند کیا جا سکے۔ اس کے علاوہ ہمیں کسی ایسے آدمی کی ضرورت ہے جو سرجری کا ماہر ہو۔ یوں سمجھ لو کہ ہیروئن کے تھیلوں کو انسانی جسم سے منسلک کرنا ہو گا۔ میرا مطلب ہے انسانی جسم کے اندر۔"

"کک ... کیا مطلب؟" یوسف کمالی حیرت سے بولا۔

"بھئی ——— مطلب کے چکر میں وقت ضائع نہیں کیا جا سکتا۔ یہ دونوں کام تم کتنی دیر میں کر لو گے؟" میں نے کسی قدر خشک انداز میں کہا۔

"اوہ ——— میرا خیال ہے آدھے گھنٹے کی مہلت دے دی جائے۔ میں تمام انتظامات کر لیتا ہوں۔"

"میرے لیے کچھ کھانے کا بندوبست کر کے چلے جاؤ ——— اس وقت تک میں یہیں رہوں گا۔" میں نے کہا اور کمالی گردن ہلا کر اٹھ گیا۔ پھر میں کافی وغیرہ سے شغل کرتا رہا۔ اور کمالی اپنے کام میں مصروف رہا۔ ت کا پابند تھا۔ آدھے گھنٹے کے بعد اس نے مجھے فون پر انتظامات ہونے کی اطلاع دی۔

"وہ شخص کہاں ہے؟"

"گھر پر موجود ہے۔"

"پیکنگ کی کیا پوزیشن ہے؟"

"اپنی نگرانی میں کرا رہا ہوں۔"

"ٹھیک ہے ——— انتظار کرنا پڑے گا۔ ہاں ایک کام اور کرا دو' یا پھر ابھی رک جاؤ۔ مجھے اورینٹ ایکسپریس سے وینس کے دو ٹکٹوں کی ضرورت ہو گی۔ ایک مردہ جسم لے جانا ہے۔ دونوں ٹکٹ علیحدہ' علیحدہ ہونے چاہئیں۔"

"کب کے لیے؟" کمالی نے پوچھا۔

"اگر ایمرجنسی ضرورت پڑے تو کام ہو سکتا ہے؟"

"ہاں ——— میرے تعلقات ہیں۔"

"تب ٹھیک ہے ——— ابھی رک جاؤ۔" میں نے کہا اور فون بند کر دیا۔ اس کے بعد میں سمورا کے فون کا انتظار کرتا رہا۔ اور جب کافی وقت گزر گیا تو پھر میں نے خود اسے فون کیا۔

"جی مسٹر لواز ——— ابھی تک کوئی پیغام نہیں ملا۔" سمورا نے جواب دیا اور میں نے گردن ہلا کر فون بند کر دیا ——— کافی دیر تک میں گولڈن اسٹور میں رہا ایک بار پھر سمورا کو ہدایات دے کر کمالی کے مکان پر پہنچا۔ کمالی نے تمام کام ہوشیاری سے کیا تھا۔ پیکنگ نہایت نفیس تھی۔ اس آدمی سے بھی ملاقات ہوئی جو

سرجری کے لیے لایا گیا تھا——— لیکن کملی شدید حیران نظر آرہا تھا۔ "یہ سب کیا ہے مسٹر نواز آپ کیا کرنے جارہے ہیں۔"

"جو کام میرے سپرد کیا گیا ہے صرف اسے بہتر طور پر انجام دینے کا خواہش مند ہوں' اور کچھ نہیں" میں نے جواب دیا۔ کملی سمجھ گیا کہ ابھی میں اسے کچھ نہیں بتانا چاہتا۔

"بہر حال۔ رات کو آٹھ بجے مجھے سمورا کے فلیٹ پر ہلور کا فون ملا۔ فون میں نے ہی ریسیو کیا تھا۔

"ہلور بول رہا ہے۔"

"اوہ——— میں تمہارے فون کا انتظار کر رہا تھا میرے دوست۔ کیا رہا؟"

"قسمت ساتھ دے رہی ہے۔ مرنے کے بعد ڈربی کی آرزو پوری ہو رہی ہے میرے دوست میں اتنا الجھا ہوا تھا کہ——— تمہارا نام بھی نہیں پوچھ سکا۔"

"نام کوئی اہمیت نہیں رکھتا——— لیکن تم مجھے شارٹی کہہ سکتے ہو۔"

"شکریہ مسٹر شارٹی۔ ہسپتال میں مجھے بڑی سہولت مل گئی مسٹر ہام میرے وطن کے باشندے ہیں اتفاق سے وہ میرے خاندان سے بخوبی واقف ہیں۔ یہاں ہسپتال میں وہ سرجن ہیں۔ انہوں نے بھی بہت لیے بڑی محنت کی ہے۔ پوسٹ مارٹم ہو چکا ہے۔ لاش کو مصالحہ لگوا دیا گیا ہے تاکہ وہ خراب نہ ہو سکے کے ساتھ ہی انہوں نے مجھے کچھ لوگوں کے لیے سفارشی خط بھی دیئے ہیں' جن کی وجہ سے لاش لے میں آسانی ہو گئی ہے۔"

"خوب۔ تم نے ان سے کچھ اور مدد بھی طلب کی ہے؟"

"یہی کافی تھا میرے دوست۔ کس کس کا زیر بار ہوؤں۔"

"ٹھیک ہے۔ کیا لاش تمہارے حوالے کر دی گئی ہے؟"

"ہاں——— انہوں نے اجازت دے دی ہے اور اس کے بعد میں نے تمہیں فون کیا ہے۔"

"ٹھیک ہے۔ میں انتظام کر کے تمہارے پاس پہنچ رہا ہوں——— بے فکر رہو——— میں نے انتظامات کر لیے ہیں۔"

"بہت بہت شکریہ۔" ہلور کی نڈھال آواز سنائی دی۔ اور میں نے فون ڈسکنکٹ کر دیا۔ پھر یوسف کملی کے نمبر ڈائل کیے۔ وہ فون پر ہی موجود تھا۔

"ایمبولینس مل سکتی ہے؟" میں نے پوچھا۔

"وین سے کام چل جائے گا مسٹر نواز۔ اسٹریچر کا بندوبست بھی کر لوں گا۔"

"یقیناً——— میں تمہارے پاس پہنچ رہا ہوں———" میں نے کہا اور پھر میں سمورا کی کار لے کر چل پڑا۔ کار یوسف کملی کے مکان پر چھوڑی اور ہم دونوں ایک چھوٹی سی خوبصورت وین میں چل پڑے۔ راستے میں' میں نے یوسف کملی کو اپنا نام بتاتے ہوئے کہا۔ "تم مجھے مسٹر شارٹی کے نام سے پکارو گے یوسف کملی۔"

"بہتر۔" اس نے مختصراً کہا اور پھر ہم ہسپتال پہنچ گئے۔ ہلور پریشان حال ہمارا انتظار کر رہا تھا۔ مجھے دیکھ کر کئی قدم میری طرف بڑھ آیا۔ اس کے چہرے سے بے پناہ تھکن کا اظہار ہو رہا تھا۔

"ہیلو ہلور——— یہ میرے دوست ہیں' ہماری مدد کریں گے۔" میں نے کملی کی طرف اشارہ کیا اور ہلور نے گردن ہلا دی۔ بہر حال ضروری کارروائی کے بعد ہم لاش لے کر چل پڑے۔ ہلور نے میری دی ہوئی رقم میں سے ایک تابوت کا بندوبست کر لیا تھا۔ اس کے پاس ہسپتال اور مقامی حکام کے سرٹیفکیٹ موجود تھے——— جنہیں میں نے اپنے قبضے میں کر لیا۔ یوں ہم یوسف کملی کے مکان میں پہنچ گئے۔

"کل ہم اورینٹ ایکسپریس سے وینس روانہ ہو جائیں گے مسٹر ہلور۔ اس کے بعد تم انگلینڈ فلائی کر جانا۔ وہاں میرے بہترین دوست موجود ہیں۔ میں تمام بندوبست کر دوں گا۔"

تابوت ایک جگہ رکھوا دیا گیا۔ اور میں اور کملی ہلور کو لے کر ایک کمرے میں پہنچ گئے۔ یوسف کملی نے کھانے کا بندوبست کیا تھا۔ میں نے کافی کوشش کر کے ہلور کو کھانے پر مجبور کیا۔ بے چارہ نہ جانے کب کا بھوکا تھا۔ کھانے بیٹھا تو سب کچھ بھول گیا——— اور پھر کھانے کے بعد——— میں نے دوسرا پروگرام شروع کر دیا۔ پہلے سے طے شدہ پروگرام کے تحت میں نے چرس بھرے سگریٹ نکالے اور ان میں سے ایک سلگاتے ہوئے بولا۔

"تم تو ان سے شغل کرتے رہو گے ہلور۔"

ہلور چرس کی بو سے ہی بے چین ہو گیا تھا۔ "آہ——— میں نے پورے چار روز سے یہ استعمال نہیں کیا۔ میں نیم مردہ ہوں——— براہ کرم مجھے دو۔" اور میں نے کئی سگریٹ اس کی طرف بڑھا دیئے۔

"تمہارے لیے دوسری چیزوں کا بندوبست بھی کیا جا سکتا ہے۔"

"تب میرے اوپر ایک احسان اور کر دو دوست۔ پیتھڈین کا انجکشن مل سکے تو———" اس نے لجاجت سے کہا۔

"کیا تم انتظام کر سکتے ہو؟" میں نے یوسف کملی سے پوچھا۔

"ابھی———" یوسف کملی نے جواب دیا——— ہلور نے پیتھڈین کے دو انجکشن لیے——— میں بھی اس کے ساتھ اس وقت تک چرس نوشی کرتا رہا' جب تک وہ اوندھا نہ ہو گیا——— اس کے بے ہوش ہونے کے بعد میں نے نشہ روکنے والی گولی منہ سے نکال کر پھینک دی۔ اور کملی کے پاس پہنچ گیا۔

"کام شروع کر دو کملی۔ میرا خیال ہے اب تم میرا مقصد سمجھ گئے ہو گے؟"

"ہاں———" کملی نے گھٹی گھٹی آواز میں کہا——— وہ میرا پروگرام سمجھ گیا تھا——— اس میں سمجھنے والی کیا بات رہ گئی تھی——— لیکن وہ اس کامیاب ترین پروگرام پر انگشت بدنداں تھا۔ تابوت والے کمرے کی طرف جاتے ہوئے اس نے بھرائے ہوئے لہجے میں کہا۔ "صرف ایک بات میرے ذہن میں کھٹک رہی ہے مسٹر نواز۔"

"کیا؟" میں نے پوچھا۔

"کیا اسے آپ نے قتل کیا ہے؟"

"کس کو؟" میں نے حیرت سے پوچھا۔

"کملا۔"

"نہیں میرے دوست ——— میں ابھی اس قدر درندہ نہیں ہوا ہوں۔ یوں سمجھو یہ اتفاقیہ طور میرے ہاتھ لگے ہیں ——— انسانی زندگی کے عوض میں یہ کام کرنے کو تیار ہوں ——— وہ بھی ایک گناہ انسان ——— یہ خیال ذہن سے نکال دو ——— وہ قدرتی طور پر موت کا شکار ہوئی ہے۔"

"اوہ ———" یوسف کمالی نے ایک گہری سانس لی۔ "ظاہر ہے یہ بات پہلے سے آپ کے ذہن میں نہیں ہوگی؟"

"ہاں پہلے نہیں تھی۔" میں نے مختصراً کہا۔ میں اس موضوع پر زیادہ گفتگو نہیں کرنا چاہتا تھا۔

بہرحال اس کے بعد ایک ناگوار کام انجام دیا جانے لگا! یوسف کمالی اتنے مضبوط اعصاب کا مالک نہیں کہ ہمارے ساتھ اس کام میں شریک ہوتا۔ لیکن دوسرا آدمی جسے یہ کام انجام دینا تھا اپنے کام کا ماہر تھا۔ اس نے ڈریلی کے بہت سے اندرونی اعضاء نکال لیے اور پھر ان کی جگہ مضبوط نائیلون کی تھیلیاں ٹانک دیں اور اس کے بعد پوری مہارت سے ٹانکے لگا دیئے گئے آدھے گھنٹے میں اس کام سے فراغت ہوگئی تھی۔

اور لاش دوبارہ تابوت میں رکھ دی گئی۔ ہم اپنے کام سے فارغ ہوگئے تھے۔ اب دوسرے دن روانگی کا بندوبست کرنا تھا۔ ہلور کو بہت دن کے بعد چرس ملی تھی۔ اس کے علاوہ اس نے نشے کے دو انجکشن لیے تھے۔ اس لیے دوسرے دن گیارہ بجے تک وہ سوتا رہا۔ میں اور یوسف کمالی البتہ اپنے اپنے کاموں میں مشغول ہوگئے تھے۔ ہلور کے کاغذات بھی یوسف نے درست کرائے۔ ان میں اس کا پاسپورٹ بھی تھا اور لاش کی بکنگ بھی کرادی گئی۔ تمام کام نہایت احتیاط سے کئے گئے تھے۔

شام کو سات بجے ہم اسٹیشن پہنچ گئے۔ لیکن یہاں احتیاط سے کام کیا گیا تھا۔ ہلور کو مزید کرنسی دے دی گئی تھی تاکہ اسے دقت نہ ہو۔ ٹرین میں سوار ہوتے وقت اس نے حیرت سے پوچھا تھا۔

"کیا آپ میرے ساتھ وینس نہیں چلیں گے۔ مسٹر شارلی۔"

"تم بے فکر رہو میرے دوست۔ اصل میں مجھے بلغاریہ میں تھوڑی دیر کا کام ہے۔ اس لیے یہاں سے بلغاریہ تک میں ہوائی سفر کروں گا۔ اس کے بعد بلغاریہ میں تم سے آملوں گا۔ یوں بھی تمہارے پاس سب کچھ موجود ہے۔ تمہیں کوئی تکلیف نہیں ہوگی۔"

ہلور جزبز ہو کر رہ گیا تھا لیکن ٹرین کی وسل نے اسے سوچنے کی مہلت نہ دی اور اس نے ایک لمبی سانس لی۔

"اچھا کمالی ——— میرے دوست۔ میں وینس پہنچ کر تمہیں اطلاع دوں گا۔"

"خدا حافظ مسٹر نواز ——— آپ بہت سی عجیب یادیں چھوڑے جا رہے ہیں۔" کمالی نے گرمجوشی سے مجھ سے مصافحہ کرتے ہوئے کہا۔

"ممکن ہے زندگی میں کبھی دوبارہ ملاقات ہو؟"

"خدا کرے۔" یوسف کمالی نے کہا۔

"ہاں۔ اس لڑکی کو میری طرف سے سلام کہہ دینا۔ اور اس سے کہہ دینا کہ مجھے افسوس ہے کہ میں وقت اس سے ملاقات نہ کر سکا اور یہ بہتر ہی ہے۔" میں نے اپنے کمپارٹمنٹ میں داخل ہوتے ہوئے کہا۔ ہلور کے کمپارٹمنٹ سے دور تھا۔

ٹھیک ساڑھے سات بجے اورینٹ ایکسپریس خاموشی سے رینگنے لگی۔ اسٹیشن سے نکلتے ہی

روشنیاں اور باسفورس کا سمندر نظروں کے سامنے آگئے۔ گاڑی رفتار پکڑتی جا رہی تھی اور پھر شہر کی آخری روشنی بھی نگاہوں سے اوجھل ہوگئی۔ تھوڑی دیر کے بعد ترک کسٹم افسر آیا اور پاسپورٹ پر مہر لگا کر چلا گیا۔ میں نے اپنے سفری بستر کو کھولا اور نرم پروں کی رضائی میں گھس گیا۔ خیالات کے ہجوم نے یلغار کردی تھی۔ انہیں پرے دھکیلنا میرے بس کی بات نہیں تھی۔ ہاں ان کے دھارے موڑ سکتا تھا۔ چنانچہ پوری توجہ دور بیٹھے ہلور کی طرف منتقل ہوگئی۔ وہ انسان بننے جا رہا تھا۔ دوبارہ جدوجہد اور عمل کی دنیا میں واپس آنے کے بارے میں سوچ رہا تھا۔ لیکن اس کی محبوبہ مرگئی۔ اب ——— اب وہ کیا کرے گا؟

لیکن یہ اس کی بات تھی۔ پہلے یہ بات مجھے سوچنی تھی۔ اب میں کیا کروں گا" میرے پاس وینس کا پتہ موجود تھا۔ میں براہ راست وہاں جا سکتا تھا۔ لیکن کیا یہ مناسب ہوگا۔ میرا خیال ہے اس مفلوک الحال ہپی پر کوئی توجہ نہیں دے گا اور اگر بات بگڑ گئی تو؟ دیکھا جائے گا۔ بننا اور بگڑنا تو بزنس ہے۔

بس سوچنے کا وقت ختم۔ اب سونا چاہیے۔ اور نہ جانے کیوں نیند میرے تابع ہوگئی ——— میں نے اسے طلب کیا اور وہ آگئی۔ دوسری صبح آنکھ کھلی تو گاڑی کا تمام عملہ راتوں رات ترک سے بلغارین میں بدل چکا تھا۔ باہر کا موسم ابر آلود تھا۔ سرسبز کھیتوں اور باغوں کی ہریالی تاحد نگاہ پھیلی ہوئی تھی۔ بڑی خوشگوار کیفیت تھی۔ میں پرشوق نگاہوں سے باہر کے مناظر دیکھتا رہا۔ اس سے کہیں زیادہ خوشنما مناظر میں اپنے وطن میں چھوڑ آیا تھا۔ میرے وطن کی زمین اس سے زیادہ سبز تھی۔

سب کچھ بدل چکا تھا۔ لیکن وطن کی یادوں کے دریچے ——— تیز جھکڑوں سے کھل جاتے تھے اور پھر انہیں بند کرنے میں کافی تکلیف ہوتی تھی۔ بلغاریہ کا دارالخلافہ صوفیہ آیا ——— یہاں گاڑی کو ایک گھنٹے رکنا تھا۔ میں نے سوچا کہ ہاور کی خبر لے لوں۔ لیکن اس انداز میں کہ اسے اندازہ نہ ہوسکے۔

انتہائی احتیاط سے اس طرف چل پڑا جہاں وہ موجود تھا۔ وہ نظر بھی آگیا ——— لیکن گردن جھکائے اونگھ رہا تھا۔ اسے کھانے پینے کی پرواہ بھی نہیں تھی۔ مجھے اس پر بہت ترس آیا۔ بے چارہ نادانستگی میں میرے کلی کام آیا ہے۔ اگر مکمل طور پر کامیابی ہوئی تو اس سے جو وعدہ کیا ہے ضرور پورا کروں گا اور اگر ناکام رہا اور وہ پھنس گیا تب بھی اسے تنہا نہ چھوڑوں گا جو کر سکتا ہوں کروں گا۔ میں نے دل میں فیصلہ کرلیا تھا۔ میں واپس پلٹ پڑا۔ اسٹیشن پر لڑکیاں چائے بیچ رہی تھیں۔ اس کے ساتھ کچھ دوسرے لوازمات بھی تھے۔ بہرحال پیٹ بھرنا تھا۔ جو ملا خریدا کھایا اور پھر چائے پی کر واپس اپنی نشست پر آگیا۔ سفر پھر شروع ہوگیا اور پھر سہ پہر کو تین بجے کے قریب یوگوسلاویہ کے سرحدی قصبے دمتری گراڈ پر ٹرین رک گئی۔ یہاں پاسپورٹ وغیرہ چیک کئے گئے اور جانے کی اجازت مل گئی۔ رات کے نو بجے یوگوسلاویہ کا دارالخلافہ "بلغراد" آیا۔ ٹرین نیلے ڈینیوب سے گزر کر آگے بڑھ گئی۔ اور اورینٹ ایکسپریس کی دوسری شب شروع ہوگئی۔ دوسری صبح ٹرین "سپرآنا" کے راستے اطالیہ میں داخل ہوگئی۔ "گداپ سینا کے اسٹیشن پر ایکبار جنرل چیکنگ ہوئی۔ یہی کٹھن مرحلہ تھا۔ لیکن اس پر کوئی خاص دقت نہیں ہوئی۔ نرئیست سے یوگوسلاوی عملہ بدل گیا تھا اور اب پستہ قد اطالوی عملہ گاڑی پر قابض تھا۔ یہاں تک کہ ٹرین وی تیرنا پہنچ گئی۔ میں نے وینس کا نقشہ نکالا۔ سب سے پہلے مجھے سیاحوں کے کیمپ جانا تھا۔ لیکن اس صورت میں کہ ہلور کی نگرانی بھی جاری رہتی۔ اس کے علاوہ سیاحوں کے کیمپ سے مجھے مدد بھی ملنے والی تھی جس کے بارے میں یقیناً اطلاع پہنچ چکی ہوگی۔

اسٹیشن کی عمارت سے نکلا ــــــ تو زمین کی بجائے پانی کی لمبی سڑک نظر آئی' جہاں اِ
گنڈولے چل رہے تھے۔ چند اطالوی ہلور کے ساتھ تابوت اٹھائے باہر آ گئے۔ ایک اطالوی اسٹیشن ا
جانے کس طرح غمزدہ ہلور پر مہربان ہو گیا تھا۔ اس نے اپنی نگرانی میں تابوت ایک اسٹیمر میں اتروایا۔ ا
دوسرے لوگ بھی سوار ہو رہے تھے۔ میں نے ہمت کر کے اسی اسٹیمر کا ایک ٹکٹ خرید لیا۔ ہلور کے
خود اسٹیشن آفیسر نے لے کر دیئے تھے۔ تابوت کا اچھا خاصا ٹکٹ دینا پڑا تھا اسے۔ بہرحال مجھے معلوم
ہلور کے پاس بہت کچھ موجود ہے۔

البتہ میری خواہش تھی کہ ہلور ابھی مجھے نہ دیکھے۔ میں لیڈو کیمپ میں ہی اس سے ملاقات کرنا چاہتا
تاکہ اسے بھی شبہ نہ ہو۔ چنانچہ لمبے اسٹیمر میں' میں اس سے کافی دور ــــــ اور گردن موڑ کر بیٹھا تھا
وہ مجھے نہ دیکھ سکے۔

ہم اسٹیمر میں سفر کرنے لگے۔ عرشے پر بہت سے سیاح قرب و جوار کے مناظر کی تصویریں بنا
تھے۔ اور ہلور خاموش بیٹھا تھا۔

نیلے سمندر کے کنارے' درختوں کے جھنڈ میں سیاحوں کی جنت لیڈو کیمپ بستی اور
جگہ ــــــ! بہت سے سیاح یہاں اترنے لگے۔ میں بھی ان کے ساتھ نیچے اتر گیا۔ اترنے کے بعد م
انداز سے واپس ہلور کے سامنے آیا جیسے میرا یہیں قیام ہو۔

"اوہ۔ ڈیر ہلور ــــــ تم پہنچ گئے۔" میں نے اسے مخاطب کیا۔ اور وہ بری طرح چونک پڑا۔ ا
حیران نگاہوں سے میری طرف دیکھا تھا۔

"آؤ ــــــ ہمیں یہیں اترنا ہے۔" میں نے کہا اور وہ گھبرائے ہوئے انداز میں کھڑا ہو گیا۔ "گھ
کی ضرورت نہیں۔" میں نے اسے تسلی دی۔ اور پھر اسٹیمر کے عملے کی مدد سے تابوت اتروالیا۔ چند
حاصل کیئے اور تابوت اٹھا کر لے چلا۔ ہلور میرے ساتھ تھا۔

ان کیمپوں کے بارے میں مجھے بھی کوئی تجربہ نہیں تھا۔ لیکن یوسف کمالی نے ان کی تھوڑی
تفصیلات بتادی تھیں۔ یورپ میں ہوٹلوں کے ہوشربا کرائے سیاحوں کے لیے سوہان روح بن جا
اس مصیبت کا واحد حل کیمپنگ ہے۔ یورپ کے کونے کونے میں ہزاروں کیمپنگ سائٹس
ہوئی ہیں۔ مشہور شہروں اور پرفضا مقامات پر ان کی بہتات ہے ــــــ عموماً یہاں ہر چیز دستیاب ہو
صاف ستھرے غسل خانے' روز مرہ کے استعمال کی اشیاء کی دوکانیں۔ کرائے پر دستیاب ہونے والے
کے بڑے بڑے اسٹور' ریستوران وغیرہ ــــــ کسی بھی مناسب جگہ اپنا ایک چھوٹا سا گھر ایستادہ کر
اور مزے سے وقت گزاریئے۔

"آپ یہاں کب پہنچے مسٹر شارتی؟" ہلور نے پوچھا۔

"اس جگہ ابھی آیا ہوں۔ اور رینٹ ایکسپریس کے آنے کا وقت معلوم کرنے کے بعد۔"

"اوہ ــــــ آپ بے حد مہربان انسان ہیں۔ پورے راستے میں اسی ذہنی خلجان میں مبتلا رہا ہو

وہیں جا کر کیا کروں گا' میری تو سوچنے سمجھنے کی قوتیں مفلوج ہو چکی ہیں۔"

"ان حالات میں ایسا ہی ہوتا ہے مسٹر ہلور ــــــ لیکن آپ فکر نہ کریں۔ آپ کی الجھنوں کا بوجھ میں نے اپنے کندھوں پر اٹھالیا ہے۔" میں نے اسے تسلی دیتے ہوئے کہا۔ لیکن یہ حقیقت تھی کہ میری بھی سٹی گم تھی۔ میں چاروں طرف چور نگاہوں سے دیکھ رہا تھا اور سوچ رہا تھا کہ اب مجھے کیا کرنا چاہیے؟ ابھی تک کوئی نظر نہیں آیا تھا۔

اب اس کے سوائے اور کوئی چارہ نہیں تھا کہ پاسپورٹ جمع کرا کر ایک خیمہ حاصل کروں اور اس کے بعد انتظامات کروں۔ لیکن غلام سیٹھ کے آرگنائزیشن میں ایک خوبی تھی' جس کا میں آج بھی اعتراف کرتا ہوں' وہ یہ کہ اس کے نمائندے جہاں بھی تھے' نہایت چاق و چوبند اور اسمارٹ تھے' ان سے کوئی چوک نہیں ہوتی تھی۔

تابوت اور ہلور کے ساتھ کیمپ کی طرف چلتے ہوئے دیر نہ گزری تھی ــــــ کہ درمیانے قد کی ایک خوبصورت لڑکی جس کے بالائی لب پر خاصے بال تھے لیکن رنگ چاندی کی طرح چمکدار تھا۔ مسکراتی ہوئی میری طرف بڑھی۔

"ہیلو۔" وہ بڑی بے تکلفی سے بولی۔ جیسے میری پرانی شناسا ہو۔ میں ٹھٹھک گیا۔ "میں آپ کو کتنی دیر سے تلاش کرتی پھر رہی تھی۔" اس نے شکایتی انداز میں کہا۔ اور اس کے ساتھ ہی اپنا ہاتھ اس طرح سامنے کر دیا جیسے ہاتھ ملانا چاہتی ہو اور میں نے اپنی کلائی اس کے سامنے کر دی۔

"لی زینا۔" اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"کہاں چلنا ہے؟" میں نے پوچھا۔

"وہ سامنے پیلے رنگ کی وین کھڑی ہے۔" اس نے ایک طرف اشارہ کیا۔ اور میں قلیوں کو لے کر پیلے رنگ کی وین کی طرف بڑھ گیا۔

"مطلع صاف ہے؟" میں نے ڈرائیونگ سیٹ کے نزدیک بیٹھتے ہوئے پوچھا۔ تابوت وین کے عقبی حصے میں رکھوادیا گیا تھا' اور ہلور بھی اس کے ساتھ بیٹھ گیا تھا۔

"ہاں۔ حیرت انگیز طور پر۔!" اس نے ڈرائیونگ سیٹ سنبھالتے ہوئے کہا۔ اور پھر وین اسٹارٹ کر کے آگے بڑھادی۔ "اتنی آسانی سے آج تک کام نہیں ہوا۔ ایسا لگتا ہے جیسے اس محکمے سے متعلق لوگ سو رہے ہیں۔" میں نے صرف مسکرانے پر اکتفا کی۔ "تم تنہا آئی تھیں؟"

"نہیں ــــــ کیمپ میں ہمارے ڈیڑھ درجن افراد موجود تھے۔ کوئی خطرہ یا گڑبڑ ہوتی تو وہ سنبھال لیتے۔"

"گڈ۔" میں نے گردن ہلائی۔

"کیا یہ بھی گروہ کا آدمی ہے؟" اس نے ہلور کے بارے میں پوچھا۔

"نہیں۔ قطعی غیر متعلق۔"

"اوہ۔ پھر اس کی کیا حیثیت ہے۔"

"ابھی تفصیل سے گریز کرو۔" میں نے کہا اور وہ خاموش ہو گئی وین کشادہ سڑک پر دوڑ رہی تھی۔ دونوں طرف بلند قامت درختوں کی قطاریں تھیں اور ان سے پرے خوبصورت باغات اور حسین

عمارتیں ---- وین برق رفتاری سے جا رہی تھی۔ تھوڑی دیر کے بعد ہم پلازاڈیل سینما کے سامنے سے گزرے ---- اس جگہ ہر سال وینس کا مشہور فلمی میلہ ہوتا تھا۔ یہاں دنیا کے مشہور عالم قمار خانے ہیں' جہاں سختی سے صرف ادھر کا مال ادھر کے اصول پر عمل ہوتا ہے۔ اعلیٰ پیمانے کے جوئے ہوتے ہیں اور سیاح یہاں سب کچھ لٹا بیٹھتا ہے۔ ---- لیڈو سے گزر کر ہم سانتا ماریا پر آ گئے۔ فیشن ایبل ہوٹلوں کا یہ علاقہ بے حد حسین ہے۔

یہاں تک کہ وین سانتا ماریا کے ایک گھاٹ پر پہنچ کر رک گئی۔ فوراً ہی چار آدمی نہ جانے کس طرف سے نکل کر ہمارے پاس پہنچ گئے۔ لیزینا نے مقامی زبان میں انہیں ہدایات دیں اور وہ وین کے عقبی حصے میں پہنچ گئے۔ انہوں نے بڑے احترام سے تابوت اتارا۔ اور تابوت کے ساتھ ہلور بھی نیچے اتر آیا۔

تب ہم ایک "موٹو سکافو" میں پہنچ گئے۔ جو آبی سڑک پر ہچکولے کھا رہا تھا۔ تابوت بھی موٹر بوٹ میں رکھ دیا گیا تھا۔ موٹر بوٹ میں ان چاروں آدمیوں کے علاوہ کوئی اور نہیں تھا۔ اس پر پرائیویٹ کی تختی لگی ہوئی تھی۔ لیزینا میرے اور ہلور کے ساتھ موٹو اسکافو میں سوار ہو گئی اور موٹر بوٹ اسٹارٹ ہو کر چل پڑی۔ میں خاموشی سے وینس کے مناظر میں کھویا ہوا تھا۔ موٹر بوٹ سان مارکو چوک کی طرف جا رہی تھی۔ کرائے کی موٹو اسکافو تیزی سے سامان اور انسانوں کو لے کر سفر کر رہی تھیں۔ ان کے درمیان سست رفتار گنڈولے بھی آ جاتے تھے اور ان سے پرے وینس کا آبی شہر نظر آ رہا تھا۔ صدیوں پہلے وینتی قبیلے کے لوگ وحشی حملہ آوروں سے بچنے کے لیے پہاڑوں اور میدانوں کو چھوڑ کر چند ویران ساحلی جزیروں پر آباد ہو گئے تھے۔ آہستہ آہستہ ان جفاکشوں نے ایک عظیم شہر تشکیل دے لیا' جو اطالیہ کی طاقتور ترین ریاست بن گیا۔ مشرق کو جانے والی تمام آبی شاہراہوں پر اہل وینس کا قبضہ تھا۔ وہ اعلیٰ پیمانے پر تجارت اور لوٹ مار کرتے تھے اور اس دولت سے عظیم وینس وجود میں آیا تھا۔

سان مارکو چوک کے گھنٹہ گھر کے سامنے والے گھاٹ پر ہماری موٹر بوٹ رک گئی۔ تمام انتظامات اس قدر چوکس تھے کہ طبیعت خوش ہو گئی تھی۔ یہاں بھی دو آدمی ایک سبز رنگ کی لمبی وین لیے ہمارے منتظر تھے۔ سب نے مل کر تابوت وین میں رکھا ---- اور ایک بار پھر ہم چل پڑے۔ اور ہلور کی حیرت قدرتی تھی۔

اب وہ اتنا بڑا گدھا بھی نہیں تھا کہ ان شاندار انتظامات کو حیرت کی نگاہ سے نہ دیکھتا۔ لیکن ان کے بارے میں اس نے کیا سوچا' یہ تو وہی جانے یا خدا جانے ---- ممکن ہے اس نے یہی سوچا ہو کہ اس کا دوست شارٹی وینس کی کوئی بااثر شخصیت ہے ---- اس بار کا سفر طویل نہیں تھا۔ ڈوجے محل کے عقب کی ایک حسین عمارت کے کمپاؤنڈ میں داخل ہو کر وین رک گئی۔ یہاں دو خوش لباس انسانوں نے ہمارا خیر مقدم کیا۔

"لارانوسے ---- اور کے باسفو۔" دونوں نے اپنا تعارف کرایا۔

"میرے دوست ہلور۔" میں نے صرف ہلور کا تعارف کرایا اور انہیں آنکھ مار دی۔

"اوہ ---- بڑی خوشی ہوئی آپ سے مل کر مسٹر ہلور۔ اور آپ کے ساتھ پیش آنے والے حادثے پر افسوس۔" لارانوسے نے کہا اور میں نے ایک ٹھنڈی سانس لی۔ ان لوگوں کو پوری طرح باخبر کر دیا گیا ہے۔

"آپ میرے ساتھ آیئے مسٹر ہلور۔" لیزینا نے کہا اور بے تکلفی سے ہلور کا ہاتھ پکڑ لیا۔ ہلور نے بے

بسی سے میری طرف دیکھا اور پھر لیزینا کے ساتھ آگے بڑھ گیا۔

"ہمیں آپ کے بارے میں استنبول سے مکمل اطلاع مل چکی تھی' مسٹر نواز ---- آپ کو کوئی تکلیف تو نہیں ہوئی؟"

"نہیں ---- اس کے برعکس آپ لوگوں کے بہترین تعاون' اور مستعدی سے بہت خوش اور حیران ہوں۔"

"اگر آپ یہ الفاظ ہمیں لکھ کر دے دیں گے تو ہماری حیثیت بڑھ جائے گی۔" "یقیناً لکھ دوں گا۔ میرا خیال ہے ایک لمحہ ضائع کیے بغیر مال نکال لیا جائے۔ تاکہ ہم اس شخص کو روانہ کر سکیں۔ یوں بھی لاش کے خراب ہونے کا احتمال ہے۔"

"تمام انتظام مکمل ہے۔" کے باسفو نے کہا۔ اور پھر اس کے اشارے پر ملازم تابوت اٹھا کر اندر لے چلے۔ انہوں نے اسے ایک اندرونی کمرے میں پہنچا دیا۔ جہاں باقاعدہ آپریشن ٹیبل اور آپریشن کرنے کے آلات موجود تھے۔ لاش کو آپریشن ٹیبل پر ڈال کر ایک بار پھر اس کے ٹانکے کھولے گئے اور ہیروئن کی تھیلیاں نکال لی گئیں۔ اس کے بعد بڑی احتیاط سے اس میں ٹانکے لگائے گئے۔ خاصا مشکل کام تھا۔ کیونکہ لاش بگڑ چکی تھی۔ بہرحال اسے دوبارہ تابوت میں بند کر دیا گیا۔

اور میں نے سکون کی سانس لی۔ میں اپنی اس کوشش میں بھی کامیاب ہو چکا تھا۔ اور اب میں فوری طور پر ہلور کو لندن روانہ کر دینا چاہتا تھا۔

☆ ☆ ☆

ہلور کے فرشتوں کو بھی نہیں معلوم ہو سکا کہ کیا ہوا۔ ہاں طیارے پر سوار ہوتے ہوئے اس آنکھیں نم تھیں۔ "میرے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا کہ انسانوں کی یہ قسم ابھی باقی ہے۔ جو بغیر کسی لالچ کے کسی کے یوں کام آ جاتی ہے۔" اس نے ناک میں گھس جانے والے آنسوؤں کو شوں شوں کرکے اوپر سونتے ہوئے کہا۔

"انسانوں کو سمجھنا بہت مشکل کام ہے میرے دوست! اس لئے جو کچھ سمجھ لو' اسی پر اکتفا کرو۔ زیادہ جاننے کی کوشش کرو گے تو بہت سے بھرم ٹوٹ جائیں گے۔" میں نے اس کے کندھے کو تھپتھپاتے ہوئے کہا اور پھر وہ چلا گیا۔ میں نے ایئرپورٹ کے گیٹ کی طرف مڑتے ہوئے اسے بھلا دیا وہ صرف میری ایک ضرورت تھی۔ ضرورت پوری ہونے کے بعد کسے یاد رہتی ہے میں ایئرپورٹ سے باہر نکل آیا!

سبز رنگ کی وین کی ڈرائیونگ سیٹ پر لیزینا میرا انتظار کر رہی تھی صرف لیزینا میرے ساتھ آئی تھی' باقی لوگوں کی بھیڑ کو میں نے ساتھ لینا مناسب نہیں سمجھا تھا! غلام سیٹھ کے نئے احکام کے تحت میری ذمہ داریاں کچھ اور بڑھ گئی تھیں۔ حالانکہ۔ یہ بڑھی ہوئی ذمہ داریاں مجھے پسند نہیں تھیں۔ میرا عہدہ بڑھ رہا تھا۔ میرا درجہ بڑھ رہا تھا۔ سوئزرلینڈ کے بینکوں میں میرا سرمایہ بڑھ رہا تھا۔ لیکن مجھے ان سب کا کیا کرنا تھا۔ میرے لیے تو میری تنہا زندگی تھی جب تک تھی۔ تھی۔ جب نہ ہوتی تو کوئی گلہ بھی نہ ہوتا۔ کیا ضرورت تھی اس بوجھ سے چمٹے رہنے کی۔ اگر غلام سیٹھ زیادہ سے زیادہ وزن لاد دے۔ تو مشکلات میں اضافے کے علاوہ اور کیا ہو سکتا ہے۔ تاہم۔ ٹھیک تھا۔ جو کچھ بھی تھا ٹھیک تھا۔ لیزینا نے جلدی سے اپنے نزدیک کا دروازہ کھول دیا اور میں تھکا تھکا سا اندر بیٹھ گیا۔ اس نے وین اسٹارٹ کرکے آگے بڑھا دی۔!

"کیا حکم ہے جناب۔؟" اس نے پوچھا۔
"گھر واپس چلو لیزینا۔ میں کچھ دیر آرام کروں گا۔!" میں نے کہا۔
"بہت بہتر۔ میں بھی آپ کو تھکا تھکا محسوس کر رہی ہوں۔" لیزینا نے کہا۔ اور سبزوین کی رفتار تیز کر
دی۔ پھر راستے بھر وہ خاموش رہی اور میں اونگھتا رہا۔ ذہن منتشر تھا۔ فیصلہ کیا کہ واپس جاکر شراب کے چند
پیگ لوں گا اور پھر سونے کی کوشش کروں گا' اپنے آپ کو۔ حالات کو' ماحول کو بھلانے کے لئے' شراب کا
وقتی سہارا اہمیت رکھتا ہے۔ ہاں۔ بشرطیکہ ہوش میں آنے کے بعد حافظہ بھی متاثر ہو۔ اور وہ کچھ یاد نہ آئے
جسے بھلانے کے لئے یہ موہوم سہارا لیا جاتا ہے۔!

لیزینا نے کئی بار کچھ بولنے کے لئے لب کھولے۔ لیکن پھر خاموش رہی۔ شاید میری خاموشی کی وجہ سے
اسے کچھ کہنے کی ہمت نہیں پڑی تھی اور میں بہر طور خاموش رہنا چاہتا تھا۔ اس وقت لیزینا کے جسم سے اٹھنے
والی بھینی بھینی خوشبو نے بھی مجھے متاثر نہیں کیا۔ کوئی چیز نہیں بھا رہی تھی۔ نہ جانے کیوں۔ وین مکان میں
داخل ہو گئی۔ اور میں دروازہ کھول کر نیچے اتر گیا لیزینا بھی دوسری طرف سے اتر گئی تھی۔ لان پر مالی کام کر رہا
تھا۔ اس کے علاوہ اور کسی کا وجود نہیں تھا۔ شاید لارانو سے اور کے باسفو بھی موجود نہیں تھے۔ "لیزینا۔" میں
نے سیڑھیاں چڑھتے ہوئے کہا۔

"سر۔" وہ مستعدی سے بولی۔ "مجھے شراب چاہیے۔!"

"ابھی پیش کرتی ہوں۔!" اس نے اسی انداز سے کہا۔ پھر میں تو اپنے جانے پہچانے راستے سے اپنی
خواب گاہ کی طرف بڑھ گیا۔ اور لیزینا دوسری سمت! اپنے کمرے میں آکر بستر پر جانے کی بجائے ایک آرام
کرسی پر دراز ہو گیا۔ جیب سے سگریٹ نکال کر سلگایا۔ اور اس کے گہرے گہرے کش لے کر سوچنے لگا۔ آخر
میں اداس کیوں ہوں۔ یہ بد بخت اداسی بار بار کیوں ابھر آتی ہے۔ بے شمار انسان دنیا میں بستے ہیں۔ انہوں
نے خود کو اپنے حال میں مگن کر لیا ہے۔ کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ وقت' ماحول ان کے ہاتھ میں نہیں ہے۔ یہ
بدخا کہیں اور سے چلتا ہے۔ جو کچھ ان کے ہاتھ میں ہے' اسی سے خوش کیوں نہ رہا جائے۔ اور وہ خوش
رہتے ہیں۔ مجھے بھی سب کچھ میسر ہے۔ پھر میں خوش کیوں نہیں ہوں۔ یہ بے نام اداسی میرے اوپر کیوں
مسلط ہے۔

میں بلا وجہ خود کو تباہ کر رہا ہوں۔ آزاد ہوں۔ جو دل چاہے کروں۔ جس طرح چاہوں رہوں۔ مجھے
خوش رہنا چاہیے۔! کیا ہوا۔ ہاور کی محبوبہ مر گئی۔ اس نے میری ضرورت پوری کر دی۔ میں نے اس کی
ضرورت پوری کر دی ایک ہی بات ہے۔ پھر یہ اداسی کیوں۔ میں نے اس کے ساتھ کوئی دھوکہ نہیں کیا۔!
چاندی جیسے رنگ۔ اور بھورے بالوں والی یہ لڑکی خاصی حسین ہے' کیا یہ۔ کیا یہ میری ساتھی بن سکتی ہے۔
کسی قسم کی ساتھی۔ جس طرح دوسری لڑکیاں۔؟ میرا خیال ہے کوئی مشکل کام نہیں تھا۔ لیکن۔ کیا اس وقت
ایسے ساتھی کی ضرورت ہے؟

"نہیں سو جانا بہتر ہے۔ ہاں۔ سو جانا ہی بہتر ہے۔ ممکن ہے سونے کے بعد موڈ ٹھیک ہو جائے۔ اور میں
نے لیزینا کے تصور کو بیدردی سے ٹھکرا دیا۔ اور اسی وقت دروازہ کھول کر لیزینا اندر داخل ہو گئی۔! شیشے کی
خوبصورت ٹرالی پر شراب کے جار رکھے ہوئے تھے۔ آئس پاٹ اور سائفن بھی تھا۔ لیزینا نے اس دوران
لباس بھی تبدیل کیا تھا۔ اس کے بھورے بال جو پہلے ایک ربن سے بندھے ہوئے تھے' اب کھل کر منتشر
ہو گئے۔ ڈھیلے ڈھالے لباس کا گریبان کافی چوڑا تھا' جس سے اس کا سینہ کافی حد تک عیاں ہو گیا تھا۔ شرٹ
کے نیچے کوئی دوسرا لباس بھی نہیں تھا۔ اور پھر کسی حد تک نیچی ٹرالی کے ہینڈل کو پکڑ کر دھکیلنے کے لئے وہ
جھکی تھی جس کی وجہ سے چوڑا گریبان اور چوڑا ہو گیا تھا۔ گویا' دوران خون تیز کرنے کے لئے شراب بھی
تھی۔ اور شباب بھی۔

لیکن۔ اس دیوانی کو کیا معلوم۔ کہ میں ایک سیراب انسان تھا۔ میرے اردگرد حسن کا سمندر موجزن رہا
تھا اور میں ہر کس و ناکس سے متاثر نہیں ہو سکتا تھا! شراب کی ٹرالی میرے قریب لا کر وہ سیدھی ہو گئی۔! اس
نے میری آنکھوں میں داد حسن تلاش کی اور پھر اس کے چہرے پر ناکامی کی شکنیں نمودار ہو گئیں۔ اس کی
مسکراہٹ میں پھیکا پن آگیا۔ کیونکہ میری سپاٹ نگاہوں میں کچھ نہیں تھا۔

"شراب دو لیزینا۔!" میں نے کہا۔

"جی۔ جی۔" وہ جلدی سے بولی اور پھر اس نے جار سے شراب نکالی اور اس میں برف ڈالنے لگی۔

"نہیں۔!" میں نے اسے روک دیا۔

"کیوں۔؟"

"اس کی گرمی برقرار رہنے دو۔ برف اس کے حسن کو فنا کر دیتی ہے۔"

"پانی۔؟" اس نے سائفن اٹھاتے ہوئے کہا۔

"بس۔ گلاس اٹھا دو لیزینا۔" میں نے کہا اور اس نے گلاس اٹھا کر میری طرف بڑھا دیا۔ میں نے شراب
چند گھونٹوں میں حلق میں انڈیل لی اور پھر کسی پیاسے کے سے انداز میں گلاس اس کی طرف بڑھا دیا۔ لیزینا
نے دوبارہ گلاس بھر دیا اور میں نے پہلے کے سے انداز میں اسے خالی کر دیا۔!

"یہ۔ یہ بہت تیز ہے جناب۔" لیزینا نے دبی زبان سے کہا۔

"میرے اندر کچھ نہیں ہے لیزینا۔ بس راکھ ہی راکھ بھری ہوئی ہے' اس کی تیزی کس چیز کو نقصان
پہنچائے گی۔؟" میں نے کہا۔ اور لیزینا کے چہرے پر عجیب سے آثار ابھر آئے۔ یہ ہمدردی کے آثار تھے۔
عورت دنیا کے کسی خطے کی ہو' فطری طور پر کیسی ہی ہو۔ اس کے اندر ہمدردی اور ممتا کے جراثیم ضرور
ہوتے ہیں۔

"ایک گلاس اور دے دو لیزینا۔" میں نے خوشامدانہ انداز میں کہا اور اس نے تیسرا گلاس پر کر دیا۔ میں
نے وہ گلاس بھی اسی انداز میں ختم کر دیا اور اور پھر میں نے ٹوٹے ہوئے لہجے میں کہا۔ "شکریہ لیزینا۔!" میں
کرسی سے اٹھا اور مسہری پر جا بیٹھا اور پھر میں نے جھک کر جوتے اتارے۔ لیزینا عجیب سے انداز میں مجھے
دیکھ رہی تھی۔ "کیا آپ لباس تبدیل نہیں کریں گے جناب؟"

"لباس۔ رہنے دو۔ کیا بگڑتا ہے۔" میں نے آنکھیں بند کر لیں۔ لیزینا اسی انداز سے کھڑی رہی۔ میں
اس کے چہرے پر کانپتے جذبات دیکھ سکتا تھا' لیکن میں نے آنکھیں بند کر لی تھیں' پپوٹوں میں لیزینا کا تاریک
ہیولہ ابھر رہا تھا۔ لیکن اس وقت مجھے سکون کی ضرورت تھی۔ صرف سکون کی۔!

اور سکون کی دیوی۔ مجھ پر مہربان ہو گئی۔ مجھے نہیں معلوم لیزینا کمرے سے کب گئی۔ بس میں سو گیا۔
اور پھر جب جاگا تو پیٹ میں چوہے دوڑ رہے تھے۔ گھڑی دیکھی۔ ساڑھے پانچ بج رہے تھے گویا دوپہر کا کھانا
گول ہو گیا تھا ویسے دماغ پر سکون تھا اور طبیعت ہلکی ہلکی محسوس ہو رہی تھی۔

یہی میں چاہتا تھا۔ باتھ روم کمرے سے اٹیچ ہی تھا۔ خوب غسل کیا اور پھر ایک عمدہ سوٹ پہن کر
دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ دروازے سے باہر قدم رکھا ہی تھا کہ ایک اجنبی سی شکل نظر آئی۔
سال کی ایک خوبصورت عورت تھی۔ جدید تراش کا لباس پہنے ہوئے' جدید ترین میک اپ کئے ہوئے
بہت اسمارٹ نظر آ رہی تھی۔

وہ شاید میرے کمرے کے سامنے سے گزر رہی تھی۔ اس کی نگاہ بھی میرے اوپر پڑی' اور وہ ٹھٹھک
گئی۔ اس نے غور سے مجھے دیکھا اور پھر اس کے ہونٹوں سے سیٹی کی آواز نکلی۔

"مسٹر نواز۔؟" اس نے سوالیہ انداز میں کہا۔ اور کوئی جواب دیئے بغیر اسے دیکھتا رہا۔ وہ میرے قریب
آ گئی۔ "ہینڈ سم۔" اس نے مجھے اوپر سے نیچے تک گھورتے ہوئے کہا۔ اور پھر چونک کر بولی۔ "کیا اپنا تعارف
نہیں کراؤ گے ڈیئر۔؟" میں نے محسوس کیا۔ وہ میرے اوپر چھا جانے کی کوشش میں مصروف تھی۔
متاثر کرنا چاہتی تھی۔

"لیزینا کہاں ہے۔؟" میں نے سپاٹ لہجے میں کہا۔ اور اسے ایک جھٹکا سا لگا۔ اس کا چہرہ پھیکا پڑ گیا۔

"اپنے کمرے میں ہو گی۔ میں بھی اسی طرف جا رہی ہوں۔ آؤ۔!" اس نے ایک قدم آگے بڑھایا۔

"تم کون ہو۔؟" میں نے پوچھا۔

"سی کاریفا۔" اس نے کہا۔

"اس عمارت میں پہلی بار دیکھی گئی ہو۔" میں آگے بڑھتے ہوئے بولا۔ اور وہ رک گئی۔ پھر اس
اپنی کلائی میرے سامنے کر دی۔ اور میں نے گہری سانس لی۔ اس کی کلائی پر انچارج کا نشان بنا ہوا تھا۔
وینس میں وہ کاروبار کی انچارج تھی۔ "ہوں۔" میں نے گردن ہلا دی۔

"آپ مسٹر نواز ہی ہیں نا۔؟" اس بار اس کا لہجہ سنبھلا ہوا تھا۔

"ظاہر ہے۔ آپ کو اس بارے میں آج اطلاع ملی ہے۔؟"

"اوہ۔ شاید لیزینا نے بتایا نہیں۔ میں پیرس گئی ہوئی تھی۔ دو گھنٹے قبل آئی ہوں۔"

"ہاں۔ بتایا تھا۔"

"یہاں آپ کو کوئی تکلیف تو نہیں ہوئی۔؟"

"نہیں۔ تمہارا اسٹاف بہت چاق و چوبند ہے۔"

"اوہ۔ شکریہ۔ شکریہ۔" وہ پھر اصل رنگ میں آ گئی۔ اسی وقت لارانو سے سامنے نظر آ گیا۔ ہمیں
دیکھ کر وہ جلدی سے ہمارے پاس دوڑا۔!

"آپ آ گئیں چیف۔؟" اس نے نیاز مندی سے کہا۔

"لیزینا کہاں ہے۔؟"

"لان پر کرسیاں لگوا رہی ہے۔ چائے کا وقت ہو چکا ہے۔ میں مسٹر نواز کو دیکھنے آیا تھا۔!"

"آیئے مسٹر نواز۔ لان پر چلیں۔ میں نے بڑے خوشنما پھول لگوائے ہیں عقبی لان پر۔!" سی کاریفا نے
کہا۔ اور میں اس کے ساتھ آگے بڑھ گیا۔

"مجھے آپ کی شاندار شخصیت کی تفصیل معلوم ہو چکی ہے۔ لیکن میں تو آپ کو ادھیڑ عمر کا کوئی
سا آدمی سمجھتی تھی۔" ریفا نے لان کی طرف بڑھتے ہوئے کہا۔

"اس میں میرا کیا قصور ہے۔!" میں نے اس کے اعتدال پر آنے کے بعد اس کی توہین مناسب نہیں
سمجھی۔

"ہاں۔ آپ کا تو کوئی قصور نہیں ہے۔" ریفا خواہ مخواہ ہنس پڑی۔ ہم لان پر پہنچ گئے۔ در حقیقت
خوبصورت لان تھا۔ شام جھک آئی تھی۔ ٹھنڈی ہوا کے فرحت بخش جھونکے لان پر لگے ہوئے حسین
پھولوں کی بھینی بھینی خوشبو منتشر کر رہے تھے۔ رنگ برنگی نازک نازک سی کرسیاں بڑی نفاست سے لگائی گئی
تھیں اور لیزینا شام کا خوشرنگ لباس پہنے چائے کا انتظام کر رہی تھی۔ اس کے ساتھ دو ملازم بھی تھے۔!
سی کاریفا کو دیکھ کر لیزینا ایکدم سیدھی ہو گئی' اور پھر آگے بڑھ کر بولی۔ "ہیلو۔ مادام سیکا۔!"
"ہیلو۔!" سی کا لہجہ حد درجہ سرد تھا۔ اس نے آواز میں رعب پیدا کر لیا تھا۔ "کیا پوزیشن ہے لی
زینا۔؟"

"سب ٹھیک مادام۔" لیزینا نے ہمارے لئے کرسیاں کھینچتے ہوئے کہا۔

"اسٹیشن رپورٹ۔؟"

"او کے۔!"

"ہوں۔ آرام کرو۔!" سی کاریفا نے کہا۔ اور لیزینا سارے کام چھوڑ کر جھکی اور عمارت کی طرف چل
پڑی۔ میں نے ایک گہری سانس لی۔ سی کاریفا کا ٹائپ میری سمجھ میں آ رہا تھا۔ وہ ایک خوبصورت لیکن سخت
گیر عورت تھی۔

"تشریف رکھیئے مسٹر نواز۔!" وہ میری طرف دیکھ کر مسکرائی۔

"شکریہ۔" میں کرسی پر بیٹھ گیا اور پھر دوسرے ملازموں نے ہمارے سامنے چائے سرو کرنا شروع کر
دی۔ چائے کے ساتھ بہت سے لوازمات تھے' لیکن یہ سب لیزینا کی کاوش تھی۔ یہ عورت تو درمیان میں
آ ٹپکی تھی' اور اب جبکہ مجھے لیزینا کی پوزیشن کچھ ہلکی نظر آئی تھی' مجھے اس لڑکی سے تھوڑی سی ہمدردی
محسوس ہو رہی تھی۔

چائے کے دوران ریفا نے کہا۔ "چونکہ میں ان دنوں باہر تھی اس لئے مجھے آپ کے بارے میں مکمل
معلومات نہ مل سکیں۔ تاہم آپ کی شخصیت سے متعلق کچھ باتیں خصوصی طور پر مجھے بتائی گئی ہیں۔ گو آپ
میری توقع کے برعکس ہیں۔ لیکن اس سے آپ کی شخصیت پر کیا اثر پڑتا ہے۔" سی کاریفا مسکرائی۔ لیکن
اس بار بھی میں نے اس کی مسکراہٹ کا کوئی جواب نہیں دیا۔

"آپ کا آخری جملہ میری سمجھ میں نہیں آیا۔؟" میں نے ایک کاجو منہ میں ڈالتے ہوئے کہا۔

"میں جانتی ہوں آپ انٹرنیشنل آرگنائزر ہیں۔ کسی جگہ کے کچھ مسائل ہوں تو آپ کے ذریعہ انہیں
حل کیا جا سکتا ہے۔!" سی کاریفا اس بار بالکل نہیں مسکرائی تھی۔ اسے احساس ہو گیا تھا کہ میں اس کی
شخصیت' اس کی کشش کو نظر انداز کر کے اسے ایک عام عورت کی حیثیت سے ٹریٹ کر رہا ہوں۔

"کیا آپ کسی مسئلے سے دوچار ہیں۔؟"

"ہاں۔!" اس نے چائے بناتے ہوئے کہا۔

"مجھے بتائیں۔ ممکن ہے میں مدد کر سکوں۔"

"سپلائی کے چند چھوٹے چھوٹے اڈے ہمارے کام میں رخنہ اندازی کرتے ہیں۔ لیکن اول تو ان کے

پاس اسٹینڈرڈ کا مال نہیں ہوتا۔ دوسرے ان کا کاروبار بہت چھوٹا ہے۔ اس لئے ان سے ہمارے کاروبار
کوئی اثر نہیں پڑتا۔ لیکن ہوٹل "سوبیتا" بہت بڑے پیمانے پر کام کر رہا ہے۔ سب سے خاص بات یہ ہے
اس کے پاس جدید ترین مال ملتا ہے۔ ہر چیز اس کے پاس موجود ہے۔ پتہ کرنے سے معلوم ہوا کہ وہ کسی گر
کے تحت کام نہیں کرتا' بلکہ مال حاصل کرنے کے اس کے اپنے ذرائع ہیں۔ اور میرے خیال میں وہ ذرائع
دور دراز سے آنے والے ہیبی ہیں' جو مال لاتے ہیں اور سوبیتا ان سے مال خرید لیتا ہے۔ ان کے کچھ ہاتھ
ایجنٹ بھی ہیں جو غیر ممالک سے مال منگواتے ہیں۔ بہرحال مقامی سپلائی میں سوبیتا ہمارے لئے الجھن کا باعث
بنا ہوا ہے اور ہماری سیل کافی ٹوٹ گئی ہے۔"

"ہوں۔!" میں نے چائے کی پیالی اٹھاتے ہوئے کہا۔ اور پھر خاموشی سے چائے کے گھونٹ لینے لگا
سوبیتا کے سربراہان کے بارے میں کچھ معلوم ہو سکا؟"

"صحیح طور سے نہیں۔ کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ وہ ایک جاپانی کی ملکیت ہے جو عموماً" ملک سے باہر رہتا
ہے۔ کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ کسی مقامی آدمی کا ہی ہے' جو خود کو ظاہر نہیں کرتا۔ ٹھیک بات نہیں معلوم
ہو سکی۔"

"ٹھیک ہے خاتون ریفا۔ میں دیکھوں گا کہ اس کے لئے کیا کر سکتا ہوں۔"

"شکریہ۔" ریفا نے کہا۔ اور پھر ہم لوگوں نے چائے ختم کر لی۔

"رات کا کھانا میرے ساتھ کھانا پسند کریں گے مسٹر نواز۔" ریفا نے کہا۔

"کیا مطلب؟ میں نہیں سمجھا۔؟"

"رات کو میرے غریب خانے پر۔"

"اوہ۔ تو آپ کا قیام یہاں نہیں ہے۔؟"

"نہیں یہ صرف گیسٹ ہاؤس ہے۔"

"خوب۔ مجھے کیا اعتراض ہو سکتا ہے خاتون ریفا۔ میں حاضر ہو جاؤں گا۔!"

"شکریہ۔" سی کا ریفا نے ایک ادا سے کہا۔ اس کے بعد ہم دوسری گفتگو کرتے رہے۔ اور پھر سی کا
نے مجھ سے اجازت مانگی۔ "مجھے اب اجازت دیں مسٹر نواز۔ میں آپ کی ضیافت کا انتظام کروں گی۔"

"بہت بہتر۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ اور وہ چلی گئی۔ میں اس کے ساتھ عمارت کی طرف نہیں
آیا تھا' بلکہ لان پر چہل قدمی کر رہا تھا۔ اس دوران میں اس عورت کے بارے میں سوچ رہا تھا۔ ظاہر ہے
یہاں صاحب اقتدار تھی۔ ویسے گروہ کی انچارج کوئی عورت بھی ہو گی۔ میں نے سوچا بھی نہیں تھا۔ لیکن
غلام سیٹھ نے کیا کیا کھڑاگ پھیلا رکھے ہیں۔ مجھے اس بارے میں کوئی معلومات نہیں تھی۔ ابھی تو نہ جانے
کیسے کیسے حیرت انگیز واقعات سے دوچار ہونا پڑے۔

پھر مجھے لیزینا یاد آئی اور میں عمارت کی طرف چل پڑا۔ اپنے کمرے کی طرف جاتے ہوئے میں نے ایک
ملازم کو روکا اور وہ ادب سے میرے نزدیک آ گیا۔

"مس لیزینا کو میرے روم میں بھیج دو۔!" میں نے کہا۔

"وہ۔ وہ۔ سر۔ مادام سی کا' مس لیزینا کو اپنے ساتھ لے گئی ہیں۔!" ملازم نے بتایا۔ اور میں چونک پڑا
اپنے کمرے کی طرف بڑھتے ہوئے میں اس عورت کے بارے میں سوچا۔ عورت عجیب حسیات کی مالک ہے

جانے کونسی بات ہے سی کا نے محسوس کر لیا کہ میں لیزینا کی طرف متوجہ ہو سکتا ہوں۔ حالانکہ اس
میں ایسی کوئی بات نہیں تھی۔ میں نے اس وقت لیزینا کو نظرانداز کر دیا تھا جب وہ شراب لے کر
آئی تھی۔ ورنہ سی کا ریفا کی کوششیں بیکار ہوتیں۔ تاہم اس نے یہ حرکت کی تھی۔
اس حرکت کا ذہنی انتقام لینے کا میں نے فیصلہ کر لیا۔ میں اپنے کمرے میں آ گیا۔ اور پھر باقی وقت میں
کمرے میں گزارا۔

ساڑھے آٹھ بجے۔ ایک دبلی پتلی سی سانولی لڑکی میرے کمرے میں داخل ہوئی۔ اس نے بڑے
مجھے سلام کیا۔ وہ کسی حد تک بدشکل بھی تھی اور چہرہ نروس ٹائپ معلوم ہوتی تھی۔

"میں۔ میں آپ کو لینے آئی ہوں جناب۔!" اس نے کہا۔

"لے چلو۔!" میں نے دونوں پاؤں اور دونوں ہاتھ اٹھا دیئے۔

"جی۔؟" اس کی دونوں چھوٹی چھوٹی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔ پھر وہ آہستہ سے ہنسی۔ لیکن پھر
سنجیدہ ہو گئی۔ سنجیدہ ہونے کے بعد اس نے چاروں طرف دیکھا۔ پھر گردن گھمائی۔ اور پھر خشک
ہونٹوں پر زبان پھیر کر بولی۔

"مادام ریفا نے آپ کو..... آپ کو بلایا ہے۔"

"اوہ۔!" مجھے اسکے اوپر رحم آ گیا۔ چنانچہ میں اٹھ گیا۔ "مجھے تیار ہونے کی مہلت مل جائے گی۔؟" میں
نے پوچھا۔

"جی ہاں۔ جی ہاں۔ اوپ۔" وہ بے ساختہ کہہ کر جلدی سے خاموش ہو گئی۔

"تب آپ یہاں تشریف رکھیئے۔ میں ابھی حاضر ہوا۔" میں نے کہا اور پھر اس کے دونوں شانوں کو پکڑ
کر اسے اپنی کرسی پر لا بٹھایا۔

لباس تبدیل کرتے ہوئے مجھے ایک شرارت سوجھی' اور میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ ریفا
سے انتقام لینے کا ایک ذریعہ ہاتھ آ گیا تھا' اور وہ ذریعہ تھی یہ بدشکل لڑکی۔!

ویری گڈ۔ میں نے دل ہی دل میں اس دلچسپ پروگرام سے مسرور ہوتے ہوئے کہا۔ اور پھر میں لباس
تبدیل کر کے باہر نکل آیا۔

"چلیں ڈارلنگ۔؟" میں نے اپنے پروگرام کی ابتداء کرتے ہوئے کہا۔ لڑکی کرسی پر اسی انداز سے
بیٹھی ہوئی تھی جیسے میں بٹھا کر گیا تھا۔

میری آواز سن کر وہ اس طرح اچھلی جیسے اسپرنگ نے اچھال دیا ہو۔ "چلیں۔؟" میں نے پوچھا۔

"جی۔!" وہ پھنسی پھنسی آواز میں بولی۔ اور میں نے اس کا بازو پکڑ لیا۔ اسی انداز میں' میں باہر نکل
آیا۔ لڑکی کے حواس خراب تھے' وہ اس انداز میں میرے ساتھ چل رہی تھی جیسے گھسٹ رہی ہو۔ ملازموں
نے ہمیں دیکھا تھا۔ بہرحال میں باہر نکل آیا۔ وہاں ایک خوبصورت ڈیزائن کی عمدہ سی کار کھڑی تھی۔
میں نے لڑکی کا بازو چھوڑ دیا۔ اور اس نے جلدی سے کار کا عقبی دروازہ کھول دیا۔

"تم ڈرائیو کرو گی۔؟" میں نے پوچھا۔

"جی۔ نہیں۔ جی ہاں۔" وہ زور زور سے گردن ہلانے لگی اور میں نے ڈرائیونگ سیٹ کے نزدیک کا
دروازہ کھول لیا۔ لڑکی منہ پھاڑے پچھلے دروازے کے قریب کھڑی رہی۔

"ڈارلنگ۔" میں نے محبت بھرے لہجے میں اسے آواز دی۔ اور اس کے منہ سے ایک ہ
نکل گئی۔ بدحواسی میں اس نے دروازہ کافی زور دار آواز کے ساتھ بند کیا تھا۔ اور جب اس کا ہا
اس نے دروازہ دوبارہ کھولا۔ اور اس بار نہایت آہستگی سے بند کر کے مطمئن ہو گئی۔ اس کے بر
ڈرائیونگ سیٹ سنبھال لی۔ اور پھر کار اسٹارٹ ہو کر باہر نکل آئی۔!

"تمہارا نام نہیں معلوم ہو سکا ڈیئر۔؟" میں نے بے تکلفی سے پوچھا۔

"سویٹا۔!" لڑکی کے منہ سے نکلا۔

"سوئٹ۔! بہت سویٹ نام ہے۔" میں نے اس کی ران پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا اور کار کی رفتار
دار جھٹکے سے تیز ہو گئی۔ وہ ہونق ہو گئی تھی' مذاق ہی مذاق میں کوئی حادثہ نہ ہو جائے۔ میں نے ا
کی ران سے ہاتھ ہٹا لیا۔ پھر راستے بھر میں نے اس سے کوئی گفتگو نہیں کی۔

وینس کی حسین سڑکوں سے گزر کر ہم ایک خوبصورت علاقے میں داخل ہو گئے' اور پھر کار ایک
عمارت کے گیٹ سے اندر داخل ہو گئی۔!

لان بقعہ نور بنا ہوا تھا۔ برآمدے میں رنگین اور تیز روشنیاں پھیلی ہوئی تھیں اور برآمدے
کے پاس ہی سی کا نظر آ رہی تھی۔

بلاشبہ اس کے اس وقت کے میک اپ نے اس کی عمر کے بارہ سال گھٹا دیئے تھے۔ اس نے ا
ایک جاپانی اسٹائل کا گون پہنا ہوا تھا' جس پر چاندی کے تاروں سے کام ہوا تھا۔ ایک سائڈ کر کے
نیچے تک کھلا ہوا تھا' اور کسی بھی ہلکی سی جنبش سے کمر سے ٹخنوں تک کا سفید حصہ عریاں ہو جاتا تھا
اندازہ ہوتا تھا کہ اس نے اس لباس کے نیچے اور کچھ نہیں پہنا ہوا ہے۔!

بظاہر اس وقت سی کا بہت دلکش لگ رہی تھی۔ ایک لمحے کے لئے میں نے سوچا کہ وقتی ط
چھوڑ دوں۔ لیکن پھر غصہ آ گیا۔ آخر اس عورت نے اجارہ دار بننے کی کوشش کیوں کی ہے۔ کیا
دلکش عورتیں روئے زمین پر موجود نہیں ہیں۔ آخر اس نے مجھے اپنی ملکیت کیوں سمجھا۔؟

"کم آن ڈارلنگ۔" میں نے سویٹا کا ہاتھ پکڑتے ہوئے کہا۔ اور سویٹا گرتے گرتے بچی۔
سامنے وہ کچھ اور ہونق ہو گئی تھی۔ اور ہم سی کا کے نزدیک پہنچ گئے۔

"ہیلو۔ سی کاریفا۔!" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"ہیلو نواز۔" وہ ایک دلکش مسکراہٹ سے بولی۔ میں نے اس پر طائرانہ نگاہ بھی نہیں ڈالی ا
کے برعکس میں سویٹا کو کھینچتا ہوا بولا۔

"تمہاری سویٹا بہت گریٹ ہے ریفا۔ بہت دلچسپ' بہت سویٹ۔!" اور سی کا کا منہ بھی حیرت
گیا۔ اس نے غور سے میری شکل دیکھی' جیسے اندازہ لگانے کی کوشش کر رہی ہو کہ یا میں پاگل ہو
مذاق اڑانے کی کوشش کر رہا ہوں۔ لیکن وہ احمق میرے چہرے سے کیا اندازہ لگا سکتی تھی۔

"ہاں۔ یہ بہت نیک ہے۔!" اس نے مختصراً کہا اور پھر سنبھل کر بولی۔ "آیئے مسٹر نواز۔
دیکھو۔!

"لیس۔ لیس مادام۔" سویٹا نے بوکھلائے ہوئے انداز میں کہا۔

"نو سویٹا ڈارلنگ۔ تم ہمارے ساتھ رہو۔"

"سوری مسٹر نواز۔ مم۔ میں۔" سویٹا لرزتی ہوئی آواز میں بولی۔ اور ایک دم دوڑتی چلی گئی۔
بس۔ ایک گہری سانس لی۔ اور پھر سی کا کی طرف متوجہ ہو گیا۔

"بڑے دلچسپ ہیں آپ مسٹر نواز۔ بے چاری لڑکی غلط فہمی کا شکار ہو گئی۔" سی کا نے ایک زبردستی کا
ہنستے ہوئے کہا۔

"غلط فہمی کیوں۔؟" میں اس کے ساتھ آگے بڑھ گیا۔

"وہ سوچے گی کہ آپ اس سے سچ مچ متاثر ہوئے ہیں۔"

"میں اس سے سچ مچ متاثر ہوا ہوں۔"

"مجھے حیرت ہے۔ کیونکہ وہ پوری زندگی کی کوشش میں کسی سڑے سے سڑے لڑکے کو بھی متاثر
نہیں کر سکی۔"

"یہ اس کی خوبی ہے سی کا۔ وہ اوریجنل ہے۔" میں نے کہا اور سی کا خاموش ہو گئی۔ ہم ایک حسین
ڈرائنگ روم میں آ گئے۔ ایک میز پر انواع و اقسام کی شراب کی بوتلیں سجی ہوئی تھیں۔ ڈرائنگ روم کی
ہر شے سی کا کی عیاش فطرت کی نمائندگی کر رہی تھی۔ ہیجان خیز برہنہ پینٹنگز اور ایسے ہی اسٹیچو۔!

"تشریف رکھیے۔" اس نے ایک صوفے کی طرف اشارہ کیا' اور پھر خود بھی دوسرے صوفے پر بیٹھ
گئی۔ بیٹھتے ہوئے اس نے اس انداز سے اپنی ٹانگ دوسری ٹانگ پر رکھی کہ پوری ٹانگ برہنہ ہو گئی۔ سفیدی
مائل جسم بہت سڈول تھا۔ لیکن میں اسے زچ کرنے پر تلا ہوا تھا۔ میں نے ایک نگاہ بھی اس پر نہ
ڈالی۔ سی کا اب بھی اپنی کوششوں میں مصروف تھی۔

"تو مادام سی کاریفا۔ مجموعی حیثیت سے آپ کا کاروبار کیسا چل رہا ہے۔؟"

"نہایت نفیس۔ ہمارا مقابلہ ہربنس اور ٹھاکر سے چل رہا تھا اور یہ دونوں ہی آپ کی کوششوں سے ختم
ہو گئے۔ پچھلے دنوں سے تو کھپت میں طوفان آ گیا ہے۔ مل پورا بھی نہیں کر پا رہی۔ تاہم غلام سیٹھ نے
بندوبست کیا ہے اور مال کی آمد مناسب انداز میں بڑھی ہے۔ میرا خیال ہے اگر اسی انداز میں سپلائی
جاری رہی تو میں بہت جلد مارکیٹ میک اپ کر لوں گی۔"

"مال آنے میں کوئی دقت تو نہیں ہوتی۔؟"

"وینس میرا ہے۔ یہاں کے حکام سی کا کی مٹھی میں ہیں۔ دقت کیا ہو گی۔" اس نے فخریہ انداز میں کہا۔

"ہاں۔ وہ آپ سے فوراً "متاثر" ہو جاتے ہوں گے۔؟"

"حاکم ہیں سب میرے۔ ایک اشارے پر سب کچھ کرنے کو تیار رہتے ہیں۔"

"خوب۔ تو آپ انہیں خوب کنٹرول کرتی ہیں۔"

"غلام سیٹھ میری حیثیت جانتا ہے۔ اس نے مجھے دو پرسینٹ کمیشن زیادہ دینے کا فیصلہ کیا ہے۔"

"تب تو آپ بہت جلد سرمایہ دار بن جائیں گی۔؟"

"مجھے اس سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔" وہ نخوت سے بولی۔ اور پھر اٹھتے ہوئے بولی۔ "کیا پینا پسند کریں
مسٹر نواز۔"

"کچھ۔! اگر کھانے میں دیر ہو تو۔"

"لوہ کل بوائے۔ ایک عمدہ کاک ٹیل بناتی ہوں۔" اس نے ہنستے ہوئے کہا اور پھر ایک ادا سے اٹھ

گئی۔ میں خاموش رہا تھا۔ اس نے ایک جگ میں شرابیں مکس کرنا شروع کر دیں۔ اس کے سبک
سے چل رہے تھے اور میں تمسخرانہ انداز میں اسے دیکھ رہا تھا۔

نہ جانے کیوں مجھے اس حسین عورت سے چڑ ہو گئی تھی۔ ویسے یہ میرے اندر ایک نئی بات
تھی۔ اور کسی حد تک مسرور کن بھی تھی۔ میری طبیعت میں جوانی سی آگئی تھی۔ کاک ٹیل کا جگ
میرے نزدیک آگئی۔ جگ سینٹر ٹیبل پر رکھ کر وہ دوبارہ گئی اور پھر گلاس لے آئی۔!

تب اس نے دو گلاسوں میں شراب انڈیلی اور میرے پاس بیٹھ گئی۔ پھر اس نے میرے چہرے
دیکھا اور مسکرادی۔ میں بھی مسکرانے لگا تھا۔

"چکھ کر دیکھو مسٹر نواز۔ یہ میری اپنی ایجاد ہے۔"

"میرا خیال ہے آپ کافی کا مطلب بخوبی سمجھتی ہیں مادام سی کا۔؟"

"ہیں۔؟" وہ میرے لہجے پر چونک پڑی۔

"ہاں۔ میں نے کافی کی فرمائش کی تھی۔"

"اوہ۔ لل۔ لیکن۔ لیکن۔"

"اگر نہ فراہم ہو سکتی ہو تو کوئی حرج نہیں ہے۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"کیا آپ شراب نہیں پیتے مسٹر نواز۔؟" اس نے متحیرانہ انداز میں مجھے دیکھتے ہوئے کہا۔

"پیتا ہوں۔ لیکن اپنے اصول کے مطابق۔ اس وقت نہیں پیوں گا۔"

"سوری۔ میں آپ کے لئے کافی منگواتی ہوں۔" سی کا نے کہا اور پھر سینٹر ٹیبل آگے کر کے
گئی۔ اس کے چہرے پر شکست خوردگی کی شکنیں نمودار ہو گئی تھیں۔ پھر جب وہ واپس آئی تب
موڈ خوشگوار نہیں تھا۔ اس کے بعد اس نے زیادہ گفتگو بھی نہیں کی۔ البتہ کافی آئی تو مجھے اپنے ہاتھ
بنا کر دی، کبھی کبھی کوئی رسمی گفتگو ہو جاتی۔ میں کافی کے سپ لیتا رہا۔ خود اس نے بھی شراب نہ
اور روٹھی روٹھی سی لگ رہی تھی۔

"آپ نے مجھے سوبیتا کا پتہ نہیں بتایا مادام سی کاریفا۔؟" میں نے اسے چھیڑا۔ "کیا آپ اس
کام شروع کریں گے؟"

"اگر آپ چاہیں۔؟" میں نے کہا۔

"گروہ کا مفاد اسی میں ہے۔"

"ٹھیک ہے۔ میں کوشش کروں گا کہ اس کے خلاف کچھ کر سکوں۔ لیکن ایک بات میرے
کھٹک رہی ہے۔"

"وہ کیا۔؟" اس نے ابرو اٹھا کر پوچھا۔

"آپ کے اتنے مراسم ہیں۔ تو آپ نے اس سلسلے میں کوشش کیوں نہیں کی۔؟"

"ٹھیک سوال ہے۔ اگر امکانی بات ہوتی، تو میں ضرور کوشش کرتی۔"

"میں نہیں سمجھا۔"

"میں وینس کی باشندہ ہوں۔ کچھ لوگ میرے کاروبار کے بارے میں بھی تھوڑا جانتے ہیں۔ اگر
کے خلاف صف آرا ہوں گی تو وہ بھی میرے خلاف کچھ کریں گے۔ اور بہرحال حکام بالا میرے

ہیں۔"

"اوہ۔!"

"ہاں اگر کوئی اجنبی ان کے پیچھے پڑ جائے۔ تو ہمارا ایک دوسرے پر اعتماد باقی رہے گا۔"

"میں سمجھ گیا۔ اور ایسی شکل میں تو مجھے آپ سے دور رہنا چاہئے۔"

"ہاں۔ اگر آپ ان کے خلاف کام شروع کرنا چاہتے ہیں تو۔!"

"یقیناً"۔ یہی میرا کام ہے۔ میں اسے دیکھوں گا۔!"

"ضروری بندوبست کر دیا جائے گا۔ آپ ہم سے جو مدد چاہیں گے ہم حاضر ہیں۔!"

"شکریہ مادام سی کا!" میں نے کہا۔ اس نے صاف ستھری گفتگو کی تھی۔ لیکن اب اس کی آنکھوں میں
وہ چمک نہیں تھی۔ جو شروع سے اب تک رہی تھی۔

کھانے کا وقت آگیا۔ اور ہم کھانے کی میز پر پہنچ گئے۔ یہاں سی کا نے اپنا موڈ بحال کرنے کی کوشش
کی۔ اس نے مسکراتے ہوئے مجھے خصوصی ڈشز پیش کیں۔ اور کھانے کے لئے اصرار کرتی رہی۔ کھانے
سے فارغ ہو کر کافی کا ایک اور دور چلا۔ اور پھر سی کا گھڑی دیکھتے ہوئے بولی۔

"کیا خیال ہے مسٹر نواز۔ کسی نائٹ کلب چلیں۔؟"

"مناسب نہیں رہے گا، مادام سی کا۔!"

"کیوں۔؟"

"میرا آپ کے ساتھ دیکھا جانا ہمارے کام میں مشکلات پیدا کر سکتا ہے۔"

"اوہ۔ درست ہے۔ تب پھر۔ میرے یہاں پروجیکٹر ہے، میں نے ایک چھوٹا سا سینما ہال بنا رکھا ہے۔
کیوں نہ فلم دیکھی جائے۔؟"

"کیوں نہ آپ مجھے اجازت دیں۔؟" میں نے کہا۔

"تو کیا۔ تو کیا۔ ایک رات بھی یہاں نہ رکیں گے۔؟" وہ خشک ہونٹوں پر زبان پھیرتے ہوئے بولی۔

"ضروری تو نہیں ہے۔" میں نے بیدردی سے کہا۔ اور سی کا اپنا نچلا ہونٹ کاٹنے لگی۔ اسکی آنکھوں
میں نفرت کی آگ روشن ہو گئی تھی۔!

"جیسی آپ کی مرضی۔" اس نے سرد لہجے میں کہا۔

"تو اجازت۔" میں کھڑا ہو گیا۔ اور وہ بھی خاموشی سے کھڑی ہو گئی۔ "میں سوبیتا کو اپنے ساتھ لے جا رہا
ہوں۔" میں نے کہا۔

"اوہ۔ میں آپ کو چھوڑ دوں گی۔" سی کاریفا نے غراتے ہوئے انداز میں کہا۔

"نہیں۔ آپ کہاں تکلیف کریں گی۔ براہ کرم اسے بلا دیں۔"

"مسٹر نواز۔ وہ ایک نیک اور شریف لڑکی ہے۔" اس بار سی کاریفا نے سخت لہجے میں کہا۔

"گروہ کی ملازم ہے۔؟" میں نے پوچھا۔

"ہاں۔"

"کیا آپ ذاتی طور پر بھی اسے کچھ تنخواہ دیتی ہیں۔؟"

"نہیں۔"

"تب براہ کرم اسے آواز دیں۔ میں اسے اپنے ساتھ لے جانا چاہتا ہوں۔" میں نے حد درجہ خشک
میں کہا۔ وہ خونخوار نظروں سے مجھے گھورتی رہی۔ پھر جھٹکے دار آواز میں بولی۔
"بہت بہتر۔" اور پھر وہ پیر پٹختی ہوئی باہر نکل گئی۔ مجھے ایک عجیب سی ذہنی آسودگی مل رہی تھی
حالانکہ میں جانتا تھا کہ وہ گروہ کی ایک اہم رکن ہے' اور اس سے بیر مول لینا مناسب نہیں ہے۔ لیکن پھر
نہ جانے کیوں یہ موڈ بن گیا تھا۔!
سوپٹا میرے پاس آگئی تھی۔ وہ حسب عادت بوکھلائی ہوئی تھی۔ میں متوقع تھا کہ اس کے عقب
سی کا بھی ہوگی۔ لیکن وہ موجود نہیں تھی۔
"مم۔ مادام۔ ریفا نے حکم دیا ہے کہ میں آپ کے ساتھ جاؤں۔"
"تو چلو نا ڈارلنگ۔ مادام ریفا کہاں ہیں؟"
"اپنے بیڈ روم میں۔"
"ہوں۔ آؤ۔ شاید وہ ہمیں رخصت کرنے نہ آئیں۔" میں نے کہا۔ اور سوپٹا میرے ساتھ چل پڑی
باہر نکل کر ہم کار میں آبیٹھے۔ سوپٹا نے حسب معمول اسٹیئرنگ سنبھال لیا تھا اور میں اس کے برابر بیٹھا
تھا۔ کا اسٹارٹ ہو کر آگے بڑھ گئی۔ میں نے آنکھیں بند کر کے پشت سے سر ٹکا دیا تھا۔
سوپٹا بھی خاموشی سے اسکرین پر نظریں جمائے ہوئے تھی۔ پھر میں نے اسی طرح آنکھیں بند کئے
اسے پکارا۔ "ہنی۔؟" اور کار کو ایک جھٹکا لگا۔ سوپٹا نے بریک دبا دیئے اور کار سائیڈ پر روک لی۔
"کیا ہوا۔؟" میں چونک پڑا۔
"آپ۔ آپ نے روکنے کے لئے کہا سر۔؟" سوپٹا بولی۔
"اوہ۔!" میں نے ایک گہری سانس لی۔ "جی نہیں۔ چلئے۔"
"یس۔ یس سر۔ یس سر۔!" سوپٹا نے گاڑی فرسٹ گیئر میں آگے بڑھائی اور پھر اس کی رفتار تیز
رہی۔ اس کے بعد میں نے راستے میں اس سے کوئی گفتگو نہیں کی۔ قیام گاہ پر پہنچ کر سوپٹا جلدی سے
اور اس نے ڈرائیوروں کے سے انداز میں دروازہ کھول دیا اور میں مسکراتا ہوا نیچے اتر آیا۔
"سوپٹا۔ تم بہت سوئیٹ ہو۔" میں نے اس کا بازو پکڑتے ہوئے کہا۔
"یس۔ یس سر۔" اس نے کہا۔
"آؤ۔!" میں اسے آگے لے جاتے ہوئے بولا۔ اور وہ میرے ساتھ آگے بڑھ گئی۔ تب میں اس
ہوئے اپنے کمرے میں پہنچ گیا۔ سوپٹا کے چہرے پر ایسے ہی آثار تھے جیسے اس کی روح قبض ہونے والی ہو
"بیٹھو سوپٹا۔" میں نے اس کے شانوں پر دباؤ ڈال کر کہا۔ اور وہ بیٹھ گئی۔ جوں ہی میں دوسری طرف
مڑا۔ وہ کھڑی ہو گئی۔
"مم۔ میں۔ جانا چاہتی ہوں جناب۔!" اس نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔
"کیوں۔؟" میں پلٹ پڑا۔
"میں جانا چاہتی ہوں۔" وہ رو دینے والے انداز میں بولی۔
"اوہ۔ مادام سی کا نے تم سے کیا کہا تھا۔؟"
"انہوں نے کہا تھا۔ آپ۔ آپ مجھے ساتھ لے جانا چاہتے ہیں۔"

"تو پھر۔؟"
"مگر میں واپس جانا چاہتی ہوں۔"
"بیٹھو سوپٹا۔!" میں نے کسی قدر سخت لہجے میں کہا اور وہ جلدی سے بیٹھ گئی۔ میں نے خاموشی سے
دوسرا لباس نکالا اور باتھ روم میں جا کر تبدیل کرنے لگا۔ لباس تبدیل کر کے آیا تو سوپٹا اسی طرح بیٹھی تھی۔
اس عجیب سی لڑکی پر مجھے ترس آنے لگا اور میں اس کے برابر آ کر بیٹھ گیا۔
"کیا تم۔ یہ رات میرے ساتھ گزارنا پسند کرو گی؟"
"نہیں۔ نہیں۔" اس نے دونوں ہاتھوں سے منہ چھپا لیا۔ اور پھر اس کی سسکیاں جاری ہو گئیں۔ میں
بوکھلا گیا تھا۔
"اس میں رونے کی کیا بات ہے سوپٹا۔ میں تمہیں مجبور تو نہیں کروں گا۔"
"میں۔ میں جانا چاہتی ہوں جناب۔ بس میں جانا چاہتی ہوں۔"
"چلی جانا۔ میں تمہیں نہیں روکوں گا۔ لیکن رونا بند کر دو۔" میں نے کہا اور اس کی سسکیاں رک
گئیں۔
"میں۔ بہت بدنصیب ہوں۔" اس نے بیٹھی ہوئی آواز میں کہا۔
"کیوں۔؟"
"کیونکہ۔ کیونکہ میں بہت بدصورت ہوں۔ لوگ میرا مذاق اڑا سکتے ہیں' مجھ سے محبت نہیں کر سکتے۔
میں یہ بات اچھی طرح جانتی ہوں۔"
"تمہارا خیال غلط بھی ہو سکتا ہے سوپٹا۔"
"بالکل ٹھیک ہے۔ اسے کوئی نہیں بدل سکتا۔"
"لیکن میں نے تمہیں پسند کیا ہے۔"
"میں نہیں مانتی۔ انسان ہوں جانور نہیں ہوں۔"
"ٹھیک ہے سوپٹا۔ جو تمہاری مرضی۔ لیکن اب تم کہاں جاؤ گی۔" بالآخر میں بور ہو گیا۔ اب اس لڑکی
کے نخرے اٹھانے تو میرے بس کی بات نہیں تھی۔
"واپس۔ مادام کے پاس۔" اس نے کہا۔
"بکو مت۔ تم جانتی ہو میں کون ہوں۔ تم اس رات وہاں واپس نہیں جا سکتیں۔ یہ میرا حکم ہے۔ جاؤ۔
یہیں کسی کمرے میں پڑ رہو۔ سی کا ریفا مجھ سے بڑی حیثیت نہیں رکھتی۔"
اور وہ سہم کر میری شکل دیکھنے لگی۔ پھر اس نے گردن جھکاتے ہوئے کہا۔ "یس۔ سر۔ یس سر۔!"
میں دوسری طرف مڑ گیا۔ لیکن میں نے محسوس کیا وہ اٹھی نہیں تھی۔
میں نے گھنٹی بجا کر ملازم کو بلایا۔ اور ایک ملازم اندر آگیا۔ "شراب لاؤ۔!" میں نے کہا۔ اور پھر میں
سوپٹا کی طرف مڑا۔ "تم نے سنا نہیں۔" وہ گھبرا کر اٹھ گئی۔
"جاؤ۔ کسی کمرے میں جا کر سو جاؤ۔ یہاں سے نکلنے کی کوشش مت کرنا' اور وہ جلدی سے دروازے
کی طرف دوڑ گئی۔ پھر اسی پھرتی سے دروازے سے نکل گئی۔ میرے ذہن میں جھنجھلاہٹ بھر گئی تھی۔ احمق
کہیں کی۔ زندگی بھر روتی رہے گی۔ زندگی بھر۔! اونہہ۔ جہنم میں جائے۔ میں اسے دل موہ لینے کے فن کیوں

بتاؤں۔؟"

ملازم شراب لے آیا۔ اور میں نے اسے واپس جانے کے لئے کہا۔ اس کے جانے کے بعد میں نے دروازہ بند کیا' اور پھر شراب پر ٹوٹ پڑا۔ خوب پی۔ یہاں تک کہ جام اٹھانے کی سکت نہ رہی تو لڑھک کر فرش پر لیٹ کر سو گیا۔ دوسری صبح سورج کی کرنوں نے ہی گدگدایا تھا۔!

منہ کا مزہ خراب ہو رہا تھا۔ فرش پر بے آرام سوتا رہا تھا اس لئے کسل تھی جو نہانے سے دور ہوئی۔ تب میں نے بدصورت لڑکی کے بارے میں سوچا۔

اچھا ہوا نواز۔ تم اپنی ضد۔ اپنی ہوس میں اس کی زندگی تباہ کر دیتے وہ زندگی آشنا ہو جاتی اور کوئی اسے منہ نہ لگاتا تو اس کے دل کی آگ کس قدر بھڑک اٹھتی۔ اور پھر یہ آگ اسے نہ جانے کہاں سے کہاں لے جاتی۔ ممکن ہے اسے خودکشی ہی کرنی پڑ جاتی۔ تمہیں کیا مل جاتا۔ اچھا ہے وہ پیاسی رہے۔ اس کی تشنگی عادت بن جائے۔ اور وہ اسی عادت کے سہارے زندگی بسر کرے۔

پوری طرح تیار ہو کر میں باہر نکل آیا۔!

باہر کی فضا حسب معمول تھی۔ ایک ملازم کو اشارے سے قریب بلا کر میں نے سوبٹا کے بارے میں پوچھا۔

"کچن میں ہے جناب۔"

"کچن کس طرف ہے؟"

"اس طرف۔!" ملازم نے اشارے سے کہا اور میں کچن کی طرف چل پڑا۔ میں نے سوبٹا کو دیکھا ملازموں کے ساتھ مل کر ناشتہ تیار کر رہی تھی۔

"سوبٹا۔!" میں نے اسے آواز دی۔ اور وہ اچھل پڑی۔

"اوہ۔ مم۔ مسٹر۔ مسٹر نواز۔ ناشتہ تیار ہے۔"

"آؤ۔!" میں نے کہا۔ اور وہ اٹکے اٹکے قدموں سے کچن سے باہر نکل آئی۔ "ناشتے کے کمرے میں بیٹھیں گے۔ تم ملازموں سے کہدو کہ ناشتہ تیار ہو جائے تو لے آئیں۔"

"یس سر۔؟" اس نے کہا اور ملازموں کو ہدایات دینے لگی۔ تب میں نے دوستانہ انداز میں اس کا ہاتھ پکڑا اور ناشتے کے کمرے کی طرف بڑھ گیا۔ پھر ڈائننگ ٹیبل پر میں نے اسے اپنے سامنے بٹھالیا۔ اس کی گردن جھکی ہوئی تھی۔!

"تمہارے چہرے پر شب بیداری کے آثار ہیں سوبٹا۔ کیا رات کو سو نہیں سکی تھیں۔؟" میں نے پوچھا۔

"جی ہاں۔ مم۔ میرا مطلب ہے۔ جی نہیں۔ میں سو گئی تھی۔!"

"اچھا کیا تھا۔!" میں نے بیزاری سے کہا۔ اور اس کے بعد میں اس وقت تک خاموش رہا جب تک ناشتہ نہ آ گیا۔ ناشتے کے دوران پھر میری زبان خاموش نہ رہ سکی۔

"کیا تم سی کا کے ساتھ ہی رہتی ہو؟" اور سوبٹا کے ہاتھ سے چمچہ چھوٹ گیا۔ اس نے پھٹی پھٹی آنکھوں سے میری طرف دیکھا اور پھر اسی بوکھلائے ہوئے انداز میں بولی۔

"جی ہاں۔ جی ہاں۔؟"

"لیزینا کہاں رہتی ہے۔؟"

"اسی عمارت میں۔ جہاں آپ موجود ہیں۔"

"اس وقت کہاں ہے۔؟"

"جی۔ وہ کل مادام اپنے ساتھ لے گئی تھیں۔ اب مادام کی کوٹھی پر ہے۔"

"ناشتے کے بعد تم چلی جاؤ۔ لیزینا کو بھیج دینا۔"

"یس سر۔!" اس نے مخصوص انداز میں کہا۔ درحقیقت بے حد بور لڑکی تھی۔ اس سے سر مارنے سے کوئی فائدہ نہیں تھا۔ میں نے اس کے بعد اس سے بات نہیں کی۔ اور ناشتے کے بعد اسے جلدی سے دفعان کر دیا۔! فی الحال کچھ گھنٹے آرام ہی کرنا چاہتا تھا۔ غلام سیٹھ نے جو ذمہ داریاں سپرد کر دی تھیں۔ وہ درحقیقت تکلیف دہ تھیں۔ میں تو ایک آوارہ گرد کی حیثیت سے ہی درست تھا۔ بس پیٹ بھر روٹی مل جائے اور پہننے کو کپڑے مل جائیں۔ اور پھر ان کی بھی کیا ضرورت تھی' جو مل جائے وہ ٹھیک ہے۔ بلاوجہ عہدے بڑھا کر مصیبتیں بھی بڑھائی جا رہی ہیں۔

تقریباً" ایک گھنٹے تک میں قنوطیوں کے سے انداز میں صوفے میں ٹھنسا رہا۔ پھر سامنے رکھے فون کی گھنٹی بج اٹھی۔ لیکن میں نے فون نہیں اٹھایا۔ دوسرے کسی کمرے میں فون ریسیو کر لیا گیا تھا۔

پھر ایک ملازم میرے پاس آیا۔ "سر۔ مادام سی کا گفتگو کرنا چاہتی ہیں۔"

"کہاں ہیں؟"

"فون پر۔!" اس نے کہا اور جلدی سے فون میرے نزدیک اٹھا لایا۔ میں نے ریسیور اٹھالیا۔

"ہیلو۔!"

"ہیلو مسٹر نواز۔؟" سی کا کی آواز سنائی دی۔

"بول رہا ہوں۔" میں نے بھاری آواز میں کہا۔

"کہئے رات کیسے گزری۔؟" اس نے پوچھا۔

"بہت عمدہ۔!"

"سوبٹا پسند آئی۔؟"

"بے حد۔" میں نے چہکنے کی کوشش کی۔

"شکر ہے۔ میں تو ڈر رہی تھی کہ کہیں وہ اپنی حماقتوں سے آپ کو بور نہ کر دے۔" سی کا ریفا کے لہجے میں ہلکا سا طنز تھا۔

"لیزینا کہاں ہے؟" میں نے پوچھا۔

"آپ کے حکم کے مطابق ارسال کر دی گئی ہے۔" ریفا نے ہلکے سے قہقہے کے ساتھ کہا۔

"شکریہ۔"

"ویسے آج کا کیا پروگرام ہے۔؟"

"ابھی تک کچھ نہیں۔ آرام کروں گا۔"

"دوپہر کو لنچ ساتھ کریں۔"

"سوری۔ ممکن ہے آوارہ گردی کرنے نکل جاؤں۔"

"کیا لیزینا ساتھ ہوگی۔؟"

"یقیناً" وہ عمدہ لڑکی ہے۔"

"یقیناً"۔ یقیناً"۔" سی کا نے کہا اور فون بند کر دیا۔ میں سمجھ گیا کہ وہ جھنجلا گئی ہے۔ اور میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ بس اس عورت سے دل لگی میں مزہ آرہا تھا۔

تھوڑی دیر کے بعد لیزینا پہنچ گئی۔ خوبصورت لڑکی خوبصورت لباس میں اور خوبصورت نظر آرہی تھی۔ مجھے دیکھ کر اس کی آنکھوں میں مسرت کی چمک پیدا ہو گئی اور میں بھی اسے دیکھ کر مسکرا دیا۔

"ہیلو۔ لی۔"

"لیس مسٹر نواز۔؟"

"کیسی ہو۔؟"

"ٹھیک ہوں جناب۔" وہ میرے نزدیک آگئی۔

"کل اچانک چلی گئی تھیں؟"

"آپ جانتے ہیں۔" اس نے کہا۔

"بیٹھو۔ لیزینا۔ میں کچھ نہیں جانتا۔ جاننا چاہتا ہوں۔"

"کچھ کہنے کی جرات کروں جناب۔ آپ برا تو نہیں مانیں گے۔؟" اس نے میرے نزدیک بیٹھتے ہوئے کہا۔

"نہیں۔" میں نے گردن ہلا دی۔

"پہلے میں آپ کے بارے میں جاننا چاہتی ہوں۔"

"کیا۔؟"

"یہی کہ آپ کس قسم کے آدمی ہیں۔"

"کیوں۔؟"

"مادام سی کا ریفا۔ لاکھوں دلوں پر راج کرتی ہیں۔ بلا شک وہ بے حد خوبصورت ہیں۔ وینس کے حکام ان کا قرب حاصل کرنے کے لئے بے چین رہتے ہیں۔ لیکن۔ اس سے قبل میں نے مادام سی کا کو کسی کے لئے اس قدر بے چین نہیں دیکھا۔"

"اس میں میرے کچھ بتانے کی کیا گنجائش ہے۔"

"آپ نے مادام کا غرور توڑ دیا ہے۔" لیزینا نے کہا۔

"میں وینس کا کوئی اعلیٰ عہدیدار نہیں ہوں۔ لیکن اب تم گول مول گفتگو مت کرو۔ مجھے بتاؤ۔ مل کے بارے میں جاننا چاہتا ہوں۔"

"یہ بتایئے۔ آپ سویٹا کو کیوں لائے تھے؟"

"تم جو چلی گئی تھیں۔"

"لیکن مادام تو آپ کو روک رہی تھیں۔!" وہ معنی خیز انداز میں بولی۔

"مجھے وہ عورت بالکل پسند نہیں ہے۔"

"اور آپ نے سویٹا کو ان پر ترجیح دی؟"

"میری مرضی۔!" میں نے کہا اور وہ ہنس پڑی۔

"مادام رات بھر نہیں سو سکی ہیں۔"

"بے خوابی کی مریض ہوگی' مجھے اس سے کوئی سروکار نہیں ہے" میں نے لاپرواہی سے کہا۔ "لیکن وہ تمہیں کیوں لے گئی تھی؟"

"میں اپنی حیثیت سے زیادہ بے تکلف ہونے کے لئے معافی کی خواستگار ہوں جناب۔ آپ درحقیقت بے حد عجیب انسان ہیں' آپ لوگوں کو پاگل بنانے کی قوت رکھتے ہیں۔"

"وہ کیسے۔؟"

"میں نے آپ کے قریب آنے کی کوشش کی تھی لیکن آپ لاپرواہی سے شراب پی کر سو گئے۔ تب مجھے احساس ہوا کہ میں نے اپنی حیثیت سے آگے بڑھنے کی کوشش کی تھی اور میں سنبھل گئی۔ لیکن مادام سی کا کو یہ احساس ہوا کہ آپ میری طرف متوجہ ہیں۔ وہ اپنے سامنے کسی کا چراغ نہیں جلنے دیتیں انہوں نے مجھے یہاں سے بھگا دیا۔ اور پھر خود ہی مجھے ساتھ بھی لے گئیں۔"

"اوہ۔" میں ہنس پڑا۔

"انہوں نے مجھ سے آپ کے بارے میں پوچھا تھا۔"

"کیا؟"

"یہی کہ آپ کس قسم کے آدمی ہیں۔ آپ نے مجھ سے کیا گفتگو کی تھی کیا آپ نے میرے لئے پسندیدگی کا اظہار کیا تھا۔؟ وغیرہ وغیرہ۔ اور پھر رات کو جب آپ سویٹا کو ساتھ لے گئے تو وہ حیرت سے پاگل ہو گئی تھیں۔ آدھی رات تک مجھے اپنے پاس بٹھا کر آپ کے بارے میں گفتگو کرتی رہی تھیں۔ کہہ رہی تھیں' یہ کس قسم کا آدمی ہے۔ لاپرواہ۔ لاابالی۔ نہ جانے مجھ سے نفرت کیوں کرنے لگا ہے۔ اور کہہ رہی تھیں مسٹر نواز کہ آپ بے حد پر کشش انسان ہیں۔ لیکن سویٹا کو لے جا کر آپ نے ان کی بے عزتی کی ہے۔"

"یقیناً"۔ اس کا یہ خیال درست ہے۔ ہاں' یہ بتاؤ کہ تمہارے طلب کرنے پر اس نے کیا کہا۔؟"

"بس۔ تلملا کر رہ گئی تھیں۔ اور مجھے وارننگ دی تھی کہ اپنی حدود کراس کرنے کی کوشش نہ کروں ورنہ نقصان میں رہوں گی!؟"

"دیوانی کہیں کی۔!"

"کیا آپ مجھے بتائیں گے مسٹر نواز کہ آپ نے انہیں نظر انداز کیوں کیا ہے؟؟"

"بڑا معصوم سوال ہے مس لیزینا۔! اور اسی معصومیت کی وجہ سے اس کا جواب بھی ضرور دوں گا۔ جب وہ پہلی بار میرے سامنے آئی تو اس نے اس انداز سے مجھے ٹریٹ کیا جیسے وہ اپنی توجہ مجھے دے کر میری عزت افزائی کر رہی ہو۔ لیکن اسے میرے بارے میں غلط فہمی ہوئی تھی دوسری بار اس نے تمہیں ساتھ لے جا کر مجھے غصہ دلایا تھا۔ اور بہرحال میری نگاہوں میں اس کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔ وہ میری ماتحت ہے" میں نے کہا اور لیزینا عجیب سی نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگی۔ اور پھر اس نے مسکراتے ہوئے گردن ہلائی۔

"مادام سی کا درحقیقت غلط فہمیوں کا شکار ہیں' ہر شخص تو ان کا دیوانہ نہیں ہو سکتا۔"

"خیر چھوڑو اس کا تذکرہ۔ تمہارا کیا خیال ہے؟؟"

"جی۔؟" لیزینا حیرت زدہ رہ گئی۔ اور پھر اس نے گردن جھکالی۔ "میں آپ کے احکامات کی پابند ہوں۔"

"اور سی کا کی وارننگ۔؟"

"میں اس کی پرواہ نہیں کرتی۔ کیوں کہ وہ گروہ کے مفاد کی کوئی بات نہیں ہے۔ خود میری بھی اپنی کوئی شخصیت ہے۔"

"تب ہم سیر کرنے چلیں گے۔ تم مجھے وینس دکھاؤ"

"میں حاضر ہوں۔" اس نے کہا۔

"سارے پروگرام تم ہی ترتیب دوگی۔" میں نے لیزینا سے کہا' اور اس نے گردن ہلادی۔ تب ہم باہر نکل آئے۔ سان مارکو چوک کے گرد برآمدوں میں بنے ہوئے کئی قہوہ خانے آباد تھے۔ آرکسٹرا ادھر سروں میں اطالوی راگ الاپ رہے تھے۔ لیکن اس وقت زیادہ رونق نہیں تھی کیونکہ دن کا وقت تھا۔

"یہاں کی شامیں بہت خوبصورت ہوتی ہیں" لیزینا نے بتایا۔

"یقیناً" ہوتی ہوں گی۔" میں نے چاروں طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ چوک میں بے شمار کبوتر بیٹھے ہوئے تھے اور بہت خوبصورت لگ رہے تھے۔ ہم وہاں سے آگے بڑھ گئے۔ کلیسا کی سیڑھیوں سے گزرتے ہوئے ہم چوک کے والان سے نکل کر مرسریا اسٹریٹ آئے اور پھر وہاں سے گرانڈ کنال کی طرف چل پڑے۔ سامنے ہی پل ریالٹو تھا۔ پل کے پہلو میں نہر کے کنارے کنارے قہوہ خانے بکھرے ہوئے تھے جہاں لوگ نظر آرہے تھے۔ ہم وہاں سے بھی گزر گئے۔

لیزینا درحقیقت ایک عمدہ ساتھی تھی۔ چالاک اور پھرتیلی لڑکی۔ شام تک کی سیر کا اس نے نہایت دلچسپ پروگرام بنایا تھا۔ وینس کا خوبصورت شہر۔ اور پھر اس کی معیت میں ایک لمحے کے لئے بور نہ ہوا۔ ہم نے لنچ بھی ایک غیر معروف سی جگہ کیا۔ جہاں ہماری فرمائش پر موسیقی بھی ہوتی رہی۔ پھر رات کا پروگرام میں نے پیش کیا۔

"ہم مانٹی کارلو کے کسی قمار خانے میں جوا کھیلیں گے۔"

"اوہ۔ ضرور مسٹر نیاز۔ لیکن ان کی روایت اچھی نہیں ہے۔"

"کیوں۔؟"

"اکثر سیاح یہاں لٹ جاتے ہیں۔"

"پھر بھی۔ ویسے جو آپ پسند کریں۔"

"تم نے وینس دکھایا ہے' پھر اس دلچسپ تفریح سے کیوں محروم رکھ رہی ہو؟"

"نہیں نہیں۔ ہرگز نہیں۔ ہم ضرور چلیں گے۔" اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔ اور رات کو ہم "پی کاف" میں داخل ہوگئے۔

پی کاف کا ماحول بے حد حسین تھا۔ مختلف گیم چل رہے تھے پہلے ہم نے میزوں کے چکر لگائے اور لوگوں کو کھیلتے دیکھتے رہے یوں تو مختلف گیم تھے لیکن میری توجہ تاش کے کھیل پر تھی۔ کیونکہ مجھے اس کی باقاعدہ تربیت دی گئی تھی۔ ویسے جس انداز میں یہاں کھیل ہو رہا تھا وہ چکر دلانے والا تھا۔ نہ جانے یہ لوگ کہاں سے آئے تھے۔ لاکھوں روپے کے "تھیپے" چل رہے تھے اور لوگ یوں بازیاں لگا رہے تھے جیسے

دولت یہاں نے بے حقیقت شے ہو۔ میں نے جیب سے بہت سی کرنسی نکال کر لیزینا کو دی اور اس نے ان کے تھیپے خرید لئے۔ ہمارے پاس تھیپوں سے بھر گئے تھے۔ تب ایک "بوکی" ہماری طرف بڑھا۔

"کونسا گیم پسند کریں گے سینور۔ سینوریتا۔؟" اس نے ہم دونوں سے پوچھا۔

"بازو کل" میں نے جواب دیا۔

آیئے! اس نے بگڑی ہوئی انگریزی میں کہا۔ اور ایک میز کی طرف ہمیں لے چلا جہاں صرف تین آدمی بیٹھے تھے لیزینا نے میرا بازو پکڑ لیا اور ایک قدم ٹھٹھک کر میرے کان میں بولی۔

"ہوشیار مسٹر نواز۔ یہ تینوں قمار خانے کے آدمی ہیں۔"

"آؤ۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا اور میز پر جا بیٹھا تینوں شکل و صورت سے مہذب معلوم ہوتے تھے ان کے سامنے ٹھیپوں کے ڈھیر لگے ہوئے تھے اور وہ کھیلنے میں منہمک تھے۔

بازی ختم ہوئی اور ان میں سے ایک نے درمیان کے سارے تھیپے سمیٹ لئے۔

تب بوکی نے ان سے ہمارا تعارف کرایا اور انہوں نے خوشدلی سے مجھے اور لیزینا کو خوش آمدید کہا۔ تاش کی پرانی گڈی ڈسٹ بن میں ڈال دی گئی اور میں نے اور لیزینا نے اپنے سامنے ٹھیپوں کا ڈھیر لگایا کارڈ تقسیم ہوگئے اور بازو کا شروع ہوگیا۔ ویسے میں نے کارڈ بانٹنے والے کی انگلیوں کو دیکھا تھا' بلاشبہ وہ کام کرنے کی ماہر تھیں۔ میں نے کچھ مخصوص کارڈ لیزینا کی طرف جاتے دیکھے اور دل ہی دل میں مسکرا اٹھا۔

جو کام وہ کر رہے تھے' وہ ہمارے ہاں کے معمولی شعبدہ باز کر سکتے تھے۔ شارپنگ تو کہیں آگے کی چیز تھی۔ مجھے حیرت بھی ہوئی۔ ایسے ہی معمولی کاموں پر یہ قمار خانے بین الاقوامی شہرت رکھتے ہیں۔

بہرحال کھیل شروع ہوا اور وہی ہوا جس کی امید تھی۔ لیزینا حیرت انگیز طور پر جیتی تھی۔ اور اس کی خوشی کی انتہا نہیں تھی۔ ان تینوں کے ساتھ میں نے بھی لیزینا کو مبارکباد دی تھی۔ اور لیزینا کا چہرہ خوشی سے دمک رہا تھا۔ اس کے ہاتھ میں کارڈ آئے اور اس نے نہایت سادگی سے پتے تقسیم کر دیئے۔

اس بار ان میں سے ایک جیت گیا تھا۔ اور یہی کام دکھانے کا موقع تھا۔ میں نے چہرے سے کوئی تاثر نہیں دیا۔ ہاں سرسری نگاہوں سے اس کے کام کا جائزہ لیتا رہا۔ اس بار بھی کارڈ لیزینا کے حوالے کئے گئے تھے وہ لوگ نفسیات داں تھے۔ جانتے تھے کہ اگر لیزینا کو جما لیا تو اونچا کام بن سکتا ہے۔ ویسے ہمارے سامنے موجود تھیپوں کی تعداد ان کے لئے تسلی بخش تھی۔

لیکن اب وہ اتنے بے وقوف بھی نہ تھے کہ کوئی لمبی رقم لیزینا کے حوالے کر دیتے۔ لیزینا پھر جیتی۔ اور اس کے بعد متواتر تین بازیاں ان میں سے ایک ایک نے لیں۔ اب میں ان کے کھیل سے پوری طرح واقف ہو چکا تھا۔ مجھے اعتماد ہوگیا کہ ایک بار تاش میرے ہاتھ میں آجائے' میں ان سے اونچا کام دکھا سکتا ہوں۔

"ایک منٹ سینور۔" ان میں سے ایک نے مجھے مخاطب کیا اور میں نے سوالیہ انداز میں اسے دیکھا۔ "ہم لوگ چار گھنٹے کا تعین کر کے بیٹھتے تھے۔ ڈھائی گھنٹے ہمارے کھیل کو گذر چکا ہے آپ کوئی اور ٹائم فکس کرنا چاہتے ہیں۔؟"

"ہم تو صرف تفریحاً" کھیل رہے ہیں۔ یہ تھیپے جیت لو۔ ہم اٹھ جائیں گے۔ ویسے ڈیڑھ گھنٹہ کافی ہے اس کے بعد ہم بھی اٹھ جائیں گے۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"ساڑھے آٹھ بجے ہیں۔ دس بجے ہم کھیل ختم کر دیں گے۔" دوسرے نے کہا۔

"اوکے۔" ہم سب متفق ہوگئے اور اس بار بڑے جاندار کارڈ تقسیم ہوئے۔ اس بازی میں لیزینا نے جتنی رقم جیتی تھی سب کی سب ہار گئی بلکہ اس کے پاس سے بھی کچھ چلا گیا تھا۔ اور اس کا چہرہ اتر گیا۔ پھر اس نے مسکراتی ہوئی آنکھوں سے اسے دیکھا۔ وہ مجھ سے سبق نہیں لے رہی تھی۔ میں نے تو ابھی تک کئی بازیاں ہاری تھیں۔

اور بالآخر ان کی شامت آگئی۔ اس بار انہیں میرا احساس بھی ہوگیا تھا۔ چنانچہ میں نے محسوس کیا کہ وہ میری طرف گھور رہے ہیں۔ اور میں سنبھل گیا۔ میں نے اناڑی پن سے کھیلنا شروع کر دیا۔ وہ آہستہ آہستہ ڈاؤن ہوگئے۔ اور میں زیادہ رقم نہ جیت سکا۔ لیکن وہ مسرور تھے کہ ان کا مقابل کوئی ذہین آدمی نہیں ہے۔

اور پھر میں نے دیسی تڑکا لگایا۔ میں نے محسوس کیا کہ ان لوگوں نے میرے ہاتھوں پر نگاہ رکھی ہے۔ اور پوری طرح مطمئن ہیں۔ لیکن اس بار ان کے لئے معقول سیف کا انتظام تھا۔

کھیل شروع ہوا اور دیسی داؤ نے انہیں چکرا دیا۔ سب کے پاس عمدہ کارڈ تھے کوئی بھی کارڈ پھینکنے کو تیار نہ تھا اور ایک دوسرے پر دانت پیس رہا تھا۔ چنانچہ بازی بڑھتی گئی۔ اور یہ سب سے بڑی بازی تھی۔ لوگوں کے حلق خشک ہو رہے تھے۔ یہاں تک کہ لیزینا بھی کارڈ پھینکنے کو تیار نہ تھی۔

بمشکل تمام ان میں سے ایک نے کارڈ پھینکنے کی ہمت کی پھر لیزینا نے اور اس کے بعد ان میں سے ایک اور ڈاؤن ہوگیا۔ لیکن ان کے چہرے دھواں ہو رہے تھے اور پھر کارڈ شو ہوگئے۔

لیزینا کے منہ سے مسرت کی چیخ نکل گئی تھی۔ اتنے نھیپے میرے پاس آگئے تھے کہ اب ڈیڑھ گھنٹے تک مسلسل ہارنے کے باوجود کوئی خاص دقت نہ پیش آتی۔

وہ چاروں بھی سخت پریشان تھے اور اس بار انہوں نے میرے ہاتھوں پر سخت نگاہ رکھی۔ لیکن استاد زندہ باد۔ "ڈکٹ ٹریپ" میں نے کام دکھا دیا۔ یہ خالص دیسی کام تھا۔ ولایت کو اس کی ہوا بھی نہیں لگی تھی۔ چنانچہ وہ لوگ اپنے ہاتھوں مار کھا گئے۔ اس بار بھی صورت حال پہلے سے مختلف نہیں تھی۔ لیکن ان کے چہرے اترے ہوئے تھے۔ باقاعدہ جواب دہی کرنی پڑتی ہوگی۔ ظاہر ہے قمار خانے کی رقم سے کھیلتے ہوں گے ممکن ہے باقاعدہ کیش دینا پڑتا ہو۔

چنانچہ دوسری بازی بھی کافی جاندار رہی۔ میں بس آخری داؤ مارنا چاہتا تھا۔ چنانچہ اس بار میں نے لیزینا کو دیدیئے اور خود آرام سے بیٹھ گیا۔

تیسری مشکوک بازی بھی لیزینا نے جیتی۔ تو وہ بری طرح گھبرا گئے۔ "سوری سینورا۔ ہمارا خیال ہے شارٹنگ ہو رہی ہے۔" ان میں سے ایک کرسی کھسکا کر کھڑا ہوگیا۔

"کیا بکواس ہے۔" میں غرایا۔

"ہم نہیں کھیل سکتے۔"

"تو بھاگ جاؤ۔" میں نے اس انداز سے کوٹ کے کالر کے نزدیک ہاتھ رکھ لیا جیسے پستول نکالنے کے لئے تیار ہوں۔ لیکن شاید یہ سب کچھ یہاں نہیں ہوتا تھا۔ وہ خاموشی سے منتشر ہوگئے۔ دوسرے لوگوں کو اس صورت حال کا علم بھی نہیں ہوسکا تھا۔ لیزینا کی آنکھیں جوش مسرت سے چمک رہی تھیں۔

ان تین بازیوں میں ہم نے تقریباً اڑسٹھ ہزار روپے جیت لئے تھے اور یہ خاصی رقم تھی۔ نوٹ سمیٹ کر ہم نے جیبوں میں ٹھونسے اور پھر خود بھی کرسیاں سرکا کر کھڑے ہوگئے۔ ہال میں اسی زور

جو ہو رہا تھا میں نے سرگوشی کے انداز میں لیزینا سے پوچھا۔

"کیا ایسے حالات میں یہاں گولیاں بھی چلانا پڑ جاتی ہیں؟"

"نہیں۔ آج تک ایسا کوئی واقعہ سننے میں تو نہیں آیا۔ میرا خیال ہے خود قمار خانے والوں کو تو اس کی نوبت نہیں پیش آتی۔ رہ گئے سیاح تو وہ بے چارے ہارنے کے بعد خود کو بے یار و مددگار سمجھ کر رخصت ہی ہو جاتے ہیں۔"

ہم یونہی گفتگو کرتے ہوئے آگے بڑھتے رہے۔ اچانک ایک میز پر کچھ ہنگامہ ابھرا۔ اور ہم ٹھٹھک گئے۔ "ایہدے جبڑے توڑ دوں گا" ایک خونخوار آواز سنائی دی۔ اور میں حیرت سے اچھل پڑا۔ کیونکہ یہ جملہ اردو میں ادا کیا گیا تھا۔ لہجہ اپنے علاقہ کا تھا۔

پھر کیسے ہو سکتا تھا کہ قدم اس طرف نہ بڑھتے۔ تیزی سے اس میز کے نزدیک پہنچ گیا۔ لمبی لمبی نوکیلی مونچھوں والا گبرو جوان ایک لمبے بالوں والے مقامی آدمی کی کلائی پکڑے ہوئے تھا۔ اور میز پر نھیپے بکھرے ہوئے تھے۔ لمبے بالوں والا بھی تن و توش کا آدمی تھا۔ لیکن کس کی مجال تھی کہ پنجاب کے جیالے سے کلائی چھڑا لے۔ ہاں قمار خانے کے لفنگے اس طرف چل پڑے تھے۔

"کی گل اے منڈیا؟" میں نے ٹھیٹ پنجابی میں کہا۔

"دیکھو یارو۔ اے استاداں نال وی "کیٹی" کھیڈیا اے۔" بیساختہ جواب ملا۔ لیکن اس کے ساتھ ہی لمبے بالوں والے کی کلائی چھوٹ گئی تھی۔ اچانک اسے احساس ہوا تھا کہ اس دیار غیر میں۔ یہ اپنی زبان کہاں سے آگئی۔ نھیپے ویپے سب بھول گیا۔ اس کی مضطرب نگاہیں مجھے تلاش کر رہی تھیں۔

"کیا بات ہے؟" قمار خانے کے بدمعاش میز کے گرد پہنچ گئے۔

"کوئی بات نہیں ہے۔ بھاگ جاؤ۔" میں نے غراتے ہوئے کہا اور اس نے میری آواز پہچان لی۔ دوسرے لمحے وہ کرسی سے اٹھ کر میرے پاس پہنچ گیا۔

"اوئے۔ توں پنجابی وچ گل کیتی؟" اس نے حیرت و خوشی کے ملے جلے جذبات کے ساتھ کہا۔

"اوہو یار۔ چھڈ اے نوں۔ ساڈے نال آ۔" میں نے اس کا بازو پکڑتے ہوئے کہا۔

"اوئے جاؤ۔ معاف کر دیا۔ ساڈا یار مل گیا۔ ورنہ ایک ایک کو دیکھ لیتا۔" اس نے ان لوگوں کی طرف دیکھ کر بے خوف لہجے میں کہا۔ اور میرے ساتھ آگے بڑھ آیا۔ لیزینا ہمارے پیچھے چل رہی تھی۔

"پنجاب کے رہنے والے ہو دوست۔؟" میں نے پوچھا۔

"اوہو یار۔ پر تسی تے انگریز لگدے او۔؟" اس نے کہا۔

"میں بھی اسی سرزمین کا باشندہ ہوں" میں نے ایک سرد سانس لے کر کہا۔

"تو گلے لگ جاؤنا" اس نے رک کر دونوں ہاتھ پھیلا دیئے اور اس ماحول کی پرواہ کئے بغیر مجھ سے لپٹ گیا۔ میں نے بھی اس کی گرمجوشی کا جواب گرمجوشی سے دیا تھا۔ ہال کے بہت سے لوگ ہماری طرف متوجہ ہوگئے تھے۔

"آؤ یہاں سے چلیں۔ کہیں اور بیٹھ کر بات کریں گے۔"

"چلو جی چلو۔" اس نے خوشی سے باچھیں پھاڑتے ہوئے کہا اور میں نے سارے نھیپے لیزینا کے حوالے کر دیئے۔ تھوڑی دیر کے بعد ہم کار میں بیٹھ رہے تھے۔

"ساڈے ہوٹل چلو جی۔ اسی گلیشیر میں ٹھہرے ہوئے ہیں اتھے گل بات ہوگی!"

"چلو۔" میں نے کہا۔ اس وقت ایک اپنے کے مل جانے سے جو خوشی ہوئی تھی وہ بیان سے با
اور پہلی بار میں نے ایک نئے انداز سے سوچا تھا۔ وطن سے دور ہونے کے باوجود۔ وطن سے شکایت
کے باوجود' وطن سے رشتے نہیں ٹوٹتے ہیں۔ آج بھی اس مٹی کا خون رگوں میں گردش کر رہا ہے
پانچ دریا بہتے ہیں۔

کار کی ڈرائیونگ سیٹ لیزینا نے سنبھال لی تھی اور ہم دونوں عقبی سیٹ پر بیٹھے ہوئے تھے۔ "ا
دوست۔ کیا نام ہے تمہارا ــــــ؟" میں نے پوچھا۔

"سردار علی۔" اس نے جواب دیا۔

"یہاں کب سے ہو سردارے۔؟" میں نے پوچھا۔

"اس جگہ وینس میں تو صرف دو ہفتے ہوئے ہیں۔"

"کیا کرتے ہو؟"

"بس جی آوارہ گردی۔ اپنا کوئی کام نہیں ہے ویسے الیکٹرک انجینئرنگ کا کام سیکھا ہے۔ یہ ا
کرنے کو جی نہیں چاہتا۔ تھوڑا بہت کام کر لیا اور آگے بڑھ گئے۔"

"خوب زندگی ہے۔ پنجاب کب چھوڑا۔؟"

"آتے جاتے رہتے ہیں جی۔ اب تو تین مہینے ہو گئے ہیں۔"

"پنجاب کے کس علاقے کے رہنے والے ہو؟"

"او جی لوہاری گیٹ۔ آگے کہنا بیکار ہے۔ انٹرنیشنل جگہ ہے" اس نے کہا اور مجھے ہنسی آ گ
نگاہوں میں گھوم گیا۔ اور ذہن بہتا ہوا آگے بڑھنے لگا! اور پھر جہلم کا لمبا پل آنکھوں میں رچ گیا۔ او
ایک سرد آہ نکل گئی۔

"تسی بھی تو اپنے بارے میں بتاؤ۔" اس نے کہا۔

"میں جہلم کا رہنے والا ہوں۔"

"او جیو۔ تمہارے لمبے تڑنگے قد سے پتہ چلتا ہے۔ خاص جہلم کے؟" اس نے خوش ہو
پوچھا۔

"ہاں۔ سرائے عالمگیر کا سمجھ لو۔"

"طبیعت خوش ہو گئی یار۔ ادھر ہی رہتے ہو۔؟"

"ہاں۔!" میں نے کچھ مصلحتیں بھی اپنائیں۔

"شادی کر لی ہے۔؟" اس نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"ہاں!" میں نے جواب دیا۔

"مزے کرو یار۔ ذرا بھابی کو بتانا اگلے چوراہے سے موڑ لے"

"ہمیں گلیشیر چلنا ہے لیزینا۔" میں نے کہا اور لیزینا نے گردن ہلا دی۔ وہ خاموشی سے ڈرائیو کر
تھی۔ ظاہر ہے ہماری گفتگو اس کی سمجھ میں نہیں آ رہی ہوگی۔

گلیشیر ایک درمیانے قسم کا ہوٹل تھا۔ سردار کا کمرہ بھی معمولی تھا۔ لیکن اس کا خلوص بہت ز

بھی ہمارے مل جانے سے بہت خوش تھا۔ جو کچھ اس سے بن پڑا اس نے ہماری خاطر مدارات کی اور کافی
دیر تک اس کے پاس بیٹھنے کے بعد ہم نے اجازت طلب کی۔

"دل تو نہیں بھرا یار۔ مگر۔ خیر۔" اس نے کہا۔

"کل تم ہمارے ساتھ کھانا کھاؤ۔"

"کیوں نئیں جی۔ بھابی کے ہاتھ کا کھانا تو ضرور کھائیں گے۔" اس نے خوش ہو کر کہا۔

"بس تو کل میں تمہیں لینے آجاؤں گا۔"

"کس وقت یار۔؟" اس نے بے تکلفی سے کہا۔

"شام کو سات بجے۔"

"ارے۔ پورا دن انتظار کرنے پڑے گا۔ مگر خیر۔ ٹھیک ہے میں تیار ملوں گا" سردار نے کہا۔ اور پھر وہ
ہمیں نیچے تک چھوڑنے آیا۔ تھوڑی دیر کے بعد ہم واپس چل پڑے۔

"آپ کا کوئی پرانا دوست تھا مسٹر نواز۔؟" راستے میں لیزینا نے پوچھا۔

"ہاں۔ دوست ہی سمجھ لو۔ وہ میرا ہموطن تھا۔"

"آپ لوگ ایک دوسرے سے بہت محبت کرتے ہیں۔" وہ مسکرائی۔

"کیا تمہیں اپنے ہموطنوں سے پیار نہیں ہے لیزینا؟"

"ہے۔" اس نے مختصراً" کہا۔

"اس کے بدن سے میرے وطن کی خوشبو آتی ہے۔ تمہیں کیا معلوم لیزینا۔ میرا دیس کیا ہے۔"

"دیکھا نہیں۔ مگر اندازہ لگا سکتی ہوں۔ در حقیقت بہت پیارا ہوگا۔ بالکل آپ کی طرح۔" لیزینا نے
کہا۔

"اوہ۔ شکریہ لیزینا۔ میرے بجائے میرے دیس کی تعریف کرو' میں تمہارا شکر گزار ہوں گا۔"

"آپ کو دیکھ کر ہی تو آپ کے دیس کے بارے میں جانا ہے۔" اس نے کہا۔

"نہیں لیزینا۔ نہیں۔ میرے دل پر سخت چوٹ لگی ہے۔ مجھے دیکھ کر میرے دیس کا اندازہ مت لگاؤ۔
میں تو اپنے وطن کی پیشانی کا داغ ہوں۔ نہیں لیزینا نہیں۔" میں نے تڑپ کر کہا۔ اور وہ یک دم خاموش
ہو گئی۔ پھر گھر تک خاموش رہی۔ کوٹھی کا ماحول پر سکون تھا کوئی خاص بات نہیں ہوئی تھی۔

کھانا وغیرہ ہم کھا چکے تھے۔ میں نے اپنی خواب گاہ میں جا کر لباس تبدیل کیا اور پھر کرسی پر بیٹھا ہی تھا کہ
لیزینا ہاتھوں پر شراب کی ٹرے اٹھائے اندر آ گئی۔ اس نے لباس تبدیل کر لیا تھا۔

"آج اس کی ضرورت نہیں ہے لیزینا۔"

"آپ تھکے ہوئے ہیں مسٹر نواز۔؟"

"نہیں۔ ایسی کوئی بات نہیں ہے۔"

"آپ الجھے ہوئے ہیں مسٹر نواز۔" اس نے اسی انداز میں کہا۔

"شاید۔ شاید تمہارا خیال درست ہو۔"

"تو شراب لیں۔"

"میں شراب کا عادی نہیں ہوں لیزینا۔"

"میں نے محسوس کیا تھا۔ لیکن۔ آپ اس قدر الجھے ہوئے کیوں ہیں مسٹر نواز؟۔ آپ اس قدر پریشان کیوں ہیں؟" وہ میرے پیروں کے نزدیک بیٹھ گئی۔ شراب کی ٹرے اس نے میز پر رکھ دی تھی۔

"یہاں نہ بیٹھو لیزینا۔" میں نے اس کا بازو پکڑ کر اسے اٹھایا اور وہ میرے روبرو ہو گئی۔

"میں آپ کو چاہنے لگی ہوں مسٹر نواز۔ میں آپ کو پسند کرنے لگی ہوں مسٹر نواز۔" اس نے میری گردن میں بانہیں ڈال دیں اور اس کے بعد میں خود کو کنٹرول نہیں کر سکتا تھا۔ وینس کی پہلی لڑکی۔ مجھے دعوت دے رہی تھی۔ اور پھر لیزینا تو میرے پروگرام میں شامل تھی۔

"تم بہت پیاری ہو لیزینا۔ تم بہت پیاری ہو۔" میں نے اسے لپٹا لیا۔ اور لیزینا شرمسار ہو گئی۔ مجھے احساس نہیں تھا کہ وہ مجھ سے اس قدر متاثر ہے۔ اس نے خود کو میرے سپرد کر دیا۔ وہ میری چاہت، میری توجہ حاصل کرنا چاہتی تھی اور وینس کی لیزینا' مجھے بہت پسند آئی۔

گو وہ بھی عورت تھی۔ لیکن دیس دیس کی عورت کچھ خصوصیات کی حامل ہوتی ہیں۔ میں اس کی زندگی کا پہلا مرد نہیں تھا۔ اس نے اس کا اعتراف کیا۔ لیکن اس نے یہ اعتراف بھی کیا کہ میں اس کی زندگی کا پسندیدہ مرد ہوں۔

جذبات کی دنیا سے نکل کر ہم پر سکون ہو گئے۔ وہ میرے بازو پر سر رکھے لیٹی تھی۔ میں نے مسکراتے ہوئے اس سے کہا۔ "لیزینا۔ اگر سی کا کو معلوم ہو جائے؟"

"کینہ پرور عورت ہے۔ اسے معلوم ہو جائے گا۔ لیکن وہ مجھے کوئی بڑی سزا نہیں دے سکتی۔"

"تم اس سے کہہ سکتی ہو کہ یہ میری خواہش تھی۔"

"ہاں۔ وہ تمہارے سامنے بے بس ہے۔ لیکن کیا یہ حقیقت ہے۔؟" اس نے پیار بھری نگاہوں سے مجھے دیکھتے ہوئے کہا۔

"ہاں۔ کیوں نہیں؟"

"اوہ۔ نواز۔ تمہیں دیکھ کر دل چاہتا ہے کہ سب کچھ چھوڑ دوں اور۔ اور۔ بس تمہارے ساتھ ہو جاؤں۔ زندگی بھر کے لئے۔"

"یہ تمہارے لئے فائدہ مند نہیں ہو گا۔" میں نے جلدی سے کہا۔

"ہاں۔ میں جانتی ہوں۔" اس نے جواب دیا۔ اور پھر بعض اوقات دل کی باتیں عقل سے خالی ہوتی ہیں۔"

"یقیناً"۔" میں نے ایک گہری سانس لے کر کہا۔

"کل سویٹا تمہارے ساتھ تھی؟" اچانک اس نے کہا۔

"اوہ۔ ہاں۔ وہ احمق لڑکی!"

"کیا۔ نواز۔؟ کیا۔؟"

"نہیں لیزینا۔ وہ اس قدر احمق تھی کہ میں اس سے بور ہو گیا"

"لیکن تم اسے سی کا کی مرضی کے خلاف لائے تھے۔"

"ہاں۔ صرف اسے ذلیل کرنے کے لئے"

"میں جانتی ہوں۔ لیکن نواز۔ مجھے اس لڑکی سے بہت ہمدردی ہے۔ وہ شاید زندگی بھر کسی کی طرف ملتفت نہ کر سکے۔"

"کیوں؟"

"تم جانتے ہو۔ وہ شدت سے احساس کمتری کا شکار ہے۔ وہ سوچ بھی نہیں سکتی کہ پوری زندگی میں کوئی مرد اسے پسند کر سکتا ہے۔ اور پھر کوئی خوبصورت مرد۔ اس کا خیال ہے کہ کوئی بھی مرد اس سے اظہار عشق کر کے صرف اس کا مذاق اڑائے گا۔ کون اسے اپنی خلوت میں پسند کرے گا۔"

"اوہ۔ لیکن لیزینا۔ اگر کوئی مرد اسے ایک رات دیدے۔ تو پھر شاید زندگی اس کے لئے اور کٹھن ہو جائے۔"

"میرا خیال اس سے مختلف ہے نواز۔"

"کیا مطلب۔؟"

"اگر اسے احساس ہو جائے۔ کہ وہ بھی چاہی جا سکتی ہے وہ بھی پسند کی جا سکتی ہے تو اس میں تبدیلیاں آ جائیں گی۔ یقیناً" نواز اس کے دل سے احساس کمتری دور ہو جائے گا۔ اور پھر ممکن ہے اس کی زندگی کی ڈگر بدل جائے۔"

میں لیزینا کی بات پر غور کرنے لگا۔ در حقیقت ایک پہلو یہ بھی تھا۔ کیا حرج تھا۔ دوسری رات سویٹا کے ساتھ سہی۔ !کیا تم اس کی سفارش کر رہی ہو لیزینا؟"

"ہاں۔ یونہی سمجھ لو۔"

"ٹھیک ہے۔" میں نے ایک طویل سانس لی۔

"میں جانتی ہوں۔ کینہ پرور سی کاریفا مجھے کسی نہ کسی طور پر تمہارے پاس آنے سے روک دے گی۔ آج کی رات بھی وہ انگاروں کے بستر پر گزار رہی ہو گی۔ اس قسم کی عورت ہے وہ۔ لیکن کل اسے ایک اور ذلت ملنی چاہئے۔"

"خوب۔ تو یوں کہو کہ سویٹا کی سفارش میں تمہارا مفاد بھی ہے۔"

"میں اس مغرور عورت کو پسند نہیں کرتی نواز۔"

"ٹھیک ہے۔ میں اس کے غرور کو پاش پاش کر دوں گا لیکن۔ لیزینا۔ تم اگر پسند کرو۔ تو کل رات کی قیمت بھی آج ہی وصول کر لو۔" میں نے اس کے بدن پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا۔

"نواز۔!" وہ شدت جذبات سے مغلوب ہو کر مجھ سے لپٹ گئی اور میں اسے دوسری رات کی ادائیگی کرنے لگا۔

دوسرے دن صبح کے دس بجے سی کاریفا کا فون ملا۔ جس کی اطلاع ایک ملازم نے مجھے دی۔ لیزینا نہ جانے کہاں تھی۔ میں ابھی جاگا تھا۔

"لیزینا کہاں ہے؟" میں نے ملازم سے پوچھا۔

"کچن میں جناب۔"

"اسے میرے پاس بھیج دو۔"

"مادام سے کیا کہوں؟" ملازم نے پوچھا۔

"ان سے کہدو۔ تھوڑی دیر کے بعد فون کریں۔ میں ابھی جاگا ہوں۔" میں نے کہا اور ملازم گردن جھکا

کر چلا گیا۔ مجھ پر کسل طاری تھی۔ لیزینا بیڈ ٹی لیے ہوئے میرے کمرے میں داخل ہو گئی۔ اس کا چہرہ
کی طرح شگفتہ تھا۔ مجھے دیکھ کر وہ مسکرا پڑی۔

"ہیلو نواز۔؟" اس نے دلکش آواز میں کہا۔

"ہیلو۔ میں بیڈ ٹی نہیں لوں گا۔" میں نے کہا۔

"کیوں۔؟"

"ہم پنجابی لوگ منہ دھوئے بغیر کچھ نہیں کھاتے پیتے۔"

"تو پھر باتھ روم ہو آؤ۔"

"ہاں۔ جاتا ہوں۔ ابھی سی کا کا فون آیا تھا۔"

"ارے۔ کب؟"

"چند منٹ قبل۔"

"کیا کہہ رہی تھی۔؟"

"میں نے رسیو نہیں کیا۔ ملازم نے بتایا تو میں نے کہہ دیا کہ تھوڑی دیر کے بعد فون کرے
ابھی جاگا ہوں۔"

"اوہ۔" لیزینا نے تشویشناک انداز میں کہا۔ پھر بولی۔ "آپ باتھ روم ہو آئیں مسٹر نواز۔ میں اس
کو فون کر لوں۔"

"کیوں؟"

"پلیز نواز۔ یہ ضروری ہے۔"

"میرے سامنے کرو۔" میں نے کہا اور وہ ہنس دی۔ میں نے سلیپنگ گون بدن پر ڈالا اور اس
ساتھ دوسرے کمرے میں آ گیا۔ لیزینا نے فون پر سی کا کے نمبر ڈائل کئے۔ ویسے اس کے چہرے پر کچھ
پن آ گیا تھا۔ جو غالباً خوف کی وجہ سے تھا۔

"ہیلو۔" دوسری طرف سے شاید سی کا کی آواز ہی سنائی دی تھی۔

"میں لیزینا ہوں مادام۔" لیزینا نے کہا۔ میں نے ریسیور سے کان لگا لیا تھا۔

"کیا بات ہے؟" دوسری طرف سے سخت آواز سنائی دی۔

"آپ؟ آپ نے چند ساعت قبل فون کیا تھا؟"

"تم کہاں تھیں؟"

"کچن میں تھی مادام۔ ملازم بدبخت نے مجھے بتایا بھی نہیں۔"

"نواز کہاں ہے۔؟"

"بب۔ باتھ روم میں ہیں مادام۔" لیزینا نے سہمے ہوئے لہجے میں جھوٹ بولا۔

"ہوں۔ کیا تم زندگی بھر اس کے ساتھ رہو گی؟"

"مم۔ میں نہیں سمجھی مادام۔"

"واپس آنے کا پروگرام نہیں ہے؟"

"آپ حکم دیں تو حاضر ہو جاؤں مادام۔؟" لیزینا نے کہا۔

"دل بھر گیا ہو تو آ جاؤ۔ ویسے رات کیسی گزری۔؟" سی کا کا لہجہ طنزیہ تھا۔

"جج۔ جی۔" لیزینا ہکلا کر رہ گئی۔

"کیا رات کو تم اس کی خواب گاہ میں رہی ہو؟"

"جج۔ جی مادام۔" لیزینا نے کہا۔

"اس کے بستر میں۔؟"

"جی۔!" لیزینا کے منہ سے ایک طویل سانس نکل گئی۔

"خوب۔ کسی کی اجازت سے؟"

"یہ۔ یہ مسٹر نواز کا حکم تھا مادام۔"

"اور تمہاری خواہش۔ خیر یہ تمہارا ذاتی فعل ہے۔ مسٹر نواز سے کہدو مجھے تمہاری ضرورت ہے۔ کیا
ان نے ناشتہ کر لیا؟"

"ابھی نہیں مادام۔"

"تو کیا پوری رات جاگتے رہے ہو تم لوگ؟" سی کا نے کہا اور لیزینا اس بات کا جواب نہیں دے
۔"بہرحال میں تمہارا انتظار کر رہی ہوں۔" سی کا نے کہا اور فون بند کر دیا۔ لیزینا نے ایک گہری سانس
کر ریسیور رکھ دیا اور پھر عجیب سی نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگی۔

"خوفزدہ ہو؟" میں نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"ہاں۔" اس نے گردن ہلائی۔ لیکن کہہ چکی ہوں کہ اس رات کی ہر سزا بھگتنے کے لئے تیار ہوں۔" وہ
اک مسکراہٹ سے بولی۔

"لیکن وہ اسے تمہارا ذاتی مسئلہ قرار دے چکی ہے۔"

"تاہم اس کی نفرت کا شکار ہونے سے کون مجھے روک سکے گا!"

"کیا میں مقامی انچارج تبدیل کرنے کی سفارش کروں؟"

"نہیں مسٹر نواز۔ اتنے سخت قدم کی ضرورت نہیں ہے۔ اور پھر وہ بہت اہم ہے کیونکہ اعلیٰ حکام کو اپنی
مٹھی میں لئے ہوئے ہے۔"

"تمہاری مرضی"

"آپ فکر نہ کریں۔ وہ مجھے قتل تو نہ کر دے گی۔ آیئے ناشتہ کر لیں۔"

"تم جاؤ۔ میں ناشتہ کر لوں گا۔" میں نے کہا۔

"آپ محسوس تو نہیں کریں گے مسٹر نواز؟"

"سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ ویسے میں اسے بہت اذیت دونگا اس بات کا فیصلہ کر چکا ہوں۔ تم جاؤ۔ میں
کرنے کے بعد ہی اس سے گفتگو کروں گا۔"

"بہت بہتر۔" اس نے کہا۔ پھر اس نے مجھ سے لپٹ کر ایک طویل بوسہ لیا۔ اور باہر نکل گئی۔ میں ایک
سالے کر باتھ روم کی طرف بڑھ گیا تھا۔
تنہائی کیا گیا اور اس کے بعد میں سگریٹ پیتے ہوئے آئندہ پروگرام بنانے لگا۔ وینس میں آتے ہی
کا چکر شروع ہو گیا تھا، اور ابھی تک وہی چل رہا تھا۔ حالانکہ سی کا ریفا نے سوبیتا کے اڈے کے بارے

میں بتلایا تھا۔ میرے فرائض میں تھا کہ میں اس کے لئے کام کروں اور میں نے پروگرام بھی بتلایا تھا کا کی وجہ سے کچھ ایسی فضا قائم ہوگئی تھی کہ ابھی تک کام نہیں شروع ہو سکا تھا۔

بہرحال کام بھی شروع ہو جائے گا۔ ابھی ایسی کیا جلدی ہے۔ بہت سے معاملات میں تو میں خود تھا مجھے اب اس بات کی کیا پرواہ ہو سکتی تھی۔ پھر میں نے سردار کے بارے سوچا۔ اپنے دیس کے سے بہت عرصے کے بعد ملاقات ہوئی تھی۔ میں نے اس کی دعوت کی تھی اس کا انتظام بھی یہیں کر گا! لیکن سی کا۔؟ سب سے پہلا مرحلہ سی کا ہی کا ہے۔ اور میں اسے ہر قیمت پر انجام دینا چاہتا تھا۔ میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

اور اسی وقت فون کی گھنٹی بج اٹھی۔ میں نے اٹھکر ریسیور اٹھالیا۔ "ہیلو!" میں نے بڑے مل میں کہا۔

"مسٹر نواز۔؟" دوسری طرف سے سی کا کی آواز سنائی دی۔

"یس مادام سی کا۔؟"

"کیسے ہیں آپ؟"

"بہت خوش۔ بہت مطمئن۔"

"مجھے مسرت ہے کہ وینس میں آپ خوش ہیں۔"

"آپ کی عنایت ہے مادام سی کا۔"

"کیا میں آپ کو لینے آجاؤں؟"

"آجایئے۔"

"میں پہنچ رہی ہوں۔"

"او کے!" میں نے کہا اور ریسیور رکھدیا۔ جس وقت تک سیکا پہنچی میں سوچتا رہا کہ اس رکھوں اور میں نے اس کے لئے تعین کرلیا۔

سی کا حسب معمول ایک خوش رنگ لباس میں آئی تھی۔ نئی امیدیں چہرے پر سجائے ہو رنجشیں بھلا کر۔ میں نے بھی مسکراتے ہوئے اس کا استقبال کیا تھا۔

"میں آپ میں نمایاں تبدیلیاں محسوس کر رہی ہوں مسٹر نواز؟"

"آپ کا احساس ہے ورنہ میں تو یکساں ہوں۔" میں نے جواب دیا۔

"آج کیا پروگرام ہے مسٹر نواز؟" اس نے نہ جانے کس امید سے پوچھا۔

"آپ سے سوبیتا کے بارے میں مکمل معلومات درکار ہیں۔" میں نے کہا اور سی کا کے چہ تبدیلی پیدا ہوگئی۔ اس کے بعد مکمل پروگرام بنائیں گے۔" میں نے جملہ پورا کردیا۔ چند ساعت نگاہوں سے مجھے دیکھتی رہی۔ غالباً سوچ رہی ہوگی کہ آخر میں خود کو کیا سمجھتا ہوں یا اسے عور کیوں تیار نہیں ہوں۔

بہرحال اس نے پھر سنبھالا لیا اور بولی۔ "ابھی آپ کو وینس آئے ہوئے دن ہی کتنے ہو روز آرام کریں، اس کے بعد کام شروع کردیں۔"

"آپ نے یہاں آتے ہی اتنا عمدہ رسیپشن دیا ہے مادام سی کا کہ ساری تھکن اتر گئی ہے"

"آپ مجھے شرمندہ کر رہے ہیں مسٹر نواز۔ ابھی میرے ساتھ تو آپ نے کچھ وقت نہیں گزارا۔" اس نے کہا

"یہ کمال بھی آپ ہی کا ہے۔ اور یہاں کے لوگ بے حد مہمان نواز ہیں۔"

"بہرحال آج آپ میرے ساتھ دن گزاریں گے۔"

"شام کو میں نے اپنے ایک دوست کو دعوت دی ہے ساڑھے سات بجے اسے یہاں لانا ہے اس سے قبل جو آپ حکم دیں میں حاضر ہوں۔"

"آیئے وینس دیکھیں۔"

"کل تقریباً تمام جگہوں پر مس لیزینا کے ساتھ گھوم چکا ہوں۔"

"لیزینا پسند آئی۔؟" اس نے براہ راست سوال کردیا۔

"بے حد دلکش عورت ہے۔" میں نے جھوم کر کہا۔ اور یہ ایک اور تازیانہ تھا جسکی چوٹ سی کا کے چہرے پر نظر آئی۔ لیکن برداشت کے علاوہ اور کیا کر سکتی تھی۔ بہرحال اس وار کو بھلانے میں بھی اسے کئی منٹ لگے۔ اور پھر مسکرانے لگی۔

"کسی چیز کی ضرورت تو نہیں ہے مسٹر نواز۔ کرنسی وغیرہ موجود ہے۔"

"ہاں، کل مونٹی کارلو کے ایک قمار خانے سے کافی رقم مل گئی تھی۔"

"کیا مطلب؟" وہ حیرت سے بولی۔

"میرے ملک کی کرنسی میں تقریباً ستر ہزار روپے"

"آپ جیت کر لائے؟" اس نے آنکھیں پھاڑ دیں۔

"لیزینا بھی ساتھ تھی۔"

"ناقابل یقین بات ہے۔"

"تصدیق کرلیں۔"

"نہیں نہیں۔ لیکن یہ ان قمار خانوں کے اصول کے خلاف ہے۔"

"میں نے وہاں اپنا اصول چلایا تھا۔"

"یقیناً سخت حیرت انگیز بات ہے، بہرحال میری طرف سے مبارکباد قبول کریں۔"

"یہ مبارکباد آپ لیزینا کو دیں۔"

"کیوں۔؟" وہ پھر تعجب سے بولی۔

"جیتی ہوئی رقم میرے لئے غیر دلچسپ ہے وہ اسی کی ہوگی۔"

"اوہ۔ مسٹر نواز۔ براہ کرم ایسا نہ کریں۔ یہ بات گروہ کے مفاد کے خلاف ہوگی۔"

"کیوں۔؟"

"ممکن ہے اتنی رقم کی مالک بننے کے بعد وہ گروہ کے لئے اتنی سرگرم نہ رہے جتنی رہتی ہے۔"

"یہ بات اسے میں سمجھا دوں گا۔"

"آپ کی مرضی۔ بہرحال ایک رات کی قیمت اسے بہت زیادہ ملی ہے۔ اب تو آپ کے ساتھ دوسری رات گزارنے کی خواہشمند ہوگی۔" اس نے طنزیہ مسکراہٹ سے کہا۔

"میرا دوست جب یہاں آئے تو اس کی موجودگی ضروری ہے اس کے بعد آپ اسے لے جاسکتی ہیں۔ ہاں ایک فرمائش ضرور کرونگا۔"

"وہ کیا؟"

"آج رات سوبٹا کو بھیج دیں۔"

"مسٹر نواز۔ مسٹر نواز آپ کیا ہیں۔؟" وہ گردن جھٹکتے ہوئے بولی۔

"انسان ہوں مادام سی کا! آپ کا کیا خیال ہے؟" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"دنیا کے سب سے انوکھے انسان۔"

"یہ صرف آپ کا خیال ہے۔" میں نے لاپرواہی سے کہا۔

"آیئے۔ اٹھئے تو۔ گھر میں کب تک بیٹھے رہیں گے۔" اس نے کہا اور میں نے شانے ہلا دیئے۔ تھوڑی دیر کے بعد ہم تیار ہو کر چل پڑے لیزینا کے ساتھ وینس دیکھ چکا تھا۔ آج بھی انہیں تمام چیزوں کو دیکھا ایک بات خاص طور سے محسوس کی۔ کل لیزنا ساتھ تھی لیکن اتنی نگاہیں کل ہم دونوں پر نہیں تھیں، جتنی آج۔ درحقیقت سی کاریفا۔ دوشیزگی کی حدود سے نکلنے کے باوجود کافی دلکش تھی اس میں اپیل تھی جسے نظرانداز کرنا مشکل کام تھا۔

"آپ نے میری بات کا جواب نہیں دیا مادام ریفا۔"

"کونسی بات کا۔؟" اس نے پیشانی پر آنے والے بال ایک مخصوص ادا سے سمیٹتے ہوئے کہا۔

"کیا آج رات سوبٹا۔؟"

"ضرور مسٹر نواز۔ میں آپ کے حکم کی تعمیل سے انکار کیسے کر سکتی ہوں۔؟"

"شکریہ۔"

"آپ کے دوست کے لئے بھی انتظام کرنا ہوگا؟" اس نے پوچھا۔

"نہیں۔ وہ مجھ سے اس قدر بے تکلف نہیں ہے۔"

"مقامی ہے؟"

"نہیں۔ میرے وطن کا ساتھی۔ میرے لئے اجنبی ہے لیکن پردیس میں ہم وطن اجنبی نہیں ہوتا۔"

"درست خیال ہے آپ کا۔ ویسے اگر آپ ہمیں بھی دعوت دے دیں تو ہم بھی آجائیں۔ آپ کے دوست سے ملاقات کرلیں گے۔"

"آپ تو میزبان ہوں گی مادام ریفا۔"

"گویا اجازت ہے۔" اس نے کہا۔

"یقیناً۔" میں نے کہا اور نہ جانے کیوں وہ خاموش ہوگئی۔ بہرحال شام چھ بجے تک اس کی نشست رہی۔ اس دوران اس نے ٹیلی فون کرکے شام کی دعوت کے انتظامات کی ہدایت کردی تھی۔ جب میں واپس اس کے ساتھ اپنی رہائش گاہ پر پہنچا تو سب ملازم مستعد تھے لیزینا اور سوبٹا بھی وہاں تھیں اور بڑی تندہی سے دعوت کے انتظامات میں مصروف تھیں۔ وینس کی تمام اعلیٰ ڈشیں تیار تھیں۔

میں ان انتظامات کو دیکھ کر حیران رہ گیا۔

"میں نے ایک آدمی کی دعوت کی ہے مادام سی کا۔"

"آپ کے دوست کی دعوت آپ کے شایان شان ہونی چاہیے مسٹر نواز۔" سی کا نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "بہرحال آپ نے زبردست اہتمام کر ڈالا۔" میں اور سی کا ڈرائنگ روم میں آبیٹھے۔ "ساڑھے سات بجے میں اسے لینے جاؤں گا مادام سی کا۔"

"ضرور۔ اگر آپ کہیں تو میں بھی آپ کے ساتھ چلوں گی۔"

"سوری مادام۔ دراصل اس نے لیزینا کو میری بیوی سمجھا تھا میں نے بھی تردید نہیں کی۔ چنانچہ لیزینا کو اس کے سامنے یہی کردار ادا کرنا ہے میں اسے ساتھ لے جاؤں گا۔"

کتنے نشتر تھے جو میں اس کے دل میں چبھوتا تھا۔ ہر زخم کاری ہوتا تھا اور سی کا تڑپ کر رہ جاتی تھی۔ بہرحال وہ بے بسی سے گردن ہلا کر رہ گئی۔ "آپ لیزینا کو حکم دیں کہ دوسرے کام چھوڑ کر تیاری کرلے۔"

"بہتر۔" وہ اٹھ کھڑی ہوئی اور باہر نکل گئی۔ میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ اپنے ترکش کا ایک بھی تیر باقی نہ رکھنا چاہتا تھا۔ اس سے زیادہ اس کے پندار کو اور کیا ٹھیس پہنچاتا۔ لیزینا جب میرے ساتھ چلی تو سخت حیران تھی۔ "! آپ۔ آپ دنیا کے سب سے انوکھے انسان ہیں مسٹر نواز' وہ کرتے ہیں جو ممکن نہیں ہوتا۔" اس نے عمارت سے نکلتے ہوئے کہا۔ "کیوں۔؟" "ایسی کونسی بات ہوئی۔"

"باتیں تو بہت سی ہو چکی ہیں لیکن اس وقت مادام سی کا نے میرے لباس کا انتخاب کیا تھا۔ انہوں نے میرا میک اپ بھی درست کیا تھا۔ اور اس وقت ان کا انداز بھی بہت نرم تھا۔"

"خوب۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ لیکن سی کاریفا کے اس اقدام کے بارے میں میں نے بھی سوچا تھا۔ کیا اس نے کوئی دوسری اسکیم بنائی ہے؟

☆ ☆ ☆

گلیشیر کے سامنے لزینا نے کار روک دی' اور پھر ہم دروازہ لاک کرکے نیچے اتر آئے۔ منچلا سردارے شلوار اور قمیض میں ملبوس ہمارا منتظر تھا۔ مجھے دیکھتے ہی خوشی سے کھل اٹھا!

"آجا یارا۔ مینوں یقین سی کہ تسی ٹھیک وقت تے آؤ گے۔"

"سچ سردارے؟" میں نے عجیب سے لہجے میں کہا۔

"ایہدے وچ جھوٹ دی کی گل اے۔ پنجاب دے پت اک دوجے نوں دھوکا نئیں دے سکدے!"

"چل سردارے" میں نے ایک ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔ سردارے کی باتیں میرا دل دکھا رہی تھیں۔ وہ نہ جانے میرے بارے میں کیا کیا سوچ رہا تھا۔ حالانکہ جو کچھ میں تھا' اسے نگاہ میں رکھ کر اپنے وطن کا نام لیتے ہوئے بھی ہونٹ کانپ جاتے تھے۔ سردارے کو لے کر ہم نیچے اتر آئے۔ اور پھر میں نے سردارے کے لیے کار کا دروازہ کھول دیا۔ سردارے اندر بیٹھ گیا۔ اور جب میں اس کے برابر بیٹھنے لگا تو اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "بھابی دے نال بیٹھو۔ ناراض ہو جائے گی۔" میں بھی ہنسنے لگا لزینا نے کار آگے بڑھا دی تھی۔

"سناؤ یار۔ کاروبار کیسا چل رہا ہے۔ کیا کرتے ہو؟" سردارے نے پوچھا۔ "ٹھیک ہے سردارے۔ امپورٹ ایکسپورٹ کا بزنس ہے۔ زیادہ تر ملک سے باہر رہنا پڑتا ہے۔"

"پاکستان سے کب آئے تھے؟"

"عرصہ ہوا۔"

"واپس نہیں گئے؟"

"نہیں!" میں نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔ "اپنے وطن کی کیا بات ہے یار۔ ان جگمگاتی ہوئی بستیوں میں سب کچھ ہے۔ اپنے وطن کی سی سادگی' اپنے دیس کا سا حسن نہیں ہے۔"

"ٹھیک کہتے ہو سردارے۔" میں نے کہا اور سردارے خاموش ہو گیا۔ لزینا کے کان ہماری گفتگو کی طرف لگے ہوئے تھے' لیکن ظاہر ہے اس کی سمجھ میں کیا آ رہا ہو گا۔ میں سردارے کو لے کر اس خوبصورت عمارت میں آ گیا' جو میری قیام گاہ تھی۔ سیکا ایک اعلیٰ لباس میں ہمارے استقبال کے لیے موجود تھی' سردارے کار سے اتر آیا اور سیکا مسکراتی ہوئی آگے بڑھی!

"اے تہاڈی بیوی دی اماں اے؟" سردارے نے پوچھا۔ اور میں ہنس پڑا۔ اگر سیکا پنجابی سے واقف ہوتی تو اس وقت نہ جانے اس کا کیا حال ہوتا!

"نہیں سردارے۔ یہ میری دوست ہیں۔"

"بلے بلے بڑی زوردار دوست ہے۔"

"آؤ ------ میں تمہارا تعارف کراؤں۔" میں نے سردارے سے کہا اور سیکا کے نزدیک پہنچ گیا۔ "سینورا سیکا۔ یہ میرا دوست سردار علی ہے۔ اور سردار علی یہ میری دوست سیکا!"

"بڑی خوشی ہوئی آپ سے مل کر!" سردارے نے صاف انگریزی میں کہا۔ اور مجھے پہلی بار معلوم ہوا کہ سردارے پڑھا لکھا آدمی ہے۔ سیکا نے بھی اسے خوش آمدید کہا تھا اور پھر مسکراتے ہوئے بولی۔ "مسٹر نواز ------ آپ کے وطن کی خوبی ہے آپ کے یہاں کے لوگ بڑے تر و تازہ ہوتے ہیں۔ زندگی سے بھرپور۔ آپ کے دوست سے مل کر واقعی خوشی ہوئی ہے۔"

"شکریہ مادام سیکا ------" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"آیئے مسٹر سردار ------" سیکا نے کہا اور سردار علی اس کے ساتھ آگے بڑھ گیا۔ لزینا مجھے دیکھ کر مسکرائی تھی۔ لیکن پھر ایک دم سنجیدہ ہو گئی۔ اسے خطرہ تھا کہ سیکا دیکھ نہ لے۔ سردارے کی خاطر مدارات اعلیٰ پیمانے پر ہوئی۔ وہ بہت متاثر ہوا تھا۔ سیکا اس کے سامنے بچھی جا رہی تھی۔ حیرت انگیز بات یہ تھی کہ اس نے اس دوران لزینا کا بھی خاص خیال رکھا تھا۔ ایک بار بھی اس پر حکم چلانے کی کوشش نہیں کی تھی۔ گویا وہ سردارے کے سامنے میری بیوی کی حیثیت سے اس کا احترام کر رہی تھی۔ اور پھر سردارے نے اجازت مانگی اور رخصت ہوتے ہوئے اس نے کہا۔ "تیرا شکریہ نواز ------ اللہ تجھے بہت دے۔ یار میری اتنی حیثیت نہیں ہے کہ تیری دعوت کر سکوں ------ مگر اگر تو کل میرے نال چائے پی لے تو مجھے بڑی خوشی ہو گی۔"

"تیری بہت بڑی حیثیت ہے سردارے۔ کل میں اور میری بیوی تیرے ہاں چائے پر آئیں گے۔ اس کے علاوہ بھی مجھے تجھ سے بات کرنی ہے۔ کل دن میں ہوٹل پر ملے گا؟"

"دن میں مشکل ہے۔ شام ہی کو ملوں گا۔"

"میں پانچ بجے پہنچ جاؤں گا۔"

"انتظار کروں گا۔" سردارے نے کہا اور پھر وہ مجھ سے ہاتھ ملا کر چلا گیا۔ سیکا اور لزینا پیچھے کھڑی تھیں۔ میں نے مسکراتے ہوئے ان دونوں کا شکریہ ادا کیا۔ "شکریہ کی کیا بات ہے مسٹر نواز ------ آپ کا مہمان ہمارے لیے بڑی حیثیت رکھتا ہے۔" سیکا نے کہا اور پھر وہ لزینا کی جانب دیکھ کر بولی۔

"جاؤ لزینا ------ آج مسٹر نواز کو تمہاری ضرورت نہیں ہے۔"

"یس مادام ------!" لزینا نے ادب سے کہا اور پھر وہ چلی گئی۔ سیکا میرے ساتھ ڈرائنگ روم میں آ گئی تھی۔ "بڑا خوش مزاج نوجوان تھا۔" سیکا نے کہا۔

"ہاں ------ پنجاب کے جیالوں کے چہرے ہمیشہ مسکراتے رہتے ہیں۔"

"میرے لیے کیا حکم ہے مسٹر نواز؟"

"میرا خیال ہے کہ آپ مجھے سوبیتا کے بارے میں تفصیل بتائیں مادام۔" میں نے وہی ایک رٹ لگائی۔

"اتنی کیا جلدی ہے نواز؟" سیکا نے سلگتی ہوئی آواز میں کہا۔

"میں جلد از جلد کام ختم کر لینا چاہتا ہوں سی کاریفا۔ کام ختم کر لینے کے بعد اگر وقت مل سکا تو پھر کچھ روز آپ کے ساتھ وینس میں گزاروں گا!"

"میں آپ کو کام سے تو نہیں روک رہی۔" سیکا بولی۔

"میں نے تو نہیں کہا ہے۔"

"مسٹر نواز ------" سیکا اب بھی جذباتی کیفیت میں مبتلا تھی۔ اس کا بس نہیں چل رہا تھا کہ مجھے گولی سے اڑا دے۔ وہ اپنے آپ کو نرم بھی رکھنا چاہتی تھی۔ لیکن اندر سے کھول رہی تھی۔ "جی مادام سیکا۔"

"آپ ------ آپ ------ مجھ سے ناراض ہیں؟"

"نہیں مادام سیکا۔ یہ اندازہ آپ نے کس طرح لگایا؟"

"آپ مجھ سے اجتناب برت رہے ہیں۔" بالآخر وہ کہہ بیٹھی۔ لیکن میں نے اس کے اس اظہار کا بھی نوٹس نہیں لیا ------ اور حیرت زدہ انداز میں بولا۔

"آپ کا وہم ہے مادام ------ ایسی کوئی بات نہیں ہے ------ لیکن نہ جانے سوبیتا کے بارے میں بتاتے ہوئے آپ کیوں جھجک رہی ہیں۔" آخر میں' میں نے خشک انداز اختیار کیا۔ اور سیکا ریفا کی آنکھوں سے شعلے نکلنے لگے۔ نہ جانے کس طرح اس نے خود پر قابو پایا تھا۔ ویسے یقینی بات تھی کہ اسے میرے رویے کا بخوبی اندازہ ہو گیا تھا۔ اور اس نے اپنے آپ میں تھوڑی سی تبدیلی پیدا کر کے حالات کا جائزہ لینے کی کوشش کی تھی۔ لیکن یہاں آج بھی وہی کیفیت رہی تھی۔ چنانچہ آج شاید وہ پورے طور سے بدل گئی ہو۔ لیکن کیا کہہ سکتی تھی۔ تھوڑی دیر پیچ و تاب کھاتی رہی۔ پھر آنکھیں بند کر کے خود کو پرسکون کرنے کی کوشش کرتی رہی' اور بالآخر کامیاب ہو گئی' تب اس نے آنکھیں کھولیں اور سپاٹ نگاہوں سے میری جانب دیکھتی رہی۔ "سوبیتا سان مشل کے قبرستان کے نزدیک ہے۔ ایک الگ تھلگ مقام ہے۔ کیمپوں میں ٹھہرنے والے آوارہ گرد بالآخر ادھر کا ہی رخ کرتے ہیں۔ کیمپوں میں سوبیتا کے ایجنٹ گھومتے رہتے ہیں۔ جو انہیں وہاں کا پتہ بڑے دلکش انداز میں بتاتے ہیں۔ ہپیوں کے قیام کے لیے بھی سوبیتا میں معقول بندوبست ہے۔"

"سان مشل ------" میں نے دہرایا۔

"ہاں ------"

"ٹھیک ہے مادام سیکا ------ آپ کو کچھ تکلیف دوں گا۔"

"فرمایئے۔"

"مجھے میک اپ کے سامان کی ضرورت پڑے گی۔"

"فہرست بنا دیں۔"

"آپ یاد کر لیں ---------- اور اگر لکھنا چاہیں تو لکھ لیں۔" میں نے کہا اور اسے چند چیزیں گنا دیں۔"
کب تک ان کی ضرورت پڑے گی؟"

"کل اول وقت میں۔"

"بہتر ---------- گیارہ بجے تک؟"

"ہاں' ٹھیک ہے۔"

"میں پہنچا دوں گی۔ مجھے اجازت ----------؟"

"بہت بہت شکریہ ----------" میں نے رسمی انداز میں کہا۔ اور وہ دانت پیستی ہوئی اٹھ کھڑی ہوئی۔"
وہ ---------- مادام سیکا!" میں نے اسے ٹوکا اور وہ رک گئی اس نے پلٹ کر مجھے دیکھا۔ "سویٹا ----------!"
میں نے شرارت سے مسکراتے ہوئے کہا۔

"پہنچ جائے گی ----------!" سیکا نے جھٹکے دار آواز میں کہا اور مڑ گئی۔ دروازہ خاصی زوردار آواز میں بند ہوا تھا۔ اور میرا دل چاہا کہ ایک بلند آہنگ قہقہہ لگاؤں۔ بوڑھی بے وقوف۔ میں نے ہونٹوں ہی ہونٹوں میں کہا ---------- اور پھر آرام سے صوفے پر دراز ہو گیا۔ کافی دیر تک اسی طرح آنکھیں بند کیے لیٹا رہا۔ سردارے کا خیال آیا۔ پھر سوبیتا کی طرف ذہن مڑ گیا۔ اور میں سنجیدگی سے اس کے بارے میں پروگرام بنانے لگا۔ سوبیتا میں کام کا آغاز کس طرح کیا جائے؟ میرے ذہن میں ایک چھوٹی سی سکیم تھی۔ میرے خیال میں مناسب بھی تھی۔ زیادہ گہرائی میں جانا حماقت تھی' میں سادگی سے کام کرنے کا عادی تھا اور یہی انداز زیادہ فائدے مند ہوتا ہے' جو لوگ زیادہ گہرائیوں میں جاتے ہیں ان کے لیے اتنی مشکلات پیدا ہو جاتی ہیں۔ چنانچہ میں نے لیڈو کیمپ سے اپنے کام کا آغاز کرنے کے بارے میں سوچا تھا۔ خیالات میں ڈوبے ڈوبے نہ جانے کتنی دیر گزر گئی۔ مجھے وقت کا احساس بھی نہیں ہوا۔ پھر دروازے پر آہٹ سنائی دی۔ کسی نے اندر جھانکا ---------- اور جلدی سے سر باہر کر لیا۔

"کون ہے ----------؟" میں نے آواز دی۔

"م ---------- مسٹر نواز ----------" باہر سے ایک لرزتی آواز سنائی دی۔

"اوہ ---------- آپ ہیں ---------- تشریف لائیے۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ اور سویٹا اندر آ گئی۔ خلاف توقع اس نے ایک عمدہ لباس پہنا ہوا تھا۔ بال بھی خوبصورتی سے بندھے ہوئے تھے۔ ہونٹوں پر مناسب رنگ کی لپ سٹک بھی نظر آ رہی تھی۔ میں نے حیرت سے دیدے نچائے۔ یہ کیا انقلاب تھا۔ لیکن اس کے ہونق پن کو کون دور کر سکتا تھا۔ "آؤ سویٹا!"

"یس ---------- یس سر!" وہ جلدی سے اندر آ گئی۔

"بیٹھ جاؤ ----------!" میں نے کہا اور وہ دھم سے بیٹھ گئی۔ پھر زور سے بیٹھنے کا احساس ہوا اور اس نے تھوک نگلتے ہوئے میری طرف دیکھا۔

"کہاں سے آ رہی ہو ڈارلنگ!" میں نے محبت بھرے لہجے میں کہا۔

"م ---------- م ---------- مادام ---------- سیکا کی کوٹھی سے۔"

"انہوں نے بھیجا ہے؟"

"یس سر ----------!"

"خوب ---------- کیا کہا تھا؟"

"کچھ نہیں! م ---------- میرا مطلب ہے۔ کہا تھا مسٹر نواز طلب کرتے ہیں ----------"
تک ----------"

اور کچھ ----------؟"

"بس ---------- اور کچھ نہیں۔"

"پھر ---------- یہ میک اپ ---------- یہ لپ سٹک ----------؟" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "یہ
تو ---------- یہ تو ----------" اس نے دونوں ہاتھوں سے ہونٹ چھپا لیے۔ اور اسی طرح بولی۔ "یہ تو میڈم لوسینا
نے کیا ہے۔"

"اوہ ---------- لوسینا بھی وہاں تھی ----------؟"

"جی ہاں ---------- جب میں مادام کے کمرے سے نکلی تو لوسینا نے مجھے بلا لیا۔" "پھر" میں نے اس لڑکی کی سادگی سے لطف اندوز ہوتے ہوئے کہا۔

"پھر انہوں نے ہی یہ سب کچھ کیا۔"

"خوب ---------- کیوں؟"

"انہوں نے کہا کہ میں اتنی بری نہیں ہوں جتنا خود کو سمجھتی ہوں۔ اگر میں میک اپ کروں تو دلکش لگوں گی اور انہوں نے کہا کہ میں مسٹر نواز۔ میں ----------" اچانک وہ شرما گئی۔ "ہاں ہاں ---------- اور کیا کہا انہوں نے؟"

"میں نہیں بتا سکتی جناب۔"

"ادھر آؤ سویٹا۔" میں نے کہا۔

"جی ----------"

"میرے پاس آؤ۔"

"یس سر ---------- یس سر ----------" وہ جلدی سے کھڑی ہو گئی۔ اور پھر میرے نزدیک آ گئی ----------! میں نے اس کا بازو پکڑ کر اسے گود میں بٹھا لیا۔ اور سویٹا کے منہ سے چیخ نکل گئی۔ لیکن اس نے اٹھنے کی کوشش نہیں کی تھی۔ "تم مجھ سے خوفزدہ ہو سویٹا؟" میں نے اس کی کمر میں ہاتھ ڈال دیا۔ اور اس نے احمقانہ انداز میں نفی میں گردن ہلا دی۔ "پھر اتنی پریشان کیوں ہو؟" اور اس نے پھر اسی انداز میں گردن ہلا دی۔ میرے ہاتھوں نے کچھ اور گردش کی۔ اور سویٹا کے چہرے سے ایسا معلوم ہوا کہ جیسے اس کی جان نکل رہی ہو۔ لیکن میں نے ہمت نہ ہاری۔ آج میں اس سے بور نہیں ہوا تھا۔ "لوسینا کا خیال درست ہے۔ تم اتنی بری نہیں ہو جتنا خود کو سمجھتی ہو۔" اور میرے ان الفاظ پر سویٹا نے چونک کر مجھے دیکھا۔ اس کی آنکھوں میں ایک عجیب سی چمک لہرائی۔ جسے میں نے بخوبی محسوس کر لیا۔ "ہاں سویٹا۔ یہ حقیقت ہے کہ تم اتنی بری نہیں ہو۔" میں نے اس کا چہرہ اپنی طرف موڑتے ہوئے کہا۔

"مسٹر نواز ----------" اس نے کانپتی ہوئی آواز میں کہا۔

"نہ جانے تمہیں یہ احساس کیوں ہو گیا ہے؟"

"آپ ---------- آپ ----------!" اس نے کہا۔

"ہاں ---------- کہو ----------" میں نے اس کی ہمت بندھائی۔ لیکن وہ کچھ نہ بولی تب میں نے اس کی گردن میں ہاتھ ڈال کر اسے اپنے نزدیک کیا اور پھر اس کے ہونٹوں پر ہونٹ رکھ دیے۔ میں نے سویٹا کا جسم

ٹھنڈا ہوتا محسوس کیا۔ اور میں نے اپنے ہونٹوں کی گرفت سخت کردی۔ سویٹا کے بدن کا سارا بوجھ میرے
آگیا۔ اس نے ذرا بھی مزاحمت نہیں کی تھی۔ ایک طویل بوسے کے بعد میں نے اسے خود سے جدا کیا
نہ جانے یہ فریب نظر تھا یا حقیقت۔ سویٹا کے چہرے پر ایک عجیب سی دلکشی پیدا ہو گئی تھی
سویٹا۔۔۔۔۔!" میں نے اسے آواز دی۔ لیکن وہ کچھ نہ بولی۔ "آؤ۔۔۔۔۔ بیڈ روم میں چلیں۔" میں
اسے اٹھاتے ہوئے کہا اور وہ اٹھ گئی۔ وہ نڈھال ہو رہی تھی۔ نہ جانے اس کے اپنے کیا جذبات تھے
تجربہ کہتا تھا کہ وفور جذبات سے سرشار ہے۔ اس کے لیے یہ سب کچھ اجنبی ہے۔ بالآخر وہ نوجوان تھی
لیکن اس کی جوانی آج تک قابل اعتنا نہیں سمجھی گئی تھی۔ مایوسیوں نے اسے آخری سٹیج پر پہنچا دیا تھا
اب اس نے دل کی باتوں میں آنا چھوڑ دیا تھا! لیکن اچانک۔۔۔۔۔ میں نے اسے مایوسیوں کے بھنور سے
نکال لیا تھا۔ اور یہ اس کے لیے کیسی اجنبی بات تھی۔ میں اس کی کمر میں ہاتھ ڈالے ہوئے خواب گاہ میں
گیا۔ سویٹا کے چہرے کی عجیب حالت تھی۔ کبھی اس کی آنکھوں میں شدید حیرت اُمڈ آتی' کبھی سرور مستی اور
خوشی کا عالم نظر آتا اور کبھی وہ خوفزدہ ہو جاتی۔ شاید سوچتی ہو گی کہ میں اسے بیوقوف بنا رہا ہوں! بہرحال میں
نے اسے ایک کرسی پر بٹھا دیا۔ اور خود اس کے سامنے بیڈ پر بیٹھ گیا۔ اس نے میری طرف دیکھا اور آنکھیں
جھکا لیں۔ "کیا سوچ رہی ہو سویٹا۔" میں نے پوچھا۔

"کچھ نہیں جناب۔۔۔۔۔!" اس نے کسی قدر صاف آواز میں کہا۔

"تم خود کو اس قدر چھپانا کیوں چاہتی ہو سویٹا۔"

اور۔۔۔۔۔ پہلی بار اس نے معنی خیز نگاہوں سے مجھے دیکھا۔ پھر بھرائی ہوئی آواز میں بولی "بدنما
جس قدر چھپتی رہے بہتر ہے جناب۔ اس کے ظاہر ہونے سے صرف کراہیت ہوتی ہے۔ مجھے اپنی شکل
صورت کا احساس ہے۔ نہ جانے آپ کیا چاہتے ہیں۔۔۔۔۔؟ کیوں چاہتے ہیں۔ نہ جانے آپ کس قسم کے
انسان ہیں؟"

"بدصورتی کا معیار خود تمہارا قائم کیا ہوا ہے سویٹا۔۔۔۔۔ یا دوسروں کا۔۔۔۔۔؟" میں نے پوچھا۔

"میں حقیقتوں سے فرار کی قائل نہیں ہوں جناب۔ ابتدا لوگوں کی نگاہوں کے آئینوں سے ہوئی تھی
میں نے ان کی آنکھوں میں اپنی تصویر دیکھی تھی پھر خود میری آنکھوں نے یہ حقیقت تسلیم کرلی۔"

"اس کی کچھ وجوہات ہیں سویٹا۔" میں نے کہا۔

"کیا آپ مجھے بتانا پسند کریں گے۔۔۔۔۔؟" آج سویٹا مختلف نظر آ رہی تھی۔ وہ اتنی نروس نہیں
تھی' جتنی پہلے روز! "ہاں ضرور۔۔۔۔۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ تم نے چند لوگوں کی نگاہوں سے
اپنی حقیقت چن لی۔ ممکن ہے کہ وہ سطحی نگاہ رکھتے ہوں۔ انسان کو متاثر کرنے کے لیے صرف ظاہری حسن
کافی نہیں ہوتا۔ مقابل کی اپنی شخصیت ہوتی ہے' اس کے لیے اپنی شخصیت کو نمایاں کرنا ضروری ہے۔ اور
پھر چہرے کی بات بھی آتی ہے۔ کسی نے تمہارے بارے میں غلط خیالات کا اظہار کیا ہے۔ تمہارے
چہرے کی اپنی دلکشی ہے۔ دیکھنے والی آنکھ اسے تلاش نہ کر سکے' وہ دوسری بات ہے۔" "مسٹر
نواز۔۔۔۔۔!" وہ لرزتی ہوئی آواز میں بولی۔

"ہوں۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"مجھے زندگی کی ساری آسائشیں مہیا ہیں۔ میں نے اپنی شخصیت کو' اپنی آرزوؤں کو ایک دائرے میں
سمیٹ لیا ہے۔ آپ نے وہ دائرہ توڑ دیا ہے مسٹر نواز۔۔۔۔۔ بتائیے میں کیا کروں۔۔۔۔۔ آپ تو
مہمان ہیں چلے جائیں گے۔ اس کے بعد میں کیا کروں گی۔۔۔۔۔؟ بتائیے اس کے بعد میں کیا کروں

"صاحب نگاہ کی تلاش۔۔۔۔۔ پورے بھروسے' پورے عزم کے ساتھ۔ آنکھوں والوں کی کمی نہیں

"کیا سچ مچ۔۔۔۔۔؟ کیا۔۔۔۔۔ سچ مچ۔۔۔۔۔؟" اس کے چہرے پر خوشی اُمڈ آئی۔ "یقیناً۔۔۔۔۔
اگر مجھے زندگی کا سکون مہیا ہوتا تو میں ساری زندگی تمہارے لیے وقف کر دیتا۔"

"مسٹر نواز۔۔۔۔۔" سویٹا اچانک اپنی جگہ سے اٹھی اور میرے اوپر آ پڑی' نہ جانے کب سے رکے
ہوئے ضبط کے سوتے پھوٹ پڑے۔ نہ جانے کب کی کچلی ہوئی امنگیں پھٹ پڑیں۔ وہ مجسم طوفان بن گئی
اور ایک سیلاب' بلاخیز کی مانند میرے اوپر چھا گئی۔۔۔۔۔ اور سیلاب کے سامنے بند باندھنا کس قدر مشکل
ہے۔۔۔۔۔ میرے چھکے چھوٹ گئے۔۔۔۔۔ اور میں نے سوچا عورت کے بارے میں کوئی اندازہ لگا کر
اس کا یقین کرلینا' دنیا کی سب سے بڑی حماقت ہے' دبلی پتلی مدقوق سی' نیم دیوانی سی نظر آنے والی یہ لڑکی اس
قدر طاقتور ہو گی' میرے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا۔ بہرحال سویٹا نے اپنے دل کی ساری حسرتیں نکالیں۔
اس تصور کے ساتھ کہ ممکن ہے اس کی زندگی کا پہلا مرد۔۔۔۔۔ آخری ثابت ہو۔۔۔۔۔ ممکن ہے
اس کے بعد ایسا کوئی سرپھرا نہ ملے جو سیکا ریفا جیسی حسین و جمیل عورت کو چھوڑ کر اس کی طرف متوجہ
ہو۔۔۔۔۔ چنانچہ اس رات کو زندگی کی آخری رات سمجھ لیا جائے اور اس کے بعد ایسی حسین رات کا تصور
نہ کیا جائے۔"

دوسری صبح جب میری آنکھ کھلی تو سویٹا اسی انداز سے میرے پہلو میں سو رہی تھی۔ بے سدھ' بے
خبر۔۔۔۔۔ وہ جانتی تھی کہ اس کے بعد نہ ایسی رات ہو گی' نہ ایسی صبح! میں نے اسے سونے دیا اور خود باتھ
روم میں چلا گیا۔ لیکن جب میں باتھ روم سے نکلا تو سویٹا غائب تھی۔ جاگنے کے بعد اسے احساس ہوا ہو گا اور
وہ ہوشی سے باہر نکل گئی۔ میں نے لباس تبدیل کیا۔ اور پھر ملازم کو بلانے کے لیے بیل بجا دی۔ "سویٹا
کہاں ہے؟" "کچن میں ہیں جناب۔"

"ہوں۔۔۔۔۔ اخبارات بھیج دو۔۔۔۔۔!" میں نے ملازم سے کہا اور وہ باہر نکل گیا۔۔۔۔۔ تھوڑی
دیر کے بعد میں ایک صوفے میں دراز اخبارات دیکھ رہا تھا۔۔۔۔۔ کافی دیر گزر گئی۔ پھر سویٹا آ گئی۔ اس نے
عمدہ لباس پہنا ہوا تھا۔ بال بھی ایک خاص انداز سے باندھے گئے تھے۔ اور میں حیرت سے اسے دیکھتا رہ
گیا۔ صرف ایک رات۔۔۔۔۔ صرف ایک رات کسی عورت کی زندگی میں اتنی تبدیلیاں لا سکتی
ہے۔۔۔۔۔؟ سویٹا درحقیقت دلکش نظر آ رہی تھی۔ اس کے چہرے میں ایک انوکھا بانکپن آ گیا
تھا۔۔۔۔۔ اس کی آنکھوں میں گزری رات کا خمار منجمد ہو گیا تھا۔۔۔۔۔ اور میں نے سوچا۔۔۔۔۔ سویٹا
اب اتنی محروم نہ رہے گی۔ جس قدر تھی "ناشتہ کرلیں مسٹر نواز۔۔۔۔۔!" اس نے شرمگیں آواز میں کہا۔
"اوہ ڈارلنگ۔۔۔۔۔!" میں مسکراتا ہوا اٹھ کھڑا ہوا۔ پھر میں نے اس کی کمر میں ہاتھ ڈال کر اسے
نزدیک کیا اور اس کے ہونٹوں پر اپنے ہونٹ رکھ دیے۔ سویٹا نے دونوں ہاتھ میری گردن میں ڈال کر
بوسے کو طویل اور پرجوش بنا دیا تھا۔ اس کے بعد ہم باہر نکل آئے۔ میں اسے لیے ہوئے ناشتے کے
کمرے میں آ گیا۔ ملازم ناشتہ لگا رہے تھے۔ میں نے سویٹا سے اپنے سامنے بیٹھنے کو کہا۔ "اوہ۔۔۔۔۔ مسٹر
۔۔۔۔۔ یہ درست نہ ہو گا۔ آپ ناشتہ کریں۔ میں کرلوں گی۔" "کم آن سویٹا۔۔۔۔۔ اس وقت تم

میرے ساتھ ہو۔۔۔۔۔۔ جو میں کہوں' کرتی جاؤ۔" "میں نے بھی زندگی صرف انہیں لمحات میں گزار
لی ہے مسٹر نواز' اس کے بعد میں خود کو مردہ سمجھ لوں گی۔ میں سوچ لوں گی کہ زندگی صرف اتنی تھی
ہے۔" وہ کرسی پر بیٹھ گئی۔۔۔۔۔۔! اور میں نے ناشتہ شروع کر دیا۔ "میں تمہاری سوچ کے خلاف ہوں
تھوڑی سی کوشش سے زندگی کے راستے منتخب کر سکتی ہو۔"

"مسٹر نواز۔۔۔۔۔۔ مسٹر نواز۔۔۔۔۔۔ شاید میں ایسا کر سکتی۔۔۔۔۔۔ لیکن۔۔۔۔۔۔ لیکن۔۔۔۔۔۔

"ہاں۔۔۔۔۔۔ ہاں کہو۔۔۔۔۔۔ خاموش کیوں ہو گئیں۔۔؟"

"یہ جھینگے۔۔۔۔۔۔ میں نے اپنے ہاتھ سے بنائے ہیں۔" اس نے ابلے ہوئے جھینگوں کی پلیٹ
سامنے کر دی۔ میں نے خاموشی سے جھینگے لے لیے۔ میں سمجھ گیا تھا کہ اس نے بات ٹالنے کی کوشش کی
ہے۔ لیکن پلیٹ میں جھینگے لینے کے بعد میں نے کہا "میں تمہارے جملے پورے ہونے کا منتظر ہوں۔"

"کچھ نہیں۔۔۔۔۔۔ کچھ نہیں مسٹر نواز۔۔۔۔۔۔!" اس نے سہمے ہوئے انداز میں کہا اور میں نے
روک لیا۔ "میرا خیال ہے۔ گفتگو کا یہ انداز۔۔۔۔۔۔ خلاف تہذیب ہے۔"

"مسٹر نواز۔۔۔۔۔۔ میں۔۔۔۔۔۔ میں مادام سیکا سے خوفزدہ ہوں۔"

"میں جانتا ہوں۔۔۔۔۔۔!" میں نے کہا۔

"میں بے وقوف نہیں ہوں مسٹر نواز۔۔۔۔۔۔ میں جانتی ہوں' مادام سیکا آپ کو پسند کرتی ہیں
حیرت بھی ہے۔ وہ بہت خوبصورت ہیں۔ وہ بہت دلکش ہیں۔ نہ جانے کیوں آپ نے انہیں نظر انداز کیا
ہے۔ مادام سیکا بے حد غصہ ور ہیں۔ لزینا آپ کے ساتھ رہی تھی' اس کی زندگی تباہ ہو جائے گی
اور۔۔۔۔۔۔ اور۔۔۔۔۔۔ میں بھی مادام کے عتاب کا شکار ہوئے بغیر نہ رہوں گی۔ مادام نہ جانے
ساتھ کیا سلوک کریں۔"

"تم چالاکی سے اس عورت سے محفوظ رہ سکتی ہو۔" میں نے کہا' لیکن ابھی سویٹا کوئی جواب نہ
پائی تھی کہ اچانک ڈرائنگ روم کا دروازہ کھلا اور سیکا مسکراتی ہوئی اندر داخل ہوئی۔ "ہیلو۔۔۔
نواز۔۔۔۔۔۔!" اس نے کہا۔ اور پھر سویٹا کو دیکھ کر اس نے ہونٹ سکوڑے۔ اس کے منہ سے
آواز نکلی تھی۔ "خوب۔ خوب واقعی آپ جادوگر ہیں مسٹر نواز۔۔۔۔۔۔!"

"کیا آپ ناشتہ کر چکی ہیں مادام سیکا۔۔۔۔۔۔؟"

"اگر آپ دعوت دیں۔۔۔۔۔۔ تو دس بار کرنے کو تیار ہوں۔"

"تو آیئے۔"

"شکریہ۔" وہ کرسی گھسیٹ کر بیٹھ گئی۔ سویٹا جلدی سے کھڑی ہو گئی تھی۔ "اوہ۔۔۔
سویٹا۔۔۔۔۔۔ بیٹھو۔۔۔۔۔۔ آج میں تمہیں ایک نئے انداز سے دیکھ رہی ہوں۔۔۔۔۔۔ بیٹھو تم
مجھے یقین کر لینے دو۔ کیا تم وہی سویٹا ہو۔۔۔۔۔۔ تمہاری تو شخصیت ہی بدل گئی۔" لیکن سویٹا
تھی۔۔۔۔۔۔ وہ بے حد نروس ہو گئی تھی۔

"کہیے مسٹر نواز۔۔۔۔۔۔ کیسے حال چال ہیں؟"

"ٹھیک۔۔۔۔۔۔!" میں نے سپاٹ آواز میں کہا۔

"میرا خیال ہے میں ناوقت آ گئی!" اس نے کہا۔

"شاید۔۔۔۔۔۔!" میں نے جواب دیا۔ اور سیکا کا رنگ فق ہو گیا۔ سویٹا کے سامنے ایک

تھی۔ "اوہ۔۔۔۔۔۔ تب تو مجھے نہیں رکنا چاہئے۔" وہ اچانک کرسی سے کھڑی ہو گئی۔ "ویری
۔" وہ دروازے کی طرف مڑتی ہوئی بولی لیکن میں نے اسے روکنے کی کوشش نہیں کی۔
سیکا نے کئی بار متوقع انداز میں مجھے دیکھا تھا۔۔۔۔۔۔! اٹھ گئی تھی اس لیے باہر نکلنا ہی پڑا۔ سویٹا پتھر
کی مانند ساکت کھڑی تھی۔ سیکا دروازے میں رکی۔ "ناشتے کے بعد دوسرے کمرے میں مجھ سے
کر لینا سویٹا۔۔۔۔۔۔!" اس نے کہا اور تیز تیز قدموں سے باہر نکل گئی۔

"آؤ سویٹا۔۔۔۔۔۔ ناشتہ کریں۔" میں نے برا سا منہ بناتے ہوئے کہا۔ "اس عورت سے میں نے گیارہ
کے لیے کہا تھا۔ لیکن شاید یہ آج کل دن رات جاگتی رہتی ہے۔" "پلیز۔۔۔۔۔۔ پلیز مسٹر نواز۔۔۔۔۔۔
اجازت دیں!" سویٹا نے لرزتی ہوئی آواز میں کہا۔ "جاؤ۔۔۔۔۔۔!" میں خشک لہجے میں بولا۔ اور وہ بادل
نہ باہر نکل گئی۔ میں اطمینان سے ناشتہ کرتا رہا۔ میں اس عورت سیکا کو اچھی طرح زچ کرا دینا چاہتا تھا۔
کے غرور کو پاش پاش کر دینا چاہتا تھا۔ لیکن کافی پیتے ہوئے میرے ذہن میں ایک اور خیال آیا۔ بہرحال وہ
عورت ہے۔ ٹھیک ہے مقامی انچارج ہے۔ چالاک ہے اس کے باوجود عورت ہے۔ اور عورت خواہ
ہی چالاک کیسی ہی ذمہ دار' کیوں نہ ہو۔ جب عورت ہوتی ہے تو صرف عورت بن کر سوچتی ہے۔
وہ مجھ سے انتقام لینے پر نہ تل جائے۔ اور انتقام لینے کا بہترین ذریعہ اس وقت یہ ہے کہ۔۔۔۔۔۔ وہ
کے منتظموں کو میرے بارے میں بتا دے۔ ان سے کہہ دے کہ پولیس کا ایک مخبر ان کی تلاش میں

ممکن ہے وہ ایسا نہ کرے۔ اس کے باوجود مجھے محتاط رہنا ضروری ہے اور احتیاط کا تقاضا ہے کہ جو کچھ کرنا
اہوں۔ اس پر ظاہر نہ کروں اور اپنے طور پر ہی کروں۔ میں نے فیصلہ کر لیا کہ سیکا کو اپنے پروگراموں
آگاہ نہیں کروں گا۔ خوب اچھی طرح ناشتہ کرنے کے بعد میں ڈرائنگ روم سے نکل آیا۔ اور پھر میں
دنوں کی تلاش میں چل پڑا۔ ملازم سے پتہ چلا کہ ایک کمرے میں سیکا موجود ہے۔ میں اس کی طرف چل
اور پھر میں کمرے میں داخل ہو گیا۔ سیکا تنہا تھی اور ایک صوفے میں دراز آنکھیں بند کیے پڑی تھی۔
دروازے کی آواز پر اس نے چونک کر آنکھیں کھول دیں۔ اور پھر سنبھل کر بیٹھ گئی۔ "آیئے مسٹر
۔۔۔۔۔۔" اس نے کہا "سویٹا کہاں گئی؟"

"اب بھی اس کی ضرورت تھی؟"

"نہیں۔ ویسے ہی پوچھ رہا تھا۔ کیا آپ نے اسے واپس بھیج دیا؟"

"ہاں۔۔۔۔۔۔ لیکن اگر آپ حکم دیں گے تو رات کو وہ آ جائے گی۔"

"شکریہ۔ میرا خیال ہے اب اس کی ضرورت نہیں رہے گی۔"

"اوہ۔۔۔۔۔۔!" سیکا معنی خیز انداز میں خاموش ہو گئی۔ بہرحال اس نے مجھ سے اس جملے کی وضاحت
طلب کی تھی۔ چند منٹ خاموشی رہی پھر اس نے کہا "میرے لیے اب کیا حکم ہے مسٹر نواز۔۔۔۔۔۔؟"

"مجھے کرنسی کی ضرورت ہے۔"

"حکم دیں۔"

"تھوڑی سی کرنسی اور بس!" سیکا نے جلدی سے پرس کھولا اور اس نے نوٹوں کی گڈیاں نکال کر
سامنے ڈال دیں۔ "کافی ہے۔" میں نے گڈیاں جیب میں ڈالتے ہوئے کہا۔ "شاپنگ کرنے آپ
ساتھ چلیں گی؟"

"مناسب نہ ہو گا۔"

"آپ نے فوری طور پر پروگرام بدلا ہے؟"

"ہاں ــــــ!"

"کوئی خاص وجہ ــــــ؟"

"بعض مصلحتیں۔" میں نے جواب دیا۔

"ٹھیک ہے۔ آپ بہتر سمجھتے ہوں گے۔" سیکا نے جواب دیا۔ اور میں نے گھڑی دیکھتے ہوئے
او کے مادام سیکا ــــــ میں چلتا ہوں۔ اپنے دوسرے پروگرام سے آپ کو فون پر آگاہ کروں گا
اچانک واپس پلٹ پڑا۔ اور سیکا کے چہرے پر عجیب سی کیفیت پھیل گئی۔ اس نے کچھ کہنے کے لیے
کھولے لیکن نہ کہہ سکی۔ اور میں باہر نکل آیا۔ پھر میں نے کسی جگہ رکنے کی کوشش نہیں کی
عمارت کے گیٹ سے باہر نکل آیا۔ تھوڑی دور پیدل چلتا رہا۔ پھر ایک گزرتی ہوئی ٹیکسی روک کر
بیٹھ گیا۔ کرنسی میرے پاس موجود تھی۔ نشہ دور کرنے والی گولیوں کی شیشی بھی تھی۔ باقی چیزیں بازار
سکتی تھیں۔ چنانچہ میں نے ڈرائیور کو ایک بازار کا پتہ بتا دیا۔ اور تھوڑی دیر کے بعد میں بازار میں
وینس کے آنی راستے سامنے موجود تھے۔ تھوڑی سی کوشش کرنے سے دوکانیں معلوم ہو سکتی تھیں
میں نے ایک گنڈولے میں بیٹھ کر ڈاج پیلس کا رخ کیا۔ پانی کی سطح پرسکون تھی ــــــ اس کی وجہ
کمی ہو سکتی تھی۔ گنڈولا پانی پر رواں دواں رہا ــــــ اور پھر میں ڈوج پیلس میں اتر گیا۔ یہاں کے
حد پر رونق اور جدید ترین دکانوں سے آراستہ تھے۔ میں ان دوکانوں میں جھانکنے لگا' پورے بازار کا
خاصا بڑا بازار تھا۔ میری ضرورت کی چند دوکانیں بھی نظر آئیں اور میں ان کا انتخاب کرنے لگا۔

پھر میں ایک بڑے سٹور میں داخل ہو گیا۔ سٹور میں میری ضروریات کی تمام چیزیں ہی مل گئیں
خوبصورت سیلز گرل نے میری پسند کے سامان کو پیک کرتے ہوئے دلکش لہجے میں کہا۔ "کیا آپ
میں کام کرتے ہیں سینور ــــــ؟"

"نہیں سویٹی ــــــ دراصل میں ایک فیشن شو میں حصہ لوں گا۔" میں نے جواب دیا
مسکرانے لگی ــــــ میں باہر نکل آیا۔ اور اب مجھے کسی ہوٹل کی تلاش تھی۔ سانتوریا' درمیانہ
ہوٹل تھا ــــــ مجھے ایک کمرہ حاصل کرنے میں دقت نہ ہوئی ــــــ کمرے کا کرایہ پیشگی دیا
جاتا تھا۔ اس لیے ہوٹل والوں کو مسافروں کی طرف سے زیادہ تشویش نہیں رہتی تھی۔ اپنے کمرے
میں نے چہرے کی مرمت شروع کر دی۔ اب اس کام میں میں بھی خاصا ماہر ہو گیا تھا۔ چنانچہ میں
چہرے پر بہترین میک اپ کیا۔ ناک سرخ کرنے اور آنکھوں کے نیچے سیاہ دائرے بنانے کا لوشن
کے میں نے آئینے میں آخری جائزہ لیا اور خود کو ہر طرح مکمل پایا۔ اب میرے لمبے لمبے بال' سنہری
داڑھی اور سنہری مونچھیں تھیں۔ آوارہ گردوں کے ہر روپ سے میں واقف ہو گیا تھا۔ چنانچہ ان
دھارنے میں مجھے کوئی دقت نہ پیش آئی۔

ہوٹل والوں کو اس بات پر کیا اعتراض ہو سکتا تھا کہ ایک دن کے لیے کمرہ حاصل کرنے والے
شخص کے کمرے سے ایک ہپی برآمد ہو! اس نے کمرے کی چابی دروازے میں لٹکائی اور باہر نکل گیا
ایک دن کا کرایہ ان کی جیب میں تھا۔ سامان کی دوسری کھیپ مجھے اب خریدنی تھی۔ اور اس کے
دوکانیں تاک چکا تھا۔ چنانچہ میں چل پڑا۔ اور پھر سامان حاصل کرنے میں مجھے کوئی دقت نہ ہوئی۔

ایک فولڈ کیا ہوا چھوٹا سا خیمہ ــــــ ایک چمڑے کا بڑا تھیلا' جس میں بہت کچھ الم غلم بھرا ہوا تھا' موجود
کچھ میں نے کمر سے باندھ لیا۔ جوتوں کی گرد بلا قیمت مل سکتی تھی۔ چنانچہ جوتے بھی گرد آلود ہو
سب بھی چکنی شے جوتوں میں مل کر مٹی میں پاؤں لتھیڑ لو' جوتے صدیوں پرانے معلوم ہوں گے' اس
میں آنے کے بعد میں لیڈو کیمپ چل پڑا! دیکھی ہوئی جگہ تھی' اس لیے وہاں پہنچ گیا۔ آوارہ
کا ایک شہر آباد تھا۔ ان کی اپنی بیزار بیزار سی' خاموش خاموش سی دنیا تھی۔ جہاں دن میں زندگی اداس
ہے۔ لیکن رات کو وہ سب زندہ ہو جاتے ہیں۔ رات کے راہی! اور رات کے شہزادوں کے اس
میں نے بھی ایک جگہ منتخب کر لی۔ اور اپنا خیمہ ایستادہ کرنے لگا۔ میرے قرب و جوار میں بے شمار
بکھرے پڑے تھے۔ آوارہ گرد ادھر ادھر اداس بیٹھے ہوئے تھے۔ چرس اور افیون کے دھوئیں کی ناگوار بو
بھی ہوا میں شامل ہو کر میری طرف بھی آ جاتی تھی۔ خیمہ ایستادہ کرنے کے بعد میں باہر نکل آیا اور
گرد کے ماحول کو دیکھنے لگا۔

سب ایک دوسرے سے بے نیاز تھے۔ کہیں کہیں ان سیاحوں کی ٹولیاں بھی نظر آ جاتیں' جو دنیا گردی کو
تھے۔ لیکن ہوٹلوں کی مہنگائیوں کو مد نگاہ رکھتے ہوئے انہوں نے بھی کیمپوں میں قیام کیا تھا۔ میں نے
کے دروازے کو ڈوری سے باندھا ــــــ اور کیمپ میں آوارہ گردی کرنے نکل کھڑا ہوا۔ بھوک
ہونے لگی تھی۔ چنانچہ بازار کی طرف رخ کیا اور تھوڑی دیر کے بعد اس حصے میں پہنچ گیا جہاں کھانے
کی چیزیں فروخت ہو رہی تھیں۔ قیمہ اور سوئیاں ــــــ مینڈک کی تلی ہوئی ٹانگیں' آبی سانپ کے
میں لپٹے ہوئے قتلے' بہت سی چیزیں میرے لیے اجنبی تھیں۔ لیکن چاول کے سوپ اور بھنی ہوئی
میرے لیے اجنبی نہیں تھی۔ نہ جانے کیوں پر تکلف کھانوں کے بعد یہ غذا مجھے بہت مزیدار محسوس
پیٹ کا دوزخ بھرنے کے بعد میں بازار کی دوسری رونقیں دیکھنے لگا' اور پھر ایک جگہ ایک اداس
کو دیکھ کر رک گیا ــــــ دبلی پتلی فاقوں کی ماری ہوئی لڑکی' جس کا پیٹ پھولا ہوا تھا' اور اس کے
کھڑا ہوا نوجوان' جس کے گلے میں ایک خوبصورت گٹار لٹکا ہوا تھا' دونوں ایک جگہ کھڑے ہر آنے
والے کو حسرت بھری نگاہوں سے دیکھ رہے تھے۔ کوئی سانحہ ــــــ کوئی حادثہ ــــــ! میں نے
سوچا ــــــ پہلے سوچا' آگے نکل جاؤں ــــــ دونوں میرے لیے بے کار ہیں ــــــ لڑکی کا
"بھرا" ہوا ہے' اور لڑکا ــــــ وہ اس کے لیے سوائے اس کے اور کچھ نہیں کر سکا ہو گا کہ اسے گٹار
اور اس کا "پیٹ بھر دے" لیکن طبیعت نہ مانی۔ اور میں ان دونوں کی طرف بڑھ گیا۔ مجھے اپنی طرف
دیکھ کر دونوں کے چہروں پر امید کی چمک پیدا ہو گئی۔ "آئیے جناب ــــــ دیکھئے بالکل نیا گٹار ہے۔
کوڑیوں کے مول ــــــ کوئی خرابی نہیں ہے اس میں ــــــ بجا کر دیکھ لیں۔" اس نے جلدی

"کیا تم یہ گٹار فروخت کر رہے ہو؟"

"جی ہاں ــــــ!" اس نے اداس لہجے میں کہا۔ "کیوں ــــــ؟"

"ضرورت ــــــ ضرورت سب کچھ فروخت کرا دیتی ہے۔ پہلے میں اپنے نغمے فروخت کرتا تھا۔
لیکن اب میں نغموں کی کوئی قیمت نہیں ہے۔ لوگ سنتے ہیں محظوظ ہوتے ہیں اور آگے بڑھ جاتے ہیں۔
ریکا بھی اپنے جسم کی کوئی قیمت وصول نہیں کر سکتی۔ کوئی مردود اس کے پیٹ میں اپنی
چھوڑ گیا ہے ــــــ جب تک اس سے نجات نہ مل جائے' بے ریکا ایک بے کار شے ہے۔ چنانچہ

اب اس گٹار کے علاوہ میرے پاس اور کچھ نہیں ہے۔"

میری کنپٹیوں میں دھمک ہونے لگی' سر چکرانے لگا' دل چاہا میں اس مردود سے گٹار چھین کر ...
ماروں اور اس وقت تک اس کا سر کچلتا رہوں جب تک اس کا بھیجہ نہ بہہ نکلے۔ الو کے پٹھے' جب ...
نہیں ہے تو زندہ کیوں ہے۔ لیکن مجھے یہ سب کچھ کرنے کی ضرورت کیا تھی۔ ریکا کے پیٹ میں ...
کی نشانی پر مجھے تردد کیوں ہو ——— ہاں گٹار کی مجھے بھی ضرورت ہے۔ اس کے بغیر میں مکمل نہ ...
چنانچہ میں نے گٹار اس کے ہاتھ سے لے لیا۔ اس کے تار چھیڑے اور نغمے رو پڑے۔ سسکیاں تھ ...
ہو گئیں۔ تب میں نے جیب سے نوٹ نکالے۔ چند نوٹ کھینچے۔ میں نے دیکھا ریکا اچک اچک کر ...
دیکھنے کی کوشش کر رہی تھی ——— اور پھر میں نے نوٹ اس کی طرف بڑھا دیے ———
چہروں پر رونق آ گئی تھی۔ "شکریہ سینور ——— بہت بہت شکریہ ———!" مرد نے کہا۔ اور ...
ہاتھ پکڑ کر ایک طرف دوڑ گیا۔ اس طرف جہاں کھانے پینے کی چیزوں کا بازار تھا ———! میں گٹار
تھامے انہیں دیکھتا رہا۔ بس دیکھ رہا تھا۔ ذہن خالی تھا' سوچنا بے کار تھا۔ ذہن کو تھکانے ...
فائدہ ———؟ حماقت صرف حماقت! میں نے گٹار کے تاروں کو چھیڑا اور پھر اسے گلے میں ڈال کر
کی طرف بڑھ گیا۔ خیمے میں پہنچ کر میں نے گٹار ایک طرف رکھ دیا اور پھر سوچنے لگا کہ اب کیا کر ...
کوئی بات فوری طور پر سمجھ میں نہیں آئی تو لیٹ گیا ——— برابر سے کچھ آوازیں آ رہی تھیں ...
لوگ میرے خیمے کے باہر موجود تھے۔ بڑی ہنگامی' بڑی انوکھی زندگی تھی میری بھی ———!

وقت گزرتا رہا ——— پھر شام ہو گئی ——— جب خیمے میں اندھیرا ہو گیا تو میں باہر نکل آ ...
لیڈو کیمپ جوان ہو گیا تھا ——— ہپیوں اور آوارہ گردوں کے علاوہ شہر سے تفریح کی غرض ...
والوں کا اضافہ ہو گیا تھا۔ ہپی لڑکیاں لوگوں کی نگاہوں کا مرکز تھیں۔ ایک لڑکی چند اوباش لو ...
درمیان نظر آئی۔ معصوم سی شکل تھی اور ان لوگوں میں خود کو اجنبی محسوس کر رہی تھی۔

اور مجھے ریکا کے ساتھی کے الفاظ یاد آ گئے۔ "کوئی مردود ——— اس کے پیٹ ...
چھوڑ گیا ہے۔" اور ——— اب ——— ان اوباش شکل لوگوں میں سے کوئی مردود ———
شکل لڑکی کے پیٹ میں اپنی نشانی چھوڑ دے ——— اور پھر اس کا ساتھی بھی کوئی شے لیے ہو ...
کھڑا ہو گا۔ لڑکی کے تر و تازہ سرخ رخسار پیلے پڑ جائیں گے۔ اونہہ ——— جہنم میں جائیں۔
بھٹکی ہوئی نسل کا یہی حشر ہونا چاہیے' کیوں انہوں نے آدمیت کو اتنا ارزاں کر دیا ہے۔ کیوں
انسانیت کو اس قدر مسخ کر دیا ہے۔ میں نے ان کی طرف سے نگاہیں ہٹا لیں۔ میرے خیمے کے ...
خیمے آباد ہو گئے تھے۔ ایک خیمہ بالکل میرے خیمے سے ملا کر نصب کیا گیا تھا۔ میں پھر کیمپ کے ...
کھڑا ہوا۔ میں اپنے مطلب کی جگہیں تلاش کر رہا تھا۔ کیمپ کافی بڑا تھا۔ لوگ تفریحات ...
تھے ——— آوارہ گردوں کے گروہ نظر آ رہے تھے۔ ایک دور افتادہ حصے میں خیموں کا ایک دائرہ ...
میں وہاں خاص طور سے رکا۔ خیموں کے درمیان آوارہ گرد پڑے ہوئے تھے۔ کوئی اپنے پھٹے ...
سی رہا تھا ——— کوئی کچھ کر رہا تھا۔

میں نے اندازہ لگایا کہ یہاں کام بن سکتا ہے۔ یقیناً" یہاں خاص محفل جمتی ہو گی۔ رات ...
جائے تو کیا حرج ہے ——— اور میں نے فیصلہ کر لیا ——— پھر میں یہاں سے آگے بڑھ ...
گھومتے گھومتے رات ہو گئی۔ پہلے پیٹ پوجا ——— پھر اور کچھ ——— میں نے سوچا اور کھا ...

... طرف چل پڑا۔ بہت سی ورائٹی تھی۔ کھانا کھاتے ہوئے میں نے سردار کے بارے میں سوچا۔ بے چارے
... انتظار کیا ہو گا۔ ممکن ہے میرے نہ پہنچنے پر اس عمارت سے بھی رابطہ قائم کیا ہو جہاں اس نے دعوت
... کھائی تھی۔ لیکن وہاں سے بھی کیا جواب ملا ہو گا؟ کھانے کے بعد میں اپنے خیمے کی طرف گیا۔ میرے نزدیکی
خیمے کے سامنے دو نوجوان کھڑے تھے۔ انہوں نے سرسری نگاہ سے میری طرف دیکھا اور پھر آپس میں گفتگو
کرنے لگے ——— میں نے خیمے سے گٹار نکالا اور پھر اسی دائرے کی طرف چل پڑا۔ دائرے کے درمیانی
میدان میں اب کافی آبادی ہو گئی تھی۔ کسی نے مجھے اندر آنے سے نہیں روکا۔ میں بھی دوسرے لوگوں کی
طرح ایک کونے میں بیٹھ گیا ——— نشے کی کوئی چیز میرے پاس موجود نہ تھی۔ دوسرے لوگ دھڑلے سے
کوئی نہ کوئی نشہ کر رہے تھے۔ کسی کے پاس لمبے لمبے پائپ تھے۔ جن میں افیون کی گولیاں چل رہی تھیں'
کہیں چرس اور کہیں گانجا ——— جانا' پہچانا ماحول' جانی پہچانی خوشبوئیں ———! میں نے ایک گہری
سانس لی۔ محفل ابھی رنگ پر نہیں آئی تھی۔ نشے ابھی گہرے نہیں ہوئے تھے۔ ابھی بدمستی کا دور نہیں
شروع ہوا تھا۔ دفعتاً" میں نے ریکا کو دیکھا۔ وہ گردن اٹھائے ہوئے اندر آ رہی تھی۔ اس کی بے چین نگاہیں
کسی کو تلاش کر رہی تھیں۔ اور پھر اس کی نگاہ میرے اوپر بھی پڑی۔ شاید اس نے گٹار پہچان لیا تھا۔ وہ
ٹھٹھکی۔ اور پھر اس کے قدم میری طرف اٹھنے لگے!

وہ میرے پاس پہنچ گئی ——— مجھے دیکھتی رہی۔ اور پھر گھٹنوں کے بل بیٹھ گئی۔ "بیٹھ
جاؤں ———؟" اس نے کہا۔ "تمہارا ساتھی کہاں ہے؟" میں نے پوچھا۔

"پھر ——— پھر غائب ہو گیا کمینہ کہیں کا۔ جب اس کے پاس ایک ایک پائی ختم ہو جائے گی
——— تو پھر میرے پاس آ جائے گا۔ روئے گا' مجھے اپنی محبت کا یقین دلائے گا اور پھر اس کی باتوں میں آ
جاؤں گی۔ میں پھر اسے معاف کر دوں گی۔ بڑا کمینہ ہے اسے باتیں کرنے کا فن آتا ہے۔"

"کون ہے وہ تمہارا؟"

"شوہر ——— میرا شوہر ہے وہ ———!" اس نے آنکھیں بند کر کے بتایا۔

"تم اسے چھوڑ کیوں نہیں دیتیں ———؟"

"کسے اپناؤں ——— کون اپنا بن سکتا ہے۔ اس سے کوئی رشتہ تو ہے۔" اس نے درد سے کہا۔ اور
میرے ذہن میں پھر ہلچل ہونے لگی۔ میں نے قہر آلود نگاہوں سے اسے دیکھا۔ اور پھر میں گرجا "یہاں کیوں
آئی ہو؟"

"اس کی تلاش میں ——— صرف اس کی تلاش میں ——— یقین کرو ——— تم سے کچھ نہیں
مانگوں گی ——— کچھ بھی نہیں مانگوں گی۔ اس نے دوپہر کو کھانا کھلا دیا تھا کیونکہ خود بھی سخت بھوکا تھا۔
تمہارے پاس نہ آتی ——— یہ گٹار دیکھ کر آئی ہوں۔ مجھے اس گٹار سے بہت محبت ہے۔ اسے سن کر ہی تو
میں نے دنیا چھوڑ دی تھی۔ مجھے کھانے کی ضرورت نہیں ہے۔ ایک وقت کھا لیتی ہوں تو کئی کئی دن آسانی
سے گزار لیتی ہوں ——— اگر ——— اگر تمہارا دل چاہے گا ——— اور تم دوسروں کے لیے گٹار بجاؤ
گے تو میں بھی سن لوں گی۔" "اسے کہاں کہاں تلاش کیا ———؟"

"سارے کیمپ میں ——— لیکن میں جانتی ہوں' وہ یہاں نہ ہو گا۔"

"پھر کہاں ہو گا؟"

"سوچیتا میں ——— جن کے پاس اتنی رقم ہوتی ہے ——— وہ یہاں نہیں ہوتے ——— سوچیتا میں

ہوتے ہیں۔" اس نے کہا اور میں چونک پڑا۔

"میں یہاں اجنبی ہوں ــــــ سوبیتا کے بارے میں نہیں جانتا۔" میں نے کسی قدر نرمی سے کہا

"اوہ ــــــ میں نے یہ بات سوچی تھی۔ اس وقت جب تم نے گٹار کی رقم ادا کرنے کے لیے جیب سے نوٹ نکالے تھے۔ اتنے نوٹوں کے ساتھ تو تمہیں سوبیتا میں ہونا چاہیے تھا۔"

"تم اسے تلاش کرنے سوبیتا میں کیوں نہیں گئیں ــــــ؟" میں نے پوچھا۔ اور وہ خاموش ہو کر کئی منٹ کچھ سوچتی رہی۔ پھر آگے کھسک کر میری ران پر ہاتھ رکھتی ہوئی بولی۔ "سنو ــــــ میں قابل نہیں ہوں۔ میری حالت ٹھیک نہیں ہے' لیکن میں ــــــ میں رات بھر تمہیں خوش کرتی رہوں گی ــــــ مجھے دوسرے طریقے بھی آتے ہیں۔ اس کے عوض تم مجھے صرف سوبیتا تک کا کرایہ دے دو۔ بہت تھوڑے پیسے لگتے ہیں۔ وہ وہاں ضرور مل جائے گا۔ دیکھو تو سہی' اس حالت میں بھی اس نے میرا خیال نہیں کیا۔ میں بھوکی کیسے رہوں گی۔ مجھ سے بھوکا نہیں رہا جائے گا۔ ایسی حالت میں انسان بھوکا رہ بھی نہیں سکتا۔"

میرے حلق میں ایک گولا سا آپھنسا۔ مجھے اپنا سارا وجود پگھلتا ہوا محسوس ہوا۔ سرائے عالمگیر کی مٹی کی سوندھی سوندھی خوشبو پھر سے میری ناک میں آبسی۔ شاید' شاید زمانے کی سختیوں نے میری نفرت پر غلاف چڑھایا تھا۔ وہ ہوا کے تیز جھونکے سے پلٹ گیا تھا اور نواز اصغر نے انگڑائی لی تھی۔ میرا دل چاہا پھوٹ پھوٹ کر رو پڑوں۔ لیکن صرف یہ ایک جھونکا تھا۔ اڑنے والا غلاف پھر اپنی جگہ پر آگیا میں نے پر نگاہ ڈالی۔ میں نے لڑکی کو دیکھا۔ لڑکی قابل رحم ہے۔ لیکن آخر کیوں؟ میں اس کی مدد ضرور کروں گا' یہ معلوم کرنے کے بعد کہ آیا وہ مدد کے قابل ہے بھی یا نہیں۔ چنانچہ میں نے اسے صاف نگاہوں سے دیکھا۔

"تم بھوکی ہو؟"

"نہیں ــــــ دوپہر کو ہی کھانا کھایا تھا۔" اس نے اطمینان سے کہا۔

"شام کو بھی کھایا جاتا ہے۔" میں نے کہا۔

"ہاں ــــــ شاید ــــــ لیکن دو تین وقت کے فاقے کی عادی ہو گئی ہوں۔ اس لیے محسوس نہیں ہوتا۔"

"اس کا کیا نام ہے؟"

"جارج ــــــ! جارج فولیو۔"

"تم نے اس سے کہاں شادی کی تھی؟"

"سینٹ مارکوب کے گرجا گھر میں!" "کیوں کی تھی؟"

"وہ گٹار بہت اچھا بجاتا ہے۔ اور میں گٹار کی دیوانی ہوں۔ میں نے اسے چاہا۔ اسے پسند کیا اور اس کی خوشامد کی کہ وہ مجھے اپنا لے' تب اس نے مجھ سے شادی کر لی۔ میرا پورا گھرانہ اس شادی کے خلاف تھا۔ میں بالغ تھی اور مجھے کوئی نہ روک سکا۔ میں نے اس سے شادی کر لی۔ لیکن میرے گھرانے نے اسے پسند نہیں کیا۔ وہ اس سے نفرت کرتے تھے۔ تب میں نے اپنا گھر چھوڑ دیا۔ وہ جنت ارضی جانے کا پروگرام بنا رہا تھا۔ وہ لاابالی شخص تھا۔ ترلوکا کی تعلیمات سے آراستہ ــــــ اس نے مجھے بھی اپنے رنگ میں رنگ لیا۔ مجھے نشہ آور ادویات استعمال کراتا رہا اور میں ان کی عادی ہو گئی۔ وہ بے حد ذلیل ہے۔ بڑا ہی کمینہ۔ وہ گٹار بجاتا ہے تو میں سب کچھ بھول جاتی ہوں۔ پھر وہ مجھے لے کر چل پڑا۔ میرے پاس رقم کافی تھی۔ ہم نے طویل سفر کیا ــــــ اور وہ اس رقم سے شاہ خرچی کرتا رہا ــــــ رقم کھٹمنڈو پہنچنے سے پہلے ہی ختم ہو گئی تھی۔ ہمارے پاس رقم حاصل کرنے کا کوئی ذریعہ نہیں تھا۔ تب اس نے گٹار بجا کر بھیک مانگنا شروع کر دی۔ کبھی بھیک مل جاتی کبھی نہ ملتی۔ ہاں ایک شام ایک شخص نے اسے پیشکش کی کہ اگر وہ مجھے ایک رات کے لیے اس کے حوالے کر دے تو وہ اسے اچھی خاصی رقم پیش کر سکتا ہے۔

جارج نے مجھ سے بات کی۔ لیکن میں نے اس کی بات نہیں مانی' تب اس نے مجھے ترلوکا کی تعلیمات بتائیں۔ اس نے بتایا کہ انسان گوشت پوست کا ایک ڈھیر ہے۔ اس کی اپنی حیثیت کچھ نہیں ہے۔ وہ اپنے ہاتھوں سے محنت مزدوری کرتا ہے۔ آخر ہاتھ اس کے جسم کا ایک حصہ ہیں۔ اگر جسم کے دوسرے حصوں سے آسودگی حاصل کر لی جائے تو کون سی بری بات ہے۔ میں بتا چکی ہوں ــــــ وہ باتیں بہت جاندار کرتا ہے۔ تب میں اس شخص کے ساتھ چلی گئی۔ اس نے مجھے بہت سے نوٹ دیے اور میں نے سب کے سب جارج کو دے دیے ــــــ وہ بہت خوش تھا۔ اس نے مجھے گٹار پر کئی نغمے سنائے ــــــ مجھے پیار کیا اور کہنے لگا اب ہمیں کوئی تکلیف نہیں ہو گی۔ ہم نے بھوک سے نجات کا راستہ تلاش کر لیا ہے۔ اس نے ایک ہی دن میں ساری رقم اڑا دی ــــــ کئی انجکشن لیے' خوب افیون پی۔ مجھے بھی پلائی۔ چنانچہ دوسری رات ہم پھر قلاش تھے۔ بھوکے تھے' اس نے کہا فکر کی کیا بات ہے میرے ذریعے رقم حاصل کی جا سکتی ہے۔ پھر وہ نہ جانے کہاں سے کالے رنگ کا ایک آدمی پکڑ لایا۔ اس شخص نے مجھے بھنبھوڑ کر رکھ دیا۔ لیکن کھانے کے پیسے اور نشہ آور چیزوں کے پیسے وہ ہمیں دے گیا۔ اور پھر ہم اچھی زندگی گزارنے لگے۔ ہم کئی ماہ جنت ارضی میں گزارے اور پھر واپس چل پڑے۔ راستے میں ہر شہر میں' میں اس کے لیے رقم کے حصول کا ذریعہ بنی رہی ــــــ اور پھر نہ جانے کب' نہ جانے کس طرح میرا پیٹ پھول گیا۔ اس نے بتایا کہ میں حاملہ ہو گئی ہوں ــــــ اور ــــــ اور ــــــ میں خوشی سے دیوانی ہو گئی ــــــ بچے مجھے بہت پسند ہیں۔ تم نے چھوٹے چھوٹے' ننھے ننھے بچے دیکھے ہیں؟" اس نے معصومیت سے پوچھا۔

"ہاں ــــــ!" میں نے تھوک نگلتے ہوئے گردن ہلا دی۔ "کیسے پیارے ہوتے ہیں وہ ــــــ کیسے اچھے لگتے ہیں ــــــ؟" اس کی آنکھوں میں عجیب سی چمک تھی۔ "ہاں ــــــ" میں نے اس کا دل نہ توڑا۔

"لیکن جارج کو بچے پسند نہیں ہیں۔ اس نے بڑی پریشانی کے لہجے میں کہا تھا کہ یہ اچھی بات نہیں ہے ہم اس بچے کو کہاں سنبھالتے پھریں گے۔ اس نے مجھ سے کہا کہ میں حمل ضائع کرا دوں۔ لیکن زندگی میں پہلی بار۔ میں نے اس کی بات سختی سے نہیں مانی ــــــ میں نے کہہ دیا ایسا کبھی نہیں ہو گا ــــــ وہ مجھے سمجھاتا رہا ــــــ میری خوشامد کرتا رہا' لیکن میں نے اس کی بات نہیں مانی۔ تب وہ خاموش ہو گیا ــــــ اور میرا پیٹ بڑھتا رہا ــــــ لیکن لوگ مجھ سے کترانے لگے اب وہ مجھے پسند نہیں کرتے ــــــ جارج نے ایک بار پھر ــــــ میری خاطر بھیک مانگنا شروع کر دی۔ اور رفتہ رفتہ ہمارے پرانے دن پھر لوٹ آئے ہمیں کئی کئی دن کے فاقے کرنے پڑتے ہیں۔ لیکن اب میں کمزور ہو گئی ہوں۔ کھانا نہیں ملتا تو میری آنکھوں کی بینائی چلی جاتی ہے۔ میری ٹانگوں میں درد ہونے لگتا ہے۔ تب بے چارہ جارج میرا ہاتھ پکڑ کر لے جاتا ہے۔ کیسی عجیب لگتی ہوں گی میں۔" وہ ہنس پڑی۔ "خاموش ہو جاؤ۔" میں غرایا "خاموش ہو جاؤ۔"

"ارے ــــــ کیا تمہیں غصہ آگیا ــــــ؟" وہ چونک کر بولی۔

"جارج تمہیں چھوڑ کر بھاگ گیا ہے؟"
"اکثر بھاگ جاتا ہے۔ یہ کون سی نئی بات ہے۔ اسے پیسے مل جاتے ہیں تو ——— تو وہ اسی طرح بھاگ جاتا ہے۔"
"وہ تمہارے بچے سے ناخوش ہے۔"
"ہاں ——— یہ بری بات ہے۔"
"اگر تمہارا بچہ پیدا ہو گیا ——— تو ——— تو وہ اس کی گردن دبا دے گا۔"
"اس ———!" وہ خوفزدہ ہو گئی۔ اور پھر اس کے منہ سے ایک لفظ بھی نہ نکل سکا۔ "کیا یہ لگیں ———؟"
"یہ ——— یہ تو میں نے کبھی نہیں سوچا تھا ———" وہ روہانسی ہو کر بولی۔ "کیا یہ ناممکن ہے؟"
"میں نہیں کہہ سکتی ——— لیکن ——— لیکن کیا وہ ایسا کر سکے گا۔ کیا وہ ——— کیا وہ اتنا سنگدل ہو سکتا ہے بچے تو بڑے خوبصورت ہوتے ہیں ——— بڑے پیارے ہوتے ہیں ——— وہ ——— کیا وہ ———؟"
"یہ تم بہتر جانتی ہو لڑکی۔"
"لیکن اب میں کیا کروں ———؟ میں اب کر بھی کیا سکتی ہوں ———؟" اس کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔ اس نے اپنے دونوں ہاتھ پیٹ پر رکھ لیے جیسے اس نے اپنے بچے کو جارج کے خونی ہاتھوں سے بچانے کی کوشش کی ہو۔
"اگر تم اپنے بچے کی زندگی چاہتی ہو تو جارج کو چھوڑ دو۔ ہمیشہ کے لیے۔" "لیکن ——— لیکن کہاں جاؤں ———؟" اس نے تشویش سے کہا۔
"کہاں کی رہنے والی ہو ———؟"
"انگلینڈ کی۔ سالبرو۔ کوٹھی نمبر ایک سو آٹھ۔" اس نے بتایا۔
"اگر تم وہاں چلی جاؤ ——— تو تمہارے گھر والے تمہارے ساتھ کیا سلوک کریں گے ——— میں ان سے کہہ دوں گی کہ میں نے جارج کو چھوڑ دیا ہے۔"
"تمہارا پاسپورٹ کہاں ہے؟"
"میرے پاس ——— ہمیشہ اپنے پاس رکھتی ہوں۔"
"کیا تم اپنے گھر جانا چاہتی ہو ———؟"
"ہاں ——— لیکن ———؟"
"میں تمہیں وہاں تک جانے کا کرایہ دے سکتا ہوں۔ میں تمہاری مدد کر سکتا ہوں۔"
"تم ——— تم ——— لیکن ———" وہ مایوسی سے بولی۔ "میری حالت بہت خراب ہے، تمہارے لیے کچھ بھی نہیں کر سکتی ——— سنو ——— اپنا کان قریب لاؤ۔" وہ میرے کان کے قریب سرگوشی کرتے ہوئے بولی۔ "مجھے اور بھی طریقے آتے ہیں ——— خود ——— لوگوں نے مجھے سکھائے ہیں۔ اطمینان رکھو۔ میں تمہیں خوش کر دوں گی۔"
میں نے اسے جلتی ہوئی نگاہوں سے دیکھا۔ اس معصوم لڑکی نے دل کے انتہائی سردوں کو چھو لیا تھا ——— انسان انسان ہے فرشتہ نہیں ہے اس کی غلطیاں اس کے ساتھ، لیکن بہرطور وہ ہمدردی کی

مستحق ہے۔ "تم نشہ کرتی ہو ———؟" میں نے پوچھا۔ "ہاں ——— جارج کے ساتھ عادی ہو گئی ہوں ——— لیکن جب بھوک لگتی ہے تو دل نہیں چاہتا۔"
"جانتی ہو تمہارے بچے پر اس کا کیا اثر پڑے گا؟"
"بہت دن سے نہیں کیا۔ مجھے یہ بات معلوم ہو گئی تھی۔"
"اپنے بچے کے لیے یہ عادت ترک کر سکتی ہو؟"
"کر چکی ہوں۔ کبھی کبھی جارج پیچھے پڑ جاتا تھا تو ———!"
"ریکا ——— میں نے تمہاری مدد کرنے کا فیصلہ کر لیا ہے۔ میں تمہیں انگلینڈ بھجوانے کے لیے تیار ہوں۔" اور اس نے گردن جھکالی۔ شاید اس کے پاس میرا شکریہ ادا کرنے کے لیے مناسب الفاظ نہیں تھے۔
"آج کی رات تمہیں یہیں گزارنی پڑے گی۔ کل میں تمہیں یہاں سے لے چلوں گا۔" اور اس نے ممنونیت سے گردن ہلا دی۔ لیکن وہ بار بار میرا چہرہ دیکھنے لگتی، جیسے سوچ رہی ہو کہ شاید میں نشے میں ہوں۔ اور جب ہوش میں آؤں گا تو دوسرے لوگوں کی طرح مجھے بھی نشے کے عالم میں کہی ہوئی باتیں یاد نہیں رہیں گی۔ لیکن بہرحال وہ تن بہ تقدیر تھی ——— کر بھی کیا سکتی تھی۔
"تم یہاں بیٹھو ——— میں ابھی آتا ہوں ———!" میں نے گٹار اتار کر اس کی گود میں رکھ دیا۔ پھر میں نے ایک طویل اور تیز سفر کیا۔ میں اس کے لیے کھانے پینے کی چیزیں لایا۔ راستے میں میں اس کے بارے میں سوچتا رہا۔ سیکاریفا اس کے لیے آسانی سے بندوبست کر دے گی۔ اسے کوئی دقت نہیں پیش آئے گی۔ اچھا ہے بدنصیب لڑکی کی زندگی سنبھل جائے گی ——— ہاں اگر انگلینڈ پہنچنے کے بعد بھی اس کے گھر والے اسے پناہ نہ دیں گے ——— تو پھر اس کی بدنصیبی ——— ایسی صورت میں، اس کے لیے کچھ نہیں کیا جا سکتا تھا! تھوڑی دیر کے بعد میں واپس پہنچ گیا۔ وہ ایک خیمے کے نزدیک تنہا بیٹھی تھی۔ مجھے دیکھ کر اس کے چہرے پر خوشی کے آثار نظر آئے جیسے میرے واپس پہنچ جانے سے اس کو حیرت کے ساتھ ساتھ خوشی بھی ہوئی ہو۔
"یہ ——— یہ کیا ہے؟" اس نے میرے ہاتھوں میں پکڑے ہوئے بنڈل کو دیکھتے ہوئے کہا۔ "کھانا ہے تمہارے لیے۔"
"اوہ ——— اوہ ——— میں تمہاری بے حد شکر گزار ہوں ڈارلنگ میں تمہاری احسان مند ہوں۔" اس نے بنڈل جھپٹتے ہوئے کہا۔ اور پھر وہ کھانے پر ٹوٹ پڑی۔ "تم بھی کھاؤ۔" اس نے کافی دیر تک کھاتے رہنے کے بعد چونک کر پوچھا۔ "نہیں میں کھا چکا ہوں۔" میں نے کہا اور پھر وہ خاموشی سے کھانے میں مصروف ہو گئی۔ بنڈل کا پورا کھانا چٹ کرنے کے بعد اس نے پانی پیا۔ اور پھر گہری گہری سانسیں لینے لگی ——— اس کی آنکھوں سے احسان مندی کے آثار جھلک رہے تھے۔
"میں تمہاری بے حد شکر گزار ہوں ڈارلنگ ——— تمہارا نام کیا ہے؟" اس نے کسلمندی سے کہا۔
"گٹار سنو گی ———؟"
"کیا ———" وہ اچھل پڑی۔ "سناؤ۔ سناؤ۔" اس نے سنبھل کر بیٹھتے ہوئے کہا اور میں نے گٹار سنبھال لیا ——— محفل رنگ پر آ رہی تھی۔ اب بدمست قہقہے گونجنے لگے تھے۔ گٹار کی آواز نے ایک دم ماحول پر سکوت طاری کر دیا۔ قہقہے رک گئے، گردنیں گھوم گئیں، نشہ موسیقی کے رسیا گردنیں گھما گھما کر

دیکھنے لگے۔ میں تار درست کرتا رہا——— اور پھر تاروں کی آواز ایک نغمے میں ڈھل گئی۔ سر ردو... نہ جانے کیوں میری انگلیوں نے یہ درد بھرا نغمہ شروع کر دیا تھا——— اس میں میرے ارادے کو دخل نہیں تھا۔ ہپی ساکت تھے۔ اس نغمے نے انہیں غم کی دھند میں لپیٹ دیا تھا۔ ان کی آنکھوں میں بے... تھی——— اور ریکا منہ کھولے بیٹھی تھی۔ اس کے چہرے پر ایسے ہی آثار تھے جیسے ساری جان چہرے میں کھنچ آئی ہو۔ بہت سے آوارہ گرد میرے نزدیک جمع ہو گئے۔ مجھے چاروں طرف سے گھیر لیا گیا... کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے۔ نغمہ عروج پر پہنچا——— تار سسکتے رہے——— اور پھر کی... توڑتے ہوئے انسان کی طرح کراہنے لگے——— اور آخر——— خاموش ہو گئے——— لیکن ماحول کا سحر نہ ٹوٹا۔ وہ سب اداس کھڑے تھے۔

پھر زندگی لوٹ آئی۔ میرے نزدیک کھڑے لوگوں نے زور زور سے تالیاں بجائیں——— دور بیٹھے ہوئے لوگوں نے تالیاں بجائیں' اور بہت سے ہپی بدمست آوازوں میں مجھے داد دینے لگے۔ تب ایک دراز قد لڑکی میری طرف لپکی——— اس نے میری کمر میں ہاتھ ڈال کر میرے گال چوم لیے——— "ہائے میری جان——— تمہارا دل کیوں رو رہا ہے———؟ تم اتنے اداس کیوں ہو———؟"

"میں جانتا ہوں——— سب کچھ جانتا ہوں۔" ایک نوجوان آگے بڑھا۔ "مجھے بتاؤ——— مجھے دو——— میں اس کے سارے دکھ اپنے سینے میں جذب کر لوں گی——— میں اسے مسکراہٹیں لادوں گی———" لڑکی بے چینی سے بولی "اس کے پاس کچھ نہیں ہے——— اس کی روح پیاسی ہے۔"

"ہمیں اس کی پیاس بجھا دینی چاہئے——— آؤ——— اس کی مدد کریں۔" اور فراخ دل لوگ چرس' افیون' کوکین' ہیروئن جو کچھ ان کے پاس تھا لے کر میری طرف دوڑے——— خود لڑکی نے ایک سگریٹ اپنے لباس سے نکالا——— اسے سلگایا——— اور میرے ہونٹوں سے لگا دیا——— ناچار مجھے سگریٹ کے کش لینے پڑے۔ موقع نہیں ملا تھا کہ گولی منہ میں ڈال لوں لیکن اس کے بغیر چرس پینا نہیں چاہتا تھا۔ چنانچہ چالاکی سے ایک گولی نکال کر زبان کے نیچے رکھ لی۔ چند ساعت قبل میں یہاں تنہا تھا——— لیکن اب میرے درجنوں شناسا موجود تھے۔ میرے بے شمار ہمدرد تھے۔ میں نے کسی کے ہاتھ سے چند کش لیے——— کسی کی سگریٹ میں دم لگایا——— دراز قد کی لڑکی میری اجارہ دار بنی ہوئی تھی——— اس نے دونوں ہاتھوں سے دوسرے لوگوں کو روکا ہوا تھا——— وہ جسے چاہتی میرے قریب آنے دیتی——— اور جسے چاہتی مجھ سے دور رکھتی——— ایک عجیب طوفان بدتمیزی برپا ہو گیا تھا۔ کسی طرف سے ایک روتی ہوئی آواز ابھری——— "ایک اور نغمہ فنکار——— ایک اور نغمہ——— روح کی پیاس ابھی نہیں بجھی۔ تڑپا دے گٹار کے تاروں سے——— ہائے———!"

ہائے——— ہائے——— ہائے———" چاروں طرف سے ہائے ہائے کی آوازیں بلند ہونے لگیں۔ "ہمیں طرب کے گیت سنا فنکار——— آنسو تو زندگی بھر کے لیے ہیں——— ہم ابتدا سے رو رہے ہیں——— ہم پیدا ہونے کے وقت سے آج تک رو رہے ہیں۔ ہماری روح دکھوں کی دلدل میں ڈوب چکی ہے۔ ہمیں زندگی سے دور لے چل۔ گٹار کے تار وقت کے قیدی نہیں ہیں۔ تیری انگلیاں آزاد ہیں——— ہمیں طرب بخش دے——— ہم رقص کرنا چاہتے ہیں——— ہم آنسوؤں کا مذاق اڑانا چاہتے ہیں۔ آنسو جو زندگی کا جزو بن چکے ہیں——— ہمیں طرب کے نغمے دے دے فنکار——— آہ——— ہمیں طرب بخش دے۔"

"خاموش رہو——— فنکار کا ذہن کسی کا تابع نہیں ہوتا——— اسے صرف وہ کرنے دو جو وہ چاہتا ہے——— خاموش رہو——— انتظار کرو۔" دراز قد لڑکی کی آواز ساری آوازوں پر بھاری تھی۔ اور پھر اس نے پیار بھری نگاہوں سے میری طرف دیکھا۔ "سنا دے ایک نغمہ فنکار۔" اور میں نے گٹار سنبھال لیا——— میں نے لڑکی کی آنکھوں میں جھانکا۔ نشے سے سرخ آنکھیں——— لیکن دلکشی لیے ہوئے۔ لمبا قد' لمبے بال——— سڈول جسم——— اور میرے ہونٹوں پر پسندیدگی کی مسکراہٹ پھیل گئی۔ میری انگلیوں نے تار چھیڑے' اور ماحول ہنس پڑا۔ میں نے ایک اطالوی نغمہ چھیڑ دیا——— مسرت میں ڈوبا ہوا نغمہ——— یہ ایک مقبول ترین نغمہ تھا۔ اور پھر کون تھا جو زمین پر ہو۔ فضا میں ہو ہو کار گونج اٹھی۔ ہپی مست ہو گئے تھے۔ سوائے ریکا کے اور کوئی نہیں بیٹھا تھا۔ صرف ریکا میرے قدموں کے نزدیک بیٹھی مجھے عقیدت سے دیکھ رہی تھی۔ اس کی آنکھوں میں شدید حیرت تھی۔ نغمہ بہت طویل تھا۔ ناچنے والے گر گر پڑے' لیکن گرنے والے پھر اٹھتے اور بے ڈھنگے قدموں سے ناچنے لگتے۔ یہ نغمے کی توہین تھی کہ ان کے قدم ان کے ساتھ نہ دیتے' جب میں نے دیکھا کہ رقص کرنے والے نڈھال ہو رہے ہیں——— تو آہستہ آہستہ میں نے نغمہ ختم کر دیا۔ اور تالیاں گونج اٹھیں——— دراز قد کی لڑکی اچھل کر مجھ پر آلدی۔ اس نے اپنی دونوں ٹانگیں میری کمر کے گرد لپیٹ لیں اور ہاتھ گردن میں ڈال دیے' اور پھر وہ بے تحاشا میرے ہونٹ' پیشانی اور آنکھیں چومنے لگی۔

"آہ——— فنکار——— میری زندگی——— میری جان——— تو کہاں سے آیا ہے۔ کیا تو آسمان سے اترا ہے———" وہ مجھے چومتے ہوئے کہہ رہی تھی۔ بمشکل تمام میں نے اس سے نجات حاصل کی۔

"ایک اور نغمہ فنکار——— ایک اور نغمہ———" نشے میں دھت آواز گونجی——— "نہیں بس——— یہ انسان ہے تھک گیا ہو گا۔" لڑکی غرائی۔

"ہائے میں مرجاؤں گا۔" اسی آواز نے کہا۔ "مرجاؤ———" لڑکی غرائی——— اور پھر میری کمر میں ہاتھ ڈال کر بولی "تم میرے خیمے میں چلو میری جان——— ان دیوانوں کی باتوں پر غور نہ کرو۔"

"یہیں بیٹھو——— میں آزاد فضاؤں کا پرندہ ہوں۔" میں نے کہا۔ "میں تمہیں چشمہ حیات پر لے چلوں گی——— آؤ——— ضد نہ کرو——— یہ لوگ تمہیں سکون نہیں لینے دیں گے۔ میرے اندر سکون کے خزانے دفن ہیں——— آؤ——— میں ان خزانوں کے منہ کھول دوں گی۔"

"یہیں بیٹھو——— میرے پاس——— میرے ساتھ کوئی اور بھی ہے۔"

"کون ہے——— کہاں ہے——— اسے بھی لے چلو——— میں بہت فراخدل ہوں۔" لڑکی جھوم کر بولی۔ "یہ——— وہ یہ ہے۔" میں نے ریکا کی طرف اشارہ کر کے کہا۔ اور لڑکی نے چونک کر ریکا کو دیکھا۔ "یہ——— یہ تمہاری کون ہے——— کیا تمہاری محبوبہ——— کیا تمہاری بیوی———؟"

"ان دونوں میں سے کوئی نہیں ہے——— یہ صرف میری ساتھی ہے۔"

"صرف ساتھی——— اوہ———" اس نے ریکا کو غور سے دیکھ کر گردن ہلائی۔ "خوب ساتھ نبھایا ہے اس نے——— لیکن یہ مریض ہے فنکار——— تم نے اس کے مرض کا علاج کیوں نہیں کرا دیا——— اب تو یہ لاعلاج ہو چکی ہے——— کیا اس کے بعد بھی یہ تمہاری ساتھی رہے گی———؟"

میں نے کوئی جواب نہیں دیا------ اور لڑکی میرے پاس ہی بیٹھ گئی۔ اس نے جیب سے سگریٹ کا پیکٹ نکال لیا تھا------ پھر اس نے ایک سگریٹ مجھے دیا۔ دوسرا خود سلگایا اور تیسرا ریکا کی طرف بڑھا دیا۔

"نہیں------ نہیں------ میں نہیں پیوں گی------ میں نہیں پیوں گی۔"

"کیوں------؟" لڑکی حیرت سے بولی۔ "میں نہیں پیوں گی------ میرا بچہ------ میرا بچہ------!"

"اوہ------ بہت پیار ہے اپنے بچے سے------ لیکن اس سے کیا ہوتا ہے پیو------ وہ بھی عادی ہو جائے گا۔"

"میں نہیں پیوں گی------" ریکا نے گردن ہلا دی۔ "اسے مجبور نہ کرو------ مجھے تمہارا نام بھی نہیں معلوم۔"

"یاکی------ کون نہیں جانتا مجھے!" لڑکی نے ایک گہرا کش لے کر دھواں اڑاتے ہوئے کہا "تمہارا نام کیا ہے؟"

"فنکار کہتی ہو------ فنکار کہتی رہو------ میں خود کو اپنے گٹار سے علیحدہ نہیں کرنا چاہتا۔" میں نے کہا اور لڑکی ہنسنے لگی۔ پھر اس نے میرا ہاتھ پکڑا اور انگلیاں چوم لیں۔ "فنکار عظیم ہوتا ہے۔ نہ جانے اس کی انگلیوں پر یہ سحر کون پھونک دیتا ہے۔ اجازت دو تو میں تمہاری گود میں سر رکھ کر لیٹ جاؤں۔ تمہیں تو اعتراض نہیں ہے لڑکی۔" یاکی نے ریکا کی طرف دیکھا اور ریکا نے بادل نخواستہ گردن ہلا دی۔ یاکی میری گود میں سر رکھ کر لیٹ گئی۔ اور سگریٹ کے کش لیتی رہی۔ میرے جذبات ابھر رہے تھے لیکن میں خود کو سنبھال رہا تھا------ یہ رات انسانیت کی رات ہے۔ اس رات جذبات کو فرض پر حاوی نہیں ہونا چاہئے۔ ریکا مظلوم ہے۔ اس کے فرض سے سبکدوش ہونے کے بعد ہی کچھ کر سکتا تھا۔ چنانچہ یاکی میری گود میں سر رکھے مچلتی رہی۔ اس نے میرے جذبات برانگیختہ کرنے کی بہت کوشش کی۔ لیکن میں برف کی مانند سرد تھا۔

تب وہ میری گود میں سر رکھے رکھے سو گئی۔ ریکا جاگ رہی تھی۔ اس کی دھندلائی ہوئی آنکھیں مجھے دیکھ رہی تھیں۔ میں نے اس کے چہرے کی جانب دیکھا اور پھر میں نے یاکی کا سر اپنے زانو سے ہٹا کر زمین پر رکھ دیا' اور ریکا کی طرف کھسک گیا۔ "سو جاؤ ریکا------ آؤ------ میری گود میں سر رکھ کر سو جاؤ۔" میں نے کہا۔

"میں------ میں اس قابل نہیں ہوں فنکار------ تمہارا فن کنوارا ہے اور میں آلودہ۔ لیکن میری روح کو ایک گہرا سکون ملا ہے۔ جب تم نے جارج کا گٹار خرید لیا تو میرے دل میں ایک زخم نمودار ہو گیا تھا۔ میں نے دکھے دل سے سوچا تھا کہ جارج کا فن اس سے چھن گیا۔ جارج کی ساری دلکشی ختم ہو گئی۔ میں اس گٹار کی بدقسمتی پر بھی غور کیا تھا------ لیکن تمہارے فن کو دیکھ کر اندازہ ہوا------ کہ گٹار کو اس کی صحیح جگہ مل گئی ہے۔ آہ------! انگلیوں کا یہ جادو میں نے پہلے کبھی نہیں دیکھا فنکار------ کاش میں زندہ ہوتی------ کاش میں تمہیں تمہارے فن کا خراج پیش کر سکتی۔" ریکا جذباتی انداز میں بولی۔

"کیا تم میرے لیے مخلص ہو ریکا۔"

"ہاں فنکار------ جارج میری نظروں سے گر چکا ہے۔"

"تم مجھے کچھ دینا چاہتی ہو؟"

"ہاں------؟"

"مسٹر ریکا------ اپنے وطن واپس جاؤ------ تم نے جو زندگی اپنائی ہے اسے ترک کر دو------ خواہ کتنی ہی مشکلات پیش آئیں۔ ثابت قدم رہو۔ اگر تمہارے لوگ تمہیں پسند نہ کریں تو ان سے الگ رہ کر نئی زندگی کی ابتدا کرو۔ تمہارا بچہ پیدا ہو جائے تو اس کی بہتر نگہداشت کرو' خواہ اس کے لیے تمہیں تنہا رہ کر محنت مزدوری کرنا پڑے۔"

ریکا مجھے دیکھتی رہی------ پھر اس نے میرا ہاتھ پکڑتے ہوئے کہا۔ "اگر میں اپنے وطن پہنچنے میں کامیاب ہو گئی------ تو وعدہ کرتی ہوں کہ------ وہی کروں گی جو تم نے کہا ہے۔"

"شکریہ ریکا------" میں نے کہا اور ریکا میرے زانو پر سر رکھ کر لیٹ گئی۔ دو دو لڑکیاں تھیں------ لیکن آج میرے ذہن کو نہ جانے کیوں زنگ لگ گیا تھا۔ میرے خیالات صاف ستھرے اور پاکیزہ رہے تھے۔ دوسری صبح میں نے ریکا کو جگایا------ اور پھر اسے ساتھ لے کر خاموشی سے خیموں کے دائرے سے نکل آیا------ پہلے ریکا کا بندوبست کرنا تھا۔ اس کے بعد ہی اور کچھ ہو سکتا تھا۔ چنانچہ میں اسے ساتھ لے کر ریڈو کیمپ سے نکل آیا۔ پھر ہم نے گنڈولے کا سفر کیا------ اور ایک مخصوص جگہ پہنچ گئے۔ جہاں ٹیلیفون دستیاب ہو سکتا تھا۔ یہاں سے میں نے سیکا ریفا کے فون نمبر ڈائل کیے۔ اور ریسیور کان سے لگا لیا۔ دوسری طرف سے کافی دیر کے بعد فون ریسیو کیا گیا۔ بولنے والی سیکا ہی تھی اور اس کے انداز سے ناگواری کا احساس ہو رہا تھا۔ لیکن میری آواز سن کر وہ چونک پڑی۔ "اوہ------ مسٹر نواز------ کہاں سے بول رہے ہیں------؟"

"سان مارکو چوک کے نزدیک ہوں۔"

"خیریت------ رات کہاں گزاری------؟"

"مصروفیت میں------ ایک ضروری کام ہے۔"

"فرمائیے------"

"نوعیت بالکل ذاتی ہے۔ اگر تم پسند کرو تو ٹھیک ہے------ ورنہ میں اپنے طور پر کوشش کروں------؟"

"آپ کا کوئی ذاتی کام کر کے مجھے دلی مسرت ہوگی مسٹر نواز۔"

"تب پھر پیشگی شکریہ------ آپ کسی شخص کو یہاں بھیج دیں۔ چوک کے نزدیک ایک ہپی جوڑا موجود ہے۔ لڑکی آپ کے پاس پہنچ جائے گی' اس کے پاس پاسپورٹ موجود ہے۔ اسے انگلینڈ بھجوانے کا مناسب بندوبست کر دیں------ بس یہ کام ہے۔"

"کوئی حیثیت نہیں رکھتا------! لڑکی آج ہی روانہ کر دی جائے گی۔"

"شکریہ! بس یہی کام ہے مادام سیکا۔"

"آپ کی مرضی کے مطابق ہو جائے گا۔ لیکن آپ؟"

"میں نے کام شروع کر دیا ہے۔ اب کامیابی کے بعد ہی آپ سے ملاقات کروں گا۔"

"دیکھئے------ مسٹر نواز------ اگر آپ ہمیں حالات سے باخبر رکھیں تو بہتر ہے------ تاکہ ہم آپ کی مدد کر سکیں۔ درپردہ ہی سہی------ اگر حالات کسی طور بگڑ جائیں تو آپ تنہا تو نہ رہیں گے۔"

"بہت بہت شکریہ مادام سیکا——— لیکن اگر ضرورت پڑی تو آپ کے علاوہ اور کسے تکلیف
گا۔" میں نے کہا۔

"میں لیزینا کو بھیج رہی ہوں———" سیکا نے کہا——— اور میں نے ایک بار پھر شکریہ ادا کر
فون بند کر دیا——— پھر میں نے ریکا سے کہا۔

"ابھی ایک لڑکی آئے گی۔ وہ تمہیں ساتھ لے جائے گی اور پھر وہ تمہاری روانگی کا بندوبست کر
گی——— تمہیں پورے آرام کے ساتھ لندن پہنچا دیا جائے گا۔"

"میں تمہارے لیے زندگی کی آخری سانس تک دعا کروں گی فنکار۔ میں، تمہیں کچھ نہیں دے
لیکن میری دعائیں ہمیشہ تمہارے ساتھ رہیں گی۔" اس نے آنسو بہاتے ہوئے کہا——— اور میں نے
کا شانہ تھپتھپا دیا۔

تھوڑی دیر کے بعد دور سے لیزینا کی کار نظر آئی——— چوک کے نزدیک وہ رک کر ادھر ادھر دیکھنے
لگی۔ "جاؤ اس کار کی طرف بڑھ جاؤ——— تم اسے مسٹر نواز کا حوالہ دے سکتی ہو———"

"مسٹر——— نواز———؟ کیا یہ تمہارا نام ہے؟"

"جاؤ ریکا——— ان چکروں میں مت پڑو۔"

"اچھا میرے محسن——— میرے ساتھی——— میرے عظیم فنکار———" ریکا نے میرے ہاتھ
پکڑے، چومے اور پھر کار کی طرف بڑھ گئی۔ میں واپس پلٹ پڑا۔ ریکا کار میں بیٹھ گئی اور لیزینا نے کار سٹارٹ
کر کے آگے بڑھا دی، تب میں واپس چل پڑا——— اور تھوڑی دیر کے بعد میں اپنے خیمے میں تھا۔ واپس
میں، میں نے ناشتہ کی کچھ چیزیں لے لی تھیں۔ جنہیں میں اپنے خیمے میں بیٹھ کر کھانے لگا۔ ناشتے سے فارغ
ہونے کے بعد میں نے اپنا گٹار لیا اور باہر نکل آیا——— آج میں ہر قیمت پر اپنے کام کی ابتدا کرنا چاہتا
تھا——— چنانچہ میں نے اسی دائرے کا رخ کیا جہاں پچھلی رات گزاری تھی۔ حسب معمول یہاں الو بول
رہے تھے۔ زیادہ تر لوگ خیموں میں گھسے ہوئے تھے، یا پھر——— آوارہ گردی کرنے نکل گئے تھے۔ یاکی کا
خیمہ مجھے معلوم نہ تھا——— لیکن میرے پرستار مجھے بھولے نہیں تھے۔ ایک دبلے پتلے مدقوق سے
نے مجھے دیکھ کر دانت نکال دیے۔

"ہیلو———!" وہ میرے قریب آ گیا۔

"ہیلو———" میں نے بیزاری سے کہا۔

"سگریٹ———!" اس نے چرس بھرے ہوئے سگریٹ سے میری تواضع کرنا چاہی۔ "نہیں
شکریہ——— کیا تم یاکی کو جانتے ہو؟"

"ہاں———!"

"اوہ——— اس کا خیمہ کون سا ہے———؟"

"میرے ساتھ آؤ———" اس نے کہا اور میں اس کے ساتھ چل پڑا۔ تب اس نے ایک خیمے کی
طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا "وہ اس کا خیمہ ہے۔"

"شکریہ———" میں نے کہا اور پھر خیمے کے سامنے پہنچ گیا۔ میں نے یاکی کو آواز دینے کی بجائے
گٹار کے تاروں پر انگلیاں پھیریں، اور یاکی دیوانہ وار باہر نکل آئی——— اس کا چہرہ سرخ ہو رہا تھا، بال
بکھرے ہوئے تھے، اور وہ سخت پریشان معلوم ہوتی تھی——— اس نے مجھے دیکھا اور پاگلوں کی طرح

طرف لپکی۔ "تم——— تم آ گئے فنکار——— کہاں چلے گئے تھے——— کیوں چلے گئے تھے———
میں نے تمہاری تلاش میں کیمپ کا کونہ کونہ چھان مارا——— ایک ایک سے تمہارے بارے میں پوچھا اور
جب تم نہ ملے تو میں نے سوچا کہ تم فنکار ہو۔ نہ جانے کون سی دنیا سے تمہارا تعلق تھا——— شاید تم
آسمان سے اترے تھے اور آسمان پر واپس چلے گئے۔"

"میں پستیوں کی خاک ہوں یاکی——— آسمانوں سے میرا کوئی تعلق نہیں ہے———"

"نہیں——— فنکار کا فن اسے آسمان کی انتہا تک بلند کر دیتا ہے۔ آؤ——— میرے ساتھ آؤ
فنکار——— تمہاری جگہ تو دلوں میں ہے۔ آؤ۔" اس نے میرا ہاتھ پکڑا اور مجھے اپنے خیمے میں لے گئی۔
چھوٹے سے خیمے میں اس نے مجھے اپنے سامنے بٹھا لیا۔

"بتاؤ——— میں تمہاری کیا خدمت کروں———؟"

"میں یہاں سے جا رہا ہوں یاکی———!" میں نے ابتدا کی۔

"کہاں———؟ کیوں———؟"

"یہ جگہ مجھے پسند نہیں ہے یاکی——— نہ جانے کیوں——— میں کہیں اور جانا چاہتا ہوں———
کیا یہاں انجکشن ملتے ہیں؟"

"اوہ——— عام طور سے نہیں——— کبھی کبھی کچھ لوگ نظر آ جاتے ہیں جن کے پاس انجکشن
ہوتے ہیں۔ لیکن وہ کافی قیمت وصول کرتے ہیں——— اور یہاں کیمپ میں ان خیموں میں قیام کرنے
والے اتنی قیمت نہیں دے سکتے، چنانچہ صبر کرتے ہیں۔"

"وہ کہاں ملتے ہیں یاکی——— انہیں تلاش کرو———"

"کیا تمہارے پاس رقم ہے فنکار———؟" یاکی نے اداسی سے پوچھا۔

"ہاں——— میرے پاس کافی کرنسی موجود ہے۔"

"سچ——— وہ مسرور ہو گئی۔" مجھے افسوس ہے فنکار——— میرے پاس زیادہ پیسے نہیں
ہیں——— ورنہ تمہاری ضرورت پوری کر کے مجھے خوشی ہوتی——— لیکن اگر تمہارے پاس کرنسی
موجود ہے تو ہم آج ہی سوبیتا چلیں گے ہائے اس جگہ کا تصور ہی کیسا دلکش ہے——— میں نے اسے ایک
بار دیکھا ہے لیکن دوبارہ دیکھنے کی حسرت باقی ہے۔"

"سوبیتا کیا ہے؟"

"تم اس کے بارے میں نہیں جانتے———؟" یاکی نے حیرت سے کہا۔

"نہیں———"

"تب تو——— تب تو تمہیں کچھ نہیں معلوم——— کچھ نہیں دیکھا تم نے، ہم آج ہی سوبیتا چلیں
گے——— وہاں سب کچھ موجود ہے فنکار——— اور وہاں تمہارے فن کے قدر دانوں کی تعداد یہاں
سے زیادہ ہو گی۔"

"چلو یاکی——— ہمیں وہاں ضرور چلنا چاہیے——— میں یہاں سے سخت بے زار ہوں۔"

"تب مجھے اجازت دو——— میں وہاں کے لیے کارڈ حاصل کر لوں بغیر کارڈ وہاں جانے والے سوبیتا کی
دلچسپیوں سے لطف اندوز نہیں ہو سکتے۔"

"لو——— کارڈ کہاں سے ملے گا؟"

"یہاں لیڈو کیمپ میں —— سوبیتا کے ایجنٹ موجود ہیں —— وہ کارڈ ایشو کرتے ہیں خاص خاص لوگوں کو جن سے وہ مطمئن ہوتے ہیں' مجھے یہاں سب جانتے ہیں —— مجھے دقت نہ ہو گی۔"

"تو کیا عام لوگ وہاں نہیں جاتے —— ؟"

"جاتے ہیں —— لیکن انہیں وہاں وہی کچھ ملتا ہے جو عام ہے۔ وہ وہاں کی خاص جگہوں پر نہیں جا سکتے —— ہاں کارڈ ہو تو پھر سوبیتا میں اور مقام ہوتا ہے۔ میرے پاس اتنی رقم موجود ہے کہ میں کارڈ حاصل کر لوں۔ لیکن وہاں کے لیے میرے پاس کچھ نہیں ہے۔"

"میرے پاس کاغذ کے حقیر ٹکڑوں کی کافی تعداد موجود ہے یاکی' تم اس کی فکر مت کرو۔" میں نے لاپرواہی سے کہا۔ "تب تم یہاں آرام کرو —— میں ابھی آتی ہوں ——" یاکی نے پیار بھرے انداز میں کہا۔ اور پھر وہ خیمے کے دروازے سے باہر نکل گئی۔ میں نے ایک گہرا سانس لیا —— اور خیمے کے ایک حصے میں ڈیرہ ڈال دیا —— سوبیتا تک پہنچنے کے لیے بہتر انتظام ہو گیا تھا —— ذرا دیکھا تو جائے اس سوبیتا کو

یاکی تقریباً ایک گھنٹے کے بعد آئی —— اس نے سبز رنگ کا ایک خوبصورت کارڈ میرے سامنے ڈال دیا۔ اور مسکراتے ہوئے بولی "یہ کارڈ یہاں ایشو ہوتے ہیں۔ ان میں تین رنگ کے کارڈ ہوتے ہیں۔ سبز' سرخ اور پیلے۔ کارڈ حاصل کرنے والوں کو پتہ بھی نہیں ہوتا کہ ان کے کارڈ کے رنگ کے کیا معنی ہیں۔ سرخ کارڈ جن کے پاس ہوتے ہیں ان کے بارے میں ہدایت ہوتی ہے کہ انہیں مخصوص جگہوں کے علاوہ کہیں نہ جانے دیا جائے۔ پیلے کارڈ والے ناپسندیدہ شخصیت ہوتے ہیں۔ گویا کسی مجبوری کے تحت انہیں کارڈ ایشو کر دیا جاتا ہے —— اور ہدایت ہوتی ہے کہ ان کی سخت نگرانی کی جائے لیکن سبز کارڈ والے درست سمجھے جاتے ہیں —— اور ان کے لیے سوبیتا ان کا گھر ہوتا ہے۔" "خوب ——" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "دراصل سوبیتا کو جنت ارضی کے نمونے کے طور پر بنایا گیا ہے۔ یہ جگہ شاید تراولوکا کسی بڑے معتقد کی ہے۔ گو میں نے وہاں سب کچھ نہیں دیکھا لیکن دیکھنے کی حسرت ہے۔"

"تم نے میرا اشتیاق بے حد بڑھا دیا ہے یاکی۔ آؤ چلیں۔"

"میں تیاریاں کر لوں ڈارلنگ۔" یاکی نے کہا اور پھر وہ خیمے کا سامان سمیٹنے لگی۔ پھر اس نے خیمے کا دروازہ مضبوطی سے سی دیا اور میرے ساتھ نکل آئی۔ حسب معمول ہم گنڈولے میں بیٹھ کر چل پڑے گنڈولا چل پڑا —— گرینڈ کینال سے نکل کر وہ ایک ذیلی نہر میں داخل ہو گیا —— اور پھر کئی نہروں سے نکل کر برناورڈ محل کے بائیں سمت نکل آیا۔ "پورے وینس میں ایک سو پندرہ جزیرے ہیں —— ایک سو ساٹھ نہریں اور چار سو محرابی پل آپس میں ملاتے ہیں۔ ہماری منزل آٹھواں جزیرہ ہے۔" یاکی نے بتایا۔ "تمہیں وینس کے بارے میں کافی معلومات ہیں؟" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "کچھ ملا ہے ... ہوں۔"

"خوب ——!" میں نے گردن ہلائی۔ آبی سفر جاری رہا —— اور یاکی مجھ سے گفتگو کرتی رہی —— وہ ایک تعلیمیافتہ لڑکی تھی' پورے طور سے ہپی ازم میں رچی ہوئی' دنیا اس کی نگاہوں میں بے حقیقت تھی۔ اس کے خیالات وہی تھے جو اس کی نسل کے عام لوگوں کے —— اس کا کہنا تھا زندگی ایک خوبصورت پھول ہے۔ اسے سونگھو —— کیونکہ جلد یا بدیر اس کی خوشبو سوکھ جائے گی۔

اس سے سمجھوتہ کرو —— اس کے بارے میں غلط توقعات مت قائم کرو۔ جب اس کا اختتام ہو تو تمہارے دل میں کوئی حسرت باقی نہ رہے —— اپنی شخصیت سے تہذیب کا بوجھ اتارو —— وہ بن جاؤ جو ہو' جھوٹے اقدار کے رنگ خوشنما لیکن کڑوے ہوتے ہیں۔ ان رنگوں کو نہ اپناؤ۔ میں نے اس کے کسی خیال کی تردید نہیں کی بہرطور مجھے اس سے تعاون کرنا تھا۔ اور پھر طویل سفر ختم ہو گیا —— اس طویل سفر کے لیے خاصی رقم خرچ کرنا پڑی تھی —— لیکن میرے پاس ابھی بہت کچھ تھا —— ختم ہونے پر اور حاصل کیا جا سکتا تھا —— اس لیے مجھے کیا پرواہ ہوتی۔

ہم آٹھویں جزیرے پر اتر گئے —— یہاں عام آبادی نہیں تھی۔ کچھ سرکاری دفاتر تھے جو نہ جانے کون سے محکمے سے متعلق تھے۔ جزیرے کی آب و ہوا بھی زیادہ خوشگوار نہیں تھی۔ سوبیتا کے لیے ایک پکی سڑک موجود تھی جس پر پیدل ہی چلنا پڑتا تھا —— یہاں کوئی سواری موجود نہیں تھی۔ چنانچہ ہم چل پڑے جس جگہ ہم تھے یہ ڈھلان میں تھی۔ خاصی چڑھائی چڑھنا پڑی اور پھر جب ہم اوپر پہنچے تو سوبیتا کی خوبصورت عمارت دور سے نظر آنے لگی۔ کافی وسیع علاقے میں پھیلی ہوئی تھی یہ عمارت —— دور سے ہی شاندار نظر آتی تھی —— بہرحال ہم وہاں پہنچ گئے۔ عمارت کے گیٹ پر کوئی چوکیدار نہیں تھا۔ گیٹ سے داخلے کے تین راستے تھے۔ تینوں کے درمیان دیواریں کھنچی ہوئی تھیں۔ بہرحال ہمارا رخ درمیانی راستے کی طرف تھا۔ اس سے گزر کر ہم بغیر چھت کے ایک ہال میں پہنچ گئے۔ ہال آوارہ گردوں سے بھرا پڑا تھا۔ لوگ دیواروں سے ٹیک لگائے' درمیان میں اوندھے سیدھے پڑے ہوئے تھے۔ کسی کو کسی کی پروا نہیں تھی —— ان میں عورتیں بھی تھیں اور مرد بھی۔ یہ عام جگہ ہے۔ یہاں کا کوئی کرایہ نہیں ہوتا۔ بس آؤ' ہر قسم کی منشیات حاصل کرو۔ جب تک چاہو پڑے رہو۔ جب چاہو واپس چلے جاؤ۔

"خوب ——!" میں نے گردن ہلائی اور یاکی واپس نکل آئی راستے میں اس نے مجھ سے پوچھا۔ "تمہارے پاس کرنسی کافی ہے نا —— ؟"

"ہاں —— تم بے فکر رہو ——"

"تب آؤ ——" وہ گیٹ تک آئی اور ہم ایک اور راستے پر چل پڑے —— اس راستے کا اختتام ایک نیم تاریک کمرے میں ہوا جس میں ایک عمدہ قالین بچھا ہوا تھا۔ ایک طرف کاؤنٹر تھا جس پر ایک خوبصورت جاپانی لڑکی بیٹھی ہوئی تھی۔ ہمارے قدموں کی چاپ سن کر اس نے گردن اٹھائی اور پھر نرم مسکراہٹ سے بولی "کیا آپ کے پاس کارڈ ہے سینور تا —— ؟"

"ہاں ——!"

"پلیز ——" اس نے کہا اور یاکی نے کارڈ نکال کر اس کے سامنے رکھ دیا —— "اوہ —— ویری سوری —— ویل کم سینور —— ویل کم سینورتیا۔ کیا حکم ہے؟"

"ہمیں کمرہ چاہیے۔"

"ایک منٹ ——!" اس نے کہا اور ایک رجسٹر نکال لیا۔ پھر اس نے رجسٹر میں تلاش کر کے ایک نمبر منتخب کیا۔ اور بولی "روم نمبر ففٹی ایٹ۔"

"ٹھیک ہے۔" میں نے گردن ہلائی۔ اس نے ہمارا کارڈ اپنے پاس رکھ لیا اور ہمیں دو سرخ رنگ کے خوبصورت بیج دے دیئے۔ پھر اس نے ایک طرف لگا ہوا بٹن دبایا اور ایک دروازے سے ایک اور جاپانی لڑکی باہر نکل آئی۔ وہ اپنے قومی لباس میں تھی۔ وہ ہمارے سامنے جھکی اور پھر سیدھی ہو کر مسکرانے لگی۔

"روم نمبر ففٹی ایٹ ــــــ!" کاؤنٹر والی لڑکی نے کہا اور اس نے پھر گردن جھکادی۔ جاپانی لڑکی
رقم بتائی اور میں نے نوٹوں کی گڈی نکال کر اس کی ادائیگی کر دی۔ لڑکی نے شکریہ ادا کیا اور پھر ہم
لڑکی کے ساتھ اسی دروازے کی طرف چل پڑے جدھر سے لڑکی آئی تھی ــــــ دروازے کے
جانب کمروں کے دروازوں کی قطار تھی۔ شفاف گیلری میں قالین بچھا ہوا تھا۔ اپنے گندے جوتوں سے
قالین کو روندتے ہوئے ہم راہداری کے بائیں سمت مڑ گئے۔ دائیں سمت کھلی جگہ تھی۔ شاید کسی
طرف جانے کے لیے۔! اور پھر روم نمبر اٹھاون کے سامنے پہنچ کر ہم رک گئے۔ لڑکی نے کمرہ کھولا اور
اندر داخل ہو گئے۔ خاصا وسیع کمرہ تھا۔ ایر کنڈیشنڈ تھا اور ضرورت کی تمام چیزوں سے آراستہ۔ "کسی چیز کی
ضرورت ــــــ؟" لڑکی نے پوچھا۔

"ابھی نہیں۔"

"آپ کی خادمہ آپ کی منتظر رہے گی۔ یہ سفید بٹن دبا دیں۔"

"ٹھیک ہے۔" یاکی نے کہا۔ لڑکی جھکی اور باہر نکل گئی۔ میں نے ایک طویل سانس لے کر یاکی کی طرف
دیکھا اور یاکی مسکرانے لگی۔ "کیسی جگہ ہے؟" اس نے پوچھا۔ "بہت عمدہ۔"

"یہاں اور بھی بہت کچھ ہے۔ دیکھو گے تو خوش ہو جاؤ گے۔"

"ضرور دیکھوں گا۔"

"تمہیں انجکشن کی ضرورت ہے؟"

"ہاں ــــــ!"

"کیا میں ملازمہ کو آواز دوں۔"

"ابھی نہیں ــــــ ابھی یہاں کے حالات دیکھوں گا۔ انجکشن ہم لوگ رات کو لیں گے۔"

"اوہ ــــــ میں بھی ــــــ؟" یاکی خوش ہو کر بولی۔

"یقیناً ــــــ تم مجھ سے الگ کہاں ہو ــــــ؟"

"اوہ ــــــ ڈارلنگ ــــــ تم ہر طرح ایک عمدہ آدمی ہو۔" اس نے رومانی انداز میں کہا
میری گردن میں بانہیں ڈال دیں۔ میں نے اسے مایوس نہیں کیا اور اس کا طویل بوسہ لیا۔ "آؤ ــــــ
باہر کی سیر کریں۔" یاکی نے کہا۔

"چلو ــــــ!" میں نے جواب دیا۔ اور ہم اپنے کمرے کو تالا لگا کر باہر نکل آئے۔ یاکی بھی اس
سے واقف نہیں تھی۔ اس نے صرف یہاں کے بارے میں سن لیا تھا۔ ہم راہداری کے دوسرے حصے
پہنچ گئے۔ اس طرف ایک بڑا ہال تھا۔ ہال میں چاروں طرف سٹور تھا۔ جس پر کئی لڑکیاں اور نوجوان
موجود تھے۔ اس سٹور میں ہر قسم کے سگریٹ ــــــ سویٹس ــــــ دوائیں ــــــ ملبوسات
ضرورت کی دوسری چیزیں موجود تھیں۔ یاکی نے میری جیب میں خاصی رقم دیکھی تھی۔ چنانچہ وہ ملبوسات
کے حصے کی طرف چل پڑی اور پھر اس نے ایک خوبصورت گون' سر میں باندھنے کے لیے رنگین پردوں
ایک پٹی پسند کی۔ اور میں نے اسکی قیمت ادا کر دی۔ میں نے بھی اعلیٰ قسم کے سگریٹ خریدے اور ہم
بڑھ گئے۔ یاکی بے حد خوش نظر آ رہی تھی۔ وہ بار بار محبت بھری نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگتی تھی۔
ریستوران میں پہنچ گئے۔ ایر کنڈیشنڈ ریستوران میں چند ہی لوگ بیٹھے ہوئے تھے۔ یہاں بار بھی تھی
میز پر بیٹھ کر میں نے ایک ہلکی شراب اور بھنے ہوئے تیتر طلب کیے۔ جو فوراً فراہم کر دیے گئے۔ یاکی مزے

لے لے کر کھا رہی تھی۔ ایسا لگتا تھا جیسے عرصے سے اس نے کوئی ڈھنگ کی چیز نہ کھائی ہو۔ گو یہ جگہ بے حد
مہنگی تھی لیکن اس کے باوجود میرے پاس اتنی کرنسی موجود تھی کہ میں یہاں ایک ہفتہ گزار سکتا تھا اور پھر
کرنسی کی مجھے پرواہ بھی کیا تھی۔ کھانے کے بعد ہم نے بل ادا کیا اور وہاں سے نکل آئے۔ اس کے بعد ہم
دوسرے حصوں میں گھومتے رہے۔ سرخ بیج ہمارے سینوں پر آویزاں تھے۔ اگر نہ ہوتے تو بعض حصے
ہمارے لیے الاؤ نہ ہوتے۔ وہاں لوگ موجود تھے۔ البتہ میری سمجھ میں نہیں آیا تھا کہ یہاں قابل اعتراض
بات کیا ہے۔ بہرحال خوب آوارہ گردی کرنے کے بعد ہم اپنے کمرے میں آ گئے۔ "تقریباً" آدھا سو بیتا دیکھ
لیا ہے ہم نے۔" یاکی نے کہا۔
عمدہ جگہ ہے لیکن یہاں قابل اعتراض بات کیا ہے۔ یہ میری سمجھ میں نہیں آیا؟" میں نے کہا۔ "
رات کے پروگرام ــــــ! جو عام آدمیوں کے لیے نہیں ہوتے۔"

"اوہ ــــــ!" میں نے گردن ہلائی۔ اور پھر رات کا انتظار کرنے لگا۔ یاکی نے چرس کے دو سگریٹ
بھرے ایک میرے حوالے کر دیا اور دوسرا خود سلگانے لگی۔ میں نے بھی اپنا سگریٹ سلگا لیا تھا۔ ہم دونوں
خاموشی سے چرس پیتے رہے۔ یاکی بار بار میری طرف دیکھنے لگتی تھی۔ میں جانتا تھا کہ وہ میری طرف سے
پہل کی منتظر ہے۔ لیکن اس وقت میرے ذہن پر خیالات کی یلغار تھی۔ میں نے اس کی طرف توجہ نہیں
دی۔ سگریٹ ختم ہو گئی۔ اور یاکی اپنے بستر پر دراز ہو گئی۔ لیٹتے ہی اسے نیند آ گئی۔ اور جب وہ سو گئی تو میں
نے اسے غور سے دیکھا۔ جسمانی طور پر خاصی تھی۔ دراز قد' صحت مند جسم البتہ اس کا چہرہ خوبصورت ہونے
کے باوجود زیادہ دلکش نہیں تھا۔ اس پر اس کے خیالات کا عکس موجود تھا۔

زیادہ وقت برباد کرنا مناسب نہیں تھا۔ میں یہاں کے رات کے پروگرام دیکھنے کے بعد کام کا آغاز کر دینا
چاہتا تھا۔ چنانچہ خیالات میں ڈوبا ہوا میں بھی سو گیا۔ اور پھر اس وقت آنکھ کھلی جب پوری طرح رات ہو چکی
تھی۔ یاکی بھی اسی وقت جاگی تھی۔ "فنکار ــــــ!" اس نے مجھے آواز دی۔ "ہوں"

"جاگ گئے؟"

"ہاں"

"آخر تمہارا کوئی نام بھی تو ہو گا؟" یاکی نے کہا۔

"ہاں"

"تو مجھے بتا دو نا! یہ اجنبیت اچھی نہیں لگتی۔"

"پیٹر ــــــ مائیک پیٹر"

"اوہ ــــــ بڑا خوبصورت نام ہے۔ تمہارے فن کی طرح۔ مجھے ایسے نام بہت پسند ہیں۔"

"شکریہ یاکی۔" میں اٹھ گیا۔ کمرے کا باتھ روم بھی اٹیچ تھا۔ میں باتھ روم میں جا کر خوب نہایا۔ بال
اور داڑھی بچا رکھی تھی۔ کیونکہ میک اپ خراب ہونے کا اندیشہ تھا۔ پھر میں نہا کر باہر نکل آیا۔

"تم بھی نہا لو یاکی!"

"تم کہتے ہو تو نہا لیتی ہوں۔ ورنہ اس کی کیا ضرورت ہے۔ اصل غسل تو روح کا ہوتا ہے۔ روح پاک
ہو تو جسم کیا حیثیت رکھتا ہے۔"

"جسم کی بھی کچھ ضرورتیں ہوتی ہیں یاکی۔"

"فانی جسم کی ضرورتیں کیا حیثیت رکھتی ہیں۔"

"پھر تم کھانا کیوں کھاتی ہو؟ نشہ کیوں کرتی ہو؟"
"اس ناکارہ ڈھیر کو باقی رکھنے کے لیے۔"
"اگر ہم اسے باقی رکھنا چاہتے ہیں تو اس کی ضرورتیں بھی پوری کرنی ہوں گی!"
"ٹھیک ہے میں نہا لیتی ہوں۔" یاکی نے کہا اور کپڑے اتارنے لگی۔ میں اس کی حرکت پر بوکھلا
لیکن یاکی میری طرف سے بے نیاز تھی۔ اس نے پورے جسم کا لباس اتار دیا۔ سفید بدن۔ جس پر کہیں
میل کے دھبے پڑے ہوئے تھے۔ سڈول ــــــ اور نسوانیت کی تمام دلکشی لیے ہوئے۔ میرے بدن
چیونٹیاں رینگنے لگیں۔ یاکی نہ جانے درحقیقت لاپرواہ تھی یا مجھے آزما رہی تھی۔ وہ اطمینان سے باتھ روم
طرف بڑھ گئی۔ کپڑے وہ باہر ہی پھینک گئی تھی اور اندر سے پانی گرنے کی آواز سنائی دی اور اس کے بعد
کے گنگنانے کی آواز ــــــ یاکی کی آواز اچھی تھی۔ وہ ایک فلمی نغمہ گنگنا رہی تھی۔ کافی دیر تک وہ
رہی۔ اور میں ایک کرسی میں دراز سوچتا رہا پھر اس نے دروازہ کھولا اور باہر نکل آئی۔ میں ایک بار پھر بوکھلا
تھا۔ نہانے سے اس کا بدن موم کی طرف صاف شفاف ہو گیا تھا۔ پانی کے قطرات اس کے لمبے سڈول بدن
پھسل رہے تھے۔ وہ مسکراتی ہوئی میرے سامنے آ گئی۔
"پیٹر!" اس نے مجھے آواز دی۔
"ہوں"
"پلیز ــــــ مجھے ایک سگریٹ دو۔" وہ کرسی پر بیٹھتے ہوئے بولی۔ دیوانی لڑکی مجھ پر چھانے کی کوشش
کرنے لگی تھی۔ بہرحال میں اتنا کچا بھی نہیں تھا۔ اس کے حسین بدن سے متاثر ضرور ہوا تھا لیکن اس
بھی نہیں کہ بدحواس ہو جاتا۔ میں نے خاموشی سے ایک سگریٹ نکال کر اس کی طرف بڑھا دی۔
اس نے مست انداز میں سگریٹ سلگائی اور پاؤں پر پاؤں رکھ کر بیٹھ گئی۔ چند ساعت میں میں
اندازہ لگا لیا کہ وہ اپنے جسم سے مجھے متاثر کرنے کی کوشش کر رہی ہے۔ لیکن ابھی نہیں۔ میں اس
خواہشات پوری کروں گا لیکن ابھی نہیں۔ ویسے وہ اعتدال سے کام لے رہی تھی۔ اور مجھے یہ بات
تھی۔ اس نے ضرورت سے زیادہ کوئی بات نہیں کی تھی۔
"رات ہو چکی ہے یاکی۔ کیا باہر نہیں چلو گی؟"
"ہاں۔ ضرور چلیں گے ڈارلنگ میرے سگریٹ بھی ختم ہو چکے ہیں۔ تم نے انجکشن کا وعدہ کیا تھا"
"ہاں میں بھی ضرورت محسوس کر رہا ہوں۔" یاکی نے اپنا گون پہنا۔ سر کی پٹی باندھی اور خاصی عمدہ
آنے لگی۔ میں نے بھی گٹار گلے میں لٹکا لیا تھا۔ ہم نے پہلی بار ملازم کو بلانے کے لیے گھنٹی کا بٹن دبایا
فوراً ہی ایک لڑکی اندر آ گئی۔ لیکن یہ مقامی ہی تھی۔
"سینورا۔" اس نے گردن جھکا کر کہا۔
"ہم سوبیتا کے لیے اجنبی ہیں۔ کیا ہمیں یہاں کے پروگرام نہیں بتاؤ گی؟"
"ضرور سینوریتا۔ کیا آپ مجھے گائیڈ کی حیثیت سے قبول کریں گی؟"
"ہاں ــــــ کیا حرج ہے؟"
"تب آئیے ــــــ آپ لوگ اپنی ضروریات مجھے بتا دیجئے۔"
"ہمیں انجکشن لینا ہے۔"
"آئیے ــــــ!" لڑکی نے کہا۔ اور ہم اس کے ساتھ باہر نکل آئے۔ چھوٹے سے قد کی یہ لڑکی

بری نہیں تھی۔ اس کی کمر بہت پتلی تھی اور کولہے چوڑے۔ جن کی ہلنت بہت دلکش تھی۔
ملازمہ اچھی ہے۔ میں نے دل میں سوچا۔ اور ہم لڑکی کے ساتھ چلتے رہے۔ وہ ہمیں لیے ہوئے ایک
چھوٹے سے کمرے میں پہنچ گئی۔ جہاں بہت سے لوگ انجکشن لے رہے تھے۔ مجھے یہ بات ناگوار لگی۔ لیکن
بہرحال نشہ نہ ہونے دینے والی گولی میں نے منہ میں رکھی اور کاؤنٹر پر پہنچ گیا۔ جہاں انجکشن کی اقسام کی
تفصیل موجود تھی۔ یاکی نے اپنے لیے انجکشن پسند کیے۔ میں نے بھی ہلکی قسم کے دو انجکشن منتخب کر لیے
تھے۔ اور پھر ان کی قیمت فوری طور پر ادا کر دی گئی۔ انجکشن لینے کے بعد ہم باہر نکل پڑے۔
"کیا آپ کورس اٹینڈ کریں گے؟" ملازمہ نے پوچھا۔
"یہ کیا ہوتا ہے؟" میں نے سوال کیا۔
"ترلوکا کی تعلیمات پر مبنی کورس ــــــ سوبیتا کے خصوصی پروگرام کی حیثیت رکھتا ہے۔"
"ضرور۔" میں نے کہا اور ملازمہ ہمارے ساتھ چل پڑی۔ اس بار ہمیں ایک طویل سفر کرنا پڑا تھا۔ پھر
ہم ایک ونڈو پر پہنچے اور یہاں سے ہمیں تین ٹکٹ خریدنا پڑے جو کافی قیمتی تھے۔ اس کے بعد ہم ایک کمرے
میں داخل ہو گئے جہاں کچھ نہ تھا۔ چاروں طرف کی دیواریں سپاٹ تھیں۔ میں نے اور یاکی نے ایک
دوسرے کی طرف دیکھا۔ لیکن ملازمہ ایک دیوار کے قریب کھڑی ہو گئی۔ چند ساعت کے بعد دیوار میں ایک
سرسراہٹ سی ہوئی اور پھر دیوار کا ایک سپاٹ حصہ کسی دروازے کی طرح کھل گیا۔ اس میں ایک شخص
موجود تھا۔ ملازمہ نے تینوں ٹکٹ اسے دیے۔ اور اس نے ہمیں اندر آنے کا اشارہ کیا۔ عجیب و غریب لفٹ
تھی۔ جو دس بارہ گز سے زیادہ نیچے نہ گئی۔ اس کا دروازہ کھلا۔ اور اس بار ہم ایک بڑے ہال میں تھے جسے
کلوک روم بھی کہا جا سکتا تھا۔ چاروں طرف خانے بنے ہوئے تھے۔ اور ان میں بے شمار لباس ٹنگے ہوئے
تھے۔

"براہ کرم لباس اتار دیں۔" ملازمہ نے کہا۔
"کیا مطلب ــــــ؟" میں نے بوکھلا کر کہا۔
"ہم لباس پہن کر اندر نہیں جا سکتے۔ یہاں کا قانون ہے۔"
"اوہ ــــــ" میں نے ہونٹ سکوڑے۔ یاکی نے مسکراتے ہوئے میری طرف دیکھا اور پھر اس کے
ہاتھ اپنے لباس کی طرف بڑھ گئے۔
"میں نے غلط نہیں کہا تھا ڈارلنگ۔" اس نے گنگناتے ہوئے کہا۔ مجھے ہچکچاہٹ ہو رہی تھی۔ لیکن
ہماری گائیڈ نے خود بھی اطمینان سے اپنا لباس اتار دیا۔ اب اس کے جسم پر لباس نام کی کوئی شے نہیں تھی۔
بلاشبہ جسمانی طور پر حسین لڑکی تھی۔ تب مجبوراً مجھے بھی وہی کرنا پڑا۔ جو انہوں نے کیا تھا۔
لیکن اس بے باکی سے لباس اتارنے کا یہ پہلا موقع تھا۔ مجھے پسینہ آ گیا۔ لیکن دونوں لڑکیاں کسی قسم کی
گھبراہٹ محسوس نہیں کر رہی تھیں۔ میں ان کے درمیان تھا۔ ایک دروازے پر ایک برہنہ شخص ملا اس
نے سیاہ رنگ کے تین نقاب ہماری طرف بڑھا دیے۔ جن سے آدھے سے زیادہ چہرہ ڈھک گیا۔ کسی قسم کی
کوئی گھٹن نہیں تھی۔ اور پھر ہم آخری دروازے سے اندر داخل ہو گئے۔ اندر کا ماحول نیم تاریک تھا۔
کرسیاں پڑی ہوئی تھیں اور بے شمار لوگ ان کرسیوں پر بیٹھے ہوئے تھے۔ لیکن سب کے سب لباسوں سے
بے نیاز تھے۔ عورتوں اور مردوں کی کوئی تخصیص نہیں تھی۔ ہم بھی کرسیوں کی ایک قطار کی طرف بڑھ
گئے۔ سامنے ہی ایک چوڑا اسٹیج بنا ہوا تھا۔ کرسیوں پر بیٹھنے کے بعد میں نے ایک گہری سانس لی۔ ملازمہ اور

یاکی میرے دونوں طرف بیٹھ گئی تھیں۔ سٹیج پر ایک بڑی سی گھڑی لگی ہوئی تھی۔ جس کی سوئیاں چمک رہی تھیں۔ پروگرام ٹھیک دس بجے شروع ہو گا۔ ملازمہ نے میری طرف رخ کر کے کہا۔ اور میں نے خشک ہونٹوں پر زبان پھیرتے ہوئے گردن ہلا دی۔ ہال میں منشیات کے دھوئیں چکرا رہے تھے لیکن پورے ہال کی دیواروں میں گندی ہوا باہر پھینکنے والے پنکھے لگے ہوئے تھے۔ اس لیے ماحول بالکل معتدل تھا۔ ملازمہ آہستہ سے میری طرف جھکی۔ "اگر آپ پسند کریں جناب تو میرے جسم سے احتراز نہ کریں۔ جس وقت تک آپ یہاں مقیم ہیں میں آپ کی ملکیت ہوں——!" اس نے بے تکلفی سے میری ران پر ہاتھ رکھ دیا۔

☆ ☆ ☆

لڑکی مجھے پسند تھی' اور پھر یہ عجیب و غریب ماحول' لباس سے بے نیاز' بھدے' خوبصورت' سڈول جسم میرے چاروں طرف بکھرے پڑے تھے۔ خود میں کبھی اتنے لوگوں کے سامنے عریاں نہیں ہوا تھا۔ لا میں خود سے' اپنی ذات سے بیگانہ تھا' لیکن ذہن کے انتہائی گوشوں میں ابھی ایک جھجھک باقی تھی اور وہ جھجھک مجھے اس ماحول میں ضم نہ ہونے دے رہی تھی۔

حالانکہ دوسرے لوگ پر سکون تھے۔ انہیں اپنے بے تکے جسموں کی کوئی پرواہ نہیں تھی۔ موٹے موٹے' گندے بدن عریاں تھے چونکہ پروگرام شروع نہیں ہوا تھا' اس لئے لوگ آزادی سے گھوم پھر رہے تھے۔ انہوں نے چہرہ چھپا کر گویا بلی کے خوف سے نجات حاصل کر لی تھی۔ بڑی بڑی حسین لڑکیاں اپنے حسن سے بے نیاز میرے سامنے سے گزر رہی تھی۔ اور میرے دل کی دھڑکنیں تیز ہو رہی تھیں۔ عورت—— لباس—— پردہ پوشی—— عورت کے تصور سے کیسی کیسی داستانیں وابستہ ہیں۔ لیلیٰ مجنوں' ہیر رانجھا' شیریں فرہاد' سسی پنوں' سوہنی مہنیوال کہاں کے لوگ تھے۔ یہ ایک دوسرے سے اس قدر متاثر کیوں تھے۔ اگر وہ اس ماحول میں ہوتے' تو کیا عشق و عاشقی کی ان داستانوں کا کوئی وجود ہوتا۔؟ یہاں تو عورت بے حد حقیر ہے۔ اس نے اپنی لطافتوں کو نمایاں کر دیا ہے۔ اور ہر عیاں چیز دلکشی کھو بیٹھتی ہے۔ چنانچہ میری نگاہ میں بھی ان حسین اجسام کی کوئی اہمیت نہیں رہی تھی۔ ایک حسین لڑکی' جس کی عمر سترہ سال سے زیادہ نہ ہو گی۔ ہاتھ میں ٹرے تھامے ہمارے قریب آکر جھکی۔ اس کی نسوانیت میں کوئی جھلملاہٹ نہیں تھی۔ پتھر کی طرح ٹھوس بدن۔!

میں نے گھبرا کر اسے دیکھا۔

"کچھ پیش کروں——؟" اس نے خوبصورت آواز میں پوچھا۔

"یاکی——!" میں نے یاکی کو آواز دی۔

"جینڈول——" یاکی نے آرڈر دیا۔

"تمہارے لئے——؟" میں نے ملازمہ سے پوچھا۔ وہ بھی بہرحال اس وقت میری ساتھی تھی۔

"شکریہ—— اگر کوئی ہلکی شراب—— اس سے زیادہ کچھ نہ پی سکوں گی۔" میں نے دونوں کے لئے آرڈر دے دیا۔ ملازمہ للچائی ہوئی نگاہوں سے میرے بدن کو دیکھ رہی تھی۔ اس سے نگاہیں ملیں تو مسکرائی—— اور پھر میرے کان کے قریب منہ کر کے بولی۔

"مسٹر پیٹر——!"

"ہوں۔"

"تمہارا بدن بے حد خوبصورت ہے—— انتہائی سڈول اور ترو تازہ۔"

"شکریہ——!" میں نے پھولے ہوئے سانس کے ساتھ جواب دیا۔

"تمہارے سفید اور چوڑے سینے پر—— یہ سیاہ بال بہت خوبصورت لگ رہے ہیں۔" اس نے اپنا ہاتھ میرے سینے پر گھماتے ہوئے کہا۔ "کیا میں تمہارے سینے کا بوسہ لے لوں۔؟" اس نے سوال کیا۔ میں نے گھبرائے ہوئے انداز میں اسے' پھر یاکی کو' اور پھر قرب و جوار میں بیٹھے لوگوں کو دیکھا۔ یاکی غور سے سامنے کی طرف دیکھ رہی تھی۔ لڑکی نوجوان کی آغوش میں سر رکھے لیٹی تھی اور نوجوان ایک لمبے پائپ کو ہونٹوں میں دبائے' جینڈول کے کش لے رہا تھا۔ لیکن باقی لوگ اپنی دھن میں مگن تھے' ملازمہ نے چند ساعت میرے جواب کا انتظار کیا۔ پھر مسکرائی۔ میری طرف جھکی اور اس نے میرے سینے پر ہونٹ رکھ دیئے۔ ایک پھریری سی میرے بدن میں دوڑ گئی۔ ملازمہ نے میرے سینے کے کئی بوسے لئے اور پھر ہونٹ میرے سینے سے رگڑنے لگی۔ اس کے انداز میں بے چینی پیدا ہو گئی۔ اور پھر اس نے نڈھال سے انداز میں سر میری آغوش میں رکھ دیا۔ میری جان نکل رہی تھی۔ ملازمہ کی پوزیشن بدلنے سے یاکی نے گردن گھما کر ملازمہ کو دیکھ کر مسکرانے لگی۔ میں نے سوچا کہ شاید وہ یہ بات پسند نہ کرے' لیکن اس کی پیشانی پر کوئی شکن نمودار نہ ہوئی۔ اس نے میرا ہاتھ پکڑ کر اپنے شفاف سینے پر رکھ دیا اور میں گہری گہری سانسیں لینے لگا۔

سوچا کی حقیقت کھل رہی تھی۔ توبہ ہے سوچا—— ظاہر ہے یہ سب کچھ جائز طور سے تو نہیں ہو رہا ہو گا لیکن اتنے اعلیٰ پیمانے پر کاروبار کرنے والے معمولی لوگ تو نہ ہوں گے۔ ان کی پشت نہ جانے کتنی مضبوط ہو۔ یہ لوگ جو یہاں نقاب لگائے ہوئے موجود تھے۔ نہ جانے ان میں ویفس کے کتنے معززین ہوں۔ ان کے حکام مکمل طور سے اس کاروبار سے ناواقف تو نہ ہوں گے۔!

گویا سوچا کی بنیادیں اکھاڑنے میں سخت محنت سے کام کرنا پڑے گا۔ میں نے سوچا۔ لیکن اس وقت یہ سب کچھ میں ملازمہ—— اور یاکی کی حرکتوں سے ذہن ہٹانے کی خاطر سوچ رہا تھا۔ پورا ماحول ہی بھیانک تھا۔ اور ملازمہ—— لیکن—— اچانک اسٹیج پر ایک تیز گھنٹہ بجا۔ اور ہال کی بھنبھناہٹ معدوم ہو گئی۔ لوگ خاموش ہو گئے' سنبھل کر بیٹھ گئے۔ ملازمہ نے بھی میری آغوش سے چہرہ ہٹا لیا۔ اس کا تنفس تیز ہو رہا تھا۔! ویٹرس ہماری طلب کردہ اشیاء لے آئی۔ یاکی لمبے پائپ میں جینڈول بھرنے لگی۔ ملازمہ نے ہلکی شراب کے دو جام تیار کئے اور میری طرف بڑھا دیا۔ میں نے پورا جام حلق میں انڈیل لیا—— حلق میں کانٹے پڑے ہوئے تھے۔ جسمانی حالت عجیب تھی۔! اسٹیج پر گھنٹے کی موسیقی گونج رہی۔ پھر کسی کونے سے ناقوس کی صدا ابھری' اور کانوں کے پردے پھٹنے لگے۔ گھنٹے اور ناقوس کی آوازیں تیز ہوتی جا رہی تھیں۔ اور ماحول پر ایک عجیب سی دہشت آمیز کیفیت طاری ہو رہی تھی۔ تب پورے ہال میں تاریکی پھیل گئی۔ گہری اور سخت تاریکی۔ لیکن اسٹیج پر روشنی پھوٹ رہی تھی۔ سبز' اودی' اور نیلی روشنی——! یوں تاریک ماحول منور ہونے لگا۔ سامنے لگی ہوئی گھڑی دس بجا رہی تھی۔ اسٹیج پوری طرح روشنی میں نہا گیا۔ تب ناقوس اور گھنٹے کی آواز رک گئی۔ لیکن فضا میں اس کا ارتعاش اب تک گونج رہا تھا۔ اور پھر اسٹیج کے ایک سرے پر تحریک ہوئی۔ بکھرے ہوئے بالوں اور لمبی ڈاڑھی والا ایک کریہہ صورت بوڑھا آہستہ آہستہ اسٹیج پر نمودار ہوا۔ وہ بہت لاغر تھا۔ لیکن اس کے بدن پر لباسوں کا ڈھیر تھا۔ لوہے کے ٹکڑے' زنجیریں' چھوٹے بڑے پتھر۔ اس کے پورے بدن پر بندھے ہوئے تھے' جن کی وجہ سے اسے چلنے میں بھی دقت ہو رہی

تھی۔ اور پھر وہ اسٹیج کے عین درمیان آکر کھڑا ہو گیا!
"اے جاندارو ------ کیا تم مجھے دیکھ رہے ہو؟" اس نے پوچھا۔ اسٹیج پر شاید مائیک پوشیدہ تھا۔ کیونکہ بوڑھے کی آواز کافی صاف اور بلند تھی۔ "ہاں ------ ہم تمہیں دیکھ رہے ہیں۔!" نہ جانے کہاں سے جواب ملا۔
"تم کون ہو۔؟" بوڑھے نے سوال کیا۔
"انسان۔!" جواب ملا۔ "غلط ------ آہ ------ غلط ------ بالکل غلط ------ تم انسان نہیں ہو۔" بوڑھے نے بمشکل ہاتھ اٹھا کر کہا۔ اس کے چہرے سے کرب کا اظہار ہو رہا تھا۔ پھر اس نے گردن گھمائی اور اس کی گردن میں بندھی زنجیر کھنک اٹھی۔ "میں کون ہوں۔ ------ تو میں کون ہوں؟"
"تم بھی انسان ہو۔"
"شاید ------ شاید تم ہی ٹھیک کہہ رہے ہو۔ شاید ------ لیکن میں اتنا لاغر کیوں ہوں؟ میں اتنا کمزور کیوں ہوں؟ میں اتنا بزدل کیوں ہوں؟ میرے شانوں پر کتنا بوجھ ہے۔ میرے پیروں میں کیسی وزنی بیڑیاں پڑی ہوئی ہیں۔ میرے ہاتھوں میں زنجیریں ہیں۔ کیوں ------؟ تو کیوں ------؟ اگر میں انسان ہوں تو میرے اوپر اتنے بوجھ کیوں لاد دیئے گئے ہیں ------؟ آخر کیوں ------؟" بوڑھے کی اداکاری بہت عمدہ تھی۔ "پھلتی پھولتی انسانیت کے بے شمار دشمن ہیں۔ کچھ قوی۔ کچھ کمزور' پتھر کے دور میں رہنے والے کس قدر مطمئن' مسرور تھے' انہیں مکانوں کی پروا نہیں تھی۔ انہیں لباس و خوراک کی فکر نہیں تھی' جدوجہد کرتے تھے' کھاتے تھے اور آرام سے سو جاتے تھے۔ پھر انسان نے خود کو تہذیب کے دور میں داخل کیا تہذیب ------ انسانیت کی دشمن نمبر ایک ------ انسان نے خود اپنے اوپر پابندیاں لگائیں۔ کیسی انوکھی مخلوق ہے یہ ------ اسے فطرت کی آزادی پسند نہیں آئی اس نے خود اپنے پیروں میں بیڑیاں ڈال لیں۔ یہ خود اپنی ذلت میں محبوس ہو گیا۔ تہذیب نے اسے خوف دیا۔ وہ اپنے سائے سے بھی خوفزدہ رہنے لگا! آہ ------ انسان نے تہذیب کے عفریت کو خود پر حاوی کر لیا۔ اس نے اپنی فطرت مسخ کر لی' اور اس کے اوپر بوجھ بڑھتے رہے۔ تہذیب نے انسان کو کیسی کیسی شکلیں دی ہیں۔ اولاد آدم اس خوفناک مرض میں کس طرح گرفتار ہوئی ہے۔ دیکھو اس بھوت نے انسان سے اس کی عقل چھین لی ہے۔ یہ کتنا سنگدل ہو گیا ہے۔ یہ جنگیں کرتا ہے۔ زمین کے لئے ------ چھوٹی دولت کے لئے جو اس کے لئے کوئی اہمیت نہیں رکھتی۔ یہ بے معنی چیزوں کے لئے اپنی نسل کو فنا کر دینا چاہتا ہے۔ اس نے گروہ بنائے ہیں۔ سرحدیں متعین کر دی ہیں۔ کیا انسان کی کوئی سرحد ہے۔؟"
بوڑھے نے رک کر چاروں طرف دیکھا۔ اور پھر مایوسی سے گردن ہلائی۔
"آہ ------ یہ جاندار ------ کس طرح سسک رہے ہیں۔ ان کے لئے کیا کریں۔ بتاؤ ------ انہیں کیسے اس سنہری دور میں لے جائیں۔ میرے بھائیو! میرے بچو! ہم لاغر ہیں۔ ہم کمزور ہیں۔ ہم محدود ہیں۔ تہذیب کا عفریت طاقتور ہے۔ اس کی لاکھوں زبانیں ہیں۔ اس کے کروڑوں دانت ہیں۔ اس کے اربوں ہاتھ ہیں۔ یہ ہاتھ ہر ایک گردن تک پہنچ گئے ہیں۔ انسان تہذیب کے شکنجے میں جکڑ گیا ہے۔ پھڑپھڑا رہا ہے۔ ہم کیا کریں۔ بتاؤ ------ ہم اس خوبصورت مخلوق کے لئے کیا کریں۔؟"
بوڑھے نے رونے کی اداکاری کی ------ اور پھر میوزک کے ایک جھماکے کے ساتھ وہ کھڑا ہو گیا۔ اس کی آنکھیں سرخ ہو گئی تھیں' اس کے چہرے پر وحشت نظر آ رہی تھی۔ تب اس نے کرخت آواز میں

کہا۔ "تم نے کیا کہا تھا ۔۔۔۔۔۔ میں کون ہوں۔۔؟"

"انسان ۔۔۔۔۔۔" وہی آواز ابھری۔ "تو دیکھو ۔۔۔۔۔۔ میرے کمزور بازوؤں میں کتنی طاقت آگئی ہے۔ یہ خود اعتمادی ہے۔ یہ بیزاری ہے۔ یہ انتقام ہے۔ میں ان تین ہتھیاروں سے مسلح ہو کر تہذیب کے مقابلے پر آگیا ہوں۔! رشتوں کا بوجھ۔!" بوڑھے نے ایک زنجیر اتار کر نیچے پھینک دی۔ "معاشرے کا خوف ۔۔۔۔۔۔!" اس نے دوسری زنجیر اتار کر نیچے پھینک دی۔ "فکر روزگار ۔۔۔۔۔۔" اس نے بیڑیاں بھی اتار پھینکیں۔ "میری ماں نے مجھے جنا ہے۔ کیونکہ وہ مجھے جن سکتی تھی۔ لیکن وہ عورت ہے۔ اس کے پیٹ سے ایک لڑکی بھی برآمد ہوئی۔ لوگ اسے بہن کہتے ہیں۔ لیکن وہ عورت ہے۔ وہ میری ضرورت ہے۔ اس کے بطن میں تحریک ہوئی۔ اور اس نے ایک اور لڑکی تخلیق دی۔ وہ بھی عورت ہے۔ دوستو ۔۔۔۔۔۔ کیا وہ عورت نہیں ہے۔؟"

"وہ عورت ہے ۔۔۔۔۔۔ صرف عورت ہے۔"

"تہذیب کے منہ پر سیاہی پھیر دو۔ وہ ہماری دشمن اول ہے۔ یہی ہمارا مذہب ہے۔ یہی ہمارا ملک ہے۔ دیکھو ۔۔۔۔۔۔ میں کتنا ہلکا ہو گیا ہوں دیکھو میں کتنا مسرور ہوں۔ میرے بدن پر کوئی نہیں ہے۔ میری روح سبک ہے۔ آہ ۔۔۔۔۔۔ لیکن میں تمہارے لئے غمزدہ ہوں۔ میرے ہم آواز ہو جاؤ۔ میری پیروی کرو ۔۔۔۔۔۔! الگے دم۔ مٹے غم۔ ہری کرشنا۔ ہری رام۔ ہری کرشنا۔ ہری رام ۔۔۔۔۔۔!" بوڑھا پیچھے ہٹتا گیا۔ اور پھر وہ نگاہوں سے اوجھل ہو گیا۔ لیکن میرے ضمیر میں ایک بے چینی سی ابھر آئی تھی۔ ایک عجیب سی بے کلی، جسے میں کوئی نام نہیں دے سکتا تھا۔ مجھے اس بوڑھے سے شدید نفرت محسوس ہوئی تھی۔ مجھے اس کی بکواس سے شدید اختلاف تھا۔ میرا دل چاہ رہا تھا کہ میں اس سے گفتگو کروں۔ میں اس سے کچھ کہوں۔ میں ثابت کروں کہ اس نے جو کچھ کہا ہے۔ وہ افیون یا کسی اور نشے کی پینک میں کہا ہے' اس کی گفتگو حقیقت سے بہت دور ہے۔ اس نے صرف بکواس کی ہے۔ لیکن موقع نہیں تھا۔ میں نے آہستہ آہستہ یہ خواہش دبا دی۔ اسٹیج پر اب خاموشی چھائی ہوئی تھی۔ روشنیاں بھی مدھم پڑ گئی تھیں۔ " ترلوکا ۔۔۔۔۔۔!" ہال کے کونے سے ایک بدمست آواز ابھری۔ اور پھر بہت سی آوازوں کے ساتھ ہی اسٹیج پر روشنی ہو گئی۔ اور پھر ایک برہنہ شخص اسٹیج پر آیا۔ اور اس نے اعلان کیا۔ "مسٹر ویلز نیو ۔۔۔۔۔۔ اور مس پوشی! ۔۔۔۔۔۔ حال ہی میں اپنے ملک سے یہاں آئے ہیں۔ جنت ارضی جانے کا پروگرام رکھتے ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ یہ ایک ہی باپ اور ایک ہی ماں کی اولاد ہیں۔ لیکن یہ دونوں ترلوکا کی تعلیمات سے آراستہ ہیں۔ انہوں نے دل کی گہرائی سے ان تعلیمات کو قبول کر لیا ہے۔ تہذیب کے دشمن۔ آپ کے سامنے فرسودہ روایات کو قتل کریں گے۔ خواتین و حضرات' ویلز نیو ۔۔۔۔۔۔ پوشی۔!" اور اس کے ساتھ ہی سیاہ لباس میں ملبوس ایک حسین لڑکی ۔۔۔۔۔۔ اور ایک نوجوان اسٹیج پر آگئے۔!"

دونوں کے خدوخال یکساں تھے۔ وہ صحیح معنوں میں بہن بھائی معلوم ہوتے تھے۔ پہلے دھیمے میوزک پر انہوں نے رقص کیا۔ پاکیزگی کا رقص۔ لڑکی اپنے بھائی سے شرما رہی تھی۔ لیکن پھر وہ رقص کرتے کرتے ہم آغوش ہو گئے۔ نوجوان نے لڑکی کے ہونٹوں کا بوسہ لیا اور لڑکی کسی قدر بے چین ہو گئی اور پھر اس کے بعد نوجوان کے ہاتھ لڑکی کے بدن پر پھسلنے لگے۔ اگر یہ اداکاری تھی تو اس کا کوئی جواب نہیں تھا۔ لڑکی خوفزدہ تھی۔ گھبرائی ہوئی تھی۔ شرما رہی تھی۔ لیکن آہستہ آہستہ وہ بھی نوجوان کی طرف رجوع ہو گئی۔ اور لاشیطانیت کی ساری منازل طے کرتے گئے۔ تیز روشنیوں نے انہیں حلقے میں لیا ہوا تھا۔ شیطان کی نسل

اپنے بدن کے اعضاء کی پابندی کر رہی تھی بڑا ہیجان خیز منظر تھا۔ پاکی اور ملازمہ کسمسا رہی تھی۔ وہ میرے جسم کا قرب حاصل کرنے میں کوشاں تھیں۔ لیکن ——— میرا دل سینے میں پھڑپھڑا رہا تھا۔ مجھے وحشت ہو رہی تھی۔ اور یہ گھبراہٹ اس قدر بڑھی کہ میں پریشان ہو گیا۔ میں نے سوچا کچھ اور وقت میں نے یہاں گزار لیا۔ تو میرا ہارٹ فیل نہ ہو جائے۔ دل الٹ رہا تھا۔ یہ سب کچھ مجھ سے برداشت نہیں ہو رہا تھا۔ ابھی شاید میں پستی کی اس انتہا کو نہیں پہنچا تھا۔ جہاں ضمیر کی جگہ صرف ایک سیاہ داغ رہ جاتا ہے۔ ابھی شاید دل کے مقام پر کچھ سرخ خون جمع تھا۔ "پاکی ———!" میں نے گھٹی ہوئی آواز میں اسے آواز دی۔

"ڈارلنگ ———!" پاکی بہکے ہوئے لہجے میں بولی۔

"میں جانا چاہتا ہوں۔"

"اوہ ———" پاکی مسکرائی۔ "بے شک میری جان ——— یہ مناظر بے حد ہیجان خیز ہیں۔ لیکن تھوڑی دیر اور رکو ——— ابھی بہت سے آئیٹم باقی ہوں گے کہیں ——— تم جاؤ۔" اس نے ملازمہ کی طرف رخ کر کے کہا۔

"نہیں سینیورا ——— یہ تو ابتدا ہے۔ سارے خصوصی پروگرام باقی ہیں۔ ویسے سینور اگر ضرورت محسوس کر رہے ہوں تو ——— ہال کے ملحق کمرے موجود ہیں۔ ضرورت مند وہاں جاتے ہیں اور پھر واپس اپنی سیٹوں پر آجاتے ہیں۔" ملازمہ نے گہری نگاہوں سے مجھے دیکھتے ہوئے کہا۔ لیکن وہ غلط سوچ رہی تھی۔ میں "ضرورت مند" نہیں تھا۔ میرے دل کی کیفیت تو کچھ اور ہی تھی۔ "خصوصی پروگرام کیا ہیں ———؟" پاکی نے ملازمہ سے پوچھا۔

"اوہ ——— سینورا ——— یوں تو بہت سے جوڑے آئیں گے۔ اور پروگرام پیش کریں گے۔ لیکن آخری دو آئیٹم بہت عمدہ ہوتے ہیں۔ آج کے پروگرام میں لڑکی کی عمر صرف تیرہ سال ہے اور مرد ساٹھ سال کا ہے اور دوسری جانب پینتالیس سالہ عورت' اور صرف بارہ سالہ لڑکا ———! یہ دونوں ماں بیٹے ہیں۔"

"ونڈرفل ——— ونڈرفل ———" پاکی نے حیرت زدہ انداز میں کہا۔ ——— لیکن میں وحشت سے اٹھ گیا۔ "میں چلتا ہوں پاکی ——— میں جا رہا ہوں۔" میں نے کہا اور دونوں کے جواب کا انتظار کئے بغیر میں بیرونی دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ دونوں لڑکیاں پہلے تو شاید حیران رہ گئی تھیں۔ پھر دونوں اٹھ کر میری طرف لپکیں۔ میں اس کمرے میں آگیا' جہاں لباس رکھے ہوئے تھے۔ "پیٹر ——— پیٹر ——— کیا بات ہے۔ بتاؤ تو سہی۔" پاکی حیرت سے بولی۔

"تم چاہو تو پروگرام دیکھو پاکی ——— میری طبیعت اچانک خراب ہو گئی ہے۔" میں نے کہا۔

"اوہ ——— کیا بات ہے ڈارلنگ ——— شاید تم برداشت نہیں کر پائے۔"

"نہیں پاکی ——— میں اس وقت تنہائی چاہتا ہوں۔"

"میں آپ کو سکون دوں گی سینورا ———" ملازمہ نے کہا۔

"تم میرے ساتھ آؤ۔" میں نے ملازمہ سے کہا۔

"میں آخری آئیٹم ضرور دیکھوں گی ڈارلنگ ——— تمہاری طبیعت ٹھیک ہو جائے تو تم واپس آجانا۔" پاکی نے کہا۔ ملازمہ بھی اپنا لباس پہن رہی تھی۔ میں لڑکھڑاتے قدموں سے اپنے کمرے کی طرف

واپس آگیا۔ دل میں ایک دھواں سا تھا' ایک عجیب سی گھٹن محسوس ہو رہی تھی۔ سانس بند ہوا جا رہا تھا۔ ملازمہ میرے ساتھ تھی۔ اس کے چہرے پر عجیب سے آثار تھے۔ وہ کمبخت شاید یہی سمجھ رہی تھی کہ میں جذبات سے پاگل ہو گیا ہوں۔ اور ۔۔۔۔۔۔ اب ۔۔۔۔۔۔ میں اسے طلب کروں گا' لیکن میری کیفیت کچھ اور تھی۔! میرے دل سے ایک آواز ابھر رہی تھی۔ "میرے معبود ۔۔۔۔۔۔ میرے معبود ۔۔۔۔۔۔ میں کن پستیوں میں آپڑا ہوں۔ آہ ۔۔۔۔۔۔ یہ پستیاں میرا مقدر کیوں بنا دی گئی ہیں۔ کیا میں بھی اس غلیظ معاشرے کا ایک فرد نہیں بن گیا ہوں۔ کیا میں بھی ان میں شامل نہیں ہو گیا ہوں۔ کیوں ۔۔۔۔۔۔؟ آخر کیوں ۔۔۔۔۔۔؟ میرا دل تو اس غلاظت کو قبول نہیں کر رہا ہے۔"

لیکن ۔۔۔۔۔۔ میرے دماغ میں سناٹا تھا۔ دلاسے کی کوئی آواز میرے ذہن میں نہیں ابھری ۔۔۔۔۔۔ آہ ۔۔۔۔۔۔ شاید میں بھی گناہ کی ان منازل تک آپہنچا ہوں۔ جہاں دلاسے کی کوئی آواز نہیں ہوتی۔ پھر ۔۔۔۔۔۔ کیا کروں میں ۔۔۔۔۔۔ جسم کی اس قید سے کیسے نکل بھاگوں۔ اپنی روح کو کیسے آزاد کروں۔ کوئی ذریعہ نہیں ہے۔ کوئی طریقہ نہیں ہے۔

"سنو ۔۔۔۔۔۔!" میں نے ملازمہ کا شانہ دبوچتے ہوئے کہا۔

"سینورا ۔۔۔۔۔۔!" ملازمہ حیرت سے بولی۔ "شراب لاؤ۔ شراب ۔۔۔۔۔۔ انتہائی تیز ۔۔۔۔۔۔ میں اپنے وجود کو غلاظت میں دفن کر دینا چاہتا ہوں۔ لاؤ ۔۔۔۔۔۔ جلدی کرو ۔۔۔۔۔۔ جاؤ ۔۔۔۔۔۔" میں نے اسے دھکا دیا اور اپنے کمرے میں داخل ہو گیا۔ ملازمہ گرتے گرتے بچی ۔۔۔۔۔۔ اس نے حیرت سے میری طرف دیکھا تھا۔ یہاں تو وہ لوگ آتے تھے جو ان مناظر سے پوری طرح لطف اندوز ہوتے تھے۔ خود بھی ان میں ڈوب جاتے تھے اور پھر وہ جنسی بھیڑیے بن جاتے اور ان کے شکار دل کھول کر انہیں لوٹتے۔ ملازمہ سوچ رہی ہو گی۔ اس نئے جانور پر نہ جانے کونسا جنون سوار ہوا ہے۔ وہ شراب لے آئی۔ اور میں نے گلاس پر گلاس چڑھانے شروع کر دیئے۔ "سینورا ۔۔۔۔۔۔" وہ مجھے روکتے ہوئے بولی۔ "گیٹ آؤٹ ۔۔۔۔۔۔ جاؤ ۔۔۔۔۔۔ باہر نکل جاؤ۔" میں گرجا ۔۔۔۔۔۔ میرا دل رو رہا تھا۔

"سینورا ۔۔۔۔۔۔ میں ۔۔۔۔۔۔ میں آپ کو ۔۔!"

"چلی جاؤ۔ خدا کے لئے یہاں سے چلی جاؤ۔ چلی جاؤ۔" میں نے خونی نگاہوں سے اسے گھورا اور وہ جلدی سے کھڑی ہو گئی۔ پھر وہ گردن ہلاتی ہوئی باہر نکل گئی۔ میرا ٹائپ اس کی سمجھ میں نہیں آیا تھا۔ لیکن میری آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے۔ میرے گوہر شراب کے گلاس میں غرق ہو رہے تھے۔ میں سوچ رہا تھا کہ میں بدنصیبوں کی انتہا پر ہوں' جہاں پاکیزگی کا کوئی نشان نہیں ہے۔ محبتوں کے دروازے میرے لئے بند ہو چکے ہیں۔ نیکی کی کوئی آواز میرے کانوں میں نہیں آسکتی۔ مجھے سکون کے لئے صرف شراب کا سہارا ہے۔ آہ ۔۔۔۔۔۔ شراب ۔۔۔۔۔۔ غلاظتوں سے اکتائے ہوئے دل کے لئے غلاظت ہی مرہم ہے۔ یہ انتہا ہے۔ بوتلیں خالی ہو گئیں۔ اور میں نہ جانے کہاں گر پڑا۔ میرا وجود مدہوشی سے ہم آغوش ہو کر خود کو فنا کر بیٹھا۔ نہ جانے کب جاگا تھا۔ طبیعت بھاری تھی۔ ذہن پر ابھی تک بوجھ تھا۔ نگاہیں اٹھا کر دیکھا۔ یاکی میرے پیروں کے نزدیک پڑی تھی۔ برہنہ ۔۔۔۔۔۔ اس کا لباس بہت دور پڑا تھا۔ غالباً واپسی پر اس نے مجھے جگانے کی انتھک کوشش کی ہو گی۔ لیکن میں تو موت سے ہم آغوش تھا۔ تھک ہار کر سو گئی ہو گی۔ اٹھ کر بیٹھ گیا۔ اس برہنہ عورت سے نفرت ہو رہی تھی۔ اس کے جسم کی دلکشی ذرا بھی متاثر نہیں کر رہی تھی۔ گھٹن ۔۔۔۔۔۔ عود دل کی تھی۔ کیا کروں ۔۔۔؟ کیا کرنا چاہیے ۔۔؟

بستر کی چادر ڈالی ——— اور ملازمہ کو بلانے کے لئے گھنٹی بجادی آنے والی اجنبی تھی۔ یا تو ڈیوٹی بدل گئی تھی۔ یا پھر اس ملازمہ نے ایک پاگل سے دور رہنا پسند کیا تھا! آنے والی دبلی پتلی سی نوجوان لڑکی تھی۔ چہرے پر کسی قدر سنجیدگی تھی۔ بالائی لب پر رواں تھا اور ہونٹ قدرتی طور پر بہت سرخ تھے۔ اس نے اپنے سفید دانتوں کی نمائش کی۔ "سینورا۔"

"تم کون ہو ———؟"

"آپ کی خادمہ ———!"

"وہ کہاں چلی گئی ———؟"

"ڈیوٹی بدل گئی ہے۔ اگر آپ کو پسند ہے تو خصوصی طور پر بلوائی جاسکتی ہے۔" اس نے کہا۔

میں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ بلکہ اب میں سوچ رہا تھا کہ میں نے ملازمہ کو کیوں بلوایا ہے۔ اس سے کچھ کہنا ضروری تھا۔ چنانچہ میں نے اس سے وقت پوچھا۔

"ساڑھے بارہ بجے ہیں جناب ———!"

"اوہ ———" میں چونک پڑا اور پھر میں نے بستر چھوڑ دیا۔ "سنو۔ میں نے اسے مخاطب کیا۔" میں باتھ روم جارہا ہوں۔ تم ——— مگر ٹھہرو ——— ناشتے کا وقت تو نکل گیا ہے۔ تھوڑی دیر کے بعد ہم دونوں کے لئے لنچ کا بندوبست کردو۔"

"بہت بہتر جناب ———" لڑکی نے گردن ہلائی اور باہر نکل گئی۔ میں باتھ روم میں داخل ہو گیا۔ پانی کے شاور کھول کر میں ان کے درمیان بیٹھ گیا۔ چاروں طرف شاور لگے ہوئے تھے اور ان سے پانی کی باریک پھواریں نکل کر بدن کو چاروں طرف سے گھیر لیتی تھیں۔ ٹھنڈے پانی سے کچھ ایسا سکون ملا کر دل چاہا شام تک یہیں بیٹھا ہوں۔ ویسے اب کسی بارے میں سوچنا نہیں چاہتا تھا۔ سوچ صرف زخم لگاتی ہے۔ اور میں ان زخموں کی تکلیف برداشت کرنے کے قابل نہیں تھا۔ پاکی ——— غسل کرتے ہوئے میں نے سوچا ——— خوبصورت عورت ہے۔ نہ جانے اس نے میرے بارے میں کیا سوچا ہو گا۔ اور ——— پھر وہ کردار ملازمہ ——— !اوہ ——— !ملازمہ کے تصور کے ساتھ ہی میری آنکھوں کے سامنے اسٹیج کے مناظر گھوم گئے۔ آوارہ گردوں کے خلاف میرے ذہن میں ایک نئی نفرت نے جنم لیا۔ یہ ناکارہ لوگ ——— الٹے سیدھے تصورات میں لپٹے ہوئے۔ گندے کیڑوں کی مانند۔ رینگتے ہوئے۔ انسانیت کو خاک و گور کرنے میں کوشاں۔ لیکن ——— ان کی کیا حیثیت ہے۔ ہر عہد میں ان کی نسل پیدا ہوتی ہے۔ کبھی کسی شکل میں، کبھی کسی شکل میں ——— لیکن اہل دل ان کے دھوکے میں نہیں آتے۔ انسانیت قائم ہے۔ اور قائم رہے گی۔ قدرت کے بنائے ہوئے قانون کمزور نہیں ہوتے۔ قوم لوح ڈوبتی رہتی ہے۔ میں نے دل سے ان کے بارے نفرت کی تھی۔

بلکہ کام میرا نہ تھا۔ میں تو خود بھٹکا ہوا انسان تھا! باتھ روم کے دروازے پر دستک ہوئی۔ دروازہ بند نہیں تھا۔ پاکی اندر آگئی۔

"پیٹر ———!" اس نے پیار بھرے لہجے میں پکارا۔

"ہوں ———" مجھے ایک لمحے کے لئے جھجک محسوس ہوئی۔ اس نے اپنے بدن سے چادر لپیٹی ہوئی تھی۔ پھر میں اس سے بے نیاز ہو گیا۔

کب تک نہاتے رہو گے ———؟"

"بڑا سکون مل رہا ہے یاکی ــــــــ!" میں نے کہا۔
"اچھا ــــــــ" وہ مسکرائی۔ پھر اس نے بھی چادر اتار پھینکی۔ "میں بھی آجاؤں"۔
"آجاؤ ــــــــ!" میں نے ایک گہری سانس لے کر کہا۔ اور وہ بھی' پھواروں کے درمیان میرے قریب آگئی۔ اس کا بدن بھی پانی کی دھاروں میں لپٹ گیا۔ "؟" وہ مسکرا رہی تھی۔
"پیٹر ــــــــ!" اس نے میری کمر میں ہاتھ ڈالتے ہوئے کہا۔
"ہوں ــــــــ!"
"تم کیسے انسان ہو۔؟"
"کیوں ــــــــ؟"
"رات کو تم وہاں سے کیوں اٹھ آئے تھے۔ تمہاری کیفیت کچھ عجیب سی ہو رہی تھی۔"
"ہوں ــــــــ!" میں بے معنی سے انداز میں مسکرا دیا۔ اس احمق لڑکی کو میں کیا جواب دیتا۔ "پروگرام کس وقت ختم ہوا تھا۔؟" میں نے اس کے سوال کو ٹالتے ہوئے کہا۔ "سوا پانچ بجے ــــــــ ہائے پیٹر ــــــــ نہ جانے تم کیوں چلے آئے تھے۔ ایسے عجیب و غریب مناظر میں نے زندگی میں کبھی نہیں دیکھے۔" یاکی نے آنکھیں بند کرتے ہوئے سسکی سی لی۔ "میں دیکھنا بھی نہیں چاہتا یاکی ــــــــ!" میں نے نفرت سے کہا۔
"کیوں ــــــــ کیا تمہیں ترلوکا کی تعلیمات سے اتفاق نہیں ہے۔؟" یاکی نے حیرت سے پوچھا۔ "ترلوکا ــــــــ!" میں نے آہستہ سے کہا اور پھر میں سنبھل گیا۔ جذباتی ہونے سے کوئی فائدہ نہیں ہے۔ اس احمق لڑکی کے سامنے خود کو کھولنے سے کیا فائدہ۔؟ چنانچہ اس موضوع کو ٹالنے کے لئے میں نے اسے آغوش میں لے لیا۔ یاکی کی خود بھی یہی خواہش تھی۔ اس نے دونوں ہاتھوں سے مجھے بھینچ لیا۔ اور پھر کسمساتے ہوئے بولی۔
"واپسی پر میں نے تمہیں جگانے کی بے حد کوشش کی۔ لیکن تمہاری نیند بیہوشی سے مشابہہ تھی۔ بمشکل مجھے نیند آئی تھی۔"
"کیوں ــــــــ؟"
"نہ جانے تم کیسے انسان ہو۔ ایسے ہیجان خیز مناظر کو دیکھنے کے بعد بھی۔" اس نے باتھ روم کے چکنے فرش پر دراز ہوتے ہوئے کہا۔ اور پھر مسکراتے ہوئے مجھے خود پر گھسیٹ لیا۔ رات کو میں جذباتی ہو گیا تھا۔ اس وقت میرے اوپر کوئی اور کیفیت نہیں طاری ہوئی۔ لیکن اس وقت میں نارمل تھا۔ اور نارمل حالت میں' میں یاکی کے نرم و گداز اور حسین جسم کو نظر انداز نہیں کر سکتا تھا۔! پانی کی پھواریں ہمارے بدن گدگدا رہی تھیں۔ یاکی بے حد مسرور تھی۔ اس نے آنکھیں بند کر کے بدن ڈھیلا چھوڑ دیا تھا۔ اور میرے دل میں شعلے لپک رہے تھے۔!
پھر شعلے سرد ہو گئے۔ یاکی نے دونوں بازوؤں میں منہ چھپایا پانی کی پھواروں کے نیچے سے اس کا دل بھی اٹھنے کو نہیں چاہ رہا تھا۔ لیکن میں نے غسل کیا' اور باہر نکل آیا۔! میرے بدن پر صرف تولیہ تھا۔! باہر قدم رکھتے ہی میں چونک پڑا۔ نئی ملازمہ کھانے کی ٹرالی کے نزدیک بیٹھی ہوئی تھی۔ مجھے دیکھ کر وہ دلکش انداز میں مسکرائی۔ ۔! اور میں نے تولیہ برابر کر لیا۔!
"کیا میں آپ کا لباس دوں جناب۔؟" اس نے بے جھجک پوچھا یہ سب کچھ ان کے لئے اجنبی نہیں

تھا وہ اس کی عادی تھیں۔ میں نے بھی لاپروائی سے کام لیا۔ "ہاں ——— شکریہ ———" میں نے الماری کی طرف اشارہ کیا۔ لباس کے معاملے میں ملازمہ نے اپنی پسند سے کام لیا تھا' چنانچہ میں نے اس کا منتخب کردہ لباس پہن لیا۔ پھر یاکی بھی باہر نکل آئی۔ اس کے بدن پر کوئی کپڑا نہیں تھا۔ ملازمہ کو دیکھ کر وہ ایک لمحے کے لئے ٹھٹھکی' لیکن پھر لاپرواہ ہو گئی۔ اس نے اپنا لباس اٹھا کر پہن لیا۔ اور پھر ہم کھانے پر بیٹھ گئے۔ کھانے کے دوران میں سوچ رہا تھا اب کچھ کام ہونا چاہئے۔ سوچنا میں' میں عیاشی کرنے نہیں آیا تھا' یہاں کام کرنا تھا۔ اور اس کے لئے یاکی کی معیت ——!

لیکن فی الحال کوئی حرج بھی نہیں تھا۔ بلکہ یاکی کو ایک اور طرف بھی استعمال کیا جا سکتا تھا۔ اور ——— یہ نئی بات میرے ذہن میں ابھی ابھی آئی تھی۔ ونڈر فل ———! میں نے خوشی سے سوچا۔ اس میں کوئی حرج بھی نہیں تھا۔ یاکی باسانی دوسروں کو متاثر کر سکتی تھی۔ میں دل ہی دل میں اپنی اس تجویز پر خوش ہونے لگ اور میں نے فیصلہ کر لیا کہ اسی پر عمل کروں گا۔ یاکی بھی اس دوران خاموش رہی تھی۔ کھانے کے بعد ملازمہ نے برتن اٹھائے اور میری طرف دیکھ کر مسکرائی۔ "میرے لائق اور کوئی خدمت جناب ———؟"

"نہیں شکریہ۔ تمہاری ڈیوٹی کس وقت تک ہے؟"

"رات کو آٹھ بجے تک ——— لیکن آپ حکم دیں گے تو رات کو بھی رہ سکتی ہوں۔"

"رہ جانا ———" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "بہت بہتر ———" ملازمہ نے عجیب سی نگاہوں سے یاکی کی طرف دیکھا۔ لیکن یاکی جس نسل سے تعلق رکھتی تھی وہاں ایسی چیزوں کی کوئی اہمیت نہیں تھی۔ چنانچہ اس نے اس بات پر کوئی توجہ نہیں دی۔ ملازمہ واپس چلی گئی۔ یاکی اب ایک آرام کرسی پر دراز تھی۔

"تو رات کا پروگرام تمہیں بہت پسند آیا۔؟"

"ہاں ——— لیکن اگر تم ساتھ ہوتے' تو اور لطف آتا۔؟"

"پھر بھی سہی ———!" میں نے ٹالنے والے انداز میں کہا۔

"پیٹر ———؟" یاکی نے کہا۔ "ہم کتنے عرصے تک یہاں رہ سکتے ہیں؟"

"کیوں ———؟"

"تم میرا مطلب نہیں سمجھے۔ یہ جگہ بہت مہنگی ہے۔ کیا تم زیادہ عرصے تک اسے برداشت کر سکو گے؟"

"تم بے فکر رہو ڈارلنگ ———!" میں نے جواب دیا۔

"مجھے سوچنا بے حد پسند ہے۔"

"مجھے بھی ———!"

"ابھی تو ہم نے اسے پورے طور سے دیکھا بھی نہیں ہے۔ یہاں نہ جانے کیا کیا ہے؟"

"کیا مطلب؟"

"فطرت کی آسودگی کے لئے سوچنا والوں نے جدید ترین انتظامات کئے ہیں۔"

"اوہ ——— تمہیں کیسے معلوم؟"

"جب تم چلے آئے تھے تو ایک اور سوکھا سڑا نوجوان میرے پاس آ بیٹھا' گدھا کہیں کا! مجھ سے عشق جتانے لگا۔ اسی نے مجھے یہاں کے بارے میں تفصیل بتائی تھی۔"

"خوب ———!"

"اور پھر ——— بیٹھے ہی بیٹھے سسکیاں بھرنے لگا۔ اور اٹھ کر باہر چلا گیا۔"
"اوہ ——— "میں ہنس پڑا۔ "کیا تعلیمات کے یہ کورس روزانہ ہوتے ہیں؟؟"
"یہ نہیں معلوم ——— " یاکی نے کہا۔ اور میں نے ایک اور بات سوچی ٹھیک ہے۔ میں یاکی کے ساتھ یہاں آگیا ہوں۔ یاکی میرا ایک سہارا بنی ہے۔ لیکن یہاں کے بارے میں تفصیلی معلومات ملازماؤں سے مل سکتی تھی۔ پچھلی رات کی ملازمہ خاصی دلکش تھی۔ چھوٹے سے قد کی وہ عورت مجھے پسند آئی تھی۔ ان لوگوں میں خاص بات یہ تھی کہ وہ بھرپور تعاون کرتی ہیں۔ اس لئے یاکی کو جس استعمال کے لئے میں نے منتخب کیا تھا۔ وہ اپنی جگہ درست سہی۔ ملازمہ کو بھی شیشے میں اتارنا چاہئے۔ بہت ہی عمدہ ——— میں نے اسی انداز میں سوچا۔ میرا ذہن آج خوب چل رہا تھا ——— ! گھڑی نے دو بجائے۔ اور میں نے ایک طویل انگڑائی لیکر یاکی کی طرف دیکھا۔
"خاموش ہو یاکی ——— ؟"
"کوئی بات نہیں ہے۔ پیٹر ——— میرا خیال ہے ملازمہ کو بلا کر کچھ منگاؤ۔"
"نشے کی طلب ہو رہی ہے؟"
"ہاں ——— "
"ضرور منگالو ——— لیکن میں کچھ اور سوچ رہا تھا۔"
"کیا ——— ؟"
"ہم سویتا میں ہیں ——— تم میری ساتھی ہو۔ لیکن تمہارے پاس لباس نہیں ہیں۔؟"
"ہاں ——— !" اس نے آہستہ سے کہا۔
"کیوں نہیں ہیں۔ میں تمہیں ایک اسٹینڈرڈ کی عورت دیکھنا چاہتا ہوں۔"
"بس نہیں ہیں پیٹر ——— " اس نے بیچارگی سے کہا۔
"ہم دوست ہیں یاکی، اور تم ایک اچھی ساتھی ہو۔ آؤ ——— اس وقت نشہ نہیں کریں گے۔ بازار چل کر نئے لباس خریدیں گے۔ سویتا مجھے بہت پسند ہے۔ ہم یہاں طویل عرصے قیام کریں گے۔"
"سچ پیٹر ——— ؟" وہ خوشی سے کھل اٹھی۔
"یقیناً ——— اٹھو ——— !" میں کھڑا ہو گیا۔ یاکی بھی میرے ساتھ اٹھ گئی۔ اور پھر ہم دونوں باہر نکل آئے۔ ابھی میرے پاس خاصی کرنسی موجود تھی۔ چنانچہ زبردست خریداری کی گئی۔ یاکی کو چکر آرہے تھے۔ خوشی سے اس کی زبان گنگ تھی۔ میں نے اس کے لئے بے حد حسین کپڑے اور ہلکے زیورات خریدے تھے۔ بہرحال اب کرنسی کی ضرورت تھی۔ چنانچہ ہم ایک ریستوران میں آبیٹھے۔ کیبن میں بیٹھ کر میں نے مشروبات کا آرڈر دیا۔ اور یاکی سے باتھ روم کے لئے کہہ کر اٹھ گیا۔ ایک فون بوتھ سے میں نے سی لیزا کو فون کیا۔
فون لیزینا نے ریسیو کیا تھا۔
"ہیلو لیزینا ——— !" میں نے اس کی آواز پہچان کر کہا۔
"اوہ ——— مسٹر نواز ——— "
"کیسی ہو ——— ؟"
"ٹھیک ہوں مسٹر نواز ——— لیکن آپ کہاں چلے گئے۔؟"

"مصروف ہوں لیزینا ۔۔۔۔۔۔"
"کیا اب یہاں نہیں آئیں گے مسٹر نواز۔"
"فرصت ملنے پر ضرور آؤں گا۔"
"اچھا ۔۔۔۔۔" لیزینا نے ایک ٹھنڈی سانس بھری۔
"مادام ریتا کہاں ہیں؟"
"موجود نہیں ہیں۔ کہیں گئی ہوئی ہیں۔" لیزینا نے جواب دیا۔
"اوہ لیزینا ۔۔۔۔۔ مجھے کرنسی کی فوری ضرورت ہے۔؟"
"ہاں ۔۔۔۔۔ ہاں ۔۔۔۔۔ جہاں حکم دیں پہنچا دوں۔ مادام سی کا کی تجوری کی چابی میرے پاس موجود ہے۔"
"گڈ ۔۔۔۔۔ تو پھر کرنسی لے کر نوویل ریستوران پہنچ جاؤ۔ میں انتظار کر رہا ہوں۔"
"بہت بہتر ۔۔۔۔۔ کتنی رقم درکار ہے۔؟" اس نے پوچھا اور میں نے اسے بھاری رقم بتا دی۔ "میں حاضر ہو رہی ہوں۔"
"اوکے ۔۔۔۔۔ آجاؤ ۔۔۔۔۔ اور سنو ۔۔۔۔۔ میں تمہیں پام کی ٹریک کے پاس ملوں گا۔"
"بہت بہتر ۔۔۔۔۔!" لیزینا نے کہا اور میں نے فون بند کر دیا۔ پھر میں واپس کیبن میں پہنچ گیا۔ یاکی اطمینان سے مشروب پی رہی تھی۔ اس کے چہرے سے بے پناہ خوشی کا اظہار ہو رہا تھا۔ میں اس کے نزدیک بیٹھ گیا۔ اور پھر میں نے اپنا گلاس اٹھا لیا۔ یاکی مسکراتی نگاہوں سے میری جانب دیکھ رہی تھی۔
"تم بے شمار خوبیوں کے مالک ہو پیٹر ۔۔۔۔۔" اس نے کہا۔ "مثلاً ۔۔۔۔۔؟" میں نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔ "تمہارا فن ۔۔۔۔۔ میرا خیال ہے گٹار بجانے میں تم اپنا ثانی نہیں رکھتے۔ تمہارے نغمے روح میں ہلچل مچا دیتے ہیں۔ بحیثیت مرد تم عورت کی اولین پسند ہو۔ بلا مبالغہ ایک حسین اور بھرپور مرد ۔۔۔۔۔ فراخ دل ہو۔ اور عورت کا دل رکھنا جانتے ہو۔ اور پھر ۔۔۔۔۔ اس کے علاوہ دولت مند ہو۔ کیا تمہارے والد کوئی بڑے بزنس مین ہیں۔؟"
میں دل ہی دل میں ہنسنے لگا! والد تو نہیں ۔۔۔۔۔ میں خود ہی بڑا بزنس مین ہوں۔ بہرحال میں نے یاکی کی بات کا کوئی جواب نہیں دیا اور صرف اتنا کہا کہ میں کوئی بھی ہوں۔ وہ مجھے پسند کرتی ہے یہ میری خوش قسمتی ہے۔
یاکی میرے لئے کافی اہمیت اختیار کر گئی تھی۔ میں اسے اپنے خاص مقاصد کے لئے استعمال کرنا چاہتا تھا۔ بہرحال تھوڑی دیر کے بعد میں نے پھر اس سے معذرت کی اور باہر نکل گیا۔
پام ٹریک کے پاس لیزینا ایک سیاہ ہینڈ بیگ لئے ہوئے کھڑی تھی۔ میں آہستہ قدموں سے اس کی طرف بڑھ گیا۔ لیزینا نے اچٹتی سی نگاہ میرے اوپر ڈالی اور پھر دوسری طرف دیکھنے لگی۔ ظاہر ہے وہ مجھے کیسے پہچان سکتی تھی۔ لیکن میں مسکراتا ہوا اس کے قریب پہنچ گیا۔
"لیزینا ۔۔۔۔۔!" میں نے اسے آواز دی۔ اور وہ بری طرح اچھل پڑی۔ اس نے پھٹی پھٹی نگاہوں سے میری طرف دیکھا۔ "میں نواز ہوں لیزینا۔" میں نے پھر کہا۔
"اوہ ۔۔۔۔۔ میرے خدا ۔۔۔۔۔ یہ تم ہو نواز ۔۔۔۔۔ لیکن۔"
"لیکن سے آگے ابھی کچھ نہ بتا سکوں گا۔"

"میرے خدا ۔۔۔۔ میرے خدا ۔۔۔۔" لیزینا شدید حیرت زدہ تھی۔
"لے آئیں ۔۔۔۔؟" میں نے پوچھا۔
"ہاں ۔۔۔۔!" وہ سنبھل کر بولی۔
"لاؤ ۔۔۔۔!" میں نے کہا۔ اور لیزینا نے ایک گہری سانس لی۔ پھر اس نے ہینڈ بیگ میری طرف بڑھا
"لو ۔۔۔۔ یہ میں نہ رکھ سکوں گی اسے تم واپس ہی لے جاؤ۔"
تب لیزینا نے کرنسی نوٹوں کی موٹی موٹی کئی گڈیاں نکال کر میرے حوالے کر دیں' اور پھر لرزتی ہوئی
آواز میں بولی۔ "مجھے آپ کو دیکھ کر شدید حیرت ہوئی ہے مسٹر نواز۔"
"کیوں ۔۔۔۔؟" میں نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔
"آپ ۔۔۔۔ آپ اس حلیئے میں کیسے عجیب لگتے ہیں۔ آپ ۔۔۔۔ آپ کی شخصیت کہاں اور یہ
یہ کہاں۔؟"
"میرا کام تمہارے علم میں ہے لیزینا۔"
"ہاں ۔۔۔۔!" لیزینا نے ایک ٹھنڈی سانس لی۔
"چھوڑو ان باتوں کو ۔۔۔۔ سناؤ۔ سیکا کے کیا حال ہیں۔؟"
"سیکا ۔۔۔۔!" لیزینا نے پھر ایک گہری سانس لی۔ "مغرور عورت زندگی میں پہلی بار بے چین ہوئی
ہے اس سے قبل وہ ایسی بے بسی کا شکار کبھی نہیں ہوئی ہو گی مسٹر نواز ۔۔۔۔ آپ غور کریں۔ وینس میں
صاحب اقتدار ہے' اس کے تعلقات اس قدر وسیع ہیں کہ وہ ۔۔۔۔ کسی بھی بڑی حیثیت کے شخص کو
انگلیوں پر نچا سکتی ہے۔ لیکن آپ نے قدم قدم پر اسے ذلیل کیا ہے اور وہ آپ کا کچھ نہیں بگاڑ سکتی۔ اس
سے زیادہ بے بسی کی بات اور کیا ہو سکتی ہے۔ آپ خود غور کریں۔"
"ہوں ۔۔۔۔!" میں نے لیزینا کی بات پر کوئی تبصرہ نہیں کیا۔
"ایک بات بتائیں مسٹر نواز۔"
"ہوں ۔۔۔۔؟"
"آپ نے اسے اس طرح نظر انداز کیوں کیا۔؟"
"لیزینا ۔۔۔۔ ٹھیک ہے۔ وہ صاحب حیثیت ہے۔ لیکن ۔۔۔۔ ان باتوں کو جانے دو ۔۔۔۔ کہ
میرے خلاف کیا کر سکتی ہے۔ اگر وہ ایک عام عورت کی حیثیت سے مجھ سے پیش آئی ہوتی۔ تو ممکن ہے
میں برداشت کر لیتا۔ لیکن اس نے پہلی ہی ملاقات میں' مجھے متاثر کرنے کی کوشش کی تھی۔ اور میں
نے اسی وقت اسے سبق دینے کا فیصلہ کر لیا تھا۔
"کو ۔۔۔۔!" لیزینا مسکرانے لگی۔ پھر بولی۔ "غریب سوٹا بھی بگڑ گئی۔"
"کیا مطلب ۔۔۔۔؟"
"اب وہ روزانہ میک اپ کرتی ہے اور یقین کریں مسٹر نواز اچھی لگتی ہے۔ مجھے خطرہ ہے کہ کسی دن
کہیں کر رنگا اسے گولی نہ مار دے۔" لیزینا نے ہنستے ہوئے کہا اور میں بھی ہنس پڑا۔
تھوڑی دیر تک میں لیزینا سے گفتگو کرتا رہا۔ پھر میں نے اس سے اجازت چاہی۔
"مسٹر نواز ۔۔۔۔" لیزینا آہستہ سے بولی۔

"کیا آپ ——— کیا آپ پھر نہیں آئیں گے۔ کیا آپ ۔؟"

"معذرت کی بات ہے لیزینا ——— کسی فریب کو ذہن میں جگہ مت دو۔ ہم سب فریب کی دنیا کے باسی ہیں۔ قدم قدم پر غیر متوقع حالات پیش آتے ہیں۔ دیکھو ——— بھول جاؤ ——— او کے ———!"

میں نے کسی قدر خشک انداز میں کہا۔ اور واپس مڑ گیا۔ نوٹوں کی گڈیاں میں نے اپنے لباس میں چھپالی تھیں۔ پھر بھی ان کی تعداد اتنی تھی کہ وہ ابھرے ہوئے تھے۔ میں نے پلٹ کر لیزینا کی طرف نہیں دیکھا اور اندر واپس آگیا۔ یاکی کو اس بات کی پرواہ نہیں تھی کہ میں کہاں گیا ہوں۔ کیوں گیا ہوں۔ اور کتنی دیر میں واپس آؤں گا۔ وہ تو اپنے خریدے ہوئے سامان کو چھو چھو کر دیکھ رہی تھی اور خوش ہو رہی تھی۔ اتنا سامان ——— اتنے قیمتی ملبوسات کیا مجھ سا احمق دوسرا ابھی مل سکے گا ———! شاید وہ یہی سوچ رہی ہو گی۔

"چلیں یاکی ———؟" میں نے اسے پوچھا۔

"چلو ڈارلنگ ———!" وہ مستعدی سے بولی۔ اور میں نے ویٹر سے بل طلب کر لیا۔!

اس کے بعد رات تک ہم اپنے کمرے میں آرام کرتے رہے۔ یاکی بہت خوش تھی۔ اس دوران اس نے چرس کے دو سگریٹ پیے تھے۔ پھر وہ کہنے لگی۔ "رات کو انجکشن لیں گے پیٹر ———"

"ضرور ڈارلنگ ———" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "بلکہ تم اگر چاہو تو آج بھی کورس اٹینڈ کرو۔"

"اور تم ———؟"

"نہ جانے کیوں۔ مجھے اس جگہ سے خوف آتا ہے۔"

"اوہ ——— تم پورا پروگرام دیکھ لیتے تو ——— تو روزانہ رات کو وہاں پائے جاتے۔"

"میری طرف سے تمہی تم ہی پروگرام دیکھ لینا۔"

"تھینک یو ——— تب میں انجکشن بھی وہیں لے لوں گی۔"

"ٹھیک ہے۔" میں نے گردن ہلادی۔ اور پھر میں نے کسی خیال کے تحت کہا۔ "یاکی ——— اگر کوئی تم سے میرے بارے میں پوچھے کہ میں تمہارا کون ہوں' تو تم کیا کہو گی۔؟"

"میرا ساتھی ——— میرا محبوب ———" یاکی محبت سے بولی۔

"اور میرا شوہر۔"

"اوہ ——— اوہ ——— کیا مجھے یہ حق پہنچتا ہے۔؟" یاکی نے مسرت کا اظہار کیا۔ "یقیناً ———" میں نے جواب دیا۔ اور اس نے لپک کر میری گردن میں بانہیں ڈال دیں۔ میرے کئی بوسے لینے کے بعد وہ مجھ سے علیحدہ ہو گئی اور مجھ سے رقم لے کر آوارہ گردی کرنے نکل گئی۔ یاکی کے سلسلے میں میری تیاریاں مکمل تھیں۔ میں اس لڑکی سے کام لینا چاہتا تھا۔ رات کے ساڑھے دس بجے تھے کہ ملازمہ میرے کمرے میں آگئی۔ میں اسی کا انتظار کر رہا تھا۔ دبلی پتلی لڑکی خاصی حسین نظر آرہی تھی۔ "ہیلو ———" میں نے مسکراتے ہوئے اسے دیکھا۔

"میں حسب وعدہ حاضر ہو گئی جناب۔" اس نے بھی مسکراتے ہوئے کہا۔

"آؤ ——— آؤ ——— کیا نام ہے تمہارا۔؟"

"روفیلشا۔"

"کرو ۔ ۔ فیلشا۔" میں نے پوچھا۔

جی ہاں ——— " وہ شرماتے ہوئے بولی۔
کیا تمہاری ڈیوٹی کے اوقات ختم ہو گئے۔؟"
جی ہاں ——— لیکن آپ نے کہہ دیا تھا اس لئے یہ اوقات بڑھائے گئے۔"
کیا مطلب ——— ؟"
موہینا کے مہمانوں کے ہر حکم کی پابندی کی جاتی ہے۔ یہاں کا پورا عملہ مہمانوں سے تعاون کرتا ہے۔
نے ڈیوٹی انچارج کو بتا دیا کہ آپ نے رات کو بھی مجھے طلب کیا ہے۔ اس لئے اس نے میری ڈیوٹی کے
بڑھا دیئے۔"
ہوں ——— " میں نے گردن ہلائی۔ " آؤ ——— بیٹھو۔ اس وقت میرے خیال میں تم ہوٹل کی
نہیں بلکہ میری دوست ——— میری مہمان ہو۔" میں نے کہا اور وہ میرے نزدیک آگئی۔ میں نے
بازو پکڑ کر اسے اپنے نزدیک بٹھا لیا تھا۔! "کیا پینا پسند کرو گی رو نیشا۔؟"
جو آپ پینا پسند کریں جناب۔!"
موہینا میں رہ کر تم بھی منشیات کی عادی ہو گئی ہو گی۔؟"
نہیں جناب ——— اس قسم کے نشے مجھ سے برداشت نہیں ہوتے۔ میری طبیعت بگڑ جاتی ہے۔"
اوہ ——— پھر ——— شراب۔؟"
جی ہاں ——— پی لیتی ہوں۔"
تب اپنی پسند کی شراب لے آؤ رو فیلشا ——— اس کے بعد ہم گفتگو کریں گے۔"
"آپ کے لئے ——— ؟" اس نے پوچھا۔ "آج ہم بھی تمہاری پسند میں شریک ہو جائیں گے۔"
نے جواب دیا۔ اور وہ مسکراتی ہوئی باہر نکل گئی۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ ہلکی شراب کی دو بوتلیں اور
فروٹس کی ایک پلیٹ لئے اندر آگئی۔ اس نے بڑے اہتمام سے گلاس بنائے اور میرے نزدیک
بیٹھ گئی۔
"پچھلی رات ——— میں نے کورس اٹینڈ کیا تھا۔" میں نے سلسلہ گفتگو چھیڑا۔ "جی ——— " وہ
ہوئے بولی۔
"تم نے دیکھا ہے۔؟"
"جی ہاں ——— کبھی کبھی کوئی معزز مہمان لے جاتا ہے۔"
"کیا خیال ہے تمہارا اس پروگرام کے بارے میں ——— ؟" میں نے کہا اور میرے اس سوال پر وہ
لیکن اس نے پریشان سی نگاہوں سے مجھے دیکھا اور پھر ڈھیلے ڈھالے انداز میں بولی۔
دلچسپ ہوتا ہے۔"
کیا دل سے تم بھی ترلوکا کی تعلیمات کی قائل ہو۔"
میرے سوال نے اسے پھر کشمکش میں مبتلا کر دیا۔ لیکن پھر اس کے ضمیر کی آواز کا روبار ی مصلحتوں پر
غالب آگئی۔ اور اس نے بھاری لہجے میں کہا۔ "جی نہیں ——— "
پھر پروگرام تمہیں دلچسپ کیوں لگا۔؟"
میں نے صرف آپ کی خوشی کی خاطر کہہ دیا تھا جناب ——— مجھے معاف کیجئے۔ میں اسی معاشرے
کی فرد ہوں۔ جو انسانیت پسند ہے۔ مجھے معاشرے کے اصولوں سے نفرت نہیں ہے۔ گو میں ایک ایسے

ادارے میں کام کرتی ہوں' جہاں شرافت سے میرا کوئی تعلق نہیں سمجھا جاسکتا۔ نہ سہی ——— لیکن میں انسانی اقدار کی قائل ہوں۔ کیا ہوا اگر اس پر عمل پیرا نہیں ہوں تو ———"

رونیشا کی آواز میں خوف' سچے جذبات' افسوس سبھی شامل تھا۔ وہ ڈر رہی تھی کہ اس کا مہمان اس سے ناراض ہو جائے گا! اور ممکن ہے سوجیتا کے اصولوں کے خلاف کام کرنے پر اسے ملازمت سے بھی جواب مل جائے۔ لیکن حقیقی عورت بول رہی تھی۔ یہ آواز براہ راست دل کی گہرائیوں سے آرہی تھی۔

"کیا سوجیتا کے منتظم بیبی ازم کے قائل ہیں۔"

"منتظم ———!" رونیشا نے تلخ لہجے میں کہا۔ "ان کا تعلق جاپان سے ہے جناب ——— سوجیتا کا مالک لوئی کو ہے اور لوئی کو بدمست ہے۔ وہ ——— وہ ترلوکا کی تعلیمات کو صرف جنسی کھیل سمجھتا ہے۔ اور لوگوں کو لوٹ لیتا ہے۔"

"خوب ———" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ اور پھر میں نے ٹھہرے ہوئے لہجے میں کہا۔ "رونیشا ——— میں بھی ترلوکا سے نفرت کرتا ہوں۔ میں جانتا ہوں' وہ جو کوئی بھی ہے ایک بھٹکا ہوا دیوانہ ہے۔ جو انسانیت کے خلاف سازش کر رہا ہے۔ میں آوارہ گرد ضرور ہوں۔ لیکن میری حیثیت صرف ایک سیاح کی ہے۔ میں بھی ترلوکا کے نظریات سے نفرت کرتا ہوں۔ اس لئے تم تردد نہ کرو۔ میں تمہارا ہم آواز ہوں۔ میں ان بے وقوفوں سے واقف ہونا چاہتا ہوں جو ترلوکا کی تعلیمات کے سہارے یہاں احمقانہ حرکتیں کرتے ہیں۔"

"آپ ——— آپ درست کہہ رہے ہیں جناب ———؟" وہ خوش ہو کر بولی اسے خوف سے نجات مل گئی تھی۔ "بالکل رونیشا ———!"

"مجھے بھی آپ دوسروں جیسے نہیں معلوم ہوتے ———" اس نے میرے سینے سے لگتے ہوئے کہا۔

"سوجیتا تو اس قسم کی حرکتوں کا گڑھ معلوم ہوتا ہے۔"

"لوئی کو ——— بھٹکی ہوئی نسل کے لوگوں کی نفسیات سے بخوبی واقف ہے۔ اس نے یہاں ایسے ایسے انتظامات کئے ہیں کہ سوجیتا کے اندر داخل ہونے کے بعد وہاں سے جانے کو دل نہ چاہے۔"

"تو ——— مجھے ابھی یہاں آئے ہوئے زیادہ وقت نہیں گزرا۔ میں نے ابھی صرف کورس ہال دیکھا ہے۔ تم مجھے یہاں کے بارے میں بتاؤ۔" میں نے کہا۔

"انسانی ذہن کو الجھانے کے جس قدر سائنٹیفک طریقے ہو سکتے تھے' سب یہاں جمع کر لئے گئے ہیں۔ یہاں ایسے ریکارڈ روم ہیں۔ جہاں عورتیں' اپنی زندگی کے شرمناک واقعات ریکارڈ کراتی ہیں۔ وہ بتاتی ہیں کہ کس طرح جذبات سے مجبور ہو کر انہوں نے اپنے چھوٹے بھائیوں کو' نوجوان لڑکوں کو برے راستے پر لگایا۔ اور ان سے حظ حاصل کیا۔ یہاں جنسی تعلقات کی آوازیں بھی ریکارڈ کرائی جاتی ہیں۔ اور پھر یہ ریکارڈ سننے والوں کے جذبات ابھارنے کے کام آتے ہیں۔ یہاں ایسے ماہر فن ہیں جو پوشیدہ مناظر آپ کے سامنے پیش کرتے ہیں۔ اور اپنی ایجاد کردہ' حرکتیں دکھاتے ہیں۔ یہاں ایسی مشینیں ہیں' جو عورت کو مرد کا اور مرد کو عورت کا بدل پیش کرتی ہیں۔ اور یہ بدل' حقیقت سے زیادہ لذت انگیز ہوتا ہے۔ اس کے بعد ——— سوجیتا کی اپنی لیبارٹری ہے جہاں نشہ آور اشیاء کو اور زیادہ موثر ——— اور کشش انگیز بنایا جاتا ہے۔ اسی لئے سوجیتا دور دور تک مشہور ہے۔"

"خوب ——— کمال ہے۔ لیکن کیا مقامی حکام سوجیتا کے خلاف کچھ نہیں کرتے۔؟"

اعلیٰ ترین حکام یہاں آتے ہیں۔ اور لوئی کو ان کے اعزاز میں، خصوصی پروگرام ترتیب دیتا ہے۔"

"ہوں ـــــ" میں نے ایک گہری سانس لی۔ "تو یہ سوچتا تو درحقیقت حیرت ناک جگہ ہے۔ کیا ان اعلیٰ حکام سے تمہاری ملاقات بھی ہوتی ہے روفیشا۔؟"

"بہت سے لوگوں سے ـــــ وینس کی ایک اعلیٰ ترین شخصیت مجھ سے عشق کرتی ہے۔ مسٹر جیرا جب بھی یہاں آتے ہیں۔ مجھے طلب کرتے ہیں۔"

"جیرا کو ـــــ؟" میں نے دوہرایا۔ "ان کی کیا پوزیشن ہے۔؟" اور جب روفیشا نے جیرا کو کی عہدی حیثیت بتائی تو میں دنگ رہ گیا۔ اور میرے ذہن میں پھلجھڑیاں چھوٹنے لگیں۔

"کیا مسٹر جیرا کو روزانہ آتے ہیں۔؟"

"نہیں ـــــ ہفتے میں صرف ایک بار ـــــ"

"خوب ـــــ! بہرحال 'انوکھی جگہ ہے یہ ـــــ مسٹر جیرا کو کا قیام کہاں ہوتا ہے۔؟"

"روم نمبر ایک سو گیارہ ان کے لئے مخصوص ہے۔"

"کونسے دن آتے ہیں۔؟"

"ہفتے کی رات کو ـــــ اتوار یہاں گزارتے ہیں اور اتوار کی شام کو واپس چلے جاتے ہیں۔"

"شراب اور روفیلشا ـــــ! درحقیقت تم بے حد حسین ہو۔ اگر مسٹر جیرا کو تمہارے دیوانے ہیں تو تعجب کی بات نہیں ہے۔ تم مجھے بھی بے حد پسند آ گئی ہو۔"

اور پھر آہستہ آہستہ روفیشا کھلتی گئی۔ اس نے کہا۔ "شینی آپ سے بے حد متاثر ہے جناب!"

"شینی کون۔؟"

"وہی ـــــ جو کل آپ کے ساتھ کورس میں شامل تھی۔"

"اوہ ـــــ وہ جس کی جگہ تم ڈیوٹی انجام دے رہی ہو۔؟"

"جی ہاں۔"

"وہ مجھ سے کیوں متاثر ہے۔ کیا کہا تھا اس نے تم سے۔؟"

"ہم پیشہ ور ضرور ہیں جناب ـــــ لیکن ہماری اپنی بھی پسند ہوتی ہے۔ شینی کو آپ کا جسم بے حد پسند آیا تھا۔ وہ اس کے حصول کی خواہش مند تھی۔ لیکن شاید محروم رہی۔ اس نے آپ کے تروتازہ بدن کی تعریف کی تھی۔"

میں مسکرانے لگا۔ پاگل لڑکی ـــــ میں نے دل ہی دل میں سوچا۔ میں نیا نیا جوان نہیں ہوا ہوں اور نہ ہی میری زندگی کی پہلی دوسری لڑکی ہو۔ ان کاروباری خوشامدوں کی کیا ضرورت ہے۔ تجھے اچھی خاصی رقم مل جائے گی۔ "لیکن تم محروم نہ رہو گی۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "اوہ ـــــ تھینکیو ـــــ شکریہ" اس نے کہا اور درحقیقت میں نے اسے محروم نہ رکھا۔ دبلی پتلی اس حسینہ نے میری رات اچھی گزاری اور صبح کو جب وہ رخصت ہونے لگی تو میں نے بغیر گنے ہوئے کچھ نوٹ اس کے ہاتھ میں تھما دیئے وہ مسرور ہو گئی تھی۔ درحقیقت اس کے بعد کی اتنی قیمت نہیں تھی۔ بلکہ اس رقم میں اس کی فراہم کردہ بیش قیمت معلومات کا معاوضہ بھی شامل تھا۔! جب وہ چلی گئی تب میں نے یاکی کے بارے میں سوچا۔ اور چونک اٹھا کیونکہ فوراً میری نگاہ سامان کی تلاش میں دوڑی۔ لیکن یاکی کو میں نے جو سامان دلایا تھا، وہ جوں کا توں موجود تھا۔ یہ کوئی بری بات نہیں تھی جو میں نے سوچی تھی۔ میرا واسطہ ایسی لڑکیوں سے پڑتا رہتا تھا

پاکی بھی انہیں میں سے ایک تھی۔ لیکن وہ کہاں رہ گئی۔؟ میں نے جلدی جلدی غسل کیا اور ابھی باتھ روم سے باہر بھی نہیں نکلا تھا کہ دروازے سے کوئی داخل ہوا۔ اور پھر پاکی کی آواز سنائی دی۔

"ڈارلنگ ——— ڈارلنگ ——— تم کہاں ہو۔؟"

"باتھ روم میں ———!" میں نے ایک گہری سانس لے کر کہا اور پاکی ——— باتھ روم میں ہی آگئی۔ لیکن میں لباس پہن چکا تھا۔ پاکی کے چہرے پر عجیب سے تاثرات تھے۔ وہ غور سے مجھے دیکھ رہی تھی۔

"تم نے میری رات کی غیر حاضری کا برا تو نہیں منایا ڈارلنگ ———؟"

الو کی پٹھی ——— میں نے دل ہی دل میں کہا۔ مجھے کیا پڑی ہے۔ "نہیں پاکی ——— لیکن پوری رات کہاں گزاری۔؟"

"پانچ بجے کورس ختم ہوا۔ ایک احمق میرے پیچھے پڑ گیا تھا۔ بے حد ڈھیٹ تھا کہ میں کیا بتاؤں۔ مجبوراً بقیہ وقت اس کے ساتھ گزارنا پڑا۔ پاگل کتا ———" وہ ہنس پڑی۔ میں نے اس سے کچھ نہ کہا اور پھر وہ باتھ روم میں داخل ہو گئی۔ پھر ہم دونوں نے ناشتہ کیا۔ اس کے بعد پاکی نے لباس تبدیل کرتے ہوئے کہا۔ "مجھے سخت نیند آرہی ہے ڈارلنگ ——— کیا میں تھوڑی دیر تک سو جاؤں۔؟"

"ضرور ——— آرام کرو۔" اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"تو ——— تم بھی سو جاؤ۔" اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "نہیں پاکی ——— میں پوری رات آرام کی نیند سویا ہوں۔ تم آرام کرو۔" میں نے جواب دیا اور پھر پاکی سو گئی۔ میں نے لباس تبدیل کیا اور باہر نکل گیا آج میں سوچیتا کے دوسرے حصوں کا جائزہ لینا چاہتا تھا!

چنانچہ میں آوارہ گردی کرنے لگا! بہت بڑا علاقہ تھا۔ جدید ترین طرز تعمیر سے آراستہ ——— میں نے اس صاف ستھرے ماحول کو پسندیدگی سے دیکھا۔ لیکن پھر مجھے اس کے گھناؤنے پروگرام یاد آئے اور میرے ہونٹ نفرت سے سکڑ گئے۔ ہاں ——— میں بہت برا انسان تھا لیکن اس کے باوجود میں ان رشتوں کا احترام کرتا تھا۔ ان اصولوں سے محبت کرتا تھا جو انسانیت کے ستون ہیں۔ اور لوئی کو ——— وہ شخص ——— جس نے دولت کے حصول کے لئے ——— انسانیت کے پرخچے اڑا دیئے تھے۔! میں اس شخص کو دیکھنا چاہتا تھا۔ میرے پاس خصوصی کارڈ موجود تھا۔ اس لئے مجھے کسی بھی حصے میں جانے کی روک ٹوک نہیں تھی۔ میں اس حصے میں جا نکلا، جہاں سوچیتا کے دفاتر تھے۔ یہ دفاتر ایک قطار سے بنے ہوئے تھے۔ سب کے سب ائرکنڈیشنڈ تھے۔ میں ان کے سامنے سے گزرتا ہوا ان کے عقب میں آگیا۔ ابھی میں زیادہ دور نہیں گیا تھا۔ کہ اچانک ایک دفتر کا عقبی دروازہ کھلا۔ اور دو آدمی کسی کو بازوؤں سے پکڑے باہر نکلے۔ انہوں نے اس شخص کو زور سے دھکا دیا، اور وہ اوندھے منہ گر پڑا۔! دھکا دینے والے دونوں جاپانی نوجوان تھے۔ ان کے پیچھے ایک تیسرا شخص بھی برآمد ہوا۔ لیکن گرنے والا جلدی سے کھڑا ہو گیا تھا۔ اور پھر پنجابی زبان کی گالیاں سن کر میں چونک پڑا۔ آواز بھی میں نے پہچان لی۔ وہ سردارے تھا۔ جس نے پہلے تو انگریزی میں جتنی گالیاں یاد تھیں دے ڈالیں۔ کمی محسوس ہوئی تو پنجابی زبان کی دلچسپ گالیوں پر اتر آیا۔ "کان کھول کر سن لو۔ لوئی کے ——— ہم سے بگاڑ کر اچھا نہ کرو گے۔؟" سردارے گھونسہ ہلاتے ہوئے بولا۔ اور بعد میں برآمد ہونے والا جاپانی ہنس پڑا۔

"میں کسی کو قتل نہیں کرتا سردار علی ——— لیکن میرے ماتحت ——— ان کے لئے یہ کام زیادہ مشکل نہیں ہوتے۔!"

"تو تم مجھے قتل کی دھمکی دے رہے ہو؟" سردارے دہاڑا۔

"ہاں ـــــــ لیکن اب سے چند منٹ کے بعد یہ دھمکی حقیقت بن جائے گی۔" اس لئے میرا مخلصانہ مشورہ ہے کہ خاموشی سے چلے جاؤ۔" جاپانی نے پرسکون لہجے میں کہا۔

"اچھی بات ہے۔ اچھی بات ہے۔ میں دیکھوں گا۔" سردارے نے کہا اور وہ واپس پلٹ پڑا۔ میں نے جلدی سے دوسری سمت اختیار کی۔ اور پھر سردارے کی پشت پر پہنچ گیا۔ وہ خاموشی سے آگے بڑھ رہا تھا۔ تب میں نے اس کے کاندھے پر ہاتھ رکھ دیا۔! سردارے چونک پڑا۔ اس نے پلٹ کر مجھے دیکھا اور پھر اس کی آنکھوں میں جھلاہٹ نظر آئی۔

"کی اے اوئے۔" اس نے کہا۔

"کوئی گل نئیں ـــــــ ساڈے نال آ ـــــــ!" میں نے کہا۔ اور سردارے اچھل پڑا۔ مجھے پہچاننے کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا تھا۔ کیونکہ میری شکل بدلی ہوئی تھی۔ لیکن میری پنجابی نے اسے متاثر کیا۔

"گل دسو جی ـــــــ تسی ہو کون۔؟" وہ اکھڑے ہوئے انداز میں بولا۔

"میرے ساتھ آؤ سردارے۔" میں نے سنجیدگی سے کہا۔

"کمال ہے ـــــــ چلو ـــــــ" سردارے نے شانے اچکا دیئے اور پھر میرے ساتھ چل پڑا۔ میں اسے لئے ہوئے اپنے کمرے میں آ گیا۔ اس نے حیرت سے سوتی ہوئی یاکی کو دیکھا ـــــــ پھر مجھے ـــــــ!

"بیٹھ جاؤ ـــــــ"

"پر تسی ہو کون۔؟"

"آواز بھی نہیں پہچانتے سردارے ـــــــ" میں نے کہا۔

"ارے نواز ـــــــ مگر ـــــــ" اس نے پاگلوں کے سے انداز میں مجھے گھورتے ہوئے کہا۔

"تمہارا خیال ٹھیک ہے سردارے ـــــــ میں نواز ہی ہوں۔"

"مگر ـــــــ تم یہاں ـــــــ تمہاری تو شکل ہی بدلی ہوئی ہے۔؟ یہ سب کیا ہے نواز۔؟"

"تیری شادی نہیں ہوئی سردار ـــــــ ورنہ بیوی سے اکتا کر کچھ دن کہیں اور گزارنے کے لئے تو بھی ایسے ہی بھیس بدلتا ـــــــ" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"ہوں ـــــــ!" سردارے گردن ہلانے لگا۔ اس نے ایک بار پھر سوئی ہوئی یاکی کو دیکھا۔ اور گردن ہلاتے ہوئے آنکھ دبائی ـــــــ میں نے بھی جواب میں اسے آنکھ مار دی۔!

"عیش کرو پیارے ـــــــ مگر بھابی بھی خوبصورت ہے۔" اس نے کہا۔

"اس سے کیا فرق پڑتا ہے سردارے ـــــــ کیا پیو گے۔؟"

"یار ـــــــ کچھ کھانے کو بھی منگالے ـــــــ بھوکا ہوں۔" سردارے نے بے تکلفی سے کہا۔ اور میں نے گھنٹی بجا دی۔ پچھلے دن والی ملازمہ اندر آئی تھی۔ وہ مجھے دیکھ کر مسکرا دی۔ میں نے بھی اس کی مسکراہٹ کا جواب مسکراہٹ سے دیا تھا۔ "میرے دوست کیلئے کچھ کھانے کو لاؤ۔ میں بھی قریش لائم لوں گا۔"

"بہت بہتر ـــــــ" ملازمہ نے کہا اور باہر نکل گئی۔

"ہوں ـــــــ تو یہ عیش ہو رہے ہیں۔ ٹھیک ہے پیارے ـــــــ عیش کرو۔" سردارے کی آواز

میں ایک لواسی سی گھل گئی۔ پھروہ چونک کر بولا۔ "لیکن تم نے میرے پاس آنے کا وعدہ کیا تھا۔"

"یہ ادھر لے آئی۔" میں نے یاکی کی طرف اشارہ کیا۔

"بھابی سے کہہ دوں تو ــــــ؟" اس نے کہا اور میں ہنس پڑا۔ پھر میں نے اس کو غور سے دیکھتے ہوئے کہا۔

"مگر تم یہاں کیسے سردارے۔؟"

"کیوں ــــــ اپنا دل نہیں ہے کیا ــــــ" وہ بے ڈھنگے انداز میں ہنسا۔

"ضرور ہے ــــــ لیکن بد قسمتی سے میں تمہیں لوئی کو کے ساتھ دیکھ چکا ہوں۔" میں نے سنجیدگی سے کہا۔

"اوہ ــــــ" وہ بھی سنجیدہ ہو گیا۔ کئی منٹ تک گہری سنجیدگی سے میری شکل دیکھتا رہا۔ پھر بولا۔" تیرا تعلق مقامی پولیس سے تو نہیں ہے نواز؟"

"ہو بھی تو اپنے یار کو نقصان نہیں پہنچاؤں گا۔" میں نے کہا۔

"ہاں یار مجھے بھروسہ ہے۔"

"ویسے میرا تعلق کسی سے بھی نہیں ہے سردارے۔"

"دراصل ــــــ یہ لوئی کو بہت حرامی ہے۔ سالا ایک نمبر کا خود غرض ــــــ اب تجھ سے کیا چھپاؤں نواز ــــــ اپنا دھندا اچھا نہیں ہے۔"

"منشیات سپلائی کرتے ہو۔؟"

"ہاں ــــــ سالے کو بیس سیر چرس دی تھی۔ جب بھی آتا ہوں اس کے لئے مال لاتا ہوں۔ پیے دینے میں کھرا آدمی ہے۔ مگر طوطا چشم ہے۔"

"کیا مطلب ــــــ؟"

"اس بار بھی اس نے فوری ادائیگی کردی تھی۔ مگر غلطی ہو گئی۔ اس روز قمار خانے چلا گیا تھا۔ سالوں نے پائی پائی نکلوالی۔ اس دن سے سخت کڑکی چل رہی ہے۔ سالا یہاں وینس میں پیسے کمانے کا کوئی ذریعہ نہیں ہے۔ ہوٹل والے الگ جان کو آئے ہوئے ہیں۔ سالوں نے سامان بھی قبضے میں لے لیا ہے' اس حرامی لوئی کو کے پاس آیا تھا کہ کچھ ایڈوانس دے دے 'لیکن بڑا ہی ماں کا خصم ہے۔ صاف منع کر دیا۔ اور نوبت تو تکار کلامی تک پہنچ گئی۔ اس کی ایسی تیسی 'اب سالے کے دشمنوں کو مال دیا کروں گا۔"

"اوہ ــــــ!" میں نے ایک گہری سانس لی۔ تو یہ سردارے بھی اپنی ہی لائن کا آدمی ہے۔ میں نے سوچا ــــــ میں کونسا نیک آدمی تھا' جو سردارے کو کسی نیکی کی تلقین کرتا۔ ویسے مجھے خطرہ تھا کہ سردارے اگر اکھڑپن میں لوئی کو سے بھڑ گیا تو نقصان اٹھا جائے گا۔!

"تو نے مجھ سے کیوں نہیں کہا تھا سردارے ــــــ میں یہاں موجود ہوں پھر تو نے تکلیف کیوں اٹھائی۔؟"

"لے ــــــ پردیس میں بھی اپنے یار سے قرض مانگتا پھرتا۔ ہاں ــــــ بس ایک افسوس ضرور تھا۔ تیری اور بھابی کی دعوت نہیں کر سکا۔ کیا تو سمجھتا ہے میں تجھے دعوت دیئے بغیر چلا آتا ــــــ مگر بس غلطی ہو گئی۔ پہلی بار یہاں کھیلا تھا۔ سالے کھلی کھلی بے ایمانی کرتے ہیں۔"

"ہوں ــــــ" میں نے گردن ہلائی۔ "کسی گروہ کے لئے کام کرتا ہے سردارے۔؟"

"او نئیں یار ــــــ میں سستا مال خرید لیتا ہوں۔ اسے بناتا ہوں' اور پھر ان سالوں کے سر منڈھ جاتا ہوں۔ اس بار بھی ڈیڑھ لاکھ کا مال تھا۔"

"تو تجھے نقصان ہو گیا اس بار۔"

"اوئے ــــــ اس کی پروا کب کی ہے۔ نفع نقصان تو چلتا ہی رہتا ہے۔ بس مال نہیں تھا جیب میں ــــــ مگر یہ سالا لوئی کو ــــــ بہت حرامی ہے۔" اتنی دیر میں ملازمہ ہماری طلب کردہ چیزیں لے آئی۔ اور سردارے بے تکلفی سے ان پر پل پڑا۔ میں کچھ سوچ رہا تھا کہ لوئی کو کتنا مطمئن ہے۔ اس نے اس بات کی پرواہ بھی نہیں کی کہ سردارے اس کے بارے میں پولیس کو اطلاع دے سکتا ہے۔ اس نے یہ بھی نہیں دیکھا کہ وہ سوبیتا سے باہر نکل گیا یا نہیں۔

بہرحال لوئی کو' کو تباہ کرنے میں خاصی محنت کرنی پڑے گی۔ لیکن سردارے ــــــ کیوں نہ اسے اپنے ساتھ شریک کر لیا جائے۔ وقت کی بات تو نہیں ہے۔ اپنی ہی لائن کا آدمی ہے۔ جب سردارے خوب کھا چکا تو اس نے ایک لمبی ڈکار لی۔

"تیری دوسری دعوت کا بھی شکریہ نواز ــــــ پر یار معاف کرنا۔ تیرا یار غریب ہے۔"

"میرے ہوتے ہوئے میرا یار غریب کیسے رہ سکتا ہے سردارے' لے یہ رکھ لے ــــــ جتنی ضرورت ہو لیتے رہنا۔!" میں نے ایک گڈی نکال کر سردارے کو دے دی۔ "ذلیل کر رہا ہے یار ــــــ یہ کیسے ہو سکتا ہے۔"

"سردارے ــــــ آگے بات مت کرنا۔! کاغذ کے یہ ٹکڑے تیری دوستی سے زیادہ تو نہیں ہیں۔ تیرے بدن میں پنجاب کی خوشبو بسی ہوئی ہے میرے دوست ــــــ کیا اس کی کوئی قیمت نہیں ہے۔"

"مگر نواز ــــــ!"

"رکھ لے یار ــــــ کوئی دوسری بات کر ــــــ اب تیرا کیا پروگرام ہو گا۔؟ گھر واپس جائے گا؟"

"اپنا کوئی گھر نہیں ہے نواز ــــــ"

"کیا مطلب ــــــ؟"

"ماں باپ بچپن میں ہی مر گئے تھے۔ بھائی بھابی تھے۔ پر انہوں نے اپنا بوجھ نہیں اٹھایا۔ اور یتیم خانے میں پھکوا دیا۔ پر اپن کو وہاں کا ماحول پسند نہیں آیا۔ سب کچھ چھوڑ دیا۔ سڑکوں پر جوان ہوئے' اور پھر یہ دھندہ شروع کر دیا۔!"

"ہم سب کی ایک ہی کہانی ہے سردارے۔ مگر یار ــــــ اس دنیا سے شکوہ کون کرے۔ کیا تو وطن واپس جائے گا۔؟"

"ہاں یار ــــــ دھندہ تو کرنا ہی ہے۔"

"کہیں اور کیوں نہیں جاتا۔"

"کہاں جاؤں ــــــ بس یہیں تک پہنچ ہے۔"

"[illegible] جگہیں بھی [illegible] اگر تو کہے تو میں تیرے لئے کام مہیا کر دوں؟"

"کیسا کام ---- کسی کی غلامی اپن سے نہیں ہو گی۔ اور پھر نوکری میں ملے گا کیا۔؟ اپن عیش کے عادی ہو گئے ہیں۔"

"عیش ہی کی نوکری مل جائے تو ----"

"عیش کا کام صرف اسمگلنگ ہے۔ اپن وہی کر سکتے ہیں۔"

"ٹھیک ہے سردارے ---- تو یہ سمجھ تجھے کام مل گیا۔ تیری پسند کا کام۔ اس رقم کو ایڈوانس سمجھ کر رکھ لے۔"

"اوئے ---- مگر کام کیا ہے۔؟"

"بتادوں گا یار ---- فی الحال تو عیش کر ----"

"اک گل میتوں دس دے ---- سچ سچ ---- کیا تو بھی ----؟"

"سب ایسے ہی چلتا ہے سردارے ---- بس اس سے زیادہ بات مت کر ---- جا ہوٹل جاکر عیش کر ---- اسے خرچ کردے' اور لے لینا۔"

"اوئے جیو میرے یار ---- دل خوش ہو گیا۔" سردارے نے اٹھ کر مجھے سینے سے لگا لیا۔ اور پھر تھوڑی دیر بیٹھ کر وہ مجھ سے رخصت ہو گیا۔ سردارے کے بارے میں مجھے کوئی الجھن نہیں تھی۔ میری حیثیت بھی معمولی تو نہیں تھی۔ غلام سیٹھ کے بغیر بھی میں اسے ملازم رکھ سکتا تھا۔ بہر حال اب مجھے کوئی کوئی فکر تھی ----! اور اس کے لئے مجھے ابھی بہت سے کام کرنے تھے۔! چنانچہ اس رات کو ---- میں نے یاکی کو کہیں نہیں جانے دیا۔ دن بھر سونے کے بعد وہ تازہ دم ہو گئی تھی۔ اور پھر اس کی پسند کے انجکشن لگوانے کے بعد میں نے اسے بستر پر گھسیٹ لیا۔! "اور بستر پر میں نے اس سے اظہار مدعا کیا ----" میں کل ذرا کام سے جاؤں گا یاکی ---- تم آرام سے یہاں رہو ----!"

"کتنی دیر کے لئے جاؤ گے پیٹر ----"

"ممکن ہے دو تین روز لگ جائیں۔ ممکن ہے جلد آجاؤں۔ لیکن تم فکر مت کرو۔ عیش کی زندگی بسر کرو۔ اخراجات کی پرواہ نہیں ہے۔" اور یاکی کو اخراجات کے علاوہ اور کس بات کی پرواہ ہو سکتی تھی۔ نوٹوں کی دو گڈیاں دیکھ کر اس کی آنکھیں پھیل گئی تھیں۔ پھر دوسرے دن میں نے سوبیتا چھوڑ دیا۔ سوبیتا سے نکل کر میں نے اپنا حلیہ درست کیا۔ اور سنجیدگی کے جامے میں آگیا۔ مجھے خاصی جدوجہد کرنی تھی' چنانچہ پہلے مرحلے پر میں نے وینس کے ایک اخباری رپورٹر کو پھانسا۔ یہ وینس کے ایک بڑے اخبار کا رپورٹر تھا۔ میں نے اس پر بے تحاشا خرچ کیا۔ اور دس گھنٹے کی شدید محنت کے بعد میں نے اسے اپنا جگری دوست بنا لیا۔ یوں بھی جیگروس ایک نڈر انسان تھا ----! وہ بڑے کام کا آدمی نکلا۔ اسی کے ذریعے میری رسائی پولیس کے چند افسران تک ہوئی ---- پورے چار دن کے اندر میں نے پہلا مرحلہ مکمل کرلیا! ان چار دنوں میں' میں نے سوبیتا کا رخ نہیں کیا تھا۔ البتہ میں نے یاکی سے ٹیلیفون پر رابطہ رکھا تھا۔ یاکی نے رسمی طور پر اپنی بے قراری کا اظہار کیا تھا میں نے اس سے کہہ دیا کہ میں بہت جلد آؤں گا۔ بہر حال میں اپنا کام کر رہا تھا۔ تب ایک شام ---- وینس کے ایک خوبصورت مقام پر میں نے جیگروس کو شراب پلائی اور جب وہ پوری طرح موڈ میں آگیا تو میں نے اس سے کہا۔

"کیا تمہارا اخبار بھی بڑے آدمیوں کے ہاتھوں بکا ہوا ہے جیکروس؟"

"کیا مطلب ----؟" جیکروس غرایا۔ "ہم فقیر منش لوگوں کی توہین نہ کرو دوست۔"

"اگر تم بکے ہوئے نہیں ہو جیکروس ---- تو معاشرے کی ان برائیوں کی طرف سے تم نے کیوں آنکھیں بند کر رکھی ہیں جو تمہاری پیشانی کا داغ بن گئی ہیں۔"

"میں نہیں سمجھا ---- تمہارا اشارہ کس طرف ہے؟" جیکروس نے سنجیدگی سے کہا۔ "کیا تمہیں علم نہیں ہے کہ تمہارے شہر میں' دین و مذہب کی' معاشرے کے تقدس کی دھجیاں اڑائی جاتی ہیں۔ انسانیت سے نفرت کی مہم چلائی جاتی ہے ماں اور اس کے کمسن بیٹے کو محو اختلاط دکھایا جاتا ہے اور کہا جاتا ہے کہ انسان آزاد ہے۔ اس پر سے پابندیاں ہٹ جانی چاہئیں۔ بوڑھے باپ کو اپنی کمسن بیٹی کی عصمت لوٹتے ہوئے پیش کیا جاتا ہے۔ بھائی اور بہن کے تقدس کا مذاق اڑایا جاتا ہے۔ یہ سب اسٹیج پر پیش کیا جاتا ہے اور تمہارے لوگ خوش ہو کر انسانیت کی کراہیں سنتے ہیں۔" "کیا تم نشے کے عادی ہو میرے دوست ----!" جیکروس ایک خوفناک غراہٹ سے بولا۔ "اگر ایسی بات ہے تو جاؤ ---- سو جاؤ ---- اور جب ہوش آئے تو میرے پاس معذرت کرنے آجانا۔ گو یہ قابل معافی بات نہیں ہے۔"

"جیکروس ---- اگر میں یہ سب کچھ تمہارے سامنے پیش کردوں تو۔؟"

"تو ---- تو ---- لیکن یہ کیا بکواس ہے۔ تم ہوش میں نہیں ہو۔ تم ہوش میں نہیں ہو۔"

"تم مجھے مدہوش قرار دے کر اپنی گردن بچانا چاہتے ہو جیکروس ----! شاید تمہیں معلوم ہے کہ اس جگہ کی ---- ان لوگوں کی پشت پناہی تمہارے ہاں کے برسر اقتدار لوگ کرتے ہیں۔" میں نے طنز کے تیر برساتے ہوئے کہا۔ "مسٹر پیٹر ---- مسٹر پیٹر ---- اس سے زیادہ برداشت نہیں کر سکوں گا۔ اس سے زیادہ ---- سنو ---- اگر تم یہ سب کچھ ثابت کردو گے۔ تو ---- تو صرف یہ کہہ سکتا ہوں کہ ---- کہ اس برائی کو سامنے لانے کے لئے اپنی زندگی پیش کردوں گا اپنی جان دے دوں گا۔ اگر مجرم صاحب اقتدار ہوئے تو انہیں بے نقاب کر کے پھانسی پر چڑھ جاؤں گا۔ لیکن اگر یہ الزام غلط ہے مسٹر پیٹر ---- تو ---- تو ----!"

"یہی سزا میں اپنے لئے تجویز کرتا ہوں۔"

"ٹھیک ہے ---- مجھے بتاؤ ---- یہ سب کہاں ہوتا ہے۔"

"اس جگہ کا نام ہے سوبیتا ----!"

"اوہ ---- میں نے اس بدنام جگہ کے بارے میں سنا ہے۔ لیکن ---- لیکن ہاں یہ سب کچھ ہوتا ہے۔؟"

"میں اپنی آنکھوں سے دیکھ چکا ہوں۔"

"ہوں ----" جیکروس نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔ "پیٹر ---- کیا تم مجھے بتا سکو گے کہ اس جگہ کیسے پہنچا جا سکتا ہے۔؟"

"جدید قسم کا ہپی بنکر ---- دولت کا سہارا لے کر ----!"

"تم میرے لئے انتظامات کر سکتے ہو۔؟"

"یقیناً-----!"

"تو کر دو میرے دوست----- میں تمہارا شکر گزار ہوں گا!" جیگروس نے کہا۔ چنانچہ جیگروس کا میک اپ میں نے کیا۔ اور وہ ہپی نظر آنے لگا! تب میں اسے لے کر لیڈو کیمپ پہنچ گیا۔ میرے پاس اسٹکو کا کارڈ تھا۔ چنانچہ اس کی ضمانت پر جیگروس کے لئے کارڈ ایشو کر دیا گیا۔ جیگروس نے مائیکرو کیمرہ ساتھ لے لیا تھا وہ پوری طرح تیار تھا۔! چنانچہ اسے سوبیتا میں کمرہ مل گیا۔ یہ کمرہ میرے کمرے کے برابر تھا-----! رات کو میں نے کورس کے ٹکٹ خرید لئے۔ یاکی بھی ہمارے ساتھ تھی میں نے جیگروس کا تعارف اپنے نئے دوست کی حیثیت سے کرایا تھا۔ اور پھر کپڑے اتارتے ہوئے جیگروس کی حالت قابل دید تھی۔ لیکن اس نے ننھا کیمرہ اپنی بغل میں چھالیا تھا۔ اندر کے ماحول کو دیکھ کر اس کے بدن میں تھرتھراہٹ ہونے لگی تھی۔ ہم اپنی کرسیوں پر بیٹھ گئے۔ جیگروس بالکل خاموش تھا۔ "ان سیاہ نقابوں کے پیچھے تمہارے وطن کے رہنما چہرے ہیں۔" میں نے اس کے کان کے قریب سرگوشی کی۔ لیکن جیگروس نے کوئی جواب نہیں دیا۔ آج میری کیفیت مختلف تھی۔ میں اس قدر جذباتی موڈ میں نہیں تھا۔ اور سچ جانئے----- شاید آپ اس بات پر یقین نہ کریں۔ میں نے سوبیتا کو تباہ کرنے کے لئے ہی چال چلی تھی۔ لیکن دل کے کسی گوشے میں ایک ثواب کا تصور بھی تھا۔ میں سوچ رہا تھا کہ ان پاگل بدکاروں کو مصیبت میں پھنسانے سے ایک نیک کام وجود میں آئے گا۔ شو شروع ہو گیا۔ بوڑھے نے انسان کی مظلومیت کی داستان دوہرائی۔ انداز بدلا ہوا تھا۔ اور پھر انسانیت کے دشمن' نیک لوگ' انسانیت سے جنگ کرنے لگے۔ تہذیب کو شکست دینے لگے۔ آج میں نے نوجوان ماں اور کمسن بیٹے کو دیکھا۔ بوڑھے باپ اور نوجوان بیٹی کو دیکھا۔ یہ سب رضاکار تھے۔ اور اس کے ساتھ ہی میں نے جیگروس کو دیکھا۔ جس کا کیمرہ چل رہا تھا۔ ننھا طاقتور لینز کا کیمرہ----- ان تمام مناظر کی تصاویر لے رہا تھا یوں ہم نے پوری رات گزار دی۔

واپسی پر جیگروس بے حد تھکا ہوا تھا۔ یاکی بدمست ہو رہی تھی اس نے میرے ساتھ جیگروس پر بھی حملے کئے۔ لیکن میں نے اسے بمشکل تمام سلا دیا۔ اور پھر میں جیگروس کے کمرے میں آ گیا۔ جیگروس کی گردن جھکی ہوئی تھی۔ اس کا چہرہ دھواں ہو رہا تھا۔! "کیا خیال ہے میرے دوست-----؟" میں نے پوچھا۔

"تم----- تم جانتے ہو پیٹر----- سوبیتا کا مالک ہمارے ملک سے تعلق نہیں رکھتا۔"

"ہاں----- میں جانتا ہوں۔ لیکن تمہارے وطن کے لوگ اس کی پشت پناہی کرتے ہیں۔"

"یہ ان کا انفرادی فعل ہے۔"

"یقیناً-----! لیکن کیا انہیں عوام کی نگاہ میں لانا مناسب نہیں ہے۔؟"

"ہے----- یقیناً----- لیکن کاش میں ان میں سے کسی ایک کا چہرہ دیکھ سکتا۔"

"میں یہ بھی کر سکتا ہوں۔" میں نے کہا۔

"کس طرح-----؟ کس طرح میرے دوست۔؟" جیگروس بولا۔

"سنو جیگروس----- تمہیں ہفتے کی رات کا انتظار کرنا ہو گا۔ یہ جو کچھ تمہارے کیمرے میں محفوظ ہے' اسے ابھی خود تک محدود رکھو۔ اور ہفتے کی رات کا انتظار کرو۔"

"سنو پیٹر----- اگر تم پسند کرو۔ تو میں اپنے دوست' ایس پی سوئز کو بھی ساتھ لے لوں۔ وہ پرجوش انسان ہے۔ ہمارے ساتھ بھرپور تعاون کرے گا۔"

"مناسب خیال ہے۔ میں اس کا کارڈ بھی نکلوا دوں گا! لیکن بات اگر قبل از وقت کھل گئی۔ تو ہم کسی کا کچھ نہیں بگاڑ سکیں گے۔"

"میں جانتا ہوں۔" اس نے کہا۔ "ٹھیک ہے۔" میں نے آمادگی ظاہر کر دی۔ اور دوسرے دن جیگروس رخصت ہو گیا۔ میں نے کامیابی کی طرف قدم بڑھا دیئے تھے۔ ہفتے میں دو دن باقی تھے۔ میرا خیال تھا اتوار کی رات' سوبیتا کی آخری رات ہو گی۔ یہ کام انجام دے کر میں یاکی کے پاس آ گیا۔ اب یاکی سے مجھے اہم کام لینا تھا یاکی بدستور مدہوش تھی۔ اس دن دو بجے وہ ہوش میں آئی اور میں نے اس سے بے پناہ الفت کا اظہار کیا۔ یاکی میرے اس انداز سے دیوانی ہو گئی تھی۔ "پیٹر ڈارلنگ----- تم نے مجھے کیا سے کیا بنا دیا۔! میں تو اب تم سے جدائی کا تصور بھی نہیں کر سکتی۔" اس نے میری گردن میں بانہیں ڈالتے ہوئے کہا۔ "تم بے حد حسین ہو یاکی----- تمہیں اپنے حسن کا احساس نہیں ہے۔"

"پہلے نہیں تھا----- اب ہونے لگا ہے۔"

"وہ کس طرح-----؟"

"لوگ مجھے نہ جانے کیا سمجھتے ہیں۔ شاید کوئی شہزادی۔ بہت سے نوجوان میرے قرب کے طلب گار رہنے لگے ہیں۔"

"خوب-----!" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "میں بھی تمہارے حسن کی طاقت دیکھنا چاہتا ہوں یاکی۔"

"میں نہیں سمجھی ڈارلنگ۔"

"تمہیں ایک آدمی کو متاثر کرنا ہے۔ اتنا متاثر کہ وہ تمہارے ہاتھوں الو بن جائے۔"

"اوہ-----" یاکی ہنس پڑی۔ "تمہارا کوئی دوست ہے۔؟"

"یونہی سمجھ لو----- ایک مغرور انسان ہے۔ میں چاہتا ہوں' وہ عورت کی توہین کرنا چھوڑ دے۔"

"مجھے اس سے ملا دو۔ میں دیکھوں گی وہ کتنا مغرور ہے۔"

"میں تمہیں دور سے اسے دکھا دوں گا۔ باقی کام تمہارا ہو گا۔"

"اوکے ڈارلنگ----- تم ایسا ہی کرنا-----!" یاکی بہت خوش نظر آ رہی تھی اور میں بھی خوش تھا۔ باقی دو دن میں نے سکون سے گزارے۔ ہفتے کے دن میں پھر یاکی سے اجازت لے کر نکل گیا۔ میں سب سے پہلے جیگروس سے ملا۔ جیگروس بے چینی سے میرا انتظار کر رہا تھا۔! "میں نے یہ وقت کانٹوں پر گزارا ہے۔ سوئز مجھ سے زیادہ بے چین ہے۔ وہ خود سوبیتا کی تاک میں تھا۔ ہر تین چار گھنٹے کے بعد فون پر مجھ سے اس کے بارے میں گفتگو کرنے لگتا ہے۔ آج بھی صبح سے تین بار فون کر چکا ہے۔"

"کیا تم نے سوبیتا کے کورس ہال کی فلم اسے دکھا دی ہے؟"

"ہاں----- اور وہ انگشت بدنداں رہ گیا ہے۔"

"خوب----- پھر اس نے کیا پروگرام بتایا ہے۔؟"

"آج میں اسے بھی کورس ہال لے جاؤں گا اور وہ سب کچھ اپنی آنکھوں سے دیکھے گا اس کے بعد ہم خاموشی سے چلے آئیں گے۔ میرا خیال ہے کل اتوار کا پروگرام بھی عمدہ ہے۔ کل ہم خاموشی سے سوبیتا پر چھاپہ ماریں گے اور وہاں موجود ایک ایک شخص کو گرفتار کرلیں گے۔"

"لیکن کیا ایس پی اپنی ذمہ داری اور اختیارات سے یہ کام کرسکتا ہے؟؟"

"وہ بھی میری طرح جذباتی انسان ہے پیٹر ——— اس نے فیصلہ کیا ہے کہ پولیس فورس کو خفیہ طور پر تیار کرلے گا۔ اور سوبیتا کے گرد پھیلا دے گا اور پھر زبردست پیمانے پر چھاپہ مارا جائے گا۔ کوئی بھی مزاحمت کچل دی جائے گی۔ وہاں موجود تمام چہروں کو بے نقاب کردیا جائے گا اور ان کی تصویریں لے لی جائیں گی۔ اس کے بعد میرا کام شروع ہوگا۔ پیر کا پورا اخبار ان تصویروں اور خبروں سے بھرا ہوا ہوگا۔ ہم ایک ایک شخص کا کچا چٹھا کھول دیں گے اور اس کے بعد اپنی قسمت پر شاکر ہو جائیں گے۔ بعد میں جو کچھ بھی ہو سو بیتا تو برباد ہو جائے گا۔"

"میں تمہارے اس جذبے کو سلام کرتا ہوں جیکروس ———" میں نے متاثر انداز میں کہا اور پھر میں نے اسے اپنے کام کے بارے میں بتایا۔ میں نے کہا کہ میری ساتھی لڑکی ایک بڑے آدمی کو بے نقاب کرے گی اور جب میں نے اسے اس بڑے آدمی کے بارے میں بتایا تو جیکروس دنگ رہ گیا۔ "یہ بہت عمدہ بات ہے۔ میں اس کی تصویر لینے کے لئے تیار رہوں گا! آؤ ——— اب ہم سوئٹزر کے لئے کارڈ کا بندوبست کرلیں۔" اور ہم چل پڑے۔! لیڈو کیمپ سے کارڈ حاصل کرنے کے طریقے اب مجھے آگئے تھے۔ اس لئے ایک اور کارڈ حاصل کرنے میں مجھے کوئی دقت پیش نہیں آئی۔ اس کام کو کرنے کے بعد بھی کافی دیر تک میں جیکروس کے ساتھ رہا۔ پھر جیکروس مجھ سے اجازت لے کر چل دیا۔ اور میں کافی دیر ریستوران میں بیٹھ کر اپنے پروگرام پر غور کرتا رہا۔ میرے سوچنے کا انداز اب خطرناک ہو گیا تھا۔ ابتدا میں جو جھجک تھی۔ اب اس کا شائبہ بھی نہیں تھا۔ چنانچہ میں نے ایک خطرناک پروگرام بنایا اور اس پر عمل کرنے کے لئے پوری طرح تیار ہو گیا۔ کافی دیر تک میں ریستوران میں بیٹھا رہا۔ پھر واپس سو بیتا چل پڑا۔ سوبیتا میں داخل ہوتے ہی پہلے روز والی ملازمہ سے ٹکراؤ ہوا۔ وہ مجھے دیکھ کر مسکرائی تھی۔ "آپ مجھ سے کچھ ناراض ہیں مسٹر پیٹر ———!" اس نے شکایتی انداز میں پوچھا!

"اوہ ——— نہیں تو ——— کیوں۔؟ تمہیں یہ احساس کیوں ہوا۔؟"

"روفیشا نے آپ کے قرب کی داستان بڑے فخریہ انداز میں سنائی تھی۔ اسے معلوم ہے کہ آپ نے مجھے ٹھکرا دیا تھا۔" اس نے کسی قدر اداسی سے کہا۔

"اوہ ——— نہیں ڈارلنگ ——— تمہارا خیال غلط ہے۔ میں نے تمہیں ٹھکرایا تو نہیں تھا۔ اس روز میری طبیعت کچھ خراب ہو گئی تھی۔ کیا آج بھی تمہاری ڈیوٹی میرے کمرے پر ہے۔؟"

"نہیں ——— میں ستر سالہ مسٹر ڈیگز کے کمرے پر تعینات ہوں۔ مسٹر ڈیگز کی عمر تو ستر سال ہے لیکن لڑکیوں کی زبانی وہ خود کو چوبیس سال کا سننا پسند کرتے ہیں اور ہر وقت اس کا عملی ثبوت دینے کو تیار رہتے ہیں۔"

"اوہ ——— کیا ان کے ثبوت مستند ہوتے ہیں۔؟" میں نے بھی مسکراتے ہوئے پوچھا۔ "لڑکیاں ان

[آخ]ری وقت سمجھ کر، ان کی آخری خواہش پوری کردیتی ہیں۔" وہ ہنس کر بولی۔ اور میں بھی ہنس پڑا۔

"[ا]س کا مطلب ہے آج آپ نے ان کا چیلنج قبول کرلیا ہوگا۔"

"[ا]گر آپ حکم دیں مسٹر پیٹر ——— تو میں ان سے معذرت کرلوں۔"

"[ک]یا وہ معذرت قبول کرلیں گے۔؟"

"ہم لوگوں کے پاس ایک عمدہ بہانہ ہوا کرتا ہے۔" وہ مسکراتے ہوئے بولی۔ اور میں وہ بہانہ سمجھ گیا۔ [میں] نے مسکراتے ہوئے گردن ہلا دی۔

"تب پھر ——— کورس ہال میں تمہارا انتظار کروں گا۔ اپنا ٹکٹ خود بنوا لینا ———!" میں نے کچھ [رقم اس]ے تھماتے ہوئے کہا۔ اس نے شکریہ کے ساتھ نوٹ قبول کرلیے۔ اور میں اپنے کمرے میں پہنچ گیا۔ [یاکی] ایک آرام کرسی پر دراز تھی ———!" میں نے اسے آواز دی۔ تو وہ سنبھل کر بیٹھ گئی۔! "سو رہی [تھی]ں یاکی ———؟"

"نہیں سوچ رہی تھی۔"

"کیا ———؟" میں نے سوال کیا۔

"تمہارے بارے میں ہی سوچ رہی تھی پیٹر ———"

"کیا سوچ رہی تھیں۔؟"

"یہی کہ تم کتنے دنوں کے ساتھی ہو۔؟"

"کیا مطلب ———؟"

"ایک نہ ایک دن تمہارا دل مجھ سے ضرور بھر جائے گا۔ اور پھر تم مجھے تنہا چھوڑ دو گے۔ دل کیوں بھر [جا]تے ہیں پیٹر ——— انسان کے اندر بھول جانے کی صفت کیوں ہے۔؟ سارے جذبات ——— سارے [انداز]۔ تمام انداز اجنبی کیسے ہو جاتے ہیں۔ پیٹر ——— میں نے تمہارے کسی معاملے میں مداخلت نہیں کی ہے۔ اگر میں آئندہ بھی تمہارے کسی اقدام کے بارے میں کوئی سوال نہ کروں۔ تو کیا تم مجھے اپنے ساتھ [رہ]نے کی اجازت دے دو گے۔؟"

"اس بارے میں گفتگو کرلیں گے۔"

"سوچنا پیٹر ——— اس موضوع پر ہمدردی سے سوچنا۔" اس نے ایک ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔"

"[ض]رور سوچوں گا میری جان ——— لیکن تم اپنا پروگرام بھول گئیں شاید۔"

"کونسا پروگرام ———؟"

"مسٹر جیرا کو ———"

"نہیں ——— مجھے یاد ہے۔" یاکی نے کہا۔

"تب پھر تیار ہو جاؤ میری جان ——— وہ آچکا ہوگا۔ میں خود تمہیں تیار کروں گا! اور میرے اس [پیا]ر بھرے انداز سے یاکی کی اداسی ڈھل گئی۔ میں اسے لیکر باتھ روم میں داخل ہو گیا۔ اس نے میرے [ہاتھوں] غسل کر کے بال خشک کیے۔ میں نے اس کے لئے ایک انتہائی ہیجان خیز لباس منتخب کیا۔ اور لباس [پہننے] کے بعد اس کے چہرے پر میک اپ کیا۔ یہ میک اپ عام نہیں تھا۔ اس کے ہونٹوں یا گالوں پر غازہ یا

لپ اسٹک نہیں لگائی گئی تھی بلکہ کچھ خصوصی شیڈ دیئے گئے تھے' جو اس کے چہرے سے ہم آہنگ تھے
خوبصورت لباس جو یاکی کے جسم کی بھرپور نمائش کر رہا تھا! بلاشبہ یاکی کو دیکھ کر دل دہل جاتا تھا۔ وہ کمرے
گئی۔ تو میں نے اس کے ہونٹوں کو ایک بوسہ دیا۔ "پورا پروگرام یاد ہے یاکی ------؟"
"یاد ہے ڈارلنگ ------" اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔
"آج تمہارے لئے ہنگامہ ہو جائے گا" میں نے کہا ------ اور پھر یاکی باہر نکل گئی۔ میں بھی اپنے
کمرے سے نکل آیا۔ میں یاکی سے دور نہیں رہنا چاہتا تھا۔ بے شمار لوگ میں نے یاکی کی طرف متوجہ ہوتے
دیکھے۔ ہر آنکھ میں اس کے لئے پسندیدگی اور تحسین کے جذبات تھے۔ جلد ہی یاکی روم نمبر ایک سو گیارہ کے
قریب پہنچ گئی۔ کمرے کے سامنے گیلری تھی۔ اور گیلری کے دوسری جانب سوئمنگ پول تھا۔ جس کے
کنارے روشنیاں لگی ہوئی تھیں۔ کچھ شوقین اس وقت بھی پانی میں تھے۔ یاکی گیلری میں کھڑی ہو کر
سوئمنگ پول میں غسل کرتے لوگوں کو دیکھنے لگی!

خود میری سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ مسٹر جیراکو' کو یاکی کی طرف کیسے متوجہ کیا جائے۔ بہرحال کافی دیر ہو
گئی ------ ویسے روم نمبر ایک سو گیارہ آباد تھا۔ اور ملازمہ نے بتایا تھا کہ یہ کمرہ جیراکو کے لئے مخصوص
ہے۔ کافی دیر کے بعد مسٹر جیراکو باہر نکلے۔ گوریلے ٹائپ کا ایک بدشکل آدمی تھا۔ عمدہ سوٹ میں
ملبوس ------ اس نے کمرے کے دروازے کے نزدیک کھڑے ہو کر چاروں طرف دیکھا۔ یاکی نے
اسے باہر نکلتے محسوس کر لیا تھا! چنانچہ وہ ایک ٹھنڈی سانس لے کر پلٹی اور جیراکو سے اس کا سامنا ہو گیا۔ یاکی
نے جیراکو کو ٹھٹھکتے دیکھا تھا۔ وہ یاکی کو گھور رہا تھا۔ تیر سو فیصد نشانے پر بیٹھا تھا۔ جیراکو یاکی کی طرف بڑھا
"اے مس ------ مس ------!" اس نے یاکی کو مخاطب کیا۔ اور یاکی نے عمدہ اداکاری
کی ------ جیراکو اس کے قریب پہنچ گیا۔ "حیرت انگیز ------ حیرت انگیز" جیراکو تعریفی انداز میں بولا۔
"میں نہیں سمجھی جناب ------!"
"اوہ ------ سوری مس ------ میں آپ کے حسن کے بارے میں کہہ رہا تھا۔ میرا خیال ہے
یہاں نئی آئی ہیں۔۔؟"
"ہاں ------ زیادہ عرصہ نہیں ہوا۔" یاکی نے جواب دیا۔
"تنہا ہیں خاتون ------؟" جیراکو نے شوق سے پوچھا۔
یاکی کچھ سوچنے لگی۔ پھر اس نے ایک ٹھنڈی سانس لی۔ "ہاں۔ تنہا ہوں۔ اگر کسی پتھر کے
ساتھی کہا جا سکتا ہے تو میرا ساتھی موجود ہے۔"
"اوہ ------ اوہ ------ کون ہے وہ بدنصیب ------ جو آپ جیسی حسین خاتون کی دل آزاری کا
باعث بنا ہے۔" جیراکو نے یاکی سے اور قریب ہوتے ہوئے کہا۔ پھر وہ یاکی کے خوبصورت ہاتھ کو
ہوئے بولا۔ "آپ اگر پسند کریں تو کچھ لمحات مجھے دے دیں۔ میری دلی آرزو ہے۔"
"میں بھی تنہائی سے اکتا گئی ہوں۔" یاکی نے تھکے تھکے انداز میں کہا۔ "تو آیئے ------ کہیں
بیٹھیں ------ گفتگو کریں گے۔"
"چلئے ------" یاکی نے کہا اور وہ دونوں آگے بڑھ گئے۔ میں نے طمانیت کی ایک گہری سانس

کردار بخوبی انجام دے رہی تھی۔ جیراکو چکر میں آگیا ہے۔ چنانچہ میں نے یاکی کو ایک غیر محسوس اشارہ
یاکی نے اس کا جواب بھی دے دیا۔ مقصد یہی تھا کہ اب کورس ہال میں ملاقات ہو گی۔ میں اطمینان
آگے بڑھ گیا۔ یاکی کی طرف سے اب میں بے فکر تھا!
ٹھیک ساڑھے نو بجے ایس پی سوئز اور جیکوس میرے پاس پہنچ گئے میں انہیں لئے ہوئے سوچتے کے
حصوں میں گھومتا رہا اور انہیں وہاں کے بارے میں بتاتا رہا۔ کورس ہال کے ٹکٹ میں نے خرید لئے
مقررہ وقت پر میں ہال میں پہنچ گیا۔ پرانی ملازمہ ------ میری منتظر تھی۔ وہ مسکراتے ہوئے میرے
پاس پہنچ گئی۔ "ہیلو ڈارلنگ ------ میں تمہارا انتظار کر رہی تھی۔"
"ہیلو ------!" ملازمہ نے مسکراتے ہوئے ان دونوں سے ہاتھ ملایا۔ ایس پی سوئز اس ماحول سے
بیزار تھا ویسے بھی وہ شریف آدمی معلوم ہوتا تھا۔ بہرحال ہم بیٹھ گئے۔ اور پھر وہ مصلح آدمیت اسٹیج پر
آگئے۔ جو بتاتے تھے کہ انسان کس قدر پابندیوں میں جکڑا ہوا ہے۔ سوئز کا چہرہ غصے سے انگارہ ہو
بمشکل تمام وہ برداشت کئے ہوئے تھا۔ دوسری طرف ملازمہ "مجھ" میں مصروف تھی۔ لیکن میں
اور بری الجھا ہوا تھا۔ اس لئے پوری طرح اس کی طرف متوجہ نہیں ہو سکا تھا! پھر میں نے یاکی اور مسٹر
تلاش کر لیا۔ زیادہ دور نہ تھا۔ اس وقت جیکوس نے جھک کر مجھ سے سرگوشی کی۔ "تم نے جس
کے بارے میں بتایا تھا۔۔؟"
"ہاں ------ وہ موجود ہے۔"
"کہاں ------؟"
"بائیں سمت دیکھو ------ وہ خوبصورت لڑکی' جس کے بالوں میں نیلی پٹی بندھی ہوئی ہے۔"
"ہوں ------ ہاں ------ وہ جسامت میں جیراکو معلوم ہوتا ہے۔" جیکوس نے اپنا کیمرہ نکال لیا۔
"کیا تم اس کی تصویر لینے کو تیار ہو۔۔؟"
"ہاں ------"
"تو میں لڑکی کو اشارہ کرتا ہوں۔"
"میں تیار ہوں۔" جیکوس نے اپنا ننھا سا کیمرہ سنبھال لیا۔ اور میں یاکی کو متوجہ کرنے کی کوشش کرنے
لگا۔ ... نے منہ سے ایک بدمست آواز نکالی اور ملازمہ کا بوسہ لینے لگا! اور اسی وقت یاکی نے جیراکو کے
نقاب کھینچ دی۔ وہ جیراکو کی آغوش میں لیٹ گئی تھی۔ انداز ایسا ہی تھا جیسے بدمست ہو گئی ہو۔ جیرا
جھینپے جھینپے انداز میں چاروں طرف دیکھا۔ اور پھر چہرے پر نقاب برابر کرنے لگا! لیکن اس
جیکوس اپنا کام مکمل کر چکا تھا! کافی دیر گزر گئی۔ مناظر شرمناک ہوتے جا رہے تھے۔ اور پھر وہ
برداشت بن گئے تو ایس پی سوئز نے کہا۔ "بس کافی ہے۔ اب چلا جائے۔"
"چلو ------!" میں نے کہا ------ اور پھر میں نے ملازمہ سے کہا۔ "تم میرے کمرے
میں آتا ہوں۔"
ڈارلنگ ------" پہلے ملازمہ چلی گئی۔ پھر ہم تینوں بھی ایک ایک کر کے ہال سے نکل آئے۔
نقاب اتارا' لباس پہنا اور پھر خاموشی سے واپسی کے لئے مڑ گیا۔ اس کی نگاہیں شرم سے جھکی ہوئی

تھی۔

"اب کیا پروگرام ہے مسٹر سوئز ——" میں نے پوچھا۔

"حسب معمول —— جو پہلے طے کر لیا گیا ہے۔ میں انسانیت کے ان قاتلوں کو نیست و نابود کر دوں گا۔ یہ میرا ایمان ہے۔" ایس پی نے شدید غصے سے کہا۔ "ہم تمہارے ساتھ ہیں ——" اور پھر وہ دونوں باہر نکل گئے۔ اور میں مسرور انداز میں اپنے کمرے کی طرف بڑھ گیا۔ یاکی کی واپسی تو ممکن نہیں تھی۔ وہ آج اس گوریلے سے نبٹے گی۔ بہرحال ملازمہ میرا انتظار کر رہی تھی۔ وہ لڑکی —— جو مجھے پسند کرتی تھی۔ چھوٹے سے قد کی یہ لڑکی بھی خوب تھی۔ اس نے اپنی پسندیدگی کا بھرپور ثبوت دیا۔ میں بھی چونکہ ذہنی طور پر مسرور تھا اس لئے میں نے اس کی خوب پذیرائی کی' اور ملازمہ نہال ہو گئی۔

"میرا اندازہ غلط نہ تھا" وہ تھکے تھکے انداز میں بولی۔

"کیسا اندازہ ہنی ——؟"

"تم دنیا کے بہترین مردوں میں سے ہو۔ میں اپنے اوپر غلاف چڑھا کر بات نہیں کروں گی۔ مجھے مردوں کا خوب تجربہ ہے۔"

"شکریہ ڈارلنگ۔" میں نے اسے پیار کرتے ہوئے کہا اور پھر کئی بار ہم دونوں نے ایک دوسرے کی پسندیدگی کا ثبوت دیا۔ صبح کو میں نے اسے کافی رقم بھی دی تھی اور ملازمہ خوش خوش واپس چلی گئی۔ یاکی دن چڑھے تک واپس نہیں آئی تھی۔ شاید جیرا کو نے اس کے کس بل نکال دیئے تھے۔ بہرحال میری محبت اسے مہنگی پڑی تھی۔ میں نے اس کا انتظار نہ کیا۔ اور لباس وغیرہ تبدیل کر کے باہر نکل آیا۔ اگر میری اسکیم فیصد کامیاب رہتی ہے تو —— آج کم از کم سوجیتا کا آخری دن ہے۔ اور آج کا دن یہاں آنے والوں کو بہت مہنگا پڑے گا۔ میں نے جس ہوٹل میں کمرہ لیا تھا' وہاں پہنچ کر اپنا میک اپ اتارا اور پھر ہوٹل میں داخل ہو گیا۔ یہاں پہنچ کر میں نے لباس وغیرہ تبدیل کیا اور پھر تیار ہو کر باہر نکل آیا۔ ایک ٹیکسی لی اور اسے علاقے کا پتہ بتا دیا جو سیکا ریفا کے مکان کو جاتا تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد میں سی کا کے مکان پر پہنچ گیا۔ وقت میری ٹیکسی اس کے مکان کے سامنے رکی۔ وہ اپنی کار میں باہر نکل رہی تھی۔ مجھے دیکھ کر اس نے کار روک لی۔ اور آج سیکا کا لہجہ بدلا ہوا تھا۔ "ہیلو" اس نے کہا۔ "ہیلو سیکا"۔

"آیئے ——!" وہ کار واپس موڑتی ہوئی بولی اور میں گردن جھٹک کر اندر داخل ہو گیا۔ اس کے چہرے پر بے حد سنجیدگی تھی۔ نہ جانے کیوں۔ بہرحال وہ مجھے ڈرائنگ روم میں لے گئی۔ میں نے صوفے پر بیٹھ کر گہری سانسیں لیں' اور پھر اس کی طرف دیکھ کر مسکرانے لگا۔ "کیسی ہیں مادام ریفا"

"شکریہ —— ٹھیک ہوں۔" وہ رکھائی سے بولی۔

"سست نظر آ رہی ہو۔؟"

"بس موسمی اثر ہے۔"

"کسی ضروری کام سے جا رہی تھیں۔؟"

"نہیں —— کوئی خاص کام نہیں ہے۔ آپ آرام سے بیٹھیں۔ کچھ پئیں گے۔؟"

دیں ——" میں نے بے تکلفی سے کہا اور سیکا نے گھنٹی بجا کر ایک ملازمہ کو بلایا۔ اور اسے کافی لانے

رہا۔ "میرے لئے کوئی پیغام تو نہیں ہے۔؟" "غلام سیٹھ نے کسی سے ٹرانسمیٹر پر بات کی تھی۔ آپ کی معلومات کے بارے میں پوچھا تھا۔ ویسے غلام سیٹھ آپ پر بہت اعتماد کرتا ہے۔"

"کیسے اندازہ ہوا۔؟"

"میں نے اسے آپ کے بارے میں بتایا تھا۔ یہ بھی کہہ دیا کہ آپ ہم لوگوں سے لاتعلق رہ کر تنہا کام کر رہے ہیں۔ تب غلام سیٹھ نے کہا کہ آپ کی طرف سے فکر نہ کی جائے۔ آپ ایک پورے گروہ کی … رکھتے ہیں۔"

"—— آپ کا کیا خیال ہے میڈم ریفا۔؟" میں نے اسی انداز میں پوچھا۔ "غلام سیٹھ کو سوجیتا کے بارے میں غلط فہمی ہے۔ اسے اس کے بارے میں زیادہ معلومات نہیں ہے۔ وہ لوئی کو کی شخصیت سے … طور پر واقف نہیں ہے۔ اور میرا خیال ہے آپ نے بھی اس خطرناک آدمی کے بارے میں پوری معلومات حاصل نہیں کی ہیں۔"

"آپ اس کی بہت مداح ہیں مادام سیکا۔"

"آپ مداح کہہ لیں۔ یا جو سخت الفاظ آپ کو ملیں ادا کر لیں۔ بہرحال آپ مجھ سے بڑھ حیثیت رکھتے … لیکن میں آپ کی دشمن نہیں ہوں۔ میں آپ کو لوئی کو سے روشناس کرا دینا چاہتی ہوں۔"

"اس کی تکلیف نہ کریں مادام سیکا —— کل کے اخبارات میں آپ اس کی موت کی خبر پڑھ لیں … میرا خیال ہے سوجیتا کی زندگی چوبیس گھنٹے سے زیادہ نہیں ہو گی۔" "کیا مطلب ——؟" وہ چونک …

"میں نے سوجیتا کے لئے گہری قبر تیار کر لی۔ ہے۔ آج رات اسے قبر میں اتارا جائے گا۔" میں نے سرد … لہجے میں کہا اور سی کا ریفا اچھل پڑی۔

"آج رات ——" اس نے سنسنی خیز لہجے میں کہا۔

"ہاں —— آج رات مادام ریفا۔"

"مسٹر نواز —— مسٹر نواز ——!" اس کی شخصیت سے لبادہ اتر گیا۔ "مسٹر نواز —— آخر … اور اعتماد کیوں نہیں کرتے۔ آخر آپ مجھے کیوں پریشان کر رہے ہیں۔" اس نے میرے پیروں کے … بیٹھ کر میرے دونوں ہاتھ پکڑ لیے۔ مغرور عورت کا غرور ٹوٹ گیا تھا۔

اسی وقت لیزینا کافی کی ٹرالی لئے اندر آ گئی۔ اندر کا منظر دیکھ کر وہ ٹھٹک گئی تھی۔ "آجاؤ لیزینا —— … حیثیت ختم ہو چکی ہے۔ آجاؤ —— اب مجھے عزت کی ضرورت نہیں رہی ہے۔" سیکا ریفا نے ٹوٹی … آواز میں کہا اور لیزینا خشک ہونٹوں پر زبان پھیرتی ہوئی اندر آ گئی۔! "شکریہ لیزینا —— ہم پرائیویٹ … گفتگو کر رہے ہیں۔" میں نے لیزنا کو آنکھ مارتے ہوئے کہا اور لیزینا کے ہونٹوں پر خفیف سی مسکراہٹ نظر … جلدی سے دوسری طرف مڑ گئی تھی۔! "یہ کیسا کھیل ہے نواز ——! محبت چاہتی ہوں تو نفرت … بکھرا دیتے ہو۔ جھک گئی ہوں تو عزت کا احساس دلا رہے ہو۔ بس کرو نواز —— اس سے زیادہ میری … نہیں ہے۔ میں اب برداشت نہ کر سکوں گی نواز۔" وہ میرے گھٹنے پر سر رکھ کر سسک پڑی اور میں … روتی ہوئی عورت پر مجھے رحم آ گیا تھا۔!

☆ ☆ ☆

اٹھو مادام ریفا۔ تم نواز اصغر کی شخصیت سے واقف نہیں ہو۔ اٹھ جاؤ۔ میں تمہاری تذلیل نہیں
چاہتا۔" میں نے اس کے دونوں بازو پکڑ کر اسے اٹھا دیا۔ اس کے گالوں پر آنسوؤں کی لکیریں بن گئی تھیں
اس کی آنکھیں بڑی روانی سے بہہ رہی تھیں۔ میں نے اپنے ہاتھ سے اس کے آنسو خشک کئے۔ "ہاں
تمہارا خیال درست ہے۔ میں نے تمہیں عام نوجوانوں کی طرح ٹریٹ کرنا چاہا تھا۔ لیکن تم نے میری غلطی کی
بہت بڑی سزا دی ہے مجھے نواز۔ میری شخصیت کے چیتھڑے اڑ گئے ہیں۔ میری خودی موت کی نیند سو گئی
ہے۔ میں خودکشی کرنا چاہتی ہوں۔ مجھے قتل کر دو۔!"

وہ حد سے زیادہ جذباتی ہو رہی تھی!

"تمہارے اندر جو برائی ہے وہ قتل ہو گئی مادام سیکا۔ اب تم ایک نارمل عورت ہو۔"

"کیا اب میں تمہارے قابل ہوں۔؟"

"میری بات اور ہے سی کا۔ لیکن نئی عورت اب کسی کے ہاتھوں ذلیل نہیں ہو گی۔"

مجھے اپنا لو نواز۔ مجھے نہ ٹھکراؤ۔" وہ گڑگڑائی۔

"میں تم سے اس موضوع پر پھر بات کروں گا۔"

"مجھے تمہاری اپنائیت درکار ہے۔ مجھ سے اجنبیت چھوڑ دو۔ مجھے بتاؤ۔ تم مجھ سے نفرت کیوں کرتے
تھے؟"

"میری زندگی ایک بھنور ہے سی کا ریفا۔ اس میں ایسے نشیب و فراز چھپے ہوئے ہیں جن میں جھانکنا
ناممکن ہے۔ میں خود بھی اس بھنور پر نگاہ دوڑاتا ہوں' تو مجھے چکر آ جاتے ہیں۔ میرے پاس ایک طویل تجربہ
ہے۔ اپنی عمر سے پچاس گنا زیادہ۔ میں نے تمہیں دیکھا' پسند کیا۔ لیکن تمہاری خودی مجھے پسند نہ آئی
واقعات نے مجھے ایسی چٹان بنا دیا ہے جس کے رخنے سے کوئی کونپل نہیں پھوٹتی۔ تمہیں دیکھ کر اس چٹان
میں اور سختی آ گئی ہے۔ بس اس سے زیادہ کچھ نہیں کہوں گا۔"

سی کا ریفا ناک سے سڑپ سڑپ کرتی رہی۔ اور پھر وہ اچانک ایک جھرجھری لے کر سنبھل گئی۔
نے حیرت سے اردگرد کے ماحول کو دیکھا۔ میری شکل دیکھی' اپنے بھیگے ہوئے رخسار دیکھے۔ اور پھر اس
چہرے پر خجالت نظر آئی۔ "اب کیا رکھا ہے۔ آہ۔ اب کیا رکھا ہے۔" وہ آہستہ سے بڑبڑائی۔ میں اس
ذہنی کیفیت بخوبی سمجھ رہا تھا۔ اس دوران میں نے اسے سنبھلنے کا پورا پورا موقع دیا۔ اور وہ سنبھل گئی
اس کے انداز میں بے قراری سی آ گئی۔

"آپ نے کیا کہا ہے مسٹر نواز۔ آج رات آپ سوبیتا؟"

"ہاں۔ سی کا۔ سوبیتا ہمارے کام میں رکاوٹ ہے۔ میں نے اسے ختم کرنے کا فیصلہ کر لیا ہے"

"لیکن نواز۔ کیا سوبیتا اتنا ہی کمزور ہے۔؟"

"تم کیا سمجھتی ہو؟"

"لوئی کو بے حد چالاک آدمی ہے۔ ... بھی اس کا ...

پڑے گا۔"

"میں دیکھو گا سی کا ریفا کہ میں اس کے خلاف کیا کر سکتا ہوں۔"

"غلام سیٹھ تمہاری طرف سے بہت مطمئن ہے۔ لیکن وہ۔ لوئی کو سے واقف نہیں ہے۔"

"کوئی اور بات کرو ریفا۔ میں تمہارے پاس اس لئے نہیں آیا۔" میں نے برا سامنہ بنا کر کہا۔ "اوہ۔ میرا
مقصد نہیں تھا۔ خیر' تم پسند نہیں کرتے تو۔ مجھے بتاؤ۔ میں تمہاری کیا خدمت کروں؟"

"مجھے عمدہ قسم کے پستول اور کارتوس کی ضرورت ہے۔"

"میں ابھی مہیا کر دوں گی۔ لیکن میرے نواز۔ اپنی حفاظت کرنا۔ کاش تم مجھے اس کا موقع دیتے۔"

"اگر ضرورت ہوتی' تو تمہارے علاوہ اور کسے تکلیف دیتا۔ مادام ریفا۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"میں نے اپنی غلطی کا اعتراف کر لیا ہے نواز۔ اب تم بھی اپنے لہجے میں سے نفرت کا عنصر نکال دو۔"

"اگر اب بھی تمہیں ایسی کوئی بات محسوس ہوئی تو میں معذرت خواہ ہوں۔" میں نے نرم لہجے میں
کہا۔ "تھینک یو نواز۔ کاش میں اپنے جذبات کا اظہار کر سکتی۔ کاش میں تمہیں بتا سکتی کہ اب' میرے اندر
زخم ہی زخم ہیں۔ میں جل کر سیاہ ہو چکی ہوں۔ اب تو دھواں بھی نہیں نکلتا۔" وہ جذباتی لہجے میں بولی۔

"تم اتنی بری عورت نہیں ہو ریفا۔ میرا خیال ہے ان لوگوں نے تمہارے ذہن کو بھٹکا دیا ہے جو دن
رات تمہاری خوشامد کرتے رہتے ہوں گے۔"

"شاید۔ تم ٹھیک ہی کہتے ہو۔" وہ زخمی آواز میں بولی۔ "اچھا۔ اب مجھے اجازت دو۔"

"پستول؟"

"کیا ابھی مل سکتا ہے؟"

"ہاں' ہاں۔ اسی وقت۔ میں ابھی لائی۔" وہ اٹھ کر کمرے سے باہر نکل گئی۔ مغرور عورت کا غرور پاش
پاش ہو گیا تھا۔ نہ بھی ہوتا تو مجھے اس کی کیا ضرورت تھی۔ لیکن پھر اس کا دل توڑنے کا گناہ کیوں مول لیا
جائے۔ دیکھا جائے گا مادام ریفا۔ ممکن ہے میرے سینے میں کچھ سوراخ بن جائیں اور تم کف افسوس ملتی رہ
جاؤ۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ۔ کہ سوبیتا کی جڑیں اکھڑ جائیں اور میں زندہ رہوں۔ اگر ایسا ہوا تو میں تمہیں
مایوس نہیں کروں گا مادام ریفا۔! تھوڑی دیر کے بعد وہ واپس آ گئی۔ ایک خوبصورت کیس میں ایک فرنچ
پستول رکھا ہوا تھا۔ انتہائی نفیس۔ آٹھ فائروں والا۔ میں نے اس کے چیمبر اور نال وغیرہ چیک کئے اور میری
آنکھوں میں پسندیدگی کے اثرات ابھر آئے۔

"فرنچ سفارت خانے کے ایک افسر نے یہ ریوالور تحفہ دیا تھا۔ نایاب چیز ہے۔"

"ہاں۔ بہت عمدہ ہے۔"

"یہ اس کے میگزین۔ پورا پیکٹ رکھ لو۔"

"شکریہ۔ تو اجازت مادام ریفا۔"

"نواز۔" وہ جذباتی لہجے میں بولی۔

"ہاں۔" میں نے رک کر اسے دیکھا۔

مجھے صرف سی کا کہا کرو۔ تمہارے منہ سے پسند ہے۔

"او کے سی کا۔!" میں نے مسکراتے ہوئے کہا اور پھر میں دروازے کی طرف بڑھا تھا کہ وہ دوڑتی ہوئی میرے نزدیک آ گئی۔ "نواز۔" اس نے عجیب سے بوجھل لہجے میں پکارا اور پھر میں پلٹا۔ اسی وقت اس نے میری گردن میں بانہیں ڈال دیں اور اس کے پیاسے ہونٹ میرے ہونٹوں سے جڑ گئے۔

کیا یاد کرے گی۔ میں نے دل میں سوچا اور ------ اس کی کمر میں ہاتھ ڈال کر اسے بھینچ لیا۔ بڑا طویل بوسہ تھا۔ طویل عرصے کی محرومیوں کا حاصل۔ بس اس سے زیادہ اس وقت ممکن نہیں تھا۔ میں وہاں سے چل پڑا۔ میرا رخ اپنے ہوٹل کی طرف تھا۔

○ ○ ○

وقت مقررہ پر میں سوبیتا پہنچ گیا۔ سوبیتا کی رونق شباب پر تھی۔ میں بدستور اپنے میک اپ میں تھا۔ اس وقت میں نے یاکی سے بھی کترانا مناسب سمجھا۔ میں پورے کلب کی آوارہ گردی کرتا رہا۔ پھر مجھے رونیشا مل گئی اور میں نے اسے ساتھ لے لیا۔ رونیشا کے ساتھ کلب کے اس حصے کی طرف چل دیا جہاں لوئی کو کا آفس تھا۔ آفس کے نزدیک سے گزرتے ہوئے میں نے اپنے قدموں میں لغزش بھی پیدا کر لی تھی تاکہ کوئی شبہ نہ کر سکے اور نشے میں ڈوبا ہوا ہیپی سمجھ کر توجہ نہ دے۔ "کیا لوئی کو اپنے آفس میں موجود ہے؟" میں نے یونہی روا روی میں رونیشا سے پوچھا۔

"ہاں۔ عموماً شام کو وہ موجود ہوتا ہے۔ خاص طور سے ہفتے کی رات کو۔"

"اوہ۔!" میں آگے بڑھ گیا۔ اس کے علاوہ میں نے رونیشا سے اس بارے میں اور کوئی گفتگو نہیں کی۔ تھوڑی دور چل کر میں نے رونیشا کو چھوڑ دیا۔ اور خود داخلی دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ وقت نزدیک آتا رہا تھا۔

ٹھیک دس بجے میں نے جیگروس اور اس کے ساتھ پولیس آفیسر کو دیکھا۔ وہ اسی مخصوص حلیے میں تھا۔ میں نے ان کا پرتپاک استقبال کیا۔ اس سلسلے میں کسی احتیاط کی ضرورت نہیں تھی۔ ہم تینوں لٹے کے انداز میں آگے بڑھ گئے۔ "کیا پوزیشن ہے دوست؟" پولیس آفیسر نے پوچھا۔

"بالکل ٹھیک۔ بہترین موقع ہے۔ آپ لوگوں نے کیا انتظامات کئے؟"

"پولیس کی بہت بڑی تعداد سادہ لباس میں ایک ایک منٹ کے وقفے سے ایک ایک گز آگے بڑھ رہی ہے۔ ٹھیک ساڑھے گیارہ بجے وہ ریڈ کریں گے' کیا خیال ہے؟ مناسب وقت ہے؟"

"انتہائی مناسب۔"

"چاروں طرف سے ریڈ ہو گا' ایک بھی آدمی نکل کر نہ جا سکے گا' کیا یہ لوگ مقابلہ کریں گے؟" جیگروس نے پوچھا۔

"امکان نہیں ہے۔" میں نے کہا۔ "کیوں؟"

"لوئی کو مطمئن ہو گا کہ اس کا کوئی کچھ نہ بگاڑ سکے گا۔"

"اس کی ایسی کی تیسی۔ کل میرا پورا اخبار ان خبروں سے بھرا پڑا ہو گا۔ اگر حکام نے کوئی توجہ نہ دی تو

میں ایسا زہر اگلوں گا کہ وینس کے عوام کے دماغ درست کر دیں گے۔"

"بہت بڑا رسک ہے مسٹر جیگروس۔" میں نے کہا۔

"یار۔ اخبار بند ہو جائے گا۔ ملازمت چلی جائے گی۔ کچھ اور کر لیں گے۔ ایک ثواب کا کام تو کر لیں۔"

"میں بھی انہیں معاملات کے لئے تیار ہوں۔" پولیس آفیسر نے کہا اور ہم آوارہ گردی کرتے رہے۔ پھر پولیس آفیسر نے کہا۔ "اچھا یارو! میں سگنل دینے جا رہا ہوں۔ ممکن ہے کافی دیر تک ملاقات نہ ہو سکے۔" اور پولیس آفیسر چلا گیا!

"اب کیا پروگرام ہے مسٹر جیگروس؟" میں نے پوچھا۔

"پولیس کے ساتھ میری ٹیم بھی ہے۔ میں کورس ہال کی تصاویر بناؤں گا۔ تم چاہو تو تماشا دیکھو۔"

"ضرور تم جاؤ۔ میں تم سے آ ملوں گا۔" میں نے کہا۔ اور اس طرح میں نے جیگروس سے بھی نجات حاصل کر لی اور پھر میں اپنے مشن پر چل پڑا۔ میں نے ایک باتھ روم میں جا کر جیب سے پستول نکالا اور میگزین کا پیکٹ کھول کر چیمبر بھر لیا۔ اس کے بعد باتھ روم سے نکلا۔ اور کسی بہت زیادہ نشے میں ڈوبے ہوئے شخص کے انداز میں لوئی کو کے دفتر کی طرف چل پڑا!! بدمست انسان کو کون روکتا۔ کسی نے میری طرف توجہ نہیں دی' کسی کو میرے خطرناک ارادے کا علم نہیں تھا۔ میں لوئی کو کے دفتر کے دروازے پر پہنچ گیا۔ باہر ایک شخص موجود تھا!

"مسٹر لوئی کو ہیں؟" میں نے لڑکھڑاتی آواز میں پوچھا۔

"ہاں۔ کیا کام ہے؟"

"میں انہیں کچھ اطلاعات دینا چاہتا ہوں۔" میں نے کہا۔

"تم نشے میں ہو۔"

"اس کے باوجود۔" میں نے کہا اور اس نے شانے ہلا دیئے۔

"ٹھیک ہے جاؤ۔" اور میں دروازہ کھول کر اندر داخل ہو گیا۔ اندر ایک خوبصورت ریوالونگ چیئر پر پستہ قد لوئی کو بیٹھا ایک فائل دیکھ رہا تھا۔ اس کے نزدیک ایک اور جاپانی موجود تھا۔ دونوں نے چونک کر مجھے دیکھا۔

"مسٹر لوئی کو۔" میں نے دونوں کو سوالیہ انداز میں دیکھا۔

"کیا بات ہے مسٹر؟" لوئی کو نے نرم لہجے میں پوچھا۔

"میں ایک مستقبل شناس ہوں۔ آسمان سے براہ راست ضروری اطلاعات میرے ذہن میں اترتی ہیں۔ اگر میں تمہیں یہ اطلاع دوں۔ کہ صرف چند لمحات' صرف چند ساعت۔ اور اس کے بعد سوبیتا پر تباہی نازل ہو جائے گی سب کچھ الٹ پلٹ ہو جائے گا۔ اور تم دونوں مارے جاؤ گے' تو کیا تم میری بات پر یقین کر لو گے؟"

"ضرور کر لیں گے مسٹر۔" لوئی کو نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "کیونکہ اکثر مستقبل شناس یہاں گھس آتے ہیں' اور بڑی بڑی دل ہلا دینے والی اطلاعات دیتے ہیں۔ ان کی اطلاعات نوٹ کرنا ہمارا فرض ہے۔ آپ

کی اطلاع بھی نوٹ کرلی گئی ہے۔"

"تمہارا خیال ہے میں نشے میں بکواس کر رہا ہوں۔ ہرگز نہیں مسٹر لوئی کو۔ میں تو وقت کا تعین بھی کر سکتا ہوں۔ دیکھو۔ دیوار گیر گھڑی کی سوئیاں کونسے ہندسے پر ہیں۔ آہ۔ صرف پچاس سیکنڈ' اگر میری پیشگوئی پچاس سیکنڈ میں پوری ہو جائے تو تم مجھے کیا دو گے؟"

"ایک پونڈ چرس۔" لوئی کو نے اس انداز میں کہا۔ جیسے ایک پونڈ کا نام سن کر میرا ہارٹ فیل ہو جائے گا۔

"ٹھیک ہے' مجھے منظور ہے۔" میں نے دیوار گیر گھڑی پر نظریں گاڑ دیں۔ لوئی کو گردن جھٹک کر پھر فائل پر جھک گیا۔ اور پچاسواں سیکنڈ پورا ہوا تو در حقیقت سوبیتا میں طوفان آگیا۔ پولیس چاروں طرف سے فائرنگ کرتی ہوئی اندر گھس آئی تھی۔ لوگوں کو خوفزدہ کرنے کے لئے ہوائی فائر ہی کئے جا رہے تھے۔

"ارے۔" لوئی کو اچھل پڑا۔ اس کا ساتھی بھی کرسی کھسکا کر کھڑا ہو گیا تھا! "یہ کیا ہوا چیف؟"

"پتہ نہیں۔" لوئی نے تعجب سے کہا اور پھر دونوں ہی چونک کر میری طرف دیکھنے لگے۔ لیکن میرے ہاتھ میں سی کاریفا کا تحفہ موجود تھا جس پر میں نے پہلے ہی سائیلنسر چڑھا لیا تھا۔

اور وہ دونوں ٹھٹھک گئے!

"ایک پونڈ چرس مسٹر لوئی کو۔ تم ہار گئے ہو۔"

"اوہ۔ چرس ہاں۔ مگر۔ یہ سب کیا ہے۔؟" لوئی کو نے ایک طرف کھسکتے ہوئے کہا۔ "تباہی' موت۔ اس طرح۔" میں نے اطمینان سے فائر کر دیا۔ لوئی کو کا منہ کھلا۔ دونوں ہاتھ اٹھے۔ اور دوسری گولی اس کی پیشانی پر پڑی۔ اس کے ساتھی نے چھلانگ لگا کر مجھ پر آنے کی کوشش کی لیکن میں نے تیسرا فائر اس پر کر دیا۔ اور وہ الٹی قلابازی کھا گیا۔ اور پھر زمین پر گر کر تڑپنے لگا۔ لوئی کو دو تین بار ہاتھ پاؤں پٹخنے کے بعد سرد ہو گیا تھا۔ اب میری یہاں ضرورت نہیں تھی۔ دوسرے لمحے میں لوئی کو کے کمرے سے نکل آیا۔ اور اب مجھے دوسرے لوگوں کی نگاہوں سے بچ کر باہر نکلنا تھا۔ اگر میک اپ اتار دیتا تو دوسرے لوگوں کے ساتھ پکڑا جاتا اس لئے فی الحال جیگروس وغیرہ کا سہارا ضروری تھا۔ کافی دور آنے کے بعد میں نے پستول سے انگلیوں کے نشانات صاف کرنے کے بعد اسے پھینک دیا۔ کارتوسوں کی بھی ضرورت نہیں تھی۔ ان چیزوں سے فراغت پا کر میں سوبیتا کے ایک حصے میں کھڑا ہو گیا۔ بڑا دلچسپ ھیں ہو رہا تھا۔ ایک آدھ جگہ بڑے دلچسپ واقعات بھی پیش آئے۔ ایک واقعہ خود اس جگہ پیش آیا جہاں میں موجود تھا۔ ایک برہنہ شخص' جس کے چہرے پر نقاب لگی ہوئی تھی' دوڑ رہا تھا اور اس کے پیچھے پولیس کے دو جوان تھے!

بالآخر جوانوں نے اسے پکڑ لیا۔

"یہ کیا بدتمیزی ہے؟" پکڑے جانے والا غرایا۔ اور پولیس والے ہنس پڑے۔

"سنو بھئی۔ یہ بدتمیزی ہے۔" ایک نے دوسرے سے سوال کیا۔

"تم نہیں جانتے۔ میں کون ہوں۔" وہ آدمی ہکلایا۔

[illegible] کھینچ لیا

"پہچانتے ہو مجھے" وہ ہونٹ بھینچ کر بولا۔

"ہاں جی پہچانتے ہیں۔"

"جانتے ہو میں تمہارا کیا حشر کروں گا؟"

پولیس والے بھی مسخرے تھے۔ انہوں نے پیچھے ہٹ کر اسے سلوٹ کیا۔

"بھاگ جاؤ۔" وہ ایک طرف مڑا اور پولیس والوں نے لپک کر اس کی گردن پکڑ لی۔ "حشر تو خراب ہونا ہی ہے جی۔ آپ کہاں جا رہے ہیں؟" اور ــــ پولیس والے اسے گھسیٹتے ہوئے ایک طرف لے گئے۔

مجھے ہنسی آ گئی تھی۔ دو تین پولیس والوں نے مجھے بھی پکڑ لیا تھا لیکن میرے پاس پولیس کا نشان موجود تھا بالآخر میں پولیس کے نشان کے سہارے آہستہ آہستہ دروازے کی طرف بڑھتا رہا۔ اس نشان نے بڑی مدد کی اور پولیس ہی کی ایک گاڑی نے خصوصی طور پر مجھے ایک علاقے میں اتار دیا۔ یہاں سب سے پہلے میں نے میک اپ صاف کیا تھا۔ اور پھر سی کاریفا کے مکان کی طرف چل پڑا۔ کافی رات گزر گئی تھی۔ میرا حلیہ بھی عجب سا ہو رہا تھا۔ بہرحال میں ریفا کے مکان پر پہنچ گیا۔ سی کاریفا یقیناً اپنے قدیم بیڈ روم میں ہو گی اس وقت لوگوں کو جگانا میں نے مناسب نہیں سمجھا۔ نہ جانے ذہن میں کیا آئی تھی۔ میں عقبی چہار دیواری پھلانگ کر اندر داخل ہو گیا۔

عمارت سنسان تھی۔ ملازم بھی سونے چلے گئے ہوں گے۔ میں اطمینان سے عمارت میں داخل ہو گیا۔ اور پھر سی کاریفا کے بیڈ روم میں داخل ہونے میں کوئی دقت نہ ہوئی۔ کیونکہ اس کا دروازہ اندر سے بند نہیں تھا۔ سی کا ایک مسہری پر بے سدھ پڑی تھی۔ اس کے جسم پر باریک سا سلیپنگ سوٹ تھا۔ گہرے فالسئی سلیپنگ سوٹ سے اس کا گلابی بدن نمایاں تھا۔ گلابی رنگ کی ہلکی روشنی نے اس کے چہرے کو بھی گلاب بنا دیا تھا۔ میں نے بغور اسکا جائزہ لیا۔ پکی عمر کی یہ عورت خاصی دلکش تھی۔ جس وقت وہ غرور میں ڈوبی ہوئی تھی' میں نے اس کے جسمانی حسن پر کوئی توجہ نہیں دی تھی' لیکن فرصت کے ان لمحات میں دیکھا تو خاص دلکش نظر آئی!

کئی منٹ تک میں حسن خوابیدہ کو گھورتا رہا۔ اور پھر ایک طویل سانس لے کر اس وقت کی سچویشن پر غور کرنے لگا۔ اونہہ۔ خیالات میں الجھنے سے کیا فائدہ! میں باتھ روم کی طرف بڑھ گیا۔ اور پھر میں نے منہ ہاتھ دھویا۔ لباس فی الحال یہی استعمال کرنا تھا۔ اس کا کوئی اور انتظام ممکن نہیں تھا۔ چنانچہ میں نے صرف نچلے لباس پر اکتفا کی۔

اور اس کے بعد میں اطمینان سے سی کاریفا کے بستر میں گھس گیا۔ عمر کے ساتھ سی کاریفا کی نیند بھی زیادہ گہری نہیں تھی۔ وہ جاگ گئی۔ نیند میں تھی اس لئے اچھل پڑی۔ شاید میرا چہرہ اسے صاف نظر نہیں آ رہا تھا۔ میں نے اس کے بازو پکڑ کر اسے سینے پر کھینچ لیا۔

خاصا دن چڑھ چکا تھا جب آنکھ کھلی۔ سی کاریفا ابھی تک مجھ سے لپٹی ہوئی گہری نیند سو رہی تھی۔ میری نگاہ بیڈ روم کے دروازے پر پڑی۔ دروازہ بدستور کھلا ہوا تھا۔ اوہ۔ ملازم آئے ہوں گے۔ سی کاریفا کے دیر معلوم کرنے اور پھر۔ اندر کا منظر دیکھ کر واپس چلے گئے ہوں گے۔ ممکن [illegible]

کے عادی ہوں' ممکن ہے۔ انہیں اس پر کوئی حیرت نہ ہوتی ہو۔ بہرحال سب لوگوں کو میری حیثیت معلوم ہو گئی۔ اونہہ! اس سے کیا فرق پڑتا ہے۔

میں نے آہستہ سے سی کاریفا کے ہاتھ اپنے بدن سے جدا کئے اور اس نے کروٹ بدل لی۔ میں مسہری سے اتر آیا۔ اور میں نے ایک چادر اس کے گلابی بدن پر ڈال دی۔ جس کی اس وقت کوئی قیمت نہ رہ گئی تھی۔

پھر جب میں باتھ روم سے نکلا' تو ریفا چادر بدن سے لپیٹے' پاؤں لٹکائے بیٹھی باتھ روم کی طرف گھور رہی تھی۔ اس کے چہرے پر عجیب سے آثار تھے۔ مجھے دیکھ کر اس کے تاثرات میں تبدیلی ہوئی اور پھر وہ ایک دم اٹھ کر میری طرف لپکی۔ "تو یہ۔ تو یہ سب کچھ خواب نہیں تھا۔ آہ ——— یہ سب کچھ خواب نہیں تھا۔"

"کیا تم اسے خواب سمجھ رہی تھیں؟" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"جاگنے کے بعد' جب تمہیں نہ پایا ——— تو ——— تو دل کی حالت کیا ہوئی۔ میں الفاظ میں نہ کہہ سکوں گی۔ میں نے خود کو تسلی دی۔ خواب ایسے تو نہیں ہوتے۔ بدن میں ٹوٹتی انگڑائیاں۔ ایک ایک انگ سے پھوٹتی ہوئی مست کن کیفیت' مجھے بھروسہ دلا رہی تھی۔ لیکن آنکھوں کے سامنے تم نہیں تھے۔ کیسی امید و بیم کی کیفیت تھی نواز۔ کیا بتاؤں۔ پھر حواس جاگے۔ باتھ روم سے پانی گرنے کی آواز سنائی دی۔ اور میں نے سوچا میرے باتھ روم میں کون ہو سکتا ہے تمہارے سوا۔ اگر تم باہر نہ آتے نواز۔ تو۔ میں اندر آ جاتی۔"

"چلو۔ بھوک لگ رہی ہے۔ غسل کر لو۔ میرا خیال ہے ملازم ہمیں دیکھ چکے ہیں۔" میں نے کہا۔

"یہاں میری حکومت ہے کس کی پرواہ!" سی کاریفا نے میرا رخسار چومتے ہوئے کہا۔ اور پھر وہ باتھ روم کی طرف بڑھ گئی۔

تھوڑی دیر کے بعد ہم ناشتے کے کمرے میں تھے۔ اور اب سی کاریفا کے چہرے پر سنجیدگی تھی۔ وہ ایک ایک چیز سے میری مدارت کر رہی تھی' لیکن اعتدال سے! اور پھر اس نے چونک کر کہا۔

"لیکن ——— تم رات کو کس وقت آئے تھے نواز ———؟"

"شکر ہے۔ تمہیں ہوش تو آیا؟"

"تم نے حواس قائم ہی کہاں رہنے دیئے۔ ایسے اچانک آئے۔ ایسے انوکھے انداز میں' ایسے دلکش انداز میں' میری تمنا میری جھولی میں ڈال دی کہ میں دنیا ہی کو بھول گئی۔ کیا یاد رہتا۔ لیکن تم کس وقت آئے؟"

"آدھی رات گئے۔"

"میں کیسے یاد آ گئی؟"

"میں نے تم سے وعدہ کیا تھا ———!" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"کک' کیا مطلب؟" اس کا ہاتھ رک گیا۔

"ناشتہ کرتی رہو۔ تمہیں یہ سن کر خوشی ہوگی کہ سوبیتا کی بنیادیں اکھڑ گئی ہیں۔"

"نواز ———" وہ مسرت سے چیخ پڑی۔ "کیا۔ کیا یہ درست ہے؟"

"میں جھوٹ نہیں بولتا۔"

"لیکن۔ کب؟ کیا ہوا؟ کیسے ہوا؟" وہ ناشتہ بھول گئی تھی۔

"میں نے تم سے کہا تھا۔ نہ جانے کیوں تم یقین نہیں کر رہی تھیں' حالانکہ یقین نہ کرنے کی کوئی بات نہیں تھی۔"

"لیکن نواز۔ پلیز۔ مجھے بتاؤ تو سہی۔ کیا ہوا؟"

"اخبارات منگواتی ہو؟"

"ہاں۔ سب آتے ہیں۔"

"تو پھر ملازم کو بلا کر اخبارات منگواؤ۔" اور سی کا نے دروازے کی طرف چھلانگ لگائی۔ اس نے ناشتے کی پرواہ نہیں کی تھی۔ اور پھر اسے واپس آنے میں کافی دیر لگی۔ اس کے ہاتھ میں جیگروس کے اخبار کے علاوہ دوسرے اخبارات بھی تھے اور اس کا چہرہ مسرت سے انگارہ ہو رہا تھا۔ اس نے اندر آتے ہی مجھے کرسی سے کھینچ لیا۔ اور ڈرائنگ روم کے فرش پر رقص کرنے لگی۔

"اوہو۔ رکو۔ رکو تو سہی۔"

"ہرگز نہیں۔ دل چاہ رہا ہے' وینس کی سڑکوں پر تمہارے ساتھ ناچتی پھروں۔" غلام سیٹھ نے کیا غلط کہا تھا۔ مگر نواز۔ میری جان یہ سب کیسے ہوا؟ اف۔ تم نے تو وینس کو ہلا کر رکھ دیا۔ میں بے وقوف ہوں۔ گدھی ہوں نواز۔ میں نے تمہیں صرف منشیات کا ایک معمولی اسمگلر سمجھا تھا۔ تم اندر سے کیا ہو۔ میری آنکھیں نہیں پہچان سکی تھیں۔"

وہ مجھے گھسیٹ کر رقص کرنے لگی۔

"بس بھئی۔ اخبارات تو دیکھنے دو۔" میں نے اس کے ہاتھ سے اخبار گھسیٹتے ہوئے کہا۔ "چائے بناؤ میرے لئے!" اور وہ چائے بنانے لگی۔ چائے پیتے ہوئے ہم اخبارات پر جھک گئے۔

تمام اخبارات نے سوبیتا کے بارے میں خبریں اور تصویریں لگائی تھیں۔ لیکن جیگروس نے تو ہلچل مچا دی تھی۔ اس کے اخبار نے خصوصی صفحات شائع کئے تھے۔ پورا اخبار تصاویر سے بھرا پڑا تھا۔ ان میں ملک کے بڑے بڑے لوگوں کی تصویریں تھیں۔ سوبیتا کے کورس ہال کی عریاں تصویریں تھیں۔ درحقیقت جیگروس بے حد پرجوش انسان تھا۔ اس نے انسانیت کی اس تذلیل کے خلاف اپنا سب کچھ داؤ پر لگا دیا تھا۔ ظاہر ہے ان تصاویر اور اس تفصیل کے بعد اس نے اپنے اتنے دشمن پیدا کر لئے تھے کہ ملازمت تو دور کی چیز ہے' خود اس کی زندگی شدید خطرے سے دوچار ہو گئی تھی۔ اس کے بعد میں نے لوئی کو اور اس کے ایک ساتھی کی موت کے بارے میں پڑھا۔ پولیس اس سلسلے میں کافی پریشان تھی۔ اس کا کہنا تھا کہ پولیس کی چلائی ہوئی گولیوں سے سوبیتا کا کوئی شخص زخمی بھی نہیں ہوا تھا۔ پولیس نے ہوائی فائر کئے تھے۔ میرے تذکرے کو محفوظ رکھا گیا تھا۔ بہرحال مجھے اس کی پرواہ بھی کیا ہو سکتی تھی۔ "نواز۔ ڈیئر۔ مجھے بتا دو یہ سب کچھ کیسے ہوا؟ میرے خدا۔ تم نے کس اعتماد سے کہا تھا کہ یہ سوبیتا کی آخری رات ہے۔ میں

سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ اتنے بڑے آرگنائزیشن کو تم اس طرح ملیامیٹ کر دو گے؟"

"میں نے اس کے لئے پروگرام بنایا تھا سی کا۔ اور میں اس میں کامیاب رہا۔ تمہارا خیال تھا کہ لوئی کو پولیس کے ہاتھوں کے بعد صاف بچ جائے گا۔ اس لئے تمہارے دیئے ہوئے پستول سے میں نے اسے ہمیشہ کے لئے چھٹی دے دی۔

"اوہ۔ اوہ۔" سی کا نے میرا بازو پکڑ لیا۔

"کیوں۔ خوفزدہ ہو گئیں؟"

"نہیں۔"

"سوچ رہی ہو گی کہ پولیس کو بہرحال میری تلاش ہو گی۔ اور ممکن ہے وہ کچھ معلوم کرنے میں کامیاب ہو جائے۔

" "نہیں نواز۔ پولیس۔ تمہاری سی کا بھی کوئی حیثیت رکھتی ہے۔ پولیس تمہارا بال بیکا بھی نہیں کر سکے گی۔"

"پھر؟"

میں سوچ رہی تھی کہ تم یہ بھی کر سکتے ہو۔ تم کس قدر نڈر ہو۔ کس قدر دلیر ہو۔ کس قدر ذہین ہو۔"

"اب کیا پروگرام ہے نواز؟"

"بس یہاں سے چھٹی۔ ہاں آرگنائزیشن کے لئے اور کوئی پرابلم ہو تو بتاؤ۔"

ابھی تو اس کے نتائج دیکھنا ہیں۔ یہ کوئی معمولی کام نہیں ہوا ہے نواز۔ خود ہمیں بھی چند روز احتیاط کرنا پڑے گی۔ حکومت ہل گئی ہو گی۔ چند روز کافی سختی رہے گی۔ اس کے بعد پھر کاروبار جم جائے گا۔ ہاں میں تمہیں ایک بات کا یقین دلاتی ہوں کہ وینس میں اب ہمارے علاوہ کسی کا کاروبار نہیں جم سکے گا۔ سوبیتا سب سے بڑی رکاوٹ تھی۔"

"اچھی بات ہے۔"

"اب تو اپنا وعدہ پورا کرو گے نواز؟"

"کونسا وعدہ ہنی؟"

"کچھ وقت وینس میں میرے ساتھ گزارو گے۔"

"ہاں ——!" میں نے گردن ہلا دی۔ چند منٹ کے بعد لیزینا نے باہر سے آنے کی اجازت مانگی۔"

آجاؤ۔" سی کا کے لہجے میں بڑی نرمی تھی۔

"مسٹر گریفتھ نے فون کیا ہے مادام۔ کیا آپ نے سوبیتا کی کہانی"

"ہاں۔ میں نے اخبارات میں پڑھ لی ہے۔ کیا گریفتھ مجھ سے بات کرنا چاہتا ہے۔"

"جی ہاں۔ وہ ہولڈ کئے ہوئے ہے۔"

"ٹھیک ہے۔ میں اس سے بات کر لوں۔" سی کا نے اٹھتے ہوئے کہا۔ لیزینا نے بھی اس کے ساتھ جانے کی کوشش کی لیکن سی کا نے اسے روک دیا۔ تم رکو لیزینا۔ مسٹر نواز تنہا رہ جائیں گے۔"

"یس مادام۔ لیزنا نے چھت کی طرف گھورتے ہوئے کہا۔ اس کی آنکھوں میں شرارت تھی۔ سی کا باہر نکل گئی تو اس نے دبے قدموں دروازے تک جا کر باہر جھانکا اور پھر میرے پاس آئی۔

"کیا آپ سورج مغرب سے نکال سکتے ہیں مسٹر نواز؟"

"کیوں؟"

"میرا خیال ہے آپ نے یہ کام کر دکھایا ہے۔"

"وہ کس طرح؟"

"کل شام کیا تھا؟"

"کچھ نہیں۔ اس نے اپنا قول توڑ دیا۔ میں نے اس سے دشمنی چھوڑ دی۔"

"میرا خیال ہے آپ کا یہ کارنامہ بھی فال آف سوبیتا سے کسی طرح کم نہیں ہے۔"

"فال آف سوبیتا کے بارے میں تمہیں کیا معلوم ہے؟" میں نے چونک کر پوچھا۔

"نواز۔ میں بھی آرگنائزیشن میں ایک حیثیت رکھتی ہوں۔" لیزینا نے کہا۔ "تمہاری مصروفیات میرے علم میں تھیں۔ ——— سی کا نے ممکن ہے تمہیں نہ سمجھا ہو، لیکن جو شخص سی کا کو جھکا سکتا ہے، وہ سوبیتا کے پرخچے اڑانے کی حیثیت رکھتا ہے۔

"ہوں" میں نے ایک گہری سانس لی۔

"پھر سی کا آ گئی۔ اس نے جھٹکے سے بال ایک طرف کرتے ہوئے کہا۔ "گریفتھ بے چین تھا کہ غلام سیٹھ کو تمہارے کارنامے کی اطلاع دے دی جائے۔

"اوہ۔ پھر تم نے کیا کہا اسے؟"

"منع کر دیا۔ ابھی اس قسم کے کسی کام کی ضرورت نہیں ہے نواز۔ کیا خیال ہے۔ کیا تمہارے خیال میں یہ مناسب تھا؟"

"ہرگز نہیں۔ تم نے اچھا کیا۔"

اس کے بعد میں نے سی کا کے مکان میں رہائش اختیار کر لی۔ درحقیقت بڑی لے دے ہوئی تھی۔ حکومت کی مشینری ہل گئی تھی۔ بہت سے لوگوں کو منہ چھپا کر روپوش ہو جانا پڑا تھا۔ بہت سے لوگوں نے اپنی ملازمت سے استعفے دے دیئے تھے۔ اخبارات میں آج کل سوبیتا کی خبروں کے علاوہ اور کچھ نہ ہوتا۔ لیکن حکومت نے نہایت فراخ دلی کا ثبوت دیا تھا۔ جیگروس کا اخبار بدستور چل رہا تھا۔ حکومت نے اس کے لئے اسپیشل گرانٹ دی تھی۔ پولیس آفیسر کا عہدہ بڑھا دیا گیا تھا۔ بہرحال مجھے اس سے کیا سروکار۔ سیکا تھی اور وینس کے خوبصورت مقامات۔ رات کی تنہائیاں، گرم بستر، سیکا کی حسین آغوش، اور کیا چاہیئے تھا۔

سردارے سے بھی ملاقات ہو جاتی تھی۔ اخبارات میں کسی پراسرار اجنبی کے تذکرے پر سردارے نے میری طرف شک آلود نگاہوں سے دیکھا تھا۔

"یار سچ بولیں کتے توں ایس تے او اجنبی نئیں ایں؟"

"او نئیں یار ساڈا او دے نال کی واسطہ۔"

لیکن ایک دن بھرم کھل گیا۔ میں نے فیصلہ کیا تھا کہ سردارے کو بھی اپنے ساتھ ہی شامل کر لوں' اچھا آدمی تھا' میرا ہم وطن تھا۔ وطن سے کتنا ہی دور تھا' کتنا ہی اجنبی تھا' لیکن دریائے جہلم کی سوندھی سوندھی مٹی کی خوشبو آج بھی مجھے اتنا ہی متاثر کرتی تھی۔ سردارے کے بدن میں میرے وطن کی خوشبو تھی۔ مجھے اپنا وطن مقدس عزیز تھا۔ لیکن میرا دل ناپاک تھا جس میں اس کی محبت پوشیدہ تھی' میری زبان گندی تھی جس سے میں اپنے آپ کو اپنے وطن سے منسلک نہیں کہہ سکتا تھا۔ کہاں میرا پاک وطن' اور کہاں میرا ناپاک وجود------!

سردارے میرے پاس آیا تھا۔ اور میرے سامنے خاموش بیٹھا تھا۔ "کیا سوچ رہے ہو سردارے؟" میں نے پیار سے اس سے پوچھا۔

"یار۔ نواز۔ تو میتوں پاگل سمجھنا ایں؟"

"کیوں؟ نہیں تو۔"

"تو پھر خود ہی سوچ یار کہ میں تیرے بارے میں کیا سوچوں؟"

"بات کیا ہوئی سردارے؟"

"یار۔ تو مجھے قمار خانے میں ملا۔ پھر تو نے میری دعوت کی اور بھابی دکھائی۔ میں نے تجھ پر بھروسہ کیا۔ مگر پھر تو سوبیتا میں ملا' اور تیری شکل بدلی ہوئی تھی۔ اپنے وطن کا ہے اس لئے یہ بھی نہیں کہہ سکتا کہ تو یہاں کی پولیس کا آدمی ہے۔ مجھے بتا سکتا ہے کہ تو سوبیتا میں کیا کر رہا تھا۔ یہ یاد رکھنا کہ پولیس آج بھی اس اجنبی کی تلاش میں ہے جس نے اس کی مدد کی تھی۔"

"آگے بول سردارے۔" میں نے ایک گہری سانس لے کر کہا۔

"اب آگے کیا بولوں یار۔ اب تیرے ساتھ دوسری بھابی ہے۔ دوسری کوٹھی ہے۔ یہ سب کیا ہے؟"

"تیرا کیا خیال ہے سردارے؟"

"ناراض تو نہیں ہو جائے گا نواز؟" سردارے نے گہری نگاہوں سے مجھے دیکھا۔

"او نئیں یار۔ تو تو میری جان ہے۔"

"تیری محبت ہے نواز مگر یار سردارے کو معاف کر دینا۔ مجھے شبہ ہے کہ تیرا کاروبار بھی گڑبڑ ہے۔"

"اگر ہو سردارے تو؟" میں نے معنی خیز نگاہوں سے اسے دیکھا۔

"تو پھر کیا ہے۔ اپنے سردارے کو تو بتا دے۔"

"ٹھیک ہے سردارے؟ تیرا خیال درست ہے۔" میں نے تسلیم کر لیا۔

"او جیو۔ او جیو یار۔ مگر تو مجھ سے بہت اونچا ہے۔ میں تو تیرے جوتوں کی خاک بھی نہیں ہوں۔"

"اب بول سردارے۔"

"کیا بولوں؟"

"میرے ساتھ کام کرے گا؟"

"تیرا نوکر ہوں یار۔ بس ایک بات سن لے۔ تیرے پسینے پر اپنا خون گراؤں گا' پنجاب کی قسم

ے ایک وفادار دوست ثابت ہو گا۔"

بس سردارے بس۔ میرا دل بھر آیا' میں آنکھوں میں آ جانے والے آنسوؤں کو نہ روک سکا۔ "اس ے کچھ نہ کہنا سردارے۔ بس اس سے آگے کچھ نہ کہنا۔ کیسی قسم کھالی تو نے سردارے۔" میرے دل ب بھر آیا۔

س کے بعد کئی منٹ تک خاموشی طاری رہی۔ پھر میں نے گلا صاف کر کے کہا۔ "ان میں کوئی تیری نہیں ہے سردارے۔ سب سالی چلتی پھرتی ہیں۔ کاروباری شریک سمجھ لے۔"

"و جیو راجہ اندر۔ عیش کرو پیارے۔" سردار بھونڈے انداز میں ہنستا ہوا بولا۔ "میں کوئی اچھا انسان ہوں سردارے۔ میں اس وقت اس سے زیادہ کچھ نہیں بتاؤں گا۔ تو اپنے ہوٹل میں رہ۔ عیش کر۔ رقم ات کرنا۔ اسکے بعد کوئی پروگرام بنائیں گے۔"

میں قدم قدم پر تیرے ساتھ ہوں۔ میری نوکری پکی؟"

"بالکل!" میں نے مسکراتے ہوئے کہا اور پھر میں نے نوٹوں کی ایک گڈی اس کی طرف اچھال دی' جسے ے دونوں ہاتھوں میں لپک لیا۔ اور پھر اطمینان سے جیب میں رکھ لیا۔

"ام کب سے شروع ہو گا؟"

"وئی کام نہیں ہے۔ بس تنخواہ لیے جا۔ ہاں تیرے پاس ------ انٹرنیشنل پاسپورٹ ہے؟"

"ں۔ ہاں۔ موجود ہے۔"

"س ٹھیک ہے۔ وہ مجھے پہنچا دینا۔ عمدہ قسم کے دو چار لباس سلوا لینا۔ نہ جانے کس وقت ضرورت پڑ ے۔"

"یسا کہہ رہے ہو کروں گا نواز۔ اجازت؟"

"ٹھیک ہے۔ جاؤ۔" میں نے کہا اور سردارے اٹھ کر چلا گیا۔ اس کے جانے کے بعد میں سردارے ے میں سوچنے لگا۔ اسے اپنے ساتھ ہی رکھوں گا۔ وہ تنہا ہے۔ میں بھی تنہا تھا۔ مل جل کر گزارہ کر ے۔ زندہ دل انسان ہے۔ غلام سیٹھ سے ملاقات ہو گئی تو اس سے اجازت بھی لے لی جائے گی' ورنہ یری بھی حیثیت اس قدر تھی کہ میں اپنی مرضی سے کسی کو ساتھ رکھ سکتا تھا۔

ور۔ یہ کوئی پرابلم نہیں ہے۔ سوچنا یہ ہے کہ اب کیا کیا جائے؟

ور کچھ سوچ نہیں پایا تھا کہ سی کا آ گئی۔ "ہیلو نواز؟" اس نے پیار بھرے لہجے میں کہا۔ "ہیلو سی کا۔"

"وری ڈارلنگ۔ مجھے کچھ دیر ہو گئی۔ مسٹر سردار علی چلے گئے؟"

"ہاں"

"یا سوچ رہے ہیں آپ؟"

"وئی خاص بات نہیں سیکا۔ بس یہی کہ وینس میں قیام طویل ہو گیا ہے۔"

"ھا گئے ہیں؟" اس نے پوچھا۔

"ہاں"

"مجھ سے؟"

"اوہ۔ نہیں سی کل۔ نئی عورت بننے کے بعد تم بے حد پرکشش ہو گئی ہو۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"ہاں نواز۔ تم نے میری زندگی' بلکہ میرے ذہن میں ایک نمایاں تبدیلی پیدا کر دی ہے۔ سوچتی ہوں تمہارے چلے جانے کے بعد اس بدلی ہوئی شخصیت سے تعاون کر سکوں گی یا نہیں"

"اگر اپنی شخصیت کو اپنے لئے منفعت بخش پاؤ تو اسے برقرار رکھنا۔ ورنہ چند روزہ طلسم توڑنے پر وقت نہ ہو گی۔" میں نے سنجیدگی سے کہا اور سی کا نے گردن جھکالی۔ چند ساعت خاموشی رہی۔ پھر سی کا نے بجھے ہوئے لہجے میں کہا۔ "غلام سیٹھ کا پیغام ملا ہے؟"

"اوہ۔ کیا؟" میں نے چونک کر پوچھا۔

"سوبیتا کی تفصیلات اسے معلومات ہو چکی ہیں۔"

"خوب۔ کیا اطلاع دی گئی تھی؟"

"پوری دنیا کے اخبارات میں تفصیلات چھپی ہیں اور پھر ظاہر ہے غلام سیٹھ اس قسم کے معاملات سے پوری طرح باخبر رہتا ہے۔ اس نے بڑے وثوق سے کہا ہے کہ یقیناً وہ اجنبی تم ہی ہو گے۔ بہرحال غلام سیٹھ نے تم سے تمہارا پروگرام پوچھا ہے اور لکھا ہے کہ اگر تمہارا کوئی پروگرام نہ ہو تو پھر اس کے کہنے پر عمل کرو۔"

"اوہ۔ کیا ہدایت ہے غلام سیٹھ ہے؟"

"سوئٹزر لینڈ۔ تمہاری دوسری منزل سوئٹزر لینڈ ہو گی۔"

"اوہ۔ کب روانہ ہونے کے لئے کہا ہے؟"

"یہ کچھ نہیں کہا۔ اس کا فیصلہ آپ کو کرنا ہے۔"

"ہوں۔"

"ہاں۔ بس ایک بات کہی ہے۔"

"کیا؟" میں نے توجہ سے پوچھا۔

"غلام سیٹھ نے کہا ہے کہ سوئٹزر لینڈ کے راستے کو پوری توجہ سے طے کیا جائے۔ درمیان کی معلومات درکار ہیں۔"

"ہوں!" میں نے گردن ہلا دی۔ "کوئی مال نہیں لے جانا؟"

"نہیں اس بارے میں ہدایت نہیں ہے۔"

"ٹھیک ہے۔ اور کچھ؟"

"نہیں۔ بس۔"

"تو مجھے روانگی کی تیاریاں کرنی ہیں مادام سیکا۔"

"ہاں۔ میرے لائق جو خدمت ہو بتا دو۔ سیکا نے اداسی سے کہا۔

"شکریہ مس سی کل۔ ویسے درحقیقت آپ کے ساتھ بہت عمدہ وقت گزرا۔ میرا خیال ہے عرصے تک میں تمہیں نہ بھول سکوں گا۔"

"اور میں شاید کبھی نہیں۔ اتنا تو سمجھتے ہو گے نواز۔"

"بھول جانا ہی زندگی ہے سی کل۔"

"عام باتیں بھولی جا سکتی ہیں۔ عام لوگوں کو بھولا جا سکتا ہے۔ لیکن بعض لوگ زندگی میں ایسا رنگ رچاتے ہیں کہ ان کا بھولنا ناممکن ہوتا ہے۔" سی کا نے اداسی سے کہا۔ میں اس کی بات کا کیا جواب دیتا۔ یہ باتیں تو سینکڑوں مرتبہ میرے سامنے دہرائی جا چکی تھیں۔ بہرحال ایسی ہی کچھ فضول باتوں کے بعد سی کا خاموش ہو گئی۔ میں نے اس سے اجازت طلب کی اور باہر نکل آیا۔ اب میرے ذہن پر سفر سوار تھا۔ باقی باتوں کے بارے میں' میں کچھ نہیں سوچ رہا تھا۔ واقعات تو زندگی سے منسلک ہوتے ہیں۔ سب کچھ بھول جانے کے لئے ہے۔ سب کچھ!

...○...

اور

راجہ نواز اصغر نے اس دور کو اپنی زندگی کا بدترین دور کہا ہے' جب وہ ذہنی طور پر انسانیت کو بالکل فراموش کر چکے تھے۔ انہوں نے کیا کیا گل کھلائے یہ تو اگلے حصہ میں ہی معلوم ہو سکے گا!

میں نے تیاریاں شروع کر دی۔ کوئی خاص کام تو تھا نہیں جس کے لئے زبردست تیاریاں ہوتیں۔ صرف آوارہ گردی کرنی تھی۔ سوئٹزر لینڈ۔ ایک حسین خواب۔ حسینوں کا ملک۔ واقعات کا وطن۔ دیکھیں اس راستے میں کون کون سے ہنگامے تحریر ہیں۔

ایک ہفتے کے اندر اندر میں نے تیاریاں مکمل کر لیں۔ اس دوران لیزینا' سی کا وغیرہ میری خلوتوں کی ساتھی رہیں۔ سی کا اب مکمل طور پر تعاون کرتی تھی۔ جس رات میں نے لیزینا کو طلب کیا' اس رات سی کا نے کوئی مخالفت نہیں کی۔

بالآخر میں نے روانگی کے لئے دوسرا دن منتخب کیا۔ اس دوران میں اپنے سفر کے لئے ساری تفصیلات مہیا کر چکا تھا۔ سی کا نے میرا پروگرام معلوم کیا' لیکن میں نے اسے ٹال دیا۔

"ہماری آخری ملاقات اسی مکان میں ختم ہو جائے گی سی کا۔" میں نے صاف لہجے میں کہا۔

"اتنی بے رحمی۔" سیکا الڈتے ہوئے آنسوؤں کو روک کر بولی۔

"اس میں بے رحمی کی کیا بات ہے سی کا۔ بہرحال ہم ایک ایسی آرگنائزیشن سے متعلق ہیں جس میں ہمیں اپنے سخت فرائض انجام دینے ہوتے ہیں۔" میں نے کہا۔

"واپس نہیں آؤ گے نواز۔"

"یہ سب حماقت کی باتیں ہیں۔ کیا کہا جا سکتا ہے۔ اچھا اب اجازت دو۔" میں نے اپنا بیگ اٹھایا اور سی کا سسکتی رہ گئی۔ میرے دل میں ان سسکیوں کی کوئی اہمیت نہیں تھی۔

میں سیدھا سردارے کے ہوٹل پہنچ گیا۔ سردارے سے بھی میں نے کہہ دیا تھا کہ ہمیں سفر کرنا ہے۔ کہاں جانا ہے اور کب جانا ہے' اس بارے میں' میں نے کوئی بات نہیں کی تھی۔ سردارے مجھے دیکھ کر ہمیشہ خوش ہو جاتا تھا۔ "آؤ یار۔ اس بیگ میں کیا ہے؟"

"میرا سامان۔"

"اوہ۔ تو کب چلنا ہے۔"

"کل۔"

"او جیو۔ کہاں چلنا ہے؟"

"سوئٹزر لینڈ۔"

"کہاں؟" سردارے اچھل پڑا۔

"سوئٹزر لینڈ۔"

"کمال ہے۔ کیسے چلیں گے؟"

"بائی ٹرین۔"

"وہ تو ٹھیک ہے۔ مگر میں؟" سردارے سخت حیران تھا۔

"تمہارے کاغذات میں نے مکمل کرا لئے ہیں۔"

"یار۔ تو اپنی سمجھ نہیں آیا۔ ویسے بڑا گہرا آدمی ہے۔ مال لے جانا ہے؟"

"نہیں سردارے۔ میں تو اونچے پیمانے پر کام کرتا ہوں۔ اس انداز میں نہیں۔"

"ہاں۔ میں اپنے یار کے بارے میں جانتا ہوں۔" سردارے فخر سے سینہ پھلا کر بولا۔

"تو پھر میرے لئے کیا حکم ہے؟"

"کوئی حکم نہیں۔ ہمیں اپنے چہروں میں تھوڑی سی تبدیلی کرنی ہے۔"

"وہ کیسے؟"

"یہ میرا کام ہے۔ یہ پاسپورٹ دیکھو۔ کیا تم اس چہرے کو برداشت کر سکو گے؟" میں نے سردارے کا پاسپورٹ وغیرہ نکال کر اس کے سامنے رکھ دیا۔ اس میں' میں نے سردارے کے چہرے سے ملتے جلتے ایک ہپی نوجوان کی تصویر لگائی تھی۔

"اوہ۔ کیا میری شکل ایسی ہو جائے گی؟"

"بالکل۔ ہم ہپیوں کے انداز میں سفر کریں گے۔"

"ہوٹل کب چھوڑنا ہے؟"

"بس آج ہی۔" میں نے جواب دیا۔

"مگر ہم تو کل چل رہے ہیں۔"

"ہاں۔ ہوٹل آج ہی چھوڑ دو۔ فون پر ایک اور کمرہ بک کرا لیتے ہیں۔" میں نے کہا۔ اور پھر میں نے مسٹر پیٹرسن کے نام سے اسی ہوٹل میں کمرہ حاصل کر لیا۔ یہاں ہمیں ایک رات قیام کرنا تھا۔

اس کے بعد میں نے سردارے کے چہرے کی مرمت شروع کر دی' میرے بیگ میں سامان موجود تھا۔ وگ' بال اور دوسری ایسی ہی چیزیں۔ میک اپ میں اب مجھے خاصی مہارت

حاصل ہو گئی تھی۔ تقریباً" ایک گھنٹے کی محنت کے بعد سردار کی شکل میری مرضی کے مطابق ہو گئی تھی۔ میں نے آئینہ اس کے سامنے کر دیا۔

"اوہ خدا دی قسم۔" سردارے کا منہ حیرت سے کھل گیا۔

"انگلش کتنی جانتے ہو سردارے؟"

"بس کام چلانے کے لائق۔"

"دوسری کوئی زبان۔"

"بالکل نہیں۔"

"ہوں۔ اگر میں تمہیں گونگا کر دوں تو کیسا رہے؟"

"کیا مطلب؟"

"تم گونگے ہو۔"

"اوہ۔ ٹھیک ہے۔ اگر یہ مناسب ہے تو یہی سہی۔" سردارے نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"بس اب تم جاؤ۔ روم نمبر تھرٹی ایٹ۔ تم لکھ کر یہ نمبر بتا سکتے ہو" میں نے کہا۔

"پرواہ مت کرو نواز۔" تمہارا غلام بے وقوف نہیں ہے۔ میں گونگا بن کر بھی اپنا کام اس طرح چلاؤں گا کہ تمہیں کوئی شکایت نہیں ہو گی۔"

"بس تو دفعان ہو جاؤ میری جان۔" میں نے ہنستے ہوئے کہا اور سردار اپنا مختصر سا سامان لے کر باہر نکل گیا۔ اور اب میری باری تھی۔ میں نے اپنے چہرے کی مرمت کی اور پھر جب اپنی بگڑی ہوئی شکل سے مطمئن ہو گیا تو سامان سمیٹ لیا۔ پھر بیرے کو بلانے کے لئے گھنٹی بجا دی۔

بیرے نے اندر داخل ہو کر ادھر ادھر دیکھا۔ شاید وہ سردارے کو تلاش کر رہا تھا۔

"بیرا۔ اس کمرے کا بل لے آؤ۔ میرا دوست جا چکا ہے۔ ہری اپ۔" میں نے بگڑی ہوئی انگریزی میں کہا اور بیرے نے گردن ہلا دی۔ بل ادا کر کے میں سامان سمیت باہر نکل گیا۔ اور تھوڑی دیر کے بعد میں سردارے کے پاس تھا۔ سردار نے مجھے دیکھ کر آنکھ دبائی۔ "خدا قسم یار۔ کوئی پہچان لے تو اس کی ایسی تیسی جادوگر ہو۔ واقعی تمہارا کام اونچا ہے۔ ہم لوگ تو اس لائن کے لچے لفنگے ہیں۔"

"اچھا۔ اب فضول باتیں مت کرو۔ آؤ باہر چلیں۔"

"اوکے باس" سردارے نے کہا اور اور تھوڑی دیر کے بعد ہم ہوٹل آوارہ گردوں کی طرح مانند سڑک پر مارے مارے پھر رہے تھے۔

"یار۔ اپنی ان سرکاری بھابیوں کا کیا بنا؟" راستے میں سردارے نے پوچھا۔

"سرکاری تھیں۔ بچی سرکار واپس کر دی گئیں۔"

"خوب تھیں یار۔" سردارے ہونٹ چاٹتا ہوا بولا۔ اور پھر میری طرف دیکھ کر ہنسنے لگا۔ "اگر کسی کو پتہ چل جائے کہ تم وہی شخص ہو' جس نے لوئی کو قتل کیا ہے تو کیا ہو؟"

"کچھ نہ ہو۔ میں نے غلط کام نہیں کیا۔ حکومت وینس کو میرا شکرگزار ہونا چاہئے۔"

"ہاں۔ پوری دنیا میں اس کے نام کا ڈنکا بج گیا۔"

رات گئے تک ہم خشک اور آبی سڑکوں پر گھومتے رہے۔ وینس کی آخری رات تھی' پھر واپس ہوٹل آ گئے۔ دوسرے دن گیارہ بجے ہم نے ہوٹل چھوڑ دیا اور اسٹیشن چل پڑے۔ ٹھیک سوا بارہ بجے برقی ٹرین نے وینس چھوڑ دیا۔ ہماری جیب میں بون کے ٹکٹ موجود تھے۔ یہ ٹکٹ تین ماہ تک کارآمد ہوتے تھے' جب چاہو جہاں چاہو اتر پڑو۔ سیر و سیاحت کرو اور پھر چل پڑو۔ یہی ٹکٹ کارآمد تھے۔ مجھے تو یوں بھی یہاں کے پورے اسٹیشن دیکھنے تھے۔ رات کو ٹرین میں سونے کے بجائے ہم گذاب اتر پڑے۔ ایک چھوٹا سا پہاڑی قصبہ تھا۔ سادہ لوگوں کی بستی۔ لیکن اس بستی میں حسین مناظر کے علاوہ کوئی خوبی نظر نہ آئی' قیام کی سہولت بھی نہیں تھی۔

رات بڑی بے آرامی سے گزاری۔ ہمیں یہاں بھی ہپیوں کی تلاش تھی لیکن نہ جانے کیوں یہاں ان کا کال تھا۔ ایک بھی نظر نہ آیا۔ تب شکرقندی اور آلوؤں کے ایک کھیت کے کنارے قیام کی ٹھہری اور ہم بوریا بستر ڈال کر لیٹ گئے۔

آسمان پر چاند جگمگا رہا تھا۔ موسم بہت حسین تھا۔ ہمارے ذہن نہ جانے کیا کیا سوچ رہے تھے۔ تھوڑی دیر کے بعد سردارے نے مجھے آواز دی۔ "نواز۔"

"ہوں؟"

"سو گئے؟"

"نہیں"

"کیا سوچ رہے ہو؟"

"کچھ نہیں یار۔"

"وطن یاد آ رہا ہے؟"

"نہیں۔"

"بھابی۔ میرا مطلب ہے بھابیاں۔" سردارے نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"او نہیں یار۔ ان کو کیا یاد کرنا۔" میں نے پھیکی سی ہنسی سے کہا۔

"پھر کیا سوچ رہے ہو نواز؟"

"کوئی خاص بات نہیں سردارے۔ ہمیں کل کا دن یہاں گزارنا ہو گا۔ ظاہر ہے ٹرین رات کو ملے گی۔"

"ایک اور ترکیب ہو سکتی ہے۔"

"کیا؟"

"پیدل چلیں گے۔ کسی سے لفٹ مانگیں گے۔ بہت سے آوارہ گرد اس طرح سفر کرتے ہیں۔"

"اور اگر لفٹ نہ ملی تو؟"

"چلتے رہیں گے۔ کھانے پینے کا سامان قصبے سے لے لیں گے۔"

"ٹھیک ہے۔" میں نے کہا اور اپنے ذہن میں نقشہ ترتیب دینے لگا اندازے سے ویرنا قریب تھا۔ شاید چالیس بیالیس میل دور۔ ویرونا۔ شیکسپیئر کی جولیٹ کا شہر' رومیو جولیٹ کی داستان میری نگاہوں کے سامنے گھوم گئی۔ پوہ۔ احمقوں کی جنت میں رہنے والے!

"نواز۔" سردارے نے پھر ٹوک دیا۔ اور میں چونک پڑا۔ "لگائی ہے یار؟"

"نہیں نواز۔ میں بلا ضرورت نہیں پیتا۔" میں نے جواب دیا۔

"ضرورت کے تحت تو پی لیتے ہو میری جان۔" سردارے بے تکلفی سے ہنستے ہوئے بولا۔ اور میں بھی ہنسنے لگا۔ لیکن سردارے ایک دم سنجیدہ ہو کر میری شکل دیکھنے لگا۔ اور اس کی اچانک سنجیدگی پر میں چونک کر اسے دیکھنے لگا۔

"کیوں؟" میں نے سوال کیا۔

"یار۔ مم۔ معاف کر دینا نواز۔ اب تو میں تمہاری ملازمت میں آ گیا ہوں۔ مم۔ میری بے تکلفی۔۔۔۔۔" اور میں نے کھینچ کر سردارے کو گلے سے لگا لیا۔

"آئندہ ایسی بات مت کرنا سردارے۔" تیری بے تکلفی ہی تو تیری خوبی ہے سردارے۔ تیری بے تکلفی ہی تو دل پر مرہم رکھتی ہے میرے دوست' آئندہ اس انداز سے مت سوچنا۔"

"تھینکیو نواز۔ تو نے مجھے شیر کر دیا ہے۔ میں تیرا غلام ہوں میری جان۔ کھال اتروا دے سردارے کی۔ جوتا بنا لے!" سردارے جذباتی ہو گیا اور ہم ایک دوسرے سے لپٹ رہے۔

"چلو۔ اب چلنا ہے تو چلتے ہیں۔"

"لطف آئے گا نواز۔" سردارے نے کہا اور ہم چل پڑے۔ ہم نے تیزی سے پیدل سفر شروع کر دیا۔ یہاں تک کہ جس وقت سورج آسمان کی انتہائی بلندیوں پر چمک رہا تھا تو ہم وینس کے آخری کنارے کو الوداع کہہ رہے تھے۔ سامنے پہاڑیاں بکھری ہوئی تھیں جن کے درمیان ایک خوبصورت اور انتہائی ہموار چوڑی سڑک میلان کی جانب عازم تھی۔

سڑک کے کنارے کنارے ہم چل پڑے۔ ہمارا خیال تھا کہ شاید کچھ دوسرے لوگ بھی ہماری طرح سفر کر رہے ہوں۔ لیکن شام کو چار بجے تک ایسا کوئی مسافر نہ ملا۔ ہاں گاڑیاں بے شمار گزری تھیں۔ لمبی لمبی خوبصورت گاڑیاں' بھدے ٹرک' حسین جوڑے' جو ایک

دوسرے سے چمٹے ہوئے تھے۔ کسی بھی حادثے کے لئے تیار۔ ایک دوسرے پر جان دینے کے لئے تلے ہوئے۔

"سردارے۔" میں نے ایک بوس و کنار میں مبتلا جوڑے کو دیکھتے ہوئے کہا۔

"ہوں۔"

"کبھی عورت ملی؟"

"کئی دفعہ یار۔"

"پیاسا تو نہیں ہے؟"

"پیاسا ہوں۔"

"کیا مطلب؟"

"عورتوں سے گفتگو کرنے کا سلیقہ نہیں آتا یار۔ بھاگ جاتی ہیں' یا پھر اس قابل نہیں سمجھتیں۔"

"اوہ۔" میں ہنس پڑا۔

"تیری شاگردی کرنا چاہتا ہوں نواز۔"

"فکر مت کر بچہ۔ رام بھلی کرے گا۔"

"آمین۔ آمین۔" سردارے نے دونوں ہاتھ منہ پر پھیرے۔ دور سے ایک لمبی امپالا آتی نظر آ رہی تھی۔ سردارے جلدی سے کھڑا ہو گیا اور اسے اشارہ کرنے لگا۔ کار کی رفتار سست ہونے لگی تھی۔

"وہ مارا!" سردارے خوش ہو کر بولا۔ کار میں صرف دو سر نظر آ رہے تھے اور کار کافی بڑی تھی۔ چند منٹ کے بعد کار ہمارے قریب آ گئی۔ "ویرونا" سردارے میری ہدایت بھول گیا۔ میں نے اسے گونگا رہنے کی تلقین کی تھی۔

مرد خاصا طویل القامت تھا' اس کا چہرہ خطرناک' بال کندھوں سے نیچے تک لٹکے ہوئے تھے۔ لڑکی بھی اچھی خاصی شکل و صورت کی مالک تھی۔ دونوں کے چہرے پر بے حد سنجیدگی نظر آ رہی تھی۔ وہ دونوں خاموشی سے ہماری شکلیں دیکھتے رہے۔ "بیٹھ جائیں؟" سردارے نے انگریزی میں پوچھا۔

اور جواب میں مرد دروازہ کھول کر نیچے اتر آیا۔ ہم دونوں اسے دیکھ کر چونک پڑے۔ مرد کا نچلا لباس غائب تھا۔ وہ ایک اونچی قمیص پہنے ہوئے تھا اور اس کے نیچے انڈر ویئر بھی نہیں تھا۔

"ارے" سردارے کے منہ سے حیرت زدہ آواز نکلی۔

"لوشا" مرد نے گرجدار آواز میں کہا۔

"یس ڈارلنگ۔" لڑکی کی نغمہ بار آواز ابھری۔

"نیچے آؤ۔" مرد اسی انداز میں بولا۔ اور لڑکی بھی دروازہ کھول کر نیچے اتر آئی۔

"اوہ خاناں خراباں۔" سردارے جھینپے ہوئے انداز میں بولا۔ لڑکی کے بھی نچلے جسم پر لباس نہیں تھا۔

"سمجھے؟" مرد نے سردار کو مخاطب کر کے کہا اور دوبارہ دروازہ کھول کر اندر بیٹھ گیا۔ لڑکی نے گردن جھکائی اور مسکراتی ہوئی اس کے برابر بیٹھ گئی۔ اور دوسرے لمحے مرد نے کار ایک زبردست جھٹکے سے آگے بڑھا دی۔ سردارے اچھل کر پیچھے ہٹ گیا۔ ورنہ شاید کار کی لپیٹ میں آ جاتا۔ اب وہ پاگلوں کی طرح میری طرف دیکھ رہا تھا۔

"سمجھے؟" میں نے ہنسی روکتے ہوئے کہا اور جواب میں سردارے نے چیخ چیخ کر انگلش کی تمام گالیاں دے ڈالیں' اس سے بھی دل سیر نہ ہوا تو وہ پنجابی میں شروع ہو گیا۔

"چچ چچ۔ انرجی ضائع نہ کرو۔ آؤ۔!"

"نہیں جاؤں گا۔ پہلے اس کا مطلب سمجھا دو۔" سردارے مجھے گھونسہ دکھا کر بولا۔

"مطلب میری سمجھ میں آتا تو تمہیں ضرور سمجھا دیتا پیارے۔ آؤ' یہ یورپ ہے۔" میں نے اسے آگے کھینچتے ہوئے کہا۔

"بے شرم' بے غیرت' اتنی عمدہ گاڑی لئے پھر رہے ہیں' اور سالوں کے پاس پورے کپڑے بھی نہیں تھے۔ لاحول ولا قوۃ۔" سردارے نے منہ بگاڑ کر کہا۔ اور اب میرے لئے ہنسی روکنا مشکل ہو گئی۔

"نئیں نئیں یار۔ مجھے ان کا مطلب سمجھا دے۔" سردارے غصے میں بھی تھا اور پریشان بھی۔

"آ جا سردارے۔ ضد نہ کر۔ آگے کہیں مل گئے تو ان سے مطلب پوچھ لیں گے۔" میں نے اسے دلاسہ دیتے ہوئے کہا اور بمشکل سردارے آگے بڑھا۔ لیکن وہ ہر دس پندرہ قدم کے فاصلے پر لاحول پڑھ لیتا تھا۔ اور مجھے اس کی حالت پر ہنسی آ رہی تھی۔

"سالوں نے کپڑوں کی وجہ سے نہیں بٹھایا' تو ہم سے مانگ لیتے۔" وہ بولا۔ اور میں نے قہقہہ لگایا۔ بمشکل تمام ایک میل کا فاصلہ طے کیا تھا کہ شام ہو گئی۔

"اب قیام کا بندوبست کرو۔" سردارے نے چاروں طرف ویران پہاڑیوں کو دیکھتے ہوئے کہا۔ وہ کافی پریشان نظر آ رہا تھا۔

"بندوبست کیا کرنا ہے میری جان۔ کہیں بھی پڑ رہیں گے۔" میں نے لاپرواہی سے کہا۔

"یار نواز' یہاں درندے نہ ہوں۔"

"ہو بھی سکتے ہیں۔" میں نے کہا۔

"اوہ۔ اب میں اتنا بھی بزدل نہیں ہوں۔ آؤ۔ جو ہو گا دیکھا جائے گا۔ ویسے یہ تجویز

میں نے ہی-----" سردارے نے جملہ نامکمل چھوڑ دیا۔ پیچھے سے روشنی نظر آ رہی تھی۔

"کیا خیال ہے؟ ٹرائی کرو گے؟" میں نے ہنستے ہوئے پوچھا۔ اور سردارے خشک ہونٹوں پر زبان پھیرنے لگا۔

"اس میں بھی ننگے نکلے تو؟"

"پورا یورپ ننگا ہے۔ کہاں کہاں آنکھیں بند کرو گے۔؟"

"قریب آ رہی ہے یار۔ اوہ۔ مائیکرو ہے شاید۔ آؤ آخری کوشش کر لیں۔" ہم دونوں سڑک کے کنارے کھڑے ہو گئے۔ مکمل اندھیرا نہیں ہوا تھا۔ اس کے علاوہ ہیڈ لائٹس ہمارے اوپر پڑیں۔ اور مائیکرو ہمارے قریب سے گزری۔ ہمارے ہاتھ بے اختیار اٹھے۔ اور مائیکرو تھوڑی دور جا کر رک گئی۔

"ننگے ہی ہیں سالے۔" سردارے بولا۔

"ہے۔ کم آن' کم آن۔" مائیکرو سے آواز آئی۔ اور سردارے بے اختیار اس کی طرف دوڑا۔

"سردارے" میں نے عقب میں اسے پکڑ لیا۔

"روک لی ہے یار۔ جلدی کر۔ آواز دے رہے ہیں۔"

"تو گونگا ہے سردارے۔" میں نے سرزنش والے انداز میں کہا۔

"اوہ۔ سوری۔" سردارے ٹھٹھک گیا۔ بہرحال میں مائیکرو کے پاس پہنچ گیا۔ مائیکرو کا دروازہ کھول دیا گیا تھا۔

"ویرونا؟" پوچھا گیا۔ لہجہ فرنچ تھا۔

"ہاں۔ ہاں جناب۔" میں نے زور زور سے گردن ہلائی۔

"کم ان۔ کم ان۔" کہا گیا۔ اور ہم خوشی سے اچھل پڑے۔ مائیکرو میں پہلے ہی جگہ نہیں تھی۔ ضرورت سے زیادہ لوگ تھے اور ایک دوسرے پر ٹھنسے ہوئے تھے۔ کسی نے میری کمر میں ہاتھ ڈال کر خود پر کھینچ لیا۔ اور میں بے ساختہ بیٹھ گیا۔ یہی سلوک شاید سردارے کے ساتھ ہوا تھا۔ مائیکرو ایک جھٹکے سے آگے بڑھ گئی۔ اور اس کے ساتھ ہی سردارے کے حلق سے ایک آواز نکل گئی۔

میں نے چونک کر صورتحال معلوم کرنے کی کوشش کی۔ تب میں نے دیکھا۔ سردارے ایک تندرست و توانا عورت کی گود میں بیٹھا تھا۔ خود میں کسی مرد کی آغوش میں تھا۔ یہ سب ہپی تھے اور بڑے مست نظر آ رہے تھے۔ چھوٹی سی مائیکرو کو انہوں نے نرب بنا رکھا تھا۔ اس میں بے حساب سامان ٹھنسا ہوا تھا۔ اور وہ لوگ بھی بے حساب تھے۔ پتہ نہیں چلتا تھا کتنے مرد تھے اور کتنی عورتیں۔

"خودکشی کرنے نکلے تھے؟" میرے مشفق نے پوچھا۔

"پرانی بات ہے۔ لیکن موت نے تعاون نہیں کیا۔"

"آج رات ضرور تعاون کرتی۔ وہ دیکھو بائیں سمت! لیکن شیشے بند ہیں۔" اس نے آخری سوال کسی اور سے کیا تھا۔

"ہاں!" جواب ملا۔ لیکن میں بائیں طرف دیکھنے لگا تھا۔ دو چمکدار آنکھیں نظر آئیں۔ اور پھر غائب ہو گئیں۔ ہیڈ لائیٹس کی زد میں ایک دھاری دار بدن آ گیا تھا۔

"یہ۔ یہ کیا تھا؟" میں نے پوچھا۔

"چیتا۔" میرے مشفق نے سکون سے جواب دیا اور میں ایک لمحے کے لئے سن ہو گیا۔ نہ جانے سردارے کی کیا حالت تھی' میں دیکھ نہیں سکا تھا۔ "تم لوگ غالباً" وینس سے آ رہے ہو؟"

"ہاں!"

"راستے کے بارے میں تم نے معلومات نہیں حاصل کی ہوں گی ورنہ لوگ تمہیں اس علاقے کے بارے میں ضرور بتاتے۔ یہاں کے چیتے بے حد خونخوار ہوتے ہیں۔ نہ ہی تم نے اس سڑک پر ابتداء میں لگا ہوا بورڈ پڑھا ہو گا' جس پر لکھا ہے کہ کاروں کے شیشے بند رکھے۔"

"بس بس مسٹر۔ میرے ساتھی کا ہارٹ فیل ہو جائے گا۔" میں نے سہمی ہوئی آواز میں کہا۔ اور گاڑی میں ایک زبردست قہقہہ گونج اٹھا۔ سردارے بھی جھینپے ہوئے انداز میں ہنسا۔

"اب تم دونوں اپنا تعارف کرا دو۔ ویرونا پہنچ کر ہم سب بھی اپنا تعارف کرا دیں گے۔"

"میرا نام سیرو ہے اور میرا ساتھی جوزف پینو ہے۔ ہمارا تعلق برطانیہ کے ایک دیہی علاقہ سے ہے۔" میں نے کہا۔

"ہاں۔ صورت سے ہی برطانوی معلوم ہوتے ہو۔ لیکن تمہارا ساتھی؟"

"وہ بولنے سے محروم ہے۔"

"اوہ۔" اس عورت نے گہری سانس لے کر کہا' جس نے اپنی گود میں سردارے کو بٹھایا ہوا تھا۔ سردارے کا چہرہ ہونق ہو رہا تھا۔ عورت اس کی کمر پر ہاتھ پھیرنے لگی۔ رات کی تاریکی کی وجہ سے ان کی شکلیں صاف نظر نہیں آ رہی تھیں' لیکن دوران سفر پتہ چل گیا کہ سب کے سب زندہ دل ہیں۔ ان پر عام ہپیوں کی طرح جمود طاری نہیں ہے۔ بلکہ وہ قہقہے لگانا جانتے ہے۔ خوب لطیفے ہوتے رہے۔ مائیکرو کے اندر ہی اس ٹھنسے ہوئے ماحول میں چرس کے دم لگائے گئے اور مائیکرو میں چرس کی سڑاند پھیل گئی۔ خاص طور سے اس کے شیشے بند تھے۔

ہمارے دم گھٹنے لگا' لیکن وہ مست تھے۔ ہمیں بھی سگریٹ پیش کی گئی۔ دو ایک گھونٹ

نہ لینا آداب کے خلاف تھا۔ اس لئے میں نے اور سردارے نے بھی دو تین کش لئے۔ لگ ہم خدا سے دعا مانگ رہے تھے کہ سفر جلدی سے ختم ہو جائے۔ تب کسی شریف انسان کو احسا ہو ہی گیا۔

"چھوٹے شیشے کھول دو۔ ہوا بند ہو گئی ہے۔" اور چھوٹے شیشے کھول دیئے گئے، تو کسی قدر جان میں جان آئی۔ بہرحال رات خاصی ہو گئی تھی، جب ویرونا کی روشنیاں ٹمٹماتی نظ آئیں۔ بڑی خوشی ہوئی تھی ان ٹمٹماتے چراغوں کو دیکھ کر!

جیولیٹ کی جنت نزدیک آ گئی۔ اور آبادی سے دور۔ ایک عمدہ سرسبز مقام پر مائیکر روک دی گئی۔ اور پھر مائیکرو کے سارے دروازوں نے انسان اگل دیئے۔ سب باہر نک آئے۔ بلاشبہ کوزے میں دریا بند تھا۔ اٹھارہ انیس کے قریب ان کی تعداد تھی، دو ہم تھے ا پھر سامان، جن میں خیمے وغیرہ شامل تھے۔

"ہم ویرانوں کے باسی، شہر کی گھما گھمی سے ہمارا کیا تعلق۔ یہ ویرانے ہمارے لئے مناسب ہیں۔ جہاں تہذیب کے پجاری نہیں ہوتے، کیا خیال ہے نئے دوستو، کیا تم اسی وقت ش جانا پسند کرو گے؟"

"اگر تمہارے نزدیک ایک رات کی جگہ نکل آئے تو۔" میں نے کہا۔

"زمین آزاد ہے۔ دیوانے اس پر حقوق جتاتے ہیں۔ اس کی حیثیت کون بدل س ہے۔ وہ اس کے لئے خون بہاتے ہیں مارتے ہیں، مرجاتے ہیں۔ اس کو اپنے زیر نگیں سمجھ ہیں۔ لیکن زمین آزاد ہے۔ وہ ان پر ہنستی ہے، آتے ہیں، چلے جاتے ہیں۔ وہ اپنی جگہ قا ہے۔ زمین کے جس قدر ٹکڑے پر تم سا سکتے ہو، آج کی رات وہ تمہارا ہے۔ کل بھی چاہو تو تمہارا رہے گا۔ اس کا کام ہی بوجھ سنبھالنا ہے۔ سو سنبھالے گا۔" ایک فلاسفر نے کہا۔

"شکریہ دوستو۔" میں نے کہا۔ باقی لوگ خیمے کھڑے کرنے میں مصروف ہو گئے۔ ہ دونوں نے ایک صاف سی جگہ تلاش کر لی۔ ان سے الگ آ کر سردارے نے ایک گہری سانس لی۔

"مر گئے یار۔" اس نے تھکے تھکے انداز میں کہا۔

"بچ گئے ہو میری جان۔ ورنہ چیتوں سے جنگ کرنے کا تجربہ نہ تمہیں ہے اور مجھے۔" میں نے ہنستے ہوئے کہا۔

"ہم سے واقعی غلطی ہوئی تھی، ہمیں سوچنا چاہئے تھا کہ آخر ہمارے علاوہ سڑک اور کوئی پیدل کیوں نہیں چل رہا۔" سردارے نے کہا۔

"بہرحال۔ بچ گئے۔ بڑی بات ہے۔ اور پھر تم نے تو سفر کے مزے لوٹے ہیں۔"

"خاک مزے لوٹے ہیں۔ دم گھٹ گیا۔"

"لیکن اس نے بڑی محبت سے تمہیں آغوش میں بٹھایا ہوا تھا۔"

"یقین کرو نواز۔ میں نے اس کی شکل بھی نہیں دیکھی۔" سردارے نے جھینپتے ہوئے انداز میں کہا۔ اور پھر بات ٹالنے کے لئے بولا۔ "بھوک لگ رہی ہے۔ کھانے کا سامان نکالوں؟"

"نکال لو۔ نکال لو۔" میں نے اس کی حالت بھانپ لی تھی اور پھر ہم کھانے میں مشغول ہو گئے۔ دوسرے لوگ اتنے تھے کہ ان سے کھانے کے بارے میں نہیں پوچھا جا سکتا تھا۔ چنانچہ ہم نے خاموشی سے کھانا کھایا۔ دوسری طرف وہ لوگ خیمے گاڑ چکے تھے۔ اور اب دوسرے کاموں میں مشغول تھے۔ ہم اسی جگہ بیٹھے رہے۔ تب سردارے کچھ سوچتے ہوئے بولا۔

"تم نے مجھے گونگا کیوں بنا دیا نواز۔"

"اس لئے کہ تمہارے اوپر کسی کو شبہ نہ ہو۔ تم نے خود ہی کہا تھا کہ انگریزی تمہاری زیادہ بہتر نہیں ہے۔"

"بڑی مشکل ہو جائے گی۔"

"وہ کس سلسلے میں؟"

"یار۔ اگر کوئی پھنس گئی تو؟"

"اوہ۔" میں نے طویل سانس لی۔ "فکر نہ کرو۔ آنکھوں کی زبان پوری دنیا میں رائج ہے۔ تمہیں دقت نہ ہو گی۔"

"اور رات میں کیا ہو گا؟" سردارے نے اس بے ساختہ انداز میں کہا کہ میری ہنسی نہ رک سکی۔ سردارے نے گردن ٹیڑھی کر لی تھی۔

"رات میں اشاروں کی زبان چلتی ہے۔"

"چھڈ یار۔ میں پنجابی تے اردو دے علاوہ ہور کوئی زبان نہیں جاندا۔" سردارے برا سا منہ بنا کر بولا۔ اسی وقت دوسری طرف سے آواز آئی۔

"ہائے۔ سیمرو۔ پنٹو۔ ادھر آ جاؤ۔ ادھر اکیلے کیا کر رہے ہو؟"

"آؤ۔" میں نے کہا اور میں اور سردارے اٹھ کر ان کی طرف چل پڑے۔ وہ لوگ بھی شاید ضروریات سے فارغ ہو گئے تھے۔ خاص قسم کی مشعلیں روشن کر لی گئی تھیں جو ہوا سے نہیں بجھتی تھیں۔ خیمے ایک دائرے کی شکل میں لگائے گئے تھے۔ بہت نیچے نیچے خیمے تھے۔ بس اس انداز کے کہ آدمی سو سکے۔ اس سے ان کا نہ ہونا بہتر تھا!

"اب تعارف ہو جائے۔ کیا تم رات کو سونے کے عادی ہو؟"

"نہیں۔ راتیں سونے کے لئے نہیں ہوتیں۔" میں نے جواب دیا۔

"ہرے شنکر۔ ہرے رام۔" ایک نے نعرہ لگایا۔ اور چاروں طرف سے یہی آوازیں آنے لگیں۔ پھر وہ سب ایک لائن سے کھڑے ہو گئے اور انہوں نے اپنا اپنا تعارف کرایا۔

لوکس اس گروپ کے سربراہ کی حیثیت رکھتا تھا۔ اچھا خوبصورت اور اسمارٹ نوجوان تھا' لیکن اس نے اپنی شخصیت گرد آلود کر لی تھی۔ بہرحال یہ عام آوارہ گردوں کی طرح کنگلے نہیں تھے' ان کے پاس خاصا سامان تھا اور سب کے سب خوشحال تھے۔

پھر وہ سب ہم سے گفتگو کرنے لگے۔ وہ ہمارے بارے میں پوچھ رہے تھے۔ اور میں نے ان سے جو گفتگو کی' اس سے سردارے کو اندازہ ہو گیا ہو گا کہ میں نے اسے گونگا بننے کی ہدایت کیوں کی تھی۔ وہ لوگ ہماری طرف سے پوری طرح مطمئن تھے۔ اور پھر' ان کا خاص شغل شروع ہو گیا۔ اور چرس اور دوسری منشیات تبرک کی طرح ایک دوسرے کو تقسیم کی گئیں۔ ہمارے حصے میں بھی کچھ آیا تھا۔ ہمارے پاس یہ چیزیں نہیں تھیں' لیکن نشہ دور کرنے والی گولیاں میں جان سے زیادہ عزیز رکھتا تھا۔ تمام لوگ تھکے ہوئے مسافروں کی طرح مختلف کونوں میں بیٹھ گئے۔ اور اس کے بعد دم لگنے لگے' غم مٹنے لگے۔ ہم بھی ایک کونے میں بیٹھ گئے تھے۔

"کیا خیال ہے سردارے؟ پیو گے۔"

"تھوڑی بہت۔ ان کا ساتھ تو دینا پڑے گا۔" سردارے نے کہا۔

"برداشت کر لو گے؟"

"ہاں۔ ہاں کیوں نہیں۔" سردارے نے سینہ پھلا کر اور کہا اور میں نے گردن ہلا دی۔ چنانچہ ہم دونوں بھی ان کا ساتھ دینے لگے۔ رات آہستہ آہستہ بیتتی رہی۔ اور پھر لوکس کھڑا ہو گیا۔

"زندگی۔" اس نے ایک ہاتھ اٹھا کر کہا اور دور کہیں میڈولین کے تار چھڑ گئے۔ "کسی تاریک رات کی مانند اداس اور خاموش زندگی! کیوں؟ سانسوں کے بوجھ تلے سسکتے ہوئے اجسام۔ یہ سانسیں ہم نے ان پنجروں میں مسلط نہیں کی ہیں۔ ہمارا وجود ہمارا تابع نہیں ہے۔ ہم تو دنیا میں آتے ہوئے روئے تھے۔ ہمیں یہ دنیا قبول نہیں تھی۔ پھر کیوں ہمیں اس جہنم میں دھکیل دیا گیا؟

جہنم کے باسیو۔ زندگی کا سوگ مناؤ۔ زندگی کے عفریت پر ہنسو۔ قہقہے لگاؤ۔ بھلا دو اپنا وجود۔ آزاد کر دو روحوں کو۔ چیخو۔ شور مچاؤ تاکہ زندگی خوفزدہ ہو کر دور بھاگ جائے۔ ہمیں زندگی قبول نہیں۔ ہمیں زندگی سے نفرت ہے۔ اٹھو زندگی کے خلاف جہاد کرو۔ ہم۔ زندگی کے دشمن اول ہیں۔ آؤ۔ زندگی کو بھول جائیں۔ نغمہ سرائی کرو۔ شور مچاؤ۔"

"ای۔ یا۔ آ۔ ہو ہو۔" چاروں طرف سے آوازیں ابھریں۔ نشے میں ڈوبے ہوئے مست ہو گئے تھے۔ رقص شیطان جاری ہو گیا۔ زندگی کا مذاق اڑانے والے تہذیب و انسانیت کے بوجھ سے آزاد ہو گئے۔ لباس اتار دیئے گئے۔ آدمیت کے ہر تصور کو ذہن سے جھٹک دیا گیا۔ میں اور سردارے ایک کونے میں سمٹے ہوئے تھے۔ میرے لئے تو یہ کوئی نئی بات نہیں

تھی' لیکن سردارے کے لئے یہ ماحول شاید اجنبی تھا۔ وہ منہ پھاڑے ان سب کو دیکھ رہا تھا۔

"چڑھ گئی شاید۔" وہ آہستہ سے بڑبڑایا۔

"پہلی بار یہ ماحول دیکھ رہے ہو؟" میں نے پوچھا۔

"ہاں یار۔ عجیب مخلوق ہے۔" سردارے نے کہا اور میں ہنسنے لگا۔ اسی وقت کسی کی نگاہ ہم پر پڑ گئی۔

"ارے۔ تم وہیں بیٹھے ہو۔ کیوں' زندگی کے خلاف صف آرا نہ ہو گے؟ آؤ۔ ہم میں شامل ہو جاؤ۔ ہم زندگی سے جنگ کر رہے ہیں۔ آؤ" بہت سے لوگ ہماری طرف لپکے۔

"مم۔ میں کپڑے نہیں اتاروں گا!" سردارے بوکھلائے ہوئے انداز میں کھڑا ہو گیا۔

پھاڑ دیں گے یہ لوگ؟"

"ارے۔ تت تت تو۔ کچھ کرو۔ بب' بچاؤ۔" سردارے نے کہا لیکن غول بیابانی ہمارے سروں پر پہنچ گیا۔ ایک نوجوان نے سردارے کا' دوسرے نے میرا ہاتھ پکڑ کر کھینچا۔

"آؤ نا میری جان۔ کیا سوچ رہے ہو۔ آؤ۔" کسی لڑکی کی آواز ابھری اور سردارے بوکھلاہٹ میں بے تکے انداز میں اچھلنے لگا۔ لوکس نے میری کمر میں ہاتھ ڈال دیئے تھے اور اچھل رہا تھا۔

"گٹار نہیں ہے تمہارے پاس لوکس؟" میں نے پوچھا۔

"ہے۔ کیا تم بجاؤ گے؟"

"ہاں۔ میں تمہیں نغمے سناؤں گا۔"

"ہے۔ مچسنے۔ گٹار لاؤ۔" لوکس نے چیخ کر کہا۔ اور چند لمحات میں ایک عمدہ گٹار میرے ہاتھوں میں پہنچ گیا۔ ان بے ہنگم وحشیوں سے بچنے کی یہی ترکیب میرے ذہن میں آئی تھی۔ میں نے ان کے اس وقت کے موڈ کو مدنگاہ رکھتے ہوئے ایک سوئس نغمہ چھیڑ دیا۔ جو زندگی سے بھرپور تھا۔ ایک لمحے کے لئے سب رک گئے۔ سب نے حیرت سے مجھے دیکھا اور پھر رقص جنوں شروع ہو گیا۔

میں بچ گیا تھا۔ لیکن سردارے کی بری حالت تھی۔ اس وقت ایک لڑکی اسے دبوچے ہوئے بیٹھی زبردستی چرس پلا رہی تھی' سردارے بحالت مجبوری چرس کے دم لگا رہا تھا۔ ویسے اس کے چہرے کی بوکھلاہٹ عیاں تھی۔ ناچنے والے بے خود ہو کر گرتے رہے' گر کر اٹھتے رہے۔ ایک نغمے کے بعد میں نے دوسرا نغمہ چھیڑ دیا۔ اور رات گزرتی رہی۔ ویرانے چیخ رہے تھے۔ چاند فاصلے طے کر رہا تھا۔

اور بے سدھ ہونے والے بے سدھ ہو رہے تھے۔ اب بہت کم لوگ رہ گئے تھے جو ہوش میں تھے۔ تب میں نے گٹار رکھ دیا۔ اور الٹے سیدھے پڑے ہوئے لوگوں کو دیکھنے لگا۔

سردارے خدا جانے کہاں تھا۔ میں نے اسے تلاش کیا اور عجیب حال میں دیکھا۔ وہ

ایک لڑکی کے سینے پر سر رکھے پڑا تھا۔ "سردارے" میں نے اسے جھنجھوڑا۔

"ڈولی چڑھ دیاں ماریاں ہیر چیکاں۔" سردارے کے منہ سے آواز نکلی۔

"دھت تیرے کی۔" میں نے جھک کر اسے اٹھایا۔ اور پھر گھسیٹتا ہوا ایک طرف لے گیا۔ ایک الگ تھلگ جگہ سردارے کو لٹا کر میں نے ماحول پر ایک نگاہ ڈالی۔ بہت سے حسین برہنہ جسم میری نگاہوں کے سامنے پڑے تھے۔ میں اس قلمرو کا شہنشاہ تھا۔ یہ سب میرے رحم و کرم پر تھے۔ اس وقت جسے چاہتا اٹھا لاتا۔ لیکن میں مردہ خور نہیں تھا۔ میں زندہ جانوروں کے شکار کا عادی تھا۔

چنانچہ میں بھی سردارے کے ساتھ لیٹ گیا۔ اور سونے کی کوشش کرنے لگا۔

دوسری صبح حسب معمول تھی۔ رات کو جشن منانے والے اپنا سب کچھ کھو چکے تھے۔ اور انہیں اپنے لٹنے کا احساس تھا' سردارے اب تک گھٹنوں میں سر دیئے سو رہا تھا۔ بہت سے لوگ جاگ گئے تھے۔ انہوں نے لباس پہن لئے تھے۔

"سردارے!" میں نے سردارے کو جھنجھوڑا۔

"کون ہے۔ سونے دو۔" سردارے کروٹ بدل کر بولا۔

"اٹھ جا یار۔ یہ ہمارا گھر نہیں ہے۔"

"ایں۔" سردارے چونک پڑا۔ پھر اس نے آنکھیں کھول کر مجھے دیکھا۔ قرب و جوار کے ماحول کو دیکھا اور پھر مایوسی کی ایک گہری سانس لے کر اٹھ گیا۔ بیٹھنے کے بعد اس نے دونوں ہاتھوں سے سر پکڑ لیا۔

"کیوں؟"

"سر چکرا رہا ہے۔"

"رات کی حرکتیں یاد ہیں۔"

"بکواس نہ کر۔" سردارے خالص پنجابی انداز میں بولا۔

"کیوں؟" میں نے ہنستے ہوئے پوچھا۔

"خود بچ گیا اور مجھے پھنسا دیا۔" اس سالی نے نہ جانے کیا پلا دیا تھا۔ حلق تک کڑوا ہو رہا ہے۔"

"اور جناب اس سالی کے سینے پر سر رکھے سکون سے سو رہے تھے۔"

"ابے نئیں۔" سردارے حیرت سے بولا۔

"جی ہاں۔ میں آپ کو اٹھا کر لایا تھا۔"

"معافی چاہتا ہوں یار۔ واقعی بہت برا ہوا' خود میں کس حال میں تھا؟"

"ٹھیک ہی تھے۔"

"نواز۔ ان لوگوں کو کیا ہو گیا۔ رات کو یہ بہت خوش و خرم تھے؟"

"آہستہ آہستہ سب کچھ سمجھ میں آ جائے گا۔" میں نے کہا' اور سردارے خاموش ہو گیا۔ رات کے خمار سے ٹوٹے ہوئے لوگوں میں آہستہ آہستہ زندگی کی لہریں دوڑنے لگیں۔ لوکس ضروریات سے فارغ ہو کر میرے پاس آ گیا۔

"سیمرو!" اس نے مدھم آواز میں کہا۔ "تم ایک باکمال انسان ہو۔ کہاں تک ہمارا ساتھ دے سکو گے؟"

"تمہارا کیا پروگرام ہے لوکس؟" میں نے پوچھا۔

"ہم آوارہ گردوں کے بھی کوئی پروگرام ہوتے ہیں' جہاں تک جا سکے جدھر منہ اٹھ گیا۔"

"ٹھیک ہے۔ کیا میں تمہارے لئے ایک بوجھ نہیں بن جاؤں گا؟" میں نے پوچھا۔

"نہیں دوست۔ انسان' انسان پر کبھی بوجھ نہیں بنتا۔ ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ تم گٹار بہت اچھا بجاتے ہو۔ میرے سارے ساتھی تمہیں پسند کرنے لگے ہیں۔"

"میں تمہارے ساتھ ہوں۔ جہاں تک بھی ساتھ دے سکا۔"

"گڈ۔ ویری گڈ۔ یہ بات طے رہی۔"

"ہاں۔ لیکن ایک شرط ہے۔"

"کیا؟"

"تمہارے ساتھ کھانے پینے کا سامان ہے۔ میں بھی اس میں شریک ہو جاؤں گا' لیکن اس کی قیمت ادا کر کے۔"

"کیا تمہارے پاس کرنسی ہے؟"

"ہاں۔"

"اگر ہے تو دے دینا۔ نہ ہو تو ہمارے اوپر بوجھ نہ بننا۔" لوکس نے کہا۔ اور میں نے جیب سے نوٹوں کی ایک گڈی نکال کر اس کے ہاتھ میں تھما دی۔ لوکس نے گہری نگاہوں سے مجھے دیکھا تھا۔ پھر اس نے ایک گہری سانس لے کر گڈی جیب میں رکھ لی اور آگے بڑھ گیا۔

میں نے بھی سوچا تھا کہ ان لوگوں کا ساتھ جہاں تک رہے ٹھیک ہے۔ اور پھر میری لائن کے لوگ ہیں۔ میرے کام میں بھی معاون ہوں گے۔ لوکس نے فوری طور پر میرے لئے ایک خیمہ مہیا کر دیا۔

"کیا خیال ہے نواز۔ ان لوگوں سے کیا کام بن سکتا ہے۔"

"بس دیکھتے رہو میری جان۔ بالکل آزاد رہو۔ اس زندگی سے لطف اٹھاؤ۔ کھل کھیلو ان لوگوں سے۔" میں نے کہا۔

"اوکے چیف۔ اور وہ۔ میں میں-----" سردارے نے جھینپتے ہوئے انداز میں مسکراتے ہوئے کہا۔

"لڑکیاں؟"

"ہاں۔" اس نے گردن ہلا دی۔

"ان میں میری کوئی رشتے دار نہیں ہے۔" میں نے کہا۔

"او جیو میرے لعل۔" سردارے نے مجھے لپٹا لیا۔

"ابے گونگے۔ تو خیال نہیں رکھے گا۔" میں نے اسے جھڑکتے ہوئے کہا۔

"او۔ اوپ۔ آئندہ' بس آئندہ۔" سردارے نے جلدی سے منہ بند کر لیا۔ اور میں ہنسنے لگا۔

دوپہر کے بعد لوکس نے اپنے آدمیوں کو خیمہ اکھاڑنے کا حکم دیا۔ اور تیزی سے کام ہونے لگا۔

"چیف۔ مجھے پھر کسی کی گود میں سفر کرنا پڑے گا؟"

"ظاہر ہے۔ یہ سفر تو اسی طرح رہے گا۔"

"مگر۔ میرا خیال ہے میلان پہنچ کر ہم ٹرین سے سفر کریں گے۔ آخر ٹکٹ خریدے ہیں۔"

"ٹھیک ہے۔ ٹھیک ہے۔" میں نے گردن ہلا دی۔ اور ایک بار پھر ہمیں اسی مائیکرو میں ٹھنسنا پڑا۔ لیکن سردارے کی قسمت کے ساتھ اس بار میری قسمت بھی چمک اٹھی تھی۔

اس سے قبل' کسی لڑکی نے خاص طور سے مجھے لفٹ نہیں دی تھی اور یہ پہلا گروہ تھا' جس کی لڑکیوں نے میرا گٹار سننے کے باوجود' میری طرف توجہ نہیں دی تھی۔ نہ جانے کیوں؟ ویسے میں کسی غلط فہمی کا شکار نہیں تھا۔

ہم مرد تھے۔ قوی ہیکل۔ اور بہرحال ان میں شامل ہو چکے تھے' اس لئے لڑکیوں نے کم جگہ اس طرح پوری کی تھی کہ وہ کسی نہ کسی کی آغوش میں بیٹھ گئی تھیں۔ سردارے اور میں قریب قریب بیٹھے تھے اور ہماری گود میں جو لڑکیاں بیٹھی تھیں' وہ خاصی تھیں۔

"سوری ڈیئر۔ لیکن مجبوری!" سردارے کی ساتھی لڑکی نے مسکراتے ہوئے کہا۔ اور سردارے بے بسی سے منہ کھول کر رہ گیا۔ اس نے غصیلی نگاہوں سے میری طرف دیکھا تھا۔

"اوہ۔ مجھے معلوم ہے۔ اس ٹریجڈی کے بارے میں مجھے معلوم ہے۔" لڑکی ہمدردی سے بولی۔ اور سردارے دانت پیسنے لگا! مجھے ہنسی آ رہی تھی۔ میری گود میں بیٹھی ہوئی لڑکی اس آرام سے دراز تھی جیسی کسی آرام دہ کرسی پر بیٹھی ہو۔ اسے ابھی تک میرا احساس نہیں ہوا تھا۔ لیکن آخر کہاں تک خاموش رہتی۔ ایک بار اس نے میری طرف دیکھا اور مسکرا دی۔

"ہیلو۔!" اس نے کہا۔

"ہیلو۔" میں نے بھی مسکراتے ہوئے کہا۔

"میرا نام یاد ہے۔"

"لوسیلا۔"

"تھینک یو۔ ویسے گٹار بجانے میں تم اپنی مثال نہیں رکھتے۔"

"اب میری طرف سے شکریہ۔"

"اوہ۔" وہ ہنس پڑی۔ پھر جھک کر میرے کان میں بولی۔ "تمہارا جسم بہت خوبصورت ہے۔"

"اس کا بھی شکریہ۔"

"دلچسپ بھی ہو؟" اس نے غور سے مجھے دیکھتے ہوئے کہا۔

"تمہارا ساتھی کون ہے؟" میں نے پوچھا۔

"گیرون۔ کیوں؟"

"شوہر ہے تمہارا؟"

"او نہیں۔ صرف ساتھی ہے۔"

"کافی طاقتور ہے۔ میری طرف توجہ دی تو مجھے قتل کر دے گا۔"

"ارے نہیں۔ وہ اتنا سنگدل نہیں ہے۔" وہ ہنس پڑی۔ پھر میری گردن میں ہاتھ ڈال کر بولی۔ آج رات میں تمہارے ساتھ گزاروں گی۔"

"ضرور۔ بشرطیکہ تمہیں اس پر بھروسہ ہو۔"

"وہ صرف دن کا ساتھی ہے۔ رات کو وہ پتھیڈین کے دو انجکشن لے کر سر کے بل کھڑا ہو جاتا ہے۔"

"اوہ تب ٹھیک ہے۔" میں نے ہنستے ہوئے کہا۔ وہ بھی ہنسنے لگی۔

"تم انگریز لوگ بہت بزدل ہوتے ہو۔" اس نے ہنستے ہوئے کہا۔

"ہاں۔ ہم انگریز لوگ واقعی بزدل ہوتے ہیں۔" میں ایک طویل سانس لے کر بولا۔

سردارے اب بھی غصیلے انداز میں میری طرف دیکھ رہا تھا۔ ظاہر ہے وہ ہماری گفتگو سن رہا تھا۔ اور خود اسے خاموش رہنا پڑ رہا تھا۔ جبکہ اس کی ساتھی اس سے باتیں کرنے کی خواہشمند تھی۔

سفر چونکہ دوپہر کے بعد شروع کیا گیا تھا۔ اس لئے رات ہونے تک ہم میلان نہ پہنچ سکے۔ اور راستے ہی میں رات ہو گئی۔ علاقہ یہ بھی خوبصورت تھا' ایک مناسب جگہ پڑاؤ ڈال دیا گیا۔ شام ہی سے بادل گھر آئے تھے' لوکس نے بادلوں کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"میلان کی سرحد شروع ہو گئی ہے۔ اور میلان بارشوں کا شہر کہلاتا ہے۔ ممکن ہے بارش شروع ہو جائے اس لئے خیمے نشیب میں نہ لگائے جائیں۔" اور اس بار خیمے دور دور صرف اونچی جگہوں پر لگائے گئے تھے۔ بادلوں نے ماحول کو نم کر دیا تھا۔

چنانچہ موسم کے پیش نگاہ آج کی تفریحات جلدی شروع ہو گئیں۔ لوکس نے بڑے پیار سے گٹار میرے ہاتھ میں تھما دیا۔ اور میں نے موسم کے لحاظ سے ایک خوبصورت نغمہ چھیڑ

دیا۔ لوسیلا میرے قریب کھڑی تھی۔ سردارے بھی ناخوش نہیں تھا' کیونکہ اس کے پاس بھی ایک لڑکی موجود تھی۔ یہ وہ تو نہ تھی جو دن میں اس کے ساتھ تھی۔ نہ جانے کس طرح سردارے کا اس دوسری لڑکی سے تعارف ہوا تھا۔

بہرحال نغمہ جاری تھا۔ ابھی جنون پیدا نہیں ہوا تھا۔ ہپی نوجوان بڑی دلچسپی سے گانا سن رہے تھے۔ اچانک لوکس نے ہاتھ اٹھایا۔ "رک جاؤ۔ رک جاؤ۔" وہ عجیب سے انداز میں چیخا۔

اور میں رک گیا۔ ماحول جاگ پڑا۔ اور جب ماحول جاگ پڑا تو ہم نے موٹر سائیکلوں کی آوازیں صاف سنیں۔ بہت سی موٹر سائیکلوں کی آوازیں تھیں۔

"کیا بات ہے؟" میں نے پوچھا۔

"تھامپسن" لوکس نے بھاری آواز میں کہا۔

"یہ کیا ہوتا ہے؟"

"اوہ۔ احمق۔ وہ تھامپسن ہے۔ ہم سخت خطرے میں ہیں۔" لوکس نے چاروں طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ اور پھر وہ زور سے چیخا۔ "تم سن رہے ہو؟ وہ تھامپسن ہے۔"

"تھامپس!" ہپیوں کا سارا نشہ ہرن ہوگیا۔ سب کے سب پریشان سے کھڑے ہوگئے تھے۔ میں اور سردارے حیران' ان کی شکلیں دیکھ رہے تھے۔

"اب کیا ہوگا؟ اس نے ہمیں یقیناً دیکھ لیا ہوگا۔"

"لوکس!" بالآخر میں اس کے پاس پہنچ گیا۔ میں نے اس کا بازو پکڑ لیا۔ "آخر یہ تھامپسن کیا بلا ہے؟"

"ویرونا کے خونخوار چیتوں سے زیادہ خونخوار ہے۔ ایک آوارہ گرد لٹیرا۔ مجھے افسوس ہے دوست' اگر تم اسے نہیں جانتے۔ وہ۔ وہ ایک خونی جلاد ہے۔ مگر باتیں کرنے کا وقت نہیں ہے۔ مجھے افسوس ہے تمہیں اس وقت اپنی حفاظت خود کرنا ہے۔ پھر وہ دوڑتا ہوا ایک طرف بڑھ گیا اور اپنے آدمیوں سے مخاطب ہو کر بولا۔

"کیا خیال ہے دوستو۔ چھپنے کا وقت بھی نہیں ہے۔ جنگ کرنے کا سوال ہی نہیں ہے۔ اس کا سامنا کرو گے۔"

"نہیں۔ نہیں۔ ہم اس کا سامنا نہیں کریں گے۔ وہ دیوانہ ہے۔ جلاد ہے۔" ہپی نوجوانوں نے بزدلی کا اعتراف کرلیا۔

"تو پھر بھاگ جاؤ۔ جلدی کرو۔ سب کچھ یونہی چھوڑ دو۔" لوکس نے کہا۔ اور بھگدڑ مچ گئی۔ اور تھوڑی دیر کے بعد وہاں صرف میں اور سردارے کھڑے تھے۔ موٹر سائیکلوں کی روشنیاں اب خیموں پر پڑ رہی تھیں۔

"آؤ سردارے۔" میں نے کہا۔ اور ایک خیمے کی آڑ میں ہوگیا۔ سردارے نے

میرے حکم کی تعمیل کی تھی۔

موٹر سائیکلوں نے ایک دائرے کی شکل میں ہمیں گھیر لیا۔ اور پھر ان پر آنے والوں نے روشنیاں جلتی رہنے دیں۔ اور موٹر سائیکلوں سے نیچے اتر آئے۔ روشنی میں میں نے طویل بالوں والے دراز قد ہپیوں کو دیکھا۔ سب کے سب شکلوں سے وحشی لگ رہے تھے۔ چست کپڑوں سے ابھرے ہوئے سینوں کو دیکھ کر اندازہ ہوا کہ ان میں دراز قد عورتیں بھی شامل ہیں۔

"یہ آخر ہیں کیا بلا؟" سردارے نے آہستہ سے کہا۔

"لٹیرے۔ ان کے علاوہ اور کیا ہوسکتا ہے۔"

"لاحول ولا قوۃ" پھر ہم ان سے چھپے ہوئے کیوں ہیں؟" سردارے اکڑ کر بولا۔

"کیا کرنے کا ارادہ رکھتے ہو۔"

ارے ان کی ایسی کی تیسی۔" سردارے آگے بڑھتے ہوئے بولا۔ لیکن میں نے اس کا بازو پکڑ لیا۔

"انتظار کرو سردارے۔" میں نے آہستہ سے کہا۔ اور وہ میری شکل دیکھ کر رک گیا۔ آنے والے چاروں طرف دیکھ رہے تھے۔ پھر ایک خوفناک حد تک گونجدار آواز والے شخص نے منہ کے سامنے ہاتھ رکھ کر امریکن لہجے میں کہا۔

"ہے۔ جہاں بھی ہو باہر نکل آؤ۔ ورنہ چٹانوں میں چاروں طرف گولیاں برسیں گی اور تم سب جہاں ہو وہیں ڈھیر ہو جاؤ گے۔" میں صرف دس تک گنتی گنوں گا۔"

ایک۔ دو۔ تین۔ چار۔ اس نے گنتی شروع کی اور پھر اس کے مسلح ساتھی پوزیشن بدلنے لگے۔ دو آدمی ہماری طرف بھی آرہے تھے۔ میں نے سردار کا شانہ دبایا۔

"سردارے!"

"گرانڈ چیف۔" سردارے بے خوفی سے بولا۔

"آواز نکل گئی تو کام خراب ہو جائے گا۔"

"پنجاب کی قسم۔ آواز نکل گئی تو سردارے گردن کاٹ لے گا اپنی' اپنے ہاتھوں سے۔" سردارے کی سرگوشی سنائی دی۔ اور مجھے یہ آواز بڑی عجیب سی لگی۔ کیسی زبردست خوداعتمادی تھی ان الفاظ میں۔

آنے والے ہمارے نزدیک آگئے۔ خوفناک شخص کی گنتی سات تک پہنچ گئی تھی۔ اور مجھ سے قبل سردارے کسی عقاب کی طرح جھپٹا۔ جو کچھ اس نے کہا تھا وہی کر دکھایا۔ بلاشبہ میرے کانوں نے کوئی آواز نہیں سنی تھی۔ خود میرا شکار بھی میرے بازوؤں میں تھا۔ ایسا شاندار داؤ مارا تھا میں نے کہ اس کی جسامت رکھی رہ گئی۔ بلغ کی طرح ایک آواز اس کے حلق سے نکلی۔ البتہ اس کے ہاتھ پاؤں پٹخنے کی آواز اس سناٹے میں ضرور سن لی جاتی اگر اس وقت

لوکس کی آواز کی طرف وہ لوگ متوجہ نہ ہو جاتے۔

لوکس باہر نکل آیا تھا!

"تھامپسن۔ ہم نے سب کچھ تمہارے لئے چھوڑ دیا ہے۔ اگر ہمارے پاس کوئی چیز نکل آئے تو گولی مار دینا۔" لوکس لرزتی ہوئی آواز میں بولا۔

تھامپسن نے گنتی روک دی۔ اور پھر اس نے شاید ٹارچ سے لوکس پر روشنی ڈالی تھی۔

"مارے جاؤ گے پیارے۔ تم جھوٹ بول رہے ہو۔" اس نے شیطان کی سی آواز میں کہا۔

"میں تیار ہوں لوکس۔ میں اپنے سارے ساتھیوں کو آواز دیتا ہوں۔ تم ان کی تلاشی لے لو۔"

"بلاؤ!" تھامپسن نے کہا۔

"سب باہر نکل آؤ۔ اپنے ہاتھ بلند رکھو۔" لوکس نے اپنے ساتھیوں کو حکم دیا۔ اور امن پسند باہر نکل آئے۔ ان میں سے ایک بھی نشے میں نہیں تھا۔ سب کے چہروں پر نحوست برس رہی تھی۔

سب ایک جگہ آ کر جمع ہونے لگے۔ تھامپسن کے چہرے پر ایک کریہہ مسکراہٹ ابھر رہی تھی۔ اس نے خونخوار آواز میں کہا۔ "جھوٹ بول رہے تھے نا۔"

"تت۔ تم تلاشی لے لو۔" لوکس نے کہا۔

"لڑکیوں کے بارے میں کیا خیال ہے۔ کیا یہ ضرورت کی چیز نہیں ہوتیں؟" تھامپسن غرایا۔ اور لڑکیوں کے منہ سے چیخیں نکل گئیں۔

"تھامپسن۔ تھامپسن" لوکس رو دینے والی آواز میں بولا۔ اور میں نے اس کے ڈیل ڈول پر لعنت بھیجی۔ ہمارے دونوں شکار ساکت ہو چکے تھے۔ میں نے اپنے شکار کی گردن کی ہڈی توڑ دی تھی اور سردارے نے اپنے مضبوط بازوؤں کی قوت سے اپنے شکار کی گردن دبا دی تھی۔ ہم نے نہایت پھرتی سے ان کا اسلحہ قابو میں کر لیا تھا۔

"پستول کے استعمال سے واقف ہو۔"

"توپ بھی چلا سکتا ہوں۔ میری جان۔" سردارے چہکا۔

"تم نے جھوٹ بولا تھا میری جان۔ اور اب تمہاری تجویز کردہ سزا موت ہے۔ تیار۔" تھامپسن نے پستول نکال لیا۔

"ذرا شان سے۔" میں نے سردارے سے کہا۔ اور پنجاب کے جیالوں کی بھڑک ان امریکیوں نے کہاں سے سنی ہو گی۔ دل دہل گئے ہوں گے سالوں کے' سردارے نے اندھا دھند فائرنگ شروع کر دی تھی۔ میں نے بھی کچھ کامیاب نشانے لگائے۔ اور تھامپسن نے الٹی

چھلانگ لگا دی۔ ایسا اچانک طوفان تھا کہ ان کے قدم نہ رک سکے۔

جو لوگ پیچھے تھے انہوں نے فوراً موٹر سائیکلیں سنبھالیں۔ اور یہ انہوں نے احسان ہی کیا تھا۔ یہاں صرف دو پستول باز تھے' اگر وہ پوزیشن لے کر مقابلہ کی ٹھان لیتے تو بات ہی بگڑ جاتی۔ لیکن موٹر سائیکل پر بھاگنے والوں نے دوسروں کو بھی یہی راستہ دکھا دیا۔ یہاں تک کہ تھامپسن بھی نہ رک سکا۔ ہاں کچھ موٹر سائیکلیں ضرور کھڑی رہ گئی تھیں۔ شاید ان لوگوں کی تھیں جو اب کبھی نہیں اٹھ سکتے تھے۔

ہم کام کچا نہیں چھوڑنا چاہتے تھے' چنانچہ ہم بھی ان موٹر سائیکلوں کی طرف لپکے۔ اور سردارے۔ وہ تو میرا ذہن اڑائے دے رہا تھا۔ اس کی موٹر سائیکل نے کئی فٹ اونچی چھلانگ لگائی تھی اور پھر نیچے آتے ہی اس نے دو فائر جھونک مارے۔ ایک موٹر سائیکل ایک اونچے ٹیلے پر چڑھ گئی اور پھر نیچے آ کر چکنا چور ہو گئی۔ نہ جانے اس کے سوار کا کیا حال ہوا' باقی موٹر سائیکلیں جس شان سے آئی تھیں اس سے کہیں زیادہ سراسیمگی سے واپسی کا سفر کر رہی تھی۔ اوپر سے ہم دونوں کی بھڑک۔ اور اس کے ساتھ گولیاں۔

تھامپسن کو زندگی میں پہلی بار لطف آیا ہو گا' سڑک پر پہنچتے ہی وہ جتنی قوت سے دوڑ سکتے تھے دوڑے۔ دو سوار ایک دوسرے سے ٹکرا کر بری طرح گرے تھے۔ لیکن اس وقت کسی کو کسی کی پرواہ نہیں تھی۔ اور ہم انہیں کافی دور تک دوڑا کر پلٹے۔

لوکس اور اس کے ساتھی اسی انداز میں کھڑے تھے۔ انہوں نے خوفزدہ نگاہوں سے ہماری شکل دیکھی اور دیکھتے رہے۔ کسی کے منہ سے ایک لفظ بھی نہ نکلا۔ ہاں اس خاموشی میں تھامپسن کے کچھ مرتے ہوئے ساتھیوں کی آواز ضرور رخنہ انداز ہو رہی تھی۔ آہستہ آہستہ وہ آوازیں بھی معدوم ہو گئیں۔

"لوسیلا؟" میں نے آواز دی اور لوسیلا آگے بڑھ گئی۔ "میرا گٹار کہاں ہے؟" میں نے پوچھا۔ اور لوسیلا پاگلوں کی طرح میری شکل دیکھنے لگی۔ "میرا گٹار لاؤ۔" میں نے اسے حکم دیا اور وہ اضطراری طور پر خیمے کی طرف مڑ گئی۔ سردارے ہاتھ ----- میں پستول لئے مسکرا رہا تھا۔ میں نے اپنا پستول زمین پر ڈال دیا۔ لوسیلا گٹار لے آئی۔ نہ جانے کیسا موڈ ہو رہا تھا۔

سنسنی خیز ماحول میں گٹار پر ایک نغمہ ابھرا۔ لیکن یہ نغمہ بھی انتہائی ----- خوفناک تھا۔ ایسا لگ رہا تھا' جیسے بہت سی بدروحیں مل کر چیخ رہی ہوں' تب لوکس نے گھبرا کر دونوں ہاتھ کانوں پر رکھ لئے۔ پھر وہ تیزی سے آگے بڑھا۔

"بند کرو۔ بند کرو۔ آہ' گٹار بند کر دو۔" اس نے مجھے روکتے ہوئے کہا اور میں نے گٹار بند کر دیا۔ لوکس چند قدم پیچھے ہٹ کر میری شکل دیکھنے لگا۔ پھر وہ خشک ہونٹوں پر زبان پھیر کر بولا۔ "جانتے ہو تم نے کیا کیا ہے؟"

"کیا کہنا چاہتے ہو لوکس؟"

"وہ تھامپسن تھا۔"

"پھر؟" میں نے کرخت آواز میں پوچھا۔

"وہ ان علاقوں کا زلزلہ ہے۔ اور۔ اور وہ زندہ بچ گیا ہے۔ اور۔ تم نے اس کے بہت سے ساتھیوں کو ہلاک کر دیا ہے۔"

"او۔ تم اس کے ایجنٹ معلوم ہوتے ہو لوکس۔ صرف لوگوں کو اس سے خوفزدہ کرنے کا کام کرتے ہو۔"

"نہیں میرے دوست۔ نہیں۔ تم نے جس دلیری سے ہماری زندگی بچائی ہے اس کے لئے شکریہ کے الفاظ بے سود ہیں۔"

"کوئی خاص بات نہیں ہے لوکس۔ تھامپسن آئندہ میرے سامنے آیا تو میں اسے قتل کر دوں گا۔" میں نے لاپرواہی سے کہا۔ اور پھر گٹار سنبھال لیا۔

"سنو۔ رات کی پرواہ مت کرو۔" ابھی یہاں سے چل پڑو۔ وہ ضرور واپس آئے گا۔" لوکس نے پھر میرے گٹار پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔

"تو لوکس۔ تم بھی سن لو۔ کم از کم آج کی رات میں اس کا انتظار ضرور کروں گا۔ اور اگر وہ واپس پلٹا۔ تو یہ بھی سنو' کہ صبح کو اس کی لاش تمہیں پیش کر دی جائے گی۔"

"ہرا!" اچانک بہت سے لوگوں نے نعرہ لگایا۔ اور دونوں ہاتھ اٹھا کر ناچنے لگے۔ کئی لڑکیاں میرے اور سردارے کے اوپر آ پڑیں۔ انہوں نے ہمارے بوسے لے ڈالے تھے۔ لیکن لوکس پریشان سا ایک طرف کھڑا تھا۔

"ساتھیو۔ عیش کرو۔ دم لگاؤ۔ تھامپسن میں واپس لوٹنے کی سکت نہیں رہی ہے۔ ابھی تو وہ اپنے لوگوں کا سوگ منائے گا' عیش کرو۔" میں نے گٹار چھیڑ دیا اور رقص تیز ہو گیا۔ سب خوشی کا رقص کر رہے تھے۔ اور لوکس احمقانہ انداز میں ایک ایک کی شکل دیکھ رہا تھا۔

میری پیش گوئی درست ہی تھی۔ تھامپسن کی کیا مجال تھی جو رات کی تاریکی میں اس طرف کا رخ کرتا۔ ہاں دن کے بارے میں نہیں کہا جا سکتا تھا۔ بہرحال صبح کی روشنی میں ہی تھامپسن کے مرنے والے ساتھیوں کا پتہ چل سکا۔

دو آدمی وہ تھے جنہیں ہم نے گردن دبا کر مارا تھا۔ اس کے علاوہ پانچ آدمی اس جگہ ڈھیر ہوئے تھے جہاں تھامپسن لوکس کو ختم کرنے جا رہا تھا۔ تین آدمی موٹر سائیکلوں کے حادثے کا شکار ہوئے تھے' اس طرح تھامپسن کو دس آدمیوں سے ہاتھ دھونا پڑے تھے۔ ان میں تین عورتیں تھیں' سات مرد۔

رات کو خوشی کا رقص کرنے والے ان لاشوں کو دیکھ کر خوفزدہ ہو گئے تھے۔ وہ جلد از جلد یہاں سے نکل چلنا چاہتے تھے۔ لوکس نے صبح ہوتے ہی خیمے باندھ لینے کا حکم دے دیا تھا۔ بہرحال اس بار ہمیں مائیکرو میں عمدہ جگہ ملی۔ باقی لوگوں نے ہماری وجہ سے تکلیف اٹھانے

کا فیصلہ کر لیا تھا۔ لوکس ہمارے پاس ہی بیٹھا تھا۔ اب اسے کسی قدر سکون نصیب ہوا تھا۔ اس لئے راستے میں اس نے ہم سے رات کے کارنامے کے بارے میں پوچھا۔ تمام لوگ دلچسپی سے ہماری کارروائی سن رہے تھے۔ میرے خاموش ہونے کے بعد لوکس نے کہا۔

"سیرو۔ تم بے شک بہادر انسان ہو۔ لیکن اسے غور سے سن لو۔ تھامپسن اس وقت تک تمہارا پیچھا کرے گا' جب تک تم سے انتقام نہ لے لے۔" اور میرے بجائے سردارے ہنس پڑا۔ اس کی ہنسی تضحیک آمیز تھی۔! میرے ہونٹوں پر بھی مسکراہٹ پھیل گئی۔

☆ ☆ ☆

لوکس نے تشویش ناک نگاہوں سے سردارے کی طرف دیکھا۔ چند ساعت سوچتا رہا۔ پھر بولا "بے شک پینٹو تم بے پناہ بہادر ہو۔ تم نے تھامپسن کو وہ زک دی ہے جو اس سے قبل کسی نے اسے نہ دی ہوگی۔ تم نے اس کے ساتھیوں کو ہلاک کیا ہے۔ تھامپسن ان علاقوں میں بہت بدنام ہے۔ آوارہ گردوں کا یہ گروہ ترلوکا کی تعلیمات سے متاثر نہیں ہے۔ وہ تشدد پر یقین رکھتا ہے۔ تھامپسن نے قصبوں میں قتل عام کیا ہے' لوٹ مار کی ہے۔ وہ بے حد خونخوار ہے۔"

"ہاں---- لیکن کسی پاگل گیدڑ کی طرح۔ جو دیوانگی میں خونخوار ہو جائے تو دوسری بات ہے۔ لیکن عام طور سے بھاگ جانے میں اپنا ثانی نہیں رکھتا۔" سردار بول پڑا۔ جوش میں اس کی زبان کھل گئی تھی۔ میں نے گھور کر اسے دیکھا اور سردارے کو بھی اپنی غلطی کا احساس ہو گیا۔

"یہ---- یہ بول سکتا ہے؟" لوکس نے حیرت سے کہا۔

"اس کا مرض بھی عجیب ہے۔ عام طور سے گونگوں کی طرح خاموش رہتا ہے۔ کتنی ہی کوشش کرو' کسی سے بات ہی نہیں کرتا۔ لیکن بعض اوقات خود بخود بولنے لگتا ہے۔ بس خاموش ہو گا تو مہینوں خاموش رہے گا' بولے گا تو ہفتوں بولتا رہے گا! اس لیے میں عام طور سے اس کا تعارف گونگے ہی کی حیثیت سے کراتا ہوں" میں نے کہا---- بہرحال بات بنانی تھی۔ لوکس کافی دیر تک حیرت زدہ نگاہوں سے سردارے کو دیکھتا رہا---- پھر اس نے ایک گہری سانس لی۔

"بہرحال عجیب مرض ہے۔ لیکن آدمی جیالا ہے۔"

"اس کی بات جانے دو لوکس۔ تم لوگوں کا کیا پروگرام ہے؟" میں نے پوچھا۔

"سوچا تھا واپسی کا سفر آرام سے کریں گے۔ لیکن تھامپسن سے دشمنی مول لے کر جس نے آرام کیا۔ اس نے اپنی موت نزدیک سے نزدیک تر کر لی۔" لوکس متاثر لہجے میں بولا۔

"تم تھامپسن سے بے حد خوفزدہ ہو۔ اور میرے دوست کو یہ بات پسند نہیں ہے۔ براہ کرم اب تھامپسن کے گن مت گاؤ۔ اپنا پروگرام بتاؤ۔" میں نے بھی کسی قدر ناگوار

انداز میں کہا۔
"تم کتنا ہی برا مانو سیسرو۔ بہرحال اب میں تم سے اس کا تذکرہ نہیں کروں گا' لیک
یقین کرو' صرف اس واقعہ کی وجہ سے میں نے پروگرام بدلا ہے۔"
"یعنی۔"
"پہلے ہمارا خیال تھا کہ یہاں سے میلان چلیں گے' میلان میں قیام کریں گے۔ پ
الپس کے ساتھ ساتھ چلتے ہوئے جھیل گوری کے کنارے پی گوڈے میں رکیں گے۔ پ
گوڈے' ایک حسین وادی' ایک خوبصورت جگہ ہے لیکن تھامپسن ہمارا تعاقب کرکے ا
وادی کو بھی خون سے رنگ دے گا۔"
"پھر تھامپسن؟" میں جھلا گیا۔
"معاف کرنا دوست۔ لیکن میں اس بھوت کو ذہن سے فراموش نہیں کرسکتا۔"
"یقین کرو۔ اگر یہ ناسپاسی نہ ہوتی تو ہم ایسا ہی کرتے۔ حرام کی موت سے پنا
ہے۔"
"چلو ٹھیک ہے۔ پھر کہاں مرو گے جاکر؟" سردارے نے پوچھا۔ "اب تو یوں ہی پ
پناہ مل سکے گی۔ وہ بھی اس مشکل میں کہ ہم منتشر ہو جائیں۔"
"کیا خیال ہے سردار؟" میں نے اردو میں پوچھا۔
"بیٹھے رہو استاد---- بہادری دکھانے کی کیا ضرورت ہے۔" سردارے نے من
بنا کر جواب دیا۔ اور میں خاموش ہوگیا۔ لوکس نے خلاء میں نگاہیں جما دی تھیں۔ سب ہ
بدحواس تھے۔ ڈرائیور عمدہ رفتار سے وین بھگا رہا تھا۔ وہ تو سڑک عمدہ تھی ورنہ اگر ذرا بھ
خراب سڑک ہوتی تو لطف آجاتا' جس طرح ہم اس وین میں بھرے ہوئے تھے۔ اس وقت کس
پر رومان سوار نہیں تھا۔ سب کے سب بور شکل بنائے بیٹھے تھے۔
"استاد۔" سردار نے مجھے مخاطب کیا۔
"ہوں۔"
"ان لوگوں کی شکلیں دیکھ رہے ہو؟"
"ہاں۔ بزدل' خوفزدہ ہیں۔"
"میں بور ہو رہا ہوں۔"
"چلو سفر ہی تو کرنا ہے---- برداشت کرو۔"
"میرے ذہن میں ایک اور خیال ابھر رہا ہے۔"
"کیا؟" میں نے پوچھا۔
"کیوں نہ ان سے جان چھڑالی جائے؟"
"کمال کے آدمی ہو۔ یا تو مجھے بیٹھے رہنے کا مشورہ دے رہے تھے۔ اب خود فضول

باتیں سوچنے لگے۔"
"بات کچھ اور ہے استاد۔"
"وہ بھی بک دو۔"
"ان سے گاڑی چھیننا مشکل نہ ہوگا۔"
"کیا مطلب؟"
"دکھاؤں کمال---- پستول موجود ہے۔ سب سالوں کو اتار دوں۔ اور گاڑی لے
کر نکل چلو۔"
"بکواس مت کر یار---- اگر سچ مچ تھامپسن نے پیچھا کیا تو سالے مفت میں
مارے جائیں گے۔ انہیں چلنے دو۔ جو جگہ پسند آئی۔ وہاں اتر جائیں گے۔"
"چلو ٹھیک ہے استاد---- مگر ایک بات یاد رکھنا۔ میری فطرت بچھو کی سی ہے۔
ڈنگ ضرور مارتا ہوں۔ ٹھیک ہے یہ ہم سے تعاون ضرور کر رہے ہیں۔ لیکن اگر مجھے کچھ ہوگیا
تو معاف کر دینا استاد۔"
"نہیں سردار---- یہ لوگ اتنے برے نہیں ہیں۔" میں نے کہا اور سردارے
خاموش ہوگیا۔
"یہ تم کون سی زبان میں بات کرنے لگتے ہو؟" لوکس نے پوچھا۔
"خود ہمیں بھی معلوم نہیں ہے۔ بہرحال میرا ساتھی اس بات پر بہت ناراض ہے کہ
تم اس کے سامنے تھامپسن کو اہمیت دے رہے ہو۔ اس کا کہنا ہے کہ اگر اسے معلوم ہوتا کہ
تم تھامپسن سے اس قدر خوفزدہ ہو۔ تو وہ تھامپسن کو زندہ واپس نہ جانے دیتا۔"
"درحقیقت وہ شیر ہے۔ اس سے کہو وہ ناراض نہ ہو۔ ہم امن پسند اس سے خوفزدہ
ہیں۔ بلاشبہ وہ اس کا کچھ نہ بگاڑ سکے گا۔" لوکس نے کہا اور ہم خاموش ہوگئے۔
میلان آیا۔ بلند و بالا جدید عمارتوں کا شہر۔ آج میلان کی ابتدا سے قبل ہی موسلادھار
بارش شروع ہوگئی تھی۔ سڑکیں پانی میں ڈوبی ہوئی تھیں۔ موسم بے حد خراب تھا۔ گو
ڈرائیور نے گاڑی شہر سے باہر ہی رکھی لیکن ٹریفک تھا کہ الامان الحفیظ۔ بمشکل تمام وین میلان
سے نکل سکی اور کھلی سڑک ملتے ہی ڈرائیور نے پھر رفتار بڑھا دی۔
اب بلند و بالا پہاڑیوں کا ایک لامتناہی سلسلہ شروع ہوگیا تھا۔ دھند کا ایک سیلاب
چوٹیوں سے اتر کر نچلی وادیوں تک پھیلا ہوا تھا' سڑک بے حد خوبصورت' لیکن بے پناہ خوفناک
تھی' ایک سمت پہاڑی سلسلہ' دوسری طرف گہری کھائیاں' جن کو دیکھنے سے خوف محسوس ہوتا
تھا۔ اور پھر دھند میں ڈوبی ہوئی سڑکیں---- اگر ڈرائیور ذرا بھی اناڑی ہو----
تو---- ساری کہانیاں ختم۔
یہ پہاڑی سلسلہ کوہ الپس تھا۔ طویل پہاڑیوں کے درمیان سے گزرتے گزرتے شام

جھک آئی۔ یا پھر۔۔۔۔ پہاڑوں کے کہرنے سورج کو نگل لیا تھا۔ بہرحال جھیل گوری کا کنارہ آگیا۔

اور بے شک یہ حسین جگہ تھی۔

تب میں نے لوکس کو مخاطب کیا۔ "تم نے کونسی جگہ کا نام لیا تھا لوکس؟"

"کہاں؟" لوکس نے خالی الذہنی کے انداز میں کہا۔

"ابھی راستے میں جھیل گوری کے کنارے کی خوبصورت جگہ کونسی ہے؟"

"اوہ۔۔۔۔ ابھی پی گوڈے آئے گا! موٹیلز کا شہر۔ یہاں بھی آوارہ گردوں کے لیے ایک خوبصورت جگہ بنائی گئی ہے۔ گو بہت مہنگی ہے' لیکن اپنا ثانی نہیں رکھتی۔"

"ہمیں یہیں اتار دینا لوکس۔" میں نے کہا۔ اور میں نے دیکھا کہ سارے چہرے ہماری طرف گھوم گئے۔

"کیوں؟" لوکس نے پریشانی سے پوچھا۔

"ہم اس جگہ سے لطف اندوز ہوں گے۔"

"میری بات مان لو میرے دوست۔۔۔۔ یہ جگہ تھامپسن کی رینج سے باہر نہیں ہے۔ یہاں کے لوگ بھی پریشان ہو جائیں گے۔"

"ہم نے سب کی پریشانی کا ٹھیکہ نہیں لے رکھا۔" سردارے برا سا منہ بنا کر بولا۔

"ضد نہ کرو سیسرو۔" سوسیلا نے ایک ادا سے کہا۔

"ارے خاموش رہ سسری۔ شکل دیکھی ہے آئینے میں۔" میرے بجائے سردارے جھلائے ہوئے انداز میں بول پڑا۔ اور جھلاہٹ میں اس نے یہ الفاظ اردو میں ادا کئے تھے۔ اس لیے لوسیلا نہ سمجھ سکی! مجھے ہنسی آگئی تھی۔

"ہمیں پی گوڈے اتار دینا لوکس۔" میں نے اس بار سخت لہجے میں کہا اور لوکس ٹھنڈی سانس لے کر رہ گیا۔

رات کی روشنیاں جل اٹھی تھیں' جب ہم پی گوڈے پہنچے۔ گو رات تھی۔ لیکن جنگلی پھولوں کی مہک' ہوا کی حسین نمی اور روشنیوں کی جنت کے حسن کا احساس دلا رہی تھی۔

ہم سے جدا ہونے کے لیے کوئی بھی تیار نہ تھا۔ سب نے ہی ہماری خوشامد کی تھی' لیکن ہماری محبت میں وہ لوگ اپنی زندگی بھی خطرے میں ڈالنے کے لیے تیار نہ تھے۔

"بون میں ملاقات ہوگی سیسرو؟" لوسیلا نے پوچھا۔

"ضرور۔ بشرطیکہ تھامپسن کے خوف سے تم لوگ زندہ رہے۔" میں نے طنزیہ انداز میں کہا۔

"ہمیں معاف کر دینا دوست۔ ہم امن پسند ہیں۔ لڑائی بھڑائی سے خوف کھاتے ہیں' تشدد کا جواب تشدد سے دینے پر یقین نہیں رکھتے ہمیں معاف کر دینا۔" لوکس نے پرجوش انداز

میں ہم سے مصافحہ کرتے ہوئے کہا۔ اور ہم دونوں نیچے اتر گئے۔

وین ست رفتاری سے آگے بڑھ گئی تھی۔ اور جب اس کی سرخ روشنیاں نگاہوں سے اوجھل ہوگئیں تو سردارے نے کھنکھار کر ایک پٹاخہ زمین پر پھینکتے ہوئے کہا۔ "بزدل' سسرے۔"

"آؤ۔" میں نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھا اور ہم روشنیوں کی طرف بڑھ گئے۔

پی گوڈے دراصل ایک کیمپ تھا۔ لیکن خاص قسم کا کیمپ۔ یعنی اس کا تعلق اس کیمپنگ اسکیم سے نہیں تھا' جو سیاحوں کے لیے سستا قیام فراہم کرتے ہیں' بلکہ اس خوبصورت جگہ کو مہنگی عیاشی کے لیے استعمال کیا گیا تھا۔ لکڑی کے بنے ہوئے چھوٹے چھوٹے مکانات' ہر مکان سے جنریٹر کی آواز ابھر رہی تھی۔ ظاہر ہے یہاں دوسرے ذرائع سے تو بجلی پہنچ نہیں سکتی تھی۔

بعد میں معلوم ہوا کہ یہ مکانات کسی کی رہائش گاہ نہیں ہیں بلکہ چھوٹے چھوٹے قہوہ خانے ہیں۔ گویا نام کے قہوہ خانے' جہاں عمدہ قہوے کے علاوہ سب کچھ دستیاب ہے۔ اعلیٰ قسم کی قیمتی منشیات' رہا قیام کا مسئلہ تو اس کے لیے کھلا آسمان ہی بہتر ہوتا ہے' زیادہ عیاشی ذہن پر سوار ہو تو خیمہ لگا لو۔

کہیں کہیں خیمے بھی لگے ہوئے تھے۔ ورنہ زیادہ تر لوگ جہاں دو گز زمین ملی وہیں ڈیرہ ڈال دیا' کے مصداق کھلے آسمان کے نیچے عیش کر رہے تھے۔ گو رات کا وقت تھا' لیکن دور دور جھلکتی ہوئی روشنیوں کے سائے ہمارے راستے میں آجاتے تھے۔ اور اسی راستے میں' کہیں کہیں' چرس' افیون' بھنگ راکٹ' ہیروئن یا کسی اور نشے سے سرشار جوڑے' انسانیت کو بھول کر حیوانیت کو اپناتے ہوئے نظر آجاتے۔ حیوان' جن کے نزدیک اقدار کی تخصیص نہیں ہوتی۔ جنہیں نگاہوں کا احساس نہیں ہوتا' انسان بذات خود بھی' حیوانیت کی طرف راغب ہے۔ وہ وہیں پہنچنے کی کوشش کر رہا ہے جہاں سے چلا تھا۔ گویا تہذیب کا زوال شروع ہوگیا ہے اور۔۔۔۔ اور خطرہ ہے کہ۔۔۔۔ پہاڑ۔۔۔۔ درخت' جنگل ایک بار پھر آباد ہو جائیں گے۔ مکانات' عالی شان عمارتیں' منہدم ہو جائیں گی۔ کاروبار' کارخانے قصہ پارینہ بن جائیں گے۔ دیوانگی کے متوالے پھر دیوانگی اپنا لیں گے۔ اور یہ دیوانگی کا دور اس دور سے کہیں زیادہ خوفناک ہوگا' جو پتھر کا دور کہلاتا ہے۔

اس دور کا انسان معصوم تھا۔ تہذیب نا آشنا تھا۔ اس کی سوچ محدود تھی۔ وہ تہذیب و ترقی کی طرف مائل تھا۔ وہ اپنی منزل پانا چاہتا تھا اور اس کا انسان' مکار ہے۔ وہ تہذیب آشنا ہے لیکن تہذیب سے نفرت کرکے پھر پتیوں کا خواہش مند ہے۔ اس کی سوچ لامحدود ہے۔ وہ تمام منزلوں کے نشان مٹا دینا چاہتا ہے۔ صرف ایک ہپی ازم کی بات کیوں کی جائے' چرس' افیون' راکٹ اور ہیروئن کے نشے کی بات کیوں کی جائے ہر انسان نشے میں ڈوبا ہوا ہے۔

دولت کے نشے میں' اقتدار کے نشے میں' دولت مند غریبوں کی ہڈیوں کو پیس کر' گوشت و خون کے ملغوبے سے اپنی تجوریوں کو زیادہ سے زیادہ بھرنے کا خواہش مند ہے۔ اقتدار کا متوالا' ہر جائز و ناجائز ذرائع سے کام لے کر اپنی حیثیت برقرار رکھنا چاہتا ہے۔ ایک انسان کو دوسرے انسان سے کوئی دلچسپی نہیں رہ گئی ہے۔ ہتھیاروں کا سرور ذہنوں پر چھایا ہوا ہے۔ دنیا کو مٹانے کے لیے بھرپور جدوجہد ہو رہی ہے۔ کیونکہ' انسان تہذیب کا نام و نشان مٹا دینا چاہتا ہے' یہ تہذیب کے دشمنوں کا دور ہے---- ہر چہرے پر ایک ہی لیبل نظر آتا ہے انسان کو ختم کردو۔ انسانیت کو فنا کردو---- چلو---- پہاڑوں میں چلو۔ پھر درختوں کی زندگی اپناؤ۔ بات کسی ایک ازم کی نہیں ہے۔ بات اس دور کی سوچ کی ہے۔

"بڑے بے غیرت لوگ ہیں یار۔" سردارے نے ایک جوڑے کی طرف سے منہ پھیرتے ہوئے کہا۔

"فضول باتیں مت کرو سردارے۔ تم اپنے وطن میں نہیں ہو۔" نہ جانے کیوں میرے ذہن میں جھلاہٹ ابھر آئی تھی۔

"ہاں۔ ٹھیک ہے یار---- اپنا وطن اپنا ہی ہے۔" سردارے نے ایک ٹھنڈی سانس لی۔

"اب قیام کے لیے کوئی عمدہ جگہ تلاش کرو۔"

"چلو---- جہاں بھی جگہ مل جائے۔" اور ہمیں ایک جگہ مل ہی گئی۔ پام کے درختوں کا ایک خوبصورت جھنڈ۔ جس کی ایک سمت خالی تھی نہ جانے کیوں۔ بہرحال ہم نے اس جگہ ڈیرہ ڈال دیا۔

"کیا خیال ہے سیر کرو گے؟"

"اس وقت نہیں سردارے۔ میرا موڈ بہت خراب ہے۔ تم چاہو تو گھوم آؤ۔"

"اجازت؟" سردارے نے دلچسپی سے کہا۔

"ہاں---- جاؤ----" میں نے سردارے سے کہا۔ "لیکن خیال رکھنا نئی جگہ ہے۔"

"بے فکر رہو۔" سردارے نے جواب دیا۔ اور میں سامان' مختصر سامان سرہانے رکھ کر لیٹ گیا۔ ذہن پر نہ جانے کیوں اخلاقیات کا بھوت سوار ہو گیا تھا ہر انسان دوسرے کے بارے میں سوچتا ہے۔ ساری اخلاقیات' سارے الزامات وہ دوسروں کی گردن پر رکھنے کا خواہش مند ہی ہوتا ہے۔ خود اپنی حیثیت' اپنے کردار پر کون نگاہ کرتا ہے۔ پہلے خود کو دیکھو۔ پھر دوسروں پر تنقید کرو۔

میں بذات خود کیا تھا۔ معلم انسانیت' مبلغ آدمیت اور میرا کردار؟ منشیات کا اسمگلر' قاتل' زناکار' بے حیثیت' دوسروں کے ہاتھوں کا کھلونا۔ مجھے انسانیت کی نوحہ خوانی کا کوئی حق

نہیں ہے۔ مجھے اس بارے میں کچھ نہیں سوچنا چاہیے۔ میں نے آنکھیں بند کرلیں۔ اور سونے کی کوشش کرنے لگا۔

نیند ہی ان الجھنوں سے نجات کا ذریعہ ہو سکتی ہے۔ نیند کی روٹھی ہوئی محبوبہ کو منانے کی بہت سخت کوشش کی' تب کہیں جاکر آنکھوں میں غنودگی پیدا ہوئی۔ لیکن برا ہو اس کمبخت کا۔ نہ جانے کہاں سے آمری تھی۔ کانوں نے شاید اس کے قدموں کی آہٹ سنی ہو۔ لیکن ذہن نہ جاگا۔ ہاں جب اس کا بوجھ بدن پر آپڑا تو جاگنا لازمی تھا۔

نہ جانے کیوں ذہن کو خطرے کا احساس ہوا۔ ذہن ہی نے لائحہ عمل مرتب کیا۔ یقین کریں اس پھرتی میں میرا کوئی دخل نہیں تھا۔ یہی سمجھا تھا' کہ تھامپسن گروہ کے کسی فرد نے پہچان کر چھاپ لیا ہے۔ اس پھرتی سے اپنے اوپر پڑے ہوئے بدن کو نیچے گرا کر اس پر سوار ہوا تھا کہ خود بھی حیران رہ گیا۔

لیکن---- دوسرا لمحہ بوکھلا دینے والا تھا۔ میرا وجود' کسی نرم و گداز وجود پر چھایا ہوا تھا۔ اور دشمن نے اپنی مدافعت کرنے کے بجائے اپنی بانہیں میری گردن میں ڈال دی تھیں۔

"مائیکل---- مائیکل ڈیئر۔ مجھے سمیٹ لو۔ میرا جسم پارہ پارہ کردو۔" سسکتی ہوئی آواز ابھری۔

"جی؟" میں نے حیرت سے آنکھیں پھاڑ دیں۔

"میں تڑپ رہی ہوں مائیکل۔ میں اب برداشت نہیں کرسکتی۔ پلیز۔ پلیز مائیکل۔ اب۔ اب غصہ تھوک دو۔"

"آپ بھی غلط فہمی تھوک دیں محترمہ میرا نام مائیکل نہیں سیسرو ہے۔" میں اس کے بدن سے اتر آیا۔

"سیسرو۔" اس نے آنکھیں پھاڑ کر مجھے دیکھا۔ نہ دیکھ سکی تو پہلے میرے چہرے' پھر بدن کو ٹٹولا۔

"کوئی بھی ہو۔ جوان ہو۔ مضبوط ہو۔ پلیز۔ پلیز۔" وہ بولی۔

تو پھر آپ کو اداکاری کرنے کی کیا ضرورت تھی۔ صاف بات کہتیں۔"

"اداکاری۔ میں نے فلمی دنیا کبھی کی چھوڑ دی ہے۔ ڈارلنگ۔ تمہارے کہنے سے صرف۔ تمہارے کہنے سے۔ مگر کہاں کی باتیں لے بیٹھے۔ دیکھو میرا وجود سلگ رہا ہے۔ دیکھو۔" اس نے اپنا بدن میرے سامنے عریاں کردیا تھا۔

لیکن اس کی بدقسمتی۔ یا شاید میری بدقسمتی۔ اس وقت بوریت کا بھوت سوار تھا۔ میں حالات کو' ماحول کو بھول کر سوجانا چاہتا تھا۔ میں نے اسے قبول نہ کیا۔

"مائیکل---- پلیز مائیکل۔" وہ سسکتی رہی۔

"بہتر ہے۔ تم جا کر مائیکل کو تلاش کرو۔"

"کہاں تلاش کروں ---- وہ کھو گیا ہے۔ وہ گم ہو گیا ہے۔ وہ ناراض ہو گیا ہے۔
نہیں۔ وہ موجود ہے ---- تم مائیکل ہو ---- مجھے دھوکہ نہ دو۔ مجھے نہ ٹھکراؤ۔ تم مائیکل
ہو ----" اس نے میرے شانے پر سر رکھ دیا۔

اور اسی وقت سردارے آ گیا۔ "ارے استاد۔ کیا میں واپس جاؤں؟" اس نے حیرت
سے آنکھیں پھاڑیں۔ اور مجھے شرارت سوجھی۔ میں نے سردارے کو کوئی جواب نہیں دیا اور
لڑکی کی طرف دیکھ کر بولا۔

"اے۔ کیا نام ہے تمہارا؟"

"ایبی۔ ایبی۔ تم مجھے بھول کیوں گئے مائیکل؟"

"میں مائیکل نہیں ہوں ایبی۔ دیکھو تمہارا مائیکل آ گیا ہے۔"

"مائیکل۔" میں نے سردارے کو اشارہ کیا۔ سردارے نہ جانے میری بات کو کیا سمجھا
تھا۔ وہ سعادت مندی سے میرے قریب آ گیا۔

"تم ایبی کو پہچانتے ہو نا؟"

"ہاں ---- یہ ایبی ہے۔" سردارے کچھ نہ سمجھ کر بولا۔

"مائیکل سے ملو' ایبی۔"

اور لڑکی نے نشے سے بوجھل پلکیں اٹھائیں اور پھر وہ دونوں ہاتھ پھیلا کر سردارے پر
جھپٹی۔ "اوہ ---- مائیکل میری روح' میری زندگی۔ اوہ۔ مائیکل' معاف کر دو۔ مجھے معاف
کر دو میری جان۔"

اس نے دونوں ہاتھ سردارے کی گردن میں ڈال دیئے۔ اور سردارے کا منہ حیرت
سے پھیل گیا۔ میں خاموشی سے اٹھا اور ایک طرف کھسک گیا۔

گو رات کا وقت تھا۔ لیکن یہی وقت آوارہ گردوں کے لیے دن کی روشنی کی حیثیت
رکھتا ہے۔ چنانچہ میں روشنیوں کی طرف چل پڑا۔ سردارے سے مذاق نے دل میں گدگدی
پیدا کر دی تھی۔ لڑکی سخت نشے میں تھی۔ سردارے کی اچھی خاصی درگت بن جائے گی۔

روشنی کا پہلا جمگھٹ نظر آیا۔ تو میں وہاں پہنچ گیا۔ آوارہ گردوں کی محفل جمی ہوئی
تھی۔ لیکن پی گوڈے کے آوارہ گرد اچھی خاصی حیثیت رکھتے تھے۔ ان کے لباس بھی زیادہ
خراب نہ تھے۔ گو وہ چرس پی رہے تھے' لیکن ایسی خاموشی چھائی ہوئی تھی جیسے وہ کسی کی
تعزیت کرنے جمع ہوئے ہوں۔ بہت سے چہرے بہت سلیقے کے تھے۔

گویا یہ ان کی ایک عمدہ قسم ہے ---- میں نے بھی ایک جگہ سنبھال لی ---- اور
ایک اٹینڈنٹ میرے پاس پہنچ گیا۔

"یس پلیز؟" اس نے کہا۔

"کیا کیا ہے؟"

"سب کچھ۔"

"افیون لے آؤ۔"

"پائپ بھی؟"

"ہاں۔" میں نے جواب دیا۔ اور اٹینڈنٹ واپس چلا گیا۔ پھر لکڑی کی ایک منقش پلیٹ
میں افیون کی چھ گولیاں اور پائپ اور دیا سلائی میرے سامنے پیش کر دی گئی۔ پلیٹ میں بل بھی
رکھا ہوا تھا جسے میں نے فوراً ادا کر دیا ---- لیکن چھ گولیوں کی قیمت ہی بہت کافی تھی۔ میں
نے نشہ نہ ہونے والی گولی زبان کے نیچے دبائی۔ اور افیون کی گولی پائپ میں رکھ کر دم لگایا۔
لیکن اس کے ساتھ ہی میرا ذہن کچھ اور سوچنے لگا تھا ---- مادام سیکا نے پی گوڈے کا ذکر
نہیں کیا تھا ---- حالانکہ آوارہ گردوں کے اس مجمع کو دیکھ کر اندازہ ہو جاتا تھا کہ یہاں عمدہ
مال کی اچھی کھپت ہو گی۔ نہ جانے یہاں کہاں سے مال آتا ہو گا۔ کیوں نہ اس منڈی کو بھی
سنبھالا جائے ---- بہر حال سیکا کو لکھوں گا۔

افیون کی تیسری گولی پائپ میں رکھ کر میں نے دم کھینچا تو بڑے جھاڑ جھنکاڑ بالوں والا
ایک ادھیڑ عمر آدمی میرے پاس آ گیا۔ وہ مسکرایا اور میرے نزدیک بیٹھ گیا۔

"ہیلو۔" میں اسے دیکھ کر مسکرایا۔

"ہیلو۔" اس نے بھی میری مسکراہٹ کا جواب مسکراہٹ سے دیا۔

"کیسے مزاج ہیں؟" میں نے پوچھا۔

"برٹش ہو؟" اس نے براہ راست سوال کیا۔

"ہاں۔ کیسے اندازہ لگایا؟"

"چہرے کی بناوٹ اور تہذیب سے۔ برطانوی تہذیب منفرد رنگ رکھتی ہے؟"

"شکریہ۔ تم کون ہو؟"

"فرنچ۔"

"کیا نام ہے؟"

"میونگ نائیڈو۔"

"اوہ ---- یہ نام۔ یہ نام تو کان آشنا ہے۔" میں نے کہا۔

"ہاں۔ میں نے کچھ کتابیں لکھی ہیں۔"

"ارے مسٹر میونگ نائیڈو۔" میں نے حیرت سے کہا۔ مجھے یاد آ گیا تھا درحقیقت وہ تو
ایک عمدہ فرانسیسی ادیب تھا۔ لیکن ان آوارہ گردوں میں۔

"پہچانتے ہو مجھے؟"

"ہاں تمہاری تحریروں سے۔"

"اوہ-----" وہ ہنس پڑا۔ "نکلا تھا دنیا کی سیاحی اور آوارہ گردوں کی زندگی کے بارے میں معلومات حاصل کرنے۔ لیکن۔ خود بھی ان میں سے ایک ہو کر رہ گیا۔"

"کیوں؟" میں نے پوچھا۔

"کیونکہ مجھے ان کے اصول پسند ہیں۔"

"خوب۔" میں نے دلچسپی سے کہا۔ "تمہارے لیے کیا منگواؤں؟"

"میں نے ابھی انجکشن لیے ہیں۔ کسی چیز کی ضرورت نہیں، محسوس ہو رہی سوائے ایک ایسے فرد کے جو باسلیقہ ہو۔ مہذب ہو۔ اور تم برٹین لوگ، تمہاری معیت میں سکون ملتا ہے۔ باتیں کرو گے؟"

"یقیناً-----تم سے مل کر بہت خوشی ہوئی ہے۔"

"شکریہ۔ نام کیا ہے؟"

"سیسل سیرو-----" میں نے جواب دیا۔

"بہت عمدہ مسٹر سیرو۔ مجھے خوشی ہے کہ تم جیسے نفیس آدمی سے ملاقات ہوگئی۔ کہاں کا قصد رکھتے ہو؟"

"طویل سفر کا پروگرام ہے۔"

"ترلوکا کی زیارت کرنے جارہے ہو؟" اس کے انداز میں ایک عجیب سا طنز تھا۔ میں نے کئی منٹ تک کوئی جواب نہیں دیا۔ وہ سوالیہ انداز میں مجھے دیکھتا رہا۔ پھر بولا۔

"کیوں؟" یہ کشمکش کیوں؟"

"دراصل مسٹر میونگ-----میں نے ترلوکا کی تعلیمات کا بھرپور مطالعہ نہیں کیا۔"

"اوہ-----خوب۔ خوب۔ متاثر ہو اس سے؟"

"معاف کرنا دوست۔ جس کے بارے میں تفصیل نہیں جانتا، اس سے متاثر کس طرح ہو سکتا ہوں؟"

"کیا میں تم سے بغلگیر ہو جاؤں میرے دوست۔ پہلے آدمی ملے ہو جو میرے معیار پر پورے اترتے ہو۔ مجھ سے گفتگو کرو۔ میں تمہیں ترلوکا کا کچا چھٹا سنا سکتا ہوں۔"

"بڑی خوشی ہوگی مجھے۔"

"تو سنو۔ ہندو دھرم کا یوگی۔ جس نے تھوڑے سے شعبدے سیکھ لیے ہیں۔ جو جنسی کجروی کا شکار ہے۔ یا یوں سمجھو، جو جنسی جنون کی ان انتہائی حدوں تک پہنچ گیا ہے جہاں کا تصور آدمیت نہیں کرسکتی۔ اس کا نام ترلوکا ہے۔ نوجوان ذہنوں کو جنس کی پیاس میں مبتلا کر کے ان کے جذبات کو مطیع کرلیتا ہے اور پھر اپنے شعبدوں سے انہیں متاثر کر کے ان کے ذہنوں میں گندگی ٹھونس دیتا ہے۔ اس کے خیالات بہت گندے ہیں۔ ایسے خیالات، جن کا تصور تک روح کو لرزا دیتا ہے۔ اس دشمن آدمیت پر کوئی قانون لاگو نہیں ہے۔ اور نہ اس دنیا کو زیادہ

سے زیادہ غلیظ کر رہا ہے اور بس۔ یہ ہے ترلوکا۔" اس نے نفرت سے کہا۔

"خوب-----تو تم اس سے نفرت کرتے ہو؟"

"نفرت۔" وہ زور دے کر بولا۔ "نفرت، ایک مہذب لفظ ہے، کاش کوئی ایسا لفظ ایجاد ہوا ہوتا جو میرے ذہن کی ترجمانی کرسکتا۔"

"اگر زندگی رہی تو میں اس سے ضرور ملوں گا۔" میں نے کہا۔

"نہیں میرے بچے-----ایسا نہ کرنا بھٹک جاؤ گے۔"

"میں نہیں بھٹکوں گا مسٹر میونگ۔" میں نے جواب دیا۔

"آسمانی باپ-----تمہیں اس سے محفوظ رکھے۔ تم اس سے کب ملاقات کرو گے؟"

"بہت جلد۔" میں نے جواب دیا۔

"تب ایک منٹ رک جاؤ۔" وہ بولا-----اور پھر وہ اپنی جگہ سے اٹھ گیا۔ مجھ سے کچھ کہے بغیر وہ ایک طرف چلا گیا۔ اور پھر چند منٹ کے بعد واپس آیا۔ اس کے ہاتھ میں لکڑی کا ایک پیالہ تھا۔ جسے اس نے زمین پر رکھ دیا۔ اس کے بعد وہ اکڑوں بیٹھ گیا۔ اس نے پتلون کے سامنے کے بٹن کھول دیئے تھے۔ میں حیرت سے اسے دیکھنے لگا۔

کمبخت پیالے میں پیشاب کر رہا تھا۔ میں اچھل کر دور ہٹ گیا۔ جب وہ فارغ ہوگیا تو پیالہ دونوں ہاتھوں سے اٹھا کر مجھے پیش کرتے ہوئے بولا۔

"اس سے ملو۔ تو میری طرف سے یہ تحفہ اس کی خدمت میں پیش کردینا۔"

میں کچھ اور دور ہٹ گیا تھا۔

"کیا تم میرا یہ کام کردو گے؟" وہ لجاجت سے بولا۔ میری سمجھ میں نہ آرہا تھا کہ اس احمق انسان کو کیا جواب دوں۔ کیا وہ پاگل ہے۔ یا نشے میں بہک رہا ہے۔ لیکن دونوں علامات اس کے چہرے پر نہ تھیں۔

"تم بھی میرا یہ کام نہ کرو گے میرے بچے۔" وہ روہانسی آواز میں بولا۔

"یہ کیسے ممکن ہے؟"

"ہائے کوئی بھی میری آرزو نہیں پوری کرتا۔ ہائے۔ ہائے۔" وہ دھاڑیں مار مار کر رونے لگا اور میں نے وہاں سے کھسک جانا ہی مناسب سمجھا۔ بہت سے لوگ اس کے گرد جمع ہوگئے تھے۔ میں وہاں سے خاصی دور نکل آیا۔ اور پھر ایک کونے میں کھڑے ہو کر میں نے گہری گہری سانسیں لیں لیکن یہاں بھی مفر نہیں تھا۔ ایک مجہول سے بوڑھے نے میرے کندھے پر ہاتھ مار کر قہقہہ لگایا۔

میں نے چونک کر اسے دیکھا۔

"کس پاگل کے چکر میں پڑ گئے تھے۔" اس نے ہنستے ہوئے کہا۔

"پاگل؟"

"ہاں----- اس نے اپنا نام میونگ نائیڈو بتایا ہوگا؟"

"ہاں---" میں نے تعجب سے کہا۔

"سب کو یہی بتاتا ہے جبکہ اس کا اصل نام فونگ سار تر ہے۔ فرانس میں جوتے بنانے کے ایک کارخانے میں کام کرتا تھا۔ ظرف سے آگے بڑھ کر نشہ کرنے سے اس کی دماغی کیفیت متاثر ہوگئی اور اب وہ خود کو میونگ نائیڈو کہتا ہے اور عجیب عجیب سی باتیں کرتا ہے۔"

"ارے۔" میں نے سچ مچ حیرت سے کہا----- اس کا مطلب ہے کہ میں نہایت اطمینان سے احمق بن گیا تھا۔ میں ہنسنے لگا اور بوڑھے نے بھی میرے ساتھ ہی قہقہہ لگایا۔ پھر بولا۔

"کیمپ میں اجنبی ہو؟"

"ہاں۔ نیا ہوں اور پہلی بار آیا ہوں۔"

"تب تم ژولی ژاں سے نہیں ملے ہوگے؟"

"ژولی ژاں کون؟"

"اوہ----- آؤ۔ میرے ساتھ آؤ۔ ژوالی ژاں پی گوڈے کی روح ہے۔ آؤ میرے ساتھ آؤ۔ بوڑھے نے کہا اور بڑے اطمینان سے آگے بڑھ گیا۔ میں نے ایک لمحے کے لیے کچھ سوچا اور پھر ایک طویل سانس لے کر بوڑھے کے ساتھ چل پڑا۔ دل ہی دل میں اس ماڈرن دلال کے بارے میں سوچ رہا تھا۔ کتنے خوبصورت انداز میں اس نے مجھے پھانسا تھا۔

مجھے ہنسی آنے لگی۔ نہ جانے اس نے بوڑھے میونگ نائیڈو کے بارے میں بھی سچ کہا تھا یا جھوٹ۔ ممکن ہے اس نے مجھ سے تعارف حاصل کرنے کے لیے ہی یہ بکواس کی ہو؟

بہرحال اس ژولی ژاں کو بھی دیکھ لیا جائے۔ بوڑھا لکڑی سے بنی ہوئی ایک چھوٹی سی عمارت کے پاس پہنچ گیا اور پھر اس نے دروازے پر دستک دی ایک نوجوان عورت نے دروازہ کھول دیا۔

"اوہ مسٹر سوئنسے۔ آیئے۔ آپ کے ساتھ کون ہیں؟"

"عظمت کا شہر۔" بوڑھے نے جواب دیا۔

"آہ آپ کی شاعری۔ آہ آپ کا انداز' مسٹر سوئنسے۔ آیئے۔ تشریف لے آیئے۔" عورت دروازے سے ہٹ گئی۔

"آؤ مہمان۔" بوڑھے نے کہا اور میں اندر داخل ہوگیا۔ باہر سے چھوٹے چھوٹے نظر آنے والے یہ مکان اندر سے بے حد خوبصورت تھے۔ ایک اعلیٰ پیمانے پر ڈیکوریٹڈ کمرے میں مجھے ایک صوفے پر بٹھا کر بوڑھا خاموشی سے دروازے سے باہر نکل گیا۔

اور پھر مجھے صرف چند منٹ انتظار کرنا پڑا۔ عنابی رنگ کے ٹخنوں تک کے لباس میں

ملبوس' سنہرے اور پیچ و خم کھائے بالوں والی' ایک دراز قد لڑکی اندر داخل ہوگئی۔ دودھ کی طرح سفید رنگ' سیاہ آنکھیں' چہرہ متانت کا آئینہ۔ مسکرائی تو چراغاں ہوگیا۔ اور بے اختیار بوڑھے کے لیے دل سے دعا نکل گئی۔

"ژولی ژاں۔" اس نے ترنم سے کہا۔

"سیبرو۔" میں نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔ اس نے اپنا نازک ہاتھ بڑھا دیا۔ لیکن اظہار محبت کے لیے بھی ہاتھ چومنا مجھے گوارہ نہ ہوا۔ اور میں نے گرمجوشی سے اس سے ہاتھ ملایا۔

وہ میرے پہلو میں بیٹھ گئی۔

"برٹش ہو؟" اس نے سوال کیا۔

"ہاں۔"

"ژولی ژاں کے مکان پر خوش آمدید۔"

"شکریہ۔" میں نے کہا۔ اور ژولی ژاں نے تالی بجائی۔ بڑی پرسحر عورت تھی۔ بڑے شاہانہ انداز تھے۔ کچھ دیر قبل جو کچھ سوچ رہا تھا۔ ذہن کو جن خیالات نے پراگندہ کردیا تھا۔ سب نکل گئے۔ اب میں صرف اس کے بارے میں سوچ رہا تھا۔ تالی کے جواب میں دو خوبصورت لڑکیاں اندر آگئیں اور ژولی ژاں نے پوچھا۔

"کیا پسند کرو گے؟"

"میں نہیں سمجھا خاتون۔" میں نے کہا۔

"ہر چیز دستیاب ہے۔"

"تب جو آپ پلا دیں گی۔"

"میں شراب کے علاوہ کچھ نہیں پیتی۔"

"شراب ہی سہی۔"

"نہیں مہمانوں کے لیے سب کچھ موجود ہے۔" وہ مسکرائی۔

"شراب۔ صرف شراب۔" میں نے جواب دیا۔ اور اس نے لڑکیوں کی طرف دیکھا۔ دونوں لڑکیاں مسکراتی ہوئی چلی گئیں۔

"یہاں میرے علاوہ دوسری بھی موجود ہیں۔ اگر میں ناپسند ہوں تو۔"

"میری بینائی ابھی درست ہے۔" میں نے کہا۔ "تمہارے سامنے کس کا چراغ روشن ہوسکتا ہے۔"

"شکریہ۔" اس نے مسکراتے ہوئے میری گردن میں بانہیں ڈال دیں اور میں نے اس کی پذیرائی کی۔ پھر شراب آگئی۔ کئی قسم کی شراب تھی۔ اور ہم دونوں پینے لگے۔

مجھے صرف ایک بات پر حیرت تھی' اگر وہ کاروباری عورت تھی تو اس نے ابھی تک

کوئی کاروباری بات نہیں کی تھی----- اس قدر اطمینان کی یہی وجہ ہوسکتی تھی کہ
کنگال لوگ نہیں آتے ہوں گے----- بہر حال میرے پاس کرنسی کی کیا کمی تھی۔
ڑولی ڑاں کے ساتھ ایک حسین رات گزارنے کے بعد جب دوسری صبح میں
سے رخصت ہوا تو میں نے کرنسی کی ایک گڈی نکال کر اس کے حوالے کردی۔
"شکریہ-----" اس نے گڈی لاپرواہی سے ایک طرف ڈال دی۔ اور پھر
ایک طویل بوسہ دیتے ہوئے بولی۔ "کب تک یہاں ہو؟"
"آوارہ گردوں کا کیا ٹھکانہ؟" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔
"میرے لیے----- کچھ وقت اور نہ دو گے؟"
"رک جاؤں گا؟" میں نے کہا۔
"پی گوڈے کا پہلا چراغ روشن ہوگا تو میں تمہارا انتظار کروں گی۔" اس نے بڑ
شاعرانہ انداز میں کہا۔
"میں تمہارے مکان کے باہر کھڑا ہوکر روشنی کا انتظار کروں گا۔ میں نے جواب دیا۔
"آہ- کیسے حاضر جواب ہو تم۔ اپنے حلیئے سے الگ انسان۔" اس نے کہا اور میں
سے رخصت ہوکر باہر نکل آیا۔ سردارے کی خبر لینی تھی۔ سردارے کا خیال آتے ہی مجھے
آگئی! لیکن پھر میں سنجیدہ ہوگیا۔ وہ میرے لیے پریشان ہوگا۔ بہر حال میں نے اسی سمت کا رخ
جہاں رات کو اسے چھوڑا تھا۔
سردارے نظر آگیا۔ مجھے دیکھتے ہی اٹھ کھڑا ہوا تھا۔
"کہاں چلے گئے تھے نواز؟" اس نے تشویش سے پوچھا۔
"پی گوڈے کی رنگینیوں میں گم ہوگیا تھا۔"
"میں صبح سے تمہیں تلاش کر رہا ہوں۔"
"سوری۔ تمہیں تکلیف ہوئی۔"
"مگر رات کہاں گزاری؟"
"ایک خوبصورت اور حسین ماحول میں۔ تم سناؤ۔ اپنی کہاں چلی گئی؟"
گالیاں دیتی ہوئی چلی گئی۔" سردارے نے ایک گہری سانس لی۔
"ارے۔ کب؟ کیوں؟"
"ابھی صبح کو۔"
"اور رات کو؟"
"جانے دے استاد۔ پھنسا کر چلے گئے۔ خوب بے وقوف بنا میں بھی۔" سردارے
جھینپتے ہوئے انداز میں بولا۔
"بے وقوف بنے۔ ہوا کیا؟" میں نے ہنستے ہوئے پوچھا۔

"ہوتا کیا۔؟ رات بھر وہ مجھے مائیکل سمجھتی رہی۔ اس سے ملتے وقت میری سمجھ میں
نہیں آیا تھا۔ لیکن تمہارے جاتے ہی وہ میرے اوپر حملہ آور ہوگئی۔ تب مجھے پتہ
چلا کہ مائیکل کون تھا۔"
سردارے نے اس انداز سے کہا کہ بے اختیار میرا قہقہہ نکل گیا۔
"عجیب عورت تھی یار۔ میں اس کی غلط فہمی سے خوفزدہ تھا۔ لیکن۔ ساری رات وہ
مجھے مائیکل سمجھتی رہی۔ حالانکہ آدھی رات کے بعد ہی میں نے قسمیں کھانا شروع کردی تھیں
کہ میں مائیکل نہیں ہوں۔"
"اوہ-----" میں نے قہقہہ لگایا۔
"کمبخت کو دن کی روشنی میں یقین آسکا۔"
"خوب عیش کیئے سردارے۔" میں نے ہنستے ہوئے کہا۔
"نکل چلو یار یہاں سے----- اگر آج کی رات کسی نے ڈو لنگر سمجھ لیا تو کل اللہ کو
پیارے ہو جائیں گے۔"
"بس----- گھبرا گئے؟" میں نے کہا۔
"ایسی عورتوں سے میری روح فنا ہوتی ہے جو مرد بننے کی کوشش کریں۔" سردارے
نے کہا اور میں ہنستا رہا۔
"ناشتہ کیا؟" میں نے پوچھا۔
"سوال ہی نہیں پیدا ہوتا استاد۔ ٹانگوں میں کھڑے ہونے کی سکت بھی نہیں ہے۔
کراسکتے ہو تو ناشتہ یہیں کرادو۔" سردارے نے کہا اور میں نے اس کی پیٹھ پر دھول جمادی۔
"ابے اٹھ۔ ایکٹنگ مت کر۔" میں اس کا ہاتھ پکڑ کر بولا اور سردارے کراہ کر اٹھ
گیا۔ ایک خوبصورت سے قہوہ خانے میں جاکر ہم نے لذیذ ناشتہ کیا۔ ناشتے کے دوران
سردارے نے مجھ سے پوچھا۔
"تم پی گوڈے کی کون سی رنگینیوں میں رہے؟"
"ڑولی ڑاں۔" میں نے جواب دیا۔
"کیا؟"
"پی گوڈے کی سب سے حسین عورت۔"
"اوہ----- واقعی----- کہاں ہے؟ کیسے ملی؟"
"تم اس سے ملنا پسند کروگے؟"
"نہیں بھائی----- اللہ تعالیٰ محفوظ رکھے----- اگر اس نے بھی مجھے مائیکل سمجھ
لیا تو کیا ہوگا۔" سردارے نے مسخرے انداز میں کہا اور میں پھر ہنس پڑا۔
"تو پھر آج دن میں ہم یہاں سے نکل چلیں گے۔"

"کیا پروگرام ہے اب؟"

"ڈومسٹروار چلیں گے۔ اور پھر سوئزرلینڈ میں داخل ہو جائیں گے۔"

"ٹھیک ہے۔ ویسے یہ عمدہ جگہ ہے۔"

"ہاں۔" میں نے پرخیال انداز میں کہا۔ سوئزرلینڈ جاکر میں پی گوڈے کے بارے میں بات چیت بھی کرنا چاہتا تھا۔ یہ ایک عمدہ جگہ تھی اور مال کی کھپت یہاں بہت عمدہ پیمانے پر ہوسکتی تھی۔ کاروباری نقطہ نگاہ سے بھی سوچنا تھا۔ پھر میرے ذہن میں ایک اور خیال آیا اور میں سوچ میں ڈوب گیا۔ سردارے خاموشی سے میری شکل دیکھ رہا تھا۔

"کیا سوچنے لگے نواز؟"

"سردارے۔ یہاں مال کہاں سے آتا ہے؟"

"اوہ۔ معلوم نہیں۔"

"منڈی اچھی ہے۔"

"مگر مال کہاں سے لاؤ گے؟"

"مال مل جائے گا یار۔ مگر پہلے یہ تو پتہ چلے کہ یہاں کس کی اجارہ داری ہے۔"

"کسی سے پوچھ لیں گے۔"

"کس سے؟"

"جو مال فروخت کرتے ہیں۔"

"ہوں۔ تب پھر آؤ۔"

"کیا مطلب۔ کہاں؟"

"ابھی معلومات حاصل کریں گے۔"

"تو اس کے لیے یہ جگہ ہی کیا بری ہے؟"

"ایں----ہاں۔ یہاں بھی تو سپلائی ہوتی ہو گی؟"

"یقیناً۔ یہاں کونسی جگہ ہے جہاں سپلائی نہیں ہوتی۔" سردارے نے جواب دیا۔ پھر ایک بیرے کو اشارہ کیا۔ بیرہ قریب آگیا۔

"سنو۔ چرس بھی مل جائے گی؟"

"ضرور جناب۔ جتنی درکار ہو۔"

"اس قہوہ خانے کا مالک کون ہے؟"

"روفیساں۔"

"کہاں ہے؟"

"اندر موجود ہے۔"

"اسے ہمارے پاس بھیج دو۔ معاملے کی بات کرنی ہے۔"

"اچھا۔" بیرے نے گردن ہلادی۔ اور پھر ادھیڑ عمر کا ایک لالچی سا آدمی ہمارے پاس آگیا۔

"تم نے بلایا تھا؟"

"ہاں۔ تم ہی روفیساں ہو؟"

"ہاں تمہارا خیال درست ہے۔" اس نے کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا۔ "کیا ہے تمہارے پاس؟"

"سب کچھ؟"

"تو لے آؤ۔ یہاں مجھ سے اچھی قیمت کوئی نہیں دے گا۔"

"تمہیں کیا چاہیے روفیساں----اپنی پسند کی چیز بتاؤ۔" میں نے کہا۔

"میں نے کہا نا کہ جو کچھ ہو' لاؤ۔"

"اس سے قبل کس سے مال خریدتے تھے؟" میں نے پوچھا۔

"مال تو تھامپسن ہی سپلائی کرتا ہے۔ لیکن ہم ان لوگوں سے بھی خرید لیتے ہیں جو چوری چھپے کچھ بچا لاتے ہیں۔ تمہارے پاس جتنا مال ہے مجھے دے دو ورنہ تھامپسن کے کسی آدمی نے رہنمائی کردی تو سارا مال ضبط ہو جائے گا۔"

"تھامپسن۔" میں آہستہ سے بولا۔

"ہاں۔ وہ ان علاقوں کا بادشاہ ہے۔"

"لیکن وہ یہاں کہاں؟" میں نے کہا۔

"اس کا پورا سیکشن یہاں موجود ہے۔ تمہیں نہیں معلوم۔ کیمپ میں اس کے بے شمار ساتھی موجود ہوں گے۔"

"تب تو بات بے حد خطرناک ہے۔"

"تم صرف خطرناک کہہ رہے ہو۔ یہاں موجود لوگوں سے پوچھو۔ ان کے پاس کیا کچھ نہیں ہوگا۔ لیکن تھامپسن کے ہاتھوں کسی کے پاس کچھ بچتا ہی مشکل ہے۔ آج وہ اپنی لائی ہوئی چیزیں خود خرید کر استعمال کرتے ہیں۔"

"اوہ----" میں نے متاثر لہجے میں کہا۔ "تم نے مجھے خوفزدہ کردیا۔ لیکن میرے دوست۔ میرے پاس کسی قسم کی منشیات کے علاوہ اور سب کچھ ہے۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"کیا مطلب؟" روفیساں چونک پڑا۔

"بالکل ٹھیک کہا میں نے۔ میرے پاس کچھ ہے ہی نہیں جو مجھے تھامپسن سے خطرہ ہو۔"

"پھر تم نے مجھے جھک مارنے کے لیے بلایا تھا؟"

"یہ بات نہیں ہے۔ دراصل میں کنگال ہوگیا ہوں۔" میں نے جواب دیا۔

"تو میں کیا کروں؟"

"تمہاری مدد درکار ہے۔"

"میں تمہارا باپ ہوں؟" روفیساں چیخ کر بولا "بلاوجہ میرا وقت برباد کیا۔" بڑا غصہ آیا۔ دل چاہا کہ اس کے دانت باہر نکال دوں۔ لیکن صبر کیا۔ اب حالات سے تعاون کرنا سیکھ گیا تھا لیکن دل میں سوچ رہا تھا کہ بیٹا روفیساں۔ اس جملے کا حساب ضرور چکاؤں گا۔ ابھی اس سے جو معلومات فراہم ہوئی تھیں وہ بے حد قیمتی تھیں۔ اور پھر ابھی لڑائی جھگڑا کرنا مناسب بھی نہیں تھا۔

میں نے مسکین سی شکل بنالی۔ "میں نے سوچا تھا کہ تم سے مدد طلب کروں گا لیکن تم تو الٹے ناراض ہو رہے ہو۔"

"فضول۔ بکواس۔ گدھے کہیں کے۔ نکل جاؤ۔ گیٹ آؤٹ۔" روفیساں اٹھ کر بولا۔ میں نے سردارے کے چہرے پر خون دیکھا تھا۔ لیکن میرے ہاتھ کی گرفت نے اسے ٹھنڈا ہی رکھا۔

بہرحال ہم دونوں اٹھ کر باہر نکل آئے۔

"کیوں۔۔۔۔ استاد۔۔۔۔۔ کیوں؟" سردارے غرایا۔

"دھیرج رکھو میری جان۔ دھیرج رکھو۔"

"استاد۔۔۔۔ میں تیرا ساتھ چھوڑ دوں گا۔"

"دھیرج رکھو میری جان۔"

"آخر کیوں؟"

"روفیساں کو مارنا چاہتے ہو؟"

"ہاں۔"

"تو پھر تھامپسن کو کون مارے گا؟"

"کیا مطلب؟" سردارے چونک پڑا۔

"آؤ۔۔۔۔ کہیں بیٹھ کر گفتگو کریں گے۔" میں نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر کہا اور بیٹھنے کی جگہوں کی یہاں کمی نہیں تھی۔

"جلدی کہو استاد۔۔۔۔۔ میرا خون ٹھنڈا ہو رہا ہے۔"

"ہمارا شکار تھامپسن ہے سردارے۔"

"لیکن اس نے جو بدتمیزی کی ہے؟"

"گھٹیا آدمی ہے۔ جب چاہیں گے' مارلیں گے۔" میں نے کہا۔

"مگر تھامپسن؟"

"یہاں اس کی اجارہ داری ہے سردارے۔"

"ہاں پھر؟"

"ہماری ہونی چاہیے۔" میں کھل گیا۔

"کک۔۔۔۔ کیا مطلب استاد۔۔۔۔ کیا مطلب؟" سردارے شدید حیرت سے بولا۔

"تونے میرے بارے میں کبھی سوچنے کی کوشش کیوں نہیں کی سردارے۔" میں نے جھلائے ہوئے انداز میں کہا۔

"کیا استاد؟" سردارے سرسراتے لہجے میں بولا۔

"یہی کہ آخر میں کرتا کیا ہوں؟"

"اس لیے استاد۔۔۔۔ کہ تم نواز ہو۔ اس لیے کہ تو میرا یار ہے۔ محسن ہے وہ دوسری بات ہے۔ لیکن احسان کرنے سے پہلے تونے یاری کی تھی۔" سردارے جذباتی لہجے میں بولا۔ "اور یاروں کے بارے میں سوچنا گناہ ہے۔ وہ صرف یار ہوتے ہیں۔"

"تو بہت اعلیٰ انسان ہے سردارے۔ بے شک تو ایک بہترین دوست ہے۔ بہرحال کوئی بات نہیں۔ میں اب تجھے بتائے دیتا ہوں۔۔۔۔۔ سو بیتا کیوں تباہ ہوا؟"

"مجھے نہیں معلوم۔"

"صرف اس لیے کہ وہ ہمارا حریف تھا۔"

"مگر۔۔۔۔ مگر اسے تو تونے صرف تباہ کیا تھا استاد۔"

"ہاں۔۔۔۔ یہ کام میرے سپرد ہی ہے۔"

"اوہ۔۔۔۔" سردارے نے گردن ہلائی۔

"اور اب۔۔۔۔ پی گوڈے مجھے پسند آگیا ہے۔"

"یعنی۔۔۔۔ یعنی استاد۔"

"پی گوڈے میں مال کی اچھی کھپت ہے۔ ہمیں یہاں کافی وقت گزارنا پڑے گا۔ تھامپسن کی کہانی ختم کرنا ہوگی۔"

"اوہ۔۔۔۔ تو یہاں سے چلنے کا ارادہ ملتوی استاد۔"

"تیرا کیا خیال ہے؟"

"بالکل۔۔۔۔ بالکل۔۔۔۔ وہ سالی اپنی عمدہ عورت ہے۔ ممکن ہے کسی رات وہ مجھے مائیکل سمجھ لے۔"

"بہت سی اپنی مل جائیں گی۔ تو پھر یہ بات طے؟"

"بالکل استاد۔۔۔۔ اس میں سوچنے کی کیا بات ہے؟"

"لیکن میری جان۔۔۔۔ تجھے کچھ کام کرنا ہے۔"

"ارے تو حکم کر-----" سردارے خوشی سے بولا۔

"واپس وینس جانا ہوگا۔"

"جاؤں گا۔"

"میرا ایک پیغام سی کاریفاتک لے جانا ہے۔"

"بالکل حاضر۔" سردارے نے کہا۔

"لیکن کس طرح جاؤ گے سردارے؟"

"یہ میرے اوپر چھوڑ دے۔"

"سخت مشکلات پیش آئیں گی۔"

"اس کے باوجود میں پہنچ جاؤں گا۔ اس کی تم فکر مت کرو۔"

"بس تو آج ہی روانہ ہو جاؤ۔ سردارے۔ میں تمہاری واپسی کا بے چینی سے انتظ کروں گا۔"

"ابھی میری جان۔ ابھی۔" سردارے نے کہا اور اس کی عزت میری نگاہوں میں چند ہوگئی۔ ہم لوگ واپس آگئے۔ اور پھر میں نے کاغذ وغیرہ مہیا کرکے سیکا کے نام ایک لکھا۔

خط میں' میں نے اسے یہی لکھا تھا کہ پی گوڈے کو کیوں نظرانداز کیا گیا ہے' جبکہ ایک عمدہ جگہ ہے۔ اس کے بعد میں نے تھامپسن کے بارے میں تفصیل لکھی تھی اور کاریفا کو لکھ دیا تھا کہ میں تھامپسن سے پورے طور سے نمٹنا چاہتا ہوں' اس کے لیے مجھے آدمی اور اسلحہ درکار ہے۔ سردار علی کو بھیج رہا ہوں۔ فوری طور پر انتظامات کے ساتھ اسے واپس کردو۔ کرنسی کی بھی ضرورت ہے۔

خط لکھ کر میں نے سردارے کے حوالے کردیا اور کہا۔ "ممکن ہے سردارے راستے میں تیری مڈبھیڑ تھامپسن سے ہو جائے۔ ایسی صورت میں خط بچانے کی پوری پوری کوشش کرنا۔ اور ہاں واپسی میں بھی اگر تھامپسن سے سامنا ہو جائے تو کوشش کرنا کہ اسے نظرانداز کر جاؤ۔"

"بے فکر رہو استاد----- سردارے کو اس کا من پسند کام مل گیا ہے' اب اس کے جوہر دیکھو۔" سردارے نے مسکراتے ہوئے کہا۔ میں نے اسے کچھ نوٹ دیئے اور پھر سردارے کو رخصت کرنے دور تک آیا۔

سردارے چلا گیا----- اور میں واپس کیمپ میں آگیا۔ میرا ذہن مخصوص لائنوں پر سوچ رہا تھا۔ فضول غور و خوض سے کچھ حاصل نہیں تھا۔ کام کی باتیں سوچنا چاہیں۔ سیکارا یقیناً معقول انتظام کردے گی اور اس کے بعد ایک اور عمدہ منڈی مل جائے گی۔ لیکن یہ سب کچھ تھامپسن سے نمٹنے کے بعد ہی کیا جاسکے گا۔

اور اس وقت----- اس وقت تک کیوں نہ ڈولی ڈاں۔

اور حسین عورت میری نگاہوں میں گھوم گئی۔ کیسی اعلیٰ شخصیت کی مالک ہے۔ اور میں دوسری دلکش رات کے بارے میں سوچنے لگا۔ تھوڑی دیر کے بعد میں ایک اور قہوہ خانے کی طرف بڑھ گیا۔

لیکن قہوہ خانے میں داخل ہوتے ہی میری نگاہ بوڑھے میونگ پر پڑی۔ اس نے بھی مجھے دیکھ لیا تھا۔

"آہ----- میری جان سیسرو----- تم----- آؤ----- آؤ----- میرے ساتھ عمدہ کافی پیو۔"

میں مجبوراً اس کے پاس پہنچ گیا۔ اور پھر اس کے سامنے کرسی پر بیٹھ گیا اس نے ویٹر کو بلا کر کافی کے لیے کہا۔ اور پھر مسکراتے ہوئے میری طرف دیکھنے لگا۔

"کیسی گزر رہی ہے دوست؟"

"عمدہ----- مگر مجھے حیرت ہے کہ تم یہاں۔ پی گوڈے کیمپ میں کافی پی رہے ہو؟"

"راز کی بات ہے۔ بلند آواز سے نہیں کہہ سکتا۔ میں یہاں بھی ترلوکا کا مذاق اڑاتا ہوں۔"

"کافی پی کر؟"

"ہاں۔ اور یہ لوگ میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔"

"لیکن تم نشہ تو کرتے ہو۔"

"ہاں۔ لیکن بہت کم۔" بوڑھے نے جواب دیا۔ اور تھوڑی دیر کے بعد ویٹر نے کافی میرے سامنے رکھ دی۔ میں گرم کافی کے تلخ گھونٹ لینے لگا بوڑھا کسی سوچ میں گم ہوگیا تھا۔ پھر وہ گردن اٹھا کر بولا۔

"تم نے میری نئی تصنیف کے بارے میں نہیں پوچھا؟"

"میں سوچ رہا تھا کہ تم خود بتاؤ گے۔"

"میں----- ہاں۔ کیا حرج ہے۔ سچ بات تو یہ ہے کہ میری لکھنے کی صلاحیتیں گم ہو رہی ہیں۔ منشیات کا استعمال آدمی کی صلاحیتیں ختم کردیتا ہے۔ میں کوشش کے باوجود کچھ نہیں لکھ پارہا۔"

"تم کیا لکھنا چاہتے ہو؟"

"آہ----- میں حقیقت لکھنا چاہتا ہوں۔ صرف حقیقت اگر یہ دنیا سچ برداشت کرنے کو تیار ہو۔" بوڑھے نے کرب سے کہا اور اپنی پیالی کا آخری گھونٹ بھی معدے میں الٹ لیا۔

"سیونگ نائیڈو کی تصنیفات کو دنیا نے سراہا ہے۔" میں نے کہا۔

"ہاں۔ کیونکہ وہ حقیقت سے دور نہیں۔" بوڑھے نے کہا۔

"تمہاری نگاہ میں حقیقت کیا ہے؟" میں نے سوال کیا۔

"آہ ---- حقیقت ---- حقیقت یہ ہے میرے بچے کہ ---- کہ میری جیب میں اس کافی کا بل ادا کرنے کے لیے رقم نہیں ہے ---- سوچو ---- غور کرو۔ کیا یہ حقیقت تلخ نہیں ہے؟" بوڑھا دردناک انداز میں بولا۔

"بل میں ادا کردوں گا۔" میرے ہونٹوں پر بے اختیار مسکراہٹ پھیل گئی۔

"واقعی۔" بوڑھے نے مسرت سے کہا۔

"ہاں ---- کیا حرج ہے۔"

"تو پھر خدا حافظ۔" وہ جلدی سے اٹھا اور قہوہ خانے سے نکل گیا۔ میں اس کی پھرتی پر ہکا بکا رہ گیا تھا۔ اور پھر بے اختیار میرے سینے میں ایک قہقہہ مچل کر رہ گیا۔ کیا میں اس بوڑھے کو پاگل سمجھوں۔ نہیں۔ وہ حقیقت پسند ہے۔ میں نے دل میں کہا۔ اور خود بخود ہنستا اور کافی کے گھونٹ لیتا رہا۔ بوڑھے کے نکل جانے کے بعد ویٹر میری نگرانی کر رہا تھا۔

بہت دیر تک میں قہوہ خانے میں بیٹھا رہا اور پھر بل طلب کیا جو ویٹر نے فوراً میرے سامنے رکھ دیا۔ بل ادا کرنے کے بعد باہر نکل آیا۔ آوارہ گردوں کی ٹولیاں مختلف مشاغل میں مصروف تھیں۔ میں ان کی تفریحات سے لطف اندوز ہوتا رہا۔ اور جب رات ہوگئی۔ تو ---- میں ژولی ژاں کی طرف چل پڑا۔

ژولی ژاں کے مکان پر دستک دی تو ایک حسین لڑکی نے باہر جھانکا "کل کے مہمان۔" وہ مسکرائی۔

"ہاں ---- ژالی ژاں موجود ہیں؟"

"اندر آجاؤ۔" اس نے کہا۔ اور میں اطمینان سے اندر پہنچ گیا۔ حسین لڑکی نے مجھے ژولی ژاں کے کمرے میں پہنچا دیا۔ دلکش عورت اپنے مخصوص انداز میں بیٹھی سگریٹ پی رہی تھی۔ دھوئیں کے خوشبودار مرغولے فضا میں چکرا رہے تھے۔

مجھے دیکھ کر اس کے ہونٹوں پر دلکش مسکراہٹ پھیل گئی۔

"سیسرو۔" اس نے بڑے پیار سے کہا۔

"تمہاری کشش مجھے کھینچ لائی۔"

"تم خود بھی دلکش انسان ہو۔ عام لوگوں سے الگ۔ یہ کاروباری الفاظ نہیں ہیں۔" اس نے اٹھتے ہوئے کہا۔

"شکریہ۔"

"آؤ بیٹھو۔" وہ میرا ہاتھ پکڑ کر کرسی تک لے گئی۔ اور میں بیٹھ گیا۔

"سگریٹ۔" اس نے خوبصورت کیس اٹھا کر میرے سامنے کھول دیا۔

"اس قدر نفیس ہے کہ میں انکار نہیں کرسکتا۔" میں نے ایک سگریٹ نکال لیا اور ژولی ژاں اسے ایک خوبصورت لائٹر سے سلگانے لگی۔ میں اس کے جھکے ہوئے سر پر جھومتے ہوئے حسین بالوں کو دیکھنے لگا۔ سگریٹ سلگا کر اس نے بالوں کو ایک جھٹکا دیا اور میری طرف دیکھ کر مسکرانے لگی۔ میں اس کی روشن آنکھوں میں ڈوب گیا۔ بڑی پرکشش آنکھیں تھیں۔

"کیا سوچ رہے ہو ڈیئر؟" اس نے پوچھا۔

"کچھ نہیں۔" میں نے ایک گہری سانس لی۔ "تمہارے بارے میں ہی سوچ رہا تھا۔"

"بتا سکو گے۔ کیا؟" اس نے کہا۔

"ہاں۔ لیکن شاید تم پسند نہ کرو گی۔"

"میں سمجھ گئی۔"

"اتنی سی بات سے؟"

"ہاں۔"

"اچھا بتاؤ۔"

"اگر سچ بتادوں تو تسلیم کرلو گے؟"

"وعدہ ---- پورے خلوص سے ----" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"میرے بارے میں سوچ رہے تھے۔ میرا چہرہ مہرہ۔ میری چال ڈھال۔ تمہارے ذہن میں خیال آیا ہوگا کہ میں اس پروفیشن میں کیسے آگئی۔ میں کون ہوں۔ میں نے یہ انداز کس طرح اپنائے ہیں؟"

اور میری آنکھوں میں تحسین کے تاثرات ابھر آئے۔

"کیوں؟" اس نے ایک ادا سے گردن ٹیڑھی کرکے پوچھا۔

"میں تمہاری قیافہ شناسی کا معترف ہوں۔ لیکن کیا میرے ذہن میں پیدا ہونے والے سوالات کا جواب بھی مل سکے گا؟"

"کیا حرج ہے۔ اب تو میں عریاں ہوں۔ سنو ---- میں ایک ڈیوک کی لڑکی ہوں۔ میرا باپ ایک نیک نام انسان ہے۔ لیکن میرے اور اس کے خیالات میں تضاد تھا۔ میں اس سے اختلاف رکھتی تھی اور جب ایک محفل میں، میں نے اپنے محبوب کا بوسہ لے لیا۔ تو وہ میرا دشمن ہوگیا۔ اس نے میرے محبوب کے دونوں ہونٹ کٹوا دیئے اور پھر اسے گولی مار دی۔ مجھے بھی وہ کوئی بڑی سزا دینا چاہتا تھا' لیکن نہ دے سکا۔ اور مجھے فرانس چھوڑنے پر مجبور کردیا۔ تب میں نے بھی اس سے انتقام لینے کا فیصلہ کرلیا۔ کاش میں فرانس کے کسی بدنام ترین بازار حسن میں رہ کر اپنے باپ کے نام کے ساتھ جسم کا کاروبار کرسکتی۔ کاش۔ کبھی میرا باپ بھی میری عصمت کا گاہک بن کر آتا۔ کاش کبھی میرا کوئی بھائی میرے جسم کا خریدار بنتا۔ کاش۔"

اس کی آنکھوں میں خوفناک چمک ابھر آئی۔ اور میرا جسم لرز گیا۔

عورت دنیا کی سب سے حسین۔ لیکن سب سے خوفناک شئے۔ سب سے خوفناک۔

"سمجھے۔ میں ایک ڈیوک کی بیٹی ہوں۔ میں نے شہزادیوں کی مانند زندگی بسر کی ہے ا[...]
میں اپنی ماں کی شکل و صورت پر گئی ہوں۔ میری بہنوں کی شکلیں بھی مجھ سے ملتی جلتی ہیں۔
کاش ہم سب کسی ایسی محفل میں یکجا ہو سکیں' جہاں میرے جسم کے بے شمار خریدار بھی موجود
ہوں۔ وہ میرا موازنہ اس ڈیوک کی بیٹیوں سے کریں ---- اور ---- اور ---- "

وہ شدت جذبات سے لرز رہی تھی۔ اور پھر وہ خاموش ہوگئی۔ اس نے کرسی کی پشت
سے گردن ٹکا دی۔ آنکھیں بند کرلیں۔ میں اس کے چہرے کو دیکھ رہا تھا۔

دہشت تیرے کی۔ یہاں بھی ایک کہانی۔ ایک المیہ موجود ہے۔

چند منٹ کے بعد اس نے آنکھیں کھولیں اور خشک ہونٹوں پر زبان پھیرتے ہوئے تالی
بجائی۔ فوراً دونوں خادمائیں اندر آگئیں۔

"لاؤ۔" ڈولی ڈاں نے عجیب انداز میں کہا۔ اور وہ دونوں چھپاک سے باہر نکل
گئیں۔ اور پھر بہت جلد واپس آگئیں۔ ان کے ہاتھوں میں شراب کی ٹرے تھی۔ "بناؤ۔"
ڈولی ڈاں نے پھر کہا۔ اور لڑکیاں گلاس بنانے لگیں۔ پھر انہوں نے ایک گلاس میرے سامنے
رکھ دیا۔ دوسرا ڈولی نے خود سنبھال لیا۔

"جاؤ۔ تم جاؤ۔" وہ پھر بے صبرے انداز میں بولی۔ اور دونوں لڑکیاں گردن جھکائے
باہر نکل گئیں۔ ڈولی شراب کی بوتل پر ٹوٹ پڑی تھی۔ اس بھیانک انداز میں پی رہی تھی کہ
بڑے بڑے پیکڑوں کو مات کر رہی تھی۔

مجبوراً مجھے اس کے ہاتھ سے بوتل لینی پڑی۔ وہ تھکے تھکے انداز میں مسکرا دی۔

"میں اب ٹھیک ہوں ڈارلنگ۔" اس نے کہا۔ اور پھر میں پلٹ رہا تھا کہ اس نے
پیچھے سے مجھے پکڑ لیا۔ "آؤ بیڈ روم میں چلیں۔ میں۔ میں خود کو بھول جانا چاہتی ہوں۔ آؤ۔"

اور میں نے اسے اپنے دونوں ہاتھوں میں اٹھا لیا۔ اس نے اپنی سفید بانہیں میری
گردن میں حمائل کردیں اور گردن اس طرح لٹکالی جیسے بے ہوش ہوگئی ہو' بے سدھ لڑکی کو
میں نے اس کے بستر پر ڈال دیا اور وہ ساکت و جامد پڑی رہی۔ نہ جانے اس کے چہرے پر کیسے
تاثرات تھے۔ میں انہیں مناسب الفاظ نہ دے سکا تھا۔

رات کا نہ جانے کون سا پہر تھا۔ مکان کے بیرونی دروازے پر جیسے ہتھوڑوں کی
ضربیں پڑ رہی تھیں۔ میں ہڑبڑا کر اٹھ گیا۔ ڈولی بھی جاگ گئی تھی۔ اس نے ہاتھ بڑھا کر لیمپ
روشن کرلیا۔ اور عجیب سی نگاہوں سے دروازے کی طرف دیکھنے لگی۔

ضربیں بدستور پڑ رہی تھیں۔ اور پھر ایک وحشیانہ آواز سنائی دی۔

"ہے ---- ڈولی ---- ڈاں ---- "

اور ڈولی ڈاں کے بدن کو جیسے کرنٹ لگ گیا ہو۔ "ارے ---- ارے ----
اوہ ---- "

"کیا ہوا ڈولی؟" میں نے پوچھا۔ اور وہ اس طرح چونک پڑی جیسے میری موجودگی ہی
بھول گئی ہو۔

"تت ---- تم ---- تم ---- اوہ ---- پلیز ---- ہری
اپ ---- آؤ ---- جلدی۔ اوہ۔ جوتے پہنو۔" وہ رو دینے والے انداز میں بولی۔

"مگر ہوا کیا؟" میں نے جھلائے ہوئے انداز میں پوچھا۔

"ارے ---- جلدی کرو ---- " وہ مجھے دھکا دیتے ہوئے بولی۔ میں نے ناچار
تیاری کرلی۔ وہ میرا بازو پکڑ کر مجھے دھکیلتی ہوئی لائی۔ اور مکان کے عقبی حصے میں لے گئی۔

"پلیز ---- پلیز ---- میں تمہارے ہاتھ جوڑتی ہوں۔ مجھے معاف کردینا۔ دو
تین روز کے بعد پھر آنا۔ مجھے معاف کردینا۔" اس نے ایک دروازے کی طرف اشارہ کیا۔

"لیکن۔"

"پلیز ---- پلیز ---- " وہ گڑگڑائی۔ "اس راستے سے نکل جاؤ۔"

"ڈولی۔"

"ارے۔ جلدی کرو۔ اسے غصہ آگیا تو ---- تو ---- آہ جلدی کرو۔"

"وہ کون ہے آخر؟" میں نے سخت لہجے میں پوچھا۔

"نہامپسن ہے۔ جلدی کرو۔"

"اوہ ---- " میرے لہجے میں سینکڑوں غراہٹیں تھیں۔ "نہامپسن۔" دل نے
بہت سی خواہشات ظاہر کیں۔ لیکن مصلحت مانع ہوئی اور میں نہایت خاموشی سے باہر نکل آیا۔

یہ بات آج تک دل میں کسکتی ہے کہ اس وقت ڈولی ڈاں نے مجھے بزدل سمجھا
ہوگا۔ اس نے سوچا ہوگا کہ نہامپسن کا نام سنتے ہی میں کان دبا کر بھاگ گیا۔

بہرحال میں وہاں سے چلا آیا۔ دوسرا دن میں نے لوگوں کی نگاہوں سے بچتے ہوئے
گزارا۔ نہامپسن پی گوڈے کا بے تاج شہنشاہ تھا۔ دن میں عجیب عجیب مناظر دیکھنے میں
آئے۔ نہامپسن اور اس کے ساتھی پورے کیمپ میں دندناتے پھر رہے تھے۔ جہاں سے پایا
لوٹا ---- جہاں کوئی لڑکی پسند آئی' اسے برہنہ کردیا۔ فحش مذاق' قہقہے' چیخیں' توڑ پھوڑ۔ ہر
شخص سہما ہوا تھا۔ ہر شخص دبکا ہوا تھا میں ساری صورت حال دیکھ رہا تھا اور میرا ذہن بہت سے
فیصلے کر رہا تھا۔

ظاہر ہے یہاں کے لوگ اس سے خوش نہ ہوں گے۔ اور یہ عمدہ بات ہے میرے کام
کی۔

دوپہر کے بعد ایک عجیب منظر دیکھا۔ ایک میدان میں بہت سے لوگ جمع ہو رہے

تھے۔ اسی میدان میں دس بارہ سہمی ہوئی لڑکیاں لائی گئیں۔ یہ سب کیمپ میں کام کرنے والی لڑکیاں تھیں۔ میرے خیال میں کیمپ کی خوبصورت لڑکیوں کا انتخاب کیا گیا تھا۔ میں بھی لوگوں کے ہجوم میں ذرا پیچھے کھڑا ہوگیا۔ تھامپسن سب سے آگے کھڑا ہوا تھا۔ پھر چار پانچ آدمی چمڑے کے کوڑے لیے ہوئے میدان میں نکل آئے۔ انہوں نے کوڑے لہرا کر لڑکیوں سے لباس اتارنے کے لیے کہا۔

خوفزدہ لڑکیوں کی چیخیں نکل گئیں۔ تب وہ لوگ انہیں کچھ سمجھانے لگے۔ دو چار لڑکیوں نے فوراً لباس اتار دیئے۔ جس نے حیل حجت کی' اس کے بدن پر سرخ دھاری پڑ گئی۔ یہاں تک کہ لڑکیاں لباس سے عاری ہوگئیں۔ سب کی سب سفید نسل کی تھیں۔ ممکن ہے یہ ان کے لیے کوئی بڑی بات نہ ہو۔ ہاں وہ خوفزدہ ضرور تھیں۔

تب وہ ایک لائن میں کھڑی ہوگئیں' اور تھامپسن نے پستول نکال لیا۔ کیا کر رہا ہے یہ بے غیرت انسان۔ یہاں کوئی بھی نہیں ہے جو اسے گولی مار دے۔ میں نے دل میں سوچا۔ لیکن مجھے تو سبھی خوش نظر آرہے تھے سبھی کے ہونٹوں پر رال بہہ رہی تھی' سب ہی مسکرا رہے تھے۔

اور پھر تھامپسن نے پستول کی نال اوپر کرکے فائر کردیا اور لڑکیاں دوڑ پڑیں۔ یہ برہنہ ریس تھی۔ لڑکیاں ایک طویل دائرے میں بھاگ رہی تھیں اور چاروں طرف سے سسکاریاں ابھر رہی تھیں۔ یہ ریس اس وقت تک جاری رہی۔ جب تک آخری لڑکی بھی گر نہ گئی۔ پورے میدان میں برہنہ لڑکیاں پڑی تھیں۔

تب وحشی آگے بڑھے اور انہیں بازو سے پکڑ کر گھسیٹتے ہوئے لے آئے۔ تھامپسن انعام کے طور پر انہیں چرس اور دوسری نشہ آور اشیا دے رہا تھا۔ دوسرا پروگرام کشتی کا تھا۔ لڑکیوں کی کشتی۔ اس کے لیے لڑکیوں کے جوڑوں کا انتخاب کیا گیا تھا۔ چنانچہ فن کشتی سے ناواقف لڑکیاں' لباس اتار اتار کر ایک دوسرے سے نبرد آزما ہوگئیں۔ بال کھینچے گئے۔ چہرے نوچے گئے۔ بہت سی لڑکیاں زخمی ہوگئیں۔ جیتنے والیوں کو چرس اور افیون اور دوسری نشہ آور اشیاء انعام میں دی گئیں۔

یہ وحشیانہ کھیل شام تک جاری رہا۔

اور پھر تھامپسن کا دل اس سے اکتا گیا۔ مجمع منتشر ہوگیا۔ اور تھامپسن بھی شاید ژولی ژاں کے یہاں آرام کرنے چلا گیا۔

دوسری صبح جب میں سو کر اٹھا تو ---- تھامپسن اور اس کے ساتھی واپس جاچکے تھے۔ کیمپ پر اداسی تھی۔ سب کے چہرے ستے ہوئے اور لٹکے ہوئے تھے کوئی زور سے بول بھی نہیں رہا تھا۔

ہاں۔ کہیں سے رونے کی آواز ابھرتی اور پھر معدوم ہو جاتی میں نے پورے کیمپ کا

گشت کیا۔ اور پھر میرا رخ ژولی ژاں کی طرف گیا۔ دستک دینے پر ملازماؤں نے دروازہ کھولا۔ ان کے چہرے بھی اترے ہوئے تھے۔

"پلیز۔ مادام ژولی ژاں سو رہی ہیں۔ رات کو آنا۔"

"میں کہہ دوں گی---- لیکن آج مادام تمہیں وقت نہ دے سکیں گی۔" ملازمہ نے تھکے تھکے انداز میں کہا۔

"کیوں؟"

"تھامپسن آیا تھا نا؟"

"ہوں۔" میں نے گہری سانس لی اور پھر میں وہاں سے چلا آیا۔

"تھامپسن۔ تھامپسن۔ تھامپسن۔ چاروں طرف ایک ہی نام تھا۔ میرے ہاتھوں میں کھجلی ہو رہی تھی۔ تھامپسن کو تو میں ژولی ژاں کے ہاں ہی ختم کرسکتا تھا۔ لیکن اس کے بعد کے حالات خطرناک ہو جاتے۔ کچے کام کرنے سے کیا فائدہ۔ چنانچہ مجھے سردارے کی واپسی کا انتظار تھا۔

رات کو کشمکش میں مبتلا ہوگیا۔ ژولی ژاں کے ہاں جاؤں یا نہ جاؤں' لیکن کروں بھی کیا؟ چلا جائے۔ یہ وقت تو گزارنا ہی ہے۔ اور میں ژولی کے مکان پر پہنچ گیا۔ ملازماؤں نے حیرت انگیز طور پر میرا استقبال کیا تھا۔

"معاف کر دیجئے۔ جناب۔ مادام ژولی ژاں نے جب سنا کہ آپ آئے تھے اور ہم نے آپ کو واپس کر دیا ہے تو سخت ناراض ہوئیں۔ ہم معافی چاہتے ہیں۔"

"کوئی بات نہیں ہے۔" میں نے کہا۔

"براہ کرم مادام سے ہماری معذرت کے بارے میں بتا دیں۔"

"میں بتا دوں گا۔" میں نے کہا اور ژولی ژاں کے کمرے کی طرف چل دیا۔

ژولی ژاں ایک آرام کرسی میں دراز کوئی رسالہ دیکھ رہی تھی۔ آہٹ پر اس نے میری طرف دیکھا اور اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

"اوہ---- سیسرو۔ آؤ ڈیر---- میں تمہارا انتظار کر رہی تھیں۔"

"شکریہ ژولی۔"

"مجھے تم سے کئی معذرت کرنی ہیں سیسرو۔ دن میں بھی تم آئے تھے۔"

"بس یونہی چلا آیا تھا۔"

"نہیں۔ مجھے افسوس ہے۔"

"کوئی بات نہیں ہے۔"

"اور---- کل رات کو بھی۔ لیکن تھامپسن کے بارے میں تم بھی جان گئے ہوگے۔"

اچھی طرح ژولی ژاں----- میں اسے تمہارے مکان پر ہی قتل کر دیتا۔ لیکن اس طرح کچھ مشکلات تمہارے لیے بھی پیدا ہو جاتیں۔"

"میں تھامپسن کی بات کر رہی ہوں۔" ژولی میرے الفاظ پر حیران ہو کر بولی۔

"میں بھی اسی کی بات کر رہا ہوں۔" میں نے سرد لہجے میں کہا۔

"اوہ نہیں ڈیر۔ جذباتی مت بنو----- ایسی کوئی بات کسی دوسرے کے سامنے منہ سے مت نکالنا۔ پلیز۔ اس درندہ صفت کے کان بہت بڑے ہیں۔" ژولی خوفزدہ لہجے میں بولی۔

"وہ میرے ہاتھوں شکست کھا کر بھاگ چکا ہے۔ میں نے اس کے پانچ ساتھیوں کو موت کی نیند سلایا ہے اور----- اس وقت مجھے اس کی خصوصیات معلوم نہ تھیں۔"

"تم نے----- تم نے-----" ژولی ششدر رہ گئی۔" میرے خدا۔ وہ تم تھے۔"

"کیوں؟ تمہیں اس بارے میں کیسے معلوم؟" میں نے چونک کر کہا۔

"اوہ۔ سیسرو۔ تھامپسن زخمی چیتے کی طرح تلملا رہا ہے۔ وہ ان لوگوں کی تلاش میں ہے۔ لیکن تمہارے ساتھ تو دوسرے لوگ بھی تھے؟"

"کیا اس نے پورا واقعہ تمہیں سنایا تھا؟"

"ہاں----- اس نے بتایا تھا کہ وہ ہپیوں کے ایک گروہ کو لوٹ رہا تھا۔ وہ عام آوارہ گردوں کی مانند بزدل تھے۔ لیکن دو آدمیوں نے کام خراب کردیا اور اسے پسپا ہونے پر مجبور کردیا۔ لیکن تھامپسن نے اپنی کلائی پر سرخ کراس بنالیا ہے۔ اس کی قسم ہے کہ وہ اس پورے گروہ کے ایک ایک فرد کو چن چن کر قتل کردے گا۔"

تھامپسن کو میں اپنے ہاتھوں سے' تمہارے سامنے قتل کروں گا ژولی ژاں۔ یہ میری قسم ہے۔" میں نے کہا اور ژولی پھٹی پھٹی نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگی۔ پھر اس نے ایک گہری سانس لی اور سپاٹ لہجے میں بولی۔

"سیسرو----- پلیز----- کسی اور کے سامنے اس قسم کی گفتگو مت کرنا۔ یہ میری درخواست ہے۔ اگر تم ان لوگوں میں شامل تھے تب بھی براہ کرم کسی سے اس کا اظہار نہ کرنا۔ تم نہیں جانتے۔ تم نہیں جانتے۔"

"خیر چھوڑو اس گفتگو کو۔" میں نے خود پر قابو پاتے ہوئے کہا۔

"ہاں۔ چھوڑو اس گفتگو۔" ژولی ژاں نے بھی مسکراتے ہوئے کہا اور پھر اس نے میری گردن میں بانہیں ڈال دیں۔

دوسرے دن بھی میں شدت سے سردارے کی واپسی کا انتظار کرتا رہا۔ دس بارہ آوارہ گردوں کا ایک نیا گروہ آیا تھا۔ یہ کوئی خاص بات نہیں تھی۔ اتنے بڑے کیمپ میں درجنوں افراد آتے رہتے تھے۔ یہ گروہ میری نگاہ میں آگیا تھا۔ نہ جانے کتنے آئے ہوں گے اور کتنے چلے گئے ہوں گے۔ شام کے چار بجے تھے جب سردارے نظر آیا۔ وہ ایک جیپ میں تھا اور اس کے ساتھ چار آوارہ گرد اور تھے۔

میں نے حیرانی سے انہیں دیکھا۔ صرف چار آدمی؟ جیپ ایک ٹیلے کی آڑ میں رک گئی۔ اور میں ٹہلنے کے انداز میں اس طرف بڑھ گیا۔ تھوڑی دیر کے بعد میں سردارے کے پاس پہنچ گیا۔

"کام کر آیا ہوں استاد۔ ان سے ملو۔ یہ کیگرو ہیں۔ مادام سیکا کے حکم کے مطابق آپ کے ماتحت' اور باقی لوگوں کے انچارج۔"

"مگر کتنے لوگ ہیں سردارے؟"

"تقریباً چالیس لڑاکے استاد----- مادام کے کہنے کے مطابق بہترین لڑاکے ہیں۔"

"اوہ----- باقی کہاں ہیں؟"

"سب تھوڑے تھوڑے کرکے پہنچ گئے ہیں۔ مادام نے آپ کے لیے ایک تحفہ بھی دیا ہے۔"

"کیسا تحفہ؟"

"یہ استاد۔" سردارے نے اپنے لباس سے ایک چوکور بکس نکال کر میرے سامنے کر دیا۔ میں نے بکس لے کر دیکھا۔ ساخت کے اعتبار سے ٹرانسمیٹر معلوم ہوتا تھا۔

"ٹرانسمیٹر ہے؟"

"ہاں استاد----- اس سے مادام سے بہ آسانی گفتگو ہو سکتی ہے۔ آج نو بجے وہ آپ کو کال کریں گی۔"

"یہ بہت عمدہ ہوا سردارے----- ونڈر فل----- بہت عمدہ کام ہوا ہے۔ اسلحے کی کیا پوزیشن ہے؟"

"بیس اسٹین گنیں ہیں۔ دستی بموں کی ایک پیٹی ہے۔ پستولیں سب کے پاس ہیں۔" سردارے نے جواب دیا۔

"خوب۔" میں نے دل ہی دل میں خوش ہوتے ہوئے کہا۔ "بس تو سردارے ان لوگوں سے کہو کہ فی الحال آرام کریں۔ بہت جلد انہیں تکلیف دی جائے گی۔"

"آپ کے حکم کی تعمیل ہوگی جناب۔" کیگرو نے کہا۔ اور سردارے میرے ساتھ آگے بڑھ گیا۔

اسی رات نو بجے ٹرانسمیٹر پر اشارہ موصول ہوا۔ سردارے میرے پاس ہی موجود تھا۔ سیکا ریکا نے اسے ٹرانسمیٹر آپریٹ کرنے کا طریقہ بتا دیا تھا۔ چند لمحات کے بعد ٹرانسمیٹر سے آواز آئی۔

"ہیلو----- نواز۔"

"نواز۔ سپیکنگ۔ اور۔"
"سیکا۔ کیسے ہو نواز؟"
"بالکل ٹھیک۔ تمہارا شکریہ سیکا۔"
"اس میں شکریے کی کیا بات ہے نواز۔ بلاشبہ تم نے گروہ کے لیے ایک عمدہ کا
ہے۔"
"پی گوڈے تمہاری نگاہوں سے کیسے بچا رہا سیکا؟"
"دراصل میں نے ابھی تک وینس کے قرب و جوار نہیں دیکھے۔ اور پھر حالا
تمہارے علم میں ہیں۔ سوبیتا کے ختم ہونے سے سپلائی اتنی عمدہ ہوگئی ہے کہ تمہیں کیا بتاؤں۔"
"مبارک ہو سیکا۔ لیکن میرا خیال ہے اگر پی گوڈے ہمارے ہاتھ آجائے تو سپلائی
گناہ بڑھ جائے۔"
"کام تمہاری مرضی کے مطابق ہوا ہے نواز؟"
"بالکل۔"
"آپریشن کب شروع کرو گے؟"
"کل سے۔"
"مجھ سے روزانہ نو بجے رابطہ قائم کرنا۔"
"ممکن ہے نہ کرسکوں۔ لیکن بہرحال موقع ملتے ہی ضرور کال کروں گا۔"
"میں ہر رات نو بجے انتظار کیا کروں گی۔"
"ہاں۔ تمہیں تکلیف ہوگی۔"
"نہیں۔ تمہاری آواز ہی کافی ہے۔"
"شرمندہ کر رہی ہو سیکا۔"
"نہیں نواز ---- تم نے مجھے جو سبق دیا ہے اسے زندگی کے کسی دور میں فرا
نہ کروں گی۔"
"اوکے نواز ---- میں تمہاری کامیابی کی منتظر ہوں۔" اور پھر میں نے ٹرانسمیٹر
کردیا۔ سردارے خاموش بیٹھا تھا۔ میں نے مسکراتے ہوئے اسے دیکھا اور سردارے نے
گہری سانس لی۔
"کیا سوچ رہے ہو سردارے؟"
"کچھ نہیں استاد۔"
"پھر بھی؟"
"میرے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا استاد۔ کہ تمہارا گروہ وہ اتنا بڑا ہوگا' میں
خوش قسمت ہوں۔ کیا تم اس گروہ کے سرغنہ ہو استاد؟"

"نہیں سردارے۔ میں بھی اس کا ایک رکن ہوں۔"
"لیکن تمہاری بات بہت بڑی ہے استاد۔"
"ہاں سردارے۔ میں نے اس کے لیے بہت کام کیا ہے۔" میں نے تھکے تھکے انداز
میں کہا۔
سردارے میری شکل دیکھتا رہا۔ اس کے چہرے پر عجیب سے تاثرات نظر آرہے تھے۔
پھر وہ میرا بازو پکڑ کر جذباتی لہجے میں بولا۔ "مجھے بھی اپنے ساتھ شامل کرلو استاد۔ کہہ چکا ہوں
کہ وفادار رہوں گا۔"
"اب اس میں شک کی کیا گنجائش ہے سردارے۔ تو میری زندگی کے ساتھ ہے۔"
میں نے اس کو اپنے سینے سے لگاتے ہوئے کہا اور سردارے میرے سینے سے لپٹ گیا۔
درحقیقت اس کے اس طرح لپٹنے سے آنکھوں میں آنسو آگئے تھے۔ لیکن میں نے یہ آنسو ظاہر
نہ ہونے دیئے۔ کئی منٹ تک ہم دونوں جذباتی رہے۔ پھر سنبھل گئے۔
"اب پروگرام کیا ہے استاد؟" سردارے نے پوچھا۔
"دراصل۔ سردارے۔ تھامپسن کو میں تیرے ساتھ مل کر قتل کرسکتا تھا لیکن یہاں
اپنے مال کی کھپت کے لیے منڈی بھی بنانی ہے۔ اس لیے میں نے اتنا اہتمام کیا۔ ورنہ میں اکیلا
کام کرنے کا عادی ہوں۔ آج تک میں نے اپنے گروہ کی مدد نہیں لی۔ سوبیتا کے معاملے میں بھی
میں نے دوسرے ذرائع اختیار کیے تھے۔
"ٹھیک ہے استاد۔ اب کیا حکم ہے؟"
"کل سے کام شروع کردیں گے۔ تھامپسن ابھی یہاں سے گیا ہے ممکن ہے کہیں لمبا
نکل گیا ہو۔ لیکن اس کا گروہ موجود ہے۔ چھوٹے موٹے معاملات میں وہ بھی مداخلت کرلیتا
ہوگا۔ پہلے ان لوگوں کو درست کریں گے۔ اس کے بعد یقیناً تھامپسن تک بھی اطلاع پہنچ
جائے گی۔"
"میں سمجھ رہا ہوں۔ ابتداء کہاں سے ہوگی؟"
"رات کو کیگرو کے ساتھ میٹنگ رہے گی' اسے ہدایت دے دیں گے۔"
"اوکے چیف۔" سردارے اٹھتے ہوئے بولا۔
"کہاں چلے؟"
"اجازت ہو استاد۔ تو ایمی کو تلاش کرلوں۔" سردارے نے شرمائے ہوئے انداز میں
کہا۔
"اوہ۔ ضرور۔ لیکن ممکن ہے اسے مائیکل مل گیا ہو۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔
"تو پھر ---- کسی ایسی کو تلاش کروں گا استاد۔ جس کا مائیکل اسے نہ ملا ہو۔"
سردارے نے کہا۔

"تھوڑی سی چرس۔ دو چار انجکشن وغیرہ جیب میں ڈال لینا۔ بہت سی ایسی مل جائیں گی جن کا مائیکل ہمیشہ کے لیے جاچکا ہو۔"

"اوکے چیف۔ ہدایات یاد رکھوں گا۔" سردارے آگے بڑھتے ہوئے بولا۔ "اور سنو۔"

"یس چیف؟"

"اس سے پروگرام بارہ کے بعد کا رکھنا۔ کیونکہ اس سے پہلے ہم کیگرو کے ساتھ ہوں گے۔"

"رائٹ چیف۔" سردار نے جواب دیا۔ اور پھر چلا گیا۔ میں ایک پتھر سے ٹیک لگا کر بیٹھ گیا اور دوسرے دن کے لیے پروگرام بنانے لگا۔ میں نے اس کے لیے ایک لائحہ عمل سوچ لیا تھا۔

اور پھر وہاں سے اٹھنے ہی والا تھا کہ میونگ نائیڈو نظر آگیا۔

"اوہ۔ اوہ۔ نیک آدمی' میں تمہیں ہی تلاش کر رہا تھا۔"

"مسٹر میونگ۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"اس۔ اوہ۔ شاید تم مجھے بھول گئے۔" بوڑھے نے مایوسی سے کہا۔

"ارے نہیں-----کیوں؟" میں نے حیرت سے کہا۔

"میرا نام آرتھر ریگساں ہے۔"

"خوب-----" میں نے اسے غور سے دیکھتے ہوئے کہا۔ "پتہ نہیں تم اس وقت ہوش میں ہو۔ یا اس وقت ہوش میں تھے جب تم نے اپنا نام میونگ نائیڈو بتایا تھا۔"

"اوہ-----میں اس وقت ہوش میں ہوں۔ یقین کرو' میں اس وقت ہوش میں ہوں۔" وہ میرے نزدیک زمین پر بیٹھ گیا۔ پھر لیٹ گیا۔ پھر بے حس و حرکت ہوگیا۔

"ارے۔" میرے منہ سے نکلا۔ وہ گہرے گہرے سانس لے رہا تھا۔ یقیناً وہ بہت زیادہ نشے میں تھا۔

میں گردن ہلا کر آگے بڑھ گیا۔

رات کو نو بجے کے قریب سردارے میرے پاس پہنچ گیا۔ کیگرو اس کے ساتھ تھا۔ لحیم شحیم آدمی آوارہ گرد کے روپ میں بہت خوفناک لگ رہا تھا۔ لیکن تعاون کرنے والا آدمی معلوم ہوتا تھا۔

ساڑھے گیارہ بجے تک ہم لوگ گفتگو کرتے رہے۔ میں نے اپنا پروگرام ان دونوں کو سمجھا دیا تھا۔ اس پر بحث کی تھی۔ وہ مجھ سے مکمل طور پر متفق تھے پھر کیگرو نے اجازت مانگی اور چلا گیا۔

میں نے سردارے کی طرف دیکھا۔ "کیسا پروگرام ہے سردارے؟"

"بالکل فٹ ہے استاد-----بہت ڈرامائی۔ مزہ آجائے گا۔"

"اب کیا خیال ہے؟"

"کس بارے میں استاد۔"

"ابی کو مائیکل مل گیا؟"

"اوہ-----مجھے ابی ہی نہیں ملی استاد۔"

"اور کوئی بھی نہیں۔"

"اپنے اندر صلاحیت نہیں ہے استاد۔"

"آؤ۔" میں نے کہا اور وہ میرے ساتھ چل پڑا۔ تھوڑی دیر کے بعد میں ڈولی ڈال کے دروازے پر دستک دے رہا تھا۔ حالانکہ اتنی رات گزر گئی تھی لیکن ڈولی جاگ رہی تھی۔ ملازمہ نے اس کے جاگنے کے بارے میں اطلاع دی تھی۔

"کیا نام ہے تمہارا؟" میں نے ملازمہ سے پوچھا۔

"وٹیلا۔"

"یہ میرا دوست ہے۔ تمہارا مہمان۔"

"خوش آمدید۔" ملازمہ مسکراتی ہوئی بولی۔

"کیا معاملہ ہے استاد۔" سردارے گھبرائے ہوئے انداز میں بولا۔

"لے جاؤ اسے۔" میں نے سردارے کو جواب دیئے بغیر ملازمہ سے کہا۔ اور ملازمہ نے سردارے کا بازو پکڑ لیا۔ پھر وہ اسے گھسیٹتی ہوئی لے گئی تھی۔ میں مسکراتا ہوا ڈولی کے کمرے کی طرف بڑھ گیا۔

"سیسرو۔" ڈولی دوڑ کر مجھ سے لپٹ گئی۔

"بہت دیر تک جاگ رہی ہو ڈولی۔"

"تمہارا انتظار کر رہی تھی۔"

"ارے۔ مگر تمہیں یقین کس طرح تھا کہ میں آؤں گا۔"

"دل کہہ رہا تھا۔"

"دل کی باتوں پر یقین مت کیا کرو ڈولی۔ بعض اوقات یہ بڑا دھوکہ دیتا ہے۔"

"لیکن اس وقت؟"

"اتفاق ہے۔"

"میرا بھروسہ دیکھو۔ میں نے ایک بوڑھے شرابی کو دھکے دے کر نکلوا دیا۔"

"کیوں؟"

"وہ یہاں رکنے پر اصرار کر رہا تھا۔"

"اوہ۔" میں کرسی پر بیٹھ گیا۔ ڈولی کے چہرے پر عجیب سے تاثرات نظر آرہے تھے۔

مجھے الجھن ہونے لگی۔ ژولی اپنے پہلے روپ میں ہی ٹھیک تھی یہ تاثرات میرے لیے اجنبی
نہیں تھے۔ ان تاثرات کی تو ایک لمبی کہانی تھی اس کہانی کے بے شمار کردار تھے۔ ہر کردار ایک
ہی جیسی اداکاری کرتا تھا۔ اس وقت ژولی ژاں مجھے پسند نہ آئی۔

"شراب منگواؤ ژولی۔" میں نے کہا۔

"ابھی۔" ژولی محبت بھرے انداز میں بولی۔ اور پھر اس نے ملازمہ کو بلا کر ہدایات
دی۔ اس وقت میں نے نشہ دور کرنے والی گولی منہ میں نہیں رکھی تھی۔ میں نشے میں ڈوب
جانا چاہتا تھا۔ اور میرے ذہن میں سرور طاری ہوگیا۔ عالم سرور میں نہ جانے کیا کیفیت رہی۔
نہ جانے کون کون سے مراحل سے گزرا۔ نہ جانے ژولی نے کیا کیا کہا۔ البتہ صبح کو جب ژولی
نے مجھے جگایا تو طبیعت بھاری ضرور تھی' لیکن ایک عجیب سی شگفتگی کا احساس ہو رہا تھا۔ میں نے
مسکرا کر ژولی کو دیکھا۔

وہ شاید باتھ روم سے آئی تھی۔ اس کے حسین بالوں سے پانی کے قطرات ٹپک رہے
تھے۔ اور اس عالم میں وہ بے حد حسین نظر آرہی تھی۔

"اٹھو ڈارلنگ۔ غسل کرلو۔ ناشتہ تیار ہے۔"

اور میں اٹھ گیا۔ ناشتے کے کمرے میں سردارے بھی موجود تھا۔ ژولی کو دیکھ کر اس کا
منہ حیرت سے کھل گیا۔ اور پھر وہ بھونڈے انداز میں مسکرانے لگا۔

"نئی بھابی ہے استاد؟" اس نے اردو میں کہا۔

"یہی سمجھ لے سردارے۔ لیکن بھابی بڑا محترم لفظ ہے۔ ان لوگوں کے لیے تو یہ لفظ
مت استعال کیا کر سردارے۔ مجھے دکھ ہوتا ہے۔"

"سوری استاد ----- آئندہ نہیں کہوں گا۔" سردارے نے کہا۔

"شکریہ سردارے۔ تم بتاؤ کیسی رات گزری۔"

"شرم آتی ہے استاد۔" سردارے نے بھونڈے انداز میں کہا۔ اور مجھے ہنسی آگئی۔

"یہ کونسی زبان ہے سیسرو۔ بڑی عجیب۔ بڑی اجنبی۔" ژولی نے میرے لیے کرسی
کھینچتے ہوئے کہا اور میرے بیٹھنے کے بعد خود بھی کرسی کھینچ کر بیٹھ گئی۔

"یہ بڑی پیاری زبان ہے ژولی۔ کبھی تفصیل سے اس کے بارے میں بتاؤں گا۔" میں
نے ناشتہ شروع کرتے ہوئے کہا اور ژولی نے پھر اس بارے میں کوئی سوال نہیں کیا۔ واپسی
میں' میں نے نوٹوں کی ایک گڈی ملازمہ کو دینا چاہی۔

"نہیں سیسرو۔ اس کی ضرورت نہیں ہے۔"

"کیوں ژولی؟" میں نے حیرت سے کہا اور جواب میں ژولی نے عجیب سی نگاہوں سے
مجھے دیکھا۔ اس کی آنکھوں میں اداسی تھی اس نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔

"اگر تم بہت ضروری سمجھتے ہو۔ تو ٹھیک ہے۔" سردارے نے گڈی ملازمہ کو دے

دی۔ ہم دروازے کی طرف بڑھے تو ژولی نے کہا۔ "آج رات کو آؤ گے سیسرو؟"

"ہاں' ہاں۔ ضرور آئیں گے۔ میں نے ان سے وعدہ کرلیا ہے۔" میرے بجائے
سردارے بول پڑا۔ اس نے ایک ملازمہ کی طرف اشارہ کیا تھا اور ژولی کے ہونٹوں پر بے
اختیار مسکراہٹ پھیل گئی۔

"میں انتظار کروں گی۔" وہ بولی۔ اور پھر ہم دونوں باہر نکل آئے۔

"جیتے رہو استاد۔ جو کام بھی کرتے ہو اونچا کرتے ہو۔ کیا عورت تھی۔ سچی بات تو یہ
ہے کہ اس کے سامنے میری نگاہ بھی نہیں اٹھ سکتی' یہ تمہارا ہی جگر ہے۔ اور استاد۔ یقین کرو
وہ تمہارے اوپر جان دیتی ہے۔" سردارے نے کہا۔

"ان باتوں کو اہمیت نہیں دینی چاہیے سردارے۔ زندگی کے سفر میں کسی سے اتنا پیار
مت کرو کہ کوئی دل کی کسک بن کر رہ جائے۔ آنے والوں کا استقبال کرو' اور جب جائیں تو ان
کے چہرے بھی بھول جاؤ۔ ایک ایک نقش ذہن سے مٹا دو۔"

سردارے حیرت سے میری شکل دیکھ رہا تھا۔ پھر اس نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔

"شاید تم ٹھیک کہتے ہو استاد۔ عورت کے معاملے میں میرا تجربہ کچھ نہیں ہے۔ کام
شروع کیا جائے استاد۔ نو بج چکے ہیں۔"

"ہاں----- آؤ-----" میں نے اندرونی لباس میں پستول چیک کرتے ہوئے
کہا۔ سردارے نے بھی اپنا پستول سنبھال لیا تھا۔ اور پھر ہم نے روفیساں کے قہوہ خانے کا ہی
رخ کیا۔ سردارے نے دور سے کیگرو کو اشارہ کردیا تھا۔ ہم دونوں روفیساں کے قہوہ
خانے میں داخل ہوگئے۔ تب میں نے ایک بیرے کو روک لیا۔

"روفیساں کہاں ہے؟" میں نے اس سے پوچھا۔

"اندر۔"

"اسے باہر بھیج دو۔ مجھے اس سے کام ہے۔"

"میں کہے دیتا ہوں۔" بیرے نے کہا اور اندر چلا گیا۔ تھوڑی دیر کے بعد روفیساں
باہر نکل آیا۔ لیکن میری شکل دیکھتے ہی وہ بدک گیا۔

"پھر آگئے تم؟ تم نے ہی مجھے بلایا تھا؟"

"ہاں روفیساں۔"

"اب کیا چاہتے ہو؟"

"تھامپسن سے حاصل کیا ہوا پورا اسٹاک میرے سامنے ظاہر کردو۔ ورنہ تمہارے
قہوہ خانے کو آگ لگا دوں گا۔"

"کیا بکواس کرتے ہو۔ میں۔ میں تمہیں دھکے دے کر یہاں سے۔" لیکن روفیساں کا
جملہ پورا ہونے سے قبل ہی میرا ہاتھ اس کے گال پر پڑا۔ چٹاخ کی آواز کافی زوردار تھی۔

رو فیساں ہکا بکا رہ گیا۔

دوسرے لوگ چونک کر ہماری طرف دیکھنے لگے تھے۔ اور پھر رو فیساں کو ہو
آگیا۔ وہ کسی ارنے بھینسے کی طرح میری طرف لپکا۔ اور میں نے بھی کسی بل فائٹر کی ما
اس کا وار خالی دے کر ایک لات اس کی کمر پر جڑ دی۔ رو فیساں اوندھے منہ جا پڑا۔
چاروں طرف سے بیرے دوڑ پڑے۔

لیکن اسی وقت سردارے نے پستول نکال لیا۔ خبردار۔ کسی نے آگے بڑھنے کی کو
کی تو میرا نام پنٹو ہے۔"

بیرے رک گئے۔ قہوہ خانے میں بیٹھے لوگ کھسکنے لگے تھے۔

میں نے اوندھے پڑے ہوئے رو فیساں کو اٹھایا۔ اور دوسرا تھپڑ اس کے گا
جڑتے ہوئے کہا۔ "اسٹاک ظاہر کرو گے یا نہیں؟"

"میں۔ میں تمہیں مار ڈالوں گا۔ میں۔ میں۔" رو فیساں نے پھر پاگلوں کے سے ا
میں مجھے گرفت میں لینے کی کوشش کی۔ اور اس بار میں نے اس کی خاصی مرمت کردی۔
نے اس کی ناک پر گھونسہ جڑ دیا۔ اور جب وہ زمین پر گر پڑا تو میں نے اسے ٹھوکروں پر
لیا۔ رو فیساں کے منہ ناک اور جسم کے دوسرے حصوں سے خون بہنے لگا تھا۔

قہوہ خانہ خالی ہوگیا۔ پھر ایک بیرے نے جوش وفاداری سے مغلوب ہو کر سردار
کے پستول کو نظرانداز کرکے اس پر ٹوٹ پڑنے کی کوشش کی۔ لیکن سردارے نے اس کی
میں گولی مار دی تھی اور اس کے بعد اس بیرے کی ٹانگ کے ساتھ ساتھ دوسروں کی ہمت
ٹوٹ گئی۔ بیرے بری طرح سے نکل بھاگے تھے۔

"ہاں۔ اب بولو۔ کیا خیال ہے؟" میں نے رو فیساں کے سر پر پہنچ کر کہا۔

"اسٹاک۔ اسٹاک اندر تہہ خانے میں ہے۔"

"اٹھو۔" میں نے اس کا گریبان پکڑ کر اٹھایا۔ فرش کے نیچے ایک چوڑے تہہ خا
میں منشیات کے انبار لگے ہوئے تھے۔ میں نے سردارے کو اشارہ کیا اور سردارے باہر
گیا۔ سردارے سچ مچ اپنے کام میں ماہر تھا۔ آوارہ گردوں کا ایک گروہ اندر آگیا۔ اور اس
خوشی کے نعرے لگاتے ہوئے سارا اسٹاک لوٹ لیا۔

مفت کا مال ملے تو کسے انکار ہو۔

لیکن باہر کے حالات ہماری توقع کے مطابق سنگین ہوگئے تھے۔ وہ چھ آدمی تھے۔
لمبی ڈاڑھیاں طویل القامت۔ اور ان کے ہاتھوں میں پستول تھے۔ سب کے سب ایک لائن
کھڑے تھے۔ اور کافی خطرناک نظر آرہے تھے۔

رو فیساں کے ہوٹل کا ایک بیرہ ان کے ساتھ تھا۔

"یہی ہیں۔ یہی ہیں۔" بیرے نے چلا کر کہا۔ وہ سب خونی نگاہوں سے ہمیں گھو

گئے! ہم دونوں بھی ان کے سامنے کھڑے ہوگئے۔ لیکن کیگرو ان کے عقب میں موجود تھا۔
اور اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ تھی۔

"پستول پھینک دو۔" ان میں سے ایک نے سرد لہجے میں کہا۔ اور ہم دونوں نے
پستول اطمینان سے، ہولسٹروں میں رکھ لئے۔

"کیا نام ہے تمہارا؟"

"سیمرو۔" میں نے جواب دیا۔

"تھامپسن کو جانتے ہو؟" اس نے کہا۔

"تھامپسن سے پوچھو۔ سیمرو کو جانتا ہے۔ اسے صرف اس ٹیلے کا حوالہ دینا جہاں وہ
اپنے پانچ ساتھیوں کی لاشیں چھوڑ کر فرار ہوا تھا۔" میں نے کہا اور وہ سب کے سب اچھل
پڑے۔ ان کے انداز میں نمایاں تبدیلی نظر آئی تھی۔

"تت ----- تو تم ------ دونوں وہی ہو؟"

"ہاں۔ سیمرو تمہیں حکم دیتا ہے ----- کہ ------ اپنے پستول پھینک دو۔
تھامپسن کو سیمرو کا پیغام دو کہ آئندہ وہ ادھر کا رخ نہ کرے۔ اگر اس نے آئندہ ادھر کا رخ
کیا۔ تو اس کی لاش کسی گڑھے میں پڑی سڑ رہی ہوگی۔" میں نے غراتی ہوئی آواز میں کہا۔

"تھامپسن کی توہین کرنے والے زندہ نہیں رہتے۔ سمجھے۔ تھامپسن کے کانوں
تک یہ پیغام پہنچا تو وہ تمہاری لاشیں دیکھنے کے لیے بے چین ہو جائے گا اور ہم سے سوال کرے
گا کہ ہم نے ان الفاظ کی ادائیگی کیوں پوری ہونے دی۔ اس لیے تم ----- فوراً مرجاؤ۔"
اس نے کریہہ انداز میں ہونٹ سکوڑتے ہوئے کہا اور پھر انہوں نے پستول سیدھے ہی کئے تھے
کہ.....!

☆ ☆ ☆

کیگرو اور اس کے ساتھی آگے بڑھ آئے۔ انہوں نے پستول ان لوگوں کی کمر سے
لگا دیے تھے۔ "پستول پھینک دو ماسٹر۔ ورنہ کمر کے سوراخ تمہیں پلٹ کر ہماری شکلیں بھی
نہیں دیکھنے دیں گے" اس کی سرد آواز ابھری اور ڈاڑھی والے چونک پڑے۔ ان کے بدن تن
گئے تھے اور پھر ان کے پستول والے ہاتھ اوپر اٹھ گئے۔

تب کیگرو کا ایک ساتھی آگے بڑھا اور اس نے بڑے احترام سے پستول ان لوگوں کے
ہاتھوں سے لے لیے -----!

"بس اب گھوم جاؤ میرے پیارو -----!" گرانڈیل کیگرو نے مسخرے انداز میں
کہا۔ لمبی ڈاڑھیوں والے گھومے اور پھر طاقتور گھونسوں نے ان کا استقبال کیا۔ ان میں کیگرو کا
گھونسہ بھی شامل تھا۔ اور وہ بڑا ہی بدقسمت تھا جو کیگرو کے ہاتھ کی زد میں آیا تھا۔ یقیناً" اس
کے جبڑے اپنی جگہ سے کھسک گئے ہوں گے۔ وہ اچھل کر کئی فٹ دور جا گرا تھا۔

ہوٹل کے اس بیرے نے بدلتی ہوئی صورت حال کو دیکھ کر کھسک جانے کی کو
کی‘ جو ان لوگوں کو لے کر آیا تھا لیکن وہ بھی کیگرو کی زد سے دور نہیں تھا۔ کیگرو نے ا
چوڑے ہاتھ سے اس کی گردن پکڑ لی۔

”تم کہاں جا رہے ہو ماسٹر۔ ان لوگوں کا حشر تو دیکھتے جاؤ‘ جنہیں ساتھ لائے تھے“
اور بیرے کا رنگ فق ہو گیا۔

”مارو۔۔۔۔!“ کیگرو خونخوار لہجے میں اپنے ساتھیوں سے بولا۔۔۔۔ اور ک
کے ساتھیوں نے ڈاڑھی والوں پر یلغار کر دی۔ ان کے کپڑے پھاڑ دیے گئے‘ ڈاڑھیاں
بال اکھیڑ دیے گئے اور انہیں مار مار کر لہولہان کر دیا۔ کیگرو اس دوران بیرے کی گردن پکڑ
کھڑا رہا اور بیرہ اس طرح اس کی گرفت میں ساکت رہا جیسے جان نکل چکی ہو!

بہت سے لوگ خوفزدہ نگاہوں سے پٹنے والوں اور مارنے والوں کو دیکھ رہے تھ
میری طرف اٹھنے والی ہر نگاہ خوف میں ڈوبی ہوئی تھی۔ تہہ خانے سے منشیات لوٹنے وال
کبھی کے فرار ہو چکے تھے۔

بہرحال جب تھامپسن کے کسی ساتھی میں کھڑے ہونے کی سکت نہ رہی تو میں
ہاتھ اٹھا دیا۔ ”بس کافی ہے۔۔۔۔ انہیں اس قابل چھوڑ دو کہ یہ اپنے دوسرے ساتھیو
مدد کے لیے لا سکیں“۔

اور کیگرو کے ساتھی رک گئے!

تب وہاں کھڑے ہوئے لوگوں نے نعرہ لگایا ”سیسرو زندہ رہے“ اور لطف کی بات
تھی کہ نعرہ لگانے والوں میں خود رونیساں بھی شامل تھا۔ اسے زندگی کی ضرورت تھی۔۔۔۔
اور زندگی کی تقسیم۔۔۔۔ طاقتور ہاتھوں تک پہنچ گئی ہے۔۔۔۔ میں نے اپنے ساتھیوں
اشارہ کیا۔۔۔۔ اور وہ واپس پلٹ پڑے۔

”اس کا کیا کروں باس۔۔۔؟“ کیگرو نے اپنے ہاتھوں میں دبے ہوئے بیرے کے ب
پوچھا۔ اور میں اس کے قریب پہنچ گیا۔۔۔۔!

”کیوں۔۔۔۔ تمہارے ساتھ کیا سلوک کیا جائے۔۔۔؟“ میں نے اس کی تاریک
آنکھوں میں جھانکتے ہوئے کہا۔ لیکن ان آنکھوں میں خوف کے سوا کچھ نہ تھا۔

”چھوڑ دو اسے۔۔۔۔!“ میں نے کہا۔۔۔۔ اور کیگرو نے اس کی گر
چھوڑ دی۔ ”چلو۔۔۔۔ بھاگ جاؤ۔۔۔۔“ میں نے بیرے سے کہا۔ لیکن وہ بھاگنے
کوشش کے باوجود نہ بھاگ سکا! اور وہیں زمین پر اکڑوں بیٹھ کر ہانپنے لگا۔ ہم سب ہنستے
باہر نکل آئے تھے۔

باہر دور دور تک مجمع لگا ہوا تھا جو اندر کے حالات جاننے کے لیے بے چین تھ
کیگرو اور اس کے ساتھیوں نے پستول نکال لیے اور پھر وہ پستولوں کی نالیں آسمان کی طر

کر کے فائرنگ کرنے لگے۔ ساتھ ہی وہ سیسرو کے نام کے نعرے بھی لگاتے جا رہے تھے اور مجمع
میں بھگدڑ مچ گئی۔۔۔۔ لوگ بلاوجہ خوفزدہ ہو کر بھاگ رہے تھے۔۔۔۔ لیکن میں کیگرو
کے کام کی داد دے رہا تھا۔۔۔۔ بلاشبہ اس نے ذرا سی دیر میں سیسرو کی خوف پبلسٹی کر دی
تھی!

ہمارا غول جدھر سے گزرا‘ لوگ راستہ چھوڑ کر بھاگتے رہے۔۔۔۔ ہم نے ایک
دوسرے قہوہ خانے یا۔ بالالفاظ دیگر منشیات کے اڈے کا رخ کیا تھا۔۔۔۔ لیکن سیسرو کا نام
وہاں بھی پہنچ چکا تھا اور قہوہ خانے کا مالک ہاتھ جوڑے دروازے پر کھڑا تھا!

”ہم آپ کے ہر حکم کی تعمیل کریں گے جناب“ اس نے لجاجت آمیز انداز میں کہا۔

”کتنا اسٹاک ہے۔۔۔؟“ میں نے اس سے پوچھا۔

”فہرست بنا کر آپ کو پیش کر دی جائے گی“۔

”ٹھیک ہے۔۔۔۔ اس کے بعد تم سیسرو سے مال خریدو گے‘ سمجھے۔۔۔۔ اور
سنو۔۔۔۔ ایک گروہ بنا کر سارے اڈوں تک یہ اطلاع پہنچا دو۔۔۔۔ کہ اسٹاک کی فہرست
سیسرو کو پیش کریں۔۔۔۔“

میں یہ خدمت بخوبی انجام دوں گا!“ مالک نے کہا۔

”خوب۔۔۔۔ کیا نام ہے تمہارا؟“

”پاسکل جناب!“

”تو پاسکل جناب۔۔۔۔ تم یہ کام کرو۔۔۔۔ اور کیا کر سکتے ہو؟“

”جو حکم کریں جناب۔۔۔۔“

”ہمارے لیے خیمے کا بندوبست کرو۔۔۔۔“

”اوہ۔۔۔۔ خیمہ کیوں جناب۔۔۔۔ میں مکان پیش کر سکتا ہوں۔ میرے پاس
مکان فالتو ہے۔۔۔۔!“

”تو پھر پیش کرو نا یار۔۔۔۔ ہاں‘ کوئی مکاری نہ ہو۔۔۔۔“ میں نے آنکھ دبا کر
کہا اور پستول کی نال اس کی گردن پر رکھ دی۔

”مکاری نہیں ہوگی ماسٹر۔۔۔۔ تم دیکھ چکے ہو گے‘ تھامپسن کا رویہ کس قدر غیر
انسانی ہے۔۔۔۔ ہم میں سے کون ہے‘ جو اس سے دل سے نفرت نہیں کرتا۔۔۔۔ لیکن
طاقتور کی لاٹھی سے سب ڈرتے ہیں۔ تم دیکھ لینا ماسٹر‘ اگر لوگوں کو یقین ہو جائے کہ تم
تھامپسن سے ٹکرا لے جاؤ گے تو سب تمہارے ساتھی ہوں گے۔۔۔۔!“

”کیا نام بتایا تھا تم نے۔۔۔؟“

”پاسکل ماسٹر۔۔۔۔!“

”ٹھیک ہے پاسکل۔۔۔۔ تم لکھ لو۔۔۔۔ تھامپسن کا مقبرہ بہت جلد تمہیں

مگوری کے پانی میں نظر آئے گا"۔

"سیمرو زندہ باد-----" پاسکل نے نعرہ لگایا اور کیگرو اور اس کے ساتھی پھر شور مچانے اور گولیاں چلانے لگے----- بلاشبہ کیگرو دہشت گردی میں اپنا ثانی نہیں رکھتا تھا۔

پاسکل نے ہمیں رہائش کے لیے مکان فراہم کر کے گویا اپنی دوستی پکی کر لی تھی لیکن اس کا رنگ اڑا ہوا تھا۔ بلاشبہ اس نے ایک بہت بڑا رسک لیا تھا۔ اگر تھامپسن ہمارے اوپر بھاری پڑ جاتا تو اس کی لاش کتے گھسیٹ رہے ہوتے لیکن وہ شاید عمدہ گیم کھیلنے کا عادی تھا اس لیے دیکھ دیکھ کر کارڈ پھینک رہا تھا اور اب حالات کا منتظر تھا۔

جو مکان پاسکل نے ہمیں پیش کیا تھا' وہ کافی کشادہ اور بہت خوبصورت تھا----- یقیناً" وہ بھاری کرائے پر اٹھا ہوا ہوگا۔ اور اسے پاسکل نے ہمارے نام پر خالی کرایا ہوگا!

بہرحال کیگرو اور اس کے ساتھی مکان سے کچھ دور تعینات ہوگئے۔ کیگرو نے اپنے طور پر کچھ انتظامات کیے تھے۔ اسی شام تقریباً" چھ بجے قہوہ خانوں----- یا منشیات کے اڈوں کے مالکان کا وفد ہماری خدمت میں حاضر ہوا۔ ان کے پاس اسٹاک کی فہرستیں تھیں جو انہوں نے میرے سامنے رکھ دیں۔ ان میں پاسکل بھی شامل تھا۔ میں نے اس کے چہرے کا رنگ اڑا دیکھا لیکن دوسروں کے اور خود میرے سامنے وہ خود کو نڈر ظاہر کر رہا تھا-----!

"کیا یہ فہرستیں درست ہیں---؟" میں نے انہیں گھورتے ہوئے پوچھا۔

"حرف بحرف جناب---؟"

"سنو----- میرا نام سیمرو ہے۔ اگر ان کے علاوہ ایک تولہ چرس بھی تقسیم ہوئی تو چرس کے ڈھیر میں رکھ کر آگ لگوا دوں گا! سمجھے----- ورنہ کل کا دن اور دیا جاتا ہے----- پورا اسٹاک ظاہر کرو-----"

"فہرستیں بالکل ٹھیک ہیں جناب----- آپ تسلی کر سکتے ہیں-----"۔

"تم ان کی قیمت ادا کر چکے ہوگے---؟"

"میں بھی ادھار نہیں کروں گا----- ان فہرستوں کے مطابق پانچ فیصد کمیشن مجھے دیا جائے----- اور آئندہ یہاں صرف سیمرو سپلائی کرے گا' تم لوگ اپنے آرڈر بک کرا دینا----- ایک ہفتے کے اندر سپلائی ہو جائے گی"۔

"ایسا ہی ہوگا جناب----- لیکن-----؟"

"لیکن کیا-----؟" میں نے اس شخص کو گھورتے ہوئے کہا جس نے یہ بات کہی تھی۔ "چند باتیں پوچھنا چاہتا ہوں"۔

"کیا-----؟" میں غرایا۔

"کیا اب----- اب یہاں تھامپسن' یا اس کے گروہ کے افراد باقی رہیں گے ؟"

"تم میں سے جو ان کے کسی آدمی کی نشاندہی کرے گا اسے دس پونڈ چرس انعام ملے گی" میں نے کہا۔

"اوہ----- اوہ----- ہمیں اس کی ضرورت نہیں----- ہم سب اس سے نجات چاہتے ہیں-----"

"بہت جلد اس کا نام مگوری میں روپوش ہو جائے گا!"

"ہم احکامات کی تعمیل کریں گے"۔

"اور کچھ-----؟"

"ایک ضروری درخواست-----؟ اس شخص نے لجاجت سے کہا۔

"وہ بھی کہو-----؟"

"کیا کیمپ میں قیام کرنے والے سیاحوں کی زندگیاں' دولت اور----- ان کی عورتیں محفوظ ہوں گی-----؟" تھامپسن کے رویے سے پرانے سیاح بددل ہوگئے ہیں اور اب ادھر کا رخ نہیں کرتے۔ ہماری ساکھ ختم ہو رہی ہے"۔

"یہاں قیام کرنے والے سیمرو کے مہمان ہوں گے۔ ان کی ہر تکلیف کا ازالہ کیا جائے گا-----"

"یہ بہت عمدہ بات ہوگی اور اس سے ہمارے کاروبار کو ترقی ملے گی----- ہم نیک تمناؤں کا اظہار کرتے ہیں اور اجازت چاہتے ہیں-----" اور منشیات کے اڈوں کے مالکان کا وفد رخصت ہوگیا۔

سردارے اس دوران میرے ساتھ تھا----- اور سحر زدہ سے انداز میں مجھے دیکھ رہا تھا!

"کیوں سردارے-----؟" میں نے مسکراتے ہوئے اسے دیکھا۔

"کچھ نہیں نواز-----" سردار نے ایک ٹھنڈی سانس لی۔

"اپنی یاد آ رہی ہے-----؟" میں نے پوچھا

"او نئیں یار----- تیرے بارے میں سوچ رہا ہوں-----؟" سردار نے کہا۔

"میرے بارے میں مت سوچا کر سردارے-----" میں نے کہا۔

"کیوں-----؟" کیوں نہ سوچا کروں----- تو کتنا حیرت انگیز انسان نکلا نواز۔ میں نے تو اس دنیا میں کچھ بھی نہیں کیا----- لیکن تیری بڑی حیثیت ہے-----"

"بڑی حیثیت-----" میں نے تلخ انداز میں کہا----- "ہاں سردارے----- میری بہت بڑی حیثیت ہے----- میرا باپ میری اس حیثیت کو دیکھتا تو نہ جانے اس کی کیا کیفیت ہوگی۔ خیر چھوڑو ان باتوں کو----- سخت ہوشیاری کی ضرورت ہے----- پورے ماحول پر نگاہ رکھنا----- اور ہاں تھامپسن کے ان لڑاکوں کے بارے میں کیا رپورٹ

ہے؟"

"معلوم نہیں ہو سکا-----"

"معلوم کرو----- میرے خیال میں وہ جا چکے ہوں گے-----"

"ابھی معلوم کرتا ہوں-----!" سردار نے کہا اور باہر نکل گیا----- تب میں نے سوچنے کے انداز کو بدلنے کی کوشش کی----- اتنا طویل عرصہ گزر چکا تھا----- اخلاق و اقدار سے کوئی واسطہ نہیں رہا تھا----- حرام کی کمائی خون کے ذرے ذرے میں شامل ہو چکی تھی۔ لیکن پھر بھی نہ جانے دل کے کون سے کونے میں سرخی رہ گئی تھی جو پریشان کرنے لگتی تھی۔

میں اس سرخی کو بھی سیاہی میں بدل دینا چاہتا تھا۔ لیکن یہ شاید میرے بس کی بات نہیں تھی۔ بہرحال اس وقت میں نے بمشکل تمام مایوس کن اور پریشان کرنے والے خیالات سے خود کو روکا اور آئندہ پروگرام پر غور کرنے لگا! سب سے پہلے تو تھامپسن کا مسئلہ تھا----- دیکھنا یہ ہے کہ اس کے پاس کتنی قوت ہے----- اور وہ کیا کرے گا!

ویسے اس کے لیے انتظامات ضروری تھے----- ذرہ سی لاپرواہی ہمیں نقصان پہنچا سکتی تھی۔ اس کے بعد دوسرے انتظامات کیے جائیں گے۔ چنانچہ میں سردارے کا انتظار کرنے لگا!

اور تقریباً بیس منٹ کے بعد سردارے واپس آ گیا----- اس کے چہرے پر دلچسپی کے آثار تھے۔

"خیریت-----؟" میں نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"بڑے دلچسپ حالات ہیں نواز-----" سردارے نے بھی مسکراتے ہوئے کہا۔

"مثلاً-----؟"

"پورے کیمپ میں سیمرو کا نام گونج رہا ہے----- میرا خیال ہے ایک ایک آدمی اس وقت تمہارے بارے میں جاننے کا شوقین ہے----- ہپیوں کی ٹولیاں تمہارے بارے میں گفتگو کر رہی ہیں۔ لوگ انوکھی انوکھی چہ میگوئیاں کر رہے ہیں، کچھ لوگ تمہیں برٹش زلزلے کے نام سے منسوب کر رہے ہیں----- اور دوسروں کو بتا رہے ہیں کہ ایک زمانے میں تم نے لندن میں تباہی مچا رکھی تھی"۔

"اوہ-----" میں ہنس پڑا۔ "وہ زمانہ تو مجھے بھی یاد نہیں ہے سردارے"

"انہیں یاد ہے-----!" سردارے نے مضحکہ خیز انداز میں کہا۔

"خیر----- جس کام کے لیے گئے تھے، اس کے بارے میں بتاؤ"۔

"بات ان چھ تک محدود نہیں تھی"۔

"کیا مطلب-----؟"

"وہ بے چارے اپنے قدموں سے نہیں جا سکے۔ ہاں تقریباً پندرہ آدمی انہیں تین جیپوں میں ڈال کر لے گئے ہیں----- چھ موٹر سائیکلیں بھی گئی ہیں!" سردارے نے بتایا۔

"گڈ----- ویری گڈ----- کیا وہ اپنے کیمپ اکھاڑ کر لے گئے-----؟"

"اوہ----- یہ نہیں معلوم کیا استاد-----!" سردارے نے کہا۔

"آؤ سردارے----- کام پورا ہی ہونا چاہیے۔ ابھی بہت سے کام کرنے ہیں----- ہم کسی دھوکے میں مار کھانے کے لیے تیار نہیں ہیں-----" میں نے کہا اور اپنی جگہ سے اٹھ گیا۔

اور پھر ہم باہر نکل گئے----- کیگرو اپنی ڈیوٹی پر مستعد تھا۔ بلاشبہ، دیو قامت شخص کی شکل دیکھنے سے ہی رعب پڑتا تھا۔ اور سردارے بول اٹھا "یہ کیگرو واقعی کام کا آدمی ہے"۔

"ہاں----- اسے دیکھ کر مجھے ایک اور دوست یاد آ جاتا ہے" میں نے کہا۔

"کون-----؟"

"کیسگارڈ" میں نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔ "کیگرو جسامت میں اس کے سامنے کچھ بھی نہیں ہے۔ دو بہن بھائی تھے----- دونوں نے میرے لیے جان دے دی تھی"۔

"اوہ----- تمہارے ساتھ تو نہ جانے کتنی کہانیاں وابستہ ہوں گی استاد"۔

"ہاں----- بے شمار کہانیاں-----" میں نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔ یہ جملہ دل میں چبھ جاتا تھا----- کیگرو سے کچھ لوگوں کو لے کر ہم کیمپ کی طرف چل پڑے اور پھر میں نے پاسکل کو اس کے اڈے سے اٹھایا----- پاسکل دوڑا دوڑا آیا تھا۔

"تم لوگوں نے تھامپسن کے آدمیوں کی نشاندہی نہیں کی" میں نے اسے گھورتے ہوئے کہا۔

"میرے آدمی ابھی ابھی ان کے بارے میں معلومات حاصل کر کے میرے پاس پہنچے ہیں"۔

"کیا معلومات حاصل ہوئیں-----؟"

"ایک ایک آدمی نکل گیا----- یقیناً وہ تھامپسن کے پاس دوڑے گئے ہوں گے"۔

"ان کے خیمے کہاں ہیں؟"

"میرے ساتھ آئیے مسٹر سیمرو-----!" پاسکل نے کہا اور پھر پاسکل ہمیں ان شاندار خیموں کے پاس لے گیا، جو ضروریات زندگی سے پوری طرح آراستہ تھے۔

میں نے خیموں میں جا کر ان میں رکھا ہوا سامان دیکھا اور پھر پاسکل کی طرف-----

"کیا تم مال غنیمت میں یہ سامان پسند کرو گے-----؟" میں نے مسکراتے ہوئے اس سے

پوچھا۔

"اوہ جناب ---- اگر آپ حکم دیں گے تو ---- تعمیل کروں گا ---- ورنہ ---- ورنہ مجھے اس کی چنداں ضرورت نہیں ہے" پاسکل نے ہچکچاتے ہوئے کہا۔

"اگر ضرورت نہیں ہے ---- تو پھر یہ میرے ساتھیوں کے کام آئے گا" میں نے کہا اور پھر میں کیگرو کے ساتھیوں کی طرف دیکھ کر بولا "یہ خیمے تمہارے ہیں ---- ان پر رکھا ہوا سامان تمہارا ہے ---- لوٹ لو ---- خیمے اکھاڑ لو ---- اور کیگرو کے ساتھی شور مچاتے ہوئے خیموں پر ٹوٹ پڑے، اور چند ہی ساعت کے بعد وہاں خیموں کے گڑھوں کے علاوہ اور کچھ نہ رہ گیا تھا۔

اس کام سے فراغت کے بعد ہم پھر واپس لوٹ آئے۔ واپسی میں میں نے کیگرو کو بھی ساتھ لے لیا تھا ---- بڑا سعادت مند اور تعاون کرنے والا خوش مزاج انسان تھا!

"کیسے جا رہے ہو کیگرو ----؟"

"تم دیکھ رہے ہو نا ماسٹر ---- مجھے میری خامیوں سے آگاہ کرو" کیگرو نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"نہیں ---- تم عمدہ آدمی ہو ---- میں تمہارے کام سے بہت مطمئن ہوں ویسے تھامپسن کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے؟"

"سامنا ہونے پر ہی عرض کر سکوں گا" کیگرو نے جواب دیا۔

"اور اس سے قبل تو تمہاری اس سے ملاقات نہیں ہوئی؟"

"نہیں ---- اور اس بات کا افسوس ہے"۔

"بہرحال کیگرو ---- وہ ایک مکار شخص ہے ---- اگر ہم اس کی مکاری سے مار کھا گئے تو بہت افسوسناک بات ہوگی ----"

"کیگرو بڑے دعوے نہیں کرے گا جناب ---- لیکن مادام سیکاریتا نے آپ کے بارے میں بھی بتا دیا تھا۔ میں بہرحال آپ کے احکامات کا پابند رہوں گا"۔

"شکریہ کیگرو ---- میں چاہتا ہوں کہ ہمارے کچھ آدمی کیمپ آنے والے راستے پر نگاہ رکھیں ---- میری خواہش ہے کہ اسے کیمپ سے دور ہی جا لیا جائے تاکہ کیمپ برباد نہ ہو"۔

"بہت عمدہ خیال ہے ----"

"ویسے میں تمہارے بہتر مشورے کو سراہوں گا"۔

"تب سارے انتظامات میرے اوپر چھوڑ دیں جناب ----" کیگرو نے کہا۔

"ٹھیک ہے ---- مجھے تمہارے اوپر اعتماد ہے ---- ویسے میں کیمپ میں ہی رہوں گا"

"چند عمدہ لڑاکے آپ کے پاس چھوڑے دے رہا ہوں ---- مجھے میرا کام کرنے کی اجازت دیں"۔

"اجازت ہے ----" میں نے کہا اور کیگرو خوش ہوگیا۔

"ایسے لوگوں کے ساتھ کام کرنے میں مزہ بھی آتا ہے جناب ---- آپ دیکھیں گے میں آپ کو مایوس نہیں کروں گا"۔

"مجھے یقین ہے ----" میں نے کہا اور کیگرو چلا گیا ---- سردارے اس دوران خاموش بیٹھا رہا تھا ---- کیگرو کے جانے کے بعد سردارے نے کہا:

"میرا خیال ہے استاد ---- اب ہم اس وقت تک کے لیے فارغ ہوگئے جب تک تھامپسن سامنے نہیں آتا"۔

"ہاں کسی حد تک ---- لیکن ایک کام اور کرو سردارے"۔

"کیا استاد ----!"

"نئے آنے والوں پر نگاہ رکھنی ہوگی"۔

"میں نہیں سمجھا استاد ----!"

"دو تین آدمیوں کی پرواہ نہیں ہے ---- لیکن اگر ہپیوں کا پورا گروہ آئے تو اسے مکمل طور پر چیک کرنا ہوگا ----"

"اوہ ---- میں سمجھ رہا ہوں استاد!"

"کیا سمجھ رہے ہو ----؟"

"خاص طور سے تندرست و توانا ہپی ----" سردارے مسکرایا۔

"ہاں ---- تمہارا خیال درست ہے ---- گو تھامپسن سے ایسی کسی چالاکی کی امید نہیں ہے ---- وہ تو بس غضبناک ہو کر دوڑ پڑے گا اور نقصان اٹھائے لیکن ہمیں ہر پہلو پر نگاہ رکھنی ہوگی"۔

"تو میں نگاہ رکھوں استاد ----" سردارے نے پوچھا۔

"اپنی کو تلاش کرو گے؟" میں مسکرایا۔

"کوئی بھی اپنی مل جائے استاد ---- جس کا مائیکل گم ہوگیا ہو"۔

"مجھے اعتراض نہیں ہے ---- لیکن تم محتاط رہو گے ---- ممکن ہے ابھی تھامپسن کے کچھ وفادار یہاں پوشیدہ ہوں"۔

"میں پوری طرح محتاط رہوں گا استاد ----" سردارے نے کہا اور باہر نکل گیا۔

اس کے بعد میں عمارت میں ہی آرام کرنے لگا۔ تھامپسن سے مقابلہ ضرور ہونا تھا۔ یہ بھی ممکن تھا کہ تھامپسن بہت بڑی جماعت کے ساتھ حملہ آور ہوتا ---- ایسی شکل میں مجھے ان نئے لوگوں سے کام لینا تھا ---- لیکن ایسے خوبصورت اور جامع پروگرام کے ساتھ کہ

تھامپسن کے چھکے چھوٹ جائیں-----اور تنہائی میں، میں کوئی ایسا منصوبہ سوچنا چاہتا تھا۔

وقت گزرتا رہا-----اور پھر رات ہوگئی-----اس وقت اندازے سے رات کے تقریباً ساڑھے آٹھ بجے ہوں گے۔ عمارت کے ملازمین نے چاروں طرف روشنیاں کر دی تھیں-----میں ایک آرام دہ کمرے کی مسہری پر لیٹا ہوا تھا کہ ایک ملازم نے کمرے کے دروازے پر دستک دی۔

"کون ہے-----آ جاؤ-----" میں نے کہا-----اور ملازم اندر آ گیا۔

"خاتون ژولی ژاں آپ سے ملاقات کرنا چاہتی ہیں"۔

"اوہ-----" میں چونک پڑا" کہاں ہیں وہ-----؟"

"باہر موجود ہیں-----"

"بلا لاؤ-----!" میں نے کہا اور سنبھل کر بیٹھ گیا۔ چند ساعت کے بعد ژولی ژاں دروازے پر نظر آئی۔ نیلے رنگ کے ٹخنوں تک کے لباس میں ملبوس، جس میں اس کا دودھیا رنگ کھلا پڑ رہا تھا۔

وہ دروازے میں ہی ٹھٹک گئی-----!

"ہیلو-----ژولی-----" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"تو یہ تم ہی ہو سیسرو-----!" ژولی آہستہ سے بولی۔

"آؤ ژولی-----رک کیوں گئیں-----" میں نے اپنائیت سے کہا-----اور ژولی آہستہ آہستہ اندر آ گئی-----"بیٹھو-----" میں نے اسے بیٹھنے کے لیے کرسی پیش کی۔

"شکریہ-----" وہ آہستہ سے بولی اور کرسی پر بیٹھ گئی۔

"تم نے تکلیف کیوں کی-----میں آ رہا تھا"۔

"سچ-----" وہ کسی قدر مسرت بھرے انداز میں بولی۔

"اس میں جھوٹ کی کیا بات ہے؟"

"میرا آنا ضروری تھا" ژولی نے آہستہ سے کہا۔

"کیوں-----؟"

"پہلی بار-----زندگی میں پہلی بار-----مجھے ایک باکردار انسان ملا ہے، کیا میں اس کی عزت نہ کروں۔ کیا میں اس سے محبت نہ کروں-----؟"

"میرے اوپر طنز کر رہی ہو ژولی؟"

"کیوں-----تم نے یہ کیسے محسوس کیا"

"لفظ باکردار-----"

"غلط ہے-----؟" ژولی نے سوال کیا۔

"ہاں-----" میں نے آہستہ سے کہا۔

"آخر کیوں-----ثابت کرو-----" اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"منشیات کا اسمگلر-----اور باکردار-----" میں نے نفرت سے کہا۔

"یہ الفاظ تمہارے ایک اور رخ کو پیش کرتے ہیں-----میں ان الفاظ کا پس منظر نہیں پوچھوں گی-----منشیات کے اسمگلر کو قابل نفرت سمجھنے والی ہستی اندر سے نہ جانے کیا ہے-----؟ لیکن وہ جو کچھ ہوگی-----وہ اس کا گہرا راز ہے-----اور میں جانتی ہوں کہ رازوں کو کریدنے سے زخم ابھر آتے ہیں۔ میں تمہیں تکلیف نہیں دینا چاہتی-----"

"ایسی باتیں مت کرو ژولی-----" میں نے کراہتے ہوئے کہا۔

"میں اس باکردار انسان کی بات کر رہی ہوں جس نے کہا تھا کہ وہ تھامپسن کو فنا کر دے گا۔ میں نے اس بات کو ایک معصومانہ بات سمجھا تھا-----لیکن کچھ وقت بھی تو نہیں گزرا"۔

"اوہ-----" میں نے ایک طویل سانس لی۔

"میری دعائیں-----میرا تعاون تمہارے ساتھ ہے سیسرو-----"

"شکریہ-----ژولی-----"

"اس کے علاوہ بھی میں تم سے کچھ گفتگو کرنا چاہتی ہوں"۔

"ضرور-----!"

"تھامپسن کے مقامی لوگوں کے بارے میں، اور تمہاری کارکردگی کے بارے میں، میں سب کچھ سن چکی ہوں-----لیکن اس کے بعد تھامپسن کے بارے میں بتانا چاہتی ہوں"۔

"وہ شیر کی طرح نڈر ہی نہیں-----لومڑی کی طرح چالاک بھی ہے-----ضرورت پیش آنے پر وہ ایک مکار، لیکن خونخوار لومڑی بھی بن جاتا ہے اس لیے....."

"میں محتاط رہوں؟" میں نے مسکراتے ہوئے اس کا جملہ پورا کر دیا!

"ہاں-----اور یہ میں نے غلط نہیں کہا"۔

"مشورے کا شکریہ ژولی-----ظاہر ہے، میں ہوشیار رہوں گا۔ ہاں ایک بات ضرور بتاؤ!

"پوچھو-----!"

"یہاں اس کا کوئی اپنا قہوہ خانہ بھی ہے؟"

"میرا خیال ہے نہیں-----"

"حالانکہ ہونا چاہیے تھا-----ویسے تمہیں یقین ہے-----؟"

"قہوہ خانوں کے مالکوں کو میں اچھی طرح جانتی ہوں-----وہ سب دل میں

تھامپسن سے نفرت کرتے ہیں"۔

"خوب----- یہ عمدہ بات ہے----- ہاں تم کیا پیو گی-----؟"

"پیاس لگ رہی ہے----- کچھ منگواؤ-----"

"ضرور-----" میں نے کہا اور ملازم کو بلانے کے لیے گھنٹی بجا دی۔ ملازم
میں نے اسے عمدہ آرڈر دیئے----- اور تھوڑی دیر کے بعد خوبصورت برتنوں میں ش
اور اس کے ساتھ کے لوازمات آ گئے----- ژولی خود ہی اٹھ کر شراب بنانے
تھی----- اس نے کئی جام پیئے----- وہ آج خوش نظر آ رہی تھی' اس نیے اور ح
لگ رہی تھی!

میں پینے کے معاملے میں محتاط رہا----- کافی دیر تک ژولی بیٹھی رہی۔ پھر اس
اجازت طلب کی۔

"آج----- آؤ گے سیسرو-----؟"

"میرا خیال ہے اس وقت تک نہیں ژولی۔ جب تک تھامپسن سے آخری جنگ
کر لوں-----"

"خود میرا بھی یہی مشورہ ہے----- پوری طرح چاق و چوبند رہو۔ خدا حافظ"۔

وہ باہر نکل گئی۔ اس کے جانے کے بعد کافی دیر تک میں اس کے بارے میں سو
رہا۔ پھر میں اپنے پروگرام کے مطابق تیار ہو کر نکلا----- میں مقامی لوگوں پر اچھا اثر چھو
چاہتا تھا۔ اس لیے میں نے سب سے پہلے کیگرو کے آدمیوں کی پچویشن دیکھی۔

سب کے سب مستعد تھے۔ پھر میں آوارہ گردوں کے ایک گروہ کی طرف چل پڑا۔
شان ہو گئی تھی۔ جدھر سے گزرتا لوگ اشارے کرنے لگتے۔ میرے لیے جگہ چھوڑ دیتے۔
خانوں کے سامنے سے گزرتا تو ان کے مالک باہر نکل آتے۔ مبادا مجھے کسی چیز کی ضرورت
نہیں ہے۔ گویا یہاں کا بے تاج بادشاہ بن گیا تھا۔

اس وقت مجھے کسی ایسے گروہ کی تلاش تھی جو اس خوف سے بے نیاز ہو' اور
لاپرواہ انسانوں میں ایسے لوگوں کا مل جانا کار دارد نہیں تھا۔ ایک جگہ ہپیوں کا اڈ
تھا----- ساز بج رہا تھا----- اور کوئی بے سرا گا رہا تھا----- زندگی کا گیت-----
گیت پر تالیوں کی تال تھی۔ میں اس محفل بیابانی کے پاس پہنچ گیا' کوئی میری طرف متو
ہوا----- دم لگ رہے تھے----- دھوئیں کے مرغولے اٹھ رہے تھے----- میں
چیرتا ہوا آگے بڑھ گیا----- ایک ادھیڑ عمر کا جوڑا رقص کر رہا تھا----- اور بد
لوگوں کے منہ سے طرح طرح کی آوازیں نکل رہی تھیں۔

میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ بعض اوقات----- ان لوگوں پر پیار
لگتا ہے۔ بعض اوقات یہ زندگی درحقیقت حسین لگنے لگتی ہے۔ ایک معصوم بچے کی طرح

دنیا کا کوئی غم نہ ہو----- سب ہی بچپن کے دور کو سب سے حسین دور سمجھتے ہیں-----
وہ بھی تو غموں سے' فکروں سے آزاد زندگی ہوتی ہے----- تو----- کیا یہ سب ننھے
بچے نہیں ہیں-----؟

میں کچھ اور آگے بڑھا----- اور پھر میں نے اس شخص سے گٹار لے لیا جو اس کی
توہین کر رہا تھا----- گٹار چھین لیا گیا تھا----- اس کی آواز چند لمحات کے لیے غائب ہو گئی
تھی۔

تب آوارہ گردوں نے میری طرف دیکھا----- مجھے پہچان لیا گیا----- اور ان
کی روح قبض ہو گئی----- سب خاموش ہو گئے----- سب ہراساں ہو گئے-----
نگاہوں میں خوف ابھر آیا-----

لیکن----- میں انہیں خاموش نہیں کرنا چاہتا تھا----- میں ان کا سرور چھیننا
نہیں چاہتا تھا----- میں نے گٹار کے تار چھیڑے' دیر نہ کی----- اور ایک ایسا نغمہ
شروع کر دیا----- کہ خوف دلوں سے خودبخود زائل ہو گیا۔ سکڑے ہوئے چہروں پر پہلے
حیرت----- اور پھر مسرت نظر آئی۔

"محبت کے متوالو-----" میں نے فرانسیسی زبان میں ایک نغمہ...... شروع کیا۔

"ناچو----- گاؤ----- مست ہو جاؤ۔

زندگی کے پیاسو----- اس چھوٹے سے جام میں کائنات سمیٹ لو۔

ناچو----- ناچو-----!"

"ری----- آ آ آ----- ہو ہو" چاروں طرف سے بھی آوازیں ابھریں اور
ماحول ہنس پڑا----- نہ جانے کہاں سے نئی جوان لڑکیاں کود آئیں اور انہوں نے رقص
شروع کر دیا----- اور گٹار کی دھن تیز ہو گئی۔ لوگ دور دور سے دوڑے آ رہے
تھے----- پہلے یہ صرف ایک گروہ تھا----- اور اب تاحد نگاہ آوارہ گردوں کے گروہ
نظر آ رہے تھے----- وہ گردنیں اونچی کر کر کے اس فنکار کو دیکھ رہے تھے' جس نے رات
کے اندھیرے میں سورج طلوع کر دیا تھا----- میں بھی مست ہو گیا تھا----- مست کن
نغمہ خود میری رگوں میں مستی انڈیل رہا تھا۔ تب دس بارہ لڑکیاں آگے بڑھیں اور انہوں نے
مجھے زبردستی کندھوں پر اٹھا لیا!

اچھا خاصا اسٹیج بن گیا تھا----- میرے بوجھ کو انہوں نے بخوشی سنبھال لیا
تھا----- اور میں نے سنبھل کر پھر گٹار شروع کر دیا----- درحقیقت تھوڑی دیر کے لیے
الجھنوں سے نجات مل گئی تھی----- میں پھر دنیا سے بے خبر ہو گیا تھا اور بڑی دیر کے بعد یہ
رقص ختم ہوا-----!

"ہائے سیسرو----- ہائے میری جان----- تو تو ہماری طرح دل جلا

ہے-----" کسی طرف سے آواز ابھری۔

"ہم تیرے عاشق ہیں میری جان-----"

"ایک اور نغمہ میری زندگی-----!"

زنانہ' مردانہ سبھی آوازیں شامل تھیں----- میں نے ان لوگوں کو مایوس نہ
کیا----- اور گٹار پر پھر ایک نغمہ شروع کر دیا----- رات کے دو بجے تک ان
گردوں نے میرا پیچھا نہیں چھوڑا----- شاید سارے کیمپ کے لوگ سمٹ کر آ گئے تھے
کیونکہ دو بجے جب میں نے ان سے معذرت چاہی اور وہاں سے باہر نکلا تو دور دور تک
نہیں ملتا تھا----- راستے میں بے شمار لڑکیوں نے میرے بوسے لیے اور مجھے اپنا ایک
سنبھالنا مشکل ہو گیا----- بہرحال بمشکل تمام لوگوں کے ہجوم سے چھٹکارا ملا-----!

لیکن کچھ لوگ اب بھی میرے ساتھ چل رہے تھے----- کچھ فاصلے پر کچھ
آدمی بھی موجود تھے----- لیکن میں نے ایک ایسی ہستی کو بھی دیکھا' جسے دیکھ کر میں
پڑا۔

وہ ژولی ژاں تھی-----!

"ارے----- ژولی-----" میں چیخا۔

"تمہارے قریب آ جاؤں سیمرو-----" ژولی نے پوچھا----- اس کی
ملازمائیں بھی اس کے ساتھ تھیں----- اور میں خود ہی اس کے نزدیک پہنچ گیا۔ "تم
وقت کہاں ژولی-----؟"

"تم نے کیمپ کو دیوانہ بنا دیا ہے----- میں خود بھی تمہارے دیوانوں میں
ہوں-----"

"اوہ-----! بس دل چاہا-----!"

"تم----- تم دنیا کے سب سے حیرت انگیز انسان ہو سیمرو-----!"

"نہیں ژولی----- نہیں-----!"

"میری ملازماؤں نے خبر دی تھی کہ ایک آسمانی فنکار نغمہ سرائی کر رہا ہے۔ رات
خاموشی میں تمہارے گٹار کی آواز دور دور تک پھیل رہی تھی۔ میں بھی کھنچی
آئی-----!"

"میں تمہیں----- کسی وقت ایک نغمہ سناؤں گا-----!"

"کس وقت-----؟"

"جب دل چاہا-----"

"میں انتظار کروں گی"۔

"اب جاؤ-----" میں نے کہا۔

"دل نہیں چاہتا----- تم بھی میرے ساتھ چلو-----!" ژولی ژاں نے مست
نگاہوں سے مجھے دیکھتے ہوئے کہا۔

"نہیں ژولی----- اس وقت کھلی فضا ہی میرے لیے سازگار ہے-----"

"کچھ مصروفیت ہے-----؟"

"نہیں"۔

"تو آؤ----- ہم کہیں بیٹھ کر باتیں کریں گے----- کسی ایسی جگہ جہاں سے تم
ماحول پر بھی نگاہ رکھ سکو-----" ژولی نے پیشکش کی----- میں نے ایک لمحے کے لیے کچھ
سوچا۔ آنکھوں میں نیند نہیں تھی----- چنانچہ میں نے اس کی پیشکش قبول کر لی-----!
اور پھر ہم کیمپ سے کچھ فاصلے پر چاندنی رات میں ابھرے ہوئے ایک ٹیلے پر پہنچ گئے-----
دور سے گوری نظر آ رہی تھی جس میں چاندنی رقص کر رہی تھی۔

سونے کی جھیل کی دلکشی----- ژولی ژاں کا سحر طراز حسن' وہ خود بھی چاند کی کوئی
پراسرار مخلوق معلوم ہو رہی تھی جو زمین پر اتر آئی تھی----- اس کے ہونٹوں پر پھیلی ہوئی
طلسمی مسکراہٹ----- بڑی دلکش لگ رہی تھی----- میں اس حسین ماحول میں کھو کر رہ
گیا----- ژولی ژاں بھی خاموشی سے مجھے دیکھ رہی تھی!

اور نہ جانے کتنا وقت اسی خاموشی سے گزر گیا----- تب ژولی نے ہی سکوت توڑا

"سیمرو-----"

"ہاں ژولی-----" میں نے تھکی تھکی سانس لے کر کہا۔

"کچھ باتیں کرو----- سنو----- تھک گئے ہو تو آؤ----- میری آغوش میں
لیٹ جاؤ----- میں تمہارے بالوں میں انگلیاں گھما کر تمہیں سکون کی دنیا میں لے جاؤں
گی-----"

نہ جانے کیوں' ژولی ژاں کی بات مان لینے کو دل چاہا اور میں اس کی نرم اور
تندرست ران پر سر رکھ کر لیٹ گیا----- ژولی کا گرم لمس بے حد دلکش تھا' اس کی مخروطی
انگلیاں میرے بالوں میں کنگھی کرنے لگیں۔

"تم وہ نہیں معلوم ہوتے سیمرو----- جو ہو-----!" ژولی آہستہ سے بولی۔

"ہر آدمی وہ نہیں معلوم ہوتا ژولی----- جو ہوتا ہے" میں نے کہا۔

"ہاں----- لیکن کچھ دوست قابل بھروسہ ہوتے ہیں۔ ژولی نے کہا۔

"دوست----- یہ کیا ہوتا ہے ژولی-----؟"

"کیا مطلب-----؟"

"وقت----- سب سے بڑا دوست ہے----- جو چاہو مانگ لو----- جو چاہو
کہہ لو- اس کے بعد----- شاید کوئی دوست نہیں ہوتا----- کوئی بھی نہیں-----"

"میں بھی نہیں ----؟" ژولی نے پوچھا۔
"تم ---- سکون ہو ---- وقت نہیں ---- دوست نہیں"۔
"شاید ---!" وہ آہستہ سے بولی اور خاموش ہو گئی۔
"برا مان گئیں ---؟" میں نے تھوڑی دیر کے بعد پوچھا --- اس کی انگ
بدستور میرے بالوں میں چلتی رہی تھیں۔
"نہیں --- تمہاری شخصیت پر غور کر رہی تھی --- میں نے تم سے وعدہ
تھا کہ زخموں کے ڈھیر نہ کریدوں گی --- بس یونہی منہ سے یہ باتیں نکل گئی تھیں
شرمندہ ہوں --- زخم جب ابھرتے ہیں تو زبان تلخ ہو ہی جاتی ہے۔ غلطی میری ہے"۔
"اوہ --- ژولی --- شاید میں نے تمہاری دل آزاری کی ہے" میں نے
کی کمر میں ہاتھ ڈال کر کہا۔
"نہیں سیمرو --- ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ میرا دل بہت مضبوط ہے"۔
"آؤ ---" میں نے اس کے شانوں پر ہاتھ رکھ کر اسے ٹیلے کی کھردری زمین
اپنے نزدیک لٹا لیا اور اس نے کوئی تعرض نہیں کیا --- اور ساری رات ہم نے چاندنی
سائے تلے گزار دی --- بلاشبہ ژولی ژاں ایک دلکش اور مہربان عورت تھی۔
دوسری صبح بھی پرسکون تھی۔ میں اپنے مکان میں واپس آ گیا اور ژولی ژاں مجھ
فرصت کی ملاقات کا وعدہ لے کر چلی گئی --- سردارے گھر پر موجود تھا اور بہت خوش
آ رہا تھا!
"کیا حال ہے سردارے؟" میں نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔
"تسی سناؤ باشاؤ --- اسی تے چنگے بھلے ہاں --- سردارے نے کہا۔
"اپنی ملی ---؟"
"نئیں جی --- پر وہ فرنائیڈیس --- اس کا کوئی مائیکل نہیں ہے ---
لیکن ہے خوب"
"خوب ---" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔
"تم کہاں رہے استاد ---؟"
"بس تھامپسن کا منتظر رہا"۔
"اتنی جلدی تو اس کا آنا مشکل ہی تھا استاد ---"
"آج کا دن زیادہ اہم ہے" میں نے سنجیدگی سے کہا۔
"میرا اور کیگرو کا بھی یہی خیال ہے لیکن استاد --- کیا وہ چور دن کی رو
میں آنے کی جرات کرے گا ---؟"
"کیا کہا جا سکتا ہے سردارے --- بہر حال وہ جب تک نہ آئے، دن رات ان

انتظار کرنا ہوگا"۔
"کیگرو بہت حوصلہ مند انسان ہے --- وہ پوری طرح چاق و چوبند ہے"
"ہاں --- سیکا نے عمدہ آدمی روانہ کیا ہے --- ویسے باہر کی کیا پوزیشن
ہے؟"
"لوگ پرسکون ہیں استاد ---" سردارے نے جواب دیا۔ "روزمرہ کے کاموں
میں مشغول ہیں" سردارے نے جواب دیا --- میں سمجھ گیا کہ سردارے کو میری رات کی
تفریحات کا علم نہیں ہے۔ بہرحال اس بارے میں بتانا خاص ضروری بھی نہیں تھا۔
یہ دن بھی گزر گیا --- لیکن سورج نے ابھی منہ نہیں چھپایا تھا کہ ہماری رگوں
میں زندگی دوڑ گئی --- بہت دور سے موٹر سائیکلوں کے ایک غول کو دیکھا گیا تھا۔ کیگرو
کے آدمیوں نے فوری طور پر اطلاع دی اور ہم سب ایک جگہ جمع ہو گئے۔
"ہوں --- تو تھامپسن مردوں کی طرح آیا ہے ---" میں نے کہا۔
"ہاں --- یہ بھی اس کی شامت ہے"۔
"تو پھر میرا خیال ہے اسے کیمپ سے دور ہی روکا جائے --- تاکہ کیمپ میں
موجود بے گناہ انسانوں کو نقصان نہ پہنچے" میں نے کہا۔
"میں نے چار پوائنٹ ترتیب دیے ہیں چیف --- پوائنٹ نمبر ایک پر میرے آدمی
تعینات ہیں --- نمبر دو پر کمک موجود ہے --- تین اور چار خالی ہیں لیکن وہاں تک
نوبت ہی نہ آنے دی جائے گی ---" کیگرو نے ان پوائنٹس کی تفصیل بتائی۔
"ویری گڈ --- گویا انہیں پوائنٹ نمبر ایک پر ہی روکا جا سکتا ہے؟"
"یقیناً"!
"تب چلو ---!" میں نے کہا --- اور ہم کیمپ کے لوگوں کو بتائے بغیر پوری
طرح مسلح ہو کر چل پڑے --- پوائنٹ نمبر ایک سڑک کے کنارے کی وہ پہاڑیاں تھیں جن
کے گرد گھومنے کے بعد پی گوڈے کی طرف مڑا جاتا تھا --- پوائنٹ نمبر دو اس کے پیچھے تھا
اور تین چار کیمپ کے قریب تھا --- چنانچہ ہم پوائنٹ نمبر ایک پر پہنچ گئے! بڑی عمدہ
پوزیشن تھی --- یہاں سے وہ سڑک کاٹی جا سکتی تھی جو پی گوڈے آتی تھی ---! موٹر
سائیکلوں کی خوفناک آوازیں اب کیمپ تک پہنچنے لگی ہوں گی --- ان کی تعداد کسی طرح
پچاس پچپن سے کم نہیں تھی اور وہ خاصی تیز رفتاری سے چلی آ رہی تھیں --- کیگرو
مستعد تھا!
"پہلا پروگرام کیگرو ---؟" میں نے پوچھا۔
"ابھی سامنے آ جائے گا چیف ---" کیگرو نے مسکراتے ہوئے کہا ---
اور میں خاموش ہو گیا --- اور بلاشبہ کیگرو کا پہلا پروگرام بہت عمدہ تھا --- جونہی موٹر

سائیکلیں پوائنٹ نمبر ایک تک پہنچیں! اچانک کیگرو کے آدمیوں نے کوئی چیز سڑک کی اچھالی اور----- دستی بموں کے خوفناک دھماکوں سے پہاڑیاں لرز اٹھیں۔

سڑک پر ایک لائن سے دستی بم پھینکے گئے تھے-----!

موٹر سائیکل والوں نے پورے بریک لگائے اور بری طرح ایک دوسرے گئے----- انہیں اس شاندار استقبال کی توقع نہیں تھی----- الجھنے والے زخمی بھی تھے اور کیگرو کے آدمیوں نے انہیں سنبھلنے کا موقع نہیں دیا----- اس بار دستی ب کے جمگھٹ پر پھینکے گئے تھے----- اور کیگرو کی ترکیب کارگر ہوئی!

وہ بدحواس ہوگئے----- پھر بہت سوں نے ' جدھر منہ اٹھا' موٹر سائیکلیں دیں----- بلاشبہ وہ بہترین سوار تھے----- اور اگر وہ بہترین موٹر سائیکل سوار نہ موٹر سائیکلوں کے بے شمار حادثے ہوتے----- لیکن وہ موٹر سائیکلوں پر صرف اتنی دور جہاں وہ پوزیشن لے لیں----- وہ بھی اچھی طرح مسلح ہو کر آئے تھے۔

دستی بموں کے جواب میں انہوں نے بھی دور پھینکے جانے والے دستی بموں سے کیا تھا لیکن ان کے ساتھ دقت یہ تھی کہ وہ صحیح سمت کا تعین نہیں کر سکتے تھے۔ انہوں ٹیکریوں کے پیچھے بم پھینکے تھے----- جو ناکارہ ہی رہے----- البتہ اب کیگرو نے ا گن سنبھال لی تھی----- بموں کے حملے میں تین چار آدمی ڈھیر ہوگئے تھے----- جن لاشیں وہیں پڑی رہ گئی تھیں----- بہرحال ٹیکریاں ان کی بھی معاون ہوئیں' اور انہوں بھی بالآخر اپنی پوزیشن مستحکم کر لی۔

دونوں طرف سے گولیاں چلنے لگیں----- کیمپ والوں کا کیا عالم تھا' اس وق وہی جانتے تھے----- لیکن یہاں بہت عمدہ مقابلہ ہو رہا تھا----- بالکل ایسا ہی لگ ر جیسے دو دشمن فوجیں آمنے سامنے آگئی ہوں----- اور خوفناک جنگ جاری رہی--- تھامپسن کافی ایمونیشن لے کر آیا تھا----- لیکن جوش میں وہ بہت بے جگری سے گو چلا رہا تھا----- جبکہ کیگرو طویل جسامت ہونے کے ساتھ ذہین بھی تھا۔ وہ صرف طرف حملہ کرتا جہاں اسے کام بن جانے کا یقین ہوتا۔

اس طرح تھامپسن کے آدمیوں کا زیادہ نقصان ہو رہا تھا----- ہمارے بھی آدمی زخمی ہوئے----- لیکن مرا ایک بھی نہیں تھا----- کافی دیر گزر چکی تھی--- تھامپسن کے آدمی جمے ہوئے تھے۔ تب کیگرو رینگتا ہوا میری طرف آیا۔

"اب ہمیں متحرک ہونا چاہیے" اس نے کہا۔

"کیا مطلب-----؟"

"مقابلہ توقع سے زیادہ طویل ہوگیا ہے اور ایمونیشن بہرحال محدود ہے"۔

"متحرک سے کیا مراد ہے-----؟"

"جگہیں بدل بدل کر صرف کارآمد حملے ہونے چاہئیں"

"لیکن اس طرح ہمارے آدمی بھی نقصان اٹھائیں گے-----"

"یہ خطرہ مول لینا پڑے گا چیف----- پرواہ مت کرو-----" کیگرو نے کہا۔

اور پھر اس نے ایک مخصوص انداز میں سیٹی بجائی۔ دوسری طرف سے اس سیٹی کا جواب بھی ملا-----!

اور پھر میں نے بڑی دلچسپ اور عجیب و غریب جنگ دیکھی۔ کیگرو کے ساتھی تیزی سے جگہیں بدل رہے تھے اور چونکہ وہ سمتوں کا صحیح اندازہ رکھتے رہے۔ اس لیے بڑے کارآمد نشانے لگا لیتے تھے۔ ہاں----- اسی طرح چار آدمی گولیوں کی زد میں آگئے----- اور ہلاک ہوگئے----- لیکن چار آدمیوں کے زیاں نے کیگرو کے بدن میں چنگاریاں بھر دیں۔

اور اس کے بعد تو اس نے ایسے خوفناک حملے کیے کہ بس لطف ہی آگیا۔ تھامپسن کے آدمی تیزی سے پیچھے ہٹنے لگے----- اور کیگرو کی دہاڑ گونجی-----!

"او کانے----- او چور----- بھاگ کیوں رہا ہے۔ مردوں کی طرح مقابلہ کر----- آ جا----- او کانے چور----- میں دیکھوں تو کتنا بہادر ہے-----!" لیکن کانا چور بہادر ہی نہیں چالاک بھی تھا----- وہ جوش میں نہیں آیا----- اور گولیاں چلاتا رہا۔ چیخیں ابھرتی رہیں----- لیکن کیگرو کا یہ طریقہ کار بہت شاندار رہا تھا۔ تھامپسن کے آدمی جان چھوڑ گئے----- اور پھر ہم نے موٹر سائیکلیں اسٹارٹ ہونے کی آوازیں سنیں۔

کیگرو نے ایک خوفناک دھاڑ کے ساتھ نعرہ لگایا----- اور بھاگنے والوں پر فائرنگ کرنے لگا! تب ہم نے اچانک تھامپسن کو دیکھا----- اس کی آنکھ کا سیاہ ٹیپ اس کی نشاندہی کر دیتا تھا-----!

وہ لنگڑاتا ہوا بھاگ رہا تھا۔ سفید پتلون اور براؤن جیکٹ میں ملبوس تھا لیکن سفید پتلون کا ایک پائنچہ خون میں لت پت نظر آ رہا تھا۔

شاید وہ زخمی ہوگیا تھا۔ کیگرو نے اس پر نشانہ لگایا لیکن تھامپسن پھرتی سے زمین پر گر پڑا تھا----- اس نے سانپ کی طرح پلٹ کر کئی فائر جھونک دیے اور ہمیں بھی اپنی حفاظت کرنی پڑی! لیکن اس موقعے سے فائدہ اٹھا کر تھامپسن موٹر سائیکل تک پہنچ گیا تھا----- اور پھر اس نے اتنی پھرتی سے موٹر سائیکل اسٹارٹ کی کہ ہم دنگ رہ گئے۔

کیگرو نے پھر گولیاں چلائیں تھیں لیکن تھامپسن موٹر سائیکل کی سواری کا ماہر تھا----- اس نے موٹر سائیکل کو اس طرح لہرایا کہ ایک بھی گولی اس کے نہ لگ سکی اور وہ صاف نکل گیا۔

"کھیل ختم-----!" کیگرو نے کہا۔

اور بلاشبہ کھیل ختم ہوگیا تھا۔ اب تھامپسن کی طرف سے گولیاں نہیں چل رہی تھیں----- جن کے ہاتھ موٹر سائیکلیں لگیں وہ انہیں لے کر نکل بھاگے' جو موٹر سائیکلوں تک پہنچنے کی ہمت نہیں رکھتے تھے' وہ پیدل ہی رفوچکر ہوگئے! ہمارے پانچ آدمی زخمی ہوئے تھے----- چار ہلاک' جبکہ تھامپسن کے سترہ آدمی ہلاک ہوئے' بائیس زخمی----- اور زخموں سے چور انسانوں کو میں نے بھاگ جانے کا موقع دیا۔ بلاوجہ اتنے لوگوں کو ہلاک کرنے سے کوئی فائدہ نہیں تھا۔

کیگرو کے آدمی خوشی سے ناچ رہے تھے۔ سچ مچ وہ وحشی تھے۔ کیونکہ بعض زخمی جن کے جسم کے مختلف حصوں میں ابھی تک گولیاں موجود تھیں' بھی اسی رقص میں شریک ہوگئے تھے۔

اور پھر ہم کیمپ کی طرف چل پڑے----- لیکن کیمپ میں داخل ہو کر ہمیں سخت ہنسی آئی----- دنیا سے بیزار آوارہ گرد' زندگی سے لاپرواہ لوگ' اس وقت خوفزدہ ہو کر نہ جانے کہاں جاچھپے تھے----- پورا کیمپ سنسان پڑا تھا----- ایسا لگتا تھا جیسے یہاں انسانوں کی آبادی ہی نہ ہو!

"زندہ باد چیف----- یہ سارے جیالے کہاں مر گئے-----؟" کیگرو نے بھونڈے انداز میں ہنستے ہوئے کہا۔

"کیمپ چھوڑ کر بھاگ گئے شاید----- سردارے نے قہقہہ لگاتے ہوئے کہا۔

"ہے----- بہادرو----- کہاں چھپ گئے----- باہر نکل آؤ----- فاتح واپس آگئے ہیں" کیگرو نے چیخ کر کہا اور میری نگاہ یونہی بائیں سمت اٹھ گئی۔ تب میں نے حیرت انگیز منظر دیکھا۔

یقیناً" وہ ژولی ژاں ہی تھی----- اس کے ہاتھ میں رائفل تھی----- اور کندھے پر کارتوسوں کی پٹی پڑی ہوئی تھی----- پٹی میں اب دو چار کارتوس ہی رہ گئے تھے۔

"ارے----- یہ کہاں سے آ رہی ہے-----؟" سردارے نے بھی اسے دیکھ لیا۔

"ژولی-----!" میں نے اسے آواز دی اور اس کی طرف بڑھ گیا۔ ژولی مجھے دیکھ کر مسکرائی۔

"فتح مبارک سیسرو-----!"

"شکریہ ژولی----- لیکن تم کہاں سے آ رہی ہو-----؟"

"میں بھی اپنا فرض انجام دینے گئی تھی-----"

"یعنی-----؟" میں نے حیرت سے کہا۔

"جانے دو سیسرو----- اتفاق ہے کہ تم نے مجھے دیکھ لیا----- اس سوال کی ضرورت نہیں ہے"۔

"اوہ-----!" میں نے آہستہ سے کہا----- میں صورت حال سمجھ گیا۔ تب میں نے گرمجوشی سے اس کا ہاتھ دباتے ہوئے کہا "اس تعاون' اس محبت کو میں ہمیشہ یاد رکھوں گا ژولی۔"

"مجھے افسوس ہے سیسرو----- میں کوئی بڑا کارنامہ انجام نہ دے سکی"۔

"ژولی----- تمہاری محبت ہی کافی ہے-----"

"تمہیں میری محبت کا اعتراف ہے سیسرو-----؟" اس نے عجیب سے لہجے میں پوچھا۔

"ہاں-----"

"بس----- مجھے اس کے علاوہ اور کچھ نہیں چاہیے-----" وہ میری بات کا انتظار کیے بغیر چل پڑی----- پھر رک کر میری طرف دیکھا اور میں دوبارہ اس کے قریب پہنچ گیا۔

"آج رات----- میرا انتظار کرنا-----"

"دل و جان کے ساتھ-----" ژولی کی آواز میں خوشی چھپی ہوئی تھی۔ پھر وہ چلی گئی اور سردارے میرے پاس آگیا۔

"میں نے اس کی ایک جھلک دیکھی تھی استاد-----!" سردارے نے کہا۔

"کہاں-----؟"

"پہاڑوں میں-----"

"ہوں----- وہ ہماری طرف سے لڑنے گئی تھی"۔

"میرے استاد کی یہی شان ہے۔ بھلا ایسی ایسی حسین عورتیں ہمارے لیے لڑیں اور کوئی ہمیں شکست دے جائے۔ مگر کیمپ والے بہت بزدل ہیں۔ سالے کہاں بھاگ گئے؟"

لیکن سردارے کی بات پوری بھی نہ ہوئی تھی کہ اچانک ایک شور اٹھا۔ اور بے شمار لوگ دیواروں کی آڑ سے نکل کر ہماری طرف لپکے-----

"بچو استاد-----!" سردارے نے کہا----- لیکن ہم نہ بچ سکے۔ آنے والوں نے ہم میں سے ایک ایک کو کندھے پر اٹھا لیا----- وہ خوشی سے دیوانہ وار ناچ رہے تھے!

یہاں تک کہ کیگرو جیسے ڈیل ڈول والے آدمی کو دس بارہ لڑکیوں نے کندھوں پر اٹھایا تھا اور کیگرو خوشی سے چیخ رہا تھا----- پھر اس نے پستول کا رخ آسمان کی طرف کر کے فائر بھی شروع کر دیے اور اس کی دیکھا دیکھی اس کے دوسرے ساتھی بھی فائر کرنے لگے۔

میں نے بھی ان لوگوں کو نہیں روکا---- اور لوگ ہمیں اچھالتے رہے---- وہ بڑے زیادہ خوشی کا اظہار کر رہے تھے اور ہماری شان میں قصیدے پڑھ رہے تھے---- کچھ ہپیوں نے گٹار بجا بجا کر نغمے الاپنا شروع کر دیے تھے۔

اور تو اور حضرت میونگ نائیڈو بھی ٹھمک ٹھمک کر رقص کر رہے تھے۔ غرض، خدا خدا کر کے یہ طوفان بدتمیزی رکا---- اکثر لوگ اپنے نچانے والوں کے تھک جانے سے خود ہی گر پڑے تھے---- بہرحال تھامپسن کو عبرتناک شکست ہوئی تھی---- اور مجھے یقین تھا کہ اب وہ ادھر کا رخ کرنے کی ہمت نہیں کرے گا!

روفیساں اور پاسکل کی سرکردگی میں منشیات کے اڈوں کے مالکان کا وفد اسی شام مجھ سے ملا---- اور انہوں نے پرخلوص پیشکش کی کہ وہ مجھ سے مال کے حصول کا معاہدہ کرنے کے لیے تیار ہیں اور جو سیکیورٹی میں طلب کروں گا' ادا کر دی جائے گی----!

"ٹھیک ہے---- تم لوگ مال کی فہرست بنا کر دو---- سیکیورٹی کے بارے میں' میں بتا دوں گا"۔ میں نے کہا---- ابھی مجھے کئی کام کرنے تھے---- چنانچہ رات کو نو بجے کھانے پر میں نے کیگرو اور کچھ دوسرے لوگوں کو مدعو کیا۔

"ساتھیو---- کیا خیال ہے----؟ تھامپسن کا کھیل ختم ہو گیا؟"

"سو فیصد چیف---- میں دعوے سے کہہ سکتا ہوں کہ اب وہ ادھر کا رخ نہیں کرے گا---- اس کی طاقت ختم ہو گئی----"

"وہ زخمی بھی ہو گیا ہے چیف----" کیگرو نے کہا۔

"بہرحال---- اسے جانے دو---- اب سپلائی کے بارے میں کیا خیال ہے؟"

"کل ہی بیکا سے بات کی جائے گی۔ آج تو وقت گزر گیا----"

"ٹھیک ہے استاد----"

"اپنے آدمیوں کی موت کے بارے میں کیا خیال ہے----؟"

"بہت عمدہ موت مرے----!" کیگرو بولا۔

"انہیں دفن کر دیا----؟"

"نہایت احترام کے ساتھ----!" کیگرو نے آنکھیں بند کر کے کہا۔ اس کی آواز میں غم کا شائبہ بھی نہیں تھا۔

"ایک بات میری سمجھ میں نہیں آ رہی کیگرو---- تمہارے علاوہ اور کوئی یہ بات نہیں بتا سکتا----"

"حکم کرو چیف----"۔

"کیا پی گوڈے ونیس کے تحت نہیں ہے----؟"

"سو فیصد چیف----"

"تو حکومت ونیس نے یہاں پولیس رکھنا مناسب نہیں سمجھی----؟"

"پی گوڈے والوں کی درخواست پر---- کیا سمجھتے ہیں آپ چیف۔ یہ لوگ آوارہ گردوں اور سیاحوں کی کھال اتارتے ہیں اور حکومت کو بھاری ٹیکس ادا کرتے ہیں---- انہوں نے خود ہی حکومت سے درخواست کی تھی کہ یہاں کے معاملات میں پولیس دخل اندازی نہ کرے---- اس طرح وہ اپنے معاملات خود ہی نمٹا لیتے ہیں----"

"اوہ----" میں نے حیرت سے ہونٹ سکوڑ لیے۔ بہرحال چند منٹ کے بعد میں نے کہا "تھامپسن کے مرنے والے ساتھیوں کے بارے میں کیا رائے ہے----؟"

"انہیں کسی گڑھے میں پھکوا دیا جائے گا چیف---- میں نے اپنے آدمیوں سے کہہ دیا تھا کہ انہیں بھی ایک جگہ جمع کر دیں----!" کیگرو نے لاپرواہی سے کہا---- اور اس بے فکرے انسان کے لہجے پر میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ آ گئی۔

"میرا خیال ہے انہیں بھی دفن کر دو کیگرو---- بہرحال وہ مر چکے ہیں"۔

"تمہارا خیال ہے تو ٹھیک ہے چیف---- ایسا ہی کر دیا جائے گا"

"شکریہ کیگرو----!" میں نے کہا---- اور پھر تھوڑی دیر تک ہم مزید اسی موضوع پر گفتگو کرتے رہے۔ پھر سردارے نے کہا:

"اب کیا حکم ہے استاد!"

"بس ٹھیک ہے---- کیگرو چند لوگوں کو ابھی کچھ دور تک کسی مناسب جگہ تعینات رکھے گا---- گو اس کی خاص ضرورت نہیں ہے لیکن پھر بھی----!"

"اگر تم نہ کہتے چیف---- تب بھی میں ایسا کرتا---- دراصل میں شیر سے خوفزدہ نہیں ہوتا---- لیکن لومڑی پھر لومڑی ہے---- خواہ زخمی ہی کیوں نہ ہو----"

"اور تم اب لومڑیوں سے بھی مقابلہ کرنے لگے ہو----" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"کرنا ہی پڑتا ہے چیف---- اس لیے کہ لومڑی بھی ناخن والی ہے----" کیگرو نے بھی ہنستے ہوئے جواب دیا---- اور پھر بولا "مجھے اجازت چیف----؟"

"او کے کیگرو----" اور کیگرو چلا گیا۔

"آج کی رات استاد----" سردارے نے ایک آنکھ دبا کر مسکراتے ہوئے کہا۔

"یادگار----" میں نے بھی اسی انداز میں جواب دیا۔

"استاد زندہ باد---- تو جاؤں----؟"

"کہاں جاؤ گے----؟"

"کیا بات کرتے ہو استاد---- آج تو درجنوں لڑکیوں نے تمہارے سردارے کے

بوسے لیے ہیں----- ہر ایک کی آنکھ میں دعوت تھی۔ مگر نہ جانے ان ڈاڑھی والے
کو بوسے لینے کی کیا ضرورت پڑتی ہے۔ محبت اور پیار کا اظہار دوسرے طریقوں سے بھی
سکتے ہیں----- سارے گال چھیل کر رکھ دیے-----"

"تب ٹھیک ہے----- لیکن کہیں مار کھائی----- تو میری استادی کام نہیں
گی"۔

"فکر نہ کرو استاد----- لڑکیوں کے معاملے میں مار کھانا----- میں دنیا کی
سے گھٹیا مار تصور کرتا ہوں----- ایسی لڑکی جس کی وجہ سے مار کھانی پڑے، مجھے بالکل
نہیں"۔

"بس بس----- دفع ہو جاؤ-----"

"ایک بار پھر استاد زندہ باد-----" سردارے نے کہا----- اور پھر وہ بھی
نکل گیا----- میں دل ہی دل میں مسکرا رہا تھا----- اور میرے ذہن میں ژولی
آئی-----!

پروقار----- حسین عورت----- میرے اوپر مٹنے والی----- لیکن-----
دیوانی عورت بے حد جذباتی ہے-----، کہیں دوسری جذباتی عورتوں کی مانند درد سر
کوشش نہ کرے-----!

ویسے ژولی کے بارے میں، میں نے ایک دوسرے انداز سے سوچنے کی کوشش بھی
تھی----- لیکن اس سے کسی سنجیدہ گفتگو کے بعد ہی فیصلہ کر سکتا تھا-----! بہرحال
نے ژولی سے آنے کا وعدہ کیا تھا، چنانچہ تیار ہو کر اس کے مکان کی طرف چل پڑا-----
راستے میں آوارہ گرد جشن منا رہے تھے۔ چاروں طرف رونق تھی-----!

مجھے اب یہاں کون نہ جانتا----- اور پھر ایک گٹار نواز کی حیثیت سے وہ ذاتی
پر مجھ سے دلچسپی رکھتے تھے----- بہت سوں سے بچا----- لیکن آوارہ گردوں کے
گروہ نے گھیر ہی لیا-----

"ہے سیرو----- ہے جیالے----- کیا آج اپنی فتح کا گیت نہیں سنائے گا تو
بھی ہے اور بہادر بھی اور سمجھ لے کہ یہ صفت ایک آدمی میں یکجا نہیں ہوتی"۔

"سیرو----- ایک بار پھر تڑپا دے----- اتنا تڑپا کہ نیند آ جائے، موت
جائے-----!" ایک خوبصورت سی لڑکی نے میری گردن میں بانہیں ڈالتے ہوئے
کہا----- اس کے منہ سے چرس کے بھبکے اڑ رہے تھے۔

"آج کی رات تمہاری ہے----- میرے لیے فتح کے گیت تم گاؤ دوستو۔
اجازت دو" میں نے کہا اور بمشکل تمام میں نے ان سے پیچھا چھڑایا اور ژولی کے مکان
پہنچا!

آج ژولی کے دروازے پر دستک دینے کی ضرورت نہیں پیش آئی۔ دروازہ کھلا ہوا
تھا۔ قدم اندر رکھا تھا کہ ژولی نظر آئی۔ سفید سلک کے لبادے میں لپٹی ہوئی، حسین زیورات
سے آراستہ----- بلاشبہ عجیب و غریب حسن کی مالک تھی وہ-----!

"میرے محبوب-----" ژولی آج بہت ہی خوش معلوم ہوتی تھی۔ اس نے دونوں
ہاتھ انتہائی حد تک کشادہ کر دیے----- اور نشے میں ڈوبی ہوئی نگاہوں سے مجھے دیکھنے
لگی-----!

تب میں نے اسے آغوش میں لے لیا----- اور اس نے ایک طویل پرجوش بوسے
سے میری پذیرائی کی----- اندر کا ماحول بھی بدلا ہوا تھا----- قدم قدم چراغاں تھا
گویا----- ژولی کی ساتھی لڑکیاں بھی خوب سجی بنی ہوئی تھیں----- میں کمرے میں
داخل ہو گیا----- ژولی نے بیٹھنے کے لیے خاص انتظام کیا تھا-----!

ہمارے بیٹھنے کے بعد ہلکے سروں میں ساز بجنے لگے! ژولی کی دو ساتھی لڑکیاں ساز بجانا
جانتی تھیں اور خوب بجا رہی تھیں۔ تب ژولی نے میرے لیے جام بھرا اور بڑی ادا سے مجھے
پیش کیا۔

"شکریہ ژولی----- تم نے تو آج سماں ہی بدل دیا ہے-----"

"آج بھی نہ بدلتی سیرو-----" ژولی نے عجیب سے انداز میں کہا۔

"آج کیا خاص بات ہے-----؟"

"کیا میری یہ مسرت کاروباری ہے سیرو-----؟" اس نے پوچھا۔

"میں نے تمہارے آج تک کے رویے میں کبھی کاروبار نہیں محسوس کیا-----"
میں نے کہا۔

"یہ انداز سب کے لیے نہیں ہو سکتا سیرو-----" ژولی نے آہستہ سے کہا۔

"میں بھی یہ جانتا ہوں ژولی----- لیکن آج تم نے میرے لیے بہت بڑا خطرہ مول
لیا ہے----- ہمیں تمہارے بارے میں معلوم بھی نہیں تھا----- ورنہ ہم تمہاری حفاظت
کا بندوبست کرتے"۔

"میں تمہاری حفاظت کرنے گئی تھی سیرو-----" ژولی نے پیار بھری نگاہوں سے
مجھے دیکھتے ہوئے کہا۔

"شکریہ ژولی----- درحقیقت تمہارا شکریہ-----"

"نہیں سیرو----- تمہیں شکریہ ادا کرنے کی ضرورت نہیں۔ یہ سب کچھ تو میں
نے اپنے لیے کیا تھا"۔

"اپنے لیے-----؟" میں نے سوالیہ انداز میں اسے دیکھا۔

"ہاں----- صرف اپنے لیے-----" وہ آہستہ سے بولی۔ اور میں خاموش

ہو گیا---- ژولی چند ساعت مجھے دیکھتی رہی، پھر بولی "لیکن افسوس وہ نہ ہو سکا جو میں چاہتی تھی"۔

"کیا----؟" میں چونک کر بولا---- اور ژولی مسکرانے لگی۔

"تھامپسن زخمی ہو گیا ہے سیسرو----"

"ہاں---- ویسے وہ بے حد پھرتیلا ہے---- ہم نے اسے بھاگتے ہوئے قتل کرنے کی کوشش کی تھی---- لیکن پھر بھی وہ نکل گیا"۔

"لیکن مجھے یقین ہے کہ اب وہ زندگی بھر کے لیے لنگڑا ہو گیا---- میں نے اس کے دل کے مقام پر گولی مارنے کی کوشش کی تھی---- لیکن میں اچھی نشانہ باز نہیں ہوں"۔

"اوہ---- تو---- تو تھامپسن کو تم نے زخمی کیا ہے ژولی----" میں اچھل پڑا۔

"تمہارے اوپر احسان لادنے کے لیے نہیں کہہ رہی---- میں خود بھی اس سے نفرت کرتی ہوں---- میری دلی خواہش تھی کہ وہ میرے ہی ہاتھوں مارا جائے" ژولی نے کہا۔

"حیرت انگیز---- لیکن ژولی---- تم اس سے اس قدر نفرت کیوں کرتی تھیں----؟"

"اپنا ماضی، اپنے حالات تمہیں بتا چکی ہوں سیسرو---- میں نے کسی اور سے انتقام کے لیے پیشہ اختیار کیا تھا---- لیکن اپنے آپ کو ختم نہیں کر لیا تھا۔ تھامپسن جابر تھا۔ اس نے میری شخصیت ختم کر دی تھی---- اور میں کسی جابر کے سامنے بے بس تو ہو سکتی ہوں---- اپنی خودی کو قتل نہیں کر سکتی---- اگر تھامپسن تمہارے ہاتھوں زک نہ اٹھاتا---- تو کسی بھی رات---- جب وہ میری آغوش میں مدہوش ہوتا، میں اسے قتل کر دیتی"۔

"اوہ----" میں نے ایک طویل سانس لی۔ یہ پراسرار عورت۔ درحقیقت انوکھی ہے۔

"خیر چھوڑو ان باتوں کو۔ تم نے پی گوڈے کو تھامپسن سے نجات دلا دی ہے---- یہ لوگ تمہارے شکر گزار ہیں---- آؤ---- آرام کریں----" اس نے ایک حسین انگڑائی لی۔ اور میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

تھوڑی دیر کے بعد وہ میری آغوش میں تھی اور اپنے حسین جسم کی ساری رعنائیوں سے مجھے خراج تحسین ادا کر رہی تھی۔ تب میں نے اس سے اپنے ذہن کی بات چھیڑ دی----!

"میں تم سے ایک خاص بات کرنا چاہتا تھا ژولی----"

"کہو ڈارلنگ----" ژولی نے مخمور لہجے میں کہا۔

"میں ایک آوارہ گرد ہوں ژولی---- تمہارے علم میں ہے----" اس نے میری بات کا کوئی جواب نہ دیا۔ اور خاموشی سے سوالیہ نگاہوں سے مجھے دیکھتی رہی۔

"اس کے ساتھ ہی منشیات کے اسمگلروں کے ایک بہت بڑے گروہ سے منسلک بھی ہوں" میں نے چند ساعت کی خاموشی کے بعد کہا۔

"میں اندازہ لگا چکی ہوں"۔

"تھامپسن کمینہ انسان تھا---- وہ منشیات بھی فروخت کرتا تھا اور انسانوں کے ساتھ غیر انسانی سلوک بھی کرتا تھا---- بہرحال میں یہ نہیں کہوں گا کہ اسے ہزیمت دینے میں کوئی انسانی جذبہ ہمدردی زیادہ حاوی تھا۔ لیکن اس بات سے انکار نہیں کروں گا کہ اسے زک پہنچانے اور اس کے ساتھ یہ سلوک کرنے میں یہ جذبہ بھی کارفرما تھا----"

"بھی سے تمہاری کیا مراد ہے سیسرو----؟"

"دوسرے خیال کے بارے میں تمہیں معلوم ہو چکا ہوگا"۔

"میں نہیں سمجھی سیسرو----" ژولی نے غور کرتے ہوئے کہا۔

"پی گوڈے منشیات کی کھپت کے لیے عمدہ جگہ ہے----"

"اوہ---- ہاں میں سمجھ گئی----"

"اور تم نے سن بھی لیا ہوگا---- آئندہ سب اڈے سیسرو کا مال استعمال کریں گے"

"ہاں---- میں سن چکی ہوں"۔

"تمہیں اس پر اعتراض تو نہیں ہے ژولی----"

"مجھے---- اعتراض----؟" اس نے عجیب سے انداز میں دیکھا۔

"ہاں----!"

"میں سمجھی نہیں سیسرو----"

"دراصل ژولی---- میں طویل عرصے تک یہاں نہ ٹھہر سکوں گا۔ میری دوسری منزل سوئزرلینڈ ہے---- پھر جرمنی---- ڈنمارک اور سویڈن وغیرہ اور پھر نہ جانے کہاں کہاں---- میں چاہتا ہوں پی گوڈے میں سیسرو کے کاروبار کی نگرانی تم کرو----!"

"میں----؟" وہ اچھل پڑی۔

"ہاں---- ژولی---- تم یہاں کی انچارج بن جاؤ----"

اور ژولی حیران نگاہوں سے میری شکل تکتی رہی---- پھر اس کے چہرے پر

اداسیاں امنڈ آئیں۔۔۔۔۔ اس کی آنکھیں جھک گئیں۔۔۔۔۔ نہ جانے کیوں وہ بے
اداس ہو گئی تھی۔

"بوجھ۔۔۔۔۔" اس نے کہا۔ "انسان بڑی کمزور شئے ہے سیسرو۔ وہ خود اپنا بو
نہیں اٹھا سکتا۔۔۔۔۔ دوسروں کی وہ کیا مدد کر سکتا ہے۔۔۔۔۔ میری زندگی' میرے حالا
تمہارے علم میں ہیں سیسرو۔۔۔۔۔ کیا تم مجھے اس بوجھ کے قابل سمجھتے ہو۔ میں تو خود ایک
ناکارہ ہستی ہوں۔۔۔۔۔ اپنا بوجھ تمہارے کاندھوں پر ڈالنے کے بارے میں سوچ رہ
تھی۔۔۔۔۔ لیکن احمق ہوں۔۔۔۔۔ انسان تو بڑی کمزور مخلوق ہے۔ تم یا اور کوئی کسی کا بو
کیسے برداشت کر سکتے ہو۔۔۔۔۔ تم آزاد فضاؤں میں سانس لینے والے پرندے ہو۔۔۔۔۔
حماقت میری ہی ہے۔ میں نے نئے خواب تم سے منسلک کر لیے تھے۔۔۔۔۔
سیسرو۔۔۔۔۔ زندگی گزارنے کی ایک آرزو کبھی کبھی کسی ننھی سی کرن کی مانند میرے ذہ
میں بھی جگمگاتی ہے اور میں خواب دیکھنے لگتی ہوں۔ لیکن خوابوں کی تعبیر تو الٹی ہوتی ہے۔
حماقت میری ہی ہے۔ میں نے اپنی زندگی کے مشن کو پس پشت ڈال کر تمہارا خواب دیکھ
تھا۔۔۔۔۔ دراصل اس آرزو' اس خواب کی شبیہ تم نے اس قدر ملتی جلتی ہے کہ میں بھٹک
رہی تھی۔۔۔۔۔ لیکن بھٹکنا اچھی بات تو نہیں ہوتی۔۔۔۔۔ بھٹکنے والے کو ٹھوکروں کے علاو
اور کیا ملتا ہے سیسرو۔۔۔۔۔! میں غلط تو نہیں کہہ رہی۔۔۔۔۔ بھٹکنے والے ہمیشہ ٹھوکریں
کھاتے ہیں نا؟" اس نے سوال کیا۔

میں خاموشی سے اسے دیکھ رہا تھا۔ میرے سینے کا باغی نواز سر اٹھا رہا تھا۔ وہ نواز
اپنے غم کو دنیا کا سب سے قوی غم سمجھتا تھا۔۔۔۔۔ جسے جنازوں سے نفرت تھی' جسے دنیا سے
نفرت کرنے والے' جسے خود سے باغی لوگ پسند تھے۔۔۔۔۔ وہ جو اپنے وجود کو مسلط کرنے
لگیں۔۔۔۔۔ وہ جو اپنے غم میں دوسروں کو شریک کرنے کی کوشش کریں' اسے ذرا بھی پسند
نہیں تھے۔

اور ڈولی بھی اس وقت ان درجنوں لڑکیوں میں سے ایک بن رہی تھی' جو اس کی
زندگی میں دھواں لے کر داخل ہونے کی کوشش کر چکی تھیں اور اسے اس دھوئیں سے گھٹن
ہوتی تھی۔۔۔۔۔ وہ اس دھوئیں سے نفرت کرتا تھا اور ایسی لڑکیوں کو اس کی نفرت کے سوا
اور کچھ نہیں ملا تھا۔۔۔۔۔!

ڈولی میری شکل دیکھ رہی تھی۔ اس کی آنکھوں میں آنسو تھے۔

"بولو سیسرو۔۔۔۔۔ کیا ایسے لوگ ٹھوکر نہیں کھاتے۔۔۔۔۔؟" اس نے پھر سوال
کیا۔

"کیا وہ ٹھوکریں کھانے کے قابل نہیں ہوتے۔۔۔۔۔؟" میری آواز ہی بدل گئی
تھی۔

ڈولی چونک پڑی۔۔۔۔۔ اس نے میرے بدلے ہوئے چہرے کو دیکھا۔۔۔۔۔ اور
حیران رہ گئی۔

"سیسرو۔۔۔۔۔"

"ہاں۔۔۔۔۔ ٹھیک کہہ رہا ہوں ڈولی۔۔۔۔۔ تم نے خوبصورت تصویریں دیکھی
ہیں۔ بڑے بڑے بدشکل مصور ان حسین تخلیقات کو جنم دیتے ہیں۔۔۔۔۔ لیکن تصویریں بے
جان ہوتی ہیں۔۔۔۔۔ وہ انہیں زندگی نہیں دے سکتے۔۔۔۔۔!"

"میں نہیں سمجھی سیسرو"

"میں بھی ایک بدشکل مصور ہوں۔۔۔۔۔ حسین تصویریں تخلیق کر سکتا
ہوں۔۔۔۔۔ خود میرا حسن مفقود ہے۔۔۔۔۔ میں خود کو کسی حسین تصویر میں نہیں ڈھال
سکتا۔ میں ایک سایہ ہوں ڈولی' ایک بے جان کردار ہوں۔۔۔۔۔ ایک بغیر پتوں کا درخت
ہوں' میرے سینے میں مت جھانکو۔۔۔۔۔ سوکھی ہوئی لکڑیاں صرف جلتی ہیں۔۔۔۔۔ پھول
نہیں اگلتیں"۔

"سیسرو۔۔۔۔۔ یہ۔۔۔۔۔ تم۔۔۔۔۔ تم بول رہے ہو۔۔۔۔۔؟" وہ حیرت سے
بولی۔

"ہاں۔۔۔۔۔ یہ میری آواز ہے ڈولی۔۔۔۔۔ میں صرف ایک بدشکل مصور ہوں'
جو حسین تصویریں تخلیق کرتا ہے۔۔۔۔۔ لیکن اپنی بدنمائی دور نہیں کر سکتا۔۔۔۔۔!"

"یہ آواز کہاں سے آ رہی ہے سیسرو۔۔۔۔۔ یہ آواز کہاں سے آ رہی ہے؟"

"اس کھوکھلی آواز کو محسوس کرو۔۔۔۔۔ بغیر پتوں کے درخت کا خول بجنے کی آواز
ہے۔ پاگل پن کو ذہن سے نکال دو۔ فریب اپناؤ۔ دنیا فریب پسند ہے۔۔۔۔۔ اسے حقیقت دو
گی تو یہ تم سے نفرت کرے گی۔۔۔۔۔"

"سیسرو۔۔۔۔۔!" ڈولی سچ مچ اپنا غم بھول گئی گئی" سیسرو تمہیں کیا غم
ہے۔۔۔۔۔؟"

"مجھے کوئی غم نہیں ہے ڈولی۔۔۔۔۔ یا یوں سمجھو۔۔۔۔۔ مجھے یہ غم ہے۔۔۔۔۔
کہ مجھے کوئی غم کیوں نہیں ہے۔۔۔۔۔"

"میں نے غور نہیں کیا تھا سیسرو۔۔۔۔۔ میں نے غور نہیں کیا تھا۔ تمہاری شخصیت
ں مجھے ہمیشہ کچھ عجیب باتیں نظر آئی تھیں۔ نہ جانے کیوں۔۔۔۔۔ میں نے ان کے بارے
ں اس انداز سے کیوں نہیں سوچا۔۔۔۔۔ ہاں۔۔۔۔۔ شاید میں نے ہی حماقت کی
ی۔۔۔۔۔! لیکن سیسرو۔۔۔۔۔ میری روح۔۔۔۔۔ اگر میرے الفاظ سے تمہیں گھٹن ہوئی
ہے تو میں معذرت خواہ ہوں"۔

"تب میری بات کا کیا جواب ہاں ہے۔۔۔۔۔؟"

"کیا تم اپنے فیصلوں پر ہاں سننے کے عادی ہو۔۔۔۔؟" ژولی نے سوال کیا۔

"نہیں۔۔۔۔ دوسروں کی شخصیت تسلیم کرتا ہوں۔۔۔۔"

"تب سنو سیسرو۔۔۔۔ میری زندگی کا بھی ایک مقصد ہے۔ میں نے کچھ لوگوں
انتقام کی ٹھانی ہے۔۔۔۔ اور جب۔۔۔۔ گندے سڑے ہوئے غلیظ اجسام میرے حر
پامال کرتے ہیں۔۔۔۔ میرے بدن کو روندتے ہیں تو میں اس سرخ خون میں ایک انقلاب
ہوں۔۔۔۔ جسے اپنی سرخی پر ناز ہے۔۔۔۔ میں اس خاندان کی چیخیں، کراہیں سنتی ہو
جو بے حد باعزت ہے۔۔۔۔ اور یہ میرا دلچسپ مشغلہ ہے۔۔۔۔ میں اسے ترک نہیں
سکتی۔۔۔۔ اگر میں نے تمہاری پیشکش قبول کرلی، تو لوگ مجھے ناقابل حصول سمجھ بیٹ
گے۔۔۔۔ میرے ذرائع آمدنی بدل جائیں گے۔۔۔۔ چنانچہ میں تمہارے پیش کیے ہو
اس عہدے کو قبول نہیں کرسکتی"۔

"تمہیں اختیار ہے" میں نے فراخدلی سے کہا۔

"اس کے علاوہ بھی کچھ کہنا چاہتی ہوں سیسرو۔۔۔۔"

"ضرور۔۔۔۔" میں نے خلوص سے مسکراتے ہوئے کہا۔

"تم سے محبت کرتی ہوں"۔

"مجھے اعتراف ہے۔۔۔۔ مجھے فخر ہے" میں نے جواب دیا۔

"چنانچہ مجھے اجازت دو۔۔۔۔ جس طرح شرابی شراب کی طلب میں' ے خا
رخ کرتا ہے' اسی طرح میری طلب اگر کبھی مجھے تم تک لے آئے تو ناراض نہ ہوگے؟"

بڑا حسرت بھرا' بڑا دردناک سوال تھا لیکن دل کی گہرائیوں کو چھونے والے ا
سے تھے۔ پھر ان کے ساتھ ناانصافی کیوں ہوئی۔۔۔۔؟ چنانچہ میں نے دل کی دھڑکنوں
کہانی تراشنے سے روک دیا۔

"ایک دوست کی حیثیت سے کچھ مشورے دے سکتا ہوں۔۔۔۔ ژولی؟"

"ضرور دو۔۔۔۔"

"میری پیشکش خلوص پر مبنی ہے۔۔۔۔ میں تمہاری شخصیت پر یہ داغ نہیں
سکتا۔۔۔۔ انتقام کے دوسرے طریقے بھی ہو سکتے ہیں۔۔۔۔ تم جسم فروشی کی بجائے
اختیار کرلو۔۔۔۔"

"جواب دینے کی اجازت ہے۔۔۔۔؟" ژولی نے کسی قدر تیکھے انداز میں پو

"ہاں۔۔۔۔ ہاں۔۔۔۔ کیوں نہیں۔۔۔۔"

"کسی فرم میں ملازمت کر کے پیٹ بھرنے کی ہمت رکھتی ہوں۔۔۔۔ دل
ہوس نہیں ہے۔۔۔۔ یہ پیشہ تو دل کی پیاس بجھاتا ہے۔۔۔۔ اسے کیسے چھو
ہوں۔۔۔۔ اسمگلر کی حیثیت سے دولت مند تو ہو سکتی ہوں۔۔۔۔ لیکن زندگی گزار

لیے کون سا خیال لاؤں گی"۔

"بڑی بھیانک باتیں تھیں۔۔۔۔ ذہن جھنجھنا کر رہ جاتا تھا۔۔۔۔ ژولی کا درد مجھے
اپنے درد سے زیادہ محسوس ہونے لگا تھا۔۔۔۔ لیکن اس کے باوجود ایک ٹوٹی ہوئی زندگی
اسے کیا سہارا دے سکتی تھی۔۔۔۔ میں کسی طور خود کو اس قابل نہیں پاتا تھا"۔

"میرے سوال کا جواب نہیں دیا؟"

"بڑا عجیب سوال ہے ژولی۔۔۔۔ تم مجھے کہاں تلاش کروگی۔۔۔۔؟"

"اسے میری طلب کی صداقت پر چھوڑ دو۔۔۔۔"

"میں تمہارا استقبال کروں گا۔۔۔۔" میں نے جواب دیا۔۔۔۔ اور ژولی کا چہرہ
کھل اٹھا۔

"بس مجھے اس کے علاوہ کچھ نہیں چاہیے میرے محبوب۔۔۔۔" وہ محبت سے مجھ
سے لپٹ گئی۔۔۔۔ اور میں نے بھی نہ جانے کس جذبے کے تحت اسے سینے سے لگالیا!

دوسرا دن بھی پرسکون تھا۔۔۔۔ کوئی خاص بات نہ ہوئی۔۔۔۔ اس رات نو بجے
میں نے ٹرانسمیٹر پر سیکاریقا سے رابطہ قائم کیا۔۔۔۔ دوسری طرف سے سیکا کی آواز فوراً
سنائی دی تھی۔

"ہیلو۔۔۔۔ نواز۔۔۔۔!"

"ہاں۔۔۔۔ نواز ہی بول رہا ہے"۔

"بڑے بے وفا ہو نواز۔۔۔۔ بڑے کنجوس ہو۔۔۔۔ آواز سنانے میں بھی بخل
سے کام لیتے ہو۔۔۔۔" سیکا نے شکایتی لہجے میں کہا۔

"اوہ۔۔۔۔ نہیں سیکا۔۔۔۔ میری مصروفیات۔۔۔۔"

"چند لمحات بھی اسے نہیں مل سکتے، جس کی زندگی کا رخ ہی تم نے بدل دیا ہے"۔

"بدلی ہوئی زندگی کیسی ہے سیکا۔۔۔۔؟"

"تمہاری منتخب کردہ ہے۔۔۔۔ اس لیے دل و جان سے عزیز۔۔۔۔ باعث سکون
روح۔۔۔۔!" سیکا رومانی لہجے میں بولی۔

"شکر ہے مجھے مایوسی نہیں ہوئی۔۔۔۔"

"کبھی نہیں ہوگی نواز۔۔۔۔"

"اور کیسی گزر رہی ہے سیکا۔۔۔۔؟"

"تمہارے بغیر پھیکی۔۔۔۔ تم کیا کر رہے ہو۔۔۔۔؟"

"تھوڑی بہت اطلاع تو تمہیں ملی تھی۔۔۔۔"

"ہاں۔۔۔۔ تم نے خوب جگہ تلاش کی۔۔۔۔ پی گوڈے کے بارے میں مختصر
معلومات تو حاصل ہوئی تھیں۔۔۔۔ لیکن پورے طور پر نہیں۔۔۔۔ بہرحال تم نے ایک

شاندار کارنامہ انجام دیا ہے۔۔۔۔۔ ہاں کیگرو کے بارے میں کیا خیال ہے؟"

"نہایت کام کا آدمی ہے۔۔۔۔۔"

"خطرناک ترین ہے۔۔۔۔۔ لیکن کسی کتے کی طرح وفادار۔۔۔۔۔ تم اس پر بھروسہ کرسکتے ہو۔۔۔۔۔!"

"کر لیا ہے۔۔۔۔۔!"

"تھامپسن کی کیا پوزیشن ہے۔۔۔۔۔؟"

"اسی میں مصروف تھا۔۔۔۔۔"

"مڈبھیڑ تو نہیں ہوئی۔۔۔۔۔؟"

"ہوگئی۔۔۔۔۔!"

"ارے۔۔۔۔۔ کب۔۔۔۔۔ مجھے اطلاع بھی نہیں دی۔۔۔۔۔ کیا ہوا جلد بتاؤ۔۔۔۔۔" سیکا کی آواز میں بے چینی تھی۔

"تمہارے خیال میں کیا ہو سکتا تھا۔۔۔۔۔؟"

"نواز۔۔۔۔۔ پلیز۔۔۔۔۔"

"نہیں۔۔۔۔۔ تمہارا کیا خیال ہے۔۔۔۔۔؟"

"سوبیتا کو تباہ کرنے والا دماغ۔۔۔۔۔ تھامپسن کے معاملے میں ناکام نہیں ہو سکتا"۔

"تمہارا اعتماد بحال ہے"۔

"یعنی۔۔۔۔۔!" سیکا کا سانس پھول گیا تھا۔

"تھامپسن بے شمار لاشیں چھوڑ گیا۔۔۔۔۔ وہ خود بھی سخت زخمی ہوگیا ہے لیکن نکل بھاگنے میں کامیاب ہوگیا"۔

"اوہ۔۔۔۔۔ اوہ۔۔۔۔۔ تو۔۔۔۔۔ تو تم تھامپسن کو شکست دینے میں کامیاب ہوگئے؟" سیکا مسرت سے بولی۔

"ہاں۔۔۔۔۔ میرا دعویٰ ہے کہ اب تھامپسن ادھر کا رخ نہیں کرے گا۔۔۔۔۔" میں نے کہا۔

"تمہارے سامنے کون ٹک سکتا ہے نواز۔۔۔۔۔" سیکا کے لہجے میں فخر تھا۔

"سوبیتا کے ختم ہونے سے پہلے سپلائی پر کوئی اثر پڑا سیکا۔۔۔۔۔"

"ارے نواز۔۔۔۔۔ ہم ہی ہم ہیں۔۔۔۔۔ یقین کرو سپلائی تین گنا بڑھ گئی ہے"

"مال کی کیا پوزیشن ہے۔۔۔۔۔؟"

"میں نے چاروں طرف آرڈر دیے تھے۔ کافی مال آ چکا ہے"۔

"ورائٹی میں۔۔۔۔۔؟"

"بے شمار۔۔۔۔۔!"

"تب سیکا۔۔۔۔۔ پی گوڈے کے لیے ضرورت ہے۔۔۔۔۔ اعلیٰ قسم کا مال لے کر یہاں پہنچ جاؤ"۔

"اوہ۔۔۔۔۔ کتنی مقدار میں۔۔۔۔۔؟"

"زیادہ سے زیادہ۔۔۔۔۔ لیکن ہوشیاری سے"۔

"تم فکر مت کرو ڈارلنگ۔۔۔۔۔ یہ میرا کام ہے" سیکا نے کہا۔

"کب تک پہنچ رہی ہو۔۔۔۔۔؟"

"کل شام تک۔۔۔۔۔"

"اوکے۔۔۔۔۔ اور کچھ۔۔۔۔۔؟"

"نہیں۔۔۔۔۔ بس۔۔۔۔۔"۔

"غلام سیٹھ کی طرف سے کوئی اطلاع نہیں ہے۔۔۔۔۔؟"

"دورے پر ہے"۔

"اوکے سیکا۔۔۔۔۔ کل انتظار کروں گا۔۔۔۔۔" میں نے کہا۔

"اوکے۔۔۔۔۔" سیکا نے کہا اور میں نے ٹرانسمیٹر بند کر دیا۔ ٹرانسمیٹر بند کرنے کے بعد میں نے ایک گہری سانس لی اور آنکھیں بند کر کے سوئزر لینڈ کے بارے میں سوچنے لگا۔۔۔۔۔ حسین ملک۔۔۔۔۔ نہ جانے کون کون سے ہنگامے وہاں میرا انتظار کر رہے ہیں۔۔۔۔۔ اگر درمیان میں جھیل گوری نہ روک لیتی تو میں اب تک سوئزر لینڈ میں ہوتا۔

پی گوڈے میں، میں ڈولی ژاں تک محدود ہوگیا تھا۔ حالانکہ میری سینکڑوں پرستار یہاں موجود تھیں لیکن دل بھی نہیں چاہتا تھا۔ ڈولی ژاں کو بھی کوفت میں مبتلا کرنا نہیں چاہتا تھا۔۔۔۔۔ سیکا سے گفتگو کرنے کے بعد اب مجھے کوئی کام نہیں تھا۔۔۔۔۔ نہ جانے کیوں دل ڈولی ژاں کے پاس جانے کو نہیں چاہ رہا تھا!"۔

ابھی بیٹھا سوچ ہی رہا تھا کہ سردارے آگیا۔۔۔۔۔ اس وقت سردارے کی آمد سے ایک عجیب سی خوشی ہوئی تھی۔ "آؤ سردارے۔۔۔۔۔ کہاں سے آ رہے ہو۔۔۔۔۔؟"

"آوارہ گردی کر کے۔۔۔۔۔ اور کہاں سے" سردارے نے جواب دیا۔

"تم نے اپنی کسی محبوبہ سے نہیں ملایا۔۔۔۔۔" میں نے کہا۔

"آؤ۔۔۔۔۔ ابھی چلو۔۔۔۔۔" سردار نے کہا اور نہ جانے میرے دل میں کیا سمائی کہ میں اٹھ گیا۔۔۔۔۔ ہم دونوں باہر نکل آئے۔ پی گوڈے جگمگا رہا تھا۔ یہاں کی رونق کچھ اور بڑھ گئی تھی۔۔۔۔۔ آوارہ گردوں کے غول کے غول گانے بجانے میں مصروف تھے۔ قہوہ خانوں کے پروگرام الگ تھے۔ غرض ہر جگہ رونق تھی۔۔۔۔۔ آوارہ گردوں کے خیمے بھی زیادہ تھے۔۔۔۔۔!

میں سردارے کے ساتھ آگے بڑھتا رہا۔۔۔۔ اور ہم کافی دور نکل آئے۔

"چل کہاں رہے ہو۔۔۔۔؟" میں نے تھوڑی دیر کے بعد پوچھا۔

"روپیسا کے پاس" سردارے نے جواب دیا۔

"یہ کون ہے۔۔۔۔؟"

"محبوبہ۔۔۔۔!"

"مگر کتنی دور ہے۔۔۔۔؟"

"بس وہ سامنے والے خیمے میں۔۔۔۔" سردارے نے جواب دیا۔ اور بالآخر ہم اس خیمے کے سامنے پہنچ گئے۔ "ہے روپیسا" سردارے نے آواز دی۔

"اوہ پینو ڈارلنگ۔۔۔۔ کم آن۔۔۔۔!" اندر سے ایک خوبصورت آواز سنائی دی۔ اور سردارے مجھے آنکھ مار کر مسکرانے لگا۔ میں نے بھی گردن دبا لی تھی۔ تب ہم دونوں خیمے میں داخل ہو گئے۔۔۔۔ میں نے روپیسا کو دیکھا۔ اور پھر حیرت سے سردارے کی طرف۔۔۔۔ روپیسا معمولی شکل و صورت کی لڑکی تھی۔ ایک کرسی پر بیٹھی اور بائیں سمت ایک بیساکھی رکھی ہوئی تھی۔۔۔۔ روپیسا کی ایک ٹانگ غائب تھی۔

"اوہ۔۔۔۔ اوہ۔۔۔۔ میرے خدا۔۔۔۔ مسٹر سیمرو آئے ہیں۔۔۔۔ میں۔۔۔۔ میں۔۔۔۔" اس نے بیساکھی سنبھال کر اٹھنے کی کوشش کی۔

"بیٹھی رہو۔۔۔۔ بیٹھی رہو۔۔۔۔ اور مسٹر سیمرو یہ روپیسا ہے۔ بہت پیاری، بہت ہی عظیم عورت۔۔۔۔!" سردارے نے کہا اور روپیسا جھینپتے ہوئے انداز میں ہنسنے لگی۔ پھر چونک کر بولی:

"میں آپ لوگوں کی کیا خاطر کروں۔۔۔۔؟"

"کسی چیز کی حاجت نہیں ہے۔ بس تم سے ملنے چلے آئے تھے" میں نے کہا۔ "ہم بے حد شکر گزار ہوں۔۔۔۔ مسٹر پینو بہت اچھے آدمی ہیں"۔

"اور روپیسا۔۔۔۔ یہ لڑکی ایسی خوبصورت باتیں کرتی ہے مسٹر سیمرو کہ بس بیٹھے رہو۔۔۔۔ اس کے پاس سے ہٹنے کو دل نہ چاہے"۔

"خوب۔۔۔۔!" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "لیکن مس روپیسا مجھے کیسے جانتی ہیں؟"

"آپ کے جشن فتح میں، میں بھی شریک تھی مسٹر سیمرو" روپیسا نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"اوہ۔۔۔۔ اچھا۔۔۔۔" میں نے مسکراتے ہوئے گردن ہلائی۔ لیکن اندر سردارے کے بچے پر مجھے غصہ آ رہا تھا۔ خواہ مخواہ یہاں لا کر پھنسا دیا۔

"یہ حسن کارڈ کہاں گیا روپی۔۔۔۔؟" سردارے نے پوچھا۔

"بس کہیں بیٹھا چرس پی رہا ہوگا"۔

"تمہیں کسی چیز کی ضرورت تو نہیں ہے۔۔۔۔؟"

"نہیں مسٹر پینو۔۔۔۔ بہت بہت شکریہ"۔

"تو ہمیں اجازت۔۔۔۔؟"

"افسوس۔۔۔۔ آپ کی خاطر مدارت بھی نہ کر سکی"۔

"بس بس۔۔۔۔ زیادہ تکلف سے کام نہ لیا کرو۔۔۔۔ اچھا۔۔۔۔ آرام کرو۔۔۔۔" اور ہم وہاں سے اٹھ گئے۔۔۔۔ پھر خاموشی سے خیمے سے کافی دور نکل آئے۔

"یہ کیا مذاق تھا۔۔۔۔؟" میں نے غصیلے انداز میں پوچھا۔

"کون سا استاد!"

"یہ تمہاری محبوبہ ہے۔۔۔۔؟"

"ہاں۔۔۔۔ اس کے علاوہ بھی بہت سی ہیں۔۔۔۔؟"

"سب ایسی ہی لنگڑی لولی ہیں۔۔۔۔؟"

"نہیں استاد۔۔۔۔ لنگڑی صرف یہ ایک ہی ہے"۔

"تجربات کر رہے ہو۔۔۔۔؟"

"یونہی سمجھ لیں۔۔۔۔ دراصل ہمارے جشن فتح میں خود بھی اتنی خوش تھی کہ بے ساختہ ناچنے لگی اور اس زور سے گری کہ بے ہوش ہو گئی۔۔۔۔ ہوش میں آئی تو مایوسیوں کی قبر نظر آ رہی تھی۔۔۔۔ اندر سے کریدا تو قبر ہی نکلی۔۔۔۔ دائمی لنگڑی نہیں ہے۔۔۔۔ ایک حادثے میں ٹانگ کٹ گئی۔۔۔۔"

"اوہ۔۔۔۔!" میں نے کسی قدر خجالت سے کہا۔

"میں اسے زندگی کا سبق دے رہا ہوں استاد۔۔۔۔ میرے اس کے درمیان پاکیزگی کا معاہدہ ہے"

"اچھی بات ہے سردارے"۔

"اب چاہو تو میں تمہیں کینا سے بھی ملا دوں۔۔۔۔؟"

"یہ کیا شے ہے۔۔۔۔؟"

"زندگی سے بھرپور۔۔۔۔ ایک آوارہ گرد لڑکی۔۔۔۔"۔

"چھوڑو یار۔۔۔۔ بس اب میں چلتا ہوں۔۔۔۔"

"اس آسمانی حور کے پاس۔۔۔۔؟"

"ہاں۔۔۔۔" میں نے جواب دیا۔

"تمہارا انتخاب تمہارا ہی ہے استاد۔۔۔۔! بہرحال فرق تو ہونا ہی چاہیے"

سردارے نے کہا اور میں ہنستا ہوا ڈولی کی طرف چل پڑا۔

دوسرے دن شام کو تقریباً چار بجے سیکا آ گئی۔ لطف کی بات یہ تھی کہ اس کے ساتھ لیزینا اور سونٹنا بھی تھیں---- میں اس وقت اپنے مکان ہی میں تھا کہ کیگرو کی آواز سنائی دی۔

"چیف---- چیف---- دروازہ کھولو---- مادام آ گئیں" اور میں نے دروازہ کھول دیا---- سیکا مسکراتی ہوئی اندر گھس آئی تھی۔ درحقیقت سیکا کے چہرے پر ہی تبدیلی ہو گئی تھی---- وہ پہلے کی نسبت بجھی بجھی نظر آتی تھی---- اندر آتے ہی وہ بے اختیار مجھ سے لپٹ گئی----!

"میں نے بھی اسے مایوس نہیں کیا تھا۔

"اوہ نواز---- چند روز ہوئے ہیں---- صرف چند روز---- لیکن ایسا لگ رہا ہے جیسے برسوں گزر گئے ہوں---- طویل عرصے کے بعد تم سے ملاقات ہوئی ہو----" سیکا نے میرے سینے سے منہ رگڑتے ہوئے کہا۔

"تمہارے اندر بھی کچھ تبدیلیاں نظر آ رہی ہیں سیکا----" میں نے اس کی کمر میں ہاتھ ڈال کر اس کے ہونٹوں کو چومتے ہوئے کہا۔

"مجھے تم سے دوبارہ ملنے کی امید نہیں تھی نواز----" سیکا نے جذباتی لہجے میں کہا۔ "یہ میرے دل کی آواز ہی تھی جو مجھے ایک بار پھر تمہارے پاس لے آئی"۔

"آؤ----" میں نے اس کی کمر میں ہاتھ ڈال کر آگے بڑھتے ہوئے کہا۔

"لیزینا اور سونٹنا بھی ساتھ ہیں" سیکا نے کہا۔

"ارے----" میں تعجب سے اچھل پڑا---- "تم تو واقعی بالکل تبدیل ہو گئیں---- سیکا---- بلاؤ انہیں---- کہاں ہیں وہ----!"

"باہر موجود ہیں----" سیکا نے جواب دیا---- اور میں سیکا کو بٹھا کر باہر نکل آیا۔ لیزینا اور سونٹنا کے ساتھ چند اور بھی لوگ تھے---- لیزینا دوڑ کر میرے پاس آ گئی---- سونٹنا نے بھی دو قدم بڑھائے اور پھر رک گئی---- ویسے اس کا حلیہ بھی بدل گیا تھا---- اس نے نہایت مناسب لباس پہنا ہوا تھا جو اس کے دبلے پتلے جسم کو خوبصورت بنا کر پیش کر رہا تھا---- بال بھی سیٹ کرائے گئے تھے اور چہرے پر عمدہ قسم کا میک اپ تھا۔

میں نے لیزینا کے رخسار پر بوسہ دیا اور پھر سونٹنا کی طرف دیکھ کر بولا "اوہ---- سونٹنا----! سویٹ ڈیر----!" میں نے دونوں ہاتھ پھیلا دیے۔

اور سونٹنا جھجکتی ہوئی میرے نزدیک آ گئی۔ میں نے اسے بازوؤں میں لے کر اس کے ہونٹوں پر ایک پرجوش بوسہ دیا---- اور سونٹنا جھینپی ہوئی نگاہوں سے ادھر ادھر

دیکھنے لگی! پھر لیزینا پر نگاہ پڑتے ہی شرما گئی۔

"کیسی لگ رہی ہے سونٹنا مسٹر نواز----؟" لیزینا نے کہا۔

"ارے تم لوگوں نے تو اسے بہت ہی سوئٹ کر دیا----"

"ہم نے نہیں نواز---- تم نے----"

"آؤ---- آؤ---- تم لوگ اندر آؤ---- اور سنو سردارے----" میں نے دور سے نظر آنے والے سردارے کو آواز دی۔

"یس باس----!" سردارے مسخرے انداز میں دوڑا آیا۔

"تم ان لوگوں کو آرام سے ٹھہراؤ---- انہیں تکلیف نہ ہونے پائے"۔

"یس باس----!" سردارے نے ایک آنکھ دبا کر کہا اور پھر میری طرف جھک کر کہا "اب تو تمہاری تین تین بیویاں آ گئیں باس---- اب کیا کرو گے؟"

"کیوں----؟" میں نے بھی مسکرا کر کہا۔

"جبکہ چوتھی بھی موجود ہے"۔

"شرع میں چار ہیں---- میں شرع سے باہر نہیں ہوا ہوں----" میں نے کہا۔

"تب ٹھیک ہے لیکن یہ شرع سے ناواقف ہیں---- اگر تمہارے حصے بخرے شروع کر دیے تو بڑی مصیبت میں پھنس جاؤ گے"۔

"فکر مت کر سردارے---- نپٹ لوں گا----" میں نے کہا اور سردارے گردن ہلاتا ہوا چلا گیا---- تب میں اندر واپس آ گیا۔ سیکا، لیزینا اور سونٹنا بیٹھی ہوئی تھیں۔

تینوں مجھے دیکھ کر مسکرانے لگیں---- لیکن سونٹنا نے لیزینا اور سیکا کی شکل دیکھی اور ایک دم سنجیدہ ہو گئی۔

"ہاں تو خواتین---- آپ لوگ ٹھیک ہیں----؟"

"بالکل نواز---- اب تم یہاں کے حالات سناؤ----"

"بس کوئی تبدیلی نہیں ہوئی ہے---- پی گوڈے مجھے بڑی عمدہ جگہ نظر آئی۔ چنانچہ میں نے یہاں قبضہ جمانا ضروری خیال کیا---- اب یہاں میرا تسلط ہے----!"

"بہت خوب---- اور پھر جہاں تم ہو نواز---- وہاں تمہارے علاوہ اور کس کا تسلط ہو سکتا ہے" سیکا ریفانے مسکراتے ہوئے کہا۔

"مال لائی ہو سیکا----"

"بھرپور----"

"کوئی دقت تو نہیں ہوئی----؟"

"وینس میرا ہے" سیکا نے فخر سے گردن اکڑاتے ہوئے کہا۔۔۔۔۔ اور مضحکہ خیز انداز میں گردن جھکاتے ہوئے بولی "نہیں نہیں۔۔۔۔ تمہارا بھی ہے" اور ہم سب ہنس پڑے!

"سپلائی آج ہی کر دی جائے گی۔ میں سب لوگوں سے تمہارا تعارف کرا دوں گا۔۔۔۔ مقامی طور پر کسی کو انچارج بھی بنانا پڑے گا۔ اس بارے میں تمہاری کیا رائے ہے۔۔۔۔؟"

"میرا خیال ہے لیزینا کو یہاں چھوڑ دیا جائے"۔

"اوہ۔۔۔۔ ٹھیک ہے۔۔۔۔ لیکن لیزینا تنہا پی گوڈے سنبھال سکے گی؟"

"کیگرو اس کا معاون ہوگا"۔

"کیگرو بہرحال ایک عمدہ انسان ہے۔ لیکن کیا اس سلسلے میں اس پر بھروسہ کیا جا سکتا ہے؟"

"وہ بہت عمدہ آدمی ہے۔ خاص طور سے اس شکل میں۔۔۔۔ وہ احکامات سے انحراف نہیں کرتا"۔

"ٹھیک ہے سیکا۔۔۔۔ تھامپسن بچ ضرور گیا ہے۔۔۔۔ لیکن کیگرو اس کا خطرناک مقابل ہوگا۔۔۔۔ اور میرے خیال سے اب وہ اس قابل بھی نہیں ہو سکتا کہ کیگرو کے مقابل آئے"

"اوہ۔۔۔۔ یہاں قدم جمانے کے بعد تھامپسن کے لیے بہت سے انتظامات کیے جا سکتے ہیں"۔

"تو پھر یوں سمجھو کہ یہاں کا چارج تمہارے حوالے۔۔۔۔"

"کیا مطلب۔۔۔۔؟"

"بس میں جلد از جلد یہاں سے آگے بڑھ جاؤں گا"۔

"ہوں۔۔۔۔!" سیکا نے ایک ٹھنڈی سانس لی۔ "کچھ روز تو رکو گے؟"

"ہاں۔۔۔۔ ابھی تو ہوں۔۔۔۔"

"یہ بتاؤ کہ تمہیں پی گوڈے کے بارے میں اطلاعات ملی تھیں۔۔۔۔ یا اتفاقاً ہی ادھر آ نکلے تھے۔۔۔۔؟"

"اتفاق ہی سمجھو سیکا!" میں نے کہا اور پھر اسے تھامپسن سے پہلی ملاقات کی کہانی سنائی۔

"بہرحال۔۔۔۔ حالات بھی تمہاری مدد کرتے ہیں" سیکا نے کہا۔

"یقیناً۔۔۔۔!" میں نے اعتراف کیا۔۔۔۔ اور پھر میں ان لوگوں کی خاطر مدارات کے انتظامات کرنے لگا۔۔۔۔! اس کے بعد سیکا مجھے مال دکھانے لے گئی۔ بہترین مال

لائی تھی وہ۔۔۔۔!

میں نے سردارے کے ذریعے قہوہ خانوں اور منشیات کے اڈوں پر اطلاع بھجوا دی۔۔۔۔ اور پھر یاسکل کے مکان سے ہی مال کی تقسیم ہوئی۔ میں نے اڈوں کے مالکان سے رقم ابھی نہیں طلب کی تھی۔۔۔۔ لیکن ان لوگوں نے مال کی نقد ادائیگی کی۔۔۔۔ جو کروڑوں پونڈ تھی۔۔۔۔ باشبہ غلام سیٹھ نے کسی ایک جگہ اتنی بڑی سپلائی نہیں کی تھی۔

سیکا ششدر رہ گئی تھی۔۔۔۔!

تب میں نے سیکا، لیزینا اور کیگرو کا تعارف کرایا۔۔۔۔ اور ان لوگوں سے کہا کہ آئندہ انہیں ان دونوں کے ذریعہ سپلائی ہوگی۔۔۔۔ وہ ان سے تعاون کریں۔

سب نے تعاون کا پورا پورا یقین دلایا تھا۔

رات کو ہم واپس آ گئے۔۔۔۔ میرے ذہن میں ژوبی ژاں کا خیال آیا تھا۔ لیکن اس وقت اس کے بارے میں نہیں سوچا جا سکتا تھا۔ سیکا موجود تھی اور اگر سیکا ژوبی ژاں کی دشمن ہو جاتی تو بے چاری ژوبی کو کافی پریشانی اٹھانی پڑتی۔

رات کے کھانے کے بعد سیکا، لیزینا۔۔۔۔ اور سوئنڈا میرے پاس آ بیٹھیں۔

"اس سوئنڈا کو تو تم نے بالکل ہی بدل دیا سیکا۔۔۔۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"اس میں تمہارا بڑا ہاتھ ہے نواز۔۔۔۔ تم نے اس لڑکی کے خیالات یکسر بدل دیئے"۔

"لیکن تعاون تمہارا بھی ہے"۔

"میرے بھی خیالات تو تم نے ہی بدلے ہیں۔ پوچھ لو ان دونوں سے" میں نے اس کے بعد ان سے کبھی سختی نہیں برتی۔۔۔۔ میں انہیں اپنا دوست سمجھتی ہوں"۔

"اس کا مطلب تھا کہ تمہاری فطرت میں کوئی خرابی نہیں تھی۔۔۔۔ غلط ماحول نے تمہارے اوپر خول چڑھا دیا تھا"۔

"جو کچھ بھی سمجھو۔۔۔۔" سیکا نے بال جھٹکتے ہوئے کہا۔

"اور پھر۔۔۔۔ رات کو ان لوگوں کا آپس ہی میں کوئی معاہدہ ہو گیا۔ کیونکہ لیزینا اور سوئنڈا سیر کرنے چل پڑی تھیں۔۔۔۔ صرف سیکا میرے پاس رہی، گویا یہ رات سیکا کی تھی۔۔۔۔ سیکا کی آنکھوں سے طلب جھانک رہی تھی لیکن میرے ذہن میں ایک خوبصورت الجھن تھی۔۔۔۔ اور وہ ژوبی ژاں تھی۔

میں اس کے بارے میں سوچ رہا تھا۔۔۔۔ لیکن اس رات میں نے کسی کو اس کے بارے میں کچھ نہیں بتایا۔۔۔۔ دوسرے دن بھی ژوبی نے مجھ سے ملاقات نہیں کی۔۔۔۔ سیکا کا ابھی یہاں رہنے کا پروگرام تھا۔۔۔۔ ویسے بھی میں چاہتا تھا کہ اب یہاں سے روانہ ہو

جاؤں' اور سیکا کی موجودگی میں ہی------!

اور یہ رات لیزینا کی تھی------ اس وقت سیکا اور سوئٹا میرے پاس موجود تھیں------ "خوب------ گویا تم لوگوں میں معاہدہ ہوگیا ہے" میں نے مسکراتے ہوئے لیزینا سے کہا۔

"ہاں نواز------" لیزینا نے میری آغوش میں مچلتے ہوئے کہا۔

"تو کل کی رات سوئٹا کی ہوگی------؟"

"یقیناً"

"گویا سیکا میں حیرت انگیز تبدیلی ہوئی ہے"۔

"اس کی شخصیت تو ایسی بدلی ہے نواز------ کہ حیرت ہوتی ہے" لیزینا نے کہا۔

"تم نے بھی مجھے یاد کیا لیزینا------؟" میں نے پوچھا اور لیزینا ایک دم سنجیدہ ہوگئی' اس کی آنکھوں کی کوریں بھیگ گئیں------ اور پھر اس نے گردن ہلاتے ہوئے میرے سینے میں منہ چھپالیا۔

"نہیں نواز------ نہیں------!" وہ سسکی سی لیتے ہوئے بولی۔

"یہ اچھی بات ہے لیزینا------ مجھے پسند ہے" میں نے اس کی ٹھوڑی اٹھاتے ہوئے کہا------ اس کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے۔

"ہم غلام ہیں نواز------ ہمارے جذبات بھی دوسروں کے رحم و کرم پر ہوتے ہیں------ ہم تو اپنی مرضی سے جی بھی نہیں سکتے------ ہم ہر حال میں خوش رہنے کے لیے پیدا ہوئے ہیں"

"ایسی باتیں مت سوچا کرو لیزینا------"

"ہماری سوچ ہماری اپنی نہیں ہے نواز------"

"تم جذباتی ہو رہی ہو------"

"نہیں------" اس نے ایک گہری سانس لی اور مسکرانے لگی------ بھیگی آنکھوں کی یہ مسکراہٹ جھوٹی تھی------ کیسی بے بسی کی تھی یہ مسکراہٹ------!

دل کے کسی حصے میں گڑبڑ ہونے لگی------ لیکن میں نے فوراً خود کو سخت کرلیا اور اسے پیار کرنے لگا۔ لیزینا بھی جذبات میں گم ہو کر اپنی محرومیاں بھول گئی------ لیکن ایک اور تھا------ جو محروم تھا------ ایک اور تھا جو بے چین تھا------ اونہہ------ کتنے تھے------ کیا تھے------ کسی کے بارے میں سوچنا فضول ہے۔ بکواس' ہاں------

دوسرے دن میں نے ژولی کے مکان پر اس سے ملاقات کی------!

اور اسے دیکھ کر میں حیران رہ گیا۔

ژولی ژاں اجڑ گئی تھی------ اس کے بال بکھرے ہوئے تھے۔ چہرہ شادابی سے

محروم تھا------ لیکن مجھے دیکھ کر خلوص سے مسکرائی تھی "ہیلو نواز" اس نے بھرپور آواز میں کہا۔

"ژولی------؟"

"کہاں غائب ہوگئی روز سے------؟"

"بس------ کچھ مصروف تھی نواز------" باظرف عورت نے مجھے شرمندہ نہ ہونے دیا------ لیکن اس کے ان الفاظ سے مجھے شرم محسوس ہوئی تھی------!

"دراصل ژولی------ وہ کچھ لوگ------!"

"مجھے علم ہے نواز------ کب تک قیام ہے ان کا------؟"

"تین چار دن رہیں گے------"

"ایک دن میری طرف سے بھی انہیں مدعو کر دو" اجازت دو تو میں خود آ جاؤں------؟"

"ضرور ژولی------ میں تمہیں ان سے ملاؤں گا------" میں نے شرمندہ سے انداز میں کہا------ اور ژولی تشکرانہ انداز میں مسکرانے لگی------

تھوڑی دیر تک اس کے پاس رہ کر میں واپس آگیا------ اور------ یہ رات سوئٹا کی تھی------!

☆ ☆ ☆

سوئٹا بدلی ہوئی لڑکی۔ اسے دیکھ کر مجھے حیرت ہوئی تھی۔ اب وہ احساس کمتری کا شکار نہیں تھی۔ میری خلوت میں وہ بڑے ناز سے آئی' اور مجھے دیکھ کر مسکرانے لگی۔ میں نے بھی اس کی پذیرائی ایسے ہی انداز میں کی کہ اسے کسی کمتری کا احساس نہ ہونے دیا۔ اس وقت کی سوئٹا اور اس وقت کی سوئٹا میں بہت فرق تھا۔

"ہیلو سوئٹی۔!" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"ہیلو" وہ شرمائے ہوئے انداز میں بولی۔

"تمہاری بدلی ہوئی شخصیت کس قدر حسین ہے سوئٹا۔!" میں نے اس کے بالوں کو چھیڑتے ہوئے کہا۔

"تمہیں پسند آئی مسٹر نواز۔؟" اس نے پوچھا۔

"میں تو حیران رہ گیا ہوں۔"

"غلط۔!"

"کیوں۔؟"

"مصور اپنی بنائی ہوئی تصویر کو دیکھ کر حیران نہیں ہوتا۔ وہ تو اسے بڑے اعتماد سے تخلیق کرتا ہے۔ سنگتراش اپنے تراشے ہوئے مجسمے پر حیرت نہیں کرتا۔ اس کے سارے نقوش

تو پہلے سے اس کے ذہن کے پردے پر منجمد ہوتے ہیں۔ اس وقت جب مجسمہ پتھر کا ایک ڈھیر ہوتا ہے۔ وہ اس کے اندر اپنا سمویا ہوا حسن دیکھ لیتا ہے۔"

"سوئنتا۔!" میں اس گفتگو پر حیران رہ گیا۔ اس احمق لڑکی کی کوئی بات عقل کی نہ ہوتی تھی۔ لیکن اب۔ اب تو یہ فلسفہ بھی بگھارنے لگی تھی۔

"میں تمہارا تراشا ہوا بت ہی تو ہوں نواز۔ میری شخصیت کے سارے رنگ تمہارے برش کے رہین منت ہیں۔ میں نے یہ رنگ ماند نہیں پڑنے دیئے۔ میں اپنے خالق۔ اپنے فنکار سے اتنی محبت کرتی ہوں کہ میں ان رنگوں کو زیادہ سے زیادہ چمکاتی رہی۔ تاکہ میرے فنکار کا نام مدھم نہ پڑنے پائے۔ بس میری یہی کاوش ہے۔"

"سوئنتا۔ تم نے تو مجھے حیران کر دیا۔ تمہاری گفتگو بیحد دلکش ہے سوئنتا۔"

"سب تیرا احسان ہے نواز۔ سب تیری بخشش ہے۔ تو نے میری سوئی ہوئی زندگی کو جنجھوڑ کر جگا دیا ہے۔!" اس نے میری گردن میں بانہیں ڈال دیں۔

"اب تو تمہارے بہت سے دوست ہوں گے سوئنتا۔ لڑکے اب تو تمہیں دیکھ کر مضحکہ خیز انداز میں نہیں مسکراتے۔"

"ان کی پرواہ مجھے اس وقت بھی نہیں تھی۔ میں تو صرف خود سے ڈرتی تھی۔ میں تو صرف خود سے خوفزدہ تھی۔ میں سوچتی تھی اتنی طویل زندگی بے اعتنائی کا شکار رہ کر کیسے کاٹوں گی۔"

"اب کیا کیفیت ہے۔؟"

"احساس محرومی مٹ گیا ہے۔ لیکن فنکار کی پجارن ہوں۔ اس کے علاوہ کسی کو اس قابل نہیں سمجھتی کہ وہ اس کی بنائی ہوئی تصویر کو چھوئے۔!"

"اوہ۔ تت۔ تو کیا۔؟"

"ہاں میرے محبوب۔ مٹی مٹی سی اس تصویر کے رنگ تو نے نکھارے ہیں' لوگ اسے دیکھ کر حسرت تو کر سکتے ہیں' پسند تو کر سکتے ہیں۔ لیکن میں ان رنگوں کی رہن ہوں۔ میں ان تک کسی کے میلے ہاتھ نہیں پہنچنے دوں گی۔ میری زندگی کی صرف ایک حسرت ہے۔ مجھے دیکھ کر نفرت سے آنکھیں نہ پھیر لی جائیں۔ مجھے بھی دیکھا جائے۔ مجھے بھی چاہا جائے اور یہ حسرت میری شخصیت کی قاتل بن گئی تھی۔ تم نے میری شخصیت کو زندگی دے دی نواز۔ اس کے بعد مجھے اور کسی چیز کی ضرورت ہی نہیں رہی۔"

"خوب۔ مجھے دلی مسرت ہوئی سوئنتا۔ تم میرے لیے بھی مجبور نہیں ہو سوئنتا۔ اگر پسند نہ کرو۔ تم ہم یہ رات دوستوں کی مانند بھی گزار سکتے ہیں۔" میں نے پورے خلوص سے کہا۔ اور سوئنتا میری طرف دیکھنے لگی۔ درحقیقت اس معصومانہ انداز میں بے حد پیاری لگ رہی تھی۔!

"مرنے کے بعد اسے دوسرا جنم دیا گیا۔ اس نے آنکھ کھولی تو وہ پہلے جنم کی ساری کہانیاں بھول چکی تھی۔ دنیا کا نیا رنگ بہت خوبصورت تھا۔ لیکن اس نے اسے پہلا ہی رنگ گردانا۔ اس نے یہ رنگ اپنا لیا۔ یہ رنگ پسند کر لیا۔ اس کے بعد کوئی دوسرا رنگ اس کی آنکھوں کو نہ بھایا۔ یہ پہلا رنگ ہی اس کا اپنا رنگ ہے۔ یہی رنگ اسے پسند ہے' وہ اسی میں خوش رہتی ہے۔ وہ اسی میں رنگے رہنا چاہتی ہے۔ زندگی میں ایک بار۔ یا جتنی بار۔!" سوئنتا نے بڑے خوبصورت انداز میں کہا۔ اور میں نے اسے بھینچ لیا۔

"واہ ری فلسفی لڑکی۔" میں نے اسے چومتے ہوئے کہا اور وہ مجھ سے لپٹ گئی۔ جیسے میرے بدن کا ایک جزو بن جانا چاہتی ہو۔ جیسے میری روح میں سما جانا چاہتی ہو۔!

اور دوسری صبح حسب معمول خوشگوار تھی۔ سوئنتا مجھ سے پہلے جاگ چکی تھی۔ وہ غسل وغیرہ کر کے تیار ہو گئی تھی۔ بہرحال یہ اس کی فرض شناسی تھی' اس نے میری پسند سے ناجائز فائدہ اٹھانے کی کوشش نہیں کی تھی وہ یقیناً پرستش کی قائل تھی۔ ناز دکھانا نہیں جانتی تھی۔

"سوئٹی۔" میں نے ایک انگڑائی لی۔

"اٹھئے مسٹر نواز۔ غسل کر لیں۔"

"آؤ۔!" میں نے دونوں بازو پھیلا دیئے' اور وہ میرے بازوؤں میں سما گئی۔ اسے چومتا رہا۔ اور وہ میرے سینے پر سر رکھے لیٹی رہی۔ اس کی آنکھیں بند تھیں۔ جیسے وہ ان لمحات کو بینائی بنا لینا چاہتی ہو۔ آنکھ کھلے تو ان کے علاوہ اسے کچھ نظر نہ آئے۔ وہ ساری زندگی ان لمحات سے لطف اندوز ہوتی رہے۔

لیکن میرے سوچنے کا یہ انداز درست نہیں ہے۔ مجھے اس کے بارے میں زیادہ نہیں سوچنا چاہیے۔ زیادہ سوچنے سے میری وحشت ابھر آتی تھی۔ اور پھر میں خود ویران ہو جاتا تھا۔! چنانچہ میں نے بہ آہستگی اسے اٹھایا۔ اور پھر خود باتھ روم کی طرف چل پڑا۔ تھوڑی دیر کے بعد ہم ناشتے کے کمرے میں تھے۔ کیسی دلچسپ بات تھی۔ میری وجہ سے دو عورتیں درست ہوئی تھیں۔ سیکاریفا۔ جو انسانوں کو انسان سمجھنے کی عادی نہیں تھی۔ جو سب کو خود سے کمتر سمجھتی تھی۔ جس کے سائے پر سے گزرنے کی اجازت نہیں تھی۔ لیکن آج ایک ہی میز پر اس کا دو ادنی خادمائیں اس کے ساتھ ناشتہ کر رہی تھیں۔!

دوسری سوئنتا تھی۔ رہی لیزینا۔ تو بلاشبہ مجھے یہ لڑکی ان دونوں سے زیادہ پسند تھی۔ جب سیکاریفا اسے منہ نہیں لگاتی تھی تب بھی اسے کوئی پرواہ نہیں تھی اور آج بھی اس کے انداز سے فخر نہیں جھلکتا تھا۔ بہرحال یہ انداز بہت خوبصورت تھا۔ اس دنیا میں اسی طرح گزارا لگن تھا۔!

ناشتے کے دوران ہی میں نے سیکا سے کہا۔ "اب کیا پروگرام ہے سیکا۔؟"

"جو آپ پسند کریں مسٹر نواز۔ سیکا نے جواب دیا۔

"بھئی۔ میں نے تو وینس چھوڑ ہی دیا تھا۔ لیکن وینس کی --- سرزمین مجھے چھوڑنے کو تیار نہ ہوئی۔ لیکن بہرحال اس میں فائدہ ہی رہا۔ میرا خیال ہے غلام سیٹھ کو اتنی بڑی پہلی طویل عرصے سے نہ ملی ہو گی؟"

"اس میں شک کی گنجائش ہی نہیں ہے مسٹر نواز۔ سیکا جلدی سے بولی۔

"بہرحال۔ یہ کسی پر کوئی احسان نہیں۔ ہم جو کچھ کرتے ہیں اس کا بھرپور معاوضہ لیتے ہیں۔ ہمارا کام ہی یہ ہے۔ میرا خیال ہے اب میں وینس سے نکل جاؤں۔"

"ہوں۔!" سیکا نے آہستہ سے کہا۔

"کیگرو کے کام پر آپ نگاہ رکھیں مادام سیکا۔ میرا خیال ہے وہ آسانی سے یہاں کا نظام سنبھال لے گا' یہاں کے لوگ اس سے بہت متاثر ہیں۔"

"وہ نڈر اور دلیر ہونے کے علاوہ ذہین آدمی ہے مسٹر نواز"

"مجھے علم ہے۔ بہرحال اور کوئی بات۔؟"

"نہیں۔ لیکن آپ کب روانہ ہوں گے۔؟"

"دو تین دن کے اندر اندر۔"

"ہم آپ کو یہاں سے رخصت کر کے جائیں گے"

"وینس میں سب ٹھیک ہے۔؟"

"بالکل۔ میں اس کی ذمہ دار ہوں۔"

"تب کوئی حرج نہیں ہے۔ ہاں سیکا۔ میں تمہیں ایک اور شخصیت سے ملانا چاہتا ہوں۔"

"کون ہے؟"

"ژولی ژاں۔ ایک اعلیٰ شخصیت۔ جو اس پورے ہنگامے میں ہماری مددگار بھی رہی ہے۔ میں نے اس سے وعدہ بھی کر لیا ہے۔"

"جو آپ پسند کریں۔" سیکا نے جواب دیا۔

"تو میں اسے اطلاع دے دوں گا مادام۔ کہ ہم دوپہر کا کھانا اسی کے ساتھ کھا رہے ہیں۔"

"میں نے عرض کیا' جیسا آپ پسند کریں۔ مسٹر سردار علی نہیں نظر آ رہے۔؟"

"آوارہ گرد ہے۔ کہیں گھوم رہا ہو گا۔"

"کیگرو اسکا بہت مداح ہے۔ کہہ رہا تھا ایسا بے جگر انسان پہلے اس کی نگاہ سے نہیں گزرا۔"

"میرے وطن کے سارے لوگ بے جگر ہوتے ہیں مادام سیکا لیکن میں ان میں خود کو

شامل نہیں کر سکتا۔ کیونکہ ان کے سینے ایمان سے پر ہوتے ہیں۔ ان کی بے جگری وطن کے دشمنوں کے دل دہلاتی ہے اور میں' میں---" میری آواز میں لڑکھڑاہٹ آ گئی۔ سیکا خاموش رہی۔

گیارہ بجے کے قریب سردار ے آ گیا اور میں نے اسے ژولی ژاں کو اطلاع دینے کے لیے بھیج دیا۔ تقریباً پون گھنٹے کے بعد وہ واپس آیا اور اس نے بتایا کہ ژولی ژاں ہمارے استقبال کے لیے تیار ہے۔

چنانچہ ایک بجے ہم اس کے ہاں پہنچ گئے۔ سردار بھی ساتھ تھا۔ ژولی ژاں نے اسی آفاقی مسکراہٹ سے ہم سب کا استقبال کیا تھا۔ جو اسے دنیا کے عام انسانوں سے ممتاز کرتی تھی۔ اس فرشتوں جیسی مسکراہٹ والی عورت کے بارے میں یہ سوچتے ہوئے بھی دکھ ہوتا تھا کہ وہ جسم فروش ہے۔ اسے نہ جاننے والے سخت حیران ہوتے ہوں گے' لیکن میں اس غم کے پہاڑ سے واقف تھا اور بلاشبہ وہ میری زندگی کی عجیب ترین عورت تھی' جس کے بارے میں' میں نے سب سے زیادہ غور کیا۔ سب سے زیادہ سوچا۔ اور جس کے لیے طویل عرصے تک افسردہ رہا۔ جس نے میرے ذہن پر گہرے نقوش چھوڑے۔

سفید لبادے میں وہ آسمان سے اترتی ہوئی حور معلوم ہو رہی تھی۔ سیکا نے اسے بڑی گہری نگاہوں سے دیکھا تھا۔ اور یہ بہرحال اس کا حق تھا کیونکہ سب کچھ ہونے کے باوجود عورت تھی' لیکن اس کی بہ نسبت ژولی ژاں زیادہ پروقار' زیادہ باظرف تھی۔ اس نے جس اخلاق سے سیکا سے گفتگو کی وہ قابل ستائش تھا۔ سیکا اور دونوں لڑکیاں اس سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکی تھیں۔ میں نے ژولی ژاں کو بھی اپنی روانگی کے بارے میں بتایا۔ اور میں نے اس کے چہرے پر نمایاں تبدیلی محسوس کی۔ لیکن ایسے تاثرات سے اب میں زیادہ اثر نہیں لیا کرتا تھا۔

ژولی ژاں نے سب کو شام تک روکے رکھا۔ شام کی چائے اور پھر رات کے کھانے کے بعد اس نے ہمیں واپسی کی اجازت دی۔ سیکا وغیرہ جب وہاں سے واپس ہوئیں تو ژولی ژاں کے اعلیٰ اخلاق' اس کی پرسحر شخصیت کے گن گا رہی تھیں۔

دوسرا دن بھی پرسکون تھا۔ اس رات سیکا میرے ساتھ رہی تھی۔ لیکن تیسرے دن میں نے روانگی کی ٹھان لی۔ حالانکہ سیکا وغیرہ کو امید تھی کہ میں چند روز اور رکوں گا۔ اس نے اصرار بھی کیا۔

"لیکن۔ اچانک کیوں نواز؟؟"

"میں وقت ضائع کرنے کا قائل نہیں ہوں۔ سیکا۔ یوں بھی غلام سیٹھ سے ملاقات نہیں ہوئی ہے۔ ممکن ہے سوئٹزرلینڈ میں وہ مجھ سے ملنے کی کوشش کرے۔"

"تو تم۔ آج ہی روانہ ہو جاؤ گے؟؟"

"ہاں۔"

"لیکن تیاریاں بھی تو کرنی ہیں۔"

"کیسی تیاریاں؟"

"روانگی کے لیے کچھ انتظامات نہیں کرو گے۔؟"

"ہاں۔ کھانے پینے کی کچھ چیزیں۔ ضروریات زندگی کا معمولی سا سامان۔ اس کے علاوہ اور کس شے کی ضرورت ہو گی۔"

"سفر کیسے کرو گے۔"

"پیدل۔"

"بلاوجہ کیوں تکلیف اٹھاتے ہو گاڑی لے جاؤ۔"

"چلو ٹھیک ہے۔ تم اپنی لینڈ روور میرے ہاتھ فروخت کر دو۔"

"فروخت۔؟"

"ہاں بھئی۔ بہرحال اس کے کاغذات میرے لیے ضروری ہیں۔"

"ٹھیک ہے۔ میں تیار کرا دوں گی۔" سیکا نے میرے پکے ارادے سے مایوس ہو کر کہا۔ لیکن اب میرے سر پر روانگی کا بھوت سوار ہو گیا تھا' چنانچہ سیکا سے ضروری تیاریوں کا کہہ کر میں باہر نکل آیا۔ سردارے کو ابھی تک روانگی کے بارے میں نہیں معلوم تھا۔ میں نے اسے تلاش کیا اور وہ مسکراتا ہوا میرے پاس پہنچ گیا۔

"دسو جی' کی گل اے نواز جی۔" اس نے بڑے موڈ میں پوچھا۔

"تمہاری محبوباؤں کی تعداد کتنی ہے۔؟" میں نے پوچھا اور سردارے انگلیوں پر حساب لگانے لگا۔ پھر اس نے گردن اکڑاتے ہوئے کہا۔ "پوری چھ جی۔"

"اگر دس دس منٹ سب سے ملاقات میں لگے تب بھی پورا ایک گھنٹہ ہوا۔ لیکن خیر۔ جلدی سے سب سے مل لو۔ اور پھر میرے پاس پہنچ جاؤ۔" میں نے کہا۔

"کیا مطلب یار۔؟" سردارے نے بدحواس ہو کر پوچھا۔

"چل رہے ہیں یہاں سے۔"

"ارے کب۔؟"

"آج شام تک۔"

"نہیں۔؟" سردارے حیرت سے بولا۔

"بالکل۔"

"لل۔ لیکن اچانک۔"

"کیوں؟ تمہیں اعتراض ہے۔؟" میں نے پوچھا۔

"او کوئی نئیں یار۔ مگر مجھے دو دن پہلے تو وارننگ دیدی ہوتی" سردار نے افسوس بھرے انداز میں کہا۔

"کیوں۔؟"

"او یار۔ کئی لڑکیاں رہ گئیں۔ لسٹ پر رکھی ہوئی تھیں۔ ابھی انہیں اسی لیے لفٹ نہیں دی تھی کہ بعد میں دیکھا جائے گا۔ اگر اتنی جلدی جانے کا خیال ہوتا تو ایک ایک دن میں دو دو عشق کرتا۔"

"چلو انہیں معاف کر دو۔ اللہ انہیں کوئی اور عاشق دے گا۔" میں نے اس کا شانہ تھپتھپاتے ہوئے کہا۔ اور سردارے مصنوعی آنسو خشک کرنے لگا۔ میں نے اسے دھکا دے دیا تھا۔

شام کو چار بجے ساری تیاریاں مکمل ہو گئی تھیں۔ سیکا بہت اداس تھی۔ میرے ذہن میں پھر وہی بیزاری ابھر آئی تھی۔ دل میں ایک بار خیال آیا کہ ژولی ژاں سے ملتا چلوں۔ لیکن پھر وہی ماحول سے رسموں سے بغاوت ذہن میں ابھر آئی۔ کیا ضرورت ہے فضول سی رسموں کی' مجھے اس سے کیا لینا ہے۔ میں اسے کیا دوں گا جو رسم نبھانے جاؤں' کچھ احمقانہ باتیں ہوں گی' اور بس۔ چنانچہ یہ خیال ترک دیا۔

لیزینا کے چہرے پر بھی افسردگی تھی۔ سونتا کا چہرہ سپاٹ تھا۔! لینڈ روور اسٹارٹ کرتے ہوئے میں نے ان کی طرف ہاتھ ہلایا اور کیگرو میرے پاس آگیا۔!

"ماسٹر۔" اس نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔ "ہم نے بہت سے کام کئے ہیں۔ بڑے بڑے جیالوں کے ساتھ رہا ہوں۔ مگر تمہارے ساتھ کام کرنے میں جو مزہ آیا۔ اس کو میں ہمیشہ یاد رکھوں گا۔ ہم سے کوئی بھول ہوئی ہو ماسٹر تو معاف کر دینا۔"

"اوکے کیگرو۔" میں نے اس کا شانہ تھپتھپایا اور لینڈ روور آگے بڑھا دی۔ سردارے مغموم بیٹھا تھا۔ میرے دانت بھنچے ہوئے تھے۔ لینڈ روور کی رفتار کافی تیز تھی۔ کئی منٹ کے بعد سردار چونکا اور میری شکل دیکھنے لگا۔

"استاد۔" اسنے مجھے مخاطب کیا۔

"ہوں۔" میں آہستہ سے بولا۔

"کس سوچ میں ہو۔؟"

"کچھ بھی نہیں سردارے۔" میں نے ایک گہری سانس لی۔

"بڑے اچھے دن گزارے یہاں استاد۔!"

"ہوں۔"

"تمہاری۔ وہ۔ رخصت کرنے نہیں آئی استاد۔؟ سردارے کہا۔

"ژولی ژاں۔؟"

"ہاں۔!"

”اسے مجھ سے کیا لینا تھا سردارے۔ میرا اس کا کیا رشتہ تھا۔“

”کیا تم نے اس سے ملاقات کی تھی استاد۔؟“

”نہیں۔“

”ایک بات پوچھوں دوست۔ برا تو نہ مانو گے۔؟“ سردارے نے عجیب بدلے ہوئے لہجے میں کہا۔

”کیا سردارے؟“ میں نے بھی ذہن سے سارے خیالات جھٹک دیئے اور اس کی باتوں میں دلچسپی لینے لگا۔ جہیل گگوری ہمارے ساتھ ساتھ دوڑ رہی تھی۔ دھند سے ڈھکی ننھی منی بستیاں نظر آتیں اور پیچھے رہ جاتیں۔ کسی جگہ دھند صاف ہوتی تو گگوری کا سفید اور سرسبز جزیرے نظروں کے سامنے آ جاتے۔!

”تمہارے بہت سے روپ سامنے آئے نواز۔ کبھی تم ایک کھلنڈرے شخص کے روپ میں دیکھے گئے۔ کبھی میں نے تمہیں سوبیتا تباہ کرتے دیکھا۔ تھامپسن سے مقابلے میں ایک خونخوار چیتے کی طرح ہوشیار اور چوکنے نظر آئے میری تمہاری اتنے دن کی دوستی ہے۔ ہمارے درمیان مذہب کا رشتہ بھی ہے استاد۔ اور وطن کا رشتہ بھی۔ لیکن تمہارا سردارے آج تک تمہارا پراسرار شخصیت سے ناواقف ہے۔“

”میں تیرے سامنے جو کچھ ہوں‘ وہ کافی نہیں ہے سردارے۔؟“ میں نے سامنے نگاہیں جمائے ہوئے کہا۔

”کیوں۔؟“

”اس طرح سردارے کو اپنی حیثیت کا احساس ہوتا رہتا ہے۔ سردارے تمہارا غلام ہے استاد۔ غلام رہے گا۔ لیکن تم نے اسے اتنی جرات دے دی ہے کہ وہ تمہارے بارے میں جاننے کی کوشش کرے۔ تمہارا دوست کبھی تمہارے لیے نقصان دہ نہیں ثابت ہو گا استاد۔ جب دوست بنایا تو اپنے سینے کو رازوں کا مقبرہ کیوں بنا رکھا ہے۔؟“

سردارے کے لہجے میں ایسا خلوص۔ ایسی محبت تھی کہ میں متاثر ہوئے بغیر نہ سکا۔ ایک دوست کی بیگانگی کی شکایت تھی۔ یہ ایسا خلوص بھرا احتجاج تھا جسے میں مسترد نہ کر سکا۔ یہاں میں اپنی شخصیت کے خول میں نہ رہ سکا۔

”کیوں مجھے زخمی کرنے پر تلا ہوا سردارے۔؟“ میں نے کہا۔

”سردارے کے زخم کا تمہیں کوئی احساس نہیں ہے استاد۔ پوری دنیا میں میرا بھی کوئی نہیں ہے نواز۔ ہاں کسی کو اپنانے کی خواہش ضرور ہے۔ وہ تم ہی ہو۔ اپنے زخم مجھے دکھاؤ استاد۔ میں کم عقل ضرور ہوں۔ لیکن کہہ دینے سے کسک کم ہو جاتی ہے“

”ارے۔ میرے دل میں کوئی زخم نہیں ہے سردارے میری جان۔“

”جھوٹ نہ بولو استاد۔ کبھی کبھی تمہارے کسی زخم کا منہ کھلتا ہے تو وہ مسکراہٹ بن کر

تمہارے ہونٹوں پر ابھر آتا ہے۔ اور اس وقت میں سوچتا ہوں کہ سردارے نواز کے لیے اجنبی ہے۔ وہ نواز کے زخموں پر مرہم رکھنے کا مجاز نہیں ہے۔“

”تو جذباتی ہے سردارے۔“

”آج جرات کر ڈالی ہے استاد۔ آج انتہا کر دوں گا۔ اور پھر ہمیشہ کے لیے خاموش ہو جاؤں گا۔“ سردار کی آواز میں ہلکی سی بھراہٹ تھی۔ اور میں خاموش ہو گیا۔ سردارے بھی خاموش ہو گیا۔

”کوئی نیا پن نہیں ہے میری کہانی میں سردارے۔ سرائے عالمگیر کے ایک چھوٹے سے مکان میں پیدا ہوا تھا۔ دریائے جہلم کی لہریں گن گن کر جوان ہوا۔ دریا کے کنارے سرسبز کھیتوں کے حسین مناظر آنکھوں میں بسائے زندگی کے راستوں پر چلنے کی کوشش کی‘ تو پتہ چلا کہ بچپن کیا ہوتا ہے میری جوانی میرے وطن کو پسند نہ آئی۔ میرے ہموطنوں نے اسے روندنے میں کوئی کسر نہ چھوڑی۔ میں نے نیکی اور شرافت کی زندگی کے لیے ایک ایک گلی میں بھیک مانگی۔ لیکن ہر دروازہ بند ہو گیا۔ لوگوں نے میری آواز سننے سے انکار کر دیا۔ انہوں نے کان بند کر لیے۔ تب میں نے اپنی دنیا سے مایوس ہو کر آسمان کی دنیا اپنانے کا فیصلہ کیا۔ اور آسمان سے ایک نئی زندگی میرے لیے پھینک دی گئی۔ کاتب تقدیر نے کہا کہ میں نے زندگی گزارنے کے لیے وہ راستے نہیں تلاش کیے جو میرے لیے لکھے گئے تھے۔ تب میرے قدم ان راستوں پر اٹھا دیئے گئے۔ اور آج میں یہاں ہوں۔‘ میں نے کہا۔ سردار بڑے غور سے میری کہانی سن رہا تھا۔

”بس اتنی سی ہے میری کہانی سردارے۔“

”تو پھر اس پر غمزدہ کیوں ہے میرے یار۔ جو زندگی تیرے لیے منتخب کی گئی‘ تو اس پر چل رہا ہے۔“ سردار نے کہا۔

”کبھی کبھی اندر چبھن ہوتی ہے سردارے۔“ میں نے کرب سے کہا۔

”ہم سب وقت کے غلام ہیں نواز۔ وقت ہمارا غلام نہیں ہے‘ ہم کٹھ پتلیاں ہیں اور۔۔۔ اس میں ہمارا کیا قصور ہے“

”ہاں۔ خود کو مطمئن کرنے کے لیے میں بھی خوبصورت الفاظ کا سہارا لیتا ہوں۔ اس کے علاوہ میرے پاس بھی اور کچھ نہیں ہے۔“

”نکال دے یار ذہن سے ان خیالات کو۔ ہم برے آدمی ضرور ہیں۔ لیکن یار جب موقع ملتا ہے تو اچھے کام بھی کر لیتے ہیں۔ ہمارا پیشہ بدل گیا ہے ذات تو نہیں بدلی۔ ایمان تو نہیں بدلا۔“

”نکال دیا ہے سردارے۔ جس حد تک نکال سکتا تھا نکال دیا ہے بس کبھی کبھی جب مشرق کی طرف سے ہوائیں چلتی ہیں تو زخموں میں ٹیسیں اٹھنے لگتی ہیں۔“

"سچ کہتے ہو استاد۔" سردارے نے کہا اور خاموش ہو گیا۔

لینڈ روور ہموار سڑک پر خاصی رفتار سے جا رہی تھی۔ ایسا لگتا تھا جیسے سورج سے ۔۔۔ ہو رہی ہو۔ کافی طویل راستہ طے کر کے بالآخر ہم ڈسڈولا پہنچ گئے۔ ابھی خاصا وقت باقی تھا ۔۔۔ قیام کے لیے کسی مناسب جگہ کی تلاش کی ضرورت نہیں تھی۔ درویش منش تھے، جہاں رات ہو جاتی قیام کر لیتے۔"

ڈسڈولا اطالیہ کا آخری سرا ہے۔ کسٹم آفیسر نے پاسپورٹ وغیرہ چیک کیے۔ منشیات کے بارے میں خاص طور سے پوچھا۔ کوئی دلچسپ آدمی تھا۔ "کچھ بھی نہیں ہے؟" اس نے اطالوی زبان میں پوچھا۔

"ہاں۔ کچھ بھی نہیں ہے دوست۔"

"حالانکہ رات ہونے والی ہے۔" وہ مسکرایا۔

"ایک اداس رات۔" میں نے بھی مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

"کیسے گزرے گی۔"

"آہیں بھرتے ہوئے۔؟" میں نے جواب دیا۔ اور وہ ہنس پڑا۔

"یہ ناممکن ہے۔"

"یقیناً"۔ لیکن جو کچھ تھا اسے راستے میں ہی ختم کر کے پیچھے جھاڑ لیے معلوم تھا کہ سرحد پر چیکنگ ہو گی۔؟"

"اور اگر کچھ برآمد کر لوں تو۔؟"

"آدھا تمہارا۔" میں نے جواب دیا اور وہ پھر ہنس پڑا۔

"پیش کروں کچھ؟" اس نے پوچھا۔

"صرف اتنا مل جائے کہ اگلی چوکی پر کسی کو اعتراض نہ ہو۔ تو کیا حرج ہے۔"

اور اس نے ہنستے ہوئے ایک آدمی کو بلایا۔ اس نے تھوڑی سی چرس ہمارے حوالے کر دی تھی۔ جسے ہم نے انتہائی شکریہ کے ساتھ قبول کر لیا۔ اور پھر ہم سوئٹزر لینڈ میں داخل ہو گئے۔ بس اس کی قومیت بدل گئی۔ اب وہ اطالوی سے سوئس ہو گیا تھا۔

اس کے ساتھ سرنگوں کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ سرنگوں کا سفر بے حد دلچسپ تھا۔ تاریکیاں پھیلتی جا رہی تھیں، اور جب گاڑی کسی سرنگ میں داخل ہوتی تو ظلمات کا لطف آ جاتا تھا۔ لینڈ روور کی تیز بیٹری سے چلنے والی روشنیاں صرف تھوڑے سے حصے کو منور کر لیتیں اور آگے معلوم ہوتا جیسے تاریکی کی کوئی ٹھوس چٹان کھڑی ہے۔ گاڑی کی رفتار کم کرنا پڑتی۔!

اور پھر آسمان بھی تاریک ہو چکا تھا جب ہم برگ پہنچے۔

سوئزر لینڈ کا پہلا قصبہ۔!

"کیا خیال ہے سرادرے۔؟" میں نے کہا۔

"بس کافی ہے استاد۔" سردارے نے مسکراتے ہوئے کہا اور میں گردن ہلانے لگا۔

ہم نے گاڑی قصبے کی طرف موڑ دی۔ خوبصورت اور بلند و بالا پہاڑیوں میں گھرا ہوا برگ۔ جس کا صحیح حسن تو ہم دن کی روشنی میں ہی دیکھ سکتے تھے۔ لیکن رات کی تاریکی میں بھی چھوٹا سا قصبہ بے حد حسین نظر آ رہا تھا۔ ہم برگ میں داخل ہو گئے۔ سرد ہوا کے تھپیڑوں نے ہمارا استقبال کیا۔ آسمان بادلوں سے ڈھکا ہوا تھا۔ جگہ جگہ پانی سے بھرے ہوئے گڑھے نظر آ رہے تھے۔ جس کا مطلب تھا کہ کچھ دیر قبل بارش ہو چکی ہے۔

کہیں تنگ، کہیں کشادہ سڑکوں سے گزر کر ہم ایک بازار میں پہنچ گئے جو بارش میں بھیگا کھڑا تھا۔ اکا دکا دکانیں کھلی ہوئی تھیں۔ وہاں سے آگے سوئس طرز کے پرانے مکان جو لکڑی کے بنے ہوئے تھے۔ لمبے لمبے چوغے کی طرز کے کوٹ پہنے ہوئے لوگ ادھر سے ادھر آ جا رہے تھے۔!

میں نے گاڑی ایک ایسی جگہ روکی جہاں دو آدمی کھڑے گفتگو کر رہے تھے۔ تب میں نے گردن نکال کر ان کی گفتگو میں دخل دیا۔

"معاف کیجئے گا۔ کیا آپ مجھے کیمپنگ کا پتہ بتا سکتے ہیں" میں نے ٹوٹی پھوٹی فرانسیسی میں پوچھا۔ جواب دینے والا کافی خوش اخلاق تھا۔ سمجھ گیا سیاح ہیں۔ چنانچہ اپنی گفتگو چھوڑ کر وہ لینڈ روور کے نزدیک آ گیا۔ اور پھر اسنے میری ٹوٹی پھوٹی زبان کو مدنگاہ رکھتے ہوئے ویسی ہی زبان میں پتہ سمجھایا۔ جو میری سمجھ میں آ گیا۔ اور میں نے اس کا شکریہ ادا کیا۔!

برگ، کوہ پیمائی کی پہلی منزل۔ یہ سیاحوں کی پسندیدہ جگہ ہے۔ اس کے بارے میں، میں نے یہی سنا تھا۔ بہرحال سرد ہوا رگوں میں گھستی معلوم ہو رہی تھی۔ اس لیے اس کے حسن پر شاعری کا موڈ نہ بن سکا۔ ایک ندی کے کنارے کنارے چلتے ہوئے ہم کیمپنگ تک پہنچ گئے۔

ایک چھوٹی سی عمارت کے علاوہ وہاں اکا دکا خیمے بھی نظر آ رہے تھے۔ ظاہر ہے اس موسم میں سیاح ادھر کا رخ نہیں کرتے۔ ہماری طرح چند سرپھروں نے ہی خیمے لگائے ہوئے تھے اور بس۔! پوری عمارت نیم تاریک تھی۔ اندرونی حصوں میں کچھ روشنیاں تھیں ورنہ اندھیرا پڑا تھا۔!

"کیا خیال ہے سردارے۔؟" میں نے پوچھا۔

"جلدی کرو استاد۔ سردی تو جیسے ہمارے لیے امپورٹ کی گئی ہے۔" سردار نے دانت کٹکٹاتے ہوئے کہا اور میں لینڈ روور سے نیچے اتر گیا۔ لیکن دوسرے لمحے میں جلدی سے دروازہ کھول کر پھر اندر گھس آیا۔

"کک ۔۔۔ کیا ہوا استاد؟" سردارے نے پوچھا۔

"مر گئے سردارے۔" میں کراہا۔

"ابھی نہیں استاد۔ ویسے صبح تک ضرور مر جائیں گے"

"غلطی ہو گئی یار۔ ہمیں گرم کپڑے زیادہ لینے چاہئیں تھے۔ اب کیا کریں۔؟"

"کچھ کرو۔ یہاں تو قلفی جمی جا رہی ہے۔"

"نیچے اتر کر ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے برف کے سمندر میں چھلانگ لگا دی ہو۔"

"پھر اب کیا ہو۔؟" سردارے تشویش سے بولا۔

"ٹھہرو۔ کوشش کیے بغیر چارہ نہیں ہے۔" میں نے کہا اور جو کچھ تھوڑے بہت موٹے کپڑے تھے سب اپنے بدن سے لپیٹ لیے۔ نیچے اترا۔ اور جمے جمے قدم اٹھاتا عمارت کے دروازے پر پہنچ گیا۔!

کافی دیر تک دروازہ پیٹنا پڑا تھا۔ یا تو میرے ہاتھ کی ضرب ہی کمزور تھی۔ یا پھر مکان والے گہری نیند سو رہے تھے۔ کافی دیر کے بعد اندر کوئی جاگا۔ روشنی ہوئی اور پھر کسی نے دروازے کے قریب آ کر فرنچ میں پوچھا۔

"کون ہے۔؟"

"سیاح۔!" میں نے کانپتی آواز میں جواب دیا۔ دروازہ کھولنے والے کے چہرے پر حیرت صاف پڑھی جا سکتی تھی' توانا جسم کی ایک ادھیڑ عمر عورت تھی جو گرم کمبل اپنے بدن سے لپیٹے ہوئے تھی۔

"سیاح۔؟" اس نے حیرت سے کہا۔

"ہاں مادام!"

"کافو کا۔ کافو کا۔!" عورت نے اندر منہ کر کے کہا۔

"کیا بات ہے۔؟" ایک گڑگڑاتی آواز سنائی دی۔

"یہاں آؤ۔ ایک حیرت انگیز انسان آیا ہے۔"

"ایک نہیں۔ دو ہیں مادام۔! اس بری حالت کے باوجود میری رگ ظرافت پھڑک اٹھی۔ اور میری زبان خاموش نہ رہ سکی۔

"دو ہیں۔" عورت اندر منہ کر کے بولی۔

"جتنے بھی ہوں۔ اندر بلا لو۔ میں باہر نہیں آ سکتا۔" اندر سے جواب ملا۔ اور ادھر عورت نے میری طرف دیکھا۔

"دوسرا کہاں ہے؟" اس نے پوچھا۔

"گاڑی میں ہے۔"

"زندہ ہے۔؟"

"جس وقت میں آیا تھا اس وقت تک تو زندہ تھا۔ اب کے بارے میں نہیں کہہ سکتا۔"

"اسے آواز دو۔ زندہ ہے تو آ جائے گا۔ ورنہ اسے صبر کر کے تم ہی اندر آ جاؤ۔

میں زیادہ دیر تک یہاں نہیں کھڑی رہ سکتی۔" عورت نے کہا۔ اور میں نے بدن کی کپکپی سے بھری آواز میں سردارے کو پکارا۔

"کیا ہے استاد۔؟" اس کی آواز میرے کانوں تک پہنچ گئی۔

"آ جاؤ۔"

"کک۔ کیسے آؤں۔؟" سردارے نے کہا اور مجھے ہنسی آ گئی۔

"جیسے بھی بن پڑے آ جاؤ۔ جلدی کرو۔!" میں نے جواب دیا۔ سردارے نے نہ جانے کس طرح گاڑی کا دروازہ کھولا تھا اور پھر اس نے ایک لمبی چھلانگ لگائی اور دوڑتا ہوا دروازے تک آ گیا۔ پھر اگر عورت ایک دم دروازے کے پاس سے نہ ہٹ گئی ہوتی تو سردارے اس سے ٹکرا جاتا۔ سردارے نے دروازے پر رکنے کی زحمت نہیں کی تھی۔ نہ ہی اس نے لینڈ روور کا دروازہ بند کیا تھا۔

"ارے۔ ارے۔ سردارے۔ سردارے۔" میں نے اسے آواز دی۔

"ہو۔ ہو۔ ہو۔ ہو ہو ہو۔" سردارے کے منہ سے آواز نکلی

"آ جاؤ۔ آ جاؤ۔ تم زیادہ دلیر بننے کی کوشش نہ کرو۔" بوڑھی عورت نے کہا۔ اور پھر میں بھی اندر داخل ہو گیا۔ بوڑھی نے جلدی سے دروازہ بند کر دیا تھا۔!

سردی کی شدت کسی قدر کم ہو گئی۔ مکان کو اندر سے گرم کیا گیا تھا۔ تب بوڑھی عورت ہماری طرف مڑی۔ اور پھر گردن جھٹک کر بولی۔ "آوارہ گرد۔؟"

"ہاں۔!" ہم دونوں نے گردن ہلائی۔

"مگر تمہارے پاس گاڑی ہے۔"

"ہاں۔!" ہم نے پھر پہلے کے سے انداز میں کہا۔

"اور گرم لباس نہیں ہیں؟"

"ہم پہلی بار ادھر آئے ہیں محترم خاتون۔"

"اوہ۔ خیر۔ خیر۔ لیکن اس موسم میں سیاح کم آتے ہیں۔ خیر اندر آ جاؤ۔ میں آنے والوں کے معاملے میں محتاط ہوں۔ یہ مکان کسی کی قیام گاہ نہیں بنتا۔ لیکن مجبوری ہے۔ انسانی ہمدردی کے تحت میں اس رات تمہیں پناہ دے سکتی ہوں۔ کل صبح تم انتظامات کر لوگے اور خیمے میں رہو گے۔"

"یقیناً مادام۔ بہت بہت شکریہ۔" میں نے گہری سانس لیتے ہوئے کہا۔

"آ جاؤ۔ اور اندر آ جاؤ۔ یہ مکان اندر سے گرم ہے۔ کچھ احمق اب بھی خیموں میں گزار رہے ہیں۔ میں ہر صبح ان کی اکڑی ہوئی لاشوں کی منتظر رہتی ہوں۔ لیکن نہ جانے کس مٹی کے بنے ہوئے ہیں وہ لوگ۔"

ادھیڑ عمر عورت ہمیں اندر لے گئی۔ درحقیقت اس شدید سردی کا احساس نہیں تھا'

ورنہ انتظامات کے بغیر اس طرف قدم نہ رکھتے نہ جانے کیوں ریفا وغیرہ کو بھی اس کا خیال نہ آیا۔!

چوبی عمارت میں کئی کمرے تھے' جن میں کچھ خالی بھی تھے۔ ان کمروں کو خوب گرم لیا گیا تھا۔ پورا مکان ہی اندر سے گرم تھا۔ بڑی فرحت محسوس ہوئی اندر آ کر۔!! اور بوڑھی عورت ہمیں ایک کمرے میں چھوڑ گئی۔ باقاعدہ بیڈ روم تھا۔ ایک بستر بھی تھا' کمبل بھی۔ سردارے نے گہری سانس لی تھی۔

ہم نے جوتے اتارے' اور بستر میں گھس گئے۔ دونوں نے کمبل لپیٹ لیا تھا۔ کپڑے اتارنے کی سکت کس میں تھی۔

"قسمت اچھی ہے استاد۔ اگر یہ بوڑھی مہربان نہ ہوتی تو"

"ہمارے جسموں پر برف جم جاتی۔ اور برف میں جمے ہوئے ہم بہت خوبصورت معلوم ہوتے۔" میں نے کہا۔

"یقیناً ایسا ہی ہوتا۔ مگر استاد۔" سردارے کسی قدر تشویش سے بولا۔

"کیوں۔؟"

"کار کی چابی کہاں ہے؟"

"اگنیشن میں۔"

"بہت خوب۔ اور میں دروازہ بھی کھلا چھوڑ آیا ہوں۔"

"اس سے کیا فرق پڑتا ہے۔؟"

"کیوں۔؟"

"کس کی شامت آئی جو اس سخت سردی میں چوری کے لیے نکلے گا۔"

"یہ بھی ٹھیک ہے۔ خدا اس بوڑھی کو سلامت رکھے۔ میری تو اس تصور سے روح فنا ہو رہی ہے۔"

"برگ کے بازار سے موسم کے لحاظ سے خریداری کریں گے۔"

"ارے اس چھوٹے سے قصبے میں کیا ملے گا۔؟"

"میرا خیال اس سے مختلف ہے؟"

"کیوں۔؟"

"کوہ پیمائی کے لیے آنے والے سیاحوں کی یہ پہلی منزل ہے۔ میرے خیال میں یہ ہماری توقع سے زیادہ جدید نکلے گا۔"

"خدا کرے۔ ورنہ پھر یہاں سے فوراً بھاگنا پڑے گا۔"

"بہت دن کام میں گزارے ہیں سردارے۔ اگر برگ پسند آیا تو کچھ دن یہاں آزادی سے قیام کریں گے' اور صرف سیر کریں گے۔"

"آوارہ گردوں کے کیمپ نظر نہیں آئے یہاں۔"

"ابھی دیکھا ہی کیا ہے۔ ویسے اگر ہوں گے بھی تو کہیں دبکے پڑے ہوں گے۔"

"میں ان خیموں میں رہنے والوں کے بارے میں سوچ رہا ہوں۔"

"بوڑھی کا خیال درست ہے۔ نہ جانے کیوں وہ اب تک نہیں مرے۔!؟"

"ہاں۔ قاعدے سے انہیں مر جانا چاہیے تھا۔" سردارے نے کہا اور کمبل میں منہ چھپا لیا۔ اس کی گرم گرم سانسیں میری گردن سے ٹکرا رہی تھیں۔ دفعتاً اس نے کمبل سے منہ نکال لیا۔

"استاد۔؟" وہ عجیب سے لہجے میں بولا۔

"کیوں خیریت؟" میں نے اسے دیکھا۔

"کیا تمہاری ناک کام نہیں کر رہی۔؟"

"کیا مطلب؟" میں اسے گھورتے ہوئے بولا۔

"خدا کی قسم۔ کافی۔ کافی کی مہک آ رہی ہے۔"

"دماغ کی خرابی ہے۔" میں بڑبڑایا۔ لیکن اسی وقت دروازے پر دستک ہوئی۔

"سو گئے بچو۔؟"

"نہیں مہربان۔ فرمائیے۔" میں نے شائستگی سے کہا۔ اور بوڑھی عورت دروازہ کھول کر اندر آ گئی۔ اس کے ہاتھوں میں ٹرے تھی جس میں تین کپ رکھے ہوئے تھے۔ پیالوں سے کافی کی بھاپ اٹھ رہی تھی۔

سردارے جلدی سے کمبل پھینک کر بیٹھ گیا۔

"افسوس' برانڈی نہیں ہے میرے پاس۔ ورنہ تمہیں ایک ایک پیگ دیتی۔ لو کافی پی لو۔"

"آپ نے اتنی رات گئے تکلیف کی ہے۔"

"میرے ہاں درجنوں گاہک آتے ہیں۔ خیمے لیتے ہیں۔ قیام کرتے ہیں۔ مہمان کوئی نہیں آتا۔ آج رات تم میرے مہمان ہو۔"

"آپ بے حد مہربان ہیں۔" ہم نے کافی کی پیالیاں لیتے ہوئے کہا۔

"ایک درخواست کروں گی۔" بوڑھی نے ہمارے سامنے ایک چمڑا چڑھے اسٹول پر بیٹھتے ہوئے کہا۔

"حکم دیں ماں۔"

"براہ کرم۔ اس عمارت میں چرس یا افیون مت پینا۔ مجھے سخت گھن آتی ہے۔"

"ہمارا وعدہ ہے۔" میں نے کہا۔

"شکریہ۔" عورت خود بھی کافی پینے لگی۔

"کیا ہم آپ سے تعارف حاصل کرسکتے ہیں ممی۔؟"

"میرا نام ڈیلوارا ہے۔ میرے شوہر مسٹر فورک اندر موجود ہیں اس کے علاوہ دو لڑکیاں جولیسا اور لیزا اس عمارت میں رہتی ہیں۔ دونوں ایک دوسرے کی ضد ہیں۔ لیزا انتہائی سنجیدہ۔ اور جولیسا اتنی ہی شوخ۔"

"بیٹا کوئی نہیں ہے آپ کا؟"

"نہیں۔" بوڑھی نے ایک ٹھنڈی سانس بھری۔

اور ہم خاموشی سے کافی پیتے رہے۔ بڑی لذیذ کافی تھی اور اس وقت اس نے جو لطف دیا تھا اس کا کوئی جواب نہیں تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد کافی ختم ہو گئی۔ اور ہم نے کپ رکھ دیئے۔

"اب آرام کرو۔" بوڑھی پیالے اٹھاتے ہوئے بولی۔ اور باہر نکل گئی۔!

"خدا اس بوڑھی عورت کو ایک ہزار سال کی عمر عطا کرے۔" سردارے پھر کمبل میں گھستے ہوئے بولا۔ پھر اس نے کمبل کے اندر سے پوچھا۔ "استاد' سوئس کرنسی موجود ہے؟"

"ہاں۔ کیوں۔؟"

"میرا مطلب ہے کتنی تعداد میں۔؟"

"ضرورت ہے سردارے۔؟"

"ہاں"

"کتنی؟"

"میں ایک ہزار کمبل خریدنا چاہتا ہوں۔ اس سے کم کے بغیر یہاں گزارا مشکل ہے۔" سردارے نے کہا۔ اور مجھے ہنسی آ گئی۔ ہم دونوں الٹی سیدھی باتیں کرتے رہے اور پھر سو گئے۔

صبح دیر تک سوتے رہے۔ پھر سردارے کی آواز پر ہی میری آنکھ کھلی تھی۔

"اٹھو گے نہیں نواز۔؟"

"کیوں نہیں اٹھیں گے۔ اٹھنا ہی پڑے گا بھائی۔ میں نے کہا اور کمبل سے منہ نکال لیا۔ کمرہ بند تھا اس لیے باہر کا موسم پتہ نہیں چل رہا تھا ویسے اب کمرے میں بھی سردی گھس آئی تھی۔

پھر کسی نے دروازہ کھول کر اندر جھانکا۔ اور ہمیں جاگتا دیکھ کر اندر آ گئی۔ وہی بوڑھی عورت تھی۔

"صبح بخیر بچو۔!" اس نے مادرانہ محبت سے کہا۔

"صبح بخیر مسز فورک۔" ہم دونوں نے جواب دیا۔

"غسل کرو گے؟" مسز فورک نے مسکراتے ہوئے کہا اور سردارے نے چیخ کر کمبل

میں منہ چھپا لیا۔

"ہم سے ناراض ہیں مسز فورک۔؟" میں نے کہا اور مسز فورک ہنس پڑی۔ اس عمر میں اس کی ہنسی بہت دلکش تھی۔ سفید گالوں میں ننھے ننھے گڑھے بے حد پیارے لگتے تھے۔

"منہ ہاتھ تو دھو ہی لو۔ پانی گرم ہے۔" اس نے کہا۔

"ہاں۔ یہ بات قابل غور ہے۔" میں نے کہا اور پھر سردارے کے ہاتھ مارتے ہوئے بولا۔ "اٹھ بھئی۔ منہ ہاتھ دھولے تاکہ ناشتہ مل جائے۔"

"ناشتہ بغیر منہ دھوئے بھی کیا جا سکتا ہے استاد۔ کیا وقت ہو گی۔" سردار نے کہا۔

"اٹھ جا۔ اب اداکاری مت کر۔" میں نے کہا' اور خود بستر سے نکل آیا۔

"میرے ساتھ آؤ۔" مسز فورک نے کہا۔ اور میں اس کے ساتھ باہر نکل آیا۔ برآمدے میں ایک خوبصورت لڑکی اونی اسکرٹ پہنے کمر سے ایپرن باندھے لمبے ہتھے والے برش سے فرش صاف کر رہی تھی مجھے دیکھ کر اس نے کہا۔

"گٹن مارگن ہرن۔"

"گڈ مارننگ مس۔!" میں نے باہر کے موسم سے ٹھٹھرتے ہوئے کہا۔ سرد ہوائیں اب بھی چل رہی تھیں۔ لڑکی کافی دلکش تھی۔ لیکن اس وقت اسے دیکھنے کی فرصت کسے تھی۔

"میری لڑکی لیزارا۔" عورت نے کہا۔ اور میں نے بادل نخواستہ گردن خم کر دی۔ لڑکی خاموشی سے پھر فرش صاف کرنے میں مشغول ہو گئی۔

بوڑھی مجھے ایک باتھ روم میں لائی' بلکہ زبردستی لائی' جہاں ایک برتن میں گرم پانی موجود تھا۔ ناچار میں نے منہ ہاتھ دھویا۔ گرم پانی چہرے اور ہاتھوں پر بھلا معلوم ہوا۔ لیکن پھر ٹھنڈے پڑتے ہی ہوا لگی اور چہرہ سن ہونے لگا۔ میں جلدی سے باتھ روم سے نکل آیا تھا۔ اس کے بعد سردارے کی شامت آئی۔ اور وہ منہ سے پھوپھو کرتا ہوا میرے پاس پہنچ گیا۔ تب مسز فورک ہم دونوں کو لے کر ایک اور کمرے میں پہنچ گئی۔ یہاں ہماری ملاقات سرخ ناک' سفید چہرے اور چھوٹے قدوالے مسٹر فورک سے ہوئی جس کی آنکھیں شیشے کی گولیوں کی مانند تھیں اور ناک کے نیچے ہٹلر کٹ مونچھیں تھیں۔ اس نے فرانسیسی ملاحوں والی گرم ٹوپی پہنی ہوئی تھی اور ٹخنوں تک کے کوٹ میں لپٹا ہوا تھا۔!

"تم ہی ہو رات کے مہمان۔؟" اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"ہاں موسیو فورک۔" میں نے جواب دیا۔

"مجھے معاف کرنا۔" رات کو میں تمہیں خوش آمدید نہ کہہ سکا۔ بیٹھو بیٹھو۔" اس نے کرسیوں کی طرف اشارہ کیا۔

"میرا نام سیسرو ہے۔ اور یہ پینٹو ہے۔" میں نے کہا۔

"بڑی خوشی ہوئی۔ لیکن میں تم سے مصافحہ نہیں کروں گا۔ تم باتھ روم سے آ رہے

ہو۔ یقیناً تمہارے ہاتھ ٹھنڈے ہوں گے۔ میں نے بڑی مشکل سے ہاتھ گرم کئے ہیں۔"

"کوئی بات نہیں ہے۔" میں نے جواب دیا۔ اور ہم دونوں کرسیوں پر بیٹھ گئے۔

"جولیسا۔؟" مسز فورک نے ایک کرسی پر بیٹھتے ہوئے اپنی بیٹی کو آواز دی۔

"یس ممی۔!" جواب ملا۔ بڑی دلکش آواز تھی۔

"لے آؤ!"

"یس ممی۔ اور پھر چند منٹ کے بعد میزبانوں کی دوسری لڑکی اندر آ گئی۔ ...
سفید 'گول مول' چہرے سے شرارت ٹپکتی تھی۔ نیلی آنکھوں سے ہنسی پھوٹی پڑ رہی تھی۔
اس کے ہاتھوں میں ایک بڑی ٹرے تھی۔ جس میں ایک بہت بڑا پیالہ رکھا ہوا تھا ...
اس سے بھاپ اٹھ رہی تھی۔ ٹرے میں گول چمچے اور کئی پیالے رکھے ہوئے تھے۔ اور ...
میں براؤن رنگ کی کوئی چیز تھی۔!

مسز فورک نے اٹھ کر پیالے سب کے سامنے سرو کر دیئے اور پھر آواز دی۔
لیزارا۔ آ جاؤ۔!"

"آئی ممی۔!" دوسری آواز سنائی دی۔ اور سردارے نے عجیب سی نگاہوں سے ...
طرف دیکھا۔ اور پھر لیزا بھی ہاتھ صاف کرتی ہوئی آ گئی۔

جولیسا پہلے ہی ایک کرسی پر براجمان ہو گئی تھی۔ تب بوڑھی عورت نے پیالے ...
براؤن سیال سب کے پیالوں میں ڈالنا شروع کر دیا۔! سردارے کچھ بے چین ہو رہا تھا۔

میں نے اس کی بے چینی بھانپ کر بوڑھی سے پوچھا۔ "یہ کیا ہے ممی۔؟"

"خرگوش کا شوربہ۔ بچو۔ یہ تمہاری سردی دور کر دے گا۔ ایک خاص انداز سے ...
جاتا ہے۔"

"حلال ہے۔" سردارے نے آہستہ سے اردو میں کہا اور پھر چمچے سے شوربہ پینے لگا۔
گرمی دور کرنے کی بات الگ تھی۔ شوربہ بے حد لذیذ تھا۔ آداب کے خلاف تھا ورنہ میں ...
طلب کرتا۔

ہم خاموشی سے شوربہ پیتے رہے۔ جولیسا کئی بار ہم دونوں کو دیکھ چکی تھی۔ پھر ...
سے نہ رہا گیا تو وہ بول پڑی۔ "آپ لوگ روسی ہیں۔؟"

"نہیں بے بی۔" میں نے جواب دیا۔

"مسٹر۔ میری عمر پورے سترہ سال ہے۔ براہ کرم آئندہ مجھے بے بی نہ کہیں۔"

"سوری بے بی۔" میں نے کہا۔

"پھر بے بی۔"

"اوہ۔ آئی ایم ساری مس۔ مس جولیسا۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"شکریہ۔ لیکن آپ نے میری بات کا جواب نہیں دیا۔"

"نہیں۔ ہم روسی نہیں ہیں۔"

"مجھے روسیوں کو دیکھنے کا بہت شوق ہے۔ ہر آنے والے سے پوچھتی ہوں وہ روسی تو
نہیں ہے۔ سب منع کر دیتے ہیں۔"

"اوہ۔ بہت افسوس ہوا۔"

"فضول لڑکی ہے جی۔" بوڑھے فورک نے کہا۔

"بالکل غلط۔ پاپا اس لفظ کے علاوہ کسی اور لفظ سے واقف نہیں ہیں۔ اگر آپ ثابت
کر دیں کہ میں فضول لڑکی ہوں۔ تو میں۔ تو میں آپ کو کسٹرڈ چمیری کھلاؤں گی۔" جولیسا
نے کہا۔

"نہیں مس جولیسا۔ آپ بالکل فضول نہیں ہیں۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"میں نے کتنی بار منع کیا ہے جولیسا۔ اجنبیوں سے اس طرح بے تکلف مت ہوا کرو۔
لیکن تم میری بات ایک کان سے سنتی ہو دوسرے سے اڑا دیتی ہو۔" سنجیدہ خاتون۔ یعنی مس
لیزا نے کہا۔

"تو میں کیا کروں۔ میرے دو کان جو ہیں۔" جولیسا نے کہا اور پھر زبان دانتوں میں دبا
کر شرارت سے ہنس پڑی۔

"اچھا اچھا۔ اٹھو تم دونوں۔ ناشتہ لے آؤ۔"

"آج ناشتے میں کیا کیا ہے ممی۔" جولیسا نے پوچھا۔

"کیوں۔؟" مسز فورک نے اسے گھورا۔

"مطلب یہ کہ ہم دونوں کے جانے کی کیا ضرورت ہے۔ لیزارا خود لے آئے گی۔"

"بکومت۔ تم بھی جاؤ۔" مسز فورک نے سخت لہجے میں کہا۔

"اچھا۔ خیر۔" اس نے شانے ہلائے اور پھر دونوں لڑکیاں اٹھ گئیں۔

"دیکھا تم نے۔ دونوں ایک دوسرے کی ضد ہیں۔" مسز فورک ان کے جانے کے بعد
مسکراتی ہوئی بولی۔ اور ہم دونوں بھی اخلاقاً مسکرانے لگے۔

"ویسے یہ عجیب بات ہے بچو۔ تمہارے پاس گرم لباس نہیں ہے۔"

"میں نے مادام کو بتایا تھا۔ ہمیں اس قدر سردی کی امید نہیں تھی۔ ویسے کیا برگ کے
بازاروں میں ضرورت کی ساری چیزیں مل سکتی ہیں؟" میں نے پوچھا۔

"کیا نہیں ملتا یہاں۔ سوئٹزرلینڈ کے سب سے بڑے شہر سے عمدہ سامان یہاں کے
بازاروں میں موجود ہے۔ لیکن ذرا مہنگا ہے۔ کیا تمہارے پاس ضرورت کے مطابق کرنسی موجود
ہے۔؟" فورک نے پوچھا۔

"ہاں۔ ہم آج خریداری کر لیں گے"

"تب ٹھیک ہے۔ یہاں قیام کرو گے۔؟"

"یقیناً۔"
"کتنے روز۔؟"
"یہ برگ کی خوبصورتی پر منحصر ہے۔" میں نے جواب دیا۔
"اوہ۔ برگ بے حد حسین ہے۔ تم خوش ہو جاؤ گے۔ موسم کی خرابی کی وجہ سے معذور ہوں۔ ورنہ تمہارے گائڈ کی حیثیت سے کام کرتا۔ یوں بھی موسم سرما ہم لوگوں کے لیے سخت نقصان دہ ہوتا ہے"
"کیوں۔؟" میں نے پوچھا۔
"بھئی ظاہر ہے۔ کون آتا ہے اس موسم میں۔ گرمیوں کے موسم میں تو سیاحوں کی ریل پیل ہوتی ہے۔ ایک بھی خیمہ خالی نہیں ملتا پورا کیمپ خیموں سے بھر جاتا ہے۔ یوں سمجھو ہم موسم گرما میں کماتے ہیں اور موسم سرما میں خرچ کرتے ہیں۔ سردیوں کے موسم میں آمدنی کے سارے راستے بند ہو جاتے ہیں۔"
"یقیناً۔ پھر بھی آپ برگ کے بازار تک ہماری رہنمائی ضرور کریں گے۔" میں نے کہا۔
"ہاں۔ دھوپ نکل آئے گی تو ضرور چلوں گا۔" بوڑھے نے جواب دیا اور مسز فورک اسے گھورنے لگی۔ شاید وہ سوچ رہی تھی کہ بوڑھے نے دھوپ کی شرط کیوں لگا دی۔ ممکن ہے خریداری کے دوران کچھ رقم بن جائے۔ ان لوگوں کے حالات زیادہ بہتر نہیں معلوم ہوتے تھے۔ بہرحال ہم کسی کو تکلیف بھی نہیں دینا چاہتے تھے۔
"خیمے کی ضرورت تو تمہیں یقیناً ہو گی۔؟" بوڑھی نے کہا۔
"یقیناً ممی۔!"
"ہوں۔ اگر ہوٹل بازی پسند نہ ہو۔ تو لڑکیاں تم دونوں کا کھانا بھی تیار کر دیں گی۔"
"اور کیا حرج ہے اولیوارا۔ اگر یہ دونوں شریف بچے ہمارے ہی مکان کے ایک کمرے میں رہیں۔ تم ان سے مناسب کرایہ وصول کر سکتی ہو۔" بوڑھے فورک نے ایک نئی تجویز آگے بڑھایا۔
اور عورت سوچ میں پڑ گئی۔ پھر اسنے گردن ہلاتے کہا۔ "مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے۔ اگر بچے پسند کریں۔
"اگر ایسا ہو جائے ممی۔ تو پھر ہم برگ میں چند روز ضرور قیام کر لیں گے۔ باہر سردی میں تو نہیں کہا جا سکتا کہ برگ میں قیام بھی کیا جا سکتا ہے یا نہیں۔"
"ٹھیک ہے میرے بچو۔ لیکن وہی بات میرے لیے باعث تشویش ہے۔"
"کیا ممی۔؟"
"اس چھت کے نیچے میں منشیات کی بو نہیں برداشت کر سکتی"

"اگر یہاں کبھی آپ کو بدبو مل جائے تو میرے دوست کو بغیر لباس کے باہر نکال دیں۔ میرے خیال میں برگ میں اس سے بڑی سزا کوئی نہ ہو گی۔ گولی مار دینے کی بہ نسبت یہاں یہ کام زیادہ اذیت ناک ہو گا۔" میں نے کہا۔
"لیکن بات سمجھ میں نہیں آئی۔" مسز فورک نے کہا۔ "صرف دوست کو کیوں۔؟"
"اوہ۔ ممی۔ پشتو میرا بڑا پیارا دوست ہے۔ اگر آپ ہم دونوں کو سزا دینا چاہتی ہیں تو پشتو کو باہر سردی میں نکال دیں۔ یہ ٹھٹھر کر مرجائے گا۔ اور پھر اس کے غم میں رو رو کر میں جان دیدوں گا" میں نے کہا اور مسٹر اور مسز فورک ہنس پڑے۔ دیر تک ہنستے رہے اور اسی وقت جولیسا اور لیزارا آ گئیں۔ انہوں نے ناشتے کی ٹرالی۔ سنبھالی ہوئی تھی۔
ابلے ہوئے مٹر' تلے ہوئے آلو۔ مکھن' گھر میں بنائی ہوئی ڈبل روٹی۔ پنیر کے ٹکڑے۔ یہ تھا ناشتہ۔ بہرحال بہت خوب تھا دونوں لڑکیاں اس انداز میں پلیٹیں سجانے لگیں' جیسے ساری دنیا کی نعمتیں اکٹھی ہو گئی ہوں۔ پھر وہ اپنی اپنی پلیٹیں لیکر بیٹھ گئیں۔ ہم لوگ صبح کو ڈٹ کر ناشتہ کرنے والوں میں سے ہیں۔ یہ ساری چیزیں تو سردار ہی اڑا جاتا۔ لیکن ہم نے تکلف سے کام لیا اور نزاکت سے ان میں سے کچھ چیزیں کھائیں پھر چائے پی اور ناشتہ ختم ہو گیا۔
"تم نے اس درمیان کوئی فیصلہ کر لیا ہو گا دوستو۔" مسٹر فورک بدستور کاروباری گفتگو میں مصروف تھے۔
"کس سلسلے میں فادر۔؟" میں نے پوچھا۔
"اوہ۔ وہی تجاویز۔ جو ہم لوگوں نے پیش کی تھیں۔"
"فیصلہ تو آپ کر چکے تھے فادر۔ ہم نے وعدہ کیا تھا کہ اس چھت کے نیچے چرس نوشی نہیں ہو گی۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔
"گویا معاملات طے؟"
"یقیناً۔!"
"لیکن کچھ باتیں تشنہ رہ گئیں۔" مسٹر فورک بیوی کی طرف دیکھتے ہوئے بولے۔ سوچ رہے تھے کہ کوئی بات مسز فورک کی مرضی کے خلاف تو نہیں ہو رہی ہے؟"
لیکن مسز فورک پر سکون تھیں۔
"وہ کیا محترم۔؟" میں نے پوچھا۔
"یہی کہ کیا تمہارا کھانا بھی یہیں تیار ہو گا؟"
"سب کچھ یہیں ہو گا مسٹر فورک۔" میں نے جواب دیا۔ اور پھر لباس میں ہاتھ ڈال کر میں نے سوئس کرنسی کی ایک بڑی گڈی نکال لی۔ جولیسا کے ہاتھ سے چمچہ گر پڑا۔ مسٹر فورک نے چائے کی پیالی جلدی سے نیچے رکھ دی اور پھٹی پھٹی نگاہوں سے گڈی کو دیکھنے لگے۔ مادام اور الیورا نے اس طرح دوسری طرف آنکھیں کر لیں جیسے خود کو لاپرواہ ظاہر کرنا چاہتی

ہوں۔ عجیب سی کیفیت طاری ہو گئی تھی ماحول پر۔ تب میں نے مسز فورک کی طرف رخ کر کے کہا۔ "یہ رکھ لیں ممی۔ ہمارے آرام کے لیے تمام بندوبست کر دیں۔ جو کچھ کم پڑ جائے پیش کر دوں گا۔"

"ادھر۔ ادھر۔ عنایت فرما دیں۔ ادھر۔" مسٹر فورک بھرائی ہوئی آواز میں بولے اور مسز فورک ایک دم سنبھل گئیں۔ انہوں نے مسٹر فورک کا بڑھا ہوا ہاتھ جھٹک دیا۔ اور گڈی خود لے لی۔

"یہ تو بہت بڑی رقم ہے بیٹے۔ کیا تم طویل عرصے تک برگ میں قیام کرو گے۔؟"

"کچھ نہیں کہا جا سکتا ممی۔ اگر برگ پسند آ گیا تو جب تک دل چاہا نہ پسند آیا۔ تو ہو سکتا ہے کل ہی واپس چلے جائیں۔"

"نہ پسند آنے کی کیا بات ہے۔ یہ میری بستی ہے۔ جولیسا نے کہا۔

"جولیسا۔ معزز لوگوں سے گفتگو کرنے کا سلیقہ سیکھو۔" مسٹر فورک نے فوراً اپنی بیٹی کو ڈانٹا۔

"میں برگ کی وکالت کر رہی ہوں پاپا۔"

"ٹھیک ہے لیکن۔"

"اوہ۔ کوئی بات نہیں ہے مسٹر فورک۔ بے بی ٹھیک کہتی ہے" میں نے ہنستے ہوئے کہا۔ اور جولیسا پھر مجھے گھورنے لگی۔ وہ دانت پیس رہی تھی۔ پھر اس نے مخصوص انداز میں کہا۔

"میری عمر پورے سترہ سال ہے مسٹر۔ میں پہلے بھی بتا چکی ہوں براہ کرم مجھے بار بار بے بی نہ کہیں۔"

"اچھا برتن سمیٹو تم لوگ۔" "مسز فورک نے کہا۔ اور لیزارا جلدی سے اٹھ گئی۔ جولیسا بھی دانت پیستی ہوئی کھڑی ہو گئی تھی۔ پھر وہ دونوں خالی برتن ٹرالی پر رکھنے لگیں اور پھر ٹرالی دھکیلتی ہوئی باہر نکل گئیں۔

"چائے اور بنواؤں بیٹے۔ ہاں ایک بار اپنے نام اور دہرا دو۔"

"میں سیمرو ہوں۔ اور یہ پنٹو۔!" میں نے کہا۔

"ٹھیک ہے۔ ہاں تو چائے۔؟"

"میرا خیال ہے اب ضرورت نہیں ہے ممی۔ ہمیں اپنے کمرے میں جانے کی اجازت دیں۔"

"ضرور۔ ضرور۔ آؤ۔" مسز فورک نے کہا اور ہم دونوں بھی اٹھ گئے مسز فورک ہمارے ساتھ ہمارے کمرے تک آئیں۔ پھر انہوں نے بڑے گھمبیر لہجے میں کہا۔

"دراصل ہمارے حالات زیادہ بہتر نہیں ہیں بیٹے۔ آج کل یہاں زبردست مندا ہے۔ دوسری بہت سی پارٹیاں بھی سیزن بزنس کرنے لگی ہیں۔ اس لیے سیزن میں اتنا نہیں ملتا کہ پورا سال آسانی سے گزر جائے۔ ورنہ ہم بھی مہمان نوازی جانتے ہیں۔" بوڑھی کی آواز میں ہلکی سی لرزش تھی۔

"ارے نہیں ممی۔ سب ٹھیک ہے۔!" میں نے اس کے دونوں شانوں پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔

"شکریہ میرے بچے۔ لیکن تم یہاں کوئی تکلیف مت اٹھانا۔ جس چیز کی ضرورت ہو۔ بے تکلف ہو کر کہہ دینا۔"

"یقیناً!" میں نے کہا۔ اور بوڑھی مڑ کر واپس چلی گئی۔ سردارے پھر بستر میں جا گھسا تھا اور میں دروازے کی طرف دیکھتا رہ گیا تھا۔ جہاں بوڑھی کے لباس کی سرسراہٹ ابھی تک پھیلی ہوئی تھی۔

یہ ماحول۔ یہ گھریلو انداز۔ یہ ممتا بھری آواز۔ کیسا اجنبی تھا جیسے ہم اس دنیا کے باسی ہی نہ ہوں۔ جیسے ہم کسی سیارے کی مخلوق ہوں کیسا نیا پن تھا اس ماحول میں۔ نہ جانے کہاں زندگی گزر رہی تھی۔ نہ جانے یہ سب کچھ کیوں چھن گیا تھا۔! میرے دل میں خیالات آ رہے تھے۔

"نواز جی۔! سردار کی آواز ابھری اور میں چونک پڑا۔ اور پھر ایک گہری سانس لے کر بول پڑا۔ "اور اب کیا سوچ رہے ہو۔؟" سردارے نے پوچھا۔

"کچھ نہیں سردارے۔"

"تو آ جا کمبل میں۔" سردارے بولا۔ اور میں بھی بستر پر آ گیا۔ "یہاں تو ایسا لگ رہا ہے بھائی جیسے پورا سیزن اسی بستر میں گھسے گھسے گزارنا پڑے گا۔"

"تھوڑی دیر کے بعد اٹھ کر بازار چلیں گے۔"

"او نوازے۔ کیوں سردارے کی جان کا دشمن ہوا ہے۔"

"کیوں۔؟"

"بھائی میرے لیے جو کچھ خریدنا ہے تم خود خرید لینا۔ میں اس بستر سے اتر کر کہیں مر جاؤں گا۔"

"اور وہ ایک ہزار کمبل کون خریدے گا۔؟" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"یہ اس وقت کی بات ہے جب خیمے میں رہنے کی سوچ رہے تھے۔ اب تو یہ کمرہ موجود ہے۔ مسز فورک سے کہیں گے کہ رات کو اسے اور گرم کر دے۔" میں سردار کی باتوں پر ہنسنے لگا۔ اس کے بعد خاموشی چھا گئی۔ نہ جانے ہم کتنی دیر تک خاموش رہے۔ سردارے سونے لگا تھا۔ پھر دروازہ کھلا اور لیزارا اندر داخل ہو گئی۔ اس نے تعجب سے ہم دونوں کو

"ہیلو لیزارا۔" میں نے اسے پکارا اور سردارے نے جلدی سے کمبل سے... لیا۔

"باہر دھوپ نکل آئی ہے۔ جناب۔ اگر آپ پسند کریں تو پاپا نے کہلوا دیا ہے۔"

"ہم ابھی آرہے ہیں۔" میں نے کہا۔

"بہت بہتر۔" لیزارا واپس مڑ گئی اور سردارے نے میری طرف رخ کر... دبائی۔

"چھڑی اور دو دو استاد۔" وہ بولا۔

"سردارے۔" میں نے بھاری لہجے میں کہا۔

"استاد۔!" سردارے میرے لہجے کی سردی سے چونک کر بولا

"ہم ان لڑکیوں سے فلرٹ نہیں کریں گے۔ تم نے بوڑھی عورت کی آنکھ... پیار کے وہ موتی نہیں دیکھے' جو صرف ماں کی آنکھ میں چمکتے ہیں کائنات کی کوئی شے ان... کی قیمت نہیں بن سکتی۔ اور ہم ان موتیوں کی آب نہیں چھینیں گے۔ ہم ان لڑکیوں... فلرٹ نہیں کریں گے۔ سردارے ہم انہیں کسی غلط فہمی میں بھی نہیں ڈالیں گے۔"

"میرے حکم کی بات نہیں سردارے۔ کیا ضمیر ان سیدھے سادھے لوگوں... دینا پسند کرے گا۔؟"

"ہرگز نہیں استاد۔ شرمندہ ہوں۔" سردارے نے کہا۔

"تو بھی دل کا امیر ہے سردارے۔ اور دل کے امیر اوناسس' فورڈ' داؤد... آدم جی سے بہتر ہوتے ہیں۔ آ اٹھ باہر چلیں۔"

"بدن کا امیر نہیں ہوں استاد۔ مجھے یہیں رہنے دو۔"

"ارے دھوپ نکل آئی ہے باہر۔"

"مذاق کرنے آئی ہوگی۔ بھلا وہ اس برف کی زمین کا کیا۔۔۔ بگاڑ لے گی۔"

"اٹھ جا یار۔ کیا لڑکیوں کی طرح نخرے کر رہا ہے۔" میں نے کمبل اس پر سے... دیا۔ اور سردارے نے بستر سے چھلانگ لگا دی۔ جوتے پہن کر ہم باہر نکلے۔ کمرے... قدم رکھا تھا کہ جولیسا نظر آگئی وہ بے تحاشا ہنس رہی تھی۔ ہمیں دیکھ کر اور زور سے... پھر پیٹ پکڑ پکڑ کر ہنسنے لگی۔

"ارے کیا ہوا جولیسا۔؟"

"باہر چل کر دیکھ لیں' دل خوش ہو جائے گا مسٹر سیسرو۔"

"پھر بھی ہوا کیا۔؟"

"آپ کی گاڑی کا دروازہ کھلا ہوا تھا۔"

"ہاں۔ ہاں۔ پھر۔؟" میں نے چونک کر پوچھا۔ سردارے بھی اسے گھورنے لگا...

"ایک خاتون مع اپنے چار عدد بچوں کے آپ کی گاڑی میں موجود ہیں۔ ڈیڈی۔ ممی اور لیزارا تینوں بڑی دیر سے ان سے درخواست کر رہے ہیں کہ اب دھوپ نکل آئی ہے۔ وہ باہر تشریف لے آئیں۔ لیکن وہ کسی قیمت پر باہر آنے کو تیار نہیں ہیں۔"

"اوہ۔ بیچاری۔ نہ جانے کون ہوگی۔ بچے بھی ہیں اس کے ساتھ۔؟" سردارے نے ہمدردی سے کہا۔

"ایک دو نہیں۔ پورے چار عدد جناب۔"

"خیر کوئی بات نہیں ہے۔ انہیں آرام کرنے دو۔" سردارے بولا۔

"آؤ۔ دیکھیں۔" میں نے کہا۔ جولیسا برابر ہنس رہی تھی۔ ماں کی طرح اس کے گالوں میں بھی حسین گڑھے پڑ جاتے تھے۔ وہ ہمارے آگے آگے پھدکتی ہوئی باہر نکل گئی۔

باہر قدم رکھا۔ سرسبز گھاس کے دھلے دھلے میدان' تاحد نگاہ بکھرے ہوئے تھے۔ سامنے دریا تھا۔ جس سے تھوڑے فاصلے پر چند خیمے لگے ہوئے تھے۔ سردارے نے انہیں دیکھ کر جھرجھری لی۔

"میرا خیال ہے یہ لوگ طویل خودکشی کرنے آئے ہیں۔ پتہ نہیں میرا جملہ درست ہے یا نہیں۔" وہ آہستہ سے بولا۔

جولیسا گاڑی کے پاس پہنچ گئی۔! لیکن وہاں کی صورت حال سنگین تھی۔ لیزارا فرش صاف کرنے والے برش کے ڈنڈے سے اندر موجود ہستی کو ٹھیل رہی تھی۔

"ارے۔ ارے لیزارا۔ رہنے دو۔ رہنے دو۔ کون خاتون ہیں۔ کیا بات ہے۔؟" میں جلدی سے بولا۔ "اگر کسی نے اپنے بچوں کے ساتھ میری گاڑی میں پناہ لے لی ہے تو گاڑی کا کیا بگڑے گا۔"

لیکن جولیسا کی بے تحاشا ہنسی کا مقصد قریب پہنچ کر سمجھ میں آیا۔ سفید رنگ کی بڑے بالوں اور چھوٹے قد کی ایک کتیا تھی جس کے ساتھ اس کے چار اسی جیسے بچے بھی تھے۔ سب اسے نکالنے کی کوشش کر رہے تھے۔ لیکن وہ کسی قیمت پر باہر آنے کو تیار نہیں تھی۔

"اوہ۔ تو یہ خاتون ہیں مس جولیسا۔؟"

"جی ہاں۔ آپ سے پرانی شناسائی تو نہیں ہے؟" جولیسا نے کہا اور ہنس پڑی۔

"پھر بے وقوفی کی بات۔" مسز فورک نے اسے ڈانٹا اور جولیسا نے شانے اچکا کر زبان دانتوں میں دبالی۔ پھر ہنس پڑی۔

"اب کیا کریں مسٹر سیسرو۔ آپ شاید دروازہ کھلا چھوڑ گئے تھے؟"

"آرام کرنے دیں اسے۔ نکل جائے گی خودبخود۔" میں نے کہا۔

"اوہ۔ لیکن یہ آپ کا سامان خراب کرے گی۔"

"سامان ہم اٹھائے لیتے ہیں۔" میں نے کہا اور پھر سردارے کو اشارے سے کہا۔

سردارے گاڑی کے پچھلے حصے سے سامان اٹھا کر اندر لے جانے لگا۔ اور ہمارا سامان دیکھ کر مسز فورک کی آنکھیں گول ہو گئیں۔ ہماری پوزیشن کا اندازہ پہلے تو انہیں نوٹوں کی گڈی دیکھ کر ہو گیا تھا۔ پھر قیمتی لینڈ روور دیکھ کر ہوا گا اور اب سامان دیکھ کر جو خاصا قیمتی تھا۔!

سربند خوراک اور دوسری چیزیں۔ ایسا سامان گاڑی میں چھوڑ دیا گیا تھا جس کی فوری ضرورت نہیں تھی۔ مسز فورک اور ان کی دونوں لڑکیوں نے بھی ہماری مدد کی۔ اور سامان اندر پہنچ گیا۔

دفعتاً" سردارے نے جھک کر جولیسا کے کان میں کچھ کہا اور جولیسا اسے دیکھنے لگی۔

"ٹھیک ہے۔" اس نے کہا۔ میری سمجھ میں نہیں آیا تھا کہ ان دونوں نے کیا بات کی تھی۔ لیکن پھر جولیسا بول پڑی۔ "اور اگر تم نہ کر سکے۔؟"

"تو میں تمہیں بڑے بالوں والی کھال کا ایک کوٹ خرید کر دوں گا۔" سردارے نے جواب دیا۔

"خدا کی پناہ۔ کیا تم سچ کہہ رہے ہو۔؟"

"ہاں۔ شرط ہے۔ اس میں جھوٹ کی کیا بات ہے۔" سردارے نے جواب دیا۔

"تب تو خدایا۔ تم کسی طرح نہ جیت سکو۔!" جولیسا نے بڑے خشوع و خضوع سے کہا۔

"کیا بات ہے؟" میں نے پوچھا۔

"ابھی بتا دوں گا استاد۔" سردارے نے کہا۔ اور پھر وہ خطرہ مول لے کر گاڑی میں چڑھ گیا۔ ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھ کر اس نے گاڑی اسٹارٹ کرنے کی کوشش کی۔ بیٹری مر تھی اس لیے بے شمار سیلف مارنے پڑے تب کہیں جا کر گاڑی اسٹارٹ ہوئی۔ اور بات کسی حد تک میری سمجھ میں آ گئی غالباً کتیا کو اتارنے کی شرط ہوئی تھی۔

"سردارے۔" میں نے سردارے کو آواز دی۔

"بس ابھی لو استاد۔ ایسے جھٹکے دوں گا اس کتیا کی بچی کو کہ چھٹی کا دودھ یاد آ جائے گا۔" سردارے نے اردو میں کہا۔

"کیا تم اس لڑکی کی آنکھوں کے چراغ بجھا دو گے سردارے' جس کی آنکھوں میں بڑے بالوں والا کوٹ لہرا رہا ہے۔ کیا یہ شرط جیت کر تم بہت بڑا کارنامہ انجام دو گے۔؟" میں نے اردو میں ہی کہا۔

اور سردارے نے جلدی سے سوئچ آف کر دیا۔ انجن بند ہو گیا۔ پھر سردارے بند انجن کو ہی سیلف مارتا رہا' اور پھر منہ لٹکائے نیچے اتر آیا۔ کتیا اب بھی اندر تھی۔!

"کیا ہوا ہینتو۔؟" جولیسا کا چہرہ خوشی سے چقندر ہو رہا تھا۔

"نہیں اترتی کمبخت۔ اور یہ انجن اسٹارٹ نہیں ہو رہا۔ ورنہ جھٹکے دے دیکر میں

اس کی کمر توڑ دیتا ہے۔"

"لیکن تم شرط تو ہار گئے۔ خواہ کچھ بھی ہو۔"

"ہاں۔!" سردارے نے جواب دیا۔

"تو پھر لاؤ کوٹ۔"

"ارے تو کیا میری جیب میں رکھا ہے۔ بازار کھلے تو خرید لانا۔"

"بائی گوڈ۔ تم سنجیدہ ہو۔؟" جولیسا حیرت سے بولی۔

"مجبوری ہے۔ شرط ہار گیا ہوں۔"

"جولیسا۔ کیا بدتمیزی ہے۔ تم مستقل ان شریف لوگوں کے پیچھے پڑی ہوئی ہو۔" مسز فورک نے اسے ڈانٹا۔

"ممی۔ میں نے شرط جیتی ہے۔ اب یہ مجھے بڑے بالوں کی کھال کا کوٹ دلائیں گے۔ پلیز ممی۔"

"شٹ اپ۔!" مسز فورک نے اسے ڈانٹا۔

"نہیں مانوں گی۔ بائی گاڈ۔ نہیں مانوں گی۔ اس کے بعد آپ کہیں گی تو میں ان کا احترام کروں گی۔ لیکن میں شرط جیت گئی ہوں۔"

"ہاں مسز فورک۔ آپ اس سلسلے میں مداخلت نہ کریں۔ اس نے شرط لگائی کیوں تھی۔" میں نے جولیسا کی حمایت کی۔

"ارے تم لوگ اس کی باتوں میں مت آنا بیٹے۔ پوری شیطان ہے۔ ہر گھنٹے کے بعد ایک شرط لگائے گی۔" مسز فورک نے کہا اور پھر لیزارا سے بولی۔ "لیزارا۔ کرسیاں دھوپ میں لے آؤ۔ اور ہاں بچو۔ دوپہر کے کھانے میں کیا پسند کرو گے۔؟"

"آپ کی پسند سے ممی۔ ہم تو یہاں اجنبی ہیں۔" میں نے جواب دیا۔

دھوپ پورے میدان پر پھیل گئی تھی۔ لیکن ہوائیں اب بھی چل رہی تھیں اور دھوپ کی ایک نہ چل رہی تھی۔ سردار کے بدن پر اب بھی کپکپی تھی۔ لیکن آہستہ آہستہ وہ نارمل ہو گیا۔

جب ہم کافی دھوپ کھا چکے تو میں نے بوڑھے فورک سے کہا "آپ کے خیال میں آج کا موسم کیسا ہے۔؟"

"دھوپ ہمارے لیے بہت بڑی نعمت ہوتی ہے۔" فورک نے جواب دیا۔

"تو پھر شاپنگ کی کیا رہی۔؟"

"ہاں۔ ہاں میں تیار ہوں۔ تھوڑی دیر اور رک جاؤ۔ اس کے بعد بازار چلیں گے۔ یہاں بازار ذرا دیر سے کھلتے ہیں۔"

"ٹھیک ہے۔" میں نے کہا۔

اور پھر دن کے تقریباً پونے گیارہ بجے تھے' جب ہم شاپنگ کے لیے جانے کو تیار ہو گئے۔ میرے اصرار پر لیزارا اور جولیسا بھی تیار ہو گئیں حالانکہ مسز فورک انہیں منع ہی کر رہی تھیں۔

مسٹر فورک کی سرکردگی میں ہم بازار چل پڑے۔ بات پیدل چلنے کی ہی ہوئی تھی۔ یوں بھی برگ کا بازار زیادہ دور نہیں تھا۔ قصبے کی اکلوتی سڑک پر آمدورفت شروع ہو گئی تھی۔ الپس کے دیہاتی کسان چھکڑوں پر دودھ کے کنستر اور سبزیوں کی ٹوکریاں لادے قصبے پر آ رہے تھے چھکڑوں کو پستہ قد گھوڑے کھینچ رہے تھے۔

بازار کی دوکانیں اور قہوہ خانے کھل چکے تھے۔ ایک طرف ٹورسٹ آفس کا بورڈ آویزاں تھا۔ بازار چھوٹا تھا' لیکن اس کی دوکانیں خوب بڑی' خوبصورت اور ساز و سامان سے بھری ہوئی تھیں۔ ان دوکانوں میں کوہ پیمائی کے جدید ترین سامان اور برف پر پھسلنے کے سامان کی دوکانیں نمایاں تھیں۔!

ہم بازار کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک چلے گئے۔ اور دوسرے سرے پر پہنچ کر مسٹر فورک نے کہا۔ "بس۔ یہاں پر برگ کا بازار ختم ہو جاتا ہے۔"

"خوب۔ ہم نے سوچا پہلے بازار دیکھ لیں اس کے بعد خریداری کریں گے۔" میں نے کہا۔

"ہاں ٹھیک ہے۔ اب یہ بتاؤ کس چیز کی حاجت ہے؟"

"بس سردی سے بچنے کے لیے ضروری سامان۔ باقی تو تم دیکھ چکے ہو۔ ہمارے پاس سب کچھ موجود ہے۔"

"تب آؤ۔ میں تمہیں "ایڈس دی کیوے" لے چلوں۔ بازار کی سب سے خوبصورت دوکان ہے۔ اور اس کے ہاں ضرورت کی ساری چیزیں موجود ہیں۔" فورک نے کہا۔

"چلو۔" میں نے جواب دیا۔ فورک ہمیں جس دوکان میں لایا وہ بلاشبہ اچھا خاصا ڈیپارٹمنٹل اسٹور تھا۔ کئی سیلز مین اور سیلز گرل تھیں۔ خوبصورت مجسموں سے آراستہ تھی جو لباس وغیرہ کی نمائش کرتے تھے۔ بڑا صاف ستھرا ماحول تھا۔ دونوں لڑکیاں دوکان میں داخل ہوتے ہوئے جھجکی تھیں لیکن بالآخر داخل ہو گئیں۔

سیلز مین ہماری طرف متوجہ ہو گئے۔!

"بڑے بالوں والے پوستین۔ اندر باہر سے خوب گرم۔" فورک نے سیلز مین کو بتایا۔

"براہ کرم اس طرف تشریف لے آئیں۔" سیلز مین نے خوش اخلاقی سے کہا اور ہم اس کے ساتھ چل پڑے۔ تب اس نے نفیس اقسام کے مختلف پوستین نکال کر ہمارے سامنے ڈھیر کرنا شروع کر دیئے۔ اس سے قبل اس نے میرا اور سردار کا ناپ لے لیا تھا۔ میں نے ایک انتہائی خوبصورت چیتے کی کھال کی پوستین پسند کی جو اندر سے خوب گرم تھی۔ اس کے ساتھ

کانوں کو ڈھک لینے والی ٹوپی بھی تھی' دستانے بھی تھے۔ بڑی نفیس اور قیمتی چیز تھی۔ اور سردارے نے بالکل اسی تراش کی' لیکن بڑے بالوں والے ریچھ کی کھال کی پوستین پسند کی تھی اور سیاہ سویڈش پوستین میں' ٹوپی پہن لینے کے بعد وہ دور سے کوئی ریچھ ہی معلوم ہو رہا تھا۔ دونوں لڑکیاں اسے دیکھ کر ہنس پڑیں۔ اور سردارے منہ سے ریچھ کی سی آوازیں نکالنے لگا۔

"مسخرہ پن مت کرو۔ سب تمہیں دیکھ رہے ہیں۔" میں نے کہا۔

"یہی تو خوبی ہے اس پوستین کی۔ خرید لوں۔؟"

"ضرور خریدو۔ میدانی ریچھ معلوم ہو رہے ہو۔"

"ریچھ اور چیتے یکجا ہیں۔ ویسے خوب گرم ہے۔ سردی بھاگ گئی۔ اور ہاں' یار وہ شرط۔"

"ٹھیک ہے' ٹھیک ہے۔ ہارے ہو تو پوری کرو۔"

"تھینک یو باس۔" سردارے نے کہا۔ اور پھر وہ جولیسا کو لیکر لیڈیز کاؤنٹر پر چلا گیا۔ ہم لوگ بھی اس کے پیچھے پیچھے تھے۔ "لیڈیز فرکوٹ" اس نے کہا اور سیلز گرل نے گردن جھکا دی۔ اور پھر اس نے انتہائی۔۔۔ خوبصورت کوٹ دکھائے۔ جولیسا کا چہرہ خشک ہو رہا تھا۔

"پسند کریں میڈم۔" سردارے نے کہا۔

"وہ۔ وہ۔ اوہ مسٹر پنٹو۔ تھینکیو تھینکیو۔ بس کافی ہے۔" آخر میں وہ پھیکے انداز میں مسکرا دی۔

"ارے میں احسان نہیں رکھتا کسی کا۔ وہ کتیا کی بچی اب بھی نہ بھاگی ہو گی تو میں اسے گولی مار دوں گا۔" سردارے نے کہا۔

"بھاگ جائے گی۔ بھاگ جائے گی' بس ٹھیک ہے۔" جولیسا نے خشک ہونٹوں پر زبان پھیرتے ہوئے کہا۔ اور کاؤنٹر سے پیچھے ہٹ گئی۔

"مس جولیسا۔ براہ کرم جلدی کریں۔ میں شرط پوری کرنا چاہتا ہوں۔"

"یہ۔ یہ بہت قیمتی ہوں گے مسٹر پنٹو۔"

"میں فقیر نہیں ہوں۔ سمجھیں۔"

"کوئی معمولی سا کوٹ دکھادیں مس۔" جولیسا نے ایک حسین کوٹ پر غیر اختیاری انداز میں ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا۔ سیلز گرل اب دوسرے کوٹ نکال رہی تھی۔ بڑے میاں لاتعلق کھڑے تھے۔

تب میں نے لیزارا کی طرف دیکھا۔ خاموش لڑکی کاؤنٹر سے کافی پیچھے کھڑی تھی۔!

"مس لیزارا۔" میں نے اسے مخاطب کیا۔

"جناب۔" وہ چونک پڑی۔

"برن میں۔ میری ایک عزیزہ رہتی ہے۔ آپ کا سا قدوقامت ہے اس کے علاوہ اس کی ممی بھی ہیں۔ میں چاہتا ہوں ان دونوں کے لیے کوئی عمدہ سا کوٹ خریدوں' لیکن عورتوں کی پسند مجھے نہیں معلوم۔ کیا۔ آپ میری مدد کریں گی۔"

"ضرور مسٹر سیسرو۔ کیا آپ ان کے لیے قیمتی کوٹ خریدنا چاہتے ہیں؟"

"ہاں۔ وہ جو سب سے عمدہ ہوں۔"

"اگر آپ میری پسند پر اعتماد کریں تو میں حاضر ہوں۔"

"مکمل اعتماد۔ لیکن سب سے عمدہ ہونا چاہیے۔" اور لیزارا آگے بڑھ آئی۔ بلاشبہ اس کی پسند بے حد پیاری تھی۔ اس نے کریم کلر پر ہلکی براؤن دھاریوں والے کوٹ پسند کیے اور پھر میری عزیزہ کی ممی کا سائز پوچھنے لگی۔

"بالکل آپ کی ممی کی طرح۔!"

"کمال ہے۔" اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔ اور میں نے دو کوٹ منتخب کر لیے۔

"ان کے ساتھ دستانے اور انہی کی کھال کے جوتے بھی ہوتے ہیں۔" لیزارا بولی۔

"ہاں۔ وہ تو بہت ضروری ہیں۔" میں نے کہا۔

"لیکن جوتوں کا سائز؟" لیزارا بولی۔

"یقیناً۔ ان کے پاؤں آپ کے اور ممی جیسے ہوں گے۔ اسی سائز کے نکلوا لیں۔" لیزارا نے جب جوتے پہنے تو اس کی آنکھوں میں ایک لمحے کے لیے ایک عجیب سی چمک لہرائی تھی۔ بہرحال میں نے بھاری رقم ادا کر کے یہ چیزیں خرید لیں۔

سارے سیلز مین اور سیلز گرل ہماری طرف متوجہ ہو گئے تھے' صبح ہی صبح ایسی بھاری خریداری کی انہیں امید نہیں تھی۔ دوسری طرف جولیسا کی بری حالت تھی۔ اس نے ایک معمولی سا کوٹ پسند کیا تھا۔ سردارے نے اس کی پسند کا کوٹ اسے خرید دیا۔ اس کے بعد اس نے ایسا ہی ایک کوٹ خریدا جیسا میں نے لیا تھا۔ دستانے اور جوتے بھی خریدے اور اپنی بغل میں دبا لئے۔ تب ہم بڑے میاں کی طرف مخاطب ہوئے۔

"مسٹر فورک۔ براہ کرم آپ میرے دادا کے لیے ایک عمدہ سا سردی کا لباس منتخب کر دیں۔" میں نے کہا۔

"اوہ۔ ان کی عمر کیا ہے مسٹر سیسرو۔"

بس۔ بالکل آپ کی مانند۔"

"تب ان کے لیے وہ بھاری چغہ خرید لو۔ اس سے عمدہ چیز کوئی نہیں ہو سکتی۔ اور اگر وہ پائپ پیتے ہوں تو چمڑے کا یہ پائپ ان کے لیے سب سے عمدہ تحفہ ہو گا۔"

چنانچہ وہ دونوں عمدہ تحفے بھی خرید لئے گئے اور خاصی رقم ادا کر کے لدے پھندے باہر نکل آئے۔ لیکن مسٹر فورک کاؤنٹر مینجر کے پاس پہنچ گئے اور انہوں نے بے تکلفی سے کہا۔

"میرا کمیشن۔"

"حاضر ہے۔ مسٹر فورک۔!" مینجر پہلے ہی بل بنا چکا تھا۔ اور چونکہ بھاری خریداری ہوئی تھی اس لیے کمیشن بھی بھاری ہی تھا۔ ظاہر ہے مسٹر فورک سیاحوں کو خریداری کراتے ہوں گے اور ان کا باقاعدہ معاملہ طے ہو گا۔ ہمیں اس سے کوئی غرض نہ تھی۔ سامان کا ڈھیر اٹھائے ہوئے ہم واپس کیمپنگ پہنچ گئے۔

مسز فورک نے باہر ہی ہمارا استقبال کیا تھا۔ "ارے۔ فضول خرچ بچو۔ کیا کیا خرید ڈالا تم نے۔"

"ممی۔ یہ میرا کوٹ۔" جولیسا نے اپنا معمولی سا کوٹ ممی کے سامنے کر دیا۔

"مہمانوں کے ساتھ تمہاری یہ بدتمیزی کچھ اچھی نہیں ہے جولیسا" مسز فورک سنجیدگی سے بولیں۔

"مم۔ میں نے تو منع کیا تھا ممی۔ بعد میں۔ میں نے منع کیا تھا لیکن۔"

"ایک بدتمیزی میں نے بھی کی ہے ممی۔ لیکن اس کے بارے میں آپ کو تنہائی میں بتاؤں گا۔"

"کیا بات ہے بیٹے۔؟"

"کیا آپ تنہائی میں چلیں گی۔؟"

"آؤ۔ اندر آؤ۔" انہوں نے کہا اور میں نے بنڈل اٹھا لئے سب لوگوں کو چھوڑ کر ہم اندر پہنچ گئے! اور پھر ایک کمرے میں داخل ہو کر مسز فورک نے سوالیہ انداز میں میری طرف دیکھا۔

"ممی۔ آپ کی نگاہوں میں ہماری کیا حیثیت ہے۔؟" میں نے پوچھا۔

"میں نہیں سمجھی بیٹے۔؟"

"کیا سارے سیاحوں سے آپ اسی اپنائیت سے پیش آتی ہیں۔"

میں نے سوال کیا اور بوڑھی عورت کے چہرے پر عجیب سی کشمکش پھیل گئی۔ وہ کئی سیکنڈ سوچتی رہی پھر بولی۔

"اس سوال کا جواب میرے لیے مشکل ہے میرے بچے۔ مگر بات کیا ہے؟"

"لیکن مجھے جواب کی ضرورت ہے ممی۔"

"میرے خیال میں اس کا جواب خود تم نے دے دیا ہے۔ یہاں آنے والے عموماً مجھے مسز فورک' میڈم یا پرانی عورت کہتے ہیں۔ لیکن تم جب سے آئے ہو مجھے ممی کہہ رہے ہو۔ اور۔ میرے بچے۔ یہ لفظ ایسا ہے کہ کسی بھی اجنبی عورت سے کہہ دیا جائے تو اس کے دل میں ممتا پیدا ہو جاتی ہے۔"

"اس کا مطلب ہے کہ میں دوسروں سے مختلف ہوں؟"

"ہاں۔" بوڑھی عورت نے جواب دیا۔ "اگر تم مجھے دوسروں سے جدا نہ معلوم ہوتے تو' لاکھ سردیاں سہی۔ میں تمہیں اپنے مکان میں نہیں ٹھہراتی۔"

"تھینک یو ممی۔ آپ نے میری بڑی مشکل حل کر دی۔"

"کیا مشکل پیش آگئی تھی؟" مسز فورک نے پیار سے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"دراصل اپنے لیے پوستین خریدتے ہوئے آپ کے لیے بھی کچھ خرید لیا۔ میں نے سوچا آپ ناراض نہ ہوں۔ لیکن اپنے بیٹے سے ممی کیوں ناراض ہوں گی۔ ممی پلیز۔ آپ یہ مجھے پہن کر دکھا دیں۔" میں نے بوڑھی عورت کے لیے خریدا ہوا قیمتی کوٹ زبردستی اس کے شانوں پر ڈالتے ہوئے کہا۔ اور بوڑھی ہکا بکا رہ گئی۔!

میں اسے کوٹ پہنانے لگا۔ وہ کچھ بھی نہ کہہ سکی۔ اور جب میں نے اسے دستانے پہنانے کے بعد ٹوپی پہنائی۔ پھر نیچے بیٹھ کر جوتا پہنانے لگا تو ممی کی آنکھوں میں آنسو آگئے۔" جھکی اور اس نے میرے شانوں پر ہاتھ رکھ دیئے۔

"سیمرو۔!" وہ بھرائی ہوئی آواز میں بولی۔

"ممی۔" میں نے اس کے جوتے کا بند باندھتے ہوئے کہا اور پھر میں سیدھا کھڑا ہو گیا۔

"ہم نے ایسا کوٹ کبھی نہیں پہنا بیٹے۔ ہم اس کے لائق نہیں ہیں۔!"

اور نہ جانے کیوں بوڑھی کی آنکھوں میں آنسو دیکھ کر میرے دل کے کچھ سوراخ بھی کھل گئے۔ ایک گولہ سا حلق میں آ پھنسا۔ یہ نئی کیفیت تھی جو بہت دن کے بعد پیدا ہوئی تھی۔

"میں بہت چھوٹا سا تھا ممی۔ جب میری ماں مر گئی تھی۔ میں نے ہوش سنبھالنے کے بعد ماں دیکھی۔ لیکن وہ ماں کا مذاق تھی۔ صرف مظالم کرنے والی۔ دوسری ماں۔ ماں کی طلب میرے دل سے مٹ گئی۔ لیکن ماں جیسی دوسری محبت بھی مجھے کبھی نہ مل سکی۔ پھر جب میں نے ہوش سنبھالا۔ تو کئی بار ماں کے بارے میں سوچا۔ لیکن اس کا حصول میرے لیے ناممکن تھا۔ مجھے کبھی ماں نہیں ملی۔ ہاں ماں کی شکل کی کوئی بھی چیز میرے دل میں وہ طلب جگا دیتی ہے اور پھر میرا دل چاہتا ہے کہ میرے لیے بھی کسی کی آنکھوں میں ماتا ہو۔ کوئی پیار سے میری پیشانی چوم لے۔ اسی جذبے کے تحت میں نے آپ کے لیے یہ خرید لیا تھا۔ اگر آپ قبول نہ کریں گی تو ۔۔۔۔ تو میں اسے واپس کر دوں گا۔"

نہ جانے کیوں میں اس قدر جذباتی ہو گیا تھا۔ پھر مجھ سے وہاں نہ رکا گیا اور میں باہر نکل آیا۔ بوڑھی کھڑی رہ گئی تھی۔!

باہر سردارے اور جولیسا پھر کسی بات پر جھگڑ رہے تھے۔ اور مسٹر فورک دونوں کے درمیان مصالحت کرا رہے تھے۔ لیزارا ایک طرف کھڑی ہنس رہی تھی۔!

"دیکھو' پھر ہار جاؤ گے۔ میں کہتی ہوں پھر ہار جاؤ گے۔" جولیسا آنکھیں نکال کر کہہ رہی تھی۔

"ہار گیا تو یہ دوسرا کوٹ بھی تمہیں دے دوں گا۔" سردارے بولا۔ "لیکن اگر تم ہار گئیں تو۔؟"

"جو تم کہو گے۔ میں۔ میں تمہارا پہلا کوٹ بھی واپس کر دوں گی۔"

"منظور۔!" سردارے نے کہا۔ میں ایک طرف کھڑا ہو گیا اور جولیسا اور سردارے کی باتوں میں الجھ کر وہ کیفیت بھولنے کی کوشش کرنے لگا جو میرے اوپر طاری ہو گئی تھی۔

"اوہو۔ سیمرو۔ سیمرو۔ دیکھو یہ لوگ پھر نئی شرط لگا بیٹھے۔" بوڑھے فورک نے مجھے دیکھ کر ہنستے ہوئے کہا۔

"کیا شرط ہے مسٹر فورک۔؟" میں نے پژمردگی سے مسکراتے ہوئے پوچھا۔ لیکن اس وقت مسز فورک باہر نکل آئیں۔ وہ اسی کوٹ اور ٹوپی میں تھیں جو میں نے انہیں پہنائی تھی۔ دونوں لڑکیوں اور مسٹر فورک نے انہیں دیکھا اور اچھل پڑے۔ "اوہ۔ ممی۔ اوہ۔ ممی۔" جولیسا شرط بھول کر مسز فورک کی طرف لپکی اور اس کے شانے پکڑ کر چیخنے لگی۔

"اوہ۔ کتنی سویٹ لگ رہی ہیں آپ۔ ہائے' کتنا خوبصورت کوٹ ہے۔ آہ۔ یہ دستانے۔ کیسے پیارے ہیں؟ ممی' ممی۔ حیرت انگیز' خدا کی قسم بہت عمدہ۔"

اور مسز فورک مسکرا رہی تھیں۔ ایک پراطمینان مسکراہٹ۔ پھر اس نے مجھے آواز دی۔ "سیمرو۔ سیمرو۔"

"ممی۔!" میں نے اس کے قریب پہنچ گیا۔

"یہ دوسرے کوٹ کس کے ہیں؟" مسز فورک نے ٹھوس آواز میں پوچھا تھا۔

"ممی۔ یہ لیزارا کا۔ یہ فادر فورک کا اور یہ جولیسا کا۔!"

"بڑے فضول خرچ ہو تم۔ چلو لڑکیو۔ اپنے اپنے کوٹ سنبھالو۔" مسز فورک نے کہا۔ لیزارا کا چہرہ گلنار ہو گیا۔ وہ جھجکی۔ لیکن جولیسا نے اس خوبصورت کوٹ پر جھپٹا مارا اور لے کر بھاگ گئی۔! لیزارا سحر زدہ سی بوڑھی عورت کے پاس پہنچی تھی۔ سب سے دلچسپ حالت مسٹر فورک کی تھی۔ وہ احمقوں کی طرح منہ پھاڑے کھڑے تھے۔ شاید سوچ رہے ہوں کہ آج کا دن بڑا منافع بخش ہے۔ خاصا کمیشن بھی بن گیا اور مال اپنے کا اپنا۔!

دوپہر کے کھانے پر بہت سی چیزیں تھیں۔ بی لیزارا کتنی ہی سنجیدہ کیوں نہ ہوں' ان کے چہرے کی مسرت بھی چھپائے نہ چھپ رہی تھی۔ میں اور سردارے بڑی فراخدلی سے ہاتھ صاف کر رہے تھے۔ تب میں نے جولیسا سے پوچھا۔

"جولیسا۔ برگ کے تفریحی مقامات کے بارے میں تمہاری کیا رائے ہے؟"

"بہت سے عمدہ مناظر بکھرے پڑے ہیں مسٹر سیمرو۔ برگ کا قلعہ' جو پندرھویں صدی میں تعمیر ہوا اور قدیم ٹاؤن ہال' اس کے علاوہ کیمپنگ کے ساتھ والی سڑک' الپس میں گھرے ہوئے ڈھلانات اور برف کے وسیع تودوں تک جاتی ہے۔"

"تو پھر آج ہم قلعہ دیکھیں گے' ٹاؤن ہال دیکھیں گے اور پھر کل ذرا جلدی الپس کے دیہات دیکھیں گے۔"

"میں اپنا کوٹ پہن کر جاؤں گی ممی۔" جولیسا خوش ہو کر بولی۔

"اور میں اپنا چغہ۔ بہت دن سے میرے دل میں اس کی آرزو تھی لیکن کبھی کی ہمت نہیں کر سکا تھا۔" بوڑھے فورک نے بھی جولیسا کے سے انداز میں کہا۔

لیکن ان دونوں کی بات پر مسز فورک نے منہ نہیں بنایا تھا۔ بلکہ مسکراتی رہی موسم میں تیزی کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا تھا اس لیے کہیں جانے آنے میں کوئی دقت تھی۔ میں نے اور سردارے نے عمدہ سوٹ پہنے اور پوستین کندھوں پر ڈال لیں۔

پھر جب ہم باہر نکلے تو لڑکیاں' مسز فورک اور مسٹر فورک تیار تھے۔ انہوں نے دیکھا۔ اور دیکھتے رہ گئے۔! پھر انہوں نے آہستہ سے ایک دوسرے سے کچھ کہا بھی تھا۔ کے قریب پہنچ گئے۔ بوڑھی عورت مسکراتی نگاہوں سے ہمیں دیکھ رہی تھی۔ ہم سب میں آبیٹھے۔ سردارے نے اسٹیرنگ سنبھال لیا اور مسٹر فورک اس کے ساتھ بیٹھ گیا۔ میں عورتوں کے ساتھ لینڈرو ور کے پچھلے حصے میں آبیٹھا تھا' لینڈرو ور اسٹارٹ ہو کر چل پڑی۔ فورک سردارے کو راستہ بتاتے جا رہے تھے۔!

ہم چار گنبدوں والے قلعے میں پہنچ گئے۔ بس چہار دیواری تھی اور کوئی خاص بات تھی اس میں۔ لیکن فورک اور ان کے خاندان کا دل رکھنے کے لیے ہم نے اس پر کوئی تبصرہ کیا۔ پھر ٹاؤن ہال دیکھا اس کے بعد ایک قہوہ خانے میں بیٹھ کر قہوہ پیا اور رات ہو گئی۔ لڑکیاں بہت خوش تھیں۔ خوبصورت کوٹ پہنے وہ بے حد اترا رہی تھیں۔ معلوم ہوتا تھا جیسے کوئی بڑی دولت مل گئی ہو۔ یا خواب دیکھ رہی ہوں۔

اور پھر ہم نے واپسی کا سفر شروع کر دیا۔!

اس بار ایک مختصر راستہ اختیار کیا گیا۔ اور کیمپنگ تک پہنچنے میں زیادہ وقت نہ کچھ اور سر پھرے یہاں موجود تھے۔ دو نوجوان جوڑے جو آوارہ گرد تھے اور مکان کی کے قریب بیٹھے چرس کے دم لگا کر خود کو گرم کرنے کی کوشش کر رہے تھے۔ مفلوک تھے۔ بدن سے گودڑے لپیٹے ہوئے تھے۔

ہمیں دیکھ کر کھڑے ہو گئے۔ کیا بات ہے؟" مسز فورک نے گاڑی سے اترتے پوچھا۔

"ہمیں خیمہ درکار ہے۔" نوجوان نے جواب دیا۔

"پیسے ہیں جیب میں۔؟"

"غلطی سے کٹ گیا ہے۔"

"کتنے۔؟" نوجوان نے پوچھا۔

"کتنے ہیں نکالو۔" مسز فورک نے کہا اور نوجوان نے جیبوں کی تلاشی لی۔ دوسرے نے بھی جیبیں ٹٹولنے لگے تھے۔ بمشکل تمام چند سکے ان کے پاس نکل سکے۔ اور انہوں نے وہ سامنے کر دیئے۔!

"لعنت ہے تم پر۔ یہ خیمے کا کرایہ ہے۔؟"

"اس کے علاوہ کچھ نہیں ہے ہمارے پاس۔"

"کب تک قیام کرو گے؟"

"کل صبح چلے جائیں گے۔" ایک نوجوان نے کہا۔

"مرو۔ لیزارا۔ انہیں خیمہ دے دو۔" مسز فورک نے سکے ایک نوجوان کی جیب میں ٹھونستے ہوئے کہا اور لیزارا نے گردن ہلا دی "سردیاں نہ ہوتیں۔ تو میں انہیں دھکے مار مار کر نکال دیتی۔ ایک آنکھ نہیں بھاتے مجھے یہ نکمے۔ پھوٹی کوڑی جیب میں نہیں اور سیر کو نکل کھڑے ہوئے۔"

ہم سب اندر داخل ہو گئے۔ اور پھر لباس تبدیل کرنے چلے گئے۔ "استاد۔!" سردارے نے میرے کان میں سرگوشی کی۔

"کیا بات ہے۔؟"

"کچھ دیکھا۔؟"

"کیا۔؟"

"ارے نئی آنے والی قیامتوں کو۔ ہائے ہائے۔ رس گلے تھے رس گلے۔! سردارے نے چٹخارہ بھرتے ہوئے بولا۔

"واقعی! میں نے غور نہیں کیا۔"

"میں تو مستقل غور کر رہا تھا استاد۔"

"مگر یار ہم تو یہاں قیام پذیر ہیں۔" میں نے پر خیال انداز میں کہا

"یہ تو خیر ٹھیک ہی ہے' ان خیموں میں رات نہیں گزاری جا سکتی' لیکن استاد اور بھی تو طریقے ہو سکتے ہیں۔"

"کیا۔؟"

"رات کو خاموشی سے چلیں گے۔ اگر پتہ چل گیا تو کہدیں گے کہ نشہ آور اشیاء کی تلاش میں گئے تھے۔"

"ہوں۔" میں نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔ سردارے کی بات سے میں نے اتفاق کر لیا تھا۔ ویسے جو ماحول مجھے اب ملا تھا۔ وہ واقعی میرے لیے بہت پرکشش تھا۔ ایک عجیب سی کیفیت روح میں رچ گئی تھی۔ لیکن اس کے ساتھ ساتھ دوسرے ذرائع سے تھوڑی سی تفریح بھی ہو جائے تو کیا حرج ہے۔ یوں بھی یہ برفانی راتیں بہت سے تقاضے کرتی تھیں۔

تینوں ماں بیٹیاں بہت خوش تھیں۔ مکان کے باورچی خانے سے بہت سی خوشبوئیں اٹھ رہی تھیں۔ شاید بہت عمدہ کھانا تیار ہو رہا تھا۔ تب مسٹر فورک میرے پاس آ گئے۔!

"کھانے میں تو دیر لگے گی بچو۔ لیکن اگر کافی پی لی جائے تو کیا حرج ہے۔؟"

"کوئی حرج نہیں ہے مسٹر فورک۔!" سردارے جلدی سے بول پڑا۔

"لیکن اس سلسلے میں تھوڑی سی مدد تمہیں بھی کرنا پڑے گی۔!"

"فرمایئے۔" سردارے نے کہا۔

"ذرا اولیورا سے کافی کے لیے کہدو۔" مسٹر فورک نے کہا اور مجھے ہنسی آ گئی۔ لیکن مسٹر فورک کی لاج رہ گئی۔ لیزارا دروازے میں نظر آئی۔ اس کے ہاتھوں میں کافی کی ٹرے تھی۔

"ممی نے کہا ہے کھانے میں دیر ہے۔ جب تک آپ لوگ کافی پئیں۔" اس نے کہا۔

"تمہاری ممی بڑی زیرک ہیں۔ ہمیشہ مناسب بات سوچتی ہیں۔ یہ بچے کافی کی شدید ضرورت محسوس کر رہے تھے۔ لاؤ رکھ دو۔ اور ہاں اگر بنا بھی دو تو کیا حرج ہے۔" اور لیزارا مسکراتی ہوئی کافی بنانے لگی۔ پھر اس نے سب کو کافی سرو کر دی۔

رات کے کھانے پر بھی بہت سی چیزیں تھیں۔ ان میں سے کچھ جولیسا نے تیار کی تھیں اور بڑھ چڑھ کر ان کی تعریفیں کر رہی تھی۔ سب مسکرا رہے تھے لیکن اسے کوئی پرواہ نہیں تھی۔ لیکن اچانک مسز فورک کھاتے کھاتے رک گئیں۔ ان کے چہرے پر عجیب سے تاثرات ابھر آئے تھے۔

"کیوں۔ کھاؤ۔ رک کیوں گئیں۔؟" مسٹر فورک سالم مچھلی اپنی پلیٹ میں رکھتے ہوئے بولے۔

"فورک۔ تم نے ان ولدالحراموں کے بارے میں کچھ نہیں سوچا۔"

"کون سے والد الحرام؟" مسٹر فورک نے مچھلی کا ٹکڑا منہ میں رکھتے ہوئے پوچھا۔

"وہی۔ جن کی جیب میں سب کچھ ملا کر بھی اتنے پیسے نہیں تھے کہ ایک ہی آدمی کی خوراک حاصل کر سکتے ہیں۔"

"جہنم میں جائیں۔ کیوں مارے مارے پھرتے ہیں۔" مسٹر فورک ہاتھ اٹھا کر بولے۔

"نہیں فورک۔ ایک تو سردی میں مریں گے۔ پھر بھوکے بھی ہوں گے۔" مسز فورک نے درد سے کہا۔ اور میری نگاہیں اس عظیم عورت کے چہرے کے تقدس کا جائزہ لینے لگیں۔

"ارے تو پھر کیا کیا جائے۔؟" مسٹر فورک باقی مچھلی اپنے بھاڑ جیسے منہ میں ٹھونستے ہوئے بولے۔

"کھانا بہت ہے۔ خراب کرنے سے کیا فائدہ۔ انہیں پہنچا دیا جائے۔" مسز فورک نے کہا۔

"ٹھیک ہے ممی۔ میں انہیں دے آؤں گی۔" جولیسا نے کہا۔

"بکواس مت کرو۔ تم میں سے کوئی نہیں جائے گا۔ آپ کو تکلیف کرنا پڑے گی مسٹر فورک۔"

"ارے۔ ارے۔ رات میں۔ اس وقت۔ میرا مطلب ہے سردی۔ مگر کوئی حرج نہیں ہے۔ میں اپنا کوٹ پہن جاؤں گا۔؟" مسٹر فورک بولے۔

"آپ فکر نہ کریں ممی۔ میں اور پنتو چلے جائیں گے۔ وہ آپ کو تو معلوم ہی ہے۔ ممکن ہے ان کے پاس ہمارے مطلب کی کچھ چیزیں موجود ہوں۔"

"اوہ۔ اوہ۔ یہ گندی عادت چھوڑ دو بچو۔ بہت بری عادت ہے۔ تباہ کر دیتی ہے انسان کو۔" بوڑھی نے کہا۔ بہرحال مطلب پورا ہو گیا۔ کھانے سے فارغ ہونے کے بعد بوڑھی مسز فورک نے کھانا تیار کر دیا۔ میں اور سردارے اسے لیکر چل پڑے۔!

☆ ☆ ☆

باہر کہر گر رہی تھی۔ سردی تھی کہ ہڈیوں میں گھسی جا رہی تھی۔ حالانکہ ہم نے انتہائی گرم لباس پہنے ہوئے تھے۔ لیکن اس کے باوجود دانت بھنچے ہوئے تھے۔ بس یوں لگتا تھا کہ دانت کھلے اور سرد ہوائیں حلق کے راستے پورے بدن میں داخل ہوئیں۔ جبڑے بری طرح بھنچے ہوئے تھے۔ اتنی زور سے کہ ہڈیاں دکھنے لگی تھیں۔ مسز فورک کے مکان سے ندی کا فاصلہ زیادہ نہیں تھا۔ لیکن ایسا لگ رہا تھا جیسے وہ ندی دنیا کے آخری سرے پر واقع ہو۔

آسمان پر چاند موجود تھا۔ لیکن ٹھنڈی چاندنی کہر کی دبیز چادر سے گزر کر زمین تک پہنچ رہی تھی۔ اس لیے کچھ عجیب سی کیفیت تھی۔

"استاد۔" نہ جانے کس طرح سردارے کے منہ سے آواز نکل پڑی۔ لیکن میری جواب دینے کی ہمت نہیں ہوئی تھی۔ میں نے گردن گھما کر سردارے کی طرف سوالیہ انداز میں دیکھنے پر اکتفا کی تھی۔

"یہ ندی کچھ دور کھسک گئی ہے کیا؟"

"فضول باتوں سے پرہیز کرو۔" میں نے خود اپنی آواز کی انوکھی کیفیت محسوس کی تھی۔ کپکپاتی ہوئی اور کئی حصوں میں بٹی ہوئی آواز۔

"اب کسی چیز سے پرہیز کرنے کی ضرورت نہیں رہ گئی ہے استاد۔"

"کیوں؟" میں نے پھولے ہوئے سانس کے ساتھ پوچھا۔

"کیا اب زندگی کی کوئی امید ہے؟"

"دیکھو خیمے سامنے ہی نظر آ رہے ہیں۔ میرا خیال ہے اب ان کا فاصلہ زیادہ نہیں رہ گیا ہے ------ وہاں خوبصورت لڑکیاں تمہارے انتظار میں بیٹھی ہوں گی۔" میں نے طنزیہ انداز میں کہا۔

"ہائے ----- یہ مطلب بری بلا ہے۔" سردارے کراہا۔ اور اس کی باتوں پر مجھے ہنسی آنے لگی۔ بہرحال خدا خدا کرکے ہم خیموں کے قریب پہنچ گئے۔

دریا کے کنارے۔ خاموش اور اداس کھڑے ہوئے خیمے جن کے نیچے موجود انسان نہ جانے زندہ بھی تھے' یا مرچکے تھے۔ اس شدید سردی میں' اس بے سروسامانی کے عالم میں ان کی زندگی حیرت انگیز ہی ہوگی۔ کھانے کے برتن ہمارے ہاتھوں میں جیسے جم گئے تھے۔

بہرحال ہم ایک خیمے کے نزدیک پہنچ گئے۔ خیموں میں روشنی کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا تھا۔ ہاں چاند کی روشنی ان کی سفیدی اجاگر کر رہی تھی ----- ہم نے آواز دینے کے بجائے ایک خیمے کا پردہ ٹٹولا۔ کھلا ہوا تھا۔ اندر بالکل خاموشی تھی۔ چاروں طرف ہی خاموشی تھی۔

تب میں نے سردارے کو اشارہ کیا۔ اور سردارے نے پردہ ہٹایا' ہم اندر داخل ہوگئے۔ لیکن ایک لمحے میں اندازہ ہوگیا تھا کہ خیمہ خالی ہے۔

"ارے۔" سردارے کے منہ سے نکلا۔ "یہ کہاں گئے؟"

"شاید دریا میں غسل کرنے گئے ہوں گے۔" میں نے جواب دیا اور سردارے کے ہاتھ سے کھانے کے برتن گرتے گرتے بچے۔

"ایسا خوفناک مذاق مت کرو استاد۔" وہ کانپتے ہوئے لہجے میں بولا۔

"کیوں؟ اس میں مذاق کی کیا بات ہے؟"

"ارے ایسی بھیانک بات کہی ہے تم نے کہ تصور ہی سے دل کی حرکت بند ہونے لگتی ہے۔"

"پھر کہاں مرگئے سب کے سب؟" میں نے کہا۔

"دوسرا خیمہ بھی تو ہے استاد۔"

"آؤ۔ وہ بھی دیکھ لیں۔" میں نے کسی خیال کے تحت کہا اور ہم دوسرے خیمے کی طرف بڑھ گئے۔ میرا خیال درست ہی تھا۔ وہ سب اسی چھوٹے سے خیمے میں ٹھنسے ہوئے تھے۔ شاید اسی طرح وہ سردی دور کرنے کی کوشش کر رہے تھے۔ سونے کا تو سوال ہی نہیں پیدا ہوتا تھا۔ ہمیں دیکھ کر وہ کلبلانے لگے۔ اور پھر ان میں سے کسی کی منمناتی ہوئی سی آواز سنائی دی۔

"کون ہے؟"

"زندہ ہیں استاد۔" سردارے اردو میں بولا۔

"کون ہو بھائی؟" وہی آواز پھر ابھری۔

"سوگئے تم لوگ؟" میں نے انگلش میں پوچھا۔

"نہیں۔" جواب ملا۔

"بھوکے ہو؟" میں نے پھر پوچھا۔ اور کوئی جواب نہ ملا ----- "اگر بھوکے ہو تو اٹھو۔ کچھ کھالو۔ ہم تمہارے لیے کھانا لائے ہیں۔"

"ایڈی ----- ایڈی ----- جلدی کرو ----- میرے اوپر سے اٹھو ----- بہت زور کی بھوک لگ رہی ہے۔" ایک نسوانی آواز سنائی دی۔

"خیمے کا دروازہ کس دو بھائی۔ ہمارے بدن پر لباس نہیں ہیں' ہوا براہ راست بدن کو لگ رہی ہے۔" ایک نوجوان کی آواز سنائی دی۔

"سردارے خیمہ بند کردو۔" اور سردارے نے ایسا ہی کیا۔ تب وہ اٹھ بیٹھے۔ خیمے میں زیادہ روشنی تو نہیں تھی۔ لیکن ان کے سفید برہنہ بدن تقریباً نظر آرہے تھے۔ ان کے برہنہ ہونے کی وجہ بھی سمجھ میں آگئی۔ لباس اتنے مختصر تھے کہ فرداً فرداً ایک لباس اس کے بدن کو گرم کرنے کے لیے ناکافی تھا۔ اس لیے انہوں نے سارے کپڑے اتار لیے تھے اور ایک دوسرے کے بدن سے چمٹ کر مشترکہ طور پر انہیں اوڑھ لیا تھا۔ اس طرح کچھ کام بن گیا ہوگا۔

سردارے اور میں نے کھانا ان کے ہاتھوں میں تھما دیا اور وہ مربھکوں کی مانند اس پر ٹوٹ پڑے۔ عجیب جانوروں کے انداز میں کھا رہے تھے۔ نہ جانے کب سے بھوکے تھے کمبخت۔

ہم خاموشی سے انہیں دیکھتے رہے ----- انہوں نے کھانا فوری طور پر چٹ کر ڈالا تھا اور پھر وہ ہمارا شکریہ ادا کرنے لگے۔ ان میں سے کسی نوجوان نے کہا۔

"شکریہ پر ہی گزارہ کرو دوست ----- پیسے تو ہمارے پاس ہیں نہیں۔"

"مگر تم کون ہو۔ اور اس سخت سردی میں تم نے ہمارے اوپر یہ احسان کیوں کیا ہے۔"

"مصیبت سے بچنے کے لیے۔" سردارے نے جواب دیا۔

"کیسی مصیبت؟"

"اگر تم صبح کو مردہ پائے جاتے تو تمہاری لاشیں ہمیں ہی ٹھکانے لگانی پڑتیں۔"

"صورت حال تو کچھ ایسی ہی تھی دوست۔ بدن سرد تھے۔ اور پیٹ میں بھی سردی ہی بھری تھی۔ ٹھنڈی ہوائیں معدے میں چکرا رہی تھیں ممکن تھا کوئی مر ہی جاتا۔" نوجوان نے رکے بغیر کہا۔

"اور کسی چیز کی ضرورت تو نہیں ہے؟" سردارے نے پوچھا۔

"ضرورت ----- انسان کی ساری ضرورتیں کبھی پوری ہوئی ہیں؟" نوجوان نے

"ارے تم اس سردی میں بھی فلسفہ بگھار سکتے ہو؟" سردارے نے دانت پیس کر کہا۔

"فلسفہ سردی میں ہی بگھارا جاتا ہے دوست۔ جو گرم ہوتے ہیں' فلسفی نہیں ہوتے۔" نوجوان نے جواب دیا۔

"چرس پیو گے؟"

"ہائے۔ اس رات کی سب سے بڑی آرزو ہے۔ مل سکے گی؟"

"ہاں۔ مل سکے گی۔" سردارے نے جواب دیا۔ اور میں چونک کر سردار
طرف دیکھنے لگا۔ پھر مجھے یاد آگیا کہ ہمیں سرحد کے خوش اخلاق افسر نے تھوڑی سی چر
تھی۔

سردارے نے تھوڑی سی چرس اور سگریٹوں کا پیکٹ نکالا۔ اور وہ سب ہمارے
اس طرح آبیٹھے جیسے ہم فرشتے ہوں اور آسمان سے اترے ہوں! ان کی برہنگی بہرحال ہر
انداز تھی۔ خاص طور سے لڑکیاں جو دونوں کی دونوں ہمارے بالکل نزدیک بیٹھی ہوئی تھ
اچھے بدن کی مالک تھیں۔ لیکن اس وقت اپنی برہنگی سے بالکل لاپرواہ معلوم ہوتی تھیں۔

مردوں نے چرس بھری اور پھر اجازت طلب نگاہوں سے ہماری طرف دیکھنے
تب سردارے نے ماچس جلا کر ان کی سگریٹیں سلگا دیں۔ دیا سلائی کی ننھی سی روشنی میں
نے ان کے چہرے دیکھے۔ اس غیر متوقع امداد سے ان کی خوشیوں کا کوئی ٹھکانہ نہیں رہا تھا۔
پھر چرس کے دم ------ انہوں نے بڑے شوق سے لگائے۔

"تم بھی لو۔" ایک لڑکی مجھ سے بولی۔

"ہم پی چکے ہیں ------ یہ تمہارا حصہ ہے۔" میں نے کہا۔

"اوہ شکریہ۔ شکریہ۔ ایسا لگتا ہے جیسے تمہیں آسمان سے ہمارے پاس بھیجا گیا ہے۔"
لڑکی میرے شانے سے سر ٹکاتے ہوئے بولی۔

"دو چار کش اور لگا لو۔ اس کے بعد تمہیں ہمارے بدن پر' لمبے لمبے پر بھی نظر آ
لگیں گے۔" سردارے نے کہا۔

"ہائے ------ تمہارا کوٹ کتنا گرم ہے۔ تمہیں اعتراض نہ ہو تو میں تم سے لپ
جاؤں؟" لڑکی نے پوچھا۔

"اس میں اعتراض کی کیا بات ہے؟" سردارے جلدی سے بول پڑا۔

"اوہ۔ تھینک یو۔ تھینک یو۔" لڑکی بولی۔ اور پھر وہ تقریباً میری گود میں آبیٹھی۔

"میرا دل چاہ رہا ہے' میں تمہاری شان میں ایک نظم پڑھوں۔" نوجوان چرس کا
کش لگا کر بولا۔

"وہ بھی پڑھ لو۔" سردارے بولا۔

"لیکن اس سے پہلے ہمارا تعارف تو ہو جائے ایلس۔" دوسرے نوجوان نے کہا۔

"اوہ۔ ہاں۔ غیر متوقع خوشی مل جانے سے انسان کس قدر بدحواس ہو جاتا ہے۔
اخلاقیات بھی بھول جاتا ہے۔ میرا نام ایلس ہے دوست! یہ میرا دوست مائیکل ہے۔ یہ مائیکل
بیوی ایڈی ہے۔ اور یہ میری بیوی لوسیا ہے۔" ایلس نے اس لڑکی کی طرف اشارہ کر کے کہا

میری گود میں بیٹھی ہوئی تھی۔

"خوب۔ میں پنٹو ہوں۔ اور یہ میرے دوست سیسرو۔" سردارے پھر بول پڑا۔

"بڑی مسرت ہوئی۔ بڑی خوشی ہوئی۔" چاروں بیک وقت بولے۔

"ہاں تو وہ میری نظم۔" ایلس نے کہا۔

"ہو جائے۔ ہو جائے۔" سردارے جھوم کر بولا اور پھر ایڈی کی طرف جھک کر بولا۔
"کیا تمہیں گرم کوٹ سے کوئی دلچسپی نہیں ہے خاتون ایڈی۔"

"اوہ۔ کیوں نہیں۔ مگر تمہاری اجازت سے۔" دوسری لڑکی نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"واہ۔ انسانی ہمدردی کی بات ہے۔ اس میں اجازت کی کیا ضرورت ہے۔"
سردارے نے جلدی سے کہا اور ایڈی بھی لوسیا کی مانند سردارے کی گود میں جا بیٹھی۔ میں
سردارے کی باتوں سے کافی محظوظ ہو رہا تھا۔ سردارے نے جلدی سے چرس کی ایک اور گولی
مائیکل کو دے دی تھی اور مائیکل نے شکریہ کے ساتھ اسے قبول کر لیا۔

ویسے دوسرے آوارہ گردوں کی طرح انہیں بھی اس بات کی کوئی پرواہ نہیں تھی کہ
ان کی بیویاں کہاں بیٹھی ہوئی ہیں۔ مجھے تو ان کا بخوبی تجربہ تھا۔ لیکن سردارے نے ناتجربے
کاری میں ایک گولی ضائع کی تھی۔

تب ایلس نے اپنی نظم شروع کر دی۔

"سردیوں کی ٹھٹھرتی رات میں۔"

جب تارے کہر سے ماند پڑ جاتے ہیں۔

آسمان کے نقرئی دروازے سے' دو فرشتے جھانکے۔

دیکھا انہوں نے زمین کی جانب۔

زمین ---

جو محرومیوں کا ڈھیر ہے۔

زمین۔

بے بسی کا گہوارہ۔ نہ دیکھا گیا ان سے۔ آئے۔ اور اپنے پر پھیلا دیئے۔

اے کمزورو۔ آؤ۔ ان پروں کی چھاؤں میں زندگی پا لو۔

صبح ہو جائے گی۔

سورج نکل آئے گا۔

شاید تمہاری بے بسی کے خاتمے کے لیے۔

اے فرشتو۔ تمہارا آسمان کیسا ہے؟

کیا وہاں کی فضا بھی اسی قدر سرد ہے؟

نہیں ------ تو تمہارے دل میں انسان کا درد کیوں جاگا؟"

"بتاؤ اے استاد۔" سردارے نے میرے کان میں سرگوشی کی۔ اور میں مگر
نہ رہ سکا۔

"فضول باتیں مت کرو سردارے۔" میں نے کہا۔ ایلس چرس کے دم لگا رہا
ہو رہا تھا اور نظم الاپ رہا تھا۔ مائیکل اس کی نظم پر تال دے رہا تھا۔ تب لوسیا نے میر
میں سرگوشی کی۔

"تمہارا کوٹ کافی ڈھیلا ہے۔"

"ہو۔ شاید۔" میں نے مختصراً جواب دیا۔

"ناگوار نہ ہو تو میں اس کے بٹن کھول لوں۔۔۔۔۔ اس طرح میرے بدن
اور کھلے ہوئے حصے گرمی پا سکیں گے۔" اس نے کہا اور میرے بدن میں چیونٹیاں رینگنے
لوسیا کے نرم بدن کا لمس، سردی کے احساس کو فنا کر رہا تھا۔۔۔۔۔ میں نے خشک ہون
زبان پھیرتے ہوئے گردن ہلا دی۔ اور لوسیا ذرا سی کھسکی اور اس نے میرے کوٹ کے
کھول دیئے۔ ڈھیلی ڈھالی پوستین درحقیقت اتنی بڑی تھی کہ اس کے بدن کو چھپالے،
پوستین اتارنا پڑی تھیں اور لوسیا کے بدن کی ٹھنڈک، میرے گرم سینے میں جذب ہونے
خود لوسیا چرس کے دم لگا رہی تھی۔ اس کی پوری توجہ چرس کے سگریٹ پر تھی۔
بہرحال عجیب سی پوزیشن ہوگئی تھی۔ لڑکیوں کے سگریٹ ختم ہوگئے ہم نے انہیں دوبارہ
اور سگریٹ فراہم کیے۔ اور وہ ہمارے گن گاتی رہیں۔ سردارے نے بھی میرے والی حرکت
عمل کیا تھا اور ایڈی اس کی پوستین میں غروب ہوگئی تھی۔ مائیکل اور ایلس اب ماحول کو
چکے تھے۔ ایلس کی طویل نظم نہ جانے کب تک جاری رہتی تھی۔ تب لوسیا کی آخری سگ
بھی ختم ہوگئی۔

اس کی آنکھیں سرخ ہوگئی تھیں۔ لیکن بظاہر وہ نشے میں نہیں تھیں۔ البتہ ا
اسے میرے بدن اور پوستین کی اہمیت کا احساس ہوا تھا۔ چنانچہ اس کے ہاتھ کسمائے
میرے بدن کی پیمائش کرنے لگے۔

"کیا تم واپس جاؤ گے سیسرو؟" اس نے آہستہ سے پوچھا۔

"اس سخت سردی میں کیسے ممکن ہے۔" میں نے جواب دیا۔

"لیکن افسوس۔۔۔۔۔ ہم تمہارے لیے معقول بستر کا بندوبست نہیں کر سکیں گے۔"

"معقول گرمی کا بندوبست تو ہو سکے گا؟" میں نے مسکراتے ہوئے کہا اور لوسیا کا
بات سمجھنے کی کوشش کرنے لگی اور پھر سمجھ کر مسکرا دی۔

"کیوں نہیں ڈارلنگ۔" اس نے اپنے خوبصورت لیکن چرس آلود ہونٹ میرے
ہونٹوں میں پیوست کرتے ہوئے کہا۔ اور پھر اس کا بوسہ کافی طویل اور پرجوش تھا۔

مائیکل اور ایلس اب سردی کھائے ہوئے بلی کے بچوں کی مانند گھٹنوں میں

کمبڑے اونگھ رہے تھے۔ لاکھ نشے میں تھے لیکن اس سردی میں نیند آنے کا سوال ہی نہیں
پیدا ہوتا تھا۔

"سنو۔ کیا تم لوگ باہر جانے کی ہمت رکھتے ہو؟" میں نے ان سے پوچھا۔

"کیوں مسٹر؟ ویسے اندر اور باہر میں بہت معمولی سا فرق ہے۔"

"دوسرا خیمہ تمہارے لیے بیکار ہے۔ اسے اکھاڑ لاؤ۔ اور اس کو تہہ کرکے اوڑھنے
کے کام میں لاؤ۔"

"ایں؟" دونوں اچھل پڑے۔ انہوں نے ایک دوسرے کی شکل دیکھی۔

"کیسی آسان بات تھی۔"

"اور کتنی عمدہ۔"

"لیکن ہماری سمجھ میں نہیں آئی۔"

"ارے تو اب اٹھو۔ رات کافی طویل ہے۔ پیٹ بھی بھر گیا ہے۔ نشہ بھی پورا ہوگیا
اور اب شاید بدن بھی کسی حد تک گرم ہو جائیں۔ چلو ایلس تھوڑی سی سردی برداشت کرنا
پڑے گی۔ آہ۔ مگر۔ یہ چیتھڑے تو بدن سے لپیٹ لو۔ ورنہ۔" اور وہ دونوں باہر نکل گئے۔

ان لوگوں کی حالت واقعی قابل رحم تھی۔ سرد ملک کے باشندے تھے اس لیے اس حد
تک سردی برداشت کر گئے تھے۔ ورنہ اگر ہمارے ملک کے ہوتے تو کبھی کے اکڑ کر مر چکے
ہوتے۔۔۔۔۔! بہرحال لوسیا کو ان حالات کی زیادہ پرواہ نہیں تھی۔ پوستین کی گرمی، اور
میرے بدن کی گرمی سے اس کا جسم بھی گرم ہوگیا تھا۔ اور پھر دو جسموں کے ملاپ سے جو گرمی
پیدا ہوتی ہے۔ سردارے بھی قدم قدم آگے بڑھ رہا تھا۔ لیکن بہرحال سردی کی وجہ سے کھل
کھیلنے میں دقت ہو رہی تھی تاہم یار لوگ اپنی سی کوشش میں مصروف تھے۔ پھر جب ایلس اور
مائیکل خیمہ اکھاڑ لائے! تو پھر کام ہی بن گیا۔ انہوں نے اپنے اپنے لباس بدن کے نیچے بچھائے۔
جو کچھ چیتھڑے گوڈے تھے۔ وہ سب گدے کے کام آئے اور خیمے کو بدن پر اوڑھ لیا گیا۔

چھوٹے سے خیمے میں ہم سب سمائے ہوئے تھے۔ اس سے انوکھی پچویشن کبھی زندگی
میں نہیں آئی تھی۔ لیکن فراخ دل نوجوانوں نے غور بھی نہیں کیا تھا کہ ان کی بیویاں کہاں
ہیں۔ یا پھر غور کیا بھی ہوگا تو ان کے نزدیک یہ سب کچھ معیوب نہیں تھا۔ ظاہر ہے انہیں
آسائشیں مہیا کرنے والے فرشتے تو نہیں تھے۔

دوسری صبح ہم دونوں تو جلدی سے جاگ گئے۔ ہماری بغلوں میں سوئی ہوئی لڑکیاں
بے خبر سو رہی تھیں۔ انہیں اٹھائے بغیر پوستین نہیں نکالی جا سکتی تھیں۔ اس لیے انہیں جگانا
پڑا۔

لوسیا نے آنکھیں کھولیں اور میری شکل دیکھنے لگی۔ شاید وہ مجھے پہچاننے کی کوشش کر
رہی تھی۔ اور پھر مجھے پہچان کر وہ مجھ سے لپٹ گئی۔

"اوہ۔ اوہ۔ ڈارلنگ۔ سیسرو۔ تم۔ تم کتنے شاندار ہو۔ تم۔"

"اٹھو لوسیا۔ صبح ہوگئی۔" میں نے کہا۔

"ہونے دو میری جان۔ ہمیں کون سا کسی کی ملازمت پر جانا ہے۔" اس نے میری گردن میں بانہیں ڈال کر مجھے خود پر گھسیٹتے ہوئے کہا۔ سردارے کھانسنے لگا تھا۔ تب لوسیا نے اس کی جانب دیکھا اور مسکرادی۔

"تمہارا ساتھی؟" اس نے کہا۔

"ہاں۔"

"تم لوگ اتنی صبح کیوں اٹھ گئے۔"

"ہمیں جانا ہے۔"

"کہاں ڈیئر؟"

"ظاہر ہے پوری زندگی تمہارے ساتھ نہیں رہ سکتے۔"

"کیا حرج ہے۔" لوسیا نے مسکراتے ہوئے کہا۔ لڑکی واقعی خوبصورت تھی۔ یہ دوسری بات ہے کہ غربت۔ اور آوارہ گردی نے اس کی شکل بگاڑ دی تھی۔

"سوری لوسیا۔ یہ ممکن نہیں ہے۔"

"پھر بھی کچھ دیر اور سہی۔"

"اب نہیں ----- کیا تم لوگ آج رکو گے؟"

"دراصل ----- ہمارے پاس کچھ نہیں ہے ----- مجبوری کی حالت میں قیام کیا تھا۔ برگ میں کچھ مل بھی نہیں سکتا۔ اس لیے جلد از جلد برن پہنچ جانا چاہتے ہیں تاکہ فاقوں سے نجات مل سکے۔"

"دل چاہے تو آج اور رکو ----- ہم بھی برن جائیں گے۔ ممکن ہے کل ہی۔ ممکن ہے ایک آدھ دن کے بعد۔"

"اوہ ----- ٹھیک ہے ----- ساتھ رہے گا ----- ویسے تم لوگ مالی طور پر مضبوط معلوم ہوتے ہو۔"

"بس ٹھیک ہے ----- اچھا تو اب ہم چلتے ہیں ----- اور ہاں سنو ----- یہ کچھ کرنسی رکھ لو ----- تھوڑی دیر کے بعد مسز فورک کے پاس آجانا۔ کرنسی دینا اور ناشتہ طلب کرلینا۔ لیکن خبردار ----- یہ نہ بتانا کہ تمہیں ہم نے کچھ دیا ہے۔"

"اوہ ----- اوہ ----- مہربان انسان۔ تمہارا بہت بہت شکریہ۔" لوسیا نے تشکرانہ انداز میں کہا۔ سردارے نے بھی ایڈی کو کچھ دیا تھا۔ اس کے بعد ہم نے اپنی اپنی پوستینیں پہنیں اور پھر لڑکیوں کے الوداعی بوسے لے کر چل پڑے۔

باہر سردی کا وہی عالم تھا۔ سردارے حسب معمول کانپنے لگا! پھر راستے میں اس نے

مجھے مخاطب کیا۔ "استاد؟"

"ہوں؟" میں نے آہستہ سے کہا۔

"گناہ کی ابتداء بھی اذیت ناک ہوتی ہے۔ اور انتہا بھی۔"

"عمدہ بات ہے سردارے۔"

"مسز فورک کا مکان کتنی دور سرک گیا ہے۔"

"ہاں۔ وہ نیکیوں کا گھر ہے۔ گناہ سے دور۔"

"لیکن استاد۔ گناہ کی لذت سے انکار نہیں کیا جاسکتا۔"

"نہ ہو۔ تو انسان اس کی جانب راغب کیوں ہو؟"

"کیسی انوکھی بات ہے استاد۔"

"کیا؟"

"ہم احساس گناہ کے شکار ہیں۔ لیکن کیا اس سے توبہ کرلیں گے؟"

"انسان کی فطرت یہی ہے سردارے۔"

"ہاں۔ شاید۔" سردارے نے کہا اور خاموش ہوگیا ----- کافی دیر تک خاموشی رہی۔ پھر سردارے نے کہا۔ "مگر یہ مرد کیسے ہوتے ہیں استاد۔"

"یہ ایسے ہی ہوتے ہیں۔"

"بعض اوقات بڑے عجیب عجیب خیالات آتے ہیں۔"

"مثلاً -----"

"جیسے یہ لڑکیاں۔"

"کیا خاص بات تھی ان میں۔"

"کوئی خاص بات نہیں تھی ----- میں یہ سوچ رہا تھا کہ یہ اپنے جسموں سے اتنا کماسکتی ہیں ان کے پیٹ آسانی سے بھر جائیں۔ اس کے برعکس ان کے مرد نکمے ہوتے ہیں۔ وہ کچھ بھی نہیں کرسکتے۔ ان کی ذات سے کسی کو دلچسپی نہیں ہوسکتی۔ ایمانداری سے کہو استاد۔ مسز فورک کی دوسری بات ہے۔ اس کے جذبہ انسانی نے جوش مارا تو اس نے ان کے کھانے کے بارے میں سوچا۔ لیکن اگر صرف مرد ہوتے تو کیا ہم ان کے لیے کھانا لے کر آتے؟"

"ہرگز نہیں۔"

"گویا ہمارے جذبات لڑکیوں کے لیے تھے۔"

"یقیناً۔"

"پھر یہ بات لڑکیاں کیوں نہیں سوچتیں۔ وہ ان نکموں کا بوجھ اٹھائے کیوں پھر رہی ہیں۔ جبکہ وہ ان کے کسی کام نہیں آسکتے۔"

"مقصد کیا ہے۔ کیا لڑکیوں کو مستقلاً ہتھیانا چاہتے ہو؟" میں نے مسکراتے ہوئے

پوچھا۔

"ارے نہیں---- توبہ کرو استاد۔ میں تو ان پر مستقلاً" تھوکنا بھی نہیں چاہتا۔"

"پھر؟"

"بس میں سوچ رہا تھا۔"

"معمولی سی بات ہے سردارے---- عورت کسی بھی ملک کی ہو۔ کسی بھی نیچر کی ہو---- عورت ہوتی ہے---- خود کو کمزور سمجھنے کی عادی---- سہاروں کی متلاشی' اور مستقل سہارے بہرحال بڑی اہمیت رکھتے ہیں۔ یہ مرد ان کے سہارے اور ان کے لیے ضروری ہیں۔"

"کیا مرد کو کسی مستقل سہارے کی ضرورت نہیں ہوتی استاد؟"

"شاید---- ہوتی ہو۔ شاید نہ ہوتی ہو۔ میں اس کے بارے میں کچھ نہیں کہہ سکتا۔"

"مزے کی بات ہے استاد---- ہم خود اپنا تجزیہ نہیں کرسکتے---- ویسے یہاں کب تک قیام کا ارادہ ہے؟"

"کل نکل چلیں گے---- زیادہ دیر رکنے سے کیا فائدہ۔"

"ٹھیک ہے---- اور یہ لوگ ہمارے ساتھ ہوں گے؟"

"کیا حرج ہے۔"

"حرج نہیں---- بہت اچھی بات ہے۔" سردارے جلدی سے بولا۔

"ایڈی کیسی تھی؟"

"بہت پرجوش---- پورا پورا تعاون کرنے والی۔"

"گڈ----!"

"اور تمہارے والی استاد؟" سردارے دانت نکال کر بولا۔

"عورتیں سب یکساں ہوتی ہیں---- لیکن ایک مخصوص وقت میں۔"

"اچھا ہوا تم نے تصیح کردی۔" سردارے ہنس کر بولا اور پھر جلدی سے کہنے لگا۔ "مگر استاد---- مادام الیورا سے کیا کہو گے؟"

"کیا مطلب؟"

"رات کی کہانی۔"

"ان سے تو کہہ دیا تھا۔"

"پوری رات کی بات تو نہیں ہوئی تھی۔"

"اونہہ---- چھوڑو---- بوڑھی عورت بہت نیک ہے۔ بے حد مہربان ہے۔

ہم ان کے کون ہوتے ہیں۔ کل آگے بڑھ جائیں گے اور اس کے بعد کچھ یاد نہ رہے

"ہاں---- یہ بھی ٹھیک ہے---- کسی سے محبت کرنے سے کیا فائدہ۔"

"سنو سردارے---- ان لوگوں کو بازار لے جاکر کچھ خریداری کرا دینا۔ کمبل وغیرہ ہمارے پاس موجود ہیں۔ تم ان کا بندوبست بھی کر دینا۔"

"بہت مال خرچ کر رہے ہو استاد۔"

"مال کی کمی نہیں ہے سردارے---- اور پھر میرا کون بیٹھا ہے جس کے لیے جمع کروں گا۔ کاغذ کے یہ ردی ٹکڑے جو انسان کی سانسوں پر مسلط ہوگئے ہیں---- اگر کسی کے کام آجائیں تو کیا حرج ہے؟"

"ٹھیک ہی کہتے ہو استاد۔" سردارے نے ٹھنڈی سانس بھر کر کہا۔ اور پھر چونک کر "ارے---- یہ نیک خاتون کیا کر رہی ہیں؟" میں نے بھی نگاہیں اٹھا کر سامنے دیکھا۔

لیزارا حسب معمول لمبا برش لیے فرش صاف کر رہی تھی۔ اس نے بھی ہمیں دور سے آتے ہوئے دیکھ لیا تھا۔ لیکن گردن جھکائے اپنے کام میں مشغول رہی تھی۔ تھوڑی دیر بعد ہم اس کے قریب پہنچ گئے۔

"ہے---- لیزارا؟" سردارے نے اسے پکارا۔

"ہیلو مسٹر بینٹو----"

"صبح بخیر----" سردارے نے کہا اور لیزارا نے گردن ہلا دی' اس کے چہرے سے صاف پتہ چلا رہا تھا کہ وہ کبیدہ خاطر ہے۔ نہ جانے کیوں؟ سردارے نے میری شکل دیکھی۔

"مسٹر فورک کہاں ہیں مس لیزارا۔" میں نے پوچھا۔

"اندر ہیں۔"

"کیا بات ہے---- تم اداس ہو؟"

"نہیں کوئی بات نہیں ہے جناب۔" لیزارا نے جواب دیا۔ اور فرش صاف کرتی رہی---- میں نے شانے ہلائے اور پھر ہم دونوں اندر داخل ہوگئے۔ مسٹر فورک حسب عادت مست تھے اور اپنا پائپ دانتوں میں دبائے' بڑے فخر سے اکڑے بیٹھے تھے۔ مسز فورک نے پُرخلوص مسکراہٹ سے ہمارا استقبال کیا۔ جولیسا البتہ موجود نہیں تھی۔

"بڑے عجیب بچے ہو تم---- رات اس سخت سردی میں گزار دی۔"

"اوہ---- ممی---- ویری سوری' بس----"

"ممی رات کو جاگ جاگ کر تمہاری دستک کا انتظار کرتی رہی۔"

"ارے ممی---- پھر تو بہت ہی شرمندگی ہے۔ لیکن وہ لوگ ہمارے شناسا نکلے۔

بڑا اصرار کیا انہوں نے رکنے پر----- مجبوراً رکنا پڑا۔" میں نے معذرت کرتے ہوئے
شناسا تھے تو یہاں کیوں نہ بلا لائے۔"
"اوہ----- آپ کو کہاں پریشان کرتے ممی۔"
"تمہارے شناساؤں سے ہم پریشان نہ ہوتے سیسرو۔ خیر۔ تم لوگ ٹھیک تو ہو
پانی گرم ہے، غسل کر لو اور پھر ناشتے کی----- تیاریاں کرو۔"
"اوکے ممی۔! میں نے کہا۔
"تت۔ تو کیا سچ مچ غسل کرو گے؟" سردارے ہکلا کر بولا۔
"کیوں----- تم نہیں کرو گے؟" میں نے بھی اردو میں پوچھا۔
"مرجائیں گے یار۔" سردارے کھسیایا۔
"بکواس مت کرو۔ غسل کرنا ضروری ہے۔ اور پھر پانی بھی گرم ہے۔"
"گناہ کے بعد کی زندگی زیادہ تکلیف دہ ہوتی ہے۔" سردارے کراہتا ہوا
بہرحال یکے بعد دیگرے ہم دونوں نے غسل کیا اور پھر ناشتے کے لیے آبیٹھے۔ ناشتے پر
اور لیزارا بھی موجود تھیں۔ لیکن دونوں کے منہ پھولے ہوئے تھے۔
"ارے۔ ان دونوں کو کیا ہوگیا ہے ممی؟" میں نے انہیں گھورتے ہوئے کہا۔
"نہیں بولیں گے۔ ہم دونوں طے کر چکے ہیں کہ آپ سے نہیں بولیں گے
سیسرو۔" جولیسا نے کہا۔
"ارے۔ مگر کیوں؟"
"آپ نے رات ان خیموں میں کیوں گزاری؟" "کیوں لیزارا؟"
"فضول باتیں مت کیا کرو جولیسا۔" لیزارا خشک لہجے میں بولی۔
"ارے واہ۔ کیسی چالاک ہو تم۔ خود ہی تو مجھ سے کہا تھا کہ ان دونوں سے
نہیں کریں گے۔ اور اب میری باتیں فضول ہوگئیں۔" جولیسا آنکھیں نکال کر بولی۔
"کیا بکواس ہے جولیسا۔" لیزارا غصے سے کھڑی ہوگئی۔
"ارے ارے کیوں لڑنے لگیں تم لوگ۔ لیزارا بیٹھ جاؤ۔" جولیسا تم خاموش
جاؤ۔"
"اوکے ممی۔ لیکن۔"
"بس میں کہتی ہوں خاموش ہو جاؤ۔" مادام اولیورا سخت لہجے میں بولیں۔ اور
خاموش ہوگئی۔ میں نے بھی اس کے بعد اس بارے میں کوئی بات نہیں کی۔
پھر ہم ناشتے سے فارغ ہوگئے۔
تب مسز فورک نے نرم لہجے میں کہا۔ "لیزارا۔ جلدی سے کچھ اور ناشتہ تیار کرو
آوارہ گرد ان لوگوں کے شناسا نکل آئے۔ جاؤ۔ ہری اپ۔"

"نہیں ممی۔ آپ ہماری وجہ سے ان کے اصول نہ توڑیں۔"
"بیکار باتیں نہ کرو بچو۔ بچوں کے دوستوں کا خیال کرنا ہی پڑتا ہے۔"
"لیکن ممی۔"
"پلیز سیسرو۔ خاموش ہو جاؤ۔ جاؤ جولیسا' تم لیزارا کی مدد کرو۔"
"یس ممی۔" دونوں لڑکیاں کمرے سے نکل گئیں۔ مسٹر فورک جلدی جلدی پائپ میں
تمباکو بھر رہے تھے۔ پھر وہ کھڑکی سے باہر جھانکتے ہوئے بولے۔
"شاید آج دھوپ نہ نکلے۔"
"ہاں۔ بادل ہیں۔"
"دھوپ میں بیٹھ کر تمباکو نوشی کا جو لطف آتا ہے۔ وہ بادلوں میں نہیں۔ آج باہر نہ
بیٹھ سکیں گے۔" مسٹر فورک بولے۔
"پھر بھی باہر کا موسم زیادہ سرد نہیں ہے۔" اولیورا نے کہا۔
"آؤ بھئی دیکھیں۔"
"سردارے۔ تم ذرا انجن گرم کر لو۔" میں نے کہا اور سردارے گردن ہلا کر آگے
بڑھ گیا۔ میں بھی مسٹر فورک اور مسز فورک کے ساتھ باہر نکل آیا۔ تب ہم نے دور سے اپنے
شناساؤں کو آتے دیکھا۔ میلے کچیلے لباس میں ملبوس۔ وہ سردی سے کانپتے چلے آرہے تھے۔
"چلو اچھا ہوا----- یہ لوگ ادھر ہی آرہے ہیں۔" مدام فورک نے کہا اور
تھوڑی دیر کے بعد مائیکل اور ایلس وغیرہ ہمارے نزدیک پہنچ گئے۔
"آہ۔ خوش نصیبو۔ صبح کا سلام قبول کرو۔" ایلس نے دور سے ہی آواز لگائی۔ اور
پھر جلدی سے آگے بڑھ کر بولا۔
"اوہ مادام----- اس وقت ہمارے پاس پیسے موجود ہیں۔ رات کے خیموں کے بل
کی ادائیگی بھی ہو سکے گی۔ اور اس وقت کے ناشتے کی بھی۔ ناشتہ ضروری ہے۔ تاہم اگر آپ
پسند نہ کریں گی تو ہم دوپہر کے کھانا کا بندوبست شہر سے کرلیں گے۔"
"ہوں----- کتنے پیسے ہیں تمہارے پاس؟" مسز فورک نے پوچھا۔
"جو آپ طلب کریں۔" ایلس نے جواب دیا۔
"تم سیسرو کے دوست ہو؟"
"سیسرو عظیم انسان ہے۔ بے حد عظیم۔ آسمان کی مانند۔"
"کیوں نہیں۔ کیوں نہیں۔ اس نے تمہیں کرنسی دی ہے۔ ٹھیک ہے۔ تم ناشتہ کرو۔
کھانا کھاؤ۔ لیکن آج ادھر سے چلے جاؤ۔" جہاندیدہ عورت شاید صورت حال سمجھ گئی تھی۔
"ہم کل مسٹر سیسرو کے ساتھ جائیں گے مادام۔" مائیکل نے جواب دیا۔
"کس کے ساتھ؟" مسز فورک چیخی۔

"مسٹر سیسرو کے ساتھ مادام۔" ایلس نے جواب دیا۔

"غلط۔ بکواس۔ سیسرو نہ تو کل جائے گا' نہ تمہارے ساتھ جائے گا۔" مادام الیورا نے کہا اور پھر میری طرف دیکھتے ہوئے بولیں "کیوں سیسرو۔ میں نے غلط کہا؟"

"نہیں ممی۔ بھلا آپ غلط کہہ سکتی ہیں۔"

"شکریہ میرے بیٹے-----" بوڑھی عورت کے چہرے پر انبساط پھیل گیا۔ اور میرے ذہن میں پھر بھنور اٹھنے لگے۔ نہیں نہیں۔ مجھے کسی کی محبت درکار نہیں ہے۔ یہ محبت اب مل رہی ہے جب مجھے اس کی ضرورت نہیں ہے۔ کیا کرسکوں گا میں اس بوڑھی عورت کے لیے۔ کیا دے سکوں گا اسے۔ اب تو میرے پاس کچھ بھی نہیں ہے۔ مجھ سے انسانیت کے سارے زیور چھین لیے گئے ہیں۔ اب میں کسی کے قابل نہیں ہوں۔ میں کسی سے فریب نہیں کرسکتا۔

"جاؤ۔ جاؤ۔ ناشتہ کرو۔ لیزارا' ان کے لیے ناشتہ لے آؤ۔" مادام الیورا نے اندر منہ کرکے کہا اور تھوڑی دیر کے بعد ان کے لیے ناشتہ آگیا۔ سب کے سب ناشتے میں مصروف ہوگئے تھے۔ پھر انہیں پیٹ بھر کر کافی دی گئی آوارہ گرد اس طرح ناشتہ کر رہے تھے جیسے اپنی سسرال میں آئے ہوں۔

تھوڑی دیر کے بعد وہ ناشتے سے فارغ ہوگئے۔ تب ان میں سے ایک نے رات کی بچائی ہوئی چرس کی گولی نکالی اور اس کے ساتھ ہی مسز فورک چیخ پڑی۔

"اے۔ اے۔ تم یہاں چرس نہیں پیو گے۔"

"اوہ۔ اچھا مادام۔ لیکن۔ آج رات ہم یہاں گزار سکتے ہیں؟"

"تمہارے پاس کرنسی موجود ہے۔"

"اس وقت کچھ پیش کیا جائے مادام؟" مائیکل نے پوچھا۔

"نہیں۔ بھاگ جاؤ۔" مادام اولیورا نے کہا۔ لڑکیاں میری طرف دیکھ رہی تھیں۔ میں نے انہیں بھی اشارہ کردیا۔ اور وہ سب واپس چل پڑے۔

"گندے' کمینے کہیں کے۔" مسز فورک بولی۔

"ممی وہ-----" میں نے کچھ کہنے کے لیے منہ کھولا۔

"تم چپ رہو سیسرو-----اگر تم صرف چرس پینے ان کے پاس گئے۔ تھے تو وہ میں تمہیں یہاں مہیا کردوں گی۔ وہ تمہارے قابل نہیں ہیں بیٹے۔ تم میں اور ان میں فرق ہے۔"

"نہیں ممی۔ یہ بات نہیں ہے۔"

"بس کوئی بات نہیں ہے-----کیا تم سچ مچ ان کے ساتھ جاؤ گے؟"

"نہیں ممی۔ جیسا آپ کہیں گی۔"

"تھینک یو میرے بیٹے-----میں تمہاری شکرگزار ہوں۔" جولیسا اور لیزارا

[illegible] مڑی تھیں۔ پھر لیزارا مجھے گھورتے ہوئے بولی۔

"کیا آج سیر کرنے نہیں چلیں گے مسٹر سیسرو۔"

"آج نہیں بے بی۔ پھر سہی۔" میں نے انگڑائی لیتے ہوئے کہا۔

"ہاں۔ ہاں۔ رات بھران لوگوں کے ساتھ جاگتے رہے ہو۔ اب آرام کرو۔" مسز [illegible] نے کہا۔ اور ہم دونوں کان دبائے ہوئے اپنے کمرے کی طرف چل پڑے۔

نرم بستر میں لیٹنے کے بعد سردارے بولا۔ "استاد۔"

"بول بھائی۔"

"یہ مادام لیزارا کیوں بگڑی ہوئی تھیں؟"

"لڑکیاں جہاں بھی ہوتی ہیں-----پاگل ہوتی ہیں۔" میں نے جواب دیا۔

"یہ پاگل پن خطرناک نہ ہو جائے استاد۔"

"اس سے قبل نکل چلیں گے یہاں سے۔"

"استاد بڑا عمدہ چانس نکل رہا ہے۔"

"کیا مطلب؟"

"لڑکیاں ایک آدھ ہفتے تو چل سکتی ہیں۔ اور پھر ان کے ساتھ نہایت سعادت مند [illegible]"

"مطلب کیا ہے؟" میں نے پوچھا۔

"ارے وہ بڑی بی گڑبڑ کر رہی ہیں نا؟"

"میں نے ایک پروگرام بنایا ہے سردارے۔"

"کیا استاد؟"

"رات کو ہم برگ چھوڑ دیں گے۔"

"رات کو۔" سردارے اچھل پڑا۔

"ہاں۔ مسز فورک کو ہماری روانگی کے بارے میں پتہ نہیں چلنا چاہیے۔"

"اوہ۔ سمجھ گیا استاد۔ انہیں بھی لے چلو گے نا؟" سردارے خوش ہو کر بستر پر بیٹھ [illegible]

"ہاں۔"

"زندہ باد۔ بڑی بی خواہ مخواہ گڑبڑ کر رہی ہیں۔"

"بہت پیاری عورت ہے۔ ہمارے جانے کا اسے بہت دکھ ہوگا۔ لیکن اس کے بغیر [illegible] کیا ہے۔ ہم کسی کی محبت کو فروغ دینے کے قابل نہیں ہیں۔"

"ہاں۔ بوڑھی عورت بہت مہربان ہے۔" سردارے نے جواب دیا۔

"بہرحال آج رات کو روانگی۔" میں نے فیصلہ کن لہجے میں کہا۔

"اوکے باس۔" سردارے مستعدی سے بولا۔ اور میں خاموش ہو گیا۔ کافی وقت گزر
گیا۔ پھر دوپہر کے کھانے کا وقت آگیا۔ اور جولیسا ہمیں بلانے آگئی۔
"ارے واہ۔ یہ اچھی بات ہے۔ راتوں کو جاگتے ہو اور دن کو سوتے ہو، اُدھر
سب تمہاری وجہ سے بھوکے بیٹھے ہیں۔"
"ارے۔ واقعی یہ تو بڑی بات ہے۔ تم جیسی پیٹو لڑکی بھوکی ہے۔ چلو جلدی چلو"
میں نے کہا اور جولیسا بچوں کی مانند ہنس پڑی۔ پھر وہ ہمارے ساتھ ہی باہر نکل آئی۔
"مسٹر سیسرو۔" اچانک اس نے کہا۔
"ہوں۔ کیا بات ہے جولیسا؟"
"مسٹر سیسرو۔ مجھے معاف کردیں۔ مجھے آپ کی ذاتیات میں مداخلت نہیں کرنی
چاہیے۔ لیکن میرا ایک مشورہ ہے۔"
"ارے ارے کیا مشورہ ہے؟" میں نے دلچسپی سے پوچھا۔
"وہ لوگ آج رات بھی رکیں گے۔"
"کون؟"
"ارے وہی آوارہ گرد۔ جنہوں نے خیمے لگائے ہیں۔"
"ارے۔ ہاں۔ پھر؟"
"آپ ان لوگوں میں کیسے گزار لیتے ہیں؟"
"کیوں؟"
"وہ تو بڑے بے حس ہوتے ہیں۔ بڑے گندے سے۔ ان کے ساتھ وقت گزارنا
بہت مشکل کام ہے اور پھر وہ نشہ باز ہوتے ہیں۔ مسٹر سیسرو نشہ اچھی چیز تو نہیں ہوتا۔"
"آگے بولیے بڑی بی۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔
"بس یہی کہہ رہی تھی۔ وہ آپ کے قابل نہیں ہیں۔ آپ ان میں نہ جائیں۔"
"ہوں۔" میں نے گہری سانس لی۔ "ایک بات بتائیں مس جولیسا؟"
"پلیز۔ سیریس نہ ہوں---- یہ صرف ایک مشورہ ہے۔"
"مشورہ سر آنکھوں پر۔ لیکن ہم آپ کے یہاں کتنے دن کے مہمان ہیں۔ ہم
سے چلے جائیں گے اس کے بعد نہ جانے ہمارا واسطہ آپ جیسے لوگوں سے پڑے
پڑے---- ممکن ہے ہمیں ان سے بھی زیادہ خراب لوگ ملیں۔"
"اوہ---- مسٹر سیسرو۔ آپ شادی شدہ ہیں؟"
"نہیں۔ کیوں؟"
"مسٹر بننو کی شادی ہو چکی ہے۔"
"ان کے خاندان میں کسی کی نہیں ہوئی۔ لیکن اچانک تمہیں ہماری شادی کا

خیال کیوں آگیا؟"
"پھر بتاؤں گی۔ پہلے آپ یہ بتائیں کہ آپ کے والدین آپ کا انتظار کر رہے ہوں
گے؟"
"نہیں جولیسا۔"
"بہن بھائی۔"
"وہ بھی نہیں۔"
"پھر آپ بلاوجہ مارے مارے کیوں پھر رہے ہیں۔ کیا فائدہ اس آوارہ گردی سے۔
یہاں برگ میں رہیں۔ کوئی کاروبار کریں۔ آپ سسٹر لیزارا سے شادی کریں۔ میں مسٹر
بننو سے شادی کرلوں گی۔ ہم یہاں اپنے چھوٹے چھوٹے مکان بنائیں گے۔ ہمارے چھوٹے
چھوٹے خوبصورت بچے ہوں گے۔ پھر ہم سب آپ کی گاڑی میں اپنے اپنے کوٹ پہن کر سیر کو
جایا کریں گے۔ ہم اپنے بچوں کے لیے بھی عمدہ اون کے لباس تیار کریں گے تاکہ انہیں سردی
نہ لگے۔ آپ بتائیے مسٹر بننو۔ کیا وہ زندگی خوبصورت نہیں ہوگی؟"
"نخ۔ خدانخواستہ مادام۔" سردارے نے گھبرائے ہوئے انداز میں کہا۔
"میں بھی یہی کہہ رہی تھی۔ خدانخواستہ وہ زندگی خراب تو نہیں ہوگی۔"
"نہیں جولیسا---- نہیں---- تم تو ہماری بہن ہو---- کہیں بہنیں،
بھائیوں سے شادی کرتی ہیں؟"
"اوہ---- آپ ہمیں بہن سمجھتے ہیں؟" جولیسا نے بغیر کسی تاثر کے کہا۔
"ہاں۔ یقیناً۔"
"تب چلیے۔ ہم شادی نہیں کریں گے۔ یہاں برگ میں دوسری بہت سی لڑکیاں ہوں
گی، ان سے ہم آپ کی شادی کرادیں گے۔ اس سے کیا فرق پڑتا ہے۔"
"ٹھیک ہے۔ ٹھیک ہے۔ سوچیں گے۔" میں نے کہا، اور پھر ہم دونوں نے تیزی سے
قدم آگے بڑھادیئے۔ تاکہ اس معصوم لڑکی کی باتوں کا سلسلہ ختم ہو جائے۔
کھانے کے کمرے میں سب ہمارے منتظر تھے۔ کھانا خاموشی سے شروع ہوا اور خاموشی
ہی سے ختم ہو گیا۔ لیزارا بھی کھانے میں شریک تھی۔ کھانے کے بعد ہم تھوڑی دیر تک آوارہ
گردی کرتے رہے۔ پھر میرے اشارے پر سردارے نے گاڑی ٹھیک ٹھاک کی۔ پیٹرول کی ٹنکی
بھری اور خالی ڈبے دور پھینک دیئے بظاہر روانگی کی تیاریاں نہیں معلوم ہوتی تھیں۔ لیکن
اصل ہمارا ارادہ چوروں کی طرح فرار ہونے کا تھا۔
میں نے البتہ مسٹر فورک کی رائٹنگ ٹیبل سے ایک کاغذ اور بال پوائنٹ نکال لیا تھا۔
اس کے بعد میں نے سردارے کو ایلس کی طرف بھیج دیا۔ میں نے اسے کرنسی دی تھی۔ لیزارا
وغیرہ لوگ کوئی اندازہ نہیں لگا پائے تھے۔ سردارے کو میں نے ضروری ہدایات دے

دی تھیں۔

سردارے کافی دیر میں واپس آیا۔ اس نے آکر مطمئن انداز میں گردن ہلا دی
یہاں تک کہ رات ہوگئی اور جولیسا نے اطلاع دی کہ کھانا تیار ہے۔

"کیا خیال ہے سیسرو۔ کھانا لگوایا جائے؟"

"ضرور ممی۔" میں نے محبت سے کہا۔

اور پھر ہم کھانے کی میز پر پہنچ گئے۔ نہایت لذیذ کھانا تھا۔ ہر چیز موجود تھی۔ کھانے
کے دوران مسز فورک نے پوچھا۔

"تم نے ان لوگوں کو کتنی رقم دی تھی سیسرو؟"

"کسے ممی؟" میں نے انجان بنتے ہوئے کہا۔

"ارے انہی آوارہ گردوں کو؟"

"اوہ---- ممی---- کچھ زیادہ نہیں۔"

"فضول خرچی مت کیا کرو بیٹے---- بری چیز ہے---- کبھی بھی نقصان دے
سکتی ہے۔"

"ٹھیک ہے ممی---- آئندہ خیال رکھوں گا۔"

"بہت ہی پیارے انسان ہو۔ کاش تم ہمیشہ ہمارے پاس رہ سکتے۔"

"ہاں ممی---- کاش میں ہمیشہ آپ کے پاس رہ سکتا۔"

"برگ بری جگہ نہیں ہے بیٹے۔"

"ہاں ممی---- اس اچھی جگہ پر میرے جیسے برے لوگوں کی گنجائش نہیں ہے"

"بیکار بات---- تم برے نہیں ہوسکتے۔"

"شکلوں سے دھوکہ کھانا چھوڑ دیں ممی۔"

"میری بینائی ایسی کمزور بھی نہیں ہے میرے بچے۔ اور نہ تم میرے تجربے [illegible]
کرسکتے ہو۔" مسز فورک نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"کاش ممی---- آپ میرے بارے میں صحیح اندازہ لگاسکتیں۔"

"خیر چھوڑو ان باتوں کو---- بس یہ خیال دل کو اداس کر دیتا ہے
بالآخر---- ایک نہ ایک دن تم یہاں سے چلے جاؤ گے۔"

"یہ گزرگاہ ہے ممی---- ہر ایک سے محبت نہ کیا کریں۔"

"ہر ایک سے محبت نہیں ہوتی بیٹے۔" مسز فورک ٹھنڈی سانس لے کر بولیں

تھوڑی دیر کے لیے ماحول سوگوار ہوگیا تھا۔ میرے ذہن میں بھی اداسیاں رینگ آئی تھیں
اور پھر ذہن کے آخری گوشے سے وہی نفرت ابھری۔ جو میرے دل میں بیدار ہوا
کرتی تھی۔ وہی تنفر آمیز حرارت جو میرے پورے بدن کو سلگا دیتی تھی----

خونخوار نگاہوں سے بوڑھی عورت کو دیکھا۔ تو وہی ہے' عورت---- جس نے میری زندگی
ویران کردی تھی۔ جس نے سوتیلی ماں کی شکل میں' مجھے موت کے عمیق گڑھوں میں دھکیل دیا
تھا---- اور آج۔ میری بدلی ہوئی شکل دیکھ کر تو مجھ سے الفت کا اظہار کر رہی ہے۔

کاش---- تو راجہ نواز اصغر کو اس وقت سہارا دیتی' جب وہ---- سرزمین
پنجاب کا ایک بھولا بھالا نوجوان تھا۔ جب اس کا قوی ہیکل بدن زمین کا سینہ چیر کر لہلہاتی فصلیں
اگا سکتا تھا۔ جب وہ فوج میں شامل ہو کر وطن کی سرحدوں کی حفاظت کر سکتا تھا۔ اپنے ملک و
قوم کی بہبود کے لیے کوئی بھی کام کرسکتا تھا---- لیکن---- اس وقت تیری بے اعتنائی'
تیری دشمنی نے راجہ نواز اصغر کی زندگی کو جہنم کی بھٹی بنا دیا تھا۔ اور جب اس کا پورا بدن
جھلس کر چٹخنے لگا۔ جب نواز اصغر نے اپنی گردن اپنے ہاتھوں گھونٹ کر ایک نئی شکل میں جنم لیا
تو تو اسے محبت بھری نگاہوں سے دیکھ رہی ہے۔

تیری آنکھوں میں مکاری ہے بوڑھی عورت---- میں اب کسی آنکھ سے متاثر
نہیں ہوسکتا۔

کھانا ختم ہوگیا تھا---- میں خاموشی سے اٹھ گیا۔ سردارے بھی میری خاموشی کو
محسوس کر کے کچھ متاثر سا تھا۔ سب لوگ خاموش ہوگئے تھے۔

"کافی کہاں پیو گے بیٹے؟" مسز فورک نے پوچھا۔

"باہر دے دیں ممی۔" میں نے سرد مہری سے کہا۔

"ارے اس وقت باہر کیا کرو گے---- سخت کہر پڑ رہی ہے۔ شاید رات کو بارش
ہو جائے۔" مسز فورک بولے۔

"میں کافی باہر ہی پیوں گا ممی۔" میں نے سرد لہجے میں کہا۔ اور شاید اس سرد لہجے کو
سب نے ہی محسوس کیا تھا۔ میں خاموشی سے باہر نکل آیا تھا۔

سردارے میرے موڈ کی وجہ سے تذبذب میں پڑ گیا تھا---- اس کی سمجھ میں نہیں
آرہا تھا کہ میرے ساتھ جائے یا رک جائے۔ اور جب اس نے میری طرف سے کوئی توجہ نہیں
پائی تو وہ خود ہی رک گیا۔

میں باہر نکل آیا---- اور پھر مکان کے بیرونی حصے میں پتھروں کے فرش پر ایک
ستون سے ٹیک لگا کر کھڑا ہوگیا---- دماغی کیفیت کچھ درست نہیں تھی۔ میں نے بیزاری
سے سوچا۔ آخر یہ تاثرات کب تک میرے ضمیر کو کچوکے دیتے رہیں گے۔ ان سے نجات
ضروری ہے۔ میں کب تک اپنی ذات کا مضحکہ اڑاتا رہوں گا۔ مجھے یہ زندگی دل سے قبول
کرلینی چاہیے۔ ہاں' سارے خیالات نکال پھینکنے چاہئیں۔ سب فضول ہے۔ سب بکواس ہے۔

بیکار باتیں---- زندگی جس طور سے گزر رہی ہے۔ اسی طور گزرنی چاہیے۔
محبت اور حماقت ایک مفہوم کے دو الفاظ ہیں---- بیکار۔ بالکل بیکار۔

"مسٹر سیسرو۔" پشت سے لیزارا کی آواز سنائی دی اور کافی کی سوندھی سوندھی خوشبو ناک میں گھسنے لگی۔ میں نے پلٹ کر دیکھا۔ لیزارا ہاتھوں پر کافی کی ٹرے لیے کھڑی تھی۔

میں نے اس سے کچھ نہ کہا۔۔۔۔۔ خاموشی سے اسے گھورتا رہا۔

لیزارا چند قدم آگے بڑھی اور میرے قریب پہنچ گئی۔ اس کی سفید آنکھیں چمک رہی تھیں۔ اس نے بھی اس کے بعد منہ سے کچھ نہ کہا اور خاموشی سے میری آنکھوں میں آنکھیں ڈالے کھڑی رہی۔

موٹے، معمولی۔۔۔۔۔ لیکن گرم کپڑے کے اسکرٹ میں ملبوس۔ سر پر سردی سے بچاؤ کے لیے باریک کپڑے کا مخصوص انداز کا سکارف باندھے' وہ بہت پیاری لگ رہی تھی۔

میں نے ایک نگاہ اس کے پورے بدن پر ڈالی۔ اونی کپڑے کے نیچے چھپے ہوئے بدن کو تصور کی نگاہوں سے دیکھا۔ دودھ کی طرح سفید۔ نرم۔ اور گداز بدن۔ گرم گرم۔ جس پر سے نگاہیں پھسل جائیں' تب مجھے احساس ہوا کہ لیزارا تو ایک خوبصورت لڑکی ہے۔ اس کے حسین جسم کی لطافتیں ٹھکرانا کفران نعمت ہے۔

اور میرے قدم بے اختیار اس کی طرف بڑھ گئے۔

تب احساس ہوا جیسے عقب سے گردن میں کوئی موٹی زنجیر آ پھنسی ہو۔ گردن پیچھے کی جانب کھنچنے لگی تکلیف ہونے لگی اور میرے منہ سے ایک عجیب سی آواز نکل گئی۔

لیزارا نے منہ سے کچھ کہے بغیر کافی کی ٹرے آگے بڑھا دی۔ لیکن میرے ہاتھ نہ اٹھے۔ میری گردن بدستور کھنچ رہی تھی۔ کچھ نادیدہ ہاتھوں نے مجھے روک لیا تھا۔ میں جانتا تھا کہ ان ہاتھوں کا کوئی وجود نہیں ہے۔ "غیر مرئی ہاتھ صرف میرا احساس ہیں۔

اور پھر میرے کانوں میں سرگوشیاں گونجیں۔

نواز۔۔۔۔۔ راجہ نواز اصغر۔۔۔۔۔ میں زندہ ہوں۔۔۔۔۔ ابھی میں زندہ ہوں تو خود کو بھول گیا ہے۔ میں تجھے نہیں بھولا ہوں۔۔۔۔۔ میں تجھے نہیں بھولوں گا۔ تو نے ظالم دل سے اسے بہن کہا ہے۔۔۔۔۔ کیا یہی شان ہے مردوں کی۔۔۔۔۔ کیا صرف اتنی وسعت ہے تیری شخصیت میں؟

اور میرے بدن میں سردی دوڑ گئی۔ میرا پورا وجود کانپ اٹھا۔ اوہ۔ میں کیا سوچ رہا تھا۔ کیا ہو گیا تھا مجھے۔۔۔۔۔ ممتا بھری آنکھوں میں بے بسی تھی۔ آنسوؤں میں ڈوبی ہوئی آنکھیں لٹی ہوئی بیٹی کو دیکھ رہی تھیں۔

"غلطی میری ہے لیزارا۔ بھول مجھ سے ہوئی ہے۔ تو بے قصور ہے۔۔۔۔۔ میں نے۔۔۔۔۔ میں نے اسے اچھا انسان سمجھا تھا۔ لیکن وہ۔۔۔۔۔ وہ۔۔۔۔۔"

"مسٹر سیسرو۔" لیزارا کی لرزتی آواز ابھری۔

"ہاں۔" میں چونک پڑا۔

"کیا سوچ رہے ہیں مسٹر سیسرو؟"

"کچھ نہیں۔۔۔۔۔ کچھ نہیں لیزارا؟"

"کافی لیجئے۔"

"ایں ہاں۔۔۔۔۔" میں نے کافی کی پیالی اٹھائی۔

"دیکھ لیجئے۔۔۔۔۔ ٹھنڈی تو نہیں ہوئی۔"

"نہیں۔۔۔۔۔" میں نے جلدی جلدی کافی کے کچھ گھونٹ بھر لیے۔

لیزارا خاموش کھڑی رہی۔ پھر اس نے پلٹ کر دیکھا۔۔۔۔۔ خشک ہونٹوں پر زبان پھیری۔۔۔۔۔ اور پھر وہ لرزتی ہوئی آواز میں بولی۔

"مسٹر سیسرو۔"

"کیا بات ہے لیزارا؟"

"آپ۔۔۔۔۔ آج رات بھی وہاں جائیں گے؟"

"کہاں؟"

"خیموں میں۔۔۔۔۔ آوارہ گردوں کے پاس؟"

"ہاں۔"

"کیوں؟"

"بس لیزارا۔۔۔۔۔ تم۔۔۔۔۔ تم سمجھنے کی کوشش کرو۔۔۔۔۔ ہم۔۔۔۔۔ اتنی جلدی اپنی عادتیں تو ترک نہیں کر سکتے۔" میں نے سنبھلتے ہوئے کہا۔ میری جذباتی کیفیت ختم ہوتی جا رہی تھی۔

"سنیے مسٹر سیسرو۔"

"ہوں۔"

"آپ وہاں نہ جائیں۔"

"آخر کیوں؟"

"میں آپ کے لیے چرس یہاں بھی لا دوں گی۔۔۔۔۔ تھوڑی دیر کے بعد۔ کی۔۔۔۔۔ اور پاپا سو جائیں گے' تب میں چپکے سے۔۔۔۔۔ بالکل چپکے سے کسی کو پتہ بھی نہ چل سکے گا۔"

"تم مجھے چرس دے سکتی ہو لیزارا؟" میں نے پوچھا۔

"جتنی تمہیں ضرورت ہو۔" لیزارا بچوں کے سے انداز میں خوش ہو کر بولی۔

"تمہارے پاس کہاں سے آئی؟"

"ممی سے چھپا کر رکھی ہے۔"

"آئی کہاں سے؟"

"نشے میں ڈوبے ہوئے ایک آوارہ گرد کے پاس سے گر گئی تھی۔ میں نے کبھی نہیں۔"

"اوہ۔۔۔۔۔ تو لاؤ۔۔۔۔۔"

"ابھی لائی۔۔۔۔۔" لیزارا اندر کی طرف دوڑ گئی۔۔۔۔۔ اور پھر اس نے واپس آنے میں بھی دیر نہیں لگائی۔ اس کے ہاتھوں میں چرس کا ایک بہت بڑا ڈھیر تھا۔ کم از کم آدھا پاؤ۔۔۔۔۔

"اوہ۔۔۔۔۔ بہت خوب۔ سب لے لوں؟"

"لے لو۔۔۔۔۔" اس نے خوشی سے کہا اور میں نے چرس لے کر لباس میں چھپا لی۔ پھر میں آہستہ سے بولا۔

"لیزارا۔"

"یس مسٹر سیسرو۔"

"سنو۔۔۔۔۔ میں اس چھت کے نیچے چرس نہیں پیوں گا۔"

"ایں؟" لیزارا چونک پڑی۔

"ہاں۔۔۔۔۔ میں نے ممی سے وعدہ کیا تھا۔"

"لیکن۔۔۔۔۔ لیکن ممی تو اب سو جائیں گی۔"

"ہاں۔۔۔۔۔ لیکن ان کا اعتماد جاگتا رہے گا۔"

"پھر مسٹر سیسرو؟"

"مجھے ان کے پاس جانے دو لیزارا۔"

"نہیں۔۔۔۔۔ ہرگز نہیں۔۔۔۔۔ آپ سمجھتے نہیں۔۔۔۔۔ میں کل پوری رات سو نہیں سکی۔"

"آخر کیوں؟"

"ارے ان کے ساتھ عورتیں بھی ہیں۔"

"تو پھر؟"

"وہ۔۔۔۔۔ وہ اچھی عورتیں نہیں ہوتیں مسٹر سیسرو۔" لیزارا نے کہا۔

"لیکن میں کچھ نہیں کر سکتا۔۔۔۔۔ میں۔۔۔۔۔ میں۔۔۔۔۔"

"تم وہاں نہیں جا سکتے۔۔۔۔۔ سمجھے۔۔۔۔۔ تم وہاں نہیں جا سکتے۔" لیزارا کا لہجہ جانے کیا ہو گیا۔ لیکن میں اس کے جذبات سے مشتعل ہو گیا۔

"بکو مت۔۔۔۔۔ لو۔۔۔۔۔ لے جاؤ اپنی سوغات۔۔۔۔۔ لو۔۔۔۔۔" میں نے چرس نکال کر پھینک دی۔ "لے جاؤ اسے۔۔۔۔۔ گیٹ آؤٹ۔" اور لیزارا ساکت رہ گئی۔ میری آواز کافی تیز تھی۔ تب میں نے دیکھا۔ لیزارا کی آنکھوں سے آنسو امنڈ پڑے تھے۔

امنڈے ہی آ رہے تھے۔ وہ چند ساعت کانپتی رہی۔ پھر اس نے چرس کا ڈھیلا اٹھایا۔۔۔۔۔ اسے دونوں ہاتھوں پر رکھ کر آگے بڑھی۔ اور دونوں ہاتھ میرے سامنے کر دیئے۔

"آئی ایم سوری مسٹر سیسرو۔۔۔۔۔ آئی ایم سوری۔۔۔۔۔ آئی ایم ویری سوری۔" اس نے ڈھیلا میری جیب میں ڈال دیا اور پھر وہ تیزی سے واپس مڑ گئی۔۔۔۔۔ اور چند ساعت کے بعد میری نگاہوں سے اوجھل ہو گئی۔ مجھے اس کی اس کیفیت سے کوئی دلچسپی نہیں تھی۔ کوئی ہمدردی نہیں تھی۔ یہ لوگ ایسے انسانوں پر اپنا حق کیوں سمجھنے لگتے ہیں جو ان کے کوئی نہیں ہوتے' جن کا ان سے کوئی تعلق نہیں ہوتا۔۔۔۔۔ خود ان کی اپنی حماقت ہے۔۔۔۔۔ کسی کا کیا قصور؟

اونہہ۔۔۔۔۔ جگہ جگہ فضول لوگوں سے ٹکراؤ ہوتا ہی رہتا ہے۔۔۔۔۔ کس کس کو سہارا دیا جائے۔ کس کس کو ذہن میں جگہ دی جائے۔ سب کی اپنی اپنی کہانیاں ہوتی ہیں۔۔۔۔۔ سب کے اپنے افسانے ہوتے ہیں۔۔۔۔۔ نکل چلنا چاہیئے۔ یہاں سے فوراً نکل چلنا چاہیئے۔ یہ سردارے کہاں رہ گیا؟

میرا دل چاہا کہ زور سے آواز دے کر سردارے کو بلا لیا جائے۔ لیکن یہ بدتمیزی تھی۔۔۔۔۔ میں واپس اندر کی طرف مڑ گیا۔۔۔۔۔ لیکن دروازے کے اندر قدم رکھتے ہی ٹھٹھک گیا۔

لیزارا مسز فورک کے شانے سے لپٹی ہوئی سسک رہی تھی اور مسز فورک اس کے سر پر ہاتھ پھیر رہی تھی۔ اس کے گال بھی آنسوؤں سے تر تھے۔۔۔۔۔ مجھے دیکھ کر وہ چونک پڑی۔۔۔۔۔ اور پھر بھاری آواز میں بولی۔

"آؤ۔۔۔۔۔ آؤ میرے بچے۔۔۔۔۔ آؤ سیسرو۔"

"بنٹو کہاں ہے ممی۔" میں نے سپاٹ لہجے میں پوچھا۔

"وہ۔۔۔۔۔ وہ مسٹر فورک سے باتیں کر رہا ہے۔۔۔۔۔ وہ۔۔۔۔۔" لیکن میں نے بوڑھی کی پوری بات نہیں سنی' اور تیزی سے آگے بڑھ گیا۔ ذہن میں سخت جھنجھلاہٹ تھی۔ اسی انداز میں مسٹر فورک کے کمرے میں پہنچا' جہاں مسٹر فورک اور سردارے کے علاوہ جولیسا بھی موجود تھی۔۔۔۔۔ تینوں کسی بات پر ہنس رہے تھے۔۔۔۔۔ میں نے دانت پیستے ہوئے سردارے سے کہا۔ "کیا تم یہیں قیام کرو گے؟" "اوہ۔۔۔۔۔ نہیں استاد۔۔۔۔۔ کیوں خیریت؟" سردارے بولا۔

"میرے پاس فضول باتوں کے لیے وقت نہیں ہے۔ فوراً چلو۔"

"اوہ۔۔۔۔۔ سوری استاد۔۔۔۔۔ سوری مسٹر فورک۔۔۔۔۔ اب اجازت دیں۔"

"ارے کہاں چل پڑے؟" مسٹر فورک اچھل پڑے۔

"دریا کے کنارے----- میرے دوست کا نشہ اکھڑ رہا ہے۔ شاید۔" ہنسونے جواب دیا۔

"ہوں----- تو آج پھر چرس پی جائے گی۔" جولیسا لڑاکا عورتوں کے انداز میں بولی۔

"سردارے۔" میں غرایا----- اور سردارے حیرت سے مجھے دیکھنے لگا۔ پھر وہ مسٹر فورک اور جولیسا کو آنکھ مار کر میرے ساتھ باہر نکل آیا۔

"چلیں استاد؟" اس نے پوچھا۔ لیکن میں نے اسے کوئی جواب نہیں دیا۔ میں باہر نکل آیا۔ اور پھر میں نے لینڈ روور سنبھالی اور اسے اسٹارٹ کردیا۔ سردارے پھرتی سے لینڈ روور پر لٹک گیا تھا۔ ورنہ وہ یہیں رہ جاتا۔ بہرحال وہ خاموشی سے دروازہ کھول کر اندر آبیٹھا تھا۔

اور میں تیزی سے خیموں کی طرف بڑھنے لگا۔ میں نے پیچھے مڑ کر بھی نہ دیکھا جہاں اولیورا۔ جولیسا اور مسٹر فورک حیران کھڑے' دور ہوتی ہوئی لینڈ روور کی عقبی روشنیوں کو دیکھ رہے تھے۔

چند ساعت کے بعد ہم خیموں کے نزدیک پہنچ گئے' لوسیا' ایلس' مائیکل اور ایڈی لینڈ روور کی آواز سن کر ہی باہر نکل آئے تھے' ان کے حلیے بدلے ہوئے تھے۔ سب کے جسموں پر لباس تھے۔ گرم کپڑے تھے۔ ایڈی اور لوسیا کافی خوبصورت نظر آرہی تھیں۔ جونہی ہم گاڑی سے اترے وہ ہماری جانب لپکیں۔ اور پھر انہوں نے پچھلی رات کی ترتیب سے ہماری گردنوں میں بانہیں ڈال کر ہمارے کئی طویل بوسے لیے۔ مائیکل اور ایلس بھی ہمارے قریب پہنچ گئے تھے۔

"اوہ۔ مسٹر سیسرو۔ آپ نے ہمارے اوپر اتنے احسانات کیے ہیں کہ اب شکریے کے الفاظ ناکافی ہیں۔" ایلس نے کہا۔

"ناکافی ہیں تو آپ ادا کیوں کرتے ہیں۔" میں نے موڈ بدلنے کی کوشش کی۔

"ہاں----- یہ بھی ٹھیک ہے۔" مائیکل ہنس پڑا۔

"آیئے----- آیئے مسٹر سیسرو۔" لوسیا نے میرا بازو پکڑ کر خیمے کی طرف گھسیٹتے ہوئے کہا۔

"آپ کی گاڑی بہت شاندار ہے۔" ایڈی بولی۔

"خود مسٹر سیسرو کم شاندار ہیں؟"

"لیکن آپ نے ہمارے اوپر بہت بڑا احسان کیا ہے۔" وہ بکواس کرتے رہے اور میں مسکراتا رہا۔ بہرحال ہم خیمے میں پہنچ گئے تھے۔

"ایک مشکل پیش آگئی ہے مسٹر سیسرو۔" مائیکل بولا۔

"کیا ہے؟" میں نے پوچھا۔

"پورے برگ کے بازار چھان مارے۔ بیشتر لوگوں سے پوچھا۔ لیکن چرس کہیں دستیاب نہیں ہوئی۔"

"اوہ-----" میں نے مسکراتے ہوئے کہا----- ان لوگوں میں آکر میرا موڈ بحال ہو رہا تھا۔ ذہن سے اداسی کی کیفیت ڈھلتی جارہی تھی۔

"اور برگ کی کہر آلود رات میں----- چرس کے بغیر زندگی کتنی دشوار ہوگی۔ آپ اندازہ کرسکتے ہیں؟"

"یقیناً۔"

"پھر اس مشکل کا کوئی حل ہے آپ کے پاس؟"

"ہاں۔"

"کیا مطلب-----" ایلس اور دوسرے لوگ چونک کر بولے۔ اور میں نے لیزارا کا تحفہ نکال کر ایلس کی طرف اچھال دیا۔

ایلس نے چرس کی گیند لپک لی تھی اور پھر اس کا وزن دیکھ کر ایلس کا ہارٹ فیل ہوتے ہوتے بچا۔ "میرے----- میرے خدا۔ میرے خدا۔"

"کیا ہے ایلس؟" مائیکل نے پوچھا۔

"دیکھو----- دیکھو----- یہ دیکھو-----" ایلس کے منہ سے بات نہیں نکل رہی تھی۔ دونوں عورتیں ایلس کے گرد جمع ہوگئیں۔ وہ سب اس طرح چرس کے ڈھیلے کو دیکھ رہے تھے جیسے وہ کوئی بڑا عجوبہ ہو۔ پھر ایلس نے پھولے ہوئے سانس کے ساتھ اعتراف کیا۔

"بلاشبہ مسٹر سیسرو----- ہم نے اپنی پوری زندگی میں چرس کا اتنا بڑا ذخیرہ کبھی نہیں حاصل کیا۔"

"عیش کرو۔" میں نے شاہانہ انداز میں کہا اور ان سب نے میرے نام کے نعرے لگائے۔ سگریٹوں کے پیکٹ اور پائپ بھی خرید لیے گئے تھے۔ چنانچہ سب مست ہوگئے۔

میں نے سردارے کو ہدایت کی۔ "رات کے آخری پہر چلنا ہے' یہ لوگ اتنے مست نہ ہو جائیں کہ انہیں چھوڑ کر چلنا پڑے۔"

"اوہ استاد----- میں انہیں ہدایت کردوں؟"

"جیسی تمہاری مرضی۔"

"ہے----- ایڈی----- لوسیا مائیکل ادھر آؤ۔ بات سنو؟" اور سب کے سب کتوں کی طرح دم ہلاتے ہوئے ہمارے سامنے پہنچ گئے۔ "تمہیں معلوم ہے آج رات ہم برگ چھوڑ دیں گے؟"

"آج رات؟" لوسیا حیرت سے بولی۔

"ہاں۔"

"لیکن رات کو کیوں مسٹر پنٹو؟" ایڈی نے سوال کیا۔
"مسٹر سیسرو کی یہی ہدایت ہے۔"
"ٹھیک ہے۔ ہم سب تیار ہیں۔" مائیکل بولا۔
"چنانچہ تم چرس اتنی استعمال کرو گے کہ ہوش میں رہو۔"
"آپ فکر نہ کریں مسٹر پنٹو۔" ایلس نے کہا۔
"کھانا کھالیا تم لوگوں نے؟"
"ہاں۔"
"بس ٹھیک ہے عیش کرو۔" میں نے کہا اور وہ سب گردن ہلانے لگے----- پچھلی رات گرایا جانے والا خیمہ بھی آراستہ کرلیا گیا تھا۔ چرس کی اتنی زیادہ مقدار تھی کہ ان لوگوں کو سردی کا احساس باقی نہ رہا۔ سردارے بھی ان کے ساتھ شریک ہوگیا تھا' اور وہ خیمے کے عقب میں کھلی جگہ پر پہنچ گئے۔

مجھے البتہ کچھ اور کام کرنے تھے۔ چنانچہ میں لینڈروور میں جابیٹھا۔ اندر کی بتی جلائی اور پھر وہ کاغذ اور بال پوائنٹ نکال لیا' جو میں نے مسٹر فورک کی ٹیبل سے نکالا تھا۔

اور پھر میں نے مسز فورک کے نام خط لکھا۔

"ممی۔"

خاموشی سے جارہے ہیں۔ آپ جانتی ہیں ہم چور نہیں ہیں۔ محبت بڑی قیمتی چیز ہے ممی اور وہ بھی ماں کی محبت!

ہم آوارہ گرد----- اس محبت کے اہل نہیں ہیں----- ہمارے پاس اس پیار کی قیمت نہیں ہے----- ہم اس پیار کے تقدس کا احترام کرنے کے قابل نہیں ہوتے ممی----- یہ ہماری پہنچ سے بالاتر ہے----- آپ نے غلط لوگوں کو یہ قیمتی دولت دے ڈالی۔ ممی ہم تو معاشرے کے ناسور ہوتے ہیں۔ ہمارے لیے تو وہی نگاہیں مناسب ہیں جو کیمپوں میں قیام کرنے والے دوسرے آوارہ گردوں کے لیے مخصوص ہیں۔ آپ نے ہمیں دوسرا مقام دے دیا تھا۔ وہ مناسب نہیں تھا ممی----- آپ' مسٹر فورک۔ جولیسا اور لیزارا----- آپ بہت نیک لوگ ہیں۔ خدا آپ کو غموں سے آشنا نہ کرے۔

خاموشی سے اس لیے جارہے ہیں ممی----- کہ آپ کی محبت ہمیں بھی خود غرض نہ بنادے----- ہم کہیں سچ مچ خود کو اس محبت کا حقدار نہ سمجھ بیٹھیں۔

ہمیں معاف کردیں----- ہم آپ کے پیار کی شدت کے قابل نہ تھے۔

آپ کا----- سیسرو۔"

"خط لکھنے کے بعد میرے دل میں کوئی غم نہ تھا۔ کوئی جذباتی احساس نہ تھا۔ یہ خط

تھنے کی ضرورت بھی نہیں تھی۔ بوڑھی عورت کی تسلی کے لیے یہ فضول باتیں لکھ دی تھیں

ورہیں۔ گاڑی سے اتر کر' خط کو خیمے میں' ایک نمایاں جگہ رکھ کر۔ میں نے جیبوں سے کرنسی کی دو بڑی گڈیاں نکالیں اور خط کے ساتھ رکھ دیں----- ابھی کافی رقم موجود تھی----- نز بھی ہو جاتی تو برن سے لی جاسکتی تھی۔

پھر اس خیمے کا دروازہ بند کرکے میں باہر نکل آیا۔ خیمے کے عقب میں دم لگ رہے تھے۔ غم مٹ رہے تھے' سردارے کی دلچسپ باتیں جاری تھیں۔ میں اس طرف نہ گیا۔ کئی منٹ تک ایک جگہ کھڑا رہا پھر نہ جانے ذہن میں کیا سمائی۔ میں نے گاڑی کے عقب سے گٹار نکال لیا۔ اور پھر گاڑی کی پشت سے ٹک کر میں نے گٹار کے تار چھیڑ دیئے۔

لیکن----- میں نے سر اونچے نہ ہونے دیئے----- اگر مسٹر فورک کے مکان تک آواز پہنچ گئی تو----- ممکن ہے-----! گٹار سے ایک نغمہ پھوٹا اور یہ میرے دل کی آواز تھی۔

وہ آواز----- جسے میں کانوں تک نہیں پہنچنے دیتا تھا۔ وہ الفاظ جنہیں میں ذہن میں جگہ نہیں دیتا تھا۔ نہ جانے گٹار کے تاروں میں یہ آواز کیوں سماگئی تھی۔ میری انگلیاں میرے خلاف سازش کر رہی تھیں۔ ہاں۔ وہ میرے خلاف سازش کر رہی تھیں۔

اور میں ماحول سے بے خبر تھا----- بالکل بے خبر۔

نغمہ جاری رہا۔ کہر ساکت ہوگئی۔ ہوائیں رک گئیں۔ ماحول خاموش خاموش سا ہوگیا۔ شاید یہ نغمے کا اثر تھا۔ میرے دل کا غبار دھلتا رہا۔ ایک سکون کا سا احساس ہوا' وہ جلن ختم ہوگئی' جو کئی گھنٹے سے سینے میں ہو رہی تھی۔ شاید دل کی بھڑاس نکل گئی تھی۔ شاید سکون کو زبان مل گئی تھی۔

"اور پھر----- آہستہ آہستہ ذہن جاگ اٹھا----- آنکھیں کھل گئیں اور میں نے چونک کر ماحول کو دیکھا----- تب پانچ سائے نظر آئے جو میرے گرد ساکت کھڑے تھے۔ یہ سردارے اور دوسرے لوگ تھے----- جو نہ جانے کب میرے پاس آکھڑے ہوئے تھے۔ ان کے ہاتھوں میں چرس بھرے سگریٹ نہ تھے۔ انہیں سردی کا احساس بھی نہ تھا۔ وہ سب خاموش کھڑے تھے۔ پتھر کے بے جان مجسموں کی طرح۔

تب سحر ٹوٹا۔ اور لوسیا میرے قریب آگئی۔

"سیسرو۔" اس نے سرگوشی کے انداز میں کہا۔ "کیا سچ مچ یہ تم ہی ہو سیسرو----- کیا یہ تم ہی ہو سیسرو۔" اور میں مسکرانے لگا۔ میرا دل مسکرانے کو چاہ رہا تھا۔ اب میں اداس نہ تھا۔

"کیوں؟" تمہیں یقین نہیں آرہا؟" میں نے پوچھا۔

"سیمرو------ یہ واقعی تم ہو؟"

"اچھی طرح ٹٹول کر دیکھ لو۔ کوئی اور تو نہیں ہے؟"

"یہ نغمہ تمہارے پاس کہاں سے آیا------؟ بتاؤ کہاں سے لائے یہ نغمہ------؟" لوسیا بولی۔

"چوری نہیں کیا ہے------؟"

نغمے چرائے نہیں جاتے۔ سیمرو۔ یہ تو ٹوٹے دلوں کی پکار ہوتے ہیں------ محبت کے ماروں کی کہانیاں سناتے ہیں۔ تمہیں کیا غم ہے سیمرو------ تمہیں کیا غم ہے؟"

"صرف ایک غم۔" میں نے گہری سانس لے کر کہا۔

"کیا غم ہے سیمرو------ مجھے بتاؤ۔"

"یہ کہ تم مجھے سیمرو سمجھنے پر تیار نہیں ہو۔"

"آہ------ تم کونسی دنیا سے آئے ہو سیمرو------ یقین کرو۔ تمہاری انگلیوں میں ساری دنیا کا سحر ہے۔ تم دنیا کے سب سے بڑے جادوگر ہو۔ جب تمہاری انگلیاں گٹار کے تاروں پر چل رہی تھیں تو لگ رہا تھا کہ ستاروں کے غول سے کوئی ستارہ ٹوٹ کر زمین پر آ گرا ہے۔ تڑپ رہا ہے۔ اپنوں کے لیے۔ پھر اپنی دنیا میں واپس جانے کے لیے------ آہ------ وہ بے بس ہے۔ وہ رو رہا ہے۔"

"آؤ لوسیا------ سب بیکار باتیں ہیں۔"

"ایک نغمہ اور نہیں سناؤ گے سیمرو۔" ایڈی نے کہا۔

"اب نہیں ایڈی۔"

"پلیز سیمرو------ پلیز۔" سب بیک وقت بولے اور میں ہنس پڑا۔

"لیکن دھیمی آواز میں۔" میں نے کہا۔

"کیوں؟"

"میں نہیں چاہتا کہ گٹار کی آواز مسٹر فورک کے مکان تک پہنچے۔"

"اوہ------ وہ کنجوس بوڑھا------ کیا وہ؟"

"نہیں------ میں ان کی وجہ سے نہیں چاہتا۔"

"آخر کیوں؟"

"یہ فضول سوال ہے------ جس کا جواب دینا ضروری نہیں ہے۔"

"ٹھیک ہے------ پھر سناؤ۔" ایڈی بولی۔ اور میں گٹار کے تار چھیڑنے لگا۔ لیکن نغمہ پہلے نغمے سے بالکل مختلف تھا۔ اس میں آنسو تھے، جو دلوں کا درد دھوتے تھے اور نغمہ------ یہ خوشی کی کہانی تھی جس پر روتے ہوئے ہنس پڑتے تھے۔ اور------ ماحو

سترا اٹھا------ دلوں میں خوشیاں مچلنے لگیں۔

وہ سب خاموش کھڑے تھے۔ تحسین آمیز نظروں سے مجھے دیکھ رہے تھے۔ اور پھر یہ ذ بھی ختم ہو گیا۔ تب سب کے سب آگے بڑھے اور مجھ سے لپٹ گئے۔

"آہ۔ تم گٹار کے جادوگر ہو------ تم ماحول پر قادر ہو۔ کتنے بڑے فنکار ہو تم۔" ہنگل نے مجھے سینے سے لگاتے ہوئے کہا۔ "تم دلوں سے کس طرح کھیلتے ہو۔" لوسیا اور ایڈی نے میرے کئی بوسے لے ڈالے تھے۔

"تمہارے ساتھ گزرنے والی زندگی کس قدر خوشگوار ہے سیمرو۔"

"بس اب تھوڑی دیر آرام کر لو۔ اس کے بعد روانگی۔" میں نے گٹار گاڑی میں رکھتے ہوئے کہا۔

"ایک دور اور چلے گا دوستو۔" ایلس بولی۔

"کیا حرج ہے۔ تم نہیں پیو گے سیمرو؟"

"نہیں دوستو۔ میرا موڈ نہیں۔"

"تھوڑا سا سیمرو------ تھوڑا سا------" ایڈی نے کہا۔

"سوری ایڈی۔"

"اسے مجبور مت کرو ایڈی------ وہ فنکار ہے۔ فنکار کو اس کی مرضی پر چلنے دو۔" ہنگل نے کہا اور ایڈی خاموش ہو گئی۔ بہرحال وہ سب خیمے میں گھس گئے۔ میں گاڑی میں بیٹھا اور پھر گاڑی کی پشت سے ٹیک لگا کر میں غنودہ ہو گیا۔

"رات کے کسی حصے میں سردارے نے ہی جگایا تھا۔

"اوہ سردارے۔ کیا وقت ہو گیا؟"

"واہ استاد۔ خود ہی سو گئے۔"

"ہاں یار------ سوری------ کیا وقت ہوا ہے؟"

"ساڑھے تین بجے ہیں استاد۔"

"دوسرے لوگوں کی کیا پوزیشن ہے؟"

"سو رہے ہیں سب۔"

"زیادہ تو نہیں چڑھا گئے؟"

"میں نے نگرانی رکھی تھی۔"

"رات کیسی گزری؟"

"ٹھیک نہیں استاد------ زیادہ تر تمہاری باتیں ہوتی رہیں۔"

"تم فضول آدمی ہو۔ جاؤ انہیں جگا دو۔"

"اوکے باس۔" سردارے نے کہا اور چلا گیا۔۔۔۔۔ میں نے اپنے ذہن کو بوجھ سے آزاد کیا۔۔۔۔۔ اور تیاریاں کرنے لگا۔ سردارے کو واپسی میں خاصی دیر ہو گئی تھی۔۔۔۔۔ بہرحال وہ آیا تو اس کے ساتھ سب موجود تھے۔

"ہیلو سیسرو۔۔۔۔۔" ایلس اور مائیکل نے کہا۔

"ہیلو۔۔۔۔۔"

"چلیں؟"

"ہاں مائیکل۔ میں تمہیں بتا چکا ہوں۔ خاموشی سے ہی نکل چلنا ہے۔"

"ہم تیار ہیں سیسرو۔"

"تم میں سے کسی کو ڈرائیورنگ آتی ہے؟"

"میں اور مائیکل دونوں فرسٹ کلاس ڈرائیور ہیں۔" ایلس نے جواب دیا۔

"ویری گڈ۔۔۔۔۔ لیکن تم اس پوزیشن میں ہو ایلس؟"

"اوہ مسٹر سیسرو۔ رات کو تو صرف خون گرم کیا تھا۔ پی کہاں تھی؟"

"تب ٹھیک ہے۔ میں عقبی سیٹ پر سوؤں گا۔"

"اوکے چیف۔۔۔۔۔ میں تمہارے لیے بستر لگا دوں۔" سردارے نے پوچھا۔

"نہیں۔۔۔۔۔ بس کمبل کافی ہے۔"

"میں ٹھیک کیے دیتی ہوں۔۔۔۔۔" ایڈی جلدی سے بولی۔ اور پھر پچھلی سیٹ درست کرنے کے بہانے وہ خود بھی پچھلی سیٹ پر ہی رہ گئی۔ سردارے نے مسکرا کر مجھے آنکھ مار دی تھی۔ بہرحال سفر کرنے کا یہ انداز برا نہیں تھا۔ سردارے نے بھی بندوبست کرا دیا۔ دونوں آوارہ گرد یا تو احمق تھے۔ یا پھر چالاک۔ دونوں ڈرائیورنگ سیٹ پر تھے۔ ان کے برابر کی سیٹ پر سردارے اور لوسیا۔ اور عقبی سیٹ پر میں دراز تھا۔ میرے برابر ایڈی میرے کمبل میں بیٹھی تھی۔

ایلس نے گاڑی اسٹارٹ کی۔ اور پھر بولا۔ "چلیں مسٹر سیسرو؟"

"چلو۔۔۔۔۔" میں نے بھاری آواز میں کہا اور ایلس نے گاڑی آگے بڑھا دی۔ ۔۔۔ نے تھوڑی سی گردن اچکا کر مسز فورک کے مکان کی روشنی دیکھی اور ایک ٹھنڈی سانس لے کر پھر لیٹ گیا۔

ہماری جیپ بڑی سڑک پر پہنچ گئی۔ ایلس اور مائیکل کسی موضوع پر گفتگو کر رہے تھے۔ سردارے کو سانپ سونگھ گیا تھا۔ اس کے نزدیک موجود لوسیا نہ جانے کس پوزیشن میں تھی۔۔۔۔۔ میں بھی آنکھیں بند کیے ہوئے تھا۔ اور ایڈی نے پاؤں سامنے نکال کر گردن کی پشت سے لگا دی تھی۔ جیپ کے سارے شیشے بند تھے۔ اس لیے اندر خوب گرمی ہو گئی

سردی کا زیادہ احساس نہ تھا۔

رات کی وجہ سے ایلس نے رفتار زیادہ تیز نہیں کی تھی اور نہایت آرام دہ سفر ہو رہا تھا۔ میرا ذہن نیند سے بھاری تھا۔ لیکن پھر بھی بہت سے خیالات آ رہے تھے۔ اور وہ شاید میری طرف سے کسی تحریک کی منتظر تھی۔ لیکن جب اس نے مجھے بالکل ۔۔۔ تو اپنے جاگنے کا احساس دلانے کے لیے بولی۔

"اس سرد ماحول میں۔۔۔۔۔ گاڑی کے اندر کی گرمی کس قدر خوشگوار ہے۔"

"ہونی ہی چاہیے۔" اگلی سیٹ سے سردارے اردو میں بولا۔

"کیا کہا مسٹر پننو۔" لوسیا بولی۔

"اونہہ۔ تم سے کچھ نہیں کہا۔۔۔۔۔ تم اپنے کام میں مصروف رہو۔" سردارے نے جواب دیا۔ اور میں ہنسی نہ روک سکا۔

"تم بہت سور ہو سردارے۔"

"سوری باس۔"

"کیا گفتگو کرنے لگے تم سیسرو؟" ایڈی نے اپنی بات کا جواب نہ پا کر کہا۔

"اوہ۔۔۔۔۔ کچھ نہیں۔۔۔۔۔ میرا ساتھی پوچھ رہا تھا کہ کیا میں سو گیا۔"

"نیند آ رہی ہے سیسرو؟"

"نہیں۔"

"تم کتنے عظیم انسان ہو سیسرو۔ کیسے انوکھے۔ تم رحم دل ہو۔ دولت مند ہو۔ تم نے ہمارے اوپر بے تحاشا رقم خرچ کی ہے۔ درحقیقت ہم سب اپنے حالات سے سخت پریشان تھے۔ تم نے ہمیں کتنا بڑا سہارا دیا ہے۔"

"کوئی بات نہیں ہے ایڈی۔"

"اس کے علاوہ تم کتنے بڑے فنکار ہو۔۔۔۔۔ دل چاہتا ہے تمہاری انگلیاں آنکھوں سے لگا لوں۔"

"شکریہ ایڈی۔۔۔۔۔" میں نے اس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے لیا۔۔۔۔۔ اور ایڈی کو شاید اسی کا انتظار تھا۔ اس کے حجاب کے بند ٹوٹ گئے۔ اور وہ میری طرف کھسک آئی۔ شاید پہلا لمس چاہ رہی تھی۔ سیٹ بہت زیادہ کشادہ نہیں تھی۔ لیکن بہرحال کتنی ہی تنگ جگہ ہو ایک مرد کے پاس عورت کے لیے گنجائش نکل ہی آتی ہے۔

ایڈی مجھ سے بھڑ گئی۔

"تمہارا وطن کہاں ہے سیسرو؟"

"آسمان پر۔"

"کیا مطلب؟" اس نے اس انداز میں اپنا ہاتھ سرکایا جیسے صرف اتفاق ہو۔
میرے بدن میں چنگاریاں سی دوڑنے لگیں۔ میں نے اس کے بعد کوئی جواب نہیں دیا۔
ایڈی نے بھی مزید کچھ نہ کہا۔ ہاں وہ اپنا وہ ہاتھ شاید بھول ہی گئی تھی جو میرے بدن میں
لہریں دوڑا رہا تھا۔ ایڈی خاموش تھی۔ وہ میری طرف سے کچھ منتظر تھی۔

لیکن لینڈرروور میں ----- صبح ہونے سے کچھ قبل' میری کوئی حرکت بیکار تھی۔
ایڈی کی حرکت نے مجھے کچھ اور گزرے ہوئے انسان یاد دلا دیئے تھے۔

یہ یادیں۔ یہ حماقتیں ----- کاش کوئی میرا برین واش کردے' کاش مجھے اپنا
یاد نہ رہے ---- کاش مجھے بھول جانے کی کوئی قوت حاصل ہو جائے۔
کاش ----- کاش -----

اور پھر ایڈی کے ہاتھ نے کچھ اور جنبش کی۔ اس کی انگلیاں سکڑنے لگیں۔
اور اب میں بھی برداشت نہ کرسکا! میں نے ایڈی کو خود پر کھینچ لیا اور ایڈی نے اپنے ہونٹ
میرے ہونٹوں سے چپکا دیئے۔

ایلس ڈرائیورنگ کرتا رہا۔ پھر جب وہ تھک گیا تو اس نے گاڑی روکی۔ اور اس
کی جگہ مائیکل نے سنبھال لی۔ دونوں فراخ دل نوجوانوں نے ایک بار بھی اپنی بیویوں کی طرف
توجہ نہیں دی تھی۔

تب صبح کی روشنی نمودار ہوئی اور اس کے ساتھ قصبہ گرافن کے آثار۔

سردارے شاید گہری نیند سوگیا تھا۔ لوسیا کی بھی کوئی آواز نہیں سنائی دی تھی۔ ہاں
میں اور ایڈی سنبھل گئے تھے۔ میں کمبل لپیٹ کر اٹھ بیٹھا تھا اور بیٹھنے سے مجھے سیٹ
دوسری جانب لوسیا اور سردارے نظر آنے لگے تھے' جو ایک دوسرے میں گھسے پڑے تھے
نے ہاتھ لٹکا کر سردارے کے شانے میں چٹکی لی۔ اور سردارے اچھل پڑا۔

"یہ کیا بدتمیزی -----" اس نے شاید لوسیا سے کہا۔ لیکن لوسیا سو رہی تھی۔
اس نے گردن اٹھائی۔ اور مجھے دیکھ کر سنبھل گیا۔

"معاف کرنا استاد۔" وہ اٹھتے ہوئے بولا ----- اور اٹھنے سے لوسیا کے بدن کا
کھل گیا۔ اس کے لباس کے سارے بٹن کھلے ہوئے تھے۔

سردارے نے خوفزدہ انداز میں جلدی سے کمبل اس پر ڈال دیا اور پھر میری
دیکھنے لگا۔

"صبح ہوگئی ہے۔" میں نے کہا۔
"یس۔ یس چیف۔"
"ہم لوگ گرافن پہنچ گئے ہیں مسٹر سیسرو۔" اگلی سیٹ سے مائیکل کی آواز سنائی دی

"ہاں ----- قصبے میں رک کر ناشتہ کریں گے... یہاں دھند بہت ہے۔"
"یہ دھند تو بہت دور تک گئی ہے مسٹر سیسرو۔"
"ڈرائیونگ مشکل تو نہیں ہوگی؟"
"کوئی خاص نہیں ----- ویسے یہ راستہ زیادہ اچھا نہیں ہے۔"
"خیر دیکھا جائے گا ----- چلتے رہو -----" میں نے کہا اور تھوڑی دیر کے بعد
گرافن میں داخل ہوگئے ----- قصبے کے وسیع پتھریلے چوک کے کنارے مائیکل نے
روک لی۔ چھوٹی چھوٹی دوکانیں بند تھیں۔ ہاں قہوہ خانے کھل گئے تھے اور وہاں
نظر آ رہا تھا۔ مائیکل نیچے اتر گیا۔ اور پھر ہم سب اٹھ کر بیٹھ گئے۔
مائیکل قہوہ خانے میں جاکر کافی کا آرڈر دے آیا۔ اس معمولی سے قہوہ خانے کی کافی
بارے میں' میں نے سوچا تھا کہ بس' کافی ہی ہوگی۔ لیکن کافی پی تو طبیعت خوش ہوگئی۔
لذیذ تھی۔ میں نے تین کپ پیئے' سردارے نے چار۔ باقی لوگوں نے دو۔ دو -----
مکھن رول ہم نے کھائے جو بہت عمدہ تھے۔ بلاشبہ ہلکا پھلکا ----- لیکن بہت عمدہ ناشتہ
کافی نے جسموں میں روح پھونک دی تھی۔
تب اسٹیئرنگ سردارے نے سنبھال لیا ----- اور ہم گرافن سے نکل آئے۔ قصبے
دوسری طرف پہاڑوں پر بے پناہ برف تھی۔ پگھلی ہوئی برف کا پانی سڑک پر بہہ رہا تھا۔
طرف گہری دھند چھائی ہوئی تھی۔ بہرحال ڈرائیونگ خطرناک تھی' میں سردارے کے
آ بیٹھا۔

"عمدہ جگہ ہے استاد ----- ارے یہ کیا -----" اچانک سردارے چونک پڑا۔
"کیا ہے؟"
"وہ سرخ نشان۔"
"اور میں نے بھی سرخ نشان دیکھا۔ جو سڑک کے بیچوں بیچ تھا۔
"خطرے کا نشان ہے۔" سردارے بولا۔
"چلو ----- دیکھیں تو سہی۔" میں نے کہا اور ہم کچھ اور آگے بڑھ کر نشان کے
پہنچ گئے۔ تب کسی طرف سے ایک آدمی نکل کر ہماری گاڑی کے قریب آگیا۔
مائیکل اور دوسرے لوگ بھی متوجہ ہوگئے ----- آنے والا سپاہی کی وردی میں

"کیا بات ہے؟" میں نے پوچھا۔
"آگے سڑک خطرناک ہے جناب۔" سپاہی نے جواب دیا۔
"کیوں؟"

"رات کو برف کا ایک بہت بڑا تودہ پھسل کر سڑک پر آگرا ہے۔ سڑک بند ہے۔"

"اوہ۔۔۔۔۔ کوئی اور راستہ ہے آگے جانے کا؟"

"آپ قصبے سے باہر نکل جائیں۔۔۔۔۔ ایک ذیلی سڑک بائیں جانب ملے گی جاکر اس سڑک سے مل جاتی ہے۔ فاصلہ کچھ طویل ضرور ہوگا۔ لیکن وہ راستہ صاف ہے۔"

"چلو۔۔۔۔۔ واپس موڑو۔" میں نے سردارے سے کہا۔ اور سردارے نے ریورس کی۔ پھر اسے ایک مناسب جگہ سے موڑ لیا۔

"بڑی خطرناک جگہ ہے مسٹر سیسرو۔۔۔۔۔ اس سے قبل بھی ہم ایک بار یہاں گزر چکے ہیں۔۔۔۔۔ ہماری نگاہوں کے سامنے ایک خوفناک حادثہ ہوا تھا۔ ایلس تمہیں یاد ہے؟"

"ہاں۔۔۔۔۔ دیکھتے ہی دیکھتے بے شمار لوگ لقمہ اجل بن گئے تھے۔"

"کہرام مچ گیا تھا۔" لوسیا بولی۔

"کیا حادثہ ہوا تھا؟" سردارے نے پوچھا۔

"بہت سے مزدور سڑک تعمیر کر رہے تھے کہ برف کا ایک عظیم تودہ ان پر آگرا اور وہ سب کے سب برف میں دفن ہوگئے۔ کئی دنوں میں ان کی لاشیں نکالی جاسکی تھیں۔"

"ارے باپ رے۔" سردارے اردو میں بولا اور میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

"خوفزدہ ہو؟" میں نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"کسی حد تک استاد۔۔۔۔۔ ایسی ان دیکھی موت سے میں بہت ڈرتا ہوں۔ بری موت ہے استاد۔ مرنے کے بعد بھی سردی سے کانپتے رہو۔" سردارے مسخرے انداز میں بولا۔

ایک بار پھر ہم گرافن سے گزرے اور واپس اس سڑک پر پہنچ گئے۔ جس سے آئے تھے۔ ذیلی سڑک کافی آگے جاکر ملی تھی۔ لیکن اس کے کنارے پر بھی برف سے ڈھکے ہوئے پہاڑ کھڑے تھے۔ ڈرائیونگ بے حد خطرناک تھی' لیکن گرافن میں قیام حماقت تھی چنانچہ ہم چلتے رہے۔ ہاں ویسے سب ہی مستعد ہوگئے تھے۔ اس وقت کسی کے ذہن میں کوئی مذاق یا کوئی لطیف بات نہیں تھی۔ سب کی نگاہیں دور دور تک بھٹک رہی تھیں۔ اور ہم ہر گرنے والے تودے کے منتظر تھے۔

سردارے انتہائی ہوشیاری سے ڈرائیونگ کر رہا تھا۔ گو کہر کی وجہ سے بہت دور کی سڑک نہیں نظر آرہی تھی۔ لیکن پھر بھی سردارے نے رفتار کافی تیز کر رکھی تھی۔ دور کہیں دھماکہ سنائی دیا اور سردارے نے بریک لگا دیئے۔

"کیا ہوا؟" ایڈی چونک کر بولی۔

"ضرور کہیں کوئی تودہ گرا ہے۔"

"لیکن آواز عقب سے آئی ہے۔" لوسیا بولی۔

"چلتے رہو پنٹو۔۔۔۔۔ جو ہوگا دیکھا جائے گا۔" میں نے کہا اور سردارے نے پھر لینڈ روور آگے بڑھادی۔ یوں ہم نے کافی وقت میں یہ۔۔۔۔۔ سڑک طے کی اور پھر چوڑی اور صاف سڑک پر آگئے۔۔۔۔۔ اس کے آگے کا موسم زیادہ کہر آلود نہ تھا۔ اور تھوڑی دیر کے بعد یہ پہاڑیاں بھی برف سے صاف نظر آنے لگیں۔

کہیں کہیں کروکی' سالویا اور اینی مون کے پھلوں کے قطعے نظر آجاتے تھے۔ ماحول میں خوف کی کیفیت ختم ہوگئی تھی۔ دور۔ بہت دور۔۔۔۔۔ سوئزر لینڈ کے سب سے اونچے پہاڑ کی چوٹی' میٹریارن نظر آرہی تھی' سیاہ اور دھند میں ڈھکی ہوئی۔ سردارے نے لینڈ روور کی رفتار کافی تیز کردی۔

اور اب ہم برن کے قریب ہوتے جارہے تھے۔۔۔۔۔ جہاں نہ جانے کون کون سے مراحل ہمارے منتظر تھے۔

لینڈ روور کا سفر اب باقاعدگی سے جاری تھا۔ یوں بھی برگ سے برن کا فاصلہ زیادہ سے زیادہ دو گھنٹے کی مسافت پر ہے۔ راستہ نہایت سرسبز و شاداب۔۔۔۔۔ موسم اگر ٹھیک ہو تو سفر کا لطف آجائے۔ میں نے سوچا۔ اور یہ سوچ نہ جانے کہاں جاکر ٹکرائی۔ جوں جوں ہم برگ سے دور ہوتے گئے موسم صاف اور چمکدار ہوتا گیا۔ پتلی سڑک بل کھاتی ہوئی ایک خوبصورت وادی سے گزر رہی تھی وادی کے آخری سروں پر تا حد نگاہ برف پوش پہاڑوں کی قطاریں نظر آرہی تھیں' خوابوں کی دنیا' سوئزر لینڈ شروع ہوچکا تھا۔ نیلی پرسکون جھیلیں' سرسبز میدان قدرتی مناظر کی بہتات تھی۔ سوئزرلینڈ کے بارے میں' میں نے بہت کچھ سنا تھا۔ لیکن اسے اتنے قریب سے دیکھوں گا' تصور بھی نہیں تھا۔۔۔۔۔ بہرحال قدرتی مناظر کی سرزمین میرے سامنے تھی اور میں اس کے حسن میں کھویا ہوا تھا۔ صرف میں ہی نہیں۔ حسین وادیوں کی دلکش آنکھوں نے سب کی توجہ اپنی طرف کھینچ لی تھی۔ سب ہی خاموش تھے۔ ماحول نے ان کی زبانوں پر تالے لگا دیئے تھے۔

وقت کافی تیزی سے گزرا۔ خود ڈرائیونگ کرنے والے کو بھی رفتار کا احساس نہیں ہوا اور پھر برن کی خوبصورت عمارتیں نظر آنے لگیں۔ تب ہم سب چونکے۔

"ارے۔۔۔۔۔ برن آگیا۔۔۔۔۔" یہ ایڈی کی آواز تھی۔ اور اس انکشاف پر سب چونک پڑے۔

"اوہ۔۔۔۔۔ برن آگیا؟" سردارے حیرت سے بولا۔ اور میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

"فاصلے کا تو اندازہ ہی نہیں ہو سکا۔"

"سوئزرلینڈ کے مضافات ایسے ہی حسین ہیں۔" لوسیا نے کہا۔

"برن میں کہاں قیام کریں گے موسیو؟" ایلس نے پوچھا اور میں اس کی شکل دیکھنے لگا! یہ لوگ مستقل ہمارے ساتھ رہنے کا پروگرام بنا رہے تھے شاید۔ بہرحال ابھی تو ابتدا ہے---- خود سمجھ جائیں گے---- اس کے علاوہ سردارے سے مشورہ کرنا بھی ضروری ہے۔ ممکن ہے وہ ابھی ان لوگوں کو چھوڑنا پسند نہ کرے۔

"ہم لوگ مشورہ کریں گے۔" میں نے کسی قدر خشک لہجے میں کہا۔ لیکن ان زندہ دل انسانوں نے اس لہجے کی کوئی پرواہ نہیں کی تھی۔ ایلس پرخیال انداز میں گردن ہلانے لگی۔ دوسرے لوگ خاموش ہی تھے۔ تھوڑی دیر کے بعد ہماری گاڑی برن میں داخل ہوگئی۔ برن کے راستے پر خوش آمدید کا بورڈ لگا ہوا تھا۔ سفید رنگ کی حسین عمارتوں کی قطار دور تک چلی گئی تھی---- ان کے بارے میں سمجھ میں نہیں آیا کہ یہ کیسی عمارتیں ہیں۔ انہیں رہائشی مکانات بھی نہیں کہا جاسکتا تھا' کیونکہ ان کی طرز تعمیر ایسی نہیں تھی۔ نہ ہی کسی قسم کے بورڈ وغیرہ لگے ہوئے تھے جن سے پتہ چلتا کہ کیسی عمارتیں ہیں---- بہرحال زیادہ تجسس بے سود تھا۔

"کیا پروگرام ہے استاد؟" سردارے نے رفتار سست کرتے کرتے ہوئے پوچھا۔

"ان لوگوں کے سلسلے میں کیا رائے ہے سردارے؟"

"میں نہیں سمجھا۔"

"دل بھر آیا---- ابھی انہیں مسلط رکھو گے؟"

"نئی جگہ ہے استاد---- نہ جانے برن کی لڑکیوں نے ہماری طرف توجہ دی بھی نہیں---- کیوں نہ ایک آدھ رات۔" سردارے گردن کھجاتے ہوئے مسکرایا۔

"ہوں---- پھر اس کے لیے کیمپنگ ہی مناسب رہے گا۔ ان لوگوں کو لے کر کسی عمدہ ہوٹل میں جائیں گے تو تماشا بن جائیں گے۔" میں نے سرد لہجے میں جواب دیا۔

"جو استاد کی رائے۔"

"چلو---- کسی سے کیمپنگ کا راستہ دریافت کرو۔" میں نے کہا اور سردارے نے سعادت مندی سے گردن ہلا دی۔ گاڑی بدستور سست رفتاری سے آگے بڑھ رہی تھی اور میں سوئزرلینڈ کے اس حسین شہر کا نظارہ کر رہا تھا۔ تب ہم ایک پیٹرول پمپ پہنچ گئے! سردارے نیچے اتر گیا تھا اور پھر وہ پیٹرول پمپ کے ملازم سے گفتگو کرنے لگا۔

"کیا گفتگو کر رہے تھے تم لوگ؟" لوسیا نے پوچھا۔

"اوہ---- میں اپنے ساتھی سے مشورہ کر رہا تھا کہ کہاں قیام کیا جائے؟"

میں نے جواب دیا۔

"کیا کہا اس نے؟"

"بس وہ کیمپنگ کا پتہ معلوم کرنے گیا ہے۔"

"تم لوگ کونسی زبان میں گفتگو کرنے لگتے ہو موسیو۔ ہم نے بہت کوشش کی' لیکن ہم تمہاری زبان کا ایک لفظ بھی نہیں سمجھ سکے۔" مائیکل نے بہت دیر کے بعد لب کشائی کی۔

"ہم دنیا کی بہت سی زبانوں سے واقف ہیں۔" میں نے لاپرواہی سے کہا۔ ان احمقوں سے زیادہ منہ لگانے کو دل نہیں چاہ رہا تھا۔ نہ جانے کیوں یہاں آنے کے بعد ان سے طبیعت بیزار ہوگئی تھی۔ تھوڑی دیر کے بعد سردارے آگیا۔

"کیا رہا؟"

"پتہ معلوم ہوگیا ہے---- لیکن بڑی مشکل سے۔"

"کیوں؟"

"وہ شریف آدمی انگریزی ٹھیک سے نہیں بول سکتا۔ چنانچہ پہلے تو ہم دونوں اپنی اپنی زبان میں گفتگو کرتے رہے جو دونوں میں سے کسی کی سمجھ میں نہیں آئی۔ اس کے بعد پھر انٹرنیشنل لینگویج استعمال کی تب کہیں پتہ چل سکا۔"

"انٹرنیشنل لینگویج؟" میں نے تعجب سے پوچھا۔

"ہاں نواز صاحب---- وہ زبان جو زمانہ آدم سے آج تک بولی جارہی ہے۔ یعنی اشاروں کی زبان----" سردارے نے گاڑی اسٹارٹ کرکے آگے بڑھاتے ہوئے کہا اور ہنس پڑا۔ "جب ہم دونوں کی سمجھ میں کچھ نہیں آیا تو میں نے اپنی ڈاڑھی پر ہاتھ پھیرا۔ پھر پینے کے انداز میں دم لگایا۔ پھر خیمہ بنا کر دکھایا اور آخر میں' میں اسے دس کا پہاڑہ سنانے لگا۔ تب کہیں جاکر بات اس کی سمجھ میں آسکی۔" سردارے نے کہا۔

"ہاں---- تم ان معاملات میں ماہر ہو۔" میں نے ہنستے ہوئے کہا۔

"آپ نے یہ نہیں پوچھا کہ میں نے اس کی زبان کیسے سمجھی؟"

"جس طرح خود اسے سمجھائی ہوگی؟"

"کیا یہ مشکل کام نہیں ہے؟"

"تمہارے لیے کوئی کام مشکل نہیں ہے۔" میں نے ایک گہری سانس لے کر کہا۔ اور سردارے نے فخر سے سینہ پھلالیا۔ وہ سینہ پھلائے پھلائے ڈرائیونگ کرتا رہا۔

"ہوشیاری سے۔ یہ لاہور کا مال روڈ نہیں ہے' میں نے کہا۔

"نام نہ لو استاد لاہور کا۔" سردارے تڑپ کر بولا۔

"کیوں؟"

"بس لاہور، لاہور ہے۔ اس مصنوعی حسن کا وہاں کے قدرتی حسن سے
مقابلہ---- یا پھر اپنا حسن نگاہ کہیں---- سچ استاد وہاں کے گلی کوچے یاد آتے ہیں تو
ہیچ معلوم ہونے لگتی ہے۔ دیکھیں خدا پھر وہاں لے جاتا ہے یا نہیں۔" سردارے کی آواز
عجیب سی حسرت تھی۔ مجھے افسوس ہونے لگا۔ میں نے کیوں یہ ذکر چھیڑ دیا---- بہرحال اس
کے بعد سردارے دائیں بائیں مڑتا رہا---- اور ہم دونوں خاموش ہوگئے۔

ایک چھوٹے سے پتلے دریا کے کنارے ٹورسٹ کیمپنگ تھا۔ لیکن اس وسیع
کیمپنگ کو دیکھ کر ہماری آنکھیں کھلی رہ گئیں۔ اتنے بڑے علاقے میں ہم نے کوئی کیم
ابھی تک نہیں دیکھا تھا۔ چاروں طرف خیموں کے شہر آباد تھے۔ خوبصورت ہوٹل اور قہوہ
خانے بکھرے ہوئے تھے، موسیقی کی دھاریں پھوٹ رہی تھیں---- ہم لوگ دلچسپی سے
سب کچھ دیکھ رہے تھے۔ تب میں نے ایلس وغیرہ سے کہا۔ "تم لوگ خیموں کا انتظام کرو۔ ہم
ذرا کیمپنگ کا ایک چکر لگالیں۔"

"بہت بہتر مسٹر سیسرو۔" مائیکل اور ایلس جلدی سے بولے میں نے تھوڑے سے
سوئس نوٹ اس کے حوالے کردیئے جنہیں اس نے شکریہ کے ساتھ قبول کرلیا۔

"ہم آپ کے ساتھ چلیں مسٹر سیسرو؟" ایڈی نے پوچھا۔

"میرے خیال میں اس وقت تم اپنے ساتھیوں کی مدد کرو۔ ہم مل کر یہاں پر سیر کریں
گے۔" میں نے جلدی سے جواب دیا۔ سردارے منہ کھول کر رہ گیا تھا۔ شاید وہ انہیں لے
جانے کے لیے تیار تھا۔ لیکن میری بات سن کر خاموش ہوگیا تھا۔ لڑکیاں بھی خجل ہوگئی تھیں۔
انہوں نے سوچا ہوگا کہ یہاں بھی عیش کریں گی اور معزز بیگمات کی طرح خرید و فروخت کریں
گی۔

بہرصورت وہ بھی گاڑی سے اتر گئیں۔ اور سردارے نے گاڑی آگے بڑھادی۔ "تم
انہیں ساتھ لے جانے کے حق میں تھے؟" تھوڑی دور نکل کر میں نے کہا۔

"ہاں---- میں نے سوچا کیا حرج ہے۔" سردارے نے جواب دیا۔

"نہیں یار---- کسی کو ضرورت سے زیادہ سر پر چڑھانے سے نقصان کے علاوہ
کچھ نہیں ہوتا---- آج رات کے بعد انہیں چھوڑ دیں گے۔ یہی اصول مناسب ہے۔
دنیا دل لگانے کی جگہ نہیں ہے پیارے---- اس نسخے کو گرہ میں باندھ لو۔"

"ٹھیک ہی کہتے ہو استاد---- لیکن کمبخت دل بڑی عجیب شے ہے فیصلے کرتا ہے
اور پھر خود ہی بھول جاتا ہے۔"

"چھوڑو۔ ادھر دیکھو۔ دیکھو یہاں جمگھٹ میں۔" میں نے کہا اور سردارے
ہپیوں کے غول دیکھنے لگا۔ مرد نما عورتیں، عورت نما مرد، بڑی مشکل سے تخصیص ہوتی تھی۔

ی عمدہ شکلیں نظر آرہی تھیں۔ یہاں کچھ زیادہ ہی آبادی تھی۔

"واہ استاد---- یہاں تو----"

"اور تم جانتے ہو یہ دسترس سے باہر نہیں ہوتیں۔"

"تو پھر رہے گی۔"

"ہاں---- لیکن ابھی نہیں---- کچھ وقت باہر گزاریں گے۔ اور پھر سوئزر
لاور اس کے نواح نہیں دیکھو گے؟"

"ضرور دیکھیں گے استاد---- تمہارے ساتھ رہ کر تو زندگی ہی بدل گئی ہے۔
ردارے مسرت سے بولا۔ ہم کیمپنگ میں دور تک چلے گئے۔ گاڑی پاس تھی اس لیے کوئی
ت نہ ہوئی۔ درحقیقت ہپیوں کا بہت بڑا اجتماع تھا یہاں---- میرے خیال میں اتنی
راد گوری کے کنارے بھی نہیں تھی۔ نہ ہی ایسی سہولتیں وہاں مہیا تھیں۔ ایک اور خاص
ت یہ تھی کہ یہاں قلاش اور بھکاری ٹائپ کے لوگ کم نظر آرہے تھے، یا تو یہاں آکر ان کی
ی حالت سدھر جاتی تھی یا پھر اس ٹائپ کے لوگ یہاں رکتے ہی نہیں تھے۔ بڑی بڑی حسین
کلیں نظر آئیں اور سردارے انہیں دیکھ کر چٹخارے بھرتا رہا۔ پھر ہم واپس چل پڑے۔
ردارے سست رفتاری سے گاڑی چلا رہا تھا۔

"آپ نے کچھ وقت باہر گزارنے کے لیے کہا تھا استاد؟"

"ہاں۔"

"باہر سے کیا مراد تھی؟"

"کیمپ سے باہر۔" میں نے جواب دیا۔

"اوہ۔ ضروری ہے استاد؟"

"ہاں۔ دو وجوہات کی بنا پر۔"

"وہ کیا؟"

"بس کچھ کام کرنے ہیں۔ میرا مطلب ہے اپنے کام کے سلسلے میں اور پھر ان لوگوں
سے چھٹکارہ بھی ضروری ہے۔"

"ان سے کہہ کر چلو گے استاد؟"

"کیا ضروری ہے۔" میں نے بیزاری سے کہا۔ اور سردارے گردن ہلاتا ہوا خاموش
ہوگیا۔ "میں کہہ چکا ہوں سردارے ان کی دنیا الگ ہوتی ہے، انہیں جتنا سر چڑھاؤ گے چڑھ
جائیں گے۔ مجھے ان کا تجربہ ہے۔"

"سوری استاد---- آئندہ خیال رکھوں گا۔" سردارے آہستہ سے بولا۔

"میں جانتا ہوں سردارے---- ہم خود کو کتنا ہی بہلانے کی کوشش کریں۔ لیکن

ہم اپنے ضمیر سے محبت کا وہ عنصر نہیں نکال سکتے' جو ہماری خاصیت ہے۔ لیکن نکالنا پڑے گا میرے دوست۔ یہ دنیا کھلونوں کی دنیا ہے ---- انسانوں سے کھیلنا شروع کردو' ورنہ دوسرے تم سے کھیلیں گے اور چور چور کردیں گے۔ خود کو کھلاڑی بناؤ ورنہ کھلونا بن جاؤ گے۔"

سردارے گردن ہلاتا رہا ---- ہماری نگاہیں مائیکل وغیرہ کو تلاش کر رہی تھیں۔ کیمپ کا چکر لگانے میں میں کافی دیر ہوگئی تھی۔ یقیناً وہ خیمہ حاصل کر کے لگا چکے ہوں گے۔ اور پھر سردارے کو ایلس نظر آگیا۔

ایلس نے بھی ہمیں دیکھ لیا تھا۔ چنانچہ وہ گاڑی کی طرف دوڑا۔ اور ہمارے قریب پہنچ گیا۔ پھر وہ گاڑی پر چڑھ آیا۔ "کافی ---- کافی دیر سے آپ کو تلاش کر رہا ہوں۔" وہ پھولے ہوئے سانس کے ساتھ بولا۔

"کام ہوگیا؟" میں نے پوچھا۔

"مکمل۔" ایلس نے جواب دیا۔ اور پھر وہ ہمیں خیمے کی طرف گائیڈ کرنے لگا۔ تین خوبصورت ٹراپن تھے۔ ظاہر ہے کافی رقم میں ملے ہوں گے ان میں کینوس کے پلنگ اور اسٹول بھی موجود تھے۔ یہاں بس سہولتیں تقسیم تھیں' جتنی قیمت ادا کرو۔ اتنا آرام حاصل کرلو۔"

"مسٹر سیسرو ---- یہاں تو بڑے آرام سے ملتی ہے۔" ایلس نے نیچے اترتے ہوئے کہا۔

"کیا؟"

"ہر چیز ---- مارفین ---- پیتھڈین ---- چرس ---- ہیروئن' افیون ہر چیز مسٹر سیسرو ---- ہمیں باقاعدہ فہرست دی گئی ہے۔ جس میں قیمتیں بھی درج ہیں۔ خاصا سائنٹفک انتظام ہے۔"

"ہوں ----" میں نے گردن ہلائی ---- ایڈی' لوسیا اور مائیکل بھی خیموں سے نکل کر ہمارے پاس پہنچ گئے تھے۔ پھر مائیکل نے گاڑی اسٹارٹ کر کے خیموں کے عقب میں کھڑی کردی۔

ہم اندر آکر ایک خیمے میں بیٹھ گئے ---- میں ان تین خیموں پر غور کر رہا تھا۔

"فہرست کہاں ہے؟" میں نے پوچھا۔ اور ایڈی نے ایک خوبصورت کارڈ نکال کر میری طرف بڑھا دیا۔ میں کارڈ لے کر غور سے دیکھنے لگا۔ اچھا انداز تھا۔ ان لوگوں کے لیے کافی دلکش تھا جن کی جیب میں کافی رقم ہو۔ لیکن جگہ جگہ کی بات تھی۔ ہر جگہ یہ سسٹم کام نہیں کرسکتا تھا۔ اس سے گرفت ہوتی تھی۔ میں نے کارڈ واپس کردیا۔

دفعتاً" ایڈی بول پڑی۔ "مسٹر سیسرو۔ کیا آپ کوئی مشہور انسان ہیں؟"

"کیوں؟" میں نے پوچھا۔

"ویسے ہی پوچھ رہی ہوں ---- کیا آپ پی گوڈے کیمپ میں بھی رہے ہیں؟"

ایڈی کے دوسرے سوال پر میں چونک پڑا۔ میں نے گہری نگاہوں سے اسے دیکھا تھا۔ یہ سوال انوکھا تھا۔

☆ ☆ ☆

"ایڈی" میں نے ایڈی کو گھورتے ہوئے کہا۔ براہ کرم اس سوال کا مقصد بتاؤ۔"

"ارے مسٹر سیسرو۔ اس میں سنجیدگی کی کیا بات ہے۔ میں نے خیمے حاصل کرنے کے لئے آپ کا نام لکھوایا تو بکنگ کرنے والے کے نزدیک کھڑے ہوئے دو افراد چونک پڑے۔ خیموں کی بکنگ کے بعد جب میں وہاں سے ہٹی تو دونوں میرے قریب آگئے اور انہوں نے بڑے پر اخلاق اور مہذب انداز میں مجھ سے پوچھا۔ خاتون۔ کیا آپ مسز سیسرو ہیں؟' نہیں۔ میں نے جواب دیا۔ آپ کے ساتھیوں میں سے مسٹر سیسرو کونسے ہیں؟' اس نے ایلس اور مائیکل کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا۔ کوئی نہیں۔ میں نے جواب دیا۔ تب انہوں نے ایک گہری سانس لی۔ پھر وہ آپ کے بارے میں بہت سے سوالات کرتے رہے وہ معلوم کرنا چاہتے تھے کہ کیا آپ پی گوڈے والے سیسرو ہیں۔ اب مجھے اس بارے میں معلوم تھا۔ میرے سوال کے جواب میں انہوں نے کہا کہ آپ تو بڑے مشہور انسان ہیں۔"

ایڈی نے معصومیت سے یہ سب کچھ بتایا تھا۔ لیکن میرے کانوں میں خطرے کی گھنٹیاں بج رہی تھیں۔ میں نے سردارے کی طرف دیکھا۔ وہ بھی خاموش تھا!۔

"لیکن مسٹر سیسرو۔ اس میں سنجیدہ ہونے کی کیا بات ہے؟" ایڈی نے پھر پوچھا۔

"کوئی بات نہیں ایڈی۔ بس میں سوچ رہا تھا کہ وہ کون لوگ ہوسکتے ہیں۔ دراصل میرے کچھ دوست بچھڑ گئے ہیں۔ شاید وہی مجھے تلاش کر رہے ہوں۔"

"اوہ۔" ایڈی نے مطمئن انداز میں گردن ہلائی۔ تب میں نے ایلس سے پوچھا۔

"ایلس۔ تمہارے پاس کرنسی کی کیا رپورٹ ہے؟"

"تقریباً" ختم۔!" ایلس نے جواب دیا۔

"لو یہ رکھ لو۔ اور عیش کرو۔!" میں نے پھر کچھ نوٹ اسکی جانب بڑھا دیئے اور ایلس نے جلدی سے انہیں لپک لیا۔

"درحقیقت۔ اس کیمپنگ کا جائزہ لینے کے بعد یہ اندازہ ہوا کہ یہاں اگر مناسب پیسے نہیں ہیں تو زندگی بھی نہیں ہے۔" مائیکل نے ہنستے ہوئے کہا۔

کاغذ کے پرزوں نے ان کی آنکھوں میں پھر زندگی دوڑا دی تھی۔ کتنا گہرا تعلق ہے ان کاغذ کے پرزوں سے انسانی زندگی کا۔ کیسے انوکھے مسیحا ہیں۔ آنکھوں کی چمک' ہونٹوں کی

مسکراہٹ' چہرے کی سرخی۔ ان کے لمس سے کس طرح پیدا ہو جاتی ہیں۔!

بہرحال میں اور سردارے ایک خیمے میں چلے گئے۔ باقی جوڑے الگ الگ خیموں میں۔!

اپنے خیمے میں پہنچتے ہی سردارے پھوٹ پڑا۔ "کیا خیال ہے استاد۔؟"

"کس بارے میں۔؟"

"ارے تم نے ایڈی کی بات پر غور نہیں کیا۔؟"

"کیا ہے سردارے۔؟"

"کیا ہمارا پہچان لیا جانا مناسب ہے۔؟"

"پہچان لینے والے کون ہو سکتے ہیں سردارے۔؟" میں نے سوال کیا۔

"تھامپسن کے ساتھی بھی۔"

"اگر وہ تھے۔ تو میرے خیال میں کیمپنگ چھوڑ کر چلے گئے ہوں گے۔" میں نے لاپرواہی سے کہا۔

"کیا ہمیں اسی طرح مطمئن رہنا چاہیے استاد۔؟" سردارے پر خیال انداز میں بولا۔

"ہوشیار رہیں گے۔ لیکن خوف کی حد تک بھی نہیں۔"

"خوف کی بات نہیں ہے استاد۔ میرے خیال میں ایک بات تمہارے ذہن سے نکل رہی ہے۔"

"کیا۔؟"

"تھامپسن زندہ بھی ہو سکتا ہے۔"

"ارے تو ہو۔ اس سے کیا فرق پڑتا ہے۔ ایکبار پھر سہی۔" میں نے لاپرواہی سے کہا اور سردارے مسکرانے لگا۔

"ہاں۔ یہ بات ٹھیک ہے استاد۔ بس میرا یہ خیال تھا کہ ہوشیار رہا جائے۔" اس نے کہا۔

"ہاں۔ اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ لیکن ان بلاؤں کے بارے میں کیا خیال ہے۔؟"

"آخری رات۔!" سردارے نے کہا۔

"سردارے۔!" میں نے ایک گہری سانس لی۔

"استاد۔"

"یہ رات ان کے لئے مناسب نہ ہو گی۔"

"کیا مطلب استاد۔؟"

"تم ہوشیار رہنے کی بات کر رہے ہو۔ اور اس کے بعد ان کے ساتھ رات بھی گزارنے کے خواہشمند ہو۔"

"اوہ تو استاد۔"

"ہاں۔ کم از کم یہ رات نہیں۔"

"ٹھیک ہے استاد۔ مگر آسانی سے پیچھا نہیں چھوڑیں گی۔"

"دیکھا جائے گا!" میں نے جواب دیا اور سردارے خاموش ہو گیا۔ اور بات درست ہی تھی۔ ایڈی' لوسیا' ایلس اور مائیکل قلاش تھے۔ ان کے پاس ایک رات کے کھانے کے پیسے بھی نہیں تھے۔ لیکن اب ہماری بدولت وہ عیش کر رہے تھے۔ اس عیش کو وہ آسانی سے کیسے چھوڑ سکتے تھے۔ چنانچہ رات تک وہ کچھ بھی آوارہ گردی کرتے رہے ہوں۔ رات کو وہ واپس آئے۔ ایڈی میرے پاس پہنچ گئی تھی۔ شاید انہوں نے انجکشن وغیرہ لئے ہوں لیکن وہ ہوش میں ہی تھی۔

"ڈارلنگ۔!" وہ آہستہ سے بولی۔ اور میں سوالیہ نگاہوں سے اس کی شکل دیکھنے لگا۔

"تم دنیا کے خوبصورت ترین مرد ہو۔!" وہ پر ہوس نگاہوں سے مجھے گھورتے ہوئے بولی۔

لیکن بدبخت تھی۔ ان الفاظ کا جو رد عمل ہونا چاہیے تھا وہ میرے چہرے پر نہ مل سکا۔ میں اس بکواس سے متاثر ہونے والوں میں سے نہیں تھا۔ میں سپاٹ نگاہوں سے اسے گھورنے لگا۔

"میں۔ میں ہمیشہ کے لئے تمہارا قرب چاہتی ہوں سیسرو۔ میں ساری زندگی تمہارے ساتھ گزار دینا چاہتی ہوں۔"

"اوہ۔!" میں نے ایک گہری سانس لی۔ اور مجھے ہنسی آنے لگی' تاہم میں نے سنجیدہ ہو کر پوچھا۔ "کیا تم سچ کہہ رہی ہو ڈارلنگ۔!"

"ہاں۔ سچ۔ اس سیاہ رات کی مانند۔!" وہ میرے بالکل قریب آ گئی۔

"لیکن مجھے وہ سچ پسند ہے جو سورج کے اجالے کی طرح ہو۔"

"میں نہیں سمجھی۔" ایڈی نے کہا۔

"مائیکل کا کیا ہو گا۔؟"

"جہنم میں جائے کمینہ۔ ناکارہ کہیں کا۔ اسے تو بھیک مانگنا بھی نہیں آتا۔" ایڈی نفرت سے بولی۔

"گویا تم اسے چھوڑ دو گی۔"

"بالکل۔ ہمیشہ کے لئے۔" ایڈی بڑے پر اعتماد انداز میں بولی۔ اور میں ہمہ تن گوش ہو گیا۔ "ہم لوگ خاموشی سے یہاں سے نکل چلتے ہیں۔ کون ہمیں تلاش کرے گا۔ اور پھر یہ

مائیکل۔ یہ تو سدا کا ناکارہ اور بزدل انسان ہے' یہ ہمیں تلاش کرنے کی کوشش بھی نہیں کرے گا۔"

"تمہیں یقین ہے ایڈی۔؟"

"ہاں۔ سو فیصدی۔" ایڈی نے جواب دیا۔

"کیا میں اپنے ساتھی کو بھی چھوڑ دوں؟"

"میری خاطر سب کو چھوڑ دو سیسرو ڈیئر۔ میں تمہیں بے پناہ چاہتی ہوں۔"

"لیکن میرا ساتھی بھی مجھے بہت چاہتا ہے۔"

"تو۔ اسے بھی لے چلو۔!" ایڈی نے ہچکچاتے ہوئے کہا۔

"لیکن اسمیں بھی ایک مشکل ہے ایڈی۔"

"وہ کیا۔؟"

"میرا ساتھی۔ میرا ساتھی تو تمہارے اوپر جان دیتا ہے۔ وہ تمہیں بہت پسند کرتا ہے۔"

"اوہ۔ گولی مارو اس کی پسند کو۔ میں تو تمہیں پسند کرتی ہوں۔" ایڈی نے گردن جھٹک کر کہا۔

"بڑی مشکلات پیش آئیں گی ایڈی۔!" میں نے فکرمندی سے کہا۔

"کیا۔؟"

"ہمیں سب کچھ چھوڑنا پڑے گا! یہ سارے تعیشات' میرے ساتھی کی وجہ سے ہیں۔ وہ میرے وطن کا بے حد مالدار آدمی ہے۔ اسی کی وجہ سے میں عیش کر رہا ہوں۔ یہ لینڈ روور اور یہ سارا سامان' سب اسی کا ہے۔ ہمیں یہ سب کچھ چھوڑنا پڑے گا۔"

اور ایڈی پر جیسے بجلی گر پڑی۔ وہ پھٹی پھٹی نگاہوں سے میری شکل دیکھتی رہ گئی۔ جیسے اسے اس بات پر یقین ہی نہ آ رہا ہو۔! کئی منٹ تک وہ حیرت کے عالم میں کھڑی رہی۔ پھر ایک گہری سانس لے کر بولی۔

"لیکن سیسرو۔ آج تک تو ہم نے یہی محسوس کیا ہے کہ جیسے تم خود اس کی کفالت کرتے ہو۔ ساری کرنسی وغیرہ تمہارے پاس ہی رہتی ہے؟"

"میں نے بتایا نا۔ کہ وہ مجھے بے حد چاہتا ہے۔ وہ مجھے احساس نہیں ہونے دینا چاہتا کہ میں قلاش ہوں۔ سارے کام میرے ہی ہاتھوں کراتا ہے۔ بس یہ اس کی محبت ہے۔"

"اوہ۔" ایڈی آہستہ سے بولی۔ میں اس کی شکل دیکھ رہا تھا۔ بیچاری سخت کشمکش میں گرفتار تھی۔ اس وقت تو پھنس جانے والی بات تھی' بہرحال میں نے خود ہی اس کی مشکل حل کر دی!

"تاہم ایڈی۔ مجھے سوچنے کا موقع دو۔ میں ایک آدھ دن میں فیصلہ کر لوں گا۔"

"او کے سیسرو۔" ایڈی نے مردہ سی آواز میں کہا اور خیمے سے باہر نکل گئی۔ اس کے باہر جاتے ہی میں ہنس پڑا۔

سردارے کہیں آوارہ گردی کر رہا تھا۔ میں خیمے میں کینوس کے پلنگ پر لیٹ کر غور کرنے لگا۔! وہ لوگ کون تھے۔؟ بات صرف پی گوڈے تک ہی محدود تھی۔ اس لئے یہ سوچا جا سکتا تھا۔ یا تو وہ عام سیاح ہوں گے۔ جنہوں نے پی گوڈے میں قیام کیا ہوگا۔ یا پھر' تھامپسن کے آدمی۔! اور ممکن ہے سردارے کا یہ خیال درست ہی ہو کہ تھامپسن زندہ ہو اور یہاں موجود ہو۔ ایسی صورت میں۔؟ ایسی صورت میں ہوشیار رہنا ضروری ہے۔ تھامپسن اپنی ساری دولت میرے اوپر صرف کر دے گا۔ ظاہر ہے اسے میرے ہاتھوں جو نقصان اٹھانا پڑا ہے اس کی تلافی تو کسی طور ممکن ہی نہیں ہے۔

کافی دیر تک میں خیمے میں لیٹا رہا۔ پھر ایک طویل سانس لے کر اٹھ گیا۔ یہاں پڑے رہنے سے کیا فائدہ۔؟ باہر کے حالات دیکھے جائیں۔ کیمپنگ کا ماحول بہت خوبصورت تھا۔ اس خوبصورت ماحول میں' خیمے کے اندر رہنا تو بڑی حماقت تھی۔ میں نے جوتے پہنے اور ابھی باہر ہی ہوا تھا کہ خیمے کا پردہ سرکا کر سردارے اندر داخل ہوگیا۔

"کیا ہو رہا ہے چیف۔؟" اس نے دلچسپ انداز میں پوچھا۔

"کچھ نہیں سردارے۔؟" میں نے گردن جھٹکتے ہوئے کہا۔

"تب پھر باہر آؤ۔ یہ جگہ تو پی گوڈے سے بھی زیادہ حسین ہے۔" سردارے نے گردن ہلاتے ہوئے کہا اور مجھے سردارے پر پیار آ گیا۔ بڑا نفیس انسان تھا۔ اس کی یہ ادا مجھے بہت پسند تھی۔ ابھی تھوڑی دیر قبل اس نے تھامپسن کے بارے میں تشویش کا اظہار کیا تھا۔ لیکن اب اسے اس کی بالکل پرواہ نہیں تھی۔ یہ بات اس کی بے جگری کا ثبوت تھی۔ وہ کسی بات کی زیادہ پرواہ نہیں کرتا تھا۔!

میں اس کے ساتھ باہر نکل آیا۔!

بلاشبہ کیمپنگ میں اتنا خوبصورت ماحول اس سے قبل کبھی نہیں دیکھا تھا۔ سب نے اپنی اپنی دنیا الگ الگ بنا رکھی تھی۔ موسیقی' رقص' گیت۔ ہر شخص آزاد تھا۔ کسی پر کوئی پابندی نہیں تھی۔ دولت ہو۔ ہر شے دستیاب۔!

"میں ایک پرابلم میں پھنس گیا ہوں استاد۔" سردارے نے چلتے چلتے کہا۔

"کیا۔؟" میں نے پوچھا۔

"وہ ایڈی ہے نا۔"

"ہاں۔!"

"بمشکل تمام اس سے جان چھڑائی ہے۔"

"کب۔؟"

"ابھی تھوڑی دیر قبل۔ میرے ساتھ تھی۔"

"اوہ۔ ویری گڈ۔" میں نے بے پناہ دلچسپی سے پوچھا۔ "کیا کہہ رہی تھی۔؟"

"اسے اچانک مجھ سے شدید عشق ہوگیا ہے۔"

"خوب۔ اچانک کیوں۔؟"

"میرا مطلب ہے پہلے وہ صرف مجھ سے متاثر تھی۔"

"اور اب؟"

"اور اب اس کا خیال ہے کہ وہ میرے بغیر زندہ نہیں رہ سکے گی۔"

"تشویش کی بات ہے۔" میں نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔

"نہیں۔ بڑی سنجیدہ تھی استاد۔ رو بھی رہی تھی کمبخت۔ اب تم بتاؤ میں اسے گلے سے کیسے باندھ سکتا ہوں۔"

"کیا حرج ہے سردارے۔ لیکن کہہ کیا رہی تھی۔ کیا چاہتی ہے؟"

"اس کا خیال ہے کہ ہم شفق کے اس پار چل پڑیں۔ سب کچھ چھوڑ دیں۔ بس پیار کی راہیں اپنا لیں۔ وہ میرے لئے مائیکل وغیرہ کو چھوڑنے پر تیار ہے۔"

"ہاں۔ واقعی بڑی نیک اور محبت کرنے والی بچی ہے سردارے۔ تم تو خوش نصیب ہو ورنہ آج کل ایسی عورت کہاں ملتی ہے جو محبت کے لئے سب کچھ چھوڑنے پر آمادہ ہو جائے۔"

"لاحول ولا قوۃ۔ مگر میں تو اسے سر سے نہیں باندھ سکتا استاد۔ میں بھلا اسے کہاں لے جاسکتا ہوں۔ اور پھر مجھے اس سے اتنی دلچسپی بھی نہیں ہے" سردارے نے برا سا منہ بناتے ہوئے کہا۔

"تم نے اسے کیا جواب دیا سردارے۔؟"

"بس جان چھڑانے کے لئے کہہ دیا کہ سوچ کر جواب دوں گا۔ جس پر اس نے مجھے بہت سی دھمکیاں دی ہیں کہ وہ چرس پینے کا پائپ چبا کر خودکشی کرلے گی وغیرہ وغیرہ۔"

"سردارے۔" میں نے سنجیدگی سے کہا۔ اور سردارے سوالیہ انداز میں میری طرف دیکھنے لگا۔ "میرا خیال ہے اب وہ لوگ اس قابل بھی نہیں رہے کہ ہم مزید ایک دن بھی ان کے ساتھ گزار سکیں۔"

"بالکل استاد۔ لیکن۔"

"اس سلسلے میں ایک دلچسپ بات اور سنو۔! تمہارے پاس جانے سے قبل وہ میرے پاس آئی تھی۔ اس نے مجھے بھی یہی پیشکش کی تھی۔"

"یعنی۔ یعنی۔؟" سردارے چلتے چلتے رک گیا۔

"چلتے رہو۔ چلتے رہو۔" میں نے اس کے شانے پر ہاتھ رکھ کر اسے آگے دھکیلتے ہوئے کہا۔

"استاد۔ استاد۔!" سردارے شدید حیرت سے بولا۔

"تم جانتے سردارے۔ میں جھوٹ نہیں بولتا۔"

"سوال ہی نہیں پیدا ہوتا استاد۔ لیکن مجھے تفصیل تو بتاؤ۔"

"وہ میرے پاس خیمے میں آئی تھی۔ اس نے کہا کہ وہ مجھے بے پناہ چاہتی ہے۔ میرے بغیر زندہ نہیں رہ سکتی۔ میرے ساتھ یہاں سے نکل جانے کی خواہشمند ہے۔ تب میں نے اس سے کہا کہ باقی تو سب کچھ ٹھیک ہے۔ لیکن میرے ساتھی کا کیا ہوگا جو مجھے بے پناہ چاہتا ہے۔ تو اس نے کہا کہ اس کے لئے سب کچھ چھوڑ دیا جائے۔ بہرحال میں نے اس سے نیم رضامندی کا اظہار کر دیا' لیکن اس کے ساتھ ایک الجھن بھی پیش کر دی۔ میں نے اسے بتایا کہ اپنے ساتھی کو چھوڑنے کے بعد میں قلاش ہو جاؤں گا۔ کیونکہ میری کفالت وہ کرتا ہے۔ اس پر اسے حیرت ہوئی اس نے کہا کہ بظاہر تو میں سب کچھ کرتا معلوم ہوتا ہوں۔ اس پر میں نے جواب دیا کہ یہ میرے ساتھی کی محبت ہے۔ ورنہ سب کچھ اس کا ہے۔"

"بس کرو استاد۔ اس سے آگے کہنے کی ضرورت باقی نہیں رہ جاتی۔ الو کی پٹھی کہیں کی۔"

"اب کیا پروگرام ہے۔؟" میں نے پوچھا۔

"ارے میں اسے پکڑ کر اتنے جوتے لگاؤں گا کہ اس کا دماغ درست ہو جائے گا!" سردارے غصیلے انداز میں بولا۔

"میں اس کی اجازت نہیں دوں گا سردارے۔"

"تو پھر۔؟"

"گھاس ہی مت ڈالو۔ بلکہ میں بتاؤں۔ اس سے کہو کہ تم اس کے مقابلے میں اپنے [illegible]ی سے۔ یعنی مجھ سے مشورہ ضرور کرو گے! بس پھر کام بن جائے گا۔"

"خوب گھسوں گا الو کی پٹھی کو۔ سمجھتی کیا ہے خود کو۔ ہونہہ۔ دو کوڑی کی عورت۔" سردارے نے گردن جھٹکتے ہوئے کہا اور پھر وہ..... قریب سے گزرتی [illegible] دو لڑکیوں کو دیکھنے [illegible] نشے میں جھومتی ہوئی جا رہی تھیں۔ پھر اس نے میری طرف دیکھا۔

"استاد۔"

"ہوں۔!"

"بری نہیں ہیں۔؟"

"ہاں۔!" میں نے مختصراً" کہا۔

"نشے میں بھی ہیں۔" سردارے چند منٹ پہلے کی گفتگو جیسے بالکل ہی بھول گیا۔

"تو پھر۔؟" میں نے اکتائے ہوئے انداز میں پوچھا۔

"چلیں۔؟"

"چلتے رہو۔ لیکن میری طرف سے ایک اطلاع وصول کرو۔" میں نے کہا۔

"اطلاع۔؟"

"ہاں۔ دو شریف آدمی ہمارا تعاقب کر رہے ہیں۔"

"ہا۔" سردارے کے منہ سے ہلکی سی غراہٹ نکل گئی۔ لیکن اس نے پلٹ کر دیکھنے کی کوشش نہیں کی تھی۔

"کس طرف ہیں استاد؟" وہ آہستہ سے بولا۔

"عقب میں ہی ہیں۔ میں نے کافی دیر کے بعد اندازہ لگایا ہے شروع سے ہمارے ساتھ چل رہے ہیں۔"

"اس کا مطلب ہے گڑبڑ ضرور ہے۔"

"ممکن ہے۔"

"پھر استاد۔ لے چلیں اندھیرے میں۔" سردارے نے دلچسپی سے پوچھا۔

"کیا خیال ہے۔ خود شروع کر دیں۔۔؟"

"اوئے تے ایہدے وچ سوچن والی کی گل اے۔" سردارے نے کہا۔

"آؤ پھر۔ لیکن دقت یہ ہے کہ سنسان جگہ کہاں تلاش کی جائے۔" میں نے چاروں طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"بس استاد۔ آگے سے بائیں سمت چل پڑیں گے۔ جہاں کیمپ کا اختتام ہو" سردارے نے جواب دیا۔ وہ بہت زیادہ مستعد نظر آنے لگا تھا۔ ویسے میں نے تعاقب کرنے والوں کو دیکھا تھا' اور مجھے یقین تھا کہ مجھے دھوکا نہیں ہوا ہے۔ وہ لوگ یقیناً" ہمارے پیچھے رہے تھے۔ لمبے قد۔ اور لمبے سنہرے بالوں والے۔ چست پتلونوں اور جیکٹوں میں ملبوس ویسے ان کی تعداد دو ہی تھی۔ اور ہم ان سے بخوبی نپٹ سکتے تھے۔ ہم نے اسی رخ کیا جہاں سے ہم تاریکی میں پہنچ سکتے تھے۔ ہاں اس کے لئے راستہ طویل طے کرنا پڑا تھا مبالغہ تقریباً" ایک میل کا سفر طے کرنا پڑا تھا تب جا کر کیمپنگ کا آخری مکان بھی نگاہوں سے معدوم ہو سکا۔ ہمارا تعاقب کرنے والے شاید پریشان ہو گئے تھے۔ ویسے انہوں نے کیمپ کے نشان سے آگے بڑھنے کی کوشش نہیں کی تھی۔ اور وہیں کھڑے رہ گئے تھے۔ کیمپ سے کچھ فاصلے پر' جس جگہ ہم تھے ایک چھوٹی جھیل تھی۔ جس کو درختوں نے گھیرا ہوا تھا۔

ہم جھیل کے قریب پہنچ گئے۔!

"رک گئے ہیں استاد۔؟" سردارے نے کہا۔

"ہاں۔ شاید ادھر آنے کی ہمت نہیں کر پا رہے۔"

"پھر اب۔؟"

"انتظار کر لو تھوڑا سا۔"

"واپس نہ پلٹ جائیں۔" سردارے نے تشویش کا اظہار کیا۔

"واپس پلٹے تو پھر ہم ان کے پیچھے ہوں گے۔" میں نے جواب دیا اور سردارے گردن ہلانے لگا۔

ہم جس جگہ تھے وہاں سے ان لوگوں کو نظر نہیں آ سکتے تھے' لیکن ہم انہیں بخوبی دیکھ رہے تھے۔ اور پھر ہم نے دیکھا' وہ ہماری طرف آ رہے تھے۔ "سردارے۔" میں نے سرگوشی کی۔

"شکار آ رہا ہے استاد۔" سردارے کے لہجے میں بھیڑیئے کی سی غراہٹ تھی۔ میں ان لوگوں کو دیکھتا رہا۔ دونوں پریشان نظر آ رہے تھے۔ وہ حیران تھے کہ ہم کہاں گئے۔ یہاں تک کہ وہ ہمارے قریب پہنچ گئے۔ میں اور سردار تیار تھے۔ اور پھر ہم دونوں نے انہیں چھاپا تھا۔

وہ بری طرح اچھل پڑے۔ دونوں کے حلق سے عجیب سی آوازیں نکل گئی تھیں۔

"ادھر رخ مت کرو۔ ورنہ لاشیں ٹھکانے لگانے میں بھی دقت نہیں ہو گی۔" میں نے کہا۔ انہوں نے جلدی سے ہاتھ اوپر اٹھا دیئے تھے۔!

میں نے اور سردارے نے سب سے پہلے ان کی جیبوں کی تلاشی لی۔ دونوں کی بغلوں میں پستول موجود تھے۔ ہم نے ان کے پستول نکال کر قابو میں کر لئے۔ اور پھر...... انہیں پلٹا دیا۔

"ہیلو۔!" سردارے نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"یہ۔ یہ۔ کک۔ کیا ہے۔ کیا چاہتے ہو تم۔؟" ان میں سے ایک نے کہا۔

"ہوں۔" میں غرایا۔ "یہ تم بتاؤ گے۔"

"ہم۔ ہم تو سیر کرتے ہوئے ادھر نکل آئے تھے۔" اسی شخص نے کہا۔ اور میں نے گھما کر جوتے کی ٹھوکر پوری قوت سے اس کی پنڈلی پر رسید کر دی۔ اس کی دلخراش چیخ سے ماحول گونج اٹھا تھا۔ دوسرے نے پلٹ کر بھاگنے کی کوشش کی' لیکن سردارے نے اس کے بال پکڑ لئے تھے اور پھر وہ اسے جھکاتا چلا گیا۔ یہاں تک کہ لمبے بالوں والا زمین پر گر

"کیا میں اسے قتل کر دوں ماسٹر۔؟" سردارے نے انگلش میں پوچھا۔
"ابھی نہیں۔" میں نے بھی اسی انداز میں جواب دیا۔ سردار نے گرے ہوئے آدمی کے سینے پر جوتا رکھ دیا تھا۔
"کیوں تعاقب کر رہے تھے۔؟" میں نے اپنے شکار سے پوچھا۔ جواب بھی اکڑ پکڑے کراہ رہا تھا۔
"ہڈی۔ ہڈی ٹوٹ گئی ہے میری۔" اس نے جواب دیا اور میں نے اس کے ایک زور دار ٹھوکر رسید کر دی۔ مقصد اسے بے ہوش کرنا تھا اور اس میں مایوسی نہیں ہوئی۔ اس کی کراہیں بند ہو گئی تھیں۔
"مم۔ مم مار ڈالا۔" سردارے کے پاؤں کے نیچے دبے ہوئے آدمی نے ہذیانی انداز میں کہا اور اٹھنے کی کوشش کی۔ لیکن سردارے نے اس کی پسلیوں پر ٹھوکر رسید کر دی تھی۔
"ہوشیاری سے سردارے۔ بے ہوش نہ ہونے پائے۔" میں نے جلدی سے اردو میں کہا، اور پھر میں بھی اس کے قریب پہنچ گیا۔ میں نے اس کا گریبان پکڑ کر اسے کھڑا کیا اور اس کا کوٹ پشت پر کھسکا کر اسے پریس کر دیا۔!
"کیا میں تمہیں بھی تمہارے ساتھی کے پاس پہنچا دوں۔؟" میں نے پوچھا۔
"نہیں۔ نہیں۔ تم۔ تم درندے ہو۔" وہ چیخا۔
"جن لوگوں نے تمہیں میرے تعاقب میں بھیجا تھا انہوں نے یہ بات تمہیں نہیں بتائی تھی۔؟" میں نے زہریلے انداز میں کہا۔
"تعاقب۔!" وہ سرسراتی آواز میں بولا۔
"کس نے بھیجا ہے تمہیں۔؟" میں نے کہا۔
"یقین کرو۔ ہم تمہارے تعاقب میں نہیں آ رہے تھے۔"
"اٹھاؤ اسے۔" میں نے سردارے سے کہا، اور سردارے نے حیرت انگیز طاقت کا مظاہرہ کرتے ہوئے اسے کندھے پر اٹھا لیا۔ "جھیل میں ڈال دو۔" میں نے دوسرا حکم دیا۔
"نہیں۔ نہیں۔ نہیں۔" وہ حلق پھاڑ کر دہاڑا۔ اور بری طرح مچلنے لگا۔ سردارے نے اسے زمین پر ڈال دیا تھا۔ اس کی سانس دھونکنی کی طرح چل رہی تھی۔ اور وہ دہشت زدہ نگاہوں سے ہمیں دیکھ رہا تھا۔
"بتاؤ۔ کیوں تعاقب کر رہے تھے؟"
"مجھے نہیں معلوم۔ خدا کی قسم مجھے نہیں معلوم۔ جیکسن نے ہمیں تمہارے پیچھے لگایا تھا۔ اس نے کہا تھا کہ ہم تمہاری حرکات و سکنات پر نگاہ رکھیں۔"
"جیکسن کون ہے؟"

"ڈریم بار کا مالک۔"
"ڈریم بار۔ یہ کہاں ہے؟"
"اس طرف۔ وہ جس کے حروف چمک رہے ہیں۔"
"سچ بول رہے ہو۔؟"
"ہاں۔ بالکل سچ۔ یقین کرو بالکل سچ۔"
"تمہارا اس سے کیا تعلق ہے۔؟"
"تنخواہ دیتا ہے۔"
"کیا نام ہے تمہارا۔؟"
"زورچ۔ پاسکل زورچ۔"
"جیکسن کو ہم سے کیا دلچسپی ہے۔؟"
"میں نہیں جانتا۔ میرا ساتھی بھی نہیں جانتا تھا۔"
"ہوں۔" میں نے سردارے کو اشارہ کیا اور سردارے جھک کر اس کی کنپٹیاں دبانے لگا۔ اس نے تھوڑی دیر ہاتھ پاؤں مارے اور پھر بے ہوش ہو گیا۔ سردارے ہاتھ جھاڑتا ہوا کھڑا ہو گیا۔
"جیکسن۔!" میں نے ایک طویل سانس لے کر کہا۔
"یہ کیا شے ہے باس۔؟"
"دیکھنے سے ہی معلوم ہو گا۔"
"چلیں۔؟"
"میرا خیال ہے ابھی نہیں۔ ابھی تو یہاں کئی روز تک قیام کریں گے۔" میں نے جواب دیا۔
"اوکے چیف۔ جو حکم۔!" سردارے نے اٹینشن ہو کر کہا۔ اور میں ہنسنے لگا۔
"ویسے لطف آ رہا ہے چیف۔" سردارے بھی ہنستے ہوئے بولا۔
"ہاں۔ معلوم ہوتا ہے کہ برن میں بھی خاصی دلچسپیاں ہماری منتظر ہیں۔ بہرحال دیکھیں گے یہاں کیا کیفیت رہتی ہے۔ آؤ واپس چلیں۔" اور ہم جھیل سے واپس چل پڑے۔
تھوڑی دیر کے بعد ہم واپس روشنیوں میں آ گئے تھے۔ ہمارا رخ اپنے خیموں کی طرف تھا۔ چاروں طرف سے شور و غل کی آوازیں بلند ہو رہی تھیں۔ رات پوری طرح جاگ رہی تھی۔ لیکن ہم رات کی کہانی میں شریک نہیں ہوئے اور اپنے خیموں کی طرف بڑھتے رہے۔ یہاں تک کہ ان کے قریب پہنچ گئے خیموں کے باہر ہی لوسیا مل گئی۔ وہ جھومتی ہوئی ہماری طرف آئی تھی۔

"اوہ سیسرو ڈارلنگ۔ کہاں چلے گئے تھے۔؟"
"خیریت۔؟" میں نے پوچھا۔
"بالکل نہیں۔ بالکل نہیں۔ آؤ۔ مجھے نیند آ رہی ہے۔" وہ نشے میں دھت تھی۔ نہ
جانے اس نے کونسا نشہ کیا تھا۔
"نیند آ رہی ہے تو اپنے خیمے میں جاکر سو جاؤ۔" میں نے کہا۔
"اکیلی۔؟ تنہا۔؟" اس نے حیرت سے آنکھیں پھاڑنے کی کوشش کی۔ لیکن نشے سے
جھکی ہوئی آنکھیں پوری طرح کھل بھی نہیں رہی تھیں۔!
"کیوں۔ ایلس کہاں ہے۔؟"
"نہ جانے کہاں ہے۔ میں نہیں جانتی۔ ہم ایک دوسرے کے بارے میں کچھ نہیں
جانتے۔ اور جاننے کی ضرورت بھی کیا ہے تم میرے پاس ہو۔ میں تمہیں جانتی ہوں۔ کیا تمہارا
جان لینا کافی نہیں ہے۔" وہ شرابیوں کے سے انداز میں ہنسی اور پھر سردارے کی طرف رخ کر
کے بولی۔ "کیوں پنٹو۔ میں نے غلط تو نہیں کہا۔؟"
"ارے۔ تم تو مجھے بھی جانتی ہو۔؟" سردارے نے حیرت زدہ ہونے کی اداکاری کی۔
"تم بھی خوب ہو پنٹو۔ آؤ۔ تم ہی آجاؤ۔" وہ سردارے کی طرف بڑھی۔
"توبہ توبہ۔" سردارے جلدی سے پیچھے ہٹ گیا اور پھر بوکھلائے ہوئے لہجے میں
بولا۔ "چیف۔ سنبھالو اس مصیبت کو۔!"
"تم ہی سنبھالو سردارے۔ ویسے بھی وہ دوسری مصیبت کہاں ہے۔؟" میں نے کہا۔
"اوہ۔ سمجھا۔ تم آج اسے سنبھالو گے۔ یہ بات ہے تو ٹھیک ہے چیف۔ آیئے کہ
مصیبت۔ سردارے نے لوسیا کا بازو پکڑتے ہوئے کہا اور خیمے کی طرف بڑھ گیا۔ لوسیا لڑکھڑاتے
ہوئے قدموں سے اس کے ساتھ چل پڑی تھی۔!"
تب میں دوسرے خیمے میں داخل ہو گیا۔ لباس تبدیل کر کے میں کینوس کے بستر پر لیٹ
گیا۔ نہ جانے ایڈی، مائیکل اور ایلس کہاں چلے گئے تھے۔؟ میں نے سوچا۔ لیکن دوسرے لمحے
میرے ذہن نے خود ہی میرے اس سوال کا جواب دے دیا۔ یہ بھی کوئی سوچنے کی بات ہے کہ
وہ کہاں گئے۔ ظاہر ہے برن کے اس عظیم الشان کیمپنگ میں کسی کے بارے میں یہ سوچنا
حماقت ہے کہ وہ کہاں گیا۔؟ لیکن یہ ڈریم بار کا مالک جیکسن۔! کون ہے آخر۔؟
اور پورے غور و خوض کے بعد ایک ہی بات ذہن میں آتی تھی تھامپسن۔ ظاہر ہے
اس کا گروہ کافی بڑا تھا۔ ممکن ہے جیکسن اس کے خاص آدمیوں میں سے ہو اور یہاں بار کا مالک
ہو۔ ایسی شکل میں اسے میرے بارے میں معلوم ہو جانا کوئی بڑی بات نہیں ہے۔ ممکن ہے
گوڈے کے کچھ آوارہ گرد ادھر آئے ہوں اور انہوں نے مجھے پہچان لیا ہو۔!

اس کے علاوہ اور کچھ نہیں ہو سکتا۔ تو پھر اس جیکسن کے لئے کرنا کیا چاہئے۔؟ بہتر
ہے اس سے۔؟ یا...... اور پھر مجھے مقامی..... ایجنٹوں کا خیال آیا۔ کیوں نہ پہلے ان سے
رابطہ کر لی جائے۔ یہاں کے بارے میں ان سے مکمل معلومات حاصل ہو جائیں گی، اس کے
بعد جیکسن کو بھی دیکھ لیا جائے گا۔
میں نے کروٹ بدل لی۔ اور سونے کی کوشش کرنے لگا۔! سردارے نے موقع سے
پورا پورا فائدہ اٹھایا تھا۔ ان معاملات میں وہ بہت تیز تھا۔ لیکن وہ کمبخت ایڈی کہاں مرگئی۔؟
جاتی تو......
میں سوچتا رہا۔ نہ جانے کتنی رات گزر چکی تھی۔ باہر کے ہنگاموں میں کوئی کمی نہیں
آئی تھی۔ کیوں نہ ایڈی کو تلاش کیا جائے۔؟ ایڈی نہ سہی، کوئی اور سہی۔ اور۔ نہ جانے
کیوں۔ شاید میری چھٹی حس نے میرے ذہن کو چونکا دیا۔ میں نے ان دونوں کو کیوں نظرانداز
کر دیا جو مرے نہیں تھے اور جنہیں ہم جھیل کے کنارے چھوڑ آئے تھے۔!
اوہ۔ وہ ہوش میں آ گئے ہوں گے۔ اور جیکسن کو ان کی ناکامی کی اطلاع ضرور مل گئی
ہوگی۔!
تو پھر۔ کیا یہ ممکن نہیں ہے کہ جیکسن کوئی دوسرا فوری اقدام کرے۔! نہ جانے کیوں
یہ خیال میرے ذہن پر اس قدر مسلط ہوا کہ میں بجلی کی سی سرعت سے اٹھ گیا۔ دوسرے لمحے
میں خیمے کے دروازے پر آیا۔ بڑے محتاط انداز میں باہر جھانکا۔ اور پھر دروازہ کھول کر باہر
نکل آیا۔!
اب سردارے کا مسئلہ تھا۔ اسے کس طرح ہوشیار کیا جاتا۔ ظاہر ہے اس وقت اس
کے خیمے میں گھسنا ایک ناشائستہ حرکت تھی، لیکن اس خطرے کے پیش نظر سب کچھ جائز تھا،
چنانچہ میں تیزی سے اس کے خیمے کے دروازے پر پہنچ گیا۔!
"سردارے۔!" میں نے زور سے آواز دی۔ لیکن جواب نہ ملا۔ "سردارے۔"
اس بار میں نے اور زور سے آواز دی۔
"استاد۔!" اندر سے سردارے کی حیرت زدہ آواز سنائی دی۔
"باہر آؤ۔" میں نے کہا۔
"ابھی آیا استاد۔!" سردارے کا جواب سنائی دیا۔ اور پھر چند ہی ساعت کے بعد وہ
خیمے کے دروازے پر تھا۔
"خیریت استاد۔؟" اس نے گریبان کے بٹن بند کرتے ہوئے پوچھا اس کے ہاتھ میں
پستول بھی دبا ہوا تھا۔
"ہاں خیریت ہے۔ بس میں نے سوچا تمہاری خیریت معلوم کر لوں۔" میں نے

مسکراتے ہوئے کہا۔

"میں سمجھ گیا۔" سردارے بھی مسکرایا۔ اس بیچارے نے اس وقت کی مداخلت کا بھی برا نہیں منایا تھا۔

"کیا سمجھ گئے۔؟" میں نے اسے گھورا۔

"ایڈی نہیں آئی نا۔؟"

"ہاں۔!" میں نے ایک طویل سانس لی۔ "ایڈی نہیں آئی۔ لوسیا کیا کر رہی ہے۔؟"

"اتنا غفیل ہے استاد۔ جگانے کی کوشش کروں۔؟" سردارے نے پوچھا۔

"نہیں' ایسے ہی اٹھالاؤ۔! کندھے پر ڈال کر۔"

"کیا مطلب۔؟" سردارے حیرت سے بولا۔

"وقت نہ ضائع کرو۔!" میں نے اندر گھستے ہوئے کہا۔

"وہ۔ وہ استاد۔" سردارے شرمائے ہوئے انداز میں بولا۔

"کیوں۔؟"

"میں۔ میں ابھی لاتا ہوں اسے۔ وہ۔ دراصل' وہ....."

"چلو ٹھیک ہے۔ جلدی کرو۔!" میں نے سردارے کی ہچکچاہٹ کی وجہ سمجھتے ہوئے کہا اور سردارے جلدی سے اندر چلا گیا۔ پھر دو تین منٹ کے بعد وہ مدہوش لوسیا کو کندھے پر ڈالے باہر نکل آیا۔! لیکن اس کے چہرے پر حیرت منجمد تھی۔

"کہاں لے چلوں استاد۔؟" اس نے پوچھا۔

"آجاؤ۔" میں نے خیموں کے بائیں سمت بڑھتے ہوئے کہا۔ اور سردارے میرے پیچھے پیچھے چل پڑا۔ میں نے زیادہ فاصلہ طے نہیں کیا۔ خیموں کی ایک دیوار کے عقب میں رک کر میں نے سردارے کو اشارہ کیا اور سردارے نے لوسیا کو زمین پر ڈال دیا۔! اور پھر وہ میری شکل دیکھنے لگا۔ شاید وہ اندازہ لگا رہا تھا کہ یہ دورے کی کونسی قسم ہے۔؟

میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

"کیا سوچ رہے ہو سردارے۔؟" میں نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"سوچ نہیں۔ سمجھ رہا ہوں استاد۔" سردارے نے گہری سانس لے کر کہا۔

"کیا سمجھے۔؟"

"سچی بات ہے۔ عقل ساتھ نہیں دے رہی۔" سردارے نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔

"عقل کی کوئی بات نہیں ہے۔ بس میں نے سوچا خیموں میں رات گزارنے سے کیا فائدہ۔ کیوں نہ کھلے آسمان کے نیچے جائے پناہ بنائی جائے۔" میں نے جواب دیا۔

"خوب۔ خوب استاد۔ اچھا ہی ہوا۔" سردارے ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔

"ویسے تم بھی سوچ چکے تھے۔؟"

"کسی حد تک استاد۔ مگر یہ ایڈی کہاں مر گئی۔ کیا اس نے ہم دونوں کا پروگرام کینسل کر دیا ہے۔" سردارے نے کہا لیکن اس سے قبل کہ میں اسے کوئی جواب دیتا۔ فضاء اسٹین گن کی آواز سے گونج اٹھی۔ میں اور سردارے اچھل پڑے۔!

قرب و جوار میں پھیلی ہوئی روشنیوں کے سائے میں ہم نے چند افراد کو دیکھا' جو ہمارے خیموں کے گرد تھے۔ خیموں پر باہر سے ہی گولیاں برسائی جا رہی تھیں۔ اسٹین گن کے علاوہ پستول بھی استعمال ہو رہے تھے شاید باہر والے کوئی رسک لئے بغیر اندر موجود لوگوں کو چھلنی کر دینا چاہتے تھے۔ انہوں نے تینوں خیموں میں جالیاں بنا دیں۔ اور پھر شاید دستی بم بھی استعمال کئے گئے۔!

چاروں طرف ہاہاکار مچ گئی تھی۔ خیموں میں آگ لگ گئی تھی اور پھر حملہ آور فرار ہو گئے۔

سردارے پتھر کے بت کی مانند کھڑا تھا۔ اور میرے ہونٹوں پر خود بخود مسکراہٹ پھیل گئی تھی۔ ویسے اس وقت کی کیفیت کچھ قدرتی ہی تھی۔ اچانک ہی میرے ذہن میں خیال آیا تھا۔ اور فوراً ہی میں نے اس پر عمل کر ڈالا تھا۔

خیمے دھڑا دھڑ جل رہے تھے۔ اور قرب و جوار کے لوگ آگ بجھانے کی کوششوں میں مصروف ہو گئے تھے۔ لیکن ہم اطمینان سے' جلتے ہوئے خیموں کو دیکھ رہے تھے۔!

"استاد۔" بالآخر سردارے نے میرے شانے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔

"ہوں۔"

"اگر ہم ان خیموں میں ہوتے تو کیا ہوتا۔؟"

"روسٹ۔" میں نے سکون سے جواب دیا۔

"پتہ کیسے چلا استاد۔؟"

"کس بات کا۔؟"

"اسی کا۔ کہ تھوڑی دیر کے بعد یہ سب کچھ ہونے والا ہے۔"

"کچھ پراسرار قوتیں میرے قبضے میں ہیں۔ انہوں نے اطلاع دے دی تھی۔"

"نہیں' سنجیدگی سے استاد۔ میں واقعی حیران ہوں۔"

"تمہارے خیال میں کیا ذریعہ ہو سکتا ہے سردارے۔؟"

"میری عقل کام نہیں کر رہی استاد۔"

"عورت کا قرب عقل چھین لیتا ہے۔ اگر تمہاری طرح میری آغوش میں بھی عورت

ہوتی تو شاید میں اس معاملے پر غور بھی نہ کرتا۔ تنہائی تھی' نیند نہیں آ رہی تھی چنانچہ عقل نے کام شروع کر دیا۔ میں نے ان لوگوں کے بارے میں سوچا جنہیں ہم جھیل پر چھوڑ آئے تھے اور پھر یہ خطرہ ذہن میں آگیا۔ لیکن اگر دیر ہو جاتی تو مارے جاتے۔"

"سچ ہے استاد۔ عورت عقل و دانش چھین لیتی ہے۔" سردارے نے گردن ہلائی۔

"سوچنے کی بات اب دوسری ہے سردارے۔"

"کیا استاد۔؟"

"جیکسن۔! ہمارا اتنا بڑا دشمن ہے۔ دن کی روشنی میں کیا کیا جائے۔؟"

"کیوں نہ ہم بھی رات ہی میں کام شروع کر دیں استاد۔"

"جلد بازی مناسب نہیں ہوگی۔ ہم یہاں کے بارے میں کچھ نہیں جانتے۔ پہلے پوزیشن معلوم کی جائے اس کے بعد کام شروع کیا جائے۔ جیکسن خاصی جاندار شے معلوم ہوتا ہے۔ کام کرنے کا یہ انداز معمولی نہیں ہے۔"

"یہ بھی ٹھیک ہے استاد۔ مگر....."

"ہاں۔ مگر کیا۔؟"

"کچھ نہیں۔ میں پوچھ رہا ہوں' پروگرام کیا ہے اب۔؟"

"وہی سوچ رہا ہوں۔!" میں نے گہری سانس لے کر کہا۔ "دن کی روشنی میں وہ ہمیں آسانی سے تلاش کر سکتے ہیں۔ یہ بھی پتہ نہیں یہاں جیکسن کی حیثیت کیا ہے۔ اور کتنے آدمی اس کے لئے کام کر رہے ہیں۔"

"ٹھیک ہے استاد۔ میں تم سے متفق ہوں۔ میرے ذہن میں ایک اور خیال ہے۔"

"کیا۔؟"

"کیوں نہ ہم کیمپنگ سے نکل چلیں۔ شہر میں قیام کریں اور پھر تیاریاں کر کے ان سے نپٹیں۔؟"

"یہی مناسب ہے سردارے۔" میں نے پر خیال انداز میں کہا۔ میں سوچ رہا تھا کہ اس کے علاوہ کوئی چارہ نہیں ہے' بلاوجہ تیس مار خانی نقصان دہ بھی ہو سکتی ہے۔!

"تب پھر سوچنا کیا استاد۔! چلو۔" سردارے نے کہا۔

"اس کا کیا کرو گے۔؟" میں نے لوسیا کی طرف اشارہ کیا۔

"پڑا رہنے دو۔ صبح کو خود ہوش میں آجائے گی۔" سردارے نے لاپرواہی سے کہا اور آگے بڑھ گیا۔

"ہوں' ہوں۔ کہاں شہزادے۔ کہاں۔؟" میں نے اسے شانے سے پکڑ کر روکتے ہوئے کہا۔

"کیوں۔؟"

"کہاں جا رہے ہو۔؟"

"گاڑی لے آؤں۔" سردارے بولا۔

"رہنے دو۔ رہنے دو۔" میں نے اسے چمکارتے ہوئے کہا۔ "تمہارے ذہن پر ابھی تک عورت کا خمار موجود ہے۔"

"میں نہیں سمجھا استاد۔"

"سمجھنے کی کوشش کرو۔ لینڈ روور بھی ان کی نگاہ میں ہوگی۔ اور وہ بھی ہمارے فرار کے امکان سے غافل نہ ہوں گے۔" میں نے سردارے کی پشت سہلاتے ہوئے کہا۔

"اوہ۔" سردارے کی آنکھوں میں خجالت کے آثار نظر آئے۔ "عورت کی بات نہیں ہے استاد۔ معاملہ ذہانت کا ہے۔ سردارے جیسے لوگ سوچتا تباہ نہیں کرتے۔ سردارے جیسے لوگ حالات پر حکمرانی نہیں کرتے۔" اس نے کہا۔ "اس کے لئے تمہارے جیسے دماغ کی ضرورت ہوتی ہے۔ مگر اب چلیں گے کیسے۔؟"

"پیدل۔"

"ہم اس علاقے سے ناواقف ہیں۔"

"روشنیاں رہنمائی کریں گی۔ آؤ۔؟" میں نے کہا اور سردارے گردن جھٹکنے لگا۔ وہ گہری سوچ کا عادی تھا اور شاید اتنی قیمتی گاڑی اور سامان چھوڑنے پر اسے دکھ ہو رہا تھا۔

لیکن مجھے ان معمولی معمولی چیزوں کی کیا پرواہ ہو سکتی تھی' میں لاپرواہی سے چل پڑا۔ سردارے بھی میرے پیچھے آ رہا تھا۔ ہم دونوں نے کیمپنگ کے بائیں کنارے کا رخ کیا اور نشے میں ڈوبے ہوئے آوارہ گردوں کی مانند لڑکھڑاتے ہوئے چلنے لگے۔ گو ہم لڑکھڑا رہے تھے۔ لیکن اسکے باوجود ہماری رفتار بہت تیز تھی۔ اور اس طرح ہم کیمپنگ سے باہر نکل آئے۔ شہر کی روشنیاں معاون تھیں۔ شہر کی طرف رخ کر کے ہم چل پڑے۔ اب دیکھنا یہ تھا کہ پیدل چلنا کب تک مقدر تھا۔!

سردارے بھی میرے ساتھ گھسٹ رہا تھا۔ ہم تکان سے بے نیاز چل رہے تھے۔ لیکن تھوڑی دیر کے بعد میں نے محسوس کیا کہ ہم دونوں کی یہ طویل خاموشی اکتاہٹ پیدا کر رہی ہے۔ چنانچہ میں نے سردارے کو مخاطب کیا۔ "سردارے۔؟"

"استاد۔" سردارے مستعدی سے بولا۔

"کس سوچ میں ڈوبا ہوا ہے یار۔؟"

"کچھ نہیں استاد۔ رب دی سوں۔ کوئی گل نئیں اے۔" سردارے خوش دلی سے

"بور مت ہونا یار۔ اپنا کام بھی ایسا ہے۔ عیش و آرام بھی ہے اور صحرانوردی بھی۔"

"یہی تو زندگی ہے استاد۔ تمہارے کام کا کوئی جواب نہیں ہے۔ اس میں فطرت پر جمود نہیں ہے۔ ایسی رواں دواں زندگی بہت کم خوش نصیبوں کو حاصل ہوتی ہے۔"

"بہت آگے بڑھ گیا سردارے۔"

"کیوں استاد۔؟"

"ہماری زندگی رواں دواں ضرور ہے۔ لیکن اتنی خوبصورت نہیں جتنی کھیت میں ہل چلانے والوں کی ہوتی ہے۔"

"مجھے تمہاری اس بات سے اختلاف ہے استاد۔!" سردارے نے سنجیدگی سے کہا۔

"ہم نے کھیت میں ہل چلانے کی کوشش نہیں کی۔ اور ان راستوں پر نکل آئے۔ جو کام ہم نے نہیں کیا اس کے بارے میں کیوں سوچیں۔ قسمت نے جب ہمارے لئے ایک راستے کا انتخاب کر دیا ہے تو ہم بار بار دوسرے راستوں کا ذکر کیوں کریں۔ جو کچھ ہم نہیں کر سکے اسے بھول جانا چاہئے استاد۔ اور جو کچھ کر رہے ہیں اس سے مخلص رہنا ضروری ہے۔"

"ٹھیک ہی کہہ رہے ہو سردارے۔ گندی نالی کے کیڑے بہرحال نالی ہی کے ایک سوراخ میں گھس جاتے ہیں اور اسے گوشہ عافیت سمجھتے ہیں۔"

سردارے نے کوئی جواب نہیں دیا اور میں سوچنے لگا کہ اس قسم کی گفتگو طبیعت میں مزید اضمحلال پیدا کرے گی۔ بلاوجہ بیچارے سردارے کو بھی بور کرنے سے کیا فائدہ۔! چنانچہ میں نے فوراً موضوع بدل دیا۔

"میرا خیال ہے شہر زیادہ دور نہیں ہے سردارے۔؟"

"ہاں استاد۔ لیکن ہوٹل 'کیمپنگ کے فوراً' بعد ہی نہ ہوگا۔" سردارے نے کہا۔

"کیا وقت ہوگیا۔؟"

"ساڑھے چار بجے ہیں۔"

"کیا ٹیکسیاں نہیں چل رہی ہوں گی۔؟"

"میرے خیال میں چل رہی ہوں گی۔" سردارے نے جواب دیا۔

"تب آؤ۔ ہم کسی مناسب جگہ رک کر ٹیکسی تلاش کریں۔"

"وہ شاید پٹرول پمپ ہے استاد۔" سردارے نے ایک طرف اشارہ کیا۔ یہاں ایک خوبصورت نیون سائن میں ایک تیل کمپنی کا نام جگمگا رہا تھا۔ "شاید۔ آؤ۔ اسی طرف چلیں۔" میں نے کہا۔ اور ہم دونوں نے رفتار تیز کر دی۔ دور سے ہی پتہ چل گیا کہ وہ پٹرول پمپ ہے' اور ہماری رفتار تیز ہوگئی۔ تھوڑی دیر کے بعد ہم پٹرول پمپ پر پہنچ گئے۔ پٹرول پمپ کے

ے اٹینڈنٹ نے کہا۔

"آپ کی گاڑی خراب ہوگئی ہے شاید۔؟"

"نہیں۔ وہ۔!"

"اوہ۔ پٹرول ختم ہوگیا۔ کوئی بات نہیں ہے۔ ہمارے پاس پلاسٹک پیکنگ موجود ہے آپ پٹرول لے جاسکتے ہیں لیکن صرف ایک گیلن۔ آپ اسے استعمال کرکے گاڑی یہاں ئیں اس کے بعد جتنا پٹرول ضرورت ہو لے لیں۔"

"پوری بات تو سن لو بھائی۔" میں نے اسے روکتے ہوئے کہا۔

"لیں۔ یس سر۔"

"ہماری گاڑی ایک گہرے کھڈ میں گر کر بالکل تباہ ہوگئی ہے' اور اب ہمیں شہر پہنچنے لئے کسی ٹیکسی کی ضرورت ہے۔"

"اوہ۔ کیسے ہیں آپ لوگ۔ اول تو اتنی رات میں ڈرائیونگ کرنے کی ضرورت ہی ہ۔ اور پھر ڈرائیونگ کرنی ہی تھی تو اس قدر پینے کی کیا ضرورت تھی۔ مجھے ان لوگوں خت چڑ ہے جو بہت زیادہ پی کر ڈرائیونگ کرتے ہیں۔"

"میرے بھائی۔ میرے بھائی۔ ہم دونوں میں سے کسی نے نہیں پی رکھی۔ منہ سونگھ لو رتم لے لو۔ لیکن ٹیکسی۔!"

"ٹیکسی ابھی مل جائے گی۔ کوئی نہ کوئی آتی ہوگی۔ لیکن پھر تم یہ بتاؤ کہ آخر سسٹنٹ۔۔۔۔"

"استاد۔" اچانک سردارے نے میرا شانہ دبوچ لیا۔

"کیا ہوا۔؟" اس کے اس انداز سے میں چونک پڑا۔

"وہ دیکھو۔" سردارے بولا اور میں اس کے اشارے کی سمت دیکھنے لگا۔ کافی کی ن لگی ہوئی تھی اور یقیناً" سردارے اسی کی طرف اشارہ کر رہا تھا۔

"وہ کافی ہے؟" میں نے پوچھا۔

"ہاں۔ کیوں۔؟" اٹینڈنٹ نے تعجب سے پوچھا۔

"غالباً پی جاتی ہے۔؟" میں نے بے بسی سے کہا۔

"ارے۔ تم نے کافی نہیں پی کبھی۔؟" اٹینڈنٹ حیرت سے بولا۔

"ہرگز نہیں۔ مگر آج پینا چاہتے ہیں۔" میں نے گہری سانس لے کر کہا۔

"انتہائی حیرت ہے۔ ٹھہرو۔ میں لاتا ہوں۔" اس نے کہا' اور مشین کی طرف بڑھ تب سردارے نے گہری سانس لی۔

"یہ آدمی ہے یا بولنے کی مشین۔ اتنی دیر میں کتنے سارے الزامات لگا ڈالے اس نے

ہمارے اوپر۔"

"یہاں کے لئے یہ کوئی نئی بات نہیں ہوگی سردارے۔ اس قسم کے کیسز یہاں
چارے کے پاس آتے رہتے ہوں گے۔ بہرحال، شکر کرو کہ ہمیں یہاں ٹیکسی مل جائے گی
دن آرام کرتے ہوئے گزاریں گے۔"

"خدا کرے۔!" سردارے نے گہری سانس لے کر کہا۔

پیٹرول پمپ کا ملازم کافی کے تین مگ لئے آ رہا تھا۔ اس نے دو مگ ہمارے سامنے
دیئے اور ایک خود تھام لیا۔ اور پھر وہ کافی کا سپ لیتے ہوئے بولا۔

"بہرحال مجھے افسوس ہے کہ تمہارے ساتھ حادثہ پیش آیا۔ ارے ہاں۔ تم لوگوں
کہیں چوٹ تو نہیں آئی۔؟"

"نہیں ہم ٹھیک ہیں۔"

"اور گاڑی تباہ ہوگئی۔؟"

"ہاں۔"

"یہ کیسے ممکن ہے۔؟"

"افوہ۔ بھئی اس کے بریک فیل ہوگئے تھے اور وہ ڈھلان پر تھی۔ ہم نے اس کی
امکانی حد تک ست کرکے اس سے چھلانگیں لگا دیں۔"

"اوہ۔ اوہو۔ تو میرے سارے اندازے غلط تھے۔ بہرحال مجھے افسوس ہے۔"

"دقت کی بات یہ ہے کہ ہم برن میں اجنبی ہیں۔"

"کہاں سے آ رہے ہو۔؟"

"وینس سے۔"

"آہا۔ پانیوں کے شہر سے۔ بڑی خوبصورت جگہ ہے مگر تمہارے ساتھ پیش آ
حادثہ۔ میں ایک بار پھر اظہار افسوس کرتا ہوں۔"

"ہم ایک بار پھر تمہارا شکریہ ادا کرتے ہیں۔ مگر یہ تو بتاؤ کہ برن میں ہم کہاں
کریں۔؟" میں نے پوچھا۔

"رقم ہے جیب میں؟"

"ہاں۔ قلاش نہیں ہیں۔"

"معاف کرنا۔ دراصل تمہارا لباس آوارہ گردوں کا سا ہے۔ اس لئے پوچھ
ہاں اگر رقم ہے تو میرا خیال ہے 'راک گیلے' میں قیام کرو۔ خوابوں کی جنت کی طرح
ہے۔"

"راک گیلے۔؟"

"ہاں۔ مارک گالے پر ہے۔ ٹیکسی ڈرائیور تمہیں پہنچا دے گا۔"

"مگر ٹیکسی۔؟" میں نے کہا۔

"تم کافی پیو۔ میں ٹیلیفون کرکے بلوا دیتا ہوں۔" اس نے کہا اور اپنا مگ لئے ہوئے
اندر چلا گیا۔

"ونڈر فل۔ کام کا آدمی ثابت ہوا۔" سردارے نے شانے ہلاتے ہوئے کہا۔

"کافی بھی عمدہ ہے۔" میں نے مگ کا آخری گھونٹ لیتے ہوئے کہا اور پھر مگ ایک
طرف رکھ دیا۔

اٹینڈنٹ فون کرکے واپس آ گیا۔ اور اس نے ہمیں خوشخبری سنائی "ٹیکسی ابھی پانچ
منٹ میں پہنچ رہی ہے۔ چل پڑی ہوگی۔"

"بہت بہت شکریہ تمہارا دوست۔! اور ہاں یہ رکھ لو۔" میں نے ایک نوٹ اس کی
طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔

"سنو مسٹر۔ میں نے کوئی ایسا کام نہیں کیا ہے جس پر مجھے انعام ملے۔ ٹپ میں ضرور
لیتا ہوں لیکن اس کی کوئی وجہ بھی تو ہو۔!" اس نے کہا۔

"ارے۔ ارے۔ ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ رکھ لو دوست۔" میں نے کہا۔

"رہی کافی کی بات۔ تو میں نے خود تمہارے ساتھ پی ہے اور میزبان بنکر پی ہے۔ کیا
تم ایک غریب آدمی کے مہمان بننا پسند نہیں کرتے۔؟"

"اوہ۔ یہ بات نہیں ہے دوست۔ کیا نام ہے تمہارا۔؟"

"ڈیکوب۔ یاد رکھو گے۔؟"

"یقیناً"۔ بے حد بااخلاق انسان ہو۔" میں نے کہا اور اس نے شکریہ ادا کیا۔ پھر ہمیں
دور سے ٹیکسی آتی نظر آئی اور چند لمحات کے بعد وہ ہمارے قریب پہنچ گئی۔

"اچھا دوست، اجازت۔؟"

"خوش قسمتی کی دعا کے ساتھ۔!" ڈیکوب نے مسکراتے ہوئے کہا۔ اور ہم ٹیکسی میں
بیٹھ گئے۔ ٹیکسی اسٹارٹ ہو کر چل پڑی۔

"مارک گالے۔" میں نے ڈیکوب کی بتائی ہوئی جگہ کا نام بتا دیا۔

"کسی ہوٹل میں جناب۔؟" ٹیکسی ڈرائیور نے پوچھا۔

"ہاں۔ گیلے۔"

"یس سر۔!" اس نے گردن ہلا دی اور ٹیکسی برق رفتاری سے چلتی رہی۔ اعلیٰ درجے
کی کار تھی۔ جو شفاف سڑکوں پر پھسل رہی تھی۔ ہم دونوں خاموشی سے سڑک کے دونوں سمت
پھیلتی ہوئی روشنی کو دیکھ رہے تھے۔ صبح تیزی سے نمودار ہو رہی تھی۔

راک کیلئے بلا شبہ ایک خوبصورت ہوٹل تھا۔ لمبی لیکن کم اونچی سیڑھیوں پر گزر کر دربان نے جلدی سے آگے بڑھ کر کار کا دروازہ کھولا اور ہم نیچے اتر گئے دربان کو شاید ہمارے سامان کی تلاش تھی۔!

چند منٹ کے بعد ضروری کارروائیوں سے گزر کر ہم کمرے میں پہنچ گئے بے حد خوبصورت کمرہ تھا۔ ٹیلیویژن۔ ٹیلیفون اور دوسری ضروریات اور تعیشات کی چیزوں سے آراستہ۔!

نرم بستر دیکھ کر سردارے مچل گیا۔!

"اب تو جوتے اتارنے کو بھی دل نہیں چاہ رہا استاد۔" سردارے نے کہا۔

"اتار دے بھائی۔ ویسے ہی ہم ننگوں کی طرح ہوٹل میں داخل ہوئے ہیں۔ یہاں کے لوگ اعتماد کرنے کے عادی ہیں۔ اپنا وطن ہوتا تو پہلے جیبوں کی تلاشی لی جاتی۔ اس کے بعد شجرۂ نسب پوچھا جاتا۔ اور مال پہلے رکھوالیا جاتا۔" میں نے کہا۔

"ہاں۔ اپنے زیادہ احترام کرتے ہیں۔" سردارے نے کہا۔

"یہ بات نہیں ہے سردارے۔ قصور ان کا بھی نہیں۔ کیا تفصیل میں جانے کی ضرورت ہے۔؟"

"اس وقت کہیں آنے جانے کی ضرورت نہیں ہے استاد۔ سوائے سونے کے۔ مجھے معاف کرنا۔" سردارے نے انتہائی بے تکے انداز میں جوتے اتارے اور بستر میں گھس کر خوبصورت اور نرم کمبل میں منہ چھپالیا۔!

مجھے اس کی جلد بازی پر ہنسی آگئی۔ بہرحال نیند سے میرا بھی برا حال تھا۔ چنانچہ میں نے صرف اتنا کیا کہ جوتے وغیرہ اطمینان سے اتارے اور پھر کوٹ اتار کر بستر پر لیٹ گیا۔ آنکھیں تھیں کہ ایک دوسرے سے چپکی جارہی تھیں بہرحال سونے میں ذرا سی دیر بھی تو نہیں لگی تھی۔

اس کے بعد کوئی ہوش نہیں رہا۔! کمرے کا دروازہ تک بند نہیں کیا تھا۔! اور شاید یہ اچھا ہی ہوا تھا۔ ورنہ خواہ مخواہ ہماری نیند خراب ہوتی جیسا کہ بعد میں معلوم ہوا کہ ہوٹل والے ہماری زندگی کے بارے میں ہی تشویش میں مبتلا ہوگئے تھے۔!

پہلے میری ہی آنکھ کھلی تھی۔ تھوڑی دیر تک تو کچھ یاد ہی نہیں آیا کہ کہاں ہوں۔؟ کمرے کا اجنبی ماحول۔ بدلی بدلی فضاء۔ ذہن پر خوب زور دیا۔ یہاں تک کہ سر دکھنے لگا! تب یاد آیا۔ تب یاد آیا۔ کہ برن کے راک کیلئے میں ہوں۔! دوسرے بستر پر سردارے کو دیکھا۔ اوندھا سو رہا تھا اور ابھی تک بے خبر تھا۔ تب گھڑی دیکھی۔

سات بج رہے تھے۔

کیا مطلب۔ کیا گھڑی بند ہوگئی۔؟ میں نے گھڑی کو کان سے لگایا۔ بھلا آٹو میٹک گھڑی ہو سکتی تھی۔ لیکن ابھی سات ہی بجے ہیں' ہم سوئے کس وقت تھے؟ کوئی اندازہ نہیں زیادہ سے زیادہ ساڑھے پانچ یا چھ بجے ہوں گے۔ اور میں بستر سے اتر آیا۔ بائیں سمت ایک کھڑکی تھی جس پر ایک انتہائی نفیس پلاسٹک کرٹین پڑا ہوا تھا۔

میں نے کرٹین بٹن دبایا۔ اور کھڑکی کھل گئی۔ تب باہر کے منظر نے اور حیران کر دیا۔ ہو رہی تھی' چاروں طرف جگمگاہٹ تھی۔ افوہ۔ کہیں رات کے سات تو نہیں بجے۔؟ کیا ہم دونوں پورا دن سوتے رہے ہیں۔؟

عجیب پراسرار سی کیفیت طاری ہوگئی۔ دل چاہ رہا تھا پھر لیٹوں اور سو جاؤں۔! ایک ادا پر مسلط ہوگئی تھی۔ یقیناً" پوری رات کی کسر ہم نے پورے دن سو کر پوری کی ہے۔ رہے ہوں گے ہوٹل والے بھی۔

بہرحال اب لیٹنا بے مقصد تھا۔ میں نے کمرے میں چاروں طرف نگاہیں دوڑائیں۔ ایک دیوار پر باتھ روم لکھا ہوا تھا۔ لیکن باتھ روم کا دروازہ کہاں ہے۔؟ میں نے سوچا۔ میری نگاہ اس چوڑے سیاہ بٹن پر پڑی جو دیوار میں لگا ہوا تھا۔ اس بٹن پر بھی باتھ روم لکھا

ویری گڈ۔! میں نے دل میں سوچا اور اس دیوار کے نزدیک پہنچ گیا۔!

بٹن دباتے ہی دیوار میں ایک سفید سل اپنی جگہ سے ہٹ گئی۔ اور خلاء نمودار ہوگیا۔ پھر ایک باریک گرل آگئی اور رنگین شیشہ چڑھ گیا جس سے اندر سے باہر تو دیکھا جاسکتا باہر سے اندر نہیں۔

خوبصورت۔! میں نے دل میں سوچا۔ اور اندر داخل ہوگیا۔ ایک بار پھر بٹن دبانا پڑا باتھ روم تھا۔ سارے کا سارا سفید۔ درجنوں قسم کے صابن۔ تولیوں کے بنڈل۔ بات وغیرہ موجود تھیں' چاروں طرف بٹن لگے ہوئے تھے۔ جن کے نیچے پانی کی گرمی کے تفصیل تھی۔ بہرحال گرم پانی کی پھواروں نے رگ رگ سے تھکن اور اداسی شروع کر دی۔ دل چاہ رہا تھا بیٹھا ہی رہوں۔ صابن بھی استعمال کیا اور بدن مہک اٹھا۔!

یہ حقیقت ہے کہ ذہن کی کثافت دور کرنے میں اس غسل نے پوری پوری مدد کی لیکن بدقسمتی سے عمدہ کپڑے موجود نہ تھے۔ بس وہی پہننے پڑے جو بدن پر تھے۔ بہرحال پہن کر میں باہر نکل آیا۔!

باہر ایک دلچسپ منظر میرا منتظر تھا۔! یہ سردارے تھا جو اپنے بستر پر سجدے کی سی حالت میں پڑا تھا۔ اور عجیب نظر آ رہا تھا۔!

"سردارے۔!" میں نے اس کی پشت پر ہاتھ رکھا اور وہ اچھل پڑا۔؟" اس انداز کو

ہی شاید خواب خرگوش کہا جاتا ہے۔ مگر نہ تمہاری دم نظر آ رہی ہے نہ کان۔"

"ہاں۔ مگر اوندھے۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"میں غور کر رہا تھا یار۔"

"کس بات پر۔"

"یہی کہ کس عالم میں ہوں۔ کچھ سمجھ میں ہی نہیں آ رہا تھا کہ کیا ہو گیا ہے۔ کیا سکتے ہو۔؟"

"ایں۔ ارے۔ ارے باپ رے۔ بھوک۔ بھوک۔" سردارے اچھل کر پلنگ نیچے آ رہا۔ اس نے دونوں ہاتھوں سے پیٹ پکڑ لیا تھا۔ "یہی۔ یہی سوچ رہا تھا کہ پیٹ میں شدید تکلیف کیسی ہے مگر ہوا کیا ہے پیارے بھائی۔ عجیب سحر کی سی کیفیت طاری ہے۔"

"ہوا یہ ہے کہ اس وقت صرف سات بجے ہیں۔" میں نے جوابدیا۔

"لعنت ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ نیند پوری نہیں ہوئی۔ میں یہی سوچ رہا ہوں کہ کیوں چکرا رہا ہے۔" سردارے نے دونوں ہاتھوں سے سر تھامتے ہوئے کہا۔ اور میں نے بڑھ کر سردارے کا بازو پکڑ لیا۔

"کیا ہے۔؟" اس نے آنکھیں بند کئے کئے پوچھا۔

"آؤ۔ آؤ۔" میں نے کہا اور وہ اسی طرح آنکھیں بند کئے کئے میرے ساتھ چل پھر جب میں غسل خانے کے دروازے کے پاس رکا تو اس نے آنکھیں کھول دیں۔

"جاؤ۔" میں نے کہا۔

"کہاں۔ دیوار میں گھس جاؤں۔؟"

"نہیں۔ یہ باتھ روم ہے۔"

"تمہاری بھی بری حالت معلوم ہوتی ہے پیارے بھائی۔ چلو سو جائیں۔" سر واپس لوٹتے ہوئے بولا۔ اور مجھے زور سے ہنسی آ گئی۔ "کیوں' ہنس کیوں رہے" سردارے آنکھیں پھاڑ کر بولا۔

"تمہیں بھوک کیوں لگ رہی ہے سردارے۔؟"

"بھوک۔؟" سردارے پھر اچھل پڑا۔ "ارے ہاں بھوک۔" اس نے پھر آ پھاڑ دیں۔

"بس اب حواس درست کر لو۔ بہت ہو گئی۔ شام کے سات بجے ہیں۔ اور ہم دن سوتے رہیں ہیں۔" میں نے جواب دیا اور سردارے پر سکتے کی سی کیفیت طاری ہو منہ پھاڑے میری شکل دیکھتا رہا پھر دونوں ہاتھوں سے سر تھام کر بولا۔

"بیڑہ غرق۔"

"ے۔؟"

"پورا دن سوتے رہے ہیں۔؟"

"ہاں۔!" میں نے جواب دیا۔

"گویا یہ آنکھیں نیند سے نہیں۔ بھوک سے بند ہوئی جا رہی ہیں؟"

"اور اگر تم یہیں کھڑے کھڑے بکواس کرتے رہے تو بھوک سے ہارٹ فیل بھی ہو سکتا

"ارے تو پھر بتاؤ نا۔ کیا کروں۔؟" سردارے روہانسی آواز میں بولا۔

"پہلے غسل۔" میں نے دیوار کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

"میرا خیال ہے بھوک نے تمہاری بینائی بھی متاثر کی ہے۔ محترم راجہ نواز اصغر یہ باتھ روم کا دروازہ نہیں دیوار ہے دیوار۔" سردارے نے کسی قدر جھلائے ہوئے میں کہا۔

"یہ بات نہیں ہے سردارے۔ بڑے بڑے رشی منی بھوکے رہ کر کشف حاصل کرتے میں بھی بھوکا ہوں اس لئے دیوار سے غسل خانہ برآمد کر سکتا ہوں۔" میں نے کہا اور روم کا بٹن دبا دیا۔! تب سردارے حیرت سے غسل خانہ برآمد ہونے کا عمل دیکھنے لگا! اور اس نے ایک گہری سانس لی۔ اور مسخرے انداز میں بولا۔

"تمہیں دو تین دن تک بھوکا نہیں رہنا چاہیے۔ ورنہ تم تو آسمان پر پرواز کر جاؤ۔" اور پھر وہ باتھ روم میں گھس گیا۔ میں واپس آ گیا تھا۔ اور پھر میں نے ویٹر کو بلانے کے بٹن دبایا۔ اس بٹن پر ویٹر لکھا ہوا تھا۔!

دروازہ کھلا۔ اور رنگین خوبصورت ڈیزائن کا لباس پہنے ایک مقامی لڑکی اندر داخل اس کی ناک سرخ تھی اور آنکھوں سے شرارت ٹپک رہی تھی۔

"تم۔ تم ویٹر ہو۔؟" میں نے پوچھا۔

"جی جناب۔" اس نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

"اوہ۔ ہم ایک مشکل میں پھنس گئے ہیں ڈیئر۔" میں نے گہری سانس لے کر کہا۔

"خیریت جناب۔؟" لڑکی نے جلدی سے سردارے کے بستر کی جانب دیکھا۔ اور پھر روم کی طرف۔

"پریشانی یہ ہے کہ ہم نے صبح کا ناشتہ کیا ہے نہ دوپہر کا کھانا کھایا ہے' نہ شام کی چائے اور بھوک سے قریب المرگ ہیں۔ یہ فیصلہ کرنا مشکل ہے کہ پہلے صبح کا ناشتہ منگوایا جائے یا پہر کا کھانا۔ اور اگر یہ دونوں چیزیں بیک وقت منگوا لی جائیں۔ تب شام کی چائے اور رات کھانے کا کیا ہو گا۔؟"

"اوہ۔" ویٹرس ہنس پڑی۔ "اس کی آسان سی ترکیب یہی ہے جناب، کہ آپ چاروں چیزیں بیک وقت منگوالیں۔"

"لیکن اس طرح پیٹ پھٹ جانے کا خطرہ ہے۔"

"ہرگز نہیں۔ پیٹ کی ذمہ داری آپ میرے اوپر چھوڑ دیں۔"

"وعدہ۔!" ویٹرس نے بھی شرارت سے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔

"تب پھر جلدی جاؤ پلیز۔!" میں نے کہا۔ اور وہ تیزی سے واپس مڑ گئی۔ ویٹرس سے گفتگو کرنے میں اور لطف آیا تھا۔ بڑی دلچسپ اور شریر سی لڑکی تھی۔!

پھر سردارے اور لڑکی ایک ساتھ ہی دو سمتوں سے داخل ہوئے تھے۔ لڑکی ایک خوبصورت ٹرالی دھکیلتی ہوئی اندر لائی تھی۔ سردارے ٹھٹھک گیا اور پھر اس نے میری جانب دیکھا۔

"استاد۔ ہم نے ہوٹل میں قیام کیا تھا۔؟"

"یہ ہوٹل کی طرف سے صبح کا ناشتہ ہے۔" میں نے جواب دیا۔

"اوہ۔ خوب ہے استاد۔ رات کے کھانے پر بھی ملے گی۔" سردارے نے لڑکی کو گھورتے ہوئے کہا۔

"پہلے ناشتہ تو کرو۔ رات کی بات رات کو۔"

"تم کیا کرو گے استاد۔!" سردارے بدستور لڑکی کو گھور رہا تھا۔

"تم اس لڑکی کو نگل جاؤ۔ جو کچھ یہ لائی ہے میں اس پر گزارہ کر لوں گا۔" میں نے ٹرے اپنی طرف گھسیٹتے ہوئے کہا۔

"ارے نہیں استاد۔! سوری۔" سردارے اچھل پڑا۔ اور پھر وہ بھی لپک کر میرے پاس ہی آبیٹھا۔ "آپ بھی آجایئے مس۔!" اس نے لڑکی کو بھی دعوت دے ڈالی۔

"شکریہ۔ آپ لوگ صبح سے بھوکے ہیں اس لئے میرا درمیان میں آنا ٹھیک نہیں ہے۔ زندگی کی حفاظت کرنا بھی تو ضروری ہوتا ہے۔" ویٹرس حاضر جواب بھی تھی۔!

"ویری گڈ استاد۔ بولتی بھی ہے۔" سردارے نے اردو میں کہا۔ میں ویٹرس کی بات پر مسکرائے بغیر نہ رہ سکا تھا۔

"ویسے ہم لوگوں کو آپ کے جاگ جانے پر سخت حیرت ہے۔" ویٹرس بولی۔!

"کیا مطلب۔؟" میں نے پوچھا۔

"آپ لوگوں کی شخصیتیں صبح سے بڑی سسپنس فل جا رہی تھیں۔ دس بجے تک آپ کے سونے پر کسی کو تشویش نہیں ہوئی۔ لیکن کوئی کتنی ہی دیر سے سوئے، صبح کا کام کرنے کے لئے ضرور جاگتا ہے۔ ویٹرس آپ کا انتظار بارہ بجے تک کرتی رہی کیونکہ اس

کے اوقات شروع ہوجاتے ہیں۔ اور اس کے بعد ویٹرس نے آپ کے بارے میں مینیجر کو اطلاع دی۔ پہلے مینیجر نے سپروائزر کے ساتھ آکر آپ کو دیکھا۔ سانسوں کی آمد و رفت درست تھی۔ رنگ بھی ٹھیک تھا یعنی اس پر نیلاہٹ موجود نہیں تھی۔ سپروائزر تو گھبرا گیا تھا۔ اس نے تجویز پیش کی کہ ڈاکٹر کو بلوا لیا جائے۔ لیکن مینیجر کا خیال تھا کہ کوئی سیریس کیس نہیں ہے۔ اس لئے اس نے روک دیا۔ بہرحال آپ کے جاگ جانے پر بہت سوں نے سکون کا سانس لیا ہے۔"

ہم دونوں ہنسی نہ روک سکے تھے۔!

"تو تمہارا خیال تھا کہ ہم جاں بحق ہوگئے۔؟"

"میرا نہیں جناب۔ دوسروں کا۔ میں نے تو چار بجے ڈیوٹی سنبھالی ہے۔ لیکن مجھے ہدایت ملی تھی کہ جونہی آپ کے کمرے سے طلبی ہو۔ فوراً مینیجر کو اطلاع دی جائے"

"خوب۔" میں نے ہنستے ہوئے کہا۔ "پھر۔ تم نے مینیجر کو اطلاع دے دی۔؟"

"جی ہاں۔ میں نے اسے بتایا کہ آپ لوگ نہ صرف زندہ ہیں بلکہ نارمل ہیں اور کھانا طلب کر رہے ہیں۔" لڑکی نے جواب دیا۔ بہت سنجیدہ قسم کی مسخری لڑکی تھی۔ بے تکلف اور حاضر جواب۔!

ہم دونوں دیر تک ہنستے رہے اور وہ خاموش رہی۔ پھر جب ہم خاموش ہوگئے تو اس نے کہا۔ "حقیقت کیا تھی۔ مجھے معلوم ہو سکے گی جناب؟"

"کیوں۔ کیا مینیجر کو اطلاع دینی ہے۔؟"

"جی نہیں۔ مینیجر کا کام ختم ہوگیا۔"

"تم ذاتی طور پر جاننا چاہتی ہو۔؟"

"جی۔! اگر آپ پسند کریں تو۔؟"

"کیا نام ہے تمہارا۔؟"

"کی شا۔ کیشا پر کنزا۔" اس نے جواب دیا۔

"تو بات کچھ نہیں تھی مادام کیشا۔ سوائے اس کہ ہم پوری رات سو نہیں سکے تھے۔ ہماری گاڑی حادثے کا شکار ہوگئی تھی اور ہمارا سارا سامان اس میں رہ گیا تھا۔ چنانچہ پوری رات کی نیند پورے دن میں پوری کی اور بس۔!"

"اوہ۔ مجھے اس حادثے پر افسوس ہے۔ یہی شکر ہے کہ آپ زخمی ہونے سے بچ گئے۔" ویٹرس نے کہا۔

"لیکن ایک مشکل بھی پیش آگئی ہے مادام۔" میں نے کہا۔

"وہ کیا۔ فرمایئے۔" ویٹرس نے کہا۔

"ہمارے پاس کرنسی بھی نہیں رہی۔ ہوٹل کا بل ادا کرنے میں دشواریاں بھی پڑ آئیں گی۔"

"اوہ۔ یوں بھی آپ سوئس نہیں معلوم ہوتے۔ گویا سیاح ہیں؟" ویٹرس کی آواز میں ہمدردی نمایاں تھی۔

"ہاں۔ پورے سوئٹزر لینڈ میں ہمارا کوئی واقف کار نہیں ہے۔"

"یہ آپ کیسے کہہ سکتے ہیں۔ آپ کا پہلا تعارف مجھ سے ہوا ہے۔ میں جو ہوں۔ بہ کرم آپ میرے مشورہ پر عمل کریں۔"

"وہ کیا مہربان خاتون۔؟" میں نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"آپ آج رات یہیں قیام کریں۔ میں ایک بجے ڈیوٹی سے فارغ ہو کر چلی جاؤں گی۔ اس وقت واپسی ممکن نہیں ہے البتہ صبح کو میں آؤں گی اور آپ کو کچھ رقم دوں گی آپ بل ادا کر دیں اور میرے ساتھ چلیں۔ گو میرا مکان وسیع نہیں ہے اور آپ کو وہاں یہاں کا سا آرام نہیں مل سکے گا' تاہم جب تک آپ اپنے لئے بہتر حالات مہیا نہ کر لیں۔ وہاں آرام سے رہ سکتے ہیں۔"

اور ہم دونوں چونک پڑے۔!

خلوص۔ انسانیت۔ پیار' کسی ایک خطے میں محدود نہیں ہیں۔ انسانیت قوموں کی میراث نہیں ہے۔ وہ تو نفس سے منسلک ہے۔ محبت جگہ جگہ بکھری ہوئی ہے۔ یہ اجنبی لڑکی بلا شبہ ہر لالچ سے مبرا ہے۔ اس کی پیشکش' صرف انسانیت پر مبنی ہے۔! ہم دونوں بے حد متاثر ہوئے تھے۔

"آپ نے ہمارا تعارف نہیں حاصل کیا خاتون کیشا۔؟"

"میں یونہی ذرا بے تکلف سی طبیعت کی مالک ہوں جناب۔ بعض لوگ میری بے تکلفی پسند نہیں کرتے۔ کئی بار مینیجر سے ڈانٹ کھا چکی ہوں۔ چنانچہ جس حد تک میں نے کہ کی ہے وہی کافی تھی۔"

"اوہ۔ لیکن آپ جس قدر مہربان اور ہمدرد ہیں۔ آپ جس قدر...... خوش اور پر اخلاق ہیں۔ اس کو دیکھ کر تو کوئی بد ذوق جانور ہی آپ کو نظر انداز کر سکتا ہے۔"

"آپ کا شکریہ۔ سب آپ کی طرح انسانیت پسند نہیں ہوتے۔"

"میرا نام۔ سیمرو ہے اور یہ پنٹو ہے۔ ہم وینس سے آئے ہیں۔"

"بڑی خوشی ہوئی۔ پانیوں کے اس حسین شہر کے بارے میں' میں نے بہت سنا ہے۔" لڑکی بولی۔ اور ہم نے کھانا ختم کر لیا۔! لڑکی ہمارے نزدیک آکر برتن سمیٹنے لگی تھی۔

"کافی پیش کروں۔؟" اس نے پوچھا۔

"مہربانی ہوگی۔"

"ہرگز نہیں۔ یہ ہوٹل ہے اور آپ لوگ معزز گاہک۔ آپ ہوٹل کا پورا پورا بل ادا کر دیں گے۔ پھر اس انکساری کی کیا ضرورت ہے۔ آپ بلا جھجک آرڈر دیں۔" کیشا نے کہا۔

"خاتون کیشا۔!" میں نے اس کا ہاتھ پکڑتے ہوئے کہا۔ اس نے کوئی تعرض نہیں کیا

"آپ نے جس اپنائیت کا اظہار کیا ہے وہ ہمارے لئے بے حد قیمتی ہے۔ یوں سمجھ لیں کہ سوئٹزر لینڈ۔ ڈیل برن کی عزت ہمارے دل میں بے پناہ بڑھ گئی ہے کہ یہاں آپ جیسی خاتون موجود ہیں۔ ہم آپ کی دوستی کے خواہشمند ہیں۔ رہی کرنسی اور بل کی بات۔ تو سمجھ لیں کہ ہم نے آپ سے حاصل کر لیا۔ دراصل کرنسی ہماری جیبوں میں تھی' اس لئے یہ دیکھئے۔ اس میں تکلف کی بات نہیں ہے۔"

میں نے نوٹوں کی کئی گڈیاں نکال کر اس کے سامنے کر دیں! اور وہ خلوص سے مسکرا دی۔!

"بہرحال۔ میرے لئے خوشی کی بات ہے کہ میرے دوست الجھن میں نہیں پھنسے۔ میں اس بات پر آزردہ کیوں ہوں کہ میری پیشکش قبول نہیں کی گئی۔" اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"شکریہ مادام کیشا۔ ویسے ایک تکلیف آپ کو ضرور دیں گے۔" میں نے کہا۔

"ہاں' ہاں۔ کہیں۔"

"کل دن میں آپ آ جائیں اور ہمیں برن کے بازاروں سے کچھ شاپنگ کرا دیں۔"

"ہاں ----- ہاں ----- جس وقت آپ حکم دیں۔"

"ہم دوست ہیں کیشا ----- اس لیے اب حکم وغیرہ نہیں ----- دوستی کی بات چلے گی۔ تمہیں کس وقت فرصت ہوگی؟"

"گیارہ بجے -----"

"بس ٹھیک ہے۔ ساڑھے گیارہ بجے تک پہنچ سکو گی؟"

"آسانی سے -----"

"ہم انتظار کریں گے۔"

"اوکے ----- جاؤں -----؟" اس نے مسکراتے ہوئے کہا ----- اور پھر وہ اٹھلاتی ہوئی باہر نکل گئی ----- اس کے جانے کے بعد میں نے گہری سانس لی ----- اور سردارے کی طرف دیکھنے لگا! جو سر پکڑے بیٹھا تھا۔

"کیا ہوا سردارے۔۔۔۔۔؟" میں نے اس کے شانے پر ہاتھ مارتے ہوئے کہا۔

"کچھ آس بندھی تھی استاد۔۔۔۔۔ مگر وہ تو اتنی شریف نکلی کہ بس۔۔۔۔۔"

"ابے یہ سوئٹزر لینڈ ہے اور نیچے ڈائننگ ہال ہے۔" میں نے کہا۔

"لیکن ہمارے لباس ڈائننگ ہال کے قابل نہیں ہیں استاد۔"

"ایں ہاں۔۔۔۔۔ تب پھر شہر میں آوارہ گردی کریں گے۔ اس وقت جو ہماری اوقات ہے اس کے مطابق بھی کوئی نہ کوئی جگہ مل ہی جائے گی!" میں نے جواب دیا۔ تھکن اتر چکی تھی۔۔۔۔۔ پیٹ بھی بھر گیا تھا۔ اس لیے طبیعت میں بڑی شگفتگی آگئی تھی۔

"مگر استاد۔۔۔۔۔ میں اس لڑکی کے بارے میں سوچ رہا ہوں۔" "کسی کے بارے میں زیادہ سوچنا مناسب نہیں ہوتا سردارے۔ بس جو سامنے ہو اس کے بارے میں سوچو۔۔۔۔۔ اور جب نگاہوں سے اوجھل ہو جائے تو اسے بھول جاؤ۔"

"مگر وہ بڑے اعلیٰ کردار کی مالک ہے استاد۔۔۔۔۔ ہوٹل کا بل بھی معمولی نہیں ہو گا۔ اور وہ بے چاری صرف ایک ویٹرس ہے۔ ضرور تمند نہ ہوتی تو ملازمت کیوں کرتی۔"

"ہاں۔۔۔۔۔ وہ خلوص رکھتی ہے۔" میں نے کہا۔

"پتہ نہیں شادی شدہ ہے یا غیر شادی شدہ۔۔۔۔۔"

"اس گفتگو کے بعد اس سے یہ بات پوچھنے کی ہمت کون رکھتا ہے تم پوچھ سکتے ہو؟"

"ہرگز نہیں استاد۔۔۔۔۔" سردارے نے جواب دیا اور پھر کافی دیر تک ہم اس ویٹرس کے بارے میں گفتگو کرتے رہے۔ پھر اپنی جگہ سے اٹھ گئے۔ ہوٹل سے نیچے اتر کر ہم نے ڈائننگ ہال کا رخ نہیں کیا تھا۔ لباس اتنے خراب بھی نہیں تھے لیکن بس دل نہیں چاہ رہا تھا کہ ان لباسوں میں ہوٹل کی تفریحات میں حصہ لیں۔۔۔۔۔!

باہر نکلے اور ٹیکسی سٹینڈ کی طرف بڑھ گئے جو زیادہ فاصلے پر نہیں تھا۔۔۔۔۔ ایک ٹیکسی میں بیٹھ کر ہم چل پڑے۔۔۔۔۔ سڑکوں کے نیون سائن پڑھتے ہوئے خوبصورت علاقوں کی رونق دیکھتے ہوئے ہم آگے بڑھتے رہے۔۔۔۔۔ ریچھ برن کا امتیازی نشان ہے۔۔۔۔۔ جس طرف نگاہ اٹھاؤ ریچھ ہی ریچھ نظر آئیں گے۔ ہوٹلوں' دکانوں عام تفریح گاہوں میں جہاں دیکھو' ریچھ کسی نہ کسی شکل میں موجود ہے' مجسموں' تصویروں اور کہیں کہیں حقیقی شکل میں۔۔۔۔۔ اب اس حساب سے برن کو ریچھوں کا شہر کہا جا سکتا ہے۔ دریا کے کنارے کیلا کے فوارے کے گرد ریچھوں کے مجسمے اور پھر نائیڈک پل کے پاس ایک گڑھے میں بیچ بیچ کے جیتے جاگتے درجنوں ریچھ جو اہل شہر کی توجہ کا مرکز بنے رہتے ہیں۔ اور وہی ان کی خوراک کا بندوبست کرتے ہیں!

برن گو جدید شہر ہے لیکن اس کی زیادہ تر عمارتیں پرانی ہیں۔ یا پرانے طرز پر تعمیر کی

گئی ہیں۔۔۔۔۔ ہر چوک میں پرانے طرز کے فوارے اور نل موجود ہیں' پرانے بازاروں میں سڑک سے اونچی دوکانیں اور ان کے ساتھ لمبے برآمدے جہاں ایک زمانے میں صرف شاہی خاندان کے افراد کو چلنے کی اجازت دی تھی۔ عوام کے لیے نشیبی سڑک تھی۔ پورے سوئٹزر لینڈ میں اور خاص طور سے برن میں یہ رواج ہے کہ ہر مکان یا فلیٹ کی کھڑکی میں لکڑی کے مستطیل چوکھٹوں میں مٹی اور کھاد ڈال کر سرخ پھول اگائے جاتے ہیں۔ شہر کے ہر گھر کی کھڑکی سرخ پھولوں سے مالا مال ہوتی ہے۔

میں اور سردارے دلچسپی سے یہ سارے مناظر دیکھ رہے تھے۔ ہم بھول گئے تھے کہ ہم کس مقصد کے لیے باہر نکلے ہیں۔ ٹیکسی ڈرائیور بھی سمجھ گیا تھا کہ ہم سیاح ہیں اور تفریحاً نکلے ہیں۔۔۔۔۔ اس لیے وہ برن کی خاص خاص جگہوں۔۔۔۔۔ کے چکر لگا رہا تھا۔۔۔۔۔! پھر میں ہی چونکا اور میں نے سردارے کو مخاطب کیا۔

"سردارے۔۔۔۔۔!" اور سردارے چونک پڑا۔

"اوہ۔۔۔۔۔ استاد۔۔۔۔۔!"

"کہاں کھو گئے۔۔۔۔۔؟"

"بڑا خوبصورت شہر ہے استاد۔۔۔۔۔"

"ہاں۔۔۔۔۔ اس میں کیا شک ہے۔۔۔۔۔ لیکن اب اس شہر کی خوبصورتی کو کب تک کھاؤ گے۔۔۔۔۔؟"

"پھر کیا کریں استاد۔۔۔۔۔؟" سردارے نے ایک جمائی لیتے ہوئے کہا۔

"واپس چلیں۔۔۔۔۔؟"

"ہاں۔۔۔۔۔ واپس ہی چلو۔۔۔۔۔ کل دن کی روشنی میں اسے دیکھیں گے اور اس کے بعد کچھ سوچیں گے۔۔۔۔۔ کیونکہ اس سے قبل بہت سے کام بھی کرنے ہیں۔" سردارے نے کہا اور میں نے مسکراتے ہوئے گردن ہلا دی۔ پھر ڈرائیور کو واپس چلنے کی ہدایت کر دی اور تھوڑی دیر کے بعد ہم دوبارہ اپنے کمرے میں تھے۔۔۔۔۔ سردارے تھکے تھکے انداز میں ایک صوفے پر بیٹھ گیا۔

"کیوں۔۔۔۔۔؟ تمہارے چہرے پر بارہ کیوں بج رہے ہیں۔۔۔۔۔؟" میں نے مسکراتے ہوئے اس سے پوچھا۔

"ایڈی یاد آ رہی ہے استاد۔۔۔۔۔ بے چاری بیک وقت دونوں کے چکر میں تھی۔۔۔۔۔ آہ کیسی مایوسی ہوئی ہو گی اسے۔۔۔۔۔" سردارے نے ایک مصنوعی آہ بھر کر کہا۔

"ٹھیک ہے۔۔۔۔۔ تم ایڈی کو یاد کرو میں لوسیا کو یاد کرتا ہوں۔ دونوں کا کام بن

جائے گا۔"

"کیا فائدہ استاد---- کیوں نہ ہم اپنی محسنہ سے اپنی ضروریات کا اظہار کر دیں۔" سردارے نے کہا۔

"کیشا سے----؟"

"ہاں---- ممکن ہے وہ بندوبست کر دے۔ بہرحال یہ ہوٹل ہے خود دوسرے لوگ بھی اس سے فرمائش کر دیتے ہوں گے۔"

"نہیں سردارے---- ٹھیک نہیں رہے گا---- آج رات اسی طرح گزار لو---- کل خود شکار کریں گے' خود کھائیں گے---- وہ جتنی مخلص ہے اس کے بعد اس سے اس قسم کی باتیں کرنے کو دل نہیں چاہتا----" میں نے کہا۔

"ارے نہیں استاد---- میں تو یونہی مذاق کر رہا تھا---- ٹھیک ہے آج رات یوں ہی گزاریں گے---- ویسے اب تم نے کیا پروگرام بنایا ہے استاد؟"

"کس بارے میں؟"

"جیکسن کی گوشمالی نہیں کرو گے استاد----؟"

"ضرور کریں گے سردارے---- اسے چھوڑنے کا تو سوال ہی نہیں پیدا ہوتا---- آج کا دن سونے میں گزر گیا---- کل اس سلسلے میں مصروف دن ہو گا۔ کل انتظامات کریں گے اور ممکن ہے کل کی رات کیمپنگ میں گزاری جائے۔"

"گڈ---- یہ ہوئی نا بات----" سردارے نے خوش ہو کر کہا۔

"کیوں؟"

"کیمپنگ کی راتیں بری نہیں ہوتیں استاد----" سردارے آنکھ دبا کر بولا۔

"اوہ---- لیکن یہ بھی ممکن ہے سردارے کہ ہماری رات زیادہ اچھی نہ گزرے۔ ممکن ہے----"

"دیکھا جائے گا استاد---- ویسے بارہ بج رہے ہیں۔ کیا خیال ہے' کل تازہ دم ہونے کے لیے آج ابھی سے آرام کیا جائے؟"

"اوکے----!" میں نے کہا اور ہم بستروں پر لیٹ گئے۔ ویسے نیند دیر سے ہی آئی تھی۔ لیکن دوسری صبح خوشگوار تھی۔ غسل کرنے میں لطف ہی آ جاتا تھا---- میرے خیال میں پورے ہوٹل میں سب سے زیادہ توجہ غسل خانوں پر دی گئی تھی---- آدمی ایک بار اندر چلا جائے تو واپس آنے کو دل ہی نہیں چاہے---- لیکن وہی لباس بار بار پہننے میں کچھ مزہ نہیں آ رہا تھا۔ تاہم مجبوری تھی!

"بہرحال ناشتے کے لیے بیل بجائی تو ایک خاتون تشریف لے آئیں' درمیانے قد کی

نبول صورت---- خوش اخلاق----!"

"یس پلیز----" انہوں نے شیریں آواز میں کہا۔

"اوہ---- ناشتہ درکار ہے----!" میں نے کہا۔

"براہ کرم آرڈر نوٹ کرا دیں۔" ویٹرس نے کاپی پنسل نکالتے ہوئے کہا۔

"جو دل چاہے لے آؤ---- خود کو میزبان تصور کرو۔" میں نے کہا۔

"پھر بھی آپ کی پسند جناب؟" ویٹرس مسکراتے ہوئے بولی۔

"میرا ساتھی ناشتے میں تلی ہوئی لڑکیاں کھاتا ہے۔"

"اوہ---- سوری۔ ہمارے ہاں گرل روسٹ کا پلانٹ نہیں ہے۔ ہاں کچی اکثر مل جاتی ہیں۔ لیکن رات کے کھانے پر۔ ناشتے پر ہم لوگ بدپرہیزی نہیں کراتے۔"

"گڈ---- تو پھر آج رات کے کھانے پر آپ کا انتظار کریں۔" سردارے جلدی سے بولا۔

"کھانے کے بعد----!" ویٹرس نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"وعدہ----؟" سردارے بولا۔

"یقیناً"----!"

"بس تو فی الحال اپنی پسند کا ناشتہ کرا دیں۔" میں نے کہا اور ویٹرس باہر نکل گئی۔

"بن گیا کام استاد----!" سردارے خوش ہوتا ہوا بولا۔

"ہاں---- لیکن تم رات کا پروگرام بھول گئے----؟" میں نے آہستہ سے کہا۔

"کیا مطلب----؟"

"یہ رات تو ہمیں کیمپنگ میں گزارنی ہے۔"

"اوئے----" سردارے نے دونوں آنکھیں بھینچ لیں۔ "یہ عورت بڑی خطرناک شے ہے استاد---- ذہن ہی خالی کر دیتی ہے۔ لاحول ولا قوۃ---- ان خاتون سے پروگرام میں تبدیلی کے لیے کہہ دیں گے۔"

"ہاں---- لیکن ایڈوانس کے ساتھ---- ورنہ اتنی جلدی پروگرام بدلنا اسے بددل کر دے گا۔"

"ٹھیک ہے استاد----" سردارے نے کہا۔ اور ہم ناشتے کا انتظار کرنے لگے---- تھوڑی دیر کے بعد ویٹرس ناشتہ لے کر آ گئی---- عمدہ ناشتہ تھا۔ اس نے ڈائننگ ٹیبل پر لگا دیا---- اور سردارے اس کے قریب پہنچ گیا۔

"تم نے اپنا نام نہیں بتایا مس----؟"

"پوڈیستا----" لڑکی نے جواب دیا۔

"مس پوڈیستا---- تمہاری ڈیوٹی یہاں کس وقت تک ہے؟"

"تین بجے تک----!"

"پھر ملاقات کی کیا رہے گی؟"

"میں نو بجے آ جاؤں گی---- اس کے بعد آپ میرے مہمان ہوں گے۔"

"میرے خیال میں آج کے پروگرام میں تھوڑی سی تبدیلی کر لی جائے۔ میرے ایک مقامی دوست نے آج میری دعوت کی ہے!" میں نے مداخلت کی۔ اور سردارے میری طرف دیکھنے لگا۔

"ہاں---- ہاں ضرور----"

"ہم کل کا پروگرام رکھیں گے مس پوڈیستا کے ساتھ---- کیا خیال ہے مس؟"

"بالکل ٹھیک---- اس طرح اور آسانی ہو جائے گی۔ میں آپ کے شایان شان انتظام کر لوں گی----" مس پوڈیستا نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"گڈ---- یہ ٹھیک ہے---- مس پوڈیستا ---- یہ آپ کا انعام----!" سردارے نے چار بڑے بڑے نوٹ نکال کر پوڈیستا کی طرف بڑھا دیے---- اور پوڈیستا کی آنکھوں میں چمک پیدا ہو گئی۔

"شکریہ جناب----" اس نے نوٹ لے کر احتیاط سے اپنے لباس میں رکھ لیے---- اور پھر وہ واپس چلی گئی----!"

"تم نے فطرتوں کا فرق محسوس کیا سردارے؟" میں نے ناشتہ کرتے ہوئے کہا۔

"ہاں یار----" سردارے ایک گہری سانس لے کر بولا۔

"دونوں کا پیشہ ایک ہے۔"

"ہاں---- لیکن ایک بات کی وضاحت چاہتا ہوں نواز----!" سردارے نے سنجیدگی سے کہا۔

"کیا----!"

"ہم نے خود ہی اس کی شخصیت کا تعین کر لیا ہے۔ صرف اس کی پرخلوص پیشکش سے متاثر ہو کر۔ اس کی پیشکش انسانی ہمدردی کے تحت تھی لیکن ممکن ہے اس سے ہٹ کر وہ ایک عام سی لڑکی ہو۔"

"کیا کہنا چاہتے ہو سردارے۔ ---؟" نہ جانے کیوں مجھے سردارے کی بات پر غصہ آ گیا تھا۔

"بخدا کچھ نہیں استاد---- بس سوچ رہا تھا کہ ممکن ہے وہ بھی---- اگر ہماری ل نہ دیکھتی تو ہمارے لیے قابل حصول ہوتی۔"

"یار سردارے---- میں جانتا ہوں---- میں اس دنیا سے اچھی طرح واقف ---- اگر وہ ہے بھی تو ہمیں اس کی طرف توجہ نہیں دینی چاہیے---- ہو ---- ہم اگر ایک حیثیت قائم کر چکے ہیں تو اسے قائم رہنے دینے میں کیا حرج ہے۔"

"سوری نواز---- ویسے یقین کرو میرے ذہن میں اس کی طرف سے کوئی برا نہیں تھا۔ یہ گفتگو تو بس ضمنی حیثیت رکھتی تھی۔"

"چلو چھوڑو----!" میں نے گردن ہلا دی اور پھر ہم اپنی دوست کا انتظار کرنے ----! ٹھیک گیارہ بجے ویٹرس آ گئی۔ اس کے بدن پر ایک سادہ لباس تھا اور چہرے پر سادگی تھی۔

"ہیلو----!" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"آپ لوگوں کو انتظار تو نہیں کرنا پڑا----؟"

"نہیں مس----" میں نے کہنا چاہا اور اس نے ایک دم ہاتھ بلند کر دیا۔

"مجھے معاف کریں۔ آپ میرے بارے میں غلط فہمی کا شکار نہ ہوں میں شادی شدہ ہوں اور میرے دو بچے ہیں۔ میرے شوہر کا نام زیلے ایون ہے اور میں پیار سے اسے ایون ہوں۔"

"اوہ---- کوئی بات نہیں ہے مسز ایون---- ویسے ہم آپ کو آپ کے نام ار سکتے ہیں؟"

"کیوں نہیں---- آپ میرے دوست جو ہیں؟"

"شکریہ کیشا---- لیکن مسٹر زیلے کیا کرتے ہیں؟"

"پہلے ایک بینک میں ملازمت کرتے تھے۔ لیکن کار کے ایک حادثے میں ان کے ہاتھ کٹ گئے---- اس لیے اب صرف گھر پر رہتے ہیں۔"

"اوہ---- اور آپ کے بچے؟"

"دونوں پڑھتے ہیں!" کیشا کی آنکھوں میں ممتا کا نور جگمگانے لگا تھا۔

"آپ کی شخصیت سے بہت دلچسپی ہو گئی ہے مس---- اوہ معاف کریں مسز ---- اس لیے اگر ہم کچھ ذاتی سوالات کر لیں تو آپ برا تو نہیں مانیں گی؟" میں نے

"آپ لوگ اچھے دوست ہیں---- اس لیے بالکل نہیں۔"

"آپ کے شوہر کو آپ کی ملازمت پر اعتراض تو نہیں ہے؟"

"اعتراض نہیں۔۔۔۔۔ دکھ ہے۔" کیشا کے چہرے پر ہلکی سی اداسی امنڈ آئی۔
"کیوں۔۔۔۔؟"
"ایون کا خیال ہے کہ میری اس ملازمت سے اس کی مردانگی پر ضرب پڑتی ہے۔ بہرحال میں دوسری ملازمت تلاش کر رہی ہوں۔ جب بھی مل گئی تو اسے چھوڑ دوں گی۔ میں زیادہ تعلیم یافتہ نہیں ہوں۔"
"مسٹر ایون کو اس ملازمت پر کیا اعتراض ہے؟" میں نے پوچھا۔
"میرے اس سوال پر کیشا کی گردن جھک گئی۔ اس کے خوبصورت بال اس کی پشت پر لہرانے لگے تھے۔ پھر اس نے ایک گہری سانس لے کر کہا۔ "کیلے کی لڑکیاں بڑی شہرت رکھتی ہیں۔ لوگ ان لڑکیوں کی وجہ سے ہی یہاں قیام بھی کرتے ہیں۔"
"اوہ۔۔۔۔ تب تو آپ کو سخت مشکلات پیش آتی ہوں گی مسز ایون؟"
"ہاں۔۔۔۔ نشے میں ڈوبے ہوئے لوگ اس بات پر یقین نہیں کرتے کہ میں فروشی نہیں کرتی۔۔۔۔ اور ہوٹل کے منیجر کو بھی میری یہ بات پسند نہیں ہے۔ کہ میں کے گاہکوں کو خوش نہیں رکھ سکتی۔ وہ کئی بار مجھے ملازمت سے نکالنے کا نوٹس دے چکا ہے۔
سردارے کا چہرہ تاریک ہو گیا تھا۔۔۔۔ اور نہ جانے کیوں میری آنکھیں جگمگا رہی تھیں۔ میں نے فخریہ انداز میں سردارے کی طرف دیکھا اور سردارے کی گردن جھک گئی!
"کئی منٹ تک خاموشی چھائی رہی۔ پھر ہم سب ہی چونک پڑے۔ کیشا کا موڈ بھی بدل گیا۔۔۔۔ اور میں نے سردارے کی طرف دیکھا۔ "اٹھو بھئی اب بازار کھل گئے ہوں گے۔۔۔۔ کیوں کیشا۔۔۔۔؟"
"یقیناً"۔۔۔۔ بہت دیر کے۔"
"تب چلو۔۔۔۔ ہمیں تم سے بہت سے کام لینے ہیں۔" ساڑھے تین بجے تک تمہارے ساتھ رہ سکوں گی۔۔۔۔ اس کے بعد ہوٹل واپس آ جانا ہو گا۔ گو میری ڈیوٹی تمہارے کمرے پر ہی ہے لیکن حاضری ضروری ہے۔"
"ٹھیک ہے۔۔۔۔ ہمیں اتنا وقت نہیں لگے گا۔" میں نے کہا اور ہم تینوں باہر آئے۔۔۔۔ ہوٹل سے باہر آ کر ٹیکسی پکڑ لی اور چل پڑے۔ کیشا اطمینان سے ہم دونوں کے درمیان بیٹھی تھی۔ لیکن اس کے بدن کے اس سے ذہن پر کوئی بار نہیں تھا۔
"یہاں استعمال کے لیے کار نہیں مل سکتی کیشا؟"
"کیوں نہیں"
"کہاں سے ملتی ہے؟"
"ہوٹل کے منیجر سے بات کریں۔ مہیا کر دے گا۔ میں واپس چل کر یہ کام کرا

"اوہ گڈ۔۔۔۔ یہ بہت اچھا ہو گا۔۔۔۔ برن میں کافی عرصہ گزارنے کا پروگرام

"بہت عمدہ بات ہے۔" کیشا نے ٹیکسی ڈرائیور کو ایک جگہ رکنے کی ہدایت کی اور ہم اتر آئے۔ "یہ برن کا سب سے خوبصورت بازار ہے۔ یہاں کے ایک ہی سٹور میں تمہیں ضرورت کی ہر چیز مل جائے گی۔"
"تب پھر آؤ۔۔۔۔!" میں نے کہا اور ٹیکسی کا بل ادا کر کے نیچے اتر آئے۔ اور پھر "ہاؤس آف ورائٹی" میں داخل ہو کر ہم نے دیکھا۔ درحقیقت چیزوں کا شہر تھا۔۔۔۔ ہمیں ملبوسات درکار تھے۔ چنانچہ ہم گارمنٹس سیکشن کی طرف چل پڑے۔۔۔۔ بڑا خوبصورت نظام تھا۔ ہر سائز کے لباس موجود تھے۔ ہر تراش اور ہر طرز کے!
چھ سوٹ میں نے اور چھ سردارے نے خریدے۔۔۔۔ اس کے علاوہ سلیپنگ سوٹ، بنیان موزے، جوتے اور دوسری چیزیں۔۔۔۔ پھر سوٹ کیس، اور سارا سامان پیک کرا دیا گیا۔ تب میں نے زنانہ سیکشن کا رخ کیا۔
"نہیں سیسرو۔۔۔۔ یہ میرے لیے قابل قبول نہ ہو گا۔" کیشا نے سنجیدگی سے کہا۔
"تم نے شاید یونہی ہمیں دوست کہہ دیا ہے۔۔۔۔"
"نہیں۔۔۔۔ دل سے کہا ہے۔ آزما لو۔۔۔۔"
"تب پھر یہ سخت لہجہ۔۔۔۔" میں نے کہا۔
"دوست ہو نا۔۔۔۔؟" اس نے میری آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا۔
"ہاں۔۔۔۔ یقیناً"۔۔۔۔ لیکن!" "تعلیم یافتہ بھی ہو گے۔ کیا ایک انسان کی نفسیات کا تجزیہ کر سکتے ہو۔ جو خود اپنی بیوی کے لیے دنیا کی ہر شے مہیا کر دینا چاہتا ہے۔ جسے شدید دکھ ہے کہ وہ اپنی بیوی پر بوجھ ہے۔ اگر وہ مجھے تحائف سے لدا ہوا دیکھے گا ۔۔۔ کتنا خوش ہو گا۔۔۔۔ اور۔۔۔۔"
اور میرے بدن کے رونگٹے کھڑے ہو گئے۔ کتنی بڑی بات کہی تھی کیشا نے۔ اس کے بعد کوئی گنجائش نہیں تھی۔ ہم نے مزید کچھ سامان خریدا اور پھر واپسی کی تیاریاں کرنے لگے۔۔۔۔!
کیشا اب بہت خوش تھی۔ حالانکہ اس کے الفاظ نے ہمیں سنجیدہ کر دیا تھا۔ ہم واپس آ گئے۔ ہوٹل کے سامنے کیشا نے واپسی کی اجازت مانگی تھی۔
"او کے کیشا۔۔۔۔ خدا حافظ۔"
"ہاں۔۔۔۔ صرف ایک گھنٹے کے لیے۔ اس کے بعد تو میں آ رہی ہوں۔" کیشا

نے مسکراتے ہوئے کہا اور چلی گئی میں اور سردارے اندر آ گئے۔ ہم دونوں خاموش
جانے کیوں ذہن پر ایک بوجھ سا آ پڑا تھا۔ خاموشی سے کمرے میں واپس آ گئے۔ سردار
تھکے تھکے انداز میں بیٹھ گیا تھا۔

"کیا بات ہے سردارے ---- خاموش کیوں ہو؟"

"بس استاد۔ لڑکی نے ذہن پر عجیب تاثر چھوڑا ہے۔"

"بات صرف یہ ہے سردارے ---- کسی شکل کو دیکھ کر لمحات میں فیصلہ
ہے۔ نکالو اب ذہن سے کیشا کو ---- چلو منیجر سے بات کر لیں۔"

"ایک بات بتاؤ استاد ----" سردارے نے کہا۔

"پوچھو ----"

"آخر تمہارے پاس کرنسی کی تعداد کتنی ہے۔ ختم ہونے کو ہی نہیں آتی ہے۔"

"بس سردارے ---- ختم ہونے ہی والی ہے۔"

"اس کے بعد ----؟"

"تو فکر کیوں کرتا ہے یار ---- اگر کہے تو آج ہی رات کو اسے اس سے دگنا
جائے ----؟" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"کیا مطلب؟"

"میری اور تیری ملاقات کہاں ہوئی تھی؟" میں نے پوچھا۔

"مونٹی کارلو کے قمار خانے میں۔"

"کس طرح ہوئی تھی؟"

"اوہ ---- ہاں استاد ---- تم نے وہاں کے پیشہ ورانہ شاطروں کو شکست
تھی۔"

"یہاں بھی جوئے خانے ہیں۔"

"ٹھیک ہی کہتے ہو استاد ---- واقعی تمہارے لیے یہ کوئی مشکل کام نہیں ہے"
سردارے نے گہری سانس لے کر کہا۔

"اور بھی بہت سے راستے ہیں ---- آؤ ----" میں نے لاپرواہی سے کہا۔
سردارے میرے ساتھ چل پڑا۔ منیجر کے کمرے میں پہنچ کر ہم نے اپنا تعارف کرایا اور پھر
نے اپنی خواہش کا اظہار کر دیا۔

"جی ہاں جناب ---- خود ہوٹل کی اپنی کاریں ہیں۔ کیا آپ کے پاس ڈرائیو
لائسنس موجود ہے؟"

"ہاں موجود ہے۔"

"ٹھیک ہے۔ میں ٹرانسپورٹ انچارج کو ٹیلی فون کیے دیتا ہوں۔ آپ کار پسند کر
" منیجر نے کہا اور ہم نے اس شکریہ ادا کیا ---- ایک اعلیٰ درجے کی کار ہماری تحویل
آ گئی۔

تب ہم واپس اپنے کمرے میں آ گئے۔ میں نے سردارے کے چہرے کو غور سے دیکھا
پھر کہا "سردارے۔ تمہارے چہرے پر یہ مونچھیں کچھ جچ نہیں رہیں۔"

"کیا مطلب استاد ----؟"

"صاف کر دو انہیں۔"

"ارے ---- مگر کیوں استاد ----؟"

"یار کمال ہے۔ میرے کہنے سے تم مونچھیں بھی صاف نہیں کر سکتے؟"

"دل نہیں چاہتا استاد ---- پنجاب کی ایک ہی تو نشانی ہے۔" سردارے نے آہستہ
کہا۔ "خیر تم کہتے ہو تو ٹھیک ہے۔"

"اوہ نہیں ---- ہم کوئی دوسرا بندوبست کر لیں گے۔"

"کیا مطلب؟"

"یہاں میک اپ کا سامان تو مل جائے گا۔ اچھا تم لباس تبدیل کر لو ---- ایک بار
بازار چلیں گے۔ تھوڑی سی خریداری اور کرنی ہے۔"

"اوہ ---- میں سمجھ گیا۔ کیمپنگ کے لیے تیاریاں ہیں۔"

"ہاں ----!"

"ٹھیک ہے استاد ----" ہم نے لباس تبدیل کیے اور پھر کمرے سے نکل آئے۔
کے نزدیک کیشا مل گئی تھی۔ وہ ہمیں دیکھ کر مسکرائی۔

"کہاں جناب ----؟" اس نے ادب سے پوچھا۔

"یہ جناب کیا ہوتا ہے؟"

"یہاں میں آپ کی ملازمہ ہوں۔"

"فکر نہ کرو ---- اس کا بندوبست بھی کر لیا جائے گا۔ فی الحال ہم ذرا سیر و تفریح کو
ہے ہیں۔ تمہیں اعتراض تو نہیں ہے؟"

"ہرگز نہیں۔" اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"اوکے۔" ہم نے بیک وقت کہا۔ اور باہر نکل آئے۔ کار سردارے ڈرائیو کر رہا
نے بازار جا کر میک اپ کا سامان خریدا اور پھر میں نے سردار سے کہا۔

"کیا خیال ہے سردارے ---- اب مزید انتظار کیوں کیا جائے؟"

"بالکل استاد ----"

"آؤ---- رنگ دیکھیں گے۔"

"اور میک اپ----؟"

"کونسی بڑی بات ہے یار---- کسی سنسان جگہ رک کر کر لیں گے۔" میں اور سردارے نے گردن ہلا دی۔ چنانچہ ہم کیمپنگ کی طرف چل پڑے۔ میک اپ کیا تھا ہی نہیں۔ لمبے بالوں کی وگ' اور اسی رنگ کی داڑھی نے کایا ہی پلٹ دی۔ اور ہم قسم کے شوقین مزاج ہپی نظر آنے لگے۔ اور پھر ہماری کار برق رفتاری سے کیمپنگ طرف دوڑنے لگی۔

فاصلہ بہت زیادہ نہیں تھا---- ہم کیمپنگ پہنچ گئے---- وہاں کی حسب معمول تھی۔ عمدہ بات یہ تھی کہ شہر سے بہت سے لوگ ہپی لڑکیوں اور نشہ آو کی تلاش میں وہاں آتے رہتے تھے۔ اس لیے ہمیں کوئی دقت نہ ہوئی---- اور پارک کرنے کے بعد پورے کیمپنگ میں گھومتے پھرے۔ سردارے ایڈی اور لوسیا تلاش کر رہا تھا۔ ہمارے جلے ہوئے خیمے صاف کر دیے گئے تھے اور اب ان کی جگہ کچھ تھا۔ میری نگاہیں لینڈروور کو تلاش کر رہی تھیں۔ لیکن گاڑی بھی کہیں نظر نہ آئی!

اچانک سردارے نے میرا شانہ دبوچ لیا---- اور میں چونک پڑا۔ "کیا سردارے؟"

"ایڈی----!" سردارے نے ایک طرف اشارہ کیا۔ اور میں نے بھی ا دیکھ لیا۔ وہ خاموش اداس سی ایک جگہ کھڑی تھی۔

"تم رکو سردارے---- میں اس سے بات کروں گا۔" میں نے کہا۔

"خود کو اس پر ظاہر کر دو گے استاد----؟"

"نہیں---- مگر تم میرے پاس نہ آنا۔"

"ٹھیک ہے---- ٹھیک ہے----" سردارے نے کہا اور میں ایڈی پہنچ گیا۔

"ہیلو----" میں نے آواز بدل کر کہا اور ایڈی نے اداس نگاہیں میری اٹھائیں۔ پھر پھیکے سے انداز میں مسکرا دی۔ "کیا آپ تنہا ہیں مس؟"

"ہاں----" اس نے جواب دیا۔

"آپ کا کوئی ساتھی نہیں ہے؟"

"ہیں----" وہ ٹھنڈی سانس لے کر بولی۔

"اوہ---- سوری---- میرا خیال تھا ہم دونوں کچھ دیر---- یا ا ساتھ رہیں---- میں آپ کی مدد کروں---- اور آپ میری۔" میں نے معنی

نا کہا۔

"سوری---- میرے پاس کرنسی موجود ہے۔" ایڈی کسی قدر خشک لہجے میں بولی۔

"کوئی بات نہیں ہے---- لیکن پھر آپ اداس کیوں ہیں؟ انسان کے پاس کرنسی ہو---- اسے اداس تو نہیں ہونا چاہیے----!"

"احمقانہ خیال ہے---- براہ کرم مجھے تنہا چھوڑ دو----" ایڈی بے زاری سے دوسری طرف مڑ گئی۔

"آپ کی مرضی---- دراصل میں یہاں اپنے کچھ دوستوں کی تلاش میں آیا تھا۔ مجھے اطلاع ملی تھی کہ پنٹو اور سیرو یہاں مقیم ہیں۔ پورا کیمپ ڈھونڈ----"

لیکن ایڈی نے میری بات پوری نہ ہونے دی۔ "سیرو---- پنٹو---- یہاں سے آئے تھے----؟" وہ پرجوش انداز میں بولی۔

"ارے---- ہاں---- آپ انہیں جانتی ہیں----؟

"ہمارے ساتھی تھے---- یہاں ان کے کچھ دشمنوں نے انہیں ہلاک کرنے کی کوشش کی تھی۔ لیکن وہ نکل گئے۔ نہ جانے کہاں گئے۔ ایک گروہ انہیں تلاش کرتا پھر رہا ہے---- ان کی گاڑی بھی ان لوگوں نے قبضے میں کر لی ہے۔"

"کمال ہے---- ہمارے ہوتے ہوئے ہمارے دوستوں کی یہ درگت؟ ان کے بارے میں کوئی پتہ نہیں چل سکا----؟"

"شاید ابھی تک نہیں----؟"

"آپ لوگوں کو تو پریشان نہیں کیا گیا؟"

"نہیں---- شاید انہیں ہمارے بارے میں علم نہیں ہے۔ سنو میں تمہاری خواہش پوری کر سکتی ہوں---- لیکن ایک شرط پر---- اگر وہ تمہیں مل جائیں تو مجھے ان کے بارے میں ضرور بتا دینا۔"

"کیا وہ آپ کے بہت گہرے دوست تھے----؟"

"نہیں---- لیکن انوکھے لوگ تھے---- بہت ہی اچھے۔" تب میں نے ایڈی سے وعدہ کیا اور واپس سردارے کے پاس پہنچ گیا۔ سردارے بہت بے چین تھا۔ میں نے اپنی اور ایڈی کی گفتگو اسے سنائی اور وہ ٹھنڈی سانس لے کر خاموش ہو گیا۔

"کیوں---- کیا سوچ رہے ہو؟"

"کچھ نہیں---- اب کیا پروگرام ہے استاد؟" سردارے نے مضمحل سے انداز میں کہا۔

"ڈریم بار----" میں نے سرد لہجے میں جواب دیا اور سردارے نے گردن ہلا

دی۔ "پستول موجود ہے؟"

"ہاں ---- فکر نہ کرو استاد ----" سردارے نے جواب دیا۔ اور ہم ڈر[یم بار] کی طرف چل پڑے ----!

☆ ☆ ☆

ڈریم بار کے سامنے رک کر ہم نے ایک دوسرے کی شکل دیکھی اور میرے ہو[نٹوں] پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ سردارے بھی مسکرا دیا تھا۔ "تیار ہو ----؟" میں نے سردار[ے سے] پوچھا۔

"بڑک لگاؤ استاد؟" سردارے نے موڈ میں کہا۔

"ہاں' ہاں۔ ابھی نہیں۔" میں نے ہنستے ہوئے کہا۔ اور ہم ڈریم بار میں داخ[ل ہو] گئے۔ بار لفنگوں سے بھرا ہوا تھا۔ منشیات کے دھوئیں پورے ماحول کو لپیٹے ہوئے تھے' ہلکی موسیقی بکھری ہوئی تھی۔ نشے میں ڈوبے ہوئے لوگوں کی بدمست آوازیں' بدمست چاروں طرف ایک شور بد تمیزی برپا تھا۔

ہم دونوں پر کسی نے توجہ نہیں دی۔ یہاں بے شمار آوارہ گرد موجود تھے۔ ہ[م نے] چاروں طرف نگاہیں دوڑائیں' کوئی میز خالی نہیں تھی۔ بہت سے لوگ دیواروں سے [لگے] ہوئے نشہ آور چیزوں سے شغل کر رہے تھے۔ میں نے سردارے کو اشارہ کیا اور پھر [ہم] ایک دیوار سے جا لگے۔

اور ایک اٹینڈنٹ ہمارے پاس پہنچ گیا۔

"کیا پیش کروں لارڈ؟" اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔ اور میں نے جیب سے نوٹ نکال کر اس کے ہاتھ پر رکھ دیا۔ "بولو تو سہی جان ----!" اٹینڈنٹ کافی بدتمیز تھا

"تمہارا انعام ہے۔" میں نے کہا۔

"ایں ---- مذاق تو نہیں کر رہے ----؟" اٹینڈنٹ حیرت سے نوٹ کو گ[ھورتے ہوئے] بولا۔ لیکن اتنی دیر میں' میں دوسرا نوٹ نکال چکا تھا۔

میں نے دوسرا نوٹ اس کے ہاتھ پر رکھا۔

"چپکاش ----!" میں نے کہا۔

"دو ----؟" اس نے پوچھا۔

"ہاں۔"

"اور اٹینڈنٹ سر ہلا کر چلا گیا۔ اور پھر چند منٹ کے بعد وہ پیتل کی خوبصور[ت] ننھی پیالیوں میں سبز سیال لے آیا۔ اس نے ایک ایک پیالی ہم دونوں کے ہاتھ میں تھما[ئی اور] گردن جھکا کر آگے بڑھ گیا۔

سردارے نے میرے طرف دیکھا اور پھر پیالی ہونٹوں کی طرف لے جانے لگا۔

"ارے ---- گدھے!" میں نے بھنچی بھنچی آواز میں کہا۔ اور سردارے کا ہاتھ [ر]ک گیا۔

"کیا ہے استاد؟" سردارے آہستہ سے بولا۔

"کیا کر رہے ہو؟"

"چکھ کر دیکھوں استاد ---- میرے لئے نئی چیز ہے۔"

"سونگھنا بھی نہیں ---- ورنہ مرغی کی طرح کٹکٹاتے پھرو گے اور انڈے دینے کے لئے بے چین نظر آؤ گے۔"

"ایسی خوفناک شے ہے۔" سردارے حیرت سے بولا۔

"اس سے بھی زیادہ خوفناک۔"

"کیسے بنتی ہے استاد؟"

"بھنگ کے نوخیز پودوں سے۔ معجون فلک سیر سمجھ لو' دماغ آسمان سے نیچے نہیں [ا]ترے گا۔"

"تمہاری معلومات حیرت انگیز ہیں استاد ---- مگر پھر یہ طلب کیوں کی ہے؟"

"معیار بڑھانے کے لئے۔ اب وہ ہمیں بڑا آدمی' سمجھے گا۔"

"اوہ' استاد کی باتیں استاد ہی جانے۔" سردارے نے گہری سانس لی۔ "مگر اب اس [ک]ا کروں کیا استاد؟"

"تھوڑی تھوڑی چھلکاتے رہو' اندازہ نہ ہونے پائے۔"

"اوکے باس۔" سردارے نے گردن ہلائی۔ اور پھر ہم چاروں طرف نگاہیں دوڑاتے [ر]ہے۔ سردارے اور میں پیالی بار بار ہونٹوں تک لے جاتے تھے اور سیال آہستہ آہستہ نیچے [گ]را رہے تھے۔ سردارے بیچ بیچ اسے منہ کے قریب لے جاتے ہوئے سانس روک لیتا تھا۔ اور [تھ]وڑی دیر کے بعد پیالیاں خالی ہو گئیں۔

ایک آوارہ گرد نے میز پر کھڑے ہو کر رقص کرنے کی کوشش کی' تو دو آدمی آگے [بڑ]ھے۔ دونوں صورت سے خوفناک نظر آ رہے تھے۔ لوگوں کو ہٹاتے ہوئے وہ رقص کرنے [وا]لے کے نزدیک پہنچ گئے۔

اور پھر ان میں سے ایک نے اسے روکا۔ "بس بس' تمہارا کوٹہ پورا ہو گیا ہے میری [جا]ن ----!" اس نے زور سے کہا۔

"نائیں ---- نائیں ---- میں ابھی جینا چاہتا ہوں۔"

"واقعی ----؟" اسے پکڑنے والے نے مسکرا کر پوچھا۔

"ہاں ---- ہاں ---- بالکل ---- بالکل۔"

"تب اس کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ خاموشی سے یہاں سے نکل جاؤ۔"

"ہرگز نہیں ----- ابھی تو سفیدی سیاہی میں تبدیل نہیں ہوئی۔ میں نہ
گا۔"

"اے -----!" اس شخص نے اٹینڈنٹ کو آواز دی۔ اور اٹینڈنٹ جلدی
کے قریب پہنچ گیا۔ "بل مل گیا؟" اس نے پوچھا۔

"یس سر!"

"کم آن جم -----!" اس نے دوسرے کو آواز دی۔ اور پھر دونوں نے
شخص کو میز سے اتار لیا۔ پھر اسے لٹکائے ہوئے باہر لے جانے لگے۔ دروازے کے قر
کر انہوں نے دروازہ کھولا اور اسے باہر اچھال دیا۔ پھر وہ اطمینان سے ہاتھ جھاڑتے
اندر آگئے۔ باہر گرنے والے کی طرف انہوں نے کوئی توجہ نہیں دی تھی۔

"آؤٹ ہونے سے پہلے باہر نکل جاؤ' ورنہ برا سلوک کیا جائے گا۔" ان میں
نے غراتے ہوئے لہجے میں کہا۔ لوگ ایک لمحے کے لئے خاموش ہوئے اور پھر باتوں
اپنے مشاغل میں مصروف ہو گئے۔

"خوب۔" سردارے آہستہ سے بولا۔

"اور اس قسم کے لوگ جگہ جگہ موجود ہیں۔" میں نے کہا۔

"اوہ' میں نے غور نہیں کیا تھا۔"

"دیکھ لو۔"

"میرا خیال ہے وہ دو -----؟"

"یقیناً ----- اور بائیں سمت بھی۔"

"ہاں۔" سردارے نے ٹھنڈی سانس لی۔

"ممکن ہے ان سے بھڑنا پڑ جائے۔"

"کیا فرق پڑتا ہے' استاد!" سردارے نے لاپرواہی سے کہا۔ اور میں نے
نگاہوں سے سردارے کو دیکھا۔ بڑا بے جگر آدمی تھا۔ درحقیقت کبھی کبھی اس پر
آنے لگتا تھا۔

"ہاں ----- کوئی فرق نہیں پڑتا ----- اے!" میں نے اسی اٹینڈنٹ کو
اور وہ جلدی سے ہمارے قریب آگیا۔

"یس چیف!" اس نے آنکھیں مچمچاتے ہوئے کہا۔

"ختم ہوگئی۔" میں نے خالی پیالی اس کے سامنے کر دی۔

"بڑی بات ہے۔ بہت سے ختم کرنے سے پہلے لڑھک جاتے ہیں۔"

"مزہ نہیں آیا۔"

"کیا مطلب -----؟" اٹینڈنٹ ----- حیرت سے بولا۔

"اور چاہئے۔"

"بہک گئے تو باہر پھینک دیا جائے گا۔" اٹینڈنٹ نے ہمدردی سے کہا۔

"مذاق نہیں ہے۔ لارڈ جیکسن اپنایا رہے۔"

"مگر میں نے تو پہلی بار تمہیں دیکھا ہے۔"

"آج ہی آئے ہیں۔"

"کمال ہے' تمہارے انداز سے تو ذرا بھی نشے کا اظہار نہیں ہو رہا۔"

"لو ----- اور لے آؤ۔" میں نے پھر ایک نوٹ اس کے ہاتھ پر رکھ دیا۔ وہ شانے اچکا کر آگے بڑھ گیا۔ ویسے اس نے کئی بار پلٹ پلٹ کر دیکھا تھا۔ پھر وہ پیالیاں دوبارہ لبریز کر کے لے آیا۔ اور اس نے دونوں پیالیاں ہم دونوں کے ہاتھ میں تھما دیں۔

"سنو -----!" میں نے اسے مخاطب کیا۔

"یس لارڈ۔"

"جیکسن کہاں ہے؟"

"اپنے روم میں ہے ----- پی رہا ہو گا۔"

"مل سکتا ہے؟"

"ناممکن ----- اس وقت کسی کو اس کے پاس جانے کی اجازت نہیں ہے۔"

"اوہ ----- خیر ----- کل سہی۔" میں نے کہا۔ اور وہ آگے بڑھ گیا۔ ہم لوگ پیالیاں ہاتھوں میں لئے کھڑے رہے۔ پھر میں نے سردارے کو آواز دی۔

"کیا بات ہے استاد؟"

"اس طرف سے تو داخلہ مشکل ہے۔"

"ہاں' تقریباً۔"

"کیا اوپر جانے کے لئے عقبی زینہ نہیں ہو گا؟"

"ہونا تو چاہئے۔"

"اندازہ کر کے آؤ۔" میں نے کہا۔ اور سردارے نے گردن ہلا دی پھر وہ پیالی لے کر جھومتا ہوا آگے بڑھا اور بڑی ہوشیاری سے دروازے سے نکل گیا۔ میں نے ماحول پر پورے طور سے نگاہ رکھی تھی۔ کوئی بھی ہماری طرف متوجہ نہیں ہوا تھا۔ مجھے یقین تھا۔ تقریباً پانچ منٹ کے بعد سردارے واپس آگیا۔

"عجیب عمارت ہے استاد!"

"کیوں -----؟ کیا رپورٹ ہے؟"

"عقب میں کوئی راستہ نہیں ہے۔"

"اوہ' اچھی طرح جائزہ لے لیا؟"

"ہاں استاد۔"

"یہ تو گڑبڑ ہو گئی------ اب کیا کیا جائے۔"

"سردارے سے پوچھو------!" سردارے نے کہا۔

"کیا مطلب؟" میں نے چونک کر پوچھا۔

"اوپر جانے کا یہ ایک ہی زینہ ہے جس پر قالین بچھا ہوا ہے۔"

"ہاں------ اور کوئی نظر نہیں آتا۔"

"روشنی میں اس پر چڑھنا مشکل ہے' دوسرے روکیں گے۔"

"یقیناً۔"

"اور مین سوئچ دروازے کے پاس ہے۔"

"اس------" میں اچھل پڑا۔ سردارے نے عمدہ تجویز سوچی تھی۔ خطرناک ضر تھی' لیکن اس کے سوا چارہ نہیں تھا۔ میں نے چند ساعت سوچنے کے بعد مسکراتے ہوئے گر ہلائی۔ "سمجھ گیا سردارے! لیکن ہوشیاری کا کام ہے۔"

"بالکل استاد! زینے کا اندازہ کر لو------ اندھیرا ہوتے ہی ہم بھی دوسروں کی طر اندھے ہو جائیں گے اور پھر اندھیرے میں ہی پھرتی سے سیڑھیاں چڑھنا ہوں گی۔ چوک گئے مصیبت آ جائے گی۔"

"ہاں------ یہ تو ہے۔"

"میرا خیال ہے مشکل کام نہیں ہے استاد تھوڑی سی پھرتی کی ضرورت ہے۔"

"ہاں' ٹھیک ہے۔ یہی کیا جائے گا۔ لیکن پہلے ہمیں انتظار کرنا ہو گا۔"

"کیا مطلب؟"

"فوراً جیکسن کے پاس نہیں جا گھسیں گے۔ بلکہ جب روشنی واپس آ جائے گی' اسے دیکھیں گے۔ تم سمجھ رہے ہو؟ ممکن ہے کچھ لوگ اوپر جا کر صورت حال معلوم کری ظاہر ہے یہ اندازہ تو ہو جائے گا کسی نے مین سوئچ آف کیا ہے۔ تب وہ اس کا مقصد بھی جا کی کوشش کریں گے۔"

"بالکل ٹھیک استاد!"

"سوئچ تم آف کرو گے؟"

"ہاں استاد۔"

"تب پھر آہستہ آہستہ کھسکنا شروع کر دو' کسی کو اندازہ نہ ہونے پائے۔"

"ٹھیک ہے چیف!" سردارے نے کہا۔ اور ایک بار پھر وہ آگے بڑھ گیا۔ میں سیڑھیوں کی طرف کھسکنا شروع کر دیا تھا۔ سردارے کا کام مشکل تھا۔ اسے سوئچ آف کر سیڑھیوں تک آنا تھا بہرحال کام تو کرنا ہی تھا۔ میں نے راستے کا پوری طرح اندازہ کر

سردارے کا ہاتھ کافی صاف تھا۔

اچانک ہال میں تاریکی پھیل گئی اور اس کے ساتھ ہی شور بھی میں نے سیڑھیوں کی طرف چھلانگ لگائی اور برق رفتاری سے سیڑھیاں پھلانگنے لگا چند لمحات میں' میں اوپر تھا اور پھر سردارے دی گریٹ بھی میرے نزدیک پہنچ گیا۔

"آؤ------!" میں نے اس کا ہاتھ پکڑا اور ہم دونوں ایک چوڑے ستون کی آڑ میں ہو گئے۔

"دروازے------!" نیچے سے آواز آئی۔

"سوئچ------!" دوسری آواز سنائی دی۔ اور بمشکل تمام تیس سیکنڈ روشنی غائب رہی۔ مین سوئچ آن کر دیا گیا۔ ہال کے تین دروازے تھے اور تینوں دروازوں پر دو دو آدمی تعینات ہو گئے تھے جن کے ہاتھوں میں پستول تھے۔

"کون تھا؟" ان میں سے ایک نے غرائی ہوئی آواز میں پوچھا۔ لیکن کون جواب دیتا۔

"کوئی نکلا تو نہیں؟" دوسرے نے پوچھا۔

"نہیں------!" دوسروں نے جواب دیا۔

"بولو کون تھا؟" ان میں سے ایک پھر دہاڑا۔ اور پھر اس نے ہال میں سروس کرنے والوں سے کہا۔ "کس کس نے بل ادا نہیں کیا۔ کون بھاگنے کی فکر میں تھا؟"

اور میں نے طویل سانس لیکر سردارے کی طرف دیکھا۔ "بات بن گئی سردارے! یہاں اس قسم کی حرکتیں ہوتی رہتی ہوں گی۔ بل بڑھ جانے کے بعد لوگ بتی بجھا کر بھاگنے کی کوشش کرتے ہوں گے۔"

"سمجھ دار لوگ ہیں چیف!" سردارے مسکراتا ہوا بولا۔ ہم دونوں سرگوشیوں میں بات کر رہے تھے۔ اور پھر ہم کافی دیر تک کھڑے ہال کا جائزہ لیتے رہے۔ ہال میں کافی گڑبڑ رہی تھی' پھر حالات پر سکون ہو گئے۔ ہم نے اتنی صفائی سے کام کیا تھا کہ لوگ غور بھی نہ کر سکے کہ کیا ہو گیا------ اوپر آنے کی کسی نے زحمت نہیں کی تھی۔

جب ہمیں اطمینان ہو گیا کہ سب ٹھیک ٹھاک ہے تو ہم آگے بڑھے۔ اور پھر سیدھے اس کمرے میں پہنچ گئے جہاں سے موسیقی کی ہلکی ہلکی آوازیں ابھر رہی تھیں۔ بڑا دروازہ کھلا ہوا تھا۔ اسے بند کرنے کی ضرورت نہیں محسوس کی گئی تھی۔

"ظاہر ہے اس کے علاوہ اور کون ہو سکتا ہے۔" سردارے نے سرگوشی کی۔ میں نے آگے بڑھ کر دروازے میں جھانکا اور پھر جلدی سے گردن پیچھے ہٹالی۔

"کیا ہوا استاد؟" سردارے نے چونک کر پوچھا۔

"دیکھ لو------!" میں نے گہری سانس لی اور سردارے نے جلدی سے اندر جھانکا۔ اور پھر وہ دیر تک دیکھتا رہا۔ "اب بس بھی کرو گدھے!" میں نے اسے کھینچ لیا۔

"عمدہ منظر ہے استاد!"

"کیا خیال ہے چلیں؟"

"جلدی چلو استاد!" سردارے بے چینی سے بولا۔

"کوئی بدتمیزی نہ ہو۔" میں نے کہا۔

میں نے سردارے کو سمجھا دیا تھا لیکن پھر بھی مجھے اس کی طرف سے خطرہ تھا۔ جیسے ہی ہم اندر داخل ہوئے صوفے پر بیٹھی برہنہ لڑکی چونک کر سیدھی ہو گئی۔

...○...

اور

راجہ نواز اصغر نے اس دور کو اپنی زندگی کا بدترین دور کہا ہے' جب وہ ذہنی طور پر انسانیت کو بالکل فراموش کر چکے تھے۔ انہوں نے کیا کیا گل کھلائے یہ تو اگلے حصہ میں ہی معلوم ہو سکے گا!

ناقابلِ تسخیر قوتوں کے مالک راجہ نواز اصغر کی تہلکہ خیز عبرتناک رُوداد
نروان کی تلاش
ایم اے راحت
4

لیکن اس نے بدن چرانے یا جسم چھپانے کی کوشش نہیں کی تھی۔ البتہ اس کے چہرے کے تاثرات کو دیکھ کہ گوریلا نما آدمی پلٹا ——— وہ خود لباس پہنے ہوئے تھا اور اس کے ہاتھ میں گلاس دبا ہوا تھا۔ ہمیں دیکھ کر اس کے چہرے پر غصے کے آثار پھیل گئے۔

"آ گئے سور کے بچو ——— !" وہ غرایا۔ "مرو کیا بات ہے بل کی رقم نہیں ہے کیا؟"

"بھول آئے ہیں مسٹر جیکسن! پائی پائی ادا کر دیں گے۔" میں نے جلدی سے کہا۔ "ادا نہیں کرو گے تو کھال نہیں کھنچوا دوں گا۔ نکل سکو گے کیمپ سے؟ ڈارلنگ! ذرا کاغذ اٹھا دو۔" اس نے لڑکی سے کہا اور لڑکی اپنی جگہ سے اٹھ گئی۔ اس کا لباس نہ جانے کہاں تھا۔ لیکن اس نے تو لباس کی ضرورت ہی نہیں سمجھی تھی۔ اطمینان سے اس نے ایک میز سے کاغذ اور پنسل اٹھائی اور پھر اسی اطمینان سے اسے گوریلے کے سامنے لا کر رکھ دیا۔

"ڈارلنگ! تمہاری یہ رحم دلی تمہارا کاروبار توڑ دے گی۔ ان سے پوچھو' جب رقم نہیں تھی تو آئے کیوں تھے؟" لڑکی نے لڑکھڑاتی ہوئی آواز میں کہا۔

"کتنی رقم ہے؟" اس نے مڑ کر پوچھا۔ لیکن پھر اس کی نگاہ دروازے کی طرف اٹھ گئی۔ سردارے نے دروازہ بند کر لیا تھا۔ "کیا مطلب؟" وہ دہاڑا۔

اور پھر اس کا ہاتھ جیب کی طرف گیا ہی تھا کہ میں نے پستول نکال لیا۔ اور پھر میں نے آگے بڑھ کر پستول کی نال اس کی پیشانی پر رکھ دی' جھکا اور اس کی جیب سے پستول نکال لیا۔ دوسری طرف سردارے نے پستول نکال کر لڑکی پر طرف تان لیا۔ "آواز نکلی تو گولی سیدھی حلق میں داخل ہو جائے گی۔" وہ لڑکی سے بولا۔ لڑکی منہ کھول کر رہ گئی تھی۔

"بہت خوب!" جیکسن کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ "چلو ہٹاؤ ——— تمیز سے بیٹھو' میں سمجھ گیا۔" اس نے پستول پر ہاتھ ڈالنے کی کوشش کی۔ "ہاتھ سامنے رکھو میری جان' ورنہ......" میرے لہجے میں غراہٹ تھی۔ نہ جانے کیوں جیکسن کے ہاتھ جلدی سے ہٹ گئے تھے۔ "کیا سمجھ گئے تھے تم ——— ؟"

"تم ——— تم ملازمت حاصل کرنا چاہتے ہو؟" جیکسن نے کہا۔

"خوب! کیا یہاں ملازمتیں پستول کے ذریعے ملتی ہیں؟" میں نے حیرت سے کہا۔ "لوگوں کو علم ہے جیکسن جیالوں کا قدردان ہے اس لئے اکثر لوگ مختلف انداز میں بہادری کے مظاہرے کرتے ہیں۔ اکثر جیکسن پر ہی حملہ کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور پھر حقیقت بتا کر ملازمت مانگتے ہیں۔ ورنہ کس کی ہمت جو جیکسن کے سامنے آنے کی کوشش کرے۔ پورے سوئزرلینڈ میں اسے پناہ نہ ملے گی۔"

اور میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ "لیکن مجھے ملازمت کی ضرورت نہیں ہے' پیارے جیکسن!"

"پھر کیا چاہتے ہو۔۔۔۔۔؟ پستول ہٹالو ورنہ مجھے غصہ بھی آسکتا ہے۔ میں بہت اچھے موڈ میں ہوں۔"

"اوہ' سوری ڈیئر جیکسن!" میں نے اس کی دوسری جیبیں ٹٹولیں اور پھر اپنا پستول جیب میں رکھ لیا۔ اب بتاؤ۔۔۔۔۔ کیا چاہتے ہو؟"

"کچھ معلومات درکار ہیں جیکسن!"

"کس قسم کی معلومات؟"

"سیسرو کہاں ہے؟ میں نے پوچھا۔ اور سردارے نے چونک کر دیکھا۔ خود جیکسن بھی بری طرح اچھل پڑا۔ وہ مجھے گھورنے لگا۔ "کون سیسرو؟" اس نے منہ ٹیڑھا کر کے پوچھا۔

"پی گوڈے کا مسخرا۔۔۔۔۔ تم سے زیادہ مجھے اس کی ضرورت ہے؟" میں نے غرائی ہوئی آواز میں کہا۔

"کیوں۔۔۔۔۔ تمہیں اس کی کیا ضرورت ہے؟ جیکسن نے بھنویں سکوڑ کر پوچھا۔ "میں اسے بھونے بغیر کھانا چاہتا ہوں۔" میں نے نفرت سے کہا۔

"کیوں۔۔۔۔۔ کیوں؟" جیکسن کے لہجے کی دلچسپی چھپی نہ رہ سکی۔

"پوری دنیا میں۔۔۔۔۔ اس کا مجھ سے بڑا دشمن کوئی نہ ہو گا۔" میں نے جواب دیا۔ "اوہ' تم سے اس کی کیا دشمنی ہے؟"

"تمہیں بتانے کی ضرورت نہیں سمجھتا۔" میں نے کہا۔

"لیکن تمہیں یہ کس نے بتایا کہ وہ میرے پاس ملے گا؟"

"مجھے علم ہے جیکسن! وہ اسی طرف آیا ہے اور تمہارے آدمیوں نے اس پر حملہ کر کے اسے اغوا کر لیا ہے۔" میں نے سخت لہجے میں کہا۔

"اگر ایسا ہے تو پھر تم یہاں کیوں آئے ہو؟"

"بعض اوقات دشمنوں سے انتقام لینے کے لئے کچھ اور دشمن بنانے پڑتے ہیں۔ سیسرو میرا شکار ہے' روئے زمین پر اس کا مجھ سے بڑا دشمن اور کوئی نہ ہو گا۔"

"غلط۔۔۔۔۔!" جیکسن ہنس پڑا۔ "تمہارا یہ خیال غلط ہے۔"

اور اسی وقت میری نگاہ لڑکی کی طرف اٹھ گئی۔ وہ سردارے کو کچھ اشارے کر رہی تھی۔ اور سردارے بھی مسکرا رہا تھا۔ منظر بھی بھیانک تھا۔ لڑکی جوان تھی' حسین تھی' جس بیباکی سے وہ کھڑی تھی وہ بھی ذہن میں سنسنی پیدا کرنے کے لئے کافی تھا۔ سردارے اگر بہک گیا تھا تو کوئی انوکھی بات نہیں تھی۔

میں جیکسن پر سے نگاہیں نہیں ہٹا سکتا تھا اور سردارے میری طرف دیکھ بھی نہیں رہا تھا۔

"کیوں غلط کیوں ہے جیکسن!" میں نے دانت پیستے ہوئے کہا مجھے سردارے پر غصہ آرہا تھا۔ لڑکی اب

[...]ی کی طرف کھسک رہی تھی۔

"سیسرو کا تم سے بڑا دشمن ایک اور ہے۔" جیکسن نے کہا۔

"کون ہے وہ؟"

"وہ جس کا نام سن کر تمہیں بخار آجائے گا۔" جیکسن نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "اوہ' بکواس مت کرو۔ [...] میرا نام سن کر بہت سوں کو بخار آجاتا ہے۔" میں نے کہا۔ اور میں کسی فوری واقعے کے لئے تیار ہو گیا۔ [...]نکہ لڑکی ادائیں دکھاتی ہوئی سردارے کے پاس پہنچ گئی تھی۔ جیکسن اس کی طرف متوجہ نہیں تھا۔ پھر [...] نے سردارے کی گردن میں ہاتھ ڈال دیئے اور لپک کر اس کے ہونٹوں کو چومنے کی کوشش کرنے لگی۔ [...]دارے نے اپنے ہونٹ اس کے ہونٹوں میں پیوست کر دیئے اور پھر اس کا پستول والا ہاتھ لڑکی کی گدی پر [...]۔ لڑکی کی بیساختہ چیخ اس نے اپنے ہونٹوں میں جذب کر لی تھی۔

[...] میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ خواہ مخواہ سردارے کی طرف سے غلط فہمی ہو گئی تھی۔ وہ اتنا غیر [...]دار نہیں تھا۔ اور پھر اس حالت میں' کسی مست شباب کے کے ساتھ۔۔۔۔۔ جس کی ساری رعنائیاں [...]وں کے سامنے ہوں۔ یہ سلوک آسان کام نہیں تھا۔

سردارے نے اسے احتیاط سے زمین پر ڈال دیا۔ اور پھر سیدھا کھڑا ہو گیا۔ "کیا نام ہے تمہارا؟" جیکسن [...] پوچھا۔

"اسے بتانے کی ضرورت نہیں سمجھتا۔۔۔۔۔ اور سمجھے' تم فضول باتوں میں وقت مت ضائع کرو۔ [...] بتاؤ سیسرو کہاں ہے؟"

"وہ ہمارے ہاتھ نہیں لگا دوست! اور میرا ایک مشورہ مانو۔ اگر وہ تمہارے ہاتھ لگ بھی جائے۔۔۔۔۔ تو اسے میرے حوالے کر دینا۔۔۔۔۔ ورنہ۔۔۔۔۔ تھامپسن ناراض ہو گا۔"

"کون۔۔۔۔۔؟" میں اچانک پیچھے ہٹ گیا۔

"تھامپسن۔" جیکسن نے طنزیہ انداز میں مسکراتے ہوئے کہا۔

"میرے خدا۔۔۔۔۔ مسٹر تھامپسن یہاں کہاں؟" میں نے ایسا اظہار کیا جیسے میں تھامپسن سے [...]ت زیادہ مرعوب ہوں۔ اور جیکسن ہنس پڑا۔ "دیکھا۔۔۔۔۔ اب کیا خیال ہے؟"

"مم۔۔۔۔۔ مم۔۔۔۔۔ مگر مسٹر تھامپسن یہاں؟" میں نے بدستور حیرت کا اظہار کیا۔ سردارے [...] آنکھوں سے محبت پھوٹ رہی تھی۔ وہ تحسین آمیز نگاہوں سے مجھے دیکھ رہا تھا۔

"مسٹر تھامپسن کو سیسرو اور اس کے ساتھ پینٹو کی ضرورت ہے' سمجھے۔۔۔۔۔؟"

"اوہ' اگر یہ بات ہے تو۔۔۔۔۔ تو۔۔۔۔۔ لیکن مسٹر تھامپسن کو اس کی کیا ضرورت پڑ گئی؟"

"یہ مسٹر تھامپسن ہی جانتے ہیں۔"

"براہ کرم مجھے مسٹر تھامپسن سے ملا دو۔ تم نہیں جانتے وہ میرے کتنے گہرے دوست' کتنے بڑے کرم [...] ہیں۔"

"ایک سو اٹھائیس' گرل ونگ۔" جیکسن نے کہا۔

"بہت بہت شکریہ مسٹر جیکسن۔" میں نے ممنونیت سے کہا۔

"اور تم اب بھی پستول میرے اوپر تانے ہوئے ہو؟"

"اوہ' سوری۔۔۔۔۔ سوری مسٹر جیکسن!" میں نے پستول جیب میں ڈال لیا۔

"تمہارا نام کیا ہے؟"
"سیسرو۔۔۔!" میں نے فوراً کہا۔
"کیا۔۔۔؟" جیکسن دہاڑتا ہوا کھڑا ہو گیا۔
"ہاں میری جان! وہ پنٹو ہے۔۔۔ دراصل ہمیں تھامپسن کی تلاش تھی۔ اور پھر تم پر حساب باقی تھا۔ اب کتنی آسانی سے تم نے تھامپسن کا پتہ بتا دیا۔ کیا اس سے اچھی اور کوئی ترکیب تھی۔"

"مار ڈالوں گا۔۔۔ مار ڈالوں گا۔" جیکسن آپے سے باہر ہو گیا۔ اس نے خاصا قوی الجثہ ہو باوجود میرے اوپر چھلانگ لگا دی۔ لیکن میں نے آسانی سے اپنی جگہ چھوڑ دی اور وہ اوندھا زمین پ دوسرے لمحے میں نے پستول نکال لیا۔ لیکن جیکسن نے دوسری چھلانگ ایک دیوار کی طرف لگا میرے پستول سے فائر ہوا۔۔۔ گولی جیکسن کی گردن میں لگی تھی۔ وہ اچھلا لیکن اس کا ہاتھ دیوار سیاہ بٹن پر جا پڑا۔ اور الارم کی تیز آواز یہاں تک سنائی دی تھی۔ دوسرے ہی لمحے میں نے دا کئے۔۔۔ اور جیکسن کا بدن دو مرتبہ اچھلا۔ میں نے سردارے کو اشارہ کیا اور ہم دوڑتے ہو سے نکل آئے۔

سیڑھیوں پر قدموں کی دوڑتی ہوئی آوازیں سنائی دے رہی تھیں ہم اسی آڑ میں ہو گئے ج تھے۔ اور ہم نے ان آٹھ دس آدمیوں کو دیکھا جو پستولیں ہاتھوں میں لئے دوڑتے ہوئے اوپر آ رہے وہ تیزی سے جیکسن کے کمرے کی طرف دوڑ گئے۔ تب ہم سیڑھیوں کی طرف دوڑے۔ میں سردارے نے اندھا دھند فائرنگ شروع کر دی اور ایک دروازے پر کھڑے ہوئے جیکسن کے دو آد گئے۔ بار میں بھگدڑ مچ گئی' لوگ نکل نکل کر بھاگنے لگے۔ اور ہم بھی اس افراتفری سے فائدہ اٹھ بھاگے۔ کافی دور رک کر ہم نے سانس لی اور پھر میں نے سردارے سے کہا۔
"میک اپ اتار دو سردارے!" اور خود میں نے بھی اپنا میک اپ اتار دیا تھا۔ اور اس کے اطمینان سے ایک سمت چل پڑے۔
"کیسی رہی سردارے؟" کافی دور نکل کر میں نے پوچھا۔
"بس جذبات کو نہ بھڑکاؤ استاد! دل چاہ رہا تھا تمہارے سارے وجود کو بوسے دوں۔" سردار مسرت بھرے لہجے میں کہا۔ "تم نے کس چالاکی سے اس خطرناک آدمی کو چت کیا۔"
"ایک سوانگ تھا' میں۔ گرل ونگ۔" میں نے زیر لب دہرایا۔ اور پھر میں نے چونک کر کہا۔ "داد تو تم بھی ہو سردارے۔"
"میں۔۔۔؟ میں کیوں استاد؟"
"لڑکی کے معاملے میں' میں نے سوچا کہ تم پھسل گئے۔"
"اوہ' نہیں استاد! ویسے تھی زوردار۔"
"پرواہ مت کرو' تمہیں ایک لڑکی انعام ملے گی۔"
"اوہ' تھینک یو۔۔۔ تھینک یو چیف! مگر کب؟"
"کل رات۔"
"اب کیا پروگرام ہے چیف؟"

"یہاں سے نکل چلیں۔ ورنہ جیکسن کے کتے اب چاروں طرف پھیل جائیں گے اور نکلنا مشکل ہو جائے گا۔"
"تب آؤ استاد۔۔۔ چلیں۔" سردارے آگے بڑھتا ہوا بولا۔ اور میں بھی اس کے پیچھے چل پڑا۔ سردارے بڑے اطمینان سے ایک اسکوٹر کے پاس پہنچ گیا۔ اسکوٹر لاک تھا لیکن سردارے نے ایک مخصوص انداز کے جھٹکے سے اس کا لاک توڑ دیا۔ میں دلچسپی اور خاموشی سے اس کی کارروائی دیکھ رہا تھا۔
"اسٹارٹ کیسے کرو گے؟"
"اوہ' یہ بھی کوئی کام ہے استاد۔۔۔ طویل عرصے تک میں یہی کام کرتا رہا ہوں۔" سردارے نے جیب سے ایک تار نکالا اور اسے کی ہول میں ڈال کر گھمانے لگا۔ تب اسکوٹر کا ڈائیل روشن ہو گیا۔
"بس ذرا سا دھکا لگا دو استاد!" سردارے نے اسکوٹر پر بیٹھتے ہوئے کہا۔ اور میں نے اسکوٹر کو دھکا لگایا۔ دوسرے لمحے اسکوٹر اسٹارٹ ہو گیا۔ اور میں پچھلی سیٹ پر بیٹھ گیا۔ سردارے نے اطمینان سے اسکوٹر آگے بڑھا لیا تھا۔
خاصی رات گئے ہم ہوٹل میں داخل ہوئے تھے۔ ڈائننگ ہال بری طرح گرم تھا۔ موسیقی کی تیز لہریں نشر ہو رہی تھیں' قہقہے ابل رہے تھے۔ لیکن ہم اپنے کمرے کی طرف چل پڑے۔ بہرحال تھک گئے تھے۔ اسکوٹر بھی کافی دور پیچھے چھوڑ دیا گیا تھا اور اس پر سے نشانات وغیرہ مٹا دیئے گئے تھے۔
ہم نے لباس تبدیل کئے اور اپنے بستروں پر پہنچ گئے۔ "ایسی تیسی سالے کی' بڑا چالانک بنتا تھا۔" سردارے بستر میں لیٹے لیٹے بڑبڑایا۔
"کون؟" میں نے پوچھا۔
"وہی' جیکسن۔ مر گیا تھا نا استاد!"
"زندہ بچنے کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔"
"ویسے استاد! واقعی کمال کر دیا۔ میری سمجھ میں بات نہیں آئی تھی۔"
"کون سی بات؟"
"وہی جب تم نے سیسرو کی تلاش کے لئے کہا تھا۔"
"اوہ۔"
"لیکن خدا کی قسم۔۔۔ کمال کیا تھا استاد۔" سردارے نے ہنستے ہوئے کہا۔ "سالے کی کھوپڑی ہی لٹو ہو گئی۔ اس کا باپ بھی حقیقت نہیں سمجھ سکتا تھا۔"
"ویسے میں نے ایک بات محسوس کی ہے سردارے۔"
"کیا استاد؟"
"تھامپسن کی یہاں کافی چلتی ہے۔"
"چلتی رہے استاد۔"
"تمہارے آدمی بھی موجود ہیں یہاں۔ لیکن اس معاملات میں ابھی ان کی مدد کی ضرورت نہیں ہے۔"
"بالکل۔"
"ویسے اب پروگرام کیا ہے؟"
"نپٹ لیتے ہیں اس کانٹے سے بھی۔"

"ہاں، لیکن اطمینان سے۔ جلد بازی کی ضرورت نہیں ہے۔"

"ٹھیک ہے ------ دو چار دن آرام کریں گے۔ ویسے بھی تفریح نہیں ہوئی ہے استاد!"

"وہ بھی ہو جائے گی۔ اب سونے کی کوشش کرو، ورنہ صبح کو طبیعت بوجھل رہے گی۔" میں نے کہا۔ سردارے نے کروٹ بدل لی۔ میں بھی واقعات پر غور کرتا رہا اور پھر چپکے سے سو گیا۔

دوسری صبح ہم نے ناشتہ کیا، اخبار دیکھا۔ کوئی خاص خبر نہیں تھی۔ کیمپنگ کے ہنگامے کے بارے میں ایک لفظ بھی نہیں تھا۔ نہ جانے کیوں لیکن میں نے دوسرے انداز سے سوچا۔ میرے خیال میں یہ تھامپسن کے اثر کی بات تھی اور اس دوران میں نے ایک فیصلہ کیا۔

"سردارے!" میں نے سردارے کو آواز دی۔

"استاد!" سردارے نے مستعدی سے آواز دی۔

"ہمیں ایک کام اور کرنا ہے۔"

"کیا استاد؟"

"دو تین عمدہ سے ہوٹلوں کا انتخاب کرو اور ان میں کمرے بک کرا لو ------ دو آدمیوں کے نام۔ کمرے ہوں۔ تھوڑا تھوڑا سامان بھی پہنچا دو۔"

"اوہ، کیوں استاد؟"

"میں بتا چکا ہوں ابھی اپنے آدمیوں کو اس ہنگامے میں شریک نہیں کروں گا اور خود ان ہنگاموں سے نپٹنے کے لئے پوری ہوشیاری کی ضرورت ہے۔"

"جو استاد کا حکم ------ لیکن کیا آپ کے خیال میں تھامپسن کی پہنچ مقامی حکام تک ہو گی۔"

"ہو بھی سکتی ہے سردارے! آثار کچھ ایسے ہی نظر آ رہے ہیں۔" اور پھر یہ کوئی مشکل بات بھی نہیں ہے۔ تھامپسن جیسے لوگ ایسے تعلقات بھی ضروری سمجھتے ہیں۔"

"ٹھیک ہے۔ اس کے علاوہ میری ایک اور تجویز بھی ہے۔"

"ہاں، ہاں کہو؟"

"ہم تین چار قسم کے پلاسٹک میک اپ بھی خریدیں گے۔ میرا مطلب فیس ماسک سے ہے۔ ایک آدھ فیس ماسک ہماری جیب میں بھی ہونا چاہئے۔"

"خرید لیں گے فیس ماسک بھی۔" میں نے طویل سانس لیکر کہا۔

"تب میں چلوں؟"

"ہاں ------ تم جاؤ، میں خود بھی تھوڑی دیر کے بعد چل دوں گا۔ دوپہر کو ہم گرے فاکس میں ملیں گے، میں نے ایک سڑک پر اس کا بورڈ دیکھا ہے۔"

"اوکے چیف!" سردارے نے کہا اور اٹھ کھڑا ہوا۔ پھر لباس وغیرہ درست کرنے کے بعد وہ باہر نکل گیا۔ اس کے جانے کے بعد کافی دیر تک بیٹھا سوچتا رہا۔ اخبارات میں جیکسن کے قتل کی کوئی خبر نہیں چھپی تھی۔ تھامپسن زندہ ہے اور یہاں موجود ہے۔ یقیناً اسے میرے یہاں آنے کی خبر ہو چکی ہو گی۔ اب کیا کرنا چاہئے۔؟ تھامپسن کو قتل کر دینا بہت ضروری ہے۔ نہ جانے کہاں اور کس وقت درد سر بن جائے۔ دوسری بات میرے ذہن میں یہ آئی کہ غلام سیٹھ سے کافی عرصہ سے ملاقات نہیں ہوئی، نہ ہی میں مقامی لوگوں سے ملا۔ ممکن ہے ان کے پاس میرے لئے غلام سیٹھ کی کوئی ہدایت ہو۔ کوئی ایسی فوری ہدایت جس پر

عمل کرنا ضروری ہو۔ لیکن تھامپسن ------! پہلے تھامپسن کی خبر لینا ضروری ہے۔

میری اس سے دشمنی چل رہی ہے۔ اور جب غلط راستے اختیار کر لئے ہیں تو پھر دشمن کو چھوڑنا کیا معنی رکھتا ہے؟ ٹھیک ہے غلام سیٹھ میرا باس ہے، لیکن میرا اپنا بھی وجود ہے۔ میری اپنی بھی شخصیت ہے۔ وہ شخصیت، جو میں بنانا چاہتا تھا لیکن بن نہیں سکی۔ اور اب جو کچھ بن گیا ہے وہ تو بھرپور ہونا چاہئے۔

چنانچہ پہلے تھامپسن ------ بعد میں اور کچھ ------ اور میں نے فیصلہ کر لیا۔ بہرحال آج میں تھامپسن کی رہائش گاہ کا جائزہ بھی لے لینا چاہتا تھا۔ اس کے بعد دو تین دن کی خاموشی مناسب رہے گی اور اس کے بعد ------ میں نے لباس تبدیل کیا۔ کوئی ضروری سامان ہوٹل میں چھوڑنا میں ہمیشہ سے حماقت سمجھتا تھا چنانچہ ہمارے کاغذات اور کرنسی ہمیشہ ہمارے پاس رہتی تھی۔ میں کمرے سے نکل آیا۔ کمرہ لاک کر کے میں لفٹ کی طرف جا رہا تھا۔ لفٹ نیچے گئی ہوئی تھی۔

پھر جب وہ اوپر آئی تو اس میں سے پانچ آدمی باہر نکلے۔ چار آدمی سوٹ پہنے ہوئے تھے اور چہروں سے خطرناک نظر آ رہے تھے۔ پانچواں ہوٹل کا مینجر تھا۔ ان لوگوں نے میری طرف توجہ نہیں دی۔ اور میں لفٹ میں داخل ہو گیا۔ لیکن نہ جانے میری چھٹی حس نے کیا کیا کہ میں دوسری منزل پر اتر گیا اور لفٹ نیچے چلی گئی۔ دوسرے ہی لمحے میں نے سیڑھیوں پر دوڑتے قدموں کی آوازیں سنیں اور میں جلدی سے آڑ میں ہو گیا۔ وہی تھے، ہاتھوں میں پستول لئے نیچے بھاگ رہے تھے۔ ان کے پیچھے ہوٹل کا مینجر بھی تھا۔

"کیا معاملہ ہے؟" میں نے سوچا ------ اور پھر میں واپس سیڑھیوں سے اپنی منزل کی طرف چل پڑا۔ کوئی گڑبڑ ضرور ہوئی ہے۔ میں سوچ رہا تھا۔ لیکن پتہ کیسے چلے کہ کیا ہوا ------؟ پتہ چلنا ضروری ہے۔ میں گیلری میں کھڑا ہی ہوا تھا کہ سامنے سے کیشا آتی نظر آئی۔ میں نے ایک لمحے میں فیصلہ کیا اور تیزی سے اس کی قریب پہنچ گیا۔ کیشا رک گئی تھی۔ "تمہاری ڈیوٹی ہے کیشا ------؟" میں نے پوچھا۔

"ہاں جناب! خیریت؟"

"کیشا! ذاتی طور پر تمہاری مدد درکار ہے۔"

"ہاں ہاں۔ فرمایئے؟"

"کیشا! کوئی ایسی جگہ بتاؤ۔ جہاں پوشیدہ ہوا جا سکے۔ مجھے اپنے کچھ دشمنوں سے خطرہ ہے۔"

"اوہ ------ آیئے! ویٹرس روم میں آ جایئے۔ اس وقت میرے علاوہ وہاں کسی اور کی ڈیوٹی نہیں ہے۔" کیشا نے فوراً کہا۔ اس ہمدرد لڑکی سے میں پہلے ہی واقف تھا۔ میں اس کے ساتھ تیزی سے آگے بڑھ گیا۔ ویٹرس روم گیلری کے آخری سرے پر تھا۔ اس نے جلدی سے دروازہ کھولا اور میں اس کے ساتھ اندر داخل ہو گیا۔

"خیریت جناب!"

"ابھی چار آدمی اندر آئے تھے۔ مینجر بھی ان کے ساتھ تھا۔ مجھے یقین ہے انہیں میری ہی تلاش تھی۔"

"لیکن کیوں؟"

"تھامپسن کا نام سنا ہے کبھی؟"

"اوہ ------ کیوں نہیں ------ وہ غنڈہ۔"

"خوب کیا وہ بہت مشہور ہے۔"

"برن میں کون اسے نہیں جانتا۔"

"میری اس سے چل گئی ہے۔ میں نے پی گوڈے میں اسے برباد کر دیا تھا۔ یہاں میں ابھی کمزور ہوں۔ اس کے ساتھی مجھے تلاش کرتے پھر رہے ہیں۔"

"بہت برا ہوا جناب! بہت ہی برا ہوا۔" کیشا ہاتھ ملتے ہوئے بولی۔

"کیوں؟"

"آپ اس وحشی سے واقف نہیں ہیں۔"

"اچھی طرح واقف ہوں۔ کیا تم مجھے پناہ دینے سے معذور ہو؟" میں نے پوچھا۔ "سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ ایسی بھی کیا۔۔۔۔۔ میں حاضر ہوں' اگر وقت محسوس کرو تو میرا گھر حاضر ہے۔"

"اوہ' شکریہ عظیم لڑکی۔"

"میں صرف اس لئے کہہ رہی تھی کہ۔۔۔۔۔ کہ۔۔۔۔۔"

"سنو۔۔۔۔۔ تم ایسا کرو کیشا! پہلے معلوم کرو' ان کی کیا پوزیشن ہے۔ ہم بعد میں گفتگو کریں گے۔ جاؤ صورت حال معلوم کرو' میں یہاں موجود ہوں۔"

"ٹھیک ہے۔ میں ابھی واپس آتی ہوں۔ تم یہاں آرام سے رہو میں باہر سے لاک کئے جاتی ہوں۔"

"اوکے۔۔۔۔۔!" میں نے کہا۔ اور کیشا باہر نکل گئی۔ میں نے ایک گہری سانس لی۔ مصلحت کے تحت خاموش تھا۔ ورنہ سر عام ان چاروں کو قتل بھی کر سکتا تھا۔ لیکن کوئی ہنگامہ کرنے سے قبل فوری پناہ گاہ بھی ضروری تھی اور ابھی اس کا بندوبست نہیں تھا۔ چنانچہ پہلے انتظامات ہو جائیں اس کے بعد۔۔۔۔۔"

بہرحال اس وقت تو میں کیشا کے رحم و کرم پر تھا۔ اگر وہ چاہتی تو مجھے گرفتار کرا سکتی تھی۔ لیکن مجھے بھروسہ تھا کہ وہ ایسا نہ کرے گی۔ آخر تھوڑا سا انسان شناس بھی تھا۔

تقریباً بیس منٹ کے بعد کیشا واپس آئی۔ اس نے دروازے میں چابی گھمائی تو میں نے پھرتی سے پستول نکال لیا اور دروازے کی آڑ میں ہو گیا۔ کیشا اندر آگئی تھی۔

"چلے گئے۔" اس نے گہری سانس لی۔

"تفصیل معلوم ہو سکی؟"

"ہاں' سیسرو وہ پینٹو کی تلاش میں تھے۔ ہوٹل کے رجسٹر میں تمہارا نام مل گیا ہے۔ اسی سے انہوں نے کمرہ نمبر پتہ چلایا۔"

"اوہ۔۔۔۔۔ لیکن کیا یہاں غنڈوں کو اتنی آزادی ہے' منیجر بھی ان کے ساتھ تھا۔"

"غنڈے۔۔۔۔۔؟ وہ انتظامیہ کے آدمی تھے۔"

"اوہ" میں نے حیرت سے کہا۔

"بہت سے لوگ اس کے حاشیہ بردار ہیں۔ انہیں تھامپسن سے بڑی بڑی رقمیں ملتی ہیں۔"

"یقیناً یہی بات ہو گی۔"

"مقامی حکام میں سے بھی کئی کو اس نے گانٹھ رکھا ہے۔ وہ اس کی مکمل پشت پناہی کرتے ہیں' اس کے مفادات کی نگرانی کرتے ہیں۔ بعض اوقات اس کی کھلم کھلا مدد کرتے ہیں۔"

"تو ان لوگوں نے میرے بارے میں منیجر سے کیا کہا؟"

"یہ کہ انتظامیہ کو سیسرو کی تلاش ہے۔ ظاہر ہے منیجر ان کی مدد کرنے پر مجبور رہے۔"

"ٹھیک ہے کیشا۔۔۔۔۔ لیکن وہ واپس کیوں چلے گئے؟"

"ان کا خیال ہے کہ تم نکل گئے۔ تم نے انہیں دیکھ لیا تھا۔ ویسے جب تم لفٹ میں داخل ہو رہے تھے تو نے خیال نہ کیا تھا۔ لیکن اسے فوراً ہی تمہاری شکل یاد آئی اور اس نے ان لوگوں کو بتا دیا۔"

"چلو ٹھیک ہے۔ تو کیشا ڈارلنگ! اب گیلیے چھوڑ دینا پڑے گا۔"

"کہاں جاؤ گے سیسرو!"

"اس کی فکر نہیں ہے۔ کوئی بندوبست کر لوں گا۔"

"میرا گھر چھوٹا ہے' لیکن۔۔۔۔۔؟"

"تمہارے لئے شکریہ کے الفاظ تمہاری توہین ہیں اس لئے شکریہ ادا نہیں کروں گا۔ لیکن بہرحال تم نیک نفس خاتون ہو کہ میں تمہیں بھول نہیں سکوں گا۔ رہ گئی تمہارے گھر کی بات! تو میں تمہاری مدد قبول کرتا لیکن فی الحال اس کی ضرورت نہیں رہ گئی ہے۔ میرے ساتھی نے انتظام کر لیا ہو گا تاہم مجھے پتہ بتا دو۔"

اور کیشا نے اپنا پتہ بتا دیا۔

"ویری گڈ کیشا! اب مجھے اجازت دو۔"

"عقبی راستے سے نکل جاؤ۔ آؤ میں پہنچا دوں۔"

"صرف بتا دو کیشا۔ میں نہیں چاہتا کوئی تمہیں میرے ساتھ دیکھے۔" میں نے کہا اور کیشا خشک ٹوں پر زبان پھیر کر مجھے راستہ سمجھانے لگی۔ پھر اس نے دروازے سے باہر جھانکا اور بولی۔ "ٹھیک ہے۔ ری صاف ہے۔" اور عقبی راستے سے باہر نکلنے میں مجھے کوئی دقت پیش نہیں آئی۔ تھوڑی دیر کے بعد سڑک پر تھا۔ اور پھر میں نے ایک ٹیکسی روکی اور چل پڑا۔ ٹیکسی ایک پارک کے سامنے رکوا کر میں نے ادا کیا اور پھر پارک میں داخل ہو گیا۔ شکل تبدیل کرنا میرے لئے یوں مشکل نہیں تھا کہ میک اپ میں چنانچہ میں نے میک اپ اتار دیا اور پھر اطمینان سے باہر نکل آیا۔ اب میں نے ایک پبلک کال بوتھ کا کیا۔ میں نے اپنے مقامی ساتھیوں سے بات کرنے میں کوئی حرج نہیں سمجھا تھا۔ پبلک کال بوتھ سے نمبر ئل کئے اور ریسیور کان سے لگا لیا۔

"ہیلو!" دوسری طرف سے آواز آئی۔

"نک اسٹیورٹ!" میں نے کہا۔

"کون صاحب بول رہے ہیں؟"

"نواز اصغر!" میں نے جواب دیا۔

"جی۔۔۔۔۔؟" دوسری طرف سے کسی قدر حیرانی سے پوچھا گیا۔

"نک اسٹیورٹ سے کہو' نواز اصغریات کرنا چاہتا ہے۔"

"بہت بہتر!" جواب ملا۔ اور پھر تھوڑی دیر کے بعد ایک بھاری آواز آئی۔

"اسٹیورٹ۔۔۔۔۔!"

"نواز!"

"میں نہیں پہچانا۔" اسٹیورٹ کی آواز سنائی دی۔

"بلند و بالا پہاڑوں سے برف پگھل رہی ہے اور تم مجھے نہیں پہچان رہے' حیرت ہے۔"

"اوہ' میرا خیال ہے میں پہچان گیا۔ آپ کے سامنے آؤں تو سیاہ گلاب کا گلدستہ پیش کروں۔
اسٹیورٹ کی آواز سنائی دی۔ پھر اس نے کہا "ایک سیکنڈ ہولڈ کریں۔"

پھر دوسری طرف سے عجیب سی کھڑکھڑاہٹ سنائی دی اور پھر نک کی آواز سنائی دی۔ "ہ صاحب!"

"بول رہا ہوں۔"

"معاف کیجئے۔ اب ہم اطمینان سے بات کر سکتے ہیں۔"

"اوہ کیوں۔"

"میں نے ایک آلے کی مدد سے اپنے فون کا سلسلہ ایکسچینج سے منقطع کر لیا ہے۔ اب ہماری گفتگو نہیں سنی جا سکتی۔"

"ویری گڈ------!"

"آپ کب تشریف لائے جناب!"

"کئی دن ہو گئے۔"

"اوہ کہاں قیام کیا ہے؟"

"مادام ریفا نے اطلاع دی تھی کہ آپ چل پڑے۔"

"ٹھیک ہے۔ کیا اس نے تھامپسن کے بارے میں اطلاع دی تھی؟"

"جی ہاں۔ پی گوڈے کی مختصر کہانی سنائی تھی۔"

"بہر حال تھامپسن زندہ ہے اور یہاں میری اس سے چل رہی ہے۔ اسے ٹھکانے لگانے کے بعد تم لوگوں سے ملاقات کروں گا۔ میں نے کہا۔

"اوہ' جناب------ یہاں------ تھامپسن یہاں بہت خطرناک ہے۔ اس کے زبردست تعلقات ہیں۔ آپ کو محتاط رہنا ہو گا۔" نک نے تشویش سے کہا۔

"میں اسے اس کے تعلقات سمیت دفن کر دوں گا' فکر مت کرو۔ بہر حال ابھی تم سے نہیں مل رہا' کچھ کرنسی کی ضرورت ہے۔"

"حکم جناب! جہاں فرمائیں پیش کروں۔" نک اسٹیورٹ نے کہا۔

"میں تمہیں شام چار بجے فون کروں گا۔ اس وقت تک کرنسی تیار رکھنا۔ میں بتا دوں گا تمہیں کہاں پہنچنا ہے۔"

"میں آپ کو دیکھنے کے لئے بے چین ہوں جناب! آپ کے کارنامے سن سن کر آپ کی ایک تصویر بنا لی ہے۔" نک اسٹیورٹ نے کہا۔

"اور مجھے یقین ہے کہ میں تمہاری خیالی تصویر سے مختلف نکلوں گا۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا

"ممکن ہے' میں خود کو آزماؤں گا۔" نک ہنس کر بولا۔

"ویسے کرنسی لینے میرا آدمی آئے گا۔"

"اوہ' بہتر ہے۔ گویا انتظار کرنا پڑے گا۔" نک نے کہا۔

"""کس سلسلے میں؟"

"آپ کو دیکھنے کے لئے۔"

"میں بتا چکا ہوں۔ اس کام سے نپٹنے کے بعد ہی تم سے ملاقات کروں گا۔"

"بہت بہتر------ ویسے آپ کے آدمی کو کس طرح پہچانوں گا؟"

"تمہارے کوٹ میں سیاہ گلاب مل سکتے ہیں؟"

"بیج------؟"

"ہاں' اس کے کالر میں بھی مصنوعی گلاب ہو گا۔"

"بہت بہتر!" نک اسٹیورٹ نے کہا۔ اور پھر ضروری گفتگو کے بعد میں نے فون بند کر دیا۔ تھوڑی دیر قبل جو سنسنی خیز لمحات پیدا ہو گئے تھے ان کا اثر میرے اوپر ذرہ برابر نہیں تھا۔ میں پارک سے نکل آیا اور پھر ایک اور ٹیکسی پکڑ کر چل پڑا۔ ٹیکسی پر میں یوں ہی وقت گزار رہا تھا۔ اور پھر دوپہر کو ڈیڑھ بجے کے قریب اس ہوٹل کی طرف چل پڑا جس کے بارے میں' میں نے سردارے کو ہدایت دی تھی۔ گرینے فاکس ایک خوبصورت ہوٹل تھا۔ گو میں بدلی ہوئی شکل میں تھا لیکن سردارے نے مجھے فوراً پہچان لیا تھا۔ اس نے ہاتھ اٹھایا اور میں اس کے قریب پہنچ گیا۔

"خیریت استاد؟" وہ تشویش زدہ لہجے میں بولا۔

"ہاں۔ کیوں؟" میں نے چونک کر پوچھا۔

"اوہ' شکر ہے۔ میں ڈیزائن بدل جانے پر غور کر رہا تھا۔"

"ہوں' ویٹر کو بلاؤ سخت بھوک لگی ہے۔" میں نے لاپرواہی سے کہا۔ اور سردارے نے چٹکی بجا کر ویٹر کو اشارہ کیا اور ویٹر ادب سے قریب پہنچ گیا۔

"مینو------!" سردارے نے کہا اور ویٹر نے مینو سامنے کر دیا۔ ہم لوگوں نے پنسل سے نشانات لگائے اور ویٹر آرڈر لے کر چلا گیا۔ میں ایک طویل سانس لے کر کرسی کی پشت سے ٹک گیا۔

"بتایا نہیں استاد!" سردارے میرے چہرے کو غور سے دیکھتے ہوئے بولا۔

"کیا سردارے؟" میں نے گہری سانس لے کر کہا۔

"میک اپ اتارنے کی ضرورت کیوں پیش آگئی؟"

"تھامپسن کے ساتھیوں نے گیلے پر ریڈ کیا تھا۔" میں نے سکون سے جواب دیا۔

"اوہ!" سردارے سنبھل کر بیٹھ گیا۔ "پھر کیا ہوا استاد؟" اس نے پوچھا۔ "تمہارے سامنے ہوں۔"

"ٹھائیں ٹھوئیں ہوئی تھی کیا؟"

"نہیں' اس کی نوبت نہیں آئی۔ ویسے وہ مقامی انتظامیہ کے لوگ تھے۔"

"اور تھامپسن کے ساتھی تھے؟"

"ہاں۔"

"اس کا مطلب ہے کہ معاملات کافی دلچسپ ہیں۔" سردارے سیٹی بجانے والے انداز میں ہونٹ سکوڑ کر بولا۔ میں نے اس کی بات کا کوئی جواب نہیں دیا تھا۔ پھر ویٹر آگیا اور اس نے ہمارے سامنے کھانے پینے کی چیزیں سرو کرنا شروع کر دیں۔ میں خاموشی سے کھانے میں مصروف ہو گیا۔ سردارے بھی کھا رہا تھا لیکن اس کے چہرے پر گہرے غور و خوض کے آثار تھے۔

"کیا سوچ رہے ہو؟" میں نے بھاری لہجے میں پوچھا۔

"کچھ نہیں استاد' کوئی خاص بات نہیں۔ مگر اب پروگرام کیا رہے گا؟"

"تمہارے ذہن میں کوئی تجویز ہے؟" میں نے سردارے سے پوچھا۔
"ہے استاد۔"
"کیا؟"
"بس اس کے گھر میں گھس جائیں۔ پہلے اسے قتل کردیں' اس کے بعد سوچیں گے کہ کیا کرنا ہے۔
سردارے نے کہا اور میں ہنس پڑا۔ درحقیقت سردارے اسی قسم کا آدمی تھا۔ پہلے کرو' پھر سوچو۔
"اس میں ہنسنے کی کیا بات ہے استاد؟"
"سردارے جو لوگ ہماری تلاش میں آئے تھے وہ تھامپسن کے آدمی تھے۔ یہ بات تو طے ہے۔"
"ٹھیک ہے استاد!"
"انہیں گیلے تک پہنچنے کے لئے کیا کچھ نہ کرنا پڑا ہوگا۔ کیا وہ یونہی ناک کی سیدھ میں چلے آئے ہوں گے۔ تم نے اس پر غور نہیں کیا۔ انہوں نے انتہائی جانفشانی سے ہمارے بارے میں تحقیقات کی' تب کہیں جاکر وہ گیلے پہنچے ہوں گے۔ تو اس دوران کیا تھامپسن کو یہ بھی نہیں معلوم ہوا ہوگا کہ جیکسن کو قتل کرنے والے بھی ہم ہی ہوں گے۔"
"یقیناً ـــــ اس نے معلوم کرلیا ہوگا۔"
"تو اب کیا وہ اتنا بے وقوف ہے کہ یہ معمولی سا اندازہ بھی نہ لگا سکا ہوگا کہ ممکن ہے ہم نے جیکسن سے اس کے بارے میں معلوم کرلیا ہو۔"
"اوہ تمہارے خیال میں ـــــ تمہارے خیال میں استاد! اس نے وہ جگہ چھوڑ دی ہوگی۔"
سردارے نے کہا۔
"ممکن ہے سردارے!"
"صرف ممکن تو ہے استاد! مگر کیا اس خیال کے تحت اسے تلاش بھی نہ کیا جائے؟"
"ضرور کریں گے سردارے! مگر ایک وقفے کے بعد۔ میرے خیال میں ہمیں اس دوران صرف تفریح کرنی چاہئے۔ تھامپسن کو محنت کرنے دو۔"
"اوہ جیو استاد! جب تفریح ہوگی تو شاندار ہی ہوگی۔"
"یقیناً۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔
"سوئٹزر' بہترین جگہ ہے۔ میں نے وہاں سوٹ بک کرلیا ہے۔ ایک ڈبل روم میں نے "تری کرش" میں بھی لے لیا ہے۔ یہ درمیانے درجے کا ہوٹل ہے۔"
"بہت عمدہ ـــــ ویسے اب ہم گیلے سے سامان نہ اٹھا سکیں گے۔"
"اوہ' پھر کیا کریں گے استاد؟"
"بازار موجود ہیں۔ مختصر سامان خرید لیں گے۔"
"بڑے اخراجات ہوتے ہیں استاد!" سردارے نے کہا۔
"اوہ ـــــ اس سے کیا فرق پڑتا ہے۔ میرا تفریحی الاؤنس اس سے کہیں زیادہ ہے جتنا میں خرچ کرتا ہوں۔" میں نے لاپرواہی سے کہا۔ اور سردارے ایک گہری سانس لے کر خاموش ہوگیا۔
ہم لوگ خاموشی سے کھاتے رہے۔ پھر کافی پینے کے بعد سردارے نے سگریٹ کا پیکٹ نکال کر مجھے سگریٹ آفر کی۔ اور ہم تمباکو نوشی کرنے لگے۔

"چنانچہ ہمیں ان تفریحی دنوں کا پروگرام طے کرلینا چاہئے۔" میں نے سگریٹ کا ایک طویل کش لے کر دھواں چھوڑتے ہوئے کہا۔
"استاد' استاد ہے۔" سردارے نے مسکہ مارا۔
"تم نے "سوئٹزر' کی بات کی تھی؟"
"ہاں استاد!"
"وہیں چلو۔" میں نے کہا۔ اور سردارے نے ویٹر کو بل کے لئے اشارہ کیا۔ بل ادا کرکے ہم باہر نکل آئے اور پھر میں نے سردارے سے کہا۔ "ایک گڑبڑ ہوگئی سردارے!"
"کیا استاد؟"
"تمہیں بھی اپنا میک اپ تبدیل کرنا ہے۔"
"اس ـــــ ہاں ان حالات میں تو ـــــ"
"ٹھیک ہے۔ کوئی حرج نہیں ہے۔ تم میک اپ بدل لو۔ کس نام سے روم بک کرائے ہیں؟"
"ایڈورڈ فورک اور گراہم فورک۔"
"ویری گڈ ـــــ ہم ان سے کہیں گے کہ ہمارے دوست نے ہمارے لئے کمرہ بک کرایا ہے۔"
"آسان سی بات ہے۔" سردارے نے کہا اور پھر پلاسٹک کا ایک پیکٹ نکال کر میری طرف بڑھا دیا۔
"یہ کیا ہے؟" میں نے پوچھا۔
"پلاسٹک فیس ـــــ انہیں لگا کر ہم گلفام بن جائیں گے۔ میں نے ان کے استعمال کا پورا طریقہ سیکھ لیا ہے۔ نہایت آسان' مضبوط اور کارآمد بالکل شکل بدل جاتی ہے۔"
"اوہ ـــــ تو پھر پروگرام میں تھوڑی سی تبدیلی۔"
"کیا استاد؟"
"تم کسی سنسان جگہ یہ میک اپ اتار دو۔ اصلی شکل میں ہم تری کرش چلیں گے۔ وہاں سے چہرے تبدیل کرکے سوئیٹزر میں داخل ہوں گے۔"
"ویری گڈ۔" سردارے نے ایک ٹیکسی روکتے ہوئے کہا۔ اور پھر ہم ٹیکسی میں تری کرش چل پڑے۔ راستے میں سردارے نے خاموشی سے میک اپ اتار دیا۔ ڈرائیور نے کوئی توجہ نہیں دی تھی۔ اور جب ہم نے تری کرش کے سامنے اتر کر بل ادا کیا تب بھی اس نے حیرت ظاہر نہ کی۔ اس کا مطلب تھا کہ اس نے ہمارے چہروں کی طرف توجہ ہی نہیں دی تھی۔ تری کرش معمولی درجے کا ہوٹل تھا۔ لیکن نہایت نفیس اور کشادہ کمرے تھے۔ صاف ستھرے' ضروریات زندگی سے آراستہ مجھے تو کافی پسند آئے تھے۔ بہرحال یہاں ہم نے پلاسٹک کے خدوخال چہروں پر چپکائے۔ نہایت نفیس چیز تھی' چہرے پر کوئی بار بھی نہ ہوا اور ہماری شکلیں مقامی لوگوں کی طرح ہوگئیں۔ پلاسٹک اتنا ہلکا تھا کہ مسامات بھی نہیں چھپے تھے' صرف خدوخال بدل گئے تھے اور رنگ میں ہلکی سی تبدیلی ہوگئی تھی۔ خدوخال واقعی بہت حسین تھے اور ان سے سردارے کی ذہانت بھی جھلک رہی تھی۔ اس نے دونوں ماسک کسی قدر یکساں خرید لئے تھے یوں ایڈورڈ فورک اور گراہم فورک والی بات بھی نبھ گئی تھی۔ بہرحال اس تبدیلی سے میں بہت مطمئن تھا۔ تب ہم نے چہرے بدلنے کے بعد کافی طلب کی اور ویٹر پہلی بار ہمارے کمرے میں داخل ہوا۔ اس کے لئے بہرحال ہمارے چہرے اجنبی تھے۔ کافی کا آرڈر لے کر وہ چلا گیا۔

"ساڑھے تین بجنے والے ہیں سردارے! کافی پینے کے بعد تم کسی ایسی جگہ جاؤ گے جو تمہارے لئے جانی پہچانی ہو۔ کسی ایسی جگہ کا نام بتاؤ جو تم نے دیکھی ہو۔"

"بہت سی جگہیں ہیں لیکن کام کیا ہے؟" سردارے نے پوچھا۔

"ان تفریحات کے لئے ہمیں مقامی کرنسی کی ضرورت تو ہوگی۔"

"یقیناً۔ میں بھی یہی سوچ رہا تھا۔"

"کرنسی ہمیں چار بجے مل جائے گی۔"

"اوہ۔"

"اور تم اسے وصول کرنے جاؤ گے۔"

"بہت خوب۔"

"کونسی جگہ مناسب رہے گی۔"

"بڑا گھنٹہ گھر۔"

"ٹھیک ہے' میں فون کئے دیتا ہوں۔ تمہارے کوٹ میں کالا گلاب ہوگا۔ اور تم کسی ایسے آدمی کو طلب کرو گے جس کے کوٹ میں کالا گلاب ہوگا۔"

"اگر کسی دوسرے کے کوٹ میں بھی ہوا تب ——؟ سردارے نے پوچھا۔

"تم اس سے پوچھو گے کہ کیا مسٹر نواز آپ کے دوست ہیں۔"

"اوہ' بہتر —— بس میں کرلوں گا۔"

"واپس یہیں آؤ گے' اس کے بعد ہم تھوڑی سی خریداری کریں گے۔"

"اوکے چیف!" سردارے نے کہا۔ کافی آگئی اور ویٹر کے جانے کے بعد میں ٹیلی فون کی طرف بڑھ گیا جو کمرے میں موجود تھا۔ فون پر میں نے نک اسٹیورٹ کے نمبر ڈائیل کئے اور تھوڑی دیر میں اس سے رابطہ قائم ہوگیا۔

"ہیلو۔"

"نک اسٹیورٹ بول رہا ہے۔"

"نواز ——!" میں نے کہا۔

"جناب حکم کریں۔" نک نے خوش اخلاقی سے کہا۔

"بڑا گھنٹہ گھر۔" میں نے کہا۔

"مناسب جگہ ہے۔ شام چار بجے وہاں زیادہ رش بھی نہیں ہوتا۔"

"اوکے۔" میں نے کہا اور فون بند کر دیا۔ سردارے کافی پیتے ہوئے میری شکل دیکھ رہا تھا۔ میں نے اس کی طرف دیکھا تو اس نے نگاہیں پھیر لیں۔ میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

"کیا سوچ رہے تھے سردارے؟"

"کچھ نہیں باس!"

"آخر کچھ تو ——؟" میں نے اصرار کیا۔

"بعض اوقات تمہاری شخصیت بہت پراسرار ہو جاتی ہے۔ استاد! یقین کرو میں تمہارے بارے میں سوچنے پر مجبور ہو جاتا ہوں۔"

"کیا سوچتے ہو؟"

"یہی کہ نہ جانے تم کیا ہو۔ نہ جانے تم دنیا میں کون سا مشن پورا کر رہے ہو۔ تمہاری پہنچ کہاں تک ہے؟"

"اوہ۔" میں ہنسنے لگا۔ میں نے سردارے کو اس بارے میں کوئی جواب نہیں دیا تھا۔ کافی پینے کے بعد سردارے نے آخری بار ڈریسنگ ٹیبل کے آئینے میں شکل دیکھی اور پھر مجھ سے اجازت لیکر چلا گیا۔

"میں نے بقیہ وقت کمرے میں ہی گزارا تھا۔ ایک آرام کرسی پر میں نے دراز ہو کر آنکھیں بند کرلیں اور ذہن آزاد چھوڑ دیا۔ ہر وقت کچھ سوچتے رہنے سے ذہن بھی تھک جاتا ہے اور قوت کارکردگی ختم ہوتی ہے۔ چنانچہ کبھی کبھی پرسکون بھی رہنا چاہئے۔ آنکھیں بند کئے کئے مجھے نیند آگئی اور پھر اسی وقت آنکھ کھلی جب سردارے اندر داخل ہوا۔

"ارے —— آپ یہیں بیٹھے ہیں استاد! اس نے میرے شانے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔ اور میں چونک پڑا۔ پھر میں نے ایک طویل انگڑائی لی اور اٹھ کھڑا ہوا۔ "تم واپس آگئے؟"

"ہاں۔" سردارے نے سیاہ رنگ کا ایک بیگ میری طرف بڑھا دیا۔

"ٹھیک ہے رکھ دو۔ کوئی دقت تو نہیں پیش آئی؟"

"نہیں —— لیکن نک اسٹیورٹ بہت عمدہ آدمی ہے اور تمہارا بے حد مداح ہے۔"

"ہوں۔"

"اس نے مجھے چائے کی پیشکش کی اور میری کافی معذرت کے باوجود اصرار کر کے مجھے چائے پلائی۔ اس دوران وہ تمہارے بارے میں ہی گفتگو کرتا رہا۔ وہ پوچھ رہا تھا کہ کیا میں نے تمہیں دیکھا ہے۔ میری کیا حیثیت ہے؟ وغیرہ وغیرہ۔"

"تم نے کیا جواب دیا؟" میں نے اپنا لباس درست کرتے ہوئے پوچھا۔

"ضروری باتیں بتادیں۔"

"مثلاً؟"

"تمہاری عمر کے بارے میں سن کر وہ حیران رہ گیا۔ کافی دیر تک تو اس نے یقین ہی نہیں کیا کہ تم کوئی جوان آدمی ہوگے۔ وہ تمہیں درمیانی عمر کا کوئی خرانٹ سمجھتا تھا۔"

"اور تم نے مجھے ہیرو بنا دیا؟"

"تم نہ جانے کتنے لوگوں کے ہیرو ہو استاد! میں کیا بتاتا۔" سردارے نے محبت سے کہا اور میں ہنس پڑا۔ پھر ہم نے لباس وغیرہ درست کئے' کرنسی نکال کر جیبوں میں ٹھونسی' بچ گئی تو بیگ ساتھ لے لیا اور پھر وہاں سے نکل آئے۔ ٹیکسی ہمیں لے کر بازار چل پڑی اور پھر ہم بازار میں اتر گئے۔ خریداری مختصر کی تھی۔ چند اعلیٰ درجے کے سلے سلائے سوٹ اور دوسری کچھ ضرورتوں کا سامان —— اور پھر اس سامان کے ساتھ ہم سوئیٹر پہنچ گئے۔

سوئیٹر کو دیکھ کر طبیعت خوش ہوگئی۔ گیلے کے ماحول میں سنجیدگی تھی۔ سوئیٹر شوخ رنگوں سے بسا ہوا زندگی سے بھرپور ہوٹل تھا۔ قدم قدم پر جدت کی گئی تھی۔ گویا سوئیٹر نوجوانوں کا ہوٹل تھا۔ کاؤنٹر پر پہنچ کر ہم نے مسٹر اڈورڈ فورک اور گراہم فورک کا نام بتایا اور بغیر کسی چھان بین کے ہمیں چابی مل گئی۔ کمرہ دیکھ کر آنکھیں کھل گئیں۔ دیواروں پر افریقہ کے قبائلی دیوتاؤں کے مجسمے' مرالو کا بنا ہوا قیمتی فرنیچر' سرخ ایرانی

قالین' ہاتھی دانت کی منقش میز اور ایسی ہی نادر چیزوں سے آراستہ ------

"بہت خوب۔" میں نے تحسین آمیز لہجے میں کہا۔

"واقعی بہت عمدہ ہے۔" سردارے نے تعریف کی۔

"اور اب ------ ذہن سے دوسرے سارے خیالات نکال دو۔" چند روز ------ صرف تفریحی ہوں گے۔" میں نے کہا۔

"استاد زندہ باد۔" سردارے نے نعرہ لگایا۔

"شام جھک آئی تھی۔ موسم خوشگوار رہا تھا اس لئے ہوٹل کے باہر کی سڑکیں رنگین ہو گئی تھیں۔ ایسا لگتا تھا جیسے سارے لوگ گھروں سے باہر نکل آئے ہوں۔

"ویٹرس کا کیا نظام ہے؟" میں نے پوچھا۔

"دیکھا نہیں استاد! ویسے استاد ------ وہ ------"

"پوڈیسنا ------؟" میں نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"ہاں ------ آج کا طے تھا اس سے۔"

"لیکن اب تو ہماری شکلیں بھی بدل گئی ہیں۔"

"ہاں۔"

"اس سے کیا غرض ------ یہاں بہت سی مل جائیں گی۔ ویٹر کو بلاؤ۔" اور سردارے نے گھنٹی بجا دی ------ لیکن ایک خوش سلیقہ نوجوان کے داخلے پر ہم مایوس ہو گئے۔

"کافی۔" میں نے کہا اور وہ ادب سے سر جھکا کر چلا گیا۔

"الو کے پٹھے ہیں۔ سارا حسن خاک میں ملا دیا۔" سردارے نے غرائی ہوئی آواز میں کہا۔ اور میں ہنس دیا۔

"کیوں نہ کافی نیچے پی جائے استاد؟" سردارے نے تجویز پیش کی۔

"جیسی تمہاری مرضی۔"

"پھر بلاؤں ------؟" اور میں نے گردن ہلا دی۔ سردارے نے دوبارہ گھنٹی بجا کر ویٹر کو طلب کیا اور کافی کا آرڈر کینسل کر دیا ------ اس کے بعد ہم تیاریاں کر کے نیچے اتر آئے اور ہوٹل کے ریفرشمنٹ ہال میں داخل ہو گئے۔ شیشے کی طرح چمکتا ہوا ہال' رنگین دیواریں اور حسین چہرے۔

ہال میں کافی لوگ موجود تھے۔ ایک ویٹر نے ایک میز کی طرف ہماری رہنمائی کی اور ہم بیٹھ گئے۔

"استاد!" سردارے نے بیٹھتے ہی آہستہ سے کہا۔

"ہوں۔" میں نے پرسکون انداز میں جواب دیا۔

"بائیں سمت! سردارے! آہستہ سے بولا۔

"کیا ہے؟"

"قیامت!" سردارے نے جواب دیا۔

"دیکھتا ہوں ابھی۔" میں نے کہا۔ اور پھر چند لمحات کے بعد میں نے اس طرف نگاہ ڈالی اور دیکھتا رہ گیا۔ نائی خوش لباس عورت تھی ------ بے پناہ خوبصورت نہیں تھی لیکن بے پناہ پرکشش ضرور تھی۔ وہ مقامی نہیں تھی' خدوخال بتاتے تھے۔ میری نگاہ اس سے ملی اور اس کے ہونٹوں پر خفیف سی مسکراہٹ پھیل گئی۔

"کیسی ہے استاد؟"

"عمدہ۔" میں نے جواب دیا۔

"مسکرا بھی رہی ہے۔" سردارے کے منہ میں پانی بھر آیا۔ میں نے اس کی بات کا کوئی جواب نہیں دیا تھا۔ البتہ دوسری بار جب میں نے اسے دیکھا تو وہ پھر مسکرا دی۔ اور جواب میں' میں نے اسے خفیف سا اشارہ کیا۔ اس نے اس اشارے کا جواب دیا تھا۔ پھر وہ اپنی جگہ سے اٹھی اور ہمارے پاس پہنچ گئی۔

"بیٹھ سکتی ہوں؟" اس نے فرنچ میں کہا۔

"شوق سے۔" میں نے کہا۔

"معاف کیجئے گا ہم نے تعارف حاصل کرنے میں تکلفات سے کام لیا ہے۔ بعض اوقات یہ اندازہ خود کو ہنسنے پر مجبور کر دیتا ہے۔ ویسے آپ مقامی باشندے ہیں؟"

"نہیں۔"

"اوہ' مجھ سے اندازے کی غلطی ہوئی تھی' اس لئے میں نے پوچھا۔ آپ نے فرنچ ٹھیک نہیں بولی تھی۔ میرا مطلب ہے لہجے کا فرق تھا۔ جرمن بولتے ہیں آپ؟"

"انگلش زبان آسان ہو گی۔" میں نے جواب دیا۔

"میرے خدا! آپ برٹش ہیں۔ آپ کے خدوخال سے تو اندازہ ہی نہیں ہوتا۔" وہ متحیرانہ انداز میں بولی اور میں نے صرف مسکرانے پر اکتفا کی۔

"برطانوی لوگوں کی تہذیب کی داستانوں سے میں بےحد متاثر ہوں' کیا آپ لوگ اپنا تعارف کرانا پسند کریں گے؟"

"میں ایڈورڈ نورک ہوں' یہ میرے چھوٹے بھائی گراہم نورک۔"

"اوہ' ہاں ------ آپ کی شکلوں میں مشابہت ہے۔" "مجھے فرخندہ کہتے ہیں' مصر سے تعلق رکھتی ہوں لیکن اب تقریباً چھ سال سے برن میں مقیم ہوں۔ یہیں کی نیشنلٹی ہے میرے پاس۔"

"بڑی مسرت ہوئی آپ سے مل کر۔"

"شکریہ ------ آپ بہت خاموش طبع معلوم ہوتے ہیں مسٹر گراہم؟" اس نے سردارے کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"حیران ہوں کہ آپ دوسری زبانیں کس آسانی سے بول لیتی ہیں۔" سردارے نے جواب دیا۔ "اوہ' میں نے بہت سی زبانیں سیکھی ہیں' یہ میری ہابی ہے۔ ویسے میں نے آپ کے وطن میں تعلیم حاصل کی ہے۔ لیکن بہت مختصر عرصہ وہاں رہی۔" اس نے مسکراتے ہوئے شستہ انگریزی میں کہا۔

"آپ سے مل کر واقعی دلی مسرت ہوئی فرخندہ خاتون۔" سردارے بولا۔ میں گہری نگاہ سے ان فرخندہ صاحبہ کا جائزہ لے رہا تھا۔ یہ ہیں کیا چیز؟ بظاہر تو بڑی پروقار اور سلیقہ شعار نظر آتی ہیں۔ لیکن......

"آپ لوگ برن میں کب آئے؟"

"زیادہ عرصہ نہیں ہوا۔"

"کوئی کاروباری غرض تھی؟"

"نہیں' سیاحت۔"

"خوب! خوشحال ہیں ------ سیاح دو ہی قسم کے ہوتے ہیں' یا تو پھٹے ہوئے لباس والے بےحال لوگ' جو

زندگی کو بے مقصد سمجھ کر ادھر ادھر ضائع کرتے ہیں۔ یا پھر ایسے خوش حال لوگ' جو زندگی کے حسن کو دیکھنے کے خواہش مند ہوتے ہیں اور اس کی تلاش میں سرگرداں رہتے ہیں۔"

"ہاں ---- زندگی کا حسن مختلف شکلوں میں سامنے آتا ہے جیسے!" میں نے ایک قدم آگے بڑھایا۔ "خوبصورت چہرے' خوبصورت باتیں۔" وہ مسکرا کر بولی۔ "کہاں قیام ہے آپ کا؟"

"یہیں۔" میں نے جواب دیا۔

"کوئی خاتون نہیں ہیں آپ کے ساتھ؟"

"نہیں۔"

"میرے خیال میں' اچھی دوست یا اچھے دوست اور ساتھی کے بغیر سیاحت کا مطلب تشنہ ہوتا ہے۔"

"ہاں' بارہا محسوس کیا۔" میں نے جواب دیا۔

"برن میں' میں آپ کو خوش آمدید کہہ سکتی ہوں بشرطیکہ آپ پسند کریں۔"

"خوش نصیبی ہے ہماری۔" سردارے جلدی سے بولا۔

"الجھنے کی ضرورت نہیں ہے' میں سوسائٹی گرل ہوں۔ یہی میرا ذریعہ معاش ہے۔ لیکن سلیقے سے کام کرتی ہوں۔ آپ سے معاوضہ لوں گی اور آپ کے لئے برن میں ہر تفریح فراہم کروں گی۔ معاوضے کے بارے میں کوئی سوداکاری نہیں ہوگی۔ اس کی عادی نہیں ہوں۔ اس کا تعین آپ خود کریں گے۔ باقی اگر ضرورت سمجھیں تو اچھی دوست بھی ثابت ہوں گی۔"

"آپ کی صاف گوئی آپ کی فطرت کی عکاسی کرتی ہے۔"

"تو قبول کریں گے آپ مجھے؟"

"سر آنکھوں پر۔"

"شکریہ!" اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"کیا پئیں گی آپ؟" میں نے پوچھا۔

"میزبان ہیں' جو پسند کریں۔"

"مہمان کی پسند مقدم ہوتی ہے۔" میں نے کہا۔

"تب اورنج جوس کے ساتھ شیری۔" اس نے کہا اور میں نے ویٹر کو اشارہ کیا۔ اپنے اور سردارے کے لئے ایک مشروب کے ساتھ اس کیلئے اورنج جوس اور شیری کا آرڈر دے کر میں نے ایک گہری سانس لی۔ آپ نے برن دیکھا؟"

"زیادہ عرصہ نہیں ہوا ہمیں یہاں آئے ہوئے۔"

"اوہ' میں نے اپنے بارے میں بتانے کے ساتھ دوستی کی پیشکش بھی کی تھی' چنانچہ آپ نے اسے قبول کرلیا۔ اپنے کاروبار کے بعد دوستی کے فرائض بھی شروع ہوتے ہیں۔"

"یقیناً۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"چنانچہ برن آپ میرے ساتھ دیکھیں گے۔"

"ضرور!" میں نے جواب دیا اور پھر سردارے کی طرف مسکرا کر دیکھا۔ سردارے کے چہرے پر اکتاہٹ تھی اور وہ ادھر ادھر دیکھ رہا تھا۔ شاید سوچ رہا تھا کہ یہ تو استاد نے مارلی اب میں کیا کروں۔"

ویٹر نے آرڈر سرو کر دیئے اور ہم مشروبات کے سپ لینے لگے۔ فرخندہ درحقیقت پرکشش عورت

ہوئی۔ وہ پیشہ ور تھی لیکن نہایت اسٹینڈرڈ کی۔ عمدہ گفتگو کرنے والی' بذلہ سنج بھی تھی اور پر مذاق سردارے نے اب صبر کیا تھا اور ہماری گفتگو میں دلچسپی لینے لگا تھا۔ ہمیں وہاں بیٹھے کافی دیر گزر گئی۔ ہو گئی تھی اور ہال کی میزیں بھی پر ہو گئی تھیں۔ ہوٹل کی اپنی تفریحات شروع ہو چکی تھیں اور لوگ ان میں دلچسپی لے رہے تھے۔ فرخندہ نے گھڑی دیکھی اور پھر میری طرف۔ "کیوں ---- جلدی ہے؟"

"نہیں۔ اگر آپ پسند کریں تو اٹھیں۔"

"کیا پروگرام رہے گا؟"

"یہ آپ کی مرضی پر منحصر ہے۔" وہ مسکرائی۔

"میرا ساتھی تنہائی محسوس کر رہا ہے۔"

"اب ان کی میزبان میں ہوں۔" میں نے سردارے کی طرف دیکھا اور سردارے کا چہرہ کھل گیا ---- فرخندہ کی بات صاف تھی۔

"تب پھر اٹھیں۔" میں نے کہا اور سردارے نے ویٹر سے بل لانے کے لئے کہا۔ بل پر دستخط کرنے کے بعد ہم وہاں سے باہر نکل آئے۔ پارکنگ لان میں فرخندہ ایک خوبصورت سی کھلی چھت کی گاڑی کی طرف بڑھ گئی۔ دروازہ کھول کر اس نے ہمیں بیٹھنے کی پیشکش کی اور ہم دونوں بیٹھ گئے۔ تب فرخندہ نے کار اسٹارٹ کر کے آگے بڑھا دی۔ "کمال ہے استاد!" سردارے اردو میں بڑبڑایا۔

"کوئی کمال نہیں ہے۔" میں غرایا۔ "نہ سہی ---- بہرحال مجھے حیرت ہے۔"

میں نے اس کی بات کا کوئی جواب نہ دیا ---- فرخندہ کے بارے میں ہمارا خیال غلط نہیں نکلا۔ درحقیقت وہ اعلیٰ پائے کی تھی۔ اس کی حسین کوٹھی نہایت اعلیٰ معیار پیش کرتی تھی۔

پورٹیکو میں کار رکی اور آنکھیں خیرہ ہو گئیں۔ نہایت حسین انداز میں کوٹھی سجائی گئی تھی۔ ایک حسین نوخیز لڑکی نے آگے بڑھ کر دروازہ کھولا ---- اور ہم نیچے اتر آئے۔

"آیئے ----!" فرخندہ بولی ---- اور ہم اس کے ساتھ آگے بڑھ گئے۔ دوسری ملازمہ نے دروازہ کھولا اور ہم اندر داخل ہو گئے۔

"آپ لوگ تشریف رکھئے' میں ابھی آتی ہوں۔" فرخندہ نے کہا اور پھر ہماری اجازت سے باہر نکل گئی۔ سردارے ڈرائنگ روم دیکھ رہا تھا۔ ڈرائنگ روم کیا تھا اچھی خاصی نوادرات کی دکان معلوم ہو رہا تھا۔ سنگ مرمر کے مجسمے' مصری فراعنہ کی شبیہیں' چمڑے کا فرنیچر' موٹا قالین' ڈائیزڈن کے چینی ظروف' ڈماسک میز پوش' آئل فائٹنگ کی بے شمار تصویریں' چھت میں چیکوسلواکیہ کا بلوریں فانوس۔

"واقعی باذوق ہے۔" میں نے داد دی۔

"میں تو بے حد متاثر ہوا ہوں استاد! ژولی ژاں کا مکان بھی دیکھا تھا میرا خیال تھا وہ سب سے زیادہ ...."

"ژولی ژاں کا نام نہ لو سردارے!" میں تڑپ گیا اور سردارے چونک کر میری شکل دیکھنے لگا۔ "اوہ' معاف کرنا استاد! کیا ...."

"اس کا اور فرخندہ کا کوئی مقابلہ نہیں ہے۔ فرخندہ بہرحال ایک ماڈرن طوائف ہے اور ژولی ژاں .... وہ سینکڑوں شریف زادیوں سے زیادہ شریف اور نیک عورت تھی۔"

"تم اس سے بہت متاثر ہوا استاد؟"

"ہاں ــــــ اس قدر ـــــــ کہ اگر میری زندگی میں، کبھی زندگی کے ساتھی کا تصور ہوتا تو کا انتخاب کرتا۔"

"خدا کی پناہ! میں نے اسے اس قدر گہری نگاہ سے کبھی نہیں دیکھا۔"

"تم نہیں جانتے سردارے! وہ کیا تھی؟"

اور سردارے خاموش ہو گیا۔ چند سیکنڈ کے بعد ایک خوبصورت سی لڑکی اندر آئی۔ "مادام فرخ کو اندر بلاتی ہیں۔ یہ مقامی لڑکی تھی، حسین خدوخال۔ انداز میں شرمائیت تھی جو اس کے چہرے پر ع رہی تھی۔

"چلو ــــــ!" میں نے کہا ــــــ اور سردارے نے میری طرف دیکھ کر کچھ اشارہ کیا۔ گردن ہلا دی۔

"کہاں ہیں مادام؟"

"اندر ــــــ آپ کی منتظر ہیں۔" لڑکی بولی۔

"آپ کا کیا نام ہے مس ــــــ؟ سردارے نے اس کا ہاتھ تھامتے ہوئے کہا۔ اور وہ مسکرا دی۔

"ژلازا ــــــ!" اس نے جواب دیا۔

"خاصا مشکل نام ہے۔" سردارے بولا۔

"آپ مجھے ژیلی کہہ سکتے ہیں۔"

"خصوصی اجازت ہے۔" سردارے بولا۔

"ہاں۔" وہ ہنس پڑی۔ اور ہم دونوں اس کے ساتھ کوٹھی کے اندرونی حصے کی طرف چل پ صرف ڈرائنگ روم ہی حسین نہیں تھا، کوٹھی کے دوسرے حصے بھی اسی معیار پر سجائے گئے تھے۔

"یہ خصوصی اجازت صرف نام کے سلسلے میں ہے؟" سردارے نے آہستہ سے پوچھا۔ "نہیں سلسلے میں۔" لڑکی مسکرائی۔

"شکریہ۔" سردارے مسرت سے کھل اٹھا تھا۔ لڑکی ہمیں ایک دروازے تک لے آئی اور پھر کھول کر مختصر انداز میں پیچھے ہٹ گئی۔ ہم دونوں اندر داخل ہو گئے تو اس نے دروازہ باہر سے بند کر دیا وہ باہر ہی رہ گئی تھی۔

دروازے کے دوسری طرف ایک حسین حال تھا جہاں زمین سے موسیقی ابھر رہی تھی۔ ہال کی آ میں نہایت اعلیٰ سامان استعمال کیا گیا تھا۔

ہم دونوں ایک صوفے پر بیٹھ گئے۔ سردارے نے ایک گہری سانس لی تھی۔

"قسمت کھل گئی استاد!" اس نے کہا۔

"کیوں۔"

"تم تصور بھی کر سکتے تھے کہ برابر کی میز پر بیٹھی دنیا اتنے اعلیٰ پائے کی ہے۔"

"ہاں ــــــ میں تصور کر سکتا تھا۔"

"مجھے بتاؤ کیسے؟ آخر کیسے؟" سردارے بچوں کی طرح بولا۔

"بھئی اتنے عمدہ ہوٹلوں میں گھٹیا قسم کی عورتیں نہیں جاتیں۔"

"یہی کیفیت مردوں کی ہو گی۔"

"ظاہر ہے۔"

"لیکن استاد! انہیں دھوکا بھی تو ہو سکتا ہے۔ ممکن ہے کوئی قلاش ٹکرا جائے۔ رقم وغیرہ کے بارے میں نے کوئی بات بھی نہیں کی ہے۔"

"میرا خیال ہے اس کی صحت پر کوئی اثر نہیں پڑے گا۔"

"ہاں۔ یہ بھی ٹھیک ہے، ایک نہ سہی۔" سردارے نے مسکراتے ہوئے کہا اور پھر جلدی سے بولا۔ "ں کیسی تھی استاد؟"

"اچھی تھی۔"

"میرے لئے پسند ہے؟" سردارے نے مسخرے انداز میں پوچھا۔ لیکن اسی وقت ایک اندرونی زے سے فرخندہ نکل آئی۔ اس کے بدن پر سفید سلک کا لبادہ تھا، سیاہ لمبے بال بکھرے ہوئے تھے۔ اس کا یک اپ سے بے نیاز تھا۔ لیکن میک اپ کے بغیر بھی وہ بہت حسین نظر آ رہی تھی۔

"ہیلو۔" اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "ہیلو!" میں نے جواب دیا۔

"اطمینان سے بیٹھو ڈیئر! کیا تم یہاں کچھ تکلیف محسوس کر رہے ہو؟"

"ہرگز نہیں۔" میں نے جواب دیا۔

"کچھ پیو گے؟"

"پلا دو ــــــ!" میں نے کہا۔ اور فرخندہ ایک مخصوص کرسی پر جا بیٹھی۔

"کیا پسند کرو گے ڈارلنگ!"

"پسند تمہاری ہو گی۔" میں نے جواب دیا۔ "ارے ہاں، مسٹر گراہم! تمہاری تنہائی برقرار ہے لیکن فکر کرو۔ ابھی تمہاری آنکھیں کھل جائیں گے۔" اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔ اور پھر اس نے کرسی کے میں کوئی چیز دبائی اور ایک ہلکی سی کلک کی آواز پیدا ہوئی۔ پھر اس نے کوئی اور بٹن دبایا اور سامنے کی میں ایک چوکور خانہ کھل گیا۔ خانہ گھومنے لگا اور پھر سرسراہٹ کے ساتھ پورا پلٹ گیا۔ اس میں اعلیٰ ے کی شرابوں کی بوتلیں جگمگا رہی تھیں۔

خانہ رک گیا تو فرخندہ نے دوسرا بٹن دبایا۔ خانے کا نچلا حصہ مڑا اور چند بوتلوں کے ساتھ آگے بڑھنے وہ ٹھیک فرخندہ کی کرسی کے پاس آ کر رک گیا۔ خود کار ٹرالی تھی جس پر جگ، سائفن اور خوبصورت ں گلاس رکھے ہوئے تھے۔ فرخندہ نے بوتلیں اٹھا کر جگ میں کاک ٹیل بنائی اور پھر اسے گلاسوں میں دیا اور گلاس ہم دونوں کو پیش کر دیئے۔

"سردارے نے میری طرف دیکھا۔ "کوئی حرج نہیں ہے۔" میں نے اجازت دی۔ "اوہ، یہ عمدہ بات " فرخندہ بولی۔ "تم دونوں ایک دوسرے کا خیال رکھتے ہو۔"

"بھائی جو ٹھہرے۔" میں نے کہا۔

فرخندہ پھر کرسی بیٹھ گئی۔ پھر اس نے ایک اور بٹن دبایا اور ہال میں ایک اور دیوار شق ہو گئی۔ ایک سفید ہٹ گیا تھا۔ اور پھر حسین لباس میں ملبوس ایک لڑکی اندر داخل ہو گئی۔ وہ مسکراتی ہوئی آہستہ خرامی چلتی ہوئی ہمارے سامنے سے گزر کر ایک طرف کھڑی ہو گئی۔ پھر دوسری لڑکی آئی۔ پہلی سے بھی زیادہ نا تھی۔ اسی طرح آٹھ لڑکیاں لائن سے آ کر کھڑی ہو گئیں۔ اور فرخندہ نے مسکراتے ہوئے ہماری طرف "تم دونوں ان میں سے کسی کو بھی پسند کر سکتے ہو۔" اس نے کہا۔

"اوہ۔ تم شاید میزبانی سے تھک گئی ہو۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔
"نہیں۔ یہ بات نہیں ہے۔"
"پھر؟"
"میں تمہارے اوپر مسلط نہیں ہونا چاہتی۔ ہاں اگر تم پسند کرو۔"
"تم سے پہلے ان لوگوں کو نہیں دیکھا تھا۔"
"یہ تو ٹھیک ہے۔" اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔
"پھر تمہارے ذہن میں یہ خیال کیوں پیدا ہوا؟"
"اوہ' کوئی خاص بات نہیں میری جان! یہ بھی آداب میزبانی میں سے تھا۔" اس نے کھل کر ہنس
کہا۔ اور میں بھی ہنسنے لگا۔ بہر حال تم گراہم کو تو اجازت دو گے؟"
"ہاں ضرور۔"
"سوری مس فرخندہ! میں بھی انتخاب کر چکا ہوں۔" سردارے نے جواب دیا۔ "ایں۔" فرخن
پڑی۔ "کیا بات ہے مسٹر گراہم! اگر آپ کو ان میں سے کوئی پسند نہیں آئی ہے تو اوروں کو بلایا جاسک
اس نے کہا۔
"آپ ان سب کو روانہ کر دیں۔"
"اوکے' جاؤ ——— تم لوگ جاؤ۔" فرخندہ نے لڑکیوں سے کہا اور وہ جس دروازے سے آ
اسی سے واپس چلی گئیں۔ فرخندہ تعجب سے سردارے کو دیکھ رہی تھی۔ "یس مسٹر گراہم؟" اس۔
وہ لڑکی' جو ہمیں بلا کر لائی تھی۔"
"اوہ ——— کون ——— ژلازا؟" فرخندہ نے پوچھا۔
"ہاں!"
"اوہ' ڈیئر ——— وہ تیار نہ ہوگی۔ اگر تم اسے تیار کر سکو تو مجھے کیا اعتراض ہے۔"
"کیوں ——— وہ تیار کیوں نہ ہوگی؟"
"وہ صرف ملازمہ ہے' اور میں کسی لڑکی کو اس کی مرضی کے خلاف مجبور نہیں کرتی۔ جو اپنی خو
آئے ٹھیک ہے۔ یہ میرے اصول کے خلاف ہے۔"
"اگر میں اسے تیار کر لوں؟"
"تو مجھے خوشی ہوگی۔"
"اوکے مادام!" سردارے نے کہا۔ فرخندہ مسکرانے لگی۔ پھر اس نے ہنستے ہوئے کہا۔ "ویسے
عجیب ہو۔ کیا میں ژلازا کو آواز دوں؟"
"کیا کہیں گی اس سے؟"
"تمہاری خواب گاہ الگ ہے' وہ تمہیں خوابگاہ تک پہنچا دے گی۔ اور سنو ———! اگر وہ تیار ن
اس سے کہہ کر کسی اور کو بلا سکتے ہو۔"
"اوکے مادام!" سردارے خوشی سے اٹھ کھڑا ہوا۔
"ارے ابھی سے کہاں بھاگ چلے' کھانا نہیں کھاؤ گے کیا؟"
"اوہ' فرخندہ ———! اس کی کیا ضرورت ہے۔" میں نے دخل دیا۔

"کیوں؟ کیا تم لوگ رات کا کھانا نہیں کھاتے؟ یہاں سے تو اب صبح کو ہی واپس جا سکو گے۔"
"اچھا ٹھیک ہے۔" میں نے کہا۔
اور پھر ہم نے فرخندہ کے ساتھ پر تکلف ڈنر لیا۔ بالکل گھریلو ماحول تھا۔ اچھے اچھے اندازہ نہیں لگا سکتے
کہ ہم وہاں کوئی معزز مہمان نہیں ہیں۔ کھانے کے دوران دلچسپ گفتگو رہی اور پھر ہم اس کمرے سے
آئے۔ تھوڑی دیر تک فرخندہ کی کوٹھی کے لان میں چہل قدمی کی ——— پھر فرخندہ نے ژیلی کو آواز
۔ وہ بھی اسے ژیلی کہتی تھی۔ "ژیلی! انہیں ان کی خواب گاہ دکھا دو۔ جس حد تک ہو سکے ان کے ساتھ
ن کرنا۔"
"یس مادام!" ژولازا نے کہا۔ اور پھر وہ سنجیدہ سی شکل بنائے سردارے کے ساتھ چل دی۔ تب فرخندہ
مسکراتے ہوئے میری شکل دیکھی۔
"دوسری لڑکیاں مجھ سے زیادہ حسین تھیں مسٹر ایڈورڈ! نجانے آپ نے مجھے کیوں یہ عزت بخشی
۔"
"اب میں تمہارے حسن کے بارے میں شاعری کروں۔" میں نے اس کی کمر میں ہاتھ ڈالتے ہوئے
۔ "مت سوچو ڈیئر!" میں نے اسے بھینچتے ہوئے کہا۔ اور پھر ہم ایک حسین ترین خواب گاہ میں داخل ہو
۔ پوری کوٹھی کی جان یہ خوابگاہ تھی' اور ہونی بھی چاہئے تھی۔ خوابگاہ کا رومانی ماحول' فرخندہ کا حسین
۔ میں نے اس کے ساتھ ایک حسین رات گزاری۔ گو وہ عام راتوں سے جدا رات نہ تھی تاہم فرخندہ کی
گفتگو نے اسے کافی دلکش بنا دیا تھا۔
اور دوسری صبح بڑی خوشگوار تھی' سورج آسمان میں چھپ گیا تھا' کہر کی دبیز چادر نے ماحول کو ڈھک دیا
فرخندہ میری آغوش میں انگڑائیاں توڑ رہی تھی۔ مجھے جاگتے دیکھ کر اس نے میرے سینے میں منہ چھپا لیا۔
"ایڈورڈ!" وہ مخمور لہجے میں بولی۔
"ہوں۔"
"کچھ کہوں ——— یقین کر لو گے؟"
"ہاں!" میں نے اسے خود سے چمٹاتے ہوئے کہا۔
"اس زندگی میں آئے طویل عرصہ گزر گیا' بہت سے لوگوں سے ملاقات ہوئی لیکن تمہارے اندر ایک
پن ہے۔ تم ——— تم نہ بھولنے والی شخصیت ہو۔"
"اوہ۔" میں نے اسے اور بھینچ لیا۔
"میں تمہیں عرصے تک یاد رکھوں گی۔"
"اور میں بھی ڈارلنگ!" میں نے کہا۔
"یہاں کتنا عرصہ قیام کرو گے ایڈورڈ؟"
"کچھ کہا نہیں جا سکتا۔ لندن سے آنے والے ایک دوست کا انتظار ہے۔ اس کے آنے پر یہاں سے چلا
جاؤں گا۔"
"میں تم سے کوئی ایسا وعدہ نہیں لینا چاہتی ایڈورڈ! جو تمہارے لئے تکلیف دہ ہو۔ لیکن ——— یہاں
تو مجھ سے ملاقات ضرور کرتے رہنا۔"
"وعدہ۔"

"شکریہ۔" وہ گہری سانس لے کر بولی۔ پھر کھڑکی سے باہر دیکھتے ہوئے بولی۔ "آج موسم ٹھیک ہے۔ باہر کہر ہے' تم صبح خیزی کے عادی تو نہیں ہو۔"

"کوئی خاص نہیں۔"

"بستر سے نکلنے کو دل نہیں چاہ رہا۔" وہ انگڑائی لیتے ہوئے بولی۔

"بیڈ ٹی کس وقت لیتی ہو؟"

"ساڑھے آٹھ بجے۔"

"اور اس وقت پونے آٹھ بجے ہیں۔"

"واقعی؟"

"سامنے دیکھ لو۔" میں نے وال کلاک کی طرف اشارہ کیا اور وہ گھڑی دیکھنے لگی۔ "اوہ۔۔۔۔۔ اٹھنا پڑے گا۔" اس نے پھیکے انداز میں مسکراتے ہوئے کہا اور پھر وہ بستر سے باہر نکل گئی۔ اطمینان۔ لباس اٹھایا اور باتھ روم میں چلی گئی۔ میں بستر میں گھسا انگڑائیاں لیتا رہا۔ دل تو میرا بھی اٹھنے کو نہیں چا لیکن بہرحال اٹھنا تو تھا ہی۔۔۔۔۔ نہ جانے سردارے کے ساتھ کیا بیتی۔ میں اس کا حال معلوم کر۔ لئے بھی بے چین تھا۔

تھوڑی دیر کے بعد فرخندہ واپس آگئی۔ وہ کچھ اور نکھر گئی تھی۔

"باتھ روم جاؤ گے؟" اس نے پوچھا۔ "کیوں نہیں۔" میں بھی اٹھ گیا لیکن میں نے بستر کی چا کے گرد لپیٹ لی تھی اور پھر میں باتھ روم میں داخل ہو گیا۔ اس کہریلے موسم میں گرم بھاپ کے بڑی فرحت بخشی۔ اور میں دیر تک غسل کرتا اور تھکن نچوڑتا رہا۔ پھر لباس تبدیل کر کے باہر نکل فرخندہ گون میں ملبوس ایک آرام کرسی میں دراز تھی مجھے دیکھ کر وہ پیار سے مسکرائی اور پھر اس نے کے لئے گھنٹی بجادی۔

"حالانکہ اب ہم لوگ ناشتہ کرنے کی پوزیشن میں ہیں۔" وہ مسکراتے ہوئے بولی۔ میں بھی ہنے ملازمہ چائے کی ٹرالی لے کر ہی آئی تھی۔ وہ بلانے کا مقصد سمجھ گئی تھی۔ عمدہ چائے پینے کے بعد ہم با آئے۔ گو ٹہلنے کا موسم نہیں تھا لیکن اور کیا بھی کیا جاتا۔ فرخندہ کی کوٹھی کے خوبصورت لان پر لگے حسین پھول کہر میں چھپنے کی ناکام کوشش کر رہے تھے۔ موسم کافی حسین ہو رہا تھا۔ ہم لوگ اس سرد میں خاموش چہل قدمی کرتے رہے اور پھر دور سے سردارے آتا نظر آیا۔ اس کے ساتھ ایک دوسری تھی۔ میں نے اور فرخندہ نے اسے ساتھ ہی دیکھا تھا۔ اور ہم دونوں ہی مسکرا دیئے۔

"ہیلو مسٹر گراہم! صبح بخیر۔" مجھ سے پہلے فرخندہ نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "صبح بخیر!" سردار۔ مسکراتے ہوئے بولا۔ میں نے اس کے چہرے سے اندازہ لگا لیا تھا کہ وہ خوش ہے۔ "رات کیسی گزری

"خوشگوار۔" سردارے نے کہا۔

"کیا تمہاری پارٹنر ژلازا ہی تھی؟"

"ہاں۔۔۔۔۔!" سردارے نے شانے اچکا کر کہا۔

"گڈ لارڈ! یہ تمہاری کوالٹی ہے' ورنہ ژیلی نے آج تک یہاں پر کسی کے ساتھ رات نہیں گزا فرخندہ نے گہری سانس لیکر کہا۔ اور پھر سردارے بھی ہمارے ساتھ سیر میں شامل ہو گیا۔ پھر ہم اس تک سیر کرتے رہے جب تک ملازمہ نے ناشتے کی اطلاع نہ دی۔ اور پھر خوبصورت ڈائننگ ہال میں

ے کا ناشتہ کیا گیا اور اس کے بعد شہر گردی کی تیاریاں ہونے لگیں۔ ہم نے خود کو فرخندہ کے رحم و کرم پر دیا تھا۔ دن کے گیارہ بجے بھی صبح چھ بجے کا منظر تھا۔ لیکن فرخندہ ایک خوبصورت لباس پہن کر سیر کے یار ہو گئی تھی۔ ہم لوگوں کو کیا اعتراض ہو سکتا تھا۔ ہم باہر نکل آئے اور پھر فرخندہ نے اسٹیئرنگ سنبھال اسی وقت ژلازا بھی سرخ اونی لباس میں باہر آگئی۔ شاید فرخندہ نے اسے ہدایت کر دی تھی۔ "۔۔۔۔۔بہت خوب!" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"کیوں؟"

"یہ تم نے بہت اچھا کیا۔"

"یہ تو ضروری تھا' ورنہ مسٹر گراہم تنہا بور ہوتے۔"

"شکریہ میڈم فرخندہ۔" سردارے ژلازا کو اپنے قریب جگہ دے کر بولا۔

"اور ہم بھی۔۔۔۔۔!" فرخندہ آہستہ سے بولی اور اس نے کار اسٹارٹ کر دی۔ وہ ایک ہاتھ سے رنگ تھامے ہوئے تھی' دوسرا ہاتھ اس نے میرے ہاتھ کی انگلیوں میں پھنسا رکھا تھا۔

اور پھر پرانے برن کے گلی کوچوں سے گزرتے ہوئے وہ بولی۔ "تم نے دیکھا ایڈورڈ۔۔۔۔۔! برن ں کا شہر ہے۔"

"ہاں۔۔۔۔۔ میں نے غور کیا ہے۔"

"ریچھ یہاں کا امتیازی نشان ہے۔"

"خوب!"

"یہ شہر ۱۸۴۸ء میں ملک کا صدر مقام قرار پایا تھا۔ وہ دن ہے اور آج کا دن ہے' اس کی ہیئت میں کوئی ں نہیں ہوئی ہے۔ سوئٹزر لینڈ کے عام شہروں کی بہ نسبت اس شہر کی کیفیت کسی پر سکون قصبے کی سی اب بھی ہر چوک میں پرانی وضع کے خوبصورت فوارے اور نل موجود ہیں' جہاں کسی وقت میں شہر کی لیاں نہانے دھونے کے علاوہ گھریلو استعمال کے لئے پانی لینے آیا کرتی تھیں۔"

"خوب!" میں نے فرخندہ کی باتوں میں کافی دلچسپی لی۔ "گو تم مقامی باشندہ نہیں ہو فرخندہ! لیکن یہاں ارے میں تمہیں کافی معلومات ہیں۔"

"اب تو یہی میرا وطن ہے مسٹر ایڈورڈ! اور اپنے وطن کے بارے میں اتنی معلومات تو ہونی ہی ہے۔" فرخندہ نے جواب دیا۔

"مگر تم نے اسے کن حالات میں چھوڑا؟"

"ناخوشگوار کہانی ہے' جانے دو۔"

"لو' ٹھیک ہے۔ میں تمہارے خوبصورت چہرے پر کوئی شکن دیکھنا پسند نہیں کروں گا۔" میں نے اسے کہا۔ اور حقیقت ہے' مجھے اس کا ماضی کریدنے سے کوئی دلچسپی نہ تھی۔ اور پھر ماضی میں کیا رکھا ہے۔ صرف راکھ کے ڈھیر اور دم توڑتی ہوئی چنگاریاں۔۔۔۔۔!"

پونے بارہ بجے فرخندہ نے کار بڑے گھڑیال کے سامنے روک دی۔ میں نے دیکھا' گھڑیاں کے پاس بہت ریاں رکی ہوئی تھیں۔ چھوٹے چھوٹے خوبصورت بچے بے چینی سے گھڑی کی سوئیوں کی طرف دیکھ رہے تھے۔

"کیا چکر ہے؟" میں نے حیرت سے پوچھا۔

"بارہ بجے یہاں تماشا ہوتا ہے۔" فرخندہ نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"کیا مطلب؟"

"چند منٹ باقی ہیں' پتہ چل جائے گا۔"

"اچھا۔۔۔۔۔!" میں طویل سانس لے کر بارہ بجنے کا انتظار کرنے لگا۔ لوگ جمع ہی ہوتے تھے۔ پھر جب گھڑی کی سوئیاں بارہ پر پہنچیں تو گھڑیال کے پہلو میں ایک کھڑکی کھلی۔ لکڑی کے چھوٹے چھوٹے ریچھ باہر نکلے اور ٹن ٹن کی آواز پر سرہلاتے پورا چکر کاٹ کر کھڑکی میں غائب ہو گئے۔ کے بعد مرغے مرغیاں اور پھر مضحکہ خیز شکلوں والے پادری آئے اور تماشہ دکھا کر واپس گھڑیال گئے۔ "سچ مچ بچوں کے لئے عمدہ تماشہ تھا۔"

"اور یہاں جمع ہونے والے بچے ہی تھے۔" فرخندہ نے کار اسٹارٹ کرتے ہوئے کہا اور پھر بڑھ گئے۔ وہاں سے ہم فیڈرل پیلس کے چوک پر آگئے۔ پھر وہاں سے سوئٹزر لینڈ کے اکلوتے ہیرو "ولیم ٹیل" کا مجسمہ دیکھ کر چل پڑے۔ برن کے دور دور تک کے علاقے کی سیر کرتے ہوئے کافی دیر ہو گئی تھی۔ فرخندہ نے کار کا رخ برن سے باہر جانے والی سڑک کی طرف کر دیا۔

کہر کی چھاؤں میں سفر کرتے ہوئے ہم برن سے چند میل دور ایک ریستوران میں پہنچ گئے جو دریا کے کنارے تھا۔ دریا کے کنارے لگی ہوئی بے شمار میزوں پر لوگ بیٹھے کھانا کھا رہے تھے۔ لنچ کا وقت تھا۔ اندر بھی کوئی انتظام ہو گا لیکن کہر کی وجہ سے لوگوں نے باہر بیٹھنا ہی پسند کیا تھا۔

"یہ برن کا سب سے مہنگا اور سب سے بہترین ریستوران ہے۔" فرخندہ نے بتایا۔ "یہ۔۔" سردارے حیرت سے بولا۔

"ہاں۔"

"لیکن سوئیٹر اس سے کہیں عمدہ ہے۔"

"بڑے لوگ جہاں جائیں' عمدہ وہی جگہ ہوتی ہے۔ یہاں صرف کروڑپتی لوگ آتے ہیں۔ دیکھو ماحول پر کیسی نحوست سوار ہے۔ برن کی سب سے مہنگی جگہ ہے۔" فرخندہ نے کار سے اترتے ہوئے کہا۔ "میرے خیال میں تو لوگ اسے قبرستان سمجھ کر آتے ہوں گے۔" سردارے نے منہ ٹیڑھا کر کے کہا۔ فرخندہ ہنسنے لگی۔

"ہم لوگ دو الگ الگ میزوں پر بیٹھیں گے۔" فرخندہ نے کہا۔ اور ہم نے اس کی بات تسلیم کی۔ دراصل ہم نے خود کو ذہنی طور پر بالکل آزاد چھوڑ دیا تھا۔ اس وقت صرف فرخندہ کے اشاروں پر لطف آرہا تھا۔ ہم اپنی ساری ذہنی قوت جمع رکھنا چاہئے تھے اور خود کو تھامپسن کے مقابلے کے لئے تیار کر رہے تھے۔

☆ ☆ ☆

شام تک آوارہ گردی ہوتی رہی۔ پھر گھر واپسی کا پروگرام بنایا گیا۔ "اب ہمیں اجازت دو گی؟" میں نے پوچھا۔ "ہرگز نہیں۔ ابھی تو ہمارا تعارف مکمل ہوا ہے۔ کل چلے جانا' میں تمہیں نہ روکوں گی۔" فرخندہ نے کہا۔ اور میں نے سردارے کی شکل دیکھی۔ سردارے کی نگاہیں بھی بھیک مانگ رہی تھیں۔ مجھے ہنسی آگئی۔ شاید اس نے ژلازا سے کچھ "خاص" پروگرام بنائے ہوں گے۔ چنانچہ میں نے شام کو آمادگی کا اظہار کر دیا اور سب کے چہرے کھل اٹھے۔ اس رات فرخندہ نے کچھ خصوصی پروگرام رکھا۔

بڑی منتظم قسم کی عورت تھی۔ اس کی خوش ذوقی کی داد نہ دینا کم ظرفی ہے۔ میں نے اتنی نفاست پسند اور ایسی خوش ذوق عورت اور کوئی نہیں دیکھی۔ بہرحال فرخندہ کی "لڑکیوں" نے رقص کے کئی کورس ترتیب دیے تھے۔ اعلیٰ درجے کی موسیقی کا بندوبست تھا۔ لطف اس وقت آیا جب خود فرخندہ نے مخصوص مصری موسیقی پر مصری رقص کیا۔ سیماب تھی۔۔۔۔۔ حالانکہ پچھلی رات اس کے جسم کی لطافتوں سے روشناس ہو چکا تھا لیکن اس وقت اس کا لچکتا ہوا بدن بالکل اجنبی اور بے حد دلکش معلوم ہو رہا تھا یا پھر ممکن ہے اعلیٰ قسم کی شراب نے آنکھوں کے زاویے بدل دیے ہوں۔ اس وقت میں بھی آزاد ہو کر پی رہا تھا اور ایسے معاملات میں سردارے تو ہمیشہ ہی مجھ سے دو جوتے آگے ہوتا تھا۔

ہم لوگ ترنگ میں آتے گئے۔۔۔۔۔ اور پھر فرخندہ تھک کر چور ہوئی اور میری آغوش میں آگری۔ میں نے اس سیمابی بدن کو اپنی گرفت میں لے لیا اور اس رات کی کہانی مجھے بالکل یاد نہیں۔۔۔۔۔ یہی کیفیت سردارے کی بھی تھی۔ ہاں دوسرے دن' دن چڑھے بستروں پر آنکھ کھلی تھی۔ دنیا کی لگائی ہوئی ساری پابندیوں سے بے نیاز' میں ایک نرم بستر میں سو رہا تھا۔ دیوار گیر کلاک نے گیارہ ضربیں لگائیں اور میں بوجھل ذہن لیے اٹھ گیا۔ بڑی دیر سویا تھا' طبیعت بھاری ہو رہی تھی۔ رات کے واقعات یاد کرنے کی کوشش کی اور پھر ذہن کو جھٹکے سے پچھتاوے کا احساس ہوا۔ غلط کیا تھا۔۔۔۔۔ اتنی مدہوشی نقصان دہ بھی ہو سکتی تھی۔ بہرحال آئندہ احتیاط رکھنے کا عہد کیا اور پھر لباس لے کر باتھ روم میں داخل ہو گیا۔

نہانے سے طبیعت ہلکی ہوئی۔ باتھ روم سے باہر نکلا تو فرخندہ ایک آرام کرسی میں جھولتی نظر آئی۔ اس نے بڑی پیار بھری نگاہوں سے مجھے دیکھا تھا۔

"ہیلو۔۔۔۔۔!" میں نے تھکے تھکے لہجے میں کہا۔

"کیا بات ہے ڈارلنگ! لہجے سے پژمردگی کا احساس ہو رہا ہے"

"دیر تک سونے کا عادی نہیں ہوں"

"اوہ۔۔۔۔۔ یہ بات ہے" فرخندہ مسکرائی۔

"رات کی کہانی بالکل یاد نہیں"

"ناقابل فراموش ہے۔۔۔۔۔" وہ اپنی جگہ سے اٹھ گئی اور پھر اس نے میری گردن میں باہیں ڈال کر میرے ہونٹ چوم لیے۔

"اس گدھے کا کیا حال ہے؟"

"بمشکل تمام ژلازا نے اسے جگایا ہے"

"جاگ گیا؟"

"ہاں"

"تب براہ کرم ناشتے کا بندوبست کرو۔ بھوک کے مارے۔۔۔۔"

"تیار ہے میری جان۔۔۔۔۔ آؤ۔۔۔۔۔!" فرخندہ کرسی سے اٹھ گئی اور میں اس کے ساتھ کمرے سے باہر نکل آیا۔ ایک ملازمہ کو دیکھ کر فرخندہ نے کہا۔ "ژلازا اور اس کے ساتھی کو فوراً" ناشتے کے کمرے میں بھیج دو اور ناشتہ لگوا دو۔۔۔۔۔ فوراً"۔۔۔۔۔ دیر نہ کی جائے"

"یس میڈم" ملازمہ نے جواب دیا اور آگے بڑھ گئی۔ بے شک ناشتہ آنے میں دیر نہ ہوئی۔ بلکہ ناشتہ اور سردارے ساتھ ہی ساتھ آئے تھے۔ سردارے کی حالت بھی اچھی نہیں تھی۔ وہ ژلازا کا سہارا لیے

ہوئے تھا۔ "کیا حال ہے استاد؟" اس نے ایک کرسی پر گرتے ہوئے کہا۔
"میں تو ٹھیک ہوں' اپنی سناؤ؟" میں نے طنزیہ انداز میں کہا۔
"رات بھر سیارہ گردی کرتا رہا۔ کبھی مریخ پر تو کبھی چاند پر ــــــ نہ جانے کون کون سے سیاروں کی سیر کی۔ ابھی تھوڑی دیر قبل میرا راکٹ زمین پر اترا تھا' گرتے گرتے بچا" سردارے نے کہا اور مجھے ہنسی آ گئی۔
"بہر حال اچھا نہیں ہوا"
"راکٹ سے اترنے کے بعد میں نے بھی یہی سوچا تھا استاد"
"اوہ ــــــ ڈارلنگ ناشتہ شروع کرو۔ اور تم یہ کون سی زبان بول رہے ہو؟" فرخندہ نے مداخلت کی۔ "فادری زبان میڈم" سردارے نے کہا۔
"اوہ ــــــ فادری ــــــ تمہارے فادر کہاں کے تھے؟" فرخندہ نے ہنستے ہوئے کہا۔ "ایشیا کے ایک ملک کے۔ ماں برٹش تھی"
"میرے خدا ــــــ خود میرا بھی یہی خیال تھا۔ تمہارے خدوخال میں کچھ کچھ آثار ملتے ہیں" فرخندہ نے متحیرانہ انداز میں کہا ــــــ اور ہم خاموشی سے ناشتہ کرتے رہے۔ پھر ناشتے سے فارغ ہو گئے اور وہاں سے اٹھ کر دوسرے کمرے میں آ گئے۔ سردارے اب بھی جماہیاں لے رہا تھا۔
"اب کیا پروگرام ہے فرخندہ؟"
"جو تمہاری مرضی ڈارلنگ ــــــ میں تو چاہتی ہوں تم زندگی بھر یہاں سے نہ جاؤ"
"جانا تو ہو گا میری جان"
"تب پھر لنچ کے بعد"۔
"نہیں ــــــ اب لنچ کی گنجائش کہاں ــــــ ہاں اگر اجازت دو' تو یہیں سو جائیں۔ طبیعت بوجھل ہے۔ لیکن ایک شرط پر ــــــ"
"سر آنکھوں پر ــــــ سر آنکھوں پر" فرخندہ نے مسکراتے ہوئے کہا۔
"جب تک خود نہ جاگیں ــــــ جگایا نہ جائے"۔
"ایسا ہی ہو گا ــــــ آؤ ــــــ"
سونا ضروری ہو گیا تھا۔ اعضاء کسی قابل نہ تھے۔ ممکن ہے نیند پوری ہونے کے بعد طبیعت کسی قدر سنبھل جائے۔ سردارے کی بھی یہی خواہش تھی۔ چنانچہ ہم دونوں سونے چل پڑے اور پھر خوب سوئے جاگے تو پانچ بج رہے تھے۔ بہر حال نیند پوری ہو گئی۔ طبیعت کے ہلکے پن سے اندازہ ہو رہا تھا۔ شام کی چائے لگ گئی۔ فرخندہ نے پھر اسی خندہ پیشانی سے استقبال کیا۔
کھانے پینے کی بہت سی چیزیں تھیں لیکن ہم نے صرف چائے پی اور پھر میں نے فرخندہ سے اجازت چاہی۔
"بائے ڈارلنگ ــــــ اب شام ہو گئی ہے' ایک رات اور سہی"۔
"نہیں فرخندہ ــــــ اب جانے دو ــــــ پھر سہی"۔
"وعدہ ــــــ؟"
"ہاں ــــــ تمہاری مہمان نوازی کا شکریہ"۔

"تم جیسے مہمان بھی تو ہوں ــــــ" فرخندہ نے مسکراتے ہوئے کہا اور میں نے نوٹوں کی ایک پوری گڈی فرخندہ کے حوالے کر دی۔
"میری طرف سے یہ حقیر نذرانہ"۔
"اوہ ــــــ یہ ــــــ یہ نہیں ڈارلنگ! میں بے ایمان کاروباری نہیں ہوں۔ یہ تو میری ایک ماہ کی کمائی ہے۔ اتنے نہیں لوں گی' ورنہ تم مجھے اچھے الفاظ میں یاد نہیں کرو گے"۔
"تمہاری محبت کے سامنے یہ کاغذ کے حقیر ٹکڑے ہیں۔ رکھ لو فرخندہ! مجھے شرمندہ نہ کرو"۔
"شرمندہ تو میں انہیں لے کر ہو رہی ہوں۔ کاش انسان ان کا اس قدر محتاج نہ ہوتا"۔
"کوئی بات نہیں ڈارلنگ ــــــ دنیا کا کارخانہ یونہی چلتا ہے۔ اچھا ــــــ خدا حافظ"۔
"آہ ــــــ یہ شام کیسی اداس ہو گئی"۔
"ہم پھر کوئی شام ساتھ رکھیں گے"۔
"خدا حافظ" فرخندہ ہمیں باہر تک چھوڑنے آئی اور پھر ہم ایک ٹیکسی میں بیٹھ کر سوئیٹر کی طرف چل پڑے۔ سردارے بھی خاموش تھا۔ شام واقعی اداس لگ رہی تھی۔ میں نے سردارے کی طرف دیکھا۔ وہ کھڑکی سے منہ نکالے اداس نگاہوں سے سڑکوں پر دیکھ رہا تھا۔
"سردارے!" میں نے اسے آواز دی اور وہ چونک پڑا۔ اس نے میری طرف دیکھا "کی گل اے اوئے ــــــ؟"
"کوئی گل نئیں بادشاہو" اس نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔
"کیا سوچ رہے ہو؟"
"سوچ رہا ہوں استاد ــــــ ہماری زندگی کیا ہے؟"
"کھانا کھانے کے بعد اسے ہضم کرنا بھی ضروری ہوتا ہے" میں نے مضحکہ خیز لہجے میں کہا۔
"میں نہیں سمجھا استاد!"
"ہم کھانا کھا کر سو گئے تھے نا' اس لیے ہضم نہیں ہوا ــــــ اور بدہضمی ایسے ہی خیالات کو جنم دیتی ہے"۔
اوہ ــــــ شاید یہی بات ہو استاد ــــــ واقعی بڑی اداس شام ہے۔ ذہن میں عجیب عجیب خیالات آ رہے ہیں۔ یہ عورتیں۔ ہر ایک بھرپور محبت لے کر ہمارے سامنے آتی ہے' ہم اسے قبول کرتے ہیں اور پھر چھوڑ کر آگے بڑھ جاتے ہیں۔ زندگی کو کہیں قرار کی ضرورت نہیں پیش آتی استاد ــــــ تمہارا اس بارے میں کیا خیال ہے؟"
"فلسفیانہ انداز میں بتاؤں؟" میں نے کہا۔
"جیسے دل چاہے بتاؤ استاد"۔
"تب پھر یوں سمجھو ــــــ کہ ہم دنیا کی سب سے حقیر' سب سے بے بس چیز ہیں۔ زمین پر پڑے ہوئے مٹی کے ذرات سوچتے ہیں؟ ان میں سوچنے کی حس ہی نہیں۔ ہماری حیثیت ان سے مختلف نہیں ہے۔ ہوا ان ذرات کو منتشر کرتی رہتی ہے' ان کی جگہیں بدلتی رہتی ہے۔ وہی ہوا حوادث کی شکل میں ہمیں بھی ذرات کی مانند پھینٹ کر رکھ دیتی ہے۔ ذرات سوچتے نہیں' ہم سوچتے ہیں اور یہ سوچ ہماری سزا ہے۔ یہ سوچ ہماری اذیت کو بڑھا دیتی ہے۔ ہم اپنے اس بے حقیقت وجود کو اپنا کہتے ہیں' یہ ہمارا نہیں ہے۔ ہم ہوا

کے قیدی ہیں میرے دوست ------ حالات کی ہوا ------ واقعات کی ہوا ------ ہمارے لیے جو راستہ متعین کر دیتی ہے، وہی ہمارا راستہ ہوتا ہے۔ ہوا کی سازش کو بے اثر بنانے کا طریقہ یہی ہے کہ سوچنا چھوڑ دو ------ ان ذرات کی مانند بے جان ہو جاؤ۔ اسی طرح سانسوں کی قید میں بسر کر سکتے ہو۔ سوچتے رہے تو اذیتیں بڑھتی جائیں گی"۔

سردارے بغور میری شکل دیکھ رہا تھا۔ پھر اس نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا "ٹھیک کہتے ہو استاد!"

"نہیں سردارے ------ دل کی گہرائیوں سے سنو ------ ہمارے پاس جو کچھ ہے، اسے خرچ کرنے سے کیوں احتراز کریں۔ ہوا ہمیں اذیتیں دے، لیکن ہمارے وجود سے نکلے ہوئے قہقہے ہمارے ہیں ------ مسکراتے رہو۔ اسی طرح ہم ہوا سے اپنا حق وصول کر سکتے ہیں"

"استاد زندہ باد" سردارے نے زوردار نعرہ لگایا۔ اور ٹیکسی ڈرائیور نے گھبرا کر بریک لگا دیے۔

"یس ------ یس سر" اس نے سہمے ہوئے انداز میں پیچھے دیکھا۔

"اوہ ------ چلتے رہو ------ چلتے رہو میری جان! میرا ساتھی کریک ہے" میں نے ڈرائیور کو تسلی دیتے ہوئے کہا۔

"اوہ! خطرے کی بات تو نہیں ہے" ڈرائیور نے ٹیکسی آگے بڑھا دی تھی۔

"نہیں۔ اس حد تک نہیں ہے" میں نے مسکرا کر سردارے کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ سردارے بدستور مسکرا رہا تھا۔ اور پھر تھوڑی دیر کے بعد ہم سوئیٹ پہنچ گئے۔

اپنے کمرے میں داخل ہونے کے بعد ہم دونوں آرام کرسیوں پر بیٹھ گئے۔ "ایک بات کا قائل ضرور ہوں استاد!" سردارے نے کہا۔ "انسان کے اعصاب حیرت انگیز ہیں۔ ہمارے پورے بدن کا نظام اس طرح ایک دوسرے سے منسلک ہے کہ حیرت ہوتی ہے۔ اب تھوڑی دیر قبل کی اور اب کی کیفیت کو لے لو"۔

"کیا مطلب؟" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "الفاظ ------ ہمارے کانوں کے ذریعے ذہن تک پہنچتے ہیں۔ بظاہر ان کی کوئی حیثیت نہیں ہے لیکن جسمانی نظام پر اثر انداز ہونے میں وہ کیسی قدرت رکھتے ہیں۔ تھوڑی دیر قبل ذہن پر اداسی تھی، پورا جسم مضمحل ہو رہا تھا۔ تھکن تھکن سی سوار تھی۔ لیکن تمہاری تھیوری دل کو لگی۔ سوچا اور اداسی ڈھل گئی۔ اب طبیعت بڑی ہشاش بشاش ہے"۔

"یہ عجیب بات نہیں ہے سردارے ------ دراصل سارا جسمانی نظام بڑی پیچیدگی سے ایک دوسرے سے منسلک ہے۔ غم کی کوئی خبر بعض اوقات ایک شدید بیماری بن جاتی ہے اور خوشی کی کوئی خبر ہماری بیماریوں کو دور کر دیتی ہے"۔

"یقیناً" سردارے نے اعتراف کیا پھر بولا "خیر چھوڑو ان باتوں کو ------ اب بتاؤ پروگرام کیا ہے؟"

"پروگرام ------؟"

"ہاں ------ اس کانے کے بارے میں"

"واقعی ------؟"

"سچ کہہ رہا ہوں استاد ------ جب زندگی اتنی بے حقیقت چیز ہے تو پھر ایسی احتیاط بیکار ہے جو کرنا ہے کر ڈالو، باقی زندگی پر چھوڑ دو۔ ہم تو ہواؤں کے غلام ہیں۔ ہو گا وہی جو وہ چاہیں گی"۔

"ہوں" میں نے پر خیال انداز میں گردن ہلائی۔ ٹھیک ہے۔ اگر تمہارا موڈ ٹھیک ہے تو پھر آج تھامپسن کو چیک کیا جائے"۔

"ویسے ایک بات میری سمجھ میں آج تک نہیں آئی استاد"

"کیا؟"

"جیکسن کو قتل کرنے کے بعد یہ چند دنوں کا وقفہ تم نے کیوں رکھا ہے؟ کیا تھامپسن اس دوران وہیں رہا ہو گا جہاں کا پتہ ہم نے جیکسن سے معلوم کیا تھا؟"

"سردارے! جیکسن سے ہمیں صرف یہی معلوم کرنا تھا کہ یہاں ہمارا دشمن تھامپسن ہی ہے یا کوئی اور ------ بہرحال اس کا پتہ چل گیا۔ اس کے بعد فوراً" تھامپسن تک دوڑے جانا عقل مندی کی بات نہیں تھی۔ اس دوران میں نے یہ معلوم کیا ہے کہ تھامپسن کی یہاں کیا حیثیت ہے اور بہرصورت یہ تو پتہ چل گیا کہ وہ یہاں زیادہ طاقتور ہے۔ رہی پتے کی بات ------ تو اول تو اس نے اپنی جگہ نہ چھوڑی ہو گی ------ چھوڑ بھی دی ہو گی تو وہ یہاں منہ چھپا کر نہ رہے گا بلکہ طاقت کے زعم میں ہمیں تلاش کرے گا۔ اس لیے اس تک پہنچنا مشکل کام نہیں ہے"۔

"اوہ ------" سردارے نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔ "یہی بات ہے"

"کیا؟"

"اکثر میں نے اپنا اور تمہارا موازنہ کیا ہے استاد ------ میں نے غور کرنے کی کوشش کی ہے کہ میں تم سے کون کون سے معاملات میں کمزور ہوں۔ محسوس نہ کرنا استاد ------ میں نے تم سے متاثر ہو کر یہ سوچا تھا۔ بہرحال پتہ چلا کہ تمہارا دماغ ایک گہری جھیل کی مانند ہے جس میں نہ جانے کیا کیا ہے اور میرا دماغ ایسے کٹورے کی مانند جس کے نیچے کچھ نہیں ہے"۔

"اچھا! اب فضول باتوں کی بجائے تیاریاں کرو" میں نے کہا اور سردارے اچھل کر کھڑا ہو گیا۔ پھر اس نے سلیوٹ مارا ------ اور تیاریوں میں مصروف ہو گیا۔ گرل ونگ کے علاقے میں ہم نے ٹیکسی رکوائی اور نیچے اتر کر بل ادا کرنے کے بعد آوارہ گردوں کے انداز میں آگے بڑھ گئے۔ رات زیادہ نہیں گزری تھی۔ ابھی تک سڑکوں پر رونق تھی۔ گو کہر کی وجہ سے ماحول دھندلایا ہوا تھا۔ گرل ونگ میں ایک سو اٹھائیس نمبر کی کوٹھی میں نے پہلے ہی دیکھ لی تھی۔ اس لیے کہر کے باوجود وہاں تک پہنچنے میں کوئی دقت نہیں ہوئی۔

ہم دونوں اس وقت سیسرو اور پینو کے میک اپ میں ہی تھے۔ کوٹھی سے کچھ فاصلے پر رک کر میں نے سردارے کی طرف دیکھا "استاد! سردارے جلدی سے میرے نزدیک پہنچ گیا۔

"عقبی سمت سے" میں نے کہا۔ "او کے چیف ------ یہی کوٹھی ہے نا؟"

"ہاں"

"تب پھر آؤ ------ دیر کس بات کی" سردار مجھ سے زیادہ بے چین نظر آ رہا تھا اور ہم دونوں عقبی سمت چل پڑے۔ چار دیواری زیادہ اونچی نہیں تھی۔ دوسرے لمحے ہم اندر تھے۔ کہر میں ڈوبی ہوئی عمارت کی کچھ کھڑکیوں کے شیشوں سے دھندلی روشنی کے عکس جھانک رہے تھے۔ ہماری آنکھیں تاریکی میں دیکھنے کی عادی ہو گئی تھیں۔ اس لیے زیادہ دقت نہیں ہو رہی تھی۔ ہم عمارت کی طرف بڑھ گئے۔ عقبی دروازہ اندر سے بند نہیں تھا۔ ہم اندر پہنچ گئے۔ اور پھر ایک کاریڈور سے گزرتے ہوئے ہم ایک ہال میں پہنچ گئے۔ ہال میں روشنی تھی۔ اس ہال میں اوپر جانے کے لیے سیڑھیاں تھیں۔ چوڑی اور صاف ستھری سیڑھیوں پر بے آواز چلتے ہوئے ہم اوپر پہنچ گئے۔ اوپر کئی کمروں میں روشنی نظر آ رہی تھی۔ چنانچہ ہم رک گئے۔

"کچھ اندازہ ہے استاد ------ یہاں کتنے آدمیوں سے مڈبھیڑ ہو سکتی ہے؟"

"اس بارے میں کوئی اندازہ نہیں ہے سردارے"
"ویسے ہی پوچھ لیا تھا' استاد——— یہ مت سمجھنا کہ میں زیادہ آدمیوں سے خوفزدہ ہوں"۔
"میں جانتا ہوں یار———" میں نے جواب دیا اور پھر اچانک ہمیں چھپنے کی جگہ تلاش کرنی پڑی۔ ایک دروازہ کھل گیا تھا——— ہم دوڑ کر ایک ستون کی آڑ میں ہو گئے۔ کمرے سے ایک قوی ہیکل شخص باہر نکلا۔ وہ پولیس کی وردی میں تھا اور کوئی بڑا افسر معلوم ہوتا تھا۔
"خدا حافظ تھامسپن! تم بے فکر رہو"۔
"نہیں———" دوسری آواز تھامپسن ہی کی تھی "میں بے فکر نہیں رہ سکتا؟"
"میرے ہوتے ہوئے تمہیں پریشان ہونے کی ضرورت نہیں"
"پریشان——— میں کسی بات سے پریشان نہیں ہوں لیکن تم ان کے بارے میں اس طرح گفتگو کر رہے ہو جیسے عام مجرموں کے بارے میں کی جاتی ہے۔ بس اس لیے مطمئن نہیں ہوں"۔
پولیس افسر دروازے سے باہر نکل آیا تھا۔ اس کے ساتھ ہی تھامپسن بھی نکلا۔ لیکن اسے دیکھ کر میں نے اور سردارے نے معنی خیز انداز میں گردن ہلائی۔ تھامپسن بیساکھیوں کے سہارے چل رہا تھا۔ گویا اس کی ایک آنکھ کے علاوہ ایک ٹانگ بھی برباد ہو گئی تھی۔
"تم مجھے ان کی اہمیت کا احساس دلا کر کس بات پر آمادہ کرنا چاہتے ہو؟"
"صرف اس بات پر کہ——— تم ان کے لیے اونچی سطح پر سوچو"۔
میرا نام گروڈر ہے اور مجرموں کی دنیا میں مجھے کالا شیطان کہا جاتا ہے" پولیس افسر نے کہا۔ "اوہ——— اوہ——— سب ٹھیک ہے میری جان! لیکن افسوس' وہ تمہیں اس نام سے نہیں جانتے" تھامپسن نے مسکراتے ہوئے کہا——— وہ لوگ کچھ اور آگے بڑھ گئے۔ تھامپسن بڑی دقت سے چل رہا تھا۔
"نہیں جانتے——— تو جان جائیں گے" پولیس افسر غرایا۔
"تم بے فکر رہو" پولیس افسر نے کہا۔ اور پھر وہ تھامپسن سے دوبارہ ہاتھ ملا کر باہر نکل گیا۔ میں اور سردار خاموش کھڑے تھے۔ تھامپسن چند منٹ کچھ سوچتا رہا پھر وہ بیساکھیوں ہی کے سہارے ایک طرف بڑھ گیا۔ راستے میں ایک جگہ رک کر اس نے بیل بجائی تھی۔
"چلیں استاد؟" سردارے نے سرگوشی کی۔
"ابھی رک جاؤ۔ دیوار میں لگا ہوا بٹن کسی گھنٹی کا بھی ہو سکتا ہے"۔
"اوہ———" سردارے نے کہا اور ہم خاموشی سے انتظار کرنے لگے۔ تھامپسن ایک دروازے سے اندر داخل ہو گیا۔ ہمارا خیال درست تھا۔ ایک دبلا پتلا آدمی اسی دروازے سے اندر داخل ہو گیا تھا۔ چند منٹ کے بعد وہ باہر نکل آیا اور پھر پہلے والے کمرے سے وہ شراب کی ایک ٹرالی دھکیل کر اس کمرے میں لے گیا۔ اس کے بعد وہ باہر نکل آیا۔
ہم خاموشی سے کھڑے تھے۔ اور پھر جب چاروں طرف خاموشی چھا گئی تو ہم آگے بڑھے——— لیکن دروازے پر پہنچ کر ٹھٹھک گئے۔ اندر ایک سے زیادہ آدمی تھے۔ تھامپسن کسی سے گفتگو کر رہا تھا۔ آواز بند دروازے سے صاف نہیں آ رہی تھی۔ میں نے ایک لمحے کے لیے سوچا اور پھر سردارے کو اشارہ کیا۔

اور اچانک ہم دونوں دروازہ کھول کر اندر داخل ہو گئے۔ بڑا خوبصورت کمرہ تھا۔ ایک انتہائی عالیشان کرسی پر تھامپسن بیٹھا ہوا تھا——— بیساکھیاں اس کے قریب تھیں——— اور وہ شراب کے جگ سے شراب انڈیل رہا تھا۔ دروازے پر آہٹ سن کر اس نے ہماری طرف دیکھا۔
لیکن ہمیں حیرت تھی کہ کمرے میں کوئی دوسرا آدمی موجود نہیں تھا۔ البتہ اس کے نزدیک ہی ایک خوبصورت انٹرکام بکس موجود تھا۔ شاید وہ اسی پر بات کر رہا تھا۔ تھامپسن زہریلی نگاہوں سے ہمیں دیکھنے لگ۔ پھر اس نے شراب کا جگ میز پر رکھ دیا اور بڑے اطمینان سے گلاس اٹھا لیا۔ اس نے گلاس سے دو گھونٹ لیے اور پھر ہونٹ خشک کرتے ہوئے بولا:
"آؤ——— بہت انتظار کرایا تم دونوں نے"
"کیسے ہو تھامپسن ڈیئر———!" میں نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔ میرے ذہن میں کسی تردد کا شائبہ بھی نہیں تھا۔
"ٹھیک ہوں۔ لیکن تم درمیان میں کہاں غائب ہو گئے تھے؟"
"درمیان سے تمہاری کیا مراد ہے؟"
"تو کیا تم مجھے اتنا ہی احمق سمجھتے ہو؟" وہ مسکرایا۔
"نہیں۔ تھوڑا بہت"۔
"مجھے معلوم تھا کہ تم یہاں آ گئے ہو——— جیکسن میرا آدمی تھا۔ لیکن اس کی کارکردگی تسلی بخش نہیں تھی۔ وہ اس انداز میں کام نہ کر سکا جس میں اسے کرنا چاہیے تھا——— اسی لیے مارا گیا——— مجھے اندازہ ہو گیا تھا کہ تم نے اس سے میرا پتہ ضرور معلوم کر لیا ہو گا"۔
"اس کے باوجود تم یہاں نظر آ رہے ہو تھامپسن؟" میں نے کہا۔
"ہاں——— اتفاقات نے تمہارے حوصلے بڑھا دیے ہیں ہیرو! ورنہ تھامپسن اتنا نرم چارہ نہیں ہے جتنا تم نے سمجھا تھا" اس نے رک کر شراب کا ایک گھونٹ لیا۔
"میرا خیال اس سے مختلف ہے" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔
"یعنی———؟"
"میرا خیال ہے اتفاق سے ہی تمہیں دو بار میرے ہاتھوں سے نکلنے کا موقع مل گیا ہے ورنہ میں دشمنوں کی زندگی کا قائل نہیں ہوں"۔
"تیسری بار کے بارے میں کیا خیال ہے؟" تھامپسن نے بڑے سکون سے کہا۔
"اگر کوئی اتفاق نہ پیش آ گیا———" میں نے کہا اور تھامپسن نے ایک قہقہہ لگایا۔ "آدمی دلچسپ ہو——— چلو تھوڑی دیر تک ہم دوستوں کے انداز میں گفتگو کریں۔ تمہارے پاس بھی وقت ہے اور میں تو اس وقت بالکل فارغ ہوں——— بیٹھو——— شراب پسند کرو گے؟"
"دشمنوں سے دوستی نہیں کی جاتی تھامپسن! شکریہ"۔
"اوہ بھئی——— وقت کا تعین کر لیتے ہیں۔ صرف پندرہ منٹ تک ہم دوست رہیں گے اس کے بعد پھر دشمنی شروع ہو جائے گی۔ میری طرف سے اجازت ہے جو دل چاہے کرنا"۔
"کیا کہنا چاہتے ہو؟"
"بیٹھو گے نہیں؟"

"نہیں"۔

"چلو ٹھیک ہے۔ تمہارے لیے شراب بناؤں؟"

"نہیں شکریہ"۔

"تمہاری مرضی' ویسے میری جان سیسرو! ہو جیالے۔ بھئی پی گوڈے تمہارے ہاتھ میں چلا گیا۔ میر
اسے چھوڑ دیا۔ چلو یوں سمجھو تو مجھے وہاں سے بھگانے میں کامیاب ہو گئے۔ پھر میرے پیچھے یہاں تک
کی کیا ضرورت تھی؟"

"میں دشمن کو زندہ دیکھنے کا قائل نہیں ہوں"۔

"تب میری جان! تمہیں کم از کم یہ تو معلوم کر لینا چاہیے تھا کہ میری یہاں کیا پوزیشن ہے۔ سوئ
لینڈ میرا گھر ہے۔ میں یہاں کسی بھی سڑک پر لے جا کر تمہیں گولی مار سکتا ہوں۔ تمہیں قتل کر کے تمہا
لاشیں کوٹھی کے سامنے پھینک سکتا ہوں۔ پولیس تمہاری لاشوں کو دیکھے گی' آگے بڑھ جائے گی۔ می
اجازت کے بغیر کوئی ان لاشوں کو اٹھا بھی نہیں سکتا"۔

"ان باتوں کی میں نے کبھی پرواہ نہیں کی"۔

"دلیری اچھی چیز ہے لیکن عقل ساتھ رہے تو بہتر ہے"۔

"مشورے کا شکریہ تھامپسن! میرا خیال ہے' تم شراب کا یہ گلاس جلد ختم کر لو"

"کیوں؟"

"ظاہر ہے' یہ تمہارا آخری وقت ہے اور شاید آخری گلاس بھی"۔

"اوہ۔ نہیں' میری جان ابھی نہیں۔ مجھے کچھ اور باتیں کر لینے دو"۔

"شاید تم اپنے آدمیوں کا انتظار کر رہے ہو؟"

"نہیں میری جان——— میرے بلائے بغیر یہاں کوئی نہیں آئے گا' بے فکر رہو"۔

"اور کیا بات ہے؟"

"میں بہرحال تمہاری دلیری کا قائل ہوں۔ اس لیے تم دونوں کو ایک پیشکش کرنا چاہتا ہوں"۔

"کرو"۔

"تم جس کے لیے بھی کام کر رہے ہو' میں اس کے بارے میں تم سے کبھی نہیں پوچھوں گا۔ تمہیں ج
کچھ مل رہا ہے' میری طرف سے ففٹی پرسنٹ اس میں اضافہ کر لو۔ رئیسوں کی طرح زندگی گزارو اور
میرے لیے کام کرو"

"بس؟" میں نے طنزیہ انداز میں کہا۔

"ہاں۔ اگر پیشکش کم ہے تو اس میں اپنی طرف سے جو چاہو اضافہ کر لو——— تھامپسن شہنشاہ
ہے۔ تم نے ایسے لوگ بھی نہ دیکھے ہوں گے جو اپنے دشمنوں سے اس قدر محبت کرتے ہوں"۔

"مجھے بھی تم سے بہت محبت ہے کانے شہنشاہ بلکہ اب لنگڑے بھی——— لیکن اس وقت تم کیا کہو
گے جب میں تمہیں بتاؤں کہ میں خود اپنے لیے کام کر رہا ہوں"۔

"میں نے اب بھی تمہاری بات کا برا نہیں مانا ہے کیونکہ بہرحال ابھی بزنس کی گفتگو جاری ہے———
تو یوں کرو کہ تم اپنا بزنس میرے بزنس میں ضم کر دو۔ تمہیں جتنی بھی آمدنی ہوتی ہے' اسے بلا رسک مجھ
سے لے لو"۔

"اب صرف ایک پیشکش اور کر دو تھامپسن' تاکہ بات ختم ہو جائے"۔

"ہاں——— ہاں کہو"

"تم اجازت دو کہ ہم جلد از جلد تمہیں گولی مار کر سارے جھگڑوں سے آزاد کر دیں۔ ہمیں یہاں آئے
ئے کافی دیر گزر چکی ہے" میں نے کہا۔

"گویا تمہیں میری کوئی پیشکش قبول نہیں ہے؟"

"سوال ہی نہیں پیدا ہوتا"۔

"تب——— پھر——— تب پھر——— میرا قرض تمہارے اوپر باقی ہے۔ میں تمہیں قتل نہیں
روں گا۔ کیونکہ اس میں کیا مزہ آئے گا۔ تم مر جاؤ گے اور میں کچھ عرصے کے بعد تمہیں بھول جاؤں
——— میں تم دونوں کو یہاں سے کچھ دور لے جاؤں گا' جزیرہ گیسپن ایک خوبصورت جگہ ہے'
ہیں پسند آئے گی۔ وہاں ایک مخصوص ذریعے سے تمہاری ٹانگیں خشک کرا دوں گا۔ تم اپنی مضبوط ٹانگوں کو
یکھ رہے ہو——— ان پر سے گوشت اتر جائے گا اور خشک تلیاں رہ جائیں گی۔ تم ہمیشہ کے لیے اپاہج ہو
او گے اور پھر بھیک مانگنے کے علاوہ تم اور کیا کرو گے۔ ہاں ایک خاص بات اور' میں تمہیں یہاں سے نکلنے
ی نہ دوں گا۔ اپاہجوں کے مرکز میں تمہیں داخل کرانا میرا کام ہے"۔

"خوب۔ مائی ڈیئر تھامپسن تم شاید خوابوں کی دنیا میں رہتے ہو؟"

"نہیں۔ حقیقت' میری جان——— ایک مکمل حقیقت۔ اپنے چاروں طرف دیکھو۔ یہ بہت بری
ات ہے کہ تم ماحول پر نگاہ نہیں رکھتے" تھامپسن نے کہا اور ہم دونوں چونک پڑے۔

اور پھر میں نے گہری سانس لی۔ نہ جانے کیوں مجھے پہلے بھی احساس ہو رہا تھا کہ تھامپسن کا سکون غیر
فطری ہے۔ بہرحال اب اس کی تصدیق ہو گئی تھی۔ گول ہال کی دیواروں میں کئی آدھے آدھے دروازے
کھل گئے تھے اور ہر دروازے میں ایک آدمی نظر آ رہا تھا جس کے ہاتھ میں پستول دبا ہوا تھا۔ سارے پستول
ہماری طرف ہی اٹھے ہوئے تھے۔

"کیا خیال ہے؟ تھامپسن نے قہقہہ لگایا۔

"ٹھیک ہی ہے" میں نے آہستہ سے کہا۔ درحقیقت میں نے اس وقت اپنے آپ کو احمق محسوس کیا
تھا۔ زیادہ خود اعتمادی بھی حماقت ہوتی ہے۔

سردارے بھی خاموش کھڑا تھا۔ ایسی حالت میں کوئی بہادری دکھانا نقصان دہ بھی ہو سکتا تھا۔ ہم بے
دست و پا ہو کر رہ گئے تھے۔

"آ جاؤ———" تھامپسن نے کہا اور دروازوں میں کھڑے ہوئے آدمی آگے بڑھ آئے۔ ویسے
بہت عمدہ ترکیب تھی۔ بظاہر دیواروں میں دروازوں کا احساس نہیں ہوتا تھا۔ "تمہارا خیال تھا کہ میں تمہاری
آمد سے لاعلم ہوں"

"اس وقت تو لاعلم ہی تھے تھامپسن ڈیئر——— جب تم اس پولیس افسر سے اپنی بے چینی کا اظہار
کر رہے تھے" میں نے جواب دیا۔

"ہاں۔ یہ حقیقت ہے لیکن میرے ساتھیوں نے تمہیں دیکھ لیا تھا۔ جونہی میں اندر داخل ہوا' انہوں
نے انٹرکام پر اطلاع دی۔ اور اس کے بعد مورچے پر پہنچ گئے"۔

"ٹھیک ہے تھامپسن——— اب کیا چاہتے ہو؟"

"جو چاہتا ہوں تمہیں بتا چکا ہوں۔ میری پہلے والی پیشکش ختم ہو گئی ہے۔ ہاں اب تمہیں بھگا
سے کوئی نہ روک سکے گا۔ چلو! انہیں نہتا کر دو" تھامپسن نے کہا۔
"ہاتھ اٹھاؤ" تھامپسن کا ایک آدمی غرایا۔ اور ہم نے ہاتھ اٹھا دیے۔ ہماری جیبوں میں جو
نکال لیا گیا اور پھر ہم سنبھل بھی نہ سکے۔ اچانک تھامپسن کے دو آدمیوں نے گردن کی مخصوص
پستول کے دستے مارے تھے۔
"گڈ ۔۔۔۔۔ نائٹ ۔۔۔۔۔ استا......" سردارے کی ڈوبتی ہوئی آواز سنائی دی اور اس کے
بھی کوئی احساس نہ رہا۔ پہلی مرتبہ ہم شکار ہو گئے تھے۔ نہ جانے ہماری بے ہوشی کس قدر طویل
بہرحال آنکھ کھلی تو چڑیوں کی چہچہاہٹ کانوں میں گونج رہی تھی۔ ایک بڑی کھڑکی کھلی ہوئی تھی جس
سویرا جھانک رہا تھا۔ آسمان پر کوئی چمک نہیں تھی بلکہ ایک انوکھی سی کجلاہٹ تھی جو ذہن کو تازہ
تھی۔ میں بستر پر پڑا اس انوکھی صبح کو دیکھتا رہا۔ پھر میں نے ایک گہری سانس لی اور گردن پر ایک
اٹھی۔ اور یہ ٹیس یادداشت یا حواس واپس لے آئی۔ پہلے تو اس بستر ہی کا احساس ہوا۔ نرم فوم کا بستر
میں نے کمرے کو دیکھا۔ انتہائی اعلیٰ پیمانے پر آراستہ کمرہ تھا۔ کمرے کو ہی دیکھتے ہوئے سردارے
پڑی۔ جو میرے برابر ہی ایک دوسری مسہری پر لمبی تانے سو رہا تھا۔ اس نے نرم تکیہ گھٹنوں میں دبایا
کمرے میں ایک دروازہ تھا جو یقیناً باہر سے بند ہو گا۔
سارے واقعات یاد آئے اور میں نے بوکھلا کر اپنی ٹانگوں کو دیکھا ۔۔۔۔۔ لیکن کوئی خاص بات
تھی۔ ٹانگیں بدستور کام کر رہی تھیں۔ اتنی جلدی تو کچھ ہونا بھی مشکل تھا۔ بہرحال اس بار بچنے
میں بستر سے نیچے اتر آیا۔ اس کھلی ہوئی کھڑکی کو دیکھ کر مجھے حیرت ہوئی تھی۔ اسے کھلا کیوں چھوڑ دیا
میں کھڑکی کے قریب پہنچ گیا۔ مکان کی دوسری منزل تھی۔ لیکن کھڑکی اتنی اونچی نہیں تھی کہ اس سے
کی کوئی ترکیب ہی نہ کی جا سکے۔ خاصا طویل و عریض مکان تھا۔ نیچے صحن تھا اور پھر ایک چھوٹا سا خوبصورت
لان لیکن کوئی اور نظر نہیں آ رہا تھا۔ کئی منٹ میں کھڑکی کے قریب کھڑا رہا پھر سردارے کے قریب پہنچ
"سردارے!" میں نے اسے جھنجھوڑا۔
"اوں ۔۔۔۔۔ ہوں، سونے دو یار" سردارے بڑبڑایا اور اس نے کروٹ بدل لی۔
"اٹھ جائیے جہاں پناہ! دشمن نے حملہ کر دیا ہے" میں نے کہا۔
"سونے بھی دے"۔
"آپ کو خدا کا واسطہ" میں گڑگڑایا۔
"ایں ۔۔۔۔۔؟" سردار کو کچھ کچھ ہوش آنے لگا۔
"اٹھ جائیے سرکار"
"اچھا" اس نے آنکھیں کھول دیں۔ دیکھتا رہا ۔۔۔۔۔ سوچتا رہا۔ اور پھر ارے باپ رے کہہ کر
پڑا۔ دوسرے لمحے اس نے مسہری سے نیچے چھلانگ لگا دی۔ اور پھر احمقانہ انداز میں چاروں طرف دیکھا
"حواس درست کرو سردارے!" میں نے سرزنش کی۔
"مگر ۔۔۔۔۔ مگر استاد ۔۔۔۔۔"
"تھامپسن ۔۔۔۔۔ ماشاء اللہ ۔۔۔۔۔ مگر استاد ۔۔۔۔۔ ہم تو اپنی ٹانگوں پر کھڑے ہیں"۔
"ہاں، ابھی تک تو"۔

"ویسے برے پھنسے استاد!"
"ہوں۔ وہ کھڑکی دیکھ رہے ہو"
"ہاں ۔۔۔۔۔ کیوں؟"
"ہم بہ آسانی اس سے نیچے اتر سکتے ہیں"۔
"ارے تو پھر آؤ ۔۔۔۔۔" سردارے کھڑکی کی طرف لپکا۔ لیکن میں نے عقب سے اسے پکڑ لیا۔
"ابھی تک حواس درست نہیں ہوئے۔ دروازہ تو دیکھو ۔۔۔۔۔ کھلا ہے یا بند؟"
"تم نے نہیں دیکھا؟"
"نہیں" میں نے جواب دیا۔ اور سردارے دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ اس نے ہینڈل گھمایا اور
دروازہ کھل گیا۔ میں نے ایک گہری سانس لی تھی۔ پھر ہم دونوں دروازہ کھول کر باہر آ گئے۔ باقاعدہ مکان
تھا۔ ضرورت کی ہر چیز سے آراستہ۔ کچن میں پہنچے تو کھانے پینے کی ساری چیزیں موجود تھیں۔ الیکٹرک کے
چولہے پر ایک سفید کاغذ رکھا تھا۔
میں لپک کر اس کے نزدیک پہنچ گیا۔ کاغذ پر درج تھا "ضرورت کی ہر چیز موجود ہے۔ پکاؤ کھاؤ عیش
کرو"۔
"سردارے" میں نے سردارے کو آواز دی۔ اور سردارے میرے نزدیک پہنچ گیا۔ "پکاؤ کھاؤ عیش
کرو"۔
"گولی مارو کھانے پکانے کو استاد ۔۔۔۔۔ نکل چلو یہاں سے"
"تب ۔۔۔۔۔ پہلے تم ۔۔۔۔۔ غسل کر لو ۔۔۔۔۔ جاؤ ۔۔۔۔۔" میں نے اسے چمکارتے ہوئے کہا۔
"میں نہیں سمجھا استاد؟"
"غسل کر آؤ ۔۔۔۔۔ سب کچھ سمجھ میں آ جائے گا ۔۔۔۔۔ جاؤ" میں نے اسے دھکیلتے ہوئے کہا اور
سردارے باہر نکل گیا۔ میں نے کچن سنبھال لیا تھا۔ فرج میں انڈے اور دوسری ساری چیزیں موجود تھیں۔
میں نے انڈے توڑے اور ناشتہ تیار کرنے لگا۔ کیتلی میں کافی کے لیے پانی چڑھا دیا تھا۔ اور پھر سردارے کے
آنے تک میں نے عمدہ قسم کا ناشتہ تیار کر لیا۔
"استاد!" سردارے آتے ہی بولا۔
"ہوں"
"اس طرح کھلا چھوڑ دینے کا مطلب ہے کہ ہم یہاں سے نکل نہیں سکتے۔ ان لوگوں کو اپنے انتظامات پر
ضرورت سے زیادہ اعتماد ہے"۔
"نہانے کے اور بھی بہت سے فائدے ہیں" میں نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔
"میری بات درست ہے نا؟"
"ناشتہ لگا لو برخوردار ۔۔۔۔۔ باقی جوابات میں بھی غسل کے بعد ہی دے سکوں گا" میں نے
کہا ۔۔۔۔۔ اور سردارے میری شکل دیکھتا رہ گیا۔ پھر اس نے گردن ہلا دی۔
باتھ روم بھی اعلیٰ پائے کا تھا۔ گرم پانی سے بہترین غسل کیا اور بدن کی ساری تھکن نکل گئی۔ پھر لباس
پہن کر باہر آ گیا۔ سردارے ناشتے پر منتظر تھا۔ ہم دونوں خاموشی سے ناشتہ کرنے لگے۔
"استاد! نکلنے کے امکانات کا جائزہ بھی نہیں لو گے؟"

"تو پھر ناشتے کے بعد سونے کا ارادہ ہے کیا؟"

"لیکن ان کا اعتماد ــــــــ!"

"بلاوجہ نہ ہوگا" میں نے سنجیدگی سے جواب دیا۔

"اس کا مطلب ہے ہم یہاں سے نکل سکیں گے؟"

"خوفزدہ ہو سردارے؟" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"خوف کی ایسی تیسی استاد۔ تم سوچ سکتے ہو" سردارے بگڑ گیا۔

"بس تو فکر مند ہونے کی کیا ضرورت ہے۔ جو ہوگا دیکھا جائے گا!" میں نے کافی پیتے ہوئے ک
سردارے بھی خاموشی سے کافی پیتا رہا۔ یوں ہم اطمینان سے ناشتے سے فارغ ہوگئے اور پھر میں نے
ہوتے ہوئے کہا "ایک کام مکمل ہوگیا' اب دوسرے کام کی ابتداء کی جائے" سردارے بھی کھڑا ہوگ
دونوں باہر نکل آئے۔ مکان کے چاروں طرف اونچی دیواریں تھیں۔ ان کے اوپری حصوں میں لو
پٹیاں لگی ہوئی تھیں۔ صرف ایک پھاٹک تھا جو چمکدار اسٹیل کا بنا ہوا تھا۔ پھاٹک میں باہر تالا لگا ہوا تھا
ان دیواروں اور پھاٹک کو دیکھتا رہا۔ "یہ پھاٹک اور دیواریں ناقابل عبور تو نہیں ہیں" میں نے انہیں
ہوئے آہستہ سے کہا۔

"اوپر سے کودنے میں بیس سیکنڈ سے زیادہ نہیں لگیں گے استاد" سردارے نے سینہ پھلاتے ہو
اور پھر پھاٹک کی طرف بڑھا۔

"ٹھہرو سردارے" میں نے تیزی سے آگے بڑھ کر اسے روک لیا۔

"کیوں استاد! کوئی اور ترکیب ذہن میں آئی ہے؟"

"نہیں۔ لیکن جلد بازی مت کرو۔ ان کے اعتماد پر بھی تو غور کرلو"

"ارے تھامپسن خود تو کانا ہے' اب لنگڑا بھی ہوگیا ہے' وہ خود یہ کام نہیں کرسکتا ــــــــ دو
سے بھی ــــــــ" اور سردارے کی زبان رک گئی۔ اچانک ایک سنسنی خیز واقعہ پیش آگیا۔

"ایک آبی پرندہ عقب سے آیا تھا۔ شاید مکان کی کسی دیوار پر آ بیٹھا تھا اور وہاں سے اترا تھا۔ ا
اڑان اتنی نیچی تھی کہ وہ پھاٹک سے ٹکرا گیا۔ روشنی کا تیز جھماکا ہوا اور پھر یہ روشنی دیوار کی بلندی
ہوئی اسٹیل کی پٹیوں سے گزر کر مکان کے چاروں طرف گھوم گئی۔

ہم دونوں ساکت رہ گئے۔ پرندے کی لاش ایک سیاہ کوئلے کی شکل میں پھاٹک سے چپکی رہ گئی
میں نے آنکھیں بند کر کے ایک گہری سانس لی اور پھر آہستہ سے کہا "کسی بھی سلسلے میں جلد بازی
مت لو سردارے۔ ہم تھامپسن کو بغلیں بجانے کا موقع نہیں دینا چاہتے"۔

"بہت ہی بداخلاق انسان ہے چیف" سردارے برا سامنہ بنا کر بولا۔

"کیا مطلب؟"

"کم بخت کو ایک بورڈ ہی لگا دینا چاہیے تھا کہ اس راستے سے نکلنے کی کوشش نہ کی جائے۔ یہاں ر
کرنے کا معقول انتظام ہے" سردارے نے مضحکہ خیز انداز میں کہا۔

"ہمیں خود سوچ لینا چاہیے تھا۔ تھامپسن نے اسے بھرے پرے مکان میں یونہی ہمیں آزاد نہ
دیا ہوگا"۔

"پھر اب استاد؟"

"آؤ واپس چلیں۔ ہمارا کیا ہے' آرام کریں گے۔ دیکھیں تھامپسن کب تک ہماری مہمان داری کرتا
اور ہم واپس مکان میں آ گئے۔ آمنے سامنے دو آرام کرسیوں پر بیٹھ کر ہم سوچ میں ڈوب گئے۔
کافی دیر اسی طرح گزر گئی۔ پھر سردارے ایک گہری سانس لے کر بولا "بہت لمبی سوچ ہو گئی استاد!"

"کوئی خاص بات نہیں"

"کیا فیصلہ کیا پھر؟"

"انتظار ہی کرنا پڑے گا سردارے" میں نے ایک طویل سانس لے کر کہا۔

"حالات کا؟"

"نہیں' تھامپسن کا۔ ویسے تمہارا کیا خیال ہے' کیا ہم سے غلطی ہوئی ہے؟"

"سوال ہی نہیں پیدا ہوتا استاد۔ اس تھامپسن کی تو ایسی تیسی' ہم اس کی خدمت کریں گے۔ بس
موقعے کی بات ہے۔ ویسے استاد' اس بار اگر وہ سامنے آئے تو تم میرے اوپر کوئی پابندی مت لگانا"

"کیا مطلب؟"

"کانے راجہ کو تو روانہ کر ہی دوں گا' اس کے بعد جو ہوگا دیکھا جائے گا"

"نہیں سردارے۔ میں اس کی اجازت نہیں دوں گا"۔

"کیوں استاد؟"

"دیکھو سردارے' ہماری اس سے کوئی ایسی دشمنی تو ہے نہیں جس سے کوئی جذباتی معاملہ وابستہ ہو'
بلکہ غور کرو ہم نے ہی اسے بے پناہ نقصان پہنچایا ہے۔ کانا تھا' لنگڑا بھی کر دیا اور پھر پی گوڈے میں اس کا
کاروبار بھی تباہ کر دیا۔ ایسی شکل میں وہ جو کچھ بھی نہ کرے' کم ہے۔ رہا ہمارا معاملہ' تو ہمیں بس چالاکی سے
کام لے کر پہلے اپنی جان بچانے کا بندوبست کرنا چاہیے۔ اس کے ساتھ ہی اگر کام بن جانے کا چانس مل
جائے تو یوں سمجھو وہ منافع والی بات ہے۔ ایسا کوئی رسک لینا تو بیکاری ہے"۔

"بات تو ٹھیک ہے استاد"۔

"چنانچہ ایک بات کہتا ہوں کہ جلد بازی سے کوئی کام نہیں کرنا"۔

"جو استاد کی رائے"۔

اور میں خاموش ہوگیا۔ کئی منٹ تک ہم دونوں پھر خاموش بیٹھے رہے' پھر اچانک میں چونک پڑا اور میں
نے سردارے کو مخاطب کیا۔ سردارے میری طرف متوجہ ہوگیا۔ "کیا اس مکان کی چھت نہیں ہوگی
سردارے؟"

اور سردارے چونک کر مجھے دیکھنے لگا۔ سوال ہی ایسا تھا۔

"کیوں نہیں ہوگی استاد"۔

"ارے تو پھر اس تک پہنچنے کا راستہ بھی ہوگا!"

"یقیناً"!

"تو کیا وہاں سے قرب وجوار کے مناظر نظر آتے ہوں گے؟"

"وہ بھی نظر آتے ہوں گے"۔

"تو پھر ہم یہاں جھک کیوں مار رہے ہیں' چھت پر چل کر کیوں نہیں دیکھتے" میں کھڑا ہوگیا اور
سردارے بھی میرے ساتھ ہی کھڑا ہوگیا۔ ہم دونوں چھت تک جانے کا زینہ تلاش کرنے لگے۔ نہ جانے

کیوں کوئی باقاعدہ زینہ نہیں رکھا گیا تھا۔ ہاں ایک سوراخ ضرور تھا جس کے قریب لوہے کی سیڑھی رکھی، تھی۔

دوسرے لمحے ہم چھت پر تھے اور ہمارا انداز درست تھا۔ چھت سے دور دور تک کے مناظر نظر آ تھے۔ یہ جزیرہ تھا۔ شاید تھامپسن نے اس کا نام گیبسن لیا تھا۔ بہت چھوٹا سا جزیرہ تھا۔ کسی بھی کام لیے بے کار۔ شاید اسی وجہ سے اسے حکومت نے اپنی تحویل میں نہیں لیا تھا۔ ممکن ہے کسی کی ذاتی ملکیہ ہو۔ شاید تھامپسن کی!

لیکن تھامپسن اتنی اونچی چیز نظر نہیں آتا تھا۔ جزیرے میں چار پانچ عمارتیں تھیں۔ ویسے وہاں خوب عمدہ لگایا گیا تھا۔ پھلوں کے درخت اور پھولوں کے تختے چاروں طرف پھیلے ہوئے تھے۔ ا جگہ گھاس کا ایک میدان بھی بنایا گیا تھا' جو یہاں سے زیادہ دور نہیں تھا۔ کہیں کہیں اکا دکا افراد نظر آ ر تھے۔ باقی پورے جزیرے پر ایک بھی اسٹیمر یا کشتی موجود نہیں تھی۔ سمندر دور تک سنسان تھا۔ "اڑ جزیرہ ہے۔ آخر یہاں ہو تا کیا ہے؟" سردارے نے کہا۔

"خدا معلوم" میں نے بیزاری سے کہا۔ نہ جانے کیوں اب مجھے کسی قدر کوفت ہونے لگی تھی۔ اگر چھ دن تک یہاں رہنا پڑ گیا تو زندگی عذاب بن جائے گی اور اگر تھامپسن واقعی ذہین آدمی ہے تو ہم۔ بدلہ لینے کے لیے اسے یہ قدم ضرور اٹھانا چاہیے لیکن اس کے بعد کیا ہو گا' کیا اس آرام دہ مکان میں قید ر ہم پاگل نہ ہو جائیں گے۔

"استاد!" اچانک سردارے نے میرا شانہ دبایا۔

"ہوں" میں نے گردن گھمائی۔

"ہیلی کاپٹر" سردارے نے ایک طرف اشارہ کیا اور میں چونک پڑا۔ میں نے بھی اس کے اشارے سمت دیکھا۔ یقیناً" ہیلی کاپٹر تھا۔ ابھی بہت دور تھا اور چھوٹا نظر آ رہا تھا لیکن اس کا رخ ادھر ہی تھا۔

"ادھر ہی آ گیا ہے استاد!"

"ہاں" میں نے مختصرا" کہا۔

"کیا خیال ہے' کیا اس میں تھامپسن ہو گا؟"

"کیا کہا جا سکتا ہے"

"آ تو جائے استاد وہ چور کی اولاد' نپٹ لوں گا اس سے"۔

"سردارے نے سینہ پھلاتے ہوئے کہا۔ میں نے کوئی جواب نہیں دیا تھا' خاموشی سے ہیلی کاپٹر طرف دیکھتا رہا جو اب نمایاں ہو گیا تھا۔

اور تھوڑی دیر کے بعد خوبصورت ہیلی کاپٹر گھاس کے میدان کے اوپر پہنچ گیا۔ پھر وہ نیچے اترنے لگا ہم لوگ خاموشی سے اسے دیکھتے رہے۔ بالآخر ہیلی کاپٹر نیچے اتر گیا اور پھر اس کی مشین بند ہو گئی۔ جزیرے نظر آنے والے اکا دکا افراد میں سے کوئی بھی اس کی طرف متوجہ نہیں ہوا تھا۔ ہم خاموشی سے ہیلی کاپٹر طرف دیکھتے رہے۔ پائلٹ کے علاوہ چار افراد نظر آ رہے تھے۔ سب سے پہلے دو آدمی نیچے اترے۔ میں خاص نگاہوں سے ان دونوں کو دیکھا۔ اعلیٰ درجے کے سوٹ پہنے ہوئے تھے۔ لیکن جسامت میں دیو نظر آ تھے۔ بالکل سڈول بدن تھے لیکن سینے اور کلائیوں پر گوشت کے تودے جمے ہوئے تھے۔ بے حد طاقتور نظ آتے تھے۔ پھر ان میں سے ایک نے سہارا دے کر تھامپسن کو نیچے اتارا۔ دوسرے نے اس کی بیساکھیا

لی تھیں۔ سہارا دینے والے نے تھامپسن کا سارا بوجھ خود سنبھال لیا تھا۔ پھر جب بیساکھیاں اس کی ں میں پہنچ گئیں تو وہ سیدھا کھڑا ہو گیا۔

لیکن جب چوتھی ہستی نیچے اتری تو میری اور سردارے کی آنکھیں تعجب سے پھیل گئیں۔ میرا دل زور دھڑک اٹھا اور سردارے نے منہ پھاڑ کر میری طرف دیکھا۔

"استاد!" وہ لرزتی ہوئی آواز میں بولا۔ لیکن حقیقت ہے کہ میں شدید حیرت کی وجہ سے اسے کوئی ب نہیں دے سکا تھا۔ وہ ڑولی ژاں تھی۔

حسین ڑولی ژاں' جو انتہائی حسین لباس میں اتنی ہی پروقار نظر آ رہی تھی۔ "استاد!" سردارے نے پھر آواز دی۔

"ہوں" میں نے آہستہ سے کہا۔

"یہ ——— یہ تو وہی ہے ——— تمہاری والی!"

"ہاں!"

"مسکرا بھی رہی ہے"۔

"آؤ' نیچے چلیں۔ وہ یقیناً" ادھر ہی آئیں گے"

"مگر استاد! یہ عورت ——— یہ عورت ———!"

"ابھی کچھ نہیں کہا جا سکتا سردارے۔ براہ کرم خاموش رہو"

میں نے کہا اور سردارے خاموش ہو گیا۔ ذہنی حالت میری بھی ٹھیک نہیں تھی۔ میں سوچ رہا تھا کہ ڑولی ژاں کہاں سے آ گئی۔ اس عورت کو غلط سمجھنا میرے بس کی بات نہیں تھی لیکن پھر ——— حالانکہ ں نے خود اپنے ہاتھوں سے تھامپسن کو زخمی کیا تھا' بلکہ گولی تو قتل کرنے کے لیے ہی چلائی گئی تھی۔ تھامپسن خوش نصیب تھا کہ بچ گیا تھا۔ ورنہ ——— اوہ' تب پھر ڑولی ژاں مجبورا" ہی اس کے ساتھ ہو لتی ہے۔

لیکن وہ تو پی گوڈے میں تھی' یہاں کہاں سے آ گئی۔ بہت سے خیالات میرے ذہن میں آ رہے تھے یکن اس کا کوئی جواب میرے پاس نہیں تھا۔

ہم نیچے پہنچ گئے اور آرام سے کرسیوں پر بیٹھ گئے۔ چند منٹ کے بعد اچانک سردارے نے کہا "استاد! ایک غلطی ہو گئی"

"کیا؟" میں نے پوچھا۔

"ہمیں چھت پر رک کر یہ دیکھنا چاہیے تھا کہ وہ لوگ اندر داخل ہونے کے لیے دروازے کا کرنٹ کس طرح ختم کرتے ہیں"۔

"لوہ! دیر میں سوچا سردار۔ خیر پھر سہی" میں نے سردارے کی بات کو سراہتے ہوئے کہا۔ ہمیں قدموں کی چاپ سنائی دی تھی۔ جس میں بیساکھیوں کی کھٹ کھٹ نمایاں تھی۔ تب ہم نے بیٹھے رہنا مناسب نہ سمجھا اور خود دروازے پر آ گئے۔ ہم نے خود ہی دروازہ کھول دیا تھا۔

سب سے آگے تھامپسن اور ڑولی ژاں تھے لیکن ہمارے سامنے آتے ہی دونوں پہلوان ٹائپ کے آدمی سامنے آ گئے۔ ان کے ہاتھوں میں پستول تھے اور وہ تضحیک آمیز نگاہوں سے ہمیں دیکھ رہے تھے۔

"ہیلو! کیا حال ہے بہادرو؟" تھامپسن نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"ٹھیک ہیں مسٹر تھامپسن" میں نے فوراً جواب دیا۔
"کوئی تکلیف تو نہیں ہوئی یہاں؟"
"نہیں اس معاملے میں آپ بے حد شریف انسان ہیں"۔
"بہت سے معاملات میں' میں بے حد شریف انسان ہوں لیکن بدبخت لوگ میری شرافت سے فائدہ نہیں اٹھاتے۔ نہ جانے کیوں وہ مجھے شریف سمجھنے پر آمادہ نہیں ہوتے۔ اور وقت گزر جاتا ہے۔ میں ہمیشہ تو شرافت کا مظاہرہ کرنے سے رہا۔ کیوں ژولی! تمہارا کیا خیال ہے؟"
"میں کیا کہہ سکتی ہوں" ژولی ژاں نے خشک سے لہجے میں کہا۔ ہمیں دیکھ کر اس کے چہرے پر کوئی نہیں پیدا ہوا تھا۔
"ژولی ڈارلنگ! میرا خیال ہے ان لوگوں کا کیس میں تمہارے حوالے کر دوں۔ تم ان کے بارے مناسب فیصلہ دو گی اور میں تمہارے فیصلے کا خیر مقدم کروں گا"۔
"تھامپسن! تم جانتے ہو میں الجھنوں میں پھنسنے کی قائل نہیں ہوں' نہ ہی مجھے ان معاملات کا تجربہ ہے"۔
"ہاں' یہ بھی ٹھیک ہے لیکن پی گوڈے کے شہنشاہ کو تو تم جانتی ہی ہو گی؟"
"تھامپسن کے علاوہ اور کون ہو سکتا ہے" ژولی مسکرا کر پیار بھری نگاہوں سے اسے دیکھتے ہو بولی۔
"ارے نہیں ـــــــ ارے نہیں۔ مسٹر سیسرو برا مان جائیں گے۔ تم انہیں پی گوڈے کا شہنشاہ کہ آج کل وہاں ان کا سکہ چلتا ہے" تھامپسن ژولی ژاں کی بات پر خوش ہوتے ہوئے فخریہ انداز میں بولا۔
"وقتی طور پر چور ڈاکو' شب خون مارتے ہی رہتے ہیں لیکن کیا وہ شہنشاہ کہلانے لگتے ہیں؟"
"بہت خوب ـــــــ اور آپ مادام ـــــــ" سردارے سے نہ رہا گیا اور وہ بول پڑا لیکن دوسر لمحے میں نے غراتے ہوئے کہا:
"تم فضول باتوں سے پرہیز کرو گے پنٹو' صرف ان لوگوں کو بولنے دو۔ ہمیں بولنے والوں کی بر تسلیم کرنا پڑے گی" اور ژولی ژاں کے ہونٹوں پر عجیب سی مسکراہٹ پھیل گئی۔ اس کی آنکھوں میں سکو نظر آنے لگا تھا۔
"تو پھر ژولی' تم پی گوڈے پر میری حکومت تسلیم کرتی ہو؟"
"پورا پی گوڈے تسلیم کرتا ہے میں ہی کیا۔ سب کا خیال ہے کہ سیسرو کا تسلط وقتی ہے۔ کوئی ہے تھامپسن کے مقابلے پر ٹک سکے۔ لوگوں کا خیال ہے کہ تھامپسن بہت جلد واپس آئے گا اور سیسرو کو سے اکھاڑ پھینکے گا۔ یہی وجہ ہے تھامپسن کہ پی گوڈے کے لوگ سیسرو کے متعین کیے ہوئے آدمیوں تعاون نہیں کرتے۔ وہ تھامپسن کی دشمنی کسی طور نہیں چاہتے"۔
"سن رہے ہو سیسرو اس کے باوجود تم خود کو کچھ سمجھنے لگے تھے"۔
"کام کی بات کرو تھامپسن ان باتوں میں کیا رکھا ہے"۔
"اب کام کی بات کون سی ہو سکتی ہے میری جان۔ کیا تمہارا خیال ہے کہ تم دنیا کے اتنے انوکھے انسا ہو کہ میں پھر تمہیں کوئی پیشکش کروں گا۔ وہ تمہارے لیے پہلا اور آخری چانس تھا۔ اب تمہارے لیے اس کے علاوہ اور کوئی راستہ نہیں ہے جو میں تمہیں بتا چکا ہوں"۔

"تو پھر اب ان فضول باتوں سے کیا مطلب ہے تمہارا؟"
"ابھی تو میں چند روز اپنے طور پر تفریح کروں گا' اس کے بعد ڈاکٹر فلیک آئے گا اور پھر ـــــــ چند ہی روز کے بعد تم سوئٹزر لینڈ کی سڑکوں پر ہو گے۔ برن کے گلی کوچے تمہاری آوازوں سے گونجیں گے' یہاں تک کہ اپاہج خانے کے منتظم تمہیں گاڑی میں بٹھا کر لے جائیں گے۔ ژولی ڈارلنگ! آؤ' تمہیں ایک عمدہ کھیل دکھاؤں"۔
"تھامپسن واپس مڑ گیا اور پھر اس نے دوسری طرف رخ کیے کیے کہا "پوٹو! ان لوگوں کو ڈانسنگ ہال میں لے آؤ"۔
"یس چیف" دونوں پہلوانوں میں سے ایک نے کہا اور وہ دونوں ہماری طرف دیکھ کر مسکرانے لگے۔
تھامپسن ژولی ژاں کے ساتھ آگے بڑھ گیا تھا۔ تب ان دونوں نے پستول سے اشارہ کرتے ہوئے کہا:
"آؤ دوستو!" اور ہم خاموشی سے ان کے ساتھ چل پڑے۔ جس ہال میں ہمیں لے جایا گیا' ہم اسے پہلے ہی دیکھ چکے تھے۔ خاصی بڑی جگہ تھی۔ پورا ہال خالی تھا۔ ایک طرف چبوترہ سا تھا جس پر صرف دو کرسیاں پڑی تھیں' ایک چھوٹی میز رکھی ہوئی تھی جس پر شراب کی بوتل اور گلاس رکھے ہوئے تھے۔ شاید ژولی ژاں نے یہ شراب یہاں لا کر رکھی تھی۔ ہم دونوں اندر داخل ہو گئے تو تھامپسن نے مسکراتے ہوئے ہماری طرف دیکھا اور پھر بوتل کا کاک کھول کر اس نے دونوں گلاسوں میں شراب انڈیلی اور اپنا گلاس اٹھا لیا۔ "او کے پوٹو۔ کھیل شروع کرو" اور دونوں پہلوانوں نے گردن جھکائی اور پھر سیدھے ہو گئے۔ "پستول مجھے دے دو۔ خیال رہے کہ تمہارا شکار مفلوج نہیں ہے۔ یہ پستول نکال بھی سکتے ہیں"۔
"یس چیف!" دونوں آگے بڑھے اور پھر انہوں نے اپنے پستول تھامپسن کے سامنے رکھ دیے۔ تھامپسن نے ایک پستول اپنی طرف سرکا لیا اور دوسرا ژولی کی طرف۔ "میں دشمن کو کمزور سمجھنے کا عادی نہیں ہوں ژولی۔ ضرورت محسوس ہو تو تم اسے استعمال کر سکتی ہو" تھامپسن نے کہا اور ژولی نے مسکراتے ہوئے پستول تھام لیا۔ پھر اس نے شراب کا گلاس اٹھایا اور اس کا ایک چھوٹا سا سپ لیا۔
"اسٹارٹ!" تھامپسن بولا اور دونوں پہلوانوں نے کوٹ اتار دیے۔ ٹائیاں کھول دیں اور ان دونوں چیزوں کو احتیاط سے ایک طرف رکھ دیا۔ وہ پیروں میں فٹ بال کھیلنے والے شوز پہنے ہوئے تھے۔ جن کی ٹو آگے سے سخت اور اوپر کو اٹھی ہوئی تھی۔ تب وہ دونوں ہمارے سامنے آ گئے۔ "ہوشیار سردارے۔ یہ دونوں جوجستو ایکسپرٹ معلوم ہوتے ہیں۔
"ہاہا ـــــــ" سردارے نے ایک خوفناک بڑک لگائی اور پھر اس نے جوجستو ہی کا ایک داؤ مار دیا۔ سامنے والے کو اس کا اندازہ بھی نہ تھا کہ مقابل پہلے ہی حملہ آور ہو جائے گا۔ سردارے کی لات اس کے منہ پر پڑی اور اس کے سامنے کے دانت ہل گئے۔ اس کی ٹھوڑی پر خون کی لکیریں رینگ آئی تھیں۔
اور میرا دل چاہا کہ میں سردارے زندہ باد کا زوردار نعرہ لگاؤں لیکن اس کا موقع نہیں تھا کیونکہ میری ذرا سی غفلت مجھے نقصان پہنچا سکتی تھی۔ میرے مقابل نے بھی انتظار نہ کیا۔ وہ ہوا میں اچھلا اور اس نے ایک زوردار ٹھوکر میری ران میں ماری۔ لیکن دوسرے لمحے میں سنبھل گیا۔ مزہ آ گیا تھا لیکن میں نے برداشت کیا اور جونہی وہ دوبارہ اچھلا' میں زمین پر لوٹ لگا کر اس کی ٹانگوں میں گھس گیا۔ اس کی ٹانگوں میں قینچی پھنسا کر میں نے زور سے بل دیا اور وہ اوندھے منہ زمین پر آ رہا۔
مجھے اعتراف ہے کہ سردارے اس وقت قیامت ڈھا رہا تھا۔ بلاشبہ اس کا مقابل میرے مقابل سے کم

طاقتور نہیں تھا۔ لیکن سردارے نے ابھی تک اس کا ایک بھی ہاتھ نہیں کھایا تھا۔ وہ پھرتی سے اس کے وار خالی دے رہا تھا اور خود ایک آدھ وار کرتا جاتا تھا۔ ہاں ایک بات کا خیال ہم دونوں نے رکھا تھا۔ وہ یہ کہ ان سے قریب نہ ہونے پائیں۔ اگر ہم ان سے گتھ گئے تو پھر جان بچانا مشکل تھا۔ کیونکہ بہرحال وہ جسامت میں ہم سے کہیں زیادہ تھے۔

تھامپسن شراب پینا بھول گیا تھا۔ وہ بڑی دلچسپی سے ہم دونوں کی کارروائی دیکھ رہا تھا۔ کبھی کبھی اس کے منہ سے آواز بھی نکل جاتی تھی۔

اور پھر اچانک ہمارے رونگٹے کھڑے ہوگئے۔ نہ صرف میرا مقابل، بلکہ میں بھی رک گیا۔ سردارے کے مقابل کی چیخ ایسی ہی دہشت ناک تھی اور ہم نے ایک بھیانک منظر دیکھا۔ وحشی سردارے نے اپنے مقابل کی ایک آنکھ پھوڑ دی تھی اور اس کی آنکھ کے غار سے خون ابل رہا تھا۔

صرف ایک لمحہ---- دوسرے لمحے میں نے اپنے مقابل کی کمر پر ایک زوردار لات رسید کی اور وہ اچھل کر اپنے ساتھی پر جاگرا۔ اسی لمحے سردارے نے اچھل کر ایک لات اپنے مقابل کی پیشانی پر رسید کر دی۔ "او---- کتے---- کتے!" تھامپسن کے حلق سے غراہٹ نکلی اور اس نے سامنے رکھے ہوئے پستول پر ہاتھ مارا لیکن ژولی ژاں نے پھرتی سے تھامپسن کا پستول اٹھا لیا تھا۔ دوسرے لمحے اس نے اپنے پستول کا رخ تھامپسن کی طرف کر دیا اور بولی: "نہیں مسٹر تھامپسن۔ یہ اصول کے خلاف ہے"۔

"کیا؟" تھامپسن دہاڑا لیکن ژولی اچھل کر کھڑی ہوگئی۔

"انہوں نے تمہارے لڑاکوں کو شکست دی ہے" وہ پیچھے ہٹتے ہوئے بولی۔

"لیکن تو تو میرے اوپر پستول تانے ہوئے ہے" تھامپسن غرایا۔

"ہاں۔ بے اصولی مجھے پسند نہیں"۔

"پستول پھینک دے ژولی، ورنہ میں تمہیں غداروں میں شمار کروں گا"۔

"تم گدھے ہو تھامپسن۔ میں تمہارے وفاداروں میں کب تھی؟" ژولی نے زہریلے لہجے میں کہا۔

"اوہ! کتیا---- کتیا" تھامپسن نے اپنی بیساکھی اٹھانے کی کوشش کی لیکن ژولی کا نشانہ غضب کا تھا۔ اس کے ہاتھ میں دبے ہوئے پستول سے فائر ہوا اور گولی نے تھامپسن کی کلائی توڑ دی۔

اب چیخنے والوں میں تھامپسن بھی شامل ہوگیا۔ سردارے حیرت سے منہ پھاڑے کھڑا تھا اور میری آنکھوں میں ممنونیت کے جذبات پیدا ہوگئے تھے۔

ہمارے مقابل اب اس قابل ہی نہ تھے کہ کھڑے ہوسکتے۔ وہ نیم بے ہوشی کی کیفیت میں پڑے تھے۔ تھامپسن بے بسی سے کروٹیں بدل رہا تھا۔ بیساکھی کے بغیر وہ اٹھ بھی نہیں سکتا تھا اور اب ایک ہاتھ بھی بے کار ہوگیا تھا۔

پھر اچانک ایسا لگا جیسے تھامپسن اپنی ساری تکلیف بھول گیا ہو۔ اس نے اکلوتی آنکھ سے ژولی ژاں کو گھورا، اس آنکھ سے چنگاریاں سی پھوٹتی محسوس ہو رہی تھیں۔

"تو مجھ سے غدار کب سے ہوگئی ژولی؟" اس نے پھنکارتی ہوئی آواز میں پوچھا۔

"احمق تھامپسن! تو نے مجھے اپنا وفادار کب محسوس کیا؟"

"تیری خلوتوں میں۔ تو نے مجھ سے پیار کی بہت سی باتیں کی ہیں"۔

"تو جانتا ہے میں کاروباری عورت ہوں"

"اوہ! تو کیا میں نے تجھے تیری پسند کا معاوضہ نہیں دیا؟"

"لیکن میں نے تجھ سے ہمیشہ نفرت کی"۔

"کیوں؟"

"اس لیے کہ تو وحشی ہے، دیوانہ ہے"۔

"لیکن یہ میرا اور تیرا آپس کا معاملہ ہے"

"نہیں۔ میرا معاملہ سیسرو سے ہے"۔

"کیا مطلب---- کیا مطلب؟" تھامپسن سانپ کی طرح بل کھا کر بولا۔

"میں سیسرو سے پیار کرتی ہوں اور تھامپسن! میں اسی کے تعاقب میں پی گوڈے سے یہاں تک آئی تھی اور اسی کی زندگی کی حفاظت کے لیے میں تجھ سے ملی تھی، ورنہ میں تیری شکل پر تھوکتی بھی نہیں"۔

"ذلیل کتیا!" تھامپسن بے بسی سے بولا۔

"اور سیسرو کے نام پر---- سیسرو کے نام پر میں تجھے جہنم کے سفر پر روانہ کرتی ہوں" ژولی ژاں نے کہا اور دوسرے ہی لمحے اس نے تھامپسن کی پیشانی پر فائر کر دیا اور پھر یکے بعد دیگرے کئی فائر اس نے اس کے پورے بدن پر کیے اور تھامپسن کا جسم کرسی سے نیچے گر پڑا۔ وہ بری طرح تڑپ رہا تھا اور ژولی نفرت بھری نگاہوں سے اسے دیکھ رہی تھی۔

ہم دونوں خاموش کھڑے تھے۔ میری ذہنی کیفیت عجیب تھی۔ میرے دل میں ژولی کی عظمت اور بڑھ گئی تھی۔ تب پھر میں آہستہ آہستہ اس کے قریب پہنچ گیا۔ "ژولی!" میں نے اسے آواز دی۔

"نہیں سیسرو! تم میرا شکریہ ادا نہیں کرو گے"۔

"ہاں۔ میں تمہارا شکریہ نہیں ادا کروں گا ژولی" میں نے اس کے شانوں پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔

"تمہارے لیے تو خوشی سے جان دی جاسکتی ہے سیسرو؟"

"ژولی! میں تمہارے اس احسان کا کوئی بدلہ نہ دے سکوں گا"

"ایسی باتیں مت کرو سیسرو! بھروسہ کرو میں تم سے کوئی صلہ نہیں چاہتی۔ میری کوشش کا صلہ یہی ہے کہ تم زندہ رہو۔ بخیریت رہو۔ یقین کرو، یہ کام کر کے میں خود کو تم پر مسلط نہیں کروں گی۔ تمہیں یہاں سے برن لے جاؤں گی اور اس کے بعد خاموشی سے واپس پی گوڈے چلی جاؤں گی۔ ہاں، اگر دے سکتے ہو تو مجھے اپنی دعائیں دے دو"۔

"دعائیں؟" میں نے کہا۔ "ہاں۔ میرے لیے دعا کرو سیسرو کہ میں زندگی میں ایک بار، صرف ایک بار---- اپنا مشن ضرور پورا کرلوں---- میرے دل کی آگ سرد ہو جائے"۔

میں نے گردن جھکالی۔ سردارے بھی بے حد متاثر نظر آرہا تھا۔ پھر میں نے ژولی کا ہاتھ پکڑتے ہوئے کہا "اب کیا پروگرام ہے ژولی؟"

"آؤ چلیں۔ باہر ہیلی کاپٹر موجود ہے، میں اس کے پائلٹ سے بات کروں گی"۔

"کیا کہو گی؟"

"یہی کہ مسٹر تھامپسن نے کہا ہے کہ تم دونوں کو ان کی کوٹھی میں واپس لے جاؤں۔ راستے میں ہم پستول کے ذریعے اسے اپنی مطلوبہ جگہ پر اتار لیں گے"۔

"لوکے۔ کہاں اتارو گی؟"

"ارے برن میں میرے بہت سے ٹھکانے ہیں" ژولی ژاں نے کہا۔

"ویری گڈ ـــــ چلو" میں نے کہا اور ژولی ژاں نے دوسرا پستول میرے حوالے کر دیا۔ ہم تینوں دروازے کی طرف چل پڑے۔ اب پھاٹک میں کرنٹ نہیں تھا اس لیے باہر نکلنے میں کوئی دقت ہوئی اور ہم ہیلی کاپٹر کی طرف چل پڑے۔ ہیلی کاپٹر کا پائلٹ ہیلی کاپٹر سے کچھ دور گھاس پر بیٹھا سگریٹ تھا۔ ہمیں دیکھ کر وہ کھڑا ہو گیا۔

لیکن ژولی ژاں بڑے سکون سے آگے بڑھتی رہی اور پھر وہ ہیلی کاپٹر کے نزدیک پہنچ گئی۔

"چلو ـــــ بیٹھو!" ژولی نے ہم دونوں کو اشارہ کیا اور ہم ہیلی کاپٹر میں سوار ہو گئے۔

"لیس مادام؟" پائلٹ نے پوچھا۔

"مسٹر تھامپسن نے کہا ہے ان لوگوں کو ان کی کوٹھی پر پہنچا دیا جائے"۔

"اوہ۔ بہتر ـــــ لیکن یہ تو ـــــ"

"ہاں۔ بات ہو چکی ہے۔ یہ مسٹر تھامپسن کے لیے کام کرنے پر آمادہ ہیں۔ اب یہ دوست ہیں"۔

"بہتر" پائلٹ ہیلی کاپٹر کے دوسرے دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ ژولی ژاں نے مسکرا کر ہماری طرف دیکھا اور پھر وہ پائلٹ کے برابر کا دروازہ کھولنے لگی۔ لیکن اسی وقت پوٹو کی دہاڑ سنائی دی "رک جاؤ ـــ رک جاؤ" اور اس کے ساتھ ہی اس نے اندھا دھند گولیاں برسانا شروع کر دیں۔ تین گولیاں ژولی کے جسم کے مختلف حصوں میں پیوست ہو گئی تھیں۔

صورت حال اچانک بگڑ گئی تھی۔ ژولی نے ہیلی کاپٹر کا سہارا لیا تھا۔ دوسرے لمحے میں نیچے کود گیا۔ میں نے پوٹو کا نشانہ لیا اور فائر کر دیا۔ پہاڑ جیسے بدن والا پوٹو اچھلا اور اوندھے منہ زمین پر آ رہا۔ میں نے دو اور فائر اس پر جھونک دیے اور سردارے' واقعی بعض معاملات میں بے حد کام کا آدمی تھا۔

اس نے عقب سے پائلٹ کی گردن پکڑی اور اس کے ہولسٹر سے ریوالور نکال لیا۔ "خبردار جنبش کی تو گردن میں سوراخ کر دوں گا!"

میں پستول رکھ کر ژولی ژاں کی طرف جھپٹا تھا۔ ژولی کے بدن سے خون کی پھواریں نکل رہی تھیں۔ "ژولی۔ ژولی!" میں نے اسے سنبھال لیا۔

"گڑ بڑ ہو گئی سیسرو۔ واقعی یہ سب کچھ عجیب تھا لیکن بھروسہ کرو میری جان' مجھے اس پر افسوس ہے۔ میں ـــــ کاش' کاش میں ـــــ میں فرانس کے اس معزز گھرانے ـــــ کاش ـــــ بار ـــــ ان ضدی ـــــ ضدی لوگوں سے انتقام لے سکتی ـــــ جانے دو سیسرو ـــــ ضروری ـــــ نہیں ہے کہ ہماری ساری خواہشات پوری ہو جائیں۔ سنو ـــــ جھکو ـــــ جھکو ـــــ اپنے ہونٹ' میرے ہونٹوں پر رکھ دو۔ جھکو ـــــ سیسرو"۔

اور میں نے ژولی کے ہونٹوں میں اپنے ہونٹ پیوست کر دیے۔ تب ژولی کا بدن ڈھیلا پڑ گیا۔ وہ بے جان ہو گئی تھی۔ میں نے ایک لمحے سوچا اور پھر اس کے بدن کو آہستہ سے زمین پر ڈال دیا۔ اس کے بعد ہیلی کاپٹر کا دروازہ کھول کر اندر آ بیٹھا۔ "چلو" میں نے پائلٹ سے کہا۔ میری آواز میں غراہٹ تھی۔ دوسری طرف سردارے پائلٹ پر پستول تانے ہوئے تھا۔ پائلٹ نے ہیلی کاپٹر اسٹارٹ کر دیا اور چند منٹ کے بعد ہیلی کاپٹر نے زمین چھوڑ دی۔ میرے جبڑے بھینچے ہوئے تھے۔ ژولی ژاں کی موت کا مجھے اس قدر رنج تھا کہ بیان سے باہر تھا۔ بالآخر اس نے میرے لیے جان دے دی تھی۔ اس کا مشن بھی ادھورا رہ گیا تھا۔ ممکن تھا اس کا مشن کبھی پورا نہ ہوتا لیکن بہرحال اعلیٰ معیار کی عورت تھی۔

میں اپنی کسی ذہنی جھنجھلاہٹ کے طور پر بھی اسے نظرانداز نہیں کر سکتا تھا۔ ہیلی کاپٹر سیدھے راستے پر سفر کر رہا تھا۔ سردارے پائلٹ کی حرکات و سکنات پر پوری طرح نظر رکھ رہا تھا۔ اس کے ساتھ ہی وہ نیچے بھی نگاہ رکھ رہا تھا اور پھر ہم شہر پر پہنچ گئے۔ "نیچے اتارو۔ کسی ایسی سنسان جگہ' جہاں کوئی اندازہ نہ ہو سکے اور خیال رہے' اگر تم نے کوئی چالاکی کرنے کی کوشش کی تو اپنی زندگی سے ہاتھ دھو بیٹھو گے!" سردارے نے کہا۔ پائلٹ نے گردن ہلا دی۔

بہرحال اسے شاید احساس ہو گیا تھا کہ جو کچھ کہا گیا ہے' پورا کر دکھایا جائے گا۔ یا پھر وہ ڈرپوک آدمی تھا۔ ہیلی کاپٹر ایک ایسی سڑک پر اتار آ گیا' جو بالکل سنسان تھی۔ پائلٹ نے مشین بند کر دی تھی۔

"چلو' نیچے اترو!" سردارے نے پائلٹ کو حکم دیا اور پائلٹ نیچے اتر آیا۔ میں بھی دوسری طرف سے اتر گیا۔ سردارے نے پائلٹ کی ٹائی کھولی اور اس کے ہاتھ پشت پر کس دیے۔ "اس کی۔ اس کی ضرورت نہیں ہے۔ میں وعدہ کرتا ہوں تمہارے خلاف کچھ نہیں کروں گا"۔

"ہاتھ باندھنے سے تمہاری موت نہیں واقع ہو جائے گی۔ یہ صرف اس لیے کیا جا رہا ہے کہ تم ہمارے آگے بڑھتے ہی ہیلی کاپٹر اسٹارٹ کر کے ہمارے سروں پر نہ چل پڑو۔ ہم تمہارے پاؤں نہیں باندھیں گے تاکہ ہمارے چلے جانے کے بعد تم کسی مناسب جگہ پہنچ جاؤ"۔

"اوہ! اس کی ضرورت بھی نہیں تھی"۔

"یہ سڑک کہاں جاتی ہے؟"

"آئل ریفائنری کی طرف۔ وہاں سے تمہیں کنوینس بہ آسانی مل جائے گی۔ ٹیکسی اسٹینڈ ہے"۔ پائلٹ نے بتایا۔

"ریفائنری یہاں سے کتنی دور ہے؟"

"وہ سامنے ٹینک نظر آ رہے ہیں"۔

"ٹھیک ہے شکریہ۔ اب تم ہیلی کاپٹر سے ایک فرلانگ دور چلے جاؤ۔ چلو ہری اپ" سردارے بولا اور پائلٹ نے اس حکم کی بھی تعمیل کی۔ تب ہم دونوں ریفائنری کی طرف چل پڑے۔ پائلٹ شاید اپنی زندگی کی پوری پوری سلامتی چاہتا تھا۔ اس نے کوئی حرکت نہیں کی اور ہم ریفائنری پہنچ گئے۔ یہاں بھی پائلٹ کی بات ٹھیک نکلی۔ کئی ٹیکسیاں اسٹینڈ پر کھڑی تھیں۔ ہم نے ان میں سے ایک ٹیکسی کو انگیج کیا اور چل پڑے۔

پورے راستے سردارے نے کوئی بات نہیں کی۔ میں بھی خاموش تھا۔ درحقیقت میرا بات کرنے کو دل نہیں چاہ رہا تھا۔ ٹیکسی ہم نے ایک پارک کے سامنے رکوائی اور بل ادا کر کے پارک میں داخل ہو گئے۔ یہاں ہم نے میک اپ اتارے اور پھر ایک دوسری ٹیکسی روک کر سوئیٹر چل پڑے۔ تھوڑی دیر کے بعد ہم ہوٹل میں' اپنے کمرے میں تھے۔ میں تھکے تھکے سے انداز میں آرام کرسی میں پڑ گیا۔ سردارے موقع شناس تھا' اس نے ویٹر کو بلایا اور وہسکی کا آرڈر دے دیا۔ پھر وہ میرے سامنے بیٹھ گیا اور افسوس ناک لہجے میں بولا: "وہ اس قابل تھی استاد کہ اس کا باقاعدہ روگ لگایا جائے"۔

"ہاں' واقعی بے مثال عورت تھی سردارے۔ بلاوجہ اس نے ہمارے لیے جان دے دی۔ کسی نہ کسی طرح تھامپسن سے نپٹ ہی لیا جاتا' حالانکہ ہمارا قدم غلط ہو گیا تھا۔ اس کی مدد بروقت تھی لیکن پھر بھی کسی

کے ذاتی معاملے میں ایسی زبردست مداخلت!؟" میں نے الجھے ہوئے انداز میں کہا۔ وہ ہمارے ہی لیے گوڈے سے یہاں تک آئی تھی" سردارے بولا۔

"ہاں۔ بہرحال اب وہ مرچکی ہے۔ اس کے بارے میں سوچنا فضول ہے۔ ہم اسے زندگی واپس نہیں دے سکتے۔ اس کی قربانی اپنی جگہ ایک حیثیت رکھتی ہے لیکن ——— ہم نے اس سے فرمائش نہیں کی تھی"۔

سردارے نے کوئی جواب نہیں دیا۔ وہسکی آگئی تھی۔ میں نے چوتھائی بوتل گلاس میں انڈیلی۔ "ارے نہیں استاد" سردارے نے مجھے روکنے کی کوشش کی۔

"اوہ، نہیں سردارے، سب ٹھیک ہے، چلنے دو" میں نے جواب دیا اور سردارے خشک ہونٹوں پر زبان پھیر کر رہ گیا۔ بہرحال میں پیتا رہا۔ ژولی ژاں کا غم بوتل میں غرق ہونے لگا اور پھر مجھے کچھ سدھ ہی نہ رہی سردارے نے البتہ ایک قطرہ بھی نہیں چکھا تھا۔ اور دوسرے دن صبح بھی میں نے اپنے دوست کو اپنے قریب ہی دیکھا۔ اس کی شکل بگڑی ہوئی تھی۔

"اوہ، سردارے کیا بج گیا؟"

"دس بجے ہیں استاد"

"مگر یہ روشنی ——— یہ ——— یہ تو ———"

"دن کے دس بجے ہیں استاد" سردارے نے جواب دیا۔

"ارے!" میں چونک پڑا۔ پھر میں نے اردگرد کا ماحول دیکھا اور پھر میری نگاہیں سردارے کی طرف اٹھ گئیں۔ "تم نے یہ کیا شکل بنا رکھی ہے سردارے؟"

"کچھ نہیں۔ ٹھیک ہوں استاد" سردارے نے جماہی لے کر کہا۔

"سوئے نہیں کیا؟"

"تمہاری حالت ٹھیک نہیں تھی استاد۔ شراب نے تمہارے اوپر زیادہ اچھا اثر نہیں کیا تھا"۔

"کیا مطلب؟"

"رات بھر تمہاری عجیب کیفیت رہی۔ کئی دفعہ تم نے کمرے سے نکلنے کی کوشش کی تھی"۔

"اوہ! تو تم جاگتے رہے"۔

"ضروری تھا استاد" سردارے نے جواب دیا۔

"شرمندہ ہوں میری جان۔ چلو ناشتہ منگاؤ۔ پھر ناشتہ کر کے سو جاؤ، یا پہلے غسل کر کے لباس بدل لو"۔

"تم غسل کرلو استاد"

"میں بھی کرلوں گا! جاؤ" میں نے کہا اور سردارے باتھ روم میں چلا گیا۔ پھر وہ شیو کر کے اور غسل کر کے کافی حد تک سنبھل گیا۔ اس کے بعد میں بھی غسل کرنے چلا گیا۔ غسل کرتے ہوئے میں نے ژولی ژاں کے بارے میں سوچا اور میرے دل میں دکھن ہونے لگی۔ کہانی ہی ایسی تھی۔ ایسی ایثار پسند عورت ملنا مشکل تھی۔ بہرحال میں اس کے لیے مر نہیں سکتا تھا۔ کچھ بھی نہیں کر سکتا تھا۔ یادیں تو زندگی کا سرمایہ ہوتی ہیں اس کی یاد اور سہی۔ مجھے اسے ذہن سے جھٹکنا ہوگا۔ ٹھیک ہے، ژولی ژاں نے ایثار کیا، احسان کیا لیکن اس کی طرف سے بعد میں ایسے کیا کیا جا سکتا تھا۔ پھر بھول جانا ہی ٹھیک ہے۔ مجھے اپنی ساری قوتیں استعمال کرنا ہوں گی اور میں نے اسے ذہن سے جھٹک دیا۔ پھر جب میں غسل خانے سے نکلا تو سردارے ناشتہ منگا چکا تھا تب ہم دونوں ناشتہ کرنے بیٹھ گئے۔ سردارے کی محبت پر بہرحال مجھے اعتماد تھا لیکن پچھلی رات اس نے واقعی

دوستی نبھائی تھی۔ اس وقت بھی وہ خاموشی سے ناشتہ کر رہا تھا۔

"سردارے" میں نے اسے آواز دی۔

"استاد!"

"چپ کیوں ہے یار؟"

"استاد! سردارے ان لوگوں میں سے ہے جو بڑے سے بڑے غم بھلا دینے کے عادی ہوتے ہیں۔ شریف عورت واقعی نیک فطرت تھی۔ اس کی موت کا رنج ہے مگر استاد، تمہیں جتنا اس کے بارے میں سنجیدہ دیکھا، اور کبھی ایسا نہیں ہوا۔ میں صرف تمہاری وجہ سے پریشان ہوں۔ میرے خیال میں ہمیں اتنا حساس نہیں ہونا چاہیے تھا"۔

"مجھے اعتراف ہے سردارے، لیکن بس جتنا ہو گیا اتنا کافی تھا۔ میرا خیال ہے اب میں ٹھیک ہوں۔ وہ کردار ایسا تھا جس نے مجھے اس قدر متاثر کیا، ورنہ میں بھی اتنا کچا نہیں ہوں"۔

"ٹھیک ہے استاد۔ اس میں کوئی شک نہیں ہے" سردارے نے کہا۔ ہم لوگ ناشتہ کرتے رہے اور پھر فارغ ہو گئے۔ "تو اجازت ہے باس، تھوڑی دیر سو لو؟"

"آرام سے سوؤ۔ میں ٹھیک ہوں" میں نے کہا اور سردارے بستر پر چلا گیا۔ میں ایک آرام کرسی پر دراز ہو گیا اور قریب رکھے ہوئے اخبارات اٹھائے۔ پتہ نہیں سردارے نے یہ اخبار دیکھے تھے یا نہیں۔ جوں کے توں رکھے ہوئے تھے۔ بہرحال میں نے ایک اخبار کھول لیا اور اسے پڑھنے لگا۔

لیکن ایک بڑی سرخی دیکھ کر میں چونک پڑا۔ ہمارے ہی بارے میں تھی۔ یہ خبر تھامپسن کے قتل کی تھی۔ مسٹر تھامپسن کو ایک سیاسی گروہ کی پناہ بھی حاصل تھی۔ اسے ملک کا ایک معزز شخص گردانا گیا تھا اور پورے ملک کی پولیس اس کے قاتلوں کی تلاش کے لیے گردش میں آگئی تھی۔

شبہ دو غیر ملکیوں پر تھا جن کا نام سیسرو اور پینٹو تھا۔ پولیس خصوصی طور پر انہیں تلاش کر رہی تھی۔ میں نے ایک گہری سانس لی۔ بہرحال خبر زوردار تھی۔ میں نے دوسرے اخبار اٹھائے اور ان میں بھی وہ خبر تلاش کرنے لگا۔ تھامپسن کی موت کی خبر تقریباً سارے اخبارات میں تھی ——— بڑی اہمیت تھی اس شخص کی یہاں۔ اس کی وجہ میری سمجھ میں نہیں آئی تھی۔ بہرحال معاملات دلچسپ دور میں داخل ہو گئے تھے۔ میں تو اپنا کام کر ہی چکا تھا۔ اب یہاں کے بارے میں سوچنا تھا۔ ویسے پولیس کی کارروائیوں کو بھی نگاہ میں رکھنا تھا۔ پولیس کس انداز میں کام کرے گی، گو ہم سیسرو وغیرہ کا میک اپ اتار چکے تھے، لیکن بہرحال احتیاط ضروری تھی۔ میں نے اخبارات رکھ کر آنکھیں بند کرلیں اور سوچ میں ڈوب گیا۔

سردارے اب گہری نیند سو چکا تھا۔ میں نے غور کیا۔ اب مجھے کیا کرنا چاہیے۔ کوئی بات ذہن میں نہ آ سکی اور وقت گزرتا رہا۔ سب سے بڑی بات یہ تھی کہ ہمارے کاغذات ضائع ہو چکے تھے۔ بہرحال یہ معاملہ تو نک اسٹیورٹ سے مل کر طے کیا جا سکتا تھا لیکن پھر بھی ———

اس وقت دوپہر کا ایک بجا ہوگا۔ جب ہمارے کمرے کے دروازے پر آہٹ ہوئی۔ دروازہ کھلا ہوا تھا۔ میں نے بھاری لہجے میں کہا:

"آ جاؤ" اور دروازہ کھول کر چند آدمی اندر آ گئے۔ ان میں دو پولیس آفیسروں کو دیکھ کر میرے اعصاب میں تناؤ پیدا ہو گیا۔ تاہم میں نے فوراً خود پر قابو پالیا اور خشک سے انداز میں بولا:

"کیا بات ہے؟"

"کیا آپ اپنے کاغذات دکھانا پسند کریں گے جناب؟"

"کیوں؟" میں نے بھنوئیں چڑھا کر کہا۔

"پولیس کو ضرورت پیش آ گئی ہے۔ براہ کرم قانون کی مدد کریں" ایک پولیس افسر نے کہا۔

"آپ لوگ منیجر کے آفس میں تشریف رکھیں۔ میں اپنے کمرے پر آپ کے اس حملے کو پسندیدگی کی نگاہ سے نہیں دیکھتا"۔

"اوہ! لیکن جناب' یہ ضروری ہے۔ ہم آپ کے کمرے کی تلاشی بھی لے سکتے ہیں"۔

"تب لے لیں" میں نے لاپرواہی سے کہا۔

"آپ کے کاغذات؟" پولیس افسر نے کہا۔

"میں نہیں دینا چاہتا" میں نے جواب دیا۔

"تب ـــــــ ہم آپ کو اس کے لیے مجبور کریں گے"۔

"ضرور کریں۔ بلکہ مجھے اور میرے ساتھی کو گرفتار بھی کر لیں" میں نے جواب دیا۔ "براہ کرم ایک منٹ خاموش رہو" پولیس افسر کے دوسرے ساتھی نے پہلے کو روکتے ہوئے کہا اور پھر میری طرف رخ کر کے بولا "پولیس سے تعاون تو ہر شریف انسان کا فرض ہے جناب"

"ٹھیک ہے لیکن میں چور اچکا' یا اسمگلر نہیں ہوں' جو میرے کمرے میں اس طرح آئے ہو۔ آپ میرے سفارت خانے سے رجوع کریں" میں نے کہا۔

"کون سے ملک سے آپ کا تعلق ہے؟"

"برطانیہ!" میں نے جواب دیا۔

دونوں پولیس افسروں نے ایک دوسرے کی شکل دیکھی تھی۔ پھر دوسرا افسر بولا:

"آپ کا نام؟"

"ہوٹل کے رجسٹر میں دیکھ لیں"

"آپ ہمارے اس طرح آنے سے بہت ناراض ہو گئے ہیں۔ بہرحال ہم اس کی معذرت چاہتے ہیں لیکن اس کے ساتھ ہی آپ سے درخواست بھی کرتے ہیں کہ براہ کرم ہم سے تعاون کریں"۔

"کیا تعاون چاہتے ہیں آپ؟"

"آپ کے کاغذات!"

"میرا ساتھی سو رہا ہے' آپ کو اس کے جاگنے کا انتظار کرنا ہوگا"۔

"اگر آپ محسوس نہ کریں تو انہیں جگا دیں۔ ہم لوگ منیجر کے آفس میں آپ کا انتظار کر رہے ہیں" پولیس افسر نے کہا اور میں خاموش رہا۔

"بہرحال اگر آپ کو ہمارا اس طرح آنا ناگوار گزرا ہے تو میں معافی چاہتا ہوں۔ ہم آپ کا انتظار کر رہے ہیں" پولیس افسر نے دروازے کی طرف بڑھتے ہوئے کہا اور پھر وہ سب ایک ایک کر کے باہر نکل گئے۔ میں اسی طرح آرام کرسی پر دراز تھا۔ پھر جب مجھے یقین ہو گیا کہ وہ لوگ چلے گئے ہیں تو میں پھرتی سے اٹھ کھڑا ہوا۔ دروازے پر آ گیا۔ ایک دم دروازہ کھول کر باہر دیکھا۔

گیلری میں کوئی نہیں تھا۔ وہ لوگ واقعی چلے گئے تھے۔ تب میں جلدی سے سردارے کے پاس پہنچا اور اسے جھنجھلا ڈالا۔ "سردارے' سردارے! جلدی اٹھو۔ اٹھو سردارے"۔

اور سردارے جاگ گیا۔ وہ حیران نگاہوں سے میری شکل دیکھنے لگا۔

"اٹھ جاؤ سردارے! خطرہ پیدا ہو گیا ہے"۔

"اوہ!" سردارے جلدی سے اٹھ کر بیٹھ گیا۔ "کیا بات ہے؟"

"پولیس آئی ہے"۔

"کہاں ہے؟"

"منیجر کے آفس میں وہ ہمارے منتظر ہیں۔ وقت کم ہے پھرتی کرو"

"کیا کرنا ہے استاد؟"

"ماسک نکالو۔ چہرے بدل کر نکل چلیں گے۔ لباس بھی بدل لو"۔

"اوہ۔ گڈ آئیڈیا" سردارے نے کہا اور پھر انتہائی پھرتی سے ہم نے لباس بدلے۔ میک اپ ماسک اس بڑے کام آئے تھے۔ ہم نے دوسرے ماسک جیبوں میں ٹھونسے' کرنسی رکھی اور تیار ہو گئے۔ کئی نے ہمارے چہرے بدل دیے تھے۔ پھر میں نے دروازے سے جھانکا' ابھی تک کوئی نہیں تھا۔

"ایک ایک کر کے نکلیں گے' کہیں دور چل کر مل جائیں گے" میں نے سردارے کو ہدایت کی۔ "لیس" سردارے پھر موڈ میں آ گیا تھا۔ میں تیزی سے باہر نکل گیا اور پھر سردارے بھی۔ وہ لفٹ سے نیچے ں سیڑھیوں کی طرف بڑھ گیا۔ ہوٹل کے پارکنگ پر پولیس کی دو گاڑیاں کھڑی تھیں اور بہت سے ں کے جوان موجود تھے۔ ہم نے ان کی طرف کوئی توجہ نہیں کی اور خاموشی سے باہر نکل گئے۔ کافی دور ں نے ایک ٹیکسی کو اشارہ کیا اور ٹیکسی میرے قریب گئی۔

میں دروازہ کھول کر بیٹھ گیا اور سردارے بھی میرے قریب پہنچ گیا۔

میں نے اسے دوسرے ہوٹل کا پتہ بتا دیا۔ یہاں ہم نے کمرہ لے رکھا تھا۔ سردارے بالکل خاموش تھا۔ اے ہوٹل کے معمولی کمرے میں پہنچ کر ہم نے سکون کی سانس لی۔ سردارے نے ویٹر کو دیکھ کر چائے کرلی تھی۔

"خوب بچے استاد ـــــــ مگر پورا معاملہ کیا تھا؟" سردارے نے مسکراتے ہوئے کہا اور میں نے اسے تفصیل بتا دی۔ "ہوں۔ ظاہر ہے پائلٹ نے ہماری نشاندہی کی ہوگی"۔

"کیا کہا جا سکتا ہے"

"اب کیا پروگرام ہے استاد؟" سردارے نے کہا اور پھر خاموش ہو گیا' کیونکہ ویٹر چائے لے آیا تھا۔ ویٹر لے جانے کے بعد سردارے نے چائے بنا کر میرے سامنے رکھی اور دوسری پیالی خود لے کر بیٹھ گیا۔

"میرا خیال ہے اب نک اسٹیورٹ سے رابطہ قائم کیا جائے"۔

"میں بھی یہی کہنے والا تھا استاد! تھامپسن مر چکا ہے' اب کوئی خاص کام نہیں رہ گیا ہے"۔

"میں بھی یہی سوچ رہا تھا"۔

"ٹھیک ہے چائے پینے کی بعد میں نک اسٹیورٹ سے رابطہ قائم کروں گا"۔

"فون پر استاد؟"

"ہاں! کیا حرج ہے؟"

"لیکن یہاں فون تو نہیں ہے"۔

"نیچے تو ہے" میں نے جواب دیا اور سردارے نے گردن ہلا دی۔ چائے پینے کے بعد ہم ہوٹل کے

کمرے سے نکل آئے اور پھر میں کاؤنٹر پر پہنچ گیا۔ فون طلب کر کے میں نے تک اسٹیورٹ کے ا
کیے اور چند ساعت کے بعد اس سے رابطہ قائم ہو گیا۔ دوسری طرف سے تک کی آواز سنائی دی۔

"ہیلو ——— تک بول رہا ہے"

"نواز ———" میں نے کہا۔

"اوہ، مسٹر نواز! مجھے شدت سے آپ کی تلاش ہے"۔

"خیریت؟"

"آپ خیریت بتائیے"۔

"ٹھیک ہوں میں تو"۔

"تو کیا مادام سیکا کا خیال غلط تھا؟"

"کون سا خیال؟"

"تھامپسن!"

"اوہ نہیں۔ ان کا خیال ٹھیک ہے۔ کیا انہوں نے آپ سے رابطہ قائم کیا ہے؟"

"شدت سے آپ کی تلاش میں تھیں۔ ابھی تھوڑی دیر قبل وینس واپس آگئی ہیں اور مجھے ہا
گئی ہیں کہ جونہی آپ سے رابطہ قائم ہوا، انہیں اطلاع دی جائے"۔

"اوہ!"

"گرانڈ چیف آپ کی تلاش میں ہے"۔

"کہاں ہے؟"

"شاید وینس میں!"

"اب مجھے تمہاری ضرورت ہے تک"

"حکم دیں مسٹر نواز"

"پتہ نوٹ کرو" میں نے موجودہ پتہ اسے بتایا۔ "ہم یہاں ہیں۔ کوئی گاڑی بھیج دو، کیونکہ معا
نہیں ہے"۔

"اوہ! ابھی ——— میں خود آرہا ہوں"۔

"اوکے!" میں نے فون بند کر دیا اور پھر میں ٹیلیفون واپس کاؤنٹر کلرک کی طرف سرکا کر سرد
طرف بڑھا لیکن سردارے کسی خیال کے تحت اچھل پڑا تھا۔ "استاد" اس نے سرسراتی آواز میں کہا

"کیوں خیریت؟"

"خیریت نہیں ہے استاد" اس نے اسی انداز میں کہا اور میں چاروں طرف دیکھنے لگا۔

"کیا ہوا؟"

"ہم ہوٹل کی ریزرویشن سلپ اپنے سامان میں ہی چھوڑ آئے تھے۔ کیا تمہارے خیال میں ذ
اب تک نہیں کھلا ہو گا؟"

"اس ہوٹل کی سلپ؟"

"ہاں استاد!"

"ارے تو بھاگو یہاں سے" میں نے کہا اور سردارے جلدی سے میرے قریب پہنچ گیا۔ ؛

کمرے میں واپس جانے کے بجائے سیدھے دروازے کی طرف بڑھ گئے۔ مجھے ہنسی آرہی تھی لیکن
سردارے کسی قدر شرمندہ تھا۔

"کیوں؟ تمہیں کیا ہوا؟"

"غلطی ہو گئی نا استاد"

"اونہہ۔ وہ کوئی حیثیت نہیں رکھتی" میں نے کہا اور سردارے کے چہرے پر کسی قدر بشاشت آگئی۔ "
ہمیں کسی ایسی جگہ رہنا چاہیے جہاں سے ہم تک اسٹیورٹ پر نگاہ رکھ سکیں"۔

"ٹھیک ہے استاد"۔

"تم اسے پہچان تو سکو گے؟"

"کیوں نہیں، دیکھ چکا ہوں اسے"۔

"وہ تک اسٹیورٹ ہی تھا؟"

"ہاں۔ اس نے یہی کہہ کر تعارف کرایا تھا"۔

"تب ٹھیک......" میں نے کہنا چاہا لیکن پھر ایک دم میری زبان بند ہو گئی۔ بہت سی پولیس کاروں کے سائرن سنائی دیے تھے اور پھر وہ کاریں ہوٹل کے چاروں طرف آکر رک گئیں۔ خفیہ پولیس کے جوان انتہائی تیزی سے اترے اور انہوں نے مورچے سنبھال لیے۔ پیچھے باوردی پولیس بھی تھی اور پھر آٹھ دس آفیسروں کا ایک گروہ ہوٹل میں داخل ہو گیا۔

ہم خاموش کھڑے تھے۔ دوسرے بہت سے لوگ بھی رک گئے تھے اور پولیس کی کارروائی دیکھنے کھڑے ہو گئے تھے۔ "بال بال بچ گئے سردار" میں نے ایک گہری سانس لے کر کہا۔ سردارے کے منہ سے کوئی بات نہیں نکل سکی تھی۔ پولیس اندر نہ جانے کیا کارروائی کرتی رہی۔ پھر اچانک سردارے کی سرگوشی ابھری:

"استاد!"

"ہوں" میں نے اسے دیکھا۔

"تک اسٹیورٹ" اس نے پیلے رنگ کی ایک لمبی سیڈان کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

"یقین ہے"

"بالکل استاد!"

"آؤ" میں نے کہا اور ہم عقب سے سیڈان کی طرف چل پڑے۔ بتیس اور پینتیس کی عمر کے درمیان کا ایک خوشرو شخص تشویش زدہ نگاہوں سے ہوٹل کی طرف دیکھ رہا تھا۔ اس کے چہرے پر بے چینی کے نقوش تھے۔ میں نے عقبی دروازے کے ہینڈل پر ہاتھ رکھا اور دروازہ کھول کر ہم دونوں اندر بیٹھ گئے۔

"کیا مطلب؟" تک نے مجھے گھورا اور پھر پلٹ کر سردارے کی طرف دیکھنے لگا۔

"نواز!" میں نے آہستہ سے کہا۔

"ارے!" اس نے کہا اور سیٹی بجانے کے انداز میں ہونٹ سکوڑے۔

"نکل چلو" میں نے کہا اور اس نے کار اسٹارٹ کر کے آگے بڑھا دی۔ ویسے وہ عقب نما آئینے میں بار بار میری شکل دیکھ رہا تھا۔ میں نے سیٹ سے ٹک کر آنکھیں بند کر لی تھیں۔

"ہماری اور آپ کی ملاقات تو ہو چکی ہے جناب" چند منٹ کے بعد اس نے سردارے سے کہا۔ "ہاں۔

میں نے آپ سے کرنسی لی تھی"۔

"آپ ہی تھے نا؟"

"جی!"

"حالانکہ آپ کی شکل بدلی ہوئی تھی لیکن میں نے آپ کی آواز پہچان لی"۔

"خوب!" سردارے نے کہا۔

"میں آپ کا بہت مداح ہوں مسٹر نواز"۔

"شکریہ!" میں نے آہستہ سے کہا۔

"غالباً" یہ آپ کی اصلی شکل نہیں ہے"۔

"جی نہیں"۔

"پولیس یہاں......" اس نے جملہ ادھورا چھوڑ دیا۔

"ہم ہی سے ملاقات کرنے آئی تھی" میں نے جواب دیا۔

"اوہ! ہاں ------ تھامپسن کا یہاں زبردست اثر تھا۔ ویسے مادام کا خیال غلط تو نہیں تھا؟"

"نہیں"۔

"آپ نے پی گوڑے میں اسے زبردست شکست دی تھی۔ وہاں بھی تو وہ زخمی ہوا تھا"۔

"ہاں' ایک ٹانگ ٹوٹی تھی صرف"۔

"ویسے بھی مسٹر نواز! آپ کے کارنامے تو انوکھے ہی ہوتے ہیں۔ آپ نے ہمیشہ ٹاپ کے لوگوں پر ہاتھ ڈالا ہے۔ ہر بنس کی حیثیت معمولی نہیں تھی۔ اور پھر سویستا کی پوزیشن بھی زبردست تھی"۔

میں نے اس بات کا کوئی جواب نہیں دیا۔

"بہر حال آپ سے مل کر بڑی خوشی ہوئی ہے" نک اسٹیورٹ نے گردن ہلاتے ہوئے کہا اور تھوڑی دیر کے بعد وہ ایک خوبصورت بنگلے میں داخل ہو گیا۔

"یہ تمہارا مکان ہے؟"

"ہاں!"

"فیملی کے ساتھ رہتے ہو؟"

"آپ ارشیا سے مل کر بہت خوش ہوں گے"۔

"وہ کون ہے؟"

"میری بیوی"

"اوہ" میں نے گردن ہلائی۔ نک اسٹیورٹ نے پورٹیکو میں گاڑی روک دی اور پھر اس نے جلدی سے اتر کر پچھلا دروازہ کھولا۔ ہم دونوں بھی نیچے اتر آئے۔

"آپ یقین کریں' مجھے آپ کے ساتھ چلتے ہوئے بڑا فخر محسوس ہو رہا ہے"۔

"اپنی بیوی سے کیا کہہ کر ہمارا تعارف کراؤ گے؟"

"ارشیا آپ سے بخوبی واقف ہے اور مجھ سے زیادہ آپ کے کارناموں کی مداح ہے"۔

"اوہو! تو کیا اسے ہمارے کاروبار کے بارے میں معلوم ہے؟"

"گروہ ہی کی ایک لڑکی ہے جناب۔ ہم دونوں میں محبت ہو گئی اور ہم نے شادی کر لی۔ اب بھی وہ گروہ

کی ایک سرگرم رکن ہے" نک اسٹیورٹ نے جواب دیا اور میں نے ایک گہری سانس لی۔ وہ ہمیں لے کر ڈرائنگ روم میں پہنچ گیا۔ نہایت نفاست سے آراستہ ڈرائنگ روم میں داخل ہو کر ہم صوفوں پر بیٹھ گئے۔ تب نک اسٹیورٹ نے ایک ملازم کو بلایا "ارشیا کہاں ہے؟"

"مادام کچن میں ہیں جناب"۔

"بھیج دو" نک نے کہا اور ملازم گردن ہلا کر چلا گیا۔ اسٹیورٹ ہماری طرف متوجہ ہو گیا۔ "اسے آنے دیں' ہم اس کی ذہانت کا امتحان لیں گے۔ آپ تھکن تو نہیں محسوس کر رہے؟"

"نہیں!" میں نے جواب دیا۔

"ویسے میں جلد از جلد آپ کی اصلی شکل دیکھنے کا خواہش مند ہوں۔ میرا خیال ہے آپ کی زیادہ عمر بھی نہیں ہے"۔

"کیوں؟ یہ خیال کیوں ہوا؟" میں نے پوچھا۔

"میک اپ چہرے بدل سکتا ہے' انداز نہیں بدل سکتا۔ آپ کے ہر انداز سے جوانی جھلکتی ہے"۔

"میں نے خود کو سنبھال کر رکھا ہے۔ میری عمر اس وقت ستر سال ہے" میں نے جواب دیا اور اسٹیورٹ نے تعریفی نگاہوں سے مجھے دیکھا۔ "تب واقعی کمال ہے۔ میں نے ستر سالہ لوگوں کو اتنا پھرتیلا اور چاق و چوبند نہیں دیکھا" اس نے کہا اور سردارے کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ چند منٹ بعد ایک انتہائی پرکشش عورت اندر آ گئی۔ اس کے بال بال بکھرے ہوئے تھے۔ چہرہ میک اپ سے بے نیاز تھا۔ لیکن اس انداز نے اس کا حسن اور بڑھا دیا تھا۔

ہم دونوں کو دیکھ کر وہ ٹھٹھک گئی۔ اور پھر اس نے آگے بڑھ کر کہا "ہیلو!"

"ہیلو مسز اسٹیورٹ!" میں نے گرم جوشی سے کہا اور پھر ہم دونوں نے کھڑے ہو کر اس سے ہاتھ ملایا۔ اسٹیورٹ مسکرا رہا تھا۔ "نک! ان کا تعارف؟" اس نے کہا۔

"اوہ! کیا تم انہیں نہیں پہچانتیں ارشیا؟" اسٹیورٹ نے حیرت کا اظہار کیا۔ "افسوس۔ میری یادداشت زیادہ اچھی نہیں ہے' یا پھر میں نے واقعی انہیں پہلی بار دیکھا ہے" ارشیا نے باری باری ہم دونوں کی شکلیں دیکھتے ہوئے کہا۔

"کیا خیال ہے جناب؟ کیا ارشیا ٹھیک کہہ رہی ہے؟"

"بھئی میں مسز اسٹیورٹ سے مذاق کی جرات نہیں کر سکتا"۔ میں نے کہا۔

"اچھا کچھ اشارے دے دیں" اسٹیورٹ خوش مزاج انسان تھا۔

"آپ کی مرضی"۔

"چہروں سے یہ کہاں کے باشندے معلوم ہوتے ہیں ارشیا؟"

"اوہ تو کیا یہ مقامی نہیں ہیں؟"

"نہیں"۔

"سوری' میں نہیں بتا سکتی"۔

"اچھا یوں سمجھو' گروہ کے آدمی ہیں"

"اوہ!" ارشیا آہستہ سے بولی۔

"اعلیٰ حیثیت کے مالک ہیں"۔

"پلیز نک!" ارشیا نے لجاجت سے کہا
"ایشیائی ہیں" نک اسٹیورٹ پھر بولا اور ارشیا اچھل پڑی۔
"میرے خدا ــــــ مسٹر نواز ــــــ" وہ آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر ہمیں گھورنے لگی اور اسٹیورٹ نے قہقہہ لگایا۔
"مادام ذہین ہیں" میں نے بھی مسکراتے ہوئے کہا۔
"تو ــــــ میرا اندازہ درست ہے" ارشیا ہانپتے ہوئے بولی۔
"بالکل!"
"آپ میں سے کون نواز ہیں؟" وہ باری باری ہم دونوں کو دیکھتی ہوئی بولی۔ "دونوں مل کر نواز ہیں۔ نواز ایک بٹا دو اور ایک بٹا دو" میں نے کہا اور سردارے ہنسنے لگا۔
"تب آپ ہی مسٹر نواز ہیں۔ خدا کی پناہ آپ تو میرے ہیرو ہیں جناب۔ یقین کریں آپ سے مل کر مسرت ہوئی ہے" ارشیا نے دوبارہ ہم سے ہاتھ ملایا تھا۔ "بہت بہت شکریہ مسز اسٹیورٹ!"
"آپ کے یہاں آنے کی خبر سن کر میں تو بے چین ہو گئی تھی۔ میں نے کتنی ہی بار نک سے کہا کہ آپ سے ملائے"۔
"میں خود آج ملا ہوں ارشیا ــــــ اور سنو ــــــ میں نے تم سے اظہار کیا تھا نا؟"
"کس بارے میں؟"
"تھامپسن کے بارے میں!"
"یہی تو پوچھنے والی تھی۔ تو کیا ــــــ"
"اور کون کر سکتا ہے ارشیا۔ یہ مسٹر نواز ہی ہیں جو چن چن کر اعلیٰ پائے کے لوگوں پر ہاتھ ڈالتے ہیں۔ خدا کی پناہ۔ بھلا کس کی مجال تھی جو برن میں تھامپسن کا بال بھی بیکا کر سکتا"۔
"کوئی سوچ بھی نہیں سکتا!"
"میں آپ کو بتا نہیں سکتی مسٹر نواز ــــــ کہ آپ سے مل کر کتنی مسرت ہوئی ہے۔ اب میں دنوں تک آپ کے ساتھ رہوں گی۔ آپ یہاں سے جا نہیں سکتے!"
"واقعی، میں یہاں سے نہیں جا سکتا مادام ارشیا"۔
"پولیس ان کی تلاش میں ہے۔ انہوں نے پولیس کو ذاج دیا ہے"۔
"اوہ! ہمارے ہوتے ہوئے کوئی ان کا کیا بگاڑ سکتا ہے" ارشیا نے کہا۔
"آپ اس معصوم شکل لڑکی کو دیکھ رہے ہیں مسٹر نواز۔ اس نے چھ خون کیے ہیں" نک اسٹیورٹ فخریہ انداز میں اپنی بیوی کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ "اللہ اکبر!" سردارے نے کھوپڑی پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا۔
"غلط بیانی نہ کرو نک۔ صرف پانچ"
"میں آپ لوگوں کو زندہ نظر آتا ہوں۔ ان کا چھٹا مقتول میں ہوں" نک اسٹیورٹ نے فریادی لہجے میں کہا۔ "لیکن یہ مجھے مقتول ماننے پر تیار نہیں ہے، اب میں اسے کیسے سمجھاؤں!"
"شرارت نہیں ڈارلنگ!" ارشیا نے ٹھنکتے ہوئے کہا۔
"اچھا چلو۔ باقی پھر۔ مسٹر نواز کی رہائش کا بندوبست کرو۔ کھانے کے بارے میں کیا خیال ہے؟"

میرا خیال ہے اچھی چیز ہوتی ہے۔ کیوں سردارے؟"
"ہاں، ہم نے پچھلے سال کھایا تھا شاید؟" سردارے نے کہا۔
"ارے جلدی کرو۔ ہری اپ" نک اسٹیورٹ نے ہنستے ہوئے کہا۔
"بس ابھی۔ چند منٹ میں" ارشیا جلدی سے اٹھی اور باہر کی طرف لپک گئی۔ نک ہنسنے لگا تھا۔ "سچ مسٹر نواز، آپ سے مل کر مسرت اور بڑھ گئی ہے۔ عموماً ایسے لوگ خطرناک چہرے والے اور خشک والے ہوتے ہیں۔ لیکن آپ دونوں بے حد دلچسپ ہیں۔
ہم نے کوئی جواب نہیں دیا۔
"ایک بڑی دقت ہے نک" تھوڑی دیر کے بعد میں نے کہا۔
"کیا مسٹر نواز؟"
"یہ ہوٹل والے بل کے عوض ہمارا سامان رکھ لیتے ہیں۔ یہیں برن میں دو بار خریداری کی ہے لیکن وغیرہ پھر چھوڑنے پڑ گئے"۔
"اس سے کیا فرق پڑتا ہے مسٹر نواز۔ تیسری بار خریداری پھر ہو جائے گی"۔
"لیکن پولیس جس انداز میں ہماری تلاش میں ہے ــــــ"
"اوہ۔ آپ فکر نہ کریں۔ آج ہی شام کو میں اور ارشیا جا کر آپ کے لیے خریداری کر لیں گے"۔
"بہت بہت شکریہ!" میں نے کہا اور نک اٹھتے ہوئے بولا۔
"چند منٹ کی اجازت مسٹر نواز۔ ارشیا کو ہمیشہ یہ شکایت رہتی ہے کہ میں اس کے گھریلو مسائل پر توجہ نہیں دیتا۔ اب میں دیکھوں کہ کھانے کے کیا کیا انتظامات ہیں"۔
"اس وقت کسی خاص تکلف کی ضرورت نہیں ہے مسٹر اسٹیورٹ۔ بس جو آسانی سے تیار ہو سکے" میں نے کہا۔
"اوکے باس" اسٹیورٹ نے کہا اور پھر وہ ڈرائنگ روم سے باہر نکل گیا۔ سردارے نے منہ سے عجیب آواز نکالی اور پاؤں پھیلا دیے۔ میں چونک کر اس کی شکل دیکھنے لگا۔ "برا وقت ہے استاد" سردارے نے آہستہ سے کہا۔
"کیوں؟"
"اب ہمیں بیویوں کے ساتھ رہنا پڑے گا!"
"کیا مطلب؟"
"ارے وہ رومانی جوڑا ہمارے سینوں پر مونگ دلے گا۔ وہ پیار کریں گے اور ہم منہ دیکھیں گے"۔
"فی الحال انہیں دیکھ کر ہی گزارا کرو سردارے۔ باہر کے حالات واقعی بہت خراب ہیں"۔
"تمہاری تو وہ بے حد مداح ہے استاد۔ تم تو اس کے ہیرو ہو" سردارے ایک آنکھ دبا کر بولا۔
"پانچ قتل کر چکی ہے سردارے اور میں کسی عورت کے ہاتھوں مرنا پسند نہیں کروں گا"۔
"ارے ایسی بھی کیا"
"فضول باتیں مت کرو سردارے۔ اسٹیورٹ کتنا عمدہ انسان ہے۔ اس کے اعتماد کو ٹھیس پہنچاتے ہوئے تمہیں رنج نہ ہوگا" میں نے ملامت آمیز لہجے میں کہا۔ "ہوگا۔ یقیناً" ہوگا لیکن مجبوری بھی کوئی چیز

ہوتی ہے"۔

"گھٹیا باتیں مت کرو۔ اب ہم ایسے گرے ہوئے بھی نہیں ہیں"۔

"خدا کی قسم استاد۔ امتحان لے رہا تھا تمہارا۔ تمہارا یار بھی ایسی گندی فطرت کا مالک نہیں" سردارے نے کہا اور میں شرارت آمیز نگاہوں سے اسے دیکھنے لگا۔

"نک اسٹیورٹ تقریباً" پندرہ منٹ کے بعد واپس آیا۔ "دو اطلاعات۔ حاضر ہیں حضرات' نمبر ایک کھانا تیار ہے۔ نمبر دو' میں نے آپ کی رہائش کے لیے ایک کمرہ درست کرا دیا ہے۔ اب صرف ایک بات معلوم کرنی ہے۔ آپ دونوں کے بستر ایک کمرے میں لگائے جائیں یا الگ الگ۔ دو کمروں میں انتظامات مشکل نہ ہوگا۔ کیونکہ.........."

"نہیں اسٹیورٹ۔ مجھے ان کے بغیر نیند نہیں آتی۔ ایک کمرے ہی میں ٹھیک ہے" میں نے بات کاٹتے ہوئے کہا۔

"ارے۔ تو آپ اپنے کمرے میں چلیں اسے دیکھ لیں۔ منہ ہاتھ دھو لیں' اس کے بعد آپ کو ڈائننگ روم میں لے چلوں گا" اور ہم اٹھ گئے۔

تھوڑی دیر کے بعد ہم ڈرائنگ روم میں تھے۔ ارشیا نے اتنی دیر میں ہی کافی انتظامات کر لیے تھے۔ ہم کھانے پر بیٹھ گئے۔ دونوں میاں بیوی ہمارے ساتھ تھے۔

"اس مکان میں تم دونوں رہتے ہو صرف؟"

"ہاں۔ ہمارے علاوہ ملازم ہیں"۔

"خوب۔ یہ اچھی بات ہے"۔

"میرے خیال میں آپ کو کھانے میں تکلیف ہو رہی ہے" اسٹیورٹ بولا۔

"کیوں؟"

"میک اپ ماسک کی وجہ سے"۔

"میک اپ!" ارشیا چونک پڑی۔

"ہاں۔ یہ میک اپ میں ہیں"

"ارے۔ میں تو ان کی شکلیں اصلی سمجھی تھی!"

"ہماری اصلی شکلیں تو بہت بھیانک ہیں مادام ارشیا۔ اچھا ہے آپ نے ایک معیار قائم کر لیا ہے اسے رہنے دیں" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"تو کیا تم نے بھی ان کی اصلی شکلیں نہیں دیکھیں نک؟" ارشیا نے کہا۔ "نہیں۔ میں بدنصیبوں میں سے ہوں" نک ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔

"میں کہہ چکا ہوں مادام۔ کیا کریں گی آپ ہماری اصلی شکلیں دیکھ کر؟"

"اگر آپ پسند نہیں کریں گے تو میں اصرار نہیں کر سکتی' لیکن مجھے تو آپ کے کارناموں سے دلچسپی ہے۔ اندر سے آپ کیسے بھی ہوں' میرے لیے بہرحال قابل احترام ہیں"۔

"آپ ہمیں اصلی شکل ضرور دکھائیں گے نواز صاحب!" نک نے کہا۔

"اور ابھی کھانے کے بعد" ارشیا نے ٹکڑا لگایا۔ مجھے ہنسی آ گئی۔ سردارے بھی ہنسنے لگا تھا۔

"ویسے مجھے اس بات پر یقین نہیں آ رہا ہے" نک نے کہا۔

"کون سی بات پر ڈارلنگ؟"

"نواز صاحب کی عمر ستر سال ہے" نک نے مضحکہ خیز لہجے میں کہا اور ارشیا کے ہاتھ سے فورک گرتے گرتے بچا۔ وہ آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر مجھے دیکھ رہی تھی۔

"نہیں نہیں ناممکن۔ چہرے پر میک اپ ہے' ٹھیک ہے لیکن ہاتھ پاؤں------ اور------ ناممکن ہے۔ میں نہیں مان سکتی! بہرحال مسٹر نواز------ آپ ہمیں اصلی چہرے ضرور دکھائیں گے"۔

"مجھے کیا اعتراض ہو سکتا ہے لیکن ساری ذمہ داری آپ لوگوں پر ہوگی" میں نے مسکراتے ہوئے کہا اور ہم سب کھانا کھاتے رہے' پھر کھانا ختم ہو گیا اور ارشیا نے چائے کی پیشکش کی۔

"تو پھر آپ کی رونمائی کا کون سا وقت ٹھہرا؟" نک اسٹیورٹ نے کہا۔ "کوئی مناسب وقت مقرر کر لو"

"شام کی چائے پر سہی" نک نے کہا۔

"مگر میں اس وقت تک چین سے نہ بیٹھ سکوں گی" ارشیا کہنے لگی۔

"تب پھر تم ذاتی طور پر درخواست کر لو" نک نے شانے اچکاتے ہوئے کہا۔ "مسٹر نواز------ اور مسٹر سردارے! کیا آپ میری درخواست قبول کریں گے۔ یقین کریں میں اس وقت تک خلجان میں رہوں گی' جب تک آپ کی اصل شکلیں نہ دیکھ لوں اور مجھے امید ہے کہ یہ بات آپ پسند نہ کریں گے"۔

"چلو بھئی سردارے' یہی سہی' خوار ہونا ہی لکھا ہے"

"مرمٹے گی استاد" سردارے اردو میں بولا------ اور میں نے اسے گھور کر دیکھا۔ تب ارشیا خود ہی آگے بڑھ آئی۔

"اگر گستاخی کی اجازت ہو تو------" اس نے دونوں ہاتھ میری گردن میں ڈالتے ہوئے کہا۔ سردارے بوکھلا گیا تھا لیکن میں نے کوئی تعرض نہ کیا۔ اس کا سامنے والا بدن میرے سینے سے آ لگا تھا۔ بہرحال اس نے میری گردن میں ٹٹول کر ماسک کے پن تلاش کیے اور پھر میرے چہرے کا خول اتار لیا۔ نک آنکھیں پھاڑے بڑے تجسس سے دیکھ رہا تھا۔

ارشیا پیچھے ہٹ گئی۔ اس کی آنکھوں میں تحسین و پسندیدگی کے آثار تھے۔ نک کے ہونٹوں پر بھی مسکراہٹ پھیل گئی تھی اور پھر اس نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔

"ایشیا کے ستر سال بھی خوب ہوتے ہیں"۔

"میں نے ایشیا کے پرکشش چہروں کے بارے میں صرف سنا ہی تھا لیکن آپ اس کی بہترین نمائندگی کرتے ہیں مسٹر نواز۔ واقعی بڑی پرکشش شخصیت ہے آپ کی۔ کیا آپ اپنے چہرے کا نقاب نہیں ہٹائیں گے مسٹر سردارے؟"

"ارے اب چراغوں میں روشنی کہاں ہے" سردارے نے مسکراتے ہوئے کہا اور پھر اس نے بھی اپنے چہرے کا خول اتار دیا۔

"واقعی بڑی پیاری شخصیتیں ہیں آپ کی!" ارشیا نے کہا۔

"ذرا مسٹر نواز کے نام پر بھی غور کریں محترمہ"

"شدید حیرت ہوتی ہے تھامپسن کو انہوں نے ہی قتل کیا ہے" ارشیا نے کہا۔ "چلو چھوڑو ان باتوں کو------ ویسے مسٹر نواز! اسیرو کا میک اپ کیسا تھا؟ سنا ہے آپ اس میں بہت خوفناک نظر آتے تھے"۔

"وہ ضائع ہو چکا ہے"۔

"میک اپ بہت عمدہ کرتے ہیں آپ۔ بہرحال میرے خیال میں اب آپ ان چہروں میں رہیں، آپ کو کوئی نہ پہچان سکے گا"۔

"ہمیں کسی خوش فہمی کا شکار نہیں رہنا چاہیے۔ تمہارے ہاں کی پولیس بہت ذہین ہے"۔

"ہاں اس میں کوئی شک نہیں ہے"۔

"چنانچہ ہم فی الحال میک اپ میں رہیں گے"۔

"جیسا آپ پسند کریں" اور پھر دونوں میاں بیوی ہمیں آرام کرنے کے لیے چھوڑ کر چلے گئے۔ جوتے وغیرہ اتارے اور آرام کرنے لیٹ گئے۔ سردارے میری طرف دیکھ کر مسکرانے لگا۔ "کیا سوجھی؟" میں نے اسے دیکھ کر مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"نہیں استاد۔ میں سوچ رہا ہوں اگر وہ لڑکی شادی شدہ نہ ہوتی تو تمہارے پو بارہ ہوتے"۔

"بہرحال وہ شادی شدہ ہے۔ میں دیکھ رہا تھا کہ تمہاری نظریں شریفانہ نہیں تھیں"۔

"نہیں استاد! اب اپنے سردارے کو اتنا برا بھی نہ سمجھو جس کی تم عزت کرو، سردارے اسے ا اور بہن سمجھنے کے لیے تیار ہے"

"او جیو یار۔ مجھے تجھ سے یہی امید ہے"۔

"مگر اب پروگرام کیا ہے استاد؟"

"سوئٹزر لینڈ کا موسم زیادہ خوشگوار نہیں ہے۔ میرے خیال میں ہمیں یہ جگہ چھوڑ دینی چاہیے نے کہا۔

"نہایت مناسب خیال ہے، استاد لیکن ہمارے پاس تو کاغذات بھی نہیں ہیں"۔

"اس کا انتظام نک کو کرنا پڑے گا"۔

"اگر اس کے تعلقات نہ ہوئے تو؟"

"تب غلام سیٹھ ذمہ دار ہے" میں نے کہا اور سردارے خاموشی سے میری شکل دیکھنے لگا۔ اسے سیٹھ کے بارے میں کچھ نہیں معلوم تھا۔ اور میں نے بھی غیر اختیاری طور پر یہ نام لے دیا تھا۔ تب میں سردارے کے چہرے کا تجسس پڑھا اور پھر میں نے ایک گہری سانس لے کر کہا "غلام سیٹھ بھی پورے گ سرغنہ ہے۔ میں اس کا ملازم ہوں۔ تمہیں بتا چکا ہوں، سرائے عالمگیر کا رہنے والا ہوں۔ کسان کی اولاد، نے پوری زندگی محنت مشقت کی۔ مجھے تعلیم دلوائی لیکن اس کے خواب پورے نہ ہوئے۔ میری حیثیت تسلیم نہیں کی گئی۔ اپنوں اور بیگانوں، سب نے ٹھکرا دیا۔ تب کراچی چلا گیا۔ خودکشی کا فیصلہ کر لیا تھا کہ دلچسپ غلط فہمی مجھے پشاور لے گئی۔ اس غلط فہمی نے مجھے غلام سیٹھ تک پہنچا دیا اور اب میں اس کے لیے کام کرتا ہوں۔ اس نے مجھے بے پناہ اختیارات دے رکھے ہیں۔ شاید اپنے بعد سب سے زیادہ۔ جنرل فیلڈ پر کام کر رہا ہوں۔ میرے خیال میں اب تمہارے ذہن میں کوئی بات نہیں رہ گئی ہو گی؟"

"ہاں استاد! اب کوئی بات نہیں رہ گئی" سردارے نے ٹھنڈی سانس لی "اور اس کے بعد استاد، تمہاری عزت میری نگاہوں میں اور بڑھ گئی ہے۔ ایک بات پر یقین کر لو استاد، سردارے ہمیشہ تمہارے پسینے پر خون گرائے گا"۔

"یقین ہے سردارے۔ تیرے آنے سے میری تنہائی دور ہو گئی ہے"۔

"سردارے کا ہر سانس تمہارے لیے ہے" سردارے نے بڑے خلوص سے کہا اور میں خاموش ہو گیا۔

شام کی چائے ہمیں ملازموں نے پلائی۔ ارشیا اور نک کہیں چلے گئے تھے۔ تقریباً سات بجے وہ واپس آئے۔ ان کے پیچھے ملازم کئی بنڈل اٹھائے ہوئے تھے۔ "ارے کیا خرید لائے تم لوگ؟" میں نے حیرانی سے کہا اور ارشیا میرے سامنے بنڈل کھول کھول کر رکھنے لگی۔ نہایت اعلیٰ درجے کے سوٹ تھے۔ سلیپنگ سوٹ، بنیائن، اور ٹائیاں وغیرہ۔ غرض ہر چیز مہیا کر دی تھی ان دونوں نے!

"افوہ! اتنے سارے لیکن کیا یہ ہمارے ناپ کے ہیں؟"

"ارشیا نے ٹیلرنگ میں ڈپلومہ لیا ہے، اسے اپنی آنکھوں کی پیمائش پر بہت ناز ہے" نک مسکراتے ہوئے بولا اور میں بھی ہنسنے لگا۔ سردارے عجیب بھونڈے انداز میں اپنا بدن چرا رہا تھا۔ "ہائے اللہ! یہ تو آنکھوں ہی آنکھوں میں ناپ لیتی ہیں" اس نے شرمائی ہوئی آواز میں کہا۔ جملہ اردو میں تھا۔ اس لیے نک اور ارشیا تو نہ سمجھ سکے لیکن اس کی بات سن کر میرے قہقہے نہ رک سکے تھے۔ تب ہی باہر کسی گاڑی کے رکنے کی آواز سنائی دی اور ہم سب چونک پڑے "یہ کون ہو سکتا ہے؟" نک تشویشناک آواز میں بولا۔

☆ ☆ ☆

ارشیا چونک کر کھڑی ہو گئی تھی۔ اس نے نک کی آنکھوں میں دیکھا اور نک نے اسے اشارہ کر دیا۔ ارشیا انتہائی پھرتی سے باہر نکل گئی تھی۔ نک کا چہرہ سنجیدہ ہو گیا۔ "کسی طور ممکن تو نہیں ہے لیکن ممکن ہے پولیس نے ضرورت سے زیادہ مستعدی دکھا ڈالی ہو۔" نک نے آہستہ سے کہا۔ "ایسی صورت میں تم اپنی حفاظت کا بندوبست کر لینا نک ہماری پرواہ مت کرنا۔ ہم لوگ خود نمٹ لیں گے۔" میں نے لاپرواہی سے کہا اور ہم دونوں بھی کھڑے ہو گئے۔ نک بھی عجیب سے انداز میں کھڑا ہو گیا تھا۔

"عجیب بات کہی ہے آپ نے مسٹر نواز! اب نک اتنا گیا گزرا بھی نہیں ہے کہ اپنے مہمانوں کی حفاظت بھی نہ کر سکے۔"

"اوہ، جذباتی ہونے کی ضرورت نہیں ہے میرے دوست! تمہاری موجودہ حیثیت گروہ کے لیے بہت قیمتی ہے۔ ہمارا کیا ہے ہم تو کہیں بھی چلے جائیں گے۔ لیکن تمہاری حیثیت قائم رہنا گروہ کے مفاد میں ہے۔"

"میری حیثیت قائم رہے گی مسٹر نواز! میں بھی برن کے گھسیاروں میں نہیں ہوں۔ براہ کرم آپ آرام سے تشریف رکھیں اور پھر اس وقت تو آپ اصلی شکل میں بھی نہیں ہیں ——— یہ ارشیا اب تک کیوں نہیں آئی؟" اس نے تشویش سے دروازے کی طرف دیکھا اور پھر چند ساعت انتظار کرنے کے بعد وہ دروازے کی طرف بڑھتے ہوئے بولا۔ "میں ابھی حاضر ہوا ——— ذرا دیکھوں تو ———" پھر وہ دروازے کے قریب نہیں پہنچا تھا کہ ارشیا دروازے کے اندر داخل ہو گئی۔ اس کے چہرے پر جوش کے آثار تھے۔

"پولیس ———؟" نک نے سرد لہجے میں پوچھا۔

"ارے نہیں نک ——— بگ باس" ارشیا نے پھولے ہوئے سانس کے ساتھ بتایا۔ "بگ باس ———!" نک بھی چونک پڑا۔

"ہاں۔"

"کہاں ہے؟" نک نے پریشانی سے پوچھا۔

"خود آیا ہے۔ میرے ساتھ ہی آ رہا تھا۔ میں نے ڈرائنگ روم میں بٹھایا ہے۔"

"اوہ ——— تنہا ہے؟"

"نہیں ایک ایشیائی شخص اور ساتھ ہے۔"

اور ایشیائی کے لفظ پر میرے کان کھڑے ہو گئے۔ اب تک میں نہیں سمجھا تھا کہ بگ باس کسے کہا جا رہا ہے۔ لیکن پھر میں نے چونک کر پوچھا "مسٹر نک! کیا ———؟"

"ہاں' غلام سیٹھ آیا ہے۔" نک نے گھبرائے ہوئے انداز میں کہا۔

"ارے ——— تو اس میں پریشان ہونے کی کیا بات ہے۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"اس کی آمد میرے لیے قطعی غیر متوقع ہے۔ کہیں سے بھی کوئی اطلاع نہیں ملی۔"

"کیا آپ نے اسے میرے بارے میں بتا دیا ہے میڈم ارشیا؟" میں نے ارشیا سے پوچھا۔

"ہاں ——— کیا یہ مناسب نہ تھا؟" ارشیا نے بوکھلا کر پوچھا۔

"نہیں ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ آیئے! اب ہم ساتھ ہی اس سے ملیں گے۔" میں نے کہا اور آگے بڑھ گیا۔ سردارے عجیب سے انداز میں پہلو بدل کر رہ گیا۔

"ارے آؤ ——— تم کیوں رک گئے؟" میں نے اسے ٹھٹکتے دیکھ کر کہا۔

"اوہ آؤں؟" سردارے نے احمقانہ انداز میں پوچھا۔

"آؤ ———" میں نے سپاٹ لہجے میں کہا اور سردارے بھی جھجکتا ہوا میرے قریب آ گیا ——— پھر ڈرائنگ روم کی طرف بڑھتے ہوئے اس نے کہا۔ "یار ——— نواز ——— تم پہلے اس سے میرے بارے میں بات تو کر لو۔ پھر ——— ممکن ہے وہ اس طرح مجھ سے ملنا پسند نہ کرے۔"

"فضول باتوں سے پرہیز کرو ——— آؤ۔" میں نے سخت لہجے میں کہا۔ اتنی دیر میں ہم ڈرائنگ روم کے دروازے پر پہنچ گئے تھے۔ پھر پہلے ارشیا' پھر نک' اور پھر ہم دونوں اندر داخل ہو گئے۔

غلام سیٹھ کو میں نے کافی عرصے کے بعد دیکھا تھا۔ لیکن اس میں کوئی تبدیلی نہیں ہوئی تھی' بالکل ویسا ہی تھا۔ آنکھوں پر سیاہ شیشوں کی عینک لگی ہوئی تھی۔ اور وہ انتہائی پراسرار نظر آ رہا تھا۔ مجھے دیکھتے ہی وہ اٹھ کھڑا ہوا۔ "ہل لو ——— نواز ——— ہل لو۔" وہ دونوں ہاتھ پھیلا کر آگے بڑھا۔ اور پھر اس نے گرم جوشی سے مجھ سے معانقہ کیا۔ اور میری کمر تھپتھپانے لگا۔ میں نے بھی اس کی گرم جوشی سے متاثر ہو کر اسی گرم جوشی سے جواب دیا تھا۔ غلام سیٹھ مجھے اوپر سے نیچے تک دیکھ رہا تھا۔ ابھی تک وہ کسی اور کی طرف متوجہ نہ ہوا تھا۔ "بہت خوب' بہت خوب نواز ——— تمہیں دیکھ کر سیروں خون بڑھ جاتا ہے۔"

"شکریہ غلام سیٹھ۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"اوئے خلیل ——— مل یار اس سے۔ یہ ہے اپنا نواز۔" غلام سیٹھ نے اپنے ساتھی سے کہا۔ یہ بھی ایک ادھیڑ عمر کا وجیہہ شخص تھا۔ خوش لباس تھا اور چہرے سے زیرک نظر آتا تھا۔ وہ آگے بڑھا اور اس نے بھی بڑی گرم جوشی سے مجھ سے مصافحہ کیا۔

"آپ کا تصور کچھ اور تھا میرے ذہن میں نواز صاحب! میرا اپنا تجربہ ہے کہ جو لوگ چہروں سے معصوم نظر آئیں اور پرکشش بھی ہوں' وہ اگر خطرناک ہوتے ہیں تو پھر اتنے کہ ان کا ثانی مشکل ہو جاتا ہے۔ میرا خیال ہے آپ کی شخصیت میرے تجربے کی تصدیق کرتی ہے۔" خلیل نے کہا۔ میں مسکرا کر رہ گیا۔ اس کی بات کا کیا جواب دیتا۔

غلام سیٹھ نک سے مل رہا تھا۔ اور پھر وہ سردارے کی طرف مڑا۔ سردارے کسی حد تک نروس نظر

آنے لگا تھا۔ "یہ غالباً" سردار علی ہیں۔" غلام سیٹھ نے کہا اور پھر خود آگے بڑھ کر سردارے سے مصافحے کے لیے ہاتھ بڑھا دیا۔ اس التفات پر سردارے بھی کھل اٹھا اور اس نے آگے بڑھ کر گرم جوشی سے غلام سیٹھ سے ہاتھ ملایا۔

"نواز کے ساتھی ہو ——— معمولی نہ ہو گے۔" غلام سیٹھ پراسرار انداز میں مسکراتے ہوئے بولا۔

"آپ کو سردارے کا نام کیسے معلوم ہوا غلام سیٹھ؟" میں نے اسے بیٹھنے کی پیشکش کرتے ہوئے کہا۔

"یہ بھی کوئی پوچھنے کی بات ہے نواز ——— کیا میں اتنا ہی لاعلم انسان ہوں۔"

"اوہ ہاں' میں یہ بھول گیا۔"

"مجھے معلوم ہے سویسنا میں کام کرنے والا ایک نہیں تھا بلکہ دو تھے۔"

"اوہ' یقیناً۔" میں نے ہنستے ہوئے کہا "آپ کو میرے اس اقدام پر اعتراض تو نہیں ہے غلام سیٹھ؟"

"اعتراض ——— میں نے تمہارے معاملے میں اعتراض کا حق اپنے پاس نہیں رکھا۔" غلام سیٹھ نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "اوہ' آپ کی مہربانی ہے غلام سیٹھ ——— ورنہ میں ———"

"کس قابل ہوں۔" غلام سیٹھ نے مسکراتے ہوئے جملہ پورا کر دیا۔ یار اگر تم کسی قابل ہوتے تو نہ جانے کیا کرتے۔ بہرحال ——— تم سے ملاقات کیے بہت دن گزر چکے تھے۔ اور اب تمہارے نئے ہنگامے کی اطلاع ملی تو میں نے سوچا کہ تم سے فوراً ملاقات کی جائے۔"

میں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ نک بے حد متاثر تھا اور ابھی تک کھڑا ہوا تھا۔ "سر! آپ کا سامان گاڑی میں ہے؟" اس نے پوچھا۔

"ارے بھئی' ہم بے سروسامان لوگوں کے پاس سامان کہاں! ویسے اپنی میڈم سے کہو کافی پلوا دیں۔ ایئر پورٹ سے سیدھے چلے آ رہے ہیں۔" اس نے کہا اور ارشیا جلدی سے باہر نکل گئی۔ "ہاں نک! تم سناؤ کیا حال ہے؟" غلام سیٹھ نے کہا۔

"ٹھیک جناب ——— آج کل تو مسٹر نواز نے ہنگامہ کیا ہوا ہے۔" نک نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "نواز ———" غلام سیٹھ نے ٹھنڈی سانس لی۔ "نواز کی وجہ سے تو میرا طوطی بولنے لگا ہے۔ بلاشبہ اس شخص نے پورے گروہ کو بین الاقوامی حیثیت دلائی ہے۔ آج ساری دنیا میں جہاں جہاں منشیات کی مانگ ہے' غلام سیٹھ کے گروہ کی ساکھ ہے۔ شاہراہ حشیش پر اس گروہ کے سامنے کوئی نہیں ہے۔ اور جو ہیں وہ اب مجھ سے تعاون کرنے کے خواہشمند ہیں۔"

"یہ حقیقت ہے جناب!" نک نے کہا۔ میں خاموش تھا۔ غلام سیٹھ کی تعریف سے میرے ذہن میں کوئی خوشی نہیں پیدا ہوئی تھی۔ کاش میں اپنے وطن کے لیے کوئی اچھا کام کر کے اتنا مشہور ہوا ہوتا تو واقعی فخر سے سربلند کر سکتا تھا۔ منشیات کے ایک سمگلر کی حیثیت سے اگر مجھے شہرت ملی تھی تو یہ بھی کوئی شہرت تھی۔ البتہ سردارے بچوں کی طرح سوچتا تھا۔ اس کے چہرے کی سرخی نمایاں تھی اور اس کی آنکھوں سے مسرت کا اظہار ہو رہا تھا۔

"خیر ——— اب کیا پروگرام ہے نواز؟" غلام سیٹھ نے پوچھا۔

"کوئی باقاعدہ پروگرام نہیں ہے۔"

"بھئی آج رات مجھے فرصت ہے۔ اس بار میں نے ایسا ہی پروگرام طے کیا تھا کہ کم از کم ایک رات تو تمہارے ساتھ گزرے' چنانچہ آج ہم بہت سی باتیں کریں گے۔ تمہیں کوئی اعتراض تو نہیں ہے نک؟"

"اس خوش نصیبی کو اعتراض کہا جائے گا غلام سیٹھ ——"

"بہرحال بھئی! تمہارا شکریہ —— ویسے برن میں تمہاری کارکردگی سے مطمئن ہوں۔ تمہارا کیا خیال ہے نواز —— اس پوری پٹی پر، جس پر تم نے اب تک سفر کیا ہے، میرے کسی بھی کارکن کو کمزور پایا؟"

"نہیں غلام سیٹھ —— اور بہرحال میں نے دل ہی دل میں آپ کی اس کوشش کی داد دی ہے۔ آپ نے جگہ کی مناسبت سے ایسے مکمل لوگوں کا انتخاب کیا ہے کہ بس —— کوئی جواب نہیں ان کا ہر شخص اپنی جگہ پر ایک مخصوص حیثیت رکھتا ہے۔"

"یہ حقیقت ہے نواز —— میں نے ابتدا سے اس بات کا خیال رکھا ہے کہ میرے کارکن ذہنی طور پر بلند ہوں۔ تم یقین کرو، میں اپنی آمدنی کا تین چوتھائی حصہ اپنے باصلاحیت کارکنوں پر خرچ کرتا ہوں۔ صرف اس تصور کے ساتھ عمدہ لوگ عمدگی سے کام کریں گے۔"

"مجھے یقین ہے۔" میں نے گردن ہلائی۔

"اس کے باوجود —— تمہیں میری طرف سے مکمل اختیار ہے اگر کہیں کوئی جھول محسوس کرو تو میری رائے لینے کی ضرورت نہیں ہے۔"

"یہ تو میرا فرض ہے جناب۔"

"یقیناً" ۔ ویسے مجھے تمہارے اوپر واقعی حیرت ہے۔"

"کس سلسلے میں؟"

"میرے تصور میں بھی نہیں تھا کہ تم اس قدر شاندار نکلو گے تم نے چن چن کر ایسے شکار کیے جن کے بارے میں، میں بھی صرف سوچ کر رہ جاتا تھا، ہربنس کوئی معمولی شے نہیں تھی، اور پھر سوبیستا اور یہ تھامپسن —— جانتے ہو تھامپسن کون تھا؟"

"کیوں —— اس کی کوئی مخصوص حیثیت بھی ہے۔" میں نے پوچھا۔

"اوہو —— اس کا مطلب ہے کہ تم نے ایک نڈر شیر کی طرح اسے چیرپھاڑ کر برابر کر دیا۔ اس کی قوت کے بارے میں تم نے اندازہ لگانے کی کوشش نہیں کی۔"

"اس کی قوت تو سامنے تھی —— اور کیا اندازہ لگاتا۔" میں نے کہا۔

"نہیں میری جان —— نہیں۔ تمہاری کامیابی کا ایک راز اور بھی ہے۔ تم دشمن کو صرف دشمن سمجھ کر وار کر دیتے ہو، یہ نہیں سوچتے کہ وہ کس قدر خونخوار ہے۔"

"اس کی ضرورت ہی نہیں پیش آتی جناب۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"تم نے یہ بھی سوچا کہ آخر یہاں کی پولیس اس کے لیے اس قدر بھاگ دوڑ کیوں کر رہی ہے؟"

"ہاں اس کے کافی رسوخ ہیں۔"

"اس کی وجہ معلوم ہے؟"

"نہیں۔"

"دراصل اس کی موت سے ایک بہت طاقتور پارٹی کا زبردست نقصان ہوا ہے۔ یہ پارٹی آئندہ انتخابات میں حصہ لینے کا ارادہ رکھتی ہے۔ اور تھامپسن اس کا ایک سرگرم کارکن بھی تھا۔ پارٹی کے بارے میں اتنا کہہ دینا کافی ہے کہ وہ موجودہ حکومت سے کافی زیادہ طاقتور ہے اور یقین ہے کہ آئندہ انتخابات میں اس کا مقابل کوئی نہیں ہو گا۔"

"خوب" میں نے تعجب سے کہا۔ "پارٹی کے بیشتر افراد موجودہ حکومت میں بڑے بڑے عہدوں پر فائز ں۔ ان میں انتظامیہ کے شعبے بھی شامل ہیں۔ اب تم سمجھ گئے ہو گے کہ پولیس تمہارے لیے اس قدر تگ و دو کیوں کر رہی ہے۔"

"ہاں۔" میں نے گہری سانس لی۔

"بہرحال تمہارے بارے میں، میں ساری خبریں رکھتا ہوں، چنانچہ یہاں کی صورت حال دیکھ کر ہی میں نے فوری طور پر یہاں آنا ضروری سمجھا۔"

"میرے لیے اب کیا حکم ہے؟" میں نے پوچھا۔

"تمہارا کیا پروگرام تھا؟" غلام سیٹھ نے پوچھا۔

"میں بس برن چھوڑنے پر غور کر رہا تھا۔"

"کہاں جاتے؟"

"بلیک فارسٹ۔" میں نے جواب دیا۔

"بالکل ٹھیک —— تمہاری اگلی منزل وہی ہے۔ لیکن اب ان حالات میں، برن کے سارے راستوں پر تمہاری چیکنگ ہو رہی ہے۔ حکومت نے تمہاری شناخت کے لیے بڑی بڑی تیاریاں کی ہیں۔ کیا تم آسانی سے یہاں سے نکل سکو گے؟"

"کوشش کروں گا جناب"

"میرا خیال ہے، خاصی مشکل بات ہے۔" غلام سیٹھ نے کہا۔

"لیکن میں بہرحال نکل جاؤں گا۔" میں نے پورے بھروسے سے کہا۔

"بھئی میں تمہیں چیلنج نہیں کرتا —— بے حد مشکل کام ہے۔ لیکن اگر تم چاہو تو ہم تھوڑی سی تفریح کر سکتے ہیں۔"

"جی —— فرمایئے۔"

"میرا خیال ہے حکومت، برن نے تمہارے لیے کافی تیاریاں کی ہیں۔"

"یقیناً" جو حالات آپ نے بتائے ہیں ان سے یہی ظاہر ہوتا ہے۔"

"تو وہ آسانی سے تمہیں نہیں نکلنے دے گی۔"

"میرا خیال ہے، میں سمجھ رہا ہوں۔"

"کیا تم پندرہ دن کے اندر اندر مجھے فرینکفرٹ کے "لین گیز" میں رپورٹ دے سکتے ہو؟"

"پیش کر دوں گا۔" میں نے اعتماد سے کہا۔

"تب پھر میں آج سے ٹھیک پندرھویں دن لین گیز میں تمہارا انتظار کروں گا۔" غلام سیٹھ نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "بصورت دیگر اگر تم سوئس پولیس کے ہاتھ لگ جاؤ تو کسی قسم کی فکر مت کرنا۔ گروہ کے سارے راز راز رہنے چاہئیں۔ بیس روز انتظار کے بعد تمہیں پولیس کے قبضے سے نکالنے کی جدوجہد کی جائے گی اور بہرحال یہ کام ناممکن نہیں ہو گا۔" غلام سیٹھ نے بڑے اعتماد سے کہا۔

"اوکے چیف!"

"خوب یہ شرط تو بہت دلچسپ رہی۔" تک نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"نواز کی صلاحیتوں پر مجھے بے حد اعتماد ہے مسٹر تک!" غلام سیٹھ نے کہا اور تک گردن ہلانے لگا۔

وہ رات غلام سیٹھ کے ساتھ گزری۔ آدھی رات تک گفتگو ہوتی رہی۔ بڑی دلچسپ گفتگو تھ
میں نک کی بیوی ارشیا بھی شریک رہی۔ غلام سیٹھ اس سے قبل اتنے کھلنڈرے موڈ میں کم ہی نظر آ
خاصے لطیفے رہے۔ دوسرے دن صبح کے ناشتے کے بعد اس نے واپسی کا اعلان کر دیا۔ "ٹھیک
نواز ------ اوکے نک! اب مجھے اجازت دو۔"

"اوہ، جناب کہاں تشریف لے جائیں گے؟" نک نے پوچھا۔

"بس یہ باہر جانے کے بعد سوچیں گے۔" غلام سیٹھ نے کہا۔

"میں گاڑی نکالوں؟" نک نے پوچھا۔

"کیا وہ فضا میں پرواز کر سکتی ہے؟" غلام سیٹھ نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"جی ------؟"

"ہاں بھئی، مجھے ہوائی جہاز کی ضرورت ہے، کار کی نہیں۔"

"آپ فرمائیں، جہاں کے لیے حکم دیں، سیٹ بک کرا دوں؟"

"بس نک اجازت دو ------ میں نہیں کہہ سکتا کہ مجھے کہاں کہاں جانا ہے۔ رات بہت د
رہی۔" غلام سیٹھ نے کہا پھر اس نے ہم سب سے مصافحہ کیا اور پھر خلیل کے ساتھ باہر نکل گیا۔ اس۔
کی پیشکش بھی قبول نہیں کی تھی۔ جو کار اسے لے کر آئی تھی وہ بھی واپس جا چکی تھی۔ نک نے ایک
سانس لی اور پھر میری اور سردارے کی کلائیاں پکڑتے ہوئے بولا۔

"آؤ دوستو ------ غلام سیٹھ بے حد پراسرار ہے۔ چنانچہ ہم لوگ ایک ایک کافی اور پئیں۔" ا
کے دوران نک نے تشویش ناک لہجے میں کہا "جو کچھ غلام سیٹھ نے بتایا ہے۔ یقین کرو، مقامی باشندہ
کے باوجود مجھے اتنی تفصیل معلوم نہیں تھی۔"

"ہوں۔" میں نے مختصراً کہا۔

"پھر اب کیا پروگرام ہے مسٹر نواز؟"

"ابھی تک تو کچھ نہیں۔"

"آپ نے غلام سیٹھ کا چیلنج قبول کر لیا ہے۔"

"یقیناً ------!" میں نے جواب دیا۔ اور نک کسی سوچ میں ڈوب گیا۔ پھر اس نے پرخیال اندا
گردن ہلائی۔ "پال ڈریکر ------" وہ آہستہ سے بولا اور میں اس کی شکل دیکھنے لگا۔ "میرا خیال۔
یقیناً" ہمارے کام آئے گا۔" اس نے چٹکی بجاتے ہوئے کہا۔ میں نے اب بھی اس سے کچھ نہیں کہا۔
میں خاموش نگاہوں سے اس کی شکل دیکھ رہا تھا۔ "میرا خیال ہے مسٹر نواز ------ ہم آج ہی کسی طر
سے مل لیں۔" اس نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔

"کس سے؟" میں نے سرد مہری سے پوچھا۔

"پال ڈریکر سے ------ وہ یقیناً" تمہارے کام آ سکے گا اور پھر ------"

لیکن میں نے سرد لہجے میں درمیان میں اس کی بات کاٹ دی۔

"نہیں مسٹر نک! آپ اس سلسلے میں بالکل فکر نہ کریں۔"

"آپ سنیں تو سہی، دراصل پال ڈریکر مخالف پارٹی سے تعلق رکھتا ہے۔ اس کے علاوہ وہ ا
خطرناک ------"

"مسٹر نک پلیز ------ میرے خیال میں آپ یہ موضوع ختم کر دیں۔" میں نے کسی قدر خشک لہجے
کہا اور نک چونک کر مجھے دیکھنے لگا۔

"کیا مطلب ------ میں سمجھا نہیں مسٹر نواز؟"

"مسٹر نک! غلام سیٹھ بھی میری مدد کر سکتا تھا۔ لیکن ہم نے اپنی صلاحیتوں پر شرط بدی ہے۔"

"اوہ، تو آپ ------" نک نے ایک گہری سانس چھوڑتے ہوئے کہا۔

"ہاں ------ میں صرف خود پر بھروسہ کروں گا۔ کیوں سردارے؟"

"بالکل ٹھیک چیف! شرط میں بھی ایمانداری ضروری ہے۔ اگر ہم دوسروں کی مدد لے کر یہاں سے نکلے
پھر اس میں خوبی کیا رہی؟" سردارے نے جواب دیا۔ اور نک تحسین آمیز نگاہوں سے ہم دونوں کو دیکھنے
لگا۔

"واقعی ------ انوکھے ہیں آپ لوگ۔" اس نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔

"تم یہ غور کرو نک ------ کہ اس خطرناک پیشے میں ہونے کے باوجود مسٹر نواز اصول پسند ہیں۔"

"یقیناً" یہ معمولی بات نہیں ہے۔ ویسے ارشیا تمہیں معلوم ہے کہ میں نے چہرہ شناسی کے سلسلے میں کافی
وقت ضائع کیا ہے۔"

"ہاں مجھے علم ہے۔"

"مسٹر نواز کے بارے میں میری رائے یہ ہے کہ برے پیشے میں ہونے کے باوجود برے انسان نہیں
ہیں۔"

"یہ تو میں بھی بتا سکتی تھی۔" ارشیا نے ہنستے ہوئے کہا۔ اور میں بھی مسکرانے لگا۔ بہرحال پھر ہم آرام
کرنے آ گئے۔ اور اپنے کمرے کی ایک کرسی پر بیٹھ کر میں نے سردارے کی طرف دیکھا۔
سردارے خود میری طرف دیکھ رہا تھا۔ مجھ سے نگاہیں ملتے ہی مسکرا دیا۔ "کیا خیال ہے سردارے؟"

"استاد زندہ باد" سردارے نے مست انداز میں کہا۔

"مردہ باد بھی ہو سکتے ہیں۔ اب کوئی ترکیب سوچو۔"

"آپ کے ذہن میں کیا ہے استاد؟" سردارے نے میری آنکھوں میں دیکھا۔

"بھروسہ کرو گے؟"

"کیوں نہیں"

"تو یقین کر لو ابھی تک میں نے کچھ بھی نہیں سوچا اور یہ بھی یقین کر لو کہ بہرحال ہم یہاں سے نکل
جائیں گے۔"

"دونوں باتوں پر یقین کر لیا استاد! کیونکہ میں تمہیں اچھی طرح جانتا ہوں۔" سردارے نے عقیدت
بھرے لہجے میں کہا اور میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

"چلو ٹھیک ہے۔ لیکن بات یونہی ختم نہیں ہو جاتی سردارے۔"

"سوچو استاد ------ یوں سمجھ لو، تم دماغ ہو ------ میں عمل ہوں۔ جو کہو گے کروں گا۔"

"کام کوئی ایسا ہونا چاہئے سردارے کہ بس ------ دوسرے دیکھتے رہ جائیں۔"

"میرے ذہن میں بھی یہی خیال ہے استاد۔"

"کیا ------؟"

"ہم نے تھامپسن کو قتل کیا ہے۔ وہ لوگ ہمارے بارے میں بہت آگے کی باتیں سوچ رہے گے۔ ہمیں کسی ایسے انداز میں یہاں سے نکلنا چاہئے کہ وہ سوچ بھی نہ سکیں۔"

"مجھے تمہاری اس رائے سے اتفاق ہے سردارے! بہرحال غلام سیٹھ نے ہمیں پندرہ دن دیے میرے خیال میں یہ کافی وقت ہے۔ ہم اس دوران کچھ نہ کچھ ضرور کرلیں گے۔" میں نے پرخیال اندا کہا اور سردارے گردن ہلانے لگا۔

غلام سیٹھ کی شرط بہت دلچسپ تھی۔ میں اندازہ لگاچکا تھا۔ کہ مقامی پولیس کتنی سختی سے میری تلا رہی ہے۔ بہرحال میں نے غلام سیٹھ سے وعدہ کرلیا تھا لیکن ابھی تک کوئی ترکیب میری سمجھ میں نہیر تھی۔ غلام سیٹھ کو گئے ہوئے دوسرا دن تھا اور ابھی تک میں اپنی روانگی کے بارے میں کوئی فیصلہ نہیں تھا۔ بہرحال پھر میں نے باہر نکلنے کا فیصلہ کرلیا۔ یہاں تو کچھ نہیں ہوسکے گا جب تک باہر نکل کر ہاتھ پاؤ ہلائے جائیں اور پھر باہر نکلنے کے لیے ایک لائحہ عمل طے کرکے ہم باہر نکل آئے۔ ہمارے چہروں پر م سامیک اپ تھا۔ ویسے ہم ایک دوسرے سے بالکل الگ تھے اور بڑے لاابالی انداز میں چل رہے تھے۔

کئی گھنٹے آوارہ گردی کی۔ بہرحال یہ اندازہ تو نہیں ہوسکا کہ پولیس کس انداز میں ہمیں تلاش کر ہے۔ بہرحال اندازے ضرور قائم کرتے رہے۔ ایئرپورٹ' بندرگاہ وغیرہ کا رخ کیا۔ باہر جانے کے لیے ذ کا جائزہ لیا۔ تقریباً" ساری چیزیں مخدوش تھیں۔ تب ہم ریلوے سٹیشن پہنچ گئے۔ اور پھر میرے ذہن ایک خیال آگیا۔ اور میں اس پر غور کرنے لگا۔

بات کچھ دل کو بچ رہی تھی۔ تب میں نے سردارے کو ساتھ لیا اور پھر ایک فینسی ڈریس سٹور پر گئے۔ یہاں ہم نے ریلوے ملازمین کی وردی خریدی۔ یہ وردی ریلوے کے سفری مستریوں کی سی تھی مستری ٹرین کے ساتھ سفر کرتے تھے۔ میں نے ان مستریوں کا جائزہ لیا تھا۔ بہرحال رسک تو ضرور تھا لیکن ترکیب میرے ذہن میں آئی تھی اور بلاشبہ کامیاب ہوجاتی تو عمدہ ترکیب تھی۔ چھوٹے اوزاروں کا ایک ا بیگ خریدنے کے بعد ہم واپس آگئے۔ اپنے اس سامان وغیرہ کے بارے میں ہم نے نک وغیرہ کو کچھ نہ بتایا۔ جس وقت ہم گھر واپس پہنچے' نک اور ارشیا موجود نہیں تھے۔

کافی دیر کے بعد وہ واپس آئے تو ہمیں دیکھ کر اچھل پڑے۔

"میرے خدا ــــــ میں نے شاید سارے برن میں آپ کو تلاش کیا ہے مسٹر نواز!"

"اوہو ــــــ کیوں؟"

"بس ــــــ نہ جانے کیوں مجھے احساس ہو رہا تھا کہ آپ کسی الجھن میں نہ پھنس گئے ہوں۔"

"ہوں ــــــ اس قدر فکرمند ہونے کی ضرورت نہیں ہے نک۔"

"پھر بھی دراصل ــــــ"

"نہیں نک ــــــ ایک بات سمجھ لو۔ ہم دونوں کسی بھی وقت خاموشی سے غائب ہوسکتے ہیں۔ ا صورت میں تمہارا سڑکوں پر پریشان پھرتے رہنا کچھ مناسب نہ ہوگا۔"

"اوہ تو آپ مجھے بتائے بغیر ہی برن چھوڑ دیں گے؟"

"ممکن ہے۔"

"میرا خیال ہے مجھے خاصی الجھن رہے گی۔"

"کسی دن بارہ گھنٹے واپس نہ آئے تو سمجھ لینا کہ برن سے نکل گئے۔"

بہرحال خود میری دلی خواہش ہے کہ آپ کامیاب ہوں۔"

"شکریہ۔" میں نے کہا اور پھر ہم دوسری باتیں کرنے لگے۔ ہم نے نک کو اپنے پروگرام کی ہوا بھی لگنے دی تھی۔ بات کچھ بھی نہیں تھی۔ بس ہم اپنے بارے میں کسی کو بتانا نہیں چاہتے تھے۔ اس رات رے کافی دیر تک جاگتا رہا۔ مجھے بھی نیند نہیں آئی تھی۔ "جاگ رہے ہو استاد؟" سردارے نے کروٹ رکہا۔

"ہاں"

"کیا سوچ رہے ہو؟"

"کل کا پروگرام سردارے ــــــ میرا خیال ہے ہمیں صبح ہونے سے قبل یہاں سے نکل جانا ہے۔"

"اوہ' جیسا مناسب سمجھو استاد۔"

یہی بہتر رہے گا۔ دن کی روشنی بہت سے جھگڑے پیدا کرسکتی ہے لیکن صبح کا وقت ــــــ"

"پھر بہت صبح ہی چلنا پڑے گا استاد ــــــ سٹیشن تک کا سفر پیدل ہی کرنا پڑے گا۔"

"کیوں؟"

"تب پھر الگ الگ چلیں گے۔" سردارے جلدی سے بولا۔

"ہاں یہ ٹھیک ہے۔"

"وردی پہن کر چلو گے؟"

"ہاں' بہت سے لوگ اس وقت ڈیوٹی پر جاتے ہوں گے۔" میں نے جواب دیا اور سردارے خاموش ہو بل۔ بہرحال وہ میرے ہر فعل سے اتفاق کرتا تھا۔ چنانچہ اس رات ہم یونہی سے سوئے۔ صبح کے اجالے کا ں وقت دور دور تک پتہ نہ تھا جب ہم نے بستر چھوڑ دیے۔ وردیاں پہنیں' دوسری ضروری چیزیں سنبھالیں ر مکان کے عقبی حصے سے باہر نکل آئے۔ سڑکوں پر روشنیاں اور ٹیکسیاں دونوں موجود تھیں۔ ہم ایک یکسی میں ریلوے سٹیشن چل پڑے۔ اور تھوڑی دیر کے بعد ہم سٹیشن کی عمارت میں داخل ہو رہے تھے۔ دیکھ کر بڑا سکون ہوا کہ ہمارے جیسے دوسرے لوگ بھی وہاں موجود تھے اور بے روک ٹوک پھر رہے تھے۔ چنانچہ ہم کسی حد تک پرسکون ہوگئے۔ اب صرف ٹرین کا انتظار تھا اور اس کے بارے میں کچھ نہیں کہا جاسکتا تھا کہ ٹرین کب آئے اور ہمیں کتنا انتظار کرنا پڑے

اور پھر پورے تین گھنٹے انتظار کرنا پڑا تھا۔

خوبصورت ٹرین جرمن سرحد کی طرف جارہی تھی۔ ہم لوگ آنکھیں بند کرکے اس میں سوار ہو گئے۔ کسی نے ہماری طرف توجہ نہیں دی تھی۔ ویسے سٹیشن پر بخوبی اندازہ ہوگیا تھا کہ ہماری تلاش کس طرح کی جارہی ہے۔ بے شمار مشتبہ افراد نظر آئے تھے جن کے پاس ٹارچ نما آلات تھے۔ بعد میں پتہ چلا کہ ان آلات سے میک اپ کا پتہ چل جاتا ہے۔ اور آلات ہر وقت کام کرتے رہتے ہیں۔ گویا اگر اس وقت ہم میک اپ میں ہوتے تو ہماری پول کھل جاتی۔

ٹرین کا سفر شروع ہوگیا۔ بہرحال اطمینان تو اب بھی نہیں تھا اور اس وقت تک نہیں ہوا جب تک ٹرین سوئٹزرلینڈ کی سرحد عبور نہ کرگئی۔ اب وہ جرمنی اور فرانس کی سرحد پر جارہی تھی۔ جب ہمیں اس کے بارے میں معلوم ہوگیا تو ہم نے سکون کی گہری گہری سانسیں لیں۔

"استاد-----!" سردارے آہستہ سے بولا۔

"ہوں"

"میرے خیال میں اب یہ لباس بدل لینا چاہئے۔ کیونکہ ریلوے کا عملہ ہماری طرف م
ہے۔"

"مناسب خیال ہے جاؤ----- پہلے تم لباس بدل آؤ۔" میں نے کہا اور سردارے با
داخل ہو گیا۔ تھوڑی دیر کے بعد ہم دونوں نے لباس بدل لیے تھے۔ اور پھر ہم اطمینان سے
ہمارے ساتھ کے مسافر زیادہ تر جرمن تھے۔ خوش اخلاق اور کھلنڈرے۔

بہرحال فرائی برگ پہنچ گئے اور فرائی برگ سٹیشن پر اترنے کے بعد ہم نے مسکراتے ہ
دوسرے کی شکل دیکھی۔

"استاد!" سردارے خوشی سے بھرپور لہجے میں بولا۔

"ہوں" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"گویا ہم کامیاب ہو گئے۔"

"ہوں۔"

"یقین نہیں آتا چیف----- اتنی معمولی سی کوشش سے اتنی آسانی سے یہ سب کچھ ہو گیا

"تجویز تمہاری ہی تھی سردارے----- یہ حقیقت ہے کہ اگر ہم شایان شان طریقے سے
نکلنے کی کوشش کرتے تو دھر لیے جاتے۔ انہوں نے اس بارے میں نہیں سوچا۔"

"بہرحال استاد! میں بے حد خوش ہوں۔ یوں سمجھو قدرت اور قسمت بھی ہمارا ساتھ دیتی ہ

"یقیناً۔" میں نے دل سے کہا "ہمارے اپنے اعمال کچھ بھی ہوں، خدا کی رحمت بے پایاں
انسان کے لیے ہے۔" سردارے نے عجیب نگاہوں سے میری طرف دیکھا تھا۔ بہرحال ہم نے چار
دیکھا اور پھر سردارے بولا۔

"ویسے اب کیا پروگرام ہے استاد؟"

"بارہ دن اور بارہ راتیں باقی ہیں----- عیش کرو۔" میں نے جواب دیا۔ "استاد!" سردا
عجیب سے انداز میں کہا "کیا تمہیں عورت کی شکل یاد ہے؟"

"بھول گیا یار" میں نے ہنستے ہوئے کہا۔

"درحقیقت استاد----- پچھلے کچھ دن اس معاملے میں تو بہت ہی خشک گزرے۔ بہرحال
یہاں قسمت میں کیا لکھا ہے۔ ویسے مجھے ابھی تک یقین نہیں آیا کہ ہم سوئٹزرلینڈ کی پولیس کو د
کر اتنی آسانی سے نکل آئے۔"

"ہاں۔ کام نہایت خوبصورتی سے ہو گیا۔" میں نے آگے بڑھتے ہوئے کہا۔ اور ہم سٹیشن سے
آئے۔ فرائی برگ جرمنی کے سب سے خوبصورت علاقے بلیک فارسٹ کا سب سے بڑا شہر ہے۔
باہر آتے ہی ہمیں ٹرام مل گئی جو طویل سفر کرتی تھی۔ چونکہ سیر کی ٹھہری تھی اس لیے ہم دونوں
سوار ہو گئے اور پھر فرائی برگ کے ایک خوبصورت قصبے میں اتر گئے۔

بلیک فارسٹ کا حسن چاروں طرف بکھرا پڑا تھا۔ کسی مناسب جگہ بھی ٹھہر سکتے تھے لیکن مقصد
اس لیے قصبے کی کیمپنگ تلاش کی۔ کیمپنگ جنگل کے دامن میں واقع تھی۔ اور توقع۔

ی کافی سیاح موجود تھے۔ جن میں لڑکیاں اور مرد دونوں شامل تھے۔ ہم نے مفصل معلومات حاصل
خیمے وغیرہ کرایہ پر بھی مل جاتے تھے اور خریدے بھی جا سکتے تھے۔

ہرحال کرائے پر خیمہ حاصل کر لیا گیا۔ خیمہ دینے والوں ہی نے اسے نصب کرنے کے لیے مناسب
انتخاب کیا تھا، جگہ ہمیں بھی پسند آئی تھی۔ چنانچہ ہم نے ان سے اتفاق کیا اور ہم خیمے میں فروکش ہو

ان لوگوں کے چلے جانے کے بعد سردارے نے گہری سانس لی اور مسکراتے ہوئے بولا۔ "جگہ تو عمدہ
ہے!"

"ہاں۔" میں نے جواب دیا۔

"خاصے عمدہ چہرے نظر آئے ہیں۔"

"ہوں----- میں نے دیکھے ہیں ہمارے پڑوس کے خیمے بھی برے نہیں ہیں۔"

"اوہو----- واقعی----- میں نے غور نہیں کیا۔"

"اب کر لینا۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا اور سردارے بھی ہنسنے لگا۔ تھوڑی دیر تک ہم خیمے میں
اور پھر اس وقت باہر نکلے جب باہر کسی قدر شور کی آوازیں سنائی دیں۔ عجیب سا شور تھا ہم باہر نکل
آوازیں پڑوس کے خیمے سے ہی آ رہی تھیں۔ ہمارے علاوہ اور کوئی اس طرف متوجہ نہیں ہوا تھا۔ ہم
ان آوازوں کو غور سے سنا۔ "اوہ" پپا۔ پپا" ایک نسوانی آواز سنائی دی۔

"بڑھو----- آگے بڑھو----- اتحادی فوجوں کو تہہ و بالا کر کے رکھ دو۔ بڑھو دلیرو----- آگے
"ایک بھاری آواز نے کہا۔ اور پھر کوئی خیمے کا پردہ ہٹا کر باہر نکل آیا۔

"پپا----- پلیز پپا۔" دونوں لڑکیاں طویل القامت بوڑھے کو دونوں بازوؤں سے پکڑ کر روکنے کی
ش کر رہی تھیں۔

"نہیں رک سکتا۔ جرمن سیلاب اب روکے نہیں رک سکتا۔ مشرق وسطیٰ میں جو کام میرے سپرد کیا گیا
اسے کون روک سکے گا۔ یہ ریگستان میرے ہیں۔ یہ مجھ سے تعاون کریں گے۔" طویل القامت بوڑھے
خونخوار لہجے میں کہا۔

"بہت خوب۔" سردارے آہستہ سے بولا۔

"بوڑھا نشے میں ہے۔" میں نے کہا۔

"ہاں۔ اور یہ خاصی خطرناک بات ہے۔ بے چاری لڑکیوں کو کافی پریشانی اٹھانی پڑ رہی ہے۔ انسانیت کا
ہے کہ ہم ان کی مدد کریں۔"

"ہاں انسانیت کا اس سے بڑا تقاضا اور کیا ہو سکتا ہے۔" میں نے ہنستے ہوئے کہا اور سردارے آگے
باہر ہو گیا۔ وہ فوجی انداز میں مارچ کرتا ہوا آگے بڑھا اور بوڑھے کے سامنے جا کر اس نے ایک زوردار
ٹ مارا۔

"ہر----- ہٹلر!" بوڑھے نے ایک ہاتھ آگے بڑھایا۔

"ہر ہٹلر-----!" سردارے نے بھی اسی کے انداز میں کہا۔

"کیا خبر لائے ہو کرنل----- جنرل منٹگمری اب کون سی چال چل رہا ہے؟"

"ہنس کی چال چل رہا ہے جناب----- اپنی بھول گیا ہے۔" سردارے نے جلدی سے جواب دیا۔

"اوہ۔ وہ کوئی چال ہے' اطمینان رکھو' رومیل کو شکست دینا آسان کام نہیں ہے۔" بوڑھے نے سینہ تانتے ہوئے کہا۔

دونوں لڑکیاں ایک دم سنجیدہ ہو گئی تھیں۔ وہ سردارے کو گھور رہی تھیں۔ ایک نے میری طرف دیکھا تھا۔

"یقیناً" یہاں منٹگمری کی کوئی چال کامیاب نہیں ہو سکتی۔"

"ارے وہ حیثیت ہی کیا رکھتا ہے ——— میرے سامنے ——— کل کا لڑکا۔" بوڑھے نے

"ہاں پرسوں تک نیکر پہنے پھرتا تھا۔" سردارے بولا۔

"کیا پہنے پھرتا تھا۔" بوڑھا چونک کر بولا۔

"میرا مطلب ہے ہاف پینٹ ——— ہاف پینٹ" سردارے بولا۔

"مگر میں نے اسے کبھی ہاف پینٹ پہنے نہیں دیکھا۔"

"میں نے دیکھا ہے۔" سردارے نے کہا۔

"اچھا ———" اچانک بوڑھے نے رازدارانہ انداز میں کہا اور پھر سردارے کی طرف جھک کر کیسا لگتا تھا؟"

"بالکل بے کار ——— فضول ——— ہونہہ۔" سردارے نے منہ بنا کر کہا۔

"کیا بکواس ہے؟" بوڑھا اچانک بگڑ گیا۔

"پپا ——— پپا پلیز ——— اندر چلیے۔" لڑکیاں پھر آگے بڑھیں۔

"اوہ نہیں بے بی ——— رومیل کے قدم ہمیشہ آگے بڑھتے ہیں۔ تم ہمیں بزدلی کا طعنہ نہیں دے سکتیں۔"

"آگے بڑھیں جنرل ——— اتحادی فوجیں ہتھیار ڈال رہی ہیں۔" سردارے بولا۔

"کہاں ڈال رہی ہیں' جہاں بھی ڈالیں فوراً" اٹھالو۔" بوڑھا جلدی سے بولا۔

"مسٹر ——— کیا آپ بھی غلط پی گئے ہیں؟" ان میں سے ایک لڑکی تنک کر بولی۔

اب میں آگے بڑھا اور ان سب کے قریب پہنچ گیا۔

"آپ کے ساتھی بھی شاید ملاوٹ کی شراب پی گئے ہیں۔" وہی لڑکی مجھ سے بولی۔ "کیا مطلب؟"

"اوہ ——— آپ پپا کی حالت دیکھ رہے ہیں۔ دراصل اگر شراب میں کسی قسم کی ملاوٹ ہو تو یہی حال ہو جاتا ہے۔ کہیں سے غلط مل گئی۔" لڑکی پریشانی سے بولی۔

"اور اگر خالص پیتے ہیں تب؟" میں نے پوچھا۔

"کبھی نشہ نہیں ہوتا۔"

"کمال ہے۔" میں نے شانے اچکائے۔

"آپ کے ساتھی بھی بہک رہے ہیں۔ دونوں مل کر ہنگامہ نہ شروع کر دیں۔ براہ کرم پپا کو پکڑ کر خیمے میں پہنچانے میں ہماری مدد کریں۔"

"مگر یہ ان پر رومیل کا بھوت کیوں سوار ہو گیا ہے؟"

"اوہ۔ انہیں تاریخی کتابوں سے بہت دلچسپی ہے۔ پینے کے دوران العلمین کی تفصیل پڑھ رہے تھے"

"بہت خوب۔ لیکن کیا انہیں پکڑنا آسان ہو گا؟ خاصے قوی ہیکل ہیں۔"

"عام طور سے ہاتھاپائی نہیں کرتے' آپ کوشش تو کریں۔" لڑکی نے کہا اور میں نے سردارے کو آواز دی۔ تب بوڑھے نے چونک کر میری طرف دیکھا اور پھر وہ اچھل پڑا۔

"اتحادی جاسوس ——— کرنل اسے پکڑو۔ یہ اتحادی جاسوس ہے۔" اس نے سردارے سے کہا۔ پھر اپنی کمر ٹٹول کر بولا۔ "ارے میری سٹین گن کہاں گئی؟ ارے ارے ———"

"وہ کھڑی ہے۔" سردارے نے لڑکی کی طرف اشارہ کیا اور میرے ہونٹوں پر بے ساختہ مسکراہٹ پھیل گئی۔ لڑکیوں نے بھی اس کا جملہ سن لیا تھا لیکن ان پر کوئی رد عمل نہیں ہوا۔

"ارے۔ اسے پکڑو' یہ ہماری فوجوں کے راز لے جائے گا۔" بوڑھا روہانسی آواز میں بولا۔ "میں اسے گرفتار کر کے آپ کی چھاؤنی میں لیے چلتا ہوں جنرل! آپ بے فکر رہیں۔"

"ہاں شاباش۔ ہوشیاری سے' حملہ نہ کر دے۔ شاباش۔" خود بوڑھا پینترے بدلنے لگا اور سردارے میرے پاس پہنچ گیا۔

"آؤ استاد ——— گرفتار ہو جاؤ۔ عمدہ موقع ہے۔" اس نے کہا اور میری کمر سے ہاتھ لگا دیے۔"

"بزدار ——— چلو خیمے میں چلو۔" اس نے کہا اور میں آگے بڑھنے لگا۔ بوڑھا ہم دونوں کے پیچھے تھا اور اس کے پیچھے لڑکیاں۔ لیکن ان میں سے ایک کی شکل سے بے زاری ٹپک رہی تھی۔ یوں ہم ان کے خیمے میں داخل ہو گئے۔

خیمہ خاصا کشادہ تھا اور عمدہ سامان سے آراستہ تھا۔ جس سے اندازہ ہوتا تھا کہ وہ اچھی حیثیت کے مالک ہیں۔ بوڑھا ہمارے ساتھ اندر داخل ہو گیا۔ وہ گہری نگاہوں سے مجھے گھور رہا تھا پھر اس نے سردارے کو مخاطب کیا۔

"کرنل ———!"

"یس جنرل ———!" سردارے نے سیلوٹ مارا۔

"ہم اس سے اتحادی فوجوں کے راز معلوم کریں گے۔"

"ضرور کریں گے جنرل۔ کیا میں اس سے سوالات کروں۔"

"ہاں۔" جنرل نے حکم دیا۔

"اے نوجوان ——— تم جانتے ہو کہ تم کس کی قید میں ہو؟"

"نہیں ———" میں ہنس پڑا۔

"تو خوفزدہ ہو جاؤ تم جنرل رومیل کے قیدی ہو۔"

"اوہ۔" میں نے لڑکیوں کی طرف دیکھا۔ بے زار لڑکی بدستور خشک سی شکل بنائے بیٹھی تھی۔ دوسری لڑکی ہنس رہی تھی۔

"چنانچہ اب تمہیں اتحادی فوجوں کے راز اگلنے ہوں گے۔"

"میں تیار ہوں۔" میں نے بھی دلچسپی لیتے ہوئے کہا۔

"کیا میں اس سے سوالات کروں جنرل؟" سردارے نے پوچھا۔

"اجازت ہے۔" بوڑھے نے کہا۔

"تو اے اتحادی جاسوس ——— ہمیں بتاؤ کہ اتحادی فوجیں صبح کو ناشتے میں کیا کھاتی ہیں؟" سردارے نے پوچھا۔

"بھوسی ٹکڑے۔" میں نے جواب دیا۔

"کیا پیتی ہیں؟"

"ٹھنڈا پانی۔"

"پوائنٹ نوٹ کیا جائے جنرل!" سردارے نے سر جھکا کر کہا۔

"نوٹ کیا۔" بوڑھے نے متجسس انداز میں کہا۔

"پپا ـــــ!" دوسری لڑکی چیخ پڑی۔ "ہوش میں آئیں۔ آپ نے کیا تماشہ بنوا رکھا ہے۔"

"خاموش' خاموش۔ مفید معلومات حاصل ہو رہی ہیں۔" بوڑھے نے کہا اور پھر سردارے کو آنکھ اشارہ کیا۔ "سوال کرو کرنل! سوال کرو۔"

"پلیز ـــــ آپ لوگ ـــــ آپ لوگ پپا کا مذاق نہ اڑائیں۔" لڑکی براہ راست ہم سے بو اور پھر وہ دوسری لڑکی کی طرف رخ کر کے بولی "جین ـــــ تم پپا کو پلاؤ ـــــ ان کا سو جانا ضر ہے۔"

"اور نہ سوئے تو پھر وہ باقاعدہ جنگ شروع کر دیں گے۔" دوسری لڑکی ہنس پڑی۔

"تم ہنس رہی ہو؟" پہلی نے ملامت آمیز انداز میں کہا۔

"کیوں نہ ہنسوں ـــــ پپا خود اپنے مرض میں گرفتار ہیں۔" دوسری لڑکی نے کہا۔

"اونہہ ـــــ تب سب جہنم میں جاؤ۔" پہلی لڑکی نے کہا اور پیر پٹختی ہوئی خیمے سے باہر نکل گ سردارے نے آنکھ سے اشارہ کیا تھا۔ میں چند ساعت رکا اور پھر میں بھی باہر نکل آیا۔

"اپنے عقب میں میں نے بوڑھے کی بھرائی ہوئی آواز سنی تھی ـــــ "ارے ـــــ ارے نک گیا ـــــ نکل گیا۔"

بہر حال میں وہاں رکا نہیں۔ بہت بڑی کامیابی ہوئی تھی۔ غلام سیٹھ کا خیال تھا کہ میرا سوئٹزر لینڈ نکلنا ناممکن ہے۔ لیکن میں جس سکون سے نکل آیا تھا' مجھے اس پر حیرت تھی۔ اور اب ـــــ بہت سے کوئی تفریح نہیں کی تھی اس لیے ذہن پوری طرح تفریح کی طرف راغب تھا۔ اور لڑکیاں بری نہ تھیں بشرطیکہ کام بن جائے۔ باہر نکل کر میں نے اسے تلاش کیا خیمے سے زیادہ دور نہیں گئی تھی۔ میں اس طرف بڑھ گیا۔

"ہیلو ـــــ!" میں نے اسے مخاطب کیا۔

"جی ـــــ فرمائیے۔"

"غالباً" آپ ناراض ہو گئیں۔"

"آپ کو ـــــ آپ لوگوں کو میرے جذبات کا احساس ہی نہیں ہوا۔"

"اوہ' سوری ـــــ آپ کو تکلیف پہنچی ـــــ لیکن کس بات سے؟"

"وہ میرے پپا ہیں۔" لڑکی نے کہا۔

"یقیناً" ہیں۔"

"اب یہ ان کی کمزوری ہے کہ بعض اوقات بہک جاتے ہیں لیکن کسی بہکے ہوئے آدمی کو تفر ذریعہ بنانا کہاں کی شرافت ہے؟" لڑکی نے کہا۔

"واقعی آپ کے جذبات کو ٹھیس پہنچی ہو گی۔ لیکن آپ نے دیکھا ہو گا کہ میں ان لوگوں کے سا

شریک نہیں تھا۔ انہوں نے تو خود ہی مجھے گھسیٹ لیا تھا۔"

"ہاں جین بہت بدتمیز ہے۔"

"اور میرا ساتھی بھی بڑا احمق ہے۔ میں اسے ڈانٹوں گا۔"

"ارے نہیں۔ اب ڈانٹنے کی ضرورت نہیں ہے۔ پپا خود بھی تو تماشہ بن جاتے ہیں۔" اس نے نرم لہجہ میں کہا اور میں اسے غور سے دیکھنے لگا۔

"جیسی آپ کی مرضی۔" میں نے ایک گہری سانس لے کر کہا۔

"آپ کا خیمہ کہاں ہے؟" اس نے پوچھا۔

"یہ آپ کے بالکل برابر۔"

"اوہ' تب تو آپ ہمارے پڑوسی ہیں۔" وہ مسکرائی۔

"ہاں۔"

"اور کون کون ہے آپ کے خیمے میں؟"

"بس ہم دونوں ہی ہیں۔"

"وہ آپ کا دوست ہے؟"

"ہاں۔"

"کیا نام ہے آپ کا؟" لڑکی اب کھل گئی تھی اور کسی حد تک بے تکلف ہو رہی تھی۔

"ایڈورڈ۔" میں نے فوراً جواب دیا۔

"اور آپ کے ساتھی کا؟"

"وہ مائیکل ہے۔ ویسے اپنے نام الٹے سیدھے بتاتا رہتا ہے۔ اسے جنون ہے۔"

"دلچسپ ہے' مگر مجھے پپا کا مذاق اڑانے والے بالکل پسند نہیں آتے۔ ارے ہاں' میرا نام جولیا ہے اور میری بہن کا نام جین ہے۔ پپا جانوروں کے مشہور ڈاکٹر ہیں۔ مسٹر جیوٹ۔ شاید آپ نے ان کا نام سنا ہو۔"

"بڑی خوشی ہوئی آپ لوگوں سے مل کر۔"

"شکریہ۔"

"آپ لوگ ـــــ میرا مطلب ہے آپ صرف تین ہیں؟"

"زیادہ تھے۔ گریج کو وینس میں کچھ کام یاد آ گئے تھے۔ وہ وہاں رک گیا۔"

"گریج کون ہے؟"

"میرا بھائی ـــــ بس ہم چاروں سیاحت کے لیے نکلے تھے۔ اب فرانس واپس جا رہے ہیں۔"

"اوہ' آپ فرنچ ہیں؟"

"نہیں ـــــ برٹش ـــــ مگر فرانس میں رہتے ہیں۔"

"خوب۔ آپ سے مل کر واقعی خوشی ہوئی مس جولیا۔"

"آپ تو ہمارے پڑوسی ہیں' ملتے رہیں۔"

"یقیناً" اگر آپ پسند کریں۔"

"نہیں ـــــ میں آپ کو پسند کرنے لگی ہوں۔ نرم مزاج اور نرم گفتار لوگ مجھے بہت پسند ہیں۔ جارج بھی ٹھنڈی اور نرم طبیعت کا انسان تھا۔ بس صرف اسی لیے اس کی طرف متوجہ ہوئی تھی۔ ورنہ اس

کی صورت کنگارو سے ملتی جلتی تھی۔"

"جارج کون تھا؟"

"میرا دوست۔ لوگوں کا خیال تھا کہ ہم ایک دوسرے سے محبت کرتے ہیں۔ مگر لوگوں کا خیال غلط تھا جارج نے اپنی محبوبہ سے شادی کر لی اور مجھے کوئی اعتراض نہ ہوا۔" لڑکی نے کہا اور میں گردن ہلانے لگا۔

"آپ شادی شدہ ہیں مسٹر ایڈورڈ؟"

"نہیں۔"

"اور آپ کا ساتھی؟"

"وہ بھی ازلی کنوارہ ہے۔" میں نے جواب دیا اور وہ مسکرانے لگی۔ پھر سنجیدہ ہو کر بولی۔

"آپ بھی سیاح ہیں؟"

"ہاں۔"

"کہاں کہاں کی سیر کی آپ نے؟" اس نے پوچھا اور میں اسے اپنی تفریحات کے بارے میں بتانے لگا۔ پھر میں نے اسے اپنے خیمے میں چلنے کی پیش کش کی اور وہ بے تکلفی سے میرے خیمے میں آ گئی۔ "بیٹھئے" میں نے کہا اور وہ بیٹھ گئی۔ اس کے بعد دنیا جہان کے قصے ہوئے۔ ایشیا کی باتیں وینس کی آبی سڑکوں کا ذکر، پیرس کے گنڈولے اور نہ جانے کہاں کہاں کے ذکر۔ وہ بے حد باتونی تھی۔ اسے بیٹھے ہوئے کئی گھنٹے گزر گئے۔ اس نے اپنے بارے میں بھی تفصیل بتائی۔ مسٹر جیوٹ سیاحت پسند تھے۔ لیکن فارغ البال نہیں تھے اس لیے جب بھی کچھ رقم جمع ہو جاتی، اپنے بال بچوں کے ساتھ کوئی تفریحی پروگرام بنا لیتے اور جب مال ختم ہونے لگتا تو خیر سے گھر لوٹ جاتے تھے دونوں لڑکیاں اور لڑکا بھی اسی کی طرح تفریح پسند تھے۔

"مسٹر گریج وینس میں کیوں رک گئے؟"

"اس نے کہا تھا کہ اسے کام ہے۔ مگر میں اس کا کام خوب جانتی ہوں۔" وہ مسکرا کر بولی۔ "کیا مطلب؟"

"بس ایک لڑکی تھی۔ اس کا دل اس سے نہیں بھرا۔"

"اوہ۔" میں نے ایک گہری سانس لی۔ "آپ کا کوئی بوائے فرینڈ یہاں نہیں ہے مس جولیا؟"

"کوئی بھی نہیں ہے۔" اس نے عجیب سے لہجے میں کہا۔

"اگر آپ میری معیت قبول کریں تو ——"

"ہاں آپ اچھے انسان ہیں۔ مجھے نرم گفتار لوگ بہت پسند آتے ہیں۔" اس نے کہا۔ "بہت بہت شکریہ۔"

"آپ نے یہاں کی سیر کی مسٹر ایڈورڈ؟" اس نے پوچھا۔

"ابھی نہیں —— ہم آج ہی یہاں پہنچے ہیں۔"

"اوہ۔ یہ چھوٹا سا قصبہ بہت خوبصورت ہے۔ ہم دونوں یہاں کی سیر کریں گے۔"

"مجھے بے حد خوشی ہوگی۔"

"تو پھر ہماری دوستی طے؟" اس نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"بالکل طے ——" میں نے اس کی طرف ہاتھ بڑھایا اور اس نے اپنا نرم و نازک ہاتھ میرے ہاتھ میں دے دیا۔ میں نے پہلے قدم کے طور پر اس کا ہاتھ چوم لیا اور وہ مسکرا کر رہ گئی۔

پھر میں اس کے ساتھ خیمے سے نکل آیا۔ باہر قدم رکھا ہی تھا کہ سردارے جین کے ساتھ نظر آیا۔ دونوں بے تکلفی سے ہنستے ہوئے آ رہے تھے۔ ہمیں دیکھ کر رک گئے۔ سردارے نے مسکراتے ہوئے مجھے آنکھ ماری تھی۔ میں بھی مسکرا دیا۔

"اوہ جین —— یہاں آؤ۔" جولیا نے اسے آواز دی۔

"اوہ ڈیئر جولیا —— یہ مسٹر جون تو بڑے ہی دلچسپ آدمی ہیں۔" جین ہنستی ہوئی ہمارے قریب آ گئی۔

"مسٹر جون!" جولیا نے تعجب سے پوچھا۔

"ہاں مائیکل جون۔" میں نے جواب دیا۔

"اوہ" جولیا نے گردن ہلا دی "ہاں جین —— یہ لوگ بہت عمدہ ہیں۔ مگر پپا ——؟"

"سو گئے بہت دیر ہوئی سو گئے۔" جین نے جواب دیا۔

"یہ بہت اچھا ہوا۔ یوں بھی پپا کو پینے کے بعد سو جانا چاہئے۔ اب ان سے زیادہ وہسکی برداشت نہیں ہوتی اور جب وہ پینے بیٹھتے ہیں تو انہیں جوانی یاد آ جاتی ہے۔" جولیا نے کہا۔

اور پھر اس نے ہماری طرف دیکھتے ہوئے کہا "اچھا اب اجازت 'شام کو ملاقات ہوگی۔"

"اوکے۔" میں نے کہا اور جولیا جین کے ساتھ خیمے میں چلی گئی۔ سردارے نے میری طرف دیکھا اور ہنس پڑا۔

"کیوں؟"

"میرا نام مائیکل بتایا تھا استاد؟"

"ہاں"

"چلو کوئی بات نہیں ہے۔ یہی اچھا ہے کہ اس نے مجھ سے تمہارا نام نہیں پوچھا۔"

"جین نے؟"

"ہاں"

"میرا نام ایڈورڈ ہے۔"

"خوب ہے۔ اور جین بھی خوب ہے۔ بڑی بے تکلف لڑکی ہے استاد۔ مگر بری نہیں ہے۔"

"کچھ بات بنی؟"

"کچھ کیا حیثیت رکھتا ہے، بہت کچھ کہو استاد۔ اس نے کھل کر اپنی پسند کا اظہار کر دیا۔ ویسے بھی یہ مغربی لڑکیاں بڑی بے تکلف ہوتی ہیں۔"

"چلو ٹھیک ہے۔" میں نے گہری سانس لی۔

"تمہاری پوزیشن بھی خراب نہیں ہوگی استاد۔ ایمانداری سے بتا دو۔"

"بس ایک حد تک ٹھیک ہے۔ دراصل یہ لوگ ان آوارہ گردوں میں سے نہیں ہیں جو دنیا بھول جاتے ہیں۔"

"ہاں یہ تو درست ہے۔" سردارے نے گردن ہلاتے ہوئے کہا اور پھر مسکرا کر بولا "ایک بات بتاؤں استاد ——؟"

"بڑے میاں کے لیے شراب خریدنا ہوگی۔ عجیب و غریب شے ہیں۔ پیتے ہیں تو نشہ ہو جاتا ہے سونے کے بعد جاگتے ہیں تو ایسا لگتا ہے جیسے برسوں سے نہیں پی ہو۔ اگر شام تک جاگ گئے تو پھر اس وقت تک نہیں سوئیں گے جب تک دوبارہ خوب نشہ نہ ہو جائے۔ چنانچہ میرا خیال ہے ان کے لیے شراب کا بندوبست کرلیا جائے۔"

"کیا حرج ہے۔ یہ باتیں تمہیں جین نے بتائی ہیں؟"

"ہاں"

"ویسے کس ٹائپ کی ہے؟"

"ٹھیک ہی ہے استاد ــــ اب ہم یہ سوچیں کہ انہیں بہکانے والے پہلے مرد ہم ہی ہوں گے تو میرے خیال میں یہ حماقت کی بات ہے۔"

"ہاں۔ ان کا کلچر ان باتوں کو اہمیت نہیں دیتا۔ وجہ یہ بھی ہے۔"

شام ہوگئی۔ ہم لوگوں نے کئی پروگرام بنائے۔ پھر کیمپنگ بازار کی سیر کو نکل گئے۔ حالانکہ چھوٹا سا قصبہ تھا۔ لیکن کیمپنگ کا بازار ضروریات کی ساری چیزوں سے آراستہ تھا اور یہ چیزیں انتہائی معیاری تھیں۔ ہم نے کھانے پینے کی چیزیں خریدیں۔ اعلیٰ قسم کی شراب خریدی اور واپس آگئے۔ اور پھر شام ہوگئی جین اور جولیا نظر نہیں آئی تھیں۔ لیکن سورج ڈوباہی تھا کہ ہم نے مسٹر جیوٹ کو خیمے سے باہر نکلتے ہوئے دیکھا۔ اس وقت وہ نارمل تھا۔ ہمیں دیکھ کر ٹھٹک گیا۔

"ہیلو ــــ!" اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"ہیلو ــ مسٹر جیوٹ!"

"اوہ' تو میرا خیال درست ہے ہم لوگ شناسا ہیں۔" اس نے کہا۔

"کیا آپ ہمیں بھول گئے' مسٹر جیوٹ؟" میں نے کہا۔

"یادداشت کی کمزوری کا مریض ہوں۔ محسوس مت کرنا۔ ذہن کے پردے پر تمہاری تصویر موجود ہے لیکن یاد نہیں آرہا ہے کہاں ملاقات ہوئی تھی۔" جیوٹ نے معذرت آمیز انداز میں کہا۔

"اوہ' مسٹر جیوٹ ــــ میرا خیال ہے یہ زیادہ پرانی بات نہیں ہے۔ بس آج صبح اس وقت ہماری ملاقات ہوئی تھی' جب آپ جنرل رومیل تھے اور منٹگمری کے خلاف محاذ آرائی کر رہے تھے۔"

"اوہو" جیوٹ کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ "تب تو میں قصوروار نہیں ہوں۔ ایسی حالت میں تمہاری شکل تو میرے ذہن میں محفوظ رہ سکتی ہے' تفصیلی تعارف کہاں؟ ایک جنرل کے کندھوں پر تو بہت بار ہوتا ہے۔"

"یقیناً' یقیناً" ہم نے ہنستے ہوئے کہا۔ جیوٹ بھی ہماری ہنسی میں شریک ہوگیا تھا۔

"میری لڑکیوں نے تمہارے بارے میں بتایا تھا۔ دراصل شراب میں اگر ملاوٹ ہو تو ــــ مجھے نشہ ہو جاتا ہے۔ میں خالص پینے کا عادی ہوں۔"

"اور یہاں میرے خیال میں باقاعدہ ملاوٹ ہوتی ہے۔"

"یقیناً' یقیناً"

"آج شام اگر پسند کریں مسٹر جیوٹ تو ہمارے ساتھ کھانا کھائیں۔"

"ارے اس تکلیف کی کیا ضرورت ہے۔" مسٹر جیوٹ نے تکلف سے ہنستے ہوئے کہا۔

"تکلیف تو بالکل نہیں ہوگی۔ کھانے پینے کی چیزیں بازار کی ہوں گی۔"

"وہ تو ٹھیک ہے لیکن ــــ"

"اگر آپ انکار کریں گے تو ہمیں دکھ ہوگا۔ یوں بھی ہم آپ کے پڑوسی ہیں۔"

"نہیں بھئی نہیں۔ ایک بار انکار تو میں نے تکلف میں کیا ہے ورنہ دل سے میں پہلے ہی تمہاری دعوت قبول کرچکا ہوں۔" جیوٹ نے ہنستے ہوئے کہا اور ہم بھی ہنسنے لگے۔

بہرحال سرِشام ہی جیوٹ ہمارے پاس پہنچ گیا ــــ دونوں لڑکیاں عمدہ لباسوں میں اس کے ساتھ تھیں۔

"آپ نے دعوت دینے میں بہت جلدی کردی مسٹر ایڈورڈ۔"

"میں ہر کام میں جلدی کا عادی ہوں۔ مسٹر جیوٹ۔" میں نے معنی خیز انداز میں کہا۔ "خیر بری بات نہیں ہے۔" جولیا ہنستے ہوئے بولی۔

"اور آپ مسٹر جون ــــ؟" جین نے پوچھا۔

"ہماری دوستی یکساں فطرت کا نتیجہ ہے۔" سردارے نے جواب دیا۔

"یقیناً' بہترین دوست وہی ہوتے ہیں جو یکساں طبیعت رکھتے ہوں۔" جیوٹ نے کہا ــــ اور پھر رسمی گفتگو ہونے لگی۔ نہ جانے کہاں کہاں کی۔ سب دلچسپی لے رہے تھے۔ دفعتاً جیوٹ چونک کر بولا۔

"اوہ بے بی! کیا تم لوگ آج میوزک ہوم نہیں جاؤ گی؟"

"کیوں نہیں پپا ــــ آج تو وہاں ڈریکر کا پروگرام ہے۔" جولیا چونک کر بولی۔

"میوزک ہوم؟" میں نے سوالیہ انداز میں پوچھا۔

"ہاں کیمپنگ میں ہی ہے۔ بڑے عمدہ پروگرام ہوتے ہیں۔ ڈریکر ایک عمدہ میوزیشن ہے۔ اس کی انگلیوں میں جادو ہے۔"

"کیا بجاتا ہے؟" میں نے پوچھا۔

"گٹار ــــ مگر اپنا ثانی نہیں رکھتا۔ کیا تمہیں موسیقی سے دلچسپی ہے؟"

"کیوں نہیں۔"

"تب ٹھیک ہے۔ کھانے کے بعد ہم میوزک ہوم چلیں گے۔"

"ہاں' آپ ہماری طرف سے روح کی غذا کی دعوت قبول کریں۔" جین نے کہا۔ "ٹھیک ہے ضرور ــــ میرا خیال ہے اب ہم معدے کی غذا کا بندوبست کریں۔" میں نے کہا اور سردارے اٹھ کھڑا ہوا۔

"اوہ مسٹر جون! میں آپ کی مدد کروں؟" جین بولی۔

"میں شکر گزار ہوں گا۔" سردارے نے کہا پھر جین اور سردارے نے ڈبوں کی خوراک کو صحیح شکل دی۔ ہم نے زبردست خریداری کی تھی۔ وہ لوگ مرعوب نظر آنے لگے۔ اور پھر شراب کی بوتلیں دیکھ کر تو مسٹر جیوٹ کی باچھیں کھل گئیں۔ ہم نے بوتلیں ان کے سامنے سجا دیں۔ اور بلاشبہ جیوٹ بے پناہ پینے والوں میں تھا۔ ہلکی شراب کے چند پیگ لڑکیوں نے بھی لیے لیکن جیوٹ تو طرح طرح سے پی رہا تھا۔

"پپا ــــ بس کریں پپا۔" لڑکیاں بولیں۔

"نشہ ہو جائے تو گولی مار دینا۔ میرے خیال میں خالص ہے۔ دیکھو مزہ ہی بدلا ہوا ہے۔" جیوٹ نے کہا

اور ہم چونک پڑے۔ سردارے نے میری شکل دیکھی تھی اور بات کچھ ٹھیک ہی نظر آرہی تھی۔ جیوٹ کے کسی انداز سے پتہ نہیں چلتا تھا کہ وہ اتنی شراب پی چکا ہے۔ پھر کھانے کا دور شروع ہوا اور جیوٹ نے کافی خوش خوراکی کا مظاہرہ کیا۔

"ہم بظاہر خوش تھے۔ لیکن دل ہی دل میں اس اصلی شراب کو کوس رہے تھے۔ جس نے ہماری امیدوں پر پانی پھیر دیا تھا۔ کھانے کے بعد بھی مسٹر جیوٹ خوش و خرم تھے۔"

"بھئی اس عمدہ دعوت کا شکریہ۔ میرے خیال میں اب میوزک ہوم کا رخ کیا جائے۔"

"جو آپ پسند کریں۔" سردارے نے کہا۔

اور تھوڑی دیر کے بعد ہم میوزک ہوم چل پڑے۔ کیمپنگ کے دوسرے سرے پر ایک خوبصورت عمارت تھی۔ انتہائی جدید طرز سے بنائی گئی تھی۔ اندر سے موسیقی کی مدھر آوازیں آرہی تھیں۔ جین نے ٹکٹ لیے خاصے مہنگے ٹکٹ تھے۔ اور ہم اندر پہنچ گئے۔ اندر کا ماحول دیکھ کر میں نے گہری سانس لی۔ چرس اور دوسری منشیات کی بو موجود تھی۔ متمول قسم کے آوارہ گرد یہاں موجود تھے۔ ظاہر ہے یہ انہی لوگوں کی جگہ تھی۔ لیکن بہرحال یہاں کا معیار بلند تھا اور ایک انداز میں یہ جگہ سوبیستا کی طرح تھی۔ ہمیں ہماری سیٹوں پر پہنچا دیا گیا۔

اور ہم بیٹھ گئے۔ سردارے میرے ساتھ تھا۔

"استاد!" اس نے اداس لہجے میں کہا۔

"ہوں" میں آہستہ سے بولا۔

"لعنت ہے اس خالص شراب پر۔"

"بدقسمتی پیارے۔" میں نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

"خیر کل سہی۔ نہ اس سالے کو خالص سپرٹ پلائی ــــــ تو سردارے نام نہیں۔"

"ہاں، غلطی ہوگئی سردارے۔"

"اب یہاں بور ہوں گے۔"

"اور برداشت کرو آج رات ــــــ کل انہیں لے کر سیر کرنے چلیں گے۔ میں نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر تسلی دی اور سردارے خاموش ہوگیا۔ لڑکیاں اور بوڑھا بھی ہمارے ساتھ سیٹوں پر بیٹھ گئے تھے۔ ہال میں منشیات کی بو چکرا رہی تھی۔ دفعتاً سردارے نے جھک کر جیوٹ سے پوچھا۔

"آپ ان چیزوں میں سے کسی چیز سے شغل نہیں کرتے مسٹر جیوٹ!"

"یعنی؟" جیوٹ نے تشریح چاہی۔

"میرا مطلب چرس وغیرہ سے ہے۔"

"اوہ نہیں، ساری زندگی میں نے شراب کے علاوہ اور کسی چیز سے دلچسپی نہیں لی۔ کیوں ــــــ اگر تم لوگ شوق رکھتے ہو تو مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے۔ کیوں لڑکیو ــــــ؟" اس نے دونوں لڑکیوں کی طرف دیکھ کر کہا۔

"ہاں، ہاں کیا حرج ہے؟" لڑکیوں نے جواب دیا۔

"نہیں۔ ہم بھی شوق نہیں رکھتے۔" میں نے کہا۔

"تو پھر شراب سہی۔" سردارے پھر بول اٹھا۔ "آہ۔ اب نہیں۔ اگر خالص نہ پیتا تو ٹھیک تھا پھر کچھ بھی مل جاتا۔ لیکن اب اس کا لطف بھی جاتا رہے گا۔ میرا دعویٰ ہے کہ اس جگہ آج تک کسی نے خالص نہ پی ہوگی۔" مسٹر جیوٹ نے جواب دیا۔ سردارے ٹھنڈی سانس لے کر خاموش ہوگیا۔ میں سمجھ گیا تھا کہ اس نے آخری کوشش اور کی تھی اور بالآخر اس میں بھی ناکام ہوگیا تھا۔ چنانچہ اب وہ تن بہ تقدیر ہو کر بیٹھ گیا۔

بوڑھا جیوٹ دنیا جہان کی باتیں کر رہا تھا۔ اور ہماری نگاہیں ہال میں بھٹک رہی تھیں۔ تفریح کے لیے عمدہ جگہ تھی۔ لڑکیاں ساتھ نہ ہوتیں تو باآسانی دوسری لڑکیاں مل سکتی تھیں۔ جرمن لڑکیاں یوں بھی خاصی زندہ دل ہوتی ہیں۔ بہرحال اب تو یہ لوگ ساتھ تھے۔ یہ رات تو یونہی گزارنی تھی۔ پھر پروگرام شروع ہو گئے ان میں چھوٹے چھوٹے رقص کے پروگرام بھی تھے۔

اور پھر کمر تک لمبے بالوں والا بانس نما ڈریکر سامنے آگیا۔ اس کے ہاتھوں میں گٹار تھا۔ سیاہ رنگ کا غلاف اس نے بدن پر چڑھا رکھا تھا۔ گلے میں موٹے موٹے موتیوں کے ڈھیر لٹکے ہوئے تھے۔ لمبی سیاہ داڑھی اور لمبے لمبے بالوں نے اسے عجیب بنا دیا تھا۔ چہرے پر ایسے تاثرات تھے جیسے وہ کوئی بہت بڑا روحانی پیشوا ہو اور دنیا کو سکون و اطمینان بخشنے آیا ہو۔

ہال میں تالیاں گونج اٹھیں اور ڈریکر نے سر کو خفیف سی جنبش دی۔ پھر وہ پینترہ بدل کر پیچھے ہٹ گیا اور پھر گٹار کے تاروں پر تیزی سے اس کی انگلیاں چلنے لگیں۔ ایک گت ابھری اور خاموش ہوگئی تالیاں پھر گونج اٹھی تھیں۔

"یہ کیا کر رہا ہے؟" میں نے جھک کر جولیا سے پوچھا۔

"اوہ ــــــ اوہ عظیم ہے ڈریکر۔ وہ گٹار کا بادشاہ ہے۔ تم ابھی دیکھنا کیا ہوگا۔ ہال میں لوگ مست ہو جائیں گے۔" جولیا جذباتی انداز میں بولی۔

"تمہیں بہت پسند ہے گٹار؟" میں نے پوچھا۔

"ہاں۔ اگر وہ ڈریکر کے ہاتھ میں ہو تو نہ جانے کیا سے کیا بن جاتا ہے۔" جولیا نے جواب دیا۔ میں خاموش ہوگیا۔ تالیوں کا طوفان ختم ہوا تو ڈریکر پھر آگے بڑھا اور اس نے لوگوں کی طرف دیکھا اور پھر مخنثی آواز میں بولا۔

"سکون تلاش کرنے والو ــــــ میں تمہارے لیے آسمان سے اترا ہوں۔ جب بے چینی چاروں طرف سے تمہیں گھیرے میں لے لے۔ جب تمہارے دل ڈوبتے ابھرتے بے منزل بھٹک رہے ہوں۔ جب لولیاں دور نہ ہوں تو میرے پاس آجایا کرو۔ آسمانوں سے میں تمہارے لیے کچھ لایا ہوں۔ ہاں دیکھو۔ سکون کا یہ تحفہ صرف تمہارے لیے لایا ہوں۔ تم ان بے حقیقت تاروں کو دیکھو گے ــــــ سوچو گے کہ ان میں کیا ہے۔ یہ سکون کا خزینہ کیسے ہو سکتے ہیں۔ لیکن ابھی تم انہیں نہ پہچان سکو گے۔ آؤ ــــــ میں تمہیں ان سے روشناس کراؤں آؤ میرے ساتھ۔ میرے پیچھے پیچھے سکون کی وادیوں کی طرف ــــــ آؤ پیچھے پیچھے میرے پیچھے پیچھے۔" اور اس کے ساتھ ہی اس کے ہاتھ گٹار پر رقص کرنے لگے۔ دھیمی دھیمی آوازیں۔ لوگوں کے پاؤں تال دینے لگے۔ میں اس کی فنی مہارت پر غور کر رہا تھا۔

اچھا بجا لیتا تھا لیکن مجھ سے اچھا نہیں۔ میں اس سے کہیں اچھا بجا لیتا تھا۔ اور سردارے میری طرف جھکا۔ "استاد!"

"ہوں۔"

"کیا خیال ہے۔ کیا اس کا چیلنج قبول نہیں کرو گے؟" اس نے اردو میں کہا۔ "کیا کریں گے

سردارے؟"

"ان لڑکیوں پر رعب پڑے گا۔ خاصی متاثر معلوم ہوتی ہیں اس لال بیگ سے۔ کمبخت کاکروچ معلوم ہوتا ہے۔" اور میں ہنسنے لگا۔ سردارے خواہ مخواہ اس پر تاؤ کھا رہا تھا۔ رہی لڑکیوں پر رعب ڈالنے کی بات رعب تو پہلے ان پر پڑ چکا تھا۔ بہر حال سردارے کی یہ خواہش بھی فطری تھی۔ اور پھر چونکہ آج کل تفریح رہی تھی اس لیے کیا حرج تھا۔

"کیا کہہ رہے ہیں مسٹر جون؟" جولیا نے پوچھا۔

"پسندیدگی کا اظہار کر رہے ہیں۔ بے شک ڈریکر ایک عظیم آرٹسٹ ہے۔"

"افوہ ـــــ گٹار اس کے ہاتھوں نہ جانے کیا بن جاتا ہے۔ دیکھو ـــــ سنو ـــــ آہ سنو۔" جولیا سر پٹختے ہوئے بولی۔ وہ بری طرح مست ہو رہی تھی یہی کیفیت جین کی بھی تھی۔ بوڑھا البتہ ساکت تھا۔

دفعتاً" سردارے کی نگاہ اپنے بائیں جانب اٹھ گئی۔ بائیں سمت کی کرسیوں پر دو جوڑے بیٹھے ہوئے تھے۔ عمدہ لباسوں میں تھے لیکن بال اور داڑھیاں بڑھی ہوئی تھیں۔ وہ بھی پوری طرح ڈریکر میں متوجہ تھے۔ لیکن سردارے نے شاید ان کے نزدیک رکھے ہوئے گٹار کو دیکھ لیا تھا۔ ایک عمدہ اور قیمتی گٹار ان کے پاس رکھا ہوا تھا۔ "استاد!" وہ آہستہ سے بولا۔

"ہوں۔"

"اٹھا لاؤں؟"

"رک جا یار ـــــ!"

"ہو گی ضرور استاد۔"

"ہو جائے گی۔" میں نے جواب دیا۔

"زندہ باد ـــــ" سردارے خوش ہو کر بولا۔ دوسری طرف سارنگی نما ڈریکر جھوم جھوم کر گٹار بجا رہا تھا۔ بے شک ماہر تھا اور خوب بجا رہا تھا۔ لیکن یکساں انداز تھا۔ کوئی ندرت نہیں تھی۔ لوگ اسی پر دھن رہے تھے۔ اور پھر نغمہ ختم ہو گیا۔ تالیوں کا طوفان اٹھ آیا تھا۔ لڑکیاں اور نوجوان حلق پھاڑ پھاڑ کر داد دے رہے تھے۔

"کیا خیال ہے ایڈورڈ؟" جولیا نے میری طرف جھک کر پوچھا۔

"بے حد خوبصورت ـــــ" میں نے کہا۔

"جادو ہے اس کی انگلیوں میں ـــــ جادو ـــــ"

"کس کی بات کر رہی ہو؟"

"ڈریکر کی۔"

"اوہ میں تمہارے بارے میں کہہ رہا تھا۔"

"میرے بارے میں کیا کہہ رہے تھے؟" وہ حیرت سے بولی۔

"بہت خوبصورت ہو۔" میں نے فوراً" جواب دیا۔

"اور شرارت ہو رہی ہے۔ میں ڈریکر کے نغمے کے بارے میں کہہ رہی تھی۔"

"بے شک وہ اچھا آرٹسٹ ہے لیکن میری نگاہوں میں کوئی حیثیت نہیں رکھتا۔ تم اگر کہو تو

لیے ایسے ویسے ہزاروں نغمے لے آؤں۔"

"اوہ ایڈورڈ۔ پلیز شرارت نہیں۔ میں اس کے لیے بہت جذباتی ہوں۔" جولیا بولی۔ "ڈریکر کے

"ہاں۔ وہ سچ مچ فرشتہ ہے۔ ایسے نغمے ذہن سے تو نہیں ابھرتے؟"

"پھر کہاں سے آتے ہیں؟"

"آسمان سے۔ نیلے بادلوں کی بے پناہ وسعتوں سے۔ افسوس لگتا ہے جیسے تمہیں موسیقی سے کوئی لگاؤ ہے۔"

"ہاں میرے خیال میں وہ کوئی آفاقی فنکار نہیں ہے۔"

"تو یوں کہو' وہ تمہاری سمجھ میں نہیں آیا۔" جولیا نے کہا۔

"بس ایک میوزیشن ہے' اس کے علاوہ اور کیا ہے؟" میں نے لاپرواہی سے کہا۔ "براہ کرم مجھے غصہ دلاؤ۔ تمہیں میرے جذبات کا خیال رکھنا چاہیے۔" جولیا ناخوشگوار لہجے میں بولی۔

"میں یہاں زیادہ دیر تک نہیں رک سکوں گا۔ میرا خیال تھا کہ شاید وہ سچ مچ کوئی آرٹسٹ ہے۔ ایسے بقار تو ہمارے یہاں سڑکوں پر گٹار بجا بجا کر بھیک مانگتے ہیں۔"

"اوہ یو ـــــ" جولیا غرائی' مجھے گھورتی رہی اور پھر اٹھ گئی۔ دوسرے لوگ چونک پڑے تھے۔

"بے بی؟" بوڑھے نے چونک کر پوچھا۔

"پپا ـــــ میں یہاں نہیں بیٹھ سکتی۔" اس نے کہا۔

"ارے کیوں' کیوں؟" بوڑھے نے تعجب سے کہا۔

"مسٹر ایڈورڈ مسلسل اس کی توہین کیے جا رہے ہیں۔"

"کس کی؟" بوڑھے نے حیرت سے پوچھا۔ سردارے اور جین بھی ہماری طرف متوجہ ہو گئے تھے۔

"یکر کی۔ پپا! کیا وہ آسمان سے نہیں اترا؟ کیا وہ فرشتہ نہیں ہے؟"

"توبہ کریں مس جولیا! کیا فرشتے ایسی منحوس شکل کے ہوتے ہیں؟ کیا وہ اس کی طرح یرقان کے مریض ہوتے ہیں؟ آپ بھی بندوق کو فرشتہ کہہ رہی ہیں!" سردارے بول اٹھا۔ "میں معذرت خواہ ہوں۔ آپ بدذوق لوگوں سے میں کوئی راہ و رسم نہیں رکھنا چاہتی۔" جولیا نے کہا۔ "اوہو ـــــ تو پھر آپ کہاں رہی ہیں ـــــ میں ہی اٹھ جاتا ہوں۔" میں نے کہا اور میں بھی کرسی سے اٹھ گیا۔

"ارے' ارے تم دونوں تو سنجیدہ ہو گئے۔"

"جانے دو پپا! جو لوگ طبیعت سے میل نہیں کھاتے' ان سے راہ و رسم رکھنے سے فائدہ؟" جولیا دوبارہ بیٹھ گئی۔

"اچھا خدا حافظ!" میں نے کہا اور سردارے بھی اٹھ گیا۔

"گڈ بائی مس جین!"

"ارے تم تو بیٹھو ـــــ میں نے تو تمہیں کچھ نہیں کہا ہے۔" جین جلدی سے بولی۔ "میرا ساتھی میرے بدن کا آدھا حصہ ہے۔" سردارے نے کہا۔

"نہیں نہیں ـــــ تم بیٹھو مائیکل جون۔" میں نے سردارے کو آنکھ مار دی۔ "میں ابھی یہاں سے نکل جا رہا' برابر کی کسی سیٹ پر بیٹھ جاتا ہوں۔" سردارے نے میری شکل دیکھی اور پھر بیٹھ گیا۔ جولیا نفرت

آمیز انداز میں مجھے گھور رہی تھی۔ میں اس بوڑھے کی میز کی طرف بڑھ گیا۔ جسے میں نے اور سم دیکھا تھا اور پھر ایک کرسی گھسیٹ کر میں نے ان کے قریب کی اور وہ دونوں چونک پڑے۔ "میں چاہتا ہوں!" میں نے کہا۔

"بیٹھو——— کیا بات ہے؟" ان میں سے ایک مرد نے کہا اور میں بیٹھ گیا۔

"اس فنکار کے بارے میں میں آپ کی رائے جاننا چاہتا ہوں۔"

ڈریکر کے بارے میں؟" مرد نے پوچھا۔

"ہاں!"

عمدہ فنکار ہے لیکن کوئی آفاقی حیثیت نہیں رکھتا۔" اس نے جواب دیا اور میں نے گرم جوشی ہاتھ پکڑ لیا۔

"کیا تمہارا ہاتھ چوم لوں؟"

"کیوں؟" مرد نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"اپنے ساتھیوں کو میرا بھی یہی جواب تھا لیکن انہوں نے مجھ سے اس قدر اختلاف کیا کہ برا مان مجھے یہاں سے اٹھنا پڑا۔"

"نہیں اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ وہ فن میں اپنا ثانی نہیں رکھتا لیکن ایسی کوئی بات نہیں۔ میں اس جیسے دوسرے فنکار ہی نہ ہوں۔" مرد نے جواب دیا۔

"آپ کی رائے اس لیے مستند ہے کہ آپ کے پاس گٹار موجود ہے۔" میں نے کہا۔ "ہاں یہ ساتھی کا گٹار ہے۔ میرا ساتھ دنیا کے کئی ملکوں میں اپنے فن کی داد وصول کر چکا ہے۔"

"اوہ پھر وہ ڈریکر کا بھرم کیوں نہیں توڑ دیتا؟"

"نہیں میرے دوست۔ ڈریکر بلاشبہ اپنے فن کا بادشاہ ہے۔ ایک فنکار کی حیثیت سے میں اعتراف کرتا ہوں۔" دوسرے نوجوان نے کہا اور خاموش ہو گیا۔ ڈریکر کا نغمہ بھی خاموش ہو گیا تھا لوگوں کی تالیاں گونج اٹھیں۔ کان پڑی آواز نہیں سنائی دے رہی تھی۔ تب ڈریکر نے دونوں ہاتھ اٹھا لوگ خاموش ہو گئے۔ "اداس دلوں کیلئے میرے پاس کیا کیا ہے——— بولو——— کیسے کیا ہے——— آؤ——— دوا لے لو——— کہ میرے پاس اس گٹار کے سوا کچھ نہیں ہے——— گٹار زندہ ہے۔ اس کے تاروں میں زندگی دوڑ رہی ہے۔ دیکھو۔ ننھی کرنیں کتنی قوت رکھتی ہیں۔ ہر جنبش سے زندگی پھوٹتی ہے۔ آؤ اور تاریکیاں منور کر لو۔ آؤ محبت کرنے والو۔ میں تمہیں پیار کی دیتا ہوں۔ اپنی روحوں کو میرے نغمے سے ہم آہنگ کر دو۔" اس نے تار چھیڑے اور ایک طربیہ نغمہ کر دیا۔ لوگ جھومنے لگے تھے۔ خود اس کی میز کی دونوں لڑکیاں بھی چٹکیوں سے تال دے رہی تھیں۔ لوگوں سے تعارف نہیں حاصل کر سکا تھا۔" میں زبردستی ان بے چاروں کے پیچھے پڑ گیا تھا۔ "اوہ! ہم میں گم تھے۔ سوری——— میرا نام جیک وش ہے۔ میرا ساتھی الفریڈ گو ہے اور یہ ہم دونوں کی آریا——— اور سوئینی ہیں———"

"بڑی خوشی ہوئی آپ سے مل کر۔"

"ہمیں بھی۔"

"ڈارلنگ پلیز۔ سننے دو۔ ہائے کیسا سرور ہے اس نغمے میں۔" ایک لڑکی بولی۔ "میرا خیال ہے اسی نغمے کو درمیان سے کاٹا جا سکتا ہے۔" میں نے سرگوشی کی۔

"کیا مطلب؟" جیک وش نے پوچھا۔ ویسے وہ لوگ میری اس زبردستی کو عجیب نگاہوں سے دیکھ رہے

"یہ طربیہ نغمہ ہے۔ اس کے سروں میں کچھ سر شامل کر کے اسے المیہ بنایا جا سکتا ہے۔"

"یہ ناممکن ہے۔" الفریڈ نے کہا۔

"میرے خیال میں مشکل نہیں ہے۔ مسٹر الفریڈ۔ آپ تو خود گٹار بجاتے ہیں۔!"

"قطعی ناممکن ہے۔ کون ایسا کر سکتا ہے؟" الفریڈ نے کہا۔ "یہ فنی طور پر ممکن ہی نہیں ہے۔ تم رے گٹار کی آواز ان سروں سے کیسے ہم آہنگ کرو گے؟"

"آپ مجھے حکم دیں۔" میں نے کہا۔

"کیا مطلب؟"

"کیا میں آپ کا گٹار اٹھا لوں۔"

"اوہ! نہ جانے تم کون ہو؟ اور کیوں ہنگامہ کرانا چاہتے ہو؟" عورتوں میں سے ایک نے کہا مگر میں نے ی بات پر کوئی توجہ نہیں دی اور الفریڈ سے پوچھا۔

"کیا آپ یہ دلچسپ تماشہ دیکھنا پسند کریں گے مسٹر الفریڈ؟"

"چلو ٹھیک ہے۔ شروع ہو جاؤ لیکن ہم میں سے کوئی ذمہ داری قبول نہیں کرے گا!"

"منظور———" میں نے گٹار اٹھا لیا۔ سروارے دلچسپ نگاہوں سے میری طرف دیکھ رہا تھا۔ میں ڈریکر کے نغمے کو چیک کیا اور پھر آہستہ سے غیر محسوس طور سے میرے گٹار کے تاروں سے دھیمی دھیمی ازیں نکلیں۔ لوگوں کو محسوس بھی نہیں ہوا تھا۔ یہ آوازیں اس چابکدستی سے ڈریکر کے گٹار کی آواز شامل ہوئیں کہ خود ڈریکر کو بھی پتہ نہ چل سکا۔

طربیہ نغمے میں ایک اداسی پیدا ہو گئی تھی۔ قہقہے اب بھی سنائی دے رہے تھے لیکن سسکتے ہوئے سے کوئی الٹا دل ہنس رہا ہو۔ اور بہت جلد اس تبدیلی کو محسوس کر لیا گیا۔ میرے گٹار کی آواز اب بلند ہوتی جا رہی تھی۔ لیکن مسحور لوگوں کو احساس بھی نہیں ہوا کہ اس وقت ہال میں ایک نہیں، دو گٹار بج رہے ہیں۔ ——— ڈریکر کے چہرے پر پریشانی کے آثار ابھر آئے۔ اس نے کئی بار بے چینی سے گٹار کو دیکھا اور دل کو اونچا کرنے کی کوشش کی لیکن میرے گٹار کی آواز میں کوئی ردوبدل نہیں ہوئی۔ وہ تو ہر حال میں یکر کے گٹار سے ہم آہنگ تھا۔ اور میرے نزدیک بیٹھے ہوئے الفریڈ اور اس کے تینوں ساتھیوں نے یہ یلی اچھی طرح محسوس کر لی تھی۔ وہ تعجب سے منہ پھاڑے بیٹھے تھے۔ تب ڈریکر نے اس سحر سے پریشان کر اچانک گٹار بند کر دیا اور ساری گردنیں میری طرف گھوم گئیں۔ اداس نغمہ فضا میں گہرے رنگ کی طرح پھیل گیا اور میں نے لوگوں کی اس توجہ سے پورا فائدہ اٹھایا۔ میرا نغمہ اونچا ہو گیا۔ زخم سسک رہے ماحول پر برف سی پڑ رہی تھی۔ لگتا تھا جیسے کوئی دکھوں کا مارا ہچکیاں لے رہا ہو اور پھر میں نے نہایت بکدستی سے اس نغمے کو ہنسی میں بدل دیا۔ یوں لگا جیسے مصیبتوں کے مارے کو قرار آگیا ہو اور اب وہ آہستہ ستہ سکون کی منزلیں چھو رہا ہو۔ پھر وہ ہنسنے لگا اور ماحول میں پھول ہی پھول کھل گئے۔

لوگ ایک ایک کر کے مجھے دیکھ رہے تھے اور ڈریکر احمقوں کی طرح کھڑا تھا۔

کسی نے میرے کام میں مداخلت نہیں کی اور میں نے اپنی ساری مہارت صرف کر دی۔ ایسا حسین گٹار

بجایا میں نے اس رات کہ مجھے خود اپنی انگلیوں پر پیار آنے لگا۔ میرے نغموں کی دھنیں بدلتی رہیں
اب بھی پتھر کے بت کی مانند کھڑا تھا۔

پورے ڈیڑھ گھنٹے میری انگلیاں گٹار پر رقص کرتی رہیں۔ اس وقت ماحول کا بادشاہ تھا۔ جتنے لو
موجود تھے' ان کے ذہن میرے قبضے میں تھے۔ میں انہیں رلا رہا تھا' ہنسا رہا تھا۔ جس طرح چاہ رہا تھ
کھیل رہا تھا اور ڈیڑھ گھنٹے کے بعد میں نے یہ کھیل بند کیا۔ لوگوں پر سکتہ طاری تھا۔

تب میں خاموشی سے اٹھا۔ میں نے گٹار الفریڈ کے سامنے رکھا اور پھر خاموشی سے ہال کے درو
طرف بڑھ گیا۔ سحرزدہ لوگ مجھے دیکھ رہے تھے۔ کسی کے منہ سے کوئی آواز نہ نکلی۔ ہاں جونہی
دروازے سے باہر قدم رکھا' اندر زندگی بیدار ہو گئی اور پھر طرح طرح کی بہت سی آوازیں میرے کا
گونج اٹھیں۔ لوگ شاید دروازے کی طرف لپکے بھی لیکن اب میں کسی کے ہاتھ نہیں آنا چاہتا
تفریح ہی تھی۔ چنانچہ تاریکی سے میں نے پورا پورا فائدہ اٹھایا اور وہاں سے بہت دور نکل آیا۔
وہیں رہ گیا تھا۔ بہرحال مجھے امید تھی کہ اب بہت جلد وہ لوگ واپس آجائیں گے۔ چنانچہ میں نے ا
کا رخ کیا اور وہاں پہنچ گیا۔ خیمے میں داخل ہو کر میں آرام کرنے لیٹ گیا۔ بچکانہ سی حرکت تھ
کبھی کبھی اس طرح کی تبدیلیاں بھی خوشگوار ہوتی ہیں۔

پھر زیادہ دیر نہیں گزری تھی کہ خیمے کے پاس مسٹر جیوٹ کی آواز سنائی دی۔ "اندر دیکھو۔ ممکن
یہاں آگیا ہو۔"

کسی نے خیمے کا پردہ کھولا۔۔۔۔۔۔ اور جین کی آواز سنائی دی۔ "اوہ! مسٹر ایڈورڈ موجود ہیں۔"

"مسٹر ایڈورڈ!" جیوٹ نے مجھے پکارا اور میں اٹھ گیا پھر باہر نکل آیا۔

"جی! فرمایئے۔"

"آپ یہاں آگئے۔ وہاں ایک ہنگامہ برپا ہے۔ لوگ ایک دوسرے سے پوچھ رہے ہیں وہ کون تھ
سے آیا تھا۔ کہاں گیا وغیرہ وغیرہ۔ وہ تو شکر ہے کہ کسی نے آپ کو ہمارے ساتھ نہیں دیکھا تھا ورنہ ہ
جاتے۔"

"لوگ میری جسارت سے ناراض ہوں گے!" میں نے جولیا کی طرف دیکھا۔ جو شرمندگی سے
جھکائے کھڑی تھی۔

"سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ خود ڈریکر ششدر رہ گیا ہے۔ اس نے اعلان کیا ہے کہ وہ مجھ سے
ہے۔ اسے بھی تمہاری تلاش ہے۔" جیوٹ نے بتایا۔

"بہرحال بہت بہت شکریہ مسٹر جیوٹ! اچھا وقت گزرا؟"

"اوہ۔ کچھ دیر اور نشست نہیں رہے گی؟"

"نہیں! میں آرام کروں گا۔"

"اچھا۔ پھر کل ملاقات ہو گی۔ آؤ لڑکیو۔" جیوٹ نے کہا اور دونوں لڑکیاں خاموشی سے جیوٹ
ساتھ چل پڑیں۔ جولیا نے کئی بار میری طرف دیکھا لیکن میں نے اس سے نظریں چار نہیں کی تھیں۔

"ان لوگوں کے جانے کے بعد سردارے نے مسکراتے ہوئے کہا "سچ بات یہ ہے استاد! کہ تمہ
پاس لڑکیوں کو چت کرنے کے بہت سے گر ہیں۔ میرے خیال میں اگر تم ہال میں رک جاتے تو سو
لڑکیاں تم پر ٹوٹ پڑتیں۔ بڑے پاگلوں کے سے انداز میں تمہاری تلاش ہو رہی تھی۔"

"تب تو اچھا ہوا بچ گیا۔ ان خاتون کی کیا حالت تھی؟"

"جولیا کی؟"

"ہاں!"

"احمقوں کی طرح منہ پھاڑے بیٹھی تھی۔ صرف اتنا کہا کہ افسوس' میں نے مسٹر ایڈورڈ کی توہین کردی
"

"ہوں!" میں نے گہری سانس لی۔

"بری طرح پھنس گئی استاد۔۔۔۔۔۔ مگر آج بڑی غلطی ہو گئی۔" سردارے بولا۔ "کیا؟"

"ارے وہی۔ اس کم بخت کو خالص پلا دی۔ اس کی موجودگی کھل جاتی ہے۔" سردارے نے کہا اور
ہنسنے لگا۔ "یقین کرو استاد اگر وہ سارا الٹا کھیل ہو جاتا تو اپنی والی تو بالکل تیار ہے۔"

"ہوں!"

"سچ کہہ رہا ہوں استاد! وہ ذرا ٹنک چڑھی ہے۔"

"اب ٹھیک ہو جائے گی۔" میں نے کہا۔

"ہو جائے گی نہیں ہو گئی۔ میں دعوے سے کہہ سکتا ہوں۔"

"چلو ٹھیک ہے۔ ٹھنڈا کر کے کھانا اچھا ہوتا ہے۔"

"اور یہاں جو بھوک کے مارے برا حال ہے استاد!"

"کبھی کبھی فاقے بھی کرنے ہی پڑتے ہیں۔"

"چلو ٹھیک ہے۔" سردارے نے گہری سانس لی اور پھر وہ سونے کے لیے لیٹ گیا۔ میں بھی سونے کی
شش کر رہا تھا اور پھر نہ جانے کب نیند آگئی اور نہ جانے کتنی دیر سویا تھا کہ کسی کے جھنجھوڑنے سے آنکھ
گئی۔ چونک کر دیکھا' تاریکی میں کچھ نظر نہیں آیا۔ اٹھا ہی تھا کہ ایک نرم و نازک ہاتھ میرے ہونٹوں پر
بلہ شاید بولنے سے منع کیا جا رہا تھا۔

میں نے وہ ہاتھ پکڑ لیا' تب دوسرے ہاتھ سے میرا بازو پکڑ کر اٹھانے کی کوشش کی گئی۔ ذہن زیادہ
یار نہیں ہوا تھا' میں نے سر جھٹکا اور پھر کھڑا ہو گیا۔ خیمے کا پردہ ہٹا ہوا تھا اور کہیں سے تھوڑی سی روشنی
تک پہنچ رہی تھی۔ جب آنکھیں صاف ہو گئیں تو میں نے جولیا کو پہچان لیا۔

"پلیز!" اس نے سرگوشی کی اور مجھے باہر کی طرف گھسیٹا۔ میں نے ایک گہری سانس لی اور باہر نکل آیا۔
میرے شانے سے چمٹی ہوئی چل رہی تھی۔ پھر وہ مجھے خیمے سے تھوڑی دور ایک سنسان سی جگہ پر ایک
نت کے نیچے لے گئی۔ وہ خاموش تھی۔

"مس جولیا کیا بات ہے؟" میں نے پوچھا۔

"مسٹر ایڈورڈ! میں۔۔۔۔۔۔ میں بے حد شرمسار ہوں۔" اس نے کانپتی ہوئی آواز میں کہا۔

"اوہ! کیوں مس جولیا؟"

"دیکھئے' فراخدلی سے کام لیجئے۔ میں ایک پل کے لیے نہیں سو سکی۔ میں جس قدر شرمندہ ہوں' میرے
لیے یہی سزا کافی ہے۔" اس نے بڑی عاجزی سے کہا۔

"چلئے ٹھیک ہے۔" میں نے ایک گہری سانس لے کر کہا۔

"آپ نے مجھے معاف کر دیا؟"

"جایئے کر دیا۔"

"بے شک آپ فنکار ہیں۔ فنکار کا دل اتنا ہی بڑا ہوتا ہے۔ کاش میں آپ کو پہلے ہی پہچان لیتی۔"

"اب سہی مس جولیا۔"

"میری سمجھ میں نہیں آ رہا آپ کو عقیدت کے طور پر کیا پیش کروں؟"

"آپ کا یہ التفات کافی ہے مس جولیا۔" میں نے کہا اور جولیا نے آگے بڑھ کر میری گردن میں بانہیں ڈال دیں۔ اب مجھے کیا پڑی تھی کہ میں اجتناب کرتا۔ میں نے اس کے بوسے کو بھرپور بنا دیا۔ "میں نہیں سکتی تھی۔ درحقیقت ڈریکر آپ کے سامنے کوئی حقیقت نہیں رکھتا۔ اس نے خود اعتراف کیا۔ لوگ تو سخت حیران ہیں جن کا گٹار آپ نے استعمال کیا تھا۔"

"چلئے اب جانے دیجئے اس ذکر کو۔" میں نے اس کی کمر میں ہاتھ ڈال کر اسے خود سے قریب کرا

"استاد!" پیچھے سے سردارے کی آواز آئی اور ہم دونوں چونک پڑے۔

"لعنت ہے۔ یہ کم بخت اس وقت کہاں سے آ مرا!" میں نے دل ہی دل میں کہا اور پھر میں ایک سانس لے کر اس کی طرف بڑھا۔

"جی فرمایئے!"

"معاف کرنا استاد! میں بس یونہی ــــــ" سردارے ہم دونوں کو دیکھ کر گھبرا گیا۔

"اب آ جاؤ' آ ہی مرے ہو تو!"

"وہ ــــــ وہ ــــــ بس استاد! میری آنکھ کھل گئی تھی۔ کہیں نہ دیکھا تو تلاش کرتے نکلا۔"

"مجھے اجازت دو ڈارلنگ!" جولیا نے دوسری طرف مڑتے ہوئے کہا۔

"OK ــــــ اوکے۔" میں مجبوراً پلٹ پڑا۔ جولیا دور چلی گئی تو میں نے خونخوار نگاہ سے سردارے کو گھورا۔

"تیرا قتل واجب ہے سردارے!" میں نے دانت پیس کر بولا۔

"پھنس گئی استاد!"

"بکو مت!"

"خدا کی قسم مجھے نہیں معلوم تھا ــــــ کہ سالی اتنی جلدی دوڑی چلی آئے گی۔ کیا کہا استاد؟"

"چھوڑو یار سارا موڈ چوپٹ کر دیا۔"

"بس اب معاف کر دو یار۔ جو ہونا تھا ہو گیا۔"

"ہوں!" میں نے گہری سانس لی۔

"تگریات کہاں تک پہنچی؟"

"تین بوسے لیے ــــــ سینے سے لگایا اور تو آن مرا۔"

"یعنی نازک پوزیشن تھی استاد!"

"بس اب فضول باتوں سے پرہیز کرو اور سو جاؤ۔"

"ہائے' اب نیند کہاں آئے گی۔ میری والی کا کیا ہوا؟"

م بہتر جانتے ہو۔ باقی باتیں صبح کو ہوں گی۔"

بار پھر ہم اپنے خیمے میں واپس آ گئے اور سونے کی ناکام کوشش کرنے لگے۔ روشنی پھوٹ آئی پلکیں جڑ گئیں اور پھر بوڑھے جیوٹ نے ہی جگایا۔ دن چڑھ چکا تھا۔

ب تک سوتے رہو گے دوستو۔ چلو ناشتہ تیار ہے۔"

وہ' آپ نے کیوں تکلیف کی مسٹر جیوٹ!" میں نے از راہ انکساری کہا۔ "میں نے تکلیف نہیں یاں تم سے بہت متاثر ہو گئی ہیں۔ صبح سے تمہارے بارے کان کھا رہی تھیں۔ آج تو شاید تم لوگوں وگرام بھی ہے!"

ں' مس جولیا نے کہا تھا کہ وہ ہمیں قصبہ کے مضافات کی سیر کرائیں گی۔"

ضرور بھئی ضرور۔ بس آ جاؤ۔" ہم لوگ جیوٹ کے ساتھ اس کے خیمے کی طرف چل پڑے۔ لڑکیوں ے کا عمدہ بندوبست کیا تھا۔ منہ ہاتھ دھونے کے بعد ناشتہ کیا گیا اور پھر ہم سیر کے لیے تیار ہو گئے۔

جولیا کا چہرہ روشن تھا۔ اس نے ایک خوبصورت لباس پہنا ہوا تھا۔ جین بھی عمدہ لباس میں تھی۔ جیوٹ نے ہمارے پروگرام میں کوئی مداخلت نہیں کی اور ہم قصبے کی سیر کو چل پڑے۔

ں چھوٹی سی آبادی کی خصوصیت اس کے دیدہ زیب مکان تھے جو زیادہ تر پنشن یافتہ فوجی افسروں یا راعوں کے تھے۔ پرسکون زندگی کے خواہشمند لوگ یہاں آباد ہو گئے تھے اور انہوں نے زندگی کے مشغلے کے طور پر ان مکانوں کو خوبصورت ترین بنانے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی تھی۔ ہر مکان کا طرز رتوں۔ مکانوں سے ملحق باغیچے حسن تناسب میں اپنا ثانی نہیں رکھتے تھے۔ آبادی کے بیچوں بیچ ایک پرسکون ندی بہہ رہی تھی جس پر لوہے کی سلاخوں کے نمونے کے پل بنے ہوئے تھے۔ پلوں کے کی سطح کے قریب پرانی پن چکیاں رواں تھیں۔ جہاں قصبے کی آبادی ختم ہوئی تھی وہاں سے جو شروع ہو جاتے تھے اور کھیتوں سے پرے بلیک فارسٹ تھا۔

کھیتوں کے درمیان ایک تنگ سی پگڈنڈی سے گزرتے ہوئے آگے بڑھ رہے تھے جین اور جولیا نظر آ رہی تھیں۔ اس وقت سارے تکلفات بالائے طاق رکھ دیئے گئے تھے ــــــ جین کے بازو میں بازو ڈالے آگے بڑھ رہی تھی اور جولیا میرے ساتھ تھی۔ کافی دیر سے ہم لوگ تھے۔ قصبے کے قدرتی اور غیر قدرتی مناظر نے ہمیں مسحور کر لیا تھا۔

یہ خاموشی ضرورت سے زیادہ طویل ہو گئی تو جولیا نے سلسلہ خاموشی توڑا۔ "مسٹر ایڈورڈ!" اس نے زدی۔

ہوں!" میں بھی خاموشی کے سحر سے نکل آیا۔

کس سوچ میں ڈوبے ہوئے ہیں؟"

ہچ نہیں' خوبصورت مناظر نے زبان بند کر دی ہے!"

کافی حسین علاقہ ہے۔"

پہلے یہاں نہیں آئیں؟"

قصبے میں؟"

کل۔ میرا مطلب ہے کالے جنگل میں؟"

کے ساتھ آتی۔ پپا اب زیادہ پیدل نہیں چل سکتے لہٰذا ہمت نہیں کر سکتے۔"

"اوہ اچھا!" میں نے گردن ہلائی۔

"میری سمجھ میں ایک بات نہیں آئی مسٹر ایڈورڈ!"۔

"کیا؟" میں نے پوچھا۔

"آپ اتنے عمدہ گٹار نواز ہیں تو پھر آپ کے پاس گٹار کیوں نہیں ہے؟"

"مظاہروں کا عادی نہیں ہوں۔ میں یونہی کبھی کبھی شوق پورا کر لیتا ہوں۔"

"میرے خیال میں یہ مناسب نہیں ہے اگر تم اس پروفیشن کو اپنا لو تو شہرت کی انتہائی بلندیوں پ
گے۔"

"میں اتنی بلندیوں پر نہیں جانا چاہتا کہ نیچے دیکھنے سے خوف آنے لگے۔"

"میں نہیں سمجھی؟"

"بات صرف یہ ہے کہ مجھے سادہ زندگی پسند ہے۔"

"ویسے ــــــ تم عجیب ہو ایڈورڈ! جوں جوں میں تمہارے بارے میں غور کرتی ہوں، مجھے
ذات پر حیرت ہونے لگتی ہے۔ لیکن مجھے تمہاری اس توہین کا ہمیشہ افسوس رہے گا۔"

"اوہ! مگر اب تم اسے کیوں یاد کرتی ہو۔ میں وہ ذہن سے نکال چکا ہوں۔"

"یہ تمہاری عظمت کی دلیل ہے۔" جولیا نے پر عقیدت لہجے میں کہا۔ اور پھر چونک کر ک
آسمان پر بادلوں کی گڑگڑاہٹ سنائی دی تھی۔ اور تب اندازہ ہوا کہ موسم اس قدر حسین کیوں ہو گ
ابھی تک ہم نے آسمان کی طرف توجہ نہیں دی تھی جہاں بادلوں کی فوجیں سیاہ وردیوں میں چھاپہ ما
لیے انتہائی خاموشی سے یکجا ہو رہی تھیں۔

"ارے! بارش کا خطرہ ہے۔" جولیا بولی۔

"ہاں!" میں نے مختصراً کہا۔

"لیکن یہاں تو کہیں پناہ بھی نہیں ملے گی۔"

"دیکھا جائے گا۔" میں نے لاپرواہی سے کہا اور پھر میں نے جولیا کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا
ہو بارش سے؟"

"نہیں تو۔" وہ آہستہ سے ہنس پڑی۔

"تب پھر چلتی رہو۔" جملے پورے ہی ہوئے تھے کہ موٹی موٹی بوندیں پھسل پڑیں۔ ہم نے آ
طرف دیکھا۔ بادلوں کا مذاق آنکھوں میں آگھسا۔ سردارے اور جین نے چھلانگ لگائی اور ہم سے آ
گئے۔ وہ بلیک فارسٹ کے درختوں کی پناہ میں جا رہے تھے۔ ہم دونوں ہنس پڑے اور پھر ہم بھی درخ
نیچے پہنچ گئے۔ درخت کے نیچے ہم پانی سے بالکل محفوظ ہو گئے تھے۔

"واہ۔ یہ تو واقعی عمدہ جگہ ہے۔" میں نے اوپر دیکھتے ہوئے کہا۔ درخت کافی اونچے تھے اور ا
تھے کہ سورج کی روشنی ان کی شاخوں سے نیچے نہیں آسکتی تھی۔ غالباً اسی مناسبت سے اسے کالا
جاتا تھا۔

کھلی ہوئی جگہ زیادہ دور نہیں تھی اور وہاں گرنے والی بارش سے اندازہ ہو رہا تھا کہ بارش خاص
رہی ہے۔ سردارے اور جین خاموش تھے۔

تب سردارے نے کہا "کیوں نہ ان درختوں کی رعایت سے فائدہ اٹھا کر آگے تک سیر کی جائے!"

"ضرور کرو!" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ میں سردارے کا مطلب سمجھ گیا تھا۔ وہ ہم لوگوں سے دور
چاہتا تھا۔ چنانچہ اس نے فوراً جین کا ہاتھ پکڑا۔ "آؤ جین!" اور پھر وہ جین کے ساتھ آگے بڑھ گیا۔

"ہم بھی چلیں؟" میں نے جولیا سے پوچھا۔

"چلو۔" جولیا نے آہستہ سے جواب دیا۔ تب میں بھی وہاں سے آگے بڑھ گیا ـــــ لیکن میں نے
طرف کا رخ نہیں کیا تھا جدھر سردارے گیا تھا۔ ہم دونوں اس جگہ سے دور پہنچ گئے۔ کہیں کہیں
ے درختوں سے بارش کی کچھ بوندیں ہم تک پہنچتیں تو بے حد بھلی لگتیں۔ درختوں کے نیچے گھاس کا
بچھا ہوا تھا۔

کافی دور چل کر جولیا ایک جگہ گھاس پر گر پڑی۔ "بس ایڈورڈ! یہیں بیٹھیں گے۔"

"اوکے ڈارلنگ!" میں اس کے نزدیک بیٹھ گیا۔ جولیا عجیب سی نگاہوں سے مجھے دیکھ رہی تھی۔ جذبات
اس کے چہرے پر نظر آ رہا تھا۔ میں نے اسے دیکھا اور اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

"کاش!" وہ آہستہ سے بولی۔

"کیا ہوا؟" میں نے کہا۔

"کاش اس وقت تمہارے پاس گٹار ہوتا۔" اس نے کہا۔

"تمہیں گٹار بہت پسند ہے؟"

"بے حد۔ دیوانی ہوں اس کی۔"

"سیکھا کیوں نہیں؟"

"موقع ہی نہیں مل سکا۔ پپا ساری زندگی خود بھی آوارہ گردی کرتے رہے اور ہمیں بھی ساتھ لگائے
ا۔"

"تمہیں یہ زندگی پسند نہیں ہے؟"

"اب تو پسند ہے۔"

"پہلے پسند نہیں تھی؟"

"یہ بات نہیں۔ جب سوچتی ہوں تو عجیب لگتا ہے۔ ایسا محسوس ہوتا ہے جیسے ہماری حیثیت ان لوگوں
مختلف ہے جو اپنے مکانات میں رہتے ہیں۔ زندگی کی دلچسپیوں میں، زندگی کے مسائل میں الجھے رہتے
ہیں۔"

"اس بار تم وطن جاؤ تو پپا کے ساتھ آنے سے انکار کر دینا۔"

"بس سوچتے ہیں۔ پپا کی غیر موجودگی میں کیا کریں گے خیر چھوڑو ان باتوں کو، تمہارا پروگرام کیا ہے؟"

"کس سلسلے میں؟"

"یہاں کب تک قیام کرو گے؟"

"زیادہ عرصہ نہیں۔"

"پھر بھی؟"

"بس جب یہاں سے طبیعت اکتا گئی، چل پڑیں گے۔"

"اور اگر طبیعت نہ اکتائے؟"

"تو نہیں جائیں گے۔" میں نے جواب دیا اور وہ خاموش ہو گئی۔ کئی منٹ تک خاموش رہی، پھر بولی
"مجھے گٹار سکھا دو گے؟"
"کوئی اعتراض تو نہیں ہے لیکن وہی بات، ہمارا تمہارا ساتھ کب تک رہے گا؟"
"اگر میں تمہیں یہاں سے نہ اکتانے دوں تو؟"
"تو میں تمہیں گٹار سکھا دوں گا!" میں نے مسکراتے ہوئے کہا اور وہ بھی کسی قدر شرمائے ہوئے انداز میں مسکرا دی۔
"میں ایک گٹار خریدوں گی۔"
"وہ میں تمہیں تحفتہً پیش کر دوں گا۔" میں نے کہا۔
"شکریہ!" اس نے کہا اور پھر اس نے گھاس پر کروٹ بدلی اور درختوں سے کبھی کبھی چھن آنے والی بوندوں سے لطف اندوز ہونے لگی۔ میں اس کی کیفیت سمجھ رہا تھا۔ ماحول اسے پوری طرح متاثر کر چکا تھا۔ تب میں اس کے نزدیک پہنچ کر اس پر جھک گیا اور اس نے مخمور نگاہوں سے مجھے دیکھا۔
"ایڈورڈ!" اس نے آہستہ سے کہا۔
"ہوں۔" میں نے اپنا چہرہ اس کے قریب کر لیا۔ وہ پیاسی نگاہوں سے مجھے دیکھ رہی تھی۔
"تم بہت گریٹ ہو۔"
"کیوں؟"
"تمہاری انگلیوں میں اتنا جادو ہے کہ ہر دل تمہاری طرف کھنچ کر رہ جائے۔ میں۔۔۔۔۔ میں تم سے بے پناہ محبت کرنے لگی ہوں ایڈورڈ۔" اس نے بانہیں اٹھائیں اور میری گردن میں ڈال دیں۔ اور ہمارے جذبات کے دھارے راستے تلاش کرنے لگے۔ آڑی ترچھی پگڈنڈیاں اور پھر سکون کے راستے، سکون کے حسین راستے اور ہم ان راستوں پر دوڑنے لگے۔ منزل سامنے نظر آ رہی تھی اور طویل مسافت کے بعد ہم منزل تک پہنچ گئے۔
جولیا کے چہرے پر انبساط نظر آ رہا تھا۔ وہ بہت خوش تھی۔ بادلوں کی وجہ سے تاریکی اور گہری ہو گئی تھی۔ جولیا نے میرے شانے پر ٹھوڑی رکھ دی اور پھر آہستہ سے بولی۔
"ایڈورڈ!"
"ڈارلنگ!" میں نے اس کی پلکوں کو بوسہ دیا۔
"واپس نہیں چلو گے۔ بارش رک گئی ہے۔"
"ایں۔ ہاں۔ چلو نکل چلیں۔" میں نے کہا اور ہم اٹھ کھڑے ہوئے۔
"وہ لوگ کہاں گئے؟" جولیا نے کہا۔
"کسی درخت کے نیچے ہوں گے۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔
"میرا خیال ہے وہ دونوں بھی۔۔۔۔۔ ایک دوسرے کو پسند کرتے ہیں؟"
"یقیناً!" میں نے اسے غور سے دیکھتے ہوئے کہا لیکن جولیا کے چہرے پر کوئی خاص تاثرات نہیں تھے۔ ظاہر ہے وہ خود اس منزل میں داخل ہو گئی تھی۔ اپنی بہن کے لیے وہ کیا متردد ہوتی۔
"اب انہیں کہاں تلاش کریں؟"
"کر لیتے ہیں۔" میں نے کہا اور پھر میں نے منہ آگے دونوں ہاتھوں کا بھونپو بناتے ہوئے زور سے آواز لگائی۔ "مائیکل، جون مائیکل!"

"ہاں، ہاں کیوں چیخ رہے ہو استاد! ہم یہاں موجود ہیں۔" عقب سے سردارے کی آواز سنائی دی اور ہم دونوں اچھل پڑے۔ سردارے تھوڑے ہی فاصلے پر ایک درخت کے عقب سے نکل آیا۔
"یہ کیا حرکت ہے؟" میں نے ہونٹ بھینچ کر کہا۔
"خدا کی قسم استاد! آنکھیں پھوٹ جائیں جو ایک بار بھی تمہاری طرف دیکھا ہو۔" سردارے جلدی سے بولا۔
"میں کہتا ہوں تم اس طرف آئے کیوں؟"
"میں نہیں آیا تھا استاد۔"
"وہ لائی تھی؟"
"نہیں!"
"پھر؟"
"تم خود یہاں آ گئے تھے استاد۔ ہم تو پہلے سے یہاں موجود تھے۔"
"لعنت ہے۔" میں نے دانت بھینچ کر کہا۔
"یہ کون سی زبان بولنے لگے تم لوگ؟" جولیا الجھے ہوئے انداز میں بولی۔
"یہ غصے کی زبان ہے۔ جین کہاں گئی مائیکل؟"
"جین۔۔۔۔۔ وہ جین۔" سردارے نے کسی قدر بوکھلائے ہوئے لہجے میں کہا "نہ جانے کہاں گئی۔ ابھی تو یہیں تھی۔ کافی دیر سے تتلیاں پکڑ رہی تھی۔"
"تتلیاں؟" جولیا حیرت سے بولی۔
"ہاں۔ مینڈک اور تتلیاں بڑی دیر سے انہی کے پیچھے دوڑ رہی ہے۔"
"اوہ! بلاؤ اسے بلاؤ اور اسے بتا دو کہ یہاں ایک بھی مینڈک اور تتلی نہیں ملے گی۔" جولیا نے مسکراتے ہوئے کہا اور سردارے ایک طرف دوڑ گیا۔ جین کے چہرے پر بھی خجالت تھی لیکن جولیا بھی اس سے نظریں نہیں ملا رہی تھی۔ اس طرح ہم واپس کیمپنگ کی طرف چل پڑے اور تھوڑی دیر کے بعد ہم کیمپنگ پہنچ گئے۔ میرے ذہن میں بوڑھے جیوٹ کا خیال تھا لیکن لڑکیاں پر سکون تھیں۔ ان میں سے کسی نے کسی الجھن کا اظہار نہیں کیا تھا۔ کیمپنگ پہنچ کر اپنے خیمے کی طرف مڑتے ہوئے جولیا نے آہستہ سے مجھ سے کہا۔
"کب ملو گے ایڈورڈ؟"
"ہمارا فاصلہ ہی کتنا ہے ڈارلنگ، جب چاہو آواز دے لو۔"
"ہاں، ہمارے فاصلے اچانک مختصر ہو گئے ہیں۔" وہ مسکرانے لگی اور پھر خیمے کا پردہ ہٹاتی ہوئی بولی۔ "رات کو آواز دوں گی۔"
"بے دھڑک آ جانا۔" میں نے کہا اور جولیا نے گردن ہلا دی۔ دونوں لڑکیاں اپنے خیمے میں چلی گئیں اور ہم طویل سانس لے کر رکے۔ تب اچانک پیچھے سے بوڑھے جیوٹ کی آواز سنائی دی۔
"رک جاؤ نوجوانو! میں تم سے مخاطب ہوں۔" اور ہم دونوں ٹھٹھک گئے۔ مسٹر جیوٹ کے ہونٹوں پر مسکراہٹ تھی۔ وہ آہستہ آہستہ چلتے ہوئے ہمارے نزدیک پہنچ گئے۔ ان کی آنکھیں چمک رہی تھیں۔ اور

گال تمتمارہے تھے اور اس وقت ان کے ہونٹوں پر بڑی پروقار مسکراہٹ تھی۔

"مجھے پہچانتے ہو؟" اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"کیوں نہیں مسٹر جیوٹ! خیریت؟" میں نے کہا۔

"مس ——— ٹر ——— جیوٹ۔" اس نے ایک ایک لفظ کے ٹکڑے کرتے ہوئے کہا۔ "ہاں تم آزاد ہو۔ جس نام سے چاہو' مجھے پکارو' میں شخصی آزادی کا سب سے بڑا حامی ہوں۔ یقین نہیں آتا تو میری تحریریں دیکھ لو۔ میں نے ہر جگہ شخصی آزادی کے لیے آواز بلند کی ہے۔ مجھے آزادی سے محبت ہے' مجھے انسانیت سے پیار ہے۔ میں انسان سے عشق کرتا ہوں۔ سطح آب پر ابھرنے والے حباب' زندگی کے اعتقاد سے بے بہرہ۔ نہ جانے کون کون سی آرزوئیں امیدیں لیے اس جہان میں آتے ہیں لیکن سانسوں کے تار ان کے بس میں نہیں ہیں اور وہ آرزوؤں کا ایک جہاں سمیٹے زمین بوس ہو جاتے ہیں۔ اس مختصر انسان سے' اس کی مختصر زندگی میں خوشی کے چند لمحات بھی چھین لوں۔ یہ کہاں کی انسانیت ہے۔ چنانچہ مجھے جیوٹ سمجھو یا ڈیوس آف باتھ روم' میں تم سے احتجاج نہیں کروں گا۔ شیکسپیئر' شیکسپیئر رہے گا۔"

"اوہ!" میں نے طویل سانس لی۔ "براہ کرم اپنا تعارف کرا دیں۔"

"شیکسپیئر کو کون نہیں جانتا میرے بچو!"

"بڑی خوشی ہوئی آپ سے مل کر۔" سردارے آگے بڑھ کر بولا۔

"آہ! یہ میری زندگی کا ماحصل ہے۔ کسی بھی طور کسی کو کچھ خوشیاں دے دو۔ زندہ جاوید ہو جاؤ گے اور تم نے خوشی کا اظہار کیا ہے مجھ سے مل کر۔ میں کتنا خوش ہوں۔" بوڑھے نے انبساط سے کہا۔

اسی وقت دونوں لڑکیاں باہر نکل آئیں۔ بوڑھے کو ہم سے مغزماری کرتے دیکھ کر ان کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی اور پھر وہ ہمارے پاس پہنچ گئیں۔

"پپا پلیز! اندر چلئے۔" جین بولی۔

"کہاں؟ اس گھونسلے میں۔ نہیں نہیں۔ خدارا مجھے اس قید خانے میں نہ لے جاؤ۔ میرا دم گھٹتا ہے۔"

"پپا ———"

"ضد نہ کرو لڑکی۔ میری زندگی سے تمہیں کیا تکلیف ہے۔ میں گھونسلوں کا عادی نہیں ہوں۔ نہ جانے انسانیت ان گھونسلوں کی طرف کیوں راغب ہو رہی ہے۔ قبل از تاریخ کا انسان' فضولیات سے دور تھا اور اس وقت وہ حقیقی معنوں میں ایک آزاد انسان کی حیثیت سے زندگی بسر کرتا تھا جوں جوں آدمیت پر تہذیب کے خول پڑتے گئے' وہ کمزور پڑتی گئی۔ اور آج کا ہر انسان گھونسلوں کی تلاش میں سرگرداں ہے۔ جاؤ بھائی! تم بھی اپنے گھونسلے میں جاؤ۔ خدا انسانیت کی حفاظت کرے!" اس نے ایک ٹھنڈی سانس لی اور لڑکیوں کے ساتھ خیمے کی طرف بڑھ گیا۔ "پھر غلط پی گیا کم بخت۔" سردارے ایک ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔

"اسے دعائیں دو' جس نے اسے غلط پلا دی۔"

"اوہ! کیوں استاد؟" سردارے نے میری طرف جھک کر پوچھا۔

"جین نے کوئی وعدہ نہیں کیا؟"

"کیا تو ہے استاد! لیکن میں ڈر رہا تھا۔"

"کس بات سے؟"

"یہی کہ ——— ممکن ہے تم پسند نہ کرو۔"

"کیا پسند نہ کروں؟"

"بس استاد! ایسے ہی فضول باتیں سوچ رہا تھا۔" سردارے نے جھینپتے ہوئے انداز میں ہنستے ہوئے کہا اور میں اس کی شکل دیکھنے لگا۔

"رات بھیگی بھی نہیں تھی کہ دونوں لڑکیاں ہمارے خیمے میں آ گئیں۔ دونوں خوبصورت لباسوں میں ملبوس تھیں اور دونوں ہی کے چہروں سے خوشی ٹپک رہی تھی۔

"ہیلو۔" جین نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"ہیلو جین!" میں نے بھی مسکراتے ہوئے اسے خوش آمدید کہا اور پھر جولیا کی طرف دیکھنے لگا۔

"کیا ہو رہا ہے؟" جولیا بولی۔

"انتظار!"

"کس کا؟"

"تم دونوں کے علاوہ اور کس کا ہو سکتا ہے؟"

"اوہ!" جولیا خواہ مخواہ ہنس پڑی۔

"تمہارے پپا کی کیفیت کیا ہے؟"

"شیکسپیئر گہری نیند سو گیا ہے۔" جین ہنستے ہوئے بولی۔

"ویسے تمہارے پپا کا سٹینڈرڈ بہت اونچا ہے۔ اعلیٰ لوگوں کی شخصیت اپناتے ہیں۔ کبھی کسی معمولی آدمی کو انہوں نے گھاس نہیں ڈالی۔"

"ہاں۔ یہ حقیقت ہے۔"

"ارے بیٹھو۔ تم لوگ کھڑی کیوں ہو؟" میں نے کہا اور وہ دونوں بیٹھ گئیں۔ "کیا پروگرام ہے آج کا؟" میں نے پوچھا اور وہ کسی قدر بوکھلا گئیں۔ دونوں نے ایک دوسرے کی شکل دیکھی اور جھینپ گئیں۔ میں نے اپنے سوال کی نزاکت پر غور کیا اور خود مجھے بھی ہنسی آ گئی۔

"میرا مطلب ہے آج میوزک ہوم تو نہیں چلیں گے؟"

"جیسی آپ کی مرضی۔" جولیا نے جلدی سے جواب دیا۔

"چلو چلتے ہیں۔ ابھی تو بہت رات باقی ہے۔" اور وہ دونوں تیار ہو گئیں۔ تھوڑی دیر کے بعد ہم میوزک ہوم میں داخل ہو گئے۔ پچھلی رات کے سارے لوگ موجود تھے' مجھے دیکھتے ہی بہت سی آوازوں میرا استقبال کیا۔ چاروں طرف تالیاں گونج اٹھیں۔

"اوہو! یہاں تو خاصی گڑبڑ ہے۔" میں نے آہستہ سے کہا۔

بے شمار لوگ ہمارے پاس آ گئے تھے۔ طرح طرح کی فرمائشیں ہونے لگیں۔ میوزک ہوم کے منتظمین نے بمشکل تمام لوگوں سے درخواستیں کیں اور انہیں ہمارے اردگرد سے ہٹا کر ہمارے بیٹھنے کے لیے جگہ بنائی۔

پھر بھی چند لوگ ہمارا پیچھا چھوڑنے پر تیار نہ تھے۔ وہ میرا شجرہ نسب جاننا چاہتے تھے اور فرمائش کر رہے تھے کہ آج بھی میں گٹار پر کچھ سناؤں۔ عجیب صورت حال ہو گئی تھی۔ بہرحال بادل نخواستہ مجھے فرمائشیں پوری کرنا پڑیں۔ خود ڈریکر بھی میرے فن کو سراہ رہا تھا۔ جولیا اور جین بے حد خوش نظر آ رہی تھیں واپسی پر انہوں نے مجھے بے حد مبارکباد دی اور راستے بھر میرے فن پر تبصرہ کرتی رہیں۔ پھر جولیا نے پ

بھرے انداز میں کہا "ایڈورڈ! اگر یچ آ جائے تو تم بھی ہمارے ساتھ ہی چلو۔ فرانس کے کلب تمہیں ہاتھوں ہاتھ لیں گے۔ وہ تمہارے فن کا ہر معاوضہ پیش کرنے پر تیار ہو جائیں گے۔"

"اچھا!" میں نے تعجب کا اظہار کیا۔

"ہاں ایڈورڈ! فرانس کے خوش ذوق لوگ فنکاروں کی قدر کرتے ہیں۔"

"تم بھی ان میں شامل ہو؟" میں نے جھک کر جولیا کے کان میں پوچھا۔

"کیوں نہیں؟"

"تب ثبوت دو۔"

"کیسے دوں؟" اس نے شرارت آمیز نگاہوں سے میری طرف دیکھا۔

"میں بتادوں گا' ذرا اپنے ساتھی سے بات کرلوں۔" میں نے کہا اور سردارے کو آواز دی۔

"استاد!" سردارے مستعدی سے آگے بڑھ کر بولا۔

"اب کیا پروگرام ہے؟"

"جو استاد کا!" سردارے نے جواب دیا۔

"میرا مطلب ہے 'خیمہ ایک ہے۔"

"دوسرا بھی ہے استاد۔" سردارے نے جواب دیا۔

"کون سا؟"

"بھائی پھر غلط پی گئے ہیں۔ میرا خیال ہے انہیں خیمے کی پشت پر آرام کرنے چھوڑ دیا جائے۔" سردارے نے جواب دیا اور میں ہنس پڑا۔

"جو دل چاہے کرو اور ہمیں یہیں سے خدا حافظ کہہ دو۔ خواہ مخواہ الجھن ہو رہی ہے۔" میں نے کہا اور سردارے جلدی سے واپس لوٹ گیا۔ پھر اس نے نہ جانے جین سے کیا کہا بہرحال جین اور وہ دوسری طرف چلے گئے۔ جولیا نے کوئی تعرض نہیں کیا تھا۔ ہم دونوں خیمے میں واپس آ گئے۔ تب میں نے جولیا کو اپنے نزدیک بٹھاتے ہوئے پوچھا۔ "کیا جین کو ہمارے تعلقات کے بارے میں علم ہے؟"

"بچی تو نہیں ہے۔"

"شاید وہ میرے ساتھی کو پسند کرتی ہے؟"

"ہم دونوں۔" جولیا نے کہا "ہم دونوں ایک دوسرے کے رازدار ہیں۔" جولیا نے شرماتے ہوئے کہا۔

"اوہ! تب ٹھیک ہے۔" میں نے اسے خود سے قریب کھینچ لیا اور جولیا پیار سے میرے سینے میں منہ رگڑنے لگی۔

قصبے کی ساری خوبصورتی ہم نے سمیٹ لی تھی۔ اب اس میں ہمارے لیے کوئی دلکشی نہیں رہ گئی تھی۔ یوں بھی ان لوگوں کے ساتھ چھ دن گزر چکے تھے اور اب وہ اپنی کشش کھو چکی تھیں۔ چنانچہ ہم یہاں سے آگے بڑھنے کے پروگرام پر غور کرنے لگے۔ اور ایک دن میں اور سردارے سر جوڑ کر بیٹھ گئے۔

"یہاں سے چلا جائے۔ یوں بھی کم دن رہ گئے ہیں۔ پتہ نہیں غلام سیٹھ فرینکفرٹ پہنچا یا نہیں!"

"ٹھیک ہے استاد! جو استاد کی مرضی۔"

"ان لوگوں کو کچھ بتانے کی ضرورت نہیں ہے۔ خاموشی سے چل دیں گے۔" میں نے کہا اور سردارے نے ایک ٹھنڈی سانس لے کر گردن ہلا دی۔

☆ ☆ ☆

سردارے بہرحال میری طرح نہیں تھا۔ یا پھر اس کی سوچ میری مانند نہیں تھی۔ اس کے انداز سے ہر ہو رہا تھا کہ وہ ابھی جین کو چھوڑنے پر دل سے آمادہ نہیں ہے۔ میں نے اس کی بددلی صاف محسوس کی لیکن بہرحال وہ ابھی اس معاملے میں کچا تھا۔ میں نہیں ------ اور میں اسے کچا چھوڑنا نہیں چاہتا تھا۔ ںا میں نے کوئی رعایت نہیں برتی۔ میں نے اس کی اداسی پر کوئی توجہ نہیں دی تھی۔ کئی منٹ تک انچہ رادارے اسی طرح خاموش رہا تب میں نے ہی خاموشی توڑی۔

"البتہ یہاں سے چلنے کا مسئلہ زیر غور ہے۔"

"کیوں استاد؟" سردارے نے رواداری میں پوچھا۔

"کس طرح چلو گے؟"

"ٹرین سروس ہے۔"

"میرا خیال ہے بیچ ہائیکنگ ٹرائی کی جائے۔"

"ایں ہاں استاد ------ یہ جرمن اس معاملے میں بڑے فراخ دل ہوتے ہیں۔ لیکن تمہیں میری ایک ت مانی پڑے گی۔" اچانک سردارے اس گفتگو میں دلچسپی لینے لگا۔ مجھے اس تبدیلی پر حیرت ہوئی تھی۔

"کیسی بات؟"

"ہم پابندیوں کے بغیر سفر کریں گے۔"

"پابندیاں کیسی سردارے ------؟"

"میرا مطلب ہے تفریح کرتے ہوئے چلیں گے۔ تم ایک عمدہ سا گٹار خرید لو۔ ہم آوارہ گردوں کی لرح چلیں گے۔"

"میں تمہاری حرکت سمجھ رہا ہوں۔"

"تمہاری طرح مضبوط انسان نہیں ہوں استاد ------ جین نے بڑے خلوص سے مجھ سے اظہار الفت یا ہے۔ اس کا خیال ہے کہ اس کی زندگی میں' میں پہلا مرد ہوں جس نے اسے متاثر کیا ہے۔"

"مضبوط بننا پڑتا ہے سردارے ------ بلکہ خود کو کسی ایسی لڑکی کے سامنے ہی نہ لاؤ جس کی زندگی میں تم پہلے مرد ہو۔ ہم بھی انسان ہیں لیکن ذرا مختلف قسم کے ------ تو پھر آج ہی سفر شروع کر دیا جائے؟"

"جیسی استاد کی مرضی ------ ویسے کیا ان سے ملنا بھی مناسب نہ ہو گا؟"

"اس سے فائدہ بھی کیا۔" اور سردارے نے گردن ہلا دی۔ چنانچہ دن کے پونے بارہ بجے تھے جب ہم فرائی برگ سے فرینکفرٹ جانے والی شاہراہ ------ کے کنارے کنارے چل پڑے۔ ہمارا حلیہ آوارہ گردوں کا سا تھا۔ لیکن ہمارے جسموں پر عمدہ لباس تھے۔ اور ہمارے تھیلوں میں بھی بہت سی چیزیں تھیں۔ خاص چیز میرا خوبصورت گٹار تھا۔ کئی کاریں اور ٹرک ہمارے سامنے سے گزرے لیکن کسی نے ہمیں لفٹ نہیں دی۔ "میرا خیال ہے استاد ------ رفتار تیز کرو۔ ممکن ہے ہمیں لفٹ نہ ملے۔"

"سست رفتاری سے کیا فائدہ؟"

"شہر سے قریب تو رہیں گے۔"

"چلتے رہو یار ------ جوگیوں کو جنگل یا شہر سے کیا واسطہ"۔ میں نے لاپرواہی سے کہا۔ آسمان پر بادل پھیلے ہوئے تھے۔ موسم خوشگوار تھا اس لئے پیدل سفر برا نہیں معلوم ہو رہا تھا۔ کافی دیر تک چلتے رہے۔ پھر

سیاہ رنگ کی ایک قیمتی گاڑی ہمارے قریب سے گزری۔ سردارے نے حسب معمول انگوٹھے سے اشا
لیکن کار آگے نکل گئی۔ "دہت تیرے کی۔ سب سالے بداخلاق ہو گئے ہیں۔" سردارے نے گردن
لیکن تقریباً دو سو گز جاکر کار کے بریک چرچرائے اور کار رک گئی۔

سردارے جو اس گاڑی کی طرف سے بھی مایوس ہو کر رخ بدل چکا تھا' بریکوں کی چرچراہٹ
اچھل پڑا۔ اور پھر اس نے عجیب بدحواسی سے دوڑ لگائی اور کار کے نزدیک پہنچ گیا۔ میں وہیں کھڑا رہا
سردارے نے زور زور سے میری طرف ہاتھ ہلایا۔ شاید کام بن گیا تھا۔ لمبی سیڈان کی اگلی نشست
درمیانی عمر کا جرمن اور اس سے عمر میں کافی چھوٹی شاید اس کی بیوی بیٹھی ہوئی تھی۔ لیکن اس کا پیٹ
حد تک پھولا ہوا تھا۔ اور اس بے تکے پن نے اس کے اچھے خاصے نقش و نگار پر بھی اثر ڈالا تھا۔ ویسے
آنکھیں بڑی خوبصورت اور جاندار تھیں۔ "ہیلو ——— فرینکفرٹ؟" جرمن نے مسکراتے ہوئے
پوچھا۔ اور میں نے گردن ہلا دی۔ "بیٹھو ——— تم موسیقار ہو؟" جرمن اسی انداز میں بولا۔ اور
پہلے گٹار اندر ٹھونسا' پھر خود اندر گھسا اور سب سے بعد میں سردارے ——— جرمن نے کار گیئر
کر آگے بڑھا دی۔

اس کی بیوی نے کھڑکی سے پشت لگا کر رخ بدل لیا۔ وہ ہم میں دلچسپی لے رہی تھی۔ جرمن کی
ونڈ شیلڈ سے دوسری طرف تھیں۔ لیکن ذہنی طور پر وہ ہماری طرف ہی متوجہ تھا۔

عورت ہمیں دیکھ کر مسکرائی۔ اور پھر اس کی مترنم آواز ابھری۔ "تم نے جواب نہ
مسٹر ———!"

"کس بارے میں مادام؟" میں نے ادب سے پوچھا۔

"تم موسیقار ہو؟"

"پروفیشنل نہیں۔"

"اوہ ——— اچھا۔ تمہارا کیا خیال ہے فن کاروبار بن کر بے جان ہو جاتا ہے؟"

"میں آپ سے متفق نہیں ہوں۔"

"اچھا ——— کیوں؟"

"بے جان چیزیں فروخت نہیں ہوتیں۔ ہاں ان کی شکلیں بدل جاتی ہیں۔ کاروبار بنا کر انہیں
شکلوں میں ڈھال دیا جاتا ہے جو گاہک کی پسند ہوں۔ بس فنکار کی اپنی پسند مر جاتی ہے۔"

"اچھی بات کہی تم نے ——— لیکن تم تو دوکاندار نہیں ہو۔" اس بار مرد نے کہا۔ "ہاں۔ ہم
نہیں ہیں۔"

"پھر کون ہو ——— اپنا تعارف نہ کراؤ گے؟" مرد ہی بولا۔

"آوارہ گرد ہیں۔" میں نے جواب دیا۔

"نروان کی تلاش میں بھٹکنے والے۔" مرد ہنس کر بولا۔

"شاید۔" میں نے گہری سانس لے کر کہا۔

"کیوں صحرا گرد کرتے ہو۔ نروان تو تمہاری ذات میں پوشیدہ ہے۔ کیسے انسان ہو' جس چیز کو
شہروں' جنگلوں اور پہاڑوں میں تلاش کرتے پھر رہے ہو اسے اپنے وجود میں چھپائے پھرتے ہو۔
کے اندر بھی جھانک لو ——— سب کچھ مل جائے گا۔" عورت نے کہا۔ اور میں تڑپ اٹھا۔ کیا

بات کہی تھی' کیسے عجیب الفاظ تھے۔ میرا ذہن جھنجھنا کر رہ گیا۔

"کیا خیال ہے تمہارا ——— کیا یوریشا غلط کہتی ہے؟" مرد نے پوچھا۔ لیکن میں اس بات کا کوئی جواب
نہیں دے سکا۔ تب مرد نے عورت کی طرف دیکھ کر ہنستے ہوئے کہا۔ "اوہ ——— ڈیر یوریشا! شاید تمہاری
بات ہمارے دوستوں کو پسند نہیں آئی۔"

"میرے الفاظ اپنی جگہ درست ہیں۔ تاہم میں ان سے معافی مانگ لوں گی۔" عورت نے کہا۔

"نہیں خاتون! شاید آپ نے ٹھیک ہی کہا ہے۔" میں نے آہستہ سے جواب دیا۔

"چھوڑو ——— میرا خیال ہے ہم غلط موضوع کی طرف بھٹک گئے ہیں۔ ابھی تک ہم ایک دوسرے
سے ناواقف ہیں۔" مرد نے کہا۔

"میرا نام ایڈورڈ ہے' یہ مائیکل ——— باقی ہم بتا ہی چکے ہیں۔" میں نے کہا۔ "ہاں ——— ہاں'
ٹھیک ہے۔ میں گریس ناک ہوں اور یہ میری بیوی یوریشا۔ ہم نے محبت کی شادی کی ہے اس بات کو ذہن
میں رکھنا۔"

"اللہ اکبر ———" سردارے نے گہری سانس لیکر آہستہ سے کہا۔

"بڑی خوشی ہوئی آپ لوگوں سے مل کر۔" میں نے کہا۔

"خاک ———" سردارے پھر آہستہ سے بولا۔ اور میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ "یوریشا
حاملہ ہے۔ اس کے والدین ہسپانیہ میں رہتے ہیں۔ ہم نے اس بار ایک ماہ کی چھٹیاں ہسپانیہ میں گزاری ہیں
اور اب واپس ہنوور جا رہے ہیں۔" گریس نے بتایا۔

"خوب۔" میں نے آہستہ سے کہا۔

"حاملہ ہونے میں کوئی خوبی ہے؟" سردارے نے پھر آہستہ سے کہا۔

"سردارے ——— بری بات ہے۔" میں نے اسے سرزنش کی۔

"کوئی بری بات نہیں ہے۔ کسی حاملہ عورت کے ساتھ بیٹھ کر مجھے بھی اپنے پیٹ میں گڑبڑ محسوس
ہونے لگتی ہے۔" سردارے بولا۔

"تم اتر بھی سکتے ہو۔" میں نے کہا۔

"اب کیا فائدہ۔ ہمیں کار میں بیٹھنے سے قبل دیکھ لینا چاہئے تھا۔" سردارے ناک چڑھا کر بولا۔

"کیا بکواس ہے یار ——— وہ ہمارے بارے میں کیا سوچیں گے۔"

"کوئی حاملہ عورت میرے بارے میں کچھ بھی سوچے' مجھے پرواہ نہیں ہے۔" سردارے نے جواب
دیا۔

"تمہارا دماغ خراب ہے۔" میں نے جھلائے ہوئے انداز میں کہا۔

"حاملہ عورتوں کو دیکھ کر دماغ کو خراب ہی ہو جانا چاہئے۔" سردارے شاید مجھے چڑانے پر تل گیا تھا۔

"بیٹے ——— صحیح معنوں میں یہ عورت کا سب سے مقدس روپ ہے۔"

"سبحان اللہ۔" سردارے نے گردن ہلائی۔

"میں تمہارے پیٹ سے ایک دس سیر وزنی تھیلا باندھ دیتا ہوں۔ دو مہینے دن رات اس تھیلے کے ساتھ
گزارو۔ جو مانگو گے دوں گا۔ یہ ماں کی ہی مقدس ہستی ہے جو پورے نو ماہ اس انداز میں گزار دیتی ہے۔ اور
اس کے بعد زندگی کی بازی لگا کر بچے کو جنم دیتی ہے۔ جنم دینے کے بعد اس کے فرائض ختم نہیں ہو جاتے۔

اس کے بعد وہ اسے اپنے خون کے قطرے چٹا کر پروان چڑھاتی ہے۔ گوشت اور ہڈیوں کا پہاڑ بن کر بھول جاتا ہے۔ اور ـــــــ اس کا مذاق اڑاتا ہے۔ بڑی مقدس ہستی ہے یہ سردارے ـــــــ مقدس جذبہ ہوتا ہے اس کا۔"

"خدا کی پناہ ـــــــ" سردارے نے دونوں ہاتھوں سے اپنا سر تھام لیا۔

ہم دونوں کو کسی دوسری زبان میں گفتگو کرتے دیکھ کر وہ ہم سے بے تعلق ہو گئے تھے۔ عورت رخ بدل لیا تھا۔

"یہ ہمیں بد اخلاق سمجھ رہے ہوں گے۔ تم نے فضول بکواس شروع کر دی تھی۔"

"تم نے وعظ سنا کر اس کی سزا بھی تو دے لی استاد!" سردارے نے جواب دیا۔ "اچھا۔ اب براہ چونچ بالکل بند کر لو۔" میں نے کہا اور سردارے خاموش ہو گیا۔

"آپ لوگ شاید کسی بات پر متفق نہیں ہیں۔" جب ہمیں کئی منٹ خاموشی سے گزر گئے تو گر متوجہ کیا۔

"اوہ۔ میرا ساتھی کریک ہے۔ اکثر فضول اور بے موقع گفتگو شروع کر دیتا ہے۔"

"لیکن تمہاری زبان ہمارے لئے اجنبی تھی۔"

"اسی زبان پر بحث ہو رہی تھی' ایک ایشیائی زبان ہے۔"

"تم ایشیائی زبان جانتے ہو؟"

"کھٹمنڈو میں سیکھی تھی۔ ہرے کرشنا ہرے راما' تحریک کا پیرو ہے۔"

"ہاں' میں نے اس کے بارے میں سنا ہے۔ اور تم ـــــــ؟"

"بالکل نہیں۔"

"خیر ـــــــ یہ تمہارا آپس کا معاملہ ہے' ہم کیا کہہ سکتے ہیں۔ کیوں یوریشا؟"

"ہاں ڈارلنگ۔ لیکن تم نے شاید آسمان کی طرف نگاہ نہیں دوڑائی؟" یوریشا نے ایک گہری سا کر کہا۔

"اوہ' کیوں؟" گریس نے چونک کر کہا اور پھر وہ آسمان کی طرف دیکھ کر بولا۔ "غالباً تم بارش کی متوجہ کر رہی ہو؟"

"ہاں۔" یوریشا نے جواب دیا۔ "تو ہونے دو ـــــــ سفر میں بارش معمولی سی حد تک تکا ضرور ہوتی ہے۔ لیکن موسم کی جو کیفیت ہو جاتی ہے اس کی رومانویت سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔ آپ کا کیا خیال ہے؟" گریس ہماری طرف متوجہ ہو گیا تھا۔

"ہاں۔ یہ موسم رومانی ہوتا ہے۔" میں نے مختصر سا جواب دیا۔

"مسٹر ایڈورڈ ـــــــ کسی حد تک عجیب ضرور رہے گا۔ لیکن کیا میں آپ سے فرمائش ہوں۔" اس نے گٹار کی طرف اشارہ کیا۔

"اوہ' یہاں جگہ مختصر ہے۔"

"میری فرمائش کا تاثر اگر کشادہ ہو تو ـــــــ" یوریشا مسکراتے ہوئے بولی۔

"بجاؤ ـــــــ بجاؤ۔ ایک مقدس ہستی کہہ رہی ہے۔ تمہیں اس کے تقدس کو مدنگاہ رکھتے ہو کی فرمائش پوری کر دینی چاہئے۔" سردارے نے آہستہ سے کہا۔

پ کی کیا رائے ہے مسٹر گریس؟" میں نے سردارے کی بکواس کو نظر انداز کر کے پوچھا۔

ریشا نے ایک ایسی فرمائش کی ہے جسے میں اپنی کوششوں سے پوری نہیں کر سکتا۔ ویسے میں نے ی خواہشات کا احترام کیا ہے۔ تاہم آپ اسے میری بھی درخواست سمجھیں مسٹر ایڈورڈ!"

پ کو ڈرائیونگ میں تو دقت تو نہیں ہو گی؟"

ہرگز نہیں۔" گریس نے جواب دیا۔

سٹر ایڈورڈ ـــــــ گریس تین سال کار ریس چیمپین رہ چکا ہے۔ میں نے اس سے شادی ے بعد اسے کسی ریس میں حصہ نہیں لینے دیا ہے۔ کیونکہ اب اس کی زندگی پر میرا بھی حق ہے۔" ارے اوپر ساری دنیا کا حق ہے۔" سردارے اپنی بکواس سے باز نہ آیا۔ بہرحال میں نے گٹار درست واقعی تنگ تھی۔ حالانکہ کار لمبی اور اندر سے خوب کشادہ تھی۔ پھر بھی گٹار کے لئے بہرحال زیادہ یں تھی۔ سردارے نے کھڑکی سے دوسری طرف منہ نکال لیا۔ اس کی شرارتوں پر میرے ہونٹوں پر آ گئی تھی۔ بہرحال میں نے اس کی طرف توجہ نہیں دی۔ اور پھر گٹار کے تاروں پر موسم کے لحاظ نغمہ چھیڑ دیا۔ اور بڑی دلچسپ بات ہوئی۔ جوں ہی گٹار کی آواز ابھری' بارش پھسل پڑی۔ گویا بادل تاروں پر رکے ہوئے تھے۔ اس بات کو سب نے ہی محسوس کیا۔ گریس نے وائپر کھول دیئے اور تار کسی حد تک سست کر دی۔ یوریشا تاروں میں محو ہو گئی اور آہستہ آہستہ میں بھی نغمے میں کھو گیا۔ ہوں میں پنجاب ابھر آیا۔ لہلہاتا پنجاب' جہلم کے کنارے پھیلے ہوئے کھیتوں میں جگہ جگہ بندھے ان' جن میں بارش سے بچاؤ کے لئے ایک کمزور سی چٹائی نما چھت' چھت سے رستی ہوئی ننھی ننھی ، دور پیپل کے درخت میں پڑے ہوئے جھولے' ان پر پینگیں لیتی ہوئی کنواریاں' اور ان کے ے پھوٹتے ساون کے گیت' ان کے مست کر دینے والے قہقہے' معصوم معصوم سے ـــــــ سب ے ذہن میں ابھر آیا۔ اور میری انگلیاں تاروں میں کھو گئیں۔ مجھے کچھ یاد نہیں رہا کہ میں کیا بجا رہا ں بے خودی میں میرا ہاتھ تاروں پر دوڑ رہا تھا۔

ر بارش ہو رہی تھی' وائپر چل رہے تھے' کار کی انجن کی آواز بھی سنائی دے رہی تھی۔ تب اچانک نے کار سڑک سے اتار کر روک دی اور ہم سب چونک پڑے۔ نغمہ رک گیا۔ اور گریس نے ایک انس لی۔ "مجھے یہ خطرہ بھی تھا۔" وہ آہستہ سے بولا۔

یا ہوا گریس ـــــــ خیریت؟" یوریشا نے چونک کر پوچھا۔

چھ نہیں ہوا یوریشا ـــــــ یوں سمجھو میں نے ایک حادثے کو روکنے کے لئے ایک حسین نغمہ قتل "گریس نے اسی انداز میں جواب دیا۔

میں نہیں سمجھی ـــــــ" یوریشا نے کہا۔ میرا ذہن سائیں سائیں کر رہا تھا۔ جہلم کی حسین وادی سے ک واپس آ جانا مجھے بھی اچھا نہیں لگا تھا۔

نغمہ ایسا دلفریب تھا یوریشا کہ میں خود پر قابو نہیں پا رہا تھا' میرا ذہن بھٹک رہا تھا۔ میں نے محسوس کیا کہ ئیونگ نہیں کر سکوں گا اس لئے ......"

اوہ ـــــــ" یوریشا نے گردن ہلائی۔ اور پھر اس نے میری طرف دیکھا۔ "ایڈورڈ ڈیر ـــــــ تم کمال ہو۔ تم عظیم فنکار ہو۔ اگر گریس میری زندگی میں نہ داخل ہو گیا ہوتا تو میں تمہارے لئے جان کی دیتی۔"

"شکر ہے کچھ دیر ہو گئی۔" گریس نے پر مزاح انداز میں کہا۔ "لیکن یوریشا ڈارلنگ اگر تم لڑکی ہوتا تو میری تمہاری سخت رقابت چلتی اور ممکن ہے تم میری زندگی میں ایڈورڈ کو حاصل کر رہتیں۔"

"ناممکن۔" یوریشا نے کہا۔ "ممکن ہے۔" گریس نے بھی لڑنے والے انداز میں کہا۔

"قطعی ناممکن ——— میں کہتی ہوں......"

"ارے ارے، آپ لوگ لڑیں نہیں۔" میں نے مداخلت کی اور دونوں ہنس پڑے۔

"بہر حال ایک خوبصورت نغمہ قتل ہو گیا جس کا بڑا دکھ ہے۔" یوریشا نے کہا۔

"میرا خیال ہے ہم کہیں رک کر موسم اور نغموں کا لطف اٹھائیں۔" گریس بولا۔

"اوہ، لیکن گریس ——— کیوں نہ ہم انہیں نیوور لے جاکر اپنا مہمان رکھیں۔"

"اگر یہ تیار ہو جائیں۔" گریس نے شانے ہلائے۔

"معذرت چاہوں گا دوستو ——— دراصل فرینکفرٹ میں چند دوست منتظر ہوں گے۔ بعد پہنچنے والے تھے وہ لوگ، لیکن ہم دونوں نے زیادہ وقت برن میں گزار دیا۔"

"اوہ۔" یوریشا نے گہری سانس لی۔ پھر آہستہ سے بولی۔ "مجھے تمہارا فن اتنا ایڈورڈ ——— کہ اگر میں ٹھیک حالت میں ہوتی تو تمہارے ساتھ چند روز فرینکفرٹ ہی میں تمہارے فن سے لطف اندوز ہوتی۔"

میں نے چور نگاہوں سے گریس کی شکل دیکھی۔ لیکن وہ اپنی بیوی کی باتوں پر خوش دلی ہوئے آرام سے ڈرائیونگ کر رہا تھا۔ شام جھک رہی تھی جب ہائیڈل برگ پہنچے۔ دریا خوبصورت پل سے گزرتے ہوئے ذہن میں عجیب عجیب احساسات جاگے۔ دریا کے کنارے چہل قدمی میں مصروف تھے۔ یوریشا غالباً تھکن محسوس کر رہی تھی۔ اس نے کار کی نشست آنکھیں بند کرلیں۔ سردارے شروع ہی سے کچھ بیزار نظر آرہا تھا اس لئے وہ خاموش ہی تھا کی شکل دیکھی اور پھر آہستہ سے سرگوشی کی۔

"تمہیں بھی نیند آرہی ہے؟"

"نہیں ——— اس دن پر غور کر رہا ہوں۔"

"کیوں؟"

"سفر کسی دوسرے ذریعہ سے بھی کیا جاسکتا تھا۔"

"ہوا کیا میری جان؟"

"یہ سفر ہو رہا ہے، لگ رہا ہے ملک الموت ٹانگ گھسیٹ رہا ہے۔ لفٹ بھی ملی تو کیسی کا اس لمبے سفر کے کچھ حسین ساتھی ہوتے۔"

"وہ حسین تو ہے۔"

"جی ہاں ——— اور مقدس بھی۔" سردارے نے کہا۔

"کیا خیال ہے نشست بدلو گے؟" میں نے شرارتاً پوچھا۔

"کیا مطلب؟"

"میں اس سے درخواست کرتا ہوں کہ وہ پیچھے آجائے۔ میں اگلی سیٹ پر چلا جاتا ہوں۔"

نہیں شکریہ ——— وہ معہ اپنے تقدس کے آئے گی۔ ایک سیٹ پر وہ بیٹھے گی دوسری پر اس کا
ا مخواہ جگہ تنگ ہو جائے گی۔" سردارے نے عجیب سے انداز میں کہا اور مجھے ہنسی آگئی۔
سلسل میری بات کا مذاق اڑا رہے ہو۔" میں نے کہا۔
ہر تم ہی بتاؤ استاد ——— کیا اڑاؤں۔ یہ موسم ——— یہ بارش ——— اور ——— برابر کی
ف تم ——— اور اگلی سیٹ پر ایک تقدس مآب۔"
ں۔" میں نے ایک گہری سانس لی۔ بارش کچھ اور تیز ہو گئی اور وائپر بڑی تیزی سے ونڈ اسکرین
نے لگے۔ رفتار زیادہ تیز نہیں رکھی جاسکتی تھی پھر بھی گریس کار کافی تیز رفتار سے دوڑا رہا تھا۔ اس
ں رات ہو گئی تھی جب کار مائن ہام میں داخل ہوئی۔
ٹلو!" سردارے جلدی سے بولا۔
ں خیریت؟"
ون سا شہر ہے؟"
ن ہام ——— کیوں؟"
ی رائے ہے ادھر ہی اتر پڑو۔ رات یہاں گزاریں گے، اس کے بعد باقی سفر کل کرلیں گے۔"
ل انجان جگہ ہے سردارے ——— اس کے بارے میں کوئی تفصیل بھی نہیں معلوم۔ اور پھر
ہ رات مصیبت بن جائے گی۔ ویسے اگر تمہاری یہی رائے ہے تو ٹھیک ہے۔" میں نے کہا۔
جانے کتنا سفر باقی ہے؟"
ڑی رکواؤں؟"
یں، اب جانے دو۔" سردارے نے گردن کھجاتے ہوئے کہا۔
ینکفرٹ اب کتنی دور رہ گیا مسٹر گریس؟" میں نے گریس کو مخاطب کیا۔
ں آدھے گھنٹے کا سفر باقی ہے۔" گریس نے جواب دیا۔
ہ۔" سردارے نے ہونٹ سکوڑ کر ایک گہری سانس لی۔
ی ہوٹل میں قیام کریں گے مسٹر ایڈورڈ؟"
ں۔"
یکن میرے خیال میں اس وقت فرینکفرٹ میں ہوٹل تلاش کرلینا ناممکن ہے۔ بارش نے پورے شہر
ن کر دیا ہوگا۔"
نب آپ ہمیں شہر سے باہر ہی اتار دیں مسٹر گریس! ہوٹل نہ سہی، کوئی ویرانہ سہی۔ ہمارے لئے
یں یکساں ہیں۔"
یکن بارش بہت تیز ہے۔"
ی بھی جگہ پناہ لے لیں گے۔"
آپ کی مرضی۔" گریس نے گردن ہلائی۔ اور پھر تھوڑی دیر کے بعد ہم کار سے اتر گئے۔ گریس اور
نے ہمیں الوداع کہا۔ اور کار آگے بڑھ گئی۔ حیرت انگیز بات یہ تھی کہ ہمارے کار سے اترتے ہی
ر ہو گئی۔ سردارے نے چونک کر آسمان کی طرف دیکھا اور پھر میری طرف ———!
بات میری سمجھ میں نہیں آئی۔" وہ آہستہ سے بولا۔

"کیا——؟" میں نے پوچھا۔
"مائن ہام کی رات تو ہمارے لئے مصیبت بن جاتی۔ اور یہ ویرانہ——؟"
"یہاں تم سکون سے سو جاؤ گے۔" میں نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔
"ویری گڈ——اچھا فلسفہ ہے۔ لیکن میری سمجھ میں نہیں آیا——"
"اس وقت پیدل شہر تک جانے کی ہمت ہے؟"
"توبہ کریں۔"
"مائن ہام میں یہ بات نہیں تھی۔"
"میری سمجھ میں کچھ نہیں آیا۔" سردارے نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔
"افوہ' بارش کی رات—— تنہا' سنسان' ویران تو نہیں رہ سکتی۔ تم مائن ہام کی گلیوں میں تلاش میں نکل پڑتے۔ تمہیں جین یاد آتی' اور نہ جانے کیا کیا یاد آتا——!"
"اوہ' اور اسی لئے آپ شہر سے باہر اتر گئے ہیں؟"
"جی ہاں۔"
"تم منع کر دیتے استاد—— میں تمہارے حکم کی خلاف ورزی کی جرات نہیں کر" سردارے آہستہ سے بولا۔
"سنجیدہ ہونے کی ضرورت نہیں—— اگر اسی وقت شہر چلنا چاہو تو لفٹ مل سکتی ہے۔"
"ارے نہیں—— جس میں اپنا استاد خوش' ہم بھی اسی میں خوش۔" سردارے نے کہا۔ اور میں خاموش ہو گیا۔ "مگر استاد—— زمین بھیگ رہی ہے' آسمان تو حیرت انگیز طور پر گیا ہے۔ لیکن گیلی زمین پر جائے پناہ کہاں ملے گی۔"
"آؤ یار—— تلاش کر لیں گے۔" میں نے لاپرواہی سے کہا۔ اور تاریکی میں سڑک کنارے سے ہم کھیتوں میں اتر گئے۔ سردارے بار بار لڑکھڑا رہا تھا۔ میں نے اسے ہاتھ کا سہارا کے نیچے کی زمین گیلی تھی۔ کہیں کہیں ہمارا پاؤں چھپاک سے پانی میں جا پڑتا۔ نہ جانے کیوں مجھے آ رہا تھا۔ بہرحال خدا خدا کر کے ہم کھیتوں سے نکل کر ایک مسطح میدان میں آ گئے۔ یہاں پانی بھی زمین بھی ہموار تھی۔
سردارے!" میں نے بڑے پیار سے سردارے کو پکارا۔
"استاد!" سردارے نے ایک ٹھنڈی سانس لے کر جواب دیا۔
"کیسی جگہ ہے؟"
"واہ' واہ۔" سردارے نے سپاٹ لہجے میں کہا۔
"کھلے آسمان کے نیچے۔ ابھی چند منٹ کے بعد تارے نکل آئیں گے۔ بھیگی بھیگی فضائیں' سیاہ رات' ہماری نگاہیں آسمان پر ہوں گی اور ستارے......"
"ہماری کھوپڑی میں اتر آئیں گے۔" سردارے بولا۔
"ارے نہیں۔ اس حسین موسم کی توہین نہ کرو۔
"سو جانے دو استاد—— بس سو جانے دو۔" سردارے اچانک زمین پر لیٹ گیا۔ اور زوردار قہقہہ لگایا۔

"شاباش۔ یہی اسپرٹ ہونی چاہئے۔"
"سردارے نے کوئی جواب نہیں دیا۔ اس نے کھردری زمین پر کروٹ بدل لی تھی۔
"ناراض ہو میری جان!" میں نے بڑے پیار سے اس کے برابر لیٹتے ہوئے کہا۔ اور سردارے ہنس پڑا۔
"بہت اچھا موڈ ہے استاد——!" اس نے کہا۔
"ہاں' نہ جانے کیوں۔"
"تو سنو—— میں بھی خوش ہوں۔"
"اوہو—— اچانک۔"
"ہاں—— تمہارا اچھا موڈ میرے لئے قیمتی ہے۔ ایسی تیسی جین کی——" سردارے نے کہا۔
"جین کہاں سے آ ٹپکی۔؟" میں نے پوچھا۔
"یاد آ رہی تھی سالی۔"
"ہاں ہاں—— سالی تو جو لیا تھی۔ میں نے کہا اور سردارے ہنسنے لگا۔
"بہت ہی اچھا موڈ ہے استاد۔ بہرحال میں بارہا اعتراف کر چکا ہوں۔ تمہارا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ تمہاری بت میرے اندر ابھی کافی کچا پن ہے اور اس کی وجہ یہی ہے کہ میں ابھی تک حالات کی بھٹی میں اس قدر ل تپا ہوں کہ کندن بن جاؤں۔"
میں خاموش ہو گیا۔ سردارے کی سنجیدگی نے مجھے بھی سنجیدہ کر دیا تھا اور اب سو جانا ہی بہتر تھا۔ میں اپنا گٹار سرہانے رکھا۔ تھیلا سردارے نے اپنے سرہانے رکھ لیا تھا اور ہم دونوں ہی سونے کی کوشش نے لگے۔ اور دونوں ہی سو گئے۔ عجیب زندگی تھی۔ بلاشبہ دنیا اب ہماری نگاہوں میں کوئی حقیقت نہیں تی تھی۔ عیش و طرب کی زندگی' بڑی دلکشی رکھتی ہے اپنے اندر۔ لوگ اس زندگی کو آرزو بنا لیتے ہیں۔ رت بن جاتی ہے ان کی۔ لیکن ہم سے پوچھے کوئی۔ ہم نے زندگی کے سارے رخ دیکھے ہیں۔ کبھی نرم و م بستر' اعلیٰ کھانے اور زندگی کے سارے قیمتی لوازمات—— اور کبھی کھردرا فرش' دوستو—— ری گزر ہی جاتی ہے۔ جو کچھ مل سکا ہے اس کو غنیمت سمجھو—— جس کی طلب ہے اسے حاصل نے کے لئے کوشش ضرور کرو۔ لیکن ضرورت کو حسرت نہ بناؤ۔ ضرورت پوری ہونے کے بعد کوئی بقت نہیں رکھتی۔ ہاں کوئی حقیقت نہیں رکھتی ضرورت۔
کھردری زمین ہمارا کچھ نہ بگاڑ سکی اور ساری رات ہم آرام سے سوتے رہے۔ لیکن اس رات کی صبح ت ہولناک تھی۔ ابھی روشنی پھوٹی ہی تھی کہ خوفناک فائرنگ ہونے لگی۔ ہمیں چاروں طرف سے گھیر لیا یا تھا۔ بے شمار گولیاں ہمارے اردگرد' دور نزدیک زمین کے پرخچے اڑا رہی تھیں۔ ایک ذرا سی جنبش موت جنبش تھی۔ آنکھ کھلنے پر پہلے تو احساس نہیں ہو سکا' لیکن دوسرے لمحے موقع کی نزاکت میری سمجھ میں گئی۔ اور میں نے صرف ایک جرات کی' کھسک کر سردارے کے نزدیک پہنچ گیا۔ زندگی کی کوئی امید نہیں رہی تھی۔ دشمنوں کی تعداد بے پناہ تھی ایسا لگتا تھا جیسے پوری فوج حملہ آور ہو گئی ہو۔ لیکن ذہن سوچنے سے قاصر تھا۔ کون لوگ ہو سکتے ہیں یہ۔؟
گولیاں تھیں کہ قیامت—— بارش کی طرح محسوس ہو رہی تھیں۔ اسے صرف زندگی کا کرشمہ ہی کہا جا سکتا تھا کہ بے شمار گولیوں نے ہمارے لباس چھوئے اور جسم چھوڑ دیئے۔
اپنی ساری کوششیں کرنے کے بعد دشمن اس کا نتیجہ دیکھنے کے لئے رکا۔ اور خاموشی چھا گئی۔ فضا میں

چاروں طرف دھواں پھیلا ہوا تھا۔ سردارے بھی پھٹی پھٹی آنکھوں سے آسمان کی طرف تک رہا تھا۔ اس ک
اعصاب جواب دے گئے تھے۔ وقفہ خاصا طویل رہا۔ اور میں نے پوری کوشش کر کے حواس کسی حد تک
سنبھالے۔

"سردارے۔۔۔۔۔!" میں نے سردارے کو آواز دی۔

"اس۔۔۔۔۔ اس۔۔۔۔۔ تاو۔۔۔۔۔" سردارے بڑی زور سے اچھلا اور پھر کھڑا ہو گیا۔ بڑ
خطرناک بدحواسی تھی۔ میں سانپ کی طرح پلٹا اور میں نے سردارے کی ٹانگ پکڑ کر کھینچ لی۔ سردارے ب
طرح گرا تھا اور گرنے کے بعد شاید اس کے حواس بحال ہو گئے تھے۔ اس نے عجیب سی نگاہوں سے م
طرف دیکھا۔

میں نے اسے بری طرح دبوچ رکھا تھا!

"مجھے چھوڑ دو استاد۔" سردارے نے آہستہ سے کہا۔

"پہلے اپنے حواس درست کرو۔" میں غرایا۔

"میں ٹھیک ہوں استاد۔۔۔۔۔ اب بالکل ٹھیک ہوں۔ واقعی بدحواسی میں بڑی حماقت ہو گئی تھ
سردارے نے آہستہ سے کہا۔

"ہلنے جلنے کی کوشش مت کرو۔"

"مگر استاد۔۔۔۔۔"

"شاید وہ نتائج دیکھنے کی کوشش کر رہے ہیں۔"

"کون ہو سکتے ہیں استاد۔۔۔؟"

"کیا کہا جا سکتا ہے۔"

"سوئس پولیس۔۔۔؟"

"اس کا یہاں کیا عمل دخل؟"

"تو پھر۔۔۔۔۔ تھامپسن کے گروہ کے......"

"میں کوئی فیصلہ نہیں کر سکتا سردارے، سوائے اس کے کہ ان کی تعداد بہت زیادہ ہے۔"

"خدا کی پناہ استاد......" سردارے کی آواز ایک دم رک گئی۔ فائرنگ کا شور پھر سنائی دیا اور گولیا
سے زیادہ شدت سے برسنے لگیں۔ کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا۔ اف۔۔۔۔۔ ایسے خوفناک لمحات
تصور سے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ کوئی قوت ہی ہمیں بچا رہی تھی، ورنہ اس بھیانک فائرنگ
جانے پر خود بھی یقین نہیں کر سکتا۔

سردارے کی اب پہلے جیسی حالت نہیں تھی لیکن ہم دونوں بڑی بے بسی سے پلکیں جھپکا رہے ت
گولیاں ہمارے سروں سے گزر رہی تھیں۔ آپس میں ٹکرا رہی تھیں۔ رخ بدل رہی تھیں، چنگاریاں
رہی تھیں۔ موت کا ایسا قرب کسی نے کاہے کو دیکھا ہو گا جو ہم دیکھ رہے تھے اور ایسی بے بسی شاید
نے محسوس کی ہو۔! اس مرتبہ فائرنگ مسلسل پندرہ منٹ تک ہوتی رہی اور ان پندرہ منٹوں میں
دماغ ماؤف ہو گئے۔ ہماری سوچنے سمجھنے کی قوت سلب ہونے لگی اور ہمیں آنکھیں بند کر کے حواس
پڑے۔

اور فائرنگ رکی تو محسوس ہوا جیسے قیامت ٹل گئی ہو۔ طوفان تھم گیا ہو۔ ایسا سکوت طاری ہوا ک

سنسنا اٹھا۔! بمشکل تمام سردارے کی آواز میری کانوں میں گونجی۔

"استاد۔۔۔۔۔" اس نے لرزتی آواز میں مجھے پکارا تھا۔

"ہاں سردارے۔۔۔۔۔!"

"شاید۔۔۔۔۔ وہ۔۔۔۔۔ وہ پاگل ہیں استاد۔"

"شاید۔۔۔۔۔"

"اتنا ایمونیشن کیوں ضائع کر رہے ہیں ہم پر۔۔۔۔۔ قریب آ جائیں تو صرف دو گولیاں ہی کافی ہوں گی۔"

"پتہ نہیں۔۔۔۔۔"

"میری ایک تجویز ہے استاد۔۔۔۔۔" سردارے کہا۔

"کیا۔۔۔۔۔؟" میں نے نڈھال انداز میں پوچھا۔

"ہم لوگ خود کو ان کے حوالے کر دیں۔ میرا خیال ہے اب ہر بار اتفاق نہیں ہو سکتا۔ اگر انہوں نے تیسری بار کوشش کی تو ضرور مارے جائیں گے۔"

"مگر۔۔۔۔۔" میں ہچکچایا۔

"یہی درست ہے استاد۔۔۔۔۔ میں پہل کرتا ہوں۔" سردارے نے کہا اور اس سے قبل کہ میں اسے روکوں سردارے اچھل کر کھڑا ہو گیا۔ اس کے دونوں ہاتھ بلند تھے۔! "ہے۔۔۔۔۔" اس نے گلا پھاڑ کر کہا۔ "تم جو کوئی بھی ہو۔۔۔۔۔ ہم خود کو تمہارے حوالے کرنے کے لئے تیار ہیں۔" اور پھر وہ کئی بار اتنی ہی زور سے چیخا کہ آواز پھٹ گئی اور اسے کھانسی آ گئی۔

لیکن اس کے ساتھ ہی اچانک سائرن کی تیز آوازیں گونج اٹھیں۔ ان آوازوں میں انسانی شور بھی شامل تھا اور پھر دور بہت سی گاڑیاں اسٹارٹ ہوئیں۔ میں جو سردارے کی بھیانک موت کا منتظر تھا۔ میں جو چشم تصور سے سردارے کے بدن میں بے شمار خون اگلتے سوراخ دیکھ رہا تھا ان آوازوں پر چونک پڑا۔!

اور پھر میں بھی سردارے کے برابر جا کھڑا ہوا۔

فوجی جیپیں تھیں اور ان پر امریکن فلیگ لہرا رہے تھے۔ میں حیرانی سے انہیں دیکھنے لگا۔ امریکی فوجیوں کو ہم سے کیا دشمنی ہو گی۔؟ اور پھر جیپیں برق رفتاری سے ہمارے قریب آ رکیں۔ فوجی ان سے کود کر ہماری طرف دوڑے۔ ان کی آنکھیں بھی حیرت سے پھٹی ہوئی تھیں اور پھر ان کا گروہ کا گروہ آ کر ہمارے بدن ٹٹولنے لگا۔! عجیب انداز تھا۔ وہ ہمیں چاروں طرف سے دیکھ رہا تھا اور ان کے منہ سے عجیب عجیب آوازیں نکل رہی تھیں۔ پھر ایک لمبا تڑنگا آدمی جو شاید ان کا افسر تھا آگے بڑھا اور فوجیوں کو پیچھے ہٹا کر ہمارے قریب پہنچ گیا۔

"کیا تم ٹھیک ہو۔؟" اس نے اکھڑ لہجے میں پوچھا۔

"ہاں۔۔۔۔۔ ٹھیک ہیں۔"

"شکر ہے۔ لیکن حیرت انگیز لوگو تم یہاں کیا کر رہے تھے؟"

"سو رہے تھے۔"

"بہت خوب۔۔۔۔۔ خودکشی کرنے کا ارادہ تھا۔؟"

"کیوں۔۔۔۔۔؟" میں نے سادگی سے پوچھا۔

"سیاح ہو۔؟"
"ہاں۔۔۔۔۔!"
"پہلی بار یہاں آئے ہو۔؟"
"ہاں۔۔۔۔۔!"
"اوہ۔۔۔۔۔ تب تمہاری بھی کوئی غلطی نہیں ہے۔ ویسے تمہاری اطلاع کے لئے یہ امریکی شوٹنگ گراؤنڈ ہے۔ امریکن فوجیں یہاں روزانہ مشق کرتی ہیں۔"

بلامبالغہ ہمارے سر چکرا گئے تھے۔! "نہ جانے تم کس طرح بچ گئے۔ بہرحال زندگی بچ جانے کی خوشی میں ہماری طرف سے مبارکباد قبول کرو۔ اور آؤ صبح کا ناشتہ ہمارے ساتھ کرو۔" افسر نے میرے اور سردارے کے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا اور پھر وہ ہمیں لئے ہوئے جیپ میں آیا۔ ہمیں بڑی محبت سے بٹھایا اور جیپیں واپس چل پڑیں۔ کافی دور فوجی کیمپ تھا۔ امریکن فوجی ہمیں وہاں لے گئے۔ عقب میں ہم نے پھر شوٹنگ کی آوازیں سنی تھیں۔ ابھی تک ہمارے اعصاب کشیدہ تھے اور ہم خاموش تھے۔ امریکن افسر نے پہلے ہمیں برانڈی پیش کی، جسے ہم نے اپنے حلیے کے پیش نظر قبول کر کے حلق سے اتار لیا۔ اور پھر اعلیٰ ناشتہ ملا۔ امریکن فوجی افسر بے حد خوش اخلاق تھا اور اسے ہمارا بڑا احساس تھا۔ "زندگی بچ گئی ہے دوستو۔۔۔۔۔ چنانچہ موت کا خوف ذہن سے نکال دو۔ شاید تم موسیقار ہو۔؟" افسر نے کہا۔

"ہاں۔۔۔۔۔!" میں نے طویل سانس لیکر گردن ہلا دی۔
"تب۔۔۔۔۔ ہماری خوشی کے لئے کوئی خوشی کا نغمہ سنا دو۔"
"کیا یہ عجیب نہ ہوگا۔؟" میں نے کہا۔
"کیا تمہارا بچ جانا ایک عجوبہ نہیں ہے۔؟"
"ہے۔"
"تب پھر کوئی بات عجیب نہیں ہوتی۔ ہماری فرمائش پوری کر دو، ہم تمہیں بہاروں میں یاد کرتے رہیں گے۔" افسر نے میری پیٹھ تھپتھپاتے ہوئے کہا۔

گو واقعہ بے حد خوفناک تھا لیکن بہرحال میں نے ان لوگوں کی خواہش پوری کرنے کا فیصلہ کر لیا۔ اور پھر میں نے گٹار پر ایک طربیہ دھن چھیڑ دی۔ کئی فوجی رقص کرنے لگے! خوب رقص و سرود جما۔ فوجی رقص کرتے رہے۔ میں بھی موڈ میں آگیا تھا۔ تقریباً دو بجے ان لوگوں کا دل بھرا۔ دوپہر کا کھانا بھی انہی کے ساتھ کھایا۔ پھر فوجی افسر نے ہمیں فرینکفرٹ میں چھوڑنے کی پیشکش کی اور بالآخر ایک فوجی جیپ ہی ہمیں لیکر وہاں سے چل پڑی۔ سردارے بھی اب پرسکون ہو گیا تھا۔ دریائے مائن کے گدلے پانی میں سامان بردار کشتیاں اور اسٹیمر چل رہے تھے۔ سامنے ہی دنیا کا بہترین یوتھ ہوسٹل نظر آرہا تھا۔ فوجی جیپ ہمیں لئے ہوئے ایک شاندار ہوٹل کے احاطے میں داخل ہو گئی۔

میں نے گہری سانس لیکر سردارے کی طرف دیکھا۔ سردارے بھی خاموش تھا۔ دو فوجی نیچے اترے اور ہمیں ساتھ لیکر اندر داخل ہو گئے۔ پھر انہوں نے ہوٹل میں ہمارے لئے ایک کمرہ بک کیا اور ہمارے منع کرتے رہنے کے باوجود ایک ماہ کا کرایہ اور کھانے پینے اور سیر و تفریح کا بل پیشگی ادا کر دیا جو خاصی بڑی رقم تھی۔ "اس کی کیا ضرورت ہے مسٹر۔" میں نے امریکن سپاہی سے کہا۔
"کوئی بات نہیں ہے مسٹر۔۔۔۔۔ ہمارے آفیسر کا یہی حکم ہے۔"

"یار۔۔۔۔۔" سردارے نے ہوٹل کے خوبصورت کمرے کی ایک آرام کرسی میں دراز ہوتے ہوئے کہا۔ "یہ لوگ انسانوں کی قدر کرتے ہیں۔"

"ہاں۔۔۔۔۔" میں نے ٹھنڈی سانس لیکر کہا اور باتھ روم کی طرف بڑھ گیا۔ شاور کی گرم پھواروں کے نیچے بیٹھا ہوا میں سوچ رہا تھا۔ یہ لوگ انسانوں کی قدر کرتے ہیں اور میرے وطن والے۔ میرے وطن والوں نے ناقدری کا شکار بنا کر میری شکل مسخ کر دی اور جب بگڑی ہوئی شخصیت لیکر یہاں آیا تو دیار غیر کے لوگ مجھے انسانوں کا درجہ دے رہے ہیں۔ میرے دیس مجھے تجھ سے شکایت ہے۔ تیری مٹی سے جنم لینے والوں کے دلوں میں پیار کی خوشبو کیوں نہیں ہوتی۔ یہ کیوں اپنوں سے نفرت کا برتاؤ کرتے ہیں۔ یہ کیوں اپنوں کو قبر کی گہرائیوں میں اتارنے کے لئے فکرمند رہتے ہیں۔ میرے دیس۔۔۔۔۔ میرے دیس۔۔۔۔۔ میرے جذبات پھر ابھرنے لگے۔ وطن کا پیار دل سے کیسے نکل سکتا تھا۔ میں تو روٹھا ہوا بیٹھا تھا جو دوسروں کے برے رویئے پر ماں کو چھوڑ آیا تھا۔ ماں کی یاد تو ہمیشہ میرے دل میں چٹکیاں لیتی تھی۔! "استاد۔۔۔۔۔" سردارے نے دروازہ تھپتھپایا اور میں چونک پڑا۔

"کیا ہے سردارے۔؟"
"میں سمجھا کوئی گڑبڑ ہو گئی استاد معاف کرنا۔" سردارے نے جواب دیا اور واپس چلا گیا۔ مجھے بھی احساس ہوا کہ شاید مجھے بہت دیر ہو گئی ہے چنانچہ میں لباس بدل کر نکل آیا۔
"کیا بات تھی سردارے۔؟"
"کچھ نہیں استاد۔۔۔۔۔ دیر بہت ہو گئی تھی۔ کوئی بات نہیں ہے سوری۔" سردارے نے کہا اور پھر خود بھی باتھ روم میں چلا گیا۔ میں نے ویٹر کو بلا کر کافی کے لئے کہہ دیا تھا۔

امریکی فوجی ہمیں چھوڑ کر چلے گئے تھے اور ہوٹل والوں کو اتنی رقم دے گئے تھے کہ وہ ہماری زبردست عزت کرنے پر مجبور ہو گئے تھے۔ غلام سیٹھ کے دیئے ہوئے وقت میں اب صرف دو روز رہ گئے تھے۔ بہرحال ہم وقت پر ہی اس سے ملنا چاہتے تھے۔ اس لئے ابھی دو دن فرینکفرٹ میں آرام سے گزارنے تھے۔ کافی پیتے ہوئے ہم پروگرام بنانے لگے۔!

"کیا خیال ہے استاد۔۔۔۔۔ غلام سیٹھ سے کب ملاقات کرو گے؟"
"ابھی دو دن باقی ہیں!"
"وہ تو ہیں۔ لیکن میرا مطلب ہے۔ کہ پہلے تو نہیں۔؟"
"پہلے ملنے کی کیا ضرورت ہے۔؟"
"تب ٹھیک ہے استاد۔۔۔۔۔" سردارے ہاتھ ملنے لگا۔
"کیوں۔۔۔۔۔ تم کیوں خوش ہو رہے ہو۔؟"
"یہ جرمن لڑکیاں استاد۔۔۔۔۔ بڑی فراخ دل ہوتی ہیں۔" سردارے بے ڈھنگے انداز میں ہنستے ہوئے بولا۔
"لو۔۔۔۔۔"
"اجازت مل جائے گی چیف۔۔۔۔۔"
"مرضی ہے۔" میں نے کہا۔
"لو جیو استاد۔" سردارے خوشی سے اچھل پڑا۔

"پروگرام کیا ہے۔؟"
"ابھی کچھ نہیں ——— باہر نکل کر دیکھوں گا۔ استاد اگر ہم اپنا حلیہ بدل لیں تو کیسا رہے گا۔؟"
"کوئی خاص بات نہیں۔ زیادہ سے زیادہ جاسوس سمجھے جائیں گے اور گرفتار کر لئے جائیں گے۔" م
نے جواب دیا اور سردارے اچھل پڑا۔
"ارے ہاں ——— میں بھول گیا تھا کہ امریکن ملٹری والے ہمیں یہاں چھوڑ گئے ہیں۔" وہ جلد
سے بولا اور پھر کافی کے آخری لگاتار گھونٹ لے کر پیالی خالی کرنے کے بعد بولا۔ "خیر ——— ایسے بھی ک
حرج نہیں ہے' کچھ نہ کچھ ہو ہی جائے گا۔"
"یقیناً ———" میں نے جواب دیا۔
"تم نہیں چلو گے استاد؟" سردارے نے پوچھا۔
"آج تم چلے جاؤ۔ میں کل جاؤں گا۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا اور سردارے بھی مسکرانے ل
تھوڑی دیر کے بعد وہ باہر جانے کے لئے تیار ہو گیا۔ "کرنسی ہے؟" میں نے پوچھا۔ "کافی
استاد ———"
"او کے ———" سردارے کے جانے کے بعد میں کافی دیر تک اسی طرح بیٹھا رہا۔ پھر جب تنہائی
اکتا گیا تو باہر نکل آیا۔ کرتا بھی کیا۔ ہوٹل کے ڈائننگ ہال میں آیا۔ کوئی خاص رونق نہیں تھی' بس چند لو
بیٹھے ہوئے تھے۔ ایک بھی اچھا چہرہ نہیں تھا جو ذوق نگاہ ہی پورا ہوتا۔ طبیعت پر بڑی اداسی طاری تھ
تھوڑی دیر کے بعد ڈائننگ ہال سے بھی اٹھ آیا۔ اس سے تو سردارے کے ساتھ ہی نکل جاتا۔ آوارہ گر
ہی ہوتی۔ اب اکیلے گھومنے سے کیا فائدہ۔ لیکن اس کے علاوہ چارہ بھی کیا تھا۔ پیدل چلتا رہا۔ پھرے ب
ہوسٹل کے سامنے سے گزرا۔ دریائے مائن کی چہل پہل اب بھی برقرار تھی۔ دوسرے کنارے پر سیاہ
زدہ کلیسا کھڑا تھا جو اس شہر کا علامتی نشان ہے۔ عمارتیں خاصی جدید تھیں۔ سڑکوں پر خاصا رش تھا۔ میں
مقصد آوارہ گردی کرتا رہا۔ بازار' دوکانیں دیکھیں۔ فٹ پاتھوں پر چلتے چلتے رات ہو گئی اور پھر جب تھک
تو فٹ پاتھ کے ساتھ ہی ایک اوپن ایر میں بیٹھ گیا۔ خوبصورت کرسیاں پڑی ہوئی تھیں جن پر بہت سے ل
بیٹھے ہوئے تھے۔ میں نے بھی ویٹر کو سیب کی شراب اور آنتوں میں مصالحے دار قیمہ بھرے ہوئے "سا
آرڈر دے دیا۔ دوسرے لوگ بھی وہی چیزیں استعمال کر رہے تھے!
شراب واقعی عمدہ تھی۔ گو میں نے محدود مقدار میں پی لیکن اس کا کوئی جواب نہیں تھا۔ سا
شاندار تھی۔ میں مزے سے کھاتا رہا۔ اکثر لڑکیاں نظر آئیں جو شکل ہی سے شکاری معلوم ہو رہی
بہت سی میری طرف گھورتی ہوئی میرے قریب سے نکلیں لیکن نہ جانے کیسا موڈ تھا۔ میں نے کسی کو
نہیں دی۔
پھر ایک جرات مند میرے سامنے ہی پہنچ گئی۔ "اکیلے ہو ———؟" اس نے جھک کر میز پر دونوں
رکھ دیئے۔ اسکرٹ کا گلا کافی کھلا ہوا تھا جھکنے سے اور ڈھیلا ہو گیا۔ میں نے اس کی شکل نہیں دیکھی۔
کھلے ہوئے گریبان میں جھانک لیا۔ زیادہ عمر نہ تھی۔ یا زیادہ عمر بھی تھی تو محتاط تھی۔
"ہاں ———!" میں نے گہری سانس لیکر اس کی شکل دیکھی۔ بری نہیں تھی۔ "مجھے اکیلے لوگوں
بیحد ہمدردی ہے۔" اس نے کہا اور کرسی کھینچ کر بیٹھ گئی۔
"شکریہ ———!" میں نے جواب دیا اور ویٹر کو چٹکی بجا کر اشارہ کیا ——— ویٹر قریب آ گیا۔

"کیا پیو گی؟" میں نے پوچھا۔
"یہی ——— جو تمہارے سامنے ہے۔" اس نے مسکراتے ہوئے جواب دیا اور میں نے ویٹر کو آرڈر
دے دیا۔
"مقامی ہو ———؟" میں نے پوچھا۔
"ہاں ——— اور تم ———؟" وہ مسکرائی۔ مسکرانے سے اس کے سفید گالوں میں گڑھے پڑ جاتے
تھے جو اس کی درمیانہ درجے کی شکل کو کسی قدر دلکش بنا رہے تھے۔
"پردیسی ہوں۔"
"برٹش ———؟"
"تمہارا اندازہ ٹھیک ہے۔"
"تمہارا لہجہ بتا رہا ہے۔" وہ مسکرا دی۔ سیب کی شراب آ گئی۔ اور اس نے پینا شروع کر دی۔ خاصی
پینے والوں میں تھی۔ کئی پیگ چڑھانے کے بعد اس نے ہونٹ چوسے اور میری طرف دیکھ کر مسکرا دی۔
"فرینکفرٹ کیسا لگا؟"
"ابھی تک' خشک ——— بے رنگ۔" میں نے صاف گوئی سے جواب دیا۔
"تنہا تھے نا۔" اس نے کہا۔
"شاید ———"
"میرا چھوٹا سا کاٹج دریائے مائن کے کنارے ہے۔"
"خوب ———"
"چلو گے؟" اس نے پوچھا۔
"ہاں ———" میں نے جواب دیا۔
"شکریہ ———" اس نے گردن خم کر دی اور پھر وہ مجھ سے دوسری باتیں کرنے لگی۔ اس نے اپنے
لندن کے سفر کے واقعات سنائے۔ انگریزوں کی تہذیب اور اخلاق سے وہ بے حد متاثر تھی اور ان کی بڑی
تعریفیں کر رہی تھی۔ اپنے گھریلو واقعات سنائے۔ مجھے ان باتوں سے کوئی دلچسپی نہیں تھی' لیکن اس کے
باتیں کرنے کا انداز خوب تھا اس لئے میں نے اسے بولنے کو منع نہیں کیا' اور کافی وقت گزر گیا۔ "اب
چلیں ———؟" اس نے پوچھا۔
"چلو ———" میں نے جواب دیا اور ویٹر کو بل لانے کا اشارہ کیا۔ اس نے جلدی سے اپنا پرس کھولا
اور کچھ رقم نکال لی۔
"کیوں۔؟" میں نے اسے دیکھا۔
"پلیز ——— تم مہمان ہو۔" وہ بولی۔
"نہیں ——— میں پہلے سے یہاں موجود تھا۔"
"اور میں تم سے پہلے فرینکفرٹ میں موجود تھی۔" اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔
"تکلف کی ضرورت نہیں۔"
"میری خواہش ہے۔" اس نے التجا آمیز لہجے میں کہا اور میں گہری سانس لیکر خاموش ہو گیا۔ تجربے کار
دوکاندار تھی۔ خشک سودے نہیں کرتی تھی بلکہ گاہک کی زبان بند کر کے اسے لوٹنے کی قائل تھی۔ بہرحال

کیا فرق پڑتا ہے۔ کچھ زیادہ وصول کرے گی۔ میرے پاس کونسی کمی ہے۔ میں نے دل میں سوچا اور بل او کرکے وہ اٹھ گئی۔!

ایک چھوٹی سی سرخ رنگ کی کار کا دروازہ کھول کر اس نے مجھ سے بیٹھنے کیلئے کہا اور خود ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھ گئی۔ میرے بیٹھ جانے کے بعد کار اسٹارٹ ہو کر آگے بڑھ گئی۔ اس کے سنہرے بال اڑ رہے تھے اور اس کے چہرے پر عجیب سے تاثرات تھے۔ تھوڑی دیر کے بعد ہم دریائے مائن کے ایک کنارے پر بنے ہوئے مکانات کے قریب پہنچ گئے۔

سارے مکانات مختلف رنگوں میں تھے اور بے ترتیب انداز میں بنے ہوئے تھے۔ اس بے ترتیبی میں بڑا حسن پیدا ہو گیا تھا۔ ایک خوبصورت کاٹج کے چھوٹے سے پارکنگ میں اس نے گاڑی پارک کر دی اور نیچے اتر گئی۔

"بڑا خوبصورت مکان ہے۔" میں نے تعریفی انداز میں کہا۔

"پسند آیا؟"

"ہاں۔؟"

"شکریہ ——— آؤ ———" اور میں اس کے ساتھ مکان کے اندرونی دروازے پر پہنچ گیا۔ رہن سہن اچھا خاصا تھا۔ خاصے اخراجات ہوں گے۔ میں نے اندازہ لگایا۔ اندر کے سازو سامان میں بھی نفاست تھی۔

"اچھا مکان ——— مکیں کے ذوق کا احساس دلاتا ہے۔"

"تمہارا بہت شکریہ۔" اس نے کہا اور پھر وہ مجھے ڈرائنگ روم میں لے گئی۔ مجھے وہاں بٹھا کر اندر گئی اور چند منٹ کے بعد دو اور خوبصورت لڑکیاں اندر آگئیں۔

"ہیلو ———" ان دونوں نے بیک وقت کہا۔

"ہیلو ———" میں نے بھی خوش اخلاقی سے جواب دیا۔ دونوں لڑکیوں میں الیشا کی شباہت تھی۔ شاید یہ دونوں اس کی بہنیں تھیں۔

"میرا نام کرسٹی ہے اور یہ سوئینا ———" ایک لڑکی نے تعارف کرایا۔ "ایڈورڈ ———" میں نے تعارف کرایا۔

"ہاں آپ کا نام میری سسٹر بتا چکی ہیں۔ انہوں نے کہا ہے ہم مسٹر ایڈورڈ سے گفتگو کریں اور انہیں بور نہ ہونے دیں۔ وہ ابھی آ رہی ہیں۔"

"اوہ شکریہ ——— کیا مشاغل ہیں آپ لوگوں کے۔"

"پڑھتے ہیں ابھی ———" کرسٹی نے جواب دیا اور پھر دونوں لڑکیاں مجھ سے بے تکلف ہونے لگیں' میری سمجھ میں نہیں آیا تھا کہ الیشا نے انہیں کیوں بھیجا ہے۔ کیا واقعی اس لئے کہ اس کی غیر حاضری سے میں بور نہ ہو سکوں یا پھر۔ یہ دونوں بھی لائن پر آچکی ہیں اور الیشا نے انہیں اس لئے بھیجا ہے کہ میں ان میں سے کسی کو پسند کر لوں۔؟

لیکن اپنی گفتگو سے دونوں لڑکیاں بے حد معصوم لگ رہی تھیں گو ان کے بدن جوانی کی آمد کا اعلان کر چکے تھے' لیکن چہروں پر معصومیت تھی۔ بچوں کے سے انداز میں ہنسنا اور بچوں ہی کی سی گفتگو کرنے کی وجہ سے وہ مجھے عجیب لگیں۔ بہرحال میں نے چاہنے کے باوجود خود پر قابو رکھا اور کوئی ایسی بات نہیں کی جو اخلاق

سے گری ہوتی۔ ہاں میں ان کی طرف سے کسی تحریک کا منتظر تھا۔! لیکن کوئی تحریک اس وقت تک نہیں ہوئی جب تک الیشا واپس نہ آگئی۔!

"ہیلو ایڈورڈ ——— معاف کرنا۔ کچھ دیر کے لئے حاضر نہ ہو سکی۔ گھر میں بڑا ہونا بھی عذاب ہے۔ سارے معاملات خود ہی دیکھنے پڑتے ہیں۔" اس نے اپنے مخصوص انداز میں مسکراتے ہوئے معذرت کی۔

"کوئی بات نہیں ہے مس الیشا۔" میں نے جواب دیا۔

"ان دونوں سے ملے آپ۔؟ میں ان کا تذکرہ آپ سے کر چکی ہوں کیا تم لوگوں نے اپنا تعارف کرایا۔؟"

"کبھی کا سسٹر ——— آپ پوچھ لیں مسٹر ایڈورڈ سے۔"

"ہاں ہاں ——— ان دونوں نے آپ کی غیر حاضری محسوس نہیں ہونے دی۔"

"اوہ' شکریہ ——— اب تم جا سکتی ہو۔ اور سنو۔ بیکن بھجوا دو۔"

"اوکے سسٹر ———" لڑکیوں نے بیک وقت کہا اور کمرے سے باہر نکل گئیں۔ "پیاری لڑکیاں ہیں۔" میں نے کہا۔

"ہاں۔ بے حد محبت کرنے والی ——— میں بھی انہیں بے پناہ چاہتی ہوں۔"

"بڑی معصوم گفتگو کرتی ہیں۔"

"ہاں۔ ابھی وہ زمانے کے سرد گرم سے ناواقف ہیں۔" الیشا نے جواب دیا اور پھر ایک ملازم ایک ٹرالی دھکیلتا ہوا لے آیا۔ اس پر مختلف اقسام کی جرمن شراب سجی ہوئی تھی۔ الیشا نے ایک عمدہ کاک ٹیل بنائی اور پھر اس کا ایک جگ بھر کر میرے سامنے کر دیا۔

"خدا کی پناہ ——— میں یہ تنہا پیوں گا۔" میں نے آنکھیں پھاڑ کر کہا۔

"ارے۔ زیادہ ہے کیا۔ میں نے سنا ہے کہ برٹش بلانوش ہوتے ہیں۔" وہ مسکراتے ہوئے بولی۔

"مجھے لندن چھوڑے ہوئے بھی بارہ سال گزر چکے ہیں۔"

"اوہ۔ یہ بارہ سال کہاں گزارے۔؟"

"مختلف ممالک میں ——— نہ جانے کہاں کہاں۔" میں نے ایک گہری سانس لیکر کہا۔ "سیاح ہو۔؟"

"بتا چکا ہوں۔"

"خوب زندگی ہوتی ہے تمہاری بھی۔" اس نے ایک گہری سانس لیکر کہا اور اپنے جگ میں سے کئی گھونٹ چڑھا گئی۔ میں سوچ رہا تھا کہ اگر نشہ نہ ہونے والی گولی میری جیب میں نکل آئے تب میں تجھے بتاؤں۔ بہرحال تھوڑی سی پی۔ کاک ٹیل بہت عمدہ تھی۔ الیشا نے میرے سامنے کئی جگ چڑھائے اور پھر ہونٹ خشک کرکے مخصوص انداز میں مسکرائی ——— میں بھی مسکرا دیا۔

"میرا خیال ہے تم نے کافی پی لی ہے۔"

"بے فکر رہو۔ نشہ نہیں ہو گا۔" اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"ہاں ——— میں محسوس کر رہا ہوں۔"

"سیاحت کا شوق تمہیں کب سے ہے ایڈورڈ؟"

"بس ——— طویل عرصہ گزر گیا۔ یاد نہیں ——— ابتداء کب کی تھی۔"

"شادی نہیں کی؟"

"نہیں———"

"کیوں۔؟" اس نے نیم باز آنکھوں سے مجھے دیکھتے ہوئے کہا۔

"بس——— آوارہ کو کون پسند کرتا ہے۔"

"بے شمار لڑکیاں خود بھی دنیا گردی کی شوقین ہوتی ہیں۔"

"بس تو یوں سمجھ لیں۔ ایسی کوئی نہیں ملی۔"

"تلاش ہی نہیں کی ہوگی۔"

"ہاں——— تلاش بھی نہیں کی۔ میں نے لاپرواہی سے کہا اور الیشا آنکھیں بند کر کے ہنسنے لگی۔ پھر اس کی بہنوں میں سے ایک لڑکی اندر آئی۔"

"کھانا تیار ہے۔" اس نے اطلاع دی۔ "کھانا کھا لیا جائے ایڈورڈ۔؟"۔

"جیسی مرضی——— ویسے میں نے تمہارے سامنے....."

"تکلف نہیں چلے گا۔ میں نے کھانا تیار کرایا ہے۔ آؤ——— جاؤ تم کھانا لگواؤ۔" اس نے اپنی بہن کو حکم دیا اور پھر مجھے ساتھ لے کر اٹھ گئی۔ قیمہ بھرے سالج کھانے کے بعد تو میرے پیٹ میں گنجائش نہیں رہی تھی لیکن الیشا نے خاصے اہتمام سے کام لیا تھا۔ بہرحال اس کے اصرار پر جس قدر کھایا جاسکا کھایا——— اور پھر ہم کھانے کی میز سے اٹھ گئے——!

خاصی رات گزر چکی تھی۔ میں نے الیشا سے کہا کہ میں آرام کرنا چاہتا ہوں۔

"یقیناً——— آؤ۔" اس نے کہا اور پھر وہ مجھے ساتھ لیکر ایک خوبصورت بیڈ روم میں پہنچ گئی۔ بڑا سکون پرور ماحول تھا۔ "مجھے چند منٹ کی اجازت دو' رات کے آخری کاموں سے فارغ ہو کر آجاتی ہوں۔"

"ضرور۔" میں نے کہا اور پھر جوتے وغیرہ اتار کر میں آرام کرنے لیٹ گیا۔ مسہری کے عین سامنے ایک حسین تصویر لگی ہوئی تھی۔ ایک نوجوان جوڑے کو بوس و کنار میں مصروف دکھایا گیا تھا' لیکن ان کے چہروں پر مچلتے ہوئے جذبات بے حد انوکھے تھے۔ میں تصویر میں محو تھا کہ الیشا آگئی۔ اس کے جسم پر شب خوابی کا لباس تھا——!

اور——— اس لباس میں وہ خاصی حسین نظر آرہی تھی۔ میں نے بھرپور نگاہوں سے اسے دیکھا۔ اور اس کے انداز میں ہلکی سی حیا نظر آئی۔ جرمن عورت کے چہرے پر یہ جذبات اجنبی سے لگے۔

وہ شرمائی ہوئی سی میرے قریب آکر بیٹھ گئی——!

"آپ——— آپ کا لباس خراب ہو جائے گا مسٹر ایڈورڈ۔"

"ایں ہاں———" میں نے کہا۔

"اتار دیں۔"

"تنہا———؟" اس نے بھی مسکراتے ہوئے کہا اور پھر ہم نے ریشمی چادر اوڑھ لی۔ اس کے چہرے پر جذبات لرز رہے تھے۔ اور پھر زبانیں بند ہو گئیں جذبات زبان بن گئے اور ان کا اظہار ذریعہ عمل۔

اور رات گزرتی رہی۔ نہ جانے کتنی رات گزر چکی تھی۔ ہم دونوں جاگ رہے تھے۔

"الیشا———" میں نے اسے آواز دی۔

"ہوں———!"

"نیند نہیں آرہی۔؟"

"نہیں———" اس نے محبوبیت سے جواب دیا۔

"الیشا——— میں تمہاری زندگی میں 'کس نمبر پر ہوں۔"

"کیوں——— کیوں پوچھ رہے ہو۔؟"

"بتانا پسند کرو گی؟"

"مجبور کرو گے تو——— نہ کرو تو شکر گزار ہوں گی۔"

"چلو ٹھیک ہے۔ نہ بتاؤ۔"

"بہت بہت شکریہ———" اس نے ممنونیت سے کہا او کسی سوچ میں ڈوب گئی۔ "کیا سوچنے ؟"

"کچھ نہیں——— ماضی میں لوٹ گئی تھی۔"

"اوہ———!"

"ہم بڑے لوگ نہیں تھے۔ ایک دور میں عزت کی زندگی بسر کرتے تھے لیکن دوسری جنگ عظیم نے ثنی باپ ہم سے چھین لیا اور اس کے بعد حالات کی چکی میں ایسے پسے کہ زندگی گزارنے کی کوئی ت نہیں رہی۔ میری چھوٹی بہنیں اور ماں بھوکی مرنے لگیں۔ تب میں نے اپنے بدن سے ان کی رت پوری کی۔ خاصی دولت کمائی اور اس کے بعد اس سے ایک کاروبار شروع کر دیا۔ اب شہر میں میرا پورٹ کا چھوٹا سا کاروبار ہے۔"

"اوہ——— مجھے بہت افسوس ہے۔"

"مجھے خوشی ہے کہ میں اپنی بہنوں کی کفالت بخوبی کر رہی ہوں۔"

"یقیناً!"

"تمہارے چہرے پر تھکن ہے۔ اب سو جاؤ۔"

"سو جاؤں———؟" میں نے اسے شرارت سے دیکھتے ہوئے کہا۔

"ہوں۔" وہ مسکرا دی——— اور میں سو گیا۔ دوسری صبح خاصے دن چڑھے جاگا۔ الیشا کمرے میں ز نہیں تھی۔ میں باتھ روم میں چلا گیا اور لباس وغیرہ پہن کر باہر آیا تو الیشا میری منتظر تھی۔

"ناشتہ تیار ہے۔" اس نے کہا۔ اور ہم ناشتے کے کمرے میں آگئے۔ ناشتے وغیرہ سے فارغ ہو کر میں اس سے اجازت مانگی۔

"ابھی فرینکفرٹ میں ہو۔؟"

"ہاں———!"

"کب تک رہو گے؟"

"کہہ نہیں سکتا۔"

"پھر کسی دن آؤ———!"

"ضرور آؤں گا۔" میں نے کہا اور وہ مجھے باہر تک چھوڑنے آئی۔ تب میں نے نوٹوں کی ایک گڈی پیش کی اور الیشا کا چہرہ پھیکا پڑ گیا۔

"یہ——— یہ کیا ہے۔"

"حقیر سانذرانہ ——"

"کیوں ایڈورڈ ——؟" اس نے دکھ سے کہا۔

"الیشا —— میرا مطلب ہے۔ یہ —— رکھ لو الیشا۔" میں نے کسی حد تک بوکھلا
انداز میں کہا۔

"میں تمہیں بتا چکی ہوں ایڈورڈ —— اب میرا ٹرانسپورٹ کا چھوٹا سا کاروبار چل رہا
کاروبار سے ہم اتنا حاصل کرلیتے ہیں کہ آرام سے زندگی بسر کررہے ہیں۔ ہمیں ان کی ضرورت
انہیں دکھا کر میرے جذبات مجروح نہ کرو ایڈورڈ۔"

"ارے —— ارے الیشا —— میرا مطلب ہے۔"

"اب میں یہ کاروبار نہیں کرتی ایڈورڈ —— یقین کرو۔ میں اب یہ کاروبار نہیں کرتی۔
آنکھوں میں آنسو امنڈ آئے۔

"میری خوشی کے لئے رکھ لو الیشا —— پلیز ——!" میری سمجھ میں کچھ نہیں آرہا تھا۔
جھنجھنا کر رہ گیا تھا۔ گویا جسے میں کاروباری عورت سمجھ رہا تھا وہ کاروباری نہیں تھی۔

"ایڈورڈ ——" اس نے کسی قدر جھنجھلائے ہوئے انداز میں کہا۔

"الیشا —— میں۔!"

"براہ کرم چلے جاؤ۔ براہ کرم چلے جاؤ۔" اس نے کسی قدر برہمی سے کہا اور مڑ کر مکان میں د
گئی۔ میں نوٹوں کی گڈی ہاتھ میں لئے کھڑا اسے حیران نگاہوں سے دیکھتا رہا۔ پھر میں نے ایک گہ
لی۔ یہ دنیا عجوبوں سے بھری پڑی ہے۔ اور پھر میں واپس چل پڑا۔

دن کے ساڑھے گیارہ بج رہے تھے' جب میں ہوٹل میں داخل ہوا۔ لفٹ سے اترا ہی تھا کہ سا
لفٹ سے سردارے باہر نکلتا ہوا نظر آیا۔ اس کی نگاہ میرے اوپر پڑی اور وہ ٹھٹھک گیا۔

میں مسکرا دیا۔ اور جواب میں سردارے بھی مسکرا دیا۔ وہ میرے قریب چلا آیا۔ "معافی چا
استاد —— معافی چاہتا ہوں۔ براہ کرم۔" اس نے شرمندگی سے کہا۔ "کس بات کی معافی مانگ
ہو۔؟"

"دراصل رات کو رکنے کا پروگرام نہیں تھا۔ اس کمبخت نے پلادی' اور ساتھ آنے پر بھی آما
ہوئی۔ میری حالت غیر ہوگئی تھی میں نے سوچا استاد سے معذرت کرلوں گا!" سردارے نے ندام
کہا۔

"اوہ ——" میں نے گہری سانس لی۔ صورتحال کسی حد تک میری سمجھ میں آرہی تھی۔
بھی شاید کل سے گیا ہوا ابھی آیا تھا۔! بہرحال مجھے ہنسی آگئی تھی۔ لیکن میں سنجیدہ ہوگیا۔

"تشریف لائیے۔" میں نے کہا اور وہ کلن دبا کر میرے ساتھ چل پڑا۔ میں اسے لے کر کمر
آگیا۔ "تشریف رکھئے۔" اور سردارے خاموشی سے بیٹھ گیا۔

"ناشتہ کرلیا۔؟" میں نے پوچھا۔

"کرلیا استاد۔"

"تو دم کیوں نکل رہا ہے۔" میں نے لہجہ بدل کر کہا اور سردارے چونک پڑا۔

"استاد زندہ باد —— تم ناراض تو نہیں ہو۔؟"

"جی نہیں —— ویسے کون تھی؟"

"فیریسا —— میں نے آج بھی وعدہ کرلیا ہے۔ تمہارا بھی تعارف کرادیا ہے۔ وہاں کئی ہیں استاد۔"

"ہوں ——" میں نے ایک گہری سانس لی۔ "اب کیا پروگرام ہے؟"

"سونا چاہتا ہوں سرکار اگر اجازت مل جائے۔" سردارے خوب مکھن لگا رہا تھا۔ "چلیں گے۔" میں نے
اور سردارے خوشی سے ناچنے لگا۔

"ساری تھکن' ساری کوفت دور ہوگئی استاد —— سچ تمہارے ڈر کی وجہ سے مزہ کرکرا ہوگیا تھا۔
صحیح لطف آئے گا۔ کافی منگوالوں استاد"۔

"تمہارے ساتھ ساتھ —— میں دوسری لفٹ سے اترا تھا جب تم نظر آئے۔"

"بہت چالاک ہو استاد —— زبردستی اتنی ساری معافیاں منگوالیں' ارے میں کیسا کیسا ڈر رہا تھا۔
کر استاد —— میرا خیال تھا تم سخت ناراض ہو جاؤ گے۔ لیکن —— اچھا استاد —— چلو ٹھیک
کوئی بات نہیں ہے۔" سردارے مسکرانے لگا۔

"فیریسا کہاں ملی۔؟"

"سخت تلاش کے بعد ملی استاد —— ایک ایک سے پوچھا کہ کوئی پردیسیوں کا سواگت کرنے والا بھی
شہر میں موجود ہے۔ بمشکل تمام فیریسا سے ملاقات ہوسکی۔"

"ہوں —— اور آج پھر جانے کا پروگرام ہے؟"

"اگر استاد پسند کریں تو ——"

"تمہارے اندر ایک خرابی ہے سردارے۔"

"کیا استاد۔؟"

"کسی ایک کے پیچھے پڑ جاتے ہو تو ہاتھ دھو کر پڑ جاتے ہو۔ کیا ضروری ہے کہ آج بھی تم وہیں جاؤ۔"

"پھر —— کیا آپ کا کوئی اور پروگرام ہے استاد۔؟"

"نہیں —— یونہی کہہ رہا تھا۔ میرا خیال ہے آج رات آرام کریں گے تاکہ کل صبح پروگرام کے
غلام سیٹھ سے ملاقات کرسکیں۔"

اور سردارے نچلا ہونٹ دانتوں میں دبا کر سنجیدگی سے میری بات پر غور کرنے لگا۔ پھر اس نے گردن
ہوئے کہا۔

"ٹھیک ہے استاد —— مجھے تمہاری بات سے اختلاف کب ہے۔" چنانچہ آج کے باقی پروگرام
ہوگئے۔ کافی پینے کے بعد ہم بستروں میں گھس گئے اور چونکہ رات کی نیند دونوں کی پوری نہیں ہوئی
لئے سوگئے۔

دوپہر کا کھانا بھی گول کردیا۔ شام کی چائے البتہ پی اور پھر باقی وقت بھی ہوٹل کی تفریحات میں گزارا۔
سے باہر جانے کی کوشش نہیں کی گئی تھی۔ نہ ہی سردارے نے اس کی خواہش ظاہر کی۔ اور پھر رات
پس آگئے۔ دن میں خوب سوئے تھے اس لئے ابھی نیند تو نہیں آرہی تھی' تاہم ہم سونے کے لئے
لیٹے۔! اور پھر دوسرے دن جلدی جلدی تیاریوں کے بعد ہوٹل سے نکل آئے۔ ٹیکسی کی اور ڈرائیور کو
بز چلنے کے لئے کہا۔ سردارے خاموش تھا۔ میں بھی کسی سوچ میں گم تھا۔ دیکھئے اس کے بعد کیا
ا رہتا ہے۔ غلام سیٹھ باخبر انسان ہے۔ ممکن ہے اسے ہمارے یہاں تک پہنچ جانے کی خبر مل چکی ہو

اور ممکن ہے وہ ہمارا منتظر ہو۔ بہرحال ہم لین گیز پہنچ گئے۔ شاید یہاں کا سب سے خوبصورت اور سے شاندار ہوٹل تھا۔ ٹیکسی سے اتر کر ہم نے بل ادا کیا اور پھر اندر داخل ہو گئے۔ تھوڑی دیر کے بعد ہوٹل کاؤنٹر پر تھے۔ درمیانی عمر کی ایک بھاری بھرکم عورت کاؤنٹر کے پیچھے موجود تھی۔ اس نے آنکھوں پر سیاہ شیشوں کی عینک لگائی ہوئی تھی۔ اس نے خوش اخلاقی سے مسکراتے ہوئے ہماری طرف دیکھا۔ "یس۔۔۔۔۔۔" وہ گردن خم کر کے بولی۔

"مسٹر غلام احمد۔۔۔۔۔۔ براہ کرم ان کا کمرہ نمبر بتا دیں۔"

بوڑھی عورت گو چشمہ لگائے ہوئے تھی، لیکن میں نے اس کے چہرے کے عضلات میں تناؤ دیکھا۔ یقیناً وہ چونکی تھی۔ اور پھر اس نے دونوں ہاتھ کاؤنٹر پر رکھ کر میری طرف جھکتے ہوئے پوچھا۔

"آپ اس سے کیوں ملنا چاہتے ہیں؟"

"ہم اس کے دوست ہیں۔"

"آپ لوگ مقامی تو نہیں معلوم ہوتے۔"

"جی نہیں۔"

"کہاں سے آئے ہیں آپ لوگ؟"

"کیا یہ تمام باتیں پوچھنا ضروری ہیں خاتون۔؟" میں نے نرمی سے کہا۔

"ہاں۔۔۔۔۔۔" عورت نے جواب دیا۔

"کیوں۔۔۔۔۔۔؟"

"اس لئے کہ غلام سیٹھ یہاں خطرے میں ہے۔"

"اوہ۔۔۔۔۔۔ کیوں۔۔۔۔۔۔؟"

"انٹرپول اس کے پیچھے لگ گئی ہے۔" بوڑھی نے رازدارانہ انداز میں بتایا، اور میں نے سردارے کی طرف دیکھا۔ پھر میں نے ایک گہری سانس لے کر کہا۔ "کیا آپ غلام سیٹھ کو ہمارا پیغام پہنچا سکتی ہیں۔؟"

"ہاں۔ بشرطیکہ تم مجھے مطمئن کر دو۔" بوڑھی عورت نے کہا۔

"غلام سیٹھ خود آپ کو مطمئن کر دے گا۔ آپ اس سے کہہ دیں۔ نواز اور سردارے آئے ہیں۔"

"نواز۔ سردارے۔" عورت نے پنسل سے ہمارے نام لکھ لئے اور پھر اس نے معذرت آمیز لہجے میں کہا۔ "مجھے معاف کریں۔ میں آپ کے سامنے اسے کوئی پیغام نہیں دے سکتی۔ آیئے میں آپ کو آرام گاہ میں پہنچا دوں۔" چھوٹے سے قد کی عورت کاؤنٹر کے پیچھے سے نکل آئی اور پھر وہ ہمیں لئے ہوئے منزل کے ایک کمرے میں پہنچ گئی۔ اس نے کمرے کا تالا کھولا اور ہمیں اندر چلنے کے لئے کہا۔

"آپ لوگ یہاں اطمینان سے تشریف رکھئے۔ میں کافی بھجواتی ہوں۔"

"شکریہ۔۔۔۔۔۔" میں نے کہا اور ہم دونوں بیٹھ گئے۔ عورت باہر نکل گئی تھی۔ وہ دروازہ کھلا چھوڑ گئی تھی۔ "دروازہ بند کر دو سردارے۔" میں نے کہا اور سردارے نے جلدی سے اٹھ کر دروازہ بند کر دیا۔

"انٹرپول۔" سردارے آہستہ سے بولا۔

"ہاں۔۔۔۔۔۔ ہو سکتا ہے۔ اس میں تعجب کی کیا بات ہے۔" میں نے کسی حد تک لاپرواہی سے کہا۔

"لیکن استاد۔۔۔۔۔۔ غلام سیٹھ کے ہاتھ بہت لمبے ہیں۔"

"یقیناً۔۔۔۔۔۔"

"اب اسی عورت کی بات لے لو۔ یہ جرمنی کے ایک ہوٹل کی ملازمہ ہے۔ اس کا غلام سیٹھ سے کیا تعلق۔؟"

"سردارے۔۔۔۔۔۔" میں عجیب انداز میں بولا۔ "میرے ذہن میں کوئی چیز کھٹک رہی ہے۔"

"کیا مطلب چیف۔؟"

"یہ عورت۔۔۔۔۔۔ یہ عورت۔۔۔۔۔۔ اوہ۔۔۔۔۔۔ سردارے اٹھو۔" میں اچانک کھڑا ہو گیا۔ سردارے بھی اچھل کر کھڑا ہو گیا تھا۔

"ہوا۔۔۔۔۔۔ ہوا کیا باس۔؟" اس نے پوچھا۔

"اس نے کیسے یقین کر لیا کہ ہم غلام سیٹھ کے آدمی ہیں۔ وہ ہمیں انٹرپول کا بھی سمجھ سکتی تھی۔"

"اوں۔۔۔۔۔۔ میں نہیں سمجھا۔"

"فرض کرو ہم انٹرپول کے نمائندے ہوتے۔ ایسی شکل میں یہ عورت پھنس سکتی ہے۔"

"ممکن ہے استاد۔۔۔۔۔۔ اتنی ذہین نہ ہو۔"

"پھر۔۔۔۔۔۔ انتظار کیا جائے۔؟" میں نے سردارے کو دیکھا۔

"کیا حرج ہے۔ ہمیں کیا نقصان پہنچ سکتا ہے۔" سردارے نے کہا اور اسی وقت دروازے پر دستک سنائی دی اور ہم دونوں اچھل پڑے۔

"کون ہے آجاؤ۔" میں نے کہا۔ دروازہ کھلا اور ویٹر کافی کی ٹرالی دھکیلتا ہوا اندر آگیا۔ اس نے کافی بنا کر ہمارے سامنے سرو کی اور ایک سلپ میری طرف بڑھا دی۔ "میڈم شین نے دی ہے۔" اس نے کہا۔

"ٹھیک ہے۔ شکریہ۔۔۔۔۔۔" میں نے جواب دیا اور ویٹر واپس چلا گیا۔ میں نے سلپ کھولی۔ "آپ لوگوں کو صرف دس منٹ انتظار کرنا ہو گا۔ رابطہ قائم ہو گیا ہے۔"

"ہوں۔" میں نے ایک گہری سانس لیکر سلپ سردارے کی طرف بڑھا دی۔ سردارے نے بھی گردن ہلا کر سلپ میری جیب میں ڈال دی۔ "انتظار ہی کر لو استاد۔۔۔۔۔۔ ممکن ہے ٹھیک ہی ہو۔" وہ آہستہ سے بولا۔ میں اندرونی طور پر محسوس کر رہا تھا کہ گڑبڑ ضرور ہے۔ بس ایک اندرونی آواز تھی، جس کا کوئی ٹھوس جواز نہیں تھا۔! "کافی بناؤں۔؟ سردارے نے پوچھا۔

"بنا لو۔۔۔۔۔۔" میں نے تھکی تھکی آواز میں کہا اور سردارے کافی بنانے لگا۔ پھر اس نے کافی کی پیالی مجھے پیش کرتے ہوئے کہا۔ "خاصے الجھ گئے ہو نواز۔۔۔۔۔۔؟"

"ہاں سردارے۔۔۔۔۔۔ میرا ذہن اس ماحول کو قبول نہیں کر رہا۔ تاہم اگر کوئی گڑبڑ ہو جائے تو ہمیں اس کے لئے تیار رہنا چاہیے۔"

"کیا مطلب؟"

"ہمیں کسی طور خود کو کسی گروہ سے منسلک نہیں ظاہر کرنا ہے۔ خواہ کھال اتر جائے۔ البتہ اس حد تک ٹھیک ہے کہ ہم کچھ منشیات خریدنا چاہتے تھے۔" میں نے کہا۔ "اگر ذہن میں ایسی بات ہے استاد تو چلو نکل چلیں۔"

"نہیں۔۔۔۔۔۔ اب انتظار ہی کر لو۔" میں نے کہا اور کافی پینے لگا اس کے بعد خاموشی رہی۔ پھر دروازہ کھلا اور بوڑھی عورت اندر آگئی۔ اس نے مسکراتے ہوئے ہماری طرف دیکھا اور پیچھے رخ کر کے بولی۔ "آیئے۔۔۔۔۔۔" اور چار پانچ دراز قامت لوگ اندر گھس آئے۔ سب کے ہاتھوں میں پستول تھے اور بالآخر

میرا اندازہ درست ہی نکلا۔ وہی ہوا جس کا مجھے شبہ تھا۔ چنانچہ میں نے خود کو کنٹرول میں رکھا۔ کافی کی
میں نے بدحواسی کے عالم میں رکھ دی۔ "کک یہ کیا مطلب۔؟" میں نے بوکھلائے ہوئے انداز میں کہا۔
پانچوں مسکرا رہے تھے۔ چہروں سے کافی تیز معلوم ہوتے تھے۔ "معاف کیجئے گا مسٹر نواز۔ غلام نہ مل
میں ان لوگوں کو لے آئی ہوں۔"

"لل ——— لیکن یہ۔ یہ پ ——— پستول۔؟" میں نے اسی انداز میں کہا۔

"ہم انہیں ابھی جیب میں رکھ لیں گے مسٹر نواز' بشرطیکہ آپ یقین دلا دیں کہ آپ لوگوں کے پاس ہتھیار نہیں ہیں۔" ان میں سے ایک نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "اوہ ——— نہیں ——— ہم ایسے جرائم پیشہ نہیں ہیں کہ ایسی خطرناک چیز بھی ساتھ رکھیں۔" میں نے احمقانہ انداز میں کہا۔

"یقین کیسے آئے۔؟" دوسرے نے کہا۔

"تلاشی لے لو۔" میں نے فوراً کہا۔

"ہاں۔ یہ ٹھیک ہے۔ دیکھو تم لوگ؟" اس شخص نے دو آدمیوں کو اشارہ کیا اور دونوں ہمارے قریب پہنچ گئے۔ ہم نے کھڑے ہو کر انہیں تلاشی دی۔ درحقیقت پستول وغیرہ کچھ ہمارے پاس نہیں تھا۔

اور جوں ہی ہماری تلاشی لینے والے پیچھے ہٹے' باقی لوگوں نے پستول جیب میں ڈال لیے۔ "شکریہ مسٹر نواز ——— آپ کے دوسرے ساتھی کا نام ——— کیا ہے میڈم؟" اس نے بعد میں عورت کی طرف رخ کر کے کہا۔

"سردارے۔" عورت نے بتایا۔

"ہاں مسٹر سردارے ——— کیا خیال ہے ہم لوگ باقی گفتگو یہاں سے چلنے کے بعد کریں۔"

"مگر میں آپ لوگوں کو نہیں جانتا۔" میں نے کہا۔

"اوہو ——— معاف کیجئے۔ ہمارا کارڈ۔" ان میں سے ایک نے جیب سے ایک خوبصورت کارڈ نکال کر میرے سامنے کر دیا۔ میں نے کارڈ دیکھا۔ اس پر انٹرپول کا نشان نمایاں تھا۔ "انٹرپول ———" میں نے سوالیہ انداز میں انہیں دیکھا۔ اور وہ پانچویں مسخرے پن سے جھک کر سیدھے ہو گئے۔ "لیکن آپ لوگوں کو ہم سے کیا دلچسپی ہو سکتی ہے؟" میں نے بڑبڑانے والے انداز میں کہا۔

"اوہ ——— ایسا بھی کیا ——— آپ دونوں واقعی دلچسپ ہیں" ان میں سے ایک نے مضحکہ اڑاتے ہوئے کہا اور سردارے نے گہری نگاہوں سے اسے دیکھا۔ ویسے کیا یہ ممکن نہیں ہے کہ اب بقیہ گفتگو کہیں اور چل کر ہو۔"

"تم ہمیں ساتھ لے چلنا چاہتے ہو۔؟"

"خیال تو یہی ہے۔"

"ٹھیک ہے چلو ——— ممکن ہے تمہیں کوئی غلط فہمی ہی ہو بہرحال اسے دور کر لینے میں کوئی حرج نہیں ہے۔"

"شکریہ ——— آؤ ———" وہ ہمیں دروازے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے بولے۔ اور اطمینان سے آگے بڑھ گئے۔ حالات نے ایک رخ بدلا تھا۔ بہرحال ان حالات سے نپٹنا تھا۔ صرف سردارے کی طرف سے تھوڑی سی تشویش تھی۔

ہوٹل کے عقبی راستے سے ہمیں باہر لایا گیا۔ خوبصورت لمبی پولیس کاریں اسی طرف کھڑی ہوئی تھیں

انہوں منتظر تھے۔ ہمیں بیٹھنے کے لئے جگہ دی گئی اور پھر کاریں ہمیں لیکر چل پڑیں۔!
ان لوگوں کا سلوک غیر مہذب نہیں تھا۔ سرخ رنگ کی ایک منحوس شکل عمارت میں ہمیں گاڑیوں
سے اتارا گیا۔ خاصی پرانی لیکن بیحد مضبوط عمارت تھی۔ اس کے ایک بڑے ہال میں پہنچ کر سب رک
گئے۔ سامنے ایک نیم دائرے کی شکل کی کرسیاں پڑی ہوئی تھیں۔ ان کے بالکل سامنے ایک لمبی میز اور ایک
کرسی۔ ہمیں بیٹھنے کی پیشکش کی گئی اور ہم بیٹھ گئے۔!

"دوستو ——— بات کچھ خاص نہیں ہے۔ ہمیں ایک شخص غلام احمد کی تلاش ہے جس کے بارے میں ہمارے پاس رپورٹ ہے کہ منشیات کا...... بین الاقوامی اسمگلر ہے۔ ہم اس کے بارے میں مزید معلومات تم دونوں سے حاصل کرنا چاہتے ہیں۔"

"غ ——— غلام ———" میرے منہ سے سرسراتی آواز نکلی۔

"کیا تم اس سے اجنبیت کا اظہار کرو گے؟"

"نہیں ———" میں نے آہستہ سے کہا۔ "ویری گڈ ——— ہمیں تعاون کرنے والے پسند ہیں اور ویسے بھی منشیات کی اسمگلنگ کے سلسلے میں کبھی سزائے موت نہیں ہوتی۔ پھر رسک کیوں لیا جائے۔

"——— تم اس کے ہم وطن ہو۔؟"

"ہم وطن ———" میں نے آہستہ سے ہی کہا۔

"——— غالباً تمہارے چہروں پر میک اپ ہے؟"

"——— اس نے کہا تھا۔" میں نے جواب دیا۔

"ے ———"

"——— کیا ہم تمہارے چہرے صاف کر دیں۔"

"اس میک اپ سے فائدہ بھی کیا۔ بہرحال ہم پکڑے گئے میں نے خود اپنے چہرے سے میک اپ
صاف کیا۔ "تم بھی اپنا چہرہ صاف کر دو سردارے۔" اور سردارے نے بھی خاموشی سے یہی عمل کیا۔

"——— ہاں دوستو۔ اب تفصیل تم خود ہی بتا دو۔" انہوں نے ہمارے چہرے غور سے دیکھتے

"پوچھو ——— کیا پوچھنا چاہتے ہو۔" اچانک میرے لہجے میں خشکی آ گئی۔ جسے ان لوگوں نے بخوبی

"——— تمہارا رویہ اچانک کیوں بدل گیا۔؟"

"تمہارے پوچھنے کی بات نہیں ہے۔"

"ضروری ہے۔ براہ کرم ہر سوال کا جواب دو۔"

"اس کا تعلق تم سے نہیں ہے۔"

"تعلق پیدا کر لیں گے۔"

"سوال کرو۔ فضول باتوں میں الجھنے سے کیا فائدہ۔ کیا تم میری تقدیر بدل سکتے ہو۔؟"

"مطلب؟"

"ساری زندگی ٹھوکریں کھاتے گزری۔ کبھی کسی غلط کام کی طرف مائل نہ ہوئے اور زندگی میں پہلی بار
اس کے لئے خود کو تیار کیا تو دھر لئے گئے۔" میں نے جھلائے ہوئے انداز میں کہا۔

"خوب ـــــ غلام سیٹھ سے تمہارا کیا تعلق ہے؟"

"حماقت کا رشتہ۔" میں نے جوب دیا۔

"وضاحت کرو۔" سوال کرنے والے کی پیشانی پر بل پڑ گئے۔

"پورا ایک سال گزر گیا ہے ملازمت کی تلاش میں ـــــ نہ جانے کن کن مصیبتوں۔ ہوئے ہم یہاں پہنچے تھے۔ کہیں ملازمت نہیں مل سکی ہر کوشش ناکام رہی' فاقے کئے۔ بھیک ک کوشش کی۔ گانا بجانا سیکھا مگر تمہارے وطن کے لوگ بھی ہمارے ہم وطنوں سے کم نہیں۔ بہ جائے کہ ان کے سامنے کچھ بھوکے موجود ہیں۔ جب تک ان کا آخری سانس نہ نکل جائے' اہ تماشا دیکھتے رہتے ہیں۔ تمہارے وطن میں بھی طویل عرصہ سے ہمارا تماشا دیکھا جا رہا ہے۔ لیک کسی نے نہیں بھرا۔ تب ـــــ ہمیں غلام سیٹھ ملا۔ خود ہمارا ہم وطن ـــــ ہم نے اس ایک وقت کی روٹی کا سوال کیا تھا' اس نے ہمیں اتنی رقم دی کہ ہم ایک ہفتہ گزار سکتے تھے اور کے بعد وہ دوبارہ ملا۔ اور اس نے پیشکش کی کہ وہ ہمیں عمدہ ملازمت دے سکتا ہے۔ لیکن را ہے۔ اور ہم تیار ہو گئے۔ چنانچہ اس نے ہمیں بتایا کہ ہمیں منشیات کی اسمگلنگ کرنا ہو گی۔ بھو آئے ہوئے تھے۔ تیار ہو گئے۔ اس نے آج ہمیں لین گیز میں بلایا تھا۔ اب پتا نہیں حقیقت میں نے کہا۔ سردارے کا چہرہ سپاٹ تھا لیکن اس کی آنکھوں میں تحسین کی جھلک موجود تھی۔

اور میرے چہرے پر اس وقت نہ جانے کیسے تاثرات تھے۔ وہ سب بھی خاموش تھے۔ ا خاموش رہے۔ میری کہانی یقیناً موثر تھی اور وہ سوچنے پر مجبور ہو گئے تھے۔ بہرحال کافی دیر کے سے ایک نے کہا۔ "بہت خوب عمدہ کہانی ہے۔ ذہانت سے بھرپور ـــــ تمہاری ذہانت کی ظرفی ہے۔ لیکن دوست ـــــ اب حقیقت بتا دو۔"

"جہنم میں جاؤ تم ـــــ اور جہنم میں جائے حقیقت ـــــ جو تمہارا دل چاہے کرو جھلائے ہوئے انداز میں کہا۔

"تمہارے اوپر تشدد بھی کیا جا سکتا ہے۔" اس نے کہا۔

"قتل بھی کر سکتے ہو۔ ہمارا سفارت خانہ ہمارے معاملے میں کچھ نہیں بولے گا' کیونکہ بارے میں کوئی علم نہیں ہے۔" میں نے جواب دیا۔

"تو تمہیں علم نہیں ہے کہ غلام سیٹھ کہاں گیا؟"

"اگر علم ہوتا تو ہم اسے پوچھنے لین گیز میں آتے۔؟" میں نے آنکھیں نکال کر کہا۔

"ہوں ـــــ" وہ خاموش ہو گئے۔ کافی دیر تک خاموشی رہی۔ پھر ان میں سے ایک۔ اور چار مسلح آدمی اندر آ گئے۔

"انہیں بند کر دو۔"

"لیس سر ـــــ" انہوں نے جواب دیا۔ چاروں مقامی تھے۔ انہوں نے ہمارے بازو اور ہم آگے بڑھ گئے۔ اس ہال سے نکال کر ہمیں باہر لایا گیا۔ اور میں نے سرگوشی کے انداز میں آواز دی۔

"سر ـــــ دارے ـــــ" میں نے اس طرح کہا جیسے سانس چھوڑ رہا ہوں۔!" ہ سردارے نے بھی میری طرف متوجہ ہوئے بغیر کہا۔

"جس جگہ ـــــ ہمیں بند کیا جائے۔ وہاں تم ـــــ کسی بھی زبان میں کوئی ایسی گفتگو نہیں کرو گے' جس سے ہماری ذات پر کوئی روشنی پڑ سکے۔ ہاں ایسی گفتگو کریں گے جیسے یہاں پھنس جانے پر پریشان ہوں۔

"پنجابی میں بھی نہیں استاد ـــــ؟"

"نہیں سردارے ـــــ ان لوگوں کو بہرحال ہماری قومیت کا احساس ہو گیا ہے۔"

"ٹھیک ہے۔" سردارے نے کہا۔

ہمیں لے جانے والے ہمارے منہ سے نکلنے والی بڑبڑاہٹ شاید سن رہے تھے۔ لیکن نہ تو الفاظ ان کے پلے پڑ سکتے تھے نہ ہمارا انداز ایسا تھا۔ جیسے ایک دوسرے سے گفتگو بھی نہ کر رہے ہوں۔

بالآخر وہ ہمیں ایک عمدہ کمرے میں لے گئے اور وہاں بند کر دیا۔ باہر سے دروازہ لاک کر دیا گیا تھا۔ ۔ رے کمرے میں فرار کا کوئی راستہ نہیں تھا۔ البتہ کمرہ ایر کنڈیشنڈ تھا۔ وہاں عمدہ بیڈ لگے ہوئے تھے۔ عام ضروریات کی چیزیں موجود تھیں۔ کافی دیر تک خاموشی رہی۔ پھر سردارے بولا۔ "استاد۔"

"ہوں ـــــ" میں نے پر خیال انداز میں جواب دیا۔

"یہ قید خانہ ہے۔؟"

"اور کیا تمہاری سسرال ہے۔" میں نے جھلائے ہوئے انداز میں کہا۔

"تم جھلائے ہوئے کیوں ہو۔؟"

"فضول باتوں سے پرہیز کرو۔" میں نے کہا۔

"لیکن غور تو کرو استاد ـــــ کیسی عمدہ قید ہے۔ اگر یہ قید خانہ ہے تو ہم سے بڑا احمق اس روئے ین پر دوسرا نہیں ہو گا۔" سردارے نے کہا۔

"کیوں۔؟" میں نے متعجب انداز میں پوچھا۔

"ہم نوکری کی تلاش میں مارے مارے پھرتے رہے۔ بھوکے مرے کوئی چھوٹا موٹا جرم کر کے یہیں ہلتے۔ بری جگہ ہے۔؟"

"جگہ تو بری نہیں ہے سردارے ـــــ لیکن یہاں آنا کوئی اچھی بات بھی نہیں ہے۔"

"اور منشیات کی اسمگلنگ اچھی بات ہے؟"

"بحالت مجبوری کیا کرتے۔ بہرحال اچھا ہی ہوا شروع کر دیتے تو ممکن ہے کوئی بڑی بات ہی ہو جاتی۔"

"وہ شخص بہت چالاک نکلا۔ خود فرار ہو گیا اور ہمیں مصیبت میں پھنسا گیا۔"

"بہرحال۔ ٹھیک ہے۔ دیکھو قسمت اب کیا گل کھلاتی ہے۔" میں نے ٹھنڈی سانس لیکر کہا اور پھر ہم ں خاموش ہو گئے۔

وقت گزرتا رہا۔ ہم بستروں پر لیٹ گئے تھے۔!

شام کی چائے کے ساتھ خاصے لوازمات تھے۔ ڈٹ کر کھایا پیا۔ پرواہ تو تھی نہیں۔ ویسے میں اپنے طور پر ڈ رہا تھا۔ غلام سیٹھ ان حالات سے بے خبر تو نہیں ہو گا۔ لیکن اس وقت وہ خود الجھن میں ہے۔ ممکن ہے رچی چھوڑ بھی چکا ہو۔! بہرحال مجھے اپنی پرواہ بھی نہیں تھی' تھوڑے دن یوں بھی سہی۔ رات ہو گئی۔ رات کے کھانے پر بھی بہت سی چیزیں تھیں۔ ہم نے کھانے میں کوئی تکلف نہیں کیا۔ سردارے تو کھانے کی تعریفیں بھی کر رہا تھا۔ اور بار بار کہہ رہا تھا کہ اس سے قبل یہ بات ذہن میں کیوں

نہیں آئی۔!

رات کے تقریباً گیارہ بجے ہوں گے، جب ہمیں بلایا گیا۔ دو آدمی ہمارے پاس پہنچ گئے۔

"چلو----" ان میں سے ایک نے کہا۔

"کہاں----؟" میں نے پوچھا۔

"تمہیں طلب کیا گیا ہے۔"

"یہ طلب کرنے کا وقت ہے۔ ہم سونے جارہے ہیں۔ صبح کو دیکھا جائے گا۔" سردارے نے کہا۔

"کرم----ہمیں سختی پر مجبور مت کرو۔"

"ارے بھائی تم خود سوچو....."

"چلو سردارے۔ بہرحال ہم قیدی ہیں۔" میں نے کہا۔

"ٹھیک ہے استاد----مگر انسان بھی تو ہیں۔ ذرا انسانیت نہیں ہے ان لوگوں میں۔"

"چلو----" میں نے کہا اور سردارے برے برے منہ بناتا ہوا میرے ساتھ چل پڑا۔

تھوڑی دیر کے بعد ہم اسی بڑے ہال میں پہنچ گئے۔ اس وقت یہاں کافی آدمی موجود تھے۔ سب طرف متوجہ تھے۔ ایک طویل القامت آدمی اپنی جگہ سے اٹھ کر ہمارے پاس آیا۔

"زندگی گزارنے کے بے شمار راستے ہیں۔ بری زندگی ہی کیوں اپنائی جائے۔" اس نے ک

"جی----؟" میں تعجب سے بولا۔

"کیا تم غیر قانونی طریقے سے یہاں آئے؟"

"یہی سمجھ لیں۔"

"اگر حکومت کو پتہ چل جائے تو وہ تمہیں واپس بھیج دے گی۔"

"حالات کے سامنے کس کی چلتی ہے۔" میں نے شانے ہلائے۔

"تاہم----میں نے تمہارے ساتھ رعایت کی سفارش کی ہے۔" اس نے نرم لہجے میں کہا۔

"نہیں سمجھا۔"

"دراصل----تمہاری گفتگو سن لی گئی ہے۔"

"کونسی گفتگو----؟" میں نے چونک کر کہا۔

"سناؤں" اس نے ہاتھ اٹھایا۔ اور پورے ہال میں خاموشی چھا گئی۔ اس کے بعد میری اور سردا گفتگو ہال میں گونجنے لگی، جو ہم نے قید کے کمرے میں کی تھی۔ اور پھر اس کے بعد کسی اور کی آواز کا ترجمہ بھی سنایا گیا۔

"اوہ----تو----تو----" میں نے کسی قدر بوکھلانے کی اداکاری کی۔

"ہاں----اس کمرے میں ڈکٹو فون تھے۔ بہرحال----تمہاری بیگناہی ثابت ہو گئی۔ نے تمہاری رہائی کی سفارش کی ہے اس کے علاوہ میں نے یہ بھی سفارش کی ہے کہ تمہیں یہاں جائے۔ یہ میرا کارڈ ہے۔ میں تمہارے لئے ملازمت کی کوشش بھی کروں گا۔ دو تین دن میں کہیں نمبر پر رنگ کر لینا۔"

"اوہ----اوہ----لیکن جناب----ہم----ہم یہاں سے جانا نہیں چاہتے۔"

"نہیں دوستو----یہاں کسی غیر ضروری شخص کو نہیں رکھا جاتا۔ تم فکر مت کرو۔ لو

کچھ رقم رکھو۔ کام چلاؤ۔ اگر تمہاری ملازمت کا بندوبست نہ ہو سکا تو تمہیں اور رقم مل جائے گی۔"

میں نے گہری سانس لی----اور پھر ممنون انداز میں اس شخص کا شکریہ ادا کیا۔ "لیکن ایک درخواست ہے۔ آئندہ اگر اس شخص سے ملاقات ہو، یا تم کسی طور اس کی نشاندہی کر سکو، تو ہم تمہارے شکر گزار ہوں گے۔ اس کے علاوہ تمہیں قیمتی انعامات دیئے جائیں گے۔"

"بہتر ہے۔" میں نے کہا۔ "اب تم جہاں کہو، تمہیں پہنچا دیا جائے۔"

"بس اس عمارت سے باہر نکال دیا جائے۔ اس کے بعد ہم خود کہیں دفعان ہو جائیں گے۔" سردارے نے طنزیہ انداز میں کہا اور تمام لوگ ہنسنے لگے۔

"ٹھیک ہے۔ جیسی تمہاری مرضی۔ جاؤ انہیں باہر پہنچا دو۔"

سڑک پر آ کر میں نے گہری سانس لی۔ سردارے خاموشی سے میرے ساتھ چل رہا تھا۔! "ٹیکسی پکڑو استاد۔ بڑی تھکن محسوس ہو رہی ہے۔" کافی دور پیدل چلنے کے بعد سردارے نے کہا۔

"چلتے رہو سردارے۔" میں نے آہستہ سے کہا۔

"اوہ۔ خیریت----؟" سردارے میرے لہجے پر چونک پڑا۔

"کیا خیال ہے تمہارا اس بارے میں؟"

"کس بارے میں؟"

"ان لوگوں نے ہمیں اتنی آسانی سے آزاد کر دیا۔"

"اب تو استاد کو داد دینا بھی ہلکا لگتا ہے۔" سردارے اعتراف کرنے والے انداز میں بولا۔

"نہیں سردارے غلط فہمی کے شکار ہو۔" میں نے آہستہ سے کہا۔

"کیا مطلب استاد۔" سردارے سرسراتی آواز میں بولا۔

"تمہارا کیا خیال ہے؟"

"یہی کہ وہ ہماری گفتگو سے احمق بن گئے۔"

"انٹرپول کے نمائندے تھے اتنے احمق نہیں ہو سکتے۔"

"پھر----؟"

"ابھی تک تو اندازہ نہیں ہو سکا۔ لیکن میرا دعویٰ ہے کہ ہمارا تعاقب ضرور کیا جائے گا۔"

"اوہ----تمہارا مطلب ہے کہ وہ ہماری طرف سے مطمئن نہیں ہوئے----؟"

"نہیں سردارے۔"

"لیکن کیوں استاد----ہم نے جس زبان میں گفتگو کی تھی۔ ان لوگوں کو مطمئن کرنے کے لئے یہ بات کافی تھی اور انہوں نے وہی گفتگو سنا کر ہماری طرف سے اطمینان کا اظہار کیا تھا۔"

"یہیں پر انہوں نے حماقت کی ہے۔"

"کیا مطلب؟" سردارے چونک پڑا۔

"سردارے----اگر وہ ہماری باتوں سے مطمئن ہو گئے تھے تو اس کے اظہار کی کیا ضرورت تھی؟"

"اوہ----!"

"وہ ہمیں ہماری گفتگو سنا کر یقین دلانا چاہتے تھے کہ وہ ہماری طرف سے مطمئن ہو گئے ہیں۔ ہمیں باور کرانا چاہتے تھے کہ اب ہم ان کیلئے قطعی غیر اہم ہیں۔"

"استاد۔۔۔۔۔ میں تمہاری ذہانت کو نہیں پہنچ سکتا۔" سردارے نے اعتراف کیا۔ "لیکن اس کا مقصد۔۔۔۔۔؟"

"شاید ہمارے ذریعے وہ غلام سیٹھ تک پہنچنا چاہتے ہیں۔"

"اوہ۔۔۔۔۔! ظاہر ہے انہیں تمہاری حیثیت کا احساس نہیں ہے۔"

"ہاں۔۔۔۔۔ یہ بات میں مان سکتا ہوں۔"

"لیکن استاد۔۔۔۔۔ انہوں نے تو ہم سے خود کہا ہے کہ غلام سیٹھ اگر نظر آجائے تو ان سے تعاون کیا جائے۔"

"اپنی نیک نیتی کے اظہار کے لئے۔۔۔۔۔ ظاہر ہے ہم ان کے کہنے پر عمل تو نہیں کریں گے۔"

"خدا کی قسم استاد۔۔۔۔۔ مجھے تمہارے دماغ پر حیرت ہوتی ہے" سردارے نے کہا۔ "غلام سیٹھ نے تمہارا انتخاب بلاوجہ ہی نہیں کیا ہوگا۔ لیکن بہرحال یہ بات اس کے خیال میں بھی نہیں ہوگی کہ تم انٹرپول والوں سے بھی اس طرح ٹکرا سکتے ہو۔"

میں نے کوئی جواب نہیں دیا۔

"ٹیکسی روک لوں استاد۔۔۔۔۔" سردارے نے پھر پوچھا۔ اس کی نگاہیں سامنے سے گزرنے والی ٹیکسی پر لگی ہوئی تھیں اور اچانک میری آنکھیں چمک اٹھیں۔

"یہ مسئلہ بھی حل ہوگیا۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"کونسا مسئلہ۔۔۔۔۔؟"

"میں کہہ رہا تھا ناکہ ہمارا تعاقب بھی کیا جائے گا۔"

"ہاں۔۔۔۔۔ کوئی ہے کیا۔۔۔۔۔؟" سردارے نے چونک کر پوچھا۔

"ہاں۔۔۔۔۔ مگر ناکام ہے۔"

"کیا مطلب؟"

"تم نے ٹیکسی روکنے کیلئے کتنی بار کہا ہے۔"

"یاد نہیں۔"

"مجھے یاد ہے۔ تین بار۔۔۔۔۔ اور تینوں بار یہ بات تم نے خالی ٹیکسی کو گزرتے دیکھ کر کہی ہے۔ کیوں۔؟"

"ہاں۔"

"کیا تم نے ان ٹیکسیوں پر غور کیا ہے جو ہمارے سامنے سے گزری ہیں؟"

"نن۔۔۔۔۔ نہیں۔۔۔۔۔"

"ایک ہی ٹیکسی ہے سردارے۔۔۔۔۔ جو بار بار ہمارے سامنے سے گزر رہی ہے۔ مقصد یہ ہے کہ ہم اس میں بیٹھ جائیں۔"

"اوہ۔۔۔۔۔ اوہ۔۔۔۔۔ تو۔۔۔۔۔ تو۔۔۔۔۔" سردارے کی آنکھیں پھیل گئیں۔

"چلو اس بار وہ گزرے تو اسے روک لینا۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"لیکن استاد۔۔۔۔۔ اوہ۔۔۔۔۔ تو تمہارے خیال میں وہ......"

"ہاں۔ میرے خیال میں وہ انہی کا آدمی ہے۔"

"حد ہے۔" سردارے نے گہری سانس لی۔

"بہت بڑی بات نہیں ہے سردارے۔ انہوں نے ہماری اداکاری پر یقین نہیں کیا ہے۔ بلکہ ہمیں چارہ بنایا ہے۔ چوٹ صرف اتنی سی کھائی ہے انہوں نے کہ ہماری حیثیت کا تعین نہیں کرسکے۔"

"ٹھیک خیال ہے استاد۔۔۔۔۔ مگر یہ تم ہی ہو جو تہہ تک پہنچ گئے۔ مگر اب پروگرام کیا ہے۔"

"بس اس بار ٹیکسی آئے تو روک لینا۔ کسی بھی ہوٹل میں چلیں گے۔"

"کسی میں بھی کیوں؟"

"احمق انسان۔۔۔۔۔ ہمارے پاس تو کھانے کے پیسے بھی نہیں تھے' اتنے عمدہ ہوٹل میں......"

"اوہ۔۔۔۔۔ ہاں۔۔۔۔۔ میرا دماغ ماؤف ہے استاد۔۔۔۔۔ یہ سب کچھ میری لائن کی باتیں نہیں ہیں۔"

"کوئی بات نہیں ہے۔"

"ٹیکسی آرہی ہے استاد۔"

"روکو۔۔۔۔۔" میں نے کہا اور سردارے نے ہاتھ اٹھادیا۔ ٹیکسی تھوڑی دور جاکر رک گئی۔ ڈرائیور نے جلدی سے نیچے اتر کر دروازہ کھول دیا۔ ہم دونوں اندر بیٹھ گئے۔ "یس پلیز۔۔۔۔۔" ڈرائیور نے سوالیہ انداز میں کہا۔

"کسی بھی سستے سے ہوٹل میں لے چلو میرے بھائی۔" میں نے کہا۔

"یس سر۔۔۔۔۔" ڈرائیور نے جواب دیا اور ٹیکسی آگے بڑھادی۔ اور پھر ایک معمولی سے ہوٹل کے سامنے اس نے ٹیکسی روک دی۔ میں نے بل ادا کیا اور ہم نیچے اتر کر اندر داخل ہوگئے۔ کمرہ حاصل کرنے میں کوئی وقت نہیں ہوئی۔ کمرے میں پہنچ کر سردارے نے گہری سانس لی تھی اور پھر اس نے کمرے کا دروازہ بند کردیا۔ اور ایک کرسی میں گر گیا۔

میں بھی ایک کرسی پر بیٹھ گیا تھا۔ کئی منٹ تک ہم دونوں خاموش رہے۔ پھر سردار نے ہی خاموشی توڑی۔ "اب کیا پروگرام ہے استاد؟"

"کوئی خاص نہیں سردارے۔"

"سیٹھ کو کہاں تلاش کروگے۔؟"

"اسے تلاش کرنے کی کوئی خاص ضرورت تو نہیں ہے۔ وہ یقیناً نکل جائے گا' اس کے بعد کسی مناسب موقع پر اس سے ملاقات کرلیں گے۔ ویسے ایک بات اور بھی ہے۔"

"وہ کیا۔۔۔۔۔؟"

"ہمیں اس بات پر مطمئن نہیں ہو جانا چاہئے کہ مقامی حکومت ہمیں دان کئے ہوئے بیلوں کی طرح چھوڑ دے گی۔ ہمیں صرف اس وقت تک کی آزادی ہے' جب تک انٹرپول والے ہم میں دلچسپی لے رہے ہیں۔ انٹرپول والوں نے جس دن ہمیں چھوڑا۔ مقامی حکومت ہمیں رکھ لے گی۔"

"اوہ۔۔۔۔۔ اس کا مطلب ہے کہ یہاں بھی سوئٹزر لینڈ والے حالات پیدا ہوگئے استاد۔؟"

"ہاں۔ تقریباً۔"

"بہرحال گھبرانا کس بات کا۔۔۔۔۔ ہمیں ایک لائحہ عمل بنالینا چاہئے۔"

"یقیناً!" میں نے پرخیال انداز میں کہا اور پھر میں نے خاموش ہو کر کرسی کی پشت سے گردن ٹکادی۔

سردارے بھی خاموش تھا۔ کافی دیر تک ہم اسی انداز میں بیٹھے رہے۔ پھر میں نے کرسی سے اٹھتے ہوئے کہا۔
”بہرحال آرام کرو سردارے۔ صبح کو سکون سے سوچیں گے۔“
”اوکے استاد۔“
”لڑکیاں تو یاد نہیں آرہیں؟“ میں نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔
”نہیں استاد۔۔۔۔ ذہن کے کسی گوشے میں کوئی لڑکی نہیں ہے' حیرت انگیز بات ہے۔ ہے نا۔۔۔۔؟“ میں نے کوئی جواب نہیں دیا۔
دوسرے روز صبح حسب معمول جاگے۔ منہ ہاتھ دھویا اور پھر ناشتہ منگالیا۔ خاموشی سے ناشتہ کیا اور پھر ناشتے سے بھی فارغ ہو گئے۔
”تیاریاں کرو سردارے۔“
”کیسی تیاریاں استاد۔؟“
”بس آج پورا دن آوارہ گردی کریں گے۔ اندازہ لگانا ہمارا تعاقب ہو رہا ہے یا نہیں۔؟“
”اوکے چیف۔۔۔۔ لڑکیوں سے دوستی کی کوشش بھی کریں گے۔“
”جو دل چاہے کرنا۔ ہمیں ہر وہ حرکت کرنی چاہیے جو کوئی ایسا آدمی کر سکتا ہے۔ جسے کافی دن تک قلاش رہنے کے بعد ایک مناسب رقم مل جائے۔“
”ویری گڈ۔۔۔۔ تو پھر اٹھو نا۔“ سردارے نے کہا اور ہم اٹھ کر باہر نکل آئے۔! اور پھر اس کے بعد حقیقی معنوں میں آوارہ گردی شروع ہو گئی۔ کوئی مقصد نہیں تھا اس لئے کوئی ترتیب بھی نہیں تھی۔ لیکن میری نگاہیں اپنا متعاقب تلاش کر رہی تھیں۔ متعاقب کا اندازہ ہو گیا۔ لیکن اگر اتنی گہری نگاہ سے میں اس کا جائزہ نہ لے رہا ہوتا تو اندازہ لگانا تقریباً ناممکن تھا۔ کیونکہ تعاقب نہایت ہوشیاری سے کیا جا رہا تھا۔ کئی گاڑیاں تھیں۔ کبھی کوئی آگے آجاتی' کبھی کوئی۔ لیکن چونکہ ہم لوگ ابھی پیدل چل رہے تھے اس لئے ان لوگوں کو بڑی دقت ہو رہی تھی۔ چنانچہ میں نے کئی دلچسپ مناظر دیکھے گاڑیوں والے پیدل بھی چلنے لگتے تھے اور جب انہیں محسوس ہوتا کہ ہم ٹیکسی روکنے والے ہیں تو وہ گاڑی میں جا بیٹھتے۔
بہرحال یہ صرف میرا احساس تھا۔ ممکن ہے غلط ہو۔ لیکن میں نے اس کے بارے میں سردارے کو کچھ نہیں بتایا۔ ورنہ ممکن ہے وہ اپنے کچے پن سے احساس دلا دیتا کہ ہم اس تعاقب سے واقف ہو چکے ہیں اور اچانک ہی میرے ذہن میں تفریح کا پروگرام بن گیا۔ لیکن میں نے اس پروگرام میں سردارے کو بھی شامل کرنے کا فیصلہ کر لیا: ”سردارے۔۔۔۔“ میں نے اسے آواز دی۔
”چیف۔۔۔۔“
”مڑ کر قطعی نہیں دیکھنا۔ ہمارا تعاقب باقاعدگی سے ہو رہا ہے اور اب ہم اپنا تعاقب کرنے والوں سے لطف لیں گے۔“
”اوہ۔۔۔۔ ہوٹل ہی سے تعاقب ہو رہا ہے استاد۔“
”یقیناً۔۔۔۔“
”ویری گڈ۔۔۔۔ تو اب کیا پروگرام ہے۔“
”کوئی ٹیکسی روکو۔“
”اوکے۔۔۔۔“ سردارے نے کہا۔ اور پھر اس نے ایک ایسی ٹیکسی روکی جو اسی وقت خالی ہوئی

تھی۔ میں نے مسکراتے ہوئے سردارے کو داد دی تھی۔ ہم اس ٹیکسی میں بیٹھ کر چل پڑے۔ تب تعاقب کرنے والوں کو سکون ہوا۔ اب نیلے رنگ اور سفید رنگ کی دو گاڑیاں ہمارے پیچھے تھیں۔
میں خاموش تھا۔ سردارے بھی محتاط انداز میں ان گاڑیوں کو دیکھ لیتا تھا۔ پھر ایک خوبصورت عمارت کے سامنے ہم نے ٹیکسی رکوالی۔ ”تم یہیں بیٹھو سردارے۔ میں ابھی آیا۔“
”کوئی کام ہے چیف۔۔۔۔؟“
”واپس آکر بتاؤں گا۔“ اور میں عمارت میں داخل ہو گیا۔ بلاوجہ عمارت کے ہال اور بہت سے کمروں میں چکراتا رہا اور پھر نکل آیا۔ ٹیکسی میں بیٹھا اور ٹیکسی چل پڑی۔ ”کیا پوزیشن ہے۔؟“ میں نے آہستہ سے اردو میں پوچھا۔
”دو آدمی اندر گئے ہیں۔ اور ابھی اندر ہی ہیں۔“ سردارے نے جواب دیا اور میں نے قہقہہ لگایا۔ ”مقصد کیا تھا استاد؟“
”تفریح۔۔۔۔ صرف تفریح۔۔۔۔ ان لوگوں کو اتنا پریشان کریں گے کہ ہوش ٹھکانے آجائیں۔ اور سنو۔۔۔۔ ان کا شبہ برقرار رکھنا ہے۔ اسی میں ہماری بچت ہے ورنہ پکڑے جائیں گے۔“ میں نے کہا اور سردارے گہری سانس لیکر گردن جھٹکنے لگا۔!

☆ ☆ ☆

”چلو“ میں نے ٹیکسی ڈرائیور سے کہا اور اس نے ٹیکسی آگے بڑھادی۔ بہرحال ہم سیر کرتے رہے اور ہمارے باڈی گارڈز ہمارے پیچھے لگے رہے۔ دن بھر آوارہ گردی کرنے کے بعد ہم واپس ہوٹل پہنچ گئے۔ میں نے ان لوگوں کی کوئی پرواہ نہیں کی تھی۔ ظاہر ہے اب تو وہ پیچھے لگ ہی گئے تھے۔ ہم لوگ خطرے میں تھے۔ اور تو کوئی بات نہیں تھی' بس اس چیز کا خدشہ تھا کہ کچھ بھی ثابت نہ ہو سکا' تب بھی مقامی پولیس ہمیں نہیں چھوڑے گی' کیونکہ ہمارے پاس کاغذات وغیرہ نہیں رہے تھے۔ لباس وغیرہ تبدیل کرنے کے بعد ہم بستروں پر لیٹ گئے۔ سردارے بھی کسی گہری سوچ میں ڈوبا ہوا تھا۔ میں بھی انہی خیالات میں گم تھا اور پھر اچانک اچھل پڑا۔ یہی شکر تھا کہ سردارے نے ابھی تک کسی قسم کی گفتگو نہیں کی تھی۔ ورنہ گڑبڑ ہو جاتی۔ اس انداز میں' میں مسہری سے اچھل کر نیچے اترا تھا' اس پر سردارے چونک پڑا۔
اس نے کچھ کہنے کے لیے منہ کھولا ہی تھا کہ میں نے چھلانگ لگا کر اس کا منہ دبوچ لیا' اور سردارے خوفزدہ نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگا' تب میں نے ہونٹوں پر انگلی رکھ کر اسے خاموش رہنے کا اشارہ کیا۔ اور سردارے نے گردن ہلا دی۔ جب اس نے میرا مقصد سمجھ لیا تو میں نے اس کا منہ کھول دیا۔ اور پھر دبے پاؤں چلتا ہوا دروازے تک پہنچ گیا۔
سردارے کے انداز میں تجسس پیدا ہو گیا تھا۔ وہ بھی سنبھل کر مسہری سے نیچے اتر آیا۔ میں نے اچانک۔۔۔۔ پوری قوت سے دروازہ کھول کر باہر جھانکا۔ لیکن راہداری سنسان پڑی تھی۔ تب ایک طویل سانس لے کر میں نے دروازہ بند کر لیا۔ سردارے اب بھی خاموشی سے میری حرکات دیکھ رہا تھا۔ دروازہ اندر سے بند کرنے کے بعد میں پلٹا۔ اور پھر میں نے سردارے سے اٹھنے کے لیے کہا۔ اور اس کا بازو پکڑ کر ڈریسنگ ٹیبل پر پہنچ گیا۔ ”سردارے۔ کمرے میں ڈکٹو فون تلاش کرو۔“ میں نے ایک کاغذ پر لکھا اور سردارے نے گردن ہلا دی اور پھر اس کمرے کا ایک ایک کونا چھاننے لگے۔ زیادہ کاوش نہ کرنی پڑی۔ قالین کے نیچے دو باریک تار نظر آئے۔ جو باتھ روم کی چوکھٹ تک گئے تھے۔ اور باتھ روم کی چوکھٹ کے ایک

خانے میں ایک مائیک صاف نظر آگیا۔ سردارے نے ایک گہری سانس لے کر میری طرف دیکھا۔ اور میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ میں نے مائیکروفون خانے سے نکال لیا۔ اس کے پیچھے کافی تار موجود تھا۔ میں نے مطمئن انداز میں گردن ہلائی۔ ڈکٹوفون کو بیکار کرنے کا ایک عمدہ طریقہ مجھے معلوم تھا' میں نے جیب سے رومال نکالا۔ کچھ ردی کاغذ لیے اور باتھ روم کے ٹب کے پانی میں نکاس کا سوراخ بند کردیا اور پھر نل کھول دیا۔ ٹب میں پانی بھرنے لگا۔ پانی میں ڈال دیا اور مائیک نیچے بیٹھ گیا۔ اس کام سے فارغ ہونے کے بعد میں نے طویل سانس لی تھی۔

"ان کی ایسی تیسی۔" میں نے باتھ روم کا دروازہ بند کرتے ہوئے کہا۔

"عمدہ ترکیب تھی استاد۔ اب انہیں سنائی نہ دے گا۔"

"ہرگز نہیں۔ چکر ہی میں رہیں گے۔"

"کیا مطلب؟"

"وہ اندازہ ہی نہیں کرپائیں گے کہ کیا ہوگیا۔ اگر ہم تار کاٹ دیتے تو انہیں پتہ چل جاتا کہ سلسلہ منقطع ہوگیا ہے۔ اب ایسی کوئی بات نہ ہوگی۔"

"اور آواز بھی نہیں سنائی دے گی؟" سردارے نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔"

"غلط آدمی سے ٹکرا گئے ہیں بیچارے۔" سردارے محبت بھری نگاہوں سے مجھے دیکھتے ہوئے بولا۔ "خیر میں اس قدر خوش فہمی کا شکار نہیں ہوں۔"

"ارے میں تو ہوں اپنے استاد کی طرف سے۔"

"بہرحال سخت ہوشیار رہنے کی ضرورت ہے سردارے۔ درحقیقت ہم غلط لوگوں سے ٹکرا گئے ہیں۔"

"دیکھا استاد۔ کیا یہ لوگ ــــــ"

"یہ بات نہیں ہے سردارے۔ دراصل قانون شکنی کوئی اچھا فعل تو نہیں ہے۔ قانون کسی بھی ملک کا ہو۔ سب کے لیے قابل احترام ہوتا ہے۔ میں اپنے جیسے لوگوں سے تو نمٹ سکتا ہوں۔ لیکن قانون کے محافظوں سے ــــــ"

"ہاں استاد۔ یہ بات تو ہے۔" سردارے نے تشویش سے کہا۔

"میں تو غلام سیٹھ کی طرف سے فکر مند ہوں۔"

"میں اس شخص کو زیادہ نہیں جانتا استاد۔"

"کسے' غلام سیٹھ کو؟"

"ہاں۔"

"اوہ۔ سردارے۔ وہ شخص معمولی تو نہیں ہوسکتا۔ جس نے ساری دنیا میں اپنا کاروبار پھیلا رکھا ہے۔ کون سا ملک ہے جہاں اس کے نمائندے موجود نہیں ہیں۔"

"اس کا مطلب ہے؟"

"اس کا مطلب یہ بھی ہوسکتا ہے سردارے کہ غلام سیٹھ کبھی کا یہاں سے نکل گیا ہو۔"

"اوہ ــــــ" سردارے نے ہونٹ سکوڑے۔

"ویسے میں اس پر ریجھ گیا ہوں۔"

"کیوں استاد؟"

"یہاں سے نکلوں یا نہ نکلوں؟"

"جب تمہارا خیال ہے کہ باس یہاں سے نکل گیا ہوگا تو پھر یہاں رکنے سے فائدہ؟"

"ہوں۔" میں پرخیال انداز میں بولا۔ "ان لوگوں کو اپنے پیچھے لے چلو؟"

"یہ تو مناسب نہ ہوگا۔"

"میرا بھی یہی خیال ہے۔ کسی طرح ان کے ذہنوں سے ہماری طرف سے شبہ نکل جائے۔ دراصل دو الجھن پڑگئی ہے۔"

"دو طرفہ سے کیا مراد ہے استاد؟"

"میں تمہیں بتا چکا ہوں۔ اگر ان لوگوں کا شبہ ہماری طرف سے ختم ہو جائے' تو بھی بہرحال ہم مقامی ں کے مجرم ہوں گے' میرا تو خیال ہے کہ مقامی پولیس بھی ہم میں دلچسپی لے رہی ہوگی۔ لیکن انٹرپول نے ہمیں چارے کے طور پر استعمال کرنے کے لیے ان سے ادھار مانگ لیا ہوگا اور اگر ہم مقامی پولیس تھ لگ گئے اور اس نے تحقیقات کی تو یقینی بات یہ کہ ساری کیفیت انہیں معلوم ہو جائے گی اور پھر ہے وہ ہمیں سوئٹزرلینڈ پولیس کے حوالے کردیں۔"

"اوہ۔" سردارے کی آنکھیں پھیل گئیں۔ "یہ صورت حال تو واقعی خوفناک ہے استاد۔"

"تو تم میری تشویش کو اب تک مذاق سمجھ رہے تھے۔" میں نے کہا اور سردارے خاموش ہوگیا۔ اس ں بات کا کوئی جواب نہیں دیا تھا۔ پھر کافی دیر تک ہم دونوں خاموش رہے۔ اس کے بعد میں نے ہی "بہرحال سردارے میں نے آخری فیصلہ یہی کیا ہے کہ انٹرپول والوں کو جب تک رکھ سکتے ہو شبہے کو۔ اور اس دوران یہاں اس انداز میں گذارو جیسے ہم فاقہ مست ہیں۔ اس کے بعد یہاں سے نکل ی کوشش کریں۔"

"او کے چیف۔ سردارے تیار ہے۔ لیکن بس ایک درخواست ہے۔"

"کیا؟" میں نے مسکراتے ہوئے سردارے کی طرف دیکھا۔

"استاد کی پیشانی کی شکنیں سردارے نہیں دیکھ سکا۔"

"کیا مراد ہے؟"

"میں تمہیں سپرمین سمجھتا ہوں۔ حالات تو الٹے سیدھے آتے ہی رہتے ہیں۔ ان سے متاثر ہوئے تو ثابت ٹوٹ جائے گا۔"

"تمہاری ذات میں ایک چھوٹا سا بچہ پوشیدہ ہے سردارے۔ میں روایتی ہیرو نہیں ہوں۔ اور بہرحال نے کا خواہش مند بھی ہوں۔ ہمیں بہرحال احتیاط مدنظر رکھنا ہوگی۔"

"اس سے کس کافر کو انکار ہے استاد۔"

"اچھا بس۔ اب آئندہ پروگرام سنو۔"

"ارشاد۔ ارشاد۔" سردارے ہمہ تن گوش ہوگیا۔

"ہم بھی ابتدا کر رہے ہیں۔ اور یہ ابتدا یوں ہوگی جب ہم یہاں سے نکلیں گے تو ڈکٹوفون اسی طرح چھوڑ دیں گے۔"

"سردارے کی کھوپڑی سرد ہے استاد۔"
"برف جھاڑ لو۔ ورنہ نقصان اٹھا جاؤ گے۔"
"پوری پوری کوشش کروں گا استاد۔"
"تو پھر سیدھی سی بات ہے۔ ہم ڈکٹوفون نکال کر اس جگہ بھی رکھ سکتے ہیں۔ ایسی شکل میں وہ اس
خرابی ہی تلاش کرتے رہ جائیں گے۔ لیکن اگر وہ اسے پانی میں پڑا دیکھیں گے تو سوچیں گے کہ بہرحال ہم
کی حرکتوں سے ہوشیار ہیں' چنانچہ وہ اور محتاط ہو جائیں گے۔"
"اوہ۔" سردارے نے گردن ہلائی۔ "یہ ٹھیک ہے۔ گویا اس طرح ان کا شبہ ہمارے اوپر برقرار ر
گا۔"
"ہاں۔ یہی مقصد ہے۔"
"ٹھیک ہے استاد۔" سردارے نے گردن ہلا دی۔
"پھر اب کیا پروگرام ہے استاد؟"
"تم بتاؤ۔"
"جب تفریح ہی کرنی ہے تو کھل کر کی جائے۔ فی الحال وہ ہمارے محافظ ہیں۔" سردارے نے کہا۔
"مطلب بتاؤ۔"
"ہائے استاد۔ تم نے چسکہ لگا دیا ہے۔" سردارے نے خوشامدانہ لہجے میں کہا۔ "لیکن میری
ہم کرنسی سے ٹوٹ رہے ہیں۔ جو کچھ انہوں نے دیا تھا وہ ختم ہو رہا ہے۔"
"اوہ۔ اور یہاں اپنا کھاتہ بھی نہیں ہے۔"
"اگر ہو بھی تو ادھر کا رخ کرنا' ان بے چاروں کی موت بلانا ہے۔"
"یقیناً استاد۔"
"ہے کوئی ترکیب تمہارے ذہن میں؟"
"سردارے معذور ہے استاد۔"
"صرف کھوپڑی سے۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔
"تمہارے ذہن میں کچھ ہے استاد؟"
"بہت کچھ ہے۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔
"کیا؟"
"آؤ۔" میں نے اٹھتے ہوئے کہا۔ اور سردارے جلدی سے اٹھ گیا۔ "کتنی رقم ہے تمہارے پا
اور سردارے نے اپنی جیب سے کرنسی نکال کر میرے سامنے ڈال دی۔ میرے پاس بھی نوٹ تھے۔
"گڈ۔ کافی ہیں۔" میں نے کہا۔ اور ہم دونوں باہر نکل آئے ہوٹل سے نکل کر میں نے ٹیکسی روک
ہم اس میں بیٹھ گئے۔ ٹیکسی آگے بڑھ گئی۔
"کہاں چلوں صاحب؟"
"کسی بھی کلب میں جہاں جوا ہوتا ہو۔ اور عام لوگوں کے داخلے پر کوئی پابندی نہ ہو۔"
"بہتر۔" ڈرائیور نے جواب دیا۔ سردارے چونک کر میری طرف دیکھنے لگا۔ اور پھر اس نے مسک
ہوئے کہا۔

سردارے بہت احمق ہے چیف۔"
یں۔ کیوں سردارے؟" میں نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔
بار بار بھول جاتا ہے کہ اس کے ساتھ کون ہے۔"
یا مطلب؟"
تم کہیں بے بس نہیں ہو استاد۔ بے بسی دوسروں کے مقدر میں ہی لکھی ہے۔ وہ اور ہی ہوتے ہیں
ہی محسوس کرتے ہیں۔ لیکن استاد میں نے ایک بات دیکھی ہے۔"
کیا؟"
ہم جیسے لوگ' دولت جن کی راہ تکتی رہتی ہے' دولت کے بھوکے نہیں ہوتے۔ تم اگر چاہو تو مختلف
ے کتنی دولت حاصل کر سکتے ہو۔ سچ اس دولت کی انتہا نہ ہو۔"
جانے دے سردارے ان باتوں کو۔" میں نے ایک ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔
یوں استاد۔ سنجیدہ کیوں ہو گئے؟"
دولت کی ضرورت بھی کیا ہے سردارے؟"
یرا کون بیٹھا ہے سردارے۔ بس اتنا کافی ہے کہ عیش سے گذر جائے۔" میں نے کہا اور سردارے
ہو گیا۔ شاید اسے یہ موضوع چھیڑ کر افسوس ہو رہا تھا۔ وہ بالکل خاموش ہو گیا۔
ں نے بھی ذہن پر بار رکھنا مناسب نہیں سمجھا۔ چند منٹ کے بعد میں نے سردارے کو مخاطب کیا۔ "
ے۔"
یں چیف۔"
زیکفرٹ والوں نے ہمیں بہت بڑی حیثیت دی ہے۔ ہمارے ساتھ ہر وقت باڈی گارڈز رہنے لگے

وہ۔ واقعی استاد؟"
ہاں۔"
موجود ہیں؟"
یقیناً۔ اور یہ اچھی بات ہے۔"
کیوں؟"
بھی وہ اندازہ تو لگالیں کہ ہمارے ذرائع آمدنی کیا ہیں۔"
خوب اور اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔"
ہرگز نہیں۔"
ری گڈ۔ ویسے قسم لے لو استاد۔ اس زندگی میں بڑا لطف آ رہا ہے۔"
چھا؟"
ں۔ سیدھی سادی زندگی میں کوئی دلکشی نہیں ہوتی۔" اب کم از کم کچھ لوگوں سے ٹسل تو ہے اور
بھی خاصے خطرناک۔"
ہاں۔" میں نے مختصراً کہا۔
وڑی دیر کے بعد ڈرائیور نے ٹیکسی "البانو" کے سامنے روک دی۔ "یہاں جائیں گے صاحب؟"

"ہمارے مطلب کی جگہ ہے؟"
"سو فیصدی۔"
"بس تو ٹھیک ہے۔" میں نے کہا اور اتر کر بل ادا کرنے لگا۔
"سر اگر آپ جیت کر واپس آئے تو خادم کو یاد رکھیں گے؟"
"اوہو۔ تم کب تک رکو گے۔ ہم واپسی کا کوئی تعین نہیں کر سکتے۔"
"رات کے کسی بھی حصے میں۔" ڈرائیور بولا۔
"اور اگر ہار گئے تب؟"
"میری تقدیر بھی اپنے کھیل میں شامل کر لیں۔ اگر ساتھ نہ دیا تو واپسی کا کوئی کرایہ نہیں لوں گا۔"
"منظور۔ دس فیصد تمہارا۔"
"اوکے باس۔ میرا نام بشکن ہے۔"
"اوکے بشکن۔" میں نے کہا۔ اور ہم دونوں مسکراتے ہوئے اندر داخل ہو گئے۔ کلب میں دا
ٹکٹ خریدا اور اندر پہنچ گئے۔ جدید ترین ملک کا جدید ترین کلب تھا۔ ہم نے چند منٹ ایک جگہ رک
اپنے باڈی گارڈز کا انتظار کیا۔ اور اگر ہمارا اندازہ غلط نہیں تھا تو ہمارے بعد آنے والے دونوں آد
ہمارے تعاقب میں تھے۔ دونوں عمدہ قسم کے لباسوں میں ملبوس تھے۔ نوجوان تھے۔ اور کافی اسمارٹ
آ رہے تھے۔ انہوں نے ہماری طرف نگاہ بھی نہیں اٹھائی۔ اور یونہی سرسری سی نگاہ پورے ہال پر ڈ
ہوئے' بار کاؤنٹر کی طرف چلے گئے۔ یہاں انہوں نے کچھ مشروب لیے اور کاؤنٹر پر کہنیاں ٹکا کر مشروب
چھوٹے چھوٹے سپ لینے لگے۔ "ٹھیک ہے سردارے۔ یہ انٹرپول کے روایتی جاسوس ہیں۔ آؤ۔ ا
کریں' ہمیں اس سے کیا۔" میں نے کہا اور ہم دونوں آگے بڑھ گئے۔
جوئے کے جدید ترین انتظامات تھے۔ ہر قسم کی مشینیں لگی ہوئی تھیں۔ جن پر اعلیٰ پیمانے پر جوا
تھا۔ لیکن میرے پاس محدود رقم تھی' اس لیے میں صرف کام کی بات کر سکتا تھا۔ سردارے نے کرنسی د
کوپن لیے اور ہم کوپن جیبوں میں بھر کر آگے بڑھ گئے۔ اب ہم اس حصے میں تھے جہاں تاش ہو رہ
دو تین میزوں پر ہم نے کھیل دیکھا۔ اور پھر ایک میز پر رک گئے۔ یہاں عمدہ گنجائش تھی۔ دو د
عمر کے مرد تین نوجوان اور ایک بوڑھی عورت کھیل رہے تھے۔ خاصی رقمیں تھیں ان لوگوں کے
شاید ابھی کھیل شروع ہوا تھا۔ بوڑھی عورت زیادہ ہنسنے والی تھی اور بات بات پر ہنس رہی تھی لیکن کو
اس کے سامنے ہی زیادہ تھے اور کافی مالیت کے تھے جس سے اس کی حیثیت کا اندازہ ہوتا تھا۔
"میں یہاں بیٹھ سکتا ہوں مادام۔" میں نے اجازت طلب کی اور وہ چونک کر ہمیں دیکھنے لگے۔ ا
انہوں نے خوش اخلاقی سے کہا۔ "تشریف رکھیے۔"
اور میں بیٹھ گیا۔ میں نے کوپن جیبوں سے نکال کر میز پر لگائے۔ بہرحال ان کی تعداد اس قدر نا
بھی نہیں تھی کہ سامنے والوں کو کوفت ہوتی۔ سردارے دیکھنے والوں میں شامل ہو گیا۔
کارڈ لیے اور کھیل شروع ہو گیا۔ یہ ہاتھ میں نے نہایت اناڑی پن سے کھیلا۔ اور خاصی رقم نکل
پھر دوسرے ہاتھ میں بھی میں نے کوپنوں کا ایک ڈھیر گنوا دیا۔ لیکن اب ان میں اضافے کی ضرورت
چنانچہ میں تیسرے ہاتھ کا انتظار کرنے لگا اور اس ہاتھ میں' میں نے گڈی پر ہاتھ پھیر دیا۔
کسی کو احساس بھی نہیں ہوا' لیکن میرے پاس' میری مرضی کے مطابق کارڈ سیٹ ہو رہے تھے۔

چاہتا تو اس بار سامنے والوں کو اچھی خاصی چوٹ دے سکتا تھا' لیکن ابھی نئی جگہ تھی' حالات سمجھنا
ہستہ آہستہ کام کرنا تھا۔ چنانچہ میں نے نہایت احمقانہ انداز میں ایک بڑی رقم جیتی۔
لیکن ہارنے والوں کو قطعی افسوس نہیں ہوا تھا۔ بلکہ انہوں نے مسکراتی نظروں سے میری طرف دیکھا
ہایت آسان بات تھی کہ میں انہیں زبردست نقصان پہنچا سکتا تھا لیکن میں نے نہایت اناڑی پن کا
یا تھا۔ بہرحال میں نے کچھ نہ کہا' اور چوتھا ہاتھ شروع ہو گیا۔
اس بار میں نے آدھی رقم ہار دی۔ اور کھیلنے والوں کے دلوں میں قہقہے مچلنے لگے۔ ان کی دانست میں بے
احمق پھنسا تھا لیکن یہ دوسرا ہاتھ بھی مجھے جیتنا تھا۔ کیونکہ اب میں آہستہ آہستہ بڑے کھیل کی طرف
ا۔ چنانچہ میز پر صرف چند کوپن رہ گئے اور میں ایسے ڈھیلے انداز میں کھیلنے لگا' جیسے میری حالت خراب
راسی خراب حالت میں میں نے شو مانگ لیا۔
لیکن میرے کارڈ دیکھ کر دل اچھل کر حلق میں آ گئے تھے میں جیت گیا تھا اور اب میرے سامنے کوپنوں
یر تھا کہ میں اٹھ بھی سکتا تھا۔ لیکن کلب کے قانون کے مطابق پندرہ ہاتھ لازمی ہوتے ہیں۔ خاص
جیتنے والوں کے لیے' ہارنے والا جب دل چاہے اٹھ سکتا ہے۔
رحال۔ اب یہ پندرہ ہاتھ ان لوگوں کے لیے مصیبت بننے والے تھے۔ میں نے بہرحال اپنی پوزیشن
بوط کر لی تھی۔ چنانچہ تین ہاتھ میں نے معمولی کھیلے۔ چوتھے ہاتھ میں جم گیا۔ اور اس بار دونوں
نے جان کی بازی لگا دی۔ انہوں نے ساری رقم داؤ پر لگا دی۔ مقابلے پر میں ہی تھا۔
ر پھر رقم میری کیوں نہ ہوتی۔ ان کے چہرے تاریک ہو گئے اور پھر انہوں نے کھڑے ہو کر جیبیں
۔ اس کے بعد دوسرے تھے۔ ہنسنے والی بڑی بی کا چہرہ ستا گیا تھا۔ اب وہ بالکل نہیں ہنس رہی
دونوں ضعیف العمر اشخاص بے حد محتاط کھیل رہے تھے۔ بہرحال میرے پاس رقم کافی ہو گئی تھی۔
نے انہیں آخری عمر میں زیادہ صدمہ دینا پسند نہ کیا۔ اور پندرہ ہاتھ پورے کر کے اٹھ گیا۔ اب
ر سردارے کی جیبیں کوپنوں سے بھری ہوئی تھیں۔
تے ہوئے مجھے اپنے باڈی گارڈز یاد آئے۔ اور میں نے انہیں تلاش کیا۔ دور کیوں ہوتے' وہ ہماری
میز پر اس طرح کھڑے تھے کہ ہمیں دیکھتے بھی رہیں۔
سردارے۔" میں نے سردارے کو پکارا۔
س باس۔"
ارے دوست کہاں ہیں؟"
جود ہیں باس۔"
یل کے دوران تم نے ان پر نگاہ رکھی تھی؟"
ں نہیں باس۔"
وں نے ہمیں جیتتے ہوئے دیکھا؟"
ھی طرح۔"
ری گڈ۔ آؤ۔ کوپن بدل لیں۔ میں نے کہا اور ہم کوپن کاؤنٹر کی طرف بڑھ گئے۔ کاؤنٹر کلرک نے
ہمارے کوپن دیکھے تھے۔ پھر اس نے ٹیکس وغیرہ کاٹ کر نوٹوں کی گڈیاں ہمارے حوالے کر دیں
کلب میں اتنی رقم کسی نے نہیں جیتی تھی شاید۔ اس نے ہمیں مبارکباد دی اور ہم نے اسے بھاری

بخشش۔

پھر ہم باہر چل پڑے۔ اور اپنے عقب میں ہم نے ان دونوں کو محسوس کیا۔ "سردارے۔" میں نے سردارے کو پکارا۔

"بشکن کو تلاش کرو۔" لیکن تیز نگاہ والے بشکن نے ہمیں خود ہی دیکھ لیا۔ اس نے اسٹارٹ کی اور ہمارے پاس پہنچ گیا اور پھر اس نے جلدی سے دروازہ کھول دیا۔

"ہیلو بشکن۔" میں نے تھکے تھکے لہجے میں کہا۔

"ہیلو فرینڈ۔ بیٹھو۔" بشکن نے زندہ لہجے میں کہا۔

"بات بنی نہیں بشکن۔" میں نے اسی لہجے میں کہا۔ اور تھکے تھکے سے انداز میں گاڑی میں

"اوہ۔ ڈیر۔ یہ تو نوٹوں کا کھیل ہے۔ آدمی زندگی کے کھیل میں بھی ہار جاتا ہے۔ یہ کونسی ہے۔"

"لیکن بشکن۔"

"فکر نہیں کرنا چاہیے ماسٹر۔ تم شاید میرے بل کے بارے میں سوچ رہے ہو۔ اس کے با ہماری بات پہلے ہی ہو چکی تھی میں تمہیں کسی بار سے ایک ایک پیگ بھی پلا سکتا ہوں۔ اس حیثیت بشکن کی نہیں ہے۔"

"اوہ۔ شکریہ بشکن۔ تم بے شک عمدہ دوست ہو۔" میں نے سردارے کی طرف دیکھتے سردارے نے بھی تعریفی انداز میں گردن ہلا دی۔

"یہ تو قسمت کے کھیل ہیں ماسٹر۔ داؤ تم نے ہی نہیں، میں نے بھی لگایا تھا۔" بشکن نے

"کیا مطلب؟"

"میں نے تمہارا انتظار کیا ماسٹر۔ اور میں چاہتا تو کچھ رقم اور کما لیتا۔ مگر میں نے سوچا، تمہار ساتھ اپنا لک شامل کر دوں۔ شاید کام بن جائے۔"

"میں اب بھی نہیں سمجھا بشکن۔" میں نے تعجب سے کہا۔

"اوہ۔ کوئی بات نہیں ہے ماسٹر۔ بس ہمیں کچھ رقم کی ضرورت تھی۔"

"تو تم نے میری بات سے کیا اندازہ لگایا بشکن؟" میں نے کہا۔

"اب میں نہیں سمجھا جناب؟"

"رقم تو میں نے جیتی ہے۔"

"جیتی ہے؟" بشکن حیرت سے بولا۔

"ہاں۔ چلو۔ تم ہمیں سے شراب پلاؤ گے، وہیں بیٹھ کر حساب کر لیں گے۔"

"اوہ۔" بشکن آہستہ سے بولا۔ "لیکن پھر کونسی بات نہیں بنی؟"

"بس زیادہ مزہ نہیں آیا۔"

بشکن خاموش ہو گیا۔ اب وہ شاید اس رقم میں کھو گیا تھا جو ہم نے جیتی تھی۔ اور اس کے سامنے ٹیکسی روک دی۔ اور ہم تینوں بار میں داخل ہو گئے۔ ہم نے ایک کیبن پسند کیا میں نے اپنے محافظوں کی طرف بھی توجہ نہیں دی تھی۔ ظاہر ہے وہ ساتھ ہوں گے انہیں تلا ضرورت تھی۔

بشکن نے آرڈر دے دیا۔ اور میں نے پردہ کھینچ کر گڈیاں نکال لیں۔ ایمان داری سے ساری گڈیاں میز پر ڈھیر کر دی گئیں۔ اور بشکن کا شاید دماغ چکرا گیا۔ وہ منہ پھاڑ کر گڈیاں دیکھنے لگا۔

"یہ ہماری اصل رقم تھی بشکن۔" میں نے ایک گڈی نکالتے ہوئے کہا۔

"اوہ۔ ونڈر فل۔ ونڈر فل۔"

"اس میں سے دس فیصد تمہاری۔" میں نے دوسری گڈیوں کی طرف اشارہ کیا۔ "اوہ۔ مگر۔ یہ تو بہت رقم ہے ماسٹر۔"

"جتنی بھی ہے۔"

"تب آپ مجھے پانچ فیصد دے دیں۔"

"ہم بے ایمان نہیں ہیں۔" میں نے بڑے نوٹوں کی کئی گڈیاں الگ کرتے ہوئے کہا۔

"مم۔ ماسٹر۔ ماسٹر۔ یہ میری ضرورت۔ میری توقع سے کہیں زیادہ ہیں۔" بشکن کا چہرہ خوشی سے کھلا پڑ رہا تھا۔

"قسمت کی بات ہے بشکن۔ انہیں جیب میں رکھ لو۔ تم نے اپنی قسمت ہماری قسمت کے ساتھ شامل کر دی تھی۔ ممکن ہے ہم بھی تمہاری قسمت سے ہی جیتے ہوں۔"

بشکن اب بھی ہچکچا رہا تھا۔ لیکن سردارے نے میرے اشارے پر گڈیاں اس کی جیب میں ٹھونس دیں۔

"بہت بہت شکریہ ماسٹر۔" بشکن نے میرے ہاتھ پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔ "یقین کرو بشکن کو ان کی سخت ضرورت تھی۔"

"دوست کی حیثیت سے بشکن۔ ان میں سے اور جتنی چاہو لے لو۔"

"بائی گاڈ ماسٹر۔ یہ ہماری ضرورت سے زیادہ ہیں۔"

"چلو ٹھیک ہے۔" میں نے اپنے سامنے کی شراب حلق میں انڈیلتے ہوئے کہا۔ "ہاں سردارے اب کیا پروگرام ہے؟"

"جیسی مرضی۔" سردارے نے عجیب سے لہجے میں کہا۔

"رات تنہا گزارنے کا ارادہ ہے ماسٹر؟"

"دل تو بہت چاہتا ہے بشکن۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"تب پھر اٹھو۔" بشکن نے کہا اور سردارے کی آنکھیں چمک اٹھیں۔ پھر ہم اٹھ گئے۔ بشکن نے ٹیکسی اسٹارٹ کی اور چل پڑا۔ اس بار اس نے ایک لمبا سفر کیا اور پھر وہ ایک خوبصورت عمارت پر رکا اور اتر کر دروازہ کھول دیا۔ عظیم الشان عمارت میں رہائشی فلیٹ تھے۔ کئی منزلہ عمارت تھی۔ لیکن بشکن ری منزل پر اتر گیا۔ ہم بدستور اس کے ساتھ تھے۔ تب بشکن نے ایک دروازے پر لگی بیل بجائی۔ دروازہ کھولنے والی ایک ادھیڑ عمر عورت تھی۔

"میڈم ہیریسا کے مہمان۔ کہہ دینا بشکن لایا تھا۔"

"آیئے جناب۔" عورت نے کہا۔

"اوکے ماسٹر۔ آپ یہاں خوش رہیں گے۔ بشکن صبح دس بجے باہر مل جائے گا۔"

"شکریہ بشکن۔" میں نے کہا اور ہم بوڑھی کے ساتھ اندر داخل ہو گئے۔ انتہائی خوبصورت فلیٹ

تھا۔ ہمیں اس کے ڈرائنگ روم میں پہنچا دیا گیا۔ میں نے سردارے کو بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ اور ہم صوفوں پر گئے۔

”میں ابھی آئی جناب۔“ بوڑھی نے کہا۔

”ارے تم کیا کرو گی بڑی بی۔ کوئی ڈھنگ کا کام کرو۔“ سردارے نے اردو میں کہا۔ بوڑھی باہر نکل تھی۔ میں نے صوفہ سے پشت لگالی۔

”استاد۔“ سردارے نے آواز دی۔

”ہوں۔“ میں نے اسی انداز میں آنکھیں بند کئے کئے کہا۔

”شرم آ رہی ہے استاد۔“ سردارے نخرے انداز میں بولا۔

”تو پھر میں کیا کروں؟“

”بھاگ چلیں استاد۔“

”اچھا بکواس مت کرو۔“

”اوہو۔ اوہو۔ بس میں آپ کا موڈ معلوم کرنا چاہتا تھا استاد۔ اگر آپ کی خواہش ہے تو بہ مجال——“ سردارے شرارت سے باز نہ آیا۔

میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی تھی۔ بہرحال میں نے اس بات کا کوئی جواب نہیں دیا۔ تھو دیر کے بعد بوڑھی اندر داخل ہوئی۔ اس کے ساتھ چار لڑکیاں تھیں۔ چاروں جرمن تھیں اور اچھی خا شکل و صورت کی مالک تھیں۔

”ہیلو۔“ انہوں نے باری باری اپنا تعارف کرایا۔ ہم دونوں غور سے انہیں دیکھ رہے تھے۔ بہرحال باقاعدہ پروگرام سے تو آیا—— نہیں تھا' مقصد صرف وقت گذاری تھا چنانچہ میں نے کیٹی کو اشارہ اور وہ میرے پاس آ بیٹھی۔

”میرے بارے میں کیا حکم ہے استاد؟“ سردارے نے اردو میں پوچھا۔

”بکواس سے باز نہیں آؤ گے؟“

”استاد۔ استاد تم ہی فیصلہ کر دو۔ زندگی بھر احسان مند رہوں گا۔ میری سمجھ میں تو کچھ نہیں آر سردارے نے کہا اور مجھے بھی شرارت سوجھ گئی۔

”میرا فیصلہ مان لو گے؟“

”بسرو چشم۔ بسرو چشم۔“ سردارے نے بڑے خلوص سے کہا۔ اور میں بوڑھی کی طرف مخاطب ہو گ

”میڈم۔ آپ کا کیا نام ہے؟“

”میرا؟“ بوڑھی نے کہا۔

”ہاں۔“

”زولیٹا زون پام۔“ بوڑھی نے جواب دیا۔

”میرا ساتھی عجیب فطرت کا مالک ہے۔“ میں نے شرارت سے مسکراتے ہوئے کہا۔ ادر ادھ سردارے کا چہرہ تاریک ہو گیا۔ وہ سمجھ گیا کہ اس کی شامت آ گئی۔

”کیا بات ہے جناب؟“ بوڑھی نے کہا۔

”اسے عمر رسیدہ عورتیں پسند ہیں۔ جانتی ہیں وہ اپنی زبان میں کیا کہہ رہا تھا؟“

”کیا کہہ رہا تھا؟“ بوڑھی کو بھی کچھ شک ہو گیا۔

”اس کی خواہش ہے کہ وہ آپ کے ساتھ رات گذارے۔“

”مم۔ میں۔ میرے ساتھ۔“ بوڑھی بدحواس ہو گئی۔ ”مذاق کر رہے ہیں مسٹر۔ مم میں۔“ بوڑھی پریشان ہو گئی۔

”کیا حرج ہے۔ وہ کہتا ہے یہ لڑکیاں آپ کے آگے کوئی حیثیت نہیں رکھتیں۔“

”نہیں مسٹر۔ بائی گاڈ نہیں۔ ہمارا عمر ختم ہو گیا۔ اور۔ اور پھر۔ میں۔ اسے۔ میں شریف عورت ہوں۔ تم ہی سنبھالو اسے۔“ بوڑھی جلدی سے ڈرائنگ روم کے دروازے سے باہر نکل گئی۔ لڑکیوں کے انہوں نے دور تک اس کا تعاقب کیا تھا۔

”استاد۔“ سردارے نے حلق سے گہری سانس خارج کی۔

”دیکھا کیا ہوا؟“ میں نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

”بڑا خطرناک مذاق کرتے ہو بعض وقت۔ اگر وہ تیار ہو جاتی تو۔ تو میرا ہارٹ فیل ہو جاتا۔ دل بڑا کمزور کیا ہے استاد۔“ سردارے نے کہا۔

”بھئی مجھے تو وہی پسند آئی تھی تمہارے لیے۔“

”میری ایک رائے ہے استاد۔“

”وہ بھی بکو۔“

”کیوں نہ ان بے چاروں کو بھی اوپر بلا لیں۔ نہ جانے کب سے ہمارے پیچھے پیچھے دم ہلاتے پھر رہے ہیں۔ لڑکیاں بھی تین ہیں وہ بھی کیا یاد کریں گے۔“

”ٹھیک ہے تم بلا لاؤ انہیں۔“

”میں؟ یہ کام مشکل ہے۔“

”تب پھر انہیں چوکیداری کرنے دو رات بھر۔ اور اب تم جلدی کرو۔ لڑکیاں پریشان ہو رہی ہیں۔“ میں نے کہا۔

”مس اوویلاؤ۔“ سردارے نے ایک لڑکی کو مخاطب کیا۔ اور لڑکی مسکراتی ہوئی اس کے پاس پہنچ گئی۔

”لیڈ۔ بی لاؤ۔“ اس نے مسکراتے ہوئے اپنے نام کی تصحیح کی۔

”ٹھیک ہی ہے۔ ان دونوں سے کہہ دو واپس جائیں۔“ سردارے بولا۔ اور لڑکی نے جرمن زبان میں اپنی ساتھیوں کو شاید واپسی کے لیے کہا۔ دونوں لڑکیاں مسکراتی ہوئی واپس چلی گئیں تھیں۔

”مس اوویلاؤ۔“ سردارے نے اپنی ساتھی لڑکی کو بڑے پیار سے پکارا۔

”لیڈ۔ ی۔ لاؤ۔“ اس نے پھر تصحیح کی۔

”ہرگز نہیں۔ اوویلاؤ۔“ سردارے نے کہا۔

”جیسی تمہاری مرضی۔“

”کیا ہم اسی ڈرائنگ روم میں انڈے دیں گے؟“

”اوہ۔ نہیں ڈیئر۔ آؤ آرام کریں۔“ اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔ اور میں نے سردارے کو آنکھ مار سردارے شرمانے کی بھونڈی اداکاری کرتا ہوا کمرے سے نکل گیا۔ ”جی۔ آپ کا کیا خیال ہے؟“ میں اپنی ساتھی سے پوچھا۔

"حکم دیں جناب۔"
"نام نہیں بتایا آپ نے؟"
"بتا چکی ہیں، آپ بھول گئے۔"
"اوہ۔ کیٹی۔ ہاں۔ تو ڈیئر کیٹی اب میں بھی آرام کروں گا۔"
"آیئے۔" اس نے کہا اور میں اس کے ساتھ ڈرائنگ روم سے نکل آیا۔

رات قابل ذکر نہ رہی۔ دونوں جرمن لڑکیاں ٹھیک ہی تھیں۔ سردارے نے بھی کوئی خاص بات نہ بتائی۔ ہم نے انہیں اچھی خاصی رقم دی اور پھر ان سے دوبارہ آنے کا وعدہ کر کے نیچے اتر آئے۔

اور خوب تھا اپنی بات کا پکا بشکن بھی۔ نہ جانے کب آکر کھڑا ہو گیا تھا۔ البتہ ہمیں اپنے دوست کہیں نظر نہ آئے۔ شاید ہماری مصروفیات پر لاحول پڑھ کر چلے گئے تھے۔

بشکن ہمیں دیکھتے ہی ہماری طرف لپکا۔ "ہیلو۔ ہیلو۔" اس نے گرمجوشی سے کہا۔
"ہیلو بشکن۔ ٹھیک۔" ہم اس کی ٹیکسی میں بیٹھتے ہوئے بولے۔
"رات کیسی رہی؟" بشکن نے کار اسٹارٹ کرتے ہوئے کہا۔
"عمدہ۔" میں نے مختصر جواب دیا۔
"آپ کہیں باہر سے آئے ہوئے ہیں جناب؟"
"ہاں۔ کیوں؟"
"بس ایسے ہی پوچھ لیا تھا۔ کہاں ٹھہرے ہوئے ہیں؟" اور میں نے اسے اپنے ہوٹل کا نام بتایا۔
جب تک یہاں موجود ہیں صاحب، میری خدمات ہی حاصل کریں۔"
"ٹھیک ہے۔"
"اب کہاں چلوں؟"
"بس ہمارے ہوٹل پہنچا دو۔"
"وہ ہوٹل تو ایسا ہی ہے صاحب۔ آپ کسی اچھے سے ہوٹل میں کیوں نہیں ٹھہرتے؟"
"بس وہی ٹھیک ہے بشکن ہم اس سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتے۔"
"اوہ۔ مگر میرا خیال ہے۔۔"
"اس رقم کا کیا ٹھکانہ۔ ممکن ہے آج رات تک خرچ کر دیں۔"
"اوہ۔ ہاں۔ یہ بھی ٹھیک ہے۔" بشکن بلاوجہ ہنسنے لگا۔ پھر اس نے ہمیں ہوٹل چھوڑ دیا۔ سردار نے اسے ایک نوٹ دیا۔
"ارے نہیں جناب۔ آپ نے مجھے بہت دے دیا ہے۔ اب جب تک آپ یہاں رہیں گے میں ... سے کچھ نہیں لوں گا۔"
"لے لو بشکن۔ ابھی لے لو۔ ممکن ہے بہت جلد ایسا وقت آجائے کہ ہم تم سے کھانا بھی طلب کریں۔"
بشکن حاضر ہے صاحب۔ بس اب میں کچھ نہیں لوں گا اور اب میں کس وقت آجاؤں؟"
"شام کو چھ بجے۔"
"اس وقت تک ہوٹل ہی میں رہیں گے؟"

"ہاں۔"
"اوکے۔ میں شام کو پہنچ جاؤں گا۔" بشکن نے کہا اور ٹیکسی اسٹارٹ کر کے چل پڑا۔ ہم دونوں مرے کی طرف چل پڑے۔ اور پھر کمرے میں پہنچ گئے۔ سردارے نے دروازہ بند کیا۔ میں چاروں یکھ رہا تھا۔ کمرے میں کوئی تبدیلی نہیں ہوئی تھی۔ پھر میں جلدی سے باتھ روم کی طرف گیا۔ ٹب ٹونٹی تھا نہ ڈکٹو فون۔

یں نے مسکراتے ہوئے سردارے کی طرف دیکھا، جو میری پشت پر پہنچ گیا تھا۔ اس نے اشارہ سے اب میں نے گردن ہلا دی۔ لیکن سردارے بھی محتاط تھا، اس کے بعد ہم نے نہایت احتیاط سے حسب ل ایک ایک انچ جگہ کا جائزہ لیا۔ میزیں اور بستر بھی اوپر نیچے سے دیکھے۔ لیکن اس بار سب ٹھیک تھا۔ لوگوں کو احساس ہو گیا تھا کہ ہم کچے لوگ نہیں ہیں۔"
"میرا خیال ہے سب ٹھیک ہے سردارے۔"
"ہاں استاد بظاہر تو۔"
"نہیں۔ اب وہ اس قسم کی حماقت نہیں کریں گے۔"
"ہوں۔" سردارے نے پرخیال انداز میں گردن ہلائی۔ لیکن استاد۔ بہرحال وہ ہماری طرف سے زیادہ ہو گئے ہوں گے۔ اور اب وہ اور گہری چالیں چلیں گے۔"
"خوفزدہ ہو سردارے؟"
"ذلیل مت کرو استاد۔ تم نے سردارے کو کبھی خوفزدہ دیکھا ہے؟"
"پھر کیا بات ہے؟"
"کچھ بھی نہیں استاد۔ بس میں سوچ رہا تھا کہ مقابلے کا یہ انداز کس قدر دلچسپ ہے۔ لیکن اب ہمیں خت مقابلے کے لیے تیار ہو جانا چاہیے۔ ایک طرح سے یہ ان کے لیے چیلنج ہے۔"
"بالکل ٹھیک۔"
"ہمیں محتاط رہنا ہو گا۔"
"بے حد ضروری ہے۔"
"تب استاد، ایک بات کہوں۔"
"کہہ دو۔"
"مسٹر بشکن کے بارے میں کیا خیال ہے؟"
"اوہ۔" میں پرخیال انداز میں سردارے کی شکل دیکھنے لگا۔
"کیا یہ ان کا آلہ کار نہیں ہو سکتا؟"
"غور کر رہا ہوں سردارے۔ لیکن ہم نے ایک ایسی ٹیکسی روکی تھی۔ جو اسی وقت خالی ہوئی تھی۔"
"میں تسلیم کرتا ہوں استاد۔ لیکن بعد میں؟ ظاہر ہے وہ لوگ ہمارے پیچھے تھے۔ وہ صاحب اقتدار ہیں، ہر ہے انہوں نے بشکن سے بعد میں رابطہ قائم کیا ہو۔ وہ اسے مجبور بھی کر سکتے ہیں۔"
"ہوں۔" میں نے ایک گہری سانس لی۔ "بہرحال سردارے، وہ اتنا عمدہ آدمی ہے، اس لیے ہم اس کے تو کچھ نہیں کریں گے۔ سوائے اس کے کہ اس سے محتاط رہیں۔"
"ٹھیک ہے استاد۔"

"لیکن اب سوال یہ ہے کہ یہاں پڑے پڑے کیا کریں؟"

"کیا مطلب؟"

"غلام سیٹھ اس بار لمبے ہی چکر میں پڑ گیا ہے۔ اگر اسے یہاں کوئی آسانی ہوتی تو وہ کسی نہ کسی طو
سے رابطہ قائم کرنے کی کوشش ضرور کرتا چنانچہ اب غلام سیٹھ سے ملاقات کی توقع فضول ہی ہے۔"

"ٹھیک ہے۔" سردارے نے کہا۔

"چنانچہ یہاں سے نکلنے کی کوشش کرنی چاہیے۔"

"اوہ۔" سردارے نے ہونٹ سکوڑ لیے۔

"کیوں۔ تمہارے ذہن میں کچھ اور ہے؟"

"ہرگز نہیں استاد۔ بس ایک خیال ہے۔"

"کیا؟"

"یہاں کے حالات سوئٹزر لینڈ سے مختلف ہیں۔ یہاں ہم ان لوگوں کی نگاہ میں ہیں۔"

"مجھے احساس ہے سردارے۔ بہرحال ابھی تو کوئی پروگرام بھی ہمارے ذہن میں نہیں ہے۔ لیٖ
پروگرام بھی بنائیں گے' اسی طرح بنائیں گے کہ ان باتوں کا خیال رکھا جائے۔"

"ٹھیک ہے استاد۔ سردارے کے سپرد اس کی ڈیوٹی کرو۔"

"فی الحال صرف آرام۔" میں نے کہا۔ اور خود بھی مسہری پر لیٹ گیا۔ اور درحقیقت ہم دن بھ
کرتے رہے۔ شام کو تقریباً سات بجے جاگے تھے۔ طبیعت بوجھل تھی' غسل کیا اور پھر حسب معمول
کی۔ ہر لمحہ محتاط رہنے کی ضرورت تھی' ورنہ مصیبت میں پھنس جاتے۔

لیکن اب ان لوگوں نے چھوٹے کام چھوڑ دیئے تھے۔ یقیناً وہ کسی بڑی تاک میں ہوں گے ا
بہرحال ان کے ہر داؤ سے بچنا چاہتا تھا' نہانے کے بعد طبیعت کافی بشاش ہو گئی تھی۔ ہم نے چائے منگ
چائے کے دوران میں نے سردارے سے پوچھا۔ "اب کیا پروگرام ہے سردارے؟"

"جو استاد کا؟"

"میں تم سے پوچھ رہا ہوں۔"

"اگر کوئی اور کام نہ ہو تو پھر ایک ہی ضروری کام رہ جاتا ہے۔ اور پھر رات کی بات۔"

"ہوں۔" میں مسکرا دیا۔ اور سردارے مسخرے پن سے میرے پاس آ بیٹھا اور میرے پاؤں دبا

"ارے۔ ارے۔ یہ کیا بدتمیزی ہے۔"

"استاد کی خدمت کر رہا ہوں۔ فیض ہی ملے گا۔"

"اچھا اٹھ جاؤ۔" میں نے کہا اور خود بھی کھڑا ہو گیا۔ لباس وغیرہ ہم تبدیل کر ہی چکے تھے۔ کرنس
میں ٹھونسی' اور دروازے کی طرف بڑھ گئے۔ لیکن دروازے پر میں ٹھٹھک گیا۔

"کیوں استاد؟"

"ہمیں عقبی دروازے سے نکلنا چاہیے۔"

"اوہ۔ کیوں؟"

"افوہ۔ تمہیں بشکن یاد نہیں رہ گیا۔"

"سوری استاد۔ ہاں ٹھیک ہے۔" سردارے نے دانتوں میں زبان دبا کر کہا۔ اور پھر ہم ہوٹل

وازے سے باہر نکل آئے۔

"شکن دھوکا کھا جائے۔ ٹھیک ہے لیکن مجھے یقین تھا کہ میرے نگراں اس رخ سے غافل نہیں ہوں
میں نے انہیں تلاش کرنے کی کوشش کی' لیکن اس وقت ناکام رہا۔ بہرحال ہم لمبا فاصلہ طے کر کے
ک پر نکل آئے اور سڑک پر آنے کے بعد بھی کافی دور تک پیدل چلتے رہے۔ "ہاں۔ اب بتاؤ سردارے
یا پروگرام ہے۔"

"کہہ چکا ہوں۔ استاد کے سامنے بولنے کی جرات نہیں کر سکتا۔" سردارے نے کہا۔ "کل والی جگہ تو
نا حماقت ہے۔"

"اوہ۔ پھر استاد؟"

"تم وہیں جانے کے خواہشمند ہو؟"

"ابھی تو وہاں بہت سے اچھے چہرے ہیں استاد۔"

"لیکن سردارے۔ نہ جانے کیوں ان لوگوں سے کراہیت ہوتی ہے۔ نہ جانے کیوں ان کے ساتھ وقت
زارتے ہوئے ایک کمینے پن کا سا احساس ہوتا ہے یقین کرو ہم خود کو برص کا مریض سمجھنے لگے ہیں۔ ایک
یا مجبور انسان جو شدید بھوک میں مبتلا ہو کر غلاظت کے ڈھیر میں خوراک تلاش کرنے لگتا ہے۔"

"اوہ۔ تو پھر لعنت بھیجو استاد۔"

"نہیں۔ اگر تم میری وجہ سے ــــــــ"

"ارے نہیں استاد۔ اس سے پہلے کبھی غور نہیں کیا۔ لیکن ٹھیک ہی کہہ رہے ہو استاد۔ واقعی۔
اقعی۔ استاد اب تو سردارے تمہارے ہی ذہن سے سوچنے لگا ہے۔"

"تو پھر طے ہوئی یہ بات؟"

"ہاں' اس میں پوچھنے کی کیا بات ہے؟"

"پھر کہاں چلیں؟"

"یہ بھی استاد کی مرضی پر منحصر ہے۔"

"تب پھر آؤ۔ انہی لوگوں کو تلاش کریں' جن کے ساتھ زندگی ہوتی ہے۔ لیکن انہیں تلاش کرنا پڑے
گا۔"

"اوہو۔ کالی دیوی کے پجاریوں کو؟"

"ہاں۔"

"ویری گڈ استاد۔ درحقیقت ان لوگوں میں ہیرے ملتے ہیں۔ اور ہیرے بہرحال شیشے کے ان چمکدار
نگینوں سے کہیں عمدہ ہوتے ہیں۔" سردارے نے آمادگی کا اظہار کیا اور ہم کالے سونے کے تاجروں کی
تلاش میں چل پڑے۔ جگہ جگہ پھرتے رہے' سڑکوں پر آوارہ گرد نظر آئے۔ اور بہرحال ان سے بلیک پول کا
پتہ معلوم ہو گیا۔

بلیک پول کا علاقہ فرینکفرٹ کے مشرقی حصے میں شہر سے تقریباً تیس میل دور واقع تھا۔ سنسان سڑک کا
ایک حصہ عبور کر کے تاڑ کے درختوں کے طویل سلسلے کے بعد یہ علاقہ تھا۔ بلیک پول ایک جھیل کا نام تھا جس
کے گرد خیموں کی آبادی تھی۔ بہرحال رات کے وقت ٹیکسی والے یہاں آتے ہوئے الجھتے تھے لیکن ہم نے
ایک ٹیکسی ڈرائیور کو تیار کر لیا اور اس نے ہمیں اس حصے میں پہنچا دیا۔ راستے میں ہم نے بہت سی کاریں

آتے جاتے دیکھی تھیں۔ جس کا مطلب تھا کہ وہاں آمدورفت رہتی ہے۔ یوں ہم خیموں کے شہر پہنچ

"استاد۔" سردارے نے آہستہ سے کہا۔

"ہوں۔"

"یہ تو دوسرا لی گوڑے ہے۔"

"میں بھی یہی سوچ رہا ہوں۔"

"کمال ہے۔ ہم اس علاقے سے دور رہے۔ اور دیکھو استاد غول کے غول موجود ہیں۔" سردار ہپی لڑکیوں کے ایک غول کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

"ویری گڈ۔ آؤ۔" میں نے کہا اور ہم اور سردارے خیموں کے اس شہر کی آوارہ گردی کر یہاں بجلی موجود تھی، لیکن اس کا استعمال محدود تھا۔

خیموں کے درمیان اندھیرا تھا، یا پھر مشعلیں روشن کی گئی تھیں آوارہ گردوں کے گروہ مجمع لگا تھے۔ ہوا چل رہی تھی۔

سردارے ان ساری چیزوں کو دیکھ دیکھ کر خوش ہو رہا تھا خیموں کے درمیان بازار بھی تھے، جہاں کھا پینے کی چیزیں اور دوسری ضروریات موجود تھیں۔

پورے علاقے کا سرسری جائزہ لینے کے بعد میں نے گردن ہلائی اور سردارے کو پکارا۔ "گر پاس۔" سردارے حسب معمول سرگوشی کے عالم میں بولا۔

"میرا خیال ہے یہاں رہائش کا انتظام بھی ہو سکتا ہے۔"

"یقیناً ہو سکتا ہے استاد۔"

"پھر شہر کے ہنگاموں سے دور چند روز کے لیے یہ جگہ کیوں نہ آباد کی جائے۔"

"نہایت فہیمانہ خیال ہے۔"

"ہمارے دوستوں کو بھی پریشان نہ ہونا پڑے گا۔"

"ہاں۔ بے چارے یہاں چرس پئیں گے اور ہماری نگرانی کرتے رہیں گے۔ وہاں شہر میں بلاوجہ پریشا ہوتے پھرتے تھے۔" سردارے نے ہمدردی سے کہا۔

"میرے پاس تو کچھ بھی نہیں ہے۔ اب کیا بیچوں؟" اپنے عقب میں ہمیں بڑبڑاہٹ سنائی دی۔ اور چونک پڑے۔ پلٹ کر دیکھا۔ تو ہڈیوں کا ایک ڈھیر نظر آیا، جسے انسان کہا جا سکتا تھا۔ بے حد دبلا پتلا۔ چار طرف ہڈیاں ابھری ہوئیں۔ وہ ہم سے مخاطب نہیں تھا، کچھ مجنونانہ سا انداز تھا۔

"اب تک کیا بیچتے رہے ہو بھائی؟" سردارے نے اس سے پوچھا۔

"ایں؟" اس نے ہمیں دیکھا۔ "اب تک کیا بیچا ہے؟" سردارے نے اپنا سوال دوہرایا۔

"سب کچھ بیچ چکا ہوں۔ پہلے والدین کی، خاندان کی عزت بیچی۔ پھر شرافت، اپنی خودی، اپنی آن پھر جو سامان ساتھ تھا، وہ بیچا۔ اور پھر آہ۔ ضرورت کے گہرے سوراخ کبھی نہیں بھرتے اس کے بعد۔ اس بعد خون بیچا۔ سارا خون بیچ دیا۔ اب ان ہڈیوں سے خون بھی نہیں نکلتا۔"

اس نے انگلی سے سینے کی ہڈیاں بجائیں۔

نہ جانے کیوں خوف سے میرے رونگٹے کھڑے ہو گئے تھے۔ عجیب سوز تھا اس شخص کی آواز میں کا نہ جانے کون سا حصہ متاثر ہو گیا تھا۔ "مگر۔ اب۔ اب کیا بیچوں۔ اب تو کچھ بھی نہیں ہے۔ کاش ہڈیوں

ن بھرا ہوا ہوتا۔ کاش۔ کاش۔" وہ آہستہ آہستہ کراہتا ہوا آگے بڑھ گیا۔

سردارے کی زبان بھی بند ہو گئی تھی۔ وہ پھٹی پھٹی نگاہوں سے جانے والے کو دیکھ رہا تھا۔ "اسے روکو ے۔" میں نے گھٹی گھٹی آواز میں کہا۔

اور سردارے کو جیسے ہوش آ گیا۔ وہ تیزی سے اس کی طرف دوڑا۔ "سنو۔ سنو۔" اس نے مدقوق ں کے کندھے پر ہاتھ رکھ دیا۔

"اوہ۔" وہ رک گیا اور چندھیائی ہوئی نگاہوں سے سردارے کو دیکھنے لگا۔

"میں اس قابل نہیں ہوں۔ دوست۔ پہلی بات یہ کہ میں نشے میں نہیں ہوں، دوسری بات یہ کہ قلاش کیا ان دونوں خوبیوں کے بعد بھی تم میری کمپنی پسند کرو گے؟"

"ہاں۔" سردارے نے جواب دیا۔

"شاید تم بھی ہوش میں ہو۔ ہوشمند لوگ ایسی ہی احمقانہ باتیں کرتے ہیں۔" اس نے ہنسنے کی کوشش ند نقیہہ آوازیں اس کے منہ سے نکلیں اور وہ ہل کر رہ گیا۔ "آؤ۔" سردارے نے اس کا بازو پکڑتے کہا۔ اور وہ اسے لے کر میرے پاس آ گیا۔ "کیا تم اپنا تعارف نہیں کراؤ گے۔ دوست؟" میں نے نرمی ا۔

"دیکھو۔ میرا دل چاہ رہا ہے کہ تم سے بہت سی باتیں کروں۔ بڑی ادبی گفتگو کر سکتا ہوں میں، بہت سی ں سنا سکتا ہوں، لیکن اس وقت مجھے بولنے میں بھی قباحت ہو رہی ہے۔ میں تمہارا بہترین دوست بن گا۔ لیکن میری دوستی کی قیمت اس وقت چند سکے ہیں۔ صرف اتنے کہ ان سے کھانے پینے کی کوئی چیز ی جا سکے۔ کیا تمہاری جیب میں یہ سکے ہیں۔ اگر ہیں تو جلدی سے مجھے دو۔ اور میری دوستی خرید لو۔ اور ہارے پاس بھی کچھ نہیں ہے تو جاؤ۔ میرا اور اپنا وقت برباد مت کرو۔ میں بھلا اس وقت دوستی کے ہوں؟"

"تم یہاں بیٹھو۔ میں تمہارے لیے کھانے کو کچھ منگواتا ہوں۔"

"اوہ۔ واقعی؟ کیا تم درست کہہ رہے ہو؟" وہ حیرت سے منہ پھاڑ کر بولا۔

"سردارے جو کچھ بھی ملے جلدی لے آؤ۔"

"او کے۔" سردارے نے کہا۔

"کچھ لینے جا رہے ہو دوست؟" وہ بے صبری سے بولا۔

"ہاں۔ کیوں؟" سردارے ٹھٹھک کر بولا۔

"جو بھی لاؤ جلدی۔ پلیز ذرا جلدی۔ ایسا نہ ہو کہ واپس آؤ۔ تو میں اس جہان میں ہی نہ ہوں۔ کچھ ایسی یت ہو رہی ہے میری جھوٹ نہیں بول رہا۔"

"بس ابھی آیا۔" سردارے نے کہا۔ ہمدرد انسان دوڑتا ہوا گیا تھا۔ میں نے اسے اپنے پاس بٹھا لیا۔

"بس۔ اب انتظار شروع ہو گیا ہے۔ امید بندھ گئی ہے۔ یہ لمحات زیادہ سخت ہوتے ہیں۔ مجھے خاموش کی اجازت دو گے۔" اس نے ہونٹوں کے کھنچاؤ کے درمیان کہا۔ شاید مسکرانے کی کوشش کی تھی۔

"ٹھیک ہے۔ تم اس ٹیلے سے ٹیک لگاؤ۔ خاموش رہنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔" میں نے جواب دیا س نے مٹی کے اس ڈھیر سے ٹیک لگا کر آنکھیں بند کر لیں، جس کے نزدیک ہم کھڑے ہوئے تھے۔ میں س کے پاس بیٹھ گیا تھا۔ چند ساعت وہ آنکھیں بند کیے اسی طرح بیٹھا رہا۔ اور پھر اسی طرح بولا۔

"بڑے ہمدرد انسان ہو۔ اس دنیا میں کیسے جی رہے ہو؟"

"کیوں؟ مشکل ہے؟" میں نے پوچھا۔

"ناممکن۔ مشکل بہت معمولی لفظ ہے۔"

"تمہارے تجربے تلخ ہیں؟"

"میری بات مت کرو۔ میں تو انسانوں کی صف سے ہی نکل گیا ہوں۔" اس نے کہا اور پھر آ[illegible] کھول کر مجھے دیکھنے لگا۔ پھر اس کی نگاہیں اس راستے کی طرف اٹھ گئیں جدھر سردارے گیا تھا۔

"بس آتا ہی ہوگا۔" میں نے اسے تسلی دی۔

"سنو۔ تم مجھے بیکر کے نام سے پکار سکتے ہو۔"

"گڈ۔ میرا نام ایڈورڈ ہے۔ اور میرا ساتھی پنٹو۔"

اس نے سرہلانے کی کوشش کی اور پھر دونوں ہاتھوں سے پیشانی تھام لی۔ شاید سرہلانے سے [illegible] تھا۔ چند منٹ اور گذر گئے پھر دور سے سردارے دوڑتا ہوا نظر آیا۔ اور میں نے اس کے آنے کی خوش[illegible] سنائی۔

سردارے نے خوراک کے پیکٹ اس کے سامنے کھول دیئے۔ اور بیکر نے کانپتے ہاتھوں [illegible] شروع کردیا۔ اس وقت وہ واقعی حواس کھو بیٹھا تھا اور دنیا و مافیہا کو بھول کر کھا رہا تھا۔

"بہت بھوکا ہے سردارے۔" میں نے اردو میں کہا۔

"ہاں۔" سردارے نے ایک ٹھنڈی سانس لی۔ اور پھر بولا۔ "نہ جانے کب سے بھوکا ہے استا[د] خوراک نقصان نہ دے جائے۔"

"کیا بھی کیا جاسکتا ہے۔ کھانے دو۔"

ہم دونوں خاموش رہے۔ اور پھر خوب شکم سیر ہو کر اس نے پانی مانگا۔ سردارے نے پانی کی بو[تل] اسے پانی دیا۔ پانی پیتے ہی وہ نیم مردہ سا ہو کر زمین پر لیٹ گیا۔

"اب اس سے کوئی بات چیت مشکل ہے۔ ہمیں دوسرے انتظامات کرنا چاہئیں۔"

"اگر یہ ہوش میں ہوتا تو ہم اس سے یہاں کے بارے میں معلوم کرتے۔ بہرحال تم جا کر پ[تہ لگاؤ] یہاں خیمے وغیرہ مل جاتے ہیں۔"

"او کے باس۔" سردارے مستعدی سے بولا۔ اور پھر وہ مزید کچھ کہے سنے بغیر وہاں سے [illegible] سردارے اس معاملے میں لاکھ روپے کا آدمی تھا۔ جب کام کرنے پر آتا تو اس کی کارکردگی انتہائی ہوتی تھی۔

میں تشویش ناک نگاہوں سے بیکر کو دیکھنے لگا۔ پڑھا لکھا آدمی معلوم ہوتا تھا۔ گفتگو سے ہی [illegible] تھا۔ صورت شکل بھی اس زمانے میں اچھی ہوگی جب چہرے پر گوشت ہوگا۔ اب تو کچھ نہیں بہرحال انسانیت کی اس بے قدری پر میں لرز کر رہ گیا تھا۔ یوں تو قدم قدم پر زندہ مردے نظر آتے بعض اوقات ایسی شکلیں بھی نظر آجاتی ہیں جنہیں ذہن نظر انداز نہیں کرسکتا یہی کیفیت اس [illegible] تھی ورنہ میں اب متاثر ہونے والوں میں سے نکل گیا تھا۔

تقریباً آدھے گھنٹے کے بعد سردارے واپس آتا نظر آیا۔ اس کے پاس کینوس کا اسٹریچر بھی [illegible] قریب آکر اس نے ایک گہری سانس لی۔

"کیا رہا؟" میں نے پوچھا۔

"خیمے حاصل کرنا تو بہت آسان کام ہے استاد۔ بڑی آسانی سے مل گیا۔" اس نے بتایا۔

"یہ اسٹریچر؟"

"ادھار مل گیا ہے۔ البتہ ان کے پاس کوئی آدمی نہیں تھا۔ مگر کیا فرق پڑتا ہے۔ ہم دونوں اسے لے [جائیں] گے۔" سردارے نے اسٹریچر زمین پر رکھتے ہوئے کہا۔ "ویری گڈ۔ یہ تم نے عمدہ کام کیا ہے [سرد]ارے۔" میں نے سردارے کی مدد سے بیکر کو اسٹریچر پر ڈالتے ہوئے کہا۔ بیکر اب بالکل بے ہوش ہوگیا [illegible]

"ویسے دقت ہوتی۔"

"ہاں۔ مگر تم بور تو ہوئے ہوگے سردارے؟"

"کیوں استاد؟"

"تفریح کرنے آئے تھے۔ اور یہ مصیبت گلے پڑ گئی۔" میں نے کہا اور سردارے خاموش ہوگیا۔ اس [کی] یہ خاموشی کچھ عجیب تھی۔ میں نے پھر اسے مخاطب کیا۔ "کیا خیال ہے۔ میں نے غلط تو نہیں کہا۔"

"کیا کہوں استاد۔ بس یوں سمجھ لو کبھی کبھی خود کو انسان سمجھنے کو تو دل چاہتا ہے۔ لیکن پھر جب اپنی ذات [کی] گہرائیوں میں جھانکتا ہوں تو شرم آجاتی ہے اور میں خود کو یقین دلانے لگتا ہوں کہ انسانیت سے میرا کیا [و]اسطہ۔ لیکن۔"

"ارے۔ تم سنجیدہ ہوگئے سردارے۔"

"نہیں باس۔ غلط تو نہیں کہہ رہا۔" سردارے نے افسردگی سے کہا اور میں بھی خاموش ہوگیا۔ خود میری کیفیت بھی تو سردارے سے مختلف نہیں تھی۔ سردارے تو پھر بھی کسی حد تک ٹھیک تھا۔ لیکن میں۔

ہمارا خیمہ زیادہ دور نہیں تھا۔ یہاں چھوٹے بڑے ہر قسم کے خیمے تھے۔ سردارے نے تین آدمیوں کی گنجائش کا خیمہ لیا تھا۔ اندر کینوس کے تین فولڈنگ بیڈ تھے۔ ایک ٹیبل اور چند کرسیاں۔ ویسے تینوں بستر بچھانے کے بعد خیمے میں گنجائش نہیں رہتی تھی' بس اسی وقت تینوں بستر بچھائے جاتے تھے' جب سونا ہی ہو۔ بہرحال عمدہ جگہ تھی۔ پینے کے پانی کا کولر بھی رکھا ہوا تھا ہم نے بیکر کو ایک بستر پر ڈال دیا۔ اور پھر اسے [چاد]ر بھی اوڑھا دی۔ تب سردارے نے میری طرف دیکھا۔

"آؤ۔" میں نے کہا۔

"کہاں استاد؟"

"کیوں؟ کیا پروگرام ہے۔ کیا اب خیمے میں ہی رہو گے؟"

"ممکن ہے اسے ہوش آجائے۔"

"ٹھیک ہے اس کا' ہم کیا کریں۔"

"استاد۔"

"اوہ۔ یہ مر نہیں گیا۔ کھا پی کر بے ہوش ہوگیا ہے۔ اب اتنی آدمیت بھی خود پر اچانک لادی نہیں [جا]سکتی کہ گردن ٹوٹ جائے آؤ۔ وہ آرام سے ہے۔ میں نے اس کا ہاتھ پکڑا۔ اور ہم دونوں خیمے سے باہر نکل آئے۔

سردارے خاموش تھا۔ ہم دونوں خیموں کے درمیان چلتے رہے۔ تب میں نے اس خاموشی سے اکتا کر

سردارے کو جھنجھوڑا۔ ”یہ تم نے خود پر سوگ کیوں طاری کر لیا ہے۔“

”اوہ۔ سوگ نہیں استاد۔ سوچ رہا ہوں۔“

”کیا سوچ رہے ہو۔ وہ اب ٹھیک ہے۔ ہوش آنے پر کل اس سے گفتگو کریں گے۔“

”اس وقت اس کے بارے میں نہیں، تمہارے بارے میں سوچ رہا ہوں استاد۔“

”کوئی فضول ہی بات ہوگی۔ اسے ذہن سے نکال دو۔ کسی سے رابطہ قائم کرو۔ اب تفریح چاہیے۔“ میں نے کہا اور سردارے کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

پھر ہم دونوں لوگوں کے اجتماع میں گھسنے لگے کئی گروہ دیکھنے کے بعد ایک جگہ کھڑے ہو گئے۔ بڑی اچھی شکلیں نظر آئی تھیں حسب معمول منشیات کا استعمال ہو رہا تھا۔ لڑکے اور لڑکیاں نشے میں مر رہے تھے۔ ایک دراز قد ہپی کے گلے میں ایک پرانا سا گٹار دیکھ کر میں نے ایک ترکیب سوچی۔

ان لوگوں کی ہمدردیاں اور دلچسپی حاصل کرنے کے لیے گٹار بہترین سہارا ہے۔ لیکن ابھی میں سوچ رہا تھا کہ وہی ہپی میدان میں آگیا اور اس نے گٹار بجانا شروع کر دیا۔ ایک دوسرا بے سرا ایک الٹا گیت گانے لگا۔ اور دیوانے اسی پر مست ہو گئے۔ رات کافی گذر گئی۔ ہوش و حواس رخصت ہو چکے اس لیے کافی رات گئے تک ہمیں کوئی ایسا شخص نہ مل سکا‘ جسے جلیس بنایا جا سکتا۔ سردارے بھی اب تک بور ہونے لگا تھا۔

”استاد۔“ اس نے مجھے پکارا۔

”ہاں۔“

”کیوں رات کالی کر رہے ہو۔ میرا خیال ہے چل کر آرام کریں۔“

”ہم بوڑھے ہو گئے ہیں سردارے۔“ میں نے کہا۔

”کیوں استاد؟“

”شکار کرنے میں سست ہو گئے ہیں اور ناکام رہنے لگے ہیں۔“

”شکار کو اب بھی دبوچا جا سکتا ہے استاد۔ لیکن ان کے قرب سے کیا فائدہ جو صبح صورت بھی نہ سکیں۔“ سردارے نے کہا۔

”گویا جنگل میں رات ہو گئی ہے۔“ میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”ہاں۔ یہی بات ہے۔“

”تو آؤ‘ واپس چلیں۔“

”چلو استاد۔“ سردارے خود بھی تھکا تھکا نظر آ رہا تھا۔ ہم دونوں واپس اپنے خیمے کی طرف چل پڑے اور تھوڑی دیر کے بعد خیمے پر پہنچ گئے۔

بیکر آرام سے سو رہا تھا۔ اس کی سانسیں معتدل تھیں۔ سردارے نے جھک کر اسے دیکھا۔ اور سیدھے ہو کر ایک گہری سانس لی۔

”اب یہ نارمل ہے استاد۔“ اس نے کہا۔ میں نے کوئی جواب نہ دیا۔ اور ہم دونوں اپنے بستر سونے کے لیے لیٹ گئے۔

عجیب سی رات تھی۔ حالانکہ موسم خوشگوار تھا۔ نہ سردی تھی نہ گرمی‘ لیکن رات کچھ خوشگوار تھی۔ یا پھر ہماری ذہنی کیفیت ٹھیک نہیں تھی۔ میں کافی دیر تک جاگتا رہا۔ پھر نہ جانے کب آنکھ لگی

جب تک جاگا تھا‘ محسوس کیا تھا کہ سردارے بھی جاگ رہا ہے۔ لیکن نہ ہی اس نے مجھے مخاطب کیا اور نہ میں نے اسے۔

رات کی کسر دن میں پوری ہو گئی۔ جب تک دل چاہا سوتے رہے خوب وقت گذر گیا تھا‘ تب آنکھ کھلی۔ سردارے بھی کروٹیں بدل رہا تھا۔ میں آنکھیں کھول کر خیمے کی چھت کو تکتا رہا۔ ذہن پوری طرح نیند کے اثر سے آزاد ہوا تو بیکر یاد آیا۔ میں نے چونک کر اس کے بستر کی طرف دیکھا اور پھر جلدی سے اٹھ کر بیٹھ گیا۔ بیکر اپنے بستر پر موجود نہیں تھا۔

”مجھے ڈھونڈ رہے ہو دوست۔“ بائیں سمت سے آواز آئی۔ اور میں نے چونک کر دیکھا۔ بیکر کینوس کے اسٹول پر بیٹھا ہوا مسکرا رہا تھا۔

ہڈیوں کے اس ڈھانچے کی مسکراہٹ بہت دلکش تھی۔ پیشانی چوڑی تھی۔ دھندلائی ہوئی آنکھوں میں ذہانت تھی۔ اور چہرے پر کسی حد تک شرافت بھی۔ وہ اٹھ کر میرے قریب آگیا۔ اور پھر میرے پیروں کے پاس بیٹھ گیا۔

”کیسے ہو بیکر؟“

”ٹھیک ہوں دوست۔“

”رات تو تمہاری حالت کافی بگڑ گئی تھی۔“

”ہاں۔“ اس نے مختصراً کہا۔

”اب تو کوئی بات نہیں ہے۔“

”نہیں میرے محسن۔ اب ٹھیک ہوں۔ اور کئی دن تک ٹھیک‘ رہ سکتا ہوں۔“ اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”بہرحال مجھے خوشی ہے۔“

”اس دور کے بدلے ہوئے لوگ ہو۔ عام لوگوں سے مختلف۔ مجھے خیمے میں لانے میں تمہیں کافی دقت ہوئی ہوگی۔“

”کوئی خاص نہیں۔“

”میں نے وہ اسٹریچر دیکھا ہے۔“

”اوہ۔ بہرحال تمہارے لیے وہ ضروری تھا۔“

”ایک بات کہوں۔ فریب تو نہ سمجھو گے؟“

”نہیں۔“ میں نے مضبوط لہجے میں کہا۔

”میں کچھ وقت تمہارے ساتھ گذارنا چاہتا ہوں۔ کوشش کروں گا کہ تمہارے اوپر بوجھ نہ بنوں۔ لیکن ——“

”تم ہمارے اوپر بوجھ نہیں ہو بیکر۔“

”شکریہ میرے دوست۔“ میں تمہارے خادموں کی حیثیت سے تمہارے ساتھ رہوں گا۔ تمہیں مجھ سے کوئی شکایت نہ ہوگی۔ جو کام کراؤ گے کروں گا۔“

”بچوں کی طرح باتیں مت کرو بیکر۔ ہم نے تمہیں دوستوں میں جگہ دی ہے۔ خادموں میں نہیں۔ اور دوستی ان ساری باتوں سے مبرا ہوتی ہے۔“ میں نے کہا اور اس نے گردن جھکالی۔ اسی وقت سردارے جاگ

اٹھا۔ جاگتے ہی اس کی نگاہ ہم دونوں پر پڑی تھی اور وہ بیکر کو اس طرح بیٹھے دیکھ کر خوش ہوگیا۔
"ہے۔ بیکر۔" اس نے امریکنوں کے سے انداز میں ہانک لگائی۔
"ہیلو مسٹر پنٹو۔" بیکر نے مسکراتے ہوئے کہا۔ سردارے نے بستر سے چھلانگ لگادی۔
"تم ٹھیک ہو بیکر؟"
"ہاں۔ آپ لوگوں کی مہربانی سے۔"
"ویری گڈ۔ ساری تھکن دور ہوگئی تمہیں ٹھیک دیکھ کر۔"
"آپ دونوں بڑے مہربان ہیں جناب۔" بیکر نے احسان مندی کے جذبات سے کہا۔ "ضروریات ز
سے فارغ ہولیا جائے۔ پھر باتیں کریں گے سردارے۔ اس کے بعد تمہیں ناشتے کا بندوبست بھی کرنا ہے
"اوکے باس۔" سردارے نے کہا۔ اور پھر ہم تینوں اپنے اپنے مشاغل سے فارغ ہوگئے۔ سردا
ناشتے کا بندوبست کرنے چلا گیا تھا۔
"آپ دونوں میں کیا رشتہ ہے جناب؟"
"بس دوستی کا رشتہ۔ اور یہ رشتہ بہت سے رشتوں سے مضبوط ہوتا ہے۔
"ہاں۔ شاید۔"
"شاید کیوں۔ تم اس بات سے متفق نہیں ہو؟"
"اس کی وجہ ہے۔"
"کیا؟"
"مجھے کوئی دوست نہیں مل سکا۔"
"اوہ۔ یہ دکھ کی بات ہے۔"
"ہاں۔ آپ دونوں کو دیکھ کر احساس ہوتا ہے۔"
"پوری زندگی میں دل کی گہرائیوں سے چاہنے والا ایک دوست بھی مل جائے بیکر۔ تو سمجھ لو
بیکار نہیں دوست ایسی ہی اہمیت کا حامل ہے۔"
"ہاں۔ میں اس بات کا وزن محسوس کرسکتا ہوں۔ ویسے آپ دونوں؟"
"ہم وطن۔ اور ہم مذہب بھی ہیں۔"
"خوب۔ سفر کا مقصد؟"
"آوارہ گردی۔" میں نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔
"لیکن آپ روایتی آوارہ گرد نہیں معلوم ہوتے۔"
"روایتی؟"
"ہاں۔ کیا آپ ترلوکا کے پیرو ہیں؟"
"نہیں۔ اور تم؟"
"پہلے متاثر ہوا تھا۔ اب نہیں ہوں۔" اس نے گہری سانس لے کر جواب دیا۔ "تم سے تمہار
سنیں، پنٹو واپس آجائے۔ وہ بھی اتنی ہی دلچسپی رکھتا ہے۔"
بیکر خاموش ہوگیا۔ اس کی آنکھوں میں اداسیاں لہرا رہی تھیں۔ بہرحال میں ابھی تک اس
نہیں ہوا تھا۔ نہ جانے یہ تبدیلی میرے اندر کیوں آگئی تھی۔ حالانکہ مجھے المیوں سے نفرت تھی۔ میر

ایک المیہ تھی۔ اور جب مجھے احساس ہوتا ہے کہ میرے المیے کو سمجھنے والا کوئی نہیں ہے' تو پھر مجھے ساری
ے نفرت ہو جاتی تھی۔
نہیں کہا جا سکتا تھا کہ بیکر کب اس نفرت کا شکار ہو جائے لیکن اور بات بھی ہے۔ آج تک مجھے ایسی
ں ٹکراتی رہی تھیں جو میرے ساتھ زندگی گذارنے کی خواہش مند ہوتی تھیں۔ مردوں میں ایک بھی ایسا
تھا۔ اور اگر ملا تھا تو سردارے اور سردارے کی مثال سامنے تھی۔ میں آج تک اس سے بیزار نہیں ہوا
بلکہ اب میں اس کے بغیر زندگی گذارنے کا کوئی خیال بھی نہیں رکھتا تھا۔ یہ خود سردارے کی اپنی خوبی
میری نہیں۔ ممکن ہے بیکر بھی میرے لیے ایسا ہی ثابت ہو۔ بہرحال ابھی تو میں اس سے ہمدردی رکھتا

تھوڑی دیر کے بعد سردارے ناشتے کا سامان لے کر آگیا۔ اور ہم تینوں ناشتہ کرنے بیٹھ گئے۔ بیکر کی
ھوں میں احسان مندی کے آثار تھے۔
پھر ہم ناشتے سے فارغ ہوگئے۔ بیکر خاموش تھا۔
"کیا خیال ہے بیکر؟" میں نے اس کی آنکھوں میں دیکھا۔
"جو حکم ماسٹر۔" اس نے عجیب سے لہجے میں کہا۔
"میرا مطلب ہے کسی اور شے کی ضرورت؟"
"اوہ۔ کسی اور شے سے کیا مراد ہے ماسٹر؟"
"میرا مطلب ہے چرس وغیرہ۔"
"ناپائیدار چیز ہے مسٹر ایڈورڈ۔"
"کیا مطلب؟"
"پہلے خود میں بھی یہی سوچتا تھا' دوسروں کی مانند کہ چرس دنیا کی سب سے اہم و سب سے ضروری شے
ہے۔ اس کے بغیر زندگی بے مزہ' بے مصرف ہے۔ اور یہ کہ۔ انسان کے لیے روٹی کیا اہمیت رکھتی ہے۔
ں زندگی ہے۔ لیکن۔ یہ اس وقت کی بات ہوتی ہے' ماسٹر جب روٹی موجود ہوتی ہے اور اس کی کمی نہیں
رلی۔ میں نے پچھلے پانچ دن سے کچھ نہیں کھایا تھا۔"
"اوہ۔" میں نے گہری سانس لی۔
"ہاں۔ غذا کا ایک دانہ بھی نہیں۔" بیکر نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "اور ماسٹر یہ کیفیت نئی نہیں ہے۔
پچھلے کئی ماہ سے یہی حالت ہے۔ دراصل مجھے بھیک مانگنا نہیں آتا۔"
"درست ہے۔"
"اس کے بعد میں نے خون بیچنا شروع کردیا اور کام چلنے لگا۔ لیکن ان دنوں مجھے شدت سے احساس ہو
تا کہ روٹی بہرحال ایک اہم ضرورت ہے۔ جب پیٹ میں روٹی نہ ہو تو چرس بھی بے مزہ ہوتی ہے۔ عجیب
ب تجربات سے گذر تا رہا ہوں ماسٹر۔ میں نے خون بیچا۔ چرس خریدی چرس بدمزہ لگی تو روٹی خریدی۔ اور
ل میں روٹی کی حیثیت کا قائل ہو تا گیا۔ لیکن کمبخت خون ہی ختم ہوگیا۔ اب چرس ایک ایسی حیثیت
تی ہے کہ روٹی سے پیٹ بھرا ہوا تو ــــــــ ٹھیک ہے۔"
"خوب۔ ضرورت نہیں محسوس ہوتی؟"
"ہوتی ہے مسٹر ایڈورڈ۔ لیکن۔"

"لیکن کیا؟"
"سچا انسان وہی ہے جسے شکست کا احساس ہو جائے تو پھر وہ شکست مان لے۔"
"کیا مطلب؟"
"ایک عرصے سے کشمکش چل رہی تھی۔ نشہ آور ادویات اور روٹی میں۔ آخر شکست ہو گئی۔" "کسے؟"
روٹی بڑی حیثیت رکھتی ہے۔"
"خوب۔"
"اور اس کا احساس ان پانچ دنوں میں ہوا۔ جب ہر اعضائے تن نے صرف روٹی طلب کی۔ جسم کا کوئی عضو تو ایسا نہیں تھا جس نے چرس مانگی ہو۔" بیکر نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "اور اب روٹی مل جانے کے بعد؟
"اس کی خواہش سر ابھار رہی ہے لیکن میں شکست تسلیم کر چکا ہوں۔ ویسے میں تمہیں نہ روکوں گا ماسٹر تم اگر چاہو تو استعمال کر سکتے ہو۔ میں اپنا ضبط آزماؤں گا۔"
"ویری گڈ۔" ہم بھی عادی نہیں ہیں بیکر۔"
"اپنی کہانی سناؤں ماسٹر؟"
"ہاں۔ ضرور۔ ہمیں بے حد دلچسپی ہے۔"
"بات یہ ہے ماسٹر۔ کہ یہ پانچ دن میرے لیے بہت سے فیصلوں کے دن تھے۔ اور بالآخر فیصلے کر لیے گئے۔
"کیسے فیصلے؟"
"میرے ڈیڈی بھی ٹھیک کہتے تھے۔"
"اوہ۔ کیا کہتے تھے وہ؟"
"بات یوں سمجھ نہیں آئے گی' تفصیل سنو' میں ڈنمارک کا باشندہ ہوں۔ آج سے دس سال پہلے گھر سے نکل کھڑا ہوا تھا' اس وقت میرے بے شمار دوست تھے۔ ہرے کرشنا ہرے راما تحریک کے سرو——— انہوں نے کچھ اصول تراشے تھے۔ مجھے بھی وہ اصول دلکش محسوس ہوئے اور میں نے انہیں اپنا لیا۔ میرے ڈیڈی ڈنمارک کے ایک بہت بڑے تاجر ہیں۔ پرانے خیالات کے انسان' نئی قدروں کے مخالف۔ لیکن اندازہ ہوا کہ وہی ٹھیک کہتے تھے۔ وہی درست ہیں۔"
"کیا کہتے ہیں وہ؟"
"میرے دو بھائی بھی ہیں اور ایک بہن۔ سب کے سب ٹھیک ٹھاک۔ لیکن ان لوگوں کے چکر میں پڑ کر میں بھٹک گیا۔ میں نے اپنے ڈیڈی سے ان اصولوں پر گفتگو کی' جو میرے دوستوں کے تراشے ہوئے تھے اور انہوں نے اپنے خیالات کا اظہار کیا۔ انہوں نے کہا کہ انسان کو ابتدا سے جو بنیادی راستے ترقی کی طرف لائے ہیں' وہی ٹھیک ہیں۔ انہوں نے کہا کہ ترقی بہرحال انسانی زندگی میں بڑی اہمیت رکھتی ہے اور انسان نے اس کے بارے میں جو سوچا وہی بہتر تھا۔ اور اسی سے انسانیت کو فروغ ملا ہے۔ اگر انسان ان ہنگاموں سے دور رہ کر صحیح زندگی گذارتا تو وہ ترقی کے راستے نہ اپنا تا۔"
"بہت خوب۔" میں نے دلچسپی سے کہا۔ "ذرا وضاحت سے بات کرو۔ بیکر تمہاری گفتگو بہت دلچسپ ہے۔"
"یوں سمجھو میرے دوست۔ میں ایک سرمایہ دار کا تیسرا بیٹا ہوں۔ عیش و عشرت کی زندگی کا انسان

کچھ میسر تھا۔ ذہن بھٹک گیا۔ کچھ ایسے دوستوں میں شامل ہو گیا جو راہ سے بھٹکے ہوئے تھے۔ ان کا نظریہ کچھ اور تھا۔ ان کا خیال تھا کہ انسان نے تہذیب کے غلاف میں چھپ کر اپنی شخصیت مسخ کر لی ہے۔ شکل بدل گئی ہے۔ وہ' وہ نہیں رہا جو تھا' چنانچہ اسے اسی طرف لوٹنا چاہیے۔ ان لوگوں کے اصول مجھے ئے اور میں ان میں شامل ہو گیا۔ وہ دنیا کے غم بھلانے کے لیے نشے میں غرق رہتے تھے اور میں ان کے لیکن پھر میرے ڈیڈی سے میری بات ہوئی۔ وہ مجھے ناکارہ سمجھنے لگے تھے۔ انہوں نے دلائل دیئے انسان جس راستے پر جا رہا ہے' وہی درست ہے۔ اور ہمارے درمیان سخت گفتگو ہوئی' انہوں نے کہا کہ ازل سے روٹی کی تلاش میں ہے۔ یہ اس کا سب سے اہم مسئلہ ہے لیکن میں نے اسے تسلیم نہیں کیا۔ پھر میں نے اپنا وطن چھوڑ دیا۔ نہ جانے کہاں کہاں مارا مارا پھرا۔ میرے ڈیڈی نے مجھ سے کہہ دیا تھا کہ شکل میں ان کے پاس میرے لیے کوئی جگہ نہیں ہے۔ ہاں اگر میں اپنے خیالات کو باطل سمجھ لوں اور سے شکست کھا جاؤں تو وہ مجھے پھر سے گلے لگا لیں گے۔ سو تم دیکھو میرے دوست۔ میں کہاں پہنچ گیا
"ویری گڈ۔ تم ڈنمارک کے باشندے ہو۔"
"ہاں۔"
"تمہیں اپنے ڈیڈی کے بارے میں معلوم ہے؟"
"کیا؟"
"وہ اب بھی وہیں ہیں؟"
"آبائی وطن ہے۔ وہاں سے کہاں گئے ہوں گے۔"
"تمہیں ان کی کوئی خبر نہیں ملی؟"
"کبھی معلوم کرنے کی کوشش بھی نہیں کی۔"
"کتنا عرصہ ہو گیا گھر سے نکلے ہوئے؟"
"تقریباً دس سال۔"
"اس دوران نہ تمہیں اپنے ڈیڈی کی خبر ملی اور نہ تم نے انہیں اپنے بارے میں کچھ بتایا؟"
"بالکل نہیں۔"
"تو اب تمہارا کیا ارادہ ہے بیکر؟
"کچھ نہیں میرے دوست۔" بیکر نے مسکراتے ہوئے کہا۔
"لیکن تم اپنے نظریات کی شکست تسلیم کر چکے ہو۔"
"ہاں۔"
"کیا تم اپنے ارادے میں مضبوط ہوتے ہو؟"
"کیا کہہ سکتا ہوں۔"
"لیکن تم نے تسلیم کر لیا ہے کہ روٹی چرس سے زیادہ اہمیت رکھتی ہے۔"
"ہاں۔ میں نے تسلیم کر لیا ہے۔"
"تو اپنے باپ کی بات کیوں نہیں مان لیتے۔"
"یہ شکست اسی خیال کی حامل ہے۔"
"تب ٹھیک ہے گھر واپس پہنچ جاؤ۔"

"نہیں میرے دوست۔ میں شکست خوردہ شکل لے کر کسی کے سامنے نہیں جاؤں گا۔ اور پھر حالت دیکھ رہے ہو۔ کاش میں تمہیں اپنی اصل تصویر دکھا سکتا۔ میں ایک سلیقے کا خوش پوش انسان تھا اگر میں اپنے باپ کے سامنے گیا۔ تو اپنے بھائیوں اور دوسروں کی نگاہوں کی تاب نہ لاسکوں گا۔ جن میرے لیے مضحکہ ہوگا۔ وہ کہیں گے کہ یہی میرا مسلک تھا اور اتنی ہی ہمت تھی میرے اندر۔"

"پھر کیا ارادے ہیں؟"

"زندگی کا رخ ایک بار پھر بدلا ہے۔ خیالات نے پھر ایک راستہ اختیار کیا ہے۔ تم اس راہ کے پہلے ہو۔ میں وعدہ کرتا ہوں کہ تمہیں زیادہ پریشان نہیں کروں گا۔"

"ہوں۔ میں نے گہری نگاہوں سے اسے دیکھا۔ اور پھر ایک طویل سانس لے کر بولا۔ "بیکر۔"

"جی۔" بیکر کی آواز میں کسی قدر گھبراہٹ تھی۔

"کیا تم دل سے ہمیں دوست کہہ سکتے ہو؟"

"دوست۔ نہیں دل سے نہیں کہہ سکتا۔ کیونکہ میں اپنی دوستی کا کوئی حق ادا نہیں کر سکتا۔ ہاں دل سے تمہیں محسن کہہ سکتا ہوں۔"

"چلو محسن ہی سہی۔ کیا ہمارا احسان ادا کرنے کی ہمت رکھتے ہو؟"

"مجھے دیکھ رہے ہو۔ میں کیا کر سکتا ہوں' خود دیکھ لو۔"

"ایک کام ضرور کر سکتے ہو بیکر۔"

"مجھے بتاؤ؟"

"ایک وعدہ بولو۔ کیا تم ہم سے کوئی وعدہ بھی نہیں کر سکتے؟"

"کیسا وعدہ؟"

"سنو۔ میری خواہش ہے کہ جب تک میں تم سے نہ اکتا جاؤں تم میرے پاس سے جانے کی کوشش نہیں کرو گے۔"

"اوہ۔ عجیب وعدہ ہے۔"

"کر سکتے ہو؟"

"میں۔ میں تمہارے اوپر بوجھ نہیں بننا چاہتا۔"

"میں جب تمہیں بوجھ محسوس کروں گا تم سے معذرت کر لوں گا۔"

"تم کیوں ایسا چاہتے ہو؟"

"سچ بتا دوں؟"

"ہاں۔" اس نے مجھے غور سے دیکھتے ہوئے کہا۔ "تو سنو بیکر۔ میں بھی بدی کے راستے کا مسافر ہوں لیکن نیکی کے خوبصورت راستوں پر لگے ہوئے پھولوں کی بھینی بھینی خوشبو آج بھی میری طلب ہے۔ ان راستوں سے نہیں گذر سکتا' میرے حالات مجھے اس کی اجازت نہیں دیں گے لیکن میں ان راستوں پر جانے والے کی شناخت ضرور کر سکتا ہوں۔ میں اس خوش نصیب کے راستے کے پتھر ضرور ہٹا سکتا ہوں جو ان راستوں کا راہی ہے۔ اور میری حیثیت صرف اتنی ہی ہے۔ تم بدی کی راہ سے اکتا کر صحیح راستے کی طرف جا رہے ہو۔ تمہارے راستے میں بیشمار نوکدار پتھر ہیں۔ کہیں یہ پتھر تمہاری راہ پھر نہ بدل دیں اس لیے تمہارا نیکی کے راستوں کا محافظ بننا چاہتا ہوں۔"

میرے لہجے میں نہ جانے کیا بات پیدا ہو گئی تھی۔ بیکر اور سردارے مجھے حیرت سے دیکھ رہے تھے۔ "میں وعدہ کرتا ہوں۔ میں وعدہ کرتا ہوں میرے دوست۔ بیکر اچانک پھوٹ پھوٹ کر رونے لگا۔ ہم دونوں خاموش تھے۔ ہم نے اسے رونے سے نہ روکا۔ نہ جانے اس کے ذہن کی کونسی گرہ متاثر ہو گئی تھی۔ رونے سے اس کے دل کا غبار ہلکا ہو گیا۔ اور پھر وہ تازہ ہو گیا۔

"آؤ یار۔ باہر چلیں۔ عجیب سوگواری طاری ہو گئی ہے۔" میں نے تجویز پیش کی اور ہم تیار ہو گئے۔ بیکر بھی ہمارے ساتھ تھا۔

خیموں کی زندگی جاگ اٹھی تھی۔ بازار بارونق ہو گئے تھے۔ رات کا سمیٹا ہوا سامان پھر دوکانوں پر سج گیا تھا۔ ہر چیز دستیاب تھی۔ آوارہ گردوں کے گروہ خرید و فروخت کر رہے تھے۔ ان میں متمول بھی تھے اور تباہ حال بھی بہت سے بھیک مانگتے ہوئے دیکھے گئے۔

ہم ان سب کو دیکھتے ہوئے آگے بڑھتے رہے' اور پھر اچانک کچھ شور سا ہوا۔ اس شور میں کسی کار کے ہارن کی آوازیں بھی شامل تھیں۔ میوزیکل ہارن تھا۔ جس سے کئی طرح کی آوازیں ابھر رہی تھیں۔ کار کے انجن کی آواز بھی زوردار تھی۔ اور انسانوں کے اس ہجوم میں بھی اس کی رفتار بہت تیز تھی۔ ڈرائیونگ کرنے والا یا تو دیوانہ تھا یا پھر کوئی بڑا خودسر یا پھر اسے اپنی ڈرائیونگ پر زبردست اعتماد تھا۔ دیکھتے ہی ایک عجیب و غریب کار ہمارے سامنے سے گذری۔ اور تھوڑی دور جا کر اس میں بریک لگ گئے۔ بریکوں کی چرچراہٹ بھی کافی زوردار تھی۔

"استاد۔ ذرا میری آنکھوں میں دیکھنا۔" سردارے اچانک میری طرف رخ کر کے آنکھیں پٹپٹاتے ہوئے بولا اور میں چونک پڑا۔

"کیوں۔ کیا ہوا؟"

"ان میں شاید کوئی عورت پڑ گئی ہے۔"

"کیا بکواس ہے۔"

"ایمان سے استاد ذرا دیکھنا تو۔"

"سردارے۔" میں نے اسے ڈانٹا۔

"تو تم ہی بتا دو کیا اس انوکھی گاڑی میں کوئی لڑکی نہیں تھی؟"

"اوہ۔" میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ آنکھوں میں تنکے کے بجائے عورت پڑ گئی ہے' کی اصطلاح مجھے بہت پسند آئی تھی۔

"آؤ دیکھیں تو سہی ان تیس مار خانوں کو۔ بڑے کروفر میں ہیں۔" میں نے کہا۔ اور ہم تینوں آگے بڑھ گئے۔ بہت سا مجمع اس کار کے گرد جمع ہو گیا تھا۔

اب ذرا کار غور سے دیکھی۔ عمدہ قسم کی گاڑی تھی۔ لیکن اس کا حلیہ عجیب بنا لیا گیا تھا۔ تقریباً دس رنگوں میں رنگی ہوئی تھی۔ بے شمار جملے لکھے ہوئے تھے اور مختلف زبانوں میں تھے۔ سردارے ان جملوں کو پڑھنے لگا۔

"پیار کرو۔ صرف مجھ سے نہیں' سب سے۔"

"جنگ سے نفرت کرو۔ جنگ تپے ہوئے ناکارہ ذہنوں کی جھنجھلاہٹ ہے۔ جنت تمہاری مٹھی میں ہے۔ زبان کا مصرف پیار ہے۔"

ایسے ہی بے شمار جملے۔ اور اندر جو خاتون تھیں' وہ خود بھی ٹکنی کلر تھی۔ تقریباً پونے چھ فٹ قد' نہا سڈول اور گداز بدن۔ چست پتلون جس کے پائنچے ڈھیلے تھے۔ ایک طرف سے سرخ' دوسری طرف سیاہ' چست قمیض جس کا گریبان انتہائی حد تک کھلا ہوا تھا۔ سفید سینے پر چمکدار حروف میں "سینی ٹورا" ہوا تھا۔ قمیض تقریباً چھ رنگوں کے ٹکڑوں سے بنی ہوئی تھی جس میں جگہ جگہ دل اٹکے ہوئے تھے۔ پیشا سیاہ رنگ کی چوڑی پٹی بندھی ہوئی تھی۔ بائیں گال پر بھی سرخ رنگ کا دل پینٹ کیا۔۔۔۔۔۔ ہوا تھا۔ کا کھلی چھت کی تھی اس لیے اس کے عقبی حصے میں رکھا سامان بھی نظر آ رہا تھا۔ یہ سامان پلاسٹک کے خیمے' دو سوٹ کیس اور ایک انتہائی نفیس گٹار پر مشتمل تھا۔

"استاد زندہ باد۔" سردارے نے نعرہ لگایا۔ "کیا بکواس ہے؟"

"زوردار چیز ہے استاد۔"

"ہاں ہے تو۔"

"ارے اس مجمع میں ہمارے علاوہ اور کوئی اس قابل ہے کہ اس سے دوستی کر سکے؟" سردارے سینہ پھلا کر کہا۔

"ہاں۔ واقعی تمہارے علاوہ اور کوئی نہیں ہے۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"کک کیا مطلب؟"

"ٹرائی کرو۔" میں نے سردارے کو آنکھ ماردی۔

"اوہ۔ نہیں۔ استاد کے ہوتے ہوئے۔"

"نہیں۔ میں تمہارے حق میں دستبردار۔"

"ارے نہیں۔ میں تو اسے "استانی" سمجھتا ہوں۔" سردارے نے اس قدر مضحکہ خیز لہجے میں کہا میرے قہقہے نہ رکے۔ "چنانچہ استاد کی استانی کا میں صرف احترام کر سکتا ہوں۔"

"اچھا فضول باتوں سے احتراز کرو۔" میں نے کہا۔

بیکر بھی چوندھیائی آنکھوں سے لڑکی کو دیکھ رہا تھا جس نے ایک خوبصورت سگریٹ کیس سے سگریٹ نکالی اور اسے ایک پیک میں پھنسا کر پیک ہونٹوں میں دبالی۔ پھر اس نے ایک خوبصورت لائٹر سگریٹ سلگایا' اور چرس کی بو چاروں طرف پھیل گئی۔ تب وہ اچھل کر کار سے نیچے اتر آئی۔

اور اس کے اچھلتے ہی بہت سے لوگ اچھل پڑے۔

"ہے۔ بس جاؤ۔ اپنا اپنا کام کرو۔ میں یہاں سرکس دکھلانے نہیں آئی۔" لڑکی کی آواز ابھری۔ سرکس نہیں۔ تمہیں دیکھ رہے ہیں زندگی۔" ایک دراز قد اور شیطانی چہرے والے آوارہ گرد نے کہا۔

"اوہ۔ واقعی؟" لڑکی مسکرائی۔

"ہاں۔ کہاں سے آئی ہے تو۔ کیا چرس کے کھیت میں اگی تھی؟"

"سونگھ کر دیکھ لو۔" لڑکی نے لگاوٹ سے کہا۔

"دیکھ لو۔۔۔۔۔۔" آوارہ گرد خوش ہو گیا۔

"یہاں آؤ۔ لڑکی نے ہاتھ پھیلا دیئے اور آوارہ گرد منہ سے خوشی کی آواز نکال کر اس کی طرف اور پھر بجلی سی کوند گئی۔ لڑکی نے اس کا بازو پکڑ کر اسے گھما دیا۔ اور آوارہ گرد ایک قلابازی کھا کر بری زمین پر آ رہا وہ چاروں شانے چت تھا۔

چاروں طرف سے قہقہے ابل پڑے۔

"اٹھو۔ کیسے مرد ہو۔" لڑکی نے جھک کر اسے اٹھایا۔ کھڑا کیا۔ پھر اس نے اسے دونوں ہاتھوں پر اٹھا کر ذرا اچھال دیا۔

"اناللہ۔" سردارے نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

"کیوں؟" میں مسکرا دیا۔

"آؤ استاد چلیں۔" سردارے بولا۔

"کیوں۔ کیوں۔" میں نے ہنستے ہوئے پوچھا۔

"استادنی کچھ زیادہ جچی نہیں۔"

"آخر کیوں؟" میں نے قہقہہ لگایا۔

"بس ذرا غلط قسم کے شوق رکھتی ہیں۔ آؤ چلیں۔"

"ابے رک تو سہی۔ اچھی لڑکی ہے۔"

"قطعی نہیں۔ قطعی نہیں استاد۔" سردارے نے گھبرائے ہوئے لہجے میں کہا۔ "دیکھیں تو سہی سردارے۔ آخر کیا چیز ہے۔" میں نے دلچسپی سے کہا۔ لڑکی واقعی مجھے پسند آگئی تھی۔ اور سردارے خاموش ہو گیا۔ لڑکی نے ایک جگہ سے سامان خریدا اور پھر کار میں آ بیٹھی۔ پھر اس نے کار آگے بڑھا دی۔ چاروں طرف سے لوگ گردنیں اٹھا اٹھا کر اسے دیکھ رہے تھے۔ لیکن کار کچھ زیادہ دور نہیں گئی۔ اس نے ایک خالی جگہ میں کار روک دی۔ اور پھر اس نے کار سے پلاسٹک کا خیمہ نکالا۔ اور اسے زمین پر اچھال دیا۔ انتہائی پھرتیلی لڑکی تھی۔ اس نے میخیں گاڑیں اور پھر خیمہ نصب کر دیا۔ بڑا شاندار خیمہ تھا۔ ہلکا لیکن کافی کشادہ یہاں تک کہ اس میں کار گیراج بھی موجود تھا۔ ہم لوگ بھی ٹہلتے ہوئے دوسرے لوگوں کے پاس پہنچ گئے۔ جو اس عمدہ خیمے کو دیکھ رہے تھے۔

"خوب لڑکی ہے۔" سردارے نے کہا۔

"ہاں۔ کسی اچھے گھرانے کی بگڑی ہوئی۔ لیکن اسے لکھ لو ماسٹر' کسی دن اس کے جسم پر بھی صرف کھال منڈھی ہو گی اور اسے اپنی حماقت کا احساس ہو گا۔" بیکر نے کہا۔

"ممکن ہے۔" سردارے ہونٹ ٹیڑھے کر کے بولا۔

لڑکی خیمے میں چلی گئی تھی۔ اور اس نے خیمے کا دروازہ اندر سے بند کر لیا تھا۔

"آؤ سردارے۔ چلیں۔" میں نے کہا۔

"دل لوٹ لیا ہے استاد' استانی نے۔۔۔۔۔۔" سردارے مسخرے انداز میں بولا۔

"آؤ۔ بکواس مت کرو۔" میں نے سردارے کو دھکا دیا اور سردارے چل پڑا۔

"مسٹر پنٹو بہت دلچسپ انسان ہیں۔" بیکر ہنستے ہوئے بولا۔

"ہاں۔ بس یونہی ہے۔"

جس جگہ ہمارا خیمہ تھا۔ وہاں سے لڑکی کے خیمے کا فاصلہ کافی تھا۔ لیکن اس کا خیمہ یہاں سے نظر آتا تھا۔ دن میں کئی بار میں نے اس خیمے کی طرف دیکھا' وہاں مجمع ہی لگا پایا۔ شام کی چائے کے بعد سردارے نے باہر نکلنے کا مطالبہ کر دیا۔ اور میں بھی تیار ہو گیا۔ بیکر البتہ کسل مند تھا۔ "کیوں بیکر۔ تم ہمارے ساتھ نہیں چلو گے؟"

"مجھے آرام کرنے دو ایڈورڈ۔"
"اوکے۔" میں نے کہا اور پھر ہم دونوں خیمے سے نکل آئے۔
"کیا فیصلہ کیا استاد؟" سردارے نے راستے میں پوچھا۔
"کس بارے میں؟"
"استانی کے بارے میں۔"
"تمہارا دماغ خراب ہے۔"
"کیوں؟"
"دیکھے نہیں تھے اس کے ہاتھ۔"
"اوہ۔ تو تم خوفزدہ ہو استاد؟"
"ہو سکتا ہوں۔" میں نے سردارے کو گھورا۔
"ہرگز نہیں۔ لیکن پھر کیا بات ہے؟"
"بہت سے لوگ اس کے گرد چکرانے لگے ہوں گے۔ ایک کا حشر تم نے دیکھ لیا۔ یوں بھی کار سے اور اس کے رکھ رکھاؤ سے تم نے اندازہ لگالیا ہوگا کہ معمولی لڑکی نہیں ہے۔"
"اس کی جسارت سے بھی استاد۔"
"ہاں۔ جسارت کو بھی ذہن میں رکھو۔"
"ایسی شکل میں 'اپنی کیا دال گلے گی۔"
"ارے نہیں استاد۔ اس بات کو ماننے کے لیے تیار نہیں ہوں۔"
"نہ مانو۔ تمہارے نہ ماننے سے کیا فرق پڑتا ہے۔" میں نے منہ بناتے ہوئے کہا۔ لیکن دل ہی دل میں' میں بھی اس کے بارے میں سوچ رہا تھا' درحقیقت زبردست لڑکی ہے۔ لیکن ضروری نہیں ہے کہ ہاتھ آہی جائے۔"

ہم اس کے خیمے کے سامنے سے گزرے تھے۔ اور پھر ہم دور تک چلے گئے۔
"بند ہو گئی ہے خیمے میں۔" سردارے نے تبصرہ کیا۔
"اسے تمہارے آنے کا علم نہیں ہوگا۔"

سردارے نے میرے اس طنز پر توجہ نہیں دی تھی۔ بہرحال ہم لوگ تنہا نہیں تھے۔ نہ جانے کتنے اس شعلہ جوالا کے چکر میں سرگرداں تھے۔ تھی بھی خوب۔ ایک تو شخصیت' پھر انداز' کون متوجہ نہ ہوتا۔ لیکن رات کو کچھ عجیب رنگ جما۔ ہم لوگ بھی اس وقت موجود تھے' جب وہ خیمے سے برآمد ہوئی۔ اور پھر اس کی تیز آواز دور تک گونج اٹھی۔

"اے سرپھرو۔" اے نروان کے متوالو۔ آؤ۔ پلاسٹک کے اس خیمے کے گرد جمع ہو جاؤ۔ میں اپسرا ہوں' آسمان سے اتری ہوں۔ میں تمہیں آسمان کے گیت سناؤں گی۔ وہ گیت جو چڑیاں گاتی ہیں اور جن سے محبت کے نغمے پھوٹتے ہیں۔ ترلوکا کے پیروؤں میں تمہیں اس عظیم مدبر کی تعلیمات سکھاؤں گی۔ آؤ میرے پروں کے سائے میں وقت کی کڑی دھوپ سے پناہ لو۔ دیکھو میں دیوی آئیسیس ہوں' دیکھ لو میں شکلاوا ہوں۔ میرے پہلو میں سکون ہے۔ اور سکون کی یہ رات تم میری معیت میں گزارو۔"
اس نے دونوں ہاتھ پھیلا دیئے۔ انتہائی حسین لباس پہنے ہوئے تھی وہ اس وقت' عجیب ساخت کا لباس

ہا جب اس کے بازو پھیلے تو بے شمار نرم نرم پر لہلہانے لگے' پلاسٹک کے خیمے کے سامنے تیز روشنی تھی اور ں کے چہرے پر بہت سے چمکدار رنگ لہرا رہے تھے۔
عجیب سا سحر طاری کر دیا تھا اس کی آواز نے۔ سرپھرے سچ مچ جوق در جوق جمع ہونے لگے۔ اور پھر ہاں تل دھرنے کو جگہ نہ رہی چاروں طرف سے لوگ جمع ہونے لگے۔ طرح طرح کی آوازیں سنائی دے ہی تھیں۔
تب اس کے ہاتھ میں گٹار نظر آیا۔ لیکن اس کے ساتھ ہی ایک اور چیز بھی۔ یہ چرس کا بڑا ذخیرہ تھا۔ ے اس نے چند لوگوں کے حوالے کر دیا اور وہ تبرک کی طرح چرس دوسروں میں تقسیم کرنے لگے۔ پھر لوگ ں کے عقیدت مند کیوں نہ ہو جاتے۔ ہر زبان اس کی مدح سرائی کرنے لگی۔ چرس کی گولیاں ہم تک بھی ہنچیں اور ہم نے انہیں قبول کر لیا۔ اور پھر چاند نکل آیا۔ چاند کی جوان روشنی میں عجیب سحر انگیز تماشہ ثروع ہو گیا۔ دھوئیں کے کثیف بادل فضا میں منڈلانے لگے۔ آوارہ گردوں کی خوش فعلیاں بڑھ گئیں۔ اور ھراس نے گٹار کے تاروں پر انگلیاں پھیریں۔ اور لوگ مست ہو گئے اور پھر گٹار سے ایک نغمہ بلند ہونے لیکن اس میں اس کی آواز بھی شامل تھی۔ خاصی عمدہ آواز تھی۔

چاندنی کے بیٹو۔ ہوا کے بگولو۔
دیکھو۔ میں آسمان سے اتری ہوں۔
ٹھنڈی ہوا کے جھونکوں کے رتھ پر۔
لائی ہوں میں تمہارے لیے پیغام۔ آسماں کا۔
جیو۔ اور جینے دو۔
یہی ہے زندگی۔ یہی ہے زندگی۔
زندگی۔ ایک خوشبو۔
زمین کی چادر پر بکھری ہوئی۔

خوشبو قید نہیں ہوتی۔ تم زندہ ہو۔ آزادی کے گیت گاؤ۔ ناچو۔ مست ہو جاؤ۔ ناچو۔ ناچو۔ اس نے زوردار آواز لگائی۔ اور پھر اس طوفان کو کون روکتا۔ نشے میں ڈوبے ہوئے' تھرکنے والے جوش میں آگئے۔ اور ایک رقص بے ہنگم شروع ہو گیا۔ اب وہ صرف گٹار بجا رہی تھی۔
"سردارے۔" میں نے گہری سانس لے کر کہا۔
"چلیں استاد۔" سردارے نے عجیب سا منہ بنا کر کہا۔
"کیوں؟"
"مار لیا میدان اس کمبخت نے۔ اب کون اس کے خلاف ہوگا۔"
"عورت واقعی زوردار ہے سردارے۔" میں نے پرخیال انداز میں کہا۔
"اور تمہیں اب بھی جوش نہیں آرہا استاد۔ کیا ہو گیا ہے تمہیں۔" سردارے نے برا سا منہ بنائے ہوئے کہا۔
"جوش آگیا ہے سردارے۔" میں نے آہستہ سے کہا۔
"آگیا ہے۔" سردارے اتنی زور سے چیخا کہ اس کی آواز پھٹ گئی اور وہ کھانسنے لگا۔
"حماقت کی باتیں مت کرو۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ گٹار کہاں سے ملے؟"

"گٹار۔" سردارے نے میری شکل دیکھی۔

"ہاں۔"

"انتظار کرو استاد۔ میں ابھی آیا۔" سردارے نے کہا اور اس سے قبل کہ میں اس سے کچھ پوچھوں وہ دوڑ گیا۔

کہاں سے لائے گا سردارے گٹار۔ میں سوچنے لگا۔ لیکن سردارے کا بھی جواب نہیں تھا۔ پندرہ منٹ بھی نہیں گذرے تھے کہ میں نے ایک اور طوفان دیکھا۔ سردارے کے ہاتھ میں ایک خوبصورت گٹار تھا اور وہ بری طرح دوڑ رہا تھا۔ اور چند ہپی اس کے پیچھے اسے گالیاں دیتے ہوئے دوڑ رہے تھے۔

☆ ☆ ☆

سردارے میرے قریب پہنچ گیا۔ یہاں خاموشی تو تھی نہیں کہ اس ہنگامے سے کوئی رخنہ پڑتا۔ کوئی ان کی طرف متوجہ نہیں ہوا۔ سردارے میرے نزدیک پہنچ گیا۔ "سنبھالو استاد!" اس نے گٹار میرے ہاتھوں میں ٹھونستے ہوئے کہا۔ اور خود دونوں ہاتھ اٹھا کر ان ہپیوں کے سامنے کھڑا ہو گیا جو اب نزدیک آ گئے تھے۔ میں نے سردارے کی یہ عجیب و غریب حرکت دیکھی اور میرے دل میں بیساختہ قہقہہ مچل گیا۔ گٹار حاصل کرنے کا کیسا عمدہ طریقہ سوچا اس گدھے نے۔ ویسے اس کے تعاقب میں دوڑنے والے ہپی صورتوں سے خطرناک نہیں معلوم ہوتے تھے، اس لیے مجھے تشویش نہیں ہوئی۔ سردارے ہاتھ اٹھائے ان سے کہہ رہا تھا۔

"اس سے قبل کہ ہمارے درمیان جھگڑا شروع ہو، میری بات سن لو۔ اے آشتی کے علمبردارو۔ میری بات سن لو۔ میں چور نہیں ہوں، یہ گٹار میرے پاس قرض ہے۔ ابھی تمہیں واپس کر دیا جائے گا۔"

"تم گدھے ہو۔" ایک چست اور گداز پتلون آگے بڑھ آئی۔ اور سردارے نے چونک کر اس کی سریلی آواز سنی۔ "تصدیق سے قبل کوئی بات نہیں کہنی چاہیے حسین خاتون! مجھے آپ کے جذبات کا احساس ہے لیکن کیا آپ لوگ میری بات نہیں سنیں گے؟"

"کیا بات ہے؟" ایک سوکھا سا نوجوان آگے بڑھ آیا۔

"ہمیں یہ گٹار صرف تھوڑی دیر کے لیے درکار ہے۔" سردارے نے نرمی سے کہا۔ "لیکن کیا قرض مانگنے کا یہ طریقہ درست ہے۔؟" نوجوان نے پوچھا۔

"اونہہ۔ کیا تم ترلوکا کے معتقد ہو؟" سردارے برا سا منہ بنا کر بولا۔ "ہاں ہاں۔ کیوں؟"

"کیا اس نے فرسودہ رسومات سے بغاوت کا سبق نہیں دیا؟"

"ٹھیک ہے۔" نوجوان کچھ ڈھیلا پڑ گیا۔

"تو کیا میں موجودہ نسل کے مہذب بھیڑیوں کی مانند تم سے گٹار کے لیے درخواست کرتا؟" سردارے نے طنزیہ لہجے میں کہا۔ "کیا میں ان طریقوں کو استعمال کرتا جن سے ہمیں نفرت ہے۔ چہرے پر پاس کے لبادے ڈال کر اور دل میں تمہیں لوٹ لینے کی آرزو رکھ کر تم سے گٹار مانگتا۔ کیا میں ترلوکا کی تعلیمات سے بغاوت کرتا؟"

نوجوان کئی قدم پیچھے ہٹ گیا۔ سارے دوڑنے والے جن کی تعداد دس بارہ سے کم نہیں تھی رک گئے۔

"مجھے تھوڑی دیر کے لیے اس کی ضرورت ہے۔ گٹار کے تاروں میں پیار کے نغمے قید ہیں۔ یہ نغمے

ڈی چاہتے ہیں۔ لیکن تم اس عورت کو دیکھو جو ایک خوبصورت گٹار کا مذاق اڑا رہی ہے۔"

"اوہ۔ آئی ایم سوری۔" نوجوان شرمندہ نظر آنے لگا۔

سردارے کی بدمعاشی پر میرا دل بے اختیار قہقہے لگانے کو چاہ رہا تھا لیکن میں ضبط کیے ہوئے تھا۔ میں آگے بڑھ کر ان سب کے قریب پہنچ گیا۔ "اگر تم لوگ چاہو تو گٹار ابھی واپس لے لو۔" میں نے کہا۔

"نہیں۔ ہم شرمندہ ہیں۔" سب نے کہا جن میں لڑکی بھی شامل تھی۔

"شکریہ۔ میں تھوڑی دیر میں یہ آپ کو واپس کر دوں گا۔"

"کوئی بات نہیں ہے۔" سب مشینی انداز میں بولے۔ اب وہ خوبصورت لڑکی کے نغمے کی طرف متوجہ ...اور قدم قدم مجمع کی طرف کھسک رہے تھے۔ میں نے گٹار کا جائزہ لیا اور پھر سردارے سے اردو میں ...ا۔ "یہ کیا بدمعاشی ہے سرداورے؟"

"ضرورت بدمعاشی کی ماں ہے۔" سردارے نے جواب دیا۔

"کیا یہ لوگ گٹار بجا رہے تھے؟" میں نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"اور نہایت بے سرا بجا رہے تھے۔ سر میں بجا رہے ہوتے تو تو شاید میں جسارت نہ کر سکتا۔ میں ان ...ے مجمع میں داخل ہوا اور گٹار لے بھاگا۔ سب آ جاتے تو کافی گڑبڑ ہو جاتی۔ شکر ہے باقی لوگ زیادہ برق رفتار ...تھے۔ یہی لوگ یہاں تک پہنچ سکے۔"

"عجیب آدمی ہو۔" میں گہری سانس لے کر بولا۔

"تو پھر میں کہاں گٹار مانگتا پھرتا استاد؟"

آوارہ گردوں کی بدمستیاں جاری تھیں۔ پراسرار لڑکی نے خوب سحر پھیلایا تھا۔ ویسے وہ گٹار بھی اچھا ...ا بجا رہی تھی میں نے تار درست کیے اور پھر ایک اسپینش نغمہ گٹار کے تاروں سے پھوٹ نکلا۔ مجھے اندازہ تھا کہ یہ آوارہ گردوں کا پسندیدہ ترین نغمہ ہے۔ انتہائی تیز اور دوران خون پر ٹھوکریں مارنے والا نتیجہ خاطر خواہ نکلا۔ پہلے قریبی اور پھر دور دور کے آوارہ گرد متوجہ ہونے لگے اور اس کے بعد تو سارا ہی مجمع ٹوٹ گیا۔ سب میرے گرد جمع ہو گئے تھے اور لڑکی اکیلی رہ گئی تھی۔ ویسے وہ خاصے مضبوط اعصاب کی مالک تھی۔ اس نے اپنا گٹار رکھ دیا اور گردن اٹھا کر مجھے دیکھنے لگی۔

آوارہ گرد تھرکنے لگے تھے چرس کا نشہ اور گہرا ہو گیا تھا۔ کچھ لوگ بھدی آواز میں یہ نغمہ گانے بھی لگے تھے۔ میرے ہاتھ گٹار پر رقص کر رہے تھے اور نگاہیں اس پونے چھ فٹ پر منڈلا رہی تھیں۔ لڑکی کے ہونٹوں پر عجیب سی مسکراہٹ تھی۔ ویسے اس نے اپنی جگہ سے ہلنے کی کوشش نہیں کی تھی۔ نغمہ جاری رہا اور وہ ہاتھ باندھے کھڑی رہی۔ پھر نغمہ ختم ہو گیا۔ اور بدمست آوارہ گرد ڈھیلے ڈھیلے ہاتھوں سے تالیاں بجانے لگے۔ وہ مجھ سے دوسرے نغمہ کی فرمائش کر رہے تھے۔

"ہے۔ مین۔" میں نے ہاتھ اٹھا کر لڑکی کو اشارہ کیا۔ "تمہارا گٹار کہاں گیا؟" میری آواز اس کے کانوں تک پہنچ گئی تھی۔ اس کی مسکراہٹ گہری ہو گئی۔ اور پھر اس نے اپنا گٹار اٹھایا اور میری طرف چل پڑی۔ مجمع میں اس نے کافی چرس تقسیم کی تھی اس لیے آوارہ گردوں کے دلوں میں اس کا احترام تھا۔ مجھ تک پہنچنے کے لیے اسے کھلی جگہ دے دی گئی۔ اور وہ مسکراتی ہوئی میرے پاس آ گئی۔ "مجھ سے کچھ کہا تم نے؟"

"ہاں"

"پھر سے کہو' میں سن نہیں سکی۔"
"تمہارا نغمہ کہاں کھو گیا؟"
"بتادوں؟" وہ آنکھیں بند کر کے مسکرائی۔
"گٹار سنبھالو۔ تمہارے مداح منتظر ہیں"
"کیا تم مقابلہ کرو گے؟" لڑکی اسی نرم لہجے میں بولی۔
"کیا حرج ہے۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا اور میرے جملے پورے ہی ہوئے تھے کہ لڑکی نے پوری قوت سے اپنا گٹار گھما دیا۔ خاصا وزنی تھا۔ گو میں کسی ایسی بات کے لیے تیار نہیں تھا' لیکن بعض اوقات لاشعور بھی کمال کر جاتا ہے۔ میں گٹار کی ضرب سے بچ گیا۔ لیکن نشے میں ڈوبا ہوا ایک آوارہ گرد دلدوز آواز میں چیخ کر اوندھے منہ جا گرا تھا۔

لڑکی نے پھر گٹار تولا اور دانت بھینچ کر غراتی ہوئی میری طرف لپکی۔ آوارہ گردوں میں بھگدڑ مچ گئی۔ اس نے پھر حملہ کیا' لیکن اب تو میں پوری طرح ہوشیار تھا۔ میں اس کے حملے بہ آسانی خالی جانے دیتا رہا۔ وہ پاگل ہو گئی تھی۔ بڑی وحشیانہ فطرت کی مالک تھی۔ کئی بار کوشش کرنے کے بعد وہ رک گئی۔

"جاؤ۔ چلے جاؤ۔ ورنہ۔ ورنہ میں پورا پستول تم پر خالی کر دوں گی۔" اس نے خونخوار لہجے میں کہا۔
"اوہو' پستول بھی رکھتی ہو؟" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔
"موسیو۔ موسیو۔ ہمارا گٹار۔ کہیں اس پر ضرب نہ لگ جائے۔" گٹار والا نوجوان ڈرتے ڈرتے میرے قریب پہنچ گیا۔ اس بے چارے کو اپنے گٹار کی خیریت خطرے میں نظر آنے لگی تھی۔ "اوہ' ہاں۔" میں نے گٹار اس کے حوالے کر دیا۔
"گویا یہ گٹار بھی تمہارا اپنا نہیں تھا۔" لڑکی حقارت سے بولی۔
"ہاں میڈم۔ ہم غریب لوگ ہیں۔ آپ گٹار بجا رہی تھیں۔ ہم نے سوچا' آپ قدر داں ہوں گی۔ اگر ہمارے نغمے پسند آئے تو ہمیں نوازیں گی۔ اس لیے ہم نے یہ کوشش کی تھی۔ آپ ناراض ہو گئیں سوری' آؤ پنٹو۔" میں نے سردارے سے کہا۔ اور ہم دونوں گردن جھکائے وہاں سے پلٹ پڑے۔
"کیا گڑبڑ ہے استاد!" سردارے نے دانت پیس کر بولا۔
"بکواس مت کرو۔ خاموشی سے چلے آؤ۔" میں نے سرد لہجے میں کہا۔
"تم ڈر گئے۔ تم ڈر گئے استانی سے۔" سردارے نے مذاق اڑانے والے انداز میں کہا۔ "ابے تیری استانی کی ایسی تیسی۔ چلتا رہ۔"
"آخر بات کیا ہے استاد۔ بتا تو دو۔"
"پھر فضول بکواس۔ کیا بتاؤں؟"
"تم نے اس کے سامنے مظلوم بننے کی کوشش کی ہے۔"
"اس کی فطرت کی وجہ سے۔" میں نے گہری سانس لے کر کہا۔
"کیا مطلب؟"
"سمجھا کر یار۔ یہ عورت کی فطرت ہوتی ہے۔ وہ مرعوب ہونے والوں میں سے نہیں تھی۔ تھوڑی سی وحشیانہ فطرت کی مالک ہے۔ لیکن یہ انداز اسے پگھلا دے گا۔"
"اوہ گویا داؤ چل کر آئے ہو۔"

شش تو کی ہے۔"
ویکھیں استاد! تم اس میدان کے کتنے بڑے کھلاڑی ہو۔" سردارے نے مسکراتے ہوئے کہا۔
نے برا سا منہ بنا لیا۔ سردارے فضول بکواس کر رہا تھا۔ ضروری تو نہیں تھا کہ میری یہ کوشش سولہ
ہوتی۔ ہم اپنے خیمے میں واپس آ گئے۔ بیکر گہری نیند سو رہا تھا۔ اسے کرنسی دے دی گئی تھی اس لیے
غیرہ کا بندوبست اس نے کر لیا تھا۔ خود کھا لیا تھا اور ہمارے لیے کھانا احتیاط سے ایسی جگہ رکھ کر سو گیا
ہیں کھانا تلاش کرنے میں دقت نہ ہو۔ چنانچہ ہم نے کھانا کھایا۔ اور پھر آرام کرنے لیٹ گئے۔
میرے نزدیک ہی لیٹ گیا تھا۔
کچھ ہوا استاد۔ اپنی سمجھ میں نہ آیا۔" اسنے آہستہ سے کہا۔
نہیں آ رہی؟" میں نے پوچھا۔ "آئے گی بھی نہیں۔"
یں؟"
خود سمجھ لو استاد۔ آخر اسے ہو کیا گیا تھا؟"
ناپسند معلوم ہوتی ہے بس' اور کچھ نہیں ہمیں اس کے حلئے سے ہی اندازہ لگا لینا چاہیے تھا۔"
مطلب؟"
ڑی کے رنگ' اس کے لباس کے رنگ' پلاسٹک کا خیمہ' بگڑی ہوئی رئیس زادی ہے اور اپنی
دانت نہیں کر سکتی۔ شاید اس کے گھر والے بھی اسے نہ روک سکے ہوں گے۔"
ے۔" سردارے نے گہری سانس لی۔
پھر اوپر سے اس کا قد و قامت اور حسن"
استاد۔ لاجواب ہے۔"
میں اسے مخاطب نہ کرتا تو شاید وہ خاموش ہی رہتی۔"
از بھی بڑا خطرناک تھا استاد! دھوکے میں رکھ کر مارنا چاہتی تھی۔ مار بھی کھا سکتے تھے۔"
ا میں کیا شک ہے۔" میں نے اعتراف کیا اور سردارے بیساختہ ہنس پڑا۔ "کیوں؟" میں نے

ی عجیب بات ہوئی استاد۔ اگر اس کا گٹار تمہارے سر پر پڑ جاتا۔"
ں اوقات عجیب باتیں بھی ہوتی ہیں۔"
لب کیا خیال ہے استاد؟"
ا بارے میں؟"
نے اس پر کوئی اثر چھوڑا؟"
ا نہیں۔ اگر دو چار نغمے اور ہو جاتے تو۔ مگر مشکل تھا۔"
مطلب؟"
ا قسم کی لڑکیاں بہت کم متاثر ہوتی ہیں۔"
نہ۔ نہ ہو' جہنم میں جائے۔" سردارے نے کہا۔ میں خاموش ہو گیا۔ پھر سردارے کئی منٹ تک
انے بھی کروٹ بدل لی اور سونے کی کوشش کرنے لگا۔ لڑکی واقعی عجیب تھی اور کافی دلکش تھی۔
ا بھی معاملے میں اب شدت پسندی تو نہیں رہی تھی۔ نہ ہی کوئی ایسی بات تھی کہ لڑکی میری

نیندوں میں مداخلت کرتی۔ سو گیا۔ اور پھر خاصے دن چڑھے آنکھ کھلی۔ بیکر واقعی بڑا مخلص اور ...
ثابت ہو رہا تھا۔ منہ ہاتھ دھونے کے لیے پانی اور ناشتہ سب تیار تھا۔ ہم نے اس کا شکریہ ادا کیا۔ لو...
سی نگاہوں سے ہماری طرف دیکھنے لگا۔ "کیا بات ہے بیکر؟" میں نے پوچھا۔
"کوئی بات نہیں ہے ماسٹر! بس تمہارے ساتھ رہتے ہوئے میں عجیب سی کیفیات کا شکار ہو گیا۔
"کیوں؟"
"یہ دنیا میرے لیے الجھ گئی ہے۔"
"آخر کیوں؟"
"یہاں کے لوگ کس قدر متضاد ہیں کچھ وہ' جو نفرت' درندگی اور کمینگی کی انتہا کو پہنچ گئے ہیں
وہ بھی ہیں جو احسان بھی کرتے ہیں اور شکریہ بھی ادا کرتے ہیں۔"
"صرف تمہارے سوچنے کا انداز بدل گیا ہے۔ بیکر۔ دراصل تم نے جس دنیا کو اپنانے کی ...
تھی' وہ انسانیت کا مذاق اڑانے والی دنیا ہے۔ اس دنیا کے لوگوں نے جو اصول اپنائے ہیں ان کے
سوچتے ہیں کہ وہی اصول درست ہیں حالانکہ ہر ذی روح ایک دوسرے کا محتاج ہے۔ ہم ...
دوسرے پر احسان کرنا چاہیے۔ ہم سب ایک دوسرے کے لیے ہیں۔ تنہا اور الگ زندگی' ...
زندگی' دنیا کو' انسانیت کو خاتمے کی طرف تو لے جا سکتی ہے' اسے کچھ دے نہیں سکتی۔"
اور بیکر کے چہرے پر مردنی چھا گئی۔ وہ پھٹی پھٹی آنکھوں سے ہمیں دیکھنے لگا۔ اس کی یہ ...
سمجھ میں نہیں آئی تھی۔ اور پھر اس کی آنکھوں سے آنسو لڑھکنے لگے۔
"ارے۔ کیا ہو گیا بیکر؟" میں چونک پڑا۔
"کچھ نہیں۔ کچھ نہیں ایڈورڈ!" اس نے کہا اور ہچکیاں لے لے کر رونے لگا۔ "بیکر۔ بیکر
مجھے بتاؤ تو سہی کیا ہو گیا؟"
"اس کا مطلب ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ میں نے زندگی کے بہترین سال ضائع کر د...
مطلب ہے کہ میں نے بلاوجہ ہی لوگوں کو دکھ دیا۔ اس کا مطلب ہے۔" وہ پھوٹ پھوٹ کر رونے
"بیکر۔ سنبھالو خود کو۔ بتاؤ تو سہی' ہم پریشان ہیں۔"
"سوری ایڈورڈ۔ سوری' آئی ایم ویری سوری۔ لیکن مسٹر ایڈورڈ۔ پھر میں نے ان لوگوں۔
کیوں کیا۔ میں نے۔ میں نے اپنی دنیا کیوں چھوڑ دی؟"
"اوہ۔" بات میری سمجھ میں آنے لگی۔
"پاپا بھی تو یہی کہتے تھے۔ ان کے بھی تو یہی خیالات تھے۔"
"ٹھیک تھے بیکر۔ بالکل ٹھیک تھے۔"
"لیکن اگر دنیا کا رنگ صحیح ہے تو پھر انسان بھٹکا ہوا کیوں ہے؟ اس کا جواب دو۔" بیکر نے ...
انداز میں کہا۔
"ہم ان اقدار کے سہارے آسان زندگی بسر کر سکتے ہیں بیکر! جنہیں انسانیت کی اقدار کہا جا...
بدقسمتی سے ہماری سوچ انفرادی ہے۔ ہمارے درمیان اختلاف ہے۔ وہ جو بنے ہوئے ہیں۔ خو...
سب سے بڑا مدبر کہتے ہیں۔ اور وہ جو بگڑے ہوئے ہیں' ان کے مخالف ہیں۔ دونوں اپنی جگہ
بنیادی سوچ کھو بیٹھنے کے نتیجے میں یہ دنیا الجھ گئی ہے اور ان دونوں کے اختلاف نے بھیانک شکل

... بتاؤ نرلوکا کی تعلیمات انسانیت کو کیا سبق دے رہی ہیں سوائے اس کے کہ انسان کو انسانیت سے
... لے جاؤ کہ وہ خود کو انسان سمجھنا۔ انسان کہنا چھوڑ دے۔ اور پھر وہ دوبارہ وحشی جانوروں کے سے
... زندگی بسر کرنا شروع کر دے۔ یہ انسانیت کے دشمن انسان کو پھر سے جنگلوں میں دھکیل دینا چاہتے
...

... لیکن خود۔ خود دوسرے انسان کیا چاہتے ہیں۔ کیا وہ انسان کے وجود کے درپے نہیں ہیں۔ کیا وہ انسان
... ہیں کر دینا چاہتے؟"
... لوگ بہت کچھ چاہتے ہیں۔" لیکن انسانیت ہمیشہ زندہ رہے گی۔ ایک نہ ایک دن انسان صحیح راستے پر
... آجائے گا۔ پھر ہم بھٹکنے والوں کے مددگار کیوں نہیں۔ ہم کچھ نہیں کر سکتے تو خاموش تماشائی رہ کر
... انتظار کیوں نہ کریں اور۔ ہمارا دل جس راستے کو بہتر تصور کرتا ہے' اس پر رینگنے کی کوشش کیوں نہ
..."

... ہاں۔ یہ بہتر ہے۔" بیکر نے کہا۔
... بس اتنا ہی کافی ہے۔" میں نے کہا اور پھر پیار سے بیکر کے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔ "کبھی کبھی
... ہوئے ہمارے سامنے ایسے دوراہے آجاتے ہیں بیکر۔ جن میں ایک پر خوشنما پھول کھلے ہوتے ہیں
... پر خطر کانٹوں سے بھرا ہوتا ہے۔ اگر خوشنما پھولوں کے راستے کا اختتام کسی تاریک گڑھے پر ہو تو وہاں
... ایسی ہی بہتر ہوتی ہے۔"
"نہیں ایڈورڈ۔ نہیں۔ میں واپسی کی ہمت نہیں پاتا۔" بیکر نے درد بھرے انداز میں کہا۔
... ہمت پیدا کی جاتی ہے بیکر۔ بہرحال جلد بازی نہیں۔ سوچو' آؤ۔ باہر کی سیر کریں۔ چلو اٹھو۔" اور ہم
... کے ساتھ باہر نکل آئے۔
... بلک پول میں خاصا رش تھا حالانکہ ایسے علاقوں کے دن بے رونق ہوتے ہیں لیکن یہاں خاصی رونق
... رہی تھیں۔ پلاسٹک کا خیمہ اب بھی مرکز نگاہ تھا۔
... ہم نے بھی ایک نگاہ اس پر ڈالی لیکن اس طرف کا رخ نہیں کیا۔ میں لڑکی پر رات کے واقعے کا رد عمل
... چاہتا تھا بشرطیکہ اس سے مڈبھیڑ ہو جائے۔ خود اس کی طرف جانا ذرا عجب لگتا تھا لیکن سردارے سے یہ
... نٹ نہ ہو سکی۔ "استاد!" اس نے مجھے مخاطب کیا۔
... دل۔"
... ستانی کی طرف نہیں چلو گے؟"
... ہوں ہڈیاں کھجا رہی ہیں۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔
... خدا کی قسم! استاد۔ یہ ماننے کے لیے تیار نہیں ہوں کہ تم اس سے ڈر گئے ہو گے۔ ایسی خونخوار بھی
..."
... چھوڑ سردارے! کام کی باتیں کرو۔ صورت حال خاصی الجھ گئی ہے۔" میں نے سنجیدگی سے کہا۔
... کیا مطلب استاد۔"
... غلام سیٹھ کو میری الجھن پتہ چل گئی ہوگی"
... تو' پھر؟"
... وہ ایسی ہی مشکل میں گرفتار ہے کہ میری طرف توجہ نہیں دے سکا۔"

"ہاں استاد۔ یہی اندازہ ہوتا ہے۔"
"میں سوچ رہا ہوں سردارے۔ اس کے لیے کیا کروں؟"
"ہوں۔" سردارے بھی سنجیدہ ہو گیا۔
"معاملہ انٹرپول کا ہے۔ اس ادارے کے بارے میں مجھے زیادہ معلومات نہیں ہیں لیکن بہرحال ہوں کہ یہ کوئی اچھی بات نہیں ہوئی ہے۔ اس ادارے کی جڑیں محدود نہیں ہوتیں۔"
"ممکن ہے غلام سیٹھ واپس چلا گیا ہو استاد!" سردارے نے کہا۔
"ہاں' ممکن ہے۔" میں نے پرخیال انداز میں کہا۔
"ہمارے باڈی گارڈز بھی نظر نہیں آ رہے۔" سردارے نے دور دور تک نظریں دوڑاتے ہوئے
"یہاں ان کی تلاش مشکل ہے۔ افراد بدل گئے ہوں گے اور ظاہر ہے ہم انہیں شکلوں سے پہچان سکتے۔"
"بہرحال پرواہ کرنے کی کیا ضرورت ہے استاد! ہم اپنے اوپر فکریں کیوں لادیں' ہم ان کے محافظ ہیں۔ اس کے ہاتھ ہم سے لمبے ہیں۔ ہمارے لیے صرف اتنا ہی کافی ہے کہ ہم اپنی حفاظت کر لیں استاد۔ تم اس کے بارے میں اس انداز سے کیوں سوچتے ہو؟ غلام سیٹھ تمہارا دوست اس لیے ہے کہ کے لیے کارآمد ہو۔ اگر تم اس کے لیے کارآمد نہ ہوتے تو میرا خیال ہے' وہ تم سے بات کرنا بھی کرتا۔" نہ جانے سردارے نے کس موڈ میں یہ بات کہی لیکن میں اس کے الفاظ سے سوچ میں ضرور گیا تھا۔ بیکار اپنے ہی خیالوں میں کھویا ہوا تھا ہم سیر کرتے جھیل کے کنارے آ پہنچے تھے۔ یہاں کافی رش بے شمار لوگ جھیل میں نہا رہے تھے۔ آوارہ گردوں کی بہت بڑی تعداد وہاں موجود تھی۔ ہم بھی ایک رک گئے۔
"طبیعت مچل رہی ہے استاد!" سردارے نے کہا۔
"کیا مطلب؟"
"نہالوں؟"
"جیسی تمہاری مرضی۔" میں نے بے خیالی میں کہا اور پھر چونک کر سردارے کو گھورنے لگا۔ جھیل کافی لڑکیاں موجود تھیں۔ چکنے اور سڈول بدن والی۔ اور سردارے کی طبیعت اسی لیے مچل گئی تھی۔
سردارے تیزی سے جھیل کی طرف بڑھ گیا اور پھر وہ لباس اتار کر جھیل میں اتر گیا۔ عمدہ پیراک تر و تازہ بدن کا مالک' میں نے بے شمار نگاہیں اس پر دیکھی تھیں۔ نہ جانے کیوں میرے ہونٹوں پر آسو مسکراہٹ پھیل گئی۔ سردارے کے بدن پر پڑنے والی تعریفی نگاہیں میرے وطن کی تعریف میں تھیں۔ پنجاب کے بانکے تو پیدا ہی دل موہ لینے کے لیے ہوتے ہیں۔ میرے وطن کی مٹی ایسی ہی جاندار ہوتی ہے خیالات میں ڈوبا۔ سوکھے سڑے جسموں کو دیکھنے لگا۔ ہر قسم کے لوگ تھے' تندرست و توانا قوی دبلے مریل' لیکن جو تندرست تھے ان کے جسموں میں بھی وہ کشش' وہ ملاحت نہیں تھی' جو سردارے بدن میں تھی۔ نہ جانے کیوں کافی دیر تک سردارے کے بارے میں سوچتا رہا۔ گو وہ اب میری نگاہوں اوجھل ہو گیا تھا لیکن بس ذہن اسی میں الجھا ہوا تھا۔ "ہیلو۔!" ایک آواز کان کے قریب سنائی دی اور ہاتھ شانے پر آ ٹکا۔ چونک کر گردن اٹھائی۔ گول چہرہ' آنکھوں پر چوکور عینک' نچلا ہونٹ موٹا اور بیدو اور آواز میں ایک دلکش کھنک۔ باقی سب کچھ بھی ٹھیک تھا۔ غسل کے لباس میں بدن کی پیائش میں

نہیں ہوئی۔
مکمل طور پر جائزہ لے کر میں مسکرا دیا۔
"ہیلو۔" اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔
"مس۔؟" میں نے گردن جھکائی۔
"جینٹ شیرمین۔"
"ایڈورڈ۔" میں نے اپنا تعارف کرایا۔
"کیسے ہو؟" وہ بے تکلفی سے بولی۔
"ہاں۔"
"میں کیسی لگتی ہوں؟" اس نے دوسرا بیباک سوال کیا۔
"اچھی ہو۔" میں نے جواب دیا۔
"تم چاہو تو تمہاری ساتھی بن سکتی ہوں۔" لیکن پلیز۔ ایک بات سن لو۔"
"ہوں۔" میں نے سوالیہ انداز میں کہا۔
"کال گرل نہیں ہوں۔ دل میں ایسا خیال مت لانا۔ نہ میرے پاس کرنسی ختم ہوئی ہے۔ اپنا بوجھ خود ں ہوں۔ اس لیے کسی معاملے میں میری ہتک کرنے کی کوشش نہیں کرو گے۔ اب بتاؤ۔ کیا کسی ساتھی رت محسوس کر رہے ہو؟"
"ضرورت پیدا ہو گئی ہے' ورنہ اس سے قبل نہیں سوچا تھا۔"
"یعنی؟"
"کہہ چکا ہوں' اچھی ہو۔ دل کو لگتی ہو۔" میں نے بھی بے تکلفی سے کہا۔
"جب تک ساتھ رہوں گی بری نہ ثابت ہوں گی۔ ملاؤ ہاتھ اس نے ہاتھ آگے بڑھا دیا۔ ساری ہی لڑکیاں میرے ہی مقدر میں لکھی گئی تھیں۔ میں نے اس سے ہاتھ ملایا۔ اور وہ میرا ہاتھ دبا کر مسکرا س کی ہتھیلیاں جل رہی تھیں' آنکھوں میں بھی سرخ ڈورے کھنچے ہوئے تھے۔ اس سے اس کی کسی حد تک اندازہ ہوتا تھا۔ "سوئمنگ نہیں کرو گے؟"
"م کرنا چاہتی ہو؟"
"ہاں۔"
"تب چلو۔" میں نے آمادگی ظاہر کر دی اور اس نے مسکرا کر میرا ہاتھ پکڑ لیا۔ ہم دونوں جھیل کے طرف بڑھ گئے۔
"ارلوہ نہیں تھا؟" راستے میں اس نے پوچھا۔
"ہے۔"
"؟"
"تم نہیں تھیں۔"
"تلاش بھی نہیں کیا۔؟" وہ مسکرائی اور اس کے گالوں میں گڑھے پڑ گئے۔ "نہیں۔"
"ب تو میں نے ٹھیک کیا۔"
"کیا نے پوچھا۔

"خود تمہیں تلاش کرلیا۔ میرا شکریہ نہ ادا کرو گے؟" وہ بدستور مسکراتے ہوئے بولی۔
"کیا رکھا ہے اس فضول لفظ میں۔" میں نے طویل سانس لیکر کہا۔
"خوب۔" وہ کنارے پر پہنچ گئے۔ "چلو لباس اتارو۔ انڈوئیر ہے؟"
میں نے اس کی بات کا جواب نہیں دیا۔ خاموشی سے لباس اتار دیا۔ اور بیس کٹ پر رکھوا دوسرے بے شمار لباس بڑی ترتیبی سے رکھے ہوئے تھے۔ جینٹ میرے بدن کو تعریفی نگاہوں رہی تھی۔
"بڑا خوبصورت جسم ہے۔" اس نے میرے سینے کے بالوں میں انگلی لگاتے ہوئے کہا۔ انگریزوں کے بدن ایسے جاندار نہیں ہوتے۔"
"آؤ۔" میں نے کہا۔ اور پھر ہم دونوں نے جھیل میں چھلانگ لگا دی اور ساتھ ساتھ تیر جینٹ خاصی اچھی تیراک تھی۔ وہ میرے ساتھ ساتھ مچھلی کی طرح الٹی سیدھی تیر رہی تھی۔ جھیل کے دوسرے حصے میں نکل گیا تھا شاید مجھے ایکبار بھی نظر نہیں آیا۔ بہرحال کافی دیر تک ہم تیر پھر جینٹ نے کنارے کا رخ کیا۔ "کیوں؟" میں نے مسکراتے ہوئے اسے دیکھا۔
"بس آؤ۔ اب جھیل سے نکلیں۔"
"تھک گئیں؟"
"ہاں۔" اس نے ناز بھرے انداز میں کہا۔ اور میں بھی کنارے پر نکل آیا۔ جینٹ نے ایک تعریفی نگاہوں سے میرے بدن کو دیکھا اور مسکرا کر گردن جھٹکنے لگی۔
"کیا بات ہے جینٹ؟"
"میں ان نگاہوں کی حقیقت کا اندازہ لگا رہی تھی جو تم پر پڑ رہی ہیں۔"
"اوہ پھر کیا خیال ہے؟"
"ان کا قصور نہیں ہے۔"
"لباس پہن لوں؟" میں نے پوچھا۔
"ہرگز۔ ہرگز نہیں۔"
"مجھے فخر کرنے دو کہ میں نے تمہیں دوست بنانے میں پہل کی۔" جینٹ نے مسکراتے میں بھی مسکراہٹ نہیں روک سکا تھا۔ لڑکیاں عموماً "احمق ہوتی ہیں" خواہ کتنی ہی اسمارٹ بنے کریں۔
"آؤ ڈارلنگ۔ کچھ کھائیں گے۔" جینٹ نے کہا اور میں اس کے ساتھ چل پڑا جھیل سے کچ پول اوپن ایئر ریسٹورنٹ تھا۔ میں نے پہلے بھی یہ ریسٹوران دیکھا تھا' لیکن اس طرف نہیں آیا ہم ریسٹوران پہنچ گئے اور کھلی فضا میں بڑی میزوں کے گرد کرسیوں پر بیٹھ گئے۔
جینٹ نے مجھ سے پوچھے بغیر آرڈر دے دیا اور تھوڑی دیر کے بعد ہمارے سامنے بڑا سوپ' ابلا ہوا گوشت اور تلے ہوئے آلو آگئے۔ اس کے ساتھ سیب کی شراب بھی تھی۔ جینٹ کھانے کی درخواست کی اور میں بھی بے تکلفی سے مصروف ہو گیا۔ تیرنے سے خاصی ورزش ہو مجھے بھوک لگنے لگی تھی۔
جینٹ نے کچھ کھانے کے بعد شراب کا ایک گھونٹ لیا اور بلوریں جگ رکھ دیا۔ پھر ہونٹ

"اپنے بارے میں کچھ اور بتاؤ ایڈورڈ!"
ں مختصر ہوں' کوئی پھیلاؤ نہیں ہے۔" میں نے جواب دیا۔
ہیں۔ اب اتنے مختصر بھی نہیں ہیں آپ۔" جینٹ کے گالوں کے گڑھے پھر ابھر آئے۔ "شاید
ور پرنہ ہوں۔"
نا ہیں بالکل؟"
یں "ایک ساتھی اور ہے۔"
رد؟"
ں۔"
ہاں گیا؟"
ھیل میں اترا تھا۔ نہ جانے اب کہاں ہے۔" میں نے چاروں طرف نگاہیں دوڑاتے ہوئے کہا۔
ہاں کہاں ہو آئے؟"
ئی تعین نہیں۔"
انا نہیں چاہتے؟"
ہیانا بھی نہیں چاہتا۔" میں نے گہری سانس لے کر کرسی کی پشت سے ٹکتے ہوئے کہا۔
ر۔؟"
چھ ہو تو بتاؤں۔"
ر انسان کی زندگی میں ایک کہانی ضرور ہوتی ہے۔"
بے شک۔ کچھ دلچسپ' کچھ غیر دلچسپ۔"
ں کا تعین تو سننے والے کرتے ہیں۔" جینٹ نے چپس منہ میں رکھتے ہوئے کہا اور پھر چونک کر
یوں۔ تم کہاں نہیں رہے پیچھے کیوں ہو گئے؟"
ھار رہا ہوں۔" میں نے ابلے ہوئے گوشت کا ایک ٹکڑا منہ میں رکھا اور پھر سیب کی شراب کا ایک
لق سے اتار لیا۔
م بھی سوچ رہے ہو گے کیسی احمق لڑکی ہے۔" وہ چند منٹ کے بعد بولی۔ "کیوں؟"
خواہ مخواہ تمہارے ذاتی معاملات کرید رہی ہوں۔" اس نے مسکراتے ہوئے کہا اور اس کے اس جملے
پہلی بار کھٹک گیا۔ یہ احمق لڑکی احمق بنانے تو نہیں آئی۔ کیا مجھ سے مل بیٹھنا کوئی خاص وجہ رکھتا
پھر یہ جس انداز سے مجھے کرید رہی ہے۔ گویا اسے خود بھی احساس ہے۔ اور یہ احساس قابل ذکر
اگر دل میں کوئی بات نہیں تھی۔ اوہ۔ ممکن ہے۔ ممکن ہے' یہ۔ یہ کوئی نیا حربہ ہو ہمارے
"
ا پوری طرح سنبھل گیا۔ میرا ذہن جاگ اٹھا اور آنکھوں کی زندگی لوٹ آئی۔ اب میں گہرائیوں میں
سکتا تھا۔ گدلے پانی کی تہہ میں حقیقتیں تلاش کر سکتا تھا۔
ہانے شراب کے کئی گھونٹ لیے اور پھر جینٹ کی طرف دیکھ کر مسکرانے لگا۔
م نے جواب نہیں دیا؟"
یا جواب دوں؟"

"کیا میرے یہ سوالات احمقانہ نہیں ہیں؟"
"نہیں۔"
"کیوں؟"
"ظاہر ہے' جب ہم بے غرض کسی سے ملتے ہیں ہمارے درمیان صرف خلوص اور دوستی ہو
ہم اپنے دوست کے بارے میں زیادہ سے زیادہ معلومات کے خواہش مند ہوتے ہیں۔"
"ہاں۔ یہی بات ہے لیکن لوگ پھر بھی اپنے بارے میں نہیں بتاتے۔"
"کیا بتاؤں جینٹ۔ میری زندگی قابل ذکر نہیں ہے بس غلط راستوں کے راہی ہیں۔ ان راستو
بارے میں جانتے ہیں لیکن پھر بھی انہیں اپنائے رکھنے پر مجبور ہیں۔"
"اوہ' بڑی معنی خیز گفتگو ہے۔" جینٹ نے کہا۔
"عام سی بات ہے۔"
"لیکن میں نہیں سمجھی؟"
"کوئی اور موضوع نہیں سوچ سکتیں؟" میں نے اداسی سے کہا۔
"اوہو' تم اداس ہو گئے ایڈورڈ۔"
"ہاں جینٹ! میری زندگی بہت انوکھی ہے۔ یوں سمجھ لو' بچپن سے صحیح راستے نہیں ملے۔ مجھے
تھا کہ زندگی گزارنے کے یہ ڈھنگ اچھے نہیں' لیکن انجانی قوتیں مجھے ان راستوں پر دھکیلتی رہیں ا
میری کوئی منزل نہیں ہے' بھٹکتا پھرتا ہوں۔ شاید منزل مل جائے۔ سانسوں کو قائم رکھنا بھی ضروری۔
"اوہ' ڈارلنگ۔ تم اداس ہو۔ سوری۔ میں یہ نہیں چاہتی تھی۔"
"راکھ کے ڈھیر میں سیاہ کوئلے ہی مل سکتے ہیں جینٹ۔ چمکدار ہیرے نہیں۔" میں نے ہونٹ
کہا۔

"اوہ ڈیئر۔ جانے دو۔ مجھے بہت افسوس ہے۔"
"کوئی بات نہیں جینٹ! ٹھیک ہے سب ٹھیک ہے۔" پھر جینٹ نے اس بارے میں کوئی سوال
کیا اور ہم دونوں خاموشی سے "کھاتے پیتے" رہے۔ پھر عقب سے سردارے کی آواز سن کر میں چونک
"مس جینٹ! یہ میرے ساتھی ہیں۔ ہیلو استاد! یہ دیکھ کر خوشی ہوئی کہ تمہارا کام بھی بن گیا"
اس نے اردو میں ادا کئے تھے۔
میں نے گردن گھما کر دیکھا۔ سردارے کے ساتھ ایک دبلی پتلی دراز قامت لڑکی تھی جس کے
بال بیحد خوبصورت تھے۔
"ہیلو۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا اور وہ دونوں ہمارے نزدیک آ گئے۔
"مسٹر ایڈورڈ اور مادام۔ مادام۔"
"جینٹ۔" میں نے جینٹ کا تعارف کرایا۔
"بڑی خوشی ہوئی آپ سے مل کر۔" سردارے نے جینٹ سے کہا۔ "یہ میری دوست ٹیٹ برا
اور میں پنٹو ہوں مس جینٹ!"
"ایڈورڈ کے دوست؟" جینٹ نے پوچھا۔
"ہاں دوست اور ساتھی۔" سردارے بولا۔

سردارے اور اس کی دوست بھی ہمارے نزدیک بیٹھ گئے اور جینٹ نے ان دونوں کے لیے ان کی پسند
آرڈر دے دیا۔
"استاد۔ وہ قیامت بھی اس وقت جھیل پر نازل ہے۔" سردارے نے اردو میں کہا۔ "کون؟"
"ارے وہی رنگین جادوگرنی۔ شاید سینی ٹورا۔" سردارے نے جواب دیا۔
"اوہو' ابھی پہنچی ہے کیا؟"
"ہاں۔"
"تھوڑی دیر قبل ہم بھی جھیل میں تھے۔"
"یہ مچھلی جھیل میں سے ہی پکڑی ہے نا۔؟" سردارے نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔
"ہاں۔ کنارے سے۔" میں نے جواب دیا۔
"عمدہ ہے استاد۔ مزے آ گئے۔" سردارے خوشی سے بولا۔
"یہ غلط ہے بھئی۔ تم نے ایسی زبان میں گفتگو شروع کر دی ہے جو ہماری سمجھ میں نہیں آ رہی۔"
ٹ نے مداخلت کی۔
"سوری جینٹ۔" میں نے معذرت کر لی۔
"آپ بلیک پول میں ہی مقیم ہیں مس جینٹ؟" سردارے نے سوال کیا۔
"ہاں۔ ویسے میں رہتی فرینکفرٹ میں ہی ہوں۔"
"اوہ' آپ کے ساتھ دوسرے لوگ بھی ہوں گے؟"
"نہ یہاں۔ نہ وہاں۔ بالکل تنہا ہوں۔ ایک فرم میں ملازمت کرتی ہوں۔ ایک ماہ کی چھٹی ملی ہے آرام
نے کے لیے کہیں اور جانے کی بجائے بلیک پول کے پرفضا موسم میں وقت گزارنا مناسب سمجھا۔ ستا
عیاری۔"
"ہاں' عمدہ جگہ ہے۔ آپ کب سے یہاں ہیں؟"
"چھ سات دن ہو گئے۔"
"کس طرف ہیں؟" سردارے نے پوچھا۔
"وہ سن گرے کے نزدیک' میرا خیمہ ہے۔" جینٹ نے جواب دیا۔
"آپ بہت خاموش ہیں مس ٹیٹ" سردارے کو جینٹ سے مصروف دیکھ کر میں ٹیٹ کی طرف
ہو گیا اور ٹیٹ آہستہ سے مسکرا دی۔ کسی قدر سنجیدہ سی لڑکی تھی۔ "آپ لوگوں کی گفتگو سن رہی
ہ۔"
"میرا دوست کیسا لگا آپ کو؟" میں نے پوچھا۔
"دلچسپ اور باتونی۔" ٹیٹ نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔
"ہاں وہ زندگی سے بھرپور ہے۔"
"مجھے مردے پسند نہیں۔"
"لیکن آپ مسکرانے میں احتیاط برتتی ہیں۔" میں نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔ "ایسی بات نہیں
ایڈورڈ۔ آپ مجھ میں بھی زندگی کی کمی نہیں پائیں گے۔" ٹیٹ نے گہری نگاہوں سے مجھے دیکھتے ہوئے

"یہ عمدہ بات ہے۔ سانس لے رہی ہو۔ تو زندگی کی باتیں کرو۔ سانسیں بند ہو جائیں گی تو ساری کہانیا
خود بخود ختم ہو جائیں گی۔ ہم ان کہانیوں کو وقت سے پہلے ختم کرنے میں پہل کیوں کریں۔"
"بڑی خوبصورت بات کہی آپ نے۔" ٹیٹ نے کہا اور پھر کافی دیر تک ہم ریستوران میں بیٹ
رہے۔ پھر اٹھنے کی طے ہوئی اور جینٹ نے بل طلب کر لیا۔ بل ادا کرنے کے سلسلے میں کافی ردوقدح ہوئ
لیکن جینٹ سنجیدہ ہو گئی۔
"اگر آپ نے مجھے بل ادا نہ کرنے دیا تو میں آپ سے پھر کبھی نہیں ملوں گی۔" اس نے کہا۔
"اوہ مس جینٹ! اگر آپ اتنی سنجیدہ ہیں تو کوئی حرج نہیں ہے۔" میں نے کہا۔ اور جینٹ نے بل
کر دیا۔ ہم پھر جھیل کی طرف چل پڑے کیونکہ ہمارے کپڑے وہیں تھے۔
جھیل پر سچ مچ سارا ہجوم ایک جگہ جمع ہو گیا تھا۔ وہ سب سینٹی ٹورا کو دیکھ رہے تھے' جو ان کی نگاہو
سے بے نیاز کسی مچھلی کی مانند جھیل میں تیر رہی تھی۔ درحقیقت اسے دیکھ کر آنکھیں کھل جاتی تھیں۔
حسین' ایسا سڈول جسم شاذ و نادر ہی دیکھنے میں آتا ہے۔ بلاشبہ لاکھوں میں ایک تھی اور آنکھیں بس ار
چیک کر رہ جاتی تھیں۔
"کیا ان لوگوں نے اس سے قبل کسی عورت کو تیرتے نہیں دیکھا؟" جینٹ برا سا منہ بنا کر بولی
شاید۔"
"آؤ چلیں ڈارلنگ! تم اپنا لباس پہن لو۔ میرا لباس ذرا دور ہے۔"
"او کے۔ او کے۔" میں نے کہا اور جینٹ چلی گئی۔ میں نے اور سردارے نے بھی لباس پہنا
دوسری طرف ٹیٹ بھی لباس پہن آئی تھی۔
"کیا پروگرام ہے سردارے؟"
"استاد۔ یہ عورت تو قیامت ہے۔" سردارے سسکاری بھرتے ہوئے بولا۔
"سینٹی ٹورا۔؟"
"ہاں۔"
"خطرناک بھی ہے' اس کا خیال ذہن سے نکال دو۔"
"اوہ' نہیں استاد۔ میں ایسے الٹے سیدھے خیالات کو ذہن میں جگہ نہیں دیتا۔"
"اچھی بات ہے۔"
"تم پروگرام کی بات کر رہے تھے استاد؟"
"ہاں۔"
"تمہیں بھی مل گئی ہے' مجھے اجازت۔"
"کہاں رہو گے؟"
"ٹیٹ کے خیمے میں۔ وہ بھی تنہا ہے۔"
"سنو۔ میں نے سردارے سے سرگوشی کی اور وہ چونک کر میری شکل دیکھنے لگا۔ "ممکن ہے۔ وہ
کریدنے کی کوشش کرے۔ تم جانتے ہو' ایسی شکل میں تمہیں کس قدر محتاط رہنا ہے۔"
"کیا؟" سردارے کا منہ شدت حیرت سے کھل گیا۔
"ہمیں یہ بات ذہن میں رکھنی چاہیے سردارے!؟"

ئی شبہ ہوا ہے استاد؟"
روقت چوکنا رہنا بہتر ہوتا ہے۔ خاص طور سے اس وقت جب دشمن زیادہ دور نہ ہوں۔"
ں خیال رکھوں گا۔" سردارے نے کہا۔ میں نے دیکھا اس کے چہرے پر سنجیدگی طاری ہو گئی ہے۔
تک افسوس بھی ہوا کہ سردارے کا موڈ چوپٹ ہو گیا۔ لیکن بہرحال اسے ہوشیار کرنا بھی ضروری تھا
ت کے سامنے اکثر لوگ باآسانی احمق بن جاتے ہیں۔
ٹ لباس پہن کر آ گئی۔ اور میں نے سردارے کو الوداع کہا۔ سردارے ٹیٹ کے ساتھ آگے بڑھ
ٹ دلکش انداز میں مسکرا رہی تھی۔ میں بھی اسے دیکھ کر مسکرا دیا۔ "تمہارا ساتھی دلچسپ آدمی

ں۔" "بے حد دلچسپ۔"
یادہ تمہارے ساتھ نہیں رہتا؟"
اتھ ہی رہتا ہے۔"
ک ہی خیمے میں؟"
۔ کیوں؟"
یسے ہی وہ اس انداز میں تمہیں الوداع کہہ کر گیا ہے' جیسے اب تم سے نہیں ملے گا۔"
رات۔ وہ اپنی محبوبہ کے خیمے میں گزارے گا۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔
ہو۔ اس کی محبوبہ کا خیمہ الگ ہے؟"
من لڑکی سے آج ہی اس کی ملاقات ہوئی ہے۔"
میں سمجھی وہ اس کی ساتھی ہے۔"
ں۔"
پنے خیمے میں تم دونوں ہی رہتے ہو؟"
ں۔ ایک اور بھی ہے۔"
ن؟"

ر۔" میں نے جواب دیا۔
ھی برٹش ہے؟"
ں۔ ڈنمارک کا باشندہ۔ اس سے بھی ہماری یہیں ملاقات ہوئی ہے۔"
ارے ساتھ ہی رہتا ہے؟"
ں۔" میں نے اس بکواس کرنے والی لڑکی کے سوال کے جواب میں ایک طویل سانس لے کر کہا۔
تب تو۔ تب تو ہم تنہا نہ رہ سکیں گے۔" جینٹ نے ہونٹ سکوڑ کر کہا۔ "ہاں۔ یہ تمہارا خیمہ بھی

ہیں کہنے والی تھی۔" جینٹ نے مسکراتے ہوئے کہا۔
ر کی کیا بات ہے۔" میں نے کہا اور ہم خاموش ہو گئے۔ پھر رات گئے تک ہم بلیک پول میں آوارہ
تے رہے۔ ہلکا کھانا کھایا۔ سینٹی ٹورا کی طرف گئے۔ سینٹی ٹورا نے حسب معمول مجمع لگا رکھا تھا۔ اور
نے جاری تھے۔ چند منٹ رک کر ہم نے وہاں کا تماشا دیکھا اور پھر جینٹ نے جماہی لے کر کہا۔

"اب چلیں ڈارلنگ۔"

"چلو۔" میں نے کہا اور جینٹ مجھے لے کر اپنے خیمے کی طرف چل پڑی۔

"پیتے ہو؟" راستے میں جینٹ نے مجھ سے پوچھا۔

"چ ر س؟" میں نے پوچھا۔

"نہیں شراب چرس تو کنگال لوگوں کا نشہ ہے۔"

"ہاں' پی لیتا ہوں۔"

"میں تمہیں دنیا کی بہترین شراب پلاؤں گی۔" جینٹ نے کہا۔

"اوہ' تم نے میری آتش شوق بھڑکا دی ہے۔" میں نے جیب میں نشہ اتارنے والی گولی کو ٹٹولتے ہوئے کہا۔ میں پوری طرح ہوشیار تھا۔ اور ہر پہلو سے بچے رہنا چاہتا تھا۔ جینٹ مسکرا دی۔ اور پھر ہم خیمے میں آ گئے۔

جینٹ کا خیمہ بھی کافی کشادہ تھا' جس سے اس کی بہتر مالی حالت کا اندازہ ہوتا تھا۔ اس کے علاوہ سازو سامان بھی قیمتی تھا۔ کسی فرم میں ملازم لڑکی کو بہرحال اتنی بڑی تنخواہ نہیں ملتی ہو گی کہ وہ اس طرح سے گزارے۔ میں نے پورے خیمے کا جائزہ لیا۔ جینٹ نے قیمتی شمعدان روشن کر دیا تھا اور پھر اس کا پردہ باندھ دیا۔ "بلیک پول کیسا علاقہ ہے ڈارلنگ؟" اس نے ایک بکس سے اپنا شب خوابی کا لباس نکالتے ہوئے کہا۔

"بہت عمدہ۔"

"تم تو سیاح ہو' بہت سی جگہیں دیکھی ہوں گی۔"

"ہاں' بہت سی۔" میں نے مختصراً کہا۔

"میں بہت بدقسمت ہوں۔" جینٹ نے ایک طویل سانس لیکر کہا۔

"اوہو۔ کیوں؟"

"مجھے سیاحت کا بے حد شوق ہے۔ لیکن میرے حالات اس کی اجازت نہیں دیتے۔ کیا تم مجھے ملک ملک کی باتیں سناؤ گے؟"

"کچھ نہیں رکھا جینٹ۔ بس قدم قدم پر دل ٹوٹتا ہے۔ ہم اپنی مختصر دنیا میں جس قدر آسودہ ہیں اس سے باہر نکل کر نہیں۔ تجربات تلخیوں کے سوا کچھ نہیں دیتے۔"

"ممکن ہے۔" جینٹ آہستہ سے بولی اور پھر مسکرانے لگی۔

"کیوں؟" میں نے پوچھا۔

"میرا خیال ہے' میں نے تمہیں اداس کر دیا۔ چھوڑو ان باتوں کو ارے ہاں۔ تمہارا لباس؟"

"کیا ہوا میرے لباس کو؟" میں نے پوچھا۔

"ہوا کچھ نہیں۔ کیا تم اسی لباس میں رات گزار لو گے؟" جینٹ نے پوچھا۔

"کیا حرج ہے" میں نے کہا اور جینٹ ہنس پڑی۔ اس کی آنکھوں میں شرارت ناچ رہی تھی۔

"ہاں واقعی۔ کوئی حرج نہیں ہے۔ مجھے اجازت ہے؟"

"لباس بدلنے کی؟"

"ہاں۔"

"بڑی خوشی سے۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا اور جینٹ ہنس پڑی۔ پھر اس نے نہایت بے تکلفی سے لباس اتارا اور شب خوابی کا لباس پہن لیا۔ اس نے میری آنکھوں کی کوئی پرواہ نہیں کی تھی اور بہرحال جرمن لڑکی کے لیے یہ کوئی اہم بات بھی نہیں تھی۔ اور پھر اس نے ایک چھوٹے سے آئس بکس سے ... کی تین بوتلیں' سنہرے رنگ کا ایک خوبصورت مگ پیگ اور دو گلاس نکالے۔ ایک چھوٹا سا بلوریں ... بھی تھا۔ اور یہ ساری چیزیں ایک ٹرے میں سجا کر میرے پاس پہنچ گئی۔ ٹرے اس نے کینوس اسٹول پر ... دی اور تنے ہوئے کینوس بیڈ پر میرے نزدیک بیٹھ گئی۔ "اوہ' جوتے تو اتار لو ڈارلنگ!" اس نے کہا اور میرے پیروں کے نزدیک بیٹھ گئی۔

"ارے۔ ارے۔ میں اتار لوں گا۔"

"پلیز۔ اس نے التجا کی اور عجیب التجا تھی یہ۔ پھر اس نے بڑے پیار سے میرے جوتے اتارے اور پھر ... طرف دیکھ کر مسکرانے لگی۔

"تم نے مجھے شرمندہ کیا ہے جینٹ۔" میں نے کہا۔

"اتنا سا کام کر کے؟"

"ہاں۔"

"یقین نہ کرو گے ایڈورڈ۔ مجھے دلی مسرت ہوئی ہے"

"اوہ۔"

"بتا چکی ہوں' تنہا ہوں۔ کوئی بھی نہیں ہے۔ یوں سمجھو' کوئی ایسا دوست بھی نہیں جسے میں بلیک پول ساتھ لے آتی۔"

"مجھے حیرت ہے۔"

"کیوں؟"

"تم اتنی پیاری ہو کہ تمہارے بہت سے دوست ہونے چاہئیں تھے۔"

"ملتے ہیں۔ لیکن اپنے رنگ میں مست۔ کوئی قابل اعتبار نہیں ہوتا۔"

"اوہ۔ لیکن میری کیا حیثیت ہے؟" میں نے پوچھا اور جینٹ سنجیدہ ہو گئی۔ چند ساعت میری طرف ... رہی۔ پھر ایک گہری سانس لے کر بولی۔

"برا تو نہیں مان جاؤ گے ایڈورڈ؟"

"وعدہ۔ نہیں مانوں گا۔"

"حالات نے مجھے اس قدر بددل کر دیا ہے کہ اب میں مستقل دوست بنانے کی عادت ترک کر چکی ہوں۔ اب تو میں دوستوں کی خواہش بھی نہیں کرتی۔ بس وقتی طور پر۔ مجھے معاف کر دینا ایڈورڈ۔ زمانے نے مجھے یہی سکھایا ہے۔"

"اوہ۔" میں نے سنجیدگی سے گردن ہلائی۔ "اچھی عادت ہے جینٹ۔ اس طرح توقع نہیں ٹوٹتی۔" جینٹ چند لمحات خاموش بیٹھی کچھ سوچتی رہی۔ پھر چونک کر بولی۔ "ہم نے کیا فضول باتیں چھیڑ دیں ایڈورڈ۔ آؤ اپنی باتیں کریں۔ ٹھہرو۔ میں کاک ٹیل بنا لوں۔ یہ امریکن یلو ڈاگ ہے۔" اس نے ایک بوتل ... خاصی مقدار میں شراب مگ پیگ میں الٹ دی۔ پھر دوسری سربند بوتل کھولتی ہوئی بولی۔ "اور یہ ... سکن وود کا ہے اور یہ فرنچ بلیک کیٹ۔" تینوں بوتلوں سے شراب انڈیل کر جینٹ نے مگ اٹھایا اور انہیں

مکس کرنے لگی۔ پھر اس نے مگ سے گلاسوں میں شراب انڈیلی اور ایک گلاس میرے سامنے رکھ دیا۔
ننھی سی گولی میری انگلیوں میں دبی ہوئی تھی۔ چنانچہ شراب کے پہلے سپ کے ساتھ گولی میر
میں چلی گئی۔ بلاشبہ بے نظیر کاک ٹیل تھی لیکن اس کی تیاری میں جس قدر لاگت آئی تھی، کسی عام آ
ایک ماہ کی تنخواہ کے برابر تھی۔ جینٹ نے اپنا گلاس خالی کر کے دوبارہ بھر لیا اور میں اسے دیکھنے لگا۔

"میں زیادہ نہ پی سکوں گی۔ تمہاری پینے کی مقدار کیا ہے؟"

"جس قدر تم پلادو۔"

"ہاں۔ ہوش میں رہنا بیکار ہے عقل و ہوش دکھوں کے سوا کیا دیتے ہیں۔" جینٹ نے کہا او
گلاس خالی کر گئی۔ اس کی تیز رفتاری پر پہلے تو مجھے حیرت ہوئی لیکن پھر میں نے اس کی چالاکی کا انداز
اس انداز میں پی کر وہ مجھے جوش دلا رہی تھی بہر حال میں مرد تھا۔

اور میں اس کی مرضی کے مطابق مرد بن گیا۔ میرا کیا بگڑتا تھا۔ میں نے سوچا جلد از جلد جینٹ کا کا
جائے تو بہتر ہے۔ اسے انتظار نہ کرنا پڑے۔ سو میں گلاس پر گلاس چڑھاتا رہا۔ جینٹ نے بس تیسرے
پر ہی توبہ کر لی تھی، اب وہ صرف مجھے پلا رہی تھی اور خود ایک آدھ ہی سپ لے لیتی تھی۔

وہ میری شکل دیکھ رہی تھی، نشے کا نام و نشان نہیں تھا۔ ہاں، شراب چہرے پر خون کھینچ لائی
چنانچہ اب نشے کی اداکاری کی ضرورت تھی۔

"اور دوں ڈارلنگ؟" جینٹ نے پوچھا۔ "دے دو۔ آہ، شراب کس قدر سکون بخشتی ہے۔ ا
شراب کیوں کہتے ہیں، اسے تو سکون کی دیوی کہنا چاہیے۔"

"ہاں، یہ جلتے ہوئے ذہنوں کو سکون بخشتی ہے۔ تم بھی مجھے دکھی معلوم ہوتے ہو۔ آؤ میری جان!
تمہارے ذہن کو سکون دوں، میں بھی شراب ہوں، میں بھی سکون کی دیوی ہوں۔" جینٹ نے میرے ق
کھسک کر، میرے سر کو آغوش میں لے لیا۔ اس کے گرم بدن کی حرارت مجھے پگھلانے لگی اور میرے
اس کی کمر میں حمائل ہو گئے۔

"تمہیں کیا دکھ ہے ایڈورڈ؟" جینٹ نے ہمدردی سے پوچھا۔

"دکھ۔ دکھوں کی کوئی قسم نہیں ہوتی جینٹ۔ انسان شاید دنیا میں دکھ اٹھانے کے لیے ہی پھینکا
ہے۔ نہ جانے لفظ سکھ کیوں ایجاد کیا گیا ہے۔"

"ہاں، نہ جانے کیوں؟" جینٹ نے دلسوزی سے کہا۔

"تم کون ہو جینٹ؟"

"بس تمہاری طرح دکھی۔ انسانوں کا شکار۔ سانسوں کو برقرار رکھنے کے لیے محنت مزدوری کرتی ہو
اور تنہائیوں میں اپنی تقدیر پر غور کرتی ہوں۔"

"تقدیر پر غور نہ کیا کرو جینٹ۔ تقدیر کوئی حیثیت نہیں رکھتی۔" میں نے نشہ آلود آواز میں کہا۔

"شاید۔" جینٹ آہستہ سے بولی پھر کہنے لگی۔ "تم کیا کرتے ہو ایڈورڈ۔ نہ جانے کیوں مجھے لگتا
جیسے تمہارا نام ایڈورڈ نہ ہو۔ مجھے ایسا کیوں لگتا ہے ایڈورڈ؟"

"اس لیے کہ یہ حقیقت نہیں ہے۔"

"اوہ، پھر تمہارا نام کیا ہے؟" جینٹ نے پیار بھرے انداز سے پوچھا۔

"ناموں میں کیا رکھا ہے۔ مجھے خود اپنا نام یاد نہیں۔ جس کا جو دل چاہے کہہ لے کیا فرق پڑتا ہے؟"

نے لاپرواہی سے کہا۔

"ٹھیک ہے۔" جینٹ نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔ "تم کرتے کیا ہو ایڈورڈ۔ تمہارے مالی وسائل کیا
ہیں؟"

"یہ تم کیوں پوچھ رہی ہو جینٹ!؟" میں نے پوچھا۔

"میں تمہاری دوست ہوں۔ تمہاری مدد کرنا چاہتی ہوں۔"

"نہیں جینٹ۔ میرے پاس ابھی کرنسی موجود ہے۔ ختم ہو جائے تو پھر کسی بڑے جوئے خانے میں چلا
جاؤں گا۔"

"اوہ کیا تمہیں کارڈ لگانا آتے ہیں؟"

"نہیں، جوئے میں میری قسمت تیز ہے، آج تک نہیں ہارا۔"

"تو تمہارا ذریعہ معاش یہی ہے؟"

"نہیں ڈارلنگ۔ پوری زندگی کوشش کرتا رہا کہ اچھا انسان بنوں۔ نہ بن سکا، برا بھی نہیں بن سکا۔
اب تو میرے نزدیک انسانیت کی ساری قدریں بیکار ہیں۔"

"اوہ، تمہیں کافی پریشانی اٹھانا پڑتی ہے۔"

"میں عادی ہوں۔"

"میں تمہاری مدد کر سکتی ہوں ڈارلنگ۔"

"کس طرح؟"

"میرے کچھ دوست ہیں، اسمگلنگ کرتے ہیں۔ عیش کرتے ہیں۔ اگر تم چاہو تو۔۔۔۔۔"

"اس کے لیے بھی کوشش کی تھی۔ ایک اسمگلر نے مجھے بلایا تھا۔ لیکن خود غائب ہو گیا۔" میں نے
جواب دیا۔ ویسے دل ہی دل میں، میں مسکرا رہا تھا۔ اچھا انداز تھا مس جینٹ۔ لیکن تمہاری بدقسمتی۔ بڑی
غلط گولی ایجاد کی ہے غلام سیٹھ نے۔ میں نے دل ہی دل میں کہا۔

"اوہو کون تھا وہ؟" جینٹ نے پوچھا۔

"میں نہیں جانتا۔ اس کے کسی ایجنٹ نے مجھ سے رابطہ قائم کیا تھا۔"

"پھر وہ ملا کیوں نہیں؟"

"پولیس کے خوف سے بھاگ گیا۔ پولیس اس کی تلاش میں ہے۔"

"کوئی کچا ہی آدمی ہو گا۔ بڑے اسمگلر پولیس کی پرواہ نہیں کرتے۔ اس نے دوبارہ تم سے رابطہ قائم
کرنے کی کوشش نہیں کی؟"

"وہ خود ہی مشکل میں ہو گا اور پھر میں اس کے لیے کوئی خاص آدمی تو نہیں تھا۔"

"تب تمہیں اس کے ایجنٹ سے ملنا چاہیے۔ ظاہر ہے، تمہارا فیصلہ تو ہو۔"

"اوہ، نہیں ڈارلنگ۔ میں اسے بھی تو نہیں جانتا۔ بس یوں ہی سر راہ مل گیا تھا۔" میں نے اسے آغوش
میں کھینچتے ہوئے کہا اور پھر میں نے جینٹ کو مزید نہ بولنے دیا۔ وہ کافی دیر تک جدوجہد کرتی رہی لیکن پھر
میری فنکارانہ دست درازیوں نے اس کا مشن اس کے ذہن سے فراموش کر دیا۔

اور رات کے نہ جانے کون سے پہر ہم سو گئے۔ میں نے پوری گولی تحلیل کر لی تھی تاکہ شراب کی اتنی
مقدار مجھے کوئی نقصان نہ پہنچا سکے۔ صبح ہونے میں دیر تھی جب میری آنکھ کھلی جینٹ کے لیے شراب کی وہ

مقدار ہی کافی ثابت ہوئی۔ وہ گہری نیند سو رہی تھی۔ میں پوری طرح جاگ گیا۔ میرے ذہن میں بہت سے خیالات گڈمڈ ہو گئے تھے۔ اور میں بہت کچھ سوچ رہا تھا۔ تب میرے ذہن میں ایک خیال آیا اور میں اس پر غور کرنے لگا۔ بات معقول تھی اور میرے حق میں بھی۔ چنانچہ یہ فیصلہ کر کے میں اٹھ گیا۔ جینٹ کے سامان میں کاغذ قلم تلاش کیا۔ اور پھر میں نے لکھا۔

ڈیر جینٹ! یا تمہارا کچھ بھی نام ہو۔

تمہارا شکریہ ہے۔ تم نے اپنا فرض انجام دے لیا۔

میں نے تم سے کوئی جھوٹ نہیں بولا۔ میری درخواست ہے' انہیں بھی تم یہی باور کرا دو۔ وہ میرے لیے اجنبی تھا میں تو خود ایک غمزدہ اور پریشان حال انسان ہوں۔ تم سب کے رحم و کرم پر ہی ہوں۔ ہو سکے تو یہ احسان کر دو ——— ایڈورڈ

پرچہ تہہ کر کے میں نے میز پر رکھ دیا اور پھر آرام سے لیٹ گیا۔ بہرحال صبح ہونے کا انتظار ضروری تھا کیونکہ ابھی سردارے کی واپسی کا بھی انتظار کرنا تھا۔ اگر سردارے قریب ہوتا تو میں اسے ضرور بلا لیتا کیونکہ اب یہاں سے بھی اکتاہٹ ہونے لگی تھی۔ پھر میری نگاہوں میں سینٹی ٹورا ابھر آئی۔ دلکش عورت۔ لیکن ضروری نہیں تھا کہ وہ میری طرف متوجہ ہو جائے۔ وہ بیحد مغرور معلوم ہوتی تھی۔

اس کے بعد مجھے نیند نہیں آئی۔ طبیعت میں ایک عجیب سی الجھن تھی۔ یہاں تک کہ صبح ہو گئی اور میں اٹھ گیا۔ جینٹ ابھی تک گہری نیند سو رہی تھی۔ میں لباس وغیرہ پہن کر باہر نکل آیا اور اپنے خیمے میں پہنچ گیا۔ بیکر نے خیمے کا دروازہ بند نہیں کیا تھا اور گہری نیند سو رہا تھا۔

میں بھی اپنے بستر پر لیٹ گیا اور آنکھیں بند کر لیں۔ یہاں مجھے نیند آ گئی اور پھر سردارے نے ہی مجھے جگایا۔ "استاد۔ اٹھو گے نہیں۔ اب تو پیٹ میں دوڑنے والے چوہے بھی نڈھال ہو گئے ہیں۔"

میں جاگ گیا۔ اور پھر میں نے سردارے سے وقت پوچھا۔

"ساڑھے دس بج رہے ہیں۔" اس نے جواب دیا۔

"اوہ۔ تمہیں آئے ہوئے کتنی دیر ہو گئی؟"

"آٹھ بجے آ گیا تھا استاد۔" سردارے نے جواب دیا۔

"بیکر کہاں ہے؟"

"باہر بیٹھا خلاؤں میں گھور رہا ہے۔ میرا خیال ہے وہ اب خود سے اٹھ بھی نہیں سکتا۔"

"ارے' کیوں؟"

"کمزور آدمی ہے بیچارہ' بھوک برداشت نہیں کر سکتا۔"

"اوہ' فضول آدمی! تم لوگوں نے ناشتہ کیوں نہیں کر لیا۔" میں نے کہا۔ اور میں نے منہ ہاتھ وغیرہ دھویا اور ہم تینوں ناشتہ کرنے لگے۔ سردارے نے کئی بار میری شکل دیکھی تھی لیکن کچھ بولا نہیں پھر ہم ناشتے سے فارغ ہو گئے اور پھر میں سردارے کے ساتھ باہر نکل آیا۔ بیکر حسب معمول خیمے میں ہی رہا۔ اس نے باہر نکلنا چھوڑ دیا تھا۔

"کیا بات ہے استاد" سردارے نے بے چینی سے پوچھا

"کیوں خیریت؟"

"ارے میں تو بے چین تھا۔ کس وقت واپس آ گئے تھے؟"

"صبح کو۔"

"اوہ' اتنی جلدی کیوں؟"

"بس۔ ایسے ہی۔"

"رات کیسی گزری؟"

"عمدہ۔ تم سناؤ۔"

"بری نہیں رہی استاد۔ لیکن۔"

"لیکن کیا؟"

"تمہارے الفاظ کانوں میں گونجتے رہے۔"

"غلط نکلا میرا خیال؟"

"اوہ۔" میں سنبھل گیا اور سوالیہ نگاہوں سے سردارے کی طرف دیکھنے لگا۔ "اس نے مجھے شراب کی پیشکش کی اور اس کے پاس عمدہ اور قیمتی شراب تھی لیکن میں نے مقدار کے اندر پی جبکہ وہ مجھے زیادہ پلانے پر مصر رہی اور اس کے بعد اس نے ایسے سوالات کیے استاد۔ کہ مجھے تمہارا ہی خیال ٹھیک معلوم ہوا۔"

"ہوں' تم نے جواب کیسے دیئے؟"

"اب سردارے اتنا احمق بھی نہیں ہے استاد!" سردارے نے مسکراتا ہوا بولا۔

"پھر بھی' مجھے بتاؤ سردارے۔ اس نے کیا سوال کیا؟"

"سب سے پہلے اس نے پوچھا' تمہارا ساتھی کون ہے اور کیا کرتا ہے؟"

"خوب' تم نے کیا جواب دیا؟"

"میں نے کہا وہ فرشتہ ہے اور زمین اور آسمان کے درمیان پیغام رسانی کرتا ہے۔" سردارے نے جواب میں ہنس پڑا۔ "پھر اس نے کہا کہ اسے شبہ ہے کہ میرا ساتھی اسمگلر ہے۔ اس کا جواب میں نے دیا کہ آسمان سے روشنی لاتا ہے اور زمین سے تاریکیاں لے جاتا ہے بس سارے سوال و جواب ایسے ہی تھے۔"

"وہ جھنجلائی نہیں؟"

"غلطی اس کی ہی تھی' اس نے مجھے پلا جو دی تھی اور نشے میں آدمی کے ذہن پر جو کچھ بھی سوار ہو۔" سردارے نے جواب دیا۔ اور میں دل کھول کر ہنسا۔ سردارے کی ترکیب مجھے پسند آئی تھی۔

"تمہاری کیا پوزیشن رہی استاد؟" سردارے نے دلچسپی سے پوچھا۔

"دونوں لڑکیاں پولیس کی تھیں۔" میں نے جواب دیا۔

"اللہ اس پولیس کا بھلا کرے۔ بڑے مہمان نواز لوگ ہیں۔"

سردارے نے کہا اور مجھے پھر ہنسی آ گئی۔ "پھر اب کیا پروگرام ہے استاد؟"

"کس سلسلے میں؟"

"پولیس نے ہمارے لیے جو بندوبست کیا ہے' اسے ہم شکریہ کے ساتھ قبول کرتے رہیں؟"

"شاید۔ یہ ممکن نہ ہو سردارے!"

"کیوں؟"

"میں نے ایک بار پھر انہیں ڈاج دیا ہے۔"

"کیا مطلب؟" سردارے تعجب سے بولا۔

"میں نے ان پر ظاہر کر دیا ہے کہ میں ان کی حیثیت سے واقف ہو گیا ہوں اور وہ میرے اوپر ٹر
دیں۔"

"اوہ 'اس میں کوئی مصلحت ہو گی استاد!"

"تم خود بھی غور کر سکتے ہو۔ میں تو ابتداء سے اسی پالیسی پر عمل پیرا ہوں کہ وہ لوگ میری نگرانی
رہیں اور میری کوششوں کے باوجود مشتبہ رہیں۔"

"عجیب کھیل ہے۔" سردارے نے گہری سانس لی۔

"تم سوچتے ہو گے سردارے کہ میں ہر جگہ لائن کاٹ دیتا ہوں۔ ظاہر ہے ابھی تمہارا اس لڑکی
چھوڑنے کا پروگرام نہیں تھا۔"

"نہیں استاد۔ اب میں اسی میں خوش رہتا ہوں جو تم کرتے ہو۔"

"اس بار کھیل لمبا ہو گیا ہے سردارے۔ میرا خیال ہے اس چوہے بلی کے کھیل سے کوئی فائدہ
اب کچھ کرنا ہی چاہیے۔"

"اوہ 'کیا پروگرام ہے استاد؟"

"باہر کا جائزہ لو۔ کیا پوزیشن ہے؟" میں نے کہا اور سردارے ایک دم خاموش ہو گیا۔ پھر وہ برق ر
سے باہر نکل گیا۔ اور پھر چند لمحات کے بعد واپس آ گیا۔ "سب ٹھیک ہے۔"

"بہر حال ہمیں محتاط رہنا چاہیے۔ یہ بات طے ہو گئی ہے کہ غلام سیٹھ اس بار لمبے چکر میں ہ
ہے۔ اور پھر یہ انٹرپول بڑی خوفناک چیز ہے۔ پیچھے لگ گئی ہے تو کوئی فیصلہ کئے بغیر نہ چھوڑے گی۔ اس
پاؤں کہیں بھی محدود نہیں ہیں میرا خیال ہے 'غلام سیٹھ یہاں سے نکل گیا۔ ممکن ہے وہ واپس پشاور
ہو یا کسی اور ملک۔ گویا ہمیں اب اس سے ملاقات کی کوئی امید نہیں رکھنی چاہیے۔ یا پھر یہ بھی ممکن
غلام سیٹھ ہماری پوزیشن سے آگاہ ہو۔ اور اس نے ساری بات میرے اوپر چھوڑ دی ہو اور اپنے
دوسرے آدمی کو نگاہ میں نہ لانا چاہتا ہو۔ دونوں ہی صورتوں میں ہمیں اپنا بچاؤ خود کرنا ہے چنانچہ اب اس
مچولی سے کوئی فائدہ نہیں۔"

سردارے خاموشی اور توجہ سے میری بات سن رہا تھا۔ میرے خاموش ہونے کے بعد بولا۔ "
ٹھیک ہے استاد۔ لیکن اب ہمارا کیا پروگرام ہے؟"

"میرا خیال ہے 'فرینکفرٹ چھوڑ دیا جائے۔"

"کہاں چلیں گے استاد!"

"ڈنمارک۔" میں نے جواب دیا اور سردارے، پھر خاموشی میں ڈوب گیا۔ میں بھی کسی خیال م
رہا۔ پھر میں نے سردارے کو خاموش دیکھ کر کہا۔

"کیا سوچ رہے ہو سردارے؟"

"اوہ 'کچھ نہیں استاد!"

"پھر بھی؟"

"بس۔ سوچ رہا تھا کہ کیا یہ سفر آسان ہو گا؟"

"ہر گز نہیں۔" میں نے سکون سے جواب دیا۔

"اوہ 'پھر۔ کوئی ترکیب ہے ذہن میں؟"

"ذہن ناکارہ تو نہیں ہو گیا؟"

"کیا مطلب؟"

"بے نہیں تو سوچ لیں گے۔"

"مجھے یقین ہے۔ اور تم جانتے ہو کہ میں کسی سے بھی نہیں ڈرتا لیکن اس بار ذرا زیادہ ذہانت دکھانی
ے گی۔"

"یقیناً۔"

"ہمارے پاس پاسپورٹ بھی نہیں ہیں اور پھر انٹرپول بھی ہمارے پیچھے ہے۔"

"مجھے احساس ہے سردارے۔"

"خدا کی قسم استاد۔ خیال نہ کرنا۔ سردارے تمہارے ایک اشارے پر گردن کٹوانے کو تیار ہے۔ تم
نتے ہو گے۔ میں ایسے ہی بطور مشورہ یہ گفتگو کر رہا ہوں۔"

"مجھے یقین ہے میری جان!" میں نے پورے اعتماد سے کہا۔ "بور ہونے لگا ہوں۔" سردارے نے کہا اور
ں نے گردن ہلائی۔ دوسرے لمحے سردارے چونک پڑا۔

"کیوں خیریت؟" میں نے پوچھا۔

"یہ بیکر بھی تو ڈنمارک کا باشندہ ہے استاد!"

"ہاں۔"

"اوہ 'تو تم نے وہاں جانے کا فیصلہ کسی خاص پروگرام کے تحت کیا ہے؟"

"پروگرام سے تمہاری کیا مراد ہے؟"

"میرا مطلب ہے کہ ڈنمارک آپ بیکر کی وجہ سے تو نہیں جا رہے؟"

"یوں بھی ہماری دوسری منزل ڈنمارک ہوتی سردارے! لیکن اب تو صورت حال ہی بدلی ہوئی ہے۔
ملہ انٹرپول کا ہے' سارے ممالک مخدوش ہو گئے۔ یہ غلام سیٹھ۔۔۔"

"ہاں۔ کیا استاد؟"

"کچھ زیادہ ہی چوہا بن گیا ہے۔ مجھے کوئی پیغام تو ملنا چاہیے تھا ممکن ہے انٹرپول کی وجہ سے اس نے پورا
روبار سمیٹ لیا ہو۔" میں نے پر خیال انداز میں کہا۔

"استاد!" سردارے ہچکچائے ہوئے انداز میں بولا۔

"ہوں۔"

"ایک بات پوچھوں؟"

"پوچھو یار۔"

"برا تو نہیں مانو گے؟"

"فضول بکواس نہیں 'فوراً' پوچھو۔" میں نے منہ ٹیڑھا کر کے کہا۔

"غلام سیٹھ کے بارے میں تمہاری کیا رائے ہے؟"

"کیا مطلب؟" میں نے چونک کر پوچھا۔

"مجھے معاف کرنا استاد! تم اس سے عقیدت رکھتے ہو کیا؟ کیا تمہارا اس سے کوئی روحانی رشتہ ہے؟"

"روحانی رشتہ!" میں ہنس پڑا۔ "مجھے بتاؤ استاد؟" سردارے نے کہا۔ "میرا اس سے خالص جسمانی رشتہ ہے سردارے۔ میں تمہیں بتا چکا ہوں کہ مجھے غلط فہمی میں لایا گیا تھا پھر اس نے مجھے کام کا آدمی پایا اور یہ حیثیت دے دی۔ مجھے اس سے کوئی عقیدت' نہیں ہے۔ ہاں' برے لوگوں میں وہ ایک اچھا انسان ہے اور وہ بھی شاید اس لیے کہ میں اس کے معیار پر پورا اترا ہوں۔ دوسری صورت میں' میں نہیں جانتا کہ وہ میرے ساتھ کیا سلوک کرتا۔"

"گویا معاملہ صرف کاروباری ہے؟"

"ہاں ہاں' کاروباری' مطلب بتاؤ؟" میں غرایا۔

"مطلب صرف اتنا ہے استاد۔ کہ اگر بات صرف کاروباری ہے' تو تم اس سے کوئی بڑی توقع مت رکھو۔ تم یہ مت سوچو کہ وہ تمہاری حفاظت کے لیے بے چین ہو گا۔ اس وقت وہ صرف اپنے لیے سوچ رہا ہو گا استاد۔ اگر اس کی جان پر بن گئی ہے تو وہ سارے مہرے پٹوا دے گا۔ اور تم اس کے مہرے ہی تو ہو۔"

نہ جانے کیوں سردارے کی بات میرے دل میں اتر گئی۔ میں نے اس کی بات کا کوئی جواب نہیں دیا۔ البتہ اس پر غور کرنے لگا۔ سردارے ٹھیک کہہ رہا تھا۔ میں نے غلام سیٹھ کے کئی مخالفوں کو ختم کر کے اس کے کاروبار کو وسعت دی۔ انسے کروڑوں کا منافع دیا۔ اس کے عوض اس نے مجھ سے اچھا سلوک کیا۔ جس کا مجھے اعتراف تھا۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ غلام سیٹھ میرا گہرا دوست تھا۔ اگر وہ خود پھنس گیا ہے تو اب میری مدد کرنے کے لیے بے چین تو نہ ہو گا' بلکہ خود اپنی جان بچانے کی فکر میں ہو گا۔"

چنانچہ۔ اس وقت تک' جب تک وہ حالات سے نکل کر مجھ سے رابطہ قائم نہ کرے' مجھے اپنے طور پر اپنی حفاظت کرنی چاہیے اور پوری طرح اس پر توجہ دینی چاہیے۔ رہ گئی وہ دولت۔ جو میرے نام سے سوئٹزر لینڈ میں جمع تھی' تو اس پر لعنت' جان بچ گئی تو دیکھا جائے گا' ورنہ جہنم میں جائے۔

سردارے بڑے غور سے میری خاموشی دیکھ رہا تھا۔ اس کے چہرے پر خجالت کے آثار تھے۔ میں نے اس کی طرف دیکھا اور اس کی شکل دیکھ کر میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

"کیوں۔" یہ بارہ کیوں بج رہے ہیں؟"

"استاد۔ خدا کی قسم ناراض ہو گئے ہو تو جوتے مار لو۔ مگر میری اس بات کو برے انداز میں مت لو۔"

"نہیں سردارے میری جان! ایسی کوئی بات نہیں ہے۔"

"پھر کیا سوچنے لگے تھے؟"

"یہی کہ شاید تم ٹھیک کہتے ہو۔"

"بالکل ٹھیک کہتا ہوں۔ تیری قسم نواز۔ پوری زندگی صرف جھک ہی نہیں مارتا رہا ہوں۔ میں نے بھی دنیا دیکھی ہے۔ ارے بڑی مطلبی ہے یہ دنیا۔ صرف اپنے بارے میں سوچتی ہے۔"

"ہاں' صرف اپنے بارے میں سوچتی ہے۔"

"مجھے تجھ سے عقیدت ہے استاد۔ سچ کہتا ہوں' اچھا آدمی نہ میں ہوں نہ تو۔ لیکن برے لوگوں میں ہم اچھے دوست ہیں۔ سردارے ترے لیے جان دے سکتا ہے تیری ہمت ہے تو آزما لے۔"

"تیرے سہارے۔ جینے میں لطف آنے لگا ہے سردارے!" میں نے کہا۔

"اور میں بھی تیرے بغیر زندہ نہیں رہوں گا نواز!" سردارے جذبات میں ڈوبے لہجے میں بولا۔ "اور

سردارے! بس اب یہاں سے نکل چلنا ہے۔"

"ٹھیک ہے استاد۔ سوچو' سردارے سے مشورہ کرو۔ اور چل دو۔" سردارے نے مدبرانہ انداز میں کہا اور اس کے اس انداز پر مجھے ہنسی آ گئی۔

اسی وقت بیکر اندر داخل ہوا۔ وہی ستا ہوا چہرہ' وہی بے رونق آنکھیں' ہر قسم کے تاثرات سے عاری ہیں دیکھ کر اس کے ہونٹ کھنچ گئے اور آنکھوں میں معمولی سی چمک پیدا ہو گئی۔

"کہاں گئے تھے بیکر؟"

"کہیں نہیں ماسٹر۔ بس یونہی۔ میں نے کچھ ذمہ داریاں اپنے سر رکھ لی ہیں۔" بیکر مسکرایا۔

"کیسی ذمہ داریاں؟"

"بس کھانے پینے کی۔" بیکر ہنس پڑا۔

"ہاں یار۔ تم نے ہمیں اس فکر سے بے نیاز کر دیا ہے لیکن کیا خیال ہے' بلیک پول سے دل نہیں بھرا؟"

"بھر گیا ہے ماسٹر۔"

"پھر کہیں چلیں؟"

"جہاں دل چاہے چلو۔" بیکر نے کہا۔

"ٹھیک ہے' جلدی ہی تیاریاں کریں گے" میں نے کہا اور بیکر گردن ہلانے لگا۔ دوپہر کا کھانا ہم نے خیمے میں ہی کھایا بیکر نے عمدہ کھانا تیار کیا تھا پھر تین بجے تک آرام کیا بیکر سو گیا تھا لیکن ہم دونوں کو دن میں نیند نہیں آتی تھی۔

"استاد!" سردارے نے آواز دی۔

"ہوں۔"

"کیا خیمے میں ہی پڑے رہو گے؟"

"نہیں۔ میں بھی یہی سوچ رہا تھا۔"

"تب پھر اٹھو۔"

"کہاں چلو گے؟"

"باہر نکلنے میں خطرہ ہے؟"

"ہرگز نہیں۔"

"تب پھر ان لڑکیوں کے خیمے کا چکر بھی لگایا جائے اور پھر جھیل پر چلیں گے۔ ممکن ہے ہمارے دوستوں نے کوئی دوسرا بندوبست کیا ہو۔"

"منہ دھو رکھو۔ وہ تو دانت پیس رہے ہوں گے۔ ویسے ردعمل ضرور دیکھیں گے۔"

"تب اٹھو۔" سردارے بولا۔ اور پھر تیار ہو کر ہم باہر نکل آئے۔ باہر کی رونقیں یونہی بکھری ہوئی تھیں۔ لوگ ادھر سے ادھر آ جا رہے تھے۔ ہم ٹہلتے ہوئے پہلے جینٹ کے خیمے کی طرف گئے۔ اور یہ دیکھ کر میں نے گہری سانس لی کہ جینٹ کا خیمہ ہی اپنی جگہ سے غائب تھا سردارے بھی گردن ہلا رہا تھا۔ "تمہارا خیال آج تک غلط نہیں نکلا استاد۔ مگر کیا ٹیٹ بھی غائب ہو گئی ہو گی؟"

"اس میں سوچنے کی کیا گنجائش ہے؟"

"دیکھیں؟" سردارے نے پوچھا۔

"آؤ۔ آؤ۔ اب ان کے یہاں رکنے کا کوئی جواز نہیں تھا۔" اور درحقیقت ٹیسٹ کا خیمہ بھی غائب تھا۔

سردارے ہنس پڑا۔ "گدھے کے سر سے سینگ بھی اسی طرح غائب ہوئے ہوں گے استاد۔ میرا مطلب ہے وہ محاورے والے سینگ۔"

"شاید۔" میں نے بھی ہنستے ہوئے کہا۔

"چلو استاد۔ یہ دونوں تو گئیں۔ اب اپنا بھی یہاں رکنا بے سود ہے۔ بلکہ میرا خیال ہے بلیک پول تو چھوڑ ہی دیا جائے۔"

"ابھی چلیں؟"

"نہیں' ایسی جلدی بھی نہیں۔ دراصل فرینکفرٹ کے بازار زیادہ پسند نہیں آئے۔ تم نے دیکھا؟ کسی لڑکی نے لفٹ ہی نہیں دی۔"

"نہیں میری جان۔ یہ جرمنی ہے۔ ایسی بات تو نہیں' یوں کہو کہ ہم ہی الجھے رہے۔"

"ارے استاد! اس قتالہ عالم کو تو اک نگاہ اور دیکھ لیں۔"

"سینٹی ٹورا؟" میں نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"ہائے ہائے جو کچھ بھی ہے' خوب ہے۔ تم نے اسے جھیل میں تیرتے ہوئے دیکھا تھا؟ بام مچھلی کی طرح تھی استاد۔ بام مچھلی کی طرح۔ ایسے سڈول بدن کبھی کبھی ہی دیکھنے میں آتے ہیں۔ مگر ایک بات ہے استاد۔ بلکہ افسوس ہے کہ وہ استانی نہ بن سکی۔"

"بہت ہی مغرور معلوم ہوتی ہے کمبخت۔ مگر سردارے! سچی بات یہ ہے کہ میری الجھن مجھے پوری طرح اس کی طرف متوجہ نہ کر سکی۔ ورنہ اس کی تو ایسی تیسی۔"

"ایک بار پھر ٹرائی کرو استاد!"

"مار کھا گئے تو؟"

"برا نہ ہو گا۔ تجربات میں اضافہ ہی سہی۔ دیکھیں گے کسی لونڈیا کے ہاتھوں پٹنے سے کیا محسوس ہوتا ہے۔"

"تب پھر سردارے۔ ایسا کرو کہ تم اس سے مخاطب ہونا۔ پٹنے کی نوبت آئی تو دو چار ہاتھ کھا کر تو تمہارا تجربہ بڑھ جائے گا۔ باقی پھر میں سنبھال لوں گا۔"

"ارے نہیں استاد!" سردارے گھبرائے ہوئے لہجے میں بولا۔ "جب ایک بار استانی کہہ دیا تو ہمیشہ دل سے استانی سمجھوں گا استاد کے ہوتے ہوئے شاگرد کی مجال کہ کوئی ایسی ویسی بات سوچ سکے۔"

"مگر میں تمہارے حق میں دستبردار ہونے کو تیار ہوں۔"

"نہیں استاد۔ نہیں۔ میں یہ ظلم کرنے پر تیار نہیں ہوں' وہ تمہاری ہے۔ تمہاری رہے گی۔" سردارے نے ڈرامائی انداز میں کہا۔ لیکن میں اس ایثار کے بارے میں اچھی طرح جانتا تھا۔ سردارے اس شخص سے عبرت پکڑ چکا تھا جسے سینی ٹورا نے اٹھا کر دور پھینک دیا تھا۔ مجھے بڑے زور کی ہنسی آ گئی۔ "آؤ استاد! ذرا چلیں تو سہی۔ دیکھیں کیا کر رہی ہے؟"

ابھی ہم نے پلاسٹک کے خیمہ کی طرف رخ بھی نہیں کیا تھا کہ سینی ٹورا کی کار کے مخصوص ہارن کی آواز سنائی دی۔ کچھ بھگدڑ سی بھی محسوس ہو رہی تھی۔ اور پھر سردارے نے میرا بازو پکڑ کر زور سے کھینچ لیا۔

ہ بچ میں اس منحوس عورت کی کار کی لپیٹ میں آ ہی گیا تھا۔ لمبی رنگین کار دھول اڑاتی ہوئی زائیں ل گئی۔ "سردارے!" میں نے ہونٹ بھینچ کر کہا۔

"لو کی بچی۔" سردارے غرایا۔ اور پھر میری طرف دیکھ کر بولا۔ "پانی سر سے اونچا ہو گیا ہے استاد۔!"

"میں بھی یہی کہہ رہا تھا سردارے!"

"ایسی تیسی اس استانی کی۔"

"گئی کس طرف ہے یہ؟"

"جھیل کی طرف۔"

"آؤ' پھر اس کا دماغ درست کریں۔" میں نے کہا اور سردارے نے زوردار بڑک لگائی۔ دونوں مٹھیاں ' سینہ پھلا لیا۔ اور خالص پنجابی اسٹائل میں گردن اکڑائے بڑھ گیا۔

"ابے او تیّی مرغے۔ یہ پنجاب نہیں ہے' ٹھیک سے چل۔ دوسروں کو اپنی طرف متوجہ کرنے کی ت نہیں ہے۔"

"اوہ۔" سردارے نے سانس چھوڑ دی۔ "تمہاری مرضی استاد۔ ورنہ مجھے تو سچ مچ جوش آ گیا تھا۔"

نے سردارے کو ٹھوکا دیا اور ہم دونوں جھیل کی طرف چل پڑے۔ سردارے کا اندازہ درست ہی تھا۔ کار جھیل کے کنارے کھڑی تھی اور لوگ آہستہ آہستہ اس کے گرد جمع ہوتے جا رہے تھے۔ لیکن ہم نی بے باک لڑکی بھی نہ دیکھی تھی۔ وہ لوگوں کی نگاہوں سے بے نیاز اپنے عجیب و غریب لباس کے بند رہی تھی۔ اور پھر اس نے لباس اتار کر کار کی پچھلی سیٹ پر اچھال دیا۔ لباس کے نیچے سوئمنگ کاسٹیوم سفید سڈول چکنے بدن پر۔ نیلے رنگ کا لباس بڑا کھل رہا تھا۔ سر پر سوئمنگ کیپ پہن کر اس نے گردن ۔ اور کھلی چھت کی کار کے دروازے پر ہاتھ رکھ کر دوسری طرف چھلانگ لگا دی۔ لیکن اب میں اس الجھنے کا فیصلہ ہی کر چکا تھا۔ ساری دور اندیشیوں اور مصلحتوں کی ایسی تیسی۔ دوسری بار اس نے خود ہی تھا۔ چنانچہ جب وہ چھلانگ لگا کر زمین پر پہنچی تو میں اس کے بالکل سامنے تھا۔ اور ظاہر ہے میرے چہرے ے تاثرات نہیں تھے۔

نے میرے کھڑے ہونے کے انداز پر مجھے حیرت سے دیکھا اور پھر دلاویز انداز میں مسکرائی۔ "ہیلو!" اس اواز بھی خوبصورت تھی۔

"کیا نام ہے تمہارا؟" میں نے پوچھا۔ اور اس نے اپنے سینے کی طرف اشارہ کر دیا۔ "کون سے جنگل آئی ہو؟" میں نے غصیلے انداز میں کہا۔

"تمادوں ڈارلنگ؟" اس نے پیار بھرے انداز میں پوچھا۔

"ابھی میں تمہاری کار کی لپیٹ میں آتے آتے بچا۔"

"کیوں بچ گئے میری جان۔ مرجاتے تو زمین کی بہت سی ذمہ داریاں ہلکی ہو جاتیں۔" اس نے مضحکہ خیز میں کہا۔ "اگر تم لڑکی نہ ہوتیں تو میں تمہاری طراری درست کر دیتا۔" میں نے دانت پیس کر کہا۔

"میں لڑکی نہیں ہوں' میری طراری درست کر دو۔" لڑکی نے بدستور مسکراتے ہوئے کہا۔

"سردارے!" میں نے آہستہ سے کہا۔ "اس کے ہمدردوں کو سنبھالنا۔"

"کر دو مرمت سسری کی۔ سمجھتی کیا ہے خود کو۔" سردارے نے جواب دیا۔ اور میں نے ار نگاہوں سے سینی ٹورا کو دیکھا۔

"سنو لڑکی! اگر تم معافی مانگ لو تو میں تمہیں معاف کرنے کو تیار ہوں۔ دوسری صورت میں، تھپڑ مار مار کر تمہارے گال سرخ کردوں گا۔"

"ہائے ہائے تمہارے حسین ہاتھوں کا لمس میں اپنے رخساروں پر محسوس کرنے کے لیے بے چین ہوں میری جان!" سینی ٹورا آنکھیں بند کر کے گال بڑھاتے ہوئے بولی۔ بلاشبہ کوئی اور ہوتا تو اس کی باتوں میں آ جاتا۔ لیکن میں اس کی مکار فطرت کا ایک مظاہرہ دیکھ چکا تھا۔ چنانچہ آنکھیں بند کیے وہ میری طرف جھکی، دوسرے لمحے اس کی مضبوط ٹانگ بڑی پھرتی سے گھومی۔ میں پھرتی سے اچھلا اور اس کی لات میرے پیروں کے نیچے سے نکل گئی۔ ویسے یہ حقیقت تھی کہ اگر پنڈلیوں کے جوڑ پر لات پڑ جاتی تو میں زمین پر گر پڑتا۔ لیکن میں نے زمین پر دوبارہ قدم رکھتے ہی، انتہائی برق رفتاری سے ہاتھ گھمایا اور سینی ٹورا کے بائیں گال پر ایک پٹاخہ چھوٹا۔ ایسا مزے دار تھپڑ تھا کہ وہ گرتے گرتے بچی۔ اب وہ کمر پر ہاتھ رکھے مجھے گھور رہی تھی۔ اس نے حلق سے وحشیانہ آوازیں نکالیں اور میرے اوپر ٹوٹ پڑی۔ اس نے کراٹے کے کئی ہاتھ مارے لیکن میں نے اسے اسی طرح دی۔ پھر اس نے انتہائی اونچا اچھل کر میرے سینے پر لات مارنے کی کوشش کی۔ لیکن میں پوری طرح ہوشیار تھا۔ وہ زمین پر آئی تو میں اس سے زیادہ دور نہیں تھا۔ اور اس بار میں نے اس کے دائیں گال کو نشانہ بنایا۔ چٹاخ کی یہ آواز بھی بڑی زوردار تھی۔ سینی ٹورا کی آنکھیں بھیگ گئی تھیں۔

"بس۔ آج کے لیے یہی کافی ہے۔" میں نے کہا۔ بہت سے لوگ جمع ہو گئے تھے۔ لیکن وہ مزے دار تماشبین تھے۔ کسی نے سینی ٹورا کی حمایت کرنے کی کوشش نہ کی۔ سینی ٹورا نے مجھے روکنے یا کوئی حرکت کرنے کی کوشش نہیں کی تھی۔ وہ خاموشی سے ہمیں دیکھتی رہی۔ اور ہم مجمع کے درمیان سے نکل آئے۔ ہم نے جھیل کا رخ کیا تھا۔ اور تھوڑی دیر کے بعد ہم جھیل کے کنارے تھے۔

"کوئی جواب نہیں استاد تمہارا۔" سردارے نے تعریفی انداز میں کہا۔ "حسین عورتوں کے نازک گالوں پر ایسے زوردار تھپڑ مارنا دل ہی کا کام ہے۔"

"مذاق اڑا رہا ہے یار۔" میں نے جھینپے ہوئے انداز میں کہا۔

"ہرگز نہیں استاد۔ قسم لے لو۔ اس میں مذاق اڑانے کی کیا بات ہے۔ سچ بتاؤ، وہ نرم ریشمی رخسار کیا تھپڑ لگانے کے لیے تھے۔ ان کی تمازت نظر انداز کر کے ان کے ساتھ بے رحمی آسان بات نہیں ہے۔"

"آنسو نکل آئے تھے اس کی آنکھوں میں۔"

"اچھا ہے، یاد رکھے گی۔ ویسے اس نے کون سی کسر چھوڑی تھی۔ دعائیں مانگتا رہا تھا۔ اگر ایک بار اس کے داؤ میں آ کر گر پڑتے استاد۔ تو بڑی کچی ہو جاتی۔"

"اس میں کیا شک ہے۔" میں نے گہری سانس لے کر کہا۔

"بہرحال سبق مل گیا سسری کو۔ چھوڑو۔ ایسی مردمار عورتوں سے عشق بھی جائز نہیں ہے۔ سچ استاد۔ میں شاید اس سے نہ نمٹ سکتا۔ اور کیسی اچھی بات ہے کہ میں نے ابتداء سے ہی اسے استانی کی نظر سے دیکھا اور اس کا احترام کیا۔"

"ابے تیری استانی کی ایسی تیسی۔" میں نے ہنستے ہوئے کہا۔ اور ہم جھیل میں نہانے کے لیے لباس اتارنے لگے۔ لباس جمع کرانے کے بعد ہم دونوں جھیل میں اترے۔ جھیل پر حسب معمول رونق تھی۔ بے شمار لوگ نہا رہے تھے۔ میں اور سردارے بھی تیرتے ہوئے ایک طرف چل پڑے۔

"آج رات تو ہم یہاں رہیں گے استاد!" سردارے نے پانی سے گردن نکالتے ہوئے کہا۔

"ہاں۔ ہاں کیوں؟"

"کوئی مل جائے تو؟"

"اب وہ ان میں سے نہیں ہو گی۔"

"ہو بھی تو کیا استاد۔ پچھلی رات والیوں نے ہی ہمارا کیا بگاڑ لیا۔ اوکے۔ تو بس مردمیداں کو اجازت۔" سردارے نے کہا اور جھیل میں غوطہ لگا دیا۔ یقیناً اب وہ لڑکیوں کی تلاش میں چل پڑا تھا۔ میں بھی پانی سے نکل آیا۔ اس وقت میرے ذہن میں بہت سے خیالات تھے یہاں سے نکل جانے کے لیے میں ترکیب سوچ رہا تھا۔ صحیح معنوں میں اس وقت بے یار و مددگار تھا۔ کرنسی حاصل کی جا سکتی تھی۔ مجھے تاش کے کھیل پر اعتماد تھا۔ لیکن پاسپورٹ۔ اس وقت تو پاسپورٹ سب سے بڑا مسئلہ تھے۔ خاص طور سے اس شکل میں کہ انٹرپول میرے پیچھے تھی۔ ان لوگوں کو یقین ہو گیا تھا کہ میں غلام سیٹھ کا آدمی ہوں، اور اس کے بارے میں ضرور کچھ جانتا ہوں۔ اور اسی لیے وہ میرے پیچھے لگے ہوئے تھے۔ لیکن ان سے پیچھا کیسے چھڑایا جائے۔ فی الحال کوئی ترکیب ذہن میں نہیں آ رہی تھی۔ پانی کے کھیل سے دل اکتا گیا۔ اور میں باہر نکل آیا۔ سردارے تو اب بے نتھ کا بیل تھا، نہ جانے کہاں نکل گیا ہو گا۔ اس لیے اسے تلاش کرنا فضول تھا۔ میں نے کپڑے پہن لیے اور ریستوران کا رخ کیا۔

ریستوران میں داخل ہوتے ہی سینی ٹورا پر نظر پڑی۔ ایک میز پر خاموش بیٹھی تھی۔ انگلیوں میں سگریٹ دبی ہوئی تھی۔ مجھے یقین تھا کہ بے شمار لوگوں نے اس کے نزدیک ہونے کی کوشش کی ہو گی لیکن کسی کی بات نہیں بنی تھی۔ اسی وقت سینی ٹورا نے گردن اٹھائی اور اس کی آنکھیں میری آنکھوں سے مل گئیں۔ تب اس نے ہونٹ سکوڑتے ہوئے ہاتھ اٹھایا۔ مجھے قریب بلانے کا اشارہ تھا لیکن میں ایسا گیا گزرا بھی نہیں تھا کہ اس کے اشارے پر دوڑا چلا جاتا۔ میں نے حقارت آمیز انداز میں مسکراتے ہوئے اس سے تھوڑے فاصلے پر ایک سیٹ سنبھال لی اور سینی ٹورا نے جھینپے ہوئے انداز میں ادھر ادھر دیکھا۔ بہت سے لوگ اب بھی اس کی طرف متوجہ تھے اور یقیناً انہوں نے پوری سچویشن دیکھی ہو گی۔

اس کا چہرہ سرخ ہو گیا۔ آنکھوں میں شدید جھلاہٹ کے آثار نظر آنے لگے۔ کئی منٹ تک وہ بیٹھی خونخوار نگاہوں سے مجھے دیکھتی رہی پھر ایک جھٹکے سے اٹھی اور میرے قریب پہنچ گئی اس دوران ویٹر میرے لیے سیب کی شراب اور "سالج" لے آیا تھا۔

"میں یہاں بیٹھ سکتی ہوں؟" اس نے بھاری لہجے میں کہا۔

"تشریف رکھیے۔" میں نے جواب دیا اور وہ کرسی گھسیٹ کر بیٹھ گئی۔

"تم مجھے غصہ دلا رہے ہو۔ سمجھے؟"

"یہاں بیٹھنے کی اجازت دے کر۔؟" میں نے شراب کا جگ اٹھا کر ایک گھونٹ لیتے ہوئے کہا۔ "اسے لو۔ یہاں سے زندہ واپس نہیں جا سکتے۔ سینی ٹورا کی دشمنی بہت سے لوگوں کو موت کی نیند سلا چکی ہے۔"

"میں بھی مرنا چاہتا ہوں۔" میں نے لاپرواہی سے کہا۔

"میں تمہاری یہ آرزو ضرور پوری کر دوں گی۔" وہ پھنکاری۔

"شکریہ۔ کیا پیو گی؟"

"کیا تم نے اسی طرح اپنی میز پر میری پذیرائی کی ہے' جیسے مہمانوں کی' کی جاتی ہے۔" وہ غصیلے انداز میں بولی۔ "کیا تم مہمان کی حیثیت سے میرے پاس آئی ہو؟"

"پھر؟"

"معاف کرنا' تمہارے انداز سے تو پتہ چلتا تھا' جیسے تم مجھے صرف موت کی دھمکی دینے آئی ہو۔ بہرحال اگر مہمان ہو تو۔۔۔ آپ کیا پسند کریں گی مس سینی ٹورا؟"

"شکریہ۔ کچھ نہیں۔"

"اوہ۔ یہ ممکن نہیں ہے براہ کرم۔۔۔۔" میں نے لجاجت سے کہا۔

"میرا مذاق اڑا رہے ہو؟"

"ہرگز نہیں۔ یقین کریں' ایک مہمان کی حیثیت سے آپ میرے لیے باعزت ہیں۔"

"میرے لیے۔۔۔ "رون برگ" منگوالو۔" اس نے کہا۔ اور میں نے چٹکی سے بیرے کو اشارہ کر دیا اور قریب آنے پر آرڈر سرو کر دیا۔ بیرا گردن خم کر کے چلا گیا۔

وہ اب بھی مجھے گھور رہی تھی۔ پھر آہستہ سے بولی۔ جرمن ہو۔۔؟"

"نہیں۔"

"کہیں اور سے آئے ہو؟"

"ہاں۔"

"کہاں سے؟"

"بس سیاح ہو۔ دیس دیس کی خاک چھان رہا ہوں۔"

"رہنے والے کہاں کے ہو؟"

"برٹش ہوں۔" میں نے جواب دیا۔

"اوہ' لیکن انگریزوں کی سی روایات تو نہیں رکھتے۔"

"یعنی مجھے خاموشی سے تم سے مار کھا لینی چاہیے تھی؟" میں نے قیمہ بھری آنت کا ایک ٹکڑا چباتے ہوئے کہا اور وہ بے اختیار مسکرا پڑی۔

"نہیں' میرا یہ مطلب نہیں۔ لیکن تمہارے اندر انگریزوں کی سی شائستگی نہیں پائی جاتی۔" میں نے اس کی بات سن کر منہ ٹیڑھا کر لیا۔ جواب دینے کی ضرورت نہیں محسوس کی۔ وہ میری شکل دیکھتی رہی۔ اور پھر اس کا آرڈر سرو ہو گیا۔ رون برگ کھاتے ہوئے اس نے مسکراتی نگاہوں سے میری طرف دیکھا اور آہستہ سے بولی۔ "بہرصورت تمہارے اندر ایک خوبی ہے۔"

"بہت سی خوبیاں ہیں۔ تم مجھے نہیں جانتیں۔" میں نے سیب کی شراب کا جگ خالی کرتے ہوئے کہا۔

"میں نے ابھی ایک ہی محسوس کی ہے۔"

"میرے ساتھ کچھ وقت گزارو۔ میری خوبیوں سے آشنا ہو جاؤ گی۔"

"دعوت دے رہے ہو؟"

"یہی سمجھ لو۔"

"ہوں۔" لڑکی چند منٹ خاموش رہی پھر بولی۔ "تم نے اس خوبی کے بارے میں نہیں پوچھا جس کا میں نے ذکر کیا ہے؟"

"بتا دو۔"

"تم مجھ سے مرعوب نہیں ہوئے۔ جبکہ وہ جو مجھے جانتے ہیں' مجھ سے گفتگو کرتے ہوئے ہکلاتے ہیں۔ اور جو مجھے نہیں جانتے' وہ پہلی ملاقات کے بعد مجھے سمجھ جاتے ہیں۔"

"مس سینی ٹورا۔ میرے خیال میں آپ شدید غلط فہمی کا شکار ہیں۔"

"اپنی حد تک بات کرو۔ تم بڑے کینے انسان ہو۔ تم نے میرے گالوں پر اتنے زوردار تھپڑ لگائے ہیں کہ ابھی تک دکھ رہے ہیں۔" نہ جانے کیوں اس کی شکایت میں بڑی محبوبیت تھی' مجھے پسند آئی۔ اور میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ "تم نے بھی کون سی کسر چھوڑی تھی۔ پچھلی رات تم نے میرا سر پھاڑنے کی کوشش کی۔ اور اس وقت بھی اگر میں نہ بچ سکتا' تو تم میرے ساتھ بہت برا سلوک کرتیں۔"

"پچھلی رات کب؟" وہ حیرت سے بولی۔

"میرا مطلب اس رات سے ہے' جس کی شام تم آئی تھیں۔"

"تو کیا ہماری ملاقات پہلے بھی ہو چکی ہے؟" وہ تعجب سے بولی۔

"جی ہاں۔"

"مگر کب۔؟ کس وقت؟"

"جب آپ اپنی رعایا میں چرس تقسیم کرنے کے بعد انہیں اپنے گٹار کے نغموں سے نواز رہی تھیں۔ اور اس ناچیز نے اپنا فن پیش کرنے کی کوشش کی تھی۔"

"اوہ وںڈر فل۔ کیا تم سچ کہہ رہے ہو؟" وہ چونک کر بولی۔ "سچ مچ تم وہی ہو؟"

"سر بچ گیا تھا۔ ورنہ پھٹے ہوئے سر سے گواہی دلوا دیتا۔"

"آئی ایم سوری۔ مجھ سے واقعی حماقت ہوئی تھی۔ میں تمہارا چہرہ ٹھیک سے نہیں دیکھ سکی تھی۔ لیکن اس کے بعد میں تمہیں تلاش کرتی رہی۔ اور تم مل جاتے تو میں تم سے معافی ضرور مانگتی۔ لیکن اس کے بعد بھی تمہارا گٹار نہیں سنا؟"

"ارے قلاش ہوں۔ اپنے پاس گٹار نہیں رکھتا۔ اس وقت بھی بس تمہیں الٹا سیدھا گٹار بجاتے دیکھ کر جوش آگیا تھا۔ اور میرا ساتھی اپنے مخصوص انداز میں کچھ لوگوں کا گٹار چھین لایا تھا جو بعد میں انہیں واپس کر دیا گیا۔"

"میں الٹا سیدھا گٹار بجاتی ہوں؟" وہ غصے سے آنکھیں نکال کر بولی۔

"ہاں کوئی خاص بات نہیں ہے' تمہارے اندر۔"

"مقابلہ کرو گے مجھ سے؟"

"یقین کر لو۔ ہار جاؤ گی۔"

"اتنا بھروسہ ہے خود پر؟"

"اس سے بھی کہیں زیادہ۔"

"چلو ٹھیک ہے' دیکھ لوں گی۔ دوست بنو گے میرے؟" وہ مسکرائی۔

"خلوص دل سے بنو گی؟ میرا مطلب ہے' میرے تھپڑ بھول کر۔؟"

"ہاں! میں اسی ٹائپ کی عورت ہوں۔ تم نے میری اداؤں سے بچ کر میرے گالوں پر کامیابی سے تھپڑ لگائے۔ بہرحال یہاں تمہاری فوقیت ظاہر ہو گئی۔ کیا تم جو جستو ایکسپرٹ ہو؟"

"ارے میں نہ جانے کون کون سی چیزوں کا ماہر ہوں، تم کیا جانو۔" میں نے لاپرواہی سے کہا۔
"پھر قلاش کیوں ہو؟"
"بس اس بارے میں نہ پوچھو۔" میں نے گہری سانس لیکر کہا۔
"کام کرنا پسند نہیں کرتے ہو گے؟"
"ہاں۔ میں کسی دکان پر سیلز مین تو ہرگز نہیں بن سکتا۔ نہ کسی فرم کا ایڈمنسٹریٹر۔ میں تو چلتی پھرتی زندگی کا قائل ہوں۔ لیکن قسمت ساتھ نہیں دیتی۔" میں نے ہونٹ سکوڑ کر کہا۔
"میرا نام تقدیر ہے۔" لڑکی مسکرائی۔
"کیا مطلب؟"
"میں تمہارا ساتھ دوں گی۔"
"گویا میرے اوپر احسان کرو گی؟"
"دوست بننے کا وعدہ کیا ہے نا۔"
"یار میری سمجھ میں نہیں آتا۔ مار کھانے سے پہلے تم میری دشمن تھیں، اور مار کھانے کے بعد میری دوست بن گئیں۔ یہ کیا سیاست ہے؟"
"بار بار مجھے اپنی بدتمیزی یاد مت دلاؤ۔ اس کے بعد تم اس واقعے کا ذکر نہیں کرو گے۔" وہ جھلائے ہوئے انداز میں بولی۔
"اوہو۔ اچھا اچھا۔ ٹھیک ہے، آئندہ احتیاط رکھی جائے گی۔ مگر تم میرے لیے کیا کرو گی؟"
"بس بس، فضول باتیں مت کرو۔" وہ بگڑتے ہوئے انداز میں بولی اور دوسری طرف دیکھنے لگی۔ میں دلچسپ نگاہوں سے اس عجیب و غریب شے کو دیکھ رہا تھا۔ انوکھی لڑکی تھی۔ ویسے مجھے اندازہ تھا کہ وہ فریب سے کام لیتی ہے، کہیں دھوکے سے کوئی وار نہ کرے۔ لیکن بہرحال وہ اس قدر دلکش تھی کہ اسے ہر صورت میں برداشت کیا جا سکتا تھا۔
"سینی ٹورا!" میں نے اسے پیار سے پکارا۔
"ہوش میں رہو۔" وہ غرائی۔ "تم مجھ سے بے تکلف ہونے کی کوشش نہیں کرو گے۔"
"اوہو، تو کیا مجھے تمہاری ملازمت کرنی پڑے گی؟" میں نے گردن ٹیڑھی کر کے کہا۔
"میں تم جیسے بدتمیزوں کو ملازم رکھنا بھی پسند نہیں کروں گی۔" اس نے سخت لہجے میں کہا۔
"کیا میں یہ سنی ہوئی پلیٹ تمہارے منہ پر دے ماروں؟" میں نے بھی غصیلے انداز میں کہا۔
"کیا۔ کیا۔ تمہاری موت ہی آ گئی ہے کیا؟" وہ کرسی پیچھے کھسکا کر کھڑی ہو گئی۔ میں نے اطمینان سے ویٹر کو اشارہ کیا اور اس کے قریب آنے پر کچھ نوٹ نکال کر اس کے حوالے کر دیئے۔
"باقی رکھ لینا۔" میں نے کہا اور پھر سینی ٹورا کو گھورتے ہوئے بولا۔ "اگر تم اس ہوٹل میں پٹنا نہ چاہو، تو باہر چلو۔ میں چاہتا ہوں، تمہارا دماغ ہمیشہ کے لیے درست کر دوں۔"
سینی ٹورا، جو مجھے تیکھی نگاہوں سے گھور رہی تھی اور جس کے چہرے پر خونخوار تاثرات پھیلے ہوئے تھے اچانک نرم پڑ گئی۔ اس کے خدوخال کا تیکھا پن کسی حد تک کم ہو گیا تھا اور پھر وہ پھیکے سے انداز میں مسکرائی۔
"ذلیل ترین انسان ہو۔ میرا سارا گھمنڈ ختم کیئے دے رہے ہو۔ لیکن اس بات کو نوٹ کر لینا کہ میرے

ہاتھوں مارے جاؤ گے۔"
"ڈیر سینی ٹورا۔ میری صرف ایک خواہش ہے۔ ذہن سے یہ خیال نکال دو کہ ہر انسان تمہارا مطیع ہو تا ہے۔"
"اٹھ گئے ہو تو آؤ باہر چلیں۔" اس نے تھکے تھکے سے انداز میں کہا۔ اور میں نے اس کے ساتھ قدم گے بڑھا دیئے۔ ہم ریستوران سے باہر نکل آئے۔ سینی ٹورا کے چلنے کا انداز بھی بڑا دلکش تھا میں نے پہلی ر غور کیا تھا۔ بہرحال وہ میرے ساتھ چلتی ہوئی اپنی کار تک آئی۔
"کہاں؟" میں نے پوچھا۔
"کسی سنسان علاقے میں، جہاں میں تمہیں قتل کر سکوں" وہ بولی۔
"فرینکفرٹ میرے لیے اجنبی جگہ ہے۔"
"میں لے چلوں گی۔"
"تب ٹھہرو۔ میں لباس بدل لوں۔"
"جاؤ۔" اس نے کہا اور میں نے جا کر لباس تبدیل کر لیا۔ پھر میں اس کے ساتھ کار میں آ بیٹھا۔ اور نی ٹورا نے کار اسٹارٹ کر دی۔ اور پھر وہ بلیک پول کے علاقے سے ہی نکل آئی۔
لیکن اب میں اپنے اس اقدام پر غور کر رہا تھا۔ حماقت تو نہیں ہو گئی۔ نہ جانے کہاں لے جا رہی ہے۔ کینہ پرور لڑکی سے ہر بات کی توقع کی جا سکتی تھی، چالاک اور کسی قدر کریک تھی۔ بہرحال اب تو آ ہی گیا سردارے کو بھی نہیں معلوم تھا کہ کیا ہوا ہے۔
فرینکفرٹ کے نواحی علاقوں سے واقف نہیں تھا۔ نہ جانے یہ سڑک کہاں جاتی تھی لیکن سینی ٹورا جس راز میں ڈرائیونگ کر رہی تھی، اسے دیکھ کر چکر آ رہے تھے۔ سڑک پر چھوٹے چھوٹے موڑ تھے لیکن بلغت سوئی نوے اور سو کے ہندسے سے نیچے نہیں گرنے دے رہی تھی۔ بہرحال اب میں اس حد تک دل بھی نہیں تھا کہ اس ڈرائیونگ سے خوفزدہ ہو جاتا۔
میرے اندازے کے مطابق سینی ٹورا نے تقریباً پچاس میل کا سفر کیا اور پھر اس نے کار سڑک سے اتار ۔ سرسبز علاقہ تھا، اکا دکا عمارتیں بھی نظر آ رہی تھیں۔ کار روک کر وہ میری شکل دیکھنے لگی۔ پھر اس نے ش بورڈ کے نزدیک کا ایک بٹن دبایا اور ایک دراز باہر آ گئی۔ دوسرے لمحے اس نے پھرتی سے دراز میں ہاتھ ل کر باہر نکال لیا۔
اب اس کے ہاتھ میں پستول چمک رہا تھا اور اس کی نالی میری پیشانی کی طرف اٹھی ہوئی تھی۔ اور پھر ے کے ہونٹوں پر زہریلی مسکراہٹ پھیل گئی۔ "اب بولو۔"
"کیا بولوں جان من!" میں نے ولنئیس انداز میں کہا۔
"تم نے میری توہین کیوں کی تھی؟"
"تم نے نہیں کی تھی؟"
"اور اگر میں تمہیں یہیں گولی مار دوں تو؟"
"مشکل ہے۔" میں نے سرد لہجے میں کہا۔ اور دوسری طرف دیکھنے لگا۔ سینی ٹورا کی توجہ ایک لمحے کے ہٹی تھی۔ دوسرے لمحے میرا کھڑا ہاتھ اس کے ہاتھ پر پڑا اور پستول اس کے ہاتھ سے نکل کر دور جا پڑا۔ ا کے منہ سے عجیب سی آواز نکل گئی تھی۔ دوسرے لمحے میں نے اس کے لمبے خوبصورت بال پکڑ لیے اور

نہیں تھا۔ آٹھ لڑکیاں اور میرا نمبر آٹھواں تھا۔ میرے باپ نے بیٹے کی حسرت اس طرح پوری کی کہ مجھے لڑکا بنا دیا۔ سترہ سال کی عمر تک لڑکوں کی مانند زندگی بسر کی اور اتنی عادی ہو گئی کہ خود کو لڑکی سمجھنا ہی چھوڑ دیا اور پھر میرے اندر اور بھی بہت سی برائیاں پیدا ہو گئیں۔ میں نے نہ جانے کیا کیا ہنگامے کیے' باپ کی اس خواہش نے مجھے انوکھے روپ دے دیئے یہاں تک کہ میں گھر والوں کے کام کی نہ رہی۔ میرا باپ بھی میری علو تیں برداشت نہیں کر سکا' جس نے خود مجھے یہ روپ دیا تھا۔ سو میں نے گھر چھوڑ دیا۔ جو کچھ کیا کامیاب رہی۔ بڑے بڑے جیالے میرے ہاتھوں اپنا غرور کھو بیٹھے۔ میں تمہیں بتاؤں۔ میں نے اپنی زندگی میں سولہ قتل کیے ہیں' خود اپنے ہاتھوں سے لیکن اس وقت جھیل پر ــــــ اور ــــــ اس وقت' تم نے میرا غرور توڑ دیا ہے۔ ہاں میں عورت بن گئی ہوں اور ٹوٹے ہوئے غرور مشکل سے گردن اٹھاتے ہیں۔"

وہ خاموش ہو گئی۔ اور میں اس کے الفاظ پر غور کرتا رہا۔ حالات نے مجھے بے اعتباری سکھا دی تھی' چنانچہ میں نے اس کے باوجود اس پر یقین نہیں کیا۔

"بہرحال مادام سینی ٹورا! میں آپ سے ہوشیار رہوں گا!"

"اعتبار نہیں کرو گے؟"

"کیا مطلب؟"

"میں شکست خوردہ ہوں لیکن' مضبوط زبان رکھتی ہوں۔ تمہارے خلاف کچھ نہیں کروں گی!"

"اعتبار بھی کر لوں گا لیکن کچھ وقت درکار ہے۔"

"ٹھیک ہے۔" اس نے پژمردہ سی آواز میں کہا اور ایک بار پھر ہم کیمپ پہنچ گئے۔ "مجھے اپنا خیمہ دکھا دو!" وہ بولی۔

"ہاں' اس میں کوئی حرج نہیں ہے کیونکہ دوسری شکل میں بھی تمہیں تلاش کرنے میں دقت نہیں ہو گی۔" میں نے جواب دیا اور اس کی کار اپنے خیمے کی طرف لے گیا۔ اتفاق سے اس وقت سردارے اور بیکر دونوں موجود تھے۔ سردارے خیمے کے برابر ہی کھڑا تھا۔ ہم دونوں کو دیکھ کر خوشی سے اچھل پڑا۔ "واہ! استاد! آخر لے ہی آئے استانی کو۔ خدا کی قسم' اگر میں افریقی ہوتا تو اس وقت تمہارے گرد اچھل اچھل کر رماسما ناچتا۔ ہائے استانی! پھنس گئیں استاد کے جال میں آخر۔ ساری اکڑ رکھی رہ گئی نا۔" سردارے اردو میں بولا۔

"استاد! ساری زندگی کے لیے ہی تمہیں استاد بنا لیا ہے' چنانچہ کوئی ایسی بات کرنا فضول ہے۔ براہ کرم بتا دو اس جنگلی سانڈ کو کس طرح قابو میں کیا؟"

"یہ استادی کے گر ہیں سردارے! فکر مت کرو بتا دیں گے کسی وقت۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"ویسے خدا کی قسم استاد! فنکار ہو۔ کم از کم اس عورت کو قبضے میں کر کے تم نے خود کو مکمل ثابت کر دیا ہے۔"

"اچھا فضول بکواس مت کرو۔ کافی ہو گئی۔"

"استاد! ایک بات اور بتا دو۔" سردارے گھگھیایا۔

"بکو؟"

"باقی معاملات کیا رہے؟ رکو گے یہاں؟"

"عجیب احمق انسان ہے۔" مجھے سردارے کی بات پر ہنسی آ گئی۔

"احمق نہیں استاد۔ میں ہمیشہ پیچھے رہ جاتا ہوں۔" سردارے منہ پھلا کر بولا۔ "کم بخت ٹیٹ بھی

ئی۔ اب تم ہی بتاؤ' میں کیا کروں؟

"بات بہت معمولی ہے' کوئی خاص نہیں ہے۔ میرا خیال ہے ابھی چند روز انتظار کریں گے۔ بہرحال ے نکلنا بھی کار دارد ہے۔ ابھی تک کوئی ترکیب سمجھ میں نہیں آئی ہے۔"

"ٹھیک ہے استاد۔ تو میں بھی یہاں رکنے کے انتظامات کر لوں۔" سردارے نے کہا اور میں نے گردن بیکر خاموشی سے بیٹھا کچھ سوچ رہا تھا۔ اس کی شکل دیکھتا رہا۔ وہ ہماری گفتگو کی طرف متوجہ نہیں تھا۔ لاپروا سا انسان تھا۔ سردارے باہر نکل گیا اور میں نے بیکر کو آواز دی۔

"ماسٹر!" بیکر نے چونک کر جواب دیا۔

"کیا سوچتے رہتے ہو بیکر ہر وقت؟"

"کچھ نہیں ماسٹر! کوئی خاص بات نہیں۔"

"پھر بھی؟"

"یقین کرو ماسٹر۔ بس فضول باتیں۔"

"میری رائے ہے بیکر۔ اپنے اندر کچھ تبدیلی پیدا کرو۔"

"تبدیلی؟"

"ہاں۔ تمہارے پاس اب کپڑے بھی ہیں لیکن تم لباس نہیں بدلتے۔ باہر بھی نہیں جاتے۔"

"جاتا ہوں ماسٹر۔" بیکر نے گردن جھکا کر کہا۔

"کب جاتے ہو؟"

"کھانے پینے کی چیزیں لینے جاتا ہوں۔"

"اوہ! میری خواہش ہے تم سیر و تفریح کی غرض سے بھی جایا کرو۔ ویسے تمہارے چہرے پر خاصی رونق میں چاہتا ہوں بیکر' کہ جب تم اپنے وطن میں داخل ہو تو تمہارے اندر کوئی خاص تبدیلی نظر نہ ے۔"

اور بیکر پھیکے انداز میں مسکرانے لگا۔

سردارے مستقبل غائب ہو گیا۔ میں اس دوران خیمے میں ہی رہا تھا اور سوچ رہا تھا کہ یہ رات کیسے ری جائے۔ کیوں نہ سینی ٹورا کی طرف چلا جائے۔ خطرہ تو قدم قدم پر ہے۔ ممکن ہے وہ مکار عورت بھی بچھا رہی ہو۔ بہرحال ایک طرف انٹرپول کا جال ہے اگر اس میں اور اضافہ ہو جائے تو کیا فرق پڑتا ہے اور ے ذہن میں ایک اور خیال آیا۔ کسی طور سینی ٹورا بھی تو انٹرپول سے تعلق نہیں رکھتی۔ میں سوچتا رہا' غور کرتا رہا۔ بظاہر تو ایسے نشانات نہیں ملتے تھے لیکن اگر ہے بھی تو کیا فرق پڑتا ہے اور پھر میرے ذہن غلام سیٹھ بھی آیا۔ آخر اسے کیا ہوا؟ کیا انٹرپول کے خوف سے اس نے میدان ہی چھوڑ دیا ورنہ وہ ے لیے ضرور بے چین ہوتا۔ اگر اس نے اس لائن سے کنارہ کشی اختیار کر لی ہے تو ٹھیک ہے۔ میرے کیا اثر پڑتا ہے۔ بہرحال اب تو مجھے بھی زندگی گزارنا آ گئی ہے۔ میں اپنے طور پر بھی زندگی گزار سکتا میں ابھی تک اپنا رخ اس لیے نہیں بدل سکتا تھا کہ کہیں غلام سیٹھ مجھے بزدل نہ سمجھے' یہ نہ سوچے کہ ے حالات سے' خطرے سے گھبرا کر خود کو روپوش کر لیا۔

پھر میں باہر نکلنے کی تیاریاں ہی کر رہا تھا کہ کار کے انجن کی آواز سنائی دی۔ کار ہمارے خیمے کے سامنے ہی رکی تھی۔ میں نے پردہ سرکا کر باہر جھانکا۔ سینی ٹورا کار سے اتر رہی تھی۔

"مسٹر!" اس نے مجھے پکارا اور میں خود بھی اس کی طرف بڑھ گیا۔ سینی ٹورا کے وہی طور تھے لیکن
نگاہ سے دیکھنے سے اس کے اندر معمولی سی تبدیلی کا احساس ہو جاتا تھا۔ "ہیلو۔۔۔۔۔۔ ٹورا!" میں نے
دلی سے کہا۔

"مصروف ہو؟"

"نہیں!"

"تو آؤ۔ رات کا کھانا ساتھ ہی کھائیں گے۔" اس نے پیشکش کی۔

"اوہ!" میں نے مسکراتے ہوئے اسے دیکھا اور اس نے نگاہ چرالی۔ "ٹھیک ہے۔ میں اپنے سا
کہہ دوں۔" اور اس نے گردن ہلا دی۔ تب میں نے خیمے میں واپس جا کر بیکر کو ہدایت دی کہ وہ ہمار
کیے بغیر کھانا کھا لے۔ سردارے کے بارے میں کچھ نہیں کہا جا سکتا تھا اور میں بہرحال کھانا سینی ٹورا کے
کھاؤں گا!

پھر میں اس کے پاس کار میں آبیٹھا اور اس نے کار اسٹارٹ کر کے آگے بڑھا دی۔ "تمہارا نام کیا
اس نے پوچھا۔

"ایڈورڈ!" میں نے جواب دیا۔

"مسٹر ایڈورڈ! آپ میری طرف سے کتنے ہی مشکوک رہیں، بہرحال میں آپ کو دوست بنانے کا
چکی ہوں اور ضدی تو میں ہوں۔ بس ایک گذارش ہے، وہ یہ کہ خود مجھے چاہے جتنا ذلیل کر لیں، آپ
ہے لیکن دوسروں کے سامنے نہیں۔"

"مس سینی ٹورا! آپ کچھ بھی ہوں۔ آپ کے ذہن میں کچھ بھی ہو۔ آپ کسی کی بھی نمائند
میں آپ سے صرف اتنا عرض کروں گا کہ میں ایک آوارہ گرد ہوں۔ اپنے حالات کا شکار بھی ہوں۔ ملک
گھوم کر شوق سیاحت پورا کرنے کا خواہش مند تھا، نکل پڑا اور خود کو ان تمام حالات، خطرات، حادثا
لیے تیار کر لیا جو اس آوارہ گردی میں پیش آسکتے تھے۔ کسی حد تک اپنے دفاع کے لیے بھی تیاریاں
میں نے آپ سے الجھنے کی کوشش نہیں کی تھی۔ آپ نے خود ہی میرے لیے اتنا کچھ کیا، میں تاثار
آپ نے مجبور کر دیا۔ بہرحال آپ کی شکست کا اعلان کر کے میں لوگوں کی نگاہوں میں ممتاز نہیں ہو
رہی آپ کو ذلیل کرنے کی بات، تو آپ یقین کریں، میرے ذہن کے کسی گوشے میں ایسا کوئی خیال
ہے۔"

"بہت بہت شکریہ مسٹر ایڈورڈ!" سینی ٹورا نے ممنونیت سے کہا۔

تھوڑی دیر کے بعد وہ اپنے خوبصورت خیمے کے نزدیک پہنچ گئی اور پھر مجھے اندر لے گئی۔ در
اس کا خیمہ جدید ترین تھا۔ سفر کی ہلکی پھلکی لیکن چھوٹی سے چھوٹی ضروریات سے آراستہ۔ میں
پسندیدگی کی نگاہوں سے دیکھا تھا۔ سینی ٹورا بھی میری طرف ہی دیکھ رہی تھی۔

"پسند آیا؟"

"ہاں! باہر سے بھی خوبصورت تھا، اندر سے اور خوبصورت ہے۔" میں نے جواب دیا۔

"آپ نے مجھے بے حد متاثر کیا ہے مسٹر ایڈورڈ!" وہ بولی۔

"اوہ! بہرحال اب ہم دوست ہیں۔"

"خود میری فطرت میں ہی کچھ خرابی ہے۔" اس نے فکر مندی سے کہا، پھر چونک کر بولی۔ "د

پ کے ہموطن ہیں؟ وہ آپ کے ساتھ کیوں رہتے ہیں؟"

"پنٹو میرا واحد دوست ہے، بھائی دوست، یا زندگی بھر کا ساتھی بیکر ایک مظلوم آوارہ گرد ہے۔
ں کا باشندہ ہے۔ یہیں کیمپ میں مل گیا تھا۔"

"ہوں۔" سینی ٹورا کچھ سوچنے لگی، پھر چونک کر اٹھ گئی۔ "کیا پئیں گے آپ؟"

"شراب رات کو بارہ بجے کے بعد پیتا ہوں۔"

"ارے۔ کیوں؟"

"بس اصول ہے۔" میں نے جواب دیا۔

"تب کافی کا پانی رکھ دوں؟"

"جیسی آپ کی مرضی۔"

"تب چند منٹ کی اجازت دیں۔" وہ خیمے کے کچن کی طرف بڑھ گئی اور میں اس کے بارے میں سوچنے
ی قسم کا خوف وغیرہ تو دور دور تک میرے ذہن کے کسی گوشے میں نہیں تھا۔ ہاں سینی ٹورا کی پر اسرار
پر کشش شخصیت کے بارے میں سوچ ضرور رہا تھا۔ انوکھی عورت ہے اور بے حد دلکش ہے۔ بہرحال
سی انوکھی عورتوں سے میرا واسطہ پڑ چکا تھا اور بحیثیت عورت، میں نے انہیں صرف عورت پایا تھا۔
ی دیر کے بعد سینی ٹورا کافی لے آئی۔ اس نے کافی کے برتن کسی گھریلو عورت ہی کے انداز میں میرے
ے رکھے اور پھر کافی کی دو پیالیاں بنا کر ایک میرے سامنے کھسکا دی اس کے ساتھ ہی خشک میوے بھی

کافی پیتے ہوئے وہ خاموشی سے کچھ سوچتی رہی، پھر اس نے گردن اٹھا کر مجھے دیکھا۔ "ابھی آپ نے
جملہ کہا تھا مسٹر ایڈورڈ!"

"کونسا؟" میں نے لذیذ کافی سے لطف اندوز ہوتے ہوئے پوچھا۔

"آپ نے کہا تھا کہ میرے ذہن میں کچھ بھی ہو، میں کسی کی بھی نمائندہ ہوں۔"

"شاید!" میں نے لاپرواہی سے گردن ہلائی۔

"نمائندہ سے آپ کی کیا مراد ہے؟"

"کوئی خاص مراد نہیں تھی۔ میرا مقصد آپ کی ذات سے تھا یعنی آپ کسی بھی انداز میں سوچیں۔ یوں
ہیں میں نے اس وقت الفاظ کا صحیح استعمال نہیں کیا تھا۔ مگر آپ کیوں چونکیں؟"

"نہیں۔ وہ جملہ میرے ذہن میں کھٹک رہا تھا۔"

"اوہ۔ کوئی خاص بات نہیں تھی۔"

"آپ کے ذرائع آمدنی کیا ہیں مسٹر ایڈورڈ؟"

"کیا یہ نجی سوال نہیں ہے؟" میں نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"ہے، لیکن میں اس میں دخل انداز ہونا چاہتی ہوں۔" اس نے کسی قدر ناز بھرے انداز میں کہا اور
کے اندر سے عورت جھانکنے لگی۔ ہونٹوں پر خفیف سی مسکراہٹ بھی تھی۔

"ضروری ہے؟"

"ہاں!"

"تو پھر سن ہی لیجیے مس سینی ٹورا! میرے ذرائع آمدنی کچھ نہیں ہیں۔ ہاں گزارہ کر لیتا ہوں کسی نہ کسی

طرح۔ آج کل جو کام چل رہا ہے' وہ ایک جوئے خانے کی رقم سے چل رہا ہے۔ باون پتے میرے غلام ہیں۔"

"اوہ۔ شارپنگ؟" وہ مسکرائی۔

"ہاں!"

"کوئی ڈھنگ کا کام کیوں نہیں کرتے؟"

"مثلاً کسی دفتر میں کلرکی یا کسی الیکٹریکل کمپنی میں انجینئری؟"

"نہیں۔" وہ ہنس پڑی۔ "یہ کام تمہارے بس کا نہیں ہے۔"

"پھر؟"

"اسمگلنگ! منشیات کی اسمگلنگ!" اس نے جواب دیا اور میں چونک کر اس کی شکل دیکھنے لگا۔

سینی ٹورا مسکرا رہی تھی۔ چند ساعت ہم دونوں ایک دوسرے کی آنکھوں میں دیکھتے رہے۔ پھر میں نے ایک گہری سانس لیکر کہا۔ "مجھے اس کا کوئی تجربہ نہیں ہے۔"

"ہو جائے گا!" وہ مسکراتے ہوئے بولی۔

"کس طرح؟"

"میں تمہاری مدد کروں گی۔" اس نے جواب دیا۔

"تم؟"

"ہاں!" سینی ٹورا نے پوری سنجیدگی سے جواب دیا اور میں غور سے اس کی شکل دیکھنے لگا۔

"کیا تم مجھے ان ذرائع کے بارے میں بتاؤ گی؟"

"نہیں!"

"اوہ!" میں نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔

"ہاں اگر تم تیار ہو گئے تو بندوبست کر دوں گی۔ لیکن تمہیں پورے اعتماد کے ساتھ کام کرنا ہو گا۔"

"سینی ٹورا!" میں نے گہری چال چلتے ہوئے کہا۔ "اگر تم نے ایسی بات کی ہے تو پھر میں تم سے کچھ باتیں صاف صاف کھل کر کہہ دوں اور میں اس میں کوئی حرج نہیں سمجھتا لیکن تم سے درخواست ہے کہ انہیں محسوس نہیں کرو گی۔ رہی میری بات تو بہرحال میں اس آنکھ مچولی سے تنگ آ گیا ہوں۔ میرے حالات زیادہ دلخوش کن نہیں ہیں۔"

"سینی ٹورا سوالیہ نگاہوں سے مجھے دیکھ رہی تھی۔

"سینی ٹورا! ممکن ہے تم دل سے میری دوست نہیں بنی ہو۔ تمہارا بھی وہی مقصد ہو جو جینٹ شیر اور ٹیٹ کا تھا لیکن بہرحال انسان' انسانوں پر اعتماد نہ کرے تو کیا درختوں پر کرے؟ سنو سینی ٹورا! اگر تمہا تعلق انٹرپول سے ہے تو براہ کرم اپنے باسز سے صرف اتنا کہہ دو کہ میرا جرم صرف اتنا سا ہے کہ میں دنیا سے گہری دلچسپی نہ رکھنے والا ایک آوارہ گرد ہوں۔ زندگی کا خواہش مند بھی ہوں اور نگر نگر گھوم کر نیرنگیٔ کائنات دیکھنے کا طلب گار۔ زندہ رہنے کے لیے جائز ذرائع نہیں رکھتا' اسی لیے ایک اسمگلر کی دعوت قبول کر لی تھی۔ وہ نہیں مل سکا اور یہ اچھا ہی ہے کہ وہ نہیں ملا۔ اگر میں اس کے لیے کام شروع کر چکا ہوتا تو میرا جرم مسلم تھا۔ بہرحال' ابھی تک میں نے کوئی ایسا جرم نہیں کیا۔ انٹرپول کے ہاتھ لامحدود ہوتے ہیں مجھے ایک بار پھر گرفتار کر لیا جائے اور اس وقت تک قید میں رکھا جائے جب تک میری پوری ہسٹری معلوم

ئے اور اس کے بعد میرا پیچھا چھوڑ دیا جائے' بلکہ اگر میری خدمات حاصل کی جائیں تو میں ان کے لیے رنے پر بھی تیار ہوں۔ میرے اوپر کڑی نگرانی رکھی جائے' مجھے اعتراض نہ ہو گا۔ وہ لوگ جانتے ہیں کہ احمق نہیں ہوں اور اپنا کام انجام دینے کی صلاحیت رکھتا ہوں' یا پھر مجھے گولی مار دی جائے اور اس تصور ی چھٹکارا حاصل کرایا جائے کہ میں کسی بڑے اسمگلر کا ساتھی ہوں۔ میری اس گفتگو سے تمہارے لیے دوہرے نتائج اخذ ہوتے ہیں سینی ٹورا!" میں نے اس کی طرف دیکھا۔ سینی ٹورا کے چہرے پر عجیب سے ت تھے۔

میں خاموش ہو گیا' تب بھی وہ میری شکل دیکھتی رہی اور کئی منٹ تک بے خیالی کے انداز میں مجھے رتی رہی۔

"میں تمہاری ایک بھی بات نہیں سمجھ سکی ایڈورڈ!"

"وہی باتیں ہیں مس سینی ٹورا۔ یا تو آپ سب کچھ سمجھ گئی ہیں یا پھر واقعی کچھ نہیں سمجھیں۔ اگر نہیں ہیں تو سنئے۔ ممکن ہے آپ خلوص دل سے میرے لیے کچھ کرنا چاہتی ہوں۔ چنانچہ آپ کے خلوص کے ب میں مخلصانہ عرض ہے کہ آپ میری ذات سے نقصان بھی اٹھا سکتی ہیں' زبردست نقصان!"

"وہ کس طرح؟"

"آپ کا تعلق انٹرپول سے نہیں ہے؟

"ہرگز نہیں۔" اس نے بیساختہ جواب دیا۔

"تب آپ کا تعلق کسی اسمگلر سے ہے؟"

"فرض کرو!"

"تب پھر مجھے میرے حال پر چھوڑ دیں مس سینی ٹورا' کیونکہ انٹرپول میرے پیچھے ہے۔"

"اوہ!" اس کے چہرے پر کئی رنگ آئے اور گزر گئے۔ وہ پراسرار انداز میں میری شکل دیکھتی رہی' پھر ے سے بولی۔ "لیکن کیوں؟"

"بات یہ تھی مس سینی ٹورا کہ ہم آوارہ گردوں کی جو کیفیت ہوتی ہے۔ ہمارے پاس اتنی دولت مشکل ے ہوتی ہے کہ ہم آرام سے اپنے مقاصد پورے کر سکیں۔ اس کے لیے جو کچھ کرنا پڑتا ہے' شاید آپ لم میں ہو۔ ہم میں سے بعض ہر وہ کام کر لیتے ہیں جسے عام طور پر انسان نہ کر سکے۔ اس میں بھیک مانگنا ثال ہے۔ میں اور میرا ساتھی اس کے قائل نہیں تھے۔ میں شارپنگ بھی کر لیتا ہوں لیکن بہرحال وہ ئر نہیں ہے جو ہر جگہ کام آ سکے۔ تب ہماری ملاقات ایک ایسے شخص سے ہوئی جو کسی بڑے اسمگلر کا تھا۔ اس نے کہا کہ وہ ہمارے لیے ایسا بندوبست کر دے گا کہ ہم شوق آوارگی بھی پورا کر لیں اور عیش ریں۔ بس ہمیں منشیات ساتھ لے جانی ہوں گی۔ اس نے ہمیں ملاقات کا وقت دیا لیکن جب ہم اس ہوٹل پہنچے تو وہاں انٹرپول موجود تھی۔ ہمیں اس کے ساتھی کی حیثیت سے گرفتار کر لیا گیا اور وہ ہم سے چھ کرتے رہے لیکن اصلیت جو کچھ بھی تھی وہ انہیں بتا دی گئی۔ شاید وہ ہمیں نہ چھوڑتے لیکن انہوں نے ہمیں چارہ بنا کر چھوڑ دیا تا کہ اس اسمگلر پر ہاتھ ڈال سکیں اور آج تک انٹرپول ہمارے پیچھے ہے۔"

"اوہ!" سینی ٹورا نے گہری سانس لی' پھر مسکرا کر بولی۔ "تو تمہارا خیال تھا کہ میں بھی انٹرپول سے تعلق رکھتی ہوں؟"

"ہاں!"

"اور باقاعدہ پروگرام کے تحت تمہارے پیچھے لگی ہوں؟"

"بیشک۔" میں نے لاپرواہی سے جواب دیا۔

"اب بھی یہی خیال برقرار ہے؟" وہ میٹھی نگاہوں سے مجھے دیکھتے ہوئے بولی۔ "اس بارے میں کیا کہوں؟"

"تب تو ممکن ہے یہ کہانی بھی تم نے صرف خود کو محفوظ رکھنے کے لیے سنائی ہو۔ تم میرے ذریعے انہیں باور کرانا چاہتے ہو کہ تمہارا اس اسمگلر سے کوئی تعلق نہیں ہے۔" وہ مسکراتے ہوئے بولی اور میں نے گہری نگاہوں سے اسے دیکھا۔ لڑکی کے یہ الفاظ' یا تو بہت گہرے تھے یا پھر حقیقت۔ بہرحال میں نے اس چالاک دنیا پر اعتبار کرنا ہی چھوڑ دیا تھا۔ میں کوئی فیصلہ نہیں کر سکتا تھا' خواہ کوئی کچھ بھی بن کر میرے سامنے آئے۔

"کیا خیال ہے؟" اس نے بدستور مسکراتے ہوئے کہا۔

"تمہاری دلیل وزنی ہے۔ میں لاجواب ہو گیا ہوں۔" میں نے اعتراف کیا۔

"کیا؟"

"تم میرے اوپر اعتبار کرو اور میں تمہارے اوپر۔ تم بہادر ہو' چالاک ہو اور ------ اور پرکشش بھی ہو۔ میں' یقین مانو تمہاری عزت کرنے لگی ہوں۔ اگر میرے ذریعے تمہیں نقصان پہنچے تو تم چالاکی سے میرے شکنجے سے نکل جانا۔ مجھے قتل بھی کر سکتے ہو' مجھے اعتراض نہ ہو گا اور اگر میں ٹھیک ثابت ہوں تو میرے ساتھ کام کرتے رہنا۔"

"یہ الفاظ تو خاصی ٹھوس حیثیت رکھتے ہیں۔ بہرحال میں تیار ہوں۔"

"دل سے؟"

"ہاں! دل سے۔" میں نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

"تب آؤ' ہم دوستی کا ایک عہد کریں گے۔" وہ اٹھ کر میرے قریب پہنچ گئی اور اس نے اپنا ہاتھ آگے بڑھا دیا۔ میں نے بھی اس کا ہاتھ تھام لیا تھا۔ "جب تک تمہیں میری ذات سے کوئی تکلیف نہ پہنچے' تم میرے اوپر شک کرو گے اور نہ ہی مجھے نقصان پہنچانے کی کوشش کرو گے۔ بولو۔ اس بات میں کوئی کھوٹ نہیں ہے؟"

"نہیں!" میں نے سرد لہجے میں جواب دیا۔

"تو پھر ہماری یہ نئی دوستی پکی؟"

"ایک سوال اور ہے؟"

"ہاں' ہاں کہو!"

"میری حیثیت ایک ڈائنامائٹ کی سی ہے' جس کے فیتے خراب ہو چکے ہیں اور وہ ہر اس جگہ پھٹ سکتا ہے جہاں موجود ہو۔ ظاہر ہے وہ قرب و جوار میں بھی تباہی پھیلا سکتا ہے۔ تم سمجھ رہی ہو نا۔ انٹرپول میرے پیچھے ہے۔ وہ تمہاری طرف بھی متوجہ ہو سکتی ہے۔ اس طرح میری ذات سے تمہیں نقصان بھی پہنچ سکتا ہے۔"

"تب تم مجھے ڈائنامائٹ فیکٹری سمجھو' جہاں وہ تیار ہوتے ہیں۔ وہ عمارت ہر خطرہ قبول کر لیتی ہے۔" سینی ٹورا نے میری بات کا انتہائی خوبصورت جواب دیا اور میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

"میں الجھن نہ بن جاؤں تمہارے لیے؟"

"سوچنا اب میرا کام ہے۔" وہ بولی۔

"تمہاری یہ دوسری شکل میرے لیے حیرت انگیز ہے سینی ٹورا اور بہرحال' میں دل سے اس کی قدر کرتا ہوں۔" میں نے گہری سانس لیکر کہا۔

"میں خطرات پسند ہوں ایڈورڈ! اور ضدی بھی ہوں۔ تم بھروسہ کرو نہ کرو' یہ تمہاری مرضی ہے لیکن زندگی میں شاید ہی کسی سے مرعوب ہوئی ہوں۔ میں کسی کو خاطر میں نہیں لاتی اور نہ ہی ------ نہ ------ اف ------ میرے تصور سے باہر کی بات ہے۔ ایڈورڈ! شاید میرے والدین بھی مجھے انگلی ی جرات نہیں کر سکے تھے۔ ایڈورڈ' پوری زندگی لوگ صرف میرے ہاتھوں سے پٹتے رہے ہیں لیکن جس بے دردی سے میرے گالوں پر تھپڑ لگائے ہیں' میں انہیں فراموش نہیں کر سکتی اور ------" وہ اپنی پنڈلی کی چوٹ کو مسلتی ہوئی بولی۔ "صرف دو ہی باتیں ہو سکتی تھیں' یا تو میں ہر قیمت پر قتل کر دیتی۔ ہر قیمت پر اور میں جھوٹ نہیں بولوں گی۔ میں نے اس کی کوشش کی تھی لیکن تم حاوی جب میں نے خود کو تمہارے سامنے بے بس محسوس کیا تو پھر تم سے ہار مان لی اور ہار ماننے کے بعد مجھے عجیب سی لذت کا احساس ہوا۔ میں نے سوچا' ایڈورڈ' مجھے معاف کرنا' میں نے سوچا تم وہ ہو' جو مجھ پر ہو اور حاوی ہونے والا ------ وہ ------ وہ۔"

سینی ٹورا خاموش ہو گئی۔

میں دلچسپی سے اسے دیکھ رہا تھا۔ سینی ٹورا کچھ بھی ہو' کتنی ہی خطرناک ہو' کتنی ہی گہری ہو' اس وقت رہی تھی اور یہ سچائی عورت تھی۔ میں سمجھ رہا تھا کہ وہ کیا کہنا چاہتی ہے۔ عورت کی آواز تھی' جو لیے اجنبی نہیں تھی۔ "کہتی رہو سینی ٹورا' خاموش کیوں ہو گئیں؟"

"نہیں ایڈورڈ! بس' میں کچھ اور نہیں کہنا چاہتی۔" اس نے گردن جھکائے جھکائے کہا اور اس حسین کی یہ ادا مجھے بہت بھائی۔ میں مسکراتی نگاہوں سے اسے دیکھتا رہا۔ سینی ٹورا خاموشی سے بیٹھی فرش رہی لیکن اس کے چہرے کے تاثرات کچھ چاہتے تھے۔ اس کے بیٹھنے کے انداز سے احساس ہو رہا تھا کہ سوچ رہی ہے' کیا کہنا چاہتی ہے۔ چنانچہ میں اٹھا' میں نے اس کے بازو پکڑ کر اسے اٹھایا' ٹھوڑی کے نیچے رکھ کر چہرہ اونچا کیا اور اس کے ہونٹ چوم لیے۔ سینی ٹورا نے میرے بوسے کی پذیرائی کی تھی اور پھر طویل بوسہ اس کی طلب تھی۔

پھر اس نے میرے سینے پر ہاتھ رکھے اور علیحدہ ہو گئی۔ اس کے چہرے کا تغیر نمایاں تھا۔ بلاشبہ یہ وحشی کچھ بھی ہو لیکن اس وقت صرف عورت ہے اور شاید یہ حقیقت ہو کہ اس کی وحشت نے کسی مرد کو قریب نہ آنے دیا ہو۔ مجھے جھیل میں اس کا نہانا یاد آیا۔ اس لباس کے نیچے قیامت کا بدن چھپا ہوا اور شاید اب' اس کا حصول میرے لیے مشکل نہ ہو اور اگر بات کچھ غلط بھی ہے تب بھی' میرا انجام لیے غیر متوقع نہیں تھا۔

"اب کیا پروگرام ہے ایڈورڈ؟" سینی ٹورا نے پوچھا۔

"میرا خیال ہے میں خود کو تمہارے حوالے کر دوں۔"

اس نے نگاہیں اٹھا کر میری طرف دیکھا اور بولی۔ "میں نہیں سمجھی؟"

"جس طرح تم چاہتی ہو۔"

"یعنی؟" وہ بولی جیسے میری زبان سے کچھ سننے کی خواہش مند ہو۔

"تم نے میرے لیے کیا سوچا ہے؟"

"جو کچھ میں نے کہا تھا؟"

"ہاں۔" میں نے جواب دیا۔

"اوہ!" سینی ٹورا نے گہری سانس لی' پھر بولی۔ "یہاں اس کیمپ میں بھی میرے بہت سے آدمی ہوئے ہیں۔ اب میں تمہیں کچھ آگے کی باتیں بتانے میں بھی عار نہیں سمجھتی ایڈورڈ میں خود اپنے پورے گروہ کی سربراہ ہوں۔ یہ گروہ میرے ساتھ ہی چلتا ہے' یعنی جہاں میں جاتی ہوں' یہ مختلف شکلوں میں میرے ساتھ رہتا ہے۔ میں اس سے کام لیتی ہوں اور یہ میرے مفادات کی نگرانی کرتا ہے لیکن میرے گروہ کو یہ بات معلوم نہیں ہے کہ میں ان کی سربراہ ہوں وہ سمجھتے ہیں کہ میں باس کی اسسٹینٹ ہوں اور اس کی مرضی پر کام کرتی ہوں۔ تم یہاں تیسرے نمبر پر کہلاؤ گے حالانکہ تم دوسرے نمبر پر ہو گے۔"

"اوہ! اور میرا ساتھی؟"

"تمہارے تو دو ساتھی ہیں!"

"نہیں۔ تم صرف ایک کی بات کرو' دوسرا شاید ہمارے ساتھ نہ رہ سکے ممکن ہے ہم اسے ڈنمارک چھوڑ دیں۔"

"اوہ! تو تمہارا ڈنمارک جانے کا ارادہ ہے؟" وہ بیساختہ بولی اور مجھے احساس ہوا کہ میں جلد بازی میں ایک غلطی کر بیٹھا ہوں۔ گویا میں نے ظاہر کر دیا تھا کہ میرے ذہن میں بہرحال کوئی پروگرام ہے اور اب اس بات کو کسی شک کا موقع دیئے بغیر فوری طور پر نبھانا تھا' چنانچہ میں نے ایک گہری سانس لیکر کہا۔ "ہاں اگر یہاں ان الجھنوں میں نہ پھنستا تو شاید اس وقت ڈنمارک میں ہوتا۔"

"چند روز اور سہی ڈیر! اس کے بعد ہم ڈنمارک ہی چلیں گے۔"

"بیکرو ہیں کا باشندہ ہے۔"

"ہاں تم نے بتایا تھا۔ بہرحال ٹھیک ہے' جتنا وقت یہاں گزارو آرام سے گزارو' کسی طور فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں۔ میرے ساتھی تمہاری نگرانی کریں گے۔ میں انہیں خصوصی ہدایات جاری کر دوں گی۔"

"اوکے سینی ٹورا! میرا خیال ہے اب اس موضوع کو ختم کیا جائے۔ کیا تم مجھے گٹار سناؤ گی؟"

"ارے ہاں۔" وہ مسکرائی۔ "یہ تو میں بھول ہی گئی تھی۔ سچی بات تو یہ ہے کہ تم میں بے پناہ صلاحیتیں ہیں۔ تم انسان کو مطیع کرنے کے بے شمار گر جانتے ہو۔ اس وقت چونکہ میری توہین ہوئی تھی' میں برداشت نہیں کر سکی تھی لیکن بہرحال تمہاری انگلیاں گٹار پر بھی خوب چلتی ہیں!"

"شکریہ!" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"تب پھر آج تم ہی گٹار سناؤ گے۔"

"اور تم بھی۔"

"تب کیوں نہ ہم ایک عمدہ پروگرام ترتیب دیں؟"

"وہ کیا؟" میں نے پوچھا۔

"ایک گٹار تمہارے ہاتھ میں ہو' دوسرا میرا ہاتھ میں۔ ہم آوارہ گردوں کو جمع کر لیں اور ان کا ناچ دیکھیں۔"

"لیکن میرے پاس گٹار نہیں ہے۔"

"میں مہیا کر دوں گی۔" سینی ٹورا نے کہا۔

"ٹھیک ہے۔ جیسی تمہاری مرضی۔" میں نے جواب دیا اور سینی ٹورا خوش ہو گئی۔ وہ خیمے سے باہر نکل اور تھوڑی دیر کے بعد واپس آ گئی۔

"گٹار ابھی پہنچ جائے گا۔" اس نے کہا اور میں نے مسکرا کر گردن ہلا دی۔ سینی ٹورا ابھی پر خیال انداز میری شکل دیکھ رہی تھی۔ پھر اس نے ایک گہری سانس لیکر کہا۔ "محسوس ہوتا ہے جیسے میں نے ابھی غلطی کی تھی۔"

"کیسی غلطی؟"

"تنہا زندگی میں اتنا لطف نہیں ہے' جتنا کسی ساتھی کی معیت میں۔ اب تک میں نے کسی ساتھی کی ورت ہی نہیں محسوس کی تھی لیکن اب جوں جوں میں تمہارے بارے میں سوچتی ہوں' میری مسرتوں اضافہ ہوتا ہے۔ یا پھر یوں سمجھ لو کہ تم میری زندگی کے پہلے انسان ہو جس نے میری انا توڑ دی ہے اور ارے سوا میری نگاہ میں کچھ نہیں ہے۔"

باہر سے کسی نے آواز دی اور سینی ٹورا باہر نکل گئی۔ پھر وہ ایک خوبصورت گٹار لیے اندر آ گئی اور اس نے گٹار میری خدمت میں پیش کر دیا۔ نارمل ہونے کے بعد یہ لڑکی بے حد حسین نظر آنے لگی تھی۔ امت تو غیر معمولی تھی ہی چہرے کے خدوخال بھی نرم ہونے کے بعد بہت دلکش ہو گئے۔

تب اس نے اشارہ کیا اور ہم دونوں باہر نکل آئے اور پھر خیمے کے سامنے' کار کی چھت پر کھڑے ہو کر ی ٹورا نے مخصوص انداز میں ہانک لگائی اور گٹار کے تار چھیڑ دیئے۔

اور ننگے بھوکے آوارہ گرد چیلوں کی طرح لپکے انہوں نے دیکھا تھا کہ جب گٹار بجا تھا تو چرس بھی تقسیم ئی تھی اور آج کا دن بھی خالی نہیں تھا۔ کئی آدمیوں نے سینی ٹورا کے نام پر چرس تقسیم کی اور دھویں کے ل بلند ہونے لگے۔ تب سینی ٹورا نے مسکراتے ہوئے میری طرف دیکھا اور گٹار پر ایک دھن چھیڑ دی۔

میں بھی گٹار کا کمال دکھانے کے لیے بے چین تھا۔ میں نے سینی ٹورا کے گٹار کی دھن پکڑی اور اسے ایت خوبصورت انداز میں بجانے لگا۔ سینی ٹورا رکی' پھر اس نے دھن تبدیل کر دی اور میرے تاروں سے ی وہی آواز نکلنے لگی اور سینی ٹورا مسکراتے ہوئے جھومنے لگی۔ "ونڈر فل ایڈورڈ۔ ونڈر فل!" اس نے سکرائے ہوئے داد دی اور پھر گٹار کے نغمے بدمستوں کی خرمستیاں بڑھاتے رہے۔

"استاد زندہ باد! استانی زندہ باد۔" کہیں سے سردارے کی آواز ابھری اور میں نے مسکراتے ہوئے گاہیں دوڑائیں لیکن سردارے نظر نہ آسکا۔ آوارہ گردوں نے اب رقص شروع کر دیا تھا۔ نشے میں ڈوبے وئے بدمست لوگ چیخ رہے تھے' تھرک رہے تھے۔ ان میں عورتیں بھی تھیں' مرد بھی تھے۔ سب دیوانے و گئے تھے اور یہ کھیل میرے لیے نیا نہیں تھا۔ میں انسان کو اس عجیب حالت میں پہلے بھی کئی بار دیکھ چکا تھا۔ پھر سینی ٹورا ہی تھک گئی اور اس نے اپنا گٹار کار کی چھت پر ڈال دیا۔ وہ محبت بھری نگاہوں سے میری شکل یکھ رہی تھی اور آخر میں نے بھی گٹار بند کر دیا۔ سینی ٹورا نے تالیاں بجائی تھیں۔

"ونڈر فل ایڈورڈ۔ ونڈر فل! تم واقعی کمال کے انسان ہو۔ میں نے اتنی خوبیاں کسی انسان میں یکجا نہیں دیکھی ہیں۔ واقعی تم کمال کے انسان ہو۔"

"شکریہ ٹورا!" میں کار کی چھت سے نیچے اتر آیا اور ہم دونوں اندر خیمے میں پہنچ گئے۔ رات خاصی ہو

گئی تھی۔ میں نے سینی ٹورا کی طرف دیکھا اور پھر ایک گہری سانس لیکر بولا۔ "اب اجازت دو سینی ٹورا!"

"ایں؟" وہ چونک پڑی۔ چند ساعت میری طرف دیکھتی رہی' پھر آہستہ سے بولی۔ "کیا تمہارے ساتھی تمہارا انتظار کر رہے ہوں گے؟"

"ساتھی؟" میں نے گہری سانس لی۔ "کون کسی کا انتظار کرتا ہے سینی ٹورا؟"

"تب پھر جانا ضروری ہے؟ تم سے باتیں کرتے دل نہیں بھرتا۔ نیند آرہی ہے؟"

"نہیں!"

"جب کوئی بات نہیں ہے تو پھر اجازت کیوں؟" وہ مسکراتے ہوئے بولی۔

"تم بھی تو اکتا سکتی ہو سینی ٹورا۔ مہمان آتے ہیں تو جانا بھی ضروری ہوتا ہے۔" میں نے جواب دیا اور وہ مجھے عجیب سی نگاہوں سے دیکھنے لگی۔ میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ آگئی تھی۔ "کیوں؟ میں نے کوئی غلط بات کہہ دی؟"

"ہاں۔ ممکن ہے دستور دنیا یہی ہو لیکن میں مختلف فطرت کی مالک ہوں۔"

"یعنی؟"

"میں بتا چکی ہوں۔ میری پوری زندگی عجیب رہی ہے۔ سنو ایڈورڈ! کوئی مرد' میری زندگی میں' میرے مرد کی حیثیت سے نہیں آیا۔ سنا تم نے۔ میں آج تک ان چھوئی ہوں۔ میرا دل خالی تھا۔ بالکل خالی۔ اپنے علاوہ کسی کو نہیں چاہا۔ کسی سے پیار نہیں کیا۔ اپنی فطرت کا بارہا تجزیہ کیا۔ میرے سینے میں بھی جذبات ابھرے' بعض مردوں کے بارے میں سوچا' جذبات نے بارہا سر ابھارا۔ میں نے انہیں پرکھا لیکن مردوں کی جو قسم میں چاہتی تھی' وہ ان میں نہ پا سکی۔ سو میں نے انہیں دور جھٹک دیا۔ پھر میں نے سوچا کہ شاید میری پسند کا مرد ہی روئے زمین پر نہیں ہے۔ یا پھر میری سوچ نارمل نہیں ہے۔ میں اس دنیا کے انسانوں کی طرح نہیں سوچتی لیکن اس کے بعد بھی۔ اس خیال کے بعد بھی میں خود کو' اپنے خیالات کو تبدیل کرنے پر آمادہ نہ کر سکی۔ تب میں نے مردوں کے بارے میں سوچنا ہی چھوڑ دیا اور کوشش کرنے لگی کہ میرا عورت پن نہ ابھرے۔ یوں میں کسی حد تک مرد بن گئی۔" سینی ٹورا خاموش ہوئی' پھر ہنس پڑی۔ "کیا میں عجیب نہیں ہوں۔ عورت ہوں لیکن خود کو مرد سمجھتی ہوں۔ مرد سمجھ کر مرد کے بارے میں نہیں سوچ سکتی اور نہ عورت کے بارے میں۔ کیسی دلچسپ بات ہے۔ پھر میں کسی کے بارے میں سوچوں۔ صرف اپنے بارے میں نا۔ کیوں ایڈورڈ۔ اس کے علاوہ میرے پاس سوچنے کے لیے کچھ رہ گیا تھا؟"

میں غور سے اس کا جائزہ لے رہا تھا۔ سینی ٹورا کی ذہنی کیفیات کا کسی حد تک احساس ہو رہا تھا۔ اگر یہ عورت کوئی بڑی اداکارہ نہیں ہے تو پھر بری عورت نہیں ہو سکتی' لیکن آخری فیصلہ میں اب بھی نہیں کر سکتا تھا۔ میں نے آخری فیصلہ ہی کرنا چھوڑ دیا تھا۔ اس دنیا کی اتنی شکلیں ہیں اور ایسی ایسی عجیب ہیں کہ کسی شکل کو صحیح سمجھ لینا دنیا کی سب سے بڑی حماقت ہے اور میں خود اپنی نگاہوں میں احمق بننا نہیں چاہتا تھا۔

"تم خاموش ہو ایڈورڈ!" اس نے مجھے چند منٹ کے بعد ٹوکا۔

"ایک بات بتاؤ۔" سینی ٹورا کا لہجہ اچانک بدل گیا۔

"ہوں۔"

"کسی سے عشق تو نہیں کرتے؟"

"نہیں۔" میں نے جواب دیا۔ "عورت ——— آئی ہے تمہاری زندگی میں ——— میرا مطلب

ہے' تم میرا مطلب سمجھ رہے ہو گے۔ یعنی تم نے کسی عورت کے بدن کی پیمائش کی ہے؟"

"بارہا۔" میں نے لاپرواہی سے جواب دیا۔ میں اس سے کیوں چھپاتا اور یہ بھی کوئی چھپانے کی بات تھی۔

"اوہ ——— ڈیر ——— ونڈرفل! لیکن بھروسہ کرو' میں آج تک مرد کے لمس سے ناواقف ہوں۔ تمہیں بتا ہی چکی ہوں۔" اس نے عجیب سے انداز میں کہا اور میں نے ایک گہری سانس لی۔ میں سوچ رہا تھا کہ اب وہ مطلب پر آتی جا رہی ہے اور تھوڑی دیر کے بعد یہ پکا پھل میری آغوش میں آگرے گا اور اس حسین عورت کے تصور سے میرے بدن میں سرور کی لہریں دوڑنے لگیں۔ بلاشبہ ہر لحاظ سے حسین ترین عورت تھی اور اگر سچ بھی بول رہی ہے تو کیا کہنے!

"میں کہہ چکا ہوں تم عجیب ہو۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "لیکن تم نے اس بات پر کوئی اعتراض نہیں کیا؟"

"کونسی بات؟"

"ظاہر ہے عورت کے معاملے میں ——— میں بھی ایک عام مرد ہوں۔"

"ہرگز نہیں ——— اگر تم عام مرد ہوتے تو اس بات کو چھپانے کی کوشش کرتے' خود کو فرشتہ ظاہر کرتے اور یقیناً میں تمہاری زندگی کی پہلی عورت نہ ہوتی۔ تم مرد ہو۔ قطعی نارمل ——— یوں سمجھو' اس امتحان بھی تم پورے اترے ہو۔ تم صرف حقیقت کہتے ہو' کیونکہ تم مرد ہو اور مرد عورت سے خوف نہیں کھاتے' خود کو پارسا ظاہر کرکے اس کا دل جیتنے کی کوشش نہیں کرتے' بلکہ اپنی مردانگی پر بھروسہ کرتے ہیں۔"

"بس کرو بھئی۔ تم نے تو میری اتنی خوبیاں گنا دیں کہ اب میں خود کو سپرمین سمجھنے لگا ہوں۔"

"تم واقعی سپرمین ہو۔" وہ پیار بھرے انداز میں مسکراتے ہوئے بولی اور میں گردن ہلانے لگا۔ وہ مجھے آمادہ کر رہی تھی۔ بلاشبہ وہ چالاک عورت ہے' میں نے سوچا اور اسے باتیں بنانے کا گر آتا ہے لیکن کیا درحقیقت وہ مرد نا آشنا ہے؟ ممکن نہیں ہے۔ بہرحال۔

"کیا تم تھکن محسوس کر رہے ہو ایڈورڈ؟ اگر یہ بات ہے تو آرام کرو۔ جب تمہارے خیمے میں کوئی تمہارا منتظر نہیں ہو گا تو پھر تم آرام کیوں نہیں کرتے!"

"اوہ ——— شکریہ سینی ٹورا!" میں نے گہری سانس لیکر جوتے اتار دیئے اور پھر کینوس کے خوبصورت پلنگ پر دراز ہو گیا' جو شاید سینی ٹورا کا تھا۔ سینی ٹورا مسکرا دی تھی۔

"یہاں' اس ٹینٹ میں' کسی کو بے تکلفی سے بیٹھنے کی جرات بھی نہیں ہوتی۔ تم کس آرام سے لیٹے ہو۔ بہرحال ان باتوں کو چھوڑو۔ تم نے کیا فیصلہ کیا؟"

"کس بارے میں سینی ٹورا؟" میں نے پوچھا۔

"میرے ساتھ کام کرو گے؟"

"کیا حرج ہے لیکن تمہیں تفصیل بتا چکا ہوں۔ تم الجھن میں پڑ جاؤ گی۔"

"ان الجھنوں سے میں خود نمٹ لوں گی۔ تم جواب دو۔"

"ٹھیک ہے۔ میں تیار ہوں۔"

"ونڈرفل!" اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "تمہارے اس جواب سے مجھے بے حد مسرت ہوئی ہے۔

باقی معاملات کی تم فکر مت کرو۔ میرے ہاتھ لامحدود ہیں۔"

"تمہیں میرے اور میرے ساتھیوں کے لیے پاسپورٹ بنوانے پڑیں گے!"

"کل فوٹو گرافر سے کہہ دوں گی تمہارے تصویریں اتار لے۔ پاسپورٹ بن جائیں گے۔"

"اور انٹرپول؟" میں نے کہا۔

"اس کے بارے میں بھی سوچیں گے ڈیر۔" اس نے گہری سانس لیکر کہا۔

"تب آؤ۔ آرام کریں۔ سوچنے کا کام کل پر۔" میں نے اسے بستر پر دعوت دی اور وہ مسکرا پڑی۔

"سوری ڈارلنگ! میں تمہیں بتا چکی ہوں کہ آج تک میں مرد کے لمس سے دور رہی ہوں۔ اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ عورت نہیں ہوں۔ ممکن ہے تمہارا قرب میرے جذبات بھڑکا دے اور یقیناً ایسا ہوگا لیکن ابھی مناسب نہیں ہے۔ ابھی ہم ایک دوسرے کو پرکھیں گے۔ ویری سوری۔۔۔۔۔۔ آں۔۔۔۔۔" اس نے گردن ٹیڑھی کر کے مسکراتے ہوئے کہا اور میری کھوپڑی بھک سے اڑ گئی۔

یہ کیا بکواس کر رہی ہے۔ اگر یہ بات ہے تو پھر مجھے یہاں اس خیمے میں جھک مارنے کی کیا ضرورت ہے۔ میں اسے گھورنے لگا۔

"اوکے ڈیر! اجازت؟" اس نے کہا اور میں نے گردن ہلا دی۔ کسی خیال نے مجھے اپنا رویہ تبدیل کرنے پر مجبور کر دیا تھا۔ وہ باہر نکل گئی اور میں گہری گہری سانسیں لیکر خود کو سرد کرنے کی کوشش کرنے لگا۔ میں نے سوچا۔ وہ کوئی بھی ہے۔ اگر اس کا تعلق انٹرپول سے بھی ہے اور وہ کوئی گہری چال لیکر میرے ساتھ شریک ہوئی ہے' تب بھی کوئی حرج نہیں ہے۔ کم از کم پاسپورٹ تو بن جائیں گے اور پھر اس کے بعد دیکھا جائے گا۔ فی الحال اس کا سہارا مناسب ہے۔ اسمگلر بھی ہے تب بھی کوئی حرج نہیں ہے۔ کم از کم انٹرپول کے چنگل سے تو نجات مل جائے گی اور وہ سوچیں گے کہ بہرحال ہم عام لوگ ہیں جو کوئی بھی جرم کر سکتے ہیں۔ پھر زیادہ سے زیادہ یہ ہوگا کہ ہمیں کسی مقامی پولیس کے حوالے کر دیا جائے گا۔ رات کے نہ جانے کون سے پہر تک میں جاگتا رہا۔ میرے کانوں نے' میری آنکھوں نے سینی ٹورا کا انتظار کیا تھا۔ ممکن ہے وہ انوکھی ہے اور انوکھی عورت آجائے۔ ممکن ہے اس کے جذبات اسے نہ سونے دیں لیکن درحقیقت وہ انوکھی تھی۔ نہ آئی۔۔۔۔۔ میں سو گیا اور صبح ہو گئی۔ میں بہت دیر تک کینوس کے بستر پر کروٹیں بدلتا رہا۔ پھر اس نے کمرے میں جھانکا اور مجھے جاگتا پا کر اندر آ گئی۔ اس کے ہونٹوں پر ایک دلآویز مسکراہٹ تھی۔

"اور تم سکون کی نیند سو گئے؟" اس نے مسکراتے ہوئے پوچھا اور میں کسی قدر جھنجلاہٹ محسوس کیے بغیر نہ رہ سکا۔ "لیکن میں جاگتی رہی۔"

"کیوں؟" میں نے بھاری آواز میں پوچھا۔

"بس۔۔۔۔۔ بدن میں انوکھی سرسراہٹیں جاگتی رہیں۔ یہ تصور ہی بڑا کشش انگیز تھا کہ مجھ سے کچھ دور ایک ایسا نوجوان موجود ہے جسے میں پسند کرتی ہوں اور ہمارے درمیان دوسرا کوئی موجود نہیں ہے۔"

"ہاں!"

"میرے پاس کیوں نہیں آگئیں؟" میں نے اسے گہری نگاہوں سے دیکھتے ہوئے کہا۔

"یہ مناسب نہیں تھا۔" اس نے سنجیدگی سے جواب دیا۔

"کیوں؟"

"میں اپنے برسوں کے زہد کو اس طرح' اتنی جلدی نہیں توڑ سکتی۔ پہلے میرے اعتماد کو قائم ہو جانے

دو۔ میں خود تمہاری آغوش میں چلی آؤں گی۔ ایک دیوانی چاہنے والی کی مانند!"

"ہوں۔" میں نے غراتے ہوئے کہا اور دل میں سوچا۔ احمق لڑکی۔ تو خود کو عجوبہ بنا کر پیش کرنا چاہتی ہے۔ ٹھیک ہے۔ مجھے تجھ سے کام لینا ہے ورنہ تیری ساری طراری دھری رہ جاتی۔

"اٹھو۔۔۔۔۔ ناشتے کی تیاری کریں۔ اس کے بعد میں تمہارے کام سے چلی جاؤں گی اور میں خاموش سے اٹھ گیا۔ تھوڑی دیر کے بعد ہم دونوں ناشتہ کر رہے تھے۔ ناشتے کے دوران بھی وہ میرے لیے پسندیدگی اور اپنی چاہت کے جذبات کا اظہار کرتی رہی۔ میں خاموشی ہی رہا تھا۔ اس کے بعد وہ لباس پہننے چلی گئی اور میں جوتے وغیرہ پہننے لگا۔

پھر ہم دونوں ساتھ ہی خیمے سے باہر نکلے تھے۔ باہر اس کی کار کھڑی تھی۔ میں اس کے نزدیک بیٹھ گیا اور اس نے کار اسٹارٹ کر کے آگے بڑھا دی۔ اس کا رخ میرے خیمے کی طرف تھا اور پھر اس نے مجھے خیمے کے پاس اتار دیا۔ "میں شام تک تمہارے پاس پہنچوں گی۔" اس نے کہا۔

"ٹھیک ہے سینی ٹورا!"

"اوکے۔" اس نے کار اسٹارٹ کر کے آگے بڑھا دی اور میں اسے دور تک جاتے دیکھتا رہا۔ پھر واپس مڑا تو سردارے سامنے ہی کھڑا تھا اور مجھے دیکھ کر معنی خیز انداز میں سر ہلانے لگا۔

"سودا سلف لینے گئی ہیں استانی شاید۔" اس نے مسخرے پن سے کہا۔

"جی ہاں۔ اعتراض ہے آپ کو؟" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"اعتراض ہو گا بھی تو کیا۔۔۔۔۔ اور پھر استانی کے بارے میں کسے اعتراض ہو سکتا ہے۔ باقی استاد۔ دیکھو یہ گر بتا دو۔ ورنہ قسم سے اچھا نہ ہو گا۔"

"اوہ! معلوم ہوتا ہے تم رنڈوے ہی پھرتے رہے ہو۔"

"خیر اب ایسا بھی گیا گزرا نہیں ہے تمہارا غلام' لیکن محبوبہ ایسی بدبودار تھی کہ دن کی روشنی میں اسے برداشت نہیں کر سکا اور خاموشی سے کھسک آیا۔" سردارے نے جواب دیا۔

"ہوں!" میں نے گردن ہلائی۔

"ویسے استاد۔ تمہاری سی قسمت کہاں سے لا سکتے ہیں۔ ہائے رات کو استانی بھی قیامت لگ رہی تھی اور تمہارا تو جواب ہی نہیں تھا۔"

"اور تمہاری حماقت کا بھی کوئی جواب نہیں تھا۔" میں نے اسے گھورتے ہوئے کہا۔

"کیا مطلب؟"

"ضروری نہیں ہے کہ اس پورے کیمپ میں اردو داں صرف ہم ہی ہوں۔"

"اوہ۔۔۔۔۔ ہاں۔۔۔۔۔ اعتراف۔۔۔۔۔ اعتراف استاد۔ بات ٹھیک ہے۔ آئندہ احتیاط رکھوں گا۔" سردارے نے فوراً کہا اور میں اس کے ساتھ اندر آ گیا۔ بیکر نے حسب معمول منحنی سی مسکراہٹ سے ہم دونوں کا استقبال کیا۔

"ناشتہ لگاؤں ماسٹر؟" اس نے پوچھا۔

"نہیں بیکر۔۔۔۔۔ میں ناشتہ کر چکا ہوں۔" میں نے جواب دیا اور بیکر نے گردن ہلا دی۔

"اس کی کہانیاں نہیں سناؤ گے استاد۔ ویسے تمہیں معلوم ہے کہ میں عورتوں کی کہانیوں سے اشتیاق نہیں رکھتا لیکن سینی ٹورا جیسی عورت کی کہانی خاصی دلچسپ ہو گی۔"

"اسمگلر ہے۔" میں نے جواب دیا۔

"ونڈر فل!" سردارے نے ہونٹ سکوڑ کر کہا۔

"یہاں اس کے بہت سے آدمی موجود ہیں۔"

"یقیناً ہوں گے۔" ورنہ بہرحال عورت ہے۔ ایک دو نہیں' دس بارہ آدمی مل کر تو اسے زیر کر سکتے ہیں۔" سردارے نے کہا۔

"اور اہم بات یہ ہے کہ ہم اس کے گروہ میں شامل ہو گئے ہیں۔" میں نے کہا اور سردارے چونک پڑا۔ کئی منٹ تک میری شکل دیکھتا رہا' پھر بولا۔

"البتہ یہ بات سمجھ میں نہیں آئی۔"

"اب ہم اس کے لیے کام کریں گے۔"

"سنجیدگی سے استاد؟"

"ہاں!"

"میرا ذہن نہیں قبول کرتا۔ یہ ——— یہ کیسے ممکن ہے؟"

"تمہیں ہر حال میں زبان پر قابو رکھنا ہے سردارے!"

"اوہ! تو کیا وہ مشکوک ہے استاد؟"

"تیرے علاوہ میں دنیا بھر میں کسی پر اعتماد نہیں کر سکتا سردارے!"

"سردارے استاد کا سایہ ہے مگر کوئی خاص بات؟"

"بالکل نہیں۔ بس میں کوئی کمزور پہلو نہیں چھوڑ سکتا۔ وہ کوئی بھی ہے' مضبوط ہے اور ہمیں اس وقت کسی مضبوط سہارے کی ضرورت ہے۔ کیا تم اس سے انکار کرو گے؟"

"ہرگز نہیں!"

"میں نے اس کی ملازمت قبول کر لی ہے۔"

"ٹھیک ہے استاد ——— اور اس نے۔؟" سردارے نے مسکراتے ہوئے سوال کیا۔ "اس نے میری دوستی قبول کی ہے۔ صرف دوستی ———!"

"صرف دوستی۔؟"

"ہاں ——— صرف دوستی۔!"

"گویا اس نے دوستی میں سب کچھ قربان کر دیا ہے۔؟"

"نہیں ——— وہ قربانی کی قائل نہیں ہے۔"

"تو پھر استاد رات بھر اس کے خیمے میں کیا کرتے رہے۔؟" سردارے بدستور مسخرے پن سے بولا۔ اسے شاید میری بات پر یقین نہیں آ رہا تھا۔

"چین کی بنسی بجاتے رہے۔"

"یہ بات استاد کی شان کے خلاف ہے۔"

"جو کچھ کہہ رہا ہوں ٹھیک کہہ رہا ہوں۔ اور اب تم فضول بکواس کر کے میرے کان نہ کھاؤ۔" میں نے سردارے سے کہا۔ اور سردارے گردن ہلانے لگا۔

"عجیب استانی۔ اور استاد کی جھلاہٹ سے پتہ چلتا ہے کہ واقعی وہ رات بھر چین کی بنسی بجاتے رہے

ٹھیک ہے استاد ——— بنسی بجاتے بجاتے آدمی تھک جاتا ہے۔ اس لئے تم آرام سے سو جاؤ۔ آؤ یار ——— استاد کو سونے دو' ہم آوارہ گردی کرنے چلتے ہیں۔ ابے آؤ ———!" سردارے نے بیکر کا پکڑا اور خیمے سے باہر نکل گیا۔ مجھے ہنسی آ گئی تھی۔ بہت ہی بدمعاش ہو گیا تھا یہ سردارے' میں بستر پر کر سو گیا اور نہ جانے کیوں اتنی گہری اور طویل نیند آئی۔ جس وقت میں جاگا شام کے چار بجے تھے' اور ر کا کھانا گول ہو جانے کی وجہ سے پیٹ میں چوہے دوڑ رہے تھے۔

بیکر مجھے دوپہر کے کھانے کے لئے ضرور جگاتا۔ لیکن سردارے نے منع کر دیا ہو گا! اس وقت بھی وہ ں موجود نہیں تھے۔ البتہ کھانا نہایت احتیاط سے ڈھکا ہوا تیار رکھا تھا! یہ بیکر درحقیقت ایک سگھڑ بیوی سی حیثیت رکھتا تھا۔ پوری زندگی اس نے یہ کام نہ کئے ہوں گے' لیکن میں اس کے ذہن کو پڑھ رہا تھا۔ وہ ے تعاون سے اس قدر متاثر ہوا تھا کہ اندرونی طور پر اس کے اندر ہماری خدمت کا جذبہ پیدا ہو گیا تھا اور جیسے فضول لوگوں کی خدمت اس کے علاوہ اور کیا کی جا سکتی کہ ہمارے نابدانوں کا خیال رکھا جائے۔ ال وہ عمدہ انسان تھا!

پانی سے منہ ہاتھ وغیرہ دھویا ——— کھانے کی پلیٹیں دیکھیں' کھانا عمدہ تھا۔ لیکن ٹھنڈا ہو کر بیکار ہو چکا میں نے فیصلہ کیا کہ کسی ریستوران میں چل کر کچھ کھایا پیا جائے۔ اگر اس وقت کھانا کھا لیا تو طبیعت ل ہو جائے گی۔ اس ——— خیال سے میں خیمے سے نکل آیا۔ اور ایک ریستوران کی طرف چل پڑا۔

لیکن تھوڑی ہی دور گیا تھا کہ سینی ٹورا کی کار کے ہارن کی مخصوص آواز سنائی دی۔ اور میں رک گیا۔ وہ وحشیانہ انداز میں کار دوڑاتی آ رہی تھی' اور لوگ دوڑ دوڑ کر جان بچا رہے تھے۔ اور پھر کار میرے نزدیک رک گئی۔

"ہیلو ———" اس نے چہکتے ہوئے لہجے میں پکارا۔

"ہیلو ٹورا ———" میں نے جواب دیا۔

"آؤ ———" وہ دوسری طرف کا دروازہ کھولتے ہوئے بولی۔ اور میں اس کے برابر جا بیٹھا ——— "
ل جا رہے تھے۔؟"

"ریستوران ——— دوپہر کا کھانا نہیں کھایا ہے۔"

"اوہ ———" اس نے کار آگے بڑھاتے ہوئے کہا۔ "کھانا کیوں نہیں کھایا۔؟"

"سو گیا تھا۔" میں نے جواب دیا۔

"میں جاگ رہی تھی۔ لیکن پھر بھی میں نے کھانا نہیں کھایا۔"

"اوہ ——— کیوں ———؟"

"بس مصروف رہی۔ میں اسی ٹائپ کی انسان ہوں' کسی کام کے پیچھے پڑ جاتی ہوں' تو اسے کر کے ڑتی ہوں۔"

"خوب ——— کوئی کارنامہ انجام دے دیا۔؟" میں نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔ "کارنامہ نہ ——— کوئی فرق نہیں پڑے گا۔ بس یوں سمجھو جس کام کے لئے نکلی تھی' وہ کر ڈالا ———"

"یعنی پاسپورٹ ———؟"

"ہاں ———"

"ویری گڈ ——— لیکن تم نے شاید ایک بات پر غور نہیں کیا ہے مس سینی ٹورا؟"

"کونسی بات۔؟"

"ہماری شکلیں ——— ان کا کیا ہو گا۔ اور ہاں تمہیں تصویریں کہاں سے مل گئیں؟"

"بس اس بارے میں پوری گفتگو کھانے کے بعد ہو گی۔ میں بھی سخت بھوکی ہوں۔ کام سے فار
ہوتے ہی سیدھی تمہارے پاس آئی ہوں۔" سینی ٹورا نے کہا اور میں خاموش ہو گیا۔ ریستوران میں داخ
ہو کر سینی ٹورا نے کھانے کا ایک عمدہ آرڈر دیا۔ اور پھر ایک طویل سانس لیکر کرسی کی پشت سے ٹک گئی۔

پھر اس وقت تک اس نے آنکھیں بند رکھیں' جب تک کھانا نہ آ گیا اور کھانا آتے ہی وہ وحشیوں ک
طرف ٹوٹ پڑی۔ میں اطمینان سے کھانا کھا رہا تھا۔ اور اس کی یہ وحشت دیکھ کر مسکرا رہا تھا۔ وہ پلیٹیں صاف
کرتی رہی اور آرڈر دیتی رہی۔ میں نے اسے تعجب سے کھاتے دیکھا تھا۔! کافی دیر کے بعد وہ فارغ ہوئی جبکہ
میں اس سے کافی پہلے فارغ ہو چکا تھا۔! اور پھر اس نے پانی کے دو گلاس پینے کے بعد گہری سانس لی۔ "بہت
خوب ———" میں نے مسکراتے ہوئے کہا اور وہ بھی پھیکے انداز میں مسکرا دی۔

"کیوں ———؟" اس نے پوچھا۔

"اس وقت تم پتھر کے دور میں چلی گئی تھیں۔"

"بھوکی ہوتی ہوں تو اسی طرح کھاتی ہوں۔" اس نے بدستور مسکراتے ہوئے کہا۔

"اور اگر وقت پر کھانے کو نہ ملے۔؟"

"تو سامنے والے کو کھا جاتی ہوں۔" وہ ایک دم ہنس پڑی۔

"اوہ ——— تب تو ہر وقت تمہارے لئے کھانے کا بندوست رکھنا ہو گا۔ نہ جانے کس وقت بھوک
لگ جائے۔ اور تمہارے سامنے میں ہوں۔" میں نے کہا۔

"تمہیں نہیں کھاؤں گی۔" وہ پیار بھری نگاہوں سے مجھے دیکھتے ہوئے بولی۔ "خواہ کتنی ہی بھوک
ہو۔؟"

"ہاں ———!" اس نے ایک ادائے محبوبانہ سے گردن ہلائی۔

"تب ٹھیک ہے۔ اب بتاؤ کیا پروگرام ہے۔؟"

"ہمیں برلن چلنا ہے۔" اس نے پرس میں کوئی چیز تلاش کرتے ہوئے کہا۔

"اوہ ——— کب ———؟"

"بس ——— کل ———" اس نے اطمینان سے کہا۔

"کیا کام ہے۔؟"

"مال پہنچانا ہے۔ بہت دن گزر چکے ہیں' کل کام کر ہی لیا جائے۔"

"کون کون چلے گا۔؟"

"صرف تم ——— کیونکہ ہمیں واپس یہیں آنا ہے۔ یہاں سے ان دونوں کو ساتھ لے لیں گے۔"

"جیسی تمہاری مرضی ———" میں نے گہری سانس لیکر کہا۔

"نہیں ——— تمہیں کوئی اعتراض تو نہیں ہے۔" اس نے بڑی اپنائیت سے پوچھا۔ "کوئی اعتراض
نہیں ہے۔ لیکن میرا خیال ہے ابھی اپنے ساتھیوں کو کچھ نہ بتایا جائے۔"

"ضرورت ہی کیا ہے۔ صرف اتنا بتا دو کہ کہیں جا رہے ہو۔ کام خاموشی سے ہی ہو تو بہتر ہے۔"

"ٹھیک ہے۔" میں نے آمادگی ظاہر کر دی۔ بہرحال صورتحال ایسی ہی تھی' جن حالات میں پھنس گیا

ے تحت کوئی بھی سہارا خاصی حیثیت رکھتا تھا۔ کھانے کے بعد ہم نے کافی پی ——— اور پھر تھوڑی
ں ادھر ادھر کی گفتگو کرتے رہے۔ پھر سینی ٹورا نے ویٹر سے بل لانے کا اشارہ کیا اور اپنا پرس کھول کر
ں کر دی۔ "سینی ٹورا ———" میں نے سنجیدگی سے اسے پکارا۔

"ہوں۔" وہ پرس سنبھال کر اٹھتے ہوئے بولی۔

"تمہارے ساتھ رہنے اور کام کرنے پر مجھے کیا معاوضہ ملے گا؟"

"ارے ——— کیوں؟ کیوں میری جان ——— یہ سوال کیوں کیا۔؟"

"سنو ——— میرے پاس کرنسی موجود ہے۔ چنانچہ میری درخواست ہے کہ کبھی ریستوران میں
ے ساتھ جاؤ تو بل مجھے ادا کرنے دیا کرو۔ ملازم سمجھتی ہو تو مجھے کچھ معاوضہ پیشگی ادا کر دو اور اگر میں بل
ے کی کوشش کروں تو اس میں رخنہ اندازی نہ کرو۔" میں نے یہ الفاظ بڑی سنجیدگی سے ادا کئے۔ اور وہ
ی رک گئی۔ پھر بڑے نشیلے انداز میں مسکرائی۔ "مرد کی انا زخمی ہوتی ہے۔؟" اس نے مسکراتے ہوئے

"ہاں ———" میں نے غراتے ہوئے کہا۔

"ہائے ———" وہ سسکاری بھرتی ہوئی بولی۔ "خدا کی قسم مکمل انسان ہو ——— آئندہ یہ جرات
ں کروں گی میری جان ——— رہی معاوضے کی بات ——— تو آئندہ اس طرح مت کہنا۔ میں التجا کرتی
ں۔ میں تمہیں کیا دے سکوں گی۔ آؤ ———" اس نے میرا بازو پکڑ لیا۔ اس کے چہرے پر عجیب سے
انبساط کی لہریں پھیل رہی تھیں۔ "حالانکہ فی زمانہ ——— تو نوجوان لڑکے شادیوں کے لئے اشتہارات
ی یوں دیتے ہیں۔ ہے کوئی خدا کا بندہ جو اللہ کے نام پر نوکری کا بندوست کر دے' تعلیم پوری کرا دے
ان دیدے۔ کاروبار کرا دے۔ اور پھر عورت کے ذریعہ دولت مند بن کر وہ خوب اکڑتے پھرتے ہیں۔ کیا
نا میں مردانگی ہوتی ہے ایڈورڈ ——— پلیز مجھے بتاؤ۔" وہ کار کا دروازہ کھولتے ہوئے بولی۔ اور میں ہنستا ہوا
ندر بیٹھ گیا۔

"مجھے کیا معلوم۔"

"میرا بس چلے تو ایسے سارے نوجوانوں کو فرانس پہنچا دوں۔"

"کیوں ———؟ فرانس ہی کیوں۔؟" میں نے دلچسپی سے پوچھا۔

"اوہ ——— وہاں کے طوائف خانے جدید ہیں۔" سینی ٹورا نے کہا اور جب اس نے مجھے اس جدت
کے بارے میں بتایا تو میں نے ایک زوردار قہقہہ لگایا اور دیر تک ہنستا رہا۔ سینی ٹورا بھی میرے ساتھ شریک
تھی۔ اس طرح میں اپنے خیمے تک پہنچ گیا' اور سینی ٹورا نے کار روک دی۔

"رات کا کیا پروگرام ہے۔؟" اس نے پوچھا۔

"کوئی نہیں۔"

"میرا مطلب ہے رات میرے ساتھ ہی گزارو گے۔؟" اس نے بے ساختہ کہا اور میں نے گہری
نگاہوں سے اسے دیکھا۔ وہ نہ جانے کیوں دوسری طرف دیکھنے لگی۔ "میرے خیمے میں کہو۔" میں نے کہا۔

"نہیں ———!" وہ پھر ادا سے بولی۔ حالانکہ اس سے قبل وہ عجیب خونخوار شکل میں ہمارے سامنے
آئی تھی اور اس کے تصور کے ساتھ نسوانی اداؤں کو وابستہ ہی نہیں کیا جا سکتا تھا' لیکن اس وقت ایسی الہڑ
ایسی دلکش لگ رہی تھی کہ آدمی فراموش ہی نہ کر سکے۔ میں اس سے کافی متاثر ہوا تھا۔

"پھر ـــــــ؟" میں نے پوچھا۔
"میرے ساتھ۔" اس نے منہ پھیر کر کہا اور پھر دوسری طرف رخ کر کے بولی "تم اپنے ساتھیوں کو کہہ کر آجانا۔ ہم کل کسی بھی وقت برلن چلیں گے۔ میرا ـــــــ مطلب ہے تم اپنے ساتھیوں سے رخصت ہو آنا۔ کہہ دینا واپسی پر ہی ملاقات ہو گی۔" "ٹھیک ہے ـــــــ" میں نے گہری سانس لے کر جواب دیا۔ اور کار سے نیچے اتر کر خیمے کی طرف چل پڑا۔ سینی ٹورا کار اسٹارٹ کر کے آگے بڑھ گئی تھی۔
"یہ بات سمجھ میں نہیں آئی استاد۔" سردارے نے پوری بات سننے کے بعد ٹھوڑی کھجاتے ہوئے کہا۔
"کیوں ـــــــ کونسی بات الجھن کی ہے۔؟"
"تمہیں برلن لے جا کر کیا کرے گی آخر۔؟"
"اب میں اس کا معاون ہوں۔"
"تب ہم بھی تو تمہارے ساتھی ہیں۔ ہمیں بھی ساتھ لے چلے۔" سردارے نے کہا۔
"تمہارے ذہن میں جو بات ہے کھل کر کہو سردارے۔" میں نے الجھے ہوئے انداز میں کہا۔
"سوچ لو استاد ـــــــ میرے خیال میں ہم دونوں کا جدا ہونا مناسب نہیں ہے۔ ممکن ہے یہ ان کی چال ہو۔ تمہیں کہیں اور لے جا کر پھنسا دیں اور یہاں مجھے اپنے شکنجے میں جکڑ لیں۔"
"ہوں ـــــــ" میں نے پر خیال انداز میں کہا۔ "سردارے ـــــــ میرے خیال میں یہ بات نہیں ہے۔ وہ یہ سب کچھ یہاں بھی کر سکتے ہیں۔ ان کے لئے ہم دونوں کو علیحدہ علیحدہ کر دینا مشکل نہیں ہے۔ تم خود غور کر لو۔ بالفرض اگر ایسا ہو بھی جائے تو بہرحال ہم ان کے شکنجے میں تو ہر وقت ہیں۔ تم جانتے ہو تمہیں کیا کہنا ہے۔"
"ٹھیک ہے استاد ـــــــ واپسی کا پروگرام معلوم ہے۔؟"
"نہیں ـــــــ لیکن تم یہیں انتظار کرو گے۔"
"ٹھیک ہے استاد اگر تم مطمئن ہو، بس ٹھیک ہے۔ لیکن سردارے اس وقت تک پریشان رہے گا، جب تک تم واپس نہیں آجاؤ گے۔"
"میں چلتا ہوں۔" میں نے کہا۔ اور پھر بیکر کو ہدایات دے کر وہاں سے چل پڑا۔ اور تھوڑی دیر کے بعد میں پلاسٹک کے خیمے پر پہنچ گیا۔ سینی ٹورا میری منتظر تھی۔ اس وقت اس نے بالکل نئی طرز کا حسین لباس پہنا ہوا تھا اور حسب معمول خوبصورت نظر آرہی تھی۔ مجھے دیکھ کر اس نے مستی بھرے انداز میں دونوں ہاتھ بلند کر دیئے۔ اور میں آہستہ قدموں سے اس کے قریب پہنچ گیا۔ پھر میں نے اس کے دونوں ہاتھ پکڑے اور وزنی محبوبہ کو آغوش میں لے لیا۔ لیکن سینی ٹورا نے اپنی ٹھوڑی میرے کندھے پر رکھ دی۔ وہ اپنے ہونٹوں کو میرے مقابل نہیں لانا چاہتی تھی۔
اور یہ عجیب انداز تھا۔ اتنی خود سپردگی اور یہ انداز ـــــــ اس کے بدن پر میری گرفت سست پڑ گئی۔ اور میں نے اس کا چہرہ سامنے کرتے ہوئے اسے دیکھا۔ سینی ٹورا کی پلکیں جھکی ہوئی تھیں۔ اس کے ہونٹ آہستہ آہستہ کپکپا رہے تھے۔ عجیب سی کیفیت تھی اس کی ـــــــ اور پھر وہ پیچھے ہٹ گئی۔
"بیٹھو ایڈورڈ ـــــــ"
"اوہ ـــــــ ہاں ـــــــ" میں پیچھے ہٹ کر بیٹھ گیا۔
"اپنے ساتھیوں سے مل لیے۔؟" وہ آواز پر جیسے قابو پا رہی تھی۔

ـــــــ" میں نے آہستہ لہجے میں جواب دیا۔ اور وہ غور سے میری شکل دیکھنے لگی۔ پھر اس نے سانس لی، اور اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ "تم سنجیدہ کیوں ہو گئے ایڈورڈ ـــــــ؟"

کچھ نہیں ـــــــ" میں نے بھی تلخی سے مسکراتے ہوئے کہا۔ "کوئی بات نہیں ہے سینی ـــــــ"

وہ میرے لہجے پر غور کرنے لگی۔ لیکن اسی دوران میں اپنی جگہ سے اٹھا اور میں نے ایک طرف رکھا گٹار اٹھایا اور پھر دوسری طرف کھڑے ہو کر، میں نے گٹار کے تاروں کو چھیڑا۔ کوئی نغمہ نہیں تھا۔ کوئی دھن نہیں تھی، بس مشغلہ تھا۔ لیکن سینی ٹورا کی نگاہیں میرا تعاقب کر رہی تھیں۔ پھر وہ اپنی جگہ سے اٹھی، اور قریب پہنچ گئی۔ اس نے عقب سے میرے شانوں پر ہاتھ رکھ دیئے۔ گٹار کی دھن بند ہو گئی۔
ـــــــ" میں پلٹا ـــــــ "کیا پروگرام ہے۔؟"
کچھ نہیں ـــــــ!" وہ بھاری آواز میں بولی۔
آرام ـــــــ؟" میں نے نارمل آواز میں پوچھا۔
جو تم پسند کرو۔" اس نے جواب دیا۔
ہوں ـــــــ ٹھیک ہے۔ میں سونا چاہتا ہوں۔
ابھی سے ـــــــ؟" وہ آہستہ سے بولی۔
پھر جو تم پسند کرو۔"
ناراض ہو گئے ایڈورڈ۔؟"
نہیں مس سینی ٹورا ـــــــ ہرگز نہیں ـــــــ ایسی بھی کیا بات ہے۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ اس نے گردن جھکا لی۔ اور پھر آہستہ آہستہ اس کے چہرے کے تاثرات بدلنے لگے۔ پھر اس نے گردن اٹھائی اور میرے شانے کو تھپتھپاتے ہوئے بولی۔
آؤ ـــــــ" اور پھر وہ ایک طرف مڑ گئی۔ پھر اس نے اپنے سامان سے ایک خوبصورت سفید شیشے کا لیمپ نکالا اور بٹن دبا کر اسے روشن کر دیا اس کے بعد اس نے کچھ کاغذات نکالے اور میرے سامنے رکھ دیئے۔ یہ تین پاسپورٹ تھے، لیکن ان پر جو تصویریں لگی ہوئی تھیں، وہ ہماری نہیں تھیں۔
یہ تمہارے پاسپورٹ ہیں۔"
ہمارے ـــــــ؟" میں نے اسے دیکھا۔
ہاں ـــــــ تمہارے چہرے ان تینوں کے مطابق بنا دیئے جائیں گے۔"
میک اپ؟"
ہاں ـــــــ!" اس نے جواب دیا۔
تم جانو ـــــــ" میں گہری سانس لیکر بولا۔
ہاں ـــــــ تم اس بارے میں کچھ نہ سوچو۔!"
گڈ کے باس ـــــــ" میں نے شانے ہلاتے ہوئے کہا اور وہ پھر عجیب سی نگاہوں سے میری طرف دیکھنے لگی۔ میں دل ہی دل میں ہنس رہا تھا۔ بے وقوف عوت خود کو میری نگاہوں میں عجوبہ بنانا چاہتی ہے۔ دوست میں میرے جذبات بھڑکا کر مجھے کچل رہی ہے۔ لیکن مس سینی ٹورا ـــــــ پاسپورٹ میرے

ہاتھ آنے دیں اور یہاں سے نکل چلیں۔ اس کے بعد آپ کو دیکھ لوں گا کہ آپ کیا شئے ہیں۔ بہرحال عورت کے معاملے میں میری حالت اتنی خراب بھی نہیں ہے کہ میں آپ کے سامنے گڑگڑانے لگوں۔ لیکن اس کی بھی ذہنی حالت درست نہیں تھی۔ جس کے لئے اس نے شراب کا سہارا لیا۔ میں نے بھی دو جام لئے اور پھر ہم پچھلی شب کی مانند سونے کے لئے لیٹ گئے۔ بستر پر لیٹ کر میں نے ایک بار پھر برلن پروگرام پر غور کیا۔ سینی ٹورا بہرحال احمق نہیں تھی۔ اگر وہ اسمگلر تھی تو اس نے ضرور پکا کام کیا ہو گا اور انٹرپول سے اس کا تعلق ہے اور یہ سب فراڈ ہے' تب بھی مجھے کیا نقصان پہنچ سکتا ہے۔ میں تو اپنی بات پر ہوا تھا۔

دوسری صبح ہم دونوں نارمل تھے۔ سینی ٹورا کے انداز میں وہی پھرتی اور چستی تھی۔ میں بھی چاق و چو تھا۔ ناشتے سے فارغ ہو کر میں نے سینی ٹورا سے کہا۔ "کب تک چلنے کا پروگرام ہے؟"

"بس تھوڑی دیر کے بعد۔"

"میک اپ کون کرے گا۔؟"

"میں ------" اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"اوہ ------" میں نے گردن ہلادی' اور پھر در حقیقت سینی ٹورا کے اس کمال کا قائل ہو گیا۔ اس پاسپورٹ کی تصویروں کے مطابق وِگ حاصل کر لی تھیں' لیکن انہیں چہرے پر فٹ کرنے اور سنوارنے اس نے کمال کر دیا۔ میں نے آئینے میں اپنا چہرہ دیکھا اور میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

"پاس ------؟" سینی ٹورا نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"بالکل ------ اور اب مجھے تمہارے چہرے پر بھی شبہ ہونے لگا ہے۔"

"کیوں ------؟" وہ مسکراتی ہوئی بولی۔

"کہیں تم نوے سال کی کوئی بوڑھی عورت تو نہیں ہو۔ میک اپ کرنے میں تمہیں کمال حا ہے۔"

"اوہ ------ بڑے چالاک ہو۔ میرے اوپر طنز کر رہے ہو۔" سینی ٹورا نے پھیکے انداز میں مسکر ہوئے کہا اور میں بھی مسکرانے لگا۔ پھر سینی ٹورا سنبھل گئی۔ "ہمیں زیادہ سامان تو لے جانا نہیں ہے۔ نکل چلیں۔ تاکہ واپسی بھی جلد سے جلد ہو۔"

"جو حکم باس ------" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

چند معمولی سی چیزیں جن میں کھانے پینے کی چیزوں کے ڈبے' کافی کا تھرماس تھوڑے سے خشک تولیہ' ساتھ لے لی گئیں اور سینی ٹورا میرے ساتھ خیمے سے نکل آئی۔!

"خیمہ بند کرنے کی ضرورت ہے۔؟" میں نے پوچھا۔

"کس کی مجال ہے جو اس کے احاطے میں قدم رکھے۔ اگر کسی نے ایسی کوشش کی تو کسی نامعلوم سے ایک گولی آئے گی اور اس کی ٹانگ ہمیشہ کے لئے ناکارہ ہو جائے گی اور وہ زندگی بھر نہیں جان سکے گا کوئی بھی نہیں جان سکے گا کہ گولی آئی کہاں سے تھی۔"

شیخی خور عورت کی بات کا میں نے کوئی جواب نہیں دیا اور خاموشی سے اس کے ساتھ کار میں آ سینی ٹورا نے کار اسٹارٹ کر کے آگے بڑھادی۔ اور میں خاموشی سے کار سے باہر کا نظارہ کرنے لگا۔!

"پہلے تو کبھی برلن نہیں گئے۔؟" خاموشی سے اکتا کر سینی ٹورا نے پوچھا۔

"نہیں ------!" میں نے مختصراً کہا۔ اور پھر بولا "لیکن ویزا کا کیا ہو گا۔؟"

"مشکل نہیں ہے۔ سرحد پر لگوا لیں گے۔" سینی ٹورا نے جواب دیا۔

"کوئی دقت نہیں ہو گی۔؟"

"قطعی نہیں۔"

"اور وہ مال کہاں سے ملے گا۔ جس کے بارے میں تم نے کہا تھا۔"

"برلن پہنچانے کے لئے۔؟"

"ہاں ------"

"اس کے لئے بھی میں نے آسانیاں فراہم کر لی۔ ہیں دیکھتے جاؤ۔" سینی ٹورا نے مسکراتے ہوئے کہا اور اموش ہو گیا۔ میں اب اس وقت تک کوئی گفتگو نہیں کرنا چاہتا تھا' جب تک سینی ٹورا خود ہی کچھ نہ ے۔ بہرحال مجھے اس سے کام لینا تھا اس لئے فی الحال اس کا خوش رہنا ہی ضروری تھا۔ اور پھر کافی خاموشی طاری رہی۔ چوڑی سڑک آئی جو سنسان پڑی تھی اور رفتار بتانے والی سوئی نوے اور سو کے ان لرز رہی تھی اور سڑک اور کار اتنی شاندار تھیں کہ کوئی احساس ہی نہیں ہو تا تھا۔ سینی ٹورا بھی حیرت طور پر خاموش تھی۔ نہ جانے وہ کس سوچ میں ڈوب گئی تھی۔

خاصا طویل سفر تھا۔ کئی گھنٹے گزر گئے۔ تب پھر سینی ٹورا نے کار کی رفتار سست کر دی اور پھر اس نے ایک اسے سڑک کے کنارے روک دیا۔

"خیریت ------؟" میں نے کہا۔

"بڑے بے درد ہو۔" اس نے منہ پھلاتے ہوئے کہا۔

"ارے کیوں ------ کیا بات ہو گئی۔؟"

"یہ بھی نہیں سوچا ------ میں تھک گئی ہوں گی۔"

"اوہ ------ ہٹ جاؤ ------ میں کار چلاؤں۔؟"

"اب میرے کہنے سے کہہ رہے ہو۔" وہ بدستور منہ بسورتے ہوئے بولی اور میں ہنسنے لگا۔

"دراصل ------ مجھے احساس رہتا ہے مس سینی ٹورا ------ کہ کونسی بات تمہاری مرضی کے ابق ہو' کونسی اس کے خلاف ہو' اس لئے میں اپنی مرضی سے کچھ نہیں کہتا۔"

"میں جانتی ہوں تم ناراض ہو ------" اس نے اداس لہجے میں کہا۔

"نہیں ------ ایسی کوئی بات نہیں ہے۔" میں نے جواب دیا۔ اور وہ اسٹیئرنگ سے ہٹ گئی۔ میں ک کر اسٹیئرنگ پر آ بیٹھا اور سینی ٹورا نے میری جگہ سنبھال لی۔ میں نے کار اسٹارٹ کر کے آگے بڑھا دی ور وہ پیچھے رکھے ہوئے سامان کی طرف متوجہ ہو گئی۔ پھر وہ سیٹ پھلانگ کر پیچھے چلی گئی۔

عقب نما آئینے میں' میں نے اسے خوراک کے ڈبے کھولتے ہوئے دیکھا تھا۔ وقت بھی ہو گیا تھا' وک لگ رہی تھی' چند منٹ کے بعد اس نے اپنا کام ختم کر لیا۔ اور پھر وہ اگلی سیٹ پر آ گئی۔ اس نے دو عمدہ ہمبرگر بنائے تھے' ان کے ساتھ کافی کے جگ بھی تھے۔ پھر اس نے ایک ہمبرگر میرے منہ کے نزدیک کر دیا

"لو ------!"

"اوہ ------ شکریہ۔" میں نے ایک ہاتھ سے اسٹیئرنگ سنبھالا اور دوسرے سے ہمبرگر پکڑنا چاہا۔ لیکن اس نے ہاتھ جلدی سے پیچھے ہٹا لیا۔

"نہیں۔۔۔۔۔۔ میرے ہاتھ سے۔" وہ بولی۔ اور میں نے گہری سانس لیکر منہ کھول دیا۔ ہمبرگر کا کو دانتوں سے کاٹنے کے بعد میں اسے چبانے لگا اور اس نے دوسرے ہاتھ سے اپنا ہمبرگر کھانا شروع کر دیا۔! عجیب بچکانہ انداز تھا۔ وہ خود بھی کھا رہی تھی۔ مجھے بھی کھلا رہی تھی۔ ساتھ ہی اپنی کافی بھی پی رہی تھی اور مجھے بھی پلا رہی تھی' اور اس وقت اس کے انداز میں خالص بچکانہ پن تھا۔۔۔۔۔۔! لیکن میں نے جذبات کے دروازے بند کر لیے تھے۔ میں نے اس کی ان اداؤں پر بھی غور نہیں کیا۔ پھر کھانا ختم ہو گیا۔ "کافی اور دوں۔۔۔۔۔؟" اس نے پوچھا۔

"نہیں۔۔۔۔۔۔ مگ کافی بڑے تھے۔"

"ہاں۔۔۔۔۔۔ تم تھکن تو نہیں محسوس کر رہے۔؟"

"کیوں۔۔۔۔۔؟"

"میں محسوس کر رہی ہوں۔" اس نے دونوں مگ پیچھے ڈالتے ہوئے کہا۔ میں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ تو وہ پھر بولی۔ "ویسے تمہاری ڈرائیونگ بہت شاندار ہے۔ بین الاقوامی معیار پر بالکل فٹ۔"

"ہوں۔۔۔۔۔۔" میں مختصراً بولا۔

"میں لیٹ جاؤں۔؟"

"ضرور۔۔۔۔۔۔" میں نے گہری سانس لیکر کہا۔ میرا خیال تھا کہ وہ پچھلی سیٹ پر جا کر لیٹ جائے گی۔ لیکن سینی ٹورا نے کار کا دروازہ لاک کیا۔ اس کی طرف کھسکی' ٹانگیں سکوڑیں اور اطمینان سے میری گود میں سر رکھ کر لیٹ گئی۔ اس کا پورا چہرہ میری آغوش میں تھا اور خوبصورت بال دوسری طرف لٹک گئے تھے۔ اور پھر اس نے سکون سے آنکھیں بند کر لیں۔ یہ صورتحال میرے لئے زیادہ اچھی نہیں تھی۔ تاہم ڈرائیونگ میں کوئی دقت نہیں تھی۔ میری "دقت" سینی ٹورا بخوبی محسوس کر رہی تھی' لیکن لاپرواہ بنی ہوئی تھی۔ وہ خاموشی سے لیٹی رہی اور میں نے کار کی رفتار بڑھا دی اب سپیڈو میٹر کی سوئی ایک سو دس اور بیس کے درمیان تھی۔ میں ذہن پر قابو رکھنے کی کوشش کر رہا تھا اور سینی ٹورا کے کان سرخ ہوتے جا رہے تھے اس کے چہرے پر تمتماہٹ تھی اور سانس بے حد گرم تھے۔ پھر اس کا ایک ہاتھ آگے بڑھا اور میری کمر سے آلپٹا۔ اس نے ہاتھ کی گرفت کافی تنگ کر لی تھی' اور میری سمجھ میں نہیں آ رہا تھا میں کیا کروں۔ چنانچہ میں کار کی رفتار بڑھائے جا رہا تھا۔ سفر جاری تھا۔ اور میری اور سینی ٹورا کی مشکل یوں آسان ہوئی کہ ہم مشرقی جرمنی کی سرحد پر پہنچ گئے۔ سرحدی محافظ نے ہمارے پاسپورٹ چیک کئے۔ "آپ کسٹم ہاؤس جا کر ویزا لگوالیں۔" اس نے کہا اور سینی ٹورا نے گردن ہلا دی' کار ایک سائڈ پر کھڑی کر کے ہم دونوں کسٹم ہاؤس چل پڑے۔!

اور پھر ویزا افسر نے ہمارے پاسپورٹ اور تصویر چیک کی' اور پھر ہمارے چہرے دیکھتے ہوئے چند فارم ہمارے سامنے کر دیئے۔ جنہیں پر کرنے کے بعد ویزا کی مہر لگا دی گئی۔ اور ہم کار کی طرف واپس چل پڑے۔ سینی ٹورا جیسے گہری نیند لے چکی تھی' اب اس کی آنکھوں میں خمار نہیں تھا۔ اور وہ چاق و چوبند نظر آ رہی تھی۔ "اب میں ڈرائیونگ کروں گی۔" اس نے کہا اور میں خاموشی سے اس کے برابر آ بیٹھا۔ سینی ٹورا نے کار آگے بڑھا دی۔ مغربی اور مشرقی جرمنی کے درمیان اس قلعہ نما سرحد کی عمارتیں بے حد ہیبت ناک تھیں۔ ہر سو گز کے فاصلے پر حفاظتی مینار تھے جن پر مشین گنوں سے مسلح محافظ پہرہ دے رہے تھے۔ ان میناروں کے نیچے سڑک پر آہنی پھاٹک تھے۔ جہاں کاغذات دوبارہ اور سہ بارہ چیک کئے جاتے تھے۔ کئی جگہوں پر سڑک کے کنارے سیمنٹ اور لوہے کے ستون اس انداز سے ڈھلوان سطح پر رکھے تھے کہ اگر کوئی

ہاؤس اور آہنی پھاٹکوں پر رکے بغیر غیر قانونی طور پر سرحد عبور کرنا چاہے تو ایک بٹن دباتے ہی ستون سے پھسل کر سڑک پر آگریں اور اس طرح فرار کا راستہ مسدود ہو جائے۔ "تم نے سرخوں کی یہ دیکھی۔؟" سینی ٹورا نے کہا۔

ہاں۔۔۔۔۔۔!" میں نے گہری سانس لی۔

کس سوچ میں ڈوبے ہوئے ہو ایڈورڈ۔۔۔۔۔۔؟"

اوہ۔۔۔۔۔ کوئی خاص بات نہیں۔۔۔۔۔۔ اس وقت میں برلن کی تاریخ میں کھویا ہوا ہوں۔"

تمہیں تاریخ سے دلچسپی ہے۔" سینی ٹورا نے کہا۔

کیوں نہیں۔۔۔۔۔۔ اور پھر برلن کی تاریخ تو ابھی نو زائیدہ ہے۔ اس کے بارے میں کسے معلوم نہیں

"

ہوں۔۔۔۔۔۔ میں تمہیں برلن کی سیر کراؤں گی۔" سینی ٹورا نے کہا۔ کار شہر برلن میں داخل ہو گئی۔

یہ ٹیئر گارڈن ہے۔۔۔۔۔۔" سینی ٹورا نے ایک خوبصورت پارک کے سامنے کار روکتے ہوئے کہا۔ ک کے دوسری جانب بڑی بڑی دوکانیں تھیں۔ سینی ٹورا نے بار بار ایک اسٹور کی طرف دیکھا تھا۔ پر بڑے نیون سائن میں ہیم اسٹورز کا بورڈ لگا ہوا تھا۔!

میں چاروں طرف دیکھ رہا تھا۔ پھر میں نے چار آدمیوں کو اس اسٹور سے باہر آتے دیکھا۔ وہ چاروں طرف ہی بڑھ رہے تھے۔ چاروں عمدہ لباس میں تھے' ایک آگے چل رہا تھا اور باقی تین اس کے ۔۔۔۔۔ چند ساعت کے بعد وہ ہمارے نزدیک آ گئے۔ سینی ٹورا لاپرواہی سے انہیں دیکھ رہی تھی۔

"مادام ٹورا۔۔۔۔۔۔" آگے والے نے گردن خم کر کے کہا۔

"کیسے ہو ہاک۔۔۔۔۔۔؟" سینی ٹورا کا لہجہ حد درجہ خشک تھا۔

"مادام کی مہربانی۔۔۔۔۔۔ ہم آپ کا انتظار کر رہے تھے۔"

"میں لیٹ تو نہیں ہوئی؟"

"ہرگز نہیں۔۔۔۔۔۔ اور ہمیں اس کا یقین تھا۔" ہاک نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔ اور پھر میری متوجہ ہو کر بولا۔ "ہیلو۔۔۔۔۔۔! مسٹر۔۔۔۔۔۔"

"گریک۔۔۔۔۔۔" سینی ٹورا نے جلدی سے کہا۔ پاسپورٹ پر بھی میرا یہی نام تحریر تھا "میرے دوست علوان۔۔۔۔۔۔" اس نے پھر کہا اور ہاک نے مجھ سے پر خلوص مصافحہ کیا۔ "میں پارک میں جا رہی پندرہ منٹ بیٹھوں گی۔ اپنے قیام کی اطلاع تمہیں فون پر دے دوں گی۔"

"ٹھیک ہے مادام۔۔۔۔۔۔" ہاک نے گردن خم کرتے ہوئے کہا اور سینی ٹورا نے مجھے اشارہ کیا۔ ہم لاٹیئر گارڈن کے ایک خوبصورت کیفے میں جا بیٹھے' شام جھک آئی تھی۔ سینی ٹورا نے یہاں بھی خاصا پر ناشتہ طلب کیا اور خوب کھایا۔ یقیناً وہ بے حد خوش خوراک تھی اور اس معاملے میں' میں اس کا ہم پلہ تھا۔

ناشتہ کرتے ہوئے وہ بار بار میری شکل دیکھ رہی تھی۔ آخر ایک بار اس نے میرے ہاتھ پر ہاتھ رکھ دیا۔ میں چونک کر اس کی شکل دیکھنے لگا۔

"کیا بات ہے ایڈورڈ۔۔۔۔۔۔؟" وہ بولی۔

"ارے۔۔۔۔۔۔ کیا ہوا۔؟"

"نہیں ------ تم مسلسل خاموش ہو۔ میں جانتی ہوں تم ناراض ہو۔ لیکن ایڈورڈ، میری جان، تو میرا بھی نہیں ہے۔ میری فطرت جس طرح تشکیل ہوئی ہے اس کے تحت میں ------ میں......"

"اوہ، سینی ٹورا ------ یہ غلط فہمی ذہن سے نکال دو۔ تم بالکل ٹھیک ہو۔ اور یقین کرو۔ میں بھی بالکل ٹھیک ہوں، نہ جانے یہ احساس کیوں بار بار تمہارے ذہن میں ابھر رہا ہے۔" میں نے بڑے خلوص سے کہا اور میں نے صاف محسوس کیا کہ سینی ٹورا کا چہرہ پھیکا پڑ گیا۔ اسے اس بات کی خوشی نہیں ہوئی تھی کہ میں اس کی وجہ سے سنجیدہ نہیں ہوں۔ کئی منٹ وہ خاموش رہی۔ پھر اس نے خود کو سنبھال لیا۔ میں دل ہی دل میں مسکرا اٹھا تھا۔

"چلیں ------؟" اس نے پوچھا۔ "تمہارے دیئے ہوئے پندرہ منٹ پورے ہونے والے ہیں۔" میں نے گھڑی دیکھتے ہوئے کہا۔ اور اس نے ویٹر کو اشارہ کیا۔ پھر مسکراتے ہوئے بولی۔

"بل ادا کر دو۔" اور میں نے بل ادا کر دیا۔ اور پھر ہم پارک سے باہر آ گئے۔ جس جگہ سینی ٹورا کی کار کھڑی ہوئی تھی، وہاں اب ایک گہرے نیلے رنگ کی مرسیڈیز کھڑی تھی۔ میں نے ایک لمحے کے لئے ہونٹ سکوڑے۔ لیکن سینی ٹورا اطمینان سے مرسیڈیز کا دروازہ کھول کر اندر بیٹھ گئی۔ اگنیشن میں چابی لگی ہوئی تھی۔ اس نے کار اسٹارٹ کر کے آگے بڑھا دی۔ خود اس کی کار کا دور دور تک پتہ نہیں تھا۔ "تمہیں حیرت نہیں ہوئی ------؟" وہ بال جھٹکتے ہوئے بولی۔

"ہوئی ہے۔" میں نے مسکرا کر کہا۔

"میری کار وہ لے گئے۔ اور اب سے تھوڑی دیر کے بعد وہ اس کی اور ہالنگ شروع کریں گے۔"

"اوہ ------!"

"ہاں ------ اس کے بے شمار پرزے بدل دیئے جائیں گے۔ بمپر اور دوسری ساری چیزیں تبدیل کر دی جائیں گی اور نکالی ہوئی چیزوں کے خول سے چرس، افیون اور انجکشن نکال لئے جائیں گے، جنہیں بڑی احتیاط سے پیک کیا گیا ہے۔ تم پوچھ رہے تھے نا، مال کہاں سے لایا جائے گا۔"

"ویری گڈ ------" میں نے پورے خلوص سے کہا۔ "بہت عمدہ ترکیب ہے۔" اس نے میری شکل دیکھی اور مسکرانے لگی، اور پھر تھوڑی دیر کے بعد کار ملٹن ہوٹل کے وسیع پارک میں داخل ہو گئی۔ اور ہم ملٹن کے کمرہ نمبر دو سو آٹھ میں مقیم ہو گئے تھے۔ خوبصورت ہوٹل تھا، سینی ٹورا نے اسے پسند کیا تھا۔

"کیا خیال ہے۔ تھکن دور کرنے کے لئے غسل سے عمدہ اور کوئی ترکیب نہیں ہے۔"

"ہاں ------ جاؤ۔ پہلے تم چلی جاؤ۔" میں نے کہا اور وہ شکریہ ادا کر کے باتھ روم میں چلی گئی۔ میں ایک آرام کرسی میں دراز ہو گیا۔ تب میں نے سوچا۔ اس لڑکی کی حرکتیں غصہ دلاتی ہیں۔ یہ خود کو عجیب عجیب تر بنا کر پیش کر رہی ہے لیکن کیا ضروری ہے کہ اس سے غصے کا اظہار کیا جائے۔ اگر وہ اداکاری کر رہی ہے، تو زیادہ مناسب یہی ہے کہ اس کی اداکاری کو قبول کر لیا جائے۔ اور وہی کیا جائے جو وہ چاہتی ہے؟ صرف اس وقت تک کی تو بات ہے جب تک ڈنمارک نہ پہنچ لیا جائے۔ خواہ مخواہ ذہن جلانے سے کیا فائدہ اور میں اپنے اس خیال سے متفق ہو گیا۔

چنانچہ جب سینی ٹورا باتھ روم سے برآمد ہوئی، تو میں نے مسکراتے ہوئے اس کا استقبال کیا۔ "ویری گڈ سینی ------ تم تو اس طرح نکھر آئی ہو جیسے موسلا دھار بارش کے بعد شفاف آسمان۔"

"اوہ ------ شکریہ ایڈی ------" اس نے مزید بے تکلفی سے میرا نام بگاڑ دیا۔ "جاؤ تم بھی غسل کر لو ------ لیکن اپنے میک اپ کا خیال رکھنا۔"

"او کے ------ او کے۔" میں نے کہا اور باتھ روم میں چلا گیا۔ اور پھر غسل کے دوران میں نے سینی ٹورا سے آئندہ رویے کے بارے میں مکمل پروگرام بنا لیا۔ اور پھر باتھ روم سے نکل کر میں اس کے سامنے آ بیٹھا۔ اندھیرا اچھیل چکا تھا۔ سینی ٹورا خاموش تھی۔ میں بھی اس کے بولنے کا انتظار کرنے لگا۔

"اب کیا پروگرام ہے ڈارلنگ ------؟" اس نے پوچھا۔

"نیچے چلیں گے۔ تمہیں اعتراض تو نہیں ہے۔؟"

"ہرگز نہیں ------ جو تمہاری رائے ------" پھر تیاریاں کر کے ہم نیچے ڈائننگ ہال میں چلے آئے۔ میز پر بیٹھ کر ایک مشروب طلب کر لیا۔ اور اس کی چسکیاں لیتے ہوئے ہال کا جائزہ لینے لگے۔ دونوں ہی خاموش تھے۔ سینی ٹورا نے کئی بار میری شکل دیکھی تھی۔ لیکن اب میرے چہرے پر کبیدگی کے آثار نہیں تھے۔ جسے اس نے محسوس کر لیا۔

رقص کے لئے موسیقی شروع ہو گئی۔ بے شمار نگاہیں سینی ٹورا کی طرف اُٹھی تھیں لیکن سینی ٹورا نے کسی طرف نگاہ نہیں اٹھائی تھی۔ پھر وہ میری طرف دیکھ کر بولی۔ "میں تم سے رقص کی درخواست کر سکتی ہوں۔"

"ضرور ------" میں نے مسکراتے ہوئے کہا اور ہم دونوں بھی رقص کرنے والوں میں پہنچ گئے۔ پھر ہم کئی راؤنڈ ناچے۔ سینی ٹورا نے بار بار میرے رقص کی تعریف کی تھی۔ پھر ہم نے کھانا کھایا۔ اور اس کے بعد ملٹن کے پارک میں نکل آئے جہاں دوسرے جوڑے بھی مصروف گلگشت تھے۔ اور پھر خاصی رات گئے کمرے میں واپس آئے۔ سینی ٹورا نے ویٹر سے شراب طلب کر لی تھی۔ "سوتے ہوئے میں چند پیگ ضرور لیتی ہوں۔" اس نے شب خوابی کا لباس پہنتے ہوئے کہا۔ اس کا سوٹ کیس اس کی کار سے اس نئی کار میں منتقل کر دیا گیا تھا جس میں میرے بھی چند جوڑے تھے، اور میں نے گردن ہلا دی۔ پھر میں بھی لباس تبدیل کرنے لگا۔

"تم بھی لو ڈارلنگ ------" اس نے میرے لئے پیگ بناتے ہوئے کہا۔

"میرے لئے مناسب نہیں ہو گا سینی ------!" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"کیوں ------؟"

"شراب کا سرور ------ ہلٹن کا خوبصورت کمرہ ------ اور پھر دنیا کا منتخب حسن ------ تینوں چیزیں یکجا ہوں، تو خطرناک حالات پیدا ہو سکتے ہیں۔ اس لئے مجھے معاف رکھو۔"

"اب تو میں شرمندہ ہونے لگی ہوں۔" سینی ٹورا نے کہا۔

"اوہ ------ نہیں سینی ------ تم اس انداز میں کیوں سوچتی ہو۔ یقین کرو۔ یہ صرف تمہارا احساس ہے ورنہ میں تمہارے اس رویے پر معترض نہیں ہوں۔ انسان کی اپنی سوچ ہے اور اسے بہرحال کسی کے لئے اپنے اصول ترک نہیں کرنے چاہئیں، اگر اصول بھی توڑ دیئے جائیں تو پھر کیا رہ جاتا ہے اپنے پاس۔"

وہ خاموشی سے مجھے دیکھتی رہی، اور پھر ایک گہری سانس لیکر بولی۔ "پتہ نہیں ------ تم مجھ پر طنز کر رہے ہو یا یہ بات پورے خلوص سے کہہ رہے ہو۔"

"یقین کرو سینی ------ میں طنز کا عادی نہیں ہوں۔"

"تب تو ------ تب تو شکریہ ------" اس کے لہجے میں پھر ہلکی سی اداسی جھلکنے لگی اور اس کے اس

انداز پر دل چاہتا تھا کہ پتھر سے اس کا سر کچل دوں۔ میں بستر میں لیٹ گیا۔ اور سینی دور بیٹھی مجھے گھورتی رہی۔ میں نے آنکھیں بند کرلیں اور پھر مجھے نیند آنے لگی۔ میں نے اس میں بھی تکلف نہیں کیا اور اطمینان سے سوگیا۔! پھر ----- نہ جانے کتنی رات گزری تھی۔ نہ جانے کیا بجا تھا۔ کسی وزن سے میری آنکھ کھل گئی۔ کمرے میں رات کا بلب جل رہا تھا۔ اور اس کی نیلی روشنی خاصی تیز تھی۔ میں نے گردن گھما کر دیکھا۔ سینی ٹورا اپنے بستر کی بجائے میرے بستر پر لیٹی ہوئی تھی۔ شب خوابی کا لباس بے ترتیب تھا اور اس کے بدن کے بہت سے حصے کھل گئے تھے۔ میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔!

آخر عورت جاگ اٹھی تھی۔ اور ----- بہر حال اب میں اتنا زبردست انسان بھی نہیں تھا کہ اس کے قرب سے اجتناب کرتا۔ اور اسے نظر انداز کر دیتا۔ وہ بڑی بے ساختگی سے مجھ سے لپٹی ہوئی تھی۔ میں نے بھی اس کی طرف کروٹ بدل لی۔ اور پھر میں نے چہرہ آگے کر کے اپنے ہونٹ اس کے ہونٹوں پر رکھ دیئے۔ لیکن سینی ٹورا کے ہونٹ سرد تھے۔ اس کے انداز میں کوئی تبدیلی نہیں تھی۔ ایک طویل بوسے نے بھی اس کے جذبات نہ جگائے' تب ----- میں نے اس کا چہرہ سامنے کیا۔ اور غور سے دیکھا۔ اور پھر میرے پورے بدن میں غصے کی چنگاریاں دوڑنے لگیں۔ عورت جاگ نہیں اٹھی۔ بلکہ' سو رہی تھی ----- !

☆ ☆ ☆

کمبخت عورت۔ یہیں آکر مرنے کی کیا ضرورت تھی۔ اپنا بستر خالی پڑا تھا' آگھسی۔ میرے پاس۔ دل چاہا لات مار کر نیچے پھینک دوں۔ نہ جانے کیوں مجھے زچ کر رہی تھی۔ واقعی بہت ہی کمینی تھی۔ اس کی حرکتیں سمجھ میں نہ آنے والی تھیں۔ آخر چاہتی کیا ہے۔ نیند سے جاگا تھا اس لیے ذہن قابو میں نہیں تھا۔ پھر سوچا سونے دوں اسے اور اس کے سارے اصول توڑ دوں۔ جاگتی ہے تو جاگ جائے اور واقعی یہ خیال ذہن میں سرایت کر گیا۔ میرے ہاتھ وحشیانہ انداز میں اس کی طرف بڑھے لیکن پھر میں رک گیا۔ حواس جاگے اور میں نے سوچا یہ مناسب نہیں ہے۔ ممکن ہے خود اس کے ذہن میں بھی یہی پچویشن ہو' لیکن آخر کیوں؟ وہ ایسا کیوں چاہتی ہے؟ اور میرے خیال میں اس کی یہ خواہش پوری نہیں ہونی چاہیے۔ سمجھتی کیا ہے خود کو۔ میں نے ایک بار پھر اس کی شکل دیکھی۔ او کے مادام سینی ٹورا۔ میں کمزور نہیں ثابت ہوں گا۔ دیکھوں گا تم کتنی پراسرار ہو۔ تکلیف تو واقعی ہوئی۔ میں اگر چاہتا تو دوسرے بستر پر بھی لیٹ سکتا تھا لیکن میں وہیں لیٹا رہا۔ دو تین گھنٹے تک تو نیند ہی نہیں آئی تھی۔ نہ جانے کس طرح سویا اور پھر صبح ہی آنکھ کھلی۔

لیکن آنکھ کھلی تب بھی سینی ٹورا میرے بستر پر ہی تھی اور وہ جاگ اٹھی تھی۔ اس کی آنکھیں میرے چہرے پر لگی ہوئی تھیں اور میں جاگا تو وہ مسکرا اٹھی۔ "صبح بخیر!" اس نے مسکراتے ہوئے کہا اور میری گردن میں بانہیں ڈال دیں۔ میں نے دیوار پر لگی خوبصورت گھڑی میں وقت دیکھا۔ پونے نو بج رہے تھے۔ پھر میں نے انگڑائی لی اور مسکرانے لگا۔

"صبح بخیر ڈارلنگ!" میرا ہاتھ بھی اس کی گردن میں پہنچ گیا اور اس نے میرا رخسار چوم لیا۔ "میں ساری رات تمہارے ہی بستر میں سوئی۔ بڑی گہری نیند سوئے تھے" اس نے کہا۔ "رات کو ایک بار بھی آنکھ نہیں کھلی؟"

"کھلی تھی" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"اوہ! واقعی؟"

"ہاں ----- اور دوبارہ نیند لانے کے لیے نہ جانے کیا کیا جتن کرنے پڑے"۔

"کیوں؟" اس نے کھوئے سے انداز میں کہا۔

"یہ سوال مناسب نہیں" میں نے اس کے بدن کو قریب گھسیٹتے ہوئے کہا اور وہ مجھ سے لپٹ گئی۔ چند ... میرے سینے میں چہرہ چھپائے رہی۔ پھر اسی انداز میں بولی: "پہلے میں اپنے بستر پر ہی لیٹی تمہیں دیکھتی ...۔ تم بے خبر سوتے ہوئے اتنے پیارے لگے کہ میں تمہارے پاس آکر لیٹ گئی اور پھر تمہیں دیکھتے دیکھتے ...ہوگئی لیکن"

"لیکن کیا؟" میں نے پوچھا۔

"تم درحقیقت بے حد قابل اعتماد انسان ہو"۔

"ہاں سینی۔ میں تمہارا اعتماد کبھی نہیں توڑوں گا" میں نے جواب دیا اور اس نے چہرہ اٹھا کر میرے کئی ...لے ڈالے' پھر ایک دم بستر سے اٹھ گئی۔ "میں باتھ روم سے ہو آؤں۔ آج تمہیں پورے برلن کی ...کراؤں گی" اس نے کہا اور میری بات کا جواب دیے بغیر باتھ روم میں داخل ہوگئی۔

میری آنکھوں میں جلن ہو رہی تھی۔ سینی ٹورا کی اس حرکت نے مجھے پریشان تو کر دیا تھا۔ اب میں ...رت کے معاملے میں اتنا سرد بھی نہیں تھا لیکن مجھے اس پر غصہ بھی آرہا تھا۔ آخر یہ کیا کھیل' کھیل رہی ...۔ اگر پارسا ہے تو جہنم میں جائے۔ میں کون سا اس کی پارسائی توڑنا چاہتا ہوں اور اگر کھلنا چاہتی ہے تو پھر ...نخرے کیوں کر رہی ہے۔ ہوں۔ پوری زندگی مرد کے لمس سے دور رہی ہے لیکن جسمانی نشیب و فراز کا ...عمال تو بخوبی جانتی ہے۔

غسل خانے سے پانی گرنے کی آوازیں آتی رہیں۔ یہ پانی سینی ٹورا کے چکنے بدن سے پھسل کر گر رہا ...۔ میرے ذہن نے سوچا لیکن پھر میں نے گردن جھٹک دی۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ باہر نکل آئی۔ کلی کی ...ح شبنم سے دھل گئی تھی اور بے حد حسین نظر آرہی تھی لیکن اس کا حسن میری آنکھوں میں خار بن کر ...ٹکنے لگا اور میں خاموشی سے باتھ روم میں چلا گیا۔ میں نے باتھ روم ہی میں گھنٹی کی آواز سنی اور پھر دروازہ ...لنے کی۔ سینی ٹورا شاید بیرے کو ناشتے کی ہدایت کر رہی تھی۔ میں نے ٹھنڈے پانی سے گرم ذہن کو پرسکون ...رنے کی کوشش شروع کر دی اور بلاشبہ اس وقت کے غسل نے جلتے ہوئے ذہن کو بہت سکون بخشا تھا۔ ...انے سوچا کہ واقعی میں ہلکے پن کا ثبوت دے رہا ہوں۔ وہ عورت ہے' میں مرد۔ ایک دوسرے کے لیے ...م و ملزوم۔ پھر میں اضطراب اور وہ اجتناب کیوں کرے۔ مجھے جتنی اس کی ضرورت ہے' اتنی ہی اسے ...ئی لیکن وہ اپنے آپ کو انوکھے کردار میں پیش کر کے مجھے چیلنج کر رہی ہے۔ میں اس کا چیلنج کیوں نہ قبول ...لوں۔

ٹھیک ہے مس سینی ٹورا۔ تم میرے ذہن میں آگ بھڑکانا چاہتی ہو۔ میں تمہارا داؤ تمہی پر الٹ دوں ...۔ تم بھی کیا یاد کرو گی۔

غسل خانے سے باہر نکلا تو میرے چہرے پر مسکراہٹ تھی اور میں قطعی پرسکون تھا۔ سینی ٹورا نے بھی ...کراتے ہوئے میرا استقبال کیا۔

"میں نے ناشتے کی ہدایت کر دی ہے"۔

"شکریہ!" میں نے ایک طرف رکھے اخبار اٹھاتے ہوئے کہا اور ان کی سرخیاں پڑھنے لگا۔ سینی ٹورا

میری شکل دیکھ رہی تھی۔ میں اس وقت تک اخبار میں کھویا رہا جب تک اٹنڈنٹ ناشتہ نہ لے آیا۔ سینی ٹورا بھی خاموش رہی تھی اور پھر ہم نے خاموشی سے ناشتہ کیا۔

"اس قدر خاموش کیوں ہو؟" وہ ناز سے بولی۔

"اوہ! تمہارا احساس ہے' ورنہ ایسی کوئی بات نہیں ہے" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "آخر ناراضگی کی کوئی بات تو ہو؟"

"طنز کر رہے ہو؟" اس نے شکایتی انداز میں کہا۔

"سینی۔ سینی ڈارلنگ! تمہیں کیا ہو گیا۔ آخر اس انداز میں کیوں سوچ رہی ہو؟ تمہارے ذہن میں کیا ہے' صاف صاف کہو"۔

"تمہارے ذہن میں کچھ نہیں؟"

"ہرگز نہیں" میں نے فوراً" جواب دیا اور سینی ٹورا کا چہرہ پھیکا پڑ گیا۔ میرا سر چکرانے لگا تھا۔ خدایا! کیسی لڑکی ہے۔ کیا چاہتی ہے یہ؟ لیکن میں نے اس پر اپنی کیفیت کا اظہار نہیں کیا اور مسکراتا رہا۔ میں اس جنگ میں کسی طور شکست نہیں قبول کر سکتا تھا۔

"چلو گے نہیں ڈیر؟" اس نے اچانک کہا۔

"کہاں؟"

"میں تمہیں برلن کی سیر کراؤں گی۔ ممکن ہے ہمیں آج ہی واپسی کا پروگرام بنانا پڑ جائے"۔

"ضرور!" میں نے جواب دیا۔

"تب پھر تیار ہو جاؤ۔ میں بھی لباس تبدیل کر لوں" سینی ٹورا نے کہا اور اٹھ کھڑی ہوئی۔ پھر ہم دونوں لباس تبدیل کرنے اور اپنے اپنے چہرے درست کرنے کے بعد باہر نکل آئے۔ سینی ٹورا نے مرسڈیز کا لاک کھولا اور اندر بیٹھ گئی۔ میں حسب معمول اس کے برابر بیٹھ گیا اور پھر کار اسٹارٹ ہو کر چل پڑی۔ "پہلے میں تمہیں پرانے برلن کی سیر کراؤں گی۔ برلن کے چہرے سے ابھی جنگ عظیم کی تباہ کاریوں کے داغ مٹ نہیں سکے گو انہیں مٹانے کی کوششیں شب و روز جاری ہیں"۔

اور میرا ذہن جنگ عظیم کی طرف چلا گیا۔ ایک عجیب سی کیفیت طاری ہو گئی اور تھوڑی دیر کے بعد ہم دیوار برلن کے نزدیک پہنچ گئے۔ "یہ دیوار برلن ہے۔ امریکی صدر کینڈی نے اسی دیوار کے سائے میں کھڑے ہو کر کہا تھا "میں بھی برلن کا شہری ہوں' امریکی اسے جیل کی دیوار کہتے ہیں اور مشرقی جرمنی والے اسے حفاظتی دیوار قرار دیتے ہیں۔ جو ان کے ملک کو امریکی لٹیروں سے بچائے ہوئے ہے" سینی ٹورا نے کہا۔ دیوار برلن دیکھتے ہوئے ہم آگے بڑھ گئے۔ برلن کے کوچہ و بازار کھنڈرات بنے ہوئے تھے' جہاں چھوٹے بچے کھیل رہے تھے' یا پھر آوارہ گرد قیمتی اشیاء کی تلاش میں راکھ کرید رہے تھے۔ شہر پر گرائے ہوئے وزنی بم بعض جگہوں پر ابھی تک ملبے میں دبے ہوئے تھے اور بعض اوقات اچانک پھٹ کر خاصی تباہی پھیلا دیتے تھے۔ اتحادیوں کی خوفناک بمباری نے خوبصورت برلن کی شکل ہی مسخ کر دی تھی۔ رہی سہی کسر روسیوں نے پوری کر دی۔ مارشل ژوخوف نے برلن پر بیس ہزار توپوں سے حملہ کیا تھا۔ جن کی ایک ہی باڑھ سے بے شمار دیہات اور شہر ملیامیٹ ہو گئے تھے۔ "یہ کرفرسٹن ڈام ہے اور اس کے سرے پر قیصر ولیم میموریل چرچ کا جلا ہوا ڈھانچہ۔ دیکھو کلیسا کے گھڑیال کی سوئیاں ساڑھے سات کے ہندسوں پر ٹھہری ہوئی ہیں۔ نومبر

۱۹۴۱ء کی ایک شام برلن پر سینکڑوں من آگ برسی' ایک بم کلیسا کے گھڑیال پر بھی گرا اور وقت کی رفتار تھم ی۔ اس جلے ہوئے ڈھانچے کو یادگار کے طور پر یونہی چھوڑ دیا گیا ہے"۔

سینی ٹورا کسی اچھے گائیڈ کی طرح مجھے برلن کی تباہی کی تفصیل بتا رہی تھی' اس کے نشانات دکھا رہی تھی ر میں اس کی باتوں کو سنتے ہوئے اپنے داہنے ہاتھ کی لکیریں دیکھ رہا تھا۔ بچپن میں سنتے تھے کہ ان لکیروں میں یر و سیاحت کی لکیر بھی ہوتی ہے۔ سرائے عالمگیر کے رہنے والے ایک معمولی کسان نے کبھی سوچا بھی نہیں وگا کہ اس کا بیٹا اتنے طویل سفر کرے گا لیکن یہ لکیریں مجھے کون کون سے مقامات پر لے آئیں۔ کیا کیا دیکھنے و ملا ہے۔ میں سوچتا رہا۔ سینی ٹورا کے کچھ الفاظ تو میں خیالات کے ادھیڑ بن میں سن ہی نہیں سکا تھا۔

"ڈارلنگ!" سینی ٹورا نے جب براہ راست مجھے مخاطب کیا تو میں چونک پڑا۔

"ہوں" میں نے مسکراتے ہوئے اسے دیکھا۔

"کس سوچ میں کھوئے ہوئے ہو آخر؟"

"اوہ' سینی! کیا برلن کے یہ کھنڈرات' اس کے خوبصورت چہرے کی یہ بد نمائی' سوچ کے گہرے سمندر یں نہیں دھکیل دیتی؟" میں نے کہا۔

"یقیناً" جنگ سے قبل برلن بے حد خوبصورت تھا۔ جدید کلیسا کے مقابلے میں اس جلے ہوئے ڈھانچے کو دیکھو۔ جو اب بھی سیمنٹ اور شیشے کے اس ڈھیر سے کہیں زیادہ وجیہہ اور پر شکوہ ہے۔ آؤ اب میں تمہیں ا ہلم میوزیم دکھاؤں" سینی نے کہا اور کار پھر سڑکوں پر دوڑنے لگی۔ بوراپیٹ اسٹریٹ سے گزر کر ہم دا ہلم کی طرف چل پڑے۔ اور تھوڑی دیر کے بعد وہاں پہنچ گئے۔ عجائب گھر تک ایک خوبصورت سڑک تعمیر کی گئی تھی۔ میوزیم کے قریب پارکنگ کے لیے عمدہ جگہ تھی۔ سینی ٹورا نے کار پارک کی اور انجن لاک کر کے ہم نیچے اتر آئے۔ میوزیم دیکھنے میں چھوٹا تھا۔ لیکن یہاں ایم برانت' روبن اور وان ڈائک جیسے مصوروں کے شاہکار موجود ہیں' جو پوری دنیا میں مشہور ہیں۔ میں کافی دیر تک ایم برانت کی تصویر کے سامنے کھڑا رہا۔ سنہری خود پہننے والا' رنگوں کا ایسا حسین امتزاج شاذ و نادر ہی نظر آتا ہے۔ خود کے سنہری رنگ سے واقعی کرنیں پھوٹ رہی تھیں۔ میں اس تصویر کو دیکھ کر واقعی بے حد متاثر ہوا۔ سینی ٹورا بھی تصاویر میں بے حد دلچسپی لے رہی تھی۔ بہرحال' پھر ہم وہاں سے بھی واپس چل پڑے۔ سینی ٹورا نے کار میں بیٹھ کر ایک گہری سانس لی۔

"اب کیا پروگرام ہے ڈارلنگ۔ کسی ریستوران میں چلیں لیکن ابھی لنچ کا وقت نہیں ہوا؟"

"ہاں ابھی نہیں" میں نے جواب دیا۔

"تب میں تمہیں برلن کا چڑیا گھر دکھاؤں۔ تمہیں شاید علم ہو کہ برلن کا چڑیا گھر پوری دنیا میں ایک خاص حیثیت رکھتا ہے۔ ایسا چڑیا گھر شاید ہی کسی ملک میں ہو!"

"ہاں۔ میں نے سنا ہے"۔

"بس' تو آؤ چلیں" سینی ٹورا نے کہا اور کار پھر دوڑنے لگی۔ سینی ٹورا اس وقت چھوٹی سی بچی لگ رہی تھی۔ جیسے اپنے سارے کھلونے دکھانے کا شوق ہو اور ہر کھلونے کو پیش کر کے وہ مقابل کے چہرے کا اندازہ کرنے کی کوشش کرے کہ اس کے خوبصورت کھلونے نے دیکھنے والے کو کس حد تک متاثر کیا ہے۔ نہ جانے کیا شے تھی یہ لڑکی! چڑیا گھر کا پھاٹک' اسٹیشن کے عین سامنے تھا۔ ہم نے ٹکٹ خریدا اور پھاٹک سے

اندر داخل ہو گئے۔ "اتحادیوں نے اس چڑیا گھر کے ہزاروں جانور مار ڈالے" سینی ٹورا اندر قدم رکھتے ہوئے درد بھرے انداز میں بولی۔

"اوہ! گویا انہیں ان جانوروں سے بھی اختلاف تھا؟"

"نہیں" سینی ٹورا آہستہ سے مسکرائی۔ اتحادی بمباری اس "جی ٹاور" کو نشانہ بناتے تھے جو چڑیا گھر کے پہلو میں واقع تھا۔ یہ عمارت اتنی بڑی تھی کہ ہوائی حملے کے وقت اس کے وسیع تہہ خانے میں پندرہ ہزار سے زائد شہری پناہ لے سکتے تھے۔ حفاظتی مینار ایک سو بتیس فٹ بلند تھا۔ اور اس کی دیواریں آٹھ فٹ سے زیادہ موٹی تھیں۔ چھت پر بے شمار اینٹی ایر کرافٹ گنیں اور مشین گنیں نصب تھیں۔ چھت سے نچلی منزلوں پر جرمن فوجی دستے متعین تھے، جن کے لیے ایک ہسپتال اور گولہ بارود کا وسیع ذخیرہ موجود تھا۔ مینار کے مضبوط ترین کمروں میں برلن کے عجائب گھروں کے گراں بہا نوادرات اور تصاویر موجود تھیں۔ ان میں سونے چاندی اور ہیروں سے بنے ہوئے ظروف کا مجموعہ "پرائم کا خزانہ" بھی تھا جو مشہور ماہر آثار قدیمہ ہنری سلیمان نے قدیم شہر ٹرائے کی کھدائی کے دوران دریافت کیا تھا۔ مینار میں اسلحہ و بارود اور خوراک پانی کا اتنا ذخیرہ موجود تھا کہ محصورین ایک سال تک بیرونی مدد کے بغیر دشمن سے لڑ سکتے تھے۔ ظاہر ہے زمینی فوجوں کے داخلے سے قبل اتحادی پائلٹ جرمنی کے دارالسلطنت کے عین درمیان واقع اس خطرناک عمارت سے چھٹکارا حاصل کرنا چاہتے تھے۔ خواہ اس کوشش میں جانوروں کی شامت ہی کیوں نہ آ جائے۔ لیکن مسلسل بمباری کے باوجود یہ مینار مکمل طور پر تباہ نہ کیا جا سکا اور روسی فوجوں کو یہاں شدید مزاحمت کا سامنا کرنا پڑا۔ جی ٹاور برلن کی آخری عمارت تھی جس نے روسیوں کے آگے ہتھیار ڈالے"۔

سینی ٹورا تفصیل بتاتی رہی اور میرا ذہن بھٹکتا رہا۔ پھر ہم آگے بڑھ آئے اور چڑیا گھر کے مختلف حصے دیکھتے رہے۔

چڑیا گھر کا سب سے خوبصورت حصہ وہ ہال ہے جس میں استوائی جانور رکھے گئے ہیں۔ ہال کے اندر داخل ہوتے ہی سیل اور گھٹن کا احساس ہونے لگا۔ یہاں ہر جانور کو قدرتی ماحول میسر ہے۔ درجہ حرارت اور نمی کو برازیل کے استوائی جنگلوں کی سطح پر رکھا گیا ہے۔ کیلے کے درختوں اور گھنی جھاڑیوں کے اندر بیٹھے ہوئے لمبی دموں والے رنگ برنگے پرندے ہال میں گھومتے لوگوں کو دیکھ کر بڑے مزے سے سیٹی بجا رہے تھے۔ میں پوری دلچسپی سے چڑیا گھر کے مختلف حصوں کو دیکھتا رہا اور پھر ہم تھک گئے۔

"کیا خیال ہے ڈارلنگ۔ واپس چلیں؟" سینی نے تھکے تھکے انداز میں کہا۔ "ارے۔ ہاں۔ دو بج چکے۔ لنچ کا وقت بھی نکل گیا"۔

"ہاں!"

"چلو" میں نے کہا اور ہم چڑیا گھر سے نکل آئے، پھر ایک ریسٹوران میں بیٹھ کر کھانا کھایا اور اس کے بعد ہم واپس ہوٹل چل پڑے۔

ہوٹل میں اپنے کمرے میں واپس پہنچ کر سینی ٹورا نے لباس بھی نہیں اتارا اور بستر پر دراز ہو گئی۔ میں خاموشی سے لباس تبدیل کرتا رہا تھا۔ پھر میں ایک کرسی پر بیٹھ گیا۔ سینی ٹورا اپنے بستر پر بڑی عجیب سی نگاہوں سے مجھے دیکھ رہی تھی۔ میں نے بھی اس کی طرف دیکھا اور کئی سیکنڈ دیکھتا رہا۔ میرے اس طرح دیکھنے سے شاید سینی ٹورا کی روح کو نئی تازگی مل گئی اور وہ مسکرا پڑی۔ "برلن پسند آیا ------؟" اس نے پوچھا۔

"بے حد اور اس کے بارے میں تمہاری معلومات نے دلچسپی اور بڑھا دی۔ تم نے جس تفصیل سے برلن کی ایک ایک چیز کی نشاندہی کی، وہ قابل ستائش ہے"۔

"مجھے برلن سے بڑی محبت ہے۔ میں نے اس کے ایک ایک کھنڈر کے بارے میں معلومات حاصل کی ہیں" سینی ٹورا نے بتایا۔ میں نے اس کی بات کا کوئی جواب نہیں دیا تھا۔ سینی ٹورا نے آنکھیں بند کر لیں۔ کافی دیر تک اسی طرح خاموش لیٹی رہی۔ پھر کروٹ بدلی اور میری طرف دیکھنے لگی۔

میں اس وقت اس کی طرف متوجہ نہیں تھا۔

"تم بھی آرام کر لو ڈیر۔ تھک نہیں گئے؟"

"اوہ، کوئی خاص نہیں"۔

"عجیب سا نہیں لگ رہا ہے؟" وہ بولی۔

"کیا مطلب؟"

"ہم دونوں نے کس اپنائیت کے ساتھ یہ لمحات گزارے ہیں۔ اگر کوئی ہمارے اور تمہارے درمیان رشتے کے بارے میں سوچے تو کیا فیصلہ کرے گا؟"

"ہاں۔ غلط فہمی کا شکار ہو جائے گا" میں نے جواب دیا۔

"اب شام تک کا کیا پروگرام ہے؟"

"جو تمہارے ذہن میں ہو"۔

"میرا خیال ہے شام ہم ہوٹل میں ہی گزاریں!"

"مناسب خیال ہے" میں نے جواب دیا اور سینی ٹورا کچھ سوچنے لگی۔ پھر اس نے کہا: "کیوں نہ ایک ایک چائے اور پی لی جائے۔ یہ کسل دور ہو جائے گا"۔

"ٹھیک"

"ایڈورڈ! تمہیں کیا ہو گیا ہے؟" سینی ٹورا منمناتے ہوئے بولی۔

"کیوں؟" میں مسکرا دیا۔

"کسی بات سے اختلاف ہی نہیں کرتے۔ کہاں تمہاری یہ فطرت تھی کہ بس ------ یاد کرتی ہوں تو حیران رہ جاتی ہوں"

"اوہ، سینی ڈیر۔ اس وقت ہمارے درمیان دوستی اور اپنائیت کہاں تھی۔ اب ہم دوست ہیں اور دوستوں میں اختلاف نہیں ہونے چاہئیں"۔

"لیکن اتنی تبدیلی؟"

"تم کوئی ایسی بات بھی تو نہیں کرتیں جو مجھے ناگوار گزرے"۔

"ہائے۔ بڑے ہی چالاک ہو" اس نے مسکراتے ہوئے کہا اور پھر ویٹر کو بلانے کے لیے گھنٹی بجا دی۔

پھر چائے آئی تو بڑی نفاست سے ایک پیالی میرے لیے بنائی اور دوسری اپنے لیے۔ چائے کی سپ لیتے ہوئے وہ خود بخود بولی "آج کی رات یہاں اور گزارنی ہوگی"۔

"میں تو اب تمہارے رحم و کرم پر ہوں۔ جتنا وقت چاہو جہاں گزارو" میں نے جواب دیا اور سینی ٹورا بڑے دل آویز انداز میں مسکرانے لگی۔

"ایک بات کہوں ڈارلنگ؟" اس نے شرارت سے مجھے دیکھتے ہوئے کہا۔
"ضرور کہو!"
"برا تو نہیں مانو گے؟"
"نہیں!"
"وعدہ کرتے ہو؟"
"ہاں' ہاں۔ کہو تو سہی کیا بات ہے"۔
"اس زندگی میں آنے کے بعد میں نے بڑے بڑے بھیڑیے دیکھے ہیں۔ میں نے بہت کچھ دیکھا ہے۔ یوں سمجھو' مجھے ہر قسم کے لوگوں کا تجربہ ہے" سینی ٹورا نے کہا۔ "یقیناً" ہو گا"۔
"بھیڑیوں کو پہچاننے کی صلاحیت بھی ہے میرے اندر!"
"اب میں خاموش رہوں گا" میں نے کسی قدر غصیلے انداز میں کہا۔
"بتاؤ گے نہیں!" وہ شرارت سے بولی۔
"کیا؟"
"یہ بھیڑیے کا لبادہ کیوں اوڑھ لیا ہے؟"
"اوہ!" میں نے گہری سانس لی۔
"اگر تم سچ مچ بھیڑیے ہوتے تو میں تم سے نفرت کرتی لیکن مجھے وہ ایڈورڈ یاد ہے جس نے بے رحمی سے میری پنڈلی توڑ دی تھی۔ میں اس کھال کے اندر بھی جھانک رہی ہوں"۔
"گویا میں خود کو بھیڑیا بنا کر پیش کر رہا ہوں؟"
"ہاں ڈیر ——— تمہاری آنکھوں میں اب بھی بھیڑیا جھانک رہا ہے۔ تمہارا چہرہ تو میک اپ میں چھپا ہوا ہے۔ لیکن تمہاری آنکھوں کو دیکھ کر تھوڑی سی تسکین ہو جاتی ہے"۔
"کیا کہنا چاہتی ہو؟"
"یہی کہ 'اگر اب بھی کوئی ایسی صورت آجائے تو تم مجھے پھاڑ کھاؤ گے؟"
"یقینی امر ہے" میں نے جواب دیا۔
"پھر یہ بے بسی کا اظہار کیوں؟"
"گویا تم نے میری دوستی' میرے خلوص پر اعتماد نہیں کیا ہے!"
"دوستی۔ خلوص؟"
"بے معنی باتیں ہیں' کیوں؟"
"نہیں معنی تو رکھتی ہیں" وہ مسکراتے ہوئے بولی۔
"پھر کیا بات ہے؟"
"چلو جانے دو اس موضوع کو" اس نے کہا۔
"نہیں' پہلے اس پر بات ہو جائے تاکہ مجھے پھر شرمندہ نہ ہونا پڑے"۔
"ارے نہیں میری جان۔ مذاق کر رہی تھی۔ میں بس یہ کہنا چاہتی کہ خود کو اس حد تک بے بس مت ظاہر کرو کہ مجھے شبہ ہونے لگے۔ تم جیسے لوگ بے بس نہیں ہوتے"۔

[...]دستی کے ہاتھوں ہوتے ہیں" میں نے غرا کر کہا۔
[...]ہاں۔ یہ مان سکتی ہوں۔ بشرطیکہ تم ان الفاظ میں مخلص ہو"۔
[...]میں اب اپنے خلوص کا اظہار نہیں کروں گا" میں نے اسی انداز میں کہا۔
[...]ارے نہیں میری جان۔ چلو غصہ تھوک دو۔ دراصل میں اندازہ کرنا چاہتی تھی کہ تم اب بھی وہی ہو [...]بدل گئے ہو"
[...]صرف تمہارے لیے بدلا ہوں"۔
[...]نہیں جانتی ہوں۔ یقین کرو' تمہارا حسن ہی یہی ہے" سینی ٹورا نے اوباش انداز میں مسکراتے ہوئے [...]
[...]اس سے قبل کہ میں کوئی اور جواب دیتا' اچانک ٹیلی فون کی گھنٹی بج اٹھی۔
[...]ٹیلی فون!" سینی ٹورا اچانک سنجیدہ ہو گئی۔ پھر وہ اٹھی اور ٹیلی فون کے قریب پہنچ گئی۔ "ہیلو" اس نے [...]پیس میں کہا "ہاں۔ بول رہی ہوں۔ لیکن تمہیں یہاں کے بارے میں کس طرح معلوم ہوا؟" ٹھیک ——— ہاں۔ وہیں پہنچ رہی ہوں۔ ارے" اس نے فون بند کر دیا۔ "احمق کہیں کے!" وہ واپس پلٹی۔
[...]میں سوالیہ نگاہوں سے اسے دیکھ رہا تھا۔
"میرے ساتھی تھے" اس نے کہا۔
"اوہ!"
"کم بختوں نے موڈ خراب کر دیا"۔
"خیریت؟"
"بس سوچا تھا' آج کی حسین رات اور تمہارے ساتھ اس تنہائی میں گزرے گی۔ بہت سی باتیں کریں [...]ور ——— اور ———" اس نے نشیلی نگاہوں سے میری طرف دیکھا۔ "پھر کیا ہوا؟" میں نے اس کی [...]ی کو نظر انداز کرتے ہوئے کہا۔
"کام ہو گیا ہے۔ مال بھر چکا ہے"
"اوہ! یہاں سے بھی مال لے جا رہی ہو؟"
"ہاں۔ نہایت قیمتی سامان!"
"خوب! لیکن تم تو سربراہ ہو۔ اگر نہ جانا چاہو تو کوئی مجبور کرے گا؟"
"ڈسپلن کی پابندی کرانے کے لیے خود بھی ڈسپلن کا پابند ہونا ضروری ہوتا ہے" اس نے خشک انداز میں [...]

اچانک اس کا موڈ بدل گیا تھا اور وہ کسی قدر فکر مند نظر آ رہی تھی۔ میں نے خاموشی اختیار کر لی۔ سینی [...]ی خاموش ہو کر کچھ سوچنے لگی تھی۔ پھر اس نے ایک گہری سانس لے کر کہا "ٹھیک ہے ڈارلنگ' پھر [...]

"یقیناً"!" میں نے جواب دیا اور وہ چونک کر میری طرف دیکھنے لگی جیسے پہلا جملہ بے خیالی میں کہہ گئی [...]اور وہ کافی دیر تک میری شکل دیکھتی رہی۔ میں نے بھی اس پر سے نگاہیں نہیں ہٹائی تھیں۔
"بظاہر حالات میں کوئی تبدیلی نہیں ہے۔ تمہارے خیال میں کوئی ہماری طرف سے مشکوک ہو سکتا [...]" اس نے پوچھا۔

”میں نے کسی کی توجہ اپنی طرف نہیں پائی“
”سرحد پر بھی حالات نارمل تھے“۔
”یقیناً“ کوئی خاص بات محسوس نہیں کی گئی“۔
”پھر بھی‘ احتیاط بے حد ضروری ہے۔ اگر تمہارے ذہن میں کوئی مشورہ‘ کوئی ترکیب آیا کرے تو اس میں جھجکنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ میں مشورے کی اہمیت کو سمجھتی ہوں“۔
”بے شک‘ میں تکلف نہیں کروں گا لیکن اس سلسلے میں تو ابھی تمہاری شاگردی کی ضرورت، تھوڑے دنوں میں ماہر ہو جاؤں گا“۔
”مجھے تو تم ایسے بھی کافی ماہر لگتے ہو“ سینی ٹورا نے مسکراتے ہوئے کہا اور پھر گھڑی میں وقت ہوئی بولی ”میرا خیال ہے ہمیں ہوٹل چھوڑ دینا چاہیے“۔
”مناسب“ میں نے جواب دیا اور سینی ٹورا مستعدی سے اٹھی اور سامان سمیٹنے لگی۔ میں نے بھی ہاتھ بٹایا۔ پھر اس نے بیل بجا کر ویٹر کو بلایا اور بل لانے کے لیے کہا۔ بل کی ادائیگی کے بعد ہم باہر نکل آ دو آدمی ہمارا مختلف سامان اٹھائے ہوئے تھے۔ ”سامان مرسڈیز میں لاد دیا گیا اور پورٹرز کو ٹپ دیے۔ سینی ٹورا اسٹیئرنگ پر آ بیٹھی اور کار ہوٹل کے کمپاؤنڈ سے باہر نکل آئی۔ سینی ٹورا ذہنی طور پر کچھ الجھ تھی۔ اس لیے خاموشی سے ڈرائیونگ کر رہی تھی۔ میں نے بھی اسے مخاطب کرنا مناسب نہ سمجھا خاموش اس کے قریب بیٹھا رہا۔

...○...

اور

راجہ نواز اصغر نے اس دور کو اپنی زندگی کا بدترین دور کہا ہے‘ جب وہ ذہنی طور پر انسانیت کو بالکل فراموش کر چکے تھے۔ انہوں نے کیا کیا گل کھلائے یہ تو اگلے حصہ میں ہی معلوم ہو سکے گا!

ناقابلِ تسخیر قوّتوں کے مالک راجہ نواز اصغر کی تہلکہ خیز عبرتناک رُوداد
نروان کی تلاش
ایم اے راحت
5

تھوڑی دیر کے بعد ہم اسی پارک کے سامنے پہنچ گئے جہاں سے کاریں بدلی تھیں۔ طریقہ کار عمدہ تھا۔ سینی ٹورا نے کار پارک کے سامنے چھوڑ دی۔ چابی اگنیشن میں لگی رہنے دی اور اتر کر میرے ساتھ پارک میں داخل ہو گئی۔ تقریباً ایک گھنٹے تک ہم پارک کے مختلف حصوں میں چہل قدمی کرتے رہے۔ اس کے بعد سینی ٹورا پارک سے باہر نکل آئی اور اب باہر مرسڈیز کی جگہ سینی ٹورا کی کار موجود تھی۔

میں نے گہری سانس لی۔ بہرحال عمدہ طریقہ تھا۔ سینی ٹورا نے کار اسٹارٹ کی اور برلن سے واپسی کا سفر شروع ہو گیا۔ جس میں سینی ٹورا کے خیال کے مطابق کوئی دقت نہ ہوئی اور دوسری صبح ہم واپس فرینکفرٹ پہنچ گئے۔

کیمپ پہنچ کر سینی ٹورا نے میری طرف دیکھا۔ پھر ایک طویل سانس لے کر بولی "کیا پروگرام ہے ڈارلنگ؟"

"تم بار بار یہ سوال مجھ سے کیوں پوچھتی ہو؟"

"کیا مطلب؟"

"میرے اب سارے پروگرام تمہارے ذمے ہیں"۔

"سارے؟" وہ مسکرائی۔

"ہاں۔ یقیناً!"

"تب تو مجھے بہت دقت ہوگی" اس نے بدستور مسکراتے ہوئے کہا۔ وہ عجیب سی نگاہوں سے مجھے دیکھ رہی تھی اور اس کے ان معنی خیز جملوں میں اس کی وہی فطری کمینگی جھلک رہی تھی۔

"ہاں مس سینی ٹورا۔ مجھ سے کسی ایک بات کی توقع نہ رکھیں، جس کی ہدایت آپ نے نہ کی ہو" میں نے وضاحت کرتے ہوئے کہا اور اس نے گردن ہلا دی، پھر بولی۔

"تم اپنے دوستوں کے ساتھ دن گزار سکتے ہو ڈیر ——— لیکن شام میری ہوگی"۔

"اوکے!" میں نے جواب دیا اور سینی ٹورا نے مجھے میرے خیمے کے قریب اتار دیا اور پھر اس کی کار آگے بڑھ گئی۔ میں نے گردن ہلائی اور چند قدم چل کر خیمے کا پردہ ہٹا کر اندر داخل ہو گیا۔

"اندر ایک تماشا ہو رہا تھا۔ بیکر ایک کونے میں سمٹا بیٹھا تھا۔ دوسرے کونے میں سردارے پاؤں پھیلائے بیٹھا تھا اور اس کے بالکل نزدیک سیاہ بالوں گورے رنگ اور چپٹی ناک کی ایک گدازبدن لڑکی بیٹھی چرس بھرے سگریٹ کے آخری کش لے رہی تھی۔

"ہے۔۔۔۔۔ استاد۔۔۔۔۔ زندہ باد!" سردارے نے مجھے دیکھتے ہی نعرہ لگایا اور اچھل کر کھڑا ہو گیا۔ لڑکی بھی اسی طرح کھڑی ہو گئی جیسے اس سے منسلک ہو۔

"ہیلو۔۔۔۔۔! ہیلو بیکر!" میں نے دونوں کو مخاطب کیا۔

"ہیلو ماسٹر! آپ واپس آ گئے!" بیکر بولا۔

"ڈارلنگ۔۔۔۔۔ یہ کون ہے؟" لڑکی آواز بنا کر بولی۔ اس کے انداز میں گھٹیا پن تھا۔ ویسے وہ نشے میں تھی۔

"میرا استاد۔۔۔۔۔ میرا باپ!" سردارے نے جواب دیا۔

"اوہ! ڈیڈی ڈارلنگ!" لڑکی دونوں ہاتھ پھیلا کر جھپٹی اور میری گردن سے چپک کر میرے ہونٹوں پر ہونٹ رکھ دیے۔

"ارے۔ ارے" میں نے بوکھلا کر اسے پیچھے ہٹایا لیکن وہ پھر دوڑ کر مجھ سے لپٹ گئی اور اسی طرح میرے ہونٹوں کی طرف لپکنے لگی جیسے بلی گوشت پر جھپٹتی ہے۔

"سردارے۔ سردارے۔۔۔۔۔ اسے روکو" میں نے گھبرائے ہوئے انداز میں کہا۔

"کوئی بات نہیں استاد۔ نہ پنجے مارتی ہے' نہ کاٹتی ہے۔ اس خادم کی دریافت ہے" سردارے نے سینے پر ہاتھ رکھ کر جھکتے ہوئے کہا۔ یہ جملے اس نے انگریزی میں ادا کیے تھے۔ اور میں نے پہلی بار بیکر کو قہقہہ مار کر ہنستے دیکھا تھا۔

"ابے تیری دریافت کی ایسی تیسی" میں نے لڑکی کے حملوں کو روکتے ہوئے کہا۔

"بڑی مخلص ہے استاد! اس وقت تک باز نہیں آئے گی جب تک اپنے خلوص کا پورا پورا اظہار نہ کر لے گی۔ اس لیے جان چھڑانی ہے تو چلنے دو۔ ورنہ تماشا جاری رہے گا"۔

"اور میں سردارے کو گھورتے ہوئے رک گیا۔ کمبخت نے اچھی طرح میرے ہونٹ بھنبھوڑے اور پھر مسکراتی ہوئی پیچھے ہٹ گئی۔

"کب واپس آئے استاد؟" سردارے نے پوچھا۔

"بکو مت" میں نے اپنے ہونٹ رگڑتے ہوئے کہا اور بیکر پھر ہنس پڑا۔ لڑکی مسکرا مسکرا کر ایک ایک کی شکل دیکھ رہی تھی۔

"داد نہ دو گے استاد۔ ورائٹی تلاش کرنے میں تمہارے سردارے کا کوئی جواب نہیں ہے" سردارے شدید موڈ میں نظر آ رہا تھا۔

"اور مسٹر پنٹو کی اس ورائٹی نے میرا کیریئر بھی تباہ کر دیا ہے جناب۔ میرے کمزور بازو نہ تو اسے روک سکتے ہیں' نہ میں کسی نوجوان اور کسی حد تک طاقتور لڑکی کے بوسوں کو برداشت کرنے کی صلاحیت رکھتا ہوں"۔

"کیا یہ انگلش نہیں جانتی؟" میں نے سردارے سے پوچھا۔

"برٹش ہے" سردارے نے جواب دیا۔

"مگر کیسی بے تعلق کھڑی ہے"

"یہی اس کی خوبی ہے" سردارے نے کہا اور میں نے ایک طویل سانس لی۔ صورت شکل کی بری تھی لیکن عجیب تھی' جیسے بہری ہو۔ میں ایک گہری سانس لے کر کینوس بیڈ پر جا بیٹھا۔

"استانی کہاں گئیں استاد؟"

"جہنم میں" میں نے غراتے ہوئے کہا۔

"سوؤ گے؟" سردارے میری شکل دیکھتے ہوئے بولا۔

"ہاں!"

"چلو ٹھیک ہے۔ آؤ مینی' بار چلیں۔ بیکر تم چاہو تو ہمارے ساتھی بن سکتے ہو!"۔

"خدا کے لیے مجھے معاف کر دو" بیکر ہاتھ جوڑتے ہوئے بولا اور سردارے نے شانے اچکائے۔ پھر لڑکی کی طرف رخ کر کے بولا:

"آؤ مینی چلیں۔ باپ سوئے گا"

"اوہ! ضرور۔ ضرور۔ گڈ لک ڈیڈی" وہ پھر میری طرف لپکی لیکن سردارے نے اس کی کمر پکڑ لی پھر وہ اسے کمر سے پکڑے پکڑے ہی خیمے سے باہر لے گیا۔

"تھینکس گاڈ!" بیکر خیمے کی چھت کی طرف دیکھ کر بولا اور میں ہنس پڑا۔

"تمہیں بھی اس نے پریشان کیا ہو گا؟" میں نے ہنستے ہوئے پوچھا۔

"کوئی خاص نہیں ماسٹر۔ بس میرے ہونٹ اور شانے دکھ رہے ہیں۔ کم بخت بوسہ لیتے ہوئے بھینچتی بھی بہت زور سے ہے" بیکر نے کہا اور مجھے پھر ہنسی آ گئی۔

"انوکھی تلوق ہے" میں نے گردن ہلائی۔

"ناشتہ تیار کروں ماسٹر۔ رات بھر کے جاگے ہوئے معلوم ہوتے ہو؟"

"بیکر کے لہجے میں پیار جھلک رہا تھا۔ میں نے اس کی شکل دیکھی اور دل میں ایک عجیب سا تاثر پیدا ہو گیا۔

"نہیں بیکر ڈیر۔ رات کا جاگا ہوا ہوں' سوؤں گا"۔

"بہتر" بیکر نے گردان ختم کر دی اور میں نے کروٹ بدل لی۔ رات بھر کے سفر سے تھکن ہو گئی تھی۔ آنکھیں جل رہی تھیں۔ ڈرائیونگ بھی کبھی سینی ٹورانے کی تھی' کبھی میں نے۔ بہرحال اس تھکن کے باوجود فوراً نیند نہیں آئی۔ ذہن میں خیالات کی مکھیاں بھنبھنانے لگی تھیں۔

اور خیالات کا محور سینی ٹورا ہی تھی۔

بہرحال طے شدہ بات تھی کہ پراسرار عورت تھی اور کافی خطرناک بھی۔ ابھی تک میں اس کے بارے میں صحیح فیصلہ نہیں کر سکا تھا کہ وہ کیا ہے۔ رات کی تنہائیوں میں وہ عجیب و غریب کردار پلے کرتی تھی۔ اضطراب بھی' اجتناب بھی۔ قربت بھی اور احتیاط بھی۔ پھر جب بے اعتنائی پاتی تو مرجھا جاتی۔ کہیں محرومی کا احساس کرتی تو خوش ہو جاتی۔ ممکن ہے ان تاثرات کا اظہار اداکاری ہو' صرف اداکاری۔ لیکن باقی معاملات۔۔۔۔۔ کام پراسرار انداز میں ہو رہا تھا۔ میں نے اس کی پوری شخصیت کا تجزیہ

کیا۔ اس کی گفتگو کے ایک ایک لفظ کو ذہن میں دوہرا کر کوئی اندازہ قائم کرنے کی کوشش کی اور اس تجزیہ
کو یوں ترتیب دیا:

نمبر ایک۔ وہ اس انداز میں سامنے آئی کہ توجہ خود بخود اس کی طرف مبذول ہو جائے۔ لیکن خو
اس نے قریب آنے کی کوشش نہیں کی۔ سوال یہ ہے کہ اگر میں اس کی طرف متوجہ نہ ہوتا۔ میں اسے
گھاس نہ ڈالتا تو؟ لیکن اگر ایسا ہوتا تو پھر وہ اپنی طرف سے بھی کوشش کر سکتی تھی۔ گویا وہ اس کا دوسرا قد
ہوتا!

ٹھیک۔ اس بات پر ذہن جم گیا۔ نمبر دو! اس نے خود کو ایک اسمگلر کی حیثیت سے پیش کیا۔ اس ک
عجیب و غریب گاڑی کے بارے میں' میں نہیں کہہ سکتا تھا کہ اس میں منشیات تھیں بھی یا نہیں۔ میں نے
کچھ نہیں دیکھا۔ گویا' گاڑیاں بدلنا' برلن کا قیام' یہ سب کچھ فراڈ بھی ہو سکتا ہے۔ بالکل ٹھیک' ذہن اس بات
پر جم رہا تھا۔

اور پھر ———— اس کی پہنچ ———— پاسپورٹوں کی تیاری' آسان کام نہیں ہے۔ وہ میک اپ کی
ماہر بھی ہے۔

اور پھر میرے ذہن میں ایک اور سوال کھٹکا۔ اس سوال کی کھٹک کافی تھی۔ اس نے واپسی میں مجھ
سے مشورہ کرنے کی کوشش کی تھی اور اس کے علاوہ اس نے مجھے چالاک بھی گردانا تھا۔ کیا یہ ایک اشارہ
نہیں تھا۔ کوئی لمبا پروگرام! میں نے کروٹ بدلی اور نیم غنودہ ذہن سے طے کر لیا کہ بہرحال سینی ٹورا قابل
اعتماد نہیں ہے۔ کچھ بھی ہو جائے اس پر مکمل بھروسہ نہیں کیا جا سکتا۔

اور یہ آخری خیال تھا! اس کے بعد میں سو گیا۔ آنکھ کھلی تو ساڑھے تین بج رہے تھے۔ بیکر بدستور
خیمے میں ہی بیٹھا ہوا تھا۔ نہ جانے یہ شخص باہر کی دنیا سے اس قدر بیزار کیوں ہو گیا تھا۔ بہرحال پیارا انسان
تھا۔ مجھے اس کی کسی بات سے اختلاف نہیں تھا۔

میں اٹھ کر بیٹھا تو وہ چونک پڑا اور پھر جیسے خیالات کی دنیا سے واپس آ گیا "ہیلو ماسٹر! نیند پوری
ہو گئی؟" اس نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"ہاں بیکر" میں نے جواب دیا۔ سر بھاری ہو رہا تھا۔ دن کی نیند بہرحال رات کی نیند کی کسر پوری
نہیں کرتی۔ میں نے ہاتھ وغیرہ دھوئے' آنکھیں صاف کیں' میک اپ رات کو واپس آتے ہوئے اتار دیا تھا
اس لیے اب کوئی دقت نہیں تھی۔ بیکر کو اس وقت ضرورت کا پورا احساس تھا۔

چنانچہ چند ہی منٹ کے بعد کافی کی بو میرے نتھنوں سے ٹکرائی اور پھر عمدہ سینڈوچز اور کافی بیکر
نے میرے سامنے لا کر رکھ دی۔

"اوہ! بیکر زندہ باد! یار تم نے ہمارے عیش کرا دیے ہیں آ جاؤ" میں نے کہا اور بیکر اپنی کافی لے کر
میرے پاس آ بیٹھا" سردارے جب سے گیا ہے' واپس نہیں آیا؟" میں نے پوچھا۔

"نہیں ماسٹر۔ ویسے شکر کریں ابھی دیر تک واپس نہ آئے" بیکر نے ہنستے ہوئے کہا۔

"کیوں؟" میں نے دلچسپی سے پوچھا۔

"وہ واپس آئیں گے تو وہ بھی ان کے ساتھ ہو گی"۔

"اوہ!" میں ہنس پڑا۔

"عجیب لڑکی ہے ماسٹر۔ ہر وقت نشے میں رہتی ہے۔ سارا دن چرس پیتی رہتی ہے۔ نہ جانے ابھی
تک اس کے بدن میں خون کس طرح باقی ہے اور پھر بے تکلف اتنی کہ ———— کہ کچھ بھی نہیں دیکھتی"
بیکر نے کہا اور میں ہنسنے لگا۔ بہرحال تھوڑی دیر کے بعد میں کافی وغیرہ سے فارغ ہو گیا۔

"میرا خیال ہے ہم بہت جلد یہاں سے نکل چلیں گے بیکر"

"اوہ! کہاں ماسٹر؟"

"ڈنمارک!" میں نے جواب دیا اور بیکر کے چہرے پر کسی قدر سنجیدگی پھیل گئی۔ "تم تو ہمارے
ساتھ ہی ہو گے بیکر؟" میں نے دوبارہ کہا۔

"دل تو چاہتا ہے کہ پوری زندگی آپ کے ساتھ ہی گزاروں ماسٹر!"

"پھر ———— قباحت کیا ہے؟"

"اوہ۔ کچھ نہیں ماسٹر۔ آپ لوگ' درحقیقت زمین کے فرشتے ہیں۔ فرشتے نہیں تو انسان تو ضرور
ہیں اور انسان آج کل کہاں ہوتے ہیں۔ لیکن میں تمہارے اوپر کب تک بوجھ بنا رہوں گا ماسٹر۔ میں کب
تک تمہارے اوپر مسلط رہوں گا!" وہ بھاری آواز میں بولا۔

"تم اتنے پیارے' اتنے مخلص انسان ہو بیکر' کہ کسی کے لیے بھی بوجھ نہیں بن سکتے۔ میری دلی
خواہش ہے کہ تم مایوسی کے بھنور سے نکل کر پھر سے عمل کی زندگی میں داخل ہو جاؤ۔ تمہارے پاس وسائل
ہیں۔ تمہارے پاس سہارے ہیں اور سہارے ٹھکرانے نہیں چاہئیں۔ ہاں سہارے ٹھکرانے نہیں چاہئیں۔
اگر خودکشی کرنے کا ارادہ نہ ہو تو۔ سمجھے۔ اس دنیا میں نہ جانے کتنے انسان ہوں گے جو سہاروں کی تلاش میں
آنکھیں پھاڑ رہے ہوں گے لیکن ان کی ہر نگاہ خلا سے گزر رہی ہو گی۔ ہر آس تاریکیوں میں ڈوب رہی ہو گی
اور جب یہ تاریکیاں ان کی روح کو ڈھک لیں گی تو پھر وہ سمندر تلاش کریں گے اور اگر لہروں کی آغوش میں
پناہ نہ لے سکے تو پھر زمین کے بدن کا کوڑھ بن جائیں گے ———— انسانیت کو پامال کریں گے' جرائم کریں
گے اور ان کے ذہنوں میں ہمدردی کا کوئی تصور نہیں ہو گا!"

نہ جانے میری کیا کیفیت ہو گئی تھی۔ نہ جانے میں کہاں سے بول رہا تھا اور جب میں خاموش ہوا تو
بیکر تعجب سے میری شکل دیکھ رہا تھا۔

"ماسٹر!" اس نے سرسراتی آواز میں کہا۔

"ہاں بیکر! میں نے جو کچھ کہا ہے' سچ کہا ہے"۔

"چوٹ کھائی ہے ماسٹر؟"

"ہاں بیکر۔ ایسا زخم ہے' جو بھر بھی چکا ہے مگر کبھی کبھی رسنے لگتا ہے"۔

"ہر جسم داغدار ہے' ہر روح داغدار ہے ماسٹر۔ آخر کیوں؟"

"شاید یہ داغ ہی زندگی کی کہانی کی تحریر ہوتے ہیں۔ ان داغوں کے نقش ہی تفسیر حیات ہوتے
ہیں" میں نے کہا اور بیکر گردن ہلانے لگا۔ ماحول ایک دم سنجیدہ ہو گیا تھا اور اس وقت سردارے اور اس کی
چھپکلی کی آمد کافی حد تک خوشگوار ثابت ہوئی۔

"ہلو ڈیڈ ———— تم جاگ رہے ہو" خیمے کے پردے سے آواز سنائی دی اور بیکر اچھل پڑا۔

"آ گئی" وہ خوفزدہ لہجے میں بولا۔ تب پہلے لڑکی اور پھر سردارے اندر داخل ہو گیا۔

"الو کی پٹھی کو پورے راستے سمجھاتا لایا ہوں کہ ماسٹر سو رہے ہوں گے لیکن نہ جانے کیا سوار ہوئی کہنے لگی کہ ماسٹر کو قریب سے دیکھوں گی——" سردارے معذرت آمیز لہجے میں بولا۔

"لیکن یہ بکواس کیا کر رہی ہے؟"

"کیا باس؟"

"یہ مجھے ڈیڈی کیوں کہہ رہی ہے؟"

"موڈی ہے باس۔ کئی بار مجھے گرانڈ فادر کہہ چکی ہے"۔

"تم ہو بھی اسی قابل" میں نے کہا۔

"اب تمہاری سی تقدیر کہاں سے لاؤں باس" سردارے کراہ کر بولا۔

"کیا مطلب ہے؟"

"استانی' برلن اور تنہائی۔ ہائے! گزری ہوئی دو راتوں کی داستان نہ جانے کیا ہوگی!" سردارے نے کہا اور میں گردن ہلانے لگا۔

"کہاں سے پکڑا تھا اسے؟"

"اسی کیمپ سے۔ ویسے بڑی خوبیوں کی مالک ہے باس۔ اگر نشے میں نہ ہو تو اچھی خاصی باتیں کر لیتی ہے"۔

"ایسا بھی کبھی ہوتا ہے کہ وہ نشے میں نہ ہو؟"

"کبھی کبھی۔ میں نے اس کا اکھڑا ہوا نشہ دیکھنے کے لیے اس کی سگریٹوں کا پیکٹ ہی پار کر لیا تھا او اس کے بعد وہ بڑے بڑے نیک انسانوں کی رحمدلی کے واقعات سنا سنا کر مجھ سے چرس کے لیے پیسے مانگ رہی"

"احمق آدمی' تو اسے باہر نہیں چھوڑ کر آ سکتا"۔

"یتیم کا سہارا ہے باس۔ ایسا حکم نہ دو" سردارے گڑگڑاتے ہوئے بولا اور مجھے ہنسی آ گئی۔

"شکریہ باس" سردارے نے سکون کی سانس لیتے ہوئے کہا۔

"ڈیڈ کیا کہتا ہے پنٹو؟" لڑکی نے پوچھا۔

"کہتا ہے تم بالکل خاموش رہو" سردارے نے اسے ڈانٹتے ہوئے کہا۔

"اوہ—— ڈیڈ—— ڈارلنگ! تم ایسا کیوں کہتے ہو" وہ دونوں ہاتھ پھیلا کر میری طرف بڑھی۔ اس کے ساتھ ہی اس نے پیار کرنے والے انداز میں ہونٹ سکوڑ لیے تھے۔

"روک—— اسے روک سردارے! ورنہ—— ورنہ اچھا نہ ہوگا" میں نے کہا۔

"میں نہیں روک سکتا باس جو ہوتا ہے ہونے دو—— کہاں کہاں روکوں سسری کو—— جگہ ذلیل کرایا ہے" سردارے نے منہ بناتے ہوئے کہا۔ لڑکی میرے بالکل قریب پہنچ گئی—— تب میں نے اسے جھکائی دی اور کمر پر اٹھا کر نیچے دے پٹخا لیکن اس انداز میں کہ اسے چوٹ نہ لگے۔

"ونڈر فل—— اے جوان آدمی! حیرت انگیز—— خدا کی قسم! میں نے کسی مرد کو اتنی دردی سے عورت کو اٹھا کر پھینکتے ہوئے نہیں دیکھا۔ یہ تیرا ہی کارنامہ ہے—— اب بولو؟" بیکر آخری جملے لڑکی کو مخاطب کر کے کہے—— لیکن لڑکی چت پڑی پلکیں جھپکا رہی تھی۔

شاید اس کی سمجھ میں ہی نہیں آ رہا تھا کہ یہ کیا ہو گیا—— اس کا زاویہ کیسے بدل گیا۔ سردارے اب بھی اطمینان سے کھڑا تھا۔

"کیا آپ دوبارہ کوشش فرمائیں گی محترمہ!" سردارے نے جھک کر پوچھا۔

"پنٹو ڈالنگ!" لڑکی بھرائی ہوئی آواز میں بولی۔

"لیس ڈارلنگ!" سردارے نے مضحکہ اڑانے والے انداز میں کہا۔

"میری جیب کہاں گئی—— اس میں سگریٹ تھے"۔

"ہاتھ ادھر لاؤ سویٹی" سردارے نے کہا۔ اور پھر اس نے جھک کر لڑکی کا ہاتھ اس کی جیب میں ڈال دیا اور لڑکی نے جیب سے سگریٹ اور ماچس نکال لی اور پھر خیمے میں چرس کی بو پھیل گئی۔

"میں جا رہا ہوں سردارے" میں نے کہا۔

"اوہ کہاں——؟ استانی کے پاس—— باس!" سردارے دانت نکال کر بولا۔ لیکن میں نے اس کی بات کا جواب نہیں دیا—— اور خیمے کا پردہ ہٹا کر باہر نکل آیا۔ سردارے میرے پیچھے ہی لپکا تھا—— اور پھر وہ بھی باہر نکل آیا۔

"باس—— باس—— سنو تو——"

"اوہو پنٹو—— مسٹر پنٹو! ایک منٹ پلیز" بیکر بھی بوکھلائے ہوئے انداز میں باہر نکل آیا۔

"ارے ارے' اسے کیا ہوا؟" سردارے نے حیرت سے بیکر کو دیکھا۔ میں بھی بیکر کو دیکھ رہا تھا۔

"میں—— میں آپ کا غلام ہوں مسٹر پنٹو! جو حکم دیں سر آنکھوں پر۔ لیکن خدا کے لیے—— خدا کے لیے مجھے اس خوفناک لڑکی کے ساتھ تنہا نہ چھوڑیں"

"اوہ" سردارے نے گہری سانس لی۔

"لے جا بھائی—— اسے لے جا—— نہ جانے کتنوں کی زندگی عذاب کی ہوگی اس نے" میں نے ہنستے ہوئے کہا۔

"ملاقات کب ہوگی باس؟" سردارے نے پوچھا۔

"کل—— لیکن اس وقت یہ بلا تمہارے ساتھ نہیں ہونی چاہیے"۔

"بہتر ہے باس۔ اس سے تھوڑی دیر کے لیے چھٹکارا پانے کی صرف ایک ہی ترکیب ہے باس—— کم از کم چار انجکشن لگوا دوں اور جھیل کے کنارے چھوڑ آؤں"۔

"جیسا پسند کرو" میں نے کہا اور آگے بڑھ گیا۔ بیکر احمقوں کے سے انداز میں ایک طرف کھڑا تھا۔ میں نے گردن ہلائی۔ خوب تھی سردارے کی محبوبہ بھی۔

تھوڑی دیر کے بعد میں سینی ٹورا کے پلاسٹک کے خیمے کے پاس پہنچ گیا۔ سینی ٹورا کی کار پلاسٹک گیراج میں کھڑی تھی۔ میں اندر داخل ہو گیا اور یہ صرف میری جرات تھی۔ دوسرے شاید ایسی حرکت کرنے کی جرات نہیں کر سکتے تھے۔ سینی ٹورا ایک فولڈنگ کرسی میں دراز ایک رسالہ پڑھ رہی تھی۔ نزدیک ہی بیئر کا جگ آدھا خالی رکھا تھا۔ مجھے دیکھ کر اس کے چہرے پر کوئی تاثر نہیں پیدا ہوا۔

"ہیلو!" میں نے اسے مخاطب کیا۔

"میں تم سے ناراض ہوں" سینی ٹورا نے کہا۔

"اوہ ہاں ——— شاید میں جلدی آگیا ——— سوری" میں واپسی کے لیے مڑتے ہوئے بولا۔
"ادھر دیکھو ——— !" سینی ٹورا نے کہا اور میں پلٹ پڑا۔ سینی ٹورا کے ہاتھ میں پستول تھا اور اس کی نال میری طرف اٹھی ہوئی تھی۔ "اگر تم نے باہر قدم نکالا تو تمہاری کمر چھلنی کر دوں گی"
"واقعی ——— ؟" میں مسکرا دیا۔
"ادھر آؤ" اس نے کہا۔ اور میں اس کی طرف بڑھ گیا۔ "اور قریب آؤ" وہ بولی۔ اور میں کر کے بالکل نزدیک پہنچ گیا۔ "اتنی دیر سے کہاں تھے؟"
"خیمے میں"
"کیوں؟"
"تم نے اجازت دی تھی"
"میں یاد نہیں آئی؟"
"صبر کر لیا"
"کیوں؟"
"اس لیے کہ شام کو تمہارے پاس آنا ہی تھا" میں مسکراتے ہوئے بولا۔
"کیوں پریشان کرتے ہوئے مجھے؟" اس نے دونوں ہاتھ میری کمر میں ڈال دیے اور اپنا چہرہ میرے بدن سے رگڑنے لگی۔ میں بالکل سرد ہو رہا تھا۔ میں نے اس کے اس انداز کی کوئی پذیرائی نہیں کی۔ اس چہرہ سرخ ہو گیا تھا' آنکھوں سے خمار ٹپک رہا تھا۔ عجیب کمینی عورت تھی لیکن یہ بات تو میں پہلے بھی کئی با سوچ چکا تھا۔
"بیٹھ جاؤ نا" اس نے کہا۔
"شکریہ" میں نے کہا اور اس سے الگ ہٹ کر بیٹھ گیا اور وہ عجیب سی نگاہوں سے مجھے دیکھتی رہی۔ پھر اس نے ایک گہری سانس لی اور رسالہ بند کر کے میز پر رکھ دیا۔ پستول اس کے اوپر رکھ دیا ——— پھر ک منٹ تک وہ کھوئے کھوئے انداز میں مجھے دیکھتی رہی۔ اور آہستہ آہستہ اس کا چہرہ اعتدال پر آ گیا۔ او خدوخال خشک ہوتے گئے۔
"تم نے اپنے ساتھیوں سے بات کی؟"
"ہاں"
"تیار ہیں وہ لوگ؟"
"یقیناً"
"پھر کیا پروگرام ہے؟"
"جو پروگرام باس کا" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔
"میں صرف تمہیں ساتھ لیے لیے نہیں پھرنا چاہتی' کچھ کام کرو"۔
"باس ہدایت دے' میں اس پر عمل کروں گا" میں نے اس کے انداز کا برا مانے بغیر جواب دیا۔ او وہ مجھے گھورتی رہی۔ پھر بولی۔
"کچھ مال ڈنمارک لے جانا ہے۔ کار کا مسئلہ تو ٹھیک ہے لیکن اس کے بارے میں کچھ اور بھی

چو"۔
"میں اس سلسلے میں ناتجربہ کار ہوں باس ——— تھوڑی سی تربیت مل جائے تو بخوبی کام کر سکوں"۔
"میں نے اسکول تو نہیں کھول رکھا ——— تمہیں ضرورت ہے تو خود سوچو' ورنہ دفعان ہو ؤ"۔
"ہوں" میں نے آہستہ سے کہا۔ "میرا خیال ہے جس سلسلے میں 'میں ناتجربہ کار ہوں' اس کے رے میں کچھ بتانا میرے بس سے باہر ہے اور مجھے وہ کام بھی نہیں کرنا چاہیے"۔
"تب تم جہنم میں جاؤ"
"تھینک یو مس سینی ٹورا ——— !" میں نے خیمے کے دروازے کی طرف بڑھتے ہوئے کہا۔
"آئندہ ادھر تمہاری شکل نہ دیکھوں" وہ غصے سے کانپتے ہوئے بولی۔
"اطمینان رکھیں" میں نے کہا اور اس کے خیمے سے نکل آیا۔ باہر آکر میں سر کھجانے لگا۔ بہرحال شان ہی تھا۔ کھوپڑی گھوم گئی تھی۔ درحقیقت دماغ نچا کر رکھ دیا تھا اس کمبخت عورت نے۔ نہ جانے کون ی ——— نہ جانے کیا چاہتی تھی۔ ہاں اگر میں اسے انٹرپول کا نمائندہ بھی تصور کرتا تو اس وقت کے یے کا یہی فیصلہ کیا جا سکتا تھا کہ برلن کے سفر سے بھی انہیں کچھ حاصل نہیں ہوا اور وہ مایوس ہو گئے۔
بہرحال اگر یہ بات ہے تب بھی کچھ برا نہیں ہے' میرے اوپر کیا اثر پڑتا ہے۔
لیکن اس وقت ——— اس وقت ہوئی خاصی بے عزتی ہے۔ اب کیا کرنا چاہیے۔ کیا اس سے س بے عزتی کا انتقام لوں یا الو کی پٹھی سمجھ کر معاف کر دوں۔ میں چلتا رہا اور میں نے طے کیا کہ کام تو بگڑ ہی گیا کیوں نہ اسے بھی پریشان کروں۔ اور پریشان کرنے کے لیے میں کوئی عمدہ سی ترکیب سوچنے لگا۔ بہرحال یہ کام اتنا مشکل نہیں تھا۔ بالآخر ایک ترکیب میرے ذہن میں آ ہی گئی اور میں نے اس پر عمل کرنے کا فیصلہ کر لیا۔
"تب میں سردارے کی تلاش میں نکل پڑا۔ سردارے کے بغیر اس تفریح میں صحیح لطف نہیں آ سکتا ا۔ اور پھر سردارے کی خبطی ساتھی بھی اس وقت میرے کام کی تھی۔ میں نے ایک چکر اپنے خیمے کا یا۔ بکر موجود تھا۔ اس نے بتایا کہ سردارے اس وقت سے اس طرف نہیں آیا۔
بہرحال میں اسے ممکنہ جگہوں پر تلاش کرتا رہا لیکن وہ نہیں مل سکا۔ نہ جانے کمبخت کہاں جا گھسا ا۔ بہرحال نہ سہی سردارے' میں خود بھی بہت کچھ کر سکتا تھا۔ چنانچہ ایک بار پھر میں اپنے مطلب کے گوں کی تلاش میں نکل پڑا ——— ہپیوں کی یہاں کیا کمی تھی اور ان میں زیادہ تر سرپھرے تھے۔ ایک و یسقار مجھے مل ہی گیا۔ اس کے پاس گٹار بھی عمدہ تھا۔ میں اس کے سامنے رک گیا۔ درمیانی عمر کا خاموش ع بوڑھا مجھے دیکھتا رہا۔ پھر اس نے نرمی سے مجھے پکارا۔
"ہیلو ——— ادھر آؤ ———" اور میں اس کے قریب پہنچ گیا۔ "بھوکے ہو؟" اس نے اس نداز سے پوچھا جیسے اسے میرے اوپر رحم آ گیا ہو اور وہ مجھے کچھ کھلانا چاہتا ہوں۔
"ہاں" میں نے گہری سانس لے کر کہا۔
"بہت بھوکے ہو؟" اس نے پھر پوچھا۔

"ہاں' بہت"

"کوئی بات نہیں صبر کرو۔۔۔۔۔ میں بھی بھوکا ہوں' بہت بھوکا ہوں لیکن صبر کر رہا ہوں اور ا
پھل کا انتظار کر رہا ہوں جو میٹھا ہوتا ہے" اس نے بڑے سکون سے جواب دیا اور میں نے ایک قہقہہ ضبط کر

"تم نے بھی کچھ نہیں کھایا؟"

"آج تیسرا روز ہے۔ اب تو لوگ موسیقار کو بھیک بھی نہیں دیتے لیکن مجھے فکر نہیں ہے۔ میں
ایک ایک ہفتہ گزارا کر لیتا ہوں اور پھل کہیں نہ کہیں سے مل ہی جاتا ہے"۔

"آج بھی مل جائے گا" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"اوہ' جلد بازی اچھی نہیں ہوتی' ابھی انتظار کرو"۔

"نہیں میرے دوست! تم بھی بھوکے ہو' میں بھی بھوکا ہوں۔۔۔۔۔ لیکن ہم دونوں کی بھوک
فرق ہے"۔

"اوہ' بھوک میں فرق نہیں ہوتا' بھوک یکساں ہوتی ہے"۔

"لیکن میری اور تمہاری بھوک میں فرق ہے۔ تمہیں جسم کی غذا نہیں ملی اور مجھے ر
کی۔۔۔۔۔ تو یوں کریں' تم میرے لیے روح کی غذا مہیا کرو اور میں تمہارے لیے جسم کی"۔

"فلسفہ مجھے بھی پسند ہے لیکن خالی پیٹ کا فلسفہ سارے فلسفوں پر غالب ہے' تم جو کچھ کہنا چا
ہو' صاف صاف کہو" اس نے نقیہہ آواز میں کہا۔

تب میں نے جیب سے ایک کرنسی نوٹ نکالا اور اسے اس کی طرف بڑھاتے ہوئے بولا "ا
تھامو۔۔۔۔۔ دیکھو' یہ تمہاری بھوک ختم کر سکتا ہے یا نہیں" اور اس نے نوٹ میرے ہاتھ سے اچک
اسے آنکھوں کے قریب لے جا کر غور سے دیکھنے لگا۔

"اصلی ہے؟" اس نے رازداری سے پوچھا۔

"ہاں۔۔۔۔۔ کیوں؟ نقلی لگ رہا ہے کیا؟"

"تمہارے پاس کہاں سے آیا؟" وہ ٹٹولنے والی نگاہوں سے مجھے دیکھتے ہوئے بولا۔

"کیا مطلب؟" میں نے حیرت سے پوچھا۔

"سچ سچ بتا دو۔۔۔۔۔ میں وعدہ کرتا ہوں کہ کسی سے نہیں کہوں گا" اس نے مجھے بھروسہ دلا
ہوئے کہا۔

"پہلے تم اپنا پیٹ بھر لو۔۔۔۔۔ اس کے بعد بتاؤں گا"۔

"اور تم؟"

"میں کہہ تو چکا ہوں کہ میرا پیٹ نہیں۔۔۔۔۔ روح بھوکی ہے"۔

"روح؟" اس نے پر خیال انداز میں کہا۔

"ہاں۔۔۔۔۔ اور روح کی غذا موسیقی ہے"۔

"اوہ" اس نے ایک گہری سانس لی "تو تم موسیقی کے بھوکے ہو"

"ہاں"

"شاعر معلوم ہوتے ہو؟"

"کیوں؟"

"صرف یہی صنف حقیقت سے دور ہے' روح کی باتیں اسی کے پاس ہیں ورنہ میرے
ت۔۔۔۔۔ روٹی' زندگی کی سب سے بڑی ضرورت ہے۔ تم موسیقی کو روح کی غذا کہتے ہو۔ بے شک
ٹ بھرا ہوا ہو تو موسیقی کانوں میں رس گھولتی ہے لیکن خالی پیٹ' روح بھی موسیقی کی پروا کیے بغیر عالم بالا
طرف پر تولے رہتی ہے۔ بولو۔۔۔۔۔ کیا میں غلط کہہ رہا ہوں۔۔۔۔۔ جواب دو"۔

"بالکل ٹھیک کہہ رہے ہو میری جان۔۔۔۔۔ لیکن میرا پیٹ بھرا ہوا ہے اس لیے اب میری روح
دکی ہے۔ تمہارا پیٹ یہ نوٹ بھر دے گا۔ تم اس کے عوض میری روح کو سیراب کر دو"۔

"منظور" وہ خوشی سے اچھل پڑا۔

"تب پھر آؤ" میں نے کہا اور موسیقار میرے ساتھ چل پڑا۔ "کیا نام ہے تمہارا۔۔۔۔۔؟" میں
نے راستے میں اس سے پوچھا۔

"نوٹ میرے ہاتھ میں ہے بلکہ میرے قبضے میں ہے۔ اور تم ایک بھوکے آدمی سے زیادہ طاقتور
میں ہو گے۔ تم اس سے زندگی چھین سکتے ہو۔۔۔۔۔ روٹی نہیں۔ اس لیے ابھی مجھے تم سے تعارف میں
کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ پہلے کھا لوں' اس کے بعد باتیں ہوں گی"۔

"میں اسے ایک ریستوران میں لے گیا اور خود ہی اس کے لیے کھانے کا آرڈر دے دیا۔ وہ بری
طرح کھانے پر ٹوٹ پڑا۔ مجھے بھی نہیں پوچھا تھا۔ بہرحال میں نے اپنے لیے کافی منگوالی تھی۔ اور اس کے
سپ لیتے ہوئے دلچسپی سے اسے دیکھتا رہا۔

خوب کھانے کے بعد اس نے کئی ڈکاریں لیں اور بچے ہوئے کھانے کو ندیدے انداز میں دیکھنے لگا۔
کاش! میں اسے بھی کھا سکتا" وہ آہستہ سے بولا۔ میں نے اس کی بات کا کوئی جواب نہیں دیا۔ ٹھیک ہی کہہ رہا
تھا۔ وہ درحقیقت' حقیقت پسند تھا۔

پھر میں نے اس کے لیے بھی کافی منگوائی اور کافی کی چسکیاں لیتے ہوئے اس نے عجیب سی نگاہوں
سے میری طرف دیکھا اور اس انداز میں دیکھتا رہا جیسے پہلی بار دیکھ رہا ہو۔۔۔۔۔ پھر اس نے متحیرانہ لہجے میں
کہا "تم آخر ہو کیا بلا؟"

"اوہو' خیریت؟ یہ اچانک۔۔۔۔۔؟" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"بھوک نے میرے حواس گم کر دیے تھے۔ میرا خیال ہے اب میں ہوش میں آ چکا ہوں۔ چنانچہ
اب تمہارے بارے میں جاننے کی خواہش قدرتی ہے"۔

"میں ایک عام انسان ہوں اور تم نے میرے ساتھ سمجھوتہ کیا ہے"

"کیسا سمجھوتہ؟"

"یہی کہ جب تمہارا پیٹ بھر جائے گا تو تم میرا پیٹ بھرو گے"

"اوہ' ہاں مجھے یاد ہے" اس نے کسی قدر نڈھال سی آواز میں کہا اور کافی کا آخری گھونٹ بھی
معدے میں اتار لیا۔ پھر وہ گہری گہری سانسیں لیتا رہا پھر بولا "موسیقی سے بہت لگاؤ ہے شاید؟"

"ہاں" میں نے جواب دیا۔ ویٹر نے ہمارے سامنے سے کافی کے برتن بھی ہٹا دیے تھے۔ میں نے
اسے بل لانے کا اشارہ کیا۔ اور ویٹر بل لے آیا۔ تب میں نے بل اپنی جیب سے ادا کر دیا۔۔۔۔۔ اور وہ کسی

قدر جز بز ہوگیا۔ ہوٹل سے باہر نکلتے ہوئے اس نے نوٹ میرے حوالے کرنا چاہا۔
"اب تو۔۔۔۔۔ بل تم نے ہی دے دیا"۔
"کوئی بات نہیں ہے یہ تم ہی رکھو" میں نے کہا۔
"اوہ شکریہ۔۔۔۔۔ شکریہ!" اس نے نوٹ جیب میں رکھ لیا اور میں اس کے ساتھ ساتھ چلنے ل
وہ اپنا گٹار سنبھالے میرے ساتھ خاموشی سے چل رہا تھا۔
"تم نے اپنا نام ابھی تک نہیں بتایا"
"کوئی خوبی نہیں ہے اس نام میں۔۔۔۔۔ تم مجھے واکر کہہ کر پکار سکتے ہو"۔
"میرا نام ایڈورڈ ہے"۔
"ہو سکتا ہے" اس نے لاپرواہی سے کہا۔ اور تھوڑی دیر کے بعد ہم پلاسٹک کے خیمے کے سا
پہنچ گئے۔ میں نے سینی ٹورا کے خیمے کی جانب نگاہ دوڑائی۔۔۔۔۔ اندر روشنی ہو رہی تھی۔ میں نے واکر
رکنے کے لیے کہا۔۔۔۔۔ اور پھر میں نے اس سے گٹار بجانے کا مطالبہ کیا۔
"یہاں۔۔۔۔۔ اس جگہ۔۔۔۔۔ ضروری ہے؟"
"ہاں یہیں بجاؤ" میں نے کہا اور واکر گردن ہلانے لگا۔
"سنو دوست۔۔۔۔۔ تین دن کے بھوکے شخص نے پیٹ بھر کر کھانا کھایا ہے۔ اس وقت اُ
ایک عضو چیخ چیخ کر کہہ رہا ہے کہ آرام کرو لیکن میں تمہارا مقروض ہوں۔۔۔۔۔ بہرحال سناؤں گا"۔
"اوہ' یہ بات ہے واکر۔۔۔۔۔ تب پھر گٹار مجھے دے دو اور تم آرام سے اس خیمے کے سا
پڑے پتھر سے ٹیک لگا کر بیٹھ جاؤ"۔
"تم کیا کرو گے؟" واکر نے تعجب سے پوچھا۔
"مجبوری ہے' تم تو بھینس بن گئے اب میں خود ہی اپنی روح کا پیٹ بھرنے کی کوشش کروں گا"!
نے گٹار اس کے ہاتھ سے لیتے ہوئے کہا۔
"اوہ" واکر ہنسنے لگا۔ "کچھ بھی ہو' آدمی دلچسپ ہو" اس نے ہنستے ہوئے کہا اور پھر وہ میری ہدای
کے مطابق مجھ سے کچھ دور ایک پتھر سے ٹیک لگا کر بیٹھ گیا۔ میں نے گٹار کے تار درست کیے' چند ساعت ا
میں کھویا رہا اور پھر تار سر دینے لگے۔ تھوڑی دیر' بے ترتیب رہے اور اس کے بعد ان میں ترتیب آنے
اور میں نے ایک دلکش نغمہ چھیڑ دیا اور پورے اعتماد کے ساتھ گٹار بجانے لگا۔
پرانی روایتیں تازہ ہونے لگیں۔ تان سین جب تان لگاتا تھا تو جنگلی جانور کھنچ آتے تھے لیکن د
بدل گیا تھا۔ میں نے تان لگائی تو ہپی نوجوان لڑکے اور لڑکیاں جوق در جوق آ آ کر میرے گرد جمع ہو
لگے۔ سب سے پہلے واکر اپنی جگہ سے کھڑا ہو گیا تھا۔ چند لمحات پتھر کے نزدیک کھڑا مجھے گھورتا رہا تھا اور
آہستہ آہستہ میرے قریب پہنچ گیا تھا اور اب وہ میرے سامنے بالکل خاموش کھڑا تھا۔
چند ہی منٹ کے بعد میرے گرد کافی ہجوم اکٹھا ہو گیا۔ موسیقی کے رسیا' نظر نہ آنے والے سر
تاروں میں بندھے چلے آ رہے تھے اور میرے سامنے کھڑے جھوم رہے تھے۔
لیکن میری نگاہیں سینی ٹورا کے خیمے کی طرف اٹھی ہوئی تھیں۔ میں اس کا رد عمل دیکھنا چاہتا تھ
میرا نغمہ تیز سے تیز تر ہونے لگا اور ہپیوں کے منہ سے سسکاریاں نکلنے لگیں۔ وہ سب بے خود ہوتے

جا رہے تھے اور پھر میں نے سینی ٹورا کے خیمے کا پردہ ہٹتے دیکھا۔ اور میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔
ظاہر ہے اس ہجوم میں' میں نظر نہیں آ رہا ہوں گا۔ وہ قریب ضرور آئے گی اور یہی ہوا۔۔۔۔۔
سینی ٹورا آہستہ آہستہ آگے بڑھ آئی۔ اور پھر وہ بھی عام لوگوں کے ہجوم میں کھڑی ہو گئی۔۔۔۔۔ وہ مجھے گھور
رہی تھی لیکن میں نے ایک بار بھی اس کی شکل نہیں دیکھی۔
نغمہ ختم ہو گیا۔۔۔۔۔ تالیاں گونجنے لگیں۔ بدمست آوازیں ابھریں اور جو ہونا چاہیے
تھا۔۔۔۔۔ وہ ہوا۔ بہت سے ہپیوں نے مجھے گھیر لیا۔۔۔۔۔ دو تین بوسے بھی برداشت کرنے پڑے' جن
میں چرس کی بو شامل تھی۔۔۔۔۔ تب ایک دراز قامت لڑکی' جو جسمانی خوبیوں کا شاہکار تھی' میرے نزدیک
آئی۔ اس کے لمبے بال سامنے پڑے ہوئے تھے۔۔۔۔۔ اور اس نے نہایت بے تکلفی سے میری گردن میں
ہاتھ ڈال کر ایک طویل بوسہ لیا۔
عام حالات ہوتے تو میں شاید اسے دھکیل دیتا۔ لیکن سینی ٹورا سارے مناظر دیکھ رہی تھی' اس لیے
میں نے لڑکی کے بوسے کو اور طویل اور پرجوش بنا دیا۔
"موسیقار۔۔۔۔۔ ایک نغمہ۔۔۔۔۔ میرے لیے" لڑکی بدمست انداز میں بولی۔
"کیا نام ہے تمہارا؟" میں نے پوچھا۔
"جولی کیشا۔۔۔۔۔" اس نے جواب دیا اور میں نے گٹار کے تاروں سے اس کا نام لیا۔ اور لڑکی
جھوم اٹھی۔ اس کے چہرے پر فخر کے آثار نمودار ہو گئے۔
"میں تمہیں ایک سنہری رات دوں گی" اس نے سب کے سامنے اعلان کیا اور آوارہ گرد خوش ہو
کر تالیاں بجانے لگے۔
"معاوضہ معقول ہے موسیقار" برابر سے کسی کی آواز ابھری۔
"قبول؟" لڑکی بولی اور میں نے گردن ہلا دی۔ اس وقت میں خالص تفریح کے موڈ میں تھا۔ چنانچہ
میں نے تار پھر چھیڑ دیے۔ اور اس بار پہلے سے بھی زیادہ خوبصورت نغمہ تاروں نے اگل دیا۔ ہپی دیوانے
ہو رہے تھے اور اب وہ اجتماعی طور پر رقص کرنے لگے تھے۔
کئی بار میں نے سینی ٹورا کو دیکھا۔ وہ ایک طرف خاموش کھڑی تھی۔ فاصلہ اتنا تھا کہ اس کے چہرے
کے تاثرات نوٹ نہیں کر سکا۔۔۔۔۔ بہرحال اندازہ تھا کہ خوشگوار نہ ہوں گے۔
کچھ بھی ہو۔۔۔۔۔ عورت واقعی انوکھی تھی۔۔۔۔۔ اور جو کچھ بھی تھی' دلکشی سے بھرپور تھی۔
جولی کیشا بھی رقص کر رہی تھی۔ اس عورت کا قد دراز تھا' رنگ بہت خوبصورت تھا' کمر بے حد پتلی تھی
لیکن کمر کی نسبت سینے کی چوڑائی زیادہ تھی اور بالائی جسم واقعی خوبصورت ترین تھا۔
پھر میں نے سینی ٹورا کو واپس جاتے ہوئے دیکھا۔ اس کے قدم تھکے تھکے سے تھے۔ نہ جانے کیوں
میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی اور تھوڑی دیر کے بعد میں نے نغمہ ختم کر دیا۔
"موسیقار۔۔۔۔۔ رات کا آخری تحفہ۔۔۔۔۔ ایک اور نغمے کی بھیک" نشے میں ڈوبے ہوؤں
کی آوازیں ابھریں لیکن میری دلچسپی اب ختم ہو گئی تھی۔
"آخری تحفہ اب میرے بھائی سے وصول کرو" میں نے کہا اور واکر کو آواز دی۔ واکر جلدی سے
میرے قریب پہنچ گیا۔ میں نے گٹار اس کے ہاتھ میں تھما دیا۔

"اب یہ میرے ہاتھ میں اچھا نہیں لگتا" واکر نے آہستہ سے کہا۔

"کیوں؟"

"تم ——— اس کے حقدار ہو؟"

"اور یہ میرے حقدار ہیں" میں نے آوارہ گردوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

"ہر فنکار پر اس کے پرستاروں کا حق ہوتا ہے۔ تمہارا فن تمہاری شخصیت ہے۔ میں نے یہ گٹار تمہیں دیا۔ کیونکہ یہ تمہارے پاس خوش ہے"۔

"پکڑ بھائی ——— ہر بات میں فلسفہ نہ بگھارا کر ———" میں نے گٹار اس کے ہاتھوں میں ٹھونستے ہوئے کہا اور واپسی کے لیے مڑ گیا۔

"سنو تو ——— سنو تو میرے دوست ——— سنو تو انوکھے آدمی"

"بکو مت" میں نے کہا اور رفتار تیز کر دی۔

"ڈارلنگ ——— ڈارلنگ ——— مجھے کیوں چھوڑ کر جا رہے ہو" پیچھے سے جولی کیشا کی آواز سنائی دی اور وہ لمبی لمبی قلانچیں بھرتی میرے پاس پہنچ گئی۔

"اب آپ بور کریں گی"۔

"میں تمہارا انعام ہوں" اس نے جھومتے ہوئے کہا۔

"میرے پاس انعام رکھنے کی جگہ نہیں ہے"۔

"اوہ' میرا خیمہ موجود ہے ——— آؤ ——— آؤ بھی" اس نے میرا ہاتھ پکڑ لیا اور اچانک میرا پروگرام بدل گیا ——— میں سینٹ ٹورا کا عاشق تو نہیں ہوں' خود کو اس کے لیے وقف تو نہیں کر چکا ہوں ——— اور اب تو ایک طرح سے رابطہ بھی ٹوٹ گیا ہے۔ پھر کئی راتوں کی تنہائی کیوں نہ دور کی جائے۔ بہر حال لڑکی ہے' جوان ہے اور خود سپردگی پر آمادہ ہے۔ پھر میں زاہد کیوں بن جاؤں۔ چنانچہ میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی اور ——— میں نے نرمی سے اس کی کمر میں ہاتھ ڈال کر اسے اپنے قریب کر لیا۔

"تمہیں جولی کہہ کر پکاروں یا کیشا کہہ کر ———؟"

"جو دل چاہے' لیکن مجھے کیشا زیادہ پسند ہے"

"کیشا ڈارلنگ!" میں نے اسے خود سے چپکاتے ہوئے کہا اور اس نے دونوں ہونٹوں کی چونچ بنا دی۔ پھر میرے کندھے پکڑ کر میرے بوسے لینے لگی۔

"خاتون زیادہ ہی بے تکلف ہیں' اس لیے ذرا احتیاط رکھی جائے تو مناسب ہے۔ میں نے گہری سانس لے کر سوچا اور بمشکل تمام اسے آگے بڑھنے پر آمادہ کر سکا۔

جولی کیشا آگے بڑھنے لگی اور ہم لوگ خاصی دور نکل آئے۔ "آپ کا خیمہ اس طرف تو نہیں ہے"۔

"سبحان اللہ!" میں نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔

"کیا؟"

"عرض کر رہا ہوں ——— پھر اس طرف کہاں تشریف لے جا رہی ہیں؟"

"میں ——— میں نہیں جانتی"

"واللہ! آپ تو کچھ نہیں جانتیں۔ کیوں نہ میں آپ کو یہاں چھوڑ کر آگے بڑھ جاؤں"۔

"اوہ' نہیں ڈالنگ ——— آؤ ——— یہیں بیٹھیں ——— تنہائی ہے' چاند ہے اور تم ——— موسیقار ——— آؤ بیٹھو" اس نے کہا اور میں نے چاروں طرف دیکھا۔

کیمپنگ کی بائیں سمت تھی' یہاں بڑے بڑے پتھر پڑے ہوئے تھے۔ خیمے کافی دور رہ گئے تھے۔ بہر حال جگہ ٹھنڈی اور خوشگوار تھی' اس لیے میں نے اعتراض نہیں کیا۔ پھر ایک مسطح پتھر پر ہم دونوں بیٹھ گئے۔

"تم ——— تم کہاں سے آئے ہو ——— اوہ' تمہارے نغمے روح میں اتر جاتے ہیں ——— موسیقار! تمہارا نام کیا ہے؟"

"ابوالہول" میں نے جواب دیا۔

"آبو ——— ل ——— ہال" اس نے کہا۔

"جی" میں نے دانت نکال دیے۔

"اوہ' سوئٹ آبول ——— ہال ——— ایک نغمہ اور میری جان! میرے لیے صرف ایک نغمہ"۔

"واللہ! بدقسمتی سے طلبہ نواز نہیں ہوں ورنہ آپ کا سر بجا کر آپ کی فرمائش ضرور پوری کرتا" میں نے جواب دیا۔

"کیا کہہ رہے ہو ——— میری سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا"۔

"میرا خیال ہے اب آپ کچھ سوچنے سمجھنے کے قابل بھی نہیں ہیں اور اپنا خیمہ بھی بھول گئی ہیں۔ چنانچہ کیوں نہ میں آپ کی گردن دبا کر آپ کی لاش کسی پتھر کے پیچھے ڈال دوں" نہ جانے کیوں مجھے اس نشے میں ڈوبی ہوئی لڑکی سے الجھن ہونے لگی ——— اب اس کے اندر وہ دلکشی نہیں رہی تھی جو میں نے تھوڑی دیر قبل محسوس کی تھی۔

"ارے نائیں ——— نائیں' ایسا مت کرنا۔ میں تو تم سے پیار کرتی ہوں ——— ڈارلنگ ——— میں نے تو ———" اس نے پھر میری طرف لپکنے کی کوشش کی لیکن ایک طرح سے وہ بے جان ہو رہی تھی ——— اور اس بے جان لڑکی سے کوئی لطف نہیں اٹھایا جا سکتا تھا۔ چنانچہ میں نے اسے روک دیا۔

"کیشا ——— کیا تم اپنے خیمے کی نشاندہی کر سکتی ہو؟"

"ایں ——— کیشا نے سمجھنے کی کوشش کی اور پھر الوؤں کی طرح آنکھیں پھاڑ کر ادھر ادھر دیکھا "خیمہ ——— ہاں' تھا تو سہی' لیکن ——— لیکن نہ جانے کہاں تھا"

"تب پھر میری جان! یہیں آرام کرو۔ میں تمہیں اٹھا کر وہاں نہیں لے جا سکتا" میں نے کہا اور اچانک ہی مجھے محسوس ہوا کہ جیسے کوئی ہمارے آس پاس موجود ہو۔ میں نے پلٹنے کی کوشش کی' لیکن ——— دیر ہو چکی تھی۔ میرے سر کی پشت پر ضرب پڑی اور میں خلا میں ہاتھ پاؤں مار کر رہ گیا۔ حواس جواب دے گئے تھے۔

پھر نہ جانے کتنی دیر کے بعد ہوش آیا۔ ذہن سائیں سائیں کر رہا تھا۔ سامنے ہی روشنی نظر آ رہی

تھی۔ لیکن ابھی صاف نہیں ہوئی تھی اور آنکھوں میں چبھ رہی تھی۔۔۔۔۔۔ میں نے آنکھیں بند کر
اور حواس بحال کرنے کی کوشش کرنے لگا۔ ذہن دکھ رہا تھا لیکن بہرحال میں اپنے ذہن پر قابو پانے
کامیاب ہو گیا۔

کیا قصہ ہے۔۔۔۔۔ میں نے سوچا اور اپنی اس حالت کا پس منظر ذہن میں دہرانے لگا۔ وقتہ
ہوئی۔ سینی ٹورا یاد آئی۔۔۔۔۔ پھر کیشا۔۔۔۔۔ اور پھر دوسرے حالات اور۔۔۔۔۔ میں نے آنکھیں
کیے کیے وچا۔۔۔۔۔ تو وہ لڑکی۔۔۔۔۔ وہ لڑکی بھی گڑبڑ تھی۔

گویا سینی ٹورا کا فائل بھی بند کر دیا گیا اور اسے ناکام لوگوں میں شامل کر لیا گیا لیکن وہ ا
لڑکی۔۔۔۔۔ کیا صرف اغوا کرنا ہی مقصود تھا۔ جگہ کون سی ہے؟ میں نے پھر آنکھیں کھولیں۔۔۔۔۔
ذہن کسی حد تک صاف ہو گیا تھا۔ اس عمارت کے بارے میں جاننے کی کوشش کرنے لگا، جہاں تھا۔۔۔
اور چونک پڑا کیونکہ اس جگہ کو تو خوب پہچان سکتا تھا۔

یہ تو۔۔۔۔۔ سینی ٹورا کا خیمہ ہی تھا۔ دوسرے لمحے میں اچھل کر بیٹھ گیا۔ تب میری نگاہ سینی ٹو
پڑی، جو اپنے مخصوص، پُرغرور انداز میں ایک کرسی پر بیٹھی ہوئی تھی۔ اس کی نگاہیں مجھ پر ہی مرکوز تھیں
ان میں اچھے تاثرات نہ تھے۔

"ہوش میں آ گئے؟" وہ کرخت آواز میں بولی۔

"خوب، تو یہ تم تھیں؟" میں نے ہونٹ بھینچ کر کہا۔

"اور تمہارے خیال میں کون ہو سکتا تھا؟"

"میرے خیال میں۔۔۔۔۔؟" میں مسکرا دیا۔

"ہاں"

"میں سمجھا تمہارے ڈیپارٹمنٹ نے یہ کارروائی کی ہے"

"تمہارا خیال درست ہے"۔

"ویری گڈ۔۔۔۔۔ اب گویا تم کھل کر سامنے آ گئیں؟"

"ظاہر ہے۔۔۔۔۔ یہ ضروری تھا" سینی ٹورا نے خشک لہجے میں کہا۔

"کیوں جان جاناں!" میں نے پیار بھرے انداز میں پوچھا۔

"اس لیے کہ تم میرے راز سے واقف تھے۔ تمہیں آزادی نہیں دی جا سکتی؟"

"آپ کا راز؟"

"ہاں۔۔۔۔۔ گو میں اتنی کمزور نہیں ہوں۔ تم نے دیکھ لیا ہے، میرے آدمی کس طرح تمہیں ا
لائے، لیکن بہرحال، تمہیں کار کا راز معلوم ہے اور میرا آئندہ پروگرام بھی"۔

"میں کچھ نہیں سمجھا جان من" میں نے کہا اور وہ مجھے غور سے دیکھنے لگی۔

"میں تمہیں سب کچھ سمجھا دوں گی" سینی ٹورا نے کہا اور اپنی جگہ سے اٹھ گئی۔ پھر وہ ایک کو۔
میں گئی اور وہاں سے کوئی چیز اٹھائی۔ جب وہ واپس پلٹی تو میں نے اس کے ہاتھ میں چمڑے کا ایک کوڑا دیکھا۔

"اوہ" میں نے گردن ہلائی۔

"مجھے اپنی اس حرکت کا مقصد بتاؤ؟" سینی ٹورا آہستہ آہستہ آگے بڑھتی ہوئی غرائی۔

"کون سی حرکت میری زندگی؟" میں نے پوچھا۔

"تم نے یہاں مجمع کیوں کیا تھا؟"

"تمہیں انٹرٹین کر رہا تھا" میں نے جواب دیا اور سینی ٹورا کا ہاتھ گھوم گیا لیکن میں نے پھرتی سے
اس کا وار خالی دیا تھا۔

"تم مجھے بلیک میل کرنا چاہتے تھے" وہ بولی۔

"تمہیں؟" میں نے حیرت سے کہا۔

"ہاں۔۔۔۔۔ تم کہنا چاہتے تھے کہ تم یہاں بہت کچھ کر سکتے ہو۔۔۔۔۔ لوگوں کو میرے بارے
میں بتا سکتے ہو"

"لیکن کیا؟"

"یہی کہ میں اسمگلر ہوں"

"مگر۔۔۔۔۔ تم تو اسمگلر نہیں ہو"

"بکو مت، زیادہ ہوشیار بننے کی کوشش مت کرو" اس نے پھر کوڑا گھمایا۔

"سینی ٹورا۔۔۔۔۔ جو کہنا چاہتی ہو صاف صاف کہو" اس بار میں نے سنجیدگی سے کہا۔

"تم اس لڑکی کے ساتھ کیوں گئے تھے؟"

"اب تم مجھ سے ایسے سوالات نہیں کر سکتیں؟"

"کیوں؟"

"اس لیے کہ تم نے میری ملازمت ختم کر دی ہے"۔

"اوہ" تو تمہارا خیال ہے کہ میں تمہیں اپنا راز دار بنا کر آزاد چھوڑ دوں گی" وہ طنزیہ انداز میں بولی۔

"میں تمہارا راز کیا ہے؟"

"ایڈورڈ۔۔۔۔۔ ہوش میں آ جاؤ۔۔۔۔۔ اگر میں تمہیں قتل بھی کر دوں گی تو مجھ سے کوئی سوال
نہیں کرے گا"۔

"ظاہر ہے۔۔۔۔۔ لیکن مس سینی ٹورا۔۔۔۔۔ میں آپ کو نہیں سمجھ سکا"

"کیا کہنا چاہتے ہو؟"

"کیا انٹرپول میرا پیچھا نہیں چھوڑ سکتی؟"

"انٹرپول" وہ آہستہ سے بولی۔

"جی"

"تو تم مجھے انٹرپول کی رکن سمجھ رہے ہو؟"

"خوب۔۔۔۔۔ تو گویا اور قلابازی کھائیں گی آپ"

"نہیں۔۔۔۔۔" وہ مسکرائی "لیکن تمہاری چالاکی کی ضرور قائل ہو گئی۔ اب تم اس طرح اپنی
جان بچانا چاہتے ہو لیکن میں تمہیں اس طرح نہیں چھوڑ سکتی"۔

"میں تو ایک بے وقوف انسان ہوں مس سینی ٹورا"۔۔۔۔۔ جس طرح آپ کہیں گی مان جاؤں
گا"۔

"تب پھر بتاؤ ------ مجمع لگانے سے تمہارا کیا مقصد تھا؟"

"تفریح" میں نے جواب دیا۔

"اوہ" میں تمہارے بدن کی کھال ادھیڑ دوں گی" سینی ٹورا دانت پیس کر بولی اور پھر اس نے لگاتار چابک گھمانا شروع کر دیا۔ جگہ زیادہ وسیع نہیں تھی۔ میں اچھل اچھل کر اس کے وار خالی دے رہا تھا۔ لیکن بہرحال مار کھا سکتا تھا۔

"سنو ------" میں نے سنجیدگی سے کہا۔ میرا خیال ہے یہ مذاق ختم کر دو۔ اگر چابک کا سرا میرے بدن سے چھو بھی گیا تو تمہارے حق میں بہتر نہ ہوگا"۔

"میں تمہارے پورے بدن کی کھال اتار لوں گی' سمجھے" وہ دیوانوں کے سے انداز میں بولی۔ اور اس بار مجھے پوری سنجیدگی سے تیار ہونا پڑا۔ میں نے چابک پر نگاہ رکھی تھی اور جونہی وہ میری طرف لپکا میں نے نہ صرف وار خالی دیا بلکہ اسے مٹھی میں دبوچ بھی لیا ------ پھر میں نے ایک زبردست جھٹکا دیا ------ اور چونکہ سینی ٹورا اس کے لیے تیار نہیں تھی اس لیے چابک اس کے ہاتھ سے نکل گیا۔

میرے ہونٹ نفرت سے سکڑے ہوئے تھے۔

"اوہ' کمینے ------ میں ------ میں تجھے مار ڈالوں گی" وہ غرا کر میرے اوپر جھپٹی لیکن شاید زندگی میں پہلی بار اس کے گال پر اتنا زوردار تھپڑ پڑا ہوگا۔ پٹاخے کی سی آواز ابھری تھی۔ اور اس کی گردن گھوم گئی۔ میں نے اس کے بال پکڑ کر اسے زوردار جھٹکا دیا اور وہ نیچے آگری۔

تب اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ ایک آسودہ سی مسکراہٹ۔ وہ اطمینان سے زمین پر پڑی رہی۔ میں اسے گھور رہا تھا۔ اس وقت اس کے چہرے کا سکون اور مسکراہٹ میرے حواس خراب کر رہی تھی۔

"چلو غصہ تھوک دو" وہ خمار بھری آواز میں بولی۔

"ویری گڈ ------ پھر قلابازی کھاؤ گی" میں نے سفاکی سے کہا۔

"مجھے اٹھاؤ" اس نے بڑی اپنائیت سے ہاتھ اوپر اٹھا دیا۔

"تم خود بھی اٹھ سکتی ہو" میں پیچھے ہٹ گیا۔ اور وہ اٹھ کر بیٹھ گئی۔ لیکن اس کے چہرے پر کوئی خفگی نہیں تھی۔

"دیکھو اس کی نہیں ہو رہی۔ تم کھو گئے تھے میں نے تمہیں تلاش کر لیا"۔

"کیا بکواس ہے" میں غرایا۔

"ہاں ڈارلنگ! اس انداز میں تم مرد لگتے ہو۔ پچھلے گھنٹوں میں تو تم مسخرے بن گئے تھے اور مجھے مسخرے پسند نہیں۔ مرد میں مردانگی نہ ہو تو اس کے مرد ہونے سے کیا فائدہ"۔

"خوب' تم مجھے مرد بنا رہی تھیں؟" میں نے طنزیہ انداز میں کہا۔

"نہیں ------ تمہاری سو جانے والی فطرت کو جگا رہی تھی۔ یقین کرو' میں نے تمہیں واپس لانے کے لیے یہ سب کیا تھا۔ میری بات پر یقین کرو ڈارلنگ"۔

"اور یہ ہنٹر بازی؟"

"کیا تم اس سے چڑ کر مقابلے پر آمادہ نہیں ہوئے"۔

"اب میں یہ اعتراف کر لوں گا کہ تم میرے دماغ کی چولیں ہلا رہی ہو" میں نے کوڑا ایک طرف پھینکتے ہوئے کہا۔

"اوہ' نہیں ڈارلنگ ------ میں تو کھلی کتاب ہوں' بس مجھے پڑھنے کا انداز جان لو" اس نے اتراتے ہوئے کہا اور میں گہری سانس لے کر گردن ہلانے لگا۔

"میرے سر پر ضرب کس نے لگائی تھی؟"

"بتا چکی ہوں' میرے ڈیپارٹمنٹ نے۔ یہاں میرے کافی آدمی ہیں اگر میں چاہوں تو میری ایک آواز پر تمہارے بدن میں درجنوں سوراخ ہو جائیں"

"بہرحال اب میری کیا پوزیشن ہے؟"

"وہی' جو تھی"۔

"یعنی میں تمہارا ملازم ہوں"

"ملازم تو نہیں ------" وہ مسکرائی

"پھر ------؟"

"دوست کہو"

"اچھی دوستی ہے" میں نے شانے ہلائے۔

"بس میں جو چاہتی ہوں تمہیں بتا چکی ہوں ------ تمہارے اسی انداز نے مجھے متاثر کیا تھا' ورنہ ف کرنا اور کیا خوبی ہے تمہارے اندر۔ میں وہی انداز واپس لانا چاہتی تھی"۔

اور میں گردن ہلانے لگا۔

"ویسے گٹار خوب بجاتے ہو' خدا کی قسم! لیکن اس کمینی کو منہ کیوں لگایا تم نے؟"

"کون؟" میں نے انجان بنتے ہوئے کہا۔

"وہی' جو تمہاری حقدار بن بیٹھی تھی"

"اوہ' جولی کیسٹا؟"

"پہلے سے جانتے تھے اسے؟"

"ہرگز نہیں" میں نے جواب دیا۔

"اگر وہ ------ تم تک پہنچنے میں کامیاب ہو جاتی تو میں اسے قتل کر دیتی"

"یہی بات تو میری سمجھ میں نہیں آئی مس سینی ٹورا ------ آخر کیوں؟"

"اس لیے کہ میں تمہیں چاہتی ہوں" اس نے سکون سے کہا۔

"لیکن آپ کی یہ چاہت میرا کیا حشر کرے گی"

"بس جس طرح میں چاہوں' چاہنے دو ------ تم دخل مت دو۔ اور اب چھوڑو ان سوال و جواب کو ------ رات خاصی گزر چکی ہے۔ اب آرام کریں گے۔ وہ اٹھ گئی۔ گویا ڈرامہ ختم ہو گیا تھا۔

اور پھر رات کو وہ نہایت سکون سے سوئی۔ گہری نیند۔ لیکن میری کھوپڑی الٹتی رہی تھی۔ کیا ------ یہ کیا چاہتی ہے اور کیا درحقیقت اس کا تعلق انٹرپول سے نہیں ہے؟ صرف اسمگلر ہے ------ ویسے اب مجھے احساس ہو رہا تھا کہ میں حماقت کر رہا ہوں' اسے کسی بھی طرح بہلا کر کم از کم

یہاں سے نکل چلا جائے۔ اس کے بعد سب کچھ دیکھ لیا جائے گا۔

دوسری صبح کوئی خاص بات نہیں تھی۔ سینی ٹورا نے میرے ساتھ ہی ناشتہ کیا اور ناشتے سے فارغ ہونے کے بعد بولی "تم اپنے دونوں ساتھیوں کو یہیں بلا لاؤ۔ ان کے پاسپورٹ بھی تیار ہیں' میں ان کے چہروں پر میک اپ کر دوں گی ہم آج ہی یہاں سے نکل چلیں گے"۔

"واقعی؟" میں نے خوش ہو کر کہا۔

"ہاں' سچ"

"ٹھیک ہے' مجھے اجازت دو"

"اوکے" اس نے کہا اور میں وہاں سے نکل آیا۔۔۔۔۔ میری تو دلی خواہش تھی جو کچھ ہو رہا ہے ہونے دیا جائے۔ بس یہاں سے نکل چلا جائے۔ یہ میری اولین خواہش تھی۔

اتفاق سے سردارے بھی موجود تھا اور اس وقت اس کے ساتھ اس کی محبوبہ نہیں تھی۔ رہی بیکر کی بات' تو وہ جاتا ہی کہاں تھا' موجود نہ ہوتا۔

"کہاں گئی؟" میں نے خیمے کے کونے کھدروں میں جھانکتے ہوئے کہا اور بیکر اور سردارے بھی میرے ساتھ ہی ادھر ادھر دیکھنے لگے "کہاں گئی سردارے؟"

"کون باس۔۔۔۔ کیا چیز؟"

"تمہاری محبوبہ"

"لاحول ولا قوۃ" سردارے جھینپے ہوئے انداز میں بولا۔

"کیوں؟"

"میں سمجھا نہ جانے کیا تلاش کر رہے ہو استاد۔۔۔۔۔ بہرحال میں اسے ناشتے کے بعد دو انجکشن لگوا کر سلا آیا ہوں۔ میرا خیال ہے دوپہر تک نہیں جاگے گی"۔

"چلو ٹھیک ہے' ورنہ وہ تمہارے صدمے سے خودکشی کر لیتی"۔

"کیا مطلب؟"

"تیار ہو جاؤ" میں نے کہا اور سردارے نے ٹھنڈی سانس لی۔

"یعنی کام بن گیا؟" سردارے مردہ سی آواز میں بولا۔

"اندازہ تو یہی ہے"۔

"استانی ساتھ جائیں گی؟"

"نہیں" میں نے جواب دیا۔

"ارے' اچھا" سردارے نے تعجب سے کہا۔ "میرا خیال تو تھا کہ وہ ہمارے ساتھ ہی جائیں گی"۔

"نہیں۔۔۔۔ ہم ان کے ساتھ جائیں گے۔ بس تم سامان سمیٹ لو۔۔۔۔۔ واپسی میں ہماری شکلیں نہیں پہچانی جا سکیں گی" میں نے کہا اور سردارے معنی خیز انداز میں گردن ہلانے لگا۔

"تو یہ بات ہے۔۔۔۔ بہرحال استاد! خوش قسمت ہو۔۔۔۔۔ کاش استانی کی کوئی چھوٹی بہن ہوتی تو بڑی لاڈلی ہوتی یعنی ہر جگہ ساتھ لگی پھرتی" سردارے نے کہا اور پھر بیکر کے ساتھ مل کر مختصر سامان باندھنے لگا۔ اس کے بعد ہم نے خیمے کا بل وغیرہ ادا کیا اور پھر میں ان دونوں کو ساتھ لے کر سینی ٹورا

خیمے کی طرف چل پڑا۔۔۔۔ راستے میں' میں نے سردارے کو مخاطب کیا "اس عورت کی فطرت سے تم واقف ہو چکے ہو سردارے!"

"کس کی استاد؟" سردارے چونک پڑا۔

"سینی ٹورا کی بات کر رہا ہوں"۔

"میں سمجھ نہیں سکا استاد؟"

"سمجھ لو سردارے! بہت ضروری ہے۔ وہ جس قسم کی عورت ہے اس کی ہلکی سی جھلک تو تم دیکھ ہی چکے ہو"۔

"ہاں۔ لیکن اپنے استاد کا کارنامہ بھی دیکھ چکا ہوں"۔

"استاد نے کوئی کارنامہ انجام نہیں دیا' کسی غلط فہمی کا شکار مت ہونا۔ اس سے بے تکلف ہونے کی کوشش مت کرنا اور اس کی طرف سے ہوشیار بھی رہنا"

"انوکھی ہدایات ہیں استاد"

"دل چاہے تو ان پر عمل کر لینا' فائدے میں رہو گے' ورنہ تمہاری مرضی"۔

"ارے توبہ استاد! جو کہو گے اس پر عمل کروں گا" سردارے نے کان پکڑتے ہوئے کہا۔ تھوڑی دیر کے بعد ہم سینی ٹورا کے خیمے میں داخل ہوئے' سینی ٹورا ہماری منتظر تھی اور خلاف توقع بڑے اچھے موڈ میں تھی۔

"اتنی دیر لگا دی ڈارلنگ! میں سوچ رہی تھی نہ جانے کیا ہوا؟"

"میں مکمل تیاریوں کے ساتھ آیا ہوں"۔

"اوہ' یہ اچھا کیا۔۔۔۔ اب خیمے جانے کی ضرورت تو نہیں ہو گی؟"

"نہیں"۔

"گڈ۔۔۔۔ یہ تمہارے ساتھی ہیں؟"

"ہیلو۔۔۔۔ تمہارے نام؟" اس نے بڑے اخلاق سے کہا۔

"پنٹو!" سردارے بولا۔

"بیکر' مادام!" بیکر نے بھی سر جھکا کر کہا۔

"خوشی ہوئی تم سے مل کر' میرے ساتھ خوش رہو گے"۔

"یقیناً' مادام!" سردارے نے بھی سر جھکاتے ہوئے کہا۔

"اوکے ڈیئر۔۔۔۔ اب میں ان کا میک اپ کر دوں' تم تو خود ہی اپنی وگ لگا سکتے ہو"۔

"یقیناً' مجھے کوئی دقت نہ ہو گی" میں نے جواب دیا اور سینی ٹورا' سردارے کا میک اپ کرنے لگی۔ میں بھی اپنے چہرے کی مرمت کرنے لگا تھا۔ اس کام میں تقریباً ایک گھنٹہ صرف ہو گیا اور ایک گھنٹے کے بعد ہم دونوں کی شکلیں بدل گئی تھیں۔ سینی ٹورا نے ان کا جائزہ لیا اور گردن ہلا دی۔ بیکر کے پاس چونکہ اس کا پاسپورٹ موجود تھا' اس لیے اسے ضرورت نہیں پیش آئی۔

"ٹھیک ہے ڈارلنگ!" سینی ٹورا نے پوچھا۔

"میرا خیال ہے بالکل ٹھیک"۔

"تو پھر تیاریاں مکمل؟"

"اس کا اندازہ تو آپ خود لگائیں مس سینی ٹورا"

"میرا خیال ہے خیمہ اٹھالیں"۔

"اوکے" اور اس بار خیمہ اکھاڑنے میں صرف چند منٹ لگے۔ ہم تینوں نے مل کر چند منٹ میں کام کرلیا تھا۔ خیمہ تہہ کر کے گاڑی میں رکھ دیا گیا اور پھر سینی ٹورا کے اشارے پر سردارے اور بیکر پیچھے بیٹھ گئے اور میں اس کے ساتھ ----- اس نے کار اسٹارٹ کر کے آگے بڑھا دی۔

"استاد!" سردارے نے منمنانے کے انداز میں کہا۔ اور میں نے چونک کر گردن گھمائی۔ "زبان میں کھجلی ہو رہی ہے"

"سر میں تو نہیں ہو رہی؟" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"کیا کروں استاد ----- پیٹ پھول رہا ہے"۔

"کیا ہوا ہے؟"

"چند سوال -----!" سردارے بولا۔

"پھوٹو -----!"

"استانی کا رویہ تو برا نہیں ہے"۔

"چاہتے ہو تو برا ہو جائے؟"

"نہیں۔ نہیں" میرا مطلب ہے' وہ تم سے بہت متاثر معلوم ہوتی ہے اور پھر یہ ڈیئر ڈارلنگ ----- سردارے سے چھپانے کی کون سی ضرورت پیش آگئی استاد!"

"بکواس بند کردے سردار۔ ورنہ......"

"اعتراف کرلو استاد!"

"واقعی؟" میں نے ہونٹ بھینچ کر کہا۔

"ہاں' اس میں کوئی حرج نہیں ہے' سردارے تو خوش ہونے والوں میں سے ہے"۔

"ارے یہ کیا بکواس شروع کردی تم دونوں نے۔ کون سی زبان میں گفتگو کر رہے ہو؟" سینی نے درمیان میں دخل دیتے ہوئے کہا۔

"ایک ایشیائی زبان ہے"

"تم کیسے جانتے ہو؟"

"بہت سی زبانیں جانتے ہیں ہم لوگ"۔

"مگر اس زبان میں گفتگو مت کرو جو میری سمجھ میں نہ آتی ہو ----- کیا کہہ رہا ہے ساتھی؟"

"چھوڑو ----- وہ تو فضول آدمی ہے"۔

"پھر بھی ----- بتاؤ تو سہی"۔

"تمہارے حسن کی تعریف کر رہا ہے اور پوچھ رہا ہے کہ اگر تم سے اظہار عشق کرے تو برا تو مانو گی"

"ارے باپ رے' استاد ----- استاد!" سردارے بوکھلائے ہوئے انداز میں بولا۔

"اوہ" سینی ٹورا نے کہا۔ اور عقب نما آئینے میں سردارے کو گھورا۔ سردارے کی روح فنا ہونے لگی تھی۔ "صورت تو بری نہیں ہے' صحت بھی اچھی خاصی ہے" اس نے کہا۔

"ارے نہیں استانی جی! خدا کی قسم ----- میں -----" سردارے بوکھلاہٹ میں سینی ٹورا سے بھی اردو بولنے لگا۔

"اس سے کہو ایڈورڈ! کہ اس وقت میں ڈرائیونگ کر رہی ہوں' کسی مناسب جگہ مجھ سے اظہار عشق کرے" سینی ٹورا نے سنجیدگی سے کہا۔ اس کی بات سردارے نے بھی سنی تھی لیکن اسے میری جھنجلاہٹ کا بھی احساس ہو گیا تھا اور سینی ٹورا کی سنجیدگی کا بھی۔ اس لیے اس نے خاموشی میں ہی عافیت سمجھی۔

سینی ٹورا نے کار کی رفتار اور تیز کر دی۔ اس کی مضبوط جہازی کار بے حد شاندار تھی' اس کی برق رفتاری قابل دید تھی۔ سردارے کی تو روح ہی فنا ہو گئی تھی اس لیے اس نے کار کی تیز رفتاری پر توجہ نہیں دی' البتہ بیکر اس برق رفتاری سے متاثر نظر آ رہا تھا۔

اس کے بعد کا سفر انتہائی خاموشی سے طے ہوا' صرف کار کے انجن کی آواز سنائی دے رہی تھی اور اس وقت ایسا لگ رہا تھا جیسے خاموش رہنا ضروری ہو۔ کسی نے اس خاموشی کو توڑنے کی ضرورت ہی نہیں محسوس کی۔ اور سفر جاری رہا۔ کئی گھنٹے کی مسافت کے بعد سینی ٹورا نے کار کی رفتار سست کی اور پھر اسے سڑک کے کنارے روک دیا۔ تب ہم لوگوں میں جیسے زندگی بیدار ہو گئی۔

میں نے سوالیہ انداز میں سینی ٹورا کی طرف دیکھا۔

"کیا میں ڈرائیونگ کرنے کی مشین ہوں؟" اس نے تھکے تھکے انداز میں کہا۔

"تھک گئیں؟"

"ہاں"

"عورت ہو نا" میں نے آہستہ سے کہا۔

"ہاں" وہ بھی آہستہ سے بولی۔ میرے اس جملے سے ناراض ہونے کی بجائے اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی اور پھر وہ سردارے سے مخاطب ہو کر بولی "مسٹر پٹھو! پیچھے کھانے پینے کا سامان پڑا ہے' کیا خیال ہے ہم تھوڑی دیر یہاں آرام بھی کرلیں"۔

اور سردارے نے اس غیر متوقع عنایت پر انتہائی تیز رفتاری کا مظاہرہ کیا اور گاڑی سے سامان نکال کر ایک سایہ دار جگہ میں بیٹھنے کا انتظام کر دیا۔ بیکر اس کا مددگار تھا۔ ہم نے نہایت خاموشی سے کھانا کھایا ----- کار کا انجن بھی کھول دیا گیا تھا۔

کھانے سے فارغ ہو کر سینی ٹورا بے تکلفی سے ہمارے درمیان جگہ بنا کر لیٹ گئی۔ وہ مسکراتے ہوئے میری طرف دیکھ رہی تھی۔ "عورت ہوں نا -----؟" اس نے مسکراتے ہوئے کہا اور میں بھی مسکرا دیا ----- تب سینی ٹورا نے مسکراتے ہوئے سردارے کی طرف دیکھا۔ "کیا خیال ہے؟"

"ک ----- کس سلسلہ میں مادام؟" سردارے نے بوکھلائے ہوئے انداز میں کہا۔

"تم مجھ سے اظہار عشق کرنے والے تھے" وہ بے تکلفی سے بولی۔

"اوہ، نہیں مادام ----- مسٹر ایڈورڈ کو میرے الفاظ سے غلط فہمی ہوئی تھی۔ میں تو صرف یہ کہہ رہا تھا کہ عام عورتوں کا آپ سے کوئی مقابلہ ہی نہیں ہے۔ آپ جیسی پروقار خاتون نگاہوں سے کم ہی گزرتی ہیں۔ اس میں اظہار عشق کی کون سی بات تھی" بدمعاش سردارے نے چالاکی سے بات بنادی۔

"اوہ، ہاں۔ اس میں تو کوئی بات نہیں تھی، کیوں ایڈورڈ ----- تمہارا ساتھی تو بے حد شاندار آدمی ہے" سینی ٹورا نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"شاید" میں نے بھی مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

"تقریباً" ایک گھنٹے تک ہم وہاں آرام کرتے رہے۔ پھر دوبارہ سفر شروع ہوگیا۔ اس بار ڈرائیو میں کر رہا تھا اور سینی ٹورا میرے ساتھ بیٹھی تھی۔ میں نے بھی ڈرائیونگ کا وہی معیار پیش کیا جو سینی ٹورا نے برقرار رکھا تھا اور شام سے قبل ہم جرمنی کے سب سے بڑے شہر ہمبرگ پہنچ گئے۔

"رات، ہمیں یہیں گزارنی ہوگی، مجھے یہاں کچھ ضروری کام ہیں" سینی ٹورا نے کہا۔

"جو حکم مادام -----؟" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ تھوڑی دیر بعد ہم نے ایک ہوٹل منتخب کرلیا اور اس میں دو کمرے حاصل کرلیے گئے۔

"مجھے اجازت دو۔ ڈنر پر میرا انتظار مت کرنا۔ تم چاہو تو رات ہمبرگ کے کسی بھی مقام پر گزار لو" سینی ٹورا نے کہا اور پھر وہ گاڑی لے کر چلی گئی۔

لیکن اس کے جاتے ہی میرے ذہن میں ایک خیال سے سنسنی دوڑ گئی۔ پہلے میں اپنے طور پر بارے میں سوچتا رہا پھر میں نے سردارے سے مشورہ کرلینا مناسب خیال کیا۔ اور اس وقت جب بیکر باتھ میں تھا، میں نے سرگوشی میں سردارے سے کہا "سردارے! کیا خیال ہے، کیوں نہ ہم راتوں رات یہاں نکل چلیں"۔

"ایں" سردارے چونک پڑا۔

"احمق آدمی! تم سینی ٹورا کو کیا سمجھتے ہو؟"

"استانی" سردارے نے جواب دیا۔

"گدھے ہو پورے"

"کیا مطلب استاد!" سردارے نے سنجیدگی سے کہا۔

"میں نے اب بھی یہ خیال ترک نہیں کیا ہے کہ سینی ٹورا کا تعلق انٹرپول سے ہے"۔

"اوہ" سردارے کے چہرے پر بھی سنسنی پھیل گئی" لیکن استاد ----- پھر یہ چکر۔ آخر اس وہ کیا چاہتی ہے۔ بظاہر تو اس ساری بھاگ دوڑ سے کوئی نتیجہ اخذ نہیں ہوتا"۔

"صرف ایک نتیجہ اخذ ہوتا ہے۔

"کیا استاد؟"

"ابھی تک ان لوگوں کو غلام سیٹھ کا پتہ نہیں چل سکا اور یہ بات ان کے ذہن میں بیٹھ گئی۔ میرا تعلق کسی نہ کسی طور اس سے ضرور ہے۔ اس طرح وہ آخری قدم بھی اٹھالینا چاہتے ہیں"۔

"ممکن ہے استاد ----- لیکن پھر کیا پروگرام ہے؟"

"آؤ ----- اٹھیں۔ میرا خیال ہے اس سے غلطی ہوگئی، اس نے ہمارے پاسپورٹ ؟

الے نہیں کئے، لیکن وہ اس کے سامان میں ضرور ہوں گے۔ اگر ہمیں پاسپورٹ مل جائیں تو اسی وقت ہمبرگ چھوڑ دیں گے" میں نے کہا اور سردارے جلدی سے اٹھ گیا۔ ہم دونوں سینی ٹورا کے کمرے کی طرف چل پڑے۔

☆ ☆ ☆

کمرے کا دروازہ باہر سے بند تھا۔ یہ بات ہمارے علم میں تھی کہ سینی ٹورا کہیں گئی ہوئی ہے۔ میں کمرے کے دروازے پر رک گیا اور پھر میں نے چاروں طرف دیکھا۔ راہداری سنسان پڑی تھی۔ قرب و جوار میں کوئی نہیں تھا۔

"تالا کھولنا ہے سردارے۔" میں نے کہا۔

"تو پیچھے ہٹو نا استاد۔" سردارے آگے بڑھ آیا۔ اس نے جیب سے ایک کیل نکالی اور تالے کے سوراخ میں ڈال دی، پھر وہ پیچھے ہٹ گیا۔

"کیوں؟" میں نے پوچھا اور سردارے نے دروازے پر انگلی رکھ کر دبائی۔ کواڑ کھل گئے تھے۔ "ارے۔" میں نے درحقیقت تعجب سے کہا۔ بہرحال سردارے کی تعریف کرنے کا وقت نہیں تھا۔ میں اندر داخل ہوگیا۔ سردارے کو میں نے باہر ہی رکنے کا اشارہ کیا تھا۔

سینی ٹورا کا سامان موجود تھا۔ اس کے سوٹ کیس کا لاک کھولنے میں مجھے دقت نہ ہوئی۔ صرف یہی ایک سوٹ کیس اس نے گاڑی سے نکالا تھا۔ باقی سامان گاڑی میں ہی تھا ----- لیکن ہماری خوش بختی، شاید قسمت ساتھ دے رہی تھی۔ پاسپورٹ سوٹ کیس میں مل گئے۔ اس وقت میں نے یہی سوچا تھا۔ کرنسی بھی تھی، میں نے کئی گڈیاں قبضے میں کیں اور کسی چیز کی ضرورت نہیں تھی۔ میں تیزی سے باہر نکل آیا۔

"تالا بند بھی ہو سکتا ہے سردارے؟"

"کیوں نہیں استاد۔" سردارے نے کہا اور پھر اس نے تالا اسی طرح بند کردیا۔

"اب کمرے میں چلنا مناسب نہیں ہے۔"

"اوہ! کام بن گیا؟"

"حیرت انگیز طور پر۔" میں نے جواب دیا۔

"یعنی؟" سردارے میرے ساتھ آگے بڑھتے ہوئے بولا۔ ہم نے کمرے سے بیکر کو بھی آواز دے دی تھی۔ وہ بے چارہ سیدھا نکلا چلا آیا۔ مختصر سامان ہمارے ساتھ تھا لیکن اس وقت سامان کی فکر کون کرتا۔ ہم تینوں دوسروں کی نگاہوں سے بچتے بچاتے ہوٹل سے باہر نکل آئے۔

اور پھر تھوڑی دور چل کر ہم نے ایک ٹیکسی لے لی۔ ڈرائیور نے منزل کے بارے میں پوچھا لیکن میرے بولنے سے قبل سردارے بول پڑا۔ "ہم سیاح ہیں۔ کسی خوبصورت علاقے میں لے چلو۔" اور ٹیکسی ڈرائیور نے گردن ہلا کر ٹیکسی آگے بڑھادی۔

"استاد۔" سردارے آہستہ سے اردو میں بولا۔

"ہوں۔"

"ہم نے ایک بہت بڑی بات نہیں سوچی۔"

"کیا؟" میں نے اسے غور سے دیکھتے ہوئے کہا۔

"اگر استانی کا تعلق انہی لوگوں سے ہے جن کے بارے میں ہم سوچ رہے ہیں تو پھر یہ اعتماد کیا رکھتا ہے؟"

"اوہ۔" میں آہستہ سے بولا۔ درحقیقت اس وقت سردارے نے مجھ سے زیادہ ذہانت کا ثبوت دیا تھا اور پھر یہ جملے ہی میرے ذہن سے نکل گئے تھے۔ ویسے یہ تو ظاہر ہے کہ میں کسی طور سینی ٹورا کی طرف سے مطمئن نہیں تھا' حالانکہ اس نے مجھے اطمینان دلانے کی پوری پوری کوشش کی تھی لیکن اگر وہ اسمگلر بھی تھی تو ہوشیار رہنے میں کیا حرج ہے۔ لیکن اس وقت میرے ذہن میں یہ بات نہیں آئی تھی۔ سردارے کے توجہ دلانے پر میں نے اس پر غور کیا۔

"کیا سوچ میں ڈوب گئے استاد؟" سردارے آہستہ سے بولا۔

"بات ٹھیک ہی سردارے۔ میں تیرے خیال کو سمجھ رہا ہوں اور یہ ممکن ہے' ہیمبرگ میں انہوں نے گویا ہمیں موقع دیا ہے کہ کسی سے ملاقات کرنا چاہیں تو ضرور کریں۔"

"بالکل ٹھیک استاد۔ دوسرے معنوں میں سمجھ لو' وہ ہمیں ہیمبرگ میں آزمانا چاہتے ہیں۔"

"اس طرح تو پھر ہمارا تعاقب ہو رہا ہوگا؟" میں نے آہستہ سے کہا۔

"اگر نہیں ہو رہا ہوگا تو حیرت کی بات ہے۔"

"بہرحال ہمیں یہاں سے نکل چلنا ہے سردارے' خواہ کچھ بھی ہو' خواہ کوئی بھی طریقہ اختیار کیا جائے۔" میں نے جواب دیا اور سردارے سرہلانے لگا۔ سینٹ پالی کے قریب ہم نے ٹیکسی کو رکنے کا اشارہ کیا اور پھر بل ادا کر کے تینوں ٹہلنے کے سے انداز میں آگے بڑھ گئے۔ یورپ کی سب سے بڑی بندرگاہ ہمارے سامنے تھی۔ تجارتی' فوجی' مسافر بردار جہاز اور چھوٹی بڑی کشتیاں ایک سرے سے دوسرے سرے تک پھیلی ہوئی تھیں۔ بندرگاہ کے ساتھ چوڑے فٹ پاتھ پر گودی میں کھڑے جہازوں کے ملاح بے مقصد گھوم رہے تھے۔ ان کی نگاہیں شکار کی تلاش میں بھٹک رہی تھیں۔

سینٹ پالی سے آگے بڑھ کر ہم ریپا بہان پہنچ گئے۔ ریپا بہان' جن کا نام سن کر ہی رال ٹپکتی ہے۔ شبینہ کلبوں' ناچ گھروں اور شراب خانوں کا ایک جنگل' جہاں کسی کو نیند نہیں آتی اور جہاں رات کروڑپتی بھکاری بن جاتے ہیں۔ یہاں پر کاروں کی آمدورفت نہ ہونے کے برابر تھی۔ سڑک فٹ پاتھ کی حیثیت سے استعمال ہو رہی تھی۔ ہر شبینہ کلب کے دروازے پر اندر ہونے والے رنگین تماشوں کی تصویریں چسپاں تھیں۔ کئی جگہ ٹکٹ بیچنے والے چیخ چیخ کر گاہکوں کو اپنی طرف متوجہ کر رہے تھے "ایک مارک میں بیس لڑکیوں کا رقص' بیئر کا گلاس مفت ------ ہندوستانی جوگی اور پچاس جنگلی لڑکیاں' وسطی کی شرمیلی خواتین" سردارے یہ سب کچھ دیکھ کر ٹھنڈی آہیں بھر رہا تھا۔

پھر ہم ایک ملحقہ گلی میں داخل ہوئے تو دنگ رہ گئے۔ دوکانیں کھلی ہوئی تھیں۔ شوکیس رنگین روشنیوں سے منور تھے لیکن ان کے شیشے ندارد تھے اور ان میں کپڑوں' یا اشیاء کی بجائے عورتیں تھیں' غازے اور لپ اسٹک کی موٹی تہوں میں ملفوف۔

"استاد۔" سردارے نے میرے کندھے پر ہاتھ رکھ دیا۔

"ہوں۔" میں چونک پڑا۔

"ہائے۔ جانے کی ایسی بھی کیا جلدی تھی۔ ارے وہ ہمارا کیا بگاڑ لیتی۔ ظاہر ہے ہمارا تو کوئی

بھی نہیں تھا۔" سردارے بین کرنے لگا۔

"ہائے استاد! دیکھو تو سہی' یہ بحری ملاح کیا عیش کر رہے ہیں اور پھر ایسی جگہ ------ ہم نے بڑا غلط فیصلہ کیا استاد۔ کاش ہیمبرگ کو ایک نگاہ جانچ کر یہاں سے آگے جانے کا پروگرام بناتے۔" سردارے بدستور بین کرنے والے انداز میں بولا اور مجھے اس کے مسخرے پن پر ہنسی آگئی۔

"بہرحال اب پروگرام بنا چکے ہیں سردارے' اب کچھ نہیں ہو سکتا۔"

"ارے تو ابھی ہمارے مسئلے کا علم کسے ہوا ہوگا' استانی نے تو پوری رات کی چھٹی دے دی تھی۔"

"پلیز سردارے۔ بور مت کرو۔ کیا فائدہ۔ یہ قبالہ کہاں نہیں ہیں؟" میں نے کہا اور سردارے ایک ٹھنڈی سانس لے کر خاموش ہو گیا۔ پھر ہم قدرے شریفانہ علاقے میں نکل آئے۔ یہاں صرف شراب خانے تھے۔

میں ایک شراب خانے کے دروازے پر رکا اور بیکر اور سردارے حیرانی سے میری شکل دیکھنے لگے۔

"آؤ۔" میں اندر داخل ہو گیا۔ سردارے وغیرہ نے میرا ساتھ دیا تھا۔

ایک میز پر میں نے تقریباً آدھا گھنٹہ گزارا بیکر نے شراب کے دو پیگ چکھے۔ میرے اور سردارے کے سامنے بھی شراب آئی تھی۔ ہم نے چند گھونٹ لیے اور بقیہ شراب چالاکی سے ضائع کر دی۔ یہ مدہوشی کی رات نہیں تھی بلکہ ہزار آنکھوں سے جاگنا تھا اور جاگتی آنکھوں سے میں نے دو افراد کو دیکھا جو ہمارے بعد شراب خانے میں داخل ہوئے تھے۔ یقیناً یہ ہمارا تعاقب کرنے والے تھے۔ میں خاموشی سے کچھ سوچتا رہا' پھر میں نے ذہن میں کچھ فیصلے کر لیے۔ اب میں کوئی خطرہ مول لینا نہیں چاہتا تھا۔

"سردارے۔" میں نے آہستہ سے سردارے کو آواز دی۔

"یس چیف۔"

"بل ادا کرو۔"

"اوکے۔" سردارے نے کہا اور ویٹر کو اشارے سے بلا کر کچھ کرنسی اس کے حوالے کر دی اور پھر ہم تینوں اٹھ گئے۔ "بات سمجھ میں نہیں آئی استاد۔" سردارے بولا۔

"کیوں؟" میں نے گلی میں پیدل چلتے ہوئے کہا۔

"شراب خانے میں کیوں آئے تھے؟"

"تعاقب کرنے والوں کا اندازہ لگانے۔"

"اوہ! پھر؟" سردارے چونک کر بولا۔

"اندازہ ہو گیا۔" میں نے جواب دیا۔

"اب کیا پوزیشن ہے؟"

"فی الحال دو تھے۔ میرے خیال میں اب وہ بھی ہمارے پیچھے نکل آئے ہوں گے۔ میں نے جواب دیا۔ سردارے نے فوراً پلٹ کر نہیں دیکھا تھا لیکن چند منٹ کے بعد اس نے گردن گھمائی۔

"اندازہ درست ہے چیف۔"

"آ رہے ہیں؟"

"ہاں اور ان کے عقب میں ایک کار بھی ہے۔"

"گڈ! ضرورت کے لیے۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔
"کیا پروگرام ہے استاد؟"
"بڑی سڑک پر نکل کر ٹیکسی تلاش کرو۔" میں نے جواب دیا اور سردارے نے گردن ہلا دی' اس کے بعد وہ خاموشی سے میرے ساتھ چلتا رہا۔ میں کچھ کرنے کا فیصلہ کر چکا تھا' خواہ کچھ بھی ہو جائے۔ اب فیصلہ کرلیا ہے تو کام ہونا ہی چاہیے اور پھر ہم نے ایک ٹیکسی کو اشارہ کیا اور ٹیکسی ہمارے قریب آکر رُک گئی۔ سردارے کو میں نے ڈرائیور کے پاس بٹھایا اور خود بیکر کے ساتھ پیچھے بیٹھ گیا۔ ٹیکسی آگے بڑھ گئی تھی۔
"چلتے رہو' ہم راستہ بتادیں گے۔" میں نے ڈرائیور سے کہا اور ڈرائیور نے ٹیکسی آگے بڑھا دی۔ متعاقب کار کی روشنیاں تلاش کرنا مشکل نہ تھا۔ ہرچند وہ ہوشیاری سے کام لے رہے تھے لیکن بہرحال ان کے بارے میں اندازہ لگالیا گیا تھا اور ٹیکسی سفر کرتی رہی۔ کافی دور چل کر ڈرائیور نے پوچھا۔
"جناب! کیا آپ سرحد کی طرف جانا چاہتے ہیں؟"
"نہیں ڈرائیور' چلتے رہو۔ ہم ابھی واپس آئیں گے۔" میں نے کہا اور ڈرائیور نے شانے ہلا دیے اور پھر ہم سنسان سڑک پر آگئے۔ اب متعاقب کار کو بڑی دشواریاں پیش آرہی تھیں۔ وہ فاصلہ کر کے روشنیاں جلاتے اور پھر بجھادیتے۔ کافی دور نکل کر میں نے ڈرائیور سے کہا۔
"بس ڈرائیور' یہاں سے واپس چلو۔"
"اوہ! یس سر۔" ڈرائیور نے کار کو بریک لگائے۔ سڑک اتنی زیادہ کشادہ نہیں تھی کہ رفتار کم کر کے یوٹرن لیا جاسکتا۔ اس کے لیے گاڑی کو بالکل روکنا ضروری تھا اور میں اسی بات کا انتظار کر رہا تھا۔ جب ڈرائیور نے بریک لگا کر گیئر نیوٹرل کیا' میں نے ڈرائیور پر حملہ کردیا۔
بیکر اور سردارے چونک پڑے تھے لیکن میں نے ڈرائیور کو اس کی سیٹ پر سے کھینچ لیا تھا۔ بیکر متحیرانہ انداز میں منہ پھاڑے میری کارروائی دیکھ رہا تھا۔ دوسرے لمحے سردارے دروازہ کھول کر اتر آیا۔
"میری مدد کی ضرورت ہے استاد؟"
"اسے نیچے اتارو سردارے۔" میں نے کہا اور ہم نے ڈرائیور کو ٹیکسی سے نیچے کھینچ لیا۔ "پیچھے والی کار کو روکنے کی کوشش کرو' ان سے نمٹنا ہے۔"
"اوہ! مم۔ مگر۔"
"ہوشیاری شرط ہے۔ فکر مت کرو۔" میں نے کہا اور پھر میں بیکر سے بولا۔ "بیکر! جو ہو رہا ہے اسے صرف دیکھتے رہو۔ زبان کا استعمال مناسب نہ ہوگا۔"
بے چارے بیکر نے صرف گردن ہلادی تھی' زبان تو اس کی خود بخود بند ہوگئی تھی۔ ہم نے ڈرائیور کو زمین پر ڈالا اور خود اس کے نزدیک آکھڑے ہوئے اور پھر عقب میں آنے والی کار ہمارے قریب آگئی۔ اس کی روشنیاں ایک دم جل اٹھی تھیں اور پھر اس کے بریک کافی زور سے چرچرائے کار ہمارے قریب رکی۔
"کیا بات ہے؟" ان میں سے ایک نے کرخت لہجے میں پوچھا۔
"اوہ۔ جناب۔ ہمارے ڈرائیور پر شاید دل کا دورہ پڑا ہے۔ اچھا خاصا چلتے چلتے یہ ایک دم بے ہوش

ہوگیا۔ کار بمشکل رکی ہے ورنہ خوفناک حادثہ ہو جاتا۔" میں نے کہا۔
"اوہ۔" جواب ملا اور چند ساعت خاموشی چھائی رہی' پھر ان میں سے ایک نے پوچھا۔ "مگر تم کہاں جارہے تھے؟"
"ڈنمارک! اس نے ہمیں سرحد تک چھوڑنے کا وعدہ کیا تھا۔"
اندر پھر خاموشی چھاگئی۔ اس دوران میں ان لوگوں کی تعداد دیکھ چکا تھا۔ صرف تین افراد تھے' جن میں ایک ڈرائیونگ کر رہا تھا' دو وہی تھے جنہیں میں نے شراب خانے میں دیکھا تھا۔
"پھر اب تم کیا کرو گے؟"
"ہم میں سے کوئی ڈرائیونگ نہیں جانتا۔ اس کی زندگی خطرے میں ہے۔" میں نے کہا۔
"لیکن اب تو اسے شہر ہی واپس لے جانا پڑے گا۔"
"ہاں۔ ایک انسان کی جان بچانا ضروری ہے۔"
"مگر نچو! تم ٹیکسی سنبھال لو۔ ان شریف لوگوں کی مدد کرنی چاہیے۔ ڈرائیور کی جان بچانا بھی ضروری ہے۔" کسی نے کسی سے کہا اور وہ تینوں ہی دروازہ کھول کر نیچے اترے لیکن اس سے زیادہ چانس دینا حماقت تھی۔ ہمارے پاس کچھ بھی نہیں تھا اور ظاہر ہے وہ لوگ مسلح ہوں گے۔
سردارے پر مجھے اعتماد تھا۔ وہ فوری فیصلہ کرنے پر قادر تھا۔ بس ہمیں' انہیں پستول کے استعمال سے روکنا تھا اور یوں بھی دو اور تین کا حساب تھا۔ بیکر تو ہمارے ساتھ ایک فالتو چیز کی حیثیت رکھتا تھا۔ میں نے انتہائی پھرتی سے کار سے پہلے اترنے والے کی گردن پر ایک زوردار گھونسہ جڑ دیا اور دوسرے کو نیچے کھینچ لیا۔ دوسری طرف سردارے نے ڈرائیور کو سنبھال لیا۔ بہرحال مجھے پھرتی سے کام کرنا پڑا تھا۔ جوتے کی مضبوط ٹھوکر نے گھونسہ کھانے والے کو درست کردیا' البتہ دوسرا آدمی پستول نکال لینے میں کامیاب ہو چکا تھا لیکن اس کا ہاتھ میرے قابو میں تھا اور پھر میرے سر کی ٹکر نے اس کی نکسیر پھوڑ دی۔ یہی ترکیب کارگر رہی ورنہ معاملہ خاصا مشکل ہونے لگا تھا۔ دو تین ٹکروں نے اس کے حواس درست کردیئے۔
"یوں ہم نے ان پر قابو پالیا۔ سردارے اپنے شکار سے نمٹنے کے بعد میری طرف دوڑا تھا لیکن بہرحال میں اپنے شکاروں سے نمٹ چکا تھا۔
"استاد! استاد ہے۔" سردارے بولا۔ اس کی آنکھوں میں چیتے کی سی چمک تھی اور وہ پوری طرح جاگ اٹھا تھا۔
"اب جلدی کرو۔"
"حکم کرو میرے آقا!" سردارے نے سینہ پھلا کر کہا۔
"ارے چراغ کے جن! انہیں ٹیکسی میں ٹھونس دے' معہ ڈرائیور کے اور پھر ٹیکسی سڑک سے اتار کر کھڑی کردے۔ ایسی جگہ جہاں دیر تک اس پر نگاہ نہ پڑسکے۔"
"ان کی جیبوں کی تلاشی کی تو ضرورت نہیں ہے آقا؟"
"ہمارے پاس اللہ کا دیا سب کچھ موجود ہے اس لیے کوئی ضرورت نہیں ہے۔"
"پستول وغیرہ؟"
"ہاتھ بھی نہ لگانا۔"

"آجا میرے اسسٹنٹ۔ میری مدد کر۔" سردارے نے بیکر کو اشارہ کر کے کہا لیکن بیکر شدید حیر[ت کا]
شکار تھا۔ اس کے اعصاب قابو میں نہیں تھے۔

"بیکر پلیز۔ سردارے کی مدد کرو۔" میں نے کہا اور وہ خاموشی سے سردارے کے احکامات کی ت[عمیل]
کرنے لگا لیکن وہ کافی پریشان اور کسی حد تک سہا ہوا تھا۔ بمشکل تمام ان دونوں نے ڈرائیور سمیت چار
بے ہوش آدمیوں کو ٹیکسی میں ٹھونسا اور پھر سردارے ٹیکسی اسٹارٹ کر کے چل پڑا۔ اس نے کافی دور
جا کر ٹیکسی سڑک کے ڈھلان میں اتار دی اور پھر اس کا انجن بند کر کے اوپر آگیا۔

"میں نے دروازے کھول دیئے ہیں استاد' تاکہ ان بے چاروں کو تازہ ہوا ملتی رہے۔" اس نے
آکر بتایا۔

"گڈ! اچھا کیا۔" میں نے جواب دیا اور پھر میں نے خود ڈرائیونگ سیٹ سنبھال لی۔ شاندار اور ک[شادہ]
گاڑی تھی۔ فیول پمپ بتا تا تھا کہ پٹرول کافی ہے۔ بیکر بھی میرے پاس بیٹھ گیا اور سردارے اس کے براب[ر]
حصہ خالی رہا تھا اور پھر میں نے کار آگے بڑھا دی۔ سردارے اور بیکر خاموش تھے۔

لیکن تھوڑی دور چل کر سردارے نے مجھے مخاطب کیا۔ "استاد۔"

"شکر ہے۔ تم بولے تو۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"اوہ۔ میں کچھ سوچ رہا تھا استاد! فی الحال ایک خیال ذہن میں آیا ہے۔"

"کیا؟"

"تم نے گاڑی کو چیک بھی کیا استاد۔ اس پر پولیس وغیرہ کا نشان تو نہیں؟"

"ویری گڈ! عمدہ سوچنے لگے ہو۔ میں نے چیک کر لیا۔" میں نے تعریفی انداز میں کہا۔ سردا[رے]
واقعی ذہین اور بے حد اسمارٹ آدمی تھا۔ بعض اوقات مجھے اس کی اپنے ساتھ موجودگی سے بہت خوشی
تھی۔

"مگر ہر معاملے میں تم مجھ سے پہلے سوچتے ہو استاد۔ میرے ذہن میں یہ خیال دیر سے آیا۔"

"آخر استادی شاگردی بھی تو ہے۔"

"یہ حقیقت ہے استاد' میں نے جو کچھ سیکھا ہے تم سے سیکھا ہے۔" سردارے نے جواب دیا او[ر]
ہم دونوں ہی بیکر کی طرف متوجہ ہو گئے جو بالکل خاموش تھا۔

"تمہیں کیا ہو گیا بیکر؟" میں نے پوچھا اور بیکر چونک پڑا اس نے ہماری طرف دیکھا اور پھر [...]
ہوئے انداز میں بولا۔

"دراصل میری سمجھ میں کچھ نہیں آیا باس!" بیکر نے کہا۔

"یہ لوگ ہمارا تعاقب کر رہے تھے۔ بیکر۔"

"اوہ! پھر؟"

"سرحد پر گڑبڑ ہو جاتی۔ بس تم اس سے زیادہ کچھ جاننے کی کوشش مت کرو میری جان۔"

"ہاں مجھے تم پر اعتماد ہے باس۔ بس یہ بات میری سمجھ میں نہیں آ رہی تھی۔" بیکر نے جواب د[یا]

"کوئی بات نہیں ہے۔ ویسے راستہ ہم سب کے لیے نامعلوم ہے۔ کیا تم کچھ نشاندہی کر سک[تے ہو]
بیکر؟"

"ہاں ہاں کیوں نہیں۔ یہ میرے وطن کا راستہ ہے' اس کے بارے میں نہ جانوں گا۔"

"اوہ۔ ویری گڈ! تمہارے خیال میں سرحد کتنی دور ہو گی؟" میں نے پوچھا اور بیکر تاریکی میں
آنکھیں پھاڑنے لگا اور پھر اس نے کافی دیر تک غور و خوض کے بعد کہا۔

"زیادہ دور نہیں باس۔"

فلینز برگ' جرمنی کا آخری شہر اور اس کے بعد ڈنمارک کا کروزا۔ سرحد عبور کرنے میں کوئی
دشواری نہیں ہوئی۔ مجھے احساس تھا کہ میں نے اس وقت سے لے کر اب تک' جب میں غلام سیٹھ کی
تلاش میں ہوٹل میں داخل ہوا تھا' پہلی بار انٹرپول والوں کو ڈاج دے دیا تھا۔ اگر یہ بات نہ ہوتی تو اس آسانی
سے جرمنی کی سرحد عبور نہ کی جا سکتی۔ بہرحال اس وقت میں اپنے ساتھیوں سمیت آزاد تھا اور کافی دنوں کے
بعد یہ احساس ہوا تھا۔ موسم بے حد خوبصورت تھا۔ سرحد عبور کرنے کے بعد میں نے ڈرائیونگ سردارے
کے حوالے کر دی۔ بیکر غیر معمولی طور پر خاموش تھا۔ اس کے چہرے کے تاثرات عجیب سے تھے۔ میں نے
دو ایک بار اس کی شکل دیکھی اور پھر میں نے اسے مخاطب کرنا مناسب نہیں سمجھا۔ مجھے احساس ہو گیا تھا کہ وہ
کیا سوچ رہا ہے۔ وطن کی یادیں' وطن کی خوشبو کے ساتھ ابھر رہی تھیں۔ میرا بھی ایک وطن تھا۔ میرے
دل سے ہوک نکل گئی اور اگر کبھی میری تقدیر بھی مجھے وطن کی طرف لے گئی تو ------ تو نہ جانے میرے
ذہن کی کیا کیفیت ہو۔ میں خاموشی سے بیکر کے تاثرات کا جائزہ لیتا رہا۔

فیول پمپ پٹرول کی کمی کی طرف اشارہ کر رہا تھا۔ بہرحال ابھی تشویش ناک بات نہیں تھی اس لیے
ہم اطمینان سے کسی پٹرول اسٹیشن کا انتظار کرنے لگے۔ کولڈنگ شہر سے کچھ پہلے ہمیں ایک پٹرول اسٹیشن
نظر آیا اور ہم نے وہاں سے ٹنکی بھروالی۔ اس کے بعد بائیں ہاتھ مڑ کر ایک لمبا پل طے کیا جو ڈنمارک کے حصے
جٹ لینڈ کو فیونن کے جزیرے سے ملاتا ہے۔ فیونن اور دوسرے جزیرے زی لینڈ کے درمیان چونکہ سمندری
فاصلہ زیادہ ہے اس لیے وہاں دوسری طرف جانے کے لیے سٹیمر استعمال ہوتے ہیں۔ ملک کا صدر مقام کوپن
ہیگن' زی لینڈ کے جزیرے پر واقع ہے۔

"علاقہ یہ بھی خوبصورت ہے باس۔" سردارے نے کہا۔

"ہاں۔" میں نے گہری سانس لی۔

"کچھ سوچ رہے ہو باس؟" سردارے نے غور سے میری شکل دیکھی۔

"کوئی خاص بات نہیں۔"

"میں سمجھ گیا۔" سردارے بولا۔

"کیا سمجھ گئے؟"

"استانی یاد آ رہی ہیں۔"

"گدھے ہو۔" میں نے منہ بنا کر کہا اور سردارے پیار بھری نگاہوں سے میری شکل دیکھنے لگا۔

"تمہاری اس خوبی کا ثانی مشکل ہے باس۔ میرا دعویٰ ہے کہ عام آدمی اپنے اندر یہ صفت نہیں پیدا
کر سکتا۔ کوئی بھی ہو' کیسی بھی ہو' تم اسے با آسانی بھول جاتے ہو۔" میں نے کوئی جواب نہیں دیا اور
سردارے بھی چند لمحات کے لیے خاموش ہو گیا۔ میں نے بیکر کی شکل دیکھی اور اسے حسب معمول سوچ میں
ڈوبے پایا۔ ویسے بیکر کی یہ خوبی تھی۔ اس نے آج تک ہمیں کوئی دوسری زبان بولنے پر نہیں ٹوکا تھا' نہ ہی

کبھی ہماری گفتگو میں اس وقت تک دخل دیا' جب تک ہم نے نہ چاہا۔
"گفتگو کرنے کے موڈ میں نہیں ہو باس؟"
"نہیں۔ ایسی کوئی بات نہیں ہے لیکن کوئی تک کی بات ہو۔ عورت کے معاملے میں اس وقت گفتگو نہیں کروں گا۔"
"کسی اور ضمن میں عورت کا تذکرہ ہو سکتا ہے؟" سردارے نے معصومیت سے پوچھا اور م ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ بڑا ہی سور ہے یہ۔
"کس کی بات کرنا چاہتے ہو؟" میں نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔
"استانی کی۔" سردارے پھٹ سے بولا۔
"وہ تمہارے ذہن پر اس قدر سوار کیوں ہے؟"
"ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ باس۔ بس میں اس کے بارے میں دوسرے انداز سے سوچ رہا تھا۔"
"کیا؟" میں نے پوچھا۔
"کیا استانی تم سے محبت نہیں کرتی تھی؟"
"محبت صرف تم کرتے ہو۔" میں نے زہریلے لہجے میں کہا۔
"اب محبت' اتنی بری چیز بھی نہیں استاد کہ تم اس کا نام اس نفرت سے لو۔"
"سردارے! میں کہہ چکا ہوں کہ عشق و محبت کی کوئی بات سننے کے لیے تیار نہیں ہوں۔"
"بات عشق و محبت کی نہیں تھی استاد۔ میں کچھ دوسری معلومات چاہتا ہوں۔" سردارے نے
"کیوں مجھے زچ کر رہا ہے سردارے۔"
"قسم سے استاد! میں تو اس کی اپنی کیفیات کے بارے میں بات کر رہا تھا۔"
"مثلاً۔۔؟"
"یہ بات پایہ تکمیل تک تو نہیں پہنچ سکی کہ درحقیقت اس کا تعلق انٹرپول سے ہے؟"
"ہاں۔ دعویٰ تو نہیں کیا جا سکتا لیکن۔۔۔۔۔"
"میں یہی پوچھنا چاہتا تھا باس کہ اگر اس کا تعلق انٹرپول سے نہ ہوا تب؟"
"تب کیا؟"
"تمہارے اس طرح چلے آنے سے اسے تکلیف تو نہ ہوگی؟"
"ہو بھی تو کیا فرق پڑتا ہے؟" میں نے بے رحمی سے کہا۔
"یہ میری پہلی بات کا ثبوت ہے۔" سردارے نے کہا۔
"سردارے! میں تم سے کتنی بار کہہ چکا ہوں کہ میرے ذہن میں منزل کا کوئی تصور نہیں ہے۔ متحرک رہنا چاہتا ہوں۔ چلتے رہنا چاہتا ہوں۔ کوئی چھوٹی سی رکاوٹ میرے لیے چند مشکلات تو پیدا کر سکتی لیکن میرا راستہ نہیں روک سکتی۔ میں ہر نشان منزل کو سراب سمجھنے کا عادی ہو چکا ہوں اس لیے م بارے میں یہ سوال مت کیا کرو۔"
سردارے خاموشی سے میری گفتگو سن رہا تھا اور پھر میرے خاموش ہونے پر اس نے گہری لی۔ "یہ ٹھیک ہے استاد لیکن میں۔۔۔۔۔"

"اس کے علاوہ' اگر وہ انٹرپول سے تعلق نہیں بھی رکھتی تو کیا فرق پڑتا ہے۔ وہ ہمیں تلاش ضرور کرے گی۔ اتنی آسانی سے نہیں چھوڑے گی اور سردارے' درحقیقت اگر اس کا تعلق انٹرپول سے ہے تو یوں سمجھو' غلام سیٹھ سے ملاقات کے لیے جانے سے لے کر اب تک' پہلی بار ہم انٹرپول کو جل دے سکے ہیں۔"
"ہاں۔ باس۔ ورنہ ہمارے محافظ ہمارے پیچھے تھے۔"
"میری خواہش ہے کہ اب ہم ان کی نگاہوں سے اوجھل ہی رہیں۔"
"تب پھر ایک ہی کام ہو سکتا ہے باس۔" سردارے سنجیدگی سے بولا۔
"کیا؟"
"ہم ڈنمارک بھی فوری طور پر چھوڑ دیں۔"
"یہ بات میرے ذہن میں بھی آئی تھی سردارے۔" میں نے ایک گہری سانس لی۔
"پھر؟"
"یہاں ڈنمارک میں مجھے ایک اور ضروری کام کرنا ہے۔"
"اوہو۔۔۔۔۔ کیا باس؟" سردارے نے چونک کر پوچھا۔
"بیکر۔" میں نے کہا اور بیکر چونک پڑا' حالانکہ میں نے آہستہ سے اس کا نام لیا تھا لیکن بیکر نے سن لیا تھا۔ باقی گفتگو اس کی سمجھ سے باہر تھی۔
"یس۔۔۔۔۔ یس چیف۔" اس نے سنبھل کر کہا۔
"اوہ۔ نہیں بیکر! میں نے یونہی تذکرۃ تمہارا نام لیا تھا' تمہیں آواز نہیں دی تھی۔ ویسے تم بہت گہری سوچ میں ڈوبے ہوئے ہو۔" میں نے کہا۔
"سوچ ہی تو زندگی کا سرمایہ رہ گئی ہے باس! ویسے ایک درخواست ہے۔"
"کیا بیکر؟"
"ڈنمارک جلد از جلد چھوڑ دو۔ میں یہاں زیادہ عرصہ نہیں گزار سکوں گا اور اگر زیادہ وقت لگ گیا تو پھر شاید میں زندہ بھی نہ رہ سکوں۔"
"کچھ وقت تو گزارو گے بیکر!"
"بحالت مجبوری۔" بیکر نے جواب دیا۔
"تمہارا گھر کہاں تھا؟"
"کوپن ہیگن میں۔" بیکر نے جواب دیا۔
"ابھی تو ہم وہاں سے بہت دور ہیں۔"
"ہاں لیکن وطن کی محبت میرے رگ و پے میں جاگ رہی ہے۔"
"وطن عظیم ہوتا ہے بیکر!" میں نے جواب دیا اور بیکر خاموش ہو گیا۔ اب ہم اوڈنزے کے قریب پہنچ رہے تھے۔ بیکر نے محبت بھری نگاہوں سے اس شہر کو دیکھا۔
"میرا ملک بڑا ننھا منا سا ہے اور اوڈنزے۔ کیا تم نے پریوں کے اس شہر کے بارے میں کچھ سنا ہے؟"

" مثلا؟"

"ہانز کرسچن اینڈرسن کا اوڈنزے۔ اوڈن کا مسکن جو قبل مسیح ان خطوں میں دیوتا مانا جاتا تھا۔
مکانات کا یہ شہر گوناگوں خوبصورت کہانیوں کی کتاب ہے پھٹے ہوئے لباس میں ملبوس، سر میں رنگ بر
پھول سجائے اینڈرسن اوڈنزے کی جگہوں میں گھومتا رہتا۔ قصبے کے بچوں کا جم غفیر اس کے ساتھ ہوتا اور
وہ ان معصوم بچوں کے ساتھ قصبے کی ایک ندی کے کنارے جا بیٹھتا اور انہیں جل پریوں، شہزادیوں
بلبلوں کی کہانیاں، سناتا، پھر کہانی کے خاتمے پر بچے تالیاں پیٹتے اور اس سے ایک نئی کہانی کی فرمائش کرو
وہ اسی وقت اپنے ذہن پر زور دے کر ایک خوبصورت کہانی تخلیق کرتا اور معصوم چہرے دمک اٹھتے۔
میں ان معصوم محبتوں کو سجائے وہ کہانیاں سناتا رہتا اور رات ہو جاتی۔ اسے ان کھلتے چہروں سے بے پناہ
تھا اور وہ فخر سے سربلند کر لیتا تھا لیکن ایک موچی کے بیٹے اور گھریلو خادمہ کے تحت جگہ کو کوئی حیثیت
دی جا سکتی تھی۔ بھلا خیراتی ادارے میں تعلیم حاصل کرنے والا بھی کوئی ادیب ہو سکتا ہے------ اینڈ
بڑوں میں ناپسندیدہ نگاہوں سے دیکھا جاتا تھا۔ وہ جدھر جاتا اس پر لعن طعن کی جاتی۔ اس کا دل بجھ گیا۔
نے گھر سے نکلنا چھوڑ دیا اور قصبے کے معصوم بچوں کے دمکتے چہرے بجھ گئے۔ وہ سب اداس ہو گئے۔ وہ
اس کے گھر کے سامنے جمع ہو جاتے اور ان کی آوازیں ابھرتیں۔

"ہمیں ننھی جل پری چاہیے۔ ہمیں بدصورت بطخ کی کہانی سناؤ۔" لیکن وہ چپ چاپ
کمرے میں منہ لپیٹے پڑا رہتا۔ اسی دوران اسے ایک لڑکی سے محبت ہو گئی۔ لڑکی کو جب اینڈرسن کے جذ
کا علم ہوا تو اس نے صاف کہہ دیا کہ وہ اس جیسے بدصورت انسان سے محبت نہیں کر سکتی اور یہ آخری ض
تھی جو اس کے دل پر لگی۔ تب اس نے ملک چھوڑ دیا۔ یورپ کے اکثر ممالک میں اس کی کہانیاں
ہو چکی تھیں اور وہاں اس کا خاصا شہرہ تھا۔ وہ پرشیا گیا تو وہاں کے بادشاہ نے اس کے اعزاز میں ایک پر
دعوت کا اہتمام کیا۔ ہالینڈ، انگلینڈ اور اطالیہ میں اس کا بے مثال استقبال کیا گیا اور بے شمار ادبی انعامات
نوازا گیا۔ اینڈرسن نے اپنی بدصورتی اور لوگوں کی نفرت کو معصوم اور خوبصورت کہانیوں کا روپ دے د
جب وہ مرا تو اس کی محبوبہ کا وہ خط اس کے پاس سے برآمد ہوا جس میں اس نے لکھا تھا کہ وہ اس
بدصورت انسان سے محبت نہیں کر سکتی۔ آج اس کی کہانیاں دنیا کی ہر زبان میں ترجمہ ہو چکی ہیں۔ پیا
پیارے معصوم بچے آج بھی اپنے خوابوں میں بدشکل بطخ، بلبل، نر کا درخت اور ننھی جل پری جیسی کہ
سجائے ہوئے ہیں۔ ہم اوڈنزے میں داخل ہو چکے ہیں، کیا تم اینڈرسن کا گھر نہیں دیکھو گے باس؟"

بیکر کی اس انوکھی داستان نے ذہن ہی بدل کر رکھ دیا تھا۔ ایک عجیب سی کیفیت طاری ہو گئی
سردارے بھی گم صم ہو گیا تھا۔

اینڈرسن آج ڈنمارک سے بھی زیادہ مشہور ہے جس کے چھوٹے سے قصبے میں وہ بالوں میں
اور جانوروں کے سفید پر سجائے گھوما کرتا تھا۔"

"ضرور دیکھیں گے بیکر! کیا تم رہنمائی کرو گے؟"

"یقیناً چیف!" بیکر نے عقیدت سے کہا اور پھر تنگ و تاریک گلیوں سے گزر کر ہم اینڈرسن
مکان پر پہنچ گئے۔ جسے اب ایک عجائب گھر کی حیثیت دے دی گئی تھی۔
وہاں سوکھے پھولوں کا ایک گلدستہ رکھا ہے، جو کسی بچے نے اسے تحفے کے طور پر دیا تھا۔ کا

یاں، وہ مخمل کی پوٹلی جس میں اس کی محبوبہ کا خط محفوظ ہے۔ ذاتی استعمال کی لاتعداد اشیاء اور اس کا بستر۔
ن کے پہلو میں پرانی وضع کا ایک ریستوراں ہے جو اس کی مشہور کہانی بدشکل بطخ سے موسوم ہے۔
توران کی تمام آرائش اور فرنیچر اینڈرسن کے دور کا ہے۔ دیواروں پر اس کی کہانیوں کے کرداروں کی
دم تصاویر اور اس کی کتابوں کے اولیں نسخے آویزاں ہیں۔ بڑا متاثر کن ماحول تھا۔ ہم کافی دیر وہاں رکے
پھر شام ہو گئی۔

"کیا رات اوڈنزے میں ہی گزارو گے باس؟" سردارے نے پوچھا۔

"ضروری نہیں ہے۔"

"پھر کیا پروگرام ہے؟"

"چلیں! ہاں کھانے پینے کی کچھ چیزوں کا انتظام یہاں سے کر لیا جائے۔" سردارے نے پرخیال انداز
گردن ہلا دی اور پھر اوڈنزے کے چھوٹے بازاروں سے خریداری کی گئی اور ہم اوڈنزے سے نکل آئے۔
دارے کسی گہری سوچ میں ڈوبا ہوا تھا۔

"اب کیا تکلیف لاحق ہے بھائی صاحب؟" میں نے تھوڑی دیر کے بعد اس سے پوچھا اور
دارے چونک پڑا۔

"ایک کام کی بات سوچ رہا ہوں استاد۔" سردارے نے کہا۔

"کمال ہے۔" میں نے حیرت کا اظہار کیا۔

"نہیں، تم بھی سوچو۔ کیا یہ کار ہمارے لیے مصیبت نہیں بن سکتی۔ اگر اس کا تعلق صرف جرمنی
ے ہوتا تو کوئی بات نہیں تھی، لیکن انٹرپول "کیا یہ کار ہماری نشاندہی نہیں کرے گی؟"

"یقیناً کرے گی لیکن اس کے بغیر چارہ بھی نہیں ہے۔ ہم کوپن ہیگن تک کا سفر کیسے کریں گے۔
یں سردارے! یہ رسک تو لینا ہی پڑے گا۔ جہاں اتنے خطرات مول لیے ہیں وہاں یہ بھی سہی۔" میں نے
اب دیا اور سردارے خاموش ہو گیا۔ بیکر پھر خوابوں میں ڈوب گیا تھا۔ رات کی تاریکی میں سفر جاری رہا اور
وپن ہیگن تک تاریکی ہی رہی۔ فیونن جزیرے کے خاتمے پر ہم کار سمیت سٹیمر میں سوار ہو گئے۔ اور ایک
گھنٹے کی مسافت کے بعد دوسری طرف زی لینڈ میں پہنچ گئے۔ کوپن ہیگن پہنچے تو رات کا پچھلا پہر تھا لیکن
لیاں روشن اور بازاروں میں رونق تھی۔

بیکر گہری گہری سانسیں لے رہا تھا۔ "اب سب سے پہلے اس کار سے چھٹکارا حاصل کر لینا
ا ہیے۔" میں نے کہا اور پھر میں بیکر سے مخاطب ہوا۔ "بیکر! کیا تم اس بارے میں ہماری مدد کرو گے؟"

"ہاں ہاں! کیوں نہیں چلتے رہو ہمیں تاسترپ تک پہنچ جانا چاہیے۔"

"تاسترپ؟" میں نے سوالیہ انداز میں پوچھا۔

"تقریباً دس میل دور ایک پہاڑی قصبہ ہے۔ وہاں کئی ویران جھیلیں ہیں، تم اگر چاہتے ہو کہ کسی کو
کار کا نشان بھی نہ ملے تو اس کے لیے تاسترپ سے عمدہ کوئی جگہ نہیں ہے۔"

"بہت خوب! لیکن وہاں سے واپسی کس طرح ہو گی؟"

"مضافات کے لیے ٹرین سروس موجود ہے۔ ہم باآسانی واپس آسکیں گے۔" اور ہم کوپن ہیگن
کے بازاروں سے گزرتے ہوئے دوسرے سرے پر نکل آئے۔ اب ہمارا رخ تاسترپ کی طرف تھا۔ دس

میل کا سفر کسی سنسان سڑک پر زیادہ مشکل نہیں ہوتا۔ تھوڑی دیر میں ہم وہاں پہنچ گئے۔ صبح کا اجالا والا تھا۔

جس جھیل کے کنارے ہم رکے وہ خاصی طویل و عریض تھی۔ یہاں ہم سب نیچے اتر آئے او کار سے سامان بھی اتار لیا گیا۔ کار اسٹارٹ کر کے اس کے ایکسیلیٹر پر پتھر رکھ دیا گیا اور دوسرے لمحے کا زناٹے سے جھیل کی طرف دوڑی۔ چند ساعت نظر آتی رہی پھر غروب ہو گئی۔ سردارے نے خوشی لگایا تھا۔

"آؤ۔" میں نے کہا اور ہم واپس پلٹ پڑے۔

"دھکن ہو گئی ہو چیف تو یہاں آرام بھی کیا جا سکتا ہے۔" بیکر نے کہا۔

"کیا یہاں ہوٹل وغیرہ ہیں؟" میں نے تعجب سے پوچھا۔

"ہوٹل تو نہیں لیکن رہائش گاہ مل سکتی ہے۔"

"واپس ہی چلتے ہیں بیکر۔ جہاں اتنا طویل سفر کیا ہے تھوڑا سا اور سہی۔"

"اوکے باس!" بیکر نے کہا اور ہم مضافاتی ریلوے اسٹیشن پہنچ گئے۔ بیکر نے اسٹیشن سے با مشینوں میں سے ایک میں سکے ڈال کر تین ٹکٹ حاصل کیے اور ٹرین میں آبیٹھے۔ تھوڑی دیر کے بعد چل پڑی۔ ساری رات کی نیند، پھر ٹرین کی گنگناہٹ، پلکیں ایک دوسرے سے چپکی ہوئی تھیں۔ بمشکل واپس کوپن ہیگن پہنچے اور پھر ٹیکسی ڈرائیور ہمیں جس ہوٹل میں لے گیا اسی میں چلے گئے۔ نہ جانے طرح کمرے لیے اور سیدھے بستروں میں جا گھسے۔ پھر دوسرے دن بھوک نے جگایا تو جاگے۔ ایک بجا تھا پیٹ کی بری حالت تھی۔ بیکر اور سردارے بھی جاگ گئے۔ ناشتہ اور کھانا ایک ساتھ ہی منگوا لیا گیا۔ غسل کھانے سے فارغ ہوئے تو ہوٹل کے بارے میں معلومات کی سوجھی۔ نام برسلز تھا اور کوپن ہیگن کے ہوٹلوں میں اس کا شمار ہوتا تھا۔ پچھلے گھنٹے جس طرح گزرے تھے، ان پر اعتماد نہیں کیا جا سکتا تھا۔ کچھ با کام کی ہوئی تھیں اور کچھ کا عقل سے کوئی تعلق نہیں تھا۔ چنانچہ از سر نو بیٹھ کر سوچنا تھا کہ اب تک کیا کیا اور آئندہ کیا کرنا ہے۔ کافی کے چھوٹے چھوٹے سپ لیتے ہوئے میں حالات پر غور کرنے لگا۔

سردارے اور بیکر میری شکل دیکھ رہے تھے، پھر سردارے نے خاموشی کا طلسم توڑ دیا۔ "کیا رہے ہیں استاد؟"

"آئندہ اقدام۔" میں نے کہا۔

"میرے ذہن میں بھی یہی بات تھی۔"

"پہلے قدم کے طور پر ہمیں ہوٹل بدلنا ہے۔ رات کی بات اور تھی لیکن اب ہمیں اس میک سے فوری طور پر چھٹکارا حاصل کرنا ہوگا۔"

"اوہ۔ ہاں۔ بے حد ضروری بات تھی استاد۔ ابھی تک اس کے بارے میں نہیں سوچا تھا۔" سردارے اچھل کر بولا۔ "یہ میک اپ تو ہمارے لیے بہت خطرناک ہوگا۔"

"چنانچہ یوں کرتے ہیں۔ ٹیلی فون ڈائریکٹری میں کسی ہوٹل کا نمبر دیکھ کر کمرہ بک کرا لیا جائے۔ ہم دونوں میک اپ اتار لیں۔ پہلے میں، پھر تم باہر نکل جائیں اور اس کے بعد بیکر بل ادا کر کے باہر آ جا یوں ہم دوسرے ہوٹل میں منتقل ہو جائیں گے۔"

"وری گڈ۔" سردارے نے تائید کی اور پھر خود اس نے ہی ایک ہوٹل منتخب کیا اور وہاں دو کمرے بک کرائے۔ اس کے بعد ہم نے اپنے پروگرام پر عمل کیا۔ میک اپ اتار کر اصلی شکلوں میں آ گئے۔ پروگرام کے مطابق سردارے نے ایشیائیوں کے نام سے ہی کمرے بک کرائے تھے۔ یعنی ایک بیکر کے لیے اور ایک اپنے لیے۔ نیچے آ کر ہم نے ایک ٹیکسی روکی اور بیکر کا انتظار کرنے لگے۔ بیکر مختصر سامان کے ساتھ پہنچ گیا اور ہم ٹیکسی میں بیٹھ کر ہوٹل چل پڑے۔

ہوٹل نیوکیسل بھی بہت خوبصورت تھا۔ جدید ترین ضروریات سے آراستہ۔ ہمیں بہت پسند آیا اور اپنے کمروں میں منتقل ہو کر ہم نے سکون کی سانس لی۔ بیکر ایک کمرے میں تھا اور دوسرے کمرے میں ہم دونوں۔

"اب کیا پروگرام ہے استاد؟" سردارے نے پوچھا۔

"گفتگو کریں گے اس بارے میں۔"

"آپ نے کہا تھا ناکہ ڈنمارک میں رکنا ضروری ہے؟"

"ہاں۔"

"کیا سلسلہ ہے؟"

"بیکر۔"

"اوہ! یعنی؟"

"تمہارا کیا خیال ہے سردارے، بیکر کو لیے لیے ہم کہاں کہاں پھریں گے؟"

"ظاہر ہے۔ یہ ممکن نہیں۔"

"اس کے علاوہ اگر اسے اس کے خاندان سے ملا دیا جائے تو اس سے اچھی کیا بات ہوگی۔ کیا تم نے محسوس نہیں کیا کہ وہ بھی اپنی زندگی سے خوش نہیں ہے۔"

"یقیناً! نشہ آور اشیاء کا استعمال وہ ترک کر چکا ہے۔ اس کے علاوہ اس پر ایک عجیب سی کیفیت طاری رہتی ہے۔" سردارے نے جواب دیا۔

"تم نے بھی اس کیفیت کا تجزیہ کیا؟"

"صحیح اندازہ نہیں لگا سکا۔"

"میرا خیال ہے اسے اپنی زندگی پر تاسف ہے۔ اسے اپنا گھربار چھوڑنے کی غلطی کا احساس ہو گیا ہے لیکن وہ ہنی طور پر خود کو دوبارہ اس زندگی بلکہ اس خاندان میں شامل کرنے کی ہمت نہیں پاتا۔"

"ممکن ہے استاد!" سردارے نے پرخیال انداز میں کہا۔

"ممکن نہیں یقیناً یہی بات ہے۔"

"تب پھر یقیناً ہوگی۔"

"ہم اس کی مدد کریں گے۔"

"ضرور کریں گے استاد!" سردارے نے مستعدی سے کہا۔

"لیکن مسئلہ یہ ہے سردارے کہ اس سے اس کے والدین کا پتہ کس طرح حاصل کیا جائے؟"

"بتائے گا تو نہیں۔" سردارے پرخیال انداز میں بولا۔

"ہاں۔ مشکل ہے۔"
"اس سے بات بھی نہیں کرو گے استاد؟"
"میرے ذہن میں کچھ اور تھا۔"
"کیا؟"
"یہی کہ میں اس سے بات نہ کروں' بلکہ کوئی ایسی سچویشن پیدا کردی جائے کہ وہ جذباتی طور پر ٹو ہو جائے' اس کے لیے اس کے والدین سے رابطہ قائم ہونا ضروری ہے۔"
"ہوں۔" سردارے نے گردن ہلائی اور پھر کافی دیر تک کچھ سوچتا رہا۔
"کیا سوچ رہے ہو سردارے؟"
"بیکر ہی کے بارے میں سوچ رہا ہوں استاد' کونسی ترکیب کرنی چاہیے؟"
"دیکھو' ایک آدھ دن گزر جائے' سوچیں گے اس بارے میں۔"
"ایک بات بتائیں گے استاد؟"
"ہوں!"
"کیا ڈنمارک' میرا مطلب ہے کوپن ہیگن میں ہمارے ڈیپارٹمنٹ نہیں ہیں؟"
"یقیناً ہیں۔"
"تمہیں ان کا پتہ معلوم ہے؟"
"نہیں۔ میں یہاں پہلی بار آیا ہوں لیکن اگر معلوم بھی ہوتا سردارے' تب بھی ہم اس طرف رخ نہیں کرسکتے تھے۔ یہ تو کسی طور مناسب نہیں ہوتا۔"
"میں ویسے ہی پوچھ رہا تھا استاد!" سردارے نے کہا اور میں خاموش ہو گیا اور پھر شام کی چائے کا وقت ہو گیا۔ ویٹر نے ہمارے کمرے کے دروازے پر دستک دی۔
"آجاؤ۔" میں نے بھاری آواز میں کہا۔ وہ شام کی چائے کے بارے میں پوچھنے آیا تھا۔ سردارے نے طے کیا کہ چائے نیچے ہال ہی میں پی جائے اور میں نے بھی انکار نہیں کیا۔ ظاہر ہے کسی کے خوف چھپ بیٹھنا تو ہماری فطرت ہی نہیں تھی۔ ہم دونوں تیار ہو کر باہر نکل آئے اور پھر ہم نے بیکر کے دروازے پر دستک دی۔
"کون ہے؟" اندر سے آواز آئی۔
"ایڈورڈ!"
"اوہ!" بیکر نے جلدی سے دروازہ کھول دیا۔ وہ اسی حال میں ہمارے سامنے کھڑا تھا۔ آنکھوں سے ایسا اظہار ہو رہا تھا جیسے روتا رہا ہو۔ ناک کی ہلکی سی سرخی بھی یہی بتاتی تھی۔
"کیا ہو رہا ہے بھئی؟" میں نے پوچھا۔
"کچھ نہیں باس۔ بس لیٹا ہوا تھا۔"
"شام کی چائے نہیں پیو گے؟"
"پیوں گا۔"
"تو پھر تیار ہو جاؤ۔ ذرا تمہارے وطن کی حسینوں کو بھی دیکھیں۔"

"اوہ' نیچے پئیں گے؟"
"ہاں۔ ہال میں چلتے ہیں۔"
"بہتر۔" بیکر نے کہا اور پھر اس نے معمولی طریقے سے بال سنوارے' لباس وغیرہ بدلنے کی اس نے ضرورت ہی نہیں محسوس کی تھی۔ پھر وہ ہم دونوں کے ساتھ نیچے اتر آیا۔ ہال کی رونق بے مثال تھی۔ ساری میزیں بھری ہوئی تھیں۔ شام کے لباس میں ملبوس خوش ذوق لڑکیاں پورے ہال میں موجود تھیں۔ آنکھوں میں روشنی اتر آئی۔ سردارے نے حسب معمول شرارت شروع کردی تھی۔ ایک ویٹر نے ہماری میز کی طرف رہنمائی کردی۔
"ونڈر فل باس۔ واقعی یہاں تو طویل عرصہ تک قیام کیا جاسکتا ہے۔"
"ہوں۔" میں نے مختصراً کہا۔
"تمہارا کیا خیال ہے باس۔ یہاں لڑکیوں کو دوست بنانے میں دقت ہو سکتی ہے؟"
"میرا خیال ہے نہیں۔"
"ویسے دو چار روز تو یہاں رہیں گے ہی؟"
"کان نہ کھا یار۔"
"میرا مطلب ہے باس۔ اجازت مل جائے گی؟"
"ابھی نہیں۔"
"ٹھیک ہے۔ ٹھیک مجھے بھی------" سردارے کی بات ادھوری رہ گئی۔ ایک متناسب قامت کا نوجوان شخص عمدہ لباس میں ملبوس ہمارے نزدیک پہنچ گیا۔
"معاف کیجئے گا حضرات' کیا میں یہاں بیٹھ سکتا ہوں؟" اس نے جھک کر شائستہ لہجے میں کہا اور ہم سب نے چونک کر اسے دیکھا۔
مجھے اس کا احساس ہوا اور میں نے جلدی سے اسے بیٹھنے کی اجازت دے دی۔
"شکریہ۔" وہ ایک کرسی گھسیٹ کر بیٹھ گیا۔
"فرمایئے؟" میں نے گہری نگاہوں سے اسے دیکھتے ہوئے پوچھا۔ معاً میرے ذہن میں خیال آیا تھا کہ وہ انٹرپول کا آدمی نہ ہو لیکن وہ بیکر کو غور سے دیکھ رہا تھا۔
"میرا نام کریگ ہے' ڈوئن کریگ۔" اس نے جواب دیا لیکن یہ الفاظ ادا کرتے ہوئے اس نے بیکر کی آنکھوں میں جھانکا۔ تب ہم دونوں کو احساس ہوا کہ وہ بیکر میں دلچسپی لے رہا ہے۔
"خوب! لیکن ہم آپ کی کیا خدمت کرسکتے ہیں؟" میں نے پوچھا۔
"یہ صاحب------ معاف کیجئے' کیا میں آپ سے تعارف حاصل کرسکتا ہوں؟" اس بار بھی اس کا مخاطب بیکر ہی تھا۔
"م------ میں------ بارن نمیلر ہوں۔ ناروے کا باشندہ۔" بیکر جلدی سے بولا اور ہم بیکر کی شکل دیکھنے لگے۔ اس کی حالت غیر ہو رہی تھی' چہرہ سرخ تھا' سانس پھول رہا تھا۔
"تب۔ تب بیکر کہاں گیا؟" اس کا چہرہ بجھ گیا اور پھر وہ ہماری طرف دیکھ کر تھکی تھکی آواز میں بولا۔
"معاف کیجئے گا حضرات' میں نے آپ کو تکلیف دی۔" وہ اٹھنے لگا۔

"اوہ' تشریف رکھیے۔ مسٹر کریگ! کیا آپ کو کسی بیکر کی تلاش ہے؟" میں نے جلدی سے کہا۔

"ہاں۔" اس نے ایک ٹھنڈی سانس لی۔

"کون تھا وہ؟" میں نے پوچھا۔

"سوری مسٹر! آئی ایم ویری سوری۔" وہ عجیب سے انداز میں بولا اور پھر وہاں سے اٹھ کر ای طرف چلا گیا۔ ہم اسے جاتے دیکھتے رہے۔

"بیکر۔" میں نے نرم لہجے میں کہا۔

"لیس ـــــ لیس باس!" بیکر کی کانپتی آواز ابھری۔

"تمہاری طبیعت شاید ٹھیک نہیں ہے؟"

"ہاں باس۔ نہ جانے کیوں' اچانک بگڑ گئی ہے۔"

"اگر تم یہاں نہ بیٹھ سکو تو ہم واپس چلتے ہیں۔"

"نہیں باس! آپ کی اجازت ہو تو صرف میں ـــــ آپ لوگ یہاں بیٹھیں۔ یونہی کچھ ہ ہے' ٹھیک ہو جائے گا۔" بیکر نے کہا اور اٹھ گیا۔

"نہیں' ہم بھی چلتے ہیں۔ آؤ سردارے۔" بیکر کے ساتھ ہم بھی اٹھ گئے۔ بیکر کے قدم لڑ ا رہے تھے۔ اوپر جاتے ہوئے ہمیں اسے سہارا دینا پڑا۔ اور پھر ہم اسے اس کے کمرے میں لے آئے۔

"کیا بات ہے بیکر ـــــ تمہاری طبیعت اچانک کیوں بگڑ گئی؟"

"ماسٹر ـــــ پلیز ـــــ بس اس وقت ٹھیک نہیں ہوں۔ میں شرمندہ ہوں ماسٹر! مجھے تھو ا دیر کے لیے تنہائی دے دیں۔" بیکر نے کہا۔ اس کی آنکھوں سے آنسو لڑھک پڑے تھے۔ میں نے اس شکل دیکھی اور پھر سردارے کو اشارہ کیا۔ میں اور سردارے خاموشی سے باہر نکل آئے تھے۔

سردارے نے ایک گہری سانس لی۔ "کیا خیال ہے استاد؟"

"کیا کہا جا سکتا ہے۔" میں نے شانے ہلائے۔

"بیکر کا کوئی شناسا۔" سردارے بولا۔

"صرف شناسا کہو گے؟" میں نے سردارے کو گہری نگاہوں سے دیکھا اور ہم دونوں اپنے کمرے طرف بڑھ گئے۔

"میرا مطلب ہے کوئی قریبی شخص۔"

"بہت قریبی شخص۔ خود اس کی کیفیت زیادہ اچھی نہیں تھی۔ اس کے جملے یاد کرو' اس نے کر سے کہا تھا ـــــ پھر بیکر کہاں چلا گیا۔"

"ہاں' مجھے یاد ہے۔"

"اوہ سردارے! رکو ـــــ آؤ۔" اچانک کسی خیال کے تحت میں نے سردارے کے شا ہاتھ رکھ دیا اور سردارے رک گیا۔ پھر میرے پیچھے پیچھے چل پڑا۔ لفٹ نے ہمیں نیچے پہنچا دیا اور میں رفتاری سے ڈائننگ ہال میں داخل ہو گیا۔ سردارے میرے پیچھے تھا۔ ہال میں ہماری نگاہیں اس شخص تلاش کر رہی تھیں اور یہ اتفاق ہی تھا کہ وہ ایک راہداری سے نکلتا نظر آ گیا۔ "اسے پکڑو سردارے۔ شا باہر جا رہا ہے۔"

"اوہ۔" سردارے نے کہا۔ اور پھر وہ تیزی سے اس نوجوان کی طرف لپکا۔ سردارے نے اسے نہ نے کیا کہہ کر روکا اور اسی اثناء میں' میں بھی اس کے قریب پہنچ گیا۔ میں نے نوجوان کے اترے ہوئے ے کو دیکھا یقیناً وہ غمزدہ تھا۔ اس نے ہم دونوں کو پہچان لیا تھا۔

"معاف کیجئے گا مسٹر کریگ! کیا آپ ہمیں کچھ وقت دیں گے؟"

"ضرور' آیئے میرے آفس میں آجایئے۔" اس نے بھاری آواز میں کہا۔

"آفس؟"

"ہاں' تشریف لایئے۔" وہ اسی راہداری میں مڑ گیا' جس طرف سے آیا تھا۔ راہداری کے اختتام پر خوبصورت دروازہ تھا جس پر "ڈوئن کریگر" لکھا ہوا تھا۔ ہم نے گہری سانسیں لیں اور اس کے ساتھ ں میں داخل ہو گئے۔ بے حد خوبصورت کمرہ تھا' نفیس فرنیچر سے آراستہ۔ ایک لمبی میز کے پیچھے کرسی پر ر اس نے ہم دونوں کو بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ اور ہم دونوں اس کے سامنے کرسیوں پر بیٹھ گئے۔

"فرمایئے۔" وہ آہستہ سے بولا۔

"اس ہوٹل سے آپ کا کیا تعلق ہے مسٹر کریگ؟" میں نے پوچھا۔

"میرا ہی ہوٹل ہے۔" اس نے جواب دیا۔

"اوہ' بہت خوب۔ ویسے کیا آپ ہمیں پہچان گئے؟"

"ہاں' آپ کو ان صاحب کے ساتھ دیکھا تھا۔ میری مراد مسٹر بارن ٹمپلر سے ہے۔"

"جی ہاں ـــــ کچھ عجیب سے واقعات تھے وہ۔ ویسے آپ کہیں جا رہے تھے؟"

"جی ـــــ میری طبیعت اچانک خراب ہو گئی ہے۔ میں گھر واپس جا رہا تھا۔"

"سوری مسٹر کریگ ـــــ ویسے میں پوچھ سکتا ہوں کہ آپ کو مسٹر ٹمپلر پر کس کا شبہ ہوا "

"وہ میرے بھائی کے ہمشکل ہیں۔"

"آپ کا سگا بھائی؟"

"جی ہاں' مجھ سے صرف دو سال بڑا۔ وہ جو مجھے بے حد چاہتا تھا۔"

"کیا نام تھا ان کا؟"

"وان بیکر۔"

"براہ کرم ـــــ کیا آپ بتا سکیں گے' وہ کہاں چلے گئے تھے؟"

"آوارہ گردوں کی صحبت میں رہ کر ان کے خیالات بدل گئے تھے۔ گھر کے دوسرے لوگوں کو ان اختلاف تھا۔ اور پھر وہ ہم سب کو بھول گئے اور نہ جانے کہاں چلے گئے۔"

"آپ کے والد زندہ ہیں؟"

"ہاں۔"

"اور والدہ بھی؟"

"جی ہاں۔" کریگ نے ان سوالات پر حیران ہوتے ہوئے کہا۔

"لیکن کیا وہ وان بیکر سے ناراض نہیں ہیں؟ ظاہر ہے ان اختلافات کو وہ برداشت نہ کر سکے ہوں

گے؟"

"جی ہاں۔ لیکن یہ ناراضگی اتنی شدید نہیں تھی۔ ہمارا گھر آج تک غم کدہ بنا ہوا ہے۔ بیکر کی
کو آج بھی پھولوں سے سجایا جاتا ہے۔"

"اگر بیکر آپ کو مل جائے؟"

"کیا؟" وہ اچھل پڑا۔ اس کے چہرے پر ایک دم جوش کے آثار پھیل گئے۔ دوسرے
مضطربانہ انداز میں کرسی سے اٹھ کھڑا ہوا اور ہمارے قریب آگیا۔ "مسٹر۔۔۔۔۔ مسٹر پلیز۔۔۔۔۔
کیا۔۔۔۔۔ کیا آپ بتا سکتے ہیں۔ کیا؟"

"ہاں مسٹر کریگ۔۔۔۔۔ وہ وان بیکر ہے۔ اس کا نام بیکر ہی ہے۔ لیکن آپ اپنے اعصاب
پائیں۔ وہ آپ کا بھائی وان بیکر ہی ہے۔"

"اوہ۔۔۔۔۔ اوہ۔۔۔۔۔ اوہ۔" اس نے نہایت جذباتی انداز میں اپنے دونوں ہاتھ
رکھتے ہوئے کہا۔ "میری آنکھوں نے دھوکا کھایا تھا لیکن میرا دل بھی تو رو دیا تھا۔۔۔۔۔ میرا
تو۔۔۔۔۔ مسٹر۔۔۔۔۔ وہ کہاں گئے۔۔۔۔۔ پلیز، مجھے ان کے پاس لے چلئے۔ وہ خود کو مجھ سے
چھپانا چاہتے ہیں؟" کریگ کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے تھے۔

"مسٹر کریگ! میں آپ سے کہہ چکا ہوں کہ آپ کو سکون سے کام لینا ہوگا، معاملات بے
ہوئے ہیں۔ اگر آپ نے جلد بازی کی تو آپ نقصان بھی اٹھا سکتے ہیں۔"

"اوہ، کیا بات ہے۔ آپ مجھے بتائیں تو سہی؟"

"مسٹر پنٹو! آپ بیکر کی نگرانی کریں، وہ احمق جذباتی نہ ہو جائے۔ اگر وہ یہاں سے چلا گیا تو
تلاش کرنا ناممکن ہو جائے گا۔" میں نے سردارے سے کہا اور سردارے جلدی سے اٹھ گیا۔

"آپ کا خیال درست ہے مسٹر ایڈورڈ!" سردارے نے کہا اور تیزی سے باہر نکل گیا۔

"مگر وہ ہیں کہاں؟" کریگ نے آنسو پونچھتے ہوئے کہا۔

"اپنے کمرے میں۔"

"تت تو کیا۔۔۔۔۔ تو کیا آپ لوگ اسی ہوٹل میں ٹھہرے ہوئے ہیں؟"

"ہاں۔"

"میرے خدا۔۔۔۔۔ میرے خدا۔۔۔۔۔ مسٹر! براہ کرم آپ مجھے حالات
کریں۔۔۔۔۔ میں اپنے بھائی کو بے حد چاہتا ہوں۔ ہم نے اسے نہ جانے کہاں کہاں تلاش کیا۔
ایک جوان اور مضبوط آدمی ہوں لیکن اس وقت مجھے خود پر قابو نہیں رہا ہے۔ آہ۔۔۔۔۔ آپ د
مجھے میرے بھائی کے بارے میں سب کچھ بتا دیں۔۔۔۔۔ ٹھہریئے، آپ کیا پئیں گے؟"

"ہم تینوں شام کی چائے کے لیے اترے تھے۔"

"آپ نے چائے نہیں پی؟"

"تم نے بیکر کی کیفیت کا مطالعہ نہیں کیا۔۔۔۔۔ اس نے خود کو کنٹرول کرنے کی کافی کوش
لیکن بے اختیار ہو گیا۔ ہم اسے اوپر کمرے میں لے گئے۔"

"اوہ، لیکن۔۔۔۔۔ لیکن وہ خود کو ہم سے چھپا کیوں رہے ہیں۔ اب اتنے دنوں کے!

آئے ہیں اپنے ہی وطن میں وہ اجنبی کیوں رہنا چاہتے ہیں، آخر کیوں؟"

"مسٹر کریگ! آپ کو ذرا صبر سے کام لینا پڑے گا۔ پوری ہمت سے بیکر کی کہانی سننا پڑے گی۔
ی اس سے ملاقات زیادہ پرانی نہیں ہے۔ تھوڑے عرصہ قبل کی بات ہے کہ وہ ہمیں نہایت خستہ حالت
ملا، کئی دن کا بھوکا تھا بہرحال ہم دوست بن گئے۔ وہ مجھ سے بہت متاثر تھا۔ اس لیے ہمارے ساتھ ہی
نے لگا۔ اور پھر اس نے اپنی کہانی سنائی جس سے ہمیں معلوم ہوا کہ وہ ڈنمارک کا باشندہ ہے۔ اپنے نظریات
طرف سے اس کا ذہن خود ڈانواں ڈول ہو گیا تھا۔ اس نے اپنے نظریات میں کافی تبدیلی پیدا کرلی، نشہ اور
ں کو ترک کردیا۔ لیکن وہ اپنے وطن آنے کی ہمت نہیں پارہا تھا۔ ہم نے اس طرف راغب بھی
۔۔۔۔۔ لیکن اس نے صاف کہہ دیا کہ وہ اب ان لوگوں کے سامنے نہیں جائے گا جنہیں اس نے چھوڑ
تھا۔ وہ ان سے شرمندہ ہے۔ وہ کسی طور راضی نہ ہوا تو ہم خاموش ہو گئے۔ لیکن ہمارے ذہن میں یہ
ل تھا کہ ایک نہ ایک دن ہم اسے اس کے گھر پہنچا دیں گے۔ ڈنمارک کا سفر اسی لیے کیا گیا۔ لیکن یہاں
ر ہم پریشان تھے کہ کس طرح بیکر کے عزیزوں سے رابطہ قائم کریں۔ بیکر تو یہاں تک آنے کے لیے بھی
رنہ تھا۔"

"اس دوران کریگ کی آنکھوں سے مسلسل آنسو بہتے رہے تھے۔ میں خاموش ہوا تو اسے بھی
نسوؤں کا احساس ہوا اور اس نے رومال سے آنسو خشک کر لیے۔

"میں آپ کا کس زبان سے شکریہ ادا کروں جناب! میرا بھائی۔۔۔۔۔ آپ نے میرے بھائی کی مدد
ی ہے۔ آپ نے ہم غمزدہ لوگوں کو نئی زندگی کی خوشی دی ہے۔ آہ، ہم تو بیکر کو ہر صورت میں قبول کرنے کو
ار تھے۔ اگر اس کے خیالات بدل چکے ہیں، تب تو ہمارے نزدیک اس میں کوئی خرابی ہی نہیں ہے۔"

"لیکن وہ اس طرح تمہارے ساتھ جانے پر تیار نہیں ہوگا۔"

"ہاں، میں اس کی ضدی طبیعت سے واقف ہوں۔"

"پھر تمہارا کیا خیال ہے؟"

"میں آپ لوگوں کا مشورہ بھی چاہتا ہوں جناب۔۔۔۔۔ آپ جیسے ہمدرد انسان، آپ کو معلوم
ہیں کہ آپ نے ہم لوگوں پر کتنا بڑا احسان کیا ہے۔ بیکر۔۔۔۔۔ جس کے اپنے حصے کی جائیداد کروڑوں کی
ہے، اس نے کس طرح خود کو تباہ کیا۔ لیکن میں کیا کروں؟ کس طرح وہ میرے ساتھ چلنے پر آمادہ ہوگا؟"

"بیکر جس وقت یہاں تھا، سب سے زیادہ کسے چاہتا تھا؟"

"ماما کی وہ بہت زیادہ عزت کرتا تھا اور شینی کو بے پناہ چاہتا تھا۔"

"شینی کون ہے؟"

"ہماری سب سے چھوٹی بہن۔"

"تب مسٹر کریگ! آپ کو یہی سب کچھ کرنا ہوگا۔ پہلے اپنی ممی اور ڈیڈی کو لے آیئے، وہ نہایت
پیار کی باتیں کریں۔ اور پھر اگر وہ ناکام رہیں تو شینی کو بلا لیں۔"

"ٹھیک ہے، میں ابھی جاتا ہوں۔ ممی اور ڈیڈی کو بلا لاتا ہوں۔"

"اوکے۔" میں نے گردن ہلا دی اور کریگ اٹھ کھڑا ہوا۔ پھر وہ ایک دم چونک پڑا۔

"اوہ، معاف کیجئے گا جناب، انسان کتنا خود غرض ہوتا ہے۔ میں نے آپ سے چائے کے لیے کہا تھا

لیکن اپنے مفاد کی باتوں میں الجھ کر------"

کوئی بات نہیں مسٹر کریگ------ آپ چائے ہمارے کمروں میں بھجوا دیں' ہم آپ کی سے پی لیں گے۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"دل و جان سے------ دل و جان سے------ اور اس فراخدلی کے لیے انتہائی ممنون ہو" کریگ نے کہا۔ پھر وہ میرے ساتھ ہی باہر نکل آیا۔ میں اوپر کی طرف چل پڑا اور تھوڑی دیر بعد سردارے کے پاس پہنچ گیا جو راہداری میں ٹہل رہا تھا۔

"کیا پوزیشن ہے سردارے؟" میں نے پوچھا۔

"روم نمبر ۱۲۷------ بائیں سمت۔" سردارے نے سرگوشی کی۔

"اوہ 'کیا مطلب؟" میں نے سنسنی خیز لہجے میں پوچھا۔

"وہ اسی میں ہے۔"

"ارے لیکن------" میں شدید حیرت سے بولا۔ یہ بات میری سمجھ میں نہیں آئی تھی کہ کمرہ چھوڑ کر اس کمرے میں کیوں چلا گیا؟"

"تین بار جھانک چکی ہے۔ بڑی عجیب عجیب سی نگاہوں سے دیکھا تھا استاد! شاید اکیلی بھی ہے' اب کے جھانکے تو تم دیکھنا' کافی خوبصورت ہے اور نو عمر بھی۔"

"کیا بکواس کر رہے ہو؟" میں نے غصیلے انداز میں کہا اور سردارے چونک پڑا۔

"ارے------ اوہ------ استاد------ باس۔" وہ اٹینشن ہو گیا۔

"تو اب اس قدر مدہوش ہو گئے ہو؟" میں نے غراتے ہوئے کہا۔

"ہائے باس------ ہوش میں رہنے کہاں دیتے ہیں یہ لوگ۔" سردارے گہری سانس بولا۔

"کون ہے کمرہ نمبر ۱۲۷ میں؟"

"لڑکی۔"

"تو تم اس لڑکی کی نگرانی کر رہے تھے؟" میں نے ہونٹ بھینچ کر پوچھا۔

"نہیں------ وہ خود میری نگرانی کر رہی ہے۔ استاد------ کئی بار جھانک کر دیکھ چکی آنکھوں میں دعوت ہے۔ گویا چاہتی ہے کہ میں آگے بڑھ کر اس سے بات کروں۔"

"احمق آدمی------ بیکر کس حال میں ہے؟"

"اپنے کمرے میں ہی ہے' جس حال میں بھی ہو۔"

"آؤ۔" میں نے بیکر کے کمرے کی طرف بڑھتے ہوئے کہا۔ سردارے پر جھنجلاہٹ بھی ہنسی بھی آ رہی تھی۔ بھیجا تھا کس کام کو اور حضرت لڑکی تاڑ رہے تھے۔ میں نے بیکر کے دروازے پر دی۔ اندر سے کوئی آواز نہ ابھری لیکن چند ساعت کے بعد دروازہ کھل گیا۔

بیکر اب نسبتاً پرسکون نظر آ رہا تھا' ہمیں دیکھ کر وہ پیچھے ہٹ گیا اور ہم دونوں اندر داخل ہو گئے۔

"تم اب ٹھیک ہو بیکر؟"

"ہاں باس------ آپ ناراض تو نہیں ہیں؟"

"کس بات پر؟"

"میں بے اختیار ہو گیا تھا۔ میں نے------ میں نے------" بیکر کی آواز رندھ گئی اور وہ جملہ پورا نہیں کر سکا۔ میں نے اس کے شانے پر ہاتھ رکھ دیا تھا۔

"مجھے تمہارے جذبات کا پورا پورا احساس ہے بیکر------ لیکن تم نے اپنے راز کو اپنی ذات تک محدود رکھا۔ نہ جانے کیوں' تم نے اس سلسلے میں بھروسہ نہیں کیا۔"

"یہ بات نہیں ہے ایڈورڈ------ یہ بات نہیں ہے میرے دوست۔" بیکر پھر رو پڑا۔

"پھر کیا بات ہے بیکر------ دل کا بوجھ ہلکا کیوں نہیں کر لیتے؟"

"میں------ میں اب اس ملک میں نہیں رہنا چاہتا باس------ خدا کے لیے مجھے اپنے ساتھ لے چلو------ خدا کے لیے ڈنمارک سے نکل چلو۔ وہ------ وہ ڈوئن کریگ تھا------ میرا بھائی------ میرا چھوٹا بھائی------ میں اسے بہت چاہتا تھا۔ وہ۔ ایک دم بڑا ہو گیا ہے۔ آہ------ میری نگاہ اس پر نہ پڑ سکی' کتنا پیارا ہو گیا ہے وہ۔ میرا کلیجہ پھٹنے لگا' میرا دل چاہا کہ میں اٹھ کر اسے گلے لگا لوں------ لیکن کس منہ سے' اب میں اس باعزت خاندان کا فرد نہیں ہوں' اب میں اس کے لیے بدنامی کا باعث ہوں۔" بیکر سسک سسک کر رونے لگا۔

"یہ صرف تمہارا احساس ہے بیکر------ تم نے جو کچھ کیا' وطن سے باہر رہ کر کیا۔ یہاں تم کوئی ایسی حیثیت نہیں رکھتے۔"

"میں خود اپنی نگاہ میں ذلیل ہوں۔"

"میرا خیال ہے تم اتنے برے انسان نہیں ہو بیکر------ برے تو وہ ہوتے ہیں جنہیں اپنی برائیوں کا احساس نہیں ہوتا۔ تم تو عمدہ انسان ہو۔"

"نہیں باس نہیں۔"

"اس کے علاوہ' انسان بھٹک جاتا ہے۔ بعض اوقات راستے نگاہوں میں گڈمڈ ہو جاتے ہیں' لیکن اگر سیدھا راستہ مل جائے تو کیا انسان اسے اس لیے چھوڑ دے کہ وہ ٹیڑھے راستوں پر چلتا رہا ہے؟"

"مگر باس؟"

"ممکن ہے بیکر------ تمہارا یہ خیال غلط ہو کر تمہارے لوگ تم سے نفرت کرتے ہوں گے۔"

"میں خود شرمندہ ہوں باس۔"

"صحیح راستے پر آ رہے ہو بیکر------ تو آ جاؤ۔ ہمیں دیکھو------ ہم بھٹکے ہوئے ہیں' ہمارے سامنے تو سیدھا راستہ بھی نہیں ہے تم خوش نصیب ہو۔ بیکر کہ تمہیں سیدھا راستہ مل رہا ہے۔ ہم تمہیں مبارکباد دیتے ہیں۔" میں نے کہا اور بیکر اچانک خاموش ہو گیا۔ وہ پھٹی پھٹی نگاہوں سے ہمیں دیکھ رہا تھا۔

"باس------" وہ آہستہ سے بولا۔

"ہاں بیکر۔"

"کیا تم بھی خود کو بھٹکا ہوا محسوس کرتے ہو؟"

"محسوس کرنے کی بات نہیں ہے بیکر------ حقیقت کو تسلیم کرنا پڑتا ہے۔"

"لیکن باس------ میں کیا کروں؟"

"خاموش رہ سکتے ہو؟" میں نے پوچھا۔

"میں نہیں سمجھا۔"

"مجھے دوست سمجھتے ہو؟"

"سب سے بڑا محسن۔" بیکر نے ممنونیت سے جواب دیا۔

"تب صرف خاموش رہو----- اختلاف نہ کرو۔ بس تمہارا یہی کام ہے۔" میں نے کہا اور بیکر نے گردن جھکا لی۔ میں اسے غور سے دیکھ رہا تھا۔

"اگر میری بات تسلیم کرتے ہو تو جواب دو بیکر؟"

"باس کو اختیار ہے۔" بیکر آہستہ سے بولا۔

"ویری گڈ----- اس اعتماد کے لیے شکریہ قبول کرو۔" میں نے خوش ہو کر کہا۔ ایک بڑا مسئلہ حل ہو گیا تھا۔ اسی وقت چائے آ گئی۔ گریگ نے بڑے لوازمات بھجوا دیئے تھے۔ بہرحال ہم چائے پینے میں مصروف ہو گئے۔ بیکر کھویا کھویا تھا۔ چند لمحات کے بعد اس نے کہا۔

"باس! میں کچھ پوچھ سکتا ہوں؟"

"ضرور میری جان۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"تم بہت خوش ہو باس؟"

"بے پناہ۔"

"آہ، تم کس قدر مخلص ہو۔ تم نے میرے لیے کیا نہیں کیا ہے باس----- مجھے بتاؤ، کیا تمہارے لیے بھی کوئی سیدھا راستہ ہے؟ کیا تمہاری بھی کوئی منزل ہے؟"

"منزل-----" میں نے اپنے جذبات پر قابو رکھتے ہوئے کہا۔ سردارے نے البتہ چونک کر میری شکل دیکھی تھی۔ لیکن میں اس سوال سے زیادہ متاثر نہیں ہوا۔ "نہیں بیکر!" میں نے طویل سانس لی۔ "میں نے ایک منزل کا تعین کر لیا ہے لیکن وہ وقت آنے پر مجھے مل سکے گی۔"

"وہ منزل کون سی ہے باس؟" بیکر نے پوچھا۔

"موت۔" میں نے مسکراتے ہوئے جواب دیا اور سردارے کے چہرے پر غم کے تاثرات پھیل گئے۔ بیکر بھی آزردہ ہو گیا تھا۔ پھر وہ آہستہ سے بولا۔

"دنیا کے کسی حصے میں تمہارے عزیز، تمہیں چاہنے والے موجود نہیں ہیں؟"

"نہیں بیکر----- بہت سے لوگ اس بات میں مجھ پر فوقیت رکھتے ہیں کہ ان کا کوئی نہ کوئی چاہنے والا موجود ہے، میرے پاس یہ سب کچھ نہیں ہے۔"

"میں تم سے اس موضوع پر گفتگو کروں گا باس----- فی الحال یہ بتاؤ کہ تم میرے لیے کیا کر رہے ہو؟"

"اعتماد کیا ہے تو خاموش رہو بیکر۔" میں نے جواب دیا۔

"بس یونہی پوچھ رہا تھا باس----- کیا میں تمہیں اپنے والدین کے بارے میں تفصیل بتاؤں؟"

"اس کی ضرورت نہیں ہے بیکر۔"

"کیا مطلب؟"

"بس باقی کام تو میرا ہے۔" میں نے جواب دیا اور بیکر خاموش ہو گیا۔ چائے ختم ہو گئی----- اور پھر زیادہ دیر نہیں گزری تھی کہ دروازے پر دستک ہوئی۔ سردارے نے دروازہ کھول دیا جو ہم نے گفتگو کے دوران بند کر لیا تھا۔ باہر بہت سے لوگ تھے۔ ان میں بیکر کی ماں، باپ، بہن، بھائی اور نہ جانے کون کون تھا۔ اور پھر بڑے دردناک مناظر کمرے میں پھیل گئے۔ میں نے سردارے کے شانوں پر ہاتھ رکھے اور ہم دونوں باہر نکل آئے۔

"سردارے۔" میں آہستہ سے بولا۔

"استاد۔" سردارے نے بھی بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔

"میرے خیال میں اب ہمارا یہاں رکنا ٹھیک نہیں ہے۔"

"ایں۔" سردارے چونک پڑا۔

"جلدی کرو سردارے! کہیں ان لوگوں کو ہمارا خیال نہ آ جائے۔"

"اوہ----- جو حکم استاد----- لیکن-----"

"میں نیچے چلتا ہوں۔ تم سامان لے کر نیچے آ جاؤ----- جلدی۔" میں نے کہا۔ اور سردارے نے گردن ہلا دی۔ اور میں نیچے کی طرف چل پڑا۔ درحقیقت اب یہاں رکنا مناسب نہیں تھا۔ بیکر ذہنی طور پر تیار ہو چکا تھا۔ اس کے گھر کے لوگ بھی اس کے لیے تڑپ رہے تھے۔ اب ہمارا ان کے درمیان کیا کام رہ گیا تھا۔ سوائے اس کے کہ اپنے احسانات کا صلہ وصول کرنے کے لیے رکے رہیں۔ ایسی کوئی بات نہیں تھی، نہ ہی اس کی ضرورت تھی۔

تھوڑی دیر کے بعد سردارے آ گیا۔ "بل ادا کر دیا؟" میں نے پوچھا۔

"ہاں باس۔"

"ٹیکسی روکو۔" میں نے کہا۔ اور پھر ایک ٹیکسی روک کر ہم چل پڑے۔ ٹیکسی ہم نے ایک بھرے پرے بازار میں چھوڑی تھی اور پھر اعلیٰ درجے کی دکانوں سے ہم نے میک اپ کا سامان جدید طرز کے لباس وغیرہ خریدے اور کسی تاریک گوشے کی تلاش کرنے لگے۔ کوپن ہیگن سے کوئی واقفیت نہیں تھی لیکن درحقیقت بڑا خوبصورت شہر لگ رہا تھا۔ سردارے بول ہی پڑا۔

"یہاں رکنا مناسب نہیں ہے باس----- لیکن پھر بھی----- رکنا ہو گا۔"

"ہاں۔" میں نے معنی خیز لہجے میں کہا۔

"واقعی؟" سردارے خوش ہو گیا۔

"اس واقعی سے تمہاری کیا مراد ہے؟"

"کیا تمہیں بھی سرخ ناک والی لڑکیاں پسند آ گئی ہیں؟"

"لڑکیاں لڑکیاں لڑکیاں----- تمہارے ذہن میں لڑکیوں کے علاوہ کچھ اور بھی رہتا ہے؟"

"پھر باس؟" سردارے نے مایوسی سے کہا۔

"کچھ اور بھی سوچو احمق انسان۔"

"مثلاً کیا باس؟" سردارے سنبھل کر بولا۔

"پاسپورٹ۔" میں نے کہا۔

"اوہ' کیا مطلب باس؟"
"وہی پاسپورٹ استعمال کرو گے کیا؟"
"اوہو------ ہاں' یہ تو سوچنے کی بات ہے۔" سردارے نے گردن ہلائی' پھر بولا۔ "لیکن اس میں حرج ہی کیا ہے؟"
"اور اگر مادام سینی ٹورا کا تعلق درحقیقت انٹرپول سے ہوا؟"
"اوہ' تمہارا خیال ہے اگر وہ میک اپ بدلنے کی وجہ سے وہ ہمیں ڈنمارک میں تلاش نہ کر سکی تو ڈنمارک سے نکلتے ہوئے ان پاسپورٹوں کی وجہ سے ضرور پکڑ لے گی۔"
"جی ہاں' میرا یہی خیال تھا۔" میں نے طنزیہ کہا۔
"بات تو ٹھیک ہے باس------ لیکن یہاں نئے پاسپورٹ کیسے حاصل کرو گے؟"
"سوچنا پڑے گا۔"
"یہ تو حقیقت ہے۔" میں نے جواب دیا۔
"بہرحال یہاں رکنا تو ہے باس------ پاسپورٹوں کی کوشش کی جاتی رہے اور اگر اس کے ساتھ تفریح بھی جاری رہے تو کیا حرج ہے۔ ویسے اگر برا نہ مانو تو ایک بات اور کہوں۔"
"کہہ ڈالو' ہو گی کوئی حماقت کی بات۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔
"اگر ہم بیکر کے ذریعے پاسپورٹوں کی کوشش کرتے' اس کے والدین بہرحال یہاں کے مقتدر لوگوں میں سے ہیں۔"
"ٹھیک ہے سردارے------ لیکن مجھے ایسی الجھنوں سے شدید کوفت ہوتی ہے۔ بیکر بے حد جذباتی ہے' اس کے والدین یقیناً ہمارے ممنون ہوں گے اور وہ روکنے کی کوشش بھی کرتے۔ تم خود سوچو' یہ کیسے ممکن ہے۔"
"ہاں------ یہ تو ہے۔"
"بہرحال اتنا فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں ہے سردارے۔ اور پاسپورٹوں کا کوئی مناسب بندوبست نہیں ہو سکا تو پھر رسک لیں گے' انہی پاسپورٹوں سے نکلنے کی کوشش کریں گے۔"
"اوکے باس------ ٹھیک ہے' فکر کی کیا بات ہے۔ اور پھر یہاں بہت سی سرخ ناک والیاں موجود ہیں۔ اس کے علاوہ باس------ میں نے ڈنمارک کی بے شمار کہانیاں سنی ہیں۔" سردارے نے مسخرے پن سے شرمانے کی کوشش کی اور میں نے اس کی پشت پر دھپ جما دی۔
میک اپ بدلنے کے بعد ہم ایک اور عمدہ سے ہوٹل میں منتقل ہو گئے۔ یہ نیوکیسل یا برسلز کی طرح شاندار تو نہیں تھا لیکن بہرحال عمدہ ہوٹل تھا۔ اس بار ہم نے نہایت اسمارٹ نوجوانوں کا میک اپ کیا تھا۔ خدوخال میں معمولی سی تیکھی تبدیلی' چہرے پر گورے رنگ کی ماسک' بال اس میک اپ پر بالکل سیٹ تھے۔ سردارے اس میک اپ سے بہت خوش تھا۔
"اب پروگرام کیا ہے باس؟"
"فی الحال کچھ نہیں------ یہ رات سکون سے گزارو' کل دن میں تفریح کریں گے۔"
"اور آج کی رات؟" سردارے نے مایوسی سے کہا۔

"کیا چاہتے ہو؟"
"اجازت۔" سردارے لجاجت سے بولا۔
"ٹھیک ہے جاؤ------ لیکن میں آرام کروں گا۔" میں نے کہا اور سردارے خوشی کے نعرے [لگا]نے لگا۔ رات کے نہ جانے کون سے حصے تک میں جاگتا رہا۔ ذہن مختلف خیالات کی آماجگاہ بنا ہوا تھا۔ [پاسپو]رٹوں کے بارے میں بھی سوچ رہا تھا۔ بظاہر ان کے حصول کا کوئی طریقہ ذہن میں نہیں تھا لیکن ضروری تھے۔ اور اسی غور و خوض کے دوران ایک خیال ذہن میں آیا۔ غلام سیٹھ کی پراسرار گمشدگی کے بعد میں [...]ں ڈل ہو گیا ہوں۔ کارکردگی کی ساری صلاحیت ہی ختم ہو گئی ہے یہ بات تو مناسب نہیں ہے۔ اس وقت [انٹر]پول والوں سے جان چھوٹی ہوئی ہے۔ کیوں نہ مقامی اسٹیشن کا پتہ لگا کر ان لوگوں سے ملاقات کی جائے۔ [...]ن اسٹیشن کا پتہ کس طرح چلایا جائے------ اور اس کے لیے میں نے ایک کوشش کرنے کا فیصلہ کر لیا [...]ا دیر تک اس فیصلے پر غور کرتا رہا اور مطمئن ہو گیا۔
سردارے واپس نہیں آیا۔ جس کا مطلب تھا کہ اس نے کوئی کام بنا لیا ہے۔ ٹھیک ہے' زندہ انسان [ہے]' اور اس کی زندگی انہی تفریحات میں ہے۔ پھر میں کیوں دخل اندازی کروں۔ نہ جانے کب سو گیا۔ [دو]سری صبح جاگا تو سردارے گہری نیند سو رہا تھا۔ میں نے دروازہ کھلا چھوڑ دیا تھا لیکن سردارے نے واپسی پر [اس]ے بند کر دیا تھا۔ غسل وغیرہ سے فارغ ہوا اور پھر سردارے کو جگا دیا۔
سردارے چند منٹ تک آنکھیں کھول کر مجھے دیکھتا رہا اور پھر اچھل کر بیٹھ گیا۔ وہ میرے چہرے [کے]ے تاثرات نوٹ کر رہا تھا مجھے پرسکون پا کر اس نے سکون کی سانس لی اور پھر باتھ روم کی طرف چلا گیا۔ [تھ]وڑی دیر کے بعد وہ غسل وغیرہ سے فارغ ہو کر تیار ہو گیا۔ میں نے ویٹر کو بلا کر ناشتے کا آرڈر نوٹ کرا دیا [تھ]ا۔
سردارے مجھے دیکھ کر مسکرانے لگا۔
"کیا پوزیشن رہی؟" میں نے اس کی طرف دیکھے بغیر کہا۔
"کوپن ہیگن کی حسیناؤں نے مجھے مایوس نہیں کیا------ ویسے استاد! عمدہ جگہ ہے' اگر تم بھی چلو ------"
"ابھی نہیں۔ میں تمہاری طرح فالتو آدمی نہیں ہوں۔"
"اوہ استاد! فالتو تو میں بھی نہیں ہوں' سچ کہہ رہا ہوں۔ کسی کام کے لیے حکم دو------ اندھے کنویں میں چھلانگ لگا دوں۔"
"جو ڈنمارک میں نہیں ہوتے۔"
"میں پہلے کنواں کھود لوں گا اور اس کے بعد چھلانگ لگا دوں گا۔" سردارے نے کہا۔
"بہت وقت لگے گا۔" میں ہاتھ اٹھا کر بولا۔
"پھر کوئی اور کام بتاؤ استاد!"
"فی الحال کوئی کام نہیں ہے۔"
"تب پھر گریشی کے پاس جانے کی اجازت دے دو۔ اس نے مجھے دوپہر کے کھانے کی دعوت دی ہے۔"

"کون ہے؟"
"ایک انتہائی فراخدل لڑکی۔۔۔۔۔یقین کرو باس! اس نے ایک پیسہ قبول نہیں کیا کہنے لگ
ور نہیں ہوں، تم پسند آ گئے تھے۔"
"گڑ بڑ تو نہیں ہے؟"
"قطعی نہیں باس۔۔۔۔۔میں نے کھنگال لیا ہے۔"
"تم جانو۔"
"تو اجازت ہے؟"
"ہاں، مجھے انکار نہیں ہے۔"
"ہرا۔۔۔۔" سردارے نے نعرہ لگایا اور اچھل کر مجھ سے لپٹ گیا۔ اسی وقت ویٹر ٹرال
اندر آ گیا اور میں نے سردارے کو پرے دھکیل دیا۔ ویٹر حیرانی سے ہم دونوں کو دیکھ رہا تھا۔ پھر ا
ڈائننگ ٹیبل پر ناشتہ لگانا شروع کر دیا۔

تقریباً گیارہ بجے سردارے غیر معین وقت کے لیے چلا گیا۔ میں نے اسے اپنا پروگرام نہیں ب
پھر میں بھی ہوٹل سے نکل آیا اور پیدل چل پڑا۔ کافی دور تک میں پیدل چلتا رہا اور مجھے یقین ہو گیا ک
بالکل صاف ہے۔ تب میں ایک بڑے جنرل اسٹور کی طرف بڑھ گیا۔ اسٹور میں داخل ہو کر میں نے
مینیجر سے کہا کہ مجھے ایک ضروری کال کرنی ہے۔ میں نے اسے بتایا کہ میں بزنس مین ہوں اور اپنے ملک
بات کرنا چاہتا ہوں۔ اس کے لیے میں نے نمبر طلب کیا تھا۔ ٹیلی فون ایکسچینج سے کہا گیا کہ تقریباً بیس م
بعد نمبر مل سکے گا۔ اور یہ بیس منٹ میں نے خوش اخلاق کاؤنٹر مینیجر سے گفتگو کرتے گزارے۔ اس
ڈکنز تھا۔ درمیانی عمر کا خوش گفتار شخص تھا۔ آنکھوں میں زندگی کی چمک تھی۔ اس نے مجھے بتایا کہ و
کاؤنٹر مینیجر ہی نہیں، اس اسٹور کا مالک بھی ہے۔

ٹھیک بیس منٹ کے بعد ٹیلی فون کی گھنٹی بجی اور ڈکنز نے ریسیور اٹھالیا۔ چند سیکنڈ وہ آپ
گفتگو کرتا رہا اور پھر اس نے فون میری طرف بڑھا دیا۔ لیکن اچانک وہ چونک پڑا۔ اس نے تعجب
طرف دیکھا۔ لیکن دوسری طرف سے ریفا کی آواز سنائی دی تھی۔
"سی کا ریفا۔"
"ایشیا کا حقیر غلام سلام کہتا ہے۔" میں نے کہا۔
"کون ہے؟" ریفا کی آواز ابھری۔
"اس کا مخفف این ڈبلیو اے زیڈ ہے۔"
"این ڈبلیو اے زیڈ۔" سیکا ریفا نے حیرت زدہ انداز میں دہرایا اور پھر چونک کر بولی۔ "نواز؟"
"بالکل یہی ہے۔"
"ڈنمارک سے بول رہے ہو؟"
"ہاں۔"
"کوئی غیر مناسب جگہ ہے؟"
"ہاں۔"

"پتہ چلا؟"
"ہاں۔"
"ہدایت ملی؟"
"نہیں۔"
"سب انڈر گراؤنڈ چلے گئے۔۔۔۔ہدایت تھی۔"
"مجھ تک نہیں پہنچی۔"
"کس حال میں ہو؟"
"ٹھیک نہیں۔"
"تمہیں بھی پتہ نہیں؟"
"بالکل نہیں۔"
"سب بے خبر ہیں۔"
"میری طبیعت ٹھیک نہیں ہے۔ گرانڈ مدر میرے پیچھے پڑی ہوئی ہے، کہتی ہے شادی کر لو۔۔۔۔
بہر حال اب تک بچا ہوا ہوں۔"
"بڑی خطرناک صورت حال ہے۔"
"مجھے احساس ہے۔"
"میرے لائق کوئی خدمت؟" سیکا ریفا نے پوچھا۔
"کوپن ہیگن میں ماموں جان کہاں رہتے ہیں؟ مجھے ان کا پتہ درکار ہے۔"
"اوہ، بہت خاص ضرورت؟"
"ہاں۔"
"دادی اماں نے تمہارے پیچھے آدمی تو نہیں لگا رکھے؟"
"اس وقت نہیں۔"
"یقین ہے؟"
"ہاں۔"
"ماموں جان کا پتہ تمہیں گلیمرش اسٹور سے ملے گا۔ وہاں مسٹر ڈکنز ہیں، وہی اس کے مالک
ہیں۔ ماموں جان ان کے دوست ہیں، اکثر آتے جاتے رہتے ہیں۔ لیکن دادی اماں سے ہوشیار رہنا۔"
"کیا نام بتایا؟" میں چونک پڑا۔
"گلیمرش اسٹور۔۔۔۔۔ مسٹر ڈکنز۔" سیکا ریفا نے جواب دیا۔ اور اب میری حیرت کی باری
تھی۔ میں گلیمرش اسٹور کے اندر ہی تھا اور ڈکنز میرے سامنے تھا۔
"براہ کرم پورا پتہ دہراؤ۔"
"گلیمرش اسٹور۔۔۔۔۔ مسٹر ڈکنز۔۔۔۔۔ بی بائیفنڈ توالی پارک۔" ریفا نے دہرایا۔
"ایک سیکنڈ ڈیئر۔" میں نے ماؤتھ پیس پر ہاتھ رکھا اور پھر ڈکنز سے پوچھا۔ "سوری مسٹر ڈکنز! یہ
گلیمرش اسٹور ہے؟"

"ہاں۔" ڈکنز' جو مجھے غور سے دیکھ رہا تھا بولا۔
"تو الی پارک یہیں ہے؟"
"جی۔" ڈکنز نے جواب دیا۔ تب میں نے ماؤتھ پیس سے ہاتھ ہٹا دیا۔
"میڈم سیکا۔۔۔۔۔ براہ کرم مسٹر ڈکنز سے بات کریں۔"
"کیا مطلب؟" سیکا کی آواز میں حیرت تھی۔
"یہ بالکل اتفاق ہے کہ میں نے یہاں سے فون کیا۔"
"کمال ہے' فون مسٹر ڈکنز کو دیں۔" سیکا ریفا نے کہا اور میں نے ریسیور ڈکنز کو دے دیا۔ چند
ڈکنز گفتگو کرتا رہا۔ اس کے چہرے پر سنسنی پھیل گئی تھی۔ پھر اس نے ریسیور میری طرف بڑھا دیا۔ اس
آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر مجھے دیکھ رہا تھا۔
"صورت حال کافی خراب ہے' وہ آپ کی مدد کرے گا۔"
"شکریہ۔۔۔۔۔ خدا حافظ۔" میں نے کہا۔
"سنو تو سہی۔" سی کا ریفا کی آواز بدلی ہوئی تھی۔
"جی۔۔۔۔۔ فرمایئے۔"
"اب میں صرف اسی کاروباری لہجے کے قابل رہ گئی ہوں؟"
"اوہ' نہیں ڈیئر۔۔۔۔۔ لیکن۔۔۔۔۔"
"ایک پیشکش کرتی ہوں نواز۔۔۔۔۔ برا تو نہیں مانو گے؟"
"نہیں۔"
"حالات اچانک بے حد خراب ہو گئے ہیں' اگر کسی قسم کی الجھن محسوس کرو' یا۔۔۔۔۔ زندگ
کوئی تبدیلی چاہو تو' میرے پاس آجانا۔۔۔۔۔ میں تمہیں اپنی زندگی کے مالک کی حیثیت سے خوش
کہوں گی۔"
"میں یہ بات ذہن میں رکھوں گا سیکا۔" میں نے کہا اور فون بند کر دیا۔ الو کی پٹھی۔۔۔۔۔
گئی ہے۔ میں نے سوچا اور پھر ڈکنز کی طرف متوجہ ہو گیا۔ ڈکنز اب بھی حیران تھا اور مجھے غور سے د
تھا۔ میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ "زندگی میں ایسے دلچسپ واقعات بھی ہوتے رہتے ہیں۔"
ڈکنز۔"
"اوہ مسٹر نواز۔۔۔۔۔ میں تصور بھی نہیں کر سکتا تھا۔" ڈکنز گرم جوشی سے بولا۔
"ہاں۔ خود میرے ذہن میں بھی نہیں تھا۔"
"میں نے گروہ میں آپ کا نام ایک پراسرار انسان کی حیثیت سے بہت زیادہ سنا ہے۔ یقین ک
آپ کو دیکھنے کا بڑا اشتیاق تھا۔ میری بیوی بھی آپ سے بہت متاثر ہے۔"
"بدلے ہوئے حالات نے آپ کو بھی کافی الجھا دیا ہوگا مسٹر ڈکنز۔"
"بے حد جناب۔۔۔۔۔ سارا ریکارڈ تباہ ہو گیا اور پورا ذخیرہ پھونک ڈالا۔ سارے لوگوں سے
منقطع کر لیا صورت حال کسی طور قابو میں نہیں آرہی۔"
"باس کا کوئی پتہ نہیں؟"

"نام و نشان نہیں ہے اور پورے گروہ کو اس کا نشان نہیں ملا۔"
"ہوں۔" میں نے ایک گہری سانس لی۔
"آپ کے لیے کیا منگواؤں مسٹر نواز۔۔۔۔۔ یقین کریں آپ سے ملاقات کر کے بے حد خوشی
وئی ہے۔" ڈکنز نے پوچھا۔
"فی الحال کچھ نہیں مسٹر ڈکنز۔۔۔۔۔ میری پوزیشن بھی زیادہ ٹھیک نہیں ہے' انٹرپول میرے پیچھے
لی رہی ہے' بمشکل میں نے اسے ڈاج دیا ہے۔"
"اوہ۔" ڈکنز نے کسی قدر خوفزدہ لہجے میں کہا۔
"آپ میرے لیے ایک کام کر سکتے ہیں تو کر دیں۔"
"جی۔۔۔۔۔ فرمایئے۔"
"وہ پاسپورٹ درکار ہوں گے جن کی مدد سے میں ڈنمارک عبور کر لوں۔"
"پاسپورٹ۔" ڈکنز نے پرخیال انداز میں کہا۔ "ان حالات میں تو ایک ایک قدم پھونک کر رکھنا
گا۔ بہرحال میں کوشش کروں گا' آپ کا قیام کہاں ہے؟"
"ابھی تو یونہی آوارہ گردی کر رہا ہوں' آج یہاں کل وہاں۔ تمہارا فون نمبر لے لوں گا اور خود تم
ے رابطہ کروں گا۔" نہ جانے کیوں' ڈکنز کی شخصیت مجھے ٹھوس نہ معلوم ہوئی۔ اس کی وجہ صاف تھی'
ام سیٹھ لاپتہ تھا اور انٹرپول کا معاملہ تھا۔ معمولی بات نہیں تھی اور اچھے اچھوں کے حواس خراب تھے۔
"بہت بہتر۔" ڈکنز نے گردن ہلا دی۔ اس کے بعد میں وہاں زیادہ نہیں بیٹھا اور ڈکنز سے اجازت
لے کر اٹھ کھڑا ہوا۔ واپسی میں ڈکنز نے مجھ سے دوبارہ ملاقات کے لیے بھی نہیں کہا تھا۔ بہرحال اسے قصور
ٹھہرانا تو حماقت تھی۔ سب ہماری طرح سر پھرے تو نہیں تھے کہ خوفناک حالات میں بھی تفریح کرتے
ہے۔ بہرحال مقامی سربراہ نے مجھے بہت مایوس کیا تھا اور مجھے یقین تھا کہ وہ اب ذرا سا بھی خطرہ مول نہیں
ے گا۔ لیکن اب کیا کرنا چاہیے۔۔۔۔۔ خیالات میں الجھا ہوا میں واپس ہوٹل چل پڑا۔ تھوڑی دیر کے بعد
ہے ہوٹل پہنچ گیا۔ کمرے میں داخل ہو کر میں متفکر سا کرسی پر بیٹھ گیا۔ کوئی ترکیب ذہن میں نہیں آرہی
۔ کیا کروں؟ کیا کرنا چاہیے؟ اور ذہن نے کوئی فیصلہ نہیں کیا۔
تب میرے اندر کا سویا ہوا نواز جاگ اٹھا۔ اس نے حیرت سے کمرے کے ماحول کو دیکھا' میری
ں پر غور کیا اور پھر ایک قہقہہ مار کر ہنس پڑا۔
"کیوں فکر مند ہو؟" اس نے مجھ سے سوال کیا اور اس سوال کا میرے پاس کوئی جواب نہیں تھا۔ "
ی جانے سے خوفزدہ ہو؟" "پتہ نہیں۔" میں نے کہا۔۔۔۔۔ "مرنے سے ڈرتے ہو؟" اس نے
ا۔۔۔۔۔ "شاید نہیں۔" "پھر؟" اور میں نے خود سے پوچھا۔۔۔۔۔ پھر؟ اور اچانک میں نے اپنے
کے چھوٹے سے لوتھڑے کو پھیلتے محسوس کیا اور ذہن سے خوف اور پریشانی کا وجود مٹ گیا۔
"نواز۔۔۔۔۔ آخر فکر کس بات کی ہے؟" زندگی تو کوئی حیثیت نہیں رکھتی اور پھر تیری
لی۔۔۔۔۔ کیا کرے گا اسے سنبھال کر۔۔۔۔۔ کس کے لیے رکے گا؟"
"ہاں۔۔۔۔۔ کسی کے لیے بھی تو نہیں۔"
"تب پھر۔۔۔۔۔ نڈر ہو۔۔۔۔۔ فکر کس بات کی ہے؟" اور میں خود بھی خود پر ہنس دیا۔۔۔۔۔

واقعی کبھی کبھی تو سب کچھ ذہن سے نکل جاتا ہے۔۔۔۔۔ سرائے عالمگیر کا نواز سو جاتا ہے گہری نیند۔ اور خود تجزیہ نہیں ہو پاتا کہ میں آخر کون ہوں' کیا ہوں' کیوں ہوں؟ نواز جب جاگتا ہے' تب ایک اَیِ ہوتا ہے جس کی نگاہ میں زندگی موت کی کوئی وقعت نہیں۔۔۔۔۔ اور جب زندگی سے کوئی دلچسپی خوف کیا معنی رکھتا ہے۔

میرا دل بے اختیار چاہا کہ سردارے پاس ہوتا۔۔۔۔۔ افوہ' اب تک بلاوجہ زندگی کی دلچسپیو دور ہو' چھپا چھپا پھر رہا ہوں۔۔۔۔۔ "تین۔۔۔۔۔" میں نے خود کو نفرین کی اور پھر میں نے منہ ہاتھ کیا' لباس پہنا' بال درست کیے اور لاپرواہی سے باہر نکل آیا۔ لفٹ سے باہر نکلا تو سردارے سامنے تھا۔

"اوہ۔ ارے استاد۔۔۔۔۔ کہاں؟"

"تم واپس آگئے؟"

"ہاں۔"

"اتنی جلدی؟"

"بس رات کا پروگرام بنالیا ہے۔" سردارے مسکرا کر بولا۔

"خوب۔۔۔۔۔ تو پھر آرام کرو۔۔۔۔۔ ظاہر ہے رات کو مصروف رہو گے۔"

"مگر تم کہاں استاد؟"

"عیش کرنے۔"

"کیا مطلب؟"

"بس سیر کروں گا۔"

"ارے تو اکیلے جاؤ گے کیا؟"

"تم تو اپنے پروگرام الگ بناتے ہو۔"

"بحالت مجبوری استاد۔۔۔۔۔ اگر تم ساتھ دو تو پھر سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔"

"تیار ہو جاؤ۔۔۔۔۔ چل رہے ہیں۔"

"ارے' بس تیار کیا ہونا ہے' چلو۔" سردارے نے کہا اور میں اسے ساتھ لے کر آ کوپن ہیگن کے چوڑے فٹ پاتھ پر چہل قدمی کرتے ہوئے ہم شہر کے مرکز میں پہنچ گئے۔ راؤ یعنی ٹاؤن ہال کی تانبے کی چھت کے نیچے پتھریلی سیڑھیوں پر لاتعداد ہپیوں نے ڈیرہ ڈال رکھا تھا آگے بڑھ کر ہم بشپ اسبالون کے مجسمے کے سامنے سے گزرے' جس نے ۱۱۶۷ء میں اس شہر رکھا تھا۔ یہاں ایک قلعہ تعمیر کیا گیا اور چھوٹی سی بندرگاہ ایک وسیع تجارتی مرکز بن گئی اور اسی منا کوپن ہیون" یعنی تاجروں کی بندرگاہ کہلائی۔ صدیوں پرانا تفریحی پارک بھی قابل دید تھا۔ تقریباً رقبے میں پھیلا ہوا' دلچسپی کے خزانے سمیٹے ہوئے' خوبصورت ریستوران' موسیقی کے ہال او وجہ سے یہ ہمیشہ آباد رہتا تھا۔ رنگین پھولوں کے تختے' ننھی منی جھیلیں' ابلتے ہوئے فوار روشنیاں' خوشیوں کا باورچی خانہ' جہاں عورتیں چینی کے برتن توڑ کر بہت خوش ہوتی ہیں' شراب خانے' بجلی کی کاریں' بھوتوں کی ریل۔۔۔۔۔ غرض تفریح کے لیے بے شمار چیزیں

ہیں ڈالتے ہوئے آگے بڑھتے رہے اور پھر ٹاؤن ہال کے پہلو سے گزر کر جانے والی سڑک "سٹروگیٹ" پر لیے جو خرید و فروخت کا سب سے بڑا مرکز ہے۔ کافی وقت گزر چکا تھا۔ سڑکوں پر خوب رونق تھی' شبینہ ب اور قحبہ خانے بھرے پڑے تھے۔ سینما ہاؤسوں کے سامنے ایسے ایسے شرمناک پوسٹر لگے ہوئے تھے کہ ق کی زیادہ پرواہ نہ کرتے ہوئے بھی نگاہیں جھک جاتی تھیں۔ یہاں نیلی فلموں پر کوئی پابندی نہیں تھی' وں پر ایسا لٹریچر عام تھا جسے دیکھ کر انسانی آنکھ شرم سے جھک جائے۔

بالآخر ہم کیپ یارن پہنچ گئے۔ یہ ایک شبینہ کلب تھا۔ اسٹیج پر ایک طائفہ جاز پیش کر رہا تھا اور ے رقص کر رہے تھے۔

"خوب ہے ڈنمارک۔" سردارے نے خوش ہو کر کہا۔

ایک ویٹر نے ہماری رہنمائی ایک میز کی طرف کردی اور ہم میز پر جا بیٹھے۔ ویٹر کے آنے پر ہم نے طلب کرلی تھی اور خوبصورت بلورین جگ میں بیئر آگئی۔ اس کے ساتھ دو گلاس تھے۔ سردارے نے بیئر سوں میں انڈیلی اور ہم نے گلاس اٹھالیے۔

"انوکھی جگہ ہے استاد۔۔۔۔۔ کیا خیال ہے؟"

"کیا انوکھا پن ہے یہاں۔۔۔۔۔ کیا ایسے مناظر دوسری جگہوں پر نہیں ملے؟"

"سو بیتا بھی مجھے یاد ہے لیکن بس۔۔۔۔۔ کچھ نیا پن محسوس ہو رہا ہے۔" سردارے نے کہا۔
ب موسیقی بجانے والے حبشی نے دھن بدلی۔ سکیسا فون بجانے والے نے سر ہنیوڑھا کر اپنے پھیپھڑوں کی ساری ہوا ساز میں بھردی۔ ہر سازندے نے اپنی پوری قوت اور مہارت کا مظاہرہ کیا اور وں میں زندگی دوڑ گئی۔۔۔۔۔ چوبی فرش پر دھما دھم ہونے لگی۔ ایسا لگتا تھا جیسے ہال کی چھت اڑ جائے۔

"واقعی خوب ہے ڈنمارک۔" میں نے سردارے کو دیکھتے ہوئے کہا۔

"زندگی سے تو انکار نہیں کرسکتے استاد۔"

"ہاں۔۔۔۔۔ لیکن زندگی طوفان میل بھی نہیں ہوتی۔" میں نے جل کر کہا۔

"طوفان تو ہوتی ہے استاد۔"

"ہرگز نہیں۔۔۔۔۔ ہاں' کبھی تیز ہوائیں ضرور چل پڑتی ہیں لیکن تناور اور مضبوط درخت دشی سے جھومتے رہتے ہیں۔ وہ خود بھی ان طوفانوں کا جزو نہیں بن جاتے۔"

"استاد۔۔۔۔۔ اگر اجازت ہو تو۔۔۔۔۔"

"اجازت ہے۔ اجازت ہے۔" میں نے فراخدلی سے کہا اور سردارے اٹھ گیا۔۔۔۔۔ زندگی سے ہر شخص کی زندگی میں اس سے کیوں چھینوں۔۔۔۔۔ یہی کیا کم ہے کہ وہ آنکھ کی شرم رکھتا ہے۔
سردارے بھی رقاصوں کی بھیڑ میں شامل ہوگیا۔ موسیقی کی بھیانک لہریں ہال میں گونج رہی تھیں۔ وقت ایک سنہرے بالوں والی نہایت حسین لڑکی میرے سامنے آگئی۔

"بائی می اے ڈرنک ہنی؟" اس نے گردن جھکا کر پوچھا۔ میں نے نگاہ اٹھا کر لڑکی کو دیکھا اور پھر اس معذرت کرلی۔ لڑکی مجھے پسند نہیں آئی تھی۔

"ڈانس ودمی؟" اس نے پھر کہا۔

"نہیں۔" اس بار میں نے کرخت لہجے میں کہا۔ اس نے جل کر کچھ کہا جسے میں موسیقی کے شور کی وجہ سے نہیں سن سکا۔ بہرحال میں نے اس پر توجہ نہیں دی۔ لیکن شیشے کی گولیوں جیسی نیلی آنکھوں والی اس خوبصورت لڑکی کو میں نظرانداز نہیں کرسکا' جو سیاہ میکسی میں میرے سامنے آئی تھی۔

"میں آپ سے رقص کی درخواست کرسکتی ہوں جناب؟" اس نے کہا اور اس کی آواز پر ہی گردن اٹھا کر میں نے اسے دیکھا۔ پہلی ہی نگاہ میں وہ لڑکی مجھے بھاگئی۔ اگر یہاں ایسے مہذب انداز اور اتنے چہرے والی طوائفیں بھی ہوتی ہیں تو خوب ------ میں نے دل میں سوچا۔ وہ سوالیہ نگاہوں سے مجھے رہی تھی۔

"اور اگر میں آپ سے درخواست کروں کہ آپ میرے ساتھ تھوڑی سی بیئر پئیں؟" میں نے

"تو میں انکار نہیں کروں گی۔"

"تو پھر تشریف رکھئے نا۔"

"شکریہ۔" وہ کرسی کھینچ کر بیٹھ گئی۔

"آپ کے اطوار اہل ڈنمارک سے کسی قدر مختلف ہیں۔" میں نے کہا۔

"میں مالمو کی رہنے والی ہوں۔"

"گویا میرا اندازہ درست تھا۔"

"یقیناً۔" وہ مسکرائی۔ میں نے ویٹر کو اشارہ کرکے بیئر طلب کی اور ویٹر نے چند لمحات میں بیئر کے خوبصورت مگ ہمارے سامنے رکھ دیئے۔ "آپ کو رقص پسند نہیں ہے شاید؟"

"پسند ہے' لیکن اتنا خوفناک رقص پسند نہیں۔"

"کہاں کے رہنے والے ہیں؟"

"برٹش ہوں۔"

"اوہ' تہذیب کے شیدائی ------ لیکن کیا آپ لوگ خود کو دنیا کے پیچھے نہیں محسوس کرتے"

"ہم آہستہ خرامی کے قائل ہیں ------ راستے بہرحال مختلف نہیں ہوتے لیکن سال پھولتا۔" میں نے جواب دیا۔

"خوبصورت۔" وہ آنکھیں بند کرکے مسکرائی اور اس نے شراب کا مگ اٹھالیا۔ میں نے گہری نگاہوں سے جائزہ لیا۔ سر سے پاؤں تک عمدہ تھی۔ عام پیشہ ور لڑکیوں کی مانند اس کا چہرہ کر تھا۔ بہرحال مجھے وہ پسند آگئی تھی اور میں نے فیصلہ کرلیا تھا کہ یہ رات سردارے میرے کمرے گزار سکے گا۔ یوں بھی میں مصلحتیں ترک کرچکا تھا اور اب کھلے دل سے تفریحات میں دلچسپی کرچکا تھا۔

"تمہارا نام کیا ہے؟" میں نے اپنے مگ سے بیئر کے دو بڑے گھونٹ لیتے ہوئے کہا۔

"کیروشیا۔" اس نے جواب دیا۔

"بے حد حسین نام ہے ------ تمہاری اپنی طرح۔"

"شکریہ ------ اور آپ؟"

"میں ایڈورڈ ہوں۔" میں نے جواب دیا اور اس نے بڑی ادا سے اپنی گردن خم کی۔

گھونٹ لیتے ہوئے اس کے سراپا کا اور کبھی رقص کرنے والوں کا جائزہ لے رہا تھا۔ لیکن موسیقی کا بے پناہ ہتھوڑوں کی طرح میرے ذہن پر برس رہا تھا۔

"مس کیروشیا! کیوں نہ ہم اس ہنگامے سے اٹھ چلیں۔ کسی پرسکون مقام پر چل کر باتیں کریں گے۔"

"بندرگاہ سے کچھ دور' نہایت پرفضا مقام پر میرا چھوٹا سا ہٹ موجود ہے اگر آپ پسند کریں۔"

"اوہ' اس وقت سمندر کے ساحل کا سکون' اور تمہارا قرب دنیا کی سب سے حسین شے ثابت ہوگا۔" میں نے کہا اور بیئر بھرا مگ معدے میں انڈیل لیا۔ اس نے بھی مسکراتے ہوئے اپنا مگ ختم کیا۔ اور میں نے ویٹر کو بلا کر بل ادا کردیا۔ سردارے ہنگاموں میں گم تھا۔ مجھے نظر بھی نہیں آرہا تھا۔ بہرحال اب ہوٹل میں اپنے کمرے کی تو ضرورت نہیں تھی۔ میں نے اسے کچھ بتانا بھی ضروری نہیں سمجھا اور کیروشیا کے ساتھ باہر نکل آیا۔

باہر کی ہوا نے میرے قدم لڑکھڑا دیئے ------ بیئر ------ اور نشہ؟ میں نے تعجب سے سوچا۔ لیکن ذہن بھی ساتھ نہیں دے رہا تھا۔ نہ جانے کیوں میں نے کیروشیا کا ہاتھ پکڑ لیا۔ اس نے اعتراض نہیں کیا تھا اور بدستور مسکراتی رہی تھی۔ پھر اس نے ایک ٹیکسی کو اشارہ کیا اور ٹیکسی قریب آکر رک گئی۔ کیروشیا نے دروازہ کھول کر مجھے بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ اور میں ٹیکسی کی پچھلی نشست پر ڈھیر ہوگیا۔ وہ میرے برابر بیٹھ گئی اور میں نے اس کی کمر میں ہاتھ ڈال دیا۔

"کیا سوچے گی یہ لڑکی؟" میں نے سوچا۔ بیئر کے ایک مگ نے میری یہ حالت کردی ------ لیکن ------ کیوں ------ آخر کیوں؟ میں نے ذہن پر زور ڈالا لیکن اندازہ ہوگیا کہ ذہن اس وقت کوئی بوجھ برداشت کرنے کے قابل نہیں ہے پھر سڑکوں کی روشنیاں مدھم ہونے لگیں اور اس کے بعد تاریکی چھا گئی ------ گہری تاریکی اور مکمل خاموشی۔

"پھر نہ جانے کب یہ تاریکی چھٹی۔ میں نے محسوس کیا جیسے بالکل تازہ دم ہوں۔ ذہن و جسم بے حد ہلکا پھلکا محسوس ہو رہا تھا۔ حواس واپس آنے میں بھی دیر نہیں لگی۔ پھر سارے احساسات جاگ اٹھے۔ یاد آیا میں ٹیکسی میں سفر کر رہا تھا اور اس کے بعد ------ اور اس کے بعد کچھ یاد نہیں تھا۔

تب ذہن میں ایک تصور جاگا ------ کوئی گڑبڑ ہوگئی ------ ہاں' شاید گڑبڑ ہوگئی۔ اجنبی جگہ تھی اور باہر کی روشنی سے اندازہ ہو رہا تھا کہ رات گزر چکی تھی۔

"تو ------ تو تم ہوش میں آگئے؟" عقب سے ایک آواز ابھری۔ اور میں بری طرح چونک پڑا ------ اس آواز کو میں بمشکل ہی بھول سکتا تھا ------ سینی ٹورا کی آواز تھی۔

☆ ☆

دل چاہا بڑے زور کا قہقہہ لگاؤں۔ اٹھ کر رقص کرنے لگوں دونوں گال پھلاؤں اور ان پر زور دار گھونسے رسید کروں خوب غل غپاڑہ مچاؤں اور ان لوگوں کو خوب پریشان کروں۔ بس کچھ ایسی ہی کیفیت ہو رہی تھی ذہن کی۔ گزرے ہوئے واقعات یاد کرنے میں کوئی دقت پیش نہیں آئی تھی۔ سیاہ میکسی میں لپٹی اسی حسین لڑکی نے بیئر کے مگ میں کارستانی کی تھی اور میں آؤٹ آف کھوپڑی ہوگیا تھا۔ بہرحال کوئی افسوس نہیں تھا۔ میں حالات کے ہاتھوں اتنا الجھ گیا تھا کہ اب اتفاقات کے ہاتھوں اس کہانی کو آگے بڑھانا

چاہتا تھا۔ اور کہانی نے یہ موڑ لیا تھا تو مجھے اس پر کوئی اعتراض نہیں تھا۔
میں نے سکون سے آنکھیں بند کر لیں۔
"تم جاگ گئے ہو۔ آنکھیں کھولو۔" اس بار سینی ٹورا میرے کانوں کے قریب غرائی۔
"کیا وقت ہوا ہے؟" میں نے لاپرواہی سے کروٹ بدلتے ہوئے کہا۔
"بس آخری وقت سمجھو۔" سینی ٹورا نے زہریلے لہجے میں کہا۔
"تب آنکھیں کھولنے سے کیا فائدہ۔!" میں نے کہا اور ہاتھ...... آنکھوں پر رکھ لیا۔ سینی ٹو
جھلائے ہوئے انداز میں میرا بازو کھینچ لیا اور بہرحال یہ جھٹکا معمولی نہیں تھا۔ سینی ٹورا نے اس پر قوت
کی تھی۔ میں نے آنکھیں کھول کر سنجیدگی سے اسے گھورا۔
"اٹھ کر بیٹھو۔" سینی ٹورا کے چہرے پر سفاکی تھی۔
"داد چاہتی ہو؟" میں نے مضحکہ خیز لہجے میں کہا۔
"کس بات کی؟" وہ تلخ انداز میں مسکرائی۔
"تم نے مجھے دوبارہ پکڑوا لیا۔"
"تم خود تم خود چلے آئے تھے۔ واقعی۔ بڑے جیالے ہو۔" وہ بولی اور میں آنکھیں بند کر
لگا۔ پھر میں نے آنکھیں کھول کر اسے دیکھا۔ اور پھر کمرے میں نگاہیں دوڑانے لگا۔ ہلکے پھلکے فر
آراستہ ایک خوبصورت اور کشادہ کمرہ تھا۔ پورے کمرے میں نگاہیں گھمانے کے بعد میں نے سینی
چہرے پر نگاہیں گاڑ دیں۔
"کوپن ہیگن میں ہی ہیں یا وہاں سے نکل آئے ہیں؟"
"کوپن ہیگن میں ہی ہیں۔"
"شکریہ۔" میں نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔ اور پھر دیواروں پر نگاہیں دوڑاتے ہوئے بولا۔
نہیں بتاؤ گی۔ دیوار پر گھڑی موجود نہیں ہے۔ اور میں اپنی کلائی پر بھی گھڑی محسوس نہیں کر رہا۔"
"نو بجے ہیں۔"
"دن ہے نا۔؟"
"ہاں صبح کے نو بجے ہیں۔"
"گویا ساری رات آرام کیا۔ مگر سنو، تم نے ابھی تھوڑی دیر قبل کہا تھا کہ میرا آخری وقت
"ٹھیک کہا تھا۔" سینی ٹورا نے جواب دیا۔
"تب آخری خواہش نہیں پوچھو گی؟"
"بتا دو۔" وہ سپاٹ لہجے میں بولی۔
"ناشتہ۔ لذیذ ترین ناشتہ۔ عمدہ کافی۔ بس!"
"زیادہ اسمارٹ بننے کی کوشش مت کرو ایڈورڈ۔ یہ حقیقت ہے کہ تمہیں قتل کرنا
ہے۔"
"ناشتے سے پہلے؟" میں نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔
"ایک لمحہ ضائع کئے بغیر۔" سینی ٹورا نے کہا۔

"تب تمہیں بے ہوشی کے عالم میں ہی میری گردن پر چھری چلا دینی چاہیے تھی۔ ساری رات
ہوش میں آنے کا انتظار کیوں کیا۔؟"
"تم جانتے ہو سینی ٹورا بزدل نہیں ہے۔ اور تم جیسے بزدلوں کو سوتے میں قتل کرنے کی ضرورت
یا ہے۔" سینی ٹورا بدستور زہریلے انداز میں بولی اور میں نے ایک ہاتھ اس کے منہ پر رسید کر دیا۔
دراس کے لئے تیار نہیں تھی۔ وہ اک طرف لڑھک گئی۔ منہ میں چوٹ لگ گئی تھی۔ خون کی ایک
ں کی ٹھوڑی پر رینگ آئی۔ اور وہ بپھرے ہوئے انداز میں اٹھ کھڑی ہوئی۔
"بیگی۔" اس نے غرائے ہوئے لہجے میں کہا اور ایک دیو قامت آدمی اندر گھس آیا۔ اس کا قد
لگ سات فٹ کے قریب ہوگا۔ بدن زیادہ چوڑا نہیں تھا لیکن پھرتیلا اور ورزشی تھا۔ بال لمبے لمبے اور
یں بے رونق تھیں۔ اس نے اندر آ کر چھت کی طرف منہ کیا اور کھڑا ہو گیا۔
"لے چلو۔ اسے ریڈ ہال میں لے چلو۔" سینی ٹورا کی آواز میں جھلاہٹ تھی اور لمبے آدمی نے کوٹ
یب سے سیاہ رنگ کا پستول نکال لیا۔
"چلو۔" اس نے پستول کا رخ میری طرف کر کے سرد آواز میں کہا۔ ایسی سرد اور بے جان آواز میں
اس سے قبل نہیں سنی تھی۔ میں نے اندازہ لگا لیا کہ وہ بے حد خطرناک آدمی ہے اگر میں نے رکنے کی
شش کی تو وہ بے دریغ فائر کر دے گا۔ سینی ٹورا اس وقت قطعی بدلے ہوئے موڈ میں تھی۔
ریڈ ہال در حقیقت ریڈ ہال تھا۔ وسیع و عریض اسے سرخ روشنی سے منور کیا گیا تھا۔ مدھم مدھم
ہوئی سرخ روشنی ہال کو بے حد پر اسرار بنا رہی تھی۔
طویل القامت آدمی نے دروازہ کھولا اور مجھے اندر داخل ہونے کا اشارہ کیا' اس دوران میں نے یہ
دیکھا تھا کہ سینی ٹورا ابھی میرے پیچھے آئی ہے یا نہیں۔ بہرحال طویل القامت میرے پیچھے ہی ہال میں
ہوا تھا۔ بلا مبالغہ وہ خطرناک آدمی ہے۔ اور عین ممکن ہے میں چوٹ کھا جاؤں لیکن نہ جانے کیوں اس
چوٹ کھانے کو دل نہیں چاہ رہا تھا۔ میں نے فیصلہ کر لیا کہ اس سے بے جگری سے جنگ کروں گا۔ لیکن
ٹورا۔
اور سینی ٹورا بھی دروازہ کھول کر اندر داخل ہو گئی۔ سرخ روشنی میں وہ بھی بے حد پر اسرار معلوم
ہی تھی۔ اس کی آنکھوں کا رنگ بدلا ہوا تھا۔ وہ اس وقت کسی رعایت کے موڈ میں قطعی نظر نہیں آ رہی
۔ اور پھر وہ ہال کے ایک کونے میں چلی گئی۔
"بیگی۔" وہ غرائی۔
"مادام۔" طویل القامت کی سرد آواز ابھری۔
"اسے مارو۔ اس کی شکل بگاڑ دو۔ مر بھی جائے تو کوئی حرج نہیں ہے۔ ہم خاموشی سے اس کی لاش
لنے لگا دیں گے۔" سینی ٹورا نے کہا۔
"مجھے اس بات پر اعتراض ہے۔" میں نے چہکتے ہوئے کہا۔
"کس بات پر؟" سینی ٹورا غرائی۔
"میری لاش خاموشی سے ٹھکانے نہ لگائی جائے۔ اس کی تھوڑی سی تشہیر ضرور کی جائے۔ اور یہ
م لوگوں کے لئے مشکل بھی نہیں ہوگا۔"

"اس مسخرے پن کی بات کا مطلب بھی سمجھاؤ۔" سینی ٹورا نے کہا۔

"تم مجھے قتل کیوں کرانا چاہتی ہو۔؟"

"اس لئے کہ تم غدار ہو۔" سینی ٹورا نے کہا۔

"ویسے سینی ٹورا تم انوکھی عورت ہو۔ اس وقت بھی اعتراف نہیں کرو گی۔؟"

"کیا مطلب۔؟"

"اب انٹرپول کیا چاہتی ہے۔؟"

"انٹرپول کا نام لے کر اب کونسی چال چلنا چاہتے ہو۔؟"

"بتا بھی دو ڈارلنگ۔ بس اب بتا بھی دو۔ کیا تم بھی انٹرپول کے دوسرے ممبروں کی مانند میر اس اسمگلر کا پتہ معلوم کرنے کے لئے نہیں لگی ہو۔؟"

"یہ کہانی تم نے مجھے پہلے بھی سنائی تھی۔ لیکن میرے لئے اس میں کوئی دلکشی نہیں ہے۔ کے راز سے کسی حد تک واقف ہو گئے ہو۔ اس لئے تمہاری زبان ہمیشہ کے لئے خاموش کرنا ضرور اس کے علاوہ تمہارے فرار سے تمہارے ارادوں کا بھی پتہ چل چکا ہے۔ تم مجھ سے بھی وفادار نہیں

"تو تمہارا تعلق انٹرپول سے نہیں ہے۔؟"

"تمہاری تسلی کے لئے نہیں۔"

"تب تو گڑبڑ ہو گئی۔ بہرحال اب کیا ہو سکتا ہے۔"

"کیا تم سمجھتے ہو ایڈورڈ۔ کہ تمہاری ان باتوں سے متاثر ہو جاؤں گی، در حقیقت میں تم چالاک انسان ہو لیکن بہرحال تم نے میرا اعتماد حاصل کرنے کے لئے ہی بالآخر مجھے دشمن بنا لیا۔"

"اس لمبے کو کیوں بلایا ہے۔؟"

"وہ تمہیں تمہارے آخری سفر کی تیاریوں میں مدد دے گا۔" سینی ٹورا سفاکی سے مسکرائی۔

"بذریعہ پستول؟" میں نے پوچھا۔

"اسے اس کی ضرورت نہیں ہے۔"

"اس سے پستول لے لو۔ میں اسے اس کے آخری سفر کے لئے تیار کر دوں گا۔" میں نے کہ

"اوہ۔" سینی ٹورا ہنس پڑی۔ "ہیگی کے بارے میں تم نے غلط اندازہ لگایا ہے۔"

"اچھا۔؟" میں نے تمسخرانہ انداز میں آنکھیں پھاڑ دیں۔

"وہ ڈی ہوا اینڈ شی کو جو جستو آرگنائزیشن کا تربیت یافتہ ہے اس کے ہاتھ یا پاؤں کی ایک دیواریں ہلا دیتی ہے۔"

"میں ستون ہوں۔" میں نے لاپرواہی سے کہا۔ اور میں نے سینی ٹورا کے چہرے پر ایک عجیب عمل دیکھا۔ میں اس کیفیت کو الفاظ نہیں دے سکتا۔ بس یوں سمجھ لیا جائے کہ اسے میری بے وقوفی لیا تھا لیکن یہ کیفیت صرف ایک لمحے رہی۔ اور پھر وہ سنبھل گئی۔ اس نے طویل القامت کی طرف د

"ہیگی۔" وہ گونج دار آواز میں بولی۔

"مادام۔" ہیگی کی سرد آواز ابھری۔

"تم نے اس شخص کی باتیں سنیں؟"

"اس نے میرے مذہب کو گالی دی ہے مادام۔ جو جستو میرا مذہب ہے۔" ہیگی نے سرد لہجے میں کہا۔

"پستول پھینک دے ہیگی۔" سینی ٹورا نے کہا۔ اور ہیگی نے خاموشی سے لباس سے پستول نکالا۔ اور پھر اس نے اس کا چیمبر کھولا۔ اور سارے کارتوس نکال کر ایک کونے میں اچھال دیئے۔ پھر پستول بھی اسی وقت پھینک دیا۔

"کیا تمہارے لباس میں دوسرا پستول نہیں ہے؟" میں نے پوچھا۔

"نہیں۔" ہیگی نے جواب دیا۔ اس کی آواز واقعی حیرت انگیز تھی۔ ایک دفعہ بھی اس میں تلخی یا کسی اور قسم کے جذبات نہیں پائے گئے تھے۔

"اور تمہارے پاس؟" اس بار میں نے سینی ٹورا سے پوچھا۔

"کیا۔ مجھ سے کیا مطلب؟"

"ممکن ہے تم اس کی شکست برداشت نہ کر سکو۔"

"اوہ۔" سینی ٹورا نے کہا۔ اور پھر اس نے اپنا پستول بھی خالی کر کے ایک طرف پھینک دیا۔ میں یہ بکواس کر رہا تھا لیکن دل ہی دل میں سوچ رہا تھا کہ آج مجھے اپنی زندگی کی سب سے خطرناک جنگ لڑنا پڑے گی۔ ایک بار بھی چوکا اور زندگی گئی۔ موت کی تو خیر مجھے پرواہ ہی نہیں تھی۔ لیکن جو کچھ کہا تھا اسکی لاج تو رکھنی ہی تھی۔

اور نہ جانے کیوں میرے ذہن میں ایک خیال ابھرا۔ میرا مذہب۔ میرا مذہب تو بہت ہی انوکھا ہے۔ بیشمار روحانی قوتیں مدد کرتی ہیں۔ اگر کوئی انسان سچے دل سے انہیں آواز دے۔ لیکن میں سچا انسان کہاں تھا۔ میں اس مقدس مذہب کا پیرو کہاں تھا۔ ان روحوں سے میں نے کیا تعلق رکھا تھا۔ بس ایک خیال تھا جو ذہن میں آیا اور گزر گیا۔ میں کسی سے مدد مانگنے کے قابل ہی کہاں تھا۔ ایک حسرت سی تھی، جو سینے میں سو گئی۔ طویل القامت کوٹ اتار رہا تھا۔ پھر اس نے قمیص بھی اتار دی اور اس کا بدن نظر آنے لگا۔ کمبخت تانبے کا انسان معلوم ہو رہا تھا۔ پھر اس نے جیب سے پیلے کی رنگ کی ایک چوڑی پٹی نکالی۔ دونوں ہاتھوں میں لے کر احترام سے اسے چوما اور پھر اسے ماتھے پر باندھ لیا۔ نہ جانے کیوں اس کا چہرہ اور خوفناک نظر آنے لگا۔ پھر اس نے فضا میں ہاتھ پاؤں مارے۔ اور خود کو چاق و چوبند کرنے لگا۔

"ایڈورڈ۔" سینی ٹورا آہستہ سے بولی۔

"سینی۔!" میری آواز میں کوئی کمزوری نہیں تھی۔

"کیا تم اس سے خوفزدہ نہیں ہو۔؟"

"یہی سوال اس سے کرو۔" میں نے ہنستے ہوئے کہا۔

"دیوانے ہو۔ خدا کی قسم دیوانے ہو۔" سینی ٹورا نے کہا۔ اور اس کی آواز لمبے وحشی کی خوفناک دہاڑ میں دب گئی۔ اس نے دونوں ہاتھ آگے کر کے مجھے چیلنج کیا۔ اور میں بھی تیار ہو گیا۔ لیکن میرے انداز میں لاپرواہی تھی۔ لمبا آدمی میرے آگے بڑھنے کا منتظر تھا۔

تب میں نے بھی ہوک ماری۔ بظاہر یہ ایک مذاق تھا۔ لیکن نہ جانے کیوں مجھے محسوس ہوا جیسے میرا لباس میرے بدن پر تنگ ہو گیا ہو۔ اندر سے پھریریاں سے اٹھنے لگیں۔ لمبے آدمی نے اچانک فضا میں اچھل

کر میری پیشانی پر پاؤں مارنے کی کوشش کی۔ میں اسکی رینج سے بچ گیا تھا، لیکن وہ کمبخت زمین پر آیا اور ربڑ کے گیند کی طرح دوبارہ اچھلا اور دوسری بار وہی کوشش کی۔ اس بار بھی میں بچ گیا۔ لیکن وہ کسی گیند ہی کی طرح زمین پر ٹپے کھا رہا تھا۔ اور اس کی ٹانگیں چل رہی تھیں۔ پے در پے حملوں سے بچنا خاصا مشکل کام تھا۔ میں خود کوئی کارروائی نہیں کر سکتا تھا۔ کیونکہ بہرحال تھوڑی بہت معلومات مجھے بھی تھیں۔ اگر میں نے فضا ہی میں اسکی دونوں ٹانگوں پر مضبوط گرفت نہ قائم کی تو دوسری ٹانگ نہ جانے بدن کے کونسے حصے میں گھس جاتی۔ ان پیروں کی انگلیاں تیز چھریوں سے کم نہیں تھیں۔ بہرحال اس وقت صرف اس کے حملوں سے بچنا مناسب تھا۔ میں اچھل اچھل کر اس کے حملے ناکام بناتا رہا۔ سینی ٹورا کا منہ دلچسپی سے کھلا ہوا تھا۔

دوسری طرف لمبا آدمی شاید ان حملوں کی ناکامی سے جھنجھلا گیا تھا۔ چنانچہ اس بارہ وہ اچھلا تو اس نے پاؤں مارنے کی کوشش کرنے کی بجائے ہوا میں اڑ کر میری گردن پکڑنے کی کوشش کی۔ اور میں اسی موقع کا منتظر تھا کہ وہ داؤ بدلے تو مجھے موقع ملے۔ میں نے انتہائی خوبصورتی سے اسے پینترا بدلنے کا دھوکا دیا۔ اور وہ دھوکا کھا گیا۔ وہ فضا ہی میں مڑ گیا تھا۔ لیکن میں نے جو پینترا بدلنے کی جھکائی دی تھی وہ نہیں بدلا۔ بلکہ دوسری طرف مڑ گیا۔ اور اس کے پیٹ کے نچلے حصے میں پوری قوت سے ایک گھونسہ جڑ دیا۔

ہیگی بھد سے زمین پر گر پڑا۔ وار انتہائی کارگر رہا تھا۔ مجھے ایسا ہی معلوم ہو رہا تھا جیسے میرا ہاتھ کسی فولادی چادر پر پڑا ہو لیکن ہاتھ بھی فولادی تھا۔ ہیگی پیروں کے بل زمین پر نہیں آیا۔ بلکہ بے تکے انداز میں گرا۔ اور میں نے اچھل کر اس کے سر پر زوردار ٹھوکر ماری۔

لیکن اس کے منہ سے کوئی آواز نہیں نکلی۔ اس نے دونوں ہاتھ زمین پر ٹکا کر اٹھنے کی کوشش کی۔ لیکن اس کی بنیاد ہل گئی تھی اور درحقیقت میں بھی اسے دوسرا اتنا بھرپور گھونسہ نہیں رسید کر سکتا تھا۔ اللہ نے لاج رکھ لی تھی۔ لمبا آدمی اٹھنے کی کوشش کر رہا تھا۔ لیکن پھر اس نے دونوں ہاتھ اپنے گردے پر رکھ لئے اور منہ کے بل ڈھیر ہو گیا۔

سینی ٹورا اٹھ کر کھڑی ہو گئی تھی۔ وہ دوڑ کر اس کے پاس پہنچ گئی۔ "ہیگی۔ ہیگی۔" اس نے گھٹنوں پر ہاتھ رکھ کر اسے آواز دی۔!

"اوہ۔ اوہ مادام۔ میں لڑنے کی پوزیشن میں نہیں ہوں۔" ہیگی کی آواز سنائی دی۔

"کیا ہوا تمہیں۔؟"

"مر رہا ہوں۔" ہیگی نے کہا۔ اور خون کی قے کر دی۔ سینی ٹورا اچھل کر پیچھے ہٹ گئی تھی۔ اس کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئی تھیں۔ سینی ٹورا نے دروازے کی طرف بھاگنے کی کوشش کی لیکن میں نے اس کے بالوں کو زوردار جھٹکا دیا۔ اور وہ میرے بازوؤں میں آ گری۔ میں نے اس کے بال مٹھی میں کسے اور اس کا چہرہ اونچا کر دیا۔ اور پھر میں نے زبردستی اپنے ہونٹ اس کے ہونٹوں میں پیوست کر دیئے۔

سینی ٹورا نے چہرہ ادھر ادھر کرنے کی کوشش کی، لیکن بالوں کی تکلیف کی وجہ سے نہ بچ سکی۔ اور میں نے اس کے ہونٹوں کا طویل بوسہ لے کر اسے چھوڑ دیا۔

"کتے ہو۔ کتے ہو۔" وہ غرائی۔

"بہت بہت شکریہ۔ لیکن جان من اب میرے بارے میں کیا ارادہ ہے؟"

"یہ عمارت اتنی کمزور نہیں ہے۔ نکلنے کی کوشش کرو گے تو پورا جسم چھلنی ہو جائے گا۔ میں جھوٹ

نہیں بول رہی۔ تم کوشش کر کے دیکھ لو۔"

"کیا تم بھی میری مدد نہیں کرو گی؟"

"کیا چاہتے ہو؟" سینی ٹورا کے لہجے کا ڈھیلا پن صاف محسوس ہو رہا تھا۔

"نکل جانا چاہتا ہوں۔" میں نے کہا اور وہ مجھے گھورنے لگی۔

"یہاں تمہیں کیا موت آ رہی ہے۔ میں نے تمہیں کونسا نقصان پہنچایا تھا۔"

"اپنی شخصیت کھول دو۔ میں زندگی بھر تمہارا ساتھ دینے کو تیار ہوں۔"

"آخر تمہارے ذہن میں یہ خیال کیوں جم گیا ہے کہ میرا تعلق انٹرپول سے ہے؟"

"اس لئے کہ وہ ہے۔"

"بکواس مت کرو۔ سنو میرے ساتھ رہو۔ آنے والا وقت خود ثابت کر دے گا کہ تمہارا خیال غلط ہے۔"

"اب بھی ساتھ رکھنے پر آمادہ ہو۔؟"

"دل و جان سے۔" سینی ٹورا بدلی ہوئی آواز میں بولی۔

"ان حالات میں بھی اعتبار کرو گی؟"

"آنکھیں بند کر کے۔"

"کیوں؟"

"بس۔ تم سے نقصان بھی اٹھا جاؤں تو پرواہ نہیں۔ اب تو بالکل پرواہ نہیں۔"

"میری آزادی کی کیا پوزیشن ہو گی؟"

"مکمل طور پر آزاد ہو گے۔"

"چال تو نہیں چل رہیں۔ اس طرح انتقام تو نہیں لینا چاہتیں۔؟"

"نہیں۔" سینی ٹورا نے کہا۔ اور میں نے ایک لمحے کے لئے سوچا۔ کیوں نہ ان بدلے ہوئے حالات سے فائدہ اٹھایا جائے۔ یوں بھی یہاں سے نکلنے میں مشکلات تھیں۔ ایک بار پھر اس عورت سے فائدہ اٹھایا جائے۔

"کیا سوچ رہے ہو۔؟" اس نے پوچھا۔

"ٹھیک ہے۔ جا اعتبار کر لیا۔" میں نے کہا۔ اور سینی ٹورا مجھے گھورنے لگی۔ پھر خاموشی سے دروازے کی طرف بڑھ گئی۔ میں نے تعرض نہیں کیا تھا۔ چند ساعت کے بعد چار پانچ آدمی اندر آئے اور بے ہوش ہیگی کو اٹھا کر لے گئے۔ سینی ٹورا شاید انہیں ہدایات دے آئی تھی۔

ان لوگوں کے نکل جانے کے بعد اس نے نرم آواز میں کہا۔ "آؤ۔" اور میں اس کے ساتھ باہر نکل آیا۔ باہر قدم رکھتے ہی مجھے وہ عورت نظر آئی جو مجھے ہوٹل سے بے وقوف بنا کر لائی تھی وہ درحقیقت بے حد پرکشش عورت تھی اس وقت بھی ایک خوبصورت لباس میں ملبوس تھی۔

"ہیلو۔!" میں نے اسے مخاطب کیا۔ اور وہ چونک پڑی۔ پھر اس نے بوکھلائے ہوئے انداز میں سنی ٹورا کی طرف دیکھا اور پھر میری طرف۔ "اب تو تعارف کرا دو۔!"

"شیلی۔ کافی بنوا کر لے آؤ۔" سینی ٹورا نے سرد لہجے میں کہا۔ اور وہ جلدی سے ایک طرف بڑھ

گئی۔

"بڑی ظالم ہو سینی۔" میں نے سسکاری لیتے ہوئے کہا۔ سینی ٹورا نے کوئی جواب نہیں دیا۔ خاموشی سے ایک اور کمرے کے دروازے کے سامنے پہنچ گئی۔ اور پھر دروازہ کھول کر اندر داخل ہو گئی۔

یہ بھی نشست کا آرام دہ کمرہ تھا۔ جدید ترین فرنیچر سے آراستہ۔ سینی ٹورا نے ایک خوبصور صوفے پر بیٹھتے ہوئے مجھے بھی اپنے سامنے بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ اور پھر اس نے مجھ پر نگاہیں گاڑ دیں۔ عجیب کیفیت تھی ان آنکھوں میں۔ میں بھی خاموشی سے اس کی شکل دیکھتا رہا۔

لیکن جب یہ احمقانہ خاموشی طویل ہو گئی تو میں نے ایک گہری سانس لی۔ "جی حضور اب کیا ارا ہیں؟"

وہ خاموش رہی "تھوڑی دیر۔ دیکھنے دو۔" سینی ٹورا نے کہا۔

"اوہ۔ خوب۔ پہچاننے کی کوشش کر رہی ہیں۔؟"

"نہیں پہچان پائی۔" سینی ٹورا نے آہستہ سے کہا۔

"کیا مطلب ہوا اس بات کا۔؟"

"کچھ نہیں۔" وہ گہری سانس لے کر سیدھی ہو گئی۔ اور پھر دروازے کی طرف دیکھنے لگی۔ نہ کیوں وہ کسی قدر مضمحل سی ہو گئی تھی۔ پھر وہی خوبصورت عورت کافی لے کر آ گئی۔ جس نے اپنا نام کی بتایا تھا۔

"ہیلو۔ کیا آپ اس وقت میرے ساتھ کافی پینا پسند کریں گی۔" لیکن وہ ہم دونوں میں سے ک طرف نہیں دیکھ رہی تھی۔

"آپ نے جواب نہیں دیا مس کیروشیا۔ کیا آپ کا یہی نام ہے؟"

"سوری مسٹر۔ سوری۔" وہ واپسی کے لئے مڑی۔ لیکن سینی ٹورا کی سرد آواز ابھری۔

"کیری۔"

"یس مادام۔" کیروشیا جلدی سے بولی۔

"مسٹر ایڈورڈ کے احکامات کی تعمیل کی جائے۔ تم ان کی خواہش کے مطابق ان کے پاس ر سینی ٹورا اچانک اٹھ گئی۔ اور پھر وہ تیزی سے دروازے سے باہر نکل گئی۔

کیروشیا دروازے کی طرف دیکھتی رہ گئی تھی۔ "کافی بھی نہیں پی مادام نے۔؟" وہ آہستہ سے ب

"بیٹھو۔!" میں نے اشارہ کیا اور وہ بیٹھ گئی۔

"ان کا انداز عجیب تھا۔ یوں لگتا تھا جیسے وہ یہاں سے جانا نہیں چاہتی ہوں، بس کسی وقت ا کے تحت چلی گئی ہوں۔"

"تم ان میں کیوں الجھی ہوئی ہو۔" میں نے بور ہوتے ہوئے کہا۔

"اوہ۔ میرے الجھنے کی تو کوئی بات نہیں ہے۔ لیکن بس مادام کا انداز۔"

"تب پھر جاؤ۔ پہلے ان کے سارے انداز دیکھو۔ اس کے بعد میرے پاس آ جانا۔ مجھے کیوں رہی ہو۔" میں نے بیزاری سے کہا اور کیروشیا چونک پڑی۔

"سوری۔" اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "کافی بناؤں؟"

"بناؤ۔" میں نے کہا اور وہ جھک کر کافی بنانے لگی۔ لڑکی واقعی حسین تھی۔ ایک ایک عضو اپنی جگہ ب، میں خاموشی سے اس کے تناسب کا جائزہ لیتا رہا۔ اور پھر اس نے کافی بنا کر میرے سامنے رکھ دی۔

"اور خود اپنے لئے؟" میں نے پوچھا۔

"اس جرات کی اجازت ہے؟" وہ پھر مسکرائی۔ بڑی حسین مسکراہٹ تھی۔

"جرات اجازت سے نہیں کی جاتی اجازت لی جائے تو پھر جرات کیسی؟ ویسے آپ کا نام حقیقت وشیا ہی ہے؟" میں نے اپنی پیالی اٹھاتے ہوئے کہا۔

"جی۔! یہی نام ہے۔"

"چلئے ایک تو سچ بولا تھا آپ نے۔"

"ہٹ۔۔۔۔ کے علاوہ کوئی بات جھوٹ نہیں تھی۔" وہ مسکرا کے بولی۔

"بیئر میں کیا ملایا تھا؟"

"کیپسول فائیو۔ صرف گہرا نشہ طاری کرنے والا۔ اور اس میں کوئی خرابی نہیں ہوتی۔"

"سینی ٹورا سے کیا تعلق ہے؟"

"ہماری چیف ہے کیروشیا نے جواب دیا۔ اور میں کافی کے گہرے گہرے گھونٹ لینے لگا۔ میں اس ن لڑکی کی آنکھوں میں دیکھ رہا تھا۔

"تمہارا کیا عہدہ ہے؟"

"بس عام لوگوں کی طرح ہوں۔ جیسے سب اس کے غلام ہیں، میں بھی ہوں۔"

"کیا مطلب؟" میں نے حیرت سے کہا۔ "تم سینی ٹورا کی ذاتی ملازم ہو؟"

"ذاتی سے کیا مراد ہے؟" کیری بولی۔

"میرا مطلب ہے تمہارا تعلق انٹرپول سے نہیں ہے؟"

"انٹرپول۔" کیری ہنس پڑی۔

"اوہ کیا تمہیں یہ بات بھی معلوم نہیں۔"

"آپ دلچسپ انسان ہیں مسٹر ایڈورڈ۔ مجھے تھوڑا بہت آپ کے بارے میں علم ہے۔ میں یہ بھی ہوں کہ مادام آپ کو اپنے ساتھ شریک کرنا چاہتی تھیں۔ آپ شریک ہوئے اور پھر اچانک آپ نے کو چھوڑ دیا۔ مادام آپ کی تلاش میں ہی یہاں آئی ہیں۔ لیکن یہ انٹرپول کا کیا چکر ہے؟"

"تو تم لوگوں کا تعلق انٹرپول سے نہیں ہے؟" میں نے گہری سانس لے کر کہا۔

"تعلق تو ہے۔" کیری مسکرائی

"یعنی ہے۔"

"اگر انٹرپول کو ہمارے بارے میں معلوم ہو جائے تو وہ ہم سے ملنے کے لئے بے چین ہو جائے۔" کیروشیا نے کہا اور زور سے ہنس پڑی۔

"ہاں۔ یہ درست ہے۔" میں نے گردن ہلائی۔ اور کافی کے آخری گھونٹ لے کر پیالی خالی کر دی۔

"اور بناؤں۔؟" کیروشیا نے پوچھا۔

"نہیں کیری شکریہ۔" لیکن اب سینی ٹورا کی خبر بھی لینا چاہئے۔"

"اوہ۔ مادام۔ نہ جانے کہاں ہوں گی میں خوفزدہ بھی ہوں۔"

"کیوں؟"

"بس ان کا لہجہ کچھ عجیب سا تھا۔ انہوں نے کافی منگوائی تھی۔ لیکن بغیر کافی پئے مجھے یہاں چلی گئیں۔ ان کا انداز خوشگوار نہیں تھا۔" کیری نے بتایا۔

"فکر مت کرو جان من۔ جاؤ ذرا انہیں تلاش کر کے میرے پاس بھیج دو۔"

"اوہ۔ بہت بہتر۔" کیروشیا نے کہا اور پھر وہ اٹھ کر کمرے کے دروازے کی طرف چل پڑی نگاہیں اس کے بدن کا جائزہ لے رہی تھیں۔ بہت خوب تھی چاروں طرف سے حسن کے ہتھیار مسلح۔!

تقریباً" دس منٹ بعد وہ واپس لوٹی اور کسی قدر ادب سے بولی۔ "مادام نے آپ کو طلب کیا"

"خوب۔ چلو۔" میں نے کہا اور اس کے ساتھ کمرے سے باہر نکل آیا۔

"کیا کیفیت ہے؟" میں نے راستے میں پوچھا۔

"نارمل ہیں۔"

"تم پر تو کوئی عتاب نازل نہیں ہوا۔؟"

"جی۔ جی نہیں۔" کیروشیا نے جواب دیا۔

"اسے ٹھیک کرنا میں خوب جانتا ہوں کیری۔ تم فکر مت کرو۔" میں نے کہا۔ اور کیری ہوئے انداز میں میری شکل دیکھ کر رہ گئی۔ میرے خیال میں سینی ٹورا کے بارے میں ایسے لہجے میں الفاظ اس سے پہلے نہیں کہے گئے ہوں گے۔ پھر ایک کمرے کے دروازے پر پہنچ کر وہ رک گئی۔

"اندر چلے جائیے۔"

"تم بھی آؤ۔" میں نے کہا۔

"پلیز۔ اگر آپ میرے دشمن نہیں ہیں تو مجھ سے اس طرح لگاوٹ کا اظہار نہ کریں۔"

"اوہ۔ اچھا پھر بات ہو گی۔" میں نے کہا اور دروازہ کھول کر اندر داخل ہو گیا۔ پوری عمارت فرنیچر اور ضروریات زندگی کے دوسرے لوازمات سے آراستہ تھی۔ اس لئے ہر کمرے کا ذکر کیا کیا سینی ٹورا کمرے میں موجود تھی اور بڑے اطمینان سے بیٹھی انگوروں سے شغل کر رہی تھی۔

"ہیلو۔" اس نے بڑے سکون سے کہا۔ اور میں بے تکلفی سے اس کے نزدیک جا کر ایک بیٹھ گیا۔ "خیریت۔ مجھ سے کیوں ملنا چاہتے تھے"

"تم اچانک چلی آئی تھیں۔ سینی۔ جبکہ تم سے بہت سی باتیں کرنا تھیں۔"

"اوہ۔ میں احساس میزبانی کے تحت چلی آئی تھی۔" سینی ٹورا نے جواب دیا۔

"میں نہیں سمجھا۔؟"

"میرا خیال تھا تم کیروشیا کے قرب کے لئے کچھ زیادہ ہی بے چین ہو۔"

"کیا تم نے مجھے اس انداز کا انسان پایا ہے؟" میں نے پوچھا۔

"نہیں۔ لیکن کبھی کبھی۔" سینی ٹورا مسکراتی ہوئی بولی۔

"بہر حال انسان تو ہوں۔ تم اس پر اعتراض نہیں کر سکتیں۔"

"قطعی نہیں۔ میں تمہارے عام انسان ہونے پر بالکل یقین نہیں رکھتی۔ تم ایک عام انسان کی طرح ل نہیں ہو۔" سینی ٹورا نے کہا۔

"آخر کیوں۔؟"

"ابھی تھوڑی دیر قبل کی بات ہے کہ تم نے ایک دیو کو شکست دی ہے اور اس کے بعد بھی تم اس پر سکون تھے کہ تم نے۔ تم نے میرے ہونٹوں کا بوسہ بھی لیا"

"اوہ...... وہ دوسری بات تھی سینی۔"

"کیوں۔ کیا بات تھی وہ؟"

"بس یوں سمجھو۔ انسان صدیوں سے یکساں چلا آ رہا ہے۔ اپنی فتح پر اسے ہمیشہ خوشی ہوتی ہے۔ روہ اس کا انعام بھی چاہتا ہے۔ اور وہ میرا انعام تھا جو میں نے حاصل کیا۔"

"واقعی صدیوں پرانے وحشی معلوم ہوتے ہو۔ یقیناً" تمہارے بدن میں کوئی صدیوں پرانی روح ملول کر گئی ہے۔" سینی ٹورا آنکھیں بند کر کے مسکراتی ہوئی بولی۔

مجھے اس کا موڈ ایکدم بدلا ہوا محسوس ہو رہا تھا۔ انوکھی عورت آج بھی اتنی ہی انوکھی تھی۔ "تم نے میرے ساتھ کافی بھی نہیں پی۔"

"میں نے یہاں پی لی۔ ویسے ایک بات بتاؤ گے؟"

"ہاں۔"

"کیروشیا تمہیں پسند ہے؟"

"کس لحاظ سے.....؟"

"ایک عورت کی حیثیت سے۔"

"نہیں۔ ان جملوں میں تھوڑی سی تبدیلی کر لو۔"

"یعنی؟"

"صرف بستر کے ساتھی کی حیثیت سے ہی دلکش ہے۔ ورنہ اس کے علاوہ اس میں اور کوئی خوبی نہیں ہے۔"

"اوہ۔ عورت کے معاملے میں اور تمہاری کیا خواہشات ہیں؟"

"سینی ٹورا تمہارے جیسی عورت ایک آئیڈیل ہوتی ہے۔ عورت کا صحیح مفہوم تم ہو۔"

"وہ کیسے؟" سینی ٹورا کا چہرہ کھل اٹھا۔

"عورت صرف بستر کی زینت نہیں ہونی چاہیے۔ وہ بذات خود ایک مضبوط حیثیت رکھتی ہو تو زیادہ دلکش ہوتی ہے۔" میں نے کہا اور سینی ٹورا خاموش ہو گئی لیکن اس کے چہرے سے انبساط ٹپک رہا تھا۔ میں نے اسے الفاظ کے سرور میں ڈوبا رہنے دیا۔ اور کئی منٹ گزر گئے پھر سینی ٹورا چونک پڑی۔

"ارے ہاں۔ تم مجھ سے کیوں ملنا چاہتے تھے؟"

"آئندہ پروگرام پوچھنے کے لئے۔"

"ایک بات بتاؤ۔"

"بتاؤں گا۔" میں نے جواب دیا۔

"مجھے چھوڑ کر کیوں چلے آئے تھے؟"

تمہیں تفصیل بتا چکا ہوں۔ میرے ذہن میں یہی بات تھی کہ تمہارا تعلق انٹرپول سے ہے۔ او مجھ سے کچھ معلوم کرنا چاہتی ہو۔"

"مثلاً" کیا۔؟" سینی ٹورا نے پوچھا۔

"اس اسمگلر کے بارے میں جس سے میں ملنے گیا تھا۔"

"فرض کرو یہ درست ہو۔ تو کیا تم مجھے اس کے بارے میں نہیں بتاؤ گے؟"

"انٹرپول عرصے سے میرے پیچھے لگی ہوئی ہے۔ میں نے قدم قدم پر اس پر اظہار کیا ہے کہ اس بات سے واقف نہیں ہوں۔ لیکن میں کیا کروں۔ کس طرح انہیں یقین آ سکتا ہے کہ میرا براہ را اس اسمگلر سے کوئی تعلق نہیں تھا۔"

"ایڈورڈ۔ تم بہرحال پراسرار ہو۔"

"کس لحاظ سے؟"

"تمہارا تعلق کونسے ملک سے ہے؟"

"کیا مطلب؟"

"تم یورپین تو نہیں ہو؟"

"یہ اندازہ تم نے کس طرح قائم کیا۔"

"اوہ۔ تمہارا اپنا میک اپ بھی اتر چکا ہے۔ کیا تم نے محسوس نہیں کیا کہ اب تمہارے چہرے پر میک اپ نہیں ہے" سینی ٹورا نے کہا اور میرے بدن میں سنسنی پھیل گئی۔ بلاشبہ ایک بہت بڑی بات کو نے نظرانداز کر دیا تھا۔ میں نے اس پر غور ہی نہیں کیا تھا کہ میرے نئے میک اپ میں مجھے کس طرح پ لیا گیا اور یہ کہ اس وقت بھی میرے چہرے پر میک اپ ہے یا نہیں۔

لیکن حالات کی سختیوں نے اعصاب کو بھی فولاد بنا دیا تھا۔ میں نے ایک لمحے میں خود پر قابو پالیا اور لاپرواہی سے مسکرانے لگا۔

"پھر تمہارا میرے بارے میں کیا خیال ہے؟"

"میرے خیال کو چھوڑو۔ مجھے بتاؤ۔ کیا تم خود کو یورپین نہیں ظاہر کرتے رہے"

"ہم جیسے لوگ اور کیا کریں؟"

"کیا مطلب۔؟"

"حقیقت بتا کر الجھنیں پالنے سے فائدہ۔ خود کو ماحول کے مطابق ڈھال لینا بہتر ہے"

"تمہارا تعلق ایشیا کے کسی ملک سے ہے۔"

"ہاں۔ یونہی سمجھ لو۔"

"کون سے ملک سے۔"

"نہیں بتاؤں گا۔"

"کوئی بات نہیں ہے۔ کیا وہ اسمگلر بھی تمہارا ہم وطن ہے؟"

"آ گئیں نا مطلب پر۔" میں مسکرایا۔

"کیا مطلب؟"

"معلومات شروع کر دیں۔"

"حماقت کی بات مت کرو۔ میں صرف یہ معلوم کرنا چاہتی ہوں کہ آخر انٹرپول کے اس قدر مضبوط ہے کی بنیاد کیا ہے؟"

"اوہ۔" میں نے سینی ٹورا کی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے کہا۔ "گویا تم نہیں تسلیم کرو گی یہ ت۔؟"

"ہو سکے تو یہ خیال ذہن سے نکال دو کہ میرا تعلق انٹرپول سے ہے۔ اگر مجھ سے دور بھاگنے کی یہی اد ہے تو مجھے بے حد دکھ ہو گا۔ میں وعدہ کرتی ہوں کہ انٹرپول سے تمہاری حفاظت، تمہارا بچاؤ کروں گی۔ ن مجھ سے مخلص رہنے کا وعدہ کرو۔!"

"اچھا۔ سینی ٹورا تم جو کچھ بھی ہو۔ چلو تمہیں قبول کر لیا۔"

"شکریہ۔ تم مایوس نہیں ہو گے۔"

"اب میرے لئے کیا حکم ہے؟"

تم میرے لئے دوست کا درجہ رکھتے ہو۔ میں تمہیں کوئی حکم نہیں دوں گی ہاں اپنی صلاحیتوں سے روہ کو فائدہ پہنچانے کی کوشش کرو یہ ہم سب کے لئے سود مند ہے۔ ویسے میرا خیال ہے انٹرپول تمہیں و چکی ہے۔"

"شاید۔" میں نے کہا۔

"نکل جائے گا۔ ایک دن تمہارے دل سے یہ خیال ضرور نکل جائے گا اور میں اس وقت تک کچھ ہیں کہوں گی۔ لیکن تمہاری صلاحیتوں اور تمہاری تجاویز کی منتظر ضرور رہوں گی۔"

"میرا دوست، میرا ساتھی۔" میں نے کہا۔

"اوہ۔ وہ کہاں ہے؟"

"وہ ایک ہوٹل میں مقیم ہے۔"

"اور بیکر۔؟"

"بیکر مقامی باشندہ تھا۔ ہم لوگوں سے بالکل الگ۔ اتفاقیہ ملاقات ہوئی تھی۔ بہرحال میں نے اسے اس کے خاندان میں پہنچا دیا۔ اور اب اس کے بارے میں کوئی گفتگو بھی نہیں کروں گا۔"

"چلو ٹھیک ہے۔ اپنے ساتھی کو یہاں لے آؤ۔"

"ٹھیک ہے۔ ابھی چلا جاؤں گا۔"

"کیروشیا تمہارے ساتھ چلی جائے گی۔"

"شکریہ۔"

"میں نے تمہاری اصلی شکل دیکھ لی ہے۔ اصلی نام بھی بتا دو۔" سینی ٹورا مسکراتے ہوئے بولی۔

"کیا فائدہ۔ تمہیں اجنبی محسوس ہو گا۔" میں نے کہا اور وہ ہنس پڑی۔

"واقعی بہت چالاک ہو۔ میں نے طاقت، دلیری اور ذہانت، اس سے قبل یکجا نہیں دیکھی۔" وہ بولی۔

"کیوں۔ اس میں چالاکی کی کیا بات ہے؟"

"بھئی ظاہر ہے۔ اور میرا تعلق انٹرپول سے ہے۔ تو تمہارا نام اور وطن معلوم کرکے میں
تمہارے بارے میں پتہ چلا سکتی ہوں کہ تم دراصل کون ہو اور کسی ایسے اسمگلر سے تمہارا تعلق ہو سکتا
نہیں جس کی تلاش انٹرپول کو ہے۔"

"اوہ ہاں۔ اس طرف توجہ دلانے کا شکریہ۔ ویسے یہ خیال میرے ذہن میں نہیں تھا۔"

"خیر۔ خیر۔ میں اصرار نہیں کروں گی۔ خود ہی ایک دن بتا دو گے۔ اب تم کیروشیا کے ساتھ
جاؤ۔ وہ تمہاری تحویل میں ہے اور تم اسے پسند بھی کرتے ہو میری طرف سے تحفہ سمجھو۔"

"شکریہ سینی! تم ایک اچھی دوست ہو۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا اور سینی ٹورا اپنی جگہ
گئی۔ میں بھی اس کے ساتھ ہی کھڑا ہو گیا تھا۔ اور ہم دونوں کمرے سے نکل آئے۔ تب سینی ٹورا
گزرتے ہوئے ملازم کو اشارہ کیا اور ملازم قریب پہنچ گیا۔

"صاحب کو روم نمبر تین میں لے جاؤ۔ میں کیروشیا کو وہیں بھیج رہی ہو ایڈورڈ!"

"اوکے۔" میں نے کہا اور ملازم کے ساتھ چل پڑا۔ روم نمبر تین ایک خوبصورت بیڈ
ضرورت کی ہر چیز سے آراستہ۔ ملازم مجھے وہاں چھوڑ گیا۔ باتھ روم میں جا کر میں نے چہرہ دیکھا۔ شیو
تھا اور شیو بنانے کا سامان بھی موجود تھا۔ میں نے اطمینان سے شیو بنایا' منہ دھویا' بال سنوارے اور
اپنی اصلی شکل میں تھا۔ پھر میں باتھ روم سے باہر نکلا تو کیروشیا کمرے میں موجود تھی۔ وہ ایک صوفے
اخبار دیکھ رہی تھی۔ مجھے دیکھ کر اس نے اخبار رکھ دیا۔

"ہیلو کیری!"

"ہیلو۔" وہ جلدی سے کھڑی ہو گئی۔ اس کی خوبصورت آنکھوں میں حیرت تھی۔

"چلیں؟" میں نے پوچھا۔

"جی چلئے۔" اس نے کہا اور میں اس کے ساتھ باہر نکل آیا۔ کیروشیا نے بیحد خوبصورت لبا
ہوا تھا۔ اس لباس میں وہ اس قدر نکھری ہوئی لگ رہی تھی کہ نگاہ نہیں ہٹتی تھی۔ راستے میں کسی۔
مداخلت نہیں کی۔ خاصی خوبصورت اور وسیع عمارت تھی۔ پورٹیکو میں سیاہ رنگ کی ایک قیمتی کار کھڑ
تھی۔ کیروشیا نے جلدی سے عقبی دروازہ کھول دیا۔ اور میں نے اس کی طرف دیکھا۔

"ڈرائیور کہاں ہے؟"

"جی۔ میں ڈرائیو کروں گی۔" کیروشیا نے جلدی سے کہا۔

"تب میں تمہارے نزدیک بیٹھوں گا۔"

"جی ضرور۔ میں خود ہمت نہیں کر سکی تھی۔" کیروشیا نے پچھلا دروازہ بند کرکے ڈرائیونگ
کے نزدیک کا دروازہ کھول دیا۔ میں نے اندر بیٹھ کر دروازہ بند کیا اور کیروشیا نے ڈرائیونگ سیٹ سنبھ
کار اس خوشنما عمارت کے وسیع گیٹ سے باہر نکل آئی۔

سینی ٹورا میں بہرحال ایک خوبی تھی' جب اعتماد کرتی تھی تو کھلے دل سے کرتی تھی۔ اگر وہ
ڈرائیور کو بھی ساتھ بھیج سکتی تھی۔ کیروشیا جیسی لڑکی کو قابو میں کرنا میرے لئے کون سا مشکل تھا۔
کچھ کرنا بھی نہیں چاہتا تھا۔ نہ جانے کیوں اب میں کسی حد تک ڈھلمل ہونے لگا تھا۔ مجھے یقین ہو۔

سینی ٹورا درحقیقت انٹرپول سے تعلق نہیں رکھتی۔ وہ بھی اعلیٰ پیمانے کی اسمگلر ہی ہے لیکن۔ بس کچھ
ایسی تھیں جو مجھے شکوک میں مبتلا کرتی تھیں' مثلاً" اس کے اختیارات۔ تمام ملکوں میں وہ صاحب
تھی۔ لیکن غلام سیٹھ۔ وہ بھی اسمگلر تھا اور کون سا ملک تھا جہاں اس کے آدمی موجود نہیں تھے۔ وہ
جو چاہتا کرا لیتا تھا۔ ممکن ہے یہی کیفیت سینی ٹورا کی ہو۔

بہرحال۔ میں نے ایک گہری سانس لی۔ اب سینی ٹورا کے بارے میں زیادہ غور کرنے کی ضرورت
ہے' وہ جو کچھ بھی ہے ٹھیک ہے' اور میں اس قدر کیوں الجھوں' غلام سیٹھ لاپتہ ہے' نئی ہدایات اب
سے ملیں گی۔ اس لئے یہ وقت سینی ٹورا کے ساتھ ہی گزارا جائے۔ اگر کسی طور اس کا تعلق انٹرپول
ہے بھی تو میرا کیا جاتا ہے' کون سی معلومات حاصل کر لے گی مجھ سے' بالآخر ایک دن خود اکتا جائے گی۔

میں نے ایک گہری سانس لی۔ کار کی رفتار بہت سست تھی۔ باہر کے مناظر سست رفتاری سے گزر
تھے اور اچانک ہی مجھے اس کا احساس ہوا تھا۔ ارے لاحول ولا قوۃ۔ ناک میں مسلسل خوشبوؤں کی
اہٹیں ہو رہی تھیں اور میں نے اب تک ان پر توجہ نہیں دی تھی اور بغل میں مجسم بہار موجود تھی۔
نے اس کی طرف دیکھا اور اسی وقت اس نے مجھ پر نگاہ ڈالی۔ میں مسکرا دیا اور وہ بوکھلائے ہوئے انداز
امنے دیکھنے لگی۔

"کیروشیا!" میں نے اسے مخاطب کیا۔ اور اس کے ہاتھ بہک گئے کار ذرا سی لہرائی اور اس نے جلدی
سے سنبھال لیا۔ میری مسکراہٹ گہری ہو گئی تھی۔

"کیا بات ہے مس کیروشیا؟" میں نے اسے پھر مخاطب کیا۔

"کک..... کچھ نہیں جناب۔ کچھ بھی نہیں۔" اس نے پھنسی پھنسی آواز میں کہا۔

"ارے آپ تو پریشان ہیں۔"

"جی۔ جی بالکل نہیں۔"

"خوفزدہ ہیں کسی سے؟"

"جی ہاں۔" اس نے گردن ہلا دی۔ اور پھر دانتوں کے نیچے زبان دبا کر بولی۔ "جی نہیں' میں
۔" وہ خوفزدہ انداز میں ہنسنے لگی اور پھر جلدی سے سنجیدہ ہو گئی۔

"اوہ' مس کیروشیا۔ براہ کرم کسی عمدہ سے ریستوران پر گاڑی روکیں' میں آپ کے ساتھ ایک
فی پیوں گا۔"

"بہت۔ بہت بہتر۔" کیروشیا جیسے خود بھی یہی چاہتی تھی۔ تھوڑے ہی فاصلے پر ریستوران کا بورڈ
ہا تھا۔ اس نے جلدی سے کار ریستوران کے فٹ پاتھ کے ساتھ روک دی۔ اور پھر گہری گہری
لینے لگی۔

"آیئے۔" میں نے دروازہ کھول کر نیچے اترتے ہوئے کہا۔ اور وہ بھی انجن لاک کرکے نیچے اتر
اس نے نہایت دوستانہ انداز میں اس کے بازو میں ہاتھ ڈالا اور ریستوران کی طرف بڑھ گیا۔ کیروشیا
تانہ انداز پر کسی حد تک مطمئن نظر آنے لگی۔

ریستوران میں داخل ہو کر ہم ایک میز کی طرف بڑھ گئے۔ "میں تو کافی پیوں گا' آپ کیا پسند کریں
کیروشیا۔ آپ مس ہیں نا؟"

"جی ہاں۔" اس نے جواب دیا۔
"آپ کیا پئیں گی؟"
"میں بھی کافی پیوں گی۔" اس نے کہا اور پھر ویٹر کو اشارہ کر دیا۔ ویٹر کے آنے پر اس نے کا[فی کے]
لئے کہا اور ویٹر گردن جھکا کر چلا گیا۔
"آپ کچھ نروس سی ہی کیروشیا؟"
"جی ہاں' یہ حقیقت ہے۔" اس نے ایک گہری سانس چھوڑتے ہوئے کہا۔
"کیوں؟" کیا سینی ٹورا نے ریزرو رہنے کی ہدایت کر دی تھی؟"
"یقین کریں' ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ انہوں نے تو ہدایت کی تھی کہ میں آپ کو مطمئن ر[کھنے اور]
دوست بنانے کی کوشش کروں۔" کیروشیا نے جواب دیا
"خوب۔ تو یہ اجنبیت کا سا اظہار مطمئن کرنے کے لئے کافی ہے۔ کل تو آپ بیحد اسمار[ٹ نظر آ]
رہی تھیں۔"
"کل کی باتیں یاد نہ دلائیں تو احسان مند ہوں گی۔"
"اوہ' وہ کیوں؟"
"اس وقت میں ڈیوٹی پر تھی۔"
"اور اس وقت؟"
"ڈیوٹی پر ہوں' لیکن ڈیوٹی ناخوشگوار نہیں ہے۔" اس کے ہونٹوں پر ہلکی سی مسکراہٹ آگ[ئی]
"بہت خوب۔" میں نے بھی مسکرا کر کہا۔ "ویسے کل رات آپ کی حسین شخصیت ہی
کیروشیا' جس نے کچھ سوچنے سمجھنے کی مہلت نہیں دی ورنہ آپ اتنی آسانی سے....."
"براہ کرم۔ براہ کرم....." اس نے لجاجت سے کہا۔
"اچھا چلئے' جانے دیجئے۔ اس وقت کیا بات تھی؟"
"کسی قدر احساس شرمندگی۔ اور پھر آپ کی بدلی ہوئی شخصیت اور..... اور"
"اور؟" میں نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔
"مسٹر ایڈورڈ! اس عمارت میں جتنے لوگ موجود ہیں' وہ دل میں آپ کو قریب سے دیکھنے [کی خواہش]
رکھتے ہیں۔ سب کے ذہنوں میں آپ کے بارے میں عجیب سے تاثرات ہیں۔ وہ دیکھنا چاہتے ہیں [کہ پراسرار]
قوتوں کا مالک وہ شخص کون ہے' جس نے ہیگی جیسے عفریت کو ڈھیر کر دیا ہے۔" اس نے بتایا۔
"پراسرار قوتوں کا مالک؟" میں ہنس پڑا۔
"ہاں' کسی کو یقین نہیں آتا کہ ہیگی کی حالت کسی ایک انسان نے بنائی ہے۔"
"خود تمہارا کیا خیال ہے؟"
"سچ پوچھیں تو میں بھی خوفزدہ ہو گئی ہوں۔ میں سوچ رہی تھی کہ رات کو اگر میں ناکام [رہتی اور]
آپ کو حقیقت کا علم ہو جاتا تو میرے ساتھ کیا ہوتا۔"
"اوہ۔" میں نے قہقہہ لگایا۔ "بہرحال وہ نہ ہوتا جو ہیگی کے ساتھ ہوا ہے۔"
"پھر بھی۔ آپ۔ آپ....."

"خوبصورت عورتوں کو تو نقصان پہنچانا کفر ہے مس کیروشیا۔ اور آپ تو خوبصورت ترین ہیں۔"
"آپ مجھے سچ بتائیں گے' کیا آپ پراسرار قوتوں کے مالک نہیں ہیں؟"
"اوہ مس کیروشیا۔ میں بھی آپ کی طرح عام انسان ہوں اور ہیگی بھی تو انسان ہی ہے۔"
"اسے انسان کہنا خود کو بھی عجیب لگتا ہے' لیکن آپ نے....."
"کیا حالت ہے اس کی؟"
"ایکسرے ہوا ہے' گردہ پھٹ گیا ہے۔ ڈاکٹر کا کہنا ہے کہ فوری طور پر کسی گردے کا بندوبست کرنا
[ہو]گا ورنہ موت بھی واقع ہو سکتی ہے۔ سنا ہے' آپ نے اس کے سارے وار بچائے اور پھر صرف ایک وار کیا
[اور] ہیگی جیسے دیو کو زندگی اور موت کے درمیان لٹکا دیا۔ خود میں نے مادام سینی ٹورا کو کسی کے بارے میں
[اس] طرح گفتگو کرتے نہیں سنا۔ وہ آپ سے بیحد متاثر ہیں۔"
"خود مادام سینی ٹورا بھی بے حد متاثر کن شخصیت رکھتی ہیں۔" میں کافی کے سپ لیتے ہوئے
[بو]لا۔ کیروشیا بھی کافی کے چھوٹے چھوٹے گھونٹ لے رہی تھی۔
"ویسے آپ کے کیا مشاغل ہیں مسٹر ایڈورڈ۔"
"بس کچھ نہیں۔ آوارہ گرد ہوں۔"
"مادام سے آپ کی کیا پرخاش تھی اور پھر سارے معاملات اتنی جلدی ہموار کیسے ہو گئے؟"
"بس' اس بارے میں تفصیل تو میں نہیں بتا سکتا۔ ہاں کیا آپ کا مستقل قیام کوپن ہیگن ہی میں
ہے؟"
"ہاں۔ میں یہیں رہتی ہوں۔"
"کیا کرتی ہیں۔؟"
"بس مادام کی ملازم ہوں۔ چھوٹے موٹے کام کرتی ہوں لیکن مقامی طور پر۔ میں یہاں سے باہر کبھی
[نہی]ں گئی۔"
"بہت خوشی ہوئی آپ سے مل کر مس کیروشیا! ممکن ہے یہاں چند روز قیام رہے۔ کیا اس دوران
[آ]پ کی قربت حاصل ہو سکے گی؟"
"آپ بیحد متاثر کن شخصیت کے مالک ہیں مسٹر ایڈورڈ! آپکی صحبت تو بڑی فرحت بخش ہے'
[بشر]طیکہ اس کی اجازت بھی مل جائے۔"
"سارے کام اجازت سے تو نہیں ہوتے۔" میں نے اس کی آنکھوں میں جھانکا۔
"مادام بیحد سخت ہیں' وہ یہاں ہوں یا نہ ہوں' ان کے احکامات کی سختی سے پابندی کی جاتی ہے۔"
"اور اگر ان سے بچاؤ کا معقول انتظام ہو تو.....؟"
"کہہ چکی ہوں' آپ کی شخصیت نے مجھے بہت متاثر کیا ہے۔"
"بہت شکریہ۔ کیا مادام نے ہمارے تعاقب کی ضرورت محسوس کی ہو گی؟" میں نے اچانک پوچھا۔
"کیوں؟" وہ چونک پڑی۔
"آپ کو معلوم ہے کہ انہوں نے رات کو مجھے اغوا کرایا تھا۔ اب اتنی جلدی تو کسی پر اعتبار نہیں
[ک]یا جاتا۔ اس لئے ممکن ہے کچھ لوگ ہمارے تعاقب میں ہوں۔"

"بھروسہ کریں، مجھے اس بات کا علم نہیں ہے' ویسے یہ عین ممکن ہے۔ براہ کرم جلدی کافی کرلیں، ہمیں اپنا کام کرنا چاہیے۔"

"اوہ' تمہارے سپرد کوئی خاص کام ہے؟"

"جی نہیں، لیکن مادام ایک ایک لمحے کا حساب لیں گی۔"

"تو پھر تم حساب دے دینا' تردد کیا ہے۔ بہرحال تمہیں میرے ساتھ کیا گیا ہے' میں جو کچھ کرو وہ تمہاری ذمے داری تو نہیں ہوگی۔" میں نے کہا اور وہ سوچ میں ڈوب گئی' پھر گردن ہلاتے ہوئے بولی۔

"یہ بات تو ٹھیک ہے۔"

"بس تو پھر سب کچھ بھول جاؤ۔"

"لیکن میں ان لمحات میں سے ایک ساعت بھی حذف نہیں کرسکوں گی۔"

"مت کرنا۔ میں اس کی پرواہ نہیں کرتا۔" میں نے لاپرواہی سے کہا۔

"مجھے آپ اسی قسم کے آدمی معلوم ہوتے ہیں۔" وہ تحسین آمیز انداز میں مجھے دیکھنے لگی میں نے اپنی کافی کے آخری گھونٹ بھی حلق میں انڈیل لئے۔

"اور بناؤں؟" کیروشیا نے پوچھا۔

"بنا دو۔" میں نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔ اور اس نے میرے لئے کافی کا دوسرا پیالہ، تھوڑی دیر کے بعد ہم وہاں سے اٹھ گئے اور پھر ہوٹل جاکر ہی دم لیا۔ میری توقع کے مطابق سردارے ہی میں موجود تھا۔ مجھے اس کے موجود ہونے کی توقع اس لئے تھی کہ میں ساری رات غائب رہا تھا اور میں بھی۔ میں جانتا تھا کہ سردارے تشویش میں مبتلا ہوگیا ہوگا اور میرے بارے میں اگر اسے تشویش کم از کم تفریح کے لئے نہیں نکل سکتا تھا۔

چنانچہ جونہی میں نے کمرے کے دروازے پر دستک دی' اندر سے کودنے کی آواز سنائ سردارے نے دروازے کی طرف چھلانگ لگائی ہوگی کیونکہ دستک مخصوص انداز کی تھی۔ اور پھر د دروازہ کھل گیا۔

"اوئے نوازے۔ کہاں چلا گیا تھا میرے یار۔" سردارے میرے سینے سے لپٹ گیا۔

"یار بدحواسی' کیا ہوگیا؟" میں نے ہنستے ہوئے اس کی پشت تھپکی۔

"گویا یہ پوچھنے کی بات ہے۔" سردارے نے شکایتی انداز میں کہا اور پھر اس کی نگاہ میں مہ سے دوسری طرف پڑی اور وہ مجھ سے چمٹا چمٹا جیسے ساکت ہوگیا۔

بمشکل میں نے اسے پیچھے ہٹایا اور گھوم کر کیروشیا کی طرف دیکھا۔

"تو تم سمندر میں گر گئے تھے استاد!" سردارے نے کہا۔

"کیا مطلب؟"

"یہ موتی سمندر کی تہہ سے ہی نکالا ہے نا؟"

"واہ سردارے! شاعر ہوگیا ہے تو تو۔ آؤ کیری! اندر آجاؤ۔"

"کیری۔" سردارے نے چٹخارہ بھرا۔ "کھٹی کھٹی۔"

"انگوروں کی مانند۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"استاد کے انگور استاد کو مبارک۔ مگر استاد! صرف ایک بات بتا دو۔"

"پوچھو۔"

"کس چیز سے لکھوا کر لائے ہو؟"

"کیا؟"

"تقدیر۔ ایک سے ایک حسین۔ ایک سے ایک نایاب۔"

"بس نیت صاف ہے' ہر ایک پر نہیں گر پڑتا۔" میں نے صوفے میں گرتے ہوئے کہا۔ کیروشیا بھی ںلراتی ہوئی ایک صوفے پر بیٹھ گئی تھی۔

"میں اپنی نیت کون سے صابن سے صاف کروں استاد! کم از کم اس صابن کا نام ہی بتا دو' کچھ تو رد۔" سردارے دروازہ بند کرتے ہوئے بولا اور پھر وہ بھی ہمارے پاس ہی آکر بیٹھ گیا۔ بہرحال اس نے بے ئے انداز میں کیروشیا کو نہیں گھورا تھا۔ زبانی طور پر وہ کتنا ہی بدتمیز تھا لیکن عام حالات میں وہ ایک باسلیقہ مان تھا۔

"ویسے سردارے۔ تم اس وقت واقعی بدحواس ہو۔"

"اعتراف کرتا ہوں باس۔ مگر اس میں میرا کیا قصور ہے' تم خود ہی بتا دو۔ ویسے کوئی بہت بڑی حواسی ہوگئی ہے کیا؟"

"تم خود محسوس کرو۔"

"محسوس کرنے کے قابل ہوتا تو بدحواس ہی کیوں ہوتا۔" سردارے نے کراہ کر کہا۔

"تمہارے چہرے پر میک اپ ہے۔"

"ہاں۔ کیوں۔؟" سردارے نے اپنا چہرہ ٹٹولتے ہوئے کہا۔

"اور میرے چہرے پر؟" میں نے مسکرا کر پوچھا اور سردارے اچھل پڑا۔

"ارے۔ اوہ۔ ہاں استاد۔ یہ۔ یہ۔ ہائے عورت۔ تیرا نام شہزوری ہے' میک اپ' کھال بھی اتروا تا ہے۔" سردارے مسخرے پن سے بولا۔

"بس' بکواس کرنے کی مشین کا سوئچ آن ہوگیا۔" میں نے برا سا منہ بنایا۔

"رشک آتا ہے استاد۔ خدا کی قسم! رشک آتا ہے۔ ہمیں آج تک ایک بھی ایسی نہیں ملی۔ اپنی زیر میں تو ٹھیلے چلانا' بلکہ گھسیٹنا ہیں' خیر۔"

"اور کچھ سناؤ؟" میں نے کہا۔

"باقی سب خیریت ہے۔"

"خوب' تمہاری کیا پوزیشن ہے' بلکہ بقول تمہارے' تمہارے ٹھیلوں کی؟"

"کوپن ہیگن کی لڑکیاں بہرحال مہمان نواز تو ہیں۔ محترمہ مقامی ہیں؟"

"ہاں۔" میں نے جواب دیا۔

"بہرحال خوب ہیں' جیتی رہیں۔" سردارے اسی انداز میں بولا۔ اور میں نے کیروشیا کی طرف یکھا۔ کیروشیا مطمئن بیٹھی تھی۔ اس کے چہرے کی مسکراہٹ ظاہر کر رہی تھی کہ اس کے دل میں کوئی تردد ہیں ہے۔

"کیری۔ یہ میرا دوست' میرا ساتھی بنٹو ہے۔" میں نے تعارف کرایا۔
"بڑی خوشی ہوئی جناب۔" کیروشیا نے ہاتھ بڑھایا اور سردارے نے بڑے ادب سے ہاتھ
اس نے بڑے مہذب انداز میں کہا۔ مجھے آپ سے مل کر خوشی ہوئی۔
"اور مجھے بھی۔"
"آپ انہیں لینے آئے تھے مسٹر ایڈورڈ؟" کیروشیا نے پوچھا۔
"ہاں۔"
"لینے آئے تھے؟" سردارے نے چونک کر پوچھا۔
"ہاں' چلو گے نہیں؟"
"کہاں؟"
"جہاں بھی ہم لے جائیں۔" میں نے شانے ہلاتے ہوئے کہا۔
"نہ جانے کا کیا سوال ہے استاد۔ لیکن اتنا تو بتا دو چلیں گے کہاں؟"
"کیروشیا کے مکان پر۔"
"اوہ' مگر کیوں؟" سردارے تھوک نگلتے ہوئے بولا۔
"کیروشیا کا کہنا ہے جب تک کوپن ہیگن میں رہوں' اس سے دور نہ رہوں۔ وہ مجھے بہ
چاہنے لگی ہے۔" میں نے کہا۔
"خدا مبارک کرے استاد۔؟" لیکن کیا اس کی چھوٹی بہن بھی ہے؟"
"چھوٹی بہن------ ہاں ہے' کیوں؟" میرے سینے میں ایک قہقہہ مچل اٹھا۔ سنئی ٹورا
میرے ذہن میں آ گیا تھا۔
"اسی کی طرح خوبصورت ہے سردارے کے منہ سے رال ٹپکنے لگی۔
"اس سے کچھ زیادہ ہی۔"
"جوان ہے استاد؟"
"بھرپور۔" میں نے جواب دیا۔ اور سردارے نے کرسی سے چھلانگ لگا دی' اور پھر چاروں
دوڑنے لگا۔ وہ بھاگ بھاگ کر سارا سامان سمیٹ رہا تھا۔ کیروشیا ہنسنے لگی۔
"مسٹر بنٹو تو بہت زیادہ خوش مزاج معلوم ہوتے ہیں جناب!"
"ہاں' خوبصورت لڑکیوں کو دیکھ کر ضرورت سے زیادہ خوش مزاج ہو جاتے ہیں۔" میں
کیروشیا ہنسنے لگی۔ پھر بولی۔
"لیکن آپ کی زبان میری سمجھ میں نہیں آئی۔"
"ہمارے علاقے کی زبان ہے۔"
"ایشیائی۔؟"
"ہاں۔" میں نے جواب دیا۔ اب یہ بات کھل ہی گئی تھی کہ ہمارا تعلق ایشیا سے ہے تو پھر
چھپانے سے کیا فائدہ۔
"آپ کے ساتھی بھی میک اپ میں ہیں؟"

"ہاں۔"
"ان سے کہیں کہ میک اپ اتار دیں' میں ان کی اصلی شکل دیکھوں گی۔"
"ہوٹل کی ادائیگی وغیرہ بھی کرنی ہے' بعد میں اتار دے گا۔"
"اوہ' سوری۔" کیروشیا جلدی سے بولی۔ سردارے اس اثناء میں سامان وغیرہ ٹھونس چکا تھا' اور پھر
نے سوٹ کیس کمرے کے درمیان لا کر رکھے اور چونک کر بولا۔
"ارے۔ اوہ' بہت بہت افسوس ہے استاد۔ میں نے نئی استانی کو چائے وغیرہ کے لئے نہیں
چھا۔"
"ہم لوگ یہی گفتگو کر رہے تھے۔"
"اوہ' کیا؟" سردارے نے جلدی سے کہا۔
"یہی کہ یہ شخص کافی بد اخلاق معلوم ہوتا ہے۔ میں کیری کو یقین دلا رہا تھا کہ وہ بد اخلاق نہیں' بد
اس ضرور ہے۔ بہرحال ہم نیچے چلتے ہیں' تم ہوٹل کی ادائیگی وغیرہ کر کے نیچے آؤ۔ سیاہ بنٹلے باہر کھڑی
ہے۔"
"بنٹلے؟" سردارے نے زیر لب دہرایا۔ اور ہم دونوں اٹھ کھڑے ہوئے اور پھر ہم باہر نکل
ئے۔ سردارے اسٹیوارڈز کو بلانے کے لئے گھنٹی بجا رہا تھا۔
"واقعی دلچسپ انسان معلوم ہوتے ہیں۔ مسٹر بنٹو۔ گو میں آپ کی پوری گفتگو نہیں سمجھ سکی
ان حرکات سے اندازہ ہو رہا تھا کہ وہ کافی زندہ دل ہیں۔"
"ہاں۔" میں نے مختصراً کہا۔ نہ جانے کیوں اچانک میرے ذہن میں غلام سیٹھ کا خیال آ گیا تھا۔ کیا
ں شخص نے دنیا ہی چھوڑ دی۔ ممکن ہے پشاور ہی چلا گیا ہو۔ لیکن کہیں بھی چلا گیا ہو' مجھے تو اس طرح نظر
راز نہیں کر دینا چاہئے تھا۔ کچھ نہ کچھ تو کرنا ہی چاہئے تھا اسے۔ انٹرپول سے جتنا خطرہ اسے تھا اتنا ہی مجھے
ی۔ بلکہ مجھے تو کچھ زیادہ ہی آنکھ مچولی کھیلنا پڑ رہی تھی۔ بہرحال یہ زیادہ حیرتناک بات بھی نہیں تھی' ایسے
قت میں ہر انسان پہلے اپنے بارے میں سوچتا ہے' اور اس کے بعد اگر حالات اجازت دیں' تب دوسرے
ے بارے میں۔ غلام سیٹھ اس پوزیشن میں نہیں تھا کہ میری کوئی مدد کر سکے۔ بلکہ کم از کم ایک انداز میں تو
دوسروں سے اچھا تھا۔ میرے کمیشن کی رقم سوئٹزر لینڈ میں جمع ہو رہی تھی۔ اگر میں اس زندگی سے
ل جاؤں تو بہرحال وہ رقم اتنی تھی کہ میں بقیہ زندگی سکون اور اطمینان سے یورپ کے کسی شہر میں گزار سکتا
ا۔ اور اگر انٹرپول سے نجات مل جائے اور اندازہ ہو جائے کہ غلام سیٹھ نے یہ کاروبار چھوڑ دیا ہے تو پھر یہی
ناسب تھا۔

سردارے آ گیا اور اسٹیوارڈ نے سامان گاڑی کے پچھلے حصے میں رکھ دیا۔ سردارے پچھلی سیٹ پر جا
بیٹھا۔ اور کیروشیا نے کار اسٹارٹ کر کے آگے بڑھا دی۔ راستے میں خاموشی رہی تھی۔ پھر جب کار اس
بصورت عمارت کے بڑے پھاٹک کے سامنے رکی تو سردارے نے زور سے ایک ڈکار لی۔
"خوبصورت بھی اور مالدار بھی۔ استاد! مجھے بھی یہ گر سکھا دو۔ خدا کی قسم! زندگی بھر دعائیں دوں
۔ جب ہاتھ مارتے ہو اعلیٰ پائے کا ہی مارتے ہو یعنی سبحان اللہ سبحان اللہ۔ کیا عمدہ کوٹھی ہے اور اس کوٹھی
کی مکین تمہاری محبوبہ۔ سب تمہارے جیسی قسمت نہیں لاتے استاد۔"

"بس اب چونچ بند کرو چھوٹی بہن موجود ہے' تم خود بھی قسمت آزمائی کر سکتے ہو۔"
"ہائے چھوٹی بہن۔" سردارے کے منہ میں جیسے مٹھاس گھل گئی۔ چوکیدار نے پھاٹک کھول دیا تھا۔ کار پورٹیکو میں رک گئی اور کیروشیا نے جلدی سے اتر کر میری سمت کا دروازہ کھول دیا۔ پھر اس نے دروازہ بھی کھولا۔
"ارے' ارے۔ آپ۔ آپ کیوں تکلیف کر رہی ہیں۔" سردارے جلدی سے نیچے اتر آیا بھی نیچے آگیا تھا۔
"کیری!" میں نے کیروشیا کو آواز دی۔
"یس مسٹر ایڈورڈ۔"
"آپ انہیں لے کر ڈرائنگ روم کی طرف چلیں' میں ابھی آتا ہوں۔"
"بہتر۔" کیروشیا نے کہا۔ اور سردارے نے مجھے گہری نگاہوں سے دیکھا بہرحال کیری اسے ڈرائنگ روم کی طرف چلی گئی اور میں نے ایک ملازم کو روک کر سینی ٹورا کے بارے میں پوچھا۔
"مادام سٹنگ روم میں ہیں جناب۔"
"تنہا ہیں؟"
"جی ہاں۔" ملازم نے جواب دیا۔ اور پھر اس نے سٹنگ روم تک میری رہنمائی کی۔ دروازے پر ہلکی سی دستک دی اور اندر سے اجازت مل گئی تب میں اندر داخل ہو گیا۔
"ارے ایڈی۔ آؤ۔" سینی ٹورا بڑی اپنائیت سے بولی اور میں اس کے نزدیک پہنچ گیا۔ آئے؟" اس نے میرے دونوں ہاتھ پکڑ کر مجھے اپنے قریب بٹھالیا۔
"ہاں۔" میں نے گہری سانس لے کر کہا۔
"وہ احمق آگیا' جو مجھ سے عشق کرنا چاہتا تھا؟" سینی نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔ اسے سردار حماقت اب تک یاد تھی۔ مجھے ہنسی آگئی۔
"آگیا ہے سینی! اور ایک بار پھر اسی موڈ میں آیا ہے۔"
"کیا مطلب؟" سینی ٹورا بھی مسکرانے لگی۔
"میں نے اسے تمہارے دوبارہ مل جانے کے بارے میں کچھ نہیں بتایا۔ کیروشیا میرے ساتھ اس نے سمجھا کہ شاید وہ میری محبوبہ ہے۔ اسے دیکھ بہت خوش ہوا اور پوچھنے لگا کہ اسکی کوئی چھوٹی ہے۔"
"اوہ۔" سینی ہنس پڑی۔
"میں نے کہا' ہاں۔ اسکی چھوٹی بہن ہے' اور وہ چھوٹی بہن تمہارے علاوہ اور کون ہو سکتی ہے؟"
"اوہ' کیا مطلب؟" سینی ٹورا پھر ہنس پڑی۔
"وہ تم سے کافی ڈرتا ہے۔ اس دن جب میں نے اس کے عشق کا بھانڈا پھوڑا تھا تو وہ کر حواس ہو گیا تھا۔ آج پھر اسکی وہی کیفیت ہونی چاہئے۔ میں اسے یہاں بلاؤں گا اور تم...... لطف لو گی۔"
"ٹھیک ہے۔" سینی ٹورا بھی ہنس پڑی۔ اور ہم دونوں کافی دیر تک سردارے کے بارے میں کرتے رہے پھر میں نے سینی ٹورا سے اجازت مانگی۔

"میں چلوں' اسے دیکھوں۔ اور ہاں' یہاں ہماری رہائش کا بندوبست بھی ہے؟"
"سر آنکھوں پر" سینی ٹورا پیار سے بولی۔ لمحہ لمحہ بدلنے والی عورت اس وقت بڑے اچھے موڈ میں نی
"مگر میں تنہا نہیں ہوں' اور کسی دوسرے کو میں تمہاری سر آنکھوں کے قریب نہیں دیکھ سکتا۔" میں نے جواب دیا۔ اور سینی ٹورا عجیب سے انداز میں مجھے گھورنے لگی۔ "کیوں۔ کوئی گستاخی ہو گئی؟" میں نے پوچھا۔
"نہیں" وہ کسی قدر مضمحل لہجے میں بولی۔
"ارے سینی ڈارلنگ۔ اچانک کیا ہوا؟" میں اس کے قریب پہنچ گیا۔
"سچ۔ کچھ بھی نہیں۔" وہ اسی انداز میں بولی۔ اور میں نے دونوں ہاتھ اس صوفے کے ہتھے پر ٹکا دیئے' جس پر وہ بیٹھی ہوئی تھی' جھکا اور اس کے ہونٹ چوم لئے' سینی پتھر کے بت کی مانند بیٹھی رہی تھی۔ اس نے میری پذیرائی بھی نہیں کی تھی' نہ ہی روکنے کی کوشش کی تھی۔ اس کی فطرت کو میں کسی حد تک سمجھ گیا تھا چنانچہ میرے بوسے میں وحشت آگئی اور میں نے اس کے ہونٹ بھنبھوڑ ڈالے۔ تب وہ جاگ اٹھی اور اس نے انتہائی قوت سے مجھے اپنے بازوؤں میں جکڑ لیا۔ اب وہ بڑے پر جوش انداز میں میرے بوسے کا جواب دے رہی تھی۔ کافی دیر کے بعد یہ وحشیانہ کھیل ختم ہوا۔
سینی ٹورا اب بھی نڈھال نظر آ رہی تھی۔ "ٹکر کے ملے ہو' خدا کی قسم!" اس نے پھیکے انداز میں مسکراتے ہوئے کہا۔
"کیا مطلب؟"
"زمانے بھر کے چالاک۔ مکار۔ بے رحم۔"
"ارے' ارے۔ اچانک کیا ہوا۔ یہ سارے عہدے مجھے کیسے مل گئے؟"
"مجھے اب بھی تمہارے اوپر یقین نہیں ہے۔"
"اوہ' کیوں؟"
"پھر کسی وقت ذہن میں کلبلاہٹ ہوئی تو بھاگ جاؤ گے۔"
"اوہ' نہیں میری جان۔ اب ایسا بھی کیا۔ اتنا بے مروت بھی نہیں ہوں۔" میں نے اسے چمکارتے ہوئے کہا۔ لیکن دل ہی دل میں' میں سوچ رہا تھا کہ الو کی پٹھی' زندگی گزارنے کے لئے تو ہی رہ گئی ہے۔
"وعدہ کرتے ہو؟"
"ہاں۔ لیکن ایک شرط ہو گی۔"
"کیا؟"
"اگر تمہارا تعلق انٹرپول سے ہو بھی' تو بہرحال تم میرے مفادات کی نگرانی کرو گی۔ اس صورت میں جب تمہیں علم ہو جائے کہ میرا تعلق اس اسمگلر سے نہیں ہے جس کے بارے میں تم شبہ کر رہی ہو۔ اور اگر جو کچھ تم نے کہا ہے' سچ ہے' یعنی تم اسمگلر ہی ہو' تو ہر حال میں مجھے اپنا ساتھی پاؤ گی۔"
"تو تمہیں اب بھی میری بات پر یقین نہیں آیا؟"
"سچ کا برا تو نہیں مانو گی؟"

"نہیں۔"

"تب تمہارا خیال درست ہے' میں ابھی تم پر بھروسہ نہیں کر سکا۔"

"کرلو گے۔ میں اتنی بری بھی نہیں ہوں۔"

"ہاں کر ضرور کرلوں گا۔ اور یہ احساس بھی ہے کہ تم اتنی بری نہیں ہو۔" میں نے کہا۔

"اچھا بس' اب جاؤ۔ میں تمہارے ساتھی کا انتظار کروں گی۔"

"اوکے۔" میں وہاں سے اٹھ آیا۔ سردارے اور کیروشیا ابھی تک ڈرائنگ روم میں تھے۔ میں اندر داخل ہوگیا۔ وہ دونوں ہنس رہے تھے۔ مجھے دیکھ کر کیروشیا بولی۔

"اوہ۔ مسٹر ایڈورڈ۔ مسٹر بنٹو تو بڑے ہی زندہ دل انسان ہیں' انہوں نے ہنسا ہنسا کر پیٹ میں بل ڈال دیئے۔"

"خوب' تو اب آپ کے بل نکالنے کی کوشش کی جائے۔" میں نے کہا۔

"کمال کے آدمی ہیں یہ۔" کیری بولی۔

"اچھا کیری۔ تم اس باکمال شخص سے دوبارہ بھی ملاقات کر سکتی ہو' فی الحال ہمارے رہائشی کمرے کا انتظام کرو۔"

"بہت بہتر۔" کیروشیا جلدی سے اٹھ گئی اور پھر وہ کمرے سے باہر نکل گئی۔ تب میں نے مصنوعی غصے سے گھور کر سردارے کی طرف دیکھا۔

"ہوں۔ یہ کیا حرکت تھی؟"

"حرکت۔ ارے توبہ استاد۔ خدا کی قسم! ایسی کوئی بات نہیں تھی۔" تھوک نگلتے ہوئے بولا۔

"پھر تم اس کی نگاہوں میں اتنے دلچسپ کیوں ہوگئے؟"

"قسم لے لو استاد۔ وہ خود ہی باتیں بناتی رہی۔ میری جرات ہو سکتی ہے استاد۔ کہ کسی استانی پر نگاہ ڈالوں' دل چاہے جیسے قسم لے لو۔"

"تمہیں وہ پسند ہے سردارے؟" میں نے پوچھا۔

"بیحد خوبصورت ہے استاد۔ لیکن اس کی چھوٹی بہن کیسی ہے؟ مجھے تو اس سے دلچسپی ہے۔" سردارے نے کہا۔

"اس سے بھی جلد ہی ملاقات ہو جائے گی۔" میں نے جواب دیا۔ سردارے نے ایک گہری سانس لی۔ پھر گردن ہلاتے ہوئے بولا۔

"ویسے تمہارا بھی کوئی جواب نہیں ہے استاد! خدا کی قسم' بڑے انوکھے ہو' ایسے ایسے اونچے ہاتھ مارتے ہو کہ عقل دنگ رہ جاتی ہے۔ میرا خیال ہے یہ کوئی معمولی گھرانا نہیں ہے۔"

"تو تم نے کیروشیا سے اس کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کی کوشش نہیں کی؟"

"نہیں استاد۔ اب سردارے اتنا ذلیل بھی نہیں ہے۔ اگر اس موضوع پر گفتگو کرنے کی کوشش کرتا تو اس کا مطلب صاف تھا کہ استاد کو کراس کرنے کی کوشش کر رہا ہوں' سردارے سے مرتے وقت بھی اس کی امید مت رکھنا۔"

اور میں گردن ہلانے لگا۔ "اپنے بارے میں نہیں سوچتے سردارے!"

"کیا استاد؟"

"خود کو دیکھ کر بھی میرے اسٹینڈرڈ کا اندازہ کرو۔ مجھے تو آج تک کوئی معمولی انسان نہیں ملا۔ سردارے سے میری دوستی بلاوجہ ہی تو نہیں ہے۔"

"ارے نہیں استاد۔ یقین کرو میں تو کھانے اڑانے والا ایک گھٹیا سا انسان تھا' تمہاری عادتیں دیکھ دیکھ کر بہت کچھ سیکھا ہے۔"

"سردارے!" میں نے سرزنش کرنے والے انداز میں کہا اور سردارے چونک کر مجھے دیکھنے لگا۔ "تم میرے معیار کی توہین کر رہے ہو۔" اور سردارے میری بات سمجھ کر ہنسنے لگا۔

تھوڑی دیر بعد کیروشیا واپس آگئی۔ "آیئے جناب!" اور ہم اٹھ گئے۔ ہمارے رہائشی کمرے کا بھی کوئی جواب نہیں تھا' انتہائی کشادہ انتہائی آرام دہ دو بستر لگے ہوئے تھے' نہایت قیمتی فرنیچر سے آراستہ تھا۔

"ہا۔" سردارے نے ایک گہری سانس لی۔ "اس کا مطلب ہے کہ ڈنمارک میں طویل قیام رہے گا۔"

"ممکن ہے۔" میں نے مختصراً کہا۔

"ہرج بھی کیا ہے استاد۔ ہمیں کون سے مشن پر جانا ہے۔ لیکن وہ چھوٹی بہن۔ ذرا میں بھی اسے دیکھ لوں استاد۔"

"اوہ' بڑے جلد باز ہو۔ ٹھہرو' میں انتظام کرتا ہوں۔" میں نے کہا۔ اور پھر میں سردارے کو وہیں چھوڑ کر کمرے سے نکل آیا۔ سینی ٹورا ابھی تک اسی کمرے میں تھی' میں اس کے پاس پہنچ گیا۔ اور وہ مجھے دیکھ کر استقبالیہ انداز میں مسکرائی۔

"آؤ۔ تم اپنے کمرے میں منتقل ہوگئے؟"

"ہاں۔"

"پسند آیا؟"

"بہت اچھا ہے۔"

"شکریہ' آرام کرو۔ اس کے بعد پروگرام بنائیں گے' ہاں' کوپن ہیگن کی سیر کی؟"

"تھوڑی بہت۔"

"چلیں گے کسی وقت۔ میں تمہیں یہاں کے کلب دکھاؤں گی۔"

"پیشگی شکریہ۔"

"تمہارے ساتھی کی کیا کیفیت ہے؟"

"کیروشیا کی چھوٹی بہن سے ملنے کے لئے بے چین ہے۔"

"تو ملوا دو۔" سینی ٹورا ہنس پڑی۔

"ملواؤ۔ کسی ایسے آدمی سے ملواتا جو پول نہ کھول دے۔" میں نے کہا۔ اور سینی ٹورا نے صوفے کے ہتھے میں لگے بٹن کو دبایا۔ ایک درمیانی عمر کی عورت اندر داخل ہوگئی۔

"سنو۔ مہمانوں کے کمرے میں جاؤ۔ وہاں مسٹر بنٹو موجود ہیں' انہیں بلا لاؤ۔ اور سنو۔ کیا کھوگی لن سے؟"

"مادام سینی ٹورا نے طلب کیا ہے۔"

"ہرگز نہیں۔" سینی ٹورا بولی۔ "ان سے کہنا مادام کیروشیا آپ کو طلب کرتی ہیں۔ اگر تم سے ا
کیا جائے تو جواب دینا کہ کیروشیا کی چھوٹی بہن پورشیا۔"

"جی۔" ملازمہ نے گردن ہلا دی۔

"جاؤ۔" سینی ٹورا بولی اور ملازمہ چلی گئی۔ کیا تم اس کے سامنے رہو گے؟"

"مناسب نہیں ہے۔"

"تب تم اس تاریک گوشے میں چلے جاؤ۔ میں کمرے میں اندھیرا کئے دیتی ہوں۔ یہ لائٹ صرف اس صوفے کو فوکس کرے گی جس پر میں بیٹھی ہوں گی' باقی کمرہ تاریک رہے گا' تم پنٹو کی اور میری کیفیت بخوبی دیکھ سکو گے۔"

"ویری گڈ۔" میں نے ہنستے ہوئے کہا۔ پھر میں کمرے کے ایک گوشے میں چلا گیا اور سینی ٹورا سارے انتظامات مکمل کر لئے۔ چند ساعت کے بعد دروازے پر آہٹ سنائی دی اور پھر ملازمہ کی آواز ابھری۔

"اندر چلے جایئے جناب! وہ اندر موجود ہیں۔" دروازہ کھلا اور سردارے اندر داخل ہو گیا۔ دروازے کے قریب ایک روشنی جل رہی تھی جس سے سردارے صاف نظر آ رہا تھا۔ خودکار دروازہ بند ہو گیا تھا۔

"کیا مطلب؟" سردارے کی متحیرانہ آواز ابھری۔ "یہ دن میں تاریکی کیوں؟

"چلے آیئے جناب۔" سینی ٹورا نے کامیابی سے آواز بدلی۔ اس کی آواز میں بڑا لوچ' بڑی دلکشی تھی۔

"آپ' آپ مس پورشیا؟" سردارے ہکلایا۔

"کیا آپ خوفزدہ ہیں؟" سینی ٹورا اسی آواز میں بولی۔

"ہرگز نہیں۔ لیکن یہ سب کیا ہے؟ یہاں تو بڑی تاریکی ہے۔ مسٹر ایڈورڈ کہاں ہیں اور....." ہلکی سی کلک کی آواز کے ساتھ ایک دائرہ روشن ہو گیا۔ صوفے پر سینی ٹورا نظر آ رہی تھی۔ سردارے نے اسے دیکھا اور اس کے منہ سے دبی دبی چیخ نکل گئی۔ وہ کئی قدم پیچھے ہٹ گیا تھا۔

سینی ٹورا مسکرا رہی تھی۔ "ہیلو۔" اس بار اس نے اصل آواز میں سردارے کو مخاطب کیا۔

"استاد۔ استاد۔ کہاں ہو؟ استانی....." سردارے چیخا۔ اور سینی ٹورا نے قہقہہ لگایا۔

"شاید تم ایڈورڈ کو آواز دے رہے ہو۔" سینی ٹورا نے کہا۔

"کہاں ہیں استاد؟"

"وہ بھی آ پھنسے ہیں۔"

"ہوں' تو دھوکا ہو گیا اور استاد نہایت آرام سے آ پھنسے۔" سردارے نے ہونٹ بھینچ کر کہا۔

"تم مجھ سے ملنے آئے تھے۔"

"نہیں۔"

"کیوں۔ کیا میں اتنی بری ہوں؟" سینی ٹورا لگاوٹ سے بولی۔

"جی نہیں۔ بس استاد کی معشوقہ ہو' اس لئے میں تمہاری طرف بری نگاہ سے نہیں دیکھ سکتا۔" ردارے کا لہجہ اب پرسکون تھا۔ اور میں اس لہجے کو سمجھتا تھا۔ سردارے اب خطرات سے بے نیاز ہو گیا

"کس کی مجال ہے کہ میری طرف بری نگاہ سے دیکھ سکے۔" سینی ٹورا غرائی۔

"رہنے دو بس رہنے دو۔ خطرناک ہو گی اپنے لئے۔ استاد کی وجہ سے عزت کرتا تھا۔ اگر تم میرے ں کی عزت نہیں کرو گی محترمہ۔ تو پھر....." سردارے نے جملہ ادھورا چھوڑ دیا۔

"مگر میں نے تمہیں دوستانہ ماحول میں بلایا ہے۔"

"ایڈورڈ کہاں ہے؟" سردارے نے پوچھا۔

"بہت خوب' اور تم نے مجھے دوستانہ ماحول میں بلایا ہے۔ بہرحال میں تمہاری کیا خدمت کر سکتا وں؟"

"میں ایڈورڈ کے بارے میں معلومات چاہتی ہوں۔"

"کیسی معلومات؟"

"وہ کون ہے؟ اور کیا اس کا تعلق کسی باقاعدہ گروہ سے ہے؟"

"ان معلومات کے لئے تم نے میرا انتخاب کیوں کیا ہے؟" سردارے نے زہریلے لہجے میں پوچھا۔

"میں تمہیں اپنی نگاہ میں ایک اعلیٰ مقام دینا چاہتی ہوں۔"

"اوہ۔ خود تمہارا مقام کیا ہے؟" سردارے نے پوچھا۔

"تمہیں معلوم ہے۔"

"محترمہ۔ کھال میں رہو' میں زیادہ اچھا انسان نہیں ہوں۔ بیشک تم خصوصی صلاحیتوں کی مالک ہو۔ لیکن استاد کے نام پر تمہیں قتل کرنے کی کوشش کر سکتا ہوں اور کامیابی کا یقین بھی رکھتا ہوں۔"

"میں تمہیں اتنی دولت دوں گی پنٹو۔ کہ ساری زندگی عیش کرو گے۔"

"او جانے دے مائی۔ سانوں دولت دا کی کرنا اے۔" سردارے بیساختگی میں پنجابی بول گیا۔

"کیا مطلب؟"

"مادام سینی ٹورا۔ تمہارا انتخاب غلط ہے' بہتر ہے۔ مجھے بھی ایڈورڈ کے ساتھ اسی کمرے میں بند کر دو۔ تم میری زبان کھلوانے کی ہر کوشش میں ناکام رہو گی۔ میں تمہیں چیلنج کرتا ہوں۔ ہاں' تمہاری تسلی کے لئے اتنا بتا دوں کہ ہم قلاش قسم کے آوارہ گرد ہیں' اس کے علاوہ کچھ نہیں۔ چونکہ بے یار و مددگار گھوم رہے ہیں۔ جو کچھ مل جاتا ہے' جہاں سے مل جاتا ہے حاصل کر لیتے ہیں۔ اس کے علاوہ ہماری کوئی حقیقت نہیں ہے۔"

"ہوں۔" سینی ٹورا نے کہا اور پھر اس نے کوئی دوسری روشنی کا بٹن دبایا پورے کمرے میں روشنی پھیل گئی۔ سردارے نے چونک کر چاروں طرف دیکھا اور پھر مجھے دیکھ کر اچھل پڑا۔ میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ تھی۔

"سب سے پہلے ایک بات بتا کر تمہارا اطمینان کر دوں پنٹو! سینی ٹورا نے جو سوالات کئے وہ پروگرام میں شامل نہیں تھے' اس لئے تم یہ نہیں سوچو گے کہ یہ تمہارا کوئی امتحان تھا۔"

"مگر یہ چکر کیا ہے استاد؟"

"کیروشیا کی بہن پورشیا۔" میں نے سینی ٹورا کی طرف اشارہ کیا۔

"تو یہ مذاق تھا۔" سردارے ہونٹ بھینچ کر بولا۔

"ہر طرح سے خوش نصیب ہو ایڈورڈ! یقین کرو' ایسا دوست زندگی میں کہاں ملتا ہے۔ میں پو[ری] زندگی کسی ایسے ساتھی کی تلاش میں سرگرداں رہی ہوں۔" سینی ٹورا نے کہا۔

"پنٹو کی دوستی پر مجھے ناز ہے سینی ٹورا۔"

"مگر وہ پورشیا کہاں ہے استاد؟ میں یہ نہیں پوچھوں گا کہ استانی کہاں سے مل گئیں۔ لیکن پورشیا ضرور ملنی چاہئے۔" سردارے ہونٹ بھینچ کر بولا۔

"کیروشیا کے والدین زندہ ہیں ٹورا؟" میں نے پوچھا۔

"اوہ' نہیں۔ کیوں؟"

"تب تو بڑی دقت ہے' اگر وہ زندہ ہوتے تو ہم ان سے درخواست کرتے کہ پنٹو کے لئے ا[یک] پورشیا ضرور پیدا کر دیں۔ پھر ہم اسے اپنے ہاتھوں سے پروان چڑھاتے اور جوان ہوتے ہی پنٹو کے حوالے کر دیتے۔"

"بس۔ اب میں خاموش رہوں گا۔" سردارے نے منہ پھلاتے ہوئے کہا اور میں ہنسنے لگا۔ ا[سی] وقت ایک ملازمہ نے کمرے میں آنے کی اجازت طلب کی اور سینی ٹورا کی اجازت پر وہ اندر آ گئی۔

"کیا بات ہے؟"

"کال آئی ہے مادام۔" ملازمہ نے جواب دیا۔

"اوہ۔ اچھا۔ اجازت دو گے ایڈورڈ۔ اب لنچ پر ملاقات ہو سکے گی۔"

"اوکے۔" میں نے کہا۔ سینی ٹورا ملازمہ کے ساتھ چلی گئی اور میں سردارے کے ساتھ اپنے کمر[ے] میں آ گیا۔ سردارے کا منہ باقاعدہ پھولا ہوا تھا۔ ویسے سردارے کی جو گفتگو سینی ٹورا سے ہوئی تھی اس [نے] مجھے بے حد متاثر کیا تھا۔ سردارے یوں بھی قابل اعتماد انسان تھا۔ مجھے اس پر پورا بھروسہ تھا لیکن اس کا [یہ] مظاہرہ بھی میری آنکھوں کے سامنے ہو گیا۔

میں اپنے کمرے میں آ گیا۔ "منہ کیوں پھولا ہوا ہے جان من؟" میں نے سردارے کے گال پر [چٹکی] بھرتے ہوئے کہا۔

"پورشیا چاہیے' پورشیا۔" سردارے نے کہا۔

"ابے تو فکر کیوں کرتا ہے' میں تیرے سامنے پورشیاؤں کے انبار لگا دوں گا۔ کیا سمجھتا ہے مجھے؟"

"بس بس رہنے دو استاد۔ تم نے مجھے بہت بے وقوف بنایا۔ اب تو میں یہ بھی نہیں پوچھوں گا کہ استانی کہاں سے آ گئیں۔" سردارے نے منہ پھلائے پھلائے کہا۔

"میں بھی تجھے نہیں بتاؤں گا کہ رات کو میرے اوپر کیا بیتی۔"

"میں پوچھوں گا ہی نہیں کہ کیا ہوا تھا۔"

"اور جبکہ میں تو تجھے بتانے کے لئے بے چین ہوں کہ اسی کیروشیا نے رات کو مجھے ہوٹل میں [کچھ] پلا کر بے ہوش کیا اور پھر اغوا کر لیا۔"

"کچھ بھی ہو جائے استاد۔ میں ہرگز ہرگز نہیں پوچھوں گا کہ وہ تمہیں بے ہوش کر کے اور اغوا [ک]رکے کہاں لے گئی تھی۔"

"[اور] میں بھی ہرگز نہیں بتاؤں گا کہ ہوش میں آنے کے بعد آنکھ کھلی تو میں سینی ٹورا کے سامنے تھا اور وہ آگ ... ن ہوئی تھی۔"

"ارے باپ رے۔ پھر کیا ہوا استاد؟" سردارے جلدی سے بولا اور ہم دونوں ہنس پڑے۔ تب [می]ں نے مختصراً ساری کہانی سنائی اور سردارے منہ پھاڑے سنتا رہا۔ پھر اس نے ایک گہری سانس لی اور بولا۔

"پھر۔ اب استاد۔؟"

"اب کچھ نہیں سردارے۔ برا نہیں ہوا ہے۔ میرے ذہن میں ہلکا سا خیال یہ بھی ہے کہ ممکن ہے [س]ینی ٹورا ٹھیک ہی کہتی ہو اور اس کا انٹرپول سے کوئی تعلق نہ ہو۔"

"اوہ استاد۔ یہ ممکن بھی ہو سکتا ہے۔" سردارے نے سنجیدگی سے کہا۔

"اگر اس کے برعکس بھی ہوا سردارے' تب بھی بس ٹھیک ہی ہے۔ ہمیں یہاں پاسپورٹ حاصل [ک]رنے میں خاصی دشواریاں پیش آتیں اور ٹھیک ہے' سینی ٹورا جب تک چاہے ساتھ لگائے رکھے' نقصان بھی کیا ہے۔"

"ہاں۔ ہم جیسے لاوارثوں کے لئے تو ایسے دم بڑے غنیمت ہوتے ہیں۔" سردارے بولا اور میں خاموش ہو گیا۔ لیکن پھر چند منٹ کے بعد سردارے ہی بولا۔ "لیکن میں اس زیادتی کو بھولا تھوڑی ہوں استاد۔"

"کون سی زیادتی۔؟"

"پورشیا والی۔ تم نے مجھے آس کیوں دلائی تھی۔"

"سردارے!" میں نے پر خیال انداز میں کہا۔

"ہوں۔"

"یہ لڑکی کیری تجھ سے متاثر معلوم ہوتی ہے۔"

"مجھ سے؟"

"ہاں' وہ تجھ سے بڑی دلچسپی سے باتیں کر رہی تھی۔"

"اس میں اس کا کیا قصور ہے استاد۔ میں ہی اس کی جان کھا رہا تھا۔ وہ بے چاری تو بس اخلاقاً میری بکواس برداشت کر رہی تھی۔"

"اوں ہوں۔ تم اس کی صفائی پیش کرنے کی کوشش مت کرو۔ جاؤ کیروشیا تمہیں دی۔"

"کیا؟" سردارے اچھل پڑا۔

"بخش دی۔" میں نے فراخدلی سے کہا۔

"کیوں۔ کیوں استاد۔ یعنی تمہیں واللہ....... کیا کہہ رہے ہو؟" سردارے سچ مچ بد حواس ہو گیا تھا۔

"تجھ سے زیادہ ہے کوئی چیز۔" میں نے سردارے کو پیار سے دیکھتے ہوئے کہا۔

"اوئے۔" سردارے کو پھندا لگ گیا۔ اسے ابھی تک میری بات کا یقین نہیں آیا تھا۔ لیکن میں

نے سنجیدگی سے یہ بات کہی تھی۔ کیروشیا سے عشق تو ہو نہیں گیا تھا اور پھر سینی ٹورا کی فطرت سے واقف تھا۔ پہلے بھی ایسے حالات سے دوچار ہو چکا تھا۔ بیچاری کیروشیا مفت میں ماری جائے گی۔ سردارے ہی کا ہو جائے۔ سینی ٹورا کو بھی اعتراض نہیں ہوگا۔ ظاہر ہے سینی ٹورا یہ بات پسند تو نہیں کرے گی کہ میں اس کی موجودگی میں کیروشیا کو پسند کروں، وہ اس بات سے اپنی توہین محسوس کرے گی۔

"تو استاد۔ پھر میرے لئے کیا حکم ہے؟"

"بس کھانا کھاؤ، عشق کرو اور عیش کرو۔"

"مگروہ۔ تمہارا انداق؟"

"فضول باتوں سے پرہیز کرو۔ لنچ کے بعد تم کیروشیا سے اپنا عشق اسٹارٹ کر سکتے ہو۔"

"تھینک یو ماسٹر، تھینک یو باس۔"

لنچ پر سینی ٹورا تنہا تھی۔ ظاہر ہے کیروشیا یہاں ایک ملازمہ کی حیثیت رکھتی تھی، اسے لنچ پر تو شرکت نہیں کیا جا سکتا تھا۔ سردارے نے البتہ بے چین نگاہوں سے چاروں طرف دیکھا تھا۔ لنچ خاموشی سے ختم ہوا اور اس کے بعد سینی ٹورا نے سردارے کو مخاطب کیا۔

"پینٹو ڈیر! تم آرام کرو اور مجھے مسٹر ایڈورڈ سے کچھ بات کرنی ہے۔"

"اوہ مس سینی ٹورا۔ یہ کیروشیا کہاں ہے؟"

"تم اس سے شام کو ملاقات کر سکتے ہو۔" سینی ٹورا نے خشک لہجے میں کہا۔

"اوہو مس ٹورا۔ میں نہیں، میرا دوست اس سے ملنا چاہتا ہے۔"

"کیا مطلب؟" سینی ٹورا کے لہجے میں نمایاں تبدیلی تھی۔

"بشرطیکہ تمہیں اعتراض نہ ہو۔" میں مسکرایا اور سینی ٹورا بھی بے ساختہ مسکرا پڑی۔ اس نے دیوار میں لگا ہوا ایک بٹن دبایا اور فوراً ہی ایک ملازمہ کمرے میں آ گئی۔

"یس مادام!"

"کیروشیا کو بھیج دو۔"

"جی۔" ملازمہ سر جھکا کر چلی گئی اور چند ساعت کے بعد کیروشیا کمرے میں آ گئی۔

"کیری۔ مسٹر پینٹو کو لے جاؤ۔ اور ہاں انہیں اداس نہ ہونے دینا میں مسٹر ایڈورڈ سے کچھ ضروری گفتگو کر رہی ہوں۔"

"او کے۔ مادام۔" کیروشیا نے کہا اور سردارے منہ پھاڑے ہوئے اس کے ساتھ باہر نکل گیا۔ وہ بہت خوش ہو گیا تھا۔ سینی ٹورا نے مسکراتی نگاہوں سے میری طرف دیکھا۔

"وہ ساری خوبیاں تمہارے اندر موجود ہیں جو ایک انسان کے انتہائی خطرناک ہونے کی نشاندہی کرتی ہیں۔"

"مثلاً؟"

"آؤ۔ یہاں سے اٹھیں، کمرے میں چلیں۔" سینی ٹورا نے کہا۔ اور ہم ڈائننگ ہال سے نکل آئے۔ سینی ٹورا مجھے لئے ہوئے اپنے بیڈ روم میں پہنچ گئی۔ اس نے اندر داخل ہو کر دروازہ بند کیا اور مسہری پر جا گری۔ میں اس کے قریب ہی کرسی گھسیٹ کر بیٹھ گیا تھا۔

"ہاں سینی۔ کون سی خوبیوں کی بات کر رہی تھیں؟"

"تم عورت پرست نہیں ہو۔"

"ہاں۔ عورت پسند ضرور ہوں، عورت پرست نہیں، مگر تم نے یہ بات کیوں کہی؟"

"مجھے کیروشیا تمہیں پسند تھی۔" سینی ٹورا مسکرائی۔

"ایک عورت کی حیثیت سے؟" میں نے پوچھا۔

"ظاہر ہے وہ عورت ہے۔"

"سچ پوچھو ٹورا۔ تو وہ تمہارے عشر عشیر بھی نہیں ہے۔ بحیثیت عورت تم نہایت بھرپور ہو، بس وڑی سی خامیوں کے ساتھ۔"

"اوہ۔ تم بے ایمان ہو، تم نے خود اظہار کیا تھا۔ کہ تم اسے پسند کرتے ہو۔"

"اچھی خاصی تھی۔ لیکن میں نے اسے بہت زیادہ اہمیت تو نہیں دی، ہاں، میرا ساتھی اس پر پھسل گیا ہے۔"

"بہرحال اب تمہارے کیا ارادے ہیں؟"

"سینی ٹورا۔ باز نہیں آؤ گی۔"

"کیا مطلب؟"

"مہمان بلا کر پوچھ رہی ہو کہ دوپہر کو پکنے کا کیا انتظام ہو۔ میری اپنی رائے کیا ہو سکتی ہے، ایک بار پھر تمہارے پاس آ گیا ہوں، جو کچھ تم چاہو گی، وہی پروگرام بن جائے گا۔"

"تمہیں کوئی اعتراض تو نہیں ہوگا ایڈورڈ؟"

"کسی سلسلے میں کوئی بھی اعتراض نہیں۔"

"تب پھر میں انتظامات کر رہی ہوں، تم تھوڑا سا مال لے کر سوئیڈن چلے جاؤ۔ صرف سمندر پار کرنا ہے، چیکنگ اچھی خاصی ہوتی ہے لیکن ہمارے لئے کافی آسانیاں فراہم ہو جائیں گی۔"

"اور تم۔ تم یہیں رہو گی؟"

"تم سوئیڈن سے واپس آ جانا، پھر دوسرا پروگرام بنائیں گے۔"

"تب مجھے کیا اعتراض ہو سکتا ہے۔"

"تو میں تیاریاں کر لوں؟" سینی ٹورا نے پوچھا۔

"ہاں، جو تم کرنا چاہو، کر لو۔ بہرحال میں تمہارا ملازم ہوں۔"

"اچھے ملازم ہو۔ نہ تنخواہ لیتے ہو، نہ حکم مانتے ہو، مرضی کے مالک، موڈی، ہونہہ۔" وہ محبوبانہ انداز میں بولی۔

"ہاں، موڈی، تنخواہ کی ضرورت ہو گی تو لے لیں گے۔" میں نے طویل انگڑائی لیتے ہوئے کہا۔

سینی ٹورا نے صوفے کی پشت سے گردن ٹکائی اور آنکھیں بند کر لیں۔ اس انداز میں وہ بے حد حسین لگ رہی تھی۔ میں نے اسے غور سے دیکھا۔ در حقیقت بحیثیت عورت وہ بے پناہ پرکشش تھی، لیکن صرف اس وقت جب اچھے موڈ میں ہو۔ خدوخال، جب نرم ہوتے تھے تو بہت معصوم ہو جاتی تھی۔ لیکن جو کچھ وہ تھی میں اچھی طرح جانتا تھا۔ اس لئے دھوکا نہیں کھا سکتا تھا۔

چند لمحات کے بعد اس نے آنکھیں کھولیں۔ مجھے دیکھتی رہی اور پھر اس کے چہرے میں نما
تبدیلی پیدا ہو گئی۔

"مسٹر ایڈورڈ۔ میں جانتی ہوں آئندہ آپ پوری ذمہ داری کا ثبوت دیں۔ اور اگر آپ خو
میرے ساتھ تعاون پر آمادہ نہ پاسکیں تو مجھ سے تذکرہ کئے بغیر حرکت نہ کریں گے۔ آپ کیا سمجھتے ہیں کیا
نے کسی ذہنی جذبے کے تحت دوبارہ آپ سے رابطہ قائم کیا تھا۔ اگر آپ کے ذہن میں یہ خیال ہے تو ا
نکال دیں۔ بات صرف یہ تھی کہ آپ میرے مشاغل سے واقف ہو چکے ہیں۔"

پھر پٹڑی سے اتر گئی کمبخت۔ میں نے دل میں سوچا اور میں اس کی وجہ اچھی طرح جانتا تو
سینی ٹورا ان عورتوں میں تھی جو مرد سے نرم رویے کی طالب نہیں ہوتیں' انہیں پتھروں کے دور کا مرد پ
ہوتا ہے' وحشی' جس کا ہر فعل درندگی لئے ہوئے ہو۔ جو عورت پر اس انداز میں جھپٹے جیسے بھیڑیا بھوک
شکار پر۔ جدید دور کے نرم و ملائم' لچکتے ہوئے مرد' جدید نسل ہی کی لڑکیوں کو پسند آسکتے ہیں' حالانکہ دون
صنفیں ایک دوسرے کے برعکس ہونی چاہئیں۔ مرد' کرخت' خشک رو۔ عورت' نرم' ملائم' پھول کی مانن
اور یہی عورت کی طلب ہوگی ہے۔

لیکن میں بھی سینی ٹورا کو اتنا ترسانا چاہتا تھا کہ وہ پاگل ہو جائے اور اس وقت بھی یہی عمل جاری تھ
وہ مجھ سے اس پیار کی طالب تھی' جو پچھلی رات میں نے اسے دیا تھا۔ لیکن اس وقت میں اس موڈ میں نہ
تھا۔ چنانچہ سینی ٹورا کی درشتگی حق بجانب تھی۔

"بہت بہتر۔ آپ کے احکامات کی تعمیل ہوگی۔" میں نے مودبانہ انداز میں کہا اور کھڑا ہو گیا
سینی ٹورا نے مجھے روکنے کی کوشش نہیں کی۔ میں کمرے سے نکل آیا۔ اپنے کمرے کے دروازے کے قری
پہنچا تو سردارے کی آواز ابھری۔

"تم دنیا کی سب سے حسین عورت ہو' سب سے پرکشش۔ میں نے آدھی دنیا کی سیر کی ہے لیکن
شبہ تمہارے جیسی پرکشش عورت روئے زمین پر نہیں مل سکتی۔"

"آپ کا تعلق ایشیا سے ہے' آپ کے باس نے یہی بتایا ہے۔"

"تعلق دنیا کے کسی خطے سے ہو' ہر خطے کے مرد' مرد ہوتے ہیں اور عورت' عورت۔" سردار
نے خوبصورتی سے بات گول کرنے کی کوشش کی۔

"آپ کے چہرے پر بھی میک اپ ہے نا؟"

"ایں۔ ہاں' میک اپ تو ہے۔" سردارے نے کہا۔

"پلیز آپ یہ میک اپ اتار دیں۔"

"اوہ' آخر کیوں؟"

"میں آپ کا اصلی چہرہ دیکھنے کی خواہشمند ہوں۔"

"چہروں سے کیا ہوتا ہے جان من۔ دل دیکھو' جس میں تمہاری صورت فریم ہو گئی ہے۔ ویس
میک اپ بھی اتار دوں گا لیکن بہرحال اس کے لئے باس کی اجازت ضروری ہوگی۔"

"اوہ مسٹر ایڈورڈ۔ واقعی انوکھے انسان ہیں۔"

"اس میں کوئی شک نہیں ہے۔"

"اگر تم بیگی کی شکل ہی دیکھ لیتے تو تمہارے رونگٹے کھڑے ہو جاتے۔ یقین کرو' کوئی بھاڑی
ن ہی اس کے پیٹ پر گر جاتی تو اس کا یہ حال کر سکتی تھی۔ مسٹر ایڈورڈ بڑے انوکھے انسان ہیں۔"

"باس بہت انوکھا ہے۔"

"مگر تم انہیں باس کیوں کہتے ہو۔ کیا تم ان کے ملازم ہو؟"

"غلام ہوں اس کا۔ لیکن اسے پیار سے باس کہتا ہوں۔"

"یہ تمہارے اچھے ہونے کی دلیل ہے' جو تم کسی کے پیچھے بھی اس سے اتنا پیار کرتے ہو۔"

"تم مجھ سے پیار کر کے دیکھو' ساری زندگی نہیں بھولوں گا۔"

"بہت شریر......" اور کیروشیا کی آواز دب گئی۔ میں نے گہری سانس لی۔ اب کمرے میں بھی نہیں
اخل ہو سکتا تھا۔ چنانچہ واپس چل پڑا۔ ایک بار پھر میں سینی ٹورا کے سامنے پہنچ گیا۔ اس پر وہی خشونت
ہاری تھی۔

"کیا بات ہے؟" اس نے پوچھا۔

"ایک بات پوچھنے حاضر ہوا تھا مادام!" میں نے ادب سے کہا۔

"پوچھو۔" اس نے بھنویں اٹھا کر کہا۔

"میں باہر جا سکتا ہوں؟"

"کہاں جاؤ گے؟"

"یہ نہیں بتا سکتا۔" میں نے جواب دیا۔

"تمہارا ساتھی بھی جائے گا؟" سینی ٹورا کسی قدر نرم لہجے میں بولی۔

"اس سوال کی وجہ پوچھ سکتا ہوں؟" میرا لہجہ خشک ہو گیا۔

"کوئی وجہ نہیں ہے۔" سینی ٹورا پھیکے انداز میں مسکرادی۔

"جاؤں؟"

"جاؤ۔ یہ گاڑی کی چابی موجود ہے۔" سینی ٹورا نے ایک چابی میری طرف بڑھادی۔

"شکریہ۔" میں نے چابی تھام لی اور باہر نکل آیا۔ کوئی خاص پروگرام نہیں تھا' بس یونہی آوارہ گردی
کرنے کا موڈ تھا۔ خوبصورت سیاہ رنگ کی کار لے کر میں باہر نکل آیا اور کوپن ہیگن کی رنگین سڑکوں پر چل
پڑا۔

انسانی قدروں کا باغی کوپن ہیگن جنس زدہ نوجوانوں کے لئے جنت سے کم نہیں تھا۔ قدم قدم پر
عریانی سے بھرپور مناظر بکھرے پڑے تھے۔ جدھر منہ اٹھا چلتا رہا۔ اور پھر ایک خوبصورت چوک کے کنارے
کار روک کر کھڑا ہو گیا۔ چوک میں رنگینیاں بکھری ہوئی تھیں' جوڑے مٹر گشت کر رہے تھے۔ پھر چوک پر
سرخ رنگ کی ایک خوبصورت کار آکر رکی۔ اس سے سولہ سترہ سال کی ایک حسین لڑکی نیچے اتری۔ اس کے
جسم پر سیاہ اسکرٹ تھا جس میں وہ بہت خوبصورت نظر آرہی تھی۔

لڑکی نشے میں چور تھی' اس کے قدم لڑکھڑا رہے تھے۔ اس نے چوک کے درمیان کھڑے ہو کر
ایک ہاتھ بلند کیا اور لڑکھڑاتی زبان میں کوئی تقریر کرنے لگی۔ کچھ راہ گیر رک کر اس کی تقریر سننے لگے۔ لڑکی
آہستہ آہستہ پرجوش ہوتی جارہی تھی۔ اس کی آواز تو سمجھ میں نہیں آرہی تھی لیکن حرکات صاف نظر آ

رہی تھیں۔ اور پھر اس نے جوش کے عالم میں اپنا بلاؤز پھاڑ دیا۔ اور میں نے ایک گہری سانس لی۔

مجمع بڑھ گیا تھا اس لئے اب وہ صاف نہیں نظر آ رہی تھی لیکن میں کار سے اتر کر اس کے جانے کی ہمت نہیں کر سکا اور پھر وہاں رکنے کو دل ہی نہ چاہا اور میں نے کار آگے بڑھا دی۔ نہ جانے طبیعت پر ایک بوجھ سا ہو گیا تھا۔ بس بے مقصد سڑکوں پر گھومتا رہا۔ اور جب شام جھک گئی تو ایک ر... میں آ بیٹھا۔

ابھی ایک میز پر بیٹھا ہی تھا کہ ایک سیاہ بالوں والی لڑکی نزدیک پہنچ گئی۔ "بیٹھ سکتی ہوں؟" ا... دلاویز انداز میں پوچھا۔ دل تو چاہا کہ دھتکار کر بھگا دوں لیکن کچھ نہ بول سکا۔ اور جب وہ بیٹھ گئی تو م... سوچا چلو تھوڑی سی تنہائی دور ہو جائے گی۔ اور میں نے اس کے ساتھ شرافت کا برتاؤ کرنے کا فیصلہ کیا۔

"کیا پئیں گی؟"

"پیک جوس۔" اس نے جواب دیا۔ اور میں نے ویٹر کو دو پیک جوس کا آرڈر دے دیا۔ تھوڑی دیر کے بعد دو سرخ گلاس ہمارے سامنے سرو ہو گئے۔ نہایت عمدہ سروس تھی۔

"میرا خیال تھا آپ شراب طلب کریں گی۔"

"کوئی بات نہیں' آپ غلط بھی سوچ سکتے ہیں۔"

"ہاں۔" میں خواہ مخواہ ہنسنے لگا۔

"اور پھر اکیلے پینے میں لطف بھی نہیں آتا۔"

"میں نہیں سمجھا ——" میں نے جوس کا گلاس اٹھاتے ہوئے کہا۔

"میں جانتی ہوں آپ اس وقت بہت پئیں گے۔"

"خوب۔ کیسے جانتی ہیں؟"

"مجھے پراسرار علوم سے بے حد دلچسپی ہے۔ میں انسان کے بارے میں بہت کچھ بتا سکتی ہوں۔"

"آپ سے مل کر بہت خوشی ہوئی۔ کیا نام ہے آپ کا۔" میں نے پوچھا۔

"ڈرینی ہاور۔" اس نے آہستہ سے کہا۔

"میرے بارے میں بھی کچھ بتائیں۔"

"جو آپ پوچھنا چاہیں مسٹر نواز ——" لڑکی نے کہا۔ اور اچانک گلاس پر میری گرفت ہو گئی۔ نواز۔ نواز۔ نواز۔ ایک ہی لفظ میرے کانوں میں گونج رہا تھا۔ لیکن میں نے چہرے پر کوئی تغیر آنے نہ دیا۔ میں خاموشی سے اس کی آنکھوں میں دیکھتا رہا اور وہ مسکراتی رہی۔

"آپ خود ہی بتا دیں مس ڈرینی۔" چند منٹ کے بعد میں نے آہستہ سے کہا۔

"اوہ۔ کیا میں آپ کو اطلاع دوں مسٹر نواز کہ پرسوں رات' غلام سیٹھ گلیمرس اسٹور میں کا انتظار کرے گا۔" ڈرینی نے کہا اور میرے پورے بدن میں گرم گرم چنگاریاں دوڑنے لگیں۔ میں گلاس بھی نہ تھام سکا اور میں نے اسے آہستہ سے نیچے رکھ دیا۔ پھر میں نے سرسری نگاہوں سے چاروں طرف دیکھا۔ اور پھر آہستہ سے بولا۔

"کون غلام سیٹھ۔؟"

"کچی شراب میووں سے بھی بنائی جاتی ہے۔" اس نے ایک کوڈ دہرایا۔ اور اب شبہ کا کوئی

ں تھا۔ "کیا وہ کوپن ہیگن میں موجود نہیں ہے۔" میں نے آہستہ سے پوچھا۔

"اس وقت نہیں۔!"

"یہاں کب پہنچ رہا ہے؟"

"کل شام۔ یا پرسوں صبح۔ بہرحال پرسوں رات ساڑھے گیارہ بجے۔"

"اس کی حفاظت کا معقول بندوبست ہے کہ نہیں۔" میں آہستہ سے غرایا۔

"بعض معاملات میں میرا علم بھی میرا ساتھ نہیں دیتا۔ بہرحال جتنا علم تھا میں نے تمہیں بتا دیا۔ اب جوس پینے کے بعد یہاں سے اٹھوں گی کسی اور گاہک کو تلاش کروں گی یوں اظہار کرو۔ جیسے میرا تمہارا واسطہ نہیں ہوا۔" اس نے کہا اور میں خاموشی سے اسکی شکل دیکھتا رہا!

"اور ہاں۔ اگر کوئی میرے ساتھ بدتمیزی بھی کرے تو خیال نہ کرنا۔ یہ ضروری ہے۔ ویسے دل میں میرے لئے برائی بھی مت رکھنا کیونکہ میں پیشہ ور نہیں ہوں۔" اس نے گلاس کا آخری گھونٹ لیا۔ پھر اس نے میرے گال کو بوسہ دیا اور ایک طرف بڑھ گئی۔

☆ ☆ ☆

میرے بدن میں سنسنی دوڑ رہی تھی۔ اطلاع اس قدر اچانک اور اتنے انوکھے انداز میں ملی تھی کہ میں دنگ رہ گیا۔ ویسے تو یہ حقیقت تھی کہ غلام سیٹھ کے تربیت یافتہ لوگ کسی سے کم نہیں تھے۔ انتہائی ذہانت کے مالک۔ اب اس لڑکی کی مثال ہی لے لی جائے۔ اس سے عمدہ ترکیب کونسی ہو سکتی تھی کہ وہ کسی کال گرل کے انداز میں مجھ تک پہنچ سکے۔ اگر کوئی دیکھ بھی لے تو شبہ کرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ کوپن ہیگن کے سارے ہوٹل ایسی لڑکیوں سے بھرے پڑے تھے۔ اور یہاں کوئی تنہا آدمی اگر ساتھی کی ضرورت محسوس کرتا تو اسے کوئی دقت نہیں ہوتی تھی۔ اب وہ کسی دوسرے گاہک کو پھانسے گی۔

اور شاید شبہے کو بالکل ہی ختم کرنے کے لئے اس کے ساتھ رات بھی گذارے۔ میں نے گہری نگاہوں سے پورے ہال کا جائزہ لیا۔ لیکن کوئی بھی میری طرف متوجہ نہیں تھا۔ سوائے ایسی چند لڑکیوں کے' جو چہرے ہی سے شکاری معلوم ہو رہی تھیں اور کسی گاہک کی تلاش میں تھیں۔ لیکن اس وقت تو ذہن ہی قابو میں نہیں تھا۔ خود کو پر سکون کرنے کے لئے کسی چیز کی ضرورت محسوس ہو رہی تھی' اعصابی تناؤ بے حد تھا۔ میں نے رومال سے چہرہ صاف کرتے ہوئے ویٹر کو اشارہ کیا۔ اور ویٹر میرے نزدیک پہنچ گیا۔

"وہسکی۔" میں نے کہا۔ اور وہ گردن جھٹک کر چلا گیا۔ چند منٹ کے بعد اس نے وہسکی لا کر رکھ دی۔ شاید پوری زندگی میں پہلی بار میں نے وہسکی کی ضرورت محسوس کی تھی۔ کئی نیٹ پیگ پینے کے بعد کسی قدر سکون کا احساس ہوا۔ یہاں سے اٹھنے سے قبل میں خود کو نارمل کر لینا چاہتا تھا۔ چنانچہ کافی دیر تک بیٹھا رہا۔ اور جب احساس ہوا کہ اعصابی تناؤ تقریباً ختم ہو گیا ہے۔ بس دل کے اندرونی گوشوں میں ایک سنسنی خیز کیفیت باقی ہے' تو میں نے ویٹر سے بل منگایا۔

ہوٹل سے باہر نکل کر کار میں بیٹھتے ہوئے۔ میں نے گلیمرس اسٹورز کے بارے میں سوچا۔ مقامی ایجنٹ ایک گھٹیا آدمی تھا۔ لیکن بہرحال اس وقت پوزیشن دوسری تھی۔ میں نے سوچا اسے ٹیلیفون کر لوں۔ گو یہ ایک خطرناک کام تھا۔ لیکن بہرحال تسلی کر لینا ضروری تھا۔ چنانچہ میں کار میں بیٹھ ایک پبلک کال

بوتھ کی طرف چل پڑا۔ میں نے سوچا تھا کہ ایک فون سینی ٹورا کو بھی کروں گا۔ تاکہ اگر میری نگرانی پر موجود ہے اور وہ سینی ٹورا کو اطلاع بھی دے تو وہ اندازہ لگا لے کہ میں نے اسے فون کیا ہے۔

میں نے سکے ڈال کر گلیمرش اسٹورز رنگ کیا۔ اور دوسری طرف سے کسی لڑکی نے فون ریسیو کیا۔

"مسٹر ڈکنز سے گفتگو کرنی ہے۔" میں نے کہا۔

"ہولڈ آن پلیز۔" لڑکی کی آواز سنائی دی۔

"ڈکنز۔" چند ساعت کے بعد ڈکنز کی آواز سنائی دی۔

"کچی شراب میووں سے بھی بنائی جاتی ہے؟"

"ہاں۔ لیکن اس میں ترشی ہوتی ہے۔" دوسری طرف سے جواب ملا۔ جواب تسلی بخش تھا۔

"مسٹر ڈکنز۔!"

"کون ہو تم۔؟" دوسری طرف سے آواز غرائی ہوئی سی تھی۔ "کیا یہاں آ کر نہیں مر سکتے تھے۔"

"سوری۔ بات ہی ایسی تھی۔"

"نمبر بتاؤ۔"

"افسوس ابھی تک کوئی نمبر نہیں مل سکا۔ ویسے آپ این ڈبلیو زیڈ سمجھ سکتے ہیں۔"

"اوہ۔ اوہ۔ شرمندہ ہوں جناب۔ میں سمجھا کوئی مقامی کارکن ہے۔" ڈکنز کی آواز میں بوکھلاہٹ تھی۔

"کوئی بات نہیں ہے۔"

"کیا اطلاع آپ تک پہنچ گئی۔؟" ڈکنز نے پوچھا۔

"سب ٹھیک ہے؟" میں نے پوچھا۔

"بالکل۔ معاف کیجئے' کوئی اور طریقہ سمجھ میں ہی نہیں آیا۔ بیشمار کارکن آپ کی مختلف تصاویر لے کر پورے شہر میں پھیلے ہوئے ہیں۔"

"شیر کہاں دہاڑ رہا ہے؟"

"اس بارے میں نہیں معلوم۔ بس پرسوں شو ہو رہا ہے۔"

"کس وقت؟"

"ٹھیک نو بجے۔!"

"او کے۔" میں نے فوراً فون بند کر دیا اور دوبارہ سکے ڈال کر سینی ٹورا کے رہائش گاہ کے نمبر ڈائل کئے۔ اتفاق سے دوسری طرف سینی ٹورا ہی نے فون ریسیور کیا تھا۔ میں نے اس کی آواز پہچان لی۔

"خادم بول رہا ہے۔" میں نے چہکتی آواز میں کہا۔

"کہاں ہو ایڈورڈ۔؟"

"خوب۔ میری آواز پہچان گئیں۔؟"

"کیوں نہیں۔ مگر ہو کہاں۔؟"

"فی الحال تو ایک پبلک کال بوتھ میں ہوں۔"

"اوہ۔ فون کیوں کیا ہے۔؟"

"کوپن ہیگن کی حسین زندگی نے ذہنی کیفیت خراب کر دی ہے۔ رات کسی حسین جگہ گذارنا چاہتا ہوں۔ میں نے خود کو کبھی ایک متقی انسان ثابت کرنے کی کوشش نہیں کی۔"

دوسری طرف خاموشی چھا گئی۔ اور جب کوئی آواز نہیں آئی تو میں نے کہا۔ "ہیلو۔!"

"سن رہی ہوں۔"

"جواب چاہتا ہوں۔"

"کس حیثیت سے جواب دوں؟" سینی ٹورا کی آواز میں ہلکی سی خفگی تھی۔

"اس کا تعین خود کر لو۔" میں نے لاپرواہی سے کہا۔

"تو یوں سمجھو۔ تمہیں کسی بات سے نہیں روک سکتی۔ لیکن مناسب سمجھو تو ایک پیشکش کر سکتی ہوں۔"

"ضرور۔!"

"واپس آ جاؤ۔ ہر قسم کے انتظامات یہیں ہو جائیں گے۔!"

"اوہ۔ واقعی۔؟"

"وعدہ۔" سینی ٹورا نے کہا۔

"او کے۔" میں نے کہا۔ اور فون بند کر دیا۔ پھر کسی قدر مطمئن ہو کر وہاں سے نکل آیا۔ اعضا کی کھچاوٹ ختم ہو چکی تھی۔ بہرحال غلام سیٹھ کے بارے میں سن کر خوشی ہوئی تھی۔ پہلی بار مجھے احساس ہوا کہ اس شخص سے کسی حد تک لگاؤ بھی ہے۔ کار ڈرائیو کرتے ہوئے اس لگاؤ کے بارے میں سوچا تو احساس ہوا کہ یہ شخص غلط لائنوں پر کام کرتا ہے۔ لیکن بہرحال میری زندگی کو اس نے بہت بڑا سہارا دیا ہے اور ہمیشہ مجھ سے مخلص رہا ہے۔ میں خود ہی بے نیاز انسان تھا لیکن اس نے کسی طرح میری حق تلفی نہیں کی اور میرے مفادات کا خیال رکھا۔ بلا مبالغہ اس نے مجھے شہزادوں کی سی زندگی بسر کرائی تھی۔ ہر جگہ میرے ساتھ پورا پورا تعاون کیا گیا تھا۔ اس نے مجھے حیثیت ہی وہ دی تھی کہ کہیں بھی چلا جاؤں دوسرے میرے احکامات کی تعمیل کریں۔ بہرحال ذہنی طور پر بلکہ لاشعوری طور پر میں غلام سیٹھ کو پسند کرتا تھا۔ اس پر پہلے کبھی غور نہیں کیا تھا۔

تھوڑی دیر بعد میں واپس سینی ٹورا کی خوبصورت رہائش گاہ پر پہنچ گیا۔ سینی ٹورا اپنے کمرے میں میری منتظر تھی۔ اس نے مسکراتے ہوئے میرا استقبال کیا تھا۔

"کیا ہو گیا نواز۔ کیوں پٹڑی سے اتر گئے۔" وہ ہنستے ہوئے بولی۔

"فضول بکواس۔ سب کچھ بکواس۔" میں نے ایک صوفے میں گرتے ہوئے کہا۔

"ارے۔ ارے۔ کس سے ناراض ہو گئے؟" سینی ٹورا خلاف معمول بڑے اچھے موڈ میں تھی۔

"ساری دنیا سے۔" میں نے برا سامنہ کہا۔

"چچ۔ چچ۔ کیا قصور ہو گیا دنیا بے چاری سے۔؟"

"بس خود میں اس طرح الجھالیتی ہے کہ انسان گھن چکر بن کر رہ جاتا ہے۔ باہر حسن بکھرا ہوا ہے۔ قابل حصول۔ لیکن۔ ہم جیسے لوگوں کے لئے بے کار۔"

"کیوں۔ بے کار کیوں۔؟"

"بس دل نہ جلاؤ۔ یہ بھی کوئی زندگی ہے۔ دوسروں کے رحم و کرم پر۔ ایک طرف پولیس خواہ مخواہ پیچھے پڑ گئی ہے۔ دوسری طرف دوسری پابندیاں۔!"

"اوہ۔ تمہارے اوپر کوئی پابندی تو عائد نہیں کی گئی۔" سینی ٹورا نے کہا۔ "تم نے کچھ وعدہ کیا تھا؟"

"ہاں اور پورا کرنے کو تیار ہوں۔"

"پھر انتظار کس بات کا ہے؟" میں نے اسے گھورتے ہوئے کہا اور سینی ٹورا نے ایک بیل بجادی۔ ایک خوبصورت سی لڑکی اندر داخل ہو گئی تھی۔

"کیا پوزیشن ہے۔؟"

"کام مکمل ہو گیا ہے، مادام۔" لڑکی نے جواب دیا۔

"ایڈورڈ کو نہایت احترام کے ساتھ لے جاؤ۔ ان کے دل میں کوئی حسرت باقی نہ رہے۔" سینی ٹورا نے کہا۔ اور لڑکی میرے سامنے آکر جھک گئی۔ میں نے سینی ٹورا کی طرف دیکھا۔ اس کے چہرے کی کیفیات میرے لئے کافی دلچسپ تھیں۔ صاف ظاہر ہو رہا تھا کہ اسے ذہنی کوفت ہو رہی ہے۔ میں لڑکی کے ساتھ باہر نکل آیا۔ لڑکی میرے ساتھ چل رہی تھی۔ میں نے اس کی چال میں کافی دل کشی پائی۔ بہرحال وہ مجھے ایک دروازے کے قریب لے گئی اور پھر اس نے دروازہ کھول دیا۔

دوسری طرف کافی بڑا اور روشن ہال تھا۔ ہال میں چھ لڑکیاں بیٹھی ہوئی تھیں۔ ایک سے ایک خوبصورت۔ دلکش خدوخال۔ متناسب بدن۔ انہوں نے نیم عریاں لباس زیب تن کئے ہوئے تھے۔ درمیان میں نہایت قیمتی صوفہ پڑا ہوا تھا۔ موٹا قالین بچھا ہوا تھا۔ بڑا ہی حسین منظر تھا۔

مجھے دیکھ کر وہ سب کھڑی ہو گئیں۔ میرے ساتھ آنے والی لڑکی مجھے ان کے قریب لے گئی۔ اور پھر اس نے مسکراتے ہوئے ایک لڑکی کی طرف اشارہ کیا۔ ڈوپلہ مورتن۔ سینی جرکن۔ سولن بیکر۔ سونیلا بشکن۔ اس نے تمام لڑکیوں کا تعارف کرایا اور لڑکیاں تکریم کے انداز میں جھکتی رہیں۔

"یہ آپ کے ہر حکم کی تعمیل کریں گی۔"

"بہت خوب۔ اور تم۔؟"

"مم۔ میں۔ جو آپ حکم دیں۔" میرے ساتھ آنے والی لڑکی گھبرا گئی۔

"اوکے ڈارلنگ۔ تب تم میرے ساتھی کو یہاں بھیج دو۔" میں نے لڑکی کے شانے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔ "کیا وہ یہاں موجود ہے؟"

"جی ہاں۔ مس کیروشیا کے ساتھ ان کے کمرے میں۔" لڑکی نے جواب دیا۔

"اس سے کہو تمہارا باس طلب کرتا ہے۔؟"

"بہت بہتر۔" لڑکی ہال سے نکل گئی۔ اور میں صوفے کی طرف بڑھ گیا۔ صوفے پر بیٹھ کر میں نے لڑکیوں کی طرف دیکھا۔ سب کی سب دلچسپی سے میری طرف دیکھ رہی تھیں۔

"موسیقی۔" میں نے کہا۔ اور ایک لڑکی ایک دیوار کی طرف بڑھ گئی اس نے ایک نظر نہ آنے والے سوئچ کو دبایا۔ اور دیوار سے موسیقی منتشر ہونے لگی۔ نہایت خوبصورتی سے دیواروں میں اسپیکر چھپائے گئے تھے۔ پھر ایک اور لڑکی نے ایک دوسری دیوار کا بٹن دبایا اور بٹن کے نیچے دیوار کا ایک حصہ

ڈھکن کی طرح کھل گیا۔ خلا میں دنیا کی اعلیٰ ترین شراب کی بوتلیں اوپر سے نیچے تک چنی نظر آ رہی تھیں اور پھر وہ الماری اپنی جگہ چھوڑ کر آگے بڑھ آئی۔ خودکار ٹرالی تھی جو پہیوں پر لڑھکتی اسی طرف آ رہی تھی اور لڑکی اس کے ساتھ ساتھ چل رہی تھی۔ ٹرالی میرے بائیں سمت آکر رک گئی۔

"بہت خوب۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"کونسی پیش کروں جناب۔" لڑکی نے ٹرالی کے ایک حصے پر بیٹھتے ہوئے کہا۔

"کیا نام ہے تمہارا؟" میں نے اس سے پوچھا۔

"شراب۔" لڑکی نے جواب دیا۔

"اوہ۔ تب پھر میں تمہیں ہی پیوں گا۔!" میں نے کہا۔

"حاضر ہوں۔" لڑکی نے سر جھکا دیا۔ بڑی دلکش ادا تھی۔ لیکن میرے ذہن میں تردد تھا۔ میں نے سینی ٹورا سے فرمائش تو کی تھی۔ لیکن وہ صرف فون کرنے کی بات تھی جو احتیاطاً کی گئی تھی۔ سینی ٹورا پوری سنجیدگی سے یہ سب کچھ کر دے گی اس بات کا مجھے خیال نہیں تھا۔ لیکن میں سینی ٹورا کی اس کیفیت سے بھی لطف اندوز ہو رہا تھا۔ جو اس کے اندر پیدا ہو گئی تھی۔ بہرحال میں زیادہ نہیں سوچ سکا۔ سروارے۔ ہال کے دروازے سے اندر داخل ہوا تھا۔ اس وقت تمام لڑکیاں میرے چاروں طرف بیٹھی ہوئی تھیں اور شاید میں دروازے کی طرف سے نظر بھی نہیں آ رہا تھا۔

سروارے کا چہرہ ہونق ہو گیا۔ وہ احمقانہ انداز میں چاروں طرف دیکھ رہا تھا۔ پھر اس نے سوالیہ نگاہوں سے ساتھ آنے والی لڑکی کی طرف دیکھا۔

"مسٹر ایڈورڈ۔" لڑکی نے میری طرف اشارہ کیا۔ اور سروارے دوڑتا ہوا میرے نزدیک پہنچ گیا۔

"اوہ۔ باس۔ خدا کی پناہ۔ واقعی موجود ہو۔" اس نے مجھے دیکھ کر ٹھٹھکتے ہوئے کہا۔

"کیوں۔ یہ لڑکی تم سے مذاق کر سکتی تھی۔؟" میں نے مسکرا کر کہا۔

"ہا ـــــــ" سروارے ایک طویل سانس لے کر بولا۔ "تم مجھے کبھی خوش نہ ہونے دو گے نوازے۔!"

"خیریت۔؟"

"کیروشیا کو تم نے جس فراخ دلی سے مجھے بخش دیا تھا' میں اس پر عش عش کر اٹھا تھا۔ لیکن میں نے سوچا تھا کہ شاید یہ ایثار صرف استانی کی وجہ سے ہے۔"

"کیا سوچ رہے ہو۔؟"

"بس یہی سوچ رہا ہوں ڈیئر سروارے۔ باس کے مقابلے میں تم اے گریڈ کے گدھے ہو۔ سروارے ایک ایک لڑکی کو گھورتے ہوئے بولا اور میں ہنس پڑا۔

"بیٹھو۔ اونٹ کی طرح منہ اٹھائے کیوں کھڑے ہو؟" میں نے کہا اور سروارے ایک گہری سانس لے کر بیٹھ گیا۔

"روزانہ چھ کا کوٹہ بندھا ہے استاد؟" سروارے نے رازدارانہ انداز میں پوچھا۔

"چھ صبح چھ شام۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"تو۔ دوپہر کو کیا کرتے ہو۔؟"

"قیلولہ کرتا ہوں۔ اور تمہاری اس بکواس کرنے والی زبان کا ماتم کرتا ہوں۔" میں نے اس کی پہ دھول جماتے ہوئے کہا۔

"بہرحال استاد۔ خوب ہو۔ مگر اس وقت مجھے کیوں بلایا تھا۔؟"

"کیا کر رہے تھے؟"

"کیروشیا کے اشعار سن رہا تھا۔ ویسے بہت چالاک ہو استاد۔ تمہیں پتہ چل گیا ہوگا کہ وہ شعر ہے۔" سردارے برا منہ بنا کر بولا۔ اور میں ہنس پڑا۔

"تو وہ شاعر ہے؟"

"کمبخت کے ایک شعر کی داد دیدی تھی۔ اب اس وقت تک پٹھے پر ہاتھ نہیں رکھنے دیتی تک اس کی دو چار نظمیں نہ سن لو۔ ارے' یہ شاعر تمام جگہوں کے یکساں ہوتے ہیں۔ کم از کم اس جدید کے لوگوں سے تو ایسی توقع نہیں تھی" سردارے نے درد بھرے لہجے میں کہا۔ اور میں ہنس دیا۔

"اگر شاعر ہے تو اس کے احساسات بھی لطیف ہوں گے۔ اتنی خوبصورت لڑکی۔ اور پھر احساسات کی مالک۔ تم تو بہت خوش نصیب ہو سردارے۔"

"استاد۔ خدا کے لئے اسے واپس لے لو۔ یا پھر اتنی مدد تو کر دو کہ اس کے اشعار تم سن لیا کر اس کے بعد اسے میرے حوالے کر دیا کرو۔ بیشک حسین ہے۔ دلکش ہے لیکن شعر بھی تو سناتی ہے" سردارے کراہ کر بولا۔

"تم سے خوش ہے؟"

"کیوں خوش نہ ہو گی۔ مجھ جیسے مظلوم لوگ اسے کہاں سے ملیں گے۔" سردارے بے چارگی سے بولا۔

"تو تم سیر نہیں ہوتے؟"

"اس سے پہلے تھا۔ لیکن اب تمہارے عیش دیکھ کر پھر سے احساس کمتری کا شکار ہو گیا ہوں۔"

"ٹھیک ہے۔ پھر آج رات یہیں گذارو۔"

"اوہ' سچ استاد۔" سردارے خوش ہو گیا۔

"ہاں۔ اس سے کیا کہہ کر آئے ہو۔؟"

"میں نے تو کچھ کہا نہیں۔ بس تمہارا ابلاوا املا۔ آگیا۔ وہ اپنے کمرے میں میرا انتظار کرے گی۔"

"کوئی حرج نہیں ہے۔ جب تم نہیں جاؤ گے تو خود تھک ہار کر سو جائے گی۔"

"ہاں ہاں اور کیا۔ میں کیا اس کا شوہر ہوں جو جواب طلب کرے گی۔" سردارے نے کہا۔ "تھوڑا سا نقصان ہو گیا۔ تھوڑی دیر پہلے ہی بلا لیتے استاد۔!"

"کیوں۔ نقصان کیوں ہو گیا؟"

"بس آخری نظم سنا رہی تھی جو بقول اس کے آج ہی ہوئی تھی۔ تین غزلوں کا نقصان ہو گیا۔ مطلب ہے کوٹے کی تین غزلیں سنا چکی تھی۔ خیر کوئی بات نہیں۔ کل کہہ دوں گا کہ صرف ایک سنائے۔ تین ادھار میں چکائے۔" اور میں پھر ہنس پڑا۔ کمبخت بڑا ہی مسخرہ تھا۔

"بڑے ابوالہوس انسان ہو۔ تمہارا کبھی دل ہی نہیں بھرتا۔"

"سچ استاد۔ نہ جانے لوگ ایک شادی کر کے زندگی کیسے گذار لیتے ہیں۔ اس ایک عورت کے ساتھ زیادہ سے زیادہ ایک ماہ گذارا کر سکتا ہوں۔" سردارے نے کہا اور میں نے ایک طویل سانس لی۔

"ٹھیک ہے سردارے۔ بس تم ان چھ کو لے کر چھ ماہ کے لئے کسی جزیرے پر چلے جاؤ۔"

"اوہ۔ ایک ایک کر کے دو استاد۔ ورنہ ایک ماہ بعد یہ سب واپس۔ مگر استاد مذاق اپنی جگہ' کیا یہ مادام سینی ٹورا واقعی ایسی ہی نیک دل خاتون ہیں۔ انہوں نے ہمارے لئے بہت کچھ کیا ہے' اسے فراموش نہیں کیا جا سکتا۔"

"واقعی' واقعی۔ تو اس کی شان میں قصیدے لکھ دے۔"

"اوہ۔ شاعروں کی باتیں مت کرو استاد۔ طبیعت الٹنے لگتی ہے۔ سچ اس نے مرجانے کی حد تک بور کر دیا ہے۔"

"میں جاؤں سردارے؟" میں نے پوچھا۔

"ایں۔ کہاں استاد۔"

"بس تو ان سب کو سنبھال۔"

"ارے نہیں استاد۔ اب ایسا بھی نہیں ایک آدھ تم بھی لے جاؤ۔" سردارے نے فراخ دلی سے کہا اور میں ہنس پڑا۔

"بس پھر ٹھیک ہے۔ ان کا رقص دیکھیں گے۔ اور اس کے بعد انہیں رخصت کر دیں گے۔"

"ارے ارے۔ اس قدر دل بھر چکا ہے استاد۔ مگر تمہارا یار تو بھوکا ہے۔"

"تم بعد میں ان سب کو نگل جانا۔ مجھے اعتراض نہیں ہو گا۔" میں نے کہا اور پھر میں نے لڑکیوں سے رقص کی فرمائش کر دی۔ میرے حکم کی فوری تعمیل ہوئی۔ اور لڑکیاں مشرقی رقص کرنے لگیں۔

کافی دیر تک وہاں رہا۔ پھر سردارے کو ان کے حوالے کر کے واپس آگیا۔ اور اپنے کمرے میں دبک کر آرام سے سو گیا۔ دوسری صبح کسی کی انگلیوں کے لمس سے آنکھ کھلی۔ خاصا دن چڑھ آیا تھا۔ آنکھیں کھولتے ہی سینی ٹورا کا چہرہ نظر آیا۔ دھلا دھلا' نکھرا نکھرا۔ مجھے آنکھیں کھولتے دیکھ کر وہ مسکرا دی اور کمبخت کافی حسین نظر آئی۔

میں چند لمحے اسے دیکھتا رہا۔ پھر اٹھ گیا۔ "کیا وقت ہو گیا سینی؟"

"پونے دس۔" سینی ٹورا نے جواب دیا۔

"ارے بہت دیر ہو گئی مجھے۔"

"تم کون سے کسی کے ملازم ہو۔ کونسا تمہیں نوکری پر جانا ہے۔ اٹھو باتھ روم جاؤ۔ پھر ناشتہ کریں گے۔"

"ناشتہ ابھی نہیں کیا گیا۔؟"

"نہیں۔۔۔۔۔!"

"میری وجہ سے۔؟"

"ہاں۔ تمہاری وجہ سے۔"

"تب تو مجھے افسوس ہے۔ میں ابھی آیا۔" میں باتھ روم کی طرف دوڑ گیا۔ سینی ٹورا مسکراتی رہی

تھی۔ باتھ روم میں' میں نے زیادہ دیر نہیں لگائی۔ سینی ٹورا اسی جگہ بیٹھی ہوئی تھی۔ اس کے انداز
انوکھی تبدیلی آئی تھی۔ بڑی نرم و ملائم نظر آرہی تھی۔ اس کی آنکھوں میں پیار کی پرچھائیاں تھیں۔
میں اس کے ساتھ ناشتے کے کمرے میں پہنچ گیا۔ اور سینی ٹورا میرے ساتھ بیٹھ گئی۔

"دوسرے لوگ۔ نیٹو وغیرہ۔" میں نے کہا۔

"وہ ناشتہ کرچکے ہیں۔"

"اوہ۔ صرف تم۔ میرا مطلب ہے تم نے ناشتہ کیوں نہیں کیا۔؟"

"اب اتنی بری بھی نہیں ہوں۔" وہ مسکراتے ہوئے شکایت آمیز انداز میں بولی۔

"کیوں؟ اس میں برا ہونے کی کیا بات ہے۔؟"

"تمہارے بغیر ناشتہ کیسے کرلیتی۔"

"آج ضرورت سے زیادہ اچھی لگ رہی ہو۔" میں نے ہنستے ہوئے کہا۔

"اس کی وجہ ہے۔" سینی ٹورا آنکھیں بند کرکے ایک ادا سے بولی۔

"اوہ کیا؟"

"تم خود بھی تو پیارے' انسان ہو۔!"

"اوہو ------ آج یہ احساس کیسے ہوگیا۔؟"

"تم نے دلایا ہے۔"

"بہت خوب۔ کس طرح۔؟"

"میں کیوں بتاؤں۔" سینی ٹورا نے کہا۔ درحقیقت آج تو وہ بالکل ہی بدل گئی تھی۔ میں
سے ناشتہ کرتے ہوئے اسے دیکھتا رہا۔ خوبصورت تو وہ یقیناً تھی۔ بس اس کی جسامت اور خونخوا
اسے عام لڑکیوں سے مختلف کرتی تھی' ورنہ اسے ایک دلکش لڑکی کہا جاسکتا تھا۔ آج وہ بالکل ایک عا
لگ رہی تھی۔

"بتا بھی دو جانم۔"

"واقعی۔؟"

"ہاں۔"

"رات کو کیا ہوا تھا۔" سینی ٹورا نے کہا اور اچانک میرے ذہن میں سنسناہٹ ہونے لگی۔
نے اپنے اعصاب پر قابو رکھا تھا۔

"کیا ہوا تھا۔" میں نے انڈا نگلتے ہوئے کہا۔

"تم نے ان لڑکیوں کو کیوں ٹھکرا دیا۔؟"

"اوہ۔" میں نے ایک گہری سانس لی۔ "کیا انہوں نے شکایت کی تھی۔؟"

"ہاں۔ انہوں نے اپنی زبردست توہین محسوس کی تھی۔ تم انہیں نچاتے رہے۔ کسی کی د
راغب نہ ہوئے اور آخر میں اپنے ساتھی کے حوالے کرکے چلے آئے اور آرام سے سوگئے۔"

"تب تو تمہیں مجھ سے ناراض ہونا چاہئے تھا۔"

"اگر تم انہیں قبول کرلیتے تو ناراض ہوجاتی۔"

"ارے کیوں۔؟"

"میں خود جو تمہیں چاہتی ہوں۔" سینی ٹورا نے کہا۔ اور میں نے ایک گہری سانس لی۔ اس کے بعد
خاموشی سے ناشتہ کرتا رہا۔ سینی ٹورا بھی خاموش تھی۔ یہاں تک کہ ناشتہ ختم ہوگیا۔ تب وہ کافی کا گھونٹ
کر پیالی رکھتے ہوئے بولی۔ "کیوں' خاموش کیوں ہوگئے ایڈورڈ۔؟"

"بس تمہاری انوکھی فطرت کے بارے میں سوچ رہا تھا۔" میں نے کہا۔

"انوکھے تو تم بھی ہو میری جان۔ ساری دنیا کے مردوں سے مختلف۔ دلیر اتنے کہ پہاڑوں سے ٹکرا
تے ہو۔ طاقت ور اتنے کہ پہاڑ کو ریزہ ریزہ کرسکتے ہو۔ اور پھر کسی چیز سے مرعوب نہیں ہوتے۔ سچ کہہ
ی ہوں ایڈورڈ میں' مرد نام کی کسی چیز سے کبھی مرعوب' نہیں ہوئی۔ لیکن میں تمہارے سامنے اپنے
بات میں ایک تبدیلی پاتی ہوں۔"

"کیا میں خوشی سے اپنی گردن کاٹ لوں۔" میں نے سنجیدگی سے کہا۔

"ہرگز نہیں۔ تم زندہ رہو گے۔ ہمیشہ ہمیشہ۔ میرے لئے۔" سینی ٹورا نے کہا۔ کافی دیر تک سینی ٹورا
رومانی موڈ طاری رہا۔ اور پھر وہ بولی۔ "آج کیا پروگرام ہے ایڈورڈ۔؟"

"کوئی خاص نہیں۔ تم بتاؤ۔"

"میں تمہیں جلد از جلد سویڈن روانہ کردینا چاہتی ہوں۔"

"میں تیار ہوں۔" میں نے کہا۔

"مجھے آج اس سلسلے میں مصروف رہنا ہوگا۔!"

"ٹھیک ہے۔ میں بھی حسب معمول آوارہ گردی کروں گا۔" میں نے کہا۔ "اجازت ہے نا۔؟"

"مکمل ------ اب میں تمہاری طرف سے پوری طرح مطمئن ہوں۔" سینی ٹورا نے کہا۔

"بہت بہت شکریہ۔" میں نے معنی خیز انداز میں کہا۔ اور پھر ناشتے کے کمرے سے نکل آئے۔ سینی
را اپنے کمرے میں چلی گئی اور میں اپنے کمرے میں آگیا۔ سردار بے ایمان نہ جانے کہاں تھا۔ بہر حال
سے تلاش کرنا بیکار تھا اور مجھے اس کی ضرورت بھی نہیں تھی۔ میں اس معاملے میں رازداری سے کام لینا
چاہتا تھا۔ اسے کچھ بتانا ٹھیک نہیں تھا۔ لیکن میرے خیال میں سینی ٹورا کے ساتھ میرا یہ آخری دن تھا۔ اور
ج کی رات آخری رات ہوگی۔

میں تیار ہوکر باہر نکل آیا۔ لیکن آج کا دن اور محتاط گزارنا تھا۔ سارا دن فضول قسم کی آوارہ گردی
کرتا رہا۔ کوئی مقصد نہیں تھا۔ تعاقب کا خیال بھی رکھا تھا۔ لیکن شاید سینی ٹورا نے ٹھیک ہی کہا تھا۔ وہ میری
طرف سے مطمئن ہوگئی تھی۔ یا پھر میں ہی غلط تھا۔ ممکن ہے اس کا تعلق انٹرپول سے نہ ہو۔ بہر حال مجھے
کوئی اس کے ساتھ زندگی گزارنی تھی۔

شام کو میں واپس آگیا۔ سینی ٹورا موجود تھی۔ لیکن اس کا موڈ بہت خراب تھا۔ مجھے بھی اس نے
یکی سپاٹ نگاہوں سے دیکھا جیسے شناسائی نہ ہو۔ میرے ہونٹ سکڑ گئے۔ کئی ملازموں کو اس نے میرے
سامنے ڈانٹا۔

"کیا بات ہے سینی ------ بہت تھکی تھکی ہو۔"

"ہاں۔" اس نے سرد لہجے میں کہا۔

"بہت مصروفیت رہی؟"

"براہ کرم اس وقت آرام کرو۔ میں بات کرنے کے موڈ میں نہیں ہوں۔" اس نے نخوت
اور میرا خون کھول کر رہ گیا۔ تیری تو ایسی تیسی میں نے دل میں سوچا۔ میں خود تجھے کب گھاس ڈال
میں خاموشی سے اس کے کمرے سے نکل آیا۔ لیکن مجھے اس پر سخت غصہ آرہا تھا۔ نہ جانے کیا سم
خود کو الو کی پٹھی۔

رات کو کھانے کی میز پر بھی اس سے ملاقات نہیں ہوئی۔ سردارے موجود تھا اور حسب
خوش تھا۔ "استانی کہاں ہے استاد۔؟" اس نے پوچھا۔

"جہنم میں!" میں نے جواب دیا اور سردارے چونک کر مجھے دیکھنے لگا۔

"اوہو۔ کسی خاص مشن پر گئی ہے استاد یا ------" سردارے نے مسخرے پن سے پوچھا۔

"یار تم خاموش نہیں رہ سکتے۔"

"ہوا کیا ہے استاد۔" الجھے الجھے سے نظر آرہے ہو۔"

"سردارے ------" میں نے سرزنش کی۔ "میں خاموش رہنا چاہتا ہوں۔"

"رہو استاد۔ میں کب منع کر رہا ہوں۔ لیکن مجھے اس کی وجہ معلوم ہو جاتی تو ٹھیک
سردارے نے کہا اور میں اسے گھورنے لگا" تب وہ اسی طرح بولا۔ "اور نہیں بھی معلوم ہوئی تب!
حرج نہیں ہے۔ ہاں فرق ہی کیا ہے ------" وہ پوری طرح کھانے کی طرف متوجہ ہو گیا۔ اور میں
ٹھیک کرتا رہا۔

لیکن سینی ٹورا پر آج جتنا غصہ آیا تھا اس سے قبل کبھی نہیں آیا تھا۔ پل پل میں بدل جانے
عورت کے ساتھ تو چند لمحات بھی نہیں گذارے جاسکتے تھے۔ بہرحال اب مجھے اس کے ساتھ زیاد
گذارنا بھی نہیں تھا۔ لیکن۔ لیکن اس نے جس طرح توہین کی ہے۔ اس کا انتقام تو ضروری ہے۔ اے
نہیں چھوڑنا چاہئے۔ میں نے خود بھی اس کے لئے قربانیاں دی ہیں۔ ورنہ......"

"استاد ------!" سردارے پھر بول پڑا۔ اور میں نے ایک گہری سانس لے کر اسے د
ناراضگی کی وجہ تو بتا دو استاد۔" سردارے گڑگڑایا۔

"ارے۔ میں ناراض نہیں ہوں سردارے۔"

"پھر خاموش کیوں ہو۔؟"

"یار کھاتے وقت بولنے میں کافی دقت ہوتی ہے۔ اب تم کہو کیا کہنا چاہتے ہو۔" میں۔
درست کرنے کی کوشش کی۔ اور سردارے گہری نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگا۔

"اس سے قبل تو ایسا نہیں ہوا استاد۔ خیر تم کہتے ہو تو ٹھیک ہو گا۔ ہاں۔ آج رات کا کیا پروگر
باس۔"

"کیوں۔ تم اس کی غزل پوری نہیں سنو گے۔؟"

"ضرور سنوں گا۔ لیکن گذری ہوئی رات تو اندر سجا رہی۔"

"آج نہیں رہے گی۔" میں نے خشک لہجے میں کہا۔

"خیر۔ ٹھیک ہے۔ دوسری صورت بھی بری نہیں سوائے دو چار غزلوں کے۔" سردارے۔

رگی ہے کہا اور مجھے ہنسی آگئی۔ سردارے خوش ہو گیا تھا۔
سینی ٹورا کے بارے میں کچھ نہیں معلوم تھا کہاں ہے۔ میں بھی اپنے کمرے کی طرف چلا گیا۔ اور
ردارے غزل سنانے والی محبوبہ کے پاس۔ کمرے میں آکر میں نے لباس تبدیل کیا۔ اور مسہری پر دراز ہو
یا۔ لیکن نہ جانے کیوں ذہن کھول رہا تھا۔ سینی ٹورا کے رویے پر شدید غصہ آگیا تھا۔ کیا سمجھتی ہے خود کو
ری پٹھی۔ تب میں نے سوچا۔ کیا ضروری ہے کہ میں کل بھی اس کے پاس رہوں۔ صبح ہی غائب ہو جاؤں تو
یا حرج ہے۔ آج کے بعد تو اس سے ملنا نہیں ہے پھر کیوں نہ آج۔ کیوں نہ آج۔
گھڑی نے بارہ بجائے۔ اور میں اٹھ گیا۔ میرے ذہن میں بڑے خطرناک ارادے جنم لے رہے
فہ مسئلہ صرف سردارے کا تھا۔ وہ بے وقوف نہ پھنس جائے۔ بہرحال اس وقت کوئی چیز مانع نہیں تھی۔
ں اپنے کمرے سے نکل آیا۔ اور سینی ٹورا کے کمرے کی طرف چل پڑا۔
اندر سے موسیقی کی آواز آرہی تھی۔ گویا سینی ٹورا جاگ رہی تھی۔ میں نے کی ہول کے اندر
مانکا۔ گہری نیلی روشنی میں سینی ٹورا ایک آرام کرسی میں دراز تھی۔ اس نے شب خوابی کا باریک لباس پہنا
ا تھا۔ جس میں اس کے بدن کے سارے خطوط نمایاں تھے۔ بے حد حسین لگ رہی تھی وہ ------ میں
ے دیکھتا رہا۔ اس کی انگلیوں میں لمبی سگریٹ دبی ہوئی تھی۔ اور چہرے سے ہی وہ پریشان معلوم ہو رہی
ی۔

میں نے دروازے پر دستک دی۔ اور اس نے پہلو بدل لیا۔ اس وقت اسے کسی کے آنے کی امید
یں تھی۔ میں نے دوبارہ دستک دی اور وہ کھڑی ہو گئی۔

"کون ہے؟" اس کی آواز ابھری۔ لیکن میں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ تب اچانک وہ اٹھ گئی۔ میں
نے اسے ایک پستول اٹھاتے دیکھا۔ میں سنبھل گیا۔ پھر وہ دروازے کی طرف بڑھ آئی۔ اور اطمینان سے
روازہ کھول دیا۔

"معذرت خواہ ہوں مادام ایک ضروری کام تھا۔" میں نے بھیڑ کی کھال اوڑھتے ہوئے کہا۔

"ایڈورڈ۔؟" وہ حیرت سے بولی۔

"ہاں مس سینی ٹورا۔"

"کیا وقت ہوا ہے؟" اس کی آواز میں پھر خشکی آگئی۔

"مجھے اندازہ نہیں مادام۔ بس ایک ضروری ------"

"میں اس وقت کچھ سننا نہیں چاہتی۔" اس نے جھلائی ہوئی آواز میں کہا۔

"وہ۔ دراصل۔ میں۔" میں نے مسکین آواز میں کہا۔

"کہہ جو دیا۔ اس وقت کچھ نہیں سنوں گی۔" سینی ٹورا نے بگڑے ہوئے لہجے میں کہا۔

"آپ کی مرضی مادام۔ لیکن کام ایسا ہی تھا۔" میں نے مایوسی سے کہا اور وہ مجھے گھورنے لگی۔ پھر
ں کے اندر تھوڑی سی تبدیلی ہوئی اور وہ پلٹتے ہوئے بولی۔

"یہیں رکو۔ میں گاؤن پہن لوں۔"

"یس۔ یس مادام۔" میں نے کہا اور وہ پلٹ پڑی۔ پستول والا ہاتھ لٹک گیا تھا۔ اور اس کے علاوہ
ں کچھ نہیں چاہتا تھا۔ دوسرے لمحے میں اس کے پیچھے اندر داخل ہوا اور اس کے پستول والے ہاتھ پر لات

رسید کردی۔ پستول اس کے ہاتھ سے نکل کر دور جا گرا تھا۔ اور ظاہر ہے ہاتھ میں چوٹ بھی لگی تھی۔ وہ غرا کر پلٹی۔ میں حقارت بھری نگاہوں سے اسے دیکھ رہا تھا۔

"یہ کیا کمینگی ہے۔" اس نے خونخوار لہجے میں کہا۔ میں اس کے نزدیک ہی تھا۔ دوسرے نے ہاتھ گھما دیا اور میرا ہاتھ کافی زوردار آواز سے اس کے گال پر پڑا۔ پھر میں نے اس کے بال پکڑ لئے

"ابھی بتاؤں گا تجھے کتیا۔ کہ یہ کیا کمینگی ہے۔" میں نے اسے دروازے کی طرف گھسیٹتے ہو اور پھر دروازے کو دھکا دیا۔ خودکار دروازہ لاک ہو گیا تھا۔ اب کمرہ ساؤنڈ پروف تھا۔ اور پھر میں ا سے پکڑے پکڑے کمرے کے وسط میں لے آیا۔

"چھوڑو۔ میرے بال چھوڑو۔" اس نے دو تین زوردار جھٹکے دیئے۔ اور میں نے اس چھوڑ دیئے۔ اس کی آنکھوں میں بھی خون اتر آیا تھا۔ "کیا چاہتے ہو۔" وہ سرد لہجے میں بولی۔ لیکن اسے کوئی جواب نہیں دیا۔ وہ چند لمحے مجھے گھورتی رہی۔ پھر اچانک اس نے پستول کی طرف چھلا لیکن میں نے لپک کر اس کی کمر پکڑ لی اور اسے پوری قوت سے دھکا دیا۔ سینی ٹورا مسہری پر جا گری۔ نے پستول اٹھا لیا۔ پھر میں نے پستول کے چیمبر خالی کر دیئے اور اسے ایک طرف اچھال دیا۔ مسہری پر اسی طرح پڑی مجھے گھور رہی تھی۔ میں اس کے قریب پہنچ گیا۔

"کیا چاہتے ہو تم۔؟" اس نے سانپ کی طرح پھنکارتے ہوئے کہا۔

"ایک بہت ہی ضروری کام ہے مادام۔" میں نے کہا۔ اور دوبارہ اس کے بال پکڑ لئے۔ اچانک پلٹ کر ایک ہاتھ میری کمر پر مارا۔ اور بال چھوٹ گئے۔ دوسرے لمحے وہ اچھل کر مسہری آ گئی تھی۔

"یہ تمہاری زندگی کا آخری دن ہے۔" اس نے دونوں ہاتھ پھیلاتے ہوئے کہا۔

"اطلاع کا شکریہ۔!" میں نے لاپرواہی سے کہا اور اس نے منہ سے دو تین آوازیں نکالیں ا پیر میرے پیٹ میں مارنے کی کوشش کی۔ لیکن یہاں جوڈو بھی چل رہی تھی اور اپنے استاد خدا بخش داؤ پیچ بھی۔ میں نے اس کی ٹانگ پکڑی اور اسے موڑ کر اسے اوندھا گرا دیا سینی ٹورا کا لبادہ اس کے پڑا تھا۔ اور نچلا بدن عریاں ہو گیا تھا۔ میں نے ایک زوردار تھپڑ اس کی کمر پر رسید کیا اور وہ چیخ کر اس نے اپنا لباس سنبھالنے کی کوشش شروع کر دی۔

"اٹھو۔" میں نے اس کے لبادے کے گریبان کو پکڑ لیا اور وہ بوکھلائے ہوئے انداز میں ا ہوئی۔ تب میں اسے اسی طرح پکڑے ہوئے مسہری تک لایا اور اچانک میں نے اس کے گریبان کو وار جھٹکا دیا۔ جھر۔۔۔۔۔۔ کی آواز کے ساتھ باریک کپڑا پھٹ گیا اور میں نے وحشیانہ انداز میں بار اس کے بدن سے کھینچ کر دور پھینک دیا۔

سینی ٹورا اب سہمی سہمی نظر آ رہی تھی۔ وہ مسہری پر اس طرح سمٹ گئی جیسے کوئی معصوم شکاری مرد کے چنگل میں پھنس گئی ہو۔ اس کی آنکھوں میں ہراس نظر آ رہا تھا۔

لیکن میرے اوپر وحشت سوار تھی۔ میں نے اس کے اس انداز پر توجہ نہیں دی اور مسہ کے قریب بیٹھ گیا اور پھر میں نے اس کی گردن دبوچ لی اور اسے مسہری پر گرا دیا۔ سینی ٹورا کے حلق خوفزدہ آواز نکلی لیکن وہ آوازیں میں نے اپنے ہونٹوں میں دبا لیں اور گردن دبوچے دبوچے وحشیانہ

کا ایک اور بوسہ لیا۔ سینی ٹورا نے پھر میرے بازوؤں سے نکلنے کی کوشش کی لیکن میں نے اسے بستر میں ادیا۔

اور اس کے بعد اس کی مدافعت سست پڑ گئی۔ اور بلاشبہ' یہ حیرت انگیز انکشاف ہوا کہ میں اس اچھی عمر کی عورت کی زندگی کا پہلا مرد تھا۔ وہ واقعی انوکھی تھی۔ نہایت انوکھی۔ اس وقت مسہری پر پڑی ی جھپکارہی تھی۔ بالکل اس انداز میں جیسے اس کی بینائی جاتی رہی ہو۔ ذہن ماؤف ہو گیا ہو۔

میرا اب یہاں رکنا مناسب نہیں تھا۔ اس کے حواس میں آنے سے قبل یہاں سے نکل جانا بہرحال رہو گا۔ میں نے سوچا۔ اور لباس وغیرہ درست کر کے میں خاموشی سے نکل آیا۔ سردارے کیروشیا کی وش میں ہو گا۔ بہرحال اس وقت وہ اپنی مدد آپ کرے گا۔ میں اس کے لئے کچھ نہیں کر سکتا۔

اپنے کمرے میں آ کر میں نے لباس تبدیل کیا اور انتہائی خاموشی سے اپنے کمرے سے نکل آیا۔ ٹھی کے عقبی حصے سے نکل کر میں برق رفتاری سے چل پڑا میں اس علاقے سے بہت دور نکل جانا چاہتا ۔نہ جانے کتنی دیر تک میں پیدل چلتا رہا اور پھر ایک نائٹ کلب کے قریب پہنچ گیا۔

کوپن ہیگن کی راتیں سونی نہیں ہوتیں اور یہاں رات گزارنے کے لئے کوئی پریشانی نہیں ہوتی۔ بھی نائٹ کلب میں داخل ہو گیا۔ اسٹیج پر ایک حسینہ لباس سے بے نیاز ہو چکی تھی۔ اور اب سوچ رہی کہ ان بھوکے انسانوں کے سامنے اور کیا پیش کرے۔ کیا بدن سے کھال بھی اتار دے۔ لیکن کھال کے کا سرخ گوشت انہیں پسند بھی آئے گا یا نہیں۔! میں اس چمکدار بدن کو چمکتے دیکھتا رہا۔ پھر جسم بدلتے ہے۔ میں نے بیئر طلب کر لی تھی۔ نگاہیں اسٹیج پر تھیں لیکن ذہن خیالات میں کھویا ہوا تھا۔ سینی ٹورا کل ری قوت سے مجھے تلاش کرائے گی۔ وہ ایک خونخوار شیرنی بنی ہو گی۔

چنانچہ اس سے بچنا ضروری تھا۔ اور اس کے لئے۔ اچانک میرے ذہن کے کچھ حصے روشن ہو گئے۔ ر ایک ترکیب سمجھ میں آ گئی تھی۔ میں نے اسے عملی جامہ پہنانے کے لئے چاروں طرف نگاہیں ڑائیں۔ بیشمار شکاری لڑکیاں ہال میں موجود تھیں۔ لیکن مجھے ان میں بھی انتخاب کرنا تھا۔ اگر کیروشیا جیسی ی لڑکی مل گئی تو پھر فائدہ ہی کیا۔

تب میری نگاہ ایک دراز قامت' ایک کسی حد تک بدشکل لڑکی پر پڑی۔ ایک کونے میں اداس بیٹھی ریٹ پی رہی تھی۔ اس کا چہرہ اچھا نہ تھا لیکن بدن برا نہیں تھا۔ ہاں یہ دوسری بات ہے کہ یہاں بیشمار یاں اب بھی ایسی موجود تھیں جن کے بدن بھی اچھے تھے اور چہرے بھی لیکن وہ ابھی تک شکار سے محروم ہیں۔ چنانچہ اس لڑکی کا چانس تو مشکل ہی تھا۔

لڑکی اداس نگاہوں سے اسٹیج پر تھرکتی رقاصہ کو دیکھ رہی تھی۔ میں اسے گھورتا رہا۔ لیکن کافی دیر ہو ئی اور وہ میری طرف متوجہ نہیں ہوئی۔ تب میں نے ایک گزرتے ہوئے ویٹر کو اشارہ کیا اور ویٹر میرے یب پہنچ گیا۔

"سنو۔ وہ جو بیٹھی ہوئی ہیں انہیں میرے پاس بھیج دو۔" ویٹر نے گردن جھکائی اور اس لڑکی کے یب پہنچ گیا۔ لڑکی نے چونک کر مجھے دیکھا تھا۔ پھر وہ جلدی سے اٹھی اور میرے پاس پہنچ گئی۔

"ہیلو۔" اس نے کسی قدر متحیرانہ انداز میں کہا "مجھے ہی بلایا تھا آپ نے؟"

"ہاں۔ تشریف رکھئے۔" میں نے پر اخلاق انداز میں کہا۔

"شکریہ۔" وہ بیٹھ گئی۔ لیکن حیرانی اب بھی اس کے چہرے سے عیاں تھی۔

"آپ پریشان کیوں ہیں؟" میں نے پوچھا۔

"پریشان تو نہیں ہوں۔ ہاں تھوڑا سا تعجب ہے۔"

"کیوں؟"

"مجھے ایسی گفتگو نہیں کرنی چاہئے۔ لیکن میں زیادہ خوبصورت نہیں ہوں اور تھوڑی سی پسند بھی ہوں۔ عموماً لوگ مجھ سے زیادہ خوش نہیں ہوتے۔" اس نے کہا۔

"حالانکہ یہ حقیقت پسندی تو سب سے بڑی دلکشی ہے۔" میں نے مسکرا کر کہا۔

"لوگ ہماری فطرت نہیں' صورت اور بدن کے شوقین ہوتے ہیں۔"

"کبھی کبھی غلط لوگوں سے واسطہ پڑ جاتا ہے۔" میں نے کہا۔

"دور سے آپ نے میری فطرت کیسے جان لی۔" وہ تو میرا انٹرویو لینے پر تل گئی تھی۔

"فطرت نہیں دیکھی' اداسی دیکھی تھی۔"

"اوہ۔ شکریہ۔ بہرحال میں آپ کی شکر گزار ہوں۔"

"جبکہ اس کی ضرورت نہیں ہے۔"

"آپ نے مجھ پر ترس کھایا۔ جبکہ آپ کو دوسری لڑکیاں بھی مل سکتی تھیں۔"

"نہیں۔ آپ ترس نہ کہیں۔ مجھے آپ کی سنجیدگی بہت پسند آئی تھی۔ آپ خاموش بیٹ جبکہ دوسری لڑکیاں بڑے عامیانہ انداز میں لوگوں کو مخاطب کرتی پھر رہی ہیں۔"

"ہاں۔ یقین کریں۔ میں ایسا کبھی نہیں کرتی۔" اس نے گمبھیر آواز میں کہا۔

"نام کیا ہے آپ کا؟"

"سونیٹا۔ اس نے جواب دیا۔

"آپ مجھے ایڈی کہہ سکتی ہیں۔"

"شکریہ۔"

"کیا پئیں گی آپ؟"

"آپ کی مہمان ہوں۔" اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔ مسکراتی اچھی لگتی تھی۔

"جو پسند کریں۔"

"بیئر ہی پلا دیں۔"

"اسکاچ لیں۔" میں نے محسوس کیا کہ وہ تکلف کر رہی ہے۔

"جیسی آپ کی مرضی۔" اس نے کہا اور میں نے اس کے لئے شیمپین منگوالی۔ شـ کے گھونٹ لیتے ہوئے وہ بہت خوش نظر آ رہی تھی۔ میں بیئر کے گھونٹ لیتے اسے دیکھتا رہا۔

"کہاں رہتی ہیں آپ۔؟" میں نے پوچھا۔

"اینگلی میں' میرا چھوٹا سا فلیٹ ہے۔" اس نے جواب دیا۔

"تنہا رہتی ہیں وہاں؟"

"ہاں۔ میں سوئڈش ہوں۔ میری ماں اور چھوٹی بہن سویڈن میں ہیں۔"

"اوہ۔ آپ ان سے ملتی ہیں۔؟"

"جی ہاں۔ ہر ماہ پابندی سے چار دن ان کے ساتھ گزارتی ہوں۔ پہلی سے لے کر چار تاریخ تک۔ نچ تک واپس آ جاتی ہوں۔ میری ماں اور چھوٹی بہن میری فرم کے اس مہربان منیجر سے بہت خوش ہیں ایک ساتھ چار چھٹیاں دے دیتا ہے۔ گو مجھے ان کے بدلے اتوار کو بھی کام کرنا پڑتا ہے۔" اس نے تے ہوئے کہا۔

المیہ۔ میرے ذہن نے سوچا۔ بلاوجہ کسی کے نجی حالات کریدنے لگتا ہوں۔ ایسی باتیں سننے کو ملتی افسردہ کر دیتی ہیں۔ لیکن بہرحال ابتدا کر چکا تھا۔ بات آگے بڑھانی تھی۔

"تو آپ نے ان سے کہا ہوا ہے کہ آپ ملازمت کرتی ہیں۔؟"

"ہاں۔" اس نے شیمپین کا ایک بڑا سا گھونٹ لے کر کہا۔

"آپ نے ملازمت کی کوشش کی۔؟"

"پھر۔؟"

"نقصان وہ کاروبار ہے۔ پیسے بھی کم ملتے ہیں۔ وہاں بھی تو یہی سب کچھ کرنا ہوتا ہے۔ نہ اپنی گذر ہے نہ ہی ماں اور بہن اچھی زندگی گذار سکتی ہیں۔" اس نے کہا اور میں خاموش ہو گیا۔ بلاوجہ ذہن پر ا ہو گیا تھا۔ لیکن اب اتنے کمزور دل کا مالک بھی نہیں رہا تھا۔ یہاں تو قدم قدم پر ایسی ہی المناک سننے کو ملتی ہیں۔ ان کہانیوں سے فرار کہاں تک۔ ہنستے' مسکراتے چنچل چہروں کے پیچھے' جو زندگی اور سے بھرپور نظر آتے ہیں' نہ جانے کتنی المناک تحریریں چھپی ہوتی ہیں۔ کتاب کا ورق ہی کیوں کھولا ہم ان کہانیوں کو مٹا نہیں سکتے۔ میں نے بیرے کو بلا کر بیئر اور طلب کر لی۔ اور اس کے لئے پین منگوائی۔

"نہیں۔ میرے لئے بس۔" اس نے ہاتھ اٹھا کر کہا۔

"اوہ۔ کیوں؟"

"اس سے زیادہ کی متحمل نہیں ہو سکتی۔"

"جیسی تمہاری مرضی۔ ہاں کچھ کھاؤ گی؟"

"نہیں۔ میں تھوڑی دیر پہلے کھا چکی ہوں۔"

"یہاں سے اٹھیں۔؟" میں نے پوچھا۔

"جیسی آپ کی مرضی۔ لیکن آپ نے تو بیئر منگوائی ہے۔"

"ساتھ لے چلیں گے۔"

"ٹھیک ہے۔"

"کیا تمہارا فلیٹ پناہ دے گا۔؟"

"کیوں نہیں۔"

"ویری گڈ۔ تب پھر بیرا آ جائے۔ چلتے ہیں۔" میں نے کہا۔ اور اس نے گردن ہلا دی۔ بیرے کے ی میں نے بل طلب کیا اور پھر بل ادا کر کے ہم دونوں اٹھ گئے۔

"گاڑی ہے آپ کے پاس؟" اس نے پوچھا۔

"نہیں۔ لیکن باہر ٹیکسیاں موجود ہیں۔" میں نے کہا اور اس نے گردن ہلا دی۔ تھوڑی دیر
ایک ٹیکسی ہمیں لے کر چل پڑی۔ اینگلی چھوٹے فلیٹوں کا ایک معمولی سا علاقہ تھا۔ سویٹا
عمارت کے سامنے ٹیکسی رکوا دی۔ میں نے بل ادا کیا اور سویٹا اطمینان سے میرے ساتھ چل پڑی
کے دروازے پر ایک بلب روشن تھا۔ اس میں لفٹ وغیرہ نہیں تھی۔ لیکن ہمیں دوسری منزل تک
دوسری منزل کے ایک فلیٹ کے سامنے رک کر سویٹا نے تالا کھولا اور پھر اندر داخل ہو کر بتی جلا دی۔
"آیئے۔" اس نے پر اخلاق انداز میں کہا اور میں فلیٹ میں داخل ہو گیا پورے فلیٹ
کمرے تھے جن میں سے ایک ڈرائنگ روم تھا۔ سویٹا نے ڈرائنگ روم کھول دیا اور میں اندر داخل
غربت، لیکن صفائی پسندی کا مظہر تھی یہ کمرہ۔ سویٹا نے مجھے صوفے پر بیٹھنے کی پیشکش کی اور میں بیٹھ گیا۔
میرے نزدیک ہی بیٹھ گئی تھی۔

"کیا خدمت کروں آپ کی؟" اس نے کہا۔

"بیئر پیئیں گے۔" میں نے کہا اور وہ بیئر کی بوتل کھولنے لگی۔ پھر اٹھتی ہوئی بولی۔ "میں
آؤں۔"

"نہیں۔ یہاں نہیں۔" میں نے اس کے بازو پر ہاتھ رکھ دیا۔

"پھر——؟" وہ مسکرائی۔

"بیڈ روم میں۔" میں نے جواب دیا۔ اور اس نے شرمائے ہوئے انداز میں گردن ہلا
شرماہٹ مصنوعی ہی سہی، لیکن اس وقت بہت دلکش محسوس ہوئی تھی۔ میں اٹھ گیا۔ اور وہ میرے
روم میں داخل ہو گئی۔ یہاں ایک ڈبل بیڈ تھا اور دو تین کرسیاں۔ ایک رائٹنگ ٹیبل اور ا
کرسی پر بیٹھ گیا۔ اور سویٹا میرے پیروں کے نزدیک بیٹھ گئی۔ اس نے میرے جوتوں کی طرف ہا
اور میں چونک پڑا۔

"ارے نہیں۔ میں اتارے لیتا ہوں۔" میں نے پاؤں کھینچتے ہوئے کہا۔

"پلیز اس نے عجیب انداز میں کہا اور میں نے پاؤں ڈھیلے چھوڑ دیئے۔ تب اس نے
میرے جوتے اتارے۔ انہیں ایک طرف رکھ دیا۔ پھر میری قمیص کے بٹن کھولنے لگی۔ نہ جانے
کاموں میں کون سا جذبہ پنہاں تھا۔ بہر حال میں نے عجیب کیفیت محسوس کی اور پھر اس نے میرا ہا
بستر پر بٹھا دیا۔ اور ایک ریشمی چادر میں چھپا دیا۔ اس کے بعد اس نے اپنے بال کھول دیئے۔ سا
الماری کے قریب گئی اور اس میں سے سرخ رنگ کا ایک نائٹ گاؤن نکالا۔ اس کے بعد اس
میری طرف دیکھا اور اپنا لباس اتارنے لگی۔ پورا لباس اتارنے کے بعد اس نے گاؤن پہنا۔ اس
جسم کے بارے میں، میں پہلے ہی اندازہ لگا چکا تھا۔ بلاشبہ نہایت سڈول اور حسین بدن تھا۔
اس کے بعد وہ گلاس لے کر میرے پاس آ گئی۔ اور پھر اس نے گلاسوں میں بیئر انڈیلی
میرے پاس فرج نہیں ہے۔ نہ ہی برف پیش کر سکوں گی۔"

"کوئی بات نہیں ہے۔ اب تو بیئر کی ضرورت بھی باقی نہیں رہی۔" میں نے مسکرا
اور وہ بھی آہستہ سے مسکرا دی۔ پھر اس نے بیئر کے دو گلاس بھرے اور ایک مجھے پیش کر دیا
کے گلاس کے ساتھ اسے بھی اپنی آغوش میں گھسیٹ لیا۔ اور وہ خاموشی سے میرے پہلو میں لیٹ

رات کا آخری پہر تھا۔ لیکن آخری پہر کی کہانی خوب رہی۔ سویٹا کافی دلکش لڑکی تھی اسے دل
کے ڈھنگ آتے تھے۔ پھر شاید صبح ہونے کو تھی جب آنکھ لگ گئی اور جب جاگا تو بارہ بج رہے تھے۔
ت ہوئی اور خوشی بھی کہ اب تک کافی وقت گویا آدھا دن سکون سے گذر گیا تھا۔ سویٹا شاید کچن میں

میں نے بدن پر چادر لپیٹی اور باہر نکل آیا۔ سویٹا کو شاید قدموں کی آہٹ مل گئی تھی۔ وہ کچن سے
۔ اور مجھے دیکھ کر ہنس پڑی۔

"جاگ گئے آپ۔؟" اس نے پیار بھرے انداز میں کہا۔

"جی۔"

"تو پھر باتھ روم جایئے۔ باہر کیوں نکل آئے؟"

"تمہیں دیکھنے۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"اوہ۔ وہیں کمرے میں دیکھ لیں۔ میں ابھی آئی۔" اس نے کہا۔ اس کے چہرے سے مسرت ٹپک
ی۔ میں واپس آ گیا۔ ایک بار پھر دل کو دھچکا سا لگا تھا۔ بے چاری۔ نہ جانے کیا محسوس کر رہی ہے۔
ہے۔ ویسے اس کے انداز سے گھریلو پن ٹپک رہا تھا۔ کاش اسے کوئی مناسب گھریلو زندگی مل جائے۔
میں اس کے لئے کیا کر سکتا تھا۔

غسل سے فارغ ہو کر باہر نکلا تو اس نے رائٹنگ ٹیبل کو ڈائیننگ ٹیبل بنا دیا تھا۔ کئی چیزیں بنا ڈالی
ں نے سب کی سب لذیذ۔ یہ ناشتہ نہیں تھا بلکہ دوپہر کا کھانا ہی تھا۔ بھوک بھی خوب زور دار لگ
ی۔ ڈٹ کر کھایا اور پھر کافی پینے سے بدن کی ساری کسل دور ہو گئی۔

کھانے سے فارغ ہو کر میں نے سویٹا کی طرف دیکھا اور وہ مسکرا دی۔ "ایک ایسا سوال کروں گا سویٹا
تمہیں ناگوار بھی گذرے۔" میں نے کہا۔

"کریں۔" اس کے چہرے پر عجیب سے تاثرات بھی گئے۔

"کیا اپنے سارے مہمانوں کے ساتھ تم اتنا ہی اچھا سلوک کرتی ہو۔؟"

"یہ کیوں پوچھ رہے ہیں آپ؟" اس نے کسی قدر افسردہ آواز میں پوچھا۔

"جواب نہ دو گی۔؟"

"مجھے بھی تو بتائیں آخر آپ کیوں کر پوچھ رہے ہیں۔؟"

"میں نے تمہارا آدھا دن ضائع کر دیا۔" میں نے کہا۔

"براہ کرم ایسا نہ کہیں۔ ہم بھی تو انسان ہی ہیں، انسان کی محبت کے پیاسے۔ آپ کے اس اپنائیت
انداز سے عجیب سی خوشی محسوس ہو رہی ہے اور پھر مہمان تو بڑی حیثیت رکھتے ہیں، اگر آپ
ری نقصان کے بارے میں کچھ کہنا چاہتے ہیں تو ہمارا کاروبار اسی وقت رات کو شروع ہوتا ہے۔" اس
بجے میں ہلکی سی تلخی آ گئی تھی۔

"سوری سویٹا، میں معذرت خواہ ہوں۔"

"کوئی بات نہیں ہے۔" اس نے پھیکے انداز میں مسکراتے ہوئے کہا۔

مجھے واقعی افسوس ہوا تھا، بہر حال میں نے زیادہ توجہ نہیں دی اور آہستہ سے بولا۔ "میں شام تک

یہاں رہوں گا سویٹا' تم آج کا دن بھی میرے ہی ساتھ سمجھو۔"
"آپ جب تک دل چاہے یہاں رہیں اور ایسی کوئی بات نہ سوچیں۔" اس نے جواب
آٹھ بجے تک میں اس کے ساتھ رہا۔ اس لڑکی کے کسی انداز سے یہ بات نہیں ٹپکتی تھی کہ وہ کو
لڑکی ہے۔ ہر جنبش ہر انداز میں گھریلو پن تھا۔ شام تک اس کے ساتھ نہایت عمدہ وقت گذرا اور
اس سے اجازت چاہی۔
سویٹا نے عجیب سے انداز سے مجھے دیکھا اس کی آنکھوں میں پانی تیرنے لگا تھا۔ "را
رکیں گے۔؟"
"مصروف ہوں سویٹا۔ ورنہ تمہارے پاس سے جانے کو دل نہیں چاہتا۔"
"پھر کبھی آئیں گے؟"
"وعدہ نہیں کرتا۔ اور سنو رات کے دھوکے میں نہ آیا کرو۔ اندھیرے میں آنے وا
نہیں ہوتے۔ دوبارہ ان کا انتظار کبھی نہ کرنا' بہتری اسی میں ہے۔"
سویٹا نے سر جھکا لیا' میں نے نوٹوں کی ایک بڑی گڈی نکالی اور میز پر رکھ دی۔ "خدا
میں خاموشی سے باہر نکل آیا۔ اس کے فلیٹ کی آخری سیڑھی پر قدم رکھنے کے بعد میں اسے بھ
سے زیادہ یاد رکھنا ممکن بھی نہ تھا اور اب میرے ذہن میں گلیمرش اسٹورز تھا۔ ساری نگاہ
وہاں پہنچ جانے کی خواہش تھی۔ چند ہی قدم چل کر میں نے ایک ٹیکسی کو اشارہ کیا اور ٹیکسی
آکر رک گئی۔ اندر بیٹھنے کے بعد میں نے ڈرائیور کو گلیمرش اسٹورز کے نزدیک ایک جگہ
ٹیکسی چل پڑی۔
گلیمرش اسٹورز سے تھوڑے فاصلے پر اتر کر میں نے بل دیا اور پھر سست قدموں
گیا۔ انداز چہل قدمی کا سا تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد میں گلیمرش اسٹورز کے سامنے تھا۔ تبھ
میرے نزدیک سے گذرا اس نے میرے شانے پر ہلکا سا دباؤ ڈالا تھا۔
"براہ کرم عقبی راستہ استعمال کریں۔" وہ کہتا ہوا آگے بڑھ گیا۔ اور میں ٹھٹھک
سڑک کی طرف رخ کر لیا تھا اور اس انداز میں سڑک کی طرف دیکھنے لگا جیسے ٹیکسی کی تلاش
تیز نگاہیں قرب و جوار میں موجود لوگوں کا جائزہ لے رہی تھیں۔ کسی کی توجہ نہ پا کر میں گلیم
کے عقبی حصہ کی طرف چل پڑا۔ ایک پتلی سی گلی میں اس عمارت کا عقبی دروازہ تھا جو کھلا ہوا تھا
میں بے دھڑک اندر داخل ہو گیا۔ اسی وقت ایک آدمی میرے قریب پہنچا۔ "مسٹر نواز
"ہوں۔" میں نے جواب دیا۔
"براہ کرم تشریف لائیے۔" اور میں اس کے ساتھ چل پڑا۔ عمارت کی اوپری منزل
ہال تھا جس میں چند افراد بیٹھے ہوئے تھے۔ ڈکنز بھی ان میں شامل تھا۔ ان سب نے اٹھ کر میرا
اور پھر دوسرے لوگوں کی طرف مڑ کر بولا۔ "مسٹر نواز اصغر۔!"
"اوہ۔" بہت سی آوازیں نکل گئیں۔ ان سب نے متحیرانہ انداز میں مجھے دیکھا تھا۔
"بڑی خوشی ہوئی آپ سے مل کر نواز صاحب۔"
"بڑی کہانیاں سنی ہیں آپ کی۔" ان میں سے ایک نے کہا۔

"تشریف رکھئے نواز صاحب۔"
"شکریہ۔" میں بیٹھ گیا۔ اور پھر میں نے ڈکنز سے پوچھا۔ "غلام سیٹھ کس وقت آئے گا۔؟"
"ٹھیک گیارہ بجے۔" ڈکنز نے جواب دیا۔
"اوہ۔ پھر آپ لوگ بہت جلد جمع ہو گئے۔"
"دراصل سب سسپنس میں مبتلا تھے نواز صاحب۔ آپ بھی تو بہت جلد آ گئے۔" چند لوگ
مسکراتے ہوئے بولے۔
"ہاں۔ لیکن آپ کے وطن میں میرے لئے بہت مشکلات پیدا ہو گئی تھیں۔ مسٹر ڈکنز گروہ کے
سب سے محتاط انسان ہیں۔ موجودہ صورت حال میں انہوں نے میرے ساتھ تعاون مناسب نہیں سمجھا۔ اس
لئے میں کافی الجھنوں میں رہا۔"
"اوہ۔ مسٹر نواز۔ مسٹر نواز۔ براہ کرم ایسا کوئی خیال ذہن میں نہ لائیں۔ میں نے۔ میں نے
......"
"میں نے تو یونہی کہا ہے مسٹر ڈکنز۔ مطمئن رہیں غلام سیٹھ کے سامنے اس بات کا تذکرہ نہیں ہو
گا۔" میں نے طنزیہ انداز میں کہا۔
"مجھے سخت افسوس ہے۔ مجھ سے کچھ کوتاہیاں ہو گئیں۔ میں سخت شرمندہ ہوں۔" ڈکنز بوکھلا گیا
تھا۔ پھر اس نے لجاجت سے کہا۔ "میرا خیال ہے ڈنر کر لیا جائے۔"
"ابھی تو بہت وقت ہے مسٹر ڈکنز۔" ایک آدمی بولا۔
"جیسی آپ سب لوگوں کی رائے کیوں نواز صاحب۔؟"
"ٹھیک ہے مسٹر ڈکنز۔" میں نے لاپرواہی سے کہا۔ پھر ادھر ادھر کی باتیں ہونے لگیں۔ آہستہ
آہستہ سب لوگوں سے تعارف ہو گیا۔ اور ہم بے تکلفی سے باتیں کرنے لگے۔ پھر ہم کھانے کی میز پر پہنچ
گئے۔ میز پر میرے سامنے مسٹر ہاورڈ گومز بیٹھے ہوئے تھے۔ بھاری بدن کے معمر آدمی تھے۔ اسپیشل ڈیوٹی
کرتے تھے۔ اور اکثر دوسرے ملکوں میں رہا کرتے تھے۔ کھانا شروع ہو گیا تھا۔ اور یہ بالکل اتفاق تھا کہ میری
نگاہ مسٹر گومز کے اس ہاتھ پر جا پڑی جس سے وہ ایک ڈش سے اپنی پسند کی چیز نکال رہے تھے۔ میں نے دیکھا
ان کی انگلی کے پورے کی کھال لٹکی ہوئی ہے۔ بظاہر کوئی خاص بات نہیں تھی لیکن نہ جانے کیوں میرے
ذہن کو یہ بات کھٹک گئی۔ کیا مسٹر گومز دستانہ پہنے ہوئے ہیں۔ میں نے سوچا۔ حالانکہ ایسا کوئی احساس نہیں
ہو رہا تھا۔ ان کے ہاتھ پر بڑے بڑے بال تھے۔ لیکن لٹکی ہوئی کھال جس کی طرف مسٹر گومز نے خود بھی توجہ
نہیں دی تھی۔ پھر سب لوگ کھاتے اور گفتگو کرتے رہے۔ لیکن میرا ذہن مسٹر گومز کی لٹکی ہوئی کھال میں
پھنسا رہا۔ اور میرا ذہن تیزی سے فیصلے کرنے لگا۔ کھانے کے بعد ہم اس کمرے سے اٹھ گئے۔ دس بج چکے
تھے۔ ہم واپس اس ہال کی طرف چل پڑے جہاں پہلے بیٹھے ہوئے تھے۔ راستے میں میں نے اچانک ڈکنز سے
کہا۔
"مسٹر ڈکنز——— میں آپ سے کچھ گفتگو کرنا چاہتا ہوں۔"
"اوہ۔ ہاں فرمائیے۔"
"یہاں نہیں۔ کسی تنہائی کی جگہ میں۔ میرا خیال ہے آپ لوگ محسوس نہیں کریں گے۔"

"نہیں نواز صاحب۔ آپ کی پوزیشن بہرحال ہم سے سینئر ہے۔"

"ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ کچھ ذاتی سی بات چیت ہے۔"

"ہاں۔ ہاں کوئی حرج نہیں ہے۔" سب نے کہا۔ اور ڈکنز نے بھی ان لوگوں سے ایکسکیوز پھر میرے ساتھ آگے بڑھ گیا۔ اس کے چہرے پر عجیب تاثرات تھے۔

"میرا خیال ہے یہ عمدہ جگہ ہے مسٹر نواز۔"

"اور آگے آجائیے۔" میں نے کہا اور اس کے چہرے پر سنسنی پھیل گئی۔

"غالباً کوئی بہت اہم بات ہے مسٹر نواز۔"

"ایسی اہم بھی نہیں۔" میں نے ایک جگہ رکتے ہوئے کہا۔

"فرمائیے۔" مسٹر ڈکنز نے کہا۔

"مجھے پستول اور فالتو راؤنڈ چاہئیں۔ میرا خیال ہے تمہارے پاس پستول ضرور ہوگا۔"

"جی ہاں۔ آئیے۔" ڈکنز نے کہا۔ اور پھر کسی دوسرے سوال کے بغیر ایک کمرے میں پہ پستول نکالا اور میرے حوالے کردیا۔ اس کے علاوہ اس نے کارتوسوں کے دو پیکٹ بھی مجھے دے دیئے۔

"بہت بہت شکریہ مسٹر ڈکنز۔" میں نے پستول چیک کرتے ہوئے کہا۔

"لیکن مسٹر نواز۔ براہ کرم یہ تو بتادیں کہ اس کی ضرورت کیوں پیش آگئی۔؟"

"میں سوچ رہا ہوں غلام سیٹھ کے آنے میں ابھی ایک گھنٹہ باقی ہے۔"

"جی ہاں۔ پھر۔؟"

"کیوں نہ ہم اس دوران کچھ کام کرلیں۔"

"ضرور۔ لیکن......" ڈکنز کا چہرہ سرخ ہوتا جارہا تھا۔

"یہاں اس عمارت میں آپ کے پاس کتنے ایسے آدمی ہیں جن پر آپ کو پورا بھروسہ ہو۔؟"

"دس بارہ افراد موجود ہیں۔" ڈکنز نے پھولے ہوئے سانس کے ساتھ کہا۔

"کیا وہ سب مسلح ہیں۔؟"

"جی ہاں۔"

"اور آپ کو ان پر پورا بھروسہ ہے۔؟"

"وہ یہیں رہتے ہیں جناب۔"

"میں آپ سے کوئی درخواست کروں گا تو آپ مان لیں گے؟"

"دل و جان سے آپ حکم دیں۔"

"تب آپ انہیں طلب کرلیں۔" میں نے کہا۔ اور ڈکنز نڈھال ہوگیا اس نے ایک بٹن دبادیا اور ایک آدمی اندر آگیا۔

"جارج سے کہو اپنے آدمیوں کو لے کر یہاں آجائے۔"

"یس سر۔" اس نے گردن جھکائی اور باہر نکل گیا۔

"کیا آپ اب بھی نہیں بتائیں گے مسٹر نواز۔"

"کہہ چکا ہوں کہ کوئی خاص بات نہیں ہے ڈکنز۔ کیا تمہارے پاس ایمونیا کا سیال موجود

"ایمونیا۔" ڈکنز اچھل پڑا۔

"ہاں ڈکنز۔ تم پہلے میرا چہرہ دیکھو پھر میں تمہارا۔ تاکہ ہم ایک دوسرے پر تو بھروسہ کرسکیں۔ ممکن ہے کوئی خاص بھیڑ بھی ہم میں شامل ہوگئی ہو ہم انٹرپول کی کوششوں کو تو فراموش نہیں کرسکتے۔"

"اوہ۔" ڈکنز سکتے میں آگیا۔ وہ منہ پھاڑے کھڑا رہا۔

"ایمونیا مل سکتی ہے۔؟"

"میں ابھی لاتا ہوں۔ اتفاق سے موجود ہے۔" اس نے کہا اور تیزی سے باہر نکل گیا۔ پھر وہ بارہ خطرناک آدمیوں کے ساتھ اندر داخل ہوا تھا ایمونیا میرے چہرے پر استعمال کیا گیا۔ پھر میں نے ڈکنز کے چہرے کا بھی جائزہ لیا۔ ظاہر ہے دونوں ٹھیک تھے۔

"اب سنو ڈکنز۔ ہمیں ایک ڈرامہ کھیلنا ہے۔"

"جی ---- فرمائیے۔" ڈکنز نے کہا۔

"ان کا انچارج کون ہے۔؟" میں نے ڈکنز کے آدمیوں کی طرف دیکھ کر کہا۔

"جارج ---- آگے آؤ۔" ڈکنز نے حکم دیا۔ اور ایک قوی ہیکل آدمی آگے آگیا۔ "یہ ان کا انچارج ہے۔"

"تم لوگ نقابوں میں چہرے چھپالو اور دس منٹ کے بعد ہال میں اچانک گھس آؤ۔ ہم سب کو پستول سے کور کرلو۔ اور پھر غلام سیٹھ کے نام پر ہم سب سے اسلحہ لے لو تم کہو گے تم اسپیشل برانچ کے آدمی ہو۔ اس کے بعد تم ایمونیا سے سب کے چہرے دھلواؤ۔"

"بہت بہتر جناب۔" جارج نے جواب دیا۔

آئیے مسٹر ڈکنز۔" میں نے کہا اور ڈکنز میرے ساتھ نکل آیا۔

"آپ کے بارے میں جو کچھ مشہور ہے جناب بلاوجہ نہیں ہے۔ لیکن ذاتی طور پر آپ سے ایک سوال کرسکتا ہوں؟"

"ہوں ----؟ پوچھو۔"

"کیا آپ کو کسی خاص آدمی پر شبہ ہے؟"

"یوں سمجھ لو ---- ہاں"

"کون ---- پلیز ----" ڈکنز گھگھیا گیا۔

"خود کو کنٹرول کرسکو گے۔؟"

"ہاں۔ آپ مطمئن رہیں۔"

"تب میں صرف ایک آدمی کی نشاندہی کرسکوں گا۔"

"کون ----؟" ڈکنز نے اشتیاق سے پوچھا۔

"مسٹر ہاورڈ گومز۔" میں نے جواب دیا۔ اور ڈکنز چلتے چلتے رک گیا۔ پھر چل پڑا۔

"آپ نے یونہی کہہ دیا ہوگا۔" اس نے کہا۔

"بس اب خود کو نارمل کرلو۔" میں نے کہا۔ اور ہم دوبارہ ہال میں داخل ہوگئے۔ ہال میں لوگ ایک دوسرے سے گفتگو کررہے تھے ہمیں دیکھ کر ایک لمحے کے لئے خاموشی ہوئی اور لوگ پھر گفتگو میں

مصروف ہو گئے۔

"آیئے مسٹر ڈکنز ------ ابھی کافی وقت ہے۔ کافی کے ایک اور دور کی ضرورت ہے۔" م نے کہا۔

"ضرور------" مسٹر ڈکنز نے مسکراتے ہوئے کہا۔ اور پھر اس نے ملازم کو بلا کر کافی کے ل دیا۔ ملازم چلا گیا اور مسٹر تھامسن مجھ سے میرے کارناموں کے بارے میں گفتگو کرنے لگے۔ خاص سے انہیں ہیبت ناک تباہی۔ کی داستان سے بہت دلچسپی تھی۔ میں نہایت دلجمعی سے باتیں کر رہا تھا۔ وقت بھی میری نگاہ میں تھا۔ اور پھر ڈرامہ شروع ہو گیا۔

دروازے پر آہٹ ہوئی اور سب یہی سمجھے کہ کافی آئی ہے۔ لیکن بارہ نقاب پوش اچانک اندر آئے۔ ان سب کے ہاتھوں میں پستول تھے۔

"سب لوگ ہاتھ بلند کر دیں۔" جارج کی سفاک آواز سنائی دی اور سب ہکا بکا رہ گئے۔ جارج اس کے ساتھی بہت پھرتیلے تھے۔ چار آدمی برق رفتاری سے آگے بڑھے اور انہوں نے جیبوں بغلی ہولسٹروں سے سارے پستول نکال لئے۔ میرا اور ڈکنز کا پستول بھی قبضے میں کر لیا گیا تھا۔ انہوں نہایت ہوشیاری سے تلاشی لی تھی۔

پھر وہ جمع شدہ اسلحہ لے کر پیچھے ہٹ گئے۔ "غلام سیٹھ کے نام پر" جارج نے کہا۔ "ہمیں آپ چیکنگ کے لئے بھیجا گیا ہے۔"

"کیسی چیکنگ------؟" ڈکنز نے سخت لہجے میں کہا۔

"آپ میں کوئی غلط انسان بھی آسکتا ہے۔"

"تب۔ پھر------؟"

"ہم آپ کے چہروں کا جائزہ لیں گے۔"

"کس طرح------؟" ڈکنز نے پھر پوچھا۔

"آپ کے چہروں پر میک اپ تلاش کیا جائے گا۔" جارج نے جواب دیا۔

"کیا بکواس ہے۔ تم ہو کون۔" گومز بگڑے ہوئے لہجے میں بولا۔

"اسپیشل برانچ۔" جارج نے جواب دیا۔

"گویا غلام سیٹھ ہم پر بھروسہ نہیں کرتا۔ کیوں مسٹر ڈکنز کیا ضروری ہے کہ یہ لوگ ٹھیک کہہ ر ہوں۔" گومز نے کہا۔

"لیکن مجھے کسی اسپیشل برانچ کی اطلاع نہیں ہے۔"

"ضروری نہیں ہے کہ تمہیں ساری اطلاعات دی جائیں۔"

"گویا عمارت اس قدر غیر محفوظ ہے۔ میں واک آؤٹ کرتا ہوں۔" گومز نے کہا۔ اور جارج نے پستول کا رخ اس کی طرف کر دیا۔ "کوئی اپنی جگہ سے ہلا تو اسے گولی مار دی جائے!" اور گومز رک گیا۔

پھر کوئی کچھ نہ بول سکا۔ اور چہرے ایمونیا سے دھوئے جا لگے۔ گومز سب سے زیادہ پریشان نظ آ رہا تھا۔ لیکن ایک نہ چل سکی۔ اور پھر اس کی اصلی شکل سامنے آگئی۔ وہ میک اپ میں تھا۔ سب دنگ گئے اس کے علاوہ اور کوئی غلط آدمی نہ ثابت ہوا۔ ہم مطمئن ہو گئے۔

جارج نے گردن جھکائی۔ "ٹھیک ہے۔" سب نے کہا۔ اور میرے اشارے پر گومز کے ہاتھ پشت پر باندھ دیئے گئے۔ سب لوگ حیران رہ گئے تھے۔ اور ڈکنز کا چہرہ سفید پڑ گیا تھا' وہ پھٹی پھٹی آنکھوں سے ے نقلی چہرے کو دیکھ رہا تھا۔ "ابھی تو غلام سیٹھ کے آنے میں دیر ہے ڈکنز تم مسٹر گومز سے نہ پوچھو گے ہ کون ہیں اور اصلی مسٹر گومز کا کیا ہوا------؟"

"ہاں یہ ضروری ہے۔" ڈکنز نے نقلی گومز کو گھورتے ہوئے کہا۔

"پھر ہمیں کہیں نہ اسٹیج بنا لیا جائے۔ یہ ڈرامہ بھی اسی ہال میں مناسب رہے گا۔" میں نے کہا۔

"جو آپ کی رائے مسٹر نواز------" ڈکنز نے کہا۔ جارج وغیرہ یہیں موجود تھے۔ انہیں دوسرے ت دیئے گئے اور نقلی گومز کو ایک ستون سے باندھ دیا گیا۔

تمام لوگوں کے چہروں پر وحشت پھیل ہوئی تھی۔

"تو پھر اسپیشل برانچ ایک ڈرامہ تھا مسٹر نواز۔" کسی نے پوچھا۔

"ہاں۔ اگر ڈکنز آپ سے درخواست کرتا تو شاید آپ کو ناگوار گزرتی۔" میں نے کہا۔

"یہ حقیقت ہے۔ ویسے یہ کارنامہ بھی آپ کا ہے۔ مسٹر نواز۔"

"یقیناً یقیناً۔ دوسری جگہ لے جا کر نواز صاحب نے یہی بات کہی تھی اور خدا کی قسم انہوں نے مسٹر ز کا نام بھی لے لیا تھا۔ باقی کسی کے بارے میں انہوں نے کچھ نہیں کہا تھا۔"

"حیرت انگیز بات ہے مسٹر نواز------ آخر آپ کو شبہ کیسے ہوا؟"

"میرے خیال میں ہم پہلے ان حضرات سے گفتگو کر لیں۔ اس کے بعد دوسری باتیں کریں گے۔" نے کہا اور دوسرے لوگ بھی میری بات سے متفق ہو گئے میں بندھے ہوئے شخص کے پاس پہنچ گیا۔

"تم کون ہو------؟" میں نے پوچھا۔

"جو بھی ہوں۔ اتنا کچا تو نہیں ہوں کہ تمہیں بتا دوں۔" اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"تشدد چاہتے ہو------؟" میں نے سرد لہجے میں پوچھا۔

"پسند تو نہیں کرتا۔ لیکن۔ منع بھی نہیں کروں گا۔" اس نے کہا۔

"ہوں۔" میں نے گردن ہلائی۔ ویسے میں دل میں سوچ رہا تھا کہ ممکن ہے سخت انسان ہو۔ کوئی کارروائی ہی کرنا چاہئے۔ اسی وقت ہمارے ایک ساتھی نے سگریٹ سلگائی۔ اور لائٹر بجھایا تو میں نے اس رف ہاتھ بڑھایا۔ اس نے لائٹر میرے ہاتھ میں دے دیا۔ اور میں اس شخص کے قریب پہنچ گیا۔

"اصلی مسٹر گومز کہاں ہے؟"

"آسمان کی سیر کر رہے ہیں!" اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"اوہ۔ مر گئے------؟"

"ہاں' انہیں پکڑنے کی کوشش کی گئی تھی۔ زندہ ہاتھ نہ آئے تو گولی مار دی گئی۔" اس نے بڑے نان سے جواب دیا۔

"تم کون ہوں------؟"

"نگس۔" اس نے گہری سانس لی۔ "پیش گو ہوں' نجومی ہوں یا پھر یوں سمجھو برے وقت کا ہراول ہ اور اب برا وقت بھی جلد آنے والا ہے۔"

"خوب۔ وقت آتا ہے گزر جاتا ہے برا ہو یا اچھا۔ تم اس سے خوفزدہ مت کرو تمہارا تعلق
سے ہے......؟"

"ہو سکتا ہے۔ لیکن میں کیوں بتاؤں۔؟"

"بتا دو۔ میری جان۔" میں نے اس کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا۔ اور اس کے خشک با
ہو گئے۔ کوئی سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ میں کیا کرنے والا ہوں۔

"نائیں۔ نائیں۔ ہم نہیں بتائیں گے۔" اس نے مسخرے پن سے کہا اور میں نے لائٹر
دیا۔ دوسرے لمحے میں نے اس کے بالوں کو آگ دکھا دی اور خشک بالوں نے آگ پکڑلی۔ دوسرے
بے اختیار چونک پڑے انہوں نے دانت بھینچ لئے۔ نقلی گومز بھی حیران رہ گیا تھا۔ بال دھڑا دھڑ
تھے اور وہ زور زور سے اچھل رہا تھا۔ گردن جھٹک رہا تھا۔ اس کے منہ سے کئی خوفزدہ آوازیں
گئیں۔ آن کی آن میں بال جل کر راکھ ہو گئے اور پورے ہال میں بدبو پھیل گئی۔

"اب تو بتا دو ڈارلنگ۔ کون ہو؟" میں نے پوچھا۔ لیکن نقلی گومز مجھے گھورتا رہا۔ اس کی
ہو گئی تھی۔ میں پھر آگے بڑھا اور اس کی تنی بھنوؤں کو سیدھا کرنے لگا۔

"نہیں نہیں...... یہ ٹھیک نہیں ہے۔" وہ بڑبڑایا۔

"مجبوری ہے میری جان۔" میں نے لائٹر روشن کر دیا۔ اور اسے اس کی آنکھ کی طرف بڑ
گومز نے دانت بھینچ کر آنکھیں بند کر لیں۔ لیکن میرے دل میں نہ جانے کہاں سے اتنی درندگی آ
میں نے اس کی دونوں بھنویں جلا دیں۔ اس کی بے اختیار چیخیں نکل گئی تھیں اور اس کی شکل اور
گئی۔ اب وہ بدحواس ہونے لگا تھا۔

ابھی تو تمہارے بدن پر بہت سی چیزیں باقی ہیں اور دوستو۔ غلام سیٹھ کا انتظار کرنے
بہترین مشغلہ ہے۔ آنکھیں بند مت کرو۔ اگر تم بیہوش ہو گئے تو تمہیں کبھی ہوش نہیں آئے
دو۔" میں نے نقلی گومز کو آنکھیں بند کرتے دیکھ کر کہا۔ لیکن اس نے آنکھیں نہیں کھولیں۔ تب
لائٹر دوبارہ روشن کیا اور اس بار بھی اس کے داہنے کان کی لو سے لگا دیا۔ اس نے ایک دلخراش چیخ
آنکھیں کھول لیں اور گردن جھٹکنے لگا۔ لیکن میں نے توازن برقرار رکھا تھا۔

"رک جاؤ۔ رک جاؤ۔ لعنت ہے مجھ پر رک جاؤ۔ آہ رک جاؤ۔"

"اپنے ارادے کے بدل جانے کا اعلان کرو۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"ہاں۔ میں سب کچھ بتا دوں گا۔" اس نے جواب دیا۔

"گڈ۔" میں نے لائٹر بجھا دیا۔ وہ کرب زدہ انداز میں کراہ رہا تھا۔ چہرے پر شدید تکلیف
تھے اور دوسرے لوگ تھوک نگل رہے تھے۔

"یس ڈیر۔" میں نے کہا۔

"میرا نام فلچر ہے۔ کین فلچر۔ اور میرا تعلق انٹرپول سے ہے۔" اس نے کہا۔ اور ہال
تمام لوگوں کے رنگ بدل گئے۔ انہوں نے خوفزدہ نگاہوں سے ایک دوسرے کی شکل دیکھی۔

"تم غلام سیٹھ کی تلاش میں تھے۔؟"

"ہاں۔"

"یہاں تک کیسے پہنچے؟"

"مجھے مسٹر ڈکنز کا دعوت نامہ ملا تھا۔ لیکن مجھے یہ بات نہیں بتائی گئی تھی کہ غلام سیٹھ آ رہا ہے۔"

"مطلب یہ کہ گومز کی حیثیت سے------؟"

"ہاں۔"

"کیوں ڈکنز------ کیا دوسرے لوگوں کو اس کی اطلاع نہیں تھی۔"

"کسی کو بھی نہیں مسٹر نواز' سوائے آپ کے احتیاطاً" میں نے ہر ایک سے صرف ذاتی ملاقات کی
بات کی تھی۔ جب یہ سب یہاں آئے تو میں نے انہیں یہ اطلاع دی۔" ڈکنز نے تصدیق کی۔

"یہاں قرب و جوار میں آپ کے کتنے آدمی ہیں مسٹر فلچر------؟" میں نے پوچھا۔

"بھروسہ کرو۔ ایک بھی نہیں۔ ورنہ...... اور یہی ایک بڑی غلطی ہوئی ہے مجھ سے۔" اس نے
کرب سے آنکھیں بند کرتے ہوئے کہا۔

"آپ نے اپنے لوگوں کو اطلاع تو دی ہو گی؟"

"نہیں۔ کچھ کر دکھانے کے خیال نے مجھے اس سے باز رکھا۔"

"مسٹر گومز آپ کے ہاتھ کیسے لگ گئے؟"

"اتفاقیہ۔ جہاز کے ایک سفر میں ان سے ملاقات ہو گئی۔ ان کے پاس کچھ سامان تھا۔ غالباً افیون کے
نمونے۔ جسے ایرپورٹ سے نکال لانے میں انہوں نے میری مدد چاہی اور میں نے ان کی بھرپور مدد کی۔ یوں
ہم دوست بن گئے اور پھر ان کا راز مجھے معلوم ہو گیا۔ میں نے اپنے سیکشن کو اطلاع دی۔ لیکن ہم انہیں زندہ
نہ گرفتار کر سکے۔"

اس دلچسپ ڈرامے میں سب اس طرح منہمک ہو گئے کہ وقت کا احساس ہی نہیں رہا۔ یہاں تک
کہ دروازہ کھلا اور غلام سیٹھ اپنے دو ساتھیوں کے ساتھ ہال میں آ گیا۔ تب ہم سب چونکے تھے۔ اور پھر ہم
سب مودب ہو گئے۔

میں نے طویل عرصے کے بعد اسے دیکھا تھا۔ غلام سیٹھ اسی طرح تھا سوائے اس کے کہ اس کے
چہرے میں کچھ شکنوں کا اضافہ ہو گیا تھا۔ "ہیلو۔ کیا کھیل ہو رہا ہے بھئی۔؟ اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔
اور آگے بڑھ کر ایک ایک سے مصافحہ کرتے ہوئے کہا۔ مجھ سے ہاتھ ملاتے ہوئے اس نے کھینچ کر گلے سے
لگا لیا۔

"نواز یار------ تو بہت یاد آیا۔ کیسا ہے میری جان۔؟"

"ٹھیک ہوں۔" میں نے کہا۔

"یہ کون ہے۔؟"

"انٹرپول کا فلچر۔"

"اوہ------ یہ حضرت یہاں بھی پہنچ گئے۔ اور کیا یہ کسی بھٹی میں گھس گئے تھے۔ اور یہ بال جلنے
کی بو کیسے پھیل گئی۔" غلام سیٹھ نے پوچھا۔ "ڈکنز نے غلام سیٹھ کو پوری تفصیل بتائی۔ اور غلام سیٹھ
گردن ہلانے لگا۔

"بہرحال نقصان وہ پودوں کا صاف کر دینا ہی ضروری ہوتا ہے ایسی آنکھ مچولی بہت ہو چکی ہے۔"

ہمیں اس کی ضرورت نہیں ہے۔" غلام سیٹھ نے کہا اور اطمینان سے اپنی جیب سے پستول نکال لیا۔ سائلنسر لگے پستول سے دو فائر ہوئے اور دونوں گولیاں کاری تھیں۔ دوسرے لوگ ساکت رہ گئے تھے۔

"ہمیں اس امکان کو بھی مدنظر رکھنا ہے کہ ممکن ہے اس کے ساتھیوں کو بھی اطلاع مل چکی ہو، اس لئے ہمیں اپنا کام جلد ختم کرلینا ہوگا۔ آؤ۔" وہ کرسیوں کی طرف بڑھتے ہوئے بولا۔

اور ہم سب کرسیوں پر بیٹھ گئے۔

"دوستو۔۔۔۔۔ میں چاہتا تو تمہیں بھی اطلاع بھجوا سکتا تھا۔ لیکن بہرحال تم جانتے ہو کہ میں دوستوں کے نفع نقصان میں ہمیشہ کا شریک ہوں اور خود کو ان سے الگ کبھی نہیں سمجھتا۔ چنانچہ جب آپ خطرے میں پڑ سکتے ہیں تو پھر میں خود کو خطرات سے کیوں دور رکھنے کی کوشش کرتا۔"

غلام سیٹھ نے رک کر سب کی شکلیں دیکھیں پھر بولا۔ "میں حالات سے خوفزدہ ہونے والوں میں سے نہیں ہوں۔ اپنے ساتھیوں پر مجھے ناز ہے آپ نواز کی مثال لے لیں۔ گروہ کا قابل فخر ساتھی ان دنوں جن حالات سے دوچار رہا ہے۔ اس کی تھوڑی بہت تفصیل مجھے بھی معلوم ہے۔ ہم لوگ ڈریں گے نہیں لیکن حالات ناسازگار ہو جائیں تو کچھ دنوں کی خاموشی مصلحت ہے۔ اور مصلحت سے کام لینے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ چنانچہ میں تجویز پیش کرتا ہوں کہ ہم کچھ دنوں کے لئے انڈر گراؤنڈ چلے جائیں ہے۔ چنانچہ زندگی کے راستے بالکل بدل دیں۔ آپ لوگ وہ کام کریں جو آپ اپنی مصروفیات کی وجہ سے نہیں کر سکے تھے اس تجویز سے کسی کو اختلاف ہو تو بتائیں۔"

"نہیں غلام سیٹھ۔۔۔۔۔ آپ نے ٹھیک ہی سوچا ہوگا۔"

"معاملہ کسی ایک ملک کی پولیس کا نہیں انٹرپول کا ہے۔ اور انٹرپول کو ہدایت مل چکی ہے۔ کہ اس وقت تک کام جاری رکھے جب تک میدان صاف نہ ہو جائے۔ دنیا کے بڑے بڑے ملک منشیات کی روک تھام کے لئے کثیر سرمایہ صرف کرنے پر تیار ہو گئے ہیں۔ خاص طور سے امریکہ برطانیہ' فرانس' آسٹریلیا اور ایسے ہی دوسرے بہت سے ممالک انہوں نے ایک بڑا فنڈ مقرر کیا ہے۔ اور جدید ترین طریقوں سے کام کرنے کا مشورہ دیا ہے۔ اس بارے میں انہوں نے فنی تعاون بھی پیش کیا ہے۔ چنانچہ ان حالات میں خطرات مول لینے سے کیا فائدہ ہمیں خاموش ہو کر بیٹھ جانا چاہئے۔

"درست خیال ہے۔"

"لیکن میرے ساتھی جانتے ہیں کہ میں نے ہمیشہ ان کے مفادات کا خیال رکھا ہے۔ چنانچہ جہاں جہاں ہمارے کارکن موجود ہیں انہیں وہیں ایک مخصوص رقم ہر ماہ ملتی رہے گی تاکہ وہ مالی مشکلات کا شکار نہ ہوں۔ اس سلسلہ میں کام ہو رہا ہے اور ایسے انتظامات کئے جا رہے ہیں کہ انہیں ان کے ملک میں رقم ملتی رہے۔"

"اس طرح گروہ کبھی نہیں ٹوٹے گا سر!" ایک شخص نے کہا۔

"میں بھی اپنے ساتھیوں سے علیحدگی نہیں چاہتا۔"

"بہت بہت شکریہ۔"

"چنانچہ میں آپ لوگوں سے رخصتی چاہتا ہوں۔ نواز تم میرے ساتھ پشاور چلو گے۔ تمہیں بھی وطن سے نکلے کافی عرصہ ہو گیا ہے۔" غلام سیٹھ نے کہا۔ اور میرے ذہن میں دھماکے ہونے لگے۔

وطن۔۔۔۔۔ میرا وطن۔۔۔۔۔ میرا وطن۔ نہ جانے دل کی حالت کیسی ہو گئی لیکن۔ اچانک ہم سب چونک پڑے۔ باہر اچانک گولیوں کا طوفان آگیا تھا۔ زبردست فائرنگ ہو رہی تھی۔

"اوہ۔ گڑبڑ ہو گئی۔" غلام سیٹھ نے کہا۔ اور ہم سب نے پستول سنبھال لئے۔ "اگر انٹرپول نے چھاپا مارا ہے تو حالات کافی سنگین ہو سکتے ہیں۔ آؤ دیکھیں۔" غلام سیٹھ خود بھی پستول لے کر نکل آیا۔ اس کے باڈی گارڈز اس کے ساتھ تھے۔ کمبخت فلیچر نے مرتے مرتے بھی دھوکا دیا تھا۔

باہر فائرنگ بڑھتی جا رہی تھی۔ عمارت کے چاروں طرف گولیاں چل رہی تھیں۔ غلام سیٹھ نے باہر آکر حالات کا جائزہ لیا۔ سب بدحواس ہو چکے تھے۔

"عمارت سے باہر نکلنا مشکل ہے نواز۔ ڈکنز معلوم کرو۔ وہ عمارت میں داخل تو نہیں ہو سکے۔" غلام سیٹھ نے کہا۔

"یس سر۔" ڈکنز دوڑ گیا۔

"ہر شخص اپنی زندگی بچا کر نکل جانے کی کوشش کرے۔ اس وقت کسی کو کسی کی فکر نہیں کرنی چاہئے۔" سیٹھ غلام نے کہا۔ اور تمام لوگ مکھیوں کی طرح منتشر ہو گئے۔

"کیا سوچ رہے ہو نواز۔" غلام سیٹھ نے پوچھا۔

"کوئی خاص بات نہیں سر۔"

"بھئی بہت دلیر انسان ہو۔ میں تم سے بیحد محبت کرتا ہوں۔ سنو۔ حالات اگر زیادہ خراب ہو گئے اور ہم تم ساتھ نہ نکل سکے تو ایکس ایونیو پہنچ جانا۔ یہاں تیاریاں مکمل ہیں ہم نکل چلیں گے۔"

"بہت بہتر۔۔۔۔۔!"

"بس تم بھی اپنے طور پر بھاگنے کی کوشش کرو۔"

"آپ میرے بارے میں نہ سوچیں۔ مجھے آپ کی زندگی عزیز ہے۔"

"قابل فخر دوست ہو۔ میں اسے ہمیشہ یاد رکھوں گا۔!" غلام سیٹھ نے کہا۔ اتنی دیر میں ڈکنز واپس آگیا۔

"ابھی وہ عمارت میں داخل نہیں ہوئے۔ لیکن پوری عمارت محاصرے میں ہے۔" اس نے ہانپتے ہوئے بتایا۔

"تمہارے آدمی کتنے ہیں اس وقت عمارت میں۔"

"کل بیس آدمی ہیں۔"

"کافی ہیں۔ انہیں پوری عمارت میں محفوظ جگہوں پر پھیلا دو۔ ایمونیشن تو ہے نا۔۔۔۔۔؟"

"اوکے۔۔۔۔۔ جاؤ۔۔۔۔۔" غلام سیٹھ نے کہا اور ڈکنز پھر دوڑ گیا۔ باہر کی آوازیں تیز سے تیز ہوتی جا رہی تھیں۔ اسٹین گنوں سے مسلسل فائرنگ ہو رہی تھی۔

"انٹرپول کے علاوہ اور کسی کا کارنامہ نہیں ہے۔" غلام سیٹھ بڑبڑایا آؤ۔ اور پھر ہم بھی عمارت کے اوپری حصے میں پہنچ گئے۔ غلام سیٹھ کے باڈی گارڈز کے پاس بھی اسٹین گنیں موجود تھیں۔ انہوں نے بھی فائرنگ شروع کر دی۔ اور یہاں سے فائرنگ کافی کامیاب رہی۔ باہر سے بہت سی چیخیں بلند ہوئی تھیں۔ لیکن اچانک ایک خوفناک دھماکہ ہوا اور شیشوں کے ٹوٹنے کی جھنک دیر تک گونجتی رہی۔

دستی بم ------ غلام سیٹھ آہستہ سے بولا۔ لیکن اس کے بعد مسلسل دھماکے ہونے لگے۔ سفید دھوئیں کے بادل اٹھنے لگے۔ اور ایک تیز بو ہمارے نتھنوں سے ٹکرائی۔

"اوہ ------ خواب آور گیس ہے۔ نواز حالات خراب معلوم ہوتے ہیں۔" غلام سیٹھ نے

اور ہم چوڑی چھت پر دور تک دوڑ گئے لیکن چاروں طرف سے گولیاں چل رہی تھیں۔ کوئی جگہ نہیں تھی۔

دھوئیں کے بم کسی خاص گن سے چھوڑے جا رہے تھے کیونکہ وہ چھت تک پہنچ رہے تھے۔ تیز ہوا کے جھونکے ہمارے معاون تھے اس لئے ابھی تک خواب آور دھواں ہم پر اثر انداز نہیں ہو رہا تھا اور پھر اچانک ------ ایک دستی بم ہمارے قریب گر کر پھٹا اور غلام سیٹھ کے منہ سے آواز گئی۔ "اوہ ------ اوہ ------ نواز ------ نو ------ از ------ وہ زمین پر گر پڑا۔

میرا دماغ گھوم گیا تھا۔ اتفاق ہی تھا کہ میں بچ گیا تھا۔ ورنہ دونوں باڈی گارڈز بھی سخت زخمی تھے۔ اور غلام سیٹھ' میں نے دیکھا' اس کا ایک حصہ موجود ہی نہ تھا' ایک ہاتھ' ایک پاؤں اس طرح کے لوتھڑے میں بدل گیا تھا جیسے کسی بھاری مشین میں دبا کر پچکا دیا گیا ہو۔

بے ہوش کر دینے والے دھوئیں کا ایک اور گولہ قریب آکر پھٹا کانچ کے ٹکڑے میرے ب لگے۔ لیکن میں نے اس کی پرواہ نہ کی اور غلام سیٹھ کے نزدیک بیٹھ گیا۔

نواز ------ آہ ------ نواز ------ کھیل ختم ہو گیا میرے دوست' میری آرزو ہے کہ بچا کر نکل جاؤ۔ جا ------ آ ------ ؤ ------" اس نے دانت بھینچ لئے اور پھر اس کے منہ سے خرخراہٹ بلند ہوئی اور اس کی گردن ڈھلک گئی۔ غلام سیٹھ مر چکا تھا۔ میں دانت بھینچ کر کھڑا ہو گیا یہاں رکنا بے کار تھا۔ باقی لوگوں کی زندگی اور موت سے کوئی دلچسپی مجھے نہ تھی۔ چھت پر گولیاں ز کر کے ادھر سے ادھر گزر رہی تھیں۔ ایک اور دستی بم قریب آکر پھٹا اور میں نے چھلانگ لگا دی احساس نہیں تھا۔ بس یہی سوچ رہا تھا کہ کسی طرح سے یہاں سے نکل جاؤں۔ جب ہم نے چھت کا تھا تو میں نے عمارت سے کچھ فاصلے پر ایک درخت دیکھا تھا اور سوچا تھا کہ اگر چھت سے اس در چھلانگ لگائی جائے اور وہ بھرپور چھلانگ ہو تو بچنے کی راہ نکل سکتی ہے۔ میں تو یہ دیوانگی کر سکتا دوسروں کے لئے ممکن نہ تھی۔ اس لئے میں نے تذکرہ ہی نہیں کیا تھا۔ لیکن اس وقت میں تنہا تھا چوپاؤں کی طرح چلتا ہوا منڈیر تک پہنچ گیا ------ تقریباً دس گیارہ فٹ چھت کی بلندی سے کافی تناور درخت موجود تھا۔ چھلانگ اگر کامیاب بھی ہو۔ تو بھی ہاتھ پاؤں کی ضمانت نہ تھی۔

"اونہہ ------ اس کی پرواہ کون کرے" میں اچھل کر منڈیر پر چڑھا اور پھر میں نے سوچے نیچے چھلانگ لگا دی۔ رات کی تاریکی میں چھلانگ قابل بھروسہ نہ تھی۔ میں درخت کی ایک پھیلی تک پہنچا اور اگر ہاتھ پھیلا کر شاخ نہ پکڑ لیتا تو سیدھا نیچے جاتا۔ میں نے ہاتھوں کے بل پر وزن سنبھالنے کوشش کی لیکن شاخ میرا وزن نہ سہار سکی اور ایک زوردار آواز کے ساتھ ٹوٹ گئی۔ میں نیچے گرا میرے اوپر۔

اسٹین گن سے چلائی ہوئی گولیاں ایک قطار سے شاخ کو چھید گئیں۔ معجزہ ہی تھا۔ شاخ جانب میرا چوڑا چکلا بدن تھا۔ صرف ڈیڑھ انچ نیچے یا ڈیڑھ انچ اوپر' اگر گولیوں کی بوچھاڑ پڑتی تو

ہوتی اور میں اپنے بدن کے سوراخ گن بھی نہ پاتا۔

میں نے شاخ ایک طرف اچھال دی اور تنے کی آڑ لے لی۔ پستول میرے پاس موجود تھا۔ لیکن ابھی اس کا سہارا اتنا پائیدار بھی تھا اور بیکار بھی ------ کسی کو میرے نیچے گرنے کا احساس ہو چکا تھا۔ کیونکہ گولیاں برابر درخت کے تنے کو چاٹ رہی تھیں۔ اور پھر ایک تیز آواز لہرائی۔

"جیکسن' ایمونیشن ضائع مت کرو' دیکھو کون تھا' یقیناً مر چکا ہو گا۔! اور یہ آواز میری سماعت پر ایک آہنی ضرب لگا گئی۔ میرا ذہن جھنجھنا کر رہ گیا تھا۔ یہ سینی ٹورا کی آواز تھی۔

گویا میرا اندازہ درست تھا۔ سینی ٹورا کا تعلق انٹرپول ہی سے تھا میرے حلق سے غراہٹیں نکل گئیں۔ دو سائے اس تنے کی طرف آرہے تھے اسٹین گنیں نظر نہیں آرہی تھیں۔ لیکن ان کے ہاتھ جس پوزیشن میں اٹھے ہوئے تھے اس سے اندازہ ہوتا تھا کہ دونوں اسٹین گنوں سے مسلح تھے۔ میں نے پستول نکال لیا اور ان کے قریب آنے کا انتظار کرنے لگا۔

موت کے متلاشی جونہی نزدیک آئے پستول کی دو گولیوں نے ان کی پیشانی میں سوراخ کر دیا اور ان کے حلق سے ہلکی ہلکی آوازیں نکل گئیں۔ میں زمین پر جھکا جھکا ان کی طرف بڑھا اور میں نے ایک اسٹین گن اپنے قبضے میں کر لی۔

"جیکسن!" سینی ٹورا نے پھر پکارا۔ "کیا پوزیشن ہے؟" اور میں نے دانت بھینچ کر اسٹین گن کا فائر کھول دیا۔ دوسری طرف سے بھی گولیاں چلنے لگیں' ویسے کوئی آواز نہیں سنائی دی تھی' جس کا مطلب تھا سینی ٹورا کو گولی نہیں لگی۔ بہرحال زیادہ رکنا حماقت تھی۔ میں تنے کی آڑ ------ میں پیچھے ہٹتا رہا اور گولیاں بھی برساتا رہا۔ یوں میں عمارت کی چہار دیواری تک پہنچ گیا۔ پھر اچھل کر دیوار پر چڑھا اور اپنی دانست میں دوسری طرف چھلانگ لگا دی لیکن یہ چھلانگ بڑی مضحکہ خیز تھی۔ میں صرف ایک فٹ نیچے گرا تھا اور نیچے سے کچھ عجیب آوازیں ابھری تھیں۔ پتہ چلا کہ یہ کسی جیپ کی چھت ہے۔ یقینی طور پر محاصرہ کرنے والوں کی جیپ تھی۔ دو آدمی تیزی سے جیپ سے اترے اور میری اسٹین گن نے انہیں چاٹ لیا۔ اس سے بہتر موقع نہیں مل سکتا تھا۔

دوسرے لمحے میں نیچے کود آیا اور اب جیپ کا اسٹیئرنگ میرے قبضے میں تھا۔

اگنیشن میں چابی موجود تھی۔ میں نے سیلف دبایا اور گاڑی اچھل پڑی۔ دوسرے لمحے میں نے اسے گیئر سے نکالا اور فرسٹ گیئر میں ڈال کر اتنی زور سے اٹھایا کہ طاقتور جیپ نے ایک لمبی چھلانگ لگا دی۔ اس کے ساتھ ہی ایک دھماکہ ہوا' جیپ سیاہ رنگ کی ایک کار سے ٹکرائی تھی۔ شیشہ ٹوٹنے اور اس کے بعد گولیاں چلنے کی آوازیں' لیکن میرا ذہن اب ہر خوف اور ہر خطرے سے بے نیاز تھا۔

میں نے کلچ دبایا اور اسٹین گن سے زبردست فائرنگ شروع کر دی اور شاید یہ میرے حق میں اچھا ہی ہوا تھا ورنہ سامنے سے آنے والی گولیاں جیپ کا شیشہ توڑ کر با آسانی مجھ تک پہنچ سکتی تھیں۔

دوسری طرف امن ہو گیا تو میں نے جیپ ریورس کی اور سوچے سمجھے بغیر ذرا سا کاٹ کر آگے دوڑا دی۔

"لینا۔" میرے پیچھے سے سینی ٹورا کی آواز ابھری تھی لیکن اب کون سنتا اور کون لیتا۔ جیپ بندوق سے نکلی ہوئی گولی کی طرح آگے بڑھی۔ راستہ بھی سیدھا تھا۔ میں نے جلدی جلدی گیئر بدل کر اسے پوری

رفتار سے چھوڑ دیا۔ سڑک کشادہ اور سنسان تھی۔ میں نے عقب نما آئینے میں دیکھا' کئی کاریں بہت تیز
سے مڑی تھیں۔ ان کی روشنیوں کی لکیریں جس تیزی سے مڑی تھیں' اس سے اندازہ ہوتا تھا کہ وہ
زبردست تعاقب کریں گے۔ جیپ بے حد طاقتور تھی۔ اس کی رفتار بہت شاندار تھی لیکن اس جدید دور
میں پولیس کے پاس بہت کچھ تھا۔ یوں تو کئی روشنیاں میرے تعاقب میں لپکی تھیں لیکن دو بہت تیز
روشنیاں اس طرح آگے بڑھ رہی تھیں جیسے ہوا میں اڑ رہی ہوں۔ ان کی رفتار حیرت انگیز تھی اور فاصلہ
جس تیزی سے کم ہو رہا تھا اس سے اندازہ ہوتا تھا کہ صورتحال مناسب نہیں ہے۔

فوری طور پر کچھ کرنا ہوگا۔ میں نے سوچا اور میرا ذہن تیزی سے فیصلے کرنے لگا۔ رفتار اتنی تیز تھی
کہ سڑک کے اطراف میں دیکھ بھی نہیں سکتا تھا لیکن میں رفتار سست بھی نہیں کر سکتا تھا۔

پھر ایک سائیڈ اسٹریٹ دور سے ہی نظر آ گئی اور میں نے ایک خطرناک قدم اٹھانے کا فیصلہ کر لیا۔
مجھے اندازہ نہیں تھا کہ یہ گلی کتنی تنگ ہے لیکن بڑی روشنیوں کے تصور کے ساتھ یہ خیال آیا تھا کہ ممکن ہے
عقبی گاڑی بھی بڑی ہو اور اس گلی سے نہ گذر سکے۔ میں نے جیپ سڑک کے دائیں کنارے کر لی گلی بائیں
سمت تھی اور پھر میں نے دور سے ہی ٹرن لیا اور گلی میں گھس گیا لیکن بس تارے ہی نظر آ گئے۔ دوسری
طرف سیڑھیاں تھیں جو گہرائی میں اترتی چلی گئی تھیں۔

جیپ کی رفتار انتہائی حد تک کنٹرول کی اور جیپ اچھلتی ہوئی نیچے جانے لگی۔ فی الحال جیپ
سنبھالنے کو مسئلہ تھا' دوسری طرف کا خیال میں نے چھوڑ دیا اور بالآخر وہاں بھی تقدیر نے ساتھ دیا۔
خیریت سے نیچے پہنچ گئی لیکن روشنیاں بھی گلی پر پہنچ گئی تھیں۔

اور میرا تعاقب کرنے والے بھی دیوانگی میں مجھ سے کم نہیں تھے انہوں نے بھی سیڑھیوں پر گاڑی
ڈال دی اور تیز روشنیاں اچھلنے لگیں لیکن میں اس صورت حال سے باخبر ہو چکا تھا کہ سیڑھیاں اترتے وقت
ڈرائیور کی کیا کیفیت ہوتی ہے۔ یقیناً گاڑی میں بیٹھے دوسرے لوگوں کے حواس بھی درست نہ ہوں گے
اس صورت حال سے فائدہ نہ اٹھانا سب سے بڑی حماقت ہوگی۔

چنانچہ میں نے جیپ روک دی اور انتہائی مناسب موقعے پر اسٹین گن کا بقیہ میگزین خالی کر دیا۔
روشنیاں بجھ گئیں اور پھر خوفناک دھماکہ ہوا اور کار الٹ گئی۔ اب وہ لڑھکنیاں کھاتی نیچے آ رہی تھی۔

میرے حلق سے وحشیانہ قہقہہ ابل پڑا۔ میں دوبارہ جیپ میں بیٹھا تھا اور پھر جیپ آگے بڑھ گئی
تھی۔ "تمہاری ایسی تیسی۔" میں نے دل میں سوچا۔

لیکن اب ایک اور خطرہ پیدا ہو گیا تھا۔ نہ جانے یہ گلی کہاں ختم ہوتی ہے۔ ممکن ہے میرا تعاقب
کرنے والے دوسرے لوگ گلی کے دوسرے سرے پر میرا استقبال کرنے کو تیار ہوں۔ چنانچہ اس سلسلے میں
بھی فوری فیصلہ ضروری تھا۔ مجھے لکڑی کا ایک پھاٹک نظر آیا اور میں نے جیپ اس کی طرف موڑ دی۔

ایک خوفناک ٹکر سے لکڑی کا پھاٹک درمیان سے ٹوٹ گیا۔ اس کے دوسری طرف وسیع لان تھا۔
جیپ لان میں گھس گئی اور میں نے اسے روک لیا۔ پھر برق رفتاری سے میں نیچے کودا اور اس احاطے کی
کی طرف بڑھ گیا۔ دوسرے لمحے میں دیوار کود گیا اور سامنے کی سمت بھاگ پڑا۔ پیچ در پیچ راستوں سے
ہوا میں ایک سڑک پر آ نکلا۔ مجھے بالکل نہیں معلوم تھا کہ میں کون سے علاقے میں ہوں لیکن تھوڑی دیر
لگے نیون سائنوں نے مجھے اس علاقے کے بارے میں بتا دیا۔

نائٹ کلبوں کا علاقہ تھا اور دور سے گلیلوں کے حروف چمک رہے تھے۔ میں نے فاصلے کا اندازہ
کیا اور پھر اس کی طرف بڑھ گیا۔ اس وقت مجھے اپنے اعصاب کی پوری قوت یکجا کرنا تھی۔ ایک جگہ رک کر
میں نے روشنی میں اپنے لباس کو دیکھا۔ لباس منتشر تھا۔ بال بھی بکھرے ہوئے تھے۔ لیکن شکر ہے میں زخمی
نہیں ہوا تھا اور لباس پر ایسے نشانات نہیں تھے جن سے کسی کو شبہ ہو سکتا۔ میں نے لباس کسی حد تک
درست کیا' انگلیوں سے بال سنوارے اور اس کے بعد میں کسی شرابی کے سے انداز میں کلب میں داخل ہو
گیا۔ اندر سے سازوں کی آوازیں ابھر رہی تھیں۔

میری رہنمائی ایک میز کی طرف کر دی گئی اور میں بیٹھ گیا۔ میرے حواس درست نہیں تھے لیکن
میں نے خود کو بہت زیادہ نشے میں ہونے والے شخص میں بدل لیا اور اپنی یہ کیفیت نبھا گیا۔ بیرے کے آنے پر
میں نے اسکاچ طلب کی اور بیرا گردن ہلا کر آگے بڑھ گیا۔

اسٹیج پر رقص جاری تھا لیکن میں بس ادھر نگاہیں جمائے ہی بیٹھا تھا' دیکھ کچھ نہیں رہا تھا۔ اسکاچ
آئی اور میں نے کافی شراب گلاس میں انڈیل لی۔ شراب نے درحقیقت اعصاب کو یکجا کرنے میں مدد دی
تھی۔ میں نے کھانے کے لیے بھی کچھ چیزیں طلب کریں اور تقریباً دو ڈھائی گھنٹے وہاں گذارے۔ اسٹین گن
میں نے پھینک دی تھی لیکن ایک پستول میرے پاس موجود تھا جو لوڈ تھا۔ اسے استعمال کرنے کی نوبت نہیں
آئی تھی۔ چنانچہ میں کسی حد تک بے فکر تھا۔

اس دوران میں فیصلے کرتا رہا تھا۔ احمق سردارے ابھی وہیں موجود تھا۔ گویا دشمنوں کے غول میں تھا
اور اب وہ اسے معاف نہیں کر سکتے تھے۔ سردارے! میرے ذہن میں آگ لگ گئی۔ ہرگز نہیں۔ سردارے
کو ان لوگوں کے رحم و کرم پر نہیں چھوڑا جا سکتا تھا۔ ابھی وہ محفوظ ہوگا۔ اسے بچانا ضروری ہے۔ میں نے
بیرے کو اشارہ کر کے بل منگایا اور بل ادا کر کے وہاں سے اٹھ گیا۔ لڑکھڑاتے قدموں سے باہر آیا اور ٹیکسی
اسٹینڈ کی طرف بڑھ گیا' جہاں بے شمار ٹیکسیاں کھڑی ہوئی تھیں۔ نائٹ کلبوں سے نکلنے نشے میں چور شرابی
گھروں کو واپس جانے والے بل کے ساتھ اچھی خاصی ٹپ دے دیا کرتے تھے اس لیے ٹیکسی ڈرائیور نائٹ
کلبوں کے سامنے اپنی رات کالی کرنے میں حرج نہ سمجھتے تھے۔ میں نے ایک ٹیکسی کا دروازہ کھولا اور اندر بیٹھ
گیا۔ مستعد ڈرائیور جلدی سے سیدھا ہو گیا تھا۔ نشے میں ڈوبی آواز میں' میں نے اسے اس علاقے کا پتہ بتایا'
جہاں سینی ٹورا کی کوٹھی تھی اور ٹیکسی چل پڑی۔

عمارت سے کافی دور میں نے ٹیکسی رکوائی اور ڈرائیور کی امیدوں کو پورا کر دیا۔ اس نے خوش ہو کر
شکریہ ادا کیا اور ٹیکسی آگے بڑھ گئی۔

اس وقت عمارت کے سامنے والے حصے سے اندر داخل ہونا حماقت تھی۔ میں نے عقبی حصے کا
انتخاب کیا اور تھوڑی دیر کے بعد میں اندر تھا۔ عمارت سنسان پڑی تھی۔ مجھے یقین تھا کہ سینی ٹورا اس مہم
سے فارغ ہو کر ابھی یہاں نہ پہنچی ہوگی اور یقیناً انٹرپول برانچ آفس میں ہوگی۔ یوں بھی رات کا آخری پہر
تھا۔

لیکن یہ اتفاق ہی تھا کہ اس کمرے تک پہنچنے کے لیے' جس میں سردارے' کیروشیا کے ساتھ مل
سکتا تھا' سینی ٹورا کے کمرے کے سامنے سے گذرنا پڑتا تھا۔ سینی ٹورا کے کمرے میں' میں روشنی دیکھ کر چونک
پڑا۔ اس کا مطلب ہے وہ واپس آ چکی ہے اور میرے دانت بھینچ گئے۔ مجھے غلام سیٹھ کی موت یاد آ گئی۔ ممکن

ہے اس میں سینی ٹورا کا ہاتھ بھی ہو اور میری آنکھیں خون برسانے لگیں۔

چند منٹ کے لئے میں سردارے کو بھول گیا۔ جیب سے پستول نکالا اور سینی ٹورا کے کمرے کی طرف بڑھ گیا۔ دروازے کو ہلکا سا دھکیل کر دیکھا' اندر سے بند نہیں تھا۔ میں نے حواس مجتمع کیے اور اندر داخل ہو گیا۔ سینی ٹورا بیڈ پر لیٹی ہوئی تھی۔ وہی باریک لبادہ اس کے بدن پر تھا۔ پیشانی پر پٹی بندھی ہوئی تھی۔ چہرے پر جگہ جگہ ٹیپ چپکے ہوئے تھے۔ بائیں شانے پر بھی زخم تھا لیکن وہ جاگ رہی تھی اور اس کی آنکھوں میں پرسکون کیفیت تھی۔

دروازے پر آہٹ سے وہ چونک پڑی۔ میری طرف گردن گھمائی اور پھر جیسے اسے کرنٹ سا لگا۔ دوسرے لمحے وہ اچھل کر بیٹھ گئی' حالانکہ اس کے بدن پر جتنے زخم نظر آ رہے تھے ان کو دیکھتے ہوئے اس کا آرام سے اٹھ جانا ذرا حیرتناک بات تھی لیکن سینی ٹورا سے کوئی بات بعید نہیں تھی۔ وہ جس قسم کی عورت تھی اس کا اندازہ میں بارہا کر چکا تھا۔

"اوہ نواز میری جان! خدا کا شکر ہے تم ٹھیک ہو۔"

"خدا کا شکر ہے۔" میں نے [illegible] انداز میں کہا اور پستول جیب میں رکھ لیا۔

"میں تمہارے لیے بے حد پریشان تھی۔" سینی ٹورا طویل سانس لے کر بولی۔

"واقعی؟"

"ہاں نواز!" اس نے گردن جھکا لی۔ "دراصل تم ———"

"ہاں۔ اب صرف میں ہی تمہارے لیے خطرہ ہو سکتا تھا۔"

"خطرہ؟"

"ظاہر ہے تم نے اپنی مہم کا سب سے بڑا مقصد حاصل کر لیا ہے۔"

"اچھا اب ایسی باتیں مت کرو۔ بیٹھ جاؤ۔ میں تم سے بہت سی باتیں کروں گی۔"

"ضرور' مس سینی ٹورا!"

میں آگے بڑھ کر کرسی پر بیٹھ گیا۔

"تمہارے بدن پر کوئی چوٹ تو نہیں ہے؟"

"جی نہیں۔"

"مقابلے کے وقت تم کہاں تھے؟"

"چھت پر۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"اوہ! تو میرا خیال ٹھیک تھا۔ سینی ٹورا مسرور انداز میں بولی۔ "تم وہاں سے درخت پر کودے اور اس کے بعد تم ہی جیپ لے کر فرار ہوئے تھے؟"

"جی ہاں!" میں نے طنزیہ انداز میں جواب دیا۔

"خدا کی قسم نواز! تم دنیا کے سب سے دلیر انسان ہو' جانتے ہو تمہارا تعاقب کس نے کیا تھا؟"

"میں نے شکل نہیں دیکھی۔"

"وہ میں تھی۔ اس پورے حملے کو میں نے کمانڈ کیا تھا۔"

"تمہیں غلام سیٹھ کے بارے میں کیسے پتہ چلا؟"

"یہ بات تمہیں تمہارا ساتھی بتائے گا۔ کیا تم اس سے ملے؟"

"ابھی نہیں۔"

"اوہ! اسی لیے تمہارے انداز میں تبدیلی ہے۔ بہرحال چھوڑو۔ دیکھو میں تمہارے ہاتھوں کتنی دلی ہوئی۔ گلی کی سیڑھیوں سے نیچے اترتے وقت میرے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا کہ تم ایسی حرکت کرو گے۔ یقین کرو میں نے دل ہی دل میں بے حد داد دی تھی۔"

"تم مجھے پہچان نہیں پائی تھیں؟" میں نے پوچھا۔

"نہیں۔ لیکن سوچ ضرور رہی تھی۔ سچ جانو میں تمہیں غلام سمجھی تھی اور میں نے دل میں سوچا تھا کہ اورڈ کے وطن کے سارے لوگ ہی بے جگر ہوتے ہیں لیکن جب بعد میں مجھے معلوم ہوا کہ غلام سیٹھ کی لاش چھت پر پڑی ہوئی ہے تب نہ جانے میرے دل نے کیوں کہا کہ یہ تم ہی ہو۔"

"ہمارے درمیان اب کیا رشتہ ہے سینی ٹورا؟"

"آؤ۔ بس آ جاؤ۔ رشتوں کے بارے میں پھر سوچیں گے۔"

"اس وقت تک نہیں جب تک تم بتا نہ دو کہ تمہیں غلام سیٹھ کے بارے میں معلومات کہاں سے ہوئیں؟" میں نے مکاری سے کہا۔

"اوہ! ضدی انسان۔ اب ہم کھل کر سامنے آ گئے ہیں' اب اس کی کیا ضرورت ہے۔ دیکھو نا' تم نے بھی اعتراف نہ کیا کہ تم اسی گروہ سے ہو۔"

"اور تم نے؟"

"ہاں ہم دونوں برابر ہیں۔"

"میرا سوال تشنہ ہے۔" میں نے کہا اور سینی ٹورا اٹھ گئی۔ اس نے ایک طرف رکھا ٹیپ ریکارڈر آن کیا اور چند ساعت کے بعد اس لڑکی کی آواز ابھری جس نے مجھے غلام سیٹھ کے بارے میں اطلاع دی تھی پھر میری آواز۔ میرے رونگٹے کھڑے ہو گئے تھے۔

سینی ٹورا نے ٹیپ بند کر دیا۔ "بس اب تو سمجھ گئے؟"

"ہاں۔ کچھ سوال اور تشنہ ہیں۔" میں نے گہری سانس لے کر کہا۔

"وہ بھی پوچھو مگر جلدی۔ میرے زخموں میں تکلیف ہو رہی ہے۔ میں تمہیں شدت سے یاد کر رہی تھی۔" سینی ٹورا نے عجیب سے انداز میں کہا۔

"یہ آواز تم نے کہاں سے ٹیپ کی؟"

"تمہاری قمیض کے کالر میں ایک ننھا سا ٹیپ ریکارڈ پن ہوتا تھا۔"

"اوہ! تو تم نے اسی رات ———؟"

"ہاں!"

"گویا غلام سیٹھ کی موت کا سبب میں ہی بنا ہوں؟"

"یونہی سمجھ لو۔"

"اور تمہارے خیال میں' میں تمہیں معاف کر دوں گا؟"

"کیا مطلب؟" سینی ٹورا چونک پڑی۔

"میں اپنے چیف کا وفادار ہوں سینی! جس طرح تم نے انٹرپول کے لیے اپنا فرض پورا کیا ہے میرے اوپر بھی کچھ فرائض عائد ہوتے ہیں۔"

"لیکن ایڈورڈ! غلام سیٹھ کا بچنا تو بہت مشکل تھا۔"

"لیکن اس کی موت کا ذریعہ میں بنا ہوں۔" میں نے جیب سے پستول نکال لیا۔

"ایڈورڈ!" سینی ٹورا متحیرانہ انداز میں منہ کھول کر رہ گئی اور میں نے اس کی پیشانی کا نشانہ لے کر دیا۔ گولی نے سینی ٹورا کی پیشانی کے پرخچے اڑا دیے۔ اس کے دونوں ہاتھ پھیلے' کچھ کہنے کے لیے ہونٹ کھولے اور پھر اوندھے منہ زمین پر آرہی۔ میں نے پورا پستول اس کے بدن پر خالی کر دیا اور وہ مچھلی کی طرح تڑپنے لگی۔

میرے دانت بھینچے ہوئے تھے۔ مجھے اس کے انجام کا ذرا بھی افسوس نہیں تھا۔ ہاں غلام سیٹھ کی موت کا رنج اور بڑھ گیا تھا۔ بالآخر میں دھوکا کھا ہی گیا۔ کم بخت سینی ٹورا نے مجھے ہی اس گروہ کے ذریعہ بنایا۔ بہر حال سینی ٹورا کافی دیر تک تڑپتی رہی اور پھر سرد ہوگئی۔

تب میں کمرے سے نکل آیا اور اب میرا رخ سردارے کے کمرے کی طرف تھا۔ سردارے کے کمرے کا دروازہ اندر سے بند تھا۔ میں نے آہستہ سے دستک دی۔ بہر حال سینی ٹورا کی کوٹھی میں لوگ بھی یقینی طور پر موجود ہوں گے۔ پستول میں اگر سائلنسر نہ لگا ہوتا تو یہاں ایک لمحہ ٹھہرنا بھی تھا لیکن بہر حال-----

میں نے دوبارہ دستک دی اور اندر سے کروشیا کی آواز ابھری۔

"کون؟"

"دروازہ کھولو۔" میں نے کہا اور دوسرے لمحے دروازہ کھل گیا۔

کیروشیا نائٹ گاؤن پہنے ہوئے تھے اور اس کے عقب میں مسہری پر سردارے سویا ہوا تھا۔

"اسے جگاؤ۔" میں نے پستول کیروشیا کے سینے پر رکھ دیا اور وہ ہکا بکا رہ گئی۔

"مم----- مسٹر ایڈورڈ!"

"چلو۔" میں نے اسے پستول کی نال سے پیچھے دھکیل دیا۔ ہم دونوں کی آواز سن کر ہی سردارے کی آنکھ کھل گئی تھی اور وہ ہڑبڑا کر اٹھ گیا۔

وہ سلیپنگ سوٹ میں تھا۔ "کپڑے پہنو سردارے!" میں نے بھاری لہجے میں کہا اور سردارے نہ جانے کیوں سہم گیا' اس نے جلدی سے میرے سامنے ہی لباس تبدیل کر لیا۔

"آؤ!" میں نے کہا۔ کیروشیا اب بھی اسی طرح کھڑی ہوئی تھی۔ اسے گمان بھی نہ تھا کہ اگلے لمحے کیا ہونے والا ہے۔ پستول کے دستے کی ضرب نے کیروشیا کی کھوپڑی تڑخا دی۔ اس کے منہ سے چیخ نکلی اور وہ لہرا کر زمین پر آگری۔

"استاد!" سردارے کی سرسراتی آواز ابھری۔

"آؤ!" میں اسے ساتھ لیے ہوئے دروازے سے باہر نکل گیا۔

"کک----- کیا ہو گیا استاد؟"

"بتاتا ہوں۔" میں نے کہا اور پھر میں سردارے کو لیے ہوئے سینی ٹورا کے کمرے کے سامنے

"اندر جھانکو۔" میں نے کہا اور سردارے نے بے ساختہ سینی ٹورا کے کمرے کا دروازہ کھول کر اندر جھانکا اور پھر ایک دم پیچھے ہٹ گیا۔

"اوہ استاد! گڑبڑ ہو گئی۔ خدا کی قسم برا ہو گیا۔"

"چلو----- چلو----- یہاں سے نکل چلو ورنہ اور برا ہو جائے گا۔"

"اور پھر میں سردارے کو لیے ہوئے کوٹھی سے باہر نکل آیا اور ہم دونوں تیز رفتاری سے چل پڑے۔ ابھی تک میرے ذہن میں کوئی پروگرام نہیں تھا کہ ہم یہاں سے کہاں جائیں گے۔ صبح کا اجالا پھوٹنے لگا تھا۔ ہم چلتے رہے اور پھر ایک شبینہ ریسٹورنٹ میں آگئے۔ اکا دکا گاہک موجود تھے۔ ہم نے کرسیوں پر بیٹھ کر کافی طلب کی۔ سردارے کے چہرے پر زلزلے کے آثار نظر آرہے تھے۔

"اسے تم نے ہی قتل کیا ہے استاد؟"

"ہاں!" میں نے جواب دیا۔

"برا ظلم ہو گیا استاد' لیکن قصور میرا بھی تو نہیں تھا۔"

"کیا مطلب؟" میں نے سرد لہجے میں پوچھا۔

"کل سے تم سے ملاقات ہی نہیں ہوئی' تم کہاں غائب رہے؟"

"بات کیا ہے سردارے' کیوں سسپنس پیدا کر رہے ہو؟"

"سینی ٹورا خود بھی مصروف رہی تھی چیف۔ اس نے مجھے تمہارے لیے پیغام دیا تھا۔"

"کیا پیغام تھا؟" میں نے حیرت سے پوچھا۔

"وہ جلدی میں تھی اور بہت گھبرائی ہوئی تھی۔ اس نے مجھ سے کہا کہ میں تمہیں تلاش کر کے اس کا پیغام تمہیں دے دوں۔"

"سردارے احمق' پیغام کیا تھا؟"

"اس نے اعتراف کیا استاد کہ اس کا تعلق انٹرپول سے ہے۔ تمہارے ہی ذریعے اسے معلوم ہوا کہ غلام سیٹھ گلیمرش اسٹورز میں آئے گا۔ چنانچہ اس نے مجھ سے کہا کہ میں تمہیں تلاش کر کے یہ پیغام دے دوں کہ تم گلیمرش اسٹورز نہ جانا وہاں انٹرپول ریڈ کرے گی۔ سینی ٹورا نے یہ بھی کہا استاد کہ اس نے اپنے ڈیپارٹمنٹ کو ہمارے لیے کلیرنس رپورٹ دے دی ہے اور کہا ہے کہ مکمل تحقیقات سے پتہ چل گیا ہے کہ ان لوگوں کا تعلق اس گروہ سے نہیں ہے۔ گویا اس نے ہماری پوزیشن صاف کر دی تھی۔ اس نے کہا کہ یہ اس کا فرض ہے کہ غلام سیٹھ کے گرد کو توڑ دے لیکن وہ تمہیں چاہتی تھی اور اس نے تمہاری پوزیشن بالکل صاف کر دی تھی۔ اس کا خیال تھا کہ تم کو اپنے ساتھ ہی رکھے گی لیکن استاد' کیا اس نے تمہیں یہ تفصیل نہیں بتائی؟"

سردارے کی بات سن کر میرا دماغ چکرا گیا۔ درحقیقت سینی ٹورا نے پوچھا تھا کہ کیا میں سردارے سے نہیں ملا۔ افسوس جلدی بازی ہو گئی۔

میں نے اپنے دل کو ٹٹولا اور مجھے سینی ٹورا کے لیے تھوڑی سی ہمدردی کا احساس ہوا لیکن پھر غلام سیٹھ کی موت نگاہوں میں گھوم گئی اور میں نے دانت کچکچا کر اس خیال کو ذہن سے جھٹک دیا۔ بہر حال سینی ٹورا غلام سیٹھ کی قاتل تھی۔

کافی آ گئی اور ہم اس کے چھوٹے چھوٹے گھونٹ لینے لگے۔ صبح کی روشنی پھیلنے لگی تھی ا
کافی کا آخری گھونٹ ختم ہوا تو رات بھی ختم ہو چکی تھی۔

ہم وہاں سے اٹھ آئے لیکن اب ذہن میں کوئی پروگرام نہیں تھا۔ سردارے بھی عجیب سے
میں خاموش ہو گیا تھا۔ ہم دونوں بے مقصد پیدل چلتے رہے۔ دونوں ہی سوچ میں ڈوبے ہوئے تھے۔ ک
نکل آئے تو سردارے نے پوچھا۔

"مگر استاد' میں ابھی تک حالات سے لاعلم ہوں۔ آخر کیوں؟"

"پہلے یہ سوچو سردارے کہ فی الحال ہم ٹھکانہ کہاں بنائیں؟"

"خطرہ اب بھی موجود ہو گا استاد؟"

"ممکن ہے کچھ اور بڑھ جائے۔"

"کیوں؟"

"سینی ٹورا نے کچھ کیا ہے اب اس کا اثر ختم ہو جائے گا۔"

"کیوں؟"

"احمق آدمی۔ کیروشیا ہوش میں ضرور آئے گی۔ اس کے آدمی بھی ہمارے بارے میں جا
اور انٹرپول بہرحال ہمارے پیچھے لگی ہوئی ہے۔"

"ہاں۔ یہ تو ہے استاد!"

"اس لیے خطرہ اور بڑھ گیا ہے۔"

"ٹھیک کہا استاد۔ پھر پہلے فوری طور پر کچھ بندوبست کرنا ہو گا۔ ارے ہاں استاد' ان حالات م
ہم بیکر سے رابطہ قائم کریں؟" سردارے نے کہا۔

"اوہ' نہیں سردارے۔ ہماری پوزیشن اس وقت بارود کی سی ہے۔ جہاں ہوں گے ذرا سی
سے بربادی پھیلا دیں گے۔ بیکر خواہ مخواہ کسی مصیبت میں بھی پھنس سکتا ہے۔"

"یہ بھی ٹھیک ہے۔" سردارے نے کہا۔ ہم دونوں پیدل چلتے رہے اور نہ جانے کہاں سے
نکل آئے۔ پھر میرے ذہن میں ایک خیال آیا اور میں نے سردارے کے شانے پر ہاتھ رکھ کر کہا۔

"غلام سیٹھ مارا جا چکا ہے۔"

"کیا؟" سردارے اچھل پڑا۔

"ہاں۔ رات کو انٹرپول سے سخت معرکہ ہوا تھا۔"

"اور ------ اور غلام سیٹھ مارا گیا؟"

"ہاں!"

"اور تم یہ خبر اتنی دیر کے بعد مجھے اب سنا رہے ہو؟"

"ہاں!"

"کیوں استاد؟"

"فضول بات ہے۔ اگر یہ اطلاع تمہیں پہلے دے دی جاتی تو تم کیا کر لیتے؟"

"پھر بھی یہ اطلاع بے حد اہم اور افسوس ناک تو ہے استاد۔"

"ہاں' اور سینی ٹورا کی وجہ سے یہ سب کچھ ہوا۔"

"میں سمجھ رہا ہوں۔" سردارے نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔

"کہنے کا مقصد یہ ہے سردارے کہ اب ہم لاوارث ہیں۔ اب ہمارا کوئی گروہ نہیں ہے۔ گروہ تو خود
یٹھ نے توڑ دیا تھا مگر باقی کام اچانک ہوا۔ غلام سیٹھ مجھے واپس پشاور لے جانا چاہتا تھا۔"

"ہا۔" سردارے نے افسوس ناک لہجے میں کہا۔ "واقعی استاد۔ اس کا مطلب ہے کہ ایک سنگین
ہو چکا ہے۔"

"سردارے! اخبار خریدو۔ تفصیلات تو دیکھیں ویسے سڑکوں پر ہمارا اس طرح گھومنا ٹھیک بھی نہیں
ے۔"

"اوہ۔ ابھی لو استاد۔" سردارے چاروں طرف نگاہیں دوڑاتے ہوئے بولا۔ قرب و جوار میں کوئی
نظر نہیں آیا۔ ہم آگے بڑھتے رہے اور پھر ایک بک اسٹال نظر آ گیا جہاں سے ہم نے ایک انگریزی
خریدا اور پھر سردارے نے اخبار دیکھ کر ایک طویل سانس لی۔ پہلے ہی صفحے پر بڑی بڑی سرخیاں نظر
یں۔

"زبردست معرکے کے بعد اسمگلروں کے بین الاقوامی گروہ کو توڑ دیا گیا۔ گروہ کا سرغنہ غلام سیٹھ
یا۔ بائیس اسمگلر انٹرپول اور مقامی پولیس کے ہاتھوں ہلاک۔ خوفناک مقابلے کے بعد پولیس کو اسمگلروں
رف لاشیں مل سکیں۔ ایک اسمگلر فرار۔ اور اس کے بعد پوری خبر تھی۔ خبروں میں فرار ہو جانے والے
لر کو سرغنہ کا داہنا بازو بتایا گیا تھا اور عوام سے درخواست کی گئی تھی کہ وہ اسمگلر کی تلاش میں پولیس کی مدد
یں۔ یہ بھی لکھا تھا کہ بہت جلد مفرور اسمگلر کی تصویریں شائع کی جائیں گی۔ میں نے بھی خبریں پڑھیں۔
ارے کے چہرے پر سنسنی کے آثار تھے۔

"یہ حالات تو اچھے نہیں ہیں استاد۔ ہمیں فوری طور پر میک اپ کا بندوبست کرنا چاہیے۔"

"بالکل ٹھیک کہا سردارے۔"

"کسی ہوٹل میں قیام بھی ٹھیک نہیں ہو گا۔"

"ہاں۔" میں نے پرخیال انداز میں گردن ہلائی اور پھر میں چونک پڑا۔ "سردارے!" میں نے
برائی آواز میں کہا۔

"ہوں!"

"میرا خیال ہے ایک ٹھکانہ ہو سکتا ہے۔"

"کہاں استاد؟"

"ٹیکسی روکو۔" میں نے کہا اور سردارے ٹیکسی کے لیے نگاہیں دوڑانے لگا۔ پھر ایک ٹیکسی مل گئی
ر ہم اس میں بیٹھ گئے۔ "اینگلی!" میں نے ڈرائیور سے کہا اور اس نے ٹیکسی آگے بڑھا دی۔ اینگلی
ے تھوڑے فاصلے پر ہی میں نے ٹیکسی رکوائی اور نیچے اتر کر بل ادا کیا۔ پھر ہم ایک مخالف سمت مڑ گئے اور
ب ٹیکسی نگاہوں سے اوجھل ہو گئی تو واپس پلٹ پڑے۔

"کیا مطلب؟" سردارے نے کہا۔

"چلتے رہو۔" میں آہستہ سے بولا اور سردارے نے گردن ہلا دی۔ اینگلی میں داخل ہو کر میں

اس بلڈنگ میں داخل ہو گیا، جہاں سوئیٹا کا فلیٹ تھا۔ فلیٹ لاک نہیں تھا، یوں بھی اتنی صبح اس
چلے جانا ممکن نہیں تھا۔ سردارے بالکل خاموش تھا۔ دو تین بار دروازہ کھٹکھٹانے کے بعد اندر سے قد
چاپ سنائی دی اور پھر سوئیٹا نے دروازہ کھول دیا۔ وہ سرخ رنگ کا گاؤن پہنے ہوئے تھی اور اجڑ
نظر آ رہی تھی۔

ہمیں دیکھ کر خوش ہو گئی۔ "اوہ۔ ایڈی ڈیر!" اس نے بے اختیار ہاتھ پھیلا دیئے اور دوڑ کر
لپٹ گئی۔ میں نے کھنکار کر سردارے کی طرف دیکھا۔

"آؤ۔ اندر آؤ۔ آپ بھی مسٹر!" اس نے کہا۔

"پنٹو!" میں نے کہا۔

"آیئے۔ باہر کیوں کھڑے ہیں؟"

"معاف کرنا سوئیٹا! یہ تکلیف دینے کا وقت نہیں تھا لیکن۔"

"جب کچھ سوچ کر آئے ہو تو آؤ تو سہی۔ ویسے کیوں ذلیل کر رہے ہو۔" سوئیٹا
انداز میں کہا اور ہم دونوں اندر داخل ہو گئے۔

"ہم نے تمہارے کسی مہمان کو تو ڈسٹرب نہیں کیا؟" میں نے آہستہ سے پوچھا۔

"تم اتنی رقم دے گئے تھے کہ میں پورا ایک ہفتہ آرام کرنے کا فیصلہ کر چکی ہوں۔" اس
انداز میں جواب دیا۔

"اوہ! یہ تو اچھی بات ہے۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا اور پھر ہم سوئیٹا کے ڈرائنگ
داخل ہو گئے۔ "آرام سے بیٹھو پنٹو۔ اپنا ہی گھر ہے۔"

"خوب ہے استاد!" سردارے نے گردن دونوں طرف جھٹکتے ہوئے کہا اور میں مسکرانے ل
سردارے اس گھر کو دیکھ کر حیران ہو گا۔

"تمہارے لیے غسل کا بندوبست کروں ڈارلنگ۔ چہرے سے تھکن کا اظہار ہو رہا
سوئیٹا نے کہا۔

"شکریہ!" میں نے کہا اور سوئیٹا ڈرائنگ روم سے باہر نکل گئی۔ میں نے سردارے ک
دیکھا۔ سردارے الوؤں کی طرح آنکھیں نچا رہا تھا۔

"اب تو یہ پوچھنے کی گنجائش بھی نہیں رہی ہے استاد کہ یہ خاتون کون ہیں۔" اس نے گہ
لے کر کہا۔

"ہاں سردارے! ایسی باتیں مت پوچھا کرو۔"

"بالکل نہیں پوچھوں گا استاد۔ بس ایک بات بتا دو۔"

"کیا؟"

"کس چیز سے لکھا کر لائے ہو؟"

"میں کہہ چکا ہوں فضول باتوں سے گریز کرو۔" میں نے کہا۔

"ہائے۔ صرف یہی ایک چیز فضول نہیں ہے۔ اور ------ باقی کچھ نہیں ہے استاد۔ تم
مرضی۔" سردارے خاموش ہو گیا۔

"فوری طور پر یہ محفوظ جگہ ہے لیکن زیادہ دیر تک نہیں۔"

"زیادہ دیر تک کیوں نہیں؟"

"انہوں نے ہماری تصویریں چھاپنے کا دعویٰ کیا ہے۔"

"لیکن اب تو سڑکوں پر نکلنا بھی خطرناک ہو گا استاد؟"

"ہوں۔ ایک دفعہ تو جانا ہی پڑے گا۔"

"کیوں؟"

"میک اپ کا سامان خریدنا ہو گا۔"

"اب تو بتا ہی دو استاد ------ یہ لڑکی کون ہے؟" سردارے پر خیال انداز میں بولا۔

"سوئیٹا!"

"ہاں!"

"سوئیٹا ایک پیشہ ور لڑکی ہے لیکن اچھے اخلاق کی مالک سویڈش ہے۔ یہاں ملازمت کرنے آئی
اس کے گھر والے سویڈن میں ہیں۔ حالات یہاں تک لے آئے۔"

"گویا خون خراب نہیں ہے۔"

"یہی کہا جا سکتا ہے۔"

"تب پھر یہ رقم کے زور پر کس حد تک تو ہمارے کام آ سکتی ہے؟"

"مثلاً؟"

"میک اپ کا سامان اس سے منگوایا جا سکتا ہے۔" سردارے نے کہا۔ میں نے اس کی بات کا کوئی
اب نہیں دیا تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد سوئیٹا واپس آ گئی۔ اس نے لباس تبدیل کر کے بال سنوار لیے
۔

"آیئے۔" اس نے کہا۔

"ایک ایک؟" میں نے پوچھا۔

"ہاں!" وہ مسکرا دی۔

"جاؤ استاد۔ تم زیادہ تھکے ہوئے ہو۔" سردارے نے کہا اور میں باتھ روم میں چلا گیا۔ میرے بعد
ردارے نے غسل کیا اور پھر جب ہم دونوں غسل سے فارغ ہو گئے تو سوئیٹا نے ناشتے کی اطلاع دی۔

"بہت بہت شکریہ سوئیٹا! اور در حقیقت تم اتنی پر خلوص اور مہمان نواز ہو کہ دل چاہتا ہے
ہارے ساتھ کئی دن تک قیام کیا جائے۔" میں نے ناشتے کے دوران کہا۔

اور سوئیٹا عجیب سی نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگی۔

"کیوں؟" میں نے مسکراتے ہوئے اسے دیکھا۔

"ایسی باتیں کہہ کر دل کیوں دکھاتے ہیں مسٹر ایڈی!"

"کیا مطلب؟"

"ہم بھی کبھی اس قابل تھے کہ لوگ ہمارے مہمان بنیں۔ اب تو اس جگہ مہمان کا لفظ، مہمانوں
کے لیے ایک گالی ہے۔ ہم تو کسی سے کہہ بھی نہیں سکتے۔" سوئیٹا کی آواز میں سسکیاں تھیں۔

"اوہ۔ نہیں سوئیٹا۔ ہم تمہارے مہمان ہیں' اگر تم پسند کرو۔"
"دلی مسرت کے ساتھ۔" سوئیٹا نے جواب دیا۔
"بس تو ہم نے یہاں دھرنا دے دیا۔" میں نے ہنستے ہوئے کہا۔
"اب میں آپ کو اپنی مرضی سے جانے دوں گی۔"
"ٹھیک ہے۔" میں نے کہا اور سوئیٹا کے چہرے سے دلی مسرت ٹپکنے لگی۔ ناشتے کے ڈرائنگ روم میں آبیٹھے اور سوئیٹا دلچسپ گفتگو کرتی رہی۔ گیارہ بجے کے قریب اس نے ہم سے چاہی۔

"تو مہمانان گرامی! خادمہ کو تھوڑی دیر کے لیے اجازت دیں۔ یہ بدنصیب فلیٹ پہلی بار خو سے دو چار ہوا ہے۔ مہمانوں کا عادی نہ ہونے کی وجہ سے یہ مہمانوں کی مدارات کا متحمل نہیں ہے اسے اس قابل بنا دوں۔"
"ضرور!" میں نے کہا اور سوئیٹا چلی گئی۔
"لطف کی بات یہ ہے استاد' کہ لڑکیاں کیسی بھی ہوں' زندگی بھر پیشہ ور رہی ہوں مگر تم سامنے موم ہو جاتی ہیں۔ آپ------" سردارے نے جلدی سے دونوں ہاتھوں سے منہ بند کر لیا۔
"کیوں' کیوں؟" میں نے ہنستے ہوئے کہا۔
"احمق سمجھ کر معاف کر دیا کرو استاد!"
"کیا مطلب؟"
"میں نے پھر اس لڑکی کو موضوع بنا لیا۔" سردارے نے کہا اور میں ہنسنے لگا۔
"ویسے سردارے' بڑے کام آئی ہے یہ لڑکی اس وقت تو ہم واقعی بڑی خراب پوزیشن میں فوری طور پر کوئی ٹھکانہ ضروری تھا اور میرے خیال میں ہوٹل وغیرہ ہمارے لیے جیل خانے سے کم تھے۔"

"یقیناً!" سردارے نے گردن ہلائی۔
"بہرحال دو چار دن اس کے ساتھ گذاریں گے' اس کے بعد یہاں سے نکلنے کی سوچیں گے۔
"ٹھیک ہے استاد' لیکن------"
"لیکن کیا؟" میں نے اسے کڑی نگاہوں سے گھورا۔
"کچھ بھی نہیں باس۔ کچھ نہیں چیف۔" سردارے نے مسخرے پن سے دانت نکال دیئے۔
"تم تو رات بھر سوئے ہو۔ میں بھی تھوڑی دیر سو جاؤں۔"
"ضرور چیف ضرور۔" سردارے نے جواب دیا۔
"جب تک سوئیٹا واپس نہ آجائے تم جاگتے ہی رہو گے اس کے بعد چاہو تو سو سکتے ہو۔"
"اوکے چیف!" سردارے نے اٹینشن ہو کر کہا اور میں بیڈ روم میں آگیا۔ سوئیٹا بے چار خالی اور کھلا چھوڑ کر چلی گئی تھی۔ یہ اس کے اچھا انسان ہونے کی دلیل تھی۔
نیند بھی خوب آئی۔ بس بستر پر لیٹا اور سو گیا۔ نہ جانے کیوں یہاں بڑا اطمینان تھا۔ یوں لگتا یہ جگہ ساری آفتوں سے محفوظ ہے' پھر دوپہر کے کھانے پر سردارے نے مجھے جگایا اور میں اٹھ گیا۔

"کیا بات ہے؟" میں نے پوچھا۔
"کوئی بات نہیں استاد' بس ذرا کھانے کا وقت ہو گیا ہے۔"
"اوہ' کیا بج گیا؟"
"ڈیڑھ!"
"سوئیٹا واپس آگئی؟"
"کبھی کی اور کچن سے اٹھنے والی خوشبوؤں نے برا حال کر رکھا ہے۔" میں اٹھ گیا' منہ ہاتھ وغیرہ دیا اور پھر سوئیٹا نے کھانا لگ جانے کی اطلاع دی۔ وہ اس وقت خالص گھریلو عورت نظر آرہی تھی جسے مہمانوں کی تواضع کا پورا پورا احساس تھا۔ کھانے کی میز پر بھی بہت سی ڈشیں موجود تھیں۔ بڑا ہی عمدہ کھانا تھا۔ ہم نے دل کھول کر کھایا اور دل کھول کر ہی تعریف کی اس کے بعد چائے وغیرہ کا دور چلا اور پھر ہم لوگ کافی دیر تک بیٹھے گفتگو کرتے رہے۔
"شام کا کیا پروگرام رہے گا جناب؟"
"بس یہ حسین شام تمہارے ساتھ' تمہارے فلیٹ پر ہی گذرے گی۔"
"اوہو' باہر نہیں چلیں گے؟"
"کیا کریں گے سوئیٹا' پورا کوپن ہیگن دیکھ لیا ہے' اب دیکھنے کے لیے کون سی جگہ باقی رہ گئی ہے۔"

"سوئیٹا نے گہری نگاہوں سے ہمیں دیکھا۔ "گویا آپ حال ہی میں یہاں آئے ہیں؟" اس نے کہا اور مجھے احساس ہو گیا کہ پھر منہ سے ایک غلط بات نکل گئی ہے۔
"ہاں۔ شاید اس دن یہ بات نہیں ہوئی تھی۔ ہم سیاح ہیں' بہت سے ممالک گھومتے ہوئے یہاں آئے ہیں۔"

"ویری گڈ! تو کوپن ہیگن دیکھا؟"
"اچھی طرح!"
"پسند آیا؟"
"ہاں! کیوں نہیں' یہاں تم بھی تو ہو۔"
"میرے ساتھ بھی ایک شام آوارہ گردی میں گذارو!"
"ضرور' لیکن آج نہیں اور پھر ابھی ہم آسانی سے تھوڑی جائیں گے۔" میں نے جواب دیا۔
"ہاں' ہاں۔ کیوں نہیں۔ میری تو خواہش ہے کہ آپ لوگ کبھی نہ جائیں۔" سوئیٹا حسرت بھرے انداز میں بولی۔
"وہ تو ٹھیک ہے میڈم' لیکن براہ کرم آپ اس خواہش کو عملی جامہ پہنانے کے لیے نہ کہیں۔" سردارے درمیان میں بول پڑا۔
"کیوں؟" سوئیٹا نے مسکراتے ہوئے کہا۔
"بات ذرا غیر مناسب ہے لیکن میری زندگی سے اس کا گہرا تعلق ہے۔"
"تب آپ کہہ دیں۔"

"دراصل مجھے اپنے کمرے میں تنہا سوتے ہوئے ڈر محسوس ہوتا ہے۔ بس عجیب عجیب سے خوا
نظر آتے ہیں اور میں دوسروں کی نیندیں بھی حرام کر دیتا ہوں۔"
"اوہ!" مگر آپ تنہا تو نہیں سوئیں گے۔" سوئیٹا بدمعاش سردارے کی بات نہیں سمجھ سکی۔
"پھر میرے پاس کون ہوگا؟"
"ایڈی آپ کے پاس سوئیں گے۔"
"ارے نہیں نہیں' ایسا آج تک نہیں ہوا۔ یہ تو رات کو بہت زیادہ خطرناک ہو جاتے ہیں۔
میں ایک بار ہی سویا تھا' بس قسمت ہی تھی جو بچ گیا۔"
"کیا مطلب؟" سوئیٹا ہنستی ہوئی بولی۔
"گہری نیند تھی' اچانک محسوس ہوا جیسے موت کا فرشتہ روح متعین کر رہا ہو۔ آنکھ کھلی تو
حضرت میرے سینے پر سواری فرما رہے ہیں۔ پوچھا تو معلوم ہوا کہ خواب میں گھوڑا دیکھا تھا۔" سردارے
کہا اور سوئیٹا ہنس پڑی۔
"پھر تو بڑی مشکل پیش آئے گی ہی۔" وہ ہنستے ہوئے بولی۔
"ارے تم اس کی بکواس پر غور مت کرو سوئیٹا! یہ تو پاگل ہے۔" میں نے مداخلت کی۔
"نہیں۔ مسٹر پننو دلچسپ انسان ہیں۔"
"ایک آدھ دن اس بے اعتنائی میں گذر گیا تو پھر دیکھنا' میری ساری دلچسپیاں قبر میں جا سوئیں گی۔"
سردارے نے مسمسی شکل بنا کر کہا۔
ایسی ہی فضول باتوں میں وقت گذرتا رہا' شام ہو گئی اور پھر رات۔ رات کو میں نے سوئیٹا سے
کہا۔ "پننو کی تنہائی کے بارے میں تم نے کیا سوچا؟"
"اوہ تو کیا-----؟"
"اس بدمعاش کا مقصد اور کیا تھا!"
"یہ کوئی مشکل کام تو نہیں ہے مجھے تھوڑی دیر کے لئے اجازت دیں۔" سوئیٹا نے کہا۔
"بہت بہت شکریہ!" میں نے جواب دیا اور سوئیٹا تیار ہو کر چلی گئی۔
سردارے کو میں نے ابھی کچھ نہیں بتایا تھا۔ پھر جب سوئیٹا ایک خوبصورت سی لڑکی کے
واپس آئی تو سردارے کی باچھیں کھل گئیں۔
"یہ جینی ہے-----اور جینی' مسٹر پننو تنہائیوں سے خوف زدہ ہو جاتے ہیں' تم انہیں
رہنے دو گی۔"
"کبھی نہیں۔" جینی دلکش انداز میں مسکراتی ہوئی بولی۔ وہ کاروباری طور پر سوئیٹا سے
تھی۔ چنانچہ وہ رات حسب معمول کافی خوبصورت رہی۔ جینی تو دوسری صبح رخصت ہو گئی' حالا
وقت میں نے سوئیٹا سے کہا تھا' پننو آج رات بھی تنہا نہ سو سکے گا۔
"رات بہت دور ہے مسٹر ایڈی!" سوئیٹا نے مسکراتے ہوئے کہا۔
بہرحال سوئیٹا کے ساتھ بہت اچھا وقت گذر رہا تھا۔ دوپہر کو وہ حسب معمول اجازت
خرید و فروخت کرنے کے لیے چلی گئی۔ سردارے بے حد خوش تھا۔ سوئیٹا لنچ کے وقت سے ذرا

ہی آئی۔ اس نے آتے ہی ہم دونوں سے دیر ہو جانے کی معذرت کی اور پھر کچن میں چلی گئی۔ میں نے
ئیٹا کے چہرے پر کچھ سنجیدگی سی محسوس کی تھی لیکن اسے کوئی خاص اہمیت نہیں دی۔ کھانے کی میز پر
اس کی یہی کیفیت تھی۔ اس وقت میں خاموش نہ رہ سکا۔
"کیا بات ہے سوئیٹا' کچھ خاموش خاموش سی ہو؟"
"کوئی خاص بات نہیں مسٹر ایڈی! کھانے کے بعد گفتگو کریں گے۔" سوئیٹا نے کہا۔
"گویا بات ہے ضرور؟"
"معمولی سی۔" سوئیٹا مسکرائی۔
"تب تو پھر مجھے معاف کرنا' میں تیز رفتاری سے کھاؤں گا کیونکہ سسپنس مجھ سے برداشت نہ ہو
گا۔ میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔
"اوہو' دراصل میں نے بازار میں کچھ اخبارات دیکھے' پہلے صفحے پر آپ دونوں کی تصاویر تھیں۔"
ئیٹا نے کہا اور میرے بدن میں سنسنی پھیل گئی۔ سردارے کا ہاتھ بھی رک گیا تھا۔ میں گہری نگاہوں
سوئیٹا کو دیکھنے لگا' پھر آہستہ سے بولا۔
"تم نے وہ اخبار خریدے نہیں سوئیٹا؟"
"لے آئی ہوں! لیکن پلیز اس موضوع کو کھانے کے بعد چھیڑیں گے۔ میں اسی لیے کچھ کہنا نہیں
تی تھی۔" میں نے کچھ نہ کہا اور ہم خاموشی سے کھانا کھاتے رہے۔ پھر وہاں سے اٹھ کر ڈرائنگ روم میں
ٹھے۔ سوئیٹا نے چند اخبارات میرے سامنے رکھ دیئے۔ میں اور سردارے اخبارات پر ٹوٹ پڑے۔
انٹرپول کی اسسٹنٹ ڈائریکٹر "سینی ٹورا" کی موت کی خبر بھی شائع ہوئی تھی' جسے ایک ایشیائی اسمگلر
ہلاک کر دیا تھا۔ ایشیائی اسمگلر' مشہور اسمگلر "غلام سیٹھ" کا دست راست بتایا گیا تھا۔ کہا گیا تھا کہ
لیمرش اسٹورز کے ریڈ میں صرف وہی شخص ایسا تھا جو فرار ہونے میں کامیاب ہو سکا تھا اور پھر پولیس
چھپ لے کر وہ جس انداز میں بھاگا اور اس نے سینی ٹورا کو زخمی کیا اس کے پیش نظر اس شخص کو بے حد
ناک بتایا گیا تھا۔ کہا گیا تھا کہ انٹرپول اور مقامی پولیس اسے پوری شدت سے تلاش کر رہی ہے۔ اسی
ئی شخص کا ایک اور ساتھی بھی ہے' جس کی لاش بھی گلیمرش اسٹورز میں نہیں مل سکی۔
ہم نے پوری خبریں پڑھ لیں اور پھر سوئیٹا کی طرف دیکھا۔ "تم نے یہ اخبار پڑھ لیا سوئیٹا؟"
"ہاں!" سوئیٹا نے ٹھنڈے لہجے میں جواب دیا۔

☆ ☆ ☆

خطرناک لمحات آہستہ آہستہ گزر رہے تھے۔ سوئیٹا کے ٹھنڈے لہجے سے ہم کوئی اندازہ
لگا سکے تھے۔ حالانکہ یہ لڑکی ہمارے لئے بہت بڑی حیثیت نہیں رکھتی تھی۔ اس فلیٹ میں وہ تنہا تھی۔
غلط راستوں پر سوچتی تو گردن دبانے میں کوئی خاص محنت بھی نہیں کرنی پڑتی اور پھر ایک کمرے میں اس
لاش پڑی سڑتی رہتی۔ یا تو لاش کا تعفن لوگوں کو اس فلیٹ کی طرف متوجہ کرتا' یا پھر اس کا کوئی پرانا شناسا
کی نشاندہی کر سکتا تھا۔ رہی میری بات! تو شاید سوئیٹا کو قتل کرتے ہوئے مجھے کوئی احساس نہیں ہوتا۔
اندرونی کیفیات کو میں ایسا ہی پا رہا تھا۔ غلام سیٹھ کی موت کے بعد ایک احساس جاگا تھا اور وہ احساس کچھ
ساتھا۔ ظاہر ہے' مجھے اس شخص سے عشق نہیں تھا لیکن میرے اور اس کے درمیان کچھ ایسے تعلقات
ہے تھے جنہیں میں دوسرے لوگوں سے مختلف سمجھنے پر مجبور تھا۔ اس نے نہ صرف مجھے سہارا دیا تھا' بلکہ

ہم پر مجھے اس طرح سراہا تھا کہ میری ہمت زیادہ سے زیادہ بڑھتی گئی۔ اس نے مجھے اپنے گروہ کے سارے لوگوں پر فوقیت دی تھی' ہر جگہ میری عزت کرائی تھی۔ بس اس کی موت کے بعد ایک نفرت سی دل میں پیدا ہوگئی تھی۔ جی چاہتا تھا کہ معمولی سا اختلاف کرنے والے کو قتل کر دوں۔ بڑے وحشیانہ خیالات ذہن میں جنم لینے لگے تھے اور انہیں انجام دینے میں کوئی عار نہیں محسوس ہوتی تھی۔

سردارے بھی خاموش تھا۔ چوکنا اور میرے اشارے کا منتظر..... سوئیتا خاموشی سے ہم دونوں کی شکلیں دیکھ رہی تھی۔ میں نے اس کی طرف دیکھا اور میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ آگئی۔

"کیا سوچ رہی ہو سوئیتا؟"

"تمہارے خیال میں کیا سوچ سکتی ہوں؟" سوئیتا نے الٹا سوال کر دیا۔

"ہمارے بارے میں؟"

"ظاہر ہے۔" اس نے جواب دیا۔

"کیا فیصلہ کیا؟"

"ایڈی! کیسی باتیں کر رہے ہو۔" سوئیتا نے شکایتی انداز میں کہا۔

"خوب۔ ویسے تمہیں مایوسی تو نہیں ہوئی؟"

"کچھ نہیں ہوا ایڈی! لیکن کیا اخبار کی خبر درست ہے؟"

"ہاں۔ ہماری تصویریں موجود ہیں۔"

"ہوں۔" سوئیتا نے گردن ہلائی۔ "تو تم ایشیائی ہو؟"

"ہاں۔"

"میں تمہارے لئے میک اپ کا سامان لیتی آئی ہوں۔" سوئیتا نے کہا اور ہم دونوں ہی چونک پڑے۔ "اور میں اس فن سے تھوڑی بہت واقفیت بھی رکھتی ہوں۔"

"اوہ سوئیتا! واقعی؟" میں اپنی جگہ سے اٹھ گیا۔

"ہاں ایڈی! تمہارا کیا خیال تھا' کیا میں تمہیں گرفتار کرا دیتی؟"

"تمہارا احسان ہے سوئیتا۔" میں نے ممنونیت سے کہا۔

"ایسے نہ کہو ایڈی! میں جانتی ہوں گھر سے' بہنوں سے' بھائیوں سے' ماں سے کہہ کر نکلے ہو۔ تمہارے لئے اچھے اچھے کپڑے لاؤں گا' ماں کے علاج کے لئے دولت کمانے نکلے ہو گے۔ عزت سے نہ کما سکے ہو گے۔ دنیا نے ساتھ نہ دیا ہو گا۔ گھر سے نکلے ہو گے تو فرشتوں کی طرح معصوم ہو گے۔ گرم غلیظ ہواؤں نے راستوں کا تعین کیا ہو گا ہمارے راستے الگ نہیں ہیں ایڈورڈ! ہم سب ایک ہی کے راہی ہیں' صرف اقسام بدلی ہوئی ہیں۔ مجھ سے بڑا ہمدرد کون ہو سکتا ہے تمہارا! بتاؤ؟ ہم اپنے بارے غلط کیسے سوچ سکتے ہیں؟" سوئیتا جذباتی ہو گئی۔ میں متعجب نگاہوں سے اسے دیکھ رہا تھا۔ سردارے اس سے متاثر تھا۔

"میں تمہارے اس تعاون کو ہمیشہ یاد رکھوں گا سوئیتا!"

"خدا کی قسم! اسے دوستی سمجھنا' احسان نہ سمجھنا۔" سوئیتا نے کہا۔

"اس دوستی کی قدر دل میں ہے۔" میں نے کہا۔

"اب آؤ۔ میں تمہارے چہروں پر میک اپ کر دوں۔" سوئیتا نے کہا اور ہم دونوں اٹھ گئے۔ سوئیتا کی محبت' اس کی صاف دلی نے دل پر بہت اثر کیا تھا۔ اس نے اخبار پڑھتے ہی میک اپ کا سامان خرید لیا تھا اس سے بہتر صاف دلی کا مظاہرہ ممکن نہیں تھا۔

دوسرے کمرے میں آ کر ہم نے میک اپ کا سامان دیکھا۔ اور سردارے نے گہری سانس لی۔ سیاہ رنگ کی مالش تھیں اور گھنے گھنگھریالے بالوں کی وگ۔ پہلے میں نے میک اپ کیا اور وگ لگانے کے بعد افریقی بن گیا۔ سردارے میری شکل دیکھ کر ہنس پڑا۔

"کیوں۔ اس میں ہنسنے کی کیا بات ہے؟" میں نے پوچھا۔

"مجھے یقین ہے مس سوئیتا' ہمارے میک اپ کرنے کے بعد ہمیں فوراً گھر سے نکال دیں گی۔ ہماری شکلیں اس قابل کہاں رہیں گی کہ کوئی ہمیں اپنے گھر میں رکھ سکے۔"

"لیکن میرے خیال میں اس وقت اس سے عمدہ میک اپ ناممکن تھا۔"

"دوسری بات بھی غلط ہے۔" سوئیتا نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"کیا مطلب؟" سردارے نے پوچھا۔

"گریمو چلے جاؤ۔ درمیانی عمر کی اور جوان لیکن شوقین لڑکیاں تمہارے زندگی بھر کے اخراجات اٹھانے کو تیار ہو جائیں گی۔"

"گریمو کیا ہے؟"

"کوپن ہیگن کی مالدار عورتوں کا کلب۔ ان میں زیادہ تر کروڑ پتی بیوائیں اور کروڑ پتی باپوں کی شوقین بیٹیاں ہوں گی اور کالوں پر وہ جان دیتی ہیں' ان کے لئے دیوانی ہو جاتی ہیں۔ یا پھر سڑکوں پر نکل جاؤ۔ سیدھی سادی معصوم لڑکیوں اور عورتوں کی بات تو نہیں کرتی لیکن بے شمار کاریں تمہارے اردگرد چکرائیں گی۔"

"اوہو۔ یہ حیثیت ہے یہاں کالوں کی۔"

"میں نے صرف اوباش عورتوں کی بات کی ہے۔" سوئیتا نے کہا۔

"کوئی حرج نہیں ہے استاد۔ ان موٹے موٹے ہونٹوں میں بھی تم مجھے گلفام لگنے لگے ہو۔" سردارے نے اردو میں کہا۔ میں نے اس کی بات پر توجہ نہیں دی اور سوئیتا کی طرف متوجہ ہو گیا۔

"میرا خیال ہے ڈارلنگ! اب ہمیں اجازت دو' اور سنو۔ کوپن ہیگن میں رہے تو تم سے ضرور ملیں گے۔"

"کیا مطلب؟" سوئیتا نے متحیرانہ انداز میں کہا۔

"ہمارا یہاں رہنا ٹھیک نہیں ہے' تمہارے اوپر کوئی مصیبت آ سکتی ہے۔"

"ایڈی!" سوئیتا نے عجیب سے انداز میں کہا۔ "ایک بات بتاؤ گے؟" میں سوالیہ انداز میں اس کی شکل دیکھنے لگا۔ "تم جس وقت یہاں آئے تھے کیا سوچ کر آئے تھے؟"

"میں سمجھا نہیں سوئیٹ؟" میں نے کہا۔

"کیا تم نے اسے پناہ گاہ نہیں سمجھا تھا' کیا فوری طور پر تمہارے دل میں یہی جگہ نہیں آئی تھی؟"

"ہاں سوئیتا۔ یہی بات ہے۔"

"تو پھر۔ اب تمہارا اعتماد کیوں اٹھ گیا؟"

"یہ بات نہیں ہے سوئیٹا۔"

"بیٹھ جاؤ ایڈی! کیا تمہارا خیال ہے میری ذات سے تمہیں نقصان پہنچ سکتا ہے؟"

"ہرگز نہیں۔" میں نے سخت لہجے میں کہا۔

"تمہارے پاس فی الحال دوسری جگہ بھی نہیں ہے، اس لئے اس وقت اس سے بہتر جگہ کوئی ا... نہیں ہو سکتی۔ تم کوئی اچھی جگہ منتخب کرلو، تو یہاں سے چلے جانا۔"

"بیٹھو سردارے۔ سوئیٹی غلط انداز میں سوچ رہی ہے۔"

"نہیں استاد۔ اسکا خیال ٹھیک ہی ہے میرا مطلب ہے، ہمیں فی الحال اس سے بہتر پناہ گاہ نہیں ... سکتی۔ اس وقت تک جب تک کوئی عمدہ ترکیب ذہن میں نہ آجائے۔"

"کیا تم کوپن ہیگن چھوڑنا چاہتے ہو؟" سوئیٹا نے ہمارے بیٹھنے کے بعد پوچھا۔

"ہاں، ہمارا یہی ارادہ ہے۔"

"لیکن تمہارے پاسپورٹ۔ وہ تمہارے لئے بیکار بلکہ خطرناک ہوں گے۔"

"یقیناً" میں نے کہا۔

"ایسی صورت میں تمہیں میکلینو کا سہارا لینا چاہئے۔"

"میکلینو؟" میں نے سوالیہ انداز میں کہا۔

"ہاں۔ میکلینو۔ نیوہیون کا بادشاہ۔"

"یہ کون ہے؟"

"ہر درد کی دوا۔ بشرطیکہ اس کو منہ مانگی رقم ادا کردی جائے۔"

"اوہ کیا وہ باہر جانے میں ہماری مدد کرسکتا ہے؟"

"یوں کہو، اس کے علاوہ اور کوئی نہیں کر سکتا۔" سوئیٹا نے کہا اور پھر بولی۔ "دو منٹ ... کرو، میں میک اپ کا سامان ضائع کردوں۔"

"ہاں۔ ہاں ٹھیک ہے۔" میں نے جواب دیا۔ اور سوئیٹا اٹھ کر چلی گئی۔ میں نے گہری ... لے کر کرسی پر پاؤں پھیلا دیئے تھے۔

"نفیس عورت ہے چیف! ہمدرد اور مہربان، ایثار کرنے والی اور عمدہ سوچنے والی۔ میرا خیال ... اس کے تعاون سے پورا پورا فائدہ اٹھائیں گے۔" سردارے نے کہا۔ میں نے اس کی بات پر توجہ ... تھی۔ میرا ذہن کسی اور سوچ میں ڈوبا ہوا تھا۔ "کیا سوچنے لگے باس؟" سردارے مجھے خاموش دیکھ کر ...

"کوئی خاص بات نہیں ہے سردارے۔" میں نے گہری سانس لے کر کہا۔

"میں سوئیٹا کے بارے میں کہہ رہا تھا۔ ہر طرح سے مفید ہے، میرا کام بھی بن جاتا ہے... کس بات کی ہے۔" سردارے نے کہا اور میں اچھل پڑا۔ میرے منہ سے ہلکی سی آواز نکل گئی تھی... اس حرکت سے سردارے بھی بوکھلا گیا اور ایکدم کھڑا ہو کر بولا۔ "کیا ہوا استاد؟"

"آؤ۔" میں نے سردارے سے کہا۔ اور باہر نکل کر سوئیٹا کو آوازیں دیں۔ سو... طرح ایک کمرے سے نکلی۔ وہ بھی اس طرح آوازیں دینے سے پریشان ہوگئی تھی۔

"کیا ہو گیا ایڈی؟" اس نے بدحواسی سے پوچھا۔

"سوئیٹا۔ جینی کس ٹائپ کی لڑکی ہے؟" میں نے تڑسے سوال کیا۔

"جینی۔" سوئیٹا کی سرسراتی آواز ابھری۔ سردارے بھی میرے اس سوال سے چونک پڑا تھا۔ ...ب اسے میرے اچھل پڑنے کی وجہ معلوم ہوگئی۔ سوئیٹا بھی میرے سوال کا مقصد سمجھ گئی تھی۔

"وہ۔ وہ ٹھیک نہیں ہے ایڈی! لالچی اور سازشی قسم کی لڑکی، خواہ مخواہ شہرت حاصل کرنے اور اپنی ...ت کا اظہار کرنے کی شوقین۔"

"تب؟" میں نے سوئیٹا کو دیکھا۔

"ٹھہرو۔ میں اسے ٹیلی فون کرتی ہوں۔" سوئیٹا نے کہا۔ لیکن اسی وقت دروازے پر آہٹ ...ئی اور پھر زوردار دستک ہوئی۔ اور ہم سب اچھل پڑے۔ سب نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا۔ پھر ...نے آہستہ سے کہا۔

"گھبرانا نہیں سوئیٹا۔ ہمارے تمہارے نئے گاہک ہیں، جو آئے تھے وہ چلے گئے۔"

"ٹھیک ہے۔" سوئیٹا نے خود پر قابو پانے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔

"میک اپ کا سامان ضائع کردیا؟"

"ہاں" سوئیٹا دروازے کی طرف بڑھتی ہوئی بولی۔ دستک کافی زور سے ہو رہی تھی۔ "کون ... کون بدتمیز ہے۔ ٹھہرو، ٹھہر جاؤ۔" سوئیٹا نے کہا اور ہم نے گہری سانس لی۔ سوئیٹا نے خود پر ... قابو پالیا تھا۔ پھر شاید اس نے دروازہ کھول دیا۔ لیکن آنے والوں نے اس سے کوئی گفتگو نہیں کی۔ ...تے ہوئے قدم جیسے پورے فلیٹ میں پھیل گئے۔ ان کے درمیان ہی سوئیٹا کی آواز سنائی دے رہی ...

"ارے ارے، کون ہو تم لوگ۔ کیا تم سب دیوانے ہوگئے ہو۔ سنو کیا تم سب پاگل ہو۔ میں ...ری رپورٹ کروں گی۔ میں۔ میں....." اور وہ ہمارے کمرے تک آگئے۔ ہم اس پوزیشن میں تھے جیسے ... اچانک ہنگامے کی وجہ معلوم کرنے نکل رہے ہوں۔ آنے والے چار آدمی تھے۔

وہ سادہ لباس میں تھے لیکن ان کے انداز سے صاف معلوم ہو رہا تھا کہ ان کا تعلق انٹرپول سے ہے۔ ...ب کے سب تنومند اور تیز آنکھوں والے۔ انہوں نے گہری نگاہوں سے ہمیں دیکھا۔ اور ہم احمقانہ انداز ...ایک دوسرے کی شکل دیکھنے لگے۔

"کون ہو تم؟" انگلش میں سوال کیا گیا۔

"ڈکٹر۔ البرٹ۔" میں نے جلدی سے تعارف کرایا۔ سوئیٹا بھی یہیں آگئی تھی۔

"میں کہتی ہوں یہ کیا جہالت ہے۔ تم کس کی اجازت سے اندر آئے ہو؟"

"سوری۔ میڈم۔ پولیس۔" ان میں سے ایک نے اپنا کارڈ نکال کر سوئیٹا کے سامنے کر دیا۔

"میرے پاس لائسنس موجود ہے، کوئی بھی ہو۔ اس طرح....." سوئیٹا نے بپھرتے ہوئے کہا۔ ...ت عمدہ اداکاری کر رہی تھی۔

"ویری سوری۔ یہ آپ کی بات نہیں ہے میڈم۔ یہ دونوں کون ہیں؟"

"میرے مہمان۔ کیوں؟"

"ہمیں بھی دو آدمیوں کی تلاش تھی۔"

"ان کی؟" سوئیتا نے پوچھا۔

"ان کی۔ تو۔ نہیں......" ان میں سے ایک نے ٹھوڑی کھجاتے ہوئے کہا۔ اور پھر جیب سے نکالتے ہوئے کہا۔ "کیا یہ دونوں تمہارے پاس آئے تھے؟"

"ہاں۔ میں نے اخبار میں ان کی تصویر دیکھ لی تھی۔" سوئیتا نے کہا۔

"آئے تھے یہ دونوں؟"

"ہاں۔"

"کب گئے؟"

"صبح کو چلے گئے۔"

"تم نے پولیس کو اطلاع کیوں نہیں دی؟" اس نے کڑی نگاہوں سے سوئیتا کو دیکھتے ہوئے

"کیوں۔ پولیس مجھے تنخواہ دیتی ہے کیا؟" سوئیتا نے چڑچڑے انداز میں کہا۔

"پھر بھی۔ یہ تمہارا فرض تھا۔"

"مجھے عزت کی زندگی دینا بھی تمہارا فرض تھا۔ تم نے دی؟" سوئیتا نے تلخ لہجے میں کہا شخص نے اپنے ساتھی کی شکل دیکھی۔

"تمہارا تعلق کہاں سے ہے دوستو؟" اس نے مجھ سے سوال کیا۔

"ٹانگانیکا۔" میں نے جواب دیا۔

"تمہارے پاسپورٹ ضرور ہوں گے؟"

"یہاں آنے کے لئے پاسپورٹ لانا ضروری ہوتا ہے؟" میں نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"تمہارا قیام کہاں ہے؟" اس نے پوچھا۔ اور میں نے جلدی سے ایک ہوٹل کا نام لے دیا۔

"تب یقیناً تمہارے پاسپورٹ تمہارے سامان میں ہوں گے؟"

"ظاہر ہے.....!" سردارے تمسخرانہ انداز میں بولا۔

"تب ہم تمہیں وہاں تک تکلیف دیں گے۔"

"بہت خوب۔ لیکن آفیسر! تمہارے ملک میں سیاحوں کے ساتھ یہی سب کچھ ہوتا ہے؟"

کہا۔

"سوری' ویسے ہمارا تعلق انٹرپول سے ہے۔" اس نے کہا۔

"اور انٹرپول کو دو افریقیوں کی تلاش ہے؟" میں نے طنزیہ کہا۔

"ہم تمہارے سفارت خانے کو جواب دے دیں گے۔"

"ٹھیک ہے' ٹھیک ہے۔ چلو......" میں نے بگڑے ہوئے لہجے میں کہا اور ان کے ساتھ باہر نکل آیا۔ سوئیتا بمشکل خود کو سنبھالے ہوئے تھی۔ لیکن اب اس کے چہرے پر ہوائیاں تھیں۔

"تھینک یو میڈم۔ آپ کے پاس ہم پھر آئیں گے۔" میں نے اسے دیکھتے ہوئے کہا۔

سے آدمی موجود تھے اور شاید پورے فلیٹ کی تلاشی لے چکے تھے۔

ایک تو ہمارے چہرے بدلے ہوئے تھے' دوسرے ہم جس شرافت سے ان کے ساتھ چلنے کو تیار ہوگئے تھے' اس پر وہ ہماری طرف سے کسی قدر مطمئن ہوگئے تھے۔ اسی لئے انہوں نے ہماری تلاشی لینے کی ضرورت نہیں سمجھی تھی۔ اور یہ ان کی مہلک غلطی تھی کیوں کہ ہمارے پاس بھرے ہوئے پستول موجود تھے۔

"سردارے!" میں نے سرسراتی ہوئی آواز میں کہا۔

"استاد!" سردارے بھی اردو میں بولا۔

"ہوشیار۔"

"چوکس ہوں استاد.....!" سردارے نے جواب دیا۔ اور ہم نیچے پہنچ گئے۔ نیچے چار پولیس کاریں کھڑی تھیں۔ ہمیں ایک کار کا پچھلا دروازہ کھول کر بیٹھنے کی پیشکش کی گئی۔ وہ شخص جوان میں ممتاز تھا اسی کار میں ڈرائیور کے برابر بیٹھ گیا۔ ایک جوان ہمارے برابر آبیٹھا تھا۔ ڈرائیور نے کار اسٹارٹ کردی۔ اور باقی کاریں بھی اسٹارٹ ہوگئیں۔ ہم پرسکون بیٹھے تھے۔

کاریں بھری پری سڑکوں سے گزر رہی تھیں۔ پھر ایک مناسب جگہ میں نے سردارے کو ٹھوکا دیا۔ اور پھر ہم نے جس پھرتی سے پستول نکالے' وہ قابل دید تھی۔ سردارے نے پھرتی سے اپنے برابر والے کے سر کو نشانہ بنایا اور اس کی کھوپڑی تڑخ گئی۔ میں نے آگے بیٹھے ہوئے شخص کی گردن کا نشانہ لے کر فائر کر دیا۔ قریب سے چلی ہوئی گولی اس کے حلق سے پار نکل کر ونڈ اسکرین کے شیشے کو توڑتی ہوئی باہر نکل گئی۔

ڈرائیور بدحواس ہوگیا اور کار زور سے لہرائی۔ اس دوران سردارے برابر کا دروازہ کھول چکا تھا۔ اس نے بدن کے زور سے خون میں ڈوبے ہوئے آدمی کو باہر دھکا دے دیا۔ میں سیٹ پر اٹھ گیا تھا۔ اور پھر میں نے ڈرائیور کے سر پر پستول کا دستہ مارا۔ اور اسٹیئرنگ بالکل ہی بے قابو ہوگیا۔ سڑک کافی چوڑی تھی اس لئے میں نے جلدی سے اسٹیئرنگ سنبھال لیا۔ لیکن ڈرائیور کے پاؤں کا دباؤ ایکسیلیٹر پر بڑھ گیا تھا اور کار کی رفتار کافی تیز ہوگئی۔ ایسی صورت میں اس طرح اسٹیئرنگ سنبھالنا سخت مشکل ہو رہا تھا۔

میں نے دوسرے ہاتھ سے ڈرائیونگ سیٹ کا دروازہ کھولا اور تیز ہوا کے جھکڑ اندر گھس آئے۔ پھر میں نے ڈرائیور کو اسٹیئرنگ سیٹ سے ہٹانے کی کوششیں شروع کر دیں۔ سردارے بھی اپنا کام کر رہا تھا۔ اس نے اپنی طرف کا دروازہ بند کر دیا تھا۔ اور پھر اس نے دوسرا دروازہ کھول کر آگے والے آدمی کو بھی کسی طرح نیچے دھکیل دیا۔ میں اس وقت اپنی پوری مہارت سے اسٹیئرنگ سنبھالے ہوئے تھا۔ ایک ہاتھ سے اسٹیئرنگ سنبھال کر دوسرے ہاتھ سے ڈرائیونگ سیٹ میں پھنسے ہوئے آدمی کو نکالنا آسان کام نہیں تھا۔ دوسری طرف ہوا کان پھاڑے دے رہی تھی۔ لیکن سردارے اس وقت مجھ سے زیادہ باعمل ثابت ہوا۔ وہ پیچھے سے آگے آگیا۔ اسی وقت بے ہوش آدمی کا پاؤں کسی طرح بریک پر جا پڑا۔ اور کار کو ایک زبردست جھٹکا لگا۔ لیکن خوش بختی تھی کہ جھٹکے سے ہی اس کا پاؤں بھی ہٹ گیا۔

"اسٹیئرنگ سنبھالے رکھو استاد!" سردارے چیخا۔ اس نے دوسرے دروازے سے کمر لگائی اور پھر دونوں پاؤں جوڑ کر ڈرائیور کے کندھے پر زور لگایا۔ سردارے کو پوری کامیابی ہوئی تھی۔ ڈرائیور کے پاؤں ایکسیلیٹر اور بریک سے ہٹ گئے تھے۔ لیکن کار کی رفتار ایکدم سست ہوگئی اور پچھلی کاریں قریب آنے لگیں۔ اسی وقت ڈرائیور بھی باہر جا پڑا اور میں بندر کی سی پھرتی سے آگے آگیا۔ میں نے دروازہ بند کر کے

اسٹیئرنگ سنبھال لیا۔ کار اب جھٹکے لے رہی تھی۔ لیکن ایکسیلیٹر پر پاؤں پڑ جانے سے اس کی رفتار پھر بحا
ہونے لگی اور چند ساعت کے بعد اس نے پھر پوری اسپیڈ پکڑ لی۔ اب کار میں صرف ہم دونوں تھے۔ میں
عقب نما آئینے کو درست کیا اور پیچھے کا منظر دیکھا۔ صرف ایک کار ہمارے پیچھے تھی۔ ہم نے لوگوں کو پھیکے
کا جو سلسلہ شروع کیا تھا' وہ اس وقت کارگر تھا۔ غالباً" دو کاریں ان لوگوں کی زندگی کی جدوجہد میں مصروف
ہو گئی ہوں اور اس بار ڈرائیور غریب کی طرف توجہ نہ دی گئی ہو۔

"استاد!" سردارے نے کہا۔

"ہوں۔"

"وہ دور دیکھو۔ اس طرف۔ میرا خیال ہے پٹرول کاروں کو اطلاع دے دی گئی ہے۔" سردار
نے اشارہ کیا اور میں نے اس کے اشارے کی سمت نگاہ ڈالی۔ دو کاریں تیزی سے سائرن بجاتی آ رہی تھیں
اور اب صرف تھوڑے فاصلے پر بنے ہوئے چورستے سے بائیں سمت مڑا جا سکتا تھا بشرطیکہ وہ سمت پولیس
کاروں سے خالی ہو۔ میں نے ایکسیلیٹر باڈی سے چپکا دیا۔ انجن نے پہلے کڑکڑ کی تھوڑی سی آواز پیدا کی
کار نے پوری رفتار پکڑ لی۔ اور پٹرول کاروں کے قریب پہنچنے سے کافی پہلے چوراہے پر پہنچ کر میں نے
بائیں سمت ڈال دی۔ اور یہ بڑا کامیاب قدم تھا۔ میں پولیس کاروں کو اتنا پیچھے چھوڑ آیا تھا کہ اب وہ نظر
نہیں آ رہی تھیں۔

میں نے رفتار سست نہیں کی اور برق رفتاری سے آگے بڑھتا رہا۔ یہ سڑک کافی آگے جا کر گھ
تھی اور پھر نہر کے قریب سے گذرتی تھی۔ میں نے ایک لمحے میں فیصلہ کیا اور پھر سردارے کو آواز دی۔

"یس چیف!" سردارے پوری طرح مستعد تھا۔

"میں کار روک رہا ہوں۔ تھوڑی دیر کے بعد انہیں ہمارا یہ ٹھکانا بھی معلوم ہو جائے گا۔ اس
کار یہاں چھوڑ کر ہمیں یہاں سے دور نکل جانا چاہئے۔"

"بالکل ٹھیک ہے استاد!" سردارے نے کہا۔

"تم ٹیکسی تلاش کرو۔" میں نے بریکوں پر دباؤ ڈال دیا۔ اور پھر کار رک گئی۔ سردارے جلدی
دروازہ کھول کر نیچے اترا۔ دوسری طرف سے میں بھی اتر آیا تھا۔ سردارے آگے بڑھنے لگا تو میں نے ا
گریبان پکڑ لیا۔ سردارے چونک پڑا تھا۔

"آؤ۔" میں نے اس سے کہا اور علاقے کے بیچوں بیچ بہنے والی نہر کے کنارے بنے ہوئے مکانو
آڑ لیتا آگے بڑھنے لگا۔ سردارے کی سمجھ میں کوئی بات نہیں آئی تھی۔ بہر حال وہ خاموشی سے میرے
دوڑ رہا تھا اور پھر ہم ایک خوبصورت مکان کے سامنے رک گئے۔

"کوئی بھی مناسب جگہ مل جائے تو ہم اس میک اپ سے نجات حاصل کر لیں۔"

"کاش! میک اپ کا سامان ہوتا۔" سردارے بولا۔ "اور استاد! ہاتھوں کی سیاہی چھڑانا بھی
ہو گی جنہیں چہرے سے ہم آہنگ کیا گیا ہے۔"

"اوہ' سب کچھ ہو جائے گا سردارے! فکر مند کیوں ہو؟"

"ہرگز نہیں' ہرگز نہیں استاد۔ بلکہ اس میں فکر مند ہونے کی کیا بات ہے۔" سردارے

"بعض اوقات معمولی سی لغزش سے بڑا نقصان اٹھانا پڑ جاتا ہے۔ جیسے جینی۔ جس کے بارے میں
ہم نے بڑی تاخیر سے سوچا اور بعض اوقات ذرا سا سوچ لینے سے بڑے خطرات ٹل جاتے ہیں جیسے اس وقت
میں نے کار کے ایک خود کار ڈکٹو پر غور کر لیا تھا۔ تم یہ کیوں بھول گئے کہ وہ جدید قسم کی پولیس کار تھی۔"

"اوہ' تو تم نے انہیں ڈاج دیا تھا؟" سردارے نے متحیرانہ انداز میں پوچھا۔

"ہاں۔ اگر انہیں اس گفتگو پر کوئی شبہ نہیں ہوا ہے تو وہ اس علاقے میں رک کر ہمیں تلاش نہیں
کریں گے۔" میں نے جواب دیا۔

سردارے خاموش ہو گیا۔ میں قرب و جوار میں نگاہیں دوڑا رہا تھا۔ پھر میری نگاہ عقب میں اٹھ گئی۔
جس مکان کے سامنے ہم دونوں کھڑے ہوئے تھے اس کی ایک بڑی کھڑکی کھلی تھی اور اس میں سلاخیں بھی
نہیں تھیں۔ ایک لمحے میں' میں نے فیصلہ کر لیا' اور پھر سردارے کی کلائی دبا کر میں اس کھڑکی کی طرف بڑھ
گیا۔ کھڑکی سڑک سے زیادہ اونچی نہیں تھی' اندر پہنچنے میں کوئی دقت نہیں ہوئی۔ بڑا سا کمرہ تھا' شاید کسی کی
رہائش گاہ۔ باتھ روم بھی نظر آ رہا تھا۔ ہم نے اس کمرے کے دوسرے دروازے کی طرف دیکھا۔ شاید باہر
سے بند تھا۔ میں نے آگے بڑھ کر اسے دھکا دیا اور دروازہ کھل گیا۔ سامنے لمبی راہداری تھی جس کے دونوں
طرف دروازے بنے ہوئے تھے۔ بس اتنا ہی کافی تھا۔ میں نے دروازہ اندر سے بند کر دیا۔ اور پھر میں اور
سردارے تیزی سے باتھ روم کی طرف بڑھ گئے۔

وِگ اتار کر' ہم نے جلدی جلدی ہاتھ اور گردن دھوئی اور پھر تولیہ سے خشک کر کے کسی حد تک
مطمئن ہو گئے۔ اب ہم اپنی اصلی شکلوں میں تھے اور یہی تصاویر اخبارات میں چھپی تھیں۔ سیاہ ماسک ہم
نے جیبوں میں ٹھونس لئے تھے۔ پھر میں نے آہستہ سے دروازہ کھولا اور کھڑکی کے راستے باہر کود گئے۔ لیکن
صورت حال جس قدر خوفناک تھی' اس کا اندازہ بخوبی تھا۔

"ایک کام کرو سردارے!"

"جی استاد!"

"اپنے اور میرے درمیان معقول فاصلہ رکھو۔ جب تک میک اپ کا سامان نہ مل جائے ہمیں یک
جا نہیں ہونا چاہئے۔ کیونکہ ہم دونوں کو ہی تلاش کیا جائے گا' الگ الگ' لوگوں کو دقت ہو گی۔"

"ٹھیک ہے استاد۔ لیکن فاصلہ صرف اتنا ہونا چاہئے کہ دونوں کو ایک دوسرے کی خبر رہے۔"
سردارے نے کہا۔

"ہاں۔ اس سے زیادہ مناسب نہ ہو گا۔" میں نے جواب دیا۔ اور ہم نے علیحدگی اختیار کر لی۔ میں
تیزی سے سوچ رہا تھا۔ ہماری پوزیشن اس وقت بعید مخدوش تھی۔ جو کچھ کر چکے تھے اس کے تحت دیکھتے ہی
گولی بھی ماری جا سکتی تھی۔ فوری طور پر شکلیں بدلنی چاہئیں تھیں۔ لیکن یہ کام اتنا آسان نہیں تھا۔ ہم چلتے
رہے' بازار کی تلاش تھی۔ تھوڑی دیر کے بعد ہم کیپ یارن کے عقب میں پہنچ گئے۔ میں یہاں فیشن
سٹورز دیکھ چکا تھا اور اس وقت ان دکانوں کو دیکھ کر مجھے بہت خوشی ہوئی۔ میں نے سردارے کو دیکھا' اسے
غیر محسوس اشارہ کیا اور خود ایک اسٹور میں داخل ہو گیا۔ فیشن اسٹورز درحقیقت جدید ترین چیزوں سے بھرا
ہوا تھا۔ میک اپ کا بہترین سامان موجود تھا۔ باریک نائیلون کی ناکیں' بھاری پپوٹے' ہونٹ' ٹھوڑی' گالوں

میں نے ایک خوبصورت سیلز گرل سے رابطہ قائم کیا اور خود کو انڈونیشیا کا باشندہ ظاہر کرتے ہو
ان چیزوں سے بیحد دلچسپی ظاہر کی۔ سیلز گرل نے مجھے اور بھی اعلیٰ چیزیں دکھائیں اور ان کے استعمال کا طر
بتایا۔ میں نے ان میں سے بے شمار چیزیں خرید ڈالیں اور ان کی قیمت ادا کر دی۔ اور پھر میں جیبیں بھر
ہوئے باہر نکل آیا۔ ایک عمدہ کام ہو گیا تھا۔ دور سے میں نے سردارے کو دیکھا۔ وہ ایک تصویر کی طرف
کئے کھڑا تھا' جو کسی نائٹ کلب کا اشتہار تھی۔ میں نے دلچسپی سے اسے دیکھا۔ پھر میں نے ایک ایسی ہا
اپنے چہرے پر چسپاں کر لی جس کے نیچے باریک مونچھیں تھیں۔ آنکھوں پر جعلی لگا کر اس کے پپوٹوں کو بھا
بنا لیا۔ اور یہ کام چلتے چلتے ہو گیا تھا۔ اس کے بعد میں سردارے کے عقب میں پہنچ گیا اور کسی قدر آواز
کر بولا۔

"کیا آپ کو یہ تصویر بہت پسند ہے جناب؟" سردارے میری آواز سن کر پلٹا۔ اور پھر اس کا
جیب کی طرف رینگ گیا۔

"ہاں۔!" اس نے پھنکارتی ہوئی آواز میں کہا۔ اس کی آنکھوں سے سفاکی برسنے لگی تھی۔

"تب آیئے۔ میں آپ کو اس لڑکی سے ملا دوں۔" میں نے اسی انداز میں کہا۔

سردارے نے سرسری نگاہ چاروں طرف ڈالی اور دوسرے لمحے اس کا پستول باہر نکل آیا۔

"بس بس۔ زیادہ پھرتی نہ دکھانا۔ تھوڑی سی حماقت ضرور کرتے ہو۔" اس بار میں نے ارد
کہا۔ اور سردارے کے دانت بھنچ گئے۔ "تم نے میرے لباس پر غور ہی نہیں کیا۔"

"استاد!" سردارے آہستہ سے بولا۔

"کیسا؟" میں نے پوچھا۔

"بیحد شاندار۔ لیکن کیا دکان میں میک اپ بھی کیا جاتا ہے؟"

"کیسا ہے؟"

"میرا خیال ہے بے نظیر۔ اتنا مکمل میک اپ میں نے نہیں دیکھا۔ تمہاری آنکھیں بھی بدل
ہیں۔"

"گویا اطمینان بخش۔"

"انتہائی حد تک۔"

"بس ٹھیک ہے سردارے! آؤ اب میں تمہاری شکل بھی بدل دوں۔" میں نے جب
سردارے کے لئے منتخب کیا ہوا سامان نکال لیا۔ اور صرف چند لمحات۔ اب سردارے کوئی پرتگیزی
معلوم ہو رہا تھا۔ بائیں گال پر سیاہ مسہ اور ایک زخم کا نشان' جو پلاسٹک کی ایک لائن چپکانے سے بن
پھولی ہوئی سرخ ناک جو ہونٹوں تک آئی تھی اور ہونٹ بھی بدل گئے تھے۔ میں نے اپنے کام سے فار
گہری سانس لی۔

"کیا پوزیشن ہے؟" سردارے نے پوچھا۔

"ایسی تعجب خیز کہ تم خود بھی اپنی شکل نہیں پہچان سکتے۔"

"تمہاری شکل دیکھ کر ہی مجھے یقین ہو گیا ہے استاد!" سردارے بولا۔

"بہرحال تھوڑا سا سکون تو ہوا۔ اب کوئی رہائش گاہ تلاش کرو۔ میرا خیال ہے ہم آسانی سے

نہیں نکل سکیں گے۔"

"ہوٹل تو ٹھیک نہیں رہیں گے استاد!"

"ایں۔ ہاں۔" میں نے پرخیال انداز میں کہا۔ اور پھر میرے ذہن میں ایک خیال آیا اور میں اس پر
غور کرنے لگا۔ بہرحال ہمت کرنا ہی تھی۔ میں نے سردارے کے شانے پر ٹھوکا دیا اور ہم چل پڑے۔ چند
قدم چل کر ہی سردارے چونک پڑا۔

"ارے تمہاری ٹانگ میں کیا ہوا استاد؟"

"کیوں؟" میں نے سکون سے پوچھا۔

"لنگڑا رہے ہو۔"

"چال کچھ بدل گئی ہے؟"

"بہت زیادہ۔" سردارے نے کہا اور پھر متحیرانہ انداز میں پلکیں جھپکانے لگا۔ "خدا کی قسم استاد!
اس کھوپڑی میں نہ جانے کیا کیا ہے۔" اس نے میرے سر کی طرف اشارہ کر کے کہا۔

"کیوں؟"

"اتنی تیزی سے اور اتنا عمدہ سوچتے ہو کہ عقل حیران رہ جاتی ہے۔"

"شکریہ۔ شکریہ۔ آؤ۔" میں نے کہا اور بدستور لنگڑاتا ہوا چلتا رہا۔ میری چال پر ذرا بھی بناوٹ کا
شبہ نہیں کیا جا سکتا تھا۔ اور پھر ایک خوبصورت عمارت کے سامنے ہم رک گئے۔ یہاں "تارستان" لکھا ہوا
تھا۔ دروازے پر موسیقاروں کی تصاویر بنی ہوئی تھیں۔

میں نے سردارے کو اشارہ کیا اور اندر داخل ہو گیا۔ یہاں رات کو رونق ہوتی تھی اور دن ویران
ہوتے تھے۔ اس وقت بھی ہال میں اکا دکا افراد نظر آ رہے تھے' جو مختلف کاموں میں مشغول تھے۔

"ہے آ......!" میں نے ان میں سے ایک کو مخاطب کیا۔ اور سب گردنیں اٹھا کر ہمیں دیکھنے لگے۔
میں نے مسکراتے ہوئے ان میں سے ایک کو اشارہ کیا۔ اور وہ میرے قریب آ گیا۔

"مانیجر۔ مانیجر۔" میں نے کہا "پے روگرام مانیجر۔" اور وہ میری بات سمجھ گیا۔ اس
نے ایک کیبن کی طرف اشارہ کیا اور اپنے کام میں مصروف ہو گیا۔ ہم دونوں مینجر کے کمرے کی طرف بڑھ
گئے۔ چھوٹے سے قد کا ایک مضحکہ خیز شکل کا آدمی ایک چوڑی میز کے سامنے بیٹھا ہنس رہا تھا' اچھل رہا تھا۔
ہمارے دروازہ کھولنے پر اچھل پڑا۔ اس کے ہنسنے اور اچھلنے کی وجہ ہماری سمجھ میں نہیں آئی تھی۔ بہرحال
ہمیں دیکھ کر اس کا منہ کھلا رہ گیا۔

"ہالو۔ ہالو۔!" ہم نے اپنی گردنیں جھکا دیں۔

"ہیلو۔" وہ سرد آواز میں بولا۔

"ہمیں آپ سے ملنا تھا۔" میں نے کہا۔

"ملو۔" وہ بیزاری سے بولا۔ اور ہم اندر داخل ہو گئے۔ طویل و عریض میز کے سامنے سے کورڈ
گی۔ اس کے سامنے چار کرسیاں پڑی تھیں۔ ہم آگے بڑھ کر کرسیوں پر بیٹھ گئے۔

"کہو۔" اس نے اسی بیزاری کے انداز میں کہا۔

"تم پروگرام مینجر ہو؟" میں نے پوچھا۔

"پورے کلب کا منیجر ہوں۔ کہو۔"

"میرا نام ریتو ہے اور یہ میرا ساتھی جیم۔" میں نے تعارف کرایا۔

"آگے کہو۔" منیجر نے مخصوص انداز میں کہا۔

"ہم تمہارے کلب میں ایک خوبصورت پروگرام پیش کرنا چاہتے ہیں۔" میں نے کہا اور منیجر کے چہرے پر نمایاں تبدیلی پیدا ہوگئی۔ اس کی آنکھوں میں ایک بچکانہ قسم کی شوخ سی چمک نظر آئی۔

"آرٹسٹ ہو؟"

"ہاں۔"

"مقامی نہیں ہو؟"

"نہیں۔"

"میں خود بھی آرٹسٹ ہوں اور آرٹسٹوں کی دل سے قدر کرتا ہوں۔ کون سے ملک سے تعلق رکھتے ہو؟"

"پرتگال سے۔"

"کیا بجاتے ہو؟" منیجر بہت زیادہ خوش نظر آنے لگا پہلے اس کے سرد رویے سے مجھے مایوسی ہوئی تھی لیکن اب کام بنتا نظر آ رہا تھا۔

"گٹار۔"

"اوہ۔ اوہ۔" وہ انگلی مروڑ کر سسکاری لیتے ہوئے بولا۔ "میرا پسندیدہ ساز۔ اور تمہارا ساتھی؟"

"میں ایک نئے قسم کا ساز بجاتا ہوں' جو عام نہیں ہے اور بہت مختصر ہوتا ہے۔" سردارے جلدی سے بولا۔

"خوش آمدید۔ خوش آمدید۔ کیا تم آج رات سے ہی اپنا پروگرام شروع کرسکتے ہو؟"

"یقیناً"

"نمونہ پیش کروگے؟"

"یقیناً"

"اوہ۔ اوہ۔" اس نے انگلیاں مروڑ کر پھر سسکاری لی اور ایکدم اچھل پڑا۔ اور پھر ہنسنے لگا۔ پھر اس نے میز پر لگی ہوئی بیل بجادی۔ اور ایک آدمی اندر داخل ہوگیا۔

"امی کو بھیج دو۔ اس سے کہو گٹار ساتھ لے آئے۔ اور تمہارے لئے ڈیر۔؟" اس نے سردارے سے پوچھا۔

"لوہے کے دو پتلے تار اور ربر کا ایک ٹکڑا۔" سردارے نے بتایا۔

"کیا مطلب؟"

"میں اپنا ساز ابھی تیار کرلوں گا۔" اور میں سمجھ گیا کہ سردارے کون سا ساز تیار کرے گا۔ حقیقت یہ ہمارے وطن کا ایک خوبصورت ساز تھا' مختصر لیکن حسین آواز والا۔ اکثر دیہاتی بجاتے تھے۔

"تم لوہے کے ٹکڑوں کی تصویر بنادو' مہیا کردیئے جائیں گے۔ لیکن یہ ساز میری سمجھ میں نہیں آیا؟" منیجر نے کہا۔

"آپ یہ چیزیں منگوادیں' سمجھ میں آجائے گا۔" سردارے نے کہا۔ اور پنسل سے کاغذ پر تار کے ٹکڑوں اور ربر کا سائز بنادیا۔

"اور سنو۔" منیجر نے کہا۔

"جناب عالی۔"

"چار کپ۔ کافی عمدہ قسم کی۔"

"بہت بہتر۔" ملازم نے کہا اور باہر نکل گیا۔ ہم ان چار کپ پر غور کرنے لگے۔ لیکن منیجر یونہی کچھ نئی معلوم ہوتا تھا اس لئے خاموش ہوگئے۔

تھوڑی دیر کے بعد ایک دراز قد لڑکی اندر داخل ہوئی۔ بھرے بھرے بدن کی مالک خوبصورت لڑکی تھی۔ لیکن لڑکی کہنا شاید درست نہیں تھا۔ قریب سے دیکھنے پر اس کی عمر تیس کے قریب محسوس ہوتی تھی۔ بہرحال جسمانی موزونیت کی وجہ سے اسے خوبصورت کہا جاسکتا تھا۔ اس کے پیچھے ایک شخص گٹار اٹھائے ہوئے تھا۔ اندر آکر اس نے مسکرا کر سلام کیا۔

"دونوں آرٹسٹ امی! دونوں آرٹسٹ۔ پرتگال سے تعلق رکھتے ہیں۔"

"ہیلو۔" امی نے خوش اخلاقی سے کہا۔

"میرا نام امی ہے۔"

"میں ریتو اور یہ مسٹر جیم۔" میں نے بھی تعارف کرایا۔

"آپ نے یہ لوہے کے ٹکڑے اور ربر طلب کی تھی۔" امی نے سردارے کی مطلوبہ اشیاء میز پر رکھتے ہوئے کہا۔

"ہاں۔" سردارے نے کہا۔ اس کی طلب کی ہوئی اشیاء درست تھیں۔ ویسے اب چار کپ کافی سمجھ میں آگئی تھی۔ کیونکہ منیجر کے اشارے پر امی بھی ایک کرسی پر اشارہ کیا۔

"ضرور۔" میں نے فنکارانہ انداز میں گٹار اٹھالیا۔

"امی موسیقی کی ماہر ہے۔ دنیا کے بہت سے ملکوں کی موسیقی سے واقف ہے۔" منیجر نے کہا اور میں نے گردن جھکادی۔ پھر میں نے گٹار کے تار درست کیے۔

"میں آپ کو تھوڑے تھوڑے سے نمونے پیش کروں گا میڈم امی۔"

"ہاں' یقیناً۔" اس نے کہا۔ اور میں نے گٹار چھیڑ دیا۔ نہایت نفیس گٹار تھا۔ میں نے سب سے پہلے اپنے وطن کا نغمہ پیش کیا اور بہت دنوں کے بعد طبیعت پر سرور طاری ہوا۔ لعل میری پت رکھیو بھلا' کا جادو جگانے لگا۔ میں نے اسے تھوڑا سا نمونہ سنانے کو کہا تھا لیکن میں اس وقت تک نہ رک سکا جب تک نغمہ ختم نہ ہوگیا۔ نہ صرف میری بلکہ سب کی یہی حالت تھی۔ کافی آگئی تھی اور ٹھنڈی ہو رہی تھی۔ لیکن کسی نے اسکی طرف توجہ نہیں دی تھی۔

جب گٹار خاموش ہوا تو سب چونک پڑے۔ سب جیسے خواب کی دنیا سے باہر نکل آئے تھے۔ منیجر نے تالیاں بجاتے ہوئے پرجوش انداز میں کہا۔

"بہت بہت شکریہ مس امی۔" میں نے کہا۔

"میں بھی آرٹسٹ ہوں' اور ایک آرٹسٹ کی حیثیت سے تمہیں اتنا عمدہ آرٹسٹ ہونے پر مبارکباد

پیش کرتا ہوں۔" مینیجر نے کہا۔

"شکریہ جناب!" میں نے جواب دیا۔

"اوہ' کافی ٹھنڈی ہو رہی ہے' کافی پئیں۔" مینیجر نے کہا۔ سردارے نے اپنا کام مکمل کر لیا۔ مینجر کے چہرے پر کبھی کبھی عجیب سے تاثرات ابھر آتے تھے۔

میں بھی کافی کی طرف متوجہ ہو گیا۔ مینیجر نے چار کپ کافی کے لئے کہا تھا لیکن ملازم تین کپ لا تھا۔ میں نے دیکھا مینیجر نے ایک پیالی اپنی طرف سرکالی۔ ایمی کو کافی نہیں پیش کی گئی تھی۔

"آپ مس ایمی!" میں نے اپنی پیالی اس کی طرف سرکاتے ہوئے کہا۔

"اوہ' نہیں شکریہ۔ مسٹر کین جانتے ہیں' میں کافی نہیں پیتی۔" اسی وقت مسٹر کین پھر اچھل پڑ اور کافی چھلک گئی۔

"سوری' سوری۔" اس نے احمقانہ انداز میں کہا۔ ہم پھر حیران ہو گئے تھے۔ لیکن ظاہر ہے کیا بو سکتے تھے۔ "ہاں' تو مسٹر ریتھو۔ آپ یہاں کتنے دن قیام کریں گے؟"

"اس بارے میں کچھ نہیں کہہ سکتے۔"

"میں چاہتا ہوں' تھوڑی سی کاروبار کی بات ہو جائے۔"

"ہم سیاح ہیں' سر چھپانے کی جگہ اور خوراک کے علاوہ تھوڑا سا خرچ مل جائے۔ کافی ہے۔"

"یہ میری ذمے داری۔" مینیجر کین جلدی سے بولا۔ ایمی کے چہرے پر البتہ کسی قدر تاسف کے نظر آنے لگے تھے' نہ جانے کیوں؟ اس دوران سردارے اپنا ساز تیار کر چکا تھا۔ پھر اس نے اسے دونو ہاتھوں میں لے کر منہ میں دبا لیا۔ اور اس کے بعد آوازیں نکلنے لگیں۔ مینیجر اور ایمی چونک کر اسے دیکھ لگے تھے۔

اور میں نے بھی پہلی بار سردارے کا یہ کمال دیکھا۔ وہ اس ساز کو بخوبی بجا سکتا تھا۔ مینیجر تھوڑا آگے جھک آیا۔ وہ دلچسپی سے اچک اچک کر سردارے کو دیکھ رہا تھا۔ اور پھر۔ اچانک ہی میز کی ٹاپ کے سے ایک ہاتھ نکلا۔ اور کافی کا خالی کپ اوپر آ گیا۔ اب چار پیالیاں ہو گئی تھیں۔ میں نے بوکھلائے ہوئے اند میں ہاتھ کو واپس جاتے دیکھا۔ یقیناً' نسوانی ہاتھ تھا۔ بس اچانک ہی صورت حال میری سمجھ میں آ گئی۔ چوڑی میز کے نیچے کوئی لڑکی موجود تھی۔ سردارے نے اپنا ساز بند کر دیا تھا۔

"واقعی آپ لوگ باکمال ہیں۔" ایمی نے تعریفی انداز میں کہا۔

"بس ایمی۔ انہیں لے جاؤ۔ بات طے ہو گئی۔ ہم سوچ رہے تھے کہ اگر ان کے قیام کی مدت معلو ہو جائے تو ان کی پبلسٹی کی جائے لیکن خیر' یہ سب کچھ بعد میں دیکھا جائے گا۔ آج رات کو یہ پروگرام پیش کریں گے۔ اور ہاں' ان کے آرام کے لئے ہدایت کر دینا۔"

"او کے سر۔" ایمی اٹھ گئی۔ ہم لوگ بھی اٹھ گئے تھے۔ اور پھر ہم ایمی کے ساتھ باہر نکل آئے۔ ایمی کی چال بھی بیحد دلکش تھی۔ وہ ہمیں لئے ہوئے عمارت کے ایک حصے میں آئی اور پھر اس نے ایک کمرے کا دروازہ کھولتے ہوئے کہا۔

"یہ کمرہ آپ کے لئے موزوں رہے گا' یہاں دو بستر موجود ہیں۔ اور ہاں کسی شے کی ضرورت ہو گھنٹی بجا کر ملازم کو طلب کر لینا۔"

"شکریہ مس ایمی!"

"ویسے تم دونوں بہت اچھے فنکار ہو۔ لیکن میرا خیال ہے ذرا سی غلطی کر بیٹھے ہو۔" اس نے آہستہ

"کیا غلطی مس ایمی؟"

"ہم چاہتے تو عمدہ معاوضہ طلب کر سکتے تھے۔ کین اتنا شریف انسان نہیں ہے کہ فنکار کو اس کا وضہ دے دے' جب تک اس سے طلب نہ کیا جائے۔"

"اوہ' مس ایمی! آپ کا شکریہ۔ بس ہم بھی صرف کام چلانا چاہتے ہیں' زیادہ کی ہوس نہیں ہے۔"

"ٹھیک ہے اجازت؟" ایمی نے کہا۔

"بہت بہت شکریہ۔" میں نے جواب دیا اور ایمی چلی گئی۔ اس کے جانے کے بعد سردارے نے انس لی۔

"خوب سوجھی استاد! تمہارے کون کون سے کمال کی داد دوں۔"

"آج تو تم نے بھی کمال دکھا دیا۔" میں مسکرا کر بولا۔

"ارے وہ۔ بڑی یادیں وابستہ ہیں اس ساز سے۔ بچپن میں بھینسوں کو جوہڑ پر پانی پلانے اور نہلانے تے تھے۔ بھینسیں اپنا کام کرتی تھیں اور ہم یہ ساز بجاتے تھے۔ بلکہ میں نے تو بھینسوں کو اس ساز پر کرایا تھا۔ آج پھر دل چاہ گیا۔"

"ہوں' بہرحال یہ جگہ بھی اطمینان بخش نہیں ہے۔" میں نے کہا۔

"کیا مطلب؟"

"مینیجر نے پبلسٹی کی بات کی تو میں پریشان ہو گیا۔ ظاہر ہے یہ کسی طور مناسب نہیں ہو گی۔"

"ہاں یقیناً۔ ویسے بھی ظاہر ہے ہم یہاں عمر گزارنے کا ارادہ تو نہیں رکھتے۔ اور یوں بھی اس احمق کے سامنے زبان بند رکھنا بہت مشکل ہے۔ تم نے ایک بات نوٹ نہیں کی استاد!"

"کیا؟"

"اس الو کے پٹھے کی پتلون اس کی پشت کے صوفے پر پڑی تھی۔ میرے خیال میں وہ کسی مرض میں تھا۔ بار بار اچک رہا تھا لیکن اٹھ نہیں سکتا تھا۔"

"لو' میں نے نوٹ نہیں کیا سردارے۔" میں نے ایک طویل سانس لے کر کہا۔ "اور شکر ہے' بات تم نے نوٹ نہیں کی۔"

"دوسری بات کیا استاد؟"

"جانے دے یار۔"

"بتاؤ تو سہی استاد۔ کیا تھی دوسری بات؟"

"میز کے نیچے لڑکی تھی اور کافی کی چوتھی پیالی اسی کے لئے تھی۔" میں نے بتایا اور سردارے کی چند منٹ کچھ نہیں آیا۔ پھر جب سمجھ میں آیا تو وہ چونک پڑا۔

"لاحول۔ اماں سچ استاد؟" سردارے حیرت سے بولا۔

"جانے دے اس موضوع کو۔ گدھا معلوم ہوتا تھا۔" میں نے کہا۔ لیکن سردارے دیر تک وہ

سچویشن یاد کر کے ہنستا رہا تھا۔

پھر رات کو ہم نے تارستان میں پروگرام پیش کیا۔ ایمی پروگرام آرگنائزر تھی۔ اس نے خوبصورت انداز میں پرتگیزی فنکاروں کا نام اناؤنس کیا تھا۔ لوگوں نے بھی اس پروگرام کو بیحد پسند ایک کے بجائے کئی نغمے مجھے سنانے پڑے۔ سردارے کے نظر نہ آنے والے ساز نے بھی دھوم مچا دی بیشتر لوگوں نے یہ سمجھا کہ یہ آوازیں صرف اس کے منہ سے نکل رہی تھیں۔ اور قریب آ آ کر دیکھا موٹا مینجر بھی موجود تھا اور رنگ جمنے سے بہت خوش تھا۔ ہمارے پروگرام کے اختتام پر اس اسٹیج پر آکر اعلان کیا کہ یہ دونوں آرٹسٹ ابھی کافی دن تک تارستان میں پروگرام پیش کریں گے۔

پھر دوسرے پروگرام شروع ہوگئے اور ہم تھوڑی دیر تک انہیں دیکھتے رہے۔ پھر وہاں سے آئے۔ مینجر ہمارے پیچھے پیچھے آیا تھا اور پھر اس نے اچھی خاصی رقم ہم دونوں کو دی۔

"اب کیا پروگرام ہے ماسٹر۔!" اس نے پوچھا۔

"آرام کریں گے۔" میں نے کہا۔

"اوہ' ضرور۔ ویسے اس پروگرام کے بعد آپ کی چھٹی ہوتی ہے' جہاں چاہے جائیں' جب چاہے واپس آئیں۔ یوں بھی رات سونے کے لئے نہیں ہوتی۔ خود تارستان میں تمہاری ساری تم پوری ہوجائیں گی۔ ہماری ملازم لڑکیاں تم سے صرف پچیس فیصد لیں گی۔ یہ آرٹسٹوں کے لئے طور سے غیر ملکی آرٹسٹوں کے لئے ہم نے خاص رعایت رکھی ہے۔"

"شکریہ مینجر! آج تو آرام ہی کریں گے۔"

"جیسی تمہاری مرضی۔" مینجر نے کہا اور چلا گیا۔ ہم اپنے کمرے میں آگئے۔ سردارے نے اندر سے بند کرلیا تھا۔ اور پھر ہم اپنے بستروں پر پہنچ گئے۔ سردارے غیر معمولی طور پر خاموش تھا۔ دیر گزر گئی تو میں نے اسے آواز دی۔

"سردارے!"

"ہوں۔" وہ چونک پڑا۔

"ارے' سو گئے تھے کیا؟"

"نہیں استاد!"

"کچھ سوچ رہے تھے؟"

"کوئی خاص بات نہیں۔"

"ویسے آج تم حیرت انگیز نظر آرہے ہو۔"

"کیوں استاد؟"

"مینجر کی پیشکش پر بھی تم خاموش رہے۔ میرا خیال تھا تم پچیس فیصد لڑکیوں کو دے کر باقی فیصد مینجر کے حوالے کردو گے اس اطلاع پر۔"

"اوہ۔" سردارے ہنسنے لگا۔

"ان حالات کی وجہ سے الجھے ہوئے ہو؟" میں نے کہا۔

"گالی مت دو استاد۔ دیکھو گالی مت دو۔" سردارے بگڑے ہوئے لہجے میں بولا۔ "تمہارا ا حالات سے گھبرا سکتا ہے؟"

"ہرگز نہیں۔ پھر کیا سوچ رہے تھے؟"

"زندگی پر غور کر رہا تھا استاد۔ وہ لوگ بھی ہوتے ہیں' جو ایک چھوٹے سے دیہات میں' چند لوگوں کے ساتھ پوری زندگی گزار دیتے ہیں اور خوش رہتے ہیں' نہ جانے کیسے استاد۔ زندگی تو رواں دواں رہنے کے لئے ہی تو ہوتی ہے۔"

"ہاں سردارے! یہ تو درست ہے۔"

"گروہ ٹوٹ گیا استاد۔ اب تمہارا کیا پروگرام ہے؟"

"انٹرپول سے آنکھ مچولی کریں گے' یہ بھی دلچسپ کھیل ہے۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ اور سردارے بھی مسکرا پڑا۔ "کیا خیال ہے؟"

"جو خیال استاد کا۔" اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"رواں دواں زندگی کسی خوبصورت مقام کے کسی خوبصورت بنگلے میں نہیں مل سکتی۔ اس کے لئے لمحات کا خوف بیحد ضروری ہے۔ خطرات میں گھری ہوئی زندگی کے ہر لمحے سے الفت ہوتی ہے۔ زندگی کو گرداب سے نکال لے جانے کی چاہت ہوتی ہے۔ اور میرا خیال ہے' یہ زندگی کا حسین ترین روپ ہے۔"

"سو فیصدی استاد۔ سردارے کو اپنی دم سمجھو۔ تمہارے ساتھ جہنم کے دہانے پر چھلانگ لگانے کو تیار ہوں' پیچھے رہ جاؤں تو پنجاب کا بیٹا مت کہنا۔"

"مجھے تیرے اوپر پورا بھروسہ ہے سردارے۔" میں نے کہا اور ہم دونوں خاموش ہوگئے اور پھر نہ جانے کب سو گئے۔ سکون کی نیند' جیسے دنیا کا کوئی غم ہمارے نزدیک سے بھی نہ گزرا ہو۔

دوسری صبح پر سکون تھی۔ صبح ہی صبح ایمی کی شکل نظر آئی۔ خاص طور سے ہمارے پاس ہی آئی تھی۔ "میں نے ملازموں سے پوچھا تھا آپ نے تو کوئی چیز طلب ہی نہیں کی۔" وہ مسکراتی ہوئی بولی۔

"ضرورت ہی نہیں تھی مس ایمی!" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"رات کو بھی آپ پروگرام کر کے سیدھے اپنے کمرے میں آگئے تھے۔"

"ہاں' پھر کیا کرتے؟"

"انوکھے انسان ہیں مسٹر ریتو۔"

"ممکن ہے ناواقف ہوں۔"

"میرے بارے میں آپ لوگوں کا کیا خیال ہے؟" اچانک ایمی نے پوچھا۔

"گفتگو سے آپ بیحد خوش اخلاق معلوم ہوتی ہیں۔" میں بولا۔

"دل کی بھی اچھی ہوں' ہمدرد ہوں اور سنو! شریف انسانوں کی قدر کرتی ہوں۔"

"بہت خوب۔"

"کین نے تمہیں کیا دیا؟" اس نے پوچھا۔

"کچھ ہی نہیں مس ایمی۔ یہ موجود ہے۔" میں نے اپنی اور سردارے کی رقم نکال کر اس کے سامنے ڈال دی۔

ایمی نے نوٹ دیکھے اور پھر اس کی آنکھوں میں حیرت نظر آئی۔ کچھ زیادہ ہی چڑھ گیا ہوگا کمبخت
ورنہ وہ اور یہ سب کچھ دے دے۔"
"بہت کنجوس ہے کیا؟"
"ارے نہ پوچھو اس کی، نفرت ہے مجھے اس سے۔"
"ایک بات بتاؤ گی ایمی؟" اچانک میں نے سوال کیا۔
"ہاں، ہاں پوچھو، مجھے دوست سمجھو، جب تک یہاں ہو، میں تمہاری بہترین دوست ثابت ہو
گی۔ یقین کرو میں سب کو اس طرح منہ نہیں لگاتی۔ بس تم لوگ اچھے انسان ہو۔"
"شکریہ ایمی! اس وقت جب کین نے تمہیں بلایا تھا، کین کے پاس کوئی اور بھی موجود تھا؟"
"تم نے نہیں دیکھا تھا؟" ایمی نے سنجیدگی سے پوچھا۔
"نہیں۔ لیکن میں نے میز کے نیچے سے ایک ہاتھ نکلتے دیکھا تھا۔"
"پلیز، کوئی اور گفتگو کرو۔ وہ بیحد نفرت انگیز انسان ہے۔" ایمی نے ناک سکوڑ کر کہا۔ اور پھر بو
"ارے ہاں، ناشتے کی تیاری تو کرلو۔ باتھ روم بھی نہیں گئے ابھی شاید؟"
"ہاں، ابھی نہیں گئے۔"
"کتنی دیر میں تیار ہو جاؤ گے۔ میں ناشتے کی تیاری کروں؟"
"بس آدھا گھنٹہ۔" میں نے جواب دیا۔ اور وہ باہر نکل گئی۔ کین کی بات پر وہ کچھ جھینپ گئی تھ
سردارے بھی مسکرا رہا تھا اور پھر وہ باتھ روم جاتے ہوئے بولا۔
"یہ کین واقعی گندہ انسان ہے۔"
"ناشتے کی میز پر ہمارے ساتھ ایمی تھی اور سنجیدہ نظر آرہی تھی۔" مجھے بھی نہیں بتاؤ گے تم
کتنے دن کا پروگرام ہے؟"
"کچھ کہا نہیں جاسکتا ایمی۔ مست لوگ ہیں۔ جس دن یہاں سے دل بھر گیا، چل دیں گے۔"
"کچھ طے نہیں کیا؟"
"زندگی بغیر فیصلوں کے ہی ٹھیک لگتی ہے۔ کیا وقت اور حالات ہمارے فیصلوں کی پابندی کر
ہیں؟"
"یہ تو ٹھیک ہے۔" ایمی نے گردن ہلائی، پھر بولی۔ "آج تمہارے پروگرام کا کون سا وقت ت
دیا جائے؟"
"کیا پہلے سے طے کرلیا جاتا ہے؟"
"ہاں، میرے پاس آرٹسٹوں کے پروگراموں کی تفصیل ہوتی ہے۔"
"تعین تم خود کرلو۔"
"میری مانو۔ تو زندگی کو اس طرح مقید مت کرو۔ باہر کی دنیا کافی خوبصورت ہے۔ کمانے اور گنوا
میں ہی لطف ہے۔" وہ بولی۔
"ہمیں کمانے سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ جب اور جتنا دل چاہے کما سکتے ہیں۔"
"اوہو۔ اس قدر اعتماد ہے۔" وہ مسکرائی۔

"جتنا کہا ہے اس سے کہیں زیادہ۔ سنو! کیا تمہیں پورے پروگرام کے دوران یہیں رہنا پڑتا ہے؟"
"کیا مطلب؟"
"یعنی پروگرام آرگنائزر کی حیثیت سے تمہیں سارے پروگرام اٹینڈ کرنا ہوتے ہیں؟"
"ضروری نہیں ہے۔ آرٹسٹوں کو خود ان کا وقت معلوم ہوتا ہے اور پھر میری دو نائب بھی کام
تی ہیں۔"
"تب۔ آج پروگرام کے بعد تم ہمیں ان علاقوں کی سیر کراؤ گی۔"
"میں.....؟" وہ جھجک کر بولی۔
"اگر ناپسند نہ کرو۔ ظاہر ہے تم سے درخواست ہی کی جاسکتی ہے۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔
"نہیں، ایسی کوئی بات نہیں ہے، میں چلوں گی۔ لیکن اگر تمہارے ساتھ کوئی ہوگا، میرا مطلب ہے
ئی عورت" تو شاید دوسری لڑکیاں تمہاری طرف توجہ نہ دیں۔"
"اس کی پرواہ نہیں ہے۔"
"ٹھیک ہے میں چلوں گی۔" اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔ اور پھر اس نے رات کو اول وقت میں
را پروگرام رکھ دیا۔ اور ہم مطمئن ہو گئے۔ رات کی زبردست تیاریاں کی تھیں میں نے۔ اور درحقیقت
ں رات کا پروگرام سن کر لوگ جھوم اٹھے، مست ہو گئے۔ کئی جوڑوں نے میرے گرد رقص کیا۔ بہت سی
ائشیں بھی پوری کرنی پڑیں۔ میرے اور سردارے کے پروگرام کو بہت سراہا گیا تھا۔ بمشکل تمام ہمیں
وں سے چھٹکارا ملا اور ہم اندر آگئے۔
کین نے ہماری پیٹھ ٹھونکی تھی۔ اس نے ہم سے طویل معاہدہ کرنے کی پیشکش کردی۔ اور اس
ں کی پوری ادائیگی کردی۔ خاصی رقم ہو گئی تھی۔ ایمی تیار ہو کر آگئی۔ اس نے ایک خوبصورت لباس پہنا
اس کا تناسب جسم اور قیامت نظر آنے لگا تھا۔ میں نے اسے پسندیدگی کی نگاہوں سے دیکھا تھا۔
"چلیں؟" اس نے پوچھا۔
"ہاں۔" میں نے کہا۔ اور ہم تینوں باہر نکل آئے۔ ڈھلواں چھتوں کی عمارتوں کے نیچے بہت کچھ ہو
تھا۔ ہم نگاہیں دوڑاتے آگے بڑھتے گئے اور پھر "پیکو" کے دروازے سے اندر داخل ہو گئے۔ یہ بہت بڑا
ارخانہ تھا۔
"کافی پئیں گے یہاں، بہت سے ملکوں کی کافی ملتی ہے۔"
"اوہ، قمارخانہ ہے۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔
"ہاں، شاید اس علاقے کا سب سے بڑا۔" ایمی نے جواب دیا۔
"تم نے کمائی کے بارے میں کہا تھا ایمی!"
"کیسی کمائی؟"
"تم نے کہا تھا نا کہ زیادہ سے زیادہ کماؤ۔"
"ہاں۔ پھر۔؟" وہ مسکرا کر بولی۔
"اور میں نے کہا تھا کہ کمانے کی کیا ہے، جب چاہیں کما سکتے ہیں۔"
"کہا تھا۔"

"ثابت کروں؟" میں نے پوچھا۔
"کھیلو گے؟" ایمی نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔
"ہاں' کافی رقم ہے۔" میں نے جیب تھپتھپاتے ہوئے کہا۔
"میرا خیال ہے دس پندرہ منٹ میں گنوا بیٹھو گے۔" ایمی نے ہنستے ہوئے کہا۔ "یہاں بڑ
استاد ہوتے ہیں۔"
"کیا حرج ہے' کل پھر مل جائیں گے۔" میں مسکراتے ہوئے کہا۔
"تمہاری مرضی۔ کیا حرج ہے۔" ایمی نے کہا۔
"تب آؤ۔ پہلے کافی پی لیں۔ ممکن ہے بعد میں اس کے لئے پیسے نہ رہیں۔" میں نے کہا
ہنس پڑی۔
"ایسی بات نہیں ہے۔ رقم ایڈوانس بھی مل سکتی ہے ایسے کسی مسئلے پر۔" ایمی نے کہ
ایک میز پر آ بیٹھے۔ ایمی نے کافی کا آرڈر دے دیا۔ در حقیقت عمدہ کافی تھی۔ سردارے البتہ کچھ بو
تھا۔
"ایمی۔!" میں نے رازدارانہ انداز میں کہا۔
"ہوں۔"
"میرا ساتھی رات کو تنہا سونے کا عادی نہیں ہے۔ کل کی رات تو اس نے بس صبر کر لیا تھا
"اوہ' اس تکلف کی کیا ضرورت تھی' کسی سے کہتے' آجاتی۔ کلب میں ہی درجنوں لڑکی
ہیں۔"
"آج؟"
"ہاں' جتنی کہو۔" ایمی نے جواب دیا۔ اور ہم کافی پیتے رہے۔ پھر ایمی نے ویٹر کو بلا کر بل
اور ہم اٹھ کر اس طرف چل پڑے جہاں جوا ہو رہا تھا۔ بہت سی مشینیں تھیں' تاش بھی چل ر
اچانک ایمی رک گئی۔ اس کے چہرے پر سنجیدگی پھیل گئی تھی۔
"کیوں۔ کیا ہوا ایمی؟" میں نے چونک کر پوچھا۔
"میرا خیال ہے یہاں مت کھیلو۔" ایمی نے سنجیدگی سے کہا۔
"کیوں؟"
"میں تمہیں گرنٹین لے چلتی ہوں' وہاں بڑا صاف ستھرا کھیل ہوتا ہے۔"
"کیا بات ہے ایمی۔ تم اچانک سنجیدہ ہو گئی ہو؟"
"اوہ' تم نہیں سمجھتے۔ میکلینو یہاں موجود ہے۔"
"میکلینو!" اچانک میرا ذہن جھنجھنا اٹھا۔ سوئیٹا یاد آگئی تھی۔ اس نے بھی نہ
یہی نام بتایا تھا۔
"کہاں ہے؟"
"وہ اس میز پر۔ براہ کرم اشارہ مت کرنا۔"
"کون ہے یہ؟"

"نیو ہیون کا بادشاہ۔ سب اسے ٹیکس ادا کرتے ہیں' بیحد خطرناک انسان ہے۔ نہ جانے کیا کیا کرتا
ایمی نے کہا۔ میں نے اس کے اشارے کی طرف دیکھا۔ چوڑے شانوں اور بڑے گلمچھوں والا
خطرناک صورت آدمی تھا۔ چوڑے سینے کا گریبان کھلا ہوا تھا اور اس کے لمبے لمبے سیاہ بال صاف نظر آ
تھے۔ کلائیاں بھی خوب چوڑی تھیں اور بالوں سے بھری ہوئی تھیں۔ لمبے لمبے بال تھے' بہرحال
شخصیت تھی۔
"تو پھر اس سے کیا فرق پڑتا ہے؟"
"مناسب نہیں ہے ریتو۔ آؤ چلیں۔" ایمی نے میرا ہاتھ پکڑ لیا۔
"نہیں ایمی۔ یہیں کھیلیں گے۔" میں نے اس سے ہاتھ چھڑا لیا۔ اور پھر میں نے سردارے سے
"سردارے! تم ایمی کے ساتھ رہو۔ میں تنہا کھیلوں گا۔ اور اگر کوئی گڑبڑ ہو جائے تو تم مجھ سے شناسائی کا
نہیں کرو گے۔ خیال رکھنا' ہدایت پر عمل ہو۔"
"عجیب ضدی انسان ہو۔ اچھا یہاں سے دور کسی میز پر بیٹھو۔"
"میرا اب تم سے کوئی واسطہ نہیں رہا ہے۔" میں نے کہا اور آگے بڑھ گیا۔ میرا رخ مکلینو کی
طرف تھا۔ سردارے کی اور میری رقم میرے ہی پاس تھی۔ اس میز کے پاس تماش بین بھی نہیں تھے۔
چار آدمی کھیل رہے تھے' دو کرسیاں خالی تھیں۔ کھیلنے والے چار آدمیوں نے اپنی گردنیں اٹھا کر مجھے
ان میں مکلینو بھی تھا۔ اس کی آنکھیں بھی بیحد خطرناک تھیں خون سا ٹپکتا محسوس ہو رہا تھا۔
"کیا بات ہے؟" ان میں سے ایک نے پوچھا۔
"بیٹھ سکتا ہوں آفیسر!" میں نے خوشامدی انسانوں کی طرح پوچھا۔
"بھاگ جاؤ۔" وہ شخص ہاتھ اٹھا کر بولا۔
"اوں ہونہہ۔ مال کتنا ہے؟" مکلینو کی آواز ابھری۔
"کافی ہے لارڈ!" میں نے نوٹوں کی گڈیاں نکال کر میز پر رکھ دیں۔
"بیٹھ جاؤ۔" مکلینو کی بھاری آواز پھر ابھری۔ اور میں خوشی خوشی بیٹھ گیا۔ ان میں ایک آدمی
کی حالت تھی۔ اس کے سامنے نوٹوں کی تھوڑی سی گڈیاں رکھی ہوئی تھیں۔
"مجھے اجازت دو گے مکلینو؟" اس نے رونی آواز میں کہا۔
"کیوں بکواس کر رہے ہو؟" تمہارے مقرر کئے ہوئے وقت میں ابھی ایک گھنٹہ باقی ہے۔ یہ ساری
رقم میرے حوالے کر دو اور چلے جاؤ۔" مکلینو غرایا۔
"لو' اچھا اچھا۔ کھیلو' کھیلو؟" مکلینو نے مجھ سے پوچھا۔
"ایک گھنٹہ' پورا ایک گھنٹہ۔"
"ٹھیک ہے' یا پھر جب بھی یہ رقم ہار جاؤ۔" وہ مسکراتا ہوا بولا۔
"ہاں' سب تمہارا ہے آفیسر۔"
"بانٹو۔" مکلینو نے اپنے ساتھی سے کہا۔ اور وہ کارڈ تقسیم کرنے لگا۔ میری نگاہ اس کے
[illegible]گی۔ میں نے صاف دیکھا کہ اس نے مجھے پتے نکال کر دیئے ہیں۔ زیادہ صفائی نہیں تھی۔ غالباً"
[illegible] لیکن میں نے بھی [illegible] لیا تھا کہ [illegible] پٹا نیچا دوں گا۔

اور پھر میں نے کھیلنا شروع کر دیا۔ ہر ہاتھ پر میں ڈبل کر رہا تھا۔ میرے کھیلنے کے چکرائے۔ ایک ایک کرکے سب نے پتے پھینک دیئے' صرف مکلینو ڈٹا رہا۔ اور پھر بالا خر رقم دے کر اس نے شو لیا اور ہار گیا۔ گڈی میرے ہاتھ میں آگئی۔ میں نے بظاہر اناڑی پن سے تھا۔ سب کی نگاہیں میرے ہاتھوں پر جمی ہوئی تھیں۔ کھیل شروع ہو گیا۔ میں نے ان لوگوں کے اندازہ لگالیا تھا کہ انہیں میرے کارڈ بانٹنے پر کوئی شبہ نہیں ہوا ہے۔ کھیل شروع ہو گیا۔ میرے پا کے علاوہ ان کی عنایت کی ہوئی رقم بھی موجود تھی جو کافی تھی۔ چنانچہ میں آنکھیں بند کرکے کھ کارڈ دیکھے گئے اور کھیل میں جوش پیدا ہو گیا۔ سب عمدہ کھیل رہے تھے۔ یہاں تک کہ وہ شخص جو پہلے ہی رو رہا تھا۔

"اب میں کیا کروں؟" اس نے کہا۔

"گھر جاؤ۔ بس۔ جاؤ۔ جاؤ۔" آخر میں مکلینو نے دہاڑ کر کہا۔ اور بہت سی نگاہیں اس گئیں۔ کھیلنے والا جلدی سے کھڑا ہو گیا تھا اور پھر وہ وہاں سے چلا گیا۔

"شو لے لو جوان۔" مکلینو مجھ سے بولا۔ اب میں اور وہ رہ گئے تھے۔

"اچھا۔" میں نے سعادت مندی سے کہا اور شو کی رقم ڈال دی۔ میکلینو نے اپنے کارڈ دیئے۔ وہ مسکرا رہا تھا۔ اس کے کارڈ دیکھ کر میرے چہرے پر مایوسی پھیل گئی اور پھر میں نے بے دلی سے کارڈ بھی الٹ دیئے۔ میکلینو اور اس کے ساتھی منہ پھاڑ کر رہ گئے۔ میرے کارڈ بڑے تھے۔

میکلینو کے ساتھی پہلو بدلنے لگے۔ لیکن میکلینو کے چہرے پر کوئی خاص اثر البتہ اس نے تاش اس بار خود شفل کئے تھے۔ میری نگاہیں کارڈ چیک کر رہی تھیں۔ اس سلسلے میں کھیل کی بات تو نہیں تھی' مجھے سینکڑوں گر آتے تھے۔ یہ تو کوئی بات ہی نہیں تھی۔ اگر کارڈ پہلی بار بانٹے جائیں تب بھی کام دکھایا جا سکتا تھا۔ میکلینو نے گڈی میرے ہاتھ میں دے جھپکتے کارڈ اپنی جگہ سیٹ ہو گئے۔ اس بار بھی میکلینو کو زبردست چوٹ ہوئی تھی اور میرے نوٹوں کے ڈھیر لگ گئے تھے۔ تیسری بار۔ میکلینو کے ساتھی نہیں برداشت کر سکے۔ یوں ہاتھوں میں ان کا بیڑہ غرق ہو گیا تھا اور اب بہت تھوڑی رقم رہ گئی تھی۔

چوتھا ہاتھ بٹا۔ اور میرے سامنے نوٹوں میں اور اضافہ ہو گیا۔ اب میکلینو کے سا چہرے سرخ ہو گئے تھے۔

"شارپنگ ہو رہی ہے باس۔" میں نے معصومیت سے پوچھا اور میکلینو کے مسکراہٹ پھیل گئی۔

"بتاؤ بھئی۔" اس نے اپنے ساتھی سے کہا۔

"کھڑے ہو جاؤ۔" وہ کرسی سرکا کر اٹھتے ہوئے غرایا۔

"جیمن!" میکلینو غرایا۔ اور اس کا ساتھی چونک کر اسے دیکھنے لگا۔ "بیٹھ جاؤ" انداز میں بولا اور اس کے ساتھی کی جیسے ہوا نکل گئی۔

اس دوران کارڈ میرے ہاتھ میں گردش کرتے رہے تھے اور میں ان کے ہاتھوں سے کار تیار ہو گیا تھا۔

"کیا تم الو کے پٹھے ہو؟" میکلینو نے کہا۔

"باس۔ یقین کرو۔" ساتھی بوکھلائے ہوئے انداز میں بولا۔

"ثابت کرو' شارپنگ ہو رہی ہے۔ کیا تم اندھے بنے بیٹھے ہو۔" میکلینو بولا۔

"بانٹو۔" اس کے ساتھی نے کینہ توز نگاہوں سے مجھے گھورتے ہوئے کہا۔

"میری طرف سے آپ ہی بانٹ دیں جناب۔" میں نے سہمی ہوئی آواز میں کہا۔ "شاید آپ ہو گئے ہیں۔" اور اس نے جلدی سے گڈی اٹھالی۔ کارڈ ہلکے سے شفل کئے اور میں نے انہیں کاٹنے ہاتھ بڑھا دیا۔ یہ نہ ہوتا تو کام تھوڑا سا مشکل ہو جاتا۔ لیکن میں نے کاٹنے میں بانٹنے کی کمی پوری کرلی اس بار میکلینو کے دونوں ساتھی پھنسنے والے تھے۔ یعنی ایک وہ جس نے کارڈ بانٹے تھے اور ی۔

کھیل شروع ہوا۔ تھوڑی دیر تک بلائینڈ کھیل ہوتا رہا۔ پھر مکلینو نے کارڈ اٹھائے' تین ں چلیں۔ میں نے اپنے کارڈ اسی طرح پڑے رہنے دیئے تھے۔ پھر مکلینو نے کارڈ پھینک دیئے دونوں جمے رہے۔ نوٹ ان کے سامنے سے غائب ہوتے جا رہے تھے۔ پھر ان میں سے ایک قلاش

"تمہاری اجازت ہو تو میں اسے کچھ دے دوں۔" مکلینو نے مجھ سے پوچھا۔

"ہاں۔ اس میں۔ کیا حرج ہے جناب؟" میں نے کہا۔ اور مکلینو نے بہت سی گڈیاں اس کی سرکا دیں۔ پھر ان دونوں نے آپس میں معاہدہ کیا اور ان میں سے ایک نے کارڈ پھینک دیئے۔ نے اپنے سامنے کی آخری پونجی میرے سامنے رکھ کر شو مانگا۔ اور میں نے کارڈ الٹ دیئے۔ وہ ہار گیا اس کا چہرہ سفید ہو گیا تھا۔

"ناممکن۔" وہ دانت بھینچ کر غرایا اور کرسی کھسکا کر کھڑا ہو گیا اس کی آنکھیں خون کی طرح سرخ ۔ "میں۔ میں اسے قتل کر دوں گا۔"

"سپرو!" مکلینو سرد لہجے میں بولا۔

"یہ۔ زبردست شارپر ہے باس!" سپرو نے احتجاج کیا۔

"کارڈ تم نے بانٹے تھے۔"

"اس نے کاٹے تھے۔"

"اب کے کاٹ بھی تم ہی لینا۔" میں نے سہمی ہوئی آواز میں کہا۔

"میں نے اسے اٹھنے کے لئے کہا تھا۔"

"نن۔ نہیں باس۔ لیکن۔"

"اتنی سی رقم کے لئے تم میرے سامنے' میری اجازت کے بغیر کھڑے ہو سکتے ہو۔" مکلینو اسی میں بولا۔

"سس۔ سوری باس!" وہ پھر بیٹھنے لگا۔

"کھڑے ہو جاؤ کتے۔" مکلینو پھر غرایا اور وہ جلدی سے کھڑا ہو گیا۔ مکلینو اب میرا جائزہ رہا تھا۔ پھر اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "خاموش بھیڑیئے! تو اتنا بزدل کیوں ہے؟"

"مم۔ میں بزدل تو نہیں ہوں جناب!"
"یہ تجھے قتل کر دینا چاہتا ہے۔"
"نن۔ نہیں۔ نہیں۔" میں کرسی سے کھڑا ہو گیا۔
"اور میری آنکھیں بدن ٹٹول لیتی ہیں۔ تو کمزور بھی نہیں ہے۔" مکلینو بدستور مسکرا رہا تھا۔
"بب..... بالکل نہیں۔" میں نے احمقانہ انداز میں کہا۔ سردارے اگر اس وقت میرے پاس ہوتا تو میری اس اداکاری کی بھرپور داد دیتا۔ لیکن وہ لوگ دور سے مجھے تاڑ رہے تھے۔ ایمی تو میرے سامنے نوٹوں کی گڈیاں دیکھ کر ہی چکرا گئی تھی۔
"تو پھر قتل ہو جا۔" وہ ہنس پڑا۔
"تم حکم دیتے ہو تو ٹھیک ہے۔" میں نے سعادتمندی سے کہا۔
"سپرو!" اس نے اپنے ساتھی سے کہا۔
"بب۔ باس۔"
"چل اسے قتل کر دے۔ لیکن کوئی ہتھیار استعمال نہیں ہو گا۔"
"مم۔ معافی چاہتا ہوں باس!" سپرو نے کہا۔
"کیا نام ہے تیرا؟" مکلینو نے مجھ سے پوچھا۔
"ریتو۔!" میں نے جواب دیا۔
"اس نے تجھے قتل کرنے کی دھمکی دی تھی۔ اسے مار۔" مکلینو بولا۔ "لیکن ہتھیار نہ مت استعمال کرنا۔"
"میرے پاس صرف پستول ہے' یہ تم رکھ لو باس!" میں نے بھی اسے باس کہہ کر مخاطب کیا اور پستول نکال کر اس کے حوالے کر دیا۔
"جین! تم سپرو کی تلاشی لو۔" مکلینو نے کہا۔ اب دوسرے سارے لوگ اس طرف متوجہ ہو گئے۔ کھیل بند ہو گیا۔ لوگ سمجھ گئے تھے کچھ ہونے والا ہے اس لئے چوکنے بھی ہو گئے۔ سپرو کے پاس سے ایک پستول اور ایک لمبا چاقو برآمد ہوا جسے جین نے نکال کر مکلینو کے سامنے میز پر رکھ دیا۔ اور میں نے سپرو کو گریبان سے پکڑ کر کھینچ لیا۔
سپرو بیک وقت خوف اور جھلاہٹ کا شکار تھا۔ میرے اس طرح کھینچنے سے وہ آگ بگولا ہو گیا اور دیوانوں کی طرح مجھ پر ٹوٹ پڑا۔ اس نے تابڑ توڑ میرے اوپر گھونسے برسانے شروع کر دیئے۔ لیکن اس کے مکے صرف ہوا میں لہرا رہے تھے۔ میں نے ابھی تک اس پر ایک بھی وار نہیں کیا تھا۔ پھر میں پوزیشن تبدیل کر کے مکلینو کے قریب آ گیا جو اطمینان سے میز پر بیٹھا تھا۔
"تو اسے مارتا کیوں نہیں؟" مکلینو نے کہا۔
"تمہاری اجازت کے بغیر ہاتھ نہیں اٹھا سکتا باس!" میں نے کہا۔
"اوہ' مار۔ اسے مار۔" مکلینو نے میز پر ہاتھ مارا۔ اور دوسرے لمحے میں نے ہاتھ گھما دیا۔ اس کے شانے پر ضرب پڑی تھی۔ وہ کئی قدم پیچھے ہٹ گیا۔ پھر اس نے دونوں ہاتھ کھڑے کر لئے اور کراٹے کی پوزیشن میں آ گیا۔ پھر اس نے منہ سے دہاڑیں نکال کر میرے اوپر حملہ کیا۔ لیکن میں نے اس کے

کلائیوں پر روکے اور پھر ایک بھرپور ہاتھ اس کی گردن پر رسید کیا۔ سپرو اوندھے منہ گرا ہوا تھا۔
لیکن اسکے بعد اس کی خیر کہاں تھی۔ جونہی اس نے اٹھنے کی کوشش کی میری لات اس کی کمر پر پڑی۔ اور اس کے بعد میں نے صرف پیروں کا استعمال کیا۔ میں اس کے ہاتھ زمین سے ٹکنے ہی نہیں دے رہا تھا۔ ویسے سپرو پاگل ہو گیا تھا۔ اگر اسے کھڑے ہونے کا موقع مل جاتا تو شاید وہ اس وقت مکلینو کی موجودگی بھول جاتا اور جو چیز ہاتھ لگتی' استعمال کرتا۔ لیکن میں نے اسے کوئی موقعہ ہی نہیں دیا تھا۔
مکلینو کے اطمینان میں اب بھی کوئی فرق نہیں آیا تھا۔ میری نوٹوں کی گڈیاں اسی طرح رکھی ہوئی تھیں جیسے مکلینو ان کا محافظ ہو۔ پھر میں نے سپرو کے آخری ضرب لگائی اور وہ چت ہو گیا۔ شاید بے ہوش ہو چکا تھا۔ چاروں طرف سے تالیاں گونج اٹھی تھیں۔ میں نے سرسری نگاہ سردارے کی طرف ڈالی اور سر سے اشارہ کیا۔ سردارے اس دوران سکون سے کھڑا رہا تھا۔ گویا اسے یقین تھا کہ اس سپرو کی ایسی تیسی' ہاں اگر دوسرے ہوتے' تو پھر۔ سردارے کے پاس بھی پستول تھا۔ البتہ ایمی کا چہرہ زرد پڑا ہوا تھا۔ وہ پھٹی پھٹی آنکھوں سے یہ سب کچھ دیکھ رہی تھی۔
میں نے مکلینو کے سامنے جا کر سر جھکا دیا۔ مکلینو کھڑا ہو گیا۔ "میں نے غلط تو نہیں کہا تھا' تیرے اندر چھپے ہوئے فنکار کو میں نے دیکھ لیا تھا۔"
"میں نے دولت کے لئے اس سے جنگ نہیں کی باس۔" میں نے کہا۔
"تو مجھے باس کیوں کہتا ہے؟" مکلینو بولا۔
"بس دل چاہتا ہے۔"
"میں تجھ سے بہت خوش ہوں۔ یہ میری طرف سے انعام لے۔" مکلینو نے اپنے سامنے کی گڈیاں بھی میری گڈیوں میں شامل کر دیں۔ تب میں نے نوٹوں کے ڈھیر جمع کئے اور انہیں مکلینو کے پیروں میں ڈال دیا۔
"یہ کیا؟"
"میں جیتنے کے لئے نہیں کھیلا تھا باس! یہ تیرے جوتوں کی نذر۔!"
"اوہ' اٹھالے۔ اٹھالے۔ سب تیرے ہیں' یوں سمجھ میں نے قبول کر لئے۔ اٹھالے میری جان! تو نے میرا دل جیت لیا ہے۔ میرا حکم ہے' اٹھالے۔" مکلینو نے محبت سے کہا۔ اور اس کے ساتھی جین نے سارے نوٹ اکٹھے کر کے میری طرف بڑھا دیئے۔ "بیٹھ جا' بیٹھ جا۔ میرے ساتھ کھانا کھا۔ جین' کھانا منگواؤ۔" مکلینو نے کہا۔
"باس۔ میرے دو ساتھی بھی ہیں۔" میں نے کہا۔
"کہاں ہیں؟"
"وہ لڑکی اور اس کے ساتھ۔" میں نے اشارہ کیا اور مکلینو ادھر دیکھنے لگا۔
"اوہ' وہ تو ناستارن کی ایمی ہے۔"
"ہاں باس! ہم لوگوں کا قیام وہیں ہے۔"
"ہے۔ ایمی! ادھر آجا۔" مکلینو نے ہاتھ اٹھا کر وہیں سے نعرہ لگایا۔ سپرو اسی طرح زمین پڑا تھا اور اس کی طرف اب کوئی توجہ نہیں دے رہا تھا۔

ایمی سردارے کا ہاتھ پکڑے ہمارے قریب پہنچ گئی۔

"بیٹھ جا۔ کیسی ہے؟"

"ٹھیک ہوں بادشاہ!" ایمی نے آواز صاف کرتے ہوئے کہا۔

"تیرا ساتھی لاجواب ہے۔ بیٹھ جا۔ تو بھی بیٹھ جا دوست! تیرا کیا نام ہے؟" مکلینو نے سردارے سے پوچھا۔

"جیم۔" سردارے نے جواب دیا۔

"تو بھی اس کی طرح لاجواب اور باکمال ہوگا۔" مکلینو ہنستے ہوئے بولا۔ اور سردارے کے ہونٹ بھی کھنچ گئے۔ "انہیں اٹھالے' تیرے ساتھی نے تیرے لئے کمائے ہیں۔" مکلینو نے نوٹوں کی طرف اشارہ کیا۔ اور سردارے نوٹ جیبوں میں ٹھونسنے لگا۔ بہت سے نوٹ ایمی نے اپنے پرس میں بھر لیے تھے۔ باقی بچے تو میری جیبوں میں ٹھونس دیئے گئے۔ جین اب ہمارے ساتھ نہیں کھڑا تھا' بلکہ پیچھے ہٹ گیا تھا۔

"ان کا تعارف کرا ایمی۔" مکلینو نے ایمی سے کہا۔

"اوہ۔ بادشاہ۔ یہ مسٹر رتو ہیں۔ گٹار کے شہنشاہ اور یہ ان کے ساتھی جیم ہیں۔ ایک پراسرار ساز بجانے کے ماہر۔ دونوں پرتگالی ہیں۔ آج کل ہمارے کلب میں پروگرام پیش کر رہے ہیں۔"

"واقعی!" مکلینو نے حیرت سے آنکھیں پھاڑ دیں۔

"ہاں بادشاہ!" ایمی نے جواب دیا۔

"تب میں نے ایسا آدمی زندگی میں پہلی بار دیکھا ہے۔ ٹھنڈے مزاج کا مالک اور ہر فن میں ماہر رتو میں تجھ سے بڑی محبت کرنے لگا ہوں۔"

"شکریہ باس!" میں نے ادب سے کہا۔

تھوڑی دیر میں کھانا آگیا اور ہمارے سامنے سرو ہوگیا۔ "کھاؤ..... بے تکلف ہو کر کھاؤ۔" مکلینو نے کہا۔ جین صرف سروس کر رہا تھا۔ مکلینو نے ہمارے ساتھ کھانا کھایا۔ وہ بہت خوش تھا کافی دیر تک وہ ہم سے گفتگو کرتا رہا۔ پھر اس نے کہا۔ "اچھا میری جان' اب میں چلوں گا۔ کل صبح دس بجے تک تو اپنے ساتھی کے ساتھ میرے پاس آجانا۔ ایمی تو اسے بنیگسن کا راستہ بتائے گی۔"

"ٹھیک ہے بادشاہ۔" ایمی جلدی سے بولی اور مکلینو کھڑا ہوگیا۔ اسے شاید بل دینے کی نہ عادت تھی نہ ضرورت اور اس دوران اس نے ایک بار بھی سپرو کی طرف توجہ نہیں دی تھی' وہ اسی طرح ہوا تھا۔ پھر وہ جین کے ساتھ چلا گیا اور اس کے باہر قدم رکھتے ہی ہوٹل کا سپروائزر چند بیروں کے ساتھ آگیا۔ اس نے بیروں کی مدد سے سپرو کو اٹھایا اور نہ جانے کہاں لے گیا۔

"اب چلو۔" ایمی نے کہا۔

"کیوں؟ یہاں خاصی رونق ہے۔" میں نے کہا۔

"تم بھی بس پاگل ہی معلوم ہوتے ہو۔ ان واقعات کا تمہارے اوپر بھی کوئی اثر نہیں ہے۔"

"کون سے واقعات ایمی؟"

"پلیز۔ چلو۔ میرا دل گھبرا رہا ہے۔"

"چلو۔" میں نے شانے ہلا دیے اور ہم تینوں باہر نکل آئے۔ یوں بھی رات خاصی گذر چکی تھی۔ تھوڑی دیر کے بعد ہم تارستان پہنچ گئے۔

"اب کیا پروگرام ہے؟" ایمی نے پوچھا۔

"میرے ساتھی کے لیے تم نے ایک وعدہ کیا تھا؟" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"ہاں۔ میں۔ مگر۔ کمرہ دوسرا لے لو۔"

"جیسا تم مناسب سمجھو۔" میں نے کہا۔

"میں ابھی واپس آتی ہوں۔" ایمی نے کہا اور واپسی کے لیے پلٹی' لیکن پھر کچھ سوچ کر رک گئی۔ اس نے اپنا پرس وہیں رکھ دیا تھا۔

"کیوں؟" میں نے تیکھی نگاہوں سے اسے دیکھا۔

"اوہ۔ کوئی خاص بات نہیں۔ بس' اس میں تمہاری رقم ہے۔" ایمی نے جھجکتے ہوئے کہا۔

"ایمی!" میں نے برا ماننے والے انداز میں کہا۔ "کیا تم صرف کاروباری لڑکی ہو؟"

"کیوں؟"

"ہم تو تمہیں دوست کی حیثیت دے چکے ہیں۔"

"میری خوش بختی ہے۔"

"چنانچہ یہ پرس اٹھالو۔ ہم اپنے طور پر جیتی ہوئی رقم کے حصے کر چکے ہیں۔ جو کچھ تمہارے پرس میں ہے' تمہارا ہے۔ جو جیم نے میری جیبوں میں ٹھونس دیا ہے' وہ میرا ہے اور جو جیم کی جیبوں میں ہے' وہ اس کا۔"

"اوہ۔ نہیں رتو۔ یہ بہت زیادہ ہے۔" ایمی نے پریشانی سے کہا۔

"یہاں کم زیادہ کا مسئلہ نہیں ہے۔ پلیز۔ اپنا پرس اٹھالو۔" بمشکل تمام ایمی اس کے لئے تیار ہوئی اور پھر وہ باہر نکل گئی۔ سردارے بالکل خاموش تھا۔ "کیا ہوگیا' دھورام! بارہ کیوں بج رہے ہیں۔" میں نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"بارہ نہیں' پونے دو بج رہے ہیں استاد۔" سردارے نے گھڑی دیکھتے ہوئے کہا۔

"اوہ۔ نیند آرہی ہے کیا؟"

"ظاہر ہے استاد!"

"ٹھہر جاؤ۔ ایمی تمہاری نیند بھگانے کا انتظام ہی کر رہی ہے۔"

"کیا مطلب؟" سردارے اچھل پڑا۔

"اس سے زیادہ کچھ نہیں بتایا جاسکتا۔" میں نے کہا اور سردارے گہری نگاہوں سے میری شکل دیکھنے لگا۔ اتنی دیر میں ایمی واپس آگئی۔ اس کے ساتھ چھوٹے سے قد کی ایک خوبصورت لڑکی تھی۔ کسی طرف سے وہ کوئی غلط لڑکی نہیں معلوم ہوتی تھی۔ بلاشبہ پسند کرنے کے قابل تھی۔

"یہ رینا ہے اور مس رینا' یہ مسٹر جیم ہیں۔ چنانچہ اب یہ تمہارے سپرد۔" ایمی نے مسکراتے ہوئے کہا اور رینا بھی مسکرادی۔

"آیئے مسٹر جیم۔ میں آپ کو کلب کی دوسری تفریحات دکھاؤں۔" رینا نے بے تکلفی سے

سردارے کا ہاتھ پکڑ لیا۔

"جاؤں؟" سردارے نے شرارت آمیز انداز میں منہ کھول کر مجھ سے پوچھا۔

"دفعان ہو جاؤ۔" میں نے اس پر گھونسہ تانا اور وہ جلدی سے باہر نکل گیا۔ ریتا بھی اس کے پیچھے ہی لپکی تھی۔ ایمی ہنسنے لگی۔

"ایک بات پوچھنا بھول گئی تھی مسٹر ریتو۔" ان دونوں کے جانے کے بعد ایمی نے پوچھا۔

"کیا؟"

"آپ نے صرف مسٹر جیم کے لیے کہا تھا نا؟ میرا مطلب ہے صرف؟"

"ہاں!"

"اوہ۔ بس میں الجھی رہی تھی۔ تو مجھے اجازت آپ آرام کریں۔" وہ آہستہ سے پیچھے ہٹی لیکن اس نے عجیب نگاہوں سے مجھے دیکھا تھا۔

"ایمی! دوستانہ انداز میں ایک بات پوچھوں؟" میں نے آہستہ سے کہا۔

"ضرور!"

"اگر میں تمہیں جانے سے منع کروں تو۔ برا نہ مان جاؤ گی؟" میں نے کہا اور ایمی خاموش ہو گئی۔ کئی منٹ تک خاموش رہی، پھر بولی۔

"نہیں!"

"شکریہ ایمی! میں تمہیں پسند کرنے لگا ہوں۔"

"بعد میں تمہیں خسارے کا احساس نہ ہو۔" وہ پھیکی سی مسکراہٹ سے بولی۔

"کیوں؟"

"یہاں بہت سی خوبصورت لڑکیاں موجود ہیں۔"

"ایمی! ایسی باتیں مت کرو۔ اول تو تم خود بھی بے حد حسین ہو۔ دوسری بات یہ کہ بعض اوقات حسن کا معیار بدل جاتا ہے۔ ممکن ہے ان لڑکیوں میں میرے لئے تم سے زیادہ حسین لڑکی کوئی نہ ہو۔"

"اوہ!" ایمی خاموش ہو گئی۔ چند ساعت مجھے پیار بھری نگاہوں سے دیکھتی رہی۔ پھر واپس مڑ گئی۔ اس نے دروازہ بند کر دیا تھا۔ پھر وہ واپس مڑی۔ اس کے چہرے پر عجیب سے جذبات رقصاں تھے۔ پھر وہ آہستہ سے بولی۔ "ایک بات پر یقین کرو گے ریتو؟"

"ضرور ایمی!" میں نے آگے بڑھ کر اسے آغوش میں لے لیا۔

"میں عام طور پر لوگوں کو اٹینڈ نہیں کرتی۔ آٹھ سال پہلے میری شادی ہوئی تھی۔ میرے شوہر ایک حادثے کا شکار ہو گئے، شادی کے صرف دو ماہ بعد۔ اس کے بعد سے اب تک۔ اس کے بعد سے اب تک تم میری زندگی میں دوسرے مرد ہو۔ یقین کرو۔ یقین کرو۔" اس کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔

"میں نے یقین کر لیا ایمی!"

"میں پیشہ ور نہیں بن سکی۔"

"تمہارے انداز سے پتہ چلتا ہے۔" میں نے اسے بھینچتے ہوئے کہا اور اس بیوہ کے ساتھ یہ رات بھی خوب گذری۔ بڑی دلکش تھی۔ ترسی ہوئی بے چاری۔ دوسری صبح وہ خاموشی سے چلی گئی۔ میں اس کی

ں کو سمجھ چکا تھا اس لئے اس وقت اسے کچھ پیش کرنے کی جرات نہیں کر سکا۔

ناشتے پر وہ اسی طرح خوش و خرم تھی۔ سردارے ضرورت سے زیادہ ہی خوش تھا۔ باچھیں کھل پڑ رہی تھیں گدھے کی۔

"اب کیا پروگرام ہے مسٹر ریتو؟"

"کوئی خاص نہیں!"

"مکلینو کے پاس نہیں جائیں گے؟" ایمی نے پوچھا۔

"کیا بہت ضروری ہے ایمی؟"

"ہاں۔ ضروری ہے اور اچھا بھی ہے۔ وہ تم پر مہربان بھی ہے، ورنہ کسی اور کو وہ اس طرح طلب کر لے اس کی تو روح فنا ہو جاتی۔ میرا مطلب ہے جس پر وہ مہربان نہ ہو۔"

"ہے کیا چیز یہ مکلینو؟"

"اس علاقے کا بے تاج شہنشاہ ہے۔ تم کچھ بھی نہیں کہہ سکتے۔ ممکن ہے جس کلب میں تم نے چوٹ دی، اس کا مالک مکلینو ہی ہو۔ بے اندازہ دولت مند انسان ہے۔ پولیس نے بھی نہ جانے اس کی طرف سے آنکھیں بند کر رکھی ہیں۔ اس کے معاملے میں کم ہی مداخلت کی جاتی ہے۔"

"ہوں۔" میں نے گردن ہلائی۔

"بڑا انوکھا انسان ہے۔ پل پل میں بدلنے والا۔ بہر حال میرا مشورہ ہے تم اس سے ضرور مل لو۔ اس کی ناراضگی اچھی نہیں ہوتی۔ رات کو تم اسے جس انداز سے ہینڈل کر رہے تھے، وہ بہت اچھا تھا۔ بس اسی انداز سے گفتگو کر لینا۔ میرا خیال ہے تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔"

"ٹھیک ہے۔ اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ چلیں گے جیم؟"

"ضرور مسٹر ریتو!" سردارے نے گردن ہلا دی۔

"بس کسی معاملے میں اس کی مخالفت مت کرنا۔" ایمی نے کہا اور میں اس کی شکل دیکھ کر مسکرانے

"کیوں۔ اس میں مسکرانے کی کیا بات ہے؟"

"تم اس سے بہت خوفزدہ ہو؟"

"صرف میں نہیں ہوں۔ کین کو بتا دو کہ تم اس کے دوست ہو۔"

"اوہ! واقعی؟"

"ہاں۔ پانی کے دس بارہ گلاس چڑھا جائے گا۔" ایمی اچانک ہنس پڑی۔ "نہ جانے مکلینو کا نام سن کر اس کی پیاس اس قدر کیوں بڑھ جاتی ہے کہ پانی کے گلاس پر گلاس چڑھا جاتا ہے۔" تھوڑی دیر کے بعد ناشتے سے فارغ ہو گئے۔ ایمی چلی گئی تھی۔ ہم اپنے کمرے میں آ گئے۔

"کیا حال ہیں سردارے؟"

"اپنا استاد زندہ باد۔ سردارے کو کیا فکر ہو سکتی ہے۔" سردارے موڈ میں بولا۔

"رات عمدہ گذری؟"

"جیسے ساڈا استاد۔ ویسے مجھے بھی معلوم ہے۔" سردارے نے آنکھ دبائی۔

"بکواس بند۔ مکلینو کے پاس چلیں گے۔"
"یہ وہی مکلینو ہے استاد‘ جس کے بارے میں سوئیٹ سوئیٹا نے کہا تھا؟"
"ہاں۔" میں نے ٹھنڈی سانس بھری۔ "نہ جانے وہ بے چاری خود کس حال میں ہے۔"
"پھنس گئی ہو گی استاد لیکن ہم اس کے لیے کر بھی کیا سکتے ہیں۔"
"ہاں۔ یہ معاملہ ہمارے بس سے باہر ہے۔"
"ویسے اب تمہارا پروگرام کیا ہے؟"
"نیو ہیون میں آنے کے بعد خود میرا پروگرام یہی تھا کہ مکلینو سے ملوں لیکن فوری طور پر نے مناسب نہیں سمجھا تھا کیونکہ سوئیٹا نے دولت کی بات بھی کی تھی۔ اس کے مزاج کے بارے میں نہیں معلوم تھا۔ لیکن میرا خیال ہے اس طرح اس سے ملاقات ہو جانا بہت اچھا ثابت ہوا ہے۔"
"ہاں استاد۔ اس ریچھ کو شیشے میں اتارنا بھی‘ تمہارا ہی کام تھا۔"
"لیکن اب صرف ایک الجھن ہے سردارے!"
"کیا استاد؟"
"اپنے بارے میں اس سے کیا کہا جائے۔ حقیقت بتا دی جائے۔ ایسی شکل میں ہم اس سے کام لے سکتے ہیں۔ میرا خیال ہے میں اس کا ٹائپ سمجھ رہا ہوں۔ اگر ہم نے اسے بے وقوف بنانے کی کوشش تو گڑبڑ بھی ہو سکتی ہے۔ اسے اصلیت معلوم ہو گئی تو پھر دو خطرناک دشمنوں کے درمیان گھر جائیں گے۔"
"ہوں۔" سردارے ٹھوڑی کھجانے لگا۔ پھر بولا۔ "دوسری صورت بھی خطرناک ہو سکتی ہے چیف۔"
"کیا؟" میں نے پر خیال انداز میں پوچھا۔
"ممکن ہے وہ انٹرپول سے ٹکر لینا پسند نہ کرے‘ بلکہ ہمیں ان کے حوالے کر کے ان کی خوشنو حاصل کرنے کی کوشش کرے۔"
"ہو بھی سکتا ہے لیکن خطرہ تو مول لینا ہی پڑے گا سردارے! اگر ایسی بات ہوئی تو اس کے دیکھیں گے۔ فی الحال اسے شیشے میں اتارنے کی کوشش کی جائے۔"
"ٹھیک ہے استاد۔ پرواہ کس بات کی ہے۔" سردارے نے بے جگری سے کہا اور ہم میکلینو کے پاس جانے کی تیاری کرنے لگے۔ ایمی کو ہمارے ساتھ جانا تھا۔ وہ بھی وقت پر تیار آ گئی۔
"تیار ہیں آپ لوگ؟"
"ہاں!" میں نے جواب دیا اور ہم باہر نکل آئے۔ دن کے بے رونق مکانات کے ساتھ ساتھ آگے بڑھ گئے اور راستے میں ایمی نے کہا۔
"ابھی میں نے کین کو اس بارے میں بتایا تھا۔"
"اوہ! پھر؟"
"دراصل میں نے خود نہیں بتایا تھا۔ تمہارا پروگرام بہت پسند کیا جا رہا ہے۔ اس کا بخوبی اندازہ ہے کین کو۔ اس نے مجھے اپنے کیبن میں طلب کیا تھا اور کہہ رہا تھا کسی طرح تمہیں ایک لمبے معاہدے کے لیے تیار کروں تاکہ وہ پبلسٹی وغیرہ کرے۔ پچھلے دو دنوں کی آمدنی کافی بڑھ گئی ہے۔"

"خوب! پھر؟"
"میں نے اسے بتایا کہ کس طرح رات کو وہ مکلینو کے دوست بن گئے اور کین کی پیاس جاگ
"پھر؟" میں ہنس پڑا۔ "کیا کیا اس نے؟"
"بس پانچواں گلاس میرے سامنے پیا تھا۔ پھر میں اٹھ کر چلی آئی۔" ایمی نے کہا اور ہم دونوں ہنس ہم بدستور آگے بڑھ رہے تھے۔ پھر ایک دبلا پتلا دراز قد آدمی ہمارے قریب پہنچ گیا۔
"مادام ایمی؟" اس نے ایمی کو مخاطب کیا۔
"کیا بات ہے؟"
"آپ شہنشاہ کی تلاش میں جا رہی ہیں نا؟" لمبے آدمی نے کہا۔
"ہاں!" ایمی نے جواب دیا۔
"وہ سنفتارو میں موجود ہے۔ میرے ساتھ آؤ۔" اس نے کہا اور ایمی نے گردن ہلا دی۔ ہم نے اپنا رخ بدل لیا۔ سنفتارو بھی ایک نائٹ کلب کی عمارت تھی۔ خاصی کشادہ۔ بڑی خوبصورت۔ سرخ ں سے گزرتے ہوئے ہم ایک ہال میں پہنچ گئے۔ لمبے آدمی نے ہمیں وہیں رکنے کا اشارہ کیا اور خود ایک ے سے اندر داخل ہو گیا۔
"یہ بھی ممکن ہے کہ یہ عمارت خود اسی کی ہو۔" ایمی آہستہ سے بولی۔
"اوہ!" میں نے گردن ہلائی۔
"میں نے بتایا نا کہ وہ بادشاہ ہے۔ اس کے پاؤں کتنے پھیلے ہوئے ہیں‘ کسی کو نہیں معلوم۔"
"دیکھ لیں گے۔" میں نے بے خیالی کے انداز میں کہا۔
"ایک بات بتاؤ رتو۔" ایمی نے آہستہ سے کہا۔
"ہوں!"
"اگر اس نے تمہیں اپنے پاس رکھنا چاہا؟"
"تو پھر؟"
"میرا مطلب ہے تم رہ جاؤ گے؟"
"تم مشورہ دو ایمی!" میں نے کہا۔
"اگر وہ چاہے‘ تب تو یہ کرنا ہی پڑے گا۔" ایمی نے افسردگی سے کہا۔
"تم منع کرو تو میں اس کے ساتھ نہیں رہوں گا۔"
"کیا کرو گے؟"
"منع کر دوں گا۔" میں نے جواب دیا۔
"نہیں رتو! میں تمہاری دشمن نہیں ہوں۔"
"کیا مطلب؟"
"اس علاقے میں وہی ہوتا ہے جو وہ چاہتا ہے۔ اگر تم اس کی بات ماننے سے انکار کرو گے تو وہ تمہارا نائن جائے گا اور اس کے بعد تم اس جگہ نہیں رہ سکو گے۔"

"اوہ! پھر کیا کروں؟ بتاؤ۔" میں نے پریشانی سے کہا۔
"کچھ نہیں۔ اس کی ہر بات مان لینا لیکن تاستارن کو بھول نہ جانا۔" امی نے آنسو بھری آواز
میں کہا۔
"اوہ، نہیں امی۔ تم بھولنے کی چیز نہیں ہو۔" میں نے اس کے بازو پر ہاتھ رکھ کر کہا۔ اسی وقت
آدمی اندر سے نکلا۔
"مادام امی! تم واپس جا سکتی ہو اور تم دونوں کو بادشاہ طلب کرتا ہے۔" میں نے امی کو بازوؤں
پکڑا اور پھر اس کا بوسہ لے کر اسے واپس جانے کی اجازت دے دی۔ خود میں سردارے کے ساتھ اُ
طرف چل پڑا تھا۔ اس دروازے کے دوسری طرف بھی ایک ہال نما کمرہ تھا۔ انتہائی خوبصورتی سے آرا
مکلینو ایک شاندار کرسی پر بیٹھا تھا۔ اس سے تھوڑے فاصلے پر ایک انتہائی خوبصورت نوعمر لڑکی
صوفے پر بیٹھی ہوئی تھی۔ اس کی گود میں لمبے بالوں والی ایک خوبصورت بلی تھی جس پر وہ آہستہ آہستہ
پھیر رہی تھی۔ لڑکی کے جسم پر سفید پتلون اور نیلی دھاریوں والی جیکٹ تھی، جس سے اس کی نوعمری
باوجود بھرپور جوانی کا گداز جھانک رہا تھا۔ اس کے بال بھی بے حد خوبصورت تھے۔ گھنگھریالے اور الگ
بکھرے بکھرے سے۔ بالوں کے اس اسٹائل کی وجہ سے وہ بڑی آرٹسٹک لگ رہی تھی۔ میں نے ایک
میں اس کا جائزہ لیا اور مکلینو کی طرف متوجہ ہو گیا جو مجھے غور سے دیکھ رہا تھا۔
"ہے۔ ریتو!" اس نے چہکتے ہوئے لہجے میں کہا۔ "ادھر آجا۔ آجا میری جان۔ میں تیرا انتظار
تھا۔" اور میں اس کے قریب پہنچ گیا۔ میں اس کے سامنے جھکا تھا اور پھر سیدھا ہو گیا۔ "تو بھی آجا جم
ساتھی تو بہت شاندار ہے۔ تو نہ جانے کس قسم کا آدمی ہے۔"
"وفادار اور چوکس۔" میں نے کہا۔
"ہوں؟" مکلینو سوالیہ انداز میں بولا۔
"جھوٹ نہیں بولوں گا باس۔" میں نے کہا اور مکلینو زور زور سے ہنسنے لگا۔
"بولنا بھی مت میری جان۔ تم مکلینو کے سامنے ہو، جس کے سامنے سارے جھوٹ
جاتے ہیں اور پھر دوستوں سے جھوٹ نہیں بولتے۔ میں تو تمہارا دوست ہوں۔ کیا پیو گے؟"
"جو باس پسند کرے۔" میں نے کہا۔
"ہے جیم۔ تو بھی بولتارہ۔" مکلینو سردارے سے بولا اور سردارے چونک پڑا۔ وہ چور نگا
سے لڑکی کی طرف دیکھ رہا تھا، جو ان ساری باتوں سے بے تعلق بیٹھی خالی خالی انداز میں بلی کے بدن پ
پھیر رہی تھی۔
"میں باس کے سامنے کیا بول سکتا ہوں۔" سردارے نے دانت نکال دیے۔
"اسکاچ منگواؤں؟"
"معذرت باس۔ شراب ہم صرف ان حالات میں پیتے ہیں جب اس کی ضرورت ہو۔ عام
میں شراب ہمارے اعضا مضمحل کر دیتی ہے۔"
"ساری عادتیں خطرناک ہیں۔؟" مکلینو ہنستے ہوئے بولا۔ پھر اس نے کرسی کے ہتھے پر لگا
بٹن آن کر کے کہا۔ "کیری سوپ لے آؤ مہمانوں کے لیے۔"

"یس باس۔" جواب ملا اور مکلینو نے سوئچ آف کر دیا۔ پھر وہ ایک دم سنجیدہ ہو کر بولا۔ "کین
ے رہا ہے؟"
"ہم نے کبھی اس پر غور نہیں کیا باس۔" میں نے کہا۔
"مجھے یقین ہے کیونکہ تم فنکار ہو۔ لیکن تم نے یہ پروگرام پیش کرنا کیوں پسند کیا؟"
"بس کچھ مجبوریاں تھیں باس۔" میں نے سنجیدگی سے کہا۔
"اوہ۔ کیا وہ مجبوریاں میرے سامنے بیان نہیں کر سکتے؟"
"باس نہ پوچھیں تو ہم احسان مند ہوں گے۔" میں نے کہا۔
"ہوں!" مکلینو نے پرخیال انداز میں کہا۔ اس کے چہرے کے نقوش بگڑے نہیں تھے، بلکہ وہ
لہ کئی منٹ تک وہ خاموش رہا، پھر کہنے لگا۔ "تم کیا سمجھتے ہو۔ کیا میری آنکھیں کمزور ہیں۔ کیا میں
لیاقت نہیں کر سکتا اور سنو، میں عام انسانوں کو گھاس نہیں ڈالتا۔"
"باس کی مہربانی ہے۔" میں نے جواب دیا۔
"کیا تاش میں تم اتفاقیہ جیت رہے تھے؟" مکلینو نے سوال کیا۔
"نہیں باس۔ ہاتھوں کا کمال تھا۔" میں نے فوراً کہا۔
"ہاں۔" مکلینو پھر مسکرا پڑا۔ "اور خوبی یہ تھی کہ تمہارے چہرے کو دیکھ کر کوئی نہیں کہہ سکتا
دم صورت والا یہ شخص اتنا عمدہ شاطر ہو سکتا ہے اور پھرتیلا بھی ہو۔ مکلینو کے سامنے بیٹھ کر
رنے کے تصور سے ہی لوگوں کو بخار آجاتا ہے لیکن اس کی وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ تم مکلینو
سے پورے طور پر واقف نہ ہو۔"
"صرف یہی وجہ تھی باس۔" میں نے جواب دیا۔
"لیکن کمال بھی خوب تھا۔ میں نے اتنا عمدہ کام نہیں دیکھا۔"
"شکریہ باس!"
"مشکل تو یہ ہے کہ تمہارے اصل فن کا ابھی تک پتہ نہیں چل سکا۔"
"میں نہیں سمجھا بادشاہ۔"
"اس کے بعد تم نے سپرو کو مارا۔"
"اوہ۔ باس کی اجازت سے۔" میں نے جلدی سے کہا۔
"ہاں۔ ہاں وہ تو ٹھیک ہے لیکن سپرو ایک عمدہ لڑاکا ہے۔ بہت اچھا لڑاکا ہے لیکن تم نے صرف اس
کیا اور جب تم نے اس پر وار کیا تو وہ چوہا بن گیا۔"
"باس کا شکریہ۔" میں نے گردن جھکا کر کہا۔
"کورا کہتی ہے کہ اس نے خود تارستان میں تمہارا پروگرام دیکھا ہے۔"
"کیا کون؟" میں نے چونک کر کہا۔
"کورا میری بیٹی۔ اسے موسیقی سے بہت دلچسپی ہے۔" مکلینو نے لڑکی کی طرف اشارہ کر کے
لڑکی اسی طرح ٹھس بیٹھی رہی تھی اس نے ہماری طرف رخ بھی نہیں کیا۔
سردارے کے چہرے پر قبض کی سی کیفیت نظر آنے لگی۔ وہ اب تک بلی کو تاڑ رہا تھا لیکن

یہ معلوم کر کے وہ کہ مکلینو کی لڑکی ہے' اس کے حواس درست ہوگئے تھے۔

"تو میں الجھن میں ہوں کہ تمہارا اصل فن کیا ہے۔ ایک انسان میں' میں نے اتنی خوبیاں کم دیکھیں۔" مکلینو نے کہا۔ میں نے انکساری سے گردن جھکالی تھی۔

ملازم مطلوبہ سوپ لے آیا تھا' جو ہمارے سامنے سرو کر دیا گیا۔ مکلینو کے سامنے بھی خوبصورت پیالہ رکھ دیا گیا تھا۔ بنی سے ملازم نے پوچھا تو اس نے منع کر دیا۔ مکلینو کے اشارے نے پیالے اٹھائے۔ بہت عمدہ سوپ تھا۔ ہمیں پسند آیا اور ہم اس کے چھوٹے چھوٹے سپ لینے لگے

"تو ریتو' تم لوگ مجھے اتنے پسند آگئے ہو کہ میں نے تمہیں اپنے ساتھ رکھنے کا فیصلہ کر لیا" مکلینو نے کہا۔

"ہماری خوش بختی ہے باس۔" میں نے آہستہ سے کہا۔

"تمہیں کوئی اعتراض ہے؟" مکلینو نے پوچھا۔

"اعتراض کی جرات کیسے ہو سکتی ہے باس' لیکن اس سے پہلے میں آپ سے کچھ باتیں کروں گا۔" میں کسی قدر سپاٹ لہجے میں کہا۔

"اوہ۔ اوہ۔ کوئی ایسی ویسی بات کہہ کر میرے خیالات خراب مت کرنا۔ مکلینو رئیسوں کی طرح زندگی گزارتے ہیں اور اس کے دوست شہزادوں کی سی زندگی کے مالک ہوتے ہیں"

"دولت کے ڈھیر ہم خود تیرے قدموں میں ڈال سکتے ہیں مکلینو۔" میں نے کہا۔

"اس کے علاوہ سب کچھ کہو۔"

"اس کے لیے تنہائی ضروری ہے۔" میں نے کہا۔

"تنہائی۔ اوہ۔ بنی کی موجودگی میں تم خود کو تنہا ہی سمجھو۔"

"میری درخواست ہے مکلینو' اسے باہر بھیج دیا جائے۔" میں نے کہا۔

"میری بات مان لو۔ اس کی موجودگی....." مکلینو نے کہنا چاہا۔ لیکن بنی خود تنگ تھی اور پھر وہ پاؤں پٹختی ہوئی باہر نکل گئی۔ مکلینو ہنسنے لگا تھا۔ "بہت تیز مزاج ہے۔" ہم دونوں بھی ہنسنے لگے تھے۔ پھر مکلینو سنجیدہ ہوگیا۔ "ہاں۔ تم کچھ شرائط پیش کر تھے۔"

"شرائط ہرگز نہیں باس۔ تیری شخصیت دیکھ کر دل نہیں چاہتا کہ ذہن میں کوئی بات نے فیصلہ کیا ہے کہ تیرے سامنے اپنی اصلی شکل پیش کر دی جائے۔"

"اصلی شکل؟ کیا مطلب؟" مکلینو چونک کر بولا۔

"ہاں۔ اصلی شکل۔" میں نے کہا اور پھر میں نے مصنوعی ناک اتار دی۔ اور آنکھوں جھلی بھی کھینچ دی۔ مکلینو حیرت سے ہمیں دیکھ رہا تھا۔ میں نے سردارے کو اشارہ کیا اور اس میک اپ اتار دیا۔ مکلینو کی پیشانی پر لکیریں پڑ گئی تھیں اور پھر اچانک وہ بوکھلائے ہوئے کھڑا ہوا۔ اس کے چہرے پر شدید حیرت نظر آرہی تھی۔ وہ ایک قدم آگے بڑھا' پھر پیچھے ہٹ

"ارے۔ ارے تم دونوں۔ تم دونوں۔ اوہ۔ تم دونوں۔"

"باس ہمارے بارے میں ضرور جانتا ہوگا۔" میں نے کہا۔

"اوہ۔ اوہ۔ یہ تو۔ یہ تو ٹھیک نہیں ہوا۔" وہ پھر اپنی جگہ بیٹھ گیا۔ اس نے دونوں ہاتھوں سے سر کئی منٹ تک وہ اسی طرح بیٹھا رہا۔ پھر آہستہ سے گردن اٹھائی لیکن اب اس کا چہرہ اعتدال پر آگیا تو۔ یہ بتاؤ' تم نے خود کو مجھ پر ظاہر کیوں کر دیا؟"

"اس کی بھی وجہ تھی باس۔" میں نے کہا۔

"کیا وجہ تھی؟"

"حقیقت ہے کہ ہم خود کو چھپا کر تجھ سے اپنا کام نکال سکتے تھے' لیکن تجھ جیسے انسان کو دھوکہ نہیں چاہا تھا۔ بس دل کے ہاتھوں مجبور ہوگئے۔ میں نے تجھ سے اپنی مجبوری کا ذکر کیا تھا۔"

"اوہ۔ یہ مجبوری تھی؟"

"ہاں۔ صرف یہ مجبوری تھی۔" میں نے جواب دیا۔

"لیکن۔" مکلینو نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔ "لیکن یہاں تو میں بھی مجبور ہوں میرے نہیں مکلینو کے بارے میں مکمل تفصیلات معلوم کر لینا ضروری تھا۔"

"کیسی معلومات باس؟" میں نے سکون سے پوچھا۔

"پولیس اپنے بہت سے معاملات لے کر مکلینو کے پاس آتی ہے۔ اس کے عوض وہ کے مفادات کی نگرانی بھی کرتی ہے اور اس کے معاملات میں مداخلت نہیں کرتی۔"

"اس سے کیا فرق پڑتا ہے باس؟"

"اوہ۔ احمق ہو۔ تمہاری تصویریں بھی میرے پاس آچکی ہیں۔ اس سلسلے میں پولیس افسر اعلیٰ کا خط بھی آیا ہے۔ میں تمہیں دکھاتا ہوں۔" مکلینو اپنی جگہ سے اٹھ گیا۔ اس نے ایک دیوار کھولی اور اس میں کچھ تلاش کرنے لگا۔ پھر وہ مطلوبہ کاغذات لے کر ہمارے پاس پہنچ گیا۔ ریں تھیں اور ایک پولیس لیٹر بھی۔ مکلینو نے غلط نہیں کہا تھا۔ خط میں اس سے ہمارے تفصیلات بتا کر ہماری گرفتاری میں مدد دینے کی درخواست کی گئی تھی۔ میں نے خط پڑھنے کے بعد ریں مکلینو کے حوالے کر دیں۔

مکلینو ہماری شکلیں دیکھ رہا تھا۔ چند ساعت کی خاموشی کے بعد وہ بولا۔ "اب بتاؤ' میں کیا

"ہم نے خود کو تم پر اس لیے ظاہر کیا ہے مکلینو کہ تم جیسے انسان سے ہم کوئی فریب نہیں کرنا قی معاملات ہمارے ہیں۔"

"کیا مطلب؟" مکلینو نے کہا۔

"تم اگر چاہو تو ٹھیک ہے۔ ہمیں پولیس کے حوالے کر دو۔ تمہارا فرض پورا ہو جائے گا۔ ہم ان کے نکلنے کی کوشش کریں گے۔"

"نکل سکو گے؟"

"پہلے کی رپورٹیں بھی تمہارے پاس ہوں گی۔"

"ہاں۔ میں تمہارے کارنامے سن چکا ہوں۔ لیکن معاملہ انٹرپول کا ہے۔ مقامی پولیس کی بات ہوتی کسی بھی پولیس افسر کو بلا کر تمہیں اس کے حوالے کر دیتا اور پیچھے سے اپنے آدمی روانہ کر دیتا وہ

تمہیں آسانی سے چھڑالاتے لیکن انٹرپول۔ تم نے اس قدر نقصان اٹھانے کے بعد ممکن ہے تمہیں
گولی ماردی جائے۔ اس لیے۔ اس لیے یہ مناسب نہیں رہے گا۔"
"ہم کچھ نہیں جانتے مکلینو۔ اب جو کچھ ہے تمہارے سپرد ہے۔"
"بہت بڑی ذمہ داری ڈال دی ہے تم نے میرے اوپر۔"
"بادشاہوں کے کندھوں پر ہمیشہ بڑی ذمے داریاں آتی ہیں۔ چھوٹے موٹے کاموں کے
لوگ ہوتے ہیں۔" میں نے اسے پالش کرتے ہوئے کہا۔
"بہرحال میں تمہاری دلیری کی داد دیتا ہوں۔"
"شکریہ باس!"
"پھر باس۔ احمق لوگو۔ میں تمہارے لیے کچھ کروں گا۔ کرنا ہی پڑے گا۔"
"کیا بادشاہ فراخدلی سے کام لے کر ہمیں اپنا فیصلہ بتادے گا؟"
"فی الحال صرف اتنا کہ تمہیں کوئی خطرہ نہیں ہے۔ تمہاری ذمہ داری اب مکلینو
پر ہے اور ہاں سنو، میک اپ کا سامان منگوادیا جائے گا اپنا میک اپ بدل دو اور ساتھ ساتھ مت رہو
"جو حکم چیف!" میں نے کہا اور مکلینو مسکرانے لگا۔

میک اپ کا سامان تو خود ہمارے پاس ہی تھا۔ ہم نے چہرے بدل لیے۔ مکلینو نے ا
میں ہمارے رہنے کا بندوبست کر دیا۔ سردارے کو اس نے ڈرائیور بنالیا تھا اور میں اس عمارت
سپروائزر۔ ہماری شکلیں مقامی لوگوں کی سی ہوگئی تھیں۔

سردارے اور میں اس بات پر متفق ہوگئے تھے کہ مکلینو ہمارے بارے میں سنجیدہ
حقیقت ہمیں اس کی ذات سے کسی نقصان کا اندیشہ نہیں ہے۔ ہم ایک دوسرے کو دور سے د
ایک دوسرے کی خبرگیری رکھتے تھے لیکن ملاقات کے موقعے شاذونادر ہی ملتے تھے۔

ویسے یہاں ساری رنگینیاں موجود تھیں۔ سردارے کو بھی کوئی غم نہیں تھا۔ مکلینو
تھا۔ جس جگہ جو چاہتا، کر سکتا تھا۔ ہر چیز مہیا ہوگئی تھی۔ امی ہمارے سامنے ہی مکلینو کے پا
اس نے ہمارے بارے میں پوچھا تو مکلینو نے حیرت کا اظہار کیا اور پھر کہا کہ وہ شاید اس سے
بھاگ گئے۔ امی کی اداسی اس کے چہرے سے پڑھی جاسکتی تھی۔ بہرحال ان خطرناک حالات م
کی پرواہ کرنا حماقت تھی۔

مکلینو کے ساتھ ہمیں پانچواں دن تھا۔ یہ پانچوں دن بڑے سکون اور آرام سے
سارے عیش ہمارے لیے مہیا کر دیے گئے تھے۔ چھٹی رات کی بات ہے، مکلینو نے مجھے
چل پڑا۔ سردارے ڈرائیونگ کر رہا تھا۔ مکلینو اسے گائڈ کرتا رہا اور ہم کافی دور نکل آئے
شہر کے باہر تھی۔ ایک عمارت کے سامنے مکلینو نے گاڑی رکوادی اور دو آدمی اس کے قر
انہوں نے ادب سے مکلینو کو سلام کیا تھا۔
"شنک آگیا؟" مکلینو نے پوچھا۔
"اس کا پیغام آیا ہے باس!" ان میں سے ایک نے کہا۔
"کیا پیغام ہے؟"

"لے کر آرہا ہے لیکن موسم کی خرابی کی وجہ سے تھوڑی دیر سے پہنچے گا۔"
"اوہ۔ گدھو۔ تم نے پہلے اطلاع کیوں نہیں دی؟" مکلینو دہاڑا۔
"اس کا پیغام ابھی ملا تھا جناب۔ فوراً" آپ سے رابطہ قائم کیا گیا لیکن جواب ملا کہ آپ چل پڑے
"
"ہوں۔" مکلینو پرخیال انداز میں بولا۔ "سارے پروگرام خراب ہوگئے۔" پھر وہ کئی منٹ
سوچتا رہا۔ پھر ایک طویل سانس لے کر بولا۔ "اوکے۔ ریتو! سنو۔ تم واپس جاؤ۔ مجھے یہاں رکنا پڑے
پروگرام وہ نہیں رہا، جو تھا۔ جیم! کیا تم اسی راستے سے واپس جاسکتے ہو؟"
"ضرور باس!"
"تب پھر جاؤ۔ میں صبح کو تم سے ملاقات کروں گا۔"
"اوکے باس۔" میں نے کہا اور ہم واپس چل پڑے۔ عمارت سے تھوڑی دور نکل آنے کے بعد
نے ایک طویل سانس لی۔ سردارے شاید میرے بولنے کا انتظار ہی کر رہا تھا، وہ میری طرف متوجہ ہوگیا۔
پوری طرح اندازہ کر چکا ہوں استاد کہ اس گاڑی میں کوئی ٹرانسمیٹر وغیرہ نہیں ہے۔" اس نے کہا۔
"خوب!" میں نے تعریفی انداز میں کہا۔
"تم سے بات کرنے کا موقع ہی نہیں مل رہا باس۔"
"کوئی خاص بات نہیں ہے سردارے۔ اگر ہوتی تو میں خود بھی کوشش کرتا۔" میں نے کہا۔
"ٹھیک ہے باس۔ یہاں کی زندگی بہت عمدہ ہے لیکن ظاہر ہے ہم زیادہ عرصہ تو یہاں نہیں رہ
"
"میں سوچ رہا ہوں سردارے۔ ویسے مکلینو پوری طرح قبضے میں ہے وہ ہمارے خلاف نہیں
گا۔"
"ہاں۔ مجھے بھی یقین ہے۔ اگر کوئی گڑبڑ ہونا ہوتی تو ہو چکی ہوتی۔"
"بہرحال سردارے، جیسے حالات پیدا ہوگئے ہیں، ان کے تحت ہمیں صبر سے کام لینا پڑے گا۔ یہی
لا کہ خراب حالات کے تحت زندگی نہیں گزارنی پڑ رہی۔"
"ہاں۔ یہی غنیمت ہے۔ ویسے تمہارے ذہن میں ابھی کوئی پروگرام نہیں ہے باس۔"
"یہی بات ہے، ابھی تک نہیں۔" میں نے جواب دیا اور سردارے خاموش ہوگیا۔ پھر وہ ایک دم
پڑا۔
"ارے۔ کچھ محسوس کر رہے ہو استاد؟"
"کیا؟" میں چونک پڑا۔
"یہ روشنیاں زاویہ بدلے بغیر ہمارے پیچھے آرہی ہیں اور میرا خیال ہے ان کے پیچھے بھی کوئی

"میں نے غور نہیں کیا تھا۔ کتنی دیر سے محسوس کر رہے ہو۔؟"
"تھوڑی دیر پہلے سے۔"
"رفتار سست کر دو۔" میں نے کہا اور سردارے نے میری ہدایت پر عمل کیا۔ دونوں گاڑیاں بدستور

چلتی رہیں اور ہمارے قریب پہنچنے لگیں۔ "پستول ہے سردارے؟"
"نہیں استاد۔" سردارے نے افسوس زدہ انداز میں کہا۔
"افسوس کی بات نہیں ہے۔ یہ حماقت مجھ سے بھی ہوئی ہے۔" میں نے جواب دیا۔
"اب کیا کریں استاد؟"
"روک دو۔ کار روک دو اور نیچے اتر کر بونٹ دیکھو۔"
"اوکے۔" سردارے نے کہا اور گاڑی کو جھٹکے دینے لگا۔ پھر اس نے انجن بند کر دیا اور دروا کر نیچے اتر گیا۔ پھر اس نے بونٹ اٹھالیا۔ دونوں گاڑیاں ہمارے قریب آکر رک گئیں اور ان سے آ نیچے اتر آئے۔ لمبے لمبے قد والے جسیم آدمی تھے۔ ہم دونوں سیدھے ہو کر انہیں دیکھنے لگے۔
"کیا بات ہے' دوستو' ہم مدد کر سکتے ہیں؟" ان میں سے ایک آگے بڑھ کر بولا۔
"انجن اچانک جھٹکے لے کر بند ہو گیا ہے۔"
"اوہ! ٹائیڈ! ذرا دیکھو تو' انجن کو کیا ہو گیا ہے؟"
"رات میں ممکن نہیں ہے جناب۔ کیوں نہ ان شریف لوگوں کو اپنے ساتھ بٹھا کر ان کی د چھوڑ دیا جائے۔" اس نے جواب دیا جس سے انجن دیکھنے کی فرمائش کی گئی تھی۔
"ہاں۔ یہ بھی ٹھیک ہے۔" پہلے آدمی نے کہا اور پھر ہم سے بولا۔ "چلو دوستو۔ دن کی رو واپس آکر تم اپنی گاڑی لے جا سکتے ہو۔"
"نہیں شکریہ۔ ہم گاڑی ٹھیک کر لیں گے۔"
"ارے کہاں رات میں تکلیف کرو گے میری جان۔ چلو جلدی کرو۔"
"کیا بکواس ہے؟" میں غرایا۔
"یوں بھی ہمارا تعلق پولیس سے ہے۔ میں مقامی انٹرپول برانچ کا سربراہ گریڈ رہوں۔"
"تو پھر۔ تمہیں کیا تکلیف ہے۔ ہمارے بارے میں کسی شبہے میں مبتلا ہو؟" میں نے کہا۔
"کچھ ایسی ہی بات ہے میری جان۔ آجاؤ۔ شاباش۔" وہ بہت اسمارٹ بننے کی کوشش کر رہا تھا۔
"یہ بات ہے تو چلو۔" میں نے دونوں ہاتھ اوپر اٹھا کر آمادگی کا اظہار کیا اور وہ کسی قدر مطمئن لیکن دوسرے لمحے میرے اٹھے ہاتھ اس کے شانوں پر پڑے اور وہ چیخ پڑا۔ سردارے نے بھی ا کے آدمی کو دبوچ لیا تھا۔ میری گرفت میں دبا ہوا آدمی چیخا اور پھر مچھلی کی طرح پھسل گیا۔ لیکن وہ م سے نہ بچ سکا تھا۔ اسی وقت دو آدمی میری طرف لپکے اور میں نے ان کے سر آپس میں لڑا دیے۔
"خبردار! اگر تم نے حرکت کی تو میں تمہارے اس آدمی کو گولی مار دوں گا۔" سردارے غرایا۔
"پکڑ لو۔ سب مل کر پکڑ لو۔" وہ شخص غرایا جو میری لات سے نیچے گر پڑا تھا اور اب صورت تھی کہ آٹھوں ہم پر پل پڑے تھے۔ سب کے سب لڑائی کے ماہر تھے اور جچے تلے انداز میں حم تھے۔ لیکن اس وقت زندگی بچانے کا ایک ہی طریقہ تھا۔ ان پر ہر ضرب کاری پڑے تاکہ لڑنے تعداد کم سے کم ہو جائے اور خود کو کسی ایک جگہ نہ ٹکایا جائے۔ یہ بات میں نے اردو میں سردار کہہ دی۔
اور پھر ہمارے بدن میں بجلیاں کوندنے لگیں۔ زندگی بچانے کی جدوجہد تھی۔ اس د

ہتھوڑے بن گئے تھے۔ ان میں سے چار لمبے ہو گئے اور باقی چار گھبرانے لگے۔ اب وہ بچ بچ کر لڑ تھے۔ ایک پھر میرے ہاتھ لگ گیا اور میرے ایک ہاتھ نے اسے زمین چٹا دی۔
تینوں اب ایک جگہ کھڑے ہو گئے۔ یوں لگ رہا تھا جیسے اب وہ لڑنے کے قابل نہ ہوں۔ تبھی ے تیز روشنیاں ہمارے اوپر پڑیں اور پھر مکلینو کی آواز سنائی دی۔
"حیرت انگیز جیالو۔ حیرت انگیز۔ بنی! کیا تم اب بھی بخل سے کام لو گی۔ انہیں داد نہ دو گی۔" اور ہم گئے لیکن معاملہ سمجھنے میں کوئی وقت نہیں ہوئی تھی اور میری حیرت بھی رفع ہو گئی۔ اس جنگ کے ن میں نے کئی بار سوچا تھا کہ ان لوگوں نے پستول کیوں نہیں نکالے۔ ظاہر ہے دنیا کے اگر ان کا تعلق اور انٹرپول سے تھا تو ان کے پاس پستول نہ ہونا ناممکن تھا اور ان کے پستول نہ استعمال کرنے پر مجھے حیرت تھی۔
مکلینو اور اس کی بیٹی ایک کار سے باہر آگئے۔ روشنیاں اب بھی قرب و جوار کے علاقے کو منور ہی تھیں۔
"بنی کے شیر دلو۔ کیا حال ہے؟" مکلینو نے دور کھڑے تینوں آدمیوں سے کہا۔
"ہم نے شکست مان لی ہے باس۔" وہ تینوں بیک وقت بولے۔
"اور آپ نے مس بنی؟" مکلینو نے پوچھا۔
"میں شرمندہ نہیں ہوں پپا! بہرحال اب یہ لوگ بھی تو ہمارے ہی ہیں۔" بنی نے مسکراتے کہا اور ہم نے اسے پہلی بار مسکراتے ہوئے دیکھا تھا۔ بڑی خوبصورت مسکراہٹ تھی۔
"لیکن تم نے مجھے ان کے سامنے شرمندہ کر دیا۔" مکلینو بولا۔
"ہم ان سے معذرت کیے لیتے ہیں پپا۔ مسٹر ریتو! اس ڈرامے کے لیے سوری۔ میں تمہاری اور پھرتی کا اعتراف کرتی ہوں۔" اس نے کہا۔
"ان کو دیکھیے محترمہ' ایک آدھ مر بھی گیا ہو گا۔" میں نے فخریہ انداز میں کہا۔
"وہ ہماری ذمہ داری ہے' آپ کی نہیں۔" بنی بولی۔
"ٹھیک ہے مسٹر مکلینو' اب کیا حکم ہے؟" میں نے پوچھا۔
"کچھ نہیں میری جان۔ آؤ۔ پہلے تو تمہیں مناؤں گا' اس کے بعد دوسری باتیں کریں گے اور سنو تم انہیں گاڑی میں بھر کر لاؤ۔ آؤ ریتو! کم آن۔"
اور ہم اس کے ساتھ کار میں بیٹھ گئے۔ ڈرائیونگ بنی کر رہی تھی۔ ہم تینوں پچھلی سیٹ پر تھے۔ "ل میں بنی کو مطمئن کرنا چاہتا تھا اور بس۔ میری درخواست ہے اب تم اس واقعے کو بھول جاؤ۔"
"بھول گئے جناب۔"
"تمہاری حیثیت اب میری نگاہوں میں بہت بڑی ہے۔ بنی تم سے واقف ہو چکی ہے لیکن اسے تم ے کم نہ سمجھو۔ گروہ میں وہ دوسرے نمبر پر ہے۔"
"گروہ؟" میں نے سوالیہ انداز میں کہا۔
"کیا کام ہوتا ہے جناب؟"
"بہت کچھ' جس کا تم نے تصور نہیں کیا ہو گا۔"

"اوہ۔ پھر بھی۔ کچھ تو بتائیے؟"

"میرا گروہ آٹھ ہزار افراد پر مشتمل ہے' جو دنیا کے بیشتر ممالک میں پھیلے ہوئے ہیں۔ ہم اسمگلنگ کرتے ہیں۔ ہر چیز کی۔ افریقہ کے بہت سے جزیرے صرف ہمارے بل پر چلتے ہیں۔ حکومتوں لیے سازش کرتے ہیں اور اس کا معقول معاوضہ ملتا ہے۔ تمہارے سربراہ کا کیا نام تھا؟"

"غلام سیٹھ!"

"مر گیا بے چارہ۔ مجھے ضرور جانتا ہو گا۔ بہرحال تمہیں خوشی ہونی چاہیے رتو کہ تم اب پہلے زیادہ بڑے گروہ کے روح رواں ہو۔"

میں خاموش ہو گیا۔ ذہن پر ایک بار پھر جھنجلاہٹ طاری ہو گئی تھی۔ سوال ہی نہیں پیدا ہو اس وقت کی بات دوسری تھی جب میں غلام سیٹھ کے گروہ میں شامل ہوا تھا اور وہ بات پیدا بھی ہو سکتی اس وقت میں خام لوہا تھا اور اب فولاد بن چکا تھا۔

لیکن مصلحت۔ مصلحت بھی طاقت برقرار رکھنے میں معاون ہوتی ہے۔

"کیا تم اب بھی اس ڈرامے سے ناراض ہو؟"

"نہیں باس۔ ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ وہ بات ختم ہو گئی۔ شاید تم نے دیکھا ہو۔ ہم نے صرف ہے' پٹے نہیں۔" میں نے جواب دیا۔

"ہاں اور مارا بھی ایسے لوگوں کو جن کے بارے میں بنی کا خیال تھا کہ ایک ایک دس دس پر ہے۔ بہرحال اب اس موضوع کو ختم کرو اور ذہن سے ہر خیال نکال دو۔"

"نکال دیا باس۔ یقین کرو اب ذہن میں کوئی احساس نہیں ہے۔"

"فی الحال تمہیں بنی کی تحویل میں دیا جاتا ہے۔ تم اس کے محافظ رہو گے۔ بنی جلد ہی مل یہاں سے نکلے گی' تم اس کا ساتھ دو گے۔ میں طویل عرصے کے بعد کسی پر اس قدر اعتماد کر رہا ہوں۔ تمہاری شخصیت کا اعتراف ہے۔"

میں نے ذہن میں سنسنی محسوس کی تھی۔ وہ کام خود بخود ہو رہا تھا جس کے لیے اتنے پاپڑ بیلے ہم واپس پہنچ گئے اور پھر بقیہ رات آرام کیا۔ خصوصی طور سے اس بارے میں کوئی بات تھی۔ سردارے نے کچھ بولنے کی کوشش بھی کی لیکن میں نے اسے منع کر دیا۔ ممکن ہے ہماری گفتگو کوشش کی جائے۔ بہرحال ان کے ذہن میں تجسس ضرور تھا۔

دوسرے دن کے معمولات میں صرف اس قدر تبدیلی ہوئی کہ بنی ناشتے پر ہمارے ساتھ مو اور اس کے خوبصورت چہرے پر جو غرور کی لکیریں ہوتی تھیں' وہ اس وقت نظر نہیں آ رہی تھیں پورے ناشتے کے دوران اس نے کوئی گفتگو نہیں کی تھی۔ ہاں ناشتے کے بعد وہ بولی۔

"مسٹر رتو! براہ کرم تھوڑی دیر کے بعد آپ میرے کمرے میں آ جائیں۔"

"بہتر ہے۔" میں نے ادب سے جواب دیا۔

اور پھر تھوڑی دیر کے بعد میں اس کمرے میں جانے کے لیے تیار ہو گیا۔ سردارے موجود کام بنتا نظر آ رہا ہے۔ باس۔" سردارے آہستہ سے بولا۔

"ہاں!"

"لڑکی کافی خوبصورت ہے۔ تمہاری قسمت بھی خوب ہے باس۔ یوں لگتا ہے جیسے سارے نگینے ری قسمت میں جڑنے کے لیے بنائے گئے ہیں۔"

"فضول آدمی!" میں نے کہا۔

"کیا مطلب؟"

"تم اس کام کی بات کر رہے تھے؟"

"تو اور کیا۔ تم کیا سوچ رہے تھے؟"

"میرا خیال تھا کہ تم یہاں سے نکل جانے کی سبیل پر خوش ہو۔"

"یہ بھی ہے باس مگر اب تو ہم۔"

"غلامانہ سوچ ذہن سے نکال دو سردارے۔ اب میں خود ایک گروہ ہوں۔ نہ غلام سیٹھ جیسا انسان ار ل سکتا ہے نہ میں کسی کا محکوم ہو سکتا ہوں۔"

"اوئے جیو نوازے! اسی کسی دے نوکر بن وی نئیں سکدے۔" سردارے سینہ تان کر بولا۔

"بس بس۔ زیادہ نہ اکڑو' ٹوٹ جاؤ گے۔" میں نے اس کے گال پر پیار سے چپت لگاتے ہوئے کہا پھر میں اپنی زبردستی کی باس کے پاس چل دیا۔

بنی ایک صوفے پر بیٹھی ہوئی تھی۔ اس کی گود میں سفید بلی اونگھ رہی تھی اور اس کے انداز میں نخوت تھی۔ اس نے سپاٹ نگاہوں سے مجھے دیکھا اور مجھے ایسی لڑکیوں یا عورتوں سے سخت چڑ ہوتی مقصد یہ نہیں کہ سب مجھے دیکھ کر متاثر ہو جائیں لیکن اس بات کا اظہار کیا ضروری ہے کہ ہم تمہیں کو نہیں سمجھتے۔

میں نے خود کو فوراً" سنبھال لیا لیکن دل ہی دل میں کہا' مس بنی! ابھی آپ کو دنیا میں آئے چند روز ہوئے ہیں اور بلاشبہ سینی ٹورا آپ سے کہیں آگے کی چیز تھی لیکن......

"بیٹھو۔" وہ سپاٹ لہجے میں بولی۔

"شکریہ مس بنی!"

"یہ تمہارے لیے اعزاز ہے ورنہ مکلینو کے علاوہ کسی اور کو میرے برابر بیٹھنے کی جرات نہیں ولی۔"

"شکریہ مس بنی!" میں نے اسی انداز میں کہا۔

"میں باس کہلوانا پسند کرتی ہوں۔" اس نے کہا۔

"رائٹ باس!" میں نے جواب دیا۔

"چند ضروری باتوں کی وضاحت کرنے کے لیے میں نے تمہیں بلایا ہے۔ میں کام میں بے تکلفی پسند نہیں کرتی۔ اگر تم ذہین ہو تب بھی میں اپنے احکامات کی تعمیل ہی چاہتی ہوں۔ میرا مطلب ہے کوئی کام ہاری مرضی سے کرنے کی کوشش نہ کرنا۔"

"لیس باس!"

"معاوضے وغیرہ کے بارے میں کبھی مت سوچنا۔ جتنی رقم کی ضرورت ہو خرچ کر سکتے ہو۔ تمہیں معقول کمیشن بھی ملے گا۔"

"لیس باس!" میں نے مضحکہ خیز انداز میں کہا اور وہ چونک کر مجھے دیکھنے لگی لیکن میرا چہرہ سپاٹ
اس لیے اندازہ نہ کر سکی کہ میرا موڈ کیا ہے۔
"ہمارا پہلا ٹور سویڈن کا ہے۔ ہم وہاں آرڈر سپلائی کریں گے۔ تم سفر کی تیاریاں کر لو۔"
"مجھے کیا تیاریاں کرنا ہیں مادام؟"
"بس ضروری اور ہاں' میں تمہارا اصلی چہرہ دیکھنا چاہتی ہوں۔" میں نے خاموشی سے پلاسٹک
ناک چہرے سے اتار دی۔ اس نے نہایت اچٹتی نگاہوں سے مجھے دیکھا۔ پھر بولی۔ "ٹھیک ہے شکریہ!"
"اجازت باس؟"
"ہاں۔ اپنے ساتھی کو بھی میرے بارے میں سمجھا دینا۔ جس میک اپ میں چاہو تصویر اتروا
پاسپورٹ وغیرہ تیار ہو جائیں گے۔"
"اوکے باس!" میں نے جواب دیا اور پھر میں کمرے سے نکل آیا۔ دل ہی دل میں' میں نے بنیا
مکلینو کی بدبختی پر مہر لگا دی تھی۔

☆ ☆ ☆

ساری تیاریاں مکمل ہو گئی تھیں۔ ہماری احمق باس ضرورت سے زیادہ خوش فہمی کی شکار تھ
اس نے اپنی نگرانی میں تمام تیاریاں کی تھیں' یہاں تک کہ ہمارے میک اپ کے سلسلے میں بھی اس
ہدایات دی تھیں۔ بہرحال ہم نے اس کی ساری ہدایات قبول کی تھیں۔ میں نے سردارے پر اپنی نیت و
کر دی تھی۔ میں نے اس سے کہہ دیا تھا کہ میں اب کسی گروہ کا آلہ کار بننے کے لیے تو تیار نہیں ہوں
اپنے طور پر زندہ رہیں گے۔ غلام سیٹھ کی اور بات تھی۔ اس نے زندگی کے ایسے موڑ پر میرا ہاتھ تھا
جب میں خود کو مردہ تصور کر چکا تھا۔ یہ کہا جائے تو غیر مناسب نہیں ہو گا کہ اس نے میرے مردہ جسم میں
روح پھونکی تھی۔ یہ نئی زندگی جیسی بھی تھی بہرحال غلام سیٹھ کا اس پر پورا پورا حق تھا۔ اب اس کی م
کے بعد ایک آوارہ روح باقی رہ گئی تھی جو کسی دوسرے کے تابع نہیں ہو سکتی تھی۔ میری فطرت غلامانہ
تھی اس لیے اب مکلینو جیسے لوگ بھی مجھے غلام نہیں بنا سکتے تھے۔ میں نے اپنے طور پر کچھ فیصلے کر
تھے اور انہی پر عمل کرنے کے لیے خود کو تیار کر رہا تھا۔ ویسے ہم یہاں عیش کر رہے تھے۔ مکلینو
اوپر سے بے حد مہربان تھا اس لیے اس نے اپنے لوگوں کو ہدایت کر دی تھی کہ ہماری طلب کردہ ہر چیز مہیا کر
جائے خواہ وہ خوبصورت عورتیں ہی کیوں نہ ہوں۔ میں نے بھی کوئی تکلف نہیں کیا تھا' چنانچہ سردا
یہاں بھی پھسل گیا تھا اور ایک صبح ناشتہ کرتے ہوئے اس نے کہا۔ "اس مکلینو کے پاس انڈور کام
ہوں گے استاد!"
"کیا مطلب؟" میں نے اسے گھورتے ہوئے کہا۔
"اوہ۔ مم۔ میرا مطلب ہے باس یہاں ہمیں کسی قسم کی تکلیف تو ہے نہیں۔ کیوں نہ ہم اس
درخواست کریں کہ ہمیں اپنے قدموں میں پڑا رہنے دے۔ سچی بات ہے استاد بڑی خوبصورت لڑکیاں
جسے دیکھو آنکھیں کھل جاتی ہیں۔ ایک سے ایک حسین' ایک سے ایک——" سردارے ایک دم
پڑا۔ میں نے سامنے رکھا پانی کا جگ اس کے سر پر الٹ دیا تھا۔ خاصی خنکی تھی۔ سردارے بری طرح بھ
تھا۔ اس کی آنکھیں اور منہ کھلا رہ گیا تھا۔ پھر وہ منہ سے پھوپھو کرنے لگا۔ اسے احساس ہو گیا تھا کہ وہ

لیا ہے۔ میں اسے بدستور گھور رہا تھا۔
"میرا خیال ہے اب تم اپنے الفاظ پر غور کرو۔" میں نے غرائی ہوئی آواز میں کہا۔
"کر رہا ہوں۔ کر رہا ہوں چیف۔ واقعی کچھ غلط بول گیا۔" سردارے گہری گہری سانسیں لیتے ہوئے
بولا' پھر التجا آمیز لہجے میں کہنے لگا۔ "درحقیقت غلطی ہو گئی باس' رات اس کم بخت نے پلا دی تھی۔ میرا
خیال ہے ابھی تک کچھ جھونک میں ہوں۔"
"ٹھنڈا پانی اور منگواؤں؟" میں نے پوچھا اور سردارے کے بدن میں کپکپی دوڑ گئی۔ اس نے جلدی
سے دونوں ہاتھ آگے بڑھائے اور بولا۔ "ارے اس کی کیا ضرورت ہے باس۔ میرا خیال ہے اب میں بالکل
ٹھیک ہوں۔ تم کوئی سوال کر کے دیکھو۔" آخر میں اس نے دانت نکال دیئے اور مجھے ہنسی آ گئی۔ پھر میں نے
سنجیدہ ہوتے ہوئے کہا۔ "میں نے اکثر محسوس کیا ہے کہ عورتوں کی معیت میں تم کچھ گھامڑ ہو جاتے ہو۔ یہ
بات کسی وقت نقصان بھی پہنچا سکتی ہے۔ میرا خیال ہے پینے کے سلسلے میں احتیاط رکھا کرو۔"
"آیندہ پوری پوری احتیاط کروں گا چیف بالکل اطمینان رکھو ویسے کوئی ایسی ویسی بات تو شاید مرتے
وقت بھی میرے منہ سے نہیں نکلے گی۔ بہرحال آیندہ احتیاط رکھوں گا۔ لباس تبدیل کرنے کی اجازت
ہے؟"
"ناشتہ تو کر لو۔ اب ایسی سردی بھی نہیں ہے کہ تم اتنا سا پانی بھی برداشت نہ کر سکو۔" میں نے کہا
اور سردارے سعادت مندی سے ناشتہ کرنے لگا۔ میں مسکراتی نگاہوں سے اسے دیکھ رہا تھا۔ پھر ایک ملازم
دروازہ کھول کر اندر داخل ہو گیا۔ مس بینی نے کہا ہے جناب' ناشتے کے بعد آپ ان کے کمرے میں پہنچ
جائیں۔" اور میں نے گردن ہلا دی۔ ملازم باہر چلا گیا۔ تب سردارے نے میری طرف دیکھا۔ "ایک بات
پوچھنے کی اجازت ہے باس؟" اور میں سوالیہ نگاہوں سے اس کی طرف دیکھنے لگا۔ "تم اس لڑکی کے ساتھ
بڑی نرمی برت رہے ہو۔"
"تمہارا اس بارے میں کیا خیال ہے؟"
"چھوٹا منہ بڑی بات ہو گی استاد۔" سردارے نے کہا۔ "میرا خیال ہے لڑکی زیادہ ہی پسند آ گئی ہے
ورنہ ینی ٹورا جیسی خطرناک عورتوں کو تم نے چٹکیوں میں اڑایا ہے۔ یہ کیا حیثیت رکھتی ہے۔"
"وہ بھی بڑی حیثیت رکھتی ہے سردارے۔" میں نے گہری سانس لے کر کہا۔ "اس وقت یہاں
سے نکلنا ہمارے لیے سب سے بڑا کام ہے اور وہ اس سلسلے میں ہماری معاون ہو گی۔"
"بس اتنی ہی بات ہے استاد؟" سردارے نے شرارت بھری نگاہوں سے مجھے دیکھتے ہوئے کہا۔
"بقول تمہارے وہ خوبصورت بھی ہے۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا اور سردارے بھی مسکرا

تو کچھ کام بن رہا ہے استاد؟" اس نے رازدارانہ انداز میں پوچھا اور میں نے برا سا منہ بنایا۔
"اتر آئے اسکول کے لڑکوں کی سی باتوں پر۔"
"اوہ' ٹھیک ہے۔ ٹھیک ہے استاد۔ بہرحال مجھے معاف کرنا ہے کافی خوبصورت' اگر تمہارا خیال نہ
ہوتا۔" سردارے نے یہ الفاظ ادا کرتے ہوئے کرسی پیچھے کھسکا لی تھی۔ میں اسے گھورنے لگا۔
"اگر وہ مکلینو کی لڑکی نہ ہوتی تو تمہیں ضرور اجازت دے دیتا لیکن ذرا بھی گڑبڑ ہوئی تو کام بگڑ

جائے گا اس لیے فی الحال تمہیں اجازت نہیں دوں گا۔ ہاں یہاں سے نکلنے کے بعد تمہیں اجازت ہو گی۔"

"ارے توبہ توبہ استاد۔ تم تو مذاق کی باتوں کو بھی سچ سمجھنے لگتے ہو' مجھے ہری مرچیں کھانے کا شوق نہیں ہے۔" سردارے کانوں کو ہاتھ لگا کر کھڑا ہو گیا اور میں بھی ہنستا ہوا اٹھ کھڑا ہو گیا۔

"بہرحال سردارے' لڑکی کی فطرت کو تم بخوبی سمجھ گئے ہو گے۔ مکلینو اتنے بڑے گروہ کا سربراہ ہے اور وہ اس کی اکلوتی بیٹی۔ اس کا دماغ جس قدر خراب نہ ہو کم ہے۔ ہمیں بہرحال یہاں تو اس کا خیال رکھنا ہی ہو گا۔ وہ خوشامد پسند ہے۔ ہاں مکلینوں سے اس بارے میں تھوڑی بہت گفتگو کروں گا لیکن لڑکی کے سامنے تم خود بھی محتاط رہنا۔"

"سمجھ گیا ہوں باس' تم بے فکر رہو۔" سردارے نے کہا اور میں ہنس پڑا۔ "کیوں؟" سردارے نے چونک کر مجھے دیکھا۔ "کچھ غلطی ہو گئی مجھ سے؟" اس نے پوچھا۔

"تم تو ہمیں بھکنے لگے۔" میں نے جواب دیا۔ "ارے بھائی' باس تو وہ ہے۔ تم اس کے سامنے باس نہیں کہو گے۔"

"بہت سخت امتحان ہے۔" سردارے گہری گہری سانسیں لیتے ہوئے بولا۔ "کسی خوبصورت لڑکی کو باس کہنا کتنا مشکل کام ہے۔ ارے یہ نرم و نازک تتلیاں تو بس بستر میں ہی اچھی لگتی ہیں۔ ہونہہ باس۔" سردارے منہ ٹیڑھا کر کے بولا اور میں نے اسے دھکا دیا اور خود بھی دروازے سے باہر نکل آیا۔ "لباس تبدیل کر لینے دیں باس۔ مم۔ میرا مطلب ہے استاد۔" سردارے نے کہا لیکن میں نے اس کی اجازت نہ دی۔

"اتنے زیادہ خراب بھی نہیں ہوئے کہ تم انہیں بدلتے پھرو۔" میں نے کہا اور سردارے نے شانے ہلا دیئے۔ تھوڑی دیر کے بعد ہم بینی کے کمرے کے دروازے پر تھے۔ اندر داخل ہونے کے لیے ہم نے اجازت طلب کی تھی۔ "آجاؤ۔" بینی کی آواز سنائی دی اور ہم دونوں بڑی شائستگی سے اندر داخل ہو گئے۔ بینی اس نخوت سے بیٹھی ہوئی تھی۔ بلی بدستور اس کی گود میں اونگھ رہی تھی اور اس کا ہاتھ آہستہ آہستہ اس پر رینگ رہا تھا۔ خلاف توقع اس کے چہرے پر اس وقت وہ فرعونیت نہیں تھی' جو عموماً رہتی تھی۔ اس نے نرم نگاہوں سے ہمیں اور پھر میری طرف دیکھ کر بولی۔ "تم لوگ عمدہ موسیقار ہو میں چاہتی ہوں تمہارے ساز بھی تمہارے ساتھ ہوں۔ تمہیں کوئی اعتراض ہے؟"

"نہیں باس!" میں نے ادب سے جواب دیا۔

"بس تو آج تیاریاں مکمل کر لو۔ ہم آج رات روانہ ہو رہے ہیں۔ ساری تیاریاں مکمل ہیں۔" اس نے اطلاع دی اور ہم دونوں نے گردن ہلا دی۔

"ہم تیار ہیں باس۔ آپ کے حکم کی تعمیل ہو گی۔" میں نے جواب دیا۔

"شکریہ! میں صرف ان لوگوں کے لیے سخت ہوں جو خود کو کچھ سمجھنے کے عادی ہوں۔ امید ہے تمہیں بھی مجھ سے کوئی شکایت نہیں ہو گی۔ میں نے تمہیں عمدہ انسان پایا ہے۔" اس نے نرم لہجے میں کہا۔

"الو کی پٹھی!" سردارے آہستہ سے اردو میں بولا لیکن بینی نے اس کی آواز سن لی اور بھنویں ... اس کی طرف دیکھا۔

"تم نے کسی نامانوس زبان میں کچھ کہا ہے جیم؟"

"یس باس! وہ آپ کا شکریہ ادا کر رہا ہے۔" میں نے جلدی سے کہا۔

"لیکن مجھے یہ بات پسند نہیں ہے کہ کسی ایسی زبان میں بات کی جائے جو میری سمجھ میں نہ آسکے۔" اس نے تیوریاں چڑھا کر کہا۔

"میرے ہاتھ ایک ہفتے کے لیے بھی لگ جائے تو تجھے ایسا ٹھیک کر دوں کہ زندگی بھر یاد رکھے۔ چکنی پوادی تو سردارے نام نہیں۔" سردارے نے پھر کہا اور میں نے بوکھلا کر اس کی طرف دیکھا۔ پھر بینی کی طرف اور پھر میں نے معذرت آمیز انداز میں کہا۔

"اس پر توجہ نہ دیں باس۔ اس کی یہ عادت ترک نہیں ہو سکتی۔ غیر اختیاری طور پر یہ اپنی زبان بول جاتا ہے۔ یہ خود بھی اس کے لیے معذرت کر رہا ہے۔"

"میری موجودگی میں ذہن پر پورا اختیار رکھا جائے۔ بس میں نے یہی اطلاع دینے کے لیے تمہیں بلایا تھا' جا سکتے ہو اور ہاں دن میں سونا چاہو تو سو سکتے ہو' رات کو جاگنا ہو گا۔ رات کے کسی بھی حصے میں روانگی ہو سکتی ہے' تمہیں مستعد رہنا ہو گا۔"

"اوکے باس۔" میں نے جواب دیا اور پھر گھور کر سردارے کی طرف دیکھا' جس نے کچھ کہنے کے لیے منہ کھولا تھا لیکن اس کے کچھ بولنے سے قبل ہی میں اسے باہر نکال لایا اور پھر میں نے اسے گھورتے ہوئے کہا۔ "کیوں کام بگاڑنے پر تل گیا ہے سردارے' کیا تھوڑا سا صبر نہیں کر سکتا؟"

"اب سالی کو اردو میں بھی گالیاں نہیں دی جا سکتیں۔ بڑی مشکل ہے استاد۔ خیر خود پر قابو پانے کی کوشش کروں گا لیکن ایک وعدہ کرنا ہو گا' وہ یہ کہ یہاں سے نکلنے کے بعد تم مجھے اس سے انتقام لینے کی اجازت دے دو گے۔"

"وہ دے چکا ہوں لیکن یہاں خود پر قابو رکھو۔" اور سردارے نے گردن ہلا دی۔ پھر میں نے سردارے کو تو زبردستی سلا دیا۔ ظاہر ہے رات کو جاگنا ضروری تھا اور سردارے کو اگر نیند نے ستایا تو وہ سب کچھ بھول سکتا تھا اور بہرحال یہ اس وقت کسی طور ممکن نہیں تھا۔ سردارے سو گیا تو میں باہر نکل آیا اور میں نے مکلینو کو تلاش کیا۔ ایک ملازم سے مکلینو کے بارے میں معلوم کیا اور اس کے کمرے میں پہنچ گیا۔ مکلینو نے تپاک سے میرا خیر مقدم کیا تھا۔

"ہیلو ریتو! کیسے ہو۔ یہاں کوئی تکلیف تو نہیں ہے؟" اس نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"بالکل نہیں بگ باس۔ ہم یہاں شہزادوں کی طرح زندگی بسر کر رہے ہیں۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا اور مکلینو بھی مسکرانے لگا۔

"مکلینو کی آنکھوں کے تارے شہزادوں سے زیادہ با اختیار ہوتے ہیں۔ تم دیکھو گے ریتو کہ کسی بھی ملک میں تم بے اختیار نہ ہو گے۔" اس نے کہا اور میں نے بڑے زور شور سے گردن ہلا دی۔

"مجھے اپنی خوش بختی پر ناز ہے باس۔ مس بینی نے ابھی تھوڑی دیر قبل ہم دونوں کو بلایا تھا۔"

"اوہ۔ ہاں شاید اس کی تیاریاں مکمل ہو چکی ہیں۔ یہی اطلاع دینے کے لیے اس نے تمہیں طلب کیا ہو گا۔ کب روانہ ہو رہے ہو؟" مکلینو نے پوچھا۔

"ان کے حکم کے مطابق شاید آج رات۔" میں نے جواب دیا۔

"بالکل ٹھیک۔ غالباً پہلی لانچ سویڈن جارہی ہے؟"

"ہاں باس! مس بینی کا یہی کہنا ہے۔"

"اوکے ریتو۔ تم دیکھو گے، میرے ساتھ شامل ہو کر تمہیں کتنا فائدہ ہے۔ میرے گروہ میں تم حد خوش رہو گے۔"

"مجھے یقین ہے باس! لیکن اس کے ساتھ کچھ سوالات پوچھنے کی اجازت چاہتا ہوں۔"

"ہاں۔ پوچھو۔"

"مس بینی ابھی بہت چھوٹی عمر کی مالک ہیں۔ میں تو اس گروہ میں نیا شامل ہوا ہوں اور چونکہ گروہ سے مخلص اور اس کا وفادار ہوں اس لیے یہ بات معلوم کرنا چاہتا ہوں، کیا مس بینی کی ہدایات آ ہوتی ہیں؟"

"ہوں!" مکلینو نے اس سوال پر کافی سنجیدگی سے غور کیا۔ وہ دیر تک ٹھوڑی کھجاتا رہا بولا۔ "دراصل بینی بے حد ذہین لڑکی ہے۔ میں نے اپنے گروہ میں مختلف شعبے بنا رکھے ہیں۔ ہر شعبے انچارج الگ الگ ہیں۔ اسمگلنگ کے نزدیک اور دور کے شعبوں کے دو انچارج ہیں۔ ایک بینی ا ہوریشو۔ ہوریشو ایک افریقی ہے اور نیروبی میں ہی رہتا ہے لیکن بے شمار ممالک میں اس کے اختیارات قرب و جوار کے علاقے بینی کے سپرد ہیں لیکن در پردہ ہوریشو اور اس کے لوگ ہمارے مفادات کی کرتے ہیں۔ ہاں انہیں ہدایات ہیں کہ بینی کے معاملات میں آڑے نہ آئیں اور اس پر ظاہر نہ ہونے د وہ بینی کے لیے کسی اور کی ہدایات کے تحت کام کر رہے ہیں لیکن بگڑے ہوئے معاملات پر ہوریشو رہتی ہے۔ تم میرا مطلب سمجھ گئے ہو گے؟"

"ابھی نہیں سمجھا باس۔" میں نے عاجزی سے کہا۔

"اوہ۔ یوں سمجھو کہ بینی پر میں بھی یہ بات نہیں ظاہر کرنا چاہتا کہ وہ اپنے معاملات میں خ نہیں ہے لیکن اس کے بگاڑے ہوئے کام ہوریشو سنبھالتا ہے اور اس پر یہی ظاہر کیا جاتا ہے کہ یہ اس کی ذہانت سے ہوا ہے۔"

"اب سمجھ گیا باس!"

"شادی کی ہے کبھی؟" مکلینو نے عجیب سے انداز میں پوچھا۔

"کبھی نہیں کی باس!" میں نے بے چارگی سے کہا لیکن مکلینو نے اس بات پر توجہ تھی۔ وہ گردن ہلاتے ہوئے کہنے لگا۔

"تب نہیں سمجھو گے کہ دنیا کا سخت سے سخت انسان بھی اولاد کے معاملے میں گدھا ہوتا کی ماں بھی مر چکی ہے اور وہ بے حد حساس لڑکی ہے۔ میں کسی معاملے میں اسے رنجیدہ نہیں دیکھ سک

"اب تو بالکل سمجھ گیا باس!" میں نے زور شور سے گردن ہلائی۔

"لیکن کیوں۔ یہ سوالات تم نے کیوں کیے تھے؟" اچانک مکلینو کو خیال آگیا۔

"مس بینی نے مجھے بلایا تھا۔ انہوں نے ہمیں کچھ ہدایات دیں اور یہ بھی کہا کہ وہ ہر حال احکامات کی پابندی چاہتی ہیں۔ ان معاملات کا تھوڑا بہت تجربہ مجھے بھی ہے۔ میں صرف باس سے کرنا چاہتا تھا کہ کیا مس بینی کی باتوں پر آنکھیں بند کر کے عمل کیا جاسکتا ہے یا کسی مخصوص ضرو

در پر بھی کچھ کیا جاسکتا ہے؟" میں نے کہا اور مکلینو گردن ہلانے لگا۔ پھر بولا۔

"مجھے تمہارے سوال کی اہمیت کا احساس ہے اور میں اس بارے میں کچھ اور سوچ رہا ہوں۔"

ہو نے کہا اور پھر اس نے دیوار میں لگا ایک بٹن دبا دیا۔ چند ساعت کے بعد درمیانی عمر کی ایک رت عورت اندر آگئی۔ "مس ہارپن! گرین اسٹورز سے ایک لانگ تھری منگوا دو۔ تین منٹ کے اندر برے پاس پہنچ جانا چاہیے۔"

"لیس کنگ!" عورت نے ادب سے گردن جھکائی اور الٹے قدموں واپس چلی گئی۔

"ہارپن تمہیں اس کے استعمال کا طریقہ سمجھا دے گی۔ لانگ تھری کا ٹرانسمیٹر لامحدود رینج رکھتا چھوٹا سا لیکن انتہائی طاقتور ٹرانسمیٹر ہے۔ اس پر تم ہوریشو سے رابطہ قائم کرسکتے ہو۔ ان حالات میں حسوس کرو کہ بینی نے کوئی غلط قدم اٹھایا ہے اور اس کے اقدام سے کوئی خطرناک صورت حال پیش ہے لیکن بینی کو اس بات کا احساس نہیں ہونا چاہیے۔ اسے اس ٹرانسمیٹر کے بارے میں کوئی پتہ نہ چل اس ٹرانسمیٹر کو رکھنے کے بعد تم بلیک اسٹارز میں شمار ہو جاؤ گے۔ ٹرانسمیٹر پر کوڈ بلیک اسٹار دو گے۔ ہاں گروہ میں افراد کے رینک ہیں۔ بلیک اسٹار اسے ملتا ہے جو پورے تین سال تک بغیر کسی غلطی کے انجام دیتا ہے۔ اگر اس پورے عرصے میں کبھی اس سے کوئی ایسی غلط ہوئی ہو جس کی وجہ سے کوئی ہو یا کوئی خطرہ پیش آجائے تو پھر اسے بلیک اسٹار نہیں ملتا اور مزید تین سال اس کی تربیت کی جاتی تم گروہ کے پہلے خوش نصیب ہو جس نے کسی کام کی ابتدا سے پہلے یہ اعزاز حاصل کرلیا ہے۔"

"میں شکر گزار ہوں باس!"

"لیکن میں نے بھی خود کو مطمئن کرلیا ہے اور جس وقت تمہارا فائل بنے گا تو اس میں تمہارے میں تفصیلات ہوں گی کہ تم طویل عرصے تک ایک بڑے گروہ سے منسلک رہے ہو اس لیے تمہارا تجربہ ہے۔ اس کے علاوہ تم انٹرپول کو چکر دے چکے ہو۔ تمہاری یہ کوالیفیکیشن تمہیں بلیک اسٹار کا ٹھہرائے گی اور سنو، تین سال گزارنے کے بعد ممکن ہے تم گرین اسٹار کے مالک بن جاؤ۔"

"گرین اسٹار؟" میں نے دلچسپی سے پوچھا۔

"بلیک اسٹار دیتے وقت ہارپن تمہیں ان عہدوں کے بارے میں تفصیلات بتا دے گی۔" مکلینو مالور میں کھڑا ہو گیا۔

"اوکے باس! مجھے اجازت!" میں نے کہا اور مکلینو کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

"مجھے یقین ہے کہ تم گرین اسٹار بھی کسی خصوصی واقعے کی وجہ سے بہت جلد حاصل کرلو گے۔ تم یک لمحے میں اندازہ لگالیا کہ میں کیا چاہتا ہوں۔ دراصل مجھے کچھ کاروباری گفتگو کرنی ہے۔"

"شکریہ باس!" میں نے کہا اور مکلینو کے کمرے سے نکل آیا۔ میرے ذہن میں بہت سے ت تھے۔ میں انہی خیالات میں الجھا اپنے کمرے میں واپس آگیا۔ سردارے گھوڑے بیچ کر سویا ہوا تھا۔ یک آرام کرسی میں دراز ہو گیا اور پھر ان حالات کے بارے میں سوچنے لگا۔ مکلینو بظاہر برا انسان تھا۔ میرے ساتھ اس نے اچھا سلوک کیا تھا اور اس کے گروہ کا پھیلاؤ بھی کافی تھا۔ اس نے جو کچھ بتایا ر درست تھا تو ایک لحاظ سے اسے غلام سیٹھ کے گروہ سے بھی بڑا گروہ سمجھا جاسکتا تھا لیکن میں اپنے پر اس گروہ میں شامل ہونے کو مناسب نہیں سمجھ رہا تھا۔ میں خود کو تیار ہی نہیں پا رہا تھا۔ ساری زندگی

اس انداز میں گذارنے کی کیا ضرورت تھی۔ غلام سیٹھ کے گروہ کی دوسری بات تھی' بلکہ غلام
دوسری بات تھی۔ اس نے تو مجھے تشکیل کیا تھا۔ اس نے تو میری زندگی بچاکر مجھے یہ نیا روپ دیا تھا اور
روپ اس قدر مضبوط ہو گیا تھا کہ مجھے کسی نئے رنگ کی ضرورت نہیں تھی۔ میں اپنے آپ میں ایک
انسان تھا۔ یہاں سے نکلنے کے لیے مجھے مکلینو کا سہارا لینا پڑا تھا لیکن دوسرے حالات میں
دوسرے حالات میں مجھے اب سہاروں کی ضرورت نہیں تھی۔ اگر سکون چاہتا' ٹھہراؤ چاہتا تو سوئٹزر
میں میرے نام ایک بڑی دولت جمع تھی۔ یہ غلام سیٹھ کی ذہانت تھی کہ اس نے اس کام میں کوتاہی نہ
تھی۔ میں دولت نکالتا اور ایک نئے انسان کی حیثیت سے زندگی بسر کر سکتا تھا۔ ساری زندگی عیش و
سے گذر سکتی تھی لیکن اگر اس دولت کا سہارا نہ بھی لوں اور متحرک زندگی گذارنا چاہوں تو وہ بھی اب
لیے مشکل نہیں تھا۔ غلام سیٹھ نے مجھے مطلق العنان قرار دیا تھا۔ خود اس کے احکامات بھی میرے لیے
ہوتے تھے جنہیں دوستانہ رنگ دیا جا سکتا تھا۔ اس نے قدم قدم پر میری ہمت افزائی کی تھی' اس کے
مکلینوں کے گروہ میں' میں ابھی بلیک اسٹار ہی تھا اور مجھے بہت سے لوگوں کی اطاعت کرنی تھی
بات میری فطرت سے میل کھا سکے گی؟ میں نے خود سے سوال کیا اور اندر سے نہایت سختی سے نفی میں
ابھرا۔ تب میں نے خود کو مطمئن پایا۔ میں زندگی پر جمود نہیں چاہتا۔ رواں دواں زندگی ہی زندگی کا
دلاتی ہے۔ یہی زندگی جاری رہے گی لیکن دوسرے انداز میں' اس پر اب کسی کا تسلط ناقابل قبول ہو
دولت کی ہوس نہیں ہے' دولت کی ضرورت ہو تو بہت کچھ ہے۔ مجھے تحفظ بھی نہیں چاہیے میں خو
تسخیر ہوں۔ اگر مکلینو بھی دشمن بن جاتا ہے تو کیا فرق پڑے گا۔ دشمنوں کی تعداد کون سی کم ہے
پر کوئی بوجھ ناقابل برداشت ہے۔ قطعی نہیں۔ میں نے فیصلہ کر لیا اور نہ جانے کیوں ساری دنیا پر غ
لگا۔ سب کچھ فضول ہے۔ کسی سے متاثر نہیں ہونا چاہیے۔ سب کچھ وقت پر قبول کرو اور اس
ساتھ کہ اگر تم انہیں دھوکا نہیں دو گے تو وہ تمہیں ضرور دھوکا دیں گے۔ دھوکا' فریب بے حد ضرور
ساری دنیا کو دھوکا دو' وہ تمہاری عزت کرے گی۔ ذہن پر بھی عجیب سی کیفیت طاری ہو گئی تھی۔
کتنی دیر گذری۔ تب دروازے پر دستک ہوئی۔ اور پھر آواز آئی۔ "مسٹر ریتو!" اور میں نے یہ آ
لی۔ مس ہارپن تھی۔

"آجاؤ۔" میں نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا اور وہ اندر آ گئی۔ پھر سردارے کو دیکھ کر چونک
پھر اس نے میری طرف دیکھا۔

"آپ کے ساتھی سو رہے ہیں شاید' لیکن پھر بھی' اگر آپ پسند کریں مسٹر ریتو تو میرے کم
چلیں۔"

"کیوں؟" میں نے کھردرے لہجے میں پوچھا۔

"وہ۔ دراصل یہاں پر گفتگو کرنا قطعی غیر مناسب ہو گا۔ اس سلسلے میں سختی سے ہدایات ہیں

"لیکن وہ سو رہا ہے۔" میں نے کہا۔

"اس کے باوجود ——— میری درخواست ہے مسٹر ریتو' براہ کرم۔" اس نے التجا آمیز
اور میں اپنے گرم ذہن پر قابو پانے لگا۔ پھر میں خاموشی سے اٹھا اور اس کے ساتھ باہر نکل آیا۔ ذ
زیادہ اچھی نہیں تھی۔ میں نے اسے اعتدال پر لانے کے لیے ادھر ادھر کی باتیں سوچنا شروع کر دی

نگاہ ہارپن پر آ ٹکی۔ وہ میرے ساتھ چل رہی تھی ——— مس ہارپن۔ میں نے سوچا۔ اس عورت کی
ں سال سے کم نہ ہو گی۔ پھر یہ مس کیوں ہے۔ اوہ۔ اگر یہ مس نہ ہوتی تو اس کی چال میں یہ دلکشی نہ
۔ ارے ہاں۔ اس کی چال تو خوب ہے۔ واقعی بہت عمدہ لگ رہی تھی۔ اس کی پتلی کمر اور چوڑے
ے۔ کولہوں کے ابھار اور ان کی بلنت۔ ذہن بدلنے میں کافی معاون ثابت ہوئی اور جب میں اس کے
اس کے کمرے میں داخل ہوا تو میری ذہنی کیفیت کافی اعتدال پر آ گئی تھی۔

"سوری مسٹر ریتو! شاید آپ کو یہاں آنا پسند نہیں تھا۔" اس نے کمرے کا دروازہ بند کرتے ہوئے
میں نے چاروں طرف نگاہیں دوڑا کر اس کی خوبصورت خواب گاہ کا جائزہ لیا تھا۔

"ایسی کوئی بات نہیں مس ہارپن۔ مجھے اندازہ نہیں تھا کہ آپ کی خواب گاہ اس قدر حسین ہو
"

"اوہ۔ شکریہ! تشریف رکھیے۔" اس نے مسکراتے ہوئے مجھے اشارہ کیا اور میں ایک آرام کرسی
دھنس گیا۔ "دراصل ہمیں سختی سے ہدایات ہیں کہ کسی اہم معاملے کو دوسروں کے سامنے نہ لائیں۔
جانتی ہوں مسٹر جیم آپ کے دوست' آپ کے ہم وطن ہیں لیکن ہمیں سختی سے ہدایات کی پابندی کرنے
ہدایت ہے اور میں آپ سے بھی درخواست کروں گی کہ اہم معاملات کو خود تک ہی رہنے دیں۔ مسٹر
مکلینو ان معاملات میں بے حد سخت ہیں۔ اگر انہیں احساس ہو جائے کہ کسی نے ان کی بات کو اہمیت
دی ہے تو پھر وہ اسے قابل معافی نہیں سمجھتے' خواہ وہ ان کے کتنا ہی قریب ہو۔ آپ میرا مطلب سمجھ
رہے ہوں گے؟"

میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی اور اس مسکراہٹ سے اندازہ لگایا جا سکتا تھا کہ میں مکلینو
کو کس قدر اہم سمجھتا ہوں۔ ہارپن نے متحیرانہ نگاہوں سے مجھے دیکھا اور پھر غیر اختیاری طور پر کمرے میں
چاروں طرف نگاہیں دوڑائیں۔ پھر خشک ہونٹوں پر زبان پھیرنے لگی۔

"میں آپ سے ایک سوال کروں مس ہارپن؟" میں نے کہا۔

"ضرور ——— ضرور ———" وہ جلدی سے بولی۔

"آپ ابھی تک مس کیوں ہیں؟ آپ نے شادی کیوں نہیں کی ———؟" ہارپن کے لیے یہ
قطعی غیر متوقع تھا۔ اس کا خیال تھا کہ میں بلیک اسٹار کے بارے میں جاننے کے لیے بے چین ہوں گا۔
سوالات کروں گا' اسی کے سلسلے میں کروں گا لیکن اسے مایوسی ہوئی تھی۔ چنانچہ وہ جلدی سے بولی۔

"میرا خیال ہے مسٹر مکلینو نے آپ کو بلیک اسٹار کی اہمیت نہیں بتائی۔ لانگ تھری جس کے
ہوتا ہے' وہ گروہ میں بہت بڑی حیثیت رکھتا ہے اور گروہ کے افراد ایسے کارنامے انجام دینے کے لیے
کوشاں رہتے ہیں جو انہیں بلیک اسٹار رینک کا حقدار بنا دیں۔"

"میرے خیال میں آپ کی عمر تیس سال سے کم ہو گی؟" میں نے کہا۔

"جی ہاں۔ لگ بھگ اتنی ہی ہے۔ دراصل ان عہدوں کے تین اسٹیج ہوتے ہیں۔ بلیک اسٹار کی
حیثیت بھی بہت بڑی ہے لیکن یہ صرف گروہ سے کسی معاملے میں سفارش کر سکتا ہے' خود اسے اختیارات
نہیں ہوتے۔ اس کے بعد گرین اسٹار ہوتا ہے۔ گرین اسٹار رکھنے والے دنیا کے کسی بھی ملک میں' جہاں
گروہ کے نمائندے موجود ہیں ان پر احکامات چلا سکتے ہیں اور گروہ ان سے تعاون کرتا ہے۔ اس کے بعد ریڈ

اسٹار کا نمبر آتا ہے۔ ریڈ اسٹار کو آپ یوں سمجھیں کہ ایک طرح سے باس کے نائب کی حیثیت ہوتی ہے۔ ابھی تک گروہ میں صرف چھ ریڈ اسٹار ہیں۔ یعنی بعض اوقات کسی علاقے کا سربراہ بھی بلیک اسٹار ہوتا ہے۔ گویا بلیک اسٹار کے سپرد علاقے بھی کیے جاسکتے ہیں اور گرین اسٹار اس پر بھی احکامات صادر کر سکتا ہے۔"

"اسکاچ ہوگی مس ہارپن؟" میں نے پوچھا۔

"جج۔ جی ہاں۔" وہ پھر مجھے متحیرانہ نگاہوں سے دیکھنے لگی۔

"براہ کرم مجھے دیں۔"

"اوہ۔ ضرور۔ ابھی پیش کرتی ہوں۔" وہ جلدی سے اٹھ گئی اور پھر وہ ایک خوبصورت جگ میں اسکاچ لے آئی۔ اس نے گلاس بنا کر مجھے پیش کیا اور پھر میرے سامنے بیٹھ گئی۔

"مس ہارپن! آپ کو شراب کے آداب بھی نہیں معلوم۔ آپ اس کی توہین کر رہی ہیں۔"

"جی۔ میں نہیں سمجھی؟"

"کیا آپ شراب نہیں پیتیں؟"

"اوہ۔ جی ہاں۔ پیتی ہوں لیکن ——— میرا مطلب ہے آپ کا احترام ضروری ہے۔" اس نے ایک طویل سانس لے کر کہا۔

"آپ شاید بہت عجلت میں ہیں یا پھر میری یہاں موجودگی آپ کو پسند نہیں ہے؟"

"دونوں میں سے کوئی بات نہیں ہے مسٹر ریتو ——— آخر آپ کس قسم کے انسان ہیں؟" وہ ... ہو کر بولی۔

"کیوں؟" میں نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"آپ اپنے عہدے کو کوئی اہمیت نہیں دے رہے۔"

"اسے بھی اہمیت دوں گا۔ جلدی کیا ہے۔ براہ کرم اپنے لیے بھی گلاس لے لیں۔"

"بہتر ہے۔" اس نے گردن ہلاتے ہوئے کہا اور پھر وہ بھی میرے سامنے آبیٹھی۔ اس نے اپنے لیے بھی گلاس بنا لیا تھا اور پھر ہم خاموشی سے شراب کے گھونٹ لینے لگے۔

"آپ نے میرے سوال کا جواب نہیں آیا۔ آپ نے ابھی تک شادی کیوں نہیں کی؟"

"شادی۔" اس نے اپنے ہونٹ چوستے ہوئے کہا۔ "شادی کرنے کے لیے وہ حالات درکار ہیں جو عام طور سے گھریلو عورتوں کو نصیب ہوتے ہیں۔ ہم میں سے بہت سے ایسے ہوتے ہیں جو ان سے بہت دور چلے جاتے ہیں' جیسے میں۔ بارہ سال سے میں ان کاموں میں مصروف ہوں۔ اگر آپ پوچھ لیں تو اپنی مرضی سے نہیں بلکہ حالات نے میرے لیے یہی راستہ پسند کیا تھا۔ میں اس راستے کو بدل نہ سکی تو اسے اپنا لیا اور اس کے بعد شادی اور گھریلو ماحول کا تصور ہی ذہن سے دور چلا گیا۔ اب میں مطمئن ہوں، خود کو دوسرے لوگوں سے مختلف اور بہتر سمجھتی ہوں۔"

"مکلینو کے گروہ میں کب سے ہیں؟" میں نے پوچھا۔

"تقریباً ابتدا سے پہلے بالواسطہ' پھر بلاواسطہ۔" اس نے جواب دیا۔

"اوہ ——— وہ کیسے؟" میں نے شراب کا گھونٹ لیتے ہوئے کہا۔

"معذرت خواہ ہوں۔ تفصیلات میں نہیں جاسکوں گی۔" اس نے کہا اور میں نے گردن ہلائی' پھر ...

"میرے نزدیک تو آسکیں گی یا اس کی اجازت بھی نہیں ہے؟"

"جی؟" شراب کا گلاس کے ہاتھ میں لرز گیا۔

"میں آپ کے ہونٹ چومنا چاہتا ہو ———" میں نے گلاس میز پر رکھ دیا اور وہ عجیب سی نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگی۔ پھر اس کی آنکھوں میں بھی مسکراہٹ ناچنے لگی۔ اس نے بند دروازے کی طرف دیکھا، پھر کلائی پر بندھی ہوئی گھڑی میں وقت دیکھا۔ پھر گلاس رکھ دیا اور میز پر دونوں ہاتھ رکھ کر جھک گئی۔

"آپ بے حد عجیب انسان ہیں' بہت ہی بیباک۔" اس نے اپنے ہونٹ میری طرف بڑھا دیئے اور اب جب اسے میری بیباکی کا احساس ہو ہی گیا تھا تو پھر میں خود پر قابو کیوں رکھتا۔ میں نے اس کے دونوں بازو پکڑ کر اسے کھڑا کر لیا۔ پھر میں نے اپنی بیباکی کا پورا پورا ثبوت مہیا کر دیا۔ اس نے اس پر بھی اعتراض نہیں کیا۔ ظاہر ہے وہ عام یا گھریلو عورت تو تھی نہیں۔ زندگی کی ساری ضروریات سے واقف تھی۔ کبھی کبھی ایک دوسرے کے لیے ضرورت بہرحال ضرورت ہوتی ہے۔ چنانچہ ہم نے بخوبی ایک دوسرے کی ضروریات پوری کر دیں اور مطمئن ہو گئے۔ پھر اسکاچ کے گھونٹ لیتے ہوئے میں نے کہا۔

"واقعی یہ بلیک اسٹار بھی خوب ہے۔"

"آپ بے حد شریر ہیں مسٹر ریتو۔ آپ فنکار بھی تو ہیں۔ سنا ہے آپ گٹار خوب بجاتے ہیں۔"

"آپ کو گٹار سے دلچسپی ہے؟"

"بے حد ——— فنکار تو سب کا محبوب ہوتا ہے۔ خاص طور سے ان کا جو فن سے دلچسپی رکھتے ہوں اور آپ تو بہت سے فنون کے ماہر معلوم ہوتے ہیں۔ میں عرصے تک آپ کو نہ بھول سکوں گی۔" اس نے پیاسی نگاہوں سے مجھے دیکھتے ہوئے کہا۔

"شکریہ! آپ مجھے بلیک اسٹار کے بارے میں بتا رہی تھیں۔"

"اوہ ——— اب تو میں بہت دیر تک کچھ نہیں بتا سکوں گی۔ آپ کب تک یہاں رہیں گے مسٹر ریتو؟"

"آج رات روانہ ہو رہا ہوں۔" میں نے سرد لہجے میں جواب دیا۔ وہی فطرت اس وقت بھی کام کر رہی تھی۔ ہارپن نے مجھے عجیب نگاہوں سے دیکھا۔ اس وقت میں نے اس کی کوئی بات نہیں سنی تھی اور ——— اب بھی میں اس کی کوئی بات نہیں سن رہا تھا۔ یقیناً دل ہی دل میں اس نے مجھے بے حد گالیاں دی ہوں گی اور اس وقت میں ان نہ سنی جانے والی گالیوں سے بڑی طمانیت محسوس کر رہا تھا۔ ہارپن مجھے دیکھتی رہی اور میرے بے تاثر چہرے سے وہ بھی جھنجھلا گئی۔ تب اس نے اپنی جگہ چھوڑ دی اور پھر وہ ایک خوبصورت گھڑی لے آئی جس کی چین بھی بے حد حسین تھی اور پھر میری کلائی سے میری گھڑی کھولتے ہوئے بولی۔

"اب آپ یہ گھڑی استعمال کریں گے مسٹر ریتو!"

"اوہ ——— یہ لانگ تھری ہے؟"

"جی ہاں۔ اس کی چابی کھینچیں یہ ٹرانسمیٹر میں تبدیل ہو جائے گی۔ اس کے ڈائل پر سوراخ میں ...'

اندر مائیک چھپے ہوئے ہیں اور بس۔ طریقہ استعمال نہایت آسان ہے۔"
"بہت خوب! لیکن یہ مخصوص گھڑی دوسروں کی نگاہوں میں نہیں آئے گی' میرا مطلب ہے کہ ... کے افراد' جو اسے پہچانتے ہوں گے؟"
"جی نہیں۔ لانگ تھری کا ٹرانسمیٹر مختلف شکلوں میں ہے۔ ہر شکل کا صرف ایک پیس ہے۔ دوسروں کے پاس وہ دوسری شکل میں ہو گا اس لیے کوئی اسے نہیں پہچان سکتا۔" اس نے جواب دیا۔
"بالکل ٹھیک مس ہارپن! میرا خیال ہے میں اس کے بارے میں بخوبی سمجھ گیا ہوں' اب مجھے اجازت دیں۔" میں نے کہا اور پھر کمرے سے نکل آیا۔ ہارپن خاموشی سے مجھے دیکھتی رہ گئی تھی لیکن بہرحال لانگ تھری مل چکا تھا' اب اس کے کمرے میں ٹھہرنے کی کیا تک تھی۔ واپس اپنے کمرے میں آ گیا۔ سردارے ابھی تک گہری نیند سو رہا تھا۔ میں خود بھی بستر پر لیٹ گیا اور سونے کی کوشش کرنے لگا۔ تھوڑی دیر کے بعد مجھے نیند آ گئی اور پھر رات کو ہی آنکھ کھلی تھی۔ سردارے خوب سو کر جاگ چکا تھا اور نہا دھو کر چاق و چوبند ہو گیا تھا۔ میرے بدن پر عجیب سی تھکن طاری تھی' غالباً بے وقت سونے کی وجہ سے سردارے نے مسکراتے ہوئے مجھے دیکھا اور میں باتھ روم کی طرف چلا گیا۔ نہانے سے طبیعت کی کسل کافی حد تک دور ہو گئی۔ میں نے لباس پہن لیا اور پھر باہر نکل آیا۔
"سردارے! کافی منگواؤ۔" میں نے کہا اور ایک کرسی پر بیٹھ کر پاؤں پھیلا دیئے اور سردارے نے دیوار میں لگا بٹن دبا دیا۔ ملازم کے آنے پر اس نے کافی کے لیے کہا اور پھر میرے سامنے کرسی پر بیٹھ گیا۔
"کیا ٹھاٹھ ہیں استاد۔ طویل نیند سوئے۔" اس نے کہا۔
"ہاں!" میں نے مختصر کہا اور پھر پوچھا۔ "اس دوران کوئی خاص بات تو نہیں ہوئی؟"
"ہو ہی نہیں سکتی تھی استاد۔ مجھے جاگے ہوئے زیادہ دیر نہیں ہوئی۔" سردارے نے جواب دیا۔ میں نے گردن ہلا دی۔ پھر کافی آئی اور اسٹرانگ کافی کی کئی پیالیوں نے خاصا سرور بخشا اور اس کے بعد مکلینو کی طرف سے بلاوا آ گیا۔ دونوں کو بلایا تھا۔ ہم دونوں مکلینو کے پاس پہنچ گئے۔ بنی بھی اس کے پاس موجود تھی۔ تب مکلینو نے مسکراتے ہوئے ہمارا استقبال کیا۔
"ہیلو ——— ریتو۔ جیم! اب سے تھوڑی دیر کے بعد تم روانہ ہو رہے ہو۔"
"باس نے ہمیں یہی بتایا تھا۔" میں نے بنی کی طرف اشارہ کر کے کہا۔
"ہاں۔ بنی! یہ دونوں کام کے آدمی ہیں۔ تم خود دیکھ چکی ہو۔ ان کے ساتھ اچھا سلوک ہونا چاہیے۔ یہ تمہارے بہت کام آئیں گے۔ میں نے تمہیں اسی لیے تکلیف دی ہے دوستو کہ تم سے ملاقات کر لوں۔ بنی کے ساتھ کامیاب ٹور کرو۔ میں تمہاری واپسی کا انتظار کروں گا۔"
"یس بگ باس!" میں نے مستعدی سے کہا۔
"کتنی دیر میں روانہ ہو گی بنی؟" مکلینو نے پوچھا۔
"بس' میرا خیال ہے ہمیں چلنا چاہیے۔" بنی نے کلائی پر بندھی ہوئی گھڑی میں وقت دیکھ کر کہا۔
"ٹھیک ہے۔ ساحل کس وقت چھوڑو گی؟"
"ایک گھنٹے کے بعد۔ مناسب وقت ہے۔" بنی نے کہا اور پھر اس نے مکلینو کو بوسہ دیا اور ہماری طرف دیکھتی ہوئی بولی۔ "آؤ!" لہجے میں تحکم تھا۔ سردارے دانت پیس کر رہ گیا لیکن ہم ...

...رنے کی ہدایت کی گئی تھی اس لیے اس نے اپنے تاثرات کا اظہار نہ ہونے دیا اور ہم دونوں بنی ... باہر نکل آئے۔ باہر ایک خوبصورت کار کھڑی تھی۔ ڈرائیور نے بنی کے لیے پچھلا دروازہ کھول دیا ... سے بیٹھ گئی تو ڈرائیور نے دروازہ بند کر دیا۔ "تم دونوں آگے آ جاؤ۔" ڈرائیور بولا اور ہم دونوں ... کے ساتھ جا بیٹھے۔ اس نے کار اسٹارٹ کر کے آگے بڑھا دی۔ تھوڑی دیر تک خاموشی رہی' پھر بنی نے ... مخاطب کیا۔ "ریتو!"
"یس مادام۔ سس۔ سوری۔ باس!"
"تم نے اپنا گٹار لے لیا؟"
"گٹار میرے پاس نہیں ہے باس!" میں نے عاجزی سے کہا۔
"حالانکہ ہم نے ہدایت کی تھی۔"
"ہاں باس۔ آپ نے اس کی ہدایت بھی کی تھی۔ ہم نے ایک ہدایت پر عمل کیا اور دوسری کا وقت ..." میں نے جواب دیا اور پلٹ کر بنی کی شکل دیکھی۔ بنی کا چہرہ بگڑ گیا۔
"کیا تم مذاق کی جرات بھی کر سکتے ہو؟"
"نہیں باس۔ ویری سوری۔ اب تو غلطی ہو ہی گئی۔" میں نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔ جرات تو ... کر سکتا ہوں پتہ چل جائے گا مس بنی ——— تھوڑا سا وقت گزر جانے دو۔ میں نے دل ہی دل ... بنی خاموش ہو گئی۔ پھر اس کے بعد وہ اس وقت تک خاموش رہی' جب تک ہم اپنی منزل تک نہ ... سمندر کا ایک سنسان علاقہ تھا۔ رات کی تاریکی میں لہروں کے سفید جھاگ سر پٹخ رہے تھے۔ بنی ... تھی۔ کار سمندر کے کنارے پر پہنچ گئی اور کئی سائے ہماری طرف دوڑے۔ یہ تندرست و توانا ... انہوں نے ادب سے کار کا دروازہ کھولا اور بنی نیچے اتر آئی۔ ہم دونوں بھی کار سے نیچے اتر آئے ... ہم بنی کے پیچھے پیچھے چل پڑے۔
"استاد!" سردارے آہستہ سے بولا اور میں نے سوالیہ انداز میں اس کی طرف دیکھا۔ "میں بالکل ... لیکن کیا ہم اس کے بارے میں گفتگو بھی نہیں کر سکتے؟"
"کر سکتے ہیں۔" میں نے بھی آہستہ سے جواب دیا۔
"تب پھر میری ایک گزارش ہے۔"
"ہوں!"
"اس الو کی پٹھی کو لہسن کی چٹنی اور بیسن کی روٹی کھلانا چاہتا ہوں۔ اتنی مرچیں ہوں گی اس چٹنی ... اس کی ساری زندگی برباد ہو جائے گی۔" سردارے کلکلا کر بولا اور مجھے ہنسی آ گئی۔ بہرحال میں نے اس ... کوئی جواب نہیں دیا تھا۔ ہم ساحل پر پہنچ گئے۔ تھوڑی ہی دور پر ایک بڑا اسٹیمر نظر آ رہا تھا۔ اس پر ... روشنی نہیں تھی۔ صرف اندھیرے میں اس کا سایہ سطح سمندر پر ڈول رہا تھا۔ ربڑ کی چھوٹی چھوٹی ... کشتیاں اسٹیمر پر لے گئیں اور ایک سیڑھی سے بنی اور پھر ہم اسٹیمر پر پہنچ گئے۔ پھر دوسرے لوگ بھی ... اور سیڑھی اٹھا لی گئی۔
"ہیرو!" بنی نے ایک طویل القامت آدمی کو آواز دی۔ یہ اس اسٹیمر کا کپتان تھا۔ طویل القامت ... اس کے قریب پہنچ کر جھک گیا۔ "بارہ بجنے کو ہیں۔ اگر تم سارے انتظامات کے بارے میں مکمل اعتماد

سے کہہ دو تو میں فوراً روانگی کا حکم دے دوں۔ باقی چیکنگ ہم سمندر میں کرلیں گے۔"
"میرا خیال ہے باس آپ مطمئن رہیں۔" اریو نے جواب دیا۔
"تمہاری ذمہ داری پر؟"
"ہاں!"
"بس تو ٹھیک ہے۔ بادبان کھول دو۔ ہم نے پوائنٹ پر کیا وقت دیا ہے؟"
"ٹھیک ایک بجے ہمیں پوائنٹ سے گذرنا ہے۔"
"اور ہمارے پاس زیادہ وقت نہیں ہے۔"
"ہاں باس!"
"او کے۔ چل دو۔" بنی نے کہا اور آگے بڑھ گئی۔ میں نے سردارے کی طرف دیکھا
دونوں خاموشی سے ایک طرف کھڑے ہو گئے۔ ان لوگوں کی کارروائیاں شروع ہو چکی تھیں۔ اس
لیے یہ جدید ترین لانچ تھی اور کافی بڑی تھی۔ اس میں طاقتور انجن لگے ہوئے تھے لیکن ہم نے
طریقہ دیکھا۔ ایک مشینی نظام کے تحت کچھ بادبان کھل رہے تھے۔ ان کے رنگ سیاہ تھے۔ شاید
کے لیے ان کا رنگ سیاہ رکھا گیا تھا اور بادبانوں کے استعمال کی وجہ بھی یہی سمجھ میں آتی تھی کہ
مخصوص علاقے سے خاموشی سے نکال لی جائے۔ جدید ترین بادبانی نظام تھا۔ بہرحال بہت جلدی
بھر گئی اور لانچ رینگتی ہوئی محسوس ہوئی۔ پھر آہستہ آہستہ اس نے رفتار پکڑلی۔ میں اور سردارے
تک اپنی جگہ کھڑے رہے اور پھر ہم لانچ کے مختلف حصے دیکھنے لگے۔ ہمارے اندازے کے مطابق
تقریباً سارے لوگ ہی مسلح تھے۔ اس کے علاوہ اس پر اسلحہ بھی خاصی مقدار میں موجود تھا۔ تقریباً
لوگ ہی مسلح تھے۔ ہوائیں لانچ کو آہستہ آہستہ آگے بڑھا رہی تھیں اور ہم اس پر آوارہ پھر
اچانک ایک شخص ہمارے قریب پہنچ گیا۔ "مسٹر ریتو؟" اس نے تھوڑا سا جھک کر پوچھا۔
"ہوں!" میں بھاری آواز میں بولا۔
"باس طلب کرتی ہیں۔" اس نے کہا اور میں کوئی جواب دیئے بغیر اس کے پیچھے چل پڑا۔
بھی میرے ساتھ تھا۔ ہم دونوں کیپٹن کے کیبن کے اوپر بنے ایک خوبصورت کیبن کے دروازے
اور اس شخص نے اندر جانے کا اشارہ کیا۔ میں نے بے تکلفی سے دروازہ کھولا اور ہم دونوں اندر
گئے۔ اندر جاکر آنکھیں کھل گئیں۔ بنی کے کیبن کا کوئی جواب نہیں تھا۔ تین طرف خوبصورت
ہوئی دیواریں تھیں۔ سامنے کی سمت ٹرانسپرنٹ دیوار تھی جس سے سمندر نظر آتا تھا۔ بلندی
وجہ سے سمندر دور دور تک دیکھا جاسکتا تھا۔ دیوار میں ایک جدید ساخت کی دوربین بھی نصب
طرف سرخ رنگ کی لمبی چوڑی مسہری پڑی ہوئی تھی۔ دوسری طرف ایک صوفہ سیٹ اور کر
ایک رائٹینگ سے اسٹ ٹیبل بھی تھی جس کے ساتھ ایک خوبصورت کیبنٹ رکھا ہوا تھا۔
سے ایک نفیس کیبن تھا۔ بنی رائٹنگ ٹیبل کے نزدیکی کرسی پر بیٹھی ہوئی تھی۔ یہاں سے وہ
بھی کر رہی تھی جو اس وقت تاریک تھا۔
"آؤ ریتو۔ بیٹھو۔ تم بھی جیم۔ کیا پیو گے؟" خلاف معمول بنی نے بڑی نرم آواز میں
"جو باس پسند کریں۔" میں نے صوفے پر بیٹھتے ہوئے کہا۔ سردارے نے کبھی میری

بنی نے شاید بٹن دبا کر کسی کو بلایا تھا۔ پھر ایک آدمی کیبن کا دروازہ کھول کر اندر داخل ہوا اور مودبانہ انداز
میں جھک گیا۔
"کافی لاؤ۔" بنی بولی اور وہ ادب سے جھک کر واپس چلا گیا۔ "اس وقت اسکاچ مناسب نہیں تھی،
ہمیں پوری طرح چاق و چوبند رہنا چاہئے۔ کیا تمہیں اس بات سے اتفاق ہے؟"
"مکمل طور پر باس!"
"کیا تمہیں اس جدید لانچ پر بادبان دیکھ کر حیرت نہیں ہوئی؟"
"میرا خیال ہے کسی خاص مقام تک آپ انجنوں کے شور سے بچنا چاہتی ہیں۔"
"تمہارا خیال ٹھیک ہے۔ بہرحال ہمیں پولیس کا خیال رکھنا پڑتا ہے۔ خاص طور سے منشیات کے
سلسلے میں، کیونکہ بین الاقوامی پولیس کی لانچیں بھی گردش کرتی رہتی ہیں۔ منشیات کی اسمگلنگ پر آج کل
خاصی ہی توجہ دی جارہی ہے۔"
"یقیناً باس!" میں نے زور سے گردن ہلائی۔
"بالٹک عبور کر کے ہمیں بالمو پہنچنا ہے۔ بالمو سے اسٹاک ہوم تک کا سفر زیادہ خطرناک نہیں ہو گا۔
وہاں ہمارے آدمی ضروری انتظامات کے ساتھ موجود ہوں گے۔"
"میرا خیال ہے ہمیں بحیرہ بالٹک عبور کرنے میں زیادہ وقت نہیں ہو گی۔" میں نے کہا۔
"ریتو!" بنی نے عجیب سے انداز میں کہا۔ اس کے تیکھے نقوش ماند پڑ گئے تھے۔ اس وقت چہرے پر
عجیب سی نرمی تھی۔ میں اسے دیکھنے لگا۔ "دیکھو میری کنپٹی کی رگ پھڑک رہی ہے۔ محسوس ہو رہی ہے۔
قریب آکر دیکھو۔" وہ اسی انداز میں بولی اور میں اس کے قریب پہنچ کر جھک گیا۔ میں نے دیکھا درحقیقت
اس کی سفید کنپٹی پر ابھری ہوئی رگ پھڑک رہی تھی۔ "تم نے دیکھا؟" وہ آہستہ سے بولی۔
"ہاں باس! نظر آرہی ہے۔"
"جب لانچ کنارے سے آگے بڑھی تھی تو ایسا نہیں تھا۔ بس اچانک ہی۔"
"لیکن اس سے کیا ہوتا ہے باس؟"
"مصیبت آتی ہے۔ ضروری مصیبت آتی ہے۔ میرا تجربہ ہے۔ میرا یقین ہے۔" اس نے پرخیال
انداز میں کہا۔
"مجھے تعجب ہے۔ آپ اس قدر روشن خیال ہو کر ایسی باتوں پر یقین رکھتی ہیں باس۔"
"تم نہیں رکھتے؟" اس نے چونک کر پوچھا اور میں نے نفی میں گردن ہلا دی۔ وہ بے خیالی کے انداز
میں مجھے دیکھتی رہی۔ پھر ایک گہری سانس لیکر بولی۔ "لیکن مجھے بارہا تجربہ ہو چکا ہے۔ خیر جو ہو گا دیکھا جائے
گا۔ بات بالمو تک کی ہے جو زیادہ دور نہیں ہے لیکن بس راستہ ان دنوں خراب ہو چکا ہے۔" اسی دوران کافی
آگئی اور وہ کافی کے سپ لینے لگی۔ یوں لگتا تھا جیسے ہماری موجودگی سے وہ غافل ہو گئی ہو۔
"اداکاری کر رہی ہے باس۔" سردارے سرگوشی کے انداز میں بولا اور میں چونک کر اسے دیکھنے
لگا۔ میں نے کوئی جواب نہیں دیا تھا۔ میرا خیال تھا بنی حسب عادت سردارے کی سرگوشی پر بازپرس کرے گی
لیکن اس وقت اس کی سماعت بھی متاثر تھی۔ چنانچہ اس نے ہماری طرف توجہ نہیں دی اور میں نے ایک
طویل سانس لی۔

"کیا خیال ہے استاد؟"
"یار سردارے، بس تھوڑی دیر اور چونچ بند رکھ لو۔" میں نے جواب دیا۔
"صرف ایک بات اور استاد، کیا تم نے اس کے انداز میں نرمی نہیں محسوس کی؟"
"ہم اس سے تعاون کریں تو ممکن ہے، وہ بالکل ہی...... جس ٹائپ کی لڑکی ہے تم کسی حد تک اندازہ لگا ہی چکے ہوگے۔"
"ہاں اور دل ہی دل میں پیش گوئی بھی کر چکا ہوں کہ یہی مکلینو کی موت کا سبب بنے گی۔"
"کس لحاظ سے؟"
"اپنی ناتجربہ کاری سے۔ وہ سو فیصد بس لڑکی ہے۔" سردارے نے کہا اور اسی وقت ایک ہلکی سی آواز کمرے میں ابھریں۔ بینی چونک پڑی۔ اس نے کافی کا کپ رکھ دیا اور اٹھ کر ایک طرف پہنچ گئی۔ پھر اس نے ایک انٹر کام کا سوئچ آن کر دیا۔
"لیس!" وہ کرخت لہجے میں بولی۔
"ہم پوائنٹ پر پہنچ رہے ہیں باس!"
"رابطہ قائم کیا؟"
"کر رہے ہیں۔" جواب ملا۔
"ڈائرکٹ کر دو۔ میں بھی سننا چاہتی ہوں۔"
"اوکے باس!" دوسری طرف سے جواب ملا اور پھر چند لمحات کو خاموشی چھا گئی۔ پھر سائیں سائیں کی آوازیں ابھریں اور پھر ایک آواز سنائی دی۔ "ٹن۔۔۔ ٹن۔۔۔ ٹن۔۔۔ پی ٹن۔۔۔ نیکل۔۔۔ اوف۔۔۔ ٹن ٹن۔۔۔ اوور۔"
"پی ٹن۔۔۔ آن لائن۔۔۔ اوور۔" جوب ملا۔
"ہم قریب ہیں۔۔۔ کلیئر؟ اوور۔"
"گرین۔۔۔ ہر چیز ٹھیک ہے۔"
"باہر کی کیا پوزیشن ہے؟"
"سمندر صاف اور چمکدار ہے۔ کوئی سفید و سیاہ دھبہ دور دور تک نہیں ہے۔"
"ان کی رپورٹ؟"
"کلیر۔۔۔ اوور۔"
"تھینک یو۔۔۔۔۔ اوور اینڈ آل۔" ایک ہلکی سی آواز ابھری اور پھر صاف آواز ابھری۔ "آ... نے سنا باس؟"
"ہاں۔ بادبان اتار لو۔ انجن چلا دو۔ اوکے۔" بینی نے جواب دیا۔ اچانک اس کے چہرے پر رو... آ گئی تھی۔ آنکھوں میں بھی مسکراہٹ کی چمک پیدا ہو گئی تھی۔ پھر اس نے مسکراتے ہوئے میری طر... دیکھا اور بولی۔ "مسٹر ریتو! یوں لگتا ہے جیسے آج سے میں بھی ان توہم پر یقین کرنا چھوڑ دوں گی اور سچ... تو یہ ہے کہ تمہاری بات نے پہلے ہی میرے اس وہم میں ایک نشان ڈال دیا تھا۔"
"لیس باس!" میں نے مختصراً کہا۔

"کھلے سمندر میں نکل آنے کے بعد بھی ہمیں خود کو محفوظ نہیں سمجھنا چاہیے۔ تاہم ایک قدم اگر ...ہو تو میرا تجربہ ہے سارے معاملات ہی ٹھیک ہوتے چلے جاتے ہیں۔ بالمو کا سفر زیادہ طویل نہیں ہے لیکن ...ے کٹھن مسئلہ یہی ہے۔ اس کے بعد تو آسانیاں ہیں۔" وہ بولتی رہی اور ہم گردن ہلاتے رہے۔ پھر ...ے شیشے کے دوسری طرف کچھ روشنیاں نظر آئیں۔ شاید ڈنمارک کا آخری بیڑہ تھا جو سمندر کی حفاظت کر ...تھا۔ لانچ سے روشنی کے سگنل دیے گئے اور دوسری طرف سے بھی سبز روشنیوں کا اشارہ مل گیا۔
"ویری گڈ۔۔۔۔۔ آل کلیر۔" بینی نے کہا اور پھر بولی۔ "خطرہ رہتا ہے نا۔ دراصل سرحدی محافظ ...لتے رہتے ہیں۔ صرف چند لوگ ہیں جو ہمارے رازدار ہیں۔ ہم انہیں اچھا معاوضہ ادا کرتے ہیں اور جب ...کی ڈیوٹی ہوتی ہے تبھی مال نکالا جاتا ہے خواہ اس کے لیے کتنا ہی انتظار کرنا پڑے کیونکہ سارے آدمی تو ...ے تعاون نہیں کر سکتے۔"
"ہاں باس! کسی بھی ملک میں، سارے آدمی ہی کام کے نہیں ہوتے۔" میں نے محتاط الفاظ میں کہا۔
...ی خاموش ہو گئی۔ لانچ اب روشنیوں کے درمیان سے دور نکل آئی تھی اور اب دور دور تک ٹھاٹھیں مارتا ...ا سمندر تھا۔ بینی دوربین سے سیاہ سمندر کا جائزہ لیتی رہی اور پھر اس نے گردن ہلائی۔
"کافی ختم کر لی تم نے؟"
"لیس باس!"
"تب آؤ۔ لانچ کا ایک چکر لگائیں۔ ایرو اس لانچ کا کیپٹن ہے۔ بڑا ہی غصے والا آدمی ہے لیکن ...نظامی امور میں اس کا کوئی جواب نہیں ہے۔ تاہم ضروری ہے کہ لانچ کا جائزہ لے لیا جائے۔ آؤ۔" وہ اپنے ...کیبن سے باہر نکل آئی۔ ہم دونوں اس کے ساتھ تھے اور سردارے مسکرا رہا تھا۔ بینی تھوڑی سی آگے نکل ...گئی تو میں نے اس سے پوچھا۔
"کیوں دانت نکل رہے ہیں؟"
"چمچہ گیری میں بھی بعض اوقات مزا آتا ہے باس۔ اب دیکھو نا اس وقت ہم کتنے خوبصورت چمچے ...ظر آرہے ہیں اور پھر وہ بھی ایک خوبصورت لڑکی کے۔"
"تم میری غیرت جگانا چاہتے ہو؟" میں نے سنجیدگی سے پوچھا۔
"اوہ۔ نہیں استاد۔ اس میں غیرت کی بات نہیں ہے۔ یوں بھی خوبصورت لڑکیوں کے ساتھ ابتدا ...میں چمچہ گیری کرنی ہی پڑتی ہے۔ اس کے بعد ساری کسر پوری ہو جاتی ہے۔ کیا خیال ہے۔ ویسے لڑکی حلوہ ...ہے، میرا مطلب ہے تمہارے لیے۔"
"ہاں۔ بس تو بکواس بند کر دے اور خاموشی سے تماشا دیکھ۔"
"پتہ نہیں لانچ پر کوئی اور لڑکی بھی ہے یا نہیں!" سردارے گہری سانس لے کر بولا۔
"اس کا سفر ہی کتنا ہے، ڈیڑھ یا دو گھنٹے کا۔"
"اوہ، ہاں۔ یہ بھی ٹھیک ہے۔" سردارے نے کہا۔ ہم بینی کے ساتھ پوری لانچ پر چکراتے پھر رہے تھے۔ بینی کا موڈ بہت اچھا تھا۔ کبھی کبھی وہ ہمیں لانچ کے بارے میں بتانے بھی لگتی۔ پھر ایک جگہ رک کر اس نے کہا۔
"تمہیں نیند تو نہیں آرہی ریتو؟"

"نہیں باس آپ کی ہدایت کے مطابق ہم دن میں سو لئے تھے۔" میں نے جواب دیا اور وہ مطمئن ہو گئی۔ پھر اس نے ایک ملاح کو آواز دی "ہے گینو! تمہارے اوپر سوگ کیوں طاری ہے۔ موت کیوں آرہی ہے تمہیں؟" دوسرے لمحے ملاح دوڑتا ہوا اس کے قریب پہنچ گیا۔

"کیا حکم ہے مادام؟"

"لانچ ٹھیک جا رہی ہے؟" بنی نے پوچھا۔

"بالکل باس!"

"تب اپنا گٹار نکال۔ آج میں تجھے گٹار سنواؤں گی۔" بنی بولی اور گینو چھلانگیں مارتا ہوا ایک طرف بھاگ گیا اور بنی مسکرا کر مجھے دیکھنے لگی۔ "سناؤ گے نا رتو؟"

"میں کیسے انکار کر سکتا ہوں باس۔" میں نے عاجزی سے کہا اور بنی آنکھیں بند کر کے گردن ہلانے لگی۔

"گینو گٹار کا بادشاہ ہے لیکن شاید صرف ان لوگوں میں۔ ایرو بھی اس کے گن گاتا ہے۔ میں ابھی تک تمہارا یہ فن نہیں دیکھا رتو۔ ویسے سنا ہے تارستان میں تم نے خاصی دھوم مچا رکھی تھی۔"

"بس مادام۔ وہاں کے لوگوں نے میرے فن کو پسند کیا تھا۔" میں نے آہستہ سے کہا۔

"ویسے فطرتاً تم فنکار نہیں ہو۔"

"جی؟" میں اس کی بات سمجھ نہیں سکا تھا۔

"میں نے سنا بھی ہے اور پڑھا بھی ہے کہ فنکار عموماً نرم دل اور بے ضرر ہوتا ہے۔ اس کے ہاتھوں سے کسی کو تکلیف نہیں پہنچتی لیکن تمہارے ہاتھ تو ایسی بے دردی سے چلتے ہیں کہ بس۔ جانتے ہو اس رات کیا ہو گیا تھا؟"

"کس رات مادام؟" میں نے پوچھا حالانکہ میں سمجھ گیا تھا کہ وہ کس رات کی بات کر رہی ہے۔

"اسی رات جب ہم نے تمہارا امتحان لیا تھا۔ تین بہترین لڑاکے زندگی سے ہاتھ دھو بیٹھے تھے۔ خود پپا کو ان کی موت کا افسوس تھا اور انہوں نے اس واقعے کو میری حماقت قرار دیا تھا۔"

"اوہ ----- اوہ -----" میں بے ڈھنگے انداز میں ہنسنے لگا۔ "ہاں باس۔ آدمی کو ہر وقت ہر کام کے لیے تیار رہنا چاہیے۔"

"یہ بات تمہیں دوسروں سے ممتاز کرتی ہے۔ مجھے یقین ہے تم گروہ میں یقیناً کوئی خاص حیثیت حاصل کر لو گے۔"

"باس کی نوازش ہے۔" میں نے خوشامدانہ انداز میں کہا۔ اسی وقت گینو گٹار لے آیا۔ دوسرے لوگ گٹار دیکھ کر اس کے پیچھے چلے آئے تھے۔ غالباً گینو کا گٹار سب کی پسند تھا لیکن بنی کو دیکھ کر وہ ٹھٹھک کر رک گئے۔

"چلے آؤ۔ چلے آؤ۔ سمندر پر سکون ہے اور میں انسان کو انسان سمجھنے کی عادی ہوں، آجاؤ۔" اور سب دانت نکال کر دوڑ پڑے۔ گینو نے ایک مستول سے ٹیک لگائی اور گٹار کے تار درست کرنے لگا۔ بنی مسکراتی ہوئی ایک طرف کھڑی ہو گئی۔ ہم دونوں اس سے تھوڑے فاصلے پر کھڑے ہوئے تھے۔

"مسکراتی ہے تو بہت اچھی لگتی ہے ماسٹر۔ دیکھو ----- ذرا دیکھو۔" سردارے بیساختہ بول پڑا۔

"ہاں۔ ویسے بھی خاصی ہے، بس نک چڑھی ہے اس لیے زیادہ نہیں جچتی۔"

"ہاتھ مارے بغیر نہیں چھوڑنا استاد۔" سردارے دانت پر دانت جما کر بولا۔

"اس پر تو تمہاری نگاہ ہے۔" میں نے کہا۔

"توبہ کر چکا ہوں پھر بھی۔" سردارے مجھے گھورتے ہوئے بولا۔

"کیوں، توبہ کیوں کر چکے ہو؟" میں نے ہنستے ہوئے پوچھا۔

"سالن میں بھی تیز مرچیں کھانے کا عادی نہیں ہوں استاد۔ سیدھی سادی لڑکیاں پسند کرتا ہوں۔ ارے بستر کے نازک پھول آسانی سے حاصل ہو جائیں تو پھر کانٹوں میں ہاتھ ڈالنے سے فائدہ؟" سردارے کی آواز گٹار کی آواز میں دب گئی۔ گینو نے پوری "قوت" سے ایک نغمہ شروع کر دیا تھا۔ قوت سے ہی کہنا ٹھیک ہے کیونکہ بڑا پر شور نغمہ تھا۔ ملاح اس پر مست ہو رہے تھے۔ بنی بھی مسکرا رہی تھی۔ ہم لوگ بھی خاموش ہو کر اس نغمے کی طرف متوجہ ہو گئے۔ بنی خود بھی جھوم رہی تھی۔ اس کے ہونٹوں سے مسکراہٹ چپکی ہوئی تھی اور اس وقت وہ ہمیشہ سے مختلف نظر آ رہی تھی۔ پھر اس نے میری طرف دیکھا اور ہاتھ سے قریب آنے کا اشارہ کیا اور میں اس کے قریب پہنچ گیا۔

"کیا خیال ہے رتو، کیا گینو لاجواب فنکار نہیں ہے؟"

"باس کہہ رہی ہیں تو یقیناً ہے۔" میں نے جواب دیا۔

"کیا مطلب؟ خود تمہارا اپنا کیا خیال ہے؟"

"میرا خیال۔" میں نے اس کا چہرہ دیکھتے ہوئے کہا۔ "میرا خیال ہے وہ صرف گٹار بجا لیتا ہے، فن سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہے۔"

"اور۔ تم فنکار ہو اس لیے میں اس بارے میں کچھ نہیں کہوں گی، لیکن اس کے نغمے کے بعد تم سناؤ گے۔"

"باس کے حکم کی تعمیل ہو گی۔ آپ اس نغمے کو ذہن میں رکھیں، اس کے بعد میرا نغمہ سنیں اور پھر ان دونوں کا فرق محسوس کریں۔"

"یقیناً ----- میں خود بھی گٹار سے دلچسپی رکھتی ہوں۔" بنی نے کہا اور پھر وہ خاموش ہو گئی۔ گینو جھوم جھوم کر گٹار بجا رہا تھا اور پھر اس نے نغمہ ختم کر دیا اور چاروں طرف تالیاں گونج اٹھیں۔ بنی نے بھی تالیاں بجائی تھیں۔ پھر اس نے زور سے کہا۔ "ہے گینو! اس وقت لانچ پر تو اکیلا فنکار نہیں ہے، ایک اور بھی ہے۔ لا گٹار ادھر دے۔ ایک نغمہ رتو کا ہو گا۔ اس کے بعد پھر تیرا۔"

"خوشی کی بات ہے باس۔ گٹار پیش ہے۔" گینو نے خوش دلی سے کہا اور گٹار بنی کے پیروں کے نزدیک رکھ دیا۔ بنی نے گٹار اٹھا کر مجھے دے دیا۔ لوگ میری طرف دیکھ رہے تھے۔ میں نے گٹار اٹھا لیا۔ عمدہ گٹار تھا۔ میں نے چند لمحات اس کے تار ٹیسٹ کیے اور پھر آہستہ آہستہ ایک نغمے کی دھن ترتیب پانے لگی۔ یہ میرا پسندیدہ نغمہ تھا جس کی مجھے کافی مہارت تھی۔ ایک اطالوی موسیقار کی ایجاد ----- اور میں نے اسے کچھ نئے رنگ دے دیئے تھے۔

چند ہی لمحات میں ان لوگوں کے رد عمل کا اندازہ ہو گیا۔ خود بنی مستعجبانہ انداز میں میری طرف دیکھ رہی تھی۔ مجھے بھی لطف آنے لگا۔ لوگوں کو متحیر کر دینے کی ایک خواہش جو عموماً تمام ذہنوں میں ہوتی ہے،

میرے دل میں بھی ابھر آئی اور میں نے اس نغمے کو کئی خوبصورت رنگ دیئے جس سے وہ اور حسین ہو گیا
عالم یہ تھا کہ چاروں طرف سکوت طاری ہو گیا تھا۔ یوں لگتا تھا جیسے سمندر کی لہریں بھی شور مچانے کی عادت
ترک کر کے چند لمحات کے لیے رک گئی ہوں اور حیرت سے منہ اٹھائے لانچ میں جھانک رہی ہوں۔ خود
میرے اوپر عجیب سی کیفیت طاری ہو گئی تھی۔ بس ایک مستی سی سارے بدن میں بھرتی جا رہی تھی اور نو
گٹار کے تاروں سے بہہ رہا تھا۔ جب تک اسے جاری رکھ سکا جاری رکھا۔ رنگ پر رنگ بدل رہے تھے اور
پھر آہستہ آہستہ نغمہ دم توڑنے لگا۔ پھر گٹار خاموش ہو گیا لیکن سب لوگ ابھی تک خاموش تھے۔
میں نے رک رک کر ایک ایک کی شکل دیکھی اور پھر گٹار بنی کے قدموں میں رکھ دیا اور بنی چونک
پڑی۔
"اوہ ---- اوہ ----" اس نے کراہتے ہوئے گردن جھٹکی۔ وہ کسی حد تک مضمحل ہو گئی
تھی۔ پھر اس نے دوبارہ گردن جھٹکی اور ایک گہری سانس لے کر بولی۔
"تم ---- تم واقعی انوکھے ہو ریتو۔ مان گئی۔"
"شکریہ باس!" میں نے آہستہ سے کہا۔
"گینو! کیا کہتا ہے ریتو کے فن کے بارے میں؟"
"بس اتنا باس کہ گٹار شاید ریتو کے لیے ہی ایجاد ہوا ہے' یا پھر اس کا روحانی رشتہ صرف گٹار سے
ہے۔ وہ جب اسے ہنساتا ہے تو گٹار ہنسنے لگتا ہے اور دلوں میں مستی بھر جاتی ہے اور جب وہ اسے آنسو دیتا ہے
تو کائنات کے آنسو بہنے لگتے ہیں۔" گینو نے فراخ دلی سے کہا اور بنی گردن ہلانے لگی۔
"میں نے بھی کئی بار محسوس کیا تھا' ریتو کے نغمے نے مختلف شکلیں اختیار کی تھیں۔" بنی نے کہا
اور پھر ---- اچانک سب چونک پڑے۔ روشنی کی ایک سیدھی لکیر لانچ پر پڑی تھی۔
ہماری نگاہیں بے اختیار روشنی کی سمت اٹھ گئیں۔ "یہ کیا ہے؟" بنی آہستہ سے بولی اور اسی وقت
لانچ کا کیپٹن اریو دوڑتا ہوا بنی کے قریب پہنچ گیا۔
"باس!" اس نے آہستہ سے کہا۔
"یہ کیا ہے اریو؟"
"شاید سمندروں میں گشت کرنے والی بین الاقوامی پولیس کی لانچ۔"
"اوہ ---- تو اب ---- اب کیا کیا جائے؟" بنی نے پریشان لہجے میں کہا۔
"نہ جانے ---- نہ جانے ان کی تعداد کتنی ہے۔ اگر ایک لانچ ہے' تب تو باس نمٹا جا سکتا
ہے۔"
بنی روشنی کی سمت نگاہیں دوڑانے لگی اور پھر اس نے آہستہ سے کہا۔ "تیاریاں کرو۔ ممکن ہے
مقابلے کی ضرورت پیش آجائے۔"
"اوکے باس!" اریو نے آہستہ سے کہا اور تیز قدموں سے ایک طرف چلا گیا۔
"ریتو!" بنی نے میری طرف دیکھا۔
"لیس باس!"
"آؤ۔ دیکھیں۔" اور وہ کنٹرول روم کی طرف چل پڑی۔ میں اور سردارے بھی اس کے پیچھے چل

دیئے۔ اپنے کمرے میں پہنچ کر بنی نے شیشے کی دیوار کے دوسری جانب پولیس لانچ کی طرف دیکھا اور پھر اس
کے منہ سے ایک آواز نکل گئی۔ اچانک ہی ہماری لانچ کی دوسری سمت سے روشنی کی ویسی ہی لکیر نمودار ہوئی
تھی اور اب ہماری لانچ پوری طرح روشنی کی زد میں تھی۔
"اوہ!" بنی نے آہستہ سے کہا۔ "بات کچھ زیادہ ہی بگڑ گئی ہے ریتو۔ شاید لانچوں کی تعداد کافی
ہے۔"
"شاید۔" میں نے آہستہ سے کہا۔
"بہر صورت' ہم مقابلہ کریں گے۔" بنی نے کہا اور پھر وہ پوری طرح مصروف ہو گئی۔ یہ کیبن ہی
شاید کنٹرول روم بھی تھا' جہاں سے وہ پوری لانچ کو ہدایات دے سکتی تھی۔ ایک چوکور سیاہ بکس کے قریب
پہنچ کر اس نے ایک سوئچ آن کیا اور پھر اس کی آواز ابھری۔
"اریو!"
"لیس باس!"
"تم اندازہ کر چکے ہو گے' لانچ گھیرے میں لی جا چکی ہے۔ اپنے آدمیوں کو چاروں طرف پھیلا دو۔
مقابلے کی تیاریوں میں زیادہ وقت نہیں لگنا چاہیے۔"
"لیس باس!" اریو کی آواز ابھری۔ شاید اس کے پاس بھی ٹرانسمیٹر موجود تھا۔ بنی پریشان نظر آنے
لگی تھی۔ اس سے اندازہ ہو گیا تھا کہ وہ زیادہ تجربہ کار نہیں ہے۔ اس نے سوئچ آف کر دیا اور پھر وہ ہماری
طرف مڑی۔
"اوہ' تم لوگ بھی نیچے جاؤ' اپنے طور پر حالات کو سنبھالو۔"
"باس!" میں آہستہ سے بولا۔
"ہوں!"
"آپ نے گٹار پر میرا نغمہ سنا؟"
"اس وقت نغمے کے بارے میں گفتگو کرنے کی کیا تک ہے؟" وہ کسی قدر جھنجلائے ہوئے انداز
میں بولی۔
"ہے باس!" میں نے آہستہ سے کہا۔
"کیا مطلب؟"
"میں گٹار کے نغمے کی طرح رائفل کا نغمہ بھی بجا سکتا ہوں۔"
"میں نہیں سمجھی ریتو۔" بنی نے الجھے ہوئے انداز میں کہا۔
"میرا خیال ہے باس' ہمارے آدمیوں کی تعداد زیادہ نہیں ہے اور ہم ابھی تک لانچوں کے بارے
میں بھی اندازہ نہیں لگا سکے کہ ان کی تعداد کتنی ہے۔"
"ہوں۔ پھر؟" بنی نے سوالیہ انداز میں کہا۔
"میرا مطلب ہے باس' ہم اتنے لوگوں کے ساتھ پولیس کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔"
"اوہ ریتو! کیا کہنا چاہتے ہو؟" بنی جھنجلائے ہوئے انداز میں بولی۔
"باس ---- چالاکی سے کام لینا ہو گا۔"

"تمہارے ذہن میں کوئی ترکیب ہے؟"
"ہاں۔" میں نے جواب دیا۔
"کیا؟"
"لانچ پر روشنی کر دی جائے اور چند آدمی بالکل سامنے لے آئے جائیں۔"
"تو پھر؟ اس سے کیا ہو گا؟"
"میرا خیال ہے باس، اس وقت آپ میرے کہنے پر عمل کریں۔"
"بکو مت!" بنی جھلائے ہوئے انداز میں بولی۔ "میں تم سے پہلے ہی کہہ چکی ہوں میں کسی کا مشو
قبول نہیں کرتی۔"
"مشورہ نہیں، التجا ہے باس۔" میں نے کھسیائے ہوئے انداز میں کہا۔
"لیکن اس سے فائدہ کیا ہو گا؟" بنی نے کہا۔
"ہم صرف چند لوگ سامنے لائیں گے جو لانچوں سے ملنے والے احکامات پر عمل کریں گے اور ہم لانچ والوں کو رینج پر لے آئیں گے اور ہمارے پوشیدہ آدمی ان پر حملہ کر دیں گے۔"
"اوہ۔ تمہارا خیال ہے کہ ————" بنی نے جملہ ادھورا چھوڑ دیا اور میری آنکھوں میں د
لگی۔ پھر اس نے آہستہ سے گردن ہلائی۔ "ٹھیک ہے، میں ہدایات جاری کرتی ہوں۔"
"بہت بہت شکریہ باس!" میں نے بدستور خوشامدانہ انداز میں کہا اور بنی ہدایات جاری کرنے
میں اسے ڈوب جانے دیتا۔ ظاہر ہے انٹرپول کی کوششیں تھوڑی ہی دیر میں ان لوگوں کا صفایا کر دیتیں
بہرحال، ہم دونوں بھی تو ان میں شامل تھے اور بنی جہنم میں جائے، اپنی جان بچانا تو بہرحال ضروری تھا۔
بنی نے ہدایات جاری کر دیں اور ایرو نے بھی اس تجویز کو بے حد پسند کیا۔ اس نے فوری طو
اس پروگرام پر عمل شروع کر دیا تھا۔ پھر میں نے بنی سے پوچھا۔ "لانچ پر اسلحہ تو کافی ہے مادام؟"
"ہاں اسلحے کی کمی نہیں ہے۔" بنی نے جواب دیا۔
"دستی بم وغیرہ بھی ہوں گے؟"
"موجود ہیں۔" بنی نے مجھے گھورتے ہوئے کہا۔
"تب باس، کیوں نہ لانچوں پر دستی بموں کی بارش کر دی جائے۔ صرف چند لوگ وہ ہوں جو گو
چلائیں۔ باقی لانچوں کو تباہ کریں۔"
"کیا تم لانچ پر تسلط چاہتے ہو ریتو۔ کیا تم دوسروں کو یہ بتانا چاہتے ہو کہ تم بہت بڑے لڑاکے
تمہاری تجاویز بڑی اہمیت رکھتی ہیں۔" بنی نے مجھے گھورتے ہوئے کہا۔
"یہ گفتگو میں تنہا آپ سے کر رہا ہوں باس، کوئی اور موجود نہیں ہے اس لیے دوسروں کی نگ
میں ممتاز ہونے کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ ویسے آپ کی مرضی ہے، جو آپ پسند کریں۔"
"ریتو! میں خصوصی طور پر تمہاری بات مان رہی ہوں لیکن میں تم سے کہہ چکی ہوں کہ م
کے مشورے قبول نہیں کرتی۔ یہ میری عادت نہیں ہے۔"
"مادام کی مرضی، لیکن یہ تو لانچ کو بچانے کے لیے ایک قدم تھا۔"
"کیا میں ذہنی طور پر ناکارہ ہوں؟" بنی جھلائے ہوئے انداز میں بولی۔

ب میں شرمندہ ہوں باس۔" میں نے کہا اور سردارے کو اشارہ کر کے بنی کے کیبن سے نکل
زار نگاہوں سے مجھے گھورنے لگی تھی۔ پھر اس نے پاؤں پٹختے ہوئے دوبارہ انٹرکام کا سوئچ آن کر
آواز ابھری۔
رو ———— ایرو! تمام آدمیوں کو مقابلے کے لیے تیار کرو۔ پہلے لانچوں کی روشنیوں کو نشانہ بناؤ
لانچوں پر گولیاں برسانا شروع کر دو۔"
ل۔ لیکن باس ————"
و کچھ کہا جا رہا ہے، کرو۔" بنی گرجی۔
یں باس!" ایرو نے جواب دیا۔ ہم دونوں نیچے پہنچ گئے تھے لیکن میں نے خاموش رہنا مناسب
میں سیدھا ایرو کے پاس پہنچا۔
ہیلو ایرو!"
یں مسٹر ریتو!"
یا پہلی ترکیب عمدہ نہیں تھی؟"
یقیناً۔ نہ جانے کیوں باس نے پروگرام بدل دیا۔ میں نے تو سوچا تھا کہ اس طرح کام بن جائے گا
کے اس دوسرے حکم سے میں خوش نہیں ہوں۔"
بات اس وقت حکم کی نہیں ہے، لانچ بچا کر لے جانی ہے، اپنے آدمیوں کی زندگی بچانی ہے اور بنی
ان عمر کی ایک لڑکی ہے۔ ناسمجھ اور احمق اس لیے اس وقت اس کے رتبے پر غور مت کرو۔"
اور ایرو سنسنی خیز نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگا۔
لیکن ———— اس کے بعد بہت برا ہو گا مسٹر ریتو!"
اوہ۔ اس وقت اس کی پروا مت کرو۔ میں نے یہ بات اس کے باپ سے بھی کی تھی اور اس کے
اس نے مجھے لانگ تھری دیا اور بلیک اسٹار کا عہدہ بھی، تاکہ ضرورت پڑنے پر میں اپنا حق استعمال کر

"آپ بلیک اسٹار ہیں جناب؟"
"ہاں۔ یہ نشان دیکھو۔" میں نے بلیک اسٹار کا نشان اسے دکھایا۔
"بس اب کوئی فکر نہیں ہے۔ تو وہ پہلی تجویز آپ کی تھی؟"
"ہاں اور اب ایک اور تجویز ہے!"
"وہ کیا جناب؟"
"لانچیں بہرحال ابھی اتنے فاصلے پر ہیں کہ ہمیں تھوڑی مہلت اور مل سکتی ہے اس لیے اسلحہ
دستی بموں کا ذخیرہ نکال لو اور اپنے آدمیوں کو ایسی جگہ چھپا دو جہاں سے وہ دونوں لانچوں کو دستی
نشانہ بنا سکیں، باقی چند گولیاں برسانے پر رہیں۔ صرف ان لوگوں کو دھوکے میں رکھنا ہے ورنہ وہ
"
بالکل ٹھیک جناب۔ میں ابھی سارے انتظامات کر لیتا ہوں۔" "بنی کو فی الحال اس کی
کے مطابق جوابات دیے جائیں تاکہ وہ مطمئن رہے۔"

"او کے سر!" ایرو نے جواب دیا اور پھر وہ اٹھ گیا۔

لانچیں نزدیک سے نزدیک تر آتی جا رہی تھیں۔ پھر ان پر سے میگافون کے ذریعے کہا گیا۔ "ایک ایک حرکت نگاہ میں ہے۔ ہلنے کی کوشش مت کرنا' کوئی حرکت نہ ہونے پائے ورنہ لانچ ایک... تباہ کر دی جائے گی۔"

"ایرو!" میں نے ایرو کو آواز دی۔

"یس ------ یس مسٹر ریتو!"

"میگافون ہے؟"

"یس سر!"

"مجھے دو۔" میں نے کہا اور چند ساعت کے بعد ایرو نے دو ہلکی ٹائی گنیں اور ایک میگا... مہیا کر دیا۔ ٹائی گنیں ہم نے روشنی کی زد سے بچتے ہوئے اپنے لباسوں میں چھپالی تھیں اور پھر م... فون پر کہا۔

"کسی غلط فہمی کا شکار ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ براہ کرم اپنے بارے میں بتاؤ۔"

"پولیس ------ انٹرنیشنل پولیس۔" جواب ملا۔

"تب ٹھیک ہے۔ کیا چاہتے ہو؟"

"جتنے افراد لانچ پر موجود ہیں' سامنے آجائیں۔"

"صرف ایک منٹ انتظار کرو۔" میں نے کہا اور پھر کل چھ آدمیوں کو میں نے اس طرح... جیسے بہت سے لوگ کھڑے ہوں۔ تبھی بینی کی آواز ابھری۔

"ایرو! یہ کیا ہو رہا ہے؟ میں کہتی ہوں یہ کیا ہو رہا ہے؟" وہ غرائی۔

"جواب دینے کی ضرورت نہیں ہے ایرو۔ میں ساری ذمہ داری قبول کروں گا' تمہار... نہیں آئے گی۔" میں نے میگافون منہ کے پاس سے ہٹا کر کہا۔

"کیا لانچ پر کل یہی آدمی ہیں؟" پولیس لانچ سے پوچھا گیا۔

"ہاں!" میں نے جواب دیا۔

"کون ہو؟ اور کہاں جا رہے ہو؟"

"ڈنمارک سے نکلے ہیں اور سویڈن جا رہے ہیں۔ لانچ افریقہ کے ایک جزیرے کی... کے لیے سامان لے جا رہے ہیں۔"

"کیا تمہارے پاس کلیرنس سرٹیفکیٹ موجود ہے؟"

"مکمل کاغذات موجود ہیں۔" میں نے فوراً جواب دیا۔

"لانچ کی تلاشی لی جائے گی۔"

"ہمیں اعتراض نہیں ہے۔"

"شکریہ! ہم لانچیں برابر لا رہے ہیں۔ تعاون کرو۔" پولیس لانچ سے کہا گیا اور میں نے... کر دی۔ لانچیں نزدیک آنے لگیں۔ ایرو تعریفی انداز سے مجھے دیکھ رہا تھا۔ اس کی آنکھیں چمک... اور پھر دونوں لانچیں کافی قریب آگئیں۔ ان پر موجود آدمی مسلح کھڑے تھے لیکن اس سے زیادہ...

...ٹھیک نہیں تھا اس لیے میں نے ایرو کو اشارہ کیا۔

"یس سر!" ایرو سرگوشی میں بولا۔

"تیار ہو؟" میں نے بھی اسی انداز میں کہا۔

"بالکل!" ایرو نے جواب دیا۔

"تب ------" میں رکا اور پھر میں نے دونوں ہاتھ اوپر کر کے نیچے گرا دیئے اور اچانک لانچ سے ...برسنے لگیں اور پھر دستی بموں کی بارش ہو گئی۔ پولیس لانچوں نے زبردست دھوکا کھایا تھا۔ گولیاں ...ے آدمیوں کو چاٹ گئیں اور دستی بموں نے لانچوں پر تباہی مچا دی۔ ایسا اچانک اور ایسا بھرپور حملہ تھا ...ن لانچوں سے ایک بھی گولی نہیں چلی اور پھر دوسرے حکم کے تحت لانچ پیچھے ہٹالی گئی۔ دستی بم ...رہے تھے اور پولیس لانچوں پر افراتفری پھیلی ہوئی تھی۔

"کافی ہے ایرو۔ لانچ بچا کر نکال لے چلو۔" میں نے کہا۔ ایرو اب میرے ساتھ مکمل تعاون کر رہا ...نے میری اس ہدایت پر بھی عمل کیا اور ہم نے لانچ کافی پیچھے ہٹالی۔ دونوں پولیس لانچوں پر آگ لگی ...ی۔ پیچھے ہٹ کر ہم نے ایک سمت پکڑی اور چل پڑے۔ ملاح خوشیاں منا رہے تھے اور ایرو میرا ...ن گیا تھا۔

"تم تو واقعی حیرت انگیز انسان ہو ریتو!" اس نے کہا۔

"کیوں ایرو؟"

"کینو تمہارے فن کے گن گا رہا ہے حالانکہ وہ اپنے فنکار ہونے پر بڑا مغرور تھا اور اب میں ...زلت کے گن گا رہا ہوں۔" ایرو نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"دیکھنا یہ ہے کہ بینی کون سے سروں میں گا رہی ہے؟" میں نے مسکراتے ہوئے کہا اور ایرو نے ...نکھیں بند کر لیں۔

"اس کے گیت بڑے ہی خوفناک ہوں گے مسٹر ریتو!"

"ویسے اپنے اس انداز میں وہ باعث نقصان بھی ہے۔" میں نے کہا۔

"مکلینو اس کی خوشی کے لیے بڑے سے بڑا نقصان اٹھانے کو تیار ہے۔" ایرو نے آہستہ سے ...ا۔

"صرف مالی۔ انسانی زندگیوں سے کھیلنے کی اجازت تو اس نے نہ دی ہو گی؟"

"اوہ' نہیں میرے دوست! مکلینو نے ساتھیوں کی زندگی بھی مکلینو کی امانت ہوتی ہے اور ...کی کوئی چیز اس کی بیٹی کے استعمال میں آسکتی ہے۔"

"بہت خوب! گویا تم لوگوں کی زندگی کی کوئی ضمانت نہیں ہے؟"

"ضمانت۔ شاید نہیں۔" ایرو آہستہ سے ہنسا پھر خاموش ہو گیا۔ میں اسے غور سے دیکھنے لگا تھا۔ اسی ...سامنے سے آتی نظر آئی اور ایرو چونک پڑا۔ "مسٹر ریتو!" اس نے آہستہ سے کہا اور میں بھی بینی کی ...طرف لگا۔ بینی کا چہرہ لال ہو رہا تھا۔ اس کی آنکھیں خوفناک انداز میں چمک رہی تھیں۔ اس نے ایرو کی ...طرف اور سرد لہجے میں بولی۔

"یہ سب کیا ہو رہا تھا؟"

"سب ٹھیک ہو گیا باس! آپ نے دیکھا ہم نے انہیں کیسی شکست دی۔" ایرو نے جواب دیا۔
"تم نے؟" بنی نے بدستور سرد لہجے میں کہا۔
"ہاں باس! رات کا وقت تھا اور صورت حال بہت ہی خراب تھی کیا آپ ہماری اس کوشش سے خوش نہیں ہوئیں؟"
"بہت خوش ہوئی ہوں اور تمہیں انعام دینا چاہتی ہوں۔" بنی نے جواب دیا۔
"اوہ۔ باس۔ مقصد تو...... مقصد تو......" ایرو نے کہا لیکن بنی نے ہاتھ سیدھا کیا۔ اس کے ہاتھ میں پستول چمک رہا تھا۔
"میں کہتی ہوں میری ہدایت پر عمل کیوں نہیں کیا گیا؟"
"تب۔ باس ——" ایرو ہکلا کر رہ گیا۔
"تمہارا انعام ——" بنی نے فائر کیا اور گولی ایرو کے دل کے مقام پر پیوست ہو گئی۔ ایرو کا منہ کھلا' اس نے میری طرف دیکھا اور اسی وقت بنی نے دوسرا فائر کیا اور اس بار گولی نے ایرو کی پیشانی توڑ دی تھی۔
میری رگوں میں خون کی جگہ گرم لاوا تیرنے لگا اور اچانک میں غرا کر جھپٹا اور بنی کے پستول والے ہاتھ پر لات ماری۔ پستول کافی اونچا اچھل گیا تھا جسے سردارے نے لپک لیا۔ بنی خونخوار انداز میں میری طرف جھپٹی۔
"اوہ۔ اوہ کتے۔ ریتو کتے۔ تیری یہ مجال۔" اس نے مجھ پر حملہ کرنا چاہا لیکن میرے زوردار تھپڑ نے اس کے حواس درست کر دیئے۔ وہ چکرا کر نیچے گر پڑی تھی۔ پھر میں نے اس کے بال پکڑ کر اسے کھڑا کر لیا۔ چاروں طرف سے آدمی دوڑ پڑے تھے اور سردارے نے انہیں کور کر لیا۔
"خبردار —— کوئی اس معاملہ میں نہ بولے۔" سردارے نے غرا کر کہا۔
"ایرو —— کیپٹن ایرو!" بہت سی آوازیں نکلیں۔
"اسے بنی نے قتل کر دیا ہے۔ اس نے کیپٹن ایرو کو اس بات کی سزا دی ہے کہ اس نے لانچیں کیوں تباہ کر دیں۔" سردارے نے جواب دیا۔
"لیکن —— وہ ہمیں تباہ کر دیتے۔" بہت سے لوگ بولے۔
"بنی اسی میں خوش تھی۔" سردارے نے جواب دیا اور لوگ حیرت سے مجھے اور بنی کو دیکھتے رہے۔ بنی پاگل ہو گئی تھی۔ وہ اچھل اچھل کر حملے کر رہی تھی لیکن میں نے اس کی شکل بگاڑ دی تھی۔ میرے زوردار تھپڑوں نے اس کا منہ سرخ کر دیا تھا اور اس کے بہت سے بال اکھڑ کر میری مٹھی میں آ گئے تھے۔
"میں تجھے اٹھا کر سمندر میں پھینک دوں گا کتیا —— ورنہ ہوش میں آ جا۔" میں نے کہا اور ایک زوردار دھکا دے دیا۔ بنی گر پڑی اور پھر شاید وہ بے ہوش ہی ہو گئی۔ اتنی حیرت انگیز بات وہ برداشت نہیں کر سکی تھی۔ دوسرے لوگ عجیب گومگو کی کیفیت میں تھے۔ بنی کی یہ درگت ان کے لیے حیرت انگیز تھی۔ ذاتی طور پر شاید انہیں بنی سے محبت نہیں تھی' لیکن مکلینو کے خوف نے انہیں خوفزدہ کر رکھا تھا اور وہ فیصلہ نہیں کر پا رہے تھے کہ کیا کریں۔ ایرو کی موت بھی ان کے لیے تکلیف دہ تھی۔

"اسے اٹھا کر کیبن میں لیجاؤ سردارے اور سنبھالے رکھنا۔ میں ان لوگوں کو ہینڈل کرتا ہوں۔ وہ کام وقت سے پہلے ہو گیا جو ہمارے پروگرام میں شامل تھا۔"
"او کے استاد!" سردارے نے مستعدی سے کہا۔ ان لوگوں کی خاموشی نے ہماری ہمت کافی بڑھا دی تھی۔ سردارے نے جھک کر بنی کو دونوں ہاتھوں پر اٹھا لیا اور پھر وہ اسے لے کر آگے بڑھ گیا۔ میں نے کھڑے ہوئے لوگوں کی طرف دیکھا اور پھر دونوں ہاتھ اٹھا کر بولا۔
"ایرو مر چکا ہے۔ اس کی لاش کا کیا کیا جائے گا؟"
"بات کیا ہوئی مسٹر ریتو۔ مس بنی نے ہی ایرو کو قتل کیا ہے نا؟" ان میں سے ایک نے پوچھا۔
"ہاں۔ صرف اس بات پر کہ اس نے بنی کی مرضی کے خلاف جنگ کیوں لڑی بنی چاہتی تھی کہ اگر جنگ کی جائے خواہ اس میں ہمارے سارے لوگ مارے جائیں۔"
"وہ بہت ضدی ہے۔ ہمیں معلوم ہے اور مکلینو کی نگاہ میں ہماری زندگی کی کوئی حیثیت نہیں۔" دوسرے نے غصیلے لہجے میں کہا۔
"لیکن اب کیا ہو گا مسٹر ریتو؟"
"تم لوگ بتاؤ' تم کیا چاہتے ہو؟"
"ہم سب کی زندگی خطرے میں پڑ گئی ہے مسٹر ریتو۔ بنی' مکلینو سے کہے گی اور وہ ہمیں زندہ نہیں چھوڑے گا۔"
"اوہ۔ تمہیں اپنی زندگی بچانے کی جدوجہد کرنی چاہیئے۔"
"مگر کس طرح؟"
"یہ لانچ اب ہماری ہے۔ اس پر جو کچھ ہے ہمارا ہے۔ بس اسے حاصل کر کے آپس میں تقسیم کر لو اور لانچ کا منہ جدھر اٹھے نکل جاؤ اور پھر بقیہ زندگی دوسرے انداز میں گزارو۔ اس کے علاوہ کچھ نہیں ہو سکتا۔" میں نے کہا اور ان لوگوں کے چہرے سرخ ہو گئے۔ ان کی آنکھوں میں چمک آ گئی تھی۔
"کیا یہ ممکن ہے مسٹر ریتو؟"
"اس کے علاوہ اور کوئی بات ممکن ہی نہیں ہے۔" میں نے جواب دیا۔
"بنی کا کیا کیا جائے گا؟" کسی نے پوچھا۔
"اسے فوراً قتل کر کے سمندر میں ڈال دیا جائے۔" دوسرے نے مشورہ دیا۔
"میرا ایک اور خیال ہے دوستو۔" گینو نے دخل دیا اور دوسرے لوگ اس کی طرف متوجہ ہو گئے۔ "تم لوگ دیکھ چکے ہو' ریتو ہمارے لیے بہتر سوچتا ہے۔ وہ ذہین بھی ہے کیوں نہ ہم سارے معاملات اس پر چھوڑ دیں اور اس وقت تک اس کے کہنے پر عمل کریں جب تک اپنا کام نہیں کر لیتے۔"
"ٹھیک ہے۔ ہمیں منظور ہے۔" سب نے جواب دیا۔
"تب سب سے پہلے ایرو کی لاش کا بندوبست کرو۔" میں نے کہا اور سب میرے حکم کی تعمیل میں مصروف ہو گئے۔ وقت زیادہ نہیں تھا اس لیے بہت جلد ایرو کی لاش کو کپڑوں میں لپیٹ کر سمندر برد کر دیا گیا۔ پھر میں نے ملاحوں کو جمع کیا اور پوچھا۔ "بالمو کا سفر کتنا ہے؟"
"سیدھے راستے سے ڈیڑھ گھنٹے میں بالٹک عبور کیا جا سکتا ہے لیکن ہم لمبا چکر لگا کر آئے ہیں تاکہ

لانچ کا راستہ نہ چیک کیا جاسکے۔ اس طرح تقریباً سات گھنٹے کا سفر بن جاتا ہے۔"
"گویا ہم دن میں بالمو پہنچیں گے؟"
"ہاں مسٹر ریتو!"
"پھر اس کے بعد' بالمو میں کیا ہوگا؟"
"بالمو میں گروہ کے لوگ مل جائیں گے' وہ ہمیں قصبہ لنڈ تک لے جائیں گے۔ وہاں سے دوسرا
گروپ لاگن تک اور لاگن سے تیسرا گروپ' ہمیں اسٹاک ہوم لے پہنچے گا۔"
"خوب!" میں نے گردن ہلائی۔ "مال کا کیا ہوگا؟"
"بس ان لوگوں کی تحویل میں پہنچ جائے گا۔ وہاں وہی لوگ مال تقسیم کریں گے۔ یعنی اس کے
ہمیں کوئی سروکار نہیں ہوگا۔"
"لیکن اب صورت حال دوسری ہے دوستو۔ ان معلومات کے تحت میں نے اپنا فیصلہ بدل
ہے۔" میں نے کہا۔
"وہ کیا مسٹر ریتو؟" گینو نے پوچھا۔
"ہم کل کا دن سمندر میں گزاریں گے۔ یعنی وقت پر وہاں نہیں پہنچیں گے جہاں ہمیں پہنچنا
بلکہ ایک دن سمندر میں گزار کر رات کو بالمو کے اس ساحل سے لگیں گے جہاں ہمیں پہنچنا تھا اور پھر
لانچ خالی کرلیجائے گی اور اگر کچھ لوگ اس وقت بھی مل گئے تو پھر ان سے نمٹ لیا جائے گا۔"
"اوہ' لیکن مسٹر ریتو' سمندر بھی ہمارے لیے خطرناک ہے۔ انٹرپول کی صرف دو لانچیں گشت
نہیں ہوں گی' دوسری لانچیں دوسرے علاقوں میں ہوں گی اور ممکن ہے انہیں اپنی ان دو لانچوں کی گم
کی اطلاع مل جائے۔ ایسی صورت میں ہم سمندر میں زیادہ نقصان اٹھا جائیں گے۔" گینو نے کہا۔
"ہوں۔" میں اس کی بات پر غور کرنے لگا۔ بات کسی حد تک ٹھیک ہی تھی لیکن ابھی ذہن
طور سے کام بھی نہیں کر رہا تھا۔ جو کچھ ہوا تھا' غیر متوقع طور پر ہی ہوا تھا اور کوئی بات ذہن میں فٹ
رہی تھی۔ میں نے چند ساعت سوچا اور پھر کہا۔ "ٹھیک ہے گینو۔ ابھی لانچ کو اپنے راستے پر چلنے
رات سونے کی رات تو نہیں ہے۔ ہم کوئی فیصلہ کرلیں گے۔"
"اوکے مسٹر ریتو! لیکن ایک بات میں آپ سے ضرور کہوں گا۔" گینو نے کہا۔
"کیا؟" میں نے پوچھا۔
"اگر اس پروگرام پر عمل کرنا ہے جس کے بارے میں آپ نے کہا ہے تو اس کے لیے ضروری
کہ آپ بنی کو ختم کردیں۔"
"اوہ' نہیں گینو۔ یہ ممکن نہیں ہے۔ ہم اسے زندہ رکھیں گے لیکن پوری نگرانی میں۔ اس
کہ وہ ہمارا کچھ نہ بگاڑ سکے گی۔ تم اسے میرے اوپر چھوڑ دو۔"
اوکے!" گینو نے کہا اور پھر ان لوگوں سے رخصت ہو کر میں اس طرف چل پڑا' جہاں
بنی کو لے گیا تھا۔ خود میرا ذہن چکرایا ہوا تھا۔ کوئی فیصلہ ہی نہیں کرپا رہا تھا۔ یہ سب کچھ قطعی غیر
لیکن اب تو اندھے فیصلے ہی کرنے تھے۔ وقت بہت کم تھا اور کام بہت۔ تھوڑی دیر کے بعد میں اس
میں پہنچ گیا جو بنی کا تھا۔ سردارے اسے یہیں لایا تھا لیکن صورت حال بڑی دلچسپ تھی۔ بنی کے دونوں

ے ہوئے تھے۔ پاؤں بھی بندھے ہوئے تھے اور وہ فرش پر بیٹھی سردارے کو گھور رہی تھی۔ خود
ایک کرسی پر اس کے سامنے بیٹھا ہوا تھا لیکن اس طرح کہ کرسی کی پشت بنی کے سامنے تھی اور
ہو بھی۔ سردارے نے گردن گھما کر میری طرف دیکھا اور میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل
مس بنی ہوش میں آگئیں۔" میں نے طنزیہ انداز میں کہا۔
ضرورت سے زیادہ ہی ہوش میں آگئی ہے استاد۔ ارے خدا کی قسم' اس نے میرے ہونٹوں پر وہ
سہ دیا ہے کہ خدا کی پناہ۔ یہ تو ماہر بوسیات معلوم ہوتی ہے۔" سردارے نے اردو میں کہا۔
کیا مطلب؟"
آنکھوں میں بھی بڑا نشہ ہے کم بخت کی۔ بس یوں سمجھ لو کہ میں نے پوری زندگی میں آج سے
یا کیا خود پر' اور معاملہ بھی دوسرا تھا' میں اب اتنا احمق بھی نہیں ہوں استاد۔ وہ مجھے بے وقوف
ہوئی تھی۔"
گر یہ ہوش میں بہت جلد آگئی؟" میں نے تعجب سے کہا۔
بے ہوش نہیں ہوئی تھی۔ کہہ رہی تھی بس چکر آگیا تھا۔" سردارے نے جواب دیا۔
تفصیل بتاؤ۔" میں نے کہا۔
اس میں نے یہاں لاکر بستر پر لٹایا تو اس نے آنکھیں کھول دیں۔ چند ساعت مجھے گھورتی رہی اور
طور پر ٹھنڈے لہجے میں بولی کہ یہ کیا ہوا۔ میں نے اسے تفصیل بتائی تو سوچ میں ڈوب گئی اور پھر
ہے انداز میں بولی کہ واقعی اس سے غلطی ہوئی ہے۔ اس نے بلاوجہ ایرو کو قتل کردیا۔ اس نے
سے معافی مانگنا چاہتی ہے۔ ریتو عظیم ہے۔ بہت سے رنگ بدلے ہیں اتنی سی دیر میں اس نے
ب میں بے بس بنا رہا اور اسے احساس ہو گیا تو اس نے مجھ سے لگاؤ کا اظہار کیا اور میرا بوسہ لے کر
کیا پوزیشن ہے۔ جب اس نے میرا بوسہ لیا باس تو میں نے محسوس کیا کہ اب میری کھوپڑی لائن
ئی ہے۔ چنانچہ حفظ ماتقدم کے طور پر میں نے اسے باندھ دیا اور پھر اسے بوسے لینے کی کھلی
دی۔ یقین کرو باس' میں نے اسے باندھنے کے بعد اس کا ایک بھی بوسہ نہیں لیا۔"
لوگ۔" بنی غرائی۔ تم لوگ میری زبان میں گفتگو نہیں کر سکتے؟"
سکتے ہیں مس بنی! فرمایئے؟" میں نے کہا۔
پوچھا ہے تم نے' اب کیا کرنا چاہتے ہو؟"
ہمارے ساتھی تمہارے خلاف ہوگئے ہیں مس بنی! انہیں ایرو کی موت کا رنج ہے۔"
چاہتے ہیں وہ؟"
مطلب وہ مکلینو کے تسلط سے آزادی اور تمہاری موت چاہتے ہیں۔"
مکلینو انہیں زمین کی تہہ میں بھی نہیں چھوڑے گا' وہ بخوبی جانتے ہیں اور تم بھی سن لو'
اگر کوئی زیادتی ہوئی تو۔ تم مکلینو سے واقف نہیں ہو۔ وہ تمہاری نسل تباہ کردے گا اور
سکون سے نہیں بیٹھے گا جب تک تمہارے خاندان کا ایک ایک فرد فنا نہ ہوجائے۔"
اس کا مطلب ہے کہ میرا ساتھی تمہارے بارے میں جھوٹ بول رہا تھا۔" میں نے متحیرانہ
خاموشی سے مجھے گھورتی رہی۔ "میرا ساتھی کہہ رہا تھا کہ تمہیں اچانک اپنی غلطی کا احساس

ہو گیا ہے۔ وہ مجھ سے پرزور فرمائش کر رہا تھا کہ تمہیں معاف کر دیا جائے تم اتنی بری نہیں ہو۔ بس ذرا
میں حماقت کر بیٹھی ہو۔"
"اوہ کتے۔ تمہاری حیثیت کیا ہے' تم مجھے معاف کرو گے۔ تم ——— تھو۔" اس نے
تھوک دیا۔
"ارے۔ ارے مس بنی! کیا کرتی ہیں۔ سب کیے کرائے پر پانی پھیر دیا۔" سردارے چیخا۔
"لکھ لو۔ تم اس بات کو لکھ لو۔ تمہیں ایسی عبرتناک موت دی جائے گی کہ تم۔ مرنے کے
اسے نہیں بھول سکو گے۔"
"سردارے!" میں نے سردارے کو آواز دی۔ مجھے اس پر بے پناہ غصہ آ گیا تھا۔ بس ذ
روشنیاں سی کوندنے لگی تھیں۔ طبیعت نہ جانے کیسی ہو گئی تھی۔ عجیب سی شیطانت ابھر رہی تھی
خود پہلی بار خود میں یہ کیفیت محسوس ہوئی تھی۔
"ماسٹر!" سردارے نے اداکاری کی۔
"باہر جاؤ!" میں نے کہا اور سردارے نے چونک کر مجھے دیکھا لیکن چند ساعت کے لیے
تو میں نے اس کی طرف دیکھا اور سردارے ایک دم سنبھل گیا۔
"اوکے استاد۔ اوکے۔" اس نے کہا اور باہر نکل گیا۔
"سنو۔" میں نے اسے آواز دی اور وہ رک گیا۔ "جب تک میں دروازہ نہ کھولوں کوئی
آئے۔" میں نے کہا اور سردارے گردن ہلاتا باہر نکل گیا۔ نہ جانے میری صورت اس وقت کیسی
تھی۔ بہرحال زندگی میں ایک نئی کیفیت سے آشنا ہو رہا تھا۔ یوں لگ رہا تھا جیسے سینے میں دل کی جگہ
ایک ٹکڑا رکھا ہو۔ سردارے باہر نکل گیا تو میں نے کیبن کا دروازہ اندر سے بند کر لیا اور پھر میں
اس کے قریب پہنچ گیا۔ میں نے اس کے بال پکڑے اور اس کا چہرہ اوپر اٹھا لیا۔
"مکلینو! میں اسے خارش زدہ کتے سے زیادہ اہمیت نہیں دیتا۔ سمجھی کتیا۔ میں مز
سے نکلنے کے لیے اسے احمق بنا رہا تھا۔ میں نے خود اس تک رسائی حاصل کی تھی اور میں اپنی
کامیاب رہا۔ میں ساری دنیا میں سب سے زیادہ مغرور انسان ہوں۔ میں اپنے سامنے کسی کو کچھ
نہیں سمجھتا' مکلینو کیا بیچتا ہے لیکن تیرے خیال میں' وہ بے حد خطرناک ہے تو سن۔ میں
بدترین سلوک کروں گا اور پھر تجھے چھوڑ دوں گا۔ تو مکلینو کو میرے بارے میں سب کچھ
کے بعد میں اس کے انتقام کا انتظار کروں گا۔"
میری آواز میں نہ جانے کیا تھا' بنی کے چہرے پر کسی قدر بدحواسی نظر آئی۔ میں نے
اسے کھڑا کر لیا پھر گھما کر اس کا رخ دوسری طرف کر لیا اور اس کے ہاتھ کھول دیے' اس کے
اور پھر اسے بازوؤں میں بھر کر میں نے اسے مسہری پر اچھال دیا۔ بنی کے حلق سے ایک چیخ نکلی
اس وقت میں درندہ بنا ہوا تھا۔ کوئی آواز میرے کانوں میں نہیں آ رہی تھی۔ میں مسہری پر پہنچ
نیچے چھلانگ لگانے کی کوشش کی لیکن میں نے اسے بازوؤں میں سنبھال کر پھر مسہری پر پٹخ دیا
کے واقعات کی تفصیل میرے ضمیر پر ہتھوڑوں کی طرح برس رہی ہے۔ میں اپنی زندگی
بدترین دور تصور کرتا ہوں' جب انسانیت کا کوئی احساس میرے اندر باقی نہیں رہ گیا تھا۔

بدترین عرصہ تھا۔ میں خود کو شدید مجرم محسوس کرتا ہوں حالانکہ میری ذہنی تربیت حالات نے کی
کن ہے آپ میرے اس دور کو نفرت کی نگاہ سے دیکھیں۔ میں چاہوں تو اسے چھپا بھی سکتا ہوں لیکن
ن ایک اعتراف ہے۔ میں نے اس میں ہر سیاہ سفید سب کم و کاست پیش کیا ہے اس لیے میں اپنی اس
خص ہوں۔ میں کچھ نہیں چھپاؤں گا۔
میں نے زندگی میں پہلی بار اس درندگی کے دور میں قدم رکھا۔ بنی لڑکی تھی۔ وہ غرا رہی تھی' نوچ
کر رہی تھی لیکن میں نفرت سے اسے پامال کر رہا تھا۔ میں اس کے غرور کی ایک ایک شکن مٹا دینا
میں اسے بے بسی کی انتہا تک پہنچا دینا چاہتا تھا۔ میں نے اس کے ساتھ ہر وہ بہیمانہ سلوک کیا جس کی
انسانیت نہیں دیتی اور پورے ایک گھنٹے تک وحشت و بربریت کے مناظر سامنے آتے رہے اور پھر
لت خوردہ لڑکی میرے سامنے پڑی تھی۔ میں نے نفرت سے اسے مسہری سے دھکیل دیا۔ نیچے
نے اٹھنے کی کوشش نہیں کی تھی۔
ب میں نے خود کو درست کیا اور پھر باہر نکل آیا۔ سردارے باہر موجود تھا۔ میں نے اس کی طرف
سردارے کے چہرے پر عجیب سی کیفیت تھی۔
"کیا پوزیشن ہے؟" میں نے پوچھا۔
"خاموشی ہے استاد!" سردارے آہستہ سے بولا۔
"اندر جاؤ۔ اسے نگاہ میں رکھو' کوئی حرکت نہ کرنے پائے۔" میں نے کہا اور سردارے نے گردن
پھر وہ اندر داخل ہو گیا اور میں حالات کا جائزہ لینے آگے بڑھ گیا لیکن اسی وقت گینو آتا نظر آیا اور
کر اس کا انتظار کرنے لگا۔ گینو تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا میرے قریب پہنچ گیا۔ غالباً وہ دوڑتا آیا تھا۔
"گڑبڑ ہو رہی ہے مسٹر ریتو!" اس نے کہا۔
"کیا بات ہے؟"
"ٹرائن' مکلینو کا منہ چڑھا ہے۔ برا آدمی نہیں ہے۔ ایرو سے وہ بھی انسیت رکھتا ہے لیکن میرا
وہ مکلینو سے خوفزدہ ہے۔"
"پھر؟"
"اس نے چند لوگوں کو اپنے ساتھ کر لیا ہے۔ ان کا خیال ہے کہ بہرصورت بنی کے احکامات کی
کرنی چاہیے کیونکہ بالمو پہنچ کر بہرحال مکلینو کے آدمیوں سے واسطہ پڑے گا اور اگر بنی کے
ا برا سلوک ہو گیا تو پھر کہیں پناہ نہیں مل سکے گی۔ اس نے بہت سے لوگوں کو اپنا ہم خیال بنا لیا ہے۔
ہے اب وہ آپ کے خلاف گڑبڑ کریں گے۔"
"ان کی تعداد کتنی ہوگی گینو؟"
"تقریباً بارہ آدمی ہیں۔"
"ہوں۔ کیا دوسرے لوگ ہمارا ساتھ دیں گے؟"
"ممکن ہے وہ بھی خوفزدہ ہو کر ٹرائن کی باتوں میں آ جائیں۔"
"خود تمہارا کیا خیال ہے؟"
"میں ان سے مختلف انداز میں سوچ رہا ہوں۔"

"یعنی؟"

"میرا دعویٰ ہے کہ اس کے باوجود وہ موت کا شکار ہو جائیں گے۔ بنی بے حد حد کینہ پرور ہے۔ لوگ اس وقت یکجا ہی تھے جب آپ نے بنی کو مارا تھا اور مکلینو اس بات پر انہیں کبھی معاف نہ کرے گا۔ اب بنی سے ہمدردی کرنے کے باوجود وہ نہ بچ سکیں گے۔"

"تم میرا ساتھ دو گے؟"

"ہاں!" گینو نے فیصلہ کن لہجے میں کہا۔

"تو پھر جاؤ۔ اپنے چند آدمیوں کو علیحدہ کر کے مسلح کر دو۔ انہیں بھی سمجھا دو کہ ٹرائن کا ساتھ دینے سے انہیں کوئی فائدہ نہیں ہو گا۔ بہتر ہے کہ سویڈن پہنچ کر وہ دنیا کے مختلف حصوں میں نکل جائیں اور مکلینو سے نجات حاصل کر لیں۔"

"آپ کو بھی اسلحے کی ضرورت ہو گی مسٹر ریتو؟"

"اوہ۔ ہمارے پاس اسٹین گنیں موجود ہیں۔ اگر وہ گڑبڑ کریں تو۔ تم جانتے ہو گینو۔"

"اوکے مسٹر ریتو! ویسے حالات بری طرح بگڑے ہیں لیکن خیر۔ ہم کون سے اچھے لوگ ہیں۔ جاتا ہوں آپ ہوشیار رہیں۔" گینو نے کہا اور میں نے گردن ہلا دی۔ گینو واپس چلا گیا اور میں بھی وہاں سے واپس پلٹ پڑا۔ پھر میں نے سردارے کو آواز دی اور سردارے باہر نکل آیا۔

"کیا کر رہی ہے؟"

"اسی پوزیشن میں خاموش پڑی ہے۔ یوں لگتا ہے جیسے ذہنی توازن کھو بیٹھی ہو۔ میری طرف بھی نہیں، بس زمین پر پڑی چھت کی طرف تک رہی ہے۔" سردارے نے جواب دیا۔

"آؤ۔" میں نے سردارے سے کہا اور کیبن میں آ کر میں نے بنی کو زمین سے اٹھایا۔ پھر اسے دوبارہ اس کے ہاتھ پاؤں میں ڈال کر اسے مسہری پر لٹا دیا اور بدن پر چادر ڈال دی۔ پھر میں نے سردارے کو اسٹین گن سنبھالنے کے لیے کہا اور ہم دونوں خاموشی سے باہر نکل آئے۔ میں چاروں طرف دیکھ رہا تھا۔ میں نے ایک جگہ منتخب کی۔ یہ بلندی پر تھی۔ میں سردارے کے ساتھ وہیں بیٹھ گیا۔

"ہم یہیں سورج نکلنے کا انتظار کریں گے۔"

"ٹھیک ہے باس!" سردارے مستعدی سے بولا۔

"نیند تو نہیں آ رہی؟"

"بالکل نہیں۔ میں ٹھیک ہوں۔"

"صورت حال بگڑی ہوئی ہے۔"

"یعنی؟"

"ٹرائن نے ملاحوں کی بڑی تعداد اپنے حق میں کر لی ہے۔ وہ لوگ بنی کے حق میں کام کر رہے ہیں اور ظاہر ہے، ہمارے خلاف ہیں۔"

"ارے۔ یہ ٹرائن کون ہے؟" سردارے نے تعجب سے پوچھا۔

"انہی میں کوئی ہو گا۔"

"تو وہ کیا چاہتے ہیں؟"

"ظاہر ہے بنی کو خوش کرنے کے لیے ہماری موت۔"

"ہمارے ساتھ بھی کچھ لوگ ہیں؟"

"گینو۔ اب وہ کتنے لوگوں کو اپنا ہم خیال بناتا ہے، یہ تو معلوم ہونے میں دیر لگے گی۔"

"اوہ۔ پھر فکر کس بات کی ہے استاد۔" سردارے نے چہک کر کہا اور اسٹین گن پر ہاتھ پھیرنے لگا۔

"فکر کسی بات کی نہیں ہے، بس اطلاع دی ہے۔"

"اوکے چیف۔ سب ٹھیک ہے۔ بات اس الو کی پٹھی نے ہی خراب کی ہے۔ ویسے میرا خیال ہے آپ نے اس کا دماغ درست کر دیا ہے۔" سردارے بولا۔ میں نے اس کی بات کا کوئی جواب نہیں دیا اور خاموشی سے چاروں طرف دیکھتا رہا۔

عجیب خوفناک رات تھی۔ اپنی سیاہی میں بے شمار واقعات سمیٹے ہوئے۔ اس پوری رات کی کہانی صدیوں کی کہانی معلوم ہوتی تھی۔ بہت کچھ ہوا تھا اس رات میں، بہرحال، اس کی سیاہ چادر سمٹنے لگی اور اجالا پھوٹ نکلا۔ پھر روشنی ہو گئی۔ اور روشنی کی پہلی کرن کے ساتھ ہی ہم نے بہت سے ملاحوں کو دیکھا اور جو اسلحہ لیے ہوئے بنی کے کیبن کی طرف آ رہے تھے۔

"ہوشیار سردارے! یہ بہت اچھی بات ہے کہ انہوں نے کھیل شروع کرنے کے لیے روشنی کا انتظار کیا۔" میں نے کہا۔

"گینو کہاں ہے استاد؟"

"وہ ان میں نہیں ہے۔"

"بہت سے لوگ نظر نہیں آ رہے۔"

"ہاں۔" میں نے گردن ہلائی اور اسی وقت ایک ملاح چیخ کر بولا۔

"ریتو! باہر آؤ۔ مادام بنی کو باہر لاؤ۔ ہم مکلینو کے وفادار ہیں۔ اگر تم نے بنی کے ساتھ کوئی برا سلوک کیا ہے تو ہم تمہیں اس کی سزا دیں گے۔"

"اگر تم خود کو گرفتاری کے لیے پیش کر دو گے تو ہم تمہیں زندہ رہنے دیں گے۔ تمہارا فیصلہ مکلینو ہی کرے گا۔ ہماری زندگی میں تم بنی کو نقصان نہیں پہنچا سکتے۔ دوسری صورت میں ہم تمہیں قتل کر دیں گے۔ باہر آؤ۔ باہر آؤ۔" وہ سب مل کر شور مچانے لگے۔ میری آنکھوں میں خون اتر آیا تھا۔ میں نے ان کے عقب میں گینو کی تلاش میں نگاہیں دوڑائیں لیکن گینو اور دوسرے لوگ نظر نہیں آئے۔ ممکن ہے اس کا فیصلہ بدل گیا ہو اور اس نے ان لوگوں کے معاملے میں دخل نہ دینے کا فیصلہ ہی کر لیا ہو۔ میں نے سوچا۔ بہرحال مجھے کسی کی مدد کا نہ انتظار تھا اور نہ ضرورت۔

"سردارے!" میں آہستہ سے غرایا۔

"تیار ہوں باس!" سردارے نے میرے بازو پر ہاتھ رکھ دیا۔ ہم دونوں اسٹین گنیں سیدھی کر کے اوندھے لیٹ گئے۔ وہ سب ہماری رینج پر تھے۔

"باہر آؤ کتے۔ تم نے مادام بنی کے ساتھ جو سلوک کیا ہے، اس کی تمہیں سزا ملے گی۔ باہر آؤ۔ مادام بنی کو باہر لاؤ۔" وہ پھر چیخے اور اب انتظار کی نہ تو تاب تھی اور نہ ضرورت۔ ہم نے ان کا نشانہ لے کر اسٹین گنوں کے دہانے کھول دیے اور گولیاں برسنے لگیں۔ وہ تھے ہی کتنے، دوسرے نشانے پر تھے،

تیسرے اس بات کے لیے تیار بھی نہ تھے چنانچہ مرنے کے سوا کچھ نہ کر سکے۔ یہ اندازہ بھی نہیں ہو سکے کہ گولیاں چل کدھر سے رہی ہیں۔ چاروں طرف خون اچھلنے لگا۔ دہشت اور اذیت میں ڈوبی دردناک چیخوں اور کراہوں کا شور برپا تھا' مرنے والے آخری چیخیں مار رہے تھے اور سرد ہوتے جا رہے تھے۔ میں اور سردارے خاموش نگاہوں سے ان کا جائزہ لیتے رہے اور پھر آخری آدمی کے سرد ہو جانے کے بعد میں نے ایک گہری سانس لی اور سردارے کی طرف دیکھا۔

"کیا تم ان کی موت سے آزردہ ہو سردارے؟" میں نے پوچھا۔

"نہیں استاد۔ اب اس کی گنجائش کہاں ہے۔ میرے خیال میں' اس دور میں' اگر کسی کو مارنے کی ہمت نہ کی جاسکے تو پھر خود مرنے کے لیے تیار رہنا چاہیے۔ بس حالات یوں چل رہے ہیں کہ جو پہلے مار دے۔" سردارے نے جواب دیا اور میں اپنی جگہ سے کھڑا ہو گیا۔ پھر ہم دونوں کیبن کی چھت سے نیچے کود آئے۔

"ادھر بھی کچھ گڑبڑ ضرور ہے سردارے۔" میں نے لانچ کے دوسرے حصے کی طرف بڑھتے ہوئے کہا۔

"کیا مطلب؟" سردارے چونک کر بولا۔

"گینو ۔۔۔۔ یا دوسرے لوگوں میں سے کوئی نظر نہیں آرہا۔"

"ہاں!"

"کیا اس ہنگامے کے بعد بھی ان لوگوں کو اس قدر خاموش رہنا چاہیے تھا؟"

"ہاں۔ کچھ غیر فطری سی بات ہے۔" سردارے نے کہا۔

"بہرحال چوکنا رہنا۔" میں نے اسے ہدایت کی اور ہم لانچ کے دوسرے حصے میں پہنچ گئے لیکن یہاں کا منظر بھی کم خوفناک نہیں تھا۔ کئی لاشیں پڑی تھیں' الٹی سیدھی' بے ترتیب۔ ان میں گینو کی لاش بھی تھی۔ اس کی گردن آدھی سے زیادہ کاٹ دی گئی تھی۔ دوسرے لوگوں کے جسموں پر بھی چاقوؤں کے زخم تھے۔ رازداری کی وجہ سے گولیاں نہیں چلائی گئی تھیں بلکہ دھوکے سے ان سب کو ذبح کر دیا گیا تھا اور یہ یقیناً مجھ سے وفاداری کا شاخسانہ تھا۔

"بے چارہ گینو۔ میری وجہ سے مارا گیا۔" میں نے تاسف سے کہا۔

"اوہ' اور یہ اس کے ساتھی ہیں' وہ جو ہمارے حق میں تھے۔" سردارے نے کہا۔

"ہاں۔" میں نے جواب دیا اور پھر ہم دونوں خاموشی سے ان لاشوں کو دیکھتے رہے۔ سردارے بھی خاموش تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد اس نے کہا۔

"تیرہ آدمی وہاں مارے گئے استاد' باقی یہ موجود ہیں۔ گویا اب اس لانچ پر صرف تین افراد زندہ ہیں۔"

"ہاں ۔۔۔۔ اور لانچ منشیات سے بھری ہوئی ہے۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"ہمیں اس کا کیا کرنا ہے استاد؟" سردارے بولا۔

"کیوں؟ کیا ہمیں دولت کی ضرورت نہیں ہے؟"

"اوہ۔ تو ۔۔۔۔ تو استاد۔"

"سب کچھ ذہن سے نکال دو۔ لانچ کنٹرول کرو۔ چلتے رہو۔ ہم مالمو پر ہی اتریں گے۔"

"کیا مطلب؟" سردارے چونک کر بولا۔

"راجہ نواز اصغر اب دوسروں کی انگلیوں کا محتاج نہیں ہے۔ جاؤ۔ لانچ کنٹرول کرو۔ ہمیں نہایت ہوشیاری سے پوری لانچ سنبھالنا ہے۔ تمہیں دقت تو نہیں ہوگی؟"

"استاد! میں اس بارے میں تجربہ نہیں رکھتا۔"

"تجربہ تو میں بھی نہیں رکھتا لیکن مشکل کام تو نہیں ہے۔ اچھا تم جاؤ۔ بنی کو انجن روم میں لے آؤ۔ میں لانچ کنٹرول کرتا ہوں۔" میں نے کہا اور سردارے اس بات پر آمادہ ہو گیا۔ میں لانچ کے کنٹرول کیبن میں پہنچ گیا۔ انجن اسٹارٹ تھا۔ ایندھن پورا موجود تھا' بس اسے چلانے کی ضرورت تھی۔ ہاں اگر کسی وجہ سے وہ بند ہو جاتی تو شاید ہم اسے نہ سنبھال پاتے' لیکن خوش بختی تھی کہ لانچ پورے آرڈر میں تھی۔ چنانچہ میں نے اسے بہ آسانی کنٹرول کر لیا۔

"تقریباً پندرہ منٹ کے بعد سردارے' بنی کے ساتھ آگیا۔ بنی کے چہرے پر وحشت تھی۔ سردارے نے بتایا کہ لاشوں کو دیکھ کر وہ بری طرح سہم گئی تھی اور اب اس کی ذہنی حالت ٹھیک نہیں تھی۔ وہ دہشت زدہ آنکھوں سے مجھے دیکھ رہی تھی۔

"بنی!" میں نے اسے نرم لہجے میں پکارا اور اس نے چونک کر مجھے دیکھا۔ دیکھتی رہی اور پھر اچانک اس پر چیخوں کا دورہ پڑ گیا۔ وہ بری طرح چیخ رہی تھی اور پھر وہ چیختے چیختے بے ہوش ہو گئی۔ سردارے خاموشی سے اسے دیکھ رہا تھا۔ "یہ گئی کام سے۔" میں نے کہا۔

"اب اس کا کیا کرو گے استاد؟"

"مکلینو کی بیٹی ہے' اسے واپس ملنی چاہیے۔"

"اوہ ۔۔۔۔ مگر کس طرح؟"

"سوچیں گے سردارے۔ میرا خیال ہے اب ایک عادت ترک کر دو۔"

"کون سی چیف؟"

"کسی مسئلے پر فکر مند ہونے کی عادت۔ جب حالات ہماری پرواہ نہیں کرتے تو ہم حالات کی پرواہ کیوں کریں۔ جو کچھ ہونے لگے' شروع ہو جائے' تب اس کے بارے میں سوچو پہلے سے سوچنا حماقت ہے۔"

"ٹھیک ہے استاد ۔۔۔۔ سوری۔" سردارے نے کہا اور میں خاموش ہو گیا۔ میرے ذہن میں منصوبے بن رہے تھے۔ فکر و تردد کا شائبہ بھی میرے ذہن کے کسی گوشے میں نہیں تھا۔ بس یہ سوچ رہا تھا کہ اگلا قدم کیا ہو۔ ممکن ہے ہم مالمو کے قریب ہوں۔ ظاہر ہے لانچ کا رخ اسی طرف تھا۔ ایسی صورت میں مکلینو کے آدمیوں سے مڈبھیڑ بھی ہو گی اور ان کی ضرورت بھی تھی۔ ظاہر ہے مالمو میرے لیے اجنبی تھا اور مجھے یہ بھی پتہ نہیں تھا کہ ہمیں کون سے ساحل پر جانا ہے۔ چنانچہ تھوڑی دیر کے غور و خوص کے بعد میں نے ایک فیصلہ کر لیا۔

"سردارے!" میں نے خاموشی سے سامنے دیکھتے سردارے کو آواز دی اور وہ چونک پڑا۔ وہ سوالیہ نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگا۔ "وہ کام کرو سردارے!"

"جی استاد؟"

"سب سے پہلے تو اسٹین گنیں پوری طرح لوڈ کرلو اور دو دو پستول لے کر لباس میں چھپالو۔ اس کے علاوہ تم اپنے بدن پر خون کے دھبے جگہ جگہ لگالو اور تھوڑا سا خون میرے لیے بھی لے آؤ۔"

"خون؟" سردارے ہچکچایا۔

"ہاں۔ کیا تمہیں کسی مردہ انسان کے نزدیک سے اس کا ضائع شدہ خون چراتے ہوئے خوف محسوس ہوگا؟" میں نے تمسخرانہ انداز میں کہا۔

"اوہ نہیں استاد۔ ایسی کیا بات ہے۔"

"تو جاؤ۔" میں نے کہا اور سردارے کیبن سے باہر نکل گیا۔ بنی بدستور بے ہوش پڑی تھی۔ ویسے اب مجھے اس لڑکی سے کوئی دلچسپی نہیں رہ گئی تھی۔ میں نے اسے نظرانداز کردیا۔ اپنے بال اور لباس بے ترتیب کرلیا اور سردارے کا انتظار کرنے لگا۔ سردارے تقریباً پندرہ منٹ میں واپس آیا تھا۔ بہرحال وہ بھی میرا مقصد بخوبی سمجھ گیا تھا اس لیے اس کا لباس بھی بے ترتیب تھا اور حلیے سے وہ کوئی زخمی انسان نظر آرہا تھا۔

"ونڈر فل!" میں اسے دیکھ کر مسکرایا۔

"جس کے خون سے میں نے یہ ڈرامہ کیا ہے استاد' اس سے پوری طرح معذرت کرلی ہے۔" سردارے نے پھیکے انداز میں مسکراتے ہوئے کہا۔

"یہ تمہاری شرافت کی دلیل ہے۔" میں نے بھی مضحکہ خیز انداز میں کہا۔

"شکریہ استاد! یہ تمہارے لیے حاضر ہے۔" اس نے ایک پلاسٹک کا پیکٹ میری طرف بڑھادیا جس میں خون بھرا ہوا تھا۔ میں نے پیکٹ اس کے ہاتھ سے لے کر خون کے دھبے اپنے بدن پر ہر جگہ لگائے۔ پیشانی اور بدن کے دوسرے کھلے ہوئے حصوں پر بھی خون لگایا اور اس کام سے فارغ ہوگیا۔

"ہائے استاد۔ تم تو مجھ سے بھی زیادہ زخمی ہوگئے لیکن اب ان خاتون کا کیا ہوگا؟"

"اسے یونہی رہنے دیا جائے گا۔"

"پروگرام کیا ہے استاد؟"

"ابھی تمہاری سمجھ میں آجائے گا۔" میں نے کہا اور سردارے آنکھیں بند کرکے مسکرانے لگا۔

"ارے نہ بھی سمجھ میں آئے تو کیا فرق پڑتا ہے۔ استاد کا کام ہے' کچا نہ ہوگا۔ مجھے پورا اطمینان ہے۔" سردارے نے کہا اور میں مسکرانے لگا۔ پھر اس نے دونوں اسٹین گنیں اور بھری ہوئی دو پستولیں میرے سامنے رکھ دیں۔

"تمہاری پستولیں کہاں ہیں؟" میں نے پوچھا اور سردارے نے اپنے لباس میں چھپی ہوئی پستولیں نکال کر میرے سامنے رکھ دیں۔ "ٹھیک ہے۔" میں نے مطمئن انداز میں گردن ہلائی اور پھر سامنے نگاہیں جما دیں۔ روشنی اب پوری طرح پھیل گئی تھی اور پھر کافی دور۔ نگاہوں کی آخری رینج پر ــــــ ایک سیاہ لکیر نظر آئی اور ہم دونوں چونک پڑے۔ دونوں ہی غور سے اسے دیکھنے لگے اور پھر سردارے نے میری طرف دیکھا۔

"بالمو!" اس نے آہستہ سے کہا۔

"یقیناً!" میں نے جواب دیا اور پھر میں نے کلائی کی گھڑی کو سامنے کرلیا اور اسے مکلینو کی

ـے طریقے پر آن کیا اور پھر میں اس پر کسی کو کال کرنے لگا۔ "ہیلو ــــــ ہیلو ــــــ ـــ ہوریشو ــــــ ہیلو ــــــ ہیلو۔" دوسری طرف سے جواب ملنے میں بھی دیر نہیں ہوئی

"ہیلو ــــــ کون ہے؟"

"بلیک اسٹار!"

"اوہ۔ نمبر؟"

"اٹھارہ!" میں نے جواب دیا۔

"اٹھارہ۔" دوسری طرف سے پرخیال انداز میں کہا گیا۔ "اوہ۔ شاید یہ نیا نمبر ہے؟"

"تمہیں میری گفتگو سے زیادہ نمبر سے دلچسپی ہے؟" میں نے ناگوار لہجے میں کہا۔

"اوہ۔ سوری مسٹر۔ فرمائیے؟"

"میں اس لانچ سے بول رہا ہوں جو بالمو کی طرف آرہی ہے۔"

"ارے۔ اوہ۔ سوری۔ معاف کیجئے گا۔ میں شرمندہ ہوں۔ آپ کتنی دور ہیں؟"

"میرا خیال ہے بالمو سے زیادہ دور نہیں ہوں۔"

"مادام بنی اسے کنٹرول کررہی ہیں؟"

"ہاں' لیکن......"

"معاف کیجئے گا مسٹر۔ کیا لانچ کو کوئی حادثہ پیش آگیا ہے؟"

"کیوں؟ تمہیں کیسے اطلاع ملی؟"

"اسٹاک ہوم سے خصوصی اطلاع ملی ہے۔ وہاں انٹرپول ہیڈ آفس میں ہمارا آدمی موجود ہے۔ ـات تو معلوم نہیں ہوسکیں لیکن خیال تھا کہ یہ مادام بنی کی لانچ ہی نہ ہو۔" دوسری طرف سے کہا گیا اور ـلینو کی اس شاندار کارکردگی سے میں بہرحال متاثر ہوا۔ کتنی پھرتی سے کام ہوا تھا لیکن اس کا مطلب ـسمندر بھی بے حد خطرناک ہے۔ ممکن ہے انٹرپول کی لانچیں ہماری تلاش میں چل پڑی ہوں۔

"ہیلو۔" دوسری طرف سے پکارا گیا۔

"ہوں۔ تمہارا اندازہ درست ہے۔ ہم ایک بدترین حادثے کا شکار ہوچکے ہیں۔ اس وقت لانچ کو کنٹرول کررہا ہوں۔ میں جو لانچ چلانے سے بھی واقف نہیں ہوں' اس کے علاوہ میں سخت زخمی ہوں۔ فوری طور پر مدد نہ ملی تو میں نہیں کہہ سکتا کہ آگے کیا ہوگا۔"

"اوہ!" دوسری طرف سے بھرائی ہوئی آواز سنائی دی۔ "آپ بالمو سے کتنی دور ہیں؟"

"ہمیں سمندر میں بالمو کی سیاہ لکیر نظر آرہی ہے۔" میں نے اکھڑی ہوئی آواز میں کہا۔

"سیدھے چلتے رہیں۔ رفتار بڑھادیں۔ ہم سمندر میں آپ کو پک کرلیں گے۔ حواس قائم رکھنے کی ـشش کریں۔"

"ٹھیک ہے۔" میں نے جواب دیا اور لانگ تھری بند کردیا۔ سردارے حیرت سے اس گھڑی کو دیکھ ـاتھا "کیا سمجھے؟"

"سمجھ رہا ہوں استاد ــــــ مگر یہ ٹرانسمیٹر؟"

"یہ مکلینو کے گروہ میں ایک مخصوص عہدے دار کو ملتے ہیں۔" میں نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

"تب پھر۔۔۔۔ تمہارے پاس کہاں سے آ گیا؟"

"مکلینو نے مجھے گروہ میں فوری طور پر ایک عہدہ دے دیا تھا۔"

"وہ۔ کب چیف؟" سردارے تعجب سے بولا۔

"اس وقت' جب تم سو رہے تھے اور بنی ہمیں تیاری کی ہدایت دے چکی تھی۔"

"نہ جانے کیا کیا کرتے رہتے ہو استاد۔" سردارے گہری سانس لے کر بولا۔

"بہرحال آئندہ کے بارے میں کوئی اندازہ لگا سکے ہو یا بتانا پڑے گا؟"

"ارے اب اتنے بڑے استاد کا شاگرد ایسا گدھا بھی نہیں ہو سکتا۔ بالکل ٹھیک ہے استاد۔ تم مت کرو۔" سردارے نے جواب دیا اور میں نے گردن ہلا دی۔ لانچ تیزی سے آگے بڑھ رہی تھی اور نمایاں ہوتی جا رہی تھی۔ پھر میں نے دوسرا کام کیا۔ بنی بے ہوش پڑی تھی۔ میں نے اس کی گردن کی پشت پر ایک اور ضرب لگا دی اور بنی کے ہاتھ پھیل گئے۔ اس کی بے ہوشی اور گہری ہو گئی تھی۔ سردارے عجیب سی نگاہوں سے مجھے دیکھ رہا تھا۔ پھر وہ آہستہ سے بولا۔

"بہت سے معاملات میں' میں تمہارا اعشر عشیر بھی نہیں ہوں استاد۔"

"مثلاً؟" میں نے مسکرا کر پوچھا۔

"یوں تو ساری باتیں ہی ایسی ہوتی ہیں جن میں میرا اور تمہارا فرق نمایاں ہوتا ہے لیکن عورتوں کے معاملے میں۔۔۔۔ خدا کی قسم اتنی خوبصورت لڑکی اگر میری گردن بھی دبا دیتی تو میں اسے اس بے دردی سے نہیں مار سکتا۔"

"اوہ۔۔۔۔ وہ دیکھو سردارے۔" میں نے ایک طرف اشارہ کیا اور سردارے میرے اشارے کی سمت دیکھنے لگا۔ ایک بڑا ہوور کرافٹ پانی پر اچھلتا ہماری طرف آ رہا تھا۔ اس کی رفتار طوفانی تھی۔ اس کا رنگ ... تھے اور تین چار آدمی نظر آ رہے تھے جو عریاں بدن تھے۔ لگتا تھا جیسے کچھ سر پھرے پکنک پر نکلے ہوں۔

"اسی طرف آ رہے ہیں استاد۔"

"ہاں۔ ذہین لوگ ہیں۔"

"کیا مطلب؟"

"جس انداز سے آ رہے ہیں اس پر کسی کو شبہ نہیں ہو سکتا۔"

"ہاں۔ یہ تو ہے۔"

"چلو تیار ہو جاؤ۔ حتی الامکان ان لوگوں کو احمق بنانا ہے۔ ہم سخت زخمی ہونے کی اداکاری کریں گے لیکن بہرحال ہوش و حواس میں رہیں گے۔"

"ایکشن ہو گا استاد؟" سردارے نے پوچھا۔

"ہاں' یقیناً! لیکن اس وقت' جب لانچ ان لوڈ ہو چکے گی۔"

"ویری گڈ!" سردارے نے چٹکی بجائی اور پھر ہم نے دوسرا کام یہ کیا کہ بنی کو آرام سے لٹا دیا۔ اس پر گہری بے ہوشی طاری تھی۔ ہوور کرافٹ برق رفتاری سے قریب سے قریب تر آتا جا رہا تھا۔

...کو اشارہ کیا اور سردارے اٹھ گیا۔ اسٹین گنیں ہم نے لباس میں پوشیدہ کر لی تھیں۔ سردارے باہر ... اور پھر تھوڑی دیر کے بعد ہوور کرافٹ لانچ کے قریب پہنچ گیا۔ اس پر سے رسہ اچھالا گیا اور سردارے نے لڑکھڑاتے ہوئے رسہ پکڑ لیا۔ پھر وہ اسے نڈھال انداز میں کھینچنے لگا۔ اس کی اداکاری لاجواب تھی۔ سردارے بھی کوئی عام آدمی نہیں تھا' اس کا اندازہ مجھے بارہا ہو چکا تھا اس نے بمشکل تمام رسہ کھینچ کر ہوور کرافٹ کو لانچ سے لگایا اور پھر ہوور کرافٹ کے سوار لانچ پر کود آئے۔ ان کی تعداد پانچ تھی۔ ان میں سے ایک نے سردارے کو سہارا دیا۔ دوسرے لانچ کے دوسرے حصے کی طرف بھاگے اور ... کے مناظر دیکھ کر وہ ششدر رہ گئے۔ پھر دو آدمی پائلٹ کیبن میں پہنچ گئے جہاں میں وہیل پر جھکا ہوا ... ان دونوں نے مجھے سہارا دیا اور پھر ایک نے وہیل سنبھال لیا۔

"آپ بہت زخمی ہیں جناب؟"

"ہاں۔" میں نے پھنسی پھنسی آواز میں جواب دیا۔

"فکر نہ کریں' ہم بہت جلد کنارے پر پہنچ جائیں گے۔"

"تم میری فکر چھوڑو' مادام بنی کو سنبھالو۔ وہ۔۔۔۔ وہ خوف سے اپنا ذہنی توازن کھو بیٹھی ہیں۔" ... نے کراہتے ہوئے کہا۔

"اوہ!" دوسرا آدمی جلدی سے بنی کے قریب پہنچ گیا لیکن کر کیا سکتا تھا' سوائے ناچنے کے۔۔۔۔ پھر دوسرے لوگ بھی پائلٹ کیبن میں پہنچ گئے۔ سردارے کو بھی سہارا دے کر وہیں لے آیا گیا تھا اور پھر بنی کے برابر لٹا دیا گیا۔ میں بھی ایک کرسی پر بیٹھ گیا تھا۔

"چلو لانچ کنارے پر لے چلو۔ حالات ہمارے اندازے سے کہیں زیادہ خوفناک ہو چکے ہیں۔" کسی نے کہا اور لانچ کی رفتار بڑھا دی گئی۔ ہوور کرافٹ کو یا تو سمندر میں ہی چھوڑ دیا گیا تھا پھر ممکن ہے اسے لانچ سے باندھ لیا گیا ہو۔ میں نے آنکھیں بند کر لی تھیں لیکن پوری طرح مستعد تھا۔

"چیک!" کسی نے کسی کو آواز دی۔

"ہوں۔" جواب ملا۔

"کسی کیبن میں برانڈی ہو گی' تلاش کر کے لاؤ۔"

"او کے۔" جواب ملا اور ان میں سے ایک باہر نکل گیا۔ چند منٹ کے بعد مجھے اور سردارے کو برانڈی پیش کی گئی جسے ہم نے ایک ہی سانس میں خالی کر دیا اور پھر کسی حد تک بحال ہونے کی اداکاری کی۔

"مس بنی کو بھی زخم آئے ہیں؟" میرے قریب بیٹھے ہوئے شخص نے پوچھا۔

"نہیں۔ ہم نے ان کی حفاظت اپنی زندگی سے زیادہ سمجھ کر کی ہے۔" میں نے جواب دیا۔

"مکلینو تمہاری اس کاوش کو فراموش نہیں کر سکے گا۔ کیا تم مزید گفتگو کرنے کے قابل ہو؟"

"ہاں۔ کوئی حرج نہیں ہے۔ میں ٹھیک ہوں۔"

"میرا نام کریگ ہے۔ میں نے ہی تمہارا پیغام وصول کیا تھا۔"

"اوہ کیا تم۔۔۔۔؟"

"ہاں' تمہارا خیال ٹھیک ہے۔"

"میں ریتو ہوں۔"

"خوب! بہادر ہو ریتو۔ کیا مال محفوظ ہے؟"
"ہاں۔ میں نے اس پر آنچ نہیں آنے دی۔"
"تم باکمال ہو۔ پولیس سے پیچھا کیسے چھوٹا؟"
"دو لانچیں تھیں۔ میں نے اور میرے ساتھی نے انہیں دستی بموں سے تباہ کر دیا۔"
"حیرت انگیز' اور ان کے لوگ؟"
"سب ہلاک ہو گئے۔"
"اوہ! لیکن ہمارے ساتھی؟"
"وہ لوگ لانچ پر چڑھ آئے تھے۔ دو بدو جنگ ہوئی۔ اگر میں ان کی لانچیں تباہ نہ کرتا تو سب کچھ ختم ہو جاتا۔"
"بات ہماری توقع سے کہیں زیادہ نکلی لیکن لانچ پر ان کی ایک لاش بھی موجود نہیں۔"
"ہم نے انہیں سمندر میں پھینک دیا۔ خدشہ تھا کہ دوسری لانچیں موجود نہ ہوں۔"
"تم نے کمال کیا ہے ریتو' لیکن مادام بینی؟"
"وہ دہشت سے حواس کھو بیٹھی ہیں اپنے آدمیوں کی موت ان سے برداشت نہیں ہو سکی۔" م
نے جواب دیا اور وہ خاموش ہو گئے۔ پھر ساحل تک خاموشی چھائی رہی۔ وہ لوگ ہماری دلجوئی کرتے رہے
ہمارے کارنامے سے وہ بے حد متاثر تھے۔ پھر لانچ ایک سنسان ساحل سے جا لگی' جہاں چھ آدمی اور موجو
تھے۔ گویا ان کی تعداد کل گیارہ تھی۔ لانچ کو آخری حد تک لیجایا گیا اور ساحل پر کھڑے لوگ بھی لانچ ک
طرف دوڑ پڑے۔
"پھر ہم تینوں کو بڑے اہتمام سے اتارا گیا۔ وہ آدمی ہم دونوں کو سہارا دیئے ہوئے تھے۔ چا
آدمیوں نے ایک اسٹریچر سا بنا کر بینی کو اس پر لٹا لیا اور اسے ساحل تک لائے۔
"مسٹر کریگ!" میں نے ساحل پر پہنچ کر کریگ کو مخاطب کیا۔
"یس مسٹر ریتو!"
"ٹرانسپورٹ کا کیا انتظام ہے؟"
"مال کے لیے ایک بند ٹرک موجود ہے۔ ایک جیپ ہے۔"
"بالمو میں ہمارے لیے کوئی جگہ ہے؟"
"ہاں۔ موجود ہے۔"
"تب براہ کرم' سب سے پہلے مس بینی کو جیپ میں ڈال کر فوراً بھجوا دیں۔ انہیں فوری طبی امدا
ضرورت ہے۔" میں نے کہا۔
"بالکل درست۔ میری رائے ہے آپ تینوں چلے جائیں' آرام کریں۔ ہم تمام کام خوش اسلو
سے کر کے پہنچتے ہیں۔" کریگ نے کہا۔
"اوہ۔ نہیں مسٹر کریگ! یہ بات نہ میں پسند کروں گا اور نہ میرا ساتھی۔ اب ہم لوگ اتنے کمزو
بھی نہیں ہیں کہ تھوڑی دیر اور خود پر کنٹرول نہ رکھ سکیں۔ میں اپنے سامنے مال ان لوڈ کراؤں گا تا
مکلینو کے سامنے شرمندہ نہ ہونا پڑے۔" میں نے جواب دیا اور کریگ گردن ہلانے لگا۔

"ٹھیک ہے جناب' جو آپ کی مرضی۔"
اور میری مرضی سے ایک عمدہ کام ہو گیا۔ یعنی دو آدمی بینی کو جیپ میں ڈال کر لے گئے۔ باقی بچے
ے لیے بیٹھنے کی جگہ بنا دی گئی اور پھر ٹرک سمندر کے قریب لے آیا گیا۔ بند ٹرک تھا جس کا پچھلا
دیا گیا۔ اس پر ایک کمپنی کا ٹریڈ مارک بنا ہوا تھا اور یقیناً یہ کمپنی سویڈن میں نیک نام ہو گی اور اس
پر توجہ نہیں دی جاتی ہو گی۔
لانچ سے مال اتارا جانے لگا۔ لکڑی کی پیٹیاں' کارٹن' چھوٹے بڑے بے شمار پیکٹ تھے' جن میں نہ
بھرا ہوا تھا۔ میں اور سردارے بغور ان ساری چیزوں کا جائزہ لے رہے تھے۔
"کروڑوں روپے کا مال ہو گا استاد۔" سردارے بولا۔
"یقیناً!"
"لیکن اب کیا پروگرام ہے استاد؟"
"بس یہ ہمارا ہے۔"
"واقعی؟" سردارے حیرت سے بولا۔
"شک ہے؟" میں نے مسکرا کر پوچھا۔
"نہیں استاد!" تمہاری استادی کا قائل ہوں۔ ان گدھوں کا کیا کرو گے؟"
"دو گدھے تو کم ہو گئے۔ بہرحال ان کی چھٹی کرنا پڑے گی۔" میں نے لاپرواہی سے جواب دیا اور
میری شکل دیکھنے لگا۔ پھر اس نے بوکھلائے ہوئے انداز میں چہرہ دوسری طرف کر لیا۔
"سردارے!" میں نے چند منٹ کے بعد اسے مخاطب کیا۔
"جی استاد!"
"ہمارا سامان بھی آنا چاہیئے!"
"آئے گا استاد' یقیناً آئے گا۔"
"میرا خیال میں کریگ کو ہدایت کر دوں۔"
"ابھی تو ضرورت بھی نہیں ہے استاد۔ میرا خیال ہے ابھی سامان اتارنے میں کافی دیر لگے گی۔"
نے کہا اور میں خاموش ہو گیا۔ ہم پوری توجہ سے انہیں مال اتارتے دیکھتے رہے۔ وہ پورے
سے کام کر رہے تھے۔ مال ٹرک پر لوڈ ہو رہا تھا۔ پھر کریگ میرے پاس پہنچ گیا۔
"مسٹر ریتو!" اس نے مجھے مخاطب کیا۔
"ہاں مسٹر کریگ!"
"لانچ خالی ہو چکی ہے۔"
"گڈ۔ ہمارے سوٹ کیس لانچ پر موجود ہیں' براہ کرم ——" میں نے کہا۔
"اوہ۔ بہتر۔ میں ہدایت کیے دیتا ہوں۔" کریگ نے ایک آدمی کو اشارہ کیا اور اس کے آنے پر میں
سوٹ کیسوں کے بارے میں بتا دیا۔ "ایک سلسلے میں' میں الجھا ہوا ہوں۔" کریگ نے کہا۔
"کیا؟" میں نے پوچھا۔
"ان لاشوں کا کیا کیا جائے؟"

"اوہ' کیا چاہتے ہو؟ ویسے لانچ کہاں جائے گی؟"

"لانچ کو ایک بندرگاہ پر لے جاکر کھڑا کر دیا جائے گا لیکن اس سے قبل اس کی صفائی ضروری ہے"

"لاشوں کو یہیں ریت میں دفن کردو اور لانچ کو دھلوا دو۔"

"یہ مناسب نہیں رہے گا مسٹر ریتو۔"

"کیوں؟"

"لاشوں کا راز ضرور کھل جائے گا اور اس کے بعد یہ جگہ مشکوک ہو جائے گی' ہم ایک عمدہ پوا
سے ہاتھ دھو بیٹھیں گے۔"

"یہ بھی ٹھیک ہے۔"

"اس کے علاوہ لانچ کی صفائی میں کافی وقت صرف ہو جائے گا اور مال کے ساتھ یہاں رکنا منا
ہو گا۔ پھر آپ لوگ بھی زخمی ہیں۔"

"میرا خیال ہے کریگ' لاشوں کو لانچ میں کسی مناسب جگہ چھپا دو' خون کے دھبوں کو ایسی
سے صاف کرادوں جہاں سے انہیں آسانی سے دیکھا جاسکے اور پھر اسے چند لوگوں کے ساتھ روانہ کر
واپس پہنچ کر تم کچھ اور لوگوں کو بھیج دینا جو ان کی مدد کریں گے۔ وہیں تم لاشوں کے بارے میں بھی فیصلہ
لینا۔"

"گڈ! یہ عمدہ آئیڈیا ہے۔" کریگ نے کہا اور پھر وہ اپنے آدمیوں کو ہدایات دینے لگا۔ وہی کچ
میں نے کہا تھا اور اس کام میں آدھا گھنٹہ صرف ہو گیا۔ مزید چار آدمی لانچ کے ساتھ چلے گئے اور اب
پانچ باقی رہ گئے جن میں کریگ بھی شامل تھا۔ لانچ کافی دور نکل گئی تو کریگ میری طرف مڑا۔

"چلیں مسٹر ریتو؟"

"ہاں۔ ویسے ہمیں کہاں جانا ہے؟"

"پروگرام تو یہ تھا کہ یہاں سے لنڈ جاتے اور وہاں قیام کرتے لیکن یہاں بالمو میں بھی ہمار
جگہ موجود ہے' آج یہاں قیام کریں گے اور جس وقت آپ کی حالت بہتر ہوئی ہم یہاں سے چل
گے۔"

"ٹھیک ہے۔" میں نے گردن ہلا دی۔ میرے ذہن میں وہی سفاک سناٹے ابھر آئے جو ہر
کو مٹا دیتے تھے۔ یہ سب میرے ساتھ ہمدردی کا سلوک کر رہے تھے لیکن اس کی وجہ مکلینو تھا
بنی کے ہوش میں آجانے کے بعد حقیقت کھل جائے گی اور حقیقت کھل جانے کے بعد ان میں ہر
بدترین دشمن ہو گا' تو کیوں نہ انہیں...... میں نے سردارے کی طرف دیکھا۔ سردارے خود بھی
طرف دیکھ رہا تھا۔ کریگ اور اس کے چاروں ساتھی یکجا ہو گئے تھے اور اب وہ کچھ گفتگو کر رہے تھے

"سردارے!" میں نے آہستہ سے کہا۔

"یس باس!"

"بس' اس سے زیادہ وقت نہیں برباد کیا جاسکتا۔"

"اوکے باس!" سردارے نے کہا اور ہم دونوں نے بیک وقت اسٹین گنیں نکال لیں۔ پھر ک
اس کے ساتھیوں کو یہ اندازہ لگانے کی مہلت ہی نہیں مل سکی کہ گولیاں کہاں سے چلیں اور کیوں

جسم چھلنی ہو گئے تھے اور وہ ساحل کی ریت پر تڑپ رہے تھے۔ کافی گولیاں برسانے کے بعد ہم رک
ب ان میں سے کسی کے بدن میں جنبش کرنے کی قوت باقی نہیں رہ گئی تھی۔ میں نے سردارے کو
کیا اور پھر ہم دونوں اپنے سامان کے نزدیک پہنچ گئے۔ ہم نے اپنے لباس تبدیل کیے اور خون آلود لباس
رو ہیں ریت میں دفن کر دیے۔ ہمارے سامان میں میک اپ کا وہ سامان بھی موجود تھا جو میں نے کوپن
ہیں خریدا تھا۔ اس وقت یہ بڑے کام کی چیز تھی اور ہمیں اس وقت اس کی سخت ضرورت تھی۔ بہر حال
نے اپنا سامان بھی ٹرک میں رکھا اور پھر میں نے اسٹیئرنگ سنبھال لیا اور ٹرک آگے بڑھ گیا۔ ہمیں سڑک
لاش تھی لیکن یہ باقاعدہ ساحل تو تھا نہیں کہ یہاں تک سڑک ہوتی۔ ایک طویل راستہ کچا طے کرنا پڑا
ں میں لطف آگیا تھا۔ ٹرک بری طرح اچھل رہا تھا اور سردارے اداکاری کر رہا تھا۔ جو کچھ ہم کر چکے
اس کے بعد موڈ ٹھیک نہیں ہونا چاہئے تھا لیکن یوں لگ رہا تھا جیسے کوئی خاص بات نہ ہوئی ہو۔ دونوں
نے طور پر مطمئن تھے۔ ٹرک چونکہ کافی زور زور سے اچھل رہا تھا اس لیے کوئی گفتگو نہیں ہو پا رہی
پھر سردارے سے برداشت نہ ہو سکا تو وہ بول ہی پڑا۔

"اس طرف تو سڑک کے آثار ہی نہیں ہیں استاد! اور اگر ہم نے اسی طرح چند گھنٹے تک سفر کر لیا تو
آنتیں حلق سے باہر نکل آئیں گی۔"

"سڑک کے آثار تو ہیں سردارے۔ یوں کہو تمہاری آنکھیں صحیح طور سے کام نہیں کر رہیں۔"
نے جواب دیا۔

"آثار ہیں؟" سردارے نے چونک کر دور دور تک نگاہیں دوڑائیں۔

"ہاں!"

"اس تجربے سے بھی محروم ہوں استاد۔ براہ کرم اس کے بارے میں بھی بتا دیں۔"

"آسمان کی طرف منہ اٹھا کر چلنے کی بجائے زمین پر دیکھ کر چلنا کہیں بہتر ہوتا ہے سردارے۔ تم
و خلاؤں میں تلاش کر رہے ہو۔ زمین پر بھی تو نگاہ ڈالو۔" میں نے کہا اور سردارے چونک کر نیچے
ا۔ راستہ بعض جگہوں پر پتھریلا تھا اور بعض جگہیں کچی تھیں۔ کچی جگہوں پر ٹرک کے ٹائروں کے
نشانات نظر آرہے تھے۔

سردارے نے گہری سانس لی اور بولا۔ "ہاں۔ زمین پر نگاہ ڈال کر چلنا بہتر ہوتا ہے لیکن استاد' اب
آخر خیر چل ہی گیا ہے تو کیوں نہ گفتگو جاری رکھی جائے؟"

"ہاں' ہاں۔ تمہاری زبان میں کھجلی ہو رہی ہو گی؟" میں نے کہا۔

"ہاں استاد۔ یہی سمجھو۔"

"بکو۔۔۔۔۔ کیا بکنا چاہتے ہو؟"

"اب کیا پروگرام ہے استاد؟"

"کام۔" میں نے ایک گہری سانس لے کر کہا۔ "کام کچھ ایسے اصول کے تحت ہو رہا ہے سردارے
کی بارے میں کوئی فیصلہ کرنا مشکل لگ رہا ہے۔ میں نہیں کہہ سکتا آئندہ پروگرام کیا ہے۔"

"سڑک پر پہنچنے کے بعد ہم آبادی میں پہنچ جائیں گے۔"

"ہاں۔ ظاہر ہے۔"

"کیا اس طرح ہم ان سے قریب نہ جائیں گے اور یہ ٹرک ہزاروں میں پہچانا جاسکتا ہے۔"

"ہوں۔ درست ہے۔"

"تب پھر؟" سردارے نے کہا اور میں سوچنے لگا۔ واقعی ٹرک بارود کا ڈھیر تھا۔ کسی بھی وقت سکتا تھا۔ بہت جلد ان لوگوں کو سارے حالات معلوم ہو جائیں گے اور اس کے بعد۔۔۔۔۔۔ بات مک تک ضرور پہنچے گی اور مکلینو۔۔۔۔۔۔ بہرحال سڑک تو آجائے۔ کم بخت نظر ہی نہیں آرہی تھی۔

"سڑک۔" سردارے چیخ پڑا اور اب سڑک مجھے بھی نظر آگئی۔ میں نے گہری سانس لی اور دیر کے بعد سڑک پر آگیا۔ لمبی سڑک دونوں سمت پھیلی ہوئی تھی۔

میں نے ٹرک سڑک پر روک دیا تھا۔

"اب کہو سردارے؟" میں نے کہا۔

"ٹاس کرلوں استاد؟" سردارے بچوں کی طرح بولا۔

"چلو کرو۔" میں بھی موڈ میں تھا اور سردارے نے جیب میں تلاش کرکے ایک سکہ نکالا اور پر بنے ہوئے نقوش کے بارے میں طے کیا کہ کون سی سمت پر کس رخ کو چلیں گے۔ بہرحال ٹاس ہا کو ہوا اور ہم دونوں اس پر متفق ہو گئے۔ اب بات صرف سڑک پر تھی۔ کہ وہ کہاں لے جائے۔ رفتار تیز رکھی تھی اور شفاف سڑک پر ٹرک برق رفتاری سے دوڑ رہا تھا۔

سفر تقریباً آدھے گھنٹے تک جاری رہا۔ پھر ہماری نگاہ بھورے رنگ کی ایک پرانی وین پر پڑی۔ بونٹ کھلا ہوا تھا اور ڈرائیور انجن پر جھکا ہوا تھا۔

"میری وین میں بہت بڑی خرابی ہوگئی ہے۔ کیا تم میری مدد کروگے؟"

"ضرور کریں گے بڑے میاں، لیکن کرنا کیا ہے؟"

"مجھے یقین ہے وہ آسانی سے ٹھیک نہیں ہوگی۔ کبھی نہیں ہوگی۔ اس لیے اسے رسی سے میرے فارم تک پہنچا دو۔ میں تمہارا شکر گذار ہوں گا۔"

"تمہارا فارم کتنی دور ہے؟"

"یہاں سے تقریباً بیس میل دور ہوگا۔"

"رسی ہے تمہاری وین میں؟"

"یقیناً۔ میں عموماً رکھتا ہوں۔ اکثر وین کو کھینچنے کی ضرورت پیش آجاتی ہے۔" بوڑھے گوئی سے کہا اور پھر اس نے وین سے رسی نکال لی۔ ہم نے بھی نیچے اتر کر اس کی مدد کی تھی اور ٹرک کے پیچھے باندھ دیا گیا۔ میں نے سردارے کو ٹرک چلانے کا اشارہ کیا اور خود بوڑھے کے سا وین میں آبیٹھا۔

"کیوں نہ تم سے کچھ باتیں کی جائیں بڑے میاں؟"

"ضرور۔ میرا نام میستاں ہے اور تمہارا کیا نام ہے؟"

"ہائیڈو!" میں نے جواب دیا۔

"خوب۔ خوب! کہاں کے رہنے والے ہو؟"

"ڈنمارک کا!"

"اوہ۔۔۔۔۔۔ اوہ۔۔۔۔۔۔ اچھا اچھا۔ ڈنمارک سے آئے ہو۔" بوڑھے نے کہا اور ہنس پڑا۔ خواہ بے مقصد سی ہنسی۔

"ہاں! اور دقت یہ ہے کہ پہلی بار آیا ہوں۔" میں نے کہا۔

"اوہ۔ پہلی بار آئے ہو۔" بوڑھا پھر ہنس پڑا۔

"ان راستوں کے بارے میں کچھ نہیں جانتا۔"

"کہاں جانا ہے؟"

"اسٹاک ہوم!" میں نے جواب دیا۔

"راستہ ٹھیک ہی ہے۔ اگر تم مالمو سے ہی سیدھے چلے جاتے تب بھی اسٹاک ہوم جانے والی شاہراہ پہنچ جاتے۔ لاگن سے جاؤ گے تب بھی تمہیں وہی سڑک مل جائے گی۔"

"اوہ۔ لاگن کتنی دور ہے؟"

"میرے فارم سے صرف چند میل دور۔ میں تمہیں راستہ بتا دوں گا۔"

"تب ٹھیک ہے۔" میں نے کہا اور اس کے بعد میں بوڑھے سے دوسری باتیں کرتا رہا۔ میں نے سے معلوم کرلیا کہ اس کا فارم کتنا وسیع ہے۔ کون کون وہاں رہتا ہے وغیرہ وغیرہ۔ پتہ چلا بوڑھا لاولد دوسرے رشتے دار لاگن میں رہتے ہیں اور وہ صرف اپنی بیوی کے ساتھ فارم پر رہتا ہے۔ یہاں تک میں نے بوڑھے پر اتنا اثر ڈالا کہ وہ رات مجھے اپنے فارم پر ٹھہرنے کے لیے مجبور کرنے لگا۔

"ٹھیک ہے مسٹر میستاں! میں آپ کی خواہش کو رد نہیں کروں گا۔" میں نے کسی خیال کے تحت بالآخر ہم بوڑھے کے فارم تک پہنچ گئے اور بوڑھے نے وہاں اپنی مسز سے تعارف کرایا۔

"ٹھیک ہے مسٹر میستاں! میں آپ کی خواہش کو رد نہیں کروں گا۔" میں نے کسی خیال کے تحت بالآخر ہم بوڑھے کے فارم تک پہنچ گئے اور بوڑھے نے وہاں اپنی مسز سے تعارف کرایا۔

عمدہ جگہ تھی لیکن بہرحال ٹرک کے ساتھ یہاں رکنا خطرناک بھی تھا۔ میں بوڑھے اور اس کی بیوی گفتگو کرتا رہا۔ انہوں نے ہماری خوب خاطر مدارت کی اور ہمیں رات کو ٹھہرنے کے لیے ایک جگہ بھی بتا اس کے بعد میں نے بوڑھے سے اس کا فارم اور اس کے قریب و جوار کے علاقے کو دیکھنے کی فرمائش بوڑھا خوشی خوشی اس کے لیے تیار ہوگیا۔ پھر اس نے اپنی بیوی سے لباس تبدیل کرنے کی فرمائش کی ر ہمیں ہنسی روکنا مشکل ہوگیا۔ مسز میستاں نے ایک لمبا اسکرٹ اور سر پر ٹوپا پہنا تھا جیسے عموماً شیر خوار وں کے لیے ہمارے ہاں تیار کیے جاتے ہیں۔ اس اہتمام کے ساتھ وہ اپنا فارم دکھانے نکلیں اور پھر میستاں بیل گائے اور بھینسوں کے بارے میں معلومات فراہم کرنے لگا۔

میں بظاہر اس کی باتیں سن رہا تھا لیکن میری آنکھیں اور ذہن قرب و جوار کا جائزہ لے رہے تھے۔ ارم کے دوسری سمت پہاڑی دیواریں تھیں جن میں سوراخ نظر آرہے تھے۔

"یہ غار ہیں؟" بالآخر میں نے پوچھ ہی لیا۔

"ایں ہاں! اگر تم کل اور رک جاؤ تو میں تمہیں یہ قدرتی غار دکھاؤں۔ وسیع و عریض کشادہ غار۔"

"اوہ۔ ہمیں غاروں سے دلچسپی نہیں ہے میستاں! اور پھر ہم کل رک بھی نہیں سکتے۔ آؤ واپس لیں، واقعی تمہارا فارم تو دنیا کے لاجواب فارموں میں سے ہے۔ مجھے حیرت ہے تم نے تنہا اتنا خوبصورت

فارم بنایا ہے۔ میرے ان لفاظ نے بڑے میاں اور بڑی بی کو جوان مرغی اور مرغے کی طرح پھلا دیا۔ ان کی
محبت بے حد بڑھ گئی۔ بہرحال کئی گھنٹے کے بعد انہوں نے ہمیں آرام کرنے کا وقت دیا۔
سردارے اس دوران خاموش ہی رہا تھا۔ تنہائی میں پہنچ کر وہ کھلا۔ "یہ کس چکر میں پھنس گئے
استاد! میری سمجھ میں کچھ نہیں آیا۔"
"کیا مطلب؟" میں نے پوچھا۔
"بھلا یہاں ان بور لوگوں میں رکنے سے فائدہ؟"
"اوہ۔ آرام کے لیے تھوڑا سا وقت مل گیا سردارے۔"
"یہ کوئی آرام کرنے کی جگہ ہے۔ لاحول ولا قوۃ!" سردارے برا سامنہ بنا کر بولا۔
"کیوں' کیا تکلیف ہے یہاں؟"
"ہمیں ان بڑے میاں اور بڑی بی پر غصہ آرہا ہے۔ ساری زندگی جھک مارتے رہے ہیں۔ دو ایک
لڑکیاں ہی پیدا کر لیتے تو کیا بگڑ جاتا۔" سردارے نے بدستور جھلائے ہوئے انداز میں کہا۔
"ہوں۔ تو یہ بات ہے۔" مجھے ہنسی آگئی۔
"تم خود سوچو' آخر کیا کرتے رہے وہ زندگی بھر؟
"بڑی بی سے معلومات کرو سردارے۔ ممکن ہے وہ تم سے مدد طلب کریں۔"
"بس رہنے دو استاد۔" سردارے جھینپ گیا اور میں ہنستا رہا۔ پھر اتنا بڑا ذخیرہ ہم اسی ٹرک پر لادے
لادے پھریں گے۔ ٹرک بھی خطرناک ہے اور اس میں جو کچھ ہے' وہ بھی۔"
"یہ تو ہے استاد۔ پھر؟"
"بوڑھے کے ساتھ یہاں تک آنے پر آمادگی کی وجہ یہ بھی تھی۔"
"یعنی؟"
"اور اتفاق سے کام بن بھی گیا۔"
"خدا کے واسطے سمجھا دو استاد۔ اپنی سمجھ میں کچھ نہیں آیا۔" سردارے نے الجھے ہوئے انداز میں
کہا۔
"رات کو کام کریں گے سردارے۔ رات کو بہت سے کام کرنے ہیں۔"
"کیا استاد؟" سردارے نے زچ ہو کر پوچھا۔
"تم نے ان غاروں کے بارے میں میستان کے الفاظ سنے تھے؟"
"غار؟"
"ارے ہاں۔ فارم کے پیچھے کی پہاڑی دیوار میں۔"
"اوہ' ہاں۔" سردارے اچھل پڑا۔
"رات کو ذخیرہ ان میں سے کسی غار میں منتقل کرنے کے بعد ہم رات ہی کو چل پڑیں گے۔ میں
ایک لمحہ ضائع نہیں کرنا چاہتا۔ میرا خیال ہے ہماری تلاش شروع ہو چکی ہوگی۔ اب بات صرف اتنی سی
کہ وہ کتنی ذہانت سے کام لے سکتے ہیں۔"
"اوہ!" سردارے بے حد پرجوش نظر آنے لگا۔ بہرحال اس نے میری بات سے پورا اتفاق کیا۔

پھر رات کو ہم نے کارروائی شروع کر دی۔ بڑے میاں نے شراب کا ایک بڑا مرتبان مہمانوں کے لیے
ین سے کھود کر نکالا اور ہم پینے لگے۔ میں نے ایسی باتیں شروع کر دیں کہ بڑے میاں چڑ گئے۔ میں نے
ردارے سے کہا کہ پرانے وقت کے لوگ آج کے نوجوانوں سے کہیں زیادہ طاقتور ہیں مثلاً شراب کے
ملے میں اور اس کے لیے میں نے بڑے میاں کی مثال دی۔ بس پھر کیا تھا۔ جناب میستاں پانی ملانا بھی
ل گئے۔ خود بھی پی اور بیگم کو بھی خوب پلائی اور پھر گلاس سمیت اوندھے ہو گئے۔ ہم نے واجبی سی پی
ی۔ بہرحال وقت ضائع کرنا مناسب نہ سمجھ کر ہم اٹھ گئے' روشنی کا بندوبست کیا اور فارم کے عقب کی
ف نکل گئے۔ دو گھنٹے میں ہم نے بہت سے غار دیکھے۔ رات کے وقت یہ غار بے حد خوفناک لگ رہے
ے۔ سردارے اور میں دونوں متاثر تھے لیکن بہرحال کام تو کرنا ہی تھا۔ بالآخر دو گھنٹے کی جدوجہد کے بعد ہم
نے ایک عمدہ غار تلاش کر ہی لیا اور میں نے اور سردارے نے اسے ہر لحاظ سے فٹ قرار دیا۔
"ٹرک یہاں تک لانے میں وقت تو نہیں ہوگی سردارے؟"
"دقت کیا ہوگی استاد؟"
"ٹھیک ہے۔ تب جاؤ۔ تم ٹرک لے آؤ۔" میں نے کہا اور سردارے نے گردن ہلا دی اسے ٹرک
اں لانے کے لیے ایک لمبا چکر لگانا پڑا تھا لیکن بہرحال وہ عمدہ ڈرائیور تھا' کسی نہ کسی طرح اسے لے ہی آیا
ر پھر ہم نے اسے غار کے دہانے سے لگا دیا۔ اس کے بعد ہم نے مزدوروں کی طرح پیکٹ ڈھونے شروع کر
یے۔ بڑا مشکل کام تھا لیکن لطف آرہا تھا۔ نیا پن تو تھا۔ دونوں ہی تھک کر چور ہو گئے لیکن ٹرک خالی کر لیا
یا تھا۔
اور اس وقت صبح کے چار بجے تھے۔ میں نے گھڑی میں وقت دیکھا اور اچھل پڑا۔
"کیا ہوا استاد؟" سردارے نے میری طرف دیکھا لیکن میں گہری سوچ میں تھا۔ پھر میں نے گردن
ئی۔ "نقصان اگر پہنچ سکتا ہے سردارے تو ابھی تک نہیں پہنچا ہوگا۔"
"کیا مطلب؟" سردارے نے کہا لیکن میں نے اس کی بات کا جواب دیئے بغیر کلائی کی گھڑی اتار دی
ر پھر اسے ایک پتھر پر رکھ کر دوسرے پتھر سے کچل دیا۔ گھڑی ناکارہ ہو گئی تھی اور پھر میں نے اسے مٹھی میں
لے کر دور اچھال دیا۔ سردارے متحیرانہ نگاہوں سے مجھے دیکھ رہا تھا۔
"کیا خیال ہے؟" میں نے پوچھا۔
"میں نے تو اب تمہاری حرکتوں کے بارے میں سوچنا ہی چھوڑ دیا ہے استاد۔ تمہارے خیال میں وہ
ک اس ٹرانسمیٹر کے ذریعے ہمارے بارے میں اندازہ لگا سکتے تھے۔"
"ہاں! اور ابھی تک نہ لگا سکے ہوں گے کیونکہ یہ بات کریگ کے علاوہ کسی کو معلوم نہیں تھی اور
ریگ مارا جا چکا ہے۔ ہاں جب مکلینو سے رابطہ قائم کیا جائے گا تو وہ اس طرف اشارہ ضرور کرے
گا۔"
"خدا کی قسم استاد۔ ذہن رکھتے ہو۔ زندہ اور جاندار۔" سردارے نے تعریفی لہجے میں کہا۔
"بس اب چل دو۔ زیادہ رکنا خطرناک ہوگا۔" میں نے کہا اور ہم وہاں سے چل پڑے۔ حتی الامکان
مارے نشانات مٹا دیئے گئے تھے۔ ٹرک کو ہم دوبارہ سڑک پر لے آئے اور پھر لاگن کی طرف سفر شروع کر
یا۔ "میک اپ کا سامان نکال لو۔" تھوڑی دیر کے بعد میں نے سردارے سے کہا۔

"میک اپ بدلو گے نا استاد؟"

"ہاں۔ بس تھوڑی دور چل کر ٹرک بھی چھوڑ دینا ہے۔ اس سے جتنا فائدہ حاصل کیا جاسکتا تھا کر لیا۔" میں نے جواب دیا اور سردارے نے گردن ہلا دی۔ وہ سوٹ کیسوں سے میک اپ کا سامان نکال رہا تھا۔

☆ ☆ ☆

چہرے بدل لئے گئے۔ ہم نے میک اپ کا جو سامان خریدا تھا بڑا کام آیا تھا۔ اس وقت ہماری آنکھیں ہلکی نیلی اور ناکیں سرخ تھیں۔ لباس وہی رہنے دیئے گئے تھے۔ انہیں تبدیل کرنے کی ضرورت نہیں تھی۔

سویڈن کو جنگلوں اور جھیلوں کا ملک کہا جاسکتا ہے۔ میری اطلاعات کے مطابق ملک کے کل رقبے کا پچپن فیصد حصہ جنگلوں اور تیرہ فیصد دریاؤں اور جھیلوں پر مشتمل ہے۔ صرف نو فیصد رقبے پر کاشت ہوتی ہے۔ دریاؤں کا رخ قدرتی طور پر شمال مغرب سے جنوب مشرق کی سمت ہے۔ اس لیے درختوں کو کاٹ کر شہتیروں کی صورت میں دریا برد کر دیا جاتا ہے اور یہ۔ لکڑی بہتی ہوئی بحیرۂ بالٹک پہنچ جاتی ہے' جہاں اس صفت سے وابستہ فیکٹریاں قائم ہیں۔ صنوبر' شمشاد اور برج کے ہزاروں درخت چاروں طرف بکھرے پڑے ہیں۔ دنیا کی کل پیداوار کا دس فیصد کاغذ سویڈن میں بنایا جاتا ہے۔ لکڑی کی صنعت میں فرنیچر اور ہارڈ بورڈ بھی شامل ہے۔

اسٹاک ہوم جانے والی سڑک پر ہمارا ٹرک آگے بڑھتا رہا لیکن ہر صورت ہم بہت جلد اس سے پیچھا چھڑا لینا چاہتے تھے۔ ٹرک کا سفر ہمارے لیے بے حد خطرناک تھا۔ ظاہر ہے مکلینو کے آدمی اس ٹرک کو بخوبی پہچان سکتے تھے اور میرا خیال تھا کہ اب تک ٹرک کی تلاش شروع ہو چکی ہو گی۔ ہم کافی دور نکل آئے تھے۔ غروب آفتاب سے قبل ہم ایک ایسی جھیل کے کنارے پہنچ گئے جو رقبے میں اتنی وسیع تھی کہ سمندر کا گماں ہوتا تھا۔ اس کے بعد میلوں تک کھیت لہلہا رہے تھے۔

میں نے سردارے کے شانے پر ہاتھ رکھ دیا اور سردارے ٹرک کی رفتار کم کئے بغیر میری جانب دیکھنے لگا۔

"استاد۔!" اس نے آہستہ سے کہا۔

"میرا خیال ہے سردارے' ہمارے اس وقت کے قیام کے لیے یہ مناسب جگہ ہے۔"

"شام بھی ہو چکی ہے استاد۔" سردارے نے کہا

"ہاں مناسب جگہ ہے ٹرک کے لیے بھی۔"

"ٹرک کے لیے؟" سردارے نے پوچھا۔

"ہاں۔" میں نے جواب دیا۔

"میں نہیں سمجھا استاد۔"

"ٹرک سے چھٹکارا حاصل کرنے کے لیے اس سے عمدہ طریقہ اور کوئی نہیں ہے کیا اس کو جھیل میں غرق کر دیا جائے۔"

"اوہ۔ مناسب خیال ہے استاد۔ سردارے نے جواب دیا۔

"نہ جانے جھیل کتنی گہری ہے لیکن بہرحال کوشش کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔" میں نے

"بہتر ہے استاد تو پھر اس پر سے ضروری سامان اتار لوں؟" سردارے نے پوچھا۔

"ہاں۔" میں نے جواب دیا۔

اس کے بعد ٹرک کو ڈبونے کے سلسلے میں جو کارروائی ہوئی وہ یوں تھی کہ سڑک سے ٹرک کا رخ طرف کیا۔ ایک وزنی پتھر ایکسلریٹر پر رکھا اور ٹرک کو گیئر میں ڈال کر پھرتی سے چھلانگ لگا دی رفتاری سے جھیل کی طرف لپکا۔ فرسٹ گیئر میں تھا اس لیے پوری قوت سے آگے بڑھتا چلا گیا آن میں اتنی گہرائی میں پہنچ گیا کہ اس کی ساری تشویش دور ہو گئی۔ اس کی چھت تک پانی میں تھی۔

ٹرک سے نجات پا کر ہم نے گہری سانسیں لیں اور پھر وہاں سے بھی چند قدم آگے بڑھ گئے۔ پہنچ کر رات نے آلیا اور پھر سڑک سے اتر کر ہم صنوبر کے درختوں کے ایک جھنڈ میں پناہ گزین

"ہا۔۔۔!" سردارے نے منہ پھاڑ کر ایک طویل جماہی لی۔

"نیند آ رہی ہے؟" میں نے سردارے سے پوچھا۔

"نہیں استاد بس کچھ تھکن محسوس کر رہا ہوں۔" سردارے نے جواب دیا۔

"ہاں تھک گئے ہو گے۔ پچھلی رات بھی ہم لوگ سو نہیں سکے۔"

"فی الحال تو کوئی خاص کام نہیں ہے۔ میرا خیال ہے آج رات مکمل آرام کیا جائے۔" سردارے

"ہاں یقیناً کوئی کام نہیں ہے۔"

"لیکن استاد کھانے کا کیا ہو گا؟"

"کھانا۔" میں نے ایک طویل سانس لی۔

"ہاں استاد۔ بس یہی ایک غلطی ہو گئی۔"

"ہوں۔" میں نے پرخیال انداز میں کہا۔ "ٹھیک ہے سردارے۔ میرا خیال ہے ہم لوگوں کی زندگی لی زندگی کی کوئی قدر شامل نہیں ہے۔ میرا مطلب ہے ہم ان عام لوگوں سے خاصے مختلف ہیں جو سکون کی زندگی بسر کرتے ہیں۔ صبح کو ناشتہ کر کے بیوی کے ہونٹوں کو چوم کر' بال بچوں کے سر پر پیار پھیر کر دفتروں کو چلے جانے والے اور دن بھر فائلوں میں سر کھپانے والے لوگوں سے مختلف۔ شاید جہاں کے لوگوں میں سے نہیں ہیں۔ ہماری زندگی پر ہمارا حق بہت کم ہے۔ ہم وقت پر کھا نہیں سکتے' سو نہیں سکتے جس وقت تک چاہیں جی نہیں سکتے۔ بڑی عجیب زندگی ہے ہماری۔"

سردارے حیرت سے میری شکل دیکھ رہا تھا: "کیسی باتیں کر رہے ہو استاد؟"

"تمہارا کیا خیال ہے۔ کیا میں حالات سے مایوس ہو گیا ہوں؟ کیا میں اپنی زندگی سے اکتا گیا ہوں؟"

"نہیں۔ لیکن میرا مطلب ہے تمہاری باتوں سے کچھ مایوسی کی بو آ رہی ہے۔"

"گدھے ہو۔" میں نے سخت لہجے میں کہا۔
"ہاں۔ ہاں۔ یہی تو میں کہہ رہا تھا استاد۔" سردارے جلدی سے بولا۔
"ہوں۔ تو پھر رات کے کھانے کے بارے میں کیا خیال ہے؟"
"کھانا۔ ارے ہاں کھانا زندگی میں کیا حقیقت رکھتا ہے استاد۔ میں نے تو بس یونہی تفریحاً
چھوڑیں کھانے پینے کی باتیں مجھے نیند آ رہی ہے۔" سردارے بے تکے انداز میں بولا۔ میرے
مسکراہٹ پھیل گئی۔ بہرحال عمدہ انسان تھا۔ اچھا ساتھی تھا میں دل سے اس کی عزت کرتا تھا
کھانے پینے کے بارے میں میں نے بھی کچھ نہیں سوچا تھا۔ ہم لوگ بس یونہی چل پڑے تھے۔ ا
بڑی کامیابی حاصل ہوگئی تھی جس پر ہم خوش تھے۔
کھردری زمین، ویران جنگل، تھوڑے فاصلے پر وسیع تر جھیل جس میں غوطے لگاتے ہوئے
ہلکی ہلکی آوازیں پیدا کر رہے تھے۔ جھینگروں کی آوازیں فضا میں رات کا گیت گھولے ہوئے تھی
سنسان ماحول میں ہم دونوں خاموش لیٹے ہوئے تھے۔ بلاشبہ ہم ان عام لوگوں سے مختلف تھے جو
تھکن کے بعد بچوں کی معصوم آوازوں میں اور بیوی کی نرم گود میں سو جاتے ہیں۔
"استاد!" کافی دیر کے بعد سردارے کی آواز ابھری۔
"اوہو۔ تم ابھی سوئے نہیں؟"
"ہاں استاد۔ حالانکہ اس وقت دل چاہ رہا تھا کہ لیٹتے ہی گہری نیند سو جاؤں۔ لیکن اب تو ن
آ رہی ہے۔"
"بھوک لگ رہی ہوگی۔" میں نے کہا
"نہیں استاد یقین کرو بھوک کا خیال بھی ذہن میں نہیں ہے"
"تو پھر؟"
"بس ایسے ہی کچھ خیالات پریشان کر رہے ہیں"
"پریشان؟"
"اوہو۔ ہاں۔ میرا خیال ہے میں نے لفظ پریشان غلط استعمال کیا تھا۔ بس نیند نہیں آ رہی"
"سو جاؤ سردارے۔ اور سونے سے پہلے ایک زوردار قہقہہ لگاؤ۔ اس بات پر کہ ہم۔
تمہارا کیا خیال ہے سردارے؟ کیا اس وقت ہمارے پاس کروڑوں کی دولت نہیں ہے لیکن ہم ا
روٹی حاصل نہیں کر سکتے۔ دولت کاغذ اور دھات کے ڈھیر کے سوا کچھ نہیں۔ سردارے! ا
حصول کے لیے کچھ قربان نہیں کر دیتا' عزت' غیرت ضمیر' میں نہیں سمجھ پاتا کہ کیوں۔ آخر
پوشیدہ کاغذ کے ڈھیر' سنہری دھات جو آنکھوں کو خوبصورت ضرور لگتی ہے لیکن کس قدر
ہے یہ۔ تم اسے معدے میں نہیں اتار سکتے۔ اس سے بہتر تو لوہا ہے جس کے تم ہتھیار بنا سکتے
سکتے ہو' مشینیں جو تمہاری معیشت کے لیے بے حد ضروری ہوتی ہیں۔ ان مشینوں سے تم ز
اناج نکال سکتے ہو۔ کپاس کے پھولوں سے روئی حاصل کر کے اس کا لباس بن سکتے ہو لیکن میر
سونے کا ہل نہیں بنا سکتے۔ سونے کے ہتھیار بھی نہیں بنا سکتے۔ ہم سونا کھا بھی نہیں سکتے۔ پھر

رتے ہیں؟ اس کے سامنے جیتے جاگتے انسانوں کو نظرانداز کیوں کر دیتے ہیں۔ مجھے بتاؤ سردارے سونا
ے قیمتی کیوں ہے؟"
"بتا دوں استاد" سردارے نے آہستہ سے کہا۔
"ہاں مجھے بتاؤ۔"
"دراصل سونا عورت کی پسند ہے اور عورت سب کی پسند ہے۔" سردارے نے مسخرے پن سے
میں اسے گھورنے لگا۔
"سنجیدہ باتوں کو بھی مذاق میں اڑا دیتے ہو فضول آدمی؟"
"اب سو جاؤ استاد۔" سردارے نے کروٹ بدل کر آنکھیں بند کر لیں اور میں نے بھی اسے پریشان
اسب نہیں سمجھا۔
دوسری صبح ہم دونوں یک ساتھ جاگے۔ سردارے نے ایک طویل انگڑائی لی اور اٹھ کر بیٹھ گیا۔
"بڑا خوبصورت خواب دیکھ رہا تھا استاد۔" وہ پیٹ پر ہاتھ پھیرتا ہوا بولا۔
"ہوگی کوئی کالی پیلی سی لڑکی۔ لڑکیوں کے علاوہ تمہیں اور کس کے خواب نظر آئیں گے؟"
"ہائے استاد۔ کیا حسن تھا۔ دودھ کی طرح سفید رنگ' سینہ تانے ہوئے بڑے ناز بھرے انداز میں
ا چلی آ رہی تھی میں نے اسے دیکھا۔ آہستہ آہستہ اس کی طرف بڑھا۔ اور پھر نہایت پھرتی سے اسے
یا اور پھر اس کی صراحی دار گردن پر بڑے پیار سے چھری پھیر دی۔"
"کیا بکواس ہے چھری کیوں پھیر دی؟"
"بھوک جو لگ رہی تھی استاد۔"
"تو کیا تم اس لڑکی کو ہی کھا گئے؟"
"لڑکی کی بات کون احمق کر رہا ہے۔ وہ تو مرغی تھی۔" سردارے نے کہا اور مجھے ہنسی آگئی۔
"اٹھ جاؤ۔ اٹھ جاؤ۔ چلتے ہیں یہاں سے آگے کچھ نہ کچھ کھانے کو مل ہی جائے گا۔" میں نے اسے
تے ہوئے کہا اور سردارے نے شانے ہلا دیے ہم دونوں وہاں سے آگے بڑھ گئے۔ ہمارا رخ ورناموری کی
تھا۔ پورا دن سفر کیا بدقسمتی تھی کہ لاگن سے ورنامور تک کوئی گاڑی نہیں مل سکی۔ اور جب ہم
پہنچ گئے تھے تو پیچھے سے کھڑکھڑ کی آوازیں سنائی دیں۔ ایک کھٹارا سی کار جس میں غالباً ہارن کے علاوہ
بجتی تھی اور جس پر بورڈ لگا ہوا ہونا چاہیے تھا اڑتے ہوئے نٹ بولٹ سے ہوشیار چلی آ رہی تھی۔
"سردارے!" میں نے مسکراتے ہوئے سردارے کو آواز دی۔
"جی استاد!"
"لفٹ مل جائے شاید۔ کار آ رہی ہے"
"یہ کار ہے استاد؟ خدا کے لیے لفٹ مت مانگنا۔ تھوڑی دور تک تو ہمیں لے جائے گی اور اس کے
ھکا دینا پڑے گا اور تم اخلاقاً انکار بھی نہ کر سکو گے"
لیکن ہمیں لفٹ مانگنے کی ضرورت ہی نہیں پیش آئی' کار خود ہمارے قریب آ کر رک گئی۔ اس میں
فراد سوار تھے اور یہ سب کے سب یہی تھے اور پھر ان چاروں کو دیکھ کر سردارے کی باچھیں کھل

گئیں۔

"استاد لڑکیاں۔"

"تو پھر کیا ارادہ ہے؟"

"ارے وہ ہمیں لفٹ دینا چاہتی ہیں۔"

"لیکن ابھی تو تم اس کار میں بیٹھنے سے انکار کر رہے تھے۔"

"مجھے کیا معلوم تھا کہ اس میں لڑکیاں ہیں اور وہ بھی چار چار۔"

"دیکھو وہ اشارہ کر رہی ہیں۔" میں نے سردارے کو اس طرف متوجہ کیا۔

"تو پھر چلو نا استاد۔" سردارے جلدی سے کار کی طرف لپکا۔

"کیا آپ لن پاشنگ جا رہے ہیں؟" ایک خاتون نے پوچھا۔

"جی ہاں۔ جی ہاں۔" سردارے نے دانت نکال دیئے۔

"تو پھر آیئے نا!" انہوں نے اپنی چھوٹی سی کار میں ہمارے لیے بھی جگہ بنا دی۔ اگلی ب خاتون ڈرائیونگ کر رہی تھیں۔ دوسری خاتون ان کے نزدیک بیٹھی تھی۔ ہمارے لیے جگہ کرتے خاتون اور آگے چلی گئیں ہمارے نزدیک صرف ایک لڑکی رہ گئی تھی۔ ہم نے لفٹ دینے کا شکریہ ا

"کوئی بات نہیں جناب۔ ویسے آپ کو کہاں جانا ہے؟" خاتون نے پوچھا۔

"اسٹاک ہوم۔" میں نے جواب دیا۔

"اوہ۔ لیپ لینڈ تک ہم آپ کے ساتھ چل سکیں گے۔"

"بہت بہت شکریہ۔ بائی دی وے کیا آپ کو یقین ہے کہ یہ کار ہم سب کو با آسانی لیپ لی چلے گی؟"

"اوہ۔ لڑکی ہنس پڑی۔" اس کی ہیئت پر نہ جائیے میکی شاندار میکنک ہے اور اس گاڑیوں کے پرزے جوڑ کر یہ گاڑی تیار کی ہے۔"

"ویری گڈ۔ یہ میکی کون صاحبہ ہیں؟"

"اوہ صاحبہ نہیں صاحب یہ جو ڈرائیونگ کر رہا ہے یہ میکی ہے۔"

"کک۔ کر رہا ہے؟" میں نے بوکھلائے ہوئے لہجہ میں پوچھا۔

"ہاں۔ ہم لوگ ایک دوسرے سے تعارف حاصل کر لیں۔ میرا نام شینی ہے اور جو بیٹھی ہے گریشی ہے۔ ڈرائیونگ کرنے والا میکی ہے اور اس کے نزدیک جو بیٹھا ہے اس ہے۔"

"بیڑا غرق استاد۔ لعنت ہے ان کم بختوں پر دھوکہ دے کر گاڑی میں بٹھا لیا۔ اب کیا کریں"

"صبر کرو بھائی مجبوری ہے۔"

"میرا تو دل چاہ رہا ہے استاد کہ کار سے چھلانگ لگا دوں۔"

"یہ جو دو کم بخت آگے بیٹھے ہیں صورتوں سے بھی تو مرد نظر نہیں آتے۔"

"اب تو چوٹ ہو ہی گئی استاد۔ چلتے رہو اللہ مالک ہے۔"

"آپ نے تعارف نہیں کرایا مسٹر۔" شینی نے ہماری طرف دیکھ کر مسکراتے ہوئے کہا اور اس کے چرس زدہ پیلے پیلے دانت نمایاں ہو گئے منہ سے بدبو کا ایک بھبکا اڑا اور ہم دونوں نے رخ بدل لیے۔

"میرا نام ایڈورڈ ہے اور یہ پنٹو شاپن ہے۔"

آگے بیٹھے ہوئے لوگوں نے مڑ کر ہم سے مصافحہ کیا تھا اور پھر وہ لوگ ہم سے ہمارا حسب و نسب پوچھنے لگے۔ کہاں سے آ رہے ہو‘ کہاں جا رہے ہو۔ وغیرہ وغیرہ۔ ظاہر ہے ان فضول باتوں کے جواب میں فضول باتیں ہی کرنا پڑیں اور ہم انہیں الٹے سیدھے جواب دیتے رہے۔ ان بدبودار لڑکیوں سے ہمیں کوئی دلچسپی نہیں تھی۔ کار کی زبردست گڑگڑاہٹ الگ دماغ خراب کر رہی تھی ورنا موسے لن پاسنگ پہنچنا آسان بات نہیں تھی اور وہ بھی اس ستم رسیدہ کار کے ذریعے جس کی کوئی کل سیدھی نہیں تھی چنانچہ راستے ہی میں رات ہو گئی اور پھر ایک چھوٹی سی جھیل کے کنارے کار روک دی گئی۔

"میرا خیال ہے رات بسر کرنے کے لیے اس سے خوبصورت جگہ کوئی نہیں ملے گی۔" اس نے کہا۔

"رات بھی بسر کرو گے؟" سردارے غراتے ہوئے بولا۔

"تو پھر؟ کیا آپ لوگ رات کو جاگنے کے عادی ہیں؟" میکی نے پوچھا۔

"ہاں! الو کی نسل سے ہیں ہم لوگ۔"

"ہم نہیں ہیں۔" میکی دانت نکال کر بولا اور میں نے سردارے کے شانے پر ہاتھ رکھ دیا۔ سردارے میری طرف دیکھ کر خاموش ہو گیا تھا۔ بھوک نے بری حالت کر دی تھی۔ اس لیے ٹھنڈا رہنا ہی ضروری تھا۔ یقیناً ان لوگوں کے پاس کھانے پینے کا کوئی بندوبست ضرور ہو گا۔ چنانچہ سردارے بھی خاموش ہو گیا۔

اس کھٹارے میں بہت کچھ تھا۔ انہوں نے خیمے ٹائپ کی ایک چیز نکالی اور اسے نصب کرنے لگے۔ صرف چھت تھی جسے لوہے کے فولڈنگ ستونوں پر کھڑا کر دیا گیا۔ ربڑ کے گدے اور تکیے بھی تھے۔

"تم لوگ۔ کیا تم لوگ بھی اس خیمے میں رات بسر کرنا چاہتے ہو؟" ہارڈ نے پوچھا۔

"اوہ ضروری نہیں ہے۔ ہم نہیں چاہتے کہ تمہیں تکلیف ہو۔" میں نے کہا۔

"تکلیف کی کیا بات ہے ہم نے تمہیں لفٹ دی۔ یہ ہمارا اخلاقی فرض تھا اور یقین کرو لن پاشنگ پہنچ کر ہم تم سے اس سلسلے میں کچھ طلب نہیں کریں گے۔ ہاں تم خود ہی ہمارا احسان اپنی گردن پر نہ رکھنا چاہو اور ہمیں کچھ دو تو ہم انکار نہیں کریں گے۔ ہارڈ بولا۔

"خوب۔" میں نے مسکرا کر سردارے کی طرف دیکھا۔

"لیکن دوسرے معاملات میں ہم تمہاری کوئی مدد نہیں کریں گے۔ ویسے کیا تمہارے پاس کرنسی موجود ہے؟"

"ہاں۔ ہم قلاش نہیں ہیں۔" میں نے ان لوگوں کی ذہنیت سمجھ لی تھی۔

"اور جو قلاش نہیں ہے اسے دنیا کی آسائشوں سے کون روک سکتا ہے۔ امید ہے تم برا نہیں مانو گے دوست‘ خیمے میں قیام کے لیے ہم تم سے بہت مختصر رقم طلب کریں گے۔"

"ٹھیک ہے۔ کیا تمہارے پاس خوراک کا بندوبست بھی ہے؟"

"سربند گوشت مچھلی اور پکے پکائے آلو۔ لیکن تم غور کرو' اس ویرانے میں کوئی بازار تو ہے نہیں ہم تم سے اصل قیمت سے صرف پچیس فیصد زیادہ طلب کریں گے۔"

"ویری گڈ۔ اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ اور ہم نے ان کی مانگی قیمت پر ان سے خوراک خریدلی۔ لڑکیوں نے خوراک کی تیاری میں ہم سے مفت تعاون کیا۔ سردارے بالکل خاموش تھا۔ یوں ہم نے ایک طویل فاقے کے بعد کھانا کھایا اور خرید کر کھایا۔ ان بے چاروں نے معمولی چیزوں پر اکتفا کی تھی خوراک ان کے پاس زیادہ نہیں تھی۔ بہرحال ہم ان کے اس تعاون پر ان کے شکرگزار تھے۔

کھانے کے بعد طبیعت پر گرانی لازمی چیز تھی۔ چنانچہ ہم دونوں لیٹ گئے۔ ان لوگوں کو اندازہ ہو گیا تھا کہ ہم پیدل لوگ بہرحال دولت مند ہیں چنانچہ وہ ہمارا زیادہ سے زیادہ قرب حاصل کرنا چاہتے تھے سردارے میرے نزدیک ہی لیٹا ہوا تھا۔

"یہودی معلوم ہوتے ہیں باس۔"

"نہیں اس میں کوئی حرج بھی نہیں تھا۔ یوں بھی یہ لوگ قلاش معلوم ہوتے ہیں بہرصورت پاشنگ تک تو پہنچ جائیں گے۔ اور یہ عمدہ بات ہوگی۔"

"میرا خیال ہے یہ لوگ لڑکیوں کو بھی معقول قیمت پر ہمارے حوالے کردیں گے۔"

"کیا تم لڑکیوں کی کوئی قیمت نہیں ادا کرو گے؟"

"لڑکیاں بہرحال لڑکیاں ہوتی ہیں۔" سردارے نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔

"لعنت ہے تم پر کیا تم نے ان کے بدن سے بدبو کے بھبکے سے اٹھتے نہیں محسوس کئے؟"

"چھوڑو ان باتوں کو باس رات لڑکی کے بغیر نامکمل ہوتی ہے۔"

"تو پھر جاؤ دفعان ہو جاؤ کسی کو اس چھت کے نیچے نہ لانا۔"

"ارے نہیں باس بھلا یہ بھی کوئی جگہ ہے مگر کروں کیا؟"

"میں نہیں جانتا۔" میں نے کروٹ بدل لی اور سردارے نے خاموش ہوگیا۔

پھر کافی دیر تک خاموشی چھائی رہی وہ چاروں ہم سے کچھ فاصلے پر نزدیک نزدیک بیٹھے سرگوشیوں میں گفتگو کررہے تھے تھوڑی دیر کے بعد ہاورڈ نے ہانک لگائی۔

"ہے ماسٹر کیا تم چرس نہیں خریدو گے؟"

"نہیں بھائی ہم چرس نہیں پئیں گے۔"

"اوہ بد قسمت لوگ گریشی یہ چرس نہیں پیتے۔" ہاورڈ نے لڑکی سے کہا۔

"لیکن ہم پیتے ہیں شروع کرو" اور پھر چرس کی سگرٹیں سلگ گئیں۔ فضا میں چرس کی بو پھیل گئی۔ میں اور سردارے خاموش لیٹے تھے۔ نہ جانے سردارے کس سوچ میں گم تھا اور جب وہ کافی دیر تک نہ بولا تو میں نے اسے آواز دی۔

"سو گئے میری جان؟"

"نہیں باس کیا تمہیں نیند آرہی ہے؟" سردارے نے پوچھا۔

"بالکل نہیں۔"

"تو کچھ باتیں کرو۔"

"کیا باتیں کروں استاد نہ جانے کیوں اپنا وطن یاد آرہا ہے۔" سردارے نے ٹھنڈی سانس لے کر

"فضول بات ہے اگر کسی ذہنی فتور میں مبتلا ہو تو جاؤ ان لوگوں کے ساتھ چرس پیو۔"

"وطن کی یاد ذہنی فتور تو نہیں ہوتی استاد۔"

"یادیں کیا دیتی ہیں سردارے دل کے درد کے سوا۔" میں نے اداس لہجے میں کہا۔

"ہاں۔ باس یہ تو ٹھیک ہے لیکن نہ جانے کیوں کبھی کبھی پنجاب کے سبز کھیتوں کی سوندھی سوندھی ہواؤں کے دوش پر دل کے ویرانوں تک چلی آتی ہے اور پھر سینے میں ایک چبھن سی پیدا ہو جاتی ہے جی چاہتا ہے کہ راوی کے کنارے پھر سے قریب آجائیں' ماجھی کی درد بھری آواز میں پھر سے ہیر سنائی دے دل تڑپتا ہے باس۔"

میرے سینے میں ایک گولا سا آپھنسا تھا۔

...○...

اور

راجہ نواز اصغر نے اس دور کو اپنی زندگی کا بدترین دور کہا ہے' جب وہ ذہنی طور پر انسانیت کو بالکل فراموش کرچکے تھے۔ انہوں نے کیا کیا گل کھلائے یہ تو اگلے حصہ میں ہی معلوم ہو سکے گا!

ناقابل تسخیر قوتوں کے مالک راجہ نواز اصغر کی تہلکہ خیز عبرتناک رُوداد
زوال کی شکست
ایم اے راحت
6

سردارے کی باتوں نے میرے ذہن کو بھی جہلم کی لہروں میں دھکیل دیا تھا جس کے کنارے تاحد نگاہ پھیلے سرسوں کے کھیتوں پر پیلے پھول لہلہا رہے تھے رنگین لباسوں میں ملبوس کنواریوں کے کولہوں پر رکھے ہوئے پانی کے کلسے چھلک رہے تھے۔ ان کے مترنم قہقہوں سے فضاؤں میں مستی رچی ہوئی تھی اور دور چلنے والے رہٹ کی چرچوں کانوں کو بے حد بھلی لگ رہی تھی مجھے محسوس ہوا جیسے میرے جسم کے ذرات منتشر ہو گئے ہوں اور پھر یہ ذرات ہوا میں تحلیل ہو گئے ہوں اور یہ ہوائیں سرائے عالمگیر اور جہلم کے درمیان کھیتوں کو چھوتی ہوئی گزر رہی ہوں عالم تصور میں میں نے اپنا مکان دیکھا جہلم کی لہروں میں مسجد کا عکس آج بھی اسی طرح ڈول رہا تھا اور میرا کسان باپ کاندھے پر ہل رکھے زمین کا سینہ چیرنے کا عزم لیے کھیتوں کی طرف جا رہا تھا لیکن سردارے کی آواز نے میرے بدن کے ذرات ہواؤں میں سے واپس لے لیے اور مجھے مجتمع کر کے سویڈن کے اس جنگل میں لاپھینکا میں واپس آ گیا۔

"تم کہاں کھو گئے استاد؟"

"میں تنہائی چاہتا ہوں سردارے پلیز مجھ سے گفتگو نہ کرو۔" میں نے کہا اور سردارے خاموش ہو گیا۔

یادیں تڑپاتی رہیں۔ نہ جانے کون کون یاد آیا۔ ذہن یادوں کے بوجھ سے آزاد ہونا چاہتا تھا۔ نیند نے مدد کی اور ذہن نیم غنودہ ہو گیا۔ مجھے معلوم نہیں کہ سردارے کب اٹھ کر میرے پاس سے چلا گیا۔ میں تو شاید جگایا گیا تھا۔ کوئی زور زور سے میرے سینے پر ہاتھ رکھ کر مجھے جھنجھوڑ رہا تھا میری آنکھ کھل گئی۔ چاند نکلا ہوا تھا گو اس شامیانے کے نیچے سے نظر نہیں آ رہا تھا۔ لیکن چاندنی جنگلات کو روشن کیے ہوئے تھی۔

لمبے لمبے بال میرے چہرے سے ٹکرا رہے تھے' اور نرم ہاتھوں کا بوجھ بدستور میرے سینے پر تھا۔ مجھے اسے پہچاننے میں دقت نہ ہوئی۔ یہ شینی تھی۔

"کیا بات ہے؟" میں نے پوچھا۔

"اٹھو گے نہیں ایڈورڈ؟" اس کے لہجے میں جو کچھ تھا اسے پہچاننے میں مجھے دقت نہ ہوئی۔ میں نے سردارے کو دیکھا لیکن وہ موجود نہیں تھا۔ پھر میں نے شامیانے کے دوسرے سرے پر ہلتی

لوگوں کو تلاش کیا۔ ہاورڈ اور میکی سکستی نائن کا ہندسہ بنائے ہوئے تھے۔ گریشی ان کے درمیان موجود نہیں تھی۔

میں نے گہری سانس لی۔ سردارے کا کام بن گیا تھا لیکن اب یہ خاتون مجھ پر کیوں کرم فرمائی کر رہی تھیں۔ میں نے اس کے دونوں ہاتھوں کی کلائیوں کو پکڑ لیا۔ اور پھر تھوڑا سا اوپر اٹھا کر بولا۔

"کیوں اٹھانا چاہتی ہیں محترمہ؟"

"اوہ اٹھ بھی جاؤ ڈارلنگ!" وہ نشے میں چور لہجے میں بولی۔

سویا تھا تو ذہن پر بوجھ تھا۔ اس وقت بھی طبیعت بھاری بھاری سی محسوس ہو رہی تھی۔ سوچا ٹھیک ہے جب وہ خود ہی دعوت دے رہی ہے تو جنگل کی یہ رات کیوں نہ رنگین بنالی جائے لیکن اس طرح نہیں۔

میں اٹھ گیا اور پھر میں نے اس کا بازو پکڑا اور اسے شامیانے کے نیچے سے نکال لایا۔ میرا رخ جھیل کی طرف تھا۔ کنارے پر پہنچ کر چاند کی روشنی میں میں نے اس کی صورت دیکھی۔ نقش و نگار حسین تھے۔ سنہرے بال گرد آلود نہ ہوتے تو بے حد خوبصورت لگتے۔ بدن بھی غیر متناسب نہ تھا اور عمر بھی۔

لیکن اس صورت میں وہ قابل قبول نہیں تھی۔ نشے میں چور تھی، سرخ آنکھیں، بوجھل پلکیں۔ اس نے دونوں ہاتھ میری گردن میں ڈال دیئے اور پنجوں کے بل اچک کر میرا بوسہ لینے کی کوشش کی۔

"اوہ شینی ڈیئر ایسے نہیں۔"

"پھر؟" اس نے پلکیں اٹھا کر مجھے دیکھنے کی کوشش کی۔

"میں بتاتا ہوں" میں نے دونوں ہاتھ بڑھائے اور اس کے بلاؤز کے بٹن کھول دیئے نیچے دوسرا کوئی لباس نہیں تھا نوخیز سینہ عریاں ہو گیا۔ بدن اندر سے اتنا گندہ نہ تھا۔ وہ میری اس بات سے کچھ اور سمجھی اور مسکرا کر پھر میری طرف بڑھی۔ لیکن میں نے اسے روک دیا اور اب میرے ہاتھ اس کے اسکرٹ کے بیلٹ کھول رہے تھے۔ چاندنی میں کچھ اور سفیدی بڑھ گئی اور پھر میں نے اسے بازوؤں میں بھر کر جھیل میں چھلانگ لگا دی۔

لڑکی کے وہم و گمان میں بھی نہ تھا اس کی چیخیں نکل گئیں، چرس کا سارا نشہ ہرن ہو گیا تھا اس نے پانی میں ہاتھ پاؤں مارے لیکن میں اسے سنبھالے ہوئے تھا پھر میں نے اسے پانی میں غوطے دیئے اس کے بدن کو اپنے ہاتھوں سے ململ کر گندگی سے صاف کیا۔ اسے بھی اب احساس ہو گیا تھا کہ میں پاگل نہیں ہوں چنانچہ اب اس کے چہرے پر ہراس نہیں تھا پھر جب میں اسے صاف ستھرا کر کے پانی سے باہر لایا تو وہ مسکرا دی۔

"سلی بوائے۔" اس نے میرے سینے سے چپکتے ہوئے کہا۔

"تم پہلے سے کہیں زیادہ اچھی ہو گئی ہو۔ آؤ اور میں اسے لیے ہوئے درختوں کے جھنڈ کے پاس نرم گھاس پر پہنچ گیا اب وہ نشے میں نہیں تھی۔ بہرصورت اس نے میرے ساتھ مکمل تعاون کیا اور چاندنی ہم دونوں پر چھا گئی۔ نہ جانے سردارے گریشی کے ساتھ کون سے جھنڈ میں تھا۔

دوسری صبح جب شامیانے کے نیچے میری آنکھ کھلی تو سردارے میرے قریب ہی لیٹا ہوا تھا۔ شاید سوچ رہا تھا کہ اس کی رات کی گمشدگی میرے علم میں نہیں ہے اور میں سوچ رہا تھا کہ یقیناً سردارے کو رات کی حرکت کا کوئی علم نہیں ہے لیکن دونوں کمبختوں نے ہم دونوں کا بھرم ایک ساتھ کھول دیا۔ میری مراد ہاورڈ

اور میکی سے ہے۔

"ہیلو آفیسرز رات کیسی گزری ہمیں یقین ہے کہ دونوں لڑکیوں نے آپ سے بہترین تعاون کیا ہو گا" میں نے اور سردارے نے بوکھلائے ہوئے انداز میں بیک وقت ایک دوسرے کی شکل دیکھی تھی اور پھر سردارے معنی خیز انداز میں گردن ہلانے لگا۔

"ہوں تو استاد بھی استادی سے باز نہیں آئے" اس نے کہا۔

"بکواس مت کرو، ان گدھوں کو دیکھو کیا کہنا چاہتے ہیں۔"

"کیا خیال ہے جناب آپ لڑکیوں کے تعاون سے مطمئن ہیں؟" ہاورڈ نے پھر پوچھا۔

"مقصد کیا ہے تمہارا؟" میں نے کہا۔

"اوہ کچھ نہیں آفیسر بس صرف یہ کہنا تھا کہ اس سلسلے میں جو کچھ مناسب سمجھیں دے دیں۔" میکی دونوں ہاتھ ملتے ہوئے بولا۔

"ہوں۔" میں نے گہری سانس لی کم بخت کاروباری تھے رات کو جو لطف آیا تھا وہ سب کرکرا ہو گیا ہم نے انہیں کچھ کرنسی دے کر ان پر لعنت بھیج دی بہرحال لن پاشنگ تک ان غلیظ لوگوں کو برداشت کرنا ہی پڑا۔

رات کی بچی ہوئی خوراک ہم نے اطمینان سے کھائی وہ گدھے بھوکے بیٹھے ہوئے تھے پیسوں کے اتنے لالچی تھے کہ اپنی خوراک ہی فروخت کر بیٹھے تھے ہم نے کوئی تکلف نہ کیا۔ اور گاڑی میں بیٹھتے ہوئے بھی اب کسی تکلف کی ضرورت نہیں محسوس کی گئی۔

دونوں لڑکیوں کو ہم نے اپنے پاس ہی بٹھالیا تھا اور ان کے دونوں احمق ساتھی آگے بیٹھے تھے۔ سردارے نہ جانے کیوں مسکرا رہا تھا۔ میں نے اس کی مسکراہٹ پر کوئی توجہ نہیں دی۔ دونوں لڑکیاں اب ہر تکلف سے آزاد تھیں۔ انہوں نے دونوں طرف سے ہماری کمر میں ہاتھ ڈال رکھے تھے اور ہم سے بالکل چپکی بیٹھی تھیں۔ ہر طرح کی پذیرائی کے لیے تیار سردارے بدستور مسکرائے جا رہا تھا۔ میں برداشت نہ کر سکا اور میں نے غصے سے پوچھا۔

"یہ دانت کیوں نکلے پڑ رہے ہیں گدھے؟" میں نے یہ جملہ اردو میں کہا تھا۔ دونوں لڑکیاں چونک کر مجھے دیکھنے لگیں۔

"بس استاد برداشت نہیں ہو رہا" سردارے نے جواب دیا۔

"تکلیف کیا ہے تمہیں؟" میں نے غصیلے انداز میں پوچھا۔

"رات کی بات بھی خوب رہی۔ میں نے تمہاری گہری نیند کا اطمینان کر لیا تھا تب میں نے انہیں تکلیف دی لیکن دوسری خود بخود تمہارے پاس پہنچ گئی لیکن بھانڈا ان گدھوں نے پھوڑ دیا۔"

"ہوں۔ وہ سو فیصدی کاروباری ہیں"

"لیکن استاد تمہاری والی اتنی صاف ستھری کیسے نظر آ رہی ہے؟ کیا تم نے اسے جھیل میں غوطے دیئے تھے؟" سردارے نے ہنستے ہوئے کہا۔

"تمہاری طرح گندہ نہیں ہوں" میں نے جواب دیا۔

"خوب" سردارے نے ہنستے ہوئے بولا۔

یہ تم لوگ کونسی زبان میں گفتگو کرنے لگے "گریشی نے درمیان میں مداخلت کی۔"

"کیوں کیا اس کی بھی مختصر سی رقم دینا پڑے گی تمہیں؟" سردارے نے طنزیہ انداز میں کہا۔ اور گریشی ایک دم خاموش ہو گئی یوں لگتا تھا جیسے اس طنز سے اسے بہت دکھ ہوا۔ میں نے غور سے اسے دیکھا۔ اس کے چہرے پر ہلکی سی اداسی تیر رہی تھی۔ بہرحال ہم نے اس پر کوئی توجہ نہیں دی۔ دوپہر کو لن پاشنگ اور یان پاشنگ کے جڑواں شہر میں پہنچ گئے جہاں زیادہ تر دیا سلائیاں بنانے کے کارخانے تھے ہم نے اس جگہ ان لوگوں کو چھوڑنے کا فیصلہ کیا۔

"اوہ ماسٹر کیا آپ کو اسکیمولینڈ دیکھنے سے دلچسپی نہیں ہے؟" اگر آپ لیپ لینڈ تک ہمارے ساتھ چلیں تو کیا حرج ہے۔ کیرونا کے نواح بے حد خوبصورت ہیں۔ ہم لوگ وہیں جا رہے ہیں" ہاورڈ نے کہا۔

"جی نہیں شکریہ بس اب ہمیں اجازت دیں۔" میں نے طنزیہ انداز میں کہا اور وہ آگے بڑھ گئے میں نے سردارے کی طرف دیکھا سردارے بھی دور تک اس شور مچانے والی گاڑی کو دیکھتا جا رہا تھا پھر اس نے گہری سانس لی۔

"عجیب لوگ تھے استاد! میں نہیں کہہ سکتا کہ ان کے بارے میں میرے کیا تاثرات ہیں"

"اب تاثرات کی تفصیل میں مت جاؤ یہاں سے آگے بڑھنے کے بارے میں سوچو" میں نے کہا اور اس نے گردن ہلا دی ہم اسٹاک ہوم جانے والی سڑک پر ہو لئے۔ لفٹ کے علاوہ اور کوئی ترکیب نہیں تھی لیکن مسئلہ یہ تھا کہ لفٹ مل بھی سکے گی یا نہیں۔ بہرحال چلتے رہے لن پاشنگ سے ہم نے اپنی وہ ضروریات پوری کر لی تھیں جنہوں نے ہمیں تکلیف پہنچائی تھی۔ اور اب ہمارے کندھوں سے مضبوط اور خاصے بڑے تھیلے لٹک رہے تھے۔ سیدھی اور صاف سڑک دور تک سنسان پڑی تھی۔ سڑک پر ہم دیر تک چلتے رہے اور کافی دور نکل آئے اور قسمت یاور نہیں تھی۔ کوئی کار نہیں مل سکی اور ہم چلتے رہے سردارے بھی کمزور نہیں تھا اس نے ایک بار بھی تھکن کے بارے میں نہیں کہا اور ہم چلتے رہے اور نہ جانے کتنا وقت گزر گیا۔

پھر سویڈن کے عجیب و غریب ماحول کا احساس ہوا۔ رات کے دو بجے تھے مگر گھپ اندھیرا ہونے کی بجائے ہر سو ہلکی روشنی پھیلی ہوئی تھی جیسے شام کا دھندلکا ہو اونچے درخت لہلہاتے کھیت مدھم روشنی میں نہائے ہوئے تھے۔ سنگ میل پر سٹاک ہوم ۴۵ کلو میٹر لکھا ہوا تھا۔

"اب کیا کیا جائے؟" سردارے نے پوچھا۔

"میرا خیال ہے آرام۔" میں نے جواب دیا۔

"رات کے دو بجے ہیں لیکن یہ روشنی کیسی عجیب ہے۔"

"ہاں سویڈن میں دن اور رات کا تصور "کسی قدر بدل جاتا ہے اس خطے میں گرمیوں میں کسی بھی وقت مکمل تاریکی نہیں ہوتی۔ رات میں ہاتھ کو ہاتھ سجھائی نہ دینے والا تاریکی کا تصور جو ہمارے ذہنوں میں ہے سویڈن میں آکر مہمل ہو جاتا ہے گیارہ بجے سورج غروب ہوتا ہے تو صبح دو بجے پھر طلوع ہو جاتا ہے اور صبح تین بجے دھوپ کی تمازت خاصی تیز ہوتی ہے دن اور رات کے درمیانی وقفے میں بھی زمین و آسمان کے درمیان روشنی کی ایک مدہم چادر تنی رہتی ہے سویڈن والے اس روشنی کو نیلی شفق کا نام دیتے ہیں" میں نے سردارے کو بتایا۔

"ایک بات بڑی حیرت انگیز ہے استاد بہت سے ممالک کے بارے میں تمہاری معلومات کافی ہیں"

"ہاں میں بتا چکا ہوں کہ دوران طالب علمی جغرافیہ میرا دلچسپ موضوع رہا ہے۔"

"تب پھر یہ بتاؤ استاد کہ ان علاقوں میں آسانی سے لفٹ بھی مل سکتی ہے کہ نہیں"

"یہ تو قسمت کی بات ہے' فی الحال آرام کرو۔ اور ہاں اگر کوئی گاڑی نظر آ جائے تو پھر اسے روکنے کی کوشش کریں گے"

"ٹھیک ہے ہم لوگوں نے وہیں ڈیرہ ڈال دیا۔ نیند کس احمق کو آتی۔ دونوں آنکھیں بند کئے سونے کی ایکٹنگ کرتے رہے اور پھر کسی گاڑی کے انجن کی آواز نے ہم دونوں کی نیند کا بھرم کھول دیا اچھل کر کھڑے ہو گئے تھے دور سے دو روشنیاں اچھلتی کودتی چلی آ رہی تھیں۔

ہم دونوں سڑک کے درمیان آ کھڑے ہوئے اور پھر گاڑی کیوں نہ رکتی۔ اسٹیرنگ پر ایک بوڑھا جوڑا بیٹھا ہوا تھا بڑے میاں اپنی جوانی کی یادگار کو خود سے چپکائے ہوئے بیٹھے تھے ہمیں دیکھ کر بڑی بی خوفزدہ ہو گئیں اور قاعدے سے بیٹھ گئیں۔ بڑے میاں نے غصیلے انداز میں کار کو زبردست بریک لگائے اور کھڑکی سے منہ نکال کر پھاڑ کھانے والے انداز میں بولے۔

"کس مصیبت میں گرفتار ہو تم دونوں؟"

"سفر کی مصیبت میں قبلہ"

"اس ویرانے میں کسی طرف سے کوئی جنگلی جانور آ کر تمہیں زندگی کے بوجھ سے آزاد کر سکتا ہے۔"

"خدا آپ کی جوانی سلامت رکھے اگر آپ ہمیں اپنی گاڑی میں لفٹ دے دیں" سردارے نے یہ بات مذاق میں ہی کہی تھی لیکن بڑی بی جوانی کے تصور سے خوش ہو گئیں اور انہوں نے بڑے میاں کو کہنی مار کر شاید ہم دونوں کو لفٹ دینے کی سفارش کی تب بڑے میاں نے کار کا پچھلا دروازہ کھول دیا اور ہم دونوں غڑپ سے اندر گھس گئے کار آگے بڑھ گئی۔

راستے بھر بڑے میاں کا موڈ خراب رہا شاید اس سنسان سڑک پر اس طویل سفر کے لیے بیگم صاحبہ کے قرب میں انہوں نے نہ جانے کیا کیا منصوبے بنائے ہوں گے لیکن ہم لوگ کباب میں ہڈی بن گئے تھے۔

بالآخر انہوں نے ہمیں شہر سے باہر نواحی آبادی میں اتار دیا۔

اسٹاک ہوم کی نواحی آبادی خوبصورت رہائشی عمارتوں اور سرسبز درختوں میں گھری ہوئی تھی اس وقت صرف تین بجے تھے لیکن سورج کافی تیز تھا۔ سڑکیں' فٹ پاتھ' پارک سب سنسان پڑے ہوئے تھے ہم نے کسی پناہ گاہ کی تلاش میں نگاہیں دوڑائیں اور نواحی علاقے میں ہی ایک ہوٹل کا نیون سائن نظر آ گیا تو رہم جیسے اس کی طرف بھاگ پڑے۔

ہوٹل۔ ریڈ گرے میں ہمیں ایک خوبصورت اور کشادہ کمرہ مل گیا اور ہمیں تیز دھوپ سے نجات حاصل ہوئی سردارے نے گہری گہری سانسیں لیں۔

"عجب احمقانہ موسم ہے یہاں کا تو استاد پتہ چلتا ہے کہ سورج بھی یہاں آ کر گڑبڑا جاتا ہے۔ نہ دن وقت سے نکلتا ہے نہ رات میرا خیال ہے میں ذرا غسل خانے سے ہو آؤں دروازہ تو بڑا ہی خوبصورت ہے اندر سے دیکھوں کیسا ہے"

"جاؤ' جاؤ تم یوں بھی بڑے غلیظ ہو رہے ہو" میں نے کہا۔ سردارے غسل خانے سے نکلا تو میں چلا گیا ٹھنڈے پانی کے غسل نے اس تھکن کو جسم سے اتار دیا تھا جو اس بے تکے سفر نے پیدا کر دی تھی اور اس کے بعد ہم نے ویٹر کو بلانے کے لیے کال بٹن دبا دیا پھر اس سے ایک مشروب اور پیٹیس طلب کیں۔

آرڈر سرد ہو گیا اور ٹھنڈے مشروب نے بڑی فرحت بخشی اور اس کے بعد آرام دہ بستر آنکھ کھلی تو سورج صاحب بھی غائب ہو چکے تھے۔ ویٹر نے خوشنما اور مہکتے ہوئے پھول گلدان میں لا کر لگا دیئے اور پھر اس نے بڑے ادب سے پوچھا۔

"مڈ سمر نائٹ کہاں گزاریں گے جناب؟"

"کیا مطلب؟" میں نے تعجب سے پوچھا۔

"اوہ کیا آپ کا تعلق سویڈن سے نہیں ہے؟"

"نہیں ہم استنبول سے آئے ہیں۔"

"اوہ تب نوٹ کریں' آج جون کی تیئیس تاریخ ہے اور نصف گرمیوں کی شب سویڈن کا ثقافتی دن ہوتا ہے جسے ہم لوگ کرسمس سے بھی زیادہ دھوم دھام سے مناتے ہیں"

"اوہو۔ تب تو یہاں کے پروگرام بھی خصوصی ہوں گے" سردارے نے پوچھا۔

ویٹر واپس چلا گیا۔ تو سردارے نے مسرت بھری نگاہوں سے میری جانب دیکھا اور جیسے منہ ہی منہ ٹافی چوستا ہوا بولا۔

"مڈ سمر نائٹ ایک بات بتاؤ استاد ضروری تو نہیں ہے کہ ہم فوری طور پر مصروف ہو جائیں میرا مطلب ہے مڈ۔۔۔۔ سمر۔۔۔۔ نائٹ۔" سردارے کی آنکھوں میں شرارت ناچ رہی تھی۔

"ہاں۔ ہاں فوری طور پر تو ہم معروف نہیں ہو سکتے۔"

"اسٹاک ہوم ہمارے لیے اجنبی ضرور ہے لیکن بہرحال کسی بھی ملک کی کوئی جوان لڑکی کو کسی بھی ملک کے نوجوان کے لیے اجنبی نہیں ہوتی۔"

"ٹھیک ہے تم دفعان ہو سکتے ہو"

"اوہ میرا یہ مطلب نہیں استاد اب میں اسٹاک ہوم سے اتنا فری بھی نہیں ہونا چاہتا' دونوں ساتھ ہی چلیں گے۔"

"ٹھیک ہے مڈ سمر کے لیے رات کا تھوڑا سا گزرنا ضروری ہے اس لیے انتظار کرو" اور ہم نے ایڑ برے میں ہی رات کا انتظار کیا ٹھیک گیارہ بجے ہم ہوٹل کی سیڑھیاں اتر کر باہر آ گئے اور اسٹاک ہوم پر جانے والی سڑک پر پیدل ہی چل پڑے۔ سڑکوں پر خوب رونق تھی ننھی منی کاریں عجیب ہیت اختیار کیے ہوئے اور ادھر ادھر بھاگ رہی تھیں ویٹر نے انہیں ٹھیک ہی کہا تھا یہ تہوار خاصا زور دار تھا لوگ خوبصورت لباس میں سڑکوں پر چہل قدمی کر رہے تھے جسم پوشی میں سویڈن بھی ڈنمارک سے کم نہیں۔ مرد تو پورے لباسوں ہی میں تھے شاید اس احساس کے تحت کہ تن کی عریانی ان میں کوئی جاذبیت نہیں پیدا کر سکتی لیکن لڑکیوں کو اپنے بدن کے ایک ایک حصے پر پوری واقفیت تھی وہ جانتی تھیں کہ کون سے حصے کی نمائش دماغ کی شریانوں کو سلگا سکتی ہے چنانچہ عجیب عجیب لباس تھے کسی کا اوپر سے غائب کسی کا نیچے سے غائب۔

بہرحال سردارے کے انداز میں وہ کیفیت نمایاں تھی جو کسی بچے کی آنکھوں میں خوبصورت

کھلونے دیکھ کر پیدا ہو جاتی ہے میں بھی خود کو نظربازی سے بری الذمہ قرار نہیں دوں گا خوبصورت لڑکیاں میری بھی کمزوری ہیں لیکن اب سویڈن کے اصولوں کے بارے میں معلومات حاصل کئے بغیر کسی لڑکی سے تعارف حاصل کرنے کی کوشش سر کے لئے نقصان دہ ثابت بھی ہو سکتی تھی چنانچہ ہم دونوں خاموشی سے چلتے رہے۔

ویسے ہم دونوں سویڈن کے باشندوں کے درمیان صاف اجنبی لگ رہے تھے بہت سی نگاہیں ہماری طرف اٹھ رہی تھیں پھر ہمارے پیچھے سے ایک ننھی منی بیل کار نمودار ہوئی اور ہمارے نزدیک آ کر رک گئی اس کی شکل درحقیقت غبارے جیسی تھی دروازہ کھلا اور خوبصورت سی لڑکیوں نے گردن نکال کر ہماری طرف دو ہوائی بوسے اچھال دیئے۔

"ہیلو۔" سردارے مکسیکین باشندوں کی طرح گردن جھکا کر بولا۔

"گرمیوں کی آدھی رات اور تم تنہا۔" ان میں سے ایک لڑکی بولی۔

"کیا کیا جائے سویڈن والوں نے ہمیں ہماری اجنبیت کا احساس دلایا ہے"

"مقامی نہیں ہو؟" لڑکی نے پوچھا۔

"نہیں فرام استنبول۔"

"تو اندر آ جاؤ۔" اور ہم دونوں نے اس دعوت کو ٹھکرانا کفران نعمت سمجھا۔ اس منی سی کار میں ہم دونوں با آسانی آ گئے دونوں لڑکیاں اگلی سیٹوں پر تھیں غبارے کا دروازہ بند ہو گیا اور پھر وہ بے آواز آگے بڑھ گیا۔ میں اور سردارے اس تعارف سے بہت خوش تھے۔ کار خاصی رفتار سے آگے بڑھ گئی پہلے اسٹاک ہوم کی نواحی بستیاں گزریں پھر چھوٹے چھوٹے خوبصورت قصبے آئے اور پھر ہرے بھرے کھیت' اس کے بعد صنوبر کے جنگل اور جب یہ جنگل ختم ہو گیا تو ایک جھیل نظر آئی۔ اس جھیل کے کنارے ایک قدیم قصبہ ہے جس میں مڈ سمر نائٹ کا جشن منایا جاتا ہے۔

جھیل کے کنارے سینکڑوں لوگ سویڈن کے روایتی لباس میں ملبوس خوش گپیوں میں مصروف تھے۔ ساتھ والے جنگل سے کاٹے ہوئے سفیدے کے تنے زمین میں گاڑ کر انہیں جنگلی بیلوں اور خوشنما پھولوں اور ہرے بھرے پتوں سے سجایا گیا تھا۔ سبزے کے ان ستونوں کے پاس میزوں پر کھانے پینے کی چیزیں سجی ہوئی تھیں۔

ہماری ساتھی لڑکیوں نے ایک پرسکون گوشے کا انتخاب کیا اور پھر غبارے نما کار سے ہلکے سے کپڑے کا نمائشی خیمہ نکال کر نصب کرنے لگے۔ ہم لوگ ان کی مدد کے لیے آگے بڑھ گئے۔

"ہرگز نہیں۔ ہم میزبان ہیں اور تم دونوں سویڈن کے لئے اجنبی۔"

"اس سے کیا فرق پڑتا ہے بہرحال ہم مرد ہیں" میں نے کہا۔

"لیکن یہ دن عورتوں کا دن ہوتا ہے" ایک لڑکی مسکرا کر بولی۔

"تب پھر رات کہو۔"

"رات ہی سہی۔" دونوں لڑکیاں مسکرائیں اور پھر اس کام سے فارغ ہو گئیں۔ خیمہ اس انداز کا تھا کہ اسے نصب کرنے میں زیادہ وقت پیش نہیں آئی تھی۔ لڑکیاں ایک ستون کی طرف بڑھ گئیں اور پھر انہوں نے بڑے اطمینان سے کھانے کی میز سے اپنی پسند کی چیزیں منتخب کیں اور اپنی پلیٹوں پر رکھ کر

ہمیں میز تک آنے کا موقع دیا۔ میں نے اور سردارے نے بھی انہی کے انداز میں اپنی پلیٹیں بھر لیں اور ہم چاروں آگے بڑھ گئے کسی قسم کا بل وغیرہ نہیں تھا ہم دونوں کو ہی تعجب ہوا تھا کھاتے پیتے وہاں سے آگے بڑھے ایک اونچے آرائشی تنبے کے نیچے آرکسٹرا ایک خوبصورت دھن بجا رہا تھا اور ان سے کچھ فاصلے پر نوجوان لڑکے اور لڑکیاں ایک دوسرے کا ہاتھ تھامے دائرہ بنائے رقص کر رہے تھے۔ لڑکیوں نے ہمارے ہاتھ بھی پکڑ لئے اور دائرے میں شامل ہو گئیں۔

یہ بے ہنگم اچھل کود گو سمجھ سے باہر تھی لیکن بہرحال ہم بھی اس میں شامل ہو گئے ہماری ساتھی لڑکیاں بے حد خوش شکل تھیں رقص کے دوران ہم نے قریب سے ان کی شکلیں دیکھیں۔ سرخ و سفید چہرے' دلکش نقوش کافی جاذب نگاہ تھے اور پھر ان کے مخصوص لباس ان کی دلکشی میں چار چاند لگائے ہوئے تھے۔

اس دائرے سے کچھ فاصلے پر بوڑھے لوگ گائے کے سینگوں اور عجیب سے بے ہنگم برتنوں میں شراب پی رہے تھے اور شور مچا رہے تھے۔ ابھی تک ہم نے اپنی دونوں ساتھی لڑکیوں سے تعارف حاصل نہیں کیا تھا۔

بے ہنگم رقص کا یہ دور ختم ہوا تو تالیاں گونج اٹھیں۔ اور ہماری دونوں ساتھی لڑکیاں ہمارے ہاتھ پکڑے خیمے کی طرف چل پڑیں۔ ہم خاموشی سے ان کا ساتھ دے رہے تھے۔

"آپ دونوں کے لیے یہ رقص اجنبی ہو گا" ان میں سے ایک نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"اجنبی تو ابھی تک آپ بھی ہیں" میں نے جواب دیا۔

"کیا مطلب؟"

"مطلب یہ کہ ہمارا تعارف بھی نہیں ہو سکا"

"ارے ہاں کیسی انوکھی بات ہے ہم لوگ ابھی تک ایک دوسرے کے نام سے ناواقف ہیں" ایک لڑکی نے کہا۔ اور پھر بولی "میرا نام لیشا ہے اور یہ مارتیانا۔"

"میں ایڈورڈ ہوں اور میرا ساتھی پینٹو ہے" میں نے اپنا تعارف کرایا۔

"بڑی خوشی ہوئی آپ سے مل کر۔" لڑکیاں بولیں۔

شکریہ لیکن ذرا دیر سے ہوئی میں نے کہا۔

"کوئی بات نہیں دیر آید درست آید"

"ویسے ہم لوگ ڈسمر کے بارے میں زیادہ نہیں جانتے۔"

"گرمیوں کی رنگین رات جس میں ہمارے آباؤ اجداد کی کچھ روایتیں شامل ہیں۔ بہرحال جوانوں کے لیے یہ رات جوانی کی رات ہوتی ہے۔ بوڑھے شراب کے نشے میں دھت ہو کر بڑھاپے کو کوستے ہیں اور جوانوں پر سے پابندیاں ہٹا لیتے ہیں" لڑکی نے کہا۔

"تب تو یہ بڑا خوبصورت تہوار ہے۔"

"ہاں۔ بے حد خوبصورت۔"

"تب پھر اب کیا پروگرام ہے؟" میں نے پوچھا۔

"یہ رات نہ تھکنے کی رات ہوتی ہے رقص' ہنگامے زندگی میں جس طرح کھل کر اس رات کو آتے ہیں۔ باقی پورا سال صرف یادوں کے ساتھ گزرتا ہے۔ یہ رات خود فراموشی کی رات ہوتی ہے۔ اس

لیے جتنے لوگ یہاں آتے ہیں خود کو بھول جاتے ہیں۔ ہم بھی انہی میں سے ہیں۔ تم بھی ہمارے ساتھ شامل ہو جاؤ۔"

"ہم تم سے الگ تو نہیں ہیں ڈارلنگ!" سردارے بولا۔

"تب آؤ رقص کے دوسرے دور میں داخل ہو جائیں۔" لیشا نے میرا ہاتھ پکڑ کر کہا اور میں خوبصورت لڑکی کی اس حسین دعوت کو نظرانداز نہیں کر سکا۔ یوں بھی چہرے سے یہ دونوں لڑکیاں فلرٹ نہیں نظر آ رہی تھیں۔ ان کے چہروں پر شرافت کی بردباری تھی۔ لیشا میری طرف مائل تھی چنانچہ سردارے نے مارتیانا کو سنبھال لیا تھا۔ اور پھر پروگرام کے تحت ہی ہم دونوں بھیڑ میں غائب ہو کر ایک دوسرے سے علیحدہ ہو گئے۔ اب سردارے جانے اور اس کا کام۔

لیشا کو بھی اپنی ساتھی کی کوئی فکر نہیں تھی۔ وہ زندگی سے بھرپور تھی اور بچوں کی طرح میرا ہاتھ پکڑے ایک جگہ سے دوسری جگہ ہنگاموں کی تلاش میں سرگرداں تھی۔ پھر ایک جگہ وہ رک گئی۔

"تمہیں وائیکنگز کا رقص آتا ہے؟" اس نے مجھ سے پوچھا۔

"اوہ بالکل نہیں" میں نے بوکھلائے ہوئے انداز میں کہا۔

"بالکل بھی مشکل نہیں ہے۔ بس دائرے میں شامل ہو کر جس طرح دل چاہے اچھلتے کودتے رہو۔ تمام روایتی رقص اسی طرح کے ہوتے ہیں۔"

ہم ایک آرائشی تنبے کے نزدیک پہنچے اور پھر رقص کرنے والوں میں شامل ہو گئے۔ بے شمار لڑکے اور لڑکیاں رقص کر رہے تھے۔ انہوں نے خود بھی ہماری شمولیت پر تالیاں بجائیں۔ لیشا نے دونوں ہاتھ کولہوں پر جمائے اور ایک تیز اور شوخ رقص شروع کر دیا۔ اس کی آنکھوں میں بجلیاں کوند رہی تھیں۔ پھر اتفاقیہ طور پر ہی میری نگاہ ان سازندوں کی طرف اٹھ گئی جو ساز بجا رہے تھے۔

گٹار جو اس دور میں ایک اہم ترین ساز بن کر رہ گیا ہے۔ ان کے پاس موجود تھا۔ اس آزاد ماحول میں گٹار پر ہاتھ ڈال دینا کوئی انوکھا کام نہیں تھا۔ میں نے گٹار لیا تو دوسرے لوگ تعجب سے مجھے دیکھنے لگے۔ لیشا اور دوسرے لوگ بھی رقص کرتے کرتے رک گئے۔

لیکن میں نے اس سلسلے کو منقطع نہ ہونے دیا اور فوراً ہی گٹار پر ایک دھن شروع کر دی۔ میں رقص کے موڈ کا اندازہ کر چکا تھا اس لیے میں نے ایک تند نغمہ شروع کر دیا اور پھر نتیجہ میری مرضی کے مطابق کیوں نہ نکلتا۔ لوگوں میں نئی روح دوڑ گئی نغمے کی خوبصورتی کا سب کو فوراً احساس ہو گیا تھا اور اس کے ساتھ ہی رقص میں وہ جوش پیدا ہو گیا کہ دور دور کے لوگ اس طرف دوڑ پڑے۔ لیشا بھی اس نغمے پر والہانہ رقص کر رہی تھی۔ اس کی آنکھوں میں چمک کے ساتھ پسندیدگی کے آثار بھی تھے اور اس فن نے درحقیقت ہر جگہ مجھے بہت کچھ دیا تھا۔

میں نے چند لمحات میں ان لوگوں میں بھی نمایاں حیثیت حاصل کر لی۔ لوگ مجھے رکنے ہی نہ دے رہے تھے۔ ایک کے بعد ایک کی فرمائش ہو رہی تھی۔ لیشا بھی اس بات پر فخریہ سینہ تانے ہوئے تھی کہ میں اس کا ساتھی ہوں۔ کافی دیر کے بعد ہمیں وہاں سے چھٹکارا ملا اور لیشا میرا ہاتھ پکڑ کر مجھے مجمع سے نکال لائی۔

"لو لیڈی ڈیئر گٹار کے فن میں تم اپنا ثانی نہیں رکھتے۔" اس نے مسرور انداز میں کہا۔

"تمہیں پسند آیا شکریہ۔" میں نے جواب دیا۔

"بے حد پسند آیا لیکن میرا خیال ہے تم تھک گئے ہو۔"

"کیسے اندازہ لگایا؟"

"تمہارے چہرے سے۔"

"ہاں' تمہارا خیال ٹھیک ہی ہے۔"

"تب پھر آؤ خیمے میں آرام کریں نجانے مارتیانا کہاں ہے خیر ہوگی کہیں' آؤ" اور میں اس کے ساتھ چل پڑا۔ ہم خیمے پر واپس پہنچے اور پھر لیشا مجھ سے کچھ فاصلے پر بیٹھ کر بولی "ایڈورڈ تم استنبول سے کب آئے ہو؟"

"چند گھنٹوں سے زیادہ نہیں ہوئے"

"اوہو۔ کہاں ٹھہرے ہوئے ہو؟"

"ایڈبرے میں۔"

"ایڈبرے" وہ پر خیال انداز میں بولی۔ پھر چونک پڑی "لیکن وہ تو تمہارے شایان شان نہیں ہے"

"میری شان کے بارے میں تم نے کیسے اندازہ لگالیا لیشا؟"

شاید استنبول میں تمہاری قدر نہیں کی گئی لیکن سویڈن؟ سویڈن فن کاروں کو پہنچانتا ہے۔"

"اوہ شاید۔" میں نے بے دلی سے کہا۔

"شاید نہیں۔ میں درست کہہ رہی ہوں۔ اگر تم پسند کرو تو میں تمہاری مدد کر سکتی ہوں۔"

"کس سلسلے میں؟"

"میں تمہارے فن کو سویڈن میں روشناس کراؤں گی۔"

"اوہ شکریہ لیشا میں فن کو فروخت نہیں کرنا چاہتا۔"

"احمقانہ خیال ہے۔ فن کبھی فروخت نہیں ہوتا۔ ہاں اس کی قیمت چکانے والے احمق ہوتے ہیں۔ جو تھوڑی سی کرنسی کے عوض خود کو فن کا خریدار سمجھنے لگتے ہیں۔"

"شاید تم ٹھیک ہی کہتی ہو لیشا۔"

"چلو گے میرے ساتھ؟"

"تمہارے ساتھ۔ کہاں؟"

"اسٹاک ہام!"

"اوہ۔ اگر تم پسند کرو گی۔" میں نے کہا۔

"میں تو دل و جان سے پسند کروں گی۔ میں نے اتنا بڑا فن کار نہیں دیکھا۔ گٹار تمہارے ہاتھ میں آ کر نہ جانے کیا سے کیا بن جاتا ہے۔ آؤ اب خیمے میں چل کر بات کریں گے۔ تمہارا ساتھی نہ جانے کہاں گیا۔ غلط آدمی تو نہیں ہے؟ مارتیانا زیادہ چالاک لڑکی نہیں ہے۔" وہ بولی۔

"اوہ۔ نہیں' تمہاری دوست کو اس کے ساتھ کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔ ہاں اگر وہ خود ہی اسے پسند کرے تو پھر میرا دوست اتنا شریف انسان بھی نہیں ہے۔"

"تب ٹھیک ہے۔ مارتیانا بھی کمزور کردار کی مالک نہیں ہے۔" لیشا نے اطمینان سے کہا اور میں نے گہری نگاہوں سے اسے دیکھا۔ لڑکی کسی قدر مختلف نظر آرہی تھی۔ ورنہ سویڈن میں کردار کی بات کرنا

انوکھی بات ہی تھی ہم دونوں خیمے میں واپس آگئے۔ لیشا بڑے اطمینان سے لیٹ گئی تھی۔ "تم بھی لیٹ جاؤ" اس نے کہا اور میں نے گردن ہلا دی۔ اس کے کچھ الفاظ نے مجھے ہوشیار کر دیا تھا۔ میں اس دعوت کو کوئی اور معنی دینے میں ہچکچا رہا تھا۔ بہرحال میں اس سے تھوڑے فاصلے پر لیٹ گیا۔

"باتیں کرو۔ استنبول کی باتیں سناؤ تم نسلاً" ترک ہو؟"

"نہیں' میرے والدین ایشیا سے آکر ترکی میں آباد ہو گئے تھے"

"استنبول تو بڑی رنگین جگہ ہے" وہ مسکرا کر بولی۔

"ہاں۔ وہاں زندگی رواں دواں ہے۔"

"سویڈن کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے؟"

"ابھی میں کیا کہہ سکتا ہوں۔ ابھی تو تم سے ملاقات ہی ہوئی ہے" میں نے معنی خیز انداز میں اسے دیکھتے ہوئے کہا۔

"اوہ میں سویڈن کی نمائندگی نہیں کر سکتی مجھے دیکھ کر اور مجھ سے مل کر تم سویڈن کے بارے میں کوئی رائے قائم کرنے کی کوشش مت کرنا' گھاٹے میں رہو گے۔"

"میں نہیں سمجھا۔" میں نے اسے گھورتے ہوئے کہا۔

"ہمارا خاندان' سویڈن کے ناپسندیدہ خاندانوں میں سے ایک ہے۔ میرے والد پرانے خیالات کے انسان ہیں۔ نہ صرف والد صاحب بلکہ پورا خاندان ہی ایک سا ہے۔ ہم جوان لوگ بہرحال اسی ماحول میں پرورش پائے ہوئے ہیں۔ اس لیے ہمارے خیالات بھی زیادہ اچھے نہیں ہیں ہمیں سویڈن سے بہت سے اختلاف ہیں۔"

"بہت خوب۔ کیا میں ان کے بارے میں جان سکتا ہوں؟" میں نے دلچسپی سے پوچھا۔

"ہم اس کی آزادی کے انداز سے اختلاف رکھتے ہیں۔ سویڈن کا نظام حکومت' خارجہ پالیسی' سماجی بہبود کے سارے پروگرام ہمیں ان ساری چیزوں سے اختلاف ہے۔ ہمارا ملک غیر جانبداری کا علمبردار ہے لیکن میرے خیال میں غیر جانبداری منافقت کا دوسرا نام ہے۔ ہمارے ملک نے تو اسے کاروبار بنا رکھا ہے۔ ۱۸۰۵ء کے بعد ہم کسی جنگ میں شریک نہیں ہوئے دوسری جنگ میں جب یورپ کے تمام ممالک نازیوں کے ہاتھوں تباہ و برباد ہو رہے تھے اور وہاں کے باشندے بھوکوں مر رہے تھے ہم غیر جانبداری کا ڈھونگ رچا کر تماشا دیکھتے رہے تھے۔ بلکہ ہمارے ملک نے ہٹلر کو جنگی سامان فروخت کر کے خوب دولت کمائی۔ اور اسی وقت سے یہ فلاحی مملکت تعمیر ہوئی۔ اب سویڈن کے ایک عام مزدور کو لے لیجئے' اس کی نوکری کی ذمہ داری حکومت پر ہے۔ گھر مزدوروں کی انجمن فراہم کرتی ہے۔ اور اگر وہ بیمار ہو جاتا ہے تو مزدوروں کے فلاحی ہسپتال میں علاج کیا جاتا ہے۔ پیدائش سے لے کر موت تک اس کی ذمہ داری حکومت پر ہوتی ہے۔ ہمیں اس بات سے اختلاف ہے۔"

"لیکن میرا خیال ہے سویڈن کو ترقی پذیر ممالک میں ایک مثالی حیثیت حاصل ہے۔ سماجی بہبود کے لیے یہاں جس قدر کام کیا جاتا ہے۔ شاید دنیا کے کسی اور ملک میں نہیں۔"

"ارے بس رہنے دو۔ اس مثالی حیثیت سے جس قدر ہم واقف ہیں اور کوئی نہیں ہو سکتا۔ جنسی بے راہروی میں ہم نے پوری دنیا کو مات کر رکھا ہے خود کشیاں قومی مشغلے کی حیثیت اختیار کر چکی ہیں۔

یورپ میں تمام ملکوں میں ملا کر اتنے پاگل اور نشے کے عادی لوگ نہیں ملیں گے جتنے صرف سویڈن میں موجود ہیں۔ ایک شخص چوری کرتا ہے تو اسے تنبیہ کر کے چھوڑ دیا جاتا ہے کہ بھئی بری بات ہے' ایسا نہیں کرتے۔ دوسری بار پکڑا جاتا ہے تو اظہار ناراضگی کیا جاتا ہے اور تیسری بار پکڑا جائے تو معذرت کے ساتھ چند ماہ کے لیے جیل بھیج دیا جاتا ہے اور اس کے بیوی بچوں کے لیے وظیفہ مقرر کر دیا جاتا ہے۔ یہ ہوئی آپ کی ساجی بہبود اور مجرموں کی اصلاح۔ نشے میں دھت چند افراد اگر راہ میں پکڑے جائیں تو فرض ہوتا ہے کہ انہیں ان کے گھر تک پہنچا دیا جائے۔ لڑکے اور لڑکیاں اگر جنسی تعلقات قائم کر لیں تو والدین کو اجازت نہیں کہ ان کے معاملات میں دخل دیں۔ یہ ہے سویڈن اور یہ ہے آپ کا مثالی ملک۔"

"اوہ۔ میرا نہیں۔ مس لیشا' آپ کا ملک۔"

"اوہ نہیں' میں صرف مثال دے رہی تھی۔"

"تو تمہارا خاندان پرانے خیالات کا حامل ہے۔"

"آپ انہیں پرانے خیالات کہیں گے۔ اگر ہم چند اخلاقی قیود کی پابندی کر لیتے ہیں تو ہمیں پرانے انسان کہا جاتا ہے حالانکہ انسانی جذبات کے بے راہروی اس نسل کے لیے بھی نہ سود مند ہے اور نہ خود اس کو آسودگی ہی بخش سکی۔ انسانیت سے' تہذیب سے اکتائے ہوئے لوگ آج پہاڑوں پر کیوں آباد ہیں۔ وہ زندگی سے بھاگ کر چرس' افیون' بھنگ' گانجا' کوکین' میتھاڈین' راکٹ' ہیروئن جیسے نشوں کا سہارا کیوں لیتے ہیں۔ جنسی بے راہروی عورت کے بدن سے ہٹ کر ان چیزوں تک کیوں پہنچ چکی ہے۔ ہاں میرا خاندان پرانے خیالات کا حامل ہے لیکن ہم انہونی تو نہیں چاہتے۔ اگر ہم بدن ڈھکنے کی بات کرتے ہیں تو اس سے ہمارا مقصد عورت کے بدن کی دلکشی کھو دینا نہیں ہوتا بلکہ ہم یہ چاہتے ہیں کہ دونوں اصناف ایک دوسرے سے صرف اتنی دور رہیں کہ جب ایک دوسرے کی طلب کریں تو وہ پوشیدہ بدن' اس کے خطوط نگاہوں کے لیے اجنبی ہوں۔ اس طرح ان کی کشش باقی رہتی ہے۔"

"خدا کی پناہ! تم نے تو طویل لیکچر دے ڈالا۔" میں نے ہنستے ہوئے کہا۔

"ناگوار گزرا ہے؟" لیشا مسکرائی۔

"نہیں بھئی' بس مستقبل تاریک ہو گیا۔"

"کیوں؟"

"کیا۔۔۔۔ سمجھاؤں تمہیں خیر چھوڑو ان باتوں کو۔ کیا تمہاری ساتھی لڑکی بھی انہی خیالات کی حامل ہے؟"

"اس کا تعلق بھی میرے ہی خاندان سے ہے۔"

"اوہ۔ کون ہے تمہاری؟"

"کزن ہے۔"

"تب تو بے چارہ پنٹو بھی مارا گیا۔ ظاہر ہے اس کے خیالات بھی تمہاری مانند ہوں گے لیکن مجھے ایک بات تو بتاؤ۔ تمہارے والدین نے تمہیں اس جشن میں شرکت کی اجازت کیوں دے دی؟"

"اوہ! یہ بات نہ پوچھو تو بہتر ہے۔"

"کیوں؟"

"دراصل ہم لوگ چھپ کر آئے ہیں۔ ورنہ ہمیں اجازت نہ ملتی۔"

"اس کا مطلب ہے کہ آپ نے ان بے جا قیود سے بغاوت کی یعنی وہ آپ کے لیے قابل قبول نہیں تھیں۔"

"نہیں' ایک حد تک۔ ورنہ اس جشن میں آنے والے تو اخلاق کے سارے اصول بھول کر یہاں آئے ہیں۔" لیشا نے جواب دیا۔

اب میں اس لڑکی کی باتوں سے الجھنے لگا تھا۔ ایک طرف تو لگاوٹ کا یہ اظہار اور دوسری طرف اخلاقیات پر یہ لیکچر سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ اس کی ذہنی کیفیت کیا ہے۔ پھر بھائی سردارے بھی واپس آ گئے۔ منہ بنا ہوا تھا۔ یوں لگ رہا تھا جیسے مارتینا کے ساتھ گزارا ہوا وقت کچھ اچھا نہ رہا ہو۔ ہم دونوں کی طرف متوجہ ہو گئے۔

"اوہ مارتینا ڈیئر تم کہاں گم ہو گئی تھیں؟"

"اوہ لیشا ڈارلنگ یہ مسٹر پٹھو تو بے حد دلچسپ انسان ہیں۔ مجھے ان کے ساتھ بے حد لطف آیا۔" مارتینا سادگی سے ہنس کر بولی۔

اور پھر وہ دونوں آپس میں گفتگو کرتی رہیں۔ لیشا مارتینا کو میرے بارے میں بتا رہی تھی۔ میں نے سردارے کا لٹکا ہوا منہ دیکھ کر پوچھا۔

"کیوں' میرا خیال ہے' تمہیں لڑکی پسند نہیں آئی۔"

"بور ہے صورت حرام کہیں کی۔" سردارے پھٹ پڑا۔

"ارے۔ ارے کیا ہو گیا؟"

"صدیوں پرانی روح ہے اس میں ایسی سڑی سڑی باتیں کر رہی تھی کہ طبیعت پر بوجھ محسوس ہونے لگا تھا۔"

"مثلاً؟" میں نے پوچھا۔

"بس یونہی استاد۔ کہہ رہی تھی جسموں کا اتصال روح کو آلودہ کر دیتا ہے کیسی احمقانہ بات ہے استاد۔ حالانکہ نسل آدم جسموں کے اتصال سے ہی وجود میں آئی ہے۔ یہ قیود تو خود ہماری لگائی ہوئی ہیں ورنہ ساری کائنات تو ایک عورت اور ایک مرد ہے۔"

"ہاں!" میں نے گہری سانس لے کر کہا۔

"خود تمہاری کیا پوزیشن رہی؟ تم دونوں تو خاصے بے تکلف نظر آ رہے ہو"

"جی ہاں۔ صرف اس لیے کہ میں اس کی بور باتیں سنتا رہا ہوں۔"

"ارے تو وہ بھی ۔۔۔۔؟" سردارے نے پوچھا۔

"ہاں یار' ہم دونوں ہی غلط پھنس گئے۔"

"جان چھڑاؤ استاد اور بھاگ نکلو۔" سردارے نے کہا۔

"نہیں یہ مشکل ہے۔ میں اس سے ایک اور وعدہ کر چکا ہوں"

"سبحان اللہ' وعدے بھی ہو چکے۔"

"نہیں سردارے ہم ان کے ساتھ اسٹاک ہوم چلیں گے۔ جس شکل میں بھی کام آ جائیں۔" میں

نے ایک طویل سانس لے کر کہا اور سردارے خاموش ہو گیا۔ دونوں لڑکیاں تھک گئی تھیں چنانچہ وہ ایک دوسرے کے نزدیک لیٹ گئیں۔ اور پھر شاید سو گئیں۔ ہم دونوں بھی آدھی رات تک ایک حسین فریب میں مبتلا رہنے کے بعد تھک چکے تھے۔ اس لیے سو گئے اور جب آنکھ کھلی تو سورج پوری آب و تاب سے چمک رہا تھا۔ جھیل کی سطح اتنی چمکدار ہو گئی تھی کہ اس کی طرف دیکھنا دوبھر تھا۔ کہیں دور سے اب بھی ڈھول کی آواز آ رہی تھی۔ لوگ شاید رقص بھی کر رہے تھے۔

میں نے کروٹ بدل کر دیکھا تو دونوں لڑکیوں کو جاگتے پایا۔ ان کے ہاتھوں میں جگ تھے جن سے کافی کی سوندھی سوندھی خوشبو اٹھ رہی تھی۔ ہاتھوں میں رول کئے ہوئے سینڈوچ تھے جنہیں وہ اپنے دانتوں سے کاٹتیں اور پھر کافی کے چھوٹے چھوٹے سپ لینے لگتیں۔ میں نے سردار کو جگا دیا۔

"صبح ہو گئی۔" میں جماہی لے کر بولا۔

"صبح نہیں ہوئی۔ ابھی تو صرف سورج نکلا ہے۔ تین ہی تو بجے ہیں" لیشا نے کہا۔

میں نے سردارے کو اٹھا دیا تھا۔ جھیل کے پانی سے منہ ہاتھ دھونے سے ذہن پر سے بوجھ ہٹ گیا۔ لڑکیوں نے ہمیں بھی کافی اور سینڈوچ پیش کئے۔ کچی مچھلی کے سینڈوچ سویڈن والوں کی مرغوب غذا ہے۔ ہم نے کافی کے ساتھ مزے سے سینڈوچ کھائے لیکن لڑکیاں اب کچھ مضطرب نظر آ رہی تھیں۔

"مسٹر ایڈورڈ کیا آپ لوگ یہاں سے چلنے کے لیے تیار ہیں؟"

"ہاں یقیناً۔"

"تب پھر چلئے کیونکہ ہمیں اس سے زیادہ تفریح کی اجازت نہیں ہے ایڈیرے میں آپ کا سامان بھی ہو گا۔"

"جی نہیں۔ مس لیشا ہم لوگ بے سروسامان ہیں۔"

"اوہ۔ تب آیئے۔" اور ہم دونوں حسب معمول بیل کار کی پچھلی سیٹ پر دھنس گئے۔ اب ہمیں احساس ہوا تھا کہ ان لڑکیوں کی فطرت کا اندازہ تو اسی وقت لگا لینا چاہیے تھا۔ جب انہوں نے کار میں لفٹ دی تھی۔ اس وقت بھی یہ دونوں اگلی سیٹ پر تھیں اور ہمیں پچھلی سیٹ پر ہی جگہ ملی تھی۔

اسٹاک ہوم میں داخل ہوتے وقت ہمارے ذہن میں خیال تھا کہ ہمیں کسی ہوٹل میں قیام کرنا ہو گا لیکن جب کار ایک خوبصورت عمارت کے وسیع پھاٹک پر رکی تو میں نے گہری نظروں سے سردارے کو دیکھا۔ عمارت کے پورچ میں کار روکتے وقت لیشا میری طرف جھک کر آہستہ سے بولی۔

"سمر پیلس کا کوئی ذکر نہیں کرو گے۔"

"لیکن مس لیشا۔"

"پلیز خاموش رہو۔ دیکھو وہ جو آ رہے ہیں میرے گرینڈ فادر ہیں۔ تمہیں ان کے بہت سے سوالات کے جوابات دینا ہوں گے۔" وہ میرا شانہ دبا کر بولی اور میں نے ان بڑے میاں کی طرف دیکھا جو آبنوس کی چھڑی اٹھائے لمبا اورکوٹ پہنے، جھکے ہوئے چھجے والا فیلٹ ہٹ سر پر جمائے شانے جھکائے کار کی طرف چلے آ رہے تھے۔ ہمارے اترتے اترتے وہ کار کے نزدیک پہنچ گئے۔ پھر انہوں نے سونے کے فریم والی پرانی طرز کی عینک ناک سے اتاری، ایک نفیس رومال نکال کر اسے صاف کیا۔ پھر ناک پر جما کر غور سے ہمیں دیکھا اور پھر آبنوس کی چھڑی سردارے کے پیٹ میں چبھا کر لیشا کی طرف دیکھتے ہوئے بولا: "یہ شریف لوگ کون ہیں بے بی؟"

"بیحد شریف لوگ ہیں گرینڈ فادر!" لیشا جلدی سے بولی۔

"شاید۔" بڑے میاں نے برا سا منہ بنایا "لیکن تم نے ان کو کہاں سے پکڑا ہے؟"

"اوہ فادر! آنٹی سموئل نے ان دونوں کو ہمارے ساتھ بھیج دیا ہے۔ بے چاروں کا ایک ضروری کام اٹکا ہوا تھا۔"

"اوہو۔ گویا یہ جلدی واپس چلے جائیں گے۔"

"ہمارے مہمان ہیں فادر آپ ان کے سامنے کیسی بداخلاقی کی گفتگو کر رہے ہیں۔" مارتیانا نے دخل دیا اور بڑے میاں کے چہرے پر جھینپے جھینپے آثار نظر آنے لگے۔

"سوری! میرا مطلب کچھ اور نہیں تھا۔ قصور تم دونوں کا نہیں ہے لیکن یہ لڑکیاں، میرا مطلب ہے اس چھوٹی سی کار میں۔ اوفوہ! شاید میں پھر غلط بول گیا۔ میری مراد ہے یعنی کہ کار بہت چھوٹی ہے۔ نہ جانے تم سب۔ اچھا اچھا اندر تو چلو۔" بڑے میاں ہم لوگوں کے پیچھے پیچھے چل پڑے۔

سردارے نے مسخرے پن سے میری طرف دیکھا اور میں نے اسے آنکھ مار دی۔ میں ان ساری تفریحات سے لطف اندوز ہونے کے موڈ میں تھا۔ لیشا ہمیں اندر لے گئی۔ بڑے میاں بدستور پیچھے لگے ہوئے تھے۔ بالآخر انہوں نے ہمیں ڈرائنگ روم میں بٹھایا اور بڑے میاں بھی ہمارے نزدیک براجمان ہو گئے صورت ہی سے سنکی نظر آ رہے تھے۔

"ماری۔ تم ان لوگوں کے پاس رکو۔ میں ان کی رہائش کا بندوبست کرتی ہوں۔" لیشا نے کہا اور بڑے میاں چونک پڑے۔ انہوں نے بے چین نگاہوں سے میری طرف دیکھا اور پھر ہکلاتے ہوئے بولے: رہائش۔۔۔۔ یعنی کہ رہائش؟" لیشا نے غصیلی نظروں سے انہیں گھورا اور پھر ہونٹ بھینچتے ہوئے باہر نکل گئی۔ تب بڑے میاں مارتیانا کو گھورنے لگے۔

"یہ سب۔۔۔۔ یہ سب کیا ہے؟"

"کہاں فادر؟" مارتیانا نے چاروں طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"میں ان دونوں کی بات کر رہا ہوں"

"اوہ سوری فادر۔۔۔۔ ان دونوں کے بارے میں جو کچھ گفتگو کریں، لیشا ہی سے کریں میرا تو ان سے تعارف بھی نہیں ہے۔" مارتیانا نے جواب دیا۔

"کیا مطلب؟"

"میں مطلب بھی نہیں جانتی۔"

"لیکن لیشا کے ساتھ تم بھی تو سموئل کے ہاں گئی تھیں۔ یعنی رات کو تم لیشا کے ساتھ نہیں تھیں؟"

"یقیناً تھی لیکن آنٹی سموئیل اور لیشا چپکے چپکے گفتگو کرتی رہی تھیں اور جب ہم وہاں سے چلے تو یہ دونوں ہماری کار میں موجود تھے۔"

"اوہ۔۔۔۔ افوہ!" بڑے میاں پریشانی سے بولے اور پھر پھاڑ کھانے والے انداز میں ہماری طرف مڑے "تم ہی میری پریشانی دور کرنے میں میری مدد کرو۔"

"کیا تکلیف ہے آپ کو؟" سردارے نے بڑی سنجیدگی سے پوچھا اور میں نے مشکل سے ہنسی روکی۔ اسی وقت ایک ملازم قسم کا آدمی گھبرایا ہوا سا اندر داخل ہو گیا۔

"فادر۔ فادر' آپ کے چوہوں کے پنجرے کا دروازہ آج پھر نہ جانے کس طرح کھلا رہ گیا۔ سارے چوہے باہر نکل آئے ہیں۔ کتوں کی غراہٹ بھی سنائی دے رہی ہے۔ نہ جانے۔۔۔۔۔ نہ جانے۔"

"کیا۔۔۔؟" بڑے میاں حلق پھاڑ کر چیخے اور پھر وہ اتنی تیزی سے اٹھ کر باہر بھاگے کہ حیرت ہوتی تھی۔ سردارے نے مسخرے پن سے ان کے راستے سے ہٹ کر گویا جان بچائی۔ مارتیانا قہقہے لگانے لگی۔

"یہ کس پاگل خانے میں آگھسے ہو استاد؟" سردارے نے جھنجھلائے ہوئے انداز میں کہا۔

"کیوں' بور ہو رہے ہو؟" میں نے بھی اردو میں پوچھا۔

"بری طرح۔" سردارے برا سا منہ بنا کر بولا۔

"گویا تمہارا ابھی کام نہیں بنا؟"

"لعنت ہے اس بور لڑکی پر۔ صدیوں پرانی روح معلوم ہوتی ہے اس کے بدن میں" سردارے بڑبڑایا پھر ہم دونوں مارتیانا کی طرف متوجہ ہو گئے جو کہہ رہی تھی۔

"سمجھے نہیں شاید۔ تم دونوں سمجھے نہیں۔"

"جی ہاں' ہم کچھ نہیں سمجھے مارتیانا۔" میں نے کہا۔

"بڑی ہی چالاک ہے یہ لیشا۔ اس نے کس خوبصورتی سے فادر سے تم دونوں کی جان بچادی جب بھی اسے فادر سے چھٹکارا حاصل کرنا ہوتا ہے وہ ان کے چوہے خانے کا دروازہ کھول دیتی ہے۔"

"اوہ' یہ محترم چوہوں کے عاشق زار ہیں؟"

"ہاں۔ بڑے خوبصورت چوہے رکھے ہیں انہوں نے۔ انسانوں سے زیادہ چوہوں سے محبت کرتے ہیں۔" مارتیانا نے ہنستے ہوئے کہا۔ "اور بھاگے ہوئے چوہوں کو پکڑنا آسان کام تو نہیں ہوتا۔ اب وہ کافی دیر تک ہم سے ملاقات نہیں کر سکیں گے۔" مارتیانا نے پھر قہقہہ لگایا۔

"خود بھی کم بخت چوہے کی نسل سے معلوم ہوتا ہے" سردارے پھر بولا۔ پھر لیشا واپس آگئی۔ اس کے ہونٹوں کے گوشے کپکپا رہے تھے۔ چہرہ سرخ ہو کر کچھ اور دل کش لگ رہا تھا۔

"ہائے میرے فادر کہاں گئے؟" اس نے کہا اور ہنس پڑی۔ پھر ہماری طرف دیکھ کر بولی "سوری۔ آپ اس ماحول میں زیادہ خوش تو نہ ہوں گے لیکن اس صدی میں بارہویں صدی کے نمونوں سے لطف اندوز ہونے کی کوشش کریں۔ آیئے میں نے آپ کے لیے ایک کمرے کا بندوبست کر دیا ہے۔ وہاں آپ کو تکلیف نہیں ہو گی"

"آؤ پنٹو۔" میں نے کہا اور سردارے اٹھ گیا۔ اس کا چہرہ سپاٹ تھا۔ وہ اس ماحول سے کافی بیزار معلوم ہوتا تھا۔ لیکن میں یہاں کچھ وقت گزارنا چاہتا تھا اس لیے میں نے سردار کے موڈ پر توجہ نہیں دی اور لیشا کے ساتھ چل پڑا۔ لیشا ہمیں ایک خوبصورت کمرے میں لے گئی۔ سردارے ہمارے ساتھ اس طرح چل رہا تھا جیسے کوئی اسے پیچھے سے دھکیل رہا ہو کمرے میں داخل ہو گئے۔ یوں تو یہ پوری عمارت ہی شاندار تھی لیکن یہ کمرہ کچھ خصوصی طور پر ہی آراستہ تھا۔ عمدہ فرنیچر' خوبصورت مجسمے' دروازوں پر پڑے قیمتی

پردے مشہور مصوروں کی بنائی حسین ترین تصویریں آویزاں تھیں کمرے میں دو بستر لگے ہوئے تھے۔

"یہ ہے آپ کا کمرہ ممکن ہے آپ کے شایان شان نہ ہو لیکن ہماری خاطر۔"

"ہمارے وطن میں ایک جگہ لکھنؤ ہے انکساری ان لوگوں پر ختم ہوتی ہے۔ یقین کریں اس وقت آپ نے ہمیں لکھنؤ یاد دلا دیا ہے۔" میں نے مسکراتے ہوئے لیشا سے کہا۔

"لاک ناؤ؟" لیشا نے نہ سمجھنے والے انداز میں پوچھا۔

"جی ہاں۔ جی ہاں۔" میں نے جلدی سے جواب دیا۔

"مگر میں نہیں سمجھی یہ لاک ناؤ کہاں ہے"

"سمجھیں گی بھی نہیں خاتون اس لیے جانے دیں" میں نے کہا۔

"میں بتاؤں؟" سردارے جلدی سے بول پڑا "لکھنؤ استنبول کا ایک محلّہ ہے" میں نے گھور کر سردارے کو دیکھا اور وہ بیزار سی شکل بنا کر چھت کی جانب گھورنے لگا۔

"تو آپ آرام کریں' میں ذرا گھر کی فضا درست کر لوں اس کے بعد آپ سے تفصیلی گفتگو ہو گی۔" لیشا نے کہا اور مسکرا کر گردن ہلاتی ہوئی باہر نکل گئی۔ اس کے جاتے ہی سردارے قہر آلود نگاہوں سے مجھے گھورنے لگا تھا۔

"کیوں بھوکے ہو کیا کھاؤ گے مجھے؟" میں نے ہنستے ہوئے پوچھا۔

"بعض اوقات تمہاری تفریحات بے حد کھل جاتی ہیں استاد" سردارے برا سا منہ بنا کر بولا۔

"تم انہیں تفریحات کہو گے؟"

"پھر کیا کہوں؟" سردارے نتھنے پھلا کر بولا۔

"کیا ہم خود ان کے ساتھ آئے ہیں؟"

"ہاں یہ تو ٹھیک ہے استاد لیکن ہم خود یہاں سے بھاگ تو سکتے ہیں"

"آخر تمہارے اوپر موت کیوں نازل ہو رہی ہے۔"

"ہائے استاد اگر اس منحوس بوڑھے کے چوہے نہ نکل بھاگتے تو کیا وہ آسانی سے ہماری جان چھوڑ دیتا؟ اور کیا یہ دونوں خبط الحواس لڑکیاں اس قابل ہیں کہ ان کے ساتھ چند گھنٹے بھی گزارے جا سکیں"

"کیا خرابی ہے ان بے چاریوں میں کیا وہ خوبصورت نہیں ہیں؟"

"خوبصورت ہیں لیکن انتہائی فرسودہ خیالات کی حامل ہیں میں تمہیں کیا بتاؤں استاد اس کمبخت مارتیانا کو میں ساری رات زندگی کا مفہوم سمجھاتا رہا اور وہ بھاڑ سا منہ پھاڑ پھاڑ کر جمائیاں لیتی رہی۔ لگ رہا تھا جیسے عقل کھوپڑی سے دو فٹ اوپر چکرا رہی ہو کمبخت کی سمجھ میں زندگی اور جوانی کا مفہوم ہی نہیں آ رہا تھا۔"

"مجھے کیا سنا رہے ہو دوست اپنی بھی یہی حالت ہے کیا کیا جائے تقدیر میں دو بھینسیں لکھی تھیں جن کے سامنے بین بجاتے رہے لیکن ان کی سمجھ میں کچھ آتا تب نہ۔"

"پھر بھی تم ان کے ساتھ چلے آئے۔"

"سردارے سر چھپانے کے لیے کوئی ٹھکانہ چاہیے تھا۔ بری جگہ ہے کیا؟ مفت میں؟ مل گئی خاطر مدارات الگ ہو گی اور پھر ہم کون سے یہاں زندگی گزارنے آئے ہیں چند روز رہیں گے چلے جائیں گے یہ

بھینسیں نہیں سنتیں نہ سنیں 'پورے سویڈن میں یہی دو تو نہیں ہیں۔"

"وہ تو ٹھیک ہے استاد لیکن ان کے ساتھ ان کے گھر والوں کو برداشت کرنا بہت مشکل کام ہو گا۔ ابھی تو صرف نمونے میں وہ بڑے میاں دیکھے ہیں باقی نہ جانے کیسے ہوں گے۔"

"چلو ٹھیک ہے کسی بھی چیز کو خود پر اتنا مسلط نہ کرو کہ وہ تمہارے ذہن کا بوجھ بن جائے" میں نے کہا اور سردارے خاموش ہو گیا۔

دوپہر کا کھانا ہمیں ہمارے کمرے میں ملا۔ اور پھر شام کی چائے بھی۔ اس دوران دونوں لڑکیاں بھی غائب رہی تھیں۔ درحقیقت ہماری بوریت کی انتہا نہیں تھی۔ بھلا یہ بھی کوئی بات ہے ظاہر ہے ہم ہوٹل میں بھی قیام کر سکتے تھے۔ لیکن سورج چھپے دونوں ہی ایک ساتھ ہمارے کمرے میں آئیں۔ ان کے چہروں سے شوخی عیاں تھی۔ آنکھوں میں مسکراہٹ ناچ رہی تھی۔

"اوہ۔ ایڈورڈ ڈیئر بالآخر ہم نے ان کے ذہنوں کو کسی حد تک درست کر ہی لیا۔" لیشا خوشی سے بھرپور آواز میں بولی۔

"کس کی بات کر رہی ہو لیشا؟"

"ارے وہی اپنے بور والدین کی۔ باقاعدہ عدالت لگ گئی تھی تم لوگوں کے سلسلے میں کون ہیں۔ کہاں سے آئے ہیں۔ کیوں آئے ہیں اف توبہ سوالات کا ایک سیلاب تھا ہم دونوں کو بند باندھنا مشکل ہو گیا بڑے بڑے جھوٹ بولنے پڑے ہیں لیکن یقین کرو تمہارے لیے فضا بڑی ہموار ہو گئی ہے۔" لیشا نے کہا۔

"جانتے ہو اس چالاک لیشا نے تمہیں کیا بنا دیا؟" مارتیانا مسکرا کر بولی۔

"کیا بنا دیا۔" میں مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"استنبول کے سب سے بڑے گرجے کا سازندہ جو دعا کے بعد روح پرور موسیقی بکھیرتا ہے اور لوگ سکون پا کر گھروں کو واپس جاتے ہیں" مارتیانا نے جواب دیا۔

"اوہ۔ تو اس کے بعد آپ کے والدین کے کیا خیالات ہیں؟"

"بہت ہی مناسب لیکن یہ بتاؤ کیا تم اپنے گٹار پر گرجاؤں کی موسیقی بجا سکتے ہو۔ تم سے فرمائش ضرور کی جائے گی۔ اور اگر تم انہیں مطمئن کرنے میں کامیاب ہو گئے تو پھر سب تمہارے دیوانے ہوں گے۔"

"تمہارے گرینڈ فادر بھی؟" سردارے نے بوکھلاتے ہوئے پوچھا۔

"ہاں۔ وہ بھی اور پھر وہ تم سے الٹے سیدھے سوالات نہیں کریں گے۔"

"ان کا تو قرب بھی قرب قیامت ہوتا ہے۔"

"تو پھر ان سے ملاقات کب ہو گی؟" میں نے پوچھا۔

"ڈنر پر جب انہیں تمہارے بارے میں اعتبار آ گیا تو پھر انہوں نے تمہارے اعزاز میں ایک شاندار ڈنر کی تیاریاں شروع کر دیں اور اب سب لوگ تیاریوں میں مصروف ہیں۔"

لڑکیاں اب کافی پر سکون نظر آ رہی تھیں۔ غالباً" دن میں وہ اسی لیے ہمارے پاس نہیں آئی تھیں کہ وہ فضا ہموار کرنے میں مصروف تھیں اور اب شاید انہیں اطمینان ہو گیا تھا۔

کافی دیر تک وہ ہمارے پاس بیٹھی گفتگو کرتی رہی۔ اس وقت ان کی گفتگو بڑی بیباک تھی یعنی وہ پہلے

سے کسی قدر مختلف نظر آ رہی تھیں۔ گویا ان کے خیالات میں تبدیلی پیدا ہوئی تھی۔ پھر وہ ہم سے تھوڑی دیر کے لیے معذرت کر کے چلی گئیں۔ سردارے کا خوشی سے سینہ پھول گیا تھا۔ ان کے جاتے ہی وہ لپک کر میرے نزدیک آ گیا اور میرے بازو کو پکڑتے ہوئے بولا۔

"استاد۔ استاد کچھ محسوس کیا؟"

"کیا بد تمیزی ہے۔" میں نے اس کا بازو جھٹکتے ہوئے کہا۔

"خدا کی قسم استاد لڑکیاں کافی بدلی ہوئی نظر آ رہی ہیں۔ اس وقت تو ان کا انداز ہی مختلف تھا۔"

"اونہہ ہو گا بس اب لعنت بھی بھیجو' ہر وقت لڑکیاں ذہن پر سوار رہتی ہیں"

"ہائے استاد وہی کہوں گا کہ ہائے کمبخت تو نے پی ہی نہیں۔ استاد ساری کائنات ایک حسین لڑکی کے سوا کچھ نہیں۔ دیکھو نا کائنات بھی مونث ہے ہم لڑکی کو کیسے نظر انداز کر سکتے ہیں۔"

"اچھا سقراط کی دم اب خاموش ہو جاؤ بلکہ میرا خیال ہے ڈنر کی تیاریاں کرو۔"

"تیاریاں کیا کرنی ہیں استاد اپنے پاس کپڑے ہی کونسے ہیں بس اٹھیں گے چل دیں گے۔"

"یہ بھی ٹھیک ہے" میں نے طویل سانس لے کر کہا۔

پھر ہمیں ڈنر پر بلایا گیا مارتیانا آئی تھی ان لوگوں کو بھی احساس تھا کہ ہمارے پاس لباس وغیرہ نہیں ہے۔ مارتیانا نے ایک سرسری نگاہ ہمارے کپڑوں پر ڈالی اور فوراً" دوسری طرف متوجہ ہو گئی شاید وہ ہمیں احساس نہیں ہونے دینا چاہتی تھی کہ اس نے ہمارے لباس پر توجہ دی ہے تب پھر ہم اس حسین عمارت کے وسیع ڈائننگ ہال میں داخل ہو گئے۔ میز کے گرد ایک سے ایک احمق نظر آ رہا تھا۔ لمبے سے ڈھیلے ڈھیلے لباس پہنے عورتیں اور بوڑھیاں جنہوں نے قدامت پسندی کے جنون میں اپنی شکلیں خراب کر رکھیں تھیں۔ الو نما بوڑھے لمبے لمبے کوٹ پہنے سر پر پاسنگ شو اسٹائل ہیٹ جمائے ہمارے استقبال کو کھڑے تھے۔ صرف ایک لیشا تھی جو قدرے غنیمت نظر آ رہی تھی۔ گردنیں جھکیں' چہروں پر مصنوعی مسکراہٹیں نمودار ہوئیں اور ہمیں بیٹھنے کی پیشکش کی گئی۔ اور پھر پر تکلف کھانا شروع ہو گیا کھانے سے قبل لیشا نے ان سب سے تعارف کرایا تھا۔

نہ جانے کون کون تھے۔ ہم نے تو ان کے رشتوں پر توجہ ہی نہیں دی تھی ہمیں کیا کرنا تھا لیشا سے ان کی رشتے داری جان کر کھانے کے بعد رسمی گفتگو شروع ہو گئی وہ بار بار کسی رسمی آنٹی سموئل کا حوالہ دے رہے تھے پھر ہم سے فرمائش کی گئی کہ ہم گرجا کی مقدس موسیقی سنائیں بہرحال میں جانتا تھا کہ کچھ تو کرنا ہو گا' چنانچہ گٹار مہیا کر دیا گیا اور تمام لوگ ایسی شکلیں بنا کر بیٹھ گئے جیسے مقدس پادری انہیں درس دینے کے لیے تیار ہو۔

سردارے بھی ان لوگوں کے ساتھ بیٹھ گیا تھا اور اچانک ہی میرے ذہن میں ایک شرارت ابھری میں نے ہونٹ بھینچ کر گردن ہلائی۔ اور اس کے بعد گٹار کے تاروں سے ایک مدھم آواز ابھری ہلکی ہلکی ہواؤں کے دوش پر ایک حسین سرسراہٹ جیسے آسمان سے اتری ہوئی کوئی مقدس روح جس کے قدموں کی چاپ نہ ہو لیکن اس کے باریک پیراہن کی سرسراہٹ دلوں کو چھوتی ہوئی گزرے۔ بلاشبہ گٹار میرے ہاتھوں میں آ کر میرا محکوم بن جاتا تھا اس کے سارے سر میرے غلام ہوتے تھے۔ سو جو نغمہ گٹار کے تاروں سے نکلا وہ ایسا ہی تھا کہ ذہنوں کا گداز آنسوؤں سے ہم آہنگ ہو کر بہہ نکلا۔ فضا میں صرف سروں کا ارتعاش تھا۔

ذہن سو گئے تھے یا کھو گئے تھے جنت کی پر تقدس وادیوں میں اور محسوس کر رہے تھے بیٹھنے والے کہ بلاشبہ ان کی روحیں جسموں کو چھوڑ کر کائنات کی وسعتوں میں سرگرداں ہیں۔ یوں دنیا کی حقیقت ان کی نگاہوں میں رہی تھی اور محسوس کر رہے تھے وہ کہ اس پر معصیت زمین پر رہنے والے اگر گناہوں کے بوجھ سے آزاد ہو جائیں تو روحیں سبک رو ہو جاتی ہیں اور دل و دماغ کے تمام بوجھ دور ہو جاتے ہیں۔

میں نے آنسوؤں سے تر رخسار دیکھے اور آہستہ آہستہ گٹار کا نغمہ کسی گہرے غار میں جا سو... سردارے بھی بت بنا حیرت سے میری جانب دیکھ رہا تھا۔

نغمہ خاموش ہو گیا اور ذہنوں پر سکوت طاری تھا اور کافی دیر تک خاموشی رہی اور پھر جیسے لوگ ... سے بیدار ہو گئے پھر پر جوش تالیاں گونج اٹھیں سب بڑھ چڑھ کر میرے فن کی داد دے رہے تھے۔ لیشا... کر میرے نزدیک آئی اور اپنے محبت بھرے انداز میں میرے دونوں ہاتھ پکڑ لئے اور آہستہ سے بولی۔

"یہ صرف یہ کہ میں نے جو کچھ کہا تھا تم نے اس کی تائید کر دی بلکہ تمہارے اس انوکھے نغمے... تمہاری شخصیت بھی پر اسرار بنا دی ہے۔"

"شکریہ لیشا۔" میں نے جواب دیا میں نہیں جانتا تھا کہ گٹار کے تاروں سے جو نغمہ پھوٹا اس... میرے ذہن سے کیا تعلق تھا لیکن اس وقت اپنے طور پر مجھے اپنے ذہن پر ایک عجیب سا بوجھ محسوس ہو... تھا۔ پرانے لوگ میرے ہاتھ چومنے لگے وہ میری تعریفوں کے پل باندھ رہے تھے لیکن میرا ذہن ان کے الفاظ سے دور تھا۔ سوچ پر گرد سی جمی ہوئی تھی۔

سردارے بھی میرے نزدیک پہنچ گیا اور اپنے تعریفی لہجے میں کہا۔

"حیرت انگیز استاد۔ اس سے قبل گٹار کے تاروں سے یہ آواز نہیں نکلی تھی۔" میں نے اس کی بات کا کوئی جواب نہیں دیا۔

لیشا اور مارتیانا بھی اس سازگار ماحول کو دیکھ کر ذرا سا کھل گئیں تھیں اور ہم لوگوں سے زیادہ سے زیادہ گھل مل کر گفتگو کرنے کی کوشش کر رہی تھیں پرانے خیالات کے لوگ میری اس اداکاری سے مطمئن ہو گئے تھے اور میرے ساتھ اس طرح پیش آ رہے تھے جیسے میں گرجا کا مقدس پادری ہوں اور یہ بالکل سچ ہے کہ یہ دنیا فریب پسند ہے جھوٹ بولو' فریب دو' خوش رہو گے۔ خوش رکھ سکو گے۔ دل کی گہرائیوں سے ... ہوا سچ ہمیشہ ناقابل توجہ ہوتا ہے۔

طبیعت بوجھل ہو گئی تھی میں نے لیشا سے کہا کہ میں آرام کرنا چاہتا ہوں اور ہمیں ان سے اجازت مل گئی۔ سو ہم اپنے کمرے میں واپس آ گئے۔

"کیا بات ہے استاد۔ ہر چند کہ وہاں پرانے خیالات کے بے وقوفوں کی بہتات تھی لیکن ان کے درمیان لیشا اور مارتیانا بھی تو تھیں اور میرا خیال ہے وہ ہم سے خاصی بے تکلف ہو رہی تھیں۔"

"سوری سردارے بے شک اس ماحول کو چھوڑ کر آنا تمہیں پسند نہ آیا ہو گا لیکن بس نہ جانے کیوں میری ذہنی کیفیت ٹھیک نہیں رہی ہے۔ تم اگر چاہو تو دوبارہ ان میں واپس چلے جاؤ تمہاری پذیرائی ہو گی مجھے سونے دو۔"

"اوہ نہیں استاد کیسی باتیں کر رہے ہو چند خوبصورت لڑکیوں کے قرب کی خاطر میں اپنے دوست کو اداسیوں میں گھرا چھوڑ کر چلا جاؤں لعنت ہے سردارے پر۔"

"ارے نہیں میری جان تم اسے اداسی نہ کہو بس اضمحلال ہے دور ہو جائے گا! تم واقعی چلے جاؤ اور ان لوگوں کے ساتھ تفریحات میں حصہ لو۔"

"فضول باتیں نہ کرو استاد۔ ہاں یہ بتاؤ یہ آج تمہارے گٹار کے سر کون سی وادیوں میں بھٹک گئے تھے؟"

"اوہ میں ان کے بارے میں کچھ نہیں جانتا۔" میں نے جواب دیا اور سردارے خاموش ہو گیا۔

زیادہ دیر نہیں گزری تھی کہ دونوں لڑکیاں پھر سے مسلط ہو گئیں۔ دونوں کی آنکھوں میں شرارت ناچ رہی تھی۔

"اب تو آپ ہمیں بتا دیں کہ آپ استنبول کے کون سے گرجا میں درس دیتے تھے ہم خود بھی بھٹک گئے ہیں۔"

"کیوں؟" میں نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"بس وہ نغمہ سچ مچ اس نے ہمیں تقدس کی وادیوں میں دھکیل دیا تھا میرے گھر کے لوگ تو تم سے بہت ہی متاثر ہو گئے ہیں یوں سمجھو کہ اب تمہارے لیے اس گھر میں بڑی گنجائش ہے۔"

"آپ کیا سمجھتی ہیں مس لیشا۔ کیا ہم ساری زندگی یہاں رہنے کے لیے آئے ہیں کیا آپ کے خیال میں ہم ان نکمے لوگوں میں سے ہیں جو ذرا سا سہارا مل جانے پر زندگی گزار لینے کے خواب دیکھنے لگتے ہیں ہم خوابوں کے عادی نہیں ہیں ہم تو حقیقت کی دنیا کے انسان ہیں ہمیں ٹھوکریں پسند ہیں"

"ارے ارے آپ کیسی باتیں کرنے لگے مسٹر ایڈورڈ؟" لیشا تعجب سے بولی

"کوئی خاص بات نہیں ہے مس لیشا۔ آپ لوگ بہت اچھے ہیں اور ہم اچھے لوگوں کے ذہن پر بار بننا پسند نہ کریں گے ہم کل یہاں سے چلے جائیں گے۔" سردارے تعجب سے میری شکل دیکھ رہا تھا۔ خود میری سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ مجھے کیا ہو گیا ہے گٹار سے نکلنے والا نغمہ خود میرے اوپر اثر انداز ہو گیا تھا۔

لڑکیاں تھوڑی دیر تک ہمارے پاس بیٹھی بور ہوتی رہی اور پھر وہ اٹھ کر چلی گئیں۔ سردارے نے بھی خاموشی اختیار کر لی تھی پھر مجھے نیند آ گئی صبح کو جب آنکھ کھلی تو سردارے جاگ چکا تھا اور صورت سے ہی بیزار سا نظر آ رہا تھا۔

"اب کیا پروگرام ہے استاد؟"

"بس کام شروع ظاہر ہے ہم ان لڑکیوں کے مہمان بننے تو نہیں آئے"

"ٹھیک ہے کام کی ابتدا کہاں سے ہو گی؟"

"بس آج اسٹاک ہوم کی آوارہ گردی ہو گی اور اس کے بعد ہم کام کی جگہ تلاش کریں گے" میں نے جواب دیا۔

"اوکے باس" سردارے نے مستعدی سے کہا۔

ہم لوگ منہ ہاتھ دھونے کے بعد ناشتے کا انتظار کرنے لگے۔ ظاہر ہے ناشتے سے قبل یہاں سے نکلنا بھی ممکن نہیں تھا۔ تھوڑی دیر بعد ملازمہ نے دستک دی۔ اور ہمارے بلانے پر اندر آ گئی۔

ناشتے پر انتظار ہو رہا تھا اور ہم لوگ اسی ڈائننگ ہال میں پہنچ گئے' تمام لوگ موجود تھے جن سے رات کو ملاقات ہوئی تھی۔ ہمارا پر جوش استقبال کیا گیا اور ہم خاموشی سے ناشتے میں شریک ہو گئے ناشتے سے

فارغ ہونے کے بعد لیشا نے ہمیں اپنے ساتھ آنے کا اشارہ کیا اور ہمیں لے کر اپنی نشست گاہ میں پہنچ گئی۔ مارتیانا بھی اس کے ساتھ تھی۔

"تمہارے لیے ان قدامت پسند لوگوں کے ذہنوں میں بڑی گنجائش پیدا ہو گئی ہے' اس لیے اسٹاک ہوم میں تمہاری رہائش اور دوسرے مسائل تو حل ہو گئے۔

آج ہم دونوں تمہیں اسٹاک ہوم کی سیر کرائیں گے، اور پھر کل کا دن ہمارے لیے مصروفیت تلاش کرنے میں گزرے گا۔" لیشا نے کہا۔

"شکریہ مس لیشا۔" میں نے مختصراً کہا۔

"اور اس کے بعد تمہارے لیے کچھ لباس بھی مہیا کرنے ہیں۔" لیشا بولی

"اوہ۔ ہاں ہمارے لباس تو بہت خراب ہیں تو مس لیشا آج آپ کے ساتھ سیر کے لئے انہیں لباسوں میں جانا پڑے گا کیا آپ ہمارا وجود اسی لباس میں پسند کریں گی؟"

"ہاں برے تو نہیں ہیں" لیشا نے لاپرواہی سے کہا۔ سردار سے زیر لب مسکرانے لگا۔

پھر تھوڑی دیر کے بعد ہم دونوں لڑکیوں کے ساتھ باہر نکل آئے۔

سویڈن میں پاگل پن جنس اور الکحل کے ساتھ موسم بھی ایک مسئلہ ہے۔ موسم سرما میں یخ بستہ ہواؤں اور برفیلے طوفان کا ایک لامتناہی سلسلہ شروع ہو جاتا ہے اگر اتفاق سے سورج نکل آئے تو روشنی صرف دو گھنٹے رہتی ہے لوگ ایک نیم تاریک برفانی ماحول میں بے جان لاشوں کی مانند گھسٹتے پھرتے ہیں فرانسیسی فلاسفر ڈیسکورڈ سویڈن ہی میں رائل لائبریری کے خنک کمروں میں سردی کی تاب نہ لا کر مرا تھا۔ ایک سویڈش کے لیے خوشگوار موسم کا مطلب چمکتی دھوپ اور نیلا آسمان ہے جو سال میں دس ماہ اس کی نگاہوں سے اوجھل رہتا ہے ہوسٹل پارک کو عبور کر کے ہم لوگ زمین دوز ریلوے اسٹیشن پر آئے اور وہاں لیشا نے ـــــ ٹکٹ خریدے اور ہم زمین دوز ٹرین میں داخل ہو گئے۔ وہاں بھانت بھانت کے لوگ موجود تھے نشے میں اونگھتے ہوئے بوڑھے ان کے ساتھ انہیں سنبھالنے والی بوڑھیاں نیم برہنہ لڑکیاں اور ان کے بدن کے کھلے ہوئے حصوں کو تاڑنے والے نوجوان لڑکے۔

ٹرین کا سفر خاصا خوشگوار رہا اور پھر ہم اسٹیشن پر اتر گئے۔ اسٹیشن سے سامنے والی سڑک پار کر کے ہم سینٹرل پل پر آ گئے۔ پل کے پہلو میں سے اسٹاک ہوم کے ٹاؤن ہال کی سیڑھیاں اترتی تھیں۔ اسے مسبزک کی تعمیر کردہ یہ عمارت وینس کے سینٹ مارک کلیسا سے بہت ملتی جلتی تھی۔ وینس کی طرح اسٹاک ہوم بھی جزیروں کا مجموعہ ہے۔ جنہیں اطالوی طرز کے پل ایک دوسرے سے ملاتے ہیں۔ لیشا ہمیں ٹاؤن ہال دکھانے کے بعد شہر کی مشہور سڑک کنگز کوئین پر لے گئی۔ کانسرٹ ہال 'کبز اہل' سب کا ڈپارٹمنٹل اسٹور جہاں دنیا کی ساری چیزیں موجود ہوتی ہیں۔

یہ بے وقوف لڑکیاں شاید ہمیں شاپنگ کرانے لائی تھیں ہم دونوں نے خود کو لاتعلق رکھا اور ان کے ساتھ اسٹور میں پہنچ گئے۔ لڑکیوں نے ہمارے لیے اپنی پسند کے لباس طلب کئے تھے انہوں نے نصف درجن کے قریب خوبصورت سوٹ میرے لیے اور اتنے ہی سردار کے لیے خریدے۔ ٹائیاں شوز اور دوسری ایسی چیزیں بلاشبہ انہوں نے زبردست خریداری کر ڈالی تھی ہم دونوں ہی خاموش رہے اور پھر سیلز گرل نے بل پیش کیا تو میں نے جیب سے کرنسی کی ایک گڈی نکال کر اس میں سے چند نوٹ کھینچے اور

ادا کر دیا۔

"ارے۔ ارے یہ کیا ہے یہ نہیں ہو سکتا" لیشا نے مضطربانہ انداز میں میرے ہاتھ پر ہاتھ رکھ دیا۔

"کیوں مس لیشا؟" میں نے تعجب سے اسے دیکھا۔ لیشا کی آنکھوں میں شرمندگی کے تاثرات تھے ان لوگوں نے شاید ہمیں آوارہ گرد قسم کے قلاش سمجھا تھا جو پیسے ختم ہونے پر چھوٹے سہارے تلاش کرتے پھرتے ہیں۔

"بل میں ادا کروں گی۔"

"سمجھ لیں آپ ہی نے ادا کیا ہے۔" میں نے بل کی بقیہ رقم کاؤنٹر گرل کو بخشش دیتے ہوئے کہا اور ایک ملازم نے ہمارے سامان کے پیکٹ اٹھا کر ہمیں باہر تک لا چھوڑا۔ کارنہ پا کر اس نے ہماری طرف دیکھا تب لیشا نے آہستہ سے کہا۔ "انہیں باہر کلوک روم میں رکھ دیں ہم واپسی پر ساتھ لے لیں گے۔"

"یس میڈم" ملازم نے جواب دیا۔ اور سامان کلوک روم میں رکھ دیا گیا۔ میں نے محسوس کیا تھا کہ لیشا کسی قدر مضمحل ہو گئی ہے حالانکہ اس میں کوئی ایسی بات نہیں تھی۔ شاید وہ ہماری مدد کر کے خوش ہونا چاہتی تھی۔ اور اب وہ یقیناً شرمندگی سے دوچار تھی بہرحال میں نے اس سلسلے میں کوئی خاص بات نہیں کی۔

اور اس کے بعد بھی وہ دونوں ہمیں مختلف علاقوں کی سیر کراتی رہیں۔ ایک جگہ تنہائی میں لیشا نے مجھ سے ایک عجیب سی بات کہی "ایڈورڈ کیا تم ہم لوگوں سے الجھن تو نہیں محسوس کر رہے؟"

"الجھن کیوں؟" میں نے اسے دیکھا۔

"سویڈن بہت سے نوجوانوں کو صرف اس لیے کھینچ لاتا ہے کہ یہاں بیجا پابندیوں سے بے نیاز رنگینیاں دنیا بھر میں مشہور ہیں لیکن سویڈن میں داخل ہوتے ہی تمہارا واسطہ چند ایسے لوگوں سے پڑ گیا ہے جو شاید سویڈن کے لیے مذاق ہیں۔"

"اوہ۔" میں نے اسے بغور دیکھا۔ "آپ نے یہ بات کیوں سوچی مس لیشا؟"

"کیا میں یہ سوچنے میں حق بجانب نہیں ہوں؟" میں نے آپ کے ساتھی کی نگاہوں میں بیزاری کے آثار محسوس کئے ہیں" لیشا نے جواب دیا۔

"وہ احمق ہے" میں نے کہا۔

"کیوں۔ وہ احمق کیوں ہے؟"

"زندگی کبھی قریب سے دیکھی جاتی ہے کبھی دور سے اور پھر خلوص بڑی قیمتی شے ہے۔ آپ لوگوں کے دلوں میں ہمارے لیے جو خلوص ہے اسے ہر قیمت پر قائم رکھنا ضروری ہے۔ یوں بھی ہمیں آپ کے ساتھ زندگی تو نہیں گزارنی یہاں وہی ہونا چاہیے جو ہمارے میزبانوں کو پسند ہے" میں نے ایسی الجھی گفتگو کی کہ لیشا مسکرا کر رہ گئی۔ اور کئی منٹ تک جواب نہ دے سکی۔ اس کے بعد میں نے محسوس کیا کہ وہ خاموش سی ہے۔

واپسی پر میں نے سامان کے پیکٹ وصول کئے اور ہم اپنی رہائش گاہ پر پہنچ گئے جہاں بوڑھے اصول پرست ہمارے منتظر تھے میری ذات کو انہوں نے دل سے قبول کر لیا تھا صرف ایک پرتقدس نغمے نے ان کی عقیدت اس قدر بڑھا دی تھی کہ بوڑھے اور بوڑھیاں بھی میرا احترام کرنے لگے تھے اور میرے سامنے جھک جاتے تھے۔ اس رات بھی کوٹھی میں زبردست اہتمام کیا گیا تھا۔ خاص طور سے میرے لیے ایک عمدہ گٹار

خرید کے لایا گیا تھا اور پھر بڑے ادب اور احترام سے مجھ سے فرمائش کی گئی۔

"استاد۔" سردارے نے آہستہ سے کہا۔

"ہوں؟"

"مجھے کسی ایسی بیماری کا نام بتاؤ جو پھوؤں کے ساتھ رہ کر پیدا ہو جاتی ہو؟" اور میں اس کے سوال کا مقصد سمجھ گیا۔

"اسے اصول پرستی کہتے ہیں" میں نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

"اس کا کوئی علاج ہے؟"

"ہاں۔"

"خدا کے لیے بتا دو۔" سردارے بری طرح گھگھیانے لگا۔

"پھٹے ہوئے جوتے کو رات کو پانی میں بھگو دو۔ صبح کو پانی سے نکال کر نہار منہ دس کھوپڑی پر مار لو۔ دو تین دن میں افاقہ ہو جاتا ہے" میں نے جواب دیا۔

"تو رحم کی کوئی اپیل کارگر نہ ہوگی؟" سردارے نے گہری سانس لے کر بولا۔

"رات کو گفتگو کریں گے اس وقت سب ہماری طرف متوجہ ہیں" میں نے جواب دیا اور سردارے گردن ہلا کر خاموش ہو گیا۔ اور پھر میں سب کچھ بھول کر گٹار میں کھو گیا۔ آج میں نے انہیں دوسرے، کئی نغمے سنائے تھے لیکن بوڑھیوں نے کل والے نغمے کی فرمائش کر دی۔ اور میں چکرا گیا۔ کل جو نغمہ میں نے سنایا تھا اس میں میرا دخل زیادہ نہیں تھا۔ اگر سنگیت میں کوئی جادو وغیرہ ہوتا ہے تو کل صاف اس کا اظہار ہوا تھا میں اس کے علاوہ کچھ نہیں جانتا تھا میں نے انہیں ٹال دیا اور پھر میں نے انہیں اپنا آفاقی نغمہ سنایا لعل میری پت رکھیو بھلا۔ دیوانہ کر دیا اس نغمے نے ان کو اور اس کی حقیقت سے کب کسی نے انکار کیا تھا۔ بوڑھوں میں جوانی امڈ آئی اور بے حد خوش ہوئے وہ لوگ۔ مجھے بے پناہ مبارک باد وصول کرنی پڑی۔

پھر یہ پروگرام ختم ہو گیا اور ہمیں آرام کی اجازت مل گئی۔ عقیدت مند ہمیں ہمارے کمرے تک چھوڑنے آئے تھے۔ سردارے بدستور مسخرے پن پر اترا ہوا تھا کمرے میں داخل ہوتے ہی اس نے کہا۔

"میں جا رہا ہوں باس!"

"کہاں؟" میں چونک کر بولا۔

"اب دیکھو نا پھٹا ہوا جوتا تلاش کرنا بھی تو کارے دارد ہے۔ شاید ہی پوری عمارت میں کوئی مل سکے۔"

"ہوں۔" میں نے گہری سانس لے کر کہا "آج اور صبر کر لو سردارے"

"کیا مطلب استاد؟" سردارے نے چونک کر بولا۔

"کل یہاں سے چل پڑیں گے۔"

"اوہ۔ واقعی؟" سردارے خوشی سے اچھل پڑا۔

"ہاں۔ لیکن ایک شرط کے ساتھ"

"ساری شرطیں بغیر سنے منظور استاد۔" سردارے نے جواب دیا۔

"ٹھیک ہے۔" میں نے گہری سانس لی "آئندہ اگر کوئی لڑکی پسند آ گئی اور تم نے اس کے ساتھ

زیادہ وقت گزارنے کی خواہش کی تو وہ پوری نہیں کی جائے گی"

"اوہ۔" سردارے کے منہ سے آواز نکلی پھر وہ آہستہ سے بولا "میں یہاں سے اتنا بیزار ہو گیا ہوں استاد کہ اس خوفناک شرط کو بھی قبول کرتا ہوں"

"بس بات ختم ہو گئی" میں نے جواب دیا۔

"تم ناراض تو نہیں ہو استاد؟" سردارے نے خوشامدانہ انداز میں پوچھا۔

"سوال ہی نہیں پیدا ہوتا"

"تب پھر کچھ اور باتیں کریں؟"

"یقیناً! میں لباس تبدیل کر کے مسہری پر دراز ہوتے ہوئے بولا۔

سردارے کسی خیال میں ڈوبا ہوا تھا۔ میں بھی سوچ رہا تھا کہ کل صبح لیشا وغیرہ سے اجازت طلب کر لوں گا اور پھر اس کے بعد ہم دونوں ہی کافی دیر تک خاموش رہے۔ رات گہری ہوتی جا رہی تھی پھر ہمیں نیند آ گئی۔ اور نہ جانے کتنی دیر سوئے ہوں گے کہ اچانک دروازے پر ہلکی سی دستک سنائی دی۔ میری آنکھ کھل گئی۔ نیم غنودہ ذہن سے میں نے آنے والے کے بارے میں سوچا اور پھر شاید اسی انداز میں دروازے پر پہنچ گیا۔

"کون ہے؟" میں نے خمار آلود لہجے میں پوچھا۔

"اوہ مسٹر ایڈورڈ! دروازہ کھولئے۔" مارتیانا کی آواز سنائی دی اور میں نے دروازہ کھول دیا۔

"کیا بات ہے مارتیانا؟"

"مسٹر ایڈورڈ، پلیز، لیشا نے آپ کو اپنے کمرے میں بلایا ہے۔"

"اس وقت؟"

"جی ہاں۔ وہ آپ کا انتظار کر رہی ہے۔" مارتیانا نے کسی قدر شرم آلود لہجے میں کہا اور نیند میری آنکھوں سے رفو چکر ہو گئی۔ میں نے معنی خیز نگاہوں سے مارتیانا کو دیکھا اور پھر واپس پلٹ کر سلیپنگ گاؤن شانوں پر ڈال لیا اور اس کی ڈوری کمر کے گرد کستا ہوا باہر نکل آیا۔ رات اتنی گزر چکی تھی کہ اب اس قدامت پسند گھرانے میں کسی کے جاگنے کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا تھا۔ میرا خیال تھا کہ مارتیانا میرے پیچھے آ رہی ہے لیکن لیشا کے بیڈ روم کے دروازے پر پہنچ کر میں نے پیچھے مڑ کر دیکھا تو مارتیانا غائب تھی۔ یہ بات بھی معنی خیز تھی۔ بہرصورت میں نے دروازے پر ہاتھ رکھ کر اسے دھکیلا تو دروازہ بند نہ تھا۔

کمرے میں نائٹ بلب روشن تھا اور لیشا اپنی خوبصورت مسہری پر سو رہی تھی۔ میرے قدم رک گئے۔ مارتیانا نے کہیں مذاق تو نہیں کیا۔ اگر یہ مذاق ہے تو بڑا سنسنی خیز ہے۔ خود لیشا جاگ جائے اور مجھے اس طرح اپنے کمرے میں دیکھے تو کیا سوچے گی۔ یا پھر اگر اس کے گھر کا کوئی فرد اتفاق سے مجھے یہاں دیکھ لے تو جو احترام ان کے ذہنوں میں میرے لیے ہے سب ختم ہو جائے گا اور پھر ممکن ہے رات بھی کسی فٹ پاتھ پر شب بسر کرنا پڑے۔

چنانچہ میں نے دبے پاؤں واپس پلٹ آنے ہی میں عافیت سمجھی۔ لیکن ابھی میں دروازے تک بھی نہ پہنچا تھا کہ لیشا کی آواز سنائی دی۔

"ایڈورڈ!"

اور میں ٹھٹک گیا۔ میں نے پلٹ کر لیشا۔۔۔ کی طرف دیکھا۔ وہ جاگ رہی تھی اور اس کے چہرے پر چھایا ہوا گلابی رنگ رات کا خمار نہ تھا۔ یقیناً اس وقت اس کی سانسوں میں شدید حدت ہو گی۔

"واپس آؤ۔ کہاں جا رہے ہو؟"

"اوہ لیشا' میں سمجھا تم سو رہی ہو" میں نے اپنی جگہ کھڑے کھڑے کہا۔

"نہیں میں جاگ رہی ہوں۔"

"اوہ۔ میں سمجھا مارتیانا نے مذاق کیا ہے۔" میں پھر پلٹ پڑا اور لیشا کی مسہری کے قریب پہنچ گیا۔ میرا خیال تھا وہ اٹھ کر بیٹھ جائے گی لیکن وہ اسی طرح تکیے پر سر رکھے لیٹی رہی۔

"بیٹھ جاؤ۔ وہ آنکھیں بند کر کے بولی اور میں مسہری کی پٹی پر بیٹھ گیا۔ "دراصل ایڈورڈ جو کچھ میں کہنا چاہتی ہوں' میرا وہ کہنے کا حوصلہ نہیں پڑ رہا۔ لیکن اس کے باوجود تم سن لو۔ میں نے ساری ہمت مجتمع کر لی ہے۔ سنو ایڈورڈ۔" وہ پھولے ہوئے سانس کے ساتھ بولی "میں بغاوت کرنا چاہتی ہوں۔ میں ان فرسودہ خیالات اور فرسودہ ذہن کے مالک لوگوں کی اب کوئی بات ماننے کے لیے تیار نہیں ہوں۔ ہاں ایڈورڈ! تم خود سوچو' سویڈن کی لڑکیاں تیرہویں سال میں اپنا محبوب تلاش کر لیتی ہیں۔ ہماری حکومت نے اس قسم کے ادارے خصوصی طور پر قائم کیے ہیں جو کم سن ماؤں کی اولاد کو پرورش کرتے ہیں کیونکہ ان کے باپ نہیں ہوتے۔ سویڈن میں لڑکی کا کنوار پن اس کے لیے گالی ہوتا ہے۔ اور یہ قدامت پسند لوگ ہمیں ان گالیوں کی زد میں دیکھنا پسند کرتے ہیں لیکن میں فیصلہ کر چکی ہوں کہ ان قدامت پسندوں کی تہذیب کا بت پاش پاش کر دوں گی اور ایڈورڈ! تم میرے محبوب ہو۔ سنو میں تم سے بے پناہ متاثر ہوں لیکن میں جانتی تھی کہ میرا پسندیدگی کا اظہار ان بوڑھے ذہنوں کو پسند نہیں آئے گا۔ اس لیے میں نے خود کو باز رکھا تھا۔ لیکن اب جبکہ کہ بغاوت کا فیصلہ کر چکی ہوں تو ایڈورڈ۔ تو۔ میں۔ میں۔ رات۔ تم میری محبت ہو نا۔ بولو کیا تم۔ محبت کرو گے؟"

میں نے ایک ٹھنڈی سانس لی۔ تو یہ لڑکی خود بخود راہ پر آ گئی تھی حالانکہ میں نے تو سوچا تھا کہ صبح یہاں سے چلا جاؤں گا۔ یوں بھی اب کافی وقت گزر چکا تھا اور میں اپنا کام شروع کر دینا چاہتا تھا۔ یوں لگتا جیسے انٹرپول اور مکلینو ہمیں تلاش کرنے میں ناکام رہ کر فراموش کر چکے ہوں اور اب بھول بھی گئے ہوں۔ چنانچہ اب کام شروع کرنے میں کیا حرج تھا اور پھر یوں بھی ان لڑکیوں نے ہمیں متاثر نہیں کیا تھا سردارے تو بری طرح بیزار تھا۔ اس لیے بھی ہم یہاں سے بھاگ رہے تھے لیکن اب کیا ہونا چاہیے۔ کیا میں لیشا کے رخساروں کو تھپتھپا کر اسے سو جانے کی تلقین کروں یا اس کے نوخیز بدن کو اپنے بازوؤں میں بھینچ کر اس کی بغاوت مکمل کر دوں۔"

بہت سے دن تنہا گزر گئے تھے۔ سویڈن کی رسیلی جوانیاں دعوت گناہ دیتی ہوئی سڑکوں پر سرگرداں تھیں لیکن ہم نے نہ جانے کیوں شرافت کا لبادہ اوڑھ رکھا تھا اور ان بور لڑکیوں کے ساتھ گزارہ کر رہے تھے لیکن اب۔ اب جبکہ انہیں خود ہی احساس ہو گیا تھا کہ وہ ان قدامت پسندوں کے چکروں میں پڑ کر خود کو تباہ کر رہی ہیں تو پھر انہیں نظرانداز کرنا کیا معنی رکھتا تھا۔

"تم نے جواب نہیں دیا ایڈورڈ۔"

"کیا تم تھوڑا سا اور کھل سکتی ہو لیشا؟"

"اس سے زیادہ نہیں۔" لیشا نے دوسری طرف منہ پھیر لیا۔

"اور اگر میں تمہاری باتوں سے غلط فہمی میں مبتلا ہو جاؤں تو؟"

"ہو جاؤ!" لیشا انتہا کو پہنچ گئی تھی اور بہرحال ایک مرد کی حیثیت سے میں اس سے زیادہ برداشت نہیں کر سکتا تھا۔ چنانچہ میں نے پوری پوری غلط فہمی سے کام لیا اور نوخیز لیشا میرے بازوؤں میں کسمساتی رہی۔ اس نے کنوار پن کی گالی سے چھٹکارا پا لیا تھا لیکن اب اس کے ذہن میں بغاوت کا کوئی تصور نہیں رہا تھا۔ بلکہ شاید وہ سوچ رہی تھی کہ اب تک یہ بوڑھے' جاندہ لوگ اسے زندگی سے دور کیوں رکھے ہوئے تھے۔ رات کا شاید آخری پہر گزر رہا تھا لیکن نیند نہ لیشا کی آنکھوں میں تھی اور نہ میری۔

""لیشا!"" میں نے اسے مخاطب کیا۔

"جی!"

"یہ مارتیانا کہاں رہ گئی تھی۔ کیا اسے تمہاری بغاوت کا علم تھا؟"

"ہاں۔ وہ بھی تو میرے ساتھ اس بغاوت میں شریک تھی۔"

"ارے!" میں حیرت سے اچھل پڑا۔ "تو کیا وہ۔۔۔ کیا وہ؟"

"ہاں وہ بھی پنتو کو پسند کرتی تھی۔"

"اوہ۔۔۔" میں نے گہری سانس لی اور پھر دل ہی دل میں مسکرا پڑا۔ گویا سردارے بھی عیش کر رہا ہو گا۔ بشرطیکہ وہ احمق لڑکی اسے اپنی بغاوت کا مفہوم سمجھا سکی ہو۔

پھر صبح کی روشنی نمودار ہونے کے آثار نظر آئے میں اتنا شریف انسان نہیں تھا کہ کسی کے دیکھ لینے کے خوف سے بھاگ جاتا لیکن قدامت پسندوں کے اس گروہ نے نہ جانے میرے ذہن کی کونسی گرہ متاثر کی تھی۔ شاید اس لیے کہ اس قدامت پسندی میں مجھے مشرق کی بو آتی تھی۔ یورپ میں ان شریف انسانوں کو قدامت پسند اور بیک ورڈ سمجھا جاتا تھا جب کہ ہمارے ہاں یہی تہذیب کا معیار تھا۔ اس طرح یہ قدامت پسند کسی حد تک میرے ذہن میں در آئے تھے لیکن اب میں شرافت کی اس اسٹیج پر بھی نہیں تھا کہ اس حسین رات کو نظرانداز کر کے چلا آتا۔ بس اتنا ہی کافی تھا کہ میں صبح کی روشنی سے پہلے شرافت کے اس مذبح خانے سے نکل آتا۔ سو میں نے لیشا سے اجازت چاہی۔

"اب مجھے چلے جانا چاہیے لیشا۔"

"اوہ' ابھی نہیں ایڈورڈ۔"

"بات یہ ہے لیشا کہ تم تو باغی ہو۔ بغاوت کے جرم میں تمہاری گردن کٹ جائے گی لیکن مجھے کیوں سزا دلواتی ہو؟"

"اوہ۔ تو تم میرا ساتھ نہ دو گے؟"

"صرف اس حد تک کہ اگر تم کل بھی اس بغاوت پر آمادہ ہو تو میں کل بھی تمہارا مددگار ہوں گا۔"

"نہیں ایڈورڈ۔ دل نہیں چاہ رہا کہ تم جاؤ۔ اب مجھے معلوم ہوا کہ لوگ گردنیں کیوں کٹا دیتے ہیں۔"

"ٹھیک ہے عقل کی رفاقت جزو زندگی ہونی چاہیے۔"

"اوہ تم بزدل ہو۔" لیشا جھنجھلائے ہوئے انداز میں بولی۔

"شاید ـــ" میں نے سرد لہجہ میں کہا اور پھر میں اس کے نزدیک سے اٹھ گیا۔ اور لیشا کی نارا
کی پرواہ کیئے بغیر اس کے کمرے سے نکل آیا۔ باہر ابھی تک سناٹا تھا کہیں دور سے مرغوں کے بولے
آوازیں سنائی دے رہی تھیں۔ لیکن اپنے کمرے میں پہنچ کر میں ٹھٹک گیا۔ نہ جانے سردارے میری ا
عقل استعمال کرنے کا عادی ہے یا نہیں اور بغاوت کا دوسرا پروگرام ہمارے ہی بیڈ روم میں جاری رہا
مارتیانا اسے اپنے کمرے میں لے گئی۔

دستک دینے کی ہمت نہیں پڑ رہی تھی لیکن اگر سردارے نے ناعاقبت اندیشی سے کام لیا ہے
بھی ضروری ہے کہ اس وقت کی نزاکت کا احساس دلا دیا جائے۔

چنانچہ میں نے دروازے پر دستک دی اور دوسری طرف کی آوازوں کا انتظار کرنے لگا۔ اندر ایسا
تھا جیسے دو بلیاں لڑ پڑی ہوں اور پھر سردارے کی گھگیاتی ہوئی آواز سنائی دی:

"کک کون ہے؟"

اچانک ہی میرے ذہن میں شرارت ابھر آئی۔ میں نے لیشا کے بوڑھے نانا کی آواز میں کہا۔

"اوہ میرے بچے مجھے معاف کرنا۔ نہ جانے یہ مارتیانا رات کو کہاں غائب ہو گئی۔ سارے گھر
تلاش کر لیا ہے۔ بے حد شریر ہے۔ وہ تمہارے کمرے میں تو نہیں گھس آئی۔"

"بڑے میاں۔ یہ کسی کو تلاش کرنے کا وقت ہے؟ ہم لوگ گہری نیند سو رہے تھے۔ جاؤ صبح کو
تلاش کرنا۔" سردارے کی بگڑی ہوئی آواز سنائی دی۔

"میرے بیٹے صرف میں نہیں تمام گھر والے اسے پوری کوٹھی میں تلاش کرتے پھر رہے ہیں
اب تمہاری نیند تو خراب ہو ہی چکی ہے۔ براہ کرم' دروازہ کھول دو۔" میں نے کہا۔

"اوہ۔ اس وقت کسی طور پر ممکن نہیں ہے۔ تم جاؤ ہم کل تمہارا گھر ہی چھوڑ دیں گے
سردارے نے جھنجلائے ہوئے انداز میں کہا۔ میرا دل چاہ رہا تھا کہ بھرپور قہقہے لگاؤں لیکن ابھی کچھ اور
تھا۔

"اگر تم دروازہ نہیں کھولو گے تو میں دوسرے لوگوں کو بھی یہیں بلاؤں گا۔ اگر مارتیانا تمہارے
کمرے میں ہے تو بات مجھ سے آگے نہیں بڑھے گی۔" بوڑھے کی آواز کی نقل شاید اتنی ہی کامیاب تھی
خود مارتیانا بھی اس میں فرق محسوس نہیں کر سکی تھی۔ اندر خاموشی چھا گئی اور پھر چند ساعت کے بعد درا
کھلا۔ میں ایک دم آڑ میں ہو گیا تھا اور پھر میں نے سردارے کا چہرہ دیکھا۔ ہوائیاں اڑ رہی تھیں۔ شاید
مجھے پہچان ہی نہیں پا رہا تھا۔ اس نے بغور میری شکل دیکھی اور پھر ادھر ادھر جھانکنے لگا۔ میں نے چہرہ سنجیدہ
ہی بنا رکھا تھا۔

"کک کیا مطلب؟ کہاں گیا؟" سردارے احمقانہ انداز میں بولا۔

"کون؟" میں نے تعجب کا اظہار کیا۔

"وہ ــ وہ ــ ارے ــ اوہ! یہ تم تو نہیں تھے استاد؟"

"حواس خراب ہوئے ہیں کیا؟" میں نے آنکھیں نکال کر کہا۔

"ارے باپ رے کہیں وہ دوسروں کو بلانے تو نہیں گیا؟" سردارے نے بے تکے انداز میں
اندر کھینچ لیا اور پھر خوفزدہ انداز میں دروازہ بند کر دیا۔ "جلدی۔ مارتیانہ جلدی کرو۔" وہ مسہری کی طرف
دیکھتا ہوا بولا اور مارتیانہ بدحواسی سے باہر نکل آئی۔ لیکن اس کا حلیہ بہت دلچسپ تھا نچلا لباس بے ترتیب تھا
اور اوپری لباس الٹا پہنا ہوا تھا۔ اس نے مجھے دیکھا اور پھر منہ پھاڑ کر سردارے کو دیکھنے لگی۔

"ارے مارتیانا۔ تم مسہری کے نیچے کیا کر رہی تھیں؟" میں نے تعجب سے پوچھا۔

"ارے نکلو جلدی۔" سردارے اسے دروازے کی طرف دھکیلتے ہوئے بولا اور مارتیانہ سرپٹ دوڑ
گئی۔

"لباس بھی ٹھیک نہ کرنے دیا بے چاری کو۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا

"استاد۔ استاد تمہیں خدا کی قسم ہے بتا دو۔"

"کیا بتا دوں؟ پاگل ہو گئے ہو کیا؟" میں نے جھنجلائے ہوئے انداز میں کہا۔

"ارے باپ رے۔ پھر وہ ضرور۔ اوہ!" سردارے دروازے کی طرف لپکا اور پھر اس نے جلدی
سے دروازہ بند کر دیا۔ پھر مسہری پر چھلانگ لگائی اور لیٹ کر چادر منہ پر ڈھک لی۔

"تم نے شاید کوئی بھیانک خواب دیکھا ہے۔" میں نے اپنی مسہری پر جاتے ہوئے کہا۔

"خواب نہیں استاد۔ کم بخت بوڑھا آ گیا تھا۔"

"خواب میں نا؟"

"اوہ مجھے شبہ بھی ہو رہا ہے۔ کہیں وہ تم ہی تو نہیں تھے استاد۔ بڑی گڑبڑ ہو گئی ہے۔"

"کیا ہوا۔ آخر منہ سے تو پھوٹو۔"

"وہ مارتیانا کو تلاش کرتے پھر رہے ہیں"

"مارتیانا یہاں کیوں آئی تھی؟"

"بغاوت کرنے!"

"کیا بکواس ہے؟"

"اوہ کیا بتاؤں استاد' ویسے اب خطرہ ٹل گیا ہے مگر کیا تم نے اسے نہیں دیکھا؟"

"سردارے تم بدحواس ہو گئے ہو۔ کیا کہہ رہے ہو میری سمجھ میں تو کچھ نہیں آ رہا ہے۔"

"مگر اتنی جلدی ـــ میں نہیں مانتا استاد۔ گڑبڑ تم نے ہی کی ہے اتنی جلدی تم آ بھی گئے اور وہ
غائب بھی ہو گیا اور ذرا یہ تو بتاؤ کہ تم خود کہاں گئے تھے؟"

"ہوں! تو کیا پوزیشن رہی؟" میں نے سردارے کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا۔

"پوزیشن تو تم بتاؤ استاد یہ سب کیا گڑبڑ تھی؟"

"تم خوش ہو نا؟"

"ہاں صرف ان لمحات کو نکال کر جو تم نے بڑے میاں کی آواز میں بول کر مجھ پر مسلط کر دیئے
تھے۔"

"کیا کہہ رہی تھی؟"

"بس سب کچھ ہی کہہ دیا لیکن مجھے حیرت ہے کہ ان لڑکیوں کے ذہن میں بغاوت کا یہ جذبہ اچانک
کیوں ابھر آیا؟"

"وجہ کچھ بھی ہو لیکن ان کی یہ بغاوت ہمارے لیے تو فائدہ مند رہی۔"

"خدا کرے یہ بغاوت ایک آدھ ہفتہ ضرور چل جائے۔" سردارے دونوں ہاتھ ملتے ہوئے بولا۔

"سردارے!" میں نے سخت لہجے میں کہا "ہمیں کل صبح یہاں سے چل دینا ہے"

"ارے نہیں استاد' ہائے نہیں یہ کیا کہہ رہے ہو۔ ارے اب تو قسمت کا ستارہ گردش سے نکلا تھا۔ استاد میں اپنے الفاظ واپس لیتا ہوں۔ صرف ایک بار خدا کے لیے صرف ایک بار۔"

"نہیں سردارے زبان بھی کوئی چیز ہوتی ہے ہمیں ہر قیمت پر کل یہ مکان چھوڑ دینا پڑے گا۔"

"ہائے تم نے یہ رات' یہ حسین رات برباد کر دی استاد لیکن تمہارا بھی کیا قصور۔ میری تقدیر ہی خراب ہے کم بختوں کے ذہنوں میں اس سے پہلے نہ جانے کیوں بغاوت کا جذبہ نہ ابھرا ورنہ میں تم سے ایسی بات کہتا ہی کیوں؟"

"اب تو جو کچھ بھی ہوا ٹھیک ہی ہوا۔ بہرحال اس رات کے سہارے تم کئی روز سکون سے گزار سکتے ہو۔ مارتیانہ تمہیں پسند بھی تھی نا!"

"ہاں استاد حسین تو وہ تھی ہی لیکن اس رات اس کے حسن کی لطافتیں کچھ اور بڑھ گئی تھیں۔ میں گہری نیند سو رہا تھا کہ اچانک مجھے یوں لگا جیسے میں خوشبوؤں کی وادیوں میں محو پرواز ہوں۔ پھر پھولوں کا ایک ڈھیر میرے سینے پر آ پڑا۔ نرم نرم سا بوجھ اور اس کے ساتھ لطیف گرم گرم سانسیں۔ آنکھ کھل تو وہ بڑی بے تکلفی سے میرے سینے پر اپنا بوجھ ڈالے بیٹھی تھی۔ اس کا چہرہ میرے چہرے سے صرف چند انچ کے فاصلے پر تھا تو پھر سوچنا کیا معنی۔ گلابی ہونٹ اگر چہرے سے اس قدر قریب ہوں تو انہیں نہ چومنا گناہ عظیم ہے اور جب پھر مقابل کی طرف سے بھی بوسے کی گرمجوشی ہو تو ہاتھوں میں زنجیریں کیا معنی رکھتی ہیں اور استاد! اس سلسلے میں سکھوں کے اصول کا دل سے قائل ہوں کہ پہلے کرو پھر سوچو۔ لیکن سوچنے کی بات ہی نہ تھی۔ وہ آسمان سے تو نہیں اتری تھی۔ نہ میں نے اسے بلایا تھا نہ اسے کہیں سے اٹھا کے لایا تھا' تو سینے پر جو خود آ جائے اس سے اجنبیت کیا معنی رکھتی ہے لیکن بعد میں عقدہ کھلا اور یقین کرو تم بھی مجھے اسی وقت یاد آئے جب میں حواس کی دنیا میں واپس آ چکا تھا۔ میں نے تعجب سے تمہارے بستر کی طرف دیکھا لیکن تم موجود نہ تھے۔ تب مارتیانا نے صورت احوال بتائی کہ کس طرح بوڑھوں کی نصیحتوں سے اکتائی لڑکیاں بغاوت پر آمادہ ہوئیں۔ مجھے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ ایک باغی کی عدالت میں آپ کو بلا لیا گیا ہے اور دوسرا باغی یہاں آ گیا ہے۔ باس! کیا یہ درست ہے کہ تم نے بھی رات باغیانہ ماحول میں گزاری؟"

"ہو سکتا ہے۔"

"مگر باس خطرے کی گھنٹی بج چکی ہے بڑے میاں مارتیانا کی تلاش میں یہاں تک آ پہنچے تھے۔"

"میں نے گھنٹی کے تار الگ کر دیئے ہیں اب سو جاؤ میں نے کہا اور کروٹ بدل لی۔ پھر دیر تک سردارے کی بڑبڑاہٹ میرے کانوں میں گونجتی رہی وہ سمجھ گیا تھا کہ بڑے میاں کی آواز میں اسے احمق بنانے والا میں ہی تھا۔

دوسری صبح ناشتے کی میز پر حالات بدستور تھے باغی لڑکیوں کے چہرے کھلے ہوئے تھے ان کی آنکھوں میں مسکراہٹ ناچ رہی تھی جیسے ان بوڑھوں کو بے وقوف بنا کر وہ بہت مسرور ہوں۔ بوڑھوں کے چہروں سے کوئی خاص بات مترشح نہیں تھی ظاہر ہے ابھی انہیں اس بغاوت کا علم نہیں ہوا تھا۔

ناشتے کے بعد ہم لوگ اپنے کمرے میں آ گئے۔ سردارے کے چہرے سے افسردگی کا اظہار ہو رہا تھا اسے یہاں سے جانا بڑا کھل رہا تھا لیکن اس وقت نکل چلنا ہی بہتر تھا۔ لڑکیاں خود پر سے قدامت پسندی کا لبادہ اتار چکی تھیں ان کے نزدیک کھل کر سامنے آ جانا کوئی بڑی بات نہیں تھی لیکن بہرصورت اخلاق کی کوئی رمق دل کے کسی گوشے میں چھپی ہوئی تھی جو اس بات کے لیے مجبور کر رہی تھی کہ جن لوگوں نے ہمیں اس قدر عزت اور احترام دیا ہے ان کی نگاہوں میں کوئی ایسی شکل اختیار نہ کر سکیں۔

"استاد کیا پروگرام ہے" سردارے نے بھاری آواز میں پوچھا۔

"یہ تمہاری آواز زنانی کیوں ہو رہی ہے"

"میں واقعی مذاق کے موڈ میں نہیں ہوں"

"واقعی۔" میں نے تمسخرانہ انداز میں کہا۔

"استاد میں کہے دیتا ہوں" سردارے جھلا کر بولا اور پھر اچانک خوشامدانہ لہجے میں کہنے لگا۔ "یہ لڑکیاں ہمیں چھوڑنے تو چلیں گی ہی؟"

"کیا ضروری ہے ہم خاموشی سے یہاں سے نکل چلیں گے ان لوگوں کو بتانا بھی مناسب نہیں ہے۔"

"اوہ" سردارے گردن ہلانے لگا اور پھر وہ خاموش ہو گیا۔

اور ان لوگوں سے چھپ کر نکل آنا ہی مناسب رہا۔ ظاہر ہے ہم لوگ وہاں سے نکلتے تو پوچھا جاتا ہمیں کیا تکلیف ہے یقیناً وہ لوگ ہمیں آسانی سے نہ آنے دیتے۔ چنانچہ نہایت چالاکی سے سامان سمیٹ کر نکل آئے اور کافی دور چلنے کے بعد بالآخر ٹیکسی مل گئی۔ کوئی جگہ تو ذہن میں تھی ہی نہیں ایک چھوٹے سے پارک کے گیٹ کے سامنے ٹیکسی رکوالی بل ادا کیا اور پارک میں داخل ہو گئے۔ دن کا وقت تھا اس لیے پارک سنسان تھا۔

ہم نے گوشہ منتخب کیا اور مسافروں کے سے انداز میں وہاں بیٹھ گئے سردارے کا منہ بدستور کھلا ہوا تھا۔

"یار تو نے ایک لڑکی کے لیے سور کی سی شکل بنالی ہے جیسے اس کے بعد تمہیں کوئی لڑکی نہیں ملے گی۔"

"ہائے استاد بڑا الہڑ پن تھا اس کی باتوں میں بڑی حیرانی تھی اس کے انداز میں بلاشبہ استاد لڑکیاں بے شمار ملیں گی لیکن اس کی طرح البیلی شرمیلی سی ملنا مشکل ہی ہے۔ اس کے ذہن میں وہ سب کچھ نہ تھا جو ہوا تھا۔"

"اچھا فضول باتیں نہ کرو میک اپ کا سامان نکالو۔"

"ظلم ہے استاد ظلم ہے یعنی تم اس قابل بھی نہیں چھوڑو گے کہ اگر کبھی سر راہ نظر بھی آ جائیں تو نہ پہچان سکیں۔" سردارے نے بریف کیس کھولتے ہوئے کہا اور پھر میک اپ کا سامان نکال لیا گیا اور تھوڑی دیر کے بعد ہم دونوں کے چہرے بدلے ہوئے تھے۔ ویسے میں نے چہرے ایسے رکھے تھے کہ ہم لڑکیوں سے بالکل مایوس نہ ہوں۔ سردارے نے اس بات پر اطمینان کا اظہار کیا تھا پھر ہم پارک سے بھی نکل آئے اور دوسری ٹیکسی روک لی۔

"بارنز۔" میں نے ٹیکسی ڈرائیور سے کہا اور اس نے ادب سے گردن جھکا دی۔ ٹیکسی آگے بڑھ

گئی اور چند ساعت کے بعد ہم اسٹاک ہوم کے سب سے خوبصورت ہوٹل میں داخل ہو گئے۔

اٹینڈنٹ نے ہمارا سامان ایک خوبصورت کمرے میں پہنچا دیا۔ کشادہ کمرہ ضروریات زندگی کی ساری آرائشوں سے مرصع تھا۔ سردارے کا موڈ بھی بحال ہوتا جا رہا تھا کیوں کہ کمرے تک آتے ہوئے ہم نے کئی حسین چہرے دیکھے تھے۔

"اچھی جگہ ہے استاد۔"

"یقیناً تمہیں تو اچھی لگی ہی ہو گی۔"

"اب کیا کیا جائے۔ ان کے بغیر گزارہ بھی تو نہیں ہے سچ استاد میرا خیال ہے آنکھوں کی بینائی قائم رکھنے کے لیے حسین چہروں کی موجودگی بہت ضروری ہوتی ہے۔ اگر دنیا میں یہ نرم نرم سی سرخ سرخ سی بیر بہوٹیاں موجود نہ ہوں تو چند سال میں چاروں طرف اندھے ہی اندھے نظر آئیں گے" میں نے اس کی بات کا کوئی جواب نہیں دیا۔ سردارے لباس وغیرہ تبدیل کر کے ایک آرام کرسی پر دراز ہو گیا۔ میں بھی بیٹھ کر سوچنے لگا تھا پھر میں نے ویٹر کو بلا کر کافی طلب کی اور تھوڑی دیر کے بعد ہم دونوں لذیذ ترین کافی کے سپ لے رہے تھے۔

"استاد۔" سردارے کافی کی پیالی میز پر رکھتے ہوئے بولا۔

"ہوں۔" میں نے پر خیال انداز میں کہا۔

"یاد تو بہت کریں گی۔"

"کون؟"

"وہی دونوں میرا مطلب ہے لیشا اور مارتیانا"

"تمہارا ذہن ابھی تک انہی کے چکر میں پھنسا ہوا ہے؟"

"آہ۔ ایک رات کی رفاقت خواب کی مانند تھی ابھی تو استاد میرے بدن سے اس کی خوشبو بھی نہیں گئی ہے ایک حسین نوخیز لڑکی میں جس کی زندگی کا پہلا مرد تھا اور میری آغوش میں مرد آشنا ہونے کے بعد ایسی حیران تھی کہ کچھ نہ پوچھو۔" سردارے ایک گہری سانس لے کر بولا۔

"بس تو ٹھیک ہے یاد کرتے رہو اسے نیچے جو لڑکیاں موجود ہیں ان سے میں نمٹ لوں گا۔"

"نہیں نہیں میں تنہا تمہیں لڑکیوں کے چکر میں نہیں پھنسنے دوں گا۔ استاد میری دوستی کس دن کام آئے گی" سردارے جلدی سے بولا اور میں نے اس کی پشت پر ایک دھول جما دی۔

شام ہوئی تو ہم تیار ہو کر نیچے اتر آئے ڈائننگ ہال میں پہنچے تو آنکھیں کھل گئیں۔ انتہائی حسین ماحول تھا لیکن ایک بات ہم نے خاص طور سے محسوس کی تھی۔ ہال میں بوڑھیوں کی تعداد زیادہ تھی حسین ترین لباسوں میں ملبوس لڑکیوں کے سے میک اپ میں جوان بننے کی کوشش میں مصروف تھیں۔ ہمارے ویٹر نے ایک میز کی طرف راہنمائی کر دی ہم دونوں بیٹھ گئے۔

"باس یہ میں کیا دیکھ رہا ہوں' کیا سویڈن کی ساری لڑکیاں بوڑھی ہو گئیں؟"

"اللہ جانے مگر نہیں دیکھو دیکھو وہ اس کونے میں" میں نے جلدی سے اشارہ کیا۔ ایک میز پر چار خوبصورت لڑکیاں بیٹھی ہوئی تھیں۔

"ہاں اللہ کا شکر ہے ورنہ ان بوڑھیوں نے تو منہ کا مزا ہی خراب کر دیا تھا۔"

بعد میں ہمیں تفصیلات معلوم ہو گئیں بارنز اسٹاک ہوم کا سب سے مہنگا ہوٹل تھا۔ گراں قیمت ہونے کی وجہ سے یہاں صرف نوجوان لڑکیوں کے متلاشی امیر بوڑھے یا پھر غیر شادی شدہ بوڑھیاں نوجوان لوگوں کو پھانسنے کے چکر ہی میں آتی تھیں۔ ہم دلچسپ تماشے دیکھتے رہے پھر کھانے کا آرڈر دیا اور بارنز کے لذیز ترین کھانے ہمیں بے حد پسند آئے۔ اس کے بعد ہم وہاں سے اٹھ گئے اور میں نے بارنز کے دوسرے حصوں کو دیکھنے کا پروگرام بنایا۔

پھر ہم اپنی پسندیدہ جگہ پہنچ گئے یہاں میزوں پر جوا ہو رہا تھا۔ خوش لباس بوڑھیاں زیادہ تر میزوں پر نظر آ رہی تھیں۔ ہم دونوں ایک رول مشین پر پہنچ گئے۔ اٹینڈنٹ نے کرنسی لے کر سرخ ٹھیپے کے ڈھیر ہمارے سامنے رکھ دیئے اور پھر ایک دلچسپ تفریح شروع ہو گئی۔

فربہ بدن کی ایک دراز قامت بڑھیا نے آنکھوں میں چھ بوتلوں کا نشہ پیدا کر کے سردارے کی طرف دیکھا اور میں نے سردارے کو کہنی ماری سردارے چونک پڑا تھا۔

"کیا ہوا استاد؟"

"لڑکی۔" میں نے اسے آنکھ ماری۔

"کہاں؟" سردارے نے چاروں طرف دیکھا۔

"ہائے کیا نشیلی آنکھوں سے دیکھ رہی ہے ابے تیرے سامنے ہی تو ہے۔" میں نے کہا اور سردارے نے دراز قامت بڑھیا کی طرف دیکھا۔ سردارے سے نگاہ ملتے ہی بڑی بی بڑے دلاویز انداز میں مسکرائی تھی اور سردارے کے چہرے پر ایسے ہی آثار نظر آئے جیسے اچانک مروڑ اٹھ گیا ہو۔

"ہیلو" بڑی بی نے اپنا سفید ہیٹ سر سے اتارا جس میں سرخ پھول لگے ہوئے تھے اور سردارے کئی قدم پیچھے ہٹ گیا۔

"کیا تکلیف ہے اسے" وہ اردو میں بولا۔

"مہرمٹی ہے تجھ پر"

"ارے لعنت ہے اس کمبخت پر نشے میں معلوم ہوتی ہے" سردارے بگڑے انداز میں بولا۔

"بری بات ہے سردارے کسی لڑکی کے جذبات کی توہین نہیں کرتے۔"

"لڑکی ہے یہ خدا کی قسم یہ لڑکی ہے۔" سردارے پھاڑ کھانے والے انداز میں بولا اور بڑھیا دونوں ہاتھ میز پر رکھ کر آگے جھک آئی یہ مشرق تو تھا نہیں جہاں بوڑھیوں کے چہروں پر تقدس اور ماتا کے نور کے سوا کچھ نہ ہوتا تھا۔ بے غیرت نسل کی بے غیرت بوڑھیاں اس کے سوا اور کیا کر سکتی تھیں جو وہ کر رہی تھی۔ کھلے گریبان سے اس کی بوڑھی چھاتیاں جھانک رہی تھیں جنہیں کسی کیمیکل کے ذریعے جوانی بخشنے کی کوشش کی گئی تھی۔ اس کے چہرے پر ماتا کے تقدس کے بجائے شیطانیت چھائی ہوئی تھی۔

"ہیلو ڈارلنگ دیکھو یہ سب تمہارے لیے ہیں" اس نے اپنے سامنے رکھے ہوئے سرخ ٹھیپوں کی طرف اشارہ کیا جن کی مالیت بہت کافی تھی۔

"اوہ' نو ممی۔ تھینک یو۔" سردارے نے انکساری سے کہا اور بوڑھی کی تیوریاں چڑھ گئیں۔

"وہاٹ؟" وہ پھاڑ کھانے کے انداز میں بولی۔

"اٹھاؤ باس یہ ٹھیپے یہاں سے' ورنہ میں اس بڑھیا کی شکل بگاڑ دوں گا۔" سردارے نے ٹھیپے

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام پر موجود آل ٹائم بیسٹ سیلرز:-

سمیٹتے ہوئے کہا اور بہرحال سردارے کی وجہ سے وہاں سے ہٹنا پڑا۔

"دل توڑ دیا تم نے اس بے چاری کا' کیا بگڑ جاتا اگر مسکرا کر اسے دیکھ لیتے۔"

"جی مت جلاؤ استاد' وہ کمبخت بوڑھی۔ لیکن یہاں تو چاروں طرف ایسی ہی نظر آرہی ہیں۔"

"عیش کرو سردارے' میرا خیال ہے اگر تم چاہو تو دو چار درجن خوبصورت بوڑھیاں تمہارے پیچھے لگ جائیں گی۔"

"اپنی سوچو استاد' وہ تمہیں ہی کب چھوڑیں گی۔ بڑی خطرناک جگہ ہے" سردارے نے گہری سانس لے کر چاروں طرف دیکھنے لگا۔ بہرحال ایک اور میز پر پہنچ کر ہم نے تاش کھیلے اور میں نے صرف تین ہاتھ دکھائے اور اتنی رقم بنالی کہ یہاں چند روز عیش و عشرت سے گزار سکیں۔ فی الحال اتنا ہی کافی تھا' اس کے بعد ہمارے لیے دولت کمانا کیا مشکل تھا' چنانچہ ہم واپس آ گئے۔

"یہاں کا تو انداز ہی عجیب ہے استاد' کچھ سمجھ میں ہی نہیں آرہا۔ ان بوڑھیوں کو کیا ہو گیا ہے؟"

"یہ بارنز کی خصوصیت ہے۔"

"تو لعنت ہے اس بار تر پر' نکلو یہاں سے۔"

"ہوں۔" میں نے پر خیال انداز میں کہا۔ "سردارے۔"

"جی استاد۔" سردارے بیزاری سے بولا۔

"یہاں کافی دن گزر چکے ہیں' میرا خیال ہے ہمیں کام شروع کر دینا چاہیے۔"

"مجھے اپنی اسکیم بتاؤ استاد۔"

"میں مکلینو کو چوٹ دینا چاہتا ہوں۔"

"کیا مطلب؟"

"یار! پہاڑوں میں جو مال چھپایا ہے' اسے ٹھکانے بھی تو لگانا ہے۔"

"یقیناً!"

"تو کیا اس طرح سب کچھ ہو جائے گا۔"

"ظاہر ہے نہیں۔"

"اس کے لیے کیا سوچا ہے؟"

"اوہ۔ استاد سوچ کا بادشاہ ہے' اس کے سامنے میں کیا سوچوں؟" سردارے نے جواب دیا۔

"خاصا بازاری انداز ہو گیا ہے تمہارا' میں تم سے مشورہ مانگ رہا ہوں اور تم میرے اوپر ٹال رہے ہو۔"

"استاد دماغ ہے اور سردارے صرف مشین' چلاؤ باس بڑے خلوص سے چلوں گا۔"

"کل سے کام شروع کر دینا ہے' سب سے پہلے ہم اپنے طور پر یہاں کا جائزہ لیں گے۔"

"ٹھیک!" سردارے نے گردن ہلائی' اور میں سوچ میں ڈوب گیا۔ سردارے بھی کسی گہری سوچ میں ڈوبا ہوا تھا۔

رات خاصی گزر چکی تھی جب کافی دیر تک سردارے کچھ نہ بولا تو میں نے ہی اسے مخاطب کیا۔

"سو گئے سردارے؟"

"نہیں استاد۔"

"کیا سوچ رہے ہو؟"

"کچھ کم ہے سوچنے کے لیے استاد' اس وقت سوچ رہا تھا کہ بعض اوقات کتنی بڑی غلطی ہو جاتی ہے۔"

"کونسی غلطی کے بارے میں سوچ رہے تھے اس وقت؟"

"اسی کا' جب تم سے وہاں سے چلنے کے لیے کہا تھا اور پھنس گیا تھا۔"

"اور ہمیں بہرحال وہاں سے آنا تھا سردارے۔"

"ہاں۔ یہ بھی ٹھیک ہے استاد' بہرحال آج کی رات"

"سو جاؤ۔" میں نے کہا اور سردارے نے سعادت مندی سے گردن ہلا دی میں بھی سونے کی کوشش کرنے لگا۔ اور نیند آ گئی۔

دوسرے دن ناشتے وغیرہ سے فارغ ہو کر ہم نے بارنز چھوڑ دیا اور آوارہ گردی کے طویل پروگرام کے ساتھ نکل آئے' سکانن پارک کے گھاٹ سے ہم اسٹیمر میں بیٹھ گئے جو شہر کے دوسرے حصے سلاؤسن جا رہا تھا۔ سمندر کی نم آلود ہوا میں خنکی تھی۔ اسٹیمر لڑکے اور لڑکیوں سے پر تھا جو سکانن پارک سے تفریح کر کے آرہا تھا۔ سب ایک دوسرے سے بے نیاز تھے اور آپس میں بوس و کنار کر رہے تھے' سردارے منہ پھاڑے انہیں دیکھ رہا تھا۔

"اور وہ بوڑھے قدامت پسند اس ماحول میں تہذیب کے چراغ جلانے میں کوشاں ہیں" سردارے بولا۔

"ناکامی ان کا مقدر ہے" میں نے جواب دیا۔

"کیا دھرا سامنے آچکا ہے۔"

"اسے یاد مت دلاؤ' نہ جانے کیوں اپنی اس حرکت سے میں خوش نہیں ہوں۔"

"گزری ہوئی باتوں کو یاد مت کیا کرو استاد' کیا رکھا ہے یادوں میں"

"بہرحال ان کے چراغ کو ہم نے زبردست پھونک ماری ہے۔"

"لڑکیاں بغاوت پر اتر آئی تھیں ہم پھونک نہ مارتے تو کوئی اور مار دیتا۔" سردارے بولا اور میں خاموش ہو گیا۔

اسٹیمر سے اتر کر ہم نے سلاؤسن کا پل پار کیا اور پارلیمنٹ جزیرے پر آ گئے۔ جہاں شہر کی قدیم عمارتیں مثلاً رائل پیلس ہاؤس آف بوبلز اور مرکزی کلیسا واقع ہیں۔ یہ اسٹاک ہوم کا پرانا شہر ہے جہاں اب بھی قدیم طرز کی عمارتیں' گلیاں اور بازار موجود ہیں' قدیم اور دیدہ زیب پل ایک دوسرے کو آپس میں ملاتے ہیں۔

سب سے آخر میں ہم شہر سے باہر شہزادہ یوجین کا محل دیکھنے گئے یہ محل گھنے درختوں اور سرسبز پہاڑیوں کے درمیان واقع ہے۔ سمندر کی ایک شاخ نہر کی صورت میں اسٹاک ہوم شہر میں داخل ہوتی ہے اور ہماری منزل یہی تھی۔ پہاڑیوں کے دامن میں ہمیں ہپیوں کے کیمپ نظر آرہے تھے۔

میں نے سردارے کو اس طرف متوجہ کیا' اور سردارے اچھل پڑا' وہ ان کی بجائے میری شکل

دیکھنے لگا تھا۔ پھر وہ آہستہ سے بولا۔

"مجھے بھی شبہ ہوا تھا استاد کہ تم کوئی خاص چیز تلاش کر رہے ہو۔"

"میں نے بتایا تھا ناکہ ہم کام شروع کر رہے ہیں۔" میں نے مختصراً کہا۔

"ہاں ٹھیک ہے' لیکن تھوڑا بہت مجھے بھی تو پتہ چلنا چاہیے۔"

"بس مال فروخت کر کے یہاں سے نکل چلنا ہے۔"

"کہاں جائیں گے استاد؟"

"ناروے۔"

"گڈ۔۔۔۔ اور مال فروخت کرنے کی کیا اسکیم ہے؟"

"ان لوگوں کے درمیان اس کام میں آسانی ہو گی۔"

"خوب۔ لیکن استاد ہمیں ان کے درمیان رہنا ہو گا۔" سردارے پھر بد معاشی پر اتر آیا' اس نے ترچھی نگاہوں سے مجھے دیکھا' مجھے ہنسی آ گئی' میں نے اس کی پشت پر ایک دھول رسید کر دی۔

"سچ استاد لڑکیوں کے بغیر کہیں دل نہیں لگتا۔"

"میں محسوس کر رہا ہوں کہ آج کل تم پر لڑکیاں ضرورت سے زیادہ سوار ہو گئی ہیں۔"

"یہ کہہ چکا ہوں باس' اس کائنات میں ان کے سوا اور کیا ہے' یہ نہ ہوں تو زندگی پتھروں کے ڈھیر کے سوا کچھ بھی نہیں ہے۔" سردارے نے جواب دیا۔ ہم لوگ ہپیوں کے کیمپ میں پہنچ گئے۔ وہی پہچانا ماحول' بے رونق چہرے جو عموماً دن کی روشنی میں بجھے رہتے تھے' ہاں رات کو سارے چراغ روشن ہو جاتے ہیں۔

لڑکیاں لڑکے مختلف ملکوں کے مختلف نسلوں کے سب اداس اداس سے' خاموش خاموش سے' اپنے کاموں میں مشغول تھے کہیں خیمے لگے ہوئے تھے کہیں کھلی چھت کے نیچے ہی ڈیرہ ڈال لیا گیا تھا' پھولوں تختے اور بلند درخت بھی ان کے مسکن بنے ہوئے تھے۔ سمندر کے کنارے بہت سی چٹانیں تھیں' جن کے سائے بھی آباد تھے' بہرحال جگہ بہت خوبصورت تھی۔

ہم نے پورے کیمپ کا جائزہ لیا' سردارے بھی اس کام میں پوری پوری دلچسپی لے رہا تھا' دوسری بات ہے کہ اس کی دلچسپی صرف لڑکیوں تک محدود تھی۔ کافی دیر تک ہم نے تقریباً پورے کیمپ کا جائزہ لے لیا' پھر میں واپسی کے لیے پلٹ پڑا۔ سردارے نے بے چینی سے مجھے دیکھا تھا۔

"اب کیا پروگرام ہے باس؟" اس نے ہاتھ ملتے ہوئے پوچھا۔

"کیوں۔ یہاں سے چلنے کا موڈ نہیں ہے کیا؟"

"لیکن تم تو کہہ رہے تھے استاد۔۔۔۔"

"لڑکیوں کو دیکھ کر تم پورے گھامڑ بن جاتے ہو' کیا اس حلیے میں یہاں رہ پڑو گے؟"

"اوہ' ہاں یہ تو ممکن نہیں ہے' لیکن میں پروگرام پوچھ رہا تھا۔"

"بس ابھی وقت باقی ہے' ہم ضروری انتظامات کے بعد ہی یہاں آئیں گے۔"

"آج ہی نا؟"

"ابے ہاں۔ آج ہی' اب آگے بڑھ۔" میں نے سردارے کو دھکا دیا اور وہ ہنسنے لگا۔

ضروری انتظامات میں چند اہم چیزیں شامل تھیں' ہپیوں کا سا لباس مہیا کرنا تھا' وگ وغیرہ بھی درکار تھیں اور پھر اپنے مختصر سے سامان کا بندوبست' یہاں میں نے تھوڑی سی کفایت شعاری سے کام لیا تھا۔ یعنی اپنا سامان بارنز جیسے مہنگے ہوٹل سے اٹھا کر سلوتا میں منتقل کر لیا تھا جو ایک نچلی سطح کا ہوٹل تھا۔ اس کے بعد ہم نے بازار سے خریداری کی' ہپیوں کا لباس پرانے لباسوں میں مل گیا' اس کے علاوہ وگ وغیرہ اور ایسی ہی دوسری چیزیں۔ پھر ایک فولڈنگ خیمہ اور خصوصی طور سے ایک انتہائی شاندار گٹار جسے دیکھ کر سردارے کی آنکھیں چمک اٹھی تھیں۔

"درحقیقت استاد! یہ ایک خوبصورت ہتھیار ہے۔"

"کیا مطلب؟" میں نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"یوں تو تم ہر لحاظ سے فنکار ہو' لیکن یہ ہتھیار لڑکیوں کو شکار کرنے کے لیے سب سے موثر ہوتا ہے' ویسے بھی یہ ایک کھلی حقیقت ہے کہ لڑکیاں موسیقی سے بہت متاثر ہوتی ہیں' اور پھر اگر شکار تم جیسا ہو۔ میں نے کہیں بھی تمہارے اس فن کو مار کھاتے نہیں دیکھا۔" سردارے نے کہا۔

"گدھے ہو تم' کیا تمہارے خیال میں میں نے یہ صرف لڑکیوں کو شکار کرنے کے لیے خریدا ہے؟"

"نہیں ان کے لیے تو تمہارے پاس دوسرے ہتھیار ہیں۔ لیکن بہرحال۔" سردارے نے کہا' اور پھر ہم نے اپنے نئے ہوٹل میں واپس آکر میک اپ کیے اور مکمل ہپی بن گئے اور پھر لوگوں کی نگاہیں بچا کر وہاں سے نکل آئے' اب دو آوارہ گرد اپنے حال میں مست یوجین محل کی کیمپنگ کی طرف جا رہے تھے' سردارے بہت خوش تھا۔

کیمپنگ میں پہنچ کر ہم نے اپنے لیے مناسب جگہ تلاش کی اور پھر اپنا خیمہ لگا دیا' جن کے پاس خیمہ ہوتا تھا وہ یہاں خاصے صاحب حیثیت تھے اور کھلے آسمان کے نیچے رہنے والے ان سے مرعوب نظر آتے تھے' ہمارے نزدیک ہی چند آوارہ گرد موجود تھے جن میں لڑکیاں بھی تھیں اور مرد بھی سب کے سب ایک دوسرے سے بے نیاز تھے چنانچہ اس وقت کسی نے ہماری طرف توجہ نہیں دی۔ خیمہ وغیرہ لگانے کے کام سے فارغ ہونے کے بعد ہم نے کھانے پینے کی فکر کی اور اس کا انتظام کیمپ میں مشکل نہ ہوا۔ ظاہر ہے جن لوگوں کے درمیان موجود تھے انہیں کے انداز کی خوراک بھی استعمال کرنا تھی۔

رات ہو گئی تھی اور ہپی جیسے زندہ ہوتے جا رہے تھے' ان کے ہاتھوں اور پیروں میں چستی آ رہی تھی ہم دلچسپی سے سارے مناظر دیکھتے رہے' اور پھر میں نے سردارے سے کہا۔

"سردارے! اس وقت ایک چیز کی کمی شدت سے محسوس ہو رہی ہے۔"

"کیا استاد؟" سردارے نے پوچھا۔

"نشہ اتارنے والی گولیاں ان لوگوں کے ساتھ رہ کر کچھ نہ کچھ تو کرنا ہی پڑے گا ایسی صورت میں مشکل پیش آ سکتی ہے۔"

"ہاں یہ تو ہے' پھر استاد؟"

"میں تو سنبھال لوں گا' لیکن تم حواس میں رہنا۔"

"کیا مطلب' میں نہیں سمجھا۔"

"مقصد یہ کہ اگر کوئی خوبصورت سی لڑکی تمہیں ساری رات چرس پلاتی رہے تو شاید تم انکار نہیں

کرو گے اور اس کے بعد جو نتیجہ ہو گا وہ ظاہر ہے۔"

"ارے نہیں استاد اگر میں ساری رات کسی خوبصورت لڑکی کو چرس پلاؤں تو وہ دوسری بات ہے ورنہ تم سردارے کو اتنا کمزور بھی نہ سمجھو۔"

"کہنے کا مقصد یہی ہے کہ خیال رکھنا۔"

"تم بے فکر رہو استاد!" سردارے نے اعتماد سے کہا اور میں نے گردن ہلا دی اور پھر ہم باہر کا جائزہ لینے نکل آئے۔ اس جگہ کی تلاش شروع کر دی جہاں چرس مل سکتی تھی' اور ایک اڈہ پتہ چل گیا۔ ایک بڑے سے خیمے میں ہر چیز کا انتظام تھا جہاں ہپیوں کا بڑا ہجوم تھا اور لوگ اپنی پسند کی چیزیں خرید رہے تھے رش کی وجہ سے ہمیں پیچھے ہی رہنا پڑا اور ہم اپنی باری آنے کا انتظار کرنے لگے۔

"ہیلو۔" اچانک ہمیں اپنے عقب سے ایک نسوانی آواز سنائی دی اور مجھ سے پہلے سردارے نے پلٹ کر پیچھے دیکھا۔ لڑکی طویل القامت تھی چست سیاہ پتلون اور سفید شرٹ میں بے حد اسمارٹ نظر آرہی تھی۔ سردارے نے ہیٹ اتار کر سر جھکایا اور لڑکی کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

"اس ہنگامے میں کیوں کھڑے ہو؟" اس نے بے تکلفی سے کہا۔

"ضرورت تو پوری کرنا ہی ہوتی ہے مادام۔"

"ضروری ہے کہ یہیں لائن لگاؤ۔"

"اوہ تو کوئی اور جگہ بھی ہے؟"

"میرے ساتھ آؤ۔" لڑکی نے کہا۔

"آؤ بھئی!" میں نے سردارے سے کہا اور سردارے مجھ سے پہلے اس کے ساتھ چلنے کے لیے تیار تھا۔ ہم دونوں لڑکی کے ساتھ چل پڑے۔

"گولڈ مین کا نام سنا ہے کبھی؟"

"گولڈ مین۔" میں نے پر خیال انداز میں کہا اور پھر نفی میں گردن ہلا دیا۔

"اس کی بھی وجہ ہے' ہمارا ایک ٹھکانہ نہیں ہے۔ ورنہ جہاں گولڈ مین ہو' وہاں دوسرے اڈے نہیں چلتے۔" لڑکی جیب سے سگریٹ کا پیکٹ نکالتی ہوئی بولی۔

"اوہ۔ ہمارے لیے یہ نام نیا ہے۔"

اس کی وجہ بتا چکی ہوں یوں بھی ہم ہنگاموں کے قائل نہیں ہیں۔ جہاں جگہ بنانی ہو وہاں ہنگامے ضروری ہوتے ہیں تاکہ دوسرے راستے سے ہٹ جائیں۔ تھوڑے سے دنوں کے لیے بس اتنا ہی کافی ہے کسی کی نگاہ ٹیڑھی نہ ہو سکے۔"

"بالکل ٹھیک بات ہے۔"

"ایک بار تم گولڈ مین کے اڈے سے مال خریدو گے پھر کہیں اور کا رخ نہیں کرو گے لیکن اس کی ایک شرط بھی ہوتی ہے۔"

"کیا؟"

"مال کم از کم اتنا خریدا جائے کہ تمہارے قلاش ہونے کا احساس نہ ہو کیا تمہارے پاس کافی ہے؟"

"ہاں مناسب۔"

"تب تم وہاں جا کر خوش ہو گے گولڈ مین سونا بھی فروخت کرتا ہے۔"

"کہاں ہے اس کا اڈہ؟"

"بس تھوڑی دور۔ وہ سمندر کے کنارے تم خیموں کا شہر دیکھ رہے ہو۔" اس نے دور اشارہ کیا۔ جہاں چٹانوں کی ایک لمبی دیوار نظر آرہی تھی۔ "یہ سب گولڈ مین ہی کا علاقہ ہے۔"

"کیا تم یہاں سر عام کاروبار کرتے ہو۔"

"نہیں' تمہیں یہ بات راز میں رکھنا ہو گی۔"

"اوہ۔ اس کی فکر مت کرو" میں نے یہ بات صرف اس لیے پوچھی کہ تم نے مجھے مخصوص انداز میں اس طرف متوجہ کیا تھا"

"ہاں میں بتا چکی ہوں کہ ہم جھگڑے پالنے کے عادی نہیں ہیں بس ہمارے ایجنٹ مخصوص گاہک تلاش کر لیتے ہیں اور انہیں سے کاروبار کر لیتے ہیں۔ اس طرح بھی ہمارے سینکڑوں گاہک یہاں موجود ہیں۔"

"گڈ۔ ویسے تم نے اپنا نام ابھی تک نہیں بتایا۔"

"نام بتانا ضروری ہے کیا؟"

"حرج بھی کیا ہے؟" سردارے جلدی سے بول پڑا۔

"فلورا ہے میرا نام' اب تم دونوں بھی اپنے نام بتا دو۔"

"جیک۔" میں نے سردارے کی طرف اشارہ کیا۔ "میگوٹن" ہم نے اپنے نام بدل ڈالے۔

"چلو ٹھیک ہے۔" لڑکی نے جواب دیا' اور مسکراتی ہوئی آگے بڑھتی رہی میرے ذہن میں ایک خیال آرہا تھا۔ اور چٹانی دیوار تک پہنچتے پہنچتے میں نے ایک فیصلہ کر لیا۔ جبکہ سردارے عقب سے لڑکی کی خوبصورت چال دیکھ رہا تھا۔ تب ہم کیمپوں کے شہر میں پہنچ گئے۔ درحقیقت خیمے اس طرح نصب کئے گئے تھے کہ اندر کے حالات اندر ہی رہیں۔ فلورا ہمیں اندر لے گئی' وہاں بھی خیموں کے درمیان بے شمار آوارہ گرد نظر آئے جو چرس وغیرہ پی رہے تھے' انجکشن لگائے جا رہے تھے غرض ہر چیز موجود تھی ہلکی موسیقی سے بھی گاہکوں کی تواضع کی جا رہی تھی۔

"سردارے!" میں نے سردارے کو مخاطب کیا۔

"استاد!"

"تمہارے پاس بھی کافی کرنسی ہے؟"

"ہاں استاد۔"

"جیبوں میں جو کچھ ہے یہاں خرچ کر دینا ہے۔"

"اوہ' جو حکم استاد' لیکن اس کی وجہ ---؟"

"میرے ذہن میں ایک عمدہ ترکیب آئی ہے۔" میں نے جواب دیا اور سردارے میری شکل دیکھنے لگا

☆ ☆ ☆

فلورا کے بارے میں ہم اندازہ لگا چکے تھے کہ وہ گولڈ مین کی سیلز ایجنٹ ہے۔ گولڈ مین بذات خود کیا ہے' اس کے بارے میں ابھی ہمیں کچھ نہیں معلوم ہو سکا تھا۔ بہرحال خیموں کا یہ شہر اور یہاں کی رنگ رلیاں دیکھ کر تھوڑا بہت اندازہ ہوتا تھا کہ وہ ہے کوئی مناسب چیز اور میرے ذہن میں جو خیال آیا تھا اس کے لیے بہرحال یہ شخص کام آ سکتا تھا۔

فلورا نے ہمیں ایک خیمے میں ٹھہرایا اور پھر خود چند لمحات کے لیے معذرت کر کے چلی گئی۔

"بڑے باقاعدہ انتظامات ہیں استاد" سردارے نے کشادہ خیمہ دیکھتے ہوئے کہا۔

"اور استاد' لونڈیا کے بارے میں کیا خیال ہے؟"

"عمدہ ہے" میں نے جواب دیا۔

"اور بظاہر قابل حصول بھی" سردارے مسکرا کر بولا۔

"یورپ کے کسی ملک میں تم کسی بھی لڑکی کو ناقابل حصول مت سمجھا کرو" میں نے جواب دیا۔

"ٹھیک ہے استاد۔ مگر وہ گئی کہاں؟"

"پتہ چل جائے گا" میں نے اپنے گٹار کے تاروں کو سیٹ کرتے ہوئے کہا اور اسی وقت لڑکی اندر داخل ہو گئی۔ اس کے پیچھے ایک اور شخص تھا' پتلون' قمیص اور ٹائی میں ملبوس۔

"تم اسے آرڈر دے دو میگوئن۔ ضرورت کا سارا سامان تمہارے پاس پہنچ جائے گا" اور جواب میں' میں نے اپنی جیب میں جتنی کرنسی تھی' نکال کر لڑکی کے سامنے ڈھیر کر دی اور اس کے بعد سردارے کو اشارہ کیا۔ لڑکی کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں تھیں۔ اس نے کرنسی کو دیکھتے ہوئے پلکیں جھپکائیں اور بولی "اوہ' تم تو اچھے خاصے باحیثیت آدمی ہو میگوئین" اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"ان سب پیسوں کی چرس منگوا دو"۔

"صرف چرس؟" وہ پھر حیران ہو گئی۔

"ہاں!"

"مگر اتنی چرس کا کیا کرو گے؟"

"مس فلورا۔ میگوئن تنہا نہیں پیتا۔ میں ایک فنکار ہوں اور جب گٹار کے تار نغمے بکھیرتے ہیں تو میں نہیں چاہتا کہ نغموں میں گم افراد زندگی کے بارے میں سوچیں۔ میں نے ساری کائنات ان سروں میں سمو لی ہے۔ تم ہمیں چرس منگوا دو اور بس۔ دوسری کسی چیز کی ضرورت نہیں ہے"۔

"جیسی تمہاری مرضی۔ لیکن ہمارے ہاں اور بھی بہت سی ورائٹیز ہیں۔ پیتھیڈرین' سوئین ہیروئن اور مارفیا کے انجکشن وغیرہ۔ بالکل خالص افیون بھی مل سکتی ہی اور کھٹمنڈو کا گانجا بھی"۔

"فی الحال ہمیں صرف چرس درکار ہے" میں نے جواب دیا۔

"او کے۔ تم نے فرمائش نوٹ کر لی؟" فلورا نے اپنے ساتھ آنے والے سے پوچھا۔

"لیس میڈم!" اس شخص نے جواب دیا۔

"یہ کتنی رقم ہے؟" فلورا نے پوچھا۔

"فضول باتوں پر مجھے غصہ بھی آ جاتا ہے" میں نے بیزاری سے کہا اور فلورا گہری نگاہوں سے میرا

صورت دیکھنے لگی۔ پھر اس نے سامنے رکھی نوٹوں کی گڈیاں اٹھائیں اور ان کے نمبروں سے انہیں گننے لگی۔ پھر اس نے نوٹوں کی تعداد اپنے ساتھی کو بتائی اور اس کے ساتھی نے وہ رقم نوٹ کر لی اور پھر وہ باہر نکل گیا۔ فلورا البتہ ہمارے پاس ہی رہ گئی تھی۔ وہ عجیب سی نگاہوں سی میری شکل دیکھ رہی تھی۔ پھر اس نے مسکراتے ہوئے سردارے کی طرف دیکھا۔

"مسٹر جیک۔ کیا آپ بھی موسیقار ہیں؟"

"جی ہاں۔ میں طبلہ بجا سکتا ہوں" سردارے نے برجستہ جواب دیا۔

"ٹابلہ ــــــ یہ کیا ہوتا ہے؟" فلورا نے تعجب سے پوچھا۔

"افسوس تو یہی ہے۔ یورپ کے لوگ طبلے سے ناواقف ہیں۔ انہوں نے اس کی شکل بگاڑ کر نہ جانے کیا بنا دیا ہے۔ چنانچہ میں نے طبلہ بجانا ہی چھوڑ دیا"۔

"اوہ!" فلورا خواہ مخواہ سر ہلانے لگی۔ پھر اس نے کہا "مسٹر میگوئن کیا آپ میرے ساتھ باہر چلنا پسند کریں گے؟" مجھے معاف کیجئے مسٹر جیک اگر آپ برا نہ مانیں"۔

"کوئی حرج نہیں ہے' کوئی حرج نہیں ہے" سردارے نے جلدی سے کہا اور پھر اردو میں بولا "جاؤ استاد جاؤ۔ ہم کوئی جلنے والوں میں سے ہیں۔ ہاں بس قسمت میں کچھ گڑبڑ رہ گئی ہے' جسے کوئی ٹھیک نہیں کر سکتا۔ مجبوری ہے"۔

"شکریہ سردارے! بے شک تم ایک فراخ دل انسان ہو" میں نے مسکراتے ہوئے کہا اور پھر میں فلورا کے ساتھ باہر نکل آیا۔

"کیا خیال ہے مسٹر میگوئن۔ کیا ہم کسی ریستوران میں بیٹھیں؟" فلورا نے پوچھا۔

"جیسی آپ کی مرضی مس فلورا۔ آپ تو دیکھ ہی چکی ہیں کہ میں قلاش ہو گیا ہوں۔ یوں بھی اس وقت جھیل کا کنارہ ہی زیادہ بہتر ہو گا" میں نے جواب دیا۔

"اوہ قلاش ہونے کی کوئی بات نہیں ہے۔ کیا میں آپ کی دوست نہیں ہوں؟ اور سچی بات تو یہ ہے کہ آپ نے جتنی خریداری کی ہے اس سے میرا کمیشن بھی کافی بن گیا ہے۔ اگر اس میں سے کچھ خرچ بھی ہو جائے تو کوئی حرج نہیں ہے"۔

"اوہ تب ٹھیک ہے" میں نے مسکراتے ہوئے کہا اور ہم دونوں جھیل کے کنارے ایک ریستوران میں جا بیٹھے۔ فلورا نے ایک مشروب کا آرڈر دے دیا تھا۔ مشروب کی چسکیاں لیتے ہوئے اس نے کہا۔

"ایک بات بتائیں گے مسٹر میگوئن؟"

"ضرور ہنی ــــــ!"

"آپ نے اتنی چرس کیوں خرید لی ہے کہ آپ کے پاس کچھ نہیں رہا؟"

"تمہاری وجہ سے"۔

"میں نہیں سمجھی" وہ تعجب سے بولی۔

"تم نے کہا تھا کہ ہمیں بڑی خریداری کرنی ہو گی"۔

"اوہ۔ لیکن اتنی بڑی بھی نہیں کہ تم تکلیف میں مبتلا ہو جاؤ" اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"تکلیف ــــــ" میں نے گہری سانس لے کر کہا "کیا یہاں جواخانے موجود ہیں؟"

"جوا خانے؟"

"ہاں!"

"بہت ہیں' کیوں؟"

"بس ایسے ہی پوچھ لیا تھا۔ تم نے کہا تھا ناکہ میں قلاش ہو گیا ہوں"

"ہاں۔ پھر؟"

"بس مس فلورا۔ میں انہیں اپنا بینک سمجھتا ہوں"۔

"اوہ' شارپنگ کر لیتے ہو؟"

"نہیں۔ بس ضرورت پوری کر لیتا ہوں"۔

"تب تو میرے پارٹنر بن جاؤ"۔

"پکا۔۔۔۔۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"یہاں بہت سے کلب ہیں جہاں جوئے کے شوقین آتے ہیں اور خاصا اونچا کھیل ہو جاتا ہے اور اس بات کو ذہن میں رکھنا کہ بعض اوقات خاصے اونچے کھلاڑی آ جاتے ہیں۔ میں نہیں جانتی کہ تم کس پیمانے پر کام کرتے ہو"۔

"بس کام چلا لیتا ہوں۔ دیکھیں گے کیا کر سکتے ہیں"۔

"ٹھیک ہے پارٹنر۔ میں تمہارے ساتھ پارٹنر شپ کرنے کے لیے بخوشی تیار ہوں۔ بہرحال تم ایک عجیب انسان ہو۔ بڑی لاابالی فطرت کے مالک اور میرا اندازہ ہے کہ تم ان آوارہ گردوں سے مختلف ہو"

میں نے اس کی بات کا کوئی جواب نہیں دیا۔ اور پھر ہم مختلف موضوعات پر گفتگو کرتے رہے۔ مشروب کا بل ادا کر دیا گیا تھا۔ یہاں کوئی خاص رونق نہیں تھی۔ عام طور پر کیمپنگ میں رہنے والے یا تو آوارہ گرد تھے یا پھر غریب قسم کے سیاح جو بہرحال مہنگے ریستورانوں میں وقت نہیں گزار سکتے تھے۔ چنانچہ بہت تھوڑے سے لوگ یہاں موجود تھے۔ البتہ ماحول بے حد پرسکون تھا اور یہاں بیٹھنا برا نہیں لگ رہا تھا۔

تھوڑی دیر بعد فلورا نے کہا "کیا خیال ہے مسٹر میگوئن اب یہاں سے اٹھا جائے؟"

"ہاں ضرور" میں نے آمادگی ظاہر کی اور ہم دونوں ریستوران سے اٹھ گئے اور جھیل کے کنارے چہل قدمی کرنے لگے۔ پھر فلورا نے کہا:

"آپ کا اپنا خیمہ بھی تو موجود ہے"۔

"ہاں۔ کیوں؟"

"دراصل آپ نے اتنا بڑا آرڈر دیا ہے کہ اس کے بعد ہم لوگ آپ کی خدمت کرنے پر پابند ہو گئے ہیں۔ اگر آپ چاہیں تو ہمارے کیمپ میں وقت گزار سکتے ہیں۔ وہاں آپ کو ہر قسم کی سہولت ملے گی"۔

"مثلاً؟" میں نے شرارت آمیز لہجے میں کہا۔

"مثلاً؟ مثلاً جو آپ پسند کریں" فلورا کسی قدرے جھینپے ہوئے انداز میں بولی۔

"اور اگر آپ کو پسند کروں تو؟" میں نے اسی انداز سے پوچھا۔

"تو میں حاضر ہوں"۔

"اوہ تھینک یو مس فلورا۔ اگر یہ درست ہے تب تو میں وہاں روزانہ اتنی ہی خریداری کر سکتا ہوں"۔

"اوہ سلی بوائے" فلورا نے مسکراتے ہوئے کہا اور میرا بازو پکڑ کر آگے بڑھ گئی۔ تھوڑی دیر تک ہم خاموشی سے چلتے رہے۔ پھر فلورا نے کہا:

"تمہارا آرڈر سرو ہو گیا ہو گا میگوئن۔ اب تمہارا کیا پروگرام ہے؟"

"گٹار سے دلچسپی ہے تمہیں؟"

"بہت زیادہ۔ سناؤ گے؟"

"یقیناً"

"بس تو پھر کہیں چلتے ہیں" فلورا نے کہا اور ہم دونوں اپنے خیمے پر پہنچ گئے۔ میں نے خیمے کے اندر جھانک کر دیکھا۔ سردارے اپنے سامنے کچھ پیکٹ پھیلائے بیزار سی شکل بنائے بیٹھا تھا۔

"ہیلو جیک!" میں نے مسکراتے ہوئے اسے مخاطب کیا۔

"جیک کی ایسی تیسی۔ یہ ہرگز نہیں ہو سکتا کہ تم تو عیش کرتے پھرو اور میں یہاں چرس کا ٹھیکیدار بنا بیٹھا رہوں۔ جسے وہ الو کا پٹھا ڈھیر کر گیا ہے" سردارے نے منہ بنا کر کہا۔

"اوہ میری جان' بہت بڑے تاجر معلوم ہو رہے ہو" میں نے ہنستے ہوئے کہا۔

"جی نہ جلاؤ استاد' بس کہے دے رہا ہوں"۔

"بیزار کیوں ہو میری جان۔ تمہارے لیے بہت چانسز ہیں یہاں۔ اب تم ایک بڑے مخیر انسان کی طرح ان غریب ہپیوں میں چرس بانٹو گے اور یہ سب تمہارے گرویدہ ہو جائیں گے۔ ہپی نے ہپ لڑکیاں دھڑا دھڑ تم پر مریں گی اور تم اسٹور کر لینا۔

"تم اپنی سناؤ استاد۔ تمہاری لونڈیا کس پوزیشن میں ہے؟"

"پھنس گئی سالی جائے گی کہاں؟"

"ویری گڈ۔ چلو کچھ کام تو بنا۔ کچھ تو بوجھ ہلکا ہوا۔ اب میرے لیے بھی دعا کرو"۔

"خود بخود ہو جائے گی۔ تم دیکھتے رہو بس" میں نے کہا اور چرس کے پیکٹوں کا وزن کرنے لگا۔

"کیا کہہ رہا ہے تمہارا ساتھی؟" فلورا نے الجھے ہوئے انداز میں کہا "اور تم کون سی زبان بول رہے ہو؟"

"اوہ۔ وہ ترکی زبان بولنے لگتا ہے۔ ہم لوگ علوی ہیں" میں نے کہا۔

"کیا کہہ رہا ہے؟"

"بس پوچھ رہا ہے کہ مس فلورا کس قسم کی خاتون ہیں؟"

"اور' تم نے کیا جواب دیا؟" فلورا دلچسپی سے بولی۔

"یہی کہ نہایت عمدہ' نہایت خوش اخلاق۔ اس پر وہ کہہ رہا ہے کہ کاش مس فلورا جیسی کسی لڑکی سے اس کی بھی دوستی ہو جاتی"۔

"اوہ یہ کون سی مشکل بات ہے۔ یہاں اس کیمپ میں بے شمار ایسی لڑکیاں مل جائیں گی جو تمہارے ساتھ رہنے کے لیے [illegible] ہو جائیں گی" فلورا نے جواب دیا۔

"لیکن فلورا! کیا تم دعوے سے کہہ سکتی ہو کہ ان میں تم جیسی بھی کوئی ہوگی؟"

"میں دنیا سے مختلف تو نہیں ہوں" فلورا نے اتراتے ہوئے کہا۔

"اوہ اس سلسلے میں فیصلہ کرنا تمہارا کام تو نہیں" میں نے کہا اور فلورا مسکرانے لگی۔

"سب سن رہا ہوں استاد یہ گر ہیں تمہارے" سردارے آہستہ سے بولا۔

"اچھا اب تیار ہو جاؤ" میں نے کہا۔

"رات خاصی ہوگئی تھی۔ اور آوارہ گردوں کے لیے دن۔ چنانچہ میں نے اپنا گٹار سنبھالا اور فلورا کے ساتھ باہر آگیا۔ سردارے بھی ہمارے ساتھ تھا۔ وہ میرے ڈرامے کو اچھی طرح سمجھتا تھا۔ چنانچہ اس نے ہپیوں کا ایک زوردار نعرہ لگایا اور میں نے گٹار کے تار چھو لیے۔ سردارے نے چرس کا ایک پیکٹ کھول لیا اور اسے اسموکنگ پائپ میں بھر کر شعلہ دکھا دیا۔ چرس کی بو چاروں طرف پھیل گئی اور یہ بو اتنی دلکش تھی کہ ہپی چاروں طرف سے سمٹ کر اس طرف پہنچنے لگے۔

"ابے او سورما! اتنے کھرے کش نہ لگا۔ کہیں الٹا نہ ہو جائے" میں نے سردارے سے کہا۔

"اگر تم نے اس سے میری سفارش نہ کی ہوتی استاد تو سوچا تو یہی تھا کہ ساری چرس خود ہی پی جاؤں گا اور اس کے بعد جو کچھ بھی ہوگا' اس کی ذمہ داری تم پر ہوگی"۔

"اچھا فضول باتوں سے گریز کرو" میں نے کہا۔ آوارہ گردوں کا خاصا مجمع ہو گیا تھا اور وہ سب بھانت بھانت کی بولیاں بول رہے تھے۔

"او موسیقار نغمے بکھیرنے والے تیرے ہاتھ میں آسمان ہے جہاں سے سر برستے ہیں۔ مست کر دے ہم سب کو' دیوانہ کر دے۔ ہم سب کو کہ ہم جوش کی دنیا سے اکتا چکے ہیں۔

اور میں نے ان کی خواہش کی تکمیل کی۔ میرے گٹار سے جو نغمہ پھوٹا وہ دلوں میں امنگیں بھرنے والا تھا۔ اعضاء میں ہیجان پیدا کرنے والا تھا۔ دیوانے رقص کرنے لگے۔ فلورا کی آنکھوں میں بھی دلچسپی کے آثار تھے۔ وہ پسندیدہ نگاہوں سے مجھے دیکھ رہی تھی اور نغمے پھوٹ رہے تھے۔ شاید ان کے پاس پیسے نہیں تھے۔ تب سردارے نے چرس کے پیکٹ کھولے اور چرس انہیں تقسیم کر دی۔

مردہ جسموں میں زندگی دوڑ گئی اور ذرا سی دیر میں ہم سپرمین بن گئے تھے۔ میں نغمے لٹا رہا تھا اور سردارے چرس۔ بس پھر کیا تھا' چاروں طرف ہمارا ہی نام گونجنے لگا۔ فلورا اب ہم سے بہت زیادہ متاثر ہوگئی۔

آہستہ آہستہ ساری چرس ختم ہوگئی تھی۔ رات بھی کافی بیت گئی تھی ———— سردارے اب میرے قریب موجود نہ تھا۔ البتہ فلورا تھی جو شاید جانے کا ارادہ نہیں رکھتی تھی۔

اور جب بدمست اوندھے سیدھے گرنے لگے تو میں نے گٹار بند کر دیا اور فلورا نے بڑی عقیدت سے گٹار میرے ہاتھوں سے لے لیا۔

تم تو موسیقی کے شہنشاہ ہو میگوئن"

"میرے نغمے پسند آئے تمہیں؟"

"بہت زیادہ۔ تم صرف پسند آنے کی بات کر رہے ہو۔ میں تو کہتی ہوں تمہارے جیسے فنکار کبھی کبھار ہی نظر آتے ہیں۔ میں تمہیں اتنا بڑا فنکار نہیں سمجھتی تھی"۔

"تمہارا شکریہ فلورا!" میں نے کہا۔

"ارے یہ مسٹر جیک کہاں گئے؟"

"اس کے بارے میں اب کچھ نہیں کہا جا سکتا"۔

"کیوں؟"

"بس اس نے چرس تقسیم کی ہے اور اب اس کی وصول یابی کی کوششوں میں سرگرداں ہو گیا ہوگا"۔

"اور اسے ناکامی بھی نہ ہوگی۔ تم نے جس فراخ دلی سے چرس لٹائی ہے اس سے ان لوگوں نے سوچا ہوگا کہ تم بہت دولت مند ہو اور اب تو وہی ہوگا جو تم چاہو گے۔

"ٹھیک ہے اور اس کے لیے چاہیے بھی کیا۔ آؤ" میں نے فلورا کی کمر میں ہاتھ ڈالا اور اسے اپنے کمرے میں لے گیا۔ مجھے یقین تھا کہ سردارے اب یہاں واپس نہیں آئے گا۔ چنانچہ رات' خیمہ' تنہائی اور فلورا جس کے بدن پر کسی ہوئی چست پتلون اس کے بدن کی دلکشی کا اعلان کرتی ہوئی اور پھر اس کی آمادگی بدن میں انگڑائیاں توڑنے کے لیے کافی تھی۔ تاریک خیمے میں فلورا کے مرمریں سینے کی چمک سے روشنی ہوگئی۔ پھر اس کی سیاہ پتلون نے بھی اس کا ساتھ چھوڑ دیا۔ اور اس کے بعد ذہن پر قابو پانا کسی کے بس میں نہ تھا۔ میں نے اس کے بدن کے چمکتے ہوئے جگنوؤں کو خود میں جذب کر لیا اور زندگی کی ایک اور حسین رات میری سوانح عمری میں تحریر ہو گئی۔

میرا خیال درست تھا۔ سردارے ساری رات واپس نہیں آیا۔ نہ جانے اس نے یہ رات کہاں گزاری۔

فلورا بے حد خوش تھی۔ ایسا باکمال انسان اسے کہاں مل سکتا تھا۔ جس نے خریداری کی تو اتنی کہ اس کا کمیشن ہی اتنا بن گیا جتنا وہ پورے ہفتے میں نہیں کما سکتی تھی اور پھر موسیقار' تو ایسا کہ جس کا ثانی ہی نہ ہو۔ ہاں ابھی میرا ایک کمال تو اس سے پوشیدہ تھا۔ ورنہ وہ اس کے بعد تو سب کچھ چھوڑ کر میرے پیچھے ہی لگ جاتی۔ قصور کسی کا بھی نہیں تھا۔ میں نے اس معاشرے کو سمجھا تھا۔ اس میں رہنے والے انسانوں کے ذہن پڑھے تھے اور انہی کی سوچ کے مطابق خود کو ڈھال لیا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ جسے میں قریب لانا چاہتا تھا' وہ دور نہیں رہتا تھا۔ بلکہ میرے دائمی قرب کی آرزو کرنے لگتا تھا۔ چنانچہ ایک فلورا پر ہی کیا موقوف تھا' بہت سوں کی یہ حالت تھی۔

"اب مجھے اجازت دو گے میگوئن؟" فلورا نے کہا۔

"اوکے فلورا۔ اب کب ملاقات ہوگی؟"

"زیادہ دیر تک تم سے دور نہیں رہ سکوں گی۔ بہت جلد واپس آ جاؤں گی۔ ہمیں جوا خانے میں بھی تو چلنا ہے"۔

"یقیناً" میں نے مسکرا کر کہا اور فلورا مجھے الوداعی بوسہ دے کر چلی گئی لیکن خیمے کے باہر جاتے ہی وہ دوبارہ واپس پلٹی۔

"اگر مجھے یاد نہ آ جاتا تو میں خود کو کبھی معاف نہ کرتی"۔

"کیا فلورا؟"

"تم نے کل ساری رقم خرچ کر دی ہے۔ آج دن میں کیا خرچ کرو گے؟"
"ہمارا خرچ ہی کیا ہے فلورا؟"
"پھر بھی کھانے پینے کا کیا کرو گے؟"
"اوہ تم اس کی فکر نہ کرو۔ کوئی نہ کوئی بندوبست ہو ہی جائے گا"
"کیا بندوبست ہو جائے گا۔ یہ رکھ لو" اس نے چند نوٹ میری طرف بڑھائے۔
"اوہ فلورا ڈیئر! اس کا تکلف مت کرو"۔
"میگوئن پلیز۔۔۔۔۔ ایک رات ساتھ گزار کر کیا ہم دوست نہیں بن گئے؟"
"یقیناً بن گئے ہیں"۔
"تب پھر انہیں رکھ لو۔ قرض سمجھ لو۔ واپس کر دینا" اس نے اصرار کرتے ہوئے کہا اور میں نے اس کی پیشکش قبول کر لی۔ فلورا شکریہ ادا کر کے واپس چلی گئی تھی۔

اسے گئے ہوئے زیادہ دیر نہیں گزری تھی کہ سردارے واپس آگیا۔ حسب معمول خوش نظر آرہا تھا۔ میں نے اس کی صورت دیکھ کر غصے سے منہ بنایا تھا اور سردارے نے بوکھلائے ہوئے انداز میں چھت کی طرف دیکھا۔

"کچھ گڑبڑ ہو گئی استاد" اس نے خوشامدانہ انداز میں پوچھا۔
"بہت خود سر ہو گئے ہو۔ اب تو بتا کر جانے کی ضرورت بھی نہیں محسوس کرتے" میں نے کہا۔
"اوہ' یہ بات نہیں ہے استاد۔ دراصل خاتون فلورا کی نگاہوں میں' میں نے ایسے ہی آثار دیکھے تھے کہ اس کے بعد میں نے خیمے میں واپس آنا مناسب نہیں سمجھا۔ میں نے سوچا اب کچھ کہنے کی زحمت کیوں دوں؟"
"بہت چرب زبان ہو گئے ہو۔ تمہاری کیا رہی؟"
"میں تو اس علاقے میں بہت اہم انسان بن گیا ہوں۔ اکیس لڑکیوں نے مجھے آج دوپہر کھانے پر مدعو کیا ہے۔ آٹھ لڑکیوں نے رات گزارنے کی دعوت دی ہے۔ بہر حال ان میں' میں نے نمبر تقسیم کر دیے ہیں۔ اب دیکھو نا' احساس تو سب کا کرنا ہے' لڑکیوں کے دل ویسے بھی نرم و نازک ہوتے ہیں۔ مردوں کی تعداد اس کے علاوہ ہے لیکن ان کی کوئی بات نہیں ہے۔ وہ بے رخی برداشت کر لیتے ہیں" سردارے کی بکواس شروع ہو گئی تھی۔ چنانچہ آگے بڑھ کر مجھے اس کا گریبان پکڑنا پڑا۔
"ہاں ہاں۔ قمیص کیوں اتار رہے ہو استاد۔ میں لایا ہوں؟"
"کیا لائے ہو؟" میں نے اسے گھورا۔
"تم تو شہنشاہ بن گئے تھے استاد۔ ساری رقم خرچ کر کے اس لونڈیا کا التفات خرید لیا۔ لیکن مجھے بھوک لگتی ہے تو صرف پیٹ یاد رہ جاتا ہے۔ اس لیے میں نے کچھ رقم لوگوں سے ادھار مانگ لی ہے۔ بڑے مخلص لوگ ہیں' یہ فوراً "چندہ کر لیا"۔
"لعنت ہے تم پر۔ اب تم چندے کی روٹی کھاؤ گے" میں نے کہا۔
"روٹی ہی کھاؤں گا استاد کفن تو نہیں پہنوں گا۔ روٹی کے لیے چندہ نہ کرتا تو پھر کفن کے لیے کرنا پڑتا۔ روٹی روٹی ہے۔ چندے سے ملے یا شہنشاہ بن کر۔ ویسے تمہیں کیا سوجھی تھی؟"

"کیا مطلب؟"
"لونڈیا اتنی پسند آگئی تھی؟"
"جس کے لیے میں نے ساری رقم خرچ کر دی؟ کیوں؟" میں نے طنزیہ انداز میں کہا۔
"پھر؟"
"دماغ خراب ہے تمہارا۔ چھوٹی چھوٹی باتوں کے علاوہ اور کچھ نہیں سوچ سکتے؟"
"اس سلسلہ میں واقعی کچھ نہیں سوچ سکا استاد۔ اور نہ کچھ سوچ سکوں گا۔ خدا کے لیے بتا دو"۔
"چلو چھوڑو خود بخود معلوم ہو جائے گا!"
"یہ برداشت نہیں کر سکوں گا استاد خدا کے لیے بتا دو"۔
"سردارے جاؤ۔ ناشتے کا بندوبست کرو۔ پھر گفتگو کریں گے اور ہاں یہ پیسے لو۔ چندے کی روٹی ابھی ہمارا معدہ ہضم نہیں کر سکے گا!" میں نے فلورا کے دیے ہوئے نوٹ اس کی طرف بڑھا دیے۔
"اوہ استاد۔ اس کا مقصد ہے تم مجھ سے زیادہ ذہین نکلے۔ میں تو رات کو سچ مچ قلاش ہو گیا تھا۔ وہ تو صبح کو ہوش آیا اور میں نے یہ بندوبست کیا۔ ورنہ میرا خیال تھا بغیر ناشتے کے گزارا کرنا پڑے گا"۔
"میں نے بھی قرض لیے ہیں یار۔ جا ناشتہ لے آ" میں نے اسے خیمے سے باہر دھکیلتے ہوئے کہا اور سردارے چلا گیا۔ تھوڑی دیر کے بعد ہم ناشتہ کر رہے تھے۔
"اب تو بتا دو استاد۔ چکر کیا ہے" سردارے نے خوشامدانہ انداز میں کہا۔
"گولڈ مین" میں نے جواب دیا۔
"کیا مطلب؟"
"کیا یہ نام دلچسپ نہیں ہے؟"
"اچھا خاصا لیکن ہمارے کس کام آسکتا ہے؟" سردارے نے پوچھا۔
"مال کھپت اس کے ذریعہ نہیں ہو سکتی؟ ظاہر ہے ہم سویڈن میں اجنبی ہیں۔ ہمیں یہاں مال کی کھپت کے ٹھکانے نہیں معلوم۔ لیکن اگر گولڈ مین ہاتھ آجائے تو اس کام میں آسانی ہو سکتی ہے"۔
"اوہ۔ ونڈر فل لیکن بظاہر تو اس کی اپنی حیثیت اتنی بڑی نہیں معلوم ہوتی"۔
"واقعی عمدہ خیال ہے استاد۔ اور یہ تو اب میں کہتے کہتے بھی تھک گیا ہوں کہ جو سوچتے ہو خوب سوچتے ہو۔ لیکن رات کو ساری کرنسی خرچ کر دینے کی وجہ سمجھ میں نہیں آئی"۔
"گولڈ مین کو متوجہ کرنے کا کوئی اچھا سا طریقہ بتاؤ" میں نے کہا۔
"اچھا سا طریقہ' اچھا سا طریقہ" سردارے سر کھجانے لگا۔ پھر بولا "لیکن یہ طریقہ سمجھ میں نہیں آتا"

"آج پھر اتنا ہی مال خریدا جائے گا" میں نے جواب دیا۔
"ارے کیا مطلب لیکن کہاں سے؟"
"کرنسی کی بات کر رہے ہو؟"
"ظاہر ہے استاد۔ میں نے ناشتے کے لیے چندہ مانگا ہے اور تم نے بھی قرض لیا ہے جس سے ہم دو چار دن کی خوراک حاصل کر سکتے ہیں۔ یہ کرنسی کہاں سے آئے گی؟"

"یہاں جوا خانے بھی ہیں"۔

"اوہ۔ ونڈر فل۔ یہ بات تو میں بھول ہی گیا تھا۔ سردار اچھل پڑا اور پھر جلدی سے بولا "لیکن استاد جوا کھیلنے کے لیے بھی تو پہلے رقم کی ضرورت پڑے گی"۔

فلورا اب اتنی حسین بھی نہیں ہے کہ میں اس کے لیے سب کچھ ہارنے پر آمادہ ہو جاتا۔ میں نے اسے اس لیے گھاس ڈالی ہے کہ وہ مقامی ہے اور بہت سے مسئلوں میں کام آ سکتی ہے" میں نے جواب دیا اور سردارے قربان ہو جانے والی نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگا۔

"بات یہ ہے استاد کہ یہ جو تمہارا سردارے ہے یا' پیدائشی گدھا ہے۔ بار بار بھول جاتا ہے کہ اس کے ساتھ راجہ نواز اصغر ہے جو سر سے پاؤں تک دماغ ہی دماغ ہے۔ ایک مضبوط دماغ جو اتنی تیزی سے تانے بانے بنتا ہے کہ عقل ہی میں نہیں آتا۔ خاص طور سے سردارے کی عقل میں"۔

میں نے سردارے کی بات کا کوئی جواب نہیں دیا۔ میں آئندہ کے پروگرام کے بارے میں سوچنے لگا تھا۔ سویڈن دیکھ لیا تھا اب یہاں رکنے کی کوئی خاص ضرورت نہیں تھی۔ اتفاق تھا کہ ابھی تک انٹرپول سے نجات بھی ملی ہوئی تھی۔ اور مکلینو بھی ہمارے راستے پر نہیں آ رہا تھا۔ گویا اسے کامیاب ڈاج ملا تھا لیکن اب یہاں سے کام کر کے خاموشی سے نکل چلنا تھا اور یہی سب سے بڑی بات تھی۔ کام جس قدر جلد ہو جائے' ٹھیک ہے!

بہرحال اس وقت میں نے جو کچھ کیا تھا' اس سے مطمئن تھا۔ کسی کو ساتھی بنائے بغیر یہاں کام ہونا مشکل تھا اور اس کے لیے بہرحال گولڈ مین کا انتخاب مناسب تھا۔

رات کو ہم نے جو کارنامے انجام دیے تھے' ان کی وجہ سے ہم یہاں اجنبی نہیں رہ گئے تھے۔ سردارے اور میں باہر نکلے تو بہت سے عقیدت مندوں نے گھیر لیا۔ ان میں کچھ تو میری گٹار نوازی کے معتقد تھے اور کچھ سردارے کی فیاضی کے ان کے خیال میں ہم انوکھے لوگ تھے۔ یہ سب ہم سے طرح طرح کے سوالات کر رہے تھے۔

بے باک سی لڑکیاں ہمارے بوسے بھی لے رہی تھیں۔ ان میں بہت سی ہمارے قریب بھی آنا چاہتی تھیں۔ ان لوگوں کو اس کے اظہار میں کوئی مشکل درپیش نہیں تھی۔ چنانچہ ان میں سے کئی نے کہا۔

"ہائے مسٹر میگوئن دل چاہتا ہے' تمہارے گٹار کا کوئی سر بن جاؤں"۔

"مسٹر میگوئن کیا تم مجھے اپنی خلوت دو گے"

"کیا تم آسمان کے باسی ہو"۔

"کہاں سے آئے ہو میری جان خوشیوں کے خزانے لے کر"۔

"جتنے منہ اتنی باتیں۔ ہم انہیں الٹے سیدھے جواب دے کر ٹرخاتے رہے۔ ویسے سردارے کی بات میں نے تسلیم کر لی تھی۔ یعنی یقیناً" اتنی لڑکیوں نے اسے انگیج کر لیا ہو گا جتنی کے بارے میں اس نے کہا تھا۔

شام ہوئی تو فلورا آ گئی۔ خوبصورت لباس میں تھی اور بے حد حسین نظر آ رہی تھی۔ مجھے دیکھتے ہوئے اس نے کہا۔ "اوہ میگوئن۔ اگر برا نہ مانو تو ایک بات کہوں"

"کہو بھئی" میں نے جواب دیا۔

"ضروری ہے کہ تم آوارہ گردوں کے انداز میں رہو"

"کیا مطلب؟"

"تمہارا لباس' تمہارا انداز جبکہ تم ان لوگوں سے کہیں زیادہ سوبر۔ کہیں زیادہ بلند ہو"۔

"تم کیا چاہتی ہو؟" میں نے سنجیدگی سے پوچھا۔

"یہی کہ بس تم ایک سیاح نظر آؤ۔ نشے میں ڈوبے ہوئے آوارہ گرد نہیں"

"اس سے کیا فائدہ ہو گا؟" میں نے اسی انداز میں پوچھا۔

"بس میری خواہش ہے۔ فائدہ کی بات نہیں کر رہی"۔

"تم جانتی ہو میں سویڈن میں کتنا عرصہ رہوں گا؟"

"اوہ' مجھے نہیں معلوم۔ کیوں!" اس نے اس سوال پر حیرت سے میری طرف دیکھا۔

"جب تمہیں میرے بارے میں اتنی سی بات معلوم نہیں تو پھر اتنا بڑا حق کیوں جتاتی ہو۔ کتنا عرصہ رہو گی میرے ساتھ!"

"اوہ' سوری تم میری بات کا برا مان گئے؟"

"بالکل برا نہیں مانا فلورا۔ ابھی تمہاری عمر بہت کم ہے فلورا۔ بچوں کے انداز میں سوچتی ہو۔ لباس کم نگاہوں کی توجہ کا مرکز بنتے ہیں۔ اصل بات شخصیت کی ہوتی ہے"۔

"ہاں۔ یہ تو ٹھیک ہے" فلورا جز بز ہو گئی اور پھر وہ خاموش ہو گئی۔ سردارے کو ہم نے اس کے حال پر چھوڑ دیا۔ ویسے سردارے نے پوچھا تھا کہ مجھے اس کی ضرورت تو نہیں لیکن میں نے منع کر دیا تھا۔ فلورا کے ساتھ میں چلتا رہا۔ ہم کیمپنگ سے نکل آئے تھے۔ میں نے اسے خاموش دیکھا تو مخاطب کیا۔

"میرا خیال ہے تم ضرور میری بات کا برا مان گئی ہو"۔

"اوہ۔ نہیں مسٹر میگوئن۔ ایسی کوئی بات نہیں ہے"۔

"پھر ایک دم خاموش کیوں ہو گئی ہو؟"

"آپ کے الفاظ پر غور کر رہی تھی۔ درحقیقت لباس سے انسان خوش نما ضرور لگتا ہے لیکن اصل چیز اس کی شخصیت ہے۔ اچھے لباس پہننے والے کی شخصیت بھی اچھی ہو' یہ ضروری نہیں"۔

"اوہ۔ بہرحال تم بے حد خوبصورت لگ رہی ہو" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"شکریہ!" اس نے بھی خلوص سے کہا۔ ہماری منزل الغازے تھی۔ خوش لباسوں کا کلب۔ ایک سے ایک عمدہ لباس میں ملبوس۔ اعلیٰ پیمانے کا جوا ہوتا تھا یہاں۔ ہر قسم کے کھیل موجود تھے۔ ہم نے دوسری تفریحات میں وقت ضائع نہیں کیا۔ اور ایک کارڈ ٹیبل پر پہنچ گئے۔ فلورا نے اپنا لمبا پرس میرے سامنے خالی کر دیا تھا۔ بہت بڑی رقم تھی۔ اس سے کہیں بڑی جس سے میں نے پرس خریدی تھی۔ میں نے تعجب سے فلورا کی طرف دیکھا۔

"کیوں؟ کیا بات ہے" وہ مسکرائی۔

"کافی رقم ہے" میں نے کہا۔

"دل کھول کر کھیلو"

"ہار گیا تو؟"

"تمہارے قدموں پر نثار ہے"۔

"اوہ" میں نے اسے غور سے دیکھا۔

"کیوں۔ تمہارا کیا خیال ہے کیا میں تمہاری شخصیت سے متاثر نہیں ہوں۔ میں نے تمہیں لباس کا مشورہ اسی لیے دیا تھا۔ ورنہ اگر سطحی سی بات ہوتی تو شاید میں توجہ بھی نہیں دیتی"۔

"شکریہ فلورا!" میں نے آہستہ سے کہا اور پھر میں میز پر جم گیا۔ میں لوگوں کا کھیل دیکھتا رہا اور پھر میں نے کھیل کے بارے میں پوری طرح اندازہ کر لیا۔ بڑا آسان کھیل تھا اور پھر میرا کھیل بھی شروع ہو گیا۔ شروع میں نے جان بوجھ کر لیے ہاتھ ہارے اور میرے ساتھیوں کو مجھ سے دلچسپی پیدا ہو گئی۔ لیکن اس کے ساتھ میں نے فلورا کا چہرہ بھی دیکھا تھا۔ آدمی سے زیادہ رقم نکل گئی تھی لیکن وہ بالکل پرسکون تھی۔ لڑکی قابل اعتماد ہے۔ میں نے سوچا اور پھر چوتھا ہاتھ میرا ہاتھ تھا۔ ہاں ابھی کارڈ بند تھے۔ لیکن اگر ان میں اتنا اعتماد بھی نہ ہوتا تو پھر کھیل ہی بیکار تھا۔ اور وہ بھی دوسرے کی رقم سے۔

چنانچہ کارڈ شروع ہوئے اور پہلے ہی ہاتھ میں اتنی رقم آ گئی کہ تقریباً" دو تہائی نقصان پورا ہو گیا۔ اس جیت پر کسی نے توجہ نہیں دی کیونکہ کئی ہاتھ ہارنے کے بعد یہ پہلی جیت تھی۔

وقت کافی تھا۔ اس لیے میں نے پھر دو ہاتھ ہارنے کا پروگرام بنایا کیونکہ میں محسوس کر چکا تھا کہ میرے سامنے کے دو کھلاڑی خاصے پرجوش تھے۔ دو ہاتھ ہارے اور تیسرا پھر جیت لیا تاکہ کھیلنے کے لیے رقم میں کمی نہ ہو۔ بس کافی تھا۔ آنکھ مچولی ختم کر کے اب میں لگاتار مال سمیٹنے کی فکر میں تھا۔ ساتواں بڑا ہاتھ بڑے اعتماد سے کھیلا اور چونکہ کارڈ میں نے تقسیم کیے تھے' اس لیے اپنے ساتھ والے دو آدمیوں کے بارے میں تو مجھے یقین تھا کہ ان کے پاس جو کچھ ہے' اب وہ صرف میرا ہے اور یہی ہوا۔ فلورا کتنی ہی مضبوط کیوں نہیں تھی' لیکن اس ہاتھ پر اس کے چہرے پر ہوائیاں اڑنے لگی تھیں۔ اور اب گڈیاں میرے سامنے گئیں تو اس کا ہاتھ میرے شانے پر پہنچ گیا۔

کھیلنے والے اب مجھ پر غور کرنے لگے تھے لیکن فن تو یہی تھا کہ سوچو' دیکھو اور ہارو۔ تھوڑی دیر میں میرے مقابل لوگوں کے پاس کچھ باقی نہ رہا اور انہیں بے عزت ہو کر اٹھنا پڑا۔ بس اس کے بعد کون تھا جو ٹکتا۔

میں نے دونوں ہاتھوں سے گڈیاں سمیٹیں۔ اتنی رقم بن گئی تھی کہ فلورا کا پرس نما ہینڈ بیگ بھر گیا اور اس کے بعد بھی گڈیاں رکھنے کی جگہ نہیں رہی۔ کچھ جیبوں میں ٹھونسیں' کچھ رومال میں بھریں اور ہم وہاں سے چل پڑے۔

فلورا کا سانس پھولا ہوا تھا۔ کلب سے باہر نکل کر اس نے پوچھا "سچ بتاؤ میگوئن یہ ہاتھ کا کمال تھا یا تقدیر کا؟"

"تمہارا کیا خیال ہے فلورا؟"

"میرے خیال میں' بس میں کیا کہوں کچھ سمجھ میں نہیں آتا"۔

"کیوں؟"

"میں خود بھی بہترین کارڈ کھیل لیتی ہوں' تھوڑی بہت شارپنگ سے بھی واقف ہوں لیکن ایک دفعہ بھی میں تمہیں چیک نہیں کر سکی کہ تم نے کارڈ لگائے ہوں اور تمہارے کھیلنے کا انداز کوئی نہیں کہہ سکتا ہو گا۔ اوہو ڈیئر میگوئن رئیلی یو آر ونڈر فل۔ میں نے اتنی ساری صفات کسی ایک انسان میں یکجا نہیں دیکھیں۔ اتنا خوبصورت موسیقار اور دوسرے فنون میں بھی اتنا ہی ماہر۔ حیرت انگیز بے حد حیرت انگیز"۔

فلورا میری تعریفوں کے پل باندھتی رہی اور ہم واپس خیمہ میں پہنچ گئے۔ سردار موجود نہیں تھا۔ ظاہر ہے وہ بھی کسی سلسلے میں مصروف ہو گا۔ بہرحال فلورا بیٹھ گئی اور گہری گہری سانسیں لینے لگی۔ تب میں نے نوٹوں کی گڈیاں نکالیں۔

"فلورا ڈارلنگ؟"

"یس ڈیئر"

"تمہاری کتنی رقم تھی؟"

"کیوں؟"

"تم اس میں سے نکال لو"

"اوہ۔ ایسی کیا جلدی ہے؟"

"دیر بھی کیوں کی جائے؟"

"چلو ٹھیک ہے۔ جیت گئے ہو تو دے دو ورنہ کوئی بات نہیں تھی"۔

"یقیناً مجھے تمہارے خلوص پر اعتماد ہے" میں نے کہا اور پھر میں نے اس کی ذاتی رقم اسے ادا کر دی لیکن اس کے بعد بھی نوٹوں کا انبار تھا ہمارے پاس۔ میں نے اسی میں سے آدھی رقم گنی اور فلورا کے حوالے کر دی۔

"یہ کیا ہے؟"

"آدھا حصہ"

"کیا مطلب؟"

"میرا خیال ہے مطلب سمجھانے کی ضرورت نہیں ہے"۔

"مگر میرا حصہ' آخر کیوں؟"

"اس لیے کہ میں تمہاری رقم سے کھیلا تھا ورنہ میرے پاس کیا تھا"

"نہیں ڈارلنگ۔ میں نہیں لوں گی"۔

"بالکل غلط۔ میرے اصول کے خلاف"۔

"لیکن یہ بہت زیادہ ہیں۔ اگر دینا ہی چاہتے ہو تو تھوڑے سے دے دو"۔

"ففٹی ففٹی۔ آج اور ہمیشہ"

"اوہ تم نے مجھے شرمندہ کر دیا"۔

"ہرگز نہیں یہ تو کاروبار ہے"۔

"واقعی۔ انوکھے ہو تم"

"یہ رکھو" میں نے کچھ اور نوٹ نکال کر اس کے حوالے کر دیے۔

"یہ کیا ہے؟"

"وہ رقم جو تم نے قرض دی تھی"۔
"میگوئن۔ کیسے آدمی ہو؟"
"بس جیسا بھی ہوں' قرض ضرور واپس کر دیتا ہوں"۔
"میں تمہاری دوست نہیں ہوں کیا؟"
"دوست نہ ہوتیں تو تم سے قرض ہی نہیں لیتا"۔
"ہاؤ سلی یو آر!" فلورا ہنستے ہوئے بولی۔
"جو کچھ بھی سمجھو" میں نے طویل سانس لے کر کہا اور پھر نوٹوں کا بقیہ ڈھیر اس کے سامنے ڈال دیا۔
"ارے ارے یہ کیا" فلورا نے منہ پھاڑ کر کہا۔
"چرس"
"کیا مطلب؟"
"بس اس کی چرس بھجوا دو' ورنہ آج کی رات میرے ساتھی اداس رہیں گے" میں نے ہنستے ہوئے کہا اور فلورا سچ مچ پاگل ہو جانے کی حد تک حیران رہ گئی۔
"اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ میں کیسا انسان ہوں۔ انسان ہوں بھی یا نہیں۔ کئی منٹ تک وہ متحیرانہ انداز میں مجھے دیکھتی رہی۔ پھر بولی:
"اور تم اپنی خوراک کے لیے کچھ نہ رکھو گے؟"
"کیا کروں گا رکھ کر۔ میں جانتا ہوں تم مجھے قرض ضرور دے جاؤ گی"
"خدا کی پناہ" اس نے دونوں ہاتھوں سے سر پکڑ لیا۔ کافی دیر تک مجھے گھورتی رہی جیسے سوچ رہی ہو کہ میری کھوپڑی میں کون سی سمت کے اسکرو ڈھیلے ہیں۔ پھر اس نے ان گڈیوں میں سے جنہیں چرس کے لیے مخصوص کیا گیا تھا' کچھ گڈیاں نکالیں اور انہیں میری طرف بڑھا دیا۔
"قرض؟" میں نے پوچھا۔
"فضول باتیں مت کرو۔ یہ میرا کمیشن ہے جو اس رقم میں سے مجھے ملے گا"۔
"لیکن مجھے اتنے قرضے کی ضرورت نہیں ہے۔ آج اور کل کی خوراک کے لیے صرف چند نوٹ کافی ہیں"۔
"تو میں تمہیں قرض تھوڑی دے رہی ہوں"۔
"بھیک؟" میں نے پوچھا۔
"میں کہتی ہوں میگوئن ایسی باتیں مت کرو"۔
"نہیں کروں گا۔ سویٹی' لیکن جو کہہ رہا ہوں' وہی کرو۔ یہ چند نوٹ میں قرض لے رہا ہوں' کل واپس کر دوں گا اور ہاں سنو کل پھر کسی کلب چلیں گے؟"
"اوفوہ ٹھیک ہے جیسی تمہاری مرضی" فلورا نے کہا۔ پھر کافی دیر تک وہ میرے ساتھ بیٹھی رہی اور پھر کچھ دیر کے بعد آنے کے لیے کہہ کر چلی گئی۔
اس کے جانے کے بعد میں نے ان نوٹوں کو دیکھا اور خود بھی اپنے بارے میں سوچنے لگا۔ یہ حقیقت ہے مجھے دولت سے کوئی دلچسپی نہیں تھی۔ میں اس کی انتہائی تذلیل کرتا تھا۔ اس لیے کہ میرے بوڑھے باپ کو اس کی ضرورت تھی۔ سرائے عالمگیر کا وہ کسان جس نے اپنی بوڑھی ہڈیاں اس کے لیے وقف کر دی تھیں۔ جس نے اپنے بیٹے سے امیدیں باندھی تھیں کہ وہ بڑا ہو کر پڑھ لکھ کر بابو بنے گا اور اس کے کندھوں سے ہل کا جوا اتر جائے گا اور اس بوڑھے کسان کا نامراد بیٹا جس نے چند ٹکوں کے لیے در در کی خاک چھانی' ان کاغذ کے ٹکڑوں کا ہزارواں حصہ حاصل کرنے کے لیے نجانے کیا کیا جتن کرنے کے بعد اس میں ناکام ہو کر بالآخر خودکشی کی حد تک پہنچ گیا اور اپنی وہ شخصیت کھو بیٹھا جسے وہ دل سے پسند کرتا تھا۔
وہ ایک نیک انسان کی زندگی چاہتا تھا لیکن اسے بدی کا غلام بنانے والے یہ کاغذ کے نوٹ ہی تھے۔ پھر میں نے ان نوٹوں کو بے حقیقت کر دیا تھا۔ ساری عزت کھو دی تھی میں نے ان کی۔ اور یہ میرا انتقام تھا۔ میں دولت سے انتقام لے رہا تھا۔ کاغذ کے ان حقیر ٹکڑوں کو نہایت نخوت سے ٹھکرا دیتا تھا۔ یہ ٹکڑے جو میری زندگی پر قابض ہو گئے تھے آج میں ان کی تذلیل پر قادر تھا۔
فلورا جیسی لڑکیاں کیا حقیقت رکھتی تھیں۔ بات تو اس دولت کی تھی جو خود کو نہ جانے کیا سمجھتی تھی۔ تھوڑی دیر کے بعد فلورا کا آدمی چرس کے پیکٹ پہنچا گیا۔ اور اس کے بعد فلورا آ گئی۔
سردار ہنوز غائب تھا۔ چنانچہ میں نے اس کا انتظار ضروری نہ سمجھا۔ اور جب گٹار کے سر بجے تو پروانے دیوانہ وار ٹوٹ پڑے۔ بات صرف موسیقی سے عشق کی نہ تھی' بلکہ نگاہیں اس احمق کو تلاش کر رہی تھیں جس نے پچھلی رات میں سرور کی دولت تقسیم کی تھی اور ممکن ہے آج بھی وہی عمل دوہرائے۔ یہ کام میں نے فلورا کے سپرد کر دیا۔
رات کے تقریباً" دو بجے تھے اور آوارہ گرد نشے میں رقص کر اٹھے تھے کہ سردارے بھی مجھے رقص کرنے والوں کی بھیڑ میں نظر آیا اور میں حیران رہ گیا۔
"گٹار بند ہو گیا اور فلورا بھی جاگ پڑی۔
"فلورا" میں نے اسے پکارا۔
"ہوں" فلورا نے کہا۔
"ذرا تم یہ گٹار سنبھالو۔ میں ابھی آیا" میں نے کہا اور پھر میں سردارے کے پاس پہنچ گیا۔ ایک خوبصورت سی دراز قامت لڑکی سردارے کے ایک بازو میں بھنچی ہوئی تھی۔ نشے میں چور اور سردارے اسی کے انداز میں خود بھی اچھل رہا تھا۔ میں نے سردارے کا بازو پکڑ لیا اور سرد لہجے میں بولا:
"یہ کیا ہو رہا ہے؟"
"جو کچھ بھی ہو رہا ہے' اچھا ہو رہا ہے" سردارے نشے میں بولا۔
"تم حواس میں نہیں ہو سردارے" میں نے دانت بھینچ کر کہا۔
"اوئے کیا دیں گے حواس اور کیا لینا ہے مجھے ان سے۔ جاؤ بابا جاؤ اپنا کام کرو"۔
"میں گھونسہ مار کر تمہارے جبڑے توڑ دوں گا"۔
"اس سے کیا فرق پڑے گا استاد' جبڑے دوبارہ بھی جڑ سکتے ہیں مگر اس لڑکی کا دل۔ سردارے کو مارنا چاہتے ہو تو اس کا دل توڑ دو۔ ہائے میں خود بخود مر جاؤں گا"۔
"سردارے" میں نے اسے جھٹکا دے کر لڑکی سے علیحدہ کر دیا "مجھے صرف تمہارے نشے پر

اعتراض ہے" میں نے کہا۔

"لڑکی پر تو نہیں استاد؟" سردارے نے پوچھا۔

"بکواس مت کرو۔ تم نے میرے اعتماد کو زخمی کیا ہے" میں نے ہونٹ سکوڑ کر کہا۔

"ارے خدا قسم کس مردود نے پی ہے' بس ذرا لڑکی کو امپریس کر رہا تھا۔ ظاہر ہے وہ بدمست ہو اپنے ساتھی کو ہوشیار دیکھنا نہیں چاہتی۔ اس بار سردارے صاف لہجے میں بولا۔ انداز رازداری کا سا تھا اور میرے ہونٹوں پر بے ساختہ مسکراہٹ پھیل گئی۔

"کمینے" میں نے ایک اور گھونسہ جڑ دیا۔

"تمہارے والی کو دیکھ چکا ہوں استاد' آج بھی رہے گی نا؟"

"ہاں' بس دفعان ہو جاؤ"۔

"تھینک یو استاد" سردارے نے کہا اور پھر بدستور نشے کی اداکاری کرتے ہوئے لڑکی کے ساتھ آگے بڑھ گیا" میں مسکرا کر فلورا کے پاس آ گیا تھا۔

سویڈن کے بہت سے کلبوں میں ہم نے دھوم مچا رکھی تھی۔ جہاں جاتے' ہزاروں لوٹ لیتے۔ فلورا کی خوشیوں کا ٹھکانہ نہیں تھا۔ دوسری طرف میں اپنے مقصد میں کامیاب ہو گیا تھا۔ یعنی گولڈ مین۔

یہاں قیام کے تقریباً" آٹھویں دن فلورا نے مجھے گولڈ مین کا پیغام دیا۔

"گولڈ مین تم سے ملنا چاہتا ہے" اس نے کہا۔

"اوہ۔ کیوں خیریت؟"

"بس وہ تمہاری حیرت انگیز شخصیت سے متاثر ہے"۔

"تم نے اسے میرے بارے میں بتایا ہوگا"۔

"ہرگز نہیں۔ یقین کرو اس نے خود ہی تمہارا تذکرہ کیا تھا۔ اتنا حیرت انگیز گاہک اس کیمپ میں آج تک نہیں آیا۔ شاید تمہیں یہ بات معلوم نہیں کہ اب دوسرے اڈوں پر بہت کم لوگ جاتے ہیں۔ طور سے مفت خورے اس طرف چلے آتے ہیں اور پھر تمہارے انتظار میں وہ تھوڑی بہت خریداری کرتے ہیں۔ اس طرح ہماری آمدنی پہلے سے دس گنا بڑھ گئی ہے"۔

"خوب بہت خوب" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "بڑی حیرت انگیز بات ہے۔ گولڈ مین تو بہت خوش ہوگا"۔

"ہاں۔ اس نے شام کی چائے پر تمہیں بلایا ہے"۔

"چلوں گا ڈیئر" میں نے کہا۔

اور پھر اسی شام میں گولڈ مین کے کیمپ میں پہنچ گیا۔ بڑا شاندار کیمپ تھا جس میں وہ ایک لمبی میز کے پیچھے بیٹھا تھا۔ اسے دیکھ کر مجھے "سکارتا" یاد آ گیا۔ وہ طویل القامت حبشی جس نے میرے لیے جان دی تھی۔ گولڈ مین بھی عظیم الشان جسامت کا مالک تھا۔ بڑا خوبصورت آدمی تھا۔ لمبی اور بے ترتیب داڑھی' بکھرے ہوئے بال اور بڑی بڑی سرخ آنکھیں۔ بادلوں کی سی گرجدار آواز' آدھی آستین کے بش شرٹ سے درخت کے تنے کی مانند چوڑے بازو نظر آ رہے تھے۔ میں اس کی شخصیت سے خاصا متاثر ہوا تھا۔

"ہیلو" اس کی آواز ابھری۔

"ہیلو۔ گولڈ مین" میں نے بھی بے خوفی سے کہا۔

"تم ہی میگوئن ہو؟"

"ہاں"۔

"تب میں تمہیں ایک دوست کی حیثیت سے خوش آمدید کہتا ہوں"۔ گولڈ مین نے مصافحہ کے لیے ہاتھ آگے بڑھا دیا۔ اور میں نے آگے بڑھ کر اس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے لیا۔ فولادی پنجہ تھا۔ میرا ہاتھ اس کے مقابلے میں کچھ نہیں تھا۔ لیکن قوت کے مظاہرے پر میں نے بھی قوت کا مظاہرہ کیا اور گولڈ مین کے ہونٹوں پر گہری مسکراہٹ پھیل گئی۔

"بیٹھو" اس نے ایک کرسی کی طرف اشارہ کیا اور میں شکریہ ادا کر کے بیٹھ گیا۔ "تمہارے بارے میں کیمپ میں بڑی افواہیں پھیلی ہوئی ہیں" اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"مثلاً؟" میں نے بھی مسکرا کر پوچھا۔

"کیا پیو گے؟"

"کافی ـــــــ!" میں نے بے تکلفی سے جواب دیا اور گولڈ مین نے یونہی منہ اٹھا کر کہا "کافی ـــــــ" گویا اس کے آدمی باہر موجود تھے اور مستعد تھے۔ وہ پھر میری طرف دیکھنے لگا۔

"یہی کہ تم انوکھے انسان ہو' بہترین موسیقار ہو اور کسی ریاست کے شہزادے ہو۔ روزانہ ہزاروں کی چرس خریدتے ہو اور لوگوں میں تقسیم کر دیتے ہو"۔

"اس میں میرا کیا قصور ہے؟" میں نے شانے ہلائے۔

"بہرحال تمہارا قصور کچھ بھی ہو' لیکن مجھے تمہاری اس بات سے بہت فائدہ ہوا ہے۔ بہت سے لوگوں نے میرے کیمپ کا رخ کیا ہے۔ اور اگر تم چند دن اور رہ گئے تو شاید میرا کاروبار یہاں کافی پھیل جائے"۔

"مجھے خوشی ہے کہ تمہیں میری وجہ سے فائدہ ہوا"۔

"میں تمہارا شکرگزار بھی ہوں"۔

"کوئی بات نہیں ہے" میں نے اخلاقاً" کہا۔ اور گولڈ مین گردن ہلانے لگا۔ پھر معنی خیز انداز میں بولا:

"ویسے اپنے بارے میں کچھ بتاؤ گے دوست ـــــــ بہرحال تمہاری شخصیت پُراسرار ہے۔ میں بھی تمہارے بارے میں خبریں سن سن کر تجسس میں ڈوب گیا ہوں اور دوسروں کی طرح تمہارے بارے میں جاننے کے لیے بے چین ہوں"۔

"اوہ" میں نے آہستہ سے کہا "فی الحال میرے بارے میں اتنا جان لو دوست کہ میں کوئی شہزادہ نہیں ہوں۔ بس ایک آوارہ گرد سیاح ہوں۔ اور دوسرے آوارہ گردوں کی طرح سفر کر رہا ہوں' سفر بے منزل"۔

"لیکن دوسرے انسانوں سے مختلف ہو"۔

"کس طرح؟"

"تمہاری دولت ـــــــ" گولڈ مین مسکرایا۔ "میرے اندازے کے مطابق تم اب تک لاکھوں کی چرس خرید چکے ہو"۔

"میں ا[illegible]۔ قلاش انسان ہوں جس کے پاس دوسرے دن کی خوراک کے لیے پیسے نہیں ہوتے"۔

"کیا مطلب؟"

"تمہاری ایجنٹ فلورا گواہی دے گی"۔

"پھر ــــــ پھر یہ سب کچھ؟" گولڈ مین تعجب سے بولا۔

"دوسرں کی دولت سے کیا جاتا ہے"۔

"میں نہیں سمجھا"۔

"سویڈن کے جوا خانے میرے لیے بینک بنے ہوئے ہیں جنہیں چیک دینے کی ضرورت نہیں پیش آتی"۔

"خدا کی پناہ ــــــ شارپنگ کرتے ہو؟" گولڈ مین تعجب سے بولا۔

"ہاں' کام چلا لیتا ہوں"۔

"اوہ' مجھے شارپنگ سیکھنے کا بے حد شوق ہے۔ اتفاق ہے کہ تم ایک بہترین انسان ہو ــــــ بہت سے کاموں کے ماہر ــــــ سنا ہے تم ایک عمدہ موسیقار بھی ہو"۔

"ہاں گٹار بجا لیتا ہوں"۔

"بڑا خوبصورت ساز ہے۔ بہرحال میرے دوست! یوں لگ رہا ہے جیسے ہمارے اور تمہارے تعلقات کسی خاص اسٹیج پر ضرور پہنچ جائیں گے۔ ٹھیک ہے ابھی تم اپنے بارے میں کچھ نہیں بتا رہے لیکن ایک وقت ضرور ایسا آئے گا کہ تم میری جانب ضرور مائل ہو جاؤ گے۔ میں دوستوں کے لیے جان دینے کا قائل ہوں"۔

"بڑی بات کہہ رہے ہو گولڈ مین!"

"ہاں' فی الوقت بڑی ہے لیکن کوئی وقت آیا تو سچ بھی کر دکھائیں گے" اس نے کہا اور میں نے پُر خیال انداز میں گردن ہلائی۔ وہ سب کچھ ہو رہا تھا جو میں چاہتا تھا لیکن پری کو آہستہ آہستہ ہی شیشے میں اتارنا چاہیے۔ ابھی سارے جذبات اس پر عیاں نہیں ہونے چاہئیں۔

کافی آ گئی اور ملازم نے اس کے دو کپ بنا کر ہم دونوں کے سامنے سرو کر دیے۔

لو ٹھیک ہے۔ میرا خیال تھا کہ تم صرف لوگوں کی توجہ حاصل کرنے کے لیے یہ سب کچھ کر رہے ہو۔ تم ان لوگوں میں سے ہو جو دوسروں کو اپنے گرد دیکھنا چاہتے ہو اور اس کے لیے بڑے سے بڑا کام کر گزرتے ہو"۔

"اوہ۔ اب تمہارا کیا خیال ہے گولڈ مین؟"

"میرا خیال؟"

"ہاں۔ میں جاننا چاہتا ہوں"

"اسے جلد باز تو نہیں سمجھو گے۔ میں دراصل یا تو بہت کم لوگوں سے ملتا ہوں۔ ملتا ہوں تو ان کے بارے میں جلد از جلد فیصلہ کر لیتا ہوں۔ اچھا یا برا۔ اور پھر اس پر عمل بھی شروع کر دیتا ہوں یعنی جسے اچھا نہیں سمجھا' اس سے متاثر ہوا تو پھر اس سے کچھ چھپانے کی کوشش نہیں کرتا' اسے خلوص سے دوست بنا لیتا ہوں۔ برا سمجھتا ہوں تو دوسری بار اس کے قریب نہیں جاتا اور نہ اسے اپنے قریب آنے دیتا ہوں"۔

"اوہ' یہ بات تمہاری صاف نیت کی دلیل ہے۔ گولڈ مین"۔

"تمہیں ناپسند ہے؟" اس نے پوچھا۔

"نہیں ــــــ کسی کو بھی ناپسند نہیں ہو گی"۔

"تو پھر سنو ــــــ میں تمہاری شخصیت سے متاثر ہوا ہوں اور دعوے سے کہتا ہوں کہ اگر تم کسی کو اپنے قریب لانا چاہو تو وہ تم سے دور نہیں بھاگے گا۔ اس لیے میرا پہلا خیال غلط تھا۔ یعنی تم لوگوں کو اپنے قریب لانے کے لیے یہ سب کچھ کرتے ہو"۔

"نیا خیال کیا ہے گولڈ مین؟"

"اس کے بارے میں ابھی کچھ نہیں کہا جا سکتا"

"بہرحال بذات خود تم اچھے انسان ہو"۔

"برا کام کرنے والا اچھا انسان" وہ مسکراتے ہوئے بولا۔

"کاموں میں اچھے برے کا تعین ــــــ ہماری اپنی اپج ہے۔ اگر تم منشیات فروشی کو برا کام کہتے ہو تو میں اس کا مخالف ہوں۔ انسان کی ضرورت جو کچھ بھی ہو ــــــ بہرحال ضرورت ہوتی ہے اور وہ اسے پوری ضرور کر لیتا ہے۔ اب اس ضرورت کے تاجر ــــــ اگر ان کی مطلوبہ اشیاء انہیں فراہم کر دیتے ہیں تو کون سی بری بات ہے۔ بس کچھ لوگوں نے اس ضرورت کو برا رنگ دے دیا ہے۔ تاجر بہرحال تاجر ہے"۔

"بہت خوب ــــــ خاصے تعلیم یافتہ انسان معلوم ہوتے ہو ــــــ انسانی مسائل پر منطق پیش کر سکتے ہو"۔

"اس کے لیے تعلیم یافتہ نہیں ــــــ حقیقت شناس ہونا کافی ہے" میں نے جواب دیا۔

"دیکھو ــــــ اب میں تم سے اور متاثر ہو گیا ہوں ــــــ ایک پیش کش کروں؟" گولڈ مین نے پوچھا۔

"پیشکش؟" میں نے اسے سوالیہ انداز میں دیکھا۔

"سنا ہے تم استنبول کے باشندے ہو؟"

"ہاں استنبول کا نہیں ــــــ ماں ترکی تھی اور باپ انگریز" میں نے جواب دیا۔

"کچھ بھی ہو ــــــ نیشنلٹی کہاں کی رکھتے ہو؟"

"اپنے ملک کی"۔

"سویڈن میں کب تک ہو؟"

"بس تھوڑے عرصہ"

"یہاں سے کہاں جاؤ گے؟"

"ناروے ــــــ اور اس کے بعد پتہ نہیں"۔

"تم سے یہ کہنا تو فضول ہی ہے کہ تم یہاں رہ جاؤ"۔

"ہاں فضول ہے۔ کیونکہ میں دنیا گردی کو نکلا ہوں اور کسی ایک جگہ قیام کرنا میرے لیے ممکن نہیں"۔

"۔۔۔"

"گولڈ مین پر خیال انداز میں گردن ہلانے لگا۔ پھر بولا "چنانچہ تم سے زیادہ گہری

دوستی بھی ٹھیک نہیں ہے۔ چلے جاؤ گے تو یاد آؤ گے۔ لیکن جب تک سویڈن میں ہو' اس وقت تک میرے مہمان رہو"

"تمہارا ہی مہمان ہوں"۔

"ہرگز نہیں ------ اس طرح نہیں ------ میرے ساتھ رہو"۔

"تمہاری پیشکش میں صرف خلوص ہے اس لیے میں دل سے اس کی قدر کرتا ہوں"۔

"ممکن ہے کام کی بھی کوئی بات ہو جائے ------ میری طرف سے کسی غلط فہمی کے شکار مت ہونا۔ بس مجھے تمہاری دوستی زیادہ عزیز ہے"۔

"میں سمجھتا ہوں گولڈ مین ------ لیکن کام کی کوئی بات ہو بھی جائے تو کیا حرج ہے" میں مسکراتے ہوئے کہا۔

"یقیناً یقیناً" وہ بھی مسکرا دیا۔

"بہرحال گولڈ مین ------ ایک اچھے انسان کی حیثیت سے تم نے بھی مجھے متاثر کیا ہے۔ لیکن میرا بوجھ اپنے سر نہ ڈالو تو اچھا ہی ہے۔ ہاں جب حکم دو گے' تمہاری خدمت میں حاضر ہو جاؤں گا"۔

"گولڈ مین ایک جذباتی انسان ہے دوست ------ دوست کہہ دیا تو بہت سی ذمے داریاں خود لیں۔ اب تم کہیں اور نہیں رہو گے"۔

"لیکن ہم آوارہ گردوں کی عادتیں بہت خراب ہوتی ہیں اور میرے ساتھ میرا ایک دوست ساتھی' ایک بھائی بھی ہے"۔

"تین آدمی اور ہیں ------؟" اس نے سادگی سے پوچھا اور میں ہنس پڑا۔ "کیوں ------ اس میں ہنسنے کی کیا بات ہے۔ کیا تمہارا خیال ہے کہ میں ان تینوں آدمیوں سے گھبرا جاؤں گا؟"

"یہ بات نہیں ہے گولڈ مین!"

"پھر کیا بات ہے؟"

"وہ صرف ایک آدمی ہے لیکن میرے اس سے اتنے سارے رشتے ہیں"

"اوہ' یہ بات ہے" گولڈ مین بھی ہنس پڑا۔

"ہاں۔ یہی بات ہے۔ اور ہم دونوں کی عادتیں اچھی نہیں ہیں"۔

"کیا بری عادتیں ہیں تمہاری؟"

"میرا دوست ہر رات ایک نئی لڑکی کا خواہش مند ہوتا ہے"۔

"اوہ' یہ تو کوئی بری عادت نہیں"۔

"بس ایسی ہی چھوٹی موٹی خرابیاں!"

"مسٹر میگوئن! میرا امتحان لے رہے ہو۔ میری جان! جب تجھے دوست کہہ دیا تو بس دوست تمہاری ساری برائیاں اور اچھائیاں اب میری اپنی ہیں۔ دوستی کا یہی تقاضا ہے۔ یہ دوسری بات ہے کہ دل سے نہ کہا گیا ہو"۔

"ٹھیک ہے گولڈ مین! مجھے تمہاری دوستی قبول ہے"۔

اور پھر ہم دوستی نبھانے پہنچ گئے۔

میں زمانے بھر کی سہولتیں مہیا کر دی گئی تھیں۔ سردارے بھی خوش تھا کیونکہ میں نے اسے گولڈ مین سے کی ہوئی اپنی شرائط بتا دی تھیں۔

"اس کا مقصد ہے استاد ------ کہ اب رات کو مجمع لگانے کی ضرورت پیش نہیں آئے گی"

"ظاہر ہے جو مقصد تھا' پورا ہو گیا" میں نے جواب دیا۔

"وہ تو ٹھیک ہے استاد ------ لیکن اس احمق کو اپنا وعدہ یاد بھی رہتا ہے یا نہیں"۔

"کیا مطلب؟"

"میرا مطلب ہے وہ لڑکیوں والا وعدہ" سردارے نے آنکھیں بھینچ کر مسکراتے ہوئے کہا۔

"سردارے! تو تو لڑکیوں کا ایک فارم کھول لے"۔

"ہائے استاد! کیا ونڈر فل آئیڈیا ہے مگر اس کے لیے مجھے کتنی لڑکیاں پالنی پڑیں گی؟"

"کبھی کوئی کام کی بات بھی کیا کر سردارے" میں نے اکتائے ہوئے انداز میں کہا۔

"کیا کروں استاد! کام کی ساری باتیں تو تم کر لیتے ہو' میرے لیے رہ ہی کیا جاتا ہے۔ پھر بھی میرے لائق کوئی خدمت ہو تو بتاؤ"۔

"بس میری جان! تو صرف لڑکیوں کی خدمت کیے جا"۔

"میں بالکل سنجیدہ ہوں استاد! ایمانداری سے بتاؤ تمہارا پروگرام کیا ہے؟"

"پروگرام" میں نے پرخیال انداز میں کہا۔

"ہاں۔ میں جاننا چاہتا ہوں"۔

"سردارے! میرا خیال ہے گولڈ مین اس مال کی نکاسی میں ہماری بہترین مدد کر سکے گا" میں نے جواب دیا۔

"ہاں استاد! یہ تم پہلے بھی بتا چکے ہو"۔

"بس اس کے علاوہ میرا اور کوئی پروگرام نہیں ہے۔ اسی سلسلے میں' میں اسے شیشے میں اتار رہا ہوں"۔

"تمہارے خیال میں کیسا آدمی ہے؟"

"یقیناً کام کا ثابت ہو گا" میں نے کہا اور سردارے خاموش ہو گیا۔

بلاشبہ گولڈ مین کام کا آدمی ثابت ہوا۔ اس نے ہمارے سارے اخراجات اپنے سر لیے۔ البتہ بے لیکن آوارہ گرد ہماری تلاش میں سرگرداں تھے۔ سونے کی چڑیا ہاتھ سے نکل چکی تھی اور اب وہ مارے مارے پھر رہے تھے لیکن گولڈ مین نے اپنا وعدہ بخوبی پورا کیا تھا۔ یہ دوسری بات تھی کہ میرا اس سے گٹھ جوڑ لورا کو بالکل پسند نہیں آیا ہو گا۔ کیونکہ اس رات میرے حصے میں جو لڑکی آئی تھی' وہ فلورا نہیں تھی۔

"کیا نام ہے تمہارا؟"

"سونیا" اس نے جواب دیا۔

"اچھی ہو"۔

"شکریہ" اس نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔ حسین اور نوجوان سونیا کے ساتھ یہ رات بری نہ رہی۔ دبلے پتلے نازک بدن کی دلکشی گو اجنبی نہ تھی لیکن منفرد ضرور تھی۔ اب تو مجھے ان جسموں کی تعداد

بھی یاد نہ رہی تھی جن کا قرب میں حاصل کر چکا تھا۔ لیکن ہر نئی لڑکی ایک نئی دلکشی کی حامل ہوتی۔

"مسٹر میگوئن" صبح کو اس نے رخصت ہوتے ہوئے مجھے مخاطب کیا۔

"ہنی" میں نے اس کی کمر میں ہاتھ ڈال کر اسے قریب کرتے ہوئے کہا۔

"ابھی تو آپ سویڈن میں رہیں گے؟"

"ہاں"۔

"تب پھر اگر آپ پسند کریں تو رات کو مجھے طلب کر لیں۔ مسٹر گولڈ مین سے اگر آپ کہیں گے یقیناً آپ کی فرمائش نہیں ٹالیں گے"۔

"اوہ' ضرور سوئیٹی۔ میں اب خود بھی تمہارے بغیر نہیں رہ سکتا" میں نے اسے جواب دیا اور خوش خوش واپس چلی گئی لیکن دل ہی دل میں' میں ہنس پڑا۔

گدھی کہیں کی۔ ہر لڑکی اپنے دل میں احساس رکھتی ہے کہ اس نے جس مرد سے تھوڑا سا التفا برت لیا وہ گدھا بن جاتا ہے۔ حالانکہ عورت صرف خربوزہ ہے۔ چھری کے اوپر گری یا چھری اس پر گر۔ کٹتی وہی ہے۔ دوسری رات دوسری لڑکی اور پچھلی رات کی لڑکی کو ذہن میں کبھی نہیں رہنا چاہیے۔ ہم روز چاول نہیں کھا سکتے۔ بہرحال سونیا کو ذہن سے نکال دیا' دوسرے کام بھی تھے۔

سردارے پچھلی رات میرے خیمے میں نہیں رہا تھا۔ البتہ اس رات اسے کسی ہپی لڑکی کو چر کر دام میں پھنسانے کی ضرورت نہیں پیش آئی تھی اور جب وہ میرے پاس آیا تو اس کی بتیسی باہر نکلی تھی۔

"پھوٹو' پھوٹو' ورنہ پیٹ پھٹ جائے گا" میں نے اسے دیکھتے ہوئے کہا۔

"بنڈل استاد! ایک دم بنڈل"

"اوہو' کیا کسی بڑی بی سے ملاقات ہو گئی؟"

"اس کی بات نہیں کر رہا۔ یہ سالی ہپی لڑکیاں تو بس مونگ کی دال ہوتی ہیں' پتلی پانی جیس بھوکے ہو تو کھا لو' پیٹ بھر جاتا ہے' دل خوش نہیں ہوتا"۔

"رات کو کیا ملا تھا؟"

"چکن فرائیڈ چکن" لوسیا نام تھا۔ بس استاد! میں تو مر مٹا اب نہ جانے رات کب ہو گ سردارے ہونٹوں پر زبان پھیرتے ہوئے بولا اور میں نے اس کی پشت پر ایک گھونسا رسید کر دیا۔

شام کی چائے ہم نے گولڈ مین کے ساتھ پی۔ "کیسے ہو میری جان! کوئی تکلیف تو نہیں ہوئی؟ ا سناؤ جوان آدمی! لڑکی پسند آئی؟" اس نے سردارے کو دیکھ کر مسکراتے ہوئے کہا اور سردارے نے شر کی بڑی بھونڈی اداکاری کی۔ پھر میری طرف آنکھ مار کر مسکرا دیا۔

"ہیجڑے لگ رہے ہو بالکل" میں نے اس کی اس حرکت پر جل کر کہا۔

"اب بس جلدی سے چائے ختم کرو استاد! اور مجھے اجازت دلوا دو۔ سالی جھیل کے کنارے انتظ رہی ہو گی۔ کہہ رہی تھی تمہارے بغیر اب دن مشکل سے کٹے گا"۔

"ہر لڑکی مرد کو الو بنانے کے لیے یہی گھسے پٹے جملے کہتی ہے۔ جن میں حقیقت کا شائبہ بھی ہوتا۔ دفعان ہو جاؤ۔ مرد تو جان بوجھ کر الو بننے کا عادی ہے۔ جاؤ تم بھی الو بنو۔" اور سردارے خوشی خو

بننے چلا گیا۔

"بڑا خوش مزاج اور دلچسپ نوجوان ہے" گولڈ مین مسکرا کر بولا۔

"انتہائی وفادار اور قابل اعتماد دوست بھی ہے"۔

"خوش نصیب ہو میگوئن۔ ساری زندگی کی تلاش کے بعد اگر ایک بھی مخلص دوست مل جائے تو سمجھو زندگی بیکار نہیں گئی۔ بہرحال چھوڑو ان باتوں کو۔ کیوں نہ ہم کام کی کچھ باتیں کریں"۔

"ضرور مسٹر گولڈ مین!" میں نے مستعدی سی کہا۔ میں چاہتا تھا کہ وہ خود ہی کام کی باتیں شروع کر دے۔ اتنا تو اندازہ میں لگا چکا تھا کہ وہ ایک اچھا اور قابل اعتماد انسان تھا۔

"دراصل تمہیں دیکھ کر میرے ذہن میں کچھ اور خیالات آئے ہیں۔ میں تمہیں ایک پیشکش کرنا چاہتا ہوں۔ تم نے ناروے جانے کا خیال ظاہر کیا ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ تم میرے ساتھ منسلک ہو جاؤ"۔

"لیکن کس طرح؟"

"مسٹر میگوئن! میرا یہ چھوٹا سا کاروبار ہے۔ لیکن عادی ہوں اس بات کا کہ جہاں میری حکمرانی ہو وہاں کسی دوسرے کو برداشت نہیں کرتا اور اگر حالات میرے قدم روکتے ہیں تو پھر میری کیفیت ایک زخمی بھیڑیے کی سی ہوتی ہے۔ جو ہر چیز کو دانتوں سے چبا کر پھینک دیتا ہے۔ یہاں میں نے ایک چھوٹا سا کیمپ قائم کیا ہے اور بے شمار مشکلات سے دوچار ہوں۔ ایڈگر یہاں اعلیٰ پیمانے پر کام کر رہا ہے۔ میں اس سے نمٹنے کی بھرپور صلاحیت رکھتا ہوں لیکن میری بدبختی ہے کہ میں مال نہیں حاصل کر سکتا۔ اس کے لیے بڑی مشکلات پیش آتی ہیں۔ تم سیاح ہو' ناروے جا رہے ہو اور وہاں سے بھی آگے جانے کا ارادہ رکھتے ہو۔ تم اگر ان جگہوں سے میرے لیے مال بھیج دو تو میری بڑی مشکل حل ہو جائے گی"۔

"اوہ' یہاں سویڈن میں تمہیں مال نہیں ملتا؟" میں نے پوچھا۔

"مل جاتا ہے لیکن بہت مہنگا اور اس کے علاوہ کوئی ورائٹی نہیں ملتی"

"تمہاری قوت خرید کیا ہے گولڈ مین؟"

"کیا مطلب؟"

"میرا مطلب ہے مالی طور پر کس قدر مضبوط ہو؟"

"بس مناسب"۔

"بیک وقت کتنا مال خرید سکتے ہو؟"

"تم یہ سب کچھ کیوں پوچھ رہے ہو؟"

"اس لیے کہ میں تمہیں یہیں سویڈن میں تمہاری مرضی کے مطابق مال سپلائی کر سکتا ہوں" میں نے جواب دیا اور گولڈ مین کے چہرے پر سنسنی کے آثار نظر آنے لگے۔

"کیا کہہ رہے ہو میرے دوست! کیا تم کافی پی کر بھی نشے میں آ جاتے ہو؟"

"میری بات پتھر کی چٹان کی مانند ٹھوس ہے؟"

"لیکن کہاں سے؟" گولڈ مین نے متعجبانہ پوچھا۔

"یہ میرا کام ہے" میں نے جواب دیا۔

"تم نے مجھے حیرت میں ڈال دیا ہے میگوئن! کیا میں اس بات پر یقین کر لوں؟"

"یقین نہ کر سکو تو خاموش ہو جاؤ۔ تم نے مجھ سے کہا تھا تو میں نے یہ پیشکش کی۔ ورنہ اس سے قبل میں نے اس کے بارے میں کچھ نہیں کہا تھا"۔

"وہ تو ٹھیک ہے۔ اوہ' وہ تو ٹھیک ہے۔ میرے دوست! لیکن تم کیا ہو' مجھے کچھ تو بتاؤ۔ تمہارا ہر روپ انوکھا ہوتا ہے" گولڈ مین نے مضطربانہ انداز میں دونوں ہاتھ ملتے ہوئے کہا۔

"میں جو کچھ بھی ہوں' اس کی فکر نہ کرو۔ البتہ میں نے تمہیں جو پیشکش کی ہے' وہ اپنی جگہ بالکل صحیح ہے۔ اگر تم چاہو تو میں تمہیں تمہاری مرضی کے مطابق اشیاء فراہم کر سکتا ہوں"۔

"مقدار کتنی ہے؟"

"سارا مال تقریباً" پانچ کروڑ ڈالر کا بنتا ہے" میں نے جواب دیا۔ اور گولڈ مین سر کھجانے لگا۔ اس کے چہرے پر ایسے ہی آثار تھے جیسے مجھے پاگل سمجھ رہا ہو۔ میں کھڑا ہو گیا "اوکے گولڈ مین! مجھے اجازت دو۔ میری پیشکش پر غور کر لینا" میں خیمے کے دروازے کی طرف مڑا اور گولڈ مین ہاتھ اٹھا کر بولا۔

"رک جاؤ۔ پلیز رک جاؤ۔ تم مجھے اس طرح ہیجان میں چھوڑ کر نہیں جا سکتے"۔

"لیکن تم کام کی بات بھی تو نہیں کر رہے۔ خود ہی تم نے ایک بات شروع کی ہے اور پھر میرا مذاق اڑانے کی کوشش کر رہے ہو"۔

"اچھا" وہ پھولی ہوئی سانس کے ساتھ بولا۔ "جو تم کہہ رہے ہو وہی ٹھیک ہو گا۔ اتنی بڑی رقم کا مال تو میں بالکل نہیں خرید سکتا۔۔۔۔۔ لیکن میرے دوست! اگر تم ٹھیک کہہ رہے ہو تو مجھے اپنا کمیشن ایجنٹ بنا لو۔ میں کسی کو پارٹنر بنا کر یہ مال خرید لوں گا لیکن اس میں میرا کمیشن ہو گا"

"کتنے پرسنٹ؟" میں نے پوچھا۔

"اس کا فیصلہ تم خود کر لو" گولڈ مین نے کہا۔

"ہم کاروباری بات چیت کر رہے ہیں اس لیے فی الوقت درمیان سے تکلف ہٹا دو۔ بتاؤ کتنے پرسنٹ لو گے؟"

"فائیو پرسنٹ" گولڈ مین نے کہا۔

"مجھے منظور ہے" میں نے جواب دیا۔ گولڈ مین کی بری حالت تھی۔ سیدھا سادا انسان تھا۔ اتنی بڑی دولت کے تصور سے ہی پاگل ہو رہا تھا۔ اس کی بگڑی ہوئی حالت دیکھ کر مجھے ہنسی آ رہی تھی۔

"تو۔۔۔۔۔ تو پھر۔۔۔۔۔ اب کیا کریں گے؟"

"یہ تم بتاؤ؟"

"مال کہاں ہے؟"

"مال یہاں سے کچھ فاصلے پر ہے۔ لیکر آئیں گے"

"ایک بات اور بتا دو۔۔۔۔۔ خدا کے لیے۔۔۔۔۔ میں تمہارا شکر گزار ہوں گا" وہ کھکھیائے ہوئے انداز میں بولا۔

"ہاں ہاں پوچھو"

"کیا اس دولت کے تنہا مالک تم ہو۔۔۔۔۔ صرف تم؟"

"میں اور صرف میں"۔

"اوہ گریٹ مین۔۔۔۔۔ تم کس قدر گہرے انسان ہو۔۔۔۔۔ کیا مال کا نمونہ مل سکتا ہے؟"

"ہاں' مل سکتا ہے" میں نے جواب دیا۔

"کب؟"

"پہلے تم پارٹی تیار کر لو۔ نمونہ مل جائے گا۔ مجھے تمہاری بھرپور مدد درکار ہو گی"۔

"میں ہر طرح تیار ہوں۔ تم بے فکر رہو' نمونہ منگوالو۔ پارٹی مل جائے گی۔ چند لوگ میری نگاہ میں ہیں جو یہاں میری پشت پناہی بھی کرتے ہیں' بڑے دولت مند ہیں وہ لوگ۔۔۔۔۔ لیکن رقم تم کس شکل میں لو گے؟"

"نقد ڈالر کی شکل میں"

"ٹھیک ہے مل جائے گی۔ میں کل ہی سے یہ مہم شروع کرتا ہوں"

گولڈ مین نے کہا اور پھر وہ کافی دیر تک میرا سر کھاتا رہا۔ درحقیقت بے چارہ بری طرح بدحواس ہو رہا تھا۔ اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ میرے اوپر بھروسہ کرے یا مجھے پاگل سمجھے۔۔۔۔۔ بھلا مجھ جیسا انسان بھی اتنی بڑی دولت کا مالک ہو سکتا تھا۔ بہرحال میں نے کوشش کر کے اسے کسی حد تک یقین دلا ہی دیا۔

اور پھر اس رات میں نے سردارے سے بات چیت کی "کام کسی حد تک بن گیا ہے سردارے"۔

"کیا مطلب استاد؟"

"میں نے گولڈ مین کو آمادہ کر لیا ہے" میں نے سردارے کو پوری تفصیل بتاتے ہوئے کہا اور سردارے کا چہرہ چمکنے لگا۔ پوری بات سن کر اس نے سرہلاتے ہوئے کہا۔

"اس بار ہم بہت بڑا رسک لے رہے ہیں استاد۔۔۔۔۔ فرض کرو اگر سب کچھ ٹھیک ہو جائے تو یہ رقم یہاں سے کیسے نکالو گے اور کہاں جاؤ گے؟"

"سردارے! میرے لیے وہ بے حقیقت ہو گی۔ تاہم میں اتنا کچا انسان بھی نہیں ہوں' بے شمار طریقے ہیں۔ اسے تم میرے اوپر چھوڑ دو" میں نے جواب دیا۔

"یقین کر لیا استاد۔۔۔۔۔ بہرحال سردارے کے لیے کیا حکم ہے؟"

"تمہیں نہایت رازداری سے ایک اہم کام کرنا ہے" میں نے کہا۔

"حکم کرو استاد"

"کسی طرح لاگن تک جا کر مال کا نمونہ لاؤ" میں نے کہا اور سردارے سوچ میں ڈوب گیا۔ میں نے خود اسے کوئی مشورہ نہیں دیا تھا۔ وہ دیر تک سوچتا رہا۔ پھر بولا۔

"کب تک درکار ہے استاد؟"

"جتنی جلد ممکن ہو سکے"

"کل ہی ہو جائے گا" سردارے نے جواب دیا اور میں چونک کر اسے دیکھنے لگا۔

"کس طرح؟"

"میرے ذہن میں ایک ترکیب آ گئی ہے" سردارے پر خیال انداز میں بولا۔ "لوسیا کے پاس جیپ موجود ہے اور کل اس نے مجھے سیر کرانے کا وعدہ کیا ہے۔ تھوڑی سی نشہ آور ادویات کی ضرورت ہو گی

استاد۔۔۔۔۔۔ میں اسے بہلا پھسلا کر لاگن تک لے جاؤں گا۔ اور پھر مطلوبہ جگہ پہنچنے سے قبل اسے بے ہوش کر دوں گا۔ اور پھر نمونے لے کر اس کے ساتھ واپس آ جاؤں گا" سردارے نے جواب دیا۔۔۔۔۔۔ اور میں اس کی تجویز پر غور کرنے لگا۔ پھر میرا چہرہ خوشی سے چمکنے لگا۔ بلاشبہ سردارے کی تجویز میں کوئی جھول نہیں تھا۔

میں نے دل کھول کر اس تجویز پر داد دی اور سردارے نے مرغے کی طرح سینہ اکڑا لیا۔

"بس تو کل تم روانہ ہو جاؤ۔ اس سلسلے میں لوسیا یا کسی اور کو بھنک بھی نہیں ملنی چاہیے"۔

"بے فکر رہو۔ مجھے احساس ہے استاد! تم بے فکر رہو" سردارے نے کہا اور میں واقعی بے فکر ہو گیا۔ بے فکر نہ ہوتا تو رات کی حسین مہمان کی بھرپور پذیرائی کیسے کرتا جس کا نام شرجیلا تھا۔ اور شرجیلا مختلف کہانی رکھتی تھی۔ اس کے بدن کے نشیب و فراز اس کی اپنی داستان رقم کرتے تھے اور میں نے اس تحریر کو بھی پوری دلچسپی سے پڑھا۔

دوسری صبح گولڈ مین میرے خیمے میں ہی چلا آیا۔ اس کی آنکھیں بدستور سرخ تھیں۔ لیکن چہرے پر جھینپی جھینپی سی مسکراہٹ تھی اور وہ بڑے غور سے میری شکل دیکھ رہا تھا۔

"ہیلو۔۔۔۔۔۔ گولڈ مین؟" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"پاگل کر دیا ہے تم نے یار" وہ گردن جھٹکتے ہوئے بولا۔

"ارے خیریت۔۔۔۔۔۔ کیا ہو گیا ڈیر؟" میں نے مسکراتے ہوئے کہا اور گولڈ مین ایک کرسی پر بیٹھ گیا۔

"ساری رات نہیں سو سکا" اس نے کہا۔

"آخر کیوں؟"

"کیا تم اس وقت ہوش میں ہو؟"

"میں ہر وقت ہوش میں رہتا ہوں" میں نے جواب دیا۔

"اس وقت بھی ہوش میں تھے جب اس مال کی بات کی تھی۔ میں ایک بار پھر معذرت کرتا ہوں لیکن......" گولڈ مین عجیب سے انداز میں بولا۔ اور مجھے اس کی اس کیفیت پر ہنسی آ گئی۔

"ہاں۔ اس وقت بھی ہوش میں تھا"۔

"کمال ہے" گولڈ مین آہستہ سے بڑبڑایا اور پھر سر کھجانے لگا۔

"اس میں کمال کی کیا بات ہے گولڈ مین۔۔۔۔۔۔ میری سمجھ میں نہیں آیا تم اس قدر پریشان کیوں ہو؟"

"پریشان نہیں ہوں۔ بالکل پریشان نہیں ہوں لیکن میرے دوست! تم چند ساعت کے لیے خود کو میری جگہ لاؤ اور سوچو۔۔۔۔۔۔ کیا میری حیرانی درست نہیں ہے؟"

"غالباً" ہماری پوزیشن تمہیں اس بات پر یقین کرنے میں پس و پیش دلا رہی ہے کہ ہمارے پاس اتنا مال ہو سکتا ہے"

"بالکل یہی بات ہے" گولڈ مین نے جواب دیا۔

"تب پھر تمہیں تھوڑی سی تفصیل بتانی پڑے گی گولڈ مین۔ بس مختصراً سمجھ لو کہ اس مال کے حصول

کے سلسلہ میں ہمیں کچھ گڑبڑ کرنی پڑی ہے یعنی یہ مال ایک بہت بڑے اسمگلر کا ہے جس پر ہم نے ہاتھ صاف کر لیا ہے"۔

"اوہ' اوہ' یہ کوئی بات نہیں ہے۔ بات صرف یہ ہے کہ مال تمہارے قبضے میں ہے یا نہیں؟"

"سو فیصدی ہمارے قبضے میں ہے"

"بس یہی آخری بات ہوتی ہے" رہی ہاتھ صاف کرنے کی بات' تو ان برے کاموں میں ایک یہی اچھی بات ہوتی ہے کہ ان میں اخلاقی پابندیوں کا خیال نہیں رکھا جاتا"۔

"بس تو اب اس خیال کو ذہن سے نکال دو"۔

"ٹھیک ہے لیکن وہ نمونے؟"

"ایک آدھ دن کی مہلت دے دو۔ ممکن ہے آج ہی منگوا دوں یا زیادہ سے زیادہ کل۔ تم اس دوران پارٹی تیار کر لو۔ ویسے آخری بار تمہیں یہ اور بتاؤں کہ تمہیں کسی کے سامنے شرمندہ نہیں ہونا پڑے گا"۔

"اوہ شکریہ' بہت بہت شکریہ۔ ویسے خود مجھے مال کی سخت ضرورت ہے۔ کہیں سے مال نہیں پہنچ رہا۔ اندیشہ ہے کہ گاہک ٹوٹنے نہ لگیں۔ اس کے علاوہ ایڈگر کے لوگ بھی اب بدمعاشی پر تل گئے ہیں۔ مال ہو تو بات کروں"

"کیسی بدمعاشی؟"

"ظاہر ہے وہ ہمارا اڈہ پسند نہیں کرتے اور چھوٹی چھوٹی حرکتیں کرتے رہتے ہیں۔ لیکن مجھے کچھ اطلاعات ملی ہیں۔ میں نے سنا ہے اس دوران ایڈگر میرے بارے میں معلومات حاصل کرتا رہا ہے۔ وہ میری پشت کی تلاش میں تھا۔ اس کے ساتھ ہی وہ اپنے آدمیوں کو جنگ کے لیے بھی تیار کرتا رہا ہے اور اب۔۔۔۔۔۔ اب شاید۔۔۔۔۔۔ وہ کچھ کرنا چاہتا ہے"

"اوہ۔۔۔۔۔۔ یہاں جھگڑے بھی ہو جاتے ہیں"۔

"اکثر۔۔۔۔۔۔ اور پولیس ان معاملات سے بالکل بے تعلق رہتی ہے۔ ہمیں لائسنس ہی اس لیے دیے جاتے ہیں"۔

"بہت خوب" میں نے گہری سانس لے کر کہا۔ اور گولڈ مین خاموشی سے گردن جھکا کر کچھ سوچنے لگا۔ میں اس کی شکل دیکھ رہا تھا۔ پھر میں نے کہا۔۔۔۔۔۔ "ویسے تم کافی الجھے ہوئے ہو"۔

"ارے نہیں میرے دوست! اب ایسا زیادہ بھی نہیں۔ ویسے تم سناؤ۔ میری کوششیں پسند بھی آ رہی ہیں یا نہیں۔۔۔۔۔۔ بس تم سے بہت متاثر ہو گیا ہوں ورنہ اچھے اچھوں کو خاطر میں نہیں لاتا"۔

"ویری گڈ۔۔۔۔۔۔ ویسے تمہارے ساتھ بھی لڑاکے تو ہوں گے؟"

"اوہ' اس کی بات مت کرو۔ میرے ساتھ ایسے ایسے جیالے ہیں کہ ایڈگر مر کر بھی نہیں مر سکتا۔ بس اس کے ساتھیوں کی تعداد زیادہ ہے' ورنہ میں خود اب تک اسے یہاں سے اکھاڑ دیتا"۔

"تم فکر مت کرو میرے دوست۔۔۔۔۔۔ ہم کوشش کر کے ایڈگر کے قدم یہاں سے اکھاڑ دیں گے" میں نے کہا اور گولڈ مین غور سے میری شکل دیکھنے لگا۔

"ویسے تم ہو عجیب انسان۔۔۔۔۔۔ تم نے کیسے چکر دیا تھا؟"

"ان تفصیلات میں جانے کی کیا ضرورت ہے گولڈ مین؟"

"اوہ' احتیاط کرنا چاہتا ہو۔ ٹھیک ہے میں مجبور نہیں کروں گا۔ لیکن ایک بات کہوں ——— اس پر بھروسہ کر لو گے؟"

"ہاں۔ کر لوں گا' کہو" میں نے کہا ——— ویسے بھی اس شخص کے بارے میں' میں نے اندازہ لگا[یا] تھا کہ منشیات کا کاروبار ضرور کرتا ہے لیکن کسی حد تک عمدہ اور سیدھا آدمی ہے۔

"میں خود کو اچھے انسانوں میں شمار نہیں کر سکتا۔ لیکن جس کا دوست بن جاتا ہوں' اس کے لیے ایک اچھا دوست ضرور ثابت ہوتا ہوں۔ اگر تم نے مجھے دوست بنا لیا تو پھر ——— دلیل اس کی یہ دے [سکتا] ہوں کہ پہلے ہمارے اور تمہارے درمیان یہ مال نہیں تھا"۔

"یقیناً ——— مجھے احساس ہے"۔

"تو پھر یہ سمجھ لو ——— اب تھوڑا سا لالچ ذہن میں ضرور آ گیا ہے لیکن دوستی اپنی جگہ ہے"۔

"ہوں ——— تو آؤ گولڈ مین ——— ہم دوست بن جائیں" میں نے اس کی طرف مصافحے [کے] لیے ہاتھ بڑھا دیا اور گولڈ مین نے خوشی خوشی اپنا چوڑا ہاتھ میرے ہاتھ میں دے دیا۔

"اور اس کے بعد ——— تم گولڈ مین کو ایک وفادار گھوڑا پاؤ گے' سوچنے سمجھنے [سے] عاری ——— وفا کے لیے تیار"۔

"نہیں گولڈ مین! دوست صرف دوست"۔

"تمہارا شکریہ میگوئن" گولڈ مین نے ممنونیت سے کہا۔

"میں تمہیں اپنے بارے میں تفصیلات بتانا چاہتا ہوں"۔

"اگر ضرورت سمجھو تو ——— ورنہ اب تو ساری باتیں ہی ختم ہو گئیں"۔

"باتیں تو اب شروع ہوئی ہیں گولڈ مین" میں نے مسکراتے ہوئے کہا اور گولڈ مین دلچسپی سے م[یری] شکل دیکھنے لگا۔ مکلینو کا نام سنا ہے کبھی؟"

"مکلینو ——— اوہ' کیوں؟"

"کچھ جانتے ہو اس کے بارے میں؟"

"اس لائن کا کوئی شخص سفید بھیڑیے سے ناواقف ہو' ناممکن ہے"۔

"خوب' تو تم اسے جانتے ہو؟"

"صرف نام سے۔ اس کے علاوہ اس کے بارے میں بہت کچھ سن رکھا ہے۔ یہاں بھی اس کی سا[کھ] زبردست ہے۔ شاید لیڈ گر بھی اس سے مال لیتا ہے"

"تم نے کبھی اس سے مال نہیں خریدا؟"

"کوشش کی تھی لیکن نہیں مل سکا۔ یہاں کے کچھ اصول ہوتے ہیں۔ اگر ایک کے پاس ایجنسی [ہو] تو اس جگہ دوسرے کو مال نہیں دیا جاتا"۔

"اوہ' یہ بات ہے"

"تم اس کے بارے میں کیا کہہ رہے تھے؟"

"سنا ہے خطرناک آدمی ہے" میں نے کہا۔

"بھیڑیا ہے' خونخوار بھیڑیا ہے۔ اس کے نام پر بے شمار قتل ہوتے ہیں اور ان کی کوئی شنوائی نہیں ہوتی" گولڈ مین نے جواب دیا۔

"ہوں ——— تو ڈیئر گولڈ مین ——— میری اس سے چلی ہوئی ہے"۔

"مکلینو سے؟" گولڈ مین منہ پھاڑ کر بولا۔

"ہاں"۔

"واقعی مکلینو سے؟" گولڈ مین کی یہ عادت مخصوص تھی۔ میں نے دوبارہ اسے جواب دینا مناسب نہیں سمجھا اور اس کی شکل دیکھنے لگا۔ "لیکن کیسے؟ کس طرح میرے دوست! آخر تمہارے بارے میں کتنے انکشافات ہوں گے؟ بعد میں پتہ چلے گا کہ تمہارا سلسلہ براہ راست نپولین سے ملتا ہے۔ جو کچھ ہے ایک بار بتا دو"

"بہت انوکھی بات ہے یہ؟" میں نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"ہاں ——— کم از کم ہماری لائن کے لوگوں کے لیے۔ مکلینو واقعی بھیڑیا ہے۔ اکثر بڑے بڑے جی دار اس سے راستہ کترا کر گزرتے ہیں۔ کوئی نہیں چاہتا کہ اس سے ٹکر لے"۔

"بہرحال میں نے نہ صرف اس سے ٹکر لی ہے بلکہ اسے ایک شاندار چوٹ بھی دی ہے" میں نے جواب دیا۔ جس مال کا میں نے تم سے ذکر کیا ہے' وہ دراصل مکلینو کا ہی ہے۔ میرا اس سے اختلاف ہو گیا تھا۔ اس نے اپنی ظالمانہ فطرت سے کام لے کر مجھے بھی مجبور کر دیا۔ لیکن میں تاک میں رہا اور پھر میں نے اسے چوٹ دی"۔

"لیکن اس کا مال...... اوہ' یقیناً پھر تم جو کچھ بھی کہو' آنکھیں بند کر کے تسلیم کیا جا سکتا ہے۔ لیکن تم نے اس پر ہاتھ کیسے صاف کر دیا؟ کیا یہ آسان کام ہے؟"

"نہیں' بہت مشکل کام تھا لیکن میں نے کر دکھایا۔ ہم ایک لانچ لے کر آئے تھے۔ میں نے پوری لانچ ختم کر دی اور پھر ساحل پر مکلینو کے آدمیوں کو قتل کر دیا۔ اس کی بیٹی بینی بھی ساتھ آئی تھی' اسے میں نے یہاں کے لوگوں کے حوالے کر دیا اور پھر لانچ کا سارا مال لے اڑا"۔

"خدا کی پناہ! تو کیا تمہارے ساتھ بھی کوئی پورا گروہ ہے؟"

"گروہ ——— نہیں' میرے ساتھ صرف میرا ساتھی ہے"۔

"صرف تم دونوں نے یہ سب کچھ کیا؟"

"ہاں" میں نے جواب دیا اور گولڈ مین احمقوں کی طرح منہ پھاڑے بیٹھا رہا۔ پھر ایک طویل سانس لے کر بولا۔

"تمہارے بارے میں اگر سوچتا رہا تو یقیناً میرے دماغ کی کوئی رگ پھٹ جائے گی۔ بہرحال میں ہی کیا' جو بھی سنے گا' حیران رہ جائے گا۔ میرا دعویٰ ہے یہاں اس کے بے شمار آدمی ہیں' اور اگر کوئی ایسی صورت حال ہے تو وہ سویڈن کے چپے چپے میں تمہیں تلاش کر رہے ہوں گے۔ میری رائے ہے کہ پوری طرح ہوشیار رہو"۔

تمہاری دوستی کا اب کیا حال ہے گولڈ مین ——— یہ بتاؤ؟"

"کیا مطلب؟" گولڈ مین کی بھنویں سکڑ گئیں۔

"اب بھی مجھے اپنے کیمپ میں رکھو گے؟"
"مجھ سے بھی جھگڑا کرنا چاہتے ہو؟" گولڈ مین سرد لہجے میں بولا۔
"ہرگز نہیں ------ لیکن تمہاری بات کا مفہوم میں نہیں سمجھ سکا"۔
"میں بہت زیادہ دلیر بننے کی کوشش نہیں کروں گا۔ صرف میں ہی نہیں' مکلینو سے دشمنی
بات سن کر یہاں کوئی بھی تمہاری مدد پر آمادہ نہیں ہوگا۔ لیکن میرے دوست! زندگی میں خطرات تو مول
ہی پڑتے ہیں۔ تمہاری دوستی میرے لیے بہت منافع بخش ہے۔ ایک تو میں تم سے متاثر ہوں۔ دوسری بات
یہ کہ میں خوش ہوں کہ تم نے ایڈگر کے سرپرست کو چوٹ دی ہے۔ میں تمہارا ساتھ دینے پر آمادہ
ہوں ------ اوہ' اور میرے دوست! تم نے اتنی بڑی بات مجھے بتا دی ہے کیا تمہیں میرے اوپر مکمل اعتماد
ہے؟"
"ہاں ------ ورنہ میں اتنا احمق نہیں تھا"
"تو پھر بھروسہ رکھو' تمہارے اعتماد کو ٹھیس نہیں پہنچے گی" گولڈ مین نے جواب دیا۔ پھر وہ اجازت
لے کر چلا گیا۔ میں نے اس کے جانے کے بعد ایک گہری سانس لی اور دل ہی دل میں مسکرانے لگا۔ میں احمق
نہیں تھا' میں نے گولڈ مین کو جس حد تک بتایا تھا' اگر اس میں کوئی گڑبڑ بھی ہو جاتی تو میں اسے سنبھال سکتا
تھا۔ لیکن بہرحال اب گولڈ مین کو یقین آ گیا تھا۔
سردارے ہنوز غائب تھا۔ ابھی تک واپس نہیں آیا تھا حالانکہ اسے واپس آ جانا چاہیے تھا۔ پھر
شام کو ساڑھے چھ بجے کے قریب واپس آیا۔ لوسیا اس کے ساتھ تھی اور مضمحل سی نظر آ رہی تھی۔ وہ اسے
لیے ہوئے خیمے میں آ گیا۔
"سوری مسٹر میگوئن! کیا آپ نے ہمارا انتظار کیا تھا؟" اس نے پوچھا۔
"ہاں۔ تم بہت دیر سے واپس آئے ہو" میں نے اسے دیکھتے ہوئے جواب دیا۔
"بس اسے بدبختی ہی کہا جا سکتا ہے۔ راستے میں مس لوسیا کی طبیعت اچانک خراب ہو گئی۔
دراصل ہم سویڈن کے نواح دیکھنے نکل گئے تھے۔ نجانے کیا ہو گیا مس لوسیا کو ------ اچھے خاصے چل رہے
تھے کہ ان پر بیہوشی طاری ہونے لگی اور پھر حیرت کی بات یہ ہے کہ یہ پورے پانچ گھنٹے بے ہوش رہیں۔
جب انہیں ہوش آیا تو پھر ہم نے واپسی کا سفر طے کیا۔ اب بھی ان کی حالت نارمل نہیں ہے۔ کیا آپ ہمیں
تھوڑی دیر کے لیے یہاں قیام کرنے کی اجازت دے دیں گے؟"
"اوہ' ٹھیک ہے' کوئی حرج نہیں ہے۔ میں ابھی جھیل..... کا ایک چکر لگا کر واپس آ جاتا ہوں۔
سوری مس لوسیا! کیا میں آپ کی جیپ استعمال کر سکتا ہوں؟" میں نے لوسیا سے پوچھا۔
"ضرور مسٹر میگوئن! آپ مجھ سے پوچھ کیوں رہے ہیں"
"شکریہ" میں نے کہا اور خیمے سے باہر نکل آیا۔ باہر لوسیا کی جیپ کھڑی ہوئی تھی۔ میں نے اسے
اسٹارٹ کیا اور کیمپنگ میں اس خیمے کی طرف چل دیا جو ہمارا اپنا تھا اور آج کل خالی پڑا ہوا تھا۔
بڑے اچھے لوگ تھے۔ کسی نے ہمارے خیمے کی طرف توجہ نہیں دی تھی اور اس کا باہری پردہ اسی
طرح بندھا ہوا تھا۔ میں نے اس کے نزدیک جیپ روک دی اور پھر میں نے جیپ کی سیٹوں کے نیچے مطلوبہ
اشیاء تلاش کیں۔ ظاہر ہے چھپانے کے لیے ایک ہی جگہ تھی۔ بہت سے چھوٹے بڑے پیکٹ مل گئے۔

ے نے نہایت کامیابی سے اپنا کام انجام دیا تھا۔
میں نے پیکٹ سنبھالے اور خیمے میں داخل ہو گیا۔ یہ اندازہ تو ہو چکا تھا کہ یہاں کوئی کسی کے معاملے
میں مداخلت نہیں کرتا' اس لیے خیمے میں ان پیکٹوں کو چھپانا دشوار کام نہیں تھا ------ البتہ چھپانے کی جگہ
ب ہونی چاہیے تھی اور اس کے لیے میں نے وہی طریقہ اختیار کیا جو اجداد پشتوں سے کرتے چلے آئے
یعنی زمین میں گڑھا کھودا۔ میں نے سارے پیکٹ چھپا دیے اور مٹی برابر کر دی۔ پھر اس پر اپنا مختصر سا
ن بھی رکھ دیا۔ اس کام سے فارغ ہو کر میں نے گڑھا کھودنے کے اوزار صاف کیے۔ یہ جیپ کے اوزار
جن پر بہرحال مٹی نہیں لگی رہنی چاہیے تھی۔ اس کام میں بھی خاصا وقت صرف ہو گیا تھا اور میں جانتا
کہ سردارے کسی خاص مشغولیت کا شکار نہیں ہوگا۔ اس نے مجھے صرف اسی لیے بھیجا تھا کہ میں جیپ خالی
لوں ------ چنانچہ میں واپس پلٹ پڑا اور تھوڑی دیر کے بعد میں خیمے کے دروازے پر تھا۔
نیچے اتر کر میں نے آواز دی ------ "کیا میں اندر آ جاؤں؟"
"اوہ' ضرور مسٹر میگوئن!" اندر سے سردارے کی آواز ابھری۔ لوسیا اور وہ دونوں قریب قریب بیٹھے
ے۔ "کیسی طبیعت ہے مس لوسیا کی؟"
اب تو ٹھیک ہے مسٹر میگوئن!"
"تھینکس گاڈ۔ اگر تم لوگ آرام کرنا چاہو تو میں چلا جاؤں؟"
اوہو' ہرگز نہیں ------ میں مس لوسیا کو ان کے خیمے پر پہنچا دوں"
"ٹھیک ہے" میں نے کہا اور سردارے لوسیا کے ساتھ باہر نکل گیا۔ میں اندر خیمے میں واپس آ گیا
۔ یہاں تک تو کام بخوبی ہو گیا تھا۔ میں نے سوچا تھا کہ اب یا تو آج رات ہی یا پھر کل دن میں گولڈ مین کو یہ
ونے دے دوں گا اور اس کے بعد مال سپلائی ہو جائے گا۔ گو کہ یہ کام اتنا آسان نہیں تھا لیکن میں اس میں
بھا ہوا ابھی نہیں تھا اور اسے بخوبی پورا کر لینے پر یقین رکھتا تھا۔
رات کے کھانے پر گولڈ مین نے خصوصی طور پر مجھے مدعو کیا اور میں اور سردارے اس کے خیمے
ں پہنچ گئے۔ گولڈ مین کے ساتھ دو خوبصورت لڑکیاں موجود تھیں۔ دونوں مقامی تھیں اور ان کی شکلیں
مارے لیے نئی تھیں۔ بہرحال لڑکیاں بہت دلکش تھیں۔
"ہیلو میگوئن' جیک! ان سے ملو' یہ ریتی ہے اور یہ شکی۔ دونوں بہنیں ہیں لیکن دونوں کی صورتوں
ں کوئی یکسانیت نہیں ہے۔ کیا خیال ہے میں ٹھیک کہہ رہا ہوں نا؟"
"ہاں ------ لیکن دونوں کے بارے میں فیصلہ نہیں کیا جا سکتا کہ دونوں میں سے کون زیادہ
خوبصورت ہے" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔
"اوہ' باری باری اس کا فیصلہ کر لینا۔ فی الحال تو کھانے کے بارے میں فیصلہ کرو۔ کیا خیال ہے بھوک
لگ رہی ہے؟"
"ہاں۔ ہم تو ہمیشہ کے بھوکے ہیں' منگوا لو" میں نے کہا اور گولڈ مین نے حسب معمول کسی کو
مخاطب کیے بغیر کھانا طلب کیا اور تھوڑی دیر کے بعد کھانا لگا دیا گیا ------ لڑکیاں بھی ہمارے ساتھ کھانے
میں شریک تھیں۔ بہت عمدہ کھانا تھا' خوب ڈٹ کر کھایا گیا اور پھر اس کے بعد کافی کا دور چلا ------ اور ابھی
کافی ختم نہیں ہوئی تھی کہ ایک شخص اندر داخل ہوا۔

"میکو اور بڈ آئے ہیں جناب!" اس نے ہچکچاتے ہوئے کہا۔

"کون میکو؟ کون بڈ؟"

"ایڈگر کے غنڈے ہیں ------ ان کے ساتھ پانچ آدمی اور ہیں"۔

"اوہ' کیوں آئے ہیں؟" گولڈ مین نے سامنے سے کافی کے برتن ہٹا دیے اور تن ک
ہو گیا ------ "کیا کہتے ہیں؟"

"آپ سے ملنا چاہتے ہیں۔ میں نے کہا کہ باس اس وقت کھانے میں مصروف ہے تو انہو
جواب دیا کہ ہم زیادہ انتظار نہیں کر سکتے۔ اسے اطلاع کرو"

"خوب ------ مسلح ہیں؟" گولڈ مین نے پوچھا۔

"ہاں' سب کے پاس پستول نظر آ رہے ہیں" آنے والے نے جواب دیا۔ اور گولڈ مین نے
انداز میں گردن ہلائی' پھر بولا "انہیں خیمے کے عقب میں لے جاؤ ------ اور سنو ------ پیٹر
جیپ تیار کرے اور اسے کیمپ کے پچھلے حصے میں پہنچا دے"۔

"یس سر" آنے والے نے جواب دیا۔ میں اور سردارے دونوں نے گولڈ مین کے لہجے میں
بو محسوس کی تھی۔ گولڈ مین کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

"ایڈگر کے غنڈے آئے ہیں" اس نے ہماری طرف دیکھ کر کہا۔ "ملو گے ان سے؟"

"ضرور ملیں گے۔ آؤ ------ اپنے گھر پر آئے ہوئے مہمانوں کی پذیرائی ضرور کرنی چا
گولڈ مین نے کہا اور ہم دونوں کے ساتھ باہر نکل آیا۔ اور پھر وہ اس طرح رکا جیسے خیمے میں کوئی چیز
ہو۔ وہ ہم سے معذرت کر کے اندر گیا اور پھر چند لمحات کے بعد واپس آ گیا۔

"چلیں؟" اس نے پوچھا۔ اور ہم نے گردن ہلا دی۔ "پستول ہے تمہارے پاس؟"

"نہیں ------ کیوں؟"

"یہ رکھ لو ------ لوڈ ہیں۔ میرا خیال ہے فی الوقت اس سے زیادہ کی ضرورت نہیں پڑ
اس نے پستول ہم دونوں کو دیتے ہوئے کہا۔ بہرحال ہم نے پستول لے کر رکھ لیے تھے اور پھر ہم گو
کے ساتھ اس کیمپ کے عقبی حصے میں پہنچ گئے۔ یہاں گولڈ مین کے چند ساتھی کچھ لوگوں کے سامنے
تھے۔ آنے والے کاؤ بوائز اسٹائل کے سوٹ پہنے ہوئے تھے اور خاصے چست و چالاک نظر آ رہے تھے
گولڈ مین کو دیکھ کر اس کے ساتھی پیچھے ہٹ گئے۔

"جاؤ تم لوگ۔ مہمانوں سے میں خود بات کر لوں گا" گولڈ مین نے نہایت نرم لہجے میں کہا
کے ساتھی پیچھے ہٹ گئے۔ تب گولڈ مین نے بڑے پیار سے ان لوگوں کو دیکھا ------ "تم میں سے
ہے اور ایک میکو' ٹھیک ہے نا؟" وہ بے تکے انداز میں ہنس دیا۔ لیکن سامنے کھڑے ہوئے لوگوں
جواب نہیں دیا تھا۔

"میں نے غلط تو نہیں کہا آفیسر؟" گولڈ مین نے بدستور نرم لہجے میں پوچھا۔

"ہم یہاں ایک دوسرے کا تعارف حاصل کرنے نہیں آئے ہیں۔ تم سے کچھ بات کرنی ہے"
ان میں سے ایک نے کرخت لہجے میں کہا۔

"اوہ' اپنے بارے میں یا ایڈگر کی طرف سے؟"

"ایڈگر کی طرف سے"

"کیوں ایڈگر کی جنس تبدیل ہو گئی ہے کیا؟ وہ خود نہیں آ سکتا تھا؟"

"کیا تم اس کے ہم پلہ ہو جو وہ تمہارے پاس آتا"

"تو پھر تم میرے ہم پلہ ہو؟" گولڈ مین نے پوچھا۔

"گولڈ مین! تلخ باتیں مت کرو' اور یہی تمہارے حق میں بہتر ہے۔ کہ جو کچھ ایڈگر نے کہا ہے' اسے
ور اس پر عمل کرنے کا وعدہ کرو" اسی شخص نے اپنے مخصوص انداز میں کہا۔

"اوہ' میرے حق میں یہی بہتر ہے" گولڈ مین نے تمسخرانہ انداز میں کہا۔

"یقیناً" اس شخص نے جواب دیا۔

"لیکن پیارے دوستو! یہ تو بتا دو کہ تم میں میکو کون ہے اور بڈ کون ہے؟"

"میں بڈ ہوں" اسی شخص نے کہا جو اب تک بولتا رہا تھا۔

"اور میرا جواب ایڈگر تک تم ہی پہنچاؤ گے؟ میرا مطلب ہے تم اس کے خاص آدمی ہو نا؟"

"یقیناً یقیناً" بڈ نے جواب دیا۔

"تب پھر ان لوگوں کی کیا ضرورت ہے" گولڈ مین نے دوسرے لوگوں کی طرف اشارہ کر کے کہا اور
یہاں ہی لگا جیسے کسی بوتل کا کارک بار بار کھل رہا ہو لیکن کیمپ کے عقبی حصے میں گونجنے والی چیخیں بے حد
ز تھیں۔ خود بڈ کو بھی معلوم نہیں ہو سکا کہ اس کے ساتھیوں کو اچانک کیا ہو گیا۔ وہ سب زمین پر گر کر
رہے تھے۔

"دونوں ہاتھ اوپر اٹھا لو پیارے دوست! اس کے بعد گفتگو کریں گے" اس نے بڈ کو مخاطب کر کے
اور پھر جلدی سے بولا ------ "ہاں ہاں' تم ایسی کوئی حرکت نہ کرو جس پر مجھے تمہارے سینے میں بھی
خون اگلتا سوراخ بنا دینا پڑے۔ اس لیے ہاتھ اوپر اٹھا لو میرے دوست!" گولڈ مین آہستہ لہجے میں بولا۔

"بڈ نے دہشت زدہ نگاہوں سے اپنے تڑپتے ہوئے ساتھیوں کو دیکھا اور پھر گولڈ مین کے ہاتھ میں
بدید ساخت کی ایک چھوٹی اسٹین گن کو اور پھر اس نے دونوں ہاتھ اوپر اٹھا دیے۔

میں اور سردارے بھی منہ کھول کر رہ گئے تھے۔ ہم دونوں کے ذہن میں یہ گمان بھی نہ تھا کہ گولڈ
وئی ایسا ارادہ رکھتا ہے۔ اس نے جس بے دردی سے چھ انسانوں کو قتل کر دیا تھا' اس سے اس کی خوفناک
یت کا احساس ہوتا تھا۔

"ہاں تو پیارے بڈ! بتاؤ کیا پیغام تھا ایڈگر کا؟" گولڈ مین بولا اور اس کے ساتھ ہی اس نے اسٹین گن
گولیوں کی ایک باڑ ماری' اور بڈ کے پیروں کے نزدیک ایک قطار میں مٹی اکھڑتی چلی گئی۔ "بول بھی دے
ے لال! کیوں نخرے کر رہا ہے؟"

"کیا ایڈگر کی دشمنی مول لے کر تم یہاں زندہ رہ سکو گے؟"

"کون بے وقوف زندہ رہنا چاہتا ہے؟ مگر تم زندگی کی بات کیوں نہیں کرتے۔ آخری بار کہہ رہا
ہا کہ ایڈگر کا پیغام دہرا دو ورنہ اس کے بعد تم کچھ کہنے کے قابل ہی نہیں رہ جاؤ گے"۔

"اس نے کہا ہے کہ یہاں اپنا دھندہ بند کر دو۔ ہمارے کاروبار کو نقصان پہنچ رہا ہے۔ یہ علاقہ ہمارا
'یہاں تم کسی قیمت پر نہیں رہ سکو گے" اس نے بدحواس انداز میں کہا۔

"اوہو' واقعی' یہ تو ٹھیک ہے۔ ایڈگر اس علاقے میں بہت بڑی طاقت ہے لیکن بھائی! زندہ بھی رہنا ہے۔ تم خود بتادو۔ تو ایسا کرو میرے دوست کہ ایڈگر کے پاس جاؤ اور اپنے ان چھ ساتھیوں کو لے جاؤ اور اس سے کہو کہ جتنا وقت گزارنا ہے' گزار لے۔ وقت سے پہلے دنیا کیوں چھوڑنا چاہتا ہے۔ جیمز! جیپ لے آئے؟"

"یس چیف!"

"ارے تو بلاؤ نا اپنے ساتھیوں کو۔ ان سے کہو کہ مہمانوں کی لاشیں اٹھا کر گاڑی میں ڈال دیں۔ ایسی بھی کیا بد اخلاقی۔ یہ تو ہمارا فرض ہے اور فرض پورا کرنا چاہیے۔ اور ہاں' تم میں سے ایک ادھر آؤ" اس نے کہا اور اس کا ایک ساتھی اس کے قریب پہنچ گیا۔

"ذرا مسٹر بڈ کے پستول تو ان کے ہولسٹر سے نکال لو" اور گولڈ مین کے ایک آدمی نے اس کی تعمیل کی۔ باقی لوگ لاشوں کو جیپ میں بار کرنے لگے تھے۔

گولڈ مین خاموشی سے کھڑا یہ سب کچھ دیکھتا رہا۔ پھر جب کام مکمل ہو گیا تو اس نے بڑے پیارے بڈ! اب تم یہ جیپ ڈرائیو کرتے ہوئے جاؤ اور ہاں' میرے پیغام کا کوئی لفظ بھول نہ جانا"۔

بڈ بادل ناخواستہ جیپ میں جا بیٹھا اور پھر وہ جیپ اسٹارٹ کر کے اس طرح بھاگا کہ پلٹ کر نہ دیکھا۔ گولڈ مین بے ساختہ قہقہے لگا رہا تھا اور پھر وہ شانے پر ہاتھ رکھ کر بولا "بڑا ہی مسخرہ ہے یہ ایڈگر۔ ایسے ایسے تماشے کرتا ہے کہ ہنسی آتی ہے۔ آؤ چلیں۔ ان چھ لاشوں کو دیکھ کر اسے یقیناً روحانی مسرت ہوگی۔ اب دیکھو نا لاشوں کا تحفہ تو بڑے بے تکلف دوست ہی بھیج سکتے ہیں اور بے تکلف دوستوں کو دیکھ کر دلی مسرت تو ہوتی ہی ہے"۔

ہم دونوں خاموشی سے اس کے ساتھ واپس ہو گئے" بڑا اچھا موڈ ہو گیا ہے۔ آج گٹار سنا میری جان آج تیری طرف سے چرس میں بانٹ دوں گا"۔ گولڈ مین نے گردن میں ہاتھ ڈالتے ہوئے کہا۔

بہر حال جو کچھ ہوا تھا' وہ زیادہ دلچسپ نہیں تھا اور اس کے نتائج خاصے خطرناک نکل سکتے تھے۔ گولڈ مین نے جس دلیری کا ثبوت دیا تھا' وہ قابل داد ضرور تھی لیکن اس کے بعد وہ جس لاپرواہی کا ثبوت دے رہا تھا' یہ ایک احمقانہ حرکت تھی۔ مجھے یقین تھا کہ ایڈگر اگر بالکل ہی چوہا نہیں ہے تو ان کی چھ لاشیں برداشت نہیں کر سکے گا اور کچھ نہ کچھ ضرور ہو گا۔ میرا خیال تھا کہ گولڈ مین کو اس کے لیے تیار رہنا چاہیے لیکن گولڈ مین اس طرف سے لاپرواہ نظر آ رہا تھا۔

"سردارے!" میں نے آہستہ سے سردارے کو آواز دی۔

"کیا بات ہے استاد؟" سردارے بھی اسی انداز میں بولا۔

"کیا خیال ہے تمہارا؟"

"پھڈا ------!" سردارے نے جواب دیا۔

"بالکل ٹھیک! لیکن میرا خیال ہے اس میں کچھ وقت لگے گا"

"ممکن ہے!"

"یہ پر گوشت گدھا گٹار بجانے کی بات کر رہا ہے"۔

"تو ہمارا کیا بگڑتا ہے استاد۔ گولیوں کی آواز گٹار کی آواز سے ہم آہنگ ہو کر کافی خوبصورت لگے گی۔ تم گٹار بجاؤ' ایڈگر کا معاملہ گولڈ مین جانے"۔

"نہیں سردارے ہم اس کی مدد کریں گے"۔

"استاد بولتا ہے تو ضرور کریں گے" سردارے نے کہا۔

"ارے کیا شروع کر دی تم نے؟" گولڈ مین نے کہا۔

"کوئی خاص بات نہیں ہے گولڈ مین۔ چلو گٹار لے آئیں"۔

"ہاں۔ یقیناً یقیناً" گولڈ مین ہنس کر بولا۔

اور پھر دیوانگی کا دور شروع ہو گیا۔ گولڈ مین پاگل ہو گیا۔ اس کی آنکھوں کی سرخی کچھ زیادہ ہی بڑھ گئی تھی۔ اس نے دل کھول کر نشہ آور ادویات ہپیوں میں تقسیم کی تھیں۔ میں گٹار بجا رہا تھا اور سردارے چاروں طرف سے چوکنا تھا۔ مجھے خطرہ تھا کہ اگر کوئی ہنگامہ ہو گیا تو یہ بے چارے بری طرح مارے جائیں گے۔

رات کے ڈھائی بجے تک ہم ہنگامہ کرتے رہے لیکن کوئی ایسی بات نہیں ہوئی۔ دونوں لڑکیاں ہمارے ساتھ تھیں اور خوب کھل گئی تھیں۔ انہوں نے بھی نشہ آور ادویات استعمال کی تھیں۔ ہم ان کے ساتھ ان کے خیمے میں آ گئے۔ سردارے نے دوسرا خیمہ استعمال کیا تھا۔ لیکن میں نے اسے تلقین کر دی تھی کہ رات کو ہوشیار رہے لیکن صبح ہو گئی اور کچھ نہیں ہوا۔ البتہ ناشتے پر بھی گولڈ مین خوب قہقہے لگا رہا تھا۔ پھر اس نے ہنستے ہوئے کہا:

"کچھ بھی ہے مسٹر ہیگوئن لیکن یہ ایڈگر ہے ذہین انسان"

"کیوں' کوئی خاص بات ہوئی ہے؟" میں نے چونک کر پوچھا۔

"ہاں خاص بات ہی سمجھ لو۔ دشمن کو چھیڑ کر میں غافل ہو جانے کا عادی نہیں ہوں۔ رات بھر میرے آدمی ہتھیاروں سے لیس چاروں طرف چھپے رہے۔ اگر ایڈگر حملہ کرتا تو اپنی زندگی کے بدترین نقصان سے دوچار ہوتا لیکن اس نے پہلی عقل مندی یہی کی کہ رات کے کسی حصہ میں ہمارے اوپر حملہ کرنے کی کوشش نہیں کی۔ ابھی اس کا ایک آدمی پھر میرے پاس آیا تھا۔

"بہت خوب!" میں نے دلچسپی سے کہا۔

"وہ بھی اس کا پیغامبر تھا لیکن میں نے اس کے ساتھ کوئی برا سلوک نہیں کیا"۔

"کیا پیغام لایا تھا؟"

"ایڈگر نے میرے تحفے کا شکریہ ادا کیا تھا اور جیپ واپس کر دی تھی۔ اس نے کہلوایا ہے کہ جنگ شروع ہو گئی ہے اور ہم دونوں کو اچھے دشمنوں کی طرح اصولوں کے ساتھ لڑنا چاہیے۔ بات صرف اس علاقے پر اقتدار کی ہے۔ اگر ہم نے اندھا دھند لڑنا شروع کر دیا تو پھر یہ کیمپ خالی ہو جائے گا اور ہم کاروبار کہاں کریں گے۔ ------ چنانچہ اس نے مجھے جنگ کی دعوت دی ہے اور کہا ہے کہ اپنے جتنے بھی آدمی لا سکوں اولڈ کیمپ پر لے آؤں اور وہاں ہم دونوں دل کی حسرت نکال لیں۔

"اولڈ کیمپ؟" میں نے پر خیال انداز میں کہا۔

"ہاں یہاں سے تھوڑے فاصلے پر ایک سنسان جگہ ہے"۔

"پھر تم نے کیا جواب دیا؟"

"بس اس سے کہا ہے کہ دن اور وقت کا تعین کر کے مجھے اطلاع کر دے"۔

"ہوں" میں نے پر خیال انداز میں گردن ہلائی۔ نہ جانے کیوں کوئی چیز میرے ذہن میں الجھ رہی تھی "تم اس شخص سے تھوڑے بہت بھی واقف نہیں ہو گولڈ مین؟"

"مکار انسان تو نہیں ہے؟"

"کیا مکاری کرے گا۔ تمہارا دوست اس سے کمزور نہیں ہے"۔

"کیا تمہارے آدمی اپنی جگہ سے ہٹ گئے؟"

"نہیں میری جان' پوری نگرانی کی جا رہی ہے۔ میں نے کہا تھا کہ میں دشمن کو چھیڑ کر غافل ہو جانے کا عادی نہیں ہوں۔ ابتداء میں تو میری یہی خواہش تھی کہ مجھے یہاں کچھ مہلت مل جائے۔ اپنی طرف سے میں نے کوئی بھرپور کوشش نہیں کی لیکن دل میں حسرت ضرور تھی کہ ایڈگر سے دو دو ہاتھ ہوں اور میں نے تیاریاں جاری رکھیں اور اب میں اس سے نمٹنے کے لیے پوری طرح تیار ------"

"اوہ گولڈ مین ------ اٹھو" میں نے اس کی بات درمیان سے کاٹ دی۔

"کیا ہوا؟" گولڈ مین نے حیرت سے پوچھا۔

"آؤ ------" میں تیزی سے باہر کی طرف لپکا۔ گولڈ مین بھی متحیرانہ انداز میں میرے ساتھ ہی باہر نکل آیا تھا۔ "وہ جیپ کہاں ہے جو ایڈگر ...... نے واپس کی ہے؟" میں نے گولڈ مین سے پوچھا۔

"جیپ باہر موجود ہے' لیکن کیوں؟"

"مجھے اس کے پاس لے چلو گولڈ مین" میں نے کہا۔

"آؤ ------ مگر بات کیا ہے؟ میں سمجھ نہیں سکا" گولڈ مین متحیرانہ انداز میں بولا۔ میں نے اس کی بات کا کوئی جواب نہیں دیا۔ میں سوچ رہا تھا' ممکن ہے میرا خیال غلط ہو' ہاں اگر ایڈگر احمق آدمی نہیں ہے تو یہ اس کے لیے بہترین موقع تھا۔

"جیپ خیمے کے ساتھ ہی کھڑی ہوئی تھی۔ میں اور گولڈ مین جیپ کی طرف بڑھ گئے۔ سردار بھی ہمارے ساتھ آ رہا تھا۔ حالانکہ اگر میرا اندازہ درست تھا تو اس وقت جیپ پر چڑھنا...... شدید خطرناک تھا۔ لیکن بہرحال جو کچھ میں نے کہا تھا' اس کی تصدیق کرنے کے لیے ضروری تھا کہ میں جیپ پر چڑھ کر اس کا جائزہ لوں۔

گولڈ مین میرے نزدیک ہی کھڑا تھا۔ میں نے اسے خاموش رہنے کا اشارہ دیا اور جیپ پر چڑھ کر اس سے کان لگا دیے۔ میرے کان کسی مخصوص آواز کی تلاش میں تھے اور اچانک میرا دل مسرت سے اچھل پڑا۔ اگر میرا اندازہ غلط نہیں تھا تو ٹک ٹک کی ہلکی ہلکی سی آواز جیپ سے ابھر رہی تھی۔ دوسرے لمحے میں نے دیوانہ وار سیٹوں کے نیچے اور ہر اس حصے کے نیچے جھانکنا شروع کر دیا' جہاں میری مطلوبہ چیز برآمد ہو سکتی تھی۔

"آواز اس قدر مدھم تھی کہ مجھے احساس ہو رہا تھا کہ کسی بند جگہ سے ابھر رہی ہے۔ چنانچہ میں نے انجن کا بونٹ اٹھا دیا اور اس کا گہری نظروں سے جائزہ لینے لگا۔ پھر میں نے وہاں سے ہٹ کر پیٹرول ٹینک کے قریب ہر اس جگہ کو تلاش کرنا شروع کر دیا جہاں کوئی خلا ہو اور اس میں کوئی چیز رکھی جا سکتی۔ ایک بار پھر میں اچھل پڑا۔ کیونکہ ایک چوکور بکس صاف نظر آ گیا تھا اور بکس کے نزدیک سے ٹک ٹک کی آواز اور صاف سنائی دے رہی تھی۔ میں نے اندر ہاتھ ڈالا اور چوکور بکس محفوظ جگہ سے اٹھا لیا۔ میرا اندازہ درست تھا۔

وہ ٹائم بم تھا۔ دوسرے لمحے گولڈ مین میرے نزدیک پہنچ گیا۔ ہم نے ٹائم بم میں لگا ہوا وقت دیکھا۔ اب سے ٹھیک دس منٹ کے بعد یہ ٹائم بم بلاسٹ ہو سکتا تھا۔

گولڈ مین کا چہرہ سرخ ہو گیا تھا۔ اس کی آنکھوں میں عجیب سے آثار نظر آ رہے تھے۔ دوسرے لمحے اس نے ٹائم بم میرے ہاتھ سے لے کر ناکارہ کر دیا اور پھر وہ جیپ سے ٹک کر آنکھیں بند کر کے گہری گہری سانسیں لینے لگا۔ چند منٹ اسی خاموشی سے گزر گئے۔ میں بے حد مطمئن تھا۔ میں نے جو کچھ سوچا تھا' وہ اس حد تک درست نکلے گا' اس کا یقین تو مجھے بھی نہیں تھا۔ پھر گولڈ مین نے آنکھیں کھولیں اور میری طرف دیکھنے لگا۔ اس کی آنکھوں میں بے حد عقیدت تھی۔ پھر بولا:

"صرف اتنا کہوں گا مسٹر میگوئن کہ میں نے تمہارے بارے میں غلط اندازہ لگایا تھا۔ میں نے سوچا تھا کہ مسٹر میگوئن اگر مکلینو کو کوئی چوٹ دینے میں کامیاب ہو گئے ہیں تو اس میں اتفاق بھی ہو سکتا ہے لیکن میرے دوست میں اعتراف کرتا ہوں کہ ہر کام صرف اتفاق کی مدد سے نہیں ہو سکتا۔ میں تمہاری ذہانت کا اعتراف کرتا ہوں"۔

"شکریہ گولڈ مین! میرا خیال ہے تم نے جو میری توصیف کی ہے۔ وہ کافی ہے اور مجھے اس سے زیادہ کی ضرورت بھی نہیں ہے" میں نے ہنستے ہوئے کہا۔

"نہیں۔ میں تم سے بے حد متاثر ہوں مسٹر میگوئن"

"خیر۔ اب یہ تو یہاں کی بات نہیں۔ ہم نے ایڈگر کی کوشش ناکام بنا دی ہے لیکن سوال یہ ہے کہ اس معمولی سی کوشش کا مطلب کیا تھا"

"میں سمجھتا ہوں میرے دوست' میں سمجھتا ہوں" گولڈ مین مسکراتے ہوئے بولا۔

"کیا" میں نے پوچھا۔

"آؤ' واپس چلیں" اس نے کہا۔ پھر اس نے ایک دوستانہ انداز میں میرا ہاتھ پکڑا اور ہم دونوں خیمے کی طرف واپس چل پڑے۔

"یہ کوشش صرف ایک چھوٹی سی انتقامی کارروائی تھی۔ یہ حقیقت ہے کہ پیٹرول ٹینک کے نزدیک رکھا ہوا ٹائم بم اگر پھٹتا تو نہیں کہا جا سکتا کہ قرب و جوار میں کہاں تک کتنی تباہی پھیلتی۔ ظاہر ہے پیٹرول اچھلتا اور خیمے لپیٹ میں آ جاتے۔ گویا ابتدائی قدم کے طور پر یہ ایڈگر کا انتقام ہو گا۔ یعنی ان چھ افراد کی موت کا انتقام لیکن شکر ہے کہ ایک اچھے اور ذہین دوست کی مدد سے اس کی یہ کوشش ناکام ہو گئی ------"

"ہوں" میں نے ایک گہری سانس لی۔ ہم دونوں واپس گولڈ مین کے خیمے میں آ گئے۔ گولڈ مین نے بڑے احترام کے ساتھ مجھے بٹھانے کی کوشش کی تھی۔ وہ خاموشی سے میری شکل دیکھ رہا تھا اور میں ایڈگر کے بارے میں سوچ رہا تھا۔ گولڈ مین کے بارے میں میں نے اندازہ لگایا کہ وہ طاقتور انسان ہے' ذہین بھی ہے لیکن شاید مکار نہیں۔

ابھی تک اس کے ساتھ میں نے جو کچھ کیا تھا' اس نے اس پر بھرپور بھروسہ کیا تھا حالانکہ کوئی بھی چالاک شخص اسے ایسے بڑے ذخیرے کی اطلاع دے کر اس سے اچھی خاصی رقم اینٹھ سکتا تھا۔ یہ دوسری

بات ہے کہ گولڈ مین بعد میں اس کا جانی دشمن ہو جاتا اور بعد میں اسے خاصا نقصان پہنچا دیتا۔ لیکن ر
والا آدمی مزید چالاک ہوتا تو اسے اس کا موقع ہی نہ دیتا۔ اس سے گولڈ مین کو اچھی خاصی چوٹ ہو سکتی
"تو اب کیا پروگرام ہے گولڈ مین؟" میں نے اسے مخاطب کیا اور وہ چونک پڑا۔
"پروگرام......؟" اس نے خالی خالی نگاہوں سے مجھے دیکھا۔
"ہاں... پروگرام!"
"ایڈگر بہرحال ایک خطرناک دشمن ہے لیکن وہ میرے حواس پر مسلط نہیں ہو سکتا۔"
"یقیناً اس کی ضرورت بھی نہیں ہے" میں نے جواب دیا۔
"چنانچہ میں اس کا چیلنج قبول کر چکا ہوں۔ اس کی طرف سے مجھے اطلاع مل جائے تو میں ا
جنگ کرنے کے لیے تیار ہوں۔ تم یقین کرو میرے دوست کہ وہ دن ایڈگر کا اس کیمپ میں آخر
ہو گا۔"
"ٹھیک ہے" میں نے پر خیال انداز میں کہا۔ میں اس مسئلہ کو بہت زیادہ اہمیت نہیں دے ر
ویسے میرے ذہن میں ایک ہلکی سی کرید پیدا ہو گئی تھی۔ یہ ایڈگر اس مسئلہ میں بلاوجہ کود پڑا تھا ورنہ
ہو جاتا' اس کے بعد جو کچھ بھی ہوتا' یہ دوسری بات ہے کہ میں بھی گولڈ مین کا ساتھ دیتا لیکن کام کے بع
"تم نے اپنے کام کا کیا کیا میگوئن؟" گولڈ مین نے پوچھا۔
"میرا کام؟" میں نے سرد لہجے میں کہا۔
"ہاں۔ یہ جھگڑے تو چلتے ہی رہتے ہیں۔ دیکھیں گے کون جیتتا ہے' کون ناکام ہوتا ہے لیکن کا
جاری رہنا چاہیے۔ میں ان نمونوں کا بے چینی سے انتظار کر رہا ہوں" گولڈ مین نے کہا۔
"اوہ' نمونے تو تمہیں صرف ایک گھنٹے میں مل سکتے ہیں" میں نے جواب دیا۔
"کیا؟" گولڈ مین اچھل پڑا۔
"ہاں صرف ایک گھنٹے میں اور شاید اس سے بھی پہلے" میں نے کہا۔
"میری سمجھ میں کچھ نہیں آرہا۔ اگر ایسی بات تھی تو اب تک تم نے کیوں وقت ضائع کیا۔"
"اس کی کوئی خاص وجہ نہیں تھی گولڈ مین۔ بس میں نے سوچا جلد بازی اچھی چیز نہیں ہوتی۔"
"تو پھر جلدی سے نمونے میرے پاس پہنچا دو میرے دوست!"
"سوچ لو گولڈ مین۔ یا تو تم ایڈگر سے نمٹ لو یا پھر جیسی تمہاری رائے۔"
"ایڈگر سے نمٹ لیا جائے گا۔ وقت کا تعین تو اس نے ہی کرنا ہے میگوئن' اس کے علاوہ تم
رہو۔ یہ حقیقت ہے کہ جیپ کے معاملے میں میں دھوکا کھا گیا تھا۔ میں نے یہ بات بھی سوچی تھی کہ ایڈ
شریف کیوں ہو گیا کہ اس نے وہ جیپ اس آسانی سے واپس کر دی۔ لیکن میرے ذہن میں یہ خیال نہ
کہ اس نے اتنی چھچھوری حرکت بھی کی ہو گی۔"
"یہ چھچھوری حرکت وہ پھر بھی کر سکتا ہے گولڈ مین۔"
"اوہ...... ہاں یقیناً......" گولڈ مین نے تھوڑی کھجاتے ہوئے کہا۔
"تم کیمپ میں آنے سے کسے روک سکتے ہو اور ایک شخص کوئی بھی کارروائی کر سکتا ہے" م
کہا۔

"ٹھیک ہے۔ لیکن ایڈگر کو اس سے کیا حاصل ہو گا۔"
"کیا مطلب؟"
"نہیں میرے دوست۔ میرا خیال ہے یہی ایک کارروائی ایسی تھی جو ایڈگر کرنا چاہتا تھا۔ یہ ٹھیک ہے
کہ ہم نے ان کیمپوں کو جنگ کا میدان بنا دیا تو پھر کاروبار کہاں کریں گے۔ ظاہر ہے کچھ لوگ زخمی ہوں
گے' کچھ مریں گے اور پھر کیمپ خالی ہو جائے گا اور کیمپ کا خالی ہو جانا ہم دونوں ہی کے لیے بالکل بے مقصد
اور نقصان دہ ہو گا۔"
"ہوں...... بہر صورت......" میں نے لاپرواہی سے کہا۔
"تو وہ نمونے؟" گولڈ مین بولا۔
"میں منگوا دیتا ہوں۔ تم انتظار کرو۔"
"ٹھیک ہے' میں منتظر ہوں" گولڈ مین نے کہا اور میں اپنی جگہ سے اٹھ گیا۔ میں واپس خیمے میں آیا
تو سردار یہاں موجود تھا۔ میرے اشارے پر وہ واپس خیمے میں پہنچ گیا تھا۔
"استاد" مجھے دیکھتے ہی وہ اپنی جگہ سے کھڑا ہو گیا۔
"ہوں۔ کیا بات ہے؟"
"میں بیٹھا تمہارے بارے میں سوچ رہا تھا۔ کہاں سے لائے ہو یہ دماغ؟"
"اس کا فیصلہ بعد میں کر لیں گے۔ فی الحال تم جاؤ اور نمونے اٹھا لاؤ"
"اوہ۔ نمونے خیمے میں ہیں؟"
"ہاں۔ جہاں ہمارا سامان رکھا ہے' وہاں زمین کھدی ہوئی ہے۔ مٹی یونہی ہموار کر دی گئی ہے۔
وہاں پیکٹ رکھے ہوئے ہیں۔ انہیں احتیاط سے اٹھا لاؤ۔"
آل رائٹ باس" سردار نے مستعد ہو کر کہا اور پھر وہ خیمے سے باہر نکل گیا۔
پھر تھوڑی دیر کے بعد ہم گولڈ مین کے سامنے بیٹھے ہوئے منشیات کے پیکٹ دیکھ رہے تھے۔ ان
میں چرس کے پیکٹ' انجکشن اور نہ جانے کیا کیا الابلا بھری ہوئی تھی۔ گولڈ مین ایک ایک چیز کھول کر سونگھ رہا
تھا۔ دیکھ رہا تھا' چکھ رہا تھا اور اس کے چہرے پر شدید حیرت کے آثار تھے۔
"کتنا بڑا ذخیرہ ہے یہ؟" اس نے جواب دیا۔
"میں تمہیں بتا چکا ہوں گولڈ مین" میں نے جواب دیا۔
"بس تو مجھے اجازت دو میرے دوست۔ میرا خیال ہے شاید میں آج ہی اس کے لیے کوئی مناسب
بندوبست کر سکوں۔"
"میری طرف سے بہت زیادہ جلد بازی کی ضرورت نہیں ہے۔ پھر بھی جس طرح تم چاہو کرو۔"
"تم انوکھے انسان ہو۔ خدا کی قسم تم نے قدم قدم پر مجھے متحیر کر کے رکھ دیا ہے۔ اس کیمپ میں
ایسی بھی کوئی شخصیت ہو گی' میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا" گولڈ مین نے کہا۔
"ٹھیک ہے...... ہم تمہارا انتظار کریں گے۔"
"رات کو ملاقات کروں گا میرے دوست" گولڈ مین نے جواب دیا اور پھر وہ خیمے سے باہر نکل آیا۔
ہم لوگ بھی اس کے ساتھ تھے۔ ہم اپنے خیموں کی طرف چل پڑے اور گولڈ مین ہمیں خیمے تک چھوڑ کر چلا

گیا۔

سردارے کسی خیال میں ڈوبا ہوا تھا۔ تھوڑی دیر تک خاموش رہا۔ پھر بولا:

"استاد ایک بات کہوں؟"

"ہاں۔ ہاں ضرور"

"بات دراصل یہ ہے استاد کہ تمہاری صحبت میں رہ کر' حالات کو دیکھ کر کچھ ذہن اس قسم کا ہے کہ کسی اجنبی آدمی پر بھروسہ کرنے کو جی نہیں چاہتا۔۔۔۔۔" سردارے نے کہا۔

"وضاحت کرو اس بات کی"۔

"کیا گولڈ مین کی نیت خراب نہیں ہو سکتی؟" سردارے نے پوچھا۔

"کس لحاظ سے؟"

"دیکھو نا استاد' ہم خیمے میں ہیں۔ اگر دھوکے سے ہمیں پکڑ لیا جائے اور پھر ہم سے ان ذخائر کے بارے میں معلوم کیا جائے تو میرا خیال ہے ہم اعتماد کی وجہ سے مارے جائیں گے"۔

"ہوں۔ اچھی سوچی۔ لیکن میرا خیال ہے کہ کہ گولڈ مین اس قسم کا آدمی نہیں ہے"۔

"ہمیں ہر اس آدمی نے دھوکا دیا ہے استاد' جسے ہم نے برا آدمی نہیں سمجھا"۔

"لیکن ہم دھوکا کھا گئے؟" میں نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"بالکل نہیں۔ لیکن اسی طرح ہمیں گولڈ مین سے بھی ہوشیار رہنا چاہیے"۔

"ٹھیک ہے سردارے۔ تمہارا خیال بھی درست ہے۔ میں ہوشیار رہوں گا"۔

"بس باس۔ یہی کہنا تھا" سردارے نے مطمئن ہو کر کہا۔

"ویسے یہاں وقت اچھا خاصا گزر رہا ہے" میں نے سردارے کو معنی خیز نگاہوں سے دیکھتے ہوئے کہا۔

"ہاں۔ حسن و عشق کی چاشنی بھی ہے' حسین صورتیں بھی ہیں اور گولیوں کی دنادن بھی۔ گویا فارمولا مکمل ہو گیا ہے"۔

"مزا نہیں آ رہا؟"

"اے مزا تو استاد بس تمہارے ساتھ ہے۔ جہاں تم ہو وہاں مزے ہی مزے ہیں" سردارے نے کہا۔

"لڑکی کیسی نکلی؟"

"ہائے ہائے یہ نہ پوچھو۔ دنیا کے ہر خطے کی لڑکی ایک جیسی ہوتی ہے"۔

"کیا مطلب؟"

"نرم و نازک' حسین' محبت کرنے والی' بظاہر خود کو بے پناہ جدید اور ذہین سمجھنے والی لیکن اندر سے احمق۔ مرد کی آغوش میں موم بتی کی طرح پگھل جانے والی۔ یہ ہے عورت اور ہر حصہ کی عورت یکساں"

"ہوں۔ تو آج کل عورت پر ریسرچ ہو رہی ہے"

"آج کل نہیں استاد۔ یہ ریسرچ طویل عرصہ سے جاری ہے"۔

"کس نتیجہ پر پہنچے؟" میں نے پوچھا۔

"پہنچا بھی نہیں چاہتا استاد۔ نتیجہ تو میرے خیال میں انتہاہی ہو گی"۔

"فلسفی بنتے جا رہے ہو"۔

"عورت کا فلسفہ' میرا خیال ہے' دنیا کے ہر مرد کی شدید ضرورت ہے اور اس کے بارے میں جاننے کی جتنی کوشش کی جائے عقدے کھلتے ہی چلے جاتے ہیں۔ ہم یہ نہیں کہہ سکتے باس کہ اس کا اختتام کہاں ہو سکتا ہے"۔

"اچھا اچھا بس فضول باتوں سے گریز کرو۔ اس ایڈگر کے بارے میں کیا خیال ہے؟"

"چالاک آدمی معلوم ہوتا ہے باس!"

"ہاں۔ میرا بھی یہی خیال ہے اور اس کے برعکس گولڈ مین بہادر ضرور ہے' طاقتور بھی ہے۔ تھوڑا بہت چالاک بھی ہے لیکن اس حد تک نہیں جتنا ایڈگر۔ ایڈگر لومڑی ہے اور گولڈ مین سامنے سے حملہ کرنے والا شیر!"

"شیر کسی شکاری کے سامنے آ کر مار بھی کھا جاتا ہے باس"۔

"ہاں پھر اسی کے مقابلے میں چالاکی کی بھی ضرورت ہوتی ہے"۔

"اور ایسی حالت میں صرف شیر بننے سے کام نہیں چلے گا"۔

"ٹھیک ہی کہتے ہو سردارے"۔

"لیکن باس تم اس کے لیے فکرمند ہو؟"

"ہاں۔ سردارے!"

"کیوں؟"

"وہ ہمارا دوست ہے اور بہرحال کاروبار کے علاوہ دوستی بذات خود ایک حیثیت رکھتی ہے۔ جس طرح وہ ہمارے ساتھ پیش آیا ہے' اس کے تحت ہمارے اوپر کچھ ذمہ داریاں بھی عائد ہوتی ہیں۔ اور ہم یہ ذمہ داریاں پوری کریں گے۔ بے شک ایڈگر چالاک ہے لیکن ہم گولڈ مین کی مدد کریں گے اور اس کے لیے ایڈگر پر نگاہ رکھیں گے"۔

"رائٹ باس" سردارے نے مستعدی سے کہا۔

رات کو گولڈ مین نے بدستور ہمیں کھانے پر مدعو کیا۔ وہ بے حد خوش نظر آ رہا تھا "تقدیر ہماری پوری طوری مدد کر رہی ہے مسٹر میگوئن" اس نے کہا۔

"خوب۔ کیا پوزیشن ہے؟"

"بات ہو گئی ہے"۔

"بہت خوب۔ کیا شرائط ہیں اور پارٹی کون سی ہے؟"

"بالکل اتفاقیہ طور پر برٹش ایسٹ افریقہ سے ایک پارٹی آئی ہے۔ کیش ادائیگی کرے گی' مال کا نمونہ اسے دے دیا گیا تھا۔ ادائیگی ہماری مرضی کے مطابق ہو گی"۔

"ڈالر میں؟"

"ہاں۔ اس کی پیشکش خود انہوں نے کی ہے۔ درمیان میں ایک بروکر ہے جسے میں ہاف پرسنٹ ادا کروں گا۔ اسی نے ہمیں یہ پارٹی دی ہے"۔

"کیا سارے معاملات طے ہو گئے؟"

"ہاں۔ وہ ہمارے دیے ہوئے ریٹ پر تیار ہیں؟"

"رقم کس وقت ملے گی؟"

"ڈلیوری کے وقت' اس ہاتھ دے اس ہاتھ لے والی بات ہو گی"۔

"ہوں" میں سوچ میں ڈوب گیا۔ بہر حال میں احمق انسان نہیں تھا۔ اب اتنی تمیز تو رکھتا تھا کہ کس طرح کیا جا سکتا ہے اور اگر کام کے دوران کوئی گڑبڑ ہو تو اس سے کس طرح نمٹا جا سکتا ہے۔

"میں نے بھی ابتدائی بات چیت کی ہے۔ اس سے آگے کی گفتگو بعد میں ہو گی۔ اس دوران شرائط ہوں تو ضرور بتاؤ!"

"شرائط کوئی خاص نہیں ہیں گولڈ مین۔ سوائے اس کے کہ کاروبار نیٹ ہو۔ تم جانتے ہو کہ ایسے کاموں میں کس قدر گھپلا ہوتا ہے۔ پارٹی کے بارے میں پوری پوری معلومات فراہم ہونی چاہئیں"۔

"بس بروکر سے میں نے بات چیت کی ہے' وہ بے حد قابل اعتماد ہے اور پارٹی اس کے لیے قابل اعتماد۔ میرا خیال ہے کوئی گڑبڑ نہیں ہو گی"۔

"ٹھیک ہے گولڈ مین۔ اگر تم مطمئن ہو تو پھر ہمارا کچھ سوچنا بے کار ہے" میں نے جواب دیا۔

"بالکل میرے دوست۔ تم بالکل بے فکر رہو۔ جو کچھ بھی ہو گا' ٹھیک ہو گا اور تمہیں نقصان پہنچنے کا احتمال نہیں ہے" گولڈ مین نے کہا اور پھر ایک مخصوص وقت کا تعین ہو گیا اور ہم دونوں اپنے خیمے میں واپس آ گئے۔

سردارے کسی خیال میں ڈوبا ہوا تھا۔ میں جانتا تھا وہ بھی اس بارے میں سوچ رہا ہے۔ جب کافی دیر خاموشی سے گزر گئی تو میں نے اسے مخاطب کیا "کس مصیبت میں گرفتار ہو سردارے؟"

"بس اسی بارے میں سوچ رہا ہوں"۔

"کیا؟" میں نے پوچھا۔

"بس نہ جانے کیوں۔ ذہن ان حالات کو ہضم نہیں کر پا رہا!"

"کیا دقت پیش آ رہی ہے؟"

"یہ جو کچھ ہو رہا ہے کچھ ناپائیدار سا ہے۔ نہ جانے کیوں مجھے بار بار احساس ہو رہا ہے کہ ہم کمزور بنیادوں پر کام کر رہے ہیں۔ کوئی بھی گھپلا ہو سکتا ہے۔ جس انداز میں مال کی ڈلیوی مانگی جا رہی ہے' وہ مجھے کچھ گڑبڑ نظر آ رہا ہے۔ کیا یہ نہیں ہو سکتا استاد کہ ہمیں یہ رقم پہلے مل جائے اور کسی مناسب آدمی کے ذریعے ہم مال کی ڈلیوی دے دیں؟"

"لیکن سردارے دونوں طرف سے ہی یہ صورت پیش آ سکتی ہے۔ کیا مال وصول کرنے والے یہ نہیں سوچ سکتے کہ ہم بھی ان کے ساتھ کوئی دھوکا کر سکتے ہیں"۔

"ہاں یہ تو ٹھیک ہے لیکن پھر بھی استاد اس سلسلے میں کچھ انتظامات ضروری ہیں!"

"مثلاً؟" میں نے پوچھا۔

"یہی سوچ رہا ہوں استاد"۔

"ظاہر ہے ڈلیوری وہیں پہاڑوں میں دی جائے گی اور رقم بھی وہیں وصول ہو گی۔ اس لیے ہمیں جو انتظامات کرنے ہیں' انہی پہاڑوں میں کرنے ہوں گے۔

"میرا بھی یہی مقصد تھا استاد کہ کچھ انتظامات ضرور کیے جائیں"۔

"بھئی ظاہر ہے گولڈ مین ہم سے ایک معقول رقم وصول کرے گا تو مال ڈلیوری کے وقت ہونے والی کسی گڑبڑ کو بھی روکے گا۔ ظاہر ہے کچھ ہو گیا تو ہم کسی پر کلیم نہیں کر سکیں گے۔ اس کے لیے گولڈ مین سے پہلے ہی بات کر لی جائے گی"۔

"بس بس میں یہی کہنا چاہتا تھا" سردارے مطمئن ہو کر بولا۔

"نہیں سردارے اتنی ہی بات سے مطمئن نہ ہو جاؤ"۔

"کیا مطلب؟" سردارے چونک پڑا۔

"تم جانتے ہو سردارے میرے خیالات عام لوگوں سے کسی حد تک مختلف ہوتے ہیں۔ یہ بات تو سکون سے سوچی جا سکتی ہے کہ پہاڑوں میں کچھ لوگوں کو چھپا کر غلط کارروائی سے نمٹنے کا بندوبست کیا جا سکتا ہے۔ اور اب اگر ہم اس انداز میں سوچیں کہ ہم سے کاروبار کرنے والے یقیناً ایسے لوگ ہیں جو ہمارے ساتھ دھوکہ کریں گے تو دھوکا دینے والے بھی تو یہ بات سوچ سکتے ہیں کہ ممکن ہے کہ ہم نے بھی کوئی بندوبست کیا ہو۔ اور پھر وہ گولڈ مین کے بارے میں مکمل معلومات حاصل کرنے کی کوشش کریں گے۔ اور یہ معلوم کر لینا ان کے لیے مشکل نہ ہو گا کہ گولڈ مین خطرناک آدمی ہے' چنانچہ وہ اپنے طور پر بھی بندوبست کر سکتے ہیں۔ اب رہ گئی ہماری پوزیشن تو ہمیں کوئی ایسا ہی کام کرنا چاہیے جو ان لوگوں کے خیالات سے کسی حد تک مختلف ہو" میں نے کہا۔

"وہ کیا استاد؟" سردارے کی آنکھیں چمکنے لگیں۔

"سنو سردارے ہمیں ریڈیو کنٹرول ڈائنامائٹ درکار ہوں گے"۔

"اوہ۔ وہ کس لیے استاد؟"

"پلیز سردارے اس سے زیادہ کچھ معلوم نہ کرو۔ کچھ معاملات صرف میرے لیے رہنے دو" میں نے سنجیدگی سے کہا۔

"مجھے اعتراض نہیں ہے استاد۔ لیکن ریڈیو ڈائنامائٹ کہاں سے مل سکتے ہیں؟"

"میں بھی یہی سوچ رہا تھا۔ میرا خیال ہے اس سلسلے میں بھی گولڈ مین ہی سے رجوع کرنا ہو گا۔ دقت صرف اتنی ہے کہ وہ بھی اس بارے میں سوالات کرے گا۔ ظاہر ہے اسے بھی مطمئن نہیں کیا جا سکتا۔ لیکن یہاں ہمارے پاس اس کے علاوہ اور کوئی ترکیب بھی نہیں ہے۔ اس لیے اس سے یہی کہنا پڑے گا" میں نے پر خیال انداز میں کہا۔ سردارے خاموش ہی رہا۔

گولڈ مین سخت مصروف تھا۔ ایک طرف وہ اس لیے پریشان تھا کہ ابھی تک ایڈگر کی طرف سے کوئی کارروائی نہیں ہوئی تھی۔ دوسری طرف منشیات کے اتنے بڑے سودے کے لیے انتظامات کرنے تھے۔ مجھے دیکھ کر وہ پھیکے انداز میں مسکرایا۔

"معاف کرنا ڈیئر میگوئن' میرا خیال ہے میں اچھا میزبان ثابت نہیں ہو رہا"

"کس لحاظ سے؟" میں نے پوچھا۔

"بس ان ہنگاموں میں پھنس کر تمہارے ساتھ زیادہ وقت نہیں گزار پا رہا لیکن مجھے معاف کرنا

دوست۔ یہ سودا میرے لیے بھی بڑی اہمیت رکھتا ہے۔ کیونکہ اس کے بعد میں اعلیٰ پیمانے پر کاروبار جما سکوں گا"۔

"یقیناً گولڈ مین" میں نے خلوص سے کہا "لیکن تم نے کیا انتظامات کیے ہیں؟ کیا تم ان کے بارے میں بتانا پسند کرو گے"۔

"دیکھو میگوئن۔ اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ یہ کاروبار کسی حد تک اعتماد کی بنیاد پر ہو رہا ہے لیکن اس کے باوجود میں بتا چکا ہوں کہ میں ہر معاملے میں احتیاط کا قائل ہوں۔ چنانچہ میں نے فیصلہ کیا ہے میرے مسلح ساتھی بہت پہلے سے اس علاقے میں پوشیدہ ہو جائیں گے جہاں سے مال کی ڈلیوری دی جائے گی اور خیال رکھیں گے کہ کوئی گڑبڑ نہ ہونے پائے"۔

"نہایت مناسب پروگرام ہے لیکن میری ایک اور درخواست ہے گولڈ مین!"

"ہاں۔ ہاں کہو!" گولڈ مین نے دوستانہ انداز میں کہا۔

"مجھے کچھ ریڈیو کنٹرول ڈائنامائٹ درکار ہوں گے!"

"اوہ۔ کس لیے؟"

"بس یوں سمجھو ذاتی سلسلے میں۔ میں ان کے بارے میں کچھ نہیں بتا سکوں گا!"۔

"کتنی تعداد میں؟"

"جس قدر زیادہ سے زیادہ ہو سکیں" میں نے جواب دیا۔

"ہوں۔ بندوبست ہو جائے گا!"

"تمہیں کب تک چاہئیں؟"

"زیادہ سے زیادہ کل صبح تک" میں نے جواب دیا۔

"مل جائیں گے" گولڈ مین نے جواب دیا اور میں نے سکون کی سانس لی۔ ایک بہت بڑا کام ہو گیا تھا جس سے میں بے حد مطمئن تھا اور اب مجھے کوئی خاص تردد نہیں تھا۔

یہ اتفاق ہی کی بات تھی کہ جس صبح گولڈ مین نے مجھے ڈائنامائٹ فراہم کیے تھے 'اسی دن گیارہ بجے گولڈ مین نے مجھے اطلاع دی کہ پارٹی آج ہی مال کی ڈلیوی طلب کرے گی۔ اس کے سارے انتظامات پورے ہو چکے ہیں"۔

"تو تم نے کیا جواب دیا گولڈ مین!؟"

"ٹھیک ایک گھنٹے بعد ان کا آدمی میرے پاس جواب طلب کرنے آئے گا! ظاہر ہے تمہاری اجازت کے بغیر میں ان سے ہاں نہیں کہہ سکتا تھا۔ مجھے بتاؤ میں انہیں کیا جواب دوں؟"

"رات کو ساڑھے گیارہ بجے" میں نے جواب دیا "لیکن اس کے ساتھ ان لوگوں سے یہ بھی کہہ دیا جائے کہ سودا صاف ستھرا ہونا چاہیے۔ کوئی گڑبڑ برداشت نہیں کی جا سکتی۔ اس کے ساتھ ہی ہمیں ایک جیپ بھی درکار ہے!"

"سب کچھ تمہاری مرضی کے مطابق ہو گا" گولڈ مین نے جواب دیا۔ ذہن کو عجیب سی کیفیت کا احساس ہو رہا تھا۔ خون کی روانی تیز ہو گئی تھی۔ سردارے بھی خاموش تھا۔ ہماری مرضی کے مطابق ہمیں جیپ فراہم کر دی گئی اور میں نے خاموشی سے ڈائنامائٹ اس پر بار کیے اور پھر ہم دونوں چل پڑے۔

سردارے کے چہرے پر بھی گہری سنجیدگی طاری تھی۔ وہ بھی گہری سوچ میں ڈوبا ہوا تھا۔ ویسے میں نے کئی بار محسوس کیا کہ سردارے نے کئی بار عقب نما آئینے میں دیکھ رہا تھا۔ تب میں نے اسے مخاطب کیا۔

"کیا بات ہے سردارے تم کسی الجھن کا شکار ہو؟"

"نو چیف۔ بس ایسے ہی سوچ رہا تھا کہ کوئی تعاقب نہ کر رہا ہو" سردارے نے جواب دیا۔

"مثلاً کون؟"

"دیکھو استاد۔ میں کوشش کے باوجود یہ بات دل سے نہیں نکال سکا۔ ہمیں ایک سے خطرہ نہیں ہے بلکہ بے شمار لوگوں کے درمیان گھرے ہوئے ہیں۔ انٹرپول' مکلینو' وہ پارٹی جس کے ہاتھ ہم مال فروخت کر رہے ہیں۔ سب سے زیادہ گولڈ مین۔ میں کسی قیمت پر گولڈ مین کے خطرے کو ذہن سے نہیں نکال سکتا۔ تم خود غور کرو باس کہ اگر وہ ہمیں ان پہاڑیوں میں بھیج کر خود ہمارا تعاقب کرے اور اس جگہ کے بارے میں معلومات حاصل کر لے جہاں مال پوشیدہ ہے اور اس کے بعد چالاکی سے اپنے آدمیوں کو پھیلا دے۔ یہ ظاہر کرے کہ اس نے ان لوگوں کو ہماری حفاظت کے لیے پھیلایا ہے۔ پھر پروگرام کے مطابق اسی کے کچھ آدمی اس پارٹی کی حیثیت سے آ جائیں۔ مال وصول کریں اور اس کے بعد اس کے پہاڑوں میں پوشیدہ آدمی اسٹین گنوں سے ہمیں بھون ڈالیں تو ہم کیا کر سکتے ہیں؟"

"بہت اچھا آئیڈیا ہے سردارے لیکن کچھ دلائل ایسے ہیں جنہیں رد نہیں کیا جا سکتا۔ ابھی تھوڑی دیر چل کر ہم پہاڑوں میں تجربہ کریں گے"۔

"کیا تجربہ باس؟"

"ان ڈائنامائٹس کا"

"میں اب بھی نہیں سمجھا"۔

"اگر یہ صحیح کام کر رہے ہیں تو اس کا مطلب ہے کہ گولڈ مین دھوکے باز نہیں ہے۔ ڈائنامائٹ کام کرتے ہیں تو گولڈ مین فیئر آدمی ہے۔ ہم وقت سے پہلے ہوشیار ہو جائیں گے"۔

"بات کسی حد تک درست ہے استاد" سردارے نے گردن ہلائی۔ تھوڑے فاصلے پر جب سویڈن کا پہاڑی علاقہ شروع ہو گیا تو ہم نے ایک پہاڑی مقام پر جیپ روک دی۔ الیکٹرک ڈائنامائٹ کا ایک بکس لے کر میں نے سردارے کو ایک طرف بھیج دیا۔ اس بکس کا نمبر تیس تھا۔ میری تجویز کے مطابق سردارے اس بکس کو ایک چٹان کے پاس رکھ آیا۔ پھر جب وہ میرے قریب پہنچ گیا تو میں نے کنٹرول بکس پر نمبر تیس سیٹ کیا اور دھڑکتے دل کے ساتھ بٹن دبا دیا۔

ایک خوفناک دھماکہ ہوا اور اس چٹان کے ٹکڑے اڑ گئے۔ جس کے نزدیک ڈائنامائٹ رکھا گیا تھا۔ میرے ہونٹوں پر کامیابی کی مسکراہٹ پھیل گئی۔ مجھے اس کامیابی پر بے حد خوشی ہوئی تھی۔ اس کا مطلب تھا کہ گولڈ مین نے دھوکا نہیں کیا۔ کم از کم وہ اپنی حد تک مخلص تھا۔ سردارے بھی کسی حد تک مطمئن نظر آ

"اب کیا خیال ہے سردارے؟"

"کمال تو اب تک سب ٹھیک ہے استاد" سردارے نے جواب دیا۔

"میرا خیال ہے آئندہ بھی ٹھیک رہے گا۔ ہمیں گولڈ مین پر بھروسہ کر لینا چاہیے اور اب صرف

دوسرے لوگوں کے بارے میں سوچنا چاہیے۔

''ٹھیک ہے استاد'' سردارے نے گہری سانس لے کر کہا اور پھر ہم چل پڑے۔ قصبے لاگن تک کا سفر اچھا تھا۔ بہرحال پھر بھی ہم نے یہ فاصلہ کافی تیز رفتاری سے طے کیا اور بغیر کسی وقت کے اپنی مطلوبہ جگہ پر پہنچ گئے۔ قرب و جوار کے علاقے سنسان پڑے ہوئے تھے۔ سردارے نے جیپ روک دی اور پھر ہم دونوں نیچے اتر گئے۔ اب ہمیں نہایت پھرتی سے ایسی جگہوں کا انتخاب کرنا تھا جہاں ڈائنامائٹ پھیلائے جا سکیں۔ میں نے نہایت ذہانت سے کام لیتے ہوئے ذہن میں ایک پورا نقشہ ترتیب دیا اور یہ اندازے لگائے کہ کون کون سی جگہیں ایسی ہیں جہاں دشمن کے آدمی پوشیدہ ہو سکتے ہیں اور ایسی جگہیں بھی ذہن میں رکھیں جہاں گولڈ مین اپنے آدمیوں کو چھپاتا اور پھر انتہائی ہوشیاری سے آٹومیٹک ڈائنامائٹ بکس مختلف جگہوں پر پھیلا دیے گئے۔ سردارے اب میرا مقصد سمجھ گیا تھا اور اس کی آنکھوں میں تحسین کے جذبات نظر آ رہے تھے۔

''خدا کی قسم استاد خوب سوچتے ہو'' اس نے آہستہ سے کہا۔

''ڈائنامائٹ بکس کے نمبر ذہن نشین رکھنے ہیں سردارے اور یہ سب سے مشکل کام ہے''۔

''اوہ۔ یقیناً تو کیا تم نے؟''

''ہاں جس بکس کا نمبر چاہو پوچھ لو'' میں نے جواب دیا۔

''بس اب اور کچھ نہیں کہوں گا۔ میرے پاس الفاظ نہیں ہیں'' سردارے نے گردن جھٹکتے ہوئے کہا۔

''آؤ'' میں نے مسکرا کر اسے اشارہ کیا اور اب ہم کچھ بکس لے کر ان غاروں کی طرف چل پڑے جہاں مال پوشیدہ تھا۔ سارا مال محفوظ تھا۔ میں نے سردارے کی مدد سے بہت سے پیکٹ کھولے اور ان میں بھی ڈائنامائٹ بکس چھپا دیے۔ سردارے سنسنی خیز نگاہوں سے میری کارروائی کو دیکھ رہا تھا۔ پھر جب واپس پلٹے تو سردارے بہت خوش تھا۔ راستے میں وہ بولا:

''اب ہم مطمئن ہیں باس۔ میرا خیال ہے ہم نے مناسب انتظام کر لیا ہے۔ اگر گولڈ مین کسی طرح ناکام ہو جائے' یا اس کے دل میں بدی آ جائے تو ہم اس سے نمٹ سکتے ہیں!'' میں نے اس کی بات کا جواب نہیں دیا۔

گولڈ مین اپنے خیمے میں ہی موجود تھا۔ ہمیں دیکھ کر پرجوش لہجے میں بولا ''ایک اہم بات رہ گئی مسٹر''

''کیا گولڈ مین؟''

''مال کی قیمت کا تخمینہ' وہ پوچھ رہا تھا''

''اسے ایک مخصوص اکاؤنٹ بتا دو۔ باقی حساب بعد میں کر لیا جائے گا''۔

''ویری گڈ۔ اس کا مطلب ہے میں نے ٹھیک کیا''۔

کیا کیا ہے؟''

''میں نے بھی اسے یہی بات کہی ہے اور تخمینہ بھی بتا دیا ہے''۔

''ٹھیک کیا''

''اب ایک کام اور کرنا ہے میگوئن شام سے پہلے'' گولڈ مین بولا۔

''کیا؟''

''مجھے وہ علاقہ دکھا دو جہاں ہمیں سودا کرنا ہے تاکہ میں اپنے آدمیوں کو وہیں پوشیدہ کر دوں''۔

''جیک تمہیں وہاں لے جائے گا!'' میں نے جواب دیا۔

''ٹھیک چار بجے ہم چلیں گے''۔

''او کے جیک تیار ملے گا!'' میں نے سردارے کی طرف دیکھا اور سردارے نے گردن خم کر دی۔

اس کے بعد میں اپنے خیمے میں واپس آ گیا۔ سردارے بے حد پرجوش تھا۔ گولڈ مین کی کیفیت بھی ایسی ہی تھی لیکن میں پرسکون تھا۔ اپنے طور پر میں نے جو کچھ کر لیا تھا' اس سے مطمئن تھا۔ اس سے زیادہ کچھ کرنا میرے لیے ممکن نہیں تھا۔ یوں بھی اس مال کی مجھے کوئی خاص پرواہ نہیں تھی۔ میرے لیے تو یہ ایک دلچسپ مشغلہ تھا۔ حالانکہ مکلینو نے میرے ساتھ بہت زیادہ برا سلوک نہیں کیا تھا۔ لیکن میرے دل نے اسے شروع سے ہی پسند نہیں کیا تھا۔ وہ جس قدر مغرور تھا' اس کے تحت میں نے سوچا۔ اس کو ایک بار یہ سزا ضرور دوں گا اور پھر اس کی بیٹی جینی۔ بہرحال میں نے جو کچھ کر لیا تھا' کافی تھا۔ اب اگر مال کی قیمت بن جائے تو بہرحال یہاں ایسے لوگ بھی مل جائیں گے جن کے ذریعہ یہ دولت مطلوبہ جگہوں پر ٹرانسفر کرائی جا سکتی تھی۔ مثلاً ان جگہوں پر جہاں کے سفر کا میں ارادہ رکھتا تھا۔

غلام سیٹھ نے مجھے علاقائی سپروائزر مقرر کیا تھا۔ اس کے بعد میری حیثیت فیلڈ آفیسر ہو گئی تھی اور ابھی مجھے اس کام سے ایک طویل سفر کرنا تھا۔ لیکن درمیان میں سے غلام سیٹھ کا رابطہ ختم ہو گیا تھا۔ چنانچہ بظاہر تو اب میرے لیے کوئی کام نہیں تھا۔ ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ میں سوئٹزرلینڈ میں جمع شدہ بے پناہ دولت لے کر اور جن جن ذرائع سے بھی دولت حاصل ہوتی' حاصل کر کے اپنے وطن واپس چلا جاتا اور یہاں ایک دولت مند انسان کی حیثیت سے زندگی بسر کرتا لیکن نہ جانے کیوں اب دنیا سے اتنی دلچسپی نہیں رہی تھی۔ بس اب تو یہی دل چاہتا تھا کہ ابھی غیر متوازی زندگی بسر کی جائے۔ کہیں بھی زندگی میں یکسانیت پیدا نہیں ہونی چاہیے۔ بعض اوقات تو بہت برے برے خیالات ذہن میں آئے۔ دل چاہتا ایک دہشت پسند زندگی گزاروں۔ انسانوں میں ہراس پھیلاؤں۔ اتنا پریشان کروں کہ وہ دہشت سے چیختے چلاتے پھریں۔ لیکن یہ خیالات بھی کبھی کبھی ذہن میں بیدار ہوتے تھے اور میں نہایت مشکل سے انہیں تھپک کر سلاتا تھا۔

الغرض ساری تیاریاں مکمل ہو گئیں اور رات کو ہم ایک بار پھر لاگن چل پڑے۔ دو جیپیں تھیں۔ پچھلی میں گولڈ مین کے چار آدمی بیٹھے تھے۔ اس کے آگے کی جیپ میں سردارے' مین' مال خریدنے والی پارٹی کا ایک نمائندہ اور گولڈ مین کا ایک اور آدمی بیٹھا تھا جو ڈرائیونگ کر رہا تھا۔

لاگن تک کا سفر خاموشی سے کٹ گیا تھا۔ اس دوران تمام لوگ خاموش رہے تھے۔ سب اپنے اپنے طور پر سنسنی محسوس کر رہے تھے۔ ہم نے پارٹی کے بندے سے بھی کوئی خاص بات چیت نہیں کی تھی۔ گولڈ مین ان لوگوں کو لے کر آ رہا تھا۔ اسے ہم سے الگ پہنچنا تھا۔ بہرحال ہم خاموشی سے ان پہاڑیوں تک پہنچ گئے۔ جہاں مزید ڈرامہ مکمل ہونے والا تھا۔ گولڈ مین کو جگہ بتا دی گئی تھی۔

تقریباً پون گھنٹہ انتظار کرنا پڑا اور پھر دور سے دو بڑی گاڑیوں کی روشنیاں نظر آئیں۔ پارٹی کے

نمائندے نے انہیں سگنل دیے تھے اور گاڑیوں کا رخ اس طرف ہو گیا۔
تھوڑی دیر کے بعد وہ قریب پہنچ گئیں۔ ان کے انجن بند ہو گئے۔ عمدہ قسم کی بڑی لینڈ روور تھیں۔
ان کے آٹھ آدمی اترے۔ نواں گولڈ مین تھا۔ ہماری گاڑیوں پر لگی سرچ لائٹیں روشن ہو گئیں اور تھوڑی
دور تک کا علاقہ منور ہو گیا۔ کسی نے اس پر اعتراض نہیں کیا تھا۔ پیچھے اترنے والے گولڈ مین کے ساتھ
ہمارے پاس پہنچ گئے!

"ہیلو!" ان میں سے ایک نے کہا۔ یہ سیاہ فام تھا اور خاصا اسمارٹ نظر آ رہا تھا۔ "میرا نام شیگی
ہے" اس نے کہا۔

"اور مسٹر شیگی یہ مسٹر میگوئن ہیں اور یہ ان کے ساتھی جیک!" گولڈ مین نے آگے بڑھ کر
تعارف کرایا۔

"بڑی خوشی ہوئی آپ سے مل کر۔ میرا خیال ہے رسمی گفتگو ہم میں سے کسی کو پسند نہیں ہوگی۔
اس لیے میں براہ راست معاملے کی بات پر آنا چاہتا ہوں" شیگی نے کہا۔

"بہت اچھی بات ہے" گولڈ مین نے کہا۔

"مطلوبہ رقم میں لے آیا ہوں۔ مال کہاں ہے؟"

"کیا خیال ہے گولڈ مین" میں نے پوچھا۔

"میرا خیال ہے مال بھی منگوا لیا جائے اور رقم اور مال کا تبادلہ ہو جائے"۔ گولڈ مین نے جواب دیا۔

"مسٹر جیک آپ ان لوگوں کے ساتھ مل کر غار خالی کرا لیں"۔

"اس کی ضرورت نہیں۔ آپ ہمیں مال وہیں چیک کرا دیں۔ اسے لے جانا ہماری ذمہ داری
ہوگی"۔

"اس میں بھی کوئی حرج نہیں ہے" میں نے کہا اور پھر میں ان لوگوں کے ساتھ چل پڑا۔ غار میں
پہنچ کر میں نے مال شیگی کے سامنے کر دیا اور اس نے کئی پیکٹ چیک کیے۔ پھر مطمئن انداز میں گردن
ہلائی۔

"میرا خیال ہے ٹھیک ہے۔ رقم کی ادائیگی کر دی جائے۔ کیا آپ کے پاس کچھ ایسے لوگ موجود
مسٹر گولڈ مین، جو یہ مال غار سے نکلوا دیں" شیگی نے پوچھا۔

"بس یہی چند افراد ہیں" گولڈ مین نے جواب دیا۔

"خیر ہمارے آدمی پہنچ رہے ہوں گے۔ یہ کام ہو جائے گا۔ مسٹر فون۔ آپ نوٹوں کے بیگ چیک
کرا دیں"۔

"آپ نے مال چیک کر لیا۔ میرا خیال ہے باہر ہی چلیں"۔ میں نے کہا۔

"آیئے! شیگی دوستانہ انداز میں بولا۔ اور پھر ہم باہر نکل آئے۔ باہر دو چھوٹے ٹرک اور آ
تھے۔ ان میں دس بارہ آدمی موجود تھے۔ شیگی کے اشارے پر وہ گولڈ مین کے آدمیوں کے ساتھ غار
چلے گئے اور مال کے پیکٹ نکالے جانے لگے۔ دوسری طرف کرنسی بکس کھول دیے گئے اور شیگی
حساب بتا رہا تھا۔

میں نے کئی بکسوں میں موجود نوٹ چیک کیے اور پھر مطمئن ہو گیا۔ نوٹوں کے بکس ہم نے

گاڑیوں میں رکھوائے۔ دوسری طرف منشیات کے پیکٹ تیزی سے ٹرکوں میں لادے جا رہے تھے۔

بظاہر تمام کام نہایت سکون اور ایمانداری سے ہو رہا تھا۔ پھر تقریباً فراغت ہو گئی۔ تب شیگی
مسکراتا ہوا بولا "بہرحال آپ لوگوں کا بہت بہت شکریہ۔ خاص طور سے مسٹر میگوئن کا جنہوں نے......" وہ
رک گیا اور ایک دراز قامت شخص کی طرف دیکھنے لگا' جو بعد میں آیا تھا۔

"باقی گفتگو آپ میرے چیف سے کریں" وہ پیچھے ہٹ گیا اور آنے والا ہمارے سامنے پہنچ گیا۔ اس
نے اپنا ہیٹ اتارا اور مسکراتے ہوئے بولا۔

"میرا نام ہوریشو ہے" اس کے ساتھ ہی اس نے سر جھکایا تھا اور سردارے کے اور میرے بدن میں
خون گرم ہو گیا۔ اس کی تصویر میں نے مکلینو کے پاس دیکھی تھی۔ مکلینو نے بتایا تھا کہ وہ اس کا
بین الاقوامی نمائندہ ہے۔ "گولڈ مین کا شکریہ خصوصی طور پر اس لیے ادا کرنا چاہیے کہ اس نے مکلینو کی
مدد کی اور ہمارا گمشدہ مال ہمیں واپس دلوا دیا۔ اور اس کے ساتھ ہی مسٹر میگوئن یا مسٹر ریتو اوہ میرا مطلب ہے
تباہ شدہ غلام گروپ کے نمائندے مسٹر راجہ نواز اصغر سے ملاقات کرائی جن کی ہمیں شدت سے تلاش
تھی۔ آخر میں اس کی آواز غراہٹ میں بدل گئی۔

☆ ☆ ☆

مکلینو کے نام ہی نے شاید گولڈ مین کو بھی چوکنا کر دیا تھا۔ ورنہ دوسری باتوں کی جو اہمیت
میری نگاہ میں تھی' اس کی نگاہوں میں نہیں ہوگی۔ وہ سمجھ ہی نہ پایا ہو گا کہ ہوریشو کیا کہہ رہا ہے۔

گولڈ مین چوکنا ہو کر ہوریشو کی طرف دیکھنے لگا۔ سیاہ فام ہوریشو پہلے ہی سے خطرناک معلوم ہو رہا
تھا۔ اس کے ہونٹوں پر ایک سفاک مسکراہٹ پھیلی ہوئی تھی۔ میں نے سردارے کی جانب دیکھا اور
سردارے نے معنی خیز نگاہوں سے میری طرف۔۔۔۔۔۔ آنکھوں ہی آنکھوں میں ہم نے ایک دوسرے کو
بتایا کہ حالات خراب ہو چکے ہیں اور چند ہی لمحات میں کچھ ہو جانے والا ہے۔ سردارے بھی مکمل طور پر اس
کے لیے تیار ہو گیا۔

"شیگی!" گولڈ مین نے اس شخص کو آواز دی جس سے اس کا معاملہ طے ہوا تھا۔

"اوہ' ڈیر گولڈ مین! میں تمہارا دوست ضرور ہوں مگر تم سب کی بدقسمتی سے ہوریشو کا غلام بھی
ہوں۔"

"لیکن مسٹر ہوریشو کیا چاہتے ہیں؟" گولڈ مین نے پوچھا۔

"تم نہیں سمجھو گے گولڈ مین۔۔۔۔۔۔ لیکن تمہارے دوست اچھی طرح سمجھ گئے ہیں۔"
شیگی مسکرا کر بولا۔

"میں سمجھنا چاہتا ہوں۔" گولڈ مین نے غراتی ہوئی آواز میں کہا۔

"اوہ مسٹر گولڈ مین! تمہارے سمجھانے کے لیے بھی مناسب انتظام کر لیا گیا ہے۔" ہوریشو نے
بدستور طنزیہ انداز میں کہا۔

"شیگی! مسٹر ہوریشو تمہارے باس ہوں گے لیکن کیا تم ان سے نہ کہو گے کہ وہ اپنے لہجے پر قابو
پائیں۔۔۔۔۔۔ ٹھیک ہے وہ کچھ بھی ہوں لیکن میں بھی گولڈ مین ہوں۔"

"اوہ میں تمہیں آئرن مین سے ملانا پسند کروں گا۔ آئرن مین یعنی تمہارا دوست ایڈگر۔۔۔۔۔۔ جسے
تم نے چیلنج کیا تھا کہ وہ تم سے مقابلہ کرے۔" شیگی بولا۔

"میرا خیال ہے کہ مقابلے کے لیے اس سے بہتر جگہ کوئی نہ ہوگی۔" ہوریشو نے جواب دیا۔ اور گولڈ مین اچھل کر پیچھے ہٹ گیا۔ اس کے چہرے پر غصے کے تاثرات نظر آرہے تھے۔

"شیگی! سودا ہو چکا ہے کیا اب تم لوگ اس میں کوئی بدمعاملگی کرنا چاہتے ہو؟" اس نے پوچھا۔

"سودا-----" ہوریشو بدستور طنزیہ انداز میں بولا۔ "کیسا سودا مسٹر گولڈ مین! اپنے دوست سے پوچھو' یہ سارا مال مکلینو کا ہے اور مکلینو نے اسے دوبارہ حاصل کر لیا ہے----- کس کی مجال ہے جو مکلینو کو دھوکہ دے کر زندہ رہ سکے۔ سنو گولڈ مین! یہ دونوں مکلینو کے مجرم ہیں۔ تمہاری لڑائی ایڈگر سے ہے۔ تم لوگ ان پہاڑوں میں فیصلہ کر لو----- باقی رہی ان کی بات----- تو ہم انہیں لیے جا رہے ہیں۔ انہیں مکلینو کے سامنے پیش کیا جائے گا اور مکلینو ہی ان کی زندگی اور موت کے بارے میں فیصلہ کر سکے گا۔" ہوریشو نے کہا۔

"کیا بکواس ہے؟" گولڈ مین غرایا اور اس نے پستول نکال لیا۔

"اوہ' مسٹر گولڈ مین! غصے میں آنے کی ضرورت نہیں ہے۔ اپنے چاروں سمت دیکھ لو۔" ہوریشو نے کہا اور ہماری نگاہیں بے اختیار چاروں طرف کا جائزہ لینے لگیں----- تقریباً" تیس پینتیس افراد رائفلوں سے مسلح کھڑے ہوئے تھے۔ رائفلوں کی نالیں ہماری طرف اٹھی ہوئی تھیں۔ اور ہم ان کے نشانے پر تھے۔

سب سے آگے ہمارے سامنے کی سمت ایڈگر کھڑا ہوا تھا۔ اس کے چہرے پر بھی خوفناک تاثرات تھے۔

"ایڈگر!" ہوریشو نے اسے آواز دی۔

"یس باس!" ایڈگر آگے بڑھ آیا۔

"مسٹر گولڈ مین موجود ہیں۔ کیا تم اپنا فیصلہ نہ کرو گے؟"

"ضرور کروں گا باس----- مسٹر گولڈ مین کا خیال تھا کہ ان کے چیلنج پر میں خاموش ہو گیا۔ لیکن میں وقت کا انتظار کر رہا تھا اور میرا خیال ہے اس سے مناسب وقت کوئی نہ ہوگا۔"

"اوہ' ایڈگر----- لومڑی کی طرح سامنے آتے ہو' میں شیروں کی طرح جنگ پسند کرتا ہوں۔ تم نے وقت کا انتظار کر کے ثبوت دیا ہے کہ تم بزدل ہو۔" گولڈ مین نے کہا۔

"بزدل نہیں ہوں گولڈ مین----- ہاں چالاک کہو۔ میں ہر طرح تمہارا مقابلہ کر سکتا تھا لیکن مجھے باس کی طرف سے احکامات ملے تھے کہ میں انتظار کروں۔ لڑائی کے لیے ایک مناسب وقت آنے والا ہے سو میں نے انتظار کیا----- ہاں' شاید تم ڈر رہے ہو گے کہ تمہارے ساتھی تمہارے ساتھ موجود نہیں ہیں۔ لیکن فکر نہ کرو میری جان! یہ لوگ جنہیں تم چاروں طرف دیکھ رہے ہو' باس کے حکم پر یہاں آئے ہیں۔ میرے اور تمہارے درمیان نہیں بولیں گے----- اور اجنبی لوگ اجنبی ہوتے ہیں۔ ان کے معاملے میں ہمیں الجھنا نہیں چاہیے----- ہم اپنی لڑائی خود لڑیں گے۔ انہیں باس کے حوالے کر دو۔"

"بکواس مت کرو لومڑی----- تیرا باپ یقیناً کوئی گیدڑ ہوگا اور تیری ماں لومڑی----- میں شیر کی اولاد ہوں اور شیر ہی کی طرح نڈر----- میں نے جنہیں دوست کہہ دیا ان کے ساتھ ہی زندگی کی آخری سانس بھی گزرے گی۔ مجھے بتاؤ تم کیا چاہتے ہو؟"

"اوہ' اس بارے میں میں بتاتا ہوں میرے دوست۔" ہوریشو آگے بڑھ کر بولا۔

"تم ہی بتاؤ----- تم اس چوہے کے باس ہو نا؟"

"ہاں----- لیکن میرا بھی ایک باس ہے۔ اور اس کا نام مکلینو ہے۔ کیا تم سفید بھیڑیے سے واقف نہیں ہو گولڈ مین؟"

"جانتا ہوں' اچھی طرح جانتا ہوں اور آج سے پہلے اس کی عزت بھی کرتا تھا۔"

"آج نہیں کرتے؟"

"نہیں۔"

"کیوں؟"

"اس لیے اس کے ماتحت تم جیسے بزدل لوگ ہیں۔"

"اوہ!" ہوریشو نے ہلکا سا قہقہہ لگایا۔ "بھلا اس میں بزدلی کی کیا بات ہے؟"

"دلیری اسے ہی کہتے ہیں؟" گولڈ مین نے پوچھا۔

"ان لوگوں سے پوچھو۔ انہوں نے مکلینو کو دھوکہ دیا تھا۔ انہوں نے مکلینو کی لانچ کو لوٹ لیا اور اس کی بیٹی کو ذلیل و خوار کیا۔ اس کے بے شمار آدمی قتل کر ڈالے----- کیا مکلینو کو انتقام کا حق نہیں پہنچتا؟" ہوریشو بولا۔

"ٹھیک ہے' لیکن اب گولڈ مین ان سے منسلک ہے۔"

"پھر بھی گولڈ مین! میں چاہتا ہوں کہ تم مجھ سے تعاون کرو۔" ہوریشو بولا۔

"ٹھیک ہے مسٹر ہوریشو میں تم سے تعاون کرنے کے لیے تیار ہوں۔ لیکن اس شرط پر کہ اس وقت ان کو کچھ نہیں کہا جائے گا' یہ میرے ساتھ آئے ہیں' میری پناہ میں ہیں----- جس وقت یہ میرا ساتھ چھوڑ دیں گے' تم ان کے خلاف اس وقت کارروائی کر سکو گے۔"

"اوہ گولڈ مین----- اپنی اوقات پر نگاہ رکھو' تم کس کے سامنے بات کر رہے ہو۔" ہوریشو کو بھی غصہ آ گیا۔ "تمہاری مجال ہے کہ مکلینو کے مجرموں کو روک سکو۔"

"میں روکوں گا-----" گولڈ مین نے آگے بڑھ کر کہا----- اور پھر اس نے دونوں ہاتھ اٹھا دیے ہمیں سوچنے سمجھنے کا موقع بھی نہ مل سکا۔ اور دوسرے ہی لمحے پہاڑوں میں چھپے گولڈ مین کے ساتھی باہر نکل آئے اور انہوں نے اندھا دھند فائرنگ شروع کر دی تھی۔

"ایڈگر' شیگی اور ہوریشو چونک پڑے تھے۔ انہوں نے پھرتی سے چھلانگیں لگائی اور پوزیشن لے لی۔ میں اور سردارے بھی آڑ میں آ گئے۔ البتہ گولڈ مین نے دونوں ہاتھوں میں پستول نکال لیے تھے۔ اور پھر اس نے اندھا دھند فائرنگ شروع کر دی تھی----- یہ دیوانگی تھی جہالت تھی' اس طرح وہ میدان میں باآسانی مارا جا سکتا تھا۔ بے شک وہ بہادر انسان تھا لیکن میں اسے اس طرح مرنے نہیں دے سکتا تھا----- چنانچہ میں نے ہمت کر کے اپنی جگہ چھوڑ دی اور گولڈ مین پر جھپٹا مارا۔ دوسرے ہی لمحے میں اسے گھسیٹتا ہوا اس جگہ لے آیا جہاں ہم نے اپنی پناہ گاہ بنائی تھی۔ گولڈ مین کسی زخمی چیتے کی طرح غرا رہا تھا۔

"اوہ----- اوہ' مجھے بزدل نہ بناؤ میرے دوست!" اس نے کہا۔

"گولڈ مین! اس میں بزدلی کی کوئی بات نہیں ہے۔ وہ سب لوگ آڑ میں ہیں' ہمارے لیے بھی پناہ گاہ

ضروری ہے۔ یہاں سے گولیاں چلاؤ' میں نے کہا اور شاید گولڈ مین کی سمجھ میں آگیا۔
بے تحاشہ فائرنگ ہو رہی تھی۔۔۔۔۔ ہوریشو اور اس کے ساتھی نجانے کس پوزیشن میں تھے
ایڈگر کے ساتھیوں نے بھی مورچے بنا لیے تھے اور رہے گولڈ مین کے ساتھی۔۔۔۔۔ تو وہ پہلے ہی مفو
مورچوں میں تھے۔ چنانچہ مقابلہ بے حد سخت ہو گیا۔ ہم لوگوں کو چند ہی ساعت کے بعد احساس ہو گیا
ہماری چلائی ہوئی گولیاں بے کار جا رہی ہیں۔ ان کا کوئی مصرف نہیں ہے۔ اصل جنگ تو گولڈ مین اور ا
کے ساتھیوں کے درمیان ہو رہی ہے۔ بہرحال آخری کارڈ میرے ہاتھ میں تھا۔۔۔۔۔ اور میں اس جنگ
بخوبی فیصلہ کر سکتا تھا۔ لیکن ابھی انتظار' تھوڑا سا انتظار۔۔۔۔۔ ورنہ گولڈ مین کی حسرت دل ہی میں
جاتی۔۔۔۔۔ دفعتاً میں نے ٹرک سٹارٹ ہونے کی آواز سنی۔ شاید ہوریشو اور اس کے ساتھی ایڈگر ا
گولڈ مین کو بھڑا کر نکل جانا چاہتے تھے۔ اس کے ساتھ ہی ہماری وین بھی سٹارٹ ہو گئی جو یقیناً ہمارے
آدمی نے نہیں سٹارٹ کی ہو گی۔ اس وین میں کرنسی موجود تھی۔

میں نے سردارے کی طرف دیکھا اور میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ آگئی۔

"گولڈ مین۔۔۔۔۔؟" میں نے گولڈ مین کی طرف دیکھا۔

"کیا بات ہے؟"

"تماشہ دکھاؤں؟"

"کیا مطلب۔۔۔۔۔ کیسا تماشہ؟"

"دیکھو وہ کرنسی بھی لے جا رہے ہیں اور مال بھی۔"

"اوہ۔۔۔۔۔ میں اس شیگی کتے سے تو اچھی طرح نمٹ لوں گا۔ مجھے بہت افسوس ہے م
دوست۔" گولڈ مین نے کہا۔

"افسوس کی بات نہیں ہے گولڈ مین۔۔۔۔۔ وہ یہاں سے کچھ نہیں لے جا سکیں گے۔" م
ٹھوس لہجے میں کہا۔

"لیکن۔۔۔۔۔ اف۔۔۔۔۔ میرے ساتھی بہت بے وقوف ہیں۔ انہیں چاہیے ٹرک پر فا
کریں اور انہیں آگے نہ جانے دیں۔"

"اس کی ضرورت نہیں ہے گولڈ مین! یہ دیکھو۔" میں نے کہا اور دوسرے لمحے میں نے ر
کنٹرول ڈائنامائیٹ کا وہ سوئچ دبا دیا جس پر اس ڈائنامائیٹ کا نمبر سیٹ تھا جو منشیات کے پیکٹ میں رکھا
تھا۔۔۔۔۔ اور اس ایک لمحے میں خوفناک دھماکہ ہوا اور ٹرک سے منشیات کے پیکٹ فضا میں اچھلنے
دوسرا' تیسرا اور پھر چوتھا۔۔۔۔۔ مال لے جانے والے تمام ٹرک دھماکوں کے ساتھ اڑ رہے تھے اور گولڈ
کا منہ حیرت سے کھلا ہوا تھا۔۔۔۔۔ پھر بات شاید اس کی سمجھ میں آگئی اور دوسرے لمحے اس نے اپ
ہیکل جسم میں مجھے چھپا لیا۔

"اوہ میگوئن۔۔۔۔۔ میگوئن میری جان۔۔۔۔۔ یہ کیا۔۔۔۔۔ یہ کیا۔۔۔۔۔؟" وہ مسر
بھرپور لہجے میں بولا۔

"گولڈ مین۔۔۔۔۔ ڈائنامائیٹ میں نے تم سے ہی طلب کیے تھے۔" میں نے جواب دیا۔

"لیکن ان کا یہ شاندار مصرف میرے وہم و گمان میں بھی نہ تھا۔" گولڈ مین قلقاری مار کر بولا۔

ٹرک شعلے پکڑ چکے تھے اور لوگ بے تحاشہ بھاگ رہے تھے۔ افراتفری کا عالم تھا۔ شاید ایڈگر کے ساتھی بھی بدحواس ہو گئے کیونکہ تھوڑی دیر کے لیے فائرنگ رک گئی تھی۔

"ابھی تو تماشہ دیکھو گولڈ مین۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا اور پھر میرے ہاتھ تیزی سے سوئچ بورڈ پر چلنے لگے۔۔۔۔۔ دیکھنا صرف یہ پڑ رہا تھا کہ ایڈگر کے ساتھیوں کا اجتماع کس طرف ہے۔ جس طرف وہ لوگ بھاگتے' اسی طرف ایک زبردست دھماکہ ہوتا اور ان کے بدن فضا میں اچھلتے نظر آتے۔ میں نے پہاڑوں میں تباہی پھیلا دی تھی۔ اور ایڈگر کے ساتھیوں کو چھپنے کے لیے بھی کوئی جگہ نہ مل رہی تھی۔

گولڈ مین کے خوفناک قہقہے گونج رہے تھے۔ وہ اپنی جگہ ناچ رہا تھا' بار بار مجھے چومنے لگتا' کبھی میرے ہاتھوں کو چومتا' کبھی گالوں کو۔۔۔۔۔ اس کی خوشی کا کوئی ٹھکانہ نہیں تھا اور سردارے بھی مطمئن انداز میں مسکرا رہا تھا۔

دفعتاً گولڈ مین مضطربانہ انداز میں چیخا۔۔۔۔۔ "اوہو۔۔۔۔۔ اوہو۔۔۔۔۔ وین بھی آگ پکڑ چکی ہے' اب ساری کرنسی جل جائے گی۔"

"تم کوشش کر سکتے ہو گولڈ مین۔۔۔۔۔ میرا خیال ہے اس وقت کوئی گولی نہیں چلائی جائے گی۔" میں نے کہا اور میرے الفاظ ابھی پورے بھی نہیں ہوئے تھے کہ گولڈ مین کرنسی کی وین کی طرف لپکا۔۔۔۔۔ اس قدر طویل القامت ہونے کے باوجود بے حد پھرتیلا تھا۔۔۔۔۔ میں نے حیرت سے اسے وین کی طرف لپکتے ہوئے دیکھا اور پھر شاید اسے وین سٹارٹ کرنے کا موقع نہ مل سکا۔ آگ وین کے نزدیک تھی۔ چنانچہ اس نے اپنے چوڑے بدن سے وین کو پیچھے دھکیلا اور اسے دھکیلتا ہوا کافی دور لے آیا۔ دوسرے لمحے وہ وین میں تھا۔ پھر اس نے وین سٹارٹ کی اور بے شمار گولیاں وین سے ٹکرائی تھیں۔ لیکن گولڈ مین اسے پہاڑی کے نزدیک لے آیا تھا جہاں ہم چھپے ہوئے تھے۔

"ویری گڈ گولڈ مین۔۔۔۔۔ ہم نے انہیں شکست دے دی ہے۔" میں نے کہا اور گولڈ مین حلق پھاڑ پھاڑ کر غرانے لگا۔

"ایڈگر۔۔۔۔۔ کتے! لومڑی کی اولاد! گیدڑ کے بچے! تو نے دیکھا کہ گولڈ مین کیا ہے۔۔۔۔۔ اب کیمپ پر میری حکمرانی ہو گی۔ تو اگر زندہ ہے تو منہ چھپا کر کسی طرف نکل جا۔ تیری نہیں چلے گی۔۔۔۔۔ ایڈگر۔۔۔۔۔ اب کیمپ پر تیری نہیں چلے گی۔" وہ بے تحاشا چیخ رہا تھا۔ لیکن جواب کسی طرف سے نہیں مل سکا۔

"گولڈ مین!" میں نے اسے آواز دی۔

"کیا بات ہے میرے دوست؟"

"میرا خیال ہے ایڈگر کے ساتھی یا تو خاموش ہو گئے ہیں یا مر چکے ہیں۔" میں نے کہا۔

"بچے کہاں ہوں گے الو کے پٹھے۔" گولڈ مین نے کہا۔

"پھر بھی اپنے آدمیوں کو آواز دو۔۔۔۔۔ معلوم تو ہو کہ ہمارا کیا نقصان ہوا ہے؟"

"اوہ۔۔۔۔۔ جنگ میں تو نفع نقصان چلتا ہی رہتا ہے میرے دوست! لیکن تم نے جس ذہانت کا ثبوت دیا ہے' میں اسے فراموش نہیں کر سکتا۔" گولڈ مین نے کہا۔

"ٹھیک ہے گولڈ مین۔۔۔۔۔ تم شاندار آدمی ہو۔ پھر بھی اپنے آدمیوں کو آواز دو۔" میں نے اس

کاشانہ تھپتھپاتے ہوئے کہا اور گولڈ مین چیخ چیخ کر اپنے ساتھیوں کو بلانے لگا۔۔۔۔۔ ایڈگر کے ساتھی یا تو ما
چکے تھے یا جو باقی بچے تھے وہ فرار ہو گئے تھے کیونکہ اب کسی طرف سے کوئی گولی نہیں چل رہی تھی۔ گولڈ
مین کے ساتھی جمع ہونے لگے۔ اور بلاشبہ وہ ایسی پوزیشن لے کر چھپے ہوئے تھے کہ انہیں بہت کم نقصان پہنچا
تھا۔ صرف چند آدمی زخمی ہوئے تھے اور دو مارے گئے تھے۔۔۔۔۔ جب کہ پہاڑیوں میں جگہ جگہ ایڈگر اور
ہوریشو کے ساتھیوں کی لاشیں پڑی ہوئی تھیں۔

"کیا خیال ہے دوستو۔۔۔۔۔ کیا ہوریشو کے ساتھی بھاگ گئے یا کوئی چال چل رہے ہیں؟" گولڈ
مین نے اپنے آدمیوں سے پوچھا۔

"نہیں ماسٹر۔۔۔۔۔ نہ وہ بھاگے ہیں نہ انہوں نے کوئی چال چلی ہے۔ ہمارا خیال ہے ان میں سے
بہت کم آدمی زندہ بچے ہیں۔" گولڈ مین کے ایک ساتھی نے جواب دیا۔

"اوہ' تو آؤ پھر۔۔۔۔۔ لاشیں تلاش کریں۔" گولڈ مین بولا اور وہ سب پہاڑیوں میں بکھر
گئے۔۔۔۔۔ ہم بھی ان کا ساتھ دے رہے تھے۔ بڑا خوفناک منظر تھا۔۔۔۔۔ ٹرک جل رہے تھے۔ دور دور
تک لاشیں بکھری نظر آ رہی تھیں۔ جلی ہوئی منشیات کی بو چاروں طرف پھیل رہی تھی۔ انسانی لاشیں
بکھری ہوئی تھیں۔ ایسا لگ رہا تھا جیسے دو فوجیں آپس میں لڑ پڑی ہوں اور خون ہی خون بکھر گیا ہو۔

گولڈ مین نے اپنے ساتھیوں کے ایک حصے کو کچھ ہدایات دیں اور وہ سب جلتے ہوئے ٹرکوں کی طرف
دوڑ پڑے۔ پھر میں نے دیکھا کہ وہ آگ سے بچ جانے والے پیکٹ جلدی جلدی اٹھا کر آگ سے دور لے جا
کر جمع کر رہے ہیں۔۔۔۔۔ گولڈ مین گٹھلیوں کے دام وصول کر رہا تھا۔

ایڈگر کی لاش انہیں پہاڑوں پر مل گئی۔ لیکن کافی کوشش کے باوجود نہ توشیگی اور نہ ہوریشو کی
لاشیں ہمیں مل سکیں۔ گویا یہ لوگ یہاں سے نکل گئے تھے لیکن کس طرح؟ کیا پیدل یا پھر یہیں کہیں
پہاڑوں میں ایسی جگہ چھپے ہوئے ہیں جہاں ہم انہیں نہیں دیکھ سکتے۔۔۔۔۔ اس بارے میں مزید تلاش کے
باوجود کوئی بات معلوم نہ ہوئی اور ہم سب اپنے کاموں سے فارغ ہو گئے۔

گولڈ مین کی خوشی کی انتہا نہ تھی۔ کرنسی ہمارے قبضے میں تھی اور گولڈ مین کا منافع بھی۔۔۔۔۔ اس
نے اپنے تمام ساتھیوں کو جمع کر لیا اور پھر اپنا ٹرانسپورٹ منگوا لیا۔۔۔۔۔ گولڈ مین کے تمام آدمی ٹرک میں
سوار ہو گئے اور ہم کرنسی وین میں آ بیٹھے۔ سردارے اور گولڈ مین بھی میرے ساتھ تھے۔ میں نے وین
سٹارٹ کر کے آگے بڑھا دی۔

"کیا ہمیں ایک شاندار کامیابی نصیب نہیں ہوئی ہے مسٹر میگوئن۔۔۔۔۔؟" گولڈ مین نے پوچھا۔

"یقیناً۔۔۔۔۔ لیکن ہوریشو نکل گیا۔"

"اوہ۔۔۔۔۔ تم فکر نہ کرو' وہ کتا ہمارا کچھ نہ کر سکے گا۔" گولڈ مین نے پر جوش انداز میں کہا۔

"ٹھیک ہے گولڈ مین۔۔۔۔۔ لیکن بہرحال دشمنوں سے ہوشیار رہنا چاہئے۔"

"تو ہوشیار رہیں گے میری جان۔۔۔۔۔ فکر کیوں کرتے ہو۔ میرا دل چاہ رہا ہے تمہیں اٹھا کر ناچنے
لگوں۔ تم نے ایسا کارنامہ انجام دیا ہے جس کا میں تصور بھی نہیں کر سکتا تھا۔" گولڈ مین نے ہنستے ہوئے کہا۔

"بہرحال مکلینو سے اب تمہاری بھی جنگ چھڑ گئی۔" میں نے کہا۔

"اوہ بلاشبہ سفید بھیڑیا ان علاقوں میں خطرناک سمجھا جاتا ہے۔ لیکن گولڈ مین بھی چوہا نہیں

ہے۔ تو میری مالی پوزیشن بہت مضبوط ہے۔ اور میں اپنی دولت کے سہارے ایک ایسا گروہ بناؤں گا جو
مکلینو کو شکست فاش دے سکے۔" گولڈ مین نے کہا۔

"ٹھیک ہے۔۔۔۔۔ بہرحال تم بہتر سمجھتے ہو۔" میں نے لاپرواہی سے شانے ہلائے۔۔۔۔۔ میرا
ذہن نہایت تیزی سے کام کر رہا تھا۔ ہوریشو۔۔۔۔۔ مکلینو کا بین الاقوامی نمائندہ۔۔۔۔۔ تو وہ لوگ
میری ساری اصلیت سے واقف ہو چکے ہیں۔ ہوریشو اگر مارا بھی جاتا تو اس سے کچھ فرق نہ پڑتا تھا۔
مکلینو کے ہاتھ کافی لمبے تھے۔ اس کے بارے میں مجھے تھوڑی بہت معلومات حاصل ہو چکی تھیں۔ میرا
خیال تھا کہ راستے میں کوئی حادثہ پیش نہ آ جائے۔ لیکن بہرحال ہوریشو اب کوئی جن بھی نہیں تھا۔ جن
حالات میں اسے وہاں سے فرار ہونا پڑا تھا وہ اس کے وہم و گمان میں بھی نہ ہوں گے۔ بلاشبہ ایڈگر کے ساتھ
بھی معمولی افراد نہیں تھے اور وہ یقیناً کچھ کر دکھاتے اگر میں ڈائنامائیٹ کا چکر نہ چلاتا۔ ڈائنامائیٹ کا جو استعمال
میں نے کیا وہ کام آیا اور بروقت رہا۔ اگر غور کیا جاتا تو یہ مکلینو کے لیے ایک اور شکست فاش
تھی۔۔۔۔۔ اور قسمت نے ہمیشہ ہی میرا ساتھ دیا تھا۔ بات صرف مکلینو ہی کی نہیں تھی جو بھی مجھ
سے ٹکرایا بالآخر اسے فنا ہونا پڑا۔

لیکن اس بات میں غرور نہیں تھا۔۔۔۔۔ گولڈ مین کافی تیز رفتاری سے وین چلا رہا تھا اور اس کے
ساتھی بھی زیادہ دور نہیں تھے۔ وہ سب کے سب مسلح تھے اور پوری طرح ہوشیار اور چوکنا بھی تھے۔ راستے
میں کوئی خاص واقعہ پیش نہ آیا اور بالآخر ہم کیمپ پہنچ گئے۔۔۔۔۔ گولڈ مین نے کرنسی اتروائی اور اندر پہنچا
دی۔ اس کا بس نہیں چل رہا تھا ورنہ وہ خوشی سے پاگل ہو جاتا۔۔۔۔۔ اتنی ساری کرنسی شاید اس نے زندگی
میں نہیں دیکھی تھی' سارے کیمپ میں وہ شور مچاتا پھر رہا تھا اور کہہ رہا تھا کہ اب ایڈگر کا کاروبار نہیں چلے
گا۔۔۔۔۔ اب صرف گولڈ مین ہے اور گولڈ مین ہی رہے گا۔

لوگ حیرت سے اس کی باتیں سن رہے تھے۔ لیکن مجھے اس کی یہ بات پسند نہیں تھی۔ اس طرح
پولیس بھی ہماری طرف متوجہ ہو سکتی تھی' جس کا بظاہر یہاں کوئی عمل دخل نہیں تھا۔ لیکن پھر بھی وہ اس
ملک کا امن و امان تو سنبھالے ہوئے تھی۔

ہم دونوں کیمپ میں اپنے خیمے میں تھے۔ سردارے نے ابھی تک مجھ سے کوئی بات نہ کی تھی۔ ہم
صرف باہر کی طرف نگاہ رکھے ہوئے تھے۔ پھر فلورا آ گئی اور ہم دونوں چونک کر اسے دیکھنے لگے۔

"ہیلو مسٹر میگوئن!" اس نے مجھے مخاطب کیا۔

"کیا بات ہے مس فلورا؟"

"یہ گولڈ مین کو کیا ہو گیا ہے؟"

"پتہ نہیں۔۔۔۔۔ شاید اس نے اپنے دشمن کو شکست دے دی ہے۔"

"مجھے حیرت ہے یا ایڈگر اس کے ہاتھوں شکست کھا گیا ہے؟" فلورا حیرت سے بولی۔

"گولڈ مین تو یہی کہہ رہا ہے۔" میں نے جواب دیا۔

"تمہیں اس بارے میں نہیں معلوم؟"

"نہیں۔۔۔۔۔ میں نے ابھی گولڈ مین کی باتیں نہیں سنی ہیں۔"

"اوہ۔۔۔"
نے کہا اور پھر تشویشناک انداز میں بولی۔ "اگر یہ بات بڑھ گئی تو اچھا نہ ہو گا۔"

"کیوں مس فلورا؟"

"بس یوں ہی ------ لڑائی سے جس قدر دور رہا جائے بہتر ہے۔"

"ٹھیک ہے ------ گولڈ مین کو سمجھاؤ۔"

"میں سمجھاؤں؟"

"پھر؟"

"میرا خیال ہے کہ اس کے لیے تم بہتر رہو گے۔" فلورا نے کہا۔

"ٹھیک ہے براہ کرم آپ اسے میرا پیغام پہنچا دیں کہ میں اسے اپنے خیمے میں طلب کر رہا ہوں" میں نے کہا اور فلورا گردن ہلاتی ہوئی باہر نکل گئی۔

"استاد!" سردارے گہری سانس لے کر بولا۔

"ہاں ------ میرے ہونہار شاگرد!"

"اب کیا ہوگا استاد؟"

"کیوں خیریت؟"

"خیریت کیا چیز ہوتی ہے استاد؟" سردارے مسخرے پن سے بولا۔

"اوہ ------ ہاں ------ اس کے بارے میں تو مجھے بھی معلوم نہیں۔ ممکن ہے یہ لفظ ایجاد ہو گیا ہو۔"

"کم از کم ہم دونوں کے لیے تو بے مقصد ہی ہے استاد۔" سردارے بھرائے ہوئے لہجے میں بولا۔

"تم کچھ زیادہ ہی پریشان نظر آ رہے ہو۔ سردارے!" میں نے پوچھا۔

"لفظ پریشان مناسب نہیں ہے استاد!"

"پھر!"

"بس یونہی، نہ جانے ذہنی کیفیت کیوں عجیب سی ہو رہی ہے۔"

"وجہ؟"

"وجہ بھی کوئی خاص نہیں ہے۔" سردارے نے جواب دیا۔

"پھر جاؤ اپنے سر پر تھوڑا سا ٹھنڈا پانی ڈالو۔ سب ٹھیک ہو جائے گا۔"

"نہیں استاد ------ نہ جانے کیوں میرے ذہن میں ایک خلش سی پیدا ہو گئی ہے۔"

"بیوقوف آدمی! خلش کی کوئی وجہ تو ہو گی۔"

"سچ کہتا ہوں استاد! کوئی وجہ نہیں محسوس ہو رہی۔"

"تو پھر میرا سر کیوں کھا رہا ہے ------ ہیں؟" میں نے جھلائے ہوئے انداز میں کہا۔

"پھر کیا کھاؤں استاد؟"

"اوہ ------ تو بھوک لگ رہی ہے؟"

"ہاں ------ یہی سمجھ لو۔"

"گولڈ مین کو آ جانے دو، میں کھانے کا بندوبست کر دیتا ہوں۔" میں نے کہا اور سردارے سانس لے کر سر جھٹکنے لگا۔ تھوڑی دیر کے بعد گولڈ مین آیا۔ اس کا چہرہ خوشی سے چمک رہا تھا۔

قہقہے لگا رہا تھا۔

"کیا شور مچاتے پھر رہے تھے گولڈ مین؟"

"اوہو ------ تم اس شور کا نتیجہ تو دیکھو۔" گولڈ مین ہنس کر بولا۔

"کیوں ------ کیا نتیجہ نکلا؟"

"ارے، سب ادھر ہی دوڑے آ رہے ہیں اور ایڈگر کا اڈہ خالی ہو گیا ہے۔"

"کیا اس کے کچھ اور ساتھی بھی موجود ہیں؟"

"نہیں تھے کہو ------ جو تھے سو بھاگ گئے۔ شاید میری واپسی سے ہی انہوں نے نتیجے کا اندازہ کر لیا ہو گا۔"

"ہوں ------ تو اب سنجیدہ بھی ہو جاؤ گولڈ مین!"

"میری جان ------ صرف آج سنجیدہ ہونے کے لیے نہ کہو۔" گولڈ مین چہکتا ہوا بولا۔

"حالانکہ یہ ضروری ہے گولڈ مین!"

"کیا مطلب؟"

"ہمیں ہوریشو اور شیگی کی لاش نہ مل سکی تھی۔"

"وہ بھی مل جائے گی۔" گولڈ مین اسی انداز میں بولا۔

"جب تک نہیں ملتیں گولڈ مین ------ اس وقت تک ہوشیار رہنا تو ضروری ہے۔"

"تم فکر نہ کرو ------ میں نے کیمپ کے چاروں طرف اپنے آدمیوں کو متعین کر دیا ہے۔ اب میں بھی اتنا احمق نہیں ہوں میرے دوست۔"

"ٹھیک ہے ------ بہرصورت تمہارا اب کیا پروگرام ہے؟"

"کچھ نہیں۔ بیٹھیں گے ------ میں اپنے کام سے فارغ ہو گیا ہوں۔" اس نے کہا۔

"تب کچھ کھانے کے لیے منگواؤ۔"

"اوہ، ہاں ------ ضرور۔" گولڈ مین خود ہی اٹھا اور دوڑتا ہوا باہر نکل گیا۔

"خوشی سے پاگل ہو رہا ہے بے چارہ۔" میں نے اسے دیکھتے ہوئے سردارے سے کہا۔

"دولت ایسی ہی چیز ہے استاد۔"

"میں نہیں مانتا ------ دولت کیا حیثیت رکھتی ہے۔ ابھی ہمارے پاس کرنسی نوٹوں کے انبار تھے [illegible] ہیں ------ لیکن تمہارے چہرے پر وہ رونق نہیں ہے، تمہارے انداز میں وہ خوشی نہیں ہے۔" میں نے سردارے سے کہا۔

"ہماری بات اور ہے استاد ------ ہر آدمی تو ہماری طرح دنیا کی ہر چیز سے بے نیاز نہیں ہے۔"

"کسی کی کوئی بات نہیں ہے سردارے! سب چلتا ہے۔"

"خود تمہارا کیا خیال ہے استاد؟"

"کس بارے میں؟"

"میرا مطلب ہے ہوریشو ------؟"

"ہاں، وہ خطرناک آدمی نکل گیا ہے۔"

"لیکن استاد ---- وہ لوگ یہاں پہنچے کیسے؟"
"کیوں؟" میں نے سردارے کو دیکھا۔ لیکن اس نے اس بات کا کوئی جواب نہیں دیا۔ پھر بولا
"ویسے ان لوگوں نے تو کوشش کی تھی کہ گولڈ مین کو بھی ہماری نگاہوں میں مشکوک بنا دیں۔"
"ہاں ---- انہوں نے کچھ ایسے الفاظ کہے تھے۔" میں نے جواب دیا۔
"تمہارے ذہن میں کوئی گڑبڑ تو نہیں استاد!"
"کیا گڑبڑ ہو سکتی ہے؟" میں نے پوچھا۔
"کیا تم گولڈ مین پر کوئی شبہ کر سکتے ہو؟" سردارے نے پوچھا۔
"ارے نہیں، وہ ایسا نہیں ہے ---- کیا تم شبہ کر رہے ہو؟" میں نے پوچھا۔
"نہیں ---- ان حالات میں تو بالکل نہیں ---- وہ تو واقعی وفادار شخص نکلا۔"
"مجھے پہلے بھی کوئی شبہ نہیں تھا۔"
"مجھے معلوم ہے استاد۔"
"پھر تم کس بارے میں پوچھ رہے ہو؟"
"میرا مطلب ہے کیا مکلینو کے کچھ اور آدمی یہاں موجود نہیں ہوں گے ---- کیا وہ اور کوئی کوشش نہیں کرے گا؟"
"یقیناً کرے گا۔"
"تو اس کے لیے تم نے کیا سوچا ہے؟"
"فکر مند ہو سردارے؟" میں نے اسے گھورا۔
"اب میں، نہیں کہوں گا تو مجھے خود شرمندگی ہو گی استاد ---- یہ جملہ تو مجھ سے نہ پوچھا (جائے تو) بہتر ہے۔ ارے سردارے کس کے لیے فکر مند ہو گا؟ کون ہے جس کا دنیا میں ---- تنہا ہے ---- گولی کسی وقت بھی بدن چاٹ لے، سردارے کو پرواہ نہیں ہے۔ لیکن جب تک زندہ ہیں استاد تو سوچنا تو ضروری ہے۔"
"ٹھیک کہتے ہو ---- یہ بتاؤ کیا سوچیں؟"
"کئی باتیں ہیں۔" سردارے نے کہا۔
"مثلاً؟"
"کرنسی یہاں سے کیسے لے جاؤ گے استاد؟"
"اوہ ---- تو تمہیں یہ فکر کھائے جا رہی ہے۔"
"دیکھو دیکھو استاد ---- سردارے پر ایسا بڑا الزام نہ دو۔"
"پھر کیوں پریشان ہو؟"
"ارے تو کیا نوٹوں کے اس ڈھیر کو یہیں آگ لگا دو گے یا اس پہاڑ کے سپرد کر دو گے؟"
"یار سردارے ---- وہ پہاڑ واقعی اتنا پیارا ہے کہ اگر ہم یہ ساری کرنسی اسے دے (دیں تو) بری بات نہ ہو گی۔"
"دے دو استاد ---- سردارے کو کیا پرواہ ہے؟"

"نہیں سردارے ---- جس لیے یہ سارا چکر چلایا ہے وہ تو کرنا ہی پڑے گا۔"
"اوہو ---- تو اس سلسلے میں کیا کوئی خاص پروگرام ہے استاد؟"
"ہاں ہاں ---- کیوں نہیں؟"
"تم ہر سلسلے میں بے حد گہرے انسان ہو استاد ---- مجھے بھی تو بتاؤ کیا پروگرام ہے؟"
"سردارے! غلام سیٹھ کا گروہ اب ختم ہو چکا ہے، اور اب باہر کے ملکوں میں ہمارے لیے وہ آسانیاں نہیں رہی ہیں جو غلام سیٹھ کی زندگی میں ہمیں حاصل تھیں ---- چنانچہ اب مختلف ممالک میں کرنسی کی ضروریات پوری کرنے کے لیے ضروری نہیں ہے کہ ہمیں اتنی ہی آسانیاں مل جائیں۔ چنانچہ یہ سب کچھ جو ہم نے حاصل کیا ہے میں چاہتا ہوں کہ مختلف ممالک کے بینکوں میں اسے ٹرانسفر کر دوں۔ تاکہ ہمیں ہر جگہ آسانیاں مل سکیں۔" میں نے کہا اور سردارے ستائش بھری نظروں سے مجھے دیکھنے لگا ---- پھر بولا۔
"اوہ ---- یہ تو عمدہ خیال ہے استاد ---- بلکہ نہایت ہی عمدہ۔ اس طرح ہم بڑے اطمینان سے کسی بھی ملک میں جا سکتے ہیں۔ لیکن ایک بات اور بتاؤ گے باس؟"
"ہاں ہاں پوچھو!"
"تمہارا اتنا روپیہ سوئٹزر لینڈ میں بھی تو ہے ---- میرا خیال ہے تم جس وقت اور جس ملک میں طلب کرو مل جائے گا۔"
"حماقت کی بات مت کیا کرو سردارے ---- کیا ہماری شخصیت ایسی ہے کہ ہم کہیں بھی بیٹھ کر آزادانہ طور پر اپنا کام کر سکیں۔ ظاہر ہے سوئٹزر لینڈ سے روپیہ منگوانے کے لیے بہت سی کارروائیاں کرنا پڑیں گی اور ہم اس پوزیشن میں نہیں ہیں۔"
"سوری باس ---- میں نے بس یونہی کہہ دیا تھا۔ تم ٹھیک کہہ رہے ہو۔" سردارے نے کان دباتے ہوئے کہا۔ کافی دیر تک خاموشی چھائی رہی پھر سردارے ہی بولا۔ "بہرحال آج کا یہ ہنگامہ بھی خوب رہا ---- لیکن اب پروگرام کیا ہے؟"
"پروگرام ----" میں نے پرخیال انداز میں گردن ہلائی۔
"ہاں باس ---- عقل مندی کا تقاضا یہی ہے کہ اب گولڈ مین کے کیمپ کو چھوڑ دیا جائے۔"
"ہاں ---- شاید تم ٹھیک کہہ رہے ہو۔ بہرحال یہاں پر ہماری نسبت ہوریشو کے ہاتھ زیادہ مضبوط ہوں گے ---- اپنے سلسلے میں تو گولڈ مین خود نمٹ سکتا ہے لیکن ہماری بات دوسری ہے۔" میں نے کہا۔
"دوسری بات سے کیا مراد ہے استاد؟"
"میرا مطلب ہے بات صرف مکلینو ہی کی نہیں ہے بلکہ انٹرپول بھی تو ہماری دشمن ہے۔"
"خدا کی قسم باس ---- میں بھی یہی کہنا چاہتا تھا۔"
"تمہارا کیا خیال ہے سردارے اب ہمیں کیا کرنا چاہیے۔"
"فوری طور پر یہاں سے اپنی کرنسی سمیٹو استاد ---- گولڈ مین کو اس کا حصہ دو اور نکل چلو۔"
"ہوں۔" میں نے پرخیال انداز میں گردن ہلاتے ہوئے کہا۔ "کہاں نکل چلیں سردارے؟"

"ارے میرا مطلب ہے یہاں سے کہیں بھی ------ فوری طور پر ہم کسی ہوٹل میں بھی اپنے قیام کا بندوبست کر سکتے ہیں۔ یعنی بدلی ہوئی شکل میں۔"

"ہوریشو اگر بے وقوف نہیں ہے تو کیا وہ کیمپ میں ہماری نگرانی نہیں کرے گا ------ جب کہ اسے معلوم ہے کہ ہم گولڈ مین کے ساتھ ہیں۔"

"ضرور کرے گا باس۔" سردارے نے مجھے دیکھتے ہوئے کہا۔

"کرے گا ------ نہیں کر رہا ہو گا۔"

"اوہ ------ اتنی جلد؟"

"کیا خیال ہے سردارے! یہ بھی ممکن ہے کہ ابھی کیمپ میں وہ اپنے آدمی نہ پہنچا سکا ہو۔ لیکن کیونکہ وہ زندہ نکل گیا ہے اس لیے یہ یقینی امر ہے اور اس نے ہمیں نظر انداز نہیں کیا ہو گا ------ ایسی شکل میں ہم اگر کیمپ سے نکلتے ہیں تو میرا خیال ہے ہمیں خطرہ پیش آ سکتا ہے۔"

"اگر اس نے اتنا ہی فوری عمل کیا ہے باس! تو ہمیں یقینی طور پر خطرہ پیش آ سکتا ہے۔"

"چنانچہ میرے ذہن میں ایک اور تجویز ہے۔"

"کیا باس؟"

"چہرے تبدیل کیے جا سکتے ہیں اور ہم ان بدلے ہوئے چہروں کے ساتھ کیمپ کے دوسرے حصے میں بھی منتقل ہو سکتے ہیں۔"

"اوہ' تمہارا مطلب ہے یہیں کے یہیں۔"

"ہاں۔ یہ زیادہ بہتر ہے۔"

"بہتر ------ میں کہتا ہوں باس! بہترین ترکیب ہے پھر کسی وقت موقع پا کر نکل چلیں گے۔"

"بالکل ------ یہی خیال میرے ذہن میں بھی ہے۔"

"تو پھر گولڈ مین سے بات کی جائے؟"

"سردارے میں چاہتا ہوں گولڈ مین سے بھی بات نہ کی جائے۔"

"اوہو ------ کیا مطلب استاد؟"

"احمق ہو بالکل ------ اتنے گہرے معاملات میں کسی کو بھی راز دار بنانا حماقت ہے۔ تم جاؤ ------ میک اپ کرو' پھر ایک خیمہ حاصل کر کے کسی ایسی مناسب جگہ لگاؤ جہاں سے ہم حالات پر بھی نظر رکھ سکیں۔"

"او کے باس!" سردارے مستعدی سے کھڑا ہو گیا اور چند سیکنڈ کے بعد باہر نکل گیا ------ اس کے جانے کے بعد میں گہری سوچ میں ڈوب گیا۔ بہرحال جو کچھ ہوا تھا میری توقع کے خلاف نہیں تھا ------ میں جانتا تھا کہ مکلینو مجھے اس آسانی سے نظر انداز نہیں کرے گا۔ رہی بات گولڈ مین کی تو اس کا اندازہ مجھے بخوبی ہو گیا تھا ------ گولڈ مین ایک مخلص اور قابل اعتماد شخص تھا ------ اس نے کوئی دھوکہ دہی نہیں کی تھی۔ بس کسی طرح شیگی کے چکر میں پھنس گیا ہو گا۔ وہ بھی انسان ہی تھا' دھوکہ اسے بھی ہو سکتا تھا۔ سردارے کو گئے ہوئے کافی دیر گزر گئی۔ ایک بار پھر گولڈ مین میرے پاس پہنچ گیا۔ اس کے انداز میں وہی مسرت نمایاں تھی۔

"ہے ------ میگوئن!" اس نے چہکتے ہوئے انداز میں کہا۔

"گولڈ مین۔" میں نے جواب دیا۔

"کیا سوچ رہے ہو دوست؟" اس نے پوچھا۔

"کچھ نہیں گولڈ مین ------ بس تمہارا انتظار کر رہا تھا۔"

"اوہو ------ کوئی خاص کام؟"

"ہاں' میں چاہتا ہوں اس سلسلے میں کوئی خاص قدم اٹھایا جائے۔"

"اتنی جلدی میگوئن؟"

"کیوں ------ تم دیر کیوں کرنا چاہتے ہو؟"

"اوہ ------ میں کچھ نہیں چاہتا میرے دوست! میرے بارے میں کسی غلط فہمی کا شکار نہ ہونا۔ تم انسان ہو' حالانکہ اس کتے ہوریشو نے میرے اور تمہارے درمیان غلط فہمی پیدا کرنے کی ہر ممکن کوشش کی تھی۔ اور اس وقت میں واقعی بوکھلا گیا تھا۔ اس وقت اگر تم میرے بارے میں غلط انداز سے سوچ لیتے تو کیا ہوتا ------ لیکن تم گریٹ ہو' تم نے اس پر توجہ نہیں دی۔ یقین کرو میرے دوست! گولڈ مین [illegible] کا یار ہے' دھوکے سے اسے سخت نفرت ہے۔"

"میں جانتا ہوں گولڈ مین! خوب اچھی طرح جانتا ہوں۔ اگر میں تمہیں نہ جانتا تو کبھی تم پر بھروسہ نہ [illegible]"

"بہت بہت شکریہ میرے دوست! گولڈ مین کو کبھی تم غدار نہ پاؤ گے' اب مجھے بتاؤ کیا چاہتے ہو؟"

"میں تم سے ایک خدشے کا اظہار کر چکا ہوں ------ ہوریشو نکل گیا ہے اور وہ بہرحال مکلینو [illegible] کا پل ہے۔"

"ہاں ------ میں جانتا ہوں۔ لیکن تم کیا سوچ رہے ہو؟"

"یہی کہ وہ آسانی سے نہیں بیٹھے گا۔"

"ہم بھی تو آسانی سے نہیں بیٹھیں گے ------ تم فکر کیوں کرتے ہو میرے دوست۔ میرے آدمی کیمپ کے چاروں طرف متعین ہیں۔ وہ حالات پر پوری پوری نگاہ رکھے ہوئے ہیں۔ ہمیں کوئی خطرہ نہیں آ سکتا۔ تم بے فکر رہو۔"

میں خاموش ہو کر گولڈ مین کی شکل دیکھنے لگا۔ میں نے سوچا اس شخص کا دل توڑنا مناسب نہیں ہے ظاہر ہے کہ وقتی طور پر تو مجھے اس کے تعاون کی ضرورت ہے۔ چنانچہ کام اس انداز میں کیا جائے کہ افسوس نہ ہو اور وہ محسوس بھی نہ کرے۔ چنانچہ وقتی طور پر میں نے خاموشی اختیار کر لی۔ ہاں سردارے کے سپرد میں نے جو کام کیا تھا اس سے مطمئن تھا۔

"لڑکی کہاں ہے گولڈ مین؟"

"میرے خیمے میں موجود ہے اور میں صرف اس بات کا انتظار کر رہا ہوں کہ تم اس کو اپنی تحویل میں لے لو۔"

"آؤ ------ حساب کر لیں۔" میں نے کہا۔

"جیسی تمہاری مرضی میرے دوست ------ میں اپنا حصہ لینے کے لیے بے چین نہیں ہوں

کیونکہ میں جانتا ہوں کہ تم بھی میری مانند وعدے کے پابند ہو اور بہادر آدمی کبھی وعدہ خلاف نہیں ہو
"شکریہ گولڈ مین آؤ۔" میں نے کہا ------ اور گولڈ مین مجھے اپنے ساتھ لے کر اس خیمے
گیا جہاں اس نے کرنسی نوٹ بحفاظت رکھے ہوئے تھے ------ خیمے کے باہر اس نے اپنے کچھ آدمی کھڑ
دیے اور اندر ہم لوگ حساب کرنے لگے ------ میں نے گولڈ مین کو اس کا مقرر کردہ حصہ دے دیا
کرنسی نوٹ بنڈلوں کی شکل میں باندھ دیئے گئے۔

"اسے میرے خیمے میں پہنچوا دو۔" میں نے کہا۔

"بہتر ------ میں تھیلوں کا بندوبست کرلوں۔ کھلا ہوا لے جانا ٹھیک نہیں ہے۔" گولڈ مین
اور میں نے اسے اجازت دے دی۔ تھوڑی دیر کے بعد کرنسی کے تھیلے ہمارے خیمے میں منتقل ہو
تھے ------ میں نے گولڈ مین کی طرف دیکھا۔

گولڈ مین اس معاملے میں پوری پوری دیانتداری کا ثبوت دے رہا تھا۔ اس کے ماتھے پر کوئی
نہیں آئی تھی۔ بلکہ وہ نہایت خوش تھا۔ بلاشبہ وہ ایک معاملہ فہم آدمی تھا اور بات کا پکا ------ مجھ
پوری طرح اعتماد ہو گیا تھا۔ تھوڑی دیر تک وہ میرے ساتھ بیٹھا رہا پھر اجازت لے کر چلا گیا۔ گویا
مکمل ہو چکا تھا۔

لیکن یہ سوچ صرف گولڈ مین کی تھی ------ گولڈ مین کی دانست میں سارا کام مکمل ہو
میرے خیال میں ابھی بہت سے کام باقی تھے۔ خود گولڈ مین کی زندگی کو بھی خطرہ تھا۔ بشرطیکہ وہ اسے
کرتا۔ لیکن میں نے اندازہ لگایا تھا کہ گولڈ مین بھی انہی عام لوگوں کی طرح ہلکے ذہن کا مالک تھا جو ایک
پر اتنے نازاں ہو جاتے ہیں کہ بعد کے خدشات بھول جاتے ہیں۔ جب کہ میرا اصول یہ تھا کہ کسی وقتی
پر اتنے نازاں نہ ہو جاؤ کہ بعد میں نقصانات کا اندیشہ رہے۔

تقریباً" ایک گھنٹے کے بعد سردارے بدلی ہوئی شکل میں میرے سامنے پہنچ گیا ------ اس
اطلاع دی تھی کہ اس نے خیمے کا انتظام کرلیا ہے۔

"ویری گڈ ------ تو سردارے میری جان! اب تمہیں یہ تھیلے اس خیمے میں منتقل کرنے ہیں
"اوہ ------ ان میں کیا ہے باس؟"

"کرنسی۔" میں نے جواب دیا۔

"واہ ------ تو کیا حساب کتاب ہو گیا؟"

"ہاں"

"ٹھیک ہے باس لیکن کیا یہ تھیلے ہم خیمے میں اسی طرح کھلے چھوڑ دیں گے؟"

"نہیں سردارے ------ میرا خیال ہے یہاں بھی ہمارے آباؤ اجداد کا وہی پرانا طریقہ
آئے گا ------ یعنی تھیلے زمین میں دفن کر دیے جائیں گے۔"

"اوہو استاد ------ ان کے لیے تو کافی جگہ کھودنی پڑے گی۔"

"ڈرتے ہو محنت سے؟"

"ارے نہیں ------ اور پھر کرنسی کا معاملہ ہے کون ڈرتا ہے۔"

"تو پھر چلو' ایک ایک کر کے تھیلے لے جاؤ۔"

"اور وہاں چھوڑ آؤں؟"

"ہاں سردارے ------ کسی چیز کی حفاظت کرنے کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ اس کی طرف سے
لاپرواہ ہو جاؤ تاکہ دوسرے لوگ بھی اس کی اہمیت کو نظرانداز کر دیں۔"

"بات تو ٹھیک ہے استاد ------ لیکن بعض اوقات اتفاقات دوسروں کو عیش کرا دیتے ہیں۔"

"اوہ' کسی بھی مسئلے میں اس قدر پریشان نہ ہوا کرو۔ ہم صرف اپنی سانسوں کی حفاظت کریں تو
ٹھیک ہے۔ باقی کسی چیز کی حفاظت ہم نہیں کر سکتے۔ یہ سب کچھ ہمارے دائرہ اختیار سے باہر ہے یہاں تک
کہ ہمارے سانس بھی جب کہ سب سے زیادہ اہمیت ہمارے لیے وہی رکھتے ہیں۔"

"ٹھیک ہے ٹھیک ہے ------ میں تھیلے لے کر جا رہا ہوں۔" سردارے نے کہا اور پھر اس نے
نہایت اطمینان سے ایک تھیلے کو اپنے کندھے پر لاد لیا۔ اور خاموشی سے خیمے سے باہر نکل گیا۔

میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی تھی۔ گولڈ مین جس طرح مجھ سے اجازت لے کر گیا تھا اس
سے اندازہ ہوتا تھا کہ فی الحال وہ مجھ سے ملنے کا کوئی ارادہ نہیں رکھتا۔ اس لیے کم از کم میں اس کی طرف سے
مطمئن تھا کہ وہ ابھی نہیں آئے گا۔ سردارے ایک تھیلا چھوڑ آیا تھا اور پھر دوسرا تھیلا لے گیا اور اس کے
بعد میں بھی اس کے ساتھ چل پڑا۔ میک اپ کا سامان میں نے اپنے ساتھ لے لیا تھا اور اس کے ساتھ ہی
زمین کھودنے کے کچھ اوزار بھی ------ جو پہلے سے ہی میرے پاس موجود تھے۔

سردارے نے خیمے کے لیے نہایت مناسب جگہ کا انتخاب کیا تھا۔ بلاشبہ وہ اس معاملے میں ذہین
آدمی ثابت ہوا تھا۔ مجھے کبھی اس کی ذات سے کوئی الجھن نہیں ہوئی تھی۔ یعنی جو کام میں نے اس کے سپرد
کیا اس نے وہ کام نہایت خوش اسلوبی سے انجام دیا ------ پھر ہم زمین کھودنے میں مصروف ہو گئے اور
تھوڑی دیر کے بعد اس کام سے بھی فارغ ہو گئے ------ یعنی آج کی رات پوری ان کاموں میں صرف ہو
گئی تھی اور جب صبح کی روشنی پھوٹ رہی تھی تو ہم سونے کے لیے لیٹے اور ہماری پشت کے نیچے کرنسی نوٹ
تھے۔ یعنی وہ جگہ جہاں نوٹ دبے ہوئے تھے ہمارا بستر تھا ------ میں نے بھی اپنے چہرے میں تبدیلی پیدا کر
لی تھی اور پھر میں اور سردارے سو گئے۔

دن چڑھے تک سوتے رہے کچھ نہیں معلوم تھا کہ کیا ہوا ------ تقریباً" ساڑھے گیارہ بجے آنکھ
کھلی تھی۔ سردارے اب بھی سو رہا تھا ------ میں نے اسے اٹھایا اور وہ آنکھیں ملتا ہوا اٹھ کر بیٹھ گیا۔

"کیا ٹائم ہوا ہے استاد؟"

"صرف ساڑھے گیارہ بجے ہیں۔"

"ارے بہت دیر سوئے ہم لوگ۔"

"ہاں ------ سوئے بھی تو صبح پانچ بجے تھے۔" میں نے جواب دیا۔

"باہر کے کچھ حالات معلوم ہوئے استاد؟"

"نہیں ------ میں نے خواب میں کچھ نہیں دیکھا۔" میں نے جواب دیا اور سردارے مسکرانے
لگا

"ارے ہاں ------ تم بھی تو سو رہے تھے۔ معاف کرنا استاد! سوتے سے جاگا ہوں نا۔"

میں ہنس پڑا اور بولا "تم ہمیشہ سوتے سے جاگتے ہو۔"

"ارے نہیں استاد! اب ایسا بھی کیا------ کیا سردارے واقعی اتنا بے احمق ہے؟" سردارے نے عجیب سے لہجے میں پوچھا اور نہ جانے کیوں مجھے اس کے لہجے پر پیار سا آ گیا۔

"نہیں اتنا تو نہیں ہے لیکن تھوڑا ہے ضرور۔"

"استاد! بس اب یہاں دل نہیں لگ رہا۔" سردارے بولا۔

"کیوں؟"

"بس ایسے ہی------ اب چلیں یہاں سے۔"

"ظاہر ہے' جانا تو ہے سردارے۔ لیکن یہ تھوڑے سے کام تو کر لیں۔"

"ضروری ہے استاد------ کہ اسی کیمپ میں رہ کر کام کیے جائیں۔"

"جگہ یہ مناسب ہے سردارے------ تم خود سوچو۔ دیکھو ہوریشو یقینی طور پر ہمیں کیمپ میں گولڈ مین کے قریب تلاش کرے گا ٹھیک ہے؟"

"ہاں استاد! ٹھیک تو ہے۔"

"اور جب وہ ہمیں یہاں نہیں پائے گا تو سوچے گا کہ ہم نے ذہانت کا ثبوت دیا اور کیمپ چھوڑ دیا۔ اب ظاہر ہے کیمپ چھوڑنے کے بعد ہم کسی عمدہ سے ہوٹل میں قیام کریں گے کیونکہ ہمارے پاس دولت ہے۔ تو وہ ہمیں اعلیٰ قسم کے ہوٹلوں میں تلاش کرے گا اور سردارے------ ہوٹلوں میں تلاش کرنا زیادہ مشکل نہ ہو گا اور اس کے برعکس وہ یہ سوچ بھی نہیں سکتا کہ ہم اتنی دولت رکھنے کے باوجود اس کیمپ کے کسی گھٹیا سے خیمے میں قیام کر رہے ہوں گے۔ اور اس طرف اس کی توجہ نہیں جائے گی۔"

"پھر مان لیا استاد!" سردارے نے آہستہ سے کہا۔

"تو پھر تیار ہو؟"

"تیار نہ ہونے کا کیا سوال ہے۔" سردارے نے جواب دیا۔

"کرنسی منتقل کرنے کے لیے سردارے' نہایت ذہانت اور محنت سے کام کرنا ہو گا------ تم خود غور کرو' اتنی بھاری رقم ہے اور ہم بہر صورت چند خطرناک دشمنوں میں گھرے ہوئے ہیں۔ ایسی شکل میں کوئی بھی ہلکا کام ہمیں کسی مصیبت میں پھنسا سکتا ہے۔"

"بالکل ٹھیک استاد! میں تسلیم کرتا ہوں اس بات کو۔"

"بس تو پھر سکون کے ساتھ اپنا کام کرو۔ اور ہاں اپنے انداز میں کوئی بھی تبدیلی پیدا کر لو۔"

"کیا مطلب------ میں سمجھا نہیں استاد۔"

"میرا مطلب ہے لڑکیوں پر کوؤں کی طرح مت گرو۔"

"تو پھر کیسے گروں؟" سردارے مسکرا کر بولا۔

"حماقت کی باتیں مت کرو------ تم جس انداز میں لڑکیوں پر ٹوٹتے ہو وہ تقریباً جانا پہچانا ہے۔ میں یہ نہیں کہتا کہ تم ان سے بالکل دور رہو۔ نزدیک رہو لیکن احتیاط اور تبدیلی کے ساتھ۔"

"ٹھیک ہے استاد------ میں بھی تمہیں ایک مشورہ دوں۔"

"ہاں ہاں ضرور۔" میں مسکرا کر بولا۔

"اس دوران تم گٹار کو ہاتھ بھی نہ لگانا۔"

"گٹار۔" میں نے سردارے کی طرف دیکھا۔

"ہاں استاد! تمہارا ٹریڈ مارک بن کر رہ گیا ہے۔ میرا دعویٰ ہے تمہیں گٹار کے ذریعے ضرور پہچان لیا جائے گا۔"

"یار سردارے! بعض اوقات تو واقعی عقل مند ہو جاتا ہے۔ ٹھیک ہے میں تیری ہدایت پر عمل کروں گا۔"

"ارے استاد! سردارے تو کیا عقلمند ہے------ تم ہی عظیم ہو۔"

"ہاں' عظیم------" میں نے استہزائیہ انداز میں ہنستے ہوئے کہا۔

"اس میں کوئی شک بھی نہیں ہے استاد------ بس تم میری محبت کی توہین مت کیا کرو۔"

"اچھا بھائی جا------ کچھ کھانے پینے کا بندوبست کر' ورنہ ہم کروڑ پتی بھوکے ہی مر جائیں گے۔"

"استاد! کیا تم نے گولڈ مین کو بتا دیا تھا کہ ہم کہیں اور منتقل ہو رہے ہیں۔"

"دماغ خراب تھا میرا" میں نے دانت نکال کر کہا۔

"اوہو------ تو کیا وہ ہمیں تلاش نہیں کر رہا ہو گا؟"

"کر رہا ہو گا یار------ اس کا حصہ ہم نے اسے دے دیا ہے بس۔"

"چھوڑو استاد------ آدمی واقعی مخلص ہے اس طرح تو نہ کرو۔"

"تسلیم کر لیا تم نے؟"

"ہاں------ تسلیم کر لیا۔" سردارے اعتراف کے طور پر بولا۔

"اچھا ٹھیک ہے کر رہا ہو گا تلاش۔ ہم ملیں گے بھی اس سے مگر اس شکل میں نہیں۔ بس اب تم جاؤ' ناشتے کا بندوبست کرو۔" میں نے کہا۔

"ٹھیک ہے استاد! چلتا ہوں۔" سردارے خیمے سے باہر نکل گیا اور میں کاہلوں کے سے انداز میں پھر لیٹ گیا اور سردارے کی واپسی کا انتظار کرنے لگا۔ ذہن میں بے شمار خیالات تھے۔ کرنسی کو یہاں سے منتقل کرنے کی ترکیبیں سوچ رہا تھا اور ظاہر ہے میں خود یہ کام نہیں کر سکتا تھا۔ اس کے لیے بھی کوئی لمبا ہی جال بچھانا ہو گا اور میں اسی جال کے تانے بانے تیار کر رہا تھا------ سردارے کی واپسی تک میرے ذہن میں ایک پروگرام مرتب ہو چکا تھا۔

سردارے واپس آیا تو اس کے ہاتھوں میں کھانے پینے کا سامان موجود تھا اور چہرے پر ایک عجیب سی چمک بھی۔

"استاد------ گڑبڑ ہو گئی۔"

"خیریت------ کیا ہوا؟"

"ہم تو ایسی گہری نیند سوئے کہ پتہ بھی نہ چل سکا۔ لیکن وہاں گولڈ مین کے کیمپ میں تہلکہ مچا ہوا ہے۔"

"ارے کیا ہوا------ خیریت؟"

"زبردست فائرنگ ہوئی ہے۔ پولیس موجود ہے۔ گولڈ مین کے تقریباً پندرہ آدمی ہلاک ہوئے ہیں اور گولڈ مین [illegible] ہے۔ اس کے آدمیوں کا کہنا ہے کہ گولڈ مین کو اغوا کر لیا گیا ہے۔" سردارے نے سنسنی

خیز لہجے میں بتایا اور بلاشبہ میں بھی سنسنی محسوس کیے بغیر نہ رہ سکا---- کئی منٹ تک میں سردارے کی بات کا کوئی جواب نہ دے سکا۔ سردارے بھی میری شکل دیکھ رہا تھا---- پھر میں نے آہستہ سے کہا۔

"بہرحال یہ برا ہوا سردارے۔"

"ہاں استاد---- بے چارہ گولڈ مین---- دولت مند بننے کے بعد چند لمحات بھی دولت مند نہ رہ سکا۔"

"مگر اب کیا کیا جائے؟"

"تم ہی سوچو استاد! اپنا دماغ تو بالکل بے کار ہے سوچنے میں۔"

"ہم گولڈ مین کی کیا مدد کرسکتے ہیں؟"

"سوال ہی نہیں پیدا ہوتا ہے استاد! اور پھر ہمیں مدد کرنے کی ضرورت بھی کیا ہے---- ہیں---- دیکھو تم نے اسے پانچ پرسنٹ دیا ہے۔ اور یہ پانچ فیصد اتنا ہے استاد کہ شاید اس نے زندگی میں اتنا نفع نہیں کمایا ہو گا۔ اس کے علاوہ اس نے منشیات کے پیکٹ لوٹے۔ وہ اس کی اپنی کوشش تھی اور اس کا اپنا منافع---- ہم نے اس سے کوئی غرض تو نہیں رکھی۔ ایسی شکل میں ہمارے اوپر اس کی کوئی ذمے داری عائد نہیں ہوتی۔ ہاں اخلاقی ذمے داری کی بات دوسری ہے۔ لیکن ہم تو خود بھی پریشان ہیں---- ہم کیا کرسکتے ہیں اس کے لیے؟"

"ٹھیک ہے سردارے---- لیکن مجھے حیرت ہے۔"

"کس بات پر استاد؟"

"اس پر کہ ہم اتنی گہری نیند سوئے کہ ہمیں ہنگامے کا پتہ بھی نہ چل سکا۔"

"گولڈ مین کا علاقہ بھی تو کافی دور ہے استاد---- یہاں تک تو فائرنگ کی آوازیں بھی بہت معمولی ہی پہنچی ہوں گی۔"

"ہاں یہ تو ٹھیک ہے---- لیکن گولڈ مین کو اغوا کرنا بہرحال آسان کام نہیں ہے----" اور سردارے میں تو ایک بات کہتا ہوں کہ آدمی کو اتنا زیادہ احمق نہیں بن جانا چاہیے---- گولڈ مین بہرحال ایک بہادر آدمی ہے تھوڑا بہت ذہین بھی ہے۔ لیکن عام طور پر دیکھا یہ گیا ہے کہ کسی کامیابی کے بعد انسان اتنا مغرور ہو جاتا ہے کہ پھر نقصانات اس کے زیادہ قریب آجاتے ہیں---- میں نے اسے آگاہ کر دیا تھا کہ ہوریشو نکل گیا ہے اور یقیناً وہ صرف انہی آدمیوں پر بھروسہ نہیں کرتا ہو گا انہیں آدمیوں پر تکیہ نہیں کرتا ہو گا جو وہاں کام آگئے تھے۔ وہ تقریباً سب ایڈگر کے ساتھی تھے---- ہوریشو کی اپنی الگ فیلڈ ہو گی۔ ظاہر ہے مکلینو کا کاروبار یہاں بھی خاصا پھیلا ہوا ہے۔ چنانچہ میں نے گولڈ مین کو یہی سمجھانے کی کوشش کی تھی کہ وہ ہوریشو سے ہوشیار رہے۔ مگر اس نے توجہ نہیں دی۔"

"نہیں دی تو نقصان اٹھایا استاد! اب ہم کیا کرسکتے ہیں؟"

"بڑے بے مروت ہو یار---- چلو آؤ ناشتہ کرو۔" میں نے کہا۔

اور پھر ہم دونوں خاموشی سے ناشتہ کرنے لگے۔ "ہوریشو تلاش تو ہمیں بھی کر رہا ہو گا۔" میں نے کہا۔

"ظاہر ہے استاد---- اس کا ٹارگٹ تو ہم تھے۔"

"ممکن ہے اس نے کیمپ سے باہر جانے والوں پر نظر رکھی ہو---- ان راستوں پر جہاں سے نکل سکتا ہو۔"

"ممکن کیا---- یقیناً رکھی ہو گی استاد!"

"تو تمہارے خیال میں اب وہ کیا سوچ رہا ہو گا؟"

"کون ہوریشو؟"

"ہاں۔"

"سوچ رہا ہو گا استاد کہ مکلینو کے عذاب سے کیسے جان بچائے۔" سردارے نے کہا اور میں ...پڑا---- بڑی بے ساختہ بات تھی۔

"ہاں یہ بھی ٹھیک ہے ان لوگوں کو شکست فاش ہوئی ہے۔ ہم نے ان سے کرنسی بھی لے لی اور مال ...تباہ کر دیا۔"

"ویسے استاد! تمہارے ڈائنامائیٹ کے پروگرام کا کوئی جواب نہیں ہے۔"

"ارے، ہمارے پروگرام کے جواب ہوتے ہی کہاں ہیں---- مگر مسئلہ اب یہ ہے کہ کریں ...---- گولڈ مین پکڑا گیا اور اب یقیناً ہوریشو کا اس کیمپ پر بھی قبضہ ہو گا۔ یعنی کم از کم اس شکل میں کہ ...کے آدمی یہاں نگاہ رکھے ہوئے ہوں گے اور غور کر رہے ہوں گے کہ ہم کہاں جاسکتے ہیں---- ...ے یہ بھی اچھی بات ہے کہ گولڈ مین کو ہماری اس تبدیلی کا پتہ نہیں چل سکا ورنہ ممکن ہے کہ وہ اس سے ...نے کی کوشش کرتے اور شاید وہ بتادیتا۔" میں نے گہری سانس لے کر کہا۔

"میں تو صرف ایک بات جانتا ہوں استاد! کہ تمہارے جو کام ہوتے ہیں واقعی ذہانت سے بھرپور ...تے ہیں۔ اس کی داد کہاں تک دوں----؟"

"بس کہیں تک نہ دو، خاموش ہو جاؤ۔ میں بے چارے گولڈ مین کے لیے افسردہ ہوں۔"

"ہاں، اس کے لیے تو میں بھی افسردہ ہوں لیکن ہم کر بھی کیا سکتے ہیں استاد---- ہم خود بھی ...دہ ہیں۔" سردارے نے جواب دیا اور میں خاموش ہو کر کچھ سوچنے لگا۔ تھوڑی دیر کے بعد میں نے ...دارے سے کہا۔

"اب ہمیں کم از کم تین دن یہاں انتہائی خاموشی سے گزارنے ہیں۔"

"اسی کیمپ میں استاد؟"

"ہاں۔"

"ٹھیک ہے---- میں سمجھ رہا ہوں۔"

"کیا سمجھ رہے ہو؟"

"یہی کہ ہوریشو کو شدت سے تلاش کرنے دیا جائے اور جب وہ تھک جائے تو کوئی قدم اٹھایا جائے۔"

"ہاں---- یہی مقصد ہے میرا۔ لیکن اس کے لیے ایک کام اور کرنا ہو گا۔"

"وہ بھی بتادو استاد؟"

"تم ایک ... خیمے کا بندوبست کرو۔ ہم دونوں کو الگ الگ خیموں میں رہنا چاہیے۔ یہ الگ بات ہے

کہ وہ خیمہ یہاں سے چند گز کے فاصلے پر ہو۔"

"ونڈر فل آئیڈیا ہے استاد! اس سے بہت سی سہولتیں ہو جائیں گی۔" سردارے ایک اُکر بولا اور میں نے اسے گھور کر دیکھا۔ سردارے نے جلدی سے نظریں جھکالی تھیں۔

"میں جاؤں استاد!" چند منٹ کے بعد اس نے پوچھا۔

"دفع ہو جاؤ۔۔۔۔۔ لیکن میں کہہ چکا ہوں کہ ذرا سی لغزش اس وقت سخت نقصانات سے کردے گی۔"

"میں پورا پورا خیال رکھوں گا استاد۔"

"ٹھیک ہے۔۔۔۔۔ جاؤ۔" اور سردارے پھر باہر نکل گیا۔ اس کے جانے کے بعد میں پُر کے سے انداز میں لیٹ گیا۔ کیونکہ رات کو نیند پوری نہیں ہوئی تھی اور کافی جدوجہد کرنا پڑی تھی۔ ا بدن میں ابھی تک ہلکی سی تھکن باقی تھی۔۔۔۔۔ اور کیسی عجیب بات تھی کہ ان خوفناک حالات میں ہونے کے باوجود ہم لوگ اتنے پریشان نہیں تھے جتنا پریشان ہونا چاہئے تھا۔ لیٹا تو فوراً نیند آگئی۔ پیٹ بھرا ہوا تھا اس لیے اطمینان سے پانچ بجے آنکھ کھلی۔

میں نے گھڑی میں وقت دیکھا اور میرے ہونٹوں پر ہلکی سی مسکراہٹ پھیل گئی۔ چائے کی طلب ہو رہی تھی۔ صبح سے منہ بھی نہ دھویا تھا۔ لیکن منہ دھونا ضروری تو نہیں تھا۔۔۔۔۔ نیا حلیہ جو ہم نے کیا تھا وہ قلاش قسم کے آوارہ گردوں کا سا تھا۔۔۔۔۔ ظاہر ہے اسی انداز میں زندگی گزارنی تھی۔ زندگی مراد یہ کہ جتنے دن بھی اس ماحول میں رہنا پڑے اور اس کے لیے منہ دھونے کی ضرورت نہیں پڑتی۔ چنانچہ میں باہر نکل گیا۔ ہر قسم کی زندگی کا عادی ہو گیا تھا۔ کوئی بات ذہن پر گراں نہیں گزرتی تھی۔ ٹہلتا ہوا آگے بڑھتا رہا اور پھر چائے کے سٹال پر جا کر رک گیا۔۔۔۔۔ جیب میں تھوڑی سی کرنسی تو موجود تھی۔ ایسی کوئی بات نہ تھی کہ میں بالکل ہی قلاش ہوتا۔ چنانچہ میں نے چائے طلب کی اور ساتھ ہی بھی۔۔۔۔۔ تب میں نے پانی کا گلاس لے کر کلیاں کیں اور پھر چائے کے دو تین کپ پیئے۔

نیند تو اس دوران پوری ہو چکی تھی۔ چائے پینے کے بعد طبیعت بشاش ہو گئی اور اب صرف آوارہ گردی کی ضرورت تھی۔ کوئی ایسا کام نہیں تھا جو مجھے کسی کی نگاہ میں مشکوک کردے۔ چنانچہ میں ٹہلتا ہوا آوارہ گردوں کی ٹولیوں کے نزدیک سے گزرتا رہا۔۔۔۔۔ ان کے مشاغل دیکھتا رہا۔

ویسے کیمپ میں کوئی نمایاں تبدیلی نہیں ہوئی تھی' سوائے اس کے کہ ایڈگر کا اڈہ خالی پڑا تھا۔ خیر گولڈ مین کا بھی بند تھا۔ لیکن لوگوں میں ایسی افراتفری نہیں تھی کہ جس سے احساس ہوتا کہ وہ کسی تکلیف کا شکار ہیں یعنی انہیں منشیات نہیں مل رہی ہوں۔ دو ہی باتیں ہو سکتی تھیں۔ یا تو درپردہ کام ہو رہا تھا ان کے پاس سب کچھ موجود تھا۔۔۔۔۔ ممکن ہے ان میں کچھ لوگ ایسے موجود ہوں جو چرس وغیرہ پی سکے ہوں۔ لیکن وہ نمایاں نہیں تھے میں نے گولڈ مین کے کیمپ کا رخ بھی نہیں کیا تھا' جانتا تھا کہ ہو سکتا ہے لوگ ابھی اس کیمپ پر نگراں ہوں گے۔۔۔۔۔ وہ یقیناً حیران ہوں گے کہ آخر میں غائب کہاں ہو سکتا ہے وہ مختلف خیالات کا شکار ہوں۔ بہرحال وہ بالکل گدھے بھی نہیں تھے کہ یہ بات ان کے ذہن میں نہ آ چکی ہو کہ میں اسی کیمپ میں بھی ہو سکتا ہوں۔۔۔۔۔ بات صرف اتنی تھی کہ اس خیال کے باوجود تلاش نہ کر سکیں۔ اور اس کے لیے مجھے ہوشیاری سے کام لینا تھا۔۔۔۔۔ ہم نے جس انداز میں حلیے

بدلے تھے۔ وہ خاصا مناسب تھا اور مجھے یقین نہ تھا کہ کوئی ہمیں اس میک اپ میں نہیں پہچان سکے گا۔ باقی ساری باتوں کو بھی ذہن میں رکھنا تھا۔ مثلاً سردارے نے مجھے اس طرف متوجہ کیا تھا کہ گٹار میرا ٹریڈ مارک بن گیا تھا۔۔۔۔۔ گٹار کو ہاتھ بھی نہیں لگانا تھا۔ اور نہ ہی مالدار ہپیوں کے انداز میں زندگی بسر کرنی تھی۔ جتنے دن بھی اس کیمپ میں گزارے جائیں قلاش رہ کر گزارے جائیں۔ یہی ٹھیک تھا اور میرے خیال میں یہاں پوشیدہ رہنے کے لیے فی الوقت اس کیمپ سے مناسب جگہ کوئی نہیں تھی۔

گولڈ مین کے لیے میں افسردہ ضرور تھا لیکن نہ جانے کیوں فطرت میں یہ تبدیلی آئی تھی کہ میں اس شخص کے لیے کچھ کرنا بھی نہیں چاہتا تھا۔ بلاشبہ وہ ایک مخلص آدمی تھا۔ اس نے میری بھرپور مدد کی تھی لیکن میں نے اس کی مدد کا معاوضہ بھی اسے ادا کر دیا تھا۔۔۔۔۔ پھر خطرات مول لینے سے کیا فائدہ۔

آوارہ گردوں کی ایک ٹولی کے نزدیک میں رک گیا۔۔۔۔۔ وہی جانے پہچانے مشاغل' وہی جانے پہچانے حلیے وہی چرس کی بو' دنیا کے ہنگاموں سے بے نیاز' اپنے ہنگاموں میں مست۔۔۔۔۔ خوب زندگی تھی ان لوگوں کی بھی۔۔۔۔۔ میں بھی ان میں بیٹھ گیا' اداس اور ملول سا۔ ایسے چہرے ان کے لیے اجنبی نہیں ہوتے۔ کسی نے میری طرف توجہ نہیں دی۔ لیکن اب میں اتنا ناپسندیدہ انسان بھی نہیں تھا کہ میری خاموشی برداشت کرلی جاتی۔

دونوں کے لباس بہت اچھے نہ تھے لیکن بہتر تھے۔ مناسب قد و قامت کے لوگ تھے۔ چہروں پر نرمی تھی۔۔۔۔۔ دونوں میرے قریب آ کر بیٹھ گئے۔ پھر مرد اپنے پیلے دانت نمایاں کرتا ہوا بولا۔

"ہیلو گریٹ لارڈ۔۔۔۔۔ کیا ہو رہا ہے؟"

"ماتم۔۔۔۔۔" میں نے پھیکے انداز میں مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

"اوہ۔۔۔۔۔ اوہ۔۔۔۔۔ وہ کیوں؟" اس بار لڑکی نے پوچھا۔

"ایک ہی انداز کے لوگوں کو ایک دوسرے سے اس قسم کے سوالات نہیں کرنے چاہئیں۔" میں نے کہا اور وہ دونوں ہنس پڑے۔

"قلاش ہو؟" مرد نے پوچھا۔

"ہاں۔"

"جولی۔۔۔۔۔ انہیں ایک سگریٹ دو۔" مرد بولا اور میری آنکھوں میں ایسی چمک آ گئی جیسے کوئی غیر متوقع بات سن لی ہو۔ لڑکی نے سگریٹ کے ایک بڑے پیکٹ میں سے ایک سگریٹ نکال کر مجھے دیا اور میں نے انتہائی شکریے کے ساتھ اسے قبول کر لیا۔ پھر میں نے سگریٹ کو ناک کے نزدیک لے جا کر اس طرح سونگھا جیسے زندگی حاصل کر رہا ہوں۔

"بہت بہت شکریہ مسٹر۔۔۔۔۔!"

"نگد" مرد نے جواب دیا۔

"مس جولی کے نام سے تو میں واقف ہو چکا ہوں۔"

"ہاں۔۔۔۔۔ یہ میری بیوی ہے۔"

"اوہ" میں نے گردن ہلائی۔

"تمہارا کیا نام ہے؟" جولی نے پوچھا۔

"مائیکل۔" میں نے جواب دیا۔

"ویری گڈ۔۔۔۔۔ بڑی خوشی ہوئی تم سے مل کر۔۔۔۔۔"

"لیکن میرا خیال اس سے کچھ مختلف ہے۔" میں نے سگریٹ سلگاتے ہوئے کہا۔

"کیا مطلب؟" ٹگ۔" دلچسپی سے بولا۔

"مجھ جیسے قلاش انسان' کسی کے اوپر بار تو بن سکتے ہیں' ان سے مل کر کون خوش ہو گا۔"

"اوہ مسٹر مائیکل! یہ بات مت کرو ہم بھی رئیس زادے نہیں ہیں۔ بس کبھی کبھی کچھ ہاتھ لگ [illegible] ٹھیک ہے رئیس بن گئے۔۔۔۔۔ آج یہ سگریٹ تمہیں دے دی ہے' کل ممکن ہے ہمارے پاس ایک سگریٹ بھی نہ ہو۔" ٹگ۔" نے ہنستے ہوئے کہا۔

"تب ٹھیک ہے۔ پھر ہماری دوستی نبھ سکتی ہے۔ کیونکہ جب مانگنے والی بات ہے تو مل کر ہی [illegible] سے مانگیں گے۔"

"یقیناً یقیناً۔" جولی ہنس پڑی۔۔۔۔۔ خاصی دلکش لڑکی تھی۔ بہرحال ٹگ کی بیوی تھی۔ اور [illegible] نے میرے اوپر ایک سگریٹ کا احسان کیا تھا۔ دوستی ہونے میں کوئی وقت نہیں ہوئی۔ ہم ساتھ بیٹھ کر [illegible] پینے لگے۔ پھر چند اور آوارہ گرد ہم میں آ ملے۔ یہ ٹگ کے دوست تھے۔ اور یہ دوست بھی فی الوقت قلا[ش] نہیں تھے۔ چنانچہ انہوں نے بھی مجھے ایک سگریٹ دی' اور چرس کے دو سگریٹوں نے میرے حواس در[ست] کر دیے تھے۔ بہرحال ان کے ساتھ پینا۔۔۔۔۔ اپنا بھرم قائم رکھنے کے لیے ضروری تھا۔

سردارے بھی کسی چکر میں گیا ہوا تھا اور دور دور تک اس کا پتہ نہیں تھا۔ لیکن وقت گزارنے [کے] لیے یہ لوگ میرے ساتھی تھے۔ چنانچہ میں نے ان سے خوب گھل مل کر باتیں کیں۔ اگر موقع ملتا تو میں سب کو اپنا گرویدہ بنا سکتا تھا۔ بظاہر ان کے درمیان میری حیثیت ایک عام انسان کی سی تھی۔ گرویدہ بنا[نے] کا۔۔۔۔۔ بہترین ذریعہ تو وہ گٹار ہی تھا لیکن اب میں اسے ہاتھ بھی نہیں لگا سکتا تھا اور پھر قسمت نے اور یاوری کی۔ ٹگ کے جو دوست اس کے پاس آئے تھے ان میں سے ایک خاتون خصوصی طور پر م[یری] طرف متوجہ نظر آ رہی تھیں۔ ان کا نام وینا تھا۔ ان سب سے میرا تعارف ہو چکا تھا۔ لیکن ظاہر ہے کہ [ا]یک قلاش آدمی کہیں بھی قابل توجہ نہیں ہوتا۔

"خیمہ ہے تمہارے پاس؟" وینا نے پوچھا۔

"خیمہ ہاں ہے لیکن کیوں؟"

"بس ایسے ہی سوچ رہی تھی کہ تم بالکل ہی قلاش ہو یا ہو گئے ہو؟"

"ہم لوگوں کی زندگی ہی کیا ہے مس وینا۔ دولت ہمارے لیے کیا حیثیت رکھتی ہے۔ کیا اس [illegible] جب تمہیں تین دن سے نشہ آور ادویات نہیں ملی ہوں۔ دولت کا ایک بڑا ذخیرہ تمہارے لیے قابل تو[جہ ہو] سکتا ہے؟" میں نے پوچھا۔

"ہرگز نہیں۔"

"بس تو سمجھو' کرنسی کا ایک ڈھیر یا سنہری سکوں کا ایک انبار' ہمارے لیے ایک چرس بھری سگ[ریٹ] سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتا۔"

"بے شک' لیکن چرس کے لیے اس کی ضرورت تو ہوتی ہے۔"

"ہاں زندگی تو ضروریات کا ایک مجموعہ ہے۔ اس کے لیے بہت سی چیزوں کی ضرورت ہوتی ہے۔ لیکن ہم اور تم ان ساری چیزوں سے بے نیاز ہیں۔ وقت پر جو مل جائے تو ٹھیک ہے۔ نہ ملے تو دکھ بھی نہیں ہوتا۔"

"ٹھیک ہے بھول جاؤ کیا میں تمہیں ایک اور سگریٹ دوں؟"

"نہیں مس وینا۔ آپ نے میرے ساتھ جو مہربانی کی ہے وہی بڑی حیثیت رکھتی ہے۔ بس۔"

"سنو میرا بھی کوئی ساتھی نہیں ہے اور میرے پاس کوئی خیمہ بھی نہیں ہے۔"

"اوہ مس وینا۔ آپ بالکل تنہا ہیں؟" میں نے پوچھا۔

"ہاں میرے وطن کے کچھ آوارہ گرد ہیں۔ انہی میں شامل ہو گئی ہوں۔ کوئی ایسا ساتھی بھی نہیں جو زندگی کا ساتھی ہو۔"

"زندگی کا ساتھی کون ہوتا ہے مس وینا۔" میں نے کہا۔

"یہ بھی ٹھیک ہے لیکن کچھ وقت کا ساتھی۔" وینا مسکرائی۔

"اگر مجھے قبول کرو۔" میں نے پیشکش کر دی۔ لڑکی کا مقصد میری نگاہوں سے اوجھل نہ تھا اور یہ تو خوش بختی تھی کہ اس حالت میں بھی کوئی میری طرف متوجہ تھا ورنہ بظاہر میرے اندر کیا دلکشی تھی۔ سر جھاڑ منہ پھاڑ' جیب خالی' لیکن قسمت جس نے ہمیشہ میرا ساتھ دیا تھا۔ اس وقت بھی میرے ساتھ تھی۔ تو خاصا وقت میں نے وینا کے ساتھ گزارا۔ اس کی جیب میں کافی سکے تھے اور وہ میری معیت میں خوش نظر آ رہی تھی۔

"سردارے کا کچھ پتہ نہیں تھا لیکن رات کو جس وقت ہم لوگوں نے ایک سٹال سے کھانے کی چیزیں خریدیں اور واپس پلٹے تو سردارے ہمارے پاس سے گزر رہا تھا اور بہرحال یہ بات تو میں نے بھی تسلیم کی تھی کہ وہ اپنے طور پر کچھ خوبیوں کا حامل تھا۔ خاص طور سے لڑکیوں کے معاملے میں۔ چنانچہ اس وقت بھی ایک چھوٹے سے قد کی' دبلے پتلے جسم کی لڑکی اس کے ساتھ تھی۔ شکل و صورت بہت زیادہ اچھی نہیں تھی۔ لیکن بری بھی نہیں تھی۔ معمولی سے کپڑوں میں ملبوس تھی۔ سردارے مجھے دیکھ کر رک گیا۔ پھر اس نے میری ساتھی لڑکی کو دیکھا اور اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

"ہیلو۔" اس نے ہپیوں کے سے انداز میں آواز لگائی۔

"اوہ مسٹر جان' آپ مجھے پہچان گئے۔ میرا نام مائیکل ہے۔" میں نے جلدی سے جواب دیا۔

"واہ اپنے دوست مائیکل کو نہ پہچانوں گا۔ ہماری ملاقات استنبول میں ہوئی تھی۔" سردارے نے میری بات سمجھ کر کہا۔

"ہاں' یقیناً یقیناً۔" میں نے جواب دیا۔

"کہاں ٹھہرے ہوئے ہیں مسٹر مائیکل؟" سردارے نے پوچھا۔

"بس یہیں میرا خیمہ ہے۔" میں نے جواب دیا۔

"اوہو۔ تو پھر کل کسی وقت' میرا مطلب ہے دن کی روشنی میں خیمہ ضرور دیکھوں گا۔" سردارے نے کہا اور میں سمجھ گیا کہ اس گدھے کا کام بھی بن گیا ہے۔ بہرحال میں وہاں سے آگے بڑھ گیا اور سردارے اپنے راستے پر چلا گیا۔ پھر میں وینا کو اور کھانے پینے کی چیزوں کو لے کر اپنے خیمے ہی میں آ گیا۔ وینا آرام سے

بیٹھ گئی۔

"یہ رات میں تمہارے ساتھ گزاروں گی۔" اس نے کھانے کے پیکٹ کھولتے ہوئے کہا۔

"سر آنکھوں پر مس وینا لیکن-----" میں نے جملہ ادھورا چھوڑ دیا۔

"لیکن کیا؟" وینا نے پوچھا۔

"مجھ جیسے قلاش آدمی کے ساتھ آپ اتنی مہربانی کے ساتھ کیوں پیش آ رہی ہیں؟"

"دیکھو مائیکل۔ ایسی باتیں مت کرو۔ ٹھیک ہے ہماری زندگی بے مقصد ہے۔ ہم زمین پر اگ آنے والے وہ خودرو پودے ہیں جن کا کوئی مصرف نہیں ہوتا۔ لیکن بدقسمتی سے ہمارے سینوں میں دل بھی ہوتا ہے اور کبھی کبھی یہ دل ہمیں مجبور کرتا ہے کہ ہم دوسری باتوں سے بے نیاز ہو جائیں۔ کسی سے دوستی کریں۔ محبت کریں' اسے اپنائیں۔ یہ دوسری بات ہے کہ ہم اس محبت کو دائمی حیثیت نہیں دے سکتے۔ لیکن محبت کرنے کا حق تو بہرحال ہمیں پہنچتا ہے۔ خواہ وہ ایک رات کے لیے ہی کیوں نہ ہو اور غالباً" یہی تبدیلی ہمارے اور دوسرے لوگوں کے درمیان ہے جو خود کو مہذب بتاتے ہیں۔ ہم ایک رات گزارنے کے بعد دوسری صبح اس رات کو یاد نہیں رکھتے' اور شاید ان کی نگاہ میں وہی ہماری کمزوری بھی ہو۔ لیکن تم بتاؤ کیا یہ کمزوری ہے؟"

"نہیں۔ میرا خیال ہے' ہم اسے کمزوری نہیں کہتے بلکہ یہ تو مضبوط قوت ارادی کا ثبوت ہے۔ ہم لوگ زندگی کو صرف اس وقت تک اپنا سمجھتے ہیں' جب تک اسے نبھا سکیں اور یہ دوسرے لوگ رشتے' ناطے' جذبے جھولی میں ڈالے پھرتے ہیں۔ کہیں ان کی پذیرائی ہوتی ہے کہیں نہیں ہوتی۔ بہرحال یہ خوابوں میں زندہ رہنے والے ہم سے مختلف ہیں اور ہمیں بھی ان سے مختلف ہی ہونا چاہیے۔"

"بالکل ٹھیک!" وینا نے مسکراتے ہوئے کہا۔

بہرحال میں جو کچھ کہنا چاہتا تھا' اس نے کہہ دیا تھا۔ یہ اس لڑکی کی خوبی تھی کہ اس کے ذہن میں اعلیٰ قسم کی کوئی چیز نہیں تھی' بس یہ سمجھا جائے کہ اس نے دل میں ٹھان لیا تھا کہ مجھے دوست بنائے گی سو بنا لیا۔ پھر میں اس کی پذیرائی کیوں نہ کرتا۔ مفت کا مال تھا۔ حالانکہ میرے لیے ایسی مفت کی چیزیں کوئی حیثیت نہیں رکھتی تھیں۔ میں جس پر جو چاہتا خرچ کر سکتا تھا۔ لیکن اس لڑکی کا جذبہ قابل قدر تھا اور میں ساری رات اس کی قدر کرتا رہا۔ لڑکی بھی مطمئن اور مسرور تھی۔ صبح اٹھتے ہی اس نے مسکراتے ہوئے میری طرف دیکھا اور بولی۔

"اب اجازت؟"

"اوہ وینا ڈارلنگ! تمہارے ساتھ گزرا ہوا وقت خاصا دلکش تھا۔"

"شکریہ۔" وینا نے کہا۔

"کیا ہم پھر بھی ملیں گے؟"

"ضروری ہے ڈیئر؟"

"نہیں ضروری تو نہیں ہے لیکن اگر تم پسند کرو تو واپس اسی خیمے میں آ جانا۔"

"ٹھیک ہے بشرطیکہ تمہیں یاد رکھ سکی۔"

"اوہ ہاں ٹھیک ہے۔" میں نے ہنستے ہوئے کہا۔ مجھے اس گدھی کی کیا پرواہ ہو سکتی تھی۔ یاد رکھے نہ

رکھے بہرحال وہ چلی گئی۔ اور میں بیٹھ کر سردارے کا انتظار کرنے لگا۔ نجانے وہ گدھا کتنی دیر میں آئے گا۔ ناشتہ تو مجھے اس کے ساتھ کرنا تھا۔ کم از کم آج۔ اس کے ساتھ جیسا بھی پروگرام رہے۔ میں نے سوچا۔

پھر زیادہ دیر نہیں گزری تھی کہ سردارے نے خیمے کا پردہ اٹھایا اور جھانکا' پھر مسکراتا ہوا اندر آ گیا۔ میں نے خاموش نگاہوں سے اسے دیکھا۔

"چلی گئی؟" سردارے نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"کیا بکواس ہے؟"

"بکواس نہیں لڑکی کی بات کر رہا ہوں استاد' جو کل شام تمہارے ساتھ تھی۔"

"آ کہاں سے رہے ہو؟" میں نے پوچھا۔

"اپنے خیمے سے۔"

"اور بندوبست ہو گیا؟"

"ہاں استاد کیوں نہ ہوتا۔"

"اوہ' تم نے مجھے بتایا بھی نہیں۔" میں نے کہا۔

"ارے بتانے یا نہ بتانے کی کیا بات تھی استاد۔ تم نے مجھے بھیجا ہی اس لیے تھا اور پھر دوسری بات یہ کہ لڑکی کے سامنے کیا بتاتا۔ گئی کہاں استاد؟ اتنا تو بتا دو۔"

"ارے جہاں سے آئی تھی چلی گئی۔ تمہارے والی کہاں ہے؟" میں نے پوچھا۔

"دھندا کرنے گئی ہے استاد۔" سردارے نے عجیب سے لہجے میں کہا۔

"کیا مطلب؟ کیسا دھندا؟" میں نے پوچھا۔

"میں بھی بس ناشتہ کرنے کے بعد چلا جاؤں گا۔"

"سردارے' کسی وقت تو ہوش میں رہا کرو۔ کیا تم میرے سوالات کے صحیح جواب دے رہے ہو؟"

"ایک بھی غلط نہیں دیا استاد۔ اب تم سوالات ہی ایسے کر رہے ہو۔" سردارے نے کہا۔

"میں نے پوچھا تھا تمہارے والی لڑکی کہاں گئی۔"

"اور میں نے کہا تھا کہ دھندا کرنے۔ ارے سمجھو نہ استاد۔ ہم دونوں قلاش ہیں۔ بلکہ یہی قلاشی دوستی کا سبب بھی بن گئی۔ پتہ ہے تمہیں میری اس سے ملاقات کیسے ہوئی؟" سردارے نے دلچسپی سے مسکراتے ہوئے کہا۔

"جی نہیں۔ مجھے معلوم نہیں۔" میں نے طنزیہ انداز میں منہ بناتے ہوئے کہا۔

"دراصل استاد میں جا رہا تھا وہ میرے قریب پہنچ گئی اور ہاتھ پھیلا دیا۔"

"کیا مطلب؟" میں نے تعجب سے پوچھا۔

"بھیک مانگ رہی تھی بے چاری۔"

"اوہ پھر کیا ہوا؟"

"بس ہوا کیا استاد' میں نے بھی ہاتھ پھیلا دیا۔" سردارے نے جواب دیا اور میں بے ساختہ ہنس پڑا۔

"سور ہو پکے۔"

"اس میں سوچنے کی کیا بات ہے استاد' اپنا اپنا پروفیشن ہے۔ اس نے مجھے اپنا پروفیشن بتایا اور میں نے اپنا بتا دیا۔ میں نے کہا' بھئی میں بھی تیری ہی لائن کا ہوں۔ اور استاد جب میں نے ہاتھ پھیلایا تو وہ چونک کر مجھے دیکھنے لگی' کہنے لگی'

"یہ کیا؟" تب میں نے کہا۔

"میں بھی بھکاری ہوں۔"

"اوہ!" وہ میری شکل دیکھتے ہوئے بولی اور پھر مسکرا پڑی۔ بڑے زندہ دل ہوتے ہیں یہ لوگ استاد۔ بازو میں بازو ڈال کر بولی۔

"اچھے ہو۔ آؤ دونوں مل کر بھیک مانگیں گے۔"

تم سمجھو استاد' یوں تو سب ٹھیک ہے لیکن بھیک مانگنا مشکل کام ہے۔ میں تھوڑی دیر کے لیے تو پریشان ہو گیا تھا۔ پھر میں نے ایک ترکیب سوچی اور اس سے پوچھا کہ پہلے یہ بتاؤ کہ آج تم نے کمایا کیا ہے؟ اور اچھی خاصی رقم کمالی تھی اس نے استاد۔ کم از کم اتنی کہ ہم دونوں پیٹ بھر کر کھانا کھا سکتے' تھوڑی سی چرس پی سکتے۔ چنانچہ میں نے کہا کہ ہم ہپی ہیں' دنیا سے بے نیاز' کسی چیز کی فکر نہ کرنے والے جب ہمارے پاس اتنے پیسے ہیں کہ ہم اپنی ضروریات پوری کر سکیں تو مزید بھیک مانگنے سے کیا فائدہ۔ کیا کل کا دن نہیں آئے گا؟ اور استاد وہ میری حکیمانہ باتوں کی قائل ہو گئی۔ میں نے بڑے دلائل دے کر اسے سمجھایا کہ دیکھو' زندگی کی ایک رات بھی انسان کی اپنی نہیں ہوتی۔ کیا ضروری ہے کہ کل کے لیے بھی بندوبست کیا جائے۔ آج کے لیے سب کچھ موجود ہے۔ کل صبح کو مل کر بھیک مانگیں گے۔ چنانچہ وہ تیار ہو گئی۔ اور استاد اس کے بعد ہم لوگ—— سیر کرتے رہے۔ رات کو میں اسے اپنے خیمے میں لے آیا لیکن بڑی احمق لڑکی تھی۔ کہنے لگی صبح ہی صبح چلو۔

میں نے کہا کہاں؟

"کہنے لگی "بھیک مانگنے۔" بہرحال استاد بڑی مشکل سے اس کو روانہ کر کے آیا ہوں۔ یہ کہہ کر کہ میں اسے تلاش کر لوں گا۔ میری پوزیشن تو بڑی خراب ہو گئی ہے استاد۔ کچھ بھی ہو پیٹ کے لیے ہاتھ نہیں پھیلاؤں گا۔" سردارے جس انداز میں یہ سب کچھ سنا رہا تھا اسے سن کر میرے پیٹ میں قہقہے مچل رہے تھے۔ خوب عشق کیا تھا اس نے۔

بہرحال ان ہپیوں کے لیے تو بھیک مانگنا کوئی ایسی بات نہیں تھی۔ لیکن سردارے کے لیے بڑی مشکل بات تھی۔

"تو پھر کیا ارادے ہیں سردارے؟" چند لمحے بعد میں نے پوچھا۔

"بس ارادے کیا ہیں استاد رخ بھی نہیں کروں گا سالی کی طرف!"

"کیا مطلب؟"

"ارے تو کیا میں اس کے ساتھ جا کر بھیک مانگوں گا؟"

"کیا حرج ہے یار۔ انسان کو ہر پروفیشن میں گھس کر دیکھنا چاہئے کہ اس کی کیا تکنیک ہے۔ کس انداز میں کام کیا جاتا ہے۔ اب دیکھو نا بہرحال بھیک مانگنا بھی ایک آرٹ ہے۔ عام لوگ تو نہیں مانگ سکتے۔"

"جی ہاں' لیکن میں آرٹسٹ نہیں بننا چاہتا۔ معاف کیجئے۔" سردارے ناک چڑھا کر بولا اور میں ہنسنے

لگ

"پھر اب کیا کرو گے سردارے؟"

"کچھ نہیں کروں گا۔ میں نے کون سا اس سے رشتہ جوڑ لیا ہے۔ ٹھیک ہے وہ بھیک مانگے' میں کیوں مانگوں۔"

"اور رات کو اس کا کھا جو گئے ہو۔"

"واپس کر دوں گا استاد' مل گئی تو۔ بات صرف رات کی تھی۔ لڑکی بری نہیں تھی پتہ نہیں کیوں بھیک مانگ رہی تھی۔ ایسی لڑکیوں کو تو بھیک نہیں مانگنی چاہئے استاد۔ یہ لڑکیاں تو بھیک دیتی ہیں۔"

"اچھا' اچھا فضول باتیں مت کرو۔"

"رائٹ باس۔ حکم؟" سردارے نے پوچھا۔

"ابھی کیا حکم دیا جا سکتا ہے۔ پہلے ناشتے کا بندوبست کرو۔ اس کے بعد کیمپ کا جائزہ لیں گے۔ میرا خیال ہے کہ آج ہمیں کچھ کرنا چاہئے۔"

"بالکل کرنا چاہئے استاد۔ لیکن مسئلہ یہ ہے کہ کیا کیا جائے۔"

"ہوں۔ ٹھیک ہے سردارے۔ جاؤ پہلے تم ناشتے کا بندوبست کرو۔"

"او کے باس۔" سردارے نے جواب دیا اور پھر وہ خیمے سے باہر نکل گیا۔ اس کے جانے کے بعد میں سوچنے لگا کہ شہر جانا ضروری ہے لیکن صرف ایک آدمی کا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ سردارے کو یہاں چھوڑنا پڑے گا۔ میں شہر جا کر کچھ کارروائی کرنا چاہتا تھا۔ خود بھی اب مجھے زیادہ مزا نہیں آ رہا تھا۔ وقت برباد ہو رہا تھا۔ اس کے علاوہ کیا کیا جائے۔

سردارے ناشتہ لے آیا اور ہم دونوں مل کر ناشتہ کرنے لگے۔ ناشتہ سے فارغ ہو کر میں نے سردارے کو اپنی تجویز بتائی۔

"میں جا رہا ہوں سردارے تمہیں پورا دن اسی خیمہ میں رہنا پڑے گا۔"

"تمہارے خیمے میں استاد؟"

"ہاں۔ ظاہر ہے کرنسی یہاں موجود ہے۔ اس کی حفاظت کے لیے رہنا ہی ہو گا۔"

"اوہو' اس کی حفاظت کے لیے تو یہاں رہنا ہو گا۔"

"کیا مطلب؟"

"مطلب یہ کہ اپنے خیمے میں رہتا تو کوئی اور بھی ساتھ آ سکتا تھا۔"

"فضول بکواس مت کرو۔ تمہیں پورا دن خیمے میں ہی گزارنا ہے۔"

"ہائے استاد' ٹھیک ہے گزاروں گا۔" سردارے نے کہا۔ "مگر تم کہاں جاؤ گے استاد؟"

"بس کچھ کروں گا جا کر پہلے تو تلاش کروں گا۔ ظاہر ہے یہ کام اتنا تو آسان نہ ہو گا۔ ہمیں کافی الجھنیں پیش آئیں گی۔"

"مجھے احساس ہے استاد۔"

"بس تو اس احساس کا اظہار اس طرح کرو کہ نہایت ہوشیاری سے یہاں رہو کہ کسی کو تمہارے یہاں رہنے کا شبہ نہ ہونے پائے۔"

"شبہ نہیں ہو گا استاد۔ تم بے فکر رہو۔ مگر تم کیسے جاؤ گے؟"
"جانا تو ہے سردارے۔"
"میں پریشان ہو جاؤں گا۔" سردارے بولا۔
"کیوں؟"
"بس تم تنہا جاؤ گے۔ میرا دل پریشان رہے گا استاد۔"
"یار تو تو میری منکوحہ کی طرح تشویش ظاہر کر رہا ہے۔" میں نے ہنستے ہوئے کہا۔
"نکاح ہی تو نہیں ہوا ہے استاد۔ باقی رہ کیا گیا ہے۔"
"اوہ' تو تو میرے ساتھ نکاح بھی پڑھوانا چاہتا ہے؟"
"پڑھوا سکتا تو ضرور پڑھوا لیتا۔ سچ سچ تمہارے ساتھ پوری زندگی بسر کرنے کو دل چاہتا ہے۔"
"تو تجھے منع کس نے کیا ہے گدھے' اور اب جائے گا بھی کہاں؟"
"ٹھیک ہے استاد۔ خدا نہ کرے کہ اب ہم لوگ جدا ہوں۔ یوں لگتا ہے جیسے ہم پیدا ہی ایک دوسرے کے لیے ہوئے ہوں۔"
"اچھا بس اب پیدائش کا فلسفہ چھوڑ۔ میں چلتا ہوں۔"
"فوراً؟" سردارے نے پوچھا۔
"ہاں سردارے میرا خیال ہے پورا دن صرف کر کے کچھ کرنے کی کوشش ہی کی جائے۔"
"کوئی لائحہ عمل تو تیار کر ہی لیا ہو گا۔"
"کوئی خاص نہیں۔ بس دیکھوں گا کیا کر سکتا ہوں۔"
"ٹھیک ہے استاد۔ خدا حافظ۔" سردارے نے کہا اور میں اپنے خیمے سے باہر نکل آیا۔

☆ ☆ ☆

سب سے پہلا مسئلہ تو یہ تھا کہ میں ہوریشو اور مکلینو کے آدمیوں کی نظر بچا کر کیمپ سے نکل جاؤں۔ اس کے لیے تنہا سفر کرنا مناسب نہیں تھا۔ میں نے جائزہ لیا کہ ہپیوں کی ٹولیاں جو کہ عموماً آتی جاتی رہتی ہیں سفر کر رہی ہیں یا انہیں بھی روکا گیا ہے اور اس بات کا جائزہ لینے کے لیے مجھے کیمپ کے اس راستے کی طرف آنا پڑا جہاں سے عموماً ہپی سفر کرتے تھے۔

تھوڑی دیر کے بعد میں نے اندازہ لگا لیا کہ ہوریشو اور مکلینو کے آدمیوں نے آنے جانے والوں پر کوئی پابندی نہیں لگائی تھی۔ لگاتے بھی کب تک اور کس قانون کے تحت۔ ظاہر ہے وہ کیمپ کو برباد کرنا نہیں چاہتے تھے اور انہیں اسی کیمپ میں مجھے تلاش بھی کرنا تھا۔ یہ اتفاق ہی کی بات تھی کہ کیمپ کے سرے پر مجھے جولی مل گئی۔ وہ لڑکی جو پچھلی رات اپنے شوہر کے ساتھ تھی اور انہوں نے مجھے چرس بھرا سگریٹ دیا تھا۔

"ہیلو مائیکل!" وہ مجھے پہچان کر میرے قریب آ گئی۔
"ہیلو جولی۔" میں نے مسکرا کر کہا۔
"کہاں؟" جولی نے پوچھا۔
"بس شہر جانے کے بارے میں سوچ رہا تھا۔" میں نے کہا۔

"اوہو۔ یہ بہت اچھی بات ہے پھر ساتھ ہی شہر چلیں گے۔" جولی خوشی سے بولی۔
"تو کیا تم بھی شہر جا رہی ہو؟"
"ہاں۔"
"اور تمہارا شوہر؟"
"وہ کیمپ ہی میں ہے۔"
"تمہارے ساتھ نہیں جا رہا؟"
"نہیں۔" جولی نے جواب دیا۔
"گویا تم تنہا جا رہی ہو۔"
"تنہا ہی سمجھ لو۔ ویسے یہاں سے شہر جانے میں کیا تنہائی۔ فاصلہ ہی کتنا ہے۔" جولی نے کہا۔
"ٹھیک ہے جولی چلو۔" میں نے خوش ہو کر کہا۔ اتفاق سے اچھا موقع مل گیا تھا۔

دوسرے آوارہ گرد لوگ بھی شہر کی طرف جا رہے تھے۔ میں اور جولی ایک الگ سمت ہو لیے اور ...کل آہستہ آہستہ چلنے لگے۔ بظاہر میں جولی میں الجھا ہوا تھا اور یہی اندازہ ہو رہا تھا جیسے ہم لوگ ایک ...سرے سے برسوں کے شناسا ہوں لیکن میری نگاہیں چاروں طرف کا جائزہ لے رہی تھیں اور پھر ان باریک ...ہوں نے ان تمام لوگوں کو دیکھ لیا جو دو دو چار کی ٹکڑیوں میں دور دور تک پھیلے ہوئے تھے۔ یہ ہپی نہیں ...ے بلکہ مشکوک قسم کے لوگ تھے جس سے اندازہ ہو رہا تھا کہ وہ یقیناً ہوریشو کے ہی آدمی تھے۔ ہم پر بھی ...ہیں ضرور ڈالی گئی ہوں گی لیکن میں جولی میں اس طرح مصروف تھا کہ دوسروں کو شبہ نہیں ہو سکتا تھا اور پھر ...ردارے کو نہ لا کر میں نے نہایت عقلمندی کا ثبوت دیا تھا۔

خاص طور سے دو افراد کو ضرور چیک کیا جا رہا تھا کیونکہ انہیں اندازہ ہو چکا تھا کہ ہم دو ہیں اور ایک ...نا دو قاب ہیں۔ راستے میں ایک جگہ تو باقاعدہ چیکنگ ہوئی۔ وہاں پر انہوں نے خود کو محکمہ آبکاری کا ملازم بتایا لیکن میں جانتا تھا کہ ان لوگوں کا تعلق محکمہ آبکاری سے نہیں ہے اور اس علاقے میں تو آبکاری کا کوئی وجود نہیں ملتا تھا۔ اب یقیناً وہ ہوریشو کے آدمی ہوں گے۔ انہوں نے غور سے مجھے اور جولی کو دیکھا تھا۔ سب ...ے ساتھ وہ یہی سلوک کر رہے تھے لیکن بہرحال انہیں ہم پر شبہ نہ ہو سکا اور انہوں نے ہمیں نکل جانے ...

جولی میرے ساتھ چلتے ہوئے بہت خوش نظر آ رہی تھی۔ باتیں کرنے کی شوقین لڑکی تھی۔ راستے ...ا کہنے لگی۔

"پچھلی رات تمہارے ساتھ کون تھا؟"
"کیا مطلب؟" میں نے چونک کر پوچھا۔
"اوہو۔ اداکاری مت کرو۔ مجھے سب معلوم ہے۔" جولی نے کہا۔
"کیا معلوم ہے محترمہ جولی؟" میں نے پوچھا۔
"کیا وہ نا تمہارے ساتھ نہیں تھی؟"
"لوہ مس وینا۔ میں جانتا ہوں کہ وہ آپ کی دوست ہیں۔"
"اب تو تمہاری بھی دوست بن گئی۔" جولی نے کہا۔

"میرا خیال ہے وہ صرف ایک رات کے لیے میرے پاس آئی تھی۔"
"کیا مطلب' آج نہیں آئے گی؟"
"شاید نہیں۔ میرا خیال ہے آج آپ ان سے میرا نام پوچھیں گی تو وہ بھی بھول چکی ہو گی۔"
"کیوں جھگڑا ہو گیا تھا کیا؟"
"نہیں جھگڑا نہیں ہوا' انہوں نے خود ہی کہا تھا کہ وہ صرف ایک رات یاد رکھنے کی عادی ہے۔"
"ہاں' وہ خاصی کریک ہے۔" جولی نے ہنستے ہوئے کہا۔ "لیکن تمہیں تعجب ہو گا کہ بڑے اہل خاندان کی لڑکی ہے۔ لیکن بہرحال اس راستے پر چل پڑی اور اس راستے پر چلنے کے بعد خاندان یا عزیز اقارب کا کوئی تصور نہیں رہتا۔"
"ٹھیک کہا آپ نے مس جولی۔"
"اپنے بارے میں بھی کچھ بتاؤ مائیکل۔" جولی بولی۔
"کیا بتاؤں۔ بس اتنا سمجھ لیں کہ ایک آوارہ گرد ہوں۔ اس کے بعد اپنی حیثیت خود بھی بھول ہوں کہ کبھی کیا تھا۔ کچھ تھا بھی یا نہیں مجھے تو اب ایسا لگتا ہے کہ جیسے میں اسی رنگ' اسی روپ میں پیدا جس میں آج ہوں۔"
"ہوں۔ ٹھیک ہے ویسے ایک بات میں تمہارے بارے میں ضرور کہوں گی۔" جولی مجھے غور دیکھتے ہوئے بولی۔
"ضرور کہیں مس جولی۔"
"حالانکہ جس انداز میں تم ہمارے سامنے آئے' معاف کرنا اس میں کوئی جاذبیت نہیں ہوتی۔ طور سے آوارہ گرد قلاش ہوتے ہیں۔ ہوتے نہیں تو ہو جاتے ہیں' اور اس کے بعد ان کی حالت خراب خراب تر ہوتی چلی جاتی ہے۔ اور ـــــ جب ان کی حالت خراب ہو جاتی ہے تو وہ اپنی شخصیت کھو بیٹھتے ہیں کچھ بھی نہیں رہتا ان کے پاس عجیب سی کیفیت میں رہتے ہیں لیکن میں نے پچھلی شام ہی محسوس کیا تم ذرا مختلف سے ہو۔"
"اوہو' آپ نے اس قدر غور فرما لیا میرے بارے میں؟"
"ہاں' غور کرنے کی ضرورت پیش نہیں آئی۔ تمہاری شخصیت ہی اس قدر نمایاں تھی۔"
"کیا اختلاف ہے میرا عام لوگوں سے؟" میں نے پوچھا۔
"او ہو۔ میرا مطلب اختلاف سے نہیں ہے۔ میں یہ کہنا چاہتی تھی کہ تمہاری شخصیت کچھ ہونے کے باوجود بہت کچھ ہے۔" جولی نے عجیب سے انداز میں کہا۔
"بہرحال میں اس بات کا شکریہ ضرور ادا کروں گا مس جولی۔" میں نے کہا۔
"نہیں شکریہ کی کوئی بات نہیں۔"
"آپ شہر کس کام سے جا رہی ہیں۔"
"دراصل اپنے بارے میں کچھ بتانا تو نہیں چاہتی لیکن راستہ کاٹنے کے لیے ضروری بھی ہے۔"
"مجھے خوشی ہو گی۔"
"میرا تعلق ایک ڈیوک خاندان سے ہے۔ والدین اب بھی اعلیٰ عہدوں پر فائز ہیں۔ یہاں

میرے ایک چچا ایک بہت بڑے صنعتکار ہیں۔ بہت سے کام کرتے ہیں۔ حالانکہ جس وقت میں یہاں آئی ے نہیں ملی۔ لیکن اتفاقیہ طور پر ہی "انہوں نے مجھے دیکھ لیا۔ گو انہوں نے میرے شوہر کو نہیں دیکھا نہ انہیں اس کے بارے میں معلوم ہے لیکن بہرصورت وہ مجھے پہچان گئے اور میرے پیچھے پڑ گئے۔ میں شکل میں تھی اس میں ان کے قریب نہیں جانا چاہتی تھی۔ انہوں نے کہا کہ وہ مجھے اس حیثیت میں بھی کی محبت سے قبول کرتے ہیں اور اگر میں کچھ وقت ان کے ساتھ گزاروں تو وہ بہت خوش ہوں گے۔ ان خلوص کو دیکھ کر اور ان کے انداز کو پہچان کر میں بھی اس بات پر تیار ہو گئی کہ ان سے مل لینے میں کوئی نہیں ہے۔ خاص طور سے اس وقت جب تک کہ میں سوئیڈن میں ہوں اس کے بعد تو یہاں سے چلے جانا ہے۔

چنانچہ میں پہلی بار ان سے ان کے گھر میں ملی تو وہ نہایت عزت و احترام سے میرے ساتھ پیش ۔ انہیں میرے ان موجودہ حالات کے بارے میں کوئی تجسس نہیں تھا۔ نہ ہی انہیں میرے اس طرح پر انہیں کوئی اعتراض تھا۔ نہ ہی وہ اس کے بارے میں کوئی سوال کرنا چاہتے تھے۔ بس انہیں اپنا رشتہ بت یاد تھی۔ وہ مجھ سے بہت ہی اخلاق اور بہت ہی محبت سے پیش آئے اور تب میں نے سوچا کہ ان دوبارہ ملنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔"
"یقیناً مس جولی' خوش نصیب ہیں آپ"
"نہیں اس میں خوش نصیبی کی کوئی بات نہیں۔ بس ایک اچھے انسان کی پذیرائی کی ہے میں "
"آپ خود بھی اچھی انسان ہیں۔"
"چھوڑو ان باتوں کو مائیکل۔ یہ بتاؤ تم کہاں جا رہے ہو؟"
"آں۔ بس مس جولی ذہن میں کوئی خاص پروگرام نہیں تھا۔ یونہی بس کیمپ سے گھبرا گیا تھا' تو شہر آ کر کوئی ایسا کام تلاش کروں جس سے تھوڑا سا کما لیا جائے تاکہ رات کو کسی سے بھیک مانگنے کی ت پیش نہ آئے۔" میں نے بالکل اس طرح کہا جیسے کوئی بے روزگار آدمی کہہ سکتا تھا۔ اور جولی مجھے ے دیکھنے لگی۔
"اوہ' تو یہ بات تھی۔" اس نے کہا "کیا کام کرو گے شہر جا کر؟"
"بس ابھی تک کچھ ذہن میں نہیں ہے۔"
"کتنا کما لو گے مائیکل؟" اس نے پوچھا۔
"یہ بات بھی نہیں سوچی مس جولی۔"
"تب براہ کرم میرے ساتھ ہی وقت گزارو۔" جولی نے کہا۔
"کیا مطلب مس جولی۔ میں نہیں سمجھا۔" میں نے چونک کر پوچھا۔
"بھئی میں کہنا تو پسند نہیں کرتی لیکن کہے بغیر چارہ بھی نہیں ہے۔ تم جو کچھ کمانا چاہتے ہو مجھ سے "
"لوہ۔" میں نے آہستہ سے کہا۔ پھر بولا "آپ بے حد مہربان خاتون ہیں مس جولی' لیکن میرا خیال ٹھیک نہیں ہے۔"

"ہاں' تمہاری خودداری یہ بات کہہ سکتی ہے لیکن دوست سمجھ کر ہی مان لو۔"
"سوری مس جولی۔ میں یہ نہیں کر سکتا۔" میں نے سرد لہجے میں کہا۔
"اچھا چلو ٹھیک ہے' میں مجبور نہیں کروں گی لیکن تھوڑی دیر تو میرے ساتھ رہو۔"
"ہاں اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔" میں نے جواب دیا۔
پھر میں جولی کے ساتھ اس کے چچا کی عالی شان کوٹھی میں پہنچ گیا۔ ہم لوگ دروازے پر تھے کہ ایک لمبی کار گیٹ سے باہر نکلی اور جولی نے اس طرف ہاتھ ہلایا۔ ڈرائیور نے کار روک دی تھی اور جولی کی طرف لے آیا۔۔۔۔۔
پچھلی کھڑکی سے ایک خوش شکل لیکن مکار قسم کے آدمی نے گردن باہر نکالی۔۔۔۔۔
"اوہ جولی میری بچی۔ آؤ کیا میرے پاس آئی تھیں؟" اس نے پر محبت لہجے میں کہا۔
"ہاں انکل۔ آپ کہیں جا رہے ہیں؟"
"جا رہا ہوں بیٹی۔ لیکن تم بھی میرے ساتھ ہی چلو۔"
"نہیں انکل اس کی ضرورت نہیں ہے۔ میں پھر آ جاؤں گی۔"
"اوہو۔ ہرگز نہیں۔" بوڑھا کار کا دروازہ کھول کر نیچے اترتا ہوا بولا۔ "یا تو تم میرے ساتھ پھر کوٹھی واپس چل رہا ہوں لیکن بہتر یہی ہے کہ تم میرے ساتھ میرے دفتر چلو۔"
"جیسے آپ کا حکم انکل۔" جولی نے شانے اچکائے۔
"یہ کون ہے؟" بوڑھے نے پوچھا۔
"میرے انتہائی قریبی دوست مائیکل ہیں۔"
"اوہ۔ تم سے مل کر خوشی ہوئی نوجوان!" بوڑھے نے نہایت پر اخلاق لہجے میں کہا۔
"اور مسٹر مائیکل یہ میرے انکل جوزف ہیں۔"
"میں بھی آپ سے مل کر خوش ہوا۔" میں نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔
"آؤ تم دونوں کار میں بیٹھ جاؤ۔" انکل جوزف نے کہا اور ہم دونوں ان کے ساتھ ہی پچھلی سیٹ پر بیٹھ گئے۔ گو ہمارے کپڑے اس قابل نہیں تھے' ہمارے حلیئے خراب تھے' اس حیثیت میں نہیں تھے کہ اعلیٰ درجے کی کار میں بیٹھ کر سفر کرتے۔ اور وہ بھی اس مہذب آدمی کے ساتھ۔ لیکن مہذب آدمی کے چہرے پر ان احساسات کی کوئی رمق نہیں تھی جس نے بہرصورت مجھے کسی حد تک مطمئن کر دیا تھا۔ جب کار آفس کے دروازے تک پہنچی تو ہم اسے دیکھ کر دنگ رہ گئے۔ بہت خوبصورت عمارت تھی۔ باوردی چوکیدار نے دروازہ کھولا اور ہم تینوں نیچے اتر آئے۔
بوڑھے نے یہاں بھی دوسرے لوگوں سے بے نیازی کا سلوک کیا تھا اور ہمیں ساتھ لیے اپنے شاندار آفس میں پہنچ گیا۔ بہت بڑا ہال تھا جس کے درمیان ایک بہت بڑی میز لگی ہوئی تھی۔ عریض میز جس کے اوپر بے شمار الیکٹریکل انسٹرومنٹ رکھے ہوئے تھے یہ سب بجلی کے آلات تھے۔
ہمیں نیم دائرے کی شکل میں پڑی ہوئی کرسیوں پر بیٹھنے کا اشارہ کر کے انکل جوزف اپنی سیٹ پر بیٹھ گیا۔ پھر اس نے مسکراتے ہوئے جولی کی طرف دیکھا اور بولا۔
"میں تمہاری کیا خدمت کروں بیٹی؟"

"اوہ تھینک یو انکل۔ میں صرف آپ سے ملنے آئی تھی۔"
"یقیناً یقیناً۔ میں تمہارا شکر گزار ہوں۔ مائیکل آپ کا بھی۔"
"شکریہ جناب!" میں نے جواب دیا۔
"کیا پیو گے تم لوگ؟"
"آپ کے سامنے کچھ نہیں پئیں گے انکل۔" جولی نے کہا۔
"اوہو۔ اوہو۔ بہت خوشی ہوئی لیکن کوئی مشروب؟"
"جی ہاں۔ کولڈ ڈرنک منگوا لیجئے' اور مسٹر مائیکل آپ؟" جولی نے پوچھا۔
"ٹھیک ہے جولی میں بھی کولڈ ہی پیوں گا۔" میں نے جواب دیا اور بوڑھے جوزف نے بیل بجادی۔ اندر داخل ہوا اور جوزف نے اسے کچھ ہدایات دیں۔ اس کے بعد وہ پھر مسکراتا ہوا ہم لوگوں کی طرف متوجہ ہو گیا۔
"خوب زندگی ہے۔ تم لوگوں کی بھی۔ بعض اوقات تو تم لوگوں پر رشک آتا ہے۔"
"انکل جوزف آپ کو؟" جولی تعجب سے بولی۔
"ہاں۔ ہاں کیا میں انسان نہیں ہوں؟"
"لیکن آپ تو بہت بڑے انسان ہیں انکل جوزف!"
"بڑا چھوٹا کیا ہوتا ہے جولی۔ اسے میں نہیں مانتا۔"
"یہ آپ کی شرافت کی دلیل ہے ورنہ جتنا بڑا آپ کا کاروبار ہے کیا آپ اس سے مطمئن نہیں ہیں؟"
"کاروبار سے تو مطمئن ہوں لیکن بس زندگی زیادہ دلکش نہیں ہے۔"
"کیوں؟" جولی نے پوچھا۔
"ارے بھئی' یہ پوچھنے کی باتیں نہیں ہوتیں۔ تم لوگ جس آزادی سے زندگی بسر کرتے ہو ہم سرمایہ دار ہونے کے باوجود اتنی آسانی سے زندگی نہیں گزار سکتے۔ بے شمار مسائل ہیں' سینکڑوں الجھنیں ہیں' بہت سی پریشانیاں۔ نہ جانے کیا کیا۔ بس ایک زندگی تم لوگوں کی ہے جہاں دل چاہا کھا لیا' جہاں جی چاہا سو گئے۔ جو دل چاہا کیا۔ کوئی پوچھنے والا نہیں۔ کوئی فکر نہیں' کوئی غم نہیں۔" انکل جوزف نے کہا۔
میں غور سے اس شخص کی شکل دیکھ رہا تھا۔ خاصہ تیز اور چالاک آدمی محسوس ہو رہا تھا۔ پھر اس کا ٹیلیفون پر مصروف ہونا شروع ہو گیا۔ جگہ جگہ سے ٹیلیفون آ رہے تھے۔ کئی ٹیلیفون تھے۔
ہم مشروب پیتے رہے۔ اور وہ ٹیلیفون پر لوگوں سے گفتگو کرتا رہا۔ لیکن پھر اس کی ایک بات نے مجھے اس کی طرف متوجہ کر دیا۔ وہ ٹیلیفون پر کہہ رہا تھا۔
"آپ نے ٹھیک کہا مسٹر جیک مین۔ لیکن بہرصورت اس میں مشکلات تو پیش آئیں گی۔ بھئی اگر قانونی طریقے سے آپ کرنسی باہر منتقل کرنا چاہیں تو اس کے لیے آپ کو بہرصورت کچھ قانونی کارروائیاں کرنا ہوں گی۔ لیکن آپ چاہتے ہیں کہ بغیر کسی کارروائی کے کام ہو جائے تو اس کے لیے۔۔۔۔۔۔ تو ظاہر ہے۔۔۔۔ دوسرے کام کے لیے دوسرے طریقے ہی اختیار کیے جاتے ہیں۔" پھر اس نے کہا۔ "نہیں سوچ لیں۔ غور کر لیں۔ میں آپ کا کام کرانے کے لیے تیار ہوں۔ لیکن آپ کو کرنا وہی ہو گا جو میں

نے کہا ہے۔ اس سے کم کسی طور ممکن نہیں ہے۔" اور پھر اس نے ٹیلیفون رکھ دیا۔

میرے بدن میں سنسنی دوڑ گئی تھی۔ گویا یہ شخص اس شکل میں بھی کام آ سکتا ہے۔ میں نے جتنی دیر ہم لوگ وہاں رہے میں صرف اپنے حالات پر غور کرتا رہا اور بہر صورت میرے ذہن میں ایک ترکیب آ گئی تھی۔

تھوڑی دیر کے بعد جولی نے انکل جوزف سے اجازت لی اور ہم وہاں سے باہر نکل آئے۔ ذہن میں بہت سے خیالات مچل رہے تھے۔ آخر میں نے جولی سے کہا۔

"مس جولی کیا اب آپ مجھے اجازت دے دیں گی؟"

"دل تو نہیں چاہتا مائیکل کاش تم میرے ساتھ ہی پورا دن گزارنے کا فیصلہ کر لیتے۔ لیکن میں تمہیں روکنے کا حق نہیں رکھتی لیکن اگر پسند کرو تو کیا کل شام کو کیمپ میں ملاقات کرو گے؟"

"ضرور مس جولی! اس میں کیا حرج ہے۔" میں نے کہا اور پھر وہ ہاتھ ہلا کر مجھ سے رخصت ہو گئی۔ میں نے اس سلسلے میں جو فیصلہ کیا تھا' اس پر عمل کرنے کے لیے تیار ہو گیا۔ چند ساعت کے بعد میں نے پبلک کال بوتھ کا رخ کیا تھا۔

انکل جوزف کے آفس میں میں نے ان کا ایک ٹیلی فون نمبر ذہن نشین کر لیا تھا' چنانچہ میں نے نمبر پر رنگ کیا اور چند ساعت کے بعد دوسری جانب سے انکل جوزف کی آواز سنائی دی۔ انہوں نے اپنی کمپنی کا نام لیا تھا۔

"میں آپ سے ایک اہم گفتگو کرنا چاہتا ہوں۔" میں نے بھاری آواز میں کہا۔

"فرمایئے۔" انکل جوزف بولا۔

"ٹیلی فون پر گو یہ بات کرنا مناسب نہیں ہے' لیکن میں ذاتی طور آپ سے اس وقت گفتگو کروں گا۔ جب کچھ گفتگو ٹیلی فون پر طے ہو جائے۔" میں نے کہا۔

"فرمایئے کیا کام ہے؟"

"میں ایک بھاری کرنسی دنیا کے مختلف ممالک میں منتقل کرنا چاہتا ہوں۔" میں نے کہا۔ جوزف کی ایک ہلکی سی آواز سنائی دی۔

"میرا خیال ہے مسٹر آپ غلط قسم کے محتاط انسان ہیں' براہ کرم میرے دفتر آ جایئے۔"

"اس سلسلے میں جو کچھ ضروری باتیں اگر فون پر ہی ہو جائیں تو ٹھیک ہے۔"

"اوہو مسٹر جو باتیں آپ کرنا چاہتے ہیں یہاں آ کر کریں۔ میں صرف آپ کو یقین دلا سکتا ہوں"

"وہ کیا مسٹر جوزف؟"

"کسی بھی حالت میں آپ کو کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔ یہ ہمارا اصول ہے۔"

"ہوں۔" میں نے پر خیال انداز میں کہا اور پھر بولا "ٹھیک ہے مسٹر جوزف میں کس وقت مل سکتا ہوں؟"

"اب سے ایک گھنٹے کے بعد کسی بھی وقت!" جوزف نے جواب دیا۔

"میں پہنچ رہا ہوں۔" میں نے جواب دیا۔

"آپ کا نام کیا مسٹر؟"

"برونیک۔"

"آل رائٹ میں آپ کا انتظار کر رہا ہوں۔" جوزف نے جواب دیا اور میں نے فون بند کر دیا میرا تو ذہن اس بارے میں سوچ رہا تھا اور پھر میں ایک فیصلہ کر کے چل پڑا۔ ایک بار پھر مجھے میک اپ سٹورز کی تلاش تھی اور سویڈن جیسے شہر میں یہ تلاش کسی طور طویل نہیں ہو سکتی تھی۔ چنانچہ مجھے میک اپ کا عمدہ سامان مل گیا اور اس کے بعد کسی پر سکون گوشے کی تلاش۔

میک اپ کا بچا ہوا سامان اور آئینہ وغیرہ میں نے پارک کے اسی گوشے میں پھینک دیا تھا اور نیا خریدا ہوا سوٹ جو بے حد قیمتی تھا پہن لیا۔ پھر میں نے ایک ٹیکسی روکی اور اس میں بیٹھ کر مسٹر جوزف کی طرف چل پڑا اور تھوڑی دیر کے بعد میں مسٹر جوزف کے دفتر کی خوبصورت عمارت کے سامنے اتر گیا۔ ایک ملازم نے مجھے ان کے دفتر میں پہنچا دیا۔ میرا نام سن کر مسٹر جوزف نے فوراً مجھے اندر بلوایا۔ انہوں نے کھڑے ہو کر میرا استقبال کیا تھا۔

"مسٹر برونیک؟" وہ سوالیہ انداز میں بولے۔

"جی۔" میں نے جواب دیا۔

"بڑی خوشی ہوئی آپ سے مل کر۔"

"شکریہ!" میں نے اس کے سامنے ایک کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا۔

"کیا پئیں گے مسٹر برونیک؟"

"شکریہ! اس وقت کسی چیز کی ضرورت نہیں محسوس کر رہا۔" میں نے جواب دیا۔

"اوہ پھر بھی؟"

"نہیں شکریہ!"

"پھر میں آپ کی کیا خدمت کروں؟"

"میں آپ کا تھوڑا سا تعارف چاہتا ہوں۔"

"اوہ' میرا خیال ہے آپ میرے پاس بلاوجہ ہی نہیں آئے ہوں گے۔"

"ہاں ٹھیک ہے لیکن براہ کرم چند سوالات کے جواب دیں۔"

"ضرور فرمایئے؟" مکار شکل ------- جوزف نے کہا۔

"آپ کا اصل کاروبار کیا ہے؟"

"وہی جس کے لیے آپ آئے ہیں۔ میں سارے کام کر لیتا ہوں۔ پائیدار بحفاظت طریقے سے اور ضمانت کے ساتھ معاوضہ بھی معقول لیتا ہوں۔" جوزف نے جواب دیا۔

"میرا مطلب ہے یہ فرم؟"

"بظاہر امپورٹ ایکسپورٹ کا کام کرتی ہے لیکن باقی سارے کام بھی ہو جاتے ہیں۔ میرا مطلب ہے وہ کام جو تم چاہو۔ کوئی چیز باہر بھیجنی ہو یا باہر سے منگوانی ہو۔ براہ راست یہاں کوئی کام نہیں ہوتا۔"

"اوہ' اور اس کے لیے آپ ضمانت دیتے ہیں؟"

"ہاں!"

"ٹھیک ہے مسٹر جوزف۔ کسی قسم کے دھوکے کا امکان؟"

"آزمائش شرط ہے۔"
"گڈ۔ تب میں کچھ کرنسی باہر کے بینکوں میں بھیجنا چاہتا ہوں۔"
"یہ آسانی ہو جائے گا کتنی کرنسی ہے؟"
"کئی کروڑ ڈالر ہے۔" میں نے جواب دیا۔
"اوہ۔" جوزف سنبھل کر بیٹھ گیا۔ وہ غور سے میری شکل دیکھ رہا تھا۔ پھر اس نے کہا۔ "ا
معیوب سا سوال کروں گا۔"
"کرو!" میں نے جواب دیا۔
"کرنسی تمہاری اپنی ہے؟"
"یہی سمجھو۔ لیکن یہ سوال تم نے کیوں کیا؟"
"معاملے کی بات تم ہی سے ہو گی۔"
"ہاں۔" میں نے جواب دیا۔
"ایک بات بتاؤ گے دوست۔ میرے ذہن میں الجھ رہی ہے۔" وہ رازدارانہ لہجے میں بولا۔
"پوچھو!"
"ڈاکہ؟"
"کیا مطلب؟"
"سویڈن کے کسی بینک میں پچھلے کئی سالوں سے اتنا بڑا ڈاکہ نہیں پڑا۔" اس نے کہا۔ غصہ آیا اس کی بات پر۔ لیکن پی گیا۔ آدمی کام کا معلوم ہوتا تھا۔
"تمہارے خیال میں میں ڈاکو ہوں؟"
"ہو تب بھی کوئی فرق نہیں پڑتا۔ یہ خالص نجی سوال تھا اگر جواب نہیں دینا چاہتے تو ضرورا نہیں ہے۔"
"نہیں۔ ڈاکے کی کرنسی نہیں ہے۔"
"گڈ۔ بہرحال کچھ بھی ہو دوست۔ کام آسانی سے ہو جائے گا۔" جوزف نے جواب دیا۔
"طریقہ کار کیا ہو گا؟"
"تمہارے لیے تسلی بخش۔" اس نے جواب دیا۔
"معاوضہ؟"
"کافی بڑا کام ہے اور پھر تم نے کہا کہ کرنسی کسی ایک ملک میں نہیں مختلف ملکوں کے بینکوں میں منتقل کرانی ہے؟"
"ہاں!"
"تب کم از کم آٹھ فیصد لیکن اس رقم کے عوض تمہیں تمہاری ضرورت کی ہر سہولت جائے گی۔"
"آٹھ فیصد۔" میں نے زیر لب کہا۔
"تم خود غور کرو۔ حالانکہ تم نے ابھی ہمیں ان ممالک کی فہرست بھی نہیں دی۔ تاہم تم جہاں

چاہو گے ہمیں اعتراض نہیں ہو گا۔"
"طریقہ کار کیا ہو گا؟"
"تم فہرست دے دو گے۔ اس کے ساتھ ہی کرنسی بھی پارٹ میں۔ یعنی جس ملک میں تم کرنسی بھیجو گے۔ وہاں کے بینک سے کاغذات آنے کے بعد تم دوسرے ملک کی کرنسی میرے حوالے کرو گے۔"
"میں پرخیال انداز میں گردن ہلانے لگا۔ اس نے جو کچھ کہا تھا۔ ہر لحاظ سے مناسب تھا۔ کہیں سے بددیانتی کی بو نہیں آتی تھی۔ پھر میں نے پوچھا۔ "یہ کام کتنے دن میں مکمل ہو جائے گا مسٹر جوزف؟"
"جتنے ممالک کے آپ نام دیں گے اسی لحاظ سے وقت بھی لگے گا۔"
"بہرصورت ایک بات سے تو آپ آگاہ ہیں کہ آپ کے ذریعے کرنسی بھجوانے کا مقصد وہی ہو سکتا ہے کہ ہم اس کرنسی کو جائز طریقے سے کہیں منتقل نہیں کر سکتے۔"
"ظاہر ہے میں سمجھتا ہوں۔"
"ایسی صورت میں ہماری زندگی کو خطرات بھی لاحق ہیں۔"
"تمہیں نہایت عمدہ قسم کی رہائش گاہ مہیا کی جائے گی اور وہاں تمہارے بے شمار محافظ ہوں گے۔ کوئی تمہارا کچھ نہیں بگاڑ سکے گا۔۔۔۔۔ کرنسی منتقل ہونے کے بعد تم جس ملک میں بھی جانا چاہو گے یہاں سے تمہیں وہاں تک پہنچایا جائے گا۔"
"ہوں۔" میں نے پرخیال انداز میں کہا۔ بڑا اچھا معاملہ تھا، بہت سے مسائل حل ہو جاتے تھے۔ چنانچہ میں نے منظوری دے دی اور جوزف بے حد مودب نظر آنے لگا۔ پھر اس نے کہا۔
"کیا آپ تنہا ہیں جناب؟"
"نہیں کچھ اور لوگ بھی ہیں۔"
"ہاں ٹھیک ہے۔ جس قدر لوگ آپ کے ساتھ ہوں، آپ انہیں لے کر اس مکان میں منتقل ہو جائیں جس کا بندوبست میں کروں گا لیکن اس کے ساتھ ہی ایک درخواست اور کروں گا۔"
"وہ بھی کہو؟"
"جس قدر کرنسی ہے اس کا فیصد طے کر کے آپ ہمیں معاوضہ کا بیس فیصد ادا کر دیں۔"
"اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ کل یہ ہو جائے گا۔"
"شکریہ جناب۔" جوزف نے مودبانہ انداز میں کہا۔ پھر اس نے ٹیلی فون کا ریسیور اٹھایا اور کسی کو رنگ کرنے لگا۔ بلیک برڈ روانہ کر دو۔" اور پھر ریسیور رکھنے کے بعد بولا۔ "میں نے اس وقت آپ کے لیے کار منگوائی ہے۔ ڈرائیور قابل اعتماد آدمی ہے، تاہم جو بات آپ اس سے چھپانا چاہیں وہ یقیناً چھپائیں۔ ہم آپ کو ہر ممکن تعاون پیش کرنا چاہتے ہیں۔"
"شکریہ مسٹر جوزف۔" میں نے مطمئن انداز میں کہا۔ پھر اس کے کہنے سے مجھے مشروب بھی پینا پڑا اور اس کے بعد وہ بلیک برڈ آ گئی جو خاصی خوبصورت گاڑی تھی۔ ڈرائیور ایک تنومند شخص تھا، چہرے سے خاصا سنجیدہ انسان نظر آتا تھا۔
"مسٹر برونیک۔" جوزف نے تعارف کرایا۔ "اور یہ لاکر ہے۔ کسی کتے کی طرح وفادار آپ جس حد تک چاہیں اس پر اعتماد کر سکتے ہیں۔ کبھی شکایت نہ ہو گی۔"

"اوکے مسٹر جوزف۔" میں نے کہا اور پھر میں اٹھ گیا۔ یہ کام جس طرح ہوا تھا۔ مجھے اس کی
نہیں تھی۔ لیکن میرے خیال میں بہت سی الجھنیں دور ہو گئی تھیں۔ لاکر کے ساتھ میں سوئیڈن کے
علاقوں میں بے مقصد آوارہ گردی کرتا رہا۔ کیمپ کا میں نے رخ بھی نہیں کیا تھا۔ شام کو تقریباً پانچ بجے
نے جوزف کو فون کیا۔

"مسٹر برونیک!" جوزف چست لہجے میں بولا۔

"مکان کے بارے میں کیا کیا؟"

"بندوبست ہو گیا جناب۔"

"زیادہ ملازموں کی ضرورت نہیں ہے۔"

"آپ معائنہ کر لیں جو ردوبدل پسند کریں۔" جوزف بولا۔

"ٹھیک ہے۔ پھر میں کہاں پہنچوں؟"

"دفتر کی طرف آ جائیں۔"

"اوکے!" میں نے جواب دیا اور پھر میں لاکر کے ساتھ واپس چل پڑا۔ جوزف نیچے ہی موجود
میرے ساتھ اپنی کار میں چل پڑا۔ لمبی بلیک برڈ اس کی کار کے پیچھے چل رہی تھی اور جس عمارت کے
اس نے کار روکی وہ بے حد خوبصورت تھی۔ نہایت پر فضا مقام پر تھی۔ میں اندر داخل ہو گیا۔ عمارت
وسیع نہیں تھی۔ لیکن نہایت سلیقے کی تھی۔ مجھے بہت پسند آئی تھی۔ دروازے پر ہی دو خوبصورت لڑ
نے استقبال کیا تھا۔ بہرحال عمارت میں کل چھ ملازم تھے جن میں تین لڑکیاں اور تین مرد تھے۔ مردوں
ایک باورچی تھا اور دو متفرق کاموں والے۔

"دروازے پر رہنے والے بظاہر چوکیدار ہوں گے۔ لیکن درحقیقت وہ آپ کے محافظ ہوں گے

"ٹھیک ہے۔" میں نے گردن ہلا دی۔ جوزف نے میرے بارے میں ہدایات دیں اور پھر
سے اجازت لے کر چلا گیا۔ ڈرائنگ روم میں بیٹھ کر میں نے ان حالات پر نگاہ ڈالی۔ سب کچھ بے حد
تھا۔ خطرہ تو یہاں بھی مول لینا تھا۔ لیکن اس کے بغیر چارہ بھی کیا تھا۔ اب بات کرنسی کی تھی۔ کیا
عمارت میں لے آیا جائے۔ دوسری طرف اسے سردارے کے بھروسے پر چھوڑنا بھی مناسب نہیں تھا
دیر تک میں اس سلسلے میں غور و خوض کرتا رہا اور پھر میں نے ایک پروگرام بنا ہی لیا۔ دونوں لڑکیاں
نے ہمارا استقبال کیا تھا۔ خاصی خوش شکل اور سمارٹ تھیں۔ لیکن ابھی میں نے ان کی طرف توجہ نہیں
تھی۔ تیسری معمولی سی شکل و صورت کی اور کسی قدر سنجیدہ نظر آ رہی تھی۔ ویسے جوزف نے جو کچھ
وہ بھی خاصی ہمت کا کام تھا۔ کوئی بھی قلاش آدمی یہ چکر چلا سکتا تھا۔

بہرحال شام ہو گئی۔ عمدہ چائے ملی تھی۔ رات کے کھانے پر میں نے لڑکیوں سے بے تکلفی
بات کی۔ "آپ لوگوں سے تعارف نہیں ہوا۔"

"اوہ جناب ہم آپ کی توجہ کے منتظر تھے۔" ان میں سے ایک بولی۔

"چلیں اب سہی۔"

"یہ گارجیا ہے اور میں ویلسنا۔" اس نے جواب دیا۔

"خوب میرا نام برونیک ہے۔" میں نے کہا۔

"ہمیں معلوم ہے۔"

"کیا مشاغل ہیں تمہارے؟"

"بس، آپ جیسے بڑے لوگوں کی خدمت۔" ویلسنا نے جواب دیا۔

"خوب۔ اچھا میرے جیسے لوگ یہاں آ کر رہتے ہیں؟" میں نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"ضروری نہیں کہ وہ یہاں آئیں۔ میرا مطلب ہے مسٹر جوزف جس کام پر مامور کریں۔"

"اچھا۔ اچھا گویا تمہارا تعلق مسٹر جوزف سے ہے؟"

"اب تو آپ سے بھی ہے۔" گارجیا مسکرا کر بولی۔

بہرحال تھوڑی دیر کے اندر میں ان سے بے تکلف ہو گیا۔ لڑکیوں کے انداز سے پتہ چلتا تھا کہ ہر طرح سے کھائی کھیلی ہیں۔ اور یقیناً رات کو بستر پر آنے میں کسی کو اعتراض نہ ہو گا۔ اب مسئلہ یہ تھا کہ آج سردارے کو تو نہیں بلایا جا سکتا تھا۔ کم از کم ایک دن یہاں رہ کر حالات کا جائزہ لینا ضروری تھا۔

سو یہی ہوا۔ گارجیا، ویلسنا سے زیادہ خوبصورت تھی۔ دونوں نے رات کو مجھے کمپنی دی اور میں نے بے تکلفی سے گارجیا کا بازو پکڑ لیا۔

"اگر آپ پسند کریں مس گارجیا تو رات کو میرے ساتھ ہی رہیں۔"

"دل و جان سے مسٹر برونیک۔" گارجیا نشیلے انداز میں بولی۔ ویلسنا۔" کو اس بات پر کوئی اعتراض نہیں ہوا تھا اور پھر رات بھر گارجیا میرے ساتھ رہی۔ بار بار یہ کہنا تو مناسب نہیں کہ لڑکیاں یکساں ہی ہوتی ہیں۔ اس سے قبل مجھے بہت سی لڑکیاں ملی تھیں، گارجیا بھی انہی کی مانند تھی اور اس کے اندر کوئی خاص بات نہیں تھی۔ رات کو اس سے بہت سی باتیں ہوئیں، دوسری صبح نارمل تھی۔

رات کا حسین باب میری نگاہوں میں کوئی خاص حیثیت نہیں رکھتا تھا۔ کیونکہ میں ان حسین راتوں کا عادی ہو چکا تھا اور یہ دوسری بات ہے کہ یہ راتیں اپنی کشش نہیں کھو سکی تھیں۔ شاید یہ جوانی کی مانگ تھی۔

"مسٹر جوزف نے میرے لیے خاصی آسانیاں فراہم کر دی تھیں اور بہرحال میں اس شخص کا شکرگزار تھا۔ ناشتے کے بعد گارجیا نے مجھ سے پوچھا کہ اب میرا کیا پروگرام ہے؟

"بس آپ لوگ آرام کریں مس گارجیا' میں نے کچھ کام کرنے ہیں۔ لاکر کو ساتھ لے جاؤں گا۔"

"ٹھیک ہے جناب۔ جیسی آپ کی مرضی۔ مسٹر جوزف کے لیے تو کوئی پیغام نہیں ہے؟" ویلسنا۔" نے پوچھا۔

"نہیں۔ فی الوقت کوئی پیغام نہیں ہے کیوں' کیا اس نے ٹیلیفون کیا تھا؟" میں نے پوچھا۔

"اوہ۔ جی نہیں۔ ہمیں ہدایات ہیں کہ کوئی بھی مسئلہ ہو ہم مسٹر جوزف کو پیغامات سے مطلع کریں۔" ویلسنا۔" جلدی سے بولی۔

"ٹھیک ہے مس ویلسنا۔" اگر مسٹر جوزف آپ سے میرے بارے میں معلومات حاصل کریں تو آپ ان سے یہ کہہ دیں کہ فی الوقت میرا کوئی پیغام نہیں ہے۔"

"بہت بہتر۔" ویلسنا۔" نے مستعدی سے کہا۔

میں نے لباس وغیرہ درست کیا اور پھر عمارت کے بیرونی حصہ کی جانب نکل آیا۔ جہاں لاکر

خوبصورت بلیک برڈ کے ساتھ میرا منتظر تھا۔ مجھے دیکھ کر مسکرایا اور پھر اس نے مودبانہ انداز میں مجھے کیا۔ سلام کا جواب دینے کے بعد میں نے اس سے اس کی خیریت پوچھی اور لاکر نے سر جھکا کر مختصر الفاظ میں اپنے عمدہ ہونے کا یقین دلایا اور پھر میرے اشارے پر اس نے کار کا پچھلا دروازہ کھولا۔

"شکریہ لاکر۔" میں اندر بیٹھ گیا اور لاکر نے ڈرائیونگ سیٹ سنبھال لی' چند ساعت کے بعد ہم نکل آئے تھے۔ میں نے جو پروگرام سوچا تھا' اس پر عمل کرنے کے لیے میں پوری طرح تیار تھا۔ لاکر کار سڑک پر کافی آگے تک بڑھتا چلا گیا اور پھر اس نے مختصر سے الفاظ میں مجھ سے پوچھا کہ میں کہاں جانا چاہتا ہوں۔

"سٹاک ہانگ کی رنگینیاں میرے خیال میں تمہاری نگاہوں سے دور نہ ہوں گی۔" میں نے جواب دیا۔

"یقیناً جناب" لاکر کے ہونٹوں پہ ہلکی سی مسکراہٹ پھیل گئی۔ لیکن میں نے اس مسکراہٹ میں چھپی ہلکی سی فکرمندی کو محسوس کر لیا تھا۔ غالباً" لاکر اسی انداز میں سوچ رہا تھا' جس کے بارے میں میں نے دیر پہلے سوچا تھا۔ مطلب یہ کہ مسٹر جوزف نے جو آسائیاں مجھے فراہم کی تھیں وہ کافی مہنگی تھیں اور مجھ جیسا کوئی بھی شخص اس قسم کی باتیں کر کے مسٹر جوزف کو متاثر کر سکتا تھا اور اس کے سرمائے سے سٹاک ہانگ میں عیش کر سکتا تھا۔ لاکر کے خیال میں میں بھی اسی قسم کا کوئی آدمی ہو سکتا تھا۔ اور مجھے یقین تھا کہ لاکر آج تک کی رپورٹ مسٹر جوزف کو ضرور دے گا۔ دلچسپ بات تھی اور میں اس کا رد عمل دیکھنا چاہتا تھا۔ دیکھنا چاہتا تھا کہ لاکر اور مسٹر جوزف کس قدر ضبط کے مالک ہیں اور کہاں تک اپنا نقصان برداشت کر سکتے ہیں۔ بہرحال سٹاک ہانگ کے بہت سے راستے میری نگاہوں سے باہر نہیں تھے۔ لاکر نے انتہائی خلوص اور دیانتداری کے ساتھ دن کی تفریحات سے مجھے روشناس کرایا اور پھر شام ہو گئی۔

"رات کے بارے میں کیا پروگرام ہے مسٹر برونیک؟" لاکر نے پوچھا۔

"اوہ ڈیئر لاکر۔ میرا خیال ہے رات بلکہ شام کسی پرفضا مقام پر گزاری جائے۔"

"جو حکم جناب۔" لاکر نے شانے اچکا کر جواب دیا۔

"لیکن لاکر تنہا شامیں تو بہت اداس ہوتی ہیں۔" میں نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

"اوہو جناب۔ اگر آپ پسند فرمائیں تو ان دونوں لڑکیوں کو ساتھ لے لیا جائے۔"

"کون۔ ویلسنا۔" اور گارجیا۔" میں نے پوچھا۔

"جی۔"

"نہیں بھئی۔ وہ گھر کی چیز ہے گھر میں اچھی لگتی ہے۔"

"اوہو۔ تو باہر کی چیزیں بھی بے شمار مل جاتی ہیں۔"

"میرا مقصد صرف کمپنی سے ہے' کیا تم اسے پسند نہ کرو گے؟"

"یقیناً جناب میں بھی بوڑھا آدمی نہیں ہوں۔" لاکر ہنسنے لگا اور میں نے بھی اس کا ساتھ دیا۔

"ٹھیک ہے۔ پھر باقی معاملات تمہارے اوپر۔"

"یقیناً آیئے۔" لاکر بہل گیا تھا اور پھر وہ چل پڑا' تھوڑی دیر کے بعد ایک خوبصورت سی عمارت کے سامنے اس نے کار روک دی اور دروازہ کھول کر نیچے اترتے ہوئے بولا "کیا مجھے چند منٹ کی مہلت ملے گی؟"

"ہاں' ہاں۔ یقیناً یقیناً۔"

"میں ابھی حاضر ہوا۔" لاکر نے کہا اور عمارت میں اندر داخل ہو گیا۔ تھوڑی دیر کے بعد جب وہ واپس آیا تو اس کے ساتھ تین لڑکیاں تھیں۔ خوبصورت لباسوں میں ملبوس' شگفتہ پھولوں کی مانند کھلی ہوئیں۔ لیکن ان کے چہرے میک اپ سے زیادہ خوبصورت لگ رہے تھے۔ اندر سے ممکن ہے اس قدر حسین نہ ہوں۔ ظاہر ہے کاروباری لڑکیاں تھیں اور کاروباری لڑکی میں مجھے کبھی حسن نظر نہیں آیا۔ لاکر نے ان تینوں لڑکیوں سے میرا تعارف کرایا اور ان لڑکیوں نے نہایت خوش اخلاقی سے مجھ سے ہاتھ ملائے۔ پھر وہ ہمارے ساتھ کار میں آ بیٹھیں۔ ایک لڑکی کار میں لاکر کے نزدیک بیٹھ گئی اور دو لڑکیاں میرے دائیں اور بائیں۔ انہوں نے مجھے درمیان میں لے لیا تھا۔ کافی شوخ معلوم ہو رہی تھیں۔ چھوٹے چھوٹے جملے کس رہی تھیں اور بے پناہ قہقہے لگا رہی تھیں۔ بہرحال یہ کوالٹی ان میں ضرور تھی کہ ان کے جملے چھچھورے نہیں تھے بلکہ ان میں سلیقہ تھا اور مجھے احساس تھا کہ یہ صورت بری نہیں ہے۔

"اب کہاں چلو گے لاکر؟" میں نے پوچھا۔

"جگہ کا انتخاب اگر آپ ہی فرما دیں تو بہتر ہے۔" لاکر نے جواب دیا۔

"اوہو۔ تو میرا خیال ہے ہم لائٹس کیمپ چلتے ہیں۔"

"لائٹس کیمپ۔" لاکر تعجب سے بولا۔

"کیا عمدہ جگہ نہیں ہے؟"

"ہے جناب لیکن۔"

"لاکر یہ میری کمزوری ہے۔" میں نے آہستہ سے کہا۔

"اوہو۔ تب ٹھیک ہے جناب' کوئی بات نہیں ہے چلئے چلتے ہیں۔" لاکر نے کہا اور میں نے ایک طویل سانس لے کر گردن ہلا دی۔ تھوڑی دیر کے بعد ہم کیمپ میں داخل ہو گئے۔

یہاں کے ہنگامے معمول کے مطابق تھے۔ کوئی تبدیلی نہ تھی جس پر مجھے حیرت ہوئی' گولڈ مین کا اڈہ بھی بند ہو گیا تھا اور شاید ایڈگر کے اڈے پر بھی مال تقسیم نہیں ہو رہا تھا۔ پھر یہاں کے آوارہ گرد کیوں مطمئن تھے۔ یہ بات باعث تعجب خیز تھی۔ لیکن بہرحال ایسی تعجب خیز بھی نہیں تھی کہ میں اس کے لیے کرید میں پڑ جاتا۔ میں نے ان ساری چیزوں کو نظر انداز کر دیا اور جھیل کے کنارے کا انتخاب کیا۔

"لڑکیاں نیچے اتر گئیں۔ وہ پوری طرح تفریح پر آمادہ تھیں اور ان کا چنچل پن مجھے بھی بہت پسند تھا جو لڑکی لاکر کے ساتھ بیٹھی تھی وہ شاید لاکر کی پہلے سے دوست تھی کیونکہ اس نے لاکر کا ساتھ پسند کیا تھا۔

"اگر آپ محسوس نہ کریں جناب۔" لاکر معذرت آمیز انداز میں بولا۔

"کیا مطلب؟"

"میں ٹوریسا کے ساتھ ــــــ لیکن اگر آپ کی اجازت ہو تو!"

"لو۔ یقیناً لاکر تم اس سلسلے میں خود مختار ہو۔ اجازت کی کیا ضرورت ہے۔"

"برگیتا تم مسٹر برونیک کو کسی بات کا احساس نہیں ہونے دو گی۔" وہ ایک لڑکی سے بولا۔

"یہ بھی کہنے کی بات ہے لاکر۔" برگیتا نے کہا۔ اور پھر اس نے میرے بازو میں بازو ڈال دیا۔

دوسری لڑکی سوریشا بھی آگے بڑھ گئی ویسے میں نے محسوس کیا تھا کہ برگیتا کے اس التفات سے اس کے
چہرے کے تاثرات زیادہ خوشگوار نہیں رہے تھے۔ تاہم وہ کوشش کر رہی تھی کہ ہمیں اس بات کا احساس
ہونے پائے۔ ہم کیمپ میں آوارہ گردی کرنے لگے۔ مجھے سردارے کی تلاش تھی۔ میں جانتا تھا کہ وہ میرے
لیے پریشان ہو گا اور اس وقت اس کی تفریحات محدود ہو گئی ہوں گی۔"

"مسٹر برونیک" راستے میں برگیتا نے مجھے مخاطب کیا۔

"ہوں۔" میں نے چونک کر پوچھا۔

"آپ بہت خاموش ہیں۔"

"ایسی بات تو نہیں ہے۔"

"کچھ سوچ رہے ہیں؟"

"ہاں!"

"ہمیں اس سوچ میں شریک نہیں کریں گے؟"

"اوہ ضرور مس برگیتا۔ بلکہ ممکن ہے آپ میری مدد بھی کر سکیں۔"

"دل و جان سے۔" برگیتا نے کہا۔

"میں نے ایک طویل عرصہ آوارہ گردوں کے ساتھ گزارا ہے اور ان کی بری عادتیں، میرے اند
بھی سرایت کر گئی ہیں۔"

"بری عادت سے آپ کی کیا مراد ہے؟"

"مثلاً چرس نوشی!" میں نے اس کی طرف دیکھتے ہوئے جواب دیا۔

"اوہ۔ میرا خیال اس سے مختلف ہے مسٹر برونیک!" برگیتا بولی۔

"یعنی؟" میں نے پوچھا۔

"عادت۔ انسانی ضرورت ہوتی ہے۔ ہمیں کسی ایسی چیز کی ضرورت نہیں محسوس ہوتی جس کا تعل
ہمارے ذہن کے کسی گوشے سے نہ ہو اور جن چیزوں کا تعلق ہمارے ذہن کے گوشوں سے ہوتا ہے ہم ا
نظر انداز کر کے خود کو دھوکہ تو دے سکتے ہیں لیکن جس وقت بھی وہ ہمارے ذہن میں ابھر آئیں ہم انہیں ا
لیتے ہیں۔"

"خوب۔ اچھا نظریہ ہے آپ کا۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "لیکن ایک بات تو بتائیں۔"

"ضرور۔" برگیتا بولی۔

"کیا آپ لوگ بھی شغل کر لیتی ہیں؟"

"اعتراف نہ کرنے کی کوئی وجہ نہیں ہے۔"

"گویا؟"

"ہاں۔ سوریشا تو ہر رات انجکشن ضرور لیتی ہے۔"

"چرس وغیرہ؟"

"سب کچھ!"

"واہ۔ تب تو بے حد خوشی ہوئی آپ سے مل کر۔ لیکن آپ مال کہاں سے حاصل کرتی ہیں

"شہر میں بھی چھوٹے چھوٹے بہت سے سٹور ہیں۔ ہمارا ایک ملازم خود بھی عادی ہے۔ وہی ہمارے
لیے آتا ہے۔ لیکن یہ تو کیمپ ہی آوارہ گردوں کا ہے۔ یہاں تو آسانی سے سب کچھ مل جاتا ہے۔"

"ہاں میں اس لیے اس طرف آیا ہوں۔"

"آیئے کسی سے معلوم کریں۔" برگیتا بولی۔

"تھوڑی دیر رک جائیں۔ میں اپنے ایک دوست کو تلاش کر رہا ہوں۔ اگر وہ مل جائے تو سارے
مسائل حل ہو سکتے ہیں۔" میں نے جواب دیا۔ سردارے گدھا ابھی تک نظر نہیں آ رہا تھا۔

پھر ہم مختلف جگہوں پر گھومتے پھرے۔ میری بے چین نگاہیں سردارے کو تلاش کرتی رہیں اور پھر
ایک جگہ سردارے نظر آ گیا۔ لیکن عجیب حال میں۔ وہ زمین پر کپڑا بچھائے بیٹھا تھا اور کپڑے پر چند سکے
پڑے ہوئے تھے۔ اس سے تھوڑے فاصلے پر اس کی دوست بھکاری لڑکی بڑے درد بھرے انداز میں لوگوں
سے بھیک مانگ رہی تھی۔ وہ اپنے معذور ساتھی کے بارے میں بتا رہی تھی۔

مجھے سخت غصہ آ گیا۔ اس گدھے نے ذلالت کی انتہا کر دی تھی۔ برگیتا اور سوریشا نے بھی اسے دیکھ
لیا تھا۔ اب پریشانی یہ تھی کہ ان لوگوں کے سامنے میں اسے کیسے مخاطب کروں۔ جب کہ مجھے اس سے کام
لینا تھا۔ صرف چند لمحات میں نے سوچا اور پھر ایک فیصلہ کر لیا۔

"مس برگیتا۔" میں نے آہستہ سے کہا۔

"جی مسٹر برونیک؟" وہ جلدی سے بولی۔

"میں نے اس بدمعاش کو دیکھ لیا ہے۔"

"کون بدمعاش؟"

"میرا دوست، میرا ساتھی۔"

"اوہ جسے آپ تلاش کر رہے تھے۔"

"ہاں۔"

"کہاں ہے وہ؟"

"بھیک مانگ رہا ہے۔ ذلیل کہیں کا۔"

"ارے وہ بھکاری جس کے سامنے سکے پڑے ہیں؟"

"ہاں۔" میں نے ہونٹ بھینچ کر جواب دیا۔

"اوہ۔ معذور ہے بے چارہ!" سوریشا نے افسوس سے کہا۔

"جی نہیں مس سوریشا۔ ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ البتہ وہ بہت بڑا مکار ہے۔"

"لیکن اس کی آنکھیں۔ وہ اندھا ہے۔"

"ہزار آنکھیں رکھتا ہے بدبخت۔
ھیں۔" میں نے دانت پیستے ہوئے کہا۔ "ابھی ٹھیک کرتا ہوں اس کی
میں نے ان دونوں کو رکنے کا اشارہ کیا اور سردارے کی طرف بڑھ گیا۔ اس کی ساتھی لڑکی نے
را لباس وغیرہ دیکھا اور میری طرف لپکی۔

"ہم بڑے غم نصیب ہیں جناب۔ براہ کرم ہماری مدد کریں۔" وہ بولی۔

"تمہارا ساتھی ہے وہ؟"

"ہاں۔ اندھا ہے۔ بے چارہ۔ ایک حادثے کا شکار ہو گیا ہے۔ ورنہ چند روز پہلے وہ بھی دنیا دیکھتا تھا۔ آہ بڑا بددل ہے دنیا سے۔ لیکن میں فیصلہ کر چکی ہوں کہ خواہ کچھ بھی ہو جائے میں اس کی آنکھوں کا علاج ضرور کراؤں گی۔" اس نے پرجوش لہجے میں کہا۔

"اوہو۔ کیا حادثہ پیش آگیا تھا بے چارے کو؟"

"بس جناب' غم کی بات ہے کیا کریں گے سن کر ہو سکے تو ہماری کچھ مدد کر دیجئے۔"

"یقیناً مس۔ لیکن میں اس سے ذرا گفتگو کرنا چاہتا ہوں۔"

"وہ بے حد اداس ہے۔ براہ کرم اسے آپ اس موضوع پر نہ چھیڑیں۔"

"ہاں۔ مجھے معذور انسانوں سے بڑی ہمدردی ہے' میں یقیناً اس کے علاج کے پورے اخراجات برداشت کروں گا۔ بس ذرا تھوڑی سی گفتگو کر لوں اس سے۔" میں نے کہا اور آگے بڑھ کر سردارے کے پاس پہنچ گیا۔

"اے اداس انسان مجھے تجھ سے بے حد ہمدردی ہے۔" میں نے آواز بدل کر کہا۔

"جو کچھ کہنا ہے اس سے کہو۔" سردارے نے جواب دیا۔

"میں تمہاری آنکھوں کی بینائی واپس لانا چاہتا ہوں۔" میں نے کہا۔

"نہیں دیکھنی یہ دنیا مجھے' نہیں چاہئے یہ بینائی مجھے' بس تم چلے جاؤ۔"

"اوہو کوئی خاص واقعہ ہے؟"

"ہو گا۔ اگر تمہیں کچھ مدد کرنا ہے تو کرو۔ ورنہ اپنا راستہ لو۔" سردارے نے چڑچڑے پن سے جواب دیا۔ درحقیقت وہ کافی حد تک پریشان نظر آتا تھا۔

"میں ایک عجیب و غریب ڈاکٹر ہوں۔" میں نے کہا۔ "اگر میں چاہوں تو چند ساعت میں تمہاری بینائی واپس آسکتی ہے۔"

"اچھا۔" سردارے نے میری جانب دیکھا "اس سے قبل وہ نابینا ہونے کا اظہار کر رہا تھا۔ آنکھیں کھلی ہوئی تھیں' لیکن یوں لگتا تھا جیسے ان میں روشنی نہ ہو' لیکن اب اس کے دیکھنے کے انداز میں تبدیلی پیدا ہو گئی تھی۔

"بہرحال میک اپ ہونے کی وجہ سے وہ مجھے پہچان نہیں سکا تھا۔

"کیا خیال ہے۔" میں نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"جاؤ بابا کیوں پریشان کرتے ہو؟" سردارے نے چڑچڑے انداز میں کہا۔

"پریشان۔" میں نے غراتے ہوئے کہا۔ "میرا دل چاہ رہا ہے تیری کھال ادھیڑ دوں۔ سردارے بچے۔" میں نے دانت پیستے ہوئے کہا اور سردارے اچھل پڑا۔ اس نے عجیب سے انداز میں مجھے دیکھا پھر اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ کی ایک ہلکی سی لکیر کھنچ گئی۔

"ہاں۔ تو تم سب کچھ کر سکتے ہو؟"

"یہ کیا کمینہ پن ہے۔؟" میں نے پوچھا۔

"تمہاری ہدایات کے مطابق" سردارے شانے اچکا کر بولا۔

"لیکن اس حد تک؟"

"انسان کی کوئی حد نہیں ہوتی۔" سردارے فلسفیانہ انداز میں بولا۔

"اور ہاں جوتے کی بھی کوئی حد نہیں ہوتی۔ ابھی اگر تم کہو تو میں ان سب کے سامنے تمہارا بھانڈا پھوڑ دوں۔ یہ سب تمہیں مل کر اتنا ماریں گے کہ اتنا ماریں گے کہ تمہارا دماغ درست ہو جائے گا۔"

"لیکن اس کی ضرورت ہی کیا ہے استاد؟"

"ضرورت تو میں تمہیں اچھی طرح بتا دوں گا لیکن فی الحال اس سے تو پیچھا چھڑا۔"

"کس سے بھکارن سے؟"

"اور کیا؟"

"ہائے استاد۔ میں تو اسے زندگی بھر کا ساتھی بنا چکا ہوں۔ ہم دونوں نے عہد کیا ہے کہ ساری زندگی ایک ساتھ بھیک مانگیں گے۔"

"تو میں جاؤں؟"

"ارے نہیں استاد۔ اب یہ دھندا اتنا برا بھی نہیں کہ میں تمہیں ایک وقت کا کھانا نہ کھلا سکوں۔" سردارے نے کہا اور میں خونخوار انداز میں اسے گھورنے لگا۔

"اٹھ جا۔ ورنہ اچھا نہ ہو گا۔" میں نے کہا۔

"مگر اسے بھی ساتھ لو گے استاد؟"

"سردارے میں تیری قسم تیرا دماغ درست کر دوں گا۔" میں نے جھلائے ہوئے انداز میں کہا۔

"مم' مگر استاد اس وقت میں اس سے پیچھا کیسے چھڑاؤں؟"

"مجھ سے پوچھ رہا ہے۔" میں نے کہا۔

"ہاں تم تو ظالم آسمان بن کر آتے ہی ہو۔ اچھا کوشش کرتا ہوں۔ حالانکہ وہ بے حد وفادار ہے۔ سچ مچ اس نے میرے ساتھ زندگی گزارنے کا عہد کر لیا ہے۔"

"ٹھیک ہے اگر تو اس کے ساتھ زندگی گزارنا چاہتا ہے تو میں چلتا ہوں۔"

"نہیں استاد تمہارے بغیر زندگی کا تصور ہی بے کار ہو جاتا ہے۔"

"بس اب جلدی کرو۔ زیادہ وقت نہیں ہے میرے پاس۔"

"چند باتیں تو بتا دو استاد۔" سردارے بولا اور میں اسے گھورنے لگا۔ "یہ ٹھاٹ باٹ یہ تبدیلی۔ واقعی میں تو تمہیں نہیں پہچان سکا تھا۔" اس نے میرا بھرپور جائزہ لے کر کہا۔ "اٹھو اور میرے ساتھ چلو۔" میں نے تحکمانہ لہجے میں کہا اور سردارے ایک طویل کراہ لے کر اٹھ گیا۔ پھر وہ بھکارن کے نزدیک پہنچ گیا۔

"بھکارن چونک کر اسے دیکھنے لگی۔ اور پھر چاروں طرف دیکھتی ہوئی بولی۔ "ارے ارے کیا کر رہے ہو۔ وہ لوگ بھی یہاں موجود ہیں جو تمہیں اندھا سمجھ کر کچھ دے چکے ہیں۔"

"مجھے اب ان سے کوئی سروکار نہیں ہے۔" سردارے بولا۔

"لل کیوں؟"

"اچانک میری یادداشت گم ہو گئی ہے۔ میں سب کچھ بھول گیا ہوں۔ اچھی لڑکی کیا تم مجھے اپنے بارے میں بتاؤ گی؟" سردارے بولا۔

"یہ لل کیا مذاق ہے؟" لڑکی بوکھلا کر بولی۔

"تو تم مجھے نہیں پہچانتیں۔ شاید مجھے کوئی غلط فہمی ہوئی تھی۔" سردارے نے کھوئے ہوئے انداز میں کہا اور پھر وہ آگے بڑھ گیا۔ لڑکی نے لپک کر اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔

"کیا بکواس ہے۔ اچانک تمہیں کیا ہو گیا ہے مسٹر جیک۔" وہ پریشانی سے بولی۔

"جیک نہیں مس' میرا نام پیٹر بیلی ہے۔ سوری آپ جیک کو تلاش کر لیں۔" سردارے نے کہا اور ہاتھ چھڑا کر تیزی سے آگے بڑھ گیا۔ لڑکی پھر اس کی طرف لپکی۔ لیکن سردارے نے دوڑ لگا دی اور ظاہر ہے لڑکی اسے پکڑ نہیں سکتی تھی۔ وہ رک گئی اور اس کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے۔ مجھے اس سے دلی ہمدردی کا احساس ہوا تھا۔ لیکن اب احساسات کی کوئی اہمیت نہیں رہ گئی تھی۔۔۔ میری نگاہ میں۔ میں اس کے قریب پہنچا۔

"کیا ہو گیا تمہارے ساتھی کو؟"

"پتہ پتہ نہیں جناب۔ تھوڑی دیر پہلے وہ ٹھیک تھا۔" وہ روہانسی آواز میں بولی۔ اور میں نے جیب سے کچھ کرنسی نوٹ نکال کر اس کی طرف بڑھائے۔ اور پھر اس کا شانہ تھپتھپا کر آگے بڑھ گیا۔ برگیتا اور سوریشا منہ پھاڑے کھڑی تھیں۔

"اب کیا کریں مسٹر برونیک؟"

"سب ٹھیک ہو گیا۔ آئیں۔" میں نے کہا۔

"لیکن وہ تو بھاگ گیا۔" سوریشا بولی۔

"آجائے گا۔ بھاگا ہی اس لیے ہے۔"

"اور اس نے اپنی ساتھی کو چھوڑ دیا؟"

"شاید پوری دنیا میں میرے علاوہ اس کا کوئی اور ساتھی بھی نہیں ہے۔" میں نے بدستور آگے بڑھتے ہوئے کہا اور پھر کافی دور نکل آئے۔ سردارے آس پاس نظر نہیں آ رہا تھا۔ لیکن میں جانتا تھا کہ اس نے ہم پر ضرور نگاہ رکھی ہوگی اور یقیناً وہ ہمارے پاس خود پہنچ جائے گا۔ یہی ہوا۔ اس وقت ہم کچھ خیموں کے نزدیک سے گزر رہے تھے کہ سردارے ایک خیمے کے پیچھے سے نکل کر میرے سامنے آ گیا۔

"ہیلو۔ شریف انسانو۔" اس نے کہا۔

"ہیلو۔ کیا تمہاری یادداشت واپس آ گئی ہے؟" میں نے اسے آنکھیں مارتے ہوئے کہا۔

"اس حد تک ضرور کہ میں تمہاری صورت پہچان سکوں۔ البتہ یہ خوبصورت لڑکیاں۔ انہیں میں نہیں پہچان سکا۔"

"میرا نام برونیک ہے اور یہ برگیتا اور سوریشا ہیں۔"

"ارے ارے۔ اب میری یادداشت اتنی خراب بھی نہیں ہے کہ میں تمہیں نہ پہچان سکوں مسٹر برونیک۔ لیکن یہ لڑکیاں؟"

"یہ تمہارے لیے اجنبی ہیں۔" میں نے جواب دیا۔

"آہ۔ یہ بات کہو نہ مسٹر برونیک۔ بھلا جارج کے لیے دنیا کی کوئی لڑکی اجنبی ہو سکتی ہے؟" سردارے ایک گہری سانس لے کر بولا۔

"لیکن یہ آپ کیا کہہ رہے تھے مسٹر؟" سوریشا نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"میں زندگی کو مختلف رنگوں میں دیکھنے کا عادی ہوں تجربات زندگی کا سب سے دلچسپ مشغلہ ہوتے ہیں۔ میں اس لڑکی کے لیے معقول کمیشن پر بھیک مانگ رہا تھا۔"

"اوہ۔" برگیتا ہنس پڑی۔

"بہت دلچسپ انسان معلوم ہوتے ہیں مسٹر جارج۔" سوریشا بولی۔

"ہاں۔ میرا گہرا دوست ہے۔ آئیے کسی ریستوران میں بیٹھیں مس برگیتا۔" میں نے کہا اور وہ تیار ہو گئیں۔ پھر ہم اس کیمپ کے ایک ریستوران میں جا بیٹھے۔ لاکر اور اس کی دوست کا کہیں پتہ نہیں تھا۔ ریستوران میں کرسیوں پر بیٹھنے کے بعد میں نے ان دونوں لڑکیوں سے معذرت کی۔ آپ اگر مجھے چند ساعت کی اجازت دیں تو میں اپنا کام کر لوں!"

"اوہ۔ ضرور۔" برگیتا بولی۔

"آؤ جارج۔ تم سے ایک ضروری کام ہے۔"

"ضرور مسٹر برونیک۔" سردارے اٹھ کھڑا ہوا اور پھر میرے ساتھ وہاں سے دور ایک میز پر آ بیٹھا۔

"اب سناؤ بدمعاش انسان۔"

"میری ہمت۔ میری مجال کہ آپ کو کچھ سناؤں۔ میں ایک بھکاری اور آپ۔" سردارے جلے کٹے لہجے میں بولا۔

"کیا بات ہے مرچیں کیوں چبا رہے ہو؟"

"کہاں چلے گئے تھے؟"

"تمہیں بتا کر گیا تھا۔"

"لیکن اتنا وقت آپ کو میری پریشانیوں کا احساس نہیں ہو سکتا۔"

"احساس کیوں نہیں تھا میری جان۔ پورا پورا احساس تھا لیکن حالات نے اجازت نہیں دی۔" میں نے جواب دیا۔

"ہاں! میں دیکھ رہا ہوں' حالات واقعی کافی خوبصورت ہیں۔" سردارے نے طنزیہ انداز میں لڑکیوں کی طرف اشارہ کیا۔

"اچھا فضول بکواس سے پرہیز کرو اور کام کی باتیں سنو۔" میں نے سخت لہجے میں کہا۔

"ٹھیک ہے استاد' میرے لیے کام' کام ہی کام اور تمہارے لیے خوبصورت لڑکیاں۔"

"سردارے باز آ جاؤ۔" میں نے آنکھیں نکالیں۔

"ایک شرط پر' ان میں سے ایک میری۔" سردارے بولا۔

"دونوں تیری۔ میرے پاس بہت ہیں۔"

"جانتا ہوں اچھی طرح جانتا ہوں۔" سردارے ناک پھلا کر بولا۔ "کام کیا ہے؟"

"لڑکیوں سے بے تکلف ہو جاؤ اور پھر تھوڑی دیر کے لیے ان سے نجات دلا دو۔"

"یعنی کہاں لے جاؤں۔" سردارے کی باچھیں کھل گئیں۔

"ہاں، تم انہیں لے کر جہنم رسید ہو جاؤ۔" میں نے جھلائے ہوئے انداز میں کہا۔

"ابھی جاتا ہوں استاد۔ تم بے فکر رہو۔ سیدھا جہنم میں جاؤں گا۔"

"اس کے سوا تمہارا کوئی اور ٹھکانہ بھی نہیں ہے۔ لیکن تھوڑی دیر ٹھہر جاؤ اور اس سے پہلے ای
اور کام کر دو۔"

"حکم۔ حکم استاد؟" سردارے لڑکیوں کو دیکھ کر ساری رنجش بھول گیا تھا۔

"یہ پیسے لے جاؤ اور تھوڑی سی چرس لے آؤ۔ تمام اہتمام ہونے چاہئیں۔"

"چرسی ہیں سالیاں؟" سردارے نے پوچھا۔

"وہ نہیں۔ میں ہوں۔"

"سبحان اللہ استاد' اچھا شوق ہے۔" سردارے نے مسخرے پن سے کہا اور میں نے جیب سے ا
نوٹ نکال کر اس کے حوالے کر دیئے اور سردارے پلٹ پڑا۔ "ویسے گولڈ مین کے بارے میں کوئی اطلا
نہیں ہے؟" میں نے پوچھا۔

"نہیں استاد' خاموش ہے بالکل۔"

"ان لوگوں کو مال کہاں کہاں سے مل رہا ہے؟"

"چھوٹے چھوٹے بہت سے تاجر پیدا ہو گئے ہیں اور دونوں اڈوں کے بند ہو جانے کی وجہ سے فا
فائدہ اٹھا رہے ہیں۔"

"گڈ۔ جاؤ۔" میں نے کہا اور سردارے چلا گیا۔ میں واپس لڑکیوں کے پاس پہنچ گیا تھا۔ دونوں
دیکھ کر مسکرائی تھیں اور میں ان کے نزدیک کرسی گھسیٹ کر بیٹھ گیا۔ "کہاں بھیج دیا مسٹر جارج کو؟"

"میرا کام کرنے گیا ہے۔"

"ویسے بے حد دلچسپ انسان ہیں۔"

"ہاں۔ اور بڑا اچھا دوست بھی۔" میں نے ویٹر کو بلا کر ایک مشروب منگوایا اور پھر ہم ۔ اس و
تک مشروب ختم نہیں کر پائے تھے کہ سردارے واپس آ گیا۔ اس نے چرس اور سگریٹ میری طرف
دیں اور میں نے انہیں لے کر جیب میں ڈال لیا۔ سردارے کے لیے بھی ہم نے مشروب منگوایا تھا۔
دوران دلچسپ گفتگو ہوتی رہی۔

"آوارہ گردوں کی ٹولیاں جب مست ہو جاتی ہیں تو بڑے انوکھے مناظر دیکھنے میں آتے ہیں۔"
سردارے بولا "کیا آپ نے یہ مناظر دیکھے ہیں معزز خواتین؟" اس نے لڑکیوں سے پوچھا۔

"بہت کم۔"

"کیا میں آپ سے درخواست کر سکتا ہوں۔ زیادہ دور نہ چلنا ہوگا۔"

"مسٹر پرنیک اگر اجازت دیں تو۔" برگیتا بولی۔

"ضرور' ضرور تم انہیں لے کر چلو جارج میں آتا ہوں۔" میں نے کہا اور سردارے فوراً کھڑا
گیا۔ لڑکیاں بھی بادل نخواستہ کھڑی ہو گئیں تھیں اور پھر سردارے ان کے ساتھ ریستوران سے باہر نکل گیا۔
میں نے گہری سانس لی تھی۔ پھر بل ادا کر کے میں باہر نکل آیا اور اب مجھے لاکر کی تلاش
فرض شناس لاکر کار کے قریب ہی مل گیا۔ مجھے دیکھ کر وہ تیر کی طرح میرے پاس آیا تھا۔ پھر وہ سر جھکا کر
"کیا حکم ہے جناب؟"

"ابھی کچھ دیر یہاں رکیں گے۔ میرا خیال ہے تمہاری دوست بھی ابھی جانا نہیں چاہتی ہوگی۔"

"اوہ۔ اس کی کوئی بات نہیں ہے جناب۔ اگر آپ کا حکم ہو تو؟" لاکر نے نیاز مندی سے کہا۔

"نہیں کوئی بات نہیں ہے' تم کار کی چابی مجھے دے دو۔" میں نے ہاتھ پھیلا دیا۔ اور لاکر کو کچھ پوچھنے کا موقع نہ ملا۔ اس نے چابی میرے حوالے کر دی تھی۔ تب میں نے کار سٹارٹ کی اور اسے ایک لمبا چکر دے کر اس خیمے تک پہنچ گیا۔ جہاں زمین میں کرنسی موجود تھی۔ کار میں نے خیمے کی پشت پر کھڑی کی اور اس کی ڈگی کھول دی۔ چونکہ رات ہو گئی تھی۔ اس لیے اندھیرا بھی تھا۔ پھر میں نے ایک لمبے چاقو سے خیمے کی پشت پر ایک لمبا شگاف بنایا اور اندر داخل ہو گیا۔ خیمہ تاریک تھا۔ لیکن مجھے وہ جگہ معلوم تھی جہاں کرنسی کے تھیلے دفن تھے۔ بڑی جانفشانی سے میں نے انہیں کھود نکالا اور پھر دونوں تھیلے کار کی ڈگی میں منتقل کر دیے۔ ڈگی لاک کر کے میں پھر سٹیئرنگ پر آ بیٹھا اور کار واپس اپنی جگہ لے گیا جہاں لاکر اور اس کی محبوبہ راز و نیاز کر رہے تھے۔

"کیا خیال ہے مسٹر لاکر واپس چلیں؟"

"میں تو آپ کے احکامات کا پابند ہوں جناب۔ جو حکم۔" لاکر نے جواب دیا اور میں نے چابی اس کے حوالے کر دی۔ سردارے اور لڑکیوں کو تلاش کرنے میں کوئی دقت پیش نہ آئی تھی۔ ہم سب واپس کار میں آ بیٹھے اور کار چل پڑی۔ پھر اس جگہ پہنچے جہاں سے لڑکیوں کو ساتھ لیا تھا۔ لڑکیاں بہت خوش تھیں۔ لیکن جب وہ کار سے اتریں تو سردارے پریشان ہو گیا۔

"ہم لوگ یہاں نہیں اتریں گے کیا؟"

"جی نہیں۔" میں نے خشک لہجے میں جواب دیا۔

"دھوکہ۔ زبردست اور سنگین دھوکہ۔" سردارے نتھنے پھلا کر بولا۔ میں نے اس کی بات کا کوئی جواب نہیں دیا تھا اور سردارے منہ پھلا کر بیٹھ گیا تھا۔ ہم واپس اپنی رہائش گاہ پر پہنچ گئے۔ سردارے نے اس عمارت کو بغور دیکھا تھا۔ لاکر نے گاڑی پورچ میں کھڑی کر دی۔ اور ہم نیچے اتر آئے۔

"تمہارا اب کیا پروگرام ہے لاکر؟" میں نے پوچھا۔

"کوئی خاص نہیں جناب۔"

"تب براہ کرم کار کی چابی مجھے دے دو۔"

"حاضر ہے۔" لاکر نے چابی میری طرف بڑھا دی اور پھر کسی قدر جھجکتے ہوئے بولا۔ "مسٹر جوزف کے لیے کوئی پیغام تو نہیں ہے؟"

"تم ان سے ملو گے؟"

"جی۔ جی ہاں۔"

"ٹھیک ہے مسٹر جوزف سے کہہ دینا کہ کل صبح ان سے معاملے کی بات ہوگی۔"

"بہت بہتر جناب۔" لاکر نے جواب دیا اور واپس چلا گیا۔ تب میں نے سردارے کے شانے پر ہاتھ رکھا اور اسے دھکیلتے ہوئے بولا۔ "چلو میری جان کیا یہ عمارت تمہیں پسند نہیں آئی؟"

"دھوکہ ہوا ہے استاد میرے ساتھ' بس خاموش رہنے دو۔"

"ازالہ کر دیا جائے گا میری جان' آگے تو بڑھو۔" میں نے کہا اور سردارے میری شکل دیکھنے لگا' پھر وہ

آگے بڑھ گیا۔ ابھی تو مجھے کافی کام کرنے تھے۔

☆ ☆ ☆

سردارے کو لے کر میں اپنے کمرے میں آ گیا۔ سردارے کا موڑ اب کسی حد تک ٹھیک ہو گیا تھا' میرے کمرے کی ایک نشست پر بیٹھ کر اس نے طویل سانس لی اور بولا۔

"تمہاری پہنچ بڑی حیرت انگیز ہوتی ہے باس' یہ اعلیٰ درجے کی کار' خوبصورت کوٹھی' شاندار ڈرائیور اور پھر لڑکیاں۔ نجانے یہ سب کس طرح کر لیتے ہو؟"

"اس کے بارے میں پھر بات کریں گے سردارے' پہلے کام کی باتیں سنو۔" اور سردارے ہمہ تن گوش ہو گیا۔ "کار کی ڈکی میں کرنسی کے تھیلے موجود ہیں' انہیں خاموشی سے یہاں منتقل کرنا ہے۔" میں نے کہا اور سردارے سنسنی خیز نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگا۔ "سمجھ گئے نا؟"

"کچھ نہیں سمجھا استاد!" سردارے گہری سانس لے کر بولا۔

"بھیجہ کام نہیں کر رہا تو جو کچھ میں کہہ رہا ہوں اسی کو غور سے سنو۔" میں نے کہا اور سردارے گردن ہلانے لگا۔

"تو پھر میں جاؤں استاد؟"

"ہاں۔ جاؤ دفعان ہو جاؤ۔" اور سردارے اٹھ کر باہر نکل گیا۔ درحقیقت بات اس کی سمجھ میں نہیں آئی ہو گی اور آ بھی نہیں سکتی تھی' ظاہر ہے وہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ کرنسی کس طرح کار کی ڈکی میں منتقل ہو گئی' وہ تو یہی سمجھا تھا کہ میں کیمپ میں خوبصورت لڑکیوں کے ساتھ صرف پکنک منانے گیا تھا۔ اسے کیا معلوم تھا میں نے کیا چکر چلایا ہے۔

تھوڑی دیر کے بعد وہ کرنسی کا تھیلا کندھے پر لادے ہوئے اندر آ گیا اور تھیلے کو بے دردی سے زمین پر پٹخ دیا۔ میری طرف دیکھ کر منہ چڑھایا' اور باہر نکل گیا۔ اور دوسرا تھیلا بھی کمرے میں آ گیا تھا۔

"گدھے آدمی باہر کی کیا پوزیشن ہے؟" میں نے پوچھا۔

"اوہ۔ استاد چاند آہستہ آہستہ نکل رہا ہے' ستارے اس کے استقبال کے لئے تیار ہیں' ٹھنڈی ٹھنڈی ہوائیں چل رہی ہیں' موسم ایسا نہیں ہے کہ ہم یہ رات تنہا گذاریں۔" سردارے نے مسخرے پن سے کہا۔

"تب پھر کسی درخت پر چڑھ جاؤ اور کسی الو کو اپنا جلیس بنا لو' وہ بھی رات بھر جاگتا رہتا ہے۔"

"مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے استاد' لیکن شرط یہ ہے کہ الو بھی مادہ ہو۔" سردارے نے کہا۔

"ہاں ہاں۔ تلاش کر لینا' وہ بھی مل جائے گی۔"

"یہاں کوئی نہیں مل سکتی استاد! اب میں درختوں پر کہاں تلاش کرتا پھروں گا۔"

"اچھا بکواس بند کرو' کام کی باتیں کرو۔"

"اف۔ استاد بھلا اس حسین رات میں کام کی بات بھی ہو سکتی ہے۔"

"ہاں ہو سکتی ہے' اور اگر ذہن اس کے لئے آمادہ نہ ہو تو دس جوتے گن کر کھوپڑی پر لگا لو' یقیناً کام کے آدمی بن جاؤ گے۔"

"تم جیسے ڈکٹیٹر سے اس بات کے علاوہ اور کیا سنا جا سکتا ہے۔"

"میں نے تم سے کچھ پوچھا تھا۔"

"کیا پوچھا تھا؟"

"باہر کی پوزیشن۔"

"خدا قسم میں نے سچ سچ بتا دیا تھا۔"

"سردارے! میں دماغ درست کر دوں گا۔" میں نے آنکھیں نکال کر کہا۔

"مشکل ہے استاد! یہ کام تو کوئی خوبصورت لڑکی ہی کر سکتی ہے۔"

"سردارے میں کہتا ہوں بکواس بند کرو اور سنجیدگی سے بات کرو۔"

"آل رائٹ باس! اب میں بالکل سنجیدہ ہوں۔"

"باہر تمہیں کسی نے دیکھا تو نہیں۔"

"نہیں استاد باہر تو الو بول رہے تھے' میرا مطلب ہے سچ مچ کے الو نہیں' بلکہ صرف محاورے کے الو۔"

"گویا کوئی نہیں تھا؟"

"قطعی نہیں' کوئی نہیں تھا۔"

"ٹھیک ہے سردارے' اب کچھ کام کی باتیں سنو۔"

"ارشاد' ارشاد۔"

"میں کیمپ سے رخصت ہو کر جس وقت واپس شہر شاک ہوم سے آیا تو میری ملاقات جولی سے ہو گئی' جولی وہی لڑکی تھی جو کیمپ میں مجھے ملی تھی۔ ایک اچھے خاندان کی لڑکی ہے بس غلط راستوں پر بھٹک گئی' بہرحال اس کا یہاں ایک چچا رہتا ہے' شاک ہوم کا بہت بڑا آدمی ہے اور اسی حد تک شاطر بھی۔ اتفاق ہی تھا کہ میں نے اس کا ایک فون سن لیا' جس سے مجھے اندازہ ہوا کہ مشتبہ قسم کے کام بھی کرتا ہے' بہرحال میں نے اس شخص کو تاڑ لیا اور پھر اس بدلی ہوئی شکل میں اس سے ملا' ملاقات کرنے سے معلوم ہوا کہ وہ تو واقعی کام کا آدمی ہے' ایک مخصوص کمیشن پر اس سے کرنسی منتقل کرنے کی بات ہو گئی۔ میں نے بہت اچھی شرائط پر اس سے معاملات طے کر لئے' گویا ہم ایک ایک شہر کے لئے تھوڑی تھوڑی کرنسی اسے دیں گے' اور جس ملک کے لئے اسے بتائیں گے' وہ کرنسی منتقل کر کے وہاں کے کاغذات ہمارے حوالے کر دے گا' اس کام میں کوئی رسک نہیں ہے' اس کے ساتھ ہی اس نے دوسرے کاموں کا بھی وعدہ کیا ہے' مثلاً ہمیں یہاں سے باہر نکلنے میں بھی مدد دے گا اور یہ مکان بھی اسی نے فراہم کیا ہے' میرا خیال ہے سردارے سودا برا نہیں ہے' کام آسانی سے ہو جائے گا اور زیادہ دقتیں بھی پیش نہیں آئیں گی۔"

"نہایت عمدہ بات ہے استاد' گویا اس نے ساری سہولتیں فراہم کرنے کے لئے کہا ہے۔"

"ہاں۔"

"ساری ـــــــ میرا مطلب ہے ساری؟"

"اتر آئے بدتمیزی پر۔"

"سوری استاد' واپس چلا جاتا ہوں۔" سردارے سنجیدگی سے بولا۔

"میں نے سوچا اب کرنسی کیمپ میں کیوں چھوڑی جائے۔"

"ٹھیک ہے استاد! لیکن اب کیا پروگرام ہے؟"

"بس کل صبح ایک مخصوص حصہ جوزف کے حوالے کر دیا جائے گا اور پھر انتظار کریں گے، کرنسی ہمیں اس انداز میں یہاں پوشیدہ کرنا ہوگی کہ کسی کو اندازہ بھی نہ ہو سکے۔ حفظ ماتقدم کے طور ضروری ہے کہ جوزف کو پتہ نہیں چلنا چاہئے کہ ساری کرنسی یہاں ہے۔"

"بالکل ٹھیک ہے، لیکن کیا ایسی کوئی جگہ یہاں موجود ہے؟"

"ہاں میں نے اس کا جائزہ لے لیا تھا۔"

"ویری گڈ استاد! تمہارا کونسا کام کچا ہوتا ہے؟" سردارے نے شانے ہلاتے ہوئے کہا، اور میں سوچنے لگا، پھر میں ایک طویل سانس لے کر اٹھ گیا۔

"میرا خیال ہے اب کام شروع ہو جانا چاہئے۔" میں نے سردارے سے کہا، سردارے خاموشی سے میری طرف دیکھتا رہا، میں نے آگے بڑھ کر کرنسی کا ایک تھیلا کھولا اور اس میں سے نوٹوں کی کافی مقدار کرلی۔ نوٹوں کا اچھا خاصا ڈھیر ایک طرف جمع کرنے کے بعد میں نے کرنسی کے تھیلے کو اسی طرح بند کر دیا، پھر سردارے کو اشارہ کیا، سردارے میرے نزدیک پہنچ گیا۔

"یہ گڈیاں سامنے والی الماری میں لگا دو۔" میں نے سردارے سے کہا اور وہ میرے حکم کی کرنے لگا۔ نوٹوں کی جو گڈیاں میں نے نکالی تھیں۔ وہ الماری میں رکھ دی گئیں اور پھر الماری کو بند کر دیا اس کے بعد میں نے سردارے کو اشارہ کیا۔ درحقیقت کرنسی کے تھیلے چھپانے کے لئے میں نے مناسب جگہ کا بندوبست کر لیا تھا۔ یہ جگہ اس عمارت کے پائیں باغ میں ایک پرانے درخت کا کھوکھلا تنا میں نے اچھی طرح محسوس کر لیا تھا کہ عمارت کے اس حصہ پر کوئی توجہ نہیں دیتا، درخت کے کھوکھلے میں نے اندر سے اچھی طرح دیکھ لیا تھا، صاف ستھرا تھا اور ایسی کوئی بات نہیں تھی جس سے کسی قسم خطرہ محسوس کیا جا سکتا۔

گویا کرنسی کے تھیلے چھپانے کے لئے اس سے بہتر جگہ اور کوئی نہیں ہو سکتی تھی، چنانچہ ان کو وہاں لے جانا تھا اور یہ کوئی مشکل کام نہیں تھا۔ جیسا کہ سردارے نے بتایا تھا کہ باہر کوئی موجود نہیں اور اس سناٹے میں ہم ان تھیلوں کو با آسانی منتقل کر سکتے ہیں۔

چنانچہ اس وقت کسی تکلف کی ضرورت تو تھی نہیں۔ میں نے ایک تھیلا سردارے کے کاندھے لادا اور دوسرا تھیلا میں نے خود اٹھایا اور سردارے کو ساتھ آنے کا اشارہ کر کے چل پڑا۔

تھوڑی دیر کے بعد ہم پائیں باغ میں تھے۔

"کونسی جگہ ہے استاد؟" سردارے نے پوچھا۔

"اپنی ذہانت کا امتحان دو۔" میں مسکرایا۔

"استاد! امتحان کا بھی تو کوئی وقت ہوتا ہے، اس وقت تو میں صرف اپنے صبر کا امتحان ہوں۔"

"کیا مطلب؟"

"مطلب بھی پوچھو گے استاد، لڑکیوں کا جھرمٹ چھوڑ آیا ہوں۔" سردارے نے منہ بنا کہا۔

"فضول باتوں کے علاوہ تم نے کبھی کام کی بات نہیں سوچی سردارے۔ آؤ میرے ساتھ۔" میں نے ہونٹ سکوڑ کر کہا اور سردارے میرے ساتھ چل پڑا۔ میں اسے درخت کے تنے کے قریب لے گیا اور پھر میں نے اپنا تھیلا درخت کے اس کھوکھلے تنے میں ڈال دیا۔

"ارے ارے یہ کیا کر رہے ہو؟" سردارے چونک کر بولا۔

"کیوں؟" میں نے گہری نگاہوں سے سردارے کو دیکھا۔

"ارے کیا پتہ استاد، اس کی جڑ کتنی گہرائی میں ہے، ممکن ہے درخت کی جڑ کھوکھلی ہی ہو اور تھیلے ایسے غائب ہوں کہ پھر ہمیں نہ مل سکیں۔" سردارے نے کہا۔

"جی نہیں۔ میرے ذہن پر ہر وقت لڑکیاں سوار نہیں ہوتیں۔ چنانچہ جو کام کرتا ہوں سوچ سمجھ کر کرتا ہوں اور جس کے بارے میں تم ہمیشہ کہتے ہو کہ میرا کوئی کام کچا نہیں ہوتا، میرے کام صرف اس لئے کچے نہیں ہوتے سردارے کہ کچی پکی لڑکیاں میرے سر پر سوار نہیں ہوتیں، کیا سمجھے؟"

"سمجھ گیا استاد، سب کچھ سمجھ گیا۔" سردارے نے عجیب سے لہجے میں جواب دیا اور پھر میں نے اس کا تھیلا بھی اٹھا کر درخت کے تنے میں ڈال دیا۔

تنا اتنا کشادہ تھا اور میں نے اسے اندر سے اس طرح دیکھ لیا تھا کہ مجھے اس میں اندر داخل ہونے میں کوئی عار نہ ہوتا، البتہ سردارے نے مضطربانہ انداز میں مجھے دیکھا تھا، لیکن وہ منہ سے کچھ نہیں بولا۔ جانتا تھا کہ مذاق اڑانے کے علاوہ کوئی بات نہیں ہوگی۔

درخت کے کھوکھلے تنے میں داخل ہو کر میں نے تھیلوں کو اس طرح پوشیدہ کر دیا کہ وہ نگاہوں میں نہ آ سکیں اور پھر مطمئن ہو کر وہاں سے نکل آیا۔

سردارے بدستور میرا انتظار کر رہا تھا۔ مجھے دیکھ کر اس نے ایک طویل سانس لی اور بولا۔

"استاد بات سمجھ میں نہیں آئی۔"

"چلو——" میں نے اسے دھکیلا۔

"سچ کہہ رہا ہوں استاد! یہ دولت دنیا کی سب سے بڑی مصیبت ہوتی ہے۔"

"ہاں ہوتی تو ہے۔" میں نے کمرے کی طرف چلتے ہوئے کہا۔

"کیا تم سکون کی نیند سو سکو گے؟" سردارے نے پوچھا۔

"یقیناً کیوں؟"

"میرے خیال میں یہ تھیلے یہاں غیر محفوظ ہیں استاد۔"

"آخر کیوں؟"

"بس دیکھو نا کسی وقت بھی کوئی درخت کے کھوکھلے تنے میں داخل ہو سکتا ہے، یہاں تک کہ اگر اس گھر میں بچے ہوتے تو کھیلتے کھیلتے یہاں چھپ بھی سکتے تھے، ایسی شکل میں اگر کوئی ملازم ہی یہاں آ گیا تو تھیلے تو اس کے لئے انوکھی چیز ہوں گے اور وہ انہیں کھول کر ضرور دیکھے گا اور جب وہ انہیں کھول کر دیکھے گا تو ظاہر ہے کہ وہ نوٹ ہوں گے اور پھر اس کی جو کیفیت ہوگی۔؟"

"اس کی کیا کیفیت ہوگی سردارے؟" میں نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"دولت دیکھ کر جو کیفیت ہو سکتی ہے استاد۔"

"تو پھر ہمیں اس سے کیا خطرہ' وہ تو وہیں مرجائے گا۔" میں نے ہنستے ہوئے کہا اور سردارے کے ہونٹوں پر بھی مسکراہٹ آگئی' پھر وہ گہری سانس لے کر بولا۔

"تمہاری مرضی استاد' بس میں نے اپنا خیال ظاہر کیا تھا۔"

"تو ایسے خیالات کا اظہار مت کیا کرو سردارے! دولت بے شک بہت بری چیز ہے' اور اگر یہ چیز ہمارے پاس سے چلی جائے تو اچھی بات تو ہو سکتی ہے' بری نہیں۔"

"اوہو' ہاں استاد! فلسفہ تو ٹھیک ہے تمہارا ابھی' مگر اب میرے لئے کیا حکم ہے؟"

"اب تم بکو' کیا بکنا چاہتے ہو؟"

"بکوں تو سہی استاد! مگر میری بکواس پر غور کون کرے گا۔" سردارے نے کہا۔

"مانگ کیا مانگتا ہے؟" میں نے اپنے کمرے میں داخل ہو کر کہا اور سردارے نے جلدی سے میرے پاؤں پکڑ لئے۔

"ایک لڑکی کا سوال ہے بابا' صرف ایک لڑکی کا۔"

"کھڑے ہو جاؤ بچہ!" میں نے درویشانہ انداز میں کہا اور سردارے عقیدت مندانہ انداز میں کھڑا ہو گیا' بڑا ہی مسخرا اور اداکار قسم کا آدمی تھا۔ اس وقت اس کے چہرے سے ذرا بھی غیر سنجیدگی کا اظہار نہیں ہو رہا تھا یوں لگتا تھا جیسے اس نے اپنی سب سے بڑی ضرورت میرے سامنے بیان کی ہو' اور اب اسے پورا کرانے کا خواہش مند ہو۔

"کیسی لڑکی درکار ہے؟"

"کیسی بھی ہو' بس سالم ہو اور یقینی طور پر لڑکی ہو۔" سردارے نے دانت نکالتے ہوئے کہا۔

"آدمی بنو۔" میں نے کہا۔ سردارے شاید ضرورت سے زیادہ ہی مسخرے پن کے موڈ میں تھا دوسرے لمحے وہ سر کے بل کھڑا ہو گیا۔ میں نے تعجب سے اسے دیکھا۔ "کیا بدتمیزی ہے؟"

"آدمی بن گیا ہوں استاد۔" سردارے نے اسی طرح کھڑے کھڑے جواب دیا۔ "اور میرے خیال میں آدمی کی اس سے بہتر تشریح اور ممکن نہیں ہے۔"

"کیا مطلب؟" میں نے دلچسپی سے پوچھا۔

"آدمی کی پوزیشن اس سے مختلف ہے استاد' سیدھے کھڑے رہو تو کوئی گھاس نہیں ڈالے گا' اپنی اصلی شکل میں بے حقیقت ہے' الٹے کھڑے ہو جاؤ اور دنیا کو الٹا کر دو' سب کچھ سیدھا ہو جائے گا۔"

"ابے فلسفی کے بچے' کمر پر ایک لات رسید کروں گا اور ساری دنیا سیدھی ہو جائے گی۔"

"ہاں ہاں استاد! ایک طریقہ یہ بھی ہے' لیکن اس کے لئے رسید کرنے والی لات چاہئے' جو ہر شخص کے پاس نہیں ہوتی' بہرحال تم نے کہا تھا تو میں آدمی بن گیا تھا' تمہیں اس قسم کے آدمی پسند نہیں تو کوئی بات نہیں' جیسا تم کہو۔" سردارے پھر سیدھا ہو گیا۔

"میرا مطلب ہے حلیہ بدل لو۔"

"کیسے بدل لوں استاد' رکھا کیا ہے اپنے پاس۔"

"الماری میں کپڑے اور میک اپ کا سامان موجود ہے۔"

"اوہ۔ میک اپ بھی؟"

"ہاں۔ کوئی حرج نہیں ہے۔"

"لیکن استاد جس طرح میں آیا تھا' میرا مطلب ہے کم از کم ڈرائیور.....؟"

"کوئی بات نہیں چل جائے گا' ڈرائیور کے علاوہ تمہیں کسی اور نے نہیں دیکھا ہے' کوئی خاص تبدیلی نہیں کرنا چہرے میں' بس باریک سی مونچھیں اور ناک میں تھوڑی سی تبدیلی کافی ہو گی۔"

"گلفام بن جاؤں گا باس۔" سردارے نے دانت نکالتے ہوئے کہا اور میں نے اس کی طرف سے منہ بنا لیا' دوسرے لمحے سردارے الماری کی طرف دوڑ گیا تھا۔ پھر تھوڑی دیر کے بعد وہ باتھ روم میں سے نکلا تو خاصا خوبصورت نظر آ رہا تھا—— اٹھلاتا اور اتراتا میرے سامنے پہنچ گیا۔

"کیسا لگ رہا ہوں استاد؟" اس نے مٹکتے ہوئے پوچھا۔

"بالکل گدھے۔"

"ہائے استاد' سنا ہے لڑکیاں گدھوں کو بہت پسند کرتی ہیں۔" اس نے بے غیرتی سے کہا' اور میں نے اس کی پیٹھ پر ایک دھول رسید کی اور باہر نکل آیا۔ میرا رخ لڑکیوں کے کمرے کی طرف تھا۔ راستے میں ملازم کو روک کر میں نے ان کے بارے میں پوچھا۔

"میں بلا کر لاؤں جناب!"

"گارجیا کو بلاؤ' میں یہیں انتظار کر رہا ہوں۔" میں نے کہا اور ملازم دوڑتا ہوا ایک طرف چلا گیا۔ پھر گارجیا بھی شاید دوڑتی ہوئی ہی آئی تھی۔

"اوہ۔ مسٹر برونک! آپ نے طلب کیا؟" اس نے بڑے ادب سے کہا۔

"ہاں گارجیا' ناراض ہو گیا؟"

"نہیں جناب' آپ کو یہ احساس کیسے ہوا؟"

"کافی دیر ہو گئی ہمیں آئے ہوئے' تم نے توجہ نہیں دی۔"

"معافی چاہتی ہوں جناب! میں نے سوچا کہیں آپ مصروف نہ ہوں' اس لئے ڈسٹرب نہیں کیا۔"

"تمہارے قرب سے بڑی مصروفیت اور کیا ہو سکتی ہے۔" میں نے لگاوٹ سے کہا۔

"اوہ—— تھینک یو' فرمائیے کیا حکم ہے؟"

"بس تمہیں نہیں دیکھا تھا' میں نے سوچا ملاقات کی جائے۔"

"حاضر ہوں جناب!"

"ویلسنا کہاں ہے؟" میں نے پوچھا۔

"اپنے کمرے میں ہے' کیا میں اسے بھیجوں؟"

"اوہ' نہیں ڈارلنگ! مجھے تمہارے سوا اور کون پسند آ سکتا ہے' لیکن وہ میرا ساتھی' اگر ویلسنا اس کی دوستی قبول کرے تو....."

"اس کی مجال' جو اس سے انکار کرے' میں ابھی اسے بلا کر لاتی ہوں۔" گارجیا نے کہا۔

"شکریہ! میرے کمرے میں لے آؤ۔" میں نے کہا اور گارجیا تیزی سے چلی گئی' میں واپس اپنے کمرے میں آ گیا' سردارے مجھے دیکھتے ہی اٹھ کھڑا ہوا پھر اس نے میرے عقب میں دیکھا اور پھر اس کی

آنکھوں کے چراغ بجھ گئے۔

"کام نہیں ہو سکا استاد؟" اس نے مایوس لہجے میں پوچھا۔

"ہاں یار' کل تو یہاں دو لڑکیاں تھیں اور خوب تھیں' لیکن آج نجانے کہاں چلی گئیں' دونوں میں سے ایک بھی نظر نہیں آ رہی۔" میں نے منہ بناتے ہوئے کہا اور سردارے کا چہرہ لٹک گیا' وہ ایک ٹھنڈی سانس لے کر کرسی پر بیٹھ گیا' پھر اس نے آہستہ سے کہا۔

"شکل بگاڑ لوں استاد؟"

"نہیں' یوں ہی رہو' آج نہیں تو کل کام بن جائے گا۔"

"ہائے استاد! کل کس نے دیکھی ہے۔" سردارے نے غمگین لہجے میں کہا' اور پھر اچھل پڑا' کیونکہ دروازے میں گارجیا کا رنگین لباس نظر آیا تھا۔ پھر دونوں لڑکیاں اندر داخل ہو گئیں اور سردارے اُٹھ کھڑا ہو گیا۔

"استاد! دو دو۔" اس نے میرا بازو پکڑتے ہوئے کہا اور میں نے جھٹکے سے اس سے بازو چھڑا لیا۔ گارجیا اور ویلسنا مسکراتی ہوئی ہمارے نزدیک پہنچ گئیں۔

"ہیلو مسٹر بروتک۔" ویلسنا نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"ہیلو ویلی! ان سے ملو' میرے دوست ڈماباسٹر! اور مسٹر ڈماباسٹر یہ ویلی ہے۔"

"اوہ۔ بڑی خوشی ہوئی آپ سے مل کر' سردارے نے لپک کر ویلسنا کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے لیا' اور مجھے یقین ہے کہ اگر میں اس کا نام آلو بخارا بھی بتاتا تو اسے اس وقت اس پر اعتراض نہ ہوتا' لڑکی کے سامنے وہ سب کچھ بھول جاتا تھا۔ ویلسنا مسکرا رہی تھی۔

"آپ لوگ کچھ کھائیں پئیں گے؟" میں نے جواب دیا اور ویلسنا مسکراتی ہوئی بولی:

آیئے مسٹر ڈماباسٹر' میں آپ کو کوٹھی کے مختلف حصے دکھاؤں۔"

"ہاں ہاں ضرور مجھے کوٹھی کے مختلف حصے دیکھنے کا بڑا شوق ہے۔" سردارے جلدی سے بولا' ویلسنا کا ہاتھ پکڑ کر دروازے کی طرف چل پڑا۔ دونوں باہر نکل گئے تو گارجیا میری طرف دیکھ کر مسکراتی ہوئی بولی۔

"خاصے دلچسپ انسان معلوم ہوتے ہیں مسٹر ڈماباسٹر' لیکن ان کا نام میری سمجھ میں نہیں آیا۔"

"خود اس کی سمجھ میں بھی نہیں آیا ہو گا' تم فکر مت کرو۔" میں نے ہنستے ہوئے گارجیا کو بازوؤں میں بھینچ لیا۔

دوسری صبح ناشتے کی میز پر ہی ملاقات ہوئی تھی' خوش نظر آ رہا تھا اور بالکل ہی ڈماباسٹر لگ رہا تھا۔

"مجھے ایسی جگہ جانے میں کوئی اعتراض نہیں ہے باس' جہاں کم از کم دو خوبصورت لڑکیاں ہوں۔ اور مس ویلسنا تو بڑی ہی نیک خاتون ہیں' بس آپ انہیں گائے سمجھ لیں' ایک دم گائے۔" دانت نکالتے ہوئے بولا۔ لڑکیوں نے ہمارے ساتھ ہی ناشتہ کیا تھا اور پھر ناشتہ سے فارغ ہوئے ہی تھے کہ لاکر آ گیا' اس نے بڑے ادب سے ہمیں سلام کیا تھا۔

"آج کیا پروگرام ہے جناب؟"

"کچھ نہیں مسٹر لاکر' بس ذرا مسٹر جوزف کو پیغام دیں کہ ہم ان سے ملنا چاہتے ہیں۔"

"مسٹر جوزف نے کہا تھا کہ اگر آپ ان سے ملاقات کرنا چاہیں تو انہیں فون کر دیا جائے۔" لاکر نے جواب دیا۔

"ٹھیک ہے تم انہیں فون کر دو۔" اور لاکر کمرے سے نکل گیا۔ تھوڑی دیر بعد واپس آیا۔

"مسٹر جوزف یہیں آ رہے ہیں جناب۔" اس نے اطلاع دی اور میں نے گردن ہلا دی' پھر ہم ڈرائنگ روم میں بیٹھ کر جوزف کا انتظار کرنے لگے۔ بہر حال اس حد تک عمدہ آدمی تھا کہ ہم پر خوب خرچ کر رہا تھا اور اس کے رویے میں کوئی تبدیلی نہیں تھی' ایک بار بھی اس نے نہیں سوچا تھا کہ کہیں ہم لوگ دھوکے باز تو نہیں ہیں۔

اس وقت بھی وہ ہونٹوں پر جاندار مسکراہٹ سجائے ہمارے سامنے پہنچا اور بڑے تپاک سے ہم سے ملا۔

"ہیلو شریف آدمیو! تم لوگوں کو کسی قسم کی تکلیف تو نہیں ہوئی؟"

"نہیں شکریہ مسٹر جوزف! ہم آپ کی مہمان نوازی کے دل سے قائل ہیں۔" میں نے جواب دیا۔

"ارے نہیں' اب ایسا بھی کیا' پتہ نہیں یہ لوگ آپ کی صحیح طریقے سے آؤ بھگت بھی کر رہے ہیں یا نہیں؟"

"نہیں' سب ٹھیک ہے۔"

"میرے لائق کیا خدمت ہے؟" جوزف نے پوچھا۔

"میں چاہتا ہوں مسٹر جوزف کہ اب کام شروع کر دیا جائے۔"

"جو آپ کا حکم جناب' جوزف تابعدار ہے۔ جوزف نے سینے پر ہاتھ رکھ کر کہا۔

"تب پھر ایک چھوٹا اکاؤنٹ ناروے پہنچا دو۔"

"جو حکم۔" جوزف نے کہا اور میں نے سردارے کو اشارہ کیا۔ سردارے نے دس لاکھ ڈالر کے نوٹ جوزف کے سامنے ڈھیر کر دیئے اور جوزف کا حلق خشک ہونے لگا' کیونکہ میں نے اس خطیر رقم کو چھوٹا سا اکاؤنٹ کہا تھا۔ جوزف بے حد سنجیدہ نظر آ رہا تھا' اس کی آنکھوں سے دبی دبی خوشی کا اظہار بھی ہو رہا تھا' گویا اسے احساس ہوا تھا کہ اس کا بزنس بہت بڑا ہے' اور یقیناً اس نے اب تک جو کچھ کیا ہے وہ گھاٹے کا سودا نہیں ہے۔

کرنسی نہایت احتیاط سے پیک کر لی گئی' اس کے بعد جوزف نے ہم سے تفصیلات لیں اور پھر تھوڑی دیر گفتگو کرنے کے بعد چلا گیا۔

"چلو بھئی اب جوزف کی ساری محبت اور ہمدردی ہمارے ساتھ ہو گئی۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"ہائے استاد! محبت بھی کافی خوبصورت ہے اور ہمدردی بھی' اور اس ہمدردی نے تو مجھے بھی پسند کر لیا ہے' کہہ رہی تھی شام کو گھومنے کا پروگرام بنائیں گے۔" سردارے نے جواب دیا اور پھر بولا۔ "ویسے محبت کی کیا پوزیشن ہے استاد؟"

"میں تمہاری طرح ایک ہی آم پر نہیں ٹوٹ پڑتا کہ جب تک گٹھلی میں سے بھی رس نہ نکال لو اسے چھوڑو' میری شام تو آج ایک دوسری جگہ ہی گذرے گی۔"

"ہائے استاد! تو کیا تم نے یہاں بھی بہت ساری محبتیں پال لی ہیں؟"
"میں نے کہا نا' میں تبدیلی کا قائل ہوں۔"
"ارے تو سردارے بھی تو تمہارا سایہ ہے استاد' وہ کہاں جائے گا؟"
"اور تمہاری ہمدردی کا کیا ہو گا؟"
"جہنم میں جائے ہمدردی' ظاہر ہے شاگرد استاد ہی کے تو نقش قدم پر چلے گا۔" سردارے اور مجھے ہنسی آگئی۔

یوں تو اس سے پہلے بھی لاکر اور اس عمارت کے رہنے والے تمام لوگ ہمارے ساتھ سلوک کر رہے تھے لیکن اب تو ان کی شخصیت ہی بدل گئی تھی' ہر شخص بچھا جا رہا تھا' جوزف نے کھانے کے بعد مجھے ٹیلی فون کیا اور بولا۔

"براہ کرم اس عمارت میں کسی قسم کا تکلف نہ کریں مسٹر برونک' لاکر صرف ایک ڈرائیور نہیں ہو گا' بلکہ آپ جو فرمائش چاہیں اس سے کر سکتے ہیں۔"

"آپ کی مہمان نوازی کا شکریہ مسٹر جوزف' مجھے جس چیز کی ضرورت ہو گی میں تکلف نہیں کروں گا۔"

شام کو ہم لوگ تیار ہو گئے' اب چونکہ بظاہر کوئی خطرہ نہیں تھا اور پھر اتنے دن خاصی تنگی سے گذرے تھے' اس لئے اب خرچ کرنے کا موڈ بن گیا تھا۔ چنانچہ نوٹوں کا ایک بنڈل نکال کر میں نے آدھے سردارے کو دیئے اور آدھے اپنی جیب میں ٹھونس لئے اور پھر ہم لاکر کے ساتھ باہر نکل آئے۔ کار بڑے سڑکوں پر پھسلنے لگی۔ پچھلی شام ہم نے جن لڑکیوں کے ساتھ گذاری تھی۔ اس وقت انہیں میں نے صرف آلہ کار بنایا تھا اور جتنا وقت ان کے ساتھ گذارا تھا اس میں میں نے انہیں ایک عمدہ ساتھی پایا تھا۔ چونکہ اس وقت صورتحال دوسری تھی' مجھے کرنسی احتیاط کے ساتھ یہاں تک لانی تھی' اس لئے میں نے لڑکیوں پر توجہ نہیں دی تھی' لیکن اب میں ان کا قرب چاہتا تھا۔ چنانچہ میں نے لاکر سے کہا۔

"لاکر کیا تم اپنی دوست سے ملنا پسند نہیں کرو گے؟"
"میری دوست؟" لاکر نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔
"میری مراد برگیتا وغیرہ سے ہے۔"
"اوہ' جناب وہ لڑکیاں آپ سے ملاقات کو اپنی خوش قسمتی سمجھیں گی۔" لاکر نے مؤدبانہ انداز میں کہا۔

"چلو' تو پھر آج ان سے ملاقات رہے۔"
"بہت بہتر۔" لاکر نے ہلکی سی گردن خم کی اور ونڈ اسکرین کی دوسری جانب دیکھنے لگا۔ تھوڑی دیر کے بعد کار اسی عمارت کے سامنے پہنچ گئی جہاں ہم نے کل برگیتا وغیرہ سے ملاقات کی تھی۔ خوبصورت عمارت تھی۔ پورچ میں سوریشا نظر آئی اور سردارے کی باچھیں کھل گئیں۔
"ارے واہ استاد' یہ تو کل شام والی ہمدردی ہے' تمہاری محبت بھی یہیں رہتی ہو گی؟"
"فضول باتیں مت کرو۔" میں نے منہ بنا کر کہا۔ سوریشا ہماری کار پہچان کر بڑے تپاک سے مسکراتی ہوئی کار کے قریب آگئی تھی۔

"اوہ۔ مسٹر برونک آیئے آیئے۔" اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔
"ہیلو سوریشا۔" سردارے بے اختیار آگے بڑھا اور سوریشا چونک کر اسے دیکھنے لگی تھی سردارے کو اپنی حماقت کا احساس ہوا' اسے یاد نہیں تھا کہ پچھلی شام کسی اور حلئے میں تھا' اس وقت شناسائی کا اظہار کھلی حماقت تھی۔ ظاہر ہے سوریشا اسے نہیں پہچان سکتی تھی' تاہم اس نے مسکراتے ہوئے سردارے کا بھی استقبال کیا۔
"یہ میرے بہت ہی اچھے دوست مسٹر ڈمباسٹر ہیں۔" میں نے سوریشا سے سردارے کا تعارف کرایا' سردارے اپنی حماقت پر کافی شرمندہ نظر آ رہا تھا۔ اور اس کے چہرے پر ہلکا سا پھیکا پن دوڑ گیا تھا' لیکن میں نے ناراض ہوئے بغیر جس طرح بات سنبھال لی' اس سے وہ کسی قدر مطمئن ہو گیا۔
"آپ کے دوسرے ساتھی کہاں گئے' جن سے کل شام ملاقات ہوئی تھی۔" سوریشا نے میرے ساتھ اندر چلتے ہوئے پوچھا۔
"اوہ۔ وہ کیمپ واپس چلا گیا۔"
"دلچسپ آدمی تھے۔"
"ہاں۔ لیکن مسٹر ڈمباسٹر سے مل کر بھی ناخوش نہیں ہو گی' یہ اس کے بڑے بھائی ہیں۔"
"اوہ۔ بڑی خوشی ہوئی آپ سے مل کر جناب!"
"مجھے بھی ہو چکی ہے' آپ کو ذرا دیر سے ہوئی۔" سردارے نے جواب دیا۔
برگیتا کہاں ہے؟" میں نے پوچھا۔
"اندر ہے' اگر اسے آپ کے آنے کی اطلاع ہو گئی ہوتی تو یقیناً وہ دوڑی چلی آتی' آپ لوگ ہمیں بہت پسند آئے' رات کو ہم دیر تک آپ لوگوں کے بارے میں گفتگو کرتے رہے۔" سوریشا نے جواب دیا اور ہمیں لئے ہوئے ڈرائنگ روم تک پہنچ گئی۔ پھر اس نے ایک ملازم کو اشارے سے بلایا اور اس سے کہا کہ برگیتا کو ان لوگوں کے آنے کی اطلاع دے دی جائے۔
برگیتا اور ٹوریسا ایک ساتھ ہی آئی تھیں' برگیتا کا چہرہ خوشی سے کھلا ہوا تھا۔ وہ بے اختیار آگے بڑھی اور مخصوص انداز میں اس نے میرے رخساروں کو بوسے دیئے۔
"یقین کریں مسٹر برونک! کل ہم خاصی رات گئے تک آپ کے بارے میں گفتگو کرتے رہے' ہمیں یقین نہیں تھا کہ آپ سے دوبارہ بھی ملاقات ہو سکے گی۔"
"کیوں؟" میں نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔
"بس اچھے لوگ ہوا کہ اس جھونکے کی مانند ہوتے ہیں جو کہیں سے پھولوں کی خوشبو خود میں بسائے نزدیک آتا ہے اور پھر آہستہ سے گذر جاتا ہے' ہم خوشبو پکڑ نہیں سکتے' لیکن اس کی طلب ہمارے ذہن میں ضرور باقی رہتی ہے' اور اگر جھونکے پلٹ آئیں اور خوشبو دوبارہ ہم تک پہنچ جائے تو ہم اپنی خوش بختی پر ناز کیوں نہ کریں۔"
"اوہ۔ اب ہمیں اتنا بلند بھی نہ کرو کہ پاؤں زمین سے اٹھ جائیں۔" میں نے کہا۔
"کیا پیئیں گے آپ؟"
"مس برگیتا' اگر آپ پسند کریں تو باہر چل کر کچھ پیا جائے۔"

"کیوں نہ پسند کریں گے۔"

"تب پھر تیار ہو جائیے۔"

"ضرور۔ چند لمحات کی اجازت ملے گی؟"

"یقیناً یقیناً" اور یہ دونوں شریف لڑکیاں بھی تو ہمارے ساتھ جائیں گی' کیوں مسٹر لاکر کیا خیال ہے؟" میں نے اچانک لاکر کو مخاطب کیا' اور لاکر چونک کر مجھے دیکھنے لگا پھر جلدی سے بولا۔

"جی ہاں جناب! جیسی آپ کی رائے۔"

تینوں لڑکیاں معذرت کر کے باہر نکل گئیں پھر چند لمحات کے بعد ایک ملازم نے ڈرائی فروٹس لا کر ہمارے سامنے رکھ دیئے اور ہم ان سے شغل کرنے لگے۔

حالانکہ عورتیں کسی بھی ملک کی ہوں' جب باہر جانے کے لئے تیار ہوتی ہیں تو انتظار کرنے والے مردوں پر بہت برا وقت آپڑتا ہے' لیکن ان تینوں نے تیاری میں پچیس منٹ سے زیادہ نہیں لئے تھے' تیاریاں بھی مکمل تھیں اور بلاشبہ یہ تینوں اس سلسلے میں قابل مبارک باد تھیں۔

ہم سب باہر نکل آئے اور پھر باہر آکر لاکر کو اس کا پورا پورا حق دیا گیا اور یہ تخصیص نہ کی گئی کہ وہ ہمارا ڈرائیور یا ماتحت ہے' یعنی اس کی دوست ٹوریسا کو اس کے برابر جگہ دی گئی۔ پچھلی سیٹ پر برگیتا اور سوریشا درمیان میں بیٹھی تھیں برگیتا کی سمت میں اور سوریشا کی جانب سردار بیٹھا تھا۔

سب خوش تھے' لاکر بھی مسکرا رہا تھا اور کار جگمگاتی مسکراتی سڑکوں پر رواں دواں تھی۔

"چلیں گے کہاں جناب؟" لاکر نے پوچھا۔

"اوہ۔ لاکر یہ سوال پوچھ کر بدذوقی کا ثبوت نہ دو۔" میں نے کہا۔

"معاف کیجئے گا جناب۔" میں نے سوچا شاید میں آپ کے ذوق پر پورا نہ اتر پاؤں۔"

"ہمیں تمہارے اوپر مکمل اعتماد ہے۔" میں نے کہا اور لاکر نے سر خم کر کے شکریہ ادا کیا' پھر اس نے کار کی رفتار بڑھا دی' اور تھوڑی دیر کے بعد میں نے محسوس کیا کہ اس کا رخ سمر کیمپ کی طرف ہے' جھیل کے افقی کنارے پر ایک چھوٹی سی خوبصورت عمارت تھی' جس کے کمپاؤنڈ میں لاکر نے کار روکی تھی' اس عمارت کو اگر پھولوں کی عمارت کہا جائے تو غلط نہ ہوگا' ہر گوشے سے پھول جھانک رہے تھے اور اپنی اپنی خوشبو کی نمائش کر رہے تھے۔ پھر یہاں کا موسم جیسا ہوگا اس کا اندازہ بخوبی لگایا جا سکتا ہے' لاکر نے دل کھول کر داد دی۔ "گویا اگر میں نے لاکر کے ذوق پر اعتماد کیا تھا تو وہ غلط تو نہیں تھا۔" میں نے کہا۔

"ہرگز نہیں' ہم نے اس سے قبل بھی اس عمارت کو دیکھا تھا اور اس کے بیرونی حسن اور جائے وقوع کو دیکھ کر اس کی تعریف کی تھی' لیکن اندر سے بھی یہ اس قدر خوبصورت ہے' اس کا اندازہ مشکل تھا۔" برگیتا بولی۔

"لیکن پیارے لاکر' تم اس بے تکلفی سے یہاں کیسے آگئے؟" میں نے پوچھا۔

"اس لئے کہ یہ عمارت مسٹر جوزف کی ہے۔"

"اس کا مطلب ہے کہ جوزف خود بھی ایک باذوق انسان ہے۔" میں نے گردن ہلاتے ہوئے کہا' عمارت میں چند مستقل ملازم بھی موجود تھے اور اس وقت ہم سے زیادہ معزز مہمان اور کون ہو سکتا تھا اس لئے وہ ہماری خدمت میں بچھ گئے' ہر طرح کی آسانیاں فراہم کی گئی تھیں' سب سے خوبصورت حصہ عمارت

کے بائیں سمت تھا' یہاں جھیل سے ایک شاخ کاٹ کر لائی گئی تھی اور کافی طویل و عریض سوئمنگ پول بنا دیا گیا تھا جس کے چاروں کناروں کو صنوبر کے درختوں نے ڈھکا ہوا تھا' گویا دور سے پتہ نہیں چلتا تھا کہ صنوبر کے درختوں کے درمیان کیا ہے۔

ہم اس عمارت کو دیکھ کر عش عش کر اٹھے۔

جب تک اسٹاک ہوم میں ہمارا قیام ہے' ہمارے لئے اس سے خوبصورت مقام اور کونسا ہو سکتا ہے' چنانچہ میں مسٹر جوزف سے کہوں گا کہ وہ ہمارے قیام کا بندوبست یہیں کر دیں۔" میں نے کہا۔

"مسٹر جوزف نے حکم دیا ہے کہ آپ کو جتنی آسانیاں فراہم کی جا سکتی ہیں' کی جائیں' اس کے لئے ان سے ہدایت لینا ضروری نہیں ہے' آپ کے لئے یہاں بندوبست کر دیا جائے گا۔" لاکر نے کہا۔

چنانچہ جھیل کے کنارے ایک حسین رات گذاری گئی' جس میں برگیتا میری ساتھی' سوریشا سردار کی ساتھی اور ٹوریسا لاکر کے ساتھ تھی' رات میں یہ جگہ دن سے زیادہ حسین ہو جاتی تھی' کناروں کے درختوں میں روشنیاں لگائی گئی تھیں جو بے حد خوبصورت لگتی تھیں۔ اس رات کی انفرادیت یہ تھی کہ ہم نے اسے بستروں پر نہیں گذارا بلکہ عمارت کے مختلف حصے اپنی کمین گاہ بنائے اور جب نیند آئی تو جہاں تھے وہیں سو گئے۔

لاکر ہمارے لئے ایک دوست کی حیثیت ضرور رکھتا تھا لیکن وہ اپنے فرائض سے بھی غافل نہیں تھا چنانچہ دوسری صبح ناشتہ اور اخبارات وغیرہ کا بندوبست تھا۔

اسٹاک ہوم میں یہ شب و روز بے حد حسین گذرے' اتنے حسین شب و روز جو پچھلے طویل عرصہ میں ہم نے نہیں گذارے تھے' جوزف جیسے شخص بہت کم ملتے ہیں۔ بڑے کاروبار کرنے والوں میں وہ شاید سب سے زیادہ ایماندار آدمی تھا۔ کرنسی تقریباً منتقل ہو چکی تھی' سارے کاغذات اس نے ہمارے حوالے کر دیئے تھے اور مقامی بینکوں سے ان کی تصدیق کی نقول بھی موجود تھیں۔ اس سے زیادہ عمدہ کام اور کوئی نہیں ہو سکتا تھا۔ اس طویل عرصہ میں ایک بات بھی ایسی نہیں ہو سکتی تھی جو کسی طور سے ہمارے لئے تکلیف دہ یا نقصان دہ ہو' سردار شاید پوری زندگی یہاں گذارنے کے لئے تیار ہو جاتا' کیونکہ ہر نئی رات نئی لڑکی اور ہر روز عمدہ کھانوں سے تواضع ہوتی' یہاں تک کہ سارے کام مکمل ہو گئے' اور پھر ایک دن میرے ایماء پر جوزف نے مجھ سے اسی عمارت میں ملاقات کی' میں فطری طور پر بڑے احترام سے اس سے پیش آیا تھا۔

"مسٹر برونیک۔" جوزف مجھ سے ہاتھ ملاتے ہوئے بولا۔ "کیا حکم ہے میرے لئے؟"

"کام ختم ہو چکا ہے مسٹر جوزف' اب آپ سے آخری باتیں کرنا ہیں۔" میں نے اسے کرسی پر بٹھاتے ہوئے کہا۔

"اوہ۔ اسٹاک ہوم سے دل بھر گیا ہے شاید۔"

"یہ بات نہیں مسٹر جوزف! آپ نے ہمارے لئے جس قدر آسانیاں فراہم کر دی ہیں' ان کے تحت تو دل چاہتا ہے کہ پوری زندگی یہاں گذار دی جائے لیکن بہرحال ہم پوری زندگی یہاں نہیں گذار سکتے۔"

"میں مشورہ بھی نہیں دے سکتا' کیونکہ تحریک زندگی کی علامت ہے۔"

"ہاں یقیناً۔" میں نے تائید کی' بہرحال میں پہلے تو آپ کے اس عظیم تعاون کا شکریہ ادا کرتا ہوں' اس کے بعد یہ درخواست کروں گا کہ ہم اور آپ بھی معاملہ صاف کر لیں۔"

"میں نہیں سمجھا؟" جوزف نے تجاہل عارفانہ سے کام لے کر کہا۔
"آپ کا کمیشن۔"
"جب آپ دیں گے، لے لوں گا۔"
"دینا چاہتا ہوں۔"
"میں اس کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔"
"کیا آپ کے پاس حساب موجود ہے۔؟"
"اس وقت نہیں، لیکن دفتر ٹیلیفون کر کے منگوا سکتا ہوں، البتہ اس سے قبل آپ سے ایک گفتگو کرنا چاہتا ہوں۔"
"ہاں ہاں۔ فرمائیے۔"
"آپ اسٹاک ہوم سے کب جانا چاہتے ہیں؟"
"بس جلد از جلد۔" میں نے جواب دیا۔
"اس سے قبل میں نے آپ کی تفریحات کو مکدر کرنا مناسب نہیں سمجھا۔ لیکن اب بتانے حرج نہیں ہے۔" جوزف بولا، اور میں تعجب سے اس کی شکل دیکھنے لگا۔
"میں نہیں سمجھا مسٹر جوزف؟" میں نے تعجب سے پوچھا۔
"کچھ لوگ آپ کی طرف متوجہ ہیں، وہ آپ کے بارے میں بڑی کرید کر رہے تھے، میرے میں کام کرنے والوں میں سے ایک شخص کو پر اسرار طور پر اغوا بھی کیا گیا اور اس سے اس پارٹی کے میں معلومات حاصل کرنے کی کوشش کی گئی، جس کی دولت ہم منتقل کر رہے ہیں۔"
"اوہ۔" میرے بدن میں ایک سرد لہر دوڑ گئی۔
"تاہم میرے اس آدمی کو اس بارے میں کچھ نہیں معلوم تھا، حالانکہ وہ ایک ذمہ دار آدمی ہے میں بہت سے معاملات صرف اپنی ذات تک محدود رکھتا ہوں۔ اس کے علاوہ مسٹر برونیک! میں کمزوریوں سے واقف ہوں اس لئے دوسرے کی کمزوریوں پر نگاہ بھی نہیں رکھتا۔"
"پھر اس کے بعد کیا ہوا؟" میں نے پوچھا۔
"بات ختم نہیں ہوئی اب بھی پوچھ گچھ کا سلسلہ جاری ہے، مجھے یقین ہے انہیں میری بات نہیں آیا۔"
"بہت خوب گویا آپ سے بھی بات ہو چکی ہے۔"
"ہاں۔ مسٹر ہوریشو نے مجھ سے بات کی تھی۔"
"ہوریشو؟" میں نے خود پر قابو پاتے ہوئے کہا۔
"جمیکا کے باشندے ہیں، بہت سے علاقوں کی ہر دلعزیز شخصیت، ویسے ان کے بارے میں یہ خیال رہا ہے کہ وہ کسی قسم کی سرگرمیوں میں ضرور ملوث ہیں۔ لیکن اعتراف کرتا ہوں کہ میں آج کے بارے میں کچھ نہیں معلوم کر سکا۔"
"تو مسٹر ہوریشو نے براہ راست آپ سے ملاقات کی تھی؟"
"ہاں۔"

"کیا پوچھ رہے تھے؟"
"یہی کہ وہ پارٹی کون ہے، حالانکہ میں نے انہیں بتایا کہ ان لوگوں کے نام ڈکلیئر نہیں کرتا جن کے لئے کام کرتا ہوں، لیکن مسٹر ہوریشو سے خصوصی تعلقات کو مدنگاہ رکھتے ہوئے میں نے انہیں اس پارٹی کے بارے میں تھوڑی بہت معلومات فراہم کر دیں، میں نے انہیں بتایا کہ ڈائمنڈ ٹاور نامی ایک فرم ہے جو قانونی طور پر ہیروں کا کام کرتی ہے لیکن غیر قانونی طور پر بہت سے کام کرتی ہے اور وہ میری مستقل پارٹی ہے، اور اکثر میں معقول کمیشن پر اس کے لئے بڑے بڑے کام کرتا رہتا ہوں۔" جوزف آنکھ مار کر مسکرایا۔
"خوب، کیا وہ لوگ مطمئن ہوئے؟" میں نے بے اختیار پوچھا۔
"میرا خیال ہے نہیں۔"
"اس خیال کی وجہ؟"
"اس کے بعد بھی دوسرے خفیہ ذرائع سے معلومات کا سلسلہ جاری ہے اور وہ لوگ میرے گرد چکراتے رہتے ہیں، میں نے آج تک انہیں ہوا نہیں لگنے دی اور میں خوش ہوں کام مکمل ہو گیا۔"
"ہوں۔" میں نے گردن ہلائی اور خیالات میں ڈوب گیا۔ ایک لمحے کے لئے میرے ذہن میں پریشان کن خیالات ضرور آنے لگے، لیکن دوسرے لمحے وہ خیالات نکل گئے تھے، میرا تو ان سے جھگڑا تھا ہی اور دشمن کو احمق سمجھ لینا دنیا کی سب سے بڑی حماقت ہے، ظاہر ہے وہ لوگ اس آسانی سے خاموش تو نہیں بیٹھے ہوں گے وہ اپنی کوششوں میں مصروف ہوں گے اور پھر میں نے جوزف سے کہا۔ "بہت بہت شکریہ مسٹر جوزف، اب ایک کام اور کرنا ہے۔"
"ہاں ہاں، فرمائیے۔"
"ان کاغذات کی حفاظت کا کیا بندوبست ہو سکتا ہے؟"
"بینکوں کے کاغذات کی؟"
"ہاں۔"
"اس کے لئے ایک تجویز پیش کر سکتا ہوں۔"
"ہاں فرمائیے۔"
"آپ یہاں مجھے ان کا نگراں بنا دیں، انہیں کسی بینک کے لاکر میں رکھوا دیں، آپ جس ملک میں بھی ہوں، وہاں مجھے یاد کریں، میں کاغذات نکلوا کر آپ کو بھجوا دوں گا، یہ کام باقاعدہ ایک فرم کے انداز میں ہو گا، میں ساری ضروری کارروائیاں کر لوں گا۔"
"ٹھیک ہے، آپ یہ کام بھی کر لیں، اور اس کے علاوہ ایک کام اور۔"
"وہ بھی فرمائیے جناب!"
"آپ سوچتے ہوں گے مسٹر جوزف کہ میں نے بے شمار ذمہ داریاں آپ پر ڈال دی ہیں۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔
"ہرگز نہیں جناب! میں دوستی کا قائل ہوں اور اپنے پیشے سے مخلص بھی، ظاہر ہے میں آپ سے ایک بڑی رقم بطور معاوضہ لے رہا ہوں، جو کام بھی آپ کے لئے کروں گا، اس کا معاوضہ طلب کروں گا۔ پھر اس میں سوچنا کیا معنی؟" جوزف نے کہا۔

"بہرحال آپ ایک عمدہ انسان ہیں، میں آپ کو ہمیشہ یاد رکھوں گا۔"

"اس کا شکریہ! ہاں تو دوسرا کام کیا ہے؟"

"میں ارسلو جانا چاہتا ہوں۔"

"ناروے۔"

"ہاں۔"

"ٹھیک ہے، ہر طرح کا بندوبست ہو جائے گا، پاسپورٹ وغیرہ ہے؟"

"نہیں۔"

"کوئی فرق نہیں پڑتا، بن جائے گا۔"

"سفر کے لئے بھی کوئی ایسا بندوبست چاہتا ہوں جس کی اطلاع دوسروں کو نہ ہو، آپ سمجھ رہے ہوں گے۔"

"یقیناً۔ اس کے لئے وان ہیگزرے کی خدمات حاصل کرلیں گے۔"

"وان ہیگزرے کون ہے؟"

"انسانوں کا سب سے بڑا اسمگلر، میرے اس سے براہ راست تعلقات ہیں۔"

"بھروسے کا آدمی ہے؟"

"یقینی طور پر۔"

"ٹھیک ہے، آپ دو آدمیوں کے لئے بندوبست کرلیں، اور سفر کے طریق کار کے بارے میں مجھے دیں۔"

"کب تک، چلنا چاہتے ہیں؟"

"بس اب جلد از جلد۔" میں نے جواب دیا۔

"او کے سر۔" جوزف نے گردن ہلائی، پھر میرے ایماء پر اس نے فون کر کے حسابات طلب کر لئے اور میں نے اس کی مرضی کے مطابق کرنسی کی بہت بڑی مقدار اس کے حوالے کر دی، اس میں دوسرے اخراجات جو اب ہونے والے تھے، بھی شامل تھے۔ جوزف نے اپنا معاوضہ اپنی تحویل میں لینے کے بعد مجھ شکریہ ادا کیا تھا اور پھر وہ رخصت ہو گیا۔

رات کو میں نے سردارے کو اپنے پاس طلب کیا، وہ مردود سب کچھ بھولے بیٹھا تھا، مسکراتا ہوا میرے پاس آیا، لیکن پھر میرے چہرے پر سنجیدگی دیکھ کر وہ خود بھی سنجیدہ ہو گیا۔

"خیریت باس؟"

"مضحکہ خیز سوال ہے۔" میں نے ہونٹ سکیڑ کر جواب دیا۔

"کیا مطلب؟" اس نے حیرت سے پوچھا۔

"مجھے تمہاری اس کیفیت پر شدید اعتراض ہے سردارے، کسی ایک ایسے ماحول میں کھو کر جو تمہا پسندیدہ ہو، تم باقی ساری باتیں فراموش کر دیتے ہو اور آنکھیں بند کر کے سو جاتے ہو، اور اس کے بعد تمہیں باقاعدہ جگانے کی ضرورت پیش آتی ہے۔" میں نے کسی قدر جھلائے ہوئے لہجے میں کہا، اور سردارے کا سنجیدہ ہو گیا۔

"تھوڑا سا مکھن لگانے کی اجازت ہے استاد؟" اس نے سنجیدہ لہجے میں پوچھا۔

"براہ کرم سنجیدگی اختیار کرو۔"

"کرلی ہے، بات یہ ہے استاد کہ میں خود کو ذہنی طور پر تم سے کمتر تسلیم کر چکا ہوں، اور ہر طرح تمہارے احکامات کی پابندی سے خوش رہتا ہوں۔ ہاں اگر میں ان احکامات کی پابندی سے انحراف کروں تو قابل سزا ہوں اس کے باوجود اگر کوئی ایسی بات ہو جائے جو تمہارے لئے ناگوار ہو تو سزا دے سکتے ہو استاد۔ ویسے میں ہر طرح تیار ہوں۔"

"اچھا اچھا، فضول بکواس سے پرہیز کرو۔"

"بہتر استاد۔" سردارے نے سعادت مندی سے کہا۔

"آئندہ کے بارے میں کیا سوچا؟"

"استاد مجھے سوچنے کا حکم دیں تو ضرور سوچوں گا۔ ورنہ مجھے کیا پڑی ہے کہ مستقبل کے خطرات سے ہلا ہوؤں۔"

"سارے کام مکمل ہو چکے ہیں، اب یہاں سے نکلنے کی سوچو۔"

"ہائے استاد، وقت نے کب کسی سے وفا کی ہے، ورنہ یہ حسین صبحیں اور حسین شامیں، جن کے درمیان زندگی نہایت سکون سے گذاری جا سکتی ہے۔"

"بنیادی طور پر بھی مجھے تم سے اختلاف ہے سردارے، میں زندگی میں جمود کا قائل نہیں ہوں، ہر لحاظ سے۔ اگر شامیں حسین ہیں تو دنیا کو اتنا مختصر کیوں سمجھا جائے۔ کہیں اور کی رات اس سے بھی زیادہ دلکش ہو سکتی ہے، اس کے علاوہ چند دن بزم میں گذرے تو کچھ رزم میں بھی گذارو۔"

"اوہ۔ لڑنے بھڑنے کا موڈ ہو رہا ہے باس؟" سردارے سنبھل کر بولا۔

"یہی سمجھ لو، ویسے لوگ ہمارے موڈ کے پابند تو نہیں۔"

"نہیں سمجھا۔"

"ہوریشو بہرحال ہمارا سراغ پانے میں کامیاب ہو گیا ہے۔" میں نے کہا اور سردارے اچھل پڑا، وہ گہری نگاہوں سے میرا جائزہ لے رہا تھا۔ پھر اس نے ایک گہری سانس لے کر کہا۔

"سنسنی خیز خبر ہے باس۔"

"ہاں۔ اور اب کافی کام کرنے ہیں۔"

"یقیناً کریں گے۔" سردارے نے دلیری سے کہا۔

"ویسے میں کوشش کر رہا ہوں کہ ہم یہاں سے نکل جائیں، لیکن ممکن ہے ٹکراؤ ہو ہی جائے، اس لئے خود کو تیار کرلو۔"

"تمہارے غلام کو تیار ہونے کی کیا ضرورت ہے باس، ایک زندگی ہے، جہاں چھوڑ دیتے ہو، داؤ پر لگا رہتا ہوں رزم ہو یا بزم، بتاؤ کبھی سردارے کو پیچھے پایا ہے؟"

"بس تو آج سے لڑکیوں کو ذہن سے جھٹک دو۔"

"جھٹک دیا باس اور کوئی حکم؟" سردارے نے جواب دیا، اور میں خیالات میں ڈوب گیا۔

☆ ☆ ☆

"جوزف جیسے باعمل انسان بہت کم میری نگاہوں سے گذرے تھے' اس گفتگو کے آٹھ گھنٹے کے اندر اندر اس نے سارے کام کر لئے اور پھر اس نے مجھے فون پر اطلاع دی کہ وہ آرہا ہے۔

"میرے ساتھ ایک معزز مہمان بھی ہوں گے جناب' وہ آپ سے ملاقات کے بے حد خواہش مند ہیں' میرا خیال ہے نام سے آپ بھی انہیں بخوبی پہچان جائیں گے۔"

"کون ہے؟" میں نے پوچھا۔

"مسٹر وان ہیگزرے' پرتگال کے باشندے ہیں' لیکن ان کا قیام مستقل سویڈن میں ہی ہے' اسٹاک ہوم کے بااثر تاجروں میں سے ہیں' خصوصی طور پر امپورٹ ایکسپورٹ کے ماہر۔" جوزف نے بتایا۔

"اوہ! میں سمجھ گیا' لیکن مجھ سے ملانا ضروری ہے مسٹر جوزف؟"

"ہاں کوئی حرج بھی نہیں ہے جناب! آپ ان سے مل کر بہت خوش ہوں گے' بڑی عمدہ شخصیت کے مالک ہیں' اور پھر ذاتی گفتگو بڑی اہمیت رکھتی ہے۔" جوزف نے جواب دیا۔

"ٹھیک ہے' ملا دو۔"

"میں انہیں لے کر حاضر ہو رہا ہوں۔" جوزف نے جواب دیا اور فون بند کر دیا' تھوڑی دیر کے بعد وہ میرے سامنے پہنچ گئے' وان ہیگزرے کی شخصیت واقعی دلچسپ اور پر اثر تھی' اس نے پرانے فرنچ اسٹائل کا کوٹ پہنا ہوا تھا' بال سفید تھے لیکن چہرے پر خون ہی خون نظر آتا تھا' بڑا سرخ انسان تھا۔

جب میں نے اس سے مصافحے کے لئے ہاتھ بڑھایا تو وہ دو قدم پیچھے ہٹ گیا۔" اس کے لئے معافی چاہتا ہوں مسٹر برونیک' جب کسی کا ہاتھ ہاتھ میں لے لیا تو گویا بہت بڑی ذمہ داری آپڑی' اور پھر تم میرے چوڑے ہاتھ کو دیکھو' اس آہنی شکنجے میں آنے والے ہاتھ اکثر ہمیشہ کے لئے ناکارہ ہو جاتے ہیں۔ ہاں جن لوگوں سے مجھے محبت ہوتی ہے ان سے ہاتھ ملاتے وقت میں صرف انہیں ذہن میں رکھتا ہوں اور خود کو بھول جاتا ہوں۔ لیکن جب میں خود کو یاد کرتا ہوں تو دل چاہتا ہے مٹھی میں آنے والی ہر چیز کو پیس ڈالوں' قصور میرا نہیں ہے۔ ان ہاتھوں نے نہ جانے ——— نہ جانے کتنی گردنوں کا حساب کتاب کیا ہے۔" وہ ہنسنے لگا۔

"لیکن تم تو ان کی ذمہ داری قبول کرنے پر آمادہ ہو ہیگزرے۔" جوزف بولا۔

"ہاں۔ بس کاروباری' اور کاروبار صرف ایک ثانوی حیثیت رکھتا ہے۔"

"نہ جانے تم کیا کہہ رہے ہو' سب کچھ بھول گئے؟"

"نہیں۔ ہاں شاید' کیا میرے الفاظ گڑبڑ ہو رہے ہیں۔ ٹھہرو۔" اس نے کوٹ کی لمبی جیب میں ہاتھ ڈال کر ایک شیشی نکالی اور اس کا کاک کھول کر شراب کے کئی گھونٹ حلق سے نیچے اتار دیئے۔ پھر اس نے شیشی بند کر کے جیب میں رکھی اور چند منٹ آنکھیں بند کر کے کچھ سوچتا رہا پھر گہری سانس لے کر بولا۔

"میرا خیال ہے میں نے کوئی غلط بات نہیں کی' کیا جھوٹ کہا میں نے؟" اس نے جوزف کی طرف دیکھا۔

"مسٹر برونیک سے مصافحہ بھی نہیں کیا تم نے۔"

"اس کی وجہ بتا چکا ہوں' اس ہاتھ میں ہاتھ ڈالنے والے کو یا تو پوری زندگی کا تحفظ مل جاتا ہے یا اسے ہاتھ سے ہاتھ دھونے پڑتے ہیں۔"

"اور اگر اس کا خراج ادا کر دیا جائے مسٹر ہیگزرے۔" میں نے مداخلت کی۔

"کیا مطلب؟" ہیگزرے نے بھنویں اٹھا کر مجھے دیکھا۔

"میں اپنا ایک ہاتھ تمہاری نذر کرنے کو تیار ہوں' لیکن ——— اس کے بعد....." میں نے جملہ ادھورا چھوڑ دیا۔

"دیکھو مسٹر' میں سپاہی قسم کا انسان ضرور ہوں' لیکن عقل سے خالی بھی نہیں ہوں' میرا خیال ہے میں نے اپنے ہاتھ کے بارے میں جو کچھ کہا ہے تم اسے چیلنج کر رہے ہو۔"

"ہاں۔ میں ہر قیمت پر تمہیں دوست بنانے کے لئے تیار ہوں۔" میں نے ہاتھ آگے بڑھایا۔ جوزف دکھی ہوئی نگاہوں سے ہم دونوں کو دیکھ رہا تھا۔ دوسری طرف پرتگالی گدھا بھی خونخوار نگاہوں سے مجھے دیکھ رہا تھا' پھر اس نے ہاتھ سیدھا کر دیا۔ لیکن اس کا چہرہ کچھ اور سرخ ہو گیا تھا اور بالآخر اس نے میرا ہاتھ اپنے ہاتھ کے شکنجے میں کس لیا۔

بے شک خوفناک ہاتھ تھا' ایک لمحے کے لئے تو میری ہڈیاں کڑکڑا گئیں لیکن ہاتھ میرا بھی کافی مضبوط تھا اور اس کا عملی تجربہ بارہا ہو چکا تھا۔ چنانچہ دوسرے لمحے میں نے اس کی گرفت کو بے اثر بنا دیا' اور میں نے خود بھی اس کے پنجے پر اپنی گرفت قائم کر لی' ہیگزرے کے چہرے پر تعجب کے آثار نظر آئے۔ اس کی آنکھوں میں عجیب سی مسرت پھیل گئی اور تھوڑی دیر کے بعد اس نے گرفت ڈھیلی کر دی۔

"بس بس' کافی ہے۔" اس نے ہاتھ جھٹکتے ہوئے کہا۔ "مضبوط آدمی ہو' حالانکہ دیکھنے میں نہیں لگتے۔"

جوزف کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

"تب گویا تم لوگ دوست بن گئے؟" اس نے پوچھا۔

"ہاں مضبوط لوگ ہمیشہ اچھے دوست ہوتے ہیں" ہیگزرے نے کہا میں خاموشی سے مسکرا رہا تھا' پھر ہم لوگ اندر آ بیٹھے اور پھر مختلف قسم کی گفتگو ہوتی رہی' جوزف کسی حد تک کھل گیا۔

"مختصراً میں تمہیں بتاتا ہوں ہیگزرے' بس مسٹر برونیک اور ان کے ساتھی کو ارسلو تک پہنچانا ہے' پاسپورٹ وغیرہ مل جائیں گے۔"

"ٹھیک ہے' پہنچ جائیں گے۔" اس نے اکھڑے ہوئے لہجے میں کہا۔

"اور تم ان سے ہاتھ ملا کر ذمہ داری قبول کر ہی چکے ہو۔" جوزف بولا۔

"میں نے اس بارے میں کچھ کہا۔" وان ہیگزرے جوزف کو گھورنے لگا۔

"معاوضہ میں تمہیں ایڈوانس ادا کر دوں گا۔"

"بڑی خوشی کی بات ہے۔" اس نے منہ چڑانے والے انداز میں دانت نکالے۔

"تم اصل صورتحال سمجھ نہیں رہے ہو' بے حد خطرناک لوگ ان کے پیچھے لگے ہوئے ہیں اور مجھے یقین ہے وہ ان کا پیچھا کریں گے۔"

"ہوں گے ہوں گے' وان ہیگزرے سے زیادہ خطرناک لوگ اس زمین پر نہیں ملتے' تم فکر مت کرو۔" وان ہیگزرے نے ہاتھ اٹھاتے ہوئے کہا اور جوزف گردن ہلانے لگا۔ پھر اس نے وان ہیگزرے کی تھوڑی بہت خاطر مدارت کی اور پھر اس کو رخصت کر دیا' خود وہ وہیں رک گیا تھا۔

"تم یہ مت سوچنا مسٹر برونیک کہ میں نے کسی فضول آدمی سے تمہارا تعارف کرایا ہے' یا کوئی اہم

کام کسی غیر ذمہ دار انسان کے سپرد کر دیا ہے' وان ہیگزرے جس قدر فضول آدمی نظر آتا ہے' در حقیقت اس قدر فضول نہیں ہے۔"

"اوہ۔ ٹھیک ہے جوزف' فکر مت کرو۔" میں نے کہا۔

"وہ بہترین پلاننگ کرتا ہے' میرا تجربہ ہے' تمہارے معاملے کو اس نے جس قدر غیر سنجیدگی سے دیکھا ہے' وہ اس قدر غیر سنجیدہ ہے نہیں۔ یقیناً وہ حالات کو گہری سنجیدگی سے دیکھے گا۔"

"میں نے کہا نا' بس انتظامات کر دیئے جائیں' ہاں مسٹر جوزف' آپ کو ایک اور تکلیف دینا ہے"

"بے تکلفی سے کہیں۔"

"ہمیں دو عمدہ قسم کی اسٹین گنوں کی ضرورت ہو گی۔"

"مہیا ہو جائیں گی۔" جوزف سکون سے بولا۔

"بس تو کل پھر یہاں سے روانہ ہو جانا ہے۔"

"میری نیک تمنائیں آپ کے ساتھ ہیں' دنیا کے کسی ملک میں بھی رہیں اگر جوزف سے کام کی ضرورت پیش آجائے تو تکلف نہ کریں۔" جوزف نے کہا اور پھر وہ ہم سے ہاتھ ملا کر رخصت ہو گیا۔

اس کے جانے کے بعد بھی میں کافی دیر تک سوچتا رہا اور پھر سردارے آگیا' وہ حسب معمول چوبند تھا۔ لیکن اس کے پیچھے ہی سلوانا بھی آئی تھی' ایک مقامی لڑکی جو سردارے کی دوست تھی' لاکرنے ہی ہم سے متعارف کرایا تھا۔

"مسٹر برونیک———— مسٹر برونیک "انہیں کیا ہو گیا؟" وہ متحیرانہ انداز میں بولی۔

"کیا آپ ان خاتون کو جانتے ہیں مسٹر برونیک؟" سردارے نے بڑی سنجیدگی سے پوچھا۔

"قصہ کیا ہے؟"

"میں بتاتی ہوں جناب' جب یہ آپ کو پہچان سکتے ہیں تو مجھے کیوں نہیں پہچانتے؟"

"کیوں بھئی' تم انہیں کیوں نہیں پہچانتے؟" میں نے سردارے سے پوچھا۔

"نہ جانے کیا قصہ ہے' ارے آپ لوگ میری بات کیوں نہیں مانتے' میں اس سے قبل ان سے کبھی نہیں ملا' زبردستی شناسائی کا اظہار کر رہی ہیں۔"

"اوہ۔" میں نے آہستہ سے کہا لیکن سلوانا چراغ پا ہو گئی۔

"سب سمجھتی ہوں' اچھی طرح سمجھتی ہوں۔ پہلے تو میں نے سوچا تھا کہ شاید ان کا دماغ الٹ گیا ہے' لیکن یہ آپ کو پہچانتے ہیں' دوسری ساری باتیں کر سکتے ہیں سوائے مجھے پہچاننے کے۔"

"میں نے تمہیں پہلے کبھی نہیں دیکھا' سمجھیں۔" سردارے نے آنکھیں نکالیں۔

"پیچھا چھڑانا چاہتے ہو مجھ سے' اس کے سوا اور کوئی بات نہیں ہے' لیکن کیا سمجھتے ہو خود کو' اتنی گری پڑی ہوں کہ زبردستی تمہارے پیچھے لگی رہوں گی' صاف کیوں نہیں کہہ دیتے کہ چلی جاؤ۔"

"جب میں تمہیں جانتا ہی نہیں تو الٹی سیدھی باتیں کیوں کروں۔" سردارے بولا اور وہ پاؤں پٹختی ہوئی چلی گئی' سردارے نے سکون کی سانس لی۔

"سمجھ گئی تھی سالی۔" وہ آہستہ سے بولا۔

"کیا سمجھ گئی تھی؟"

"یہی کہ میں اس سے پیچھا چھڑانا چاہتا ہوں۔"

"قصہ کیا ہے؟"

"میں نے سویڈن کی تمام لڑکیوں کو پہچاننے سے انکار کر دیا ہے۔"

"آخر کیوں؟"

"مرشد کے حکم کی تعمیل میں۔" سردارے نے آنکھیں بند کر کے کہا۔ "میرے مرشد نے کہا تھا کہ لڑکیوں کو ذہن سے جھٹک دو' میری مجال کہ اب کوئی لڑکی میرے قریب بھٹک جائے۔"

"اوہ۔ تو یہ بات ہے' مگر انہیں خود سے دور کرنے کے دوسرے طریقے بھی تو ہو سکتے ہیں۔"

"کوئی طریقہ اس سے زیادہ مؤثر نہیں ہو سکتا استاد' اس ذکر کو ہی جانے دو' ہم لڑکیوں کے موضوع پر گفتگو کر کے اپنا وقت ضائع کرنا پسند نہیں کریں گے۔" سردارے بولا اور میں ہنستا رہا۔

"کیا تم نے ہمیشہ کے لئے لڑکیوں کو خیرباد کہہ دیا ہے؟"

"اگر مرشد کا یہی حکم ہے تو یہی ہو گا۔"

"خیر سردارے' کل ہم یہاں سے چل رہے ہیں۔"

"الحمد اللہ۔" سردارے جھومتا ہوا بولا' بہت زیادہ مسخرے پن کے موڈ میں تھا اس لئے میں نے اس سے مزید گفتگو کرنا مناسب نہیں سمجھا اور خاموش ہو گیا۔ بہرحال یہ رات ہم نے پھیکی گذاری۔ سردارے کو منع کر چکا تھا' اس لئے خود بھی محتاط رہنا چاہتا تھا۔

دوسرا دن نہایت مصروف گذرا' جوزف نے صبح ہی صبح فون کیا تھا' اس نے بتایا تھا کہ سارے انتظامات مکمل ہو چکے ہیں' ابھی کچھ دیر قبل اس کے پاس ہیگزرے کا فون بھی آیا تھا۔

"پھر اب میری کیا ذمہ داری ہے مسٹر جوزف!"

"بالکل کچھ نہیں جناب!...... تھوڑی دیر کے بعد وان ہیگزرے اپنا پروگرام لے کر میرے پاس آنے والا ہے' ہم دونوں آپ کے پاس پہنچ جائیں گے۔"

"اوکے۔" میں نے جواب دیا اور اپنی دانست میں ہم تیار ہو کر ان کا انتظار کرنے لگے' تقریباً پونے نو بجے وان ہیگزرے اور جوزف ہمارے پاس پہنچ گئے وان ہیگزرے بات بات پر ہنس رہا تھا' بڑا خوش مزاج انسان تھا۔

"سب کچھ ٹھیک ہو گیا ماسٹر' فکر کی کوئی بات نہیں ہے' وان ہیگزرے ایک مضبوط چٹان ہے' اور تمہارے ساتھ تو بہت سی چٹانیں ہوں گی۔ میں تمہیں دوسرے ہر ذریعہ سے بھجوا سکتا ہوں' لیکن اگر خطرناک لوگ تمہاری راہ میں ہیں تو انہیں ایسے جھٹکے ملنے چاہئیں کہ وہ بھی یاد کریں۔ یعنی سفر کا وہ ذریعہ اختیار کیا جائے جو ان کی توقع سے باہر ہو۔"

"خوب' کیا ذریعہ تلاش کیا ہے تم نے؟" میں نے پوچھا۔

"سڑک کے ذریعہ' پہلے ہم یہاں سے گوتھنبرگ چلیں گے اور وہاں سے....."

"ٹھیک ہے' عمدہ طریقہ ہے۔" میں نے جواب دیا۔

"اس طرح تمہیں تھوڑی سی دیر تو لگے گی' لیکن....."

"بالکل ٹھیک' مجھے اعتراض نہیں ہے۔"

"مجھے بھی یہ ترکیب پسند آئی' اس طرح ہمارے اوپر شک نہیں ہو سکے گا۔" جوزف نے کہا۔

"پھر اب کیا پروگرام ہے؟" میں نے پوچھا۔

"بس چلیں' ساری تیاریاں مکمل ہیں۔" جوزف نے کہا اور میں نے شانے ہلا دیئے' پھر میں نے سردارے کو طلب کیا۔ نیچے آکر سردارے وان ہیگزرے کے ساتھ بیٹھ گیا اور میں جوزف کے ساتھ اس کی کار میں' دونوں کاریں چل پڑیں۔

"وان ہیگزرے خود بھی آپ کے ساتھ ارسلو تک جانے کا ارادہ رکھتا ہے۔"

"یہ تو اچھی بات ہے۔"

"ایک بار پھر کہوں گا جناب' وہ تھوڑا سا کریک ہے' ورنہ عام حالات میں بہت شاندار آدمی ہے۔ جب اسے شراب نہ ملی ہو تو وہ ناکارہ ہو جاتا ہے اور الٹی سیدھی باتیں کرنے لگتا ہے' چنانچہ جب بھی اسے آوٹ دیکھیں اسے شراب کی طرف متوجہ کر دیں' اس کی ہر جیب میں آپ کو ایک بوتل ضرور ملے گی۔"

"گڈ ـــــــ ٹھیک ہے۔ آپ فکر نہ کریں مسٹر جوزف! میں اسے ہینڈل کر لوں گا۔" میں نے جواب دیا۔

"اسٹین گنیں بھی میں نے اس کے حوالے کر دی ہیں۔ میرا خیال تھا آپ اس سے چھپانا پسند کریں گے ـــــــ اور پھر یہ ممکن بھی نہیں تھا۔"

"ظاہر ہے۔" میں نے کہا۔ تھوڑی دیر کے بعد ہم وان ہیگزرے کے مکان پر پہنچ گئے۔ یہاں لینڈ روور کھڑی ہوئی تھیں۔ وان ہیگزرے نے اپنے مکان پر ہماری تواضع کافی اور پھلوں سے کی۔ اور پھر ہم چل پڑے۔ جوزف نے وہیں ہمیں خدا حافظ کہہ دیا تھا۔

دونوں گاڑیاں چل پڑیں۔ وان ہیگزرے ہمارے ساتھ ہی تھا۔ اس کے علاوہ کل سات آدمی اور دو ہم تھے' اس طرح ہماری تعداد نو ہو گئی تھی۔ لیکن ان میں کوئی لڑکی نہیں تھی۔ بہرحال یہ ممکن بھی نہیں تھا۔

سفر خاموشی سے طے ہونے لگا۔ وان ہیگزرے بھی بیحد سنجیدہ تھا۔ کافی دیر تک وہ کچھ نہیں بولا۔ ہم اسٹاک ہوم کے نواح میں نکل آئے تھے۔ شہر بہت پیچھے رہ گیا تھا۔ لمبی اور چکنی سڑک دور دور تک نظر آ رہی تھی۔ اکثر کاریں اور دوسری گاڑیاں نظر آ جاتی تھیں۔ فضا میں ایک عجیب سی بو پھیلی ہوئی تھی۔ ناگوار نہیں تھی۔ لیکن مسلسل ناک میں آئے جا رہی تھی' اس لئے زیادہ خوش گوار بھی نہیں لگ رہی تھی۔ آخر سردارے ہی بولا۔

"یہ خوشبو کیسی ہے استاد؟"

"میرا خیال ہے ان درختوں کے پھلوں کی خوشبو ہے۔" میں نے درختوں کے لامتناہی سلسلے کی طرف اشارہ کیا۔ ہیگزرے چونک کر ہماری طرف دیکھنے لگا۔

"کیا بات ہے؟" اس نے پوچھا۔

"میرا ساتھی اس خوشبو کے بارے میں پوچھ رہا ہے۔" میں نے کہا۔

"اوہ' یہ اسٹرابیری کی خوشبو ہے ـــــــ دیکھو' ٹھہرو۔ اے اس لڑکی کے پاس گاڑی روکو۔"

ہیگزرے نے کہا۔ اور میں نے بھی سڑک کے کنارے کھڑی لڑکی کو دیکھ لیا ـــــــ جو ایک مخصوص ساخت کی بہت سی ٹوکریاں لئے کھڑی تھی۔ ڈرائیونگ کرنے والے نے گاڑی روک لی۔ اور ایک خوبصورت سی دیہقانی لڑکی مخصوص لباس میں ملبوس ایک ٹوکری ہاتھ میں لئے ہمارے پاس پہنچ گئی۔ ہیگزرے نے اس سے ٹوکری خرید لی۔ اور پھر گاڑی آگے بڑھ گئی۔ ہیگزرے نے اس انداز میں ہمیں اسٹرابیری پیش کیں جیسے اس کے خیال میں ہم اس پھل سے ناواقف ہوں۔

"یہ سویڈن کا مخصوص پھل ہے۔" اس نے بتایا۔ بہرحال ہم خاموشی سے اسٹرابیری کھاتے رہے۔ ہم نے اس سے واقفیت کا اظہار نہیں کیا۔ اور ہیگزرے اس کے بارے میں بکواس کرتا رہا۔ پھر وہ اچانک خاموش ہو گیا۔ اور پھر کافی دیر تک خاموش رہا۔ اس دوران ہم سڑک کے دونوں طرف دیکھتے رہے تھے۔ سڑک پر ہر دس پندرہ میل کے فاصلے پر دیہقانی لڑکیاں اسٹرابیری کی ٹوکریاں لئے کھڑی تھیں۔

بہرحال خوبصورت مناظر تھے۔ ہم ان سے لطف اندوز ہوتے رہے۔ یہاں تک کہ شام ہو گئی۔ روشنیاں جل اٹھی تھیں۔ ابھی ہم گونبرگ سے کافی دور تھے۔ دفعتاً عقب سے ہارن کی مسلسل آوازیں سنائی دیں۔ لینڈ رور کے ڈرائیور نے راستہ دے دیا۔ لیکن ہارن بدستور بجتا رہا ـــــــ ہیگزرے کا چہرہ بگڑتا جا رہا تھا۔ پھر اس نے غرائی ہوئی آواز میں کہا۔

"دونوں گاڑیاں سڑک کے درمیان کھڑی کر دو ـــــــ چلو ـــــــ ان کتوں کو آگے نہیں نکلنا چاہئے۔" اور ڈرائیونگ کرنے والے نے اس کے حکم کی تعمیل کی۔ پچھلی لینڈ روور کو بریک لگانے پڑے۔ اور پھر ڈرائیور نے چیخ کر ہیگزرے کا حکم سنا دیا۔ چنانچہ دوسری گاڑی نے رہی سہی کسر بھی پوری کر دی۔

اور اب پیچھے سے آنے والی گاڑی بھی نزدیک آ گئی۔ انہوں نے بریک لگا دیئے تھے۔ میں نے سردارے کی طرف دیکھا اور سردارے نے شانے ہلا کر گہری سانس لی ـــــــ ہیگزرے نیچے اتر آیا تھا۔ اس نے پستول نکال لیا۔ اس کے دوسرے ساتھی بھی نیچے اتر آئے۔ ہیگزرے اس بڑی گاڑی کی طرف بڑھ گیا جو شکل سے ہی کافی عجیب لگ رہی تھی۔

ہیگزرے کے انداز سے معلوم ہوتا تھا کہ وہ بیحد خطرناک موڈ میں ہے اور ان لوگوں کے ساتھ بہت برا سلوک کرے گا جو یہ حرکت کر رہے تھے۔ گاڑیاں رک چکی تھیں اور چونکہ معاملہ خاصا سنجیدہ نظر آتا تھا اس لئے میں اور سردارے بھی گاڑی سے نیچے اتر آئے۔ ویسے میں نے محسوس کیا تھا کہ ہیگزرے کے سارے ساتھی بھی چوکنا ہو گئے تھے۔ سب اسی طرف متوجہ تھے اور اس پوزیشن میں تھے کہ اگر ہیگزرے کچھ شروع کرے تو ان لوگوں کو اس کا ساتھ دینے میں کوئی تاخیر نہ ہو۔

میں اور سردارے بھی جلدی سے ہیگزرے کے نزدیک پہنچ گئے۔ لیکن بڑی اور عجیب الخلقت گاڑی میں ہم نے جن لوگوں کو دیکھا وہ عجیب و غریب تھے۔ سب کے سب آوارہ گرد' مفلوک الحال' چیتھڑوں میں ملبوس الٹے سیدھے' عجیب بے رونق شکلیں تھیں' لیکن وہ سب کے سب مسکرا رہے تھے۔ پھر ان میں سے ایک جس کا چہرہ بالکل سفید تھا لیکن ہونٹ افریقہ کے سیاہ فام حبشیوں کی مانند تھے سیاہ اور موٹے' انتہائی بے تکے انداز میں مسکراتا ہوا نیچے اتر آیا۔

"ہے ماسٹر! کیا بات ہے؟" اس نے مخصوص انداز میں پوچھا ـــــــ ہیگزرے خاموشی سے ہونٹ بھینچے انہیں گھور رہا تھا۔ پھر اس نے داہنا ہاتھ اٹھایا اور اس کی انگلی ہلاتے ہوئے اسے قریب آنے کا اشارہ کیا۔

موٹے ہونٹوں والا آوارہ گرد جس کے ماتھے پر نیلے رنگ کی ایک پٹی بندھی ہوئی تھی اور داہنے گال پر زخم کا گہرانشان تھا' بدستور دانت نکالے ہوئے بیگزرے کے قریب پہنچ گیا۔

"اور قریب آؤ۔" بیگزرے نرم لہجے میں بولا------ اور وہ کچھ اور قریب پہنچ گیا------

جونہی وہ بیگزرے کے نزدیک پہنچا' بیگزرے کا بھرپور تھپڑاس کے گال پر پڑا۔ اور آوارہ گرد بری طرح الٹ گیا۔ بیگزرے کا ہاتھ واقعی زبردست پڑا تھا۔ میں اور سردارے ایک قدم پیچھے ہٹ گئے۔ ہمارا خیال تھا کہ گاڑی میں بیٹھے آوارہ گرد نیچے اتریں گے اور ہمارے اوپر حملہ کردیں گے۔ لیکن وہ سب خاموش ہو گئے۔

ان کے ہونٹوں کی مسکراہٹ مفقود ہو گئی۔ بیگزرے کا تھپڑ کھا کر گرنے والا چند ساعت یونہی زمین پر پڑا رہا۔ پھر وہ آہستہ سے اٹھا اور کھڑا ہو گیا۔

لیکن اس کے چہرے سے ایسے کوئی اثرات نمایاں نہیں تھے جس سے اندازہ ہو تاکہ اس نے بیگزرے کی بات کا برا مانا ہے اور وہ اس سے مقابلہ کا ارادہ رکھتا ہے۔ وہ بڑی عجیب سی نگاہوں سے بیگزرے کو دیکھ رہا تھا۔

"ہارن کیوں بجارہے تھے؟" بیگزرے نے غرائے ہوئے لہجے میں پوچھا۔

"آپ کو تکلیف ہوئی ماسٹر------ ہم سب شرمندہ ہیں۔" خلاف توقع آوارہ گرد نے انتہائی نرم اور اداس لہجے میں کہا۔

"شرمندہ کے بچو------ کیوں نہ میں تم سب کو یہاں نیچے اتار کر گولی مار دوں؟" بیگزرے بدستور غرائی ہوئی آواز میں بولا۔

"ہماری غلطی اتنی سنگین تو نہیں ہے جناب کہ آپ ہمارے زندگیاں چھین لیں۔ تاہم ہم آپ سے معافی چاہتے ہیں۔" اس نے بدستور اداس لہجے میں کہا۔

اور یہ تو سیدھی سی بات ہے کہ اگر ایک انتہائی غصہ ور شخص کے سامنے ایک نرم مزاج اور گردن جھکا دینے والا شخص آجائے تو غصہ خود بخود کافور ہو جاتا ہے۔ بیگزرے جس انداز میں اتراتھا وہ برقرار نہیں رہا تھا اور اب وہ سوچ رہا تھا کہ ان کے ساتھ کیا سلوک کیا جائے۔ ظاہر ہے ایسی حالت میں کوئی برا سلوک کرنے کا سوال ہی پیدا نہ ہوتا تھا۔ چنانچہ اس نے ان لوگوں کو فہمائش کی اور ہم دونوں کے شانے پر ہاتھ رکھ کر واپس لینڈ روور کی طرف بڑھ گیا۔

"گدھے کہیں کے------" وہ بھاری آواز میں بولا اور پھیکے انداز میں مسکرا دیا۔ میں نے اور سردارے نے بھی ایک گہری سانس لی تھی۔ پھر ہم گاڑیوں میں آبیٹھے۔

"بیچارے------ امن کے پجاری۔" سردارے آہستہ سے بولا۔

"واقعی اس شخص نے بڑی حلیمی کا ثبوت دیا۔" میں نے کہا۔

"اور یہ------ تھپڑ بڑا زور دار تھا بے ایمان کا۔" سردارے نے بیگزرے کی طرف اشارہ کر کے اردو میں کہا اور میں گردن ہلانے لگا۔

ہمارے اس طویل سفر کا اختتام گوئبزگ پر ہی ہونا تھا۔ لیکن چونکہ دیر سے چلے تھے اور اب شام جھک آئی تھی۔ چنانچہ بیگزرے کے اشارے پر گاڑیوں کا رخ گوئبزگ کے نواحی قصبے کنگ لاد کی طرف کر

دیا گیا۔ کنگ لاد سے باہر دریائے گوڈر کے کنارے ایک مناسب جگہ کا انتخاب کیا گیا جہاں چاروں طرف جنگلات پھیلے ہوئے تھے۔ اور پھر وہاں کیمپ لگا دیا گیا۔

بیگزرے نے مجھ سے کہا تھا کہ کل دن کی روشنی میں ہم گوئبزگ میں داخل ہو جائیں گے اور اس کے بعد ہم تمہیں دوپہر تک اوسلو پہنچادیں گے۔

"ٹھیک ہے مسٹر بیگزرے۔ جیسا آپ مناسب سمجھیں------ ظاہر ہے میں تو آپ کے زیر نگرانی ہوں۔"

"اوہو------ تم پرواہ مت کرو۔" بیگزرے نے مسکراتے ہوئے کہا۔

ظاہر ہے مجھے کیا پرواہ ہو سکتی تھی۔ میں لاپرواہی سے دریا کے کنارے کی طرف بڑھ گیا۔ سردارے میرے ساتھ تھا۔

"کچھ عجیب سا محسوس نہیں ہو رہا استاد!" سردارے نے آہستہ سے کہا۔

"ہاں ہو رہا ہے۔ ظاہر ہے ہمارے ساتھ لڑکیاں نہیں ہیں۔"

"اوہ' تم مجھے بار بار لڑکیوں کا طعنہ نہ دیا کرو استاد------ کیا میں لڑکیوں کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتا۔" سردارے نے منہ پھلاتے ہوئے کہا۔

"بظاہر تو یہی لگتا ہے۔ لیکن اگر تمہاری مراد یہ نہیں ہے تو بتاؤ کیا عجیب سا لگ رہا ہے۔ ظاہر ہے ہم سفر کر رہے ہیں۔" میں نے کہا۔

"ہوں۔" سردارے نے ایک گہری سانس لی۔ "استاد! تم جس بات کی مخالفت کرو' اسے میں بچ کسی طرح بھی ثابت نہیں کر سکتا۔"

"مخالفت کی بات نہیں ہے۔ زندگی جس انداز میں رواں دواں ہے وہی سب کچھ ہے۔ ظاہر ہے کون سی نئی بات ہے۔ ہم گوئبزگ پہنچیں گے' وہاں سے اوسلو جائیں گے۔ اوسلو میں چند روز رہیں گے وہاں سے کوئی نیا پروگرام بنائیں گے۔ چنانچہ عجیب کیا بات ہے۔"

"تسلیم کیا استاد------ کوئی عجیب بات نہیں ہے۔"

"نہیں سردارے------ تم اصل بات تسلیم کرو۔" میں نے ہنستے ہوئے کہا۔

"اصل بات------ سچی بات یہ ہے' استاد' استاد رہے گا' یہ حقیقت ہے کیا یہ گدھا کسی خوبصورت لڑکی کو ساتھ نہیں لا سکتا تھا؟"

"یہ اس گدھے سے پوچھ لو۔"

"اوہ------ یہ تو مجھے بالکل ہی احمق معلوم ہوتا ہے' خشک بے تکے قسم کا آدمی۔"

"بہرحال کل دوپہر تک ہمارا اس کا ساتھ اور ہے' اس کے بعد ہمیں اس سے کیا لینا۔" میں نے جواب دیا اور سردارے گردن ہلانے لگا۔ ہم دریا کے کنارے بیٹھ گئے' بہت خوبصورت علاقہ تھا لیکن سنسان ہونے کے باعث کچھ عجیب سا محسوس ہو رہا تھا۔ سردارے کسی خیال میں ڈوبا ہوا تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد اس نے گردن اٹھائی اور بولا۔

"اس علاقے کی دیہاتی لڑکیاں بھی بیحد خوبصورت تھیں۔ افوہ! وہ لوگ کتنی محنت کرتے ہیں زندگی گزارنے کے لئے۔ تم نے دیکھا استاد! دو کرونوں کے عوض ایک اسٹرابیری کی ٹوکری' اور وہ اسے فروخت

کر کے اتنا خوش ہوتی ہیں جیسا انہیں خزانے مل گئے ہوں۔"

"زندگی اسی کا نام ہے سردارے! بے پناہ دولت اگر ہاتھ آجائے اور زندگی میں کوئی جدوجہد نہ رہے تو یقین کرو کہ زندگی میں کوئی چاشنی نہیں رہتی۔ ہماری بات دوسری ہے کبھی کبھی بے اندازہ دولت ہونے کے باوجود ہم لوگ روٹی کے لئے کس طرح ترس جاتے ہیں۔ گویا ہم نے زندگی کی جدوجہد برقرار رکھی ہے اور یہ جدوجہد نہ ہوتی تو شاید زندگی اس قدر رنگین نہیں ہوتی۔"

"ہاں استاد! جس قدر دولت ہمارے پاس ہے اگر ہم زندگی کو تھامنا چاہیں' زندگی کو روکنا چاہیں تو میرا خیال ہے کہ کسی بہت بڑے آدمی کی حیثیت سے زندگی گزاری جاسکتی ہے اور دنیا میں اپنے پسندیدہ مقام پر ——— لیکن ———؟"

"لیکن کیا سردارے؟" میں نے گہری نگاہوں سے اسے دیکھتے ہوئے کہا۔

"کچھ نہیں استاد ——— آگے بولنے کی ہمت نہیں ہے۔"

"نہیں نہیں ——— بولو کیا کہنا چاہتے ہو؟"

"ناراض تو نہیں ہو گے استاد۔"

"نہیں ——— میں نے وعدہ کیا۔"

"سردارے کو ذلیل بھی نہیں کرو گے؟"

"نہیں کروں گا یار ——— اب کیا قول و قرار کرا رہا ہے۔ جلدی سے بول کیا چاہتا ہے؟"

"میں یہ کہہ رہا تھا استاد! کہ اس بھاگ دوڑ کا کوئی مقصد بھی ہے۔ دیکھو نا جو کچھ میں کہہ رہا ہوں اس پر ٹھنڈے دل سے غور کرنا۔ خدا کی قسم! میں یہ نہیں چاہتا کہ تم اپنی مرضی کے خلاف کچھ کرو۔ لیکن بہرصورت مجھے کچھ کہنے کا حق تو ہے' کوئی رائے تو دے سکتا ہوں ——— اب اگر اس میں کوئی جان ہے تو ٹھیک ورنہ تم منع بھی کرسکتے ہو استاد!" سردارے نے جیسے خود سے الجھتے ہوئے کہا۔

"ہاں ہاں' ٹھیک ہے کہو ——— میں نے منع تو نہیں کیا۔" میں نے سنجیدگی سے کہا۔

"استاد! کیوں نہ زندگی میں تھوڑی سی تبدیلی لائی جائے؟"

"کیسی تبدیلی ——— تم مجھے مشورہ دو۔" میں نے پوچھا۔

"دیکھو نا استاد! اس سے پہلے ہم باقاعدہ ایک گروہ سے منسلک تھے۔ گروہ کے مفادات کے لئے ہم ملک ملک گھوم رہے تھے اور کام کر رہے تھے۔ لیکن اب گروہ ختم ہو گیا ——— تم نے جس زندگی کا آغاز کیا ہے استاد! یوں سمجھو وہ ایک ایسی منزل پر آگئی ہے جہاں سے تمہیں خود اپنے لئے راستے کا تعین کرنا ہے۔ غلام سیٹھ جب تک زندہ تھا تو تمہارے ذہن میں یہ خیال تھا کہ ایک ایسا شخص تمہارا سرپرست نگران یا دوست ہے جس نے تمہاری زندگی کو بنانے میں یا اگر تم اسے بتانا نہ سمجھو تو اس رنگ میں لانے کی انتہائی کوششیں کی تھیں اور وہی تمہیں اس رنگ میں لایا ——— ذہنی طور پر تم بھی اس سے متاثر تھے لیکن اب وہ نہیں ہے استاد اور تم محسوس کرتے ہو کہ تم کسی کے محکوم بن کر نہیں رہ سکتے اور نہ ہی اس کی ضرورت ہے۔ میرا مطلب ہے میرا مطلب تم سمجھ رہے ہو نا استاد! ہماری دولت اتنی ہے کہ ہمیں ان ساری چیزوں کی ضرورت نہیں ہے۔ اس کے بعد یہ دنیا گردی کیا معنی رکھتی ہے؟"

"ایک بات کا جواب دو گے سردارے!" میں نے آہستہ سے پوچھا۔

"ہاں۔ ضرور استاد۔"

"تم اپنی زندگی کا ہر مقصد پا چکے ہو' کہاں جانا چاہتے ہو؟ کیا کرنا چاہتے ہو؟ زندگی کو کس حد تک لے جانا چاہتے ہو۔ کیا تمہارے ذہن میں کوئی پروگرام ہے اور اگر نہیں ہے تو پھر تم یہ سانسوں کا تار کیوں برقرار رکھے ہوئے ہو ——— خودکشی کیوں نہیں کر لیتے ——— جواب دو۔"

"میں سمجھا نہیں استاد!" سردارے عجیب سے لہجے میں بولا۔

"سیدھی سی بات ہے سردارے! سب سے پہلے تم مجھے یہ بتاؤ کہ تمہاری زندگی کا سب سے بڑا مقصد' سب سے بڑی خواہش کیا ہے؟"

"میں نے کبھی اس کا تعین نہیں کیا استاد۔"

"تو پھر اپنے سفر کا تعین کیوں کر رہے ہو ———؟" میں نے بھاری لہجے میں کہا۔

"سفر کا تعین' بات سوچنے کی ہے استاد! مگر دیکھو نا زندگی کے تار' میرا مطلب ان سانسوں سے ہے' تو بہرصورت ہمیں گزارنے ہی ہیں' کسی بھی شکل میں گزارے جائیں' دنیا گردی کرتے ہوئے یا ایک جگہ تم کر۔"

"ٹھیک ہے' آگے کہو۔" میں نے کہا۔

"الجھ رہا ہوں استاد! بڑی عجیب بات کہی ہے تم نے۔ مگر دیکھو نا دنیا میں ہمارے جیسے لاکھوں انسان سانس لیتے ہیں' جدوجہد کرتے ہیں' لیکن ایک جگہ ٹھہر کر ———"

"یہی میں پوچھنا چاہتا ہوں' ٹھہرنا کیوں چاہتے ہو ———؟ اگر تمہاری زندگی کا کوئی خاص مقصد ہے' شادی کرنا چاہتے ہو' بچے پیدا کرنا چاہتے ہو' تو الگ بات ہے۔ لیکن اگر ان ساری چیزوں سے الگ ہو تو ی ایک جگہ قیام کیا معنی' دنیا دیکھو' قریہ قریہ گھومو' اندازہ لگاؤ کہ کہاں کس قسم کے لوگ بستے ہیں۔ ٹھیک ہے کہ ہم کسی کے محکوم نہیں ہیں' اپنی مرضی کے مالک ہیں۔ لیکن اس کے لئے کیا ضروری ہے کہ ہم زندگی جمود طاری کر کے کسی ایک جگہ پڑے رہیں ——— سردارے! ہم قائم ہونے کے لئے نہیں پیدا ہوئے' ری زندگی کو جو رخ دیا گیا ہے' ایک طرح سے تم غور کرو تو ہماری تقدیر میں' حالانکہ تقدیر بڑا عجیب سا لفظ لگتا ہے' خاص طور پر ہم لوگوں کی زندگی میں ——— لیکن بہرحال ہم اس لفظ کا سہارا لینے کے لئے مجبور ہتے ہیں۔ تو تقدیر نے ہمارے لئے ایک راستے کا تعین کیا ہے' ہم اس راستے سے ہٹنا چاہیں تو کچھ عجیب سی ت ہو گی ——— چلتے رہو سردارے! چلتے رہو۔ میرا خیال ہے' جمود زندگی کی بہت سی دلچسپیاں ختم کر دے لہ پتہ نہیں کس کس ملک میں ہمیں کون کون سے واقعات پیش آنے ہیں' تم ان سے کیوں محروم رہنا چاہتے ہو؟"

"میں ان سے بالکل محروم رہنا نہیں چاہتا استاد! لیکن بات مقصد کی ہے۔"

"بات صرف تمہاری الٹی سمجھ کی ہے سردارے! تم میری اس بات کا جواب نہیں دے سکے کہ تمہاری زندگی کا مقصد کیا ہے۔ ہم کسی مقصد کو لے کر کیوں گھومیں۔ ہم آزاد انسان ہیں' آزاد انسانوں کی طرح سے ملک ملک سفر کریں گے اور دیکھیں گے کس ملک کی ثقافت کیا ہے' کس ملک کا رہن سہن کیا ہے ——— باقی رہا جہاں تک کسی زندگی کی منزل کا تعین ——— تو ہماری زندگی کی منزل نہیں سردارے! چلتے رہو' چلتے رہو' اس وقت تک جب تک کہ سانسوں کے تار بندھے ہوئے ہیں' یہ تار ٹوٹ جائیں گے تو

پھر زندگی کو ٹھہرا دیں گے بلکہ خود بخود زندگی ٹھہر جائے گی۔ بس میرا تو یہی خیال ہے لیکن اگر تم اس
اختلاف کرتے ہو میری جان! تو مجھے معاف کرنا میں تمہیں ایک مشورہ دوں گا۔"

"اور وہ ضرور کوئی الٹا سیدھا مشورہ ہو گا استاد! بس خاموش ہو جاؤ۔" سردارے اکتائے ہوئے
میں بولا۔

"بور ہو رہے ہو میری باتوں سے؟"

"نہیں۔ اپنی حماقت پر بور ہو رہا ہوں------ خواہ مخواہ ایک بیکار سی بحث چھیڑ بیٹھا تھا۔"

"نہیں سردارے! اپنی اس بحث کو اختتام ضرور دو۔"

"کیا اختتام دوں استاد؟"

"میری بات سے متفق ہو؟"

"ہمیشہ سے تھا' ہوں اور رہوں گا استاد! کیسی باتیں کرتے ہو؟" سردارے نے کہا۔

"بس ٹھیک ہے سردارے! چلتے رہو' چلتے رہو' زندگی بھی چلتی رہتی ہے' رواں دواں ہے' ہم
سے اپنے راستوں کا تعین کر لیں گے۔ دیکھو نا اگر زندگی ٹھہری ہوئی ہوتی تو ہم بھی ٹھہرے ہوئے ہو
جب زندگی رواں دواں ہے تو ہم بھی کیوں نہ رواں دواں رہیں------ ٹھہرنے سے کیا فائدہ------

"اف چولیں ہل گئیں استاد دماغ کی۔ ارے وہ دیکھو وہ کیا ہے؟" سردارے نے مجھے ایک
متوجہ کیا اور میں بھی اسی طرف دیکھنے لگا۔ آنے والی شے کو پہچاننے میں کوئی دقت نہ ہوئی۔ یہ وہی گا
جو ہارن دے رہی تھی اور جس پر ہپی سوار تھے۔ انہوں نے بھی اسی طرف کا رخ کیا تھا۔ شاید وہ ا
سے بے خبر تھے کہ جن لوگوں سے وہ الجھ چکے ہیں' وہ بھی یہیں پر قیام پذیر ہیں۔

"آہاہا استاد! ان میں تو لڑکیاں بھی ہوں گی۔"

"پھر لڑکی------" میں نے سردارے کو گھورا۔

"اب دیکھو نا استاد! خود بخود آجائے تو میں کیا کروں۔" سردارے کھڑا ہوتا ہوا بولا اور مجھ
آگئی۔

میں نے ہیگزرے کی طرف دیکھا۔ ہیگزرے اور دوسرے لوگ بھی اسی طرف متوجہ
ہیگزرے نے شاید پہچان لیا تھا کہ وہ کون لوگ ہیں۔ بہرحال آوارہ گردوں کے رویے سے اس کا
کوئی میل باقی نہ رہا تھا' اس لئے اس نے کوئی توجہ نہیں دی۔ البتہ آوارہ گردوں نے محسوس کر لیا
لوگ بھی یہیں قیام پذیر ہیں جن سے انہوں نے مذاق کرنے کی کوشش کی تھی اور جن سے مذاق کا
نتیجہ نکلنے والا تھا جسے ان کی خاموشی نے ٹال دیا تھا۔ چنانچہ انہوں نے ہم سے کافی دور قیام کیا۔
اور بہرحال یہ ان کا حق تھا۔ انہیں وہاں قیام کرنے سے کون روک سکتا تھا۔ تھوڑی دیر
ہیگزرے ٹہلتا ہوا ہمارے نزدیک آگیا۔ وہ اب بھی ان کی طرف متوجہ تھا۔

"دیکھ رہے ہو مسٹر برونٹ! یہ گدھے یہاں بھی آگئے۔ کیوں نہ ان کو یہاں سے بھگایا جا
غرائی ہوئی آواز میں بولا۔

"اوہو ہیگزرے! بھلا اس میں ہمارا کیا نقصان ہے۔ پھر انہوں نے ہم سے کافی دور قیام کیا

"وہ تو ٹھیک ہے لیکن اگر انہوں نے گانا بجانا شروع کر دیا تو------؟"

"تو بھی ہمارے اوپر کیا اثر پڑتا ہے۔" میں نے کہا۔

"ارے نہیں نہیں۔ چرس اور نشے پی کر ان کی بے ہنگم اچھل کود مجھے بالکل پسند نہیں------
یقین کرو اگر انہوں نے ایسا کرنے کی کوشش کی تو رات کو ان میں سے یقیناً کوئی میرے ہاتھ سے مارا جائے
گا۔"

"جانے دو ہیگزرے! دنیا میں سب کو اپنی مرضی کے مطابق جینے کا حق ہے' اور یہ حق تو انہیں خدا
نے دیا ہے۔ ہم کون ہیں جو ان سے ان کا یہ حق چھینیں۔"

"اوہو------ تم تو کسی واعظ کی طرح گفتگو کرنے لگے۔ تمہاری مرضی تمہاری وجہ سے ان کو
معاف کر دیا۔ لیکن سنو اگر انہوں نے زیادہ رات تک شور مچانے کی کوشش کی تو میں ان کا دماغ درست کر
دوں گا۔" ہیگزرے نے کہا۔

"بتا دیں گے ہم انہیں جاکر------" میں نے سردارے کی طرف دیکھ کر آنکھ مارتے ہوئے کہا۔

"وہاں جانے کی ضرورت ہی کیا ہے۔" ہیگزرے بولا۔

"کیوں ہیگزرے؟" میں نے پوچھا۔

"بس میں نہیں چاہتا کہ ہم دوسرے لوگوں سے روشناس ہوں۔ وہ تو آوارہ گرد ہیں' ان سے کسی کا
کیا تعلق؟"

"ہاں ہاں اور کیا------ پھر وہ ہمارا بگاڑ بھی کیا سکیں گے۔ ویسے بھی ہمیں پہچان تو نہیں سکتے وہ
لوگ' اور ہم اتنا دور بھی رہنا نہیں چاہتے۔ ٹھیک ہے دیکھ لیں گے استاد۔" سردارے آنکھ مار کر بولا اور
ہیگزرے گردن ہلانے لگا۔

☆ ☆ ☆

رات خاصی گزر چکی تھی۔ آوارہ گردوں نے بھی اپنا کیمپ لگا لیا تھا اور وہاں شاید مشعلوں سے
روشنی کی گئی تھی۔ جبکہ ہیگزرے کے پاس ایک چھوٹا جنریٹر موجود تھا جو شاید لینڈ روور میں ہی فٹ تھا۔ جنریٹر
چلا کر چند بتیاں روشن کر لی گئی تھیں جنہوں نے اس کیمپ کو اچھی خاصی روشنی بخش دی تھی۔ ہم لوگ جملہ
ضروریات سے فارغ ہو چکے تو سردارے میرے پاس پہنچ گیا اور پھر سرگوشی کے سے انداز میں بولا۔

"کیا خیال ہے استاد؟"

"کس بارے میں؟" میں نے سنجیدگی سے پوچھا۔ حالانکہ میں سمجھ گیا تھا کہ سردارے کیا کہنا چاہتا تھا
لیکن بس یونہی میں نے اس سے سوال کر لیا تھا۔

"چلو گے نہیں استاد!"

"ضروری ہے وہاں جانا؟" میں نے طویل سانس لے کر پوچھا۔

"ارے ارے کیا ہو گیا استاد! تھوڑی دیر پہلے تو تم خود ہی تیار تھے۔"

"ہاں سردارے! لیکن سوچ رہا ہوں کہ رسک لینے سے کیا فائدہ؟"

"استاد! ساری زندگی رسک لیتے رہے ہیں۔ اب اتنی معمولی سی بات پر------ دیکھو نا ویسے
تمہاری مرضی لیکن میرا دعویٰ ہے کہ ان کے ساتھ لڑکیاں بھی ہیں۔"

"لڑکی------ لڑکی------ لڑکی------ چل بھائی!" میں نے گہری سانس لے کر کہا اور پھر ہم

اس کیمپنگ کی طرف چل پڑے ــــــ آوارہ گردوں کی مخصوص سرگرمیاں شروع ہو چکی تھیں، دھوئیں کے مرغولے فضا میں بلند ہو رہے تھے جن میں چرس کی مخصوص بو رچی ہوئی تھی۔ کہیں کہیں بے ہنگم قہقہوں کی آواز بھی سنائی دے جاتی تھی۔ ہم لوگ ان کے درمیان داخل ہوئے تو کسی نے ہماری طرف کوئی خاص توجہ نہیں دی تھی۔ سب لوگ اپنے اپنے رنگ میں مست تھے اور یہ ان لوگوں کی خوبی تھی، ورنہ عام لوگوں کے گروہ میں اگر کچھ اجنبی لوگ داخل ہو جائیں تو سب لوگ متوجہ ہو جاتے ہیں۔ لیکن ہم دونوں نے ہی محسوس کیا کہ ان میں سے کسی نے بھی ہماری طرف آنکھ اٹھا کر نہیں دیکھا تھا۔ ہم ان کے درمیان سے گزرتے ہوئے ایک اچھا خاصا لمبا چکر لگا چکے تھے۔ درحقیقت ان کے ساتھ لڑکیاں تھیں اور مکمل طور پر ان سرگرمیوں میں حصہ لے رہی تھیں۔ لیکن کسی کو مخاطب کرنا بہرحال ایک معیوب سی بات تھی اور عجیب سا بھی لگتا تھا حالانکہ ان لوگوں کے ساتھ ہم خاصا وقت گزار چکے تھے۔ ان کی فطرت، ان کی حیثیت سے اچھی طرح واقف تھے لیکن پھر بھی نہ جانے کیوں ایک عجیب سی جھجک تھی، جو ہمیں اس سے روک رہی تھی۔

ایک جگہ رک کر میں نے سردارے کی طرف دیکھا اور بولا۔

"اب کیا خیال ہے؟"

"کیا ہم اتنے ہی بزدل ہیں باس؟"

"ہرگز نہیں ــــــ کم از کم تم تو نہیں۔" میں نے کہا۔

"تو پھر شروع کروں؟"

"ارے مار نہیں کھا جانا۔"

"ارے نہیں استاد ــــــ یہ بیچارے امن پسند لوگ ــــــ تم نے دیکھا نہیں تھا بیگزے کی بدتمیزی پر انہوں نے کس طرح گردن جھکا دی تھی۔" سردارے نے دلیل دی۔

"ہاں۔ ان لوگوں کی کچھ خصوصیات تو مجھے واقعی پسند ہیں لیکن باقی معاملات کچھ سمجھ میں نہیں آتے۔"

"جانے دیں استاد! جو خصوصیات اچھی ہیں، ان ہی سے کیوں نہ فائدہ اٹھایا جائے۔" سردارے ایک لڑکی کی طرف دیکھتا ہوا بولا۔ اور میں نے محسوس کیا تھا کہ اس نے لڑکی کو آنکھ ماری ہے۔ لیکن چرس کے نشے سے دھندلائی ہوئی آنکھوں نے شاید سردارے کی اس حرکت کو نہ دیکھا تھا ــــــ البتہ لڑکی اس کے نزدیک پہنچ گئی۔

"ہیلو!" اس نے اپنے پیلے دانت نمایاں کرتے ہوئے کہا۔

"ہیلو۔" سردارے نے بھی مکمل دلچسپی سے کہا۔

"کون ہو تم؟" لڑکی نے پوچھا۔

"اجنبی تمہارے درمیان۔"

"اوہ، اس دنیا میں کوئی کسی کے لئے اجنبی نہیں ہے، ہم سب انسان ہیں، دو ہاتھ دو پاؤں رکھنے والے اور ہم سب سانس لیتے ہیں اور ہم سب چرس پیتے ہیں۔ پیو گے؟" اس نے پوچھا۔

"کیوں نہیں ــــــ تمہارے درمیان کس لئے آئے ہیں۔"

"تو آؤ ــــــ لیکن مال ہے؟"

"ہاں ہاں، کیوں نہیں۔" سردارے نے جیب سے چند نوٹ نکالے اور لڑکی خوشی سے اچھل پڑی۔

"اوہو ــــــ ٹھہرو تم یہیں رکو۔ میں تمہارے لئے چرس لاتی ہوں۔" وہ نوٹ لے کر ایک طرف دوڑ گئی۔

"شاید وہ اسے اب واپس نہیں آنا چاہئے سردارے۔" میں نے گہری سانس لیتے ہوئے کہا۔

"آئے گی استاد! ضرور آئے گی ــــــ شرط بدلو۔"

"نہیں بھائی ــــــ لڑکیوں کے معاملے میں، میں تجھ سے شرط نہیں بدتا۔" اور اچھا ہی کیا میں نے ــــــ کیونکہ تھوڑی دیر بعد وہ لڑکی واپس آ گئی تھی۔ اور اس کے ساتھ ایک اور لڑکی بھی تھی۔ بڑی دلچسپی سے ہماری طرف دیکھ رہی تھیں۔ انہوں نے مخصوص انداز میں چرس کے پیکٹ اور ہماری جانب بڑھا دیئے۔

"ہماری کمپنی پسند کرو گے؟" دوسری لڑکی نے پوچھا۔

"کیوں نہیں۔"

"تو پھر آؤ اس طرف چلیں۔" لڑکی ایک طرف اشارہ کرتے ہوئے بولی۔ نجانے اس وقت ذہن کیسا تھا، خود کو آزاد چھوڑنے کو جی چاہ رہا تھا۔ میں نے ذرا بھی احتیاط نہیں برتی اور ان دونوں لڑکیوں کے ہم کیمپ کے ایک گوشے میں پہنچ گئے۔

"بیٹھو۔" ایک لڑکی نے پیار سے کہا۔

"بیٹھو استاد ــــــ" سردارے دانت نکال کر بولا۔ ویسے بھی وہ لڑکیوں کے سامنے بالکل گدھا نظر آتا تھا۔ میں بیٹھ گیا۔ دونوں لڑکیاں بھی ہمارے ساتھ بیٹھ گئیں۔ پھر انہوں نے مخصوص انداز میں سگریٹ لیے اور تمباکو سے خالی کرنے لگیں۔ چرس بھرنے کے مخصوص انداز میں انہوں نے چرس اور تمباکو ملایا اور پھر واپس سگریٹ میں بھر دیا۔ اس کے بعد ہم چاروں نے سگریٹ سلگا لئے ــــــ لڑکیوں نے تکلف نہیں کیا تھا۔ وہ ہمارے ہی حساب میں پی رہی تھیں۔

سردارے بڑی شان سے سگریٹ کے کش لگا رہا تھا۔ میں نے اسے گھور کر دیکھا اور وہ سنبھل گیا۔ اس دوران اپنے سگریٹ ختم کر چکی تھیں، جبکہ میں نے اس وقت تک سگریٹ کے صرف دو یا تین کش لئے تھے۔ اور ان گھونٹوں نے میرے اوپر کوئی خاص اثر نہیں کیا تھا۔ سردارے آدھی سگریٹ ختم کر چکا، میری سرزنش پر وہ سنبھل گیا اور اس نے دم لگانے کی رفتار ذرا سست کر دی۔

اب لڑکیاں دوسرے سگریٹ بھر رہی تھیں۔ ایک بار پھر انہوں نے ہمارے لئے سگریٹ بھرے۔ ہمارے پہلے سگریٹ ہی ختم نہ ہوئے تھے۔ تب ان میں سے ایک آہستہ سے مسکرائی۔

"کیوں ــــــ اتنے آہستہ سے کیوں پی رہے ہو؟"

"ہم لوگ آہستہ ہی پیتے ہیں۔ تم پیتی رہو۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"نام کیا ہے تمہارا؟"

"میرا نام برونک ہے اور اس کا نام جیک ہے۔"

"خوب، میرا نام مارستا اور یہ سونیا ہے۔"

"بہت خوب ۔۔۔۔۔ بنیں ہو تم لوگ؟"
"ہاں۔" اس نے جواب دیا۔
"کیا تم اس گروہ میں تنہا ہو؟"
"دنیا کا ہر انسان ہر گروہ میں تنہا ہے۔" مارتیا گہری سانس لے کر بولی۔
"اوہو پلیز فلسفہ نہیں۔" سردارے ہاتھ اٹھا کر کہنے لگا اور مارتیا ہنس دی۔
"ہاں ۔۔۔۔۔ حالانکہ زندگی بذات خود ایک فلسفہ ہے۔"
"تعلیم یافتہ معلوم ہوتی ہو؟" میں نے مارتیا کو دیکھتے ہوئے کہا۔
"آکسفورڈ سے تعلیم حاصل کی ہے۔"
"ارے واہ ۔۔۔۔۔ تو پھر آوارہ گردی کیوں کر رہی ہو؟"
"اس لئے کہ زندگی اسی میں پائی۔"
"اوہ' ٹھیک ہے۔" میں نے گردن ہلائی ۔۔۔۔۔ میں اس وقت کسی فضول
نہیں چاہتا تھا۔ لیکن لڑکیاں میری جان چھوڑنے پر [illegible] نہیں تھیں۔
"خود تم لوگوں نے اپنی زندگی کے مقصد کا تعین کیا ہے؟" مارتیا نے پوچھا۔
"ہاں ہاں ۔۔۔۔۔ کیوں نہیں۔"
"کیا مقصد ہے تمہاری زندگی کا ۔۔۔۔۔ مجھے بتاؤ۔"
"بحث کرو گی؟"
"نہیں کرنا چاہئے؟" مارتیا نے پوچھا اور میں ایک طویل سانس لے کر سردارے کی
لگا۔ یہ چرس زدہ لڑکی تعلیم یافتہ ضرور تھی مگر کیا ضروری تھا کہ اس سے بحث بھی کی جائے۔
پورا کرنا چاہئے تھا' بحث کرنے سے کیا فائدہ ۔۔۔۔۔
"خاتون مارتیا! بغیر مقصد کے تو انسان سانس بھی نہیں لے سکتا۔ ہاں ۔۔۔۔۔ کچھ
ہوتے ہیں جنہیں ہم اپنے ذہنوں میں رکھتے ہیں۔ چھوڑیں ان باتوں کو ۔۔۔۔۔ یہ چرس
میں نے کہا اور وہ مسکرانے لگی۔
"بات ٹال رہے ہو۔" وہ آنکھیں میچ کر ہنستی ہوئی بولی۔
"چلو یونہی سمجھ لیں' ویسے آپ اپنے بارے میں کچھ نہیں بتائیں گی؟"
"کیا بتاؤں۔ جو کچھ ہوں تمہارے سامنے ہوں۔"
"اور جو کچھ آپ ہمارے سامنے ہیں' بہت خوب ہیں ۔۔۔۔۔ کیوں مس؟"
دوسری لڑکی کی طرف اشارہ کر کے کہا اور وہ بھی ہنس دی ۔۔۔۔۔ مارتیا کی نسبت وہ کم گو
بہرصورت اندازہ تو یہی ہوتا تھا کہ یہ دونوں لڑکیاں ہمیں مل گئیں اور بہرصورت جس مقصد
یہاں آئے تھے وہ پورا ہو گیا۔ لیکن ابھی تکلفات کسی قدر درمیان میں تھے اور پھر بیگز
تھا کہ وہ کمبخت انتظار کر رہا ہو گا ۔۔۔۔۔ خاصا فضول آدمی تھا۔ عورتوں سے کوئی دلچسپی
شاید ۔۔۔۔۔
"مس مارتیا! اب کیا پروگرام ہے؟" میں نے استہزائیہ انداز میں پوچھا۔

"پروگرام ۔۔۔۔۔ کیا ہمارے درمیان کوئی پروگرام بھی طے ہوا تھا؟"
"اوہو نہیں ۔۔۔۔۔ میرا مقصد ہے' ہمیں اجازت ۔۔۔۔۔؟"
"کہاں جاؤ گے؟" مارتیا نے پوچھا۔
"تھوڑے فاصلے پر ہمارا کیمپ ہے۔ وہ سامنے جہاں روشنیاں نظر آرہی ہیں۔"
"اوہو ۔۔۔۔۔ ہاں۔ میں نے دیکھا ہے ۔۔۔۔۔ تو تم اسی طرف سے آئے تھے۔ لیکن تم آوارہ
تو نہیں معلوم ہوتے ۔۔۔۔۔ کیا تم اسی شخص کے ساتھ ہو جس نے مونوک کو تھپڑ مارا تھا؟"
"ہاں۔ ہم انہی کے ساتھی ہیں۔ اس شخص کا نام مونوک تھا؟"
"ہاں ۔۔۔۔۔ ترلوکا کا پیروکار۔"
"اوہو استاد! یہاں بھی ترلوکا' کہاں کہاں پھیلا ہوا ہے یہ شخص نہ جانے کون شخص ہے۔"
ارے جلدی سے بولا اور میں گردن ہلانے لگا۔
"موقع ملا سردارے! تو کبھی اس شخص کو تلاش ضرور کریں گے۔ دیکھیں گے تو سہی آخر ہے کیا
"میں نے پرخیال انداز میں کہا اور سردارے بھی گردن ہلانے لگا۔ لڑکیاں چرس کے سگریٹ پر سگریٹ
ہی تھیں۔ میں نے اور سردارے نے بہت کوشش کی کہ ان سے کچھ بے تکلفی ہو سکے لیکن شاید پیتی
ہ میں یہ پہلی لڑکیاں ہمیں ایسی ملی تھیں جو ایک حد سے آگے نہیں بڑھی تھیں۔ اور جب ہم نے انہیں
ے ساتھ رات گزارنے کی پیشکش کی تو وہ ایک دوسرے کی شکل دیکھنے لگیں۔
"نہیں جناب!" مارتیا آہستہ سے بولی۔ "شاید آپ نے ہمارے بارے میں غلط اندازہ لگایا ہے۔"
"کیا مطلب مس مارتیا؟"
"ہم ایک حد کے قائل ہیں۔"
"اوہو ۔۔۔۔۔ لیکن یہ تو آپ کے اصول کے خلاف ہے۔ آپ تو انسانیت اور طلب کی راہ میں
پابندی نہیں کرتیں۔"
"ٹھیک ہے۔ لیکن کچھ حدود بہرحال کار آمد ہوتی ہیں۔ انسان زندگی سے کتنا ہی دور چلا جائے یعنی
انداز میں جسے زندگی سے دور کہا جاتا ہے۔ لیکن سینے میں ایک ایسی چیز ضرور ہوتی ہے جو بعض برائیوں کا
ن کر لیتی ہے اور جب ہم کسی چیز کو غلط سمجھ لیں تو میرا خیال ہے ہمیں اس سے دور رہنے میں کوئی ایسی
ل تو پیش نہیں آتی۔"
"سردارے!" میں نے ڈھیلے ڈھالے لہجے میں کہا۔
"استاد!" سردارے منہ بنا کر بولا۔
"یہ تو واقعی کچھ زیادہ تعلیم یافتہ معلوم ہوتی ہیں۔ میرا خیال ہے چلو بھائی! یہاں رکنا بے کار ہے۔"
"گویا مایوس۔" سردارے نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔
"ہاں یار ۔۔۔۔۔ چلو واپس چلتے ہیں۔"
"ارے نہیں استاد ۔۔۔۔۔ اب ایسی بھی کیا مایوسی۔ لعنت بھیجو ان پر' کہیں اور ٹرائی کرتے ہیں۔"
"یار! میں بالکل ہی موڈ میں نہیں ہوں۔" میں نے جھلائے ہوئے انداز میں کہا اور سردارے نے
گردن ہلا دی۔ بہرحال ہم واپس اپنے کیمپ کی طرف چل پڑے۔ بیگزے اور اس کے ساتھی جاگ رہے

تھے۔ کیمپ میں ہمیں ہماری جگہ بتادی گئی اور ہم دونوں وہاں جا کر لیٹ گئے۔ سردارے کا منہ لٹکا ہوا
کافی دیر تک ہم دونوں خاموش رہے اور پھر سردارے ہی بولا۔

"استاد! کچھ عجیب سا محسوس نہیں ہوتا؟"

"اوہو ------ کس بارے میں سردارے؟"

"میری مراد انہی لوگوں سے ہے۔ نہ جانے کیوں مجھے یہ سب آوارہ گردوں کے ایک مخصوص
سے ہٹے ہوئے محسوس ہوتے ہیں۔"

"ہر آدمی یکساں تو نہیں ہوتا۔"

"نہیں استاد ------ میں تمہاری اس بات کو مانتا ہوں۔ لیکن یہ لوگ' بہرحال ہوں گے۔
لعنت بھیجو ------ سو جائیں۔"

"نیند آرہی ہے؟"

"آ تو نہیں رہی' لانی پڑے گی ------ کمبخت لڑکیوں نے بور کر دیا۔ اگر ساتھ آجاتیں تو
تھا۔ اور میں جو انہیں دوسروں سے الگ کہہ رہا ہوں' خاص طور پر انہی لڑکیوں کی وجہ سے کہہ رہا
سالیاں اتنی پڑھ لکھ گئیں کہ آدمی ہی نہیں رہیں۔"

"عورت نہیں رہیں۔" میں نے ہنستے ہوئے کہا اور سردارے نے کروٹ بدل لی۔

اور پھر پورے کیمپ میں خاموشی چھا گئی۔ رات کا وقت تھا۔ ہپیوں کے کیمپ میں اگر کوئی
ہوتا تو اس کی آواز یہاں تک ضرور پہنچتی۔ لیکن وہاں بھی خاموشی چھائی ہوئی تھی۔ سردارے کی بات
توجہ معلوم ہوتی تھی۔ وہ لوگ ہپیوں کے اس عام انداز سے ہٹے ہوئے تھے جو مخصوص ہوتا تھا۔ ممکن
اس چھوٹے سے گروہ میں زیادہ تر تعلیم یافتہ لوگ ہوں اور آوارہ گرد ہونے کے باوجود وہ لوگ تھوڑا
مختلف ہوں۔ بہرحال رات کی سنسان خاموشی میں' میں خیالات میں ڈوبا لیٹا رہا۔ سونے کی کافی کوشش
لیکن نہ جانے نیند کیوں نہیں آرہی تھی۔ بعد میں' میں نے یہی سوچا کہ یہ میری کوئی مخصوص حس تھی
نے مجھے سونے نہیں دیا تھا۔

جنریٹر اب بند کر دیا گیا تھا اور ہمارے کیمپ میں مکمل تاریکی چھائی ہوئی تھی۔ لیکن پھر اچانک
کیمپ اس طرح روشن ہو گیا جیسے سورج ایک دم نکل آیا ہو۔

لیکن سورج کی روشنی لکیروں کی شکل میں نہیں آتی۔ میں نے اپنی جگہ چھوڑ دی۔ یہ اندازہ
میں کوئی دقت پیش نہیں آئی تھی کہ یہ روشنی کہاں سے آرہی ہے۔ سرچ لائٹیں تھیں جنہوں نے
طرف سے ہمیں گھیرے میں لے لیا تھا۔ یوں لگتا تھا جیسے پورے کیمپ میں میرے علاوہ اور کوئی نہیں
رہا تھا۔ کیونکہ کسی طرف سے کوئی تحریک نظر نہیں آتی تھی۔ پھر ایک آواز ابھری۔

"ہے! سب لوگ اٹھ جاؤ۔ ہاتھ اٹھائے اپنے اپنے خیموں سے باہر نکل آؤ۔ کسی نے کوئی حرکت کی
تو کتے کی موت مار دیا جائے گا۔" آواز میگا فون پر آرہی تھی۔ میں نے کیمپ کے سونے والوں کو ہڑبڑا کر
جاگتے دیکھا۔ خود کو روشنیوں میں گھرا دیکھ کر سب ہی بوکھلا گئے تھے۔ اور پھر ہیگزے کی دہاڑ سنائی دی۔

"ارے سور کے بچو! کیا تم سب جاگ گئے؟" یہ بات شاید اس نے اپنے آدمیوں کو مخاطب کر کے
کہی تھی۔

"ہتھیار اٹھالو ------ پوزیشن لے لو۔" ہیگزے غرایا۔

"تم اپنی موت کو آواز دے رہے ہو۔ ہتھیار نہ اٹھاؤ۔ ورنہ تم ہماری رینج پر ہو۔ ہم تم سب کو
بھون ڈالیں گے۔" میگا فون پر آواز پھر سنائی دی۔ اور میں تیزی سے سردارے کو دھکیلتا ہوا ہیگزے کی
طرف بڑھ گیا۔ سرچ لائٹوں نے جس طرح ہمیں حصار میں لیا ہوا تھا اس سے اندازہ ہوتا تھا کہ ہمارے لئے
مناسب بندوبست کیا گیا تھا۔ ان لوگوں کو ہم پر فوقیت حاصل تھی۔ اب تو صورت حال بگڑ ہی گئی تھی۔ خواہ
نخواہ ہیگزے کے آدمیوں کو مروانے سے کیا فائدہ۔ میں ہیگزے کے نزدیک پہنچ گیا۔ میں نے اس کے
شانے پر ہاتھ رکھا تو وہ اچھل پڑا۔ پھر بولا۔

"تم بالکل فکر مت کرو دوست۔ میں ان سب سے نمٹ لوں گا۔"

"نہیں ہیگزے! وہ مضبوط پوزیشن میں ہیں۔"

"اوہ' دیکھ لوں گا' میرا نام ہیگزے ہے۔" وہ غرایا۔

"ہوش سے کام لو ہیگزے! تم ان کے بارے میں نہیں جانتے کہ وہ کہاں چھپے ہوئے ہیں۔ جبکہ
ہم پوری طرح روشنی میں ہیں۔"

"اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا ------ ہم مارنا اور مرنا جانتے ہیں۔"

"تمہیں وہی کرنا چاہئے ہیگزے! جو میں کہہ رہا ہوں۔" مجھے تھوڑا سا غصہ آگیا اور ہیگزے
چونک کر مجھے دیکھنے لگا۔ اس کے چہرے کے تاثرات بگڑ گئے تھے۔

"کیوں ------ کیا میں تمہارا محکوم ہوں؟" وہ غرایا۔

"نہیں ہیگزے! میں صرف مصلحت کی بنا پر کہہ رہا ہوں۔"

"مصلحت بزدلوں کا ہتھیار ہے۔ تم کیمپ کے پیچھے چلے جاؤ۔" ہیگزے نے کہا۔ اور میں نے
سردارے کے شانے پر ہاتھ رکھا۔

"آؤ۔" میں غصیلے لہجے میں بولا اور سردارے میرے ساتھ چل پڑا۔ درحقیقت میں کیمپ کے
پچھلے حصے کی طرف چل پڑا تھا۔ لیکن یہ حصہ بھی روشنیوں سے محفوظ نہیں تھا۔ البتہ سرچ لائٹوں کے
درمیان کالی لکیریں ضرور تھیں۔

"سردارے!" میں نے اسے پکارا۔

"استاد!" سردارے مستعدی سے بولا۔

"اس وقت ہیگزے کے چکر میں نہیں پڑنا۔ صورت حال ایک دم خراب ہو گئی ہے۔"

"ٹھیک ہے استاد ------ لیکن پروگرام؟"

"بس کسی طرح یہاں سے نکل چلنا ہے۔" میں نے کہا۔

"ہمارے پاس تو پستول بھی نہیں ہیں' ورنہ انہی سے کام چلایا جا سکتا۔ لیکن استاد! وہ لوگ تو اس
طرف بھی ہیں۔"

"چلتے رہو ------ جو ہو گا دیکھا جائے گا۔"

سیاہ لکیروں کے درمیان ہم سانپ جیسی تیزی سے رینگ رہے تھے۔ ابھی تک فائرنگ شروع نہیں
ہوئی تھی۔ گویا ہیگزے اور اس کے ساتھی پوزیشن لے رہے تھے۔ دوسری طرف سے شاید وہ لوگ بھی

مستعد ہوں گے۔ وارننگ برابر دی جا رہی تھی اور میگافون پر بار بار یہ آواز ابھر رہی تھی۔

"تم لوگوں کو آخری وارننگ دی جا رہی ہے' اپنے ہاتھ بلند کئے ہوئے سامنے آجاؤ اور اپنے آپ کو گرفتاری کے لئے پیش کر دو' ورنہ ہم فائر کھول دیں گے۔"

لیکن پھر دوسرے لمحے ہیگزرے اور اس کے ساتھیوں نے اپنی پوزیشن مستحکم کر لی۔ اور ہیگزرے کی طرف سے فائرنگ شروع ہو گئی۔ فائرنگ کی آواز نے سناٹے کو چیر دیا اور دریائے گوڈر کے کنارے ویران سناٹے مجروح ہو گئے۔ ہیگزرے اور اس کے ساتھی بھی پوری طرح مسلح تھے اور کافی تیز معلوم ہوتے تھے چنانچہ بالکل یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے دو فوجیں آمنے سامنے آگئی ہوں۔ لیکن ہم ان فائروں کو سننے کے لئے نہیں رکے۔ ہماری یہی کوشش تھی کہ جتنی دور نکل آئیں بہتر ہے اور سیاہ لکیروں کا سہارا لیتے ہوئے ہم کیمپ سے بہت دور نکل آئے۔ لیکن شاید یہاں غلطی ہوئی تھی۔

پہاڑیوں کی جانب آنے کی بجائے اگر ہم دریا کی سمت کا رخ کرتے تو دریا میں اتر کر ہمیں دوسری طرف جانے میں آسانی ہوتی۔ اور یہ یقینی امر تھا کہ دریا کی سمت ان لوگوں نے مورچہ بندی نہیں کی ہوگی۔ بہر صورت اس غلطی کا احساس ہمیں اس وقت ہوا جب سیاہ لکیروں کے سہارے رینگتے ہوئے ہم ایک چٹان تک جا پہنچے۔ خاصی بلند چٹان تھی۔ میں نے سردارے کو ٹھوکا دیا جو میرے پیچھے پیچھے ہی چلا آ رہا تھا اور سردارے رک گیا۔

"کیا بات ہے استاد؟"

"میرا خیال ہے سردارے! چٹان کے پیچھے سے کوئی راستہ مل جائے گا۔"

"ممکن ہے استاد ——— آؤ دیکھیں فکر کس بات کی ہے۔"

"فکر کون کرتا ہے ——— آؤ۔" میں نے کہا اور ہم دونوں کھڑے ہو گئے۔ تب ہی ہمارے دونوں سمت سے رائفلوں کی لمبی سیاہ نالیں ہماری گردنوں سے آلگیں۔

"خبردار! آواز نہ نکلے' ورنہ ——— ورنہ ———" یہ آواز سنائی دی اور میں نے ایک گہرا سانس لی۔

"استاد!" سردارے کی آواز ابھری۔

"ٹھیک ہے سردارے! کوئی بات نہیں ہے۔ کچھ نہ کچھ تو ہونا ہی تھا۔" میں نے اردو میں جواب دیا۔ اور سردارے ایک طویل سانس لے کر خاموش ہو گیا۔ جن لوگوں نے ہمیں رائفل سے کور کیا تھا وہ ہمارے سامنے پہنچ گئے اور پھر ہمارے جسموں پر ہاتھ مارے گئے۔ گویا ہماری تلاشی لی جا رہی تھی۔ لیکن اگر پستول ہوتے تو انہیں ہم استعمال کیوں نہ کرتے۔ ہم نے خاموشی سے تلاشی لینے دی اور اس کے بعد ہمیں رسیوں سے کس دیا گیا۔

شاید ہمیں گرفتار کرنے والوں کے علم میں نہ تھا کہ ہم کون ہیں۔ ویسے میرا اندازہ تھا کہ آنے والے ہوریشو کے ساتھیوں کے علاوہ کوئی اور نہ تھے۔

بہرحال برے پھنس گئے تھے۔ اس وقت کچھ کیا بھی نہ جا سکتا تھا۔ ہم نے کوئی جدوجہد نہ کی اور ہمیں گرفتار کرنے والے پیچھے ہی پیچھے کافی دور لے گئے۔ اور مشکل یہ تھی کہ رات کی تاریکی میں ان لوگوں کے چہرے بھی نظر نہیں آ رہے تھے۔ دوسری طرف ہیگزرے برابر ڈٹا ہوا تھا اور مجھے حیرت تھی کہ دریا میں ہونے کے باوجود وہ عمدگی سے لڑ رہا تھا۔ لیکن فائرنگ کی آوازیں زیادہ دیر تک جاری نہ رہیں اور اس کے بعد گہری خاموشی چھا گئی۔

جنگل کے زخمی سناٹے کو مجروح کیا گیا تھا اور ایسی خوفناک آوازیں بلند کی گئی تھیں کہ بڑی دہشت ہوتی تھی۔ لیکن اب یہ خاموشی بھی بڑی دہشت ناک تھی۔ تھوڑی دیر تک ہمارے ساتھ آنے والے بھی خاموش رہے' اس کے بعد غالباً ٹرانسمیٹر پر کوئی گفتگو کی گئی۔ ہلکی ہلکی آوازیں بلند ہو رہی تھیں۔ اور اس کے بعد ٹرانسمیٹر بند کر دیا گیا۔ پھر اس کے بعد ہمارے نگرانوں نے ہمیں ٹھوکے دیئے۔

"چلو۔" ان میں سے ایک بھاری آواز میں بولا۔ کچھ پوچھنے کی تو گنجائش ہی نہیں تھی۔ ہم خاموشی سے چل پڑے۔ ہاتھ پیچھے کسے ہوئے تھے۔ لیکن چلنے میں دشواری نہیں ہو رہی تھی کیونکہ ہمارے ساتھی ہمارے بازو پکڑے ہوئے تھے۔ خاصا فاصلہ طے کر لیا گیا اور ہم جہاں سے چلے تھے وہیں پہنچ گئے۔ اور تھوڑی دیر کے بعد ہم روشنی میں تھے۔

اور پھر وہی کیمپ تھا جہاں تھوڑی دیر پہلے ہمارا قیام تھا کیمپ کے درمیان ہیگزرے کے ساتھیوں کی لاشیں پڑی ہوئی تھیں۔ بے وقوفوں نے خواہ مخواہ جان دی۔ ورنہ اس وقت گرفتار ہونا بدرجہا بہتر تھا۔ اور پھر ظاہر ہے یہ مقابلہ تھا ہیگزرے نے اپنی ہٹ دھرمی سے جان دی۔ پتہ نہیں وہ زندہ تھا یا مر چکا تھا۔

باہر بہت سے لوگ چلتے پھرتے نظر آ رہے تھے۔ گویا ہیگزرے کے کیمپ پر ان کا قبضہ ہو گیا تھا۔ لیکن مجھے یہ دیکھ کر بے پناہ حیرت ہوئی کہ ان چلنے پھرنے والوں میں وہی ہپی موجود تھے جن کے درمیان ہم نے کچھ وقت گزارا تھا اور جنہوں نے وہ کیمپ لگایا تھا ——— سردارے بھی مجھے دیکھ رہا تھا۔ پھر وہ آہستہ سے بولا۔

"استاد!"

"کیا بات ہے سردارے؟" میں نے پوچھا۔

"کیا یہ وہ لوگ نہیں ہیں۔ دیکھو وہ شخص جسے ہیگزرے نے تھپڑ مارا تھا؟" اس نے کہا۔

"ہاں سردارے! کوئی گہرا پروگرام بنایا گیا ہے۔"

"کیا مطلب؟"

"صاف ظاہر ہے ان لوگوں نے ہمارا تعاقب کیا ہے۔"

"لیکن استاد! ان کی تعداد اتنی زیادہ تو نہیں تھی۔"

"جب تم یہ انداز لگا سکتے ہو کہ وہ ہوریشو کے ساتھی ہیں تو پھر اس تھوڑی سی تعداد پر کیوں بھروسہ کرتے ہو۔"

"کیا مطلب؟"

"مطلب یہ کہ رات کی تاریکی میں بہت سے لوگ آسکتے ہیں اور اس کیمپ کو گھیرنا کوئی مشکل کام نہیں تھا کیونکہ ہیگزرے نے اس کی حفاظت کا کوئی بندوبست نہیں کیا تھا۔"

"یہ تو ٹھیک ہے استاد ——— لیکن اس کا مطلب ہے کہ خاصی گڑبڑ ہو گئی۔"

"ہاں سردارے! گڑبڑ تو ہو گئی ——— مگر اب؟"

"اب کیا استاد ——— جو ہوگا دیکھا جائے گا۔"

"بس یہی میں بھی کہنا چاہتا تھا۔۔۔۔۔۔اور اب تم خاموش ہو جاؤ اور آرام سے بیٹھو۔" میں نے کہا اور سردارے نے گردن ہلا دی۔

وہ لوگ لاشوں کا جائزہ لے رہے تھے۔ شاید مرنے والوں کی شناخت کی جا رہی تھی۔

بہرحال ہم خاموشی سے بیٹھے رہے۔ بھلا ہمیں ان معاملات میں مداخلت کی کیا ضرورت تھی۔ انہوں نے لاشیں اکٹھی کر لیں۔ یقیناً انہیں ہماری تلاش تھی۔ لیکن چونکہ ہم میک اپ میں تھے اس لئے ابھی تک اس میں ناکام تھے۔ بہرحال بھاگنا ناممکن تھا۔ ویسے ان لوگوں کی جس قدر تعداد نظر آ رہی تھی وہ تعجب خیز تھی۔ سب کے سب ہپی تھے۔ مرد بھی تھے اور عورتیں بھی۔

سردارے بھی خاموش تھا۔ اور ہم نہایت خاموشی سے ان لوگوں کی کارروائی دیکھ رہے تھے۔

"استاد!" اچانک سردارے بول پڑا اور اس وقت اس کی آواز مجھے بیحد عجیب لگی۔ میں نے چونک کر اس کی طرف دیکھا۔

"کیا بات ہے؟" میں نے پوچھا۔

"ذرا اس طرف دیکھو۔۔۔۔۔۔وہ نیلی پتلون والی دراز قامت لڑکی۔ وہ جس کی پتلون بائیں سمت سے پھٹی ہوئی ہے اور اس کا بدن نظر آ رہا ہے۔"

"اوہ۔۔۔۔۔۔ہاں، کون ہے وہ، میں نہیں پہچان سکا۔" میں نے پر تجسس انداز میں کہا اور بغور اس لڑکی کو دیکھنے لگا۔

"پہچانتا تو میں بھی نہیں استاد! مگر قیامت ہے۔ اتنے دبلے پتلے بدن پر اتنے بھاری کولہے۔۔۔۔۔۔ہائے ہائے۔۔۔۔۔۔ذرا دو قدم چلے تو دیکھنا۔" سردارے نے چٹخارے بھرتے ہوئے کہا۔ اور میں بے اختیار مسکرا پڑا۔ سردارے کی بات پر مجھے ذرا بھی غصہ نہیں آیا تھا۔ یہ بڑے حوصلے کی بات تھی کہ اس خوفناک سچوئیشن میں بھی ہم لوگ ایسی باتیں کر سکتے تھے۔ ہمارے سامنے ہمارے ساتھیوں کی لاشوں کے ڈھیر لگائے جا رہے تھے اور ہم کسی خوبصورت لڑکی پر تبصرہ کر رہے تھے۔

"واقعی عمدہ ہے سردارے۔" میں نے کہا اور سردارے چندھیائی ہوئی نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگا۔ اسے تو توقع تھی کہ ڈانٹ پڑے گی۔ میں اسے برا بھلا کہوں گا۔ لیکن بہرحال سردارے کی یہ بے خوفی قابل داد تھی اور میں اسے نظر انداز نہیں کر سکتا تھا۔

"پھر۔۔۔۔۔۔پھر سے کہو استاد!" اس نے کہا۔

"واقعی عمدہ ہے۔" میں نے جواب دیا۔

"کلم دکھاؤں استاد؟" سردارے چہک کر بولا۔

"ابھی نہیں میری جان۔۔۔۔۔۔ذرا حالات کا فیصلہ ہو جانے دو۔"

"وہ ٹھیک ہے استاد! لیکن لسٹ پر رہی۔۔۔۔۔۔ہاں تمہیں تو پسند نہیں ہے؟"

"تمہیں دی۔" میں نے شاہانہ انداز میں کہا۔

"اوہ، شکریہ۔۔۔۔۔۔ہاتھ کھلے ہوتے استاد تو جھک جھک کر لکھنوی انداز میں سلام کرتا۔"

"چلو پھر سہی۔" میں نے بھی ہنستے ہوئے کہا۔

"کیا ہیگڑے کے سارے ساتھی مارے گئے، لاشیں تو بہت ہیں۔" سردارے بولا۔

"بے چارا ہیگڑے۔۔۔۔۔۔بہادر لیکن عاقبت نااندیش۔" میں نے افسوس زدہ لہجے میں کہا۔

"لیکن استاد! ذہن ابھی تک چکرا رہا ہے۔ صورت حال سمجھ میں نہیں آ رہی۔"

"میرا خیال ہے مشکل نہیں ہے سردارے۔ جوزف یا ہیگڑے بالکل صحیح لوگ تھے لیکن شاید تمہیں یاد ہو جوزف نے کہا تھا کہ ہوریشو نے ہمارے بارے میں معلومات حاصل کرنے کی کوشش کی تھی۔"

"اوہ، ہاں۔ مگر یہ ہپی؟"

"بنے ہوئے معلوم ہوتے ہیں۔ ماریتا وغیرہ بھی ہوریشو کی ساتھی تھیں۔ صورت حال یوں ہو گی کہ ہوریشو نے جوزف پر نگاہ رکھی ہو گی۔ اور پھر اسے جوزف کے مشاغل کے بارے میں بھی معلوم ہو گیا ہو گا۔ پھر اس نے ہپیوں کو ہمارے پیچھے روانہ کر دیا ہو گا اور کسی مناسب جگہ کے منتظر رہے۔ دوسرے لوگ بھی ہمارے پیچھے ہوں گے اور پھر راتوں رات یہاں پہنچ گئے ہوں گے۔ تم نے دیکھا نہیں وہ ٹرانسمیٹر پر گفتگو کر رہے تھے۔"

"ہاں استاد۔۔۔۔۔۔ہائے اسے دیکھو، کیسے چل رہی ہے۔" سردارے نے پھر ہانک لگائی۔

"ادھر بھی دیکھو۔" میں نے ایک گہری سانس لے کر ایک طرف اشارہ کیا۔ ان لوگوں نے ہیگڑے کے ایک ساتھی کو پکڑ رکھا تھا اور اسے بری طرح مار رہے تھے۔

"اوہو استاد۔۔۔۔۔۔یہ تو۔۔۔۔۔۔یہ تو ناقابل برداشت ہے۔" سردارے نے کہا اور میں نے اس کی بات کا کوئی جواب نہیں دیا۔ میں ان لوگوں کی درندگی کو دیکھ رہا تھا۔

پھر دور سے ایک اور گاڑی کی ہیڈ لائٹس نظر آئیں اور بہت سے لوگ اس طرف متوجہ ہو گئے۔ گاڑی اسی جگہ آ کر رک گئی تھی۔ بڑی سی لینڈ روور تھی۔ اس سے کئی آدمی نیچے اترے۔ دور سے ان کی شکلیں نظر نہیں آ رہی تھیں۔ لیکن ہم نے بہت سے لوگوں کو ان کے سامنے مودب دیکھا۔

"کہیں ہوریشو نہ ہو۔" سردارے نے کہا۔

میں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ نووارد لوگ بھی اسی طرف بڑھ گئے جہاں دوسرے لوگ ہیگڑے کے ساتھی کی پٹائی کر رہے تھے۔ اور پھر ہم نے لوگوں کے ہجوم کو اپنی طرف آتے دیکھا۔

"ان کا مسئلہ حل ہو گیا سردارے۔" میں نے ایک ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔

"میں نہیں سمجھا استاد!"

"وہ اس شخص سے ضرور ہمارے بارے میں پوچھ رہے ہوں گے اور وہ مار برداشت نہیں کر سکا۔"

"اوہ، یہی بات معلوم ہوتی ہے استاد۔۔۔۔۔۔لیکن۔۔۔۔۔۔"

"لیکن کیا؟"

"استاد! وہ ہمیں گولی مار دیں تو دوسری بات ہے۔ وہ باعزت موت ہو گی۔ لیکن اگر انہوں نے ہمارے ساتھ کوئی برا سلوک کیا یعنی مارنے پیٹنے کی کوشش کی تو۔۔۔۔۔۔" سردارے کی آواز میں غراہٹ تھی۔

"تو ہم آزاد ہوں گے سردارے! یہ سوال کیوں کرتا ہے۔" میں نے کہا۔

"ہاں استاد۔۔۔۔۔۔تم ناراض تو نہیں ہو گے۔"

"سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔" میں نے کہا اور سردارے گردن ہلانے لگا۔ "اعتراف کر لیں گے

سردارے! اب خود کو چھپانے میں کوئی فائدہ نہیں ہو گا۔" میں نے دوبارہ کہا ——— اور جم غفیر ہمارے پاس پہنچ گیا۔ ہم نے سیاہ فام ہوریشو کو صاف پہچان لیا تھا۔ وہ سب سے آگے تھا۔ اس کے پیچھے دوسرے چند لوگ تھے اور پھر بقیہ لوگ ——— سب کے سب ہمارے سامنے پہنچ گئے۔

"جب ہم نے فائرنگ شروع کی تو ——— یہ دونوں خاموشی سے نکلنے کی کوشش کر رہے تھے۔ ہم نے انہیں گرفتار کر لیا۔" ہمیں گرفتار کرنے والوں نے بتایا۔ لیکن ہوریشو نے ان کی بات پر توجہ نہیں دی تھی۔ وہ غور سے ہماری شکلیں دیکھ رہا تھا۔ پھر اس کے سیاہ مکروہ ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ دونوں سرخ آنکھوں کی سفاک چمک صاف نظر آ رہی تھی۔

"خوب۔ تو یہ تم ہی ہو میرے دوستو!" اس نے پوچھا۔

"بہت دیر سے پہچانے ہوریشو۔" میں نے بھی مسکراتے ہوئے کہا۔

"ہاں۔ ذرا دیر ہو گئی۔ لیکن صحیح پہچانا ——— کیوں؟" ہوریشو نے قہقہہ لگایا۔

"یقیناً۔" میں نے زندہ دلی سے جواب دیا۔

"جا کہاں رہے تھے؟" ہوریشو نے بڑے دوستانہ انداز میں پوچھا۔

"تاروے کا ارادہ ہے۔" میں نے کہا۔

"ہے ——— یعنی اب بھی ہے؟" ہوریشو دلچسپی سے بولا۔

"ہاں ——— ارادہ تو ہے' نہ جا سکیں' وہ دوسری بات ہے۔" میں نے لاپروائی سے کہا اور ہوریشو گردن ہلانے لگا۔ پھر بولا۔

"تمہاری بدلی ہوئی صورت دیکھ کر الجھن ہو رہی ہے۔ اگر اجازت ہو تو باقی سارے کاموں سے پہلے تمہارے چہرے صاف کرا دوں ——— ارے ہاں! میں بھول گیا اس سے قبل ایک کام اور کرنا ہے۔ ارے او بے وقوفو! تم نے ان شریف لوگوں کی تلاشی بھی لے لی یا نہیں؟" اس نے اپنے آدمیوں کو مخاطب کر کے کہا۔ اور اس کے آدمی ایک دوسرے کی شکلیں دیکھنے لگے۔ "ارے جلدی کرو گدھو! یاد نہیں ایک بار کیا حشر کیا تھا انہوں نے۔ مگر تم نے ان کے ہاتھ باندھ دیئے' یہ درست کیا۔ چلو تلاشی لو۔" اور اس کے ساتھی ہمارے بدن سے چمٹ گئے تھے۔

ایک کیل بھی نہ چھوڑی تھی انہوں نے۔ ہم دونوں خاموش رہے تھے۔

"بس اب ٹھیک ہے۔ لیکن دوستو ——— تعجب ہے اس بار تم مسلح نہیں تھے۔"

"اسٹین گنیں موجود ہیں ہمارے پاس لیکن بدقسمتی سے انہیں استعمال کرنے کا موقع نہیں مل سکا۔" میں نے جواب دیا۔

"اوہ' صرف اسٹین گنیں؟" وہ گہری نگاہوں سے مجھے دیکھتے ہوئے بولا۔

"ہاں۔ ہر جگہ وہ پچویشن تو نہیں ہو سکتی تھی۔"

"یاد مت دلاؤ اس کی ——— خدا کی پناہ۔" ہوریشو نے کہا۔ اور پھر اپنے آدمیوں سے بولا "چہرے صاف کراؤ ان کے۔" اور تھوڑی دیر کے بعد ہمارے چہروں سے میک اپ اتر گئے تھے۔

"خوب ——— تم نواز اصغر ہو' اور تمہارا کیا نام ہے؟" اس نے سردارے سے پوچھا۔

"خادم کو سردار علی کہتے ہیں۔" سردارے نے شرمائے ہوئے انداز میں کہا اور ہوریشو ہنس پڑا۔

اس سے اس شخص کے بارے میں اندازہ ہوتا تھا جو فاتح' جو دشمن اتنا ٹھنڈا مزاج رکھتا ہو وہ خطرناک ترین ہوتا ہے۔

"آؤ ذرا چلیں۔ راستے میں باتیں ہوں گی۔" اس نے کہا اور ہم چل پڑے۔ ہوریشو نے ہمارے ہاتھ خود چیک کئے تھے۔ بہرحال ان کے کھلنے کی کوئی گنجائش نہ پا کر وہ مطمئن ہو گیا اور ہمارے ساتھ لینڈ روور کی طرف چل پڑا۔

"بہت خوفزدہ ہو ہوریشو؟" میں نے لینڈ روور میں چڑھتے ہوئے مسکرا کر کہا۔

"تم سے؟" اس نے رک کر پوچھا۔

"ظاہر ہے۔" میں نے حقارت سے مسکراتے ہوئے کہا۔

"ہاں بھئی یہ حقیقت ہے۔ تم یقین کرو مکلینو کے لئے کام کرتے ہوئے مجھے طویل عرصہ گزر گیا ہے۔ مکلینو کی زندگی تاریخی حیثیت کی حامل ہے۔ میں نے اس کے لئے بڑے بڑے معرکے سر کئے ہیں۔ لیکن تمہارے سلسلے میں جس قدر تگ و دو کرنی پڑی ہے' وہ بھی ایک تاریخی حیثیت رکھتی ہے۔ مکلینو کو کسی خطرناک گروہ کو ختم کرنے میں بھی وہ مشکلات پیش نہیں آئیں جو تمہارے سلسلے میں ———" ہوریشو نے جواب دیا۔ اور یہ بات بھی بہرحال خطرناک تھی ہوریشو کا ٹائپ میری سمجھ میں آ رہا تھا۔ وہ بلاشبہ ایک خطرناک ترین شخص تھا جو قابو پانے کے بعد بھی سنجیدہ رہتا تھا اور جوش میں نہ آتا تھا۔

بہرحال ہم لینڈ روور میں بیٹھ گئے اور پھر ہوریشو نے اپنے آدمیوں کو ہدایات دیں۔ "یہاں کے معاملات طے کرنے کے بعد تم لوٹ واپس پہنچو۔ لاشوں کو ڈھونے کی ضرورت نہیں' یہیں ٹھکانے لگا دو ——— نشانات صاف کر دینا۔" اور پھر اس نے ڈرائیور کو چلنے کی ہدایت کی ——— اور ڈرائیور نے گاڑی اسٹارٹ کر کے آگے بڑھا دی۔ لینڈ روور کے پچھلے حصے میں دو مسلح جوان بیٹھے ہوئے تھے۔ اس کے بعد کی سیٹ پر ہم دونوں تھے۔ خود ہوریشو اگلی سیٹ پر ڈرائیور کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا۔ بہرحال بڑا دوستانہ رویہ تھا اس کا۔

کافی دیر تک خاموشی چھائی رہی۔ پھر میں نے ہی خاموشی کا یہ طلسم توڑا ——— "ہم کہاں چل رہے ہیں ہوریشو؟"

"گوئبز گد قریب ترین جگہ وہی ہے۔" ہوریشو نے جواب دیا۔

"شکریہ ——— بیگرے کا کیا ہوا؟"

"مارا گیا بے چارہ ——— بلکہ مروا دیا تم نے اسے ——— عمدہ انسان تھا' قول کا دھنی' ویسے طاقتور آدمی تھا۔ لیکن بے وقوف نے اپنی طاقت مکلینو کے مقابلے میں لا ڈالی تھی۔" ہوریشو نے جواب دیا۔ مجھے بھی اس کی موت کا افسوس ہوا تھا۔ کئی منٹ تک میں کچھ بول بھی نہ سکا ——— "کیوں خاموش ہو گئے ہو؟" تھوڑی دیر کے بعد ہوریشو نے پوچھا۔

"مجھے اس کی موت کا افسوس ہے۔"

"مجھے بھی ہے۔ لیکن تم نے اسے ——— "

"میرا قصور نہیں ہے ہوریشو! میں نے اسے روکنے کی کوشش کی تھی۔"

"کیا مطلب ——— میں نہیں سمجھا؟" ہوریشو بولا۔

"صورت حال دیکھ کر میں نے اسے مشورہ دیا تھا کہ جنگ کرنے کی بجائے ہتھیار ڈال دینا بہتر ہے۔ لیکن..... بہرحال وہ مرنا ہی چاہتا تھا۔"

"موت تو اس کا مقدر بن چکی تھی----- تمہارا کیا خیال ہے کیا تمہاری مدد کرنے والے کو مکلینو معاف کر دے گا؟"

"اوہ' اس کا مطلب ہے گولڈ مین بھی....." میں نے کہا۔

"گولڈ مین-----" ہوریشو کے ہونٹوں پر پھر مسکراہٹ پھیل گئی۔ پھر وہ بولا۔ "نہیں----- خوش ہو جاؤ۔ تمہارا دوست گولڈ مین زندہ ہے۔ تمہیں اس سے ملاقات کرائی جائے گی۔" اس نے کہا اور نہ جانے کیوں مجھے خوشی ہوئی۔

"اسے زندہ کس طرح چھوڑ دیا گیا؟"

"وقتی طور پر وہ زندہ ہے۔ دراصل اس نے ایک ایسی بات کہہ دی تھی جسے مکلینو برداشت نہیں کر سکا اور اس نے اسے زندگی بخش دی۔"

"اوہ' کیا کہہ دیا تھا؟" میں نے دلچسپی سے پوچھا۔

"بے وقوف نے کہا تھا ہم تمہارے اوپر قابو نہ پا سکیں گے۔ بس مکلینو کو چڑھ گئی۔ اس نے اسے زندہ چھوڑ دیا تاکہ وہ اپنی آنکھوں سے تمہارا حشر دیکھ لے۔" ہوریشو نے جواب دیا۔

"ہمارا حشر دیکھنے کے بعد اسے مار دیا جائے گا؟"

"ہاں۔ مکلینو کا اصول ہے کہ فالتو گھاس صاف کر دیتا ہے۔"

"خود اس کی کیا کیفیت ہے؟" میں نے پوچھا۔

"مکلینو کی؟"

"ہاں۔"

"وہ ان معاملات کو زیادہ اہمیت نہیں دیتا۔ بس اسے یہ تردد تھا کہ ابھی تک ہم کامیاب کیوں نہیں ہوئے۔ تمہاری کاوش کو اس نے بھی سراہا تھا اور تمہاری تعریف کی تھی۔" ہوریشو نے ہنستے ہوئے کہا۔

"واقعی بڑا فراخ دل انسان ہے----- اپنی چہیتی بیٹی کے حشر پر بھی وہ ہماری تعریف کر سکتا ہے۔" میں نے کہا اور پہلی بار میں نے ہوریشو کے چہرے پر غصے کے تاثرات دیکھے۔ لیکن صرف چند لمحات کے لئے۔ اس کے بعد وہ پھر مسکرانے لگا تھا۔

"بیٹی کے معاملے کو بھی اس نے حساب میں درج کر لیا ہے۔ میرا خیال ہے اس کا حساب کتاب کمزور نہیں ہے۔" اس نے کہا اور میں گردن ہلانے لگا۔ کافی دیر تک خاموشی چھائی رہی۔ لینڈ روور کا سفر جاری تھا اور پھر وہ شاید گو نبزگ میں داخل ہو گئی۔ حالانکہ رات کا وقت تھا لیکن کسی حد تک شہری ہنگاموں کا انداز ہو رہا تھا۔

پھر لینڈ روور کسی عمارت کے کمپاؤنڈ میں داخل ہو کر رک گئی۔ سب سے پہلے عقب میں بیٹھے دونوں مسلح آدمی اتر گئے۔ پھر ہمیں سہارا دے کر اتارا گیا۔ بہت سے دوسرے لوگ بھی دوڑ کر قریب آ گئے تھے۔ سب کے سب مسلح تھے اور کینہ توز نگاہوں سے ہماری طرف دیکھ رہے تھے۔

"آؤ نواز-----!" ہوریشو نے اس انداز سے کہا جیسے وہ ہمارا برسوں کا شناسا ہوا اور بڑی بے

تکلفی رہی ہو ہمارے درمیان----- بہرحال ہم بھی خاموشی سے اس کے ساتھ چل پڑے تھے۔ اور پھر عمارت کے ایک وسیع اور شاندار کمرے میں پہنچ کر ہمارا یہ سفر ختم ہو گیا۔

"تمہارے بندھے ہوئے ہاتھ' مجھے عجیب سے لگ رہے ہیں۔ لیکن تم سے خطرہ بھی ہے----- کیا خیال ہے؟" ہوریشو نے کہا۔

"تمہارا کیا خیال ہے کیا میں تم سے ہاتھ کھولنے کی درخواست کروں۔" میں نے مسکرا کر کہا۔

"درخواست نہ کرو----- وعدہ کر لو۔ کہ کوئی ایسی حرکت نہیں کرو گے جو خود تمہارے لئے ہی نقصان دہ ہو۔"

"چلو وعدہ کرتا ہوں کہ کوئی ایسی حرکت نہیں کروں گا جو میرے لئے نقصان دہ ہو-----" میں نے کہا اور سردارے ہنس پڑا۔ بڑا دلچسپ وعدہ تھا یہ----- ہوریشو اپنے ہی الفاظ کے جال میں پھنس گیا تھا۔ لیکن میں اس شخص کی قوت برداشت اور ٹھنڈے مزاج کا دل سے اعتراف کئے بغیر نہ رہ سکا۔ صرف ایک لمحے کے لئے اس کے چہرے پر تاثرات کی لکیر پڑتی تھی اور پھر وہ سپاٹ ہو جاتا تھا۔

"دیکھو دوستو----- دلیری اچھی چیز ہوتی ہے۔ لیکن دلیر لوگ خود کشی نہیں کرتے۔ مرنے کا ارادہ کرو تو کم از کم ایسی موت مرنا کہ تمہارے بارے میں ہمارے خیالات خراب نہ ہو جائیں----- یہاں سے نکلنے کی کوئی کوشش موت ہو گی۔ بس اس سے زیادہ کچھ نہیں کہوں گا۔ تمہارے ہاتھ کھلوائے دے رہا ہوں تاکہ تم یہاں خود کو تکلیف میں محسوس نہ کر سکو۔"

"شکریہ ہوریشو-----!" میں نے جواب دیا اور ہوریشو نے ایک ہاتھ اٹھا دیا----- بظاہر یوں لگتا تھا جیسے اس وسیع کمرے میں کوئی نہ ہو۔ لیکن نہ جانے کس طرح ہوریشو کا مافی الضمیر جان لیا گیا اور دو آدمی اندر داخل ہو گئے۔

"ان کے ہاتھ کھول دو۔"

"یس سر۔" انہوں نے مستعدی سے کہا اور ہمارے ہاتھوں کی رسیاں کاٹ دی گئیں۔ سردارے رسیوں کے نشانات ملنے لگا تھا۔ لیکن میں نے ان پر توجہ نہیں دی۔ ہوریشو غور سے مجھے دیکھ رہا تھا۔ پھر وہ بولا۔

"اچھا تو اجازت دوستو!"

"خدا حافظ----- دوبارہ کب ملو گے؟" سردارے بے ساختہ بول پڑا۔

"بہت جلد۔" ہوریشو نے سفاک انداز میں مسکراتے ہوئے کہا۔ اور پھر وہ اپنے دونوں آدمیوں کے ساتھ باہر نکل گیا۔ دروازہ یقینی طور پر باہر سے بند کر دیا گیا ہو گا۔

سردارے چاروں طرف کا جائزہ لے رہا تھا۔ کمرے میں ضروریات زندگی کا سارا سامان موجود تھا۔ باتھ روم بھی ملحق تھا۔ مسہریاں وغیرہ بھی تھیں۔ غرض کسی چیز کی کمی نہیں تھی۔

"اچھی جگہ ہے باس----- کیا خیال ہے؟" سردارے گردن ہلاتے ہوئے بولا۔

"ہوں۔ فی الحال تو ٹھیک ہے۔ آئندہ دیکھنا ہے کیسی ثابت ہوتی ہے۔"

"آئندہ کے بارے میں کوئی اندازہ باس؟" سردارے نے پوچھا۔

"تم ان لوگوں کا رویہ دیکھ رہے ہو----- کتنی تگ و دو اور کتنے نقصانات اٹھانے کے بعد انہوں

نے ہمیں پکڑا ہے۔ اس کے علاوہ ہم نے انہیں جو چوٹ دی ہے وہ جیسی ہے اس بارے میں بھی تم جانتے ہو۔"

"ہاں باس!"

"ٹھنڈے لوگ ----- بیحد خطرناک ہوتے ہیں۔ یہ شخص یقیناً کوئی خطرناک ارادہ رکھتا ہے۔"

"ضرور رکھتا ہوگا۔ ویسے اپنی پوزیشن کیا ہے استاد؟"

"میں نہیں سمجھا؟"

"کچھ شروع کرنا ہے یا ابھی آرام ہوگا؟"

"حالات کا جائزہ لے لیا جائے۔ ممکن ہے ہمیں خاموشی سے گولی مار دی جائے۔ اگر کوئی دوسری بات سامنے آئے تو پھر اندازہ لگایا جائے۔"

"ہاں۔ یہ بھی ٹھیک ہے باس ----- تب پھر آرام۔" سردارے مسکرا کر بولا۔

"ہاں۔ فی الحال تو آرام -----" میں نے ایک کرسی میں دراز ہوتے ہوئے کہا۔ سردارے بھی خاموش ہو کر کچھ سوچنے لگا تھا۔ پھر اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"استاد ----- وہ قبالہ وہیں رہ گئی۔"

"وہ ----- ہاں۔ کیا کیا جاسکتا ہے۔"

"کاش کچھ کیا جاسکتا۔ کیا میں ہوریشو سے اس کے بارے میں معلوم کروں؟"

"حماقت کی باتیں کم ہی ہوں تو ٹھیک ہے۔" میں نے جواب دیا۔

"تم کچھ پریشان معلوم ہو رہے ہو باس!"

"کیوں ----- یہ اندازہ کیسے لگایا تم نے؟" میں نے ہونٹ بھینچ کر کہا۔

ہائے ذکر جاناں سے عدم دلچسپی اور کس بات کی علامت ہے۔"

"یہ گھونسہ کس بات کی علامت ہو سکتا ہے؟" میں نے مکہ بناتے ہوئے کہا۔

"تمہارے غصے کی اور میرے خاموش ہو جانے کی۔" سردارے نے کہا اور میں مسکراہٹ نہ روک سکا۔ بہرحال اس کے بعد ہم آرام کرنے لیٹ گئے۔ حیرت کی بات تھی کہ بیحد خطرناک حالات میں گھرے ہونے کے باوجود نیند آگئی۔ اور ہم دونوں ہی گہری نیند سو گئے۔ دوسرے دن اس وقت جاگے جب ہماری گھڑیاں گیارہ بجا رہی تھیں۔

سردارے اپنے بستر پر اینٹھ رہا تھا۔ "صبح بخیر جہاں پناہ!" میں نے کہا۔

"نہایت بدتمیز میزبان ہیں ہمارے ----- ہمیں جگا کر ناشتہ بھی نہیں کرایا۔ پیٹ کا برا حال ہے۔" سردارے بولا۔

"ہاں واقعی ----- آپ انہیں سزا دیں۔" میں نے طنزیہ انداز میں کہا۔

"ہم ان سے اپنی قلمرو کی رکنیت چھین لیں گے۔" سردارے بولا۔ میں نے کوئی جواب نہیں دیا اور مسہری سے اتر کر باتھ روم میں داخل ہو گیا۔ جدید ترین باتھ روم تھا۔

میں نے اطمینان سے غسل کیا اور پھر باتھ روم سے باہر نکل آیا۔ سردارے میرے واپس آنے کا منتظر تھا۔ جونہی میں باتھ روم سے نکلا وہ بھاگ کر اندر گیا۔ اور تھوڑی دیر کے بعد ہم دونوں کرسیوں پر بیٹھے

دوسرے کی شکل دیکھ رہے تھے۔ سردارے کے چہرے پر بدستور تمسخر کے آثار تھے۔ ویسے مجھے حیرت ہ کہ وہ اس ماحول سے ذرا بھی متاثر نہیں تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد اس نے کہا۔

"استاد! ان خوش اخلاقوں کو کیا ہو گیا؟"

"کیوں؟" میں نے پوچھا۔

"ناشتہ نہیں آیا ابھی تک۔ ایسا لگتا ہے جیسے وہ ہمیں بھول ہی گئے کہیں بھوکے مارنے کا ارادہ تو ہے۔ درحقیقت سزاؤں میں سب سے اذیت ناک سزا ہوتی ہے استاد۔"

میں خاموش رہا۔ ظاہر ہے اس سلسلے میں جواب ہی کیا دے سکتا تھا۔ بلاشبہ رات کو ہوریشو کا رویہ ے ساتھ بہت اچھا تھا۔ لیکن ضروری تو نہیں تھا کہ اس کا یہ رویہ برقرار ہی رہے۔ ظاہر ہے ہم دشمن تھے ایسے دشمن جنہوں نے بذات خود ہوریشو کو شکست دی تھی۔ بلاشبہ وہ فراخدل انسان رات کو ہماری دائیوں کا اعتراف کر رہا تھا لیکن ضروری تو نہیں تھا کہ اس کا دل بھی صاف ہو۔ بہرحال اب تو آہی پھنسے ہو تو دیکھا جاتا۔ مجھے اس وقت بھی بیگزے کی موت کا افسوس تھا۔ سردارے بھی خاموش نظر آرہا اور یہ خاموشی اس وقت ٹوٹی جب ہم نے دروازے پر چاپ کی آواز سنی۔

ہماری نگاہیں دروازے کی جانب اٹھ گئیں۔ سفید لباس پہنے ہوئے ایک ملازم ٹائپ کا آدمی اندر ل ہوا۔ اس نے ہمیں دیکھ کر اس انداز میں سلام کیا جیسے واقعی ہم یہاں معزز مہمان ہوں۔

"ناشتے کے بارے میں کیا حکم ہے جناب؟" اس نے پوچھا۔

"لے آؤ -----" میں نے جواب دیا اور وہ گردن جھکا کر واپس چلا گیا۔ سردارے کی آنکھیں ت سے پھیل گئی تھیں۔ وہ مضحکہ خیز انداز میں مجھے دیکھ رہا تھا۔ پھر اس نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔

"ایسا لگتا ہے استاد ----- جیسے اپنی سسرال میں ہوں۔"

"ہاں۔ خاطر تواضع تو ایسی ہی ہو رہی ہے۔ دیکھنا یہ ہے کہ خاطر تواضع کا دوسرا دور کیسے ہوتا ہے۔" انے ہنستے ہوئے کہا اور سردارے نے مضبوطی سے آنکھیں بھینچ لیں۔

"اُفوہ استاد ----- کھانے سے پہلے یہ احساس مت دلاؤ۔"

ناشتہ آگیا۔ وہی شخص ایک ٹرالی دھکیلتا ہوا اندر لایا تھا۔ ناشتے میں کافی چیزیں موجود تھیں، یعنی ایسا تھے بہرحال اچھا کہا جا سکتا تھا۔ سردارے بدستور مسخرے پن پر آمادہ تھا۔ بڑی دلچسپی سے ناشتہ کرتا رہا پھر ناشتے سے فارغ ہو کر ایک طویل ڈکار لے کر بولا۔

"مریں تو کھا پی کر مریں استاد ----- کیوں کیا خیال ہے؟"

"ہاں ----- جب بھوک لگے تو یہی خیال ذہن میں ہوتا ہے۔"

"اوہ ----- اور اس کے بعد۔" سردارے نے پوچھا۔

"اوہ اس کے بعد یقیناً تمہیں ہری ہری سوجھے گی۔"

"نیلی نیلی کہو استاد ----- اس کی پتلون نیلی تھی ----- ہائے اور ران کے پاس سے پھٹی ہوئی لہ" سردارے نے جواب دیا اور میں نے اس پر گھونسہ تان لیا ----- سردارے ایک دم پیچھے ہٹ گیا

"معافی چاہتا ہوں استاد ----- پتلون ہری ہو یا نیلی، مجھے اس سے کیا۔" اس نے منہ بسورتے

ہوئے کہا اور مجھے ہنسی آگئی۔

سردارے واقعی کافی نڈر نظر آرہا تھا لیکن بہرحال ہم اس خیال کو ذہن سے جھٹک تو نہیں سکتے تھے کہ ہم کن لوگوں کے درمیان ہیں اور ہم سے کیا سلوک ہونے والا تھا۔ لیکن بعد کے حالات بڑے عجیب ثابت ہوئے۔ ابتدا میں تو میں ان کے بارے میں کوئی اندازہ لگا ہی نہ سکا تھا۔ لیکن تھوڑے ہی عرصہ میں احساس ہو گیا کہ وہ لوگ کس انداز میں سوچ رہے ہیں اور کیا چاہتے ہیں۔ گھڑیوں کے حساب سے ہمیں یہاں آئے ہوئے آج پانچواں دن تھا اور ان پانچ دنوں میں کسی سلیقے کے آدمی نے ہم سے ملاقات نہیں کی تھی۔ ہوریشو وغیرہ کا کوئی پتہ نہیں تھا۔ بس ہم اپنے کمرے میں مقید رہتے۔ وقت پر عمدہ ناشتہ ملتا، کھانا ملتا' چائے ملتی' بس اس کے علاوہ کمرے سے باہر نکلنے کی اجازت نہیں تھی۔

لیکن بند کمرے میں محدود رہنا اب سخت گراں گزر رہا تھا۔ سردارے کی تو بری حالت تھی۔ کئی بار وہ مجھے اس بارے میں کہہ چکا تھا کہ کمرے سے باہر نکلنے کی کوشش کی جائے۔ خواہ اس کے لئے کوئی بھی خطرہ مول لینا پڑے۔

"میری سمجھ میں نہیں آتا استاد۔۔۔۔۔۔ آخر ان گدھوں نے ہمیں کس لئے بند کر رکھا ہے؟"

"گدھے کے بچے نہیں سردارے! ذہین لوگ کہو۔"

"واہ۔۔۔۔۔۔ اس میں کیا ذہانت کی بات ہے؟ سالے کھلا پلا رہے ہیں' موٹا کر رہے ہیں۔ استاد! کہیں یہ ہمارا وزن بڑھانے کی فکر میں تو نہیں ہیں۔ اوہو' ساری شخصیت خراب ہو جائے گی۔ عمدہ سے عمدہ کھانا ملتا ہے' ایک سے ایک مرغن اور ٹہلنے تک کے لئے کوئی جگہ نہیں۔ کیا اس طرح وزن نہیں بڑھے گا۔" سردارے نے آنکھیں پھاڑتے ہوئے کہا اور میں بے اختیار ہنس پڑا۔۔۔۔۔ مضحکہ خیز بات تھی لیکن بیحد دلچسپ۔۔۔۔۔۔

"وزن تو بڑھے گا سردارے۔"

"بڑے ذہین ہیں یہ لوگ' واقعی سزا کا بڑا سائینٹفک طریقہ نکالا ہے اگر ہم ایک مہینہ بھی رہ گئے استاد تو یقیناً بیس بیس پونڈ وزن بڑھ جائے گا اور اس کے بعد ہم کسی قابل نہیں رہیں گے۔"

"تو گویا وہ ہمیں کسی بھی قابل نہیں چھوڑنا چاہتے۔ کیوں استاد؟"

"ممکن ہے سردارے!" میں نے ہنستے ہوئے کہا۔

"لیکن ہم ان کی سازش کامیاب نہیں ہونے دیں گے استاد۔" سردارے مٹھی بھینچ کر بولا۔

"وہ کس طرح؟"

"بس آج سے کھانا پینا بند۔"

"بند کر سکو گے۔۔۔۔۔۔؟" میں نے سردارے کو گھورتے ہوئے کہا۔ اور سردارے نے عجیب انداز میں آنکھیں بھینچ لیں۔

"بڑا مشکل کام ہے استاد۔۔۔۔۔۔ اب دیکھو نا یہاں کھانا بھی نہ کھایا جائے تو یہاں کونسا کام ہے۔۔۔۔۔۔ ہائے نیلی پتلون۔۔۔۔۔۔ ارے ان کمبختوں کو چاہئے تھا کہ جب وہ اتنا اچھا سلوک کر رہے ہیں تو ایک آدھ لڑکی بھی بھیج دیتے۔"

"تم فرمائش کر دینا۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"واقعی استاد! کر کے تو دیکھی جائے۔" سردارے جلدی سے بولا۔

"ہاں' قربانی کے لئے بکرے کو زیادہ سے زیادہ کھلانے کی کوشش کی جاتی ہے' تاکہ وہ تندرست رہے۔" میں نے کہا۔

"اس بات سے کیا مقصد استاد؟"

"بھئی تمہیں موٹا کرنا تو ٹھیک ہے سمجھ میں آتا ہے لیکن اب وہ تمہارے لئے لڑکیاں بھی فراہم کریں' میرے خیال میں تو ممکن نہیں ہے۔"

"کوشش کرنے میں کیا حرج ہے استاد؟" سردارے طویل سانس لے کر بولا۔

"بس بس دماغ مت چاٹو۔۔۔۔۔۔ کوشش کر لینا میں کب منع کر رہا ہوں۔" میں نے کہا اور سردارے خیالات میں ڈوب گیا۔ غالباً وہ یہ سوچ رہا تھا کہ لڑکی کے بارے میں کس طرح گفتگو کی جائے۔

ہم لوگوں نے اب تک جس امن پسندی کا ثبوت دیا تھا' اسے مدنظر رکھتے ہوئے ان لوگوں نے بھی اس طور سے حفاظتی اقدامات ترک کر دیئے تھے لیکن میں سمجھتا تھا کہ یہ صرف ہمارا خیال ہے۔۔۔۔۔۔ ظاہر ہے ہوریشو ہماری طرف سے اس قدر بے تعلق نہ ہو گیا ہو گا۔ اسے علم ہے کہ ہم لوگ کیا ہیں' یہ دوسری بات ہے کہ اس کا اظہار نہیں کیا جا رہا تھا۔ گویا ہمارے ساتھ بھرپور تعاون کیا جا رہا تھا۔ لیکن اس کا مطلب یہ نہیں تھا کہ ہم کسی غلط فہمی کا شکار ہو جائیں۔۔۔۔۔۔ ہوریشو یقیناً ہماری طرف سے چوکنا ہو گا۔۔۔۔۔۔ چھٹے دن کی صبح جس وقت وہی مخصوص شخص ہمارے لئے ناشتہ لے کر آیا تو سردارے کوئی حرکت کرنے کے لئے تیار تھا۔۔۔۔۔۔ عام حالات میں ہم خاموش بیٹھے رہا کرتے تھے اور ناشتہ لانے والا ناشتہ چھوڑ کر چلا جایا کرتا تھا۔ لیکن آج جونہی وہ ناشتے کی ٹرالی رکھ کر واپس پلٹا تو سردارے نے لپک کر اس کی کمر پکڑ لی۔ اور وہ اچھل پڑا۔ دوسرے لمحے اس نے پھرتی سے پستول نکال لیا تھا اور اب اس کا رخ ہم دونوں کی طرف تھا۔

"کیا بات ہے؟" وہ غرایا۔

"اسے رکھ لو بھائی! اس کی کیا ضرورت ہے۔ ہم تو دوستانہ فضا میں گفتگو کرنا چاہتے ہیں۔" سردارے جلدی سے بولا۔

"یہ کیا بدتمیزی تھی؟" وہ پھر غرایا۔

"ارے بدتمیزی نہیں تھی۔ بس تم سے بات کرنے کو جی چاہ رہا تھا' میری جان۔۔۔۔۔۔ آؤ بیٹھو' کچھ گپیں شپیں ہو جائیں۔" سردارے دوستانہ لہجے میں بولا اور وہ خاموش کھڑا سردارے کو گھورتا رہا۔ پستول کی نال اب بھی ہماری جانب اٹھی ہوئی تھی۔۔۔۔۔۔ "اماں! اب ناراض ہی رہو گے' میں کہہ رہا ہوں۔۔۔۔۔ باتیں کریں گے۔" سردارے منہ پھلا کر بولا۔

"کیا کہنا چاہتے ہو؟"

"یار کیا تمہارے سینے میں دل نہیں ہے۔" سردارے نے کہا۔

"کہنا کیا چاہتے ہو' میں زیادہ گفتگو کا قائل نہیں ہوں اور نہ ہی مجھے اس کا حکم ہے۔"

"لڑکی سمجھتے ہو؟" سردارے نے اسے گھورتے ہوئے کہا۔

"کیا مطلب؟"

"لڑکی ـــــ یعنی لڑکی' اس طرح....." سردارے کمر لچکاتا ہوا بولا۔ "کیا سمجھے؟" اس سا
سردارے کی بات کا کوئی جواب نہیں دیا۔ بس خاموشی سے اسے گھورتا رہا ـــــ "ابے تم نے کبھی لا
پتلون نہیں دیکھی؟" سردارے جھلائے ہوئے انداز میں بولا۔

"اوہو' شاید اس کا دماغ چل گیا ہے۔" اس نے میری طرف اشارہ کرکے کہا۔

"پتہ نہیں' اسی سے پوچھ لو۔" میں بیزاری سے بولا۔

"دماغ تمہارا چل گیا ہے۔" سردارے غرایا۔ "ابے اتنے بڑے ہوگئے ہو اور لڑکی کے بارے
تمہیں پتہ ہی نہیں' نیلی پتلون کبھی نہیں دیکھی تم نے؟"

"دیکھی ہے۔" وہ ایک طویل سانس لے کر بولا۔

"کیسی تھی؟" سردارے نے دانت نکالے۔ اب اس شخص کے چہرے پر عجیب سے تاثرات ا
آنے لگے تھے۔ اس نے آہستہ سے سر کھجایا اور پھر دروازے کی طرف دیکھا۔ پھر وہ آہستہ قدموں س
نکل گیا۔

"دھت تیرے کی۔ الو کے پٹھے کو نہ لڑکی کے بارے میں معلوم ہے نہ نیلی پتلون کے با
میں ـــــ کیا بتاؤں استاد! اب تو ساری دنیا نیلی نظر آنے لگی ہے۔ برا مت ماننا کبھی کبھی تو تمہارے با
بھی نیلی پتلون نظر آنے لگتی ہے۔"

"باتوں کا ذخیرہ ختم ہوگیا ہے تو خاموش ہو جاؤ ـــــ گھٹیا گفتگو سے طبیعت مکدر ہو جاتی ہ
میں نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

"اوہ' تو پھر تم ہی بتاؤ استاد! کیا کروں؟" اس نے رانیں پیٹتے ہوئے کہا۔

"ناشتہ۔" میں نے سکون سے جواب دیا۔

"اب تو ناشتے میں بھی نیلی پتلون ہی کھاؤں گا۔" وہ ضدی لہجے میں بولا۔

"تمہاری مرضی۔" میں نے کہا اور خود ناشتے کی ٹرالی کے نزدیک جا بیٹھا۔ میں نے ناشتہ شروع
تھا کہ سردارے بھی کرسی گھسیٹ کر آبیٹھا۔

"اب تمہیں اکیلے کوئی کام کرتے بھی تو نہیں دیکھ سکتا۔ بڑا ترس آتا ہے تمہیں اکیلے کھا
دیکھ کر استاد!" اس نے ناشتے کی طرف ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہا۔ میں نے گردن ہلا کر اس کا شکریہ ادا
بہرحال سردارے کی ذہنی کیفیت میں بخوبی سمجھ رہا تھا۔ خود میری حالت زیادہ بہتر نہیں تھی۔ ان لوگو
ہمیں مفلوج کرکے ڈال دیا تھا۔ اور یہ باور کرانے کی کوشش کر رہے تھے جیسے وہ ہمارے بارے میں
فکرمند نہ ہوں اور ہمیں کوئی اہمیت نہ دیتے ہوں۔

لیکن درحقیقت ایسا نہ ہوگا۔ اپنی دانست میں وہ ہمیں نروس کر رہے ہوں گے۔ لیکن میں
تھا کہ ٹھیک ہے' ان لوگوں کو کوشش کرنے دی جائے۔ اپنی طرف سے کچھ کرنا بیکار ہے۔ جس طر
سرد مہری سے بور ہو رہے ہیں ـــــ وہ بھی ہمارے ردعمل کے لئے بے چین ہوں گے۔ ان
لینے کا بہتر طریقہ یہ ہے کہ کسی ردعمل کا اظہار نہ کیا جائے۔

ویسے سردارے کی بات بھی درست تھی۔ اس طرح کھا کھا کر وزن بڑھنے کے علاوہ اور کچھ
اس کے لئے کوئی بندوبست ضرور کرنا ہوگا۔ چنانچہ ناشتے کے بعد میں نے سردارے سے کہا۔

"سردارے! کبھی ورزش کی ہے؟"

"کیوں ـــــ خیریت استاد؟"

"کی ہے کبھی ورزش؟"

"طالب علمی کے زمانے میں باڈی بنانے کا شوق تھا۔" سردارے نے جواب دیا۔

"ڈنڈ بیٹھک لگاتے تھے؟"

"ہاں ـــــ اور پھر تین سیر دودھ پی جاتا تھا۔"

"خیر دودھ تو اب ملنا مشکل ہے۔"

"کیا مطلب استاد؟"

"آج سے ورزش شروع۔" میں نے کہا اور سردارے چونک کر میری شکل دیکھنے لگا۔

"خیریت استاد ـــــ کیا تم بھی گئے؟"

"میں کہتا ہوں بولنے سے پہلے بات پر غور ضرور کر لیا کرو ـــــ میں کیا کہنا چاہتا ہوں۔"

"اب غور کروں گا استاد ـــــ معافی چاہتا ہوں۔" سردارے نے کہا۔ لیکن اس کا مسخرہ پن
برقرار تھا۔ وہ اب بھی میری بات پر سنجیدگی سے غور نہیں کر رہا تھا۔

"تم نے خود ہی کہا تھا کہ اس طرح کھا کھا کر وزن بڑھ جائے گا۔ اور یہ حقیقت ہے اگر ہم اس
کمرے میں ایک ماہ بھی کھاتے اور اینڈتے رہے تو مفلوج ہو کر رہ جائیں گے۔"

"اوہ' تو ورزش اس لئے؟" سردارے نے دانت نکالتے ہوئے کہا۔

"ہاں۔"

"لیکن خاصا کٹھن کام ہوتا ہے استاد! اب اس عمر میں ـــــ مگر تمہارا کہنا بھی ٹھیک ہے۔ اس
مسئلے سے نمٹنے کا بہترین طریقہ یہی ہے۔ لیکن اس کے علاوہ اور کچھ نہیں کیا جا سکتا استاد؟"

"مثلاً؟"

"جمود توڑنے کے لئے کچھ نہ کچھ تو کیا جا سکتا ہے۔"

"وہی پوچھ رہا ہوں۔"

"کمرے کا فرنیچر برباد کر دیا جائے۔ ناشتہ لانے والے کا سر مونڈ دیا جائے' اس کے کپڑے اتار کر
اسے باہر نکال دیا جائے وغیرہ وغیرہ۔" سردارے نے جواب دیا۔

"گویا انہی لائنوں پر چل پڑنا چاہتے ہو جو انہوں نے ہمارے لئے بنائی ہیں۔" میں نے سنجیدگی سے
کہا۔

"کیا مطلب؟"

"کیا تم ان لوگوں کو گدھا سمجھتے ہو۔"

"نہیں۔ ان میں کسی کی شکل گدھے سے مشابہہ نہیں ہے۔" سردارے نے وثوق سے کہا۔

"تو پھر ـــــ تمہارے خیال میں وہ ہمیں یہاں رکھ کر ہماری خاطر مدارات کیوں کر رہے ہیں؟"

"میں خود حیران ہوں۔"

"وہ ہمیں ذہنی اذیت دے رہے ہیں۔ کیا ہم اس رویے سے پریشان نہیں ہو گئے ہیں۔ کیا ہمیں

ایک انوکھے پن کا احساس نہیں ہے۔ ہم کیسے قیدی ہیں جنہیں ہر سہولت مہیا ہے۔ لیکن ہم نے ایک
سے آسمان نہیں دیکھا' تازہ ہوا نہیں کھائی۔ کیا ایک طویل عرصہ اس قید میں گزارنے کے بعد ہم پاگل نہ
ہو جائیں گے۔ کیا ہم ذہنی الجھن میں گرفتار ہو کر اپنی ہی بوٹیاں نہیں نوچنے لگیں گے۔ وہ ہمیں بے بسی
شکار بنانا چاہتے ہیں۔ وہ ہمیں ذہنی طور پر پسماندہ قرار دینا چاہتے ہیں۔ انہیں یقین ہے کہ بہت جلد ہم پاگل
جائیں گے۔"

"انشاء اللہ ------ ایسا ہی ہو گا استاد۔" سردارے نے جواب دیا۔

"ایسا نہیں ہو گا سردارے۔" میں نے مضبوط لہجے میں کہا۔

"ایں ------؟" سردارے میری شکل دیکھنے لگا۔

"ہاں۔ ایسا نہیں ہو گا۔" میں نے پر عزم انداز میں کہا۔

"یقیناً۔ بالکل نہیں ہو گا۔ لیکن پھر کیا ہو گا؟" آخر میں اس کی آواز بھیک مانگنے لگی۔

"جو کچھ وہ چاہتے ہیں وہ قطعی نہیں ہو گا۔ ہم صبر و سکون سے یہاں رہیں گے' کھائیں گے
ورزش کریں گے تاکہ چاق و چوبند رہیں۔ ہمارے کسی بھی انداز سے بوریت کا اظہار نہیں ہونا چاہئے۔"

"ٹھیک ہے استاد ------ گویا اس محاذ پر بھی انہیں شکست دی جائے گی۔" سردارے نے کہا۔

"تم نہیں چاہتے؟" میں نے کہا۔

"ارے واہ' میرا استاد چاہے اور میں نہ چاہوں' یہ کیسے ممکن ہے؟" سردارے نے کہا۔ اس
چہرے کی رونق لوٹ آئی تھی۔ اور پھر ہم نے بھی کمال ہی کر دیا۔ خوب عیش کرتے تھے۔ صبح و شام ورزش
کرتے تھے اور خوب کھاتے تھے۔ ایک بار بھی ہم نے کوئی شکایت نہیں کی۔ ہم سے پوچھا جاتا تھا کہ ہم
کوئی تکلیف تو نہیں ہے۔ تب ہم کہہ دیتے تھے کہ مسٹر ہوریشو کا شکریہ ادا کر دیا جائے۔

اور بالآخر اس سرد جنگ میں بھی ہم نے ہوریشو کو شکست فاش دی۔ اس نے بور ہو کر خود
دوسری کارروائیاں شروع کر دیں۔ لیکن یہ کارروائیاں بیحد خوفناک تھیں۔ اور ان کی ابتدا اس صبح ہوئی
ہم نے ناشتے کے ساتھ کافی پی تھی۔ اور کافی پینے کے تھوڑی دیر کے بعد ہی ذہن قابو میں نہ رہا۔ ہم دونوں
اتنا غفیل ہو گئے تھے۔ اور جب آنکھ کھلی تو چاروں طرف تاریکی پھیلی ہوئی تھی۔

میں نے ایک گہری سانس لے کر ہاتھ پھیلا دیئے۔ ہاتھ نہ جانے کس چیز سے ٹکرائے تھے اور
کے ساتھ تعفن کا ایسا ناقابل برداشت بھپکا سینے میں اتر گیا تھا کہ متلی آنے لگی۔ میں بوکھلائے ہوئے انداز
میں اٹھ بیٹھا۔ میرے بائیں سمت سردارے پڑا ہوا تھا اور ------ یہ کوئی اجنبی جگہ تھی۔ جس چیز سے
ہاتھ ٹکرایا تھا یہ کچرا تھا گلے سڑے پھلوں کے انبار کوڑے کرکٹ کے ڈھیر ------ میرے بدن میں
دوڑ گئی۔ میں نے سردارے کو جھنجھوڑ ڈالا۔ اور سردارے بھی ہڑبڑائے انداز میں اٹھ بیٹھا۔

"ارے ------ ارے۔" اس کے منہ سے نکلا اور وہ ابکائیاں لینے لگا۔

"سنبھلنے کی کوشش کرو سردارے۔" میں نے اسے ٹھوکا دیا۔

"استاد ------ آہ ------ اف' کیسی گندی جگہ ہے۔ ارے' ہمارے لباس۔" اس نے اپنے
بدن کو ٹٹول کر بوکھلائے ہوئے انداز میں کہا۔ اور ایک بار پھر میرے بدن میں سرد لہریں دوڑ گئیں۔ ہمارے
بدن لباس سے عاری تھے۔ ہم دونوں بالکل برہنہ تھے۔ سردارے بدن چھپا کر اکڑوں بیٹھ گیا۔ میرے دانت

مضبوطی سے ایک دوسرے پر بھینچ گئے تھے۔

"استاد!" سردارے نے پھر مجھے آواز دی۔

"ہوں۔"

"اب کیا کریں ------ ہمارے لباس؟" سردارے کی آواز میں خوف کا عنصر نمایاں تھا۔

"ہاں' وہ ہمارے جسموں پر نہیں ہیں۔ لیکن رات کا وقت ہے سردارے۔"

"یہ جگہ کون سی ہے استاد۔"

"اس کے بارے میں بھی کچھ نہیں کہا جا سکتا۔" میں نے سپاٹ لہجے میں کہا۔ بہرحال اب ذہن
سوچنے سمجھنے کے قابل ہو گیا تھا اور یہ اندازہ لگانا مشکل نہیں تھا کہ مکلینو کی انتقامی کارروائی شروع ہو
چکی ہے۔

☆ ☆ ☆

مشکل صورت حال تھی۔ بدن پر لباس ہوتے تو ہمیں اس بات کی کوئی پرواہ نہیں ہوتی کہ ہم
کہاں ہیں لیکن ایسی صورت میں تو اس کچرا گھر سے ہٹنا ہی مشکل معلوم ہو رہا تھا۔ جاتے تو کہاں جاتے۔
رات ضرور تھی لیکن اب یہ بھی ممکن نہیں تھا کہ کوئی ملتا ہی نہیں اور اس وقت کہیں سے لباس حاصل کرنا
بھی ناممکن ہی تھا۔

ویسے ہوریشیو جیسے ٹھنڈے انسان سے ایسی ہی کسی حرکت کی توقع کی جا سکتی تھی۔ دل ہی دل میں'
میں نے اس خطرناک شخص کی خوفناک صلاحیتوں کا اعتراف کیا تھا۔ وہ جس کامیابی سے ہمارے پیچھے لگا تھا'
بہرحال وہ قابل تعریف تھا اور پھر اس نے جس انداز میں کام کیا تھا' اس سے اس کی ذہانت کا اندازہ ہوتا تھا۔
اس نے ہمارے تعاقب میں جو لوگ بھیجے تھے' وہ آوارہ گردوں کے روپ میں تھے اور انہوں نے کامیابی سے
ہمارا تعاقب کیا اور بالآخر کامیاب ہو گئے اور اس کے بعد ------

لیکن اب کیا پوزیشن ہے۔ یہ ان کے انتقام کی انتہا تو نہیں ہو سکتی [illegible] کے بعد وہ کیا کرنے کا ارادہ
رکھتے ہیں ------

کچرا گھر کے نزدیک بیٹھے ہم دونوں یہی سوچ رہے تھے۔ ویسے اخلاقاً" ہم دونوں ایک دوسرے کی
جانب نہیں دیکھ رہے تھے لیکن ذہن الجھنوں کا شکار ضرور تھا۔ کیا کیا جائے؟ خاموشی کو کافی دیر ہو گئی تھی۔

دفعتاً" سردارے ہنس پڑا اور میں نے چونک کر اس کی طرف دیکھا پھر جلدی سے آنکھیں پھیر لیں۔
"کیا گدھا پن ہے؟" میں نے بھاری آواز میں کہا۔
"مست قلندر!" سردارے چیخا۔
"سردارے! کیا بدتمیزی ہے؟"
"سٹے کا نمبر پوچھو' ریس کے گھوڑے پوچھو' محبت میں ناکامی ہو تو آجاؤ۔ شادی میں ناکامی ہو
بھی آجاؤ۔ بس آجاؤ۔ آسمان پر آگ لگی ہوئی ہے سورج سے روح افزا ٹپک رہا ہے۔ دمادم مست قلند
سردارے کافی اونچی آواز میں بکواس کر رہا تھا۔ ایک لمحے کے لیے میرے ذہن میں خدشات دوڑ گئے۔
انتہائی اذیت ناک تعفن تھا اور پھر ایسی پریشان کن کیفیت میں تھے جس کا کوئی حل ہمارے پاس نہیں
حالانکہ سردارے اتنے کمزور ذہن کا مالک تو نہیں تھا کہ سخت ترین حالات میں بھی ذہنی توازن کھو بیٹھے
بدبو------ یہ ذلیل بدبو اس کا دماغ الٹ سکتی ہے۔ چنانچہ میں تھوڑا سا پریشان ہو گیا۔
"سردارے۔" میں نے اس بار کسی قدر الجھے ہوئے لہجے میں پکارا۔
"بس ہم ساری اخلاقیات ایک دوسرے کے لیے وقف کر دیں گے۔"
"تم صحیح الدماغ تو ہو یار؟" میں نے ایک گہری سانس لے کر کہا۔
"تو تمہارا کیا خیال ہے استاد۔ سردارے دی گریٹ اتنی معمولی باتوں پر ذہنی توازن کھو سکتے ہیں؟"
"لگ تو یہی رہا تھا۔"
"سمجھے نہیں دراصل۔" سردارے نے جواب دیا۔
"سمجھاؤ۔"
"اس الجھن کا ایک حل تھا۔"
"کیا مطلب؟"
"ارے استاد۔ کیا تمہیں اپنے ہاں کے ننگ دھڑنگ مجذوب یاد نہیں ہیں' وہ جو ہر مرض کا
ہوتے ہیں اور لوگ انہیں گھیرے رہتے ہیں؟"
"اوہ۔ یاد ہیں۔" میں ہنس پڑا۔
"اہل سویڈن بھی ان کا ایک نمونہ دیکھ لیں تو کیا حرج ہے۔" سردارے نے جواب دیا اور میں ا
کی بدمعاشی پر دیر تک ہنستا رہا۔ سردارے خاموش بیٹھا رہا تھا۔ پھر اس نے نہایت سنجیدگی سے کہا۔ "ہم
استاد! ایک عمدہ آئیڈیا ہے۔ ذرا غور کرو۔"
"مقصد کیا ہے؟"
"صرف یہ کہ یہاں سے اٹھو' ذرا سیر کریں گے۔ طویل عرصے کے بعد دنیا کے تکلفات
آزادی ملی ہے' اس سے لطف اندوز ہوں۔ سڑکوں پر گھومیں۔ کھلی ہوا میں' کھلی فضا میں سانس لیں۔
ذاتی طور پر کچھ ضابطہ اخلاق بنا لیتے ہیں۔ ہم لوگوں کو حلفیہ اقرار کرنا ہوگا کہ ایک دوسرے کو کسی حالت
نہیں دیکھیں گے۔ وغیرہ وغیرہ۔"
سردارے کی تجویز پر مجھے ہنسی آ رہی تھی لیکن اس کے علاوہ اور ترکیب بھی کیا تھی۔ کیا کرتے
اس حالت میں۔ بہرحال ہوریشو نے جو کچھ کیا تھا اس کے بارے میں تو بعد میں سوچنا تھا فی الحال تو اس معی

ے چھٹکارا حاصل کرنا تھا۔
"پھر چلیں سردارے؟"
"مست قلندر۔" سردارے نے نعرہ لگایا اور پھر بولا۔ "نعرے لگاتے چلیں گے استاد' تاکہ ایک
دوسرے کی سمت کا اندازہ ہوتا رہے۔"
"ٹھیک ہے اٹھو۔" اور میں اٹھ گیا۔ سردارے بھی کھڑا ہو گیا۔ بس خود سے شرم محسوس ہو رہی
تھی ورنہ کوئی بات نہیں تھی۔ ہم دونوں آگے بڑھتے رہے۔ ہمارا اندازہ غلط نہیں تھا۔ یہ متعفن جگہ ایک
گلی میں تھی۔ دونوں سمت اونچے اونچے مکانات تھے جن کی وجہ سے اندھیرا زیادہ تھا ورنہ باہر اتنی تاریکی نہیں
تھی۔ لوگ بھی چلتے پھرتے نظر آ رہے تھے لیکن ہم دونوں بھی موڈ میں آ گئے تھے۔ اب ہمیں کسی بات کی
پرواہ نہیں تھی۔ ہم اطمینان سے لوگوں کے درمیان نکل آئے اور درحقیقت تماشا بن گئے۔ لوگ ہمارے
گرد جمع ہونے لگے۔ وہ قہقہے لگا رہے تھے اور ہمارے بارے میں طرح طرح کے ریمارکس کس رہے تھے۔
کچھ کا خیال تھا کہ ہم زیادہ پی گئے ہیں اور کپڑے کہیں چھوڑ آئے ہیں۔ کچھ کا خیال تھا کہ ہم بگڑے ہوئے
نوجوان ہیں اور عریانی کا ایک نیا انداز پیش کر رہے ہیں۔ پرانے خیالات کے لوگوں کی آواز میں غصہ تھا اور ان
کے خیال میں یہ بربادی کی جانب ایک اور قدم تھا۔
بہرحال ایک بات کا ہم نے اندازہ لگایا تھا کہ ان لوگوں کے نزدیک یہ عریانی اتنی اہم نہیں تھی جتنا ہم
نے سوچا تھا اور یہ بات بعد میں ہی ہمارے ذہن میں آئی تھی اور اس نے ہمیں کافی اطمینان بخشا تھا۔ تاہم پھر
بھی کافی مجمع ہمارے گرد جمع ہو گیا تھا اور لوگ طرح طرح کی باتیں کر رہے تھے۔
"پولیس کو اطلاع کر دو۔ پولیس کے حوالے کر دو۔" کسی نے کہا۔
"ارے نہیں نہیں۔ ذرا ان کے بارے میں اندازہ تو لگاؤ' کیا کیفیت ہے ان کی۔" اور پھر لوگ کچھ
اور جارحیت پر آمادہ ہو گئے اور اس کے ساتھ ہی سردارے نے اچھلنا کودنا شروع کر دیا۔ اس نے زور زور
سے چیخنا بھی شروع کر دیا تھا۔ میں نے بھی یہی حرکت شروع کر دی۔ یہی نہیں بلکہ میں نے سڑک کے
کنارے سے ایک بڑا پتھر اٹھا کر مجمع کی طرف اچھال دیا۔ پتھر نے کسی کو زخمی نہیں کیا تھا' لیکن مجمع سرپٹ دوڑ
گیا۔ چند ہی لوگ باقی رہ گئے تھے لیکن وہ بھی دور دور کھڑے ہو گئے تھے۔
ہم لوگ اچھلتے' شور مچاتے بھاگنے لگے اور پھر ہم نے گلیوں کا انتخاب کیا۔ ہم اس علاقے سے زیادہ
سے زیادہ دور نکل جانا چاہتے تھے۔ پھر ایک سنسان سی گلی میں ہم رک گئے۔
"مست قلندر۔" سردارے نے نعرہ لگایا۔
"چپ ہو جا یار۔" میں نے برا سا منہ بنایا۔
"کیسے ہو جاؤں باس۔" دن کی روشنی کا تصور کرو۔" ہائے کیا ہم اس شہر کے لیے دلچسپ تماشا نہیں
بن جائیں گے؟"
"دن کی روشنی کی نوبت نہیں آئے گی سردارے۔" میں نے خونخوار لہجے میں کہا۔
"اوہ۔ سوجھ گئی کچھ؟" سردارے آہستہ سے بولا۔
"سوجھنے کی بات نہیں ہے۔ کچھ تو کرنا ہی ہوگا۔ دشمنی چل رہی ہے۔ ہر کام ہو سکتا ہے۔ اور ہمیں
مقابلہ کرنا ہے۔"

"لیکن اب کیا کرنا چاہیے استاد؟"

"کسی بھی مکان کا دروازہ تلاش کرو۔" میں نے کہا اور سردارے چاروں طرف نگاہیں دوڑا
اسی وقت گلی کے سرے سے روشنیاں چمکیں اور ہم سمٹ گئے۔ کسی گاڑی کے انجن کی آواز سنائی دی تھ

"اوہ۔ کام بن گیا۔ سردارے جلدی کرو۔"

"کیا کروں استاد؟" سردارے بولا۔

"سڑک پر لیٹ جاؤ۔" میں نے کہا اور سردارے نے ایک لمحے کے لیے کچھ سوچا اور پھر گرد
دی۔

"اچھا استاد۔ خدا حافظ! ویسے سردارے کو ہمیشہ یاد رکھنا۔"

"کیا بکواس ہے؟"

"بکواس نہیں استاد۔ تقدیر کی بات ہے ممکن ہے ڈرائیور کی رات کی نگاہ کمزور ہو۔" سردارے
جواب دیا اور سڑک کے درمیان جالیٹا۔ مجھے اس کے مسخرے پن پر ہنسی آگئی تھی۔ بہرحال زیادہ وقت ن
تھا۔ میں نے ایسی جگہ کا انتخاب کیا' جہاں سے گاڑی رکنے کے بعد ہی کوئی کاروائی کر سکتا تھا۔ اب م
تقدیر کا معاملہ تھا۔ دیکھنا یہ تھا کہ کیسی گاڑی ہے اور اس میں کتنے افراد سوار ہیں۔ ایک مخصوص وقت ک
تقدیر نے تو کبھی مجھے مایوس نہیں کیا تھا۔ یعنی اگر میں نے کسی خاص بات کی خواہش کی تھی تو وہ پوری ہ
تھی۔ اب دشمن بھی بہرحال تقدیر رکھتا تھا اس لیے یہ ضروری تو نہیں تھا کہ کوئی داؤ میرے اوپر کامیاب
ہو۔

"یہ کھلی گاڑی تھی جو شاید گوشت وغیرہ لانے لے جانے کے لیے استعمال ہوتی تھی اور اسٹیر
ایک بوڑھے آدمی کے سوا کوئی نہیں تھا۔ میں نے خوشی سے گردن ہلائی۔ روشنیوں نے سردارے کو
کر دیا تھا اور میں نے گاڑی کی رفتار سست ہوتی محسوس کی۔

پھر وہ سردارے کے پاس رک گئی اور میں نے گہری سانس لی۔ بہرحال بوڑھے کی بینائی کمزور
تھی۔

"لاش۔" بوڑھے کے منہ سے آواز نکلی اور وہ گاڑی سے نیچے اتر گیا۔ انجن اسٹارٹ ہی چھو
گیا۔ "ہائیں۔ کپڑے بھی اتار لیے۔" بوڑھا پھر بولا۔ "ارے باپ رے' ننگی لاش۔"

وہ سردارے پر جھک گیا اور پھر دوسرے لمحے سردارے نے اس کی گردن میں بانہیں ڈال دیں

"نانا جان۔ پیارے نانا جان۔ ہائے آپ کہاں چلے گئے تھے۔" سردارے نے ٹھنکتے ہوئے کہا
اس نے بھی اندازہ لگا لیا تھا کہ صورت حال قابو میں ہے اس لیے وہ اپنے "مسخرے پن سے کہا
تھا۔

بوڑھا بری طرح اچھل پڑا تھا لیکن زندہ دل اور دلیر معلوم ہوتا تھا کیونکہ وہ اس اچانک حرک
خوفزدہ نہیں ہوا تھا۔ دوسرے لمحے وہ حیران آواز میں بولا۔

"ابے زندہ ہو نواسے؟"

"آپ نے مردہ سمجھ لیا تھا نانا جان۔"

"تو گردن تو چھوڑو۔" اتنی زور سے پکڑی ہے کہ تھوڑی دیر کے بعد مجھے خود کو ہی مردہ سمجھنا

گا۔" اس نے جھلائے ہوئے انداز میں کہا۔

"بھاگ تو نہیں جائیں گے، نانا جان؟"

"کیوں بھاگ جاؤں گا۔ ڈرتا ہوں تم سے؟"

"ہائے میرے بہادر نانا جان۔ کیا نانی اماں گاڑی میں موجود ہیں؟" سردارے نے پوچھا۔

"فضول بکواس مت کرو۔ انہیں مرے ہوئے دس سال گذر گئے۔" بڑے میاں افسردہ لہجے میں بولے۔

"ہائے میری مرحوم نانی۔" سردارے نے گہری غمناک سانس لی۔ بڑا ہی شیطان انسان تھا۔ کسی جگہ نہیں چوکتا تھا مجھے اس کی بکواس پر ہنسی آرہی تھی۔

"اگر تم زندہ ہو تو ننگے کیوں پھر رہے ہو؟" بوڑھے نے پوچھا۔

"پھر کہاں رہا ہوں۔ میں تو اس سنسان گلی میں سو رہا تھا۔"

"بیچ سڑک پر سو رہے تھے؟"

"ہاں نانا جان۔ یہ بڑا پر درد قصہ ہے۔" سردارے نے گہری سانس لے کر کہا۔

"کیا قصہ ہے؟" بوڑھے نے بیساختہ پوچھا۔

"بس ایک تارک الدنیا درویش کا سایہ ہو گیا ہے مجھ پر۔"

"تو پھر۔ اس سے کیا ہوا؟"

"دنیا کی بے ثباتی کا ایسا نقشہ کھینچا انہوں نے میری نگاہوں میں کہ دنیا میری نگاہوں میں ہیچ ہو گئی۔ انہوں نے کہا تھا کہ بیٹے' دنیا میں آئے تھے تو تمہارے پاس کیا تھا۔ کیا تم اطلس کے لباس میں ملبوس پیدا ہوئے تھے۔ یہ سارے تعیشات دنیا کا قرض ہوتے ہیں۔ یہ قرض کیوں خود پر رکھو۔ یہاں سے جاؤ تو ہلکے پھلکے۔ چنانچہ میں کپڑے اتار کر یہاں لیٹ گیا تاکہ کوئی گاڑی مجھے کچلتی ہوئی نکل جائے۔"

"مرنا چاہتے تھے؟"

"ہاں!"

"کیوں؟"

"بس۔ جب زندگی اپنے بس میں ہی نہیں ہے تو پھر اس سے اس لگانے سے کیا فائدہ؟ موت ابدی ہے۔ مرنے کے بعد کوئی تحریک نہیں ہوتی۔ موت کے بعد کوئی اور موت نہیں آتی تو پھر ابدی سکون کیوں نہ حاصل کیا جائے۔"

"اصل بات یہی ہے جو میں نے بتائی ہے۔"

"ہرگز نہیں!"

"پھر تم بتادو۔"

"اپنی گنجائش سے زیادہ پی گئے ہو گے۔ اب ہوش میں آنے کے بعد شرمندگی مٹا رہے ہو۔" بوڑھے نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"ہائے نانا جان۔ تم اتنے ذہین کب سے ہو گئے؟"

"کپڑے کہاں پھینکے؟" بوڑھے نے پوچھا۔

"یہی معلوم ہوتا تھا انہیں تلاش کرنے نہ نکل پڑتے۔ ہائے ہم دونوں ننگے ہیں۔" سردارے نے رونے والے انداز میں کہا۔

"دونوں؟" بوڑھا چونک پڑا۔ اس نے حیران نگاہوں سے ادھر ادھر دیکھا۔ غالباً" وہ بھی سنکی ہی معلوم ہوتا تھا۔

"ہاں۔ دونوں۔"

"دوسرا کون ہے؟"

"بڑے بھائی بھی ہیں۔" سردارے نے جواب دیا۔

"کہاں ہیں؟"

"یہاں کہیں سو رہے ہوں گے۔"

"وہ بھی ننگے ہیں؟"

"ہاں۔ ہر انسان ازل سے ننگا ہے اور ابد تک ننگا رہے گا۔"

"گدھے ہو تم دونوں۔ پڑے رہو یہیں۔" بوڑھے نے جواب دیا اور جھلائے ہوئے انداز میں واپس پلٹا لیکن دوسرے لمحے سردارے نے اس کی ٹانگ پکڑ لی تھی۔ بوڑھا بری طرح گرا اور اگر اس نے پوری قوت سے دونوں ہاتھ زمین پر نہ ٹکا دیے ہوتے تو شکل بگڑ گئی ہوتی۔

"کیا بدتمیزی ہے؟" وہ حلق پھاڑ کر دہاڑا۔

"نہ جاؤ۔ اس طرح نہ جاؤ نانا جان۔ ہمیں اس بے بسی کے عالم میں چھوڑ کر نہ جاؤ۔ ہمیں بھی ساتھ لے چلو نانا جان' ورنہ ہم اسی طرح ننگے پڑے پڑے مر جائیں گے۔" سردارے نے بدستور بوڑھے کی ٹانگ پکڑی ہوئی تھی۔ اس دوران میں بوڑھے کی گاڑی کا جائزہ لے چکا تھا۔ وہ خالی تھی۔ سردارے کی بدمعاشی سے اچھی طرح واقف تھا اس لیے میں نے دخل نہ دیا۔

"ابے ٹانگ تو چھوڑ۔" بوڑھا دہاڑا۔

"نہیں چھوڑوں گا۔ اس وقت تک نہیں چھوڑوں گا' جب تک تم ہمیں ساتھ لے چلنے کا وعدہ نہیں کرو گے۔" سردارے نے جواب دیا۔

"ابے میں تجھے کہاں لے جاؤں گا۔" بوڑھے نے دونوں ہاتھ زمین پر ٹکا کر زور لگاتے ہوئے کہا۔

"اپنے گھر نانا جان۔ آپ ہمیں کپڑے دیں گے' تاکہ ہم بھی دنیا کو منہ دکھا سکیں۔"

"کمینہ کہیں کا۔ خواہ مخواہ مصیبت میں پھنس گیا۔" بوڑھا بڑبڑانے لگا۔

"جواب دیں نانا میاں لے چلیں گے؟"

"چلو چلو۔ منحوس کہیں کے چلو۔" بوڑھے نے تنگ آ کر کہا اور سردارے نے میری طرف منہ کر کے ہانک لگائی۔

"بڑے بھائی۔ کہاں ہو۔ آ جاؤ۔ نانا جان آ گئے ہیں۔" اور میں بھی اطمینان سے اپنی جگہ سے نکل کر ان کے نزدیک پہنچ گیا۔ بوڑھے نے میری طرف دیکھا اور گردن جھٹکنے لگا۔

"میرا بس چلے تو میں تمہیں بدترین سزا دلواؤں۔ بہت ہی برا سلوک کروں تمہارے ساتھ۔" اس نے گھونسہ دکھاتے ہوئے کہا۔

"اس وقت تمہارا کچھ بس نہیں چلے گا نانا جان' اس لیے اب شرافت سے چل دو' ورنہ پھر ہم سارے رشتے بھول جائیں گے۔" میں نے غرائی ہوئی آواز میں کہا۔

"اوہ۔ چلو۔" بوڑھے نے کہا اور پھر ہم اس کے ساتھ والی سیٹ پر ہی بیٹھے تھے۔ بوڑھے کو تنہا نہیں چھوڑ سکتے تھے۔ ظاہر ہے وہ اپنی خوشی سے تو ہمیں لے نہیں جا رہا تھا۔ اگر ہم پچھلے حصے میں بیٹھتے تو وہ گاڑی کسی پولیس اسٹیشن میں بھی لیجا سکتا تھا۔ ہم دونوں ایک دوسرے سے بھڑے ہوئے بیٹھے تھے اور یقینی طور پر دونوں ہی دل میں ایک دوسرے سے شرما رہے تھے۔ ویسے ہم نے اپنا قول نبھایا تھا اور ابھی تک ایک دوسرے کے بدن پر نگاہ نہیں ڈالی تھی۔

بہرحال بوڑھے نے ہمارے ساتھ کوئی دھوکا نہیں کیا تھا اور تھوڑی دیر کے بعد وہ ایک کھنڈر نما عمارت کے اندر داخل ہو گیا' جس میں پھاٹک کی جگہ تو ضرور تھی لیکن کوئی پھاٹک وغیرہ نہیں تھا۔ عمارت بھی تاریک پڑی تھی۔

بوڑھے نے گاڑی روک دی اور جھلائی ہوئی آواز میں بولا۔ "اترو۔"

"اندر کون کون ہے؟" سردارے نے پوچھا۔

"سڑک پر ننگے پڑے تھے تو کوئی بات نہیں تھی' یہاں شرم آ رہی ہے۔" اس نے پھاڑ کھانے والے انداز میں کہا۔

"اس وقت کی بات اور تھی نانا جان۔ ہم نشے میں تھے۔" میں نے معصوم سا لہجہ بنا کر کہا۔

"نشے میں تھے۔ بیہودہ کہیں کے۔" بوڑھا بڑبڑاتا ہوا اندر چل پڑا۔ ہم دونوں اس کے پیچھے تھے۔

"اکیلے ہی معلوم ہوتے ہیں نانا جان۔" میں نے کہا۔

"ہاں۔ مرحومہ نانی کی زندگی میں اور بات تھی۔ اب تو بے چارے تنہا زندگی کے دن کاٹ رہے ہیں۔ کوئی اولاد بھی نہیں معلوم ہوتی' ورنہ گھر میں چراغ ضرور جل رہا ہوتا ہے۔ بے چارے نانا جان۔" سردارے دردناک آواز میں بولا اور مجھے ہنسی آ گئی۔ ہنسی کی آواز بڑے میاں نے سن لی تھی۔ چنانچہ وہ جھلا کر پلٹ پڑے۔

"بڑے ناشکرے ہو تم لوگ مجھے پریشان بھی کیا اور اب مذاق بھی اڑا رہے ہو۔

"ارے نہیں نہیں نانا جان۔ اس میں مذاق کی کیا بات ہے۔ ہم دونوں آپ کے غم میں برابر کے شریک ہیں۔" سردارے جلدی سے بولا۔

بڑے میاں آگے بڑھ گئے تھے۔ پھر عمارت میں روشنی ہو گئی۔ بڑے میاں نے ہمیں دو پرانی پتلونیں اور قمیضیں دی تھیں جو جس طرح بھی ہمارے بدن پر چڑھ سکیں' ہم نے چڑھا لیں اور کم از کم بدن چھپ جانے سے کسی حد تک مطمئن ہو گئے۔

"دفعاں ہو جاؤ۔ میں دن بھر کا تھکا ہوا ہوں آرام کرنا چاہتا ہوں۔" بوڑھے نے کہا۔

"ہائے نانا۔ تمہارا خون تو بالکل سفید ہو گیا ہے۔ ارے ہم اس وقت کہاں جائیں گے؟ ایک رات تمہاری چھت کے نیچے گذار لیں گے تو کون سی قیامت آ جائے گی۔"

"کیوں؟ گھر نہیں ہیں تمہارے؟"

"گھر ہوتے تو یوں سڑکوں پر ننگے پھر رہے ہوتے؟ سردارے منہ بسورتے ہوئے بولا۔

"تو مر رہو یہیں کہیں۔ کس مصیبت میں پھنس گیا ہوں۔"

"شکریہ نانا جان۔ بس ایک تکلیف اور دیں گے۔" میں نے کہا۔

"کہو۔ کہہ دو۔ وہ بھی کہہ دو' مرو تو سہی۔" بوڑھے نے صبر سے کہا۔

"ایک ایک پیالی چائے' یا کافی مل جائے تو۔ تو ہم تمہارے بے حد شکر گزار ہوں گے۔ سر' درد سے پھٹا جارہا ہے۔" میں نے جواب دیا اور بوڑھا ہمیں گھورنے لگا۔ کافی دیر تک یونہی گھورتا رہا پھر ایک گہری سانس لے کر بولا۔

"انسان پر مصیبت ضرور آئے لیکن کم از کم وہ تمہارے جیسے انسانوں کی شکل میں نہ ہو۔"

"اوہ۔ مہمانوں کو مصیبت سمجھنا بداخلاقی ہے معزز بزرگ۔ ویسے اگر تم ہمیں کچھ نہ پلانا چاہو تو اس کے لیے ہم مجبور نہیں کریں گے۔" میں نے کہا۔

"زبردستی کے مہمان۔" اس نے ناک سکوڑتے ہوئے کہا اور پھر باہر نکل گیا۔ اس کے دروازے کے باہر جاتے ہی سردارے اچھل کر کھڑا ہو گیا تھا۔ میں نے مسکراتی نگاہوں سے اسے دیکھا لیکن سردارے دروازے کی طرف جھپٹا تھا اور پھر وہ بھی باہر نکل گیا۔ میں نے ایک گہری سانس لی تھی۔

لیکن میری آنکھیں جل رہی تھیں۔ یہ جو کچھ ہوا تھا' اتنا پہلے کبھی نہیں ہوا تھا۔ ہوریشو نے ہمارے ساتھ جو سلوک کیا تھا وہ اس کی خطرناک شخصیت کا مظہر ضرور تھا لیکن بہرحال دشمن کو للکار کر مارنا بہادری ہوتی ہے۔ اس طرح تو------ اور میرے ذہن میں انتقام کی آگ بھڑکنے لگی۔ میں نے فیصلہ کر لیا کہ ہوریشو سے باقاعدہ جنگ رہے گی۔ میں اس سے انتقام تو ضرور لوں گا خواہ کچھ بھی ہو جائے! مگر------ ہوا کیا ہے۔ کیا ہوریشو نے اپنے انتقام کا دائرہ صرف اسی حد پر مرکوز کر دیا تھا۔ کیا ہماری اس بے بسی سے اس کا مقصد پورا ہو جاتا ہے؟ بات کچھ عجیب سی تھی لیکن اس کے بعد وہ کیا کرے گا؟ کچھ سمجھ میں نہیں آتا تھا۔ نہ جانے میرے ذہن میں کون کون سے احساسات جلتے رہے۔ پھر سردارے واپس آگیا۔ میں نے بغور اس کی صورت دیکھی لیکن وہ مطمئن تھا۔

"سوری استاد۔ بغیر اجازت چلا گیا تھا۔"

"کیا پوزیشن ہے؟" میں نے پوچھا اور سردارے میری شکل دیکھنے لگا۔ پھر اس نے اندازہ لگا لیا کہ میں اس کے جانے کی وجہ سمجھ گیا ہوں۔

"ٹھیک ہے استاد! لیکن کیا تمہارے ذہن میں بھی یہ بات آئی تھی؟"

"ہوشیار رہنا ضروری ہے سردارے۔ تم اسی لیے اس کے پیچھے گئے تھے تاکہ کہیں وہ پولیس وغیرہ کو ہمارے بارے میں اطلاع نہ دے دے؟"

"ہاں استاد! یہی خیال تھا میرا۔"

"پھر؟"

"وہ بڑبڑاتا ہوا کچن میں گیا ہے اور اب چائے کا پانی چڑھا رہا ہے۔" سردارے نے جواب دیا۔

"ویسے بھی بے ضرر انسان لگتا ہے۔"

"ہاں۔" سردارے نے گہری سانس لی اور پھر مسکرانے لگا۔

"کیوں' مسکرا کیوں رہے ہو؟"

"تھوڑی دیر پہلے کی سچویشن پر۔ ویسے استاد۔ اس بار کافی گڑبڑ ہو گئی۔ یہ کالیا داؤ پر داؤ کیے جا رہا ہے ہمیں داؤ لگانے کا موقع بھی نہیں مل رہا۔"

"اس سے پہلے ہم داؤ پر داؤ کرتے رہے ہیں سردارے۔ کیا ہم نے انہیں بدترین شکست نہیں دی۔ اب تو کھسیانی بلی کھمبا نوچ رہی ہے۔ ورنہ مکلینو کو پوری زندگی میں اتنی شدید چوٹیں نہیں پہنچی ہوں گی۔ اس کی بیٹی بھی شکار ہو گئی' دولت بھی اور مال بھی۔ اتنا کچھ ہونے کے بعد تو اسے بھی حق پہنچتا ہے ہمارے ساتھ جو سلوک چاہے کر لے۔"

"اور ہم برداشت کرتے رہیں؟" سردارے نتھنے پھلا کر بولا۔

"ہاں سردارے! اور دوسری بار۔ اپنی باری کا انتظار کریں۔"

"اوہ۔ استاد' کیا تم ایسا ارادہ رکھتے ہو؟"

"چھوڑ دو گے سردارے؟" میں نے اسے عجیب سی نگاہوں سے دیکھا۔

"ہرگز نہیں۔ ہرگز نہیں چھوڑنے کا کیا سوال ہے لیکن کیا تمہارے خیال میں ہوریشو نے ہمیں چھوڑ دیا؟" سردارے نے دلچسپ سوال کیا۔

"اس بارے میں تمہارا خیال جاننا چاہتا ہوں۔" میں نے جواب دیا۔

"جو کچھ ہم نے اس کے ساتھ کیا ہے' اس کا اندازہ لگاتے ہوئے تو یہ بات ذرا عجیب سی لگتی ہے کہ ہوریشو صرف ہمارے کپڑوں پر اکتفا کرے۔ یعنی بھاگتے بھوت کی لنگوٹی۔"

"میں تم سے متفق ہوں۔"

"گویا ہم اب بھی خطرے میں ہیں؟"

"یقیناً!"

"لیکن استاد۔ تمہارے خیال میں' کیا ہوریشو کے آدمی ہماری تاک میں ہوں گے؟"

"ہونے تو چاہئیں۔" میں نے جواب دیا۔

"تو پھر تمہارا کیا خیال ہے؟ کیا وہ یہاں تک بھی پہنچ گئے ہوں گے؟"

"اس بارے میں کیا کہا جا سکتا ہے سردارے۔ ویسے اگر حالات کی نوعیت دوسری نہ ہوتی تو میں اسی وقت پولیس کی تحویل میں جانا پسند کرتا۔"

"میں نہیں سمجھا استاد۔"

"بھوسہ کیوں بھر گیا ہے دماغ میں۔ انٹرپول کو کیوں بھول جاتے ہو۔ وہ آج بھی اسی شد و مد سے ہماری تلاش میں مصروف ہو گی اور اس کے پاس ہمارے بارے میں مکمل ریکارڈ موجود ہے۔ ہماری ساری شکلوں کی تصویریں ہیں اس کے پاس۔"

"اوہ۔ ہاں۔ اس کے عذاب میں گرفتار ہونا خطرناک ہے۔"

"کسی قیمت پر نہیں۔" میں نے جواب دیا۔

"مگر استاد۔ اب کیا پروگرام ہے؟"

"وہی میں سوچ رہا ہوں سردارے۔ بہرحال ہم اپنی سی کوشش تو ضرور کریں گے۔" میں نے پرخیال انداز میں کہا۔

"کوئی پروگرام ہے ذہن میں؟"

"ہاں۔ ایک خیال آیا ہے۔" میں نے جواب دیا۔

"کیا استاد؟" سردارے نے اشتیاق سے پوچھا اور میرے قریب جھک آیا۔

"بوڑھے کی بدنصیبی پر آخری مہر لگانے کے سوا اور کوئی چارہ نہیں ہے۔ اس کی گاڑی کھٹارا سہی لیکن ہمارے کام آجائے گی۔"

"یعنی۔ یعنی؟" سردارے کے چہرے پر جوش کے آثار پھیلتے جا رہے تھے۔

"یہاں ہمارے پاس میک اپ کا سامان نہیں ہے اس لیے مجبوری ہے۔ یونہی کام چلائیں گے چونکہ رات کا وقت ہے اس لیے کامیابی کی امید بھی ہے۔ سنو۔ بوڑھا چائے لے آئے۔ چائے پینے کے بعد اسے بے ہوش کردیں گے۔ اس کا لباس لیں گے اور میں اس کا چوڑا ہیٹ بھی استعمال کروں گا اور پھر تم گاڑی میں چھپ جانا۔ میں اسے اسٹارٹ کر کے چل پڑوں گا۔ ہم راتوں رات زیادہ سے زیادہ دور نکل جانے کی کوشش کریں گے۔"

"ایک بار پھر استاد زندہ باد۔" سردارے نے خوش ہوتے ہوئے کہا لیکن میں نے اس کی بات کا کوئی جواب نہیں دیا تھا۔ میں خاموشی سے سوچتا رہا تھا۔ استاد کی جو بے عزتی ہوئی تھی اس کے بعد استاد زندہ باد نہیں رہے تھے۔

پھر بوڑھا آگیا۔ اس کا منہ بدستور پھولا ہوا تھا۔ چہرے پر ناگواری کے تاثرات منجمد تھے لیکن ٹرے میں رکھی پیالیوں سے کافی کی سوندھی خوشبو اٹھ رہی تھی۔

اس نے ٹرے میرے سامنے کی اور میں نے شکریہ ادا کر کے ایک پیالی اٹھالی۔ پھر اس نے ایک سردارے کے سامنے کردیا اور پھر تیسری پیالی خود اٹھا کر ٹرے ایک طرف رکھ دی اور خود ایک کونے میں جا بیٹھ گیا۔

"ہم تمہاری اس مہمان نوازی کو کبھی نہ بھولیں گے۔" میں نے خوش ذائقہ کافی کا گھونٹ بھرتے ہوئے کہا۔

"میں ایسے مہمانوں پر لعنت بھیجتا ہوں۔"

"اس عمدہ کافی اور ضرورت کے کپڑوں کی فراہمی کے بعد تمہاری ہر بات برداشت کی جاسکتی ہے۔" میں نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

"ایک بات جتائے دیتا ہوں کان کھول کر سن لو۔ صبح کو ناشتہ کسی قیمت پر نہیں ملے گا خواہ تم ہماری جان ہی کیوں نہ لے لو اور دوسری رات یہاں آنے کی کوشش مت کرنا ورنہ پولیس کو اطلاع دے دوں گا۔ لاکھ بے حقیقت انسان سہی لیکن قانون سب کے لیے یکساں ہوتا ہے۔"

"ارے تم فکر مت کرو میری جان۔ ہم کل صبح تمہیں تکلیف نہیں دیں گے۔ ہم تو خود یہاں سے جلد نکل جانے کی فکر میں ہیں۔" سردارے نے مسکراتے ہوئے کہا۔ بوڑھے نے کسی نخریلی عورت کی طرح گردن جھٹکی تھی۔

کافی بہت عمدہ تھی۔ ہم دونوں نے اپنی پیالیاں خالی کردیں اور پھر میں نے ایک گہری سانس لے کر سردارے کی طرف دیکھا۔ سردارے گردن جھکائے کچھ سوچ رہا تھا۔ تب میں نے اسے آواز دی

لیکن۔۔۔۔ نہ جانے کیوں میری زبان لڑکھڑا گئی۔ میں نے متحیرانہ انداز میں اپنا جائزہ لیا اور مجھے محسوس ہوا جیسے۔۔۔۔ جیسے کچھ گڑبڑ ہو گئی ہو۔ اعصاب پر زبردست دباؤ پڑ رہا تھا۔

"سر۔۔۔۔دا۔۔۔۔رے۔" میں نے پوری قوت مجتمع کر کے اسے آواز دی۔

"او۔۔۔۔ س۔ تا۔ د۔" سردارے نے گھٹنوں پر ہاتھ رکھ کر اٹھنے کی کوشش کی اور سیدھا زمین پر آرہا۔ خود میرے اعضاء بھی میرا ساتھ چھوڑتے جا رہے تھے اور میں ہاتھ پاؤں نہیں ہلا سکتا تھا۔

اور پھر بیٹھے بیٹھے میری آنکھیں بھی بند ہوگئیں اور اس کے بعد کچھ ہوش نہیں رہا۔

پھر۔۔۔۔ نہ جانے کب ہوش آیا۔ ذہن بری طرح چکرا رہا تھا۔ اعصاب کا بوجھ ختم نہیں ہوا تھا۔ زبان خشک ہو رہی تھی اور منہ کا ذائقہ عجیب تھا۔ کافی دیر تک یہی کیفیت رہی۔ حواس واپس آچکے تھے لیکن طبیعت پر ایک عجیب سا اضمحلال تھا۔ میں نے آنکھیں بند کرلیں لیکن ذہن اب پوری طرح کام کر رہا تھا۔ سوچتا رہا۔۔۔۔ اور پھر سب کچھ یاد آگیا۔ سب کچھ یاد آیا تو پھر آنکھیں کس طرح بند رہ سکتی تھیں۔ میں نے آنکھیں کھول کر چاروں طرف نگاہ ڈالی۔ قریب ہی سردارے موجود تھا اور شاید وہ ابھی تک گہری نیند سو رہا تھا۔ میں نے سردارے کو دیکھا اور پھر قرب و جوار کا جائزہ لینے لگا۔ بلاشبہ خاصی ہنگامہ خیز کیفیت تھی۔

ایک لمحے کے لیے تو حواس پھر سے معطل ہوگئے تھے لیکن پھر خود کو سنبھالا اور حالات کا جائزہ لینے لگا۔ گویا ہوریشو بڑے خوفناک انداز میں کام کر رہا ہے۔ یہ تو وہی جگہ تھی جہاں ہم پہلے قید تھے۔ یعنی اب ہم بوڑھے کے مکان میں نہیں تھے۔

لیکن سب کچھ۔۔۔۔ میں نے دکھتے ہوئے ذہن کو سکون دینے کے لیے آنکھیں بند کرلیں اور خیالات دوڑانے لگا۔

غور سے کوئی احساس مشکل نہ رہا۔ ہوریشو کی حرکت کا اندازہ لگانے میں کوئی خاص دقت پیش نہیں آئی۔ اس نے نہایت ڈرامائی انداز میں کام کیا تھا۔

یعنی پہلے ہمارے لباس اتار کر ہمیں گندگی کے ڈھیر پر ڈال دیا گیا اور اس کے آدمی ہماری نگرانی کرتے رہے اور اس کے بعد جب ہم باہر آئے تب بھی اس کے لوگ ہمارے نزدیک موجود تھے اور وہ کم بخت بوڑھا یقیناً وہ گاڑی لے کر اس گلی میں صرف ہمارے لیے گیا ہوگا۔

اسے اندازہ ہوگا کہ ہم لوگ وہاں موجود ہیں۔ اس کے بعد وہ مستقل اداکاری کرتا رہا۔ یعنی اس کی اداکاری میں مکمل طور پر بناوٹ تھی اور وہ ہمیں بے وقوف بنا رہا تھا۔

پھر اس نے ہمیں کافی میں بے ہوشی کی دوا دے دی اور بالآخر ہمیں واپس لے آیا گیا۔

یہ ساری حرکتیں ہمیں نروس کرنے کے لیے کی گئی تھیں لیکن بہرحال جو کچھ بھی تھا، میں ہوریشو سے مکمل طور پر نمٹنے کا ارادہ رکھتا تھا۔

میں نے چند ساعت کے بعد آنکھیں کھول دیں اور سردارے کو جگانے لگا۔ میرا خیال تھا کہ سردارے بھی حیرت کے اس دورے سے جلد از جلد نکل آئے تاکہ جب ہوریشو ہماری کیفیات نوٹ کرنے کے لیے آئے تو ہمیں ایک سوچے سمجھے منصوبے کے تحت گفتگو کرنی ہوگی اور اسے اس کی اس کوشش پر خوش ہونے کا موقع نہ دیں۔

چند بار جھنجھوڑنے سے سردارے جاگ گیا۔ اس نے میری شکل دیکھی' چند ساعت اسی انداز میں دیکھتا رہا' پھر اچھل کر بیٹھ گیا۔

"کیا ہوا استاد' کیا ہوا؟" اس نے عجیب سے لہجے میں پوچھا۔

"کچھ نہیں سردارے۔ صبح ہو گئی ہے۔ اٹھو۔" میں نے اس کے شانے پر ہاتھ رکھ کر کہا۔

"ہو گئی؟" سردارے بوکھلائے ہوئے انداز میں بولا۔

"حواس قائم کرو سردارے' حواس قائم کرو۔" میں نے بھاری لہجے میں کہا۔

اور سردارے نے دوبارہ آنکھیں بند کر لیں۔ اس نے سر کو دو تین بار جھٹکا اور پھر میری طرف دیکھنے لگا۔

پھر اس کے ذہن میں بھی وہی احساسات جاگے اور اس نے چونک کر اس کمرے کا ماحول دیکھا۔ ظاہر ہے اس کی کیفیت مجھ سے مختلف نہیں ہوئی ہو گی۔ وہ زور زور سے سر پر تھپڑ مارنے لگا تھا۔

میں خاموشی سے اس کی شکل دیکھتا رہا۔۔۔۔۔۔ اور جب سردارے نے میری طرف دیکھا تو میں نے غصیلے انداز میں کہا۔

"بس ہو چکی اداکاری؟"

"ارے' یہ اداکاری ہے استاد۔ بھیجہ کھوپڑی سے تین فٹ اوپر اچھل گیا ہے۔"

"اتنا کمزور دماغ رکھتے ہو سردارے؟"

"ہرگز نہیں استاد! مگر یہ ہوا کیا؟ یہ تو بتاؤ۔"

"کچھ نہیں۔"

"لیکن ہم یہاں؟" سردارے تعجب سے بولا۔

"ہوریشو! کی شرارت ہے۔ وہ بچوں کی طرح کھیل رہا ہے۔"

"ہوریشو!" سردارے نے گہری سانس لی۔ "مگر وہ بوڑھا کہاں گیا؟"

"ہوریشو کا آدمی تھا سردارے اپنے گھر میں ہو گا۔ بہرحال اس کا کام صرف اتنا ہی ہو گا کہ ہمیں بے ہوشی کی دوا دے کر بے ہوش کر دے اور ہوریشو کے آدمی ہمیں یہاں اٹھا لائیں۔"

"اوہ۔ تو وہ ہوریشو کا آدمی تھا؟"

"ہاں! اور اس وقت یہ بات ہم نے نہیں سوچی تھی لیکن بہرصورت اتنی زیادہ پریشانی کی بات بھی نہیں ہے۔ ہم جانتے تھے کہ ہوریشو ہماری طرف سے غافل نہیں ہو گا۔ اس نے ہمیں اس طرح سے چھوڑ کر باقی کام ختم نہیں کر دیئے ہوں گے۔ ٹھیک ہے اس نے جو کچھ بھی کیا۔ مناسب ہے۔"

"تم اسے مناسب کہہ رہے ہو استاد۔" سردارے غصیلے لہجے میں بولا۔

"تو پھر؟ تم کیا کہو گے؟"

"میں۔۔۔۔۔۔" سردارے نے گہری سانس لی اور ہونٹ بھینچ کر خاموش ہو گیا۔

"ہاں۔ ہاں۔ جواب دو۔ تم اس بات کو کیا کہو گے؟"

"میں کچھ نہیں کہوں گا استاد' بس خاموش ہو جاؤ۔" سردارے تیکھے لہجے میں بولا۔

"ارے ارے اتنے کیوں بگڑ رہے ہو میری جان۔ دیکھو نا زندگی میں ہر قسم کے مسائل کا سامنا کرنا

ضروری تو نہیں ہے کہ ہم ہر جگہ بلندی پر رہیں۔ کبھی کبھی پستیوں پر بھی جانا پڑتا ہے۔۔۔۔۔۔ اور
ہے سردارے' ان پستیوں سے اتنا زیادہ نہیں گھبرانا چاہیے۔"

"گھبرا کون رہا ہے۔" سردارے بگڑے ہوئے انداز میں بولا۔

"بس بس' یہی موڈ چاہیے تمہارا۔ دیکھو حالات سے سمجھوتہ کرو۔ جو کچھ ہو گا اس سے نمٹنے کی
ریں گے۔ دیکھیں گے ہوریشو کہاں تک جاتا ہے۔"

"لیکن استاد' اس کمبخت نے پھر ایسی کوئی حرکت کی تو پھر کیا کرو گے؟" سردارے نے کہا۔

"تو پھر؟ کیا کریں گے؟"

"کیا ہم اتنے بے بس ہو چکے ہیں استاد؟"

"سردارے! حالات کا اندازہ کرنا سیکھو۔ ضروری نہیں کہ ہم ہر جگہ بلند و برتر رہیں۔ اس وقت ہم
دسری کیفیت میں ہیں اس لیے ہم کو انتہائی ٹھنڈے دل سے دشمنوں کے ارادوں کو ناکام بنانا ہے' جو
ے ہوئے ہیں۔ ہم نے ہوریشو کو کس قدر زک پہنچائی ہوئی ہے اور وہ کتنا گہرا انسان ہے کہ اس نے
یانتداری کے ساتھ اپنی ان شکستوں کو قبول کیا جو ہم نے اسے دی ہیں۔۔۔۔۔۔ اور اب اس کی
ہے سردارے تو بہرصورت' جو کچھ وہ کر سکے گا' ضرور کرے گا۔ اب معاملہ ہمارے صبر کا ہے۔ کیا
ہو کہ ہم اس پر اپنی دہشت ظاہر کر دیں؟"

"نہیں استاد! میں یہ تو نہیں چاہتا۔"

"تو بس' خاموش رہو' صبر و سکون سے کام کرو۔" میں نے کہا۔

"ٹھیک ہے۔ سوری استاد۔"

بات سردارے کی سمجھ میں آ گئی تھی۔ چنانچہ ہم دونوں خاموش ہو گئے۔ سردارے آرام سے بستر پر
لیا تھا اور ہم کسی ایسی شخصیت کا انتظار کرنے لگے جس کے بارے میں ہمیں یقین تھا کہ خبر لینے ضرور
۔۔۔۔۔۔ اور ہمارا یہ اندازہ غلط نہیں نکلا۔

دو مسلح آدمی کمرے کے دروازے سے اندر داخل ہوئے۔ ان کے ہاتھوں میں اسٹین گنیں تھیں۔ یہ
ل طور پر اس بات کا خیال رکھتے تھے۔ کبھی کوئی ایسی پوزیشن نہیں آئی تھی کہ ہم لوگ کوئی کاروائی
ر ویسے بھی اس عمارت میں کاروائی کرنا حماقت ہی تھی۔

عملی اقدامات کا ابھی وقت پیش نہیں آیا تھا۔ ہاں اس کی ضرورت پڑتی تو ہم یہ بھی کر سکتے تھے۔
لیکن فی الحال میں یہ سب کچھ کرنا نہیں چاہتا تھا۔ میں دیکھنا چاہتا تھا کہ ہوریشو کتنے پانی میں ہے اور
کہاں تک جائے گا؟"

"آپ لوگ ٹھیک ہیں؟" آنے والوں میں سے ایک نے پوچھا۔

"تمہیں کیسے نظر آ رہے ہیں؟"

"مسٹر ہوریشو نے آپ کو طلب کیا ہے۔"

"اوہ۔ ہوریشو۔ میرا دوست' کہاں ہے وہ؟" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

وہ دونوں آدمی ایک دوسرے کی شکل دیکھنے لگے' پھر آہستہ سے مسکرا دیئے۔

"آپ کا انتظار کر رہے ہیں۔"

"ارے چلو پھر۔ دیر کس بات کی ہے۔" میں نے جلدی سے اٹھتے ہوئے کہا۔ سردارے نے
بستر چھوڑ دیا تھا اور ہم دونوں ان اشخاص کے ساتھ چل پڑے۔

وہ ہمیں عمارت کے آخری سرے پر بنے ہوئے ایک وسیع ہال کے دروازے پر لے گئے۔
دونوں دروازے پر ہی رک گئے تھے۔ گویا ہمیں اندر جانے کی اجازت دے دی گئی تھی۔ میں نے کوئی
نہیں کیا اور دروازے کا ہینڈل کھول کر اندر داخل ہو گیا۔ سردارے بھی میرے پیچھے ہی تھا۔

وسیع ہال نہایت عمدگی سے آراستہ تھا۔ اعلیٰ درجے کا فرنیچر پڑا ہوا تھا۔ ڈیکوریشن کی بھی
چیزیں تھیں۔ ایک چوڑی میز کے پیچھے ہوریشو بیٹھا ہوا تھا۔ اس کے بدن پر نہایت قیمتی سوٹ تھا اور
پر بڑی مخلصانہ مسکراہٹ۔

اس نے گردن خم کی اور چہکتے ہوئے لہجے میں بولا "ہیلو۔ راجہ نواز اصغر اور سردار علی! کیے
دونوں؟"

"تمہاری محبت ہے ہوریشو۔ مہربانی ہے تمہاری" میں نے بھی چہکتے ہوئے لہجے میں کہا۔

"خوب۔ خوب! کوئی تکلیف تو نہیں ہے تمہیں؟"

"ہرگز نہیں۔ طویل عرصے کی جدوجہد کے بعد تمہاری مہربانی سے یہ سکون کے لمحات ملے ہیں
کی دنیا میں ہمارے لیے سکون نہیں ہے۔ ویسے بھی ایک خرابی ہے اس عمارت میں۔" میں نے کہا۔

"کیا؟" ہوریشو نے پوچھا۔

"برے برے خواب نظر آتے ہیں۔ کیوں سردارے؟" میں نے سردارے کی طرف دیکھتے
کہا اور سردارے نے گردن ہلا دی۔

"اوہو۔ اچھا' کیا خواب دیکھا تھا تم نے؟"

"نہایت غلیظ۔ ہم نے خود کو کوڑے کے ڈرم کے نزدیک پڑا پایا۔ ہمارے لباس جسموں
تھے اور اس کے بعد ہمیں کافی پریشانیوں کا سامنا کرنا پڑا۔ بڑا پریشان کن خواب تھا۔"

"اوہ۔" ہوریشو نے فلک شگاف قہقہہ لگایا' دیر تک ہنستا رہا اور ہم خاموش بیٹھے اس کی
رہے۔ پھر جب وہ خاموش ہوا تو میں نے پوچھا۔

"کیوں ہوریشو' اس میں ہنسنے کی کیا بات ہے؟"

"نواز! ذاتی طور پر میں تمہیں کافی پسند کرتا ہوں۔ بدقسمتی ہے ہماری کہ ہم دوستانہ فضا
ملے۔ کاش اگر تم مکلینو سے فراڈ نہ کرتے اور جس طرح اس نے تمہیں خود میں شامل کیا
رہتے۔ تم سے ملاقات کے بعد میں تمہارا بہترین دوست ہوتا۔"

"میرے دوست۔ مکلینو شہنشاہ ہے۔ جتنی دولت تم نے اس سے دشمنی مول لے
کی' اگر وہ خوش ہو جاتا تو تمہیں اس سے زیادہ دولت بخش سکتا تھا۔"

"کیا تم نے مکلینو سے کبھی میرے بارے میں پسندیدگی کا اظہار کیا؟"

"ہاں! کیا سمجھتے ہو تم مجھے۔ خود مکلینو تمہارے گن گا رہا تھا لیکن تم نے اتنا کچھ کیا
چاہے بھی تو تمہیں معاف نہیں کر سکتا۔"

"ہاں معافی چاہتا کون ہے۔" میں نے حقارت سے کہا۔

"ہاں۔ ہاں مجھے اعتراف ہے۔ تم اسی قسم کے آدمی ہو۔" ہوریشو نے تعریفی لہجے میں کہا۔ "تم نے
جو کچھ کیا ہے' یقین کرو میرے دل میں اس کی بہت قدر ہے۔"

"شکریہ ہوریشو!" میں نے طویل سانس لے کر کہا۔

"ویسے پچھلی رات کی تفریح کیسی رہی؟"

"کیا مطلب؟"

"سچ بتانا' کیا تم زچ نہیں ہوئے؟"

"کس بات سے ہوریشو؟" میں نے بدستور حیرت کا اظہار کیا۔

"اوہ! میں سمجھا۔ عمدہ بات ہے۔ گویا تم یہ اعتراف کرنے کے لیے تیار نہیں ہو کہ وہ سب عالم
میں ہوا تھا؟"

"سردارے! مسٹر ہوریشو کیا کہہ رہے ہیں؟ کیا ان کی بات تمہاری سمجھ میں آ رہی ہے؟" میں نے
سردارے کو مخاطب کر کے کہا۔

"میری سمجھ میں بھی کچھ نہیں آیا۔" سردارے نے الجھے ہوئے انداز میں کہا۔

"خوب! فکر مت کرو میری جان' میں سمجھا دوں گا۔" ہوریشو نے مسکراتے ہوئے کہا اور پھر اس
نے وہیں بیٹھے بیٹھے کوئی بٹن دبا دیا۔

ہال میں ایک دم اندھیرا چھا گیا اور پھر ہمارے' عین سامنے دیوار پر ایک روشنی نمودار ہو گئی۔ میں نے
گہری سانس لی تھی اور پھر روشنی میں کچھ تصویریں نمایاں ہونے لگیں۔ یہ رات کا منظر تھا اور کوڑے
کے ڈرم کے نزدیک ہم دونوں پڑے ہوئے تھے۔

"استاد!" سردارے آہستہ سے بولا۔

"ہوں۔"

"کیا میں آنکھیں بند کر لوں؟"

"اوہ سردارے! کوئی بات نہیں ہے۔" میں نے ہونٹ بھینچ کر کہا اور سردارے نے ایک گہری
سانس لی۔ بہرحال ہم نے اپنی کسمپرسی کی پوری فلم دیکھی اور بے ہوش ہونے کے بعد کے مناظر بھی دیکھے'
جب ہمیں ایک بند گاڑی میں ڈال کر واپس اسی مکان میں لایا گیا تھا۔

پوری فلم دکھانے کے بعد ہوریشو نے پروجیکٹر بند کر دیا۔

"اب کیا خیال ہے؟" ہوریشو مسکرایا۔

"کمال ہے۔"

"کیا مطلب؟"

"یہ کون سی سائنسی ایجاد ہے' تم خوابوں کی تصویریں بھی اسی طرح اتار لیتے ہو۔" میں نے تعجب
سے کہا۔

"ہاں۔ یہ ہماری ایجاد ہے اور تم اس سے محظوظ ہوتے رہو گے۔" ہوریشو نے مسکراتے ہوئے
کہا۔ اس شخص میں یہ خوبی تھی کہ کسی بھی بات سے برہم نہیں ہوتا تھا اور اس خوبی کے انسان جتنے خطرناک
ہوتے ہیں' ہمیں اس کا اندازہ تھا۔

"گویا تفریح جاری رہے گی ہوریشو؟" بالآخر میں نے کہا۔
"ہاں۔ تمہیں اعتراض تو نہیں ہے نواز؟"
"کوئی خاص اعتراض نہیں ہے ہوریشو! لیکن اس سے فائدہ؟"
"مکلینو کو اس قسم کی تفریحات بہت پسند ہیں۔"
"اوہ! تو مکلینو یہاں موجود ہے؟"
"نہیں۔ وہ یہاں نہیں ہے۔"
"پھر؟"
"یہ فلم اسی کے لیے تیار کی گئی ہے۔" ہوریشو نے جواب دیا۔
"ٹھیک ہے ہوریشو۔ میں حالات سے سمجھوتے کا قائل ہوں۔ جو تمہارا دل چاہے کرتے میں نے لاپرواہی سے جواب دیا۔
"ان حالات سے نپٹنے کی ترکیب بھی ہے۔"
"اوہ ---- وہ کیا ڈیر ہوریشو؟"
"مکلینو سے رحم کی درخواست کرو۔"
"اوہ! کیا ہم نے کسی سے رحم کی درخواست کی ہے سردارے؟" میں نے سردارے کی طر ہوئے پوچھا۔
"رحم کیا ہوتا ہے استاد؟ اور درخواست کسے کہتے ہیں؟"
"مجھے تو نہیں معلوم۔" میں نے کہا۔
"مجھے بھی نہیں معلوم باس۔" سردارے نے مایوسی سے کہا۔ ہوریشو کی آنکھوں میں چمک تھی۔ اس نے گردن ہلا کر مضطربانہ انداز میں کہا۔
"میں جانتا تھا۔ میں جانتا تھا اور یقین کرو یہ مشورہ میرا نہیں ہے' خود مکلینو نے یہ با تھی۔ دراصل نواز' زندگی کا ایک انداز ہونا چاہیے۔ جو فیصلہ کرلیا جائے اس سے ہٹنا کیا معنی دشمن ہوں لیکن تم جیسے لوگوں سے دشمنی میں بھی لطف آتا ہے۔ وہ لوگ مجھے ذرا بھی پسند نہیں تکلیف پر تڑپنے لگتے ہیں۔"
"خیر ڈیر ہوریشو۔ اب ہمارے لیے کیا حکم ہے؟"
"چند ضروری باتیں کرنی ہیں تم سے۔"
"حاضر ہوں۔"
"انہیں میری طرف سے نہ سمجھنا' مکلینو معلوم کرنا چاہتا ہے کہ تم نے اس دولت کا کیا کیا
"خرچ کرڈالی۔"
"یہ ناممکن ہے۔"
"اس میں بھی کوئی شک نہیں ہے۔" میں نے سکون سے جواب دیا۔
"کیا مطلب؟"
"یہی کہ اتنی بڑی دولت کسی طور اتنی جلد خرچ نہیں ہوسکتی۔"

"پھر؟"
"بس اس سے زیادہ کچھ بتانے کا موڈ نہیں ہے۔"
"اوہ ---- خوب۔ خوب! لیکن اس کے بارے میں بتانے سے تمہیں کچھ مراعات مل سکتی ہیں۔ دوسری صورت میں تمہیں قتل بھی کیا جاسکتا ہے۔ اور ---- اور انٹرپول کے حوالے بھی کیا جاسکتا ہے۔" ہوریشو نے جواب دیا۔
"ہاں۔ یہ دونوں چیزیں تمہارے اختیار میں ہیں۔"
"گویا تم مکلینو سے تعاون کرنے کے لیے تیار نہیں ہو؟"
"ابھی نہیں' ممکن ہے کبھی تیار ہو ہی جائیں۔"
"میں مکلینو کو تمہارا یہ جواب پہنچادوں؟"
"ظاہر ہے یہ تمہاری ڈیوٹی ہے۔" میں نے جواب دیا اور ہوریشو پرخیال انداز میں گردن ہلانے لگا۔
"ویسے میرے خیال میں اگر میں تمہیں ایک مشورہ دوں تو اس پر غور ضرور کرنا۔" ہوریشو نے کہا۔
"کیا مشورہ۔ ڈیر ہوریشو۔"
"یہی کہ اگر تم یہاں سے زندہ واپس نہ جاسکے تو اس کرنسی کا کیا کروگے؟"
"ہاں۔ سوال تو اچھا ہے۔"
"ظاہر ہے وہ تمہارے کام نہیں آسکے گی۔" ہوریشو بولا۔
"بے شک۔ کیوں سردارے؟"
"ٹھیک ہے باس۔"
"ایسی صورت میں کیوں نہ تم کرنسی دے کر زندگی بچانے کی کوشش کرو۔" ہوریشو نے کہا۔
"ڈیر ہوریشو! تمہیں معلوم ہے کہ وہ کرنسی کتنی دقت کے بعد میں نے حاصل کی ہے۔ تمہارا مال تمہیں مل گیا تھا۔ اگر تم گڑبڑ نہ کرتے۔ میں نے تو سودا کیا تھا۔ اب اگر تمہیں نقصان پہنچا ہے تو اس میں میرا کیا قصور؟

رہا کرنسی کا سوال تو انسان جو چیز حاصل کرلیتا ہے' اس کو واپس نہیں کرتا۔ میں بھی اتنی آسانی سے کرنسی تمہیں نہیں دوں گا۔ رہا زندگی کا سوال تو ٹھیک ہے اس وقت تمہارے اختیار میں ہے لیکن ممکن ہے کہ ہم ان حالات سے نکل سکیں۔"
"اوہ۔ یہ خیال ذہن سے نکال دیں مسٹر نواز۔" ہوریشو نے مسکراتے ہوئے کہا۔
"ٹھیک ہے ہم وقت کے منتظر ہیں۔"
"اور وہ وقت جس میں تم یہاں سے نکل سکو گے' کبھی نہیں آئے گا' بالکل مطمئن رہو۔" ہوریشو نے غرائے ہوئے لہجے میں کہا۔
"سنا سردارے' وہ وقت کبھی نہیں آئے گا۔"
"ہاں باس ---- ہماری موت ہی ہمیں یہاں کھینچ لائی تھی۔"
"اچھا دوستو' بس یہی بات تم سے کرنا تھی' اب تم جاسکتے ہو۔" ہوریشو نے کہا اور میں فوراً اٹھ گیا۔ سردارے بھی میرے ساتھ ہی اٹھ کھڑا ہوا تھا۔ ہم دونوں باہر نکل آئے۔ باہر وہ دونوں آدمی موجود تھے جو

ہمیں یہاں تک لائے تھے۔ وہ ہمیں ہمارے کمرے تک چھوڑ گئے۔ دروازہ حسب معمول باہر سے بند کرلیا گیا تھا اور وہ واپس چلے گئے تھے۔

میں اور سردارے دو آرام کرسیوں میں دراز ہوگئے۔ ہم دونوں ایک دوسرے کی شکل دیکھ رہے تھے۔ پھر سردارے نے ہی گہری سانس لی' بولا۔

"استاد! اب کیا ارادے ہیں؟"

"میرا خیال ہے کہ ہر پندرہ منٹ کے بعد تم یہ جملہ دوہراتے ہو کہ اب کیا ارادے ہیں—— تمہارے کیا ارادے ہیں تم مجھے یہ بتاؤ۔ میرا ارادہ تو صرف یہ ہے کہ اس کرسی پر بیٹھا ہوں' اس کے بعد بیڈ پر لیٹ جاؤں گا—— سو جاؤں گا۔ تمہارا ارادہ کیا ہے' یہ تم مجھے بتاؤ؟" میں نے پوچھا۔

"اوہ۔ استاد' غالباً تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ فی الحال ہم بے بسی کے دور میں ہیں۔"

"میرے کہنے نہ کہنے سے کیا فرق پڑتا ہے۔"

"استاد کچھ ناراض ہو؟" سردارے نے مجھے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"نہیں' ہرگز نہیں۔ یہ اندازہ تم نے کیسے لگایا؟"

"بس۔ میرا خیال ہے' تم کسی قدر بے بسی کا شکار ہو۔"

"نہیں' یہ بات تو نہیں ہے البتہ میرے ہاتھوں کو کھجلی ہو رہی ہے۔ سوچ لو۔" میں نے اوپری ہونٹ بھینچتے ہوئے کہا اور سردارے ایک دم سنبھل گیا۔

"نہیں استاد' میں نے اچھی طرح سوچ لیا۔"

"بہرصورت ٹھیک ہے لیکن ایک بات میں تمہیں بتا دوں کہ یہ کالا بدمعاش کوئی نہ کوئی چکر ضرور چلائے گا۔"

"ہوریشو؟"

"تو اور کیا۔ یقیناً چلائے گا سردارے۔ اس نے ہمیں اس بات سے بے خبر نہیں رکھا ہے۔"

"اوہ' استاد کہیں ایسا نہ ہو کہ یہ دوسرا چکر پہلے چکر سے بھی خطرناک ہو۔"

"پھر میں تم سے وہی سوال کروں گا کہ ڈر رہے ہو سردارے' دیکھو جو کچھ ہونا ہے وہ تو ہوگا ہی—— اس سلسلے میں سوچنے سے بے کار دماغ خراب کرنا ہے۔"

"ارے تو سردارے کو کب پرواہ ہے۔ ٹھیک ہے بس—— ہائے مجھے تو وہ نیلی پتلون یاد آرہی ہے۔ کم بختوں نے یہاں لڑکیوں کا وجود بھی نہیں رکھا۔ اگر یہاں سروس کے لیے لڑکیاں ہوتیں تو کیا حرج تھا؟"

"لڑکیاں' لڑکیاں' لڑکیاں۔ دماغ خراب ہوگیا ہے تمہارا۔ میں کہتا ہوں خاموش رہو اور مجھے سوچنے کا موقع دو۔" میں نے کہا اور سردارے خاموش ہوگیا—— لیکن میں بھی کیا سوچتا' سوائے ان فضول باتوں کے' یہاں سے نکلنے کا بظاہر کوئی ذریعہ ذہن میں نہیں تھا اور یہ بات طے تھی کہ ہوریشو پھر کوئی قدم ایسا اٹھائے گا جو ہمارے لیے خطرناک ہوگا لیکن اس کا یہ قدم کیا ہوگا؟

بہرصورت جو بھی ہوگا دیکھا جائے گا' فکرمند ہونے سے کیا فائدہ۔ ہم کھانا پینا بھی نہیں چھوڑ سکتے تھے کیونکہ اگر اس خوف سے کھانا پینا چھوڑ دیتے کہ ہمیں کھانے میں بے ہوشی کی دوا دے دی جائے گی اور

اس کے بعد ہم سے کوئی ایسا ہی سلوک کیا جائے گا تو بہرصورت اس کے علاوہ چارہ بھی کیا تھا اور یہاں سے نکل بھاگنے کا بھی بظاہر کوئی ذریعہ نظر نہیں آرہا تھا' چنانچہ ہم نے حالات سے کافی حد تک سمجھوتہ کرلیا تھا۔ پورا دن گذر گیا' رات کو ہم کسی خاص واقعہ کے منتظر رہے لیکن دوسری صبح جب نہایت سکون کے ساتھ اسی کمرے میں آنکھ کھلی تو بڑی مسرت ہوئی۔ پھر پورا دن گذر گیا اور رات آگئی لیکن رات بہت عجیب تھی۔

ڈنر میں ہمیں بہت ہلکا کھانا دیا گیا تھا۔ سردارے تو پیٹ پکڑ کر رہ گیا۔

"یہ کیا چکر ہے استاد؟"

"پتہ نہیں۔" میں نے بھی حیرت سے کہا۔

"اوہو' کہیں وہ کم بخت بھوکا مارنے کا ارادہ تو نہیں رکھتے؟"

"میرا خیال ہے ہوریشو اتنا گھٹیا آدمی نہیں ہے سردارے۔ وہ کوئی ایسی حرکت نہیں کرے گا۔"

"مگر استاد یہ کوئی کھانا ہے؟"

"جو کچھ ہے کھالو' فضول باتیں مت کرو۔" میں نے جواب دیا۔ کھانے سے فارغ ہوکر تھوڑی دیر بیٹھے ہی تھے کہ اچانک وہ دونوں افراد اندر داخل ہوئے' پھر انہوں نے مجھ سے کہا۔

"مسٹر نواز! مسٹر ہوریشو نے آپ کو اپنے کمرے میں طلب کیا ہے۔"

"صرف مجھے؟" میں نے پوچھا۔

"جی!" ان میں سے ایک نے جواب دیا اور میں نے سردارے کی طرف دیکھا۔

سردارے نے آہستہ سے گردن ہلا دی تھی۔ پھر میں ان دونوں کے ساتھ کمرے سے باہر نکل آیا اور ہوریشو کے کمرے کے دروازے تک پہنچ گیا۔

ہوریشو حسب معمول ایک عمدہ تراش کے سوٹ میں ملبوس میرا منتظر تھا۔ اس وقت اس نے مسکرا کر میرا استقبال نہیں کیا تھا بلکہ اس کے چہرے پر ایک عجیب سی سنجیدگی چھائی ہوئی تھی۔ چند ساعت وہ میری شکل دیکھتا رہا' اس کے بعد اس نے مجھے اشارہ کیا اور باہر نکل گیا۔ گویا مجھے اس کے ساتھ آنا تھا۔ مجھے لانے والے دونوں مسلح افراد میرے پیچھے پیچھے چل پڑے تھے۔

ہوریشو گاڑی کے اگلے حصے میں بیٹھ گیا اور مجھے پیچھے بیٹھنے کا اشارہ کیا گیا۔ دونوں اسٹین گن بردار آدمی میرے دائیں بائیں بیٹھ گئے۔ وین اسٹارٹ ہوکر چل پڑی۔

پچھلی سمت پردہ پڑا ہوا تھا اس لیے باہر کے مناظر مجھے نظر نہیں آرہے تھے۔ میں نے بھی کوئی جدوجہد کرنے کی کوشش نہیں کی کیونکہ سردارے ان لوگوں کی قید میں تھا۔ میں جانتا تھا کہ وین اس وقت شہر کی سڑکوں پر ہے لیکن اگر میں کوئی ہنگامہ کرتا تو کیا فائدہ ہوتا اس سے۔ ظاہر ہے سردارے کی زندگی خطرے میں تھی۔ اور پھر یہاں ان لوگوں کی اچھی خاصی حیثیت معلوم تھی۔

اس لیے میری کون سنے گا۔ انٹرپول کا خطرہ نہ ہوتا تو میں ہنگامہ کرنے کی کوشش کرتا اور ان لوگوں کی قید کی نسبت پولیس کی تحویل میں جانا زیادہ پسند کرتا لیکن اب صورت حال دوسری تھی۔ اس وقت تو خاموشی ہی سب سے عمدہ پالیسی تھی۔ اس کے علاوہ—— درحقیقت ذہن میں ایک عجیب سا احساس بیدار ہونے لگا تھا۔

آج تک' یعنی اس وقت سے' جب سے کراچی کی نیٹی جیٹی کے پل پر سرائے عالمگیر کے بے بس

نواز نے دم توڑا تھا اور اسی جگہ سے ایک نئے نواز نے جنم لیا تھا' نواز تقریباً ناقابل تسخیر بن گیا تھا۔ قسمت اور حالات نے اس کا اتنا ساتھ دیا تھا کہ وہ ناکامی کا لفظ بھول گیا تھا۔ اس کے مقابل کو اس کے سامنے پسپا ہونا پڑتا تھا لیکن——— کبھی کبھی زندگی کی یکسانیت سے بیزاری اس قدر بڑھ جاتی ہے کہ انسان ہر صورت میں تبدیلی کا خواہشمند ہوتا ہے۔ خواہ یہ تبدیلی اس کے لیے نقصان دہ ہی کیوں نہ ہو۔ یہ خیال اس بند گاڑی میں سفر کرتے ہوئے میرے ذہن میں پیدا ہوا تھا——— اوہ۔ میں نے بالکل نئے انداز میں سوچا۔

یہ لوگ میری سیماب صفت فطرت سے واقف ہیں۔ یہ مجھے قتل کر کے اتنے خوش نہیں ہوں گے جتنا بے بس کر کے۔ دیار غیر میں میرے کون سے اپنے بیٹھے ہیں۔ غیروں کے سامنے میری جو بھی حالت ہو کون دیکھنے اور سننے والا ہے اس لیے' انہیں شکست دینے کے لیے خود شکست کا مزہ کیوں نہ چکھا جائے۔ رہ گئی بات سردارے کی' تو اسے عضو معطل قرار دینا کون سی مشکل بات ہے۔ بہت خوب۔ یہ بہت عمدہ طریقہ ہے۔ بس ان لوگوں کو اپنی ہر کوشش میں کامیاب ہونا چاہیے۔ اور نہ جانے نواز نے یہ کون سا روپ دھارا۔ اس خیال نے مجھے کافی سکون بخشا تھا۔ میں نے مکمل فیصلہ کر لیا کہ اب کچھ دن ایک بے ضرر چوہے کی طرح گذارے جائیں' ان کی مرضی پر آنکھ بند کر کے چلا جائے۔

میرے نزدیک بیٹھے لوگ بار بار میری شکل دیکھ رہے تھے۔ وہ خود بھی صورت سے کافی خطرناک نظر آرہے تھے۔ غالباً میرے لیے انہوں نے چھانٹ کر نگراں مقرر کئے تھے اور میرے نگراں یقیناً مجھ سے خوفزدہ بھی تھے۔

لیکن اب ان کی تسلی ہو گئی تھی۔ اب ان میں سے کسی کو مجھ سے کوئی خطرہ نہیں تھا۔ اب تو بات ہی دوسری ہو گئی تھی چنانچہ میں نے یہ سفر نہایت خاموشی اور سکون سے طے کیا اور پھر گاڑی رک گئی۔

مجھے کوئی اندازہ نہیں تھا کہ یہ کون سی جگہ ہے۔ نہ ہی میں نے اندازہ لگانے کی کوشش کی تھی۔ گاڑی کا پچھلا حصہ کھل گیا۔ گاڑی کے نزدیک کچھ لوگ کھڑے تھے۔ سب کے سب مسلح۔ مجھے نیچے اترنے کا اشارہ کیا گیا اور میں اطمینان سے نیچے اتر گیا۔

"اندر چلو۔" کسی قدر تحکمانہ لہجے میں کہا گیا اور میں نے تعمیل کی۔ مجھے عمارت میں لے جایا گیا۔ عجیب سی عمارت تھی۔ نہایت خوبصورت بنی ہوئی تھی لیکن اس میں شور تھا۔ نہایت تیز آواز میں کوئی ریکارڈ بج رہا تھا۔

کئی راہداریوں سے گذر کر مجھے ایک کمرے میں پہنچنا پڑا اور پھر مجھے ساتھ لانے والے کمرے میں چھوڑ کر چلے گئے۔ اچانک موسیقی ختم ہو گئی۔ چند لمحات سکون رہا اور پھر دوسرا ریکارڈ شروع ہو گیا۔ نہایت گھٹیا مذاق تھا۔ کوئی اسپینش موسیقار گا رہا تھا اور لوگوں کے قہقہے گونج رہے تھے۔ سیٹیاں بج رہی تھیں اور لوگ آوازے کس رہے تھے۔

میرے کان پھٹنے لگے۔ کمرے میں' میں تنہا تھا۔ پھر اچانک ہی میرے ذہن میں یہ خیال آیا تھا کہ شاید یہ ریکارڈ بھی سزا کے طور پر سنوائے جا رہے ہیں' جن میں شور و شر کے سوا کچھ نہیں ہے اور میں نے خود کو پرسکون کرنے کی کوشش شروع کر دی۔ اگر یہ سزا ہے تو میں اس سزا کو بھی بخوبی برداشت کرنے کے لیے تیار تھا۔

وقت گذرتا رہا' ریکارڈ بدلتے رہے۔ پھر دروازہ کھلا اور چار طویل القامت انسان اندر داخل

ہوگئے۔ یہ سب کے سب سیاہ فام تھے اور ان کے فولادی جسموں سے ان کی طاقت کا اندازہ ہوتا تھا۔ سب کے چہروں پر شیطانیت برس رہی تھی۔

"ہیلو!" ان میں سے ایک نے آگے بڑھ کر کہا۔ میں سرد نگاہوں سے انہیں دیکھنے لگا۔ اس نے دوسرے کی طرف دیکھ کر مضحکانہ انداز میں ہونٹ سکوڑ لیے' پھر بولا۔

"کیا تم ہم میں سے کسی ایک سے مقابلہ کرنے کو تیار ہو؟"

"کیا مطلب؟"

"تمہیں ہم میں سے کسی سے لڑنا ہوگا۔"

"کیوں؟"

"بس۔ باس کا حکم ہے۔"

"ہوریشو کا؟"

"ہاں!"

"لیکن میں کسی سے نہیں لڑنا چاہتا۔" میں نے جواب دیا۔

"تب اس نے تمہارے بارے میں فضول باتیں کی تھیں۔ اس نے تو تمہاری کافی تعریفیں کی تھیں لیکن تم بے حد بزدل انسان ہو۔"

"یہی سہی۔ بس میں لڑنا نہیں چاہتا۔"

"یہ بے حد ضروری ہے۔"

"میں نہ چاہوں تب بھی؟"

"ہاں!"

"اور اگر میں مکمل طور پر انکار کردوں تو؟"

"تو پھر ہم چاروں مل کر تمہیں ماریں گے اور اس وقت تک مارتے رہیں گے جب تک تم ہوش میں رہو۔"

"یہ بھی ہوریشو کا حکم ہے؟"

"بالکل۔"

"ہوں۔ اور اگر میں تم میں سے کسی ایک سے لڑوں تب؟"

"تب۔ دوسرے مداخلت نہیں کریں گے' خواہ تم اپنے مقابل کو مار ہی کیوں نہ ڈالو۔"

"اچھا دوستو' میں تیار ہوں۔ تم خود فیصلہ کرلو' تم میں سے کون مجھ سے لڑے گا؟" میں نے طویل سانس لے کر کہا۔

"نہیں۔ یہ فیصلہ بھی تمہیں ہی کرنا ہوگا۔"

"ارے تم میں سے جو کوئی بھی خود کو طاقتور اور بہادر سمجھتا ہو' وہ آجائے۔" میں نے لاپرواہی سے کہا اور انہوں نے پھر ایک دوسرے کی شکل دیکھی۔

"چلو ٹھیک ہے۔ فیصلہ ہوجائے گا لیکن لڑائی کے کچھ قواعد ہوں گے۔"

"وہ بھی بتادو۔"

"دونوں لڑاکوں کی آنکھوں پر پٹیاں بندھی ہوں گی۔ سیاہ اور دبیز پٹیاں جس سے وہ ایک دوسرے کو دیکھ نہ سکیں گے۔"

"اوہ۔ اس کی کیا ضرورت ہے؟" میں غرایا۔

"بس ہوریشو کا حکم ہے۔"

"بکواس ہے۔" میرے لہجے میں جھلاہٹ تھی۔

"اوہ۔ دوست باس کے بارے میں تم برا لہجہ اختیار نہیں کرو گے۔ اس سے ہمارے جذبات کو ٹھیس پہنچتی ہے۔ اگر تم باس کے احکامات کی تعمیل کرو گے تو ہم میں سے کوئی تمہارے ساتھ برا سلوک نہیں کرے گا لیکن اگر تم نے اس کا حکم نہ مان کر اس کی توہین کرنے کی کوشش کی تو پھر ہم خود کو باز نہ رکھ سکیں گے۔"

غصہ تو سخت آیا تھا ان کتوں پر---------- لیکن اپنی بے بسی کا بھی احساس تھا اور پھر اس عہد کا بھی' جو میں نے خود سے کیا تھا چنانچہ میں نے خود کو سنبھالا۔

"ٹھیک ہے۔ میں تیار ہوں۔"

"گڈ۔ اٹھو۔" ان میں سے ایک بولا اور میں کھڑا ہو گیا۔ وہ چاروں میری طرف سے چوکنے تھے۔ شاید یہاں موجود ایک ایک فرد کو میری حقیقت معلوم تھی اس لیے وہ سب کے سب، میری طرف سے چوکنے رہتے تھے۔

مجھے ایک دوسرے کمرے میں لایا گیا اور پھر میری آنکھوں پر مخصوص قسم کی سیاہ پٹی چڑھا دی گئی' جس میں آنکھوں کے سامنے نرم اسفنج کے پیڈ لگے ہوئے تھے۔ ان کی وجہ سے آنکھوں کو سکون رہتا تھا اور باہر کی دنیا بھی تاریک ہو جاتی تھی۔

میں نے پٹی آنکھوں پر درست کی اور پھر اسے ماتھے پر چڑھا لیا۔

"یہ کیا حرکت؟" ایک سیاہ فام نے مجھے گھورا۔

"کچھ پوچھنا چاہتا ہوں۔"

"پٹی ہٹانے کی کیا ضرورت تھی؟"

"ضرورت تھی۔" میں نے نفرت بھرے لہجے میں کہا۔

"کیا کہنا چاہتے ہو؟" دوسرے نے مداخلت کی۔

"تم میں سے کون مجھ سے جنگ کرے گا؟"

"کوئی بھی۔ تم اس کے لیے پریشان کیوں ہو؟"

"اوہ فضول باتوں سے پرہیز کرو۔ میں جاننا چاہتا ہوں کس کی موت میرے ہاتھوں آئی ہے۔" میں نے دانت پیستے ہوئے کہا۔

"جس کی آئی ہو گی آجائے گی۔" وہ مسکراتے ہوئے بولے۔

"لیکن اس بات کی کیا ضمانت ہے کہ میرے مقابل کی آنکھوں پر بھی پٹی ہو گی؟"

"ہوریشو اس بات کی ضمانت ہے اور وہ کبھی جھوٹے کھیل نہیں کھیلتا۔"

"کیا میرے مقابل کے ہاتھ میں کوئی ہتھیار بھی نہ ہو گا؟"

"ہرگز نہیں۔ دوران جنگ تمہارے مفادات کا نگراں ہوریشو ہے۔ تمہیں اس پر بھروسہ کرنا

چاہیے۔"

"تب ٹھیک ہے۔ میں تیار ہوں۔ میں نے پٹی دونوں آنکھوں پر چڑھا لی اور انہوں نے میرا بازو پکڑ لیا۔

"آؤ۔" ان میں سے ایک نے کہا اور میں ان کے ساتھ چل پڑا۔ ذہن اندر سے بغاوت کر رہا تھا۔ اس طرح مجھے ان کے اشاروں پر ناچنا پڑ رہا تھا لیکن---------- خود کو سنبھالتا رہا۔ ہاں دل ہی دل میں' میں نے ایک فیصلہ کر لیا تھا۔ وہ یہ کہ اپنے مقابل کو زندہ نہیں چھوڑوں گا۔

تیز موسیقی کے ریکارڈ اب بھی بج رہے تھے اور ان آوازوں نے مجھے کافی پریشان کیا ہوا تھا۔ پھر ایک آواز ابھری جیسے کوئی کچھ بول رہا ہو۔ کوئی اناؤنسمنٹ کر رہا ہو لیکن آواز سمجھ میں نہیں آئی تھی اور پھر میں اسے ریکارڈ کا کوئی حصہ ہی سمجھا تھا۔

"اور پھر مجھے ایک جگہ کھڑا کر دیا گیا۔

"تمہارا مد مقابل تیار ہو کر آرہا ہے۔" ایک سیاہ فام کی آواز ابھری۔ میں خاموش ہی رہا تھا۔

ریکارڈ بدستور بج رہا تھا اور لوگوں کی آوازیں ابھر رہی تھیں۔ پھر ایک سیاہ فام کی آواز ابھری۔

"تمہارا مقابل سامنے آگیا ہے۔ اس کی آنکھوں پر بھی تمہارے جیسی پٹی ہے۔ بھروسہ رکھو۔ وہ تمہیں دیکھ نہیں سکتا آگے بڑھو۔ تم دونوں کو گائیڈ کیا جائے گا۔"

"کس طرف جانا ہے؟" میں نے پوچھا۔

"اپنے بائیں سمت۔ تمہاری جنگ لکڑی کے تختوں پر ہو گی۔" سیاہ فام نے کہا اور میں نے بائیں جانب قدم بڑھا دیئے۔

"اولڈ ہارس! آگے بڑھو۔ تمہارا مقابل تمہاری سیدھ میں ہے۔" میرے مقابل کو ہدایت دی گئی اور میں نے دونوں ہاتھ پھیلا دیئے تاکہ مقابل کو چھو سکوں اور پھر میرا ہاتھ کسی کے بدن سے ٹکرایا۔ اس کے ساتھ ہی میں نے پھرتی سے پینترہ بدل لیا' کیونکہ مجھے اندازہ تھا کہ میرا مقابل میرے بدن کو محسوس کرتے ہی وار کرے گا۔

اور لکڑی کے فرش پر ایک آواز سنائی دی۔ میرا اندازہ درست تھا۔ میرے مقابل نے پوری قوت سے حملہ کیا تھا اور جھونک میں گر پڑا تھا۔ "بڑا خاصی زور دار آواز تھی۔ میں نے دوسرے لمحے فیصلہ کر لیا' گرے ہوئے گندے دشمن پر ضرب نہ لگانا حماقت تھی۔ میں نے گرنے کی آواز کی سمت پوری قوت سے ٹانگ گھما دی اور ایک کریہہ آواز میرے مقابل کے منہ سے نکل گئی۔ میری لات نے بھرپور ضرب لگائی تھی۔ میں نے دوسری بار گرنے کی آواز سنی اور اگر تابڑ توڑ حملے نہ کرتا تو پھر نواز اصغر نام ہی کیا تھا۔ میں نے دوبارہ اس پر دونوں لاتیں ماریں اور میرے مقابل کی شامت ہی آگئی۔ ویسے میں نے اندازہ لگا لیا تھا کہ میرے مقابل کی آنکھیں بھی بند ہیں ورنہ وہ اپنا موثر دفاع کر سکتا تھا۔

دو تین سخت ضربیں کھا کر اسے ہوش آیا اور اس بار جو وہ گرا تو دو باتوں میں سے ایک ہوئی۔ یا تو اس بار میرا اندازہ غلط ہو گیا تھا یا پھر میرے مقابل نے ذہانت سے کام لے کر اس بار گرتے ہی اپنی جگہ چھوڑ دی تھی۔ چنانچہ اس بار میری ٹانگیں فرش پر پڑیں اور میں گرتے گرتے بچا۔ تب میرے مقابل کو اٹھنے کا موقع مل سکا اور اس بار شاید وہ نہ صرف کھڑا ہو گیا تھا' بلکہ کئی قدم پیچھے بھی ہٹ گیا تھا۔

"اولڈ ہارس! تمہارا مقابل تمہارے بائیں طرف ہے اور دوست تم بالکل اس کی سیدھ میں ہو۔ تمہارا فاصلہ تقریباً سات فٹ ہے ------" سیاہ فام کی آواز سنائی دی اور میں نے اپنے ذہن میں اندازہ لگایا' اگر میں اور میرا مقابل بیک وقت ایک رفتار سے آگے بڑھیں تو یہ فاصلہ کتنے قدم میں طے کیا جا سکتا ہے۔

چنانچہ میں چوکنا ہو گیا اور پھر جونہی میں اپنے اندازے پر آیا' میں نے ایک دم پینترہ بدل کر ہاتھ خلا میں پھیلایا۔ میرے مقابل کا ہاتھ اطمینان سے میرے ہاتھ میں آگیا اور میں نے اس کی انگلیوں میں اپنا پنجہ ڈال دیا۔

اس پنجے پر خدا کی خاص رحمت تھی ور اس کی بے پناہ قوت کا مظاہرہ کئی بار ہو چکا تھا۔ چنانچہ مقابل کا پھولا ہوا ہاتھ اس طاقت کی تاب نہ لا سکا اور میں نے اسے دوہرا کر دیا۔ پھر میرا زوردار گھٹنا اس کی پشت پر پڑا۔ ایک بار پھر اس کے حلق سے آواز کل گئی۔ وہ پوری قوت سے نیچے گرا تھا۔

"سور کے بچے!" اس نے دہاڑتے ہوئے کہا اور اچانک میں سن ہو گیا۔ یہ آواز ان چاروں سیاہ فاموں میں سے تو کسی کی نہیں تھی۔ میں نے ان کی آوازیں بخوبی سنی تھیں۔ اس کے علاوہ یہ آواز میری جانی پہچانی تھی۔ میں اسے نہیں بھول سکتا تھا۔

دوسرے لمحے میں کئی قدم پیچھے ہٹ گیا اور پھر میں نے آنکھوں کی پٹی کھینچ دی۔ میں نے متحیرانہ نگاہوں سے اپنے مقابل کو دیکھا۔

حالانکہ آنکھوں نے تاریکی سے اچانک روشنی قبول کرنے سے انکار کر دیا تھا۔ جھائیاں سی اڑ رہی تھیں لیکن قوی ہیکل گولڈ مین کو میں بخوبی پہچان سکتا تھا۔ گولڈ مین ------ میرا دوست' میرا مخلص۔

"ارے۔ یہ کیا ہے؟ تم نے آنکھوں سے پٹی کیوں ہٹا دی؟" ایک سیاہ فام چیخا اور میں نے خونی نگاہوں سے اسے گھورا۔

"یہ کیا کمینگی ہے؟" میں غرایا۔

"فضول بکواس مت کرو' اس سے لڑو ورنہ اچھا نہ ہو گا۔" ایک سیاہ فام نے کہا۔ دوسرے نے گولڈ مین کو ہدایت دی۔

"اولڈ ہارس! تمہارا مقابل تم سے صرف چند فٹ کے فاصلے پر ہے۔ جلدی کرو۔ اس بار تم اس پر عمدہ داؤ لگا سکو گے۔"

"گولڈ مین! یہ میں ہوں' میگوئن۔ تمہارا دوست۔" میں نے چیخ کر کہا اور گولڈ مین پر بھی جیسے سکتہ چھا گیا۔ دوسرے لمحے اس نے بھی آنکھوں سے پٹی ہٹا دی تھی۔

"میگوئن!" وہ آہستہ سے بولا۔

"ہاں گولڈ مین۔ یہ میرا اصلی چہرہ ہے۔ میری آواز پہچانو۔"

"میں پہچان رہا ہوں۔" گولڈ مین نے کہا۔

"تم کیا سمجھ کر مجھ سے جنگ کر رہے تھے؟"

"سیاہ فام۔ کتا سمجھ کر۔" گولڈ مین نے چاروں سیاہ فاموں کی طرف نفرت سے گھورتے ہوئے کہا وہ خونخوار نگاہوں سے ہمیں گھور رہے تھے۔

"اوہ۔ ان لوگوں نے ہم دونوں کو دھوکا دیا ہے۔ مجھ سے بھی انہوں نے یہی کہا تھا۔"

"تو اب تم نے مجھ سے جنگ کی تھی میگوئن؟"

"ہاں۔ بد قسمتی سے گولڈ مین۔ دھوکے سے ------ اور یہ لوگ تمہیں اولڈ ہارس کہہ کر پکار رہے تھے' اس لیے ------" میں رک گیا۔ پہلی بار میری نگاہ سامنے کی سمت پڑی تھی اور میں ششدر رہ گیا۔ یہ تو کوئی اسٹیج تھا اور سامنے بڑا ہال' جس میں بے شمار لوگ موجود تھے۔ شرابوں کی ٹرالیاں چل رہی تھیں۔ لوگ قہقہے لگا رہے تھے۔ پھر وہ ریکارڈ میرے ذہن نے سوچا اور چند ہی لمحات میں' میں صورت حال سمجھ گیا۔ ریکارڈوں کا چکر بھی مجھے بے وقوف بنانے کے لیے چلایا گیا تھا تاکہ اسٹیج پر بھی میں یہی سمجھوں کہ ریکارڈ بج رہا تھا۔ اس طرح گویا ہمیں تماشا بنایا گیا تھا۔

لیکن پھر کیوں نہ ایک اور دلچسپ تماشا پیش کر دیا جائے۔ میں نے سوچا۔ بس جنون سوار ہو گیا تھا۔ اس کے علاوہ چاروں سیاہ فام ہمارے خلاف کارروائی کرنے کی بھی سوچ رہے تھے۔ ان کے چہروں سے اندازہ ہوتا تھا کہ وہ ہم سے سخت جلے ہوئے ہیں۔

"لڑو تم دونوں۔" وہ خونخوار انداز میں بولے اور میں نے گولڈ مین کی طرف دیکھا۔ گولڈ مین بھی میری طرف ہی دیکھ رہا تھا۔

"گولڈ مین! تم صورت حال سمجھ چکے ہو گے؟" میں نے معنی خیز انداز میں کہا۔

"ہاں۔ سمجھ گیا ہوں۔"

"میرا خیال ہے مجبوری ہے۔ ہمیں ان کی بات مان لینا چاہیے۔" میں نے کہا اور غیر محسوس انداز میں گولڈ مین کو آنکھ مار دی۔

"تو پھر آؤ ------ لڑیں۔" گولڈ مین نے کہا اور دوسرے لمحے اس نے نہایت وحشیانہ انداز میں سیاہ فاموں پر حملہ کر دیا۔ میں بھلا پیچھے رہ سکتا تھا۔ میں ہوریشو کی توقع کے خلاف کرنا چاہتا تھا اور اس وقت کی جنگ میں کوئی انسانی اصول مد نگاہ نہیں تھا۔ چنانچہ میرے دونوں ہاتھوں کی انگلیاں چھپاک سے ایک سیاہ فام کی دونوں آنکھوں میں گھس گئیں۔ سیاہ فام کی کربناک چیخ پورے ہال میں گونج گئی تھی۔ میں نے اپنی انگلیاں اس کی آنکھوں کے حلقوں سے نکالیں اور پھر اس کے سینے پر ایک خوفناک ٹکر رسید کر دی۔ دوسرے سیاہ فام نے میری گردن میں قینچی ڈال لی تھی اور میں نے اپنے سامنے والے سے نمٹنے کے بعد اس کے دونوں کان پکڑ لیے۔ میرے ہاتھوں کی گرفت ------!

سیاہ فام نے بوکھلا کر مجھے چھوڑ دیا لیکن نہ جانے اس وقت کیا ہو رہا تھا۔ سیاہ فاموں کا آدمی اپنی جگہ سے اکھڑ گیا اور اس کی بھی دردناک کراہ سنائی دی۔ کان کی تکلیف کو نظر انداز کرنے کی کوشش کر کے وہ سنبھلا۔ اس نے اچھل کر دونوں لاتیں میری طرف چلائیں' لیکن میرے بدن میں تو آگ بھری ہوئی تھی۔ میں نے تھوڑا سا ٹیڑھا ہو کر اس کی دونوں ٹانگیں بغل میں دبالیں اور پھر ایک دیسی داؤ مارا۔ میں اس کی ٹانگیں لے کر مخالف سمت میں بیٹھ گیا اور یہ قدرت ہی تھی ورنہ ------ وہ لوگ کمزور بدن کے مالک تو نہ تھے۔ سیاہ فام کی دونوں ٹانگیں ٹوٹ گئیں۔

ہال میں اب قہقہے نہ تھے۔ لوگ حیرت اور سراسیمگی سے یہ جنگ دیکھ رہے تھے جو صرف اسٹیج پر ہو رہی تھی اور شاید اس کے بارے میں اناؤنسمنٹ بھی کیا گیا تھا۔ دوسری طرف گولڈ مین نے انہیں گھونسوں پر رکھ لیا تھا۔

گولڈمین بلاشبہ ہاتھی تھا لیکن اس وقت میرے جیسا جذبہ اس کے پاس نہیں تھا۔ وہ صرف جنگ کر رہا تھا اس لیے مار بھی کھا رہا تھا۔ میری بات دوسری تھی۔ مجھ پر تو جنون سوار تھا۔

چنانچہ ان دونوں کو ناکارہ کر کے میں گولڈمین کی مدد کو لپکا اور میں نے پیچھے سے ایک سیاہ فام کو پکڑ لیا۔ گولڈمین کے بھرپور گھونسوں نے ہی اس کی حالت خراب کر رکھی تھی۔ میں نے اس کی گردن پکڑی تو وہ ساکت رہ گیا لیکن——— میں نے بڑے وحشیانہ انداز میں اس کی گردن کی ہڈی توڑ دی اور اس کے منہ سے خون ابل پڑا۔

مجھے کو اب صورت حال کا اندازہ ہوا تھا۔ تماشائی اب سمجھے تھے کہ معاملہ کوئی دوسری نوعیت اختیار کر گیا ہے۔

چنانچہ اچانک چیخیں ابھریں اور بھگدڑ مچ گئی گولڈمین بھی اپنے مقابل کی گردن دبا رہا تھا اور اس کی زبان باہر نکل پڑی تھی۔

"بھاگو گولڈمین۔" میں نے کہا اور پھر اس بھاری بھرکم بدن نے اتنی لمبی چھلانگ لگائی کہ میں حیران رہ گیا۔

ہم دونوں بھی مجمعے میں شامل ہو گئے۔ اس وقت میرے ذہن میں صرف ایک خیال آ رہا تھا۔ کاش اس وقت سردارے بھی ساتھ ہوتا۔ اگر وہ ان کے چنگل میں نہ پھنسا ہوتا تو اس وقت ان لوگوں کے چنگل سے نکلنے کے لیے ہم قتل عام کر ڈالتے' جو کچھ بھی کر سکتے تھے کرتے لیکن میں کسی قیمت پر سردارے کی زندگی خطرے میں نہیں چھوڑ سکتا تھا۔

گولڈمین کو شاید میری اس سستی کا احساس نہیں ہوا تھا' جو میں نے اسٹین گن بردار پر ہاتھ نہ ڈال کر برتی تھی ورنہ آسانی سے اس کی گن میرے قابو میں آ سکتی تھی۔ یہ سستی صرف سردارے کے لیے تھی۔

خود گولڈمین کو بھی اسٹین گن سے کور کر دیا گیا۔ ابھی ہم ہال سے باہر نہیں نکل پائے تھے۔

"باقی مجمع تیزی سے باہر نکل جائے۔" ہال میں ہوریشو کی آواز ابھری۔ وہ کسی مائیک پر بول رہا تھا۔ اور لوگ بے تحاشہ دوڑنے لگے۔ ہمارے چاروں طرف ہوریشو کے آدمیوں نے گھیرا ڈال لیا۔ سب کے پاس ہتھیار تھے۔

گولڈمین نے مسکراتے ہوئے میری طرف دیکھا اور اس وقت اس کا سوال بڑا مضحکہ خیز تھا۔

"اور سناؤ میگوئن۔ کیسے ہو؟" یوں لگتا تھا جیسے اب وہ خود کو فارغ سمجھ رہا ہے۔

"ٹھیک ہوں گولڈمین۔"

"ہوریشو نے کتنے آدمیوں کی قربانی دے کر تمہیں گرفتار کیا ہے؟"

"یہ بات تو وہ شریف آدمی خود ہی بتا دے گا۔"

"ہاں۔ واقعی شریف آدمی ہے۔ اپنی ماں کا خصم!" گولڈمین نے کہا۔

"چلو۔" اسٹین گن بردار نے اسٹین گن کی نال سے اسے ٹھوکا دیا اور گولڈمین شاہانہ انداز میں چل پڑا۔

"واقعی——— مکلینو کے دانت کھٹے کر دیئے تم نے۔ میں تمہیں دلی مبارکباد پیش کرتا ہوں۔" گولڈمین میرے ساتھ چلتے ہوئے بولا۔

"تمہارے ساتھ انہوں نے کیسا سلوک کیا گولڈمین؟"

"بس اپنا کارنامہ دکھانے کی فکر میں تھے۔ گولڈمین کو زندگی کی کیا پرواہ ہو سکتی ہے۔ میں نے ان کے نئے ایڈگر کو تو ٹھکانے لگا ہی دیا تھا۔ بس انہوں نے۔"

گولڈمین کی بات ادھوری رہ گئی۔ اسے اسٹین گن والے پر غصہ آ گیا تھا۔

"یہ نال میری پیٹھ میں کیوں چبھ رہی ہے؟" وہ رک کر دہاڑا۔

"چلتے رہو۔"

"تو کیا تمہاری ماں کے ساتھ———" گولڈمین نے گالی بکی اور اسٹین گن کو زور سے جھٹکا دیا۔ اسٹین گن والا گرتے گرتے بچا تھا لیکن گولڈمین کے پورے بدن سے پستولوں کی نالیں آ لگی تھیں۔

"چل رہا ہوں شیرو۔ پریشان کیوں ہو۔" اس نے مسکراتے ہوئے طنزیہ آواز میں کہا اور پھر آگے بڑھنے لگا۔ تھوڑی دیر کے بعد ہم ہال سے اسٹیج پر پہنچے اور پھر وہاں سے ایک کمرے میں پہنچا دیئے گئے۔ ہوریشو ہمارے سامنے نہیں آیا تھا۔

کمرے کا دروازہ باہر سے بند کر دیا گیا تھا۔ گولڈمین نے مسکراتے ہوئے میری طرف دیکھا اور پھر بولا "شکر ہے۔ ان خچر کی اولادوں نے ہمیں علیحدہ علیحدہ بند کرنے کی کوشش نہیں کی۔"

"بوکھلائے ہوئے ہیں۔" میں نے کہا۔

"بری طرح۔ بیٹھو۔" گولڈمین نے اطمینان سے کہا۔

"کیا تم اسی عمارت میں مقیم تھے؟"

"ہاں!"

"کب سے؟"

"جب سے اغوا کر کے لایا گیا ہوں۔ غالباً یہ کسی قسم کی تماشہ گاہ یا کلب وغیرہ ہے۔ ممکن ہے کوئی خفیہ کلب ہو۔ اکثر خوبصورت برہنہ لڑکیاں نظر آتی ہیں جو بدلتی رہتی ہیں اور زبردست میک اپ کیے ہوتی ہیں۔"

"ہاں۔ ہم لوگوں کو لڑا کر اسٹیج شو پیش کیا جا رہا تھا۔" میں نے کہا۔

"اور خوب رہا یہ اسٹیج شو۔ تم نے تین کو ختم کر دیا تھا۔" گولڈمین نے مسکراتے ہوئے کہا اور پھر اچانک اس کے چہرے کے تاثرات بدل گئے۔

"کیوں؟" میں نے اسے دیکھا۔

"میگوئن! تم ہو کیا؟" وہ متعجبانہ انداز میں بولا۔

"کیا ہو گیا؟" میں واقعی نہیں سمجھ سکا تھا۔

"تمہارا بدن تو خاص نہیں ہے۔"

"اوہ۔ پھر؟"

"تم نے میری بھی خوب مرمت کی تھی جبکہ تمہاری آنکھوں پر بھی ٹیپ چڑھا ہوا تھا۔"

"اوہ۔ سوری گولڈمین۔ کاش میں تمہیں پہلے دیکھ لیتا۔ میں نے تمہاری آواز سن کر آنکھوں سے ٹیپ ہٹا دیا تھا۔"

"اوہ۔ اس بات کو گولی مارو۔ مجھے یہ بتاؤ۔ تم درحقیقت کیا ہو؟ دماغ کی بات ٹھیک ہے۔ تم نے ذہانت سے مکلینو کو چت کر دیا لیکن تم اس قدر عمدہ لڑاکا بھی ہو۔ یہ بات مجھے نہیں معلوم تھی۔"

"چھوڑو گولڈ مین ------ یاد نہ دلاؤ ------ کہ میں نے اپنے دوست پر ہاتھ اٹھایا تھا۔"

"ارے اس طرح کیوں سوچ رہے ہو میری جان۔ یہ بتاؤ تم مجھ پر تابڑ توڑ وار کس طرح کر رہے تھے؟"

"تمہارے گرنے کی آواز پر۔"

"اوہ۔ بہترین۔" گولڈ مین مسکرا دیا۔

"تمہیں کیا کہہ کر وہاں لایا گیا تھا؟"

"میں چڑھا رہا تھا سالوں کو۔ سیاہ فاموں میں سے ایک سے جنگ کا انتخاب کرنے کے لیے کہا گیا تھا مجھ سے۔" گولڈ مین نے کہا۔

"اوہ۔ یہی حرکت انہوں نے میرے ساتھ کی تھی۔" میں نے جواب دیا۔

"مجھے یقین ہے۔ ویسے تمہارا دوسرا ساتھی کہاں ہے؟ میری مراد جیک سے ہے۔"

"وہ بھی ان کی قید میں ہے۔"

"اسی عمارت میں ہے؟"

"نہیں۔ اسے ایک اور عمارت میں رکھا گیا ہے۔"

"اوہ!" گولڈ مین گردن ہلانے لگا۔ چند ساعت خاموش رہا۔ پھر بولا۔ "سچ بہت یاد آتے تھے تم لوگ۔"

"تمہاری بات ادھوری رہ گئی تھی گولڈ مین۔"

"کون سی؟"

"تمہارے اوپر کیا بیتی؟"

"اوہ۔ تم تو خاموشی سے پوشیدہ ہو گئے تھے۔ میں نے تمہاری بات نہیں مانی تھی اور جشن منانے لگا تھا' بس اس میں مارا گیا ورنہ ------ ہوریشو کو بہت کچھ کھونا پڑتا۔"

"جنگ ہوئی تھی؟"

"ہاں! لیکن جنگ مغلوبہ تھی جس میں میرے آدمیوں کا نقصان زیادہ ہوا۔ مجھے انہوں نے زخمی کر کے گرفتار کر لیا تھا۔ تمہارے بارے میں ہوریشو سے بات ہوئی تھی تو میں نے کہا کہ تم ان کے قابو کے نہیں ہو۔ بس اس لیے انہوں نے مجھے زندہ رکھا ہے۔"

"ہوں۔" میں نے گہری سانس لی۔

"اب دیکھو۔ کیا ہوتا ہے۔ ہوریشو کو سخت افسوس ہو گا۔ وہ اسی کی نسل کے تھے۔"

"ہوں۔ دیکھیں گے گولڈ مین۔ زندگی ایک بار آتی ہے اور ایک بار ہی جاتی ہے' پھر اس کی پروا کیوں کی جائے۔"

"جیالے ہو میری جان۔ خدا کی قسم فدا ہو گیا ہوں تم پر ------ کاش آزاد ہوتا تو تمہاری پوجا کرتا۔" گولڈ مین!"

"خدا کی قسم موت کا کوئی افسوس نہیں ہو گا۔ تم نے جو کچھ ان کے ساتھ کیا ہے' اس سے دل خوش یا ہے۔ ہاں ایک بات تو بتاؤ۔"

"پوچھو۔"

"مال کا کیا ہوا ------ گیا؟"

"نہیں گولڈ مین! سارا مال محفوظ ہے۔"

"ارے جیو میری جان۔ انہیں ہوا تو نہیں لگی؟"

"ہرگز نہیں۔"

"پوچھ تو رہے ہوں گے؟"

"اعلیٰ پیمانے پر۔"

"برآمد تو نہ کر لیں گے؟"

"ساری زندگی نہیں کر سکیں گے۔ یہاں ہے ہی نہیں۔"

"کیا مطلب؟"

"باہر منتقل کر دیا ہے میں نے۔"

"اوہ!" گولڈ مین ہنس پڑا۔ پھر بولا۔ "مر بھی جاؤ میری جان تو غم نہ کرنا۔ جو کچھ تم نے کر لیا ہے' وہ بہت ہے۔"

"بالکل نہیں گولڈ مین!" میں نے جواب دیا اور پھر ہم دونوں کافی دیر تک باتیں کرتے رہے۔ پھر گولڈ مین جماہی لیتے ہوئے بولا۔

"نیند نہیں آ رہی؟"

"تمہیں آ رہی ہے؟"

"ہاں بھائی۔ رات کافی ہو گئی ہے۔ میں مرنے سے پہلے سو لینا چاہتا ہوں۔" گولڈ مین فرش پر لیٹ گیا اور میں اس کی دلیری کا اعتراف کیے بغیر نہ رہ سکا۔ گولڈ مین کافی دیر تک خاموش رہا پھر اس کے خراٹے گونجنے لگے۔ خوب انسان تھا۔

میں کافی دیر تک دلچسپ نگاہوں سے گولڈ مین کو دیکھتا رہا۔ اس کی شخصیت سے واقعی مجھے بڑا پیار محسوس ہو رہا تھا۔ پھر میں نے ان لوگوں کے بارے میں سوچا۔ وہ تو جیسے ہمیں یہاں بند کر کے بھول گئے تھے۔ ممکن ہے اس وقت ان کا ہمارے بارے میں کارروائی کرنے کا کوئی ارادہ نہ ہو۔ ایسی صورت میں تو پھر گولڈ مین مجھ سے زیادہ عقلمند ہے۔ یعنی اس نے سو کر عقل مندی کی ہے اور میں جاگ کر حماقت کر رہا ہوں۔

چنانچہ میں نے بھی سونے کی ٹھانی۔ گولڈ مین اگر اتنا نڈر انسان تھا اور اسے دنیا کی کسی بات کی پروا نہیں تھی تو مجھے بھی کیا ہو سکتی تھی۔ میرا کون سا اس دنیا سے گہرا تعلق تھا۔ چنانچہ گولڈ مین سے تھوڑے فاصلے پر فرش پر لیٹ گیا اور سونے کی کوشش کرنے لگا۔

لیکن میں گولڈ مین کی طرح خوش نصیب نہیں ثابت ہو سکا کیونکہ آنکھیں بند کرتے ہی بے شمار

خیالات کی فوج میرے ذہن پر حملہ آور ہو گئی تھی اور پھر بھلا خیالات کا یہ حملہ آنکھوں میں نیند کہاں آنے دیتا۔ نہ جانے کہاں کہاں کے خیالات آرہے تھے۔ بے شمار چیزیں یاد آرہی۔ اپنا دیس' اس کے لوگ' سیٹھ اور پھر اس دیس کی لڑکیاں' ان کے ساتھ گزرے ہوئے حسین لمحات۔ اور اس کے بعد موجودہ حال۔ ہوریشو اب کیا اقدام کرے گا------ اور پھر کسی نے آنکھوں پر نیند کا مرہم لگا دیا۔ پلکیں ایک دوسرے سے چپک گئیں۔ گہری اور گہری------ اور گہری' اور پھر جب آنکھ کھلی تو سردارے میرا سر گود میں لیے بیٹھا تھا۔

چند لمحے تک تو کوئی احساس نہ ہو سکا۔ پھر آنکھیں کھولیں تو سردارے کا چہرہ سامنے تھا اور ذہن کچھ بوجھ سا تھا۔ چند ساعت خاموشی سے اسے دیکھتا رہا۔ گزرے ہوئے آخری لمحات یاد کرنے کی کوشش کی اور جب یاد آئے تو حیرت ہوئی۔ میرا ساتھی سردارے تو نہیں تھا بلکہ گولڈ مین تھا۔

"سردارے۔" میں نے آہستہ سے اسے پکارا۔

"شکر ہے ہوش تو آیا۔ اتنے بڑے بڑے۔ بچے جنو گے تو اور کیا حال ہوگا۔" سردارے نے بڈھیوں کے سے انداز میں کہا اور مجھے اس کی بکواس پر حیرت ہونے لگی۔

"کیا بکواس ہے؟"

"اب بکواس کہو یا کچھ بھی کہو' تمہاری اولاد ہے۔ ارے ہاں' دائی کے فرائض مجھے ادا کرنے پڑے خواہ مخواہ۔"

"مار کھائی ہے؟" میں نے اس کی گود سے سر اٹھاتے ہوئے کہا۔ اور در حقیقت چکر سا آگیا کہ یہ کیا بات تھی۔ ویسے اتنا اندازہ ہو گیا تھا کہ ہوریشو نے یہاں بھی اپنا ڈرامائی تاثر برقرار رکھنے کی کوشش کی ہے۔ یہ کلب کی عمارت نہیں تھی بلکہ وہی کمرہ تھا جہاں پہلے میں اور سردارے قیام پذیر تھے۔ اور جہاں سے مجھے کلب کی عمارت میں لے جایا گیا تھا۔ گویا کلب کی عمارت سے مجھے یہاں تک اس وقت لایا گیا جب میں سو گیا تھا اور ظاہر ہے میری نیند کو کسی مصنوعی اثر سے گہرا کیا گیا ہوگا۔

"لیکن گولڈ مین-----" میں نے چونک کر چاروں طرف دیکھا اور گولڈ مین مجھے تھوڑی دور مسہری پر سوتا نظر آیا۔

"اوہ۔ یہ بھی-----" میرے منہ سے آہستہ سے نکلا۔

"کیا نام رکھا ہے بچے کا؟"

"سردارے! کیوں بکواس کر رہے ہو؟" میں نے زچ ہو کر پوچھا۔

"میں بکواس کر رہا ہوں؟ آخر کہاں سے برآمد ہوئے آپ دونوں؟ رات کو آرام سے سویا تھا۔ صبح کو دیکھا یہ مسہری پر پڑا تھا اور آپ نیچے۔ بس ذہن میں کچھ ایسا ہی تصور آیا جیسے اسے آپ نے جنا ہو۔"

"سردارے کے بچے۔" میں نے بے بسی سے ہنستے ہوئے کہا۔

"ارے توبہ توبہ۔ میرے اوپر کیوں الزام لگا رہے ہیں۔" سردارے نے جھینپتے ہوئے انداز میں کہا اور کان پکڑ لیے۔

"دیکھو سردارے میرا سر چکرا رہا ہے۔ فضول بکواس مت کرو ورنہ ریڑھ کی ہڈی توڑ دوں گا۔" میں نے ہنستے ہوئے کہا۔

"تو پھر مجھے بتائیں' یہ کہاں سے برآمد ہوا ہے؟"

"گولڈ مین ہے۔"

"ہاں' ہاں وہ تو میں نے بھی دیکھ لیا ہے۔ لیکن رات کو کس وقت آئے آپ لوگ اور اسے کہاں سے اٹھا لائے؟"

"اور تم بھی لاعلم ہو؟" میں نے گہری سانس لی۔

"کس بات سے آخر استاد؟"

"مجھے نہیں معلوم سردارے کہ میں اس عمارت میں کب واپس آیا۔ اس کمرے تک کیسے پہنچا۔ حیرت ہے کہ انہوں نے تمہیں بھی بے ہوش کر دیا تھا' ورنہ کم از کم تمہیں ہمارے واپس آنے کا علم ضرور ہوتا۔"

"اوہ یہ بات ہے۔" سردارے کے ہونٹ سکڑ گئے۔ پھر اس نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔ "ٹھیک یہی بات ہے۔"

"میرے جانے کے بعد کوئی خاص بات؟" میں نے پوچھا۔

"نہیں۔ بس ایک کپ کافی پی تھی اور اس کے بعد------"

"ٹھیک ہے۔ ہوریشو گدھا ثابت ہو رہا ہے۔" میں نے برا سا منہ بناتے ہوئے کہا۔

"کیوں استاد؟"

"بس بچوں جیسی حرکتیں کر رہا ہے' جو میرے خیال میں بے مقصد ہیں بھلا اس ڈرامائی انداز سے وہ کیا متاثر کر سکتا ہے۔"

"رات کو کہاں لے گیا تھا استاد؟"

"ایک کلب کی عمارت میں۔ جہاں اس نے مجھے اسٹیج شو میں پیش کیا تھا لیکن الٹی آنتیں گلے پڑ گئیں۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"کیا مطلب؟" سردارے نے پوچھا اور میں نے اسے رات کی پوری کہانی سنا دی۔ جسے سردارے بڑے پرجوش انداز میں سنتا رہا۔ میرے خاموش ہونے کے بعد بھی وہ کئی منٹ تک میری صورت دیکھتا رہا۔ اس کی آنکھوں میں بچوں کی سی شوخی تھی۔ پھر وہ عجیب لہجے میں بولا۔ "ہائے کاش! سردارے بھی ہوتا۔"

میں نے اس احمقانہ بات کا کوئی جواب نہیں دیا۔ سردارے نہ جانے کیا سوچ رہا تھا۔ بہرحال اس کی نظریں میری طرف تھیں۔ میں نے ایک جماہی لی۔ "کیا وقت ہوا ہے؟"

"تو موصوف تین قتل کرنے کے بعد اس طرح آرام فرما رہے تھے۔" سردارے نے میری بات کا جواب دینے کی بجائے کہا۔

"ابھی تک وہیں پھنسا ہوا ہے یار؟"

"بس کیا کہوں استاد۔"

"کیوں' کیا کہنا چاہتا ہے؟"

"کچھ نہیں۔" سردارے نے ایک گہری سانس لی اور پھر چونک کر بولا۔

"اوہ، وہ تو ہوریشو کے ہم وطن ہوئے؟"

"سردارے۔" میں نے بور ہو کر کہا۔

"نہیں، سنجیدگی سے غور کرو۔ میرا خیال ہے اب ہوریشو اتنا کھلنڈرا نہیں رہے گا۔ یہ جو کچھ ہو[illegible] اس کے لیے غیر متوقع نہیں ہوگا۔"

"ہاں اندازہ تو یہی ہے۔"

"لیکن استاد تم نے وہاں سے نکل بھاگنے کی کوشش کیوں نہ کی؟"

"تیری وجہ سے سردارے۔ بس تو ساتھ ہوتا تو خدا کی قسم، میں صاف نکل گیا تھا۔ لیکن میں جا[illegible] کہ اس کے بعد وہ تیرے ساتھ کیا سلوک کریں گے۔"

"ہائے استاد، بس بھگت لیتا۔ تم بعد میں مجھے رہا کرانے کی کوشش کر لیتے۔" سردارے نے کہا۔

"یہی تو مشکل ہے سردارے۔ ہمیں انٹرپول کا بھی تو خیال رکھنا پڑتا ہے۔ اگر اس کا معاملہ نہ ہو[illegible] ہوریشو کو ناکوں چنے چبوا دیتا لیکن افسوس، صورت حال تھوڑی سی بدلی ہوئی ہے اب سوچنا کا[illegible] ہے۔"

"ہاں یہ بات تو ہے استاد، بہر حال اس گولڈ مین سے ملاقات خوب ہوئی۔ یہ بے چارہ بھی ہماری[illegible] سے عتاب میں آ گیا ہے۔"

"ہاں سردارے وہ عمدہ انسان ہے اور میرا خیال ہے اس کی زندگی ہم دونوں سے زیادہ خطرے[illegible] ہے۔ اسے صرف اس کے ان الفاظ کی وجہ سے زندگی مل گئی تھی جو اس نے ہمارے بارے میں کہے تھے[illegible] یہ کہ وہ لوگ ہمارے اوپر قابو نہیں پا سکیں گے ورنہ اسے تو اسی وقت قتل کر دیا جاتا، اور اب تو اس کی زندگی کا کوئی جواز ہی نہیں ہے، خاص طور سے ایسی شکل میں جب کہ اس نے ان کے ایک خاص آدمی کو گم کر دیا ہے۔"

"استاد گولڈ مین کی زندگی بچنی چاہیے۔" سردارے نے کہا۔

"میں بھی یہی سوچ رہا ہوں سردارے۔ لیکن ------"

"لیکن کیا استاد؟"

"بات کافی گڑبڑ ہے۔"

"بس۔ ہم اسے تنہا نہیں چھوڑیں گے۔" سردارے نے کہا۔

"پھر بچوں والی بات کی۔ ارے ہم خود اپنے بارے میں کچھ نہیں کر سکتے۔ اس کے لیے کیا کر[illegible] گے۔ تم ہوش کے عالم میں اسے تنہا نہیں چھوڑو گے لیکن اگر تم ہی ہوش میں نہ ہوئے تو؟"

"اوہ!" سردارے نے افسردگی سے کہا۔

"بہر حال ابھی تو ہوریشو کا رد عمل دیکھو۔ اب اس کی کیا کیفیت ہے، اس کی وہ خوش مزا[illegible] رہتی ہے یا نہیں۔"

"ہوں۔" سردارے ایک گہری سانس لے کر خاموش ہو گیا۔ گولڈ مین بدستور خراٹے لے[illegible]

لیکن تھوڑی دیر بعد اس کے خراٹے بند ہو گئے۔ اور ہم اس مشین کے اچانک رک جانے سے اس طرف متوجہ ہو گئے۔ گولڈ مین شاید جاگ گیا تھا۔

پھر اس کی چنگھاڑ سنائی دی۔ "اوہو۔ پھر جگہ بدل گئی" اور اس کے ساتھ ہی وہ اچھل کر مسہری پر بیٹھ گیا۔ انداز بڑا مضحکہ خیز تھا۔ پھر جب اس کی نگاہ ہم دونوں پر پڑی تو اس نے مسہری کے نیچے چھلانگ لگا دی۔

"دونوں------" وہ مسرت بھرے لہجے میں چیخا۔

"تمہاری حالت بھی کافی خراب معلوم ہوتی ہے گولڈ مین۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"ہاں۔ حالت تو واقعی ٹھیک نہیں ہے۔ لیکن ہاں------اوہ، میں سمجھا۔ یہ کسی گیس کا اثر ہے جو ہمیں بے ہوش کرنے کے لیے استعمال کی گئی ہوگی۔" وہ چند ساعت سر پکڑے بیٹھا رہا۔ پھر ایک دم دھاڑا۔

"او، میرے دوست جیک۔ تیرا کیا حال ہے؟"

"تم دونوں کی حالت دیکھ کر بہت برا حال ہے۔" سردارے نے جواب دیا اور گولڈ مین نے دل کھول کر قہقہہ لگایا۔ میرا خیال تھا کہ اس کے قہقہوں سے نگرانی کرنے والوں کو بہ آسانی معلوم ہو گیا ہوگا کہ ہم لوگ ہوش میں آ گئے ہیں۔

بہر حال ہمیں رات کے واقعے کا رد عمل معلوم کرنے سے دلچسپی تھی، اور رد عمل کا کسی حد تک اظہار ہونے لگا تھا۔ کیونکہ دس بج گئے تھے اور ابھی تک ناشتہ نہیں ملا تھا۔ جبکہ عام حالات میں ساڑھے آٹھ بجے ناشتہ مل جایا کرتا تھا۔

"استاد۔ کیا خیال ہے، دس بج رہے ہیں۔" سردارے بولا۔

"کہیں جانا ہے؟" میں نے پوچھا۔

"ناشتہ!"

"ممکن ہے، انہوں نے سوچا ہو کہ ہم ابھی تک بے ہوش ہوں گے۔" میں نے ہنس کر کہا۔

"نہیں۔ نہیں۔ وہ پر محبت لوگ ہماری طرف سے اتنے لاپرواہ نہیں ہو سکتے۔" سردارے نے کہا۔

"تو پھر صبر کرو سردارے ممکن ہے ہوریشو اپنا صبر کھو بیٹھا ہو۔" میں نے کہا اور سردارے خاموش ہو گیا۔ بات درست ہی معلوم ہوئی کیونکہ دوپہر کا کھانا بھی گول ہو گیا۔ کسی نے خبر ہی نہیں لی تھی۔ ویسے گولڈ مین اب بھی اتنا ہی خوش تھا۔ اس نے ایک بار بھی تو کھانے وغیرہ کا ذکر نہیں کیا تھا۔

تین بجے سردارے نے پیٹ پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا۔ "یہ تو سخت ہوتی جا رہی ہے استاد، اب کیا کریں گے؟"

"کیا بکواس ہے سردارے۔ تم نے گولڈ مین کو ایک بار بھی کھانے وغیرہ کی کوئی بات کرتے دیکھا ہے، جبکہ تم مسلسل بھوک بھوک چلا رہے ہو۔"

"ہائے استاد۔ اس کی بات مت کرو۔ اس کا پیٹ نہیں دیکھ رہے؟ ہفتوں کا راشن بھر رکھا ہوگا اس نے تو۔" سردارے باز نہیں آیا اور اس کی بکواس کے انداز پر مجھے ہنسی آ گئی۔ گولڈ مین کچھ سوچ رہا تھا۔

تقریباً چار بجے ہمارے کمرے کے دروازے پر آہٹ سنائی دی۔ اور سردارے نے خوش ہو کر نعرہ

لگایا۔ "آگیا۔۔۔۔۔"

لیکن آنے والے کھانا وغیرہ نہیں لائے تھے۔ ان کی تعداد چھ تھی اور سب کے سب اسٹین گنوں سے مسلح تھے۔ ان کے چہرے کرخت ہو رہے تھے۔"

"باہر آؤ۔" ان میں سے ایک نے کہا۔

"کیوں بھائی تمہارا باورچی بھاگ گیا ہے آج؟" سردارے نے پوچھا۔

"فضول بکواس مت کرو۔ تم میں سے کسی نے کوئی غلط حرکت کی تو ہم بے دریغ مار ڈالیں گے۔" اسی شخص نے کہا۔

"غلط حرکت سے تمہاری کیا مراد ہے؟" سردارے نے پوچھا اور وہ شخص سردارے کو گھور کر رہ گیا۔ میں نے سردارے کو دھکا دیا تھا' اور پھر ہم تینوں باہر نکل آئے۔

"چلو۔" انہوں نے اشارہ کیا اور ہم چل پڑے۔

"اجازت ہو دوست' تو میں پیٹ پر ہاتھ پھیر لوں۔ تم اسے غلط حرکت تو نہ قرار دو گے؟" سردارے بھلا اپنی بدمعاشی سے کہاں باز آسکتا تھا۔ "بھوک کے مارے پیٹ میں دھماکے ہو رہے ہیں۔"

"کسی نے کوئی جواب نہیں دیا۔ ایک بار ہمیں پھر اسی ہال کمرے میں پہنچا دیا گیا۔ یہاں ہوریشو موجود تھا۔ لیکن آج اس کی آنکھوں میں آگ سلگ رہی تھی۔ غالباً نرمی اور صبر کا وہ نقاب اس کے چہرے سے اتر گیا تھا اور یہ اس کی اصل شکل تھی۔

"راجہ نواز اصغر۔" اس نے بھاری لہجے میں پکارا۔

"کیا بات ہے ہوریشو ڈیئر؟" میں نے بڑے پیار سے پوچھا۔

"تم نے میرے چار آدمی قتل کر دیئے ہیں۔" وہ بولا۔

"اوہ۔ رات کی بات کر رہے ہو' ہوریشو؟"

"ہاں وہ میرے خاص آدمی تھے۔ اتنے خاص کہ ان کی موت سے میری زندگی میں ایک خلاء پیدا ہو گیا ہے۔" ہوریشو نے کہا۔

"تب پھر تم نے انہیں ہمارے سامنے کیوں بھیجا تھا ہوریشو؟"

"وہ صرف ایک تفریح تھی۔ میں گولڈ مین کو تم سے ملانا چاہتا تھا۔"

"غلط۔ تم چاہتے تھے کہ میں گولڈ مین کے ہاتھوں یا گولڈ مین میرے ہاتھوں قتل ہو جائے۔"

"اوہ۔ اگر اب بھی میں یہی چاہوں تو مجھے کون روک سکتا ہے؟" ہوریشو غرایا۔

"میں تمہیں روک سکتا ہوں ہوریشو۔ تم خود یہ کام کر سکتے ہو۔ تمہارے آدمی ضرور مجھے گولی مار سکتے ہیں لیکن یہ کسی طور ممکن نہیں ہو سکتا کہ میں گولڈ مین کو قتل کر دوں۔"

"تم مجھے چیلنج کر رہے ہو؟" ہوریشو کی آواز بے حد خوفناک تھی۔

"ہاں ہوریشو میں تمہیں چیلنج کرتا ہوں۔" میں نے سخت لہجے میں کہا' اور ہوریشو گردن ہلانے لگا۔ چند لمحے اس کی آنکھوں میں آگ سلگتی رہی اور پھر وہ پرسکون ہوتا چلا گیا۔ پھر مسکرانے لگا۔

"ٹھیک ہے نواز۔ میں کوشش کروں گا کہ ایسا ہی ہو جیسا میں چاہتا ہوں۔" اس نے کہا۔ میں نے

اس کی بات کا کوئی جواب نہیں دیا تھا۔

ہوریشو تھوڑی دیر تک کچھ سوچتا رہا۔ پھر اس نے میز ہی میں لگا کوئی بٹن دبایا اور چند لمحے بعد ایک شخص اندر آگیا۔

"ان کے لیے کھانے کا بندوبست کیا جائے۔"

"اوہ ڈیئر۔ ہوریشو۔ اس تکلیف کی ضرورت نہیں ہے۔ ہم بھوکے رہ کر بھی زندہ رہ سکتے ہیں۔ تم یہ تفریح بھی ضرور کرو۔"

"اب نہیں نواز۔ اب تو مجھے تمہاری اور گولڈ مین۔۔۔۔۔۔ کی زندگی بے حد عزیز ہے۔۔۔۔۔۔ ورنہ۔۔۔۔۔۔ میرا چیلنج کیسے پورا ہو گا۔" ہوریشو نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"تب ٹھیک ہے۔ منگواؤ۔" میں نے بھی موڈ میں کہا اور پھر ہمارے لیے پر تکلف لوازمات اس ہال میں پہنچ گئے۔ کسی نے بھی تکلف نہیں کیا تھا لیکن یہاں بھی کم بخت ہوریشو چالاکی سے باز نہیں آیا تھا۔ کھانا ختم کرنے کے تھوڑی دیر کے بعد ہمیں چکر آنے لگے اور پھر ہم اسی ہال میں ڈھیر ہو گئے' اور آنکھ دوسرے ہال میں کھلی تھی۔

ہاں' یہ وہ ہال نہیں تھا جہاں ہوریشو سے ملاقات ہوئی تھی۔ کوئی دوسری جگہ تھی جہاں ہم آرام دہ کرسیوں میں دراز تھے۔ اس ہال میں اعلیٰ درجے کی سجاوٹ تھی۔ خوبصورت پردے پڑے ہوئے تھے۔ ہوریشو بھی ہم سے زیادہ فاصلے پر نہیں تھا۔ وہ بھی ایک آرام کرسی میں دراز ہماری شکلیں دیکھ رہا تھا۔

"کیا تم نے اس ہال کی ترتیب بدل دی ہے ہوریشو؟" میں نے پوچھا۔

"اوہ نہیں' یہ دوسری جگہ ہے۔"

"گویا کھانا ہمیں اس لیے کھلایا گیا تھا۔ تم ہمیں بے ہوش کر کے یہاں لانا چاہتے تھے۔"

"یہی سمجھ لو۔"

"میرا خیال ہے تم ہم لوگوں سے کافی خوفزدہ ہو۔"

"ہاں۔ یہی بات ہے۔" ہوریشو پھر اصل حالت میں واپس آگیا تھا۔ اس کے چہرے پر پھر نقاب آپڑے تھے۔

"خیر کوئی بات نہیں ہے۔ ویسے کیا یہ اسی کلب کی عمارت ہے یا کوئی اور جگہ؟ کیا تم کوئی نیا آئٹم پیش کرنے کی سوچ رہے ہو؟"

"نہیں۔ یہ دوسری جگہ ہے' اور تمہاری ایک جانی پہچانی ہستی نے تمہیں یہاں طلب کیا ہے۔ وہ بس پہنچنے ہی والی ہو گی۔"

"اوہ۔ کون ہے وہ؟" میں نے پوچھا۔

"تھوڑی دیر صبر کرو۔ بس تھوڑی دیر۔" ہوریشو نے جواب دیا۔ وہ اب بالکل پرسکون نظر آرہا تھا۔ ویسے وقت کے اندازے کے مطابق ہم زیادہ دیر بے ہوش نہیں رہے تھے۔ یقیناً بے ہوشی کی دوا کا کوئی ہلکا ڈوز تھا۔

" شخص بے حد عجیب ثابت ہوا میرے لیے۔ بلاشبہ ایسے لوگ بہت کم نگاہوں سے گزرتے

ہیں۔" اچانک گولڈ مین بول پڑا۔

"کون؟" سردارے نے چونک کر پوچھا۔

"ہوریشو کی بات کر رہا ہوں۔" گولڈ مین نے جواب دیا۔

"اوہ ہاں۔ وہ تو ہے۔"

"اندر سے یہ شخص ہمارا اتنا شدید دشمن ہے کہ اگر ہماری بوٹیاں چبانے کا موقع مل جائے تو اس سے دریغ نہ کرے۔ لیکن رویے سے دیکھو۔"

"ہاں۔ اس کا رویہ بدل چکا ہے۔" سردارے نے جواب دیا۔

"جانتے ہو کیوں؟" گولڈ مین نے پوچھا اور پھر خود ہی بتانے لگا۔ "صرف اس لیے کہ وہ مسٹر میگوئن کا چیلنج قبول کر چکا ہے۔ پہلے بھی اتفاق سے ہی میری زندگی بچ گئی تھی۔ میں نے کہہ دیا تھا کہ تم لوگ ہوریشو کے بس کے نہیں ہو۔ بس اس نے مجھے صرف اس لیے زندہ رکھا کہ میں اپنی آنکھوں سے تمہیں ان کی قید میں دیکھوں۔"

"ہوں!" سردارے نے ایک گہری سانس لی۔ "مگر یہ کیسے ممکن ہے گولڈ مین کہ تم میگوئن کو یا میگوئن تمہیں قتل کرے؟"

"بعض اوقات خود اعتمادی دیوانگی کی منزل تک پہنچا دیتی ہے۔ اب یہ نہ جانے اپنے اس قول کو نبھانے کے لیے کیا کیا کرے گا۔ لیکن ظاہر ہے ناکام رہے گا۔ ہوش کے عالم میں تو یہ کام ہو نہیں سکتا۔ ہاں اگر یہ ہمارے دماغ الٹنے کی کوشش کرے تو یہ دوسری بات ہے۔"

سردارے خاموش ہو گیا۔ میں بھی خاموشی سے ان کی گفتگو سن رہا تھا۔ میں نے اس میں کوئی دخل نہیں دیا تھا۔ اس کے علاوہ ہوریشو نے بھی اس طرف کوئی توجہ نہیں دی تھی۔ پھر چند لوگ اچانک ہال میں گھس آئے اور ہوریشو چونک کر انہیں دیکھنے لگا۔

"کیا مطلب ہے؟" اس نے غرا کر کہا۔

"آ گئی ہیں جناب۔" ان میں سے ایک نے جواب دیا۔

"تو تم بوکھلا کیوں گئے، اجازت لی تھی اندر آنے کی؟"

"اوہ، سوری جناب۔"

"کہاں ہیں؟" ہوریشو نے پوچھا۔

"اندر داخل ہو چکی ہیں۔" آنے والوں میں سے ایک نے جواب دیا۔

"پستول ہیں تمہارے پاس؟" ہوریشو نے پوچھا۔

"جی ---- ہیں۔" وہ پھر چکرائے۔

"ان پر نگاہ رکھو۔ ہوشیار۔" ہوریشو نے کہا اور باہر نکل گیا۔ ہم تینوں ایک دوسرے کی شکل دیکھ رہے تھے۔ ہماری نگاہوں میں ایک ہی سوال تھا۔ کون ہے یہ ---- کیا مکلینو؟

لیکن پھر ہوریشو کے ساتھ اندر داخل ہوئی، اور اسے دیکھ کر میرے منہ سے گہری سانس خارج ہو گئی۔

یہ بنی تھی۔ مکلینو کی خونخوار بیٹی۔ وہ جو میرے خون کی پیاسی تھی۔ وہ جو ساری دنیا میں میری سب سے بدترین دشمن تھی۔ بنی اس وقت بھی بے حد حسین لگ رہی تھی۔ اس کے بالوں کا اسٹائل بدل گیا تھا۔ شانوں پر ایک خوبصورت شال پڑی ہوئی تھی جس میں وہ بلی جیسی نظر آ رہی تھی۔

سردارے نے دونوں گال پھلا کر میری طرف دیکھا۔ بنی بڑے شاہانہ انداز میں چل رہی تھی، اور ہوریشو اس کے پیچھے مودب تھا۔ پھر بنی سامنے پہنچ کر رک گئی۔ بے حد خوبصورت نظر آ رہی تھی کم بخت۔ میں اسے گھورتا رہا۔

تب اس نے ہماری طرف نگاہیں اٹھائیں۔ پہلے اس نے گولڈ مین کی طرف دیکھا، پھر سردارے کو اور پھر مجھے۔ مجھ پر اس کی نگاہیں آ رکیں اور وہ پلکیں جھپکائے بغیر مجھے دیکھتی رہی۔ نہ جانے کیا کیا کیفیات تھیں ان آنکھوں میں۔ میں اندازہ نہیں لگا سکا تھا۔ ایک منٹ ---- دو منٹ ---- تین منٹ ---- چار منٹ ---- ہوریشو بے چینی محسوس کر رہا تھا۔ لیکن بنی کی نگاہیں میرے چہرے سے نہیں ہٹتی تھیں۔ اب بھلا میں اس کے بغیر پلکیں کیسے جھپکا لیتا۔ پھر بنی نے ہی ایک جھرجھری لی اور وہ گولڈ مین کی طرف دیکھنے لگی۔ پھر اسے دیکھتے ہوئے آہستہ سے بولی۔

"ہوریشو!"

"یس باس۔" ہوریشو نے جواب دیا۔

"یہ کون ہے؟"

"وہی شخص گولڈ مین ---- باس، جس نے ان لوگوں کی مدد کی تھی۔" ہوریشو نے کہا۔

"اوہ۔" بنی نے گردن ہلائی۔ "ٹھیک ہے، اسے بھی ہمارے حوالے کر دو۔"

"باس؟ کچھ کہنے کی اجازت چاہتا ہوں۔"

"کہو۔"

"ان لوگوں کے ساتھ ہم نے کافی وقت برباد کیا ہے۔ کیا ہمارے پاس اتنا وقت ہے کہ ہم فضول لوگوں پر خرچ کریں؟"

"نہیں۔" بنی نے کہا۔

"تب ان کی چھٹی کی جائے۔"

"کرنسی واپس مل گئی؟ مال کا پتہ چلا؟" بنی نے پوچھا۔

"مال تو تباہ ہو چکا ہے باس۔ رہا کرنسی کا سوال تو میں اس کے بارے میں اگلواؤں گا۔ اگر پتہ چل جائے تو ٹھیک ہے ورنہ اسی کوشش میں اسے ختم کر دیا جائے۔"

"اور کرنسی چھوڑ دی جائے گی؟"

"بگ باس نے اجازت دے دی ہے۔ اسے کرنسی کی پروا نہیں ہے۔"

"مجھے ہے۔" بنی نے کہا۔

"میں نہیں سمجھا بے بی۔" ہوریشو نے کہا۔

"باس!" بنی غرائی۔

"اوہ سوری' لیس باس۔"

"میں ان سے اس کے بارے میں معلوم کروں گی۔"

"باس میری درخواست قبول کی جائے۔ میں ———"

"ہوریشو۔" بنی غرائی۔

"آپ نہیں سمجھتیں۔ بے بی باس۔ انہوں نے رات میرے چار آدمیوں کو قتل کردیا ہے۔ میں ان کا انتقام لینا چاہتا ہوں۔" ہوریشو کی آواز میں غراہٹیں ابھر آئیں۔

"یہ ممکن نہیں ہے ہوریشو۔"

"لیکن آپ اس شخص کا کیا کریں گی باس؟" ہوریشو نے گولڈ مین کی طرف اشارہ کیا۔

"یہاں کتنے آدمی ہیں ہوریشو؟" بنی نے پوچھا۔

"کہاں باس؟"

"اس عمارت میں۔"

"اوہ۔ تقریباً پچیس افراد ہیں۔"

"کافی ہیں ہوریشو۔ تمہارا شکریہ۔ اب تم جاسکتے ہو۔" بنی نے سرد لہجے میں کہا۔

"لیکن باس۔ میں احتجاج کرتا ہوں۔ میں آج ہی بگ باس سے رابطہ قائم کروں گا۔ میں استعفا تک دے سکتا ہوں۔" ہوریشو نے جھنجلائے ہوئے لہجہ میں کہا۔

"وہ تمہارا کام ہے ہوریشو۔ براہ کرم مجھے اس بارے میں کوئی تفصیل مت بتاؤ کہ تم کیا کرو گے۔" بنی نے نرم لہجے میں کہا اور پھر اس نے دروازے کا رخ کر کے کہا۔ "ڈیل۔ تم باہر کیوں کھڑے ہو' اندر آجاؤ۔"

ایک شخص اندر داخل ہوگیا۔ اس کا نام ڈیل کے بجائے گرانڈیل ہونا چاہیے تھا۔ ڈیل ڈول میں وہ گولڈ مین سے بھی نکلتا ہوا تھا' اور کافی خطرناک آدمی معلوم ہوتا تھا۔ امریکن کاؤ بوائز اسٹائل لباس پہنے ہوئے تھا اور دونوں طرف ہولسٹر لٹک رہے تھے۔

ہوریشو چند لمحے ہونٹ بھینچے کھڑا رہا۔ پھر اس نے کہا "گویا قیدی اب آپ کی تحویل میں ہیں؟"

"ہاں۔" بنی نے جواب دیا' اور ہوریشو پاؤں پٹختا ہوا باہر نکل گیا۔

"دل چاہتا ہے مس آپ کے قدموں میں سر رکھ دوں۔ بڑے مغرور انسان کا غرور توڑا ہے آپ نے۔ ہاہاہا۔ ہوریشو دی گریٹ چوہے کے مانند باہر نکل گئے۔" اچانک گولڈ مین نے دانت نکالتے ہوئے کہا۔

"بکو مت۔ ورنہ پورے بدن کی کھال اتار دوں گی۔" بنی دھاڑی اور گولڈ مین خاموش ہوگیا۔ پھر آہستہ سے بڑبڑایا۔

"باپ رے باپ۔ بات یوں بھی بنتی نظر نہیں آرہی۔"

"ڈیل!" بنی نے میری طرف گھورتے ہوئے کہا۔

"مادام۔" ڈیل نے شانے جھکائے۔

"یہ شخص نواز اصغر ہے۔" اس نے میری طرف اشارہ کیا۔

"اوہ۔" ڈیل نے میری طرف دیکھا۔

"دنیا کا خطرناک ترین انسان۔"

"مادام! ڈیل کو اجازت ہوگی؟" ڈیل نے کہا۔

"کس بات کی ڈیل؟"

"یہ تصفیہ کرنے کی کہ دنیا کا خطرناک ترین انسان کون ہے۔ دراصل اپنے بارے میں' میں بھی اسی خوش فہمی کا شکار ہوں۔"

"نہیں۔" بنی کا لہجہ خشک ہوگیا۔ "میں نے تمہیں اس لیے نہیں بتایا۔"

"اوہ۔ جو حکم مادام۔" ڈیل کا لہجہ ڈھیلا پڑ گیا' اور وہ پیچھے ہٹ گیا۔ بنی چند ثانیے خاموش رہی۔ پھر چونک کر بولی۔

"ڈیل چند آدمیوں کو یہاں تعینات کردو۔ جو' ان کی نگرانی کریں گے۔ اور جاکر ہوریشو کو دیکھو۔ وہ اس عمارت سے نکل گیا ہے یا نہیں؟"

"جو حکم مادام!" ڈیل نے کہا اور پھر اس نے کسی کو آواز دی۔ تھوڑی دیر کے بعد چند آدمی کمرے میں داخل ہوئے۔ یہ سب کے سب مسلح تھے۔ بنی گردن جھکائے کچھ سوچ رہی تھی۔ پھر اس نے آنے والوں میں سے ایک کو مخاطب کیا۔

"سنو۔ جوگر کو بلاؤ۔"

"لیس مادام۔" وہ گردن جھکا کر باہر نکل گیا۔ اس کے بعد فوجیوں جیسی وردی میں ملبوس ایک توانا شخص کے ساتھ اندر داخل ہوا۔

"جوگر۔ ان دو افراد کو میں تمہاری تحویل میں دے رہی ہوں۔ تم ان کی نگرانی کرو گے۔ کیا تم ایسا کرسکو گے؟"

"یقیناً مادام۔" جوگر نے جواب دیا۔

"ٹھیک ہے۔ تب انہیں لے جاؤ۔" بنی نے گولڈ مین اور سردارے کی طرف اشارہ کیا۔

"چلو۔" جوگر پستول نکال کر اشارہ کرتے ہوئے بولا۔

"اچھا استاد۔ لونڈیا اکیلے میں روک رہی ہے۔ گو خطرناک ہے مگر تم ہمیشہ سے تقدیر کے دھنی رہے ہو۔" سردارے باز نہ رہ سکا۔ ویسے اس نے یہ جملے اردو میں کہے تھے۔ لہٰذا میرے سوا اور کوئی نہ سمجھ سکا۔ چند لمحے بعد کمرے میں میرے اور بنی کے سوا اور کوئی نہ رہا۔ بنی اب بھی آتشیں نگاہوں سے مجھے دیکھ رہی تھی۔

"میں تمہارے ساتھ کیا سلوک کروں رتو؟" اس نے مجھے پرانے نام سے مخاطب کیا۔

"اوہ مس بنی۔ مجھ سے یہ سوال پوچھنے کی ضرورت کیوں پیش آئی؟" میں نے بلا جھجک کہا۔ میں بھلا اس کی کیا پروا کرتا۔

"میں چاہتی ہوں' اپنی سزا کا فیصلہ تم خود کرو۔"

"میں فضول باتوں پر غور نہیں کرتا مس بنی۔ بات اگر سزا کی ہے تو کیا میں پوچھ سکتا ہوں کہ تم مجھے

کس بات کی سزا دینا چاہتی ہو؟"

"تمہیں اپنے جرائم یاد نہیں ہیں؟"

"مثلاً؟" میں نے تیکھے انداز میں پوچھا۔

"لانچ پر۔۔۔۔۔ تم نے میرے ساتھ کیا سلوک کیا تھا؟ مجھے مارا۔۔۔۔۔ اور۔۔۔۔ اور ہم مکلینو کی وہ امانت لے کر فرار ہو گئے جو اس نے تمہارے سپرد کی تھی۔ میرے بے شمار آدمیوں کو تم نے قتل کر ڈالا اور پھر جرم پوچھ رہے ہو۔"

"بنی ڈیئر۔ برے کام کرنے والے اچھے لوگ نہیں ہوتے۔ کیا تم خود کو' مکلینو کو اچھا انسان سمجھتی ہو۔" کیا منشیات کی بین الاقوامی تجارت کر کے تم معاشرے کے لیے کوئی اچھا کام کر رہی ہو؟ تم بھی مجرم' میں بھی مجرم ہوں۔ تم حکومتوں کو فریب دیتی ہو۔ میں نے تمہیں فریب دیا۔ اگر انصاف سے کام کرنا چاہتی ہو تو جو سزا میرے لیے تجویز کرو وہی اپنے اور مکلینو کے لیے بھی کرنا چنانچہ اس بات کو چھوڑ کر تم مجھے سزا دینا چاہتی ہو۔ ہاں لانچ پر تمہاری جذباتیت اور غرور نے مجھے غصہ دلا دیا۔ تم غلط اقدامات کر رہی تھیں۔ میں برداشت نہ کر سکا اور میں نے تمہارے ساتھ غلط سلوک کیا جو میرے اور تمہارے درمیان دشمنی بن گیا۔۔۔۔۔

...○...

اور

راجہ نواز اصغر نے اس دور کو اپنی زندگی کا بدترین دور کہا ہے' جب وہ ذہنی طور پر انسانیت کو بالکل فراموش کر چکے تھے۔ انہوں نے کیا کیا گل کھلائے یہ تو اگلے حصہ میں ہی معلوم ہو سکے گا!

ناقابلِ تسخیر قوّتوں کے مالک راجہ نواز اصغر کی تہلکہ خیز عبرتناک رُوداد
نروان کی تلاش
ایم اے راحت
7

چنانچہ ایک دشمن قابو میں آئے ہوئے دوسرے دشمن کے ساتھ جو سلوک کرسکتا ہے کرے' مجھے کیا اعتراض ہو سکتا ہے۔"

"تم نے گروہ کو ہلا کر رکھ دیا ہے۔" بنی غرائی۔

"یہ بات تو میرے لیے قابل فخر ہے۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"بہت ناز کرتے ہو خود پر؟"

"ہاں بنی۔ اس میں کوئی شک بھی نہیں ہے۔"

"وہ کرنسی کہاں ہے جو تم نے ہوریشو سے حاصل کی تھی؟"

"میرے پاس محفوظ ہے۔"

"یہاں سے باہر کس طرح لے جاسکو گے؟ کیا مکلینو تمہیں ایسا کرنے دے گا؟"

"کیا تم نے میری صلاحیتیں ایسی ہی کند پائی ہیں؟"

"جب زندہ ہی نہ رہو گے تو اس کا کیا کرو گے؟"

"وہ دوسری بات ہے۔" میں نے لاپروائی سے کہا۔

"تم نے پچھلی رات مکلینو کے جن آدمیوں کو قتل کیا' وہ اس کے نہایت قریبی آدمی تھے۔ ہوریشو بہت ٹھنڈے مزاج کا آدمی ہے۔ تم سے بہت متاثر تھا لیکن اب وہ تمہارے خون کا پیاسا ہے۔ اس نے کہا تھا کہ اب وہ انتظار نہیں کرسکتا۔ آج وہ تمہیں قتل کر دینا چاہتا ہے۔ اگر میں مداخلت نہ کرتی تو اب تک تم مارے جاچکے ہوتے ۔۔۔۔۔۔"

"اس نے میرے ساتھ کیا سلوک کیا' یہ معلوم ہے تمہیں؟" میں نے طنزیہ انداز میں کہا۔

"کیا مطلب؟"

"اس نے مجھے پاگل بنا دینے کے منصوبے بنائے تھے۔"

"اوہ۔ یہ ہدایت اسے مکلینو نے دی تھی۔ اس نے کہا تھا پہلے تمہارا غرور پاش پاش کیا جائے اور پھر قتل کر دیا جائے۔ کرنسی کی مکلینو کو کوئی پروا نہیں تھی۔"

"بات وہی شیخی کی ہوئی۔ میں نے جو کچھ کیا وہ ٹھیک کیا۔"

"تمہارا نام نواز اصغر ہے؟" بنی نے پوچھا۔

"ہاں۔"

"اور تمہارا تعلق ایک ایشیائی گروہ سے تھا؟"

"یہ بھی درست ہے۔" میں نے اطمینان سے کہا۔

"پھر تم نے خود کو چھپایا کیوں تھا؟" بنی نے پوچھا۔

"اوہ ڈیئر بنی۔ یہ بات تم اچھی طرح جانتی ہو کہ انٹرپول میرے پیچھے ہے۔ یہ بات مکلینو کو بھی معلوم تھی۔ میں نے اس سے چھپایا نہیں تھا۔ چنانچہ مجھے مختلف جگہوں پر مختلف روپ دھارنے پڑتے ہیں اور مجھے یقین ہے کہ ہوریشو نے تمہیں بتا دیا ہو گا۔" میں نے کہا۔

"ٹھیک ہے۔ میں نے تمہیں بتا دیا۔"

"بہرصورت مسٹر رتیو' ایکسکیوزمی۔ میں آپ کو رتیو ہی کہوں گی۔ نجانے کیوں تمہیں نواز کہتے ہوئے مجھے اچھا نہیں لگتا۔ تمہیں کوئی اعتراض تو نہیں ہے؟"

"ارے تم کیسی دوستوں جیسی باتیں کر رہی ہو بنی؟ میرا خیال ہے تم بھی مجھے سزائے موت دینا چاہو گی۔ ایسی صورت میں——"

"ہاں۔ تمہارا خیال درست ہے۔ تم نے جو کچھ میرے ساتھ کیا ہے' اس کے سلسلے میں تمہیں معاف نہیں کروں گی۔ لیکن بہرحال تم میرے مجرم ہو۔ ہوریشو تمہیں سزا دینے کی جرات نہیں کر سکتا۔"

"ٹھیک ہے میں ہر قسم کی سزا بھگتنے کو تیار ہوں' تم دو یا ہوریشو دے لیکن بہرصورت اس بات کا خیال رکھنا کہ اگر مجھے یہاں سے نکلنے کا موقع ملا تو میں نہیں چوکوں گا۔"

"مسٹر رتیو' ٹھیک ہے آپ نے ایک سچویشن پر قابو پالیا تھا' وہاں میں بھی آپ کے ہتھے چڑھ گئی تھی۔ لیکن ضروری نہیں ہے کہ آپ ہمیشہ اپنی ذہانت سے کام لے کر اپنی جان بچاتے رہیں۔ میں تمہارے ساتھ وہ سلوک کروں گی کہ زندگی بھر یاد رکھو گے۔"

میں بغور اس کی شکل دیکھ رہا تھا' لڑکی کچھ الجھی ہوئی سی محسوس ہوتی تھی۔ یوں لگتا تھا جیسے کبھی کبھی اس کا دل چاہتا ہو کہ میرے بدن سے بوٹیاں نوچ لے' پھر اسے کوئی اور احساس۔ اس چیز سے باز رکھتا ہو۔

"تمہارے ساتھ یہاں کیا سلوک ہوا؟" تھوڑی دیر بعد اس نے پوچھا۔

"جو کچھ ہوا ہے میں بتا چکا ہوں۔" میں نے کہا "اور بنی میری شکل دیکھنے لگی۔"

"بہرصورت فی الحال میں تمہیں اس عمارت میں رکھوں گی' اس کے بعد تمہارے لیے فیصلہ کیا جائے گا۔"

"اوکے بنی' یہ سب تمہارے کام ہیں' میں اس سلسلے میں کیا کہہ سکتا ہوں۔ ظاہر ہے میں تو تمہارے معاملے میں دخل بھی نہیں دے سکتا——" میں نے کہا۔

"تمہیں دخل دینا بھی نہیں چاہیے' تمہاری حیثیت صرف ایک قیدی کی سی ہے۔" بنی نے تنک چڑھے انداز میں کہا اور میں خاموش ہو گیا۔

"بس مجھے تم سے یہی گفتگو کرنی تھی۔" وہ بولی اور پھر اس نے ایک بٹن دبا کر شاید کسی کو اندر بلایا۔ دو آدمی اندر آ گئے۔ ان کے انداز میں بنی کے لیے کافی احترام تھا۔

"اسے بھی ان کے ساتھیوں کے پاس پہنچا دو۔" بنی نے کہا اور انہوں نے گردن جھکالی تھی۔

"اوکے بنی۔" میں نے بنی کی طرف دیکھ کر کہا اور واپسی کے لیے مڑ گیا۔ بعد میں مجھے بھی گولڈ مین ور سردارے کے پاس پہنچا دیا گیا تھا۔ یہ دونوں خاموش بیٹھے کچھ سوچ رہے تھے۔ میری آمد سے چونک پڑے۔

سردارے کی آنکھوں میں عجیب سے تاثرات تھے۔ بہرحال وہ اپنے کمینے پن سے باز نہیں آیا۔ اس نے میری طرف دیکھا اور مسکرانے لگا۔

"کیا رہی استاد؟"

"کچھ بھی نہیں سردارے۔ کیا سمجھتے تھے تم؟"

"اوہو۔ گڑبڑ ہو گئی؟" سردارے نے منہ بنا کر کہا۔

"کوئی گڑبڑ بھی نہیں ہوئی ہے بس—— وہ ایک عام لڑکی ہے۔ دشمنوں کے انداز میں ملی اور ہرحال وہ مکلینو کی لڑکی ہے۔ ہم نے خود بھی اس کے ساتھ کونسا اچھا سلوک کیا تھا۔ اب تو وہ ہم سے رلہ لے گی۔"

"ارے توبہ' بدلے کا چکر ختم کیوں نہیں ہوتا آخر۔ کب تک چلتا رہے گا۔ استاد بس برداشت کی دہو گئی ہے۔ میرا خیال ہے اب کوئی اندھا قدم اٹھا لو۔"

"مثلاً؟" میں نے طنزیہ انداز میں پوچھا۔

"ارے استاد تم ہو کہ میں؟"

"اس وقت تو میں صرف استاد جی بن کر رہ گیا ہوں۔" میں نے گہری سانس لے کر کہا اور سردارے س پڑا۔

استاد جی' کی اصطلاح لاہور کی ہیرا منڈی میں استعمال ہوتی ہے۔ چند لمحات کے لیے ہم خیالات میں وب گئے۔ پھر سردارے گہری سانس لے کر بولا۔

"لیکن بتاؤ تو سہی' اس سے بات کیا ہوئی استاد۔"

"کچھ نہیں۔ بس مجھ سے میرے بارے میں معلوم کر رہی تھی۔ ویسے ضدی لڑکی ہے۔ اس کا خیال ہے کہ ہوریشو سے زیادہ بدلہ لینے کا حق اسے ہے۔ میں نے جواب دیا——"

"اوہو گویا ہم بٹ رہے ہیں لوگوں میں۔"

"ہاں' یہی سمجھ لو سردارے۔" میں نے جواب دیا۔

"ارے استاد' دیکھو یہ بھی تقدیر کی بات ہوتی ہے۔ دیکھتے ہیں کون کون ہم سے بدلہ لیتا ہے' اور پھر ہ لڑکی—— استاد ایک بات میری سمجھ میں نہیں آئی۔" سردارے پر خیال انداز میں ٹھوڑی کھجلانے لگا۔ میں سوالیہ نگاہوں سے اس کی طرف دیکھ رہا تھا۔ "کیا بات سمجھ میں نہیں آئی؟" میں نے گہری سانس لے کر پوچھا۔

"بنی تمہاری صرف دشمن ہے یا اس کے انداز میں کچھ لچک بھی پائی گئی؟"

"تمہارا دماغ خراب ہے سردارے۔ چلک کی کیا گنجائش تھی' ہم نے اس کے ساتھ کون سا سلوک کیا ہے؟"

"بس استاد' نجانے کیوں دل چاہتا ہے کہ ہمیشہ تمہیں سپرمین سمجھا جاتا رہے۔ یعنی جو بھی تمہیں دیکھے' بس ایک دفعہ دیکھنے کے بعد دوبارہ کسی طور نہ بھول سکے۔"

"اچھا فضول باتیں مت کرو' کام کی باتیں سوچو۔"

"اب کام کی باتیں کیا ہیں استاد۔" سردارے نے گہری سانس لے کر کہا۔

"تو پھر منہ بند کر کے خاموشی سے بیٹھ جاؤ۔ فضول باتیں مجھے بالکل پسند نہیں ہیں۔" میں نے جھلائے ہوئے انداز میں کہا اور سردارے ہنسنے لگا۔

"لونڈیا نے گھاس نہیں ڈالی تو موڈ خراب ہو گیا۔" وہ منہ بنا کر بولا اور پیچھے کھسک گیا۔

گولڈ مین ہم دونوں کی شکلیں دیکھ رہا تھا۔ اس بیچارے کی عجیب شامت آئی تھی۔ میں جانتا تھا میری وجہ سے ہی وہ اس مصیبت میں گرفتار ہوا ہے۔ سب سے زیادہ اس کی پوزیشن خراب تھی۔ ہم تو کسی نہ کسی طور کچھ کرنے کی صلاحیت رکھتے تھے لیکن گولڈ مین جس انداز میں پھنسا تھا وہ بڑا خطرناک تھا۔ اس کی زندگی صرف ہمارے ساتھ کچھ تفریحات کے لیے تھی۔

اب ہوریشو نے چیلنج کیا تھا اور میں جانتا تھا کہ ہوریشو جیسے خطرناک لوگ کسی مضبوطی پر ہی بات کرتے ہیں۔ عام طور سے وہ اس قسم کے الفاظ نہیں کہتے اور جب کہتے ہیں تو پھر انہیں نبھانے کی کوشش کرتے ہیں۔ اب دیکھنا یہ تھا کہ ہوریشو کہاں تک جاتا ہے لیکن بہرصورت ہم گولڈ مین کو خطرے میں نہیں ڈال سکتے تھے۔ جو کچھ بھی ہو گا ساتھ ہی ہو گا۔ گولڈ مین خاموش بیٹھا کچھ سوچ رہا تھا۔ میں نے اسے مخاطب کیا اور وہ چونک کر میری طرف دیکھنے لگا' اس کے ہونٹوں پر اخلاص آمیز مسکراہٹ پھیل گئی تھی۔

"کیا بات ہے مسٹر میگوئن؟"

"کیا سوچ رہے ہو گولڈ مین؟"

"یقین کرو گے مسٹر میگوئن' میری بات پر؟"

"کیوں نہیں گولڈ مین۔ تم ایک عمدہ انسان ہو۔ ہم پورے طور سے تم پر اعتماد کرتے ہیں۔"

"تو پھر سنو۔ میں فرشتہ بننے کی کوشش کر رہا ہوں۔"

"کیا مطلب؟"

"دیکھو میگوئن۔ میں اچھا انسان نہیں ہوں۔ زندگی کی ساری خواہشات پوری کر چکا ہوں۔ ان سے سرخرو رہا ہوں۔ زندگی آسانی سے گزرتی رہتی تو مجھے اس سے اختلاف بھی نہیں تھا۔ اب یہ دہانے پر آ گئی ہے۔ تو مجھے اس کی ذرہ برابر پروا نہیں ہے۔ میرے ذہن کے کسی گوشے میں خوف شکل نہیں ہے۔ ہاں بس میں فرشتہ بننے کی کوشش ضرور کر رہا ہوں۔"

"وہ کیسے گولڈ مین؟"

"بس یار تم لوگ کچھ زیادہ ہی پسند آ گئے ہو۔" گولڈ مین بھونڈے انداز میں ہنسا۔

"کیا مطلب؟"

"میری دلی خواہش ہے کہ تمہیں کسی طرح ان کے چنگل سے نکال دوں۔"

"اوہ۔ وہ کس طرح گولڈ مین؟"

"بس اسی پر غور کر رہا تھا۔"

"تو کسی نتیجے پر پہنچے؟"

"ہاں' کچھ سوچ رہا ہوں۔"

"بتا بھی دو میری جان۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"بس یار' مذاق مت اڑانا۔ کوئی سچویشن ایسی ضرورت آئے گی جب مسلح افراد مجھے قتل گاہ لے جائیں گے۔ اسی وقت کچھ کرنے کا ارادہ رکھتا ہوں۔ ایک اسٹین گن ہاتھ آ جائے تو ان سب کو بھون ڈالوں۔ اور مجھے یقین ہے کہ میں کسی نہ کسی سے اسٹین گن چھیننے میں ضرور کامیاب ہو جاؤں گا۔ ہاں تم لوگوں سے میری ایک درخواست ہے۔"

"کیا گولڈ مین؟"

"اگر میں کسی ایسی سچویشن پر قابو پانے میں کامیاب ہو جاؤں تو تم فرار ہونے میں دیر نہ کرنا۔ یہ میرے اوپر احسان ہو گا۔"

"چند باتیں اور بتا دو گولڈ مین۔"

"پوچھو۔"

"اگر ہمیں یہاں سے کسی طرح رہائی مل جائے' میرا مطلب ہے تمہیں بھی' تو تم کیا کرو گے؟"

"کیا اس کا کوئی امکان ہے؟"

"فرض کرو ہو جائے۔" میں نے کہا۔

"تو پھر نئے سرے سے زندگی تلاش کرنا ہو گی۔ ظاہر ہے مکلینو ہمیں آسانی سے نہ نکلنے دے گا اور اگر نکل بھی گئے تو بہت سے ممالک میں ہمیں اس کے آدمیوں سے نمٹنا ہو گا۔"

"اب یہاں کیا رکھا ہے۔" گولڈ مین نے پھیکی مسکراہٹ سے کہا۔

"تمہارے ساتھی؟ میرا خیال ہے ابھی تو تمہارے بہت ساتھی زندہ ہوں گے؟"

"ہاں ہوں گے۔ لیکن اب وہ کبھی میرے سامنے نہیں آئیں گے۔"

"ارے کیوں؟"

"تم جانتے ہو میگوئن' برے لوگوں کے ساتھی کہاں اچھے ہوتے ہیں۔ میرا جو کچھ اثاثہ ہو گا' وہ اسے آپس میں تقسیم بھی کر چکے ہوں گے اور پھر میرے خوف سے چھپے چھپے پھریں گے۔ کیا فائدہ ان کی زندگی میں بے چینی پیدا کرنے سے؟"

"تو پھر تم یہ ملک چھوڑ دو گے؟"

"اگر زندگی مل گئی تو۔"

"کہاں جاؤ گے گولڈ مین؟" میں نے پوچھا اور گولڈ مین ہنس پڑا۔

"میری جان' اتنے پرامید کیوں ہو۔ میرا خیال ہے ان کے چنگل سے نکلنا اتنا آسان نہیں ہو گا۔"

"بالکل امید نہیں ہے گولڈ مین۔ میں ایک عہد کرنا چاہتا ہوں۔"

"کیسا عہد؟"
"جو کچھ تم سوچ رہے ہو بالکل نہیں ہوگا۔ ہم ایک ساتھ جئیں گے' ایک ساتھ مریں گے۔ یہا
سے نکلنے کی کوشش کریں گے۔ کوئی ایک آدمی یا دو آدمی یہاں سے نہیں جائیں گے۔"
"اوہ۔ میگوئن پیارے۔ بس تم نے کہہ دیا۔ کافی ہے۔"
"گولڈ مین' تم میری بات مانو گے؟"
"میری وجہ سے خود کو خطرے میں مت ڈالو میگوئن۔ زندگی میں پہلی بار تو کسی کے لیے میرے
میں پیار پیدا ہوا ہے۔"
"تم ہمیں بے حس کیوں کہنا چاہتے ہو گولڈ مین؟"
"یہ بات نہیں ہے۔"
"تم کس کے لیے اس خطرے میں پھنسے' کیا یہ بات بھلائی جا سکتی ہے؟"
"میں نے اس کا پورا معاوضہ لیا تھا۔"
"نہیں گولڈ مین پلیز۔ میری بات مان لو۔ میں اب کوئی کام شروع کرنا چاہتا ہوں۔ اب تک
صرف حالات کا جائزہ لے رہا تھا۔ ہوریشو کو اس کی کوششوں میں ناکام کر کے۔ اسے بے بسی کا شکار کرنا
تھا۔"
"کیا مطلب؟" گولڈ مین نے دلچسپی سے پوچھا۔
"ہاں گولڈ مین۔ میں ٹھیک کہہ رہا ہوں۔"
"تو تمہارے ہاتھ میں کوئی کارڈ ہے؟"
"میں اتنا بے عمل نہیں ہوں گولڈ مین۔"
"وہ تو مجھے معلوم ہے' تم بے پناہ صلاحیتوں کے مالک ہو۔"
"ہوریشو اپنی دانست میں مجھ سے انتقام لے رہا تھا۔ لیکن میں نے اسے آزاد چھوڑ دیا تھا اور
دیا تھا کہ وہ جو دل چاہے کرے۔ بہر حال نقصان اسے ہی ہوا۔ وہ ہمیں قتل کر کے بھی فائدے میں نہ رہ
"تو پھر اب تم کیا کرنے کا ارادہ رکھتے ہو میگوئن؟" گولڈ مین نے پوچھا۔
"جو کچھ کروں گا اس سے تمہیں لاعلم نہیں رکھوں گا گولڈ مین لیکن پلیز تم میرا انتظار کر
تمہارے تعاون کی سخت ضرورت ہے۔"
"گولڈ مین جسے خود سے برتر تسلیم کر لیتا ہے پھر اس سے انحراف نہیں کرتا۔"
"اوہ گولڈ مین میں خود کو تم سے برتر نہیں سمجھتا۔ ہم لوگ دوستی کا رشتہ رکھتے ہیں' اور سار
اسی جذبے کے تحت ہوں گے۔ اب مسئلہ یہ ہے کہ لڑکی کیا کرتی ہے اس کی کارروائی دیکھنے کے
سوچیں گے۔"
"مکلینو کی بیٹی ہے' اس کی طرح چالاک ہوگی۔" گولڈ مین نے کہا۔
"ہاں یہ تو درست ہے۔ لیکن میرا خیال ہے ہوریشو اس سے خوش نہیں گیا ہے۔ ان لو
آپس میں کوئی گڑبڑ ہونے دو۔ بس میں اس سے فائدہ اٹھانے کی تاک میں ہوں۔" میں نے کہا اور
تحسین آمیز نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگا۔

"یقین کرو مسٹر میگوئن میں تم سے بے حد متاثر ہوں۔" گولڈ مین نے کہا "میں نے طاقت اور عقل
ت کم یکجا دیکھی ہیں۔ یہ خوبی تم میں موجود ہے۔"
"اوہ بس کرو گولڈ مین۔ ٹھیک ہے' جو کچھ بھی ہوں تمہارا دوست ہوں۔" میں نے کہا اور گولڈ مین
خیالی انداز میں میری شکل دیکھتا رہا۔ باقی وقت ہم نے سکون سے ہی گزارا۔ فی الوقت کوئی کارروائی نہیں
ئی تھی۔ شام کو عمدہ قسم کی چائے ملی۔
وہی دونوں آدمی اندر آئے' جو کئی بار آ چکے تھے۔ "مسٹر نواز۔" ان میں سے ایک نے مجھے پکارا اور
کھڑا ہو گیا۔
"کیا بات ہے؟" میں نے پوچھا۔
"آئیے' آپ کو طلب کیا گیا ہے۔"
"جائیے' آپ کو طلب کیا گیا ہے۔" سردارے نے بالکل اس کے سے انداز میں کہا' اور پھر آہستہ
بولا۔ "ظاہر ہے طلب کرنے والا اور کون ہوگا اور پھر اگر رات کو طلب کیا جائے تو صورت حال
ہ ——"
"بکواس مت کرو۔" میں نے سردارے کی بات درمیان میں ہی کاٹ دی اور ان لوگوں کے ساتھ
نکل آیا۔
وہ مجھے لے کر اسی وسیع و عریض ہال میں پہنچے تھے جہاں بنی سے ملاقات ہوئی تھی۔ بنی ہال میں
ود تھی۔ پورے ہال میں تیز روشنیاں جگمگا رہی تھیں۔ بنی کے جسم پر شب خوابی کا لباس تھا' بال کھلے
ئے تھے اور وہ حسب معمول خاصی خوبصورت نظر آ رہی تھی۔
اس وقت اس کے چہرے کے خدوخال بھی نرم ہی محسوس ہو رہے تھے۔ مجھے دیکھ کر شاید مسکرائی
تھی اور بہر حال اس کے انداز سے ایک عجیب سا احساس ہو تا تھا۔ یوں لگتا تھا جیسے سردارے کی بات کسی
تک درست ثابت ہوگی۔
"رتو۔" اس نے آہستہ سے مجھے پکارا۔
"مس بنی۔" میں نے گردن خم کی۔
"حیران تو ہوگے اس وقت میرے طلب کرنے پر۔"
"نہیں۔ محکوم ہوں آپ کا۔ ایسی کوئی بات نہیں ہے۔"
"بڑے سعادت مند بن رہے ہو۔"
"ہاں مس بنی' حالات سے سمجھوتہ کرنے کا قائل ہوں۔"
"غلط کہتے ہو؟"
"کیوں؟" میں نے اسے دیکھا۔
"حالات سے سمجھوتہ تم جیسے انسان نہیں کرتے۔ میں نے تمہارے بارے میں مکمل رپورٹ طلب
ی۔ اور اس دوران تم نے جو کچھ کیا ہے' اس کے بارے میں بھی مجھے تفصیلات معلوم ہو گئی ہیں۔ آخر
ے انسان ہو؟"
"خود بھی نہیں جانتا مس بنی کہ میں کیسا انسان ہوں۔ میرا خیال ہے میرے بارے میں جتنا

آپ جانتی ہیں اتنا ہی میں بھی جانتا ہوں۔"

"میں جانتی ہوں؟" بنی نے دلچسپی کی نظروں سے مجھے دیکھا۔

"ہاں مس بنی۔ بہرحال آپ اس بات سے انکار نہیں کرسکتیں کہ ہم نے چند روز نہایت قریب کرگزارے ہیں۔"

"دیکھو رتو۔ مجھے وہ وقت یاد مت دلاؤ۔" وہ ہونٹ سکوڑ کر بولی۔

"اوہ۔ میرا یہ مقصد نہیں تھا مس بنی۔ بہرحال میں معافی چاہتا ہوں۔" میں نے جلدی سے کہا۔

"اچھا فضول باتیں مت کرو۔ بیٹھ جاؤ۔" بنی نے کہا اور ایک بار پھر اس کے لہجے پر مجھے شدید حیرت ہوئی۔ اس لہجے میں کوئی سختی نہیں تھی۔ البتہ اتنا میں جانتا تھا کہ مکلینو کی بیٹی یہاں بھی محکوم نہیں ہوگی یقیناً اس کی کافی طاقت ہے اور اس کے سامنے اس کے ساتھیوں کو بولنے کی اجازت نہیں ہے۔

ہوریشو جیسا آدمی جس کے بارے میں خود مکلینو نے مجھے بتایا تھا کہ وہ اس پورے علاقے کو کنٹرول کرتا ہے۔ تو ہوریشو جیسا آدمی جب بنی کے سامنے کچھ نہیں بول پاتا تھا' اور اس کے حکم سے نہیں کرسکتا تھا تو پھر یہاں کون بنی کے سامنے بولنے کی جرأت کرتا اور یوں بھی میں لانچ پر بنی کی دہشت دیکھ چکا تھا۔

انسانوں کا قتل اس حسین لڑکی کی نگاہ میں کوئی اہمیت نہیں رکھتا تھا۔ اس نے جس بے دردی اپنے ایک ساتھی کو قتل کیا تھا وہ آج تک میری نگاہ میں تھا۔ چنانچہ میں بنی کے سامنے بیٹھ گیا۔

بنی آہستہ سے اٹھی اور اس نے جاکر ہال کا دروازہ بند کردیا۔ کچھ عجیب سا انداز تھا۔ میں اس کرنے لگا لیکن میری سمجھ میں کچھ نہ آسکا۔ بنی دروازہ بند کرکے پھر واپس آگئی' اور میرے سامنے ہی گھسیٹ کر بیٹھ گئی۔

"ہوں۔ تو اب کیا خیال ہے تمہارا رتو؟"

"کس بارے میں مس بنی؟"

"کرنسی مکلینو کو واپس کروگے؟"

"ہرگز نہیں۔" میں نے سکون سے جواب دیا۔

"بڑے ضدی ہو۔ آخر کیوں' اس پر تمہارا کیا حق ہے؟"

"مس بنی' اس پر مکلینو کا بھی حق نہیں ہے۔ ظاہر ہے ایک طرح سے وہ لوٹ کا مال اور ناجائز آمدنی ہے۔ اب وہ کسی اور کے قبضے میں ہے۔ ضروری تو نہیں کہ اس سے صرف مکلینو فائدہ اٹھائے۔ میں بھی اس سے فائدہ حاصل کرسکتا ہوں۔" میں نے جواب دیا۔

"لیکن کس طرح۔ تم مکلینو کے چنگل سے آزاد کیسے ہوگے؟"

"اوہ۔ اس کی پروا نہیں ہے۔ میں تم سے کہہ چکا ہوں کہ میں اس کی کوشش کروں گا۔ ٹھیک ہے' اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔"

"بڑے انوکھے انسان ہو۔ اچھا بات سنو۔" وہ میری طرف جھک آئی۔

میں نے بھی اس پر اپنی پوری توجہ مرکوز کردی تھی۔ بنی چند ساعت اپنی خو... میری شکل دیکھتی رہی اور پھر آہستہ سے بولی۔

"عورت کے بارے میں کیا جانتے ہو؟"

"بڑی مختصر معلومات رکھتا ہوں۔" میں نے جواب دیا۔

"میں اضافہ کرنا چاہتی ہوں۔" بنی نے دوسری طرف منہ کرلیا۔

"میں شکرگزار ہوں گا مس بنی۔" میں نے اسے غور سے دیکھتے ہوئے کہا۔

"عورت کا غرور ازل سے مرد کے سامنے سرنگوں ہوتا رہا ہے۔ میں نے پوری زندگی میں بے شمار ...ں کو قتل کیا ہے۔ دراصل میری تربیت ہی اس انداز میں ہوئی کہ میں مرد اور عورت کی تفریق کی قائل ...ہی۔ مرد کے بارے میں' میں نے عورت بن کر کبھی نہیں سوچا۔ اس کی گنجائش ہی نہیں نکلی تھی لیکن پہلے میں تمہارے فن سے متاثر ہوئی۔ پھر تمہاری ذہانت سے۔ گو مجھے اپنی ذہانت کے سامنے کسی کی ...ت پسند نہیں تھی۔ لیکن دل کے اندر یہ احساس ضرور تھا کہ تم غیر معمولی ہو۔ اس کے بعد تم نے میرے ...ہ بڑا وحشیانہ سلوک کیا۔ میں مرد پرست نہیں تھی۔ لیکن اپنی مغلوبیت مجھے ناگوار نہیں گزری تھی اور ... حالات کے بھنور سے نکل کر مجھے تنہائی ملی تو ——— تو ——— تم مجھے بہت یاد آئے۔" وہ خاموش ...ا۔ اور میرے ذہن میں چیونٹیاں سی رینگنے لگیں۔

"تو پھر سردارے کا خیال درست تھا۔" میں نے سوچا۔

"ان باتوں سے تم مجھے گھٹیا تو نہیں سمجھ رہے؟ میرا مضحکہ تو نہیں اڑا رہے دل ہی دل میں؟"

"نہیں مس بنی۔ یہ زندگی کی باتیں ہیں۔ ان کا مضحکہ کون اڑا سکتا ہے۔" میں نے انتہائی سنجیدگی ...کہا۔

"میں نے تمہارے بارے میں مکمل معلومات رکھی تھیں۔ ہوریشو تمہارے بارے میں بے حد ...پاک ارادے رکھتا تھا اور میں ابتدا ہی سے تمہیں بچانے کی فکر میں تھی۔ تم ہر لحاظ سے ایک مکمل ...یت ہو۔ تم نے ہوریشو کی قید میں رہ کر بھی اسے زک پہنچائی۔ وہ خود کو بے حد ٹھنڈا انسان سمجھتا ہے' اپنی اس قوت پر نازاں ہے۔ لیکن تم نے اسے یہاں بھی شکست دی۔ میرے دل میں تمہارے لیے بڑی ...ہے' اور پھر میں نے تمہیں ہوریشو کے چنگل سے نکال لیا۔ میں بہت عرصے سے اس کی پلاننگ کر رہی ...ہے۔"

"میں خلوص دل سے شکریہ ادا کرتا ہوں مس بنی۔" میں نے جواب دیا۔

"ایک بات بتاؤ گے؟" اس نے میری آنکھوں میں دیکھا۔

"ضرور۔"

"تم اس قسم کے انسان تو نہیں ہو جو حالات سے ہار مان لیتے ہیں۔ کیا تم فرار کے منصوبے نہیں بنا رہے تھے؟"

"آپ کا خیال درست ہے مس بنی۔ میں زیادہ دیر تک آپ کے قبضے میں نہیں رہ سکتا تھا۔" میں ...جواب دیا۔

"شکریہ۔ یہ تمہارے اعتماد کا ثبوت ہے۔ سنو' جو کچھ بھی تم کر رہے ہو' اور خواہ وہ کسی قدر موثر ...سے ترک کردو۔ میں تمہارے فرار کا بندوبست کرچکی ہوں۔" بنی نے کہا اور میرے پورے بدن میں

☆ ☆ ☆

بنی غور سے میری شکل دیکھ رہی تھی اور میں سوچ رہا تھا کہ کیا واقعی وہ سچ کہہ رہی ہے یا مکلینو کی ذہین بیٹی نے کوئی گہری چال سوچی ہے۔ وہ ایک ایسا کارنامہ انجام دینا چاہتی ہے جو مکلینو نائب خاص بھی انجام نہیں دے سکا اور اس کے بعد وہ اپنی برتری کا سکہ جمانا چاہتی ہے۔

حالانکہ اس نے جو گفتگو کی تھی' میرے تجربے کی روشنی میں اس میں جھوٹ کا عنصر شامل نہ تھا۔ اس وقت صرف عورت بول رہی تھی لیکن حالات نے ایسے چکر دیے تھے کہ ہر لمحے شک و شبہ کی نگاہ سے دیکھنے کی عادت پڑ گئی تھی اور اس وقت تک کسی بات پر یقین کرنے کو دل نہیں چاہتا تھا۔ جب تک وہ عملی شکل میں سامنے نہ آجائے۔

بنی کے سامنے میں نے جو گفتگو کی تھی اس میں ایک بات بھی ایسی نہیں تھی جس میں' میں نے رسک لیا ہو۔ مجھے یقین تھا کہ اتنا تو بنی بھی جانتی ہو گی کہ میں نے خوشی سے ان لوگوں کی قید میں رہنا یا ان کے ہاتھوں مرجانا پسند نہیں کروں گا اور اپنے طور پر یہاں سے نکل جانے کی سعی ضرور کروں گا۔ ممکن ہے ان الفاظ سے وہ میرا اعتماد حاصل کرنا چاہتی ہو تاکہ میرے منصوبے ناکام بنا کر پوری طرح مجھ پر گرفت قائم کر سکے لیکن اول تو کوئی خاص منصوبہ میرے ذہن میں نہیں تھا۔ اگر ہوتا بھی تو ظاہر ہے بنی پر مکمل اعتماد کر کے میں اسے اس کے بارے میں بتانے کی کوشش نہ کرتا۔ ایسی صورت میں جبکہ ساری چالیں اندھی ہوں کوئی خطرہ مول لے لینے میں کوئی حرج نہیں تھا۔ ہاں اگر اسی انداز میں کوئی کام کی بات بن جائے جس سے متوقع فائدہ اٹھایا جا سکے۔

"الجھ گئے ہو؟" بنی کے الفاظ نے مجھے خیالات سے چونکا دیا۔

"نہیں مس بنی! صرف سوچ رہا ہوں"۔

"کیا سوچ رہے ہو؟" اس نے پوچھا۔

"ان حالات کے بارے میں۔ وقت کیسے کیسے چکر دیتا ہے۔ میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ آپ اس طرح مہربان ہو جائیں گی"

"اور میں بھی نہیں سوچ سکتی تھی مسٹر نواز کہ کسی مرحلے پر میں دل کے ہاتھوں اس طرح مجبور ہو جاؤں گی لیکن میرا خیال ہے ہر انسان کا غرور زندگی میں ایک بار ضرور ٹوٹتا ہے۔ میرا خیال ہے شکست سے بددل نہیں ہونا چاہیے کیونکہ انسان بہرحال انسان ہے"۔

"درست کہا آپ نے" میں نے تائید کی۔

"میں تم سے بہت سی باتیں کرنا چاہتی ہوں رہتو' سوری مسٹر نواز میں اب تمہیں نواز ہی کہوں گی کسی کو بدلے ہوئے نام سے پکارنا عجیب لگتا ہے جبکہ اس کی اصلی شخصیت نگاہوں کے سامنے ہو"۔

"اس میں کوئی حرج نہیں ہے" میں نے جواب دیا۔

"تمہارے بارے میں بے شمار سوالات میرے ذہن میں مچلتے ہیں۔ میں کہہ چکی ہوں کہ میں نے پوری زندگی میں پہلی بار تمہارے سامنے اعتراف شکست کیا ہے اور جب اعتراف شکست ہو گیا تو پھر شرمندہ بھی نہیں رہی۔ لیکن اس بات کو سوچ کر دل کو تسلی دے لیتی ہوں کہ صرف میں ہی نہیں تمہارے سامنے اچھے اچھوں نے اعتراف شکست کیا ہے"۔

"مس بنی! اگر اجازت ہو تو میں بھی کچھ کہوں لیکن معاف کیجئے' کیا ہم یقینی طور پر تنہا ہیں اور آپ کے پاس گفتگو کے لیے وقت ہے؟"

"ہر طرف سے مطمئن رہو۔ بنی تمہاری نگاہوں میں لاکھ بے حقیقت ہے لیکن اور کسی کی مجال نہیں ہے کہ اس کے معاملے میں مداخلت کرے۔ اس عمارت کے ہر شخص کی جنبش میرے اشارے پر ہے"۔

"شکریہ! ہاں تو میں بھی کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں"۔

"بے فکر ہو کر کہو"۔

"آپ بار بار اعتراف شکست کر کے مجھے شرمندہ کر رہی ہیں۔ میں بھی انسان ہوں۔ میں اسے آپ کی شکست نہیں' بلکہ دوستی کا درجہ دیتا ہوں اور دوست کا احترام نہ صرف میرے دل میں ہے بلکہ میں چاہتا ہوں کسی دوسری آنکھ میں بھی میرے دوست کے لیے کوئی ناپسند جذبہ نہ ہو۔ آپ گولڈ مین کی مثال لے لیں۔ میں نے اس سے صرف دوستی کی ہے لیکن میں اس کے لیے جان دینے کو تیار ہوں اور ہر قیمت پر اسے زندہ رکھنا چاہتا ہوں۔ اس لیے براہ کرم اگر آپ کے لہجے میں' آپ کے دل میں میرے لیے دوستی کا جذبہ پیدا ہو گیا ہے تو خود کو شکست خوردہ نہ کہیں' بلکہ مجھے اپنا دوست کہہ کر اعزاز بخشیں" میں نے موثر لہجے میں کہا۔ بنی کی آنکھوں میں عجیب سے تاثرات پیدا ہو گئے تھے۔ چند ساعت خاموشی کے بعد اس نے کہا:

"یہ میرا تجربہ ہے نواز۔ ہم برے لوگوں میں بھی بعض اوقات وہ اچھائیاں ہوتی ہیں' جو ان لوگوں میں نہیں ہوتیں جو دوسروں کی نگاہوں میں اچھے ہوتے ہیں۔ اور میں نے ہر اس شخص کے اندر ایسی عظیم خوبیاں پائی ہیں جسے کسی بھی لحاظ سے بدتر سمجھا گیا ہو۔ بہت سے ایسے لوگ میری نگاہ میں ہیں جن میں سے ایک ہوریشو بھی ہے۔ سیاہ چہرے والے اس شخص کے اندر بے پناہ تحمل ہے۔ وہ اس قدر ٹھنڈا ہے کہ اس کی وسعت پر شدید حیرت ہوتی ہے۔ اسے خود پر بے پناہ اعتماد ہے اور وہ ہر کام اس سکون سے کرتا ہے کہ جیسے ماحول پوری طرح اس کی مٹھی میں ہو' وہ حالات سے پنجہ کشی کر کے انہیں اپنی مرضی کے مطابق موڑ دینے پر قادر ہو۔ میں نے بارہا مہمات میں اس بات کا تجربہ کیا ہے اور اکثر اوقات میں سوچتی تھی کہ کیا شکست اس شخص کی سرشت میں ہے ہی نہیں؟ لیکن بات دوسری تھی۔ اس کی خوش بختی تھی کہ اسے خود سے بھی اونچا کوئی شخص نہیں ملا تھا۔ تمہیں میں نے عام آدمی سے تھوڑا سا ہٹ کر سمجھا تھا۔ جب تم نے مکلینو سے ٹکر لی تو میں نے حقارت سے سوچا کہ بلاشبہ تم ایک چالاک انسان ہو لیکن تمہارا یہ قدم دانش مندانہ نہیں ہے اور تم ضرور زک اٹھاؤ گے۔ ہوریشو تمہاری راہ پر لگ گیا لیکن اسے جو پاپڑ بیلنا پڑے' ان واقعات کو سننے کے بعد میرے دل میں تمہارے لیے ایک اور مقام پیدا ہو گیا تھا۔ یقین کرو ہوریشو کا مشن میرے مشن سے مختلف نہیں ہے۔ وہ ہمارے لیے اہم ترین آدمی ہے لیکن میں نے ہوریشو کے چہرے پر شکست پائی۔ اس کا وہ خول میں نے تمہارے سامنے ٹوٹتے دیکھا جس کو چھونے کا تصور بھی ختم ہو گیا تھا۔ اور خول توڑنے والا شخص لامحالہ ہوریشو سے زیادہ مضبوط نکلا۔ ہاں تو میں بات کردار کی مضبوطی کی کر رہی تھی۔ تمہارے اندر وہ خوبیاں موجود ہیں جو تمہیں عام آدمیوں سے ہٹا کر کھڑا کر دیتی ہیں اور شاید یہی تمہاری عظیم کامیابی کی دلیل ہے۔ مثلاً" ابھی تم نے جو بات کہی' میرا مطلب ہے دوستی والی' میری نگاہ میں یہ معمولی بات نہیں ہے"۔

"دیکھو بنی! ہم پیدائشی طور پر برے نہیں ہوتے۔ وقت اور حالات ہمیں نہ جانے کیسے کیسے اجن
راستوں پر لے جاتے ہیں۔ اگر ہم یہ نہ ہوتے جو ہیں تو وہ ہوتے جو دنیا میں اچھے ناموں سے یاد کیے جا
ہیں۔ ان کے کارنامے ان کی یاد بن جاتے ہیں لیکن بنی احساسات ہمارے' ان سے مختلف نہیں ہوتے۔
بھی انہی کے انداز میں سوچتے ہیں۔ یہ دوسری بات ہے کہ ہم ان کے انداز میں کر نہیں سکتے۔ دوستی ا
بڑی چیز ہے"۔

"بہر حال میں تم سے بہت متاثر ہو گئی ہوں نواز۔ میری سوچ بہت گہری نہیں ہے۔ اپنے بارے
خلوص سے تمہیں بتا چکی ہوں۔ میری شخصیت میں جو کمی ہے' اور جو کسی کے لیے ناپسندیدہ ہو سکتی ہے
میری تشکیل کردہ نہیں ہے۔ یوں سمجھو وہ میرے خون میں رچی ہوئی ہے۔ اگر کوئی مجھے اپنا پیار دے
میں اس کے لیے خود کو بدل سکتی ہوں"۔

"اوہ بنی جسے برائی کا احساس ہو' وہ برا نہیں ہوتا۔ تم یقین کرو میں تمہیں اچھا انسان سمجھتا ہوں"۔

"اور میرے احساسات کا کیا ہو گا؟" بنی نے کہا۔

"براہ کرم کھل کر کہو۔ میں نہیں سمجھا"۔

"تمہاری پسندیدگی کے پیچھے ایک اور جذبہ بھی کار فرما ہے"۔

"مجھے اس کے بارے میں بتاؤ"۔

"کسی حد تک بتا چکی ہوں' مزید سننا چاہتے ہو تو سنو۔ میں ہر قیمت پر تمہاری قربت چاہتی ہو
سب کچھ ہوں' لیکن عورت بھی ہوں۔ عورت کے جذبات سے کافی حد تک نا آشنا تھی۔ لیکن تم نے
مکمل عورت بنا لیا۔ فطرت میں بھولنے کا مادہ نہیں ہے۔ دو ہی باتیں تھیں' یا تو تم سے عورت کے
جانے کا انتقام لینے کے لیے زندگی وقف کر دیتی' یا تمہیں چاہنے لگتی۔ اگر فطرتاً" تم خاص انسان نہ ہو
شاید تم سے انتقام ہی لیتی لیکن تمہاری شخصیت کے ایسے پہلو سامنے آئے کہ تمہیں چاہنے لگی"۔

"اوہ' بنی! اس وقت جب میں نے وحشیانہ فطرت کا مظاہرہ کیا تھا' میرے ذہن میں صرف تمہار
غرور کو توڑنے کا احساس تھا لیکن اب تم سے گفتگو کرنے کے بعد تمہاری شخصیت کے کچھ حسین پہلو
نگاہوں میں آئے ہیں۔ میں انہیں کیسے نظرانداز کر سکتا ہوں۔ میں بھی تمہارے لیے دل میں پسندیدگ
جذبات رکھتا ہوں"۔

"شکریہ نواز! اب مجھے بتاؤ' میں تمہارے لیے کیا کروں؟"

"میں نہیں سمجھا بنی؟"

"میں نے تم سے ایک بات کہی تھی؟"

"کون سی؟"

"یہی کہ میں نے تمہیں یہاں سے نکلنے کا بندوبست کیا ہے"

"ہاں۔ تم نے کہی تھی"۔

"میں اس پر عمل کرنا چاہتی ہوں"۔

"بنی اب تو ہم دوست بن گئے ہیں"۔

"صرف دوست ہی نہیں' بہت کچھ بن گئے ہیں نواز!" بنی نے مخمور لہجے میں کہا۔

"ہاں۔ مجھے اس کا اعتراف ہے"۔

"پھر نواز۔ تم کیا کہنا چاہتے تھے؟"

"دوستی۔ اور ایک پرخلوص دوستی' بہت سی ذمہ داریاں شانوں پر ڈال دیتی ہے۔ ایسی شکل میں' میں
کب یہ چاہوں گا کہ تم کسی الجھن میں پڑو"۔

"میں نہیں سمجھی؟" بنی تعجب سے بولی۔

"میں تمہیں اس پریشانی میں نہیں ڈالنا چاہتا۔ اگر مکلینو کو کسی مرحلے پر یہ معلوم ہو گیا کہ تم
نے اس کے دشمنوں کی مدد کی ہے تو وہ تم سے باز پرس کرے گا"۔

"اوہ۔ تو تمہارے دل میں میرے لیے کوئی خاص خیال نہیں ہے۔ میں اب مکلینو کے ساتھ
نہیں رہنا چاہتی۔ میں پوری زندگی تمہارے ساتھ گزاروں گی" بولو کیا میں اس قابل نہیں ہوں کہ تم مجھے اپنا
ساتھی بنا لو؟"

ایک لمحے میں فیصلہ کرنا تھا۔ میری جو ذہنی کیفیت تھی اس کے تحت میں اب کسی ایسے جال میں تو
نہیں پھنس سکتا تھا جس میں ذرا بھی جذباتیت ہو۔ لیکن موقعے سے فائدہ نہ اٹھانا بھی زبردست حماقت تھی
اور میں ایسی کوئی حماقت بھی نہیں کرنا چاہتا تھا۔ اس وقت میرے اوپر ان لوگوں کا غلبہ تھا۔ ہوریشو جتنا
خطرناک انسان تھا' اس کا اندازہ بخوبی ہو گیا تھا اور اب تو وہ جھلا گیا تھا۔ اس کا سارا تحمل ختم ہو گیا تھا' چنانچہ یہ
خطرہ مول لیا جا سکتا تھا۔ بنی سے چکنی چپڑی باتیں کرنا تھیں' اس کے علاوہ تو کوئی کام نہیں تھا۔ چنانچہ میں نے
فیصلہ کر لیا۔ اپنا کام سب سے مقدم ہے۔ ساری دنیا کا یہی دستور ہے اور پھر میں کون سا اعلیٰ اقدار کا محافظ تھا۔
مجھ جیسے برے انسان کو یہ ساری باتیں نہیں سوچنا چاہئیں۔

بنی میری شکل دیکھ رہی تھی۔ پھر اس نے کہا "اگر کسی وجہ سے میں تمہارے لیے ناقابل قبول ہوں
تو بتا دو نواز۔ میں محبت کا فرض نبھاؤں گی"۔

"کیسی باتیں کرتی ہو بنی۔ میں اس لیے خاموش نہیں ہوں"۔

"پھر؟ پھر کیا بات ہے"۔

"تمہارے ہی بارے میں سوچ رہا تھا بنی!"

"کیا سوچ رہے ہو؟"

"یہی کہ تم عورت ہو۔ عام عورتوں سے بالکل مختلف لیکن اس کے باوجود عورت' جو محبت کے
ہاتھوں سب کچھ ہار جانے کو تیار ہو جاتی ہے۔ لیکن میری زندگی بارود کا ڈھیر ہے بنی۔ ذرا سی چنگاری پڑ جائے
تو سب کچھ فنا ہو جائے گا۔ کیا تمہیں علم ہے کہ انٹرپول بھی میرے پیچھے ہے۔ اگر کبھی میں کسی مصیبت میں
پھنس گیا تو تمہیں بے حد تکلیف ہو گی اور اس وقت شاید تمہیں احساس ہو کہ میرے لیے عیش و عشرت
چھوڑ کر تم نے غلطی تو نہیں کی"۔

"ابھی خود عورت کے بارے میں اعتراف کر چکے ہو کہ محبت کے ہاتھوں وہ سب کچھ ہار جانے کو
تیار ہو جاتی ہے۔ مجھے عورت بھی کہہ چکے ہو اور پھر بھی یہ سوال؟"

"بس بنی۔ تمہاری عیش و عشرت کی زندگی چھیننا نہیں چاہتا"۔

"جب میں تمہاری ساتھی بن جاؤں گی تو تمہاری زندگی کے لیے راستوں کا انتخاب بھی میں ہی

کروں گی اور مجھے اپنی سوچ پر بے حد اعتماد ہے"۔

"تب میں اپنی زندگی کی ڈور تمہارے ہاتھوں میں دینے کو تیار ہوں بنی۔ میں تمہاری رفاقت قبول کرتا ہوں" میں نے کہا اور بنی وفور محبت سے بے خود ہو گئی۔ وہ دوڑ کر مجھ سے لپٹ گئی اور اس نے اپنا سر میرے سینے سے ٹکا دیا۔ میں نے بھی اس کی پذیرائی کی تھی۔ ظاہر ہے وہ میرے لیے اہم ترین لڑکی بن گئی تھی اور پھر وہ مجھے اپنے ساتھ ہی اپنی خواب گاہ میں لے گئی اور خواب گاہوں کا حسین ماحول سوچنے سمجھنے کے لیے نہیں ہوتا۔ خاص طور سے مجھ جیسے انسان کو' جس کے لیے زندگی کا مطلب صرف یہ ہے کہ جب تک ہے' اپنی ہے۔ جب موت کے سائے منڈلانے لگیں تو پھر اپنا کچھ بھی نہیں۔ نہ تو اس کی فکر کرنی چاہیے اور نہ اس کے لیے پریشان ہونا ضروری ہے۔ حال صرف اپنا ہوتا ہے اور حال جو تصویر پیش کرے' اس میں رنگ آمیزی وقت کی سب سے بڑی دانش مندی ہے۔

چنانچہ بنی کے ساتھ یہ دوسرا تجربہ خوب نکلا۔ پہلی بار صورت حال دوسری تھی۔ فطرت بھی کچھ اور تھی لیکن اس بار ماحول اپنے شکنجے میں تھا اور اس کی ندرت مسلم۔ یوں بنی کے ساتھ اس عمارت کی صبح نمودار ہو گئی۔ بنی بھی رات کے نئے تجربے سے سرشار تھی۔

"نواز!" اس نے روشنی کی پہلی کرن نمودار ہوتے ہی کہا۔

"ہوں!"

"جاگ رہے ہو؟"

"ہاں بنی! کیوں؟"

"یونہی پوچھ رہی تھی۔ ہم دونوں کی زندگی میں اب کوئی تکلف تو نہیں ہے؟"

"میرا خیال ہے نہیں"۔

"تم میرے اوپر اعتماد بھی کرتے ہو؟"

"خود کی طرح!"

"شکریہ میری زندگی۔ وقتی طور پر میں تمہارے لیے کسی قدر اجنبی رہوں گی جو کچھ ہو اسے مصلحت سمجھنا۔ حالانکہ پوری زندگی میں' میں نے مصلحت کو کوئی اہمیت نہیں دی تھی لیکن اس وقت مکلینو کا سہارا حاصل تھا جو میرے سارے الٹے سیدھے کام سنبھالتا رہتا تھا۔ اب بات اسی کے خلاف ہے اور وہ بہت چالاک ہے اس لیے......"

"میں سمجھ رہا ہوں بنی لیکن کیا تم مجھے اپنا پروگرام نہیں بتاؤ گی؟"

"چھپانے کا کیا سوال ہے" بنی نے کہا اور جس خلوص کے ساتھ اس نے میرے ساتھ رات گزاری تھی' اسے مد نگاہ رکھتے ہوئے میں اس پر شک بھی نہیں کر سکتا تھا۔ "بات صرف مکلینو کی نہیں ہے اسے تو بعد میں معلوم ہو گا۔ سب سے پہلی خطرناک شخصیت ہوریشو کی ہے اور یہ سیاہ رو جتنا خطرناک ہے' میں اچھی طرح جانتی ہوں۔ اگر تم یقین کر سکو تو کرو کہ مکلینو کو اس نے بہت بڑا سہارا دیا ہے۔ اس نے آدھی دنیا میں اپنا جال اس طرح پھیلا رکھا ہے کہ بس عجیب و غریب شخصیت کا مالک ہے۔ میرے علم میں تو یہ بات آئی ہے کہ یہ کئی قبیلوں کا روحانی پیشوا بھی ہے اور وہ اس کے لیے دنیا کا ہر خطرناک کام کر گزرنے کو تیار رہتے ہیں"

"خوب!" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"ایسی صورت میں ہمیں بہت کچھ کرنا ہے"۔

"یقیناً"!"

"میں اسے بہت سے چکر دوں گی لیکن بالآخر ہمیں ان لوگوں کو چھوڑنا ہو گا جو ہوریشو کے ساتھی ہیں اور پھر واپس ہوریشو کے پاس ہی آئیں گے۔ چنانچہ میں نہیں چاہتی کہ وہ ہماری نشاندہی کر سکیں۔ ابتدا میں' میں سارے کام ایسے ہی کروں گی جن سے اندازہ ہو کہ میں تمہارے خلاف کام کر رہی ہوں اور اس میں کافی حد تک کامیاب جا رہی ہوں۔ اس کے بعد-----"

"ٹھیک ہے بنی! میں تم سے مکمل تعاون کروں گا اور تمہیں اپنے کسی کام میں دقت نہیں ہو گی" میں نے اسے یقین دلایا اور یہ بھی برا نہیں تھا۔ بنی اپنے طور پر جو کچھ بھی کرے گی' بہرحال میں اس پر نگاہ تو ضرور رکھوں گا اور کیا ضروری ہے کہ اس کی انگلی پکڑ کر ہی چلا جائے۔ جہاں بھی موقع دیکھوں گا' کنٹرول اپنے ہاتھ میں لے لوں گا' اس طلسم سے نکلا تو جائے۔

"شکریہ نواز!" بنی نے کہا اور ہم اٹھ گئے۔ بنی خاموشی سے مجھے میرے کمرے تک واپس چھوڑ گئی۔ سردارے بدمعاش گہری نیند سو رہا تھا اور گولڈ مین کے بھی خراٹے گونج رہے تھے۔ میں نے سکون کی سانس لی اور اپنے بستر پر جا لیٹا۔ نیند تو نہیں آ رہی تھی لیکن آنکھیں بند کر کے کروٹ بدل لی تاکہ سردارے مجھے سوتا ہوا سمجھے اور جب نیند نہ آئے تو خیالات کی ریل چل پڑتی ہے اور خیالات پر قابو پانا بہرحال آسان کام نہیں ہوتا۔ بعض اوقات یہ اختیار سے قطعی باہر کی چیز ہوتے ہیں۔ میرے ذہن میں کوئی ایک مسئلہ نہیں تھا۔

بنی----- اس کا التفات----- ہوریشو----- اور نہ جانے کیا کیا۔ لیکن پھر ان کا سلسلہ ایک نقطے پر آ کر جم گیا۔ آخر یہ سب کیوں ہے؟ ان ساری باتوں کا کوئی مقصد بھی ہے؟ زندگی گزرنے والی چیز ہے۔ ہر کیفیت میں یہ بڑھتی رہتی ہے۔ ہمارے سامنے کچھ مقاصد ہوتے ہیں اور ہم انہی مقاصد کے سہارے آگے بڑھتے ہیں۔ ہماری نگاہوں میں ایک منزل ہوتی ہے۔ ہم ہر قدم اسی منزل کی سمت اٹھاتے ہیں۔ ہمارے دل میں وہاں پہنچ جانے کی لگن ہوتی ہے لیکن خود میری منزل کون سی ہے؟ میں کہاں جا کر ٹھہروں گا۔ ٹھہرنے کی جگہ کون سی ہے اور اگر کوئی جگہ نہیں ہے تو پھر یہ تیز روی کیا معنی رکھتی ہے۔ میں کیوں چل رہا ہوں' کب تک چلتا رہوں گا۔

اور یہ خیال ذہن الٹ دیتا تھا۔ یہ خیال ہفتوں ذہن کو خراب کرتا رہتا تھا۔ میں نے اس جان لیوا خیال سے بھاگنے کی کوشش کی۔ ہر طرح خود کو تبدیل کرنے کے گر استعمال کیے لیکن خیالات قابو میں کہاں ہوتے ہیں۔

میں نے گھبرا کر آنکھیں کھول دیں اور بے چینی سے سردارے کی طرف دیکھا لیکن وہ کم بخت گھوڑے بیچ کر سو رہا تھا۔ پھر گولڈ مین کی طرف نگاہ دوڑائی۔ وہ بھی سکون سے خراٹے لے رہا تھا۔

یہ اتنے پرسکون کیوں ہیں؟ بظاہر گولڈ مین بھی تنہا نظر آتا تھا۔ اس کی زندگی کا بھی کوئی مقصد عیاں نہیں تھا۔ رہی سردارے کی بات تو اس کی پوری زندگی میری نگاہوں کے سامنے آ چکی تھی۔ اس لیے یہ اندازہ لگانے میں کوئی الجھن نہیں تھی کہ اس کی بھی کوئی منزل نہیں ہے۔ اگر یہ دونوں بھی میری طرح گم

کردہ راہ ہیں تو پھر ان کی زندگی میں یہ سکون کیوں ہے اور میں اتنا بے سکون کیوں ہوں جو کچھ انہیں میسر ہے اس سے کہیں زیادہ مجھے مل جاتا ہے پھر یہ نمایاں فرق؟

آہ یہ فرق کیوں ہے۔ میں نے بے چینی سے کروٹ بدلی اور میرے بستر میں آواز پیدا ہوئی۔ سردارے کی آنکھ کھل گئی تھی۔ اس نے گردن گھما کر میری طرف دیکھا اور پھر بہت پھرتی سے اٹھ گیا۔ دوسرے لمحے وہ میرے بستر میں تھا۔ اب وہ مجھ سے اتنا ہی بے تکلف ہوگیا تھا کہ ان باتوں کی پرواہ نہیں کرتا تھا۔ مجھے اس کے اٹھ جانے سے خوشی ہوئی تھی۔ کم از کم اس کی بکواس سے ذہن تو بٹے گا۔

لیکن میں نے جان بوجھ کر آنکھیں بند کرلی تھیں۔

"ہرگز نہیں مانوں گا۔ خدا کی قسم نہیں مانوں گا۔ صرف بیس منٹ پہلے" اس نے دیوار میں لگی گھڑی دیکھتے ہوئے کہا "صرف بیس منٹ پہلے میں نے آپ کے بستر پر نگاہ ڈال کر دیکھا تھا' آپ موجود نہیں تھے استاد اور صرف بیس منٹ میں نیند اتنی گہری نہیں ہوتی کہ آپ کی آنکھ ہی نہ کھلے"۔

"کیا بدتمیزی ہے؟" میں نے اسے دھکیلتے ہوئے کہا۔

"ہوئی ناوہی بات" سردارے خوش ہو کر بولا۔ یہی تو میں کہہ رہا تھا کہ بیس منٹ میں نیند گہری ہو ہی نہیں سکتی"۔

"تمہیں میرے آنے کا علم ہے؟" میں نے سنجیدگی سے کہا۔

"نہیں۔ جھوٹ نہیں بولوں گا"۔

"جبکہ بیس منٹ قبل تم نے میرا بستر دیکھا تھا؟"

"ہاں۔ پھر؟"

"بیس منٹ میں تمہاری نیند اتنی گہری کیسے ہوگئی تھی کہ تمہیں میرے آنے کی خبر بھی نہ ہوئی؟" میں نے سوال کیا اور سردارے نے منہ سکوڑلیا۔ پھر جلدی سے بولا:

"میری اور بات ہے میں تو پہلے سے سو رہا تھا"۔

"اچھا فضول باتیں مت کرو۔ اپنے بستر پر جاؤ۔ میں سونا چاہتا ہوں" میں نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

"ایک عمدہ مشورہ دوں۔ ساری رات جاگتے رہے ہو' اب سوئے تو جلدی نہیں اٹھیں گے اس لیے تھوری دیر تک اور جاگیں' پھر ناشتہ کر کے سو جائیں اور دوپہر کے کھانے سے پہلے نہ اٹھیں' کیا خیال ہے؟"

"میرا موڈ بہت خراب ہے" میں نے کہا۔

"ارے' کیوں؟" سردارے نے تعجب سے کہا۔

"بس سردارے' ایسے ہی کچھ خیالات تھے" میں نے گہری سانس لے کر کہا۔

"کیسے خیالات؟"

"منزل کی تلاش۔ منزل کا احساس"۔

"خدا رحم کرے" سردارے نے بدستور مسخرے پن سے کہا۔

"غور کرو سردار۔ آخر ہم کس کے لیے سرگرداں ہیں؟ کیا مقصد ہے ہماری زندگی کا؟ اتنی دولت جمع کی ہے ہم نے' کیا کریں گے اس کا؟ کسے دیں گے اور پھر اتنی دولت ہونے کے باوجود ہم کس طرح مارے مارے پھر رہے ہیں۔ کیا اسے زندگی کہہ سکتے ہیں؟"

"استاد! استاد! کیا ساری رات یہی سوچتے رہے ہو؟" سردارے نے بوکھلائے ہوئے انداز میں کہا۔

"سنجیدگی سے گفتگو کر سکتے ہو تو کرو ورنہ مجھے تنہا چھوڑ دو"۔

"میں بالکل سنجیدہ ہوں استاد مگر ہوا کیا ہے؟"

"یہ میرے سوال کا جواب ہے؟" میں نے آنکھیں نکالیں "تم مجھے بتاؤ تمہاری زندگی کا کیا مقصد ہے؟"

"میں نے تو اسے تمہارے لیے وقف کر دیا ہے استاد اور جب میرا استاد موجود ہے تو پھر مجھے یہ ساری باتیں سوچنے کی کیا ضرورت ہے؟"

"نہیں سردارے! تم یہ ذمے داری ایک ایسے شخص کے کندھوں پر ڈال رہے ہو جس کے راستے خود تاریک ہیں۔ وہ خود ٹٹول ٹٹول کر چل رہا ہے"۔

"کیسی باتیں کر رہے ہو استاد۔ ان تاریک راستوں پر سردارے تمہارے ساتھ ہے۔ کیا تم تاریکی کے خوف سے سردارے کا ہاتھ چھوڑ دو گے۔ تاریکی میں تو سہارے اور زیادہ اہمیت رکھتے ہیں بشرطیکہ ان کے خلوص پر اعتماد ہو"۔

"وہ تو ٹھیک ہے سردارے لیکن منزل کا کوئی تعین تو ہو" میں نے کہا۔

"کیا ہم نے منزل کو کبھی گھاس ڈالی ہے؟ کیا چلتے رہنے کا عزم اور جذبہ ہمارے ذہنوں میں اس قدر شدید نہیں ہے کہ ہم نے منزل کی تلاش میں نگاہیں ہی نہیں دوڑائیں۔ منزل تو تھکے ہوئے مسافروں کی آرزو ہوتی ہے۔ اور ہم ابھی تھکے نہیں ہیں استاد۔ جہاں بھی تھکیں گے' بیٹھ جائیں گے اور اسے ہی منزل تصور کرلیں گے"۔

اور یہ حقیقت ہے کہ سردارے اس وقت مسیحا بن گیا۔ اس نے ایک بہت بڑا مسئلہ حل کر دیا تھا۔ اس نے میرے مرض کی صحیح دوا دے دی تھی۔ ٹھیک ہی تو کہہ رہا تھا یہ بے وقوف انسان۔ ابھی تھکن کہاں ہوئی ہے' منزل تلاش ہی کہاں ہوئی ہے' منزل کے بارے میں سوچا ہی کب ہے اور منزل ایسی ناپید بھی نہیں ہے۔

میں سردارے کو دیکھتا رہا۔ سردارے کی آنکھوں میں خلوص بھری مسکراہٹ تھی' تسلی تھی' پیار تھا' ساتھ دینے کا عزم تھا اور مجھے بڑا سکون ملا۔ ذہنی تھکن دور ہوگئی۔ جن خیالات نے پریشان کیا ہوا تھا۔ وہ سیاہ بادلوں کی مانند سوچ کے آسمان سے چھٹ گئے اور آسمان شفاف ہوگیا۔

"اور جب سکون ملا تو مزاح کی حس ابھر آئی۔ میں نے چہرے کے خدوخال میں کوئی تبدیلی نہیں کی اور ویسی ہی شکل بنائے رہا۔

"کیا میری باتوں سے اختلاف ہے استاد؟" سردارے نے چند منٹ کا فیصلہ کیا ہے"۔

"تبدیلیوں میں کوئی حرج نہیں ہے استاد۔ سردارے کو بتاؤ کیا سوچا ہے تم نے؟"

"سردارے! تم جانتے ہو میں شکست تسلیم کرنے والوں میں سے نہیں ہوں"۔

"پوری طرح جانتا ہوں استاد"۔

"لیکن زندگی میں تھوڑی سی تبدیلی ہونی ہی چاہیے۔ میں نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ خود کو انٹرپول کی تحویل میں دے دوں۔ یہاں سے نکلنا زیادہ مشکل نہیں ہے اور بہرحال میں نکل جاوں گا لیکن اس کے بعد

زندگی کا یہ رخ بھی دیکھا جائے"۔

"ارے باپ رے۔ بڑی بھیانک تبدیلی کے بارے میں سوچا ہے استاد" سردارے نے دونوں گال پھلائے۔

"کیوں۔ ڈرتے ہو؟"

"دیکھو۔ دیکھو پھر گالی دی استاد لیکن کچھ باتوں پر گفتگو کر لو"۔

"ہاں۔ ضرور" میں نے کہا۔

"انٹرپول ہمارے ساتھ کیا سلوک کرے گی؟"

"تمہارے خیال میں کیا ہو گا؟"

"ایک مناسب حد تک جیل میں عیش کریں گے اس کے بعد بجلی کی کرسی پر بٹھا دیے جائیں گے۔ کیونکہ قتل و غارت گری کے الزامات بھی ہیں ہمارے اوپر"۔

"جیل کی حد تک درست ہے سردارے' لیکن جب بجلی کی کرسی کا وقت آئے گا تب ایک بار پھر زندگی میں تبدیلی کے بارے میں سوچیں گے"۔

"یعنی؟ وہ تبدیلی کیا ہو گی استاد؟"

"جیل توڑیں گے"

"اوہ! اور اگر کامیاب نہ ہوئے؟"

"تو مر جائیں گے" میں نے جواب دیا اور سردارے سینے پر کراس بنانے لگا۔ میں نے ہنسی روکی ہوئی تھی۔ سردارے نے گردن جھکا لی تھی۔ پھر اس نے ایک گہری سانس لی اور میرے طرف دیکھنے لگا۔ "کیا خیال ہے' تیار ہو اس تجربے کے لیے؟"

"سردارے سے کوئی بات پوچھامت کرو استاد لیکن اس عظیم الشان بکرے کا کیا ہو گا؟" سردارے نے گولڈ مین کی طرف اشارہ کیا۔

"کیوں؟"

"کیا وہ بھی ہمارے ساتھ جیل میں رہنا پسند کرے گا؟"

"وہ کیوں رہے گا اور پھر انٹرپول کو اس سے کیا دلچسپی ہو سکتی ہے؟"

"ہاں دلچسپی تو صرف ہم لوگ ہیں" سردارے نے دانت نکالتے ہوئے کہا اور پھر اچانک اس کے چہرے پر عجیب سے تاثرات پھیل گئے۔ وہ بدلے ہوئے انداز میں میری شکل دیکھنے لگا اور پھر اس کے نتھنے پھولنے پچکنے لگے۔

"کیوں ----- خیریت؟" میں نے کہا۔

"استاد کی استادی مانتا ہوں لیکن کیا شاگرد اتنا ہی گدھا ہے؟" اس نے ہونٹ بھینچ کر کہا۔

"کیا مطلب؟" میں نے اداکاری کرتے ہوئے کہا۔

"رات کی کہانی۔ میں سمجھ گیا تم رات کی کہانی چھپانا چاہتے ہو"۔

"رات کی کہانی؟" میں نے گہری سانس لے کر کہا۔

"ہاں۔ وہ کہانی جو صبح تک جاری رہی"۔

"تمہارا کیا خیال ہے سردارے؟" میں نے اس سے سوال کیا۔

"بتا ہی ڈالو استاد!"

"خوش نہیں ہو گے سردارے"۔

"تھوڑا بہت جلوں گا استاد' پھر ٹھیک ہو جاؤں گا" سردارے نے سینے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔

"تمہارا کیا خیال ہے کیا ہر خوبصورت عورت مجھ سے عشق کرنے پر ادھار کھائے رہتی ہے"

"میں بنی کی بات کر رہا ہوں"۔

"اس کے بارے میں جاننے کے باوجود؟"

"کیا مطلب؟"

"تمہارے خیال سے اس کے دل میں میرے لیے انتقام کا جذبہ نہیں ہو گا؟"

"اوہ۔ تو کیا ----- لیکن استاد' انداز تو دوسرا تھا حالانکہ وہ خطرناک عورت ہے لیکن اگر اس نے تمہارے ساتھ اچھا سلوک نہیں کیا تو بڑی بدذوق ہے اور اب تو میں یہ کہوں گا کہ جو کچھ ہوا ٹھیک ہوا لیکن ---- لیکن ساری رات..... ساری رات تم نے کہاں گزاری استاد؟"

"پنجرے میں" میں نے جواب دیا۔

"کیا مطلب؟"

"وہ ہوریشو سے بھی دس قدم آگے ہے"۔

"ہوا کیا استاد؟ بتا تو دو"

"اس نے مجھے ساری رات لوہے کے پنجرے میں بند رکھا اور خود آرام سے لباس اتار کر بستر پر سوئی"۔

"ارے باپ رے" سردارے نے دونوں گال پھلائے۔ وہ خوفزدہ نگاہوں سے مجھے دیکھ رہا تھا اور مجھے ہنسی آ رہی تھی"۔

"اب کیا خیال ہے؟" میں نے پوچھا۔

"پھپ' پھر کیا ہوا استاد؟"

"بس تھوڑی دیر قبل پنجرہ کھول کر مجھے یہاں پہنچا دیا گیا"

"تت ---- تمہیں نیند تو نہیں آئی ہو گی؟"

"تمہیں آ سکتی تھی؟" میں نے پوچھا۔

"بڑی خوفناک سزا ہے استاد۔ نیند آنے کی بات کر رہے ہو' میں تو خودکشی کر لیتا۔ کم بخت شیطان کی خالہ معلوم ہوتی ہے۔ باتیں بھی تو کی ہوں گی؟"

"ہاں کی تھیں"۔

"کیا؟"

"اس نے ہمارے لیے ایک عمدہ سزا منتخب کی ہے اور ہمیں اس سے آگاہ بھی کر دیا ہے"۔

"بہت خوب! میں سمجھ گیا" سردارے نے کہا۔

"کیا سمجھ گئے؟"

"میرا خیال ہے وہ ہمیں کسی ایسے کمرے میں چھوڑ دے گی جہاں بے شمار لڑکیاں ہوں گی۔ ان کے جسموں پر بھی لباس نہ ہوں گے اور وہ شیشے کی دیوار کے دوسری طرف ہوں گی۔ ہمارے ہاتھوں میں بلیڈ دے دیے جائیں گے تاکہ ہم سکون سے اپنی گردن کاٹ لیں"۔

"میرا خیال ہے سردارے' ایسے وقت میں' میں تو گردن نہیں کاٹوں گا" میں نے کہا۔

"میں کاٹ لوں گا استاد"۔

"تو پھر اس کا مقصد پورا نہ ہوگا"۔

"تو کیا اس نے واقعی ایسی ہی کوئی سزا منتخب کی ہے؟"

"نہیں۔ اس نے فیصلہ کیا ہے کہ ہمیں یہاں سے کہیں لے جائے گی اور پھر ہماری ٹانگوں میں رسیاں باندھ دی جائیں گی اور رسیوں کے دونوں سرے دو ہیلی کاپٹروں سے باندھ دیے جائیں گے اور پھر ہیلی کاپٹر زمین سے بلند ہو جائیں گے۔ ہم الٹے لٹک جائیں گے اور ہیلی کاپٹر دو مختلف سمتوں میں اڑیں گے"۔

"ہو۔ اوئے!" سردارے نے اچھل کر اپنے بدن پر دونوں ہاتھ رکھ لیے۔ اس کے چہرے پر شدید تکلیف کے آثار نظر آ رہے تھے۔ میرے حلق سے بے ساختہ قہقہہ نکل گیا تھا اور سردارے جھلائے ہوئے انداز میں مجھے دیکھنے لگا۔ "تم ہنس رہے ہو استاد؟" اس نے دانت نکال کر کہا۔

"ہنسی تم پر نہیں آ رہی سردارے' بلکہ اس نئے ساتھی پر آ رہی ہے جس کے ساتھ یہی سلوک ہوگا۔ کس مزے سے خراٹے لے رہا ہے"۔

"اسے بھی یہ بات بتا دینا استاد۔ جب تک زندہ رہے' خراٹے نہیں لے گا"۔ سردارے نے کراہتے ہوئے کہا اور میرے حلق سے پھر قہقہہ نکل گیا۔ سردارے بھی عجیب سے انداز میں ہنسنے لگا تھا۔ بہرحال میں نے مزید لطف لینے کے لیے اس سچویشن کو برقرار رکھنے کا فیصلہ کیا "تو یہ بات تھی لیکن اب تو میں سو فیصد تم سے متفق ہوں"۔

"کس سلسلے میں؟"

"واقعی انٹرنیشنل پولیس کافی دنوں سے ہمارے لیے پریشان ہے۔ اب ہمیں اتنا سنگدل بھی نہیں ہونا چاہیے۔ آخر کب تک اسے پریشان کرتے رہیں گے۔ اب ہمیں ان سے ملاقات کر ہی لینی چاہیے" سردارے نے کہا۔

خاصے قہقہے ہو گئے تھے۔ گولڈ مین بھی شاید ہمارے قہقہوں سے ہی جاگ گیا تھا اور پھر وہ اٹھ کر بیٹھ گیا۔

"اوہ۔ بڑی خوشگوار صبح ہے۔ دو ہنستے ہوئے لوگ نظر آئے ہیں" اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"ابھی تم بھی ہنسو گے بیٹا' فکر کیوں کرتے ہو" سردارے نے ہنستے ہوئے اردو میں کہا اور پھر بولا "کیا خیال ہے استاد' اسے بھی اس کا مستقبل بتا دیا جائے شاید اسے عقل آ جائے"۔

"ابھی نہیں۔ اگر ہم یہاں سے نکلنے میں کامیاب ہو گئے تو یہ خود بخود الگ ہو جائے گا۔ انٹرپول کو اس میں کوئی دلچسپی نہیں ہوگی"۔

"یہ بھی ٹھیک ہے مگر پروگرام کیا ہے استاد؟"

"بالکل خاموشی اختیار کر لو۔ ہمیں بنی کے ساتھ مکمل تعاون کرنا ہوگا۔ ہم خود کو اس طرح مضمحل ظاہر کریں گے جیسے تھک گئے ہوں اور ہمارے کس بل نکل گئے ہوں۔ اب ہم صرف ان کے حکم کی تعمیل کر کے زندگی بچانا چاہتے ہیں"۔

"جو حکم استاد کا' لیکن اس سے فائدہ؟"

"عقل استعمال کرو سمجھ میں آ جائے گا۔ بنی بہرحال عورت ہے۔ ہوریشو کی بہ نسبت آسانی سے دھوکے میں آ جائے گی۔ وہ بھی یہی سوچے گی کہ ہم تھک گئے ہیں اور مطمئن آدمی کو چت کرنا زیادہ مشکل نہیں ہوگا۔ ہم صرف اس غلطی کا انتظار کریں گے جو بنی کرے گی اور مجھے یقین ہے کہ وہ دھوکا ضرور کھائے گی"۔

"عمدہ!" سردارے نے خوش ہو کر کہا۔

"کیا ہمیں باتھ روم کی سہولت حاصل ہے؟ میرا خیال ہے تم لوگ کسی نامانوس زبان میں گفتگو کر رہے ہو' میں باتھ روم ہو آؤں" گولڈ مین نے کہا۔

"ہماری گفتگو ختم ہو گئی گولڈ مین لیکن تم باتھ روم ضرور جاؤ" میں نے کہا اور گولڈ مین چلا گیا۔ پھر وہ واپس آ گیا اور ہم ناشتے کا انتظار کرنے لگے۔ ناشتے کے لیے زیادہ انتظار نہیں کرنا پڑا تھا اور جو ناشتہ آیا وہ مکمل تھا۔ بہت عرصے کے بعد اتنا عمدہ ناشتہ کیا تھا۔

"واہ بھئی واہ۔ مکلینو کی بیٹی اس لحاظ سے بے حد مہربان اور فراخدل معلوم ہوتی ہے" گولڈ مین خوش ہو کر بولا۔

"نہایت اطمینان سے ناشتہ کیا۔ دوپہر کا کھانا کھایا اور پورا دن ہنستے بولتے گزرا۔ ہلکی سی ورزش کی اور شام کی چائے پی۔ سارا دن اسی کمرے میں گزر گیا تھا۔ پھر رات ہو گئی لیکن رات کا کھانا مایوس کن تھا۔

"یہ کیا ہوا؟" سردارے نے کھانا دیکھ کر کہا۔

"راشن ختم ہو گیا ہوگا" گولڈ مین ہونٹ سکوڑ کر بولا۔

"ایک دوسری بات بھی ہو سکتی ہے باس"

"کیا؟"

"ممکن ہے ہوریشو کا تسلط پھر سے قائم ہو گیا ہو۔ کسی طرح اس نے مکلینو سے رابطہ قائم کر کے خصوصی احکامات حاصل کر لیے ہوں"۔

"جو کچھ بھی ہو" میں نے آہستہ سے کہا۔ سردارے کا خیال بوکھلا دینے والا تھا۔ یہ ممکن بھی ہو سکتا تھا کیونکہ ہوریشو کی پوزیشن کا اظہار بنی بھی کر چکی تھی۔ ہوریشو اپنے کام میں بنی کی مداخلت پسند نہیں کرتا تھا اور اس سلسلے میں' میں نے بنی سے بھی معلوم نہیں کیا تھا کہ ایسی صورت میں کیا ہوگا۔ کیا مکلینو اسے اس کی اجازت دے سکتا ہے؟

بہرحال صرف کھانے کی تبدیلی سے یہ رائے قائم کر لینا حماقت تھی۔ کھانے کے بعد کافی آئی اور پہلی بار ہمارے کمرے میں کوئی لڑکی آئی تھی۔ لڑکی معمولی شکل وصورت کی تھی لیکن جوان تھی۔ نہ صرف سردارے بلکہ گولڈ مین کی بھی باچھیں کھل گئی تھیں۔ لڑکی نے کافی سرو کر دی۔ وہ کسی حد تک نروس تھی۔ پھر وہ واپس پلٹنے لگی تو سردارے اس کے سامنے آ گیا "میں کافی کے ساتھ لڑکی ضرور کھاتا ہوں" اس نے کہا۔

"جی!" لڑکی کانپ گئی۔

"کیا میں آپ کو کھا سکتا ہوں؟" سردارے نے بڑے مہذب لہجے میں پوچھا اور لڑکی نے بدحواس نگاہوں سے ہم دونوں کو دیکھا۔ میں نے سردارے کو گھورا لیکن وہ بدمعاش میری طرف دیکھ ہی نہیں رہا تھا۔ جانتا تھا کہ میں اسے کسی بدتمیزی کی اجازت نہیں دوں گا۔

"سوری جناب۔ مم میں جانا چاہتی ہوں" لڑکی لرزتی ہوئی آواز میں بولی۔

"ہائے یہ کیسے ممکن ہے۔ ویسے آپ کا نام کیا ہے؟"

"روزی!" اس نے جواب دیا۔

"ہائے روزی کون چھوڑتا ہے" سردارے نے آنکھیں بھینچ کر کہا۔

"سردارے! بدتمیزی مت کرو"

"استاد' بہت دنوں کے بعد نظر آئی ہے" سردارے بسورتے ہوئے بولا۔

"پروگرام میں گڑبڑ بھی ہو سکتی ہے' ایسی کوئی حرکت مت کرو" میں نے نرم لہجے میں کہا اور سردارے ایک ٹھنڈی سانس لے کر پیچھے ہٹ گیا۔ لڑکی نے دروازے سے باہر چھلانگ لگائی تھی اور پھر دوڑتی ہوئی چلی گئی تھی۔ گولڈ مین نے ایک زبردست ڈکار لی اور پھر دونوں ہاتھ ملنے لگا۔ اس کے دانت بھی نکلے ہوئے تھے۔

"بھائی بھی کافی شوقین معلوم ہوتے ہیں مگر استاد بعض اوقات زیادتی کر ڈالتے ہو۔ تھوڑی دیر تو تفریح کر لینے دیتے۔ کسی لڑکی کی آواز سننے کو ترس گئے ہیں۔" سردارے کافی کے گھونٹ لینے لگا۔ میں بھی کافی کی چھوٹی چھوٹی چسکیاں لے رہا تھا۔

مسٹر میگوئن!" کافی ختم کرنے کے بعد گولڈ مین نے کہا۔

"کیا بات ہے گولڈ مین؟"

"یہ قید خانہ اب برا لگنے لگا ہے۔ میرا خیال ہے اب ہمیں کچھ شروع ہی کر دینا چاہیے۔ تم مجھے اجازت دو' میں یہ دروازہ بہ آسانی توڑ سکتا ہوں۔ بات یہ ہے مسٹر میگوئن' لڑکیاں میری کمزوری نہیں لیکن ضرورت ضرور ہیں اور اب میں شدت ------ شدت ------ شدت ------" گولڈ مین آنکھیں بھینچنے لگا۔

"ارے ------ یہ نشہ کیوں ہو رہا ہے۔ یہ کافی تھی ------ یا ------ یا ------" وہ لہرانے لگا۔

"میں نے چونک کر سردارے کی طرف دیکھا۔ سردارے کی بھی یہی کیفیت تھی۔ لیکن خود میں' میں تو ٹھیک تھا۔ بات سمجھ میں نہیں آئی تھی۔ گولڈ مین گھٹنوں کے بل بیٹھ گیا۔ وہ بدستور گردن جھٹک رہا تھا اور پھر وہ اوندھے منہ گر پڑا۔ سردارے البتہ دھاڑ سے زمین پر گرا تھا۔ دونوں ایک ساتھ ایک ہی طرح کی اداکاری نہیں کر سکتے تھے اس لیے میں اسے کسی قسم کا مسخرا پن سمجھنے کے لیے تیار نہیں تھا۔

میں ان دونوں کو آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھنے لگا۔ لیکن اسی وقت دروازہ کھلا اور بنی اندر داخل ہو گئی۔ وہ نہایت نفیس طرز کی پتلون اور قمیص پہنے ہوئے تھی اور بے حد حسین نظر آ رہی تھی۔ اس کے بال بدلے ہوئے انداز میں بنے ہوئے تھے اور آنکھوں پر عینک لگی ہوئی تھی۔ کمر میں ہولسٹر لٹک رہا تھا جس

کے دونوں طرف پستول لٹکے ہوئے تھے۔ وہ چوروں کی طرح اندر آئی تھی۔ میں اسے غور سے دیکھنے لگا۔

"بے ہوش ہو گئے یہ دونوں؟" اس نے گولڈ مین اور سردارے کو دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"ہاں لگتا تو ایسا ہی ہے" میں نے آہستہ سے کہا۔

"میں نے انہیں کافی میں بے ہوشی کی دوا دلوا دی ہے۔ تمہاری کافی ٹھیک تھی لیکن براہ کرم تم بھی انہی کے ساتھ لیٹ جاؤ اور مستقلاً" ایسی ہی اداکاری کرتے رہنا جیسے بے ہوش ہو" بنی نے کہا۔

"اوہ۔ تو کیا؟"

"ہاں۔ میں پورے دن مصروف رہی ہوں۔ میں نے کام شروع کر دیا ہے"۔

"خوب تو چل رہے ہیں؟"

"ہاں"۔

"او کے بنی! میں ایسا ہی کروں گا جیسا تم نے کہا ہے" میں نے کہا۔

"شکریہ ڈیئر!" بنی نے آگے بڑھ کر میرے ہونٹ چوم لیے اور پھر واپس مڑ گئی لیکن پھر فوراً" پلٹی اور رومال نکال کر میرے ہونٹ رگڑنے لگی جن پر اس کے ہونٹوں کی لپ اسٹک کے نقش رہ گئے تھے اور پھر وہ پھرتی سے باہر نکل گئی۔ دروازہ حسب معمول باہر سے بند ہو گیا تھا۔ میں نے ایک طویل سانس لی اور پھر چند لمحات کے بعد میں بھی سردارے کے قریب ہی زمین پر لیٹ گیا۔ میں بنی کے بارے میں سوچ رہا تھا۔

"بالکل ہی بے وقوف نہیں ہے۔ عورت ضرور ہے' جلد باز بھی ہے' لیکن عام حالات میں اچھا سوچ لیتی ہے اور پھر اس نے نادانستہ طور پر میرے پروگرام کو آگے بھی بڑھا دیا تھا۔ اب میں آسانی کے ساتھ سردارے کو بدستور بے وقوف بنا سکتا تھا۔

میں اطمینان سے لیٹا رہا اور تھوڑی دیر کے بعد جب دروازے پر آہٹ سنائی دی تو میں نے آنکھیں بند کر لیں۔ کمرے میں اچھی خاصی روشنی تھی اور وہ لوگ میرے چہرے کے تاثرات کا جائزہ لے سکتے تھے اس لیے میں نے چہرہ سپاٹ کر لیا۔ مجھے اندازہ نہیں تھا کہ کتنے لوگ ہیں لیکن کئی آدمیوں کے قدموں کی آہٹ سنائی دی تھی۔ وہ ہمارے قریب آ کر جھک گئے اور ہمیں سیدھا کر دیا گیا۔

"احتیاط سے اٹھا کر لے چلو۔ کسی کو تکلیف نہیں ہونی چاہیے"۔ یہ بنی کی آواز تھی۔

"یس باس!" جواب ملا۔ پھر مجھے اٹھا لیا گیا۔ شاید ہمیں اسٹریچر پر ڈالا گیا تھا اور پھر وہ لوگ ہمیں لے کر کمرے سے باہر نکل آئے۔ نہ جانے کتنا سفر طے کیا گیا اور پھر اسٹریچر رکھ دیے گئے۔ اس کے بعد انہیں گاڑیوں میں رکھا گیا اور گاڑیاں اسٹارٹ ہو کر چل پڑیں۔ میں نے آنکھوں میں باریک سی جھری پیدا کی اور ماحول کا جائزہ لیا۔ وین میں تاریکی تھی۔ اس لیے آنکھیں کھولنے میں کوئی قباحت نہیں تھی۔ بڑی اور اونچی وین تھی جس میں تلے اوپر اسٹریچر رکھے ہوئے تھے۔ میرا اسٹریچر شاید سب سے اوپر تھا۔ کیونکہ وین کی چھت زیادہ دور نہیں تھی۔ نیچے جھانک کر دیکھا تو چار آدمی نظر آئے۔ وہ خاموش بیٹھے تھے۔

میں نے گہری سانس لی۔ خاموشی سے سفر مناسب تھا۔ کسی قسم کی کوئی حرکت حماقت ہی ہو سکتی تھی۔ دیکھنا تھا کہ بنی کیا کرنا چاہتی ہے۔ ویسے بھی اب میں زیادہ طاقتور نہیں تھا اور پھر جب یہ مدد خود بخود مل گئی ہے تو اسے کیوں ٹھکرایا جائے۔ بنی جہاں تک چلا سکے' اس کے بعد جب وہ اسے ایک پوائنٹ پر پہنچائے گی جہاں ان دونوں کا اثر کم ہو گا تو پھر میں خود کچھ کروں گا۔ اس لیے میں نے خاموشی ہی اختیار کی۔

وین کا سفر کافی طویل اور تھکا دینے والا تھا۔ اچھا ہی ہوا کہ ان دونوں کو بے ہوش کر دیا گیا تھا ورنہ وہ ضرور گڑبڑ کرتے۔

بالآخر سفر ختم ہو گیا۔ گاڑیاں اب ایک ایسا راستہ طے کر رہی تھیں جو شاید ریتلا تھا کیونکہ ان کی رفتار بہت سست تھی اور انجن کافی زور لگا رہا تھا اور پھر وہ رک گئیں۔ پچھلا دروازہ کھلا تو لہروں کا شور سنائی دیا۔ گویا سمندر کا کنارہ تھا۔

چند ساعت کے بعد بنی کی آواز سنائی دی "اتارو" ممکن ہے وہ وین کے اگلے حصے میں بیٹھی ہو۔ اسٹریچر اتارے گئے اور مجھے صاف اندازہ ہو گیا کہ ہمیں کسی اسٹیمر میں اتارا گیا ہے۔

ہوں۔ تو کوئی لمبا سفر۔ میں نے سوچا۔ بہرحال یہ بات میں جانتا تھا کہ بنی گھر کا بھیدی ہے۔ مکلینو کے ہتھ کنڈوں سے میں تو واقف نہیں تھا لیکن بنی ضرور جانتی ہوگی کہ کہاں اس کی نگاہوں سے پوشیدہ رہا جا سکتا ہے اور وہ اسی پر عمل کر رہی ہوگی لیکن اس نے واقعی چالاکی سے کام لیا تھا۔ اس نے ہمیں بے ہوش کرنے کی اسکیم سے پورا فائدہ اٹھایا تھا۔ اس طرح اس کے بارے میں کوئی یہ نہیں سوچ سکتا تھا کہ اس کی کوئی ملی بھگت بھی ہو سکتی ہے اور وہ دل میں کوئی اور ارادہ بھی رکھتی ہے۔

تھوڑی دیر کے بعد اسٹیمر کا سفر شروع ہو گیا۔ میں نے آنکھیں کھول کر دیکھا۔ خاصا کشادہ کیبن تھا۔ اس سے اندازہ ہوا تھا کہ اسٹیمر کافی بڑا ہے۔ بہرحال اس وقت اس کیبن میں ہم تینوں کے سوا کوئی نہیں تھا۔

میں نے ایک گہری سانس لے کر دروازے کی طرف دیکھا۔ یقیناً" وہ باہر سے بند ہوگا۔ اگر کھلا بھی ہوتا تو مجھے کیا۔ ذہن پر بیزاری سی سوار تھی۔ سوچا کہ آنکھیں بند کر کے سو جاؤں۔ اس سے تو یہ دونوں ہی اچھے تھے جو گہری بے ہوشی کا شکار تھے۔ رات تو سکون سے گزر جائے گی۔ مجھے تو نیند آنا بھی مشکل تھی۔

کیبن کے دروازے پر آہٹ سن کر میں نے گردن گھمائی اور پھر بنی کو دیکھ کر میں نے طویل سانس لی تھی۔ بنی نے دروازہ اندر سے بند کر دیا اور میرے پاس پہنچ گئی۔

"نواز!" اس نے پیار سے میرے بالوں پر ہاتھ پھیرتے ہوئے آواز دی۔

"ہوں"

"بور ہو رہے ہو؟"

"تم خود اندازہ لگا لو" میں نے آہستہ سے کہا۔

"سوری ڈارلنگ۔ میری خاطر تھوڑی سی تکلیف اٹھا لو۔ مجھے احساس ہے کہ تمہیں کس قدر کوفت ہو رہی ہوگی" بنی نے ملتجی لہجے میں کہا اور اسٹریچر کے قریب بیٹھ گئی۔

"کوئی بات نہیں ہے بنی۔ میں جانتا ہوں یہ سب کچھ تم میرے لیے ہی تو کر رہی ہو" میں نے جواب دیا۔

"تمہارے لیے نہیں نواز، اپنے لیے" بنی نے جواب دیا۔

"شکریہ بنی!"

"اس کی کوئی ضرورت نہیں ہے ڈارلنگ" وہ میرے چہرے پر جھک گئی۔ اس کا چشمہ ناک پر سرک آیا تھا۔ میں نے اسے درست کر دیا۔

"اسٹیمر کا سفر کتنا طویل ہے بنی؟"

"تقریباً" سولہ گھنٹے کا سفر ہے" بنی نے جواب دیا۔

"اوہ!" میں نے آہستہ سے کہا۔

"دراصل اسٹیمر پر کل تیئس آدمی ہیں۔ ان میں سے چند افراد تو میرے بھروسے کے ہیں لیکن کچھ اجنبی ہیں۔ یہ لوگ مکلینو کے غلام تو ضرور ہیں لیکن میں نہیں جانتی کہ ہوریشو کا ان پر کتنا اثر ہے۔ اس لیے میں تھوڑی سی احتیاط برت رہی ہوں"۔

"ہاں یہ تو ٹھیک ہے لیکن کیا یہ سولہ گھنٹے اس اسٹریچر پر گزارنے پڑیں گے؟"

"میرا خیال ہے۔۔۔۔۔ مگر ٹھہرو۔۔۔۔ دوسری صورت بھی ہو سکتی ہے" بنی نے جملہ پورا نہیں کیا۔

"کیا مطلب؟"

"تم برا تو نہیں مانو گے اگر تمہارے ہاتھ باندھ دیے جائیں؟"

"بنی! مجھے حقیقت معلوم ہے اور میں تم سے تعاون کا وعدہ کر چکا ہوں"۔

"تب ٹھیک ہے۔ بس تھوڑی دیر رک جاؤ۔ کم از کم تمہیں بوریت تو نہیں ہوگی"۔

"اوکے بنی!" میں نے گردن ہلائی۔ "ہاں یہ لوگ کتنی دیر بے ہوش رہیں گے؟"

"تمہارے ساتھی؟"

"ہاں!"

"دو تین گھنٹے سے زیادہ نہیں"۔

"تب ایک بات کو ذہن میں رکھنا بنی۔ میں نے ان لوگوں کو کچھ نہیں بتایا ہے۔ ان لوگوں کے ساتھ وہی رویہ رکھنا"۔

"یہ بھی عمدہ بات ہے" بنی نے کہا۔ "ویسے اس شخص کے بارے میں کیا خیال ہے، میرا خیال ہے یہ تمہارا ساتھی نہیں ہے؟" بنی نے گولڈ مین کی طرف اشارہ کیا۔

"ہاں۔ یہ میرا ساتھی ہے"۔

لیکن پہلے تو۔ پہلے تو یہ تمہارے ساتھ نہیں تھا۔ میرا مطلب ہے اس وقت جب تم ریتو کی حیثیت سے تھے اور اس کے بارے میں، میں نے سنا ہے کہ یہ کوئی کیمپ چلاتا تھا"۔

"ہاں۔ اس نے تمہارے ایک آدمی ایڈگر کو قتل کیا تھا۔ میرے لیے۔ اس کے علاوہ اس نے ہر موقع پر میرا ساتھ دیا۔ اب میں اس کا ساتھ نہیں چھوڑ سکتا"۔

"اوہ!" بنی کے ہونٹوں پر دلآویز مسکراہٹ پھیل گئی۔ "اس سے کم از کم ایک اندازہ تو ہوا"

"کیا؟"

"تم اپنے دوستوں کو بھولتے نہیں"۔

"ہاں بنی، دوستوں کو بھولنا نہیں چاہیے"۔

"اور دشمنوں کو؟"

"جو خود سے کمزور ہوں، انہیں یاد رکھنا کوئی حیثیت نہیں رکھتا اور جو خود سے طاقتور دشمن ہوں انہیں بھولنا حماقت ہے"۔

"اچھا اصول ہے"۔

"ہاں بنی! اصول اچھے ہی ہوتے ہیں"۔

"اب میں جاؤں ڈیر۔ بس تھوڑی دیر اور ---- آہ ---- پلیز ---- میرے لیے ----" بنی پھر جھکی اور اس نے میرے ہونٹوں کو الوداعی بوسہ دیا اور باہر نکل گئی۔

بنی کے بارے میں، میں اب پورے وثوق سے کہہ سکتا تھا کہ وہ ہاتھ میں آ گئی ہے۔ گویا اس طرف سے بے فکری ہو گئی تھی۔ وہ یقینی طور پر کوئی ایسا کام کر دکھائے گی جو ہمارے لیے فائدہ مند ہو گا۔ گئے چند گھنٹے تو انہیں گزارنا مشکل کام نہیں تھا۔

تھوڑی دیر کے بعد چند لوگ اسٹیمر کے کیبن میں آئے۔ میں نے ابھی ہوش میں آنا مناسب نہ سمجھا تھا اس لیے آنکھیں بند کر کے لیٹا رہا اور ان لوگوں نے سردارے اور گولڈ مین کے علاوہ میرے ہاتھ بھی پشت پر باندھ دیے۔ کم بختوں نے کوئی رعایت نہیں کی تھی اور ہاتھ کافی کس کر باندھے گئے تھے اور پھر چلے گئے۔ گویا پہلا مرحلہ طے ہو گیا تھا۔

سردارے اور گولڈ مین ہوش میں آ رہے تھے۔ میں نے گولڈ مین کی دھاڑ نما کراہ سنی اور پھر اس کی بھرائی ہوئی آواز سنائی دی۔

"ہائیں ---- کک ---- کیا زلزلہ ---- ارے ---- زمین ہل رہی ہے" اس نے بوکھلا کر اٹھنے کی کوشش کی لیکن ہاتھ بندھے ہونے کی وجہ سے اس میں کامیاب نہ ہو سکا اور ایک طرف لڑھک گیا۔ پھر وہ ایک دم خاموش ہو گیا۔ شاید اس پر بوکھلاہٹ کا دورہ پڑا تھا۔

"گولڈ مین!" میں نے اسے آواز دی۔

"ہائیں۔ تم بھی موجود ہو لیکن میں سیدھا کیسے ہوں؟" گولڈ مین کی بھرائی ہوئی آواز ابھری۔

"جس پوزیشن میں ہو تکلیف محسوس کر رہے ہو؟" میں نے پوچھا۔

"تکلیف؟ نہیں، کوئی خاص تو نہیں"۔

"تو پھر آرام کرو کیونکہ میرے بھی ہاتھ بندھے ہوئے ہیں"۔

"لل ---- لیکن مسٹر میگوئن! کیا آپ کو زمین ہلتی ہوئی نہیں محسوس ہو رہی؟ یہ صورت حال خوفناک ہے"۔

"زلزلہ اتنی دیر تک نہیں آتا گولڈ مین اور پھر اگر یہ زلزلہ ہوتا تو اب تک عمارت کا حساب کتاب ہو چکا ہوتا"۔

"کک ---- کیا مطلب؟" گولڈ مین نے کہا۔

"مطلب مجھے بھی سمجھانا باس۔ میں بھی جاگ گیا ہوں" سردارے کی آواز سنائی دی اور میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ گولڈ مین انتہائی تن و توش کا ایک دلیر انسان تھا لیکن اس کی آواز میں جو لرزش تھی، اس کے خوفزدہ ہونے کی نشانی تھی جبکہ سردارے کی آواز میں صرف مزاح کا عنصر تھا۔ زندگی سے یہ خوبی اس کی شخصیت کو انتہائی عجیب بنا کر پیش کرتی تھی اور مجھے اس بات سے خوشی تھی۔

"تمہاری کیا پوزیشن ہے سردارے؟"

"الحمدللہ منہ چھت کی طرف ہے اور ہاتھ نہ جانے کہاں ہیں۔ مجھے تو نظر نہیں آ رہے ہیں؟"

"کیا تمہیں بھی زمین ہلتی ہوئی محسوس ہو رہی ہے؟"

"زمین کے بارے میں تو نہیں کہہ سکتا چیف لیکن میرا خیال ہے میں ضرور ہل رہا ہوں"۔

"اوہ کیا اندازہ ہے؟"

"ہم پانی پر ہیں باس" سردارے نے جواب دیا۔

"سنا تم نے گولڈ مین۔ کیا تم میرے ساتھی کی بات سے متفق ہو؟" میں نے پوچھا لیکن گولڈ مین کی آواز نہیں سنائی دی۔

"گولڈ مین!" میں نے اسے پکارا۔

"کوئی خاص بات نہیں ہے مسٹر میگوئن۔ بس یہ سوچ رہا ہوں کہ اتنی سی بات میری سمجھ میں کیوں نہیں آ سکی" گولڈ مین آہستہ سے بولا۔

"مگر چیف! ہم کسی جہاز میں ہیں کیا؟"

"ممکن ہے"۔

"اور یہ جہاز ٹمبکٹو جا رہا ہے؟"

"اس بارے میں کیا کہا جا سکتا ہے"۔

"کچھ تو کہا ہی جانا چاہیے۔ میرا خیال ہے اس بار تم بری طرح ناکام رہے ہو" سردارے کی زبان اب کہاں خاموش رہ سکتی تھی۔ لیکن بولتے رہنے میں زندگی تھی اور پھر ایسے موقعے پر، سردارے کی آواز اچھی معلوم ہو رہی تھی۔

"کس سلسلے میں سردارے؟"

"لونڈیا تمہارے چکر میں نہیں آئی"۔

"اس میں قصور کس کا ہے سردارے، لونڈیا کا یا میرا؟"

"ہاں۔ بے وقوف ہی معلوم ہوتی ہے استاد، مگر ہم اس جہاز پر کیسے آ گئے؟"

"کافی پی تھی" میں نے کہا۔

"ارے اس کافی کا بیڑہ غرق۔ استاد میرا خیال ہے اب کافی ہمیشہ کے لیے چھوڑ دی جائے"۔

"اس سے کیا فرق پڑتا ہے سردارے۔ کافی نہ سہی اور کچھ سہی"۔

"ہاں یہ بھی ٹھیک ہے" سردارے نے ایک ٹھنڈی سانس لے کر کہا اور پھر خاموشی چھا گئی اور پھر دروازہ کھلا اور چند لوگ اندر داخل ہو گئے۔

"بھائیو۔ تم جو کوئی بھی ہو، مجھے سیدھا کر دو۔ تمہارا احسان مند رہوں گا" گولڈ مین نے کہا۔

ارے مگر تم الٹے کس طرح ہو گئے؟" کسی نے پر مزاح لہجے میں کہا۔

"بس تقدیر نے الٹا کر دیا ہے" گولڈ مین نے کہا۔

"تب پیارے بھائی، ہم تقدیر کا لکھا نہیں مٹا سکتے" جواب ملا اور مجھے غصہ آ گیا لیکن میں نے خاموشی ہی اختیار کی تھی۔

پھر کوئی میرے پاس پہنچ گیا "مسٹر ریتو کیا تم ہوش میں ہو؟"

"ہاں!" میں نے بھاری لہجے میں کہا۔

"تب باس نے تمہیں طلب کیا ہے"۔

"اس وقت کیوں۔ کیا یہ رات نہیں ہے؟" میں نے غرائی ہوئی آواز میں کہا۔

"اوہ۔ تم بھول رہے ہو۔ تم قیدی ہو اور قیدیوں کے لیے دن اور رات کا تعین نہیں ہوتا" آنے والے نے کہا۔

"اٹھاؤ مجھے" میں نے کہا اور دو آدمیوں نے مجھے اٹھا کر کھڑا کر دیا۔ تب میں نے گولڈ مین اور سردارے کی طرف دیکھا۔ گولڈ مین واقعی بری پوزیشن میں پڑا ہوا تھا۔

"اسے سیدھا کر دو" میں نے اپنے سامنے کھڑے ہوئے شخص سے سرد لہجے میں کہا۔

"کیا مطلب؟" سامنے کھڑے ہوئے شخص کو شاید میرا لہجہ ناگوار گزرا تھا۔

"تم سیدھا کرنے کا مطلب نہیں سمجھتے؟" میں نے اسی لہجے میں کہا۔

"لہجہ سنبھالو" اس نے غرا کر کہا اور دوسرے لمحے میرے سر کی ٹکر اس کے منہ پر پڑی اور اس کے حلق سے عجیب سی آواز نکل گئی تھی۔ دوسرے لمحے وہ منہ پکڑ کر بیٹھ گیا۔ دوسرے لوگ چیختے ہوئے میری طرف لپکے تھے اور انہوں نے مجھے دونوں طرف سے جکڑ لیا۔

"مارو" ان میں سے ایک نے کہا۔

"ٹھہرو" دوسرا فوراً بولا "باس کی مرضی کے بغیر یہ مناسب نہیں ہے لیکن فکر مت کرو ہم اسے چھوڑیں گے نہیں۔ مارکر، تم جوزف کو سنبھالو، میں اسے لے کر چلتا ہوں" اس نے کہا اور پھر وہ مجھے دروازے کی طرف گھسیٹنے لگا۔

"اگر تم نے اسے سیدھا نہ کیا تو میں تمہارے ساتھ نہیں جاؤں گا" میں نے کہا اور ان لوگوں سے نمٹنے کے لیے تیار ہو گیا۔ وہ شخص مجھے گھورنے لگا۔ نہ جانے اس نے میری آنکھوں میں کیا پایا کہ اس کی پلکیں جھپک گئیں۔

"یہ اتنی بڑی بات نہیں ہے، اسے سیدھا کر دو"۔

"جینٹ! تم نے جوزف کو نہیں دیکھا، اس کے سخت چوٹ آئی ہے" مارکر نے بگڑے ہوئے لہجے میں کہا۔

"کیا تم بنی باس کی مرضی کے بغیر کچھ کرنا چاہتے ہو؟" جینٹ نے کہا۔

"لیکن-----"

"جتنی دیر کر رہے ہو، اس کے ذمہ دار تم ہو گے"۔

"اور سنو-----اگر تم نے ان میں سے کسی کے ساتھ کوئی غلط سلوک کیا تو اس کی تمام تر ذمہ داری تم پر ہو گی۔ جو کچھ ہو گا، اچھا نہ ہو گا" میں نے کہا۔

"ہاں ہاں۔ تم چلو تو سہی" جینٹ نے کہا لیکن میں اس وقت تک اپنی جگہ سے نہیں ہلا جب تک گولڈ مین کو میرے سامنے سیدھا نہیں کر دیا گیا۔ پھر میں ان لوگوں کے ساتھ باہر نکل آیا۔

"بنی اسی لباس میں ملبوس تھی۔ وہ پائلٹ کیبن میں بیٹھی ہوئی تھی۔ کونے میں ایک گرانڈیل شخص کھڑا ہوا تھا۔ جس کی داڑھی کافی لمبی تھی۔ وہ شخص جسامت سے بے حد طاقتور معلوم ہوتا تھا۔ دو آدمی اس کے ساتھ موجود تھے۔

مجھے لانے والے کیبن میں داخل ہو گئے اور بنی چونک کر مجھے دیکھنے لگی۔

"ہم قیدی ضرور ہیں مس بنی لیکن کیا آپ نے ان لوگوں کو تشدد کی اجازت دے دی ہے؟" میں نے بپھرے ہوئے انداز میں کہا۔

"کیا مطلب؟" بنی چونک کر کھڑی ہو گئی۔

"اس نے جوزف کو زخمی کر دیا ہے مادام۔ میرا خیال ہے جوزف کو کافی چوٹ آئی ہے" جینٹ آگے بڑھ کر بولا اور بنی کا چہرہ غصے سے سرخ ہو گیا۔ وہ آہستہ آہستہ جینٹ کے نزدیک آئی اور پھر اس نے جینٹ کا گریبان پکڑ لیا۔

"اس کی نوبت کیوں آئی؟" اس نے سرد لہجے میں پوچھا۔

"وہ-----باس-----زیادتی اسی نے کی تھی"۔

"کیا زیادتی کی تھی؟" بنی کا لہجہ بے حد خراب تھا۔

"میرے آدمیوں کے ہاتھ بندھے ہوئے تھے۔ ان میں سے ایک لڑھک گیا۔ میں نے اس سے صرف یہ کہا تھا کہ اسے سیدھا کر دیا جائے۔ یہ مذاق اڑانے لگے اور میں برداشت نہیں کر سکا" میں نے کہا۔

"اور اس نے جوزف کے منہ پر ٹکر مار کر اسے سخت زخمی کر دیا"۔

"مذاق جوزف نے اڑایا تھا؟" بنی بولی۔

"ہاں باس!" جینٹ نے خود کو خطرے میں پا کر گلو خلاصی کی کوشش کی۔

"مجھے خطرہ ہے مس بنی کہ وہ لوگ میرے ساتھیوں کے ساتھ برا سلوک نہ کر رہے ہوں"۔

"گرانٹ!" بنی نے داڑھی والے کو مخاطب کیا اور ساکت کھڑا شخص کسی مشین ہی کی طرح متحرک ہو گیا۔ وہ بنی کے پاس پہنچ گیا۔

"قیدیوں کے کیبن میں جاؤ اور اگر ان لوگوں نے کوئی بد تمیزی کی ہو قیدیوں کے ساتھ تو انہیں سزا دو۔ تم جانتے ہو تمہیں کیا کرنا ہے"

"یس باس!" گرانٹ نے جواب دیا اور کیبن کا دروازہ کھول کر باہر نکل گیا۔

"اوہ تم-----کان کھول کر سن لو۔ میری مرضی کے خلاف کوئی قدم نہیں اٹھاؤ گے۔ ورنہ تمہاری لاشیں سمندر میں ہوں گی اور مچھلیوں کے لیے عمدہ خوراک مہیا ہو جائے گی سمجھے!"

یس مادام!" جینٹ نے سہمے ہوئے انداز میں کہا۔

"دفعان ہو جاؤ!" بنی دہاڑی اور جینٹ اپنے ساتھی کے ساتھ باہر نکل گیا۔ تب بنی میری طرف دیکھ کر بولی "میں آپ سے بھی تعاون کی خواہش مند ہوں مسٹر ریتو!"

"اوہ مس بنی! میں نے آنے میں تعرض نہیں کیا تھا" میں نے جواب دیا۔

"تم دونوں باہر جاؤ۔ میں مسٹر ریتو سے گفتگو کروں گی" اس نے باقی آدمیوں سے کہا اور وہ دونوں بھی خاموشی سے باہر نکل گئے۔ بنی چند ساعت خاموش رہی اور پھر دروازے کے قریب پہنچ گئی۔ اس نے دروازہ کھول کر باہر دیکھا اور پھر میرے قریب پہنچ گئی۔

"سوری ڈیئر نواز! تم نے محسوس تو نہیں کیا؟"

"ارے نہیں بنی ڈارلنگ، مجھے اندازہ ہے"۔

”لیکن میں بہت خوش ہوں“۔

”کس بات پر؟“

”یہ تم نے شاندار حرکت کی ہے اس سے ان لوگوں کے ذہن میں کوئی شک نہیں پیدا ہوگا۔ وہ یہی سمجھیں گے کہ تم جھلائے ہوئے ہو“۔

”اوہ!“ میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

”اس کے علاوہ اب کوئی تم سے یا تمہارے ساتھیوں سے بدتمیزی بھی نہیں کرے گا“۔

”ہاں یہ تو ہے بنی‘ لیکن کیا وہ تمہارے رویے کی نرمی نہیں محسوس کریں گے؟“

”میں نے بات بنالی ہے“ بنی مسکراتی ہوئی بولی۔

”وہ کس طرح؟“

”میرے خاص آدمیوں کو‘ میرا مطلب ہے ان لوگوں کو یہ پتہ چل گیا ہے کہ میں کامیابی کے نزدیک ہوں۔ تم لوگوں سے مکلینو کی دولت کا پتہ چل گیا ہے اور اب میں اسے حاصل کروں گی۔ تمہاری موت تو منافع میں ہے‘ دولت بھی حاصل ہو جائے گی“۔

!”اوہ!“ میں نے معنی خیز انداز میں گردن ہلائی۔

”میں نے کہا ہے کہ میں نرم رویے سے کام نکال رہی ہوں۔ یوں تو کسی کی مجال نہیں ہے کہ میرے خلاف کوئی کام کرے لیکن کہہ نہیں سکتی کہ کون ہوریشو سے کتنا قریب ہے۔ اس کی وجہ یہی ہے کہ ہوریشو کم بخت ہی ان سب کو کنٹرول کرتا ہے۔ مکلینو کی بیٹی کی حیثیت سے میں ان سب کے لیے ایک بڑی حیثیت رکھتی ہوں لیکن یہ بات پورے وثوق سے نہیں کہہ سکتی کہ کون دل سے اس کا وفادار ہے‘ سوائے چند لوگوں کے جن میں گرانٹ شامل ہے“۔

”ٹھیک ہی ہے بنی‘ میں اس دوران تمہاری کسی بات کا شکوہ نہیں کروں گا۔ مصلحت بہرحال ایک حیثیت رکھتی ہے“۔

”تھینک یو ڈیر!“ بنی نے کہا۔ کچھ دیر سوچتی رہی پھر بولی ”میں مانتی ہوں مسٹر نواز کہ تم ایک انوکھی حیثیت کے حامل ہو۔ تم وہ کام کرتے ہو جس کی لوگ توقع نہیں رکھتے اور پھر اس کے باوجود تم کامیابی حاصل کر لیتے ہو۔ لیکن مکلینو کی بیٹی ہونے کی حیثیت سے کسی حد تک میں اس کے ذہن کو سمجھتی ہوں اور انہی لائنوں پر کام کرنا چاہتی ہوں جن کے بارے میں مکلینو نہ سوچ سکے۔ تمہیں نہیں معلوم کہ ان لوگوں کا پروگرام کیا تھا؟“

”تم بھی نہیں بتاؤ گی بنی ڈارلنگ؟“

”میں بتا چکی ہوں کہ مکلینو اس دولت کے لیے زیادہ متفکر نہیں ہے جو تمہارے پاس پہنچ گئی ہے لیکن اس پورے سال میں مجموعی طور پر بیرونی ممالک میں اتنے نقصانات نہیں ہوئے جتنے تمہاری تنہا ذات سے پہنچے ہیں۔ مال کا عظیم الشان ذخیرہ تباہ ہوا اور پھر اتنی بڑی دولت ہاتھ سے نکل گئی۔ بلاشبہ یہ پورے سال بلکہ آئندہ کئی سالوں کا ملا جلا خسارہ ہے لیکن بدبختی یہ ہے کہ اس کی اطلاع سب کو مل چکی ہے۔ مکلینو اپنی ذات میں شہنشاہ ہے۔ وہ ان باتوں کو بہت محسوس کرتا ہے چنانچہ یہ اس کی انا کا سوال ہے۔ مال تو ضائع ہو چکا ہے لیکن وہ دولت نہیں چھوڑنا چاہتا۔ ہوریشو کو بھی یہ اجازت نہیں تھی کہ وہ تمہیں قتل کر

دے۔ تم سے بہرحال دولت کا پتہ ملنا چاہیے تھا۔ جس کے لیے طے یہ کیا گیا ہے کہ تمہیں جس حد تک ہو سکے زچ کیا جائے اور وعدہ کیا جائے کہ اگر تم دولت واپس کر دو تو تم سے مزید کوئی انتقام نہیں لیا جائے گا اور یہ وعدہ پورا بھی کیا جاتا“۔

”اوہ! وہ کس طرح؟“ میں نے پوچھا۔

”تمہیں آزاد کر دیا جاتا۔ لیکن جب تم باہر نکلتے تو انٹرپول تمہارے استقبال کے لیے تیار ہوتی“۔

”اوہ۔ خوب!“ میں نے گہری سانس لی۔

”لیکن حالات خاصے بگڑے ہوئے ہیں“۔

”وہ کیسے؟“

”ہوریشو نے اس بات کو اپنی توہین سمجھا کہ وہ ایسی سودے بازی کرے۔ اس نے مکلینو سے وعدہ کیا تھا کہ بہت جلد وہ تم سے معلومات حاصل کر لے گا۔ اگر وہ ناکام رہا تب سودے بازی کرے گا۔ مکلینو نے اسے ایک مخصوص مدت کی مہلت دی تھی“۔

”لیکن ہوریشو کے تو انداز بدلے ہوئے تھے“۔

”وہ جھلاہٹ میں مبتلا ہو گیا تھا اور پھر تم نے جن لوگوں کو قتل کر دیا‘ ہوریشو ان پر ناز کرتا تھا۔ میرا خیال ہے اس کے لیے بھی یہ اتنی ہی بڑی چوٹ ہے جتنی مکلینو کے لیے“۔ بنی نے جواب دیا۔

”ہوں‘ لیکن کیا ہوریشو‘ مکلینو کی ناراضگی مول لے سکتا ہے؟“

”امکانات تو نہیں ہیں لیکن بہرحال وہ بھی پاگل ہے اور خود کو بہت بڑی چیز سمجھتا ہے۔ میں تمہیں اس کے بارے میں بتا چکی ہوں“۔

”ٹھیک ہے بنی۔ دل تو چاہتا ہے کہ تم سے پوچھوں کہ اب تمہارا پروگرام کیا ہے لیکن بہرحال میں تمہارے خلوص پر یقین رکھتا ہوں اور اس خیال سے خاموش ہوں کہ کہیں تم اسے بے اعتباری نہ تصور کرو“۔

”اوہ نہیں نواز اب یہ قصے کہاں رہ گئے“۔

”میں نہیں سمجھا؟“

”میں نے اگر تمہیں کچھ نہیں بتایا تو اس میں کوئی خاص وجہ پوشیدہ نہیں ہے۔ بس میں چاہتی تھی کہ پہلے کچھ کر لوں اس کے بعد تمہیں بتاؤں“

”میں کچھ کرنے میں تمہاری مدد کر سکتا ہوں؟“

”ہاں کیوں نہیں۔ میرے اندر یہ تبدیلی آئی ہے نواز‘ پہلے میں جو کام کرتی تھی‘ سوچتی تھی کہ صرف میں ہی اسے کر سکتی ہوں کسی دوسرے کی مدد کو میں اپنے لیے گالی تصور کرتی تھی لیکن اب.......“

”میں پھر بھی تمہیں مجبور نہیں کروں گا بنی۔ اگر تم چاہو تو مجھے بتا دو ورنہ تم اس کے لیے مجبور نہیں ہو“۔

”دراصل نواز۔ یہ بات تمہیں کئی بار بتا چکی ہوں کہ میں مکلینو کو سمجھتی ہوں“۔

”ہاں مجھے اعتراف ہے۔ ظاہر ہے تم اس کا خون ہو“۔

”میں وہ کرنا چاہتی ہوں جو اس کے ذہن میں نہیں ہے“۔

"کیا مطلب؟"

"تمہارے بارے میں جو معلومات اس کے پاس ہیں' ان سے اس نے نتیجہ اخذ کیا ہے کہ تم سیاحت کے بھی شوقین ہو۔ تم نے پشاور سے سفر شروع کیا ہے اور ایک مخصوص پٹی پر آگے بڑھ رہے ہو"

"اوہ!" میں نے آہستہ سے کہا ویسے مجھے حیرت ہوئی تھی۔ اس کا مطلب ہے کہ مکلینو نے میرے اوپر کافی کام کیا ہے۔

"میں ٹھیک کہہ رہی ہوں نا؟"

"ہاں۔ ٹھیک ہے بنی" میں نے طویل سانس لے کر کہا۔

"مکلینو کا اندازہ ہے کہ تم آگے بڑھ جاؤ گے۔ خواہ کچھ بھی ہو تم آگے ہی بڑھو گے۔ اگر تم کسی طرح اس کے ہاتھ سے نکل جاتے تو وہ تمہیں آگے ہی تلاش کرتا۔"

"بہت خوب!" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ میرے انداز میں اعتراف تھا۔

"میں نے بس اتنی سی تبدیلی کی ہے کہ میں تمہیں آگے نہیں لے جاؤں گی۔ ہم وہاں سے واپسی کا سفر کریں گے اور ایک مخصوص جگہ پہنچ جائیں گے"۔

"اوہ۔ ویری گڈ! اچھا آئیڈیا ہے بنی مگر کہاں جاؤ گی؟" میں نے کہا۔ درحقیقت بنی کا یہ آئیڈیا مجھے بے حد پسند آیا تھا۔

"ہم پن ہاک چل رہے ہیں۔ پن ہاک ایک جزیرہ ہے جو مکلینو کی ملکیت ہے۔ اس جزیرے پر نمک بنایا جاتا ہے۔ نمک کی صنعت کا مالک مکلینو ہے۔ وہ ایک صنعت کار کی حیثیت سے بھی مشہور ہے۔ تمہیں شاید تعجب ہو کہ اس جزیرے کا نمک خوبصورت پیکنگ میں پورے یورپ میں فروخت ہوتا ہے"۔

"بہت خوب!" میں نے گردن ہلائی۔

"پورے جزیرے پر نمک کی فیکٹریاں پھیلی ہوئی ہیں لیکن پورے جزیرے میں ہی انڈر گراونڈ اسٹورز پھیلے ہوئے ہیں جن میں اربوں روپے کی منشیات موجود ہیں"۔

"اوہ۔ ٹھیک ہے مگر تم اس جزیرے پر کیوں چل رہی ہو بنی؟"

"یہ بھی میری ایک چال ہے۔ مکلینو کے ہیلی کاپٹر جزیرے پر آتے رہتے ہیں۔ میں ان میں سے ایک ہیلی کاپٹر حاصل کرنا چاہتی ہوں۔ اس کے علاوہ جزیرے پر میرے چند ایسے وفادار موجود ہیں جو میرے کسی بھی حکم پر آنکھیں بند کر کے عمل کرتے ہیں۔ میں ان پر پورا بھروسہ کرتی ہوں۔ بلاشبہ وہ میرے کام آئیں گے"۔

"ہیلی کاپٹر سے تم کہاں جاؤ گی؟"

"واپس سوئیڈن ڈنمارک اور پھر جرمنی کے راستے ہالینڈ۔ یہ میرا پروگرام ہے۔ ہالینڈ پہنچنے کے بعد پھر کارڈ تمہارے ہاتھ میں ہوگا"۔

"ہوں!" میں نے گہری سانس لی۔ بنی کا پروگرام مجھے واقعی بے حد پسند آیا تھا۔ اب مسئلہ یہ تھا کہ یہ سارے کام اسی انداز میں ہو جائیں جس طرح بنی چاہتی ہے۔

ہم لوگ گفتگو کر رہے تھے کہ گرانٹ نے اندر آنے کی اجازت مانگی اور بنی نے اسے اجازت دے

دی۔

"میں نے دونوں کو ٹھیک کر دیا ہے باس" گرانٹ نے اطمینان سے جواب دیا۔

"کیا مطلب؟"

"قیدیوں کو دھمکیاں دے رہے تھے' بلکہ مار پیٹ پر آمادہ تھے۔ میں نے دونوں کو ناک آؤٹ کر کے ان کے کیبن میں ڈال دیا ہے"۔

"اوہ۔ بہت اچھا کیا گرانٹ۔ بہرحال تمہاری ذمے داری ہے حالات پر نگاہ رکھو۔ کوئی گڑبڑ دیکھو تو میری اجازت کی ضرورت مت محسوس کرنا۔

"ایسے احکامات مجھے بہت پسند آتے ہیں باس" گرانٹ نے خوش ہو کر کہا اور پھر بنی سے اجازت لے کر باہر نکل گیا۔ بنی کچھ سوچ رہی تھی۔ اس کے چہرے پر عجیب سے تاثرات تھے۔ پھر وہ اٹھی اور اس کیبن کے پارٹیشن سے گزر کر دوسری طرف چلی گئی جہاں کنٹرول روم تھا۔ کنٹرول روم میں دو آدمی موجود تھے جن کی باتوں کی آواز کئی بار آ چکی تھی۔ لیکن شاید وہ ہماری آوازیں نہیں سن سکتے تھے۔ تھوڑی دیر کے بعد بنی واپس آ گئی۔ پھر اس نے کیبن کا دروازہ اندر سے بند کر دیا۔

"سولہ گھنٹے ہمیں ایک دوسرے سے الگ رہ کر گزارنے ہوں گے نواز' حالانکہ یہ ایک مشکل کام ہے لیکن کچھ مجبوریوں کو مدنگاہ رکھنا پڑتا ہے"۔

"مجھے احساس ہے بنی"۔

"لاؤ ہاتھ کھول دوں تمہارے" اس نے کہا۔

"سوچ لو بنی۔ مجھے اعتراض نہیں ہے"۔

"اوہ۔ نہیں میری جان۔ نہ جانے کیوں میں اتنی محتاط ہو گئی ہوں' ورنہ میں کسی کی پرواہ کم ہی کرتی ہوں۔ بات شاید تمہاری ہے۔ اگر اس کا تعلق صرف میری ذات سے ہوتا تو میں جوتے کی نوک پر مارتی"۔

"احتیاط بہرحال اچھی چیز ہوتی ہے"۔

"ہاں۔ یہ تو ٹھیک ہے لیکن بہرحال اب یہ کسی طور گوارہ نہیں ہے کہ تم میرے سامنے اس حالت میں رہو۔ میں یہ خطرہ مول لے رہی ہوں" بنی نے میرے پیچھے پہنچ کر میرے ہاتھ کھول دیے۔ اب میرا بھی فرض تھا کہ میں اس کا شکریہ ادا کروں۔ چنانچہ میں نے اسے بھینچ کر اس کا پرجوش بوسہ لیا اور بنی سرشار ہو گئی۔

"زندگی میں شاید دو چار بار ہی میرے ذہن میں کسی مرد کا خیال آیا ہے۔ اس خیال کی کوئی حیثیت یوں نہیں ہے کہ میں بعد میں اس نتیجے پر پہنچتی تھی کہ یہ کس طرح ممکن ہے کہ میں کسی کی برتری تسلیم کروں۔ اس طرح یہ خیال میرے ذہن سے نکل جاتا تھا لیکن نواز' تمہاری زندگی کا ساتھی بن کر میں دعویٰ کرتی ہوں کہ میں ایک اچھی عورت ثابت ہوں گی"۔

"میرے بارے میں کیا جانتی ہو بنی؟" میں نے پوچھا۔

"تمہارے بارے میں نواز؟" بنی نے سوالیہ انداز میں کہا۔

"ہاں بنی! تمہارے خیال میں مکلینو کی دولت میرے لیے بڑی اہمیت رکھتی ہے۔ اس خیال میں مت رہنا بنی۔" سوئٹزرلینڈ کے بینکوں میں آج بھی راجہ نواز اصغر کے نام لاکھوں روپے کا سود جمع ہوتا

ہے"۔

"اوہ۔ وہ کس طرح؟"

"غلام سیٹھ کا نام سنا ہے کبھی؟"

"ہاں۔ یہ بھی معلوم ہے کہ تم اس کے اہم رکن تھے"۔

"اس نے میرا کمیشن براہ راست سوئٹزر لینڈ میں جمع کرایا ہے"۔

"ویری گڈ! لیکن نواز تم نے مکلینو کے ساتھ ایسا کیوں کیا؟"

"میں چڑ گیا تھا اس سے۔ اس نے مجھے ایک حقیر انسان سمجھا تھا اور اہانت آمیز انداز میں پیش آیا تھا"۔

"ارے۔ میں نے تو سنا ہے کہ اس نے تمہیں بہت پسند کیا تھا اور اسی پسندیدگی کی بنا پر ایک خصوصی اعزاز دے کر تمہیں روانہ کیا تھا"۔

"میں نے اس سے کہا تھا کہ میں اب کسی کی ملازمت نہیں کر سکتا۔ میں بذات خود ایک ناقابل تسخیر قوت ہوں اور اپنے بارے میں اب بھی میرا یہی خیال ہے بنی"۔

"مجھے یقین ہے" بنی نے کہا اور اس کے بعد بنی نے رات میرے سینے سے لگے لگے گزار دی۔ وہ بھی ساری رات ہی جاگتی رہی تھی۔ صبح کو میں اس کیبن سے نکل آیا اور اپنے کیبن میں پہنچ گیا۔ میرے ہاتھ کھلے دیکھ کر سردارے نے گردن ہلائی۔

"دیر آید درست آید باس۔ بہرحال اسے عقل آگئی"

"کسے؟" میں نے انجان بن کر پوچھا۔

"بنی کی بات کر رہا ہوں"۔

"کیا اس نے تمہیں اطلاع دی ہے کہ اسے عقل آگئی ہے؟" میں نے خشک لہجے میں کہا۔

"تمہارے ہاتھ کھلے ہوئے ہیں باس"

"تم ان فضول باتوں میں اپنی قیمتی ذہانت مت صرف کیا کرو سمجھے"۔

"تو پھر ہمارے ہاتھ بھی کھلوا دو باس"۔

"تھوڑی دیر صبر کرو" میں نے کہا۔ گولڈ مین خاموشی سے کچھ سوچ رہا تھا اور پھر میں ایک بستر پر لیٹ گیا"۔

"ساری رات جاگتے رہے ہو استاد؟" سردارے پھر بولا۔

"زہر لگ رہی ہے تمہاری آواز"

"اوہ۔ تب یقین آگیا۔ خوبصورت راتیں گزارنے کے بعد انسان چڑچڑا نہیں ہوتا مگر تعجب کی بات ہے۔ وہ منہ زور گھوڑی دوسری رات بھی-----" سردارے ایک دم خاموش ہوگیا۔ ایک لمبی تڑنگی لڑکی کمرے میں آئی تھی۔ تنہا تھی اور چہرے پر خوشگوار تاثرات تھے لیکن سردارے کی آواز اچانک بند ہوگئی تھی۔ وہ منہ پھاڑے اسے دیکھ رہا تھا۔ پھر وہ بمشکل کھڑا ہوگیا۔ اس کی آنکھیں پھٹی ہوئی تھیں۔

"مجھے معاف کر دینا خاتون لیکن کیا میں آپ کی نیلی پتلون کے بارے میں معلوم کر سکتا ہوں؟" اس نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔

"جی؟" لڑکی نے متحیرانہ انداز میں پوچھا۔

"نیلی پتلون ران کے پاس سے پھٹی ہوئی ہے"۔

"پلیز۔ میں کچھ نہیں سمجھی؟" لڑکی اب کسی حد تک پریشان ہوگئی تھی۔

"سردارے! کیا بکواس ہے؟" میں نے سرزنش کی۔

"آنکھیں پھوڑ لوں گا استاد۔ کیا تمہارے خیال میں اب یہ اس قابل بھی نہیں رہیں کہ اس نیلی پتلون کو بھی نہ پہچان سکیں جو ذہن سے چپکی ہوئی ہے" سردارے نے کہا۔

"وہی ہے؟" میں نے پوچھا۔

"جتنے فیصد ہو سکتی ہے 'وہی ہے'"۔

"لیکن تمہارا اندازہ ٹھیک ہے کیا؟"

"آہم۔ لیکن استاد۔ خدا کی قسم کچھ کرو ورنہ-----" سردارے گردن پٹختا ہوا بولا۔ لڑکی کسی حد تک نروس ہوگئی تھی۔

"کوئی خاص بات نہیں ہے مس۔ دراصل یہ آپ سے شناسائی کا اظہار کر رہا ہے۔ اس نے پہلے بھی آپ کو دیکھا ہے۔ کیا آپ نے پہلے ہم لوگوں کو دیکھا ہے؟"

"ہاں۔ مسٹر ہوریشو کے ساتھ' جب آپ گرفتار ہوئے تھے"۔

"تب ٹھیک ہے۔ یہ اس وقت سے آج تک آپ کو نہیں بھول سکا"۔

"اوہ!" لڑکی کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

"دن رات آپ کا تذکرہ کرتا رہتا ہے۔ اس کی دلی خواہش پوری ہوئی ہے۔ کہتا تھا پوری زندگی میں صرف ایک بار اور آپ کو دیکھ لے تو خوشی سے مرنے کو تیار ہے"۔

"مم۔ مجھے مس بنی نے بھیجا ہے" لڑکی نے کہا۔

"فرمائیے کیا کام ہے؟" میں نے بڑی شرافت سے پوچھا۔

"وہ کوئی خاص کام تو نہیں۔ مس بنی نے حکم دیا تھا کہ ان لوگوں کے ہاتھ کھول دیے جائیں" لڑکی نے جواب دیا۔

"تب تکلف کیا ہے۔ آپ ان کے ہاتھ کھول دیں" میں نے جواب دیا اور لڑکی نے گردن ہلا دی۔ لیکن پہلے اس نے گولڈ مین کے ہاتھ کھولے تھے اور پھر وہ سردارے کی طرف بڑھی۔ اس نے سردارے کے دونوں ہاتھ کھول دیے تھے۔

سردارے کے چہرے پر عجیب سے تاثرات تھے۔ لیکن اس نے لڑکی سے کچھ نہ کہا اور لڑکی واپسی کے لیے مڑی۔

"سنو!" میں نے اسے پکارا اور وہ رک گئی۔ "تمہارا نام کیا ہے؟"

"ٹوئیل براؤنسن!" لڑکی نے جواب دیا۔

"ٹھیک ہے مس براؤنسن۔ تھینک یو" میں نے کہا اور وہ باہر نکل گئی۔ تب میں سردارے کی طرف متوجہ ہوگیا۔ "کیا تمہیں اس سے عشق ہوگیا ہے سردارے؟"

"لعنت بھیجو باس۔ اب وہ کسی رنگ کی پتلون پہن کر آئے' مجھے اس سے کوئی دلچسپی نہیں ہے"

سردارے منہ بنا کر بولا۔

"ارے کیوں؟"

"اس لانچ پر موجود لڑکیوں میں شاید عشق کے جراثیم ہی نہیں ہیں"۔

"لیکن تم ہر جگہ رومانس کی تلاش میں سرگرداں ہی کیوں رہتے ہو سردارے؟"

"ایک بات مسلسل ذہن میں چبھ رہی ہے باس۔ تمہیں سردارے کی قسم' یہ کانٹا ذہن سے نکال دو"۔

"بکو جلدی سے"۔

"بنی نرم نہیں ہے؟"

"بہت" میں نے جواب دیا۔

"کس حیثیت سے استاد؟"

"سودے بازی ہوئی ہے اس سے۔ بہرحال چارہ تو ڈالنا ہی تھا" میں نے فوراً جواب دیا۔

"دھت تیرے کی۔ تو یہ بات تھی" سردارے نے برا سا منہ بنا کر کہا۔

"کیوں تمہارے ذہن میں رومانس تھا؟"

"ہاں استاد۔ رات کو بھی تمہارے جانے کے بعد وہ دونوں جارحیت پر آمادہ تھے۔ ممکن تھا کوئی ہنگامہ بھی ہو جاتا۔ گولڈ مین تو آؤٹ ہو گیا تھا لیکن پھر ایک اور شخص آیا اور اس نے ان دونوں کی اتنی مرمت کی کہ دونوں ہی بیہوش ہو گئے۔ میں نے تو یہی سمجھا تھا استاد کہ کوئی داؤ مار دیا تم نے"۔

"حماقت کی باتیں تو تم سوچتے ہی رہتے ہو"۔

"خیر چھوڑو استاد۔ اب کیا پروگرام ہے؟ میرا مطلب ہے کیا اس سودے بازی کے بارے میں کچھ نہیں بتاؤ گے؟"

"بس چکر دے رہا ہوں اور چانس کی تلاش میں ہوں۔ ویسے کسی بھی مرحلے پر پرسکون رہنا۔ میں نہیں چاہتا پروگرام میں کوئی گڑبڑ ہو اور اس دیوزاد کو بھی قابو میں رکھنا"۔

"پیارا آدمی ہے۔ ہمارے ساتھ رہ کر ہر تصور سے بے نیاز ہو گیا ہے۔ تمہارے اوپر بہت بھروسہ کرنے لگا ہے۔ کہہ رہا تھا کہ ہر انسان کو پوری زندگی میں ایک دوست کی خواہش ہوتی ہے اور جب اسے اپنی پسند کا کوئی دوست مل جائے تو بس۔ اس کے بعد کسی چیز کی خواہش نہیں رہتی"۔

"میرا خیال ہے سردارے' مجھے بھی دوستوں کے انتخاب کا سلیقہ ہے اور گولڈ مین ایک عمدہ دوست ہے۔ بہرحال چھوڑو ان باتوں کو' ناشتے کی تیاریاں کرو"۔

ناشتے کے بعد کچھ اور سہولتیں مل گئیں۔ مثلاً یہ کہ ہم لانچ پر گھوم بھی سکتے تھے۔ ہم تینوں باہر نکل آئے۔ لانچ کافی بڑی تھی اور شاید اسمگلنگ کے لیے استعمال ہوتی تھی۔ میں نے محسوس کیا تھا کہ کچھ لوگ ہماری نگرانی کر رہے ہیں۔

یہ بنی کی ذہانت تھی۔ اس کے دل میں جو کچھ تھا' وہ مجھے معلوم تھا لیکن اس نے ان لوگوں کو ہماری نگرانی کی ہدایت اس لیے کی ہوگی کہ وہ اپنے دل میں کوئی خیال نہ کریں۔ اس وقت بھی ہم تینوں لانچ کی ریلنگ سے ٹکے کھڑے تھے کہ نوئیل براؤنسن ہمارے پاس پہنچ گئی۔ سردارے کا چہرہ سپاٹ رہا تھا۔

"ہیلو!" اس نے بدلے ہوئے انداز میں ہمیں مخاطب کیا۔ رات کی بہ نسبت اس وقت اس کی کیفیت مختلف تھی۔

"ہیلو نوئیل!" میں نے جواب دیا۔

"لانچ کی ریلنگ کے ساتھ کھڑے ہو کر جب سمندر کی لہروں کا نظارہ کیا جائے اور آسمان کی چھت پر بادلوں کے غول موجود ہوں تو گرم گرم کافی کے جگ اس لطف کو دوبالا کر دیتے ہیں۔ یقین کریں مجھے کافی پینے کا لطف ایسے ہی وقت آتا ہے۔ کیا آپ لوگ کافی پئیں گے؟" اس نے پوچھا۔

"کوئی حرج نہیں ہے مس نوئیل لیکن بشرطیکہ اس میں بے ہوشی کی دوا موجود نہ ہو۔ اگر بے ہوش کرنے کی ضرورت ہے تو ہمیں بتا دو۔ ہم خود ہو جائیں گے" میں نے جواب دیا۔

"اوہ نہیں جناب! یہ میری مخلصانہ پیشکش ہے۔ اگر آپ نہیں پسند کریں گے تو میں مجبور نہیں کروں گی" نوئیل سنجیدہ ہو کر بولی۔

"آپ کی ذاتی پیشکش مس نوئیل؟"

"جی!"

"تب کوئی حرج نہیں ہے" میں نے جواب دیا اور نوئیل نے ایک گزرتے ہوئی شخص کو اشارے سے نزدیک بلایا۔ پھر اسے کافی لانے کے لیے کہا اور پھر سردارے کی طرف دیکھتی ہوئی بولی:

"آپ کے ساتھی بہت کم گو ہیں"۔

"کون سے ساتھی کی بات کر رہی ہیں؟" میں نے شرارت سے کہا۔

"مم۔ میری مراد ان سے تھی" نوئیل نے سردارے کی طرف اشارہ کیا۔

"واہ۔ یہ بات نہیں ہے مس نوئیل۔ اگر برا نہ مانیں تو عرض کر دوں کہ آپ نے اس کے جذبات کو ٹھیس پہنچائی ہے۔ ورنہ جہاں تک بولنے کا مسئلہ ہے' اس نے بکواس کرنے کے عالمی ریکارڈ قائم کیے ہیں۔ یہ تو بولنے کا مریض ہے"۔

"میں نے ٹھیس پہنچائی ہے؟" نوئیل تعجب سے بولی۔

"ہاں!"

"لیکن میں نے کیا کیا ہے۔ میں نے تو صرف پچھلی رات ہی آپ سے ملاقات کی تھی۔ میرا مطلب ہے اس وقت جب باس نے مجھے آپ کے پاس بھیجا تھا"۔

"آپ خود غور کریں مس نوئیل' اس نے کئی راتیں صرف آپ کے خواب دیکھے ہیں۔ اگر وہ ہر رات کی صبح ان خوابوں کا تذکرہ مجھ سے نہ کرتا تو مجھے یقین نہ ہوتا لیکن میں اس کا گواہ ہوں۔ اس کے بعد ہی آپ نے ملاقات میں اس کی پذیرائی نہیں کی۔ وہ جذباتی انسان ہے۔ مجھے خطرہ ہے کہ وہ ہمیشہ کے لیے خاموش نہ ہو جائے۔ اس طرح مس نوئیل معاف کیجئے آپ کی وجہ سے میں اپنا بہترین دوست کھو بیٹھوں گا"۔

"اوہ۔ لیکن مجھے کیا معلوم تھا۔ اس میں میرا تو کوئی قصور نہیں ہے" نوئیل نے کہا۔

"یہ بات میں نے بھی اس سے کہی تھی لیکن احمق ہے۔ کہنے لگا میرے جذبات اس تک کیوں نہیں پہنچے؟"

"میرا خیال ہے' اگر مناسب سمجھیں تو اسے سمجھا دیں"۔

"میں کیا کہوں اس سے؟" نوئیل پریشانی سے بولی۔ سردارے نے رخ بدل لیا تھا لیکن بدمعاش کے کان کھڑے ہوئے تھے اور پوری توجہ ہماری طرف ہی تھی۔

"یہ آپ کا کام ہے مس نوئیل پلیز" میں نے کہا اور پھر میں نے گولڈ مین کے شانے پر ہاتھ رکھا اور آگے بڑھ گیا۔ نوئیل وہیں کھڑی رہ گئی تھی۔

"مسٹر میگوئن!" گولڈ مین نے ایک گہری سانس لے کر کہا۔

"ہاں۔ کہو گولڈ مین۔ میں نے محسوس کیا ہے کہ تم بھی کچھ خاموش رہنے لگے ہو" میں نے کہا اور گولڈ مین ہنسنے لگا۔

"ہاں ماسٹر۔ آج کل میں صرف تجزیہ کر رہا ہوں"۔

"خوب! اچھا مشغلہ ہے۔ میں نے جواب دیا۔ ہم دونوں خاصی دور نکل آئے تھے۔ جہاں سے ان دونوں کی باتیں ہمارے کانوں تک نہیں پہنچ سکتی تھیں۔

"ہاں مسٹر میگوئن! بہت اچھا مشغلہ ہے اور میں بہت خوش ہوں۔ میری فطرت عجیب ہے مسٹر میگوئن۔ کیمپ میں آپ نے مجھے دیکھا تھا۔ بے شمار لوگ تھے جو میرے نام سے کانپتے تھے۔ بہت سے لوگ تھے جو میری ایک آواز پر وحشت زدہ ہو جاتے تھے۔ میرے اشارے پر ہر کام کرنے' یہاں تک کہ جان دینے پر آمادہ ہو جاتے تھے"۔

"مجھے اندازہ ہے گولڈ مین" میں نے جواب دیا۔

"لیکن ------ کیا آپ یقین کریں گے مسٹر میگوئن کہ مجھے ان میں ہمیشہ ایک ایسے شخص کی تلاش رہی' جو میرا اچھا دوست ثابت ہو سکے' جو مجھ سے خوفزدہ نہ ہو' جو میرا کہنا نہ مانے' میرے ساتھ بے تکلفی سے پیش آئے' بلکہ بعض اوقات مجھ سے بدتمیزی بھی کرے لیکن اندر سے میرے لیے ایک بے لوث خلوص کا جذبہ رکھے۔ میری غیر موجودگی میں میرے لیے اچھے انداز میں سوچے' اسے مجھ سے خوف نہ ہو' بلکہ وہ میری ذات سے پیار کرتا ہو' مجھے چاہتا ہو۔ کیا انسان کی یہ طلب غیر فطری ہے؟"

"ہرگز نہیں گولڈ مین!"

"ملا نہیں ایسا کوئی شخص۔ تمہیں دیکھ کر اندازہ ہوتا ہے کہ تم بے حد وسیع ہو۔ تم دوستوں کے لیے بہت کچھ سوچتے ہو"۔

"ہاں۔ میں بھی ہر طرف سے سیر ہوں گولڈ مین۔ میرے نزدیک محبتیں بڑی اہمیت رکھتی ہیں"۔

"میں دیکھ چکا ہوں مسٹر میگوئن"

"کس کی بات کر رہے ہو؟"

"حالیہ واقعے کی۔ یقین کرو میں بے حد متاثر ہوا ہوں۔ دوستوں کے لیے اتنی کاوش اچھا دوست ہی کر سکتا ہے"۔

"اوہ۔ گولڈ مین۔ تمہیں میں نے دوستوں ہی میں شمار کیا ہے۔ تم کسی طور ہم سے الگ نہیں ہو"۔

"میں جانتا ہوں مسٹر میگوئن اور اس پر نازاں بھی ہوں۔ میں خود کو تمہاری دوستی کا اہل ثابت کروں گا"۔

"مجھے تمہارے اوپر بھروسہ ہے گولڈ مین ویسے یقین کرو میرا ساتھی بے حد شاندار ہے۔ تم اسے آتش فشاں کے دہانے میں گرا دو۔ گرتے گرتے بھی زندگی اور خود اس آتش فشاں کا مذاق اڑائے گا اور ہنستے ہوئے مر جائے گا۔ خوف اس کے قریب سے نہیں گزرتا بلکہ خطرناک ترین حالات میں وہ قہقہے لگانے کا عادی ہے"۔

"میں نے تم دونوں کے بارے میں بہت کچھ اندازے قائم کیے ہیں مسٹر میگوئن" گولڈ مین نے کہا۔ اسی وقت کافی آ گئی۔ کافی لانے والے نے دو پیالے سردارے اور نوئیل کو دیے تھے اور پھر وہ ہماری طرف آ گیا۔ ہم نے بھی کافی لے لی اور اس کے بعد ہم خاموشی سے کافی کے سپ لینے لگے۔ گولڈ مین کسی سوچ میں ڈوب گیا تھا۔

"کوئی عورت تمہاری زندگی میں نہیں آئی گولڈ مین؟" میں نے پوچھا اور گولڈ مین کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

"عورت کو ہم زندگی سے الگ کہاں کر سکتے ہیں مسٹر میگوئن"۔

"ہاں۔ یہ تو درست ہے اور لیکن میری مراد ایسی عورت سے ہے جس نے تمہیں حد درجے متاثر کیا ہو اور تم نے اسے زندگی بھر ساتھ رکھنے کے بارے میں سوچا ہو"۔

"پرانی بات ہے مسٹر میگوئن لیکن پھر عقل آ گئی"۔

"عقل آ گئی؟" میں نے دلچسپی سے پوچھا۔

"ہاں۔ بہت کم عمر تھا اس وقت" گولڈ مین نے کافی کے دو تین سپ لیے۔ پھر بولا "ایک گرجے میں رہتا تھا۔ یسوع کا ادنیٰ خادم تھا۔ دنیا محدود تھی میری نگاہوں میں۔ چند لوگوں کے ساتھ کو ہی کائنات سمجھتا تھا۔ وہیں سبیکا بھی تھی"۔

"سبیکا؟"

"ہاں۔ مقدس کنواری کی خادمہ۔ وہ نن تھی"۔

"اوہ! اور تم پادری تھے؟"

"نہیں۔ بس خدمت گار تھا گرجا کا۔ میرے دل میں تقدس کے سوا کچھ نہیں تھا۔ دنیا کا کوئی جذبہ میرے ذہن میں نہیں تھا۔ ایک لامتناہی ٹھہراؤ تھا۔ کوئی اضطراب نہیں تھا زندگی میں' لیکن معصوم سبیکا۔ آہ مسٹر میگوئن اس کے چہرے پر اتنی صداقت تھی کہ ایمان تازہ ہو جاتا تھا۔ اس کی آنکھوں میں سورج کی پہلی کرن جیسی معصوم اور پاکیزہ چمک تھی اور اس کی آواز صبح کا پیغام لانے والی چڑیوں کی مانند تھی۔ میں نے اسے دیکھا اور میرے دل میں محبت کے جذبے نے جنم لیا۔ میرے دل میں اس کی محبت جاگ اٹھی اور میں خود کو مجرم سمجھنے لگا۔ بھلا یسوع کی محبت کے سوا بھی دل میں کسی اور کی محبت رہنی چاہیے تھی' ہرگز نہیں۔ ہرگز نہیں۔ میں خود سے چھپنے لگا۔ میں ہر اس جگہ سے وحشت زدہ ہونے لگا جہاں سبیکا ہوتی۔ میں وہاں نہیں جاتا تھا جہاں اس کے نظر آ جانے کا امکان ہوتا تھا۔ لیکن نہ جانے کس طرح سبیکا کو اس کا احساس ہو گیا اور وہ سائے کی طرح میرا تعاقب کرنے لگی۔ میں اس کی معصومیت پر شک نہیں کر سکتا تھا بس میں اس جذبے کو اپنی بدبختی تصور کرتا رہا تھا لیکن سبیکا مجھ سے دور نہ ہوئی۔ اور ایک دن وہ میرے بالکل قریب آ گئی۔ اس نے شکوہ کیا کہ میں اس سے نفرت کرتا ہوں' آخر کیوں؟

"نہیں سبیکا! میں تم سے نفرت نہیں کرتا"۔

"پھر تم مجھ سے دور کیوں رہتے ہو؟"

"تمہیں دیکھ کر میرے دل میں تمہاری محبت ابھرتی ہے"۔

"محبت کرنا گناہ تو نہیں ہے"۔

"ہاں لیکن ایسی محبت جو یسوع کی محبت پر حاوی ہو"۔

"مسیح کی محبت تو ہمارے دل بن کر دھڑک رہی ہے۔ اگر کسی انسان کا پیار بھی اس میں سما جائے تو وہ مسیح کے زیر سایہ ہوتا ہے"۔

"تب سبیکا' یہ گناہ ہے"۔

"یہ گناہ نہیں ہے"۔

"یہ گناہ ہے" میں نے کہا اور سبیکا سسکیاں لینے لگی۔ اس نے بتایا کہ اس کے دل میں بھی ہر وقت میرا خیال رہتا ہے اور میں اور مضطرب ہو گیا۔ میری سمجھ میں نہیں آتا تھا کیا کروں۔ میں تڑپتا رہا۔ کرب اور بے چینی میری زندگی کا جزو بن گئیں۔

تب ایک دن میں نے پادری کی تقریر سنی۔ وہ انسان کے بارے میں بتا رہے تھے۔ انہوں نے کہا کہ مسیح نے محبت پر پہرے نہیں بٹھائے۔ محبت تو انسان کی فطرت کا جزو ہے۔ اگر انسان ایک دوسرے کی محبت سے پہلو تہی کرے گا تو وہ مسیح کی محبت میں کامل نہیں ہو سکتا اور ان الفاظ نے میری دنیا بدل دی۔ میں نے پوری رات بے کلی سے گزاری۔ میں غور کرتا رہا۔ جب مذہب محبت کی اجازت دیتا ہے تو پھر مجھے اس اضطراب میں رہنے کی کیا ضرورت ہے۔

اور اس صبح جب سبیکا میرے پاس آئی تو میرے ہونٹوں پر محبت کے پھول کھلے ہوئے تھے۔ سبیکا نے میرے بدلے ہوئے انداز کو محسوس کر لیا۔ وہ بھی خوش ہو گئی اور پھر کلیسا کے اطراف کے ویرانے ہم سے آباد ہو گئے۔ جہاں ہم دونوں محبت کے گیت گاتے تھے۔ مراحل طے ہوتے رہے اور میں سبیکا کے پیار میں ڈوب گیا۔ اب میرے احساسات کو ایک سہارا مل گیا تھا اور پھر دو جسموں کا قرب' جوانی کی طلب کرتا ہے۔ میرے بدن کی ضرورت نے مجھے نڈھال کر دیا۔ سبیکا معصوم تھی۔ میں نے اس کے انداز میں ایک بار بھی لغزش نہیں پائی تھی۔

میری جسمانی کوششوں کو وہ حیرت سے دیکھتی رہی۔ اس نے میرے ساتھ عدم تعاون نہیں کیا تھا۔ یوں لگتا تھا جیسے اسے ان تمام باتوں پر حیرانی ہو' سخت حیرانی ہو اور جب جذبات کا بھوت اتر گیا تو میں نے سبیکا کی آنکھیں چوم لیں لیکن ان کی حیرانی نہ گئی۔

"کیا بات ہے سبیکا؟" میں نے پوچھا۔

"کیا تم پادری بیریکل کو جانتے ہو؟" اس نے کہا۔

"وہ جو دورے پر آئے تھے؟"

"ہاں!"

"ہاں! میں نے بھی انہیں اس وقت دیکھا تھا"۔

"لیکن تمہیں یہ سب کچھ کیسے معلوم ہوا؟"

"کیا سبیکا؟"

"یہی عمل جو تم نے دوہرایا"۔

"کیا؟" میں چونک پڑا۔

"انجان مت بنو مائیکل۔ میں اس عمل کی بات کر رہی ہوں جو ابھی...... فادر اینڈرین کی بات تو میں مان سکتی ہوں لیکن تم------"

"سبیکا! کیا کہنا چاہتی ہو' صاف صاف کہو"۔

"فادر بیریکل جب آئے تھے تو میرے ساتھ بڑی مہربانی سے پیش آئے۔ پھر فادر اینڈرین رات کو مجھے ان کے پاس لے گئے اور انہوں نے مجھے یہی سب کچھ سکھایا جو اس وقت تم نے دوہرایا ہے۔ مجھے بہت عجیب لگا تھا مائیکل۔ پھر جب فادر اینڈرین نے بھی ایسا ہی کیا تو میں نے سوچا یہ بھی کوئی ایسی بات ہو گی جو پادری بہتر سمجھتے ہوں لیکن تم------"

اور مسٹر میگوئن! وہی وقت تھا جب میرے ذہن میں انگارے دہک اٹھے۔ میرا دل یہ سب کچھ ماننے کے لیے تیار نہیں تھا۔ میں نے جس مقدس کلی کو اپنی آنکھوں کی بینائی بنا لیا تھا' وہ پہلے ہی کھلی ہوئی ہے۔ نہ صرف کھلی ہوئی ہے' بلکہ کھلتی رہی ہے۔ میرا دل یہ سب کچھ برداشت نہیں کر سکا اور تب مسٹر میگوئن' میں نے پہلی بار دو خون کیے۔ پہلا خون سبیکا کا' جسے میں نے اسی جگہ پتھر سے کچل کر ہلاک کر دیا تھا۔ دوسرا فادر اینڈرین کا' جن کی گردن علیحدہ کر کے میں نے گرجا کے بڑے دروازے میں لٹکا دی۔ پھر میرا وہاں کیا کام تھا------ اور اس کے بعد مائیکل کے گولڈ مین بننے کی کہانی طویل ہے۔ بس جب غلط راستے اپنائے تو پھر حتی الامکان اس میں کمال حاصل کرنے کی کوشش کی" گولڈ مین خاموش ہو گیا۔

پھر ایک کہانی------ ایک انوکھی کہانی------ کتنی بکھری ہوئی داستانیں سمیٹوں' کہاں کہاں سے جان بچاؤں۔ میرا ذہن بھٹکنے لگا۔ ہر بھٹکے ہوئے انسان کے پیچھے ایک دلدوز کہانی ہوتی ہے۔ تم تنہا نہیں ہو راجہ نواز اصغر۔ ہر شخص فطری طور پر معصوم ہوتا ہے۔ کاش میں ایک ایسا ادارہ قائم کر سکتا جہاں صرف مجرموں کا علاج ہوتا۔ کاش کوئی ایسا جزیرہ ہوتا جہاں صرف مجرموں کی حکمرانی ہوتی لیکن وہاں انہیں جرائم نہ سکھائے جاتے بلکہ ان کی زندگی کی وہ محرومیاں دور کر دی جاتیں جن کا شکار ہو کر وہ دنیا کے لیے دکھ بن جاتے ہیں"۔

"کیا سوچنے لگے مسٹر میگوئن؟" گولڈ مین نے کہا۔

"کچھ نہیں گولڈ مین" میں نے ایک تھکی تھکی سی سانس لے کر کہا۔

"تمہاری داستان کے بارے میں سوچ رہا تھا"۔

"پرانی بات ہے۔ پہلے جب یاد آتی تھی تو میں بھی افسردہ ہو جاتا تھا اور بہت کچھ سوچتا تھا' اب تو یہ اپنی کہانی بھی نہیں لگتی"۔

"ہاں گولڈ مین۔ ہمیں حالات کے سہارے چلنا پڑتا ہے"۔

"بالکل۔ ہم خود کچھ نہیں بننا چاہتے' حالات بنا دیتے ہیں"۔

"اب عورت کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے؟"

"وہی جو کسی دل پسند غذا کے بارے میں"۔

"کیا مطلب؟"

"ہمیں گوشت اچھا لگتا ہے۔ نہ ملے تو مرتے نہیں لیکن مل جائے تو وہ بہرحال ہماری مرغوب ہے۔ گوشت کو ہم اپنی زندگی میں کوئی درجہ نہیں دیتے"۔

"اوہ!"

"ہاں مسٹر میگوئن! عورت صرف ایک ضرورت ہے، منزل نہیں"۔

"ٹھیک کہتے ہو"۔

"اس کے بعد میں نے کسی عورت پر بھروسہ نہیں کیا"۔

"قصور کسی کا بھی نہیں گولڈ مین۔ سبیکا کا بھی نہیں تھا"۔

"پادری کا بھی نہیں تھا؟" گولڈ مین نے سوال کیا اور اس کے اس سوال میں ہزاروں طنز پوشیدہ تھے درحقیقت مجھ سے کوئی جواب نہ بن پڑا۔

"چھوڑو اس مسئلے کو' الجھا ہوا ہے"۔

"چھوڑ چکا ہوں مسٹر میگوئن" گولڈ مین نے مسکراتے ہوئے کہا اور میں سردارے کی طرف دیکھنے لگا جو بدستور نوئیل سے مصروف گفتگو تھا۔

"آؤ گولڈ مین چلیں۔ وہ تو کام سے گیا" میں نے ہنستے ہوئے کہا اور گولڈ مین بھی ہنسنے لگا۔ ہم دونوں واپس اپنے کیبن میں آ گئے تھے۔

دن چڑھ رہا تھا اور لانچ کا سفر جاری تھا۔ بنی کے کہنے کے مطابق سفر کے گھنٹے اب پورے ہونے والے تھے۔ پھر سردارے واپس آ گیا۔ وہ بہت خوش تھا۔ آتے ہی جھک کر میری ٹانگیں دبانے لگا۔ گولڈ مین ہنسنے لگا تھا۔

"مسخرے پن سے باز نہیں آؤ گے"۔

"عقیدت کا اظہار کر رہا ہوں باس" سردارے نے کہا۔

"کیا گفتگو رہی؟"

تم نے جو پودا لگایا ہے' وہ چند گھنٹوں میں پروان چڑھ گیا ہے"۔

"کیا مطلب؟"

"بس باقی کام تمہاری شاگردی کا تھا۔ مس نوئیل اب کہاں جاتی ہیں؟"

"کیسی لڑکی ہے؟"

"عمدہ باس۔ ذرا کلی کر آؤں تاکہ تمہارا شکریہ ادا کر سکوں" سردارے اٹھ کھڑا ہوا۔

"کیا باتیں ہوئیں؟"

"شرم آتی ہے ہمیں" سردارے نے بھونڈے پن سے کہا اور دونوں ہاتھوں سے منہ چھپا لیا۔ ہنسی روکنے کے باوجود نہ روک سکا تھا اور میں نے اس کی پشت پر دھول جما دی۔

"تمہیں تو کسی سرکس میں ہونا چاہیے تھا"۔

"ہر بات گوارہ ہے استاد' بس تمہاری نظر عنایت چاہیے مگر ذرا ایک بات تو بتاؤ"۔

"ہوں"۔

"ہمارا یہ سفر کتنا طویل ہے؟"

"کیوں؟"

"ہائے میں چاہتا ہوں سمندر پر ہی شام ہو جائے۔ یہیں رات گزرے' نوئیل نے رات کو ملاقات کا وعدہ کیا ہے"۔

"یہ کام میرے بس کا نہیں ہے سردارے" میں نے کہا۔ اسی وقت دروازے پر بنی کی شکل نظر آئی۔ وہ بے حد سنجیدہ نظر آ رہی تھی۔

"اگر اپنے ساتھیوں میں مصروف نہ ہوں مسٹر نواز! تو براہ کرم آیئے!" اس نے کہا اور میں اس کے لہجے کی سنجیدگی پر غور کرنے لگا۔ بہرحال میں باہر نکل آیا تھا۔ بنی کے چہرے پر خاصی سنجیدگی طاری تھی۔ وہ خاموشی سے میرے ساتھ چل رہی تھی اور اس کا رخ لانچ کے کھلے حصے کی جانب تھا۔ میں نے بھی راستے میں اس سے کوئی بات نہیں کی۔ یہاں تک کہ بنی رک گئی۔ اس نے چاروں طرف دیکھا۔ لانچ کے لوگ اپنے اپنے کاموں میں مصروف تھے۔ تب اس نے میری طرف دیکھا اور میں بول پڑا:

"کیا بات ہے بنی ۔۔۔۔۔ اس قدر خاموشی' اتنی سنجیدگی؟"

"ہاں۔ میں یہی بتانے کے لیے تمہیں یہاں لائی ہوں نواز"

"کیا بات ہے؟"

"نوئیل سے واقف ہو؟"

"نوئیل براؤنسن؟"

"ہاں"

"تازہ تازہ واقفیت ہے" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"وہ ہوریشو کی خاص لڑکیوں کی حیثیت رکھتی ہے"۔

"اوہ" میں اس جملے پر سنبھل گیا۔

"مجھے یہ بات معلوم تھی ۔۔۔۔۔ دراصل اس لانچ پر جو لوگ موجود ہیں' ان میں تقریباً سب ہی ہوریشو کے ساتھی ہیں۔ ان میں سے صرف گنے چنے ہی ایسے لوگ ہیں کہ ان کا براہ راست تعلق ہوریشو سے ہے۔ گو اصل میں' وہ مکلینو کے غلام ہیں لیکن بہرحال ہوریشو انہیں کنٹرول کرتا ہے۔ اور ممکن ہے وہ اس کا ذاتی اثر بھی قبول کرتے ہیں۔ میں چونکہ بگ باس کی بیٹی اور خود بھی ادارے کی اہم رکن ہوں' اس لیے وہ میرے احکامات کی تعمیل کرتے ہیں لیکن میں نہیں جانتی ان میں سے کون دل میں میرے لیے کیا جذبات رکھتا ہے؟"

"ظاہر ہے مس بنی! آپ نہیں جان سکتیں" میں نے تائید کی۔

"لیکن جس انداز میں' جو کچھ میں کر رہی ہوں' اس سے یہی اندازہ ہوتا ہے کہ میں بہرحال مکلینو کے حق میں کام کر رہی ہوں۔ اس لیے کوئی مجھ سے سرتابی کی مجال نہیں رکھتا اور پھر وہ لوگ میری آتش مزاجی سے بھی واقف ہیں"۔

"جی" میں نے گردن ہلائی۔

"خود ہوریشو میرے سامنے اپنے احکامات نہیں چلا سکتا۔ لیکن بہرحال میں اتنا جانتی ہوں کہ گروہ پر

اس کا زبردست اثر ہے"۔

"یقیناً"

"بہرحال اس تمہید کا مقصد یہ تھا کہ ------ نوئیل نے مجھے اطلاع دی ہے کہ خود' ہوریشو لانچ پر موجود ہے ------" بنی نے کہا اور ایک لمحے کے لیے میرے اعصاب پر تناؤ پیدا ہو گیا۔ بنی کے یہ الفاظ بم ایک دھماکہ تھے لیکن میں نے اپنے آپ پر قابو رکھا اور خاموش نگاہوں سے بنی کو دیکھتا رہا ------

"کیا تمہیں حیرت نہیں ہوئی نواز؟"

"حیرت کی بات ہے بنی ------ لیکن وہ ------؟"

"یقیناً میک اپ میں ہوگا"۔

"تو آپ ان تمام لوگوں کو پہچانتی بھی نہیں ہیں جو لانچ پر موجود ہیں"۔

"یہی بات ہے۔ تم خود سوچو' میرا براہ راست ان سے واسطہ کہاں پڑتا ہے"۔

"اوہ' یہ بھی درست ہے۔ لیکن یہ اطلاع نوئیل نے کیسے دے دی ------ بقول آپ کے وہ ہوریشو کی وفادار ہے؟" میں نے سوال کیا۔

"تم لوگوں سے متاثر ہو گئی ہے" بنی نے جواب دیا۔

"کہہ رہی تھی؟"

"ہاں"۔

"تو اس نے یہ بھی بتایا ہوگا کہ ہوریشو کس میک اپ میں ہے اور کس ارادے سے لانچ پر آیا ہے"۔

"تم خود سوچو' یہ بات اسے کیسے معلوم ہو سکتی ہے۔ بہرحال وہ صرف ایک معمولی سی کارکن ہے' اسے تو یہ بھی نہیں معلوم کہ وہ کس میک اپ میں ہے"۔

"پھر اسے ہوریشو کے بارے میں کیسے معلوم ہوا؟"

"اس نے ہوریشو کی آواز سنی تھی۔ ہوریشو لانچ کے ایک حصے میں کسی سے گفتگو کر رہا تھا۔ دوسرا آدمی بھی اسے مسٹر ہوریشو کہہ کر پکار رہا تھا۔ وہ یہ نہیں دیکھ سکی کہ ہوریشو کی شکل کیا ہے۔ لیکن اس نے دوسرے آدمی کو پہچان لیا تھا' وہ بھی آواز سے؟"

اوہ ------ وہ کون ہے؟"

"جیمز ------ ہوریشو کے خاص آدمیوں میں سے ہے"۔

"وہ لانچ پر موجود ہے؟"

"ہاں بنی نے جواب دیا اور میں کسی سوچ میں ڈوب گیا۔ پھر میں نے مسکراتے ہوئے بنی کو دیکھا۔

"آپ کو تردد کیوں ہے مس بنی؟"

"اول تو ہوریشو نے یہ جرات کیوں کی۔ دوسری بات یہ کہ بہرحال اس کی یہ کوشش باغیانہ ہے اور میں جانتی ہوں کہ وہ بے حد خطرناک آدمی ہے۔ اگر وہ لانچ پر موجود ہے تو اس نے ہماری نگرانی کرنے کی کوشش بھی کی ہوگی۔ اسے کوئی بات معلوم تو نہیں ہو گئی۔ وہ ہمارے لیے خطرہ بن سکتا ہے۔ آخر وہ کسی پروگرام سے ہی آیا ہوگا"

"یقیناً" میں نے گردن ہلائی۔

"تم نے اس بات کا کوئی خاص نوٹس نہیں لیا؟" وہ بولی۔

"اگر کچھ کہوں تو برا تو نہیں مانیں گی مس بنی؟"

"نہیں مانوں گی ------ کہو" بنی نے کہا۔

"بے شک وہ خطرناک آدمی ہے لیکن ہم اسے کوئی اہمیت نہیں دیتے۔ ٹھیک ہے ہم اس کے شکنجے میں آ گئے اور اس وقت وہ قادر ہے' جو چاہے سلوک کرے۔ اگر وہ ہمارے شکنجے میں آ گیا تو ہم بھی تو اس کے ساتھ اچھا سلوک نہیں کریں گے۔ مارتے رہے ہیں' مرنا بھی جانتے ہیں۔ پھر خوف کیسا۔ ہاں ہوریشو کو ایک چیلنج ضرور کروں گا۔ اگر وہ سازشیں کرنے کی بجائے کھلے میدان میں مقابلہ پسند کرلے تو ہم اسے بہادر تسلیم کرلیں گے"۔

"اوہ' ٹھیک ہے نواز ------ تم بے حد بہادر ہو لیکن جانتے ہو' وہ تمہارے اس چیلنج کا کیا جواب دے گا؟"

"کیا جواب دے گا؟"

"وہ تمہاری طاقت اور برتری تسلیم کرلے گا اور معذرت آمیز انداز میں کہے گا کہ وہ تم سے کھلے میدان میں مقابلہ نہیں کرے گا"۔

"ہاں" میں ہنس پڑا۔ "یہ خوبی اس میں ہے"۔

"پھر ایسے آدمی کا تم کیا کرو گے؟"

"ظاہر ہے کچھ نہیں کر سکتے"۔

"مجھے بتاؤ ------ اب میں کیا کروں؟"

"ہوریشو کو تلاش کیا جا سکتا ہے مس بنی"

"کس طرح؟"

"ہم لانچ کے سارے آدمیوں کو ایک جگہ جمع کرلیں گے اور ان میں ہوریشو کو پہچان لینا مشکل کام نہ ہوگا۔ لیکن ایک بات بتائیں ------ اسے پہچاننے کے بعد آپ کیا کریں گی؟"

"اس سے پوچھوں گی کہ اسے میرے خلاف جاسوسی کی جرات کیوں ہوئی"

"اگر اس نے اس کا کوئی معقول جواب دے دیا؟"

"مثلاً ------؟"

"مثلاً اس نے کہہ دیا کہ بہرحال ہم مکلینو کے مجرم ہیں اور وہ مکلینو کا وفادار ------ وہ صرف ہم پر نگاہ رکھنا چاہتا تھا تاکہ اگر ہم کوئی غلط حرکت کریں تو وہ آپ کو اطلاع دے دے"

"اوہ' ہاں ------ وہ اتنا ہی چالاک ہے۔ میرے سامنے بھیگی بلی بن جائے گا" بنی نے متفکرانہ انداز میں کہا۔

"اور پھر وہ یہ بھی سوچے گا کہ آخر آپ کو اس کی تلاش کیوں ہے"

"ٹھیک ہے لیکن پھر میں کیا کروں؟"

"میں اپنے طور پر اسے تلاش کرلیتا ہوں۔ ہم اسے نگاہ میں رکھیں گے اور اس پر ظاہر نہ ہونے

دیں گے کہ ہم اسے پہچان گئے ہیں۔ پھر کسی مناسب وقت پر اسے متحیر کر دیں گے۔ میں کہہ چکا ہوں م
بنی کہ میں مکمل طور پر آپ سے تعاون کروں گا"۔

"میں جانتی ہوں۔ لیکن ہمیں کوئی ٹھوس قدم اٹھانا ہوگا۔ اسے بے وقوف بنانے کے لیے"۔

"وہ بھی میرے ذہن میں ہے"۔

"اوہ 'کیا؟" بنی نے چونک کر پوچھا۔

"مس بنی ----- میں آپ کو ایک ایسے بینک کا پتہ دوں گا جس کے لاکر میں میرے کچھ کاغذا
رکھے ہوئے ہیں۔ ان کاغذات کے ذریعے ایک ملک کے ایک بینک سے مکلینو کی رقم کا خاصا بڑا حص
واپس نکلوایا جا سکتا ہے"۔

"کک ---- کیا مطلب؟"

"مکلینو کی دولت دنیا کے مختلف بینکوں میں پھیل چکی ہے۔ میرے کچھ لوگ یہاں موجود ہ
جن کی وساطت سے میں دنیا کے کسی بھی ملک میں جا کر اپنی دولت نکلوا سکتا ہوں۔ ان کاغذات کی نق
میرے آدمیوں کے پاس موجود ہیں اور ان کی نشاندہی نہیں ہو سکتی۔ لیکن لاکر سے برآمد ہونے وا
کاغذات' ہوریشو کے لیے بڑی اہمیت رکھتے ہیں۔ اگر وہ ان کاغذات کے ذریعے کسی ملک کے بینک سے ر
کا ایک حصہ نکلوا بھی لیتے ہیں تو بہرحال وہ کارروائی جعلی ہوگی اور اصلی نواز اصغر کو وہ بینک مطلوبہ رقم ا
کرنے کے ذمے دار ہوں گے۔ اس طرح ہمارا کوئی نقصان بھی نہیں ہوگا اور ہوریشو کو یہ اطمینان بھی ہ
جائے گا کہ آپ صحیح لائنوں پر کام کر رہی ہیں"۔ میں نے تفصیل بتائی اور بنی کا چہرہ سرخ ہو گیا۔ وہ چکرا
ہوئے انداز میں میری شکل دیکھتی رہی۔ پھر ایک پھیکی سی مسکراہٹ کے ساتھ اس نے گردن جھکالی۔

"تم نے تو مجھے توڑ پھوڑ کر رکھ دیا ہے نواز ---- کہاں کہاں احساس دلاؤ گے کہ میں عور
ہوں ---- صرف ایک بے وقوف عورت!"

"ارے مس بنی! کیا میں نے ایسی کوئی کوشش کی ہے؟"

"نہ جانے عورت کو ---- اس قدر کمزور کیوں بنایا گیا ہے' نجانے کیا مصلحت تھی اس
میں ----"

"مس بنی پلیز ---- میں نہیں سمجھا"۔

"تم لوگ ذہنی اور جسمانی لڑائی کے ماہر ہوتے ہو اور ہم ---- خود کو بہت کچھ سمجھنے کے باو
کچھ نہیں ہوتے۔ اب اس شیطان کو لے لو۔ بھیس بدل کر لانچ پر آ گیا ---- اور معاف کرنا اس
کہیں زیادہ خطرناک تم ہو۔ جس نے اسے جسمانی طور پر مفلوج کر دیا اور اب اس پلان کے تحت ایک مر
پھر اسے شکست دے رہے ہو ---- کیا ہم عورتیں بھی اس انداز میں سوچ سکتی ہیں؟"

"اوہ مس بنی! عزت افزائی ہے آپ کی ---- اور کیا کہوں"۔

"ٹھیک ہے نواز ---- اس سے عمدہ ترکیب اور کیا ہو سکتی ہے۔ تو تم نے مکلینو کی دول
ملک سے نکال بھی دی؟"

"پائی پائی" میں نے جواب دیا۔

"اور وہ لوگ آج بھی اس امید میں ہیں کہ دولت یہاں موجود ہے"

"خوش فہمی ہے ان کی" میں نے لاپروائی سے کہا۔

"مگر کمال ہے ---- واقعی کمال ہے۔ تمہیں تو زیادہ وقت بھی نہیں مل سکا"۔

"ہاں۔ ہم نے پہلا کام یہی کیا تھا"۔

"حیرت ---- بہرحال میں تمہاری ترکیب سے متفق ہوں۔ بہترین پروگرام ہے۔ اس طرح میں
خود اس سے مل کر اسے بتاؤں گی کہ میں نے کیا کیا ہے"

"یقیناً اسے اعتماد ہو جائے گا"۔

"لیکن کیا تم اسے پہچان کر تلاش کر لوگے؟"

"یقیناً"

"تب میں اسے جزیرے پر جا کر متحیر بھی کر دوں گی۔ ظاہر ہے وہ ہمارے آس پاس ہی رہے گا"۔

"آپ براہ کرم وہ کرتی رہیں جو میں کہوں"۔

"ٹھیک ہے 'اب انکار نہ کروں گی"۔

"اس کو پہچاننے کے اظہار سے قبل آپ اپنے انتہائی وفادار لوگوں کو اس کی نگرانی پر مامور کر دیں گی
تاکہ اس کی کارروائی کی اطلاع ہمیں رہے"۔

"نہایت مناسب ---- میں یہ کام بہ آسانی کر لوں گی۔ جزیرے پر میرے چند خاص وفادار موجود
ہیں" بنی نے جواب دیا۔

"اور کوئی حکم مس بنی؟" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"نہیں۔ درحقیقت میں یہ سن کر الجھ گئی تھی کہ وہ موجود ہے۔ لیکن اس کے مقابلے پر تم جیسا
آدمی موجود ہے۔ اب مجھے اپنی مضبوطی کا بھی احساس ہو گیا ہے"۔

"ایک بار پھر شکریہ"۔

"شکریہ کی کیا بات ہے۔ اب تم مجھ سے الگ انسان تو نہیں ہو۔ میں تو اپنے کارنامے پر خوش
ہوں" بنی نے پیار بھرے انداز میں مجھے دیکھا اور جواب میں' میں نے بھی ---- لیکن بات اس سے آگے
بڑھنا قطعی مناسب نہیں ہے' ہم دونوں کو احساس تھا۔

"اس لڑکی کی بات درمیان میں رہ گئی"

"کون سی لڑکی؟" بنی بے خیالی سے بولی۔

"میری مراد نوئیل سے ہے"

"ہاں۔ بہرحال نوئیل نے وفاداری کا ثبوت دیا ہے۔ بلکہ اس سے زیادہ مجھے وہ تمہارے ساتھی سے
متاثر نظر آ رہی تھی"۔

"جزیرے پر اسے میرے ساتھی سے قربت کا موقع دیں" میں نے کہا۔

"کیا وہ بھی اسے پسند کرنے لگا ہے؟" بنی نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"وہ دنیا کی ہر خوبصورت لڑکی کو پسند کرتا ہے"۔

"اوہ' تب کوئی حرج نہیں ہے۔ نوئیل اس قسم کی لڑکی نہیں ہے کہ ہم اسے ساتھ رکھیں۔ وہ اپنی
فطرت نہیں بدلے گی"۔

"اس کی ضرورت نہیں ہے۔ بس وقتی طور پر"۔
"ہاں۔ میں اسے ہدایت کردوں گی"۔
"شکریہ بنی! اب مجھے اجازت دو"۔
"تو پھر۔۔۔۔۔ اپنا کام جلد از جلد کرلو' ہمارا سفر اب مختصر رہ گیا ہے"
"میں بہت جلد آپ کو رپورٹ دوں گا" میں نے کہا اور بنی کے پاس سے رخصت ہو گیا۔ میں دعویٰ کیا تھا اب محنت بھی کرنا تھی۔ اور اس کے لیے میں نے ایک مخصوص طریقہ وضع کیا۔ میں نے ہور کی جسامت کو ذہن میں رکھا۔ اس کے خدوخال کا تصور کیا اور اندازہ لگایا کہ وہ کیسی شکل اپنا سکتا ہے۔ لا کئی سیاہ فام بھی تھے۔ وہ اسی رنگ سے کام چلا سکتا تھا تو پھر اسے اس کی کیا ضرورت تھی۔ بس پہلے سیاہ فا کا جائزہ لے لیا جائے۔

اور میں لانچ پر آوارہ گردی کرنے لگا۔

یوں تو سارے سیاہ فام طویل القامت تھے اور ان میں سے کسی پر بھی شک کیا جا سکتا تھا۔ لیکن ف کٹ داڑھی والا وہ سیاہ فام میری نگاہوں میں کھٹک گیا جو دوسروں کی بہ نسبت معمولی سے کپڑے پہنے ہو تھا اور تندہی سے لوہے کی موٹی موٹی زنجیروں کو اٹھا کر ایک جگہ اکٹھا کر رہا تھا۔ غالباً" یہ لنگر ڈالنے کی تیار تھیں۔

میں نے اس کے چہرے پر نگاہ دوڑائی اور پھر میری باریک بینی کام آ گئی۔۔۔۔۔ ہوریشو کے با بازو پر زخم کا نشان پہلے میری نگاہ میں آ چکا تھا۔ سیاہ فام کے قریب سے گزرتے ہوئے میں نے وہ نشان دیکھ اور دل ہی دل میں مسکرا پڑا۔۔۔۔۔ کیسا عجیب اتفاق تھا۔ اس سے پہلے کبھی میرے ذہن میں اس زخ خیال بھی نہیں تھا۔ بس یونہی ایک بار نگاہ پڑ گئی تھی۔ انسان کتنا ہی چالاک کیوں نہ ہو' بعض اوقات فا غلطی کرتا ہے۔

ہوریشو نے میری طرف نگاہ اٹھا کر بھی نہیں دیکھا تھا۔ وہ بدستور اپنے کام میں مشغول رہا۔ اور آگے بڑھتا چلا گیا۔ مجھے بھی اپنی نگاہوں پر یقین کامل تھا اور حد سے بڑھی ہوئی خود اعتمادی نے' خدا کا شکر مجھے کبھی دھوکہ نہیں دیا تھا۔

چنانچہ تھوڑی دیر کے بعد ہی میں واپس مس بنی کے پاس پہنچ گیا۔ میں نے بنی کو تلاش کیا تھا۔ مجھے دیکھ کر کھڑی ہو گئی۔

"میں نے اپنا کام انجام دے لیا ہے مس بنی"
"کیا مطلب؟"
"میں نے اسے تلاش کرلیا ہے"
"اتنی جلدی؟" بنی متحیرانہ انداز میں بولی۔
"لانچ اتنی بڑی بھی نہیں ہے"۔
"کس طرف ہے وہ؟"
"لنگر کی زنجیریں درست کر رہا ہے"۔
"خدا کی پناہ! تمہیں یقین ہے؟"

"کیوں نہیں"۔
"بلاشبہ تم اس سے زیادہ خطرناک ہو۔۔۔۔۔ سیاہ فام کے میک اپ میں ہی ہے؟"
"ہاں۔ بس داڑھی کا انداز بدل لیا ہے"۔
"میں کیسے دیکھوں اسے؟"
"اس کے بدن پر نیلی دھاری کا بنیان ہے' چست گرے کلر پتلون پہنے ہوئے ہے اور کوئی سیاہ فام اس وقت اس لباس میں نہیں ہے"۔
"جزیرہ قریب آ گیا ہے' مجھے احکامات بھی دینے ہیں۔ میں ایک چکر لگا لوں" بنی نے کہا۔
"ابھی اسے بالکل نظر انداز کر دیں"۔
"اوہ' اتنا میں بھی جانتی ہوں" بنی نے مسکراتے ہوئے کہا' پھر بولی "دراصل ذہین تو میں بھی ہوں لیکن یہ بھی شاید عورت کی کمزوری ہے"۔
"کیا؟"
"یہی کہ اگر اسے مرد کا بھرپور سہارا مل جائے تو وہ ناکارہ ہو جاتی ہے اور اپنی ساری ذہانت مرد کو سونپ دیتی ہے"۔
"نہیں مس بنی! میرا خیال ہے ایسی بات نہیں ہے۔ ابھی تو ہم لوگوں نے آپ کا سہارا لیا ہے"۔
"وقتی طور پر جناب۔۔۔۔۔ جب ہم کسی پرسکون جگہ پر پہنچ جائیں گے تو پھر میں ہاتھ بھی نہیں ہلاؤں گی' آپ کو میری پوری ذمے داری لینا ہوگی"۔ بنی نے کسی قدر شوخ لہجے میں کہا اور میں ہنسنے لگا۔۔۔۔۔ بنی ظاہر ہے میری ہنسی سے کوئی نتیجہ اخذ نہیں کر سکی تھی۔

نمک کے جزیرے پر اترنے سے قبل بنی کی درخواست پر ہم نے پھر ہاتھ بندھوائے تھے۔ بنی کوئی پہلو تشنہ نہیں چھوڑنا چاہتی تھی۔ بہرحال ہم جزیرے پر اتر گئے۔ کافی طویل و عریض جزیرہ تھا۔ عمارتیں بھی خاصی خوبصورت تھیں۔ نمک کی فیکٹریاں پھیلی ہوئی تھیں اور ان میں کام کرنے والوں کے لیے ایک ہی ساخت کے چھوٹے چھوٹے کوارٹر بنے ہوئے تھے۔ بڑی بڑی عمارتیں بھی تھیں' پارک بھی بنے ہوئے تھے۔۔۔۔۔ غرض اسے ایک خوبصورت جزیرہ کہا جا سکتا تھا۔

ہم لوگوں کو خاصی سخت نگرانی میں ایک خوبصورت عمارت میں لے جایا گیا۔ سردارے اور گولڈ مین خاموش تماشائی بنے ہوئے تھے۔ تینوں کو ایک ہی کمرہ دیا گیا تھا۔ اس سے پہلے ہمیں ایک' دوسرے کمرے میں بٹھایا گیا تھا۔ بہرحال یہ ایک کمرہ بھی کافی وسیع تھا اور ضرورت کی ساری چیزوں سے آراستہ تھا۔ باتھ روم ملحق تھا اور تین بستر لگے ہوئے تھے۔

بنی سے اس کے بعد کوئی تفصیلی ملاقات نہیں ہوئی تھی۔ ظاہر ہے وہ عمارت کے انتظامات میں مصروف ہوگی۔ کمرے میں لا کر ہمارے ہاتھ کھول دیے گئے تھے۔

"باس!" سردارے نے کافی دیر کے بعد زبان کھولی تھی۔ اور میں اس کی طرف دیکھنے لگا۔
"جھوٹی ہی سہی لیکن تسلی دے دو کہ وہ بھی اسی عمارت میں ہوگی" میری مراد نوئیل سے ہے"۔
"ہوں۔ ٹھیک ہے سردارے! وہ نہ صرف اسی عمارت میں ہے بلکہ شاید آج ہی رات تم سے ملے گی بھی" میں نے کہا اور سردارے اچھل پڑا۔

"اب یہ بھی بتادو استاد! یہ تسلی جھوٹی ہے یا سچی؟"
"تم نے اس کی شرط نہیں لگائی تھی" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔
"استاد ـــــ استاد!" سردارے پھر مسخرے پن پر اتر آیا۔
"بس بس فضول حرکتیں مت کرو ـــــ انتظار کرو"۔
"بے حد پراسرار ہو رہے ہو استاد ـــــ سمجھ میں نہیں آرہا اس بار خود کو کیوں چھپا رہے ہو اُ کا رویہ جتنا نرم ہے' اس سے تو اندازہ ہوتا ہے کہ نئی استانی جی مان گئی ہیں"۔
"ہاں۔ اچھی طرح مان گئی ہیں۔ حواس میں رہو سردارے! کسی بھی وقت کوئی کام کرنا پڑ سکتا ہے" میں نے طنزیہ کہا۔
"کام سے کون گھبرا رہا ہے استاد ـــــ سچ نوئیل کافی نرم ہو گئی تھی۔ میرا خیال ہے وہ ہمارے لیے کافی اچھے جذبات رکھتی ہے۔ میرا مطلب ہے صرف میرے لیے ـــــ" سردارے جلدی سے بولا۔
"کیا کہنا چاہتے ہو؟"
"اسے پھانسوں؟" سردارے آنکھ دبا کر بولا۔
"یہاں سے نکلنے کے لیے؟"
"ہاں استاد!"
"بالکل خاموشی اختیار کرو سردارے ـــــ اپنی طرف سے کوئی حرکت مت کرنا۔ وہ اگر تمہارے پاس آجائے تو صرف اپنے مطلب کی گفتگو کرنا۔ ممکن ہے وہ ہوریشو کے لیے کام کر رہی ہو ـــــ اور ہوریشو اس وقت ہمارا سب سے بڑا دشمن ہے"۔
"ارے توبہ توبہ ـــــ میں تو یہ بات صرف اس لیے کہہ رہا تھا کہ کہیں استاد یہ نہ کہہ دے میں کسی مسئلے سے کوئی دلچسپی نہیں رکھتا"۔
"بس بس۔ فی الوقت صرف اپنی حرکتوں سے دلچسپی رکھو"۔
رات کے کھانے تک بڑی بیزاری رہی۔ بس خاموشی سے وقت گزرتا رہا۔ کھانا بھی یونہی سا کھایا تھا۔ گولڈ مین تو آرام سے لیٹ گیا تھا لیکن پھر نوئیل کی آمد سے ذرا سی دلچسپی پیدا ہو گئی۔ سردارے اچھل بیٹھ گیا ـــــ نوئیل نے اس وقت ایک خوبصورت تراش کی نیلی پتلون پہنی ہوئی تھی۔ سردارے آنکھوں میں انبساط کی جھلکیاں نظر آئی تھیں۔
نوئیل کے کچھ بولنے سے پہلے ہی وہ اٹھ کر اس کے قریب پہنچ گیا۔ "مس نوئیل ـــــ اگر آپ اجازت دیں تو میں آپ کی یہ پتلون یہاں سے پھاڑ دوں ـــــ؟" اس نے کہا۔
"کیوں؟" نوئیل بوکھلا کر تھوڑی سی پیچھے ہٹ گئی۔
"ہائے جس روپ میں آپ کو پہلی بار دیکھا' یہی تھا۔ فرق صرف اتنا تھا کہ پتلون یہاں سے پھٹی ہوئی تھی اور یہی آپ کا حسن تھا" بے باک سردارے نے کہا۔
"جی نہیں۔ میری یہ پتلون نئی ہے اور میں آپ کو اس کی اجازت نہیں دوں گی" نوئیل نے جھینپے ہوئے انداز میں کہا۔
"کاش میں آپ کے لیے ایک ہزار پتلونیں بنا سکتا"۔

"مسٹر ریتو! مجھے آپ سے کام تھا"۔ نوئیل بولی۔
"فرمائیے مس نوئیل!"
"براہ کرم آپ میرے ساتھ آئیں"۔
"ہرگز نہیں۔ یہ نہیں ہو سکتا" سردارے نتھنے پھلا کر بولا۔ اور نوئیل ہنسنے لگی۔ بہرحال میں بھی سردارے کو چڑاتا ہوا باہر نکل آیا۔ نوئیل میرے ساتھ تھی ـــــ راستے میں' میں نے اس سے کوئی بات نہیں کی اور نوئیل مجھے عمارت کے اندرونی حصے کے ایک کمرے میں لے گئی۔
"اندر ـــــ باس آپ کی منتظر ہیں" دروازے پر اس نے کہا۔
"ٹھیک ہے' شکریہ" میں نے کہا اور دروازہ کھول کر اندر داخل ہو گیا۔ نہایت خوبصورت خواب گاہ تھی۔ کمرے میں تیز روشنی پھیلی ہوئی تھی جس میں نفیس فرنیچر سے آراستہ کمرہ نظر آرہا تھا۔ ایک رنگین کرسی پر انتہائی خوبصورت لباس میں ملبوس بنی بیٹھی آگے پیچھے جھول رہی تھی۔ مجھے دیکھ کر وہ رک گئی اور پھر کرسی سے اٹھ گئی۔ پھر وہ دوڑ کر مجھ سے لپٹ گئی۔ میری گردن میں جھول گئی۔ بڑا بچوں کا سا انداز تھا۔ میں نے بھی اس کی کمر میں ہاتھ ڈال کر اسے دو تین چکر دیے۔ بنی بچوں کی طرح ہنس رہی تھی۔
"بس ـــــ بس اب اتار دو ـــــ" اس نے ہنستے ہوئے کہا اور میں نے اسے زمین پر کھڑا کر دیا۔
"بہت خوش ہو بنی" میں نے کہا۔
"ہاں نواز ـــــ خوش تو پہلے بھی رہتی تھی۔ لیکن اب خوشیوں کا انداز بدل گیا ہے۔ اب تو میری ساری خوشیاں تمہارے وجود میں سما گئی ہیں۔ سچ نہ جانے کیا کیا تصورات ذہن میں آنے لگے ہیں۔ اس انداز میں تو میں نے کبھی نہیں سوچا تھا۔
"ابھی کچھ وقت ہے بنی" میں نے کہا۔ بنی کے ان الفاظ نے مجھے الجھن میں مبتلا کر دیا تھا۔ میں جانتا تھا کہ میں اسے کیا سہارا دے سکتا ہوں۔ اس کے سارے خواب یکطرفہ ہیں۔ میں بھلا ان کا کیا جواب دے سکوں گا۔ لیکن میرا کیا قصور تھا۔ میں نے تو اسے ان خوابوں میں مبتلا نہیں کیا تھا اور دنیا نے' حالات نے مجھے یہی سکھایا تھا کہ ہر حالت میں اپنا الو سیدھا کرو"۔
"بیٹھو نواز ـــــ" بنی نے کہا اور میں بھی اس کے سامنے پڑی ویسی ہی کرسی پر بیٹھ گیا۔ "کیا پلاؤں تمہیں؟" بنی نے پوچھا۔
"جو دل چاہے بنی"
"پیتے ہو؟"
"نہیں کا کیا سوال ـــــ" میں نے جواب دیا اور بنی اپنی جگہ سے اٹھ گئی۔ پھر اس نے ایک الماری کھولی اور اس میں سے بہت سی خوبصورت شیشیاں نکال لیں۔ پھر اس نے ایک کاک ٹیل بنائی اور ایک بلوریں جگ میں لے کر میرے سامنے آبیٹھی۔
"بے حد مطمئن نظر آرہی ہو؟"
"ہاں"
"وجہ ـــــ؟" میں نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔ بنی پیگ بنا رہی تھی۔ اور پھر اس نے ایک

گلاس میرے سامنے رکھتے ہوئے کہا:
"عمارت کا کنٹرول مکمل مکمل طور پر میرے آدمیوں کے ہاتھ میں ہے"۔
"اوہ' تم نے ان سے رابطہ قائم کر لیا؟"
"ہاں"۔
"وہ لوگ کہاں ہیں جو لانچ پر تمہارے ساتھ آئے تھے؟"
"عمارت میں ہی ہیں۔ جن کے شناسا موجود ہیں' وہ ان کے پاس چلے گئے ہیں"۔
"اور وہ کہاں ہے؟"
"عمارت میں ہی ہے۔ لیکن میرے آدمیوں کی نگرانی میں"۔
"کیا مطلب کیا وہ-----؟"
"اوہ' نہیں۔ وہ اس نگرانی سے واقف نہیں ہوگا" بنی نے بتایا۔
"گڈ-----تو تم نے کافی کام کیا ہے بنی"۔
"دن بھر لگی رہی ہوں"۔
"پھر اب کیا پروگرام ہے؟"
"پروگرام کا دوسرا دور پرسوں ہوگا"۔
"کیا مطلب؟"
"پرسوں ہم یہاں سے نکل جائیں گے"۔
"اوہ' ویری گڈ-----مگر کس طرح اور کہاں؟"
"یہ آج نہیں بتاؤں گی" بنی نے شرارت سے مسکراتے ہوئے کہا۔
"تمہاری مرضی بنی! بہرحال مجھے تمہارے اوپر بھروسہ ہے" میں نے کہا اور بنی ہنسنے لگی۔
"کل میں ہوریشو سے بات کروں گی"
"کس وقت؟"
"کسی بھی وقت۔ کیوں-----یہ کیوں پوچھ رہے ہو؟"
"میں بھی تم لوگوں کی گفتگو سننا چاہتا ہوں" میں نے جواب دیا اور بنی چاروں طرف دیکھنے لگی۔ پھر مسکرا کر بولی:
"یہ کون سا مشکل کام ہے۔ تم اس وارڈ روب کے پیچھے سے ہماری گفتگو سن سکتے ہو۔ اگر تم پسند کرو' ورنہ میں کسی دوسری جگہ کا بندوبست کر لوں"۔
"نہیں میرا خیال ہے کافی کشادہ جگہ ہے" میں نے وارڈ روب کی طرف دیکھ کر کہا۔
"بس تو کل تم تھوڑا وقت یہاں گزارنا" بنی نے میرے خالی جام میں شراب انڈیلتے ہوئے کہا اور کافی دیر تک ہم گفتگو کرتے رہے۔ بنی کی زبان میں لڑکھڑاہٹ پیدا ہو گئی تو میں نے اسے پینے سے روک دیا۔ بنی کا چہرہ سلگ اٹھا تھا' ساری شراب آنکھوں میں سمٹ آئی تھی' اور پھر وہ بے خود ہو گئی تو میں نے اسے بازوؤں میں سنبھال لیا۔
اور بنی نے اپنا وجود مجھے سونپ دیا-----دوسرے دن صبح کو کافی دیر سے ہم دونوں جاگے۔ بنی

ہوش میں آ گئی تھی اور میں نے اس کی آنکھوں میں حیا پائی۔ اس نے شرما کر چادر خود پر گھسیٹ لی۔
"ناشتہ ساتھ ہی کریں گے نواز" وہ باتھ روم کی طرف جاتے ہوئے بولی۔
"جو حکم-----" میں نے مسکراتے ہوئے کہا اور وہ جلدی سے باتھ روم میں داخل ہو گئی۔ میں سردارے کے بارے میں سوچنے لگا۔ آج اس کم بخت سے جان چھڑانا کافی مشکل ہو جائے گا۔ بہرحال نمٹنا پڑے گا اس سے' ویسے یہ بھی غنیمت تھا کہ اس کا کام بھی بن گیا تھا ورنہ میری جان کھا جاتا۔
میں سوتا رہا-----اور پھر بنی کے واپس آنے کے بعد خود بھی باتھ روم میں چلا گیا-----واپس آیا تو ناشتہ لگ گیا تھا۔ بنی بالکل کاہل ہو رہی تھی۔ ناشتے کے لیے بھی اس نے ناشتے کے کمرے میں جانا پسند نہیں کیا تھا۔
"ان لوگوں کو ناشتہ پہنچا دیا؟" اس نے ایک خادمہ سے پوچھا۔
"یس باس-----نوٹیل ان کی میزبان ہے"۔
"اوہ' ہاں" بنی مسکرا پڑی۔ پھر خادمہ کی طرف دیکھ کر بولی "وہ کہاں ہے؟"
"مہمان خانے میں موجود ہے" خادمہ نے جواب دیا۔
"کتنی دیر قبل دیکھا تھا؟"
"زیادہ دیر نہیں ہوئی مادام-----ناشتہ پہنچایا تھا ہم لوگوں نے"۔ خادمہ نے جواب دیا۔
"ٹھیک ہے۔ کسی طرح اسے یہاں لے آؤ۔ سنو' وہ لوہے کا بکس اٹھوا لاؤ جو راہداری میں پڑا ہوا ہے اور اسے برابر کے کمرے میں رکھوا دو۔ اس کام میں اسے بھی شریک ہونا چاہیے"۔
"جو حکم باس" خادمہ نے کہا اور باہر چلی گئی۔ تب بنی نے مسکراتے ہوئے میری طرف دیکھا اور بولی "اب بتاؤ نواز! میرا مطلب ہے بینک کے بارے میں"۔
"ڈینسلے بینک۔ لاکر نمبر ایک سو پانچ" میں نے جواب دیا اور بنی گردن ہلانے لگی۔ اس نے یہ نام اور نمبر ذہن نشین کر لیا تھا۔ پھر اس نے دوسری خادمہ کو بلا کر ناشتے کے برتن وغیرہ ہٹوائے اور کمرے میں ایسے نشانات باقی نہ چھوڑے' جن سے کسی دوسرے کی موجودگی کا اندازہ ہو سکے۔ اور تھوڑی دیر کے بعد وہ اس کام سے فارغ ہو گئی۔ پھر باہر سے وزنی صندوق اٹھانے والوں کی آوازیں سنائی دیں اور بنی نے مجھے اشارہ کیا۔ میں خاموشی سے الماری کے پیچھے رینگ گیا۔ بنی نے وہاں ایک اسٹول رکھوا دیا تھا۔ میں اسٹول پر بیٹھ گیا اور بنی دروازے پر جا کر کھڑی ہو گئی۔
پھر میں نے اس کی آواز سنی "بس اس طرف ٹھیک ہے' شکریہ۔ سنو! تم ادھر آؤ" اور میں نے اندازہ لگایا کہ یہ حکم ہوریشو کے لیے ہی تھا۔
"یس باس" ہوریشو آواز بدلنے پر قادر تھا۔
"اندر آؤ-----" بنی نے کہا-----اور پھر شاید دوسرے لوگوں سے مخاطب ہوئی "ٹھیک ہے' تم لوگ جاؤ" پھر دروازہ بند ہونے کی آواز سنائی دی۔ "بیٹھو-----" بنی نے سرد لہجے میں کہا۔
"مجھ سے کوئی خطا ہوئی ہے باس!" ہوریشو کی آواز میں کپکپاہٹ تھی جو سو فیصدی مصنوعی ہو گی۔ بہرحال وہ چالاک آدمی تھا۔
"بیٹھو" بنی کا لہجہ بدستور سرد تھا۔

"یس باس" ہوریشو شاید بیٹھ گیا۔ بنی چند لمحات خاموش رہی۔ پھر بولی "کیا نام ہے تمہارا؟"

"ری آشو باس" ہوریشو نے جواب دیا اور بنی عجیب سے لہجے میں ہنسنے لگی۔ پھر اس نے حد درجہ سرد لہجے میں کہا:

"اس کی ضرورت کیوں پیش آئی؟"

"مم---- میں نہیں سمجھا باس" ہوریشو نے ہکلائی ہوئی آواز میں کہا۔

"مکلینو ---- اپنی بیٹی پر بعض معاملات میں مکمل بھروسہ کرتا ہے۔ کیا تم اسے احمق ثابت کرنا چاہتے ہو، ہوریشو---- کیا تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ مکلینو بے وقوف ہے؟" اور نتیجہ خاطر خواہ نکلا---- ہوریشو پر یقیناً سکتہ طاری ہو گیا تھا۔

"مم---- میں اب بھی نہیں سمجھا باس" بالآخر اس نے آخری کوشش کی۔

"تمہارا خیال تھا کہ میں نے تمہیں لانچ پر نہیں پہچانا تھا۔ اور کیا تمہارا خیال تھا کہ میں تمہاری سرگرمیوں سے لاعلم ہوں۔ کیا تم نے چینل نمبر آٹھ میں رات نہیں گزاری، کیا تم نے سانگو کے آدمیوں کو عمارت کے گرد نہیں پھیلایا؟"

"ایک بار پھر خاموشی ہو گئی۔ پھر ہوریشو کی اصل آواز سنائی دی۔

"کیا مکلینو کی بیٹی اس بات کا اندازہ نہیں کر سکتی کہ ہوریشو کو اس وقت دلی مسرت ہوئی ہے۔ اتنی مسرت کہ وہ بیان نہیں کر سکتا"۔

"کیا مطلب ہوا اس بات کا؟" بنی نے سخت لہجے میں کہا۔

"ہوریشو مکلینو کا وفادار ہے۔ وہ اس کے مفادات کا نگران ہے۔ میرا خیال تھا کہ بنی دوسری لڑکیوں سے ممتاز---- لیکن صرف ایک لڑکی ہے۔ وہ اتنی عمیق نگاہ رکھتی ہے، وہ اتنی ذہین ہے، کیا مکلینو کا خادم اس بات پر مسرور نہیں ہو سکتا"۔

"لیکن تم نے اس انداز میں میرا تعاقب کیوں کیا؟"

"صرف اس لئے باس کہ جن لوگوں کو تم نے اپنی تحویل میں لیا ہے، وہ بے حد خطرناک ہیں۔ تم ان کے بارے میں نہیں جانتی ہو باس! تم نے ایک بڑا کام ہاتھ میں لے لیا ہے اور میں پرسکون نہیں رہ سکتا تھا"۔

"تم نے خود کو دنیا کا سب سے ذہین انسان کیوں سمجھ لیا ہوریشو! تم نے یہ کیوں سوچ لیا کہ میں اتنا سا کام بھی نہیں کر سکوں گی۔ اور اس کے علاوہ ہوریشو---- تم نے جس انداز میں یہ کام کیا ہے، کیا وہ میری ذات کے لیے ایک چیلنج کی حیثیت نہیں رکھتا؟"

"نہیں باس! میں صرف یہ کہنا چاہتا ہوں کہ مکلینو کا مفاد مجروح نہ ہو"۔

"تم نے مکلینو سے رابطہ قائم کیا؟"

"اس کی مہلت نہیں مل سکی"۔

"کیوں؟"

"باس---- آپ ایک بار دھوکہ کھا چکی ہیں۔ بہرحال آپ ابھی معصوم ہیں۔ میں نے ایک لمحے کے لیے آپ کو تنہا نہیں چھوڑا"۔

"لیکن میں تمہاری مداخلت پسند نہیں کرتی"

"مجھے اپنا فرض ادا کرنے دیں باس!"

"تم خود کو چالاک سمجھنا چھوڑ دو ہوریشو---- ورنہ تمہارے خلاف سخت اقدامات پر غور کروں گی"۔

"میں پھر بھی عرض کروں گا کہ مجھے میرے فرض سے نہ روکیں"۔

"تم نے اب تک کیا کیا ہے؟" بنی نے طنز کیا۔

"کیا مطلب؟" ہوریشو کی آواز بدل گئی۔

"وہ کتنے عرصہ سے تمہاری تحویل میں ہے؟"

"آپ کا کیا مقصد ہے باس؟"

"کیا مکلینو نے تمہیں صرف اس کا میزبان مقرر کیا تھا؟"

"جو کچھ ہو رہا تھا، مکلینو کی مرضی سے ہی ہو رہا تھا"۔

"گویا اس نے رقم کے بارے میں معلومات کی کوئی ہدایت نہیں کی تھی تمہیں"۔

"کی تھی"۔

"معلومات حاصل ہوئی؟"

"میں اس کے لیے گراؤنڈ تیار کر رہا تھا"۔

"کتنے آدمیوں کی جان گنوائی تم نے---- اور گراؤنڈ کہاں تک تیار ہوا؟" بنی نے بھرپور طنز کیا---- اور ہوریشو تلملا گیا۔

"باس میری توہین کر رہی ہیں" وہ بگڑے ہوئے لہجے میں بولا۔

"ایک پتہ نوٹ کرو ہوریشو---- کام آئے گا"۔

"کون سا پتہ؟"

"ڈینسلے ہوگ بینک---- لاکر نمبر ایک سو پانچ"۔

"میں---- نہیں سمجھا باس"۔

"اس میں تمہیں کچھ کاغذات ملیں گے جن سے پتہ چلے گا کہ مکلینو کی دولت کا ایک بڑا حصہ کسی دوسرے ملک کے ایک بینک میں منتقل ہو گیا ہے اور تم ان کاغذات کے ذریعے اس رقم کو واپس منگوا سکو گے، کاغذات حاصل کر کے مجھے دے دینا۔ میں تمہیں ان پر دستخط کرا کر دے دوں گی"۔

"باس!"

"اب جبکہ تم یہاں موجود ہو، میں مکلینو کی طرف سے یہ ذمے داری تمہارے سپرد کر رہی ہوں۔ جتنی جلد اور جس طرح بھی ممکن ہو، کاغذات منگوا لو"۔

"لیکن باس! آپ کو یہ سب کیسے معلوم ہوا؟"

"یہ میری تھوڑے دنوں کی کاوش ہے۔ ایک ہفتے کے اندر اندر ساری دولت واپس منگوائی جائے گی، سمجھے ہوریشو؟"

"مجھے تو خوشی ہی ہو گی باس---- لیکن----"

"لیکن کیا؟"

"کیا مکلینو یہ بات پسند کرے گا کہ ---- کہ آپ اس کے دشمن کے ساتھ ایسا نرم رویہ اختیار کریں۔ آپ نے ان لوگوں کو جو مراعات دے رکھی ہیں' کیا وہ مناسب ہیں ---- کیا اتنی تھوڑی سی دولت کے لیے مکلینو اپنی بیٹی کو داؤ پر لگا سکتا ہے؟"

بنی کا چہرہ آگ کی طرح سرخ ہو گیا تھا۔ اس نے خونخوار نگاہوں سے ہوریشو کو دیکھا اور پھر بپھرے ہوئے لہجے میں بولی:

"ان الفاظ کے لیے تمہیں مکلینو کے سامنے جواب دہ ہونا پڑے گا"۔

"میں مکلینو کے سارے مفادات کا نگراں ہوں"۔

"میں چاہتی ہوں تم چند گھنٹوں کے اندر جزیرہ چھوڑ دو ہوریشو"۔

"باس کے حکم کی تعمیل کی جا سکتی ہے لیکن ---- ان تینوں کو میرے حوالے کر دیا جائے" ہوریشو نے کہا۔

"گرانٹ ۔۔ ۔۔ گرانٹ!" بنی حلق پھاڑ کر چیخی اور دیو پیکر گرانٹ تیزی سے اندر داخل ہو گیا۔

"یس باس" ں نے خونی نگاہوں سے ہوریشو کو گھورتے ہوئے کہا۔

"اسے ۔ یہ ۔ سے نکال دو سمجھے۔ یہ جزیرے پر رہ گیا تو میں تمہیں گولی مار دوں گی" بنی نے غراتے ہوئے کہا۔

"میں اسے دنیا ۔ ہی نکال دیتا ہوں باس" گرانٹ نے آستینیں چڑھالیں۔ لیکن شاید ہوریشو نے اپنا میک اپ اتار د ۔ھا کیونکہ چند ہی لمحات میں گرانٹ کی آواز سنائی دی ---- "ارے مسٹر ہوریشو آپ!"

"ہاں" ہوریشو سرد لہجے میں بولا۔

"باس ---- یہ تو ---- یہ تو مسٹر ہوریشو ہیں"۔

"میں کون ہوں؟" بنی غرائی۔

"باس ---- باس"۔

"اور تمہیں مکلینو کی کیا ہدایت ہے؟"

"اوہ' ہاں باس! مجھے صرف آپ کے احکامات کی تعمیل کرنے کا حکم دیا گیا ہے ---- لیکن میں تو بڑی الجھن میں پھنس گیا ہوں مسٹر ہوریشو"۔

"ایک بار پھر ٹھنڈے دل سے غور کریں باس ---- ہوریشو آپ کا خادم ہے۔ میں صرف آپ کی بھلائی کا خواہاں ہوں" ہوریشو کا لہجہ بے حد نرم تھا۔ اور یہ اس کی روایتی کیفیت تھی جس کے تحت وہ سفید ناگ کہلاتا تھا۔

"میں اپنی بھلائی خود جانتی ہوں"۔

"یقیناً باس ---- لیکن خادموں کے بھی چند فرائض ہوتے ہیں۔ اگر آپ مطمئن ہیں تو پھر ٹھیک ہے۔ مسٹر گرانٹ اس کے گواہ ہیں کہ میں نے اپنے فرض سے کوتاہی نہیں برتی۔ اگر آپ کی ہدایت ہے کہ میں واپس جا کر بینک کے معاملے کی چھان بین کروں تو میں اسی وقت روانہ ہونے کو تیار ہوں۔ بہرحال مجھے

احساس ہے کہ میں آپ کا ایک ادنیٰ خادم ہوں"۔

ہوریشو اٹھ گیا ---- اور پھر وہ گرانٹ کے ساتھ باہر نکل گیا۔ دروازہ کھلنے اور پھر بند ہونے کی آواز سنائی دی اور اس کے بعد خاموشی چھا گئی۔ پھر دروازہ بند ہونے کی آواز آئی اور بنی نے مجھے پکارا۔

"نواز ---- آ جاؤ" اور میں الماری کے پیچھے سے نکل آیا۔ بنی ایک کرسی میں دراز تھی۔ اس کی آنکھیں بند تھیں۔ میں اس کے سامنے آ بیٹھا۔ پھر وہ اٹھی اور اس نے الماری سے شراب نکالی۔ ایک پیگ پینے کے بعد وہ میرے پاس آ بیٹھی۔

"بنی!" میں نے اسے آواز دی۔

"بری طرح اپ سیٹ ہو گئی ہوں نواز"۔

"مجھے اندازہ ہے"۔

"کاش میرے پاس پستول ہوتا۔ میں ---- میں اسے گولی مار دیتی" بنی نے دانت پیس کر کہا اور پھر چونک کر بولی "اوہ' بڑی غلطی ہو گئی"۔

"کیا بنی؟"

"میں نے اسے گولی نہیں ماری۔ اس طرح دوہرا فائدہ ہوتا"۔

"کیا آپ کے لیے الجھنیں نہ پیدا ہو جاتیں مس بنی؟" میں نے سوال کیا اور بنی چند ساعت کے لیے خاموش ہو گئی۔ پھر بولی:

"ہاں۔ الجھنیں تو ہو جاتیں' کیونکہ ---- کیونکہ یہاں اس کے آدمیوں کی تعداد کافی ہے۔ مکلینو کو مداخلت کرنا پڑتی اور حالات کا رخ بدل جاتا"

"تب تو ٹھیک ہوا بنی"۔

"ہاں۔ لیکن اس کی گفتگو ---- میں اب بھی سلگ رہی ہوں۔ کیا تم مجھے تھوڑی سی شراب اور پینے کی اجازت دو گے؟"

"میں پیش کرتا ہوں" میں نے کہا۔

"اوہ نہیں ڈیر ---- تم میرے محبوب ہو' محکوم نہیں" بنی نے کہا اور اپنی جگہ سے اٹھ گئی۔ ں نے شراب لی اور بولی "تمہیں بھی دوں؟"

"نہیں بنی! میں ضرورت نہیں محسوس کر رہا" بنی خاموش ہو گئی اور پھر اس نے مزید دو پیگ لیے۔ اب وہ نارمل ہو گئی تھی۔

"ویسے تمہارا اس گفتگو کے بارے میں کیا خیال ہے؟"

"بے حد شاندار ---- میں تمہاری صلاحیتوں کا اعتراف کرتا جا رہا ہوں"۔

"شکریہ" وہ مسکرا دی۔ "ویسے مجھے ہوریشو کی باتوں پر واقعی غصہ آ گیا تھا۔ کمبخت بے حد ٹھنڈے زاج کا آدمی ہے' بے حد کمینہ ہے"۔

"اگر اجازت ہو بنی تو میں اپنے آدمیوں سے مل لوں؟"

"اوہ' ہاں ضرور ---- بہرحال اتنا سن لو نواز! کل دس بجے دن ایک ہیلی کاپٹر آئے گا۔ ہمیں اس ے چلنا ہے"۔

"کہاں؟" میں نے پوچھا۔
"فی الحال ڈنمارک اور اس کے بعد واپس سویڈن۔ ہمیں اپنے چہرے بھی بدلنا ہوں گے لیکن تم
مت کرو۔ میں سارے بندوبست کرلوں گی"۔
"او کے بنی!" میں نے جواب دیا اور پھر میں واپس اپنے کمرے میں آگیا جہاں گولڈ مین ا
سردارے کسی بحث میں الجھے ہوئے تھے۔ مجھے دیکھ کر دونوں خاموش ہوگئے۔ سردارے کی آنکھوں میں
شرارت ناچ رہی تھی' جس کی مجھے توقع تھی۔
"معاملہ جہاں ایک مرد اور ایک عورت کا ہو گولڈ مین! وہاں دوسروں کو ناامید نہیں ہونا چاہیے"
شرارت سے مسکراتے ہوئے بولا۔
"کیا بحث ہو رہی ہے؟" میں نے سردارے کی چوٹ کو نظرانداز کر دیا۔
"کوئی خاص بات نہیں مسٹر میگوئن! آپ کے ساتھی میں خوبی ہے کہ وہ کسی کو بور نہیں ہو
دیتے"۔
"عورت ہی کی بات تھی باس" سردارے نے کہا۔
"ظاہر ہے تمہارا موضوع اس کے سوا ہو بھی کیا سکتا ہے"۔
"بنیادی بحث ہے۔ کائنات میں جتنے چراغ روشن ہیں اسی کے دم سے' ورنہ اس کے سوا ا
ہے؟"
"میں بیٹھ گیا۔ سردارے اب بھی شرارت سے میری شکل دیکھ رہا تھا۔ پھر جب میں نے کچھ
کہا تو وہ خود ہی بولا "اچھی خبروں کے نشانات ضرور مل جاتے ہیں۔ کوئی اعتراف کرے یا نہ کرے۔ کیا
ہے گولڈ مین؟"
"میں نہیں سمجھا" گولڈ مین نے ہنستے ہوئے کہا۔
"باس کے چہرے پر نگاہ دوڑاؤ۔ سرخ دھبے کس بات کی طرف اشارہ کرتے ہیں" دے گ
کمبخت---- میرے ہاتھ گالوں پر پہنچ گئے۔ حالانکہ بنی نے لپ اسٹک نہیں لگائی تھی۔ لیکن ہا
ایسی تھی۔ سردارے نے قہقہہ لگایا تھا۔
"تھینک یو باس---- بس یہی معلوم کرنا تھا۔ گستاخی کے لیے معافی چاہتا ہوں----
بتاؤ یہاں سے کب نکل رہے ہیں؟"
"ہوں" میں نے گہری سانس لے کر کہا "بہت جلد"
"باس کی صلاحیتوں سے یہی امید تھی" سردارے نے آنکھیں بند کر کے کہا۔
"مسخرہ پن بند ہو گا یا نہیں؟" میں نے ڈانٹ کر کہا۔
"اوہ باس! جو چاہو بند کرا دو۔ تم نے اتنا بڑا احسان کیا ہے"۔
"کیا پوزیشن رہی؟"
"بالکل ٹھیک" سردارے مسکرا کر بولا۔ اور میں نے ایک گہری سانس لے کر گردن ہلا دی۔
میں آرام کرنے لیٹ گیا۔ ان دونوں کو میں نے ہدایت کر دی تھی کہ میں کچھ دیر سونا چاہتا ہوں ا
تھوڑی سی خاموشی اختیار کی جائے---- اور پھر میں نے آنکھیں بند کرلیں۔ نہ جانے کس طرح

اور پھر تقریباً دو بجے آنکھ کھلی۔ کمرے میں صرف گولڈ مین تھا جو خاموش بیٹھا تھا۔ میں نے اسے آواز دی تو
وہ چونک کر میری طرف دیکھنے لگا پھر مسکرا دیا۔
"سردارے کہاں گیا گولڈ مین؟"
"مس نوئیل آئی تھیں' ساتھ لے گئیں" گولڈ مین نے جواب دیا۔
"کھانا کھا لیا تم لوگوں نے؟"
"مجھے تو بھوک ہی نہیں ہے مسٹر میگوئن۔ آپ کے ساتھی کہہ گئے ہیں کہ وہ نوئیل کے ساتھ
کھائیں گے"۔
"ہوں" میں اٹھ کر بیٹھ گیا۔ "تم بور ہو رہے ہو گولڈ مین؟"
"بور نہیں ہو رہا چیف! بس کسل ہے۔ لیکن یہ آج کی بات نہیں ہے۔ کافی دن سے میں معطل
ہوں اور بس اس بات کا انتظار کر رہا ہوں کہ جلد ہاتھ پاؤں ہلانے کا موقع ملے"۔
"اس میں اب زیادہ دیر نہیں ہے"۔
"میں جانتا ہوں مسٹر میگوئن! پہلے بھی کہہ چکا ہوں کہ انسان کو زندگی میں سب سے زیادہ بھروسہ خود
پر کرنا چاہیے۔ لیکن جب کوئی ایسی ذات سامنے آجائے جس کے بارے میں خود کو یقین ہو جائے کہ وہ ہر لحاظ
سے ہم سے برتر ہے تو خود کو بھول جاؤ' اسے یاد رکھو۔ اس کے سارے اشارے تمہاری ذات کے راستے ہیں
اور انہی راستوں پر چلنا تمہارے لیے بہتر---- یوں بھی چیف! میری زندگی کا کوئی خاص مقصد نہیں ہے'
تنہا انسان ہوں۔ بہرحال میں مگن رہ سکتا ہوں۔ میں اتنا اداس نہیں ہوں جتنا تم محسوس کر رہے ہو۔ بس منتظر
ضرور ہوں' اس لیے میرے بارے میں نہ سوچا کرو"۔
"اوہ گولڈ مین---- تم گریٹ ہو"۔
"نہیں چیف! گریٹ تم ہو' دل سے مان گیا ہوں۔ لیکن اگر مناسب سمجھو تو مجھے آئندہ پروگرام کے
بارے میں بتا دو تاکہ میں خود کو تیار رکھوں"۔
"ہوں" میں نے پرخیال انداز میں گردن ہلائی۔ بہرحال یہ دونوں میرے ساتھی تھے اور ہر طرح
میرے لیے قابل اعتماد---- سردارے سے میں نے یہ سب کچھ اس لیے چھپایا تھا کہ پھر اس کی زبان کے
رکنے کی سند نہیں تھی۔ ہر وقت یہی رٹ لگائے رہتا لیکن گولڈ مین سنجیدہ انسان تھا' اسے بتا دینے میں کوئی
حرج نہیں تھا۔ چنانچہ میں نے گولڈ مین کو تفصیل بتانے کا فیصلہ کر لیا اور بولا:
"دراصل گولڈ مین! مکلینو کی بیٹی ہمارے حق میں ہے۔ تم یوں سمجھ لو کہ وہ عورت کی حیثیت
سے مجھ سے متاثر ہوگئی ہے اور یہ آج کی بات نہیں ہے بلکہ اس وقت کے بعد سے وہ مجھ سے محبت کرنے
لگی ہے جب سے میں نے یہ مال ہتھیایا تھا۔ عورت بھی عجیب ہوتی ہے گولڈ مین---- اگر وہ پہلے ہی رام
ہو جاتی' میرا مطلب ہے اس وقت جب مکلینو نے مجھے بھیجا تھا تو شاید آج صورت حال کچھ اور ہوتی۔
بہرحال اپنے چار آدمیوں کے قتل کے بعد ہوریشو ہمارا دشمن بن گیا۔ وہ ہمیں قتل کرنے کا فیصلہ کر چکا تھا۔
اگر عین وقت پر بنی مداخلت نہ کرتی تو شاید وہ ہمیں قتل کرنے کی کوشش کرتا اور تمہیں اندازہ ہے کہ یہ کام
اس کے لیے مشکل نہیں تھا---- بہرصورت بنی نے مداخلت کی اور اس وقت میرے علم میں اس کے
جذبات نہیں تھے۔ لیکن بہت جلد اس نے سب کچھ ظاہر کر دیا۔ میں نے بھی موقع سے فائدہ اٹھانے کا فیصلہ

کرلیا۔ اس کے بعد بنی نے ہمارے فرار کا پروگرام بنایا۔ وہ خود بھی ہمارے ساتھ ہی جائے گی۔ یہ مکلینو کا جزیرہ ہے۔ اور کل ہم یہاں سے فرار ہو جائیں گے۔ لیکن ہوریشو۔۔۔۔ ہمارے پیچھے ہے" میں نے گولڈ مین کو ہوریشو کی کہانی سنادی۔۔۔۔ گولڈ مین حیرت اور دلچسپی سے پوری کہانی سن رہا تھا۔ میرے خاموش ہونے کے بعد بھی وہ کئی منٹ تک خاموش رہا پھر بولا:

"ونڈر فل چیف۔۔۔۔ بہرحال تمہاری کارکردگی کا تو میں پہلے ہی اعتراف کر چکا ہوں۔ لیکن بہت عمدہ ہوا۔ بنی اپنے باپ سے اچھی طرح واقف ہو گی۔۔۔۔"

"سب سے بڑی بات یہی ہے گولڈ مین"۔

"لیکن ہم جائیں گے کہاں باس؟"

"واپس اسٹاک ہام اور اس کے بعد دوسرا پروگرام"

"بہرحال عمدہ ہی ہو گا۔۔۔۔ اور سب سے بڑی بات یہ کہ۔۔۔۔ ہوریشو کو اس طرح یہاں سے نکال دیا گیا ہے"۔

"یہ بات۔۔۔۔ میرے ذہن میں نہیں اترتی گولڈ مین" میں نے گہری سانس لے کر کہا۔

"کیا مطلب؟"

"ہوریشو۔۔۔۔ اتنا بے اثر بھی نہیں ہے اور نہ ہی اتنا بے وقوف کہ جزیرہ چھوڑ دے"۔

☆ ☆ ☆

گولڈ مین پر خیال انداز میں میری صورت دیکھ رہا تھا۔ کئی منٹ تک وہ اسی انداز میں میری شکل دیکھتا رہا۔ پھر گہری سانس لے کر بولا۔ "اور مکلینو کی بیٹی کا اس بارے میں کیا خیال ہے؟"

"وہ مکلینو کی بیٹی ہے۔ ہوریشو کو جزیرے سے نکل جانے کا حکم دینے کے بعد وہ مطمئن ہو گئی ہے۔ حاکمیت کی خو بو بڑی مشکل سے جاتی ہے گولڈ مین! اس کا خیال ہے ہوریشو اب یہاں رکنے کی جرأت نہیں کرے گا۔ میں نے اپنے خیال میں ایک کوشش کی ہے لیکن ہوریشو کی شخصیت کو دیکھتے ہوئے مجھے یقین نہیں ہے کہ میری وہ ترکیب کامیاب ہو جائے۔"

"کون سی ترکیب مسٹر میگوئن؟" گولڈ مین نے پوچھا۔

"میں نے کرنسی کے بارے میں بنی کو بتایا تھا اور بنی نے ہوریشو کو۔ میں نے یہ اسی لئے کیا تھا ہوریشو کو بنی کی کارکردگی کا یقین آجائے اور وہ معلومات کرنے دوڑا جائے۔"

"اوہ' ہاں یہ تو ہے۔" گولڈ مین جلدی سے بولا۔

"لیکن گولڈ مین! ہوریشو اتنی کچی گولیاں نہیں کھیلا۔ وہ یہ کام اپنے دوسرے ذریعے سے بھی کر سکتا ہے اور خود یہاں رہ کر ہماری نگرانی کر سکتا ہے۔ بنی بلاشبہ عام عورتوں سے تھوڑی سی مختلف ہے خطرناک بھی ہے لیکن ہوریشو اس کے باوجود اس کی کوششوں سے مطمئن نہیں ہو سکتا۔ وہ بذات خود ہماری نگرانی ضرور کرے گا۔"

گولڈ مین پر خیال انداز میں گردن ہلا رہا تھا۔ پھر اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ "مسٹر میگوئن! آپ نے اونٹ کو پہاڑ کے سامنے خجل ہونے کا محاورہ سنا ہو گا۔ مجھے بھی اس دور سے گزرنا پڑا ہے۔ جرائم کی زندگی بعض لوگوں کی نگاہوں میں صرف اتنی ہے کہ انسان مار دھاڑ میں

کرنے میں عار نہ محسوس ہوتی ہو اور وہ دشمن کو زیر کرنے کی قوت رکھتا ہو۔ اس لحاظ سے میں خود کو مکمل سمجھتا تھا اور خود پر بڑا نازاں تھا لیکن آپ سے ملاقات کے بعد۔۔۔۔ اور آپ کے ساتھ شامل رہنے کے بعد یہ اندازہ ہوا کہ میں تو ابھی مبتدی ہوں۔ دشمن سے نمٹنے کے لئے یہی سب کچھ کافی نہیں ہوتا بلکہ اعلیٰ ذہانت بھی درکار ہوتی ہے۔"

"ہاں گولڈ مین! اس میں شک نہیں ہے۔" میں نے کہا۔

"بہرحال میں تم سے سیکھ رہا ہوں مسٹر میگوئن۔۔۔۔ تم اپنی لائن کے مکمل انسان ہو۔ میں اس بات سے متفق ہوں کہ ہوریشو ہمیں نظرانداز نہیں کرے گا۔"

"بالکل۔ ہم اس کی طرف سے غافل نہیں ہو سکتے۔"

"ہونا بھی نہیں چاہئے ماسٹر! لیکن پھر اس سلسلے میں کیا ارادہ ہے؟"

"بس بنی کی کارکردگی پر پوری نگاہ رکھنا ہو گی۔ اردگرد کے ماحول سے پوری طرح باخبر رہنا ضروری ہے اور اپنے طور پر ہر وقت ہوشیار بھی۔"

"بالکل ٹھیک ماسٹر! کیا آپ نے اپنے ساتھی کو بھی ان حالات سے آگاہ کر دیا ہے؟"

"ابھی نہیں۔ وہ مکمل طور پر قابل اعتماد ہے۔ لیکن ذرا لاابالی طبیعت کا مالک ہے۔ اس لئے میں نے ابھی تک اسے ان حالات سے آگاہ نہیں کیا ہے۔"

"ٹھیک ہے ماسٹر! میرے لئے جو احکامات ہوں گے ان سے سرمو انحراف نہیں کروں گا۔" گولڈ مین نے پر اعتماد لہجے میں کہا۔ اور میں نے گردن ہلا دی۔ مجھے بھی اس پر اعتماد تھا۔

شام کو سردارے واپس آیا اور اس نے آتے ہی فضول باتیں شروع کر دیں۔ ہر وقت خوش رہنے والا انسان تھا اور اس کی یہ عادت مجھے ناپسند نہیں تھی۔ یہ دوسری بات ہے کہ میں عادتاً ناک منہ چڑھاتا تھا۔

"واہ باس! تیری مہربانیوں کا شکریہ ادا نہ کرنا بڑی ناشکر گزاری ہو گی۔ لیکن چھوٹا منہ اور بڑی بات ہے۔ ہاں تم نے یہاں سے نکل جانے کا تذکرہ کیا تھا۔"

"کہاں سے آرہے ہو؟"

"اس عمارت سے باہر نہیں گیا تھا باس! بھلا میری مجال کہ ایسی جرأت کرتا۔ ویسے باس میری چن چاک کو اس بارے میں کچھ معلوم نہیں ہے۔"

"پوچھا تھا تم نے؟" میں نے زہریلے لہجے میں کہا۔

"اب اتنا عقل مند بھی نہیں ہوں باس۔۔۔۔ بس یوں ہی سرسری انداز میں اس سے بات کی تھی۔ وہ بھی اس کی جدائی کی۔ کہنے لگی ابھی تو ہم ساتھ ہیں' ابھی سے کیوں فکرمندی ہے۔"

"بس تم اس سے آخری بار اور مل لو۔ میرا مطلب ہے آخری رات گزار لو۔ اور ہاں گلے مل کر رونے مت لگنا ورنہ پھر زندگی بھر روتے رہو گے۔" میں نے کہا اور سردارے کا منہ تعجب سے کھل گیا۔

"آخری رات' کیا بالکل آخری رات؟ کتنے بے درد ہو تم باس! بالکل ظالم آسمان کے بڑے بھائی۔ میں سچ مچ رنجیدہ ہو گیا ہوں۔ مجھے یہ لڑکی بہت پسند آئی تھی۔ سچ باس! پوری سنجیدگی سے یہ مجھے پسند آگئی تھی۔" سردارے کا چہرہ واقعی اتر گیا تھا۔ بہرحال انسان تھا۔ عام لوگوں سے مختلف تھا یہ دوسری بات ہے۔ لیکن میں نے اس سے کوئی ہمدردی نہ کی اور وہ خود ہی بولا۔ "خیر باس۔۔۔۔ کوئی بات نہیں ہے جس میں

تم خوش' سردارے تمہارا غلام ہے۔"

"تو اے غلام! رازداری شرط ہے۔ اور اس کا پورا خیال رکھا جائے۔ اول تو بہتر یہ ہے کہ تم اس سے ملو ہی نہیں۔ اگر ملنا چاہو تو اس پر ظاہر نہ ہونے دینا کہ ایسی کوئی بات ہے۔ کل دس بجے ہم یہاں سے روانہ ہو رہے ہیں اور ہوریشو کا خطرہ بدستور موجود ہے۔ چنانچہ ہمیں پوری طرح ہوشیار رہنا ہو گا۔"

"اوکے باس! میرے لئے کیا ہدایات ہیں؟" سردارے نے سلیوٹ مار کر کہا۔

"بس خود کو تیار رکھو۔"

"یس باس!" سردارے نے پھر سلیوٹ مارا------اور میں خاموش ہو گیا۔

بنی سے بقیہ وقت میں ملاقات نہیں ہوئی۔ ہاں رات کے کھانے پر اس نے ایک ملازمہ کے ہاتھ مجھے طلب کر لیا تھا۔ کھانے کی میز پر ہم دونوں ہی تھے۔ بنی نے بڑے خلوص سے میری تواضع کی اور پھر کافی پیتے ہوئے بولی۔

"تم نے اپنے ساتھیوں کو تیار ہونے کی ہدایت کر دی ہے نواز؟"

"ہاں بنی!" میں نے جواب دیا۔

"کل دس بجے کی بات طے ہو گئی ہے' میں نے مکمل معلومات حاصل کر لی ہیں۔"

"گڈ------کیا مجھے تفصیل معلوم ہو سکے گی؟"

"کیوں نہیں۔ میں مصروف رہی ہوں۔ میں نے سارے کام مکمل کر لئے ہیں۔"

"ہیلی کاپٹر کی کیا نوعیت ہے؟"

"مکلینو کا آدمی ہے۔ جزیرے پر ضروری کارروائیوں کے لئے آتا رہتا ہے۔ اسی طرح آئے گا اور ہم لوگوں کو واپس ڈنمارک لے جائے گا۔ ڈنمارک میں وہ ایک مخصوص جگہ اترتا ہے اور وہ عمارت مکلینو کی ہے۔ لیکن ڈنمارک پہنچ کر ہم اسے کنٹرول کر لیں گے اور اپنی پسند کی جگہ اتاریں گے۔ ضرورت پڑی تو اسے قتل کر دیا جائے گا تاکہ وہ ہماری نشان دہی نہ کر سکے۔" بنی نے پرسکون لہجے میں کہا اور میں گردن ہلانے لگا۔ یہ لڑکی انسانی زندگی کے بارے میں کتنی لاپرواہ ہے' کتنے اطمینان سے وہ کسی کو قتل کرنے کی بات کرتی ہے۔ بہرحال اس وقت ان فضول باتوں کو سوچنے کی کوئی گنجائش نہیں تھی۔ بنی میرے لئے کام کر رہی تھی اور مجھے بہرحال اس کی ضرورت تھی۔

"کیا خیال ہے اس پروگرام میں کوئی سقم ہے؟"

"نہیں' مناسب ہے۔" میں نے جواب دیا۔

"اس بارے میں کوئی مشورہ؟"

"مشورہ تو نہیں' ایک خیال ضرور ذہن میں آیا ہے۔"

"وہ کیا؟" بنی نے پوچھا۔

"کیا ہوریشو کی طرف سے آپ مطمئن ہیں مس بنی!"

"میں نہیں سمجھی۔"

"ہوریشو نے جزیرہ چھوڑ دیا ہو گا؟" میں نے سوال کیا اور بنی ایک دم خاموش ہو گئی۔ یوں لگا جیسے اسے اچانک کسی بڑی حماقت کا احساس ہو گیا ہو۔ پھر اس کے چہرے پر سرخی چھا گئی اور پھر وہ پرسکون ہو

گئی۔

"ابھی کسی کی یہ مجال تو نہیں ہونی چاہئے کہ وہ بنی کے حکم سے انحراف کرے۔ لیکن------ ہوریشو جیسے آدمی کے بارے میں سوچا جا سکتا ہے۔"

"مجھے شبہ ہے مس بنی کہ ہوریشو نے آپ کے حکم کی تعمیل نہ کی ہو۔ مختلف حالات میں وہ آپ کے احکامات کی پابندی کر بھی لیتا۔ لیکن جب تک ہم یہاں موجود ہیں۔ یہ مشکل ہے کہ ہوریشو ہمیں نظر انداز کر دے۔"

"لیکن کیا تمہارے خیال میں وہ بینک سے معلومات کرنے نہ دوڑا گیا ہو گا؟"

"ممکن نہیں ہے' وہ اتنے کچے ذہن کا مالک نہیں ہے۔ اور پھر وہ اپنے کسی آدمی کے ذریعے بھی یہ کام کرا سکتا ہے۔ اس نے پہلے بھی آپ کے حکم سے انحراف کیا ہے اور لانچ پر آ کر ہم لوگوں پر نگاہ رکھی ہے۔" میں نے کہا۔ اور پھر میں نے بنی کو کسی حد تک نروس دیکھا۔ وہ خشک ہونٹوں پر زبان پھیر رہی تھی۔ پھر اس نے کہا۔

"پھر بتاؤ نواز------کیا کریں؟ صورت حال دوسری ہے' میرے ذہن میں خود چور ہے۔ اگر میں اصل حالت میں ہوتی اور وہ ایسی کوئی حرکت کرتا تو اس کی کھال کھنچوا کر بھس بھروا دیتی۔ لیکن اب حالات مختلف ہیں میں کسی طور مکلینو کے سامنے نہیں جانا چاہتی۔ میں ہر قیمت پر تمہاری زندگی بچانا چاہتی ہوں نواز۔"

"اگر وہ جزیرے پر موجود بھی ہے بنی! تو فکر مند ہونے کی کیا ضرورت ہے۔ ہاں ہمیں صرف اس کا خیال رکھنا ہو گا کہ وہ ہمارا تعاقب نہ کرے۔ ڈنمارک پہنچ کر ہم روپوش ہونے کی کوشش کریں گے۔"

"اوہ' وہاں واپس جا کر میں ایسے ذرائع سے کام کروں گی کہ کسی کو اندازہ بھی نہیں ہو سکے گا۔ لیکن اس کے یہاں آ جانے سے صورت حال بگڑ گئی ہے۔ یہاں میں صرف اس لئے آئی تھی کہ انہیں چکر دے سکوں۔ لیکن اس کمبخت کے تعاقب نے کام خراب کر دیا ہے۔ ٹھہرو' میں گرانٹ کو طلب کرتی ہوں۔"

میں نے تعرض نہیں کیا اور بنی نے گرانٹ کو بلانے کے لئے گھنٹی بجا دی۔ تھوڑی دیر کے بعد دیو قامت گرانٹ اندر داخل ہو گیا۔ اس نے گردن خم کی تھی۔

"ہوریشو کہاں ہے؟" بنی نے سفاک لہجے میں کہا۔ وہ گرانٹ کی آنکھوں میں دیکھ رہی تھی۔ لیکن گرانٹ کے چہرے پر تحیر کے نقوش پھیل گئے۔

"کک------کیا مسٹر ہوریشو واپس آ گئے باس؟" اس نے تعجب سے پوچھا۔

"تم نے اسے کہاں چھوڑا تھا؟" بنی نے پوچھا۔

"اپنی نگرانی میں اسٹیمر میں بٹھا کر روانہ کیا تھا اور درخواست کی تھی کہ بنی باس کی ہدایت پر عمل کر کے مجھے شکر گزار ہونے کا موقع دیں۔"

"پھر اس نے کیا کہا تھا؟"

"میرے سامنے چلے گئے تھے باس! اگر واپس آ گئے ہوں تو مجھے علم نہیں ہے۔" گرانٹ نے جواب دیا۔

"گرانٹ! کیا تمہیں صرف میرے احکامات پر عمل کرنے کی ہدایت نہیں ہے؟"

"یقیناً باس! گرانٹ صرف آپ کا خادم ہے۔"

"تب تم نے اس وقت ہوریشو کے ساتھ رعایت کیوں برتی؟"

"اوہ باس! بڑے باس کی یہی ہدایت ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ ہوریشو نمبر ۲ ہے۔ ان کے بعد اس کی عزت کی جائے۔ تاہم میں نے مسٹر ہوریشو کو ہدایت کردی تھی کہ باس بنی کے حکم سے انحراف نہ کیا جائے ورنہ میں ان کے احکامات کی تعمیل کروں گا۔" گرانٹ نے جواب دیا۔ اور بنی خاموش ہو گئی۔ پھر اس نے سخت لہجے میں کہا۔

"اس کا فیصلہ بھی مکلینو کو جلد ہی کرنا پڑے گا کہ نمبر دو کون ہے۔ اور بہت جلد تم سن لو گے۔ لیکن اس کے بعد میں تمہیں وفاداروں میں نہیں گردانوں گی' سمجھے؟"

"باس! میرا کیا قصور ہے؟ آپ خود بتائیں۔" گرانٹ کے لہجے میں خوشامد آگئی تھی۔ "آپ جو حکم دیں' میں مسٹر ہوریشو کی گردن مروڑ دوں۔ لیکن آپ کو میری حفاظت کرنا ہو گی۔"

"کس کی مجال ہے جو میرے آدمی کو ہاتھ لگائے۔" بنی غرا کر بولی۔

"تب۔۔۔۔ آئندہ گرانٹ کسی کے مرتبے کا خیال نہیں رکھے گا۔" گرانٹ نے مٹھیاں بھینچ کر کہا۔ اور بنی اسے سخت نگاہوں سے گھورتی رہی۔ پھر اس نے کہا۔

"مجھے اطلاع ملی ہے کہ ہوریشو واپس جزیرے پر آگیا ہے۔ اس نے سرے سے جزیرہ چھوڑا ہی نہیں ہے۔ معلوم کرو کہ وہ کہاں ہے مل جائے تو بھرپور سزا دو۔ اگر تم اسے قتل بھی کر دو گے تو اس کی جواب دہ میں ہوں گی۔"

"بس باس!" گرانٹ کا چہرہ پتھریلا ہو گیا۔ پھر وہ خاموشی سے گھوما اور واپس چلا گیا۔ اس کے باہر نکلنے کے بعد بنی کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

"کیا خیال ہے؟" اس نے پوچھا۔

"شاندار۔" میں نے بھی مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

"ویسے یہ عمدہ آدمی ہے' جو بات ذہن میں بیٹھ جائے کر کے ہی چھوڑتا ہے۔"

"ٹھیک ہے۔ بہرحال مس بنی! یہاں سے روانہ ہوتے ہوئے ہمیں چند ہلکے لیکن خطرناک ہتھیار ساتھ رکھنا ہوں گے۔ کم از کم اس وقت تک جب تک ہم مطمئن نہ ہو جائیں۔"

"میں فراہم کر دوں گی۔" بنی نے کہا۔

"بس باقی حالات پر چھوڑ دیں۔ اپنی دانست میں ہمیں انتظامات مکمل کر لینے چاہئیں۔ حالات اگر کوئی نیا اختیار کرتے ہیں تو ظاہر ہے۔ وہ ہمارے تابع نہیں۔ ہم ان سے نمٹنے کی کوشش کریں گے۔" میں نے کہا اور بنی غور سے میری شکل دیکھنے لگی پھر اس کے ہونٹوں پر پھیکی سی مسکراہٹ پھیل گئی۔

"کیوں مس بنی! کیا سوچ رہی ہیں آپ؟"

"کچھ نہیں۔ بس ایسے ہی خیال آگیا تھا۔ میری زندگی انتہائی خطرناک لوگوں کے درمیان گزری ہے۔ میں نے بہت سے لوگوں کو دیکھا ہے لیکن بعض اوقات یوں محسوس ہوتا ہے کہ تم۔۔۔۔ تم ان لوگوں سے زیادہ خطرناک ہو۔ تم کسی خطرے کو خاطر میں ہی نہیں لاتے اور کامیاب و کامران رہتے ہو۔"

"اوہ بنی! اس بات پر شکریہ کے علاوہ کیا کہہ سکتا ہوں۔" میں نے انکساری سے کہا اور بنی عجیب سی

نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگی۔ پھر بولی۔

"اب کیا پروگرام ہے؟"

"کوئی نہیں بنی!" میں نے انجان بن کر کہا۔

"ارے ہاں' نوئیل کے بارے میں بتاؤ۔"

"کیا مس بنی؟"

"تمہارے دوست سے اس کی کیسی بن رہی ہے؟"

"میرا دوست اداس ہو گیا ہے۔"

"ارے کیوں؟" بنی نے تعجب سے پوچھا۔

"میں نے اسے بتا دیا ہے کہ کل ہم روانہ ہو جائیں گے۔"

"تو پھر؟"

"نوئیل اسے پسند آگئی ہے۔"

"اوہ' گویا اس سے جدائی کے تصور سے اداس ہو گیا ہے۔" بنی ہنس کر بولی۔

"ہاں۔ انسان تو ہے مس بنی!"

"لیکن نوئیل کو تو ساتھ لے جانے کا پروگرام ہے۔" بنی نے جواب دیا۔

"اوہ' کیا مطلب؟" میں چونک پڑا۔۔۔۔ ویسے اس خبر سے مجھے خوشی ہوئی تھی۔ ظاہر ہے بنی میرے ساتھ جا رہی تھی۔ فی الحال اس کی قربت بھی یقینی تھی۔ ایسی صورت میں سردارے سے شرمندہ ر[illegible] پڑتا۔ لیکن بنی کے ان الفاظ سے مجھے تقویت پہنچی تھی۔ میں سوالیہ نگاہوں سے اسے دیکھنے لگا۔

"بہرصورت' نوئیل نے خود کو وفادار ثابت کیا ہے اور پھر میرا خیال ہے کہ وہ تمہارے ساتھی سے متاثر بھی ہے۔ چنانچہ میں نے اسے ساتھ رکھنے کا فیصلہ کیا ہے۔"

"اس میں کوئی حرج نہیں ہے مس بنی! ویسے کون کون ساتھ جائے گا؟" میں نے پوچھا۔

"میں' تم' تمہارے دونوں ساتھی' گرانٹ اور نوئیل۔۔۔۔ اس طرح یہاں سے ہم چھ آدمی جائیں گے۔ لیکن گرانٹ کو ایک مخصوص وقت تک ساتھ رکھیں گے' اس کی ضرورت ہے۔ اس کے بعد اسے ٹال دیں گے اور دوسرے پروگرام پر عمل کریں گے۔"

"اوکے بنی! ویسے یہ خوش خبری میرے دوست کے لئے بہت اہم ہے۔ کیا میں اسے اپنے دوست تک پہنچا دوں؟"

"کتنی دیر میں واپس آؤ گے؟" بنی نے مخمور نگاہوں سے مجھے دیکھتے ہوئے کہا۔

"اوہ' جتنی دیر میں آپ کہیں مس بنی!"

"بس میں سونا چاہتی ہوں۔ دن بھر مصروف رہنے کی وجہ سے تھک گئی ہوں۔" بنی نے ناز سے کہا۔۔۔۔ اور میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

"بہت بہتر۔ میں ابھی حاضر ہوتا ہوں۔" میں نے جواب دیا۔ میرے انداز میں خواہ مخواہ شرارت آگئی تھی۔ بنی نے اسے محسوس کیا اور میں نے اسے شرماتے ہوئے دیکھا۔ اس نے رخ بدل لیا تھا۔ میں مسکراتے ہوئے کمرے سے نکل گیا۔ واہ عورت ہمیشہ ہر رنگ میں یکساں ہے تو۔

کمرے میں واپس آیا تو گولڈ مین کوئی رسالہ پڑھ رہا تھا اور سردارے سو رہا تھا۔ میں سردارے کو لیٹے دیکھ کر چونک گیا۔ گولڈ مین نے رسالہ بند کر دیا تھا اور پھر وہ اٹھ کر بیٹھ گیا۔

"سردارے بہت جلد سو گیا۔" میں نے کہا۔

"ہاں۔ مسٹر سردارے آج کچھ اداس ہیں مسٹر میگوئن' سوری مسٹر نواز!" گولڈ مین نے کہا۔

"سو گیا کیا؟"

"شاید-----" گولڈ مین نے گہری سانس لے کر جواب دیا۔ اور سردارے کی طرف دیکھنے لگا۔

"اداسی کی وجہ نہیں معلوم ہو سکی؟" میں نے مسکراتے ہوئے پوچھا حالانکہ میں سمجھ گیا تھا۔

"میں نہیں معلوم کر سکا نواز-----مس صاحبہ بھی آئی تھیں لیکن مسٹر سردارے نے ان سے معذرت کر لی۔" گولڈ مین نے مسکراتے ہوئے کہا اور مجھے ہنسی آ گئی۔ سردارے واقعی سنجیدہ تھا۔ مجھے بھی احساس ہو گیا تھا۔ لیکن بہرحال میں اس کے لئے ایک عمدہ خبر رکھتا تھا اس لئے اب فکر کی بات نہیں تھی۔

"کیا کہا تھا اس نے لڑکی سے؟" میں نے پوچھا۔

"بڑی رکھائی سے پیش آئے تھے۔ مس نوئیل حیران رہ گئی تھیں۔" گولڈ مین نے جواب دیا۔

"افسوس! اس نے سارا کھیل بگاڑ دیا۔" میں نے سرد لہجے میں کہا۔ اور جیسا کہ مجھے اندازہ تھا سردارے اچھل کر بیٹھ گیا۔ مجھے یقین تھا کہ وہ سو نہیں رہا ہے۔

"اس کے ساتھ اس سلوک کی کیا ضرورت تھی۔" میں نے اسے گھورتے ہوئے پوچھا۔

"کوئی نقصان ہو گیا باس؟" سردارے کسی قدر رنجل لہجے میں بولا۔

"زبردست نقصان۔ اس سے بہت بڑا کام بن رہا تھا۔"

"اوہ' باس باس! بدبختی ہے میری۔ آج کل ہر کام الٹا ہو رہا ہے۔"

"لیکن اس کی ضرورت کیا تھی سردارے؟"

"بس موڈ خراب تھا باس۔"

"لیکن کیوں-----؟" میں نے کہا اور سردارے خاموش ہو گیا۔ پھر اس نے شرمندہ لہجے میں کہا۔

"بس بعض اوقات حماقت ہو جاتی ہے استاد! معاف کر دو' ہر سزا بھگتنے کے لئے تیار ہوں۔" اور مجھے ترس آ گیا۔ سردارے اس وقت اپنی فطرت سے ہٹ گیا تھا۔ چند ساعت میں نے کچھ سوچا اور پھر اسے اپنے ساتھ آنے کا اشارہ کیا۔ سردارے میرے ساتھ ہی باہر نکل آیا تھا۔

"اب بتاؤ۔ کیا بات ہے؟"

"قسم سے کوئی بات نہیں استاد!" سردارے کے ہونٹوں پر پھیکی سی مسکراہٹ پھیل گئی۔

"عشق ہو گیا ہے؟" میں نے پوچھا۔

"اپنے ذہن میں ایسا کوئی خانہ ہی نہیں ہے۔" سردارے گہری سانس لے کر بولا۔

"ہونا بھی نہیں چاہئے سردارے! ہم لوگوں کے لئے کاروبار عشق سود مند بھی نہیں ہے۔ اور پھر جیسے ایک ذہین اور سمجھ دار انسان سے میں اس کی توقع بھی نہیں رکھتا۔"

"ایسی بات نہیں ہے استاد!" سردارے نے کہا۔

"پھر اداس کیوں ہو؟"

"نہ جانے کیوں۔ بس ابھی اسے چھوڑنے کو جی نہیں چاہتا تھا۔ بہرحال حماقت ہو گئی استاد-----تم اتنی بات تو تسلیم کر لیا کرو کہ بہرحال انسان ہوں' کبھی غلطیاں بھی ہو جاتی ہیں۔"

"جاؤ اس کے پاس۔" میں نے کہا۔

"اوہ' استاد! عجیب نہیں رہے گا؟"

"کچھ بھی ہو۔" میں نے کہا اور سردارے گردن کھجانے لگا۔ پھر ایک گہری سانس لے کر بولا۔

"استاد کا حکم نہیں ٹال سکتا' جا رہا ہوں۔ اور یقین کریں' اتنی صلاحیتوں کا مالک ہوں کہ اسے منا لوں گا۔ تم فکر مند نہ ہونا۔" اور پھر وہ آگے بڑھ گیا۔ میں اسے اس وقت تک دیکھتا رہا جب تک وہ نگاہوں سے اوجھل نہ ہو گیا۔ اور پھر میں نے گہری سانس لی اور واپس گولڈ مین کے پاس آ گیا۔ گولڈ مین کو نہایت سنجیدگی سے اس سلسلے میں بتایا کہ کل دس بجے ہم یقینی طور پر روانہ ہو رہے ہیں اور وہ ذہنی طور پر تیار رہے۔

"میں ذہنی اور جسمانی طور پر پوری طرح تیار ہوں ماسٹر! آپ بے فکر رہیں۔ کچھ ہو تو سہی' اب تو ہاتھ پیروں میں زنگ لگتا جا رہا ہے۔"

"بس کل سے بھاگ دوڑ شروع ہے اور مجھے ابھی اس کی تیاریاں بھی کرنی ہیں' چنانچہ اجازت دو۔" میں نے کہا اور پھر واپس چل پڑا۔ تھوڑی دیر کے بعد میں بنی کے کمرے میں داخل ہو رہا تھا۔ بنی شب خوابی کے لبادے میں لپٹی بے حد حسین نظر آ رہی تھی۔ اس کے بدن سے خوشبوئیں اٹھ رہی تھیں اور آنکھوں میں سرخ ڈورے تیر رہے تھے۔ نہ جانے یہ شراب کا خمار تھا یا جوانی کا-----بہرحال میں نے اسے بانہوں میں سمیٹ لیا اور بنی نے خود کو مجھ میں جذب کر لیا۔ اس کے سانسوں کی گرمی جذبات کی آئینہ دار تھی۔ میں نے اس کی ساری امنگوں کو پورا کر دیا اور وہ سکون کی گہری نیند سو گئی۔

اور پھر دوسری صبح وہ جلد اٹھ گئی۔ ناشتہ اس نے میری ساتھ ہی کیا تھا۔ اس کے بعد کہنے لگی۔ نواز! مجھے اجازت دو گے میں ضروری کارروائی کے بعد ہی واپس آؤں گی۔"

"ٹھیک ہے بنی! میرے لئے کیا حکم ہے؟"

"میرا انتظار کرو۔" اس نے کہا اور میں نے گردن ہلا دی۔ پھر میں واپس گولڈ مین کے پاس آ گیا۔ سردارے بھی آ گیا تھا۔ لیکن سنجیدہ تھا۔ اس کی وہ کیفیت نہیں تھی جو ہوتی تھی۔ نہ جانے نوئیل اسے اس قدر کیوں بھا گئی تھی۔ میں نے اسے غور سے دیکھا۔

"کس وقت واپس آئے تھے؟" میں نے پوچھا۔

"ابھی تھوڑی دیر قبل۔"

"نوئیل سے کوئی تذکرہ تو نہیں ہوا؟"

"باس! مجھے آجکل گدھا کیوں سمجھنے لگے ہو؟" سردارے نے سوال کیا۔

"کیونکہ عاشق نظر آنے لگے ہو' اور عاشقوں کو میں گدھوں سے زیادہ اہمیت نہیں دیتا۔"

"نہیں استاد! یہاں مجھے تم سے اختلاف ہے۔ ہم جیسے لوگ۔ عشق کے قابل نہیں ہیں۔ یا یوں کہو کہ ہمارے حالات نے ہمیں عام انسانوں سے جدا کر دیا ہے۔ ورنہ ہمارے دیس کی کہانیاں' وہ لوگ معصوم تھے ہیر رانجھا' سوہنی مہینوال' سسی پنوں' لیلیٰ مجنوں' شیریں فرہاد-----بہرحال ان کے پیار کی داستانیں امر

ہیں۔

"کیا ملا کسی کو؟"

"ملا ہو یا نہ ملا ہو----- کہانیاں تو چھوڑ گئے۔ دلوں کے سودے تو فطرت کا حق ہیں استاد!"

"گدھے' سو فیصدی گدھے----- بہرحال مجھے تمہارے ضائع ہونے کا افسوس ہے سردارے۔"

"نہیں استاد! میں ضائع نہیں ہوا' ٹھیک ہوں۔ تم اطمینان رکھو۔" سردارے نے کہا اور میں خاموش ہو گیا۔ بہرحال میں نے اندازہ لگایا تھا کہ نوئیل کو بھی اس بارے میں معلوم نہیں ہے۔ ورنہ وہ ضرور تذکرہ کرتی اور سردارے کے چہرے پر پھول ہی پھول کھلے نظر آتے۔

دوپہر کو تقریباً پونے بارہ بجے بنی خود ہمارے پاس پہنچ گئی۔ اس کے چہرے پر عجیب سے تاثرات نظر آ رہے تھے۔ یوں لگتا تھا جیسے اندر ہی اندر وہ بہت پرجوش ہو لیکن نارمل نظر آنے کی کوشش کر رہی ہو۔

"مسٹر نواز! براہ کرم میرے ساتھ آیئے۔" اس نے کہا اور میں خاموشی سے اس کے ساتھ نکل آیا۔ باہر آتے ہی وہ مضطربانہ انداز میں بولی۔ "ساری تیاریاں مکمل ہو گئی ہیں۔"

"خوب' کوئی الجھن؟" میں نے غور سے اسے دیکھا۔

"کوئی نہیں ہے۔"

"ہوریشو کے بارے میں رپورٹ ملی؟"

"ہاں۔ گرانٹ نے پورے وثوق سے کہا ہے کہ وہ جزیرے پر موجود نہیں ہے۔"

"گرانٹ اتنا ذہین ہے؟"

"اس نے پوری کوشش کی ہے۔ بہرحال وہ بھی خاصی حیثیت رکھتا ہے۔"

"ٹھیک ہے بنی! ہم نے پوری کوشش کر لی ہے اس کے باوجود اگر کوئی گڑبڑ ہوتی ہے تو پھر دیکھا جائے گا۔ ہاں آپ نے اسلحے کے لئے کیا کیا؟"

"وہ بھی تیار ہے' دیکھ لو۔" بنی نے اپنے کمرے کا تالا کھولتے ہوئے کہا۔ عموماً اس کے کمرے میں تالا نہیں رہتا تھا لیکن اس وقت اس نے شاید خصوصی طور پر تالا لگایا تھا۔ ہم دونوں اندر داخل ہو گئے تو اس نے دروازہ اندر سے بند کر لیا۔ پھر ایک الماری کھول کر اس نے جدید ترین ساخت کی تین ہلکی اسٹین گنیں نکال کر میرے سامنے رکھ دیں اور اس کے بعد چار پستول نکالے۔ بہت عمدہ ہتھیار تھے۔ میں نے انہیں پسند کیا۔

"ایمونیشن؟" میں نے پوچھا۔

"کافی ہے۔ لیکن تمہیں یہ چیزیں اپنے لباسوں میں چھپانی ہوں گی۔"

"مشکل کام نہیں ہے۔" میں نے اسلحہ دیکھتے ہوئے کہا۔

"میں نے اسی لئے ان گنوں کا انتخاب کیا ہے۔ یہ ہلکی پھلکی لیکن نہایت کارآمد ہیں۔"

"ٹھیک ہے بنی! ہیلی کاپٹر آ گیا؟"

"ہاں۔ دس بجے ہی آ گیا تھا۔"

"پائلٹ سے ملاقات ہوئی؟"

"ہاں۔"

"کیا اسے فوراً واپس جانا تھا؟"

"ہاں' اسے یہی ہدایت کی گئی تھی۔"

"آپ نے اس سے کیا کہا؟"

"میں نے اسے حکم دیا ہے کہ دو بجے یہاں سے جائے' میں قیدیوں کو لے جا رہی ہوں۔"

"اوہ' آپ نے اسے بتا دیا؟"

"ہاں کیوں؟" بنی نے تعجب سے پوچھا۔

"مناسب نہیں تھا مس بنی! اس کے بجائے آپ اسے صرف یہ حکم دیتیں کہ وہ رکے' آپ کو اس سے کام ہے۔ ویسے پائلٹ کہاں ہے؟ کیا اسی عمارت میں ہیں؟"

"نہیں۔ وہ----- وہ نمک کے ایک کارخانے میں اپنے دوست کے پاس گیا ہے۔"

"بہرحال مناسب نہیں ہوا----- اسے موقع نہیں ملنا چاہئے تھا۔ اب آپ کب روانہ ہوں گی؟"

"دو بجے۔ کھانا وغیرہ کھانے کے بعد۔"

"ٹھیک ہے۔ میں کہہ چکا ہوں جو ہو گا دیکھا جائے گا۔" میں نے جواب دیا۔ بنی کسی سوچ میں ڈوب گئی تھی۔ ٹھیک دو بجے ہم لوگ چل پڑے۔ گرانٹ اور نوئیل ہمارے ساتھ نہیں تھے۔ میں نے بھی اس بارے میں کچھ نہیں پوچھا۔ ہیلی کاپٹر ایک چھوٹے سے میدان میں نظر آ رہا تھا۔ پائلٹ قریب کھڑا تھا اور اس کے قریب ہی گرانٹ اور نوئیل کھڑے نظر آ رہے تھے۔ میں نے سردارے کے چہرے پر نگاہ ڈالی۔ وہ نوئیل کو دیکھ کر چونکا نہیں تھا۔ غالباً اس کے ذہن میں یہ خیال نہیں تھا کہ نوئیل ساتھ جا رہی ہے۔ ہم ہیلی کاپٹر کے نزدیک پہنچ گئے اور پائلٹ نے ادب سے دروازہ کھول دیا۔

بنی نے اشارہ کیا۔ پہلے گولڈ مین پھر میں اور سردارے اندر داخل ہو گئے۔ پھر گرانٹ اور نوئیل اور آخر میں بنی پائلٹ کے پاس بیٹھ گئی۔ سردارے کے ہونٹ کھلے تھے اور پھر بند ہو گئے تھے۔ پائلٹ نے سیٹ سنبھال لی اور خود کار دروازہ بند ہو گیا۔

"اجازت مادام!" اس نے پوچھا اور بنی نے گردن ہلا کر چشمہ آنکھوں پر چڑھا لیا۔ تب ہیلی کاپٹر کی مشین اسٹارٹ ہوئی اور پھر وہ فضا میں بلند ہونے لگا۔

ہم سب خاموش تھے۔ ہیلی کاپٹر کافی بلند ہو گیا تھا اور پھر وہ سیدھا پرواز کرنے لگا۔ نیچے گہرا نیلا سمندر پھیلا ہوا تھا اور سر پر نیلا آسمان۔ روشن اور چمک دار دن تھا۔ لیکن ہیلی کاپٹر کا سفر بڑا اکتا دینے والا تھا۔ کوئی نہیں بول رہا تھا۔ اور جب یہ خاموشی طویل ہو گئی تو میں نے سردارے کو اردو میں مخاطب کیا۔

"تم سکرات کی کیفیت میں کیوں ہو؟" میری آواز نے سب کو چونکا دیا تھا۔ بنی نے چونک کر گردن ہلائی تھی۔ اور پھر وہ بولی۔

"آپ نے کچھ کہا مسٹر نواز؟"

"نہیں مس بنی----- میں نے اپنے ساتھی کو مخاطب کیا تھا۔" میں نے جواب دیا اور بنی نے گہری سانس لی----- میں پھر سردارے کی طرف دیکھنے لگا تھا۔ "تم نے جواب نہیں دیا۔"

"ماحول میں کچھ گھٹن سی محسوس ہو رہی ہے استاد!" سردارے بولا۔

"نوئیل موجود ہے پھر بھی؟"

"نہ جانے تم ایسے جان لیوا مذاق کیوں کرتے ہو استاد! ویسے شاید اسے بھی یہ معلوم نہیں تھا کہ یہ ساتھ جا رہی ہے۔" سردارے مضمحل سی مسکراہٹ سے بولا۔

"اب بولو۔۔۔۔ گدھے نہیں لگ رہے؟" میں نے کہا۔

"جو کہو تسلیم۔ تم نے اتنا بڑا احسان کیا ہے مجھ پر۔" سردارے نے کہا اور میں نے گردن ہلا دی۔

اسی وقت اچانک ہیلی کاپٹر کو ایک زوردار جھٹکا لگا اور سب ہل گئے۔ بنی نے چونک کر پائلٹ کی طرف دیکھا۔ پائلٹ بھی چونک پڑا تھا۔ اور پھر وہ جلدی جلدی ہیلی کاپٹر پائلٹ بورڈ کے سوئچ دبانے لگا۔ ہیلی کاپٹر نے کئی اور جھٹکے لئے تھے۔ اس کی مشین کی آواز سست پڑتی جا رہی تھی۔

"کیا ہو رہا ہے؟" بنی خوفزدہ آواز میں بولی۔

"نہ جانے۔۔۔۔ نہ جانے کیا۔۔۔۔" پائلٹ نے کہا۔ وہ کسی قدر نروس نظر آنے لگا تھا۔ بنی خود بھی مشین بورڈ کو جھک کر دیکھنے لگی۔ ہیلی کاپٹر کی مشین بند ہوتی جا رہی تھی۔

"جیسن۔۔۔۔ کیا ہو رہا ہے؟" بنی غرائی۔ لیکن پائلٹ نے جواب نہیں دیا۔ وہ بری طرح بدحواس نظر آ رہا تھا اور بدستور ہیلی کاپٹر کی مشین پر مصروف تھا۔ پھر اس نے نیچے نگاہ دوڑائی اور میری نظریں بھی بے اختیار نیچے چلی گئیں۔ سمندر میں ایک اور جزیرہ نظر آ رہا تھا۔ سرسبز اور درختوں سے بھرا ہوا جزیرہ۔ دفعتہ ہیلی کاپٹر کا انجن پھر جاگ اٹھا۔ پائلٹ کی کوشش کامیاب ہو گئی تھی۔ مشین دوبارہ چل پڑی۔ لیکن صرف چند لمحات کے لئے۔ اس کے بعد اس نے دوبارہ جھٹکا کھایا۔ لیکن پائلٹ نے اب شاید جان لیا تھا۔ اس نے مشین پھر اسٹارٹ کر دی۔ ہیلی کاپٹر کو وہ کافی نیچے لے آیا تھا۔ کئی بار اس نے جھٹکے کھائے اور پائلٹ نے اسے سنبھالا۔ سب کے چہرے سرخ تھے۔ اور پھر پائلٹ اسے جزیرے پر اتارنے لگا۔ ظاہر ہے ایسی حالت میں کچھ پوچھنے کا سوال ہی نہیں تھا۔ اگر وہ جزیرے پر اتر جاتا تو یہی غنیمت تھا۔ بہرحال ہوشیار پائلٹ نے اسے زمین پر اتار لیا۔ یہ ایسی جگہ تھی جہاں درختوں کی بہتات نہیں تھی۔ گھاس کا ایک طویل میدان تھا اور گھاس ہی سے لدے پہاڑی ٹیلے نظر آ رہے تھے۔

ہیلی کاپٹر نیچے اتر گیا۔ اور بدحواس پائلٹ پیشانی سے پسینہ پونچھنے لگا۔ وہ گہری گہری سانسیں لے رہا تھا۔

"یہ کیا ہوا ہے جیسن؟" بنی غرائی۔

"آپ دیکھ رہی ہیں مادام۔۔۔۔ یقین کریں۔" پائلٹ نے بوکھلائے ہوئے انداز میں کہا۔ "یقین کریں اس کی کسی خرابی کا مجھے علم نہیں تھا ورنہ میں۔۔۔۔"

"لیکن اب کیا ہو گا؟"

"میں خرابی درست کر لوں گا باس! مجھے تھوڑی مہلت دیں، میرے حواس درست نہیں ہیں" اس نے معذرت آمیز لہجے میں کہا۔ اس دوران میں غور سے پائلٹ کے چہرے کا جائزہ لیتا رہا تھا۔ نہ جانے کیوں، نہ جانے کیوں میرے ذہن میں کرید تھی، ایک انجانی سی خلش۔۔۔۔

بنی چند ساعت سوچتی رہی۔ پھر وہ دروازہ کھول کر نیچے اتر آئی۔ ہم لوگ بھی نیچے اتر آئے۔

اور پھر کسی خیال کے تحت میں نے چاروں طرف نگاہیں دوڑائی تھیں اور میرے ذہن کی خلش دور ہو گئی۔ گھاس کے ٹیلوں نے بے شمار انسان اگل دیئے تھے۔ یہ سب مسلح تھے اور عجیب سے انداز میں کھڑے ہوئے تھے۔

"مس بنی!" میں نے بنی سے سرگوشی کے انداز میں کہا۔ اور بنی جو ابھی تک ہیلی کاپٹر کی طرف متوجہ تھی چونک کر میری طرف دیکھنے لگی۔ اسے شاید میرے لہجے میں کوئی بات محسوس ہوئی تھی۔

"کیا بات ہے نواز؟"

"آپ ہیلی کاپٹر سے نگاہیں ہٹا کر قرب و جوار کے ماحول کا بھی تو جائزہ لے لیں۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ اور بنی نے چونک کر چاروں طرف دیکھا اور پھر اس کی آنکھوں میں آگ سلگ اٹھی۔ یہ اندازہ لگانے میں اب کوئی ہچکچاہٹ نہیں ہونی چاہئے تھی کہ ہیلی کاپٹر کی مشین میں کوئی خرابی نہیں ہوئی تھی بلکہ اسے صرف مطلوبہ جگہ اتارنا مقصود تھا۔

"جیسن!" بنی کی آواز میں غراہٹ تھی۔

"یس باس!" پائلٹ نے معصومیت سے اسے دیکھا۔

"یہ لوگ کون ہیں؟"

"اوہ، میں نہیں جانتا باس! آپ لوگ تھوڑی دیر آرام کریں۔ میں ہیلی کاپٹر کی خرابی دور کئے لیتا ہوں۔" پائلٹ نے کہا۔ میرے ساتھیوں نے بھی انہیں دیکھ لیا تھا اور اب صورتحال کا جائزہ لے رہے تھے۔ میں نے بھی قرب و جوار کے ماحول پر نگاہ ڈالی۔ ہم تیزی سے پیچھے ہٹ سکتے تھے۔ لیکن اگر اس طرف سے فائرنگ شروع کر دی جاتی تو اس کھلے میدان میں کوئی قریبی پناہ گاہ نہیں تھی۔

دفعتاً چند لوگ گنیں سیدھی کئے آگے بڑھنے لگے۔ ان کے آگے آگے ہوریشو چل رہا تھا جو اچانک نمودار ہوا تھا۔ بنی اور دوسرے لوگوں نے بھی ہوریشو کو دیکھ لیا جس کے دانت باہر نکلے ہوئے تھے۔ ہم خاموشی سے اسے دیکھتے رہے۔

"باس کی خدمت میں آداب پیش کرتا ہوں۔" ہوریشو قریب پہنچ کر بولا۔

"یہ سب کیا ہے ہوریشو؟" بنی نے سپاٹ لہجے میں پوچھا۔

"باس کے پروگرام میں رخنہ اندازی بلاشبہ ناقابل معافی گستاخی ہے لیکن ہوریشو کو موقع دیں۔ اگر ہوریشو کی وفاداری میں ذرا بھی شبہ ہو تو اپنی گردن اپنے ہاتھوں سے کاٹ کر باس کی خدمت میں پیش کر دے گا۔"

"ہیلی کاپٹر یہاں کیوں اترا ہے؟" بنی نے پوچھا۔

"میرے ایماء پر ہی اترا ہے باس! لیکن یہ ضروری تھا۔" ہوریشو نے جواب دیا۔ اور پائلٹ جو اب تک معصوم بنے رہنے کی اداکاری کر رہا تھا سیدھا کھڑا ہو گیا۔

"اس کا مطلب ہے ہوریشو کہ اب تم میرے کاموں کو یعنی ان درمیان سے کاٹ سکتے ہو؟"

"باس سمجھنے کی کوشش کریں۔"

"یہ لوگ کون ہیں؟" بنی نے اس کی بات کاٹ دی۔

"باس کے غلام ہیں۔"

"مسلح غلام؟" بنی نے کہا۔

"آپ اندازہ نہیں لگا سکیں باس ---- یہ لوگ کتنے خطرناک ہیں۔ مجھے اندیشہ ہے کہ انہوں نے باس کو دھوکا دینے کی کوشش کی ہے۔" ہوریشو ہماری طرف اشارہ کر کے بولا۔

"گرانٹ! کیا تم اتنے بے اثر ہو کہ میری طرف سے گفتگو نہیں کر سکتے۔" بنی نے کہا اور گرانٹ آگے بڑھ آیا۔

"مسٹر ہوریشو! میں آپ کی عزت کرتا ہوں۔ لیکن بنی باس کا غلام ہوں۔ اگر آپ ان لوگوں کے خلاف کوئی کارروائی کرنا چاہتے تھے تو وہ باس بنی کے علم میں ہونا چاہئے تھی۔"

"میں باس سے معافی مانگ لوں گا۔" ہوریشو نے کہا۔

"اور میں تمہیں معاف کر دوں گی؟" بنی غرائی۔

"باس کو جب معلوم ہو گا کہ ----" ہوریشو نے کہنا چاہا لیکن بنی نے اس کی بات کاٹ دی۔ وہ خوفناک انداز میں بولی۔

"میں مکلینو کی بیٹی کی حیثیت سے تمہیں تمہارے عہدے سے معطل کرتی ہوں۔ سمجھے! آج سے تم ہمارے گروہ میں نہیں رہے۔" اور پھر وہ چیخ کر بولی ---- "اگر تم میں سے کوئی مکلینو کا وفادار ہے تو آگے بڑھ آئے۔" ہوریشو جیسے پتھر کا بنا ہوا تھا اس کے اوپر کوئی خاص اثر نہیں معلوم ہوتا تھا۔ تمام لوگ قریب پہنچ گئے۔ لیکن ہوریشو نے پلٹ کر ان کی طرف نہیں دیکھا تھا۔ وہ بدستور بنی ہی سے مخاطب تھا۔

"بنی باس! میں آپ کے احکامات سے انحراف نہیں کر رہا۔ میں نے جزیرہ چھوڑ دیا تھا۔ لیکن مکلینو کے مفادات کو میں نہیں چھوڑ سکتا تھا' اور یہ سب مکلینو کے لئے ہی ہوا ہے۔"

"میں تمہیں معطل کر چکی ہوں اور اب تمہاری کوئی حیثیت نہیں ہے۔" بنی غرائی۔

"لیکن میں اس حکم کو نہیں مانوں گا۔"

"مکلینو کے وفادارو ---- مکلینو کے نام پر اس طرف آ جاؤ۔ جو لوگ ہوریشو کا ساتھ دیں گے وہ مکلینو کے دشمن ہوں گے اور اس کے بعد تم خود اندازہ لگا سکتے ہو۔"

"اس بات کے جواب میں' میں تم لوگوں سے یہ کہوں گا کہ باس بنی نا سمجھ ہے۔ اگر مکلینو میری معطلی کی تصدیق کر دی تو تم لوگوں کو آزادی ہو گی۔"

"مکلینو میری بات نہیں کاٹ سکتا۔" بنی نے کہا۔

"مسٹر ہوریشو! اس وقت باس غصے میں ہے' اس کے احکامات کی تعمیل ہونی چاہئے۔" ایک شخص نے نرم لہجے میں کہا۔ اور ہوریشو نے ہاتھ بلند کر دیا۔ دوسرے لمحے کسی طرف سے فائر ہوا اور وہ شخص زمین پر گر کر تڑپنے لگا۔ تمام لوگ چونک پڑے تھے۔ لیکن ہوریشو نے اس طرف رخ بھی نہیں کیا تھا جدھر سے گولی آئی تھی۔

"یہ کیا ہوا ----؟ دیکھا تم نے؟ کیا ہوریشو مکلینو کا باغی نہیں ہے۔"

"یہ کیا ہوا ہے مسٹر ہوریشو!" چند لوگ بیک وقت غرائے۔ ان کے علاوہ بھی بہت سے لوگوں کے چہرے بگڑ گئے تھے۔

"ہوریشو کتے ---- ذلیل' کمینے۔" بنی نے شدید طیش کے عالم میں پستول نکال لیا۔ لیکن

نے اسی وقت اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔

"مس بنی! آپ جانتی ہیں کہ میں نے تائب ہو کر مکلینو سے معافی مانگنے کا فیصلہ کر لیا ہے اور آپ نے وعدہ کیا ہے کہ مجھے معافی دلوا دیں گی۔ اگر ہوریشو ہمیں گرفتار کر کے مکلینو کے سامنے پیش کرنا چاہتا ہے تو آپ کو اس میں اعتراض نہیں ہونا چاہئے۔ بات تو ایک ہی ہے۔" میں نے کہا۔

"ہرگز نہیں' یہ کسی طور ممکن نہیں۔ ہوریشو اب اس گروہ میں نہیں ہے۔ وہ مکلینو کا باغی ہے۔"

"مسٹر ہوریشو! حالات کو بگاڑنے کی ذمے داری آپ پر ہے۔ آپ نے اس شخص کو ہلاک کر دیا ہے جس نے باس کے نام پر یہ بات کی تھی۔" گرانٹ نے کہا۔

"لیکن اس کا فیصلہ مکلینو کے سامنے ہو گا۔" ہوریشو نے کہا۔

"میں فیصلہ کر چکی ہوں۔ گرانٹ! اگر تم مکلینو کے وفادار ہو تو ہوریشو کو گرفتار کر لو۔"

"یہ مناسب نہ ہو گا گرانٹ ---- میں اس حکم کو صرف مکلینو کی زبان سے سن کر تسلیم کروں گا۔"

"لیکن تم نے اسے ہلاک کر کے ہم لوگوں کو ہماری حیثیت بتا دی ہے۔ ہم بنی کے ساتھ ہیں۔" بہت سے لوگوں نے ہتھیار اٹھا لئے اور ہوریشو نچلا ہونٹ دانتوں میں دبا کر انہیں گھورنے لگا۔

"خون کی ندیاں بہہ جائیں گی۔" وہ بولا۔

"ہمارا تو کام ہی مرنا مارنا ہے ہوریشو! اپنے چھپے ہوئے کتوں سے کہو گولیاں چلائیں۔ ہم دیکھتے ہیں ان کی تعداد کتنی ہے۔" ایک شخص نے کہا۔

اور اچانک ہوریشو کے چہرے کے تاثرات بدل گئے۔ "اچھی بات ہے۔ جو لوگ میرے ساتھ ہیں وہ ایک طرف ہو جائیں اور جو بنی کے ساتھ ہیں وہ دوسری طرف۔"

لوگ جگہیں چھوڑنے لگے۔ اور بنی کے طرفدار ایک طرف کھڑے ہو گئے۔ لیکن ان کی تعداد دوسرے لوگوں سے بہت کم تھی۔ چند افراد واپس پہاڑوں کی طرف چلے گئے تھے۔ ہوریشو خاموش کھڑا یہ کارروائی دیکھتا رہا تھا ---- اور پھر ---- اچانک اس کے منہ سے قہقہہ ابل پڑا تھا۔

"بنی ---- کیا تم میری طرفدار نہیں ہو؟" اس نے کہا اور بنی نے نفرت سے تھوک دیا۔

ہوریشو پھر اسی انداز میں ہنس پڑا۔ "تب ٹھیک ہے' یہ سب گواہی دیں گے۔" ہوریشو نے کہا۔ اور اچانک اس نے ہاتھ اٹھا دیا۔ اور پھر فائروں کی کئی آوازیں سنائی دیں۔ لیکن گولیاں ہماری طرف نہیں آئی تھیں۔ البتہ پہاڑوں میں کئی چیخیں سنائی دی تھیں۔

"ہوریشو بے ساختہ پلٹ پڑا۔ لیکن انہی لوگوں میں سے چند لوگ پیچھے ہٹے اور گنیں تان کر کھڑے ہو گئے جو ہوریشو کے ساتھی تھے۔

"تمہیں ہم بہتر طور پر جانتے ہیں ہوریشو!" ان میں سے ایک بولا۔ "اسی لئے ہم تمہارے لوگوں میں آ ملے تھے تاکہ انہیں کنٹرول کریں۔ اور ہمارے چند ساتھیوں نے ان لوگوں کو بھی سنبھال لیا جنہیں تم پہاڑوں میں چھپا آئے تھے۔"

"اوہ۔" ہوریشو کی آنکھوں میں آگ سلگ اٹھی۔ "تو یہ بات ہے۔ ٹھیک ہے' اب کیا چاہتے ہو تم

لوگ؟"

"ہم باس بنی کی ہدایت پر عمل کریں گے۔"

"لیکن کان کھول کر سن لو ------ یہ جزیرہ تمہارے لئے جہنم بن جائے گا۔ میں آخری بار سے درخواست کرتا ہوں کہ اس معاملے کو مکلینو پر چھوڑ دیا جائے۔ باس مکلینو کے حکم کا انتظار لے۔ بے شک وہ ان لوگوں کو ہمارے حوالے نہ کرے۔ لیکن میں باس کا حکم آجانے تک کسی کو جزیرہ چھوڑنے دوں گا۔"

"صورت حال بیحد خراب ہو گئی تھی۔ ہتھیار ہوریشو کے آدمیوں کے ہاتھوں میں بھی تھے اور وقت فرار مشکل تھا۔ بنی آگ ہو رہی تھی لیکن اس وقت اسے ٹھنڈا کرنا ضروری تھا۔ چنانچہ میں نے بڑھ کر کہا۔

"باس! صورتحال بری نہیں ہے۔ غلط فہمی میں ان حالات کو اور خراب نہ کیا جائے۔ اچھا ہے باس یہاں آجائے، وہ خود فیصلہ کر دے گا۔" اس کے ساتھ ہی میں نے بنی کو ایک اشارہ بھی کیا تھا۔ اس چہرے پر کئی رنگ نظر آئے۔

"ٹھیک ہے، مکلینو کو فوراً طلب کیا جائے۔ وہ خود آکر فیصلہ کرلے گا۔ لیکن اس وقت تک کوئی ان لوگوں کو چھو بھی نہیں سکے گا۔" بنی نے کہا۔

"اس میں کوئی حرج نہیں ہے باس!" ہوریشو نے مسکرا کر کہا۔ "میرا خیال ہے اب تصفیہ ہو گیا اس لئے ہمیں کشیدگی کی فضا ختم کر دینی چاہئے۔ میں باس کے قیام کا بندوبست کردوں؟"

"بکواس مت کرو۔ میری نگاہ میں تم مکلینو کے باغی ہو۔ اس کے علاوہ تم دھوکے باز تمہارے اوپر کوئی بھروسہ نہیں کیا جاسکتا۔ گرانٹ! اس طرف چلو اور ان لوگوں کو ساتھ لے لو جو ہمارے ساتھی ہیں۔ ہم کسی پہاڑی غار میں پناہ لیں گے۔ چلو ------ اور تم لوگ بھی پہاڑوں سے اتر آؤ۔" نے چیخ کر کہا اور وہ لوگ گنیں تانے نیچے اتر آئے جنہوں نے پہاڑوں میں چھپے لوگوں کو قتل کر دیا تھا۔

دونوں گروہ دو مختلف سمتوں میں چل پڑے۔ ہوریشو اب پرسکون تھا۔ لیکن میں بھی اس شخص فطرت سے اچھی طرح واقف ہو چکا تھا۔ اس لئے میں بہت کچھ سوچ رہا تھا۔ ہم نے ایک کشادہ غار منتخب لیا اور اس میں داخل ہو گئے۔ بنی بیحد فکر مند نظر آرہی تھی۔

"اب کیا ہو گا نواز؟" اس نے پریشان لہجے میں کہا۔

"صورت حال تھوڑی سی مختلف ہو گئی ہے بنی ------ لیکن میرا خیال ہے زیادہ فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ سوچیں گے، کریں گے۔ بہرحال خوشی کی بات یہ ہے کہ کافی تعداد میں لوگوں نے ہمارا ساتھ دیا ہے۔"

"اوہ، یقیناً۔ ان لوگوں نے نہایت ذہانت کا ثبوت دیا ہے ورنہ بدباطن ہوریشو ------ وہ غصے دیوانہ ہو رہا ہے۔"

"میں تمہیں اسی بات کا احساس دلانا چاہتا تھا بنی۔" میں نے کہا۔

"کیا مطلب؟" بنی نے پوچھا۔

"ہوریشو حواس کھو بیٹھا ہے۔ اس وقت وہ صرف ان لوگوں سے مجبور ہوا۔

اس کے پوشیدہ ساتھیوں کو قابو میں کرنے میں کامیاب ہو گئے تھے۔ ورنہ......"

"تمہارا خیال درست ہے نواز ------ پھر اب ------؟"

"کہا نا فکر مند مت ہو۔ ان لوگوں کو ہینڈل کرنا ہے جو ہمارے ساتھ ہیں۔ تم ان سے بات کرو اور بتاؤ کہ ہوریشو مکمل طور پر باغی ہو گیا ہے اور کسی بھی وقت اس کی طرف سے حملے کا خطرہ ہے۔ اس پر نگاہ رکھی جائے۔"

"ٹھیک ہے ہم انہیں پہاڑوں میں پھیلا دیتے ہیں۔" بنی نے کہا اور پھر وہ باہر نکل آئی۔ تمام لوگ وہاں موجود تھے۔ گولڈ مین اور گرانٹ بھی وہیں موجود تھے۔

"مکلینو کے وفادارو! میں تم سے بات کرنا چاہتی ہوں۔" بنی نے کہا اور اس کی آواز سن کر تمام لوگ اس کی طرف متوجہ ہو گئے۔

"کیا بات ہے باس؟"

"تمہیں علم ہے کہ میں مکلینو کی بیٹی ہوں اور بہرحال اس بات کا بھی تمہیں اندازہ ہے کہ بیٹی ہونے کے باوجود مکلینو نے مجھے گروہ میں عہدہ بھی دے رکھا ہے۔"

"ہاں باس! ہمیں معلوم ہے۔"

"یہ عہدہ کسی طرح بھی ہوریشو کے عہدے سے کم نہیں ہے۔ بلاشبہ وہ بیرونی معاملات دیکھتا ہے۔ لیکن خود مکلینو کو اب یہ شبہ ہونے لگا تھا کہ ہوریشو نہ صرف کاروبار میں بے ایمانی کر رہا ہے بلکہ وہ خفیہ طور سے اس کاروبار پر قابض ہونے کے خواب بھی دیکھ رہا ہے اور اس کے لئے وہ مکلینو کو بلیک میل کرنا چاہتا ہے۔"

"باس کو بلیک میل کرنا چاہتا ہے؟ لیکن کس طرح بنی باس؟"

"مجھے اغوا کرکے، مجھے پوشیدہ کرکے، باپ کو مجبور کرکے۔ مکلینو میرا باپ ہے نا؟"

"اوہ، اگر یہ بات ہے تو بے فکر رہو باس ------ ہم اس کے ارادے کو کبھی کامیاب نہ ہونے دیں گے۔" ایک شخص نے غصیلے لہجے میں کہا۔

"تم لوگوں نے ہوریشو کو مجبور کر دیا تھا۔ لیکن وہ وار ضرور کرے گا۔ چنانچہ مجھے بتاؤ میں کیا کروں؟"

"ہم تمہارے لئے جان دے دیں گے باس! ہم ہزار آنکھوں سے تمہاری نگرانی کریں گے۔"

"میں یہی چاہتی ہوں کہ تم ہوشیار رہو۔"

"ہم نے ہوریشو کے خلاف محاذ بنا لیا ہے۔ اس جزیرے پر وہ اتنا طاقتور نہیں ہے۔ ٹھیک ہے، ہم میں سے کچھ اس کے اشاروں پر ناچ رہے ہیں لیکن ہم ان سے بھی نمٹ لیں گے۔"

"گڈ ------ اور اس کے بعد تم جانتے ہو۔ مکلینو احسان فراموش نہیں ہے۔"

"ہم اس کے ادنیٰ غلام ہیں باس!" انہوں نے جواب دیا اور پھر وہ پہاڑوں میں پھیل گئے۔ وہ سب مسلح تھے اور خاصے چاق و چوبند نظر آرہے تھے۔ میں غار میں واپس آگیا۔ لیکن میرے ذہن میں ایک خلش تھی، ایک عجیب سی خلش، جسے میں کوئی نام نہیں دے سکتا تھا۔ نہ جانے کیا بات تھی۔

غار میں ضروریات کا سارا بندوبست کر لیا گیا۔ کھانے پینے سے فارغ ہو کر ہم بیٹھ کر گفتگو کرنے

لگے۔ سردارے، نوئیل، گولڈ مین اور گرانٹ بھی ہمارے ساتھ تھے۔
"اب کیا خیال ہے نواز ----- کیا ہوریشو ایسی کوئی جرأت کر سکے گا؟" بنی نے پوچھا۔
"خود تمہارا کیا خیال ہے بنی؟"
"میں فیصلہ نہیں کر پا رہی۔"
"کیوں؟"
"اس لئے کہ وہ ابھی تک خود کو مکلینو کا وفادار کہتا ہے۔ اگر اس نے دھوکے سے میرے اوپر حملہ کیا تو پھر مکلینو سے وفاداری کا کیا سوال رہ جاتا ہے۔ یہ تو کھلی بغاوت کا اعلان ہے کیونکہ مکلینو کسی بھی حالت میں میری موت تو پسند نہیں کرے گا۔"
"ہاں۔ یہ تو ہے۔" میں نے گردن ہلائی۔
"لیکن تجربہ کچھ اور کہتا ہے۔" بنی گردن ہلا کر بولی۔
"وہ کیا باس؟" اس بار گرانٹ نے مداخلت کی۔ اور سب چونک کر اسے دیکھنے لگے۔ گرانٹ کے لہجے میں اس وقت ایک خاص کیفیت تھی۔
"اوہ گرانٹ! کیا اس نے ہم لوگوں پر ہتھیار نہیں اٹھائے تھے۔ کیا میں اس وقت ان ہتھیاروں کے نشانے سے دور تھی؟"
"نہیں باس! مسٹر ہوریشو کچھ بھی ہوں، ان کی یہ مجال نہیں ہو سکتی۔" گرانٹ غرا کر بولا۔
"پھر تم بتاؤ گرانٹ ----- وہ سب کیا تھا؟"
"اگر تمہارے ذہن میں یہ خیال ہے باس تو گرانٹ کو اجازت دو۔ مسٹر ہوریشو کی حیثیت میری نگاہ میں باس کے احکام کے تحت تھی۔ اگر وہ باس کا باغی ہے تو میں اس سے کم نہیں ہوں۔"
"تم کیا کرو گے گرانٹ؟"
"میں اس کا سر کاٹ لاؤں گا۔" گرانٹ غرا کر بولا۔
"ہوں۔" بنی میری طرف دیکھنے لگی۔ تب میں نے گرانٹ سے کہا۔
"گرانٹ! کیا ہم لوگوں میں کوئی ہیلی کاپٹر پائلٹ نہیں ہے؟"
"ان لوگوں میں مشکل سے ملے گا جناب۔"
"میں ہیلی کاپٹر اڑا سکتی ہوں لیکن مشق نہیں ہے۔"
"تم ہیلی کاپٹر کے پائلٹ کو پہچانتے ہو؟" میں نے پوچھا۔
"کیوں نہیں۔"
"تب اگر کر سکتے ہو تو ایک کام کرو۔"
"کیا نواز؟" بنی نے پوچھا۔
"تم دونوں ----- میری مراد گولڈ مین اور گرانٹ سے ہے، تم دونوں جاؤ اور کسی طرح پائلٹ اغوا کر لاؤ۔ یہ تمہارا اہم کام ہوگا۔"
"میں تیار ہوں۔" گرانٹ نے سینہ ٹھونک کر کہا۔
"تو کیا میں نہیں تیار ہوں گا۔" گولڈ مین مسکرا کر بولا۔

"لیکن کام جتنی ہوشیاری سے کرنا ہوگا، اس کا اندازہ تمہیں ہے گولڈ مین-----؟"
"فکر مت کرو ڈیئر باس ----- گولڈ مین تو خود کو چوہا محسوس کر رہا تھا۔ اب میں کام کروں گا۔ اٹھو یار ----- ہم اسے دو گھنٹوں کے اندر اغواء کر لائیں گے۔"
"گڈ ----- تب پھر تم دونوں روانہ ہو جاؤ۔" میں نے کہا۔
"اجازت باس!" گرانٹ کھڑا ہو کر بنی سے بولا۔
"مسٹر نواز کے احکامات کسی طور پر میرے احکامات سے مختلف نہ سمجھے جائیں۔" بنی نے جواب دیا۔
"اوکے باس!" گرانٹ نے اٹینشن ہو کر کہا۔ پھر اس نے پوچھا۔ "تمہارے پاس پستول موجود ہے مسٹر-----!" مخاطب گولڈ مین سے تھا۔
"میرے پاس پستول کی والدہ محترمہ موجود ہیں۔" گولڈ مین چہک کر بولا۔ وہ بے حد خوش نظر آ رہا تھا۔ گرانٹ مسکرانے لگا۔ اور پھر وہ دونوں باہر نکل گئے۔
"بنی!" میں نے بنی کو مخاطب کیا۔ "تم نے اسے ہدایات نہیں دیں؟"
"اوہ، بس کافی ہے نواز ----- گرانٹ ایسے کاموں کا ماہر ہے۔"
"تم مطمئن ہو تو ٹھیک ہے۔"
"سردارے!" میں نے سردارے کو مخاطب کیا۔
"یس باس!"
"تم بھی کچھ کرنے کو تیار ہو؟"
"دل و جان سے باس!" سردارے نے جواب دیا۔
"تب تمہیں ہیلی کاپٹر پر قبضہ کرنا ہے۔ یہاں سے دو آدمی ساتھ لے لو۔ ہر چند تم ہیلی کاپٹر اڑا کر نہیں لا سکتے۔ لیکن تمہیں اس پر مکمل قبضہ رکھنا ہے۔"
"اوکے باس!"
"یہ سب کچھ تم کس طرح کرو گے، تم جانتے ہو؟"
"جانتا ہوں باس!"
"آدمیوں کی تعداد بڑھا سکتے ہو۔"
"ہوں۔" سردارے نے پر خیال انداز میں کہا اور پھر بولا۔ "دو کی بجائے چار آدمی دیئے جائیں باس اور یہ بتایا جائے کہ یہ قبضہ کس وقت تک برقرار رکھا جائے گا۔"
"صبح سات بجے تک۔ اس کے بعد تم ہیلی کاپٹر چھوڑ کر واپس آ سکتے ہو۔"
"اوکے باس! ایک اجازت اور....."
"بولو۔"
"نوئیل کہتی ہے کہ وہ خاص حالات میں عورت نہیں مرد ہے۔" سردارے نے عجیب سے لہجے میں کہا۔
"اوہ، اس میں کوئی شک نہیں ہے۔ اور پھر عورت ساتھ ہو تو مرد کی کارکردگی خود بخود بڑھ جاتی

ہے۔" بنی نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"تھینک یو مس بنی ----- اور چونکہ آپ کی اجازت ہے اس لئے میرے باس کو بھی آپ مطمئن کرلیں گی۔" سردارے کھڑا ہو کر بولا۔ اور پھر نوئیل کی طرف دیکھ کر بولا۔ ارے ہاں! آپ کو تو اعتراض نہیں ہے مس نوئیل؟"

"ہرگز نہیں جناب! بلکہ میں خوش ہوں کہ مجھے صرف عورت نہیں سمجھا جارہا۔"

"تب پھر میرے ساتھ جانے والوں کو ہدایت کردی جائے۔"

"آیئے۔" بنی نے کہا اور ہم سب باہر نکل آئے۔

بڑی پر اسرار رات تھی' ہنگاموں سے پر۔ بنی نے باہر آکر چار مسلح آدمی سردارے کے ساتھ کر دیئے۔ اور وہ سب تاریکی میں روپوش ہوگئے۔ میں اور بنی خاموش کھڑے انہیں جاتے دیکھتے رہے تھے۔ پھر بنی نے گہری سانس لی اور میری کلائی پکڑلی۔

"آؤ نواز ----- اندر چلیں۔" اور میں اس کے ساتھ واپس چل پڑا۔ بنی اندر پہنچ کر خاموش کھڑی ہوگئی۔ میں نے اس کی خاموشی محسوس کرلی تھی۔

"کیا سوچنے لگیں بنی؟"

"اس رات کے بارے میں سوچ رہی ہوں نواز۔ کیا تمہیں یہ رات انوکھی نہیں لگ رہی ہے؟"

"ہاں ایک عجیب سا احساس ہے اور میرا خیال ہے جس ماحول اور حالات میں ہم ہیں' ان کے تحت یہ احساس غیر فطری نہیں ہے۔" میں نے جواب دیا۔ غار میں اب میں اور بنی تنہا تھا۔ دوسرے لوگ باہر پہرا دے رہے تھے۔ غار میں تاریکی پھیلی ہوئی تھی۔

"اب تمہارا کیا خیال ہے نواز؟"

"صورت حال خاصی الجھی ہوئی ہے۔ ہم فی الوقت دو طرفہ پھنسے ہوئے ہیں۔ ظاہر ہے ہم مکلینو کے وفادار بھی تو نہیں ہیں۔ اگر معاملہ مکلینو تک جا پہنچا تو.....؟"

"تو پھر؟"

"ویسے کھیل ابھی تمہارے حق میں ہے بنی۔ اگر ہم کسی طرح مکلینو کے جال میں جا پھنسے تو کم از کم تم یہ کہہ سکتی ہو کہ تم نے دولت اگلوانے کے لیے ایک لمبا جال پھیلایا ہے اور میں تمہاری مدد کروں گا بنی' میں ساری دولت واپس کردوں گا تم یقین کرو میں خود بھی کنگال آدمی نہیں ہوں۔ سوئٹزر لینڈ کے بینکوں میں میرے کروڑوں ڈالر جمع ہیں۔ ہاں بات رہی مکلینو کے عتاب کی تو تم میری مدد کرنا۔ اگر مکلینو مان جائے تو ٹھیک ہے ورنہ پھر فرار کی نئی کوشش۔"

"اوہ۔ نواز۔ تمہاری زندگی کو کتنے خطرات لاحق ہیں؟"

"سچ پوچھو بنی' یہ خطرات ہی زندگی ہیں۔ مجھے سکون کے گھر پہنچادو ایک ہفتے میں مرجاؤں گا۔"

"تم مکمل مرد ہو۔" بنی میرے قریب کھسک آئی۔

"خطرات میرے لئے سکوں بخش ہوتے ہیں۔" میں نے اس کے بدن کو بازوؤں میں کستے ہوئے کہا۔

"لیکن ہوریشو؟" بنی کسمسائی۔

"وہ سارے اصولوں سے بے نیاز ہوگیا ہے۔ میرا خیال ہے کہ وہ اب تمہاری زندگی لینے سے بھی دریغ نہیں کرے گا۔ پے درپے شکستوں سے وہ بری طرح جھنجلا گیا ہے۔"

"ہاں۔ تم نے ہر قدم پر اسے مایوس کیا ہے۔ میرا خیال ہے تم نے ہیلی کاپٹر یہاں سے فرار ہونے کے لیے منگوایا ہے' میرا مطلب ہے پائلٹ کا اغوا اور ہیلی کاپٹر پر قبضہ۔"

"یقیناً بنی!"

"لیکن ان لوگوں کا کیا ہوگا نواز؟"

"جو باہر پہرہ دے رہے ہیں؟"

"ہاں۔"

"مجھے معاف کرنا بنی' یہاں میں خود غرضی سے کام لے رہا ہوں۔ یہ سب مکلینو کے نام پر ہوریشو کے خلاف ہوئے ہیں۔ اگر انہیں ہمارے فرار کا علم ہو جائے تو کیا یہ ہمیں زندہ چھوڑیں گے۔"

"یہ بات تو ہے۔" بنی نے کہا۔

"ایسی صورت میں ہم یہاں سے نکلنے کے بعد ان کے لیے دعا ہی کرسکتے ہیں۔ بہرحال ہوریشو ان کا دشمن بن گیا ہے لیکن وہ خود اس سے نمٹ لیں گے۔"

"ٹھیک ہے۔" بنی نے گردن ہلائی اور پھر اس نے اپنا بدن ڈھیلا چھوڑ دیا۔ خود کو میری آغوش میں دے دیا۔ شاید وہ اس خوفناک رات کے تاثر کو ذہن سے مٹا دینا چاہتی تھی لیکن وہ عورت تھی' جذبات میں بہہ جانے والی عورت' جبکہ مجھے اس رات کے بے پناہ خطرات کا احساس تھا۔ اس رات کا تو ہر لمحہ چاق و چوبند رہنے والا تھا۔ اگر ہم خواہشات کے بھنور میں پھنس گئے تو مار بھی کھا سکتے تھے۔

میں نے اشاروں کنایوں میں یہ بات بنی کو سمجھائی اور اسے بھی ہوش آگیا۔

"ہاں یہ رات' جاگنے کی رات ہے۔" وہ بولی۔

"یقیناً بنی! میرا خیال ہے تم میری آغوش میں لیٹ کر آنکھیں بند کرلو' تھکن اتر جائے گی۔"

"اور تم؟"

"میں جاگتا رہوں گا۔"

"نہیں نواز۔ تمہارے ساتھ جاگنے میں بھی لطف آئے گا۔ میں تمہیں اس قدر چاہنے لگی ہوں۔" اس نے میرے زانو پر لیٹتے ہوئے کہا۔

"مجھے تمہاری محبت کا احساس ہے بنی۔" میں نے اس کے بال سہلاتے ہوئے کہا اور وہ خاموش ہو گئی۔ باہر سناٹے کا راج تھا۔ بنی کے محافظ پہاڑوں میں پوشیدہ ہوگئے تھے۔ انہوں نے ہر قسم کی نقل و حرکت بند کردی تھی۔ کافی دیر تک خاموشی طاری رہی پھر غار کے قریب قدموں کی چاپ سن کر میں چونک پڑا۔

میرا خیال تھا کہ بنی سو گئی ہے۔ دوسرے لمحے میرا ہاتھ اسٹین گن کی طرف بڑھ گیا۔ لیکن میں نے بنی کو بھی بل کھا کر اٹھتے دیکھا تھا۔ اس نے بھی گن سنبھال لی۔

"اوہ۔ بنی جاگ رہی ہو؟" میں نے سرگوشی کی۔

"ہاں!"

"تم نے کچھ سنا؟"

"قدموں کی چاپ ہے۔" بنی نے سرگوشی کی اور میں خاموش ہو گیا۔ تب باہر سے آواز سنائی دی۔

"باس! کیا آپ سو گئے ہیں؟" اور ہم نے گہری سانس لی۔ یہ ہمارے ہی آدمی تھے۔ بنی کا گہرا سانس بھی صاف سنائی دیا تھا۔

"نہیں۔ ہم جاگ رہے ہیں۔ خیریت؟"

"سب ٹھیک ہے باس۔ آپ چاہیں تو سو سکتے ہیں۔ ہم غار سے زیادہ دور نہیں ہیں اور غار ہماری نگاہ میں ہے۔ اس کے علاوہ بے فکر رہیں۔ ہم سب پوری طرح چاق و چوبند ہیں اور ہر قسم کے حالات سے نمٹنے کے لیے تیار۔ آپ یہ نہ خیال کریں کہ ہم سو گئے ہیں۔"

"بہت بہت شکریہ! میں تمہاری اس جانثاری کو ہمیشہ یاد رکھوں گی۔" بنی نے جواب دیا۔

"اوکے باس!" قدموں کی آوازیں دور ہو گئیں۔ بنی ایک سانس لے کر میرے سینے سے ٹک گئی تھی۔

"یہ لوگ واقعی وفادار ہیں۔ کاش میں انہیں کوئی انعام دے سکتی۔" میں نے اس بات کا کوئی جواب نہیں دیا تھا۔ بنی چند ساعت سوچتی رہی، پھر اس نے چہرہ اٹھایا اور میرے کئی بوسے لے ڈالے۔ "یقین کرو نواز، اب تم مجھے ساری دنیا سے پیارے ہو۔ تمہارے لیے میں زندگی کی ایک ایک سانس قربان کرنے کو تیار ہوں۔ تمہاری دائمی قربت کے لیے میں ہر کٹھن لمحے کو بخوشی جھیل سکتی ہوں۔ نواز میں نے پوری کائنات میں اس سے زیادہ محبت کبھی نہیں کی۔ کوئی بھی مجھے تم سے زیادہ عزیز نہیں ہے۔" میں نے بھی بنی کی اس گرم جوشی کا جواب اسی گرم جوشی سے دیا تھا۔ بس میں نے اتنا کرم کیا تھا اس پر کہ اظہار نہ ہونے دیا کہ میں کسی طور اس کا سہارا نہیں بن سکتا۔ میری منزل تو ابھی خود میرے تصور میں نہیں ہے، کوئی اس کا تعین کیا کر سکتا ہے۔

ہم دونوں اسی طرح کی گفتگو کرتے رہے۔ رات کا ہر لمحہ ذہن میں دھمک پیدا کر رہا تھا۔ عجیب سے خیالات کی رات تھی۔ ہمارے بھیجے ہوئے لوگوں میں سے ابھی تک کوئی نہیں پلٹا تھا۔ رات کی تاریکی کے دونوں مشن اہمیت رکھتے تھے۔ اس وقت صورت حال اچھی تھی۔ اگر گرانٹ اور گولڈ مین اپنے کام میں کامیاب ہو گئے تو صورت حال بہتر ہوتی ہے ورنہ پائلٹ کے بغیر ہیلی کاپٹر پر قبضہ بھی بے مقصد بن جاتا ہے۔

بنی نیم غنودہ ہو گئی تھی۔ طویل خاموشی اس کے ذہن نے قبول نہیں کی تھی اور اسے نیند آنے لگی تھی۔ میرا بھی باتیں کرنے کا موڈ نہیں تھا اس لیے میں نے اسے نہ چھیڑا اور پھر بیٹھے بیٹھے تھک گیا تو میں بھی غار کی کھردری زمین پر لیٹ گیا۔ خیالات کی یورش ذہن کی جانب جاری تھی اور میں انہیں پرے دھکیلنے کے لیے جنگ کر رہا تھا۔ میں صرف سردارے اور گولڈ مین کے مشن کے بارے میں سوچنا چاہتا تھا اور باہر کی ہر آہٹ سننا چاہتا تھا۔

اور رات گذرتی رہی۔

نہ جانے کون سا پہر تھا جب فضا میں ہیلی کاپٹر کی آواز ابھری اور میں اچھل پڑا۔ بنی شاید کچی نیند میں تھی، اس نے بھی یہ آواز سنی اور ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھی۔

"نواز ---- نواز ---- یہ آواز ---- ہیلی کاپٹر کی ہے۔"

"ہاں۔" میں نے سرد لہجے میں کہا۔

"وہ لوگ کامیاب ہو گئے۔ کیا ہیلی کاپٹر اسی طرف نہیں آ رہا؟"

"ہاں بنی۔" میں نے شدید ذہنی انتشار کے عالم میں کہا۔ میری سمجھ میں کچھ نہیں آیا تھا۔ میں نے تو کچھ اور کہا تھا۔ کیا گولڈ مین اپنے مشن میں کامیاب ہو گیا؟ کیا اس کی ملاقات سردارے سے ہو گئی اور سردارے نے ذہانت سے کام لیتے ہوئے یہی بہتر سمجھا کہ ہیلی کاپٹر لے چلے اور وہ کام انجام دے جو ہم چاہتے تھے۔

سردارے کی ذہانت کو مد نگاہ رکھتے ہوئے یہ بات ناممکن نہیں تھی لیکن ---- لیکن سردارے ---- میرا ذہن ساتھ نہیں دے رہا تھا۔

"تو آؤ، باہر چلیں۔ انہیں اشارہ دیں۔" بنی میرا بازو پکڑ کر بولی۔

"رکو بنی۔" میں نے اسے تھام لیا۔

"کیوں؟" بنی تعجب سے بولی۔

"انہیں آ جانے دو، پھر چلیں گے۔" میں نے کہا۔

"اوہ۔ نواز! کیا تمہیں ان کی کامیابی پر شبہ ہے؟ انہوں نے شاندار پیمانے پر کام کیا ہے اور وہی کیا ہے جو ہم چاہتے تھے۔ وہ ہیلی کاپٹر لے آئے ہیں۔"

"بنی پلیز مجھے سوچنے دو۔ یہ بھی ممکن ہے کہ......" میرا جملہ پورا نہیں ہوا تھا کہ اچانک غار میں تیز روشنی رینگ آئی، انتہائی تیز روشنی اور بنی اچھل پڑی۔

"یہ ---- یہ کیا؟" اس نے متحیرانہ لہجے میں کہا اور مجھے جواب دینے کی نوبت پیش نہ آئی۔ دو خوفناک دھماکے ہوئے۔ رات کا سکوت جس طرح زخمی ہوا وہ بہت خوفناک تھا۔ پتھروں کے لڑھکنے کا شور ہیجان خیز تھا۔ پھر ایک دھماکہ اور اس کے بعد دو اور دھماکے۔

یوں لگتا تھا جیسے پہاڑ ریزہ ریزہ ہو رہے ہوں۔ ہیلی کاپٹر سے بم پھینکے جا رہے تھے اور ان آوازوں میں انسانی چیخیں بھی شامل تھیں۔ ہمارے محافظ بموں کا شکار ہو رہے تھے۔ بنی مجھ سے چمٹ گئی تھی۔ عام حالات میں وہ بزدل نہیں تھی لیکن چونکہ کچی اور تکلیف وہ نیند سے جاگی تھی اس سے بدحواس ہو گئی تھی۔

میں خاموش کھڑا رہا۔ بنی کے منہ سے بھی کوئی آواز نہیں نکلی تھی اور یہی مناسب تھا ورنہ اس وقت اس کے سوالات جھنجلاہٹ کا باعث بن جاتے۔

دھماکے وقفے وقفے سے ہو رہے تھے۔ اس کے ساتھ ہی روشنی کے بم بھی پھینکے جا رہے تھے تاکہ ان پوشیدہ لوگوں کو دیکھ لیا جائے جو پہاڑوں میں چھپے ہوئے تھے۔ ہوریشو واقعی چالاک انسان تھا۔ اسے ان مسلح لوگوں کا اندازہ تھا جو بنی کے ساتھ تھے اور پھر اس نے ہمارے بارے میں بھی ضرور سوچا ہو گا۔ اسے یقین ہو گا کہ ہم غافل نہیں ہوں گے چنانچہ اس نے پہاڑوں میں حملہ مناسب نہ سمجھا اور اس طرح کارروائی کی۔

لیکن اب وہ ہر قیمت پر سب کو ختم کرنے پر تل گیا تھا۔ وہ شاید کھل کر مکلینو کے مقابلے پر آ گیا تھا کیونکہ ظاہر ہے کسی بھی قیمت پر مکلینو کم از کم اپنی بیٹی کی موت پسند نہیں کرے گا لیکن اب ہوریشو سے بے نیاز ہے۔ اسے مکلینو یا اس کی بیٹی کا کوئی خیال نہیں ہے۔

اگر ہم غار سے باہر نکل جاتے تو ممکن ہے ہمیں بھی نقصان پہنچ جاتا لیکن غار کافی کشادہ تھا اور اس کی چھت مضبوط چنانچہ ہم محفوظ تھے۔

بنی اس وقت اپنی تمام تیزی اور طراری بھول گئی تھی۔ وہ کسی معصوم بچی کی طرح مجھ سے چمٹی ہوئی کھڑی تھی۔ اس وقت کوئی یہ کہہ بھی نہیں سکتا کہ وہ خود کو اتنی خطرناک سمجھنے والی لڑکی ہے۔

میں انتظار کرتا رہا۔ دھماکے اب بھی ہو رہے تھے اور پھر تھوڑی دیر کے بعد ہیلی کاپٹر کی آواز دور ہونے لگی۔ گویا ان لوگوں نے اپنا کام ختم کر لیا تھا۔ میرے لیے تو بہت سی فکریں تھیں۔ سردارے' گرانٹ گولڈ مین وغیرہ۔ نہ جانے ان لوگوں کا کیا حشر ہوا۔ میرا اپنا خیال تھا کہ اس جزیرے پر یہی ایک ہیلی کاپٹر تھا' ممکن ہے دوسرے بھی ہوں۔ پتہ نہیں یہ لوگ اس ہیلی کاپٹر پر قبضہ بھی کر سکے یا نہیں۔ شاید کسی اور چکر میں پھنس گئے ہوں۔

بہرصورت چونکہ ایک ہی ہیلی کاپٹر یہاں پر آیا تھا اس لیے یہ بات نہیں سوچی جا سکتی تھی کہ وہی ہیلی کاپٹر ہو' جس میں ہم لوگ یہاں تک پہنچے ہیں۔ اس کا پائلٹ ہوریشو کے قبضے میں تھا ورنہ وہ ہمیں اس جگہ کیوں اتارتا۔ ہیلی کاپٹر میں بنی بھی موجود تھی اور وہ جس طرح ہوریشو کے آدمیوں کی صف میں جا ملا تھا' اس سے بھی یہی اندازہ ہوتا تھا۔

گویا سردارے وغیرہ خطرے میں تھے۔ میرے بدن میں بجلیاں سی دوڑ گئیں۔ اس وقت میں اپنی زندگی کی کوئی پرواہ نہیں کر سکتا تھا۔ یہاں سے نکلنے کا جو خیال ذہن میں تھا' اس پر کامیابی سے عمل ہونا چاہئے تھا لیکن اس سے زیادہ مجھے سردارے کی فکر تھی اس کے بعد گولڈ مین کی۔ باقی کسی سے مجھے کوئی سروکار نہیں تھا۔ لیکن ہونا کیا چاہئے۔۔۔۔۔؟ میں نے سوچا فی الوقت کوئی بات میری سمجھ میں نہیں آئی تھی۔ بنی شاید اپنے حواس پر قابو پا چکی تھی۔ جب اس نے مجھ سے کہا۔

"کیا خیال ہے نواز' باہر نکلیں۔ ہیلی کاپٹر واپس جا چکا ہے۔" اس نے میرے بازو کو تھامتے ہوئے کہا۔

"ہاں چلو۔ باہر چلتے ہیں۔" میں نے کہا اور بنی کا بازو پکڑ کر باہر نکل آیا۔ تاریکی بدستور تھی۔ کہیں کہیں کراہوں کی آوازیں ہماری رہنمائی کر رہی تھیں لیکن ان لوگوں کو دیکھنے سے فائدہ بھی کیا۔ ہم ان کے لیے کیا کر سکتے تھے۔ ہم اپنی الجھنوں میں گرفتار تھے۔ تب بنی نے کہا۔

"اب کیا کیا جائے نواز؟"

"بڑی مشکل ہے بنی۔ اگر میرے ساتھی ٹھیک ہوں اور یہاں واپس آنے کی کوشش کریں تو ان کے لیے بھی خطرہ پیدا ہو سکتا ہے۔"

"ہاں۔ یقیناً! مگر کیا ہم یہیں قیام کریں؟ کیا اس کے بعد وہ یہاں کی حالت دیکھنے نہیں آئیں گے؟"

"آئیں گے ضرور لیکن دن کی روشنی میں۔ رات کو وہ یہاں اترنے کی ہمت نہیں کر سکتے۔" میں نے جواب دیا۔

"ہاں یہ بھی ٹھیک ہے' پھر انہیں ضرورت بھی کیا پڑی ہے اس کی۔" بنی نے کہا۔

"تو پھر؟"

"تم سوچو نواز۔ میں تو بالکل معطل ہو کر رہ گئی ہوں' حالانکہ اس سے قبل میں ایسی نہ تھی۔ لیکن

اندازہ ہوتا ہے جب دلوں میں محبت پیدا ہو جاتی ہے تو آدمی بزدل بھی ہو جاتا ہے۔ میں پہلے جیسی بنی نہیں رہی۔" بنی نے کہا اور میں اس کو دیکھنے کی کوشش کرنے لگا۔ تاریکی میں مجھے اس کا چہرہ نظر نہیں آ رہا تھا۔ تاہم بنی کے جذبات سے میں نے اندازہ لگایا کہ وہ خود کو بھول بیٹھی ہے۔

"آؤ بنی۔" میں نے ایک فیصلہ کرنے کے بعد کہا۔ اس وقت یہاں سے نکلنا خطرے سے خالی نہیں تھا۔ بہرحال ہم وہاں سے نکلنے کی کوشش کرنے لگے اور کچھ دیر کے بعد ہم دونوں کھلے میدان میں آ گئے اور ایک بار پھر ہمیں ایک خوفناک واقعے سے دوچار ہونا پڑا۔

ہیلی کاپٹر واپس آ رہا تھا۔ اس وقت ہم کھلے میدان میں تھے۔ ہم دونوں کو دیکھ لیے جانے کا خطرہ زیادہ تھا۔

یقیناً وہ روشنی کے بم پھینکے گا اور اس کے بعد بچے کھچے لوگوں کو ہلاک کرنے کی کوشش کریں گے۔ گویا ہیلی کاپٹر دوبارہ لوڈ ہو کر آ رہا تھا۔ میں نے صورت حال کو محسوس کیا اور بنی کا ہاتھ پکڑ کر نہایت تیز رفتاری سے بھاگنے لگا۔ میری یہی کوشش تھی کہ میں ان پہاڑیوں سے دور جا نکلوں۔ میں اور بنی نہایت تیز رفتاری سے دوڑتے رہے۔ ہیلی کاپٹر کافی پیچھے رہ گیا تھا لیکن ظاہر ہے ہم اس کا مقابلہ نہ کر سکتے تھے۔

چنانچہ تاروں کی چھاؤں میں ہمیں ایک درخت کا سایہ سا نظر آیا۔ ہم اس کی طرف دوڑنے لگے تھے۔ چند ساعت کے بعد میں درخت کے نزدیک تھا۔ ہیلی کاپٹر ابھی ہم سے کافی دور تھا اور مجھے یقین تھا کہ تاریکی میں وہ لوگ ہمیں دوڑتے ہوئے نہ دیکھ سکیں ہوں گے' ورنہ درخت کے اوپر پھینکے جانے والا ایک بم ہی کافی تھا۔

ہم درخت کے نیچے پہنچ گئے۔ ہیلی کاپٹر تیز رفتاری سے چلتا ہوا پہاڑی پر پہنچ گیا اور وہی ہوا جس کا خدشہ تھا۔ ایک بار پھر ہم نے دیکھا کہ پہاڑوں میں روشنی پھیل گئی اور اس کے ساتھ ہی خوفناک دھماکے ہونے لگے۔ بنی نے کان بند کر لیے تھے۔

"بنی!" میں نے آہستہ سے کہا۔

"نواز۔ نواز میں پاگل ہو جاؤں گی۔"

"ذہن کو قابو میں رکھو بنی۔ تم باہمت لڑکی ہو۔"

"مگر اب کیا کریں۔ اب بتاؤ کیا کریں؟"

"میرا خیال ہے وہ لوگ صرف ایک ہیلی کاپٹر پر آئے ہیں۔ یہاں دوسرے لوگ یقیناً موجود نہ ہوں گے۔ وہ پہاڑوں پر متوجہ ہیں۔ چنانچہ ہمیں تیزی سے اس جگہ سے نکل جانا چاہئے۔ آؤ۔" میں نے اس کے جواب کا انتظار کیے بغیر اس کا بازو پکڑ لیا اور ہم برق رفتاری سے دوڑنے لگے۔ اس بار میرا رخ آبادی کی جانب تھا۔

جو کچھ ہو گا دیکھا جائے گا' میں نے سوچا تھا۔ بہرصورت انتہائی برق رفتاری سے دوڑتے ہوئے ہم کافی دور نکل آئے۔ پہاڑیوں پر گویا دھماکوں کی بارش ہو رہی تھی۔ ہوریشو قہر توڑ رہا تھا۔ غالباً وہ بالکل ہی پاگل ہو گیا تھا۔

تب تھوڑی دیر کے بعد ہم ایک مکان کے نزدیک پہنچ گئے۔ بستی کے لوگ جاگ چکے تھے۔ انہیں اندازہ تھا کہ کیا ہو رہا ہے۔ ویسے بھی میں نہیں کہہ سکتا تھا کہ اس جزیرے پر ہوریشو یا مکلینو کی کیا

حیثیت تھی۔

یہاں کے لوگ سب کے سب اس کے غلام تھے یا پھر ان میں سے کچھ ایسے بھی تھے جو جزیرے
زندگی گزار رہے تھے۔ اس کے بارے میں کوئی اندازہ نہیں لگایا جاسکتا تھا اور نہ ہی اس وقت بنی سے پوچھ
کا یہ موقع تھا۔ مکان کی آڑ میں پہنچ کر ہم خاموش کھڑے ہوگئے۔ مجھے خطرہ تھا کہ ان لوگوں نے کہیں ہمیں
اس طرف آتے دیکھ نہ لیا ہو۔ اگر یہ صورت حال ہوئی تو کافی مشکلات پیش آسکتی تھیں۔

تاہم جس مکان کی آڑ میں ہم لوگ کھڑے تھے وہاں اوپر سے لوگوں کی گفتگو کرنے کی آوازیں سنا
دے رہی تھیں۔ اس سلسلے میں وہ لوگ چہ میگوئیاں کر رہے تھے۔

میں نے ایک لمحے میں فیصلہ کیا اور پھر میں مکان کا دروازہ تلاش کرنے لگا۔ جلد ہی مجھے دروازہ
گیا۔ اسے کھولنے میں کوئی خاص دقت نہیں ہوئی تھی۔

میں مکان کے اندر رینگ گیا۔ بنی میرے ساتھ ہی تھی۔ چھوٹا سا مکان تھا' دو تین کمروں پر مشتمل
معمولی سی بناوٹ۔ نہ جانے اس مکان میں کتنے افراد ہوں۔ میں نے سوچا۔ میرے ذہن میں خوفناک منصو
جنم لے رہا تھا۔ بہرصورت میں مکان میں روشنی تلاش کرتا ہوا اندر ایک کمرے میں پہنچ گیا۔ یہ خواب گاہ لگ
آرہی تھی۔

اس وقت حالات کافی خراب تھے۔ خواب گاہ میں ایک ڈبل بیڈ پڑا ہوا تھا۔ چند ضروری چیزوں
علاوہ وہاں کچھ نہ تھا۔ چنانچہ میں نے بنی کو اشارہ کیا اور ہم دونوں بیڈ کے نیچے رینگ گئے۔ بہت ہی عجیب
صورت حال تھی۔ ہم چوہوں کی طرح چھپتے پھر رہے تھے۔

بنی بھی اس ماحول سے بے حد متاثر نظر آرہی تھی۔ بیڈ کے نیچے چھپے چھپے ہم دروازے کی جانب
دیکھتے رہے۔ دروازہ بالکل ہی سامنے تھا اور اگر کوئی اندر داخل ہوتا تو ہمیں یقیناً اندازہ ہو جاتا۔ بنی ساکت
وصامت پڑی ہوئی تھی۔ وہ زور زور سے سانس بھی نہیں لے رہی تھی۔ مبادا اس کی آواز باہر نہ نکل
جائے۔ اس وقت اس کے اندر کی عورت پوری طرح ابھر آئی تھی۔

لیکن بیڈ کے نیچے لیٹے لیٹے ہی اچانک میرے بدن میں ایک پھریری سی آئی اور میرے اندر۔
ایک آواز ابھری۔

"نواز! یہ سب کیا ہے؟ میں چونک پڑا۔ دل ہی دل میں' میں نے اس آواز سے پوچھا کہ وہ کیا
چاہتی ہے۔

"تم خوفزدہ ہو؟" اس نے کہا۔

"نہیں۔"

"پھر تمہاری یہ کیا کیفیت ہے؟"

"صرف حالات۔"

"کیا تم حالات سے مغلوب ہو جانے والے ہو؟"

"ہرگز نہیں۔"

"پھر اتنے بزدل کیوں بن رہے ہو۔ اپنے ذہن سے کام لو۔ اپنی ان قوتوں کو آواز دو جو انوکھے کارنا
انجام دیتی ہیں۔ آواز نے مجھے ڈھارس دلائی اور درحقیقت میں نے اپنے اندر ایک

محسوس کیا۔ نواز ---- وہی نواز جو انسانی قدروں سے باغی تھا۔

"بنی! تمہیں خوفزدہ ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ تم اسی جگہ رکو میں ابھی آتا ہوں۔" میں نے
کہا۔

"اوہ کہاں نواز؟"

"بس ---- کچھ نہیں بنی۔ میں نے تم سے کہہ دیا ہے کہ تم آرام سے یہاں لیٹو' میں ابھی تم
سے ملوں گا۔"

"لیکن ---- ؟"

"پلیز بنی! مجھے ڈسٹرب نہ کرو۔" میں نے کسی قدر سخت لہجے میں کہا اور مسہری کے نیچے سے باہر
رینگ گیا۔ میں دروازے کی جانب جا رہا تھا۔ مجھے اب اس بات کی بھی پرواہ نہیں تھی کہ بنی میری ہدایت پر
عمل کرتی ہے یا نہیں۔ اگر اس نے میری ہدایت سے اختلاف کیا تو ظاہر ہے ماری جائے گی اور مجھے اس بات
سے کوئی دلچسپی نہ تھی۔ میں تو صرف اسے اپنا آلہ کار بنا کر لایا تھا' وہ میری محبوبہ نہ تھی۔ یہ فطرت تو کبھی کی
سو چکی تھی۔ چنانچہ میں دروازہ کھول کر باہر نکل آیا۔ ابھی چند ہی قدم گیا تھا کہ چھت سے اترنے والے
میرے سامنے پہنچ گئے۔ دو عورتیں اور ایک مرد تھا۔

میں نے اپنی جگہ کھڑے کھڑے اندازہ لگایا کہ ان کے علاوہ تو کوئی اور موجود نہیں ہے۔ ان تینوں کی
آوازوں کے علاوہ اور کوئی آواز محسوس نہیں ہو رہی تھی۔ چنانچہ میں نے یہ اندازہ لگایا کہ یہاں پر صرف
یہی تینوں افراد ہو سکتے ہیں۔

ویسے ان لوگوں نے خواب گاہ کا رخ نہیں کیا تھا جہاں بنی چھپی ہوئی تھی' بلکہ وہ ایک دوسرے
کمرے میں جا کر بیٹھ گئے۔ کمرے کا دروازہ انہوں نے کھلا چھوڑ دیا تھا۔ میں آہستہ آہستہ دروازے کے
قریب پہنچ گیا۔ دراصل میں ان کی باتیں سننا چاہتا تھا۔ ویسے پستول میرے پاس موجود تھا اور ہلکی گن بھی
میرے لباس میں چھپی ہوئی تھی۔

پستول میں نے نکال کر ہاتھ میں لے لیا تھا تاکہ کسی بھی خطرے سے فوری طور پر نبٹ سکوں۔ تب
عورت کی آواز ابھری۔

"جیک! آخر یہ سب کیا ہے؟"

"میرا خیال ہے ہیلنا' ہوریشو کی ان لوگوں سے ٹھن گئی ہے۔" جیک نے جواب دیا۔

"مگر وہ تو ہوریشو ہی کے ساتھی ہیں؟" عورت نے کہا۔

"ہاں مگر باس کی بیٹی بنی بھی ان کی ساتھی ہے۔" جیک نے جواب دیا۔

"لیکن ہوریشو کی یہ جرأت کیسے ہوئی کہ وہ بنی کے خلاف ہو گیا؟"

"ہوریشو۔" جیک نے ایک گہری سانس لے کر کہا۔ "وہ اپنی دنیا کا شہنشاہ ہے۔ بگڑ گیا سو بگڑ گیا' اسے
بس کلینو نہ روک سکے گا۔"

"لو۔ تم باس کے بارے میں یہ بات کہہ رہے ہو۔"

"میں یہ بات تمہارے سامنے کہہ رہا ہوں کسی بھرے مجمعے میں نہیں کہہ رہا۔" جیک نے شاید
سا کہا۔

"وہ تو ٹھیک ہے لیکن کیا اس کی ذمہ داری ہم پر بھی عائد نہیں ہوتی؟" ہیلنا نے پوچھا۔

"کس کی؟"

"ہمیں کس کی مدد کرنی چاہیے؟"

"صرف اپنی۔" جیک نے بگڑے ہوئے لہجے میں کہا۔

"مگر اپنی مدد بھی ہم اسی طرح کر سکتے ہیں کہ مکلینو کی مدد کریں ورنہ کیا مکلینو ہمیں معاف کر دے گا؟"

"ہمارا اس میں کیا قصور ہے۔ ہوریشو نے ان لوگوں کو اپنے ساتھ ملا کر حکم دیا ہے۔ چنانچہ وہ لوگ ہوریشو کا ساتھ دے رہے ہیں اور یہ مکلینو کا ہی کہنا تھا کہ ہوریشو کو اس کے بعد سیکنڈ سمجھا جائے۔"

"لیکن ہوریشو، بنی کے خلاف ہے؟"

"اوہ ہیلنا! تم فضول باتوں سے پرہیز کرو۔ بنی بے شک مکلینو کی بیٹی ہے لیکن میرا خیال ہے اسے بھی اتنے اختیارات حاصل نہیں ہیں، جتنے کہ ہوریشو کو۔" جیک نے جواب دیا۔

"تو کیا وہ اسے مار ڈالے گا؟" ہیلنا نے خوفزدہ لہجے میں پوچھا۔

"مار چکا ہوگا۔ وہ اس کا دشمن بن گیا ہے اور ہوریشو جس کا دشمن بن جائے اس کی زندگی کے بارے میں تم کیا کہہ سکتی ہو۔" جیک نے کہا۔

"مجھے تو گروہ میں انتشار کا خطرہ پیدا ہو گیا ہے۔"

"کیا مطلب؟"

"کہیں گروہ میں آپس میں ہی نہ ٹھن جائے۔ دیکھو نا، جزیرے ہی کے لوگوں میں آپس میں اختلاف پیدا ہو گیا ہے۔ دو گروہ بن گئے ہیں۔ بلاشبہ مکلینو پورے گروہ کا سربراہ ہے اور اس کے ہاتھ لمبے ہیں لیکن ہوریشو اپنی ایک الگ دنیا رکھتا ہے۔"

"اس میں کوئی شک نہیں ہے۔"

"تو کیا مکلینو اور ہوریشو میں چل نہ جائے گی؟"

"ہوریشو بے حد چالاک ہے۔ تم کیا سمجھتی ہو۔ کیا وہ مکلینو کے مقابلے پر آئے گا۔ ہرگز نہیں۔ اگر اس نے بنی کو مار بھی دیا ہے تو کیا مکلینو کے سامنے وہ اقرار کرے گا۔"

"اوہ۔ میں نہیں سمجھی؟" ہیلنا نے کہا۔

"ہیلی ڈیر! کل جزیرے پر قتل عام ہوگا۔ ان تمام لوگوں کو چن چن کر قتل کر دیا جائے گا جو ہوریشو کے خلاف مکلینو کے سامنے گواہی دے سکتے ہیں۔ اس کے بعد صرف وہی لوگ رہ جائیں گے جو ہر طرح سے ہوریشو کے حامی ہیں اور پھر ہوریشو خود بنی کی لاش لے کر روتا دھوتا مکلینو کے سامنے جائے گا اور اسے غم کی کہانی سنائے گا۔ وہ کہے گا کہ ایک گروہ بنی کے خلاف ہو گیا تھا، اس نے بنی کو ہلاک کر دیا اور افسوس وہ خود وہاں نہ تھا۔ اسے اطلاع ملی تو وہ جزیرے پر پہنچا اور اس نے باغی گروہ کے ایک ایک فرد کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔"

"خدا کی پناہ!" ہیلنا نے گہری سانس لے کر کہا۔

"ہوریشو سے شیطان بھی پناہ مانگتا ہے۔ یہ تو میں نے کہا ہے ممکن ہے اس سے بھی

ذہن تراش لے۔" جیک نے ہنستے ہوئے کہا۔

"لیکن جیک! یہ تو مکلینو سے غداری ہے۔"

"کیا مطلب؟" جیک کی آواز ابھری، اس کی آواز میں کسی قدر خشونت تھی۔

"ہم کس کے وفادار ہیں؟"

"کہہ چکا ہوں اپنے۔ کیا تم ہوریشو کے خلاف بولو گی؟ کیا اس کے بعد وہ ہمیں زندہ چھوڑے گا؟"

"لیکن ضمیر بھی تو کوئی چیز ہے جیک۔"

"کیا فضول بکواس لگا رکھی ہے۔ ضمیر کیا ہوتا ہے۔ زندگی ضمیر سے زیادہ قیمتی ہے۔ تم جواب دو۔ کیا تم ہوریشو کے خلاف بولنے کی جرات کرو گی؟"

"ہاں۔ خواہ مجھے مصلحت سے کام لینا پڑے۔" ہیلنا نے جواب دیا۔

"مصلحت؟" جیک کی آواز میں سانپ کی سی پھنکار تھی۔

"ہاں جیک! ہم بظاہر ہوریشو کے خادم ہیں۔ کل اگر ہوریشو نے مکلینو کے وفاداروں کو تلاش کیا تو ہم ان میں نہ ہوں گے لیکن میں عہد کرتی ہوں کہ مکلینو کو بنی کی موت کی کہانی ضرور سناؤں گی۔" ہیلنا نے کہا۔

"اوہ۔ یہ تو اچھی بات ہے اور تم روبیا؟" جیک نے دوسری لڑکی کو مخاطب کیا۔

"میں ہیلنا کی طرح بے وقوف نہیں ہوں۔ میں کسی قیمت پر ہوریشو کو اپنا دشمن نہیں بناؤں گی۔ جب دوسرے خاموش رہیں گے تو مجھے ہی بولنے کی کیا ضرورت ہے۔"

"لیکن ہیلنا مصلحت سے کام لے گی۔" جیک نے کہا۔

"میں اپنی مرضی کی مالک ہوں۔" ہیلنا نے کہا۔

"مصلحت واقعی اچھی چیز ہے۔ روبیا۔ ہیلنا ٹھیک کہہ رہی ہے لیکن کیا ہمیں بھی مصلحت سے کام نہیں لینا چاہیے؟" جیک مکاری سے بولا۔

"اوہ جیک مناسب یہی ہوگا۔ بالآخر مکلینو، ہوریشو پر قابو پا لے گا۔" ہیلنا نے سمجھا کہ جیک اس کا ہمنوا بن رہا ہے لیکن جیک ہنسنے لگا۔

"تمہارا نام مجھ سے منسوب ہے ہیلنا۔ اگر تمہارے ارادے ہوریشو کو پتہ چل گئے تو ہم بھی لپیٹ میں آ سکتے ہیں اس لیے ہوریشو کی غدار کو کیوں نہ اس کے سامنے پیش کر دیا جائے۔ اس طرح ہوریشو کی نگاہ میں ہمارا اعتماد بڑھے گا۔"

"کک کیا مطلب؟" ہیلنا بوکھلا کر بولی لیکن جیک کھڑا ہو گیا۔

"مس ہیلنا کو باندھنے میں تم میری مدد کرو روبیا۔" اس نے اپنی ساتھی لڑکی سے کہا اور پھر پھرتی سے آگے بڑھ کر ہیلنا کو دبوچ لیا۔

"جیک! تم----- تم۔ مجھے۔ ہوریشو کے سامنے پیش کرو گے؟"

"ہاں ہیلنا! اس کے غدار کی حیثیت سے اور تم جانتی ہو میں جھوٹ تو نہیں بولوں گا۔ روبیا رسی لے آؤ۔" جیک نے کہا۔

مکان کا کچن زیادہ دور نہیں تھا۔ اس کے جانے کے بعد بنی نے میری طرف دیکھا۔

"اب کیا پروگرام ہے نواز؟"

"سارے کام بگڑ چکے ہیں بنی۔۔۔۔۔۔ لیکن اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ ابھی ہم ہوریشو نہیں آئے اور ابھی ہوریشو کو ہمیں گرفتار کرنے میں خاصی مشکلات پیش آئیں گی۔" میں نے جواب

"کمبخت درندہ ہے' خونخوار درندہ۔۔۔۔۔۔ مجھے گمان بھی نہیں تھا کہ وہ کوئی ایسا قدم اٹھائے

"وہ مکلینو سے پوری طرح باغی ہو چکا ہے۔ حالانکہ ابھی اسے ہمارے بارے میں ہے۔"

"ہاں۔ مجھے اندازہ ہے۔"

"بہرحال میرے آدمی ناحق پھنس گئے۔ بنی! یہاں دوسرا کوئی ہیلی کاپٹر بھی ہو سکتا ہے؟"

"اس بارے میں مجھے نہیں معلوم۔"

"نہ جانے میرے ساتھی کس پوزیشن میں ہیں۔"

"وہ۔۔۔۔۔۔ وہ مارے نہ گئے ہوں۔" بنی نے پریشانی سے کہا اور میرے بدن میں آگ لگ

"اگر سردارے کو کچھ ہو گیا بنی۔۔۔۔۔۔ تو۔۔۔۔۔۔ تو میں اس جزیرے کو ویران کر دوں یہاں کسی ذی روح کو زندہ نہ چھوڑوں گا۔ جزیرے کی زمین خون سے سرخ ہو جائے گی۔" نہ جا آواز میں کیا بات تھی کہ بنی خوفزدہ ہو گئی۔ وہ خشک ہونٹوں پر زبان پھیرتے ہوئے بولی۔

"میں ہر حال میں تمہارا ساتھ دوں گی نواز۔۔۔۔۔۔ خواہ مجھے اپنی جان سے ہاتھ دھونا پڑیں۔

"ہر طرح کا خوف ذہن سے نکال دو بنی۔۔۔۔۔۔ ہم حالات سے نمٹنے کی ہمت بھی رکھتے صلاحیت بھی۔ میرا خیال ہے ہم ہیلنا سے کام لے سکتے ہیں۔"

"کیسا کام؟"

"یہ لڑکی قابل اعتماد ہے۔ میں اس کی گفتگو سن چکا ہوں۔ جیک اور روبیا تو اسے قتل کر دیے گئے تھے اور وہ مکلینو کے نام پر خوشی سے جان دینے پر تیار ہو گئی تھی۔"

"ہاں۔ مکلینو کے وفادار ایسے ہی ہوتے ہیں۔"

"بہرحال وہ ہمارے کام آئے گی۔ ہم اسے جزیرے کے حالات معلوم کرنے کا کام سونپیں لیکن اس سے قبل خود اس سے اس کے بارے میں معلومات حاصل کی جائیں گی۔"

"جیسا تم مناسب خیال کرو نواز۔۔۔۔۔۔ میں تو الجھ گئی ہوں۔ لیکن براہ کرم میرے جملوں نتیجہ اخذ نہ کرنا کہ میں اس صورتحال پر پشیمان ہوں۔"

"میں جانتا ہوں بنی۔" میں نے گردن ہلائی۔ بلاشبہ میرے ذہن میں بھی یہ بات تھی کہ بنی کر اپنے کردار میں مضبوط ہے اور آخر وقت تک ساتھ دینے والوں میں سے ہے۔

تھوڑی دیر کے بعد ہیلنا واپس آ گئی۔ اس کے ہاتھوں میں کافی کی ٹرے تھی اور اس میں ہی عم کے بسکٹ رکھے ہوئے تھے۔ گرم کافی اور لذلذ بسکٹوں میں بڑا لطف آیا تھا۔ ہم نے خلوص دل سے شکریہ ادا کیا۔

"شرمندہ نہ کریں باس! آپ ان حالات میں مجھ سے ملی ہیں۔ میرا خوشی سے برا حال ہے۔

آپ کی جتنی خدمت کروں کم ہے۔" ہیلنا نے ہاتھ ملتے ہوئے کہا۔

"ایک بات بتاؤ ہیلنا!" بنی نے کہا۔

"جی باس!"

"تم یہاں اس جزیرے پر کتنے عرصہ سے ہو؟"

"تقریباً پانچ سال سے باس!"

"اس سے قبل کہاں تھا؟"

"ڈنمارک میں۔"

"یہاں تم سے کیا کام لیا جاتا ہے؟"

"نمک کی ایک فیکٹری میں اسٹینو ہوں۔ لیکن۔۔۔۔۔۔"

"لیکن کیا؟"

"اصل کام یہ نہیں ہے باس!"

"پھر؟"

"میں لوگوں کی داشتہ بھی رہتی ہوں۔ گروہ کی طرف سے یہ کام میرے سپرد ہے۔ بحیثیت عورت ایسے لوگوں کو متاثر کروں جو گروہ کے لئے کوئی مشتبہ حیثیت رکھتے ہوں اور پھر ان کے حالات کی رپورٹ گروہ کو دوں۔ اس سے میری زائد آمدنی بھی ہوتی ہے جس پر گروہ کو کوئی اعتراض نہیں ہے۔"

"اوہ' تب تو تم کام کی لڑکی ہو۔۔۔۔۔۔ یہاں تمہارے دوست آتے ہیں؟"

"دوست۔ میرا بے غرض دوست کوئی نہیں ہے مادام۔"

"کیا مطلب؟"

"لڑکیوں میں میری لائن کی چند لڑکیاں شناسا ہیں۔ وہ سب خود غرض ہیں اور بے غرض دوستی نہیں پالتیں۔ رہے مرد۔۔۔۔۔۔ تو میرا تعلق صرف ان مردوں سے ہے جو میرے جسم کے شیدائی ہیں۔"

"اوہ' کیا وہ یہاں آتے ہیں؟"

"نہیں۔ یہاں کوئی نہیں آتا۔"

"تم ان کے پاس جاتی ہو؟"

"آپ سے کچھ نہیں چھپاؤں گی باس۔۔۔۔۔۔ ذہن کے کسی گوشے میں یہ احساس باقی نہیں رہ گیا ہے کہ کسی اچھے انسان کی چاہت بن سکتی ہوں۔ یہ خیال بھی رکھتی ہوں کہ اگر کسی نے میری شکل و صورت سے متاثر ہو کر میری طرف اس طرح بڑھنے کی کوشش کی تو اسے غلط فہمی میں نہ رہنے دوں گی۔ چنانچہ مجھے کسی ایسے شخص کا انتظار نہیں ہوتا جو دل کی سڑک سے آتا ہے۔ ہاں۔۔۔۔۔۔ انسان ہوں' بعض اوقات زیادہ کمانے کے لئے اور۔۔۔۔۔۔ بعض اوقات اپنی طلب پوری کرنے کے لئے باہر نکل جاتی ہوں اور کسی کے ساتھ رات گزار لیتی ہوں۔"

"اوہ۔" بنی نے گردن ہلائی۔۔۔۔۔۔ اس کے لئے ہیلنا کے یہ الفاظ بہت متاثر کن تھے۔ لیکن میں نے ان پر غور بھی نہیں کیا۔ میرے سامنے تو ایسی داستانوں کے انبار تھے۔ ہر دل میں ایک زخم نظر آتا تھا مجھے تو' اور اب تو میں ان زخموں کو دیکھنے کا اتنا عادی ہو گیا تھا کہ زخم خوردہ کے درد پر نگاہ بھی نہیں جاتی تھی۔ ہیلنا

بھی ان لڑکیوں سے مختلف نہیں تھی جو مختلف اشکال میں میرے سامنے آچکی تھیں۔ لیکن بنی کافی متاثر نظر آرہی تھی۔ کئی منٹ وہ خاموش رہی' پھر بولی۔

"گویا یہاں کوئی نہیں آتا؟"

"ہاں باس۔ یہاں کبھی کوئی نہیں آتا۔"

"ہم مخصوص وقت تک یہاں پوشیدہ رہ سکتے ہیں؟"

"بڑے اطمینان سے باس۔۔۔۔۔۔ کوئی غیر معمولی صورتحال پیش آبھی گئی تب میں پورے خلوص سے آپ کے لئے جان دے دوں گی۔ اور وہی کروں گی جو کہہ رہی ہوں۔"

"شکریہ ہیلنا! تم عمدہ انسان ہو۔ میں اعتراف کرتی ہوں۔ بظاہر تم جو کچھ ہو لیکن اندر سے بہت مختلف ہو۔ کم از کم نمک حلال تو ہو۔ میں دل سے تمہاری عزت کرتی ہوں۔ ہم تمہیں ایک تکلیف دیں گے ہیلنا۔"

"میرے لئے سعادت ہوگی باس!"

"ہمارے حالات معلوم ہیں تمہیں؟"

"ہاں باس۔ ہوریشو آپ کے خلاف ہے اور یہ بھول گیا ہے کہ آپ باس کی بیٹی ہیں۔"

"اور اس کا جو خمیازہ اسے بھگتنا ہوگا تم وہ بھی سوچ سکتی ہو ہیلنا۔"

"مجھے اندازہ ہے باس۔۔۔۔۔۔ اور میں اسے پاگل ہی کہہ سکتی ہوں۔"

"آخری قدم اس نے جو اٹھایا ہے اس کا بھی تمہیں اندازہ ہے۔ وہ بزدل میرے آدمیوں کے سامنے تو نہیں آیا لیکن اس نے ہیلی کاپٹر سے ہماری قیام گاہ پر بم برسائے ہیں۔"

"ہاں باس۔۔۔۔۔۔ میرے علم میں ہے۔"

"چنانچہ ہیلنا! جو کام تمہیں کرنے ہیں کافی مشکل ہیں۔ لیکن تمہارے علاوہ یہاں کوئی نہیں ہے۔"

"آپ ہر خیال سے بے نیاز ہو کر بتائیں باس!" ہیلنا مستعدی سے بولی۔

"ہمارے چند آدمی ہوریشو کے خلاف مہم پر گئے تھے۔ دو آدمی الگ گئے ہیں۔ یہ دونوں قوی ہیکل ہیں۔ ایک کا نام گرانٹ اور دوسرا گولڈ مین کے نام سے مشہور ہے۔ ان کے بارے میں خفیہ طور پر اندازہ لگانا ہے کہ ان کا کیا ہوا۔ اگر وہ اتفاق سے تمہیں مل جائیں تو انہیں چھپا کر یہاں لے آؤ۔"

"ایسا ہی ہوگا باس!" ہیلنا نے جواب دیا۔

"اس کے علاوہ ایک دوسرا گروپ دوسری مہم پر گیا تھا۔ ان میں پانچ مرد اور ایک لڑکی ہے۔ جس کا نام نوئیل ہے۔ ایک مرد میرے دوست مسٹر نواز کا ہم وطن ہے۔ ان کے بارے میں بھی معلومات حاصل کرنا ہے۔"

"میں پوری کوشش کروں گی باس۔" ہیلنا نے گردن ہلائی۔

"باقی پہاڑوں میں جتنے لوگ ہلاک ہوئے ہیں' ان کے بارے میں بھی اگر کچھ معلوم ہو سکے۔۔۔۔۔"

"بالکل ٹھیک باس! میں صبح کو یہ کام کرلوں گی۔" ہیلنا نے کہا۔

"بس تو اب ہم آرام کریں گے ہیلنا۔۔۔۔۔۔ ایک بار پھر اس عظیم تعاون پر تمہارا شکریہ۔" بنی نے کہا۔ اور ہیلنا باہر نکل گئی۔ وہ کافی وغیرہ کے برتن لے گئی تھی۔

"واقعی عمدہ لڑکی ہے اور اس وقت ہمارا بہترین سہارا بنی ہے' کیا وقت ہوا ہے نواز؟"

"پونے پانچ۔" میں نے جواب دیا۔

"اب سونا تو حماقت ہے۔ لیکن آؤ تھوڑی دیر آرام کرلیں۔ آؤ نواز۔۔۔۔۔۔ حالات کا مذاق اڑانے والے! تمہارے ساتھ اگر چند روز رہ گئی تو پھر کسی بات سے خوفزدہ نہ ہوؤں گی۔" بنی نے میرا ہاتھ پکڑتے ہوئے کہا اور میں اس کے ساتھ مسہری پر پہنچ گیا۔ بنی نے مجھے مسہری پر گرا دیا تھا۔ اور پھر خود بھی میرے پاس لیٹ گئی۔

"کیا مطلب؟"

"ایک بار بھی تمہارے چہرے پر پریشانی یا خوف کے آثار نہیں تلاش کر سکی۔ جو کچھ کرتے ہو' جو سوچتے ہو' وہ عقل و دانش سے بھرپور ہوتا ہے اور خوفناک حالات میں ذہنی قوتوں کی یہ کارکردگی ناقابل یقین ہے میرے لئے۔"

"اوہ' زندگی بڑی حقیر شے ہے بنی۔۔۔۔۔۔ اس کا کوئی لمحہ تم سے وفا نہیں کر سکتا۔ چنانچہ اس بے وفا چیز سے دلچسپی رکھنا حماقت ہے۔ اسے ہماری پرواہ نہیں ہے تو ہم اس کی فکر کیوں کریں۔"

"کیسی انوکھی بات ہے۔"

"غلط تو نہیں ہے۔"

"ہرگز نہیں۔" بنی نے گردن ہلائی۔ پھر بولی۔ "اگر تمہارے یہ احساسات ہیں تو کسی بارے میں مت سوچو۔ باقی رات کے ان حسین لمحات کو اور حسین بنانے میں میری خدمات حاصل کرو۔ میں تمہارے ساتھ بھرپور تعاون کروں گی نواز۔۔۔۔۔۔ میں بھی یہی چاہتی ہوں۔ میں تمہاری طرح نڈر' تمہاری مانند دلیر نہیں ہوں۔ میں ان خوفناک واقعات سے فرار چاہتی ہوں۔ میں موت سے بھی خوفزدہ نہیں ہوں۔ میں زندگی کی دلچسپیاں قریب لانا چاہتی ہوں میری مدد کرو نواز۔۔۔۔۔۔" بنی نے اپنا بدن کھول دیا اور اس کے بعد۔۔۔۔۔۔ میں نے بھی یہی بہتر سمجھا کہ ذہنی انتشار کو بنی کی آغوش میں سلا دوں۔

ہیلنا خود ہمارے پاس نہیں آئی تھی۔ گو وہ خود بھی ہمارے ساتھ جاگتی رہی تھی۔ لیکن جس وقت میں باہر نکلا آٹھ بجے تھے۔ ہیلنا کچن میں مصروف تھی۔ میرے قدموں کی چاپ سن کر میری طرف مڑی اور پھر اس کے ہونٹوں پر خلوص بھری مسکراہٹ پھیل گئی۔

"صبح بخیر جناب!" اس نے گردن جھکا کر کہا۔

"صبح بخیر ہیلنا۔۔۔۔۔۔ یقیناً تم بھی سو نہ سکی ہوگی؟" میں نے کہا۔

"جی۔۔۔۔۔۔ نیند نہیں آسکی۔ پھر یہ بھی خیال تھا کہ سوگئی تو دیر سے آنکھ کھلے گی اور بنی باس کی موجودگی میں دیر سے جاگنے کی جرات کیسے کر سکتی تھی۔"

"تم قابل قدر ہستی ہو ہیلنا۔۔۔۔۔۔ مکلینو خوش نصیب ہے کہ اسے تم جیسے وفادار ملے ہیں۔"

"میں کس قابل ہوں جناب!"

"کیا کر رہی ہو؟"

"آپ کے لئے ناشتہ تیار کر رہی ہوں۔ کیا باس بنی بھی نہیں سو سکیں؟"

"نہیں۔ وہ جاگ رہی ہے۔"

"آپ باتھ روم ہو آئیں جناب! میں ابھی ناشتہ پیش کرتی ہوں۔" اس نے کہا۔

"اوکے ہیلنا ------ میں یہی دیکھنے آیا تھا کہ تم سو رہی ہو یا جاگ رہی ہو۔ ہم دونوں آدھے گھنٹے بعد تمہیں تیار ملیں گے۔" میں نے کہا اور ہیلنا نے پھر گردن خم کر دی۔ میں واپس بنی کے پاس پہنچ گیا اور اسے ہیلنا کے بارے میں بتایا۔ بنی خاموش ہو گئی تھی۔ پھر وہ اسی خاموشی سے اٹھ کر باتھ روم میں چلی گئی۔ میں اس کی ذہنی کیفیت کا اندازہ لگا سکتا تھا۔ بہرحال بنی اپنے ہاتھ قلم کر چکی تھی۔ بلاشبہ اس کا وہ اقتدار چھن گیا تھا جو اسے حاصل تھا۔ اگر وہ بدستور مکلینو کی وفادار ہوتی تو اس وقت تک نجانے کیا کر چکی ہوتی۔

تھوڑی دیر کے بعد وہ واپس آ گئی۔ پھر میں بھی باتھ روم سے واپس آیا تو ہیلنا ہمارے پاس پہنچ گئی۔

"ناشتہ لگا دوں باس؟" اس نے بنی کو سلام کرنے کے بعد پوچھا۔

"لگا دو ہیلنا ------ ہماری وجہ سے ------"

"پلیز باس! میری خوشیوں کو ان الفاظ سے پامال نہ کریں۔" ہیلنا نے لجاجت سے کہا اور بنی اپنی جگہ سے اٹھ گئی۔ وہ ہیلنا کے پاس پہنچ گئی۔ چند ساعت کھڑی رہی اور پھر ہیلنا کو کھینچ کر گلے سے لگا لیا۔

"تم جو کچھ کر رہی ہو ہیلنا ------ وہ میرے لئے بیحد قابل قدر ہے' اور یقیناً میں تمہیں اس کا صلہ نہیں دے سکوں گی۔ ہاں' تمہیں زندگی کے ہر دور میں ایک دوست کی حیثیت سے یاد رکھوں گی۔"

"مجھے صلہ مل گیا ہے باس! کاش میں چیخ چیخ کر سب کو بتا سکتی کہ باس نے مجھے کتنی بڑی عزت بخشی ہے۔" اس کا چہرہ خوشی سے سرخ ہو رہا تھا۔ پھر اس نے ناشتہ ہمارے ساتھ کیا۔ بے چاری نے ناشتے میں کافی محنت کی تھی۔ نہ جانے کب سے وہ ناشتہ تیار کر رہی تھی۔

"تم کتنی دیر کے بعد روانہ ہو گی ہیلنا؟"

"بس ناشتے کے فوراً بعد باس!"

"واپسی کی فکر مت کرنا۔ کام پورا کرنے کی کوشش کرنا۔ خواہ واپسی کتنی ہی دیر بعد ہو۔ اور ہاں' ہم تمہارے کچن کو خود ہی استعمال کر لیں گے۔ یہاں سے جاتے ہوئے مکان کو لاک کر دیتی ہو؟"

"ہاں باس!"

"آج بھی معمول کے مطابق مکان کو باہر سے بند کر دینا۔"

"جو حکم باس!" ہیلنا نے جواب دیا۔ اور پھر وہ برتن اٹھا کر باہر نکل گئی۔ پھر اس کے جانے کے بعد ہم نے ایک دوسرے کو دیکھا اور پھر بنی بولی۔

"اب نواز؟"

"کوئی کام نہیں ہے بنی ------ حالانکہ میرا دل تڑپ رہا ہے کہ باہر جا کر خود اپنے آدمیوں کا سراغ لگاؤں۔ لیکن مصلحت کے خلاف ہے۔ اور بہرحال میں اس وقت تک خطرہ مول لینے کے لئے تیار نہیں ہوں جب تک اس کے خاطر خواہ نتائج برآمد نہ ہوں۔" میں نے کہا۔

"لیکن اب تو اس کی ضرورت بھی نہیں ہے نواز؟"

"کیا مطلب؟"

"میرا مطلب یہ ہے کہ ہیلنا یہ کام بہتر طور پر کر سکتی ہے۔ تمہارے اور میرے لئے ------ اجنبی

اس کے علاوہ ہمارا یہاں کے لوگوں سے کوئی رابطہ بھی نہیں ہے۔ جبکہ ہیلنا اپنی مرضی کے مطابق اپنے لوگوں سے پوچھ بھی سکتی ہے۔" بنی نے پرخیال انداز میں کہا۔

"ہاں یقیناً۔"

"چنانچہ اس کی واپسی تک تم یہ احساس اپنے ذہن سے نکال دو۔"

"ٹھیک ہے بنی!" میں نے گہری سانس لے کر کہا۔

"میں نے ایک بات محسوس کی ہے نواز!"

"کیا؟"

"تمہیں اپنے ساتھی سے بیحد محبت ہے۔ نوئیل کے مسئلے میں' میں نے محسوس کیا تھا۔"

"یوں تو مجھے ان تمام لوگوں کی فکر یکساں ہے بنی! جو میرے کام کے لئے گئے تھے۔ لیکن اس شخص کی بات اور ہے۔ وہ میرا ہم وطن ہے اور ایسا جاں نثار ساتھی ہے جس نے ہر موقع پر اپنی زندگی میرے لئے داؤ پر لگائی ہے۔"

"خوش مزاج انسان معلوم ہوتا ہے۔"

"بیحد بنی! خوفناک ترین حالات میں وہ دل کھول کر قہقہے لگاتا ہے۔"

"عورت اس کی کمزوری ہے؟"

"عورت کس کی کمزوری نہیں ہوتی۔" میں نے مسکرا کر کہا۔

"تمہاری بھی؟" بنی نے عجیب سے انداز میں مجھے دیکھا۔

"تمہیں تو اس کا عملی تجربہ ہے بنی۔" میں نے کہا اور بنی جھینپ کر مسکرانے لگی۔ "آؤ ------ سونے کی کوشش کریں۔" میں بنی کو لے کر خواب گاہ میں آ گیا۔ رات تھکن ذہن پر سوار تھی۔ ہم سونے کے لئے لیٹ گئے۔ فی الحال اور کوئی کام نہیں تھا۔ تھوڑی دیر تک میرے ذہن پر سردارے اور ملن وغیرہ سوار رہے۔ اور پھر نیند نے سارے خیالات ذہن سے چھین لئے اور میں گہری نیند سو گیا۔

رات بھر کی کسر پوری ہو گئی۔ شام کو چار بجے آنکھ کھلی تھی۔ بنی ابھی تک مست نیند سو رہی تھی۔ خیال ہے نیند کے عالم میں انسان کسی نوزائیدہ بچے کی مانند معصوم نظر آتا ہے۔ بنی کے چہرے پر بھی ... ہوئے بے پناہ معصومیت رقصاں تھی۔ میں نے گھڑی دیکھی اور پھر بنی کو دیکھتا رہا۔

پھر بنی کو اس طرح سوتا چھوڑ کر میں اٹھ گیا۔ باتھ روم میں جا کر ٹھنڈے پانی سے خوب نہایا اور ... دور ہو گئی۔ تازہ دم ہو کر باہر نکلا تو بنی بھی جاگ چکی تھی۔ میری جانب دیکھ کر مسکرائی اور آہستہ سے ... گئی۔ پھر مسکراتے ہوئے بولی۔

"کیا ٹائم ہوا ہے نواز؟"

"بہت دیر ہو گئی بنی ------ اٹھو غسل کر لو۔ دوپہر کا کھانا تو گول ہو ہی گیا ہے۔" میں نے ... ہنستے ہوئے کہا۔ اور بنی باتھ روم کی طرف بڑھ گئی۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ واپس آ گئی۔ پھر میری طرف ... دیکھتے ہوئے بولی۔

"کیا ہیلنا واپس آ گئی؟"

"پتہ نہیں ------ میرا خیال ہے نہیں آئی۔ اگر آئی ہوتی تو اندازہ ہو چکا ہوتا۔" میں نے کہا اور

ہم دونوں کمرے سے باہر نکل آئے۔

"آؤ دیکھیں۔" بنی نے کہا۔

"دروازہ حسب معمول باہر سے بند تھا۔ اگر ہیلنا واپس آچکی ہوتی تو دروازہ کھلا ہوتا۔ مطلب تھا کہ وہ ابھی تک واپس نہیں آئی۔

"وہ بے چاری ہماری وجہ سے کافی مشکلات میں پڑ گئی ہے۔ کہیں وہ کسی الجھن میں نہ پڑ جائے" بنی نے کہا۔

"الجھن تو قدم قدم پر موجود ہے بنی ----- ہیلنا اگر پھنس گئی تو کون سی بڑی بات ہو گی۔ کا رخ اختیار کرو ----- دیکھو تو سہی کھانے کے لئے کیا ہے؟"

"میرا خیال ہے نواز! کوئی خاص کھانا تو ہم کھائیں گے نہیں۔ میں کافی بنا لیتی ہوں ' بسکٹ لیں گے۔ کیا تم زیادہ بھوک محسوس کر رہے ہو؟"

"بالکل نہیں ' تمہارا اندازہ درست ہے۔" میں نے کہا اور بنی کچن کی طرف بڑھ گئی۔ میں بھی کے ساتھ ہی تھا۔ بھلا یہاں اور کام بھی کیا تھا۔ چنانچہ کچن میں پہنچ کر میں نے اور بنی نے کھانے کی چیزیں بنائیں فریج میں ابلا ہوا گوشت موجود تھا۔ چنانچہ ہم نے سینڈوچز بنا لئے اور کافی کے ساتھ استعمال کئے۔ کھا پی کر ہم دوبارہ کمرے میں واپس آ گئے۔ بڑی محدود سی زندگی محسوس ہو رہی تھی۔ بہرحال کمرے میں واپس آنے کے بعد ہم بیٹھ گئے تو بنی نے مجھ سے کہا۔

"نواز! اگر ہیلنا کچھ خبر لے آئی تو اس کے بعد تمہارا کوئی پروگرام تو ہو گا؟"

"ہاں بنی ----- رات کو میں اپنی کارروائی شروع کر دوں گا۔"

"اوہ ' کیا پروگرام ہے نواز؟"

"بس بنی! یہ تو حالات کے تحت سوچوں گا۔ سب سے پہلے تو مجھے ہیلنا کی طرف سے اطلاع جائے کہ اس نے کیا کام کیا۔ اس کے بعد دیکھوں گا اگر ہیلنا کوئی کارآمد اطلاع لے آئی تو ٹھیک ہے ورنہ میں اپنے ساتھیوں کی تلاش میں نکلوں گا۔ میرا خیال ہے کہ پہلے میں اپنے ساتھیوں کو تلاش کروں اس کے بعد یہاں سے باہر نکلنے کے بارے میں سوچیں گے۔ یا پھر جیسا بھی موقع ہو گا۔ اور اگر ہوریشو سے الجھنا پڑا تو الجھ جاؤں گا اور اس کے بعد فیصلہ کر لیں گے۔" میں اپنے کام میں مضبوطی پیدا کرنا چاہتا تھا۔ ہے کام تو مجھے کرنا ہی تھا۔

"ٹھیک ہے نواز ----- میں ہر طرح سے تمہارے ساتھ ہوں۔ لیکن میں تمہیں تنہا نہ دوں گی۔"

"کیا مطلب؟"

"جب تم اپنے ساتھیوں کو تلاش کرنے جاؤ گے تو کیا میں یہاں مقید رہوں گی؟" بنی نے کہا۔

"یہ تمہاری اپنی مرضی ہے بنی ----- میرا خیال ہے۔ تمہارے لئے یہی بہتر ہے کہ تم یہ ساتھ رہو۔"

"اوہ ----- نواز! یہ کیسے ممکن ہے کہ تم کسی خطرے میں جا پھنسو اور میں یہاں پڑی رہوں"

"لیکن بنی ----- میرے خیال میں مناسب یہی ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ہم غیر یقینی حالا

شکار ہیں۔ اگر میں -----"

"نہیں نواز -----!" بنی نے میری بات درمیان سے کاٹ دی۔ "بات یہ ہے کہ جب میں اپنا مستقبل تمہارے ساتھ وابستہ کر چکی ہوں تو مصیبت میں پھنس گئے تو دونوں ساتھ ' رہائی پائیں گے تو دونوں ساتھ جو کچھ ہو گا ' ساتھ ہی ہو گا۔ یہ کیا بات ہوئی کہ تم مجھے یہاں چھوڑ کر چلے جاؤ۔ جس طرح تم اپنے ساتھیوں کے لئے پریشان ہو اسی طرح میں بھی تمہارے لئے تڑپتی رہوں۔ نہیں نواز -----! میں ہر مصیبت میں تمہارا ساتھ دوں گی۔ ظاہر ہے کہ اگر موت آنی ہے تو دونوں ساتھ مریں ' تنہا مرنے سے کیا فائدہ؟"

"اگر تمہارا یہی خیال ہے بنی تو ٹھیک ہے ' رات کو ہم لوگ ساتھ ہی چلیں گے۔"

"بالکل ساتھ چلیں گے۔" بنی نے کہا۔ اور میں غور کرنے لگا کہ لڑکی بہرصورت وفادار ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ اس نے زندگی میں پہلی بار کسی شخص سے متاثر ہونے کا دعویٰ کیا ہے اور جس انداز میں وہ میرے ساتھ پیش آ رہی ہے اس سے محسوس یہی ہوتا ہے کہ بہرصورت وہ جو کچھ کہہ رہی ہے دل سے کہہ رہی ہے۔

چنانچہ ہم لوگ ہیلنا کا انتظار کرتے رہے۔ لیکن ہیلنا ابھی واپس نہیں آئی تھی۔

"کہیں وہ بے چاری بھی تو کسی مصیبت کا شکار نہیں ہو گئی۔" بنی نے تشویش ناک لہجے میں کہا۔

"ممکن نہیں ہے بنی! اس کی وجہ یہ ہے کہ ہیلنا ابھی تک ان لوگوں کی نگاہوں میں کوئی ایسی حیثیت اختیار نہیں کر سکی ----- جو مشکوک ہوں۔"

"اوہ ' لیکن جیک اور روبیا کا قتل ممکن ہے لوگوں کی نگاہوں میں آ گیا ہو۔"

"ہاں۔ ممکن ہے لوگوں کو پتہ چل گیا ہو۔ لیکن بہرحال ابھی ہیلنا پر کوئی شک نہیں کر سکتا۔" میں نے جواب دیا۔

"لیکن نواز ----- لوگ یہ بھی تو جانتے ہوں گے کہ جیک ' ہیلنا سے بھی متاثر ہے اور اس کے ہیلنا سے بھی تعلقات ہیں۔"

"ٹھیک ہے۔ لیکن اس کے ساتھ روبیا پائی جائے گی۔"

"مگر بھی ----- میرے ذہن میں بس یونہی خیال آ گیا تھا۔ حالانکہ اس کی کوئی ٹھوس وجوہ نہیں ہیں۔ تاہم ممکن ہے کہ ایسی کوئی صورتحال پیدا ہو گئی ہو۔"

"ہاں۔ امکانات تو نہیں ہیں لیکن اتفاقات کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔" میں نے ایک گہری سانس لے کر کہا اور پھر ہم خاموش ہو گئے۔ لیکن ہمیں زیادہ انتظار نہ کرنا پڑا۔ تقریباً پونے سات بجے تھے جب ہیلنا نے مکان کا دروازہ کھولا ----- اور میں اور بنی ہوشیار ہو کر چھپ گئے۔ ہم آنے والے کو دیکھنے کی کوشش کر رہے تھے۔ ہمارا اندازہ تو یہی تھا کہ ہیلنا ہی آئی ہے۔ لیکن اگر اس کے علاوہ کوئی اور بھی ہوتا تو پھر اس سے نمٹنے کے لئے بھی کوئی خاص تیاریاں کرنے کی ضرورت نہیں تھی۔ میں اس کے لئے پوری طرح تیار تھا۔ لیکن آنے والی ہیلنا ہی تھی۔ وہ خاصی تھکی ہوئی معلوم ہو رہی تھی۔ ہم دونوں سامنے آ گئے اور وہ ہمیں دیکھ کر مسکرا دی۔ پھر اس نے اندر سے دروازہ بند کر لیا اور ہمارے نزدیک پہنچ گئی۔

"ہیلو باس!" اس نے بنی کو مخاطب کیا۔

"ہیلو مسٹر نواز!"

"ہیلو ہیلنا۔۔۔۔۔ یقیناً تم اہم خبریں لے کر آئی ہو گی۔"

"ہاں۔ لیکن وہ خبریں آپ کے لئے زیادہ سود مند نہیں ہیں باس!" ہیلنا نے کسی قدر افسردگی سے کہا۔

"بہرصورت خبریں' خبریں ہوتی ہیں چاہے وہ اچھی ہوں یا بری ہاں تم یہ بتاؤ کہ کیا مسٹر نواز کے ساتھیوں کے بارے میں کوئی اطلاع ملی؟"

"کوئی پتہ نہ چل سکا۔ جن لوگوں کے بارے میں آپ نے کہا تھا' ان کا تو کوئی نشان ہی نہ مل سکا۔"

"اوہ' گرانٹ گولڈ مین یا مسٹر سردارے' ان میں سے کسی کا پتہ نہ چل سکا؟"

"نہیں مادام۔۔۔۔۔ حالانکہ میں نے انتہائی معتبر ذرائع سے ان کے بارے میں معلوم کیا۔ لیکن کوئی اطلاع نہیں ملی۔"

"اوہ۔" بنی نے میری طرف دیکھا۔ میں نے پرخیال انداز میں گردن ہلا دی تھی۔ اگر ان لوگوں کی موت کی بھی کوئی اطلاع نہیں ملی تو اس کا مطلب تھا کہ وہ زندہ ہیں۔ اور اگر وہ زندہ تھے۔ تو شاید خود کو کہیں روپوش کرنے میں کامیاب ہو گئے تھے۔ بہرصورت ہیلنا پر میں کوئی بہت بڑا اعتماد نہیں کر سکتا تھا۔ وہ عورت تھی اور اس سلسلے میں کیا کر سکتی تھی۔ اب مجھے اپنے طور پر کام کرنا تھا۔

"اس کے علاوہ اور کیا خبر ہے ہیلنا؟" میں نے پوچھا۔

"بس ہوریشو' دیوانے کتے کی مانند تمہیں سارے جزیرے پر تلاش کر رہا ہے۔"

"اوہ' کیا اسے یہ اندازہ ہو گیا کہ ہم لوگ زندہ ہیں؟"

"ہاں۔ پہاڑوں میں چھتیس لاشیں ملی ہیں۔ اور ان میں تم لوگوں کی لاشیں نہیں تھیں۔ یہ بات مجھے پوکر نے بتائی ہے۔ پوکر میرا دوست بھی ہے اور ہوریشو کے خاص آدمیوں میں سے ہے۔ ان آدمیوں میں سے جو اس کے لئے لڑتے ہیں۔"

"اوہ گڈ۔۔۔۔۔ تو ان لاشوں میں تو تم نے ہمارے ساتھیوں کے بارے میں معلومات کی تھیں؟"

"نہیں۔ میں نے پوچھا تھا۔ میں نے پوچھا تھا کہ کیا ان میں سے کوئی بھی شخص مارا نہیں گیا؟ پوکر نے جواب دیا کہ مارے جانے والے لوگ سب جزیرے کے لوگ تھے۔ وہ بنی کی حمایت میں کھڑے ہو گئے تھے۔"

"خوب۔" بنی نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔ "اس کے علاوہ اور کوئی خبر؟"

"بس کوئی خاص نہیں۔ سوائے اس کے کہ ہوریشو آپ لوگوں کو تلاش کر رہا ہے۔"

"اس کا کیا خیال ہے؟"

"بس یہی کہ آپ پہاڑوں میں کہیں پوشیدہ ہیں۔"

"ہوں۔" میں نے گہری سانس لی۔ "ایک اور بات بتاؤ ہیلنا! جزیرے پر ایک سے زیادہ ہیلی کاپٹر موجود ہیں؟"

"میرا خیال ہے نہیں جناب۔۔۔۔۔ ویسے آتے رہتے ہیں۔ آج کل صرف وہی ایک ہیلی کاپٹر جس سے آپ لوگ آئے تھے۔"

"گویا رات کو بمباری اسی سے کی گئی تھی؟"

"جی ہاں۔"

"ہیلی کاپٹر کہاں اترا ہوا ہے ہیلنا؟" میں نے پوچھا۔

"وہ شاید نمک کے کارخانے کی عمارت میں ہے۔"

"تمہیں اس کے بارے میں معلومات ہیں؟"

"کوئی خاص نہیں جناب! ویسے میں معلوم کر سکتی ہوں۔"

"خیر چھوڑو' اس سے کوئی خاص مقصد نہیں ہے۔ بس یونہی پوچھ رہا تھا۔ ہاں ہیلنا! کیا تم بتا سکتی ہو کہ اس جزیرے کا رقبہ کتنا ہے؟"

"صحیح تو نہیں بتا سکتی جناب۔۔۔۔۔ لیکن کافی وسیع ہے۔ کیونکہ رہائشی علاقہ صرف یہی ہے۔ یہاں نمک کے کارخانے ہیں۔ اس کے بعد پہاڑی علاقہ شروع ہو جاتا ہے اور پہاڑی علاقے کے بعد جنگل شروع ہو جاتا ہے۔ جنگلات کے بعد بھی پہاڑی علاقہ ہے اور خاصے طویل رقبے تک پھیلا ہوا ہے اور پھر انتہائی حصوں پر جزیرے کا اختتام ہے اور وہاں ساحل موجود ہے۔ اس کا فاصلہ کم از کم یہاں سے پندرہ بیس میل سے کم نہیں ہے بلکہ شاید اس سے بھی کچھ زیادہ ہی ہے۔ اس سے زیادہ میں نہیں جانتی۔" ہیلنا نے کہا۔

"خاصا وسیع جزیرہ ہے۔" میں نے کہا۔

"ہاں۔"

"لیکن تم یہ بات کیوں پوچھ رہے ہو نواز؟" بنی نے پوچھا۔

"اوہو' کوئی خاص بات نہیں ہے بنی۔۔۔۔۔ میں صرف یہ اندازہ کرنا چاہتا ہوں کہ اگر میرے آدمیوں نے بچنے کی کوشش کی تو ان کے لئے کون سی جگہ محفوظ ہو سکتی ہے اور وہ کتنی دور تک جا سکتے ہیں۔" میں نے کہا۔

"اوہ' تو تم انہیں تلاش کرو گے؟"

"ہاں بنی۔۔۔۔۔ میں اندازہ لگاؤں گا اپنے ساتھیوں کے ذہنوں کا اندازہ لگاتے ہوئے کہ وہ اس وقت کہاں چھپے ہوں گے۔"

"ٹھیک ہے۔ بہرصورت جو لوگ مارے گئے مجھے ان کا بے حد رنج ہے۔" بنی بولی۔

"ہاں اور مجھے بھی۔ ظاہر ہے انہوں نے میرے لئے جان دی ہے۔ لیکن ہوریشو۔۔۔۔۔" میں نے آہستہ سے کہا اور خاموش ہو گیا۔

"ہوریشو کا بہت برا وقت آ چکا ہے نواز۔۔۔۔۔ یہ تمہیں لکھ کر دے رہی ہوں۔ ٹھیک ہے' میں مکلینو کے ساتھ کوئی دھوکا کروں' کوئی فریب کروں' ہم لوگ یہاں سے نکل جائیں یا مارے جائیں' مکلینو کو تو اس بات کا علم نہ ہو گا کہ ہم لوگ مارے گئے یا ہمارے ذہنوں میں کیا تھا۔ لیکن اس کے بعد مکلینو' ہوریشو کا جو حشر کرے گا' اس کا شاید اسے اندازہ نہیں ہے۔ وہ بالکل پاگلوں کی طرح اس وقت نتائج سے بے نیاز ہو گیا ہے۔"

"ٹھیک ہے بنی! بعد کی باتیں بعد میں سوچیں گے اور بعد ہی میں دیکھا جائے گا۔ آؤ ہیلنا۔۔۔۔۔"

"تم دن بھر مصروف رہی ہو' فی الوقت تم اپنی ضروریات سے فارغ ہو جاؤ۔ اس کے بعد ہم باتیں کریں گے۔" میں نے ہیلنا سے کہا اور اس نے مسکرا کر گردن خم کر دی۔

"اجازت ہے باس!"

"ہاں ہیلنا! تم غسل کر لو۔"

"تھینک یو باس۔" ہیلنا باتھ روم کی طرف چلی گئی اور جب تھوڑی دیر کے بعد وہ واپس آئی تو خاصی نکھری نکھری سی تھی۔

"باس! میں نے بہت سارے لوگوں کو پکڑا۔ اس قسم کے لوگوں کو جو مجھے اس بارے میں بتا سکتے تھے۔ لیکن میرا اندازہ ہے کہ آپ لوگوں کا کوئی ساتھی ان کے ہاتھ لگا نہیں۔"

"وہ آسانی سے ان کے ہاتھ لگنے والوں میں سے نہیں ہیں۔" میں نے جواب دیا۔

"بہر صورت میرے لائق جو بھی خدمت ہو آپ فرما دیں۔ میں کل اس سلسلے میں کوشش کروں گی۔"

"ہیلنا ---- کل کی بات کل ہی دیکھی جائے گی۔ ہم لوگ آج رات باہر نکلیں گے اور ماحول کا جائزہ لیں گے۔"

"اوہ باس! یہ مناسب نہیں ہے۔" ہیلنا تشویشناک لہجے میں بولی۔

"کیوں؟" بنی نے پوچھا۔

"ہوریشو نے قدم قدم پر اپنے کتے چھوڑ رکھے ہیں' وہ آپ کی بو سونگھتے پھر رہے ہیں۔ ایک ایک آدمی کو چیک کیا جا رہا ہے۔ خود ہوریشو آپ کی تلاش میں سرگرداں ہے۔ خود میں نے اسے دیکھا تھا۔ اس کے چہرے پر عجیب سی وحشت برس رہی ہے۔ وہ بالکل پاگل دکھائی دے رہا ہے۔ اس سے پہلے ہوریشو اس انداز میں کبھی نہیں دیکھا گیا۔ عام حالات میں وہ ایک انتہائی پرسکون انسان ہے۔" ہیلنا نے کہا۔

"بہرحال ہم زیادہ وقت یہاں نہیں گزار سکتے ہیلنا۔ مجھے اپنے ساتھیوں کی تلاش میں جانا ہوگا۔" میں نے جواب دیا۔

"اور میں ہر حال میں نواز کے ساتھ ہوں۔"

"ایک بات اور بتاؤ ہیلنا۔" اچانک میں نے کہا۔

"فرمائیے مسٹر نواز؟"

"کیا ہمیں میک اپ کا سامان مل سکتا ہے۔ اگر تم ہمیں یہ سامان فراہم کر دو تو بڑا کام بن جائے۔ ہم چہرے بدل لیں گے اور مقامی آدمیوں میں گم ہو جائیں گے۔"

"میک اپ کا سامان؟" ہیلنا شرمندہ نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگی' پھر آہستہ سے بولی۔ "افسوس! موجود نہیں ہے نہ ہی یہاں دستیاب ہو سکتا ہے۔"

"ٹھیک ہے ہیلنا۔ مل جاتا تو ٹھیک تھا۔ نہیں ہے تو کوئی خاص حرج نہیں ہے۔" میں نے جواب دیا۔

"باس! صبح کو میں کھانا نہیں تیار کر سکی تھی۔ آپ آپ نے -----"

"ہم نے تمہارے کچن میں جا کر سینڈوچ بنا کر کھائے ہیں ہیلنا اور چونکہ ابھی تھ[illegible]

کھائے ہیں اس لیے تم مزید کوئی تکلف نہ کرنا' بلکہ دن بھر کی محنت کے بعد تم آرام کرو۔"

"اوہ۔ باس۔ میں تھکی نہیں ہوں۔"

"تم بے حد نفیس لڑکی ہو۔ میں ایک بار پھر کہہ رہی ہوں کہ میں تمہیں ہمیشہ یاد رکھوں گی۔" بنی نے کہا اور پھر اس نے ہیلنا کو مجبور کر دیا کہ وہ آرام کرے۔

رات کو ہم دونوں اپنے کام کے لیے تیار ہو گئے۔ میں نے کسی خیال کے تحت بنی سے کہا "بنی! میری رائے ہے کہ تم میرے ساتھ نہ جاؤ۔"

"ارے کیوں نواز؟"

"تنہا میں زیادہ چاق و چوبند رہوں گا۔"

"نواز تم یقین کرو' میں کسی طور تمہارے اوپر بوجھ نہیں بنوں گی۔ تم اپنے طور پر جس طرح چاہو کام کر سکتے ہو اور سنو کام کے دوران اگر کوئی ایسی پوزیشن پیدا ہو جائے کہ ہم تم جدا ہو جائیں تو میری تلاش میں سرگرداں مت ہونا بلکہ اپنا کام انجام دے کر یہیں واپس آ جانا۔ میں بھی یہیں پہنچ جاؤں گی۔"

"اوکے بنی! یہ اچھی بات ہے۔" میں نے جواب دیا۔

رات کی تاریکی میں ہم ہیلنا کے مکان سے نکل آئے۔ ہیلنا نے پیش کش کی تھی کہ اگر اس کی ضرورت ہو تو وہ بھی ہمارے ساتھ چلے لیکن ہم نے اس کا شکریہ ادا کیا تھا۔ ہاں ضرورت کے مطابق ہم نے اس سے اس جزیرے کے مکمل حالات اور راستے وغیرہ معلوم کر کے ذہن نشین کر لیے تھے۔

رات تاریک تھی۔ آسمان پر بادل چھائے ہوئے تھے۔ جزیرے کی آبادی سنسان ہو چکی تھی۔ دن کو مصروف رہنے والے آرام کرنے لیٹ گئے تھے۔ ہم چلتے رہے اور مکانوں کے راستوں سے نکل آئے۔ اب ہم کھلے میدان میں تھے لیکن اتفاق ہی تھا کہ ابھی تک کوئی نہیں ٹکرایا۔ ویسے میری خواہش تھی کہ کوئی مل جائے اور میں اس سے کچھ معلوم کر سکوں۔ میری نگاہیں تاریکی میں گھور رہی تھیں۔

ان لوگوں کو تلاش کرنے کی میرے ذہن میں کوئی ترکیب نہیں تھی' نہ میں یہاں آزاد تھا کہ ان کے بارے میں آزادی سے معلوم کر سکوں۔ ہم نے ایک طویل سفر کیا اور جنگلات کے حصے تک آ پہنچے۔ بنی بلاشبہ ایک دلیر ساتھی ہونے کا ثبوت دے رہی تھی۔

جنگل کے سرے کے قریب پہنچ کر ہم رک گئے اور بنی میرے نزدیک آ گئی۔

"کیا خیال ہے نواز؟"

"کوئی خاص خیال نہیں ہے بنی!"

"جنگل میں داخل ہو گئے؟"

"سوچ رہا ہوں۔"

"بے سود نہ ہوگا؟"

"کیوں؟"

"اس طویل جنگل میں ہم انہیں کس طرح تلاش کر سکیں گے اور پھر یہ بھی ممکن نہیں ہے کہ ہم انہیں پکاریں۔ ظاہر ہے ہم انہیں آواز نہیں دے سکتے۔" بنی نے کہا اور میں نے گردن ہلا دی۔ درحقیقت انہیں تلاش کرنے کی کوئی عمدہ ترکیب میرے ذہن میں نہیں تھی۔

جنگل کے کنارے کھڑے ہم چند ساعت سوچتے رہے اور پھر ہم نے فیصلہ کر لیا کہ بہرحال تھوڑی دور تک کا جائزہ ضرور لیا جائے۔ پھر ہم نے درختوں کے درمیان قدم رکھا ہی تھا کہ میرے دل کی مراد پوری ہو گئی۔ بنی کے لیے ہیلی کاپٹر کی آواز کافی سنسنی خیز تھی لیکن میرا ذہن کسی اور سوچ میں پڑ گیا۔ میں تو اب تحریک کا خواہش مند تھا۔ کچھ کرو ورنہ ناکارہ رہو گے' کے اصول کے تحت میں کچھ کرنا چاہتا تھا۔

ہیلی کاپٹر ہمارے سروں پر پہنچ گیا لیکن ظاہر ہے ہمیں دیکھا نہیں جا سکتا تھا۔ ہم درختوں کی اوٹ میں تھے۔ بہرحال ہم نے آگے بڑھنے کا فیصلہ ترک کر دیا۔ میں دیکھنا چاہتا تھا کہ ہیلی کاپٹر کہاں جاتا ہے۔ دل کی مراد پوری ہونے کی بات میں نے یوں کی تھی کہ ہم نے چند ہی لمحات کے بعد محسوس کیا کہ ہیلی کاپٹر نیچے اتر رہا ہے۔ گویا وہ لوگ جنگل میں داخل ہونے کا ارادہ رکھتے ہیں۔

"نواز!" بنی کی سرگوشی میرے کانوں میں گونجی۔

"ہوں!"

"ہیلی کاپٹر نیچے اتر رہا ہے۔"

"ہاں بنی! اب کیا خیال ہے؟"

"کیا ان لوگوں کو ہماری نقل و حرکت کی اطلاع مل گئی ہے؟"

"ممکن ہے۔"

"لیکن نواز' یہاں ہم پھنس بھی سکتے ہیں۔"

"اوہ۔ پرواہ مت کرو میری جان' یہ میری پسند کے مطابق ہے۔" میں نے اس کا شانہ تھپتھپاتے ہوئے کہا اور بنی کی گہری سانس مجھے سنائی دی۔ پھر وہ خاموش ہو گئی۔ ہیلی کاپٹر ہم سے زیادہ دور نہیں رکا تھا اور پھر چند آوازیں سنائی دیں۔ کئی آدمی تھے۔ پھر ہم نے انہیں درختوں میں داخل ہوتے دیکھا اور ہم ایک موٹے تنے کی آڑ میں دبک گئے۔ میں تاریکی کے باوجود انہیں دیکھ رہا تھا۔ تعداد پانچ چھ سے کم نہیں تھی۔ یقیناً اعلیٰ پیمانے پر مسلح بھی ہوں گے۔ بہرحال میرا ذہن برق رفتاری سے کام کر رہا تھا۔ ہم دونوں سانس روکے کھڑے تھے۔ میں اندازہ لگانے کی کوشش کر رہا تھا کہ یہ لوگ اتفاقیہ طور پر یہاں آئے ہیں یا انہیں کسی طور اطلاع ملی ہے کہ کسی کو اس طرف دیکھا گیا ہے لیکن یہ اندازہ لگانا آسان کام نہیں تھا۔ ان کے قدموں کی چاپ سے ان کے آگے بڑھنے کا اندازہ ہو رہا تھا۔

دفعتاً ہم دونوں چونک پڑے۔ اچانک ہی روشنی کا طوفان آ گیا تھا۔ یہ روشنی ایک عجیب ساخت کی چوکور مشین سے نکل رہی تھی جو کسی کے ہاتھ میں تھی لیکن اس قدر روشنی کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا تھا۔ یقیناً وہ کسی جدید ساخت کی ایٹمی بیٹری تھی۔

وہ لوگ اس روشنی کو چاروں طرف گردش دے رہے تھے۔ ہمارا درخت بھی روشنی میں نہا گیا لیکن شکر ہے اس کا تنا موٹا تھا اس لیے ہم ان کی نگاہوں میں نہ آ سکے اور پھر وہ آگے بڑھ گئے۔ تھوڑی دور چل کر انہوں نے روشنی بند کر دی اور پھر کافی فاصلے پر پہنچ کر دوبارہ جلائی۔

یقیناً وہ ہمیں تلاش کر رہے تھے اور بہرحال یہ خاصا موثر انداز تھا۔ ہم دونوں خاموش رہے۔ پھر جب روشنی اتنی دور چلی گئی کہ ہمیں ہلکی سی نظر آنے لگی تو میں نے بنی کا شانہ دبایا۔

"نواز!" بنی نے سسکی سی لی۔

"تیار ہو بنی؟" میں نے پوچھا۔

"کس کام کے لیے؟"

"کیا ہیلی کاپٹر کے نزدیک اس کے محافظ نہ ہوں گے؟ میرا خیال ہے ان کی تعداد ایک یا دو سے زیادہ ہو گی۔ اس وقت ہمارے لیے ان سے زیادہ کارآمد اور کوئی نہ ہو گا۔"

"اوہ!" بنی نے آہستہ سے کہا۔ بہرحال وہ میری رائے سے متفق تھی۔ چنانچہ ہم دونوں انتہائی احتیاط سے درختوں کی آڑ لیتے کھسکنے لگے۔ میں نے بنی کو تاکید کر دی تھی کہ ذرا بھی آہٹ نہ ہو ورنہ کھیل بگڑ جائے گا اور بنی بے حد احتیاط سے کام لے رہی تھی۔ یوں ہم آخری درخت کے نزدیک پہنچ گئے جہاں سے ہیلی کاپٹر بخوبی دیکھا جا سکتا تھا۔ میرا اندازہ درست نکلا۔ ایک شخص موجود تھا۔ یقیناً وہ پائلٹ ہو گا۔ بس یہ اندازہ کرنا تھا کہ اس کے ساتھ کوئی اور بھی موجود ہے یا نہیں۔ میں اس شخص کی حرکات و سکنات دیکھنے لگا۔ اگر وہ ایک سے زیادہ ہوتے تو یقیناً نزدیک کھڑے ہوتے۔ پھر بھی میں نے سرگوشی کے انداز میں بنی کو مخاطب کیا۔

"کیا خیال ہے بنی' کیا یہ تنہا ہی ہے؟"

"ایسا ہی لگتا ہے نواز۔"

"ٹھیک ہے بنی' پستول نکال لو۔ اگر تم کسی دوسرے شخص کو مزاحم پاؤ تو میری مدد کرنا' اس سے میں نمٹتا ہوں۔"

"اوکے نواز!" بنی نے کہا اور میں تاک لگانے لگا۔ میں جانتا تھا کہ وہ بھی مسلح ہو گا۔ اگر میں سامنے سے جاؤں گا تو یقیناً دیکھ لیا جاؤں گا چنانچہ میں بائیں سمت کھسک گیا۔ بنی نے ایک درخت کی آڑ لے کر پستول نکال لیا تھا۔ میں درختوں کے درمیان چلتا رہا۔ اس طرح میرا ہیلی کاپٹر سے فاصلہ تو زیادہ ہو گیا تھا لیکن بہرحال اس طرف سے پائلٹ کے سر پر پہنچنا آسان تھا۔ ایک جگہ رک کر میں نے دیکھا' پائلٹ ہیلی کاپٹر سے ٹکا ہوا سگریٹ سلگا رہا تھا اور پھر اس نے دھواں چھوڑ دیا۔

اور اسی لمحے میں نے ہیلی کاپٹر کی طرف دوڑ لگائی بے آواز دوڑتا ہوا میں ہیلی کاپٹر کے عقب میں پہنچ گیا۔ پھر صرف ایک لمحے کے لیے میں رکا مجھے اندازہ نہیں تھا کہ پائلٹ نے میرے قدموں کی چاپ سنی ہے یا نہیں بہرحال ایک لمحے کی تاخیر مناسب نہ سمجھتے ہوئے میں نے جچے تلے انداز میں پیچھے سے اس پر حملہ کر دیا۔ میرا ایک ہاتھ اس کی گردن میں حمائل ہو گیا اور دوسرا سیدھا پستول پر جا پڑا۔

پستول اندازے کے مطابق موجود تھا۔ پھر میرا گھٹنا اس کی کمر پر پڑا اور پستول اس کی جیب سے نکل آیا۔ میری کیفیت بپھرے ہوئے بھیڑیے کی سی ہو رہی تھی' جیسے وہ انسان ہی نہ ہو۔ پستول میرے قبضے میں آ چکا تھا۔ چنانچہ میں اسے ایک طرف اچھال کر اپنے شکار کو بری طرح رگڑنے لگا۔ میں نے اس کی آواز نہیں نکلنے دی تھی اور جب وہ ڈھیلا پڑ گیا تو میں نے اسے اٹھا کر گردن پر لاد لیا۔ ویسے یہاں کوئی اور موجود نہیں تھا جس کا اندازہ مجھے ہو چکا تھا۔ پھر میں اسے ہیلی کاپٹر سے کافی دور ایک درخت کی آڑ میں لے گیا۔

بنی یقینی طور پر میری کارروائی دیکھ رہی تھی' چنانچہ وہ بھی وہیں پہنچ گئی' جہاں میں اپنے شکار کو لے گیا تھا۔ اسے زمین پر ڈال کر میں نے اس کے سینے پر گھٹنا رکھ دیا اور غرایا۔ "اگر حلق سے آواز نکلی تو ـــــ ذبح کر دوں گا۔" میرے شکار کے تو حواس ہی گم تھے۔ وہ کیا چیختا۔ پھر میں نے اس کی تلاشی لی اور

اس کی جیب سے ایک لمبا چاقو بھی برآمد ہو گیا۔ میں نے چاقو کھول لیا تھا۔ بنی جھک کر اس کی شکل دیکھنے لگی۔ پھر اس نے آہستہ سے کہا۔

"یہ جیسن نہیں ہے میرا مطلب ہے وہ پائلٹ جو ہمیں یہاں لایا تھا۔"

"اوہ' ہاں تمہارا خیال درست ہے۔ بہر حال میں اس سے کچھ سوالات کروں گا۔ اگر اس نے کسی سوال کے جواب میں ہچکچاہٹ کا اظہار کیا تو میں اس کے بدن کو کئی ٹکڑوں میں تقسیم کر دوں گا۔" اور پھر میں نے چاقو کی نوک پائلٹ کی پیشانی پر رکھ دی اور وہ سہم گیا۔

"کیا تم میری آواز سن رہے ہو؟"

"ہاں۔ ہاں۔" اس نے خوفزدہ لہجے میں کہا۔

"مجھے پہچان گئے ہو؟"

"ہاں۔" اس نے اسی انداز میں جواب دیا۔

"یہ اچھی بات ہے کہ تم نے مجھے پہچاننے سے انکار نہیں کیا ہماری ملاقات پہلے بھی ہو چکی ہے۔ غالباً اس عمارت میں جہاں ہوریشو نے مجھے قید کیا تھا۔ کیوں۔ ٹھیک کہہ رہا ہوں نا؟"

"ہاں۔" اس نے جواب دیا۔

"تب تم نے میرے ساتھ اور دوسرے کو بھی دیکھا ہو گا؟ میری مراد گولڈ مین سے ہے۔"

"ہاں۔" پائلٹ نے جواب دیا۔ پیشانی پر چبھنے والی چاقو کی نوک اس کے حواس چھینے لے رہی تھی۔

"مجھے بتاؤ میری جان' وہ لوگ کہاں ہیں؟"

"مجھے نہیں معلوم۔ یقین کرو مجھے نہیں معلوم۔ ان کی تلاش جاری ہے۔ پہاڑوں میں مقامی لوگوں کے سوا کسی کی لاش نہیں ملی' سوائے ایک کے لیکن وہ بھی پہاڑوں میں نہیں مارا گیا۔ اسے بستی میں ہلاک کیا گیا ہے۔"

"کون تھا وہ؟" میرے بدن میں چنگاریاں بھر گئیں۔

"گرانٹ! وہ مادام بنی کے ساتھ آیا تھا اور ہمارے گروہ کا آدمی تھا۔" اس نے جواب دیا اور بنی کے حلق سے ہلکی سی آواز نکل گئی۔

"اس کے ساتھ کوئی اور بھی تھا؟" میں نے پوچھا۔

"اگر تھا تو یقین کرو مل نہیں سکا۔ اصل لوگوں میں سے ایک بھی نہیں پکڑا جا سکا۔" پائلٹ ہونا؟"

"ہاں۔" اس نے گھٹی گھٹی آواز میں جواب دیا۔

"یہ وہی ہیلی کاپٹر ہے جس سے ہم لوگ آئے تھے؟"

"ہاں!"

"لیکن اس کا پائلٹ جیسن کہاں ہے؟"

"وہ غائب ہے۔ اچانک غائب ہو گیا ہے۔" اس نے جواب دیا اور ایک بار پھر میرے دل میں ایک عجیب سا تاثر پیدا ہوا۔

"نواز!" اچانک بنی نے مجھے پکارا۔

"ہوں!"

"کیا خیال ہے' کیوں نہ ہم اسے یہاں سے لے چلیں۔ ڈنمارک پہنچ کر ہم مکلینو سے رابطہ قائم کریں گے۔ میرا دعویٰ ہے کہ اسے ان حالات کی خبر نہ ہو گی۔ ہم اس سے جزیرے پر فوری مداخلت کے لیے کہیں گے۔"

"اوہ۔ پروگرام بدل دو گی بنی؟"

"اس وقت یہی مناسب ہے۔"

"کیا تم اسے کنٹرول کر سکتی ہو؟"

"کیا مطلب؟"

"اگر تم اسے ڈنمارک تک لے جا سکتی ہو تو مجھے اعتراض نہیں ہے۔ میں یہاں تمہارا انتظار کروں گا۔ میں اپنے ساتھیوں کی مدد کروں گا۔"

"گویا میں تمہیں یہاں چھوڑ جاؤں؟"

"ہاں یہی مقصد ہے میرا۔"

"یہ نہیں ہو سکتا نواز۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے۔"

"تب یہ بھی کیسے ہو سکتا ہے بنی کہ میں اپنے ساتھیوں کو چھوڑ جاؤں۔ کیا میں اتنا ہی بزدل ہوں۔" میں نے کہا اور بنی شرمندہ ہو گئی۔

"میں نے صرف ایک تجویز پیش کی تھی نواز۔ تمہیں اگر ناپسند ہے تو رد کر دو۔" اس نے آہستہ سے کہا۔

"ہاں بنی! میری نگاہ میں زندگی کی زیادہ وقعت نہیں ہے۔ ہمیشہ نہ جیوں گا اور نہ جینا چاہتا ہوں۔ مجھے اس کھیل میں لطف آ رہا ہے۔ اگر اپنے ساتھیوں کو تلاش کر سکا تو کر لوں گا ورنہ دس بیس کو مار کر خود بھی مر جاؤں گا۔"

"تم ایسے ہی جیالے ہو نواز۔" بنی نے کہا اور خاموش ہو گئی۔ پھر چند ساعت کے بعد بولی۔ "اب اس کا کیا کرو گے؟"

"ابھی اس سے ایک سوال اور کرنا ہے۔" میں نے کہا اور دوبارہ پائلٹ کی طرف متوجہ ہو گیا۔ "ہاں دوست ایک آخری سوال کا جواب اور دو۔ اس طرف کیسے آ نکلے تھے؟ کیا ہمارے بارے میں اطلاع ہو گئی تھی؟

"نہیں۔" پائلٹ نے جواب دیا۔

"پھر تم نے ادھر کا رخ کیوں کیا؟"

"ان علاقوں میں تلاش مکمل ہو گئی ہے اور باس ہوریشو کا خیال ہے کہ آپ لوگوں نے ادھر کا رخ کیا ہے۔ اب وہ جنگل اور اس کے پار کے علاقوں کو دیکھنا چاہتا ہے۔"

"اوہ۔ کیا ہوریشو بھی تلاش کرنے والوں میں شامل ہے؟"

"وہ جو جنگل میں داخل ہوئے ہیں؟"

"ہاں!"

"نہیں۔ وہ ان میں نہیں ہے۔" پائلٹ نے جواب دیا۔

"بے شک تم ایک عمدہ انسان ہو دوست۔ جس طرح تم سارے سوالات کے جواب دے رہے اس سے تمہاری قدر ہمارے دل میں بڑھ گئی ہے لیکن یہ تو بتاؤ' کیا تمہیں اس بات کا احساس نہیں ہے مکلینو سے غداری کر رہے ہو؟" میں نے بڑے نرم لہجے میں کہا اور چاقو کی نوک اس کی پیشانی ہٹالی۔

"کیا میں اٹھ جاؤں؟"

"ابھی نہیں' پہلے گفتگو مکمل کر لو۔" میں نے اس کے سینے پر گھٹنے کا دباؤ بڑھاتے ہوئے کہا۔

"باس ہوریشو نے کہا ہے کہ وہ اس بات کے ذمہ دار ہیں کہ مکلینو انہیں سزا نہیں دے اس کا خیال ہے کہ تم لوگوں نے مادام بنی کو شیشے میں اتار لیا ہے اور وہ تمہارے اشاروں پر ناچ رہی باس مکلینو کسی قیمت پر اس بات کو پسند نہیں کرے گا۔ ہوریشو نے اس بات کی ذمہ داری لی مکلینو اس کام پر ناراض نہیں ہو گا۔"

"اوہ۔ تو یہ کھیل ہے۔" میں نے گردن ہلائی۔ "بہرحال دوست' یہ تو آنے والا وقت بتائے گا ہو رہا ہے لیکن تم اچھے انسان ہو اور میرا خیال ہے اچھے انسانوں کو برے لوگوں کے درمیان نہیں چاہیے۔ بنی! تم اس سے کچھ اور پوچھنا چاہتی ہو؟" میں نے کہا۔

"نہیں۔ بس میں اور کیا پوچھوں گی۔" بنی نے جواب دیا اور میں نے پورا چاقو اس شخص کے میں اتار دیا۔ اسے گمان بھی نہ ہو گا کہ دوسرے لمحے میں کیا حرکت کرنے والا ہوں لیکن اسے زندہ چھوڑ کو مارنا تھا۔ میں نے اس کے منہ پر ہاتھ رکھ کر کئی وار کیے۔ بنی اچھل کر پیچھے ہٹ گئی تھی۔

پھر میں نے خون آلود چاقو اس کے بدن سے صاف کر کے جیب میں رکھ لیا۔ میرے ذہن آندھیاں چل رہی تھیں۔ کوئی خاص ترکیب نہیں تھی ذہن میں۔ بس ایک جنون سوار تھا۔ سچ بات کہ میرے دل میں سردارے کی آگ تھی۔ وہ نہ جانے کہاں ہے؟ اگر وہ کسی جال میں پھنس گیا تو نہیں جانتا تھا کہ کیا ہو گا۔

"تو گرانٹ مارا گیا نواز؟" بنی نے کہا۔

"ہاں بنی!"

"لیکن جیسن کی گمشدگی' کیا تمہارے دوسرے آدمی نے اسے اغوا کر لیا؟"

"ممکن ہے۔"

"لیکن اب تو بے سود ہی ہے۔"

"ہاں۔" میں نے گہری سانس لی۔

"اب کیا ارادہ ہے نواز؟ میرا خیال ہے رکنا ٹھیک نہیں ہے۔ جو لوگ جنگل میں گئے ہیں رابطہ کسی نہ کسی طرح پائلٹ سے ضرور ہو گا۔ اگر انہوں نے اسے کال کیا تو؟"

"اوہ۔ عمدہ خیال ہے۔ اس کے پاس ٹرانسمیٹر تلاش کیا جائے۔" میں نے کہا اور ایک بار پائلٹ کی تلاشی لینے لگا لیکن ٹرانسمیٹر اس کے پاس موجود نہیں تھا۔ تب میں ہیلی کاپٹر کی طرف بڑھ میرے ساتھ چل پڑی تھی۔

ایک پاکٹ ٹرانسمیٹر ہمیں ہیلی کاپٹر میں رکھا مل گیا۔ بنی کا اندازہ بالکل درست تھا۔ میں نے ٹرانسمیٹر اپنے قبضے میں کر لیا اور یہ شاید اتفاق تھا کہ اسی وقت ٹرانسمیٹر پر اشارہ موصول ہوا تھا۔

☆ ☆ ☆

بنی سنسنی خیز نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگی۔ میں نے ٹرانسمیٹر اٹھا لیا تھا۔

"بات کرو گے نواز؟" اس نے سرگوشی کی۔

"نہیں۔" میں نے جواب دیا۔

"کیوں ---- میرا خیال ہے انہیں مطمئن کر دو تاکہ وہ اپنی تلاش میں لگے رہیں۔" بنی نے مشورہ دیا۔

"نہیں بنی ---- میں اس کے برعکس سوچ رہا ہوں۔" میں نے کہا۔

"کیا ----؟" بنی نے تاریکی میں میرے چہرے کا جائزہ لینے کی کوشش کی۔ لیکن یہ ممکن نہیں تھا۔

"بنی! انہوں نے ہمارے ساتھیوں کو قتل کیا ہے۔ میں' ہوریشو کو چھوڑوں گا نہیں' جہاں بھی اسے نقصان پہنچا سکا' ضرور پہنچاؤں گا۔ اور اس وقت ----"

"اوہ' میں سمجھ رہی ہوں۔" بنی آہستہ سے بولی اور میں خاموش ہو گیا بنی بھی کسی سوچ میں ڈوبی ہوئی تھی۔ ٹرانسمیٹر پر کافی دیر تک اشارے موصول ہوتے رہے اور پھر خاموشی چھا گئی۔ ہم نے اسے اس کی جگہ رکھ دیا تھا۔ اور پھر میں نے بنی کا ہاتھ پکڑا اور ایک مناسب جگہ تلاش کر کے وہاں پہنچ گیا۔

"اس طرح تمہارا خیال ہے کہ ----" بنی نے کہا۔

"ہاں۔ جواب نہ ملنے پر انہیں تشویش ہو گی اور وہ اس طرف دوڑیں گے۔ انہیں ہیلی کاپٹر کی فکر ہو گی۔" میں نے بنی کا مطلب سمجھ کر جواب دیا۔ اور بنی گہری سانس لے کر خاموش ہو گئی۔ ہم انتظار کرنے لگے اور میرا اندازہ غلط نہیں نکلا۔ زیادہ دیر نہیں گزری تھی کہ ہم نے درختوں میں آہٹیں سنیں اور پھر اچانک وہی تیز روشنی نظر آئی۔ قرب و جوار کا علاقہ منور ہو گیا تھا۔

میں اسٹین گن سنبھالے ہوشیار کھڑا تھا۔ روشنی بجھ گئی اور چند ساعت کے لیے تاریکی اور گہری ہو گئی۔ پھر ہمیں چند سائے نظر آئے۔ جو ہیلی کاپٹر کے قریب کھڑے ہوئے تھے۔

"وہ اسے تلاش کر رہے ہوں گے۔" بنی نے میرے کان کے قریب سرگوشی کی اور میں نے بنی کا شانہ دبا دیا۔ میں تیار تھا۔ بس ایسی رینج کی تاک میں تھا کہ ان لوگوں کو موقع نہ مل سکے۔ اور پھر مجھے چانس مل گیا اور دفعتاً" جنگل کا سناٹا زخمی ہو گیا ---- اسٹین گن کی آواز کے ساتھ ہی بے تحاشا چیخیں ابھری تھیں۔ بڑا کامیاب برسٹ مارا تھا میں نے۔

لیکن شاید کچھ لوگ بچ گئے تھے۔ کیونکہ چند ہی ساعت کے بعد جوابی کارروائی شروع ہو گئی۔ اور یہ کارروائی خوف و دہشت میں ڈوبی ہوئی تھی۔ وہ لوگ پاگلوں کی طرح' سوچے سمجھے بغیر گولیاں برسا رہے تھے۔ ظاہر ہے ایسی صورت میں کامیابی کی کوئی امید ہوتی تو نہیں ہے۔ ہم خاموشی سے گولیوں کی آوازیں سنتے رہے اور اندازہ لگاتے رہے کہ وہ کہاں ہیں؟

اور جونہی وہ رکے' میں نے اندازہ لگاتے ہوئے نشانوں پر فائرنگ کر دی اور میرا اندازہ کامیاب نکلا۔

پھر چیخیں ابھریں۔۔۔۔ اور اس بار شاید وہ سب کھیت رہے تھے کیونکہ پھر کوئی تحریک نظر نہیں آئی۔ بچ بھی گئے ہوں گے تو اب ان میں سر ابھارنے کی ہمت نہ رہی ہو گی۔

بنی خاموش تھی۔ میں نے کئی منٹ تک اندازہ لگایا اور پھر آہستہ سے بنی سے کہا۔ ”کیا خیال ہے بنی! اب یہاں سے کھسک لیں؟“

”ایں۔۔۔۔ ہاں۔۔۔۔ ہاں۔“ بنی جیسے کسی خواب سے چونک پڑی ہو۔

”یہاں رکنا اب مناسب نہیں ہے‘ کیونکہ فائرنگ کی آوازیں محدود نہ رہی ہوں گی۔۔۔۔ اور اس بار صرف چند افراد نہیں آئیں گے۔“

”ہاں۔۔۔۔ لیکن۔۔۔۔ وہ۔۔۔۔ وہ سب مارے گئے؟“ بنی نے پوچھا۔

”اندازہ یہی ہوتا ہے‘ ٹھہرو۔“ میں نے کہا۔ اور پھر میں نے آخری کوشش کی۔ اسٹین گن کی گولیوں نے اس بار ہیلی کاپٹر کو چھلنی کر دیا تھا اور پھر اچانک اس کے پٹرول ٹینک نے آگ پکڑ لی۔ خوفناک دھماکہ ہوا اور آگ چاروں طرف پھیل گئی۔

بنی نے مضبوطی سے میرا بازو پکڑ لیا تھا۔۔۔۔ ”آؤ۔۔۔۔“ میں نے اس سے کہا۔ اور پھر میں اسے لیے ہوئے کافی پیچھے کی طرف دوڑنے لگا۔ ہم دونوں نہایت احتیاط سے چھپتے چھپاتے پہاڑی ٹیلوں کی آڑ لے کر دوڑ رہے تھے۔ لیکن رخ بستی کی جانب ہی تھا۔ ہلینا کے مکان سے بہتر اور کوئی پناہ گاہ نہیں تھی۔ اور بہرحال اس لڑکی پر ہم دونوں کو مکمل بھروسہ تھا۔ ہمارا اندازہ غلط نہیں نکلا تھا۔۔۔۔ بے شمار لوگ اس سمت دوڑتے نظر آئے جدھر آگ پھیلی ہوئی تھی اور ہیلی کاپٹر کے ٹکڑے بکھرے ہوئے تھے۔ میں اور بنی ان کی نگاہوں سے بچتے ہوئے بالآخر بستی میں داخل ہو گئے اور ہلینا کے دروازے پر پہنچ گئے۔

دروازہ حسب معمول کھلا ہوا تھا اور ہلینا جاگ رہی تھی۔ ہمارا انتظار کر رہی تھی۔ ہمارے اندر پہنچتے ہی اس نے دروازہ اندر سے بند کر لیا اور پھر بڑے احترام سے ہمیں اندر لے گئی۔

”تم جاگ رہی تھیں ہلینا؟“ بنی نے کہا۔

”ہاں باس! آپ لوگ مجھے ساتھ نہیں لے گئے۔ لیکن میرا دل آپ میں الجھا ہوا تھا۔ کافی تیار ہے۔ میں نے کافی تیار کر کے رکھی تھی تاکہ آپ کے واپس آتے ہی آپ کو پیش کر دی جائے۔ گرم کافی ساری تھکن نچوڑ لے گی۔“ ہلینا نے جواب دیا اور بنی شدید متاثر ہو گئی۔ اس نے آگے بڑھ کر ہلینا کے رخسار کا بوسہ لے لیا۔ پھر بولی۔

”حالات جو بھی رہیں ہلینا۔۔۔۔ میں تیرے اس خلوص کا جواب دوں گی۔“ ہلینا نے مسکراتے ہوئے گردن ہلائی اور باہر نکل گئی۔ میں اور بنی کمرے میں آ گئے تھے۔ ہم نے اپنا سامان رکھ دیا اور میں بیٹھ کر جوتے اتارنے لگا۔ بنی بھی یقیناً تھک گئی ہو گی۔

وہ تیار ہو کر میرے قریب پہنچی ہی تھی۔ کہ ہلینا کافی لے کر آ گئی۔۔۔۔ اور در حقیقت اس وقت گرم کافی نے لطف دیا تھا۔ ہلینا کو بھی ہم نے شریک کر لیا تھا۔ اس کے چہرے پر بہت سے سوالات تھے اور ہم جانتے تھے کہ وہ کچھ پوچھنا چاہتی ہے۔ تب میں نے ہی کہا۔

”تمہارے ذہن میں کوئی خاص بات ہے ہلینا؟“

”ہرگز نہیں جناب! بس ان دھماکوں کے بارے میں پوچھنا چاہتی ہوں۔“

”دھماکے یہاں تک سنے گئے تھے؟“

”جی ہاں۔ رات کا وقت ہے نا۔“

”اوہ‘ کوئی خاص بات نہیں ہے ہلینا۔۔۔۔ بس تلاش کرنے والوں سے مڈبھیڑ ہو گئی تھی۔ ہم نے ان کا ہیلی کاپٹر بھی تباہ کر دیا اور ان سب کو ہلاک کر دیا۔“

”اوہ۔“ ہلینا نے گردن ہلائی۔

”اس کے علاوہ ہم نے ان میں سے دو آدمیوں کو پکڑ کر ان سے معلومات بھی حاصل کی تھیں۔“ بنی بولی۔

”کوئی پتہ چل سکا؟“

”اندازہ یہ ہے کہ وہ لوگ بھی ان کے ہاتھ نہیں آ سکے‘ سوائے ایک شخص کے۔ وہ میرا ساتھی گرانٹ تھا اور اسے ان لوگوں نے ہلاک کر دیا۔ ہمارا دوسرا آدمی پائلٹ کو اغوا کرنے میں کامیاب ہو گیا ہے۔“

”اوہ۔“ ہلینا نے گردن ہلائی۔ ”تو اب وہ لوگ آپ کو جنگل کے نزدیک تلاش کر رہے ہوں گے۔ اس سے ایک فائدہ اور ہوا ہے‘ وہ یہ کہ اب ان کا یہی خیال ہو گا کہ آپ لوگ جنگلوں میں چھپے ہوئے ہیں۔“

”ہاں۔ یہ بھی تم نے درست کہا۔“

”اور ایک نقصان بھی ہو گیا ہے بنی۔“ میں نے کہا۔ اور بنی چونک کر مجھے دیکھنے لگی۔ ”وہ لوگ شد و مد سے ہمیں جنگلوں میں تلاش کریں گے اور ممکن ہے بنی! میرے ساتھیوں نے جنگلوں ہی کو پناہ گاہ بنایا ہو۔“ بنی پر خیال انداز میں گردن ہلانے لگی۔ پھر بولی۔

”کیا تمہارا ساتھی تمہاری طرح ذہین نہیں ہے نواز؟“

”کیوں؟“ میں نے پوچھا۔

”ان حالات میں چھپنے کے لیے وہ جگہیں مناسب نہیں رہتیں جہاں ہر ذہن پہنچ جائے۔ جنگلوں میں وہ لوگ کھلی کارروائی کر سکتے ہیں۔ ان کی بہ نسبت بستیاں زیادہ محفوظ ہیں۔“ بنی نے کہا اور میں غور سے اس کی شکل دیکھنے لگا۔ پھر میں نے سردارے کا تجزیہ کیا اور پھر میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

”تب مجھے اطمینان ہے بنی!“

”کیا؟“

”یہی کہ کم از کم سردارے جنگل میں نہ ہو گا۔“

”کیا وہ بہت ذہین ہے؟“

”ہاں وہ لومڑی کی طرح چالاک اور شیر کی طرح نڈر ہے اور اگر مجھ سے دور ہو تو۔۔۔۔ پھر وہ بہت کچھ ہوتا ہے۔ میرے سامنے گھامڑ بنے رہنے میں اُسے مزا آتا ہے۔“

”تب پھر اتنا فکر مند نہ ہو نواز۔۔۔۔ ہم نے ہر قسم کے حالات سے نمٹنے کا فیصلہ کیا ہے۔ اب واقعات کوئی بھی رخ اختیار کریں‘ اس میں الجھنے کی ضرورت نہیں ہے اور پھر تم لوگ زندگی سے کھیلنے والے ہو۔ زندگی اور موت کے اس کھیل میں فکر مندی کا کون سا پہلو ہے۔ جب تک زندہ ہیں ٹھیک ہے‘ موت آئے گی تو مر جائیں گے۔“ بنی نے بڑی ہمت سے کہا اور در حقیقت بعض اوقات انسان کے ذہن کو چھوٹے

چھوٹے سہاروں کی ضرورت پیش آجاتی ہے۔ کسی سہارے کو نظرانداز کرنا دانشمندی نہیں ہے۔" میں بنی کی شکل دیکھنے لگا تھا---- لیکن اسی وقت ہلینا تڑپ کر بولی۔

"ایسی باتیں نہ کرو باس! ہلینا اپنی زندگی کی قیمت پر تمہاری حفاظت کرے گی۔ میں بہت چھوٹی سی ہوں باس---- کسی ننھے سے کیڑے کی طرح بے حقیقت۔ لیکن باس! تمہارے لیے میں ایک طاقتور ہاتھی ہی ثابت ہوں گی۔ اور وہ کروں گی جو سوچا بھی نہیں جاسکتا۔"

"ہلینا! کاش---- کاش ہم تمہیں اس کا صلہ دے سکتے۔" بنی نے کہا۔

"خدا کی قسم! باس---- بہت چھوٹی سی انسان ہوں۔ بڑی معمولی حیثیت رکھتی ہوں۔ خود کو کسی قابل نہیں سمجھتی' پیٹ بھرنے کے لیے عزت بیچتی ہوں۔ بدن کی مشقت کا صلہ مل جاتا ہے۔ لیکن روح آزاد ہے۔ باس! تیری محبت میں روح کی مشقت ہو رہی ہے' خلوص اور پیار کام کر رہا ہے' اس کے صلے کی بات مت کرو---- روح کی مشقت کا نہ کوئی صلہ ہوتا ہے اور نہ کوئی صلہ دے سکتا ہے۔ جانتی ہو باس! اس مشقت کا---- کیا صلہ ہونا چاہیے؟ تمہاری محبت میں---- تمہاری وفا میں کام کرتے ہوئے' چند دہکتی ہوئی گولیاں بدن میں اتر جائیں تو حیات کو ابدی سکون مل جائے۔ وہ مل جائے جو کھو چکی ہوں۔ تم تصور کرو باس! کچلے ہوئے ضمیر کے لیے ایک روشن دھبہ کافی نہیں ہوگا کہ صلے سے بے نیاز ہو کر میں نے کسی کے لیے جان دے دی۔"

بنی کی آنکھوں میں آنسوؤں کے قطرے چھلک اٹھے تھے۔ پھر اس نے کہا۔ "نواز----"

"ہوں۔" میں چونک پڑا۔

"یہاں سے نکلے تو ہلینا ہمارے ساتھ ہوگی۔"

"اوکے بنی---- ہم اسے اس جزیرے پر چھوڑ بھی نہیں سکتے۔ اب یہ ہماری اہم ترین ساتھی ہے اور ہم اپنے کسی ساتھی کو جزیرے پر نہیں چھوڑیں گے۔"

"اب آپ تھک گئی ہوں گی باس! آرام کریں۔ رات کافی گزر چکی ہے۔ آپ سکون سے سو جائیں باس! ہلینا ہزار آنکھوں سے آپ کی حفاظت کرے گی۔"

"تھینک یو ہلینا!" بنی نے کہا اور ہلینا کافی کے برتن اٹھا کر باہر نکل گئی۔ اس کے جانے کے بعد بنی نے ایک گہری سانس لی اور مسکرانے لگی۔ میرے ہونٹوں پر بھی مسکراہٹ پھیل گئی تھی۔ تب بنی اٹھ کر میرے نزدیک آگئی اور پھر وہ میرے آغوش میں گر پڑی۔ اس نے میری گود میں لیٹ کر گردن میں بانہیں ڈال دیں تھیں۔

"بنی۔" میں اس پر جھک پڑا اور اس نے گردن اٹھا کر مجھے چوم لیا۔ "بعض اوقات میں تمہارے لیے بہت پریشان ہو جاتا ہوں بنی۔"

"کیوں؟" وہ محبت بھری نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگی۔

"سوچتا ہوں' کہیں تمہیں اپنی حماقت کا احساس تو نہیں ہونے لگا۔"

"حماقت؟"

"ہاں بنی! تم ایک شاندار زندگی چھوڑ کر میرے لیے سرگرداں ہو رہی ہو۔"

"نواز! زندگی ایسی شے ہے جس پر کم از کم ہم اپنے حق کا دعویٰ کر سکتے ہیں۔ ہر انسان خود سے پیار

ے۔ لیکن---- اب میرا تجربہ ہے کہ اگر کسی دوسرے کے وجود سے پیار ہو جائے تو پھر اپنا وجود' اپنا سی کی امانت محسوس ہوتا ہے۔ میں تمہیں چاہتی ہوں نواز---- اور اپنے پیار کو تمہارے لیے کر چکی ہوں۔ میری نگاہ میں میرا وجود کوئی حیثیت نہیں رکھتا اور پھر بات بدن کی رہی تو اس سے بڑی بختی کیا ہوگی کہ یہ تمہارے لیے کٹ جائے۔"

میں نے بنی کو بھینچ لیا۔ اس کے الفاظ نے دل کے تاروں پر مضرابؔ کی سی جھنک دی تھی۔ لیکن اب منجمد ہو چکے تھے۔ ان پر کبھی بھی نشان ضرور پڑتا تھا۔ لیکن میں نے ہر آواز کو ابھرنے سے روک اور اب میں متاثر ہونے والوں میں نہیں تھا۔

بس---- وہ انداز---- جو کسی کی طلب ہو سکتا ہے' خرچ کرنے میں کوئی قباحت نہیں چنانچہ میں نے بنی کو اس کے الفاظ کی قیمت ادا کر دی۔ اتنا چوما اسے کہ وہ سرشار ہو گئی اور اس کی وں میں سرور امڈ آیا۔ اس نے اپنا وجود مجھ میں ضم کر دیا---- ویسے وہ عام عورت نہیں تھی۔ ی دیر پہلے ہم جو کچھ کر کے آئے تھے' اس کے بعد ذہن کا لطافت کی وادیوں میں گم ہونا ناممکن العمل تھا۔ ی کیفیت دوسری تھی۔ لیکن بنی پر بھی اس کا کوئی خاص ردعمل نہیں تھا۔ وہ میری آغوش میں ہمہ تن تھی۔

جذبات کی منزلوں کا عروج---- اور پھر زوال۔ لیکن یہ زوال بھی فرحت بخش ہوتا ہے اور اس بعد کسی تھکن کا کوئی احساس نہیں رہتا۔ ہر سانس سکون کا اظہار ہوتا ہے اور بنی کو تو میری آغوش میں کے بعد نیند وغیرہ کا دھیان ہی نہیں رہتا تھا۔

وہ جاگتی رہی' سوچتی رہی۔ میں نے اسے خاموش پایا تو جاننا چاہا کہ کیا وہ سو گئی---- مجھے دیکھ کر وہ انداز میں مسکرا دی۔

"میں سمجھا تم سو گئیں۔"

"نہیں۔"

"خاموش کیوں ہو؟"

"سوچ رہی تھی۔" اس نے جواب دیا۔

"کیا سوچ رہی تھیں بنی؟" میں نے پیار سے کہا۔

"بس میری سوچ کا محور تمہارے سوا کیا ہو سکتا ہے۔" بنی نے کہا۔

"میرے بارے میں ہی سہی۔ کیا خیال تھا ذہن میں؟"

"تم بے حد شاندار انسان ہو نواز---- میں نے مرد کے بارے میں کبھی اس طرح نہیں سوچا' کے گواہ تم خود ہو۔ زندگی میں پہلی بار تم نے میری نسوانیت کے احساس کو مجروح کیا تھا۔ میں مرد کو ہمیشہ سمجھتی تھی نواز! اور خود کو برتر۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ دنیا کے خطرناک ترین مردوں سے میرا واسطہ پڑ چکا لیکن وہ خطرناک ہونے کے باوجود مکلینو کے غلام تھے۔ اور مکلینو کے غلام ہونے کی حیثیت میرے غلام بھی۔ ان میں سے کوئی بھی ایسا نہیں تھا جو مرد کی حیثیت سے مجھے متاثر کرتا۔

لیکن' پھر وہ ملا جس نے مکلینو کو بھی چوٹ دی۔ اوہ! تم نہیں جانتے نواز---- مکلینو دنیا کا سب سے بلند انسان سمجھتا ہے۔ اس کا خیال ہے کہ وہ پیدا نہیں ہوا جو اسے کراس کر سکے۔ لیکن

اچانک وہ پیدا ہوگیا اور------ پھر اس نے مکلینو کی لانچ لوٹ لی' مکلینو کی عزت لوٹ لی
مکلینو کو وہ شاک دیا کہ اس کی کیفیت کا اندازہ نہیں لگایا جاسکا۔ اور میں اس کی دیوانی ہوگئی۔ میں عورت
کے ذہن کی عکاسی نہیں کر رہی نواز------ میں صرف اپنی بات کر رہی ہوں۔ تم نے میرے پندار
نسوانیت کو توڑا اور تم میری زندگی کا سب سے بڑا کھیل بن گئے۔ اب تمہارے سوا میں دنیا میں کسی کے
بارے میں نہیں سوچ سکتی۔ ساری دنیا میں سب سے پہلے مجھے تمہارا مفاد عزیز ہے۔ اپنے بارے میں اس کے
بعد سوچتی ہوں۔"

بنی بے اختیار مجھ سے لپٹ گئی اور پھر اس نے بڑے معصومانہ انداز میں مجھ سے پوچھا۔
نواز------ کیا دنیا کی ہر عورت میری طرح ہوتی ہے؟"

"کیا مطلب بنی؟"

"کیا وہ صرف اس کا انتظار کرتی ہے جو اس کے پندار کو توڑ دے۔ کیا وہ صرف اس کو پسند کرتی ہے
جو اس پر حاوی ہو جائے؟"

"بڑا انوکھا سوال ہے بنی۔"

"مجھے بتاؤ نواز------ میں جاننا چاہتی ہوں۔"

"میرا خیال ہے تم درست کہہ رہی ہو۔ ویسے مزاج کا فرق بھی ہوتا ہے۔ عورت کی اپنی دنیا ہے
یہاں پندار ٹوٹنے کی بات نہیں ہے۔ یوں سمجھو' کسی خاص بات سے متاثر ہونے کو تم پندار ٹوٹنے کا نام دے
رہی ہو۔" میں نے کہا۔

"نہیں نواز! یہاں میں تم سے زیادہ تجربے کار ہوں۔ بنی مسکرائی۔

"وہ کس طرح؟"

"میں نے تمہاری مردانہ وجاہت کے بارے میں سوچا تھا۔ میں نے یہ سوچا تھا یہ مشرقی نوجوان
دلکش ہے' ایک مرد کی حیثیت سے خوبصورت ہے۔ لیکن نواز! میں نے تمہیں ایک غلام کی نگاہ سے ہی دیکھا
تھا۔ میں نے یہ نہیں سوچا تھا کہ تم مجھ سے برتر ہو۔"

"خوب------ پھر؟" میں نے دلچسپی سے پوچھا۔ اس کی باتوں میں مزا آرہا تھا اور تھوڑی دیر کے
لیے میں اپنی الجھن بھول گیا تھا۔

"بس تمہیں اندازہ ہے کہ میں اپنے سامنے کسی کی برتری نہیں تسلیم کرتی ہوں۔ لانچ پر گو تم نے
نہایت اعلیٰ پیمانے پر سمندری محافظوں سے جنگ کی تھی۔ لیکن مجھے پسند نہیں آئی تھی۔ اور------"

"ہاں۔ مجھے اندازہ ہے۔"

"لیکن میں سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ کوئی میرے بارے میں اس طرح بھی سوچ سکتا ہے' کوئی
یوں بھی مجھ پر ہاتھ ڈال سکتا ہے اور جب تم نے------ تم نے مجھے میری نگاہوں میں بے حقیقت کردیا
تو------ تو میں نے اپنی ٹوٹی ہوئی شخصیت پر غور کیا۔ اور جب میں نے تمہارے بارے میں نفرت کا تعین
کیا' میں نے اندازہ لگایا کہ اس شخص سے کتنی نفرت کی جاسکتی ہے جس نے میرے ساتھ یہ سلوک کیا ہے
تو------ تو میں نے اپنے اندر ایک عجیب کیفیت پائی۔ تم یقین کرو مجھے محسوس ہوا کہ مجھے تم سے نفرت
نہیں ہے اور دل کی اس بات پر میں حیران رہ گئی------ میں نے خود کو احمق سمجھا۔ لیکن کوشش کے

باوجود------ تب نواز------ تب میں نے تم سے محبت شروع کردی۔ اور اب اس محبت میں روز افزوں
ترقی ہو رہی ہے۔ کیسی عجیب بات ہے' اب میں تمہارے لیے ساری دنیا کو چھوڑنے کے لیے تیار ہوں۔"

"بنی------" میں نے اسے بھینچ لیا۔ لیکن میرا دل اندر سے کہہ رہا تھا' افسوس بنی------ اس
لحاظ سے میں انسان نہیں ہوں۔ میں کسی کی محبت کی پذیرائی نہیں کرسکتا۔ میں انسانیت سے وہ ناطے توڑ چکا
ہوں۔ جو کسی کی ذات سے متاثر ہو کر اس کے لیے زندگی وقف کر دیتے ہیں۔ تمہاری محبت کی عمر بہت
تھوڑی ہے اس کے بعد------

لیکن میں نے ان جذبات کا اظہار نہیں کیا۔ میرا ذہن زخمی تھا اور ذہن کے زخم شاید کبھی مندمل
نہیں ہوتے۔ یہ زخم ناسور بن چکے تھے۔ اور یہ ناسور سوچنے کے انداز ہی کو بدل چکے تھے۔ خوبصورت الفاظ
صرف الفاظ تھے میرے لیے اس سے زیادہ کچھ نہیں۔

یوں پیار و محبت کی گفتگو میں بقیہ رات بھی گزر گئی۔ کچھ سوئے' کچھ جاگے' لیکن نیند کی کسل ذہن
پر سوار رہی۔ وفاشعار ہلینا ہمارے لیے باورچی خانے میں گھسی ہوئی تھی اور اس نے تھوڑی دیر کے بعد ناشتہ
پیش کردیا۔ تب ناشتے کے دوران میں نے ہلینا سے پوچھا۔

"اب تمہارا کیا پروگرام ہے ہلینا؟"

"تھوڑی دیر کے بعد جاؤں گی جناب۔"

"تمہیں اپنی ملازمت پر بھی جانا ہوگا؟"

"اوہ' ضروری نہیں ہے۔"

"کیوں؟"

"ڈیوٹی برائے نام ہے۔"

"کیا ڈیوٹی پر حاضر ہونا ضروری نہیں ہوتا؟"

"ہوتا تو ہے۔"

"پھر؟" بنی نے پوچھا۔

"اوہ باس! کارخانے کا مینجر------ کبھی کبھی میرے پاس آجاتا ہے اور------ اور اس کے
عوض مجھے پوری پوری آزادی ہے۔" ہلینا نے کہا اور گردن جھکالی۔ بنی بھی خاموش ہوگئی۔ ہلینا جو کچھ بن
چکی تھی اس بارے میں کیا کیا جاسکتا تھا۔ بہرحال پھر بنی آہستہ سے بولی۔

"تمہاری تنہا زندگی پر بڑا بوجھ ہے ہلینا۔"

"باس! خوشیوں سے بہت دور نکل آئی تھی۔ میں نے اپنی زندگی کا تعین صرف یہ کیا تھا کہ جب
تک سانسوں کے تار بندھے ہوئے ہیں اسی طرح گزار دوں۔ مرجاؤں گی تو تمام جھگڑوں سے نجات مل جائے
گی۔ لیکن آپ کی آمد' آپ کی خدمت سے ایک روحانی سکون نصیب ہوا ہے۔ اور------ میں خوش ہوں
کہ بہرحال میری زندگی کو بھی کوئی مقصد ملا۔"

ہم دونوں ہلینا کی سوز بھری گفتگو کے تاثر میں ڈوبے رہے۔ پھر میں نے کہا۔ "اب کیا پروگرام ہے
ہلینا؟"

"آپ کے ساتھیوں کی تلاش کے مشن پر جاؤں گی اور اس شکل میں اگر کوئی سرا ہاتھ لگا تو فوراً

واپس آکر آپ کو اطلاع دوں گی۔"

"اوہ' ٹھیک ہے ہلینا۔۔۔۔۔ ہم یہاں تمہارا انتظار کریں گے۔" میں نے جواب دیا اور ہلینا چلی گئی۔ ہم لوگ پھر ایک دوسرے میں کھو گئے تھے۔ بظاہر میں بنی میں الجھا ہوا تھا لیکن میرا ذہن سردارے وغیرہ میں تھا اور ایک بار پھر ذہن میں جھنجلاہٹ ابھر رہی تھی۔

تنہا زندگی ہر حال میں بہتر ہوتی ہے۔ مر بھی رہے ہو تو ذہن کسی اور طرف تو نہیں ہو گا۔ کسی دوسرے کی پریشانی کا تو خیال نہیں ہو گا۔ اپنے طور پر جیو اور مر جاؤ۔ دنیا کی مصیبتوں سے چھٹکارا۔ اگر سردارے کا وجود نہ ہوتا تو زندگی ہر طرح داؤ پر لگائی جاسکتی تھی۔ ہیلی کاپٹر کے پائلٹ کو مجبور کیا جاسکتا تھا کہ وہ جزیرے سے نکل چلے اور دوسرے ایسے بہت سے کام۔

لیکن اب پھنسا ہوا تھا۔۔۔۔۔ نہ جانے سردارے کہاں گم ہے' کیا کر رہا ہے۔ زندہ ہے یا مر گیا۔ مجھے اس پر غصہ آنے لگا۔ لیکن یہ ساری سوچ احمقانہ تھی' مجھے اس کا احساس تھا۔ بنی کو اندازہ نہیں ہو سکا کہ میں پریشان ہوں۔

دوپہر کے تقریباً پونے بارہ بجے تھے جب ہلینا اچانک واپس آگئی۔ اس کے پاس ایک بیگ تھا جسے اس نے ایک طرف رکھ دیا۔

"خیریت ہلینا۔۔۔۔۔ تم کچھ پرجوش نظر آرہی ہوں؟"

"ہاں باس! ایک چھوٹا سا کام بن گیا ہے۔"

"کیا؟" بنی نے مضطربانہ انداز میں پوچھا۔

"ڈکن اور ربوبی آئے ہیں۔"

"کون ہیں یہ؟"

"گروہ کے لوگ ہیں۔ ایک آپیرا ہال میں سروس کرتے ہیں۔ وہیں سے گروہ کے لیے کام کرتے ہیں۔"

"اور وہ کہاں سے آئے ہیں؟" بنی نے پوچھا۔

"ڈنمارک سے۔"

"خیر۔۔۔۔۔ ان کے آنے سے کیا فرق پڑا ہے' یہ بتاؤ؟"

"باس! بڑا کام بن گیا ہے۔ چونکہ وہ دونوں آپیرا ہال میں ملازمت کرتے ہیں اس لیے انہیں وہاں بڑے روپ بھرنے ہوتے ہیں۔ اس بیگ میں میک اپ کا مکمل سامان موجود ہے۔"

"اوہ۔" میں چونک پڑا۔

"اور سب سے بڑی بات یہ باس۔۔۔۔۔ کہ ڈکن اور ربوبی کی جسامت آپ دونوں جیسی ہے۔"

"کیا؟" بنی چونک پڑی۔۔۔۔۔ میں بھی دلچسپ نگاہوں سے ہلینا کو دیکھ رہا تھا۔ ہلینا کا مقصد بنی کی سمجھ میں نہیں آیا تھا لیکن میں پوری طرح سمجھ گیا تھا۔

"لیکن ان دونوں سے تمہارا کیا تعلق ہے ہلینا؟" میں نے پوچھا۔

"نیا نہیں۔۔۔۔۔ وہی جو باقی لوگوں سے ہے۔" ہلینا نے کہا۔

"اوہ' اوہ۔" میں نے گردن ہلائی اور پھر میں بنی کی طرف دیکھنے لگا۔

"میں کچھ نہیں سمجھی نواز۔"

"ہلینا نے ایک کارنامہ انجام دیا ہے۔" میں نے اعتراف کیا۔

"مجھے بھی تو بتاؤ۔"

"لیکن ہلینا! ہم ان سے کیسے مل سکیں گے؟"

"ٹھیک دو گھنٹے کے بعد دونوں یہاں آئیں گے۔"

"اوہ' ونڈر فل۔۔۔۔۔ تمہارے پاس؟"

"ہاں۔"

"دونوں آئیں گے؟"

"ہاں۔" ہلینا نے گردن جھکالی۔

"بڑا کام کیا ہے ہلینا تم نے۔ لیکن ہمارا کام تو ان کے آنے کے بعد ہی شروع ہو گا۔"

"یقیناً جناب! آپ تیار رہیں۔"

"میں تیار ہوں ہلینا۔۔۔۔۔ لیکن کیا تمہیں معلوم ہے کہ وہ کس پروگرام سے آئے ہیں' یہاں تک رہیں گے؟ کیا یہاں ان کی کوئی رہائش گاہ موجود ہے؟"

"ان کی رہائش گاہ کوئی نہیں ہے۔ ویسے وہ یہاں مال لینے آتے ہیں' بڑی لانچ ساتھ آئی ہے۔ باقی میں آپ کے سامنے معلوم کروں گی۔ لیکن۔۔۔۔۔"

"ہاں' ہاں۔ لیکن کیا؟"

"آپ کو کچھ غیر اخلاقی مناظر برداشت کرنے پڑیں گے جناب! میری بدبختی کا تماشہ دیکھنا ہو گا۔"

"اوہ۔۔۔۔۔ ہلینا۔۔۔۔۔ ہماری نگاہ میں تم بہت بلند ہو۔ تمہاری شخصیت ان غلاظتوں سے بالاتر ہے۔ تو تمہارے اوپر مسلط کردی گئی ہیں۔ اس لیے تم اس بارے میں مت سوچو۔" بنی نے کہا۔

"اب جب میں آگئی ہوں تو کھانا تیار کردوں؟"

"اوہ ہلینا! اس کی کیا ضرورت ہے۔"

"ہے جناب!"

"اچھا باہر کی کیا پوزیشن ہے؟" میں نے پوچھا۔

"بتانے والی تھی۔ آج سارے کارخانوں میں کام بند ہے۔ باہر بڑی گہما گہمی ہے' رات کے واقعے کا ماہے۔ ہوریشو اعلیٰ پیمانے پر کچھ کرنے کا ارادہ رکھتا ہے۔"

"خوب۔" میں نے گہری سانس لی۔ ہوریشو کی پریشانی سے مجھے خوشی ہوئی تھی۔ پھر ہلینا چلی گئی اور نیال نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگی۔

"میرا خیال ہے اب تم سمجھ گئی ہو گی۔"

"کسی حد تک۔" بنی نے گردن ہلائی۔

"کیا۔۔۔۔۔ مجھے بتاؤ؟"

"ان دونوں کا انتظار کیا جائے گا اور شاید تم ان کی شکلیں استعمال کرو گے۔"

"بالکل درست۔"

"ولیکن میں......."

"سب ٹھیک ہو جائے گا۔ بنی! پہلے میں اس میک اپ بکس کو دیکھ لوں۔ غالباً ہیلنا یہ بیگ چرا کر لائی ہو گی۔" میں نے بیگ اٹھاتے ہوئے کہا۔

"ہاں۔ یقیناً۔"

"یہ لڑکی دل کھول کر ہمارے لئے کام کر رہی ہے۔ کاش ہم اسے اس کی محنت کا صلہ دے سکیں۔"

"ہم اسے نظر انداز نہیں کریں گے نواز!؟"

"ہرگز نہیں بنی!"

"اگر یہاں سے نکل سکے تو اسے ضرور ساتھ لے جائیں گے۔"

"بالکل-----" میں نے بیگ کھولتے ہوئے کہا۔ اور پھر اس سے میک اپ کا سامان نکالنے لگا۔

میری آنکھوں میں دلچسپی کی چمک پیدا ہو گئی تھی۔ جدید ترین میک اپ بکس تھا۔ کئی رنگوں کے بال 'نائیلون کے ناک' آنکھوں کے پلکیں 'ہونٹ وغیرہ موجود تھے اور پھر چہرے بدلنے والی جھلیاں اور انہیں چپکانے کے لوشن----- بڑے کام کی چیز ہاتھ لگی تھی اور ہلینا کو اس کے اس کارنامے پر دلی مبارکباد دی جا سکتی تھی۔

"کیا پوزیشن ہے؟" بنی نے پوچھا۔

"بہترین بنی----- لطف آگیا۔"

"تم اس کے استعمال سے واقف ہو نواز؟"

"کام چلا لوں گا۔" میں نے اعتماد سے کہا۔

"میں جانتی ہوں تم کسی طرح کام چلا لو گے۔" بنی مسکراتی ہوئی بولی۔ وہ پیار بھری نگاہوں سے مجھے دیکھ رہی تھی----- میں نے بیگ بند کر دیا اور پھر اسے ایک طرف رکھ دیا۔

تھوڑی دیر کے بعد ہلینا نے کھانا تیار کر لیا اور آکر ہمیں اطلاع دی۔ ہم کھانے کے لئے اٹھ گئے کھانا خاموشی سے ہی کھایا گیا تھا۔

ہلینا نے گھڑی دیکھی اور پھر ہماری طرف دیکھتی ہوئی بولی۔ "میرا خیال ہے وہ آنے والے ہوں گے۔ آپ تیار ہو جائیں۔"

"میں تیار ہوں ہلینا! لیکن اگر وہ ہمارے کام کے آدمی نکلے تو ہمیں کہاں تک جانے کی اجازت ہے؟" میں نے ہلینا سے پوچھا۔

"اوہ جناب! باس بنی موجود ہیں۔ ان کے سامنے میری مجال ہے کہ میں کوئی اجازت دوں۔ باس کے مفاد میں جو بات ہو وہ مجھے دل سے عزیز ہے۔"

"تب ٹھیک ہے۔ میں بنی سے اجازت لے لوں گا۔" میں نے کہا اور ہلینا خاموش ہو گئی۔

ہم دونوں اندر کے کمرے میں پہنچ گئے تھے' اس سلسلے میں باقاعدہ پروگرام بنا لیا گیا تھا----- ہلینا اس کمرے میں ان کا انتظار کرنے لگی۔

بنی خاموشی سے میرے پاس آگئی تھی۔ ہم دونوں الماری کے عقب میں پوشیدہ تھے۔ کافی بڑی الماری تھی اور اس کے پیچھے بیٹھنے کی گنجائش بھی بہت زیادہ تھی۔

بنی آہستہ سے بولی۔ "پروگرام کیا ہے نواز؟"

"بنی! اگر وہ لوگ ہمارے کام کے ثابت ہوئے تو ظاہر ہے پھر ان کی زندگی مناسب نہیں ہو گی۔"

"اور قتل کر دو گے انہیں؟"

"ہاں----- یہ انتہائی ضروری ہو گا۔"

"پھر اس کے بعد-----؟"

"پھر اس کے بعد ہم ان کے میک اپ میں آجائیں گے۔ جیسا کہ ہلینا نے بتایا ہے کہ ان کی جسامت ہم سے مماثلت رکھتی ہے۔ ہم اس سے پورا پورا فائدہ اٹھائیں گے۔"

"لیکن میں-----" بنی عجیب سے لہجے میں بولی۔

"کیوں----- تمہیں کیا ہو گیا؟"

"میرا مطلب ہے وہ دونوں تو مرد ہیں۔"

"اور بنی----- تمہیں مرد بنانے میں کون سی دقت پیش آئے گی-----؟ بہر صورت پہلے انہیں آجانے دو' ان کا جائزہ لیں گے' ان کی باتیں سنیں گے اور اگر ہم ان کا کردار آسانی سے ادا کر سکے تو میرا خیال ہے یہ ایک بہتر ترکیب ہو گی اور ہم اس سے پورا پورا فائدہ اٹھانے کی کوشش کریں گے----- لیکن اگر صورت حال دوسری ہوئی یعنی وہ ہمارے کام کے نہ ثابت ہوئے تو پھر جو ہو گا اس کے بعد ہم دیکھ لیں گے۔" میں نے کہا اور بنی گردن ہلانے لگی۔

اس کے بعد ہم خاموش ہو گئے اور پھر تھوڑی دیر کے بعد ہم نے قدموں کی چاپ سنی۔ ہلینا زور زور سے گفتگو کرتی ہوئی آرہی تھی۔ مقصد شاید اس کا یہی تھا کہ ہمیں اندازہ ہو جائے کہ وہ لوگ آچکے ہیں۔ چنانچہ ہم محتاط ہو گئے۔ ہم نے سانس تک روک لی----- ہلینا دروازہ کھول کر اندر آگئی تھی۔ چند ساعت ہم نے انہیں دیکھنے کی کوشش نہیں کی۔ لیکن پھر ہلینا نے انہیں بٹھا دیا اور خود بھی شاید بیٹھ گئی۔

مجھے یقین تھا کہ اس نے زاویہ ایسا رکھا ہو گا کہ ہم دونوں انہیں دیکھ بھی سکیں اور ان کی آواز بھی سن سکیں' کچھ اس طرح کہ انہیں کوئی شبہ نہ ہو----- اور میرا اندازہ درست نکلا۔ میں نے الماری کے پیچھے سے جھانکا تھا۔

میں نے دیکھا کہ دو ملاح قسم کے نوجوان تھے' عمریں زیادہ نہیں تھیں۔ ایک بہت دبلا پتلا اور کسی قدر چھوٹے قد کا تھا۔ اور دوسرا بالکل میری جسامت کا----- گویا ہلینا کا اندازہ درست تھا۔

دونوں بڑے دلچسپ انداز میں ہلینا سے گفتگو کر رہے تھے اور یہ گفتگو ہلینا ہی کے بارے میں تھی۔

ہم نے ان کی باتوں پر کان لگا دیئے۔

چھوٹے قد کا نوجوان کہہ رہا تھا۔ "ہلینا! میں دیکھ رہا ہوں' تمہارے اندر کوئی خاص تبدیلی نہیں ہوئی۔"

"کس قسم کی تبدیلی؟" ہلینا نے پوچھا۔

"میرا مطلب ہے' نہ تمہاری جسامت میں' نہ تمہارے بدن میں' ویسی کی ویسی ہی ہو۔ میرا خیال ہے ہم کئی مہینے کے بعد آئے ہیں۔"

"کئی مہینے کے بعد کیوں----- میرا خیال ہے تمہیں زیادہ سے زیادہ دو یا تین ماہ ہوئے ہیں۔" ہلینا

"ہاں' یہ تو درست ہے۔ لیکن بہر صورت لگتا یوں ہی ہے جیسے ہمیں آئے ہوئے طویل عرصہ گز
چکا ہے۔ ہلینا کو جب بھی دیکھو یونہی کی یونہی نظر آتی ہے۔"

"ظاہر ہے اگر یہ بات نہ ہوتی تو ہم بار بار یہاں کیوں آتے۔" دوسرا نوجوان بولا اور پہلا نوجوا
مسکرا پڑا تھا۔

"اور لطف کی بات یہ ہے کہ دونوں ایک ہی مرض کا شکار ہیں۔"

"ہاں بھئی ہلینا کی یہی تو خوبی ہے کہ بیک وقت دونوں میں سے کسی کو بیزار نہیں ہونے
دیتی----- سچی بات تو یہ ہے کہ تنہا لطف بھی نہیں آتا۔"

"براہ کرم آپ لوگ اپنے بارے میں بھی بتائیں اور میرا تذکرہ چھوڑیں۔" ہلینا نے جلدی سے
اور وہ دونوں ایک دوسرے کو دیکھ کر بے تکے انداز میں ہنس پڑے۔

"اپنی باتیں کیا کریں ہلینا----- یہاں آنے کے بعد تو بس تم ہی تم یاد رہ جاتی ہو' میرا خیال ہے
اب ہمیں خود سے زیادہ دور نہ رکھو۔"

"اوہ' ڈکن! دیکھو' یہ بوبی بہت اوور (OVER) ہو رہا ہے۔ کیا تم اس صورت حال کو پسند کرتے
ہو؟" ہلینا نے ناز بھرے انداز میں دوسرے شخص سے کہا اور وہ بولا۔

"دیکھو بوبی! اسے پریشان نہ کرو۔"

"اوہ' تو گویا تم یہاں صرف اس کی دلجوئی کے لئے آئے ہو۔" بوبی نے ڈکن کو گھورتے ہوئے کہا۔

"مطلب یہ کہ پہلے کچھ دیر باتیں کریں گے' بیٹھیں گے' اب ایسا بھی کیا کہ آئے اور فضول باتوں
اتر آئے۔"

"دیکھا ہلینا! ڈکن بوڑھا ہوتا جا رہا ہے' یہ ان باتوں کو فضول باتیں کہتا ہے۔" بوبی نے ہنستے ہوئے
کہا۔ بوبی دبلے پتلے جسم کا مالک تھا اور چھوٹا سا قد رکھتا تھا۔ لیکن ضرورت سے کچھ زیادہ ہی بول رہا تھا۔

"اچھا' اچھا۔ بس خاموش ہو جاؤ۔" ڈکن گھونسا تان کر بولا۔ ان دونوں میں شاید کافی بے تکلفی
تھی۔ پھر وہ بولا۔

"ہاں ہلینا! یہ بتاؤ' کیا کھلا پلا رہی ہو؟"

"جو آپ لوگ کہیں"

"بھئی کھانے کا تو موڈ نہیں ہے۔ البتہ رہی پلانے کی بات' تو وہ تمہاری میزبانی پر چھوڑ دی۔" ڈکن
مسکرایا۔

"بہتر ہے۔ میں ابھی آپ لوگوں کے لئے کچھ لاتی ہوں۔" ہلینا نے کہا اور پھر وہ کمرے سے باہر
گئی۔

بہر صورت یہ بھی اس کی دانائی کا ایک ثبوت تھا۔ وہ تنہائی میں انہیں چھوڑنا چاہتی تھی۔ ظاہر
سننے والے ہم لوگ موجود تھے اور ہم با آسانی ان کی گفتگو سن کر اندازہ قائم کر سکتے تھے۔ ہوا بھی وہی۔
ساعت کے بعد ہی انہوں نے گفتگو شروع کر دی۔

"کمبخت ویسی کی ویسی ہے۔"

"ہاں۔ اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ خاصی حسین عورت ہے۔"

"حسین اور باذوق۔" بوبی بولا۔

"اچھا بوبی! فضول باتیں ترک کر دو۔ یہ تم نے کیا چکر چلا رکھا ہے۔ یوں بھی کوئی کسی سے ملتے ہی
اس قسم کی باتیں شروع کر دیتا ہے' پہلے کم از کم اس کی دلجوئی کرو پھر اس کے بعد-----" ڈکن ہنسا۔

"ٹھیک ہے بھئی' اب تو ماننا ہی پڑے گی تمہاری بات----- تمہارا عہدہ جو مجھ سے بڑھ گیا
ہے۔"

"فضول باتیں مت کیا کرو بوبی----- دیکھو' میں تم سے بار بار یہ کہہ چکا ہوں' بھلا اس بات میں
عہدے کا کیا تذکرہ----- ہم دونوں یہاں مزے لینے کے لئے آئے ہیں یا اپنے عہدوں کے تعین کے
لئے۔" ڈکن بولا۔

"نہیں' یہ بات تو نہیں ہے لیکن پھر بھی-----" بوبی نے کہا اور خاموش ہو گیا۔ اور پھر وہ اس
وقت تک خاموش رہا جب تک کہ ہلینا واپس نہ آ گئی۔

ہلینا شاید شراب کا مکمل سیٹ لے کر آئی تھی' ٹرالی کی آواز تو ہمیں محسوس ہوئی تھی۔ لیکن بعد میں
اندازہ ہوا کہ شراب کا جگ ٹرالی پر رکھا ہوا ہے۔ ہم بہت احتیاط سے باہر جھانک رہے تھے۔ ایک آدھ بار بنی
نے بھی باہر دیکھنے کی کوشش کی تھی اور اس میں کامیاب بھی ہو گئی تھی۔ لیکن بہر صورت اس صورت حال
سے وہ بھی واقف تھی اس لئے ہم میں کوئی گفتگو نہیں ہوئی۔

"ہاں ڈکن! اب تم بتاؤ' کہاں کہاں رہے' کہاں کہاں گھومے؟"

"اور ہلینا! ہماری زندگی بھی کوئی زندگی ہے' کسی ایک جگہ تو قدم ٹکتے ہی نہیں۔ باس کا حکم چلتا ہے'
جہاں جانے کا حکم ملتا ہے' پہنچ جاتے ہیں----- لیکن ہاں سنو! یہ یہاں کیا قصہ ہو رہا ہے؟" ڈکن نے
پوچھا۔

"کیا مطلب؟" ہلینا نے پوچھا۔ "کیسا قصہ؟"

"مطلب یہ کہ مسٹر ہوریشو کے بارے میں سنا ہے کہ وہ کچھ ہنگامے کرا رہے ہیں۔" ڈکن نے کہا۔

"اوہ' ہاں----- بنی باس بھی یہاں آئی تھی اور اس کے ساتھ کچھ ایسے لوگ تھے جو مکلینو
کے قیدی تھے۔ پتہ نہیں قصہ کیا ہوا----- ہوریشو ان لوگوں کا دشمن ہو گیا اور شاید مکلینو کی بیٹی بنی
باس کا بھی۔"

ڈکن نے تعجب سے پوچھا۔ "بنی کا-----؟"

"ہاں۔ ہوریشو نے باس بنی کو بھی قتل کرنے کی کوشش کی تھی۔"

"ارے نہیں' یہ کیسے ممکن ہے۔ تمہیں غلط فہمی ہوئی ہو گی۔" ڈکن نے یقین نہ کرنے والے
انداز میں کہا۔

"سنا تو یہی ہے میں نے----- البتہ یہ نہیں کہہ سکتا کہ کہاں تک صحیح ہے اور کہاں تک غلط۔
بہر حال سنا یہی ہے کہ مسٹر ہوریشو ان لوگوں کو تلاش کر کے قتل کر دینا چاہتے ہیں اور اس سلسلے میں انہوں
نے یہاں بمباری بھی کرائی تھی جس سے کافی آدمی ہلاک ہوئے۔"

"کہاں بمباری کرائی تھی؟" بوبی حیرت سے بولا۔

"پہاڑوں میں----- چونکہ وہاں باس بنی اور ان کے ساتھی مقیم تھے۔ عجیب و غریب حالات

سے گزر رہے ہیں آجکل ہم لوگ ------ نہ جانے کیا ہو گیا ہے' نہ جانے کیا ہونے والا ہے۔" ہلینا پر خیال انداز میں بولی۔

"واقعی ------ لیکن مسٹر ہوریشو کو یہ کیا سوجھی ------ باس بنی کے خلاف تو کوئی کارروائی میرا خیال ہے BIG BOSS بھی پسند نہیں کرے گا۔"

"مسٹر ہوریشو ہی اس بارے میں جان سکتے ہیں۔ میں کیا جانوں۔" ہلینا نے کہا۔

"مگر بڑی تعجب خیز بات ہے۔ اگر مسٹر ہوریشو باس کی بیٹی کو قتل کرنے پر تل گئے ہیں تو میرا خیال ہے وہ اچھا نہیں کر رہے۔ مکلینو بہر صورت ان کا کتنا بھی احترام کرتا ہے لیکن اپنی بیٹی کے سلسلے میں تو وہ ان کی بات مشکل ہی سے مانے لگا۔ آخر وہ اس کے دشمن کیوں ہو گئے ہیں؟"

"بس طویل سلسلہ ہے مجھے اس بارے میں زیادہ معلومات نہیں۔ تم مجھ سے یہاں کے بارے میں پوچھے جا رہے ہو حالانکہ میں نے تم سے سوال کیا تھا کہ تم کہاں کہاں گھومتے رہے؟"

"ہلینا! میں بتا چکا ہوں کہ کئی جگہوں پر گیا۔ جہاں جانے کا حکم باس نے دیا' وہاں گیا۔" ڈکن نے کہا۔

"ہوں۔ غیر ملکوں میں بھی رہے ہو گے؟"

"ہاں ہاں' کیوں نہیں۔"

"یہاں کیسے آئے؟"

"مال لینے کے لئے ------ اور اس کے علاوہ یہاں آنے کا کیا مقصد ہو سکتا تھا۔ ویسے اگر سچ پوچھو تو تمہاری یاد ہمیں یہاں کھینچ لائی ہے۔" بوبی نے مسکراتے ہوئے کہا اور ہلینا بھی مسکرانے لگی۔ پھر ہنستے ہوئے بولی۔

"تم بہت شریر انسان ہو بوبی۔" اس نے کہا اور ہنسنے لگی۔ پھر بولی۔ "ڈکن' کب تک یہاں رکنے کا ارادہ ہے؟"

"اوہ ڈارلنگ! حکم کے غلام دیکھنے میں بھی غلام نظر آتے ہیں اور ہوتے بھی غلام ہیں۔ بھلا ہمارا اپنا کوئی پروگرام ہو سکتا ہے۔ جس وقت لانچ کا بگل بجے گا چل دیں گے۔ اگر لانچ پر نہیں ہوں گے تو کان پکڑ کر بلوا لئے جائیں گے۔ ماضی میں بھی یہی ہوتا رہا ہے۔"

"لوڈنگ شروع ہو گئی؟"

"ہمارا اس سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ نہ ہی ہم اس بارے میں معلوم کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔"

"ہاں۔ یہ تو ہے۔ اچھا تمہارے ساتھ کون کون آیا ہے؟"

"پندرہ افراد ہیں' سب کے سب نئے ہیں۔ پرانے لوگوں میں سے کوئی نہیں ہے۔ تمہیں کسی کی تلاش ہے؟"

"نہیں۔ ایسی کوئی بات نہیں ہے۔" ہلینا شاید ان کے لئے پیگ بنا رہی تھی۔ پھر گلاس ٹکرانے کی آواز سنائی دی۔ ہلینا نے دو یا تین بار سرسری انداز میں الماری کی طرف بھی دیکھا تھا۔ ویسے وہ مشکل میں گرفتار تھی۔ ہماری نگاہوں میں زیادہ سبکی نہیں کرانا چاہتی تھی جبکہ وہ لوگ ضرورت سے زیادہ ہی منہ پھٹ تھے اور ہر جملے میں فحش مذاق کرتے تھے۔

میں نے انہیں بخوبی دیکھ لیا تھا اور ان کے بولنے کے انداز کو نوٹ کر لیا تھا۔ اس کے علاوہ میں خاص طور سے ڈکن کی حرکات بھی نوٹ کر رہا تھا۔ ڈکن کے انداز میں میں نے ایک خاص بات دیکھی تھی۔ وہ بیٹھے بیٹھے دونوں ہاتھوں کے انگوٹھوں کو دائرے کی شکل میں گھمانے لگتا تھا۔ اور پھر میں نے بنی کے کان میں سرگوشی کی۔

"بنی!"

"ہوں۔" وہ چونک پڑی۔

"تم اس دوسرے آدمی کو دیکھ رہی ہو؟"

"بوبی کو؟"

"ہاں۔" میں نے جواب دیا۔

"دیکھ رہی ہوں ------ کیوں؟" بنی نے جواب دیا۔

"اس کی آواز میں زنانہ پن نہیں ہے؟"

"ہاں۔ لیکن وہ بہت غلیظ گفتگو کر رہا ہے۔" بنی نفرت سے ناک سکوڑ کر بولی۔

"گڈ ------ میں چاہتا ہوں تم اس کی آواز' اس کے بولنے کا انداز اور اس کی اضطراری حرکتوں کو نوٹ کر لو۔ تمہیں اس شخص کا کردار ادا کرنا ہے۔"

"اوہ۔" بنی نے گردن ہلائی۔

"جس وقت اسے پوری طرح چیک کر لو' مجھے بتا دینا ------ اس کے بعد ہم انہیں مہلت نہیں دیں گے۔" میں نے کہا اور بنی بدستور گردن ہلاتی رہی۔ دوسری طرف وہ لوگ اوور ہو رہے تھے۔ لیکن ہلینا کی ایک بات نے مجھے حیرت میں ڈال دیا۔ وہ کہہ رہی تھی۔

"یہ تم لوگوں کی عادتیں کیوں بدلتی جا رہی ہیں؟"

"کیوں ------ کیا ہوا ہلینا ڈارلنگ؟"

"کیا اس سے پہلے تم اس طرح شراب پیتے تھے؟ میرا مطلب ہے لباس پہن کر اور وہ بھی میرے سامنے؟"

"اوہ' اس کا مطلب ہے تم بھی ہمارے لئے بے چین ہو۔" بوبی بولا۔ اور پھر جلدی سے کھڑا ہو گیا۔

"میں بھی یہی سوچ رہا تھا کہ نہ جانے ہم کیا بھول گئے ہیں۔"

"یہ حقیقت ہے بوبی! ہم سارے جہانوں میں گھوم آئے ہیں' ایک سے ایک حسینہ ملتی ہے لیکن جو خوبی اور جو خوش ذوقی ہلینا کے پاس ملتی ہے کہیں نہیں ملتی۔" ڈکن نے کہا اور اس کے بعد وہ لوگ اخلاق کی آخری حد سے باہر آ گئے۔ انہوں نے اپنے لباس اتار کر ہلینا کے حوالے کر دیئے۔

"میں انہیں الماری میں رکھ دوں۔" ہلینا نے کہا۔ لیکن بوبی نے پیچھے سے اس کی کمر پکڑ لی۔

"اور تمہارے اندر یہ تبدیلی کیوں ------؟" وہ بولا۔ ہلینا نے ایک جھٹکے سے خود کو اس سے چھڑا لیا اور بوبی جھونک میں گرتے گرتے بچا۔

"کیسی تبدیلی بوبی؟" اس نے سنبھل کر پوچھا۔

"تم نے بھی تو شراب کا ہر پیگ دو آتشہ بنا کر دیا ہے یعنی شراب کا نشہ اور تمہارے بدن کا۔"

بوبی نے کہا۔ میرے ذہن میں ایک اور خیال آیا تھا۔ اس دوران بنی نے تعجب خیز نگاہوں سے میری طرف دیکھا اور آہستہ سے سرگوشی کی۔

"ہلینا کو کیا ہوا؟"

"میں جانتا ہوں بنی! لیکن ٹھہرو' بعد میں بتاؤں گا۔" میں نے کہا اور پھر میں الماری کے پیچھے سے باہر نکل آیا۔

"اس تبدیلی کی وجہ میں بتاؤں گا دوستو!" میں نے کہا اور دونوں بری طرح اچھل پڑے۔ وہ بدحواسی میں کھڑے ہو گئے تھے اور پھر ان کی آنکھیں غصے سے سرخ ہو گئیں۔

"کون ہو تم؟" ڈکن خونخوار لہجے میں بولا۔

"ہلینا ہی بتائے گی۔"

"کیوں ہلینا! تم تو ہمیں دعوت دے کر آئی تھیں۔" بوبی نے کہا۔

"ہاں۔ میں نے دعوت دی تھی۔" ہلینا کے چہرے کی رونق بحال ہو گئی۔

"پھر یہ یہاں کیوں ہے؟"

"ابھی تو اور بھی ہیں۔" ہلینا نے مسکراتے ہوئے کہا اور بنی بھی باہر نکل آئی۔۔۔۔۔۔ اور وہ دونوں شاید بنی کو پہچانتے تھے۔ دونوں خود کو چھپانے کی کوشش کرنے لگے۔

"سیدھے کھڑے ہو جاؤ۔" بنی غرائی۔

"بب باس۔۔۔۔۔۔ باس!" ہکلائے۔ ان کی حالت خراب ہو گئی تھی۔ بنی نے میری طرف دیکھا اور میں نے گردن جھکا کر کہا۔

"کیا حکم ہے باس؟ کیا میں انہیں ہلینا کے اندر کی تبدیلی کے بارے میں بتاؤں؟"

"بتاؤ۔" بنی نے کہا۔ اور دوسرے لمحے میں ڈکن پر جھپٹ پڑا۔ اس کے ساتھ ہی میں نے بوبی کی کمر پر لات رسید کر دی تھی۔ وہ کمزور سا انسان تھا۔ ہلینا کے ایک جھٹکے پر ہی گرتے گرتے بچا تھا۔ میری لات نے تو اسے دیوار سے دے مارا تھا۔ ڈکن کو البتہ خود پر مان تھا۔ وہ جوجستو کے ایک داؤ کے ذریعے میری گرفت سے نکل گیا اور پھر وہ کراٹے کی پوزیشن بنا کر کھڑا ہو گیا۔ بوبی البتہ ایک لات میں ہی ٹھیک ہو گیا اور اس میں دوبارہ کھڑے ہونے کی سکت نہیں رہی تھی۔ میں نے ڈکن کی جانب دیکھا۔

لباس سے عاری شخص لڑنے کی پوزیشن میں بیحد مضحکہ خیز لگ رہا تھا۔ لیکن بہرحال اس نے مجھے چیلنج کر دیا تھا اور اس وقت اسے درست کرنا بیحد ضروری تھا۔ چنانچہ میں نے بھی پوزیشن لے لی اور پھر میں نے انتظار کئے بغیر اس پر حملہ کر دیا۔

ڈکن نے پینترہ بدلا اور میری طرف لات چلائی۔ لیکن میں نے اس کا وار برداشت کرتے ہوئے سانپ کی طرح پلٹ کر اس کی ٹانگ بغل میں دبالی اور پھر سانپ ہی کی طرح پلٹا کھایا۔ ڈکن نے اپنا سر زمین سے ٹکرانے سے بچانے کے لئے دونوں ہاتھوں کا سہارا لیا تھا۔ لیکن میں نے اس داؤ کے بعد داؤ لگایا۔ میں نے اس کی ٹانگ چھوڑ کر کمر پکڑلی اور پھر ایک دیسی داؤ کلابی کے ذریعے اسے چت کر کے اپنا گھٹنا اس کی گردن پر رکھ دیا۔ گھٹنے کے ایک ردّے سے ڈکن کی آنکھیں باہر نکل آئیں۔

اس نے دونوں ہاتھ زمین پر پٹخے اور ان سے کسی شے کا سہارا لینے کی کوشش کی۔ لیکن میں نے

گھٹنے کا دباؤ اور سخت کر دیا۔ پھر اس کے حلق سے آخری آوازیں نکلیں اور اس کی آنکھیں کھلی رہ گئیں۔ بنی کے چہرے پر جوش کے آثار نظر آ رہے تھے۔

"ویری گڈ۔۔۔۔۔۔ اس چیلنج کا بھرپور جواب ملا ہے اسے۔۔۔۔۔۔ دیکھا ہلینا!" اس نے کہا لیکن ہلینا کی تو آواز ہی بند تھی۔

"اب تم سناؤ دوست!" میں نے بوبی کو دیوار کے سہارے کھڑا کرتے ہوئے کہا۔ بوبی نے خوفزدہ نگاہوں سے مجھے دیکھا۔ لیکن میں اس وقت رحم کے ہر تاثر سے خالی تھا۔ چنانچہ میں نے اس کی گردن بھی دبوچ لی اور پھر اس کا حشر بھی اپنے ساتھی سے مختلف نہ ہوا۔

میں نے دونوں کو ختم کرنے کے بعد ہاتھ جھاڑے تھے اور پھر میں ہلینا کی طرف مخاطب ہو کر بولا۔ "تم نے اسی لئے ان کے لباس اتروائے تھے نا ہلینا۔۔۔۔۔۔ کہ میری کوشش سے وہ خون آلود نہ ہو جائیں اور ہمارے استعمال کے کام آ سکیں؟"

"ہاں مسٹر نواز!" ہلینا نے جواب دیا۔

"لیکن میرے ذہن میں شروع سے یہ خیال تھا کہ میں تمہارے مکان کے کمرے کا فرش بھی نہ خراب ہونے دوں اور میں نے اس کا خیال رکھا ہے۔"

"مجھے آپ کے بارے میں معلوم نہ تھا۔"

"اب معلوم ہو گیا؟" بنی بے اختیار مسکرا پڑی۔

"ہاں۔۔۔۔۔۔ حالانکہ مجھے سوچ لینا چاہئے تھا کہ باس کے ساتھ کوئی معمولی شخصیت تو نہ ہو گی۔" ہلینا نے بھی مسکراتے ہوئے کہا۔

"لیکن نواز۔۔۔۔۔۔ یہ لڑکی بھی کافی ذہین ہے' دور تک سوچتی ہے۔ تمہارا کیا خیال ہے؟"

"بالکل بنی! میک اپ باکس اور پھر ان لوگوں کی جسامت کا تجزیہ۔"

"یہ حقیقت ہے نواز۔۔۔۔۔۔ دیکھو ڈکن تمہاری جسامت کا ہے۔"

"اور بوبی بالکل تمہاری طرح بنی۔"

"ہاں۔۔۔۔۔۔ لیکن۔"

"کیوں؟"

"کیا میں اس کا روپ دھار سکتی ہوں؟"

"کیوں نہیں۔"

"تم اس کا میک اپ کر سکتے ہو؟"

"یقیناً۔"

"عجیب سا نہیں لگے گا؟"

"بالکل نہیں۔"

"بہرحال ٹھیک ہے۔ لیکن ہلینا۔۔۔۔۔۔ ان لوگوں کی لاشیں کہاں ٹھکانے لگائیں۔ کیا تمہاری نگاہ میں ایسی کوئی جگہ ہے؟"

"ہاں۔ مکان کے نیچے گٹر لائن ہے۔ میرا خیال ہے مین ہول کھول کر انہیں اندر ڈال دیا جائے۔"

بہتے ہوئے سمندر میں پہنچ جائیں گے۔"

"گڈ ــــــ تب پہلے یہ کام کر لیا جائے' اس کے بعد دوسرے کام کریں گے۔" میں نے کہا اور ہلینا نے بھی حتیٰ الامکان میری مدد کی تھی۔ مین ہول کا ڈھکن برابر کرنے کے بعد ہم نے سکون کی سانس لی اور اب حلئے بدلنے کی تیاریاں شروع ہو گئیں۔ بوبی کے میک اپ میں بنی کے بال آڑے آتے تھے۔ میں نے انہیں کاٹنے کی تجویز پیش کی اور بنی کے حلق سے ایک آواز نکل گئی۔

"کیوں بنی ــــــ کیا تم اس کے لئے تیار نہیں ہو؟"

"نہیں نواز ــــــ اگر اس کی ضرورت ہے تو ٹھیک ہے' ویسے مجھے اپنے بال کافی پسند ہیں۔" بنی نے اپنے بالوں پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا۔

"مگر بنی! تمہارے بال دوبارہ آسکتے ہیں۔" میں نے کہا اور پھر میں نے بنی کی مرمت شروع کر دی۔ تھوڑی دیر کے بعد بنی کی شکل بدلنے لگی۔ ہلینا بھی ہم سے بدستور تعاون کر رہی تھی اور تقریباً پون گھنٹے کے بعد جب بنی کا میک اپ مکمل ہو گیا تو ہلینا کے حلق سے ایک آواز نکل گئی۔

"میرے خدا ــــــ مسٹر نواز تو جادوگر معلوم ہوتے ہیں۔"

"آئینہ دکھاؤ۔" بنی بولی۔

"ابھی نہیں بنی!" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"کیوں؟"

"پہلے بوبی کے کپڑے پہن لو۔"

"اوہ' اچھا لاؤ ہلینا ــــــ کپڑے لاؤ۔" بنی نے کہا اور ہلینا نے بوبی کا لباس اسے دے دیا۔ بنی نے دوسرے کمرے میں جا کر لباس تبدیل کیا۔ اور میں نے اس کا بازو پکڑ کر اسے آئینے کے سامنے لا کھڑا کیا۔ بنی نے خود کو دیکھا اور ششدر رہ گئی۔ کئی منٹ تک وہ ہر زاویے سے خود کو دیکھتی رہی۔ پھر اس نے سرسراتی آواز میں کہا۔

"یقین کرو نواز! تمہارے ہر کام کو میں اس طرح دیکھتی ہوں جیسے کوئی مافوق الفطرت انسان میرے سامنے ہو۔ تمہاری ہر جنبش کے نتیجے کو انوکھا سمجھنے میں حق بجانب ہوں۔ مجھے یقین تھا کہ میک اپ کا نتیجہ بھی کچھ ایسا ہی نکلے گا جس کی پیشگوئی میں نے کر دی تھی۔"

"اب میں ڈکن بن جاؤں۔" میں نے کہا اور اس کے بعد میں خود پر مصروف ہو گیا۔ دونوں لڑکیاں میرے ہاتھوں کی مہارت دیکھ رہی تھیں۔ اور میں تیزی سے اپنے کام میں مصروف تھا۔ پھر میں نے اپنے چہرے کو فائنل ٹچ دیئے اور تیار ہو گیا۔

اور اسی وقت ایک شور سنائی دیا۔ کافی زور سے دروازہ دھڑدھڑایا گیا تھا۔ ہم سب اچھل پڑے۔ ہلینا نے وحشت زدہ نگاہوں سے دروازے کی طرف دیکھا۔

"کون ہو سکتا ہے ہلینا؟" میں نے سرد لہجے میں کہا۔

"معلوم نہیں۔"

"اوہ بنی! سامان سمیٹو۔" میں نے کہا اور ہم نے میک اپ کا سامان جلدی سے بیگ میں ٹھونس دیا۔ ہاں' اسٹین گنیں ہم نے تیار کر لی تھیں۔ دروازہ بدستور پیٹا جا رہا تھا۔

"دیکھو!" میں نے ہلینا سے کہا۔ اور اس کے بعد میں برق رفتاری سے لباس تبدیل کرنے لگا۔ الٹا سیدھا لباس پہن کر میں تیار ہو گیا۔ ہم نے چھپنے کی کوشش نہیں کی تھی اور ہمارے کان باہر کی آوازوں پر لگے ہوئے تھے۔

"دروازہ کھولنے میں اتنی دیر کیوں لگائی؟" کسی نے غرا کر کہا۔

"وہ ــــــ وہ جناب ــــــ میرے کچھ مہمان۔" یہ ہلینا کی آواز تھی۔

"کیا بکواس ہے۔" وہی غراہٹ ابھری۔

"قصہ کیا ہے۔ اس انداز میں گفتگو کیوں کی جا رہی ہے؟" ہلینا نے ایک دم سنبھالا لیا۔ اس کی آواز بھی تلخ ہو گئی تھی۔

"سامنے سے ہٹو۔ قصہ ابھی معلوم ہو جائے گا۔" کسی نے کہا اور پھر قدم ہمارے کمرے کی طرف بڑھنے لگے۔ ہمارے کمرے کا دروازہ کھلا ہوا تھا۔

آنے والا ایک لمبا چوڑا آدمی تھا۔ اس کے پیچھے دوسرے لوگ بھی تھے۔

"اوہ' تم لوگ' یہاں کیا کر رہے ہو؟" اس نے برا سا منہ بنا کر کہا۔

"مسٹر روبن ــــــ کیا یہ غیر اخلاقی حرکت نہیں ہے' آپ یہ سوال کرنے کا کیا حق رکھتے ہیں؟" ہلینا آگے بڑھ کر بولی۔

"جزیرے پر آگ لگی ہوئی ہے۔ مسٹر ہوریشو کے حکم سے ایک ایک مکان کی تلاشی لی جا رہی ہے' یہ اسی سلسلے کی کڑی ہے۔"

"لیکن پھر یہ رویہ کیوں ہے؟"

"اوہ' ہم کافی پریشان ہو چکے ہیں۔ مسٹر ہوریشو نے جزیرے پر ہر تحریک رکوا دی ہے وہ ہر قیمت پر دشمنوں کو تلاش کر لینا چاہتے ہیں' جانتی ہو کیا ہوا ہے؟"

"کیا مطلب؟"

"رات کو ایک ہیلی کاپٹر تباہ کر دیا گیا۔ آٹھ افراد کو قتل کر دیا گیا۔ صبح کو نمک کے ایک کارخانے میں آگ لگا دی گئی۔ دروازے چاروں طرف سے بند کر دیئے گئے تھے۔ جس میں بیس آدمی ہلاک ہو گئے۔ پورے جزیرے پر افراتفری پھیلی ہوئی ہے اور ان حالات میں......"

میرا دل چاہا تھا کہ مسرت کی کلکاری لگاؤں۔ لیکن میں نے بمشکل برداشت کیا تھا۔ ایسی تیسی گولڈ مین کی' اس کے فرشتے بھی یہ سب کچھ نہیں کر سکتے تھے' سردارے اور صرف سردارے ــــــ ممکن ہے اس کے ذہن میں خیال آیا ہو کہ مجھے کوئی نقصان پہنچ گیا ہو اور یہ اس کی منتقمانہ کارروائی ہو۔

"اوہ' یہ تو واقعی افسوسناک صورت حال ہے۔"

"مسٹر ڈکن! حالات آپ کے علم میں آ چکے ہیں۔ اس کے بعد اس بات کی کہاں گنجائش ہے کہ آپ یہاں عیاشی کریں۔ براہ کرم لانچ پر جائیں اور وہیں قیام کریں۔"

"اوہ' کیا آپ کو یہ ہدایت دینے کا حق ہے؟" میں نے ڈکن کی آواز میں ٹرائی کی اور حیران رہ گیا۔ میری آواز بنی کے کہنے کے مطابق بالکل ڈکن سے مشابہہ تھی۔

"میں جانتا ہوں مسٹر ڈکن! آپ کا تعلق باہر سے ہے اور ہم آپ کو کوئی ہدایت نہیں دے سکتے۔

لیکن موجودہ حالات کے مطابق اگر ہم آپ کو ہدایت بھی دیں تو آپ اسے مسٹر ہوریشو کی ہدایت سمجھیں۔"

"اوہ" میں نے گردن ہلائی۔ "بہرحال مسٹر ہوریشو کے احکامات سے روگردانی نہیں کی جاسکتی۔ بوبی ----! اٹھ جاؤ۔"

"اوکے باس!" بنی نے بڑے پر لطف انداز میں کہا ---- اور میں نے حیرت سے بنی کو دیکھا تھا کیونکہ بنی نے بوبی کی آواز کی نقل بڑی کامیابی سے اتاری تھی اور انداز بھی اسی کا اختیار کیا تھا۔

"جیم! تم انہیں لانچ پر چھوڑ آؤ۔ یہ مناسب نہیں ہے کہ اس وقت کوئی بھی شخص شک کی نگاہ سے دیکھا جائے۔ صورت حال بہت خطرناک ہے۔ یہ بھی ممکن ہے کہ مسٹر ڈکن اور بوبی کو گولی ماردی جائے۔" اس شخص نے کہا اور ایک آدمی آگے بڑھ آیا۔

"چلئے جناب۔"

"اور بلینا ڈیئر! تم تھوڑا سا خیال رکھو۔ موجودہ حالات کے تحت یہ سب کچھ مناسب نہیں ہے۔ اپنے گھر تک محدود رہو' غیر ضروری طور پر باہر جانے سے گریز کرو' یہ ہوریشو کا حکم ہے۔" اس نے بلینا سے کہا اور بلینا نے گردن ہلادی ---- وہ تشویشناک نگاہوں سے مجھے دیکھ رہی تھی۔

میں بھی اس صورت حال سے تھوڑا سا پریشان ہو گیا تھا۔ بلینا کو اس وقت چھوڑنا کسی طور مناسب نہیں تھا۔ لیکن بہرصورت ان حالات پر قابو پانے کے لئے بہتر یہی تھا کہ ان کے احکامات کی تعمیل کی جائے۔ ورنہ کوئی خطرناک صورت حال بھی پیش آسکتی تھی۔ چنانچہ ہم دونوں جیم کے ساتھ باہر نکل آئے۔

یہ دبلا پتلا دراز قامت آدمی تھا۔ ہمارے آگے آگے چلتا ہوا شاید ساحل کی طرف جا رہا تھا۔ اور تھوڑی دیر کے بعد وہ ہمیں لئے ہوئے اس لانچ کے نزدیک پہنچ گیا جو یقیناً ڈکن اور بوبی کی لانچ تھی۔

"براہ کرم مسٹر! جب تک آپ کو دوسرے احکامات نہ مل جائیں آپ لانچ سے نیچے نہ اتریں۔" اس نے کہا اور ہم دونوں لانچ کی طرف بڑھ گئے۔ ہم لوگ اس وقت عجیب و غریب پوزیشن میں تھے۔ سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ آگے کیا ہونے والا ہے بہرحال اتنا ضرور تھا کہ خوفزدہ نہیں تھے۔

بنی اور میں تجسس کا شکار تھے۔ اس کی وجہ صرف یہی تھی کہ ہمیں اندازہ نہیں تھا کہ لانچ پر ہمارے ساتھ کیا سلوک ہو گا۔ اس وقت ہمارے پاس ہتھیار وغیرہ بھی موجود نہیں تھے۔ صورت حال ایک دم تبدیل ہو گئی تھی اور اس تبدیلی کو قبول کئے بغیر کوئی چارہ نہیں تھا۔ چنانچہ ہم لانچ پر پہنچ گئے۔ لانچ پر عملے کے تمام لوگ موجود تھے۔

میں نے اندازے سے یہ پتہ چلا لیا کہ لانچ کا سربراہ کون ہے۔ وہ کپتان کے لباس میں تھا' چھوٹے سے قد کا ایک خوبصورت آدمی۔ لیکن اس کی آنکھیں بیحد خطرناک تھیں۔

بہرحال اس نے ہماری طرف کوئی خاص توجہ نہیں دی تھی۔ یہاں پر موجود کسی بھی شخص نے کوئی خاص توجہ نہیں دی تھی۔ جس سے اندازہ ہوتا تھا کہ ہماری اس لانچ پر آمد کسی بھی شخص کے لئے باعث تجسس نہیں ہے نہ ہی کوئی حیرانی کی بات تھی۔ ابھی تک ہم نے بھی ایسا کوئی اظہار نہیں کیا تھا جیسے ہم اس لانچ سے اجنبی ہوں۔ ہم لانچ پر چکرانے لگے۔ ہم پورے طور پر مطمئن نظر آرہے تھے لیکن بہرصورت ذہن میں اضطراب ضرور تھا کہ لانچ کے ماحول میں کس طرح ضم ہوا جاسکتا ہے۔ یہ فوری افتاد پڑی تھی اور ہمیں کچھ بھی معلومات حاصل نہیں تھیں۔

چنانچہ ہم ایک سنسان سے گوشے میں جا کھڑے ہوئے۔ دور دور تک کوئی نہیں تھا' تب میں نے آہستہ سے بنی کو مخاطب کیا۔ "بنی! اس صورتحال کے بارے میں کیا خیال ہے؟"

"بہت ہی اچانک یہ سب کچھ ہوا ہے' مسٹر نواز!" بنی نے کہا۔ اور میں نے پر خیال انداز میں گردن ہلادی۔

"ہاں۔ اس میں کوئی شک نہیں ہے۔"

"میں تو کسی حد تک پریشان ہو گئی ہوں۔"

"اوہ بنی! پریشان ہونے کی کوئی بات نہیں ہے۔ حالات ہمارے لئے راستوں کا تعین کر رہے ہیں اور فی الحال ہم ان راستوں کو بدل نہیں سکتے۔ ہمیں انہی راستوں پر سفر کرنا ہے' یہ جانے بغیر کہ ہماری زندگی میں اگلا مرحلہ کیا ہو گا۔"

"وہ تو ٹھیک ہے' لیکن یہاں لانچ پر سب اجنبی ہیں۔ کہیں ہم دھوکا نہ کھا جائیں اور پھر صورت حال بس طرح خطرناک ہو گئی ہے اس کا تمہیں بھی اندازہ ہو گا نواز!"

"ہاں بنی! مجھے اندازہ ہے۔ لیکن بہرحال میں اس سے بہت زیادہ خوفزدہ نہیں ہوں' جو کچھ ہو گا دیکھا جائے گا۔"

"ٹھیک ہے میں جانتی ہوں' یہ ساری باتیں تم اس انداز میں نہیں سوچتے جس انداز میں میں سوچ رہی ہوں۔ بہرصورت نواز! جب ہم نے یہ سب کچھ فیصلہ کر ہی لیا ہے تو پھر ہمیں پریشان ہونے کی کیا ضرورت ہے۔"

"پریشانی کا تو کوئی ذکر ہی نہیں ہے بنی ---- میں تو صرف یہ کہہ رہا تھا کہ صورت حال سے نمٹنے کے لئے ہمیں انتہائی عقل مندی سے کام لینا ہو گا۔ یہاں سب سے پہلے ہمیں یہ کام کرنا چاہئے کہ یہاں کے لوگوں سے ہمارا تعارف ہونا چاہئے' خواہ وہ کسی بھی شکل میں ہو۔ کم از کم ہمیں یہ معلوم ہونا چاہئے کہ ان لوگوں کے نام کیا ہیں۔ سب سے بڑی بات تو یہ ہے کہ اس لانچ میں ہماری رہائش گاہ کہاں ہے؟"

بنی پر خیال انداز میں گردن ہلانے لگی۔ میرا ذہن تیزی سے کام کر رہا تھا اور میں سوچ رہا تھا کہ اس صورت حال کو کس طرح ضم کیا جائے۔

"لیکن اتفاقات ہی کہانیاں ترتیب دیتے ہیں' ورنہ کہانیوں کا تسلسل ٹوٹ نہ جائے۔"

لڑکی ہماری طرف دیکھتی ہوئی مسکراتی ہوئی آگے بڑھ رہی تھی۔ ہم دونوں چونک کر اسے دیکھنے لگے۔

"ہیلو بوبی! کہاں ہو آئے؟" اس نے قریب آکر کہا۔

"بس ڈارلنگ ---- آوارہ گردی۔" بنی نے فوری جواب دیا تھا۔ وہ ایک لمحے کے لئے خاموش نہیں ہوئی تھی اور اس کا یہ انداز مجھے کافی پسند آیا تھا۔

"تم ان آوارہ گردیوں سے باز نہیں آؤ گے بوبی! اور مسٹر ڈکن! آپ بھی اس کے ساتھی ہیں' آپ اسے سمجھاتے کیوں نہیں۔"

"میں کیا سمجھاؤں' تمہارا کیا خیال ہے کہ یہ میرے سمجھانے سے باز آجائے گا؟" میں نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

"یہ بہت بگڑا ہوا انسان ہے۔" لڑکی نے شرارت آمیز نگاہوں سے بوبی کی طرف دیکھا۔ "کل مجھ سے کہہ رہا تھا کہ جینی ------ میں تمہیں بہت چاہتا ہوں۔ حالانکہ آج یہ جہاں گیا ہوا تھا اس کے بارے میں میں بخوبی جانتی ہوں۔"

"بتا سکتی ہو؟"

"کیوں نہیں۔"

"تو پھر بتاؤ۔"

"ظاہر ہے تم لانچ پر ہمیشہ ہلینا کے گن گاتے رہے ہو۔" لڑکی نے جواب دیا اور بنی بوبی کے انداز میں ہنسنے لگی۔ اس نے مسکراتے ہوئے مجھے آنکھ ماری تھی۔

"کیا خیال ہے مسٹر ڈکن! اس لڑکی کی چالاکی پر اب تو آپ کو کوئی شبہ نہیں رہ گیا؟"

"نہیں۔" میں نے بھی مسکراتے ہوئے کہا اور پھر بولا۔ "یہ صورت حال تمہارے علم میں ہے جینی؟"

"کون سی صورت حال مسٹر ڈکن!"

"یہ سب کیا ہو رہا ہے، ہم لوگوں کو لانچ پر محدود کر دیا گیا ہے۔"

"اوہ، جزیرے کے حالات زیادہ خراب معلوم ہوتے ہیں۔ ہم سب کو ہدایت کر دی گئی ہے کہ ہم لانچ سے نیچے سے نہ اتریں۔"

"ہمارا ان معاملات سے کیا تعلق؟ بہرحال ٹھیک ہے اگر ہدایت ہے تو ہمیں بھی کیا ضرورت ہے۔" میں نے شانے ہلاتے ہوئے کہا۔

"تم تو بور ہو رہے ہو گے بوبی!"

"اوہ، نہیں ڈارلنگ! کیا تم میری قیام گاہ تک چلنا پسند کرو گی؟" بنی نے کہا۔

"کیوں؟"

"تم سے ایک اہم کام ہے۔ مسٹر ڈکن! پلیز ------ آپ یہاں رکیں۔ بنی نے میری طرف دیکھ کر کہا اور میں نے گردن ہلا دی۔ بنی اس لڑکی کے ساتھ چلی گئی اور میں اسے جاتے دیکھتا رہا۔ صورت حال واقعی خراب ہو گئی تھی۔ میری عقل نے کام کرنا چھوڑ دیا تھا۔ صورت حال ایسی تھی کہ کوئی ترکیب کارگر نہیں تھی۔ میرے لئے یہ کام آسان تھا کہ میں جزیرے پر قتل عام شروع کر دوں۔ لیکن بے نتیجہ ------ کام وہ ہونا چاہئے جس سے کوئی فائدہ بھی ہو۔

اب ضرورت اس بات کی تھی کہ کھیل میں کوئی موثر تبدیلی کی جائے۔ اتنی موثر تبدیلی جس سے پانسہ پلٹ جائے۔ اور اس کے لئے کوئی پلاننگ ضروری تھی۔ ذرا سا موقع مل جائے تو میں اس بارے میں سوچنا چاہتا تھا۔

بنی تقریباً بیس منٹ کے بعد واپس آئی تھی۔ اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ تھی۔ میں نے دلچسپ نگاہوں سے اسے دیکھا۔

"کیا رہا بنی!"

"شاندار۔" بنی نے کہا اور پھر ہنستی ہوئی بولی۔ "لیکن تم سے معذرت بھی کرنی ہے نواز!"

"کیا مطلب؟"

"میری ذات اب تمہاری امانت ہے اور میں نے اسی امانت میں تھوڑی سی خیانت کی ہے۔ لیکن قابل معافی بات یوں ہے کہ میری حیثیت عورت کی نہیں تھی۔"

"اوہ، میں سمجھ رہا ہوں۔"

"اس بے وقوف لڑکی کے کئی بوسے لینے پڑے تھے۔ بہرحال اس کے فرشتوں کو بھی میری اصلیت پر شبہ نہیں ہو سکا۔"

"گڈ ------ معلومات کیا حاصل کیں؟"

"لانچ کے بارے میں کافی۔ اپنی قیام گاہ بھی معلوم کر لی۔ لانچ کیپٹن کا نام نک ایلن ہے۔ دوسرے بہت سے لوگوں کے نام بھی معلوم ہو گئے ہیں۔"

"ویری گڈ بنی! اس طرح تصدیق بھی ہو گئی کہ ہمارے میک اپ شاندار ہیں اور ہم نے ان لوگوں کی آوازوں کی نقل بھی کامیاب اتاری ہے۔"

"ہاں یقیناً۔"

"بہرحال تھوڑا وقت یہاں گزار لینے میں کوئی حرج نہیں ہے بنی! ہمیں صورت حال میں تھوڑی سی تبدیلی کرنا ہو گی۔ کاش! کسی طرح ہلینا بھی یہاں آ سکتی۔"

"مشکل ہے۔ صورت حال کی وجہ سے یہ ممکن نہیں ہو سکتا۔ بہرحال انتظار کئے لیتے ہیں جس وقت بھی موقع ملے گا یہاں سے نکل چلیں گے۔"

"اوکے، اب کیا پروگرام ہے؟"

"آؤ ------ تھوڑی دیر آرام کر لیتے ہیں۔ ویسے لانچ کافی بڑی ہے۔ جدید ترین لانچ ہے۔"

"ہاں۔ ہماری رہائش گاہ بھی عمدہ ہے۔"

"تب آؤ ------ ویسے کیا میری اور تمہاری رہائش گاہ ایک ہے؟"

"ہاں۔" بنی نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"خوب۔" میں نے اس کے شانے پر ہاتھ رکھ دیا اور تھوڑی دیر کے بعد ہم لانچ کے کیبن میں پہنچ گئے۔ کیبن واقعی عمدہ تھا۔ ضرورت سے آراستہ اور کافی حد تک بیرونی مداخلت سے محفوظ ------ دو بستر تھے۔ چنانچہ ہم بستروں پر پہنچ گئے اور آرام سے لیٹ گئے۔ بنی کسی سوچ میں ڈوبی ہوئی تھی۔ میں خود بھی خاموشی سے سوچنا چاہتا تھا اس لئے میں نے اسے مخاطب کرنا مناسب نہیں سمجھا اور خیالات میں ڈوب گیا۔ میں سوچ رہا تھا کہ میرے اس وقت کے اقدامات سب ناکام ہیں اور میں اس کی وجہ جاننا چاہتا تھا۔ گویا عمل میں کوئی ایسی خامی ہے جو میری نگاہوں سے اوجھل ہے۔

وہ خامی کیا ہے؟ میں اسے جاننا چاہتا تھا۔ اس بات میں کوئی شک نہیں تھا کہ ہوریشو مقابلے کا انسان ہے اور وہ جو اقدامات کر رہا ہے، وہ کافی ٹھوس ہیں۔ اس لئے فی الحال میں معطل ہو گیا ہوں۔ لیکن میری ذہنی صلاحیتیں تو کند نہیں ہوئیں۔ ان کا سدباب ضروری ہے لیکن کیا؟ اور اس سے زیادہ بنی نے مجھے سوچنے نہ دیا۔

"نواز ------!" اس نے مجھے مخاطب کیا۔

"ہوں۔" میں نے اس کی طرف دیکھا۔

"تمہاری خاموشی کافی طویل ہو گئی ہے۔"

"ہاں بنی!"

"کیا سوچ رہے تھے؟"

"ان حالات کے علاوہ اور کیا سوچ سکتا ہوں۔"

"پریشان ہو؟"

"نہیں ------ صرف یہ غور کر رہا تھا کہ آخر حالات ہمارے اوپر مسلط کیوں ہیں۔ پروگرام میں کون سی تبدیلی کی جائے کہ ہم ان حالات پر قابو پا سکیں۔"

"اوہ' ہاں یہ سوچو۔"

"بنی!" میں نے آہستہ سے کہا۔ "کیوں نہ ہم ان حالات میں ایک خاص تبدیلی پیدا کریں؟"

"مثلاً؟"

"مکلینو -----" میں نے جواب دیا اور بنی نہ سمجھنے والے انداز میں میری طرف دیکھنے لگی۔ پھر آہستہ سے بولی۔

"میں نہیں سمجھی نواز -----"

"یونہی بنی! میں سوچ رہا تھا کہ کیوں نہ اب مکلینو کو اس کھیل میں شریک کر لیا جائے۔"

"کس طرح؟"

"کیا اسے ابھی تک حالات کا پتہ نہیں چل سکا؟"

"اس بات پر میں خود حیران ہوں نواز! اسے اتنا بے خبر نہیں ہونا چاہیے۔"

"بہر حال بنی! اسے پتہ ہے یا نہیں۔ یہ تو بعد کی بات ہے۔ لیکن میرا خیال ہے کہ اسے کھیل میں شریک کر لیا جائے۔ ہوریشو بہر حال حدود سے آگے بڑھ گیا ہے۔ مکلینو ابھی تمہاری طرف سے بدگمان نہیں ہوا ہے۔ تم کہہ سکتی ہو کہ تم نے ہمیں پھانس لیا تھا لیکن ہوریشو نے کھیل بگاڑ دیا۔"

"اوہ' پھر ----- پھر اس سے کیا ہو گا نواز؟"

"صورت حال کو بدلنے کے لئے یہ تبدیلی ضروری ہے بنی!"

"مجھے پوری اسکیم بتاؤ نواز!"

"صورت حال ابھی تک پوری طرح میرے ذہن میں بھی واضح نہیں ہے بنی ----- لیکن ہم ان حالات کو اس انداز میں ڈھال سکتے ہیں کہ کسی طرح ہم دونوں یہاں سے نکل چلیں۔ کسی مناسب جگہ پہنچ کر تم کسی ہوٹل میں قیام کروں' تم مکلینو سے ملو ----- اسے صورت حال سے آگاہ کرو اور بتاؤ کہ تم نے ہمیں جال میں پھانس لیا تھا لیکن ہوریشو نے کام خراب کر دیا۔ تم مکلینو کو متاثر کر سکتی ہو۔"

"اوہ گویا ----- تم ----- میرا مطلب ہے تم -----"

"ہاں بنی ----- میں یہی غور کر رہا تھا کہ میں کہاں غلط لائنوں پر چل رہا ہوں۔ اندازہ یہ ہوا کہ جو راستہ میں نے اختیار کیا ہے اس میں خامی ہے۔ اس میں تبدیلی ضروری ہے اور میں نے یہی سوچا ہے کہ اب کھیل کو یہ رخ دیا جائے۔"

"عمدہ خیال ہے۔ لیکن اس کے ہر پہلو پر غور کر لو۔"

"میرا خیال ہے بنی' اس وقت یہ پروگرام مناسب ہے۔ مکلینو تمہاری طرف سے ابھی تک بدظن نہیں ہے۔ اس سے فائدہ اٹھاؤ۔ ہم پوری کوشش کریں گے یہاں سے نکلنے کی اور فوری طور پر تم مکلینو کو تیار کر کے یہاں لے آؤ گی۔ یہاں آکر ان لوگوں کو گرفتار کرنے کی کوشش کی جائے گی۔ اس طرح وہ مکلینو کے قیدی بن کر ہوریشو کے چنگل سے نکل جائیں گے اور اس کے بعد نئے سرے سے کوشش کی جائے گی۔ خاص طور سے اس لیے کہ تم نے ابھی مکلینو کا اعتبار نہیں کھویا ہے۔"

بنی غور سے میری گفتگو سن رہی تھی اور پھر اس نے پر خیال انداز میں کہا۔

"ترکیب تو حلق سے اترتی ہے نواز۔ براہ کرم اس کے دوسرے پہلوؤں پر بھی غور کرو۔ اگر اس طرح ہم مکلینو کا سہارا لے لیں تو بلاشبہ ہوریشو کو چت کیا جا سکتا ہے۔"

"ہوں۔" میں نے پر خیال انداز میں گردن ہلائی۔ اس وقت جب ہیلی کاپٹر ہمارے قریب تھا اور ہم پائلٹ پر قابو پا چکے تھے تو بنی نے تجویز پیش کی تھی کہ اس کے ذریعے یہاں سے نکل چلیں لیکن میں نے مخالفت کی تھی اور اپنے ساتھیوں کی بات کی تھی۔

لیکن اس وقت میں انہیں چھوڑ جانے کی بات کر رہا تھا۔ کیا بنی اس بارے میں نہیں سوچے گی؟ کیا وہ نہیں سوچے گی کہ میں ہوریشو کے مقابلے پر ناکام رہا ہوں۔ میں شاید اسے اس کا موقع نہیں دیتا لیکن بات یہی تھی۔ میں ابھی تک اپنے ساتھیوں کی تلاش میں ناکام تھا اور اس کی وجہ یہ تھی کہ ہوریشو اس جزیرے پر کافی طاقتور تھا' جبکہ میں محدود۔

ایسی صورت میں یہ ساری باتیں فضول تھیں کہ کون کیا سوچے گا' اپنا کام جس طرح ہو سکے کیا جائے۔ میں بنی کے ساتھ کون سا مخلص تھا جو اس کے کسی خیال سے متاثر ہوتا۔ "بہت گہری سوچ میں ڈوب گئے نواز؟"

"نہیں بنی۔ ایسی کوئی خاص بات نہیں ہے۔"

"پھر کیا فیصلہ کیا؟"

"بس یہاں سے نکل جانے کی بات ہے بنی ترکیب وہی اچھی ہے۔"

"فرض کرو ہم یہاں سے نکل گئے' اس کے بعد؟"

"ظاہر ہے ہمارا رخ ڈنمارک ہی کی طرف ہو گا اور اس کے بعد بنی تم مکلینو کے پاس چلی جانا۔ میں کسی ایسی جگہ قیام کروں گا جہاں سے میرے بارے میں آسانی سے لوگوں کو پتہ نہ چل سکے۔ مکلینو کو یہی بتانا کہ ہوریشو کی حماقت کی وجہ سے تم ہم سب کو مس کر چکی ہو ورنہ تم نے اپنا کام مکمل کر لیا تھا۔ ہوریشو کے بارے میں جو کچھ بھی تم کہنا چاہو' اس کے بارے میں تم بہتر سمجھتی ہو۔

بہر صورت بنی ان حالات کی مدد سے تم ہوریشو کے خلاف مکلینو کو اکسا سکتی ہو اور پھر جب مکلینو' ہوریشو کے خلاف ہو جائے اور تم لوگ روانہ ہونے لگو تو پھر تم مجھے بھی اطلاع دے دینا۔ کوشش کرنا کہ اس سلسلے میں زیادہ وقت ضائع نہ ہو۔ ایسا نہ ہو کہ ہوریشو میرے ساتھیوں تلاش کر لینے میں کامیاب ہو جائے۔ مجھے اطلاع دو گی تو میں اسی میک اپ میں تمہارے ساتھ چل سکوں گا۔"

بنی نے پر خیال انداز میں گردن ہلائی۔ "ترکیب نہایت شاندار ہے نواز۔" وہ بولی۔

"تو بس بنی اس پر عمل کرلو۔"

"لیکن مسٹر نواز یہاں سے نکلنے کی کیا رہے گی؟ اب جبکہ آپ اس کے لیے تیار ہیں۔" بنی نے پوچھا۔

"ہاں بنی! ہمارا سب سے پہلا کام یہی ہو گا کہ اس بارے میں کوئی بہتر صورت حال تلاش کرلیں۔" میں نے کہا اور بنی گردن ہلانے لگی۔

اتنی بڑی لانچ پر کوئی خاص گہما گہمی نہیں تھی۔ بس لوگ لانچ پر محدود ہو گئے تھے اور اب اپنے اپنے مشاغل میں مصروف تھے۔ ہمیں کسی نے ڈسٹرب نہیں کیا تھا۔

لیکن رات کے تقریباً ساڑھے آٹھ بجے تھے جب جینی اندر داخل ہوئی۔ مسکراتی ہوئی شریر سی لڑکی۔ اس نے اندر آکر بنی کو مخاطب کیا۔

"ہیلو بوبی! تم تو جب سے آئے ہو ایسے گھسے ہو کہ باہر ہی نہیں نکلے۔ کیا بات ہے' بہت تھک گئے ہو کیا؟" اس نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"ہاں جینی! یہی بات ہے' میں تھک گیا ہوں۔" بنی نے بوبی کی بھاری آواز میں کہا اور جینی اسے نہایت خطرناک نگاہوں سے دیکھنے لگی۔

"تو پھر باہر آؤ۔ میں تمہاری ساری تھکن اتار دوں گی۔" جینی شرارت آمیز انداز میں مجھے دیکھ کر ہنستی ہوئی بولی۔

"نہیں جینی۔ آج میں آرام کرنا چاہتا ہوں۔"

"ارے کیا آرام آرام کی رٹ لگا رکھی ہے۔ میں کرنے دوں گی تمہیں آرام۔ مسٹر ڈکن آپ ہی اسے سمجھائیے بڑا ضدی ہوتا جا رہا ہے۔"

"ہاں بھئی بوبی جب جینی تمہیں بلا رہی ہے تو چلے جاؤ۔"

"نہیں مسٹر ڈکن' آج میں صرف آرام کروں گا۔"

"ہونہہ۔ آرام کرو گے ---- کرتے ہو تو کرتے رہو۔" جینی نے برا سا منہ بنا کر کہا اور باہر نکل گئی۔ تب بنی آہستہ سے بولی۔

"یہ کس مصیبت میں پھانسے دے رہے ہیں آپ مجھے مسٹر نواز؟"

"کیوں بنی؟"

"ارے اس خطرناک لڑکی کی آنکھوں کا اندازہ آپ نے نہیں کیا۔ میرے بارے میں وہ بہت اچھے خیالات نہیں رکھتی۔ نہ جانے میرے ساتھ سلوک کیا کرتی اور اس کے بعد کیا ہمارا پول نہیں کھل جاتا؟"

"اوہ! میرا خیال ہے بنی' خاصا دلچسپ تجربہ ہو گا یہ بھی کہ وہ تمہیں نوجوان بوبی سمجھے اور اس کے بعد تم سے ----" میں نے جملہ ادھورا چھوڑ دیا۔ بنی کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی تھی۔ پھر اس نے کہا۔

"نہیں مسٹر نواز۔ واقعی یہ صورت حال خاصی خطرناک ہے۔ ہم زیادہ دیر تک خود کو اس طرح پوشیدہ نہیں رکھ سکیں گے۔"

بہرصورت رات کا کھانا کھانے کے بعد ہم اسی کیبن میں آرام کرنے کے لئے لیٹ گئے۔ جینی نے

پھر مداخلت کرنے کی کوشش نہیں کی تھی۔ ہم نے دروازہ بند کرلیا تھا۔ لانچ کے آدمیوں کے بارے میں پتہ چل گیا تھا کہ وہ باہر نہیں نکل رہے۔ جزیرے پر اترنے کی انہیں اجازت نہیں ہے۔ ہوریشو ابھی تک اپنی کارروائیوں میں مصروف تھا۔ بہرصورت ہمارے لیے یہ بہترین جگہ تھی جہاں ہم پوشیدہ رہ سکتے تھے۔

کیبن کا دروازہ میں نے اندر سے بند کرلیا تھا۔ بنی بدلے ہوئے روپ میں بھی بری نہیں لگ رہی تھی۔ حالانکہ اس نے بوبی کی شکل اختیار کی ہوئی تھی لیکن میں جانتا تھا کہ وہ کیا ہے اور بنی خود بھی اس سلسلے میں خاصی عجیب سی کیفیت محسوس کر رہی تھی۔ تب اس نے آہستہ سے کہا۔

"نواز! اگر ہم یہاں سے نکلنے میں کامیاب ہو گئے تو اس کے بعد بھی ہمیں کافی غیر یقینی صورت حال سے گزرنا ہو گا۔"

"ہاں بنی۔ غیر یقینی صورت حال تو یہاں قدم قدم پر ہے لیکن ہمیں اس کی زیادہ پرواہ نہیں ہونی چاہئے اور اس وقت تو تم ان باتوں کو چھوڑو' رات کا یہ پہر خدشات کا اظہار کرنے کا نہیں ہوتا۔"

"اوہ نواز! لیکن کیا اس وقت ----؟"

"کیوں؟" میں نے شرارت آمیز نگاہوں سے بنی کو گھورا۔

"میرا مطلب ہے میرا میک اپ خراب ہو جائے گا۔"

"اوہ بنی ہو جائے گا تو ہو جانے دو۔" میں نے اسے آغوش میں کھینچ لیا اور بنی کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

اس وقت رات کے تقریباً دو بجے تھے جب اچانک ہماری لانچ میں جنبش ہوئی۔ اس نے ایک وسل دی اور اس کے بعد پانی پر آہستہ آہستہ ڈولنے لگی۔ لانچ کے انجن کی آواز صاف سنائی دے رہی تھی۔ میں اور بنی ابھی تک سوئے نہیں تھے' بس نیم غنودہ سے تھے کہ لانچ کی اس آواز سے چونک پڑے اور بنی جلدی سے اٹھ کر بیٹھ گئی۔

"نواز!" اس نے آہستہ سے مجھے پکارا۔

"ہاں بنی۔ میں جاگ رہا ہوں۔"

"یہ ---- یہ کیا قصہ ہے؟"

"میرا خیال ہے اسٹیمر نے اپنی جگہ چھوڑی ہے۔"

"یہ لوگ کہیں جا رہے ہیں یا ---- میرا مطلب ہے جگہ بدل رہے ہیں۔"

"اگر یہ جا رہے ہوتے تو اخلاقی طور پر موجود لوگوں کو اطلاع ضرور دینی چاہئے تھی۔ تاہم صورت حال معلوم کرنا پڑے گی۔ آؤ اٹھو۔ ہمیں کسی قسم کے تکلف سے کام نہیں لینا چاہئے۔"

"اوہ ٹھیک ہے۔" بنی نے کہا اور پھر ہم دونوں جلدی جلدی اٹھ گئے۔ میں نے بنی کا جائزہ لیا اور بنی نے میرا۔

"کوئی تبدیلی نہیں ہوئی۔" بنی بولی۔

"اب جب تم نے میک اپ کے بارے میں بھی مجھے مان لیا ہے تو پھر یہ بھی مان لو کہ یہ میک اپ آسانی سے خراب نہیں ہو سکتا۔"

"مان لیا۔" بنی مسکرائی اور ہم دونوں کیبن سے باہر نکل آئے۔ اسٹیمر ساحل چھوڑ چکا تھا۔ چند

لوگ مصروف تھے۔ مجھے اتفاق سے جینی نظر آ گئی۔ بنی کو اشارہ کر کے میں نے کہا۔

"ہماری اکلوتی شناسا۔"

"کون؟"

"جینی ہے۔"

"اوہ۔ ہاں لیکن وہ مجھ سے بگڑ کر چلی گئی تھی۔" بنی نے کہا۔

"میں سنبھالتا ہوں۔ میرا خیال ہے اس سے معلومات حاصل کرنے کے لیے اسے تھوڑی سی پا[illegible] کرنا ہوگی۔" میں نے کہا اور بنی نے گردن ہلا دی۔ تب میں اسے وہیں چھوڑ کر تیز قدموں سے جینی [illegible] طرف چل پڑا۔ وہ شاید اپنے کیبن کی طرف جا رہی تھی۔

"ہیلو----- جینی۔" میں نے اسے آوازیں دی اور وہ رک گئی۔ اس نے گھوم کر میری طر[illegible] دیکھا اور انتظار کرنے لگی۔

"ابھی تک جاگ رہی ہو جینی؟"

"ہاں۔ ایک بجے پروگرام مل گیا تھا۔ اس کے بعد تو سونے کی اجازت نہیں ہوتی۔ ابھی کیپٹن [illegible] کیبن میں کافی دے کر آئی ہوں۔"

"لیکن اچانک پروگرام کیسے بن گیا؟"

"روانگی کا؟"

"ہاں!"

"تفصیل تو معلوم نہیں۔ بس ہوریشو کے آدمی آئے تھے اور انہوں نے کیپٹن سے گفتگو کی۔ ا[illegible] بار تو کام بھی نہیں ہوا۔ بس...... فوری طور پر روانہ ہونے کا حکم دے دیا گیا۔"

"اوہ۔ کوئی گڑبڑ معلوم ہوتی ہے۔"

"ہاں یہی لگتا ہے۔"

"لیکن اب کیا پروگرام ہے؟ میرا مطلب ہے لوڈنگ کے بغیر ہم لوگ چلے جائیں گے؟"

"اب تو سوال ہی نہیں پیدا ہوتا لوڈنگ کا۔" جینی نے کہا اور پھر بولی۔ "کیا آپ میرے ساتھ [illegible] کپ کافی پئیں گے مسٹر ڈکن؟"

"اگر آپ کہیں گی۔" میں نے کہا۔

"ہاں۔ میں آپ سے کچھ گفتگو کروں گی۔"

"تب آئیے۔" میں نے کہا۔ پھر میں نے ایک نگاہ بنی کی طرف ڈالی اور پھر جینی کے ساتھ اس [illegible] کیبن میں داخل ہو گیا۔

چھوٹا سا کیبن دوسرے کیبنوں سے مختلف نہیں تھا۔ جینی نے مجھے بیٹھنے کا اشارہ کیا اور پھر [illegible] "میں ابھی کافی لاتی ہوں۔" اور وہ باہر نکل گئی۔ بنی کو کہیں یہ بات ناگوار نہ گزرے، میں نے سوچا لیکن [illegible] میرا منہ بن گیا۔ ان دنوں کچھ زیادہ ہی مخلص ہو رہا تھا جس کی وجہ سے پریشانیاں بڑھ گئی تھیں۔

ان پریشانیوں کو دور کرنے کا صرف ایک ہی طریقہ تھا اور وہ یہ کہ سب کو ان کی حیثیت تک [illegible] جائے۔ کسی کو اس حد تک خود پر مسلط نہ کیا جائے جو مصیبت بن جائے۔ سردارے گم ہو گیا تھا۔ بلاشبہ

ایک اچھا دوست تھا لیکن اس کی وجہ سے خاصی الجھنیں برداشت کرنا پڑی تھیں۔ بلاشبہ میری سوچ خود غرضانہ تھی لیکن میں اس میں حق بجانب تھا۔

میری فطرت کی جس انداز میں تشکیل ہوئی تھی، اس کے بعد یہ ساری باتیں یا کسی ایسے شخص کا بوجھ جو میری جانب سے لاپرواہ ہو، میرے لئے ناقابل برداشت تھا۔ چنانچہ میں بنی کی طرف سے بھی لاپرواہ ہو گیا۔ میں صرف یہ معلوم کرنا چاہتا تھا کہ یہ لوگ کہاں جا رہے ہیں۔

چنانچہ میں خاموشی سے انتظار کرتا رہا اور تھوڑی دیر کے بعد جینی کافی کی ٹرے لیے ہوئے میرے سامنے آ گئی۔ ٹرے میں دو کپ رکھے ہوئے تھے۔ اس میں سے اس نے ایک پیالی میرے سامنے رکھ دی اور دوسری اپنے سامنے رکھ کر بیٹھ گئی۔ میں آہستہ سے بولا۔

"کیا بات ہے جینی، تم کچھ فکر مند ہو یا بے وقت جاگنے کی وجہ سے ایسی ہو رہی ہو؟" کیونکہ وہ خاصی سنجیدہ دکھائی دے رہی تھی۔

"اوہ۔ نہیں مسٹر ڈکن، میں آپ سے کچھ کہنا چاہتی ہوں۔"

"ہاں ہاں کہو۔ میں سن رہا ہوں۔"

"آپ کو علم ہے مسٹر ڈکن کہ میں بوبی کو بے پناہ چاہتی ہوں؟"

"ہاں۔ مجھے اس کا علم ہے۔ اور احساس بھی ہے جینی۔"

"غلط۔ آپ کو اس کا کوئی احساس نہیں ہے۔ احساس ہے تو آپ کو مجھ سے ہمدردی کیوں نہیں ہے؟"

"کیوں جینی؟"

"اگر آپ کو مجھ سے ہمدردی ہوتی مسٹر ڈکن تو آپ بوبی کو اس طرح سے غلط راستوں پر نہ جانے دیتے۔"

"اوہ۔ تمہاری مراد جزیرے پر جانے سے ہے، یا ہلینا کے ہاں مہمان رہنے سے؟" میں نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"ہاں میں اسی کے بارے میں بات کر رہی ہوں۔"

"لیکن جینی دیکھو، بوبی تو اپنی مرضی کا مالک ہے میں اسے کیسے روک سکتا ہوں؟"

"آپ روک سکتے ہیں مسٹر ڈکن!"

"مگر کس طرح؟"

"وہ آپ کا دوست ہے اور میرا خیال ہے ساری دنیا میں وہ آپ کے سوا کسی کی بات نہیں مانتا۔ میں تو یہ امید کرتی ہوں کہ آپ اگر اسے کسی بات کے لیے کہیں گے تو وہ کسی بھی طور اسے نظر انداز نہیں کرے گا۔ وہ آپ کا احترام بھی کرتا ہے مسٹر ڈکن۔" جینی جوش جذبات میں بول رہی تھی۔

"ہوں۔ تو میں اسے کیا حکم دوں؟"

"یہی کہ ان فضول جھگڑوں میں نہ پڑا کرے۔ مجھ سے مخلص ہے مخلص رہے۔ ہمیشہ ہمیشہ میں اسے چاہتی ہوں۔"

"اوہ۔ اگر اس نے میری بات ماننے سے انکار کر دیا تو؟"

"میں نے کہا مسٹر ڈکن' وہ آپ کی بات نہیں ٹالے گا۔"

"اچھا۔ تو ٹھیک ہے جینی' اگر یہ بات ہے تو میں اس سے کہوں گا۔ اور کچھ؟" میں نے پوچھا۔

"نہیں۔ بس شکریہ۔ آپ جانتے ہیں کہ میں دنیا میں اس کے علاوہ کسی کو نہیں چاہتی۔ میں اُ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے اپنانا چاہتی ہوں لیکن مسٹر ڈکن اس کی فطرت میں تبدیلیوں کے بعد ------ میں چاہ ہوں کہ وہ اتنا بدل جائے صرف اتنا کہ میرے علاوہ کسی کی جانب نظر اٹھا کر نہ دیکھے۔ میں خود بھی اس کے لیے پوری زندگی تج دینا چاہتی ہوں۔"

"جینی! اس کی فطرت کے تحت کیا یہ بات آسان ہے؟"

"اسے آپ آسان بنائیں مسٹر ڈکن ------ میرے لیے۔ میرے لیے مسٹر ڈکن۔ میں آپ شکر گزار ہوں گی۔"

"بہرصورت میں کوشش کروں گا۔ فی الحال یہاں سے ہم کہاں جا رہے ہیں؟" میں نے ما تبدیل کرنے کی کوشش کی۔

"یقینی طور پر ڈنمارک۔"

"اوہ۔ اچھا۔ تو ٹھیک ہے جینی' وہاں پہنچنے کے بعد میں اس سلسلے میں کوئی کارروائی کروں گا۔ تمہا کافی کا بہت بہت شکریہ' اب مجھے اجازت دو۔"

"بیٹھیں مسٹر ڈکن۔"

"نہیں۔ اب جبکہ میرے سپرد کوئی کام نہیں کیا گیا ہے تو کیوں نہ میں سونے کی کوشش کروں" میں نے جواب دیا اور پھر جینی کے کیبن سے باہر نکل آیا اور اس طرف چل پڑا' جہاں میں نے بنی کو چھوڑا تھا۔

بنی اس جگہ نہیں تھی جہاں میں اسے چھوڑ کر گیا تھا' البتہ وہ اپنے کیبن میں موجود تھی۔ میں اُ کے نزدیک پہنچ گیا۔ میں اندازہ لگانا چاہتا تھا کہ اس کی ذہنی کیفیت کیا ہے لیکن بنی ٹھیک نظر آ رہی تھی۔ اُ نے آہستہ سے گردن ہلائی اور پوچھا۔

"کیا رہا مسٹر نواز ------ میرا خیال ہے آپ کافی معلومات حاصل کر کے آئے ہیں۔" میں نے اُ کے لہجے میں طنز تلاش کرنے کی کوشش کی لیکن ناکام رہا' وہ نارمل تھی۔ غالباً اس نے سوچا ہو گا کہ معلوما حاصل کرنے کی کوشش میں' میں نے ایسا کیا ہے اور اس پر اسے کوئی اعتراض نہیں تھا۔

میں نے اسے پوری تفصیل بتا دی اور بنی گردن ہلانے لگی۔ پھر اس کے چہرے پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

"یہ تو ایک طرح سے یہ کہنا چاہیے کہ ہماری غیبی امداد ہوئی ہے۔"

"ہاں بنی۔ اس وقت تو کچھ ایسا ہی لگتا ہے۔ دیکھو نا ہم لوگ یہاں سے چلنے کا پروگرام بنا رہے کہ اچانک ہمیں اس کا موقع مل گیا۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ اس کے بعد کیا حالات پیش آتے ہیں۔"

"حالات کیا پیش آئیں گے نواز' بس سیدھی سی بات ہے ہم پہنچ جائیں گے اور اسٹیمر کو چھوڑ دیں گے۔"

"ہاں یہ بھی ٹھیک ہے۔" میں نے پرخیال انداز میں کہا۔ میرے ذہن میں اپنے

تھی۔ سردارے ایک طویل عرصے سے میرے ساتھ تھا لیکن آج کچھ اس قسم کا موقع تھا کہ سردارے مجھ سے جدا ہو گیا تھا۔ مجھے بہرصورت یہ بات پسند نہیں تھی لیکن مجبوری تھی۔ میں ہر قیمت پر سردارے کو تلاش کرنا چاہتا تھا اور اس وقت میں تنہا تھا سردارے کے بارے میں کچھ نہیں کہہ سکتا تھا کہ وہ کہاں ہے؟ کیا کر رہا ہے؟ مجھے یہ بھی اندازہ نہیں تھا کہ نہ جانے کب وہ ہوریشو کے ہاتھ چڑھ جائے۔ آخر وہ اس چھوٹے سے جزیرے پر کب تک ہوریشو سے چھپے رہ سکتے تھے' جبکہ ہوریشو بھی پوری قوت سے انہیں تلاش کر رہا تھا اور یہ بھی بہت بری بات تھی کہ ہوریشو اسے اب تک پکڑ نہ سکا تھا۔

بہرصورت ہوریشو اپنی زندگی میں اس سے زیادہ خطرناک حالات کا شکار کبھی نہ ہوا ہو گا۔ اس نے چند لوگوں کے ہاتھوں اس طرح ہزیمت کبھی نہ اٹھائی ہو گی۔ سردارے اگر مارا بھی جاتا تو مجھے اس کا زیادہ افسوس نہیں ہوتا کیونکہ سردارے نے اپنے دشمن کو تگنی کا ناچ نچا دیا تھا لیکن اسے مارا نہیں جانا چاہیے۔

بنی خاموش رہی۔ وہ بھی کسی گہری سوچ میں ڈوبی ہوئی تھی اور ایک بار پھر ہم لیٹ گئے۔

میں نے دل میں یہی مناسب سمجھا کہ سونے کی کوشش کروں۔ اس وقت ذہن کچھ اس طرح پراگندہ تھا کہ طبیعت پر اضمحلال طاری تھا۔ اس کا بہتر طریقہ یہی تھا کہ سونے کی کوشش کی جائے اور جس وقت ڈنمارک پہنچ جائیں تو حالات پر غور کریں کہ اب کیا کرنا چاہیے اس لیے میں نے سو جانا ہی مناسب سمجھا لیکن اس کے باوجود میں اور بنی کافی دیر تک جاگتے رہے۔

☆ ☆ ☆

رات کو کافی دیر سے سوئے تھے اس لیے صبح کو دیر تک سوتے رہے۔ نہ جانے ان لوگوں نے ہمیں کیوں نظر انداز کر دیا تھا' یا پھر ممکن ہے کہ ہماری حیثیت کچھ دوسری ہو کیونکہ دیر تک سونے کے باوجود کسی نے ہمیں جگانے کی کوشش نہیں کی تھی۔ جب جاگے تو روشنی کی کرنیں چاروں طرف سے ہم پر حملہ آور ہو چکی تھیں۔ بنی بھی میرے ساتھ ہی جاگی اور اس نے بھی کیبن کے ان حصوں کی طرف دیکھا' جہاں سے روشنی چھن رہی تھی۔

"غالباً لانچ سفر کر رہی ہے؟" اس نے کہا۔

"ہاں لانچ سفر کر رہی ہے؟" اس نے کہا۔

"اٹھیں؟"

"ظاہر ہے اٹھنا تو ہے۔ باہر جا کر اندازہ تو کریں کہ لانچ کتنا سفر کر چکی ہے۔" میں نے کہا اور بنی بھی تیار ہو گئی۔

تھوڑی دیر کے بعد ہم باہر نکل آئے۔ یہاں لوگ اپنے چھوٹے چھوٹے کاموں میں مصروف تھے۔ لانچ پر شاید کوئی ایسا کام نہیں تھا جس میں کہ بہت زیادہ مصروفیت ہو۔ ملاح ٹائپ کے لوگ تھے جن کے اپنے اپنے کام تھے اور وہ اپنے کاموں سے ادھر ادھر آ جا رہے تھے۔ ہماری طرف کسی نے توجہ نہیں دی۔ اور البتہ تھوڑی دیر کے بعد جینی ہمارے پاس پہنچ گئی۔ یہ لڑکی بھی عجیب تھی بری طرح پیچھا کیے ہوئے تھی۔ اتفاق سے میں نے بنی سے اس کا تذکرہ نہیں کیا تھا لیکن جب میں نے اسے دور سے آتے دیکھا تو میں نے سرسرے انداز میں بنی سے کہا۔

"بنی! رات کو اس لڑکی نے مجھ سے فرمائش کی تھی کہ میں تمہیں سمجھاؤں میرا مقصد ہے کہ دنیا کے

جھگڑوں کو چھوڑ کر تم صرف اس کی محبت میں گم ہو جاؤ۔ میرا مقصد ہے اس سے تھوڑی بہت گفتگو کر لینے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ غالباً تم سمجھ گئی ہو گی؟"

میں خاموش ہو گیا تھا کیونکہ جینی قریب پہنچ چکی تھی۔ بنی نے آہستہ سے گردن ہلا دی تھی اور وہ میری بات کا اندازہ کرنے میں کامیاب ہو گئی تھی۔

جینی کا چہرہ زیادہ خوش نہیں تھا۔ وہ ہمارے نزدیک آ گئی۔

"ہیلو مسٹر ڈکن!" اس نے سرد لہجے میں کہا۔

"ہیلو بنی! ناشتہ نہیں کراؤ گی کیا؟" بنی نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"ہاں۔ ہاں۔ آپ لوگ دیر تک سوتے رہے اس لیے میں نے مناسب نہیں سمجھا۔ فرمائیے کیا ناشتہ آپ کے کیبن میں لے آؤں؟"

"تم نے ناشتہ کر لیا؟" میں نے جینی سے پوچھا۔

"جی ہاں۔ کر لیا۔" اس نے سرد سے انداز میں جواب دیا۔

"لیکن میں دعویٰ کر سکتا ہوں کہ جینی نے ناشتہ نہیں کیا۔" بنی آگے بڑھ کر بولی اور پھر اس نے جینی کے دونوں بازوؤں پر اپنے ہاتھ رکھ دیے۔

"کیوں جینی! کیا تم یہ بات میرے سامنے بھی کہہ سکتی ہو؟"

"کیوں نہیں۔" جینی نے اداس سے لہجے میں کہا۔

"ہرگز نہیں جینی۔ جتنا میں تمہیں جانتا ہوں، دنیا کا کوئی شخص نہیں جان سکتا۔ چلو آؤ ساتھ ناشتہ کریں گے۔" بنی نے بوبی کے سے انداز میں کہا اور جینی کے چہرے پر خوشی کی چمک پیدا ہو گئی۔

تھوڑی دیر کے بعد ہم ناشتہ کر رہے تھے، تب میں نے یونہی رواداری میں جینی سے پوچھا۔

"جینی! ہماری لانچ کون سے کنارے سے لگے گی؟"

"اوہ۔ ہم بیلنور کی کیمپنگ پر جا رہے ہیں۔ یہ کیمپنگ کرون برگ کے قلعے کے پاس میں ہے۔ یہ کیمپنگ ہی ہماری منزل ہے لیکن آپ تو اس طرح پوچھ رہے ہیں مسٹر ڈکن جیسے آپ ان باتوں سے ناواقف ہیں۔"

"اوہ۔ ہاں۔ کچھ ایسی بات ہے جینی۔" میں نے بنی کی آنکھ بچا کر جینی کو آنکھ ماری اور بے چاری جینی غور ہی کرتی رہ گئی ہو گی کہ اس میں کون سی مصلحت ہے۔ اسے کیا معلوم کہ میں صرف بات ٹالنا چاہتا ہوں۔ اس کے بعد میں وہاں سے اٹھ گیا۔ "تو مس جینی تمہارا بوبی اب تمہارے حوالے ہے، اسے سنبھالو میں ذرا باہر جا رہا ہوں۔" میں نے کہا۔ بنی کا منہ ایک لمحے کے لیے کھلا تھا لیکن پھر وہ خاموش ہو گئی تھی۔ اب وہ اتنی احمق بھی نہیں تھی کہ اتنے سے مسئلے کو نہ سنبھال سکتی۔

میں باہر نکل آیا اور پھر ٹہلتا ہوا لانچ کے مختلف حصوں کی سیر کرتا رہا۔ نہ جانے ان الو کے پٹھوں نے اور بوبی کی یہاں اس لانچ پر کیا پوزیشن تھی۔ کوئی کام ہی نہیں تھا۔ لوگ دیکھتے تھے، شناسائی کے انداز میں مسکراتے تھے اور آگے بڑھ جاتے تھے۔ سچ بات ہے کہ میں کوئی اندازہ نہیں لگا سکا اور کافی دیر تک یونہی آوارہ گردی کرتا رہا۔ پھر تھک گیا تو اپنے کیبن میں چلا گیا۔

بستر پر لیٹ گیا اور سردارے اور گولڈ مین وغیرہ پھر میرے ذہن میں ابھر آئے۔ سردارے کی

بہت ہی یاد آ رہا تھا۔ نہ جانے کس پوزیشن میں ہو گا۔ گولڈ مین بھی بہرحال وفادار انسان تھا لیکن سردارے، اس کی الگ شخصیت تھی۔

دوپہر کے کھانے پر بنی سے ملاقات ہوئی۔ لنچ ہمارے کیبن میں ہی آ گیا تھا۔ جینی شاید کچن کی انچارج تھی کیونکہ اب تک کھانے پینے کا سلسلہ اسی سے رہا تھا بنی آ گئی تھی۔ جینی شاید اس وقت مصروف تھی اس لیے اس نے ہمارے ساتھ کھانے کی کوشش نہیں کی۔

اور میں نے مسکراتے ہوئے بنی کی طرف دیکھا۔ "سناؤ بنی۔ تمہاری محبوبہ نے تمہیں زیادہ پریشان تو نہیں کیا؟"

"نہایت بے وقوف لڑکی ہے۔ بوبی کو بہت زیادہ چاہتی ہے، بلکہ یوں کہو پاگل ہے اس کے لیے۔" بنی نے جواب دیا۔

"افسوس۔ اس کا محبوب اس دنیا میں نہیں رہا اور اس کا ذریعہ ہم ہی ہیں۔" میں نے کہا۔

"چھوڑو ان باتوں کو۔ وہ اس سے مخلص بھی کب تھا۔" بنی منہ بنا کر بولی۔

"ہاں یہ بات بھی ہے۔"

"لڑکی بھی خوب تیز ہے۔ بس وہ تسلط چاہتی ہے۔"

"ہوں۔ ویسے بنی میں تھوڑا سا خوفزدہ بھی ہو گیا تھا۔"

"کس بات سے؟"

"تم سے۔ میں نے اس سے تھوڑا سا التفات برتا تھا۔ میں نے سوچا تھا کہ کہیں اس بات پر تم مجھ سے ناراض نہ ہو جاؤ۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"اوہ نواز! ایسی بھی کیا بات، مجھے تمہارے اوپر اعتماد ہے۔"

"واقعی؟"

"ہاں۔ کیوں نہیں۔ تم برے راستوں کے راہی ہونے کے باوجود ایک اچھے انسان ہو۔ میں نے تمہارے اندر اصول پائے ہیں۔ یقین کرو میں تمہارے اوپر بے حد اعتماد کرتی ہوں۔"

"اس کا شکریہ ضرور ادا کروں گا بنی۔"

"اس کے علاوہ وہ تمہاری بہت عزت کرتی ہے۔"

"جینی؟"

"ہاں۔" بنی نے جواب دیا۔

"لیکن بنی ایک بات بڑی حیرت انگیز ہے۔"

"کیا؟" بنی نے میرے لیے سروس کرتے ہوئے پوچھا۔

"لانچ پر ہماری کیا پوزیشن ہے، یہ عقدہ نہیں کھل سکا۔ لوگ ہم سے ناراض بھی نہیں ہیں۔ ان کی نگاہوں میں ہمارے لیے دوستی بلکہ میرا خیال ہے پسندیدگی ہے لیکن یہاں ہمارے سپرد کوئی کام نہیں ہے۔ ابھی تک ہم سے کوئی کام نہیں لیا گیا، جبکہ دوسرے لوگ مصروف رہتے ہیں۔"

"ہاں نواز۔ واقعی میں نے تو اس سلسلے میں غور بھی نہیں کیا۔" بنی نے مسکراتے ہوئے کہا اور ہم دونوں خیالات میں ڈوب گئے۔ پھر کھانے سے فراغت ہو گئی۔ بنی کسی قدر بوجھل ہو گئی تھی۔ پھر کافی دیر

کے بعد اس نے جماہی لیتے ہوئے کہا۔ "ایک طرح کا جمود نہیں طاری ہو گیا نواز؟"

"شاید۔ ویسے بنی یہ سفر کتنا طویل ہو سکتا ہے؟"

"میرے اندازے کے مطابق زیادہ طویل نہیں۔ آج کسی وقت ہمیں منزل پر پہنچ جانا چاہیے۔" بنی نے جواب دیا اور پھر ایک طویل انگڑائی لے کر بولی۔ "بہرحال نواز' ہماری شخصیت میں خاصی تبدیلیاں آئی ہیں۔"

"کس قسم کی تبدیلیاں؟"

"اپنی بات کر رہی ہوں نواز۔ بچپن سے لے کر اب تک' میں نے اپنی کسی خواہش کو رد ہوتے نہیں برداشت کیا اور کسی بھی جائز ناجائز خواہش کو پورا کرنے کے لیے میں نے وہ کچھ کیا ہے جو کوئی ہوش مند انسان نہیں کر سکتا۔ مکلینو نے میری ہر طرح مدد کی ہے۔"

"ہوں۔ اب کیا تبدیلی ہوئی ہے؟"

"میں ہلینا کے لیے افسردہ ہوں۔" بنی نے سست لہجے میں کہا۔

"کیوں؟"

"میں نے اس سے بڑے پر اعتماد لہجے میں کہا تھا کہ اس جزیرے سے نکلوں گی تو وہ میرے ساتھ ہو گی لیکن ہم اسے چھوڑ آئے ہیں۔"

"اوہ۔ بنی بہرحال ہم انسان ہیں۔ بعض اوقات حالات انسان پر پوری طرح قابض ہوتے ہیں اور ہم کسی طور ان کے شکنجے سے نہیں نکل پاتے لیکن ہم میں اور عام انسان میں تھوڑا سا فرق ضرور ہے۔"

"کیا؟" بنی نے پوچھا۔

"عام لوگ حالات سے شکست تسلیم کر لیتے ہیں اور خود کو بے بس تصور کر لیتے ہیں لیکن ہم نے شکست تسلیم نہیں کی ہے بلکہ حالات کو دھوکہ دینے کی کوششوں میں مصروف ہیں۔ حالات نے جس رخ سے ہمارا راستہ کاٹا ہے' ہم اس رخ کو بدل کر انہیں دھوکہ دے رہے ہیں اور ہمیں یقین ہے کہ ہم کامیاب رہیں گے۔ رہی ہلینا کی بات تو جس طرح ہم مشکوک نہیں ہو سکے' وہ بھی مشکوک نہیں ہوئی ہے اور جس وقت ہم اپنے آدمیوں کی رہائی کے لیے یہاں پر آئیں گے اور انہیں رہا کرا کے لے جائیں گے تو اس وقت ہلینا سے کیا ہوا وعدہ بھی نبھائیں گے۔" میں نے کہا اور بنی خاموش ہو گئی۔ بات ٹھیک ہی تھی۔

بہرصورت ہمارا اندازہ غلط نہیں نکلا۔ شام کے تقریباً پانچ بجے تھے جب لانچ ہیلنور پہنچ گئی۔

کرون برگ کا کائی زدہ قلعہ' تانبے کی چھت' گنبد اور مینار آسیب زدہ سے محسوس ہو رہے تھے۔ شہر پر دھند چھائی ہوئی تھی۔

بہرصورت لانچ ساحل سے لگ گئی اور لوگ نیچے اترنے لگے۔ ہمیں اندازہ نہیں تھا کہ ہم اتنے آرام اور آسانی سے یہاں تک پہنچ سکتے ہیں۔

ساحل پر اترنے کے بعد ہم ایک انجانی سی خوشی محسوس کر رہے تھے اور اب نہ صرف میرے بلکہ بنی کے دل میں بھی ایک خواہش شدت سے جاگ اٹھی تھی کہ جتنی جلد ہو سکے ہم فوری طور پر ان لوگوں سے دور نکل جائیں۔ یہاں تک آنے میں حالات اور تقدیر نے جس انداز میں ساتھ دیا تھا' ضروری نہیں تھا کہ برقرار رہتا۔ ہم فی الوقت مضبوط نہیں تھے۔ ظاہر ہے ہم لاعلمی کی بنا پر مارے بھی جا سکتے تھے۔

بنی نے میری جانب دیکھا اور پھر آہستہ سے بولی۔

"اب بتاؤ نواز' اب کیا کریں؟"

"اوہ۔ بنی اور مصروفیات پر نگاہ رکھو کہ یہ سب کیا کرتے ہیں اور میرا خیال ہے فوری طور پر یہاں سے نکلنے کی کوشش کی جائے۔"

"ٹھیک ہے۔" بنی نے کہا اور ہم ساحل سے تھوڑے ہٹ گئے۔ کرون برگ کا قلعہ دھند کی شکل میں نظر آرہا تھا اور یہ دھند بہرصورت ہمارے لیے بھی فائدہ مند تھی۔ انسانی وجود دھند میں ضم نظر آرہے تھے۔

اتنی گہری دھند تھی کہ لوگوں کی نقل و حرکت کا کوئی خاص اندازہ نہیں ہو رہا تھا۔ ہم آہستہ آہستہ پیچھے ہٹنے لگے۔ مجھے خطرہ تھا کہ کہیں جینی ہماری تلاش نہ شروع کر دے۔ بہرصورت ہم چلتے رہے اور آہستہ آہستہ ساحل سے دور ہٹنے لگے۔

بہرصورت ہم کافی پیچھے ہٹ آئے اور تھوڑی دیر کے بعد ہم ساحل سے کافی دور پہنچ گئے تھے۔ ہیلنور اور کرون برگ کا قلعہ تاریخی حیثیت رکھتا تھا اور اس تاریخ کو شکسپیئر نے امر کر دیا تھا۔ شکسپیئر کے ایک کھیل کے مطابق کسی زمانے میں یہاں ایک خونی ڈرامہ کھیلا گیا تھا۔ کہا جاتا ہے کہ سلطنت کے لیے ایک قتل ہوا تھا۔ مقتول بادشاہ کی روح سر شام قلعہ کی دیوار پر نمودار ہوتی اور اپنے بیٹے کو انتقام کے لیے اکساتی۔ ہملیٹ' جو ڈنمارک کا شہزادہ تھا اور جسے شکسپیئر نے امر کر دیا تھا۔ بہرحال یہ سارا واقعہ شکسپیئر کی زبانی تھا۔ ہو سکتا ہے اہل ڈنمارک اس واقعہ کی اصل روح سے بھی ناواقف ہوں۔ یہ بھی ممکن ہے کہ اصلی ہملیٹ ہیلنور کے نام سے بھی ناواقف ہو۔ جب فریڈرک دوم نے کرون برگ قلعہ تعمیر کروایا تھا تو ہملیٹ اس سے سات سو برس پہلے مورس کے جزیرے میں دفن ہو چکا تھا۔ اصل میں اس کا نام آملتھ تھا۔ وہ ایک قبائلی سردار کا اکلوتا بیٹا تھا۔ سرداری کے لالچ میں آملتھ کے چچا نے اس کے باپ کو قتل کر ڈالا۔ آملتھ کے باپ کو قتل کرنے کی گھناؤنی سازش میں اس کی ماں بھی شامل تھی۔ انیس سالہ آملتھ سارا دن قلعہ کے آتش دان میں راکھ کریدتا رہتا اور ہر سوال کا جواب ایسے دیتا جیسے اس کا دماغ چل گیا ہو۔ ایک شب اس نے اپنے چچا کے محافظ کو شراب پلا کر مدہوش کر دیا اور چچا کو قتل کر کے سردار بن بیٹھا۔

۱۲۰۰ عیسوی میں ساکو گرامائیکس نامی ایک ڈینش نے اس واقعہ کو کہانی کا روپ دیا اور اس کے بعد شکسپیئر نے اس میں کچھ تبدیلیاں کر کے اسے ہیلنور سے منسلک کر دیا تھا۔ بہرصورت ہیلنور شہر والوں نے اس ڈرامے کو انتہائی موثر طور پر تسلیم کر لیا تھا اور رومان پسندوں نے اب بھی قلعہ کی دیواروں پر ہملیٹ کے باپ کی روح کو دیکھا تھا۔

اور شہر والوں نے تو حد ہی کی۔ انہوں نے سیاحوں کی تسلی کے لیے ہملیٹ کی قبر بنا رکھی ہے۔ ہملیٹ کی تاریخ میرے ذہن میں گھوم رہی تھی لیکن چونکہ ذہن دوسری جانب متوجہ تھا اس لیے میں اس تاریخ سے پوری طرح لطف اندوز نہیں ہو سکتا تھا۔

بنی نے اب رفتار خاصی تیز کر دی تھی اور وہ یہاں سے جلد از جلد نکل جانا چاہتی تھی۔ ساحل سے کافی دور پہنچنے کے بعد ہم رک گئے اور پھر بنی اپنے چہرے سے ماسک علیحدہ کرتے ہوئے بولی۔

"میرا خیال ہے ہمیں فوری طور پر یہاں سے کوپن ہیگن پہنچ جانا چاہیے۔"

"ہاں بنی' جب حالات نے اتنا ساتھ دیا ہے تو اس سے پورا فائدہ اٹھانا ضروری ہے۔"

"تو پھر ----- کیا طریقہ اختیار کیا جائے؟" بنی نے سوال کیا۔

"یہاں کے کسی قصبے سے ہمیں ٹرین بھی مل سکتی ہے؟" میں نے کہا۔

"لیکن اگر بچ ہائیکنگ سے کام چلایا جائے تو؟" بنی نے کہا۔

"اوہ! لیکن اس کے باوجود میں نہیں چاہتا کہ کسی کو ہمارے بارے میں کوئی اندازہ ہو سکے۔"

"تمہاری مراد ان لوگوں سے ہے جن سے ہم کار میں لفٹ لیں گے؟"

"ممکن ہے' ان میں سے کچھ لوگ ہمارے لیے خطرناک ہوں۔"

"اول تو یہاں کافی دھند پھیلی ہوئی ہے دوسرے یہ کہ کسی کو کیا ضرورت پڑی ہے جو ہماری جانب توجہ دے گا۔ میرا مطلب ہے رسک لے لینے میں کوئی خاص خطرہ نہیں ہے۔"

اور چند ساعت کے بعد میں بھی اس سے متفق ہو گیا۔ ہم سڑک کے کنارے جا کھڑے ہوئے اور جاتی ہوئی گاڑیوں کو اشارہ کرنے لگے جو کافی وقفے وقفے سے گذر رہی تھیں۔ چنانچہ چند ساعت کے بعد ایک لمبی کار ہمارے سامنے رک گئی۔ سرخ ناک والے ڈرائیور نے گردن نکال کر پوچھا۔

"کدھر؟"

"کوپن ہیگن!"

"بیٹھو۔" اس نے عقبی دروازہ کھول دیا اور ہم دونوں جلدی سے دروازہ کھول کر اندر بیٹھ گئے۔ ڈرائیور نے کار آگے بڑھا دی تھی۔ چوڑے شانوں والا درمیانی عمر کا شخص تھا۔ کردن برگ کے علاقے میں اس کے فارم تھے۔ خود کوپن ہیگن میں رہتا تھا اور یہاں فارموں کی دیکھ بھال کے لیے آتا رہتا تھا۔ راستے میں وہ نہ جانے کہاں کہاں کی گفتگو کرتا رہا۔

اس طرح کے سفر میں بس بعض اوقات یہی دقت پیش آتی تھی۔ کبھی کبھی ایسے لوگوں سے واسطہ پڑ جاتا تھا جو صرف اپنی کہنا جانتے تھے اور ایسی ایسی سناتے تھے کہ حواس معطل ہو جاتے تھے۔ اب اخلاقاً ان کی باتوں میں دلچسپی بھی لینا پڑتی تھی' چنانچہ یہ بوڑھا بولنے کا مریض تھا۔

طویل ترین سفر کے آدھے راستے تو وہ اپنی سناتا رہا تھا۔ لڑنے والی بڑھیا جو اس کی بیوی تھی۔ نالائق بیٹا جو شراب اور جوئے کا رسیا تھا اور فارم کے کاموں میں کوئی دلچسپی نہیں لیتا تھا اور تین جوان بیٹیاں جن کی وجہ سے بوڑھا زندہ تھا اور محنت کرتا تھا۔

بات اگر یہیں تک رہتی تو شاید ہم اس کو اپنا مقدر سمجھ لیتے لیکن اپنی کہنے کے بعد جب اسے اطمینان ہو گیا کہ اس کے پاس مزید کہنے کے لیے کچھ نہیں ہے تو اسے ہماری فکر ہوئی۔

"شریف بچو۔ کیا تم اپنے بارے میں کچھ نہ بتاؤ گے؟"

"اب ہمارے بارے میں بھی پوچھو گے؟" میں کراہ کر بولا۔

"ہاں۔ دوران سفر اگر گفتگو جاری رہے تو سفر میں بہت آسانی ہو جاتی ہے۔"

"لیکن بعض اوقات دوسروں کے لیے بڑی مشکل ہو جاتی ہے۔"

"میں سمجھا نہیں۔" بوڑھے نے کہا۔

"ہماری کہانی تو بہت مختصر ہے مسٹر پیٹر۔ ہم دونوں ایک دوسرے کو چاہتے تھے۔ کامیاب محبت کے

بعد شادی کرلی اور اب اس کی کامیابی کے لیے دعاگو ہیں۔" بنی نے کہا۔

"اوہو۔ بہت خوب! محبت میں کامیاب جوڑوں کو دیکھ کر مجھے بہت خوشی ہوتی ہے۔" بوڑھے نے محبت سے مسکراتے ہوئے کہا۔

"شکریہ شکریہ۔" میں نے جلدی سے کہا۔ "آپ ہمارے لیے دعا کرتے رہیں۔"

"یقیناً۔ ایک مجھ بدنصیب کو دیکھو۔ زندگی بھر کسی سے محبت ہی نہیں کر سکا۔" بوڑھے نے کہا۔

"تو اب شروع کر دیں۔ اس میں کیا حرج ہے۔" میں نے کہا اور بنی مسکرانے لگی۔

"اب؟" بوڑھا سوچ میں پڑ گیا' پھر گردن ہلاتے ہوئے بولا۔ "اب تو ذرا مشکل ہے۔" اور اس کی سنجیدگی پر ہم دونوں ہنس پڑے۔ بوڑھا احمقانہ انداز میں ہماری شکلیں دیکھنے لگا تھا۔ "اس میں ہنسنے کی کیا بات ہے؟" اس نے اسی انداز میں پوچھا۔

"اوہ۔ ہم دوسری بات پر ہنسے تھے۔" میں نے جواب دیا اور بوڑھا خاموش ہو گیا۔ اس کے بعد بقیہ سفر ایسی ہی فضول باتوں میں کٹا تھا اور اس وقت روشنیاں جل اٹھی تھیں جب ہم کوپن ہیگن میں داخل ہوئے۔ روشنیوں کا شہر کوپن ہیگن اسی طرح جگمگا رہا تھا۔

بوڑھے نے ہمیں کوپن ہیگن کی ایک خوبصورت شاہراہ پر اتار دیا اور پھر رخصت ہو گیا۔ ہم دونوں کھڑے رہ گئے تھے۔

"ایک بات بتاؤ نواز؟" بنی نے پوچھا۔

"ہوں!"

"کیا تم یہاں بھی اسی میک اپ میں رہو گے؟"

"گڈ ----- تم نے اس وقت وہی بات سوچی بنی جو میں سوچ رہا تھا لیکن تم بھی ایک بات بتاؤ۔"

"پوچھو۔"

"کیا اسٹاک ہوم کے مقابلے میں مکلینو کا گروہ کوپن ہیگن میں زیادہ پھیلا ہوا ہے؟"

"نہیں' لیکن یوں سمجھو ہیڈ کوارٹر کوپن ہیگن میں ہی ہے اور مکلینو سوئیڈن کی بہ نسبت یہاں زیادہ مضبوط ہے۔ اسٹاک ہوم میں وہ صرف گروہ کو ہدایات دینے جاتا ہے اور باقی سارے کام یہاں ڈنمارک میں ہوتے ہیں۔"

"تب پھر میک اپ بدلنا ضروری ہے لیکن تم فکر مت کرو۔ یہاں میں بے دست و پا نہیں ہوں اور میرے ذہن میں بہت سے پروگرام ہیں۔ ابھی تو یہاں رات شروع ہوئی ہے۔ ہمیں میک اپ کا سامان بہ آسانی مل سکتا ہے۔ چنانچہ میک اپ کا سامان خرید لیتے ہیں اور پھر اس کے بعد میں کسی ہوٹل میں مقیم ہو جاتا ہوں اور تم ----- ویسے ظاہر ہے تمہیں یہاں کے بارے میں تفصیل تو معلوم ہو گی۔"

"کیوں نہیں۔ میں طویل عرصے تک کوپن ہیگن میں رہ چکی ہوں۔" بنی نے جواب دیا اور پھر ہم بازار کی ایک دوکان پر رک گئے۔ وہاں سے میں نے مطلوبہ سامان خریدا اور اب کسی مناسب جگہ کی تلاش میں چل پڑے جہاں میک اپ تبدیل کیا جا سکے۔

لیکن ایسی کوئی جگہ سمجھ میں نہیں آئی تب میں نے بنی سے کہا۔ "بنی اس بارے میں بھی ایک عمدہ ترکیب ہے۔"

"کیا؟" بنی نے پوچھا۔
"تم کسی ہوٹل کا انتخاب کر لو۔ وہاں کسی مردانہ نام سے کمرہ حاصل کرو اور خود اس میں چلی جاؤ۔ تھوڑی دیر کے بعد میں وہاں آجاؤں گا اور پھر میں میک اپ بدل لوں گا اس طرح کوئی میری طرف توجہ نہیں دے گا۔ پھر تم وہاں سے چلی آنا۔" میں نے کہا اور بنی نے سر ہلا دیا۔

تھوڑی دیر کے بعد ڈمپل کے ایک خوبصورت کمرے میں ہم دونوں پہنچ گئے۔ بنی نے سیکریٹری کی حیثیت سے اپنے باس مسٹر شیلٹر کے لیے کمرہ ریزرو کرایا تھا اور کمرے میں آکر میں نے مسٹر شیلٹر کا میک اپ کر لیا۔ ایک خوبصورت ڈینش کا میک اپ جسے بنی نے تعریفی نگاہوں سے دیکھا تھا۔

"ویری گڈ! لیکن کوپن ہیگن کی لڑکیوں سے بچ کر رہنا۔ اتنے خوبصورت ہو گئے ہو کہ لڑکیاں چیل کی طرح جھپٹیں گی۔" اس نے کہا تھا۔

"اوہ ڈارلنگ۔ میں اپنے کمرے سے باہر ہی نہیں جاؤں گا۔" میں نے اس کا بوسہ لے کر جواب دیا اور پھر بنی بولی۔

"اب مجھے اجازت دو نواز اور میرے لیے دعا بھی کرو کہ مکلینو کو شیشے میں اتارنے میں کامیاب ہو جاؤں۔ بڑا سخت کام ہے۔"

"ہاں بنی۔ تمہیں انتہائی ہوشیاری سے کام لینا چاہئے۔ اب یہ تمہارے اوپر ہے کہ تم اسے کس طرح شیشے میں اتارتی ہو۔ اگر مکلینو کو شبہ ہو گیا تو سارا کھیل بگڑ جائے گا۔"

"میں پوری پوری کوشش کروں گی نواز۔" بنی نے کہا اور پھر مختصر گفتگو کے بعد وہ ہوٹل سے چلی گئی اور میں تنہا رہ گیا۔ تنہائی کافی سکون بخش ہوتی ہے۔ خاص طور سے ان اوقات میں جب ذہن کو طویل عرصے سے سکون نہ ملا ہو اور سوچنے کے لیے بہت کچھ ہو۔ میری کیفیت بھی زیادہ اچھی نہیں تھی اور دماغ میں کھچڑی پک رہی تھی۔ بہت سے سوالات تھے جو تنہائی ملتے ہی ذہن کے پردے پر ابھر آئے۔ یہ سب کیا ہے۔ میں اپنی کوشش میں ناکام کیوں ہوں اور میرے ذہن کے اس بوجھ میں میری کونسی کوتاہی شامل ہے۔

اس وقت آزاد ہوں۔ کوئی بار ذہن پر نہیں ہے۔ آسانی سے نکل سکتا ہوں لیکن ——— لیکن کون سی مجبوری روکے ہوئے ہے۔

سردارے ——— صرف سردارے۔ ورنہ گولڈ مین کا میری زندگی سے اتنا گہرا تعلق نہیں تھا۔ رہی اقدار کی 'انسانیت کی بات تو میں کون سا اچھا انسان تھا۔ لوگوں نے میرے لیے بہت کچھ کیا تھا لیکن لوگوں نے میرے ساتھ بھی تو بہت کچھ کیا تھا۔ چھوڑ دوں ان سب کو اور صرف خود کو دیکھوں۔ کبھی مجبور نہیں ہوا تھا لیکن سردارے ——— سردارے۔

شاید اس وقت وہ میری سب سے بڑی کمزوری تھا۔ ہاں سردارے میری کمزوری تھا۔ میں کوشش کے باوجود اسے نظر انداز نہیں کر سکتا تھا۔

خیالات کو میں نے ذہن سے جھٹک دیا۔ کوئی فیصلہ نہیں کر پا رہا تھا اور پھر میں نے ساری پابندیاں توڑنے کے بارے میں سوچا۔ بنی کا کھیل اب ختم ہو جانا چاہئے۔ وہ کچھ بھی کرتی رہے۔ میں اس سے الگ ہٹ کر بھی تو سردارے کے لئے کوشش کر سکتا ہوں۔ بنی ہی کیوں ——— لیکن پھر عقل نے ٹھوکا دیا۔ بنی اس وقت ایک عمدہ سہارا ہے۔ اس سے فائدہ ہی ہے۔ پھر کیوں اس سہارے کو ضائع کیا جائے اور جب ذہن

سی فیصلے پر نہ پہنچ سکا تو میں سو گیا۔
رات کو جاگا تھا اور جب آنکھ کھلی تو بنی کو کمرے میں دیکھ کر حیران رہ گیا۔
وہ ایک آرام کرسی پر بیٹھی ہوئی کوئی رسالہ دیکھ رہی تھی۔ میں چونک کر اٹھ بیٹھا۔
"ارے بنی تم ——— خیریت؟"
"ہاں سب خیریت ہے۔" وہ پرسکون انداز میں مسکرائی۔
"مگر تم آئیں کس وقت؟"
"تقریباً ایک گھنٹہ ہو گیا۔" اس نے کلائی پر بندھی گھڑی پر وقت دیکھتے ہوئے کہا۔
"اوہ! لیکن تم نے مجھے جگا کیوں نہیں لیا؟"
"تم سوتے ہوئے اتنے معصوم لگ رہے تھے کہ بس میں تمہیں دیکھتی رہی اور میرا دل نہ چاہا کہ تمہیں اس گہری نیند سے جگا دوں۔" وہ پھر مسکرائی۔
"اوہو ——— مگر تم کیا مکلینو سے ملی؟"
"ہاں ہاں سب کچھ ہو گیا۔ پہلے تم غسل کرو' ڈریس پہنو' پھر میرے ساتھ آکر بیٹھو۔ میں تمہارے لیے کافی منگواتی ہوں اس کے بعد گفتگو کریں گے۔"
"گویا سب خیریت ہے؟" میں نے سکون کا گہرا سانس لیتے ہوئے پوچھا۔
"ہاں بالکل خیریت ہے۔ کوئی ایسی بات نہیں ہے جس کا تم تردد کرو۔" بنی نے جواب دیا اور میں باتھ روم کی طرف بڑھ گیا۔

تھوڑی دیر کے بعد میں بنی کے ساتھ بیٹھا ہوا کافی پی رہا تھا۔
"اب شروع ہو جاؤ بنی میرے ذہن میں بہت تجسس ہے۔"
"تجسس کی بات نہیں نواز۔ دراصل مکلینو یہاں موجود نہیں ہے۔"
"کیا مطلب؟"
"وہ سوئیڈن گیا ہوا ہے۔"
"اوہو کب؟"
"آج یا کل صبح تک واپس آجائے گا۔"
"گڈ! گویا ابھی تک اس سے تمہاری ملاقات نہیں ہوئی؟"
"سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ ویسے بہرصورت میرے آدمیوں نے میری باقاعدہ پذیرائی کی ہے۔ لیکن عجیب سی بات ہے نواز۔ ایسا محسوس ہوتا ہے جیسے مکلینو ان حالات سے ناواقف ہو۔ اتنی حیران کن بات ہے یعنی کسی بھی شخص نے مجھ سے اس انداز میں گفتگو نہیں کی جیسے کہ کوئی خاص بات ہو۔ اس کا مطلب ہے کہ ہوریشو نے مکلینو کو بھی ان حالات سے بے خبر رکھا ہے۔" بنی نے کہا۔
"اوہ! لیکن بنی یہ بات تو ہوریشو کے خلاف ہی جاتی ہے۔"
"ہاں بالکل۔ میں خود بھی یہی سوچ رہی تھی کہ ہوریشو اس بار اپنی قبر کھود ہی بیٹھا ہے اور ہم اسے اس میں اتارے بغیر باز نہیں آئیں گے۔"
"ٹھیک ——— تو تمہارے آدمیوں نے ایسی کوئی بات نہیں کی جس سے اندازہ ہوتا کہ وہ کچھ

حالات سے باخبر ہیں؟"
"بالکل نہیں۔"
"اور مکلینو کے سوئیڈن جانے کی وجہ؟"
"وہ کوئی خاص نہیں۔ تم نے دیکھا ہو گا' بلکہ میرا خیال ہے تمہاری ملاقات بھی مکلینو سوئیڈن ہی میں ہوئی تھی۔ ویسے بھی سوئیڈن ہمارے لیے اچھی خاصی اہمیت رکھتا ہے۔ وہاں ہمارا کاروبار بہت پھیلا ہوا ہے۔ مکلینو اکثر وہاں قیام کرتا ہے اور چونکہ وہاں کا فاصلہ بھی زیادہ نہیں ہے اس بعض اوقات معاملات کی نگرانی کرنے کے لیے بھی وہ وہاں تک چلا جاتا ہے۔"
"تو تمہیں یقین ہے کہ وہ شام تک واپس آرہا ہے؟"
"امکان اسی بات کا ہے۔"
"چلو ٹھیک ہے۔ ظاہر ہے ایسی شکل میں تم وہاں نہیں رک سکتی تھیں۔"
"نہیں نواز یہ بات نہیں ہے۔ میں مصلحتاً تم سے دور رہتی لیکن میرے ذہن میں ایک اور پروگرام آگیا۔"
"اوہو۔ وہ کیا؟"
"بے حد دلچسپ۔ بہت ہی نفیس پروگرام۔"
"وہ کیا بنی؟"
"تمہیں میک اپ کا اس قدر ماہر دیکھ کر میں نے کچھ سوچا ہے اور میرا خیال ہے کہ اس طرح زیادہ مطمئن ہو کر زیادہ بہتر کام کر سکیں گے۔"
"بنی میں اب بھی نہیں سمجھا؟"
"سنو میں تمہیں سمجھاتی ہوں۔" بنی نے کہا اور اپنے پرس سے ایک تصویر نکال کر میرے رکھ دی۔
"خطرناک سی شکل کا ایک آدمی تھا۔ میں نے اسے غور سے دیکھا اور بنی میرا چہرہ دیکھتی رہی بولی۔
"کیا خیال ہے نواز؟ کیا اس شخص کا میک اپ تمہارے چہرے پر ہو سکتا ہے؟"
"کیوں نہیں بنی' نہایت آسانی سے۔"
"اس کا نام ڈکسن ہے مکلینو کے خطرناک آدمیوں میں اس کا شمار ہوتا ہے۔ بہت اور میرے بھی وفاداروں میں سے ہے۔ یوں سمجھ لو کہ اگر کسی مسئلے میں مکلینو خود کام نہ کرنا اس کے حوالے کر دیتا ہے۔ جسامت میں بالکل تمہاری طرح ہے۔ یعنی کوئی ایسا فرق نہیں ہے جے کیا جا سکے۔ وفادار ہے لیکن نواز' وفاداروں کا مصرف تم جانتے ہو۔"
"ہاں۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔
"بس ان کا مصرف اس سے زیادہ نہیں ہوتا کہ وہ وقت پر کام آجائیں۔" بنی نے کہا مکلینو کی بیٹی بول رہی تھی۔ وہ بنی نہیں تھی جو مجھ سے محبت کرتی تھی۔ مکلینو کی بیٹی ہو سے اگر اس کا یہ نظریہ تھا تو غلط نہیں تھا۔

"میں یہ چاہتی ہوں کہ یہ اپنی جگہ تمہیں دے۔"
"گویا مجھے اس کے میک اپ میں آنا ہے؟"
"ہاں۔"
"اس سے فائدہ کیا ہو گا بنی؟"
"فائدہ یہ ہو گا کہ چونکہ میری خود بھی اس شخص سے کافی دوستی ہے اس لیے میں اسے ہمیشہ اپنے ساتھ رکھ سکتی ہوں۔ چنانچہ نواز تم اس کے میک اپ میں ہر وقت میرے ساتھ رہو گے۔"
"ویری گڈ۔ آئیڈیا اچھا ہے بنی۔۔۔۔۔ لیکن کیا مکلینو کو دھوکا دینا اتنا آسان ہو گا؟" میں نے کہا۔
"ہاں اس صورت میں جبکہ میں بھی تمہاری معاون ہوں گی۔"
"لیکن اس شخص کا کیا کرو گی؟"
"میں نے کہا نا کہ وفادار صرف وقت پر کام آنے کے لیے ہوتے ہیں۔" بنی نے جواب دیا۔ "ہم اسے قتل کر دیں گے۔" اور میں اس کی صورت دیکھتا رہ گیا۔
عجیب عجیب روپ میرے سامنے آتے تھے عورت کے بھی۔۔۔۔۔ بہرصورت ایک طرف وہ محبت کرنے والی عورت تھی اور دوسری جانب وہ اپنے وفاداروں کے ساتھ ایسا سلوک بھی کر سکتی تھی لیکن اس کے لیے یہ کوئی تعجب خیز بات نہیں تھی۔ میں نے اسے جہاز پر دیکھا تھا اور اس وقت جب میں اسے لانچ لیے جا رہا تھا۔ مجھے اندازہ تھا کہ وہ کس قسم کی عورت ہے۔
"لیکن بنی جب تم کہتی ہو وہ اس قدر چالاک ہے تو کیا اسے قابو میں کرنا آسان ہو گا؟"
"کیوں نہیں نواز۔ اس سے زیادہ چالاک اور خطرناک آدمی اس پر ہاتھ ڈالے گا تو یہ بات ناممکن نہیں ہو گی لیکن یہ کام فوری طور پر ہو جانا چاہئے۔"
"فوری طور سے تمہاری کیا مراد ہے بنی؟"
"میرا مطلب ہے مکلینو کے آنے سے پہلے پہلے۔"
"ٹھیک ہے بنی۔ اگر تمہارا خیال ہے کہ مکلینو رات کے کسی بھی حصے میں آسکتا ہے یا دن میں تو ہمیں فرصت میں یہ کام کر لینا چاہئے۔"
"ہاں نواز۔ میرا بھی یہی مقصد تھا۔"
"تو ٹھیک ہے بنی ہم کوشش کئے لیتے ہیں۔ آج ہی یہ کام ہوں گے۔"
"یقیناً نواز!"
"تو پھر اب کیا پروگرام ہے؟"
"بس تم تیار ہو جاؤ۔ میں اس کو فنلیے گارڈن میں بلاتی ہوں۔ فنلیے گارڈن اس کام کے لیے بہترین جگہ ہے۔ ہم ڈکسن کو وہیں قتل کریں گے اور کسی کو پتہ بھی نہیں چلے گا۔" بنی نہایت سفاکی سے کہا۔
میں بنی کے اس روپ پر حیرت زدہ بھی تھا لیکن میں نے اپنی حیرت کا اظہار نہ کیا اور بولا۔
"میک اپ کا سامان؟"

"سامان لے جانے کی کیا ضرورت ہے۔ کیا تم اس شخص کا میک اپ یہیں نہیں کر سکتے؟" بنی نے کہا۔ اس وقت وہ بے حد ذہین ہو رہی تھی۔ باتیں بھی اس کی نہایت ذہانت کی تھیں۔ بلاشبہ اگر میں اس شخص کا میک اپ یہیں کر لیتا تو اس سے کوئی فرق نہیں پڑ سکتا تھا اور میں نے نہایت مہارت سے ڈکسن کا میک اپ کر لیا۔

"حقیقت ہے نواز۔ تم بے پناہ ذہین ہو' بے پناہ خوبیوں اور صلاحیتوں کے مالک۔ میں تمہاری ہر صلاحیت کی دل سے معترف ہوں اور اس وقت شاید ڈکسن بھی یہ بات نہ کہہ سکے کہ تم ڈکسن ہو اور جسامت! میں کہتی ہوں ونڈر فل نواز' کوئی بھی دیکھ کر یہی کہے گا کہ تم ڈکسن ہو۔" وہ پیار بھرے لہجے میں بولی۔

"ٹھیک ہے بنی۔ تم مطمئن ہو تو ٹھیک ہے لیکن بہرصورت اس کی آواز کی نقل' اس کی چال ڈھال تو میرے علم میں نہیں ہے۔"

"اوہ اس کی فکر مت کرو ڈکسن بذات خود اچھی خاصی حیثیت کا مالک ہے اور اچھی خاصی حیثیت کا مالک ہونے کی وجہ سے کوئی اس کے بارے میں یہ غور کرنے کی جرات نہیں کر سکتا کہ اس کے انداز میں کچھ تبدیلی ہے۔ رہی آواز کی بات تو بہرصورت ہلکی پھلکی بیماریاں چلتی ہی رہتی ہیں۔"

"ٹھیک ہے بنی۔ بہرصورت تم کافی چالاک ہو گئی ہو۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا اور تھوڑی ؟ تیاریوں کے بعد ہم باہر نکلنے کے لیے تیار ہو گئے۔ تب بنی بولی۔

"رک تو جاؤ نواز۔ میں اسے ٹیلی فون تو کر لوں۔"

"کسے؟"

"میرا مطلب ہے ڈکسن کو۔"

"غالباً" تم اسے فنلیے گارڈن بلاؤ گی؟"

"ہاں یقیناً۔" بنی نے جواب دیا اور پھر ٹیلی فون کے نزدیک پہنچ گئی۔ اس نے نمبر ڈائل کیے اور ریسیور کان سے لگا لیا۔

دوسرے لمحے اسے شاید کسی کی آواز سنائی دی تھی۔ اس نے کسی کو ڈکسن کو بلانے کے لیے کہا اور انتظار کرتی رہی۔ پھر ڈکسن ٹیلی فون پر پہنچ گیا اور بنی بولی۔

"مسٹر ڈکسن پلیز مجھے تمہاری سخت ضرورت ہے تم مصروف تو نہیں ہو۔" چند ساعت وہ دوسری طرف کی آواز سنتی رہی پھر بولی۔

"تو ٹھیک ہے فنلیے گارڈن پہنچ جاؤ۔ گارڈن کے بڑے مجسمے کے پاس میں تمہیں ملوں گی۔"

"ہاں ہاں اسی وقت میں تمہیں سب کچھ بتا دوں گی۔ فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں۔"

"نہیں ایسی کوئی بات نہیں ہے' بس مجھے ذاتی سا کام ہے۔"

"ہاں تم تنہا ——— بالکل ٹھیک۔"

"او کے۔" بنی نے ریسیور رکھ دیا اور مجھے دیکھ کر مسکراتے ہوئے بولی۔

"مجال تھی اس کی جو میرے بلانے پر نہ پہنچتا۔" اس نے کہا اور پھر میرے بازو میں بازو ڈال کر نکل آئی اور پھر ہم لوگ بنی کی کار میں بیٹھ کر فنلیے گارڈن جا رہے تھے۔

فنلیے گارڈن کافی وسیع و عریض تھا۔ سنسان بھی تھا گویا زیادہ لوگ وہاں نہیں آتے تھے۔ اونچے نیچے درختوں کی بہتات تھی۔ ہاں جگہ جگہ کاریں نظر آجاتی تھیں۔ بنی نے تیز روشنی بجھا دی تھی اور میں اس کا مقصد سمجھ گیا تھا۔

"تو یہ ہے فنلیے گارڈن؟" میں نے کہا۔

"ہاں۔"

"لیکن یہ کاریں؟"

"یوں تو ڈنمارک میں تنہائی کی کمی نہیں ہے اور بے شمار جگہیں ایسی ہیں جہاں تنہائی کے متلاشی جوڑے جا سکتے ہیں لیکن تبدیلیوں کے خواہش مند فنلیے گارڈن چلے آتے ہیں اور گارڈن کے منتظمین نے ان کے لیے بہتر مواقع فراہم کر دیئے ہیں۔"

"اوہ۔ وہ کیا؟"

"یہاں تیز روشنی کہیں نہیں ملے گی۔ کاریں آسانی سے اندر لائی جا سکتی ہیں اور کاروں کی روشنیاں جلانے کی اجازت نہیں ہے۔"

"خوب!" میں نے گہری سانس لے کر کہا۔

"کار ایک عظیم الشان مجسمے کے نزدیک پہنچ گئی اور بنی نے اسے روک دیا پھر اس نے کلائی پر بندھی گھڑی میں وقت دیکھتے ہوئے کہا۔

"بس اب تم اس مجسمے کی آڑ میں ہو جاؤ نواز۔ تم جانتے ہو تمہیں کیا کرنا ہے۔"

"او کے بنی! لیکن ———"

"ہاں۔ ہاں کہو۔"

"ختم کر دینا ہے؟"

"ہاں۔"

"اور اس کی لاش کا کیا کرو گی؟"

"کافی جگہ ہے' ٹھکانے لگا دیں گے۔" بنی نے جواب دیا اور پھر دور سے کسی گاڑی کی ہلکی روشنیاں دیکھ کر میں دیو ہیکل مجسمے کے پیچھے رینگ گیا۔

کار اسی طرف آرہی تھی اور پھر وہ بنی کی کار سے تھوڑے فاصلے پر رک گئی۔ "مادام بنی!" ایک بھاری آواز سنائی دی۔

"آجاؤ ڈکسن!" بنی نے کہا اور سیاہ سوٹ میں ملبوس شخص بنی کے نزدیک پہنچ گیا۔

"آپ تنہا ہیں؟" اس نے پوچھا۔

"کیا مطلب؟" بنی کی آواز ابھری۔

"م ——— میرا مطلب ہے یہاں ——— اس جگہ ——— لل ——— لیکن مادام۔ آپ نے مجھے یہاں کیوں بلایا ہے؟"

"ڈکسن! کیا زیادہ پی لی ہے؟" بنی غرائی۔

"سوری مادام۔ پی نہیں ہے لیکن آپ کی دعوت سن کر حواس ضرور کھو بیٹھا ہوں۔ مجھے معاف

کریں مادام۔ اگر کوئی لڑکی کسی نوجوان کو فنلسے گارڈن میں دعوت دے تو ـــــــ اس نوجوان کی خوشیوں کا کیا ٹھکانہ ہو سکتا ہے۔"

"تو تمہاری نگاہ میں، میں ایک عام لڑکی ہوں؟"

"ہرگز نہیں مادام۔ میں تو حیران تھا۔"

"میری سمجھ میں نہیں آتا، تم لوگوں کی اتنی جرأت کیوں ہو گئی۔ کیا مکلینو بوڑھا ہوتا جا رہا ہے؟ کیا اس کا گروہ اس سے باغی ہو رہا ہے؟"

"مادام۔ مادام۔ معاف کر دیں۔ میری یہ مجال کہ باس کے بارے میں کسی ہلکے انداز میں سوچوں۔ بس انسان ہوں، احمقانہ خیال ذہن میں آ گیا۔ معافی چاہتا ہوں۔"

"ہوریشو کے بارے میں کچھ معلوم ہے؟" بنی نے پوچھا۔

"اوہ۔ کوئی خاص بات نہیں مادام، کیوں؟"

"میرا اندازہ ہے کہ ہوریشو بھی کسی قدر باغیانہ انداز اختیار کر چکا ہے۔ پتہ نہیں مکلینو کو اس کی اطلاع ہے یا نہیں؟"

"یہ ناممکن ہے مادام۔ سیاہ فام ہوریشو وفاداری میں کسی کتے کی مانند ہے۔ وہ بغاوت کا تصور بھی نہیں کر سکتا۔"

"ہوں۔ مکلینو آج واپس آ رہا ہے یا کل؟"

"کہا نہیں جا سکتا مادام۔ ویسے زیادہ سے زیادہ کل تک لیکن آپ نے مجھے یہاں کیوں طلب کیا تھا؟"

"اوہ۔ تمہیں ایک شخص سے ملانا تھا۔"

"کون ہے وہ؟"

"ابھی تھوڑی دیر کے بعد آ جائے گا۔ ویسے کیا تمہارے پاس پستول ہے؟"

"پستول؟ نہیں تو لیکن کیا ایسی کوئی ضرورت تھی؟"

"پیش بھی آ سکتی ہے۔ کوئی اور ہتھیار بھی نہیں ہے؟" بنی نے چالاکی سے پوچھا۔

"نہیں مادام ـــــــ اگر آپ فون پر مجھے ہلکا سا اشارہ بھی دے دیتیں تو میں ـــــــ لیکن کیا وہ تنہا ہو گا یا اس کے ساتھ ـــــــ؟"

"تنہا ہو گا۔" بنی لطف لے رہی تھی۔

"تب کوئی بات نہیں ہے۔ آپ کے غلام دو چار آدمیوں کی پرواہ کہاں کرتے ہیں لیکن معاملہ کیا ہے اور وہ کون ہے؟"

"آ جاؤ۔" بنی نے کہا اور میں مجسمے کے عقب سے نکل آیا۔ ڈکسن ششدر رہ گیا تھا۔ کوئی بات ہی سمجھ میں نہ آئی ہو گی لیکن میں وقت ضائع کرنے کا عادی نہیں تھا۔ ایک جاندار گھونسے کے ساتھ میں نے اپنا تعارف کرایا اور ڈکسن توازن نہ برقرار رکھ سکا لیکن عمدہ لڑاکا تھا گرتے ہی اس نے پاؤں اٹھائے اور پھر سیدھا کھڑا ہو گیا۔

میں بھی پوری طرح چاق و چوبند تھا۔ چنانچہ جونہی ڈکسن نے مجھ پر حملہ کیا میں نے دیسی داؤ کلا

مارا اور ایک بار پھر اسے ڈھیر کر دیا۔ جگہ سنسان تھی اور مقابل تنہا۔ پھر مجھے کیا پرواہ ہو سکتی تھی۔ بنی بھی اس جنگ سے لطف اندوز ہو رہی تھی۔ میں نے تہیہ کر لیا تھا کہ ڈکسن کو اپنے پیروں پر کھڑا نہیں ہونے دوں گا اور میں اپنی کوشش میں کامیاب تھا۔

"بس کرو ڈارلنگ۔ ختم کرو یہ کھیل۔" بنی نے کہا اور میں نے اس بار ڈکسن کو گرایا تو اس کی گردن کی پشت پر بھی ایک زوردار ضرب لگا دی اور یہ ضرب معمولی نہیں تھی۔ ڈکسن کی گھٹی گھٹی چیخ نکلی تھی اور پھر وہ اٹھ نہیں سکا۔ گردن کی ہڈی ٹوٹ گئی تھی۔

میں سیدھا کھڑا ہو گیا۔

"کھیل ختم؟" بنی نے پوچھا۔

"ہاں۔"

"بے ہوش ہو گیا؟"

"ہمیشہ کے لیے۔"

"اوہ! مگر کیسے؟"

"میں نے اس کی گردن توڑ دی ہے۔" میں نے جواب دیا اور بنی جھک کر اسے دیکھنے لگی۔ پھر اٹھی اور مجھ سے لپٹ کر میرے کئی بوسے لے ڈالے۔

"تم ہر طرح پیار کے قابل ہو نواز۔"

"اوہ۔ کیوں؟"

"دیکھو نا۔ وہ لڑکی کتنی خوش نصیب ہے جو اپنے محبوب سے کچھ کہے اور اس اعتماد کے ساتھ کہ وہ کہے گی اور ہو جائے گا۔ میں نے کہا کھیل ختم کرو اور کھیل ختم ہو گیا۔ تم نے ہم دونوں کی گفتگو تو ضرور سنی ہو گی نواز؟"

"ہاں۔"

"میں نے اسے ہتھیاروں کے بارے میں پوچھا اور پھر اس نے کہا کہ وہ دو چار آدمیوں کو تو خالی ہاتھ ٹھیک کر دے گا۔ میں دل ہی دل میں اس کی بات پر ہنسی تھی۔"

"کیوں؟"

"بس مجھے اندازہ تھا کہ وہ تمہیں ٹھیک نہ کر سکے گا۔" بنی نے کہا اور میں ہنسنے لگا۔ پھر بنی کی مدد سے ہم نے پہلے اس کے کپڑے اتارے۔ میں نے ڈکسن کا لباس پہن لیا اور پھر ہم اس کی لاش ٹھکانے لگانے میں مصروف ہو گئے۔ تقریباً آدھے گھنٹے کے بعد ہم واپس پہنچ رہے تھے۔

ڈکسن کی کار میرے پاس تھی اور بنی میرے پیچھے پیچھے آ رہی تھی۔ پروگرام یہ تھا کہ اس کار کو یہاں سے باہر لے جا کر کسی مناسب جگہ پر چھوڑ دیں گے تاکہ لوگوں کو ڈکسن کے بارے میں کوئی شبہ نہ ہو سکے لیکن پھر میں نے یہ پروگرام بدل دیا۔ ڈکسن کی شخصیت مشکوک نہیں ہونی چاہیے۔ راستے میں بنی ایک بار اپنی کار سے میرے نزدیک آئی تو میں نے اسے رکنے کا اشارہ کیا تب میں نے اسے یہ بات بتائی کہ کار چھوڑنا مناسب نہیں ہے تو اس نے دانتوں تلے زبان دبالی۔

"ہاں یہ تو بھول ہی گئے تھے۔ ٹھیک ہے تم میرے پیچھے پیچھے چلے آؤ۔" اس نے کہا اور میں نے کار

بنی کی کار کے پیچھے لگادی۔

مکلینو کی نئی رہائش گاہ بھی خوبصورت تھی۔ میں بنی کے ساتھ ہی اندر داخل ہو گیا تھا۔ پھر ہم نے اپنی اپنی کاریں کھڑی کر دیں۔ اب میں نے کسی حد تک محکومانہ انداز اختیار کر لیا تھا۔ یہاں دوسرے لوگ بھی موجود تھے اور ان کی موجودگی کو ذہن میں رکھنا نہایت ضروری تھا لیکن اندر داخل ہو کر بنی نے مجھے اپنے کمرے میں طلب کر لیا اور مسکراتی ہوئی بولی۔

"یہاں ہم بالکل محفوظ ہیں۔ کسی کی مجال نہیں ہے جو ہماری گفتگو سننے کی کوشش کرے۔"

"اوہ بنی ویری گڈ۔ بہرصورت مجھے تم سے کچھ اور باتیں بھی کرنی ہیں۔ نہ جانے کیوں ہماری کل گفتگو تشنہ رہ گئی۔"

"ہاں ہاں کہو نواز' کیا بات ہے؟"

"مجھے اس شخص کی مکمل شخصیت کے بارے میں بھی بتا سکتی ہو بنی۔"

"میں نے الجھے ہوئے انداز میں کہا۔

"ڈکسن کی بات کر رہے ہو؟"

"ہاں۔"

"تو بس یوں سمجھو کہ ڈکسن' مکلینو کے خاص لوگوں میں سے ہے اور میرا ذاتی وفادار بھی جس وقت میں اسے کسی کام میں مصروف کر لیتی ہوں تو مکلینو اس میں مداخلت نہیں کرتا چنانچہ تم بے فکر رہو' میں تمہیں اپنے ساتھ رکھوں گی۔"

"اوکے بنی۔ ویسے کیا یہاں موجود لوگوں کا تعارف نہیں کراؤ گی؟"

"اس وقت اور اس انداز میں تو تعارف کرانا مشکل ہے لیکن تم صرف اتنی بات سمجھ لو کہ یہاں تمہاری حیثیت موجود لوگوں میں سب سے زیادہ اونچی ہے اور کوئی تم سے کوئی سوال نہیں کر سکتا اس لیے تم مطمئن رہو۔۔۔۔۔۔ تم زیادہ تر میرے ساتھ مصروف رہنا مکلینو جس وقت آئے گا دیکھا جائے گا۔"

"اوکے بنی!" میں نے کہا۔ بہت زیادہ احتیاط بھی بعض اوقات احمقانہ ہی ثابت ہوتی ہے چنانچہ میں نے اسی بات پر اکتفا کیا۔ ہاں جب رات میں بنی کے کمرے سے نکلنے لگا تو بنی نے پشت سے میرے شانے پر ہاتھ رکھا اور میں پلٹ پڑا۔

"جا رہے ہو۔" وہ آہستہ سے بولی اور میں اس کے ہونٹوں کی لرزش دیکھ کر مسکرانے لگا پھر بولا۔

"تم بتاؤ بنی' چلا جاؤں؟"

"بنی چند ساعت سوچتی رہی پھر گہری سانس لے کر بولی۔ "ہاں نواز۔ آج رات چلے ہی جاؤ۔ حالانکہ یہ تہارات میرے لیے بڑی تکلیف دہ ہو گی۔"

"کوئی بات نہیں بنی۔ ہم اچھے مستقبل کے لیے خود پر جبر بھی کریں گے۔" بنی نے گردن ہلا دی تھی اور پھر میں وہاں سے نکل آیا۔ بنی نے پہلے ہی مجھے میری رہائش گاہ بتا دی تھی اپنے کمرے میں آ کر میں نے سکون کی سانس لی۔ بہرصورت جو کچھ ہوا تھا اور اچانک ہوا تھا' خاصا فائدہ مند تھا اور میں اس سے کسی حد تک مطمئن بھی تھا۔

مفکّروں نے عورت کے بارے میں بہت کچھ کہا ہے۔ انہوں نے اسے طرح طرح کی تشبیہات دی ہیں۔ کسی نے اسے روح کائنات کہا ہے۔ کسی نے اسے پھول سے تشبیہہ دی ہے۔ پتہ نہیں عورت کے معاملے میں ان کے تجربات کیسے ہوں گے' پتہ نہیں انہیں کیسی عورتیں ملی ہوں گی جنہیں وہ پھول کہتے تھے۔ میرے تجربات تو بڑے خوفناک تھے مجھے تو یہ آدمخور پھول نظر آتے تھے۔ خوفناک پنکھڑیوں والے' جو خوبصورت بھی ہوتے ہیں' نرم و نازک ہوتے ہیں لیکن ان کی دوسری شکل۔ کس کس روپ میں نظر آئی تھی۔ چنانچہ عورت کے بارے میں میرے خیالات ان تمام لوگوں سے مختلف ہیں۔

بہت سی عورتیں دیکھی تھیں۔ سب کی سب ایک دوسرے سے مختلف' سب کے اپنے اپنے رنگ' انوکھے رنگ...... اور اب بنی میرے سامنے تھی۔ مکلینو اس کا باپ تھا اور میں اس کے باپ کا دشمن۔ مکلینو نے بنی کی پرورش کی تھی' اسے ایک شخصیت دی تھی' پوری زندگی اس پر اعتماد کیا تھا۔ اسے سب کچھ سکھایا تھا اور مکلینو وہ شخص تھا جس سے نہ جانے کیسے کیسے سورماؤں کے پتے پانی ہوتے تھے لیکن اس کی بیٹی نے اسے الو بنا دیا تھا۔ اس کے دشمن کے لیے اسے اتنے چکر دیے تھے کہ مکلینو کی...... کوئی شخصیت ہی نہیں رہی تھی۔ ایک طرف وہ ایک دشمن مرد سے بعد ہم اتنی الفت کرتی تھی اور دوسری طرف وہ ایک ایسے وفادار کو قتل کر چکی تھی جس کے بارے میں اس کے خیالات تھے کہ وہ در حقیقت کسی کتے کی طرح وفادار ہے اور اس پر آنکھیں بند کر کے بھروسہ کیا جا سکتا ہے۔

یہ تھی عورت ------ اور اگر اس صنف سے میرا بھروسہ اٹھ گیا تھا تو کوئی انوکھی بات نہیں تھی۔ میں بنی پر بھی بھروسہ نہیں کر سکتا تھا۔ میرے تجربات ہی ایسے تھے۔ ہاں کام نکالنے کی دوسری بات تھی اور اس کے علاوہ وہ ایک خوبصورت اور رس بھری عورت بھی تھی جو میری محبت کا دعویٰ بھی کرتی تھی اور خلوت میں اپنے بھرپور جذبات کا مظاہرہ تھی۔ عورت جس شخص سے پیار کرتی ہے اسے اپنا سب کچھ سونپ دیتی ہے۔

چنانچہ مجھے دوہرا فائدہ تھا اور جب فائدے مفت حاصل ہوں تو انسان ان سے منہ کیوں پھیرے۔ چنانچہ اندر کی حالت سے میں خود واقف تھا دوسرے کو دل میں جھانکنے کا موقع کیوں دیا جائے۔

ہاں اگر دل میں کوئی پھانس تھی تو سردارے کی' لیکن اگر ماضی میں جھانکتا تو اس پھانس کی خلش بھی کم ہو جاتی تھی۔ سردارے بلاشبہ عام انسانوں سے ہٹ کر ایک مختلف شخص تھا۔ اس کے نام کے ساتھ دوستی اور انسانیت کا نام لیا جا سکتا تھا لیکن اس وقت تو وہ بھی نہیں تھا جب مجھے دوستوں اور انسانوں کی تلاش تھی۔ وہ بھی تو بعد کی پیداوار تھی' اس وقت کی جب میں خود مضبوط تھا۔ اگر میں مضبوط نہ ہوتا تو سردارے کی مدد نہ کر سکتا اور اگر سردارے کی مدد نہ کر پاتا تو سردارے شاید میرا اتنا گہرا دوست نہ ہوتا۔ ہاں انسانیت کے کچھ رشتے جو میرے ذہن سے ابھی محو نہ ہوئے تھے' میں بھی نبھا رہا تھا۔ مکلینو اور بنی کو جل دے کر بہ آسانی نکل سکتا تھا لیکن سردارے کے لیے سب کچھ کر رہا تھا۔

اس کے باوجود اگر سردارے کو کوئی نقصان پہنچ گیا تو اس میں میرا قصور تو نہیں ہو گا۔ میں جتنی کوشش کر سکتا تھا' کر رہا تھا۔ اپنی جان بچانے کی میں نے کوئی کوشش نہیں کی تھی اور نہ ہی میں اس سلسلے میں حد تک جانا چاہتا تھا کہ زندگی کی کوئی صورت پیدا ہو۔ تاہم سردارے کی یاد میرے دل میں چٹکیاں لیتی

رہتی تھی۔ میری دلی خواہش تھی کہ سردارے مجھے مل جائے۔

بہر صورت ایک وفادار دوست کی ضرورت تو ہمیشہ ہی رہتی ہے اور مجھے تو کیا ہر انسان کو اس کی خواہش ہوتی ہے اور انسان اس لیے مجبور بھی ہوتا ہے۔

سردارے بہر حال مجھے جس حال میں ملا تھا لیکن اس کے بعد اس نے میرے ساتھ جو وقت گزارا اس کے بعد ہم دونوں کے درمیان کوئی ایسی بات نہیں رہی تھی جسے میں نظر انداز کر سکتا۔ وہ ہمیشہ ایک مخلص ساتھی کی حیثیت سے میرے ساتھ رہا۔ اس نے میرے لیے ہمیشہ زندگی کی بازی لگائی تھی۔ کبھی اس نے اپنے بارے میں نہیں سوچا۔ بس وہ کام کرتا تھا جو میرا حکم ہوتا۔

چنانچہ میرے دل میں سردارے کے لیے اتنی گنجائش تھی اور اسی گنجائش کے تحت میں اپنے طور پر کوشش کر رہا تھا کہ سردارے مجھے مل جائے۔

بہر صورت اپنی کوششیں جاری تھیں اور اب کامیابی حالات ہی مہیا کر سکتے تھے۔ بنی جس انداز میں کام کر رہی تھی' وہ میرے لیے خاصا تسلی بخش تھا لیکن اگر بنی خود اتنی ذہانت سے کام نہ کرتی تو اس سلسلے میں مجھے بھی کچھ نہ کچھ کرنا پڑتا لیکن فی الحال میں اس کے مشوروں پر عمل کر رہا تھا اور مجھے یقین تھا کہ اونٹ کسی نہ کسی کروٹ ضرور بیٹھے گا۔

"میں نے ایک طویل سانس لی اور میرا ذہن بنی کی طرف بھٹکنے لگا۔ پر شباب عورت' تنہائیوں کی ساتھی' وہ اس وقت مجبور تھی اور میں جانتا تھا کہ وہ بھی اس وقت اپنے بستر پر کروٹیں بدل رہی ہوگی۔ اسے میرے قرب کے بغیر چین کہاں نصیب تھا لیکن صورت حال ایسی ہی تھی۔ غالباً" جس شخص کے میک اپ میں مجھے یہاں لایا گیا تھا وہ کسی طور بھی بنی کے اس قدر قریب نہیں ہو سکتا تھا کہ رات کے کسی بھی حصے میں اس کے کمرے کی طرف جا سکے' یا اس کے کمرے میں آسکے۔

چنانچہ بنی نے احتیاط برتی تھی اور اس وقت میرے نزدیک بھی وہ احتیاط بری نہیں تھی۔ چونکہ ہم جو کام انجام دینا چاہتے تھے اس کے لیے سخت احتیاط کی ضرورت تھی۔ اگر ہمارا راز کھل جاتا تو پورا کھیل بگڑ سکتا تھا۔

چنانچہ بہتر یہ تھا کہ سویا جائے۔ میں نے اپنی آرامگاہ پر ایک نظر ڈالی۔ خاصا خوبصورت بیڈ روم تھا ہر قسم کی ضروریات سے آراستہ' دیواروں پر حسین تصاویر آویزاں تھیں۔ اس میں ایک خوبصورت عورت کی تصویر بھی تھی' جو بڑے ہیجان خیز انداز میں ایک پتھریلی چٹان پر بے سدھ پڑی ہوئی تھی۔ میری نگاہیں اس پر جا ٹکیں اور میں اسے دیکھتا رہا۔

ذہن میں پھر عجیب عجیب سے خیالات جنم لینے لگے۔ میں نے سوچا کہ بہتر یہی ہے کہ سو جاؤں' چنانچہ میں اٹھا اور لائٹ آف کر دی۔ ننھا سا نائٹ بلب روشن کیا اور میں اپنے ریشمی بستر پر کروٹ لے کر لیٹ گیا۔

عجیب سی حالت ہو رہی تھی میری۔ دل چاہ رہا تھا کہ نیند آجائے اور میں ان تمام خیالات سے نجات پالوں لیکن ان حالات میں نیند خوشامد کے باوجود نہیں آرہی تھی چنانچہ میں نے آنکھیں بند کر کے اپنے ذہن کو آزاد چھوڑ دیا اور سونے کی کوشش شروع کر دی اور چند ساعت کے بعد میں نیم غنودہ ہو گیا۔

لیکن یہ غنودگی زیادہ دیر تک قائم نہ رہ سکی کیونکہ اچانک میں نے ایک ہلکی سی آہٹ محسوس کی'

میں نے چونک کر دروازے کی سمت دیکھا۔

میں محسوس کرنے لگا کہ آہٹ دروازے پر ہے لیکن نہ جانے کیوں مجھے محسوس ہوا کہ آہٹ دروازے کی طرف نہیں بلکہ کمرے کے ہی کسی دوسرے حصے کی طرف ہے۔ یہ کیا اسرار ہے۔ میں نے سوچا اور خاموش اپنے بستر پر لیٹا رہا۔

بہر صورت میں ہر حادثے کے لیے تیار تھا۔ جس قدر غنودگی ذہن پر چھائی تھی' سب چھٹ گئی تھی اور اب میں ذہنی طور پر بالکل چاق و چوبند تھا۔

میری نگاہیں چاروں طرف کا جائزہ لے رہی تھیں لیکن میں اپنی جگہ بے سدھ پڑا ہوا تھا۔ کمرے میں نائٹ بلب کی روشنی اتنی کم تھی کہ ہر چیز واضح طور پر نظر نہیں آسکتی تھی۔

بہت سے خیالات میرے ذہن میں چکرانے لگے۔ ہو سکتا ہے کوئی گڑبڑ ہو اور یہ بھی ہو سکتا ہے بنی حالات کو پر سکون پا کر میرے پاس آئی ہو۔ ظاہر ہے وہ بھی میرے لئے اسی قدر پریشان تھی جس قدر کہ میں۔

لیکن یہ آہٹ دروازے پر تو نہیں تھی۔ میں نے ہلکی سی گردن گھمائی اور اپنی پشت پر دیکھا۔

ایک خوبصورت سا پردہ لٹک رہا تھا۔ اس پر پہلے بھی میری نگاہ پڑی تھی لیکن میں نے توجہ نہ دی تھی۔ ممکن ہے اس کے پیچھے بھی کوئی دروازہ ہو------ اور میرا خیال درست ہی نکلا۔

پردہ آہستہ آہستہ ہل رہا تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد پردہ پوری طرح سے کھلا اور پھر کوئی اندر آگیا۔

میں نے آنکھیں اس طرح بند کر لی تھیں کہ آنے والے کو یہ احساس نہ ہو کہ میں جاگ رہا ہوں اور اتنی ہلکی روشنی میں آنے والے کو میری آنکھیں نظر آ بھی نہیں سکتی تھیں۔ میں نے محسوس کیا کہ سیاہ لباس میں کوئی عورت ہی ہے۔

"بنی۔"

میرے ذہن نے نعرہ لگایا اور میرے ذہن کو مسرت ہی ہوئی تھی۔ اس وقت اس کی آمد میرے لیے خاصی دلچسپ اور دلکش تھی۔ وہ آہستہ آہستہ چلتی ہوئی میرے سامنے پہنچ گئی اور مجھ پر جھک گئی۔

اس کے بدن سے خوشبوئیں نکل کر میری ناک سے ٹکرانے لگیں۔ گویا بنی پورے طور سے تیار ہو کر آئی تھی۔

میں نے اپنی آنکھوں میں اس قدر ہلکی سی جھری رکھی تھی کہ اس کا ہلکا سا خاکہ دیکھ سکوں۔ پوری طرح اس کے خدوخال مجھے نظر نہیں آرہے تھے اور اچانک ہی مجھے اس کی آواز سنائی دی۔

"ڈکسن' ڈکسن ڈیر۔ ڈکسن۔" اور میرے پورے بدن میں جھرجھری سی پھیل گئی۔

یہ بنی کی آواز نہیں تھی' بلکہ ایک اور دلکش آواز تھی۔ خاصی دلکش۔ بلکہ اتنی دلکش کہ بے اختیار آنکھیں کھول کر اسے دیکھنے کو دل چاہنے لگا تھا' لیکن میں خاموش پڑا رہا۔ یہ تو کوئی نئی ہی صورت حال تھی----- اور اگر اس صورت حال میں کوئی خاص بات ہے تو پھر تو میرے لیے خاصی دلکشی تھی۔

"ڈکسن ڈیر۔" آواز پھر سنائی دی۔ اس بار لڑکی کے سانس میرے چہرے سے ٹکرانے لگے۔ میں نے آنکھیں بالکل بند کر لی تھیں۔

تب دو نرم ہونٹ میرے ہونٹوں سے آچپکے اور میرے پورے وجود میں آگ سلگ گئی۔ وہ میرے ہونٹوں کو بھنبھوڑنے کی حد تک چوم رہی تھی۔ پھر اس نے اپنے نرم بدن کا بوجھ بھی میرے بدن پر ڈال

دیا۔

"ڈکسن! اتنی گہری نیند سو رہے ہو۔" اس نے ناز بھرے انداز میں کہا اور میری نیند مزید گہری ہو گئی۔ میں نے سانس بھی آہستہ آہستہ لینا شروع کر دیے کہ اسے میرے جاگنے کا احساس نہ ہو اور وہ میرے کچھ اور نزدیک آ گئی۔

"افوہ! بڑی ہی گہری نیند آ گئی ہے۔ چلو خیر کوئی بات نہیں ہے۔" وہ آہستہ سے میرے نزدیک لیٹ گئی اور اس نے اپنا سر میرے بازو پر رکھ دیا اور اپنا دوسرا پاؤں اور ہاتھ میرے بدن پر۔ میرا تنفس تیز ہونے لگا تھا' انسان تھا' آخر کب تک خود پر جبر کر سکتا تھا۔ وہ آہستہ آہستہ سے میرے رخسار' گردن' ناک پر بوسے دے رہی تھی۔ اس کے جذبات میں کافی گرمی پائی جا رہی تھی۔ چنانچہ چند ساعت کے بعد میں نے آہستہ سے کروٹ بدلی اور وہ ایک دم سے اپنا چہرہ اوپر اٹھا کر بولی۔

"ڈکسن' سو رہے ہو۔ میں بور ہو رہی ہوں۔"

"نہیں۔" میں نے غنودہ سی آواز میں کہا۔

"جاگو نا۔ دیکھو میں تہیلما ہوں۔"

"تہیلما۔" میں نے ذہن ہی ذہن میں دوہرایا۔ خوبصورت نام ہے۔ اس نام کی ایک لڑکی مجھے پہلے بھی مل چکی تھی۔ بہرصورت ابھی تک میں نے اس کا چہرہ غور سے نہیں دیکھا تھا۔ تب میں نے آہستہ آہستہ آنکھیں کھولیں اور اس کی طرف دیکھ کر مسکرایا۔

"جاگ گئے؟" وہ پیار بھرے انداز میں بولی۔

"ہاں!"

"سو کیوں رہے تھے؟"

"ہوں۔ بس" مجھ سے کوئی جواب نہ بن پڑا۔

"کیا تمہیں میرا انتظار نہیں تھا؟" وہ پیار بھرے انداز میں بولی۔

"یہ بات نہیں ہے۔" میں نے بھاری آواز میں کہا' جیسے سوتے سے جاگنے کے بعد انسان کی کیفیت ہوتی ہے۔

"پھر۔ تم سو کیوں گئے تھے؟"

"بس ایسے ہی۔"

"اوہ' اور میں جو تمہارے لیے جاگ رہی تھی؟"

"آئی ایم سوری۔" میں نے آہستہ سے کہا اور ہاتھ اس کی کمر کے گرد ڈال کر اسے اپنی آغوش میں گھسیٹ لیا۔

اس نے بھی شاید مجھے معاف کر دیا تھا۔ وہ بھی مجھ سے لپٹ گئی اور اس کے بعد مجھے یہ اندازہ لگانے میں دقت نہیں ہوئی کہ ڈکسن کے تہلیما سے کیسے تعلقات تھے۔ چنانچہ میری تو دلی مراد بر آئی تھی۔

میں تو سوچ بھی نہ سکتا تھا کہ اس طرح سے اس وقت میری خواہش پوری ہو سکتی ہے۔ بہرصورت شکر خورے کو شکر ہی ملتی ہے اور میں بھی شکر سمجھ کر اس سے لطف اندوز ہونے لگا۔ خوب تھی شکر بھی' میٹھی میٹھی' چاشنی دار۔

اور اس چاشنی سے میں پوری طرح لطف اندوز ہوا۔ دل بھر کر میں نے مزہ لیا اور رات کا خاصا وقت اسی میں گزر گیا اور وہ میرے بازو میں منہ لپیٹ کر سو گئی۔ درمیان میں اس نے کئی بار اس حیرت کا اظہار کیا تھا کہ آج میرے اندر ایک عجیب سی کیفیت ہے جسے وہ الفاظ میں بیان نہیں کر سکتی۔ میں خود بھی اس کیفیت کو الفاظ میں بیان نہیں کر سکتا تھا اور اسے بیان کرنا شاید میرے لیے مضر ہی ہوتا۔

حالانکہ اس عجیب و غریب صورت حال میں نیند آنی چاہیے لیکن نیند بھی خوب شے ہے' میں ایک اجنبی لڑکی کے ساتھ رات کا ایک رنگین حصہ گزارنے کے بعد بڑے اطمینان سے گہری نیند سو گیا' ان حالات سے بے خبر کہ صبح کو جاگنے کے بعد ممکن ہے میری شخصیت میں تبدیلی کا احساس ہو جائے لیکن ایسا نہ ہوا۔

اس وقت شاید صبح کے آٹھ بجے تھے جب لڑکی نے میرے گھنے بالوں میں انگلیاں پھیرنی شروع کر دیں۔ وہ مجھے جگا رہی تھی۔

اور بہت دیر کے بعد جب میری آنکھ کھلی تو اس کے الفاظ میرے کانوں میں گونجے اور اس کی انگلیوں کا لمس مجھے اپنے بالوں میں محسوس ہوا۔

"اٹھو گے نہیں ڈارلنگ۔ اتنی دیر' آج تو تم عجیب سے نظر آ رہے ہو' تم تو جلدی جاگ جانے کے عادی ہو۔ پلیز اٹھ جاؤ۔"

"ہوں۔" میں نے آنکھیں کھول دیں اور اس نے اپنا سر میرے سینے پر رکھ دیا۔ اس کے بدن کا بوجھ میرے اوپر تھا۔

بہرصورت میں نے اسے مایوس نہیں کیا اور اس کی کمر کے گرد اپنی بانہیں ڈال دیں۔ بہت دیر تک وہ میری شکل دیکھتی رہی اور پھر بولی۔

"اب اٹھو گے نہیں' باتھ روم جاؤ' نہالو' ممکن ہے کوئی کام پیش آ جائے۔" وہ بڑے پیار سے بولی۔

"اوکے۔" میں اس کا نام یاد کرنے کی کوشش کرنے لگا اور چند ساعت کے بعد مجھے اس کا نام یاد آ گیا۔

"اوکے تہلیما۔" میں نے کہا اور اس نے بستر کے نزدیک کرسی پر پڑا ہوا گاؤن اٹھا کر مجھے دے دیا۔ میں نے گاؤن پہنا اور باتھ روم میں داخل ہو گیا۔ دل ہی دل میں سوچ بھی رہا تھا کہ جلدی سے یہ بلا ٹل جائے۔ بہت خوبصورت بلا تھی۔ دن کی روشنی میں' میں نے اس کا چہرہ دیکھا تھا۔ بہت ہی خوبصورت اور دلکش تھی۔ طبیعت خوش ہو گئی۔ رات کو اس لڑکی کے ساتھ گزارے ہوئے لمحات ذہن میں آ گئے اور پانی کی ٹھنڈی پھواریں میرے سلگتے ذہن پر جذب ہونے لگیں۔ بہرصورت میں ------ ضرورت سے زیادہ نہایا۔ پھر اپنے بدن اور بالوں کو تولیے سے خشک کرنے لگا۔ باتھ روم ہی میں' میں نے اپنے میک اپ کا جائزہ لے لیا تھا کہ کہیں سے میک اپ میں کوئی تبدیلی تو نہیں ہوئی لیکن آج کل کے میک اپ بھی اس قدر کمزور نہیں تھے۔

چنانچہ میں حسب معمول تھا۔ باہر نکلا تو تہیلما میرا انتظار کر رہی تھی۔ وہ ایک کرسی پر بیٹھی ہوئی تھی۔ اس کے بدن پر ایک خوبصورت گاؤن تھا۔ وہ پاؤں پر پاؤں رکھے بیٹھی تھی جس کی وجہ سے گاؤن کا ایک حصہ اس کی ران پر سے کھسک گیا تھا۔

اس قدر دودھیا رنگ تھا کہ میں دنگ رہ گیا۔ بے پناہ کشش سمیٹے ہوئے' بے پناہ خوبصورتی تھی اس

رنگ میں۔

میری نگاہیں اس طرف پاکر وہ مسکرائی اور آہستہ سے بولی۔ ”بڑے شریر ہو‘ اپنی شرارتیں کبھی نہیں چھوڑتے۔“

”ہوں۔“ میں نے ایک بھاری سی ہوں‘ کے علاوہ کچھ نہ کہا اور پھر وہی بولی۔

”آؤ چلو ناشتہ کرلیں۔“

”تم نہیں نہاؤ گی؟“ میں نے اس سے پوچھا۔

”نہیں۔ بس میں منہ ہاتھ دھولوں گی۔“

”ارے‘ ارے کیوں؟“

”بس میری مرضی‘ دل نہیں چاہ رہا۔“ اس نے کسلمندی سے کہا۔

”جیسی تمہاری مرضی تہیلما لیکن بہرصورت کیا ناشتہ ہم لوگ تنہا ہی کریں گے؟“ میں نے پوچھا۔

”کیا مطلب؟“ وہ تعجب سے بولی۔

”میرا مطلب ہے اور کوئی تو نہیں ہے۔“

”اور کون ہوگا؟“ وہ بدستور حیرانی سے بولی۔

”اوہ۔“ میں نے تہیلما کی طرف بغور دیکھا اور ایک دم خاموش ہوگیا‘ پھر بولا ”ارے بس ویسے ہی کہہ رہا تھا۔“

”آؤ پھر ناشتہ کریں۔ آؤ (Come On) کم آن۔“ وہ ناز بھرے انداز میں بولی اور میرا ہاتھ پکڑ کر ایک طرف چل پڑی۔

میں نے گہری سانس لی۔ بہرصورت عجیب سی لڑکی تھی۔ ٹیبل پر ناشتہ رکھا ہوا تھا۔ ہم دونوں نے کرسیاں کھینچیں اور ناشتہ کرنے لگے۔

نہ جانے تہیلما‘ ڈکسن کی کون تھی‘ میں ابھی تک اس کا اندازہ نہیں کرسکا تھا۔ ہاں اتنا محسوس کرچکا تھا کہ ڈکسن سے اس کے جسمانی تعلقات بھی تھے اور شاید اس کی محبوبہ بھی۔ حالانکہ اس بارے میں مجھے تجسس بھی تھا لیکن میں نے اپنی خاموشی کو کافی حد تک برقرار رکھا اور زیادہ باتیں نہیں کیں۔

”باس بنی نے کوئی خاص کام تمہارے سپرد کیا ہے؟“

”نہیں۔“ میں نے جواب دیا۔

”میں یہی سوچ رہی تھی کہ شاید باس بنی نے تمہیں کوئی خاص کام سپرد کیا ہے۔ انہوں نے تمہیں کل بلایا تھا نا؟“

”ہاں!“

”کیوں؟ کیا کام تھا؟“

”بس کچھ ایسے ہی معاملات تھے۔ میرا خیال ہے بنی‘ مسٹر مکلینو سے فوری طور پر ملنا چاہتی ہے۔“ میں نے جواب دیا۔

”اوہو۔ مسٹر مکلینو تو شاید آج ہی آنے والے ہیں۔“

”ہاں شاید۔“

”تمہیں کوئی اطلاع ملی؟“

”نہیں۔ کوئی اطلاع نہیں ملی۔“ میں نے جواب دیا۔

”کیا بات ہے ڈکسن ڈارلنگ کچھ بجھے بجھے سے لگ رہے ہو؟“ تہیلما نے پوچھا۔

”نہیں یہ تمہارا خیال ہے‘ ایسی کوئی بات نہیں۔“ میں نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

”پھر بھی۔ میں محسوس کررہی ہوں۔ تمہارے چہرے پر کچھ تھکن کے سے آثار ہیں۔“ تہیلما نے کہا۔

”نہیں ڈیر۔ ایسی کوئی بات نہیں۔ بس میں یونہی سوچ رہا تھا کہ باس بنی اس قدر پریشان کیوں ہے۔ کیا تم نے محسوس کیا کہ باس بنی کسی قدر الجھی الجھی سی نظر آرہی ہیں‘ نہ جانے کیا بات ہے؟“

”نہیں۔ میں باس کے سامنے زیادہ گئی نہیں کیونکہ انھیں میری زیادہ ضرورت نہیں پڑی۔“ تہیلما نے جواب دیا۔

”میں یہ ہی سوچ رہا تھا کہ کوئی ایسا مسئلہ ضرور ہے جو ابھی تک میرے علم میں بھی نہیں آیا۔ نہ جانے کیا مسئلہ ہے؟“

”کیا ہوسکتا ہے؟“ اس نے مجھے دیکھتے ہوئے کہا۔

”میں نہیں کہہ سکتا‘ ظاہر ہے یہ باس کے معاملات ہیں اور وہی اسے مناسب طور پر جان سکتی ہیں۔“ میں نے جواب دیا۔

”ہاں۔ یہ ٹھیک ہے لیکن بہرصورت اب تمہارا کیا پروگرام ہے؟ مجھے اجازت دے رہے ہو۔؟“

”ہاں۔ پھر کب ملوگی؟“ میں نے پوچھا۔

”دوپہر کے کھانے پر پہنچ جاؤں گی۔“ اس نے جواب دیا۔

”اوکے۔ میں انتظار کروں گا۔“ میں نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

”اوکے۔ ڈکسن ڈارلنگ۔“ وہ اٹھتے ہوئے بولی۔ پھر اس نے میرے ہونٹوں کو الوداعی بوسہ دیا اور باہر نکل گئی۔

تب میں نے گہری سانس لی تھی۔ بڑا اچھا ہوا تھا‘ بات گول مول ہی رہی تھی۔ بہرصورت اب میں بنی سے پوچھنا چاہتا تھا کہ تہیلما کون ہے‘ حالانکہ رات کے واقعات بنی کو بتانا مناسب نہیں تھا ورنہ بنی محتاط ہوجاتی۔

عورت‘ عورت ہی ہوتی ہے‘ خواہ وہ افلاطون ہی کیوں نہ ہو۔ ظاہر ہے وہ یہ برداشت نہیں کرسکے گی کہ میں کسی بھی روپ میں کسی بھی مصلحت کے تحت کسی دوسری عورت کے ساتھ شب بسری کروں‘ چنانچہ صرف پوچھنے کی حد تک بات مناسب تھی اور اس مقصد کے لیے کوئی بھی گول مول بات کی جاسکتی تھی۔ ویسے یہ خفیہ دروازہ ------ میرا خیال ہے تہیلما خاص طور سے اس خفیہ دروازے سے آتی ہوگی‘ میں چند ساعت سوچتا رہا اور پھر میں نے ایک بات اور بھی سوچی۔

تہیلما‘ ڈکسن سے اس قدر بے تکلف ہے ناشتہ اور کھانا وغیرہ ڈکسن کے ساتھ ہی کھاتی ہے اور اس سلسلے میں مجھے بھی ذرا محتاط رہ کر بنی سے گفتگو کرنا ہوگی۔

ٹھیک ہے میں نے محسوس کیا ہے کہ عورت دنیا کی تمام باتیں برداشت کر لیتی ہے' ہر کام کر سکتی ہے لیکن اپنے مرد کو کسی دوسرت عورت کے ساتھ کسی قیمت پر نہیں دیکھ سکتی' چنانچہ یہ احتیاط ذہن میں رکھنا ہی تھی' سومیں انتظار کرتا رہا کہ بنی مجھے بلوائے اور میں پہنچوں۔

میں نے لباس تبدیل کر لیا تھا اور فی الوقت اپنی آرامگاہ ہی میں تھا۔ مجھے یقین تھا کہ بنی میرے بغیر بے چین ہوگی اور وہ یقیناً" مجھے بلوانے کوشش کرے گی اور میرا یہ اندازہ درست ہی نکلا۔ تھوڑی دیر کے بعد ایک نوجوان سی لڑکی میرے دروازے پر آئی اور بولی۔

"باس بنی آپ کو طلب کرتی ہیں۔"

"اوہ۔ کہاں ہے وہ؟"

"اپنے روم میں۔" لڑکی نے جواب دیا اور میں نے گردن ہلا دی۔ تب وہ لڑکی واپس پلٹ گئی۔

اچانک میرے ذہن میں کوئی خیال آیا' میں نے اسے روکا اور وہ رک گئی۔ "لیں مسٹر ڈکسن!" اس نے پوچھا۔

"اوہ۔ کوئی بات نہیں جاؤ۔" میں نے جواب دیا اور وہ میری طرف عجیب سی نگاہوں سے دیکھتی ہوئی چلی گئی۔

ابھی میں ایک حماقت کرنے جا رہا تھا۔ لڑکی چونکہ اچھی خاصی تھی اس لیے میں اسے روک کر اس کا نام پوچھنے جا رہا تھا۔ پھر اچانک ہی مجھے یاد آگیا کہ میں یہاں جس روپ میں ہوں' یہاں کی کوئی شخصیت اس روپ سے بے بہرہ نہیں ہوگی۔ چنانچہ میں فوری طور پر سنبھل گیا تھا۔ چنانچہ میں بنی کی طرف چل پڑا۔

تھوڑی دیر کے بعد میں نے دروازے پر پہنچ کر آہستہ سے دستک دی۔ اندر سے بنی کی تحکمانہ آواز ابھری۔

"آجاؤ۔"

میں اندر داخل ہو گیا۔ بنی کمرے میں تنہا تھی۔ صوفے پر بیٹھی وہ کچھ سوچ رہی تھی۔ مجھے دیکھ کر اس کے ہونٹوں پر ہلکی سی مسکراہٹ پھیل گئی۔ اس کی آنکھوں میں تفکر کے آثار صاف نظر آ رہے تھے۔

"لیں باس۔" میں نے آہستہ سے گردن خم کر کے کہا۔

"دروازہ بند کرو۔" بنی نے جواب دیا اور میں گردن خم کر کے دروازے کی جانب بڑھ گیا۔

میں نے دروازہ بند کیا اور دروازہ بند کرنے کے بعد جب پلٹا تو بنی غیر محسوس انداز میں میرے نزدیک کھڑی تھی۔

اس نے میری گردن میں بانہیں ڈال دیں اور اپنا چہرہ اوپر اٹھا دیا۔ میں نے جھک کر اس کے لبوں پر اپنے ہونٹ رکھ دیے۔ ایک طویل بوسے سے فارغ ہونے کے بعد بنی نے میرے سینے پر اپنا سر رکھ دیا اور بولی۔

"اب تمہارے بغیر ایک رات بھی شاق گزرتی ہے۔"

"ہاں بنی۔ میں بھی آدھی رات تک کروٹیں بدلتا رہا۔"

"خیر کوئی ہرج نہیں ہے۔ میرا خیال ہے بہت زیادہ وقت نہیں جب ہم ان تمام جھمیلوں سے فارغ ہو چکے ہوں گے اور اس کے بعد ——— اس کے بعد نواز ایسی کوئی بات نہ ہوگی جو ہم دونوں کو ایک دوسرے سے دور رکھ سکے۔"

"ہاں بنی۔ میری بھی یہی خواہش ہے۔ میں بھی یہی چاہتا ہوں کہ اب ان تمام جھگڑوں سے نکل کر کسی پر سکون جگہ پہنچ جاؤں۔"

"نواز۔" بنی مجھ سے لپٹ گئی اور مجھے چومتے ہوئے بولی۔ "تم سے ایک بات پوچھوں۔ نواز؟"

"ہاں بنی' ضرور"

"جب ہم یہاں سے نکل جائیں گے نواز' تو تم کیسی زندگی پسند کرو گے؟"

"صرف وہ زندگی جس میں مجھے بنی کا قرب حاصل ہو۔" میں نے جواب دیا اور بنی میرے اس جواب سے سرشار ہو گئی۔

"سچ نواز۔" میں بھی یہی چاہتی ہوں۔ زندگی میں نہ جانے کیسے کیسے وقت گزارے ہیں' نہ جانے کس ماحول میں سانس لی ہے لیکن اب جب سے تم ملے ہو' دل چاہتا ہے کہ سکون ہو' تنہائی ہو' ایسی تنہائی جس میں صرف تم میرے نزدیک ہو' یا پھر کوئی پر فضا مقام ہو۔ میرا خیال ہے ہم کسی ایسے جزیرے میں چلیں گے جہاں صرف پر سکون اور پر امن لوگ رہتے ہوں گے' ان کے درمیان ہم لوگ ایک اچھے شہری کی زندگی بسر کریں گے۔"

"کیوں نہیں بنی۔ ہم اپنی تمام خواہشات کو پورا کریں گے۔" میں نے بنی کے شانے کو پیار سے تھپتھپاتے ہوئے کہا' حالانکہ میں نے مکاری سے کام لیا تھا۔

"ہاں نواز۔ میں ایک پر سکون ماحول دیکھنا چاہتی ہوں' بہت ہی خوبصورت ماحول۔ میں بھول جانا چاہتی ہوں کہ کبھی جرائم کی زندگی سے بھی ہمارا کوئی تعلق رہا ہے۔ میں تمہارے ساتھ ایک ایسی زندگی گزارنا چاہتی ہوں جس میں نیکی ہو۔ نواز ہم نیکی اپنا لیں گے۔ ہم ایک ایسا گھر تعمیر کریں گے جس میں ہم جنت بنا سکیں۔"

"ہاں بنی۔" میں نے مکاری سے جواب دیا۔ حالانکہ میرا دل اندر سے کہہ رہا تھا کہ میڈم بنی' پہلی فرصت ملتے ہی آپ سے علیحدگی اختیار کروں گا کیونکہ میری زندگی اب ہر تاثر سے عاری ہے۔

بنی چند ساعت جذباتی انداز میں بولتی رہی۔ پھر اس نے کچھ سنبھالا لیا اور مجھ سے خمار آلود لہجے میں بولی۔

"نواز۔ صوفے پر بیٹھ جاؤ۔"

"شکریہ۔" میں نے کہا اور صوفے پر بیٹھ گیا۔

"تو رات کو تم بھی پریشان رہے؟"

"ہاں۔" میں نے جواب دیا۔

"میں بھی خاصی رات تک نہ سو پائی تھی۔"

"خیریت؟" میں نے پوچھا۔

"ہاں تمہارے بارے میں سوچتی رہی۔ بس دل چاہ رہا تھا کہ سارے وسوسے اور اندیشے نظر انداز کر کے تمہارے پاس پہنچ جاؤں۔"

"نہیں بنی۔ بہر صورت ہمیں زندگی کے بہت سے مراحل سے گزرنا ہے۔ تھوڑی سی احتیاط اچھی

ہی ہوتی ہے۔"

"میں خود بھی یہی سوچتی ہوں' ورنہ شاید میں برداشت نہ کرپاتی۔" بنی نے جواب دیا۔

"خیر کوئی بات نہیں ہے۔ ہاں تم نے اس وقت کیا مجھے کسی خاص کام سے بلایا ہے؟" میں نے پوچھا۔

"ہاں' ابھی تھوڑی دیر پہلے مجھے ایک ایجنٹ کا فون ملا ہے۔"

"کس سلسلے میں؟" میں نے پوچھا۔

"مکلینو سویڈن سے روانہ ہوگیا ہے اور اب وہ تھوڑی دیر میں یہاں پہنچنے ہی والا ہے۔" بنی نے جواب دیا۔

"اچھی خبر ہے۔" میں نے ہنستے ہوئے کہا۔

"ہاں اچھی ہی ہے۔" بنی بھی مسکرائی۔

"کیا خود کو تم تیار پاتی ہو؟"

"ہاں کیوں نہیں۔ بنی تمہارے سامنے اس قدر کمزور ہوگئی ہے' ورنہ عام حالات میں وہ اس قدر کمزور نہیں ہے۔"

انسان بھی عجیب شے ہے۔ بعض اوقات وہ نہ جانے خود کو کیا محسوس کرتا ہے۔ کوئی شخصیت اسے اس قدر متاثر کر بیٹھتی ہے کہ اس کے لیے وہ اپنا وجود تک فنا کر دیتا ہے' اپنی ذات کو گم کر دیتا ہے اور نواز میں تو خود کو تمہارے سامنے بھول بیٹھی ہوں۔"

"ہاں بنی! لیکن تم تنہا اپنے بارے میں یہ بات نہیں کہہ سکتیں' نواز بھی تمہارے لیے اتنا ہی پاگل ہوچکا ہے۔"

"مجھے یقین ہے نواز۔" بنی نے جواب دیا۔

اس وقت میں انتہائی صفائی سے جھوٹ بول رہا تھا' مجھے ذرا بھی اس چیز کا احساس نہیں تھا کہ میں ایک لڑکی کو بے وقوف بنا رہا ہوں اور لڑکی ------ لڑکی بھی وہ جس نے نہ جانے کتنے خون اپنے ہاتھوں سے کیے تھے۔

بہرصورت اسے کسی طور چکر میں لانا اتنا زیادہ ضمیر کا بوجھ نہیں تھا' جس قدر کہ میں محسوس کر رہا تھا۔ چنانچہ میں نے اپنے ذہن کو جھٹک دیا۔

"اور کوئی الجھن تو پیش نہیں آئی؟" بنی نے پوچھا۔

"نہیں بنی کوئی خاص نہیں۔ چھوٹی چھوٹی الجھنوں کی تو میں خود بھی زیادہ پرواہ نہیں کرتا۔ ابھی چند ساعت قبل ایک لڑکی میرے پاس آئی تھی' اس نے بڑی بے تکلفی سے میرا نام لیا اور پھر ناشتے کے لیے پوچھنے لگی۔

"لڑکی۔ کون لڑکی۔ کون تھی وہ؟" بنی حیرت کے شدید جھٹکوں کی زد سے نکل کر بولی۔

"اوہو شاید اس نے اپنا نام نہیلما بتایا تھا۔"

"اوہ نہیلما۔ ہاں۔ اس کے بارے میں میرا خیال ہے کہ وہ ڈکسن کی محبوبہ ہے۔" بنی نے جواب دیا۔

"اوہو۔ محبوبہ۔" میں نے عجیب سے انداز میں کہا اور بنی ہنسنے لگی۔

"ہاں محبوبہ ------ لیکن تم اس سے زیادہ بے تکلف ہونے کی کوشش مت کرنا' سمجھے؟" بنی تیکھے انداز میں بولی۔

"ہاں۔ سوال ہی پیدا نہیں ہوتا اس کا لیکن یہ بتا کر تم نے بڑا اچھا کیا چونکہ میں تو اس لڑکی کے بارے میں ذرا الجھن ہی میں پڑ گیا تھا کہ نہ جانے کون ہے اور اتنی بے تکلفی سے اس نے مجھے ناشتے کا آفر کیا اور پھر ناشتہ میرے ساتھ ہی کیا۔"

"خیر اس حد تک کوئی ہرج نہیں ہے لیکن نواز تم جانتے ہو تمہیں اپنا کردار کس طرح انجام دینا ہے اور یوں بھی ہم زیادہ عرصے تک یہاں نہیں رہیں گے۔ بہرصورت اس لڑکی کو جس حد تک ہو سکے خود سے دور ہی رکھنا کیونکہ میں نے اس کے بارے میں بہت کچھ سنا ہے۔"

"مثلاً؟" میں نے پوچھا۔

"بس یہی ڈکسن سے اس کی ضرورت سے زیادہ دلچسپیاں ہیں اور اس سے زیادہ مجھے معلومات نہیں ہیں کیونکہ مجھے ڈکسن سے اس وقت یا اب کبھی بھی کوئی خاص دلچسپی نہیں رہی۔ ہاں ڈکسن کے روپ میں نواز میرے لیے باعث کشش ہے۔" بنی نے مسکراتے ہوئے کہا اور میں گردن ہلانے لگا۔

"بہرصورت ٹھیک ہے بنی' میں اسے زیادہ لفٹ نہیں دوں گا' لیکن اس کے باوجود یہاں کے چند لوگوں سے میری شناسائی ضروری ہے۔ یہاں کی وہ ملازمہ جسے تم نے مجھے بلانے کے لیے بھیجا تھا۔"

"اوہ اس کا نام گوان ہے۔"

"گوان؟" میں نے سوالیہ انداز میں کہا۔ "گوان۔ ٹھیک ہے۔ یعنی میں اس سے بھی اس کا نام پوچھنے جا رہا تھا۔"

"اوہو' ایسی غلطی نہ کرنا ڈکسن' ذرا سا ہوشیار رہنا نہایت ضروری ہے' ویسے تم مکلینو کو باس ہی کہتے ہو اور اس کے سامنے بہت زیادہ مودب رہتے ہو۔ اس چیز کو ذہن میں رکھنا۔" بنی نے مجھے سمجھاتے ہوئے کہا۔

"اوکے بنی ------ اور کوئی خاص بات؟"

"بس اور کوئی خاص بات نہیں ہے۔ زیادہ تر معاملات میں ہی سنبھالوں گی اور اس وقت تم موجود رہنا جب میں مکلینو سے طویل ملاقات کروں گی۔ دراصل ڈکسن کی پوزیشن اس قدر مضبوط ہے کہ وہ ہمارے پرائیویٹ معاملات میں بھی دخل دے سکتا ہے اور یہ سب کچھ میں نے اچانک ہی سوچا تھا اور جس قدر میں نے اچھا سوچا اس پر میں بہت ہی خوش ہوں۔" بنی نے کہا اور میں نے گردن ہلا دی۔

"اب میرے لیے کیا حکم ہے بنی باس؟" میں نے مودبانہ انداز میں پوچھا اور بنی کھلکھلا کر ہنس پڑی۔

"بس کچھ نہیں۔ افسوس کہ میں تمہارے ساتھ زیادہ دیر بیٹھ بھی نہیں سکتی۔ بہرصورت میں ڈکسن کو یا کسی دوسرے شخص کو اتنی لفٹ نہیں دیتی تھی کہ دوسرے لوگ یہ محسوس کریں کہ وہ تنہائی میں میرے ساتھ اتنی دیر بیٹھ بھی سکتے ہیں اور یہ بات ذرا اجنبی ہوگی۔"

"تو پھر میں کیا کروں؟"

"اپنے کمرے میں جاؤ' کوئی رسالہ پڑھو' میرا خیال ہے جب مکلینو آجائے گا تو میں تمہیں اطلاع دے دوں گی۔۔۔۔۔۔ تم مکلینو کے کمرے میں پہنچ جانا۔"

"اوکے باس۔" میں نے کھڑے ہو کر کہا اور بنی پھر ہنس پڑی۔ پھر وہ دروازے کی جانب بڑھی اور اس نے دروازے کا لاک کھول دیا۔ لاک کھولنے کے بعد اس نے دروازے کے پٹ کھولے نہیں تھے انہیں بند ہی رکھا تھا۔ پھر اس نے آہستہ سے اپنے ہونٹ آگے بڑھا کر میرے ہونٹوں کو چوم لیا اور میں دروازے سے باہر نکل آیا۔

اپنے کمرے میں پہنچ کر میں نے گہری سانس لی اور دیر تک کچھ سوچتا رہا۔ ذہن میں شرارتیں جنم لے رہی تھیں' تب میں نے گھنٹی بجائی اور چند ساعت کے بعد ایک شخص اندر داخل ہو گیا۔

"گوان کو بھیج دو۔" میں نے کہا اور وہ شخص باہر نکل گیا۔ گول مول سی لڑکی چند ساعت کے بعد میرے قریب پہنچ گئی۔

"سنو گوان' کیا تم مجھے کافی پلا سکتی ہو؟"

"کیوں نہیں مسٹر ڈکسن؟"

"تو پھر پلیز ذرا جلدی سے بنا کر لے آؤ لیکن ایک کپ نہیں دو کپ۔"

"جی بہت اچھا۔" گوان نے آہستہ سے کہا اور باہر نکل گئی۔ میں ایک کرسی پر بیٹھا مسکراتا رہا تھا۔

تھوڑی دیر کے بعد گوان ہاتھوں میں کافی کی ٹرے لیے اندر داخل ہوئی لیکن اس کی ٹرے میں دو کپ کافی تھی۔ وہ خود کسی حد تک متحیر نظر آ رہی تھی۔ اس نے ٹرے ایک میز پر رکھ دی اور سیدھی کھڑی ہو گئی۔

"میرا خیال ہے تم میرے سامنے ہی بیٹھ جاؤ۔" میں نے کہا۔

"جی۔ میں نہیں سمجھی مسٹر ڈکسن؟"

"بیٹھ جاؤ گوان۔"

"لیکن۔۔۔۔۔۔"

"کیا تم مصروف ہو؟"

"جی نہیں جناب۔"

"باس بنی کہاں ہے؟"

"اپنے کمرے میں مصروف ہے' نہ جانے کیا کر رہی ہے مجھے نہیں معلوم۔" گوان نے جواب دیا۔

"بس تو ٹھیک ہے۔ تم بھی دروازہ بند کر دو۔" گوان چند ساعت کے لیے ٹھٹکی' اس نے کچھ سوچا لیکن پھر پلٹ کر اس نے دروازہ بند کر دیا۔۔۔۔۔۔ لیکن وہ اب بھی مجھے متحیر نظر آ رہی تھی۔

"بیٹھو گوان' کیا تم میرے ساتھ ایک کپ کافی نہیں پی سکتی۔"

"آپ کے ساتھ؟" گوان نے سہمے ہوئے انداز میں کہا۔

"ہاں' ہاں کیوں ڈرتی ہو مجھ سے؟"

"نہیں جناب' لیکن میں۔ میں تو ملازمہ ہوں جناب۔"

"اوہو۔ ان باتوں کو بھول جاؤ گوان۔ بعض اوقات میرا دل چاہتا ہے کہ کسی بھی شخص

قریب کر لوں کہ وہ مجھے اپنے آپ سے کسی بھی حد تک دور نہ سمجھے۔" میں نے کہا اور گوان مودب ہو کر بیٹھ گئی۔

وہ سہمی سہمی اور جھجکی نظر آ رہی تھی۔ تب میں نے اس کے نزدیک پہنچ کر اس کی ٹھوڑی کے نیچے انگلی لگا کر اس کا چہرہ اوپر اٹھایا اور بولا۔

"تم ڈر رہی ہو؟"

"آپ سے؟"

"ہاں۔"

"نہیں جناب۔ میں صرف اپنی حیثیت سے ڈر رہی ہوں۔"

"اوہ۔ تم ایک عورت ہو اور ایک عورت کی جو حیثیت ہوتی ہے تم اسے اچھی طرح جانتی ہو گوان۔"

"بہت بہت شکریہ جناب' لیکن میں خود کو اس قابل نہیں سمجھتی کہ آپ کی اس قدر توجہ حاصل کر سکوں۔"

"گوان! کیا تم مجھے سرزنش کرنا چاہتی ہو۔۔۔۔۔ کہ میں تم سے وہ گفتگو نہ کروں جو کر رہا ہوں۔"

"نہیں جناب۔ قطعی نہیں لیکن میں اپنی خوش بختی پر کتنا ناز کروں' ایسا نہ ہو کہ میں پاگل ہو جاؤں۔"

"نہیں گوان' ایسی کوئی بات نہیں ہے' تم پریشان نہ ہو۔" میں اس کے پاس سے ہٹ آیا۔ پھر میں نے اس کی شکل دیکھی۔

گوان خاموش نگاہوں سے مجھے دیکھ رہی تھی۔ "کافی پیو۔" میں نے اس سے کہا اور اس نے کافی کا کپ اٹھا لیا۔

میری سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اس سے کیا بات کروں' بس بلا وجہ ہی دل چاہا تھا کہ اس لڑکی سے تھوڑی سی گفتگو کی جائے لیکن اب میں سوچ رہا تھا کہ شاید میں نے حماقت ہی کی ہے' مجھے کوئی بھی ایسا قدم اٹھانا نہیں چاہیے جو میرے لیے مہلک ثابت ہو' چنانچہ جوں ہی اس نے کافی کا کپ ختم کیا' میں نے اس سے خشک لہجے میں کہا۔

"شکریہ گوان' اب تم جا سکتی ہو۔"

گوان کی آنکھوں میں پھر تحیر نظر آیا۔ لیکن اس نے سپاٹ نگاہوں کے ساتھ ٹرے اٹھائی اور دروازہ کھول کر باہر نکل گئی۔

اور میں تھکا تھکا سا صوفے کی پشت سے ٹک گیا تھا۔ پھر نہ جانے کب تک میں اسی طرح بیٹھا رہا۔ شدید بوریت ہو رہی تھی اور میرے لیے مشکل یہ تھی کہ جب بھی تنہائی ملتی میرے ذہن میں عجیب عجیب سے خیالات چکرانے لگتے تھے۔ سردارے ابھی ادھر ہی تھا۔ نہ جانے اب تک ان لوگوں سے مدافعت کر رہا تھا یا پھر ہتھیار ڈال چکا تھا۔ اگر ان لوگوں نے سردارے کو کوئی نقصان پہنچایا تو میرا ردعمل کیا ہو گا۔ میں نے سوچا اور میرے بدن میں پھریریاں سی دوڑ گئیں۔

سردارے کی آواز میرے کانوں میں گونجنے لگی۔ ہمیشہ ہنسنے والا انسان' جو دوسروں کو بھی خوش رکھتا

ہے۔ اگر اسے کوئی نقصان پہنچا تو------ بہرصورت مجھے دلی رنج ہوگا کیونکہ اس دنیا میں میرا واحد دوست وہ ہی تھا جس کے لیے میں غم زدہ ہو سکتا تھا۔

تقریباً" پونے بارہ بجے تھے جب گوان نے دروازہ کھول کر اندر جھانکا۔

"کیا بات ہے گوان؟" میں نے خالی الذہن ہو کر پوچھا۔

"مسٹر ڈکسن! باس بنی آپ کو طلب کر رہی ہیں۔"

"اوہو اچھا سنو۔" میں نے اس سے کہا اور وہ رک گئی۔ "کیا مسٹر مکلینو واپس آ چکے ہیں؟"

"ہاں۔" اس نے جواب دیا۔

"بنی کہاں ہے؟"

"ابھی اپنے کمرے ہی میں ہے شاید کہیں جا رہی ہے۔"

"اچھا ٹھیک ہے۔" میں نے کہا اور پھر میں برق رفتاری سے باہر نکل آیا اور بنی کے کمرے کی طرف چل پڑا۔ جب میں بنی کے کمرے کے قریب پہنچا تو بنی اپنے کمرے سے نکل رہی تھی۔ اس نے ادھر ادھر دیکھا۔ پھر سرگوشیانہ انداز میں بولی۔

"مکلینو واپس آ چکا ہے۔ میں نے اسے اطلاع دی تو اس نے مجھے بلوایا ہے اور میں وہیں جا رہی ہوں۔"

"مکلینو کو آئے ہوئے دیر کتنی ہوئی؟" میں نے پوچھا۔

"تقریباً" آدھ گھنٹہ۔ اسے میرے آنے کی اطلاع اب ملی ہے۔"

"اوہو۔ تمہیں کیسے معلوم؟"

"بس اسے میرے آنے کی اطلاع ملی تو اس نے مجھ سے ٹیلی فون پر بات کی اور کہا کہ میں فوراً" ہی اس کے پاس پہنچ جاؤں۔"

"تو پھر اب تم جا رہی ہو۔؟"

"ہاں------ اور چند ساعت کے بعد تم بھی وہیں آ جانا۔"

"میں؟" میں نے عجیب سی نگاہوں سے بنی کو دیکھا۔

"ہاں۔ کیوں؟" اس نے سوال کیا۔

"کیا میرا اس طرح سے مداخلت کرنا درست ہوگا؟"

"میں تمہیں بتا چکی ہوں نواز کہ ڈکسن کی حیثیت سے تم بہت بڑی حیثیت کے مالک ہو چنانچہ تمہاری موجودگی میں مکلینو کوئی خاص اعتراض نہیں کرے گا اور میں اسے خود کہہ دوں گی کہ میں نے ڈکسن کو بلایا ہے۔"

"ٹھیک ہے بنی' اگر تم مناسب سمجھتی ہو تو ٹھیک ہے۔" میں نے کہا اور بنی نے شانے ہلا دیئے' پھر وہ آگے بڑھ گئی۔

میں اپنی جگہ کھڑا اسے جاتے دیکھتا رہا تھا۔ پھر بنی جس کمرے میں داخل ہوئی' میں نے اسے نگاہ میں رکھ لیا اور چند ساعت خود پر قابو پانے کی کوشش کرتا رہا۔

میں ایک بار پھر مکلینو کے پاس جا رہا تھا۔ ایک طویل عرصے کے بعد میرا اس سے سامنا ہونا تھا۔

اس خطرناک شخص کے سامنے جو بہرصورت ایک حیثیت تو رکھتا تھا۔

بنی کی بات دوسری تھی۔ وہ بہرصورت عورت تھی' اس کے علاوہ میرے چکر میں بھی تھی لیکن مکلینو کی نگاہوں سے پوشیدہ رہنا خاص مشکل کام تھا اور اس سلسلے میں سخت احتیاط کی ضرورت تھی لیکن بزدل تو میں بھی نہیں تھا۔ جو کچھ ہوگا دیکھا جائے گا۔ میں نے سوچا اور چند ساعت کے بعد ہی مکلینو کے دروازے پر پہنچ گیا' تاکہ ان لوگوں کی گفتگو کا باقاعدہ آغاز ہونے سے پہلے ان کی گفتگو سن سکوں۔ میں نے دروازے پر دستک دی اور اندر سے مکلینو کی آواز سنائی دی۔

"کون ہے؟"

"ڈکسن ہوگا پپا میں نے اسے بلایا تھا۔" بنی کی آواز میری ساعت سے ٹکرائی۔

"اوہ ڈکسن' کم آن۔" مکلینو نے بھاری آواز میں کہا اور میں دروازہ کھول کر اندر داخل ہو گیا۔

مکلینو نے گردن نہیں اٹھائی تھی۔ وہ پر خیال انداز میں کچھ سوچ رہا تھا اور بنی اس کے دائیں جانب بیٹھی ہوئی تھی۔ اس نے بھاری آواز میں کہا۔ "بیٹھ جاؤ ڈکسن' تمہیں کوئی خاص کام تو نہیں ہے؟"

"نہیں جناب۔" میں نے جواب دیا اور مکلینو نے نظر اٹھا کر مجھے دیکھا۔ ایک لمحے کے لیے میں سناٹے میں آ گیا تھا۔ میں نے سوچا کہ شاید اسے کوئی شبہ ہوا ہو لیکن بہرصورت مکلینو نے مجھے دیکھنے کے بعد پھر نگاہیں جھکا لیں اور پر خیال انداز میں بولا۔

"کیا بات ہے بنی' تمہاری اچانک آمد کی اطلاع میرے لیے تعجب خیز ہے؟"

"پپا' ہوریشو کے بارے میں آپ کو کیا معلوم ہے؟" بنی نے پوچھا۔

"کچھ باتیں میرے کانوں تک پہنچی ہیں بنی' انکے بارے میں معلومات حاصل کرنا چاہتا ہوں اور میں یہاں اسی مقصد کے تحت آیا تھا کہ یہاں سے ہوریشو کی طرف جاؤں۔"

"ہاں پپا۔ بہت ہی اہم باتیں ہیں' اتنی اہم کہ آپ سنیں گے تو حیران رہ جائیں گے حالانکہ میرا خیال تھا کہ آپ کو معلوم ہوگا لیکن اندازہ ہوتا ہے کہ ہوریشو نے یہاں بھی ڈبل چال چلی ہے۔" بنی نے کہا۔

"ہوریشو نے؟" مکلینو نے تعجب سے پوچھا۔

"ہاں پپا۔ اس غدار شخص نے۔"

"اوہ بنی۔ تم اس کے بارے میں الفاظ کے استعمال میں تھوڑی سی احتیاط برتو تو بہتر ہے۔" مکلینو نے کہا۔

"ہاں پپا۔ پہلے میں آپ کو تفصیل سنا لوں اس کے بعد اگر آپ احتیاط برتنے کو کہیں گے تو میں آپ کے حکم سے انحراف نہیں کروں گی۔"

"کیا بات ہے؟" مکلینو نے کسی قدر متحیرانہ انداز میں پوچھا۔

"پپا' آپ نے میرے سپرد کوئی کام کیا تھا' کیا آپ کو یاد ہے؟"

"ہاں مجھے یاد ہے۔"

"براہ کرم ذرا مجھے بتایئے؟"

"تم نے ان دونوں مشرقی لوگوں سے اپنی دولت کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کا فیصلہ کیا تھا اور غالبا" اسی پر عمل کرنے کے لیے مجھ سے اجازت لی تھی۔"

"ہاں پپا۔ میں نے آپ کی اجازت سے یہ کام شروع کیا تھا نا؟"

"ہاں۔ پھر؟" مکلینو نے بھنویں اٹھا کر پوچھا۔

" پپا' کیا آپ کی اجازت کے بعد ہوریشو کو یہ حیثیت حاصل ہے کہ وہ میرے کسی معاملے میں دخل دیتا؟"

" مثلا"۔ کسی معاملے سے تمہاری کیا مراد ہے بنی؟"

"کسی کیس کے سلسلے میں پپا۔ کیا میں اپنے طور پر کوئی کام کرنے کی اہلیت نہیں رکھتی؟"

"کیوں نہیں؟"

"کیا میں اس قدر بے وقوف ہوں کہ کوئی کھیل بگاڑ سکتی ہوں۔ یا پھر اگر کوئی کھیل بگڑ بھی رہا ہو تو کیا میں اتنی حیثیت نہیں رکھتی کہ اس کے بعد بھی اپنی مرضی سے عمل کر سکوں۔ کیا پپا کو اس دوست سے اتنی دلچسپی تھی کہ اگر میں کسی مشن میں ناکام رہوں تو میری اپنی حیثیت بالکل ختم کر دی جائے؟"

"نہیں۔" مکلینو نے بھاری لہجے میں جواب دیا۔

"پھر پپا ہوریشو نے میرے ساتھ یہ سلوک کیوں کیا؟"

"کیسا سلوک بنی؟ براہ کرم مجھے اس کے بارے میں تفصیل سے بتاؤ' میں پہیلیاں بوجھنا نہیں چاہتا۔" مکلینو نے کسی قدر درشت لہجے میں کہا۔

" پپا' میں ان دونوں کو شیشے میں اتارنے کے لیے ان دونوں کے ساتھ نرم لہجہ اختیار کر چکی تھی۔ میں انہیں جزیرے پر لے گئی اور انہیں کچھ اس قسم کا چکر دیا کہ وہ اپنے طور پر مجھے سب کچھ بتانے پر تیار ہو جائیں۔ میں ان کی ہمدرد بن گئی تھی پپا۔۔۔۔۔۔۔ اور بہر صورت اگر میں نے یہ کام کسی خاص مقصد کے تحت کیا تو میں اس کے لیے خود مختار تھی۔ ہوریشو اپنے طور پر ان لوگوں کو قتل کرنے کا فیصلہ کر چکا تھا لیکن میں اس کی مخالف تھی۔ میں چاہتی تھی کہ پہلے ہمیں ہماری دولت مل جائے اس کے بعد ہم ان کی بوٹیاں اڑا دیں گے۔ اس سلسلے میں' میں نے اسے کسی قدر شیشے میں بھی اتار لیا تھا اور اس نے مجھے ایڈریس بھی دیا اور کہا کہ اس نے اپنی دولت کس طرح سے کس بینک کے ذریعے باہر بھجوائی ہے۔ اس نے ایک حصے کا پتہ مجھے بتا دیا تھا اور میں نے فیصلہ کیا تھا کہ باقی معلومات حاصل کرنے کے بعد انہیں آپ کی خدمت میں پیش کر دوں گی۔"

لیکن ہوریشو نے میرا تعاقب کیا اور پھر عین اس وقت اس نے مداخلت کی جب میں بہت سی معلومات حاصل کر چکی تھی۔ میں نے پھر بھی اس سے تعاون کیا پپا' میں نے اس سے کہا کہ وہ دولت کے بارے میں میری کہی ہوئی باتوں سے معلومات حاصل کرے لیکن اس نے ایسا نہیں کیا پپا اور جب میں نے ان سے خاصی معلومات حاصل کر لیں تو میں انہیں لے کر ڈنمارک کی طرف چل پڑی۔

لیکن اس پائلٹ کو ہوریشو نے حکم دیا تھا کہ وہ ہمیں کسی دوسرے جزیرے پر اتار دے۔ پوائنٹ فور پر پائلٹ نے ہیلی کاپٹر کی خرابی کا بہانہ کیا اور یہاں نیچے ہوریشو اور اس کے ساتھیوں نے ہمارا استقبال کیا اور ہمارے اوپر گنیں تان لیں۔

ہوریشو نے یہاں تک قدم اٹھایا کہ اس نے ہم سب کو قتل کرنے کا حکم دیا اور وہیں جزیرے پر دو روپ بن گئے جن میں ایک مکلینو کا وفادار تھا اور دوسرا ہوریشو کا۔ ہمارے وفاداروں نے ہماری طرف ے ہتھیار اٹھا لئے' تب ہوریشو کسی حد تک مجبور ہو گیا اور ہم نے پہاڑوں میں پناہ لی لیکن وہاں ہوریشو نے جاننے کے باوجود کہ میں بھی انہی پہاڑوں میں روپوش ہوں' اس نے ہیلی کاپٹر سے بمباری کرائی اور ہمارے بے شمار آدمی قتل کر ڈالے۔ اس کے بعد پپا ہم چوروں کی طرح چھپتے پھرے۔ اس نے ان دونوں کو یا گرفتار رلیا یا مار ڈالا' اس بارے میں' میں نہیں جانتی۔ وہ جزیرے پر روپوش ہو گئے تھے۔ ہوریشو کی بمباری سے ائدہ اٹھا کر وہ بھاگ نکلے اور میں تنہا رہ گئی۔ ہوریشو کے آدمی میری تلاش میں سرگرداں رہے اور انتہائی شکل کے ساتھ میں وہاں سے چھپ کر فرار ہونے میں کامیاب ہوئی ہوں۔

میں نے ہوریشو سے بارہا کہا کہ وہ مکلینو کا خیال کرے' وہ یہ سوچے کہ میں اس کی بیٹی ہوں اور کلینو کبھی یہ پسند نہیں کرے گا کہ اس کی بیٹی کے ساتھ یہ سلوک ہو لیکن ہوریشو نے کہا کہ یہ اس کا اتی معاملہ ہے' اس وقت وہ مکلینو کی مداخلت بھی برداشت نہیں کر سکتا۔ کیا پپا ہوریشو اس طرح غدار زار نہیں پاتا؟

مکلینو متحیر انداز میں ساری باتیں سن رہا تھا۔ پھر اس نے بڑے عجیب سے لہجے میں کہا۔

"کیا یہ ساری باتیں درست ہیں؟"

"ہاں پپا میں جھوٹ نہیں بول رہی۔ آپ اس کی چاہیں تو تصدیق بھی کرا سکتے ہیں۔" بنی نڈر لہجے ہں بولی۔

"لیکن یہ سب کچھ کیسے ممکن ہے۔ ہوریشو کو کم از کم یہ خیال تو کرنا ہی چاہیے تھا کہ وہ مجھے اطلاع ے دیتا اور اس کے بعد کوئی عمل کرتا۔ ناممکن سا محسوس ہوتا ہے بنی' کیا وہ پاگل ہو گیا ہے۔"

" پپا بس میں آپ کو اطلاع دینے کے لیے یہاں تک آئی تھی' اب صرف دو باتیں اور ہو سکتی ہیں۔"

"کیا؟" مکلینو نے پریشان لہجے میں پوچھا۔

"یا تو آپ ہوریشو کو اپنے ساتھ لے کر یہاں آئیے اور اسے گولی مار دیجئے یا پھر میں خود کشی کر لوں گی۔"

"اوہ بنی اس قدر جذباتی نہ بنو' میں اس سلسلے میں تحقیقات کرونگا۔"

" پپا اس شخص کی بد دیانتی یہیں سے ظاہر ہوتی ہے کہ اس نے آپ کو اطلاع نہیں دی ورنہ معاملات تو خاصے طویل ہیں۔"

"ہاں اس میں کوئی شک نہیں ہے ہوریشو نے بہت بڑی غلطی کی ہے۔ اگر اسے مجھ سے کوئی اختلاف تھا تو اسے سب سے پہلے مجھ سے رجوع کرنا چاہیے تھا' اپنے طور پر اس نے جو اقدامات کیے ہیں وہ کافی سخت ہیں۔"

" پپا آپ کیسے باپ ہیں' آپ کو یہ احساس نہیں ہے کہ اس نے میرے اوپر بمباری کرائی تھی۔ اگر میں کہیں دب کر مر جاتی تو کیا میرے مرنے کی اطاع آپ تک پہنچتی؟"

"نہیں۔" مکلینو نے جواب دیا۔

"تو پھر ------- آپ اس کے بارے میں اتنے شریفانہ انداز میں سوچ رہے ہیں۔"
"نہیں بنی' یہ بات نہیں ہے۔"
"تو پھر کیا بات ہے پپا؟"
"مجھے حیرت ہے کہ ہوریشو اس حد تک کیوں چلا گیا؟"
"میں بتاؤں پپا وہ اس حد تک کیوں چلا گیا؟"
"ہاں بتاؤ۔"
"ان دونوں نے اسے زچ کر کے رکھ دیا تھا۔ انہوں نے اس کی ساری اسکیمیں خاک میں ملادی تھیں اور اگر ہوریشو تنہا ان سے مقابلہ کرتا تو شاید اس کے چیتھڑے بھی نہ ملتے۔" بنی نے کہا اور مکلینو گردن ہلانے لگا۔
"اوہ۔ اوہ۔" مکلینو کے حلق سے غراہٹیں نکلنے لگیں۔ "وہ دونوں اگر غدار نہ ہوتے تو میں انہیں پتہ نہیں کیا بنا دیتا۔ بے شک یہ لوگ بڑے خطرناک تھے لیکن ہوریشو کیا وہ پاگل ہو گیا ہے۔"
"ہاں پپا' پاگل سے بھی بدتر' ورنہ وہ اس انداز میں نہیں سوچتا اور اب وہ اس قابل نہیں رہا ہے کہ اس پر اعتبار کیا جا سکے۔"
"ہوں۔" مکلینو پرخیال انداز میں بولا۔ پھر اس نے کہا۔ "بہرصورت اسے یہ سب کچھ نہیں کرنا چاہیے تھا۔"
"پپا میں پھر کہتی ہوں کہ آپ کو اس سلسلے میں کوئی فیصلہ کرنا ہوگا۔"
"تم کیا چاہتی ہو بنی؟" مکلینو نے پوچھا۔
"پپا کیا آپ بوڑھے ہوتے چلے جا رہے ہیں؟"
"نہیں۔ مکلینو کبھی بوڑھا نہیں ہوگا۔" مکلینو کی آواز میں غراہٹ تھی۔
"تب پھر آپ یہ سوال مجھ سے کیوں کر رہے ہیں؟ یا میں یہ سوچ لوں کہ آپ ہوریشو سے خائف ہیں۔"
مکلینو کے ہونٹوں پر مسکراہٹ آئی لیکن ایک دم سکڑ گئی۔ پھر اس نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔
"نہیں بنی۔ ہوریشو کو میں نے اس قابل کیا ہے کہ آج وہ کوئی حیثیت رکھتا ہے' میں اس سے خائف نہیں ہو سکتا۔"
"پھر آپ یہ سوال مجھ سے کیوں کر رہے ہیں۔ پپا' آپ خود کوئی فیصلہ کیوں نہیں کر لیتے کہ آپ کو اس کے خلاف کیا کرنا چاہیے۔"
"میں اس سے اس سلسلے میں باز پرس کروں گا بنی۔" مکلینو نے جواب دیا اور پھر وہ میری طرف دیکھ کر بولا۔
"ڈکسن! روانگی کی تیاریاں کرو۔"
"یس باس۔"
"کچھ ضروری اقدامات کرنا ہوں گے جو میں خود کر لوں گا۔"

"اور پپا میں؟" بنی بولی۔
"تم آرام کرو۔ میں اس سلسلے میں بہت جلد تمہیں اطلاعات دوں گا۔"
"بہتر پپا! لیکن میں آپ کو یہ بتائے دیتی ہوں کہ اگر آپ نے اس سلسلے میں کوئی مناسب اقدام نہیں کیا تو میں....."
"خاموش ہو جاؤ بنی۔ فضول باتوں سے گریز کرو۔" مکلینو کسی قدر جھلائے ہوئے لہجے میں بولا اور بنی اسے خونخوار نگاہوں سے دیکھنے لگی۔
پھر اس نے سرد لہجے میں کہا۔ "میں آپ کو صرف اتنا بتائے دیتی ہوں پپا کہ میں آپ ہی کی بیٹی ہوں۔" وہ بولی اور پاؤں پٹختی ہوئی دروازے سے باہر نکل گئی۔ میں نے مکلینو کے ہونٹوں پر مسکراہٹ دیکھی تھی۔
"ڈکسن! ہوریشو پاگل ہو گیا ہے' اس نے یہ نہیں سوچا کہ بنی میری بیٹی ہے' میری اکلوتی بیٹی۔ میری بچی۔"
"باس میرا بھی خون کھول رہا ہے۔ جب سے میں نے یہ بات سنی ہے۔" میں نے کہا۔
"ہاں ڈکسن! لیکن اسکے بعد بھی ہمیں یہ دیکھنا ہوگا کہ ہوریشو اس حد تک کیوں گیا۔ بنی نے تو کوئی ایسی حرکت نہیں کی جس سے وہ دیوانہ ہو گیا ہو۔"
"باس بنی کیا حرکت کر سکتی ہیں۔ اس کے باوجود اسے اسی طرح خیال رکھنا چاہیے تھا جس طرح آپ مادام بنی کا خیال رکھتے ہیں۔"
"ہاں ہوریشو پر یہ فرض عائد ہوتا تھا کہ وہ کم از کم ہم سے تو بات کر ہی لیتا۔ بہرحال تم جاؤ اور گراڈو سے کہو کہ سفر کی تیاریاں کرے۔"
"او کے باس۔" میں نے جواب دیا اور کمرے سے باہر نکل آیا۔ میرے فرشتے بھی نہیں جانتے تھے کہ گراڈو کون ہے اور اسے کس طرح کی تیاریاں کرنی ہیں۔ بہرصورت بات تو نبھانی ہی تھی۔ میں نے گھڑی میں وقت دیکھا' اور اپنی رہائش گاہ کی طرف چل پڑا۔ اس وقت بنی کے پاس جانا مناسب نہیں تھا۔ کیونکہ مکلینو موجود تھا اور ایسی کوئی بات نہیں ہونی چاہیے تھی کہ مکلینو شک و شبہ کا شکار ہو جاتا۔
چند ساعت سوچتا رہا پھر میرے ذہن میں ایک نام گونجا اور میں تہیلما کی تلاش میں چل پڑا۔
تہیلما شاید ابھی واپس نہیں آئی تھی۔ میں نے ایک ملازمہ کو روک کر تہیلما کے بارے میں پوچھا۔
"کیا مس تہیلما واپس آ گئی ہیں؟"
"او جناب ابھی ابھی آئی ہیں۔"
"براہ کرم ان سے کہو کہ ڈکسن نے انہیں طلب کیا ہے۔"
"ٹھیک ہے جناب۔" ملازمہ نے جواب دیا اور ایک طرف چل پڑی۔ میں مطمئن انداز میں گردن ہلاتا ہوا اپنے کمرے کی جانب آ گیا تھا۔
اور پھر مجھے زیادہ دیر انتظار نہیں کرنا پڑا۔ تہیلما مسکراتی ہوئی میرے نزدیک پہنچ گئی۔
"ہیلو ڈکسن ڈارلنگ۔" اس نے کہا اور آگے بڑھ کر گردن میں بانہیں ڈال دیں۔

ایک لمحے کے لیے میرے ذہن میں خوف کا احساس بیدار ہوا تھا۔ اگر بینی نے یہ حرکت دیکھ لی تو کہیں بالکل ہی آؤٹ نہ ہو جائے۔

چنانچہ میں نے بڑے نرم انداز میں تہیلما کی بانہیں اپنی گردن سے نکالیں' اس کے رخسار پر بوسہ دیا اور بولا۔

"کتنی دیر ہوئی تمہیں واپس آئے ہوئے؟"

"بس ابھی ابھی تو آئی ہوں۔"

"اچھا۔ ہاں تہیلما ایک کام کرو۔"

"کیا؟"

"گراڈو سے کہو کہ فوری طور پر روانگی کی تیار کرے باس نے حکم دیا ہے۔"

"اوہو۔ کہاں جا رہے ہیں باس؟"

"پتہ نہیں۔ یہ بات تو نہیں معلوم' بہرصورت تم گراڈو کو اطلاع پہنچا دو۔" میں نے کہا۔

"او کے۔ میں ابھی یہ اطلاع پہنچا دیتی ہوں۔ گراڈو شاید نچلے کمرے میں ہو گا۔"

"ٹھیک ہے اگر وہ ضرورت محسوس کرے تو تم اسے میرے پاس لے آنا' بلکہ ایسا کرو کہ تم اسے یہاں بلا لاؤ۔"

"جیسی تمہاری مرضی ڈکسن۔" تہیلما نے کہا اور باہر نکل گئی۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ ایک پستہ قد لیکن خطرناک سی شکل والے شخص کے ساتھ میرے کمرے میں داخل ہوئی۔

میں نے اس شخص کو بغور دیکھا' اس نے بڑے ادب سے مجھے سلام کیا تھا۔ میرے قریب آ کر وہ مودب ہو گیا۔

"مسٹر گراڈو' باس نے حکم دیا ہے کہ روانگی کی تیاریاں کرو۔" میں نے کہا۔

"ٹھیک ہے مسٹر ڈکسن' لیکن کیا باس نے بتایا ہے کہ وہ کہاں جانا چاہتے ہیں؟" پستہ قامت گراڈو نے پوچھا۔

"بتایا تو نہیں ہے لیکن میرا خیال ہے کوئی طویل سفر کیا جائے گا۔ ممکن ہے سویڈن یا اس سے بھی کہیں آگے۔"

"بہت بہتر۔ کس وقت روانہ ہونا ہے؟"

"اس بارے میں مکلینو نے کچھ نہیں کہا ہے۔ بہرصورت اپنے طور پر تم ساری تیاریاں مکمل کر لو تاکہ باس کے ایک اشارے پر ہم لوگ روانہ ہو جائیں۔"

"بہت بہتر مسٹر ڈکسن۔" گراڈو نے گردن جھکا کر جواب دیا اور پھر وہ کمرے سے باہر چلا گیا۔

تہیلما مسکرانے لگی تھی۔ پھر وہ میری طرف مڑ کر پر تشویش انداز میں بولی۔ "تو کیا تم بھی جاؤ گے ڈکسن؟"

"ممکن ہے تہیلما مجھے بھی جانا پڑے گا۔"

"مگر سلسلہ کیا ہے؟"

"یہ تو مجھے بھی نہیں معلوم۔ باس بینی نے مسٹر مکلینو سے کوئی بات کی ہے۔ بہرصورت ان

کی بیٹی کا معاملہ ہے ہمیں ان معاملوں سے کیا سروکار' ہم تو ملازمت کرتے ہیں' جہاں کے لیے بھی حکم دیا جائے۔"

"ٹھیک ہے لیکن تم چلے گئے تو میں اداس ہو جاؤں گی۔"

"کوئی بات نہیں ہے تہیلما' زیادہ وقت کے لیے تھوڑی جانا ہو گا۔" میں نے جواب دیا۔

تہیلما پھر جذباتی ہونے کی کوشش کر رہی تھی لیکن اس وقت میں جذباتی نہیں ہو سکتا تھا۔ چنانچہ میں نے جلدی سے کہا۔

"تہیلما کھانے کی تیاریاں کرو' سخت بھوک لگ رہی ہے اور اس کے بعد نہیں معلوم کہ شام کو کھانا بھی تمہارے ساتھ نصیب ہو گا یا نہیں۔"

"اوہ' اچھا۔" تہیلما نے مضمحل لہجے میں کہا اور باہر نکل گئی۔

شام کو تقریباً" ساڑھے چار بجے بینی نے مجھے پھر طلب کیا اور میں اس کے کمرے میں پہنچ گیا۔ بینی ایک چست پتلون اور جیکٹ میں ملبوس کمرے میں بیٹھی ہوئی تھی۔ اس کے چہرے پر وہی تمکنت اور وقار تھا جو میں نے پہلی بار دیکھا تھا۔

اس وقت وہ مکلینو کی بیٹی تھی اور اسے اپنی حیثیت کا پورا پورا احساس تھا اور آج بھی وہ مکلینو کی بیٹی تھی لیکن میری محبت میں اس نے یہ احساس مٹا دیا تھا کہ وہ مکلینو کی بیٹی ہے۔۔۔۔۔۔ لیکن فی الوقت وہ میری باس بھی تھی۔۔۔۔۔۔ "مسٹر ڈکسن!" اس نے تحکمانہ لہجے میں کہا۔

"یس باس بینی۔"

"آپ میرے ساتھ چلیں گے!"

"جو حکم باس۔" میں نے مودبانہ لہجے میں کہا۔ ویسے میں اندازہ نہیں لگا پایا تھا کہ بینی نے یہ انداز کیوں اختیار کیا ہے۔ ممکن تھا کہ اسے اپنی گفتگو سن لیے جانے کا خدشہ ہو اس لیے وہ یہ صورت حال اختیار کیے ہوئے ہو۔

"میں نے پپا سے بات کر لی ہے آپ ہمارے ساتھ چلیں گے۔"

"بہت بہتر باس۔" میں نے گردن جھکا کر جواب دیا۔

"ضروری تیاریاں کر لیں مسٹر ڈکسن؟" بینی نے پھر کہا۔

"یس مادام۔ لیک ہمیں کس وقت جانا ہو گا؟"

"شام سات بجے۔ اس درمیان مکلینو کچھ ضروری کارروائیاں کر رہے ہیں۔" بینی نے بتایا۔

"او کے باس۔" میں نے جواب دیا۔

"ٹھیک ہے اب تم جا سکتے ہو۔" بینی بدستور تحکمانہ لہجے میں بولی اور میں خاموشی سے باہر نکل آیا۔

اس وقت میں یہ نہیں سمجھ سکا تھا کہ بینی نے یہ انداز کیوں اختیار کیا اور اس نے خود کو تبدیل کیوں کر لیا لیکن مجھے اس بات سے خطرہ یا خدشہ نہیں تھا اور نہ ہی یہ بات مجھے ناگوار گزری تھی۔

میں اپنے کمرے میں واپس آ گیا۔ شکر ہے اس دوران تہیلما نے بھی بور نہیں کیا تھا۔ ویسے اس لڑکی سے اب مجھے خوف ہی محسوس ہونے لگا تھا کیونکہ ایک نیام میں دو تلواریں نہیں رہ سکتیں اور اس میں

گڑبڑ کا شدید اندیشہ تھا۔ وہ جس قدر مجھ سے دور رہتی بہتر تھا۔

شام کو پونے سات بجے مجھے پھر اطلاع ملی کہ مکلینو نے مجھے طلب کیا ہے۔ جو شخص مجھے بلانے آیا تھا' میں اس کے ساتھ ہی مکلینو کے کمرے میں پہنچ گیا۔

مکلینو باقاعدہ لباس پہنے تیار بیٹھا تھا' مجھے دیکھ کر اس نے تحکمانہ لہجے میں کہا۔ "مسٹر ڈکسن آپ کو میرے ساتھ چلنا ہے۔"

"یس باس۔" میں نے مودبانہ لہجے میں جواب دیا۔

"بیٹھ جاؤ۔" مکلینو نے کہا اور میں صوفے پر بیٹھ گیا۔

"ہوریشو کے بارے میں جو کچھ معلوم ہوا ہے وہ سخت حیرت انگیز ہے۔ میں پریشان بھی ہوں اور مجھے سخت غصہ بھی آ رہا ہے۔ آخر اسے اس قدر جرات کیسے ہو گئی کہ وہ اس قسم کے اقدامات کرے' اسے کم از کم کچھ خیال تو کرنا چاہیے تھا۔"

"ہاں باس میں پہلے بھی آپ سے یہ عرض کر چکا ہوں' مسٹر ہوریشو ممکن ہے کسی غلط فہمی کا شکار ہو گئے ہوں۔"

"کیسی غلط فہمی؟" مکلینو غرایا۔

"ممکن ہے انہوں نے اپنے آپ کو کوئی بڑی چیز سمجھ لیا ہو ورنہ باس بنی کے ساتھ یہ سلوک' مجھے تو سخت غصہ آیا ہے باس۔"

"ٹھیک ہے چل کر معلوم کرتے ہیں' اگر اسے اپنی حیثیت سے کوئی عناد ہو ہی گیا ہے تو مکلینو اتنی ہمت رکھتا ہے کہ اسے دوبارہ مٹی میں ملا دے۔" مکلینو نے داہنے ہاتھ کی مٹھی بھینچتے ہوئے کہا۔ وہ شدید مضطرب نظر آ رہا تھا۔

"باس میرے لئے کیا حکم ہے۔"

"بس تیار ہو جاؤ۔ میں نے کچھ اور انتظامات بھی کر لیے ہیں جن کے بارے میں فی الحال میں کچھ بتانا پسند نہیں کروں گا۔"

"اوکے باس۔"

"اوکے۔"

"لیکن سر ہمیں کس وقت روانہ ہونا ہے؟"

"ٹھیک دس منٹ کے اندر اندر۔ گراڈو نے مجھے اپنی تیاری سے مطلع کر دیا ہے۔ وہ تیاریاں کر چکا ہے اور اب تم بھی تیار ہو جاؤ۔"

"یس باس۔"

"یہاں سے میں' تم بنی اور ساریکا جائیں گے۔"

"اوکے باس۔" میں نے جواب دیا اور پھر میں اجازت لے کر کھڑا ہو گیا۔

"نہیں۔ اگر تمہیں کوئی ضروری کام نہ ہو تو بیٹھ جاؤ' ساتھ ہی چلیں گے۔" مکلینو نے کہا۔

"یس باس۔" میں دوبارہ اجازت لے کر بیٹھ گیا۔

اور پھر تقریباً چار یا پانچ منٹ کے بعد ایک ٹیلی فون کال آئی۔ شاید گراڈو نے روانگی کی تیاریاں

ل ہونے کی اطلاع دی تھی اور مکلینو کھڑا ہو گیا۔

"چلو۔" اس نے مجھ سے کہا۔ باہر نکلا تو بنی بھی اپنے کمرے سے باہر آ گئی تھی۔ اس کے ہاتھ میں ٹریول بکس تھا۔ اس نے بکس میری طرف بڑھا دیا جسے میں نے ادب سے اس کے ہاتھ سے لے لیا تب سب باہر نکل آئے۔

عمارت کے عقبی حصے میں ایک شاندار ہیلی کاپٹر کھڑا ہوا تھا اور اس کے نزدیک ہی گراڈو ایک اور ص کے ساتھ کھڑا ہوا تھا ہمیں دیکھ کر گراڈو نے جلدی سے ہیلی کاپٹر کا دروازہ کھول دیا۔ پچھلی سیٹ پر بنی ر مکلینو بیٹھ گئے اس سے آگے میں اس دراز قامت شخص کے ساتھ بیٹھ گیا جس کا نام شاید ساریکا لیا گیا ا اور گراڈو نے پائلٹ سیٹ سنبھال لی تھی۔

ہیلی کاپٹر کی مشین اسٹارٹ ہوئی اور ہم فضا میں پرواز کرنے لگے۔ تھوڑی دیر کے بعد ہیلی کاپٹر ایک ت کا رخ اختیار کر چکا تھا۔

راستے میں قطعی طور پر خاموشی طاری رہی تھی۔ نہ ہی ساریکا نے مجھ سے گفتگو کی اور نہ ہی میں نے۔ سب اپنی اپنی جگہ خاموش تھے اور کچھ سوچ رہے تھے۔ میرے ذہن میں اس وقت پھر سردارے آگھسا ۔ نہ جانے بے چارہ اس وقت کس مصیبت میں ہو گا۔ بہرصورت میں اسے تلاش کرنے کی آخری کوشش ر کروں گا اور اگر وہ نہ مل سکا تو پھر صبر کر لوں گا۔ میں نے سوچ لیا تھا کہ اس کے نتیجے میں جو کچھ ہو گا اس اندازہ مکلینو یا بنی کو بعد ہی میں ہو سکے گا۔

ہم سفر کرتے رہے' خاصا طویل سفر تھا لیکن میں نے محسوس کیا کہ مکلینو واقعی ایک بادشاہ کی سی ثیت رکھتا ہے۔

سوئیڈن سے پرواز کرتے ہوئے نیچے سے رابطہ قائم کیا گیا اور مکلینو نے بذات خود زمینی مراکز ے بات کی۔ اسے روکنے کی کوشش نہیں کی گئی تھی اور وہ سوئیڈن سے بھی پرواز کر گیا۔ تھوڑی دیر کے بعد را ہیلی کاپٹر پوائنٹ فور کے جزیرے پر اتر رہا تھا۔

وہی خوفناک جزیرہ جہاں ہم بہت سے کارنامے انجام دے چکے تھے۔ اور جہاں سردارے روپوش ۔ نہ جانے روپوش تھا یا مارا گیا تھا۔ غالباً یہ جزیرہ پوائنٹ فور تھا۔ ممکن تھا یہ جزیرہ بھی مکلینو کی لکیت ہو۔ اس شخص کے بارے میں میری معلومات واقعی نہ ہونے کے برابر تھیں۔ ویسے مجھے حیرت تھی ن تمام لوگوں پر۔

بے پناہ دولت مند تھے۔ اس کے باوجود مجرمانہ ذہنیت رکھتے تھے۔ عام طور سے میں نے بہت زیادہ ولت مند لوگوں کو مجرمانہ ذہنیت رکھتے ہوئے ہی پایا تھا۔ نہ جانے ان کی دولت کس کام کی تھی اور نہ جانے وہ ید دولت جمع کرنے کی حرص کیوں رکھتے تھے۔ انسان کی زندگی کس قدر محدود ہے' اس محدود زندگی کے ے وہ کس قدر لمبے لمبے چکر چلاتا ہے' کیوں چلاتا ہے یہ بات آج تک میری سمجھ میں نہیں آئی تھی۔

لیکن سمجھ نہ آنے والی کوئی بات نہیں تھی۔ میں بھی تو انہی میں سے ایک تھا' یہی انداز فکر تھا میرا ی اور انہی کا سا ذریعہ معاش بھی' لیکن دولت کا حصول میری نگاہ میں اس سے زیادہ وقعت نہیں رکھتا تھا کہ نسان اپنی ضروریات پوری کرے اور خاموشی سے سو جائے۔ اگر میری وہ ضروریات ناجائز تھیں' اسی حیثیت ے جو' اب حاصل تھی لاکھ گنا کم ہوتیں اور پوری ہو جاتیں تو شاید میں بہت اچھا انسان ہوتا' ایک انسان جو

دوسروں کا درد بھی ذہن میں رکھتا ہے لیکن مجھے تو میری منزلیں چھین چھین کر نہ جانے کہاں سے کہاں پہنچا دیا گیا تھا۔ ایک ایسی جگہ جہاں میں میں خود بھٹکا ہوا تھا۔ میں کوئی سمت اختیار نہیں کر سکتا تھا۔ میں کسی سمت کے بارے میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا۔ میری زندگی کو ایک ایسا بھٹکتا ہوا صحرائی بگولہ بنا دیا گیا تھا جو چاروں طرف مارا مارا پھرتا ہے' جس کی کوئی منزل نہیں ہوتی۔ بس ہواؤں کے دوش پر تیرتا ہوا نہ جانے کہاں تک پہنچتا ہے اور پھر صحرائی ریت میں خاموشی سے مل جاتا ہے۔ میرا انجام بھی یہی تھا۔

مجھے اپنے آپ سے اس سے زیادہ کوئی امید نہیں تھی کہ ایک دن میں ہوا کے ساتھ ساتھ اڑا ہوا نہ جانے کہاں پہنچوں گا اور خاموشی سے وہیں کی زمین اپنا لوں گا۔

لیکن یہ لوگ------ ان دولت مند' مجرمانہ ذہنیت رکھنے والوں کا انداز فکر نہ جانے کیا تھا۔ یہ اتنی شدید جدوجہد میں مصروف کیوں رہتے تھے' کیا چاہتے تھے یہ لوگ------ یہ معمہ میری سمجھ میں نہیں آتا تھا۔

ہیلی کاپٹر ایک مخصوص جگہ اتر گیا اور بہت سے لوگ اس کے گرد جمع ہو گئے۔ غالباً" انہیں اندازہ تھا کہ اس ہیلی کاپٹر میں مکلینو ہی ہو سکتا ہے۔ آنے والے بہت سے جانے پہچانے لوگ تھے۔

ان کے چہرے میرے لیے اجنبی نہیں تھے۔ یہ دوسری بات ہے کہ میں انہیں ناموں سے نہیں جانتا تھا لیکن بہرصورت یہ سب ہوریشو کے وفادار تھے۔

پھر میں نے ہوریشو کو بھی دیکھا' وہ بڑی تیزی سے ہماری طرف آ رہا تھا۔ پھر وہ مکلینو کے نزدیک آ کر رک گیا۔

ہیلی کاپٹر سے پہلے مکلینو اترا پھر بنی۔ اس کے بعد میں' میرے بعد ساریکا اور پھر گراڈو بھی اپنی سیٹ چھوڑ کر نیچے آ گیا۔

ہوریشو نے بڑی گہری نگاہوں سے بنی کو دیکھا تھا۔ البتہ ان نگاہوں میں کسی قدر نفرت کے آثار تھے' گویا وہ کھل کر بنی سے نفرت کا اظہار کر رہا تھا۔ پھر اس نے چہرے پر مصنوعی سے تاثرات پیدا کر کے مکلینو کے سامنے سر جھکایا۔

"باس کی خدمت میں ہوریشو آداب پیش کرتا ہے۔" وہ کسی قدر کھردرے لہجے میں بولا۔

مکلینو نے کوئی جواب نہیں دیا تھا۔ اس نے خاموش نگاہوں سے ہوریشو کو دیکھا اور پھر آہستہ آہستہ آگے بڑھ گیا۔

ہوریشو بھی آہستہ آہستہ سر جھکائے اس کے پیچھے چل رہا تھا۔ مکلینو چند ساعت یونہی چلتا رہا' پھر اچانک رک گیا۔ ہم سب بھی اچانک رک گئے تھے۔

"جیفرسن کہاں ہے؟" مکلینو نے پوچھا۔

"اوہ باس وہ بندرگاہ پر ہے۔" ہوریشو نے جواب دیا۔

"اسے بلاؤ۔"

"اوکے باس۔" ہوریشو نے کہا اور ایک آدمی کو جیفرسن کی تلاش میں آگے بڑھا دیا۔

مکلینو پھر چلنے لگا تھا۔ اس کا انداز بے حد پراسرار تھا اور غالباً" سب محسوس کر رہے تھے۔ تھوڑی دور چلنے کے بعد ہوریشو نے کہا۔

"باس کی اچانک آمد میرے لیے تعجب خیز ہے۔"

مکلینو نے اس بات کا بھی کوئی جواب نہیں دیا تھا اور آگے بڑھتا رہا تھا۔ ہوریشو اس بات پر خجل سا ہو گیا تھا۔

تھوڑی دور چلنے کے بعد مکلینو پھر رک گیا اور پھر اس نے ایک گہری سانس لے کر مجھے پکارا۔

"ڈکسن!"

"یس باس۔" میں تیزی سے دو قدم آگے بڑھ کر بولا۔

"ہم جیفرسن کا انتظار کریں گے۔"

"یس باس۔" میں نے گردن جھکا کر کا۔ ہوریشو نے کینہ توز نگاہوں سے میری طرف دیکھا تھا پھر وہ بھی ایک طویل سانس لے کر رک گیا۔ مکلینو خاموش کھڑا تھا' بنی اس کے برابر ہی کھڑی تھی اور ہوریشو کے چہرے پر عجیب سے تاثرات تھے۔

"اس وقت تک خاموشی رہی جب تک کہ جیفرسن نہ آ گیا۔ یہ بھی ایک دراز قامت اور تندرست آدمی تھا۔ لمبی لمبی قلمیں تھیں اور چہرہ جہازیوں کا سا تھا۔ ایک چست پتلون' قمیض اور بریسٹ کوٹ پہنے ہوئے تھا۔ وہ دوڑتا ہوا آیا تھا اور پھر وہ مکلینو کے سامنے جھک گیا۔"

"باس کو اچانک دیکھ کر انتہائی مسرت ہوئی ہے۔ مجھے نہیں معلوم تھا کہ باس آیا ہوا ہے ورنہ میں فوراً" حاضر ہو جاتا۔" اس نے خوشی کے لہجے میں کہا۔

"جیفرسن! میں تمہارے ساتھ قیام کرنا چاہتا ہوں۔"

"میری خوش قسمتی' تشریف لائیے باس۔" اس نے کہا اور مکلینو اس کے ساتھ آگے بڑھ گیا۔ ہوریشو بدستور پیچھے پیچھے چلا آ رہا تھا۔

جیفرسن کا مکان گو بہت کشادہ نہیں تھا لیکن باقی مکانوں سے بہت اچھا تھا۔ وہ بڑے احترام کے ساتھ مکلینو کو اندر لے گیا اور اسے بیٹھنے کی پیش کش کی' ہوریشو اور باقی لوگ باہر ہی رک گئے تھے۔

جیفرسن خود مکلینو کے ساتھ اندر گیا تھا' وہ بہت خوش نظر آ رہا تھا۔ تب مکلینو نے نگاہیں اٹھائیں اور پوچھا۔

"ہوریشو کہاں ہے؟"

"باہر ہے باس' آپ کا انتظار کر رہا ہے۔"

"اس سے کہو یہاں سے واپس نہ جائے یہاں بیٹھ کر میرا انتظار کرے۔" مکلینو نے پر رعب انداز میں کہا۔

"بہتر باس۔"

"ہوں۔ بیٹھ جاؤ۔" مکلینو نے کہا اور جیفرسن اس کے سامنے ادب سے بیٹھ گیا۔ میں ایک جانب کھڑا تھا۔ اور بنی مکلینو کے ساتھ بیٹھی تھی۔

"جیفرسن' یہاں اس جزیرے پر جو کچھ ہوا ہے' میں تمہاری زبانی وہ سب کچھ جاننا چاہتا ہوں۔"

"باس کا حکم سر آنکھوں پر' آپ مادام بنی کے بارے میں پوچھنا چاہتے ہیں؟" جیفرسن نے

کہا۔

"ہاں جیفرسن۔ بنی نے جو باتیں مجھ تک پہنچائی ہیں' انہی کے بارے میں۔"

"سب کچھ درست ہے باس۔ مادام بنی نے آپ سے غلط بیانی سے کام تو نہ لیا ہوگا۔"

"گویا ہوریشو نے بنی کو ہلاک کرنے کی کوشش کی تھی؟"

"ہاں باس۔" جیفرسن نے جواب دیا۔

"اس نے ان لوگوں پر بمباری بھی کرائی تھی جنہوں نے بنی کا ساتھ دینے کی کوشش کی تھی؟"

"ہاں باس۔"

"اس وقت تمہارا کیا کردار تھا جیفرسن؟" مکلینو نے پوچھا۔

"باس میں نے مسٹر ہوریشو کا ساتھ نہیں دیا۔ میں نے انہیں روکنے کی کوشش کی تھی جس پر ہوریشو نے مجھے بلیک کارڈ دکھایا اور کہا کہ کیا میں ان کے احکامات کا پابند نہیں ہوں۔ یہ جو کچھ ہو رہا ہے' اس میں مکلینو کی رضامندی شامل ہے۔ باس اس کے بعد میرا کیا کردار ہونا چاہیے تھا' اس بارے میں آپ جان سکتے ہیں۔"

"ہوں۔ کیا تم محسوس کرتے ہو جیفرسن کہ بنی کے خلاف ہونے والے اقدامات میں مکلینو کی اجازت شامل ہوگی؟" مکلینو نے پوچھا۔

"نہیں باس۔ لیکن بلیک کارڈ کے بارے میں آپ کا کیا حکم ہے؟"

"ٹھیک ہے' گویا ہوریشو نے بغاوت کا اعلان کیا ہے؟"

"نہیں باس' اس کا کہنا یہ ہے کہ اس نے جو کچھ کیا ہے' باس کے مفاد میں کیا ہے۔" جیفرسن نے جواب دیا۔

"بنی کے قتل کی کوشش میرے مفاد میں ہو سکتی ہے؟ بنی میری بیٹی اور میرے کاروبار کی وارث۔ کون بے وقوف یہ سوچ سکتا ہے کہ بنی کی موت کے بعد میں اپنے کسی مفاد سے دلچسپی رکھوں گا۔"

"یہ سوچنا ہوریشو کا کام تھا باس' مجھے بتائیے میں نے کہاں غلطی کی' میں ہوریشو کے عہدے کے سامنے بے بس ہوں۔"

"صرف عہدے کے سامنے یا اس کی قوت کے سامنے؟" مکلینو نے پوچھا۔

"نہیں باس' گروہ میں داخل ہونے کے بعد ہر شخص کو یہ ترغیب دی جاتی ہے کہ وہ کسی کی طاقت سے متاثر نہ ہو' کسی کی قوت سے متاثر نہ ہو' چاہے اس کے مقابلے میں شکست کیوں نہ ہو۔"

"ٹھیک ہے۔ ان لوگوں کا کیا بنا جیفرسن جو یہاں روپوش تھے؟"

"باس' ہوریشو کو اس میں ناکامی ہوئی ہے' اس میں سے ایک شخص کو جو اپنے ہی گروہ کا آدمی تھا یعنی گرانٹ' اسے ہلاک کر دیا تھا۔ اس کے علاوہ اس نے ایک اور شخص کو گرفتار کیا ہے جس کا نام گولڈ مین ہے۔ ایک لڑکی بھی اس کے ہاتھ لگی ہے جو اپنے ہی گروہ سے تعلق رکھتی ہے۔ باقی وہ دونوں افراد جو ایشیائی تھے اور جن سے ہوریشو کی اصل دشمنی تھی' آج تک ہوریشو کے ہاتھ نہیں لگے۔ ابتدا میں انہوں نے ہوریشو کو زبردست نقصانات پہنچائے تھے۔ انہوں نے باس' گروہ کے چالیس آدمیوں کو قتل کر دیا۔ ہوریشو دیوانوں کی طرح انہیں تلاش کرتا پھر رہا ہے۔ اس نے اس جزیرے کا چپہ چپہ چھان مارا لیکن وہ چالاک لوگ

ن کے ہاتھ نہ لگے اور ہوریشو کسی پاگل کتے کی مانند ان کی تلاش میں آج تک سرگرداں ہے۔"

"اوہ۔ اوہ۔" مکلینو نے دونوں ہاتھ ملتے ہوئے کہا۔ "کاش کاش۔ وہ غدار نہ ہوتے' کاش وہ مکلینو کو آزماتے' کاش وہ تھوڑی سی دولت کے لیے مکلینو کا ساتھ نہ چھوڑتے' تب ایسے لوگوں کو' ایسے لوگوں کو مکلینو آسمان پر بٹھا دیتا۔ بہرحال جیفرسن' ہوریشو کو میرے پاس بھیج دو۔"

"یس باس۔" جیفرسن نے کہا اور باہر نکل گیا۔

تھوڑی دیر کے بعد ہوریشو اندر داخل ہو گیا۔ اس کے چہرے پر چٹانوں کی سی سختی تھی۔ مکلینو نے اس کی طرف نگاہ نہیں اٹھائی تھی۔ ہوریشو اس کے سامنے کھڑا ہو گیا اور مکلینو پر خیال نگاہوں سے زمین کو دیکھتا رہا۔ پھر اس نے نگاہیں اٹھائیں اور ہوریشو کو دیکھنے لگا۔

ہوریشو کے انداز میں اب کسی قدر بے باکی پیدا ہو گئی تھی۔ اس نے شانے ڈھیلے چھوڑ دیے تھے' اس کے کھڑے ہونے کے انداز میں ادب نہیں تھا۔ تب وہ آہستہ سے بولا۔

"باس' پہلے آپ ہوریشو کو بیٹھنے کی اجازت دیا کرتے تھے؟"

"غدار ہوریشو کو نہیں۔" مکلینو نے جواب دیا۔

"کیا باس نے ہوریشو کو غدار قرار دے دیا ہے؟" ہوریشو نے پوچھا۔

"ہاں۔"

"کس بناء پر؟"

"ان حالات کی بناء پر جو میرے علم میں آئے ہیں' ان کے تحت مجھے محسوس ہو رہا ہے کہ ہوریشو کے سوچنے کا انداز بدل گیا ہے۔"

"باس' کیا یہ زیادتی نہیں ہے' کیا آپ نے یہ فیصلہ اپنے طور نہیں کیا؟ کیا مادام بنی کی باتیں سننے کے بعد آپ نے ان پر مکمل بھروسہ کر لیا؟ کیا ہوریشو نے ہمیشہ آپ کے اور گروہ کے مفادات کے لیے کام نہیں کیا؟ کیا کبھی یہ بات ثابت ہوئی کہ ہوریشو نے خود کو برتر سمجھا ہو؟ باس اگر یہ ساری باتیں غلط ہیں تو ہوریشو کو غدار قرار دے دیا جائے۔"

"ہوں۔ ساریکا تم باہر جاؤ۔" مکلینو نے ساتھ آنے والے شخص سے کہا اور ساریکا باہر نکل گیا۔

شاید اس نے مکلینو کے اشارے کو اچھی طرح سمجھ لیا تھا۔ ہوریشو نے میری جانب دیکھا اور بولا۔

"غالباً' یہ مسٹر ڈکسن ہیں؟"

"کیا تم اسے نہیں پہچانتے؟" مکلینو نے کہا۔

"پہچانتا ہوں باس اور یہ بھی جاننا چاہتا ہوں کہ کیا کسی فیصلے کے تحت میرا عہدہ کم کر دیا گیا ہے؟" ہوریشو نے کہا۔

"کیوں؟ تم نے یہ سوال کیوں کیا؟"

"اس لیے کہ میرے اور باس کے درمیان زیادہ سے زیادہ مادام بنی موجود رہیں تو کوئی حرج نہیں ہے لیکن ڈکسن کی کیا پوزیشن ہے؟"

"پوزیشن میں بتاتی ہوں۔" دفعتاً" بنی بول پڑی۔ "ڈکسن میرے ساتھی کی حیثیت سے ہے، اس سلسلے میں، میں کسی کے احکامات برداشت نہیں کروں گی۔"

"ڈکسن کو ذہن سے نکال دو ہوریشو۔" مکلینو نے کہا اور ہوریشو نے مکارانہ انداز میں گردن جھکادی۔

"جو حکم باس۔ ہوریشو آج بھی اپنے آپ کو مکلینو کا خادم پاتا ہے۔"

"اور اس کی بیٹی کا قاتل بھی؟" مکلینو طنزیہ انداز میں بولا۔

"باس اگر مجھے اجازت دیں تو میں بھی اپنی صفائی میں کچھ کہوں؟"

"ہوں۔ کہو' کیا کہنا چاہتے ہو۔"

"سب سے پہلے باس میں یہ معلوم کرنے کی کوشش کروں گا کہ بنی باس نے میرے خلاف آپ سے کیا کیا کہا ہے؟"

"ہوریشو' بنی نے جو کچھ کہا ہے میں نے اس کی تصدیق جیفرسن سے کی ہے۔"

"باس! جیفرسن ان لوگوں میں سے نہیں ہے جو مجھے پسند کرتے ہیں۔ وہ خود کو میرا حریف سمجھتا ہے۔ حالانکہ ذہنی' جسمانی' عملی حیثیت سے وہ مجھ سے کس قدر پیچھے ہے' یہ بات باس اچھی طرح جانتے ہیں۔ چنانچہ اس نے جو کچھ کہا ہوگا اس میں اس کی اپنی ذہنی تھکن بھی شامل ہوگی۔"

"گویا تم بنی کو جھوٹا ثابت کرنا چاہتے ہو؟"

"نہیں باس!"

"پھر-----؟"

"بس معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ بنی باس نے میرے بارے میں کیا کیا کہا ہے؟"

"ہوریشو----- سب سے پہلے میں تم سے یہ سوال کروں گا کہ ان دو افراد کے بارے میں میری مراد ان ایشیائی باشندوں سے ہے' تم نے کیا کیا اقدامات کئے؟"

"باس! میں نے انہیں طرح طرح سے زچ کیا اور سب سے پہلے انہیں اس بات پر مجبور کرنے کی کوشش کی کہ وہ اپنی برتری کے احساس کو ذہن سے نکال دیں۔"

"خوب' تو اس میں کہاں تک کامیاب ہوئے؟" مکلینو نے پوچھا۔

"میں اعتراف کرتا ہوں باس کہ مجھے کامیابی نہیں ہوئی۔ وہ چٹانوں سے زیادہ مضبوط اور لومڑی سے زیادہ ہوشیار تھے۔ انہوں نے جہاں بھی موقع دیکھا ہمارے آدمیوں کو ہلاک کیا اور خود کو صاف بچ گئے وہ خطرناک ترین لوگ تھے۔"

"تب ہوریشو! اس کے بعد-----؟"

"اس کے بعد باس! ایک مرحلہ ایسا آگیا کہ میں جھلا گیا۔ آپ جانتے ہیں کہ میں ٹھنڈا انسان ہوں' میں نے انہیں قتل کرنے کا فیصلہ کرلیا اور اس کے لیے تیار ہوگیا۔ تب مادام بنی نے مداخلت کی....." ہوریشو نے انتہائی صاف گوئی سے کہا۔

میں نے دل ہی دل میں اس بات کا اعتراف کیا تھا کہ بہرصورت جیسا بھی ہے صاحب کردار انسان ہے۔

"پھر اس کے بعد ہوریشو! تم نے کیا کیا؟"

"میں کہہ چکا ہوں باس----- مادام بنی نے اس سلسلے میں مداخلت کی۔ لیکن میں ان سے اس قدر جھلا گیا تھا----- کہ میں نے انہیں قتل کرنے کا فیصلہ کرلیا۔ لیکن مادام بنی نے مداخلت کی' بلکہ حکم دیا کہ میں ان لوگوں کو ان کے حوالے کردوں----- باس! میں انحراف تو نہیں کرسکتا تھا لیکن مجھے یہ اندازہ تھا کہ مادام بنی بہرصورت عورت ہیں اور ان کے لیے یہ کام خاص مشکل ہوگا کیونکہ وہ دونوں بیحد شاطر لوگ تھے۔ میں انہیں اچھی طرح آزما چکا تھا۔

مادام بنی اس سلسلے میں جذباتی ہوگئیں۔ مجھے بھی اندازہ تھا کہ مادام بنی کسی بھی صورت خود کو دوسروں سے کمتر سمجھنے کی عادی نہیں ہیں۔ لیکن بہرصورت مجھے ان کے احکامات کی تعمیل کرنا ہی پڑی۔ لیکن مادام نے اس کے بعد مجھ سے ملنا جلنا بالکل ختم کردیا' تاہم میں اپنے فرائض کا احساس رکھتا تھا۔ میں یہ نہیں چاہتا تھا کہ میں مادام بنی کی بات سے برگشتہ ہوکر اپنے فرائض کو نظرانداز کردوں اور وہ کسی طور مادام کو کوئی نقصان پہنچادیں۔ چنانچہ میں نے مادام پر نگاہ رکھی اور ان لوگوں کو چیک کرتا رہا۔ باس----- ہوریشو نے ہمیشہ گروہ کے لیے جان کی بازی لگائی ہے اور باس کو شاید ہی کبھی یہ شکایت ہوئی ہو کہ ہوریشو نے گروہ کے مفادات کے خلاف کام کیا ہے۔ رہی مکلینو کی بات' تو ہوریشو نے مکلینو کے نام پر بے شمار قتل کئے ہیں۔ ہوریشو یہ برداشت نہیں کرسکتا تھا باس کہ معمولی سی رقم کے لئے مادام بنی کی شخصیت ہلکی پڑ جائے۔ میں نے مادام بنی سے بھی یہ بات کی۔ میں میک اپ میں ان کے تعاقب میں لگا رہا تھا۔ لیکن مادام بنی اس بات پر چراغ پا ہوگئیں۔ انہوں نے کہا کہ میں صرف کالا غلام ہوں' مجھے اپنی حدود سے نکلنے کی اجازت نہیں ہے اور مادام نے مجھے جزیرے سے نکل جانے کا حکم دے دیا۔

لیکن باس! میں انکی طرف سے مطمئن نہیں تھا۔ میڈم نے ہدایت کی مگر میں نے اس پر عمل نہ کیا----- میں نے اپنے آدمیوں کو بتایا کہ مادام بنی غیر مناسب اقدامات کررہی ہیں۔ لیکن میں گروہ کا وقار مجروح نہیں ہونے دوں گا۔ چنانچہ ان دونوں کو یہاں لے آیا جائے----- میرے آدمی میری ہدایت پر عمل کرتے ہوئے انہیں یہاں لے آئے۔"

مکلینو' ہوریشو کا بغور جائزہ لے رہا تھا' اور اس کے ساتھ میں بھی----- لیکن بہرحال میں بھی ہوریشو کی صاف گوئی کا معترف تھا۔ وہ کہہ رہا تھا۔

"یہاں آکر مادام بنی آپے سے باہر ہوگئیں۔ انہوں نے اس قسم کے حربے استعمال کئے کہ مجھے بھی گستاخی پر آمادہ ہونا پڑا----- مجھے اس کا اعتراف ہے باس کہ میں نے مادام بنی کے خلاف بہت کچھ کیا ہے۔ لیکن میں اتنا یقین دلا دینا چاہتا ہوں کہ باس کہ بہرصورت میں گروہ کا وفادار ہوں اور میرا ہر کام گروہ کے مفادات کے لئے تھا۔"

بنی خونی نگاہوں سے اسے دیکھ رہی تھی اور مکلینو کے چہرے پر بھی عجیب سے تاثرات تھے۔ پھر اس نے نرم لہجے میں کہا۔

"لیکن ہوریشو! کیا تم ان واقعات کی اطلاع براہ راست مجھے نہیں دے سکتے تھے؟"

"دے سکتا تھا باس! لیکن وہ اعتماد بھی میری نگاہوں میں تھا جن کے تحت میں نے یہ اقدامات کئے----- میں جانتا تھا کہ باس میری تاویل سننے کے بعد گستاخ یا قاتل قرار نہیں دے گا۔" ہوریشو نے

کہا۔

"یہ مکار ہے پیا----- یہ مکار ہے----- اگر اس کی بمباری سے میں ہلاک ہو جاتی تو یہ کیا تاویل پیش کرتا؟ کالی لومڑی مکاری سے کام لے رہی ہے پیا----- تم اسے معاف نہ کرنا۔" بنی چلائی۔

"مادام بنی ہمیشہ میرے لئے ایسے ہی الفاظ استعمال کرتی رہی ہیں باس----- اور رہا بمباری کا تعلق تو میری کرائی گئی بمباری سے مادام ہلاک کیوں نہیں ہوئیں----- ہوریشو اتنا بے وقوف نہیں ہے کہ وہ جو کچھ کرتا ہے، پہلے اس پر اچھی طرح غور کر لیتا ہے۔"

"پیا۔ میں آپ سے پھر کہہ رہی ہوں کہ یہ شخص مکاری سے کام لے رہا ہے۔" بنی بولی۔

"بنی! پلیز خاموش ہو جاؤ۔" مکلینو نے کسی قدر بدلے ہوئے لہجے میں کہا اور بنی کے چہرے پر دھواں دھواں نظر آنے لگا۔ گویا مکلینو ہوریشو کی باتوں میں آ گیا تھا۔ میں نے بھی معنی خیز نگاہوں سے بنی کو دیکھا تھا، اور ایک غیر محسوس اشارہ کر کے بنی کو خاموش رہنے کے لئے کہا تھا۔

بنی اپنے خشک ہونٹوں پر زبان پھیر کر خاموش ہو گئی اور مکلینو کسی گہری سوچ میں گم ہو گیا۔

"ہوریشو! کیا حقیقت ہے اور کیا جھوٹ----- اس کے بارے میں تو فیصلہ بعد میں کیا جا سکتا ہے تم یہ بتاؤ کہ ان لوگوں کے خلاف تم نے کیا کیا-----؟ کیا تم نے انہیں گرفتار کر لیا ہے؟" مکلینو نے پوچھا۔

"نہیں باس!"

"کیوں؟"

"مادام بنی کی وجہ سے باس!"

"اس میں مادام کے لئے کیا دلکشی تھی؟" مکلینو نے پوچھا۔

"مادام بنی نے یہاں جو ماحول پیدا کر دیا تھا اس نے میرے لئے سخت مشکلات پیدا کر دی ہیں----- باس! مادام بنی نے مکلینو کے نام پر کچھ لوگوں کو میرے خلاف کارروائی پر مجبور کر دیا۔ اس کے بعد میرے خلاف خاصے ہنگامے ہوئے اور آخر ان ہنگاموں میں وہ دونوں نکل گئے اور اس کے بعد ان لوگوں نے اس جزیرے پر ہمارے ساتھ رہ کر کافی تباہی مچائی۔ مادام بنی اگر مجھ سے رابطہ قائم کرتیں۔ تو میں وہی کرتا جس کا وہ مجھے حکم دیتیں۔ لیکن انہوں نے مجھے غلط ٹریٹ کیا اور ان لوگوں کی بھرپور معاون بن گئیں۔ مجھے بتاؤ باس! کیا میری ان سے کوئی ذاتی دشمنی تھی۔ میری دشمنی صرف گروہ کے مفاد میں تھی۔" ہوریشو نے کہا۔

"جو کچھ ہو چکا ہوریشو! اس کو دہرانا بے کار ہے۔ اب مجھے یہ بتاؤ کہ موجودہ صورتحال کیا ہے؟"

"باس----- وہ دونوں مفرور ہیں۔ باقی تمام افراد پکڑے گئے ہیں جن کا ان سے کوئی خاص تعلق نہیں ہے۔" ہوریشو نے جواب دیا۔

"کیا وہ جزیرے سے نکل گئے؟"

"میں نہیں کہہ سکتا باس! اس سلسلے میں تو مادام بنی ہی صحیح بات بتا سکتی ہیں۔" ہوریشو بولا۔

"بنی کا کہنا ہے کہ وہ ان لوگوں کو جزیرے پر چھوڑ کر نکل گئی تھی۔" مکلینو نے کہا۔

"اوہ، مادام بنی کس طرح یہاں سے نکلیں؟"

"اس سوال کا جواب نہیں دیا جا سکتا۔" بنی نے کھردرے لہجے میں جواب دیا۔

"یوں بھی یہ سوال غیر متعلق ہے ہوریشو۔ ہمیں اس سلسلے میں ضد نہیں کرنی چاہیے۔ ہاں، کیا تم نے ان لوگوں سے معلومات حاصل کرنے کی کوشش کی جنہیں تم نے گرفتار کیا ہے؟"

"آپ کی مراد گولڈ مین اور اس لڑکی میری سے ہے؟" ہوریشو نے پوچھا۔

"ہاں، میرا مقصد وہی ہے۔"

"تو باس! گولڈ مین ایک غیر متعلق شخص ہے، اس شخص سے انکی ملاقات ایک مخصوص سلسلے میں ہوئی تھی اور میری کا تعلق بھی گرانٹ کی طرح گروہ ہی سے تھا----- چنانچہ یہ ہمارے لئے بیکار ہیں۔ مادام بنی کے کہنے پر میری نوئیل، ان کا ساتھ دینے پر آمادہ ہو گئی تھی اور رہا گولڈ مین، تو وہ تھا ہی ایک ایسا شخص جسے مکلینو سے پرخاش تھی----- بہر صورت ان دونوں کو گرفتار کر کے میں نے اوسلو بھیج دیا ہے۔"

"کہاں؟" مکلینو نے پوچھا۔

"اوسلو باس!"

"اوسلو۔" مکلینو نے زیر لب دہرایا۔

"ہاں باس! آپ کو علم ہے کہ اوسلو ہمارا مضبوط ہیڈ کوارٹر ہے۔"

"اوسلو-----" مکلینو کے لہجے میں غراہٹ تھی۔ "اس کا مطلب ہے ہوریشو! تم اپنے طور پر بہت کچھ کرتے رہے ہو؟"

"باس! اگر میں نے کچھ غلط کیا ہے تو میں آپ سے معذرت خواہ ہوں۔ لیکن آخری بار پھر میں یہ ہی کہوں گا کہ میں نے جو کچھ کیا ہے گروہ کے مفاد میں کیا ہے اور اگر مادام بنی نے میرے خلاف آپ کو بہت ہی بھڑکا دیا ہے تو میں اس سلسلے میں اسے اپنی بدقسمتی کے علاوہ کیا کہہ سکتا ہوں۔ حالانکہ اپنے مفاد اور گروہ کے مفاد میں خاصا فرق ہے۔"

"ہوریشو----- یہ بھولنے کی بات نہیں ہے کہ تم نے بنی کو قتل کرنے کی کوشش کی تھی۔ یہ الگ بات ہے کہ بنی تمہارے ارادوں کی بھینٹ نہ چڑھ سکی۔ حالانکہ اس نے تم سے یہ بھی کہا کہ تم مجھ سے رابطہ قائم کرو۔ لیکن مجھ سے رابطہ قائم کرنے کی بجائے تم نے اپنے طور پر سارے فیصلے کر لئے۔ کیا اس بات کو تمہاری وفاداری سے تعبیر کیا جا سکتا ہے؟"

"نہیں باس----- یہ غداری نہیں تھی۔ میں تم سے آخری بار کہہ رہا ہوں باس کہ یہ غداری نہیں تھی۔"

"پھر کیا تھا یہ؟" مکلینو غرایا۔

"باس! آپ غلط سمجھ رہے ہیں، بالکل غلط۔ آپ مادام بنی کی باتیں سننے کے ساتھ ساتھ میری نیت کے بارے میں بھی فیصلہ کر لیں۔ مجھے یقین ہے کہ آپ مجھے بے قصور پائیں گے۔" ہوریشو نے کہا۔

"ہوں۔" مکلینو نے ہنکارا بھرا اور پھر بولا۔ "اب ان دونوں کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے؟"

"ان دونوں ایشیائی باشندوں کے بارے میں؟"

"ہاں۔"

"اگر باس مجھے اجازت دیں، تو میں مادام بنی سے صرف ایک سوال کروں۔" ہوریشو نے سوال کیا۔

"کیا پوچھنا چاہتے ہو؟" مکلینو غرایا۔

"صرف یہ کہ اس بات کا جواب مادام بنی ہی دے سکتی ہیں کہ انہوں نے ان دونوں کو کہاں چھپایا ہے؟" ہوریشو نے سرد لہجے میں کہا اور بنی غرا کر کھڑی ہوگئی۔ وہ خونخوار نگاہوں سے ہوریشو کو دیکھ رہی تھی۔

"پیا! یہ سب کچھ کیا ہو رہا ہے؟" وہ وحشیانہ انداز میں مکلینو کا شانہ جھنجھوڑنے لگی۔

"ہوریشو! کیا تم یہ بات دعوے سے کہہ سکتے ہو؟"

"ہاں باس!"

"کوئی ثبوت ہے تمہارے پاس؟"

"لیکن باس! میں کم از کم دعوے یہ بات کہہ سکتا ہوں---- ہاں باس! اگر مجھے اجازت ہو تو جو کچھ میرے ذہن میں ہے یا دل میں ہے میں سب کچھ کہہ دوں---- باس اس کے بعد ہی فیصلہ کر سکیں گے۔" ہوریشو نے تیکھے لہجے میں کہا۔

"مثلاً"؟" مکلینو کا لہجہ حد درجہ سرد تھا۔

"مثلاً" یہ کہ مادام بنی ان ایشیائیوں سے بلکہ ان میں سے ایک سے ذہنی طور پر متاثر ہوگئی ہیں---- اور اب یہ سب کچھ ان کے مفاد میں کر رہی ہیں......"

دفعتہً بنی ہوریشو پر جھپٹ پڑی۔ حملہ اتنا اچانک تھا۔ ہوریشو کی سیاہ کھال پھٹ گئی جس سے سرخ خون رس آیا تھا۔

ہوریشو نے بنی کے ہاتھ پکڑنے کی کوشش نہیں کی تھی بلکہ وہ خود ہی چند قدم پیچھے ہٹ گیا اور پھر اس نے اسی پرسکون انداز میں مکلینو سے کہا۔

"ہاں باس! میں یہ دعویٰ غلط نہیں کر رہا، میں یہ بات ثبوت کے ساتھ کہہ رہا ہوں کہ مادام بنی اس ایشیائی باشندے سے متاثر تھیں۔"

"پیا---- پیا! اسے خاموش کر دو۔ ورنہ---- ورنہ....." بنی مکلینو کی طرف لپکی---- اس نے مکلینو کے ہولسٹر سے پستول نکالنے کی کوشش کی تھی۔ لیکن مکلینو نے اس کے بازو پر ہاتھ رکھ دیا۔

"نہیں بنی! مسٹر ہوریشو بذات خود ایک حیثیت رکھتے ہیں۔ وہ جو الزام تم پر لگا رہے ہیں اسے ثابت بھی کریں گے---- اور ہوریشو! اگر تم بنی پر یہ الزام ثابت نہ کر سکے تو میں تمہاری گردن تمہارے شانوں پر سے اتار لوں گا۔" مکلینو نے کہا اور ہوریشو نے سینے پر ہاتھ رکھ کر گردن جھکا دی تھی۔

"میں آپ کا یہ چیلنج منظور کرتا ہوں باس!" ہوریشو ادب سے بولا---- لیکن بنی پر دیوانگی طاری ہو رہی تھی۔ لیکن مکلینو کے اس طرح روکنے سے وہ رک گئی اور مکلینو نے ہوریشو کی طرف رخ کر کے کہا۔

"ہاں ہوریشو! تم اس سلسلے میں کیا کہنا چاہتے ہو؟"

"باس کو میرے ساتھ اوسلو تک چلنا پڑے گا۔"

"کیا مطلب---- کیا کہنا چاہتے ہو؟"

"اوسلو میں گولڈ مین اور نوئیل میری قید میں ہیں۔"

"پھر----؟"

"باس۔ نوئیل اس بات کی گواہی دے گی کہ اس نے خود ان دونوں ایشیائیوں میں سے ایک سے جسمانی رابطہ قائم کیا تھا اور مادام بنی اس دوسرے شخص سے منسلک تھیں۔ کیا مادام اس سے انکار کریں گی؟" ہوریشو نے کہا۔

"کیا تم اس بات کا اقرار کرو گی بنی؟" مکلینو نے پوچھا۔

"ہاں باس---- یقیناً"---- "اس کے علاوہ باس! ہلینا، جو ہماری ملازمہ ہے، اور کس کی مجال ہے کہ باس مکلینو کے سامنے جھوٹ بولنے کی کوشش کرے۔"

"ٹھیک ہے۔ حالانکہ ہوریشو---- میں یہاں بھی تمہارے ٹکڑے کر سکتا ہوں اور تمہیں اس گستاخ لہجے پر وہ سزا دے سکتا ہوں کہ موت کے بعد بھی یاد رکھو۔ لیکن ٹھیک ہے میں اوسلو چلنے کے لئے تیار ہوں۔"

"جیسا کہ باس کو معلوم ہے، اوسلو یہاں سے زیادہ دور نہیں ہے اور ہم لانچ سے بآسانی اوسلو تک پہنچ جائیں گے۔ میری دلی خواہش ہے باس کہ پہلے آپ اس سلسلے میں معلومات حاصل کرلیں اور اس کے بعد ہوریشو کے بارے میں فیصلہ کریں۔ جہاں تک ان ایشیائیوں کا تعلق ہے تو مادام بنی اس بارے میں بتائیں گی---- یا پھر اگر وہ مادام بنی سے دور ہیں تو پھر یہی سمجھنا چاہیے کہ شاید انہوں نے پوائنٹ فور کو چھوڑ دیا ہے اور کسی ایسی جگہ روپوش ہوگئے ہیں جہاں ہم ان پر ہاتھ نہیں ڈال سکتے۔"

"یہ بات بھی تمہارے خلاف جاتی ہے ہوریشو---- گویا صرف دو افراد' صرف دو' مکلینو کے پورے گروہ کو' مکلینو کے نائب ہوریشو کو چکمہ دے کر صاف نکل گئے ہیں۔"

"ہوریشو اپنی اس بے بسی کا اعتراف کرتا ہے باس!"

"تب مجھے تمہارے بارے میں کچھ سوچنا پڑے گا ہوریشو۔"

"باس! اس سلسلے میں آپ مختار ہیں---- اور ہوریشو ہر وہ کام کرنے کے لئے تیار ہے، جس کے بارے میں باس اسے حکم دیں۔"

"تم اوسلو چلنے کی تیاریاں کتنی دیر میں کر لو گے؟"

"جتنی دیر میں باس کا حکم ہو---- ویسے کیا باس یہ بتانا پسند کریں گے کہ باس ہیلی کاپٹر سے جانا پسند کریں گے یا لانچ سے؟"

"تم میرے ساتھ چلو گے ہوریشو؟"

"یقیناً" باس!"

"تب ہم ہیلی کاپٹر سے سفر نہیں کر سکتے۔"

"کیوں باس؟"

"ہمارے ساتھ ڈکسن اور ساریکا بھی چلیں گے اور ساتھ ہی چند دوسرے افراد بھی، جس کی وجہ

سے ہم ہیلی کاپٹر پر نہیں جاسکتے۔"

"جو حکم باس---- ہوریشو کو اس سلسلے میں کیا اعتراض ہو سکتا ہے۔"

"گویا اب تم اعتراض کی پوزیشن میں بھی آگئے ہو۔" مکلینو نے گردن ہلاتے ہوئے کہا اور خاموش ہو گیا۔

ہوریشو نے شانے اچکائے لیکن اس نے کوئی جواب نہیں دیا تھا---- مکلینو اس کے بعد خاموش ہی رہا۔ بنی بھی نارمل ہو گئی تھی---- ویسے میں میں نے اس کے چہرے پر ہلکے سے تردد کے آثار دیکھے تھے۔ غالباً" وہ سوچ رہی تھی کہ کیا نوئیل' میرے اور اس کے خلاف بیان دینے پر آمادہ کرلی گئی۔ ظاہر ہے یہ سب کچھ ہوریشو جیسے سخت گیر آدمی کے لئے مشکل نہ تھا---- نوئیل پھر بھی عورت تھی۔ بنی کچھ بھی سوچ رہی تھی یہ اس کا اپنا معاملہ تھا۔

لیکن میں اپنے بارے میں سوچ رہا تھا---- میں سوچ رہا تھا کہ مکلینو' ہوریشو کے سامنے کسی قدر بے بس سا نظر آرہا ہے۔ پتہ نہیں اس کے ذہن میں کوئی خاص خیال ہے یا پھر وہ بھی ہوریشو کی پراسرار قوتوں سے خائف ہے' جس طرح دوسرے---- نجانے مکلینو کی کیا چال تھی۔ بہرصورت میں محسوس کر رہا تھا کہ مکلینو عجب تماشا بن گیا ہے۔

میری اپنی پوزیشن اب بھی اتنی بری نہیں تھی' میں اگر چاہتا تو سردارے کو چھوڑ سکتا تھا اور اس کے بعد تو کوئی مسئلہ ہی نہ رہ جاتا تھا۔ میں یہاں سے فرار ہونے کی ہر ممکن کوشش کرتا اور مجھے یقین تھا کہ وہ لوگ سب مل کر بھی مجھے تنہا گرفتار نہیں کر سکتے تھے اور اس حالت میں جبکہ میں سوچ رہا تھا کہ خود ہوریشو کو بھی میرے بارے میں کوئی شبہ نہیں ہے۔ وہ مجھے ڈکسن ہی سمجھ رہا ہے۔

مکلینو نے ہوریشو کو اجازت دی کہ وہ چند لمحات کے اندر تیاریاں مکمل کرلے اور اس کے بعد مکمل خاموشی طاری رہی۔ بنی مکلینو ہی کے پاس تھی۔ اس نے بھی شاید احتیاط رکھنا مناسب ہی سمجھا تھا کہ ڈکسن کی حیثیت سے بھی اس نے مجھ سے ملنے کی کوشش نہیں کی' ورنہ مجھے یقین تھا کہ وہ مجھ سے بہت کچھ کہنے کے لئے بے چین تھی۔

موجودہ حالات میں مجھے فوری طور پر کوئی فیصلہ کرنا تھا۔ جو کچھ ہو رہا تھا وہ قطعی طور پر بے یقینی کیفیت رکھتا تھا۔

"اگر میری نوئیل ہوریشو کے چکر میں آچکی ہے اور زندگی کے خوف سے کچھ بتا چکی ہے یا بتا دیتی ہے تو پھر بنی کی پوزیشن بہت نازک ہو جاتی ہے۔"

مجھے اس بات سے کوئی دلچسپی نہیں تھی کہ مکلینو اس بات کے کھل جانے کے بعد بنی سے کیا سلوک کرے گا۔ چونکہ بہرصورت میں ڈکسن کی حیثیت رکھتا تھا اور جب تک بنی ہی یہ بات نہ بتائے کہ میں درحقیقت کون ہوں تو مکلینو کو میری طرف سے شبہ نہیں ہو سکتا۔ ویسے ہم جو کھیل' کھیل رہے تھے وہ خاص الجھا ہوا تھا۔

ہوریشو اور مکلینو دونوں چکرائے ہوئے تھے۔ ویسے یہ بات ابھی تک میرے علم میں نہیں آئی تھی کہ خود ہوریشو کس پوزیشن میں ہے؟ سردارے اس کے ہاتھ آیا یا نہیں---- اس بارے میں میں کچھ نہیں جانتا تھا۔ بظاہر یہی لگ رہا تھا کہ سردارے ابھی اس کی پہنچ سے باہر ہے۔ لیکن یہ سر

نکل کہاں گیا۔ اس کا مقصد ہے کہ سردارے نے بھی میری ہی لائنوں پر کام کرنا شروع کر دیا---- نوئیل پکڑی گئی---- لیکن سردارے نوئیل کے مسئلے میں جذباتی نہیں ہوا اور یہ بہرحال پر مسرت بات تھی۔ ویسے میں سردارے سے اچھی طرح واقف تھا۔ وہ نزاکتوں کو سمجھنے والا شخص تھا' مصلحتوں کا خیال کرتا تھا۔ بظاہر وہ جذباتی نظر آتا تھا لیکن ان معاملات میں وہ اس قدر جذباتی نہیں تھا کہ اپنی زندگی خطرے میں ڈال دیتا اور یہ اچھی ہی بات تھی۔

صورت حال کا یہ الجھا ہوا رخ کافی دیر تک میرے پیش نگاہ رہا اور اسکے بعد میں نے فیصلہ کرلیا کہ جو کچھ ہوگا' دیکھا جائے گا---- چنانچہ میں مطمئن ہو گیا اور میں نے خود کو حالات کے رخ پر چھوڑ دیا۔

جس جگہ مجھے قیام کرنے کے لئے کہا گیا تھا۔ میں وہاں چلا گیا اور آرام کرنے لگا۔ ساریکا میرے ساتھ ہی تھا لیکن میں نے اس پر کوئی توجہ نہیں دی---- وہ بھی شاید مجھ سے بے تکلف نہیں تھا اس لئے اس نے بھی اس دوران کوئی گفتگو کرنے کی کوشش نہیں کی۔

تقریباً" ایک گھنٹے کے بعد ہوریشو کا پیغام ملا اور میں اور ساریکا باہر نکل آئے۔ مکلینو' بنی' ہوریشو کے علاوہ دوسرے چند افراد بھی ہمارے ساتھ جانے کے لئے تیار تھے۔

ہم سب ساحل پر پہنچ گئے اور پھر وہاں سے ایک بڑے اسٹیمر پر سوار ہو گئے---- ہوریشو اسٹیمر کے پائلٹ کو ہدایات دینے لگا اور ہم سب خاموش اپنی جگہ بیٹھ گئے۔ تب مکلینو جھکا اور اس نے ساریکا سے پوچھا۔

"ساریکا! تم باہر گئے تھے؟"

"ہاں باس!"

"کیا پوزیشن تھی؟"

"کوئی خاص نہیں---- باہر کوئی نہیں تھا۔"

"ہوں۔" مکلینو نے گردن ہلائی اور خاموش ہو گیا۔

بنی عجیب سے انداز میں خاموش بیٹھی تھی اور اسٹیمر سمندر کی لہروں پر شور مچاتا ہوا آگے بڑھ رہا تھا---- اس کی رفتار تیز تھی۔

عجیب سا ماحول ہو گیا تھا---- بنی کے انداز سے پتہ چل رہا تھا' جیسے اس کے اندر طوفان اٹھ رہے ہوں۔ اس کی آنکھیں شدید خونی ہو رہی تھیں۔ میں محسوس کر رہا تھا جیسے بنی اندر ہی اندر دہشت زدہ بھی ہو۔ لیکن بہرصورت مضبوط عورت تھی اور خود کو سنبھالنے کی بھرپور قوت رکھتی تھی۔

مکلینو نے اس دوران بنی سے کوئی گفتگو نہیں کی تھی۔ ابھی زیادہ سفر نہیں ہوا تھا کہ مکلینو نے بنی سے کہا "بنی! ہوریشو نے جو کچھ کہا ہے مجھے اس پر یقین نہیں ہے تاہم میں اسے آخری حد تک پہنچانا چاہتا ہوں---- کیا تم اس سلسلے میں میری مدد نہیں کرو گی؟"

"آپ کو یقین نہیں ہے پپا!" بنی نے بھاری لہجے میں کہا۔

"ہاں۔ یقین کرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا' تم میری بیٹی ہو اور میں تمہیں اچھی طرح جانتا ہوں۔"

"اس کے باوجود آپ نے اس کتے کو' اس ذلیل انسان کو اتنی کھلی آزادی دے رکھی ہے پپا

----- آپ اس کی زبان سے ایسے الفاظ سن کر خود کو قابو میں رکھ سکے ہیں' مجھے اس پر حیرت ہے۔"

"اوہ بنی!" مکلینو کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ "ہوریشو خود کو بہت زیادہ سرد مزاج اور بہت زیادہ چالاک انسان سمجھتا ہے۔ لیکن نجانے کیوں اس قسم کے لوگ ذہن سے یہ بات نکال دیتے ہیں کہ گروہ کا آرگنائزر مکلینو ہے۔ جتنی چالاک لومڑیاں اس نے جمع کی ہیں' وہ ان کا کنٹرولر ہے اور اگر وہ ان لومڑیوں کے فریب میں آ جائے تو پھر اسکی حیثیت باقی نہیں رہ جاتی----- ہوریشو کو میں اسی کے داؤ پر چت کروں اور اس سلسلے میں مجھے تم سب کی مدد کی ضرورت ہے۔ تم اپنے آپ کو قابو میں رکھو بنی! تاکہ ہوریشو کو اس قسم کی کسی بات کا موقع نہ مل سکے جس سے وہ میرے عتاب سے نکلنے کی کوشش کرے۔" مکلینو نے بنی کو سمجھاتے ہوئے کہا۔

"مگر پپا! وہ میری کتنی توہین کر چکا ہے۔"

"اس کی کہی ہوئی ہر بات مجھ سے گزر کر تم تک پہنچتی ہے بنی! اس بات کو ذہن میں رکھنا۔"

بنی اس کے الفاظ پر غور کر رہی تھی۔ پھر وہ گردن ہلاتے ہوئے بولی۔ "ٹھیک ہے پپا----- آپ کے ان الفاظ نے مجھے نارمل کر دیا ہے ورنہ میرا تو دل چاہ رہا تھا کہ خودکشی کر لوں۔" بنی نے کہا لیکن مکلینو نے کوئی جواب نہ دیا۔

وہ خاموشی سے سمندر کی لہروں کو دیکھ رہا تھا اور اسٹیمر اوسلو کی جانب رواں دواں تھا۔

اوسلو کے بارے میں مجھے کچھ نہیں معلوم تھا۔ نجانے یہ جزیرہ کتنی دور تھا لیکن میں اس سے اجنبیت کا اظہار بھی نہیں کر سکتا تھا ممکن ہے ڈکسن کو ان تمام جگہوں کے بارے میں معلومات ہوں۔

اس دوران میری کوئی خاص حیثیت نہیں رہی تھی اور نہ ہی مجھ سے کچھ پوچھا گیا تھا۔ نہ ہی ہوریشو نے مجھے اپنے اعتماد میں لینے کی کوشش کی تھی۔ حالانکہ میری خواہش تھی کہ اگر ہوریشو میری طرف سے مطمئن ہے تو کوشش کرے کہ مجھے اپنی فیور میں لے لے----- بلاشبہ میں اس کے لئے کام کرنے کو تیار ہو جاتا۔

اور اس طرح مجھے سردارے کا پتہ معلوم کرنے میں آسانی ہوتی۔ بنی تو میری رازدار تھی ہی۔ ایسی شکل میں' میں اسے بھی سمجھا سکتا تھا کہ میں نے یہ رنگ کیوں بدلا ہے۔ لیکن یہ صورت حال اسی وقت مناسب تھی جبکہ ہوریشو میری طرف قدم بڑھانے کی کوشش کرے۔

چنانچہ ایک بار پھر میں نے خود کو حالات پر چھوڑ دیا اور سکون سے اس سفر کے اختتام کا انتظار کرنے لگا۔ مکلینو کے انداز سے معلوم ہوتا تھا کہ وہ خود بھی ہوریشو کی طرف سے مطمئن نہیں ہے۔ بنی کے ساتھ وہ جو سلوک کر رہا تھا اس سے بھی اندازہ ہوتا تھا کہ اس کا ذہن بنی کی طرف سے خراب نہیں ہوا ہے اور شاید اس نے ہوریشو کی بات پر یقین نہیں کیا ہے۔

پھر اوسلو نظر آنے لگا اور مکلینو' ہوریشو کے پاس جا کھڑا ہوا۔ اس وقت بنی کو موقع مل گیا اور وہ اسٹیمر کے ایک سنسان حصے کی طرف چل پڑی۔ اس نے مجھے بھی اشارہ کر دیا تھا اور میں بھی مودبانہ انداز میں اس کے پیچھے چل پڑا۔

ہم دونوں سمندر کی جانب دیکھنے لگے۔ تب بنی نے آہستہ سے مجھے پکارا۔ "نواز-----!"

"ڈکسن کہیں مادام!"

"اوہ' کوئی قریب نہیں ہے۔"

"دیواروں کے بھی کان ہوتے ہیں۔"

"صورت حال ایکدم بگڑ گئی ہے۔"

"ہاں کسی حد تک۔"

"میں تو خوفزدہ ہو گئی ہوں نواز-----"

"اوہ' اس کی ضرورت نہیں ہے بنی! صورت حال کچھ بھی ہو' ہماری اپنی ایک الگ حیثیت ہے اور جب ہم دیکھیں گے کہ حالات بگڑ گئے ہیں تو پھر اپنے طور پر کارروائی کریں گے۔"

"گویا نواز-----" بنی نے الجھے ہوئے انداز میں مجھے دیکھا۔

"ہاں کہو-----"

"گویا تم اپنے طور پر مطمئن ہو؟"

"تم نے نواز کو غیر مطمئن دیکھا ہے؟"

"نہیں۔ اور اسے حالات پر قابو پاتے ہوئے بھی دیکھا ہے' خواہ وہ مکلینو ہو یا ہوریشو-----"

"ہاں بنی۔ میں اپنی ذات میں ایک گروہ ہوں اور کسی طور خود کو بے بس نہیں پاتا۔" میں نے جواب دیا اور بنی ایک گہری سانس لے کر مسکرانے لگی۔

"ایک بات تو میں کہوں گی نواز----- تم واقعی اپنی ذات میں بہت کچھ ہو----- میں تو تمہیں جادوگر ہی کہوں گی نواز----- تم لرزتے ذہنوں کو ٹھہرا سکتے ہو' تم دلوں کو ڈھارس دیتے ہو' تم اپنے دشمنوں کو بدترین شکست دیتے ہو اور ہر قیمت پر ان پر حاوی رہتے ہو----- تم کیا ہو نواز؟"

"نواز۔" میں نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

"ہوریشو کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے؟"

"کس سلسلے میں؟"

"کیا مکلینو کو دیکھ کر وہ خوفزدہ نہیں ہو گیا ہے؟"

"میرا خیال ہے نہیں۔"

"اوہ' تمہیں یقین ہے۔"

"ہاں۔"

"تب پھر اس کی ایک ہی وجہ ہو سکتی ہے۔" بنی نے متفکر انداز میں کہا۔

"کیا؟"

"نوئیل-----" شاید نوئیل زبان کھول دے۔ تم جانتے ہو نواز! ہوریشو شیطان ہے' اس نے انہیں گرفتار کرنے کے بعد ایسا سلوک کیا ہو گا کہ----- نوئیل پاگل ہو گئی ہو گی۔"

"ممکن ہے۔"

"اگر نوئیل نے ہوریشو کی بات کی تائید کر دی تو----- میں نہیں کہہ سکتی کہ مکلینو کا کیا ردعمل ہو----- بہرحال میں نے ایک فیصلہ تو کر لیا ہے۔"

"کیا بنی؟"

"میں کسی کی بات تسلیم نہیں کروں گی خواہ کچھ بھی ہو۔"

"ہوں' آسان ترکیب ہے۔ تم نوئیل کے بارے میں کہہ سکتی ہو کہ ہوریشو نے نجانے اسے کس طرح اس جھوٹ پر آمادہ کرلیا ہے۔ ممکن ہے اسے زندگی کا خطرہ ہو۔"

"بالکل ٹھیک۔" بنی نے کہا۔

"گولڈ مین بھی گرفتار ہوگیا ہے۔"

"ہاں----اس کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے نواز؟"

"گولڈ مین کے بارے میں؟"

"ہاں۔"

"صرف یہ کہ وہ کسی قیمت پر زبان نہیں کھولے گا' میرا مطلب ہے ہمارے خلاف' مجھے بھروسہ ہے۔ البتہ بنی میں اپنے دوسرے ساتھی کے لئے پریشان ہوں۔"

"ویسے اندازہ تو ہوچکا ہے کہ وہ ان کے ہاتھ نہیں آیا۔"

"ممکن ہے ہوریشو جھوٹ بول رہا ہو۔"

"میرا خیال ہے ایسی بات نہیں ہے۔"

"کیوں؟" میں نے پوچھا۔

"اس لئے کہ اگر ہوریشو نے اسے گرفتار کرلیا ہوتا تو چھپانے کی ضرورت نہیں تھی اور پھر وہ ثبوت کے طور پر اس کا حوالہ بھی دے سکتا تھا اور ایک آدمی کی بات کرتا جس کا نام نواز ہے۔ لیکن وہ ان دونوں کے لئے سرگرداں ہے۔ جس کا مقصد ہے کہ تمہارا ساتھی ان کے ہاتھ نہیں لگا۔"

"ممکن ہے----ویسے اسے گرفتار کرنا آسان کام نہیں ہے بنی! وہ میرا ساتھی ہے اور میں نے زندگی میں کبھی کچے کھیل نہیں کھیلے۔" میں نے کہا اور بنی خاموش ہوگئی----ابھی تک کسی نے ہماری طرف توجہ نہیں دی تھی۔ جزیرہ اوسلو اب بالکل قریب آگیا تھا۔

ساحل پر بہت سے لوگ جمع ہوگئے تھے۔ وہ سب کے سب ہاتھ ہلا رہے تھے۔

"بنی----ان جزیروں سے تمہارا کیا واسطہ ہے' مجھے یہ بیحد عجیب لگتے ہیں۔"

"کیوں؟"

"لگتا ہے جیسے یہاں حکومت کا کوئی عمل دخل ہی نہ ہو۔"

"میں تمہیں پہلے بتا چکی ہوں کہ مکلینو نے بہت سے جزیرے خرید رکھے ہیں۔ وہ ایک بہت بڑے صنعتکار کی حیثیت سے بھی مشہور ہے اور بے شمار چیزیں مختلف ممالک کو ایکسپورٹ کرتا ہے۔ ان جزیروں پر بے شمار صنعتیں ملیں گی۔ لیکن سب ہی اسمگلنگ کے اڈے ہیں۔"

"تو اوسلو بھی اسی کا جزیرہ ہوگا؟"

"سو فیصد۔"

"کمال ہے۔ ایسے شخص کے لئے اتنی دولت کیا اہمیت رکھتی ہے۔"

"بات دولت کی نہیں' انا کی تھی۔"

"چلو ٹھیک ہے' اوسلو کا ساحل قریب آگیا ہے۔" میں نے کہا۔ اسٹیمر کی مشین بند ہوچکی تھی اور اب اسے ڈیک سے لگایا جارہا تھا۔

ساحل پر شور مچانے والے خاموش ہوگئے تھے۔ شاید مکلینو کو اسٹیمر پر پاکر سب ششدر رہ گئے تھے۔ انہیں اس کے اس طرح آجانے کی توقع نہیں ہوگی۔

پھر اسٹیمر ساحل سے لگ گیا اور لوگ نیچے اترنے لگے۔ میں بھی مودب انداز میں بنی کے پیچھے چل رہا تھا۔ مکلینو' ہوریشو اور دوسرے تمام لوگ تختوں کی گودی پر پہنچ گئے۔ ہوریشو نے چیخ کر اپنے آدمیوں سے کچھ کہا تھا۔ پھر زیادہ دیر نہیں لگی' ایک بڑی بگھی آکر کھڑی ہوگئی تھی۔ ہوریشو نے ادب سے مکلینو کو بگھی میں بیٹھنے کی پیشکش کی اور مکلینو بنی کے ساتھ بگھی میں بیٹھ گیا----خود ہوریشو اس کے ساتھ نہیں بیٹھا تھا اس لئے کسی دوسرے نے بھی جرات نہیں کی اور بگھی چل پڑی۔ ہوریشو کو میری طرف سے کوئی تشویش نہیں تھی۔ اس لئے اس نے ایک بار بھی میری طرف توجہ نہیں دی۔ اور ہم سب پیدل چل پڑے۔"

ہم لوگوں کو ایک علیحدہ عمارت میں پہنچا دیا گیا۔ لیکن میرے ایماء پر ساریکا نے اس بات پر اعتراض کیا اور ایک شخص سے کہنے لگا "ہم باس مکلینو کے پاس جانا چاہتے ہیں۔"

"کیوں؟" اس شخص نے کہا۔

"اس لئے کہ ہم اس کے ساتھ آئے ہیں۔" ساریکا نے جواب دیا۔

"اس سے کیا فرق پڑتا ہے؟" وہ لاپروائی سے بولا اور آگے بڑھنے لگا لیکن دوسرے لمحے ساریکا نے اس کا گریبان پکڑ لیا تھا۔

"میں مکلینو کے پاس جانا چاہتا ہوں۔ سمجھے؟" اس نے خونخوار لہجے میں کہا اور اسی وقت چند لوگ بھی اس طرح متوجہ ہوگئے۔

"اس میں کیا حرج ہے جارج۔ تم اس سے اس طرح کیوں پیش آرہے ہو۔ ہمیں باس کے ساتھ آنے والوں کا احترام کرنا چاہیے۔" دوسرے چند لوگ بولے اور بات رفع دفع ہوگئی۔ ہم لوگوں کو اس عمارت میں پہنچا دیا گیا جہاں مکلینو موجود تھا۔

ہم مکلینو کے پاس پہنچ گئے۔ بنی اور مکلینو تنہا تھے۔ مکلینو کسی سوچ میں ڈوبا ہوا تھا۔

"باس۔ ہوریشو اور اس کے ساتھیوں کا رویہ بہت سخت اور غیر دوستانہ ہے۔" ساریکا نے کہا۔

"اوہ' کیا بات ہے؟" مکلینو نے بھنویں اچکا کر پوچھا۔

"ہمیں ایک دوسری عمارت میں بھیج دیا گیا تھا۔ ہم نے کہا کہ ہم باس کے پاس رہنا چاہتے ہیں تو لاپرواہی کا مظاہرہ کیا گیا ہے جیسے ہم قطعی بے حیثیت ہوں۔"

"پھر؟"

"پھر چند دوسرے لوگوں نے مداخلت کی۔ تب ہمیں آپ کے پاس پہنچایا گیا۔" ساریکا نے جواب دیا۔

"ہوں۔ ہوریشو اپنی اوقات بھول گیا ہے۔" مکلینو نے کہا۔

"اس نے مادام بنی کے بارے میں جو کچھ کہا ہے باس ہم اسے برداشت نہیں کرپا رہے۔"
"برداشت کرو۔" مکلینو سخت لہجے میں بولا۔
"لیکن باس......" ساریکا مضطربانہ انداز میں ہاتھ ملنے لگا۔ میں نے بالکل خاموشی اختیار کررکھی تھی اور اس وقت یہ ضروری بھی تھی کیونکہ میں کھیل بدلنے کا فیصلہ کرچکا تھا اور اس کے لئے ضروری تھا کہ اپنے خیالات محفوظ رکھے جائیں۔

مکلینو ساریکا کو گھورتا رہا اور پھر اس نے نرم لہجے میں کہا۔ "ہوریشو کو پوری طرح روشنی میں لے آؤ تاکہ جب اس پر گرفت کی جائے تو دل کو افسوس نہ ہو۔"
"لیکن وہ گیا کہاں ہے پپا؟" بنی نے پوچھا۔
"کہیں بھی گیا ہو۔ ہمیں بے فکر رہنا چاہیے۔" مکلینو نے جواب دیا۔

اور پھر مدت گئے تک پرسکون رہا جب کہ سب لوگوں کی بری حالت تھی۔ سب شدت سے انتظار کرتے رہے۔ یہاں تک کہ رات گہری ہوگئی۔ اور تب چند افراد اس بڑے کمرے میں داخل ہوگئے۔ ان میں سے ایک نے ادب سے سر جھکاتے ہوئے کہا۔

"مسٹر ہوریشو نے درخواست کی ہے باس کہ آپ مادام بنی اور اپنے ساتھیوں کے ساتھ ڈریگانو میں تشریف لے چلیں۔ مسٹر ہوریشو وہاں آپ کے سامنے کچھ پیش کرنا چاہتے ہیں۔"
"اوہو گویا ہماری طلبی ہوگئی ہے۔" مکلینو خفیف سی مسکراہٹ کے ساتھ بولا۔
آنے والوں نے اس بات کا کوئی جواب نہیں دیا تھا۔ بہر صورت مکلینو کھڑا ہوگیا اور کہنے لگا۔
"چلو۔"

میں مکلینو کے انداز پر غور کررہا تھا اور سوچ رہا تھا کہ آخر مکلینو اس قدر نرم کیوں پڑ گیا ہے؟ کیا اسے اس بات کا احساس ہوگیا ہے کہ ہوریشو خاصی قوت پکڑ چکا ہے اور اس سے اختلاف یہاں اس کے لئے خطرے کا باعث بن سکتا ہے اور اگر یہ بات تھی تو بہر صورت خاصی مایوسی کی بات تھی۔ بہرحال یہ سب کچھ مجھے اچھا نہیں لگا۔

بہر صورت میرا مسئلہ نہیں تھا۔ میں تو ان دونوں سے نبٹ سکتا تھا لیکن نجانے کیوں مجھے مکلینو کی یہ بے بسی پسند نہیں آرہی تھی۔ تاہم میں نے ذہن کو جھٹکا' مجھے کیا پڑی ہے' ان دونوں کے درمیان جس قدر چل جائے میرے لئے تو بہتر ہے۔ میں بہر صورت ان کے چکر میں پڑ گیا تھا اور یہاں سے نکلنا بھی چاہتا تھا۔ البتہ میری خواہش تھی کہ سردارے میرے ہاتھ لگ جائے۔ سردارے بھی مل جاتا تو میں یہاں سے فرار ہونے میں ہرگز دریغ نہ کرتا۔

ڈریگانو کے بارے میں مجھے ہرگز کچھ معلوم نہیں تھا کہ یہ کونسی جگہ ہے لیکن ہمیں جزیرے کے پہاڑی علاقے کی جانب لے جایا جارہا تھا۔ مکلینو بھی بڑے نرم انداز میں چل رہا تھا۔ اس کے انداز میں اس قسم کا کوئی احساس نہیں تھا کہ وہ ہوریشو کی اس حرکت سے ناخوش ہو۔

بڑے پرسکون انداز میں چلتا ہوا وہ پہاڑیوں کے نزدیک پہنچ گیا ایک بہت بڑے پہاڑی غار کے آگے چند افراد کھڑے تھے۔ مکلینو کو دیکھ کر وہ ادب سے ایک جانب ہوگئے۔ مکلینو نے اپنے ساتھ آنے والوں کو دیکھا اور غار میں داخل ہوگیا۔

دہانہ تو اتنا کشادہ نہیں تھا جتنا کہ غار اندر سے کشادہ تھا۔ ایک بہت بڑا ہال نظر آرہا تھا۔ تاحد نگاہ اس کی چوڑائی پھیلی ہوئی تھی۔ خاصا بلند تھا۔ یوں لگتا تھا جیسے اس غار کی اس تراش کو انسانوں نے نہ بنایا ہو۔ بہت خوبصورت تھا۔ سامنے ہی ایک بہت بڑا چبوترا بنا ہوا تھا جسے اسٹیج کہا جاسکتا تھا۔

غار کے اندر بہت سے سوراخ تھے جو خاصے بلند و بالا تھے اور باقاعدہ۔ دروازے کی صورت رکھتے تھے۔

مکلینو نے بغور اس ہال کا جائزہ لیا اور اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔
"ہوں۔ اس کا مقصد ہے کہ ہوریشو نے اپنے طور پر بہت کچھ کر رکھا ہے۔" اس نے عجیب سے انداز میں کہا اور پھر بنی سے بولا۔
"بنی مجھے محسوس ہو رہا ہے کہ ہوریشو کے ارادے اچھے نہیں ہیں۔"
"پپا میں نے تو آپ سے پہلے ہی کہا تھا۔ آپ ہی اس پر بہت زیادہ اعتماد کرتے ہیں۔ مجھے بتایئے پپا آپ کو کیا ہوگیا ہے' آپ اس کے احکامات کی پابندی کررہے ہیں جب کہ آپ کی زبان کی ایک جنبش اسے زندگی سے محروم کرسکتی ہے۔ سخت افسوس ہوا ہے۔ یہ سب کیا ہے پپا؟"
"بنی۔ تھوڑا سا صبر کرو۔ جو کچھ ہے سامنے آجائے گا۔"
"دیکھیں پپا۔" بنی نے مایوسی سے کہا اور مکلینو چاروں طرف دیکھنے لگا۔ اسی وقت عقب سے ایک خوفناک گڑگڑاہٹ سنائی دی اور ہم لوگوں نے پلٹ کر دیکھا۔

غار کا دروازہ ایک وزنی چٹان سے بند کردیا گیا تھا اور پھر دفعتاً وہ سوراخ روشن ہوگئے جو غار میں چاروں طرف پھیلے ہوئے تھے ہر سوراخ میں سے روشنی پھوٹ رہی تھی۔ پھر ان میں سے آدمی نکلنا شروع ہوگئے۔

لیکن ان لوگوں کو دیکھ کر خود مکلینو بھی حیران رہ گیا تھا۔ یہ سب سیاہ فام افریقی تھے۔ ان کے بدن ننگ دھڑنگ تھے۔ ان کے نچلے جسم کو کھالیں ڈھانپے ہوئے تھیں۔ ان کے باقی جسم برہنہ تھے اور ان پر افریقیوں کے مخصوص نشانات بنے ہوئے تھے۔ ان کے سروں پر پروں کے اور دوسرے قسم کے تاج تھے لیکن ایک بات عجیب تھی۔ وہ یہ کہ یہ سب جدید ہتھیاروں سے مسلح تھے۔ ان کے ہاتھوں میں جدید ترین رائفلیں تھیں اور وہ مکمل طور پر مسلح نظر آرہے تھے۔ چہروں پر افریقی باشندوں ہی کی سی وحشت تھی۔ عجیب سی ہیئت کے حامل تھے یہ لوگ۔

پھر دفعتاً کہیں سے ایک بھاری آواز ابھری' یہ آواز بہت عظیم الشان گھنٹہ بجنے کی تھی۔ اور اچانک چبوترے کے پیچھے ایک دروازہ نمودار ہونے لگا۔ سل ہٹنے لگی اور جب وہ بالکل ہٹ گئی تو اس پر ایک شخص کھڑا ہوا نظر آیا۔

یہ ہوریشو تھا۔ سیاہ فام ہوریشو جو اس وقت برہنہ تھا۔ اس کے نچلے جسم پر شیر کی کھال کا ٹکڑا بندھا ہوا تھا۔ ماتھے پر ایک چھوٹی سی پٹی بندھی ہوئی تھی------
وہ عجیب سے انداز میں کھڑا ہوا تھا۔ اس کے عقب میں آگ روشن تھی۔ تب تمام سیاہ فام اس کے سامنے رکوع کی حیثیت سے جھک گئے۔ اور انہوں نے آہستہ آہستہ افریقی زبان میں کچھ کہا۔ ہوریشو نے بھی اس کے جواب میں ان سے کچھ کہا اور وہ سیدھے کھڑے گئے۔ تب ہوریشو نے

مکلینو کی جانب دیکھا اور بولا۔

"اس وقت میں تمہیں باس نہیں کہوں گا مکلینو کیونکہ اس وقت..... ان سب کے سامنے میں تم سے برتر ہوں۔ میں اپنی اس حیثیت میں تمہارے سامنے آیا ہوں مکلینو جس میں پورا قبیلہ میری عزت کرتا ہے۔ شاید تمہیں اس بات کا علم ہے کہ میں اس عظیم الشان قبیلے کا روحانی پیشوا ہوں۔ میں نے اس وقت' ان حالات میں اپنے ان خاص لوگوں کو اس جگہ طلب کیا ہے جو مجھے دیوتا کی حیثیت سے جانتے ہیں اور مکلینو یہ لوگ بھی اس بات کو پسند نہیں کریں گے کہ تم میرے سامنے نہ جھکو۔" ہوریشو نے کہا۔

مکلینو کے ہونٹوں پر معنی خیز مسکراہٹ پھیل گئی تھی۔ اس نے ہوریشو کی جانب دیکھا اور پھر وہ رکوع کے انداز میں جھک گیا۔ وہ جھکا تو دوسرے تمام لوگ بھی اسی انداز میں جھک گئے۔ ان میں بینی بھی شامل تھا۔ لیکن بینی اسی طرح کھڑی رہی۔ اس کے چہرے پر سخت وحشت کے آثار تھے۔

"پپا..... پپا۔" اس نے عجیب سے لہجے میں کہا۔

"بینی تماشا دیکھو۔" مکلینو مسکرا کر بولا۔

"میں اس تماشے کو دیکھنے کی بجائے اپنی آنکھیں پھوڑ لینا پسند کروں گی۔" وہ غرائی ہوئی آواز میں بولی۔

"تم کچھ نہیں کرو گی بینی' صرف خاموشی سے حالات کا جائزہ لو گی۔" مکلینو نے بھاری لہجے میں کہا۔

"پپا آخر آپ کو ہو کیا گیا ہے؟"

"مجھے کچھ نہیں ہوا بینی بلکہ ہوریشو کو کچھ ہو گیا ہے۔" مکلینو نے مضبوط لہجے میں کہا اور میں اس کے لہجے پر غور کرنے لگا۔ اس کا لہجہ ظاہر کر رہا تھا کہ مکلینو بھی اندر سے کافی مضبوط ہے۔ بہرصورت تماشا بڑے خوبصورت مرحلے میں داخل ہو گیا تھا۔ دیکھنا یہ تھا کہ کون کیا ہے۔

"میں تمہارا شکریہ ادا کروں گا مکلینو..... اور اس بات کو تمہاری اچھائیوں میں شامل کر دوں گا۔ کہ تم نے بہرصورت میرا مان رکھا۔ ان لوگوں کو میں نے اس لئے طلب کیا کہ تم اپنی بیٹی کے کہنے میں آ کر میرے بارے میں غلط انداز میں سوچنے لگے ہو۔ مکلینو نے جس انداز میں گروہ کے لئے کام کیا ہے۔ شاید اگر تم اس پر غور کرو تو تمہیں احساس ہو گا کہ میں تمہارے گروہ کے لئے ایک مضبوط ستون ثابت ہوا ہوں۔"

"بہرصورت میں اپنے احسانات گنانا نہیں چاہتا۔ ہاں میں تم سے تمہارے آئندہ پروگرام کے بارے میں پوچھنا چاہتا ہوں۔ میں جاننا چاہتا ہوں کہ وہ اقدامات جو تم کرو گے وہ کیا ہوں گے؟"

"تمہاری بات تشنہ رہ گئی ہے ہوریشو؟" مکلینو نے کہا۔

"کونسی بات؟"

"یہی کہ ان لوگوں کو کس لئے طلب کیا گیا ہے؟"

"میں بتا چکا ہوں مکلینو۔ کہ مجھے تمہارے ارادوں میں بدنیتی کا احساس ہوا تھا۔" ہوریشو نے کہا۔

"یعنی۔؟" مکلینو نے بھاری لہجے میں پوچھا۔

"یعنی یہ کہ شاید بینی کے کہنے پر تم میرے خلاف کارروائی کرنے کا فیصلہ کر لیتے۔" ہوریشو نے کہا۔

"ہوریشو تم اس قبیلے کے روحانی پیشوا ہو اور میں نے تم سے صرف اس لئے تعاون کیا ہے کہ تم ہمیشہ مجھ سے تعاون کرتے رہے ہو۔ میں تمہاری اس حیثیت کو برقرار رکھنے کے لئے جھک گیا ہوں۔ لیکن کیا تم مکلینو کو بے بس سمجھتے ہو' کیا تم نے مکلینو کو اس قدر مجبور سمجھ لیا ہے کہ تم ایسی گفتگو کر رہے ہو۔"

"اس کا فیصلہ تھوڑی سی گفتگو کے بعد ہی ہو گا مسٹر مکلینو۔" ہوریشو نے تیز لہجے میں کہا۔

"ہاں ہاں تو وہ گفتگو کرو' شروع کرو۔"

"میں ایک بار پھر الزام لگاتا ہوں کہ تمہاری بیٹی یعنی بینی ان ایشیائیوں سے جسمانی تعلقات قائم کر چکی ہے' یہ ان سے اس طرح متاثر ہو گئی ہے کہ ان کی حفاظت پر آمادہ تھی۔ چنانچہ میں نے اس سلسلے میں مداخلت کی۔ اگر یہ مسئلہ یہیں تک ہوتا تو شاید میں برداشت کر لیتا۔ لیکن ان ایشیائیوں نے میری حیثیت کو چیلنج کیا تھا اور میری حیثیت کو کیا جانے والا چیلنج نہ صرف میرے لئے تکلیف دہ ہے بلکہ میرا پورا قبیلہ اس چیز کو ناپسند کرے گا کہ روحانی پیشوا کسی بھی شخص سے اس طرح مرعوب ہو گیا کہ ان پر قابو نہ پا سکا۔ میں ان لوگوں کے ساتھ مخلص ہوں' اور جب تک میری قوت برقرار رہے گی تو میں ان کا ساتھ دیتا رہوں گا' اور اس سلسلے میں کسی کو حارج دیکھنا پسند نہیں کروں گا۔"

"اوہ۔ اچھا۔ تو بینی کے بارے میں تمہارے یہ خیالات ہیں؟"

"ہاں مکلینو' خیالات ہی نہیں بلکہ یقین بھی ہے۔"

"لیکن تم اس کا ثبوت دے رہے تھے۔؟"

"ہاں میں نے اس لڑکی نوئیل کا تذکرہ کیا تھا اور اس کے ساتھ ہی ایڈنا کا بھی۔ یہ دونوں لڑکیاں تمہیں اس بارے میں بتائیں گی۔"

"کہاں ہیں وہ؟" مکلینو نے پوچھا اور ہوریشو نے ایک انگلی اٹھا دی اور غار کا ایک سوراخ روشن ہو گیا۔

غار کے ایک سوراخ سے چار آدمی دو لڑکیوں کو بازوؤں سے تقریباً گھسیٹتے ہوئے انداز میں اندر لے آئے۔ ان میں ایک نوئیل اور دوسری ایڈنا تھی۔

"نوئیل کی حالت بہت بری محسوس ہو رہی تھی۔ اس کا لباس پھٹا ہوا تھا اور جسم پر خون کے چھوٹے چھوٹے دھبے نظر آ رہے تھے۔"

اسے ہال کے ایک حصے میں دھکا دے دیا گیا جب کہ دوسری لڑکی اطمینان سے ایک طرف کھڑی ہو گئی۔ نوئیل وحشیانہ انداز میں کھڑی تھی اس نے چاروں طرف دیکھا اور مکلینو کو دیکھ اس کے چہرے پر عجیب سے تاثرات ہو گئے۔

"باس۔ باس تم بھی یہاں موجود ہو۔ اوہ مادام بینی بھی یہاں ہیں۔" دوسرے لمحے اس نے عجیب سے لہجے میں کہا اور پھر آہستہ آہستہ گردن جھکا لی۔

تب ہوریشو نے آہستہ لہجے میں اسے پکارا۔ "نوئیل' اس ایشیائی..... شخص کے ساتھ تم نے بینی کو

کس ماحول میں دیکھا تھا۔"

"بکواس مت کرو۔ ذلیل کتے۔ تو مادام پر الزام لگانا چاہتا ہے' میں تیری حیثیت' تیری شخصیت پر تھوکتی ہوں۔" نوئیل نے خونخوار لہجے میں کہا۔ اور ہوریشو ایک قدم پیچھے ہٹ گیا لیکن اس کے چہرے کی مسکراہٹ بدستور قائم رہی پھر وہ بولا۔

"نوئیل تم کسی دباؤ میں نہیں ہو' جو کچھ کہنا چاہتی ہو جس انداز میں مجھ سے کہہ رہی تھیں اسی انداز میں کہو۔" ہوریشو نے انتہائی نرمی سے کہا۔

"تو بکواس کرتا ہے۔ باس اس شخص نے میرے جسم پر بے شمار زخم لگائے ہیں اور مجھے اس بات پر آمادہ کیا ہے کہ میں تمہارے سامنے مادام بنی پر الزام لگاؤں۔ لیکن اب مجھے کسی کی پرواہ نہیں ہے باس۔"

"اوہ۔ ہوریشو یہ کیا کہہ رہی ہے۔" مکلینو نے تمسخرانہ انداز میں ہوریشو کی طرف دیکھا۔

"جھوٹ بول رہی ہے مکلینو جھوٹ بول رہی ہے۔ لوکوشا......" ہوریشو نے ایک طرف منہ کرکے کسی کو آواز دی اور ایک سیاہ فام آگے بڑھ آیا.........

"اس لڑکی نے مجھ سے وعدہ کیا تھا لوکوشا' کہ وہ اس شخص کے سامنے وہ کہے گی۔ جو مجھ سے کہہ چکی ہے۔ لیکن اسے دیکھ کر یہ اپنے وعدے سے پھر گئی ہے تمہارے خیال میں اس کو صحیح راستہ کیسے دکھایا جاسکتا ہے......؟"

وحشی صفت آدمی کے دانت باہر نکل آئے' بڑی خوفناک شکل تھی وہ آہستہ آہستہ نوئیل کی طرف بڑھا۔ اور میرے بدن میں اینٹھن پیدا ہونے لگی۔

مجھے اندازہ ہو رہا تھا کہ کوئی خراب صورت حال پیش آنے والی ہے۔ نوئیل بری طرح بپھری ہوئی تھی۔ اس نے اس سیاہ فام کو دیکھ کر بھی کسی خاص رد عمل کا اظہار نہیں کیا۔ تب وہ اس کے قریب پہنچ گیا۔

"لڑکی۔ اوبونا کیا کہہ رہا ہے؟"

"جو کچھ کہہ رہا ہے جھوٹ بول رہا ہے۔" نوئیل نے بپھرے ہوئے انداز میں کہا۔

"اوہ' اوبونا جھوٹ نہیں بولتا۔" وحشی نے گردن ہلائی۔ "اور تیری زبان اوبونا کی شان میں گستاخی کر رہی ہے۔"

دوسرے لمحے اس نے نوئیل کی گردن اپنے بازو میں دبوچ لی۔ پھر اس نے زور سے گردن دبائی اور نوئیل کی آنکھیں باہر آگئیں۔ اس کا منہ کھل گیا تھا۔ گردن زیادہ دبانے کی وجہ سے اس کی زبان باہر نکل آئی تھی۔

وحشی نے نوئیل کی زبان اپنی انگلیوں میں لے لی۔ اور وہ اسے باہر کھینچنے لگا۔ نوئیل بری طرح تڑپ رہی تھی اور چند ساعت کے بعد نوئیل کی کربناک چیخ گونجی اس کی زبان باہر نکل آئی تھی۔

دہشت زدہ آنکھیں حلقوں سے ابل پڑی تھیں اور وحشی کے ہاتھ میں دبی ہوئی زبان سے خون ٹپک رہا تھا اس نے نوئیل کو دھکا دیا اور وہ ماہی بے آب کی طرح گر کر زمین پر تڑپنے لگی۔ وحشی کے ہاتھ میں دبی ہوئی زبان کے ساتھ نوئیل کے حلق کا بہت سا گوشت بھی تھا۔ اس نے زبان بڑے احترام سے اپنے دونوں ہاتھ میں رکھی۔ اور آہستہ آہستہ اس جگہ بڑھنے لگا جہاں ہوریشو کھڑا تھا۔

نوئیل زمین پر ابھی تک تڑپ رہی تھی۔ تب وحشی نے وہ زبان ہوریشو کے قدموں میں

اور خود ادب سے سر جھکا کر کھڑا ہو گیا۔

مکلینو کا پورا بدن غصے سے کانپ رہا تھا اور میں ساکت و جامد نگاہوں سے نوئیل کو دیکھ رہا تھا جو ہال میں تڑپ تھی۔ پھر آہستہ...... آہستہ اس کا بدن سرد ہو گیا۔

بنی بھی پتھر کے بت کی طرح ساکت ہو گئی تھی ظلم کا یہ انداز اس سے پہلے دیکھنے میں نہیں آیا تھا۔ ہوریشو بدستور پرسکون انداز میں مسکرا رہا تھا۔

پھر اس نے ایڈنا کی طرف دیکھا۔ "تو کیا کہتی ہے ایڈنا۔" وہ بہت ہی نرم لہجے میں بولا۔

"باس میں نے اپنی آنکھوں سے مادام بنی کو اس ایشیائی نوجوان کی آغوش میں دیکھا تھا۔ یہ دونوں لباس سے عاری تھے...... اور...... اور......" اور ایڈنا بے ہوش ہو کر زمین پر گر پڑی۔

☆ ☆ ☆

ایڈنا کی بے ہوشی بے حد پر اثر تھی۔ خوفزدہ لڑکی نے جس انداز سے یہ جملے کہے تھے۔ وہ بڑا تاثر انگیز تھا۔ گویا خوف کی انتہا نے اس کے حواس چھین لئے تھے۔ مکلینو کے چہرے پر خون ہی خون نظر آرہا تھا۔ لیکن خوفناک ہوریشو اسی طرح پرسکون تھا۔ پھر اس نے مکلینو کی طرف دیکھا۔

"ہاں!" مکلینو نے ایک ٹھنڈی سانس لے کر جواب دیا۔

"اب گریٹ مکلینو کا اس بارے میں کیا خیال ہے؟"

"ہوریشو میں صرف یہ جاننا چاہتا ہوں کہ تم باغی کیوں ہو گئے؟"

"باس------ میں اب بھی تمہیں باس کہنے میں کوئی برائی محسوس نہیں کرتا لیکن ہوریشو کی جو حیثیت تھی اسے بہت سارے مواقع پر نظر انداز کیا جاتا رہا ہے۔ ہوریشو اس جدید دنیا میں نئی حیثیت حاصل کر چکا ہے اس نے بہرحال اس حیثیت کو متاثر نہیں کیا جس کا مظاہرہ تم اب دیکھ رہے ہو۔ باس مکلینو افریقہ کا ایک طاقتور قبیلہ مجھے آج بھی اپنا روحانی پیشوا مانتا ہے۔"

"اس بارے میں' میں جانتا ہوں ہوریشو۔" مکلینو تیکھے لہجے میں بولا۔

"مکلینو تم اس کے بارے میں نہیں جانتے۔ اگر جانتے ہوتے تو یہ سوال نہ کرتے' میرے قبیلے کے ہر نوجوان کی خواہش یہی ہے کہ وہ میرے اشارے پر اپنی گردن اتار کر رکھ دے اس طرح باس ہوریشو کسی بھی صورت میں مکلینو سے کم نہیں ہے ہاں اس بات کو اس نے ہمیشہ تسلیم کیا ہے کہ مکلینو کے گروہ میں شامل ہو کر اسے وہ مراعات حاصل ہو گئی ہیں جو وہ چاہتا تھا لیکن باس تمہیں یہ بھی یاد ہو گا کہ ہوریشو نے اس گروہ کے لئے ہر لمحے کٹھن محنت کی ہے اور اس قدر کٹھن محنت کہ گروہ کا کوئی دوسرا شخص اتنی محنت نہیں کر سکتا تھا۔ کیا میں غلط کہہ رہا ہوں باس!"

"نہیں۔" اس کا مجھے اعتراف ہے۔" مکلینو مضبوط لہجے میں بولا۔

"میں نے بارہا گروہ کو مشکلات سے نکالا ہے مکلینو جس سے نکلنا بہرحال گروہ کے لئے مشکل تھا' ایسی صورت میں ہوریش مکلینو کو تو باس مان سکتا تھا کیونکہ مکلینو وہ شخص تھا جس نے ہوریشو کو زندگی کی ابتداء کرنا سکھایا تھا جس کے لئے وہ افریقہ کا خوبصورت علاقہ چھوڑ کر یہاں آیا تھا' لیکن باس یہ بات تو ناممکن ہے اور نامناسب کہ ہوریشو مکلینو کے علاوہ دوسروں کے احکامات کی پابندی بھی کرتا پھرے ایسا نہیں ہو سکتا باس۔"

”دوسروں سے تمہاری مراد کیا ہے ہوریشو۔“

”میری مراد‘ باس میں آپ کی بیٹی بنی کی طرف اشارہ کر رہا ہوں۔ بنی آپ کی بیٹی ہے باس اور اس حیثیت سے میں اسے بچی کی مانند تو قبول کر سکتا ہوں باس کی مانند نہیں۔ یہ بات نہ صرف میرے لئے ہی توہین کا باعث نہیں بلکہ میرے پورے قبیلے کے لئے توہین کا باعث ہے کہ میں کسی عورت کے احکامات کا غلام رہوں۔“

”ہوریشو ایک بات تو بتاؤ۔؟“ مکلینو سرد لہجے میں بولا۔

”پوچھو مکلینو۔“

”بنی کی گروہ میں جو حیثیت ہے کیا تم اس سے انکار کرتے ہو۔؟“

”نہیں باس۔ بلاشبہ اس کی حیثیت سے میں انکار نہیں کر سکتا۔ لیکن وہ نہ تو عقل میں نہ طاقت میں نہ ذہانت میں ہوریشو کے مقابل ہے اور نہ ہی اس کی کوئی دوسری حیثیت تسلیم کی جاسکتی ہے۔ میں نے عرض کیا ناکہ میں اسے مکلینو کی بیٹی کی حیثیت سے پیار تو کر سکتا ہوں لیکن ایک باس کی حیثیت سے قبول نہیں کر سکتا اس نے مجھے ایک غلام ہی کی طرح ٹریٹ کیا تھا۔ اس نے مجھے جزیرے سے نکل جانے کا حکم دیا تھا۔ اور مسٹر مکلینو ہوریشو کے لئے یہ بات ناقابل قبول ہے۔ میں نے محسوس کیا تھا کہ بنی قدم قدم پر میری توہین کرنا چاہتی ہے۔ لیکن میں اسے نظر انداز کرتا رہا۔ اور مسٹر مکلینو جب میں جھلا گیا تو میں نے اسے قتل کرنے کی کوشش کی بہرصورت یہ الگ بات ہے کہ وہ بچ گئی۔ اور جس لئے بچ گئی میں نے اس بات پر بھی غور کیا میں نے محسوس کیا کہ گروہ کے تمام افراد مکلینو کا ہی ساتھ دیں گے بہت کم ایسے لوگ ہیں جو ذاتی طور پر صرف اور صرف میرے لئے کام کریں گے۔ چنانچہ ایسی صورت میں جب میری حیثیت خراب ہو رہی تھی میں ان لوگوں پر بھروسہ نہیں کر سکتا تھا۔ چنانچہ میں نے اس صورت میں اپنے قبیلے کے تربیت یافتہ دستے کو استعمال کیا جسے میں نے انتہائی خصوصی موقع کے لئے ریزرو کر رکھا تھا۔“

”ہوں۔“ مکلینو نے گہری سانس لی۔ ”ہوریشو کیا تم یہ بتانا پسند کرو گے کہ تم نے افریقہ کے ان تربیت یافتہ لوگوں کو کسی خصوصی موقع کے لئے ریزرو کیوں کیا۔“

”یہ میرا ذاتی اقدام تھا مکلینو ۔ میں نے انہیں اپنی ذاتی ضروریات کے لئے تربیت دی تھی۔ اور میں پسند نہیں کروں گا کہ تم مجھ سے اس قسم کے سوالات کرو۔ ان افریقیوں کو میں نے اپنی مرضی کے مطابق ڈھالا اور اب یہ جدید قسم کے ہتھیاروں کے استعمال سے واقف ہیں۔ یہ مختلف قسم کی زبانیں بالکل آرام سے سمجھ سکتے ہیں لیکن میں نے ان کی فطرت میں وہ وحشت برقرار رہنے دی ہے جو انہیں افریقہ نے دی ہے اس لئے وہ گروہ کے تمام افراد سے ممتاز ہیں میں نے محسوس کیا تھا مکلینو کہ بنی تم سے رابطہ قائم کر چکی ہے۔ کیونکہ تم جس انداز میں آئے اور جس طرح تم نے مجھے نظر انداز کر کے جیفرسن کے ہاں قیام کیا اس سے میں نے یہی نتیجہ اخذ کیا تھا کہ بنی تمہارے ذہن پر حاوی ہو چکی ہے اور میں نے پورے غور و خوض کے بعد یہ فیصلہ کیا مکلینو کہ اب تمہیں تمہارے عہدے سے معزول کر دیا جائے۔ اور یہ بتا دیا جائے کہ ہوریشو ایک الگ قوت بھی رکھتا ہے۔

گروہ کے لوگ جو تمہارے وفاداروں میں سے ہیں اس قوت کو کچلنے پر قادر نہیں ہیں اس لئے میں نے اس سیاہ قیامت کو طلب کیا ہے۔ ہاں میری پیش کش تمہارے لئے اب بھی ہے وہ یہ کہ بنی کو میرے

حوالے کر دو۔ اور ان دونوں ایشیائیوں کی تلاش میں مداخلت نہ کرو۔ میں انہیں تلاش کر کے سزا دوں گا اس کے بعد میں اپنی وفاداریاں بھی تمہاری خدمت میں پیش کر دوں گا۔“

”ہوں۔“ مکلینو نے پھر گہری سانس لی۔ لیکن اس بار وہ کچھ نہیں بولا تھا‘ چپ چاپ ہوریشو کی باتیں سنتا رہا۔ ہوریشو کہہ رہا تھا۔

”بنی ایک ایسی لڑکی کی حیثیت سے میرے پاس رہے گی جس نے میری توہین کی تھی‘ میں اسے قتل نہیں کروں گا باس لیکن اپنی توہین کے تاوان کے طور پر اس سے بہت کچھ چھین لوں گا‘ وہ جو یہ ان ایشیائی نوجوانوں کو دیتی رہی ہے۔“

مکلینو کی قوت برداشت اب جواب دیتی جا رہی تھی۔ اس کے حلق سے خوفناک غراہٹ نکلی اور اس نے چند قدم آگے بڑھ کر کہا۔

”ہوریشو بنی نے صرف تیری شکایت کی تھی لیکن میرے دل میں تیری جو عزت تھی‘ میرے گروہ میں تیری جو حیثیت تھی اس کو سامنے رکھ کر میں نے سوچا کہ کیوں نہ میں اس بارے میں تحقیقات کر لوں‘ میرے ذہن میں اب بھی یہ بات تھی کہ تیرے اور بنی کے درمیان جو اختلاف پیدا ہو گیا ہے میں اسے کسی طور ختم کرانے کی کوشش کروں لیکن ہوریشو یوں لگتا ہے جیسے تیری ذہنیت بالکل تبدیل ہو گئی ہے۔ جس سیاہ دستے کی تو بات کر رہا ہے اس کے افراد کی تعداد کتنی ہے مکلینو کا گروہ پوری دنیا میں پھیلا ہوا ہے اور جب میرے خاص لوگوں کو معلوم ہو گا کہ اس گروہ پر مکلینو کی بجائے ہوریشو حکمراں ہے اور مکلینو کو قتل کر دیا گیا ہے تو جانتا ہے پھر کیا ہو گا۔

”کیا ہو گا مسٹر مکلینو------!“

”تیرے قبیلے کی نسل مٹا دی جائے گی۔ اور میں تجھے چیلنج کرتا ہوں ہوریشو کہ دنیا پر تیری ذات کا کوئی وجود باقی نہیں رہے گا۔“

”ٹھیک ہے مسٹر مکلینو کیا آپ مجھے میری بات کا جواب دیں گے!“

”ہوں کہہ کیا کہنا چاہتا ہے؟“ ہوریشو کی گفتگو نے مکلینو کا دماغ خراب کر دیا تھا۔

”انسان دنیا میں کس لئے جیتا ہے۔ یا تو وہ ایک خاموش اور پرسکون زندگی خواہ وہ کسی بھی حال میں گذارے‘ گذارنے کا خواہش مند ہوتا ہے۔ دنیا کے ہنگاموں سے دور رہ کر وہ اپنی زندگی کے سانس پورے کرتا ہے اور اس کے بعد مر جاتا ہے یا پھر اگر اسے جینے کا دوسرا ڈھنگ پسند ہے تو وہ ہوریشو بن جاتا ہے۔

ہوریشو افریقہ کے ایک ایسے قبیلے میں پیدا ہوا جو تہذیب سے دور تھا وہ بچپن کا ایک طویل دور اسی گمنامی کو پسند کر کے گذارتا رہا۔ پھر کچھ لوگ بیرونی دنیا سے وہاں تک پہنچے اور ان کے رہنے سہنے کا انداز ہوریشو کو بے حد پسند آیا۔

اس نے سوچا کہ جب ان لوگوں میں اور ان میں کوئی خاص فرق نہیں ہے تو وہ اپنی پسندیدہ زندگی کیوں نہیں گذار سکتا‘ سو اس نے فیصلہ کیا کہ وہ دوسری دنیائیں بھی دیکھے گا‘ وہ صرف ایک علاقے تک محدود رہنا نہ چاہتا تھا‘ وہ زندگی کو بہت آگے تک اور بہت قریب سے دیکھنے کا خواہش مند تھا اور پھر اس نے اپنا قبیلہ چھوڑ دیا۔

اور مکلینو پھر وہ تمہاری دنیا میں آگیا‘ تمہاری اس دنیا میں آکر اس نے تمہارے ہی علوم حاصل

کئے اور یہ محسوس کیا کہ وہ ذہنی طور پر جسمانی طور پر تمہارے بہت سے لوگوں سے بالاتر ہے۔ وہ تمہارے بہت سے لوگوں سے زیادہ قوت رکھتا ہے۔ اس میں بے پناہ صلاحیتیں تھیں۔ تب ہوریشو کو اپنی حیثیت کا احساس ہونے لگا۔

اور پھر اس نے اپنی حیثیت کو برتر بنانے کے لئے جدوجہد شروع کر دی اور جو مقام اسے ملا وہ تمہارے سامنے ہے مکلینو۔

لیکن اس کے باوجود اس ہوریشو نے جو وحشی دنیا کا پروردہ تھا اپنی وحشت و بربریت کو نہیں چھوڑا اس نے اپنا وہ مقام بھی نہیں بھلایا جہاں وہ پیدا ہوا تھا۔ اس نے اپنی دنیا سے رابطہ نہیں توڑا۔ اس نے اپنی دنیا کے لوگوں کو بھی ایسے راستے پر لگا دیا جو کافی حد تک ان لوگوں کے لئے بھی فائدہ بخش تھا۔ گویا ہوریشو نے اپنی زندگی میں کسی منزل کا انتخاب کیا۔

اور مکلینو انسان کی زندگی کا سب سے بڑا مقصد اس کی پسند کی منزل ہے اگر منزل کے حصول میں وہ کہیں راستے میں گم ہو جاتا ہے یا ختم ہو جاتا ہے تو بہر صورت کم از کم یہ حسرت اس کے دل میں نہیں رہتی کہ وہ اپنی خواہشات کی راہوں پر چل نہیں سکا۔

میں اور میرا قبیلہ اگر ایسی کسی شکل میں ختم ہو جاتا ہے تو بہر صورت یہ اختتام ہمارے لئے غیر متوقع تو نہیں ہو گا' تاہم یہ بات ہمارے ذہن میں رہے گی کہ ہم کیوں ختم ہوئے۔ وقار اور انا کے لئے اور وقار اور انا کے لئے فنا ہونا ہماری خوش بختی ہو گی مکلینو۔

میں ان ایشیائیوں کا دشمن ہوں۔ مکلینو کی ذات سے مجھے کوئی پرخاش نہیں تھا بلکہ میں اس کا وفادار رہا ہوں۔ لیکن اگر میری ساری زندگی کی وفاؤں کے صلے میں کچھ لمحات ایسے آتے ہیں جن میں مکلینو میری بجائے کسی اور پر انحصار کرتا ہے خواہ وہ اس کی بیٹی ہی کیوں نہ ہو تو میری ذہنی چھلانگ مکلینو کے لئے غیر متوقع تو نہیں ہونی چاہئے۔"

"ہوریشو تیرے خیال میں کیا میں ان ایشیائیوں کا دشمن نہیں تھا۔" مکلینو نے پوچھا۔

"تھے باس۔ اور تم ہی نے مجھے ان کی راہ پر لگایا تھا۔ لیکن۔" ہوریشو رک گیا۔ اور مکلینو جلدی سے بولا۔

"لیکن کیا۔"

"آگے چل کر تم رشتوں کا شکار ہو گئے اور یہ تم نے برا کیا اور اب جب کہ میں نے اپنی حیثیت پہچان لی ہے تو میں اس موقع سے فائدہ کیوں نہ اٹھاؤں۔"

"ضرور اٹھاؤ ہوریشو ضرور اٹھاؤ' چاہتے کیا ہو۔" مکلینو نے نرم لہجے میں کہا۔

"بہت کچھ مسٹر مکلینو' میرا خیال ہے آپ کی موت کے بعد میں اس گروہ کو کنٹرول کرنے کی کوشش کروں گا اور میں اسے لیڈ (LEAD) کروں گا ہوریشو جب تک مکلینو کو پسند کرتا تھا اس نے اسے اپنا باس تسلیم کیا۔ لیکن اب وہ مطلق العنانی چاہتا ہے اور اس کے لئے تمہاری موت ضروری ہے۔ رہی بعد کی بات تو ہم کوشش کریں گے مکلینو کہ گروہ کو صحیح راستے پر چلایا جاسکے۔ لیکن اگر وہ صحیح راستے پر نہیں آئے تو ہم ان سے جنگ کریں گے' ان سے لڑیں گے ان کی قوت ختم کر دیں گے۔ اور صرف ان لوگوں کو اپنے گروہ میں رکھنا پسند کریں گے جو ہمارے وفادار رہنا پسند کریں گے۔"

"اوہ۔" مکلینو کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ میں مکلینو کی مضبوط قوت ارادی دیکھ رہا تھا۔ کمال کا ضبط تھا اس شخص میں بے پناہ مضبوط قوت ارادی رکھتا تھا۔ ابھی تک اس نے ہوریشو کے کسی بھی حملے کا جواب نہیں دیا تھا۔ میں نے اپنے ذہن کو دوبارہ ہوریشو کی طرف منتقل کر دیا۔ وہ مسلسل مکلینو کے خلاف بول رہا تھا۔

"تمہارا مسئلہ یہ ہے مسٹر مکلینو کہ تم یہاں آ گئے ہو۔ ہوریشو کے لئے یہ بات زیادہ مشکل نہیں رہ گئی کہ وہ تم باپ بیٹی کو یہیں ختم کر دے اور اس بات سے بالکل منکر ہو جائے کہ تمہیں قتل کر دیا گیا ہے۔ ہم کوشش کریں گے کہ تمہاری کہانی ان غاروں سے نہ نکلنے پائے۔

ہاں البتہ مکلینو کی گمشدگی کے لئے کوئی اور کہانی سنائی جاسکتی ہے اور یہ زیادہ مشکل کام نہ ہو گا۔" ہوریشو نے کہا۔

مکلینو نے آہستہ سے گردن ہلائی اور پھر وہ طویل سانس لے کر رہ گیا۔

تب ہوریشو نے ایک اور ہاتھ اٹھایا اور اس کھیل کا دوسرا دور شروع ہو گیا۔ اس بار جس شخص کو اندر لایا گیا وہ گولڈ مین تھا۔

وہی قد آور اور شاندار گولڈ مین جس کی بہادری ضرب المثل تھی۔ میرے ذہن میں اضطراب کی ایک لہر اٹھی لیکن حالات اس وقت ایسے نہ تھے کہ میں اپنی کسی خواہش پر عمل کرتا۔ سو میں نے اپنے چہرے پر پڑنے والی ہر شکن کو مٹا دیا۔

ہوریشو نے جو منظر پیش کیا وہ بے حد بھیانک تھا اور اس منظر میں خود کو شامل کر کے موت کو دعوت دینے کے علاوہ کچھ نہیں کیا جاسکتا تھا۔ چنانچہ اس وقت مجھے صرف ایک تماشائی کی حیثیت اختیار کرنی پڑی تھی۔

"مسٹر مکلینو یہ شخص ان ایشیائیوں کا ساتھی ہے اچھا خاصا اپنا چھوٹا سا کاروبار کرتا تھا لیکن نجانے کیا ہوا ایڈگر سے اس کا جھگڑا ہوا اور یہ براہ راست مجھ سے آ ٹکرایا۔

اس نے مجھے چیلنج کیا تھا کہ میں ان ایشیائیوں پر قابو نہیں پاسکوں گا میں نے اسے زندہ رکھا۔ تاکہ یہ اپنی آنکھوں سے ان لوگوں کا حشر دیکھ سکے لیکن وہ دونوں شیطان درحقیقت بہت تیز نکلے۔ اور میں نے ایک سچے انسان کی حیثیت سے اس بات کا اعتراف کیا کہ میں ان پر قابو پانے میں ناکام رہا ہوں۔ اس سچائی کو تسلیم کرنے میں مجھے کبھی عار نہ ہوا۔

لیکن فی الوقت میری زندگی کے بہت سے مشن تھے جن پر میں قدم بہ قدم عمل کرتا رہا ہوں۔ ہر بار میں نے ایک نئی منزل کا انتخاب کیا ہے۔ اور اس بار میرے انتخاب میں وہ دونوں چالاک شخص ہیں جو قدم قدم پر مجھے دھوکہ دیتے رہے ہیں اور مجھے امید ہے کہ میں ان پر جلد ہی قابو پالوں گا۔ اب اگر میں ان کے لئے اتنی جدوجہد کر رہا ہوں مکلینو تو یہ بات کسی طور ہلکی نہیں ہے۔ اس نے تمہارے منہ پر طمانچہ مارا تھا مکلینو۔ اس نے تمہاری عزت لوٹی ہے۔ اس نے تمہاری بیٹی کو جس انداز میں استعمال کیا ہے وہ دنیا کے خطرناک ترین اسمگلر مکلینو کے منہ پر تھوک کی حیثیت رکھتا ہے۔

اس نے نہ صرف تمہاری دولت لوٹی بلکہ عزت بھی لوٹی' اس نے تمہارے بے شمار آدمیوں کو قتل کیا' تمہاری بیٹی کو جسمانی شکست دی اور پھر ذہنی بھی کہ وہ تمہارے خلاف ان کی مدد کو آمادہ ہو گئی۔

اتنے خطرناک لوگوں سے اگر میں براہ راست مقابلے کے لئے سوچ رہا ہوں تو یہ ہوریشو کے لئے کوئی قابل شرم بات نہیں ہے۔ مکلینو بہرصورت ایک عظیم قوت ہے اور اس عظیم قوت سے ٹکرانے والے بھی عظیم ہی ہو سکتے ہیں۔ چنانچہ میں ان عظیم قوتوں کو نہایت اعلیٰ پیمانے پر تلاش کر کے قتل کروں گا۔

تو مسٹر مکلینو میں تمہیں اس شخص کے بارے میں بتا رہا تھا تم جانتے ہو کہ میں ایک حقیقت پسند انسان ہوں۔ کہیں بھی کسی جگہ اگر میں کسی ایسی بات سے دوچار ہوتا ہوں جو میرے لئے قابل پسند نہ ہو تب بھی میں اس کا اعتراف کرتا ہوں کہ حقیقت کیا تھی۔

مسٹر گولڈ مین میں آپ سے مخاطب ہوں بے شک آپ کے دوست بہت چالاک' پھرتیلے اور طاقت ور ہیں۔ میں انہیں بہادر کہنے میں کوئی عار محسوس نہیں کرتا۔ کیونکہ انہوں نے جس طرح میرے گروہ کے افراد کو قتل کیا ہے اور انہیں جس طرح ناکوں چنے چبوائے ہیں یہ دو آدمیوں کے بس کی بات نہیں تھی انہوں نے ایک تاریخی کارنامہ انجام دیا ہے۔

انہوں نے مجھے چیلنج کیا تھا مسٹر گولڈ مین کہ میں انہیں گرفتار نہیں کر سکوں گا' بے شک وہ ابھی تک میرے ہاتھ نہیں لگے اور کچھ عرصے کے لئے لگے تب بھی نقصان مجھے ہی اٹھانا پڑا انہیں نہیں' لیکن میرے دوست میں بہت زیادہ باظرف انسان نہیں ہوں' میں نے جو چیلنج کیا تھا اس میں میں ہار گیا ہوں' باقی رہا میرا ان کا مسئلہ۔ سو ان سے میں نمٹتا رہوں گا۔ دیکھوں گا ان کی خاطر کہاں تک جا سکتا ہوں اور ان کو کہاں تک لے جا سکتا ہوں اور وہ مجھے کہاں تک زچ کر سکتے ہیں۔

لیکن گولڈ مین تمہاری ایک الگ حیثیت ہے تم نے بھی ہوریشو کے خلاف بہت کچھ کیا ہے اور میرا خیال ہے کہ اب تمہارا کھیل بھی ختم ہو جانا چاہئے۔" ہوریشو خاموش ہو گیا اور میرے ذہن میں طوفانی اضطراب مچلنے لگا۔

"آہ------! کیا یہ شخص گولڈ مین کو قتل کر دے گا۔ گولڈ مین بہرصورت ایک اچھی شخصیت کا انسان تھا۔ پسندیدہ اور قابل عزت۔

لیکن مصلحت کو چھوڑنا میرے خیال میں سب سے بڑی حماقت ہے۔ انسان جس انداز میں بھی زندہ رہ سکے اور اگر اس کے سامنے کوئی بھی مقصد آ جائے تو پھر اس کے لئے ہر صورت حال برداشت کرنا مناسب ہوتی ہے۔

میں نے ایک لمحے کے لئے دل میں سوچا کہ میں کیا کر سکتا ہوں لیکن اس ماحول کو دیکھنے کے بعد مجھے اچھی طرح اندازہ ہو گیا کہ میں بے بس ہوں اور اس وقت میرے لئے کچھ کرنا ممکن نہیں ہے۔ چنانچہ اس بے بسی کا اعتراف حقیقت پسند ہوریشو کی طرح میں نے بھی کیا اور خاموش رہا۔

البتہ گولڈ مین کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی تھی۔ "ہوریشو" اس نے چہکتی ہوئی آواز میں کہا۔

"کہو۔" ہوریشو بولا۔

"دیکھو دوست' گولڈ مین کی زندگی عجیب و غریب حالات سے دوچار رہی ہے' وہ ساری دنیا میں تنہا ہے۔ ان لوگوں کا ساتھ اس نے صرف اس لئے قبول کیا تھا کہ وہ بہادر ہیں اور گولڈ مین خود بھی موت و زندگی کے کھیل کو زیادہ اہمیت نہیں دیتا۔ چنانچہ اسے موت کے وہ کھلاڑی بے حد پسند آئے تھے۔ او، م، نے انی

پسند کو قبول کیا اور تمہارے خلاف کام کیا۔ مجھے اس کا پورا پورا اعتراف ہے اور میں آج بھی اس بات پر فخر سے گردن تان سکتا ہوں کہ میں نے تمہارے عظیم الشان گروہ کے مقابلے میں ان دو افراد کو ترجیح دی جنہوں نے تمہارے بدنوں میں لاتعداد سوراخ کر دیئے باقی رہی موت کی بات۔

تو میں تم سے کہہ چکا ہوں ہوریشو کہ میں تنہا ہوں اور زندگی ہمیشہ ختم ہونے کے لئے ہوتی ہے اگر آج میری زندگی کا اختتام آ ہی گیا ہے تو کیا تم اپنے اس ڈرامائی انداز سے مجھے خوفزدہ کرنا چاہتے ہو۔ نہیں ہوریشو یہ بزدلی ہے تم مجھے مارنا چاہتے ہو مار دو۔ دیر کیوں کر رہے ہو' بہادروں کی طرح لڑو' کیا فرق پڑتا ہے۔ گولڈ مین بزدل نہیں ہے۔ ہوریشو میں ایک بار پھر تم سے کہوں گا کہ تم اپنی زندگی میں بالکل ناکام ہو۔ میرا بہترین مشورہ ہے کہ جو شخص اتنی بڑی قوت رکھنے کے باوجود صرف دو آدمیوں کے ہاتھوں اس طرح ذلیل ہو اسے خودکشی کر لینا چاہئے' تم ان کی طاقت اور دلیری کا اعتراف کرو' اور اپنی جان دے دو۔" گولڈ مین نے کہا۔

لیکن ہم سب اس کی گفتگو سے متاثر تھے اس کے الفاظ اس قدر ٹھوس تھے کہ میرے جسم میں پھریری سی دوڑ گئی۔

مجھے یقین تھا کہ ہال میں موجود تمام لوگوں کے جسموں میں گولڈ مین کی باتوں سے پھریری دوڑ گئی تھی۔

لیکن کمبخت ہوریشو اب بھی پرسکون تھا۔ پھر اس نے کہا۔ "بات یہ ہے گولڈ مین کہ ابھی ذہنی طور میں نے ان سے شکست تسلیم نہیں کی۔ فیصلہ صرف دو طرح ہو سکتا ہے یا تو وہ مجھے قتل کر دیں یا پھر میں انہیں قتل کر دوں شکست تو اسی دن تسلیم کی جائے گی۔

ہاں جس دن میں نے ان کا پیچھا کرنا چھوڑا اور یہ طے کر لیا کہ اب میں ان پر کبھی قابو نہیں پا سکوں گا تو مرد کی حیثیت سے وعدہ کرتا ہوں گولڈ مین کہ میں خودکشی کر لوں گا لیکن یہ اسی وقت ہو گا گولڈ مین جب میں ان سے مکمل طور پر شکست تسلیم کر لوں گا۔"

"لیکن اب میں تم سے پوچھ رہا ہوں کہ کیا تم مطمئن ہو۔" ہوریشو نظر غائر ہال کو دیکھتا ہوا بولا۔

"یہ تمہارا اپنا معاملہ ہے ہوریشو' میں اس بارے میں کیا کہہ سکتا ہوں۔ تم مجھے کس طرح ختم کرنا چاہتے ہو۔" گولڈ مین نے پوچھا۔

"اوہ۔ افریقہ کے یہ وحشی موت کے بڑے بڑے حسین کھیل جانتے ہیں میرا خیال ہے تم ان کھیلوں کی تفصیلات نہ معلوم کرو۔ ہاں میں وعدہ کرتا ہوں کہ مسٹر مکلینو! اور یہ تمام لوگ تمہاری موت کے کھیل سے کافی محظوظ ہوں گے۔"

"مجھے اندازہ ہے مسٹر ہوریشو بے شک تم نے جو خونخوار کتے پال رکھے ہیں وہ ان معاملات میں اچھی خاصی تربیت رکھتے ہوں گے۔ لیکن میری ایک خواہش ہے۔"

"ہاں ہاں خواہش ہے تو ضرور بیان کرو' بولو بولو۔" ہوریشو نے تمسخرانہ انداز میں کہا۔

"مسٹر ہوریشو کیا انسان اپنی پسند کی موت نہیں مر سکتا۔"

"کیوں نہیں۔ تم ہوریشو کی طرف سے یہ یقین رکھو کہ وہ تمہیں تمہاری پسند کی موت دے گا۔" ہوریشو موڈ میں بولا۔

"تو مسٹر ہوریشو میں یہ چاہتا ہوں کہ میں تم سے جنگ کرتا ہوا مارا جاؤں۔" گولڈ مین نے مسکراتے ہوئے کہا اور ہوریشو کا چہرہ کسی پتھر کی طرح سخت ہو گیا۔

"تم مجھ سے جنگ کرنا چاہتے ہو؟"

"ہاں مسٹر ہوریشو۔"

"کیوں۔!"

"تم اس پورے قبیلے کے روحانی پیشوا ہو اور مکلینو کے گروہ کے ایک خطرناک کارکن کیا تم ہمیشہ دوسروں کے بل پر اپنی دلیری کا اظہار کرتے ہو۔ میری مراد یہ ہے کہ تمہارے قبیلے میں موت تقسیم کرنے والے تمہارے بازو ہیں بذات خود تم کچھ نہیں ہو۔ اور کیا یہ اس بات کا اظہار ہے کہ ان دونوں ایشیائیوں کے مقابلے میں بذات خود تم کوئی حیثیت نہیں رکھتے۔ ہاں تمہارا گروہ انہیں گرفتار کر کے ضرور قتل کر سکتا ہے، لیکن تم کیا ہو۔؟

میں تو کم از کم اس بات پر یقین رکھتا ہوں مسٹر ہوریشو کو وہ دونوں ایشیائی تمہاری ذہنی و جسمانی قوتوں پر برتر و بالا رہے ہیں اور وہ دونوں بذات خود صرف اپنی قوت کے بل بوتے پر تمہارے گروہ کے بے پناہ افراد کو قتل کر چکے ہیں۔ اور میرا خیال ہے تم نے کبھی ان میں سے کسی ایک کے سامنے آنے کی کوشش نہیں کی۔ شاید اس کی وجہ یہی ہو کہ تم خود کو ان سے کمتر سمجھتے ہو۔ تم کو یقین ہو گا اس بات پر کہ اگر تم ان میں سے کسی کے مقابلے پر آتے تو وہ تمہیں ہلاک کر دے گا۔

اور اگر یہ بات ہے مسٹر ہوریشو تو میں ان سارے لوگوں کے سامنے تمہاری بزدلی اور بے چارگی کا اعلان کرتا ہوں اگر یہ بات نہیں ہے اور تم براہ راست ان سے مقابلہ کرنے کا ارادہ رکھتے ہو تو گولڈ مین کے چیلنج کو قبول کرو میں کوشش کروں گا مسٹر ہوریشو کہ میں تمہیں قتل کر دوں۔ نہ کر سکا تو تم مجھے قتل کر دینا۔

مجھے یہی موت پسند ہے باقی اگر تم مجھ سے خوفزدہ ہو یا میری کسی بات سے خوفزدہ ہو تو ظاہر ہے تمہیں مجبور کرنے کے لئے میرے پاس کوئی اور ذریعہ نہیں ہے کیونکہ میں اکیلا ہوں جبکہ تمہارے ساتھ بے شمار لوگ ہیں۔" گولڈ مین نے کہا۔

میرے بدن میں مسرت کی لہر دوڑ گئی تھی۔ گولڈ مین کی پھرتی اور مہارت سے میں بھی واقف تھا بلاشبہ وہ شاندار آدمی تھا' جسمانی طور پر بھی وہ جس قدر طاقتور تھا اس کا مظاہرہ میں کئی بار دیکھ چکا تھا۔

اس کی نسبت ہوریشو اگرچہ کافی تندرست و توانا اور ٹھوس بدن کا مالک تھا لیکن بہرصورت وہ ذہنی قوتوں کا مالک تھا شاید اس کی جسمانی قوتیں اس قدر نہ ہوں کہ وہ گولڈ مین کو زیر کر سکتا اور مجھے اس کا یقین تھا کہ گولڈ مین اسے زیر کر لے گا۔

گولڈ مین نے جس طرح اور جس انداز میں اسے چیلنج کیا تھا اگر ہوریشو یہ چیلنج قبول نہیں کرتا تو یہ بے عزتی کی بات تو تھی ہی' یہ دوسری بات ہے کہ وہ اپنی ٹھنڈی طبیعت سے اس مرحلے کو بھی ٹال جائے۔

لیکن اس کے پتھر جیسے سخت چہرے پر میں نے عجیب سے تاثرات دیکھے۔ پھر اس نے چاروں طرف دیکھا۔

"چاروں طرف وحشی اور نیم برہنہ' سیاہ فام خوفناک لوگ ہوریشو کے اشارے کے منتظر تھے لیکن ہوریشو نے ہاتھ بلند کر دیئے اور پھر وہ بھاری آواز میں بولا۔

"میں جانتا ہوں کہ تم میں سے ہر ایک اس قابل ہے کہ اس شخص کے تمام اعضاء اس کے بدن سے جدا کر دے لیکن میں تم سب سے برتر و اعلیٰ ہوں اگر میں اس شخص کو اپنے ہاتھوں سے قتل نہیں کروں گا تو پھر اس کے الفاظ ساری زندگی میرے بدن پر کیڑوں کی طرح رینگتے پھریں گے اور میں سکون نہیں پاسکوں گا۔

چنانچہ میرے دوستو' تم میں سے کوئی کچھ نہیں بولے گا۔ اس صورت میں بھی نہیں جب میں اس کے ہاتھوں سے قتل ہو رہا ہوں۔ اگر یہ مجھے قتل کر دے گا تو پھر اس کی زندگی محفوظ ہو گی تم لوگ اس سے کوئی تعرض نہیں کرو گے۔

ہاں اس کے بعد مسٹر مکلینو اور دوسرے لوگوں کو آزاد کر دیا جائے۔ لیکن تمہارا روحانی پیشوا تمہیں یقین دلاتا ہے کہ وہ اپنی جسمانی قوتوں سے اس شخص کو زیر کر لے گا۔ تم نے میرے احکامات سنے؟؟"

اس نے سوالیہ نگاہوں سے سب کی جانب دیکھا اور تمام گردنیں جھک گئیں۔

بڑی دلچسپ صورت حال پیدا ہو گئی تھی مجھے بھی اچانک ہی اس میں پوری پوری دلچسپی محسوس ہونے لگی تھی چنانچہ میں اس دلچسپ صورت حال کے لئے تیار ہو گیا۔

دوسری جانب مکلینو اور اس کے ساتھی' وہ بھی گولڈ مین کو دلچسپ نگاہوں سے دیکھ رہے تھے۔ وہ چند لمحات کے لئے بھول گئے تھے کہ وہ کس پوزیشن میں ہیں۔ اس وقت انتہائی دلچسپ صورت حال پیدا ہو گئی تھی۔

ہوریشو نے جس طرح اپنے ساتھیوں کو ہدایت کی تھی اس سے اندازہ ہوتا تھا کہ وہ بالکل سنجیدہ ہے۔ بہرحال مجھے اس شخص کی ایک مخصوص حیثیت کا اندازہ تو تھا ہی۔ وہ چالاک تھا لیکن لومڑی کی طرح مکار نہیں تھا۔ دل رکھتا تھا۔

لیکن اس وقت میرا دل گولڈ مین کے لئے تڑپ رہا تھا' کاش مجھے اس کی مدد کا موقع مل جاتا۔ میری دلی آرزو تھی کہ گولڈ مین ہوریشو پر فتح حاصل کرے۔

لیکن اس پر اسرار سیاہ فام کی جسمانی قوتوں کا مجھے بھی کوئی اندازہ نہیں تھا کبھی اس کا موقع ہی نہ ملا تھا۔

تب اچانک ایک سیاہ فام آگے بڑھا اس نے گولڈ مین کو آزاد کر دیا۔ اس کے ہاتھوں سے ہتھکڑیاں نکال دی گئیں۔

دوسری طرف ہوریشو نے بھی اپنے جسم سے وہ لباس جدا کرنا شروع کر دیا تھا جو اسے جنگ میں دقتیں مہیا کر سکتا تھا۔

اس نے اپنا تاج اور سرداری نشان کی دوسری چیزیں بھی اپنے بدن سے جدا کر دیں۔ اب وہ ایک لڑاکا کے روپ میں نظر آ رہا تھا۔ تب اس نے گولڈ مین کو مخاطب کرتے ہوئے پوچھا۔ انداز بے پناہ تیکھا تھا۔

"کس طرح لڑنا پسند کرو گے گولڈ مین۔

"جس طرح ہوریشو چاہے۔"

"نہیں میرے دوست میں تمہاری خواہش کی تکمیل کے سلسلے میں تمہارے سامنے آیا ہوں اب اس سلسلے میں تعین بھی تم ہی کرو گے۔"

"میرا خیال ہے اتنے بہت سے لوگوں میں ہم لوگ کسی آتشیں...... اسلحہ کا استعمال تو کر نہیں سکتے اور پھر آتشیں اسلحے سے دلوں کی بھڑاس تو نکل نہیں سکتی۔"

"کیا تم فنون سپہ گری سے واقف ہو؟"

"ہاں یقیناً۔"

"تو پھر کیا پسند کرو گے؟"

"جو تم پسند کرو ہوریشو۔"

"میرا خیال ہے تم بتادو۔ نیزے' خنجر یا پھر تلوار۔ میں تمہاری مرضی سے لڑنا چاہتا ہوں۔" ہوریشو نے صاف لہجے میں کہا اور بہرصورت اس کا یہ روپ برا نہیں تھا اس روپ سے اس کی صاف طبیعت جھلک رہی تھی۔

"کیا کلہاڑے مہیا کئے جاسکتے ہیں۔" گولڈ مین نے کہا۔

"ہاں کیوں نہیں۔" ہوریشو نے جواب دیا۔ مجھے دل میں ہنسی آرہی تھی گولڈ مین بھی خوب تھا۔ یوں لگ رہا تھا جیسے وہ کسی دلچسپ کھیل میں شریک ہو رہا ہو' اس کے انداز سے ذرا بھی اضطراب کا اظہار نہ ہو رہا تھا اور یہ بات میرے لئے باعث تقویت تھی۔ میں ہوریشو کی طرف متوجہ ہو گیا وہ کہہ رہا تھا۔

"میں نے کہا نا گولڈ مین تمہاری ہر خواہش پوری کی جائے گی۔" "گوچھے۔" اس نے کسی سیاہ فام کو آواز دی۔

اور ایک سیاہ فام آگے بڑھ آیا۔ شاید اسی کا نام گوچھے تھا۔

"فنون حرب کی تمام چیزیں مہیا کر دی جائیں تاکہ میرے دوست کے دل میں یہ حسرت باقی نہ رہے کہ اگر اس کے پاس یہ ہتھیار ہوتا تو وہ مجھ پر فتح حاصل کر لیتا۔" ہوریشو نے کہا۔ اور گوچھے غار کے اندر چلا گیا۔

تھوڑی دیر کے بعد دو شاندار کلہاڑے ان دونوں کے سامنے رکھ دیئے گئے۔ ہوریشو نے گولڈ مین کو دعوت دی۔

بڑا دوستانہ ماحول تھا۔ ہوریشو بے حد پرسکون نظر آرہا تھا۔ اور یہی بات مجھے ہمیشہ خطرے کا باعث لگتی تھی کہ پرسکون اور مضبوط اعصاب کا مالک شخص اتنا کمزور نہیں ہو سکتا۔ بہرصورت میرے ذہن میں سنسنی دوڑ رہی تھی۔

اور ہوریشو کے الفاظ بھی کافی سنسنی خیز تھے لیکن شاید گولڈ مین اس سے متاثر نہیں ہوا تھا۔ ہوریشو کی دعوت پر گولڈ مین نے کلہاڑا اٹھا لیا اور پھر ہوریشو نے بھی اپنا کلہاڑا اٹھا لیا اور غار میں موجود تمام لوگ خاموش ہو گئے۔

یہ عجیب و غریب صورت حال بے پناہ خطرناک تھی۔ میرے ذہن میں بے شمار خیالات تھے' میں نے بنی کی جانب دیکھا۔ بنی بھی خاصی متجسس نظر آرہی تھی۔ وہ جانتی تھی کہ میں گولڈ مین کو پسند کرتا ہوں اور اس کی زندگی بھی چاہتا ہوں۔

لیکن اس وقت ہم لوگ بے حد بے بس تھے اور اس بے بسی کا احساس بنی کو بھی تھا۔ شاید وہ مجھ سے بھی اس بات کی خواہش مند ہو گی کہ میں بھی اس معاملے میں مداخلت نہ کروں اور خاموش رہوں۔

کیونکہ اس صورت حال سے الجھنا میرے اپنے لئے خطرناک تھا۔ جس کا مجھے اور بنی کو پورا پورا احساس تھا۔

گولڈ مین اور ہوریشو دونوں آمنے سامنے آگئے تھے۔ ہوریشو کے چہرے پر وہی سکون تھا۔ بڑی مضبوط قوت ارادی کا مالک تھا یہ شخص اس کی آنکھیں نیم واسی تھیں اور وہ بغور گولڈ مین کو دیکھ رہا تھا۔

گولڈ مین بڑی مہارت آمیز انداز میں اپنا کلہاڑا ہلا رہا تھا۔ تب ہوریشو نے اپنے دونوں ہاتھ اوپر اٹھا دیئے۔

"اب ہم جنگ کے لئے تیار ہیں گولڈ مین' تم ہر وقت میرے کسی بھی وار سے ہوشیار رہو گے اور اس کے بعد میں تمہیں کوئی بھی وارننگ نہیں دوں گا۔ یہ دوسری بات ہے کہ کسی مرحلے پر تمہاری گردن شانوں سے جدا ہو کر نیچے جاپڑے۔" اس نے کہا اور کئی قدم پیچھے ہٹ گیا۔

گولڈ مین ہاتھ آگے کر کے کلہاڑا ہلانے لگا تھا اور پھر گولڈ مین نے ہی پہلا وار کیا اس نے کلہاڑے کو ہوریشو کی ٹانگ کی طرف بڑھایا' کلہاڑا جس انداز میں کراس بناتا ہوا اٹھا اس سے یہ اندازہ ہوا کہ اصل نشانہ ہوریشو کا بازو تھا' لیکن ہوریشو نے خود کو جھکائی دینے کے سے انداز میں اٹھایا اور گولڈ مین کا وار خالی گیا۔

اس کے ساتھ ہی ہوریشو نے گولڈ مین کی گردن اور شانے پر وار کیا' لیکن گولڈ مین خود کو پھرتی سے گھما گیا اور ہوریشو کا وار خالی گیا۔

بڑا خوبصورت موومنٹ تھا۔ سب لوگوں کے چہروں پر تجسس اور بڑھ گیا' گولڈ مین نے بڑی پھرتی کا مظاہرہ کیا تھا۔ حالانکہ اس کی جسامت کے ساتھ اس پھرتی کی توقع نہیں کی جاسکتی تھی۔ لیکن یہ بات صرف اور صرف میں جانتا تھا کہ گولڈ مین خود بھی خاصا پھرتیلا ہے۔ ممکن ہے ہوریشو کو اس کے بارے میں یہ معلومات نہ ہوں اور میری دلی خواہش تھی کہ اسے پتہ نہ چل سکے اور گولڈ مین اپنا کام کر جائے۔

گولڈ مین نے پے در پے تین وار کئے' ہوریشو کم بخت کو دیکھ کر وحشت ہوتی تھی' اس پھرتی سے وار بچا رہا تھا کہ حیرت ہوتی تھی۔ یوں معلوم ہو رہا تھا جیسے اس کے بدن میں اسپرنگ بھرے ہوئے ہیں۔

وہ ہر وہ سائڈ بچا رہا تھا جس پر گولڈ مین وار کرتا تھا۔ بڑا ہی خوبصورت کھیل ہو رہا تھا۔ ہوریشو اس وقت خود حملہ نہیں کر رہا تھا بلکہ گولڈ مین کے پے در پے وار خالی روک رہا تھا۔ اور پھر اچانک گولڈ مین کے بھرپور وار کو ہوریشو نے اپنی کلہاڑی کے دستے پر روکا۔ اب براہ راست طاقت آزمائی کا مسئلہ تھا۔

گولڈ مین کا ایک ہاتھ فضا میں تھا اور دوسرا ہاتھ کلہاڑے کو تھامے ہوئے تھا۔ وہ ہوریشو کو زیر کرنا چاہتا تھا۔ لیکن چند ہی منٹ کے بعد میں نے محسوس کیا کہ گولڈ مین اپنی پوری قوت استعمال کرنے کے باوجود بھی ہوریشو کے ہاتھ کو ایک انچ بھی نیچے لاسکا۔

یوں لگتا تھا جیسے ہوریشو نہ ہو بلکہ پتھر کا کوئی مجسمہ ہو جو اپنی جگہ جما ہوا ہے اور انتہائی قوت صرف کرنے کے بعد بھی گولڈ مین جب اس کے ہاتھ کو نیچا نہ کر سکا تو اس کے ہاتھ کو جھکائی دے کر اپنا کلہاڑا اس کے ہاتھ سے نیچے نکال لے گیا۔

گولڈ مین نے پلٹ کر ہوریشو کے نچلے حصے پر وار کیا۔ ہوریشو نے یہ وار بھی خالی جانے دیا اور اس وار کو اپنے کلہاڑے پر روکا' لیکن اس بار ہوریشو نے اپنے کلہاڑے میں گولڈ مین کا کلہاڑا پھنسا کر اس زور سے کھینچا کہ کلہاڑے کا دستہ گولڈ مین کے ہاتھ سے چھوٹ گیا۔ میرا چہرہ تاریک ہو گیا تھا اور گولڈ مین کو بھی شاید اس بات کا احساس ہو گیا تھا کہ اس کا مقابل اس سے کہیں زیادہ طاقتور اور پھرتیلا ہے۔

گولڈ مین کئی قدم پیچھے ہٹ گیا تھا۔ اور ہوریشو کلہاڑا ہلا رہا تھا۔ اس کی آنکھوں میں بھوکے شیر کی سی چمک تھی اور وہ ہونٹوں پر زبان پھیرتا ہوا قدم قدم آگے بڑھ رہا تھا۔ گولڈ مین اس وقت شدید خطرے میں تھا۔

اگر ہوریشو آگے بڑھ کر وار کرتا تو اس وار کو روکنے کا کوئی ذریعہ گولڈ مین کے پاس نہیں تھا۔

تب ہوریشو چند قدم آگے بڑھا' ہوریشو بڑھتا رہا اور گولڈ مین پیچھے ہٹ گیا' اب اس کے پاس پیچھے جانے کا اور کوئی ذریعہ نہیں تھا تب ہوریشو نے کلہاڑے والا ہاتھ اٹھایا اور اسے اٹھائے ہوئے مسکراتا ہوا پیچھے ہٹ آیا۔

"گوچھے" اس نے پلٹ کر اپنے ساتھی کو آواز دی اور اس کا ساتھی کچھ قدم آگے بڑھ آیا۔

"گوچھے کلہاڑے کا کھیل تو ختم ہو گیا لیکن میرے مقابل کے پاس اب کچھ بھی نہیں ہے۔ لیکن کیا میں اتنے دلچسپ کھیل کو اتنی جلدی ختم کر دوں نہیں میرا خیال ہے اب مقابلہ میری مرضی سے ہونا چاہئے۔"

"گولاشے۔" ہوریشو نے اپنے کسی اور ساتھی کو آواز دی اور وحشیوں میں سے ایک سیاہ فام وحشی نکل کر آگے بڑھ آیا۔

"ہاں سردار۔" وہ ہوریشو کے آگے جھک گیا۔

"ہوریشو نے ایک انگلی سیدھی کھڑی کر دی اور گولاشے جلدی سے پلٹ کر دو نیزے لے آیا۔

ہوریشو نے ایک نیزہ خود پکڑا اور دوسرا گولڈ مین کی طرف اچھال دیا۔

میرے اعصاب اب جواب دیتے جا رہے تھے۔ یوں لگتا تھا جیسے گولڈ مین اب بے بس ہوتا جا رہا ہو۔ کلہاڑے کے کھیل میں اسے خاصی مایوسی ہوئی تھی اور میں نے بھی اس کا اندازہ کر لیا تھا کہ ہوریشو جس قدر اعصابی طور پر مضبوط ہے اسی قدر جسمانی طور پر بھی مضبوط ہے اور بلاشبہ یہ مقابلہ گولڈ مین کے لئے خاصا مشکل ہو گیا۔

لیکن افسوس۔! میں خواہش کے باوجود کچھ نہیں کر سکتا تھا۔ گولڈ مین نیزہ تھام چکا تھا دوسری طرف ہوریشو نے بھی نیزہ اٹھا لیا تھا' اب گولڈ مین کے پاس صرف ایک ترکیب تھی۔

اگر وہ چاہتا تو نیزہ پھینک کر ہوریشو کو مار سکتا تھا حالانکہ یہ خلاف اصول بات ہوتی اور ہوریشو نے جس طرح اپنے آدمیوں کو کسی بے ایمانی سے منع کیا تھا اس طرح گولڈ مین کی پوزیشن کافی نازک ہو جاتی لیکن بہرحال جنگ میں سب جائز ہے اور جنگی مسائل میں بعض اوقات ان چیزوں سے یعنی اصول وغیرہ کو توڑنا ہی پڑتا ہے جبکہ اپنی زندگی بھی خطرے میں ہو۔

تب گولڈ مین نیزہ لے کر ہوریشو کے مقابل آ گیا اور ہوریشو نیزہ بازی میں بھی اس پر حاوی رہا۔

گولڈ مین نے نیزے کے پے در پے وار کئے اور ہوریشو اپنے نیزے پر یہ وار روکتا رہا۔

پھر ہوریشو نے پہلا وار کیا اور گولڈ مین کا شانہ شدید زخمی ہو گیا میری ساری امیدیں ٹوٹ چکی تھیں۔ اب کوئی بھی صورت ایسی نہیں تھی جس سے گولڈ مین بچ سکتا۔ اور ویسے یہ بات بالکل صاف تھی کہ ہوریشو گولڈ مین پر بھاری ہے۔ یہاں تک کہ ہوریشو نے گولڈ مین کا نیزہ بھی درمیان سے توڑ دیا اور اپنے نیزے کی انی اس کی گردن پر رکھ دی۔ اب صاف طور پر گولڈ مین کی بے بسی کا اعتراف کیا جا سکتا تھا۔ یہاں

تک کہ ہوریشو اسے پیچھے ہٹاتا رہا پھر نیزہ ہٹا کر پیچھے ہٹ گیا۔

"میرا خیال ہے میرے دوست تم اس مقابلے میں بھی مجھ سے نہ جیت سکے' اب تمہارا کیا خیال ہے؟"

"میں تسلیم کرتا ہوں ہوریشو' بلاشبہ تم فنون حرب میں مجھ سے بہت زیادہ ماہر ہو اور طاقتور بھی۔"

"پھر اب جبکہ تم اپنی زبان سے اپنی شکست تسلیم کر چکے ہو تو کیا اب بھی تم اس بات کے خواہش مند ہو کہ میں تمہیں اپنے ہاتھوں سے قتل کروں" ہوریشو تیکھے انداز میں بولا۔

"ہاں میں یہی چاہتا ہوں۔"

"تب پھر تم بولو تم کس طرح مرنا پسند کرو گے۔؟"

"کوئی ہتھیار کوئی اور کھیل' جو زندگی کا حاصل ہو اور موت کا بھی" گولڈ مین نے دلیری سے کہا اور ہوریشو نے مسکرا کر گردن ہلا دی۔

"ٹھیک ہے میرے دوست میں تمہاری یہ خواہش بھی پوری کروں گا" پھر ہوریشو نے دو خنجر طلب کئے اور ان میں سے ایک لمبا خنجر گولڈ مین کی طرف اچھال دیا جسے گولڈ مین نے بڑی مہارت سے دستے کی طرف سے پکڑ لیا تھا۔

میرے ذہن میں مایوسی تھی لیکن ایک بات میں بھی جانتا تھا کہ اب گولڈ مین اپنی آخری کوشش کرے گا۔ موت اس کی نگاہوں کے سامنے ہے لیکن ممکن تھا کہ وہ کوئی کام دکھا جاتا اور پھر بے مثال خنجر زنی شروع ہو گئی۔

ہوریشو تو کمبخت شیطان تھا' اگر گولڈ مین درحقیقت زندگی اور موت کی بازی لگائے ہوئے نہ ہوتا تو شاید ایک دو بار ہی میں اس کا کام تمام ہو جاتا وہ دونوں وحشیانہ انداز میں لڑ رہے تھے۔

وہ اتنے قریب رہ کر وار کر رہے تھے کہ کوئی بھی وار کسی بھی وقت کسی کے لئے خطرناک ثابت ہو سکتا تھا۔ اور پھر شاید گیم ختم ہو گیا۔

ہوریشو نے ایک لمبا ہاتھ مارا تھا اور گولڈ مین چند قدم ہٹ کر پیچھے کھڑا ہو گیا' اس کا خنجر والا ہاتھ اٹھا ہوا تھا۔ تب میں نے ایک حیرت انگیز منظر دیکھا۔

گولڈ مین کی ران سے لے کر شانے تک ایک لکیر نمودار ہوئی اور اس لکیر سے خون کے قطرے جھلکنے لگے اور پھر آہستہ آہستہ اس پوری لکیر سے خون ابل پڑا۔

اتنا خوبصورت وار تھا کہ اگر غیر جانبدار رہ کر کہا جائے تو بلاشبہ ہوریشو خنجر زنی میں اپنا ثانی نہیں رکھتا تھا۔

اس طرح سے اس نے گولڈ مین کو درمیان میں سے دو کر دیا تھا کہ ایک لمحے کے لئے شاید گولڈ مین کو بھی خبر نہ ہوئی ہو' اور پھر وہ کٹے ہوئے درخت کی مانند زمین پر آ پڑا۔ لیکن عجیب سی بات تھی۔

گولڈ مین واقعی گریٹ انسان تھا اور یہ اس کی ہی شان تھی کہ اس نے مرتے دم تک اپنا وقار برقرار رکھا۔ وہ نہ تو تڑپا تھا اور نہ ہی اس کے حلق سے کوئی کراہ بلند ہوئی تھی۔ وہ ساکت و جامد زمین پر لیٹ گیا تھا۔

اس نے خود ہی دونوں پاؤں پھیلائے' خنجر ہاتھ سے پھینک کر اس نے اپنے دونوں ہاتھ سینے پر رکھ لئے اور بغیر سسکے ہوئے مر گیا۔

"میری آنکھوں میں چند لمحات کے لئے تاریکی چھاگئی تھی حالانکہ گولڈ مین کا یہ حشر ہمارے لئے متوقع تھا۔

ہوریشو نے اپنا خنجر گولڈ مین کے اوپر پھینک دیا اور پھر آہستہ آہستہ پیچھے ہٹ آیا۔ اور ڈائس پر پہنچ کر مخاطب ہوا۔

"میرے قبیلے کے لوگو' کیا میں اس قابل نہیں ہوں کہ یہ تاج دوبارہ سر پر پہن لوں۔"

اور غار میں بے شمار آوازیں گونج اٹھیں' وہ ہوریشو کی فتح کا نعرہ لگا رہے تھے۔ دوسری جانب میکلینو اور اس کے ساتھی خاموش کھڑے ہوئے تھے۔

بنی میری جانب دیکھ رہی تھی۔ ہوریشو نے اپنا تاج پھر سے پہن لیا اور پھر وہ مکلینو کی طرف مخاطب ہو کر بولا۔

"گریٹ باس یہ مرحلہ بھی تکمیل کو پہنچا اور تم نے دیکھا کہ ہوریشو جو کچھ چاہتا ہے وہی ہوتا ہے۔ چنانچہ میری خواہش ہے کہ تم اپنی برتری کا اعلان ختم کردو اور ہوریشو کو تسلیم کرلو۔"

مکلینو نے اس بات کا کوئی جواب نہیں دیا وہ خاموش رہا۔ پھر ہوریشو خود ہی مسکرایا اور اپنے ساتھیوں سے بولا۔

"مسٹر مکلینو اور ان کے تمام ساتھیوں کو قید کردو!"

ایک لمحے کے لئے مکلینو اور ساریکا وغیرہ کے اندر اضطراب کی ایک لہر پیدا ہوئی لیکن پھر مکلینو نے غیر محسوس اشارہ کیا اور سب خاموش ہو گئے۔

ہمیں گرفتار کرلیا گیا اور گرفتار کرنے کے بعد اس غار کے ایک حصے میں قید کر دیا گیا۔

قید خانہ باقاعدگی سے بنایا گیا تھا۔ اس میں لمبی لمبی سلاخیں لگی ہوئی تھیں اور دروازے کے باہر تالا بھی لٹک رہا تھا۔ ہم سب کو اندر بند کر دیا گیا اور پھر دو آدمی ہم سے تھوڑے فاصلے پر گویا پہرہ دینے کے لئے کھڑے ہو گئے۔

مکلینو اب بھی خاموش تھا۔ وہ ایک پتھر سے ٹیک لگا کر بیٹھ گیا تھا اب بنی اس کے پاس پہنچ گئی۔

"پیا اب کیا ہوگا۔"

مکلینو نے آہستہ آہستہ نگاہیں اٹھا کر اس کی جانب دیکھا اور پھر سرد لہجے میں بولا۔ "وہی ہوگا جو مکلینو چاہے گا۔"

اور مکلینو کے یہ الفاظ ایک بار پھر میرے بدن میں سنسنی پیدا کر گئے "آخر وہ کیا کر کے آیا ہے اور اس قدر پر اعتماد کیوں ہے؟"

لیکن ظاہر ہے میں یہ بات نہ تو اس سے پوچھ سکتا تھا اور نہ ہی بنی مجھے بتا سکتی تھی میرا تو خیال تھا کہ شاید بنی کو بھی اس بارے میں کوئی معلومات نہیں ہیں۔

وقت گذرتا رہا ہماری طرف کوئی توجہ نہیں دی گئی تھی۔ پھر رات ہو گئی۔

رات کے تقریباً ڈیڑھ بجے مکلینو نے اپنے لباس میں کچھ ٹٹولا اور اس نے ایک چھوٹی سی سفید راڈ نکالی اور پھر اسے درمیان میں سے کھینچنے لگا۔ اس کے بعد وہ راڈ اس نے اپنے لائٹر میں فٹ کی اور لائٹر کے میکنزم میں کوئی تبدیلی کرنے لگا۔

اس کے بعد اس نے لائٹر کا ایک بٹن دبایا اور اس میں ایک ننھا سا سرخ بلب روشن ہو گیا۔

"ہیلو' ہیلو' ہیلو۔" اس نے تین چار بار کہا اور میری آنکھیں حیرت سے پھٹ گئیں۔

بلاشبہ مکلینو نے کوئی انوکھا کام دکھایا تھا۔ میں نے سوچا۔

"ہیلو' ہیلو' ہیلو' مکلینو کالنگ زیرو فور مکلینو کالنگ۔"

"یس باس۔" دوسری طرف سے ہلکی سی آواز سنائی دی۔

"کہاں ہو۔۔۔۔۔۔؟"

"لائن فور پر ہم نے مکمل طور پر قبضہ کرلیا ہے باس' ساری سچوئیشن ہمارے قابو میں ہے اور یہاں سے کوئی اطلاع باہر نہیں جاسکتی۔"

"گڈ۔۔۔۔۔ کتنے ہیلی کاپٹر ہیں تمہارے پاس۔؟"

"بارہ باس۔" جواب ملا۔

"باقی تیاریاں مکمل ہیں۔"

"یس باس۔"

"میں اس وقت اوسلو میں ہوں۔ اوسلو کے مغرب میں جو پہاڑیاں ہیں ان میں ہوریشو کا خفیہ ہیڈ کوارٹر ہے اور اس وقت اس نے اپنا پورا کنٹرول اپنے قبیلے کے لوگوں کے سپرد کیا ہوا ہے۔ میں یہاں قید کر دیا گیا ہوں' بنی اور دوسرے لوگ بھی میرے ساتھ ہیں۔ ہم ہوریشو کے خفیہ غاروں میں ہیں۔ تمہیں نہایت احتیاط سے اپنا کام انجام دینا ہے۔" مکلینو نے آخری ہدایت دی۔

"آپ مطمئن رہیں باس' ویسے کیا حکم ہے؟"

"حکم؟" مکلینو کی آواز میں بے پناہ غراہٹیں تھیں' "جسے دیکھو بھون دو میں اس وقت کسی کے ساتھ کوئی رعایت نہیں کر سکتا۔"

"یس باس۔" جواب ملا۔ اور مکلینو نے ٹرانسمیٹر بند کر دیا۔ بنی خاموش نگاہوں سے مکلینو کو دیکھ رہی تھی۔ اس کی عجیب سی کیفیت تھی۔

مکلینو جس چکر میں پھنس گیا تھا شاید بنی کی ہمدردیاں اس کی طرف ہو گئی تھیں' حالانکہ وہ مکلینو کو دھوکہ دینا چاہتی تھی۔ لیکن اب صورتحال بدل چکی تھی' بہرصورت میں بھی اس وقت کوئی ایسی حرکت کرنا نہیں چاہتا تھا۔ جو بالکل ہی خلاف انسانیت ہو۔

مکلینو بہرصورت ہماری مدد کر رہا تھا۔ یہ الگ بات ہے کہ میں نئی شکل میں تھا۔ اس لئے میں براہ راست کوئی مداخلت نہیں کر سکتا تھا۔

وقت گذرتا رہا۔ ہم آنے والے وقت کے بے چینی سے منتظر تھے' تمام لوگ جاگ رہے تھے۔ اور باہر شاید سیاہ فام بھی۔

پہرہ دینے والے مستعد اور چوکس نظر آ رہے تھے۔ ویسے بھی یہ سیاہ فام چونکہ اپنے مذہبی پیشوا کے لئے کام کر رہے تھے اس لئے ان کے دلوں میں پیشہ ورانہ محنت کے علاوہ عقیدت کا جذبہ بھی تھا۔ اور عقیدت کا جذبہ کچھ زیادہ ہی احتیاط پیدا کر دیتا ہے چنانچہ ان میں سے کسی نے سونے کی کوشش نہیں کی تھی۔

رات کا کونسا پہر تھا اس بارے میں میں نہیں کہہ سکتا۔ لیکن اچانک اوسلو ہیلی کاپٹروں کی خوفناک

گڑگڑاہٹوں سے گونج اٹھا۔
ہیلی کاپٹر انتہائی برق رفتاری سے آئے تھے۔ بس یوں لگتا تھا جیسے ایک دم سے طوفان سا آگیا ہو۔ وہ انتہائی تیزی سے مختلف حصوں پر اتر رہے تھے۔ پھر اچانک ہی گولیوں کی بارش شروع ہو گئی۔
بڑی خوفناک آوازیں گونج رہی تھیں۔ رات کا سناٹا اس بری طرح مجروح ہوا تھا کہ کان پڑی آوازیں بھی سنائی نہ دے رہی تھیں۔ جو ہیلی کاپٹر نیچے اتر چکے تھے ان کے لوگ شاید اسٹین گنیں وغیرہ لئے ہوئے نیچے آئے تھے اور اوپر سے بھی گولیاں برسائی جارہی تھیں۔ چاروں طرف سے چیخ وپکار ہو رہی تھی۔
پہرے پر کھڑے ہوئے وحشی' وحشیانہ انداز میں ایک دوسرے کو گھور رہے تھے پھر وہ سامنے کی طرف دوڑ گئے۔ بہرصورت انہیں یہ اطمینان تھا کہ ہم قید ہیں وحشیوں کی چیخیں غار میں گونج رہی تھیں اور غار کے دہانے کی جانب مکلینو کے آدمیوں کی یورش بڑھتی جارہی تھی۔
قید خانے میں مکلینو کسی خونخوار چیتے کی طرح ٹہل رہا تھا۔ اس کے ذہن میں شاید یہ بات ہوگی کہ وہ بھی اس قید خانے سے نکلے' کئی بار اس کے قدم سلاخوں کے نزدیک گئے۔ وہ باہر دیکھتا رہا تھا۔
باہر جس پیمانے پر ہنگامہ ہو رہا تھا اس سے اندازہ ہوتا تھا کہ مکلینو کے آدمیوں کی تعداد بہت زیادہ ہے اور وہ پوری قوت سے حملہ آور ہوئے ہیں۔
اس وقت مکلینو کی شکل دیکھنے کے قابل تھی۔ یوں لگتا تھا جیسے اب وہ اصلی حیثیت سے سامنے آیا ہو' وہ نہایت خوں خوار لگ رہا تھا۔
میں خاموشی سے اپنی جگہ کھڑا رہا تھا' مجھے کیا ضرورت تھی کہ جب تک مجھے کسی کام کے بارے میں نہ کہا جاتا میں ٹانگ اڑانے کی کوشش کرتا۔
پھر مکلینو ہم لوگوں کی طرف دیکھ کر غرایا۔
"کیا تم لوگ گدھے ہو بالکل؟"
"بب باس۔ باس۔" ساریکا آگے بڑھ آیا۔
"اس دروازے کو کھولنے کی کوشش کرو' کیا ہم یہیں چوہوں کی طرح بند رہیں ہم بھی ان لوگوں کی مدد کرنا چاہتے ہیں۔" مکلینو نے کہا۔
اور میں اور ساریکا فولادی دروازے کی جانب بڑھ گئے لیکن دروازہ ایسا تو نہیں تھا جو ہم دونوں کی کوششوں سے کھل جاتا۔
دفعتاً میرے ذہن میں ایک ترکیب آئی اور میں دروازے کی سلاخوں کا جائزہ لینے لگا۔
سلاخیں چونکہ پتھریلی چٹانوں میں سوراخ کر کے پھنسائی گئی تھیں اس لئے وہ بالکل ٹائٹ نہیں تھیں بلکہ کچھ ڈھیلی نظر آرہی تھیں۔ حالانکہ کافی موٹی تھیں۔ میں ان کا جائزہ لینے لگا اور جلد ہی میں نے ایک پتھر تلاش کرلیا جو کافی نوکیلا تھا۔
اور پھر سلاخوں کے بنے ہوئے دروازے کے نزدیک پہنچ گیا جس جگہ سلاخیں نصب تھیں' میں ایک جگہ اس نوکیلے پتھر سے ضربیں لگانے لگا۔ میرا مقصد یہ تھا کہ اس نوکیلے پتھر سے تھوڑی سی جگہ کھل جائے تاکہ سلاخ نکالنے میں آسانی ہو جائے۔
یہ میری ذہنی کوششوں کا نتیجہ تھا' میں نے چاروں طرف نگاہ دوڑانے کے بعد یہ فیصلہ کیا تھا کہ

قید خانے سے صرف اس طریقے سے نکلا جا سکتا ہے کیونکہ سنگی چٹانوں سے سلاخ کو نکالنا آسان تھا' لیکن لوہے کا تالا توڑنا بہت مشکل تھا۔
مکلینو میری کوششوں کو دلچسپی سے دیکھ رہا تھا۔ پھر جب وہ سلاخ ڈھیلی ہو گئی تو میں نے سلاخ کو نیچے کی جانب سے اوپر کی طرف کھینچا اور سلاخ نکل کر میرے ہاتھ میں آگئی تھی۔
لیکن کئی سلاخوں کو نکالنا بہت مشکل کام تھا' ایک آدھ سلاخ نکالنے کے لئے ہی جتنی محنت کرنا پڑی تھی اس سے اندازہ ہوتا تھا کہ دوسری اور سلاخیں نکالنا تو انتہائی مشکل ہے۔ بس اتنا کرنا تھا کہ نکلنے کا راستہ پیدا ہو جاتا یہ بھی ممکن تھا کہ اس دوران ہوریشو کے آدمی پہنچ جاتے اور ہم اپنے کام کو نہ کرپاتے۔
چنانچہ میرے ذہن میں دوسری ہی ترکیب تھی' لہٰذا میں نے تالے کی طرف رخ کیا۔ مکلینو شاید یہی سوچ رہا تھا کہ میں اور سلاخیں نکالنے کی کوشش کروں گا اور راستہ پیدا کردوں گا۔ لیکن اس نے مجھے سلاخ تالے میں پھنساتے دیکھا' اور اس کے چہرے پر عجیب وغریب سے تاثرات پھیل گئے' پھر میں نے ساریکا کو اشارہ کیا۔
سلاخ اس حد تک پھنسادی گئی تھی کہ اب تالے میں سے کنڈے کے نکل جانے کا خطرہ نہیں تھا۔ جب سلاخ تالے میں پھنس گئی تو میں نے ساریکا کی طرف دیکھا۔
"آؤ ساریکا' ہم دونوں اس پر قوت صرف کریں۔" میں نے کہا اور ساریکا میرے نزدیک پہنچ گیا۔
سلاخ کافی سخت تھی ہم نے تالے پر زور آزمائی کی اور دو تین جھٹکوں میں تالا ٹوٹ گیا۔ مکلینو کے حلق سے ایک عجیب سی غراہٹ نکلی تھی۔ شاید یہ خوشی کی بناء پر۔
اس نے میری طرف دیکھا اور مسکراتے ہوئے گردن ہلائی تب ہم نے تالا ہاتھ سے باہر نکال دیا۔ اور دروازہ کھول دیا۔ ہم سب باہر نکل آئے' بنی مکلینو کے ساتھ تھی۔
مکلینو نے کچھ سوچا اور سلاخ ہاتھ میں لے لی' جو میں نے نکالی تھی۔ یہ ایک اچھا ہتھیار تھا۔ ہم سب غیر مسلح تھے لیکن بہرصورت ہم سب غار میں دوڑنے لگے۔
ابھی ہم غار کے ایک مخصوص دروازے تک پہنچے ہی تھے کہ اچانک دس بارہ مسلح سیاہ فام ہمارے نزدیک آگئے۔ ان سب کے ہاتھوں میں ہتھیار تھے انہوں نے آتے ہی ہمیں دیکھا اور ہم پر ٹوٹ پڑے۔
اب دست بدست جنگ شروع ہو گئی۔ دو سیاہ فاموں نے بنی کو پکڑ لیا تھا اور مکلینو سلاخ گھما رہا تھا۔ اس نے کئی سیاہ فاموں کو قتل کر دیا تھا اور خود اس کے جسم پر بھی کئی زخم آئے تھے۔ تب کچھ لوگ میری طرف دوڑے اور اس وقت میں نے اپنی فطری مہارت سے کام لیا۔ اور ان میں سے ایک شخص کا نیزہ کھینچنے میں کامیاب ہو گیا۔
نیزہ میرے ہاتھ میں آگیا تھا۔ تب میں نے وہ نیزہ اس شخص کے سینے میں اتار دیا۔ وحشی اب ہم لوگوں پر قاتلانہ حملے کر رہے تھے۔ ان کی خواہش تھی کہ وہ ہمیں قتل کر دیں۔
لیکن اب میں اپنی بھرپور کوششیں کر رہا تھا۔ میری دلی خواہش تھی کہ اپنی بھی حفاظت کروں اور مکلینو کو بھی بچاؤں۔ بھالا میرے ہاتھ میں آچکا تھا اور میں اس سے بہترین جنگ کر رہا تھا۔ یہاں تک کہ میں نے چھ سات آدمی موت کے گھاٹ اتار دیئے ان سب کے سینوں سے خون بہہ رہا تھا۔
مکلینو باقی لوگوں سے نمٹ رہا تھا۔ دفعتاً ساریکا کی چیخ سنائی دی' ایک سیاہ فام وحشی کا نیزہ اس

کے حلق میں پیوست ہو گیا تھا۔

مکلینو نے چونک کر اسے دیکھا اور اسی وقت ایک وحشی نے پوری قوت سے لوہے کے ایک ہتھیار کی ضرب مکلینو کے سر پر ماری مکلینو وحشی درندے کی طرح پلٹا اس کا چہرہ خون میں نہا گیا تھا اس نے ضرب لگانے والے کی طرف پلٹ کر دیکھا اور ہاتھ میں پکڑی ہوئی سلاخ پوری قوت سے اس پر دے ماری۔ وحشی کی کھوپڑی کئی حصوں میں تقسیم ہو گئی تھی۔

لیکن مکلینو کے سر کا زخم بھی عجیب تھا۔ وہ عجیب انداز میں چکرا رہا تھا اور پھر وہ کٹے ہوئے درخت کی طرح ڈھیر ہو گیا۔

اب میں اور بنی رہ گئے تھے۔ ہمارے سامنے صرف دو وحشی باقی تھے باقی سب کو ہم ٹھکانے لگا چکے تھے۔ باہر گولیوں کی سنسناہٹ تیزی سے سنائی دے رہی تھی۔ اچانک مکلینو بری طرح کراہنے لگا اور بنی گھبرا کر اس کے نزدیک ہی بیٹھ گئی۔

"پیا ---- پیا" اس نے مکلینو کا سر اٹھا کر اپنی گود میں رکھ لیا اور اس کا بازو اپنے گلے میں ڈال لیا۔

"بنی! بنی' سوری' میں۔ میں۔" مکلینو کچھ بول نہ سکا اور اس کی گردن ایک طرف ڈھلک گئی۔

"پیا۔" بنی پریشان ہو کر اس پر جھک گئی' لیکن مکلینو کی سانس چل رہی تھی۔ شاید وہ بے ہوش ہو گیا تھا۔

میری بھی اس وقت عجیب سی کیفیت ہو گئی تھی۔ باقی دونوں آدمیوں کو بھی میں نے ختم کر دیا اور اب یہاں کوئی باقی نہ رہا تھا۔

تب میں نے بنی کی طرف دیکھا۔ بنی کی آنکھوں سے آنسو ٹپک رہے تھے۔

"پیا پیا تمہیں کیا ہو گیا۔ پیا پیا ڈیر پیا آنکھیں کھولو۔" بنی شدید اضطراب میں کہہ رہی تھی۔

لیکن مکلینو بے ہوش تھا۔ تب میں بنی کے نزدیک پہنچ گیا۔ میں نے مکلینو کی نبض دیکھی اور محسوس کیا کہ مکلینو صرف بے ہوش ہے۔

تب میں نے بنی کو تسلی دی۔ "مکلینو بے ہوش ہے بنی لیکن ہم اس وقت اس کے لئے کیا کر سکتے ہیں۔؟"

"اوہ نواز ---- پیا کو مرنا نہیں چاہئے' پیا کو مرنا نہیں چاہئے۔" وہ اضطراب آمیز انداز میں بولی۔

اسی وقت میں نے باہر قدموں کی چاپ سنی اور اچانک ہی میرے ذہن میں ایک پروگرام سرایت کر گیا۔ لوہے کی سلاخ میں نے ہی اس کے سر پر ماری ہے۔ میں نے پلٹ کر بھی نہیں دیکھا کہ آنے والا کون ہے۔ البتہ میں نے بنی سے کہا۔ "اگر تم نے بھاگنے کی کوشش کی تو میں تمہارا ابھی یہی حشر کروں گا جو میں نے مکلینو کا کیا ہے۔" بنی نے چونک کر میری شکل دیکھی اور متحیر رہ گئی۔

"لل' لیکن لیکن۔"

"لیکن ویکن کچھ نہیں۔ تم جانتی ہو باس بنی کہ مکلینو نے کبھی ہمارے ساتھ

کیا۔"

"لیکن پیا۔" بنی اپنے ہونٹ دانتوں سے کاٹتی ہوئی بولی۔

"وہ ذلیل انسان ہم صرف اس کے نوکر تھے' اس کا انداز ہمارے ساتھ صرف کتوں کا سا تھا۔ کیا تمہارے خیال میں ہمارے دلوں میں اس کی عزت اور انسیت ہو گی۔؟"

بنی نے ایک لمحے کے لئے میری شکل دیکھی پھر اس کی نگاہ میرے عقب میں اٹھ گئی۔ پھر اس نے عجیب سے لہجے میں کہا۔

"تم سب ---- تم سب کتے ہو' بے غیرت کتے۔" وہ بپھرے ہوئے انداز میں بولی اور اس وقت اس کی ایکٹنگ پر مجھے بے پناہ پیار آ گیا۔ اس نے صورت حال کی نزاکت سمجھ لی تھی۔

اور اس وقت میں پورا ڈرامہ کھیلنا نہیں بھولا۔ میں نے کہا۔ "ہم سب طاقت کے غلام ہیں بنی' اس وقت طاقت ہوریشو کے پاس ہے اور اب میں ہوریشو کا غلام ہوں' تم یہ نہ سمجھنا کہ میں تمہاری مدد کروں گا' بہرصورت کچھ بھی ہو' اب میں ہوریشو کا غلام ہوں۔" اور تب ہی عقب سے مجھے ہوریشو کی آواز سنائی دی۔

"ڈکسن کیا ہوا؟؟"

میں چونک کر پیچھے پلٹا۔ میں نے ہوریشو کو دیکھا اور چند قدم پیچھے ہٹ کر اس کے سامنے باادب ہو گیا۔

"مسٹر ہوریشو آپ خود دیکھ لیں۔ مسٹر مکلینو نے ان سب کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔ انہوں نے مجھے بھی ان لوگوں کو قتل کرنے کو کہا تھا لیکن میں نے انکار کر دیا۔" میں نے کہا۔

"اوہ کیا تم نے اس کو قتل کر دیا۔؟" ہوریشو ایک دم آگے بڑھ آیا۔

"مجھے نہیں معلوم باس ---- میں نے اس کے سر پر یہ سلاخ ماری ہے۔" میں نے عجیب سے لہجے میں جواب دیا۔ اور ہوریشو مکلینو کے نزدیک پہنچ گیا۔

"تم پیچھے ہٹ جاؤ لڑکی۔" اس نے سخت لہجے میں بنی سے کہا اور بنی اسے خونخوار انداز میں گھورنے لگی۔

ہوریشو جھک کر مکلینو کو دیکھنے لگا۔ پھر اس نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔

"نہیں یہ زندہ ہے تم لوگ اسے اٹھا کر اندر لے آؤ' اس نے اپنے آدمیوں کو حکم دیا۔

"تم' تم کتے کیا سلوک کرو گے اس کے ساتھ' بنی ہوریشو پر جھپٹ پڑی اور ہوریشو نے اسے ایک زوردار دھکا دیا۔ تب ہوریشو نے اپنے ساتھیوں سے کہا۔

"اسے بھی لے جاؤ' یہ لوگ آزاد کیسے ہو گئے۔" وہ قید خانے کی طرف بڑھا اور پھر اس کا جائزہ لینے لگا۔ "اور یہ سلاخ کس نے نکالی تھی۔؟"

"مکلینو نے۔" میں نے جواب دیا۔

"ہوں ----" ڈکسن تم باہر جاؤ اور شگویا تم ڈکسن کو اسٹین گن دے دو اور ڈکسن تم ان لوگوں سے مقابلہ کرو۔ اس کم بخت کے ساتھی کافی تعداد میں ہیں۔"

"یس باس۔" میں نے مستعدی سے کہا اور ہوریشو کے ساتھیوں کے ساتھ باہر نکل آیا۔ یہی وقت

کام دکھانے کا تھا۔ مجھے اسٹین گن دے دی گئی۔ تب میں نے دل ہی دل میں مکلینو سے معذرت کی۔

"مائی ڈیئر مکلینو، مجھے تمہارے ساتھیوں کے خلاف کام کرنا پڑ رہا ہے۔ لیکن افسوس میں اس کے لئے مجبور ہوں۔ دنیا کا ہر شخص پہلے اپنے بارے میں سوچتا ہے پھر دوسروں کے بارے میں، یہاں تک کہ تمہاری بیٹی بھی تمہارے لئے مخلص نہیں ہے۔

مجھے تمہارے آدمیوں سے کوئی پرخاش نہیں ہے ڈیئر بلکہ میں تو خود اس کا دشمن ہوں لیکن اس وقت صورت حال ایسی ہے کہ میں کچھ نہیں کر سکتا۔"

میں دوسرے لوگوں کے ساتھ کارروائی میں مصروف ہو گیا۔ ہوریشو کے آدمی چاروں طرف سے مکلینو کے آدمیوں کا مقابلہ کر رہے تھے۔

میں نہیں جانتا تھا کہ صورت حال کیا ہو گی، جنگ کا رخ کیا ہو گا، حالات کس طرح پلٹیں گے۔

لیکن ایک بات تھی، وہ یہ کہ اگر ہوریشو کو شکست ہوتی تو بہرصورت ایسی کوئی بات نہیں تھی، میں مکلینو کا ساتھی تو تھا۔ اس سلسلے میں بنی کم از کم میری گواہ تو ہو گی۔ وہ یہ تو کہہ سکے گی کہ میں نے انہیں بچانے کے لئے کیا کچھ کیا۔

اگر مکلینو کے لوگ مارے جاتے تو پھر مجھے ہوریشو پر اعتماد قائم کرنا ہوتا اور اس کے لئے میں بھرپور طور پر ہوریشو کے ساتھیوں کی مدد کر رہا تھا البتہ اتنا میں نے خیال رکھا تھا کہ میری گولیوں سے زیادہ آدمی نہ مارے جائیں۔

مکلینو کے آدمی انتہائی مہارت سے گولیاں برسا رہے تھے۔ ویسے ابھی تک غار کی طرف پیش قدمی نہیں ہو سکی تھی۔"

اس کی وجہ یہ تھی کہ غار کے دہانے پر ہوریشو کے آدمی سختی سے جمے ہوئے تھے اس کے علاوہ ان لوگوں کو پہاڑیوں کے وہ سوراخ معلوم تھے جن سے وہ اوپر پہنچ سکتے تھے۔ اور اس طرح انہوں نے پہاڑیوں پر اپنے مورچے جما رکھے تھے۔

مکلینو کے آدمی خاصی دشواریوں میں پھنسے ہوئے تھے اور بڑی سخت مشکلات پیش آ رہی تھیں۔ بہرصورت وہ لوگ اپنی کوششیں کرتے رہے۔

اور پھر مجھے یوں محسوس ہونے لگا جیسے مکلینو کے آدمی بھاری پڑ رہے ہوں۔ انہوں نے اپنا گھیرا تنگ کر لیا تھا۔ اور وہ ہوریشو کے آدمیوں پر حاوی ہوتے چلے جا رہے تھے۔

ہوریشو کے آدمیوں کی گولیاں برسانے کی رفتار کچھ سست پڑ گئی تھی غالباً وہ زیادہ آتشیں اسلحے کے ماہر نہیں تھے اس لئے وہ نشانہ نہیں لگا پا رہے تھے۔

جبکہ مشکل پوزیشن کے باوجود مکلینو کے آدمیوں نے ہوریشو کے کافی لوگوں کو نشانہ بنا لیا تھا۔

اور پھر ایک اور شاندار کوشش کی گئی۔ مکلینو کے آدمی ہیلی کاپٹروں سے آئے تھے۔ غالباً ان کا خیال تھا کہ نیچے اترنے کے بعد وہ باآسانی غار پر قبضہ کر لیں گے لیکن اس کے بعد انہیں کافی مشکل پیش آئی۔

چنانچہ چند ذہین لوگوں نے جو بات سوچی وہ میرے نزدیک کافی اچھی تھی انہوں نے ہیلی کاپٹر دوبارہ فضا میں بلند کر دیئے اور پرواز کر کے پہاڑیوں کے اوپر ان نشانوں پر گولیاں برسانے لگے جہاں ان کے خیال میں ہوریشو کے آدمی چھپے ہوئے گولیاں چلا رہے تھے اور اس طرح انہیں زبردست کامیابی نصیب ہوئی۔

ہوریشو کے آدمیوں کو یہ خیال نہیں آیا تھا کہ ہیلی کاپٹروں سے بھی گولیاں چلائی جا سکتی ہیں۔

چنانچہ وہ مار کھانے لگے پھر ہیلی کاپٹر غار کے قریب آئے اور انہوں نے بم مارنا شروع کر دیئے۔ اس طریقے سے ہوریشو کے کافی آدمی مر گئے تھے اور پھر دفعتاً" ان میں بھگدڑ مچ گئی۔ وہ لوگ اندر کی جانب دوڑنے لگے اور مجھے یوں محسوس ہوا جیسے غار کا دہانہ خالی ہو گیا ہے۔ اس وقت میری پوزیشن کافی خطرناک ہو گئی تھی، میں پیچھے ہٹا اور اس قدر پیچھے ہٹ گیا کہ اندر داخل ہونے والوں کو نظر نہ آ سکوں۔

تب میں نے ایک پوشیدہ جگہ تلاش کی اور خود کو چھپا لیا۔ تب میں نے دیکھا کہ بہت سے افراد گنیں لئے ہوئے اندر داخل ہو گئے۔ وہ ہوریشو کے آدمیوں کو اندر داخل ہو کر ڈھونڈ ڈھونڈ کر مار رہے تھے۔

صورت حال ہوریشو کے خلاف ہو گئی تھی، بہرصورت اندازہ یہ ہوتا تھا کہ مکلینو نے جو کچھ کیا تھا وہ بھی بھرپور تھا۔ اور اب ہوریشو کو اپنی کوششوں کا خمیازہ اٹھانا پڑ رہا تھا۔

اب اس کے اپنے قبیلے کے لوگ مارے جا رہے تھے۔ یوں محسوس ہو رہا تھا کہ مکلینو کے آدمی ان میں سے ایک کو بھی زندہ نہیں چھوڑیں گے۔ اور ان کی یہ کوشش جاری رہی۔

میرے ذہن میں جو پروگرام تھا وہ یہ تھا کہ کسی طرح بنی کے نزدیک پہنچ جاؤں۔ نجانے ہوریشو نے مکلینو کو کہاں پہنچایا ہے۔

میں بنی کو تلاش کرتا رہا اور کافی دیر اسی طرح گزر گئی۔ اندر بدستور گولیاں چل رہی تھیں۔ پورا غار گولیوں کی سنسناہٹ سے گونج رہا تھا اور کچھ عجیب و غریب صورت حال پیدا ہو گئی تھی۔

بہرصورت میں مکلینو کو تلاش کرنے میں ناکام رہا اور تھوڑی دیر کے بعد میں نے محسوس کیا کہ گولیاں چلنے کی آواز کچھ کم ہو گئی ہے۔

کیا کھیل ختم ہو گیا۔ میں نے سوچا۔

ممکن ہے کسی ایک پارٹی کو شکست ہو چکی ہو، اور یہ خاموشی اس کا پیش خیمہ ہو، بہرصورت میرا اس جگہ سے نکلنا کسی طور مناسب نہیں تھا۔

سو میں خاموشی سے حالات کا جائزہ لیتا رہا۔ اور تھوڑی دیر کے بعد غار میں ایک آواز گونجی۔

"باس مسٹر مکلینو آپ کہاں ہیں۔!"

"مسٹر مکلینو میں فوکر بول رہا ہوں۔"

"آپ کہاں ہیں مسٹر مکلینو۔" اور دوسرے لمحے بنی کی آواز سنائی دی۔

"فوکر ادھر آؤ پلیز ------ ادھر آؤ، ہری اپ۔" بنی کی چیختی ہوئی آواز غار میں پھیل گئی تھی۔

اور تب میں نے دیکھا کہ فوکر نامی شخص جو خاصا قد آور اور تندرست تھا، ایک اسٹین گن لئے بنی کے قریب پہنچ گیا۔

"باس کہاں ہیں؟" اس نے پریشان لہجے میں پوچھا۔

"اندر ہیں۔ پپا کی حالت بہت نازک ہے۔" بنی اضطراب آمیز انداز میں بولی۔

"پلیز کم آن مادام بنی۔" فوکر نے کہا اور پھر وہ دونوں اندر کی طرف دوڑ گئے جہاں مکلینو تھا۔

ابھی تک مجھے یہ اندازہ نہیں ہو سکا تھا کہ ہوریشو کی صورت حال کیا ہے کیا وہ مارا گیا ہے۔"

یا پھر یہاں سے فرار ہو گیا۔؟

یہ دونوں سوال ابھی ادھورے تھے اور میرا باہر نکلنا مناسب نہیں تھا میں نہیں سمجھتا تھا کہ مجھے کس کے ساتھ وفاداری نبھانی ہوگی۔

ممکن ہے ہوریشو کوئی اور چال سوچ رہا ہو' ویسے وہ جتنا چالاک آدمی تھا' اس کے بارے میں میں نے اندازہ لگا لیا تھا کہ وہ شکست ماننے والوں میں سے نہیں ہے۔

چند ساعت کے بعد میں نے دیکھا کہ پورے غار میں سیاہ فاموں کی بجائے مکلینو کے سفید فام پھیل گئے ہیں۔

گویا اب سیاہ فاموں کی یہاں کوئی گنجائش نہیں تھی' انہیں دیکھ کر مجھے پہلے ہی اندازہ ہو گیا تھا کہ یہ لوگ سفید فاموں کا مقابلہ نہیں کر سکیں گے کیونکہ سیاہ فام محدود تعداد میں تھے۔

تب میں سوچ سمجھ کر اپنی جگہ سے نکل آیا اور پھر میں مکلینو کی طرف چل پڑا جلد ہی میں مکلینو کے پاس پہنچ گیا۔

مکلینو بے ہوش پڑا تھا اور بنی اس کے نزدیک اداس سی بیٹھی تھی۔ اور مکلینو کے آدمی اسے سنبھالنے کی کوششوں میں مصروف تھے جس سے مجھے اندازہ ہو گیا کہ بہرصورت ابھی مکلینو زندہ ہے۔

بنی نے نگاہیں اٹھا کر مجھے دیکھا لیکن اس کی آنکھوں میں ویرانی تھی۔ نجانے اس وقت اس کے جذبات کیا تھے۔ چنانچہ میں نے بھی اس سے بولنا مناسب نہیں سمجھا۔

اور بھی دوسرے لوگ مکلینو کی تیمارداری میں مصروف تھے چنانچہ میں بھی ایک کونے میں کھڑا ہو گیا۔ چند ساعت اسی طرح گذر گئے پھر ان لوگوں نے کپڑے کا ایک اسٹریچر سا بنایا اور مکلینو کو اس میں لٹانے لگے۔

پھر وہ اسے اٹھا کر چلنے لگے' بنی بھی ان کے ساتھ ساتھ غار سے باہر نکل آئی تھی۔ میں بھی بنی کے ساتھ چلنے لگا۔

مکلینو کو لے جانے والے تیزی سے ہیلی کاپٹروں کی طرف جا رہے تھے غالباً غار کے دہانے سے باہر نکل کر وہ مکلینو کو فرسٹ ایڈ دینا چاہتے تھے یا اسے کہیں لے جانا چاہتے تھے۔

اور اس وقت میری جو حیثیت تھی میں اس سے تجاوز نہیں کرنا چاہتا تھا' چنانچہ میں خاموش تماشائی بنا رہا۔

میں نے نہ تو بنی سے کچھ گفتگو کرنے کی کوشش کی اور نہ ہی مکلینو کے بارے میں زیادہ مستعدی دکھائی۔

مجھے نہیں معلوم تھا کہ ہوریشو کی تلاش کے سلسلے میں کیا کیا گیا' بہرصورت میرے ذہن میں اس طرف سے اضطراب تھا۔

تب میں نے بنی ہی کو مخاطب کرنا مناسب سمجھا۔ "بنی۔" میں نے اسے آواز دی۔

اور بنی چونک کر مجھے دیکھنے لگی۔ پھر اس کے چہرے پر کچھ عجیب سے تاثرات نظر آئے۔ اور وہ غمزدہ لہجے میں بولی۔

"ہاں' کیا بات ہے؟"

"بنی میرا خیال ہے تمہارے ساتھی ہوریشو کو بھول گئے ہیں۔"

"کیا مطلب؟"

"مقصد یہ کہ کیا اس کی لاش مل گئی ہے۔؟"

"اوہ نواز ----- میرا ذہن ماؤف ہے' میں کچھ سوچ نہیں پا رہی۔" بنی غمزدہ لہجے میں بولی۔

"تب پھر مجھے کسی ایسے آدمی کا نام بتاؤ جس سے میں اس بارے میں پوچھ سکوں میں نے پوچھا۔

بنی نے نگاہیں اٹھا کر اپنے آدمیوں کی جانب دیکھا' پھر ایک طرف اشارہ کر کے بولی۔ "اس کا نام کوپر ہے۔ ہمارے گروہ میں نمایاں حیثیت رکھتا ہے میرا خیال ہے تم اس سے بات کرو۔"

اور میں نے گردن ہلا دی' اس شخص کو میں نے اچھی طرح نگاہ میں رکھ لیا تھا جس کا نام بنی نے کوپر بتایا تھا۔

چند ساعت کے بعد میں اس شخص کے نزدیک تھا۔

"مسٹر کوپر۔" میں نے اسے آواز دی اور وہ رک گیا۔

"کیا بات ہے مسٹر ڈکسن۔"

"آپ نے مسٹر ہوریشو کی تلاش کے سلسلے میں کیا کیا۔؟" میں نے گمبھیر لہجے میں پوچھا۔

"اوہ' ہمارے ساتھی غار میں موجود ہیں' ان کی نگرانی پیٹرسن کر رہا ہے وہ لوگ سیاہ فاموں کی لاشوں کو اکٹھا کر رہے ہیں اور یقیناً ہوریشو بھی انہی میں ہوگا۔" کوپر نے کہا۔

"تب ٹھیک ہے' ورنہ میں یہی سوچ رہا تھا کہ تم لوگ کہیں باس کی پریشانی میں مسٹر ہوریشو کو نہ بھول جاؤ۔ میرا مقصد یہ تھا کہ وہ اتنا خطرناک آدمی ہے کہ اسے ایک لمحے کے لئے نظر انداز کرنا مناسب نہیں ہے۔ نہ جانے کس وقت کیا کاروائی کر بیٹھے۔"

"ہم نے اس کو آخری حدوں تک پہنچا دیا ہے مسٹر ڈکسن آپ بے فکر رہیں اب وہ کچھ نہیں کر سکے گا۔ کیا آپ اس بات کا اندازہ کر سکتے ہیں کہ ہم نے اس کے کتنے آدمیوں کو ہلاک کیا ہے۔؟"

"ہاں میں دیکھ رہا تھا۔" میں نے جواب دیا اور کوپر نے گردن ہلا دی۔ پھر وہ میرے ساتھ چلتے ہوئے بولا۔

"باس کی حالت بہت خطرناک معلوم ہوتی ہے مسٹر ڈکسن' لیکن اسے کیا ہوا۔؟"

"ہوریشو صرف ہوریشو۔" میں نے جواب دیا۔

"گویا ہوریشو نے اسے زخمی کیا ہے۔" کوپر نے پوچھا۔

"ہاں۔ براہ راست۔" میں نے جواب دیا۔

"اوہ کوپر کے ہونٹ بھینچ گئے' غالباً وہ اس بات سے سخت متاثر ہوا تھا۔

"یہ تو بہت برا ہوا مسٹر ڈکسن' ہوریشو کو اتنی خطرناک سچوئیشن پیدا نہیں کرنی چاہئے تھی۔ اس نے اچھا نہیں کیا۔"

"ہاں مسٹر کوپر کیا کہا جا سکتا ہے' خود غرضی کے لبادوں میں لپٹے ہوئے انسانوں کو دوست نہیں کہا جا سکتا' مسٹر مکلینو ہوریشو کا مکروہ اور سیاہ چہرہ نہایت قریب سے دیکھ چکے ہیں۔ لیکن اس آڑے وقت میں ہم نے مسٹر مکلینو کا ساتھ نہیں چھوڑا۔" میری خود غرضی کوپر کو دھوکا دے رہی تھی۔ لیکن میں بھی

مجبور تھا ظاہر ہے پوزیشن کچھ ایسی ہی تھی۔

تھوڑی دیر کے بعد وہ لوگ ہیلی کاپٹر کے نزدیک پہنچ گئے۔ اسٹریچر ہیلی کاپٹر کے نزدیک رکھ دیا گیا اس سے اندازہ ہوا کہ وہ لوگ مکلینو کو ہیلی کاپٹر کے نزدیک طبی امداد دینا چاہتے تھے۔ کیونکہ فرسٹ ا سامان ہیلی کاپٹرز میں موجود تھا۔

مکلینو کی تیمارداری میں کافی لوگ مصروف ہوگئے۔ اس کی بینڈیج کر دی گئی' اس کے زخم شاید کسی خاص دوا سے بھر دیا گیا تھا' بینڈیج کرنے کے بعد انہوں نے مکلینو کو بہت سارے کپڑے بچھا اس پر لٹا دیا۔ اور اس پر چادر ڈال دی۔ غالباً وہ اس بارے میں بنی سے مشورہ کرنا چاہتے تھے کہ اب کیا جائے۔

میں بنی سے بہت زیادہ دور نہیں تھا' پھر چند افراد بنی کے قریب پہنچ گئے۔ ان میں سے ایک آگے بڑھ کر بولا۔

"مادام کیونکہ باس بہت زخمی ہیں اس لئے اگلی ہدایات آپ ہمیں دیں گے۔"

"میں۔" بنی نے اداس لہجے میں کہا۔

"ہاں مادام آپ۔"

بنی صرف زخمی انداز میں انہیں دیکھتی رہی بولی کچھ نہیں۔ تب کھڑے ہوئے لوگوں میں سے ایک شخص نے کہا۔

"مادام آپ کیا چاہتی ہیں۔ اگر آپ حکم دیں تو باس کو سوئیڈن لے جایا جائے؟ یا پھر یہیں جزیرے پر ان کی تیمارداری کی جائے۔"

"میرا خیال ہے اس وقت انہیں سوئیڈن لے جانا مناسب نہیں ہوگا' ہیلی کاپٹر کا سفر ان کے لئے مناسب نہیں ہوگا۔ تم جتنی جلد ہو سکے کسی ڈاکٹر وغیرہ کو یہاں بلوالو' باقی یہاں پر ہماری کافی عمارتیں موجود ہیں ان میں سے کسی میں مکلینو کو لے جایا جائے اور اس عمارت کی بھرپور نگرانی کی جائے' کیونکہ ہوریشو کتا اس وقت ہمارا شدید دشمن ہو رہا ہے۔"

"آپ بالکل بے فکر رہیں مادام' جزیرے کے چپے چپے پر ہمارا قبضہ ہے اور چند ساعت کے بعد آپ دیکھیں گی کہ جزیرے پر ہوریشو کے کسی آدمی کا وجود نہیں ہے۔"

"میں یہی چاہتی ہوں۔" بنی نے بپھرے ہوئے لہجے میں کہا اور وہ سب لوگ منتشر ہوگئے۔

تھوڑی دیر کے بعد مکلینو کو ایک عمارت کے اندر منتقل کر دیا گیا۔ میں بنی اور چند دوسرے افراد مکلینو کی تیمارداری میں مصروف ہوگئے۔

تھوڑی دیر کے بعد باہر پھر کچھ گولیاں چلنے کی آوازیں سنائی دیں لیکن اس وقت ہماری کیفیت یہ تھی کہ ہم حالات جاننے کے لئے باہر نہیں جا سکتے تھے۔ بنی بھی پریشان نظر آ رہی تھی۔ لیکن چند ساعت کے بعد ایک شخص اندر داخل ہوا۔

وہ گھبرایا ہوا نظر آ رہا تھا۔ بنی نے اسے آتے دیکھا اور اس کا چہرہ بھی دھواں دھواں نظر آنے لگا۔

"کیا بات ہے۔؟" اس نے عجیب سے لہجے میں پوچھا۔

"مادام بنی وہ۔ وہ۔" آنے والا خوف سے کچھ بول نہ سکا۔

"جلدی بولو۔۔۔۔۔ جو کچھ ہوا ہے اسے جلدی بیان کرو۔" بنی تحکمانہ لہجہ میں بولی۔

"مادام' ہوریشو فرار ہو گیا ہے۔"

"فرار ہو گیا ہے۔" بنی نے دانت پیسے۔

"ہاں مادام۔ وہ کمبخت زندہ بچ گیا تھا کہیں چھپ گیا تھا اور پھر ہم لوگوں نے دیکھا کہ وہ کمبخت ہمارا ہیلی کاپٹر لے کر فرار ہو گیا اس کے ساتھ چار سیاہ فام بھی تھے۔"

"اوہ۔۔۔۔۔ تم نے تو کہا تھا کہ وہ یہاں سے بچ کر نہیں جا سکے گا۔" بنی غراتی ہوئی آواز میں بولی۔

"مادام وہ جتنا چالاک ہے اس کا اندازہ آپ کو بھی ہے۔ ہم لوگ دھوکا کھا گئے۔"

"بہر صورت میں اس سلسلے میں کیا کہہ سکتی ہوں جو تمہارا فرض تھا تمہیں پورا کرنا چاہئے تھا۔ میرا کیا تعلق۔" بنی بے رخی سے بولی۔

"مادام بہر صورت اتنا تو آپ جانتی ہیں کہ ہوریشو کے پورے قبیلے میں سے جسے اس نے بڑے مان پالا تھا' صرف چار افراد کو زندہ لے جا سکا ہے۔ اب مکلینو کا غضب قدم قدم پر اسے تلاش کرے گا ہم اسے زندہ نہیں چھوڑیں گے۔"

بنی کے حلق سے صرف غراہٹ نکلی۔ بہر صورت وہ لوگ کافی شرمندہ نظر آ رہے تھے۔

مکلینو بدستور بے ہوش تھا اس کی حالت بھی شدید خطرے میں تھی جبکہ دوسرے لوگ ری کارروائیوں میں مصروف ہو گئے۔

مجھے اور بنی کو ابھی تک کوئی موقع نہ مل سکا تھا کہ ہم لوگ آپس میں گفتگو کر لیتے۔

بہر صورت رات کے آخری پہر میں ہمیں گفتگو کرنے کا موقع ملا۔ بنی نے ایک لمحے کے لئے پلک جھپکی تھی۔ وہ مکلینو کے سرہانے اداس بیٹھی تھی۔ دوسرے لوگ باہر جا چکے تھے صرف میں اور کمرے میں موجود تھے۔

"بنی۔" میں نے اسے آواز دی۔

اور بنی نے نگاہیں اٹھا کر مجھے دیکھا اس کا چہرہ ویران تھا۔ آنکھوں میں عجیب سا درد سمٹا ہوا تھا۔

"ہاں نواز۔" وہ آہستہ سے بولی۔

"آئی ایم سوری بنی۔۔۔۔۔ میں تمہارے غم میں برابر کا شریک ہوں۔"

"نواز۔۔۔۔۔ میں پپا کو دھوکا دینے جا رہی تھی۔"

"ہاں بنی۔۔۔۔۔ مگر اس وقت صورت حال دوسری تھی۔"

"ہاں نواز۔۔۔۔۔ لیکن پپا کی یہ حالت۔۔۔۔۔ پپا کی یہ حالت میرے لئے بے حد دل شکن ۔ تم بتاؤ میں کیا کروں' کیا کروں نواز۔"

"میرا مشورہ ہے بنی۔" میں نے فوری طور پر فیصلہ کرتے ہوئے کہا "میرا مشورہ ہے کہ تم کلینو کی بھرپور تیمارداری کرو۔ میں تمہارے ساتھ ہوں مکلینو جس وقت ٹھیک ہو جائے گا اس کے ہم آئندہ کیلئے کچھ سوچیں گے۔"

"شکریہ نواز۔۔۔۔۔ جانے کیوں میری کیفیت کچھ عجیب سی ہو رہی ہے پہلے میں نے کبھی اتنی بری یت محسوس نہیں کی تھی۔ لیکن۔ لیکن نواز کیا بتاؤں مجھے آج احساس ہو رہا ہے کہ مجھے پپا سے بے حد

محبت ہے۔ میں کل ان سے بغاوت کر رہی تھی لیکن آج ان کے لئے تڑپ رہی ہوں۔ کاش پپا جلدی سے آنکھیں کھول دیں۔ میں پپا کی پر شفقت مسکراہٹ کے لئے تڑپ رہی ہوں نواز' کاش پپا جلدی سے ٹھیک ہو جائیں۔"

"بنی گاڈ! (God) تمہاری پر محبت مانگ کو نہیں ٹالے گا۔ مکلینو جلد ہی اچھا ہو جائے گا۔" میری تسلی کے دو الفاظ اس کی روح کو تراوٹ دے دیتے تو اس میں ہرج کیا تھا۔ سو میں نے اخلاقیات کو نبھایا۔

"نواز میں پپا سے بغاوت کر رہی تھی صرف تمہارے لئے۔ میں نہیں چاہتی تھی کہ پپا تمہارے خلاف کوئی ایسا قدم اٹھائیں جس سے تمہاری زندگی کو کوئی خطرہ پہنچے۔ لیکن آج جب پپا خطرے میں ہیں میں ان کے لئے تڑپ رہی ہوں۔"

"مجھے احساس ہے بنی' تم اس سلسلے میں مزید کچھ نہ کہو۔ میں نے تم سے کہہ دیا ہے کہ میں تمہارے ساتھ بھرپور تعاون کروں گا۔ اور تم بھرپور طریقے سے مکلینو کی تیمارداری کرو۔"

"میں تمہاری شکر گزار ہوں نواز۔" بنی نے گردن جھکالی اور اس کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔ میں نے اسے بھرپور تسلی دینے کی کوشش کی تھی۔

☆ ☆ ☆

ہوریشو کے سلسلے میں بھرپور کارروائی ہوتی رہی اور مکلینو کے سلسلے میں بھی۔ دو تین ہیلی کاپٹرز روانہ ہوئے تھے صرف اس سلسلے میں کہ ڈاکٹرز کو لا سکیں اور دوسری صبح ہیلی کاپٹرز میں کئی ڈاکٹر ضروری چیزیں لے کر آ گئے۔

کافی ہیلی کاپٹر ہوریشو کی تلاش میں بھی روانہ کئے گئے۔ لیکن ابھی تک اس کا کچھ پتہ نہ چلا تھا۔

مکلینو کی بینڈیج از سر نو کی جانے لگی' ڈاکٹر نے اسے انجکشن وغیرہ دیئے اور مکلینو کی حالت کسی قدر بہتر ہونے لگی۔

بنی قدم قدم پر عجیب سی محسوس ہو رہی تھی۔ وہ اس وقت ایک غمزدہ لڑکی سے زیادہ کچھ نہ رہی تھی۔ میں بھی بہرصورت اسے سہارا دیئے ہوئے تھا۔ اور نہ جانے کیوں میرے دل میں اس وقت مکلینو کے لئے کچھ ہمدردی تھی۔

میرا خیال تھا کہ بنی کو کم از کم اس وقت تک دھوکا دینا نہیں چاہئے جب تک کہ مکلینو ٹھیک نہ ہو جائے۔

باقی رہے دوسرے معاملات تو ہم مست مولا تھے۔ ہمیں ان باتوں کی کیا پرواہ البتہ رہ رہ کر کبھی سردارے کی یاد دل میں چٹکیاں لیا کرتی تھی۔ اب تو گولڈ مین بھی مارا جا چکا تھا اور نوئیل میری بھی۔

باقی تمام لوگ اجنبی تھے صرف ایک سردارے رہ گیا تھا جس کی مجھے بے پناہ خوشی تھی کہ وہ اب تک ہوریشو کے ہاتھ نہیں لگا۔ بہرصورت میں اس کی ذہانت' چالاکی اور چستی کا دل ہی دل میں اعتراف کرتا تھا۔

اور اس وقت تو اور بھی زیادہ کر رہا تھا۔ کیونکہ وہ اس پورے گروہ سے تنہا نبرد آزما تھا۔ کاش اس وقت وہ گرفتار نہ ہو جائے۔ میں نے سوچا اور اگر وہ اس وقت گرفتار ہو کر یہاں پہنچ جاتا تو میں

کرنے کے لئے موجود تھا۔ لیکن یہ خیال میرے ذہن میں تھا' ابھی اس کی کوئی عملی' شکل میرے ذہن میں نہیں تھی۔

پورا دن مختلف مصروفیات میں گذرا۔ مکلینو کو ایک بڑے کمرے میں رکھا گیا تھا۔ اس کے چاروں طرف لوگ پھیلے ہوئے تھے۔ ہوریشو چونکہ بھاگ گیا تھا اس لئے مکلینو کی نگرانی سخت ہو گئی تھی۔

ظاہر ہے ہوریشو جیسے آدمی سے کوئی بات بعید نہیں تھی۔ اس کے علاوہ کچھ لوگ فضا میں بھی نگاہیں رکھے ہوئے تھے۔

کیونکہ ہوریشو نے ایک بار پہاڑوں پر بمباری کی تھی اور بہرصورت ہم اسے کمزور نہیں سمجھ سکتے تھے۔ وہ مزید بھی کوئی حرکت کر سکتا تھا۔ مثلاً اس عمارت پر بمباری کرا دیتا جس میں مکلینو موجود تھا۔

اس لئے اس بات کو مدنگاہ رکھتے ہوئے مکلینو کے آدمی پوری طرح مستعد تھے۔ رات کو تقریباً آٹھ بجے مکلینو کی حالت کافی بہتر ہو گئی۔ اور وہ ڈاکٹر جو سوئیڈن سے آئے تھے انہوں نے بتایا کہ اب مکلینو کی حالت خطرے سے باہر ہے۔ خون بہہ جانے کی وجہ سے نقاہت ہو گئی ہے اور ابھی کچھ نہیں کہا جا سکتا کہ مریض کی اندرونی کیفیت کیا ہو گی' کیونکہ سر پر ضربیں شدید ہیں۔

میں بدستور ڈکسن کی حیثیت سے بنی کے ساتھ تھا کسی کو میرے اوپر کوئی شبہ نہیں تھا۔ خاص طور سے اس سلسلے میں بنی میری معاون تھی اور دوسرے لوگ بنی کے احکامات پر مکمل طور پر عمل کر رہے تھے۔ اور کوئی ایسا کام نہیں ہو رہا تھا جو بنی کی مرضی کے خلاف ہوتا۔

طے یہ کیا گیا تھا کہ یہیں جزیرے پر ہی مکلینو کی نگہداشت کا انتظام کیا جائے اور اس وقت یہاں سے مکلینو کو کہیں لے جانا اس کی زندگی کے لئے خطرناک بھی ہو سکتا تھا۔ کیونکہ اس طرح اس کا بدن ہلتا۔

بہرصورت مکلینو کی نگہداشت کے لئے مکمل انتظامات ہو چکے تھے اور جزیرے کی فضا بھی پرسکون تھی۔

البتہ مکلینو کے آدمی مکمل ہوشیاری کے ساتھ جزیرے کی نگرانی کر رہے تھے۔ اس کے علاوہ وہ فضا میں بھی نگاہیں رکھے ہوئے تھے۔

...○...

اور

راجہ نواز اصغر نے اس دور کو اپنی زندگی کا بدترین دور کہا ہے' جب وہ ذہنی طور پر انسانیت کو بالکل فراموش کر چکے تھے۔ انہوں نے کیا کیا گل کھلائے یہ تو اگلے حصہ میں ہی معلوم ہو سکے گا!

ناقابلِ تسخیر قوّتوں کے مالک راجہ نواز اصغر کی تہلکہ خیز عبرتناک رُوداد
نوواں کی تلاش
ایم اے راحت
8

ہوریشو کا خطرہ کافی زبردست تھا۔ اس کے علاوہ ان کو شک تھا کہ وہ کہیں کوئی حملہ نہ کر دے۔ اور انہیں نقصان نہ پہنچے۔ چنانچہ وہ سب دن رات محتاط تھے۔

بنی مستقلاً" مکلینو کی تیمارداری میں مصروف تھی۔ یوں لگتا تھا جیسے وہ وقتی طور پر مجھے فراموش کر چکی ہو۔

لیکن میں ابھی حالات کا جائزہ لے رہا تھا۔ بلاشبہ جس انداز میں یہ سارے حالات بدلے تھے وہ غیر متوقع تھا۔ اور مجھے خود بھی اندازہ نہیں تھا کہ صورتحال ایسی عجیب و غریب ہو جائے گی اور مکلینو اس انداز میں پھر میرے ساتھ ہی آکھڑا ہو گا۔

بنی کے تھوڑے سے تبدیل ہو جانے کی وجہ بھی غیر فطری نہیں تھی البتہ میں صرف یہ سوچ رہا تھا کہ ان لوگوں سے سردارے کی تلاش میں کیا مدد لی جا سکتی ہے۔

فی الحال میرے ذہن میں یہ تھا کہ ڈکسن والی حیثیت کو میں تبدیل نہ کروں کیونکہ اس حیثیت سے میں اس جزیرے پر محفوظ تھا اور اس طرح میری ذات کو کوئی خطرہ بھی نہیں تھا۔ یہاں موجود جتنے لوگ تھے' وہ سب مجھے ڈکسن ہی کی حیثیت سے جانتے تھے۔ کسی کو ابھی تک مجھ پر کوئی شبہ نہیں ہوا تھا اور بہرحال یہ اچھی ہی بات تھی۔

اور پھر سب سے بڑی بات یہ تھی کہ بنی میرے ساتھ تھی اور اسے میری حیثیت معلوم تھی اور فی الوقت یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے مکلینو کی قائم مقام بنی ہی ہو۔

ہم لوگ بنی کے احکامات کی پابندی بالکل اسی طرح کر رہے تھے جیسے وہ مکلینو کا حکم ہو۔ موجود اشخاص میں سے کوئی بھی بنی کے احکامات کو رد نہیں کرتا تھا۔

ان حالات میں' میں نے فوری طور پر کوئی قدم اٹھانا ضروری نہ سمجھا ہاں اگر حالات میں کچھ تبدیلی واقع ہوئی تو اس صورت میں' میں اپنے بارے میں مختلف انداز سے سوچ سکتا تھا۔

ظاہر ہے ان حالات میں نہ تو مجھے بنی کی ضرورت تھی اور نہ ہی مکلینو کی ------ اور میرا تو مسئلہ ہی کچھ اور تھا۔ میں صرف سردارے کی تلاش میں تھا۔ وہ مجھے کسی بھی لمحے مل جاتا تو میں اسی وقت

روانہ ہو جاتا۔ بھلا مجھے ان لوگوں کی کیا پرواہ تھی۔

باقی رہا میری آیندہ زندگی اور آیندہ مسائل کا مسئلہ تو یہ مسئلہ آج تک ہموار ہوا ہی نہ تھا۔

میں نے کبھی زندگی کے لیے صحیح راستوں کا تعین نہیں کیا تھا اور جب کوئی منزل ہی نہیں تھی تو پھر راستوں کی تلاش کیا معنی رکھتی تھی۔

سردارے اگر مل جاتا تو ٹھیک تھا اور اگر وہ نہ ملتا اور مارا جاتا تو پھر تنہا زندگی گذارنی ہے' جیسا کہ شروع سے چلا آرہا تھا۔ سردارے کی حیثیت بہرحال کافی حد تک دلکش تھی۔

سردارے ایک اچھے دوست کی حیثیت سے دوسروں سے نمایاں مقام رکھتا تھا اور کم از کم اس کی ذات پر مکمل بھروسہ کر سکتا تھا۔

اور اگر ایک بھروسے والی ذات بھی ختم ہو جاتی تو میں اس کے لیے مر نہیں سکتا تھا کیونکہ یہ میری سرشت کے خلاف تھا۔

جہاں تک زندگی کا مسئلہ تھا' وہ جس رنگ میں گذر رہی تھی' بہتر تھا کیونکہ مجھے اب زندگی سے کوئی دلچسپی نہیں تھی۔

کئی روز گذر گئے دوسرے لوگوں کے ساتھ میری اپنی رہائش گاہ بھی تھی اور بنی حتی الامکان جب بھی مکلینو کی تیمارداری سے ذرا فرصت پاتی تو مجھ سے گفتگو کرنے کی کوشش کرتی تھی۔

وہ میرا پورا پورا خیال رکھنے کی کوشش کرتی لیکن اب میں محسوس کرتا تھا کہ اس کے اندر بے پناہ تبدیلیاں پیدا ہو گئی تھیں۔ اب عام طور سے اس کے ہونٹ مسکراہٹ سے عاری ہوتے تھے۔ اپنے ساتھیوں کو احکامات دیتے ہوئے وہ انتہائی بردبار اور سنجیدہ نظر آتی تھی لیکن ابھی تک میں محسوس نہیں کر سکا تھا کہ میرے بارے میں اس کا نظریہ کیا ہے؟

لیکن میں نے اس بات پر ضرور غور کیا تھا کہ اب وہ اپنے گروہ سے مخلص ہے اور اس کے انداز میں ایسی تبدیلی آچکی ہے جو اس سے پہلے محسوس نہیں کی گئی۔

یہ تبدیلی میرے لیے نہیں تھی' میرے ساتھ وہ اتنی ہی پرخلوص اور پرمحبت تھی اور میری زندگی اسے ابھی تک عزیز تھی کیونکہ وہ میری لائف کی حفاظت کا خیال بھی رکھتی تھی لیکن شاید یہ میرے اپنے احساسات تھے میں نے اکثر محسوس کیا کہ وہ اندرونی طور پر ایک عجیب سی کش مکش کا شکار ہے لیکن اس کے بارے میں' میں اندازہ نہیں لگا سکا تھا۔

وہ کش مکش کیا تھی' مجھے اس بارے میں معلوم نہیں تھا اور میں نے اس سے پوچھنے کی کوشش بھی نہیں کی۔

مکلینو اب صحت یاب ہوتا جا رہا تھا۔ اس نے آج تک کسی سے کوئی گفتگو نہ کی تھی۔ اس سے بہت سے سوالات کیے جاتے تھے لیکن وہ عام طور سے خاموش رہتا تھا۔

نہ جانے کیوں؟ لیکن ڈاکٹروں کا خیال تھا کہ ممکن ہے مکلینو پر ذہنی طور سے کوئی اثر ہوا ہے کیونکہ چوٹ اس کے دماغ پر لگی تھی۔

بنی جب ڈاکٹرز کی یہ باتیں سنتی تو وہ خوفزدہ ہو جاتی تھی۔ اس کا چہرہ ستا جاتا تھا اور آنکھوں سے آنسو بہنے لگتے۔

اور وہ سسکیاں لے کر روتی تھی۔ پھر انہی دنوں وہ ایک شام مجھے تنہا مل گئی۔ جس عمارت میں مکلینو کو رکھا گیا تھا' اس کے پائیں باغ میں پھولوں کے کنج کے نزدیک خاموش کھڑی تھی اور اتفاقاً میں بھی ادھر پہنچ گیا۔

میرے قدموں کی چاپ سن کر اس نے گردن اٹھائی اور اس کے چہرے پر کسی قدر خوش گوار تاثرات پیدا ہو گئے۔

"ہیلو بنی!" میں نے اسے مخاطب کیا۔

"ہیلو نواز! آؤ۔"

"کیا سوچ رہی تھیں؟"

"بہت کچھ نواز۔" اس نے گہری سانس لے کر کہا۔

"بنی! سب سے پہلے تو یہ بات بتاؤ کہ کیا میں تمہاری تنہائی میں مخل ہوا ہوں؟"

"کیسی باتیں کرتے ہو نواز' میری تنہائیوں میں تمہاری آمد اجنبی تو نہیں ہے۔" بنی ہلکے سے انداز میں مسکرائی۔

"ممکن ہے ہو گئی ہو؟" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"کیا مطلب؟"

"میں تفصیل میں نہیں جاؤں گا بنی لیکن مجھے تمہارے اندر کافی تبدیلیاں محسوس ہو رہی ہے۔" میں نے کہا۔

"میں نہیں سمجھی نواز؟ کیسی تبدیلیاں؟ کیا ان سے تم نے کوئی برا تاثر لیا ہے؟" بنی نے مدھم لہجے میں پوچھا۔

"نہیں' البتہ میں تمہارے بارے میں سوچنے لگا ہوں۔"

"نواز کیسی باتیں کر رہے ہو؟" بنی عجیب سے لہجے میں بولی۔

"اور کیسی باتیں کروں بنی' کیا تم مجھے مطمئن نہیں کر سکتیں؟"

"اوہ نواز' میری زندگی کا یہ موڑ کیا غیر متوقع نہیں ہے؟"

"ہے۔" میں نے کہا۔

"پھر کیا یہ تبدیلی غیر فطری کہی جا سکتی ہے؟"

"نہیں۔" میں نے پورے خلوص سے جواب دیا۔

"تو نواز' تم تو اس سلسلے میں شکایت نہ کرو۔ میری پریشانیوں پر غور کرو۔ یہ پریشانیاں میرے ذہن پر مسلط ہو کر مجھے پژمردہ کر دیتی ہیں تو تم اس سے کسی غلط فہمی کا شکار نہ ہو۔ برائے مہربانی نواز------" بنی پر محبت لہجے میں بولی۔

"نہیں بنی' میں کسی غلط فہمی کا شکار نہیں ہوں' البتہ تم سے باتیں ضرور کرنا چاہتا ہوں۔"

"ہاں نواز۔"

"اس وقت تم کیا سوچ رہی تھیں؟"

"بہت سی الجھنیں میرے ذہن میں ہیں نواز۔ عجیب غریب حالات کا شکار ہو گئی ہوں اور تم دیکھ

رہے ہو کہ پپا کی حالت کیا ہے۔ وہ کسی سے نہیں بولتے' بالکل خاموش رہتے ہیں۔ حتیٰ کہ وہ مجھ سے بھی نہیں بولتے حالانکہ ان کے چہرے کے تاثرات' ان کے ہاتھوں کی اضطرابی کیفیت سے میں یہ اندازہ لگا سکتی ہوں کہ وہ اچھی طرح سوچ سمجھ سکتے ہیں لیکن نہ جانے کیوں وہ اس قدر خاموش ہیں' حالانکہ ان کی قوت گویائی بھی درست ہے کیونکہ بعض اوقات وہ کچھ الفاظ ادا کرتے ہیں لیکن وہ صرف ان کی اس ضرورت سے متعلق ہوتے ہیں جو انہیں در پیش ہوتی ہے اس کے علاوہ نہ وہ کسی سوال کا جواب دیتے ہیں اور نہ خود کوئی بات کرتے ہیں۔"

"ہاں بنی' یہ بھی تو ممکن ہے کہ مکلینو کا ذہن کسی گہری سوچ میں مبتلا ہو' وہ کچھ فیصلے کر رہے ہوں۔" میں نے کہا۔

"مگر وہ مجھ سے بھی بات نہیں کرتے؟"

"شاید اس کی بھی کوئی خاص وجہ ہو۔"

"اس کی وجہ کیا ہو سکتی ہے نواز؟"

"بنی' ممکن ہے وہ تمہارے کردار کے بارے میں بھی سوچتے ہوں۔" میں نے بھرپور وار کیا۔

"میں نہیں سمجھی نواز؟"

"ممکن ہے اب ان حالات سے فارغ ہونے کے بعد یعنی سکون ملنے کے بعد انہوں نے ہوریشو کی باتوں پر غور کیا ہو۔ کیا وہ یہ تو نہیں سوچ رہے کہ کیا بنی ان سے کسی قسم کی بے وفائی کا ارادہ رکھتی تھی۔ کیا ہوریشو نے درست کہا ہے کہ میرے تعلقات تم سے ایسے ہی ہیں جیسا کہ ان سے ذکر کیا گیا ہے۔ ممکن ہے وہ اسی سوچ میں مبتلا ہوں۔"

"لیکن وہ اس بارے میں مجھ سے سوالات تو کر سکتے ہیں نواز۔" بنی نے ویران آنکھوں کو اٹھاتے ہوئے کہا۔

"ہاں بنی' مکلینو بہرحال ایک ذہین انسان ہے' ممکن ہے وہ براہ راست سوالات کرنا پسند نہ کرتا ہو۔" میں نے جواب دیا۔

"لیکن میں ان حالات سے بہت پریشان ہوں نواز۔"

"کیوں بنی؟"

"دیکھو نا میری شخصیت کس بری طرح مجروح ہو رہی ہے۔ میں نہ تو تمہارے بارے میں سوچ سکتی ہوں اور نہ ہی پپا کے بارے میں۔ میں عجیب و غریب دوراہے پر کھڑی ہوں اور عجیب و غریب ہی کشمکش کا شکار ہوں۔"

"میں تمہیں اس سلسلے میں مشورہ دے سکتا ہوں بنی۔"

"ہاں نواز لیکن بات ایسی ہے کہ میں تم سے مشورہ بھی نہیں کر سکتی۔"

"اوہ۔ تب میں تم سے کیا کہہ سکتا ہوں بنی۔" میں نے سرد سے بے جان لہجے میں کہا اور بنی ایک دم جذباتی ہو گئی۔

"نہیں نواز کسی غلط فہمی کا شکار نہ ہو۔ میری زندگی میں تم بہت بڑی حیثیت رکھتے ہو' ایک ایسی حیثیت جس کو نظرانداز کرنے کا میں تصور بھی نہیں کر سکتی لیکن بعض معاملات ایسے ہوتے ہیں کہ آدمی اپنی

تھیں۔ تب بنی آگے بڑھی۔ اس نے بڑے پیار سے مکلینو کے چہرے کو اوپر اٹھایا اور اس پر پیار سے ہاتھ پھیرتے ہوئے بولی۔ "پپا ـــــ پپا! کیا بات ہے' آپ اب بھی نہیں بولیں گے؟"

"نہیں بنی ـــــ نہ بولنے کی کوئی بات نہیں ہے۔" مکلینو نے آہستہ سے بنی کے ہاتھوں کو تھامتے ہوئے کہا۔

"پھر پپا ـــــ کیا بات ہے آپ خوش نہیں ہوئے؟"

"خوش ـــــ" مکلینو نے ٹھنڈی سانس بھری۔

"ہاں پپا! آپ خوش کیوں نہیں ہیں؟"

"بات دراصل یہ ہے میری بچی کہ میں اپنے ایک مضبوط ارادے میں ناکام ہو گیا ہوں۔" مکلینو نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔

"میں نہیں سمجھی پپا!"

"ان تمام دنوں میں میری بیٹی! میں سوچتا رہا ہوں کہ صحت یاب ہونے کے بعد میں ہوریشو کے وفاداروں کو کس طرح چن چن کر ہلاک کروں گا اور ہوریشو کا نام و نشان کس طرح سے اس زمین سے مٹاؤں گا اور اس سے کس طرح انتقام لوں گا۔ یہ سارے پروگرام میرے ذہن میں ترتیب پاتے رہے ہیں لیکن' لیکن ـــــ" مکلینو دردانگیز انداز میں خاموش ہو گیا۔

"لیکن کیا پپا؟" بنی پریشان لہجے میں بولی۔

"بنی! میں اندھا ہو گیا ہوں۔ میں دیکھ نہیں سکتا۔" مکلینو نے سرد لہجے میں کہا اور کمرے میں موجود تمام لوگ چونک پڑے۔

ڈاکٹر اس کی آنکھوں پر جھک گئے لیکن مکلینو نے دونوں ہاتھ اٹھا دیئے۔ "ٹھہر جاؤ۔ ان کاموں کے لئے بہت وقت باقی ہے۔ مجھے بات کر لینے دو۔"

"پپا ـــــ پپا ـــــ" بنی بڑے کرب سے چلائی۔ "یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں پپا؟" وہ لرزتے ہوئے لہجے میں بولی اور اس نے مکلینو کے سینے پر دونوں ہاتھ رکھ دیئے۔

"سر کی چوٹ تھی بنی! بہت کچھ سوچتا رہا ہوں اور میری بچی! میری خاموشی بے مقصد نہیں تھی۔ میرے ذہن میں یہی خیال بھی تھا کہ ممکن ہے اب میں دوبارہ دنیا کو نہ دیکھ سکوں۔ البتہ مجھے اپنے ذہنی توازن کا یقین تھا کہ یہ قائم رہے گا۔ اب دوسری چیز آنکھوں کی بینائی ہی ہو سکتی تھی اور میرا خدشہ درست ہی نکلا۔"

"اوہ مسٹر مکلینو! آپ فکرمند نہ ہوں۔ ہم آپ کی آنکھوں کا ـــــ بجلی سے علاج کریں گے اور آپ کی بینائی واپس آ جائے گی۔"

"شاید۔"

"شاید نہیں پپا ـــــ یقیناً یقیناً۔" بنی نے اسے دلاسہ دیتے ہوئے کہا۔

"ٹھیک ہے بنی! لیکن تم یہ سوچو کہ اس دوران ہوریشو کہاں سے کہاں نکل جائے گا۔"

"اوہ پپا! میں موجود ہوں۔ میں آپ کی زیر ہدایت کام کروں گی اور ہر وہ کام پورا کروں گی جو آپ نے سوچا ہے۔"

"اوہ۔" مکلینو کے چہرے پر کسی قدر تبدیلی نظر آئی اور اس نے بنی کی کلائی مضبوطی سے پکڑ لی۔

"ہاں پپا! آپ مجھ پر اعتماد رکھیں۔ میں یقینی طور پر آپ کے کاموں کو پورا کرنے کے سلسلے میں آپ کی معاون ہوں گی۔"

"تم ــــــ ہاں بنی! تم واقعی یہ کام کر سکتی ہو۔ تم یہ کام کر سکتی ہو۔ میں یہ بات بھول گیا تھا کہ میری بیٹی میرے پاس موجود ہے اور وہ میرا مشن پورا کر سکتی ہے۔"

"پپا! تم بے فکر رہو۔ میں اس کالے کتے کو زندہ نہیں چھوڑوں گی۔" بنی نے دانت پیس کر کہا اور مکلینو کے چہرے پر کسی قدر خوشی کے آثار نظر آئے۔

میں خاموش کھڑا بنی کے چہرے کے تاثرات دیکھ رہا تھا اور دل ہی دل میں سوچ رہا تھا کہ اب صورت حال کافی بدل جائے گی۔

بنی کے ذہن میں جو جذبہ پیدا ہوا ہے وہ ظاہر ہے میرے مفاد کے خلاف تھا۔ وہ مجھ سے یہی کہے گی کہ میں ہوریشو سے انتقام لینے میں اس کی مدد کروں اور بہرصورت یہ درست ہے کہ ہوریشو میرا شکار تھا۔ میں اس سے نمٹنا چاہتا تھا لیکن اس کے لئے میں بنی کا غلام نہیں بن سکتا تھا۔ یہ بات تو میری فطرت کے ہی خلاف تھی۔

میں آزاد تھا اور آزاد اور تنہا ہی رہنا چاہتا تھا اور میں اسی طرح بہت کچھ کر سکتا تھا۔ چنانچہ اب مجھے یہ سوچنا تھا کہ بنی سے آخری بات کر کے یہ جزیرہ کب چھوڑوں اور سردارے کے بارے میں مجھے یقین ہو چکا تھا کہ وہ یا تو مارا گیا ہے کسی ایسی گمنام جگہ جہاں اس کی لاش دستیاب نہ ہو سکی یا پھر وہ جزیرے سے نکلنے میں کامیاب ہو گیا ہے اور اب میں اس کی تلاش میں زیادہ وقت ضائع نہیں کر سکتا تھا۔

چنانچہ میں نے اپنے دل میں یہ فیصلہ کر لیا کہ اب جلد از جلد پوائنٹ فور سے نکل جانا ہے۔ سو میں تھوڑی دیر تک وہاں کھڑا رہا اور جب وہ لوگ منتشر ہو گئے تو میں بھی وہاں سے نکل آیا۔

مکلینو درحقیقت اندھا ہو چکا تھا۔ اس وقت میں اپنی رہائش گاہ میں بیٹھا چائے پی رہا تھا جب بنی میرے کمرے میں داخل ہوئی۔

میں نے اسے دیکھا اور چائے کا کپ رکھ کر کھڑا ہو گیا۔ "آؤ بنی!" میں نے آہستہ سے کہا اور بنی میرے نزدیک پہنچ گئی۔

اس نے کرسی گھسیٹی اور بیٹھ گئی۔ "میرے لئے بھی چائے منگواؤ۔ نواز ــــــ" اس نے کہا اور میں نے ملازمہ کو بلانے کے لئے گھنٹی بجادی۔

تھوڑی دیر کے بعد بنی کے سامنے بھی چائے پہنچ گئی۔ اس دوران بنی خاموشی سے سر جھکائے کچھ سوچتی رہی تھی۔

"تم پریشان نظر آ رہی ہو بنی ــــــ" میں نے آہستہ سے کہا اور بنی نے نگاہیں اٹھا کر میری طرف دیکھا۔

"کیا میرے لئے یہ شدید ترین پریشانی کی بات نہیں ہے نواز!" اس نے کہا۔

"میں نہیں سمجھا بنی۔"

"مکلینو اندھا ہو چکا ہے نواز ــــــ کیا اس کی حالت قابل رحم نہیں ہے؟"

"ہے بنی! کیوں نہیں ــــــ"

"ایسی صورت میں کیا میں اسے چھوڑ سکتی ہوں؟"

"میرا خیال ہے نہ تو یہ مناسب ہے اور نہ ممکن۔" میں نے جواب دیا۔

"پھر ہم کیا کریں نواز!"

"بنی! تمہارے ذہن میں جو کچھ ہے اسے صاف صاف کہہ دو۔ مجھے کوئی اعتراض نہ ہو گا۔" میں نے کہا۔

"اوہ نواز! کیا کہوں ــــــ کیسے کہوں؟"

"بنی! جو کہنا ہے کہو' اس لئے کہ حالات میری نگاہ میں بھی ہیں۔"

"نواز! میرے ذہن میں ایک شدید الجھن ہے۔"

"کیا ــــــ؟" میں نے پوچھا۔

"کیا تم اس وقت تک میرا ساتھ دے سکتے ہو جب تک کہ مکلینو کی آنکھیں درست نہ ہو جائیں؟" بنی نے کہا۔

"کس انداز میں بنی؟"

"کیا تم میرے ساتھ اسی حیثیت سے رہ سکتے ہو؟"

"اس بات کا کیا جواب چاہتی ہو؟"

"وہ جو حقیقت پر مبنی ہو۔" بنی نے بھی صاف لہجے میں کہا۔

"تو بنی! میرے لئے یہ مشکل ہے۔"

"اوہ ضرور ہو گا۔ میں جانتی ہوں کہ تم الجھنوں میں رہنا پسند نہ کرو گے۔ تم آزاد دنیا کے آزاد انسان ہو اور اگر میں تمہیں روکنا بھی چاہوں تو یہ میرے لئے مشکل ہو گا۔"

"ہاں بنی! تمہارا خیال درست ہے۔ یہ صرف میرے خلوص کا ثبوت ہے کہ میں نے وہ بات تمہیں بتا دی جو میرے ذہن میں ہے۔ میں بہت زیادہ عرصے یہاں نہ رہ سکوں گا۔ میری انتہائی کوشش ہو گی کہ میں جلد از جلد یہاں سے نکل جاؤں۔"

"نواز! مجھ پر بھروسہ نہیں رہا کیا؟"

"میں نہیں سمجھا بنی!"

"کیا میں تمہیں یہاں سے نکلنے میں مدد نہ دوں گی؟"

"شکریہ بنی! میرا خیال ہے کہ تم ایسا کرو گی۔"

"ضرور کروں گی نواز ــــــ میرا فرض مجھے روک رہا ہے اور میں نے محبت کو فرض پر قربان کر دیا ہے کہ کبھی کبھی یوں بھی جیا جاتا ہے۔ مکلینو اگر اندھا نہ ہوتا تو میں ایک بار پھر اسے دھوکا دینے کی کوشش کرتی اور خاموشی سے تمہارے ساتھ یہاں سے نکل جاتی۔ میں نے تمہارے دل کو ٹٹولا ہے۔ اگر تم میرے لئے اپنے ذہن میں اتنی گنجائش پاتے ہو جتنی کہ تمہارے لئے میرے دل و ذہن میں ہے تو پھر میرے پاس رک جاؤ اور اگر تم نہیں رک سکتے تو میں کسی بھی طور تمہیں مجبور نہیں کر سکتی ــــــ میں مکلینو

کے ساتھ ہی رہوں گی نواز ــــــ میں اس کا ساتھ نہیں چھوڑ سکتی۔"

"ٹھیک ہے بنی! میں تمہیں سوچ کر جواب دوں گا۔"

"نہیں نواز ــــــ ابھی اور اسی وقت۔"

"بنی! اگر میں تم سے یہ کہوں کہ میں ہر قیمت پر یہاں سے جانا چاہتا ہوں تو تمہارا رویہ کیا ہو گا؟" میں نے سوال کیا۔

"میرا رویہ ــــــ نواز! میں آخری بار تم سے کہہ رہی ہوں کہ میں تم سے محبت کرتی ہوں۔ تمہیں بے پناہ چاہتی ہوں۔ تم میری زندگی کے پہلے انسان ہو اور آخری بھی ــــــ تم کہیں بھی رہو گے میں تمہیں ہمیشہ چاہتی رہوں گی خواہ تم میرے پاس ہو یا نہ ہو ــــــ اگر تم میرے ساتھ رہتے تو بنی صرف ایک عورت رہتی۔ ایک ایسی عورت جو اپنا محبوب رکھتی ہے اور اس کی پناہ میں رہتی ہے۔ اور تمہارے جانے کے بعد وہ صرف ایک خطرناک انتقام ہو گی۔ وہ ہوریشو سے انتقام لے گی اور اگر اس کے بعد مکلینو کی آنکھیں درست ہو گئیں تو اس کے بعد بنی کا آخری مشن تمہاری تلاش ہو گا۔ تم کہیں بھی چلے جاؤ نواز! میں تمہیں تلاش کرنے کی کوشش کروں گی........ لیکن اسی وقت نواز جب اپنے مشن سے فارغ ہو گئی تو۔" بنی نے درد بھرے انداز میں کہا اور پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔

میں نے اسے دلاسہ دینے کی کوشش بھی نہیں کی تھی۔ ظاہر ہے وہ اتنی صاف دلی سے گفتگو کر رہی تھی تو میں کس طرح اسے دھوکا دے سکتا تھا ــــــ میں اسے جھوٹا دلاسہ دے کر مزید بیوقوف نہیں بنا سکتا تھا۔ سو میں خاموش رہا۔

میں نے اسے رونے دیا اور وہ کافی دیر تک روتی رہی۔ پھر خاموش ہو گئی۔ "تو نواز! تم کہاں جاؤ گے؟" اس نے پوچھا۔

"میرے ذہن میں کوئی پروگرام نہیں ہے بنی ــــــ نہیں کہہ سکتا کہاں جاؤں گا۔ اب تو مجھے اپنے دوست کی زندگی کی طرف سے بھی مایوسی ہو چکی ہے۔ بہرحال میں آوارہ گرد ہوں کہیں بھی چلا جاؤں گا۔ تم میرے لئے اس قدر پریشان نہ ہو بنی۔"

میں نے جواب دیا اور بنی بسورتی رہی۔ میں نے دل ہی دل میں یہ سوچا تھا کہ اب یہاں رکنا تقریباً بے کار ہی ہے۔ جو کچھ ہو گیا ہے اور جو کچھ ہو رہا ہے وہی بہتر ہے۔ تب میں نے بنی کو ایک اور پیشکش کی۔

"بنی! میں تم سے ایک خاص بات کہنا چاہتا ہوں۔"

"ہاں نواز! کہو ــــــ" بنی نے جواب دیا۔

"مکلینو سے میں نے جو کچھ لیا ہے اسے واپس کرنے کا خواہش مند ہوں۔ میں تمہیں ساری تفصیلات نوٹ کرائے دیتا ہوں۔ تم ان بنکوں سے اپنی رقومات وصول کر لینا۔" میں نے کہا اور بنی ٹوٹے ہوئے انداز میں میری شکل دیکھنے لگی۔

"نواز! اب بھی یہ بات کہہ رہے ہو؟" وہ درد بھرے انداز میں بولی۔

"میں نہیں سمجھا بنی!"

"نواز! میں بتا چکی ہوں کہ بات صرف مکلینو کی آن کی تھی۔ اس نے اپنی آن کے لئے تم دونوں کو شکست دینی تھی۔ لیکن اس کے ساتھ جو کچھ ہوا ہے اس کے بعد اس کی کیا آن رہ گئی۔

تم نے دیکھا نواز ــــــ ہوریشو نے اس سے غداری کی ہے شدید تر غداری ــــــ میں نہیں کہہ سکتی کہ مکلینو صحت یاب ہونے کے بعد اس بات کو کس حد تک محسوس کرے گا۔ اگر وہ اندھا نہ ہوتا تو شاید اسے اپنی بے بسی کا احساس نہ ہوتا۔ لیکن اب تو وہ بے بس بھی ہو گیا ہے۔

لیکن اب تم ہی بتاؤ نواز ــــــ ہوریشو کو شکست دینے میں یا اس سے انتقام لینے میں مکلینو کیا عملی اقدام کر سکتا ہے؟ رہا دولت کا مسئلہ، تو نواز! یقین کرو ہمارے پاس بہت کچھ ہے اور مکلینو یقیناً اس کے لئے پریشان نہیں ہو سکتا۔"

"پھر بھی بنی! میرا دل نہیں چاہتا کہ اب میں تمہاری دولت لے کر جاؤں۔" میں نے عجیب سے انداز میں کہا۔

"نواز ــــــ تم اسے اپنے پاس رکھو۔ اگر کبھی زندگی میں میں تم سے مل گئی تو اس دولت کو میں تم سے واپس لے لوں گی ورنہ یہ سب کچھ تمہارا ہے۔"

میں خاموش ہو گیا۔ کافی دیر تک خاموشی طاری رہی۔ پھر میں نے ہی بنی سے پوچھا۔ "تو پھر اب کیا پروگرام ہے؟"

"تم جس وقت یہاں سے نکلنا چاہو میں تمہیں نہیں روکوں گی۔" بنی نے ہونٹ بھینچتے ہوئے کہا۔

وہ بمشکل تمام اپنے آنسوؤں کو روک رہی تھی۔ یہ جملے کہتے ہوئے اس کی جو کیفیت تھی مجھے اس کا صحیح اندازہ تو نہیں تھا تاہم میں اسے محسوس کر سکتا تھا۔ میں اتنا سوچ سکتا تھا کہ وہ یہ چاہتی ہے کہ میں ڈکسن کی حیثیت سے ہمیشہ اس کے پاس رہوں۔ لیکن میرے لئے یہ سب کچھ ناممکن تھا۔ میں کسی ایک عورت کے لئے خود کو وقف نہیں کر سکتا تھا۔

میری زندگی میں کون نہیں آیا ہے، بے شمار لوگ ایسے تھے جنہوں نے میرے لئے بہت کچھ کیا تھا۔ ایسی لڑکیاں بھی تھیں جو مجھ پر جان دینے کو تیار تھیں۔ لیکن مجھے کسی عورت کے ساتھ زندگی وابستہ نہیں کرنی تھی۔

اگر میں کسی عورت کے ساتھ زندگی گزارنا ہی چاہتا تو زرتاش کیا بری تھی۔ ایک حسین ترین لڑکی جو صحیح معنوں میں بنی سے زیادہ مظلوم تھی۔ اس کا پوری دنیا میں کوئی نہیں تھا۔ بنی تو پھر بھی مکلینو کی بیٹی تھی۔

کروڑوں روپے کی جائیداد اور لاکھوں کی مالک ــــــ اسے زندگی گزارنے میں کیا مشکلات پیش آ سکتی ہیں جبکہ زرتاش کی زندگی کا کوئی سہارا نہیں تھا۔ اس کی زندگی کسی سہارے کی منتظر تھی۔ لیکن میں کسی کو سہارا دینے کے لئے سوچ بھی نہ سکتا تھا۔ میں ان لائنوں سے بہت دور نکل آیا تھا۔

چنانچہ میں نے بنی سے کہہ دیا کہ میں یہاں سے نکل جانا چاہتا ہوں۔ وہ جب بھی چاہے میرے لئے انتظام کر دے۔

"تو کیا نواز ــــــ تم کچھ دن بھی نہیں رہو گے؟" بنی نے پوچھا۔

"نہیں بنی! یہ سب فضول ہے۔ میں جلد از جلد یہاں سے نکل جانا چاہتا ہوں۔" میں نے سرد لہجے میں کہا۔

بنی ٹھنڈی سانس لے کر خاموش ہو گئی تھی۔ بہرصورت دوسرے روز بنی کی ایک ملازمہ میرے

پاس آئی اور اس نے مجھے بتایا کہ بنی مجھ سے ملاقات کرنا چاہتی ہے۔ میں بنی کے پاس جانے کے لئے ضروری تیاریاں کرنے لگا۔

جلد ہی میں بنی کے کمرے میں پہنچ گیا۔ بنی کسی گہری سوچ میں ڈوبی ہوئی تھی۔ اس کے چہرے پر عجیب سے تاثرات نظر آ رہے تھے۔ اس نے گردن اٹھا کر میری طرف دیکھا اور مجھے حیرت ہوئی۔

اس وقت اس کے چہرے پر عجیب سی خشونت نظر آ رہی تھی۔ بالکل بدلا بدلا سا انداز تھا۔ اس نے گہری نگاہوں سے مجھے دیکھا اور بولی۔

"مسٹر ڈکسن! آپ ایک ضروری کام سے بھیجے جا رہے ہیں۔ براہ کرم جو ہدایات میں آپ کو دوں' آپ ان پر عمل کریں۔"

"بہتر ہے مادام۔" میں نے گردن ہلاتے ہوئے کہا اور بنی نے اس لڑکی کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"ٹھیک ہے' تم جاؤ۔ میں مسٹر ڈکسن سے بات کر رہی ہوں۔"

"یس باس۔" لڑکی نے کہا اور باہر نکل گئی۔ تب بنی نے میری طرف دیکھا لیکن اس کے انداز میں کوئی تبدیلی نہیں ہوئی تھی۔

"میں نے آپ کے لئے انتظام کر دیا ہے مسٹر نواز! ایک ہیلی کاپٹر آپ کو لے کر سویڈن پہنچ جائے گا۔ سویڈن میں آپ جس قسم کی مراعات چاہیں' ریک اسٹور سے حاصل کر سکتے ہیں۔ میں اسٹورز کے مالک مسٹر گراہم کے نام آپ کو ایک خط دے دوں گی۔"

"بہت بہتر بنی۔" میں نے جواب دیا۔

"تو پھر آپ کتنی دیر میں روانہ ہونے کی تیاریاں کر سکتے ہیں؟"

"جس وقت آپ کہیں۔"

"میری طرف سے آپ کو اجازت ہے مسٹر نواز ------ ہیلی کاپٹر بھی تیار ہے۔" بنی اسی لہجے میں بولی۔ نہ جانے اسے کیا ہو گیا تھا۔

"بہت بہتر مس بنی۔" میں نے کہا اور گردن جھکا کر باہر نکل آیا۔ میں نے اس کے چہرے کی طرف نہیں دیکھا تھا۔

ویسے میں یہ اندازہ لگا سکتا تھا کہ یہ غم کی انتہا ہے۔ لیکن وہ خود پر قابو پا چکی تھی اور بہر صورت یہ اس کی خوبی تھی۔

ایک لمحے کے لئے میرے دل میں اس کے لئے ہمدردی امڈی تھی۔ لیکن ہمدردیوں نے کسی کو کیا دیا ہے جو میں مزید اس کے ساتھ کوئی ہمدردی کرتا۔

میں باہر نکل آیا اور پھر یہاں سے روانگی کی تیاریاں کرنے لگا۔ مجھے خود بھی احساس تھا کہ اوسلو میں میرا رہنا اب بالکل بے کار ہے۔ یہاں مجھے کوئی کام نہ تھا۔ صرف ایک سردارے تھا جس کی تلاش میں یہاں رکا ہوا تھا۔ میں نے اسے تلاش کرنے کی بے حد کوشش کی لیکن یوں محسوس ہوتا تھا جیسے سردارے کا وجود اب اس دنیا میں نہ ہو۔

ہونہہ ------ مر گیا تو مر جائے مجھے کون سی پرواہ ہے۔ ظاہر ہے زندگی کسی کے قابو میں نہیں ہوتی۔ میں نہ کسی کو مرنے سے روک سکتا تھا اور نہ ہی خود کو مرنے سے ------ جب ہم اپنی سانسوں پر

ذات میں ہی الجھ کر رہ جاتا ہے۔ میں تم سے کیا سوالات کروں جبکہ وہ سوالات میرے ذہن میں بھی واضح نہیں ہیں۔"

"تم غور کر لو بنی مجھے تمہاری کسی سوچ پر کوئی اعتراض نہیں ہو گا۔"

"نواز' اس سوچ میں کوئی برا تاثر نہیں ہے' میں ہر حالت میں تمہیں مدنگاہ رکھتی ہوں' براہ کرم ایسی کوئی بات نہ سوچو۔"

"ٹھیک ہے بنی' میں وعدہ کرتا ہوں کہ ایسی کوئی بات نہیں سوچوں گا' اس لیے کہ میں تمہاری الجھنوں میں کوئی اضافہ نہیں کرنا چاہتا لیکن میں اس کے ساتھ ساتھ تمہیں ایک پیش کش بھی کرتا ہوں۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"پیش کش؟" بنی نے سوالیہ نگاہوں سے مجھے دیکھا۔

"ہاں بنی!"

"کیا نواز؟"

"تم اگر حالات میں الجھ رہی ہو اور میرے لیے کچھ نہیں کر سکتیں تو بنی بے فکر رہو میں تمہیں اس کی تکلیف بھی نہ دوں گا۔"

"نواز! تمہارے ان خیالات سے تمہاری ناراضگی ظاہر ہو رہی ہے۔"

"نہیں بنی۔ تمہاری سوچ کا انداز مختلف ہے۔ بہت ساری باتوں میں' میں بھی اسی انداز میں سوچ سکتا ہوں جس طرح تم سوچتی ہو۔ میں محسوس کر رہا ہوں کہ تمہاری الجھنیں کافی بڑھ گئی ہیں' تمہاری ذمہ داریاں بھی کافی بڑھ گئی ہیں۔ تم جس انداز میں اپنے گروہ کو ہینڈل کر رہی ہو' میرا خیال ہے اس سے تمہیں اپنی ذمہ داری کا مکمل احساس ہو تا ہو گا۔

مکلینو اس وقت ان لوگوں کو حکم دینے کی پوزیشن میں نہیں ہے اور جس طرح تم اس کے قائم مقام کی حیثیت سے احکامات صادر کر رہی ہو' اس سے مکلینو کو بھی بڑی ڈھارس ہو گئی اور وہ سوچ رہا ہو گا کہ اگر وہ کسی طرح معذور رہے تو اس کا کام بنی بخوبی سنبھال سکتی ہے۔" میں نے بنی کو دلاسہ دیتے ہوئے کہا۔

"لیکن نواز اس صورت میں تم ------"

"میری بات چھوڑو بنی' میں دوسری قسم کا انسان ہوں' مجھ سے اس قسم کی گفتگو نہ کرو۔"

"نواز! تم مجھ سے ناراض سے ہو؟"

"نہیں بنی۔ ایک بار پھر کہتا ہوں بلکہ تم اسے آخری بار سمجھو کہ ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ میں بھی انسان ہوں' اچھی طرح جانتا ہوں کہ بعض اوقات انسان اپنے آپ میں اس طرح الجھ جاتا ہے کہ بہت سے مسائل اس کے لیے آکھڑے ہوتے ہیں' مجھے تمہارے مسائل کا بھی پورا پورا احساس ہے۔ میری خواہش ہے کہ تم اس طرح نہ سوچو کہ میں تم سے ناراض ہوں' البتہ مجھے بتاؤ کہ میں تمہارے ساتھ کیا تعاون کروں؟"

"نواز! جب تم مجھے اس پوزیشن میں لے آئے ہو تو میں تم سے چند باتیں اور کرنا چاہتی ہوں۔"

"ہاں بنی کرو۔ میں حاضر ہوں۔"

"پپا ٹھیک تو ہو جائیں گے لیکن ہمیں وہ کسی طور اجازت نہیں دیں گے کہ ہم یہاں سے چلے جائیں۔"

"ہاں بنی مجھے اندازہ ہے۔"

"ایسی صورت میں تم کیا کرو گے نواز؟"

"نہیں سمجھا بنی؟"

"کیا تم ڈکسن کی حیثیت سے ایک طویل عرصے تک یہاں رہ سکتے ہو؟" بنی نے گہرے لہجے میں پوچھا۔

"طویل عرصے سے تمہاری کیا مراد ہے بنی؟" میں نے پوچھا۔

"اتنے طویل عرصے تک نواز جب تک کہ ہمیں ضرورت ہو۔ میرا مطلب ہے دس سال' پندرہ سال' بیس سال۔"

"اوہ بنی نہیں۔ میں تمہیں کسی فریب میں نہیں رکھوں گا۔ میں اتنے عرصے اس حیثیت سے یہاں نہیں رہ سکتا۔ تم خود غور کرو جس انسان کی اپنی شخصیت کھو جائے کیا وہ خوش رہ سکتا ہے۔"

میرے الفاظ پر بنی چند ساعت خاموشی سے کچھ سوچتی رہی پھر اس نے گردن ہلا کر کہا۔

"نہیں نواز۔ واقعی وہ خوش نہیں رہ سکتا۔ بدلا ہوا انسان اپنی ذات ہی سے فریب نہیں کر سکتا۔"

"تو بنی پھر میرے لیے کس طرح ممکن ہے؟"

"تو پھر ہم کیا کریں گے نواز؟ میں تمہیں کسی قیمت پر نہیں چھوڑ سکتی اور یہ بھی نہیں چاہتی کہ تم اپنی ذات میں ایسا کوئی خلا پیدا کرو جو تمہاری شخصیت کو ختم کر دے۔"

"ہاں بنی' اگر تم یہ نہیں چاہتیں تو ایسا مت سوچو۔"

"اچھا نواز۔ پیا درست ہو جائیں' جس وقت تک پیا ٹھیک نہ ہو جائیں' اس وقت تک تو تم میرے ساتھ رہو گے نا؟"

"ہاں بنی۔ اگر تم ایسا چاہتی ہو تو مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے۔"

"اس کے بعد ہم فیصلہ کر لیں گے نواز۔ میں ہر قیمت پر تمہارے ساتھ چلوں گی۔ تمہارے بغیر میں نہیں رہ سکتی۔"

"جو تمہاری مرضی بنی۔ میں تمہیں فوری طور پر مجبور نہیں کروں گا کہ تم کوئی ایسا قدم اٹھالو۔"

"تم ناراض تو نہیں ہو گے نواز؟"

"ہرگز نہیں۔"

"میرے لیے کوئی اور خدمت بتاؤ۔"

"ہاں بنی۔ تم سے ایک کام ہے۔" میں نے کہا اور بنی مستعدی سے مجھے دیکھنے لگی۔

"ہاں نواز۔ تم نے اب تک مجھ سے کیوں نہیں کہا۔"

"بنی! میں سوچ رہا تھا کہ تم ان حالات سے کسی حد تک نکل آؤ تو میں تم سے اس بارے میں کہوں۔"

"ہاں نواز میں مکمل طور پر تمہاری طرف متوجہ ہوں۔"

"بنی' موجودہ حالات اتفاقیہ طور پر ایسی صورت اختیار کر گئے ہیں کہ ہم اپنے پچھلے پروگرام نظر انداز کرنے پر مجبور ہو گئے ہیں۔"

"ہاں۔ یقیناً۔ مجھے احساس ہے اس کا۔"

"تب میں تم سے اس سلسلے میں ایک بات کرنا چاہتا ہوں۔"

"نواز۔" بنی خفگی سے بولی۔ "کیا میرے ساتھ بات کرنے میں تمہیں سوچنے کی ضرورت ہے؟"

"نہیں بنی!"

"نواز! میری خواہش ہے کہ تم مکمل بھروسے کے ساتھ مجھ سے گفتگو کرو۔"

"میں چاہتا ہوں بنی کہ تم اپنے کسی خاص حکم کے ذریعے میرے دوست سردارے کو تلاش کرانے کی کوشش کرو۔ اسے پوائنٹ فور جزیرے کے علاوہ قرب و جوار کے جزیروں میں دیکھو۔ میری مراد یہ ہے کہ میں اسے ہر قیمت پر پالینا چاہتا ہوں۔ تم اپنے آدمیوں کو اس قسم کی ہدایت کر دو کہ مکلینو کے حکم سے اسے تلاش کیا جا رہا ہے۔ مکلینو نے اسے زندگی کی امان دے دی ہے اور وعدہ کیا ہے کہ اسے کوئی تکلیف نہیں پہنچائی جائے گی وہ خود کو گروہ کے حوالے کر دے' اس کی آزادی کی ذمہ داری لی جاتی ہے۔ یہ اعلان جزیرے کے چپے چپے پر کرا دو تاکہ وہ ہم سے آن ملے۔"

"اوہ۔ سوری نواز تمہیں مجھ سے یہ کہنے کی ضرورت پڑی' حالانکہ یہ تو میرا فرض تھا۔ مجھے یہ کام تمہارے کہنے سے پہلے ہی انجام دے دینا چاہیے تھا۔ بہرحال تم فکر نہ کرو' میں آج شام ہی تمہارا یہ پیغام نشر کرا دوں گی۔ اور ہر قیمت پر تمہارے دوست کو تلاش کر کے تم تک پہنچا دوں گی۔ ویسے مجھے بھی یہی اندازہ ہے کہ ہوریشو اس پر قابو نہیں پا سکا۔ حالانکہ اس نے گولڈ مین' گرانٹ اور نوئیل وغیرہ کو قبضے میں کر لیا تھا۔ افسوس! ان لوگوں کو ختم کر دیا گیا۔ لیکن تمہارا دوست اس کے قبضے میں نہ آ سکا اور آتا بھی کیسے ——— بہرحال وہ تمہارا ساتھی ہے' تمہارا تربیت یافتہ۔" بنی کے ہونٹوں پر ہلکی سی مسکراہٹ پھیل گئی۔

"اس کے مل جانے کے بعد ہی مجھے اصل سکون ہو گا بنی۔" میں نے کہا اور بنی گردن ہلانے لگی۔

بنی نے اسی روز سردارے کی تلاش میں ہدایات دینا شروع کر دیں۔ اس نے کہا۔

"کسی طور ان ایشیائیوں کو تلاش کر کے لایا جائے۔" اس نے تنہا سردارے کے لیے نہیں کہا تھا اور بہرحال یہ اس کی اپنی ذہانت تھی' جس کا میں نے بعد میں اعتراف کیا۔

اس نے وہ الفاظ بھی دہرائے جو میں نے اس سے کہے تھے اور بنی کے ساتھی سردارے اور میری تلاش میں چل پڑے۔

بہرصورت بنی کے اس اقدام سے میں کسی قدر مطمئن ہو گیا تھا۔ میرے ذہن میں یہ بات بھی تھی کہ سردارے' ممکن ہے اس اعلان کو کوئی فریب سمجھے۔ لیکن بہرصورت اب اسے تلاش کرنے والے اس کے ساتھ زیادتیاں تو نہیں کر سکتے تھے جو ہوریشو کے آدمی کر رہے تھے۔ ممکن ہے سردارے رسک لینے پر آمادہ ہو جائے۔

حالانکہ یہ ایک موہوم سی امید تھی۔ لیکن بہرصورت امید تو تھی۔ اگر اس طرح سردارے ہاتھ آ جائے تو اس سے اچھی کون سی بات ہو سکتی تھی۔

میں انتظار کرتا رہا۔ اوسلو کے دن اور اوسلو کی راتیں میرے لئے بے جان ہو گئی تھیں۔ بیزار کن

حد تک میں اوسلو سے چڑا ہوا تھا۔ لیکن سردارے ——— اس شخص کا مجھے انتظار تھا۔ مکلینو کے سارے وفادار یا تو مکلینو کی تیمارداری کرتے رہتے یا پھر جزیرے کی نگرانی۔ اس کے علاوہ اور کوئی کام نہیں تھا۔

کوئی تفریح نہیں تھی اور اس کے علاوہ یہ موقع بھی تفریح کا نہیں تھا۔ مکلینو کی صحت بھی مکمل طور پر بحال نہیں ہوئی تھی۔

میں سب سے زیادہ ذہنی الجھنوں کا شکار رہا تھا۔ بعض اوقات اپنی فطرت سے جھنجلاہٹ محسوس ہونے لگتی تھی۔ خواہ مخواہ سردارے کے لئے اتنا پریشان ہو رہا ہوں' خوار ہو رہا ہوں کیا فائدہ——— میری زندگی میں کون سا اتنا بڑا ساتھ دے جائے گا۔ آخری وقت تک تو نہیں رہے گا اور ممکن ہے مر بھی چکا ہو۔

پھر میں کیوں اس کے لئے سرگرداں ہوں۔ مجھے اپنے طور سے سوچنا چاہئے۔ بنی' مکلینو اور دوسرے لوگ میری زندگی میں کیا حیثیت رکھتے ہیں۔ میں کیوں اپنے دن ضائع کر رہا ہوں۔ بعض اوقات الجھنیں بڑی شدت اختیار کر جاتی تھیں اور اس وقت خود کو سنبھالنا بڑا مشکل ہوتا تھا۔

لیکن بہرصورت نجانے کون سی قوت تھی جو مجھے ابھی تک کسی اقدام سے روکے ہوئے تھی۔

میں نے ابھی تک کوئی ایسا قدم اٹھانے کی کوشش نہیں کی تھی جو کسی بھی طور میرے لئے یا کسی کے لئے پریشان کن ہوتا۔

ہوریشو بالکل ہی غائب ہو گیا تھا۔ اب اس کا کوئی نام و نشان نہیں رہا تھا۔ ویسے جزیرے سے ہوریشو کے آدمیوں کی تین سو لاشیں اٹھائی گئی تھیں۔ اس کے علاوہ زخمی ہونے والے الگ تھے۔ پورا جزیرہ جہنم کا نمونہ بنا ہوا تھا۔ اور جب ان لاشوں کو دفنایا گیا تو بڑے عجیب و غریب مناظر دیکھنے میں آئے تھے۔

اتنے وسیع پیمانے پر قتل و غارت گری ہوئی تھی لیکن مجھے حیرت تھی کہ کوئی بیرونی مداخلت یہاں نہیں ہوئی تھی۔ گویا مکلینو اس طرح اپنے معاملوں میں آزاد تھا۔ اور یہ حیرت انگیز بات تھی۔

وقت اور گزر گیا۔ تقریباً پندرہ دن بیت گئے لیکن ابھی تک سردارے کا کوئی پتہ نہ چلا تھا۔ حالانکہ مکلینو کے آدمی' بنی کے حکم پر اسے بہت سی جگہوں پر تلاش کر چکے تھے۔

البتہ مکلینو کے زخم تقریباً بھرتے جا رہے تھے۔ وہ کافی حد تک تندرست ہو رہا تھا لیکن اس کے چہرے پر پٹیاں کسی ہوئی تھیں اور آج ڈاکٹر پٹیاں کھولنے کا فیصلہ کر چکے تھے۔

اور آج میں بھی موجود تھا جب مکلینو کے سر سے پٹیاں اتاری گئیں۔ اب صرف ٹیپ چپکا دیئے گئے تھے۔

لیکن پٹیاں اتارنے کے بعد جو واقعہ رونما ہوا' وہ کسی حد تک درد انگیز تھا۔

مکلینو نے آنکھیں کھولیں۔ بنی اس کے قریب کھڑی مسکرا رہی تھی۔ وہ خوش تھی کہ بہرصورت مکلینو صحت یاب ہو چکا ہے۔ لیکن آنکھیں کھولنے کے بعد مکلینو کے چہرے پر عجیب سے تاثرات پھیل گئے اور یہ کیفیت بہت دیر تک طاری رہی۔

بنی اور دوسرے لوگ مسکرا رہے تھے۔ اس سے اس کی خیریت پوچھ رہے تھے۔ لیکن مکلینو گم سم سا چھت کی جانب دیکھ رہا تھا۔

اس کا چہرہ کسی پتھر کے بت کی طرح ویران نظر آ رہا تھا۔ اس کی آنکھیں بے جان محسوس ہو رہی

قادر نہیں ہیں تو دوسروں کی زندگی کے لئے فکر مند کیوں ہوں۔

سو میں نے خود کو لاپرواہ کر لیا۔ میری فطرت میں اب یہ تبدیلی ہو گئی تھی کہ میں جس چیز سے خود کو بے نیاز کرنے کی کوشش کرتا اس میں مجھے زیادہ دقت نہیں ہوتی تھی۔ چنانچہ میں باہر نکل آیا۔

تھوڑی دیر کے بعد دو افراد میرے پاس پہنچ گئے۔ انہیں بنی نے میرے پاس بھیجا تھا۔

"مسٹر ڈکسن! کیا آپ تیار ہیں؟" ان میں سے ایک نے کہا۔

"ہاں میں تیار ہوں۔"

"تب دوسرا شخص مجھ سے مخاطب ہوا۔ "مسٹر ڈکسن! ہیلی کاپٹر تیار ہے۔ مادام نے حکم دیا ہے کہ آپ فوراً تیار ہو جائیں۔" اس نے کہا اور میں نے اپنا چھوٹا سا سوٹ کیس اٹھایا اور آگے بڑھ آیا۔

تھوڑی دیر کے بعد ہمارا ہیلی کاپٹر اوسلو سے فضا میں پرواز کر گیا۔ اس کا رخ سویڈن کی طرف تھا۔ اور میں خاموش بیٹھا اپنے آئندہ اقدامات کے بارے میں سوچ رہا تھا۔

میں سوچ رہا تھا کہ میری زندگی ایک بار پھر ایک مخصوص ڈگر پر آ گئی ہے۔ ایسی ڈگر پر جس پر میں پہلے تھا۔ بس ذرا سی تبدیلی ہوئی تھی۔

پہلے میں ایک بے بس انسان کی حیثیت سے تھا۔ لیکن آج میرے پاس اتنا کچھ تھا کہ اگر میں چاہتا تو پوری زندگی عیش و عشرت سے بسر کر سکتا تھا۔

میری حیثیت اتنی بلند تھی کہ میں چاہتا تو ساری زندگی ایک شہنشاہ کی حیثیت سے گزار سکتا تھا۔

لیکن مجھے یہ شہنشاہی بھی پسند نہ تھی۔ میں کوئی فیصلہ نہیں کر پایا تھا کہ آخر میں چاہتا کیا ہوں؟

بہرحال جو کچھ ہو گا دیکھا جائے گا۔ میں نے سوچا اور ذہن کو جھٹکنے کی کوشش کی لیکن عجیب سا مسئلہ تھا' جتنا نہ سوچنے کا فیصلہ کرتا' خیالات کی یلغار اسی تیزی سے بڑھتی جاتی۔ اس وقت جو سفر میں طے کر رہا تھا اس میں میرا کوئی دوست بھی نہ تھا اور رہ رہ کر مجھے سردارے یاد آ رہا تھا۔ بہرصورت میں نے اپنے ذہن کو جھٹکا اور خیالات کی یلغار سے بچنے کی کوشش کی۔

اور باقی سفر میں نے خالی الذہنی کے انداز میں طے کیا——— ہیلی کاپٹر نے مجھے سویڈن کے ایک مخصوص علاقے میں اتار دیا۔

پھر ان دونوں نے مجھ سے واپسی کی اجازت چاہی اور میں نے گردن ہلا دی۔ اور سوٹ کیس لے کر میں آزاد فضا میں آ گیا۔ ابھی تک میں ڈکسن کے میک اپ میں تھا۔ پھر میں نے رینک اسٹور تلاش کیا اور کچھ دیر کے بعد میں رینک اسٹورز پہنچ گیا۔

یہاں میری ملاقات طویل القامت مسٹر گراہم سے ہوئی۔ چمکدار آنکھوں والا خوبصورت آدمی تھا۔ اس نے بڑے تپاک سے مجھے ریسیو کیا۔

"میرا خیال ہے مسٹر ڈکسن! آپ مجھے پہچان گئے ہوں گے۔"

"ہاں مسٹر گراہم! میں نے پہلے بھی آپ کو دیکھا ہے۔" میں نے کہا۔

"تشریف لائیے۔ کوئی خاص بات ہے؟"

"ہاں۔ مس بنی نے آپ کے نام ایک خط دیا ہے۔"

"اوہو' باس بنی۔ کہاں ہے وہ خط؟" گراہم نے پوچھا اور میں نے وہ خط نکال کر اس کے سامنے رکھ

دیا۔

گراہم نے بڑے احترام سے خط کھولا اور اسے پڑھنے لگا۔ پھر تھوڑی دیر کے بعد اس نے ایک طویل سانس لے کر کہا۔

"او کے مسٹر ڈکسن! ظاہر ہے آپ باس کے کام سے جا رہے ہیں۔ میرے لائق جو بھی خدمت ہو آپ مجھ سے فرما دیجئے۔ میں آپ کی ہر خدمت کرنے کے لئے تیار ہوں۔ پہلے آپ یہ بتا دیں کہ آپ کہاں جانا پسند کریں گے؟"

"دراصل مجھے ہالینڈ تک سفر کرنا ہے۔"

"ہالینڈ-----" گراہم نے کہا اور پھر بولا۔ "تب پھر آپ کو سویڈن سے ڈنمارک اور پھر جرمنی کے راستے ہالینڈ جانا ہوگا۔ کیا آپ یہاں سے بائی پلین سفر کرنا پسند کریں گے یا بذریعہ کار-----کیونکہ یہاں سے براہ راست ہالینڈ تک کوئی پلین نہیں جاتا۔ اس لئے آپ کو ڈنمارک جانا ہوگا اور ڈنمارک سے آپ سیدھے ہالینڈ جا سکتے ہیں۔"

"نہیں۔ ضروری نہیں ہے کہ میں یہاں سے براہ راست ہوائی سفر کروں میں ٹرین کا سفر پسند کروں گا کیونکہ باس کی یہی ہدایت ہے۔"

"او کے۔ باقی انتظامات میں کر دوں گا۔ میرا خیال ہے آپ کو ایک یا دو دن یہاں قیام کرنا ہوگا۔ اگر آپ کہیں تو میں آپ کے لئے مناسب جگہ کا بندوبست کر دوں یا آپ وہیں ٹھہریں گے؟"

"وہیں سے آپ کی کیا مراد ہے؟"

"میرا مطلب ہے باس کے ہیڈ کوارٹر پر-----"

"نہیں۔"

"پوچھ سکتا ہوں کیوں؟"

"ہاں' اس لئے مسٹر گراہم کہ میری آمد کو انتہائی خفیہ رکھا گیا ہے۔"

"اوہ-----تو ایسا کوئی سلسلہ ہے۔" گراہم نے کہا اور پھر بولا۔ "ٹھیک ہے میں آپ کو کونز میں ٹھہرا دیتا ہوں۔"

"بہت بہتر۔ لیکن یہ یاد رہے کہ میری آمد انتہائی خفیہ ہے۔"

"میں انتہائی خیال رکھوں گا جناب! ظاہر ہے باس بنی نے اس سلسلے میں ہدایات دی ہیں۔ آپ قطعی طور پر بے فکر رہیں۔" گراہم نے کہا اور پھر مجھے ہوٹل کونز پہنچا دیا گیا۔ گراہم میرے ساتھ تھا۔

خاصا خوبصورت ہوٹل تھا۔ اس سے پہلے میں اس ہوٹل میں نہیں ٹھہرا تھا۔ بہرصورت یہ جگہ مجھے کافی پسند آئی۔ میں نے ہوٹل میں قیام کرنے کے بعد اپنی آئندہ زندگی کے اقدامات کے بارے میں سوچنا شروع کر دیا۔

مجھے کرنا کیا ہے' جو کچھ ہو چکا ہے اسے تو ذہن سے جھٹکنا ہی ہوگا۔ یہاں سے ہالینڈ تک پہنچ جایا جائے اس کے بعد آئندہ اقدامات کو صحیح ترتیب دی جا سکتی ہے۔ میں نے سوچا اور اس دن میں سارا وقت آرام کرتا رہا۔

سویڈن کے یہ دو دن انتہائی بیزار کن گزرے۔ ذہن پر ہر وقت خیالات کی یلغار رہتی تھی۔

یہ بھی سوچتا تھا کہ اب زندگی کو نئے سرے سے چلانا ہے اور اب میرے ساتھ سردارے بھی نہیں تھا۔ پھر میں سوچتا کہ آخر میں کسی کے لئے کیوں پریشان ہوں' یہ دور کسی کے لئے پریشان ہونے کا نہیں ہے۔ انتہائی حماقت کی بات ہے۔ سردارے مر چکا ہے' مر چکا ہوگا۔ بھلا مجھے اس سے کیا۔ جب میں مروں گا تو میری موت سے دلچسپی لینے والے یا میرے لئے غمزدہ ہونے والے کتنے لوگ ہوں گے۔ کیوں بلاوجہ میں لوگوں کا بوجھ اپنے ذہن پر اٹھائے پھر رہا ہوں۔ میں نے جھنجھلا کر سوچا اور اپنی کیفیت پر خود کو برا بھلا کہنے لگا۔ چنانچہ میں نے ذہن سے سارے خیالات جھٹک دیئے۔ اب میں اپنی اصلی کیفیت میں واپس آ گیا تھا۔

لیکن اس سے قبل کہ میں یہاں کی خوبصورت سڑکوں پر اپنے لئے دلچسپیاں ڈھونڈتا-----گراہم نے مجھے پاسپورٹ اور دوسری چیزیں مہیا کر دیں اور اس کے بعد اس نے کہا کہ میں روانہ ہو سکتا ہوں۔ چنانچہ میں نے سویڈن میں رہنے کا پروگرام ترک کر دیا۔

سویڈن کے دوسرے شہر گوئنبرگ تک میں نے بیچ ہائیکنگ کے ذریعے سفر کیا۔

گوئنبرگ سے ہینسور جو ڈنمارک کا علاقہ تھا۔ ہینسور سے ڈنمارک کے چھوٹے قصبوں ساحلی علاقوں سے ہوتا ہوا کوپن ہیگن پہنچ گیا۔

کوپن ہیگن میں قیام کے دوران مجھے کوئی خاص مشکل پیش نہیں آئی تھی۔ میں بدستور ڈکسن کی حیثیت میں تھا۔ اس دوران مجھے کوئی مشکل پیش نہیں آئی تھی۔ بس ایک آوارہ گرد کی حیثیت سے سفر کر رہا تھا۔

کوپن ہیگن میں چند روز قیام کرنے کے بعد میں نے ہمبرگ جانے کے لئے سوچا-----کوپن ہیگن سے ہمبرگ تک کا سفر بذریعہ ریل کیا جا سکتا تھا۔ چنانچہ میں نے ایسا ہی کیا۔ اس دوران چند لوگ میرے قریب آئے۔ لیکن کوئی میرے لئے قابل اعتناء نہ تھا۔ ذہن پر اس وقت عجیب سی جھلاہٹ طاری تھی۔ بس کچھ سوچنے کو جی ہی نہ چاہتا تھا۔ ہر شخص سے نفرت سی محسوس ہو رہی تھی۔ میں اپنی ان کیفیات کو سمجھ نہ سکا اور مسلسل بور ہوتا رہا۔

وارڈن برگ کے طویل ترین پل سے گزر کر میں فرینکفرٹ آ گیا۔ فرینکفرٹ میرا جانا پہچانا شہر' جہاں بارش ہو رہی تھی۔ شہر کی گیلی اور کہر آلود عمارتیں میرے لئے اجنبی نہیں تھیں۔ یہاں میں نے ایک ہوٹل میں قیام کیا اور یہیں سے مجھے ہالینڈ پہنچنا تھا۔

ہوٹل آرگن کے کمرے کی کھڑکی میں بیٹھ کر میں نے اپنے کہر آلود ذہن پر نگاہ دوڑائی جو باہر کی گیلی اور کہرلی فضا سے مختلف نہیں تھا۔ آخر یہ میرے ذہن پر برف کیوں جم گئی ہے؟ یہ بیزاری کیوں سوار ہے؟ میں پہلے جیسا نواز کیوں نہیں رہا؟ یہ تو کوئی زندگی نہیں ہے' سب کچھ موجود ہے لیکن زندگی کی کوئی دلچسپی' کوئی دلکشی ساتھ نہیں ہے' آخر کیوں-؟"

کیا کچھ کھو جانے کی وجہ سے-----؟ کیا کھویا ہے؟ میں نے باہر برستی ہوئی بارش کو دیکھتے ہوئے سوچا اور میرے ذہن نے جواب دیا۔

کھونے کو تو بہت کچھ کھویا ہے نواز-----جہلم-----سرسبز کھیت' نواز-----راجہ نواز اصغر-----جہلم کے کسان کا بیٹا-----اور اس کے بعد' اس کے بعد بھی بہت کچھ-----کیسے کیسے

یاد کروں۔۔۔۔۔ سب کچھ ہی تو کھو گیا ہے۔

لیکن اس میں میرا قصور۔۔۔۔۔؟ میں نے خود سے کیا کھویا۔۔۔۔۔ کردار۔ اسکرین پر نظر آنے والی تصویریں کون پکڑ سکتا ہے۔ میں انہیں پکڑ تو نہیں سکتا۔ پھر ان کے لئے غمزدہ کیوں ہوں۔ کیا میں غمزدہ ہوں؟ لیکن کیوں۔۔۔۔۔ یہ کیا حماقت ہے۔ رونا ہے تو نواز کو روؤں۔ جسے قتل کر دیا گیا تھا۔ دنیا پر کس کا اختیار ہے۔ کسی کا نہیں۔۔۔۔۔ حالات ایک خود کار مشین کی مانند ہیں اور انسان اس کے سامنے بے بس ہوتا ہے اور اس مشین کو روک نہیں سکتا کیونکہ اس کا آف سوئچ نہیں ہے۔ پھر میں کیوں پریشان ہوں۔ سب قابل نفرت ہیں۔ وہی کردار ٹھیک ہے جو بدلے ہوئے نواز کا ہے۔ وہی نواز زندہ رہ سکتا ہے۔

مگر۔۔۔۔۔ میں نواز کہاں ہوں۔ ایک مردہ شخصیت کے طفیل جی رہا ہوں۔ ہاں، میں ڈکسن ہوں۔ ہرگز نہیں۔۔۔۔۔ میں نواز ہوں۔ میں کسی کی شکل کے سہارے نہیں جینا چاہتا۔ میں نے جھلاہٹ میں ڈکسن کا میک اپ نوچ پھینکا۔ میری آنکھوں سے شعلے ابلنے لگے۔ ہاں میں نواز ہوں۔ اس کے سوا کچھ نہیں۔۔۔۔۔ وہ نواز جسے حالات نے تخلیق کیا ہے، صرف حالات نے۔۔۔۔۔ میں اس نواز پر کوئی اور خول نہیں چڑھا سکتا۔ کھونے والے کھو گئے۔۔۔۔۔ غلام سیٹھ۔۔۔۔۔ سردارے اور بہت سے۔۔۔۔۔ گولڈ مین۔۔۔۔۔ ٹھیک ہے۔ میں باقی ہوں۔ خود کو برباد نہیں کروں گا۔ میں ایک گھٹیا انسان ہوں۔ ایک اسمگلر۔۔۔۔۔ اس سے زیادہ میری کوئی حیثیت نہیں ہے۔ اور جو میں ہوں، مجھے وہی رہنا چاہیے۔

☆ ☆ ☆

دولت کے یہ انبار مجھ تنہا انسان کے لیے بے حقیقت ہیں، کیا کروں گا ان کا۔۔۔۔۔؟ سب فضول چیزیں ہیں۔ انسان کچھ گوشت اور چند ہڈیوں کا مجموعہ ہے۔ سڑکوں پر کچل جانے والا ہسپتالوں میں خون تھوک تھوک کر مر جانے والا، پھر وہ خود پر اس قدر مان کیوں کرتا ہے؟

اور میں۔۔۔۔۔ میں بھی تو وہی ہوں۔ "راجہ نواز اصغر۔۔۔۔۔" ہونہہ راجہ بھی، نواز بھی اور اصغر بھی۔۔۔۔۔ تین تین کنیتیں رکھتا ہوں۔ لیکن حیثیت ان میں سے کسی کی بھی نہیں، سب فضول باتیں ہیں، بے کار چیزیں، مہمل۔۔۔۔۔

عجیب سی دحشت ذہن پر سوار تھی۔ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ کیا کروں کوئی فیصلہ نہیں کر پا رہا تھا۔ میں نے اپنے ذہن کو ٹٹولا۔ لیکن وہاں سے بھی کوئی دلاسہ نہ ملا۔ پھر میں نے ویٹر کو بلانے کے لیے گھنٹی بجائی اور چند ساعت کے بعد ویٹر اندر آ گیا۔

"جی صاحب!"

"شراب۔" میں نے وحشیانہ لہجے میں اس سے کہا، جس کا احساس مجھے اس سے ہوا تھا کہ ویٹر نے عجیب سی نگاہوں سے مجھے دیکھا تھا اور پھر بہت ہی مودب انداز میں اس طرح گردن جھکائی تھی، جیسے مجھے نیم پاگل سمجھ رہا ہو۔

لیکن اس وقت مجھے کسی بات کی کوئی پرواہ نہ تھی۔ چاہے کوئی مجھے پاگل سمجھتا یا خبطی۔۔۔۔۔

ہاں، نواز پاگل ہو گیا تھا۔۔۔۔۔ تنہا اور اجاڑ زندگی، سخت تکلیف محسوس ہو رہی تھی۔ روح نجانے کن سناٹوں میں گھری ہوئی تھی۔ ہر سو ویرانی ہی ویرانی تھی، تنہائی ہی تنہائی۔۔۔۔۔ حالانکہ اس تنہائی میں پہلے بھی کسی کا دخل نہیں تھا۔۔۔۔۔ لیکن رہ رہ کر سردارے کی یاد آ جاتی تھی۔

سردارے، میرا دوست جس کی یاد میرے سینے میں کانٹا بن کر چبھنے لگتی تھی۔ اگر میں نے عشق کیا تھا تو دنیا میں صرف ایک شخص سے۔۔۔۔۔ اور یہ اس وقت کی بات تھی جب میں راجہ نواز اصغر کے معصوم خول سے نکل کر باہر آ گیا تھا اور ایک وحشی صفت انسان بن گیا تھا۔ اس وقت اگر کسی نے میرے ذہن میں جگہ پائی تو وہ سردارے تھا، ورنہ آج تک مجھے کوئی اور شخص متاثر نہ کر سکا تھا۔

گو غلام سیٹھ نے میرے ساتھ بہت اچھا سلوک کیا تھا۔ اس نے مجھے زندگی کا ایک راستہ منتخب کر کے دیا تھا۔ وہ مارا گیا۔۔۔۔۔ مجھے اس کا افسوس نہیں تھا۔ بہرحال اس کے لیے میں نے جو جدوجہد کی تھی وہ میرے اندازے کے مطابق مکمل تھی۔ چنانچہ اس کے بعد اگر میں اس کی جان بچانے میں کامیاب نہ ہو سکا تو بہرصورت مجھے اس کا کوئی افسوس نہیں تھا۔

رہا سردارے، تو اس کا مقام دوسرا تھا۔ وہ میرا بہترین دوست، بہترین ساتھی اور بہترین ہمدرد تھا۔ یہ سب کچھ وہی تھا۔ اگر دنیا میں مجھے کسی دوست کا احساس تھا تو صرف اسی کا تھا۔ لیکن اب وہ بھی نہیں رہا تھا۔

کیا اس کا مقصد یہ نہیں تھا کہ اس دنیا میں ہر شخص ساتھ چھوڑ جانے والا ہے، ہر چیز جدا ہو جانے والی ہے۔ پھر کسی چیز سے لگاؤ کیوں رکھا جائے۔۔۔۔۔ خود اپنے آپ سے بھی۔۔۔۔۔ ہونہہ خود کو بھی کیوں چاہا جائے، کیا میری روح جسم کی قیدی نہیں ہے؟ مجھے اپنی روح سے بھی نفرت ہونے لگی۔ اس نے مجھے نجانے کن کن مصیبتوں میں لا ڈالا تھا۔۔۔۔۔ دل چاہا کہ اپنے بدن کی قوتوں کو ختم کر دوں۔ لیکن میں نے وحشت کو عریاں نہ ہونے دیا اور اس وقت ویٹر کی آمد کو غنیمت جانا تھا۔

شراب کی بوتل، گلاس اور دوسری چیزیں اس نے میرے سامنے رکھ دیں اور میں نے اسے گھورتے ہوئے کہا "صرف ایک بوتل؟"

"جی۔۔۔۔۔ جی صاحب؟" ویٹر نے ہکلاتے ہوئے کہا۔

"اور لاؤ۔۔۔۔۔ دو تین بوتلیں لے آؤ۔"

"جی۔۔۔۔۔ جی بہتر صاحب؟" ویٹر نے پریشان انداز میں کہا اور باہر نکل گیا۔ تھوڑی دیر کے بعد اس نے دو بوتلیں میرے سامنے لا کر رکھ دیں۔ اور میں اس وقت تک پیتا رہا جب تک کہ میرے حواس میرا ساتھ دیتے رہے۔

پھر مجھے کوئی سدھ بدھ نہ رہی۔ مجھے پتہ تک نہیں چلا کہ میں کس طرح اٹھا، کہاں بیٹھا، نجانے کہاں لیٹا، ویٹر نجانے کب آیا اور نجانے کس طرح اس نے یا کسی اور نے مجھے مسہری پر لا کر ڈالا۔۔۔۔۔ دوسرے دن تقریباً گیارہ بجے صبح آنکھ کھلی۔

پورا بدن بے جان ہو رہا تھا۔ بستر پر لیٹے لیٹے میں دیر تک چھت کو تکتا رہا۔ پھر میں نے خود کو سنبھالنے کی کوشش کی۔ راجہ نواز اصغر ہوش میں آؤ۔ یہ درست ہے کہ زندگی کسی کا ساتھ نہیں دیتی۔ لیکن زندگی کو ختم کرنے کی ایک ہی صورت ہے۔۔۔۔۔ خودکشی۔۔۔۔۔ اور اگر خودکشی نہ کرنا چاہو تو زندگی سے سمجھوتہ کر لو اور اس کا صحیح استعمال کرو۔

لیکن زندگی کا صحیح استعمال کیا ہے؟ میں نے چھت کو گھورتے ہوئے اپنے آپ سے پوچھا۔

بس زندگی کی اقدار سے پیچھا چھڑا لو اور یہ بوجھ جہاں جہاں گھسیٹا جا سکے، زندگی کا تحفہ سمجھ کر گھسیٹتے رہو۔۔۔۔۔ اور جب بوجھ گھسیٹنے کی بات ہے تو اس کے لیے راہوں یا سمتوں کا، منزلوں کا تعین کیوں کیا

جائے۔ وقت اور حالات ہمیں جہاں لے جائیں۔ خود کو ان کے دھارے پر بہنے کے لیے چھوڑ دیا جائے' یہی بہتر ہے۔

ہاں دولت سے مجھے شدید نفرت ہو گئی تھی۔ دولت ہی سے نہیں' اپنے وجود تک سے نفرت ہو گئی تھی۔ نجانے کیوں------ نجانے کیوں؟ ذہن پر وحشت کا اس قدر شدید حملہ ہوا تھا کہ مجھ میں مقابلے کی سکت نہیں رہی تھی۔

بہت دیر تک اسی کرب کے عالم میں پڑا رہا۔ تقریباً" بارہ بج چکے تھے۔ شدید بھوک لگ رہی تھی۔ لیکن بھوک کو اہمیت نہ دینا بھی اپنے وجود سے انتقام لینے کے مترادف تھا۔ اس لیے میں نے دیر تک اسی طرح اپنے آپ کو تڑپایا۔ پھر بمشکل تمام بستر سے اٹھ کر باتھ روم کی طرف چلا گیا۔

وہاں جا کر کپڑے اتارے اور ٹھنڈے پانی کا شاور کھول دیا۔ حالانکہ گرم پانی بھی موجود تھا۔ باہر بے پناہ خنکی تھی۔ بدن پر پڑنے والے ٹھنڈے پانی نے میرے بدن کے ایک ایک رونگٹے کو کھڑا کر دیا۔ لیکن مجھے اپنے بدن کو یہ اذیت دینے میں لطف آ رہا تھا۔ میں نجانے کب تک شاور کے نیچے بیٹھا رہا۔ میرے ہونٹ سردی سے نیلے پڑ گئے تھے' دانت بجنے لگے تھے اور بدن کی کیفیت بالکل عجیب ہو گئی تھی۔ یوں لگتا تھا جیسے پورا بدن سن ہو گیا ہو۔ جب بہت دیر گزر گئی تو مجھے کمرے کے باہر دروازے پر دستک سنائی دی' پھر کوئی اندر آیا اور باتھ روم کے دروازے سے ویٹر کی آواز سنائی دی۔ "ناشتہ لے آؤں صاحب؟"

"ناشتہ؟ ہاں لے آؤ۔" میں نے سوچتے ہوئے کہا۔

"بہت اچھا صاحب" ویٹر نے کہا اور کمرے سے باہر نکل گیا۔

میں نے سوچا کہ ویٹر اب تھوڑی دیر کے بعد ناشتہ لے کر آئے گا' اس لیے باہر چلنا چاہئے۔ یہاں بیٹھے رہنے سے کیا فائدہ؟ چنانچہ جیسے تیسے لباس پہن کر باتھ روم سے باہر آیا۔ سردی تھی کہ جان لیے لے رہی تھی۔ لیکن نجانے کیوں میرا دل نہیں چاہ رہا تھا کہ بدن پر کوئی ایسا کپڑا لوں جس سے سردی کا احساس ختم ہو جائے۔

میں شدید سردی کے عالم میں بیٹھا ہوا ٹھٹھر رہا تھا کہ ویٹر ناشتہ لے کر آ گیا۔ اس نے مجھے اس حالت میں دیکھا اور پھر متحیرانہ لہجے میں بولا "ارے صاحب! آپ کا چہرہ تو نیلا پڑا ہوا ہے۔"

"بھاگ جاؤ۔" میں نے بھاری لہجے میں کہا اور ویٹر چونک کر میری شکل دیکھنے لگا۔ مگر فوراً" ہی اس نے گردن جھکائی اور باہر نکل گیا۔

میں ناشتہ کرنے میں مصروف ہو گیا۔ ناشتے کے بعد میں نے خود کو بہتر محسوس کیا تھا۔ وہ سرور جو رات کو شراب بھی نہ دے سکی تھی' اس وقت میں نے مکمل ناشتہ کرنے کے بعد حاصل کیا تھا۔ شراب نے میرے حواس تو چھینے تھے لیکن سکون دینے میں ناکام رہی تھی۔

ناشتے کے بعد طبیعت میں ہلکی سی فرحت آ گئی تھی اور میں نے ہنس کر اپنے بارے میں سوچا۔ راجہ نواز اصغر! کیا ہے؟ ماحول سے فرار' زندگی کی حقیقتوں سے انکار' یا کچھ اور؟ راجہ جی! تمہاری یہ حرکت خودکشی کی دوسری قسم ہے' لہٰذا بہ ہوش و حواس واپس آ جاؤ تو بہتر ہے۔

پھر میں نے اپنے آپ کو سمجھایا' کیا دیوانگی ہے یہ؟ کن فضول الجھنوں میں پھنس گیا ہوں میں۔ سروارے نہیں ہے تو کیا ہوا' بہت سے لوگ نہیں ہیں۔ میری ماں کہاں ہے' میرا باپ کہاں ہے' میرے بہن

بھائی کہاں ہیں؟ وہ جہلم کہاں ہے جہاں میں پیدا ہوا تھا۔ سرسبز کھیت کہاں ہیں' راجہ نواز اصغر کہاں ہے' وہ چھوٹی سی مسجد کہاں ہے جس کا عکس دریائے جہلم میں نظر آتا ہے۔ وہ مٹی کہاں گئی جس کی سوندھی خوشبو آج بھی میری سانسوں میں ہے؟ کچھ بھی تو نہیں ہے' راجہ نواز اصغر! کچھ بھی نہیں ہے------ نہ وہ زرخیز مٹی نہ ماں' نہ باپ۔ وقت نے سب کچھ چھین لیا حتیٰ کہ راجہ نواز اصغر! تمہاری معصومیت بھی------ اور جب وہ سب کچھ نہیں ہے تو سروارے کا کیا غم؟ فانی چیزوں کا غم کیوں کیا جائے؟ کھو جانے والی چیزوں کو کیوں ڈھونڈا جائے؟ نہیں' سب کچھ بے کار ہے۔ لاہور کی گلیاں' کراچی کی سڑکیں' جہلم کی زرخیزی' پیارے وطن میں پیارے ماں باپ بھی مجھ سے دور ہو چکے ہیں------ وہ مٹی جس کی سوندھی سوندھی خوشبو میرے بدن میں رچی ہوئی تھی کیا آج بھی موجود ہے؟ شاید نہیں' میں نے تو اس سوندھی مٹی کو بے حد رسوا کیا ہے۔ اسی رسوائے زمانہ راجہ نواز اصغر نے جس نے اپنے وطن کو' اپنی ماں کو بدنامی کے علاوہ کچھ اور نہیں دیا۔ اوہ' رسوائے زمانہ نواز اصغر------ نواز اصغر------ نہیں نواز اصغر نہیں' پھر کون' جان' مکلینو ہوریشو سب فضول سب بے کار باتیں کچھ بھی نہیں' کچھ بھی نہیں------ نواز اصغر------ صرف بوجھ------ صرف بوجھ------ دھرتی کا بوجھ۔ جس کی زندگی کا کوئی مصرف نہیں' اپنی خاک وطن کے لیے رسوائی کا وجود۔

میرا ذہن پھر سے بھٹکنے لگا تھا' اس لیے میں نے اپنے سر کو دو تین جھٹکے دے کر کافی کے کئی گرم گرم گھونٹ حلق میں اتار لیے۔ سینے تک آگ سی اتر گئی تھی اور مجھے یہ آگ بے پناہ دلکش محسوس ہو رہی تھی۔ چنانچہ میں گرم گرم کافی پیتا رہا اور سکون سا محسوس کرتا رہا۔

کافی ختم کرنے کے بعد میں نے سوچا کہ اس کمرے کی فضا سے باہر نکلوں اور باہر کی دنیا میں جا کر خود کو مطمئن کرنے کی کوشش کروں' ورنہ پاگل ہو جاؤں گا۔

زندگی کی تحقیر اور اس طرح مجھے کسی بھی طور منظور نہیں تھی۔ کم از کم میں پاگل نہیں ہونا چاہتا تھا۔ چنانچہ میں نے لباس تبدیل کیا اور باہر نکل آیا۔

فرینکفرٹ کی گیلی سڑکوں کے باوجود پر رونق بازاروں میں بارش کا کوئی تاثر محسوس نہیں ہوتا تھا' لوگ اپنے اپنے کاموں میں مصروف تھے۔ کسی کو کسی کی پرواہ نہ تھی۔

میں چلتا رہا چلتا رہا------ بے سدھ' بے پرواہ' نجانے کہاں' اور پھر مجھے کچھ ایسے لوگ نظر آئے۔ جنہیں دیکھ کر میرا ذہن چونک اٹھا۔ وہ چار پانچ ہپی تھے۔ جو سڑکوں پر آوارہ گردی کر رہے تھے۔ معقول لباس سے بے نیاز' جیسا بھی ملا تھا پہن لیا تھا' لمبی لمبی داڑھیاں' الجھے الجھے بال' مٹی میں اٹے ہوئے۔ زندگی سے انتقام لینے کا ایک طریقہ یہ بھی تھا۔

خود کو بھٹکانا زیادہ مشکل تو نہیں تھا۔ چنانچہ ایک عجیب سی اپنائیت محسوس کر کے میں ان کے پاس پہنچ گیا اور وہ سب مجھے دیکھ کر رک گئے۔

"ہیلو!" میں نے آہستہ سے کہا۔

"ہیلو سر!" ان میں سے ایک ہپی خوش اخلاقی سے جھک کر بولا۔ دبلا پتلا مخنی سا آدمی تھا۔

"کہاں گھوم رہے ہو؟" میں نے پوچھا۔

"یونہی سڑکوں' گلیوں اور بازاروں میں۔"

"پیسے ہیں جیب میں؟"

"کک ---- کیا مطلب؟" وہ بے چارہ معصومیت سے ہکلا کر بولا۔

"نہیں ہیں؟" میں نے پوچھا اور ان لوگوں نے گڑبڑا کر ایک دوسرے کی شکلیں دیکھنا شروع کر دیں۔

"یہ لو۔" میں نے جیب سے نوٹوں کی ایک موٹی گڈی نکالی اور ان کے سامنے کر دی۔ وہ عجیب سے انداز میں میری شکل دیکھنے لگے۔ پھر ان میں سے ایک ہپی آگے بڑھا اور اس نے گڈی میرے ہاتھ سے جھپٹ لی۔

"بتایئے' ہم آپ کی کیا خدمت کر سکتے ہیں جناب؟"

"خدمت؟" میں نے بھاری لہجے میں کہا "نہیں' کوئی خدمت نہیں۔ مجھے تو صرف تمہارے قرب کی ضرورت ہے۔"

"ہم نہیں سمجھے جناب!"

"میں بھی تمہارے ساتھ رہنا چاہتا ہوں۔" میں نے وضاحت کی۔

"بخوشی جناب!" یہ کہتے ہوئے ان لوگوں نے پھر ایک دوسرے کی شکل دیکھی۔ شاید ان کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ یہ کون پاگل دیوانہ ہے اور ہمارے ساتھ کیوں رہنا چاہتا ہے؟

پھر ان میں سے ایک ہپی آگے بڑھا اور بولا "کیا تم نشے میں ہو؟"

"نہیں۔"

"کچھ چاہیئے؟"

"مل سکے گا؟"

"ہاں۔"

"کہاں؟"

"ہمارے اڈے پر۔"

"چلو۔"

دوسرا ہپی بھی آگے بڑھ آیا اور میرے شانے پر ہاتھ رکھ کر بولا۔ "کوئی سرکاری جاسوس تو نہیں ہو؟ ہمارے پاس زیادہ مال نہیں ہے۔ صرف اپنے استعمال کی چند چیزیں ہیں۔ تم چاہو تو اچھی طرح دیکھ سکتے ہو۔ اور اگر ایسی کوئی بات نہیں ہے تو ہم بحیثیت ایک ساتھی کے تمہیں بخوشی قبول کرتے ہیں۔ آؤ آ جاؤ اور ہاں' نوٹوں کی گڈی اپنے پاس رکھو۔ دوستوں میں ایسی باتیں نہیں ہوا کرتیں۔"

"نہیں ---- اگر یہ تمہارے کام آ سکتی ہے تو تم بخوشی اسے استعمال کرو۔ میرے پاس اور بھی بہت سے نوٹ ہیں۔ میں وہ سب تم میں بانٹ دوں گا۔ یہ لو ---- یہ لو ---- یہ لو ----" میں نے نوٹوں کی متعدد گڈیاں نکالیں اور ایک ایک ہپی کے حوالے کرنا شروع کر دیں۔

وہ خوش تو تھے لیکن بڑے مضطرب نظر آنے لگے تھے' سوچ رہے تھے کہ شاید میں نشے میں ہوں۔ مگر یہ کون سا نشہ تھا جو میرے چہرے سے عیاں نہیں ہوتا تھا۔ بہرصورت وہ مجھے ساتھ لے کر چل پڑے ---- سڑکیں' گلیاں اور بازار چھوڑ کر وہ اس علاقے میں پہنچ گئے جہاں ان کے خیمے لگے ہوئے

تھے ---- جہاں غربت جھانک رہی تھی' افلاس اور مصیبت' وہ ان چیزوں کے دلدادہ تھے اور میں انہی میں شامل ہونا چاہتا تھا۔

ہپیوں کے خیموں کے نزدیک پہنچ کر میں نے اپنا قیمتی کوٹ اتار کر پھینک دیا اور ایک شخص سے کہا "میں بھی تمہاری مانند رہنا چاہتا ہوں۔"

"مناسب ہے میرے دوست لیکن یہ کوٹ ----؟" ان میں سے ایک نے جلدی سے آگے بڑھ کر وہ کوٹ اٹھا لیا تھا۔

"تمہیں پسند ہے تو پہن لو۔" میں نے جواب دیا۔

اس نے جلدی سے میرا کوٹ پہن لیا' جو اگرچہ اس کے بدن پر ڈھیلا تھا لیکن اچھی خاصی گرمی بخش سکتا تھا۔ وہ اس کوٹ کو لے کر بہت خوش ہوا تھا۔ جس شخص نے میرا کوٹ لیا تھا' وہ وہی تھا جسے سب سے پہلے میں نے نوٹوں کی گڈی دی تھی' اس کا نام پیٹر تھا۔

بلاشبہ دولت' دوست بنانے میں بہت معاون ثابت ہوتی ہے۔ میں نے انہیں جو کچھ دیا تھا اس کا وہ تصور بھی نہیں کر سکتے تھے۔ البتہ انہیں یہ خدشہ تھا کہ شاید اس وقت میں نشے میں ہوں اور جب ہوش میں آؤں گا تو ان سے اپنی دولت واپس لے لوں گا ---- حالانکہ میں نشے میں نہیں تھا۔ پھر بھی انہوں نے اس وقت میری بڑی آؤ بھگت کی۔

وہ مجھے اپنے خیمے کے اندر لے گئے۔ وہاں انہوں نے ازراہ اخلاق مجھ سے کھانے پینے کے بارے میں پوچھا۔ اور ظاہر ہے کہ میں اس وقت کھانے کے موڈ میں نہیں تھا۔ چنانچہ میں نے پیتھوڈین کے دو انجکشنوں اور چرس کے دو سگریٹوں پر اکتفا کی اور خاصی دیر کے لیے معزول ہو گیا۔ لیکن جب آنکھ کھلی تو کھلے آسمان کے نیچے لیٹا ہوا تھا۔

وہ خیمہ وہاں سے اکھاڑ لیا گیا تھا جہاں میں سویا ہوا تھا۔ البتہ اس کے کھونٹوں کے نشانات صاف نظر آ رہے تھے۔ میں نے تعجب سے چاروں طرف دیکھا۔ میرا دوست پیٹر اور اس کے ساتھی وہاں پر موجود نہیں تھے۔

مجھے بڑی حیرت ہوئی' ہپی کافی تعداد میں تھے اور مجھے ان کے اس طرح اچانک چلے جانے پر حیرت ہونا ہی چاہیئے تھی۔ انہوں نے مجھے میری جگہ سے ہلایا بھی نہیں تھا اور خاموشی سے خیمے کھول لیے اور اب جا چکے تھے۔

اس کی صرف ایک ہی وجہ میری سمجھ میں آئی' وہی وجہ جو میں پہلے بھی سوچ چکا تھا۔ یعنی کہ ساری ذمے داری دولت پر عائد ہوتی تھی۔ انہوں نے مجھے نشے میں سمجھا تھا اور مزید نشے میں مبتلا کر دیا تھا تاکہ میں دیر تک ہوش میں نہ آؤں اور اب وہ اپنی دولت بچانے کے لیے یہاں سے فرار ہو گئے تھے۔

میں ہنس پڑا اور کافی دیر تک ہنستا رہا۔ بھلا مجھے اس دولت سے کیا دلچسپی ہو سکتی تھی۔ میں چونکہ وہاں بہت دیر لیٹا رہا تھا اور دیگر بہت سے ہپیوں کی نگاہوں کا مرکز بن گیا تھا اس لیے کئی نئے افراد میرے قریب پہنچ گئے۔

ان میں ایک لڑکی بھی تھی' بہت خوبصورت سی۔ لیکن اس کا چہرہ خوبصورت ہونے کے باوجود بدرونق تھا۔ خوب لمبی سی تھی۔ وہ غمزدہ انداز میں میرے قریب بیٹھ گئی۔

"کیا بات ہے تم یہاں کیسے آ پھنسے؟ غالباً نشے میں تھے۔ تمہیں لوٹ لیا گیا ہے؟" اس نے بہت سے سوالات ایک ساتھ پوچھ ڈالے۔

"ہرگز نہیں ـــــ یہاں میرے کچھ دوست تھے' جانے کہاں چلے گئے؟" میں نے جواب دیا۔

"دوست؟ دوست کیا ہوتا ہے؟" لڑکی نے اداس لہجے میں پوچھا۔

"کیا دوست کچھ نہیں ہوتا؟"

"نہیں ـــــ کچھ نہیں ہوتا۔ دنیا میں کوئی کسی کا دوست نہیں ہوتا۔ سب اپنے نفس کے دوست ہیں' سب اپنے آپ میں زندہ رہتے ہیں اور پھر خاموشی سے مر جاتے ہیں۔"

"ہوں۔" میں نے گہری نگاہوں سے لڑکی کی طرف دیکھا۔ وہ دنیاوی اقدار سے منحرف نظر آ رہی تھی۔ لیکن مجھے یقین تھا کہ اگر کوئی سچا دوست اسے مل جاتا تو اس کا یہ نظریہ تبدیل ہو جاتا ـــــ بہرحال میں اس کی باتیں سن رہا تھا۔ وہ اداس لہجے میں کہہ رہی تھی۔

"کیا تم نے کسی دوست کو کسی دوست کے بدلے قبرستان جاتے دیکھا ہے یا کسی دوست کو کسی دوست کی قبر میں اترتے دیکھا ہے اور اگر نہیں تو پھر دوست کیا ہوتا ہے؟"

"ہوں۔" میں نے پرخیال انداز میں کہا "ٹھیک کہہ رہی ہو۔"

"انسان' انسان کا ایک دوسرے سے کیا رشتہ ہے؟ کیا کوئی رشتہ ہے؟ نہیں' کسی انسان کا کسی دوسرے انسان سے کوئی رشتہ نہیں ہے۔ صرف لفظی رشتہ ہے' ہم اگر تمہارے لیے کچھ کر سکتے ہیں تو ہم تمہارے دوست ہیں ـــــ الفاظ' صرف الفاظ' کوئی رشتہ اتنا مضبوط نہیں ہے کہ کبھی نہ ٹوٹے۔ ہر رشتہ کبھی نہ کبھی ختم ہو جاتا ہے ـــــ پھر رشتوں کی اہمیت کیا ہوئی؟ محض الفاظ۔" لڑکی نے کہا۔

"ہوں ـــــ تم مجھے کیا حیثیت دے سکتی ہو؟"

"میں ـــــ؟ خود میری کوئی حیثیت نہیں۔ ہاں' اگر تم بھوکے ہو تو اس وقت میرے پاس ڈبل روٹی اور پنیر موجود ہے' میں وہ تمہیں پیش کر سکتی ہوں اور بس ـــــ"

"لیکن کس جذبے کے تحت؟"

"صرف وقتی ہمدردی اور لفظ رشتے کے لیے۔" لڑکی نے کہا۔

میں نے وہ لفظی رشتہ قبول کر لیا اور اٹھ کر اس کے خیمے کی جانب چلا گیا۔ مجھے یقین تھا کہ یہ دوسروں کی طرح مجھے چھوڑ کر نہیں بھاگے گی۔ اس نے مجھ سے کچھ نہیں لیا تھا بلکہ کچھ دے رہی تھی۔

ڈبل روٹی شاید کئی دن کی تھی ـــــ اوپر سے سخت لیکن اندر سے نرم۔ ڈبل روٹی کے گودے میں پنیر کا ٹکڑا رکھ کر کھانے سے مجھے عجیب سی فرحت کا احساس ہوا ـــــ انسان دراصل اتنا ہی بے وقعت ہے اور اسے اپنی اوقات سے آگے بڑھنا نہیں چاہیے۔

"کیا نام ہے تمہارا؟"

"جوزیفائن"

"آہ ـــــ نام ملکہ کا اور حیثیت؟" میں نے قہقہہ لگایا اور وہ بھی میرے ساتھ ہنسنے لگی۔

مجھے بڑا تعجب ہوا۔ حالانکہ اسے میری اس بات کا برا ماننا چاہیے تھا لیکن وہ میرے ساتھ قہقہے لگا رہی تھی۔ "ہاں میں ملکہ جوزیفائن کا مذاق اڑانے کے لیے [illegible] ہوں۔ ہم میں سے ہر شخص کسی نہ کسی کا

مذاق اڑانے کے لیے پیدا ہوتا ہے۔ ہم سب جب اپنی بے بسی کا مذاق نہیں اڑا سکتے تو پھر کسی دوسرے کا مذاق اڑانے لگتے ہیں۔"

"واہ' تم تو اچھی خاصی فلسفی ہو۔"

"فلسفہ ـــــ لفظ فلسفہ بھی انسان کی اختراع ہے۔ وہ کچھ کہہ سکتا ہے مگر کر نہیں سکتا' اسے فلسفہ قرار دیتا ہے۔"

لڑکی خاصی تعلیم یافتہ معلوم ہوتی تھی۔ میں اس سے متاثر ہونے لگا۔ "شاید تم ٹھیک کہہ رہی ہو جوزیفائن ـــــ تمہارے ساتھی کہاں ہیں؟"

"پھر وہی بات ـــــ کون ساتھی ـــــ؟ کیسا ساتھی؟"

"اوہ' تو تم تنہا ہو؟"

"ہاں ـــــ تنہا ـــــ بالکل تنہا ـــــ ازل سے ابد تک یونہی رہوں گی۔ ہر انسان تنہا ہے' وہ بہت سے رشتوں کا سہارا لیتا ہے لیکن اپنے پیروں پر چلنے کے قابل ہو جانے کے بعد وہ سمجھ جاتا ہے کہ دنیا کا کوئی رشتہ کوئی حیثیت' کوئی حقیقت نہیں رکھتا۔ سب فضول باتیں ہیں۔ ہاں' ہم سب دنیا میں ایک دوسرے کے مددگار ہیں' رشتہ ایک بے معنی لفظ ہے۔"

"جوزیفائن! تمہارے ساتھ کچھ دوسرے لوگ بھی تھے ـــــ وہ کہاں ہیں؟"

"اپنی اپنی جگہ' اپنے اپنے ٹھکانوں پر۔"

"تم تنہا ہو؟" میں نے اپنا پچھلا سوال دوبارہ دہرایا۔

"کیا مطلب ہے؟"

"کیا کوئی ایسا شخص' کوئی ایسا ساتھی نہیں جو تمہارے ساتھ رہتا ہو؟"

"نہیں ـــــ کوئی نہیں۔"

"تو سنو جوزیفائن! میرے پاس جو کچھ تھا میں نے اپنے دوستوں کو دے دیا۔ اب میرے پاس کچھ نہیں ہے۔ میں قلاش ہو چکا ہوں۔"

"اچھا ـــــ اب تمہیں کیا چاہیے؟" اس نے پوچھا۔

"زندگی گزارنے کے لیے کچھ لوازمات۔"

"دیکھو! لوازمات کا تعین ایک غیر مناسب بات ہے۔ ہمیں وقت پر جو کچھ مل جائے' ہمارے ہاتھ میں آ جائے' ہم اسے اپنا سمجھ لیں تو کوئی حرج نہیں ہے۔ باقی کسی چیز کی توقع بے کار ہے۔ آؤ سڑکوں پر چلتے ہیں' لوگوں کے سامنے ہاتھ پھیلا کر مانگ لیں گے۔ جس کے پاس زیادہ ہے' وہ دے دے گا۔ جس کے پاس نہیں ہو گا وہ منع کر دے گا۔" اس نے نرمی سے کہا۔

"بھیک؟"

"ہاں۔ بھیک ہی سمجھ لو۔" جوزیفائن نے جواب دیا۔

ایک لمحے کے لیے میں نے دل ہی دل میں کچھ سوچا اور پھر تیار ہو گیا۔ یہ تجربہ بھی کر لینا چاہیے' دیکھوں کیسا لگتا ہے ـــــ؟ حالانکہ میری اس کیفیت کا کوئی جواز نہیں تھا۔ بس ذہن پر ایک کہر سی چھائی ہوئی تھی جسے میں جھٹک دینا چاہتا تھا۔ سو میں جوزیفائن کے ساتھ چل پڑا۔

لیکن وہ بے چاری سخت مایوس ہوئی۔ اس کے ساتھ مجھے دیکھ کر لوگوں نے بھیک نہیں دی۔ لوگ عجیب سی نگاہیں ہمارے اوپر ڈالتے ہوئے نکل جاتے تھے۔ تب جوزیفائن نے میری جانب دیکھا اور بولی۔

"یہ لباس کہاں سے آیا تمہارے پاس؟"

"اس۔" میں نے اپنی شاندار قمیض اور پتلون کو دیکھا۔ "میرا ہے۔"

"لیکن اس لباس کے بعد تمہارے پاس کچھ بچا؟"

"کچھ نہیں بچا جوزیفائن!" میں نے جواب دیا۔

"تب پھر ایسا کرو تم یہاں ٹھہرو۔ لوگوں نے اپنے کچھ اقدار قائم کر رکھے ہیں۔ ضرورت مند کو اپنی ضرورت پوری کرنے کے لیے بہت سے روپ دھارنے پڑتے ہیں۔ تم جس لباس میں ہو' لوگ تمہیں اس میں دیکھ کر خوش نہیں ہیں۔ میں البتہ اپنے پھٹے پرانے کپڑوں میں بھیک مانگ سکتی ہوں۔ تم یہاں رکو۔ دیکھو میں کچھ کر کے لاتی ہوں۔" جوزیفائن نے کہا اور پھر وہ ایک طرف بڑھ گئی۔

میں خاموش کھڑا اسے اداس نگاہوں سے دیکھتا رہا۔ دل چاہ رہا تھا کہ وہاں سے بھاگ جاؤں۔ کہیں دور چلا جاؤں۔ بہت دور' جہاں انسان کا وجود نہ ہو۔ لیکن میں ایسا نہیں کر سکتا تھا۔ میں جانتا تھا کہ یہ میرے لیے ناممکن ہے ------ میں جوزیفائن کی طرف دیکھتا رہا۔

چند افراد کے سامنے وہ رکی۔ ہاتھ پھیلایا اور انہوں نے اسے کچھ دے دیا تھا۔ جوزیفائن کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی تھی۔ تب وہ آگے بڑھی اور اس نے کچھ دوسرے افراد کے سامنے ہاتھ پھیلایا۔ پھر وہ تیسرے کی طرف بڑھ گئی۔ وہ ایک تنہا شخص تھا' رک گیا۔ اس نے جوزیفائن سے کوئی بات کی اور وہ گہری نگاہوں سے اسے دیکھنے لگی۔

تھوڑی دیر کے بعد اس نے گردن ہلا دی اور وہ شخص جوزیفائن کا رخسار نوچ کر آگے بڑھ گیا۔ جوزیفائن نے اپنے ہاتھ میں دبے ہوئے پیسے دیکھے۔ غالباً" وہ اتنے ضرور تھے کہ ان سے کچھ خریدا جا سکتا۔ بہرحال اس نے اپنی وقتی ضرورت پوری کر لی تھی اور آئندہ کا کوئی مسئلہ نہیں تھا۔ چنانچہ وہ میرے نزدیک آ گئی۔

"آؤ۔" اس نے آہستہ سے کہا۔

"چلو جوزیفائن! تمہیں کیا ملا ہے؟" میں نے پوچھا۔

"اتنا کچھ مل گیا ہے کہ اس سے کچھ کھانے کے لیے خریدا جا سکتا ہے اس کے علاوہ کچھ ------"

اور میں اس کا مطلب سمجھ گیا۔ "چلو ------" میں نے کہا پھر چلتے ہوئے میں نے اس سے پوچھا۔

"وہ لمبا آدمی تم سے کیا کہہ رہا تھا؟"

"مذاق کر رہا تھا۔" جوزیفائن نے ہنستے ہوئے جواب دیا۔

"کیا مطلب؟"

"کہہ رہا تھا کہ میرے ساتھ چلو۔ میں تمہیں بہت کچھ دوں گا۔"

"اوہ' پھر تم نے کیا کہا؟"

"میں نے اس سے کہہ دیا کہ اس وقت میں اس کے ساتھ نہیں جا سکتی ہاں اگر اس کی ضرورت کبھی پیش آئی تو میں اس سے مل لوں گی ------ فی الحال اس کی ضرورت محسوس نہیں کرتی۔ اور وہ آگے بڑھ گیا۔"

یہ سن کر میں نے گہری سانس لی۔ جوزیفائن نے ایک دکان میں داخل ہو کر ------ ڈبل روٹی اور اس کے ساتھ کچھ دوسری چیزیں خریدیں' انہیں پارسل میں پیک کرانے کے بعد ہم لوگ خیمے میں واپس آ گئے۔

مجھے ڈبل روٹی بڑی عجیب لگ رہی تھی۔ لیکن راجہ نواز اصغر کو قتل کرنے کے لیے اس سے بہتر کوئی ذریعہ نہیں تھا ------ راجہ نواز اصغر کروڑوں روپے کا مالک تھا۔ لیکن ان میں سے ایک پیسہ بھی وہ اپنی ذات پر خرچ کرنا نہیں چاہتا تھا ------ ہاں' اگر کسی کے لیے کچھ کر سکا تو ضرور کر دوں گا۔ میں نے سوچا۔

میں جوزیفائن کے خیمے میں لیٹ گیا۔ دوپہر کا کھانا کھا لیا تھا اس لیے اب آرام کرنے کے سوا کوئی کام نہیں تھا۔ جوزیفائن نے بھی مجھے نہ چھیڑا اور نہ جانے کس وقت تک سوتا رہا۔

جاگا تو خاصی رات ہو گئی تھی۔ کیمپ میں ہپیوں کے شور و غوغا کی آوازیں بلند ہو رہی تھیں۔ کوئی چیز بجائی جا رہی تھی۔ اور وہ لوگ ناچ گا رہے تھے ------ یہ ماحول میرے لیے اجنبی نہیں تھا اور نہ وہ آوازیں۔

میں لیٹا رہا۔ جوزیفائن خیمے میں موجود نہیں تھی۔ تھوڑی دیر تک میں اسی طرح لیٹا رہا پھر اپنی جگہ سے اٹھ کر میں نے اپنی قمیض' پتلون سے نکالی اور باہر نکل آیا۔

باہر کہیں موم بتیوں اور مشعلوں کی روشنی تھی اور ان روشنیوں میں لچکتے ہوئے ہپیوں کے بدن عجیب سے نظر آ رہے تھے۔

بے پرواہ عجیب و غریب' ماحول سے لاپرواہ لوگ ------ اگر صحیح معنی میں دیکھا جائے تو زندگی سے درحقیقت وہی لوگ لطف اندوز ہو رہے تھے۔ نہ کھانے کا غم نہ کمانے کی فکر۔ نہ کوئی پریشانی یا کوئی الجھن۔ جہاں جگہ ملی سو گئے جو کھانے کو ملا کھا لیا' جو پہننے کو ملا پہن لیا۔ نہ فکر' نہ فاقہ نہ غم۔

بلاشبہ انسان اس کے علاوہ کچھ نہیں ہے۔ میں ہپیوں کے اسی گروہ کی جانب بڑھ گیا۔ لیکن ابھی وہاں تک نہیں پہنچا تھا کہ جوزیفائن مل گئی۔ اس نے مجھے کہیں سے دیکھ لیا تھا۔

"جاگ گئے؟" اس نے پیار بھرے لہجے میں پوچھا۔

"ہاں۔"

"نام کیا ہے تمہارا؟"

"جو چاہو نام رکھ لو ------ ناموں سے کیا ہوتا ہے؟"

"میں نے اب تک نہیں پوچھا تھا۔ بس سوچ رہی تھی تمہیں کس نام سے یاد کروں؟"

"میں نے کہا نا جو چاہو رکھ لو۔"

"خود تمہارا کوئی نام نہیں ہے؟"

"شاید نہیں۔" میں نے جواب دیا۔

"عجیب ہو ------ بھلا کوئی شخص بغیر نام کے بھی ہوتا ہے۔"

"میں ہوں۔" میں نے ہنستے ہوئے کہا۔

"نہیں بتانا چاہتے نہ بتاؤ' تمہاری مرضی۔"
"اوہ جوزیفائن! نہیں------ تم مجھے------ تم مجھے------ کیا نام بتاؤں۔"
"نہیں------ صرف اصلی نام۔" اس نے مجھے دیکھتے ہوئے کہا۔
"وکی کہہ لو۔" میں نے کہا۔
"اوہ وکی! اچھا نام ہے۔" جوزیفائن نے مسکراتے ہوئے کہا۔ پھر پوچھا۔ "بھوک لگ رہی ہے؟"
"نہیں جوزیفائن------ اس دنیا میں بھوک کے علاوہ بھی بہت سے مسائل ہیں۔"
"ٹھیک ہے لیکن بھوک کا مسئلہ دنیا کے ہر مسئلے سے بڑھ کر ہے۔"
"ہاں یہ بھی ٹھیک ہے۔" میں نے لاپرواہی سے کہا۔
"لیکن بیڈ لک ہے وکی۔ اس وقت ہمارے پاس کھانے کے لیے کچھ نہیں ہے۔"
"یہ تو اور اچھی بات ہے جوزیفائن! کچھ نہیں کھائیں گے۔ بلاوجہ کھانے کی الجھن میں پھنستے۔" میں نے کہا اور جوزیفائن ہنسنے لگی۔
"دلچسپ آدمی ہو------ آؤ دیکھتے ہیں' کچھ کرتے ہیں۔ لیکن رات کی خوشیاں تو کالے سونے ہی سے وابستہ ہوتی ہیں۔"
"ہاں۔" میں نے کہا۔
ہم آہستہ آہستہ چلتے ہوئے ہپیوں کے غول تک پہنچ گئے' جوزیفائن چاروں طرف نگاہیں دوڑا رہی تھی۔
چرس کی اور پیتھوڈین اور دوسرے نشوں کی بو فضا میں رچی ہوئی تھی۔ یہ بو مجھے ناگوار نہیں محسوس ہوتی تھی۔ اب تو میں اس کا عادی ہو گیا تھا۔ یونہی دل چاہنے لگا کہ چرس پیوں------ لیکن میرے پاس ایک پیسہ بھی نہیں تھا اور نہ ہی کوئی ایسی چیز تھی جسے بیچ کر چرس حاصل کر سکتا تھا۔
جوزیفائن بھی شاید کسی شناسا کو تلاش کر رہی تھی۔ پھر اس نے میرا شانہ دباتے ہوئے کہا "تم یہاں رکو وکی! میں کچھ کوشش کرتی ہوں۔"
"اوہ جوزیفائن! پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ اگر تم اپنے لیے ہی کچھ کر لو تو بہتر ہے۔"
"اپنے لیے نہیں------ دونوں کے لیے۔" اس نے جواب دیا اور آگے بڑھ گئی۔ میں نے دیکھا بھی نہیں تھا کہ وہ کس طرف گئی۔
تقریباً آدھے گھنٹے کے بعد جوزیفائن واپس آئی۔ وہ اپنے ہاتھ میں چرس کی کچھ گولیاں اور سگریٹ لیے ہوئے تھی۔ اس نے وہ چیزیں مجھے دے دیں اور بولی "سوری وکی! اس وقت میں تمہارا ساتھ نہیں دے سکوں گی اور شاید رات کو بھی نہیں۔"
"کیا مطلب؟"
"دیکھو نا وکی! کچھ حاصل کرنے کے لیے کچھ دینا بھی پڑتا ہے۔ میں یہ رات نبیل کے ساتھ گزاروں گی۔" اس نے جواب دیا۔
"او کے جوزیفائن! میں خیمے میں تمہارا انتظار کروں گا۔"
"ٹھیک ہے۔" جوزیفائن نے میرے دونوں ہاتھ پکڑے اور آگے بڑھ گئی۔

"واہ راجہ جی------ ایک لڑکی ایک رات کی قیمت چرس کی دو گولیاں اور سگریٹ------ عیش کرو عیش۔" میں نے دل ہی دل میں قہقہہ لگایا اور گولیوں کو مسلنے لگا۔ پھر سگریٹ خالی کر کے میں نے چرس بھرنا شروع کی۔ تب مجھے احساس ہوا کہ کوئی میرے پیچھے کھڑا ہوا ہے۔
پلٹ کر دیکھا تو لمبے لمبے بال میری پیشانی کو چھونے لگے۔ وہ بڑے دلچسپ انداز میں مجھ پر جھکی ہوئی تھی۔ ایک دبلی پتلی مدقوق سی لڑکی تھی جو بڑی لالچی نگاہوں سے مجھے چرس بھرتے دیکھ رہی تھی۔
"ہیلو!" اس نے ہونٹوں پر مسکراہٹ بکھیرنے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔
"ہیلو۔" میں نے جواب دیا۔
"تمہارے پاس دو سگریٹ ہیں؟" اس نے کہا۔
"ہاں۔"
"کیا میں تمہاری پارٹنر بن سکتی ہوں؟"
"سوری۔ میرے پاس سگریٹوں کے علاوہ کچھ نہیں ہے۔ بیٹھ جاؤ۔" میں نے آہستہ سے کہا۔ وہ میرے نزدیک بیٹھ گئی۔ بڑی اپنائیت سے اس نے میرے زانو پر اپنی کہنی رکھ دی تھی۔ پھر وہ مجھے چرس بھرتے دیکھتی رہی۔ اور میں نے ایک سگریٹ اس کی جانب بڑھا دیا اور دوسرا اپنے ہونٹوں سے لگا لیا۔
اس نے جلدی سے ماچس نکالی۔ "میرے پاس ماچس موجود ہے۔" اس نے خوشی سے بھرپور لہجے میں کہا اور میں نے مسکرا کر گردن ہلا دی۔
تب ہم دونوں نے سگریٹ سلگا لیے اور لڑکی بڑی احتیاط سے سگریٹ کے کش لگانے لگی۔
"تھینک یو ویری مچ۔" وہ بار بار مجھ سے کہہ رہی تھی اور سگریٹ کے کش لیتی جا رہی تھی۔
ہپیوں کی اچھل کود جاری تھی۔ لڑکی چرس پی رہی تھی------ میں بھی چرس کا دھواں حلق سے نیچے اتار رہا تھا۔ لڑکی میرا ساتھ دے رہی تھی میں نے ابھی تک اس کا نام نہیں پوچھا اور نہ اس نے میرا۔
بہت سے ہپی ناچ رہے تھے۔ ان کا شور و غوغا جاری تھا۔ ہم ان کا تماشا دیکھتے رہے۔ ایک سگریٹ سے بھلا کیا ہو سکتا تھا۔ لیکن جب سگریٹ کا آخری سرا بھی ہماری انگلیوں کو چھونے لگا تو ہم نے سگریٹ پھینک دیے------ ہپی ڈفلی بجا رہے تھے۔ کسی کے پاس منڈولن نہیں تھا۔ ہم ہپیوں کی بے ہنگم آوازیں سنتے رہے۔ کچھ دیر کے بعد بوریت محسوس ہونے لگی۔ میں نے لڑکی کی جانب دیکھا۔ وہ مسکرا رہی تھی۔
"موسیو!" اس نے گردن جھکا کر مجھ سے کہا۔
"ہوں۔"
"کیا ارادہ ہے؟"
"کیا مطلب؟" میں نے بھاری لہجے میں کہا۔
"نیند آ رہی ہے؟"
"ہاں۔" میں نے جواب دیا۔
"تمہارے پاس خیمہ ہے؟" اس نے پوچھا۔
"ہاں۔"

"میرے پاس تو خیمہ بھی نہیں ہے؟" اس نے جواب دیا۔

"ہوں۔" میں نے پر خیال انداز میں کہا۔

"کیا میں تمہارے ساتھ رات گزار سکتی ہوں؟"

"کیوں نہیں۔" میں نے اسے دیکھتے ہوئے کہا۔ دبلی پتلی' مریل سی لڑکی' نجانے کون کون سی بیماریوں کی پوٹ۔ لیکن بہرحال انسان ہے اور صرف ایک رات کے لیے جگہ مانگ رہی ہے۔۔۔۔۔ جوزیفائن کا خیمہ میرے پاس ہے اور جوزیفائن یقیناً" اس شخص کے پاس ہو گی جس نے اسے چرس اور سگریٹ دیے تھے۔

"چلو۔" میں نے کہا۔ اور لڑکی فوراً" اٹھ کھڑی ہوئی۔ میں اسے ساتھ لے کر خیمے میں آگیا۔

اس نے خیمے کو دیکھا اور پر مسرت لہجے میں بولی۔ "اچھی جگہ ہے۔ کھلے آسمان کے نیچے تو بڑی سردی لگتی ہے۔"

اس مدقوق عورت کے چہرے پر اس وقت بے پناہ بے بسی اور معصومیت تھی۔ دنیا اسی طرح کے حالات کا شکار رہتی ہے۔ سو میں نے بھی الجھے بغیر کہا" آج رات تم یہاں رہ سکتی ہو۔"

اس نے خیمے کا پردہ نیچے گرا کر باندھ دیا اور بڑے اطمینان سے اپنا لباس اتارنے لگی۔

میں خاموش نہ رہ سکا۔ "کیوں۔۔۔۔۔ لباس کیوں اتار رہی ہو؟"

"اوہ' دراصل میرے پاس ان کپڑوں کے علاوہ اور کوئی کپڑے نہیں ہیں اور اگر میں انہیں پہن کر سو جاؤں تو یہ پھٹ جائیں گے۔ میں ہمیشہ انہیں اتار کر سوتی ہوں کیونکہ یہ کمزور ہو چکے ہیں۔"

"کھلے آسمان کے نیچے بھی؟"

"ہاں۔ اس وقت میں انہیں اپنے بدن پر ڈال لیتی ہوں۔ پہننے سے کسی بھی وقت ضائع ہو سکتے ہیں۔" اس نے جواب دیا اور میں نے آنکھیں بند کر لیں۔

لڑکی۔۔۔۔۔ لباس اتار کر لیٹ گئی۔ میں بھی اس سے تھوڑے فاصلے پر لیٹ گیا۔ وہاں بستر وغیرہ تو تھا نہیں' جس کا اہتمام ہوتا۔۔۔۔۔ چند ساعت وہ اسی طرح لیٹی رہی۔ اس کی نگاہیں میری جانب اٹھی ہوئی تھیں اور میں خیمے کی چھت کو دیکھ رہا تھا۔

اچانک وہ آہستہ سے بولی "میں تمہارے پاس آجاؤں؟"

"آجاؤ۔۔۔۔۔ انتظار کیوں کر رہی ہو؟" میں نے جواب دیا۔

"اوہ' دراصل میں۔۔۔۔۔" اس نے اپنی بات پوری نہیں کی اور جلدی سے اٹھ کر میرے نزدیک پہنچ گئی۔

میرے ذہن میں اس وقت کچھ نہیں تھا' بھوک لگ رہی تھی۔ وہ میرے سینے میں منہ چھپا کر لیٹ گئی اور گہری گہری سانسیں لینے لگی۔

میں نے اس کے سانسوں کی گرمی محسوس کی اور اس کے بعد سب کچھ بھول جانے کو دل چاہا۔۔۔۔۔ یاد صرف اتنا رہا کہ ایک عورت اور ایک مرد۔۔۔۔۔ دو جسم تھے جو دنیا کی کثافتوں سے آزاد ہو کر ایک دوسرے میں مدغم ہو رہے تھے۔ اس کے جذبات بھی تیز ہوتے جا رہے تھے اور میں بھی بھول گیا تھا کہ میں کیا ہوں اور کن حالات میں وقت گزار چکا ہوں۔

بس مجھے وہ یاد تھی اور خیمے کا گھٹا گھٹا سا ماحول تھا۔ اس گھٹے گھٹے ماحول میں ہماری گھٹی گھٹی سانسیں ابھرتی اور ڈوبتی رہیں۔ یہاں تک کہ سانسوں کا سلسلہ ذہنوں سے محو ہو گیا۔ ہم دونوں کو نیند آگئی تھی۔

"رات کا نجانے کون سا پہر تھا کہ اس نے مجھے جگا دیا۔ "موسیو! سنو۔۔۔۔۔" وہ مدھم لہجے میں کہہ رہی تھی۔

"کیا بات ہے؟" میں نے نیم غنودگی کی آواز میں کہا۔ ویسے میرا ذہن جاگ گیا تھا اور میں سوچ رہا تھا کہ شاید اسے نیند نہیں آرہی ہے۔ "کیا بات ہے؟" میں نے اس سے پھر پوچھا۔

"تمہارے پاس کھانے کو کچھ ہے؟" اس نے آہستہ سے پوچھا۔

"اوہ' بھوک لگ رہی ہے؟"

"کب سے بھوکی ہو؟" میں نے پوچھا۔

"تقریباً" دو دن سے۔۔۔۔۔ چرس کے سگریٹ سے بھی مجھے نیند نہیں آئی۔"

"اوہ۔" میں نے ہونٹ سکوڑے۔ "افسوس لڑکی! میرے پاس بھی کھانے کو کچھ نہیں ہے۔" میں نے جواب دیا۔

"اچھا۔" وہ آہستہ سے مسکرائی۔ لہجے میں برا ماننے کا انداز یا مایوسی قطعی نہیں تھی۔ جیسے اسے یقین ہو کہ ہم جیسے لوگوں کے پاس کچھ نہیں ہوتا۔

کافی دیر تک وہ خاموش رہی۔ پھر میں نے اس سے پوچھا۔ "کیا واقعی تم دو دن سے بھوکی ہو؟"

"ہاں۔ پرسوں ناشتے میں ڈبل روٹی کے کچھ ٹکڑے مل گئے تھے۔"

"تمہارے ساتھ کوئی نہیں؟"

"نہیں۔" اس نے جواب دیا۔

"کہاں کی رہنے والی ہو؟"

"فرانس کی۔" اس نے جواب دیا۔

"کب چلی تھیں وہاں سے؟"

"طویل عرصہ گزر گیا۔"

"وہاں تمہارے اپنے لوگ تو ہوں گے؟"

"ہاں۔ کچھ تھے۔"

"کون تھے وہ؟"

"نجانے کون تھے' کچھ یاد نہیں ہے۔"

"اوہ' تو تم انہیں بھول چکی ہو؟"

"ہاں بھلا دینے میں بہت سے فائدے ہوتے ہیں۔"

"کیا نام ہے تمہارا؟"

"نیتاں۔" اس نے جواب دیا۔

"نیتاں! اس زندگی میں تم اپنی مرضی سے آئی تھیں؟"

"کیا دنیا میں کوئی بھی اپنی مرضی سے آتا ہے موسیو؟" اس نے الٹا مجھ سے سوال کر دیا۔

"ٹھیک ہے' دنیا میں کوئی اپنی مرضی سے نہیں آتا۔ لیکن میں نے تم سے موجودہ زندگی میں آنے کے بارے میں پوچھا تھا۔"

"اس دنیا میں بھی اپنی مرضی سے نہیں آئی تھی۔ ہاں زندگیاں خود راستے متعین کر دیتی ہیں اور انسان ان پر چل پڑتا ہے۔"

"گویا تم اس زندگی سے خوش نہیں ہو؟"

"تعجب ہے تم اسے زندگی کہتے ہو۔ میں بھوکی ہوں اور مستقبل میں بھی میرے سامنے کوئی ایسا ذریعہ نہیں ہے جو میری بھوک مٹا سکے' اس کے باوجود اگر تم اسے زندگی کہتے ہو تو ٹھیک ہے تمہاری مرضی-----"

"نیستاں! زندگی کا تمہاری نگاہوں میں کیا مفہوم ہے؟"

"دیکھو! انسان اپنی مرضی سے پیدا نہیں ہوتا۔ بس حالات یا اسے تم جو کچھ بھی کہو' اسے دنیا میں لے آتے ہیں' وقت اس کے لیے راستے متعین کرتا ہے اور پھر وہ دنیا اور وقت کے رحم و کرم پر رہ جاتا ہے۔ اگر دنیا اسے اچھا ماحول' اچھی زندگی دے دے تو وہ خوش رہتا ہے اور پر سکون موت مر جاتا ہے اور اگر دنیا اس سے ناراض ہو اور اسے کچھ دینا نہ چاہے تو پھر وہ نیستاں بن جاتی ہے۔"

"اوہو' تو تمہاری نگاہوں میں زندگی کا مفہوم ایک اچھی طرز رہائش' ایک خوبصورت شوہر اور کچھ بچوں کے علاوہ کچھ نہیں ہے؟"

"ہاں' عورت کے لیے یہی تفویض کیا گیا اور میرا خیال ہے کہ ازل سے عورت یہی سب کچھ پسند کرتی آئی ہے۔ اس نے اپنی زندگی کا ایک مخصوص رنگ پا لیا ہے۔ اب اگر اس سے یہ مخصوص رنگ چھین لیا جائے تو ظاہر ہے وہ خود کو مکمل نہیں سمجھ سکتی۔"

"تم اس رنگ سے کیوں دور ہو نیستاں؟"

"دور نہیں' دور کر دی گئی ہوں موسیو!"

"کس طرح نیستاں؟" میں نے پوچھا۔

"وجہ یہ تھی کہ پیدا ہوئی تو ماں مر گئی۔ باپ نے اپنی دانست میں اچھی پرورش کرنے کی کوشش کی' تھوڑا سا پڑھایا لکھایا بھی۔ لیکن وہ خود ایک مفلوک الحال آدمی تھا۔ کوئی خاص ذریعہ آمدنی بھی نہیں تھا۔ عموماً بیمار رہتا تھا۔ ایک چھوٹا سا قطعہ تھا جس پر کھیتی باڑی کر کے ہم زندگی گزارتے تھے۔ نہ کوئی بھائی تھا نہ بہن' بس ہم دونوں باپ بیٹی تھے۔ پھر موسم سرما میں ایک دن سخت بارش ہوئی۔ میرے باپ کو نمونیہ ہو گیا۔ علاج کے لیے ہمارے پاس کچھ نہیں تھا۔ میں نے در در بھیک مانگی' بہت سے لوگوں کی خوشامد کی۔ لیکن اپنے باپ کو زندگی دینے میں کامیاب نہ ہو سکی اور وہ مر گیا۔ زندگی گزارنے کا کوئی ذریعہ میرے پاس نہیں تھا۔ شہر آئی' کوشش کی کہ کہیں ملازمت حاصل کر سکوں۔ ایک سٹور پر ملازمت ملی لیکن وہ ملازمت سیلز گرل کی نہیں بلکہ ایک کال گرل کی تھی----- لوگوں نے مجھے جس راہ پر لگایا' پیٹ کی خاطر اس پر چل پڑی۔ پیٹ بھرنے کے لیے کچھ نہ کچھ درکار تھا۔ طویل عرصے تک لٹتی رہی۔ پھر میں نے سوچنا بھی چھوڑ دیا کہ میں لٹ رہی ہوں۔ حالات نے مجھے اس بازار تک پہنچا دیا جہاں کال گرلز گاہکوں کی تلاش میں کھڑی رہتی ہیں۔ تب ایک دن ایک پادری سے ملاقات ہو گئی۔ وہ بے وقوف نیکی اور بدی کی تلقین کرنے آیا تھا میں نے اسے اپنی

قیام گاہ پر دعوت دی اور پوچھا کہ نیکی کیا ہوتی ہے۔ اس نے حفظ کیے ہوئے الفاظ دہرا دیے۔ میں نے اس سے کہا "پادری صاحب! میں نیکی کیسے کروں؟ نیکیاں پیٹ بھرنے کے کام نہیں آتیں۔ ہاں' کیا آپ کسی گرجا گھر میں مجھ نن بنوا سکتے ہیں؟" احمق پادری جوش میں آ گیا اور مجھے ساتھ لے چلا۔ راستے میں بھی اس نے مجھے یہی ہدایات دی تھیں کہ سچ بولو' مذہب سے محبت کرو اور یسوعؑ کی تعلیمات کی پیروی کرو۔ اسی میں نجات ہے۔ میں نے اس سے کہا "پادری صاحب! میں بھی نجات چاہتی ہوں۔"

پادری مجھے ایک گرجا گھر میں لے گیا۔ اس وقت بڑے پادری تقریر کر رہے تھے۔ اگر مجھے اس چرچ میں پناہ مل جائے تو میں باقی زندگی مذہب کی خدمت میں گزار دوں گی' میں نے تقریر سن کر سوچا۔ پھر اس پادری نے مجھے بڑے پادری کے سامنے پیش کر دیا۔ میں نے ان سے کہا میں مقدس مریمؑ کے قدموں میں زندگی بسر کرنا چاہتی ہوں۔ تو پادری نے مجھے خوش آمدید کہا اور مجھ سے میرے کوائف پوچھے۔ میں نے انہیں سب کچھ بتا دیا اور یہ جان کر کہ میں ایک کال گرل ہوں اور کن کن حالات میں گزار چکی ہوں' پادری صاحب سن رہ گئے----- اور پھر انہوں نے معذرت کر لی اور کہا کہ مجھ جیسی خراب لڑکی کو چرچ میں جگہ نہیں مل سکتی----- میں نے مسکرا کر نیکیوں کی تلقین کرنے والے پادری کو آنکھ ماری اور اور چلی آئی۔ لیکن وہاں سے واپسی پر میری طبیعت اپنے پرانے کاروبار سے اچاٹ ہو گئی تھی۔ چنانچہ ایک دن ہپیوں کی ایک ٹولی مجھے نظر آئی اور میں ان میں شامل ہو گئی----- بس یہ کہانی ہے میری۔ کتنی مختصر لیکن مکمل-----"

میں خاموشی سے اس کی کہانی سن رہا تھا۔ "اس کا مطلب ہے تم بھی دولت کا شکار ہو؟"

"دولت کی-----؟ ہاں شاید!" اس نے جواب دیا۔

"کیا تمہارے دل میں کبھی یہ خواہش جاگتی ہے نیستاں کہ تم پھر اسی پر سکون زندگی کو اپنا لو۔ اپنا گھر بناؤ۔ اور ایک شریف عورت کی طرح زندگی بسر کرو؟"

"ہاں۔ جب پینے کو چرس کا ایک سگریٹ نہ ملے تو ایسے خواب اکثر نظر آنے لگتے ہیں اور اس وقت چرس کی تلاش میں' میں ہر اس جگہ نکل جاتی ہوں جہاں چرس مل سکے۔ اس وقت میں اپنے خون کے آخری قطرے کے عوض چرس خرید لینا چاہتی ہوں۔"

"چرس؟"

"ہاں۔ ان خوابوں کا علاج صرف ایک سگریٹ ہے۔ نہ ملے تو یہ خواہش دیوانہ کر دیتی ہے۔ کہ کاش میں بھی ایک شریف عورت کی حیثیت سے زندگی بسر کروں۔"

"نیستاں! میں تمہیں دولت دوں گا۔ شاید وہ تمہیں خوشیاں دے سکے۔ لیکن ایک وعدہ کرو۔"

"وعدہ----- کیسا-----؟"

"اگر تمہیں دولت مل جائے تو اس زندگی کو مکمل طور سے فراموش کر دو گی۔"

"دولت----- کہاں سے ملے گی؟"

"میں دوں گا نیستاں----- میں دوں گا۔"

"اوہ' ڈارلنگ! تم نے بھی تو صرف ایک سگریٹ پی تھی؟"

"ہاں----- کیوں؟"

”شاید تمہارا نشہ ٹوٹ چکا ہے‘ لیکن اس وقت؟ میرا خیال ہے سو جاؤ۔ ورنہ تم بھی تڑپو گے۔“

”ہوں۔ تم ٹھیک کہہ رہی ہو نیستاں!“ میں نے ایک گہری سانس لے کر کہا اور کروٹ بدل کر سونے کی کوشش کرنے لگا۔

تھوڑی دیر کے بعد نیند آ گئی اور سب کچھ ذہن سے نکل گیا اور پھر صبح کی تیز روشنی نے آنکھوں کے پپوٹوں کو چکاچوند کر دیا۔ میں جاگ گیا۔ مجھ سے تھوڑے فاصلے پر نیستاں گھٹنوں میں سر دیے گہری نیند سو رہی تھی اور اس سے ذرا پرے ایک اور وجود موجود تھا۔ میں اسے دیکھ کر چونک پڑا۔

وہ سوکھی‘ دبلی پتلی جوزیفائن تھی‘ جو بے سدھ پڑی تھی‘ میں اٹھ بیٹھا۔ جوزیفائن خیمے میں کب آئی تھی؟ شاید رات کے کسی حصے میں ------ کیسی ہے یہ لڑکی؟ اس نے نیستاں کی موجودگی کے بارے میں کیا سوچا ہو گا؟

بہرحال میں نے ان دونوں کو نہیں چھیڑا خاموشی سے بیٹھا ہوا انہیں دیکھتا رہا۔ دل چاہا کہ خاموشی کے ساتھ خیمے سے نکل جاؤں۔ لیکن طبیعت پر ایسی کسالت طاری تھی کہ اٹھا ہی نہیں گیا۔ تب جوزیفائن نے کروٹ بدلی اور جاگ گئی۔ اس نے گردن گھما کر میری جانب دیکھا اور اس کے چہرے پر بدرونق سی مسکراہٹ ابھر آئی۔

”ہیلو!“ وہ باریک سی آواز میں بولی۔

”ہیلو!“ میں نے بھی کہا۔

”صبح ہو گئی؟“

”ہاں۔“

”یہ کون ہے؟“

”نیستاں۔“ میں نے جواب دیا۔

”جگا دوں اسے؟“ اس نے بے تاثر لہجے میں پوچھا۔

”جگا دو۔“ میں نے کہا اور وہ نیستاں کو جھنجھوڑنے لگی۔ نیستاں نے بھی آنکھیں کھول دی تھیں۔

کیسی مایوسی تھی ان دونوں کے چہروں پر۔ صبح ہونے کی کوئی خوشی نہیں تھی۔ ہر صبح مایوسیوں اور تھکن کے انبار لے کر آتی ہے اور لمحات روح پر وزن ڈالتے رہتے ہیں اور اس وزن کے تصور سے چہروں کی بدرونقی میں کچھ اور اضافہ ہو جاتا ہے۔ تب جوزیفائن خیمے کے ایک کونے میں رکھے کاغذوں کو ٹٹولنے لگی۔

ایک لمحے کے لیے اس کے چہرے کے تاثرات بدلے تھے۔ وہ مسکرائی بھی تھی اور پھر اس نے فخریہ انداز میں چند ڈبل روٹیاں‘ مچھلی کے کچھ ٹکڑے جو باسی تھے اور تھوڑا سا بھنا ہوا گوشت ہمارے سامنے رکھ دیا۔ وہ اس طرح خوش تھی جیسے قارون کا خزانہ لے آئی ہو اور اب ہم سے داد کی طالب ہو۔

”شروع ہو جاؤ ------ اس کے بعد کچھ اور بھی پیش کروں گی۔“ اس نے کہا۔

نیستاں نے میری جانب دیکھا اور میں نے اسے کھانے کا اشارہ کیا ------ ”آ جاؤ نیستاں! تم بھی آ جاؤ۔“ میں نے کہا اور وہ میرے نزدیک کھسک آئی۔

باسی مچھلیاں‘ باسی ڈبل روٹیاں‘ طبیعت نے ایک لمحے کے لیے بغاوت کی۔ لیکن بھوک لگ رہی تھی اور میں قلاش تھا۔ کروڑ پتی بھکاری ------ ‘ میں نے سوچا اور پھر اطمینان سے کھانے لگا۔ باغی فطرت کو

میں نے سلا دیا تھا۔

جوزیفائن کا دوسرا تحفہ چرس بھرے سگریٹوں کا پورا پیکٹ تھا‘ جسے اس نے فخریہ طور پر ہمارے سامنے پیش کیا تھا۔

”پورے دس سگریٹ ہیں۔“ اس نے مسرت بھرے لہجے میں کہا۔

”دس!“ اس کے مسرت بھرے لہجے کی بھرپور پیروی نیستاں نے کی تھی۔ میں احمق سا آدمی بھلا ان دس سگریٹوں کی حقیقت کیا سمجھ سکتا تھا۔

”ہاں۔ پورے دس۔“

”کیا میں اس میں سے ایک سگریٹ لے لوں؟“ نیستاں بڑی عاجزی سے بولی۔

”لے لو۔ ہم تینوں کے حصے میں تین تین سگریٹ آئیں گے۔ ایک بچ جائے گا‘ وہ میری طرف سے ------“ اس نے میری جانب دیکھا‘ مسکرائی اور بولی ”تمہارے لیے ------“

میں نے سپاٹ نگاہوں سے اس بے تکی لڑکی کو دیکھا۔ نہ اس کے نقوش میں کوئی جاذبیت تھی‘ نہ میرا اس سے کوئی تعلق تھا۔ ایک رات بھی تو اس کے ساتھ نہیں گزری تھی۔ بلکہ اس نے میری خاطر اپنی ایک رات کسی اور کے ساتھ گزاری تھی۔ ہمدردی ------ صرف ہمدردی ------ تب میں نے ایک اور نظریے سے اسے دیکھا۔

نیستاں میرے ساتھ اس کے خیمے میں تھی‘ اس کا کیا ردعمل ہوا تھا اس پر؟ لیکن یہ سوچنا میری حماقت تھی۔ اس نے نیستاں کے بارے میں ایک لفظ بھی نہیں کہا تھا اور خاموشی سے اپنی بساط کے مطابق اس کی خاطر مدارت میں مصروف ہو گئی تھی۔

چرس کے سگریٹ سلگ اٹھے۔ عیاشی ہو رہی تھی‘ جوزیفائن کے کرم پر ------ اور نیستاں محض مسکرا رہی تھی۔ دو سگریٹ پینے کے بعد آنکھوں میں سرخی آ گئی۔ نیستاں نے اپنے حصے کی ایک سگریٹ بچا لی تھی جسے اس نے نہایت احتیاط سے اپنے لباس میں رکھ لیا ------ لباس اس نے چند ساعت قبل ہی پہنا تھا۔

پھر وہ اٹھ گئی۔ ”میں اب چلتی ہوں۔“

”کہاں جاؤ گی نیستاں؟“

”ابھی تو اسی کیمپ میں ہوں گی۔ اگر تلاش کرو گے تو کسی نہ کسی خیمے کے آس پاس مل جاؤں گی۔“ اس نے جواب دیا۔

”نیستاں! مجھے تم سے کام ہے۔“ میں نے کہا۔

”کیا کام ہے؟“ اس نے پوچھا۔

”بہت ضروری ------ ڈیر جوزیفائن! کیا تم مجھے تھوڑی دیر جانے کی اجازت دو گی؟“ میں نے جوزیفائن سے پوچھا۔

”ضرور ------ کیوں نہیں۔“ اس نے خلوص سے مسکراتے ہوئے کہا اور میں نیستاں کے ساتھ باہر نکل آیا۔ نیستاں آہستہ آہستہ میرے ساتھ چل رہی تھی۔

”تم نے بتایا نہیں ڈیر! تمہیں مجھ سے کیا کام ہے؟“ نیستاں نے کچھ دور چل کر پوچھا۔

"تم شام کو مجھے کس وقت ملو گی؟" میں نے دریافت کیا۔

"میں تمہیں بتا چکی ہوں کہ اگر میری ضرورت محسوس کرو تو یہیں کہیں تلاش کر لینا۔ میری کوئی منزل تو ہے نہیں' کوئی ٹھکانہ بھی نہیں ہے میرا۔ بلکہ میرا تو خیمہ بھی نہیں ہے۔ کہ میں تمہیں اس کا پتہ دے دوں۔ کہیں نہ کہیں کھلے آسمان کے نیچے مل جاؤں گی۔" وہ آہستہ سے مسکرائی۔

"ہوں' شام کو تقریباً چھ بجے مجھ سے ملنا ---- آؤ گی؟"

"آ جاؤں گی۔" نیستاں نے مسکرا کر کہا۔ پھر آہستہ سے بولی "وہ لڑکی تمہاری کون ہے؟"

"کون ---- جوزیفائن؟"

"ہاں۔"

"دیکھو نیستاں! میں بھی ان لوگوں میں سے ہوں جو رشتوں کو نہیں مانتے۔ پھر بھلا کس طرح کہہ سکتے ہیں کہ ہمارا کون ہے۔ کیا اس دنیا میں کوئی کسی کا ہوتا ہے؟" میں نے پھیکے انداز میں کہا۔

نیستاں پر خیال انداز میں گردن ہلانے لگی۔ پھر بولی "ہاں کوئی کسی کا نہیں ہوتا۔ لیکن بعض اوقات ذہنی رشتے قائم ہو جاتے ہیں۔ ان رشتوں کا کوئی نام نہیں ہوتا' بے نام سے رشتے' لیکن ان کی افادیت سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔ میں نے محسوس کیا ہے کہ وہ تمہیں چاہتی ہے؟"

"جوزیفائن کے بارے میں کہہ رہی ہو؟"

"ہاں۔ میں اسی کی بات کر رہی ہوں۔"

"چاہتی ہو گی نیستاں! مجھے اس بارے میں معلومات نہیں ہیں۔" میں نے بے دلی سے کہا۔

"پچھلی رات وہ کہاں تھی؟ میرا مطلب ہے اس وقت وہ خیمے میں نہیں تھی جب ہم لوگ وہاں گئے تھے۔"

"ہاں۔ اس وقت وہ وہاں نہیں تھی۔"

"کہاں گئی تھی وہ؟" نیستاں نے پوچھا۔

"میرے لیے کھانے پینے کا بندوبست اور چرس کا انتظام کرنے۔" میں نے جواب دیا۔

"اوہو۔" وہ مسکرائی۔ "چرس وہی لائی تھی؟"

"ہاں۔ اور تم نے دیکھا ہو گا کہ اس نے وہ چیزیں مجھے دیں تھیں۔"

"ہاں۔ اور یہ بھی کہ اس نے میرے بارے میں کچھ نہیں پوچھا۔ کیا وہ تنہائی میں بھی تم سے میرے بارے میں نہیں پوچھے گی؟"

"میں نہیں جانتا نیستاں۔"

"کیوں ---- کیا تم اس کی عادت سے واقف نہیں ہو؟"

"نہیں۔"

"اس کی وجہ؟"

"وجہ صرف یہ ہے کہ اسے مجھ سے ملے ہوئے ابھی صرف چند گھنٹوں سے زیادہ نہیں گزرے۔ یہ خیمہ اسی کا ہے اور اس نے مجھے اس خیمے میں پناہ لینے کی اجازت دی تھی۔"

"اوہو۔" نیستاں نے آہستہ سے گردن ہلائی پھر بولی "ٹھیک ہے' میں شام کو تمہارے پاس پہنچ جاؤں

گی۔"

"وعدہ؟"

"ہاں! وعدہ۔" اور میں نے اس کا ہاتھ چھوڑ دیا۔

☆ ☆ ☆

کسی کے لیے کچھ کرنے کی خواہش تو اب دل میں زیادہ شدت نہیں رکھتی تھی۔ لیکن طبیعت پر ایک عجیب سا بحران طاری تھا۔ خود تو اپنے بارے میں کوئی فیصلہ نہیں کر پا رہا تھا۔ بس جو سوچ لیا' سو سوچ لیا۔

نیستاں جا چکی تھی۔ میں واپس جوزیفائن کے خیمے میں نہیں گیا تھا بلکہ وہاں سے دور نکل آیا تھا۔

میرے پاس کچھ نہیں تھا۔ لباس بھی میلا کچیلا سا ہو رہا تھا۔ ایسی حالت میں میری کوئی شخصیت تو رہی نہیں تھی' بس چلا جا رہا تھا۔ ذہن میں بہت سارے خیالات تھے۔ نجانے کتنی دیر میں شہر کے مخصوص حصوں میں پہنچا تھا۔ اور پھر میں نے ایک بنک کا رخ کیا تھا۔

بنک سے ایک سلپ حاصل کر کے میں نے اس میں اپنی رقومات کے بارے میں تفصیلات درج کیں۔ دستخط کیے اور ایک درخواست بھی لکھی کہ میرے پاس چیک بک وغیرہ نہیں ہے۔ اس لیے تمام چیزیں میرے دستخطوں سے ملا لی جائیں۔ یہ درخواست لکھ کر میں بنک منیجر کے پاس پہنچ گیا۔

منیجر نے میرا حلیہ دیکھا تھا پھر اس نے دوبارہ میری درخواست دیکھی۔ بہرصورت حیرانی کے باوجود اس نے میرے ساتھ تعاون کیا' متعلقہ کلرکوں کو اس نے ہدایات جاری کیں اور تھوڑی دیر کے بعد تمام تفصیلات بنک منیجر کے پاس پہنچ گئیں۔ میری رقومات کا جائزہ بھی لیا گیا اور منیجر مستعد ہو گیا۔

اس نے ایک بار پھر تعجب سے میرے حلیے کو دیکھا اور ازراہ اخلاق مجھ سے پوچھا۔ "کیا آپ کسی الجھن کا شکار ہیں جناب؟ کیا میں آپ کی کچھ مدد کر سکتا ہوں؟"

"نہیں جناب! میں ٹھیک ہوں۔ بس بعض اوقات انسان عجیب و غریب حالات سے گزرتا ہے۔" میں نے رسمی انداز میں کہا۔

منیجر نے مجھ سے چند اور دستخط لیے۔ پھر انہیں ماہرین کے پاس بھیج دیا۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ میرے بارے میں ماہرین کی تصدیقات حاصل کر چکا تھا کہ میں ہی وہ شخص ہوں جس کی ایک کثیر رقم اس بنک میں جمع ہے۔ چنانچہ وہ مجھے رقم دینے پر تیار ہو گئے ---- اس نے مجھے چیک بک دی۔ میں نے ایک لمبی رقم کا چیک کاٹا اور چیک فوری طور پر کیش ہو گیا۔

نوٹوں کی گڈیاں میں نے جیب میں ٹھونس لی تھیں۔ پھر میں اطمینان سے بنک سے باہر نکل آیا۔

کل میں ان نوٹوں کو خیرباد کہہ چکا تھا ---- میں نے نوٹوں کو ایسے لوگوں میں تقسیم کر دیا تھا۔ جن سے میرا کوئی تعلق نہیں تھا۔ گویا اس دولت سے میں نے چھٹکارہ پایا تھا۔ لیکن کمبخت دولت انسانی زندگی پر کس قدر مسلط ہے۔ آج پھر مجھے اس کی ضرورت پڑ گئی تھی' اپنے لیے نہ سہی نیستاں کے لیے' کسی کے بھی لیے ---- لیکن بہرحال یہ بات درست تھی کہ اس کے بغیر کوئی چارہ نہیں تھا۔

چنانچہ آج پھر یہ گڈیاں میری جیبوں میں تھیں۔ کافی دیر تک میں شہر میں آوارہ گردی کرتا رہا۔ بہت سی چیزوں کے لیے دل چاہ رہا تھا۔

میں نے چند ساعت سوچا' پھر مسکراتا ہوا ایک بازار کی طرف بڑھ گیا۔ وہاں سے میں نے جوزیفائن کے لیے بہت سی چیزیں خریدیں۔ نیستاں کے لیے بھی کچھ سامان لیا۔ پھر ٹیکسی میں بیٹھ کر کیمپ کی جانب چل پڑا۔

تھوڑی دیر کے بعد میں کئی بنڈل لٹکائے ہوئے جوزیفائن کے خیمے کی طرف جا رہا تھا۔ جب میں وہاں پہنچا تو جوزیفائن خیمے میں موجود نہیں تھی۔ شاید وہ میرے لیے یا اپنے لیے دوپہر کے کھانے کا بندوبست کرنے گئی تھی۔ میں نے وہ بنڈل خیمے میں ڈھیر کر دیے۔ انہی میں نوٹوں کی گڈیاں بھی رکھ دیں اور اطمینان سے لیٹ گیا۔

نجانے میں کب تک لیٹا اپنے بارے میں غور کرتا رہا۔ جہلم کے راجہ نواز کو ڈھونڈتا رہا۔۔۔۔۔۔ اپنے دوست سردارے کو یاد کرتا رہا۔ اپنے وطن کی مٹی کی سوندھی خوشبو کو ذہن میں بساتا رہا۔ پھر اپنی زندگی کے موجودہ رخ پر غور کرنے لگا۔ زندگی کا یہ رخ جو میں نے اختیار کیا تھا کیا میرے لیے مناسب تھا؟ کیا میری موجودہ کیفیت کو سہارا دے سکتا تھا؟ ذہن میں ایک الجھن سی برپا تھی۔ چنانچہ میں نے یکایک فیصلہ کر لیا کہ اس علاقے کو فورا" چھوڑ دیا جائے۔ ورنہ نجانے نوبت کہاں تک پہنچے۔

بہت سی باتیں سوچنے کے بعد میں اپنی جگہ سے جانے کے لیے اٹھا۔ لیکن اسی وقت جوزیفائن خیمے کے دروازے پر نظر آ گئی۔

"اوہ' تم آ گئے۔" وہ مسکراتی ہوئی اندر آ گئی۔ اس کے ہاتھ میں ایک پیکٹ تھا۔ شاید اس میں کھانے پینے کا سامان تھا۔ وہ میرے قریب آ کر بیٹھ گئی۔

ابھی تک کونے میں پڑے ہوئے بنڈلوں پر اس کی نظر نہیں پڑی تھی۔ اس نے اپنا پیکٹ کھولا اور میرے سامنے چند روٹیاں اور بھنا ہوا گوشت رکھ دیا۔ ایک لمحے کے لیے جہلم کا راجہ نواز میرے اندر جاگا۔ لیکن دوسرے ہی لمحے میں نے سختی سے اسے سلا دیا۔

"لو کھاؤ۔" جوزیفائن نے کہا۔

"کہاں سے لائی ہو؟" میں نے پوچھا۔

"کہیں سے بھی۔۔۔۔۔۔ کھاؤ۔"

"جوزیفائن! ایک بات پوچھوں؟" میں نے اسے گہری نگاہوں سے دیکھا۔

"ضرور پوچھو۔" جوزیفائن نہایت اطمینان سے بولی۔

"تم میرے لیے یہ سب کچھ کیوں کر رہی ہو؟"

"بس جی چاہتا ہے۔" اس نے پھیکی سی مسکراہٹ سے جواب دیا۔

"جوزیفائن! اگر تم مجھے دوست کہتی ہو تو پھر میری دوستی تمہیں کافی مہنگی پڑ رہی ہے۔"

"مہنگی اور سستی۔۔۔۔۔۔ یہ الفاظ ہم لوگوں کے لیے مناسب نہیں ہوتے۔ ہم ان چیزوں سے بے نیاز ہیں۔"

"ہاں ٹھیک ہے۔" میں نے ایک طویل سانس لے کر کہا اور کھانے میں مصروف ہو گیا۔

کھاتے کھاتے جوزیفائن کی نظر اتفاقیہ طور پر اس طرف اٹھ گئی تھی۔ اس نے تعجب سے بنڈلوں کی طرف دیکھا اور بولی۔ "ان میں کیا ہے؟"

"چند چیزیں جو میں بازار سے لایا ہوں۔"

"تم؟" اس نے تعجب سے پوچھا۔ اس کا منہ چلتے چلتے رک گیا تھا۔

"ہاں' ہاں پہلے کھانا کھاؤ۔ اس کے بعد دیکھ لینا۔" میں نے کھانا کھاتے ہوئے جواب دیا۔

لیکن جوزیفائن متواتر تعجب سے مجھے دیکھتی رہی' پھر الجھے ہوئے انداز میں کھانا کھانے لگی۔ بار بار اس کی نگاہیں میری جانب اٹھ جاتی تھیں۔ شاید وہ کچھ کہنا چاہتی تھی لیکن کہہ نہیں پا رہی تھی۔

میں نے خود ہی اس کی مشکل آسان کر دی۔ "کیا سوچ رہی ہو جوزیفائن! کیوں الجھ رہی ہو؟"

"تم یہ سب۔۔۔۔۔۔؟" اس نے اپنی بات پوری نہیں کی۔

"میں تمہاری کیفیت سمجھ رہا ہوں جوزیفائن! تم سوچ رہی ہو کہ مجھ جیسے قلاش آدمی میں کچھ خریدنے کی اہلیت کہاں سے آئی؟" میں نے کہا۔

"ہاں' میرے ذہن میں یہی خیال تھا۔"

"تم نے اپنی ایک رات کی اجرت میرے کھانے کی شکل میں مہیا کی میرے اوپر بھی کچھ فرائض تھے جوزیفائن! جو میں نے پورے کیے ہیں۔"

"وہ تو ٹھیک ہے' لیکن۔۔۔۔۔۔؟" جوزیفائن پھر رک گئی۔ وہ کچھ کہنے سے احتراز کر رہی تھی یا پھر ہچکچا رہی تھی۔

"جوزیفائن! میرے خیال میں تمہیں جو کچھ کہنا ہے صاف صاف کہو۔" میں نے بھاری لہجے میں کہا۔

"تم نے یہ سب کچھ کیسے کیا؟" اس نے پوچھا۔

"ہاں' ظاہر ہے میں مرد ہوں' میرے وہ ذرائع نہیں ہیں جو تمہارے ہیں۔ لیکن کچھ نہ کچھ ضرور ہیں۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ جوزیفائن بھی مسکرانے لگی۔ یہاں کسی شرم و حیا کا تصور نہیں تھا۔ اور اگر میں کوئی تصور کرتا تو یقینا" وہ میری حماقت ہوتی۔

کھانے سے فارغ ہو کر میں نے چند بنڈل جوزیفائن کے سامنے رکھ دیے۔ ان میں جو کچھ تھا' وہ میں نے جوزیفائن کے حوالے کرتے ہوئے کہا۔ "جوزیفائن! میں یہ چیزیں تمہارے لیے خرید کر لایا ہوں۔۔۔۔۔۔ اور لو' یہ بھی رکھ لو۔ ممکن ہے اس کی ضرورت پیش آ جائے۔" میں نے جوزیفائن کو نوٹوں کی گڈی دیتے ہوئے کہا۔۔۔۔۔۔ اور جوزیفائن کا بدن ہولے ہولے کانپنے لگا۔

اس نے عجیب سی نگاہوں سے میری جانب دیکھا' پھر آہستہ سے بولی "مم۔۔۔۔۔۔ مگر یہ سب کچھ۔۔۔۔۔۔"

"ڈاکہ نہیں ڈالا' کسی کو قتل نہیں کیا' تم بے فکر رہو۔ تم پر کوئی آنچ نہیں آئے گی۔"

"لیکن یہ تم لائے کہاں سے ہو؟"

"یہ میرا مسئلہ ہے جوزیفائن! تم نے میرے لیے جو کچھ کیا' اس کے عوض میں نے بھی تمہارے لیے کچھ کیا ہے۔ قبول کرنا چاہو' کر لو۔ نہ کرنا چاہو' واپس کر دو۔ اس سے زیادہ میں کوئی جواب نہ دوں گا۔"

وہ متحیر نگاہوں سے مجھے دیکھتی رہی۔ اس کے ہاتھ کپکپا رہے تھے۔ تب میں آہستہ سے اپنی جگہ سے اٹھ کر اس سے بولا۔ "شاید اب تم مجھے یہاں دیکھنا نہیں چاہتیں۔"

"نہیں، نہیں۔ ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ بس حیران ہو رہی ہوں۔"
"حیران نہ ہو جوزیفائن ---- اپنے بارے میں تمہیں صرف اتنا بتاتا ہوں کہ میں کوئی بھٹکا ہوا قلاش نہیں ہوں۔"
"اوہ۔" جوزیفائن نے گردن ہلائی۔ چند ساعت وہ سوچتی رہی پھر اس نے ایک طویل سانس لی اور بولی۔ "شکریہ دوست!"
میں نے گردن ہلا دی تھی۔
کچھ دیر خاموشی کے بعد جوزیفائن نے مجھے مخاطب کیا۔ "شاید تم بھی کسی الجھن کے شکار تھے۔ اندازہ بھی ہو رہا ہے کہ نئے نئے ہماری دنیا میں داخل ہوئے ہو۔"
"یہی سمجھ لو۔" میں نے گہری سانس لے کر کہا۔
"مجھے اپنے بارے میں کچھ بتانا پسند کرو گے؟"
"نہیں جوزیفائن! میں تمہیں کچھ نہیں بتاؤں گا۔ اور بہتر بھی یہی ہے ورنہ میری الجھنیں اور بڑھ جائیں گی۔"
"دوستوں سے اپنی الجھنیں کہہ دینے سے کچھ سکون مل جاتا ہے۔"
"میں کچھ کہنا نہیں چاہتا۔ جوزیفائن! پلیز ----" میں نے کہا اور وہ خاموش ہو گئی۔
ظاہر ہے اب میں ان الجھنوں میں زیادہ وقت نہیں گزار سکتا تھا۔ چنانچہ میں باہر نکل آیا ---- مجھے یقین تھا کہ جوزیفائن بری لڑکی نہیں ہے۔ جو کچھ اسے مل گیا ہے اس کے بعد اسے کہیں جانے کی ضرورت نہیں رہے گی اور باقی جو سامان خیمے میں موجود ہے، وہ اسے ٹٹولنے کی کوشش بھی نہیں کرے گی۔
شام کو حسب وعدہ نیستاں میرے پاس پہنچ گئی جوزیفائن بھی اس وقت خیمے میں موجود تھی۔ نیستاں نے جوزیفائن کو دیکھا اور ٹھٹک کر رک گئی۔ پھر اس نے میری جانب دیکھا۔
"آؤ نیستاں!" میں نے اس سے کہا اور جوزیفائن نے بھی مسکرا کر اس کا استقبال کیا۔
اس وقت جوزیفائن نے میرا خریدا ہوا ایک عمدہ لباس پہن رکھا تھا اور بہت حسین نظر آ رہی تھی۔ اس کی شخصیت میں تقریباً پچاس فیصد خوبصورتی زیادہ بڑھ گئی تھی۔
نیستاں نے اسے خاصی دلچسپ نگاہوں سے دیکھا اور پھر میری طرف دیکھنے لگی۔ میں نے اسے بیٹھنے کا اشارہ کیا ---- وہ میرے نزدیک ہی بیٹھ گئی۔
"اگر کسی چیز کی ضرورت ہو تو مجھے بتا دو۔" جوزیفائن نے اٹھتے ہوئے مجھ سے پوچھا۔
"میرا خیال ہے مجھے کسی چیز کی ضرورت نہیں ہے۔" میں نے جواب دیا۔
"تب پھر مجھے تھوڑی دیر کے لیے اجازت دو۔" جوزیفائن نیستاں کو میرے قریب دیکھ کر بولی او ہمارے جواب کا انتظار کیے بغیر خیمے سے نکل گئی۔ نیستاں اسے جاتے ہوئے دیکھتی رہی۔ پھر وہ میری طرف دیکھنے لگی۔
اس کے چہرے پر ویسی ہی بد رونقی چھائی ہوئی تھی۔ غالباً صبح کے بعد ابھی تک اسے کھانے کو کچھ نہیں ملا تھا۔ تب میں نے اسے کھانے کے لیے کچھ دیا اور وہ کھانے پر ٹوٹ پڑی۔
"میرا خیال ہے تم نے صبح سے اب تک کچھ نہیں کھایا نیستاں؟" میں نے پوچھا۔

"سوال ہی پیدا نہیں ہوتا موسیو!" نیستاں نے مستانہ انداز میں کہا۔
"میری تم سے کچھ گفتگو ہوئی تھی؟"
"ہاں ---- پھر ----؟" وہ بدستور کھاتے ہوئے بولی۔
"تم نے اپنے بارے میں جو کچھ بھی مجھے بتایا تھا، اس نے مجھے بہت متاثر کیا تھا۔"
"کیوں؟" اس نے غذا چباتے ہوئے پوچھا۔
"سب سے بڑی بات یہ تھی کہ تم نے اس زندگی کو بحالت مجبوری اپنایا ہے ---- میرا مقصد ہے کہ ہپی ازم سے تم اس قدر متاثر نہیں ہو جس قدر کہ دوسرے لوگ۔ لیکن اس میں شامل ہونے پر مجبور ہو ---- کیا یہ درست نہیں ہے؟" میں نے اس سے پوچھا۔
نیستاں کھانا کھا چکی تھی ---- چند ساعت اس نے میری جانب دیکھا۔ پھر پرخیال انداز میں بولی۔ "ہاں یہ ٹھیک ہے۔"
"نیستاں! اگر تمہیں اس زندگی سے نکلنے کا موقع مل جائے اور جیسا کہ تم چاہتی تھیں کہ تم گھریلو زندگی گزارو اور اگر اب تمہیں ایسی زندگی گزارنے کا موقع ملے تو کیا تم اسے قبول کر لوگی؟"
"ہاں۔ اکثر جب ذہن خالی ہوتا ہے تو میں ایسے خیالات کو ذہن میں لا کر خود کو بے حد پرسکون پاتی ہوں ---- سوچتی ہوں کہ میں ایک چھوٹے سے، خوبصورت سے مکان میں ہوں، میری شادی ہو چکی ہے ---- میرا شوہر ہے، بچے ہیں اور میں ان کے درمیان ایک ایسی مطمئن عورت کی زندگی گزار رہی ہوں جیسی کہ ہم مختلف گھروں میں دیکھتے اور محسوس کرتے ہیں۔ لیکن ہم خود اس قابل نہیں ہیں ---- مجھے یہ خواب بہت سکون بخشتے ہیں۔ اکثر میں یہ خواب دیکھتی ہوں لیکن اس یقین کے ساتھ کہ یہ صرف خواب ہیں، حقیقت سے ان کا کوئی واسطہ نہیں۔"
"ہوں ---- تو یہ خواب تمہیں پسند ہیں؟"
"بے حد۔"
"اور تم ویسی ہی ایک گھریلو عورت جیسی زندگی گزارنا چاہتی ہو؟"
"اس سلسلے میں کچھ نہیں کہہ سکتی۔ چاہتی بے شک ہوں لیکن یہ بھی جانتی ہوں کہ یہ ناممکن ہے۔"
"نیستاں! میں اسے ممکن بنانا چاہتا ہوں۔"
"تم ----؟"
"ہاں۔"
"کیسے؟" اس نے پوچھا۔
"نیستاں! میں چاہتا ہوں کہ تم مجھ سے بہت ہی صاف ستھری گفتگو کرو۔"
"میں تیار ہوں۔"
"نیستاں! اس دنیا میں ہم سب آزاد ہیں۔ اگر غور کرو تو سب کا ایک دوسرے پر حق ہے اور کچھ بھی نہیں ہے۔ ہم کسی کے لیے کچھ نہیں کر سکتے۔ لیکن اگر ہم کرنا چاہیں تو میرا خیال ہے ہم سب کو ایک دوسرے سے تعاون کی ضرورت ہے۔ نیستاں ---- تم نے کہا تھا کہ تم نے باعزت زندگی گزارنے کے

لیے دولت حاصل کرنے کی' میرا مقصد ہے' اتنی رقم حاصل کرنے کی کوشش کی تھی جو تمہیں باعزت زندگی دے سکتی۔ لیکن تم اس میں کامیاب نہ ہو سکیں اور یہی ناکامی تمہیں ان راستوں پر لے آئی۔ میں نہیں کہتا کہ یہ راستے کس حد تک اچھے ہیں اور کہاں تک برے------ لیکن بہرصورت اگر ہمارے ذہن میں کوئی خواہش ابھرتی ہے تو ہمیں اس کی تکمیل کے لیے کوشش کرتے رہنا چاہیئے۔ اس سے بددلی اور مایوسی میرے خیال میں مناسب نہیں ہے۔"

"نجانے تم کیا کہہ رہے ہو------ میری سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا؟"

"صرف ایک بات نیستاں! کہ اگر تمہیں دولت مل جائے' اتنی دولت کہ تم ایک باعزت زندگی بسر کر سکو تو کیا تم اپنے وطن جانا پسند کرو گی؟ کیا تم زندگی کے اس دور کو بھلا سکتی ہو------ اور نہ بھی بھلا سکو تو اسے اپنے سینے کی گہرائیوں میں دفن کر کے ایک نئی زندگی بسر کرنا چاہتی ہو' کیا تم ایسا کر سکتی ہو؟"

"آہ------ میرے ذہن میں یہ خواب ہمیشہ رینگتے رہتے ہیں۔ نجانے کیوں میں ان خوابوں کو پورا نہیں کر سکی۔ میرے ذہن میں یہ طلب اب بھی باقی ہے------ لیکن یہ پوری کیسے ہو گی؟" نیستاں نے حسرت بھرے لہجے میں کہا۔

"ہر قسم کی طلب پوری ہو سکتی ہے نیستاں! بعض اوقات انسان کو اس قسم کے مواقع مل جاتے ہیں------ میں چاہتا ہوں تم اپنے وطن واپس چلی جاؤ' وہاں جا کر ایک باعزت حیثیت سے زندگی بسر کرو۔ دولت کے عوض تم محبت نہیں خرید سکتیں۔ لیکن تمہاری زندگی کم از کم اس راستے تک ضرور پہنچ سکتی ہے جو تمہاری پسند کا راستہ ہے۔"

"ہاں ٹھیک ہے------ مگر میں اپنے وطن کیسے واپس جاؤں؟"

"میں تمہیں کچھ دینا چاہوں گا۔"

"تم؟" اس نے تعجب سے میری جانب دیکھا جو جوزیفائن کے چہرے سے عیاں ہوا تھا۔

"ہاں نیستاں! میری خواہش ہے کہ تم مجھ سے فضول سوالات نہ کرنا۔ جو کچھ تمہیں دوں اس کے بارے میں یہ مت سوچنا کہ وہ میں نے کسی ناجائز ذریعے سے حاصل کیا ہے۔ اور اب اس سے جان چھڑا کر تمہیں پھنسانا چاہتا ہوں۔ ایسی کوئی بات نہیں ہے نیستاں------ تم واحد لڑکی نہیں ہو' دولت حاصل کرنے کے لیے اگر ہم ایک آواز لگا دیں تو کتنے ہی لوگ ہماری طرف دوڑ پڑیں گے۔ مگر میرے ذہن میں کوئی خاص بات نہیں ہے۔ میں صرف یہ چاہتا ہوں کہ تم وہ زندگی حاصل کر لو جو تمہاری پسند اور طلب ہے اور اس کے لیے میں نے کچھ انتظام کیا ہے۔"

میں خیمے کے ایک کونے کی طرف بڑھ گیا۔ تب میں نے اپنی خریدی ہوئی چیزیں اس کے سامنے ڈھیر کر دیں۔ اس کے علاوہ نوٹوں کی بہت سی گڈیاں اس کے حوالے کرتے ہوئے کہا۔ "یہ نوٹ تمہارے خوابوں کی تکمیل میں مددگار ثابت ہوں گے۔"

نیستاں کا چہرہ فق ہو گیا تھا۔ وہ کبھی میری جانب دیکھتی اور کبھی نوٹوں کی گڈیوں کی طرف------ اس کی آنکھوں سے پریشانی جھلک رہی تھی۔ پھر اس کے بدن پر بھی ویسا ہی لرزہ طاری ہو گیا جیسا کہ جوزیفائن پر طاری ہوا تھا------ "یہ کمبخت کاغذ کے حقیر ٹکڑے بڑی قوت رکھتے ہیں۔ نہ جانے یہ انسان کو کون کون سی کیفیات سے دوچار کرتے ہیں۔" میں نے تلخی سے سوچا۔

چند لمحات اسی طرح گزر گئے۔ پھر میں نے لرزہ اندام نیستاں کے شانے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔ "ہاں نیستاں! یہ تمہارے خوابوں کی تکمیل کریں گے۔ بھول جاؤ اپنے آپ کو' انہیں رکھ لو------ یہاں سے چلی جاؤ۔ اس لباس کو پہن لو' فرینکفرٹ کے کسی عمدہ ہوٹل میں قیام کرو' وہاں سے تیاریاں مکمل کر کے فرانس واپس چلی جاؤ------ اگر تم فرانس میں ایک معزز شہری کی حیثیت حاصل کر سکیں تو مجھے بے حد مسرت ہو گی۔"

"لیکن------ لیکن------ مجھے بتاؤ؟ تم میرے لیے------ تم میرے لیے یہ سب کچھ کیوں کر رہے ہو اور یہ سب کچھ تم نے کس طرح کیا ہے؟"

"نیستاں! میں ان میں سے کسی بات کا جواب نہیں دوں گا۔ بولو کیا تم وہ زندگی حاصل کرنا چاہتی ہو۔ جس کے خواب دیکھتی رہی ہو؟"

"ہاں۔" اس نے جواب دیا۔

"تو پھر انہیں لو اور فوری طور پر یہ کیمپ چھوڑ دو۔"

"فوری طور پر؟" اس نے پوچھا۔

"ہاں۔"

"تمہارا شکریہ بھی نہ ادا کروں؟"

"نہیں۔" میں نے جواب دیا۔

"کیا تم میرے ساتھ نہیں چلو گے؟"

"نہیں نیستاں نہیں------ میں نے کہا نا میرے پاس زیادہ وقت نہیں ہے' ہاں' جو کچھ میں کہہ رہا ہوں تم اس پر عمل کرنے کے لیے تیار ہو؟ اس کا ہاں یا ناں میں جواب دو۔"

"میں------ میں تیار ہوں۔" اس نے جواب دیا اور میں خود کو مطمئن پانے لگا۔

بہرحال اب وہ صرف ایک عام سی لڑکی بن گئی تھی۔ نوٹ دیکھ کر بہت سے لوگ اپنے حواس کھو بیٹھتے ہیں۔ چنانچہ وہ جلدی سے اٹھ گئی۔ میری طرف دیکھا اس نے نوٹ اور سامان کے بنڈل سنبھالے اور خیمے سے باہر نکل گئی------ وہ مڑ مڑ کر مجھے دیکھتی جا رہی تھی۔ اور میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی------ وہ خوفزدہ سی لگ رہی تھی جیسے کہ میں ابھی جھپٹا مار کر اس کے نوٹ چھین لوں گا' بے وقوف' احمق لڑکی------ بھلا میں کسی کے خواب کیوں چھینتا؟

جوزیفائن کا خیال ہو گا کہ شاید میں آج بھی نیستاں کے ساتھ اس کے خیمے میں رات گزاروں گا۔ اس نے خود کو تو اس قابل سمجھا ہی نہ ہو گا کہ میں اسے پسند کروں گا۔ ممکن ہے اس کی سوچ کسی اور راستے پر ہو۔ لیکن میں تو اب الجھنوں کا قائل ہی نہ تھا۔ میں نے سوچا کہ اب یہاں رکنا بے مقصد ہے------ نیستاں اس دولت سے فائدہ اٹھائے گی اور جوزیفائن کو بھی میں نے بہت کچھ دے دیا تھا۔ مگر کچھ رقم میں نے اپنے پاس بھی رکھی تھی کیونکہ میں سمجھتا تھا کہ اس کے بغیر زندگی گزارنا بے حد مشکل کام ہے------ میں نے اپنی رقم جگہ جگہ بنکوں میں رکھوائی ہوئی تھی۔ ہالینڈ میں بھی اگر میں پہنچتا تو مجھے اتنا کچھ مل سکتا تھا کہ اگر میں اپنی ساری زندگی وہیں گزارنا چاہتا تو سکون سے گزار سکتا تھا۔ اس کے علاوہ میری رقومات بہت سے دوسرے ممالک میں بھی تھیں۔

"ہالینڈ------ ایک بار پھر میرے ذہن میں ہالینڈ کا تصور آگیا پہلے بھی میں وہیں جانے کا ارادہ رکھتا تھا۔

ہرج بھی کیا تھا' یہاں رکھا ہی کیا ہے' زندگی جس انداز میں گزرے ٹھیک ہے۔ لیکن حیثیت کچھ نہیں ہونا چاہئے۔

سو میں خیمے سے نکل آیا اور اس کے بعد کیمپ میں بھی نہیں رکا۔ ایک بار پھر فرینکفرٹ کی سڑکوں پر چہل قدمی کر رہا تھا۔

نیستاں' جوزیفائن ہپیوں کا گروہ' سبھی کچھ بھول گیا تھا اور میں چلا جا رہا تھا۔

لباس بالکل میلا کچیلا اور گندا ہو رہا تھا۔ گو اچھے کپڑے تھے لیکن پھر بھی ان کی شکل بگڑ چکی تھی۔ شیو بڑھنے لگی تھی اور اب مجھے ان چیزوں کی کوئی پرواہ نہ تھی۔ باہر آکر میں نے ایک تھیلا خریدا' اس میں ضرورت کی چند چیزیں لے کر رکھیں اور پھر اطمینان سے آگے بڑھ گیا۔

اچانک ہی میں نے یہ شہر چھوڑنے کا فیصلہ کر لیا تھا۔ ریلوے سٹیشن پہنچ کر میں نے ایک بک سٹال سے نقشہ خریدا۔ اس کے مطابق پہلے مجھے آرنہم جانا تھا' اس کے بعد دیرن------"

دیرن ایک قصبہ تھا۔ مجھے ان تمام چیزوں کے بارے میں کوئی خاص تفصیل تو معلوم نہیں تھی۔ یونہی بے مقصد سفر بھی بے کار تھا۔ اور میں ضروری نہیں سمجھتا تھا کہ مکمل تفاصیل اور معلومات حاصل کروں۔ پورا دن گزر گیا۔ میں فیصلہ کر چکا تھا کہ ٹرین کا سفر ہی اختیار کروں گا۔ سارے کام مکمل تھے۔ چنانچہ تقریباً" آٹھ بجے ٹرین نے پر ہجوم سٹیشن چھوڑ دیا------ تھوڑی دیر کے بعد جرمنی کا مشہور دریا روائن ساتھ ہو لیا۔ دریا میں بادبانی کشتیاں' سامان بردار کشتیاں اور جہاز چاروں طرف بکھرے پڑے تھے۔ دوسرے کنارے پر سرسبز پہاڑوں کے دامن میں گاؤں تھے جو رات کی تاریکی میں ڈوبے ہوئے تھے۔ البتہ ان کے دوسری جانب پہاڑوں پر خوبصورت پریوں کے قلعے کھڑکیوں سے ضرور نظر آجاتے تھے اور پھر طلسماتی طور پر غائب ہو جاتے تھے۔ جرمنی کے صدر مقام بون سے گزر کر بالآخر میں کولون پہنچ گیا جہاں روائن کے کنارے گوتھک طرز تعمیر کے کلیسا بے مثال مانے جاتے ہیں۔

کولون سے ہالینڈ جانے والی گاڑی مل سکتی تھی۔ جس وقت میں کولون پہنچا تو شہر کہر میں ڈوبا ہوا تھا۔ ہالینڈ جانے والی گاڑی کو دیر سے روانہ ہونا تھا۔ اس لیے میں تھوڑی دیر تک کولون کے سٹیشن پر چہل قدمی کرتا رہا۔ خاصی سردی تھی۔ لیکن مجھے کوئی سردی محسوس نہیں ہوتی تھی۔ حالانکہ میرے جسم پر لباس بھی سردی سے بچنے والا نہیں تھا۔ لیکن نہ جانے کیوں میرے احساسات سو چکے تھے۔ صبح ہونے میں کچھ دیر تھی جب ہالینڈ جانے والی گاڑی میں مسافروں سے سوار ہونے کی درخواست کی گئی۔ میں بھی سوار ہو گیا اور تقریباً" تین گھنٹے بعد میں آرنہم سٹیشن پر پہنچ گیا۔

میرے ساتھ بے شمار مسافر تھے لیکن میں نے کسی پر کوئی توجہ نہیں دی۔ یوں بھی رات کا وقت تھا اور کوئی ایک دوسرے کی طرف متوجہ نہیں تھا۔

آرنہم پہنچنے کے بعد میں نے چند لمحات کچھ سوچا۔ یوں تو میری کوئی منزل نہیں تھی۔ لیکن یہاں رکنے کو بھی دل نہیں چاہ رہا تھا۔ چنانچہ میں ایک مقامی گاڑی کے ذریعے دیرن کے لیے چل پڑا۔ جس وقت دیرن پہنچا تو دن پوری طرح نکل آیا تھا۔ چھوٹا سا قصبہ تھا۔ بمشکل پندرہ بیس دکانوں اور چند سو رہائشی مکانات

پر مشتمل تھا۔ البتہ میں نے ایک خاص بات یہاں دیکھی۔ پھولوں کی کئی دکانیں یہاں نظر آرہی تھیں۔

چند بچے سڑک کے ایک طرف چاک سے کھینچی ہوئی لکیروں پر کوئی کھیل کھیل رہے تھے کبھی کبھار کوئی سائیکل سوار بھی آنکلتا تھا۔

ہالینڈ کے لوگ انگریزوں کی طرح گھروں کو قلعہ نہیں بناتے تھے۔ عام طور پر یہاں چار دیواری بنانے کا رواج بھی نہیں ہے۔ سر شام لوگ آرام کرسیاں باغیچوں میں ڈال کر پڑوسیوں سے خوش گپیاں کرتے ہیں اور ساتھ ہی ساتھ کھیلتے ہوئے بچوں پر بھی نظر رکھتے ہیں۔ پارکوں میں گڑیوں اور پن چکیوں کے ماڈل سجے ہوتے ہیں۔ میں ان کے سامنے سے گزرتا رہا۔ میں نے محسوس کیا تھا کہ لوگ میری جانب متوجہ ہوتے ہیں' مسکراتے ہیں' ہاتھ ہلاتے ہیں' نجانے انہیں مجھ میں کیا دلچسپی محسوس ہو رہی تھی۔ پیچھے مڑ کر دیکھا تو میرے پیچھے پیچھے بچے بھی تھے۔ میں رک گیا تو بچے بھی رک گئے۔ تب میں نے ایک بچے کو اشارے سے بلایا وہ میرے نزدیک پہنچ گیا۔

"یہاں پر کوئی قیام کرنے کی جگہ ہے؟" میں نے بچے سے پوچھا۔

بچہ شاید سمجھا نہیں تھا۔ وہ مستفسرانہ انداز میں میری شکل دیکھنے لگا تھا۔ تب باغیچے میں سے دو آدمی اٹھ کر میرے قریب پہنچ گئے اور ان میں سے ایک ایک نے ڈچ زبان میں سوال کیا۔ "آپ کیا معلوم کر رہے ہیں جناب؟" ٹوٹی پھوٹی ڈچ زبان مجھے آتی تھی اس لیے میں اس کا مطلب سمجھ گیا۔

تب میں نے ان سے انگریزی زبان میں پوچھا "کیا آپ میں سے کوئی انگریزی بول سکتا ہے؟ میں آپ کی زبان نہیں سمجھتا۔"

اتفاق سے دونوں ہی انگریزی نہیں جانتے تھے۔ وہ میری شکل دیکھنے لگے' پھر ایک دوسرے کی۔

"کوئی بات نہیں ہے' میں صرف رہنے کی جگہ تلاش کر رہا تھا۔" میں نے گردن ہلا کر کہا۔ اور مجھے یقین تھا کہ وہ میری اس بات کو بھی نہ سمجھے ہوں گے۔

میں سینے پر ہاتھ رکھ کر تھوڑا سا جھکا اور پھر وہاں سے آگے بڑھ گیا۔ بچے پھر میرے پیچھے لگ گئے تھے۔ انہوں نے مجھے تماشہ سمجھ لیا تھا۔ بہرحال کب تک میرے پیچھے لگے رہیں گے۔ میں آگے بڑھ گیا۔ سوچ رہا تھا کہ یہاں کہیں قیام کی جگہ تلاش کر لوں۔ ایک رات قیام کرنے کے بعد کہیں آگے بڑھ جاؤں گا۔

لیکن مشکل یہ تھی کہ یہاں انگریزی سمجھنے والے لوگ نظر ہی نہیں آرہے تھے۔ مجھے اندازہ ہو رہا تھا کہ اس چھوٹے سے قصبے میں تعلیم یافتہ لوگوں کی تعداد نہ ہونے کے برابر ہوگی۔ اس لیے ضروری نہیں ہے کہ کوئی انگریزی جاننے والا مل ہی جائے۔ چنانچہ چلتا رہا۔ بچے کافی دیر میرے پیچھے لگے رہے۔ پھر شاید انہیں اندازہ ہو گیا کہ اس طرح وقت ضائع کرنے سے کیا فائدہ۔ چنانچہ انہوں نے آہستہ آہستہ میرا پیچھا چھوڑ دیا۔

پھر ریلوے لائن کے قریب ایک پرانی طرز کا فارم نما مکان نظر آیا۔ جس پر بورڈ بھی لگا ہوا تھا۔ میں نے یونہی اندازہ لگایا تھا کہ یہ بورڈ شاید کسی ہوٹل کا ہو چنانچہ میں اس کی طرف بڑھ گیا۔

دروازے کے قریب پہنچا ہی تھا کہ ایک درمیانی عمر کا آدمی نظر آیا۔ اس کے شانے بہت زیادہ جھکے ہوئے تھے۔ جس کی وجہ سے گردن کافی لمبی محسوس ہو رہی تھی۔ سر پر سفید بالوں کا گچھا تھا۔ وہ میری طرف دیکھ کر مسکرایا اور میں اندر پہنچ گیا۔

یہاں بھی میں نے انگریزی ہی استعمال کی تھی اور مجھے یہ دیکھ کر خوشی ہوئی کہ وہ شخص میری بات کو بخوبی سمجھ رہا ہے۔

"جی ہاں! جناب یہ چھوٹی سی سرائے ہے اور آپ یہاں قیام کرسکتے ہیں۔" اس نے جواب دیا۔

میں بہت خوش ہوا مجھے قیام کرنے کے لیے کوئی جگہ ہی تو چاہئے تھی۔ چنانچہ میں اس شخص کے ساتھ اندر چلا گیا۔ سرائے بہت چھوٹی تھی۔ جس کمرے میں اس نے مجھے ٹھہرایا اس کا رقبہ زیادہ سے زیادہ چار مربع گز ہو گا۔ اس کمرے میں ایک چھوٹا سا بیڈ پڑا ہوا تھا۔ اور باقی کمرہ خالی تھا۔

بہر حال میں نے اسے بہتر سمجھا' اس نے مجھے ٹوٹی پھوٹی انگریزی میں اس کا کرایہ بتایا اور میں نے جیب سے ایک نوٹ نکال کر اس کے حوالے کر دیا۔ یہ ڈچ کرنسی نہیں تھی لیکن اس نے اسے قبول کر لیا اور خوش دلی سے گردن ہلائی۔

بوڑھا ڈیون اس چھوٹی سی سرائے کا مالک تھا۔ اس نے مجھے کھانے کے لیے پنیر' سینڈوچ اور ایسی ہی چند دوسری چیزیں دیں' یہ سب میں نے خوشی سے قبول کر لیں۔ اور پھر میں اس اکلوتے بستر میں بیٹھ کر ڈیون کے بارے میں سوچنے لگا۔

اب کیا کرنا چاہیے۔ ایک لمحے کے لیے ذہن میں خیال آیا کہ اس گھٹے ہوئے ماحول سے تو بہتر ہے کہ کسی کھلی جگہ میں وقت گزاروں لیکن مجھے چھت کی ضرورت تھی۔ کیونکہ سردی کافی محسوس ہو رہی تھی اور میرے پاس کوئی ایسا لباس نہیں تھا جس سے سردی کا بچاؤ ہو سکتا۔ مجھے یہ بھی خطرہ تھا کہ کہیں بیمار نہ پڑ جاؤں۔ ذہن کو ایک بار پھر ٹٹولا تو ذہن نے کہا کہ یہی زندگی بہتر ہے' کیونکہ تہذیب یافتہ زندگی میں کچھ نہیں مل سکا ہے۔

کھانا کھا کر ذہن پر کچھ بوجھ بھی ہو گیا تھا۔ چنانچہ میں نے سونے کی ٹھانی اور رات تک سوتا رہا۔ تقریباً" رات کے نو بجے آنکھ کھلی۔ اس دوران کسی نے مجھے جگانے کی کوشش بھی نہیں کی تھی۔ نو بجے جب جاگا تو اٹھ کر باہر نکلا مسٹر ڈیون سامنے ہی موجود تھے۔ انہوں نے اپنا تعارف کرا دیا تھا۔ ان کے ساتھ ایک بوڑھی عورت بھی موجود تھی۔ جو یقیناً مسز ڈیون ہوں گی۔ میں نے انہیں سلام کیا اور دونوں نے مجھے مسکراتے ہوئے دیکھا۔ وہ اپنے اکلوتے مہمان کے آنے سے بہت خوش تھے۔

وہ دونوں میرے نزدیک آ گئے' اور مسٹر ڈیون نے کہا۔

"مسٹر! میں نے آپ کا نام نہیں پوچھا۔"

"آپ مجھے فریڈرک کہہ سکتے ہیں۔" میں نے جواب دیا۔

"اوہ' تھینک یو مسٹر فریڈرک! ویسے ڈیرن میں آپ کا آنا کیسے ہوا؟ آیئے میرا خیال ہے میں آپ کو عمدہ چائے پیش کروں۔ آپ دن بھر سوتے رہے ہیں کیا رات کو جاگنا پڑا تھا؟"

"ہاں مسٹر ڈیون۔ یہی سمجھ لیجئے۔"

تشریف لائیے۔" ڈیون نے کہا اور میں مسز ڈیون کے ساتھ آگے بڑھ گیا۔ مسٹر ڈیون مجھے لے کر سرائے کے ہال میں پہنچ گیا۔ جہاں ایک جانب ٹیلی ویژن رکھا ہوا تھا۔ ٹیلی ویژن کے سامنے تقریباً" درمیانی عمر کے دو نوجوان لڑکے بیٹھے ہوئے تھے۔ وہ ٹیلی ویژن پر کوئی پروگرام دیکھ رہے تھے۔ میں اس ہال میں پڑے ہوئے اکلوتے صوفے پر بیٹھ گیا۔

مسٹر ڈیون بولے "ہاں تو میں پوچھ رہا تھا کہ آپ کا ڈیرن کیسے آنا ہوا؟"

"بس یونہی' ہالینڈ دیکھنے کے لیے آیا تھا۔" میں نے بے زاری سے جواب دیا۔

"کس ملک سے تعلق ہے آپ کا؟"

برطانیہ سے!" میں نے الجھے ہوئے انداز میں جواب دیا۔ ظاہر ہے کوئی نہ کوئی تو جواب دینا ہی تھا اور جب کہ میں ان کا مہمان بھی تھا۔

مسز ڈیون جلدی سے بولیں "اوہ تو برٹش ہیں آپ؟"

"جی ہاں۔" میں نے جواب دیا۔

مسز ڈیون غالباً" چائے لینے کے لیے چلی گئیں تھیں۔ مسٹر ڈیون میری جانب دیکھتے ہوئے بولے۔

"سیاح ہیں------؟"

جی ہاں۔" میں نے جواب دیا۔ ویسے میری توجہ ٹیلی ویژن پروگرام کی جانب تھی۔ حالانکہ میرے لیے اس میں کوئی دلچسپی نہیں تھی۔ لیکن مسٹر ڈیون کے سوالات سے بچنے کا صرف ایک ہی طریقہ تھا کہ ٹیلی ویژن میں دلچسپی لی جائے۔

تھوڑی دیر کے بعد مسز ڈیون چائے لے کر آ گئیں اور میں ان کے ساتھ چائے پیتا رہا۔ پھر میں نے اجازت چاہی۔

"اوہو۔ کہیں گھومنے جائیں گے۔"

"نہیں' آرام کروں گا۔"

"دن بھر آپ سوتے رہے ہیں اگر چاہیں تھوڑی دیر یہیں بیٹھ کر ٹیلی ویژن دیکھیں۔" مسٹر ڈیون نے کہا۔

"جی نہیں! اس کی ضرورت نہیں۔ ہاں یہ تو بتایئے یہاں سے آگے کون سا شہر یا آبادی ہے؟"

"اپیل ڈارن' یہاں سے چند میل کے فاصلے پر ہے' وہاں آپ کو میوزن ٹیورن میں جگہ مل جائے گی۔" بوڑھے نے معلومات دیتے ہوئے کہا۔

"میوزن ٹیورن۔" میں نے کہا۔

"جی۔"

"ٹھیک ہے میں کل یہاں سے چلا جاؤں گا۔"

اوہو' اتنی جلد' میرا خیال ہے ڈیرن اتنی بری جگہ نہیں ہے۔ بشرطیکہ آپ اس کے اطراف دیکھیں۔"

"جی دیکھ لوں گا۔" میں نے لاپرواہی سے کہا اور پھر میں وہاں سے نکل آیا۔

اپیل ڈارن۔ میں نے اپنے بستر پر لیٹ کر سوچا۔ نیند نہیں آ رہی تھی لیکن پھر بھی لیٹ گیا تھا۔ ظاہر ہے باہر جانے کا کوئی فائدہ نہیں تھا اس قصبے میں کوئی دلچسپی تو ہو نہیں سکتی تھی۔ کہ میں وہاں سے نکل جاتا اور رات گزار لیتا۔ چنانچہ اپنے بستر پر ہی لیٹا رہا اور لیٹے لیٹے میں نے طے کیا کہ فی الحال کسی مسئلے میں الجھنے کی ضرورت نہیں ہے۔ میرے پاس اچھی خاصی رقم موجود ہے۔ کیوں نہ ہالینڈ کے تمام چھوٹے بڑے شہر دیکھے جائیں اور یہ بات مجھے اچھی خاصی دلچسپ محسوس ہوئی۔ چنانچہ یہ سوچنے کے بعد مجھے کسی قدر سکون کا

احساس ہوا اور پھر میں سونے کی کوشش کرنے لگا۔ نہ جانے کتنا وقت گزر گیا تھا کہ آنکھیں جھپکنا شروع ہوئیں اور میں گہری نیند سو گیا۔

دوسری صبح ہی اس سرائے میں صفائی کی آواز سے میری آنکھ کھلی اور میں اٹھ گیا۔ میرا خیال تھا کہ صبح ہوتے ہی یہاں سے نکل جاؤں گا۔ کسی بھی طرح چاہے پیدل ہی کیوں نہ چلنا پڑے۔ ضروری نہیں تھا کہ کسی سواری کا بندوبست کیا جاتا چنانچہ میں باہر نکل آیا۔

مسٹر ڈیون اور مسز ڈیون اپنی سرائے کی صفائی میں مصروف تھے۔ میں نے انہیں جو کچھ دیا تھا وہ کافی تھا اس لیے انہوں نے مجھ سے کچھ طلب نہیں کیا اور پھر مجھے ناشتہ پیش کر دیا گیا۔ ناشتہ کرنے کے بعد میں نے مسٹر ڈیون سے اجازت مانگی۔

"اوہ جناب۔ میری خواہش تھی کہ آپ کچھ روز یہاں رہتے لیکن خیر آپ کی مرضی۔ سیاحوں کو کون روک سکتا ہے؟" مسٹر ڈیون نے پرتپاک انداز میں ہاتھ ملایا۔ مسز ڈیون نے بھی مجھے سلام کیا اور میں ان دونوں کے سلام کا جواب دیتے ہوئے باہر نکل آیا۔

قصبے کی اکلوتی سڑک پر چلتا ہوا میں کافی دور چلا گیا۔ سامنے ایک بارات آ رہی تھی۔ دولہا اور دلہن شادی کے روایتی لباس میں ملبوس ایک شہری بگھی پر سوار تھے۔ جسے دو مشکی رنگ کے چاق و چوبند گھوڑے کھینچ رہے تھے۔ ان کے پیچھے اور بھی درجنوں بگھیاں تھیں جن پر باراتی سوار تھے۔ اس قافلے کے دونوں طرف گھڑ سوار ہاتھوں میں بگل لیے بارات کی آمد کا اعلان کر رہے تھے۔ میں نے دلچسپی سے اس بارات کو دیکھا۔ یوں بھی آج اتوار کا دن تھا۔

سڑکوں پر بہت سی سائیکلیں نظر آ رہی تھیں۔ لوگ پکنک منانے نہروں کے کنارے جا رہے تھے۔ ایک سائیکل کی ٹوکری میں ایک ننھا منھا سا بچہ بڑے مزے سے لیٹا انگوٹھا چوس رہا تھا۔

سڑک کے ساتھ کھیتوں اور چھوٹی چھوٹی نہروں کا لامتناہی سلسلہ پھیلا ہوا تھا۔ نہروں کے کنارے دیو زاد تتلیوں کی مانند اپنے چوڑے پر پھیلائے درجنوں ہوائی چکیاں ساکن و صامت کھڑی تھیں۔ جیسے ذرا سی آہٹ پر جھٹ فضائے بسیط میں پرواز کر جائیں گی۔

ان ہوائی چکیوں کی عجیب داستان تھی۔ ہالینڈ کی ہوائی چکی واقعی کسی زمانے میں دھن کی پوری اور کام کی پکی ہوا کرتی تھیں۔ پچیس ہزار مربع میل کے کل رقبہ سے ہالینڈ کا سوا چار ہزار مربع میل علاقہ زیر آب ہے۔ تقریباً" پورا ملک سطح سمندر سے دس فٹ نیچے ہے۔

کہا جاتا ہے' دنیا کی کوئی اور قوم اہل ہالینڈ کے اس بظاہر ناممکن کارنامے کی ہمسری نہیں کر سکتی کہ انہوں نے اپنا ملک خود اپنے ہاتھوں سے تخلیق کیا۔ پورے ہالینڈ کا آدھا رقبہ سمندر کو خشک کر کے حاصل کیا گیا ہے۔

آج سے تقریباً" ایک ہزار سال پہلے ہالینڈ یعنی نشیبی علاقے کے باشندوں نے اپنے دلدل اور پانی سے گھرے ہوئے مکانوں اور زمینوں کو وسعت دینے کا خواب دیکھا' اس کی تکمیل کے لیے انہوں نے بند باندھے' نہریں کھودیں' اور اپنے ہاتھوں سے پانی کی نکاسی کی------ زمانہ بدلا تو انسانی ذہن کی اختراع نے ہوائی چکیوں کو جنم دیا جو زمین کو خشک کرنے میں بے حد معاون ثابت ہوئیں۔ بجلی کی ایجاد اور جدید مشینوں نے ہوائی چکیوں کی افادیت کو ختم کر دیا اور نکاسی کے لیے واٹر پمپ استعمال ہونے لگے۔ اب یہی ہوائی

چکیاں اپنی افادیت کی مدت پوری کر کے پنشن یافتہ بوڑھوں کی مانند آرام کی زندگی بسر کر رہی ہیں۔

خاصی دلچسپ چیزیں نظر آ رہی تھیں۔ سامنے ہی ایک بورڈ لگا ہوا تھا۔ گیتھورین یعنی بائیں طرف۔ میں نے بائیں سمت دیکھا ایک پرسکون نہر بہہ رہی تھی۔ میں نہر کے کنارے چلتا رہا اور وہاں سے ایک کشتی میں سوار ہو گیا۔ کشتی نہر کی پرسکون سطح پر تیرنے لگی۔ نہر کے کنارے چند تہہ خانوں اور ہرے بھرے کھیتوں کے سوا کچھ بھی نہ تھا۔ ایک نکتے پر نہر نوے درجے کا زاویہ بناتے ہوئے دائیں ہاتھ کو مڑ گئی تھی۔ ڈچ لڑکے نے موڑ پر کشتی کا انجن بند کر دیا اور کمر کے ساتھ بندھے ہوئے سینگ نما بگل کو پوری قوت سے بجایا تاکہ دوسری کشتیوں کو اس کشتی کی آمد کی خبر ہو جائے۔ اور تصادم نہ ہونے پائے۔ جب دوسری طرف سے کوئی جواب نہ آیا تو لڑکے نے انجن دوبارہ سٹارٹ کر دیا۔ کشتی دائیں طرف مڑی تو گیتھورین کا خوبصورت قصبہ نظر آنے لگا۔ قصبے کے بیچوں بیچ بہنے والی پرسکون نہر کے کنارے کسانوں کے قدیم وضع کے مکانات درختوں اور خودرو بیلوں سے ڈھکے ہوئے تھے۔ سفید بطخوں کے غول نہر میں تیر رہے تھے۔ اور جب کبھی کشتی چلانے والا لڑکا اپنا سینگ نما بگل کو بجاتا تو بدک کر منتشر ہو جاتے تھے۔ ایک ننھی منھی سی ندی بڑی نہر سے جدا ہو کر چند سو گز کے فاصلے پر واقع قصبے کے واحد کلیسا کی جانب چلی گئی تھی۔ ہر گھر کے ساتھ ذاتی کشتیاں کھڑی کرنے کے چھوٹے چھوٹے گھاٹ بنے ہوئے تھے۔

بہرحال میں گیتھورین میں اتر گیا۔ حالانکہ ارادہ اپیل ڈارن کا تھا۔ لیکن میں بے مقصد ہی ادھر آ گیا تھا۔

خوشنما قصبہ انتہائی پسند آیا تھا۔ حالانکہ یہاں کے باشندے اتنے آرٹسٹک نہیں معلوم ہوتے تھے۔ ان کا رہن سہن عام تھا۔ چھوٹے چھوٹے قہوہ خانے یہاں کئی نظر آ رہے تھے انہی میں کچھ ایسے ہوٹلوں کی قسم رکھتے تھے جہاں کھانا بھی مل جاتا تھا۔ البتہ رہائش کے لیے کوئی جگہ نظر نہیں آتی تھی۔

باشندے انگریزی زبان سے ناواقف تھے۔ ایک بھی ایسا نہ مل سکا جو انگریزی جانتا اور میری بات سمجھ سکتا۔ البتہ ایک اور الجھن تھی۔ میرے پاس فرانس کرنسی کے بجائے ڈالر تھے۔ اور اس معصوم سے قصبے کے لوگ ڈالر سے پوری طرح واقف نہیں تھے۔ کشتی والے ڈچ لڑکے نے بھی نوٹ لے کر حیرت سے اسے دیکھا تھا اس کے چہرے سے ایسا ہی اظہار ہوتا تھا کہ جیسے اس نے سوچا ہو کہ اس سفر کی محنت اکارت گئی۔ حالانکہ میں نے اسے اس کی توقع سے کہیں زیادہ رقم دی تھی۔ بہرحال وہ بے چارہ کچھ بول نہیں سکا تھا۔ شاید اس نے سوچا ہو کہ کچھ کہنا فضول ہی ثابت ہو گا۔

اس لیے میں تھوڑی سی الجھن میں تھا۔ یہاں کرنسی بدلوائی بھی نہیں جا سکتی تھی۔ ظاہر ہے کہ اس چھوٹے سے قصبے میں اس کا انتظام نہیں ہو گا۔ لیکن کرنسی بدلوانا ضروری تھا۔

گیتھورین کے خوبصورت مکانات' وہاں کے باشندوں اور طرز رہائش کو دیکھنے میں میرا کافی وقت صرف ہو گیا تھا۔ درحقیقت اب میری حیثیت ایک سیاح کی سی تھی اور مجھے اس میں لطف آ رہا تھا۔ ذہن پر سے دو بار کی کیفیت ہٹ گئی تھی اور یہ مناظر فرحت بخش رہے تھے۔ میں نے سوچا اب اسی گمنامی کی زندگی میں دن گزارے جائیں۔ کیا ضرورت ہے کہ کوئی حیثیت ہی حاصل ہو۔ حیثیت کیا حیثیت رکھتی ہے------؟ جہاں رات ہو دراز ہو جاؤ۔ دن ہو چل پڑو ہالینڈ ہی پر کیا موقوف ہے۔ کہیں بھی اور میں پھر گیتھورین کی طرف متوجہ ہو گیا۔ گیتھورین یعنی "پانی کا سینگ" ہالینڈ کا خوبصورت ترین قصبہ تھا۔ یہاں

رہنے والے کسان اپنے جانور کشتیوں پر لے کر کھیتوں کو جاتے تھے۔ روزمرہ کے استعمال کی چیزیں بھی انہی کشتیوں میں سجا کر قصبے میں فروخت کی جاتی تھیں۔

دوپہر ڈھلے جب بھوک خوب چمک اٹھی میں ایک قہوہ خانے کی طرف بڑھ گیا۔ گھاس پھونس کی چھتوں کو خودرو پھولوں والی بیلیں ڈھکے ہوئے تھیں۔ یہ بیلیں درختوں پر بھی چڑھ گئی تھیں اور انہی درختوں کے نیچے بیٹھنے کی جگہ بنائی گئی تھی۔ میں بھی بیٹھ گیا لیکن پھر کچھ خیال آیا تو اٹھ کر اس میز پر پہنچ گیا جہاں کاؤنٹر بنا ہوا تھا۔

کاؤنٹر پر بھاری بدن کا ایک ڈچ بیٹھا ہوا تھا۔ اس کے پپوٹے اتنے بھاری تھے کہ آنکھیں مشکل ہی سے کھل رہی تھیں۔ اس نے بمشکل تمام آنکھیں اٹھا کر مجھے دیکھا۔

"انگلش بول سکتے ہو؟" میں نے پوچھا۔ وہ ہونقوں کی طرح میری شکل دیکھنے لگا۔

"سمجھ بھی نہیں سکتے؟" میں نے دانت پیس کر پوچھا اور پھر جیب سے دس ڈالر کا ایک نوٹ نکال کر اس کے سامنے کر دیا "اسے پہچانتے ہو؟"

اس نے اپنی آدھی آنکھوں سے نوٹ کو گھورا اور پھر میری طرف پورا ہاتھ کھڑا کر کے بولا۔

"کیشتہ کیشتہ" آواز کافی کڑک دار تھی اور اس افیونی کے حلق سے نکلتی ہوئی نہیں معلوم ہوتی تھی۔

میں انتظار کرنے لگا اور کیشتہ کو دیکھ کر طبیعت باغ باغ ہو گئی۔ سیاہ چغہ میں لپٹی ہوئی سفید گڑیا جس کی ناک کی نوک اور ہونٹ بالکل سرخ تھے آنکھیں نیوی بلیو کلر کی تھیں اور ڈیلے ہلکے آسمانی رنگ کے۔ بڑی حسین آنکھیں تھیں جنہیں دیکھ کر نظر ہٹانے کو جی نہ چاہے۔

سیاہ چغے کی جیبوں میں ہاتھ ڈالے بڑے شاہانہ انداز میں چلتی ہوئی وہ فربہ اندام کے سامنے پہنچ گئی یا تو بدذوق تھی یا مغرور۔ کیونکہ اس دوران اس نے میری جانب نگاہ اٹھا کر بھی نہ دیکھا تھا۔

قہوہ خانے کے مالک نے اس سے اپنی زبان میں کچھ کہا۔ تب لڑکی میری جانب متوجہ ہوئی۔

"لیس پلیز؟" اس نے بڑی شستگی سے کہا اور ایک بار میری طبیعت خوش ہو گئی۔

"اوہ شکر ہے۔ تم انگلش بول سکتی ہو؟"

"فرمائیے۔" اس نے کہا۔

"تمہاری زبان سے اجنبی ہونے کی وجہ سے سخت پریشان ہو گیا ہوں۔ اگر تم نہ ملتیں تو بہت جلد یہاں سے بھاگ جاتا۔"

"میرے پپا سے کیا کہہ رہے تھے؟" اس نے میری بات میں کوئی دلچسپی نہیں لی۔ میں نے اس کے خشک رویے کو صاف محسوس کیا تھا چنانچہ میں بھی سنبھل گیا۔

"سوری میں تم سے فضول باتیں کرنے لگا تھا۔ بات دراصل یہ ہے کہ میں یہاں کھانا کھانا چاہتا ہوں۔"

"تو اشارے سے کہہ دیتے۔" اس نے بدستور سپاٹ لہجے میں کہا اور ایک لمحے کے لیے ایک عجیب سا احساس میرے ذہن میں سرایت کر گیا۔ یہ ایک شریف لڑکی ہے۔ نہ تو ہپی نہ کوئی آوارہ قسم کی لڑکی ہے۔ اس لیے ضروری نہیں ہے کہ مجھ سے متاثر ہو۔ اور غالباً" میری شخصیت میں اب کسی شریف لڑکی کے

لیے کوئی گنجائش نہیں ہے۔ مجھے اپنے دائرے میں ہی رہنا چاہئے۔ اس احساس نے نہ جانے طبیعت اندر سے کیسی کر دی۔

"بات یہ بھی نہیں ہے خاتون! میرے پاس مقامی کرنسی نہیں بلکہ ڈالر ہیں۔ میں جاننا چاہتا تھا کہ آپ کے پپا ڈالر قبول کریں گے یا نہیں؟"

"اوہ میرا خیال ہے قبول کر لیں گے؟" اس نے کہا اور موٹے شخص سے اس بارے میں بات کرنے لگی۔ پھر اس نے میری طرف دیکھ کر کہا "ٹھیک ہے جناب ڈالر لیے جا سکتے ہیں۔ بلکہ اگر آپ چاہیں تو اپنے کچھ اور نوٹ بھی یہاں کیش کرا لیں۔ دوسری جگہوں پر آپ کو دقت ہو گی۔"

"بہت بہت شکریہ۔" میں نے جیب سے ایک گڈی نکال کر بوڑھے کے سامنے ڈال دی اور لڑکی کا منہ ایک لمحے کے لیے کھل گیا۔ پھر وہ بولی۔

"اوہ جناب ہمارے پاس اتنی رقم تو نہ ہو گی۔ آپ صرف چند نوٹ کیش کرا لیں جو یہاں آپ کی ضرورت پوری کر سکیں۔"

"شکریہ۔ جیسے آپ پسند کریں۔" میں نے کہا اور لڑکی کے کہنے سے بوڑھے نے سو ڈالر کا ایک نوٹ کیش کر دیا۔ اور مقامی کرنسی دے دی۔ میں نے شکریہ ادا کر کے کرنسی جیب میں رکھی اور پھر لڑکی سے بولا۔ "اب میرے لیے کھانا آپ ہی بھجوا دیں۔"

"ضرور۔ ضرور۔ آپ تشریف رکھیں۔" وہ اسی بے نیازی سے بولی اور میں ایک جگہ جا بیٹھا۔

میرے سامنے انڈونیشی طرز کے کھانے آ گئے۔ چاول' پاپڑ اور مرغ کے قتلے جس میں کشمش اور اناس کا استعمال خاص طور سے کیا گیا تھا۔ بہرحال میں نے یہ دلچسپ کھانا بڑی رغبت سے کھایا اس دوران لڑکی اندر چلی گئی تھی۔

میں نے بھی لاپرواہی سے شانے ہلائے۔ کسی بددماغ لڑکی کی طرف متوجہ ہونا میرے لیے ممکن نہیں تھا۔ ایک لمحے کے لیے جو خیال ذہن میں آیا تھا۔ وہ اب زائل ہو چکا تھا۔ اونہہ جہنم میں جائے۔ مجھے بھی اس سے کیا دلچسپی ہو سکتی ہے۔

کھانے کے بعد میں اٹھ گیا۔ ظاہر ہے اتنی دلکش جگہ تو تھی نہیں کہ میں یہاں دیر تک بیٹھا رہتا۔ کتنا بل تھا اور کیا میں نے ادا کیا۔ اس کی مجھے کوئی خبر نہیں تھی بس میں وہاں سے اٹھ کر چلا آیا۔

ایک تنہا اور اجنبی انسان کی حیثیت سے میں نہ جانے کہاں کہاں مارا مارا پھرتا رہا۔ رات ہوئی تو آبادی سے نزدیک ہی ایک جگہ کا انتخاب کر لیا گو رات گزارنے کے لیے مناسب جگہ نہیں تھی لیکن کیا کیا جا سکتا تھا۔ اس کے علاوہ کوئی جگہ نہیں تھی۔ سردی کافی تھی اور میرے پاس اوڑھنے کے لیے بھی کوئی چیز موجود نہیں تھی۔ اس لیے ساری رات سردی کھائے ہوئے پلے کی مانند کوں کوں کرتے گزری۔ صبح کو طبیعت بے حد بھاری تھی بدن میں ہلکا ہلکا درد بھی ہو رہا تھا۔

سردی اثر کر گئی تھی۔ کافی دیر تک اپنی جگہ بیٹھا رہا۔ آسمان پر اب بھی سورج کا نشان تک نہیں تھا۔ بادل چھائے ہوئے تھے۔ اگر دھوپ نکل آتی تو شاید تھوڑی بہت گرمی مل جاتی۔

یہاں بیٹھے بیٹھے بدن کا درد اور شدت اختیار کر گیا۔ تب میں نے سوچا کہ اب طبیعت بگڑ جائے گی۔ کچھ کرنا چاہئے۔ لیکن کیا؟ اور پھر مجھے وہی جگہ یاد آئی جہاں کھانا کھایا تھا۔ میں ہمت کر کے اپنی جگہ سے اٹھ

گیا۔ کان اور آنکھوں سے شعلے نکل رہے تھے۔ سر بھی چکرا رہا تھا۔ نہ جانے کس طرح اس قہوہ خانے میں داخل ہوا جو سنسان پڑا ہوا تھا۔ اس کا فربہ مالک اب بھی کاؤنٹر پر موجود تھا۔ قہوہ خانہ کھلا ہوا تھا۔ لیکن اب میری حالت بہتر نہ تھی۔ میں چند قدم آگے بڑھا۔ اور پھر اچانک میرا سر بری طرح چکرا گیا۔ زمین گھومتی ہوئی محسوس ہو رہی تھی۔ میں نے کسی چیز کا سہارا لینے کی کوشش کی لیکن ہاتھوں میں کچھ نہ آیا۔ اور دوسرے لمحے زمین پر گر پڑا۔

اس کے بعد کچھ ہوش نہیں رہا تھا اور نہ جانے کب تک یہی حالت رہی۔ ہاں جب ہوش آیا تو بدن کو ایک عجیب سی فرحت کا احساس ہو رہا تھا۔ اس کی وجہ بھی فوراً ہی سمجھ میں آ گئی۔ بدن کے نیچے آرام دہ بستر تھا اور یہ بستر؟ میں نے گردن گھمائی۔ بالکل اجنبی جگہ تھی۔ لکڑی کا ایک کشادہ کمرہ جس کے آتشدان میں کوئلے دہک رہے تھے۔ کارنس پر حضرت عیسیٰؑ کا مجسمہ سجا ہوا تھا۔ اور کمرہ خوب گرم تھا۔

لیکن پورے کمرے میں میرے علاوہ اور کوئی نہیں تھا۔ بڑی کمزوری سی محسوس ہو رہی تھی۔ چہرے پر ہاتھ پھیرا' بڑھا ہوا شیو اب داڑھی میں تبدیل ہو چکا تھا۔ بال بھی کافی بڑے ہو گئے تھے۔ بکھرے اور الجھے ہوئے تھے۔ پھر گزرے ہوئے واقعات یاد کرنے کی کوشش کی اور اس میں دقت نہیں ہوئی۔ سردی لگ گئی تھی اور اسی قہوہ خانے میں تھا جہاں میں نے کھانا کھایا تھا۔ اب ظاہر ہے میں ان لوگوں کے رحم و کرم پر پڑا تھا تو انہوں نے میری دیکھ بھال بھی کی ہو گی۔ میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ جو کچھ ہو رہا تھا میری مرضی کے مطابق تھا۔ بلاشبہ انسان خواہ مخواہ اپنے آپ کو کچھ سے کچھ سمجھ لیتا ہے۔ حالانکہ اس کی حیثیت صرف اتنی ہے جو اس وقت میری تھی۔ بے بسی اور بے کسی۔

دیر تک لیٹا رہا۔ اٹھنے کی کوشش کی تو پتہ چلا کہ جیسے بدن میں جان ہی نہ ہو۔ بہت کمزوری ہو گئی تھی۔ نجانے کتنا وقت گزر چکا ہے میرا یہاں پر۔ میں نے سوچا اور پھر دوبارہ اٹھنے کی کوشش کی اور اس بار اٹھ کر بیٹھ گیا۔ دماغ سائیں سائیں کر رہا تھا۔ نجانے کیوں عجیب سی کیفیت تھی۔ ابھی میں بیڈ سے اٹھنے کی کوشش ہی کر رہا تھا کہ دروازہ کھلا اور سیاہ چغے والی سفید گڑیا نظر آئی۔ پہلے اس نے جھانکا پھر دروازے سے اندر آ گئی۔

"اوہو کیسے ہو اب تم؟" اس نے پوچھا۔

"ٹھیک ہوں خاتون! میرا خیال ہے میں نے آپ کو کافی تکلیف دی ہے۔" میں نے سرد لہجے میں کہا

"تکلیف دی ہے؟ بس یوں سمجھو کہ بچ گئے۔" اس نے عجیب سے لہجے میں کہا۔ اور یہ لہجہ میرے لیے نیا تھا۔

"بچ گیا؟" میں نے پھیکی سی مسکراہٹ سے کہا۔ "افسوس!"

"کیا مطلب؟" وہ تعجب سے بولی۔

"ہاں مجھے اپنے بچ جانے کا افسوس ہے۔"

"اوہو' تو کیا تم مرنا چاہتے تھے؟"

"چاہتا تو کچھ بھی نہیں تھا لیکن مر جاتا تو کوئی نقصان بھی نہ ہوتا۔"

"ارے تمہاری سوچ تو بڑی عجیب ہے۔"

"ہاں' شاید تمہیں متاثر کرنے کی کوشش کر رہا ہوں۔"

"مم ——— متاثر کرنے کی کیوں؟" اس نے عجیب سے لہجے میں جواب دیا۔

"بس ایسے ہی' ہر انسان کی خواہش ہوتی ہے کہ وہ جس سے بھی ہم کلام ہو اسے اپنی ذات اور اپنے الفاظ سے متاثر کرنے کی کوشش کرے۔"

"بہت ہی عجیب شخص ہو تم تو۔ میں بیٹھ جاؤں؟" اس نے پوچھا۔

"ضرور بیٹھو۔ شاید یہ تمہارا ہی گھر ہے۔" میں نے کہا۔

"ہاں۔ قہوہ خانے کے پیچھے کی جگہ ہے۔ ہم لوگ یہیں رہتے ہیں۔" اس نے کرسی پر بیٹھتے ہوئے جواب دیا۔

"مجھے یہاں آئے ہوئے کتنی دیر ہو گئی ہے؟" میں نے سوال کیا۔

"دیر؟" وہ مسکرائی اور پھر کھلکھلا کر ہنس پڑی۔ اس وقت وہ بے حد شگفتہ نظر آ رہی تھی۔ حالانکہ اس سے پہلے جب وہ ملی تھی تو اس نے بڑا خشک رویہ اختیار کیا تھا اور میرے اوپر اسی سابقہ رویے کا اثر تھا' میں نہیں چاہتا تھا کہ کسی بھی انداز میں اس سے دلچسپی لے لے کر باتیں کروں۔ کہیں اسے گمان نہ ہونے لگے کہ اس کا نرم رویہ میری جرات بڑھانے کا باعث بنا ہے۔

"کیوں' کیا مراد ہے تمہاری؟" میں نے سوال کیا۔

"دیر کی بات کر رہے ہو؟ ارے جناب آپ کو یہاں آئے ہوئے ایک ہفتہ ہو چکا ہے۔"

"کیا———؟" میں تعجب سے اچھل پڑا۔

"جی ہاں۔ پورا ایک ہفتہ۔" لڑکی نے جواب دیا۔

یہ سن کر درحقیقت میرا دماغ چکرا کر رہ گیا تھا۔ ایک ہفتہ؟ اور مجھے ایک ہفتہ کے بعد ہوش آیا ہے؟ میں نے دل میں سوچا لڑکی کی بات پر یقین نہیں آ رہا تھا۔ ممکن تھا کہ وہ مذاق کر رہی ہو۔

"تم شاید جھوٹ سمجھ رہے ہو؟"

"ہاں' مجھے معاف کرنا مگر میں سوچ رہا ہوں کہ ایک ہفتہ کیسے ہو سکتا ہے۔ کیا اس پورے ہفتہ میں مجھ پر بے ہوشی طاری رہی ہے؟"

"جی ہاں' پورے ہفتے بے ہوش رہے ہو۔ درمیان میں چند ساعت کے لیے آپ نے آنکھیں کھولی تھیں مگر پھر بند کر لی تھیں۔ ہوش اس وقت بھی نہیں آیا تھا۔"

"اوہو تو آپ ایک ہفتے سے میرے لیے پریشان ہیں؟" میں نے خجل لہجے میں کہا۔

"نہیں' ہم پریشان تو نہیں ہیں۔ صرف یہ آرزو تھی کہ تم ٹھیک ہو جاؤ' میرے پاپا بہت اچھے آدمی ہیں۔ ان کی دلی خواہش تھی کہ تم اچھے ہو جاؤ۔ ابھی تمہیں دیکھ کر گئے ہیں۔ رات رات بھر تمہارے لیے جاگتے رہے ہیں۔"

"افسوس میں نے آپ لوگوں کو بہت تکلیف دی ہے۔" میں نے پژمردہ لہجے میں کہا۔

"سچ' یقین کرو تکلیف کی بات نہیں ہے' مگر بہت سے سوالات میرے ذہن میں مچل رہے ہیں۔ تم کمزور ہو ورنہ میں تم سے وہ سوالات کرتی۔"

"نہیں میں کمزور نہیں ہوں۔" میں نے جواب دیا۔

اس وقت وہ بہت معصوم نظر آ رہی تھی۔ اس کے گفتگو کرنے کا انداز بھی ایسا ہی تھا جیسے اس کے

ذہن میں کوئی خاص تاثر نہ ہو۔

"کیا سوال پوچھنا چاہتی تھیں تم؟"

"تم دوپہر کو میرے ہاں آئے تھے نا' اس دن' میرا مطلب ہے اس کے دوسرے دن تم یہاں آ کر بے ہوش ہو گئے تھے؟"

"ہاں' میں نے یہاں کھانا کھایا تھا اور بعد کے حالات کا تمہیں علم ہے اور ہاں تم نے ایک مہربانی بھی کی تھی۔"

"یعنی وہ کرنسی بدلوانے والی؟"

"ہاں۔"

"اس کے بعد تم کہاں گئے تھے؟"

"میں تمہارے اس خوبصورت قصبے میں اجنبی ہوں کسی کو نہیں جانتا۔ مقامی لوگ میری زبان نہیں سمجھتے۔ ایک تم ہی میری زبان جاننے والی ملی تھیں۔ لیکن تم نے بھی میرے بارے میں غلط سوچ لیا تھا۔"

"کیا مطلب؟"

"تم نے اپنا رویہ مجھ سے اتنا خشک رکھا تھا کہ جیسے محسوس کر رہی ہو کہ میں تم سے اپنی زبان کا سہارا لے کر راہ و رسم بڑھانا چاہتا ہوں۔"

"ارے نہیں۔ یہ بات تو نہیں۔" اس نے عجیب سے انداز میں کہا۔

"یہی بات تھی خاتون! بہرحال میں اس کا شکوہ نہیں کروں گا کیونکہ مجھے اس کا حق نہیں پہنچتا۔ آپ یقین کریں کہ میں آپ کو اپنی زبان بولتے دیکھ کر بہت خوش ہوا تھا۔ میں نے سوچا کہ آپ سے باتیں کروں لیکن آپ نے اپنے آپ کو اتنا محتاط رکھا تو میری جرات نہ ہوئی اور پھر میں یہاں سے چلا گیا۔"

"کہاں؟" اس نے بے اختیار پوچھا۔

"کوئی ٹھکانہ تو تھا نہیں۔ ایک کھلی جگہ رات بسر کی تھی۔"

"اوہ۔ اور تمہارے پاس اوڑھنے کے لیے بھی کچھ نہیں تھا۔"

"نہیں۔"

"سردی ہی نے تو نقصان پہنچایا تھا تمہیں۔ زندگی اور موت کی کشمکش میں گرفتار رہے ہو۔ چار دن تک۔"

"طویل عرصے سے گرفتار ہوں۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"لیکن ایک بات تو بتاؤ۔"

"پوچھو۔"

"تم قلاش بھی نہیں ہو۔ میرا خیال ہے جتنی رقم تمہارے پاس موجود ہے اس سے تو رئیسوں جیسی زندگی بسر کر سکتے ہو۔"

"ہاں شاید۔"

"اس کے باوجود تمہارے پاس اوڑھنے کے لیے بھی کچھ نہیں ہے کوئی پوستین وغیرہ تک نہیں۔"

"ہاں۔"

"کیوں؟"

"اس کی کوئی خاص وجہ نہیں۔"

"نام کیا ہے تمہارا؟"

"فریڈرک۔" میں نے جواب دیا۔

"عجیب سی فطرت کے آدمی ہو۔" وہ مسکرائی۔

"شاید!"

"میرا نام-----"

"کیشتہ ہے۔" میں نے جلدی سے اس کا جملہ پورا کر دیا۔

"ارے! تمہیں کیسے معلوم؟"

"بس معلوم ہے۔" میں مسکرایا۔

"میں سچ مچ حیران ہوں۔ تمہیں کیسے معلوم ہوا؟ کہاں سے معلوم کیا تم نے؟" اس کا سوالیہ چہرہ بھی بہت خوبصورت لگ رہا تھا۔

"میں نے کہیں سے معلوم نہیں کیا اس دن جب میں پہلی بار آیا تھا اور تمہارے پاپا سے انگلش میں گفتگو کرنے کی کوشش کی تھی تو انہوں نے تمہیں اس نام سے آواز دی تھی۔"

"اوہ۔ اچھا اور تم نے یاد رکھا۔" وہ مسکرا کر بولی۔

"ہاں مجھے یہ نام یاد رہ گیا۔" میں نے جواب دیا۔

وہ خاموش ہو گئی۔ پھر اچانک اٹھ کر بولی۔ "ایک منٹ ٹھہرو میں تمہارے لیے سوپ بنا لاؤں۔"

"سنو کیشتہ" میں نے اسے آواز دی۔

"جی۔"

"میرا خیال ہے تم نے پہلے بھی میرے لیے کافی تکلیف اٹھائی ہے اب بس کرو۔"

"ڈاکٹر نے کہا ہے کہ جوں ہی تم ہوش میں آؤ تمہیں سوپ دیا جائے۔" اس نے جواب دیا اور اٹھ کر باہر نکل گئی۔

سوپ شاید تیار تھا کیونکہ تھوڑی ہی دیر کے بعد وہ سوپ کا پیالہ لے کر واپس آ گئی۔ اس نے مجھے سہارا دے کر اٹھایا میں نے پیالہ اس کے ہاتھ سے لے لیا اور آہستہ آہستہ پینے لگا۔ وہ پھر میرے سامنے بیٹھ گئی تھی۔

سوپ کا پیالہ خالی کر کے میں نے اس کے حوالے کر دیا۔

"لیٹ جاؤ۔" اس نے کہا اور میں لیٹ گیا۔

"ایک بات بتاؤ گی کیشتہ؟"

"ہوں۔" اس نے اپنی حسین آنکھوں سے مجھے دیکھا۔

"اس روز۔ تم میرے ساتھ اچھی طرح نہیں پیش آئی تھیں۔ آخر کیوں؟"

"ہاں' لیکن اس کی کوئی خاص وجہ تو نہیں تھی۔" کیشتہ نے جواب دیا۔

"دراصل میں اجنبیوں سے بہت جلدی بے تکلف ہونے کی عادی نہیں ہوں۔ آپ اس چیز کو ذرا

بھی محسوس نہ کریں۔ میرے تجربات اس سلسلے میں زیادہ اچھے نہیں ہیں۔"

"اچھا تو اس سلسلے میں آپ کے تجربات بھی ہیں؟" میں نے پوچھا۔

"ہاں تجربات کیے ہیں میں نے۔ دراصل میں مستقل طور پر یہاں نہیں رہتی۔" اس نے جواب دیا۔

"پھر۔"

"ایمسٹرڈیم میں رہتی ہوں۔"

"اچھا ----- وہاں، میرا مطلب ہے؟"

"ہاں، وہاں میں تعلیم حاصل کرتی ہوں۔ ایک ہوسٹل میں رہتی ہوں۔ اور میرا تجربہ ہے کہ مردوں کی دوستی ہمیشہ نقصان دہ ثابت ہوتی ہے۔"

"تجربہ ہے تمہارا؟"

"میرا مقصد ہے تم اسے مشاہدہ یا تجربہ سمجھ لو۔ اس لیے میں ذرا محتاط رہتی ہوں محسوس نہ کرنا۔ میں نے اس دن تمہاری طرف اسی لیے توجہ نہیں دی تھی۔" اس نے جواب دیا۔

"ہاں، اچھا بھی یہی ہے مردوں سے محتاط رہنا چاہیے۔" میں نے کہا۔

"کیا آج کل یہاں تعطیل میں آئی ہوئی ہو؟"

"ہاں میرے پپا چھٹیوں میں ہمیشہ مجھے اپنے پاس ہی بلا لیتے ہیں۔" اس نے جواب دیا۔

"ممی ہیں تمہاری؟"

"نہیں۔"

"بہن اور بھائی۔"

"کوئی بھی نہیں ہے۔" اس نے جواب دیا۔

"گویا تم اپنے پپا کی اکلوتی بیٹی ہو؟"

"ہاں۔"

"اور ایمسٹرڈم میں ہی پڑھتی ہو؟"

"ہاں۔" اس نے جواب دیا۔

"ٹھیک مس کیشنہ! ایک بار پھر میں یہی کہوں گا کہ تم لوگوں نے میرے ساتھ جو سلوک کیا ہے اس کا میں تمہارا شکرگزار ہوں۔ اور میری سمجھ میں نہیں آتا کہ میں اس کا بدلہ کیسے چکاؤں؟"

"دیکھئے مسٹر فریڈرک! میں آپ سے زیادہ بے تکلف تو ہونا نہیں چاہتی تھی لیکن آپ کی دشمن بھی نہیں تھی۔ میرے پپا بہت نرم دل انسان ہیں۔ آپ اس حالت میں آئے تو مجھے یاد آیا کہ آپ پہلے بھی یہاں آئے تھے اور آپ نے ہم سے اجنبیت کا اظہار کیا تھا تو میں نے سمجھ لیا تھا کہ آپ یہاں نووارد ہیں۔ میں نے یہ بھی سوچا تھا مسٹر فریڈرک کہ آپ یہاں کے لوگوں کو اپنا ہمدرد نہیں بنا سکے۔ کیونکہ یہاں کے تمام لوگ دوسری کسی زبان سے قطعی ناواقف ہیں۔ میرے پپا کا بھی یہی خیال تھا کہ آپ سردی سے متاثر ہو گئے ہیں اور اس کی وجہ یہی ہو سکتی ہے کہ آپ کو ٹھہرنے کی جگہ کہیں نہیں ملی۔ چنانچہ ہم آپ کو یہاں لائے۔ اسے آپ انسانی فریضہ کہہ لیں اس سے زیادہ اس کی کوئی حیثیت نہیں۔"

"ہاں مس کیشنہ! میں جانتا ہوں کہ اس کی اس سے زیادہ حیثیت ہو بھی کیا سکتی ہے؟ بہرحال آپ نے انسانی فرض کی ادائیگی کے بارے میں غور کیا' یہ بھی آپ کی بڑی مہربانی ہے۔ اب آپ لوگ مجھے اجازت دیں۔"

"کیا مطلب؟" کیشنہ نے تعجب سے پوچھا۔

"مطلب یہ مس کیشنہ کہ میں اب یہاں سے جاؤں گا۔" میں نے فیصلہ کن لہجہ میں کہا۔

"اوہو' یہ ابھی ممکن نہیں ہے۔ ابھی آپ بہت کمزور ہیں۔ دیکھئے ہمیں آپ کے یہاں رہنے سے کوئی تکلیف نہیں ہے آپ نے یہاں جتنے دن بھی قیام کیا جس طرح بھی آپ رہے اس سے ہمیں کوئی مشکل پیش نہیں آئی۔ آپ بالکل! بے فکری سے یہاں رہیں۔ جب بالکل تندرست ہو جائیں تو چلے جائیں۔ ہمیں کوئی اعتراض نہیں ہوگا۔"

"میرا دل گوارا نہیں کرتا تاہم اگر آپ کہتی ہیں تو براہ کرم اپنے پپا سے میری ملاقات کرا دیجئے۔"

"کیوں خیریت؟"

"بس میں ان سے ملنا چاہتا ہوں۔"

"اچھا ٹھیک ہے مل لیں۔" اس نے اٹھ کر کہا "تو کیا میں پپا کو بھیج دوں؟"

"ہاں۔"

"میں بھی آ جاؤں؟"

"نہیں ----- پلیز میں ان سے تنہائی میں کچھ باتیں کرنا چاہتا ہوں۔" میں نے کہا۔

"نہیں یہ تو ممکن نہیں ہے۔"

"کیوں -----؟"

"مطلب یہ کہ پپا آپ کی زبان کیسے سمجھیں گے؟ ان کی ترجمانی کے فرائض تو میں ہی انجام دوں گی۔"

"اوہ' ہاں یہ بھی ٹھیک ہے۔ تم آ جانا۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا اور وہ باہر نکل گئی۔ پھر تھوڑی دیر کے بعد وہ اسی شخص کے ساتھ واپس آ گئی جس سے میں پہلے بھی مل چکا تھا۔

بوڑھے آدمی نے مسکراتے ہوئے کچھ کہا "پپا تمہاری خیریت دریافت کر رہے ہیں۔" وہ بولی۔

"میری طرف سے دلی شکریہ ادا کر دو اور بتا دو کہ میں بالکل ٹھیک ہوں۔" میں نے جواب دیا اور اس نے اپنی زبان میں میرے الفاظ دہرا دیے۔ تب بوڑھا پھر کچھ کہنے لگا۔

"پپا کہہ رہے ہیں کہ نئی زندگی کی مبارک باد قبول کرو۔ اور یہاں آرام کرو۔ ہم تمہاری خدمت کریں گے اور تمہیں بالکل صحت یاب کر کے یہاں سے بھیجیں گے۔"

"اپنے پپا سے کہو کہ میں پہلے ہی ان کا ممنون ہوں لیکن اگر مزید چند روز یہاں رہوں گا تو ایک شرط۔"

"کون سی شرط؟" بوڑھے نے کیشنہ کی معرفت پوچھا۔

"آپ لوگوں کے جس قدر اخراجات ہوئے ہیں وہ مجھ سے لے لیں۔" میں نے کہا اور لڑکی نے چونک کر میری شکل دیکھی۔ وہ کسی قدر رنجیدہ ہو گئی تھی۔

بہرحال اس نے بوڑھے سے میرے الفاظ دہرادیے۔ بوڑھا سنجیدہ ہوگیا۔ چند لمحوں تک سوچتا رہا پھر کچھ بولا۔ کیشتہ غور سے سنتی رہی۔ پھر میری طرف مڑی اور سپاٹ لہجہ میں بولی "پپا نے حساب پیش کردیا ہے۔"

"اوہ۔ مجھے بتاؤ۔ میں نہایت خوشی سے ادا کروں گا۔" میں نے خلوص سے کہا۔

"اب تک ڈاکٹر کا خرچ اور دوسرے اخراجات ملا کر آپ کے اب تک صرف تیس ڈالر خرچ ہوئے ہیں۔ ہماری راتوں کو جاگنے کی قیمت آپ کے لیے دعاؤں کی قیمت اور اس ذہنی پریشانی کی قیمت کا تعین آپ خود کر کے ادائیگی کردیں جو آپ کی بیماری سے ہمیں حاصل ہوئی تھی۔" اس نے اداس لہجے میں کہا۔

اور اس کے الفاظ سے میرے بدن میں جھرجھری سی دوڑ گئی۔ میں پھٹی پھٹی آنکھوں سے انہیں دیکھتا رہا پھر میں نے شرمندگی سے کہا۔

"میرے پاس تمہارے قیمتی اخلاص کی ادائیگی کے لیے کچھ نہیں ہے۔" وہ میری طرف دیکھ رہی تھی۔ پھر آہستہ آہستہ اس کی کیفیت بحال ہوگئی۔

اس نے بوڑھے سے شاید میرے الفاظ دہرادیے تھے اور بوڑھا بھی مسکرانے لگا۔ پھر اس نے کچھ کہا اور لڑکی شوخ لہجے میں بولی "پپا کہہ رہے ہیں کہ پوری ادائیگی آپ نہیں کرسکتے تو سب کچھ ادھار رہنے دیں۔"

"ہاں یہی کیا جاسکتا ہے۔" میں نے کہا۔

بوڑھا تھوڑی دیر کے بعد چلا گیا تو لڑکی بولی۔ "چلو سب کچھ بھول جاؤ۔ ٹھیک ہو جاؤ۔ تم سیاح ہو نہ صرف گیتھورن' بلکہ یہاں اور بھی بہت کچھ ہے۔ تم ٹھیک ہو جاؤ تو میں تمہیں نواح کی سیر کراؤں گی۔" اور میں ایک ٹھنڈی سانس لے کر اسے گھورنے لگا۔ نہ جانے حالات اب کون سے نئے کھیل کی تیاریاں کر رہے تھے۔ خدا جانے؟

☆ ☆ ☆

کیشتہ عجیب لڑکی تھی' متضاد کیفیات کی حامل۔ میری ذات میں اس کی اچانک دلچسپی تعجب خیز نہیں تھی۔ لیکن اس کے اندر لڑکیوں جیسی محبوبیت نہیں تھی۔ ہر شے کو حقیقی نگاہ سے دیکھنے والی پھولوں کے دیس کے چند خوشنما علاقوں نے مجھ پر جذباتی دباؤ بھی ڈالا۔ لیکن ان جذبات کی کوئی پذیرائی نہیں ہوئی۔

یوں لگتا تھا جیسے کیشتہ ان جذبات سے ناآشنا ہو۔ مغرب کی یہ نوجوان حسینہ اتنی سادہ اور معصوم تو نہیں ہوگی۔ پھر؟ تب ایک دن اس نے حقیقت ظاہر کردی۔

"ضروری نہیں ہے مسٹر فریڈرک------ کہ نزدیک رہنے والے دو انسان جنس ہی میں کھو جائیں۔ آپ مجھے لڑکا کیوں نہیں سمجھ لیتے؟ ساری الجھنیں دور ہو جائیں گی۔ دراصل میں آپ کے ان جذبات کی پذیرائی نہیں کرسکتی۔ ہم اچھے دوستوں کی طرح بھی مل سکتے ہیں۔ آپ یہ تصور ذہن سے نکال دیں کہ میں کوئی لڑکی ہوں۔ مجھے لڑکا سمجھیں' اپنا دوست جانیں۔ یہ میری التجا ہے۔"

میں نے عجیب سی نگاہوں سے اسے دیکھا اور پھر بولا۔ "میں نہ تو خود کو دھوکا دے سکتا ہوں مس

کیشتہ------ اور نہ میرے سمجھنے سے حقیقت بدل سکتی ہے۔ ہاں' ہم میں سے ہر شخص کو فیصلے کرنے کا حق حاصل ہے۔ اگر آپ میرے ان جذبات کی پذیرائی نہیں کرسکتیں تو مجھ پر آپ کے جذبات کے احترام کا فرض واجب ہے۔ آئندہ آپ کو یہ شکایت نہیں ہوگی۔"

"لیکن برا مانے بغیر------" اس نے میرے بازو پر ہاتھ رکھ کر کہا۔

"نہیں۔ اس میں برا ماننے کی کیا بات ہے۔" میں نے کہا۔ اور درحقیقت برا ماننے کی بات تو تھی نہیں۔ ایک لڑکی مجھے اس حیثیت سے پسند نہیں کرتی تھی تو کیا ضروری تھا کہ میں اس کے لئے پریشان ہو جاتا۔ میں نے مسکرا کر اس کا شانہ تھپتھپایا------ "بالکل نہیں کیشتہ! مجھے تمہاری دوستی عزیز ہے۔ ہاں' میں نے اس انداز میں سوچا تھا۔ لیکن ضروری نہیں ہے کہ تم میری سوچ سے متفق ہو۔"

"تم بلاشبہ ایک اچھے انسان ہو۔" کیشتہ نے کہا اور مسکرانے لگی۔ میں نے بھی گردن ہلائی تھی۔ "مجھے اجازت دو' ذرا ڈیڈی سے مل آؤں۔"

"اوکے۔" میں نے گردن ہلا دی۔ اور اس کے جانے کے بعد میں ایک گہری سانس لے کر اس کے بارے میں سوچنے لگا۔ اچھی لڑکی تھی۔ میرے اوپر احسان کیا تھا۔ اگر وہ میری طرف مائل نہیں ہے تو مجھے بھی اس انداز سے نہیں سوچنا چاہیے۔

شام کو کیشتہ نے پھر سیر کا پروگرام بنالیا۔ "آج نہیں کیشتہ! کیوں نہ کل چلیں------ مگر چلو گی کہاں؟" میں نے پوچھا۔

"میں تمہیں 'ساؤتھ سی ڈیم' دکھاؤں گی۔"

"اوہ' میں نے اس کے بارے میں بہت کچھ سنا ہے۔"

"کل ٹھیک رہے گا۔ گیسپر بھی آرہا ہے۔ اس کے پاس کار موجود ہے۔ ہم اس کی کار میں چلیں گے۔"

"ضرور------ لیکن گیسپر کون ہے؟"

"میرا منگیتر۔" کیشتہ نے مشرقی لڑکیوں کی مانند شرماتے ہوئے کہا۔ اور میں نے گہری سانس لی۔ تو یہ اجتناب گیسپر کے لئے تھا۔ بہرحال کیا فرق پڑتا ہے۔ میں نے گردن ہلادی۔

"گیسپر کہاں رہتا ہے؟" میں نے پوچھا۔

"ایمسٹرڈیم۔ ویسے وہ آندمیہ میں تجارت کرتا ہے۔ پھولوں کا بہت بڑا تاجر ہے' اس کے کئی فارم ہیں۔" کیشتہ کی آواز میں محبت رچی ہوئی تھی۔

"اوکے کیشتہ------ پھر ہم کل چلیں گے۔" میں نے کہا۔ اور وہ رات بھی تنہا ہی گزری۔ یہاں کوئی تفریح نہیں تھی۔ ذہن کی برف تھی کہ پگھل ہی نہیں رہی تھی۔ الٹے سیدھے خیالات ذہن کو پراگندہ کرتے رہتے تھے۔

میں نے فیصلہ کرلیا کہ کل گیتھورن چھوڑ دوں گا اور ایمسٹرڈیم چلا جاؤں گا اور وہاں سوچوں گا کہ کیا کروں۔ لیکن یہاں کچھ زیادہ ہی بوریت ہے۔ مجھے کیا پڑی ہے کہ یہاں پڑا ہوں۔ ایمسٹرڈیم میں میرے لئے بہت کچھ تھا۔ چنانچہ اس فیصلے کے بعد میں سو گیا۔

دوسرے دن نجانے کیوں دیر سے آنکھ کھلی۔ بہرحال جاگا تو وہ لوگ ناشتے پر میرے منتظر تھے۔ ان

میں گیسپر بھی تھا۔ چوڑے بازوؤں اور گٹھے ہوئے بدن والا نوجوان۔ تیز آنکھوں کے ساتھ وہ ہنس مکھ بھی تھا۔ نجانے کیوں ایک لمحے کے لئے اس کی شکل شناسا محسوس ہوئی۔ لیکن یہ شناسائی بس ایسی ہی تھی جیسے کسی پر کبھی نگاہ پڑ گئی ہو۔

ہم دونوں بڑے تپاک سے ملے-----"کیشتہ صبح سے کئی بار آپ کا تذکرہ کر چکی ہے مسٹر فریڈرک! یوں لگتا ہے جیسے آپ نے اسے کافی متاثر کر لیا ہو۔" اس کے لہجے میں ایک عجیب سی کیفیت جھانک رہی تھی۔

"وہ ایک معصوم لڑکی ہے' جسے ہر شخص آسانی سے متاثر کر سکتا ہے۔" میں نے بھی جواب میں ہلکا سا طنز کیا۔ ہم دونوں کے طنز کو کوئی نہیں سمجھا تھا۔

"خوب خوب۔ آپ سے مل کر بڑی خوشی ہوئی۔" اس نے کہا اور ہم لوگ ناشتہ کرنے لگے۔ میں نے محسوس کیا تھا کہ گیسپر گہری نگاہوں سے میرا جائزہ لے رہا تھا۔ بے وقوف نوجوان----- شاید وہ اپنی منگیتر کی طرف سے بدظن ہو گیا ہے۔ لیکن اس میں میرا کیا قصور-----

"آپ کب آئے مسٹر گیسپر؟" میں نے پوچھا۔

"گیسپر کی یہ عادت بھی خوب ہے۔ اس طرح اچانک آتے ہیں کہ کوئی سوچ بھی نہیں سکتا۔" کیشتہ نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"خوب۔" میں نے مسکرا کر کہا۔

"جانتے ہیں' یہ کس وقت آئے تھے؟"

"میں نہیں جانتا۔"

"رات کو چار بجے----- مگر سچ اس طرح آنے سے بڑی خوشی ہوتی ہے۔" کیشتہ نے کہا۔

"واقعی؟" گیسپر نے کہا۔

"تو اور کیا----- اور ہاں گیسپر! تمہاری کار تو ٹھیک ہے نا؟ میں نے مسٹر فریڈرک سے وعدہ کیا ہے کہ آج انہیں' ساؤتھ سی ڈیم' کی سیر کراؤں گی۔"

"اوہ' یقیناً----- اگر تم نے وعدہ کیا ہے تو ضرور چلیں گے۔" گیسپر نے مسکراتے ہوئے کہا۔ میں اس شخص کی غلط فہمی کس طرح دور کر سکتا تھا۔ اس کی ایک ہی ترکیب تھی اور وہ یہ کہ میں اب یہ جگہ چھوڑ دوں۔ چنانچہ میں نے اس کا اظہار کر دیا۔

"اوہ' ایسی کیا جلدی ہے مسٹر فریڈرک----- کیا گیتھورن آپ کو پسند نہیں آیا؟" گیسپر نے جلدی سے کہا۔

"نہیں' بہت عمدہ جگہ ہے' خوابوں کے جزیرے کی مانند۔ لیکن خوابوں کے سہارے پوری زندگی تو نہیں گزاری جا سکتی۔" میں نے جواب دیا۔

"بڑی شاعرانہ طبیعت کے مالک معلوم ہوتے ہیں مسٹر فریڈرک! تو پھر کیا خیال ہے کیشتہ؟" اس نے کیشتہ کی طرف دیکھ کر پوچھا۔

"میں بھی نہیں چاہتی کہ مسٹر فریڈرک اتنی جلدی چلے جائیں۔ لیکن اگر ان کی یہی خواہش ہے تو ہم انہیں روک بھی نہیں سکتے۔" کیشتہ نے جواب دیا۔

"تب پھر ہم انہیں ایمسٹرڈیم چھوڑ دیں گے۔ تم ڈیڈی سے اجازت لے لو۔ ہم دو ایک دن کے بعد واپس آجائیں گے۔"

"میں پوچھ لوں گی۔" کیشتہ نے کہا----- اور چونکہ گیسپر اس کا منگیتر تھا اس لئے اس کے ڈیڈی کو کیا اعتراض ہو سکتا تھا۔ چنانچہ دن کے گیارہ بجے کے قریب ہم چل پڑے۔ گیسپر بہت چہک رہا تھا۔ اس کی کار کافی کشادہ تھی۔ میں نے پیچھے بیٹھنے کی کوشش کی تھی۔ لیکن گیسپر نے مجھے بھی آگے آجانے کی دعوت دی اور مجبور کرنے لگا۔ چنانچہ میں آگے ہی بیٹھ گیا اور پھر کار برق رفتاری سے سڑکوں پر دوڑنے لگی۔

گیسپر راستے میں گفتگو کرتا رہا تھا۔ اب وہ کسی قدر سنجیدہ ہو گیا تھا اور اب اس کے انداز میں طنز باقی نہیں رہا تھا۔ وہ مجھ سے میرے بارے میں سوالات کرتا رہا اور میں نے اسے الٹے سیدھے جواب دیئے۔

جس سڑک پر ہم جا رہے تھے اس کے ایک جانب زوڈوزی کی عظیم جھیل ٹھاٹھیں مار رہی تھی اور دوسری طرف لہلہاتے کھیت پھیلے ہوئے تھے۔ کبھی کبھی کوئی قصبہ بھی نظر آجاتا تھا۔ طویل سفر کے بعد ہم زوڈوزی کے ڈائک پر پہنچ گئے۔ ایک عظیم بند سمندر کے بیچوں بیچ سیدھی لکیر کی مانند کھڑا تھا۔ یہ بند سطح سمندر سے اکیس فٹ بلند اور نوے گز چوڑا ہے۔ یہاں ایک یادگار بھی بنی ہوئی ہے' جس کی سیڑھیاں اوپر تک لے جاتی ہیں اور وہاں سے پورے ڈائک کا منظر صاف نظر آتا ہے۔

بند کی سیر کے بعد ہم ایمسٹرڈیم روانہ ہو گئے۔ گیسپر کے ساتھ دو راتوں کے قیام کے تصور سے کیشتہ بہت خوش نظر آرہی تھی۔

"ایمسٹرڈیم میں آپ کہاں قیام کریں گے مسٹر فریڈرک؟" گیسپر نے پوچھا۔

"ہالینڈ میں اجنبی ہوں۔ جہاں بھی سر چھپانے کی جگہ مل جائے گی۔" میں نے جواب دیا۔

"اوہ' چونکہ ہم دو روز وہاں قیام کریں گے' اس لئے میں آپ کی رہنمائی کر دوں گا اور آپ کو کسی عمدہ سے ہوٹل تک پہنچا دوں گا۔"

"نہیں مسٹر گیسپر! میں آپ کو تکلیف نہیں دوں گا۔ میں تنہا شخص ہوں۔ آج آپ رہنمائی کریں گے' کل کون ہو گا۔ بس آپ مجھے ایمسٹرڈیم اتار دیں۔" میں نے کہا اور کیشتہ ہمدردانہ نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگی۔

میری درخواست پر گیسپر نے مجھے ایمسٹرڈیم کے ایک بھرے پرے بازار میں اتار دیا۔ کیشتہ نے بڑے خلوص سے مجھے الوداع کیا تھا اور پھر ان کی کار آگے بڑھ گئی۔ میں ہالینڈ کے دل میں چہل قدمی کرنے لگا۔ انسان کی جیب میں کرنسی ہو تو وہ بہت سی فکروں سے آزاد ہو جاتا ہے۔ اس طرح مجھے بھی فکر نہیں تھی۔ جب رات ہو گی تو بسیرے کے لئے جگہ بھی مل جائے گی۔ ایمسٹرڈیم میں ہوٹلوں کی کمی تو نہیں تھی۔

ٹرام منٹ ٹاور سے گزر کر میں فالور اسٹریٹ آیا۔ یہاں کسی قسم کا ٹریفک نہیں ہوتا اس لئے اطمینان سے سڑک پر پیدل چلا جا سکتا ہے۔ فالور اسٹریٹ کے نزدیک دریائے ایمٹل تھا جس پر بند باندھا گیا تو نواحی آبادی ایمسٹرڈیم کے نام سے مشہور ہوئی۔ ڈیم سے سینکڑوں نہریں نکل کر چاروں طرف پھیل گئی تھیں۔ نہروں کے کناروں پر خوبصورت مکانات بنے ہوئے تھے۔ منٹ ٹاور کے پاس کشتیوں میں سجے ہوئے پھولوں

کے بازار بیحد دیدہ زیب تھے۔ زیر زمین ریستوران جگہ جگہ پھیلے ہوئے تھے۔ ایسے ہی ایک ریستوران میں' میں نے رات کا کھانا کھایا۔ چند ڈچ ڈشوں پر مشتمل یہ کھانا مجھے پسند نہیں آیا تھا۔ چونکہ رات کو سونے کے لئے ٹھکانہ درکار تھا اس لئے میں نے ایک ہوٹل کا رخ کیا۔

ہوٹل یوخبا درمیانے درجے کا تھا لیکن مجھے صرف بیس کمروں پر مشتمل یہ عمارت پسند آئی تھی۔ عملہ خوش اخلاق اور مستعد تھا۔ رات کو ہوٹل کے کمرے کے آرام دہ بستر پر لیٹ کر میں پھر سوچ کی وادیوں میں گم ہو گیا۔

کیا کروں اس جمود کا جو زندگی پر طاری ہے۔ آخر سکون کیوں نہیں ہے۔ زندگی اسطرح معطل کیوں ہو گئی ہے۔ بہرحال زندہ رہنا ہے' خود کشی کا کوئی ارادہ نہیں ہے۔ جب زندہ رہنا ہے تو پھر جدوجہد بھی ہونی چاہئے۔ ہاں کوئی بھی جدوجہد------ لیکن کیا؟

اور اس سوال کے آگے خلا تھا۔ کچھ نہیں تھا۔ یہاں تک کہ نیند آ گئی۔ اور یہ الجھنوں کا واحد علاج تھا۔ لیکن رات کے بعد صبح بھی ہوتی ہے۔ ناشتے کے بعد دیر تک بیٹھا رہا۔ پھر ایمسٹرڈیم دیکھنے کی ٹھانی اور ہوٹل سے باہر نکل آیا۔

امیروں کی دنیا میں سب سے بڑی منڈی ایمسٹرڈیم کی تنگ گلیاں' بازار' کوچے چھاننے لگا۔ یادگار چوک کے مناظر دلکش تھے۔ وہاں دنیا کے ہر نشے کی کھلی چھٹی تھی۔ اس لئے یادگار چوک ہپیوں کا گڑھ بنا ہوا تھا۔ واسکٹ کرتے اور الٹے سیدھے لباسوں میں ملبوس ہپیوں کے گروہ کے گروہ نظر آ رہے تھے۔ انگوٹھیاں' چوڑیاں تسبیحیں فروخت ہو رہی تھیں۔ ملک ملک کے جانور موجود تھے لیکن سب ایک جان' کوئی دوئی نہیں تھی۔ ایک ہپی گٹار بجا رہا تھا۔

ہپیوں کا پسندیدہ ساز------ دوسرے اس کے گرد کھڑے جھوم رہے تھے۔ میرے ذہن میں ایک لہر سی آ کر گزر گئی۔ لیکن اب گٹار چھونے کو دل نہیں چاہتا تھا۔ دوپہر کے کھانے کے لئے مانزا ریستوران میں پہنچا۔ یہاں بھی افراتفری تھی۔ کسی کی خوراک ہپیوں کے ہاتھوں محفوظ نہیں تھی۔ اکثر سروس کرنے والوں کو چکر دینے کی فکر میں تھے۔ ایک صاحب خالی پلیٹ ہاتھ میں لئے چکر لگا رہے تھے اور میزوں سے خوراک اکٹھی کرتے پھر رہے تھے۔ مانزا سے نکلا تو دھوپ ڈھلنے لگی تھی۔ نہروں کے کنارے رونق بڑھتی جا رہی تھی۔ میں ایک تنہا آوارہ گرد کے انداز میں آگے بڑھتا رہا۔ تھاربک پلان کے چوک کے گرد و نواح میں ایمسٹرڈیم کی راتوں کی تیاریاں شروع ہو گئی تھیں۔ دونوں سمت ہوٹل اور نائٹ کلب بکھرے ہوئے تھے۔ ہر کونے پر ایمسٹرڈیم کی حسینائیں "وانٹ گڈ ٹائم" کہنے کے لئے کھڑی تھیں۔

لیکن میں نے ان میں سے کسی کو ساتھی نہیں بنایا۔ پورا دن آوارہ گردی میں گزرا تھا اس لئے رات کو تھکن سے چور ہو گیا اور پھر اپنے ہوٹل واپس آ کر کھانا کھایا اور اپنے کمرے میں آ پڑا۔ یہاں بھی زندگی اسی انداز میں تھی' کوئی تبدیلی نہیں تھی۔ لیکن تھکن نے مدد کی اور نیند جلدی آ گئی۔ سونے سے پہلے کمرے کا دروازہ بند کرنا نہیں بھولا تھا۔ لیکن نجانے کس طرح۔

آدھی رات گزر چکی ہو گی۔ میں گہری نیند سو رہا تھا کہ اچانک آنکھ کھل گئی۔ ایک تیز بو میری ناک میں چڑھ گئی تھی۔ میں نے ہاتھ پاؤں مارنے کی کوشش کی لیکن ذہن ساتھ چھوڑ چکا تھا۔ نیند دوبارہ گہری ہو گئی۔

پھر نجانے کب دوبارہ آنکھ کھلی تھی۔ اور حواس بحال ہوئے تو ماحول بدلا ہوا تھا۔ ایک خوبصورت اور نوجوان لڑکی رائٹنگ ٹیبل کے پیچھے ریوالونگ چیئر پر دراز کوئی اخبار دیکھ رہی تھی۔ بڑی کشادہ جگہ تھی جسے نہایت نفاست سے آراستہ کیا گیا تھا۔

ذہن کو گزرے ہوئے وقت کی طرف موڑا۔ ہوٹل کے کمرے سے یہاں تک کا سفر یاد نہ تھا لیکن وہ تیز بو یاد آ گئی جو کلوروفارم کے علاوہ کسی اور چیز کی نہیں تھی۔ چلئے زندگی کی روانی کو خود ہی میرے اوپر رحم آ گیا تھا اور کوئی تحریک پیدا ہو گئی تھی۔ یعنی مجھے میرے ہوٹل سے اغوا کیا گیا تھا اور اغوا کرنے والی کوئی عیاش عورت نہیں ہو سکتی تھی جو میرے حسن سے متاثر ہو گئی ہو۔ یقیناً میرے پرانے کرم فرماؤں میں سے کوئی۔

"ہیلو۔" میں نے لڑکی کو مخاطب کیا۔ اور اخبار اس کے ہاتھ سے چھوٹ کر کافی دور جا گرا۔ وہ بدحواسی میں اٹھ کھڑی ہوئی تھی اور اس کے چہرے پر حیرت کے آثار تھے۔

"کیا آپ میری یہاں موجودگی سے ناواقف تھیں؟" میں نے پوچھا۔

"نن------ نہیں جناب!" اس نے ہکلاتے ہوئے جواب دیا۔

"پھر آپ چونک کیوں پڑیں؟"

"مم------ میں ذرا غافل ہو گئی تھی۔ آپ کی اچانک آواز پر ردعمل ہوا تھا۔"

"دروازہ کھلا ہوا ہے کیا؟" میں نے مسکرا کر پوچھا۔

"نہیں------ کیوں؟" وہ بے اختیار بولی۔

"پریشانی کس بات کی ہے؟"

"اوہ' میں واقعی کچھ عجیب سی ہو گئی تھی۔ مگر براہ کرم آپ غسل کر لیں۔ اندر آپ کے لئے لباس موجود ہے۔ میں ناشتے کی تیاری کرتی ہوں۔"

"بہت خوب۔ کیا آپ اپنا تعارف کرائیں گی؟"

"میرا نام سولیشی ہے۔"

"اور وہ------ جنہوں نے مجھے یہاں دعوت دی ہے؟"

"وہ اپنا تعارف ملاقات پر خود کرائیں گے۔"

"بہت خوب۔ باتھ روم کہاں ہے؟"

"وہ------" لڑکی نے ایک دروازے کی طرف اشارہ کیا اور میں مسہری سے نیچے اتر آیا۔ پھر میں اطمینان سے باتھ روم میں داخل ہو گیا۔ جدید ترین باتھ روم تھا۔ غسل کرتے ہوئے میں ان کرم فرماؤں کے بارے میں سوچنے لگا۔ جنہوں نے یہ ڈرامائی انداز اختیار کیا تھا۔ کوئی بھی ہوں' میں ان کا شکر گزار تھا۔ کوئی تو تھا جو میری زندگی سے منسلک ہوا تھا۔ نہ سہی دوست' دشمن ہی سہی۔

میرے لئے عمدہ لباس بھی فراہم کیا گیا تھا۔ بہرحال میں لباس پہن کر باہر نکل آیا۔ لڑکی باہر موجود تھی۔ مجھے دیکھ کر پھر مودب ہو گئی تھی۔

"ناشتہ تیار ہے جناب!"

"چلیں؟" میں نے پوچھا۔

"جی۔" اس نے جواب دیا اور میں اس کے ساتھ دروازے سے باہر نکل آیا۔ پوری عمارت ہی

خوبصورت تھی۔ مجھے ایک کمرے میں لے جایا گیا جہاں کھانے کی لمبی میز پڑی ہوئی تھی۔ لڑکی نے میرے لئے کرسی کھسیٹی اور میں بیٹھ گیا۔ تب اس نے دیوار میں لگی گھنٹی بجائی اور دو ویٹر ناشتہ سرو کرنے لگے۔

"کوئی اور میرے ساتھ ناشتہ نہیں کرے گا سولیشی؟" میں نے پوچھا۔

"اوہ' جناب! دوسرے لوگ ناشتہ کر چکے ہیں۔ آپ تکلف نہ کریں۔"

"تم بھی؟"

"جی ---- ویسے بھی میں آپ کے ساتھ ناشتہ کرنے کی جرات نہیں کر سکتی۔"

"کیوں؟"

"میں تو آپ کی خادمہ ہوں۔ آج میری ڈیوٹی ہے۔"

"واہ' بہت عمدہ انسان ہیں میرے وہ کرم فرما' جنہوں نے میرے لئے یہ سارے انتظامات کئے ہیں۔" میں ناشتے میں مصروف ہو گیا۔ ناشتے سے فارغ ہونے کے بعد میں اٹھ گیا۔ "اب مجھے کیا کرنا ہے مس سولیشی؟" میں نے پوچھا۔

"آرام۔" اس نے جواب دیا۔

"چلو ٹھیک ہے۔ لیکن میرے کرم فرما مجھ سے کب ملاقات کریں گے؟"

"میں معلوم کر کے آپ کو اطلاع دے دوں گی۔" سولیشی نے جواب دیا۔ اور میں نے گردن ہلا دی۔ میں اپنی آرام گاہ میں آ گیا۔ اور پھر اچانک میں نے سولیشی کو مخاطب کیا۔

"مس سولیشی!"

"جناب!"

"آپ کی ڈیوٹی صرف دن میں رہے گی؟"

"جی ---- جی نہیں ---- اس بارے میں مجھے کوئی ہدایت نہیں ہے۔"

"غالباً آپ ان لوگوں کے بارے میں کچھ نہیں بتائیں گی جن کا میں مہمان ہوں۔ غالباً آپ کو اس سلسلے میں بھی ہدایات ضرور دی گئی ہوں گی؟"

"جی ہاں۔ میں ممنون ہوں گی اگر آپ اس بارے میں کچھ نہ پوچھیں۔"

"کوئی بات نہیں ہے۔ اتنے اچھے لوگوں کے بارے میں' میں کسی برے انداز میں نہیں سوچوں گا۔" میں نے کہا۔ اور سولیشی مجھ سے تھوڑی دیر کے لئے اجازت لے کر چلی گئی۔ اس نے مجھ سے میرا نام معلوم کرنے کی کوشش نہیں کی تھی۔ تنہائی میں میرے ذہن میں پھر تجسس ابھر آیا۔ آخر یہ کون لوگ ہو سکتے ہیں؟ انداز پر اسرار تھا۔ لیکن شاید انہیں میرے اعصاب کے بارے میں معلومات نہیں تھیں۔ وہ مہمان نوازی کر رہے ہیں' ٹھیک ہے' مجھے کیا پڑی کہ میں پریشان ہوں۔ کوئی مقصد تو سامنے تھا نہیں کہ اس کے لئے فکر مند ہو جاؤں۔ چنانچہ آرام سے آنکھیں بند کر کے لیٹ گیا۔

دوپہر کو بھی عمدہ کھانا ملا' شام کو باقاعدگی سے چائے اور پھر رات کو کھانا ---- سولیشی دن بھر میرے ساتھ رہی تھی اور کسی قدر بے تکلف ہو گئی تھی۔ رات کے کھانے کے بعد میں نے اس سے کہا۔

"سولیشی! کیا میری رات تنہا گزرے گی؟"

"میں نہیں سمجھی جناب!" اس نے تجاہل سے کام لیتے ہوئے کہا۔

"اچھے لوگ اگر تمہیں رات بھی میرے ساتھ گزارنے کی اجازت دے دیں تو ----"

"مجھے آپ کا ہر حکم ماننے کی ہدایت کی گئی ہے جناب! لیکن آپ نے صبح سے مجھے کوئی حکم ہی نہیں دیا۔" اس نے کسی قدر شرمائے ہوئے انداز میں کہا۔

"تب ---- میں تمہارے قرب کا متمنی ہوں۔" میں نے کہا۔ اور اس نے نظریں جھکائے رکھیں' پھر بولی۔

"مجھے تھوڑی دیر کے لئے اجازت دیں۔" اور میں نے گردن ہلا دی۔ وہ چلی گئی۔ بہرحال برف پگھل رہی تھی۔ جب وہ واپس آئی۔ تو خوبصورت لباس اور خوبصورت میک اپ میں تھی۔ بڑی عمدہ خوشبو لگائی ہوئی تھی اس نے ---- میرا دل خوش ہو گیا۔ اور پھر سولیشی اس رات کی بہترین ساتھی ثابت ہوئی۔ اس کی عمر اور تجربہ زیادہ نہیں تھا۔ لیکن خود سے بے پناہ متاثر ہونے کا اندازہ کرنے کے بعد میں نے یونہی رواروی میں اس سے ان لوگوں کے بارے میں پوچھا جو میرے میزبان تھے' تو وہ خاموش ہو گئی۔ چند ساعت خاموش رہی پھر بولی۔

"براہ کرم مجھ سے ایسا کوئی سوال نہ کریں جس سے میں الجھ جاؤں۔ کاش مجھے اس کی اجازت ہوتی ----"

"او کے سولیشی ---- بہرحال اگر تمہارا قرب حاصل رہے تو مجھے کسی اور کے بارے میں معلوم کرنے کی ضرورت بھی نہیں رہ جاتی۔" میں نے سیر چشمی سے جواب دیا اور وہ مسکرانے لگی۔

"اب سو جاؤ' مجھے نیند آ رہی ہے۔" اس نے ایک جماہی لیتے ہوئے کہا۔

"ایک وعدے کے ساتھ۔" میں نے اس کے رخسار کو چومتے ہوئے آہستہ سے کہا۔

"کیسا وعدہ؟"

"کل کا دن اور کل کی رات بھی تم میرے نزدیک رہو گی۔"

"یہ وعدہ مجھ سے نہ لو۔" اس نے کہا۔

"کیوں؟"

"اس لئے کہ میرے دن اور میری راتیں میری اپنی نہیں ہیں۔ ہاں میری دلی خواہش یہی ہے کہ میں ہمیشہ تمہارے ساتھ رہوں۔" اس بار وہ عورت کی آواز میں بول رہی تھی اور یہ آواز سچی تھی۔ میں نے اس کی گردن میں ہاتھ ڈالا اور گہری نیند میں ڈوب گیا۔

لیکن صبح زیادہ دور نہیں تھی۔ ابھی نجانے کتنی دیر سویا تھا' نیند پوری بھی نہیں ہوئی تھی کہ کسی کی زوردار ٹھوکروں نے مجھے جگا دیا۔

"اٹھ جاؤ گورنر ---- کب تک سوتے رہو گے؟" ایک بھاری آواز ابھری اور میں چونک پڑا ---- آنکھ کھولی تو سورج کی تیز روشنی نے دوبارہ آنکھیں بند کرنے پر مجبور کر دیا۔ "اٹھو! نہیں تو ٹھوکریں مار کر پسلیاں توڑ دوں گا۔" ایک اور ٹھوکر میرے بدن پر پڑی اور میں جلدی سے اٹھ کر بیٹھ گیا۔ بدن کے نیچے کھردری زمین کی چبھن محسوس ہوئی تھی۔ میں نے متحیرانہ نگاہوں سے ماحول کو دیکھا۔ یا خدا ---- یہ سب کیا ہے؟

میں کسی پہاڑی علاقے میں تھا۔ تیز دھوپ والے بے آب و گیاہ پہاڑی علاقے میں' چاروں طرف

سنگلاخ چٹانیں بکھری ہوئی تھیں جن میں سے چند کا رنگ سیاہ تھا۔ ایک طرف ایک پتلی سی ندی ہلکی آواز میں بہہ رہی تھی۔ میرے نزدیک ہی دوسرے لوگ تھے جن کے لباس بوسیدہ تھے اور ان کے پیروں میں لوہے کی زنجیریں پڑی ہوئی تھیں۔ وہ سب بیٹھے ہوئے تھے۔ ان کے چہروں پر عجیب سی اداسی نظر آرہی تھی۔

لیکن بیڑیاں تو میرے پیروں میں بھی تھیں اور میں اپنے پاؤں چند فٹ سے زیادہ چوڑے نہیں کر سکتا تھا۔ تب میں نے اپنے لباس کو دیکھا۔ زین کا بوسیدہ لباس تھا' گندا اور میلا۔ جس شخص نے ٹھوکریں مار کر مجھے جگایا تھا وہ سیاہ فام تھا اور اس کے ہاتھ میں چمڑے کا ہنٹر تھا۔ میری کنپٹیاں چٹخنے لگیں۔

رات کے مناظر مجھے یاد تھے۔ لیکن میں اتنے کمزور ذہن کا مالک بھی نہیں تھا کہ رات کے واقعات کو خواب سمجھ لیتا یا اس وقت اپنے بدن کو نوچ کر دیکھنے لگتا کہ سو رہا ہوں یا جاگ رہا ہوں۔ البتہ میرا ذہن سوچ میں ڈوبا ہوا تھا۔

رہ رہ کر مجھے ہوریشو یاد آرہا تھا۔ پہلے بھی اس نے ایسی ہی حرکتیں کی تھیں۔ وہ اپنی دانست میں مجھ سے کھیل رہا تھا۔ تو کیا یہ کھیل بھی ہوریشو کا ہے اور ------ وہ مجھے پا گیا ہے۔ سوچا جا سکتا تھا۔ میں اپنی اصلی شکل میں تھا اور مجھے پہچان لیا جانا تعجب خیز نہیں تھا۔ یہ بات بھی میرے علم میں تھی کہ ہوریشو زندہ ہے اور میرے معاملے کو اس نے اپنی انا کا مسئلہ بنالیا ہے۔ اور پھر یہ سیاہ فام' جو مجھے ٹھوکریں مار رہا تھا۔

تو ایک بار پھر میں ہوریشو کے جال میں پھنس گیا ہوں' میں نے ٹھنڈی سانس لے کر سوچا۔ اسی وقت زور زور سے گھنٹی بجی اور بیڑیوں سے بندھے ہوئے لوگ اٹھنے لگے۔ ان میں سفید نسل کے لوگ زیادہ تھے' کچھ دوسرے ممالک کے بھی تھے۔ لیکن یہ بات مجھے معلوم نہیں تھی کہ وہ کون ہیں اور یہاں کیوں ہیں۔ بہرحال میں بھی اٹھ گیا۔ سب لوگ لائن بنا رہے تھے۔ اس وقت جو صورتحال تھی اس کے لئے مناسب یہی تھا کہ وہی کیا جائے جو دوسرے کر رہے ہیں۔ ظاہر ہے ہر جگہ سپرمین نہیں بنا جا سکتا تھا۔ یہاں میں کچھ بھی نہیں کر سکتا تھا' اس لئے خواہ مخواہ کی الجھنیں مول لینے سے کیا فائدہ ------ چنانچہ میں بھی لائن میں آگیا۔ تمام لوگ کھڑے ہوئے تھے۔ پھر دو سیاہ فام پیالے تقسیم کرنے لگے۔ ان کے پیچھے کچھ اور سیاہ فام خوراک تقسیم کر رہے تھے۔ گندی اور بے مزہ خوراک ------ لیکن نجانے اس طرح میری کون سی فطرت کو تسکین مل رہی تھی۔ میں نے وہ خوراک بڑی رغبت سے کھائی اور اس کے بعد نہایت سکون سے وہ سب کچھ کیا جو دوسرے کر رہے تھے۔

محافظ کو ایک بار بھی مجھ سے کوئی شکایت نہیں ہوئی۔ میں نے جی توڑ کر محنت کی تھی۔ دوسرے لوگوں کو ذرا سی کاہلی پر کوڑے پڑتے تھے لیکن میں نے ایک بار بھی ایسا کوئی موقع نہیں دیا تھا۔ اگر یہاں میرے اوپر کوئی نگاہ رکھنے والا ہوگا تو اسے بڑی مایوسی ہوئی ہوگی۔

شام کو پانچ بجے گھنٹی بجی ------ یہ کام ختم ہونے کی اطلاع تھی اور سب نے اپنے ہاتھوں سے اوزار پھینک دیئے۔ اس کے بعد لوگ ستانے بیٹھ گئے۔ میں نے بھی ایک جگہ سنبھال لی۔ مجھ سے تھوڑے ہی فاصلے پر ایک دبلا پتلا مدقوق سا سفید فام بیٹھا ہانپ رہا تھا۔

"ہیلو!" میں نے اسے مخاطب کیا۔ اور وہ اس انداز میں چونک کر مجھے دیکھنے لگا جیسے مجھے بولتے دیکھ کر اسے حیرت ہوئی ہو۔ "تھک گئے ہو؟" میں نے پھر اسے مخاطب کیا۔

"تم نہیں تھکے؟" اس نے پھٹی پھٹی آواز میں کہا۔

"ہاں' دھوپ سخت تھی ------ تھکن تو ہوتی ہی ہے۔"

"پھر فضول سوال کیوں کر رہے ہو؟" وہ برا سا منہ بنا کر بولا۔

"بات کرنے کا موڈ نہیں ہے؟"

"نئے آئے ہو' اسی لئے بکواس کر رہے ہو؟"

"تم کتنے دن سے یہاں ہو؟"

"مجھے یاد نہیں۔" اس نے ہاتھ اٹھا کر کہا اور دوسری طرف منہ کر لیا۔ جیسے مجھ سے بات نہ کرنا چاہتا ہو۔ میں چند ساعت تک انتظار کرتا رہا' پھر اس کے نزدیک کھسک گیا۔

"ماحول سے بہت زیادہ بیزار ہو؟"

"یار ------ براہ کرم فضول باتیں نہ کرو۔ اس گرمی اور تھکن کے بعد بات کرنے کی ہمت کس میں رہتی ہے۔" اس نے عاجز آکر کہا۔

"انسان کو ہمت سے کام لینا چاہئے دوست! میں یہاں نیا نیا آیا ہوں اور تم سے اس جگہ کے بارے میں معلوم کرنا چاہتا ہوں۔" میں نے پھر اسے مخاطب کیا۔

"ہونہہ ------ ہمت سے کام لینا چاہئے۔ تھوڑے دن کے بعد ساری ہمت جواب دے جائے گی۔"

"کیا تم قیدی ہو؟"

"جی نہیں۔ نپولین ہوں اور اپنی مملکت تعمیر کر رہا ہوں۔"

"میرا مطلب ہے' سرکاری قیدی ------؟"

"تم سرکاری قیدی ہو؟" اس نے الٹا سوال کیا۔

"نہیں۔"

"پھر میں کیوں ہوتا؟"

"تب تم یہاں کس طرح آئے؟" میں نے پوچھا اور وہ جھلا کر اپنی جگہ سے اٹھ گیا۔ پھر گھسٹتا ہوا مجھ سے دور چلا گیا۔ میں نے ایک ٹھنڈی سانس لی اور اس کی کیفیت پر غور کرنے لگا۔ رات ہوئی تو وہی کھانا ملا اور اس کے لئے پھر لائن بنانا پڑی تھی۔

کھانا کھا کر قیدی ایک جگہ پڑ گئے۔ مجھے بھی کچھ غنودگی سی محسوس ہوئی تھی۔ شاید دن بھر کی تھکن بدن پر مسلط تھی۔ پھر میں گہری نیند سو گیا۔ اور پھر تیسری صبح بھی آگئی۔ وہ لوگ اپنی دانست میں مجھے پاگل کر دینے پر تلے ہوئے تھے۔ کیونکہ اس صبح آنکھ کھلی تو بدن کے نیچے نہایت آرام دہ بستر تھا' جسم پر سلک کا سلیپنگ سوٹ تھا جو بہت ہی فرحت بخش محسوس رہا تھا۔ خواب گاہ میں حسین تصاویر آویزاں تھیں اور دور کہیں جلترنگ بج رہا تھا۔

میں نے دوبارہ آنکھیں بند کر لیں۔ واقعی ذہن پر قابو پانا مشکل ہو رہا تھا۔ وہ لوگ مجھ پر کافی محنت کر رہے تھے۔ لیکن اس کا مقصد ------ اگر وہ ہوریشو ہے تو سوائے اس کی دیوانگی ------ اس کے علاوہ اور کیا کہا جا سکتا تھا۔

میں اٹھ کر بیٹھ گیا۔ پھر میں نے چاروں طرف نگاہ ڈالی۔ باتھ روم کا دروازہ بھی نظر آگیا اور مجھے

یقین تھا کہ وہاں میرے لئے لباس بھی موجود ہو گا۔ یہ عمارت پہلے والی نہیں تھی۔ بہر حال باتھ روم سے نکلا تو عمدہ لباس بدن پر تھا اور طبیعت کافی شگفتہ تھی۔ لیکن لڑکی ابھی تک نہیں آئی تھی۔

انتظار طویل نہ رہا۔ چند ساعت کے بعد لڑکی بھی آ گئی۔ سولیشی نہیں تھی لیکن اس سے کم خوبصورت بھی نہیں تھی۔ جونہی وہ اندر داخل ہوئی میں نے آگے بڑھ کر اس کی کمر میں دونوں ہاتھ ڈالے اور اسے خود سے چپکا کر ایک طویل بوسہ لیا۔

لڑکی میری اس بے باکی پر ہکا بکا رہ گئی تھی۔ "اب اپنا نام بھی بتا دو ڈارلنگ-----" میں نے اس سے کہا۔ لیکن وہ تعجب سے مجھے دیکھتی رہ گئی تھی۔ "کیوں حیران کیوں ہو؟ اچھا خیر چلو----- ناشتے کے کمرے میں چلو۔ بقیہ گفتگو وہاں ہو گی۔ کل تو تم لوگوں نے مروا دیا تھا۔"

لڑکی پیچھے ہٹ گئی اور میں اس کے ساتھ باہر نکل آیا۔ نہایت اطمینان سے میں ناشتے کے کمرے میں داخل ہو گیا۔ اور پھر ناشتے کے دوران خاموش رہا۔

"مجھے یقین ہے آج کی رات تم میرے پاس رہو گی۔ لیکن تم نے ابھی تک اپنا نام نہیں بتایا۔"

"سنی بارہلز۔" اس نے جواب دیا۔

"ڈیر سنی----- اپنے باس ہوریشو کو میرا سلام پہنچا دینا اور اس سے کہہ دینا کہ کل جس جگہ میری آنکھ کھلے وہ اتنی خشک نہ ہو۔" لڑکی کے چہرے پر ایک رنگ آ گیا تھا۔ پھر وہ خشک ہونٹوں پر زبان پھیرتے ہوئے بولی۔

"آپ آرام کریں جناب!"

"ہاں۔ میں جانتا ہوں۔ تمہیں بتانے کی ضرورت نہیں ہے۔" میں نے کہا اور اٹھ کھڑا ہوا۔ نہایت خاموشی سے میں اپنے کمرے میں آ گیا۔ لڑکی کسی حد تک بے چین نظر آ رہی تھی۔ پھر وہ باہر نکل گئی۔ چلتے وقت اس نے مجھ سے کچھ کہا بھی نہیں تھا۔ میں سمجھ گیا تھا کہ میرے منہ سے ہوریشو کا نام سن کر وہ بے چین ہو گئی ہے اور اب یقیناً دوسروں کو اس بارے میں اطلاع دینا چاہتی ہے۔

اور میرا اندازہ درست نکلا۔ عام طور سے میرے اندازے درست ہی نکلتے تھے۔ آج صورت حال بدلی ہوئی تھی۔ وہ کھیل جو دو تین دن سے جاری تھا' آج تھوڑی سی تبدیلی اختیار کر گیا تھا۔ یعنی اس بار جب دروازے پر آہٹ سنائی دی تو پہلے تو میں نے یہی سوچا کہ شاید لڑکی واپس آئی ہے اور اس نے اپنا کام پورا کر دیا ہے۔

لیکن جب دروازہ کھلا تو مجھے چند شکلیں نظر آئیں اور ان میں سب سے نمایاں صورت گیسپر کی تھی جسے میں نے ایک ہی نگاہ میں پہچان لیا۔ تھوڑا سا چونکنا لازمی تھا۔ کیونکہ بہر صورت یہ ایک غیر معمولی بات تھی۔ گیسپر کے ہونٹوں پر مسکراہٹ تھی۔

"ہیلو مسٹر فریڈرک!" وہ اندر داخل ہوتے ہوئے بولا۔

"ہیلو مسٹر گیسپر----- آپ-----"

"ہاں----- مسٹر فریڈرک! میرا خیال ہے اب کسی تکلف کی ضرورت تو نہیں ہے چنانچہ اگر میں آپ کو راجانواز اصغر کہوں تو آپ کو اعتراض تو نہیں ہو گا۔" گیسپر اندر داخل ہو کر بولا۔ اس کے پیچھے تین آدمی اور تھے جو شاید کافی حد تک مستعد تھے۔ میں جانتا تھا کہ وہ سب مسلح ہوں گے اور میری کسی بھی

حرکت پر گیسپر کی مدد کرنے سے نہ چوکیں گے۔ لیکن میں ایسا کوئی ارادہ نہیں رکھتا تھا۔ چنانچہ میں نے بھی مسکراتے ہوئے گیسپر کا استقبال کیا اور بولا۔

"ہاں۔ کیا حرج ہے۔ جب آپ مجھے جانتے ہیں تو پھر نام تبدیل کرنے کی ضرورت بھی کیا ہے۔"

"بہت خوب۔ لیکن ایک بات بتائیں مسٹر نواز! کیا آپ مجھے نہیں پہچان سکے تھے؟"

"گیسپر! پہلی نگاہ میں مجھے تمہاری صورت کچھ جانی پہچانی سی معلوم ہوئی تھی۔ لیکن تم یقین کرو میں اندازہ نہیں لگا سکا تھا کہ تمہیں کہاں دیکھا ہے۔----- یقیناً تمہارا تعلق بھی ہوریشو بلکہ مکلینو کے گروہ سے ہو گا۔"

"بالکل بالکل اور میرا خیال ہے آپ بھی اس سلسلے میں حق بجانب ہیں مسٹر نواز۔"

"کس سلسلے میں؟" میں نے پوچھا۔

"مجھے نہ پہچاننے کے سلسلے میں۔ ظاہر ہے میں کسی نمایاں حیثیت سے آپ کے سامنے نہیں آیا تھا صرف ایک کارکن یا ایک رکن----- اور ظاہر ہے وہ قابل توجہ نہیں ہوتا۔"

"بے شک۔ لیکن کیا آپ مجھے پہلی نگاہ میں پہچان گئے تھے؟"

"بالکل مسٹر نواز----- کیونکہ میں نے آپ کو اچھی طرح دیکھا تھا۔ ظاہر ہے جو لوگ میرے باسز سے ٹکرائیں یا پھر ان کے لئے باعث توجہ ہوں میں انہیں نظر انداز کیسے کر سکتا تھا۔ میں نہیں سمجھ سکتا تھا کہ میں اتنی آسانی سے آپ پر ہاتھ ڈال سکوں گا۔ آپ نہیں جانتے مسٹر نواز کہ ہوریشو کے گروہ میں میری کیا حیثیت ہو گئی ہے۔ بعض لوگ ایسے ہوتے ہیں جو ہمارے لئے بڑے منفعت بخش ثابت ہوتے ہیں۔ اس طرح آپ کی نشاندہی نے مجھے کہیں سے کہیں پہنچا دیا ہے۔"

"میری طرف سے مبارک باد قبول کریں۔" میں نے پر خلوص لہجے میں کہا۔

"بہت بہت شکریہ۔"

"تو مسٹر گیسپر! میرا خیال ہے بیٹھ جایئے۔ آرام سے باتیں کریں گے۔" میں نے لاپرواہی سے کہا اور ایک آرام کرسی پر بیٹھ گیا۔

گیسپر چند ساعت مجھے دیکھتا رہا تھا۔ پھر وہ مسکراتا ہوا میرے سامنے ایک کرسی پر بیٹھ گیا۔ پھر وہ بولا۔ "بلاشبہ آپ ایک مضبوط اعصاب کے مالک شخص ہیں۔ مجھے تو آج بھی اپنے اس کارنامے پر یقین نہیں آتا کہ میں نے راجانواز اصغر جیسے ایک خطرناک انسان کو گرفتار کرانے میں مدد دی ہے۔ کیونکہ میں ہوریشو کے ساتھ ہوں اور اس ساری زندگی میں میں نے ہوریشو کو جس طرح آپ کے لئے پریشان دیکھا ہے' کسی کے لئے نہیں دیکھا۔"

"اوہ' ٹھیک ہے۔ ہوریشو میرے لئے واقعی فکر مند ہو گا۔" میں نے جواب دیا۔

"ہاں۔ گرانڈ فادر کو آپ کی گرفتاری کی اطلاع دے دی گئی ہے اور وہ بہت خوش ہے۔" گیسپر نے جواب دیا۔

"گویا ہوریشو یہاں نہیں ہے۔"

"نہیں۔"

"کہاں ہے وہ؟"

"گرانڈ فادر عام طور سے ٹور پر رہتا ہے۔ ویسے میں آپ کو یہ بات بتادوں مسٹر نواز کہ جزیرے سے واپسی کے بعد گرانڈ فادر مستقل آپ کے چکر میں ہے۔ مکلینو کے گروہ میں جو مکلینو کے وفادار ہیں' ان میں درپردہ چند ایسے لوگ بھی ہیں جو دراصل ہوریشو کے وفادار ہیں۔ مگر وہاں صرف اس لئے رہ گئے ہیں کہ ہوریشو کو وہاں کے بارے میں اطلاعات دیتے رہیں۔"

"بہت خوب۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "ویسے آپ کو میرے بارے میں کس طرح پتہ چلا؟"

"جہاں سے ہمیں مکلینو کے گروہ میں ہوریشو کے وفاداروں سے اطلاعات ملتی ہیں' وہیں سے ہمیں یہ اطلاع ملی کہ آپ بھی وہاں سے روانہ ہو گئے ہیں۔ ہمارا اندازہ درست ہی تھا اور خود گرانڈ فادر نے بھی یہ بات کہی تھی کہ اس کے بعد ممکن ہے آپ ہالینڈ کا رخ کریں۔"

"ہاں میرے کچھ پروگرام اس کے علم میں تھے۔" میں نے جواب دیا۔

"تو کیا آپ نے انہیں بدلنے کی کوشش نہیں کی؟"

"نہیں۔"

"کیوں ـــــــ میرا خیال ہے یہ دانش مندی تو نہ تھی۔" گیسپر نے کہا۔

"احمق آدمی ہو تم۔" میں نے حقارت آمیز انداز میں کہا۔ "تمہارے خیال میں کیا میں ہوریشو سے ڈرتا ہوں۔"

"اوہ نہیں ـــــــ میں یہ بات نہیں کہہ سکتا۔ لیکن کیا آپ ایک بات بتائیں گے مسٹر نواز۔"

"کیا؟" میں نے پوچھا۔

"آپ نے گرانڈ فادر کے بارے میں اتنی جلدی اندازہ کیسے لگالیا؟"

"ہوریشو اپنی دانست میں چوہے بلی کا کھیل کھیلتا رہتا ہے۔ اس نے پہلے بھی میرے ساتھ ایسی ہی کوشش کی تھی اور اپنی دانست میں مجھے نروس کرنے کا پروگرام بنایا تھا۔ لیکن اس کوشش میں وہ جس بری طرح ناکام رہا وہ شاید تمہارے علم میں ہو۔ میں نے ان تین راتوں کے کھیل ہی میں اندازہ لگالیا کہ اس بار پھر ہوریشو کو دیوانگی کا دورہ پڑا ہے۔"

"اوہ ـــــــ ڈیئر مسٹر نواز! میری درخواست ہے آپ میرے سامنے باس کے لئے ایسے الفاظ استعمال نہ کریں۔"

"وہ تمہارا باس ہے میرا تو نہیں ـــــــ ہاں اگر اس سلسلے میں تمہیں کسی قسم کی ناگواری کا احساس ہو رہا ہے تو ٹھیک ہے تمہیں جو ہدایات ملی ہیں' ان پر عمل کرو۔" میں نے جواب دیا۔

"نہیں نہیں ـــــــ بہرصورت آپ ہمارے مہمان ہیں۔"

"کل میں کس کا مہمان تھا؟"

"ہمارے۔" گیسپر نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

"وہ کون سی جگہ تھی جہاں مجھے بھیجا گیا تھا؟"

"اوہ ـــــــ یہ نہیں بتایا جاسکتا۔ ہوریشو کے بہت سے پروجیکٹ کام کر رہے ہیں۔ وہ کیا ہیں مسٹر نواز ـــــــ ان کی گہرائی میں آپ شاید پوری زندگی نہیں پہنچ سکتے۔ اس کے ہاتھ کتنے لمبے ہیں' آپ اس

کے بارے میں بھی نہیں جانتے۔ میں آپ کو سچ بات بتادوں مسٹر نواز ـــــــ مکلینو گروہ کے لحاظ سے بہت بڑا ہے۔ اس کی ساکھ پوری دنیا میں ہے۔ لیکن ہوریشو نے اس کے لئے جو کچھ کیا ہے مکلینو اسے نظرانداز نہیں کر سکتا۔ مکلینو کو مکلینو بنانے میں بھی ہوریشو ہی کا ہاتھ ہے۔ یہ بڑی لمبی کہانی ہے' کبھی موقع ملا تو تفصیل سے سنادیں گے اور حقیقت آپ کو معلوم ہو جائے گی' بشرطیکہ آپ کو زندگی دی گئی۔"

"جب تمہیں اس کا اندازہ ہے گیسپر کہ ہوریشو مجھے زندہ نہیں رہنے دے گا تو تم اس بارے میں بتانا کیوں نہیں پسند کرتے؟"

"ایسی کوئی بات نہیں مسٹر نواز ـــــــ ہوریشو اس بات کو کسی سے نہیں چھپاتا۔ دراصل ہوریشو پر مکلینو کے کچھ احسانات بھی ہیں۔ مکلینو اسے اس وقت اپنے ساتھ لایا تھا جب ہوریشو' ہوریشو نہیں تھا۔ لیکن ہوریشو کا تعلق جس قبیلے سے تھا' وہ ہوریشو کے خاندان کی بڑی عزت کرتا تھا اور ہوریشو کے آباؤ اجداد اس قبیلے کے روحانی پیشوا رہے تھے' اس لحاظ سے ہوریشو بھی اپنے قبیلے کا روحانی پیشوا تھا۔ لیکن مکلینو نے اسے ساتھ لاکر دوسری لائنوں پر ڈال دیا۔ تاہم جب ہوریشو کو احساس ہوا تو اس نے اپنے قبیلے سے رابطہ قائم کیا اور اب تم سوچ بھی نہیں سکتے مسٹر نواز کہ ہوریشو کی قوت کیا ہے۔ مکلینو کی وجہ سے اسے جزیرے سے بھاگنا ضرور پڑا تھا لیکن وہاں سے بھاگنے کے بعد ہوریشو نے اس بات کا احساس کر لیا کہ وہ مکلینو کے مقابلے میں کمزور کس لئے پڑا ہے۔ اس کے بعد اس نے وہ کمزوریاں دور کرنا شروع کر دی ہیں۔ اب یوں سمجھو کہ ہوریشو ایک ایسے پروگرام پر عمل کر رہا ہے جس کے تحت وہ مکلینو کے پورے گروہ کو تہس نہس کر دے گا اور اس کے بعد مکلینو کا سارا کام خود سنبھال لے گا۔ وہ مکلینو کا یہ غرور بھی توڑ دینا چاہتا ہے۔"

"ہوں ـــــــ ہوریشو کو شاید یہ بات معلوم نہیں ہے کہ مکلینو اب بذات خود کچھ بھی نہیں رہا ہے ـــــــ وہ اندھا ہو چکا ہے۔"

"ہاں ـــــــ کیوں نہیں۔ یہ بات ہمیں معلوم ہے مسٹر نواز! لیکن شاید آپ کو یہ بات معلوم نہیں کہ سب کچھ ختم ہونے کے باوجود وہ جس قدر خطرناک ہے اس کے تحت آنکھوں کا نقصان کوئی بہت بڑی حیثیت نہیں رکھتا۔"

"خیر یہ سب تمہارے آپس کے معاملات ہیں۔ یہ بتاؤ کہ تمہارے گرانڈ فادر سے میری ملاقات کب ہو رہی ہے؟"

"اس بارے میں کچھ نہیں کہا جاسکتا۔"

"میرے بارے میں مزید کیا ہدایات ہیں؟ اب تو یہ بات سامنے آچکی ہے کہ مجھے جس چکر میں پھانسا گیا ہے اور جو شخص مجھے پھانسنے والا ہے وہ میرا دشمن ہے۔ چنانچہ کیا ہوریشو اس کے بعد چوہے بلی کا یہ کھیل ختم کر دے گا؟"

"میں کیا کہہ سکتا ہوں مسٹر نواز۔"

"گیسپر! تم ایک بات تو ضرور مجھے بتا سکتے ہو۔"

"جی جی ضرور۔" گیسپر نے مستعدی سے کہا۔

"کیا تم نے میرے بارے میں ہوریشو کو اطلاع دی تھی؟"

"جی ہاں۔"

"براہ راست؟"

"جی۔"

"اور ہوریشو ہی نے میرے بارے میں کیا ہدایات جاری کی تھیں؟"

"مجھے نہیں معلوم۔ اس کے باوجود کہ مجھے ایک نمایاں حیثیت مل چکی ہے' ہمیں کنٹرول کرنے والے کچھ اور لوگ ہیں۔ ہوریشو نے انہی کو ہدایات جاری کی ہوں گی اور انہی کے ایما پر یہ سب کچھ ہو رہا ہے۔"

"تمہیں مجھ سے ملاقات کی اجازت تو دی گئی ہو گی؟"

"جی ہاں۔"

"لیکن اس گفتگو سے تمہارا کیا مقصد ہے جو تم اس وقت کر رہے ہو؟"

"کچھ نہیں۔ ہم مزید اندازہ لگانا چاہتے تھے۔"

"تم نے مجھے پہلی ہی نگاہ میں پہچان لیا تھا۔ پھر تم کیشتہ کو لے کر میرے ساتھ کیوں آئے تھے؟"

"دراصل میں ہر قیمت پر گروہ کو اطلاع دینا چاہتا تھا اور تمہیں نظرانداز نہیں کرنا چاہتا تھا۔ اور میرے ذہن میں یہ خیال بھی تھا کہ ہو سکتا ہے تمہاری نگاہ مجھ پر پڑ گئی ہو اور تم ہوشیار ہو جاؤ۔ چنانچہ مجھے کیشتہ کو لے کر یہاں تک پہنچنا پڑا۔ یہاں میں نے کیشتہ کو اس کے ایک دوست کے ہاں چھوڑا اور خود اپنی کارروائی کرنے لگا۔ اس وقت جب تم یادگار چوک پر ہپیوں کا جائزہ لے رہے تھے۔ میں نے تمہیں دوبارہ تلاش کر لیا۔ یہ کچھ میرے اندازے تھے اور اس کے بعد میں نے تمہیں نگاہ میں رکھا اور پھر ہم نے اپنی کارروائی ترتیب دے ڈالی۔" گیسپر نے جواب دیا۔

"شکریہ گیسپر! دراصل میرے ذہن میں کچھ باتیں اٹکی ہوئی تھیں۔ مگر اب تم سے گفتگو کرنے کے بعد مطمئن ہو گیا ہوں۔ آئندہ تم لوگوں کو اختیار ہے کہ جو دل چاہے کرتے رہو۔ مجھے اب اس بات کی کوئی پرواہ نہیں ہے۔" میں نے لاپرواہی سے کہا اور گیسپر مسکرانے لگا۔

"میرا خیال ہے مسٹر نواز ---- اس بار آپ کی کوئی کوشش کامیاب نہیں ہو گی۔"

"بس اب تم جا سکتے ہو۔" میں نے برا سا منہ بنا کر کہا۔

گیسپر مسکراتا ہوا کھڑا ہو گیا۔ "ہاں مجھے اجازت دیں۔ آپ سے ہونے والی گفتگو کی اطلاع مجھے آگے پہنچانی ہے۔" اس نے کہا۔

"اپنے باس سے کہہ دینا کہ میں اس سے ذرا بھی مرعوب نہیں ہوں۔ میں آج بھی اس کی قوتوں کو اسی طرح چیلنج کرتا ہوں۔"

"اوکے' اوکے۔" گیسپر نے کہا اور مسکراتا ہوا باہر نکل گیا۔

ہوریشو سے واقف ہو جانے کا اظہار دانش مندی ہو یا غیر دانش مندی مجھے اس بات کی کوئی پرواہ نہیں تھی اور نہ ہی میں اس کے لئے پریشان تھا کہ اب کیا ہو گا۔ بلکہ ہوریشو کو پہچان جانے کے اظہار سے میری انا کو سکون پہنچا تھا۔ میں نے ہوریشو کو اس بات کی خوشی نہیں ہونے دی تھی کہ میں الجھنوں کا شکار

ہوں اور یہ نہیں سمجھ سکا ہوں کہ اس کھیل کی پشت پر کون ہے۔ اپنی دانست میں' میں نے ہوریشو کو ایک اور شکست دی تھی۔ اور اس پر بہت خوش تھا۔

لیکن اس سے ایک نقصان بھی ہوا تھا۔ وہ یہ کہ اس کے بعد میری خدمت گار لڑکی نہیں آئی۔ کوئی بھی نہیں آیا۔ دروازہ باہر سے بند کر دیا گیا تھا۔ ورنہ اگر میں اس بات کا اظہار نہ کرتا کہ میں کھیل سمجھ چکا ہوں تو شاید یہ رات بھی خوبصورت لڑکی کے ساتھ بسر کرنے کو مل جاتی ---- یہ دوسری بات ہے کہ دوسرے دن کسی بدرو میں پڑا ہوتا۔

دوپہر کو کھانا آیا ---- لیکن کھانا لانے والے دو آدمی تھے اور ان کے پیچھے بھی دو مسلح آدمی موجود تھے۔

"بہت خوب۔ کیا تمہارا باس مجھ سے اس قدر خوفزدہ ہو گیا ہے۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ لیکن ان لوگوں نے کوئی جواب نہ دیا۔ "ٹھیک ہے تم جاؤ ----" میں نے کہا اور وہ مجھے گھورتے ہوئے چلے گئے۔ میں اطمینان سے کھانے کی طرف متوجہ ہو گیا۔

ظاہر ہے مجھے اپنے اس اظہار کا افسوس نہیں تھا۔ جو کچھ ہوا ---- ٹھیک ہی ہوا تھا۔ کم از کم تبدیلی تو ہوئی۔ میں ہوریشو کے کھیل کو سمجھ گیا تھا۔ یونہی ہوتا رہتا۔ کبھی اطلس و کمخواب' اور کبھی کھردری چٹائیں۔ لیکن اب تبدیلی ہوگی۔

اور یہ تبدیلی میرے لئے بہتر تھی۔ پچھلا عرصہ جس قدر ذہنی کھولت میں گزرا تھا' وہ بہت تکلیف دہ تھی۔ اگر یہ لوگ درمیان میں نہ آ ٹپکتے تو نجانے کب تک میں انہی الجھنوں کا شکار رہتا اور میری یہ کیفیت نجانے مجھے کون سے راستوں پر لے جاتی۔ کم از کم اس ہنگامے سے ذہن پر طاری جمود تو ٹوٹا تھا۔ چنانچہ میں پر سکون تھا۔

کھانے کے بعد میں آرام کرنے لیٹ گیا۔ کوئی کام تو تھا نہیں۔ میں جانتا تھا کہ اب عیش بہت کم رہ گئے ہیں۔ بہت جلد کوئی سخت فیصلہ ہو جائے گا اور میں اب اس فیصلے کا انتظار کر رہا تھا۔ رات کا کھانا بھی وہی دونوں لائے تھے۔ میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

"شکریہ دوستو ---- لیکن ابھی دوپہر کا کھانا بھی ہضم نہیں ہوا ہے۔" میں نے شرارت آمیز لہجے میں کہا۔ لیکن انہوں نے اب بھی کوئی جواب نہیں دیا تھا اور کھانا رکھ کر خاموشی سے چلے گئے۔ دروازہ باہر سے بند کر دیا گیا تھا۔ میں جانتا تھا کہ اس کھانے میں بے ہوشی کی دوا ملی ہوئی ہے۔ اور اسے کھانے کے بعد میں بے ہوش ہو جاؤں گا۔ کیوں نہ یہ رات بھوکا رہ کر گزاری جائے۔ اس طرح ان لوگوں کی کارروائی دیکھنے بلکہ ممکن ہے کچھ کرنے کا موقع مل جائے۔ لیکن اس کے لئے انہیں دھوکے میں رکھنا ضروری تھا۔

چنانچہ میں نے چاروں طرف دیکھا اور ٹرے سے کھانے کی ایک مقدار نکال لی۔ اس کھانے کو ایک کاغذ میں لپیٹ کر ایک وارڈروب میں محفوظ کر لیا۔ پانی کے گلاس باتھ روم میں بہا دیئے۔ اور پھر اطمینان سے مسہری پر آلیٹا۔ لباس میں نے تبدیل کر لیا تھا۔ دیر تک مسہری پر کروٹیں بدلتا رہا۔ بہرحال میں نے فیصلہ کر لیا تھا کہ اس رات ان سے بھڑ جاؤں گا اور پھر تماشہ دیکھوں گا۔

نجانے کتنی رات گزر گئی۔ کھانا لانے والے بچا ہوا کھانا اور برتن وغیرہ لے گئے تھے۔ انہوں نے مجھ پر کوئی توجہ نہیں دی تھی۔

"پھر اس وقت شاید پون بجا تھا جب اچانک کمرے میں ایک تیز بو پھیل گئی۔ بہت تیز اور ناگوار بو آئی۔ میں اچھل پڑا۔۔۔۔۔ یہ خواب آور گیس کی بو تھی۔ دوسرے ہی لمحے میں اٹھ کر بیٹھ گیا۔
نہیں چل سکی تھی۔ ہوریشو جیسے خطرناک انسان کی ساتھی اتنے بدھو نہیں ہو سکتے تھے۔ انہوں نے ضرور سوچا ہو گا کہ میں جان بوجھ کر بے ہوش ہونا پسند نہیں کروں گا۔ اور پھر میں نے کھانا لانے والوں سے کھانے کے بارے میں کچھ الفاظ بھی کہے تھے۔ وہ اس چکر میں نہیں آئے۔ یا پھر یہ بھی ممکن ہے کہ آج کے کھانے میں بے ہوشی کی دوا ملائی ہی نہ گئی ہو اور پہلے ہی سے ان کا گیس کا پروگرام ہو۔ میرے بارے میں بھی تو وہ سوچ سکتے تھے کہ میں اتنا گدھا نہیں ہوں کہ اطمینان سے کھانا کھا کر بیہوش ہو جاؤں گا۔ بہرحال چند ساعت تک یہ احساسات ذہن پر طاری رہے۔ سانس کتنی دیر تک روک سکتا تھا۔ پورے کمرے میں گیس بھر گئی تھی۔

دو تین بار مجھے کھانسی آئی اور پھر ذہن غنودہ ہو تا گیا۔ آج بھی بے ہوشی سے نہیں بچ سکا تھا۔ لیکن آج بے ہوشی زیادہ طویل نہیں تھی۔ رات ہی کے کسی حصے میں ہوش آ گیا تھا یا پھر۔۔۔۔۔ یا پھر جس جگہ میں تھا' یہاں تاریکی پھیلی ہوئی تھی۔ لیکن بدن کے نیچے کھردری زمین تو نہیں تھی۔ آرام دہ بستر بھی نہیں تھا' ٹھنڈا ٹھنڈا سپاٹ فرش ہلکی ہلکی بو بھی تھی' پٹرول کی سی بو۔۔۔۔۔ لیکن۔۔۔۔۔ لیکن یہ جگہ۔۔۔۔۔ میں نے اسے ہاتھ سے ٹٹولا۔ اور ایک عجیب سا احساس ہوا' تب میں نے اسے انگلی سے بجایا۔ تیز آواز تو نہیں ہوئی تھی لیکن یہ اندازہ ہو گیا تھا کہ وہ دھات کا فرش ہے۔

تاریکی بے پناہ تھی جس سے اس کے بارے میں اندازہ نہیں لگایا جا سکتا تھا۔ بہرحال دیر تک میں اسی طرح پڑا رہا اور پھر جب حواس پوری طرح مجتمع ہو گئے تو میں اٹھ گیا۔ لیکن بڑی پھسلن تھی۔ جوں ہی کھڑا ہوا پاؤں پھسل گیا اور میں دھڑام سے گر پڑا۔ تب اس بو کا راز میری سمجھ میں آ گیا۔

یہ تیل کی کوئی پائپ لائن تھی۔ ایک لمحے کے لئے بدن میں ایک عجیب سی سنسنی دوڑ گئی۔ پائپ لائن خالی ہے۔ لیکن اگر اس میں تیل چھوڑ دیا جائے تو۔۔۔۔۔ تو۔۔۔۔۔ میرا دم گھٹنے لگا۔

تو ہوریشو نے مجھے ختم کرنے کا فیصلہ کر لیا۔ لیکن مارنے کا یہ طریقہ بھی اس کی خوفناک فطرت کی طرف اشارہ کر رہا تھا۔ پھر کیا کیا جائے۔ جان بچانے کی کوشش نہ کرنا تو بزدلی ہے' جدوجہد کرتے ہوئے جان دینی چاہئے۔ پائپ لائن کا قطر کیا ہے۔ اس کا اندازہ کرنا تو مشکل تھا۔ کیونکہ کھڑا ہونا مشکل ہے۔ بس کسی ایک سمت بڑھا جائے۔ لیکن کس سمت۔۔۔۔۔؟ اس سے کیا فرق پڑتا ہے' کسی بھی طرف یہ ضروری تو نہیں تھا کہ لائن کا دہانہ کسی مناسب جگہ ہی ہو۔ اور وہاں پہنچ کر زندگی بچ جائے۔

چنانچہ میں نے چند لمحات تک سوچا۔ اور پھر ایک طرف کھسکنا شروع کر دیا۔ تیل کی پھسلن کھڑا تو نہ ہونے دے رہی تھی لیکن آگے بڑھنے میں بہترین معاون تھی۔ ایک مرتبہ کھسک جاتا تو کئی فٹ تک پھسلتا چلا جاتا طریقہ عمدہ تھا' اس طرح پائپ لائن کا سفر کافی تیز ہو سکتا تھا۔

لیکن کئی بار پھسلنے کے بعد ایک دفعہ جو پھسلا تو سر بڑی زور سے کسی چیز سے ٹکرایا۔ چوٹ نے چند لمحوں تک تو حواس معطل رکھے۔ پھر میں نے ٹٹول کر اس چیز کو دیکھا جس نے راستہ بند کیا تھا۔ اور پھر میں گہری سانس لے کر رہ گیا۔ سارے انتظامات مکمل کر دیئے گئے تھے۔ پائپ لائن کو یہاں سے بند کر دیا گیا تھا۔ یقیناً وہ دوسری طرف سے بھی بند ہو گی۔ اس بات کا خیال رکھا گیا ہو گا کہ میں پائپ لائن میں چلتا ہوا باہر نہ آ

جاؤں۔ کھڑا تو ہو نہیں سکتا تھا۔ ویسے کسی درمیانی حصے سے ہی مجھے اس میں ڈالا گیا ہو گا۔ بہرحال ہوریشو کی یہ کوشش پوری طرح کامیاب تھی۔ ایک طرح سے اس نے مجھے صفحہ ہستی سے مٹا دیا تھا اور موت بھی ایسی دی تھی کہ مرنے کے بعد بھی یاد رکھوں۔ واہ ہوریشو۔۔۔۔۔ لیکن استاد۔۔۔۔۔ میں آخری جدوجہد کر کے مروں گا۔

میں پلٹ پڑا۔ اور اس بار میرا سفر پہلے سے کہیں زیادہ تیز تھا۔ میں نے ہاتھ آگے کر لئے تھے تاکہ پائپ لائن کے دوسرے سرے سے ٹکرا کر سر ہی نہ پھٹ جائے۔ لیکن اس بار کافی دیر تک میں پھسلتا رہا اور پائپ لائن کا سرا نہ آیا۔ ویسے گھٹن اسی طرح برقرار تھی۔ کہیں سے ہوا کا گزر نہیں تھا اور پھیپھڑے پھٹے جا رہے تھے۔

پھسلنے کی رفتار میں اب تھوڑی سی مہارت بھی شامل ہو گئی تھی۔ میں پائپ لائن کے قطر کا اندازہ لگا چکا تھا۔ چنانچہ کناروں پر پاؤں جما کر زور لگاتا اور ہاتھ آگے پھیلا دیتا۔ اس طرح دور تک پھسلتا چلا جاتا۔ نجانے کتنا طویل فاصلہ طے کیا اور اچانک۔۔۔۔۔ نجانے کیا ہوا۔ ایک بار جو پھسلا تو۔۔۔۔۔ بدن کے نیچے سے پائپ لائن نکل گئی۔ میں نیچے گرنے لگا۔

لیکن زیادہ نیچے تک نہیں۔۔۔۔۔ تقریباً دس فٹ گہرائی میں گرا تھا۔ چوٹ تو کافی لگی تھی لیکن کوئی حیثیت نہیں رکھتی تھی۔ ذہن الجھا ہوا تھا۔ لیکن دوسرے لمحے جس جگہ میں گرا تھا' وہ اپنی جگہ سے کھسکنے لگی۔ ایک تیز سرسراہٹ بلند ہو رہی تھی اور اس کے بعد ایک تیز روشنی ہوئی۔ بالکل یوں لگا تھا جیسے کیمرے کی فلیش لائٹ براہ راست آنکھوں پر پڑی ہو۔ آنکھوں میں ناقابل برداشت ٹیسیں اٹھنے لگی تھیں۔ لیکن اس کے ساتھ ہی بڑی فرحت بخش ہوا لگی تھی۔ پورے بدن میں سردی کی لہر دوڑ گئی۔ بدن پسینے میں ڈوبا ہوا تھا اس لئے سردی کچھ تیز ہو گئی تھی۔ میں کپکپاہٹ نہ روک سکا۔ آنکھیں بند تھیں اور بدن ناقابل برداشت سردی محسوس کر رہا تھا۔

تب میرے کانوں میں ایک قہقہہ گونجا۔۔۔۔۔ "واہ' کتنا خطرناک شخص کسی سردی کھائے ہوئے کتیا کے پلے کی طرح کپکپا رہا ہے۔"

اور یہ آواز۔۔۔۔۔ ہوریشو کے علاوہ کسی کی نہیں تھی۔ میں نے آنکھیں کھولنے کی کوشش کی۔ لیکن آنکھوں نے کھلنے سے انکار کر دیا تھا۔ اتنی تیز روشنی تھی کہ آنکھیں برداشت کرنے سے قاصر تھیں۔

"میں اس فلم کو ہمیشہ محفوظ رکھوں گا۔ ایسے مناظر میرے لئے بیحد دلکش ہوتے ہیں۔ ہاں' اس لئے کہ مسٹر نواز اصغر کو کچھ لوگ ناقابل تسخیر سمجھتے تھے اور شاید وہ بھی خود کو۔۔۔۔۔ کیا آپ آنکھیں نہیں کھولیں گے نواز اصغر۔۔۔۔۔ دیکھئے تو کتنے کیمرے آپ کی یہ فلم بنا رہے ہیں۔"

میں نے اس کی بات سنی ان سنی کر دی۔ لیکن اس کے یہ الفاظ میرے لئے اہمیت نہیں رکھتے تھے۔ وہ میرے اوپر قادر تھا' اس وقت کچھ بھی کہہ دے' کیا فرق پڑتا ہے۔ میرا ذہن شگفتہ تھا۔۔۔۔۔ اس کا یہ احسان کیا کم تھا کہ اس نے بہرحال یہ حصہ کھلا رکھا تھا۔ اس کا مطلب ہے کہ اسے یقین تھا کہ میں بچ کر یہاں تک ضرور پہنچ جاؤں گا اور بہرحال یہ بھی در پردہ میری حیثیت کا اعتراف تھا۔

"ڈیئر ہوریشو! تھوڑی دیر کے لئے لائٹ آف کرا دو۔ میرا حلیہ خراب ہے' غالباً تیل کے دھبے بھی پڑے ہوں گے۔" میں نے چیخ کر کہا۔

ہوریشو کے حلق سے پھر ایک قہقہہ ابل پڑا۔ "تو کیا تم خود کو کسی فلم کا ہیرو سمجھ رہے ہو؟ تمہاری بے بسی کو ہی تو میں سلولائیڈ پر منتقل کرنا چاہتا ہوں۔" اس نے کہا۔

"یہ تو کوئی بات نہ ہوئی ہوریشو!"

"کیوں؟"

"کیا تم اس فلم کو دیکھتے وقت یہ بھول جاؤ گے کہ تم نے کن حالات میں یہ فلم تیار کرائی ہے اور اس کے لئے تمہیں کتنی مشکلات سے گزرنا پڑا ہے؟"

"یہ تو ایک ڈائریکٹر کا فرض ہے کہ وہ ماحول پیدا کرے۔"

"تمہاری مرضی۔" میں نے کہا۔

"نہیں۔ تمہاری خواہش کا احترام کیا جائے گا۔ لائٹ آف کر دو۔" ہوریشو نے کہا۔ اور بند آنکھوں کو سکون کا احساس ہوا۔ اب اس جگہ ٹھنڈی نیلی روشنی تھی۔ میں نے آنکھیں کھول دیں اور ماحول کو دیکھنے لگا۔ ایک بڑا سا ہال تھا' نہایت شفاف۔ چاروں طرف کیمرے لگے ہوئے تھے۔ ان کے پیچھے آپریٹر کھڑے ہوئے تھے۔

ایک دیوار کے قریب ایک بڑی کرسی پڑی تھی جس پر ہوریشو بڑے شاہانہ انداز میں بیٹھا ہوا تھا۔ اس کے سیاہ جسم پر سیاہ ہی لبادہ تھا اور سر پر بڑا سا سنہری تاج جگمگا رہا تھا۔

"کھڑے ہو جاؤ نواز!" ہوریشو لہجہ بدل کر بولا۔ اور میں نے اس کے حکم کی تعمیل کی اور ہوریشو پھر ہنس پڑا۔ "اوہ' تم تو بڑے سعادت مند ہو گئے ہو۔" اس نے کہا۔

"اس کی وجہ ہے ہوریشو!" میں نے کہا۔

"کیا——— کیا؟" وہ دلچسپی سے بولا۔

"تم نے میری شخصیت کا اعتراف کیا ہے۔" میں نے جواب دیا۔

"اوہو' وہ کس طرح؟"

"تم میرے منتظر تھے ہوریشو!" میں نے مسکراتے ہوئے کہا اور ہوریشو نہ سمجھنے والے انداز میں مجھے دیکھنے لگا۔ پھر جیسے وہ میری بات سمجھ گیا اور اعتراف کے انداز میں گردن ہلاتے ہوئے بولا۔

"ہاں راجا نواز اصغر! میں جانتا ہوں کہ کسی ایسی صورت میں تمہیں مارنا بیحد مشکل کام ہے۔ مجھے یہ بھی علم تھا کہ اس خطرناک جگہ سے بھی تم با آسانی نکل سکتے ہو۔ رہا تمہاری شخصیت کے اعتراف کا سوال تو وہ تو میں نے ہمیشہ کیا ہے۔ اگر میں تمہاری شخصیت کا اعتراف نہ کرتا تو تمہارے لئے اس قدر پریشان نہ ہوتا۔ یقین جانو میں تمہارے لئے سخت پریشان رہا ہوں۔"

"مجھے یقین ہے ہوریشو۔" میں نے جواب دیا۔

"اوہو' اب جبکہ ہم اس ماحول میں آگئے ہیں تو میرا خیال ہے مجھے تمہارے ساتھ اچھا سلوک کرنا چاہئے۔ گورن!" اس نے کسی کو مخاطب کیا اور ایک آدمی سامنے آگیا۔ "مسٹر نواز کو یہاں سے لے جاؤ۔ ہم تھوڑی دیر کے بعد دوستانہ ماحول میں گفتگو کریں گے۔ ان کی ضرورت کا ہر طرح سے خیال رکھا جائے۔" اس نے کہا۔ اپنی دانست میں ایک بار پھر اس نے مجھے ذہنی جھٹکا دینے کی کوشش کی تھی۔ بہرحال میں گورن کے ساتھ آگے بڑھ گیا۔

اس ہال کا ایک دروازہ راہ داری میں کھلتا تھا۔ اس راہ داری سے گزر کر ہم ایک کمرے میں داخل ہو گئے۔ گورن مضبوط جسم کا قد آور آدمی تھا۔ لیکن میری طرف سے بیحد چوکنا نظر آ رہا تھا۔ جیسے اسے خطرہ ہو کہ کسی بھی لمحے' میں اس پر حملہ کر دوں گا۔

لیکن میرا ایسا کوئی ارادہ نہیں تھا۔ ظاہر ہے ایسی حماقت سے کوئی فائدہ نہ ہوتا۔ میں ان لوگوں کے چنگل میں تھا اور اس عمارت کے بارے میں کچھ بھی نہیں معلوم تھا کہ یہ کہاں ہے اور تیل کی پائپ لائن کہاں تک گئی تھی۔

چنانچہ ایسی صورت میں حملہ کر کے نکل جانے کی کوشش کا کوئی فائدہ نہیں ہوتا——— ہوریشو نے اپنی روایتی حماقت سے کام لے کر پھر مجھے ایک بار موقع دیا تھا۔ اس موقع سے فائدہ اٹھانے کا انتظار ہی کرنا بہتر تھا۔

گورن مجھے ایک کمرے میں لے گیا اور پھر اس نے ایک الماری کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ "اس میں لباس موجود ہے اور وہ سامنے باتھ روم ہے۔ تم آرام سے تیار ہو جاؤ۔"

"تھینک یو مسٹر گورن!" میں نے مسکراتے ہوئے کہا اور گورن بدحواس سے انداز میں باہر نکل گیا۔ شاید ان لوگوں کو میری حیثیت کے بارے میں اچھی طرح علم تھا۔

میں نے باتھ روم میں تقریباً ایک گھنٹہ صرف کیا۔ تیل کے بڑے بڑے دھبے چہرے اور بدن کے دوسرے حصوں پر پڑ گئے تھے۔ میں نے انہیں صاف کیا۔ بہرحال میرے آہنی اعصاب نے مجھے حواس میں رہنے دیا تھا ورنہ جو مجھ پر بیت چکی تھی' اس کے تحت تو حواس تک سن ہو جانے چاہئیں تھے۔ نجانے کس طرح میں بچ گیا تھا۔ پھیپھڑے کافی دیر تک ہوا سے محروم رہے تھے اس لئے ابھی تک سانس لینے میں مشکل ہو رہی تھی۔ بہرحال میں نے ہوریشو کو اس بات کا احساس نہ ہونے دیا تھا۔

نہانے کے بعد میں باہر نکل آیا۔ الماری سے لباس نکالا اور اطمینان سے پہن لیا۔ بالکل اس انداز میں جیسے کوئی پرواہ ہی نہ ہو اور ان کا انتظار کرنے لگا۔ لیکن ان لوگوں کو شاید میری ساری حرکات کا علم تھا۔ چنانچہ چند ہی منٹ کے بعد گورن ایک شخص کے ساتھ اندر آیا اور اس نے ایک ٹرے میرے سامنے رکھ دی جس میں کافی' سینڈوچز اور ایسی ہی چند دوسری چیزیں تھیں۔

"یقیناً تم بھوکے ہو گے اور ناشتے کا وقت بھی ہو چکا ہے۔" گورن نے کہا۔ اس کا ساتھی باہر چلا گیا تھا۔

"تھینک یو مسٹر گورن!" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ ہوریشو کا میری جانب سے شکریہ ادا کر دینا۔" میں نے کہا اور ناشتے پر جھک گیا۔

مجھے خدشہ تھا کہ ہوریشو پھر کہیں لمبی تان کر نہ سو جائے اور میرے ساتھ یہ کھیل جاری رہے۔ لیکن اب میں یہ کھیل جاری رہنے نہیں دینا چاہتا تھا۔ اگر ایسی کوئی کوشش ہوئی بھی تو میں سخت جدوجہد کروں گا اور ظاہر ہے ویسے تو میں ہوریشو کے چنگل میں ہوں ہی اور وہ مجھے یہاں خاطر مدارات کرنے کے لئے نہیں لایا تھا۔ وہ مجھے قتل کرنے کی کوشش کرے گا اور جب مرنا ہی ہے تو ہوریشو کی طرف سے موت کا انتظار کیوں کیا جائے' کیوں نہ خود جدوجہد کی جائے۔ اس کے بعد کی موت بھی ظاہر ہے موت ہی ہو گی۔

لیکن ہوریشو اس بار اس موڈ میں نہیں تھا۔ دوپہر کے کھانے کے بعد مجھے اس کا پیغام ملا اس نے

مجھے طلب کیا تھا۔

ہوریشو اسی ہال میں نظر آیا۔ لیکن اس ہال میں کیمرے وغیرہ نہیں تھے۔ نہایت صاف ' شفاف ماحول تھا۔ ویسے اب بھی یہاں روشنیاں جگمگا رہی تھیں۔ اس کی وجہ شاید یہی ہو کہ یہ ہال تاریک تھا اور روشنی سے ہی منور نظر آتا تھا۔

ہوریشو اس وقت بھی اسی کرسی پر بیٹھا ہوا تھا۔ اس کے جسم پر رنگین لباس تھا' جو یقیناً افریقی قبائل کا تھا۔ سر پر پروں والا ایک تاج تھا' ہاتھ میں ترشول لئے وہ بڑا مضحکہ خیز نظر آ رہا تھا۔ اس کے قرب و جوار میں کھڑے لوگ بھی سیاہ فام ہی تھے۔ ہوریشو کے چہرے پر وہی پر غرور مسکراہٹ تھی۔

"بات یہ ہے مسٹر نواز!" اس نے بھاری لہجے میں کہا۔ مکلینو نے مجھے اس وقت اپنے ساتھ شامل کیا تھا جب میں ان تمام معاملات سے بہت دور ایک سیدھا سادا انسان تھا۔ ایک طرح سے وہ میرا استاد ہے اور اس لائن میں وہی مجھے لانے والا بھی ہے۔ لیکن میں نے اپنی بے پناہ صلاحیتوں سے مکلینو کا قرض چکا دیا۔ نہ صرف قرض چکا دیا بلکہ اسے اس قابل بھی بنا دیا کہ وہ بین الاقوامی ہو کہلائے۔ لوگ اس کے نام سے کانپتے ہیں اور خاص طور سے اس لائن کے لوگ مکلینو کو اپنا جد امجد مانتے ہیں۔ لیکن تم شاید اس بات کا یقین نہ کرو نواز کہ یہ سب ہوریشو کا کیا دھرا ہے۔ مکلینو بذات خود ذہین انسان ہے۔ اور بہتر کارکردگی کا مالک بھی ——— لیکن ہوریشو نے اس کے لئے جو خوف و ہراس پھیلایا ہے۔ مکلینو بذات خود اپنے لئے وہ کچھ نہیں کر سکتا تھا۔ چنانچہ اگر مکلینو ہوریشو کو اس حیثیت سے تسلیم کرتا تو ہوریشو کبھی اس سے جدا ہونے کی کوشش نہ کرتا۔ لیکن تم خود دیکھو' مکلینو نے مجھے صرف ایک غلام کی حیثیت سے ٹریٹ کرنا چاہا تھا۔ وہ میری حیثیت کو بھول گیا تھا۔ اس کی بیٹی تم پر عاشق ہو گئی تھی۔ کیا میں غلط کہہ رہا ہوں؟ مجھے بتاؤ نواز! کیا اس نے تمہیں اپنی خلوتیں نہیں بخشیں؟"

"یہ درست ہے مسٹر ہوریشو۔" میں نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

"ایسی صورت میں اس نوجوان لڑکی کو مجھ پر ترجیح دی گئی۔ کیا مکلینو اس کے لئے سزا کا مستحق نہ تھا؟"

"میں تو یہ بات نہیں کہہ سکتا۔ بہرصورت وہ میری فیور میں تھی۔"

"ہاں ——— اگر تم یقین کرو تو میں تمہیں مکلینو سے بہتر سمجھتا ہوں۔ تم دلیر انسان ہو اور بہتی صلاحیتوں کے مالک ہو۔ اگر مکلینو کی جگہ تم ہوتے تو میں اتنی آسانی سے تمہارے بارے میں یہ سب کچھ نہیں کہہ سکتا تھا۔"

"میں تمہارا شکریہ ادا کرتا ہوں مسٹر ہوریشو۔"

"بہرحال مسٹر نواز! مجھے خوشی ہے کہ میں دلیر شخص سے دشمنی کر رہا ہوں۔ دلیر دشمن کی دشمنی میں بھی مزا آتا ہے۔ رہا مکلینو تو وہ بس عجیب سا انسان ہے۔ اس نے مجھے چیلنج کیا ہے کہ وہ مجھے دنیا کے کسی خطے میں نہیں چھوڑے گا۔ لیکن میں تمہیں بتاؤں مسٹر نواز ——— کاش تم اس وقت زندہ ہوتے جب مکلینو ہوریشو کے ہاتھوں کتے کی موت مارا جاتا۔ یہ یقینی بات ہے' اسے مرتے وقت تم اپنے ساتھ لے جانا ———"

"ٹھیک ہے مسٹر ہوریشو! یہ تمہارا اور مکلینو کا معاملہ ہے' مجھے اس سے کوئی دلچسپی نہیں

ہے۔" میں نے بات کاٹ کر کہا۔

"درست ہے مسٹر نواز! بہرحال اس وقت تو معاملہ ہمارا اور تمہارا ہے۔"

"ہاں ——— یقیناً۔"

"تمہارا کیا خیال تھا مسٹر نواز میرے بارے میں؟ کیا تمہارے خیال میں جزیرے پر مکلینو کے کامیاب ہونے کے بعد میں ٹوٹ گیا تھا؟"

"میں نے یہی سوچا تھا ہوریشو۔"

"کیوں؟"

"اس وقت جب تمہارے سیاہ فام افریقی ساتھی تمہاری مدد کو آ گئے تھے تو میں نے یہی سوچا تھا کہ پانسہ پلٹ گیا اور مکلینو مارا گیا۔ لیکن مکلینو بہت چالاک نکلا۔ اس نے پہلے ہی انتظام کر لیا تھا۔"

"ہاں۔ بہرحال وہ بین الاقوامی ساکھ کا مالک ہے۔ اور پاور فل گروہ رکھتا ہے۔ اس کے اپنے چاہنے والوں کی تعداد زیادہ ہے کیونکہ بہرحال میں اس کا نمبر دو تھا۔"

"تمہیں مکلینو کے بارے میں علم ہے؟"

"کیا؟"

"وہ اندھا ہو گیا ہے۔"

"ہاں۔ مجھے علم ہے۔ لیکن ٹھیک بھی ہو سکتا ہے۔ ویسے میں نے تہیہ کر لیا ہے کہ اگر وہ اندھا رہا تو میں اسے اپنے ہاتھوں سے قتل نہیں کروں گا۔"

"کیا مطلب؟"

"اسے آنکھیں مل جائیں گی۔ یہ دور اتنا بیک ورڈ نہیں ہے کہ کسی اندھے کو آنکھیں بھی نہ مل سکیں اور پھر اس کے وفادار تو اس کے لئے اپنی آنکھوں کے ڈھیر لگا دیں گے۔"

"اوہ۔" میں نے گردن ہلائی۔

"اور میں نے اس وقت کے لئے اپنی کارروائیاں روک دی ہیں۔ ویسے سنا ہے اس کا گروہ اس کی بیٹی کنٹرول کر رہی ہے۔ اب میں اس لڑکی سے کیا الجھوں۔ ویسے تمہیں یہ سن کر ہنسی آئے گی کہ اس کے گروہ کے بے شمار لوگ وہاں سے ٹوٹ کر میرے پاس آ رہے ہیں اور حلف نامے داخل کر رہے ہیں کہ وہ ہمیشہ میرے وفادار رہیں گے۔ وہ لوگ بھی ہیں جو اس کی طرف سے میرے خلاف لڑ چکے ہیں۔ تم ان لوگوں کے ساتھ ایک دن گزار آئے ہو کیا تم نے انہیں دیکھا تھا؟"

"اوہ' وہ جو پہاڑوں میں تھے؟"

"ہاں۔ ان میں زیادہ لوگ وہی تھے۔ انہیں بہرحال سزا ملنا تو ضروری ہی تھا۔"

"خوب۔"

"مجھے یقین ہے کہ بیٹی گروہ کنٹرول نہیں کر سکے گی اور گروہ ختم ہو جائے گا۔ اس کے بعد اس گروہ کے لوگ کہاں پناہ لیں گے' سوائے ہوریشو کے دامن میں۔ مکلینو خود بخود تباہ ہو جائے گا۔ اس نے اپنی زندگی میں یہ سب سے بڑی حماقت کی ہے نواز۔"

"شاید۔"

"اور تم ----" ہوریشو میری طرف دیکھ کر بولا۔ "تم میرے نزدیک ایک آئیڈیل ہو۔ میں دل سے تمہاری قدر کرتا ہوں نواز ---- لیکن تمہاری صلاحیتیں اس شکل میں میرے لئے ناقابل برداشت ہیں کہ تم میرے دشمن ہو۔ میں تمہیں نیست و نابود کر دینا چاہتا ہوں۔"

"یہی تمہارے حق میں بہتر ہے ہوریشو۔" میں نے سکون سے کہا اور وہ مجھے گھورنے لگا۔

"کیا مطلب؟"

"میری زندگی تمہیں تمہارے ارادوں میں ناکام بنادے گی۔"

"بکواس ہے۔" وہ نفرت بھرے لہجے میں بولا۔

"کیوں ڈیئر؟"

"تم کچھ بھی ہو ---- ہوریشو کے سامنے نہیں آسکتے۔ یہ حقیقت ہے کہ ایک عرصے تک تم میرے کنٹرول سے باہر رہے ہو۔ لیکن اس کی وجہ تھی۔"

"کیا؟" میں نے پوچھا۔

"اس وقت میں مکلینو کے زیر اثر تھا۔ مجھے اس کی ہدایات پر عمل کرنا پڑتا تھا۔ لیکن آج صورت حال دوسری ہے۔"

"میں کیا کہہ سکتا ہوں ہوریشو ---- یہ صرف تمہارا خیال ہے۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

ہوریشو مجھے گھورنے لگا۔ پھر اچانک مسکرا پڑا۔ "بہت چالاک ہو۔ بعض اوقات تمہاری یہ چالاکیاں بیحد دلکش لگتی ہیں مجھے ---- اور میرا دل چاہتا ہے کہ تمہیں واقعی زندہ رکھوں۔"

"اس میں چالاکی کی کیا بات ہے؟"

"کیا تم مجھے طیش نہیں دلا رہے کہ میں تمہیں چھوڑ دوں اور انتظار کروں کہ تم میرا کیا بگاڑتے ہو۔ لیکن میں جانتا ہوں کہ زندہ رہنے کے بعد تم نہ صرف ہالینڈ چھوڑ دو گے بلکہ اس جگہ بھی نظر نہ آؤ گے جہاں میری پہنچ ہو سکتی ہے۔"

"ہوریشو جیسے عمدہ انسان کو اس قسم کی حماقتوں کا شکار دیکھ کر افسوس ہوتا ہے اور یہ احساس ہونے لگتا ہے کہ دنیا کا سب سے خطرناک انسان بھی بعض اوقات برتری کے احساس میں کھو کر گدھا بن جاتا ہے۔"

"نہیں مائی ڈیئر ---- میں در حقیقت گدھا ہوں اور گدھا رہنا چاہتا ہوں۔ ممکن ہے تم درست کہہ رہے ہو۔ بہر حال افسوس تم ہوریشو کا سنہری دور دیکھنے کے لئے زندہ نہ رہو گے۔"

"میں اپنے حریف کا سنہری دور دیکھنے کے لئے زندہ رہنا بھی نہیں چاہتا۔ اور اگر تمہیں یہ خواب پورا کرنا ہے ہوریشو ---- تو ---- مجھے ہلاک کئے بغیر اس کی توقع نہ رکھنا۔"

"نجانے مجھے آجکل غصہ کیوں نہیں آتا۔ شاید میرا خون سرد ہو گیا ہے۔ ویسے تم کہنا کیا چاہتے ہو؟"

"یہی میری جان! کہ اگر میں زندہ رہا۔ تو تمہارا دشمن نمبر ایک ہوں گا اور میری زندگی میں تمہیں کامیابی نہ ہوگی۔ میں تمہارے مقابلے پر ایک گروہ بناؤں گا اور اس گروہ کا مقصد یہ ہوگا کہ تمہارے راستے مسدود کرے اور تمہاری ہر راہ روک دے۔" میں نے جواب دیا۔

"آہ ---- کیا دلکش گفتگو کر رہے ہو۔ یقین کرو ایک حریف کے بغیر زندگی کا لطف ادھورا رہ جاتا

ہے۔ لیکن میں بڑا بدنصیب انسان ہوں کہ ایسے دلکش حریف کو زندہ نہیں رکھ سکتا۔ چنانچہ میرے دوست ---- تم زندگی کی آخری سانسیں لے لو۔ ہاں۔ "ایک رعایت میں تمہارے ساتھ کر سکتا ہوں۔"

"وہ کیا؟"

"یہ چند گھنٹے ---- میں تمہیں تمہاری مرضی کے مطابق بسر کرنے دوں گا۔"

"یہ بھی تمہارے لئے مشکل ہوگا۔"

"پوری بات تو سن لو ---- تم یہاں سے کسی طرح بھی بھاگ نہ سکو گے۔ یہ ایک ایسی عمارت ہے جس میں دروازے نہیں ہوتے۔ ہاں اگر تم چاہو تو میں تمہیں بھاگنے کی اجازت بھی دے سکتا ہوں۔"

"مجھے یقین ہے۔"

"کس بات کا؟"

"یہی کہ تم اتنے مطمئن ہو تو در حقیقت یہاں سے نکلنا آسان نہیں ہوگا۔"

"گویا تم نے بھی میری صلاحیتوں کا اعتراف کیا ہے۔"

"ایک اچھے دشمن طرح۔"

"شکریہ ---- تو بتاؤ میری جان ---- وقت کی یہ قیمتی گھڑیاں تم کس طرح گزارو گے۔"

"گٹار ہوگا تمہارے پاس؟"

"کیوں نہیں۔"

"بس تو خوبصورت لڑکیوں کا جمگھٹ اور گٹار ---- مجھے صرف یہ دو چیزیں درکار ہیں۔" میں نے جواب دیا اور ہوریشو تعجب سے مجھے دیکھنے لگا۔

"یہاں بھی مجھے حیران کرو گے۔" وہ عجیب سے انداز میں ہنس دیا۔

"کیوں؟"

"کیا تمہاری یہ خواہش انوکھی نہیں ہے؟" اس نے متحیرانہ انداز میں کہا۔

"کیا آخری خواہش انوکھی نہیں ہونی چاہئے ہوریشو۔" میں نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"ٹھیک ہے جو تمہاری مرضی ---- اس کی خواہش پوری کی جائے۔" ہوریشو نے اپنے آدمیوں کی طرف رخ کر کے کہا اور پھر اپنی جگہ سے اٹھ کر ہال کے پچھلے دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ میں نے محسوس کیا تھا کہ وہ پریشان سا ہو گیا ہے۔

بظاہر اس کی پریشانی کی کوئی خاص وجہ نہیں تھی۔ زیادہ سے زیادہ سوچا جا سکتا تھا کہ وہ مجھ سے متاثر ہے مجھے قتل کرنا نہیں چاہتا لیکن مجھے قتل کئے بغیر چارہ بھی نہیں ہے۔ جہاں تک میرا مسئلہ تھا تو میں اپنے آپ کو بالکل ہی مافوق الفطرت انسان ثابت کرنے کی کوشش نہیں کروں گا۔ حالات جو کچھ بھی تھے' دنیا سے جتنا بھی بیزار تھا۔ لیکن اس انداز میں مرنا نہیں چاہتا تھا۔ بہر صورت ایسی موت میرے نزدیک بدترین تھی۔ زندگی کی خواہش باقی تھی۔ البتہ یہ دوسری بات ہے کہ زندگی میں کچھ آرزوئیں نہ ہوں یا اگر ہوں تو میری دسترس سے باہر ہوں' یا پھر میں وہ زندگی چاہتا ہوں جو اب میرے لئے ناممکن ہو گئی تھی۔

لیکن بہر حال ہوریشو کے ہاتھوں اس طرح مرنا مجھے زیادہ پسند نہیں تھا اور بظاہر میرے سامنے کوئی ایسا راستہ بھی نہیں تھا جس سے میں اس کے چنگل سے بچ نکلنے کی کوشش کرتا۔ البتہ میں نے یہ ضرور سوچا

تھا کہ آخری وقت تک زندگی کی جدوجہد کرتا رہوں گا۔ خواہ کچھ بھی ہو جائے، جب موت ہی مقدر ہے تو کیوں نہ جدوجہد کر کے مرا جائے۔

جس ہال میں مجھے پہنچایا گیا وہ کافی خوبصورت تھا اور وہاں تیز رنگین روشنیاں جگمگا رہی تھیں۔ ہوریشو نے اپنے آدمیوں کو جو ہدایات دی تھیں اس کے تحت تھوڑی دیر کے بعد ہال میں دس بارہ لڑکیاں گھس آئیں۔

ان کے جسموں پر باریک لبادے تھے اور بلاشبہ ماحول ان کی آمد سے خاصا دلکش اور کافی حد تک ہیجان انگیز ہو گیا تھا۔ لیکن آج اس ماحول نے میرے اوپر وہ اثر نہیں کیا تھا جو عموماً ہو جایا کرتا تھا۔ مجھے گٹار مہیا کر دیا گیا اور میں نے اس پر دھن چھیڑ دی۔

اسے ذہنی انتشار بھی کہا جا سکتا ہے کیونکہ میں کسی خاص نتیجے پر نہیں پہنچ سکا تھا۔ میرے لئے چونکہ آئندہ کی تمام راہیں مسدود تھیں اس لئے یہ بھی سوچا جا سکتا تھا کہ اس وقت میں ذہنی خلجان میں مبتلا ہوں اور کوئی بات نہ سوچ پانے کی بنا پر یہ سارے ہنگامے کر رہا ہوں۔

بہرحال گٹار کے نغمے ذہن کو سکون تو بخشتے تھے اور پھر اس وقت جب میں یہ سوچ رہا تھا کہ ممکن ہے ہوریشو کامیاب ہو جائے چنانچہ گٹار سے جو دھنیں نکلیں، اس نے تمام لڑکیوں کو مبہوت کر دیا۔ وہ حیرانی سے مجھے دیکھنے لگیں۔ ان کے چہرے ست گئے۔ حالانکہ اس سے قبل وہ پیشہ ورانہ انداز میں مسکراتی ہوں اندر آئی تھیں، جیسے انہیں اس بات کا احساس دلا دیا گیا ہو کہ ان کا مقصد صرف میرا دل بہلانا ہے اور انہیں میری آخری خواہش پوری کرنی ہے۔

لیکن جو نغمے میرے گٹار سے ابل رہے تھے اس نے انہیں متزلزل کر دیا تھا۔ وہ سب ساکت و جامد کھڑی مجھے دیکھ رہی تھیں۔

اور میں کوشش کر رہا تھا کہ گٹار کے کمال کو اس وقت عروج پر پہنچا دوں۔ ممکن ہے یہ میری زندگی کی آخری کوشش ہو۔ اس سے پہلے میں نے اس انداز میں نہیں سوچا تھا۔ لیکن آج میں گٹار کے راگ دل سے الاپ رہا تھا۔

جب تک میرا دل چاہتا رہا میں گٹار بجاتا رہا، اور جب دل بھر گیا تو میں نے گٹار دیوار سے دے مارا۔ وہ سب لڑکیاں چونک پڑی تھیں ان کے چہروں پر عجیب سے تاثرات تھے۔ پھر وہ ایک دوسرے کی شکل دیکھنے لگیں اور ان میں سے ایک نے آگے بڑھ کر دروازہ بند کر دیا۔

دروازہ بند کرنے والی لڑکی دروازہ بند کرنے کے بعد میرے نزدیک آئی اور میرے ہاتھوں کو غور سے دیکھنے لگی۔

"کیا بات ہے؟" میں نے اسے گھورتے ہوئے پوچھا۔

"تم ------ تم تو ایک بڑے فنکار ہو پھر بھی تمہارا جرائم کی زندگی سے تعلق ہے؟" اس نے عجیب سے لہجے میں پوچھا۔

"کیوں۔ تمہیں تعجب کیوں ہے؟"

"فنکار سنگدل نہیں ہوتا۔ اور پھر تمہارے گٹار نے جو نغمے بکھیرے ہیں وہ کسی سنگدل انسان کی انگلیاں نہیں چھیڑ سکتیں۔ ان میں تو زندگی کا گداز تھا۔ ان نغموں میں تو پیار بہہ رہا تھا۔ زندگی سے پیار۔ محبت

کی مایوسی اور۔ اور۔"

"بس بھئی خاتون۔ تم میری مدح سرائی کرنے نہیں آئی ہو۔ ہوریشو نے تمہیں میرا مضحکہ اڑانے کے لئے بھیجا ہے۔"

"فنکار! صرف ایک بار کہہ دو۔ تم مجرم نہیں ہو۔"

"اس حقیقت سے کیسے انکار کر دوں۔"

"صرف ایک بار۔ صرف ایک بار۔" لڑکی جذباتی ہو گئی۔

"اس سے کیا ہو گا۔"

"میں خوشی سے خود کو تم پر قربان کر دوں گی، میں اپنے ہاتھ سے ہوریشو کو گولی مار دوں گی۔ میں تمہارے فن کو زندہ رکھنے کے لئے جان کی بازی لگا دوں گی۔" اور میں کسی قدر پریشان ہو گیا۔ لڑکی کے یہ الفاظ اس کی موت کے لئے کافی تھے۔ مجھے یقین تھا کہ ہوریشو میری کیفیات کا جائزہ لے رہا ہو گا۔ اگر اس نے اس کھیل کو اتنی اہمیت نہ بھی دی ہو گی تو اس کے آدمی میری تاک میں ضرور ہوں گے انہوں نے اس بات کا پورا پورا خیال رکھا ہو گا کہ میں کوئی حرکت نہ کر جاؤں بہرحال وہ میری ذات سے پوری واقفیت رکھتے تھے۔ اس لئے یہ احمق لڑکی جذباتی ہو کر جو کچھ کہہ چکی ہے، اسے کس طرح ہموار کیا جائے کہ اس کی جان بچ جائے۔

چنانچہ میں آگے بڑھ کر اس کے قریب پہنچ گیا۔ "جو کچھ میں تم سے کہوں گا اس سے تمہارے جذبات کی توہین ہو گی۔ لیکن۔"

"لیکن کیا۔؟" اس نے پوچھا۔

"تمہاری زندگی کے لئے یہ ضروری ہے۔ ورنہ ہوریشو ان الفاظ پر تمہاری زندگی بھی لے سکتا ہے۔" میں نے سرگوشی کی۔

"زندگی صرف ایک بار جانے کی چیز ہوتی ہے۔"

"ٹھیک ہے، لیکن اس کا کوئی مقصد تو ہونا چاہئے۔ میں کل صبح قتل کر دیا جاؤں گا۔ اور پھر تم بے موت ماری جاؤ گی۔"

"مجھے پرواہ نہیں ہے۔" اس نے کہا۔ اور میں نے الٹے ہاتھ کا ایک تھپڑ اس کے منہ پر رسید کر دیا۔ پھر میں نے اس کے بال پکڑ کر اسے زوردار دھکا دیا۔

"کیا ہوریشو نے تمہیں اس کی اجازت دی ہے کہ تم میرا مذاق بھی اڑاؤ۔ میں کسی کو اپنا مذاق اڑانے کی اجازت نہیں دے سکتا۔ نکل جاؤ یہاں سے نکل جاؤ۔ میں حلق پھاڑ کر دھاڑا اور پھر لڑکی کے بال پکڑ کر اسے گھسیٹتا ہوا دروازے تک لے گیا اور دروازہ کھول کر اسے باہر دھکا دے دیا۔ بے چاری لڑکی دیوانوں کے سے انداز میں مجھے دیکھتی رہ گئی تھی۔

باقی لڑکیاں حیران و پریشان کھڑی تھیں۔ میں نے خونی نگاہوں سے انہیں دیکھا۔ "اور تم ------ تم سب بھی دفع ہو جاؤ۔ ورنہ ------ میں سب کو دانتوں سے ادھیڑ دوں گا جاؤ۔" میں حلق پھاڑ کر دھاڑا۔ اور بھگدڑ مچ گئی وہ بدحواس چیختی چلاتی باہر بھاگی تھیں اور پھر وہ دروازہ کھول کر باہر نکل گئیں۔

بے وقوف لڑکیاں۔ کمزور مخلوق، خواہ مخواہ مجھ سے متاثر ہو کر زندگی داؤ پر لگا رہی تھیں۔ میں ان کی

زندگی سے نہیں کھیل سکتا تھا۔ ہال خالی ہو گیا اور پھر وہ آدمی اندر آ گئے۔

"ہمارا خیال ہے اب تم آرام کرو نواز اصغر۔۔۔۔۔ آؤ۔۔۔۔۔ ہمارے ساتھ آؤ ان میں سے ایک نے کہا اور میں اس کے ساتھ ہال سے نکل آیا۔ ایک دوسرے کمرے میں پہنچ کر میں مسہری پر لیٹ گیا۔ نہ جانے کیوں ذہنی کیفیت خراب ہو رہی تھی مجھے خود پر غصہ آیا تھا۔ اگر موت بھی آتی ہے تو کیا اس کا استقبال اس انداز میں کیا جائے۔ آخر یہ خرابی کس لئے ہے۔ زندگی کی خواہش کس لئے ہے۔ کیا کرنا ہے زندہ رہ کر؟ ہونہہ! میں نے خود پر نفرین کی۔ اور پھر اطمینان سے سو گیا۔ درحقیقت بڑی پرسکون نیند آئی تھی۔ صبح کو سو کر اٹھا۔ وقت پر ناشتہ ملا تھا میں نے خوب ڈٹ کر ناشتہ کیا اور پھر سگریٹ پینے لگا۔ نو بجے۔ دس بجے گیارہ بجے اور پھر بارہ بج گئے۔ اس دوران کسی نے میری خبر نہیں لی تھی۔ لیکن ساڑھے بارہ بجے گوان اور دوسرے دو آدمی آ گئے۔

"باس طلب کرتا ہے؟" گوان نے کہا۔

"کہاں ہے؟" میں نے کہا۔

"اوپر۔۔۔۔۔" جواب ملا۔ حالانکہ میں کسی اوپر کے بارے میں نہیں جانتا تھا۔ لیکن میں ان کے ساتھ چل پڑا۔ اوپر جانے کے لئے سیڑھیاں طے کرنا تھیں بہرحال میں ہوریشو کے پاس پہنچ گیا۔

"ہیلو مسٹر نواز۔۔۔۔۔"

"ہیلو۔۔۔۔۔" میں نے بھی مسکراتے ہو جواب دیا۔

"رات کیسی گذری؟"

"پرسکون" میں نے جواب دیا' اور سامنے کے مناظر دیکھنے لگا۔ دوسری طرف بھی ایک خوشگوار منظر تھا۔ سامنے ہی دریا بہہ رہا تھا۔ اور بہت سی مشینیں اس کے نزدیک کام کر رہی تھیں۔ شاید دریا پر پشتہ بنایا جا رہا تھا دیو ہیکل مشینیں مٹی کے پہاڑ بنا رہی تھیں۔ ایک لائن سے مٹی ڈالی جا رہی تھی۔

"یقیناً مجھے علم ہو گیا تھا کہ تم گہری نیند سو رہے ہو۔" ہوریشو نے جواب دیا۔

"تو کیا تمہارے خیال میں' میں خوف سے ساری رات جاگتا رہتا؟"

"نہیں تم موت سے خوفزدہ نہیں ہو سکتے۔ بہرحال میں نے تمہارے لئے ایک دلکش موت کا بندوبست کیا ہے۔ جانتے ہو کیسی موت؟"

"موت کیسی بھی ہو' موت ہوتی ہے۔" میں نے لاپرواہی سے کہا۔

"مٹی کے یہ پہاڑ۔ تمہیں ہمیشہ کے لئے اپنی آغوش میں چھپا لیں گے۔ اور بلاشبہ یہ بڑی دلچسپ موت ہو گی۔ بس میں نے تم سے آخری ملاقات کے لئے تمہیں بلایا تھا۔ گوان انہیں لے جائیں زیادہ انتظار نہیں کر سکتا۔"

"او کے باس۔۔۔۔۔ آؤ۔" گوان نے کہا۔ اور میں نے گردن ہلا دی۔ پھر میں گوان کے ساتھ چل پڑا۔ ذہنی کیفیت عجیب تھی اپنے ہر اقدام سے دلچسپی محسوس ہو رہی تھی۔ تھوڑی دیر کے بعد میں گوان کے ساتھ نیچے آ گیا۔

نیچے آنے کے بعد چند لوگوں نے میرے ہاتھوں میں ہتھکڑی ڈال دی اور پھر مجھے لے کر چل پڑے۔ باہر ایک جیپ کھڑی تھی۔ سارے انتظامات مکمل تھے۔ جیپ دریا کے ساتھ اس جگہ پہنچ گئی جہاں

مٹی جمع کرنے والی مشین کام کر رہی تھی۔

"ہے۔ جاب۔ جاب کم آن۔" مجھے لانے والوں نے ایک آدمی کو مخاطب کیا اور ایک مشین ہمارے طرف بڑھنے لگی۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ ہمارے نزدیک پہنچ گئی۔ "نیچے آؤ۔" گوان نے کہا۔ اور وہ نیچے آ گیا۔ تب گوان اسے ساتھ لے کر کچھ سمجھانے لگا۔ میں نے چاروں طرف دیکھا۔ بڑی خوفناک جگہ تھی۔ یوں لگتا تھا جیسے یہاں بھی ہوریشو کی عملداری ہے۔ جاب پھر مشین پر آ بیٹھا اور اس نے مشین اسٹارٹ کر دی۔

دور سے ایک اور مشین آ رہی تھی۔ وہ بھی اس مشین کے قریب پہنچ گئی۔ دوسری طرف گوان نے پستول نکال کر میری پیشانی پر رکھ دیا۔

"تمہیں اس کے ساتھ جانا ہے۔"

"اسے ہٹاؤ۔" میں نے غرا کر کہا۔ اور گوان نے جلدی سے پستول ہٹا لیا وہ کسی قدر بوکھلا گیا تھا۔

"تم۔۔۔۔۔ تم جاؤ۔ اس کے ساتھ جاؤ۔" وہ جھینپ مٹانے کے لئے بولا۔

اور میں آگے بڑھ گیا۔ موت میرے سر پر منڈلا رہی تھی۔ اور اس وقت شدت سے اس کی طلب بڑھ گئی تھی۔ نہ جانے کیوں مر جانے کو دل چاہ رہا تھا دوسری مشین بھی ساتھ چل رہی تھی۔ گوان اور اس کے ساتھی لوٹ گئے تھے۔

"ہے جاب۔" دوسری مشین سے آواز سنائی دی۔

"کیا بات ہے مارٹن۔"

"یہ کون ہے۔؟"

"باس کا معتوب"۔

"کہاں لے جا رہے ہو۔؟"

"دریا پر پشتہ بنانے کے لئے اس نے بھی اپنی خدمات پیش کی ہیں۔ یعنی یہ مٹی میں شامل ہونے کا خواہش مند ہے۔" جاب ہنس کر بولا۔

"واہ۔ میں ایسے کام کرنے کا شوقین ہوں۔ تم جاؤ جاب۔ میں دیکھ لوں گا۔"

"مگر یار۔۔۔۔۔ گوان مجھ سے کہہ گیا ہے۔"

"ضروری ہے۔ تم جاؤ جاب۔ میں ذمہ دار ہوں۔ اور دوسری مشین سے کہا گیا اور پھر ایک گرجدار آواز سنائی دی۔" "اے ادھر آؤ۔" میں اس مشین کے ساتھ چل پڑا تھا۔ نہ جانے مجھے کیا ہو گیا تھا۔ میں آج تک اپنی اس کیفیت کا تجزیہ نہیں کر سکا۔ بہرحال ایک مخصوص جگہ پہنچ کر میں رک گیا۔ مارٹن نے مجھے ایک طرف کھڑے ہو جانے کو کہا تھا۔ یہاں سے دریا کا فاصلہ زیادہ دور نہیں تھا۔ اور ابھی اس طرف مٹی نہیں ڈالی گئی تھی۔

مشین پیچھے ہٹی اور پھر مٹی کا ایک انبار عظیم جمع کر لائی۔ اس کے شکنجے نے مٹی کو دبوچ لیا اور اوپر اٹھنے لگا۔ تب مشین سے اس کی آواز ابھری۔

"اے مسٹر۔ پیچھے ہٹ جاؤ۔ تھوڑے سے اور پیچھے مٹی کی پہنچ سے دور۔ اور جب میں مٹی نیچے ڈالوں تو بیٹھ جانا۔ ممکن ہے مٹی کا تودہ تمہارے قد سے نیچے رہ جائے۔" میں چونک پڑا۔ وہ شخص میری مدد

کرنا چاہتا تھا۔

"سنو۔" اس نے پھر مجھے مخاطب کیا۔ "تم بیٹھے بیٹھے اس تودے سے آگے کھسک جانا اور پھر دریا میں کود جانا۔ میرا خیال ہے تم بندھے ہوئے ہاتھوں کے ساتھ بھی ندی پار کر سکتے ہو یہ زیادہ گہری نہیں ہے۔ دوسری طرف جنگل ہے اس طرف کوئی نہیں ہوگا۔ تم درختوں میں چھپ جانا۔ میں ٹھیک آٹھ بجے تمہارے پاس پہنچ جاؤں گا۔ سبز روشنی کے اشارے پر میرے پاس آجانا۔"

"کون ہو تم۔؟"

"تمہارا غلام مسٹر نواز۔ براہ کرم میری ہدایت پر عمل کرنا۔ میں زیادہ دیر تک نہیں رک سکتا۔ اچھا تیار۔"

یہ اچانک کیا ہو گیا تھا۔ موت کے بالکل نزدیک پہنچ کر یہ زندگی کہاں سے کود پڑی تھی۔ میں نے کچھ بھی نہ کیا۔ مٹی کا تودہ نیچے آرہا۔ لیکن وہ مجھ سے کافی دور تھا۔ اس کی دھول سے میرا پورا وجود اٹ گیا تھا لیکن مجھے کوئی نقصان نہیں پہنچا۔ اور اب میرے اور دوسرے لوگوں کے درمیان یہ مٹی کا پہاڑ موجود تھا۔

دوسرے لمحے میرا ذہن جاگ اٹھا اور پھر میں برق رفتاری سے ندی کی طرف دوڑ پڑا۔ اس شخص نے جو کہا تھا بالکل درست تھا۔ میں تیزی سے دریا پار کرنے لگا۔ دوسری طرف گھنے درختوں کا جنگل تھا۔

نہایت ہوشیاری سے کام ہوا تھا۔ میں درختوں کے درمیان پہنچ گیا۔ ہاتھ بدستور ہتھکڑیوں میں پھنسے ہوئے تھے۔ میں کافی اندر چلا گیا۔ اور اچانک ہی میرا ذہن جیسے کسی سحر سے آزاد ہو گیا تھا یوں لگتا تھا جیسے کسی کا ذہنی تسلط مٹ گیا ہو۔ اور میرا ذہن جاگ اٹھا ہو۔

اب میں زندگی کے بارے میں سوچ رہا تھا۔ اس شخص کے بارے میں سوچ رہا تھا جس نے ایسے وقت میری مدد کی تھی جب زندگی کا کوئی وجود باقی نہ رہا تھا۔ لیکن وہ کون تھا۔ اس نے خود کو میرا غلام کہا تھا۔

میرا غلام؟ میں الجھن میں ڈوبا رہا۔ یہ میرا غلام کون ہو سکتا ہے۔ اس نے مجھے میرے نام سے مخاطب کیا تھا۔ لیکن اس کی آواز۔ اس کی آواز بھی شناسا نہیں تھی۔ اس دوسرے شخص نے اسے مارٹن کے نام سے پکارا تھا۔

مارٹن۔ لیکن یہ نام میرے کس شناسا کا نہیں تھا۔ یا پھر ہو گا بھی تو کسی ایسے شخص کا جو کبھی میرے ذہن میں نہیں رہا تھا۔ بہرحال اس نے میری بھرپور مدد کی تھی اور اس وقت میری زندگی اسی کی مرہون منت تھی۔

یہاں تک ہی دل میں جینے کی امنگ اٹھی تھی اور اب اس جنگل میں' میں ہوریشو کے ہاتھ نہیں آسکتا تھا۔ خواہ کچھ بھی ہو جائے۔ میں زندہ رہوں گا میں نے ہوریشو سے ایک بات کہی تھی' اگر موقع مل گیا تو ــــــ اپنے اس چیلنج کو پورا کروں گا۔ ہاں میں ایک گروہ بناؤں گا اور پھر ہوریشو۔

میرے جبڑے بھینچ گئے۔ ایک بار مجھے پھر خود سے جھنجلاہٹ محسوس ہونے لگی۔ اب مجھے اس بات پر غصہ آرہا تھا کہ میں نے اتنی آسانی سے خود کو موت کے منہ میں کیوں دے دیا تھا۔ یہ تو بے حد بزدلی کی بات تھی۔

ایک درخت کے نیچے بیٹھ کر میں نے گردن درخت کے تنے سے ٹکادی اور گہری گہری سانسیں لینے لگا۔ اب جب تک وہ شخص نہیں آجائے گا میں الجھن میں رہوں گا۔ کاش رات ہو جائے جلد از جلد۔

لیکن وقت کسی کا تابع نہیں ہوتا۔ وہ کسی کے کہنے سے نہیں ٹلتا اور وقت نے مجھ سے کوئی تعاون نہیں کیا۔ رات کے آٹھ اس طرح بجے جیسے کئی دن کے بعد بجے ہوں اور پھر درختوں سے سبز روشنی چھنی اور میں اچھل پڑا۔

وہ آگیا تھا۔ سبز روشنی کسی ٹارچ کی تھی جو احتیاط سے جل اور بجھ رہی تھی۔ میں اپنی جگہ سے اٹھ کر اس کی طرف چل پڑا۔ تب میرے کانوں میں ایک سرگوشی ابھری۔ کوئی آواز دبا کر بول رہا تھا۔

"مسٹر نواز ــــــ مسٹر نواز۔"

"میں یہاں ہوں۔" میں نے کہا۔ اور وہ دوڑ کر میرے پاس پہنچ گیا۔

"آپ ٹھیک ہیں مسٹر نواز۔ آپ بالکل ٹھیک ہیں؟" اس نے کہا اور دوڑ کر مجھ سے لپٹ گیا۔ آپ بالکل ٹھیک ہیں مسٹر نواز۔" اس کی آواز گلوگیر ہو گئی۔

"لیکن مسٹر مارٹن۔ آپ۔ کون ہیں؟"

"تمہارا غلام۔ تمہارے قدموں کی خاک استاد۔ اپنے سردارے کو نہیں پہچانو گے۔ اپنے غلام کو نہیں پہچانو گے۔" اس بار مارٹن کی آواز بدلی ہوئی تھی اور ــــــ یہ سردارے کی آواز تھی۔ مجھے سکتہ ہو گیا تھا۔ میں گنگ سا رہ گیا تھا۔ ہاتھ پاؤں بے جان ہو گئے تھے۔ پورے بدن میں سنسناہٹ اٹھ رہی تھی۔

"استاد۔ استاد۔ یقین کرو۔ میں تمہارا سردارے ہوں۔ استاد تمہارے قدموں کی خاک ہوں۔ سردارے میرے ہاتھ اپنی آنکھوں سے مل رہا تھا۔ اس کی آنکھیں آنسوؤں سے تر تھیں۔ میں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ پہلی بار مجھے۔ ہاں ایک طویل عرصے کے بعد پہلی بار مجھے یاد آیا کہ میں بھی انسان ہوں میرے سینے میں بھی جذبات ہیں۔ اور ــــــ میں بھی کسی کے لئے جذباتی ہو سکتا ہوں۔

میں نے سردارے کو بازوؤں میں بھینچ لیا۔ اتنی قوت سے کہ سردارے کا دم گھٹنے لگا ہو گا۔ کافی دیر تک میں اسے اسی طرح لپٹائے رہا۔ سردارے بھی خاموش تھا۔ اس کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے۔

"رو رہا ہے یار۔" میں نے آستین سے اس کے آنسو پونچھے اور پھر بازوؤں کو اوپر اٹھا کر ان کا حلقہ نکال لیا۔ ہتھکڑیاں ہونے کی وجہ سے میں ہاتھ کھول نہیں سکتا تھا۔

"کلیجہ پھٹ رہا ہے استاد۔ تم سے اس زندگی میں ملنے کی امید نہیں تھی بس استاد بات نہ کرو۔"

"واہ سردارے' حوصلے سے کام لو۔ ہم لوگ اتنے بھی کمزور نہیں ہیں اب سنبھل جاؤ۔ بہرحال دشمن ہم سے زیادہ دور نہیں ہے۔"

"میں ان کتوں کی بالکل پرواہ نہیں کرتا استاد۔ یقین کرو کئی بار دل چاہا کہ اس کالئے کو بھون کر رکھ دوں۔ لیکن بس تمہاری وجہ سے خود کو باز رکھا۔"

"کالئے کو؟" میں نے پوچھا۔

"ہاں۔ اسی ہوریشو کی بات کر رہا ہوں۔"

"واہ۔" میں ہنس پڑا۔ "کیا تمہیں اس کا موقع ملا تھا؟"

"موقع ہی موقع تھا استاد۔ لیکن اس کی زندگی بھی تمہارے ہی طفیل میں بچی ہوئی ہے۔ اب دیکھوں گا سالے کو۔"

"یہ کون سی جگہ ہے سردارے؟ ایمسٹرڈیم کا ہی ایک علاقہ جرلین خرے ہے وہاں تعمیرات ہو رہی

ہیں اور اس کا ٹھیکہ "ریش کو" کے پاس ہے جو ایک تعمیراتی فرم ہے لیکن ہوریشو کی ہے اوہ! میں نے حیرت سے ہونٹ سکوڑے۔"

"ٹھہرو استاد۔ پہلے تمہارے ہاتھ کھول دوں۔" سردارے نے جیب سے چابی نکالتے ہوئے کہاں اور پھر وہ چابی ہتھکڑی کے تالے میں گھمانے لگا اور چند لمحات کے بعد میرے ہاتھ کھل گئے اور میں کلائیاں مسلنے لگا۔

"چابی کہاں سے آگئی سردارے۔؟" میں نے پوچھا۔

"لایا تھا استاد۔ اور میں بہت کچھ لایا ہوں۔" سردارے نے کہا میری طرف دوڑتے وقت اس نے وہ تھیلا پھینک دیا تھا جسے وہ ساتھ لایا تھا۔

سردارے نے تھیلا اٹھالیا اور میرے پاس آگیا۔

"چلیں استاد۔ یہ جگہ چھوڑ دیں۔ اس کے بعد اطمینان سے گفتگو کریں گے۔" سردارے نے کہا اور میں اس کے ساتھ چلنے لگا۔

"درختوں کا یہ سلسلہ کہاں تک ہے؟" راستے میں میں نے پوچھا۔

"زیادہ طویل نہیں ہے۔ تھوڑی دور چلنے کے بعد ہمیں شاہراہ مل جائے گی۔ وہاں سے گاڑیاں گذرتی رہتی ہیں۔"

"تم تو ان علاقوں سے خوب واقف ہو گئے ہو سردارے۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

سردارے بھی مسکرانے لگا۔ "سب کچھ کرنا پڑا ہے استاد۔ میں نے زندگی میں کبھی مٹی اٹھانے والی مشین نہیں چلائی تھی۔ لیکن میں ہر قیمت پر اس کے قریب رہنا چاہتا تھا۔ اور بعض اوقات انسان کی لگن کتنی سچی ہوتی ہے اس کی امیدیں کس طرح بر آتی ہیں۔"

"کیا مطلب؟" میں نے پوچھا۔

"تم بھی پوچھنے کے لئے بے چین ہو استاد اور میں بتانے کے لئے چنانچہ اب سکون کی جگہ کا انتظار حماقت ہے۔ ہاں یہ اسٹین گن رکھ لو۔ ممکن ہے ضرورت پیش آجائے۔" سردارے نے اپنے تھیلے سے ایک ہلکی اسٹین گن نکال کر میرے حوالے کر دی۔

"تمہارے پاس بھی ہے؟"

"ہاں استاد کیوں نہیں۔"

"گڈ، تم نے تو واقعی کام دکھایا ہے۔" میں نے اسٹین گن چیک کرتے ہوئے کہا اور ہم دونوں پھر آگے بڑھنے لگے۔ گھنے درختوں کے سلسلے سے نکل کر ہم ایک چکنی اور کشادہ سڑک پر آگئے۔

"میرا خیال ہے رک کر کسی گاڑی کا انتظار کرنا تو مناسب نہیں ہے ہم چلتے رہیں، اگر لفٹ مل گئی تو ٹھیک ہے ورنہ فاصلہ اتنا زیادہ بھی نہیں ہے کہ ہم طے نہ کر پائیں۔ تم زیادہ تھکن تو نہیں محسوس کر رہے استاد۔"

"نہیں سردارے۔ میں نے کوئی جسمانی مشقت نہیں کی ہے ویسے اتنے دنوں کے بعد میرے منہ سے تمہارا نام اس انداز میں نکل رہا ہے۔"

"ہاں۔ اور میں بھی استاد کو بس دل میں یاد کرتا تھا۔ بتا نہیں سکتا کہ میرے دل کی کیا حالت ہوتی تھی اس وقت۔"

"بڑا عجیب دور گزارا ہے ہم نے سردارے۔"

"ہاں استاد۔"

"اب تم بتاؤ۔ کیا کیفیت گذری تم پر اور تم یہاں تک کیسے پہنچے؟"

"اس وقت سے شروع کروں استاد جب گولڈ مین کے ساتھ نکلا تھا؟"

"ہاں۔" میں نے گردن ہلائی۔

"بس استاد ہمارا راز جلد کھل گیا اور ہوریشو کے کتے ہماری بو سونگھتے پھرے۔ ہم نے دو تین جگہوں پر ان سے جنگ بھی کی اور نوئیل ان کے ہاتھ لگ گئی۔ پھر میں نے راتوں کو ان کے مکانات پر حملے بھی کئے اور نہیں کہہ سکتا، کتنوں کو قتل کیا۔ مجھ پر خون سوار ہو گیا تھا استاد۔ خاص طور پر پہاڑوں پر بمباری کے بعد کے واقعات میرے علم میں نہیں تھے۔ جب یہ سوچتا کہ کہیں تم مارے نہ گئے ہو تو ایسی وحشت سوار ہو جاتی تھی کہ کیا بتاؤں۔ اور اسی وحشت میں قتل عام کر ڈالتا تھا۔

لیکن پھر کچھ حالات علم میں آئے۔ پتہ چلا کہ تم زندہ ہو۔ مکلینو جزیرے پر آگیا ہے۔ اس کے بعد کے واقعات بھی علم میں آئے۔ تب استاد میں نے ایک ترکیب سوچی۔ ہوریشو کے ان غاروں میں سے ایک کو ہلاک کر کے میں نے اس کا میک اپ کر ڈالا۔ جو اس کے معتقد وفادار تھے اور پھر جب ہوریشو شکست کھا کر فرار ہوا تو میں اس کے ساتھ تھا۔ وہاں سے ہوریشو مختلف جگہوں پر گیا۔ لیکن استاد۔ میں اس سے زیادہ قریب نہیں رہنا چاہتا تھا کیونکہ بہر حال وہ چالاک آدمی ہے۔ چنانچہ میں اس کے آدمیوں کو ہلاک کر کے میک اپ بدلتا رہا اور اس سے کافی دور ہو گیا۔ اب میری حیثیت صرف اس کے ایک کارکن کی ہے جو قابل توجہ نہیں ہے۔ اور خدا کا شکر ہے کہ میں اپنی کوشش میں کامیاب رہا۔"

"تمہاری کیا کوشش تھی سردارے۔؟"

"استاد میں کالے وحشی سے بھی واقف تھا۔ اور تم سے بھی۔ میں جانتا تھا کہ تم ایک دوسرے سے دور نہ رہو گے۔ تم اس کا پیچھا نہیں چھوڑو گے اور وہ تمہارا۔ یقیناً حالات سے نمٹنے کے بعد دونوں کہیں نہ کہیں ملیں گے ضرور۔ اور استاد میں اسی دن کے انتظار میں تھا۔"

"تم نے بلاشبہ محنت کی ہے سردارے۔" میں نے اعتراف کیا۔

"لیکن اس کا پھل کیا پایا ہے استاد۔" سردارے نے خوشی سے بھرپور لہجہ میں کہا اور پھر بولا۔ "لیکن استاد۔ تم بالکل خاموش تھے۔ کیا تمہارے ذہن میں کوئی پلان تھا؟"

"نہیں سردارے۔ کوئی پلان نہیں تھا۔ میں خالی الذہن تھا اور میں نہیں جانتا کہ میری کیفیت کس طرح ہوئی۔"

"کالا افریقی بے پناہ پر اسرار قوتوں کا ماہر ہے۔"

"کیا مطلب؟"

"وہ ایسے پوشیدہ علوم کا ماہر ہے استاد کہ دوسرے اس کے اشاروں پر گردنیں تک کاٹ لیتے ہیں۔"

"اوہ ممکن ہے ایسی کوئی بات ہوئی ہو۔ بہر حال میں اس بات کا اعتراف کروں گا کہ وہ میرے اوپر قابو پا چکا تھا۔"

"تب تو سردارے کو اپنی زندگی کا خراج مل گیا۔ میں اپنے استاد کے کام آگیا۔ بس اس کے بعد مجھے زندگی کی کوئی خواہش نہیں ہے۔"

"ساری دنیا میں' میں تجھے اپنا قابل اعتماد دوست کہہ سکتا ہوں سردارے اگر تو نہ ہوتا تو میرے لئے یہ دنیا کسی انسانی وجود سے بالکل خالی ہوتی۔"

"یوں لگتا ہے استاد جیسے آج کوئی گاڑی ادھر سے نہیں گذرے گی۔ لیکن ہم شہر کے کافی قریب پہنچ چکے ہیں استاد۔"

"چلتے رہو۔ احساس بھی نہیں ہو رہا۔ ویسے تمہارا کیا خیال ہے سردارے کیا انہیں اس بات کا شبہ ہو سکتا ہے کہ کوئی گڑبڑ ہوئی ہے؟"

"سوال ہی نہیں پیدا ہوتا استاد میں اس کے قریب رہا ہوں اور میں نے اس بات پر پوری نظر رکھی ہے۔"

"ہوں۔" میں نے گہری سانس لے کر کہا۔ "تب پھر ہم شہر کے کسی بھی ہوٹل میں قیام کر سکتے ہیں۔ میک اپ کر لیں گے۔"

"ہوٹل کا انتخاب میں نے کر لیا ہے استاد۔"

"کونسا ہے؟"

"سوبرے۔ عمدہ ہوٹل ہے۔ ضرورت سے زیادہ شریف لوگوں کا میرا خیال ہے اس ہوٹل میں قیام کرنے والوں کے بارے میں کوئی سوچ بھی نہیں سکتا کہ یہ برے لوگ ہوں گے۔"

"کیوں' کیا خاص بات ہے اس میں؟"

"انتہائی خشک ماحول ہے۔ کوئی افیون خانہ معلوم ہوتا ہے۔" سردارے نے جواب دیا۔

اور سردارے کا کہنا درست ہی تھا۔ سوبرے بلاشبہ ایک پرسکون ہوٹل تھا۔ آدم بیزار بیرے۔ ویسے ہوٹل صاف ستھرا تھا اور کمرے بھی وسیع' کشادہ اور ہوادار تھے۔ حالانکہ ہمارے پاس کوئی سامان نہیں تھا۔ لیکن کسی نے توجہ بھی نہیں دی تھی۔ بس کمرے تک پہنچا کر چلے گئے تھے۔

مجھے ہنسی سی آنے لگی۔ "بہت خوب سردارے تم نے یہ ہوٹل کس طرح تلاش کر لیا۔؟"

"بس استاد' ایمسٹرڈم میں رہ کر چند ایسی چیزوں پر نگاہ رکھی تھی جو میرے لئے مفید ہو سکتی تھیں۔ ویسے تم یقین کرو استاد تمہارے بغیر ساری تفریحات ترک کر چکا تھا۔

"یار مجھے یقین ہے۔" میں ایک آرام کرسی میں دراز ہو گیا۔ لباس بوسیدہ تھا۔ جو حالت تھی وہ بھی دیکھنے کے قابل تھی۔ یوں معلوم ہو رہا تھا جیسے مٹی کا کام کر کے آ رہے ہوں' سردارے کی کیفیت بھی کچھ زیادہ اچھی نہیں تھی۔ اور اس صاف ستھرے ہوٹل میں ہم دونوں کا داخلہ بلاشبہ تعجب خیز تھا۔ کوئی بھی ہماری طرف متوجہ ہو کر یہ سوچ سکتا تھا کہ ہم اس ہوٹل میں ٹھہرنے کے قابل بھی ہیں یا نہیں۔ لیکن بھلا ہو اس ہوٹل کے ماحول کا کہ کسی نے ہماری طرف توجہ نہیں کی۔

خاصی رات گذر چکی تھی اس لئے ہوٹل تقریباً سنسان پڑا ہوا تھا تب سردارے نے مجھ سے کہا۔ کیا خیال ہے استاد۔ کھانے پینے کا بندوبست کیا جائے۔"

"پہلے تو حلیہ درست کرنا بہتر ہو گا۔"

"او کے باس۔" سردارے نے حسب معمول جواب دیا۔

نجانے کیوں مجھے ایک عجیب سی لذت کا احساس ہو رہا تھا۔ شاید یہ سردارے کا قرب تھا۔ سردارے کے ساتھ جو وقت گذرتا تھا وہ پھر سے لوٹ آیا تھا۔ حالانکہ سردارے کے گم ہو جانے کے بعد میں نے سوچا تھا کہ اب زندگی میں ایک بہت بڑی تبدیلی پیدا ہو جائے گی' لیکن اتفاقات نے ہم دونوں کو زندہ رکھ کر ایک دوسرے کے قریب پہنچا دیا تھا۔ "ٹھیک ہے استاد' پھر ایسا کرو تم باتھ روم میں جاؤ' میں کھانے پینے کا بندوبست کرتا ہوں تم نے کچھ بھی نہیں کھایا۔" سردارے نے کہا۔

"جیسی تمہاری مرضی' لیکن کیوں نہ تم بھی صاف ستھرے ہو کر جاؤ' اس انداز میں اگر جاؤ گے تو لوگوں کی نگاہوں کا مرکز بنو گے۔"

"چلو ٹھیک ہے بالفرض محال اگر یہاں کچھ نہیں ملا تو پھر یہاں سے چلیں گے۔ ایمسٹرڈم ایسی جگہ تو ہے نہیں جہاں ہر جگہ رات ہو جاتی ہو۔" سردارے نے جواب دیا۔ اور میں نے مسکرا کر گردن ہلا دی۔ طبیعت بے حد بشاش تھی۔ تب میں نے سردارے سے کہا۔

"ٹھیک ہے۔"

پھر میں باتھ روم میں چلا گیا' گرد کی تہوں کی تہیں چڑھی ہوئی تھیں بال الجھے ہوئے تھے۔ عجیب و غریب حلیہ ہو رہا تھا۔ نیم گرم پانی کی خوشگوار دھاروں نے میرے حلیے کو نکھار دیا۔ البتہ لباس وہی پہننا پڑا تھا۔ میں نے لباس کو اچھی طرح جھاڑ لیا تھا' ویسے بھی لباس اتنا برا نہیں تھا محض مسلسل استعمال سے شکن آلود ہو گیا تھا اور اس میں کوئی خاص خرابی نہیں تھی۔ اس وقت تو اسی میں باآسانی گذارہ کیا جا سکتا تھا' کل صبح کے بعد دیکھا جاتا کہ کیا کرنا ہے۔ ایمسٹرڈم کے بازار ان چیزوں سے بھرے پڑے تھے۔

میں باہر نکل آیا تو سردارے نے اندر جا کر منہ ہاتھ دھویا اور اس کے بعد نیچے چلا گیا۔ ویٹر کو اس نے نجانے کیوں اوپر نہیں بلایا تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ واپس آیا اور میرے سامنے بیٹھ کر گہری گہری سانسیں لینے لگا۔ "میں نے کھانے کے لئے کہہ دیا ہے تھوڑی دیر کے بعد پہنچ جائے گا۔"

"ٹھیک ہے سردارے۔" میں نے تھکے تھکے سے لہجے میں جواب دیا اور سردارے میری شکل دیکھنے لگا۔

پھر اس وقت تک خاموشی رہی جب تک کہ کھانا نہ آگیا۔ ویٹر نہایت نفاست سے کھانے کی ٹرے سجا کر لایا تھا۔ میرا خیال تھا کہ اس وقت اسے اس کھانے کے ٹھکانے لگ جانے کی خوشی ہوئی ہو گی۔

کھانا بے حد عمدہ تھا' ہم لوگوں نے جی بھر کے کھایا۔ سردارے نے مجھے بتایا کہ جب تک میں اسے نہ ملا تھا اس نے کھانا پینا تقریباً ختم کر دیا تھا اور فیصلہ کر لیا تھا کہ اب اگر کھانا کھائے گا تو میرے ساتھ کھائے گا۔ وگرنہ اگر مجھے کچھ ہو گیا تو پھر وہ بھی زندہ نہیں رہے گا۔ بہت جذباتی سا آدمی تھا۔ میں اسے اچھی طرح جانتا تھا اور میرے دل میں اس کا خلوص اور گہرائیوں میں اترتا جا رہا تھا۔ کھانے کے بعد ہم نے کافی پی اور اس کے بعد بستر پر لیٹنے کے بعد باتیں کرنے لگے۔

"تو سردارے یہ رہے حالات ویسے زندگی میں بہت بڑی تبدیلیاں آئی ہیں۔ معمولات سے کس حد تک ہٹ کر کام ہو رہا ہے' اگر ہم لوگ اس انداز میں مر بھی جاتے تو کم از کم یہ احساس ذہن میں رہتا کہ کچھ تبدیلیوں کے ساتھ مرے ہیں۔"

"استاد تمہارے سردارے نے تو زندگی اور موت کی کبھی پرواہ نہیں کی، لیکن اگر تم کسی حادثہ کا شکار ہو جاتے تو میں نہیں کہہ سکتا کہ میری زندگی کس انداز میں گذرتی' ہو سکتا تھا میں اپنے وطن واپس چلا جاتا اور وہاں زندگی کو کسی انداز میں ٹھکانے لگانے کی کوشش کرتا' لیکن اب جب کہ تم مل گئے تو یوں سمجھو کہ دوبارہ زندگی لوٹ آئی ہے۔"

"سردارے نہ صرف زندگی لوٹ آئی ہے بلکہ کچھ اور امنگوں نے بھی سینے میں انگڑائیاں لی ہیں۔"

"کیا استاد۔؟" سردارے نے سنجیدگی سے پوچھا۔

"ہوریشو سے میری بات ہو رہی تھی سردارے' میں نے اس سے کہا کہ ہوریشو اگر میں زندہ بچ گیا تو تیرے لئے بڑی مصیبت بن جاؤں گا۔ اس نے مجھ سے پوچھا کہ کیا کرو گے۔ تب میں نے اسے بتایا کہ میں ایک گروہ بناؤں گا اور اس گروہ کا کام یہ ہو گا۔ کہ وہ ہوریشو کا راستہ کاٹے' ہوریشو کو قدم قدم پر زچ کر دے اور اس کا سارا کاروبار تباہ کر دے۔ ہوریشو نے مجھے بتایا تھا کہ وہ مکلینو کے کاروبار پر قابض ہونے کی کوششوں میں مصروف ہے اور بہت جلد مکلینو کا نام اس دنیا سے مٹ جائے گا اور لوگ صرف ہوریشو کو جانیں گے۔

لیکن میں نے اس سے کہا کہ میں جب تک زندہ ہوں اُسے منزل تک کبھی نہ پہنچنے دوں گا۔ خواہ وہ مجھے قتل کر دے۔ اور ہوریشو نے میری بات سے سمجھا کہ شاید میں اپنی زندگی بچانے کے لئے اسے چیلنج کر رہا ہوں تاکہ وہ مجھے چھوڑ دے اور میرے چیلنج کے پورا ہونے کا انتظار کرے' لیکن ہوریشو نے اس قسم کی کوئی حرکت نہیں کی۔

حالانکہ میرا یہ مقصد نہیں تھا میں نے صرف جذباتی طور سے اس سے یہ بات کہی تھی۔ میں اس کے چنگل سے نکلنے کی کوشش کرنا چاہتا تو بہت کچھ کر سکتا تھا۔ بس میں نے تمہیں بتایا نا کہ ایک عجیب سی کیفیت تھی جو مجھے روک رہی تھی اور میں اس کے خلاف کچھ کرنے پر آمادہ نہیں ہو سکا تھا۔"

"ٹھیک ہے' استاد۔ تم نے ہوریشو کو جو چیلنج کیا ہے یہ چیلنج اب ہمارا ایمان بن گیا ہے۔ میں نے اس دوران ہوریشو کے بارے میں بہت کچھ معلوم کیا ہے استاد۔ دراصل میرا تو کام یہی تھا۔ یہ ساری معلومات میں نے اس لئے نہیں حاصل کی تھیں کہ کسی دن ایسے کسی معاملے میں کام آئیں گی۔ بس یہ جو کچھ ہوا تمہاری تلاش میں ہوا۔"

"مجھے اندازہ ہے۔" میں نے گردن ہلائی۔

"اور اب۔۔۔۔۔ ہوریشو کو ہم دونوں کی زندگی اور ہمارے یکجا ہونے کا گمان بھی نہیں ہو گا۔ اس لئے ہمیں کام میں کافی آسانی ہو گی۔ اور استاد میری معلومات تم یقین کرو ہم تو انہیں ناکوں چنے چبوا دیں گے۔" سردارے مسکرا کر بولا۔

اس کے بعد کافی دیر تک خاموشی رہی۔ پھر میں نے پوچھا۔

"تمہاری گمشدگی کو کوئی اہمیت نہیں دی جائے گی۔"

"اوہ۔ وہ کوئی بات نہیں ہے۔ اکثر لوگ بھاگ جاتے ہیں اور کالا طوفان اسے کوئی اہمیت نہیں دیتا۔"

"تب ٹھیک ہے۔ ویسے پروگرام کیا ہے۔ استاد۔"

"ہاں سردارے' ایک گروہ ترتیب دینا ہے اور اس کے بعد ہوریشو کا ناک میں دم کرنا ہے۔ اب ہمارا گروہ اس کاروبار کو بند کرے گا۔"

"بالکل کرے گا استاد۔ اس طرح زندگی ایک نئے راستے پر آجائے گی۔"

"میں بھی یہی چاہتا ہوں۔"

"تمہارا غلام تمہارے ساتھ ہے استاد۔"

"شرمندہ نہ کیا کر یار۔ تو میرا دوست ہے۔ مجھے غلام کی نہیں دوست کی ضرورت ہے۔"

"استاد کی مہربانی ہے ورنہ سردارے۔"

"بس بس۔ اب کل سب سے پہلا کام یہ کرو کہ میک اپ کا عمدہ سامان حاصل کرو۔ تمہارے پاس کچھ کرنسی ہے؟"

"کافی ہے استاد۔ لے کر چلا تھا' کیونکہ مجھے معلوم تھا کہ انہوں نے تمہاری جیبیں خالی کر لی ہوں گی۔"

"میں کل وہاں سے کرنسی حاصل کر لوں گا۔ ایمسٹرڈم کی مقامی برانچ میں میری بہت بڑی رقم موجود ہے۔ گروہ کو ترتیب دینے کے لئے رقم درکار ہو گی۔ اور اب تم مجھے ان معلومات سے آگاہ کرو جو تم نے ہوریشو کے خلاف حاصل کی ہیں۔"

کافی رات گئے تک سردارے مجھے تفصیلات بتاتا رہا۔ درحقیقت اس کی معلومات بے حد قیمتی تھیں۔ ہوریشو کے بارے میں اس نے جو کچھ معلوم کیا تھا درحقیقت وہ بے حد درست تھا۔ چنانچہ تھوڑی دیر تک ہم لوگ پروگرام بناتے رہے اس کے بعد سو گئے۔ بلاشبہ سردارے کے مل جانے سے مجھے جو تقویت پہنچی تھی اس کو میں الفاظ میں بیان نہیں کر سکتا۔ یوں لگتا تھا جیسے بہت ہی قیمتی چیز کھو چکی ہو' اور اس کے بعد اچانک مل گئی ہو۔ سردارے نے میری زندگی بچانے کے لئے بھی بہت بڑا کام کیا تھا۔ ورنہ شاید میری ذہنی کیفیت اس بار مجھے قبر میں پہنچا ہی دیتی۔

لیکن میں تو اس کا قائل نہیں تھا جو ہونا ہوتا ہے ہو کر رہتا ہے' اس سلسلے میں کچھ سوچنا بے سود ہے۔

دوسری صبح ہم لوگوں نے اطمینان سے غسل وغیرہ کیا۔ پھر ناشتہ طلب کر لیا۔ بہت ہی آرام و سکون سے بیٹھے ناشتہ کرتے رہے۔ حالانکہ ہمارے چہروں پر اب کوئی میک اپ نہیں تھا۔ سردارے بھی اپنا میک اپ اتار چکا تھا۔ تب سردارے نے کہا۔

"استاد اب کیا پروگرام ہے؟"

"بس سردارے دونوں اپنے اپنے مشن پر چلتے ہیں۔ میں تو سب سے پہلے ایک بڑی رقم حاصل کرتا ہوں۔ میرا خیال ہے حالانکہ اس میں کافی دقت پیش آئے گی اور تم میک اپ کا سامان حاصل کر لو۔ کیا تم یہ کام بہتر طریقے سے کر سکتے ہو؟"

"کیوں نہیں استاد' ایمسٹرڈیم کو میں جتنے اچھے انداز میں دیکھ چکا ہوں میرا خیال ہے تم نے بھی نہیں دیکھا ہو گا۔"

"ہاں میں اس کا دعویٰ نہیں کرتا۔" میں نے جواب دیا اور سردارے مسکرانے لگا۔

ہم دونوں ہوٹل سے باہر آ گئے۔ اور مختلف سمتوں پر چل پڑے۔ کھانے پر ہم دونوں یکجا ہوئے تھے اور لطف کی بات یہ تھی کہ دونوں اپنے اپنے کاموں میں کامیاب رہے تھے۔ مجھے رقم حاصل کرنے میں کوئی دقت پیش نہیں آئی تھی بنک والوں نے مجھ سے تعاون کیا تھا کیونکہ میں ایک بڑی پارٹی کی حیثیت رکھتا تھا۔ البتہ میری شناخت کے لئے کافی طویل کاروائی کی گئی تھی۔ لیکن شناخت کے بعد بنک مینجر نے مجھ سے معذرت چاہی تھی اور میں نے اس کا شکریہ ادا کیا تھا۔

ہم دونوں ہوٹل میں واپس آ گئے تب سردارے نے مجھے اپنے کارنامے کے بارے میں بتایا۔ اس نے میک اپ کے انتہائی خوبصورت ترین باکس میرے سامنے رکھ دیئے وہ بالکل جدید فیشن کے تھے۔ اور ان میں میک اپ کا ہر سامان موجود تھا۔

سردارے ایک بہت ہی چھوٹے سائز کی اسپرے مشین بھی لایا تھا اس میں مختلف کلر تھے۔ یعنی اگر چہرے پر کوئی بھی رنگ لگانا ہے تو اسپرے سے ایک مخصوص لوشن کو چہرے پر اسپرے کر لیا جائے تو اس طرح سے رنگ تبدیل ہو جاتا تھا۔ سردارے نے کہا کہ ہمیں اس کی بے پناہ ضرورت ہے۔ پھر مسکرا کر بولا۔ "اور استاد اس کے علاوہ میں نے ایک اور کام بھی کیا ہے۔"

"وہ کیا سردارے؟"

"دراصل مجھے کافی وقت مل گیا تھا۔ میں ایک ایسے علاقے میں گیا جو ہوریشو کا علاقہ ہے' مجھے میری اصلی حیثیت سے آسانی سے نہیں پہچانا جا سکتا۔ اس کے علاوہ میں نے چہرے میں ہلکی سی تبدیلی بھی کر لی تھی جس کی وجہ سے کوئی شخص مجھے پہچان نہیں سکتا تھا اور وہاں سے جو اطلاع ملی ہے۔ وہ بے حد دلچسپ ہے اور بلاشبہ تمہارے لئے بے حد کار آمد ہوگی۔"

"وہ کیا سردارے، جلدی سے منہ سے پھوٹو۔"

"ہوریشو کی ایک لانچ مال لے کر ایک مخصوص جزیرے پر جا رہی ہے' اس لانچ پر تقریباً میرے اندازے کے مطابق ممکن ہے اس میں کچھ غلط بھی ہو دس کروڑ کا مال لدا ہوا ہے جن میں موسیقی کی اشیاء اور شاید ہیرے وغیرہ ہیں۔"

"اوہ۔" میں نے متحیرانہ انداز میں سردارے کو دیکھا اور کہا کیا یہ حقیقت ہے سردار؟۔

"بالکل حقیقت ہے استاد' ظاہر ہے میں کوئی غلط اطلاع کیسے دے سکتا ہوں۔"

"سردارے کیا تم اس بات کا اندازہ کر سکتے ہو کہ یہ اطلاع ہمارے لئے کتنی قیمتی ہے؟"

"بلاشبہ استاد' لیکن تمہارے ذہن میں کیا ہے؟"

"وہی جو تمہارے ذہن میں ہے سردارے۔" میں نے کہا۔

"اوہ ——— میں اس بات کو چیلنج نہیں کروں گا استاد کیونکہ میں جانتا ہوں کہ تم سردارے کو جس طرح پہچانتے ہو اس سے سردارے کو کبھی انحراف نہیں رہا۔"

"بس تو ٹھیک ہے سردارے لیکن۔" میں نے پر خیال انداز میں کہا۔

"لیکن کا مسئلہ بھی میں نے حل کر لیا ہے استاد۔"

"ویری گڈ ——— یعنی؟"

"دو ایسے آدمیوں کا انتخاب' جو بظاہر لانچ پر کوئی بہت بڑی حقیقت نہیں رکھتے لیکن ہم ان کی

جسامت کو استعمال کر سکتے ہیں اور ان کے چہرے اس قابل ہیں کہ ہمارے کام آئیں۔"

"سردارے یوں لگتا ہے جیسے ہوریشو کے گروہ میں رہنے کے بعد تیری صلاحیتیں بے پناہ تیز ہو گئی ہیں۔"

"یہ بات نہیں ہے استاد' دراصل استاد کے سامنے سردارے کو چوہا بنے رہنے میں مزا آتا ہے' جب استاد نہ ہو تو سردارے کو اپنا ذہن استعمال کرنا پڑتا ہے۔ تم نے جب تک مجھے اپنے ساتھ رکھا میرے ذہن کو استعمال کا موقع نہ ملا۔ اس لئے جب میں نے اپنے فریش ذہن کو استعمال کیا تو اس سے بہت سے کام بن گئے۔ اور اب سردارے یقینی طور پر تمہارے قابل ہے۔"

"جن دو آدمیوں کا تم نے انتخاب کیا ہے سردارے ان کے بارے میں کیا رپورٹ ہے۔"

"ایڈی اور پارکر۔ عام سے لوگ ہیں صرف لڑکے۔ یوں سمجھو استاد باربرداری کے گدھے۔ ان پر کوئی توجہ نہیں دی جاتی۔ ایڈی ایک چھوٹے سے فلیٹ میں رہتا ہے اور پارکر ایک شراب خانہ میں۔ دونوں کو آسانی سے حاصل کیا جا سکتا ہے۔"

"انہیں لاؤ گے کہاں؟"

"میرا خیال ہے پہلے ایڈی پر قابو پایا جائے۔ اس کے بعد پارکر کو اس کے فلیٹ میں بلا لیتے ہیں وہاں اس کو ٹھکانے لگا دیں گے اور پھر اطمینان سے وہاں سے چلیں گے۔ میرا مطلب ہے میک اپ وغیرہ کر کے۔"

میں نے ٹھنڈی سانس لی۔ سردارے اس وقت نہ جانے کیا بن گیا تھا اور میں۔ میرا تو دماغ بالکل تباہ ہو کر رہ گیا تھا۔ کچھ سوجھ ہی نہیں رہا تھا یوں لگتا تھا جیسے اب میں ان معاملات میں بالکل ناکارہ ہو کر رہ گیا ہوں۔

"کیا خیال ہے استاد۔ اختلاف ہے تمہیں؟"

"نہیں سردارے۔" میں نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔

"یہ کام کب کریں استاد؟"

"میرا خیال ہے آج رات۔ تمہیں ان دونوں کی رہائش گاہیں معلوم ہیں؟"

"ہاں۔"

"بس تو ٹھیک ہے۔ میرا خیال ہے ہلکا سا میک اپ کر لیں۔"

"اتنا ہلکا استاد کہ ہوٹل میں وقت نہ ہو۔"

"ہاں ٹھیک ہے۔" میں نے جواب دیا۔ پھر سوچا اسپرے مشین کا تجربہ کیا جائے اور ہم نے اپنے چہرے سفیدی مائل سرخ کر لئے جس سے ہم آئرلینڈ کے باشندوں کی سی شکل میں آ گئے جن کی ناکیں عموماً سرخ ہوتی ہیں۔ باریک مونچھوں کے استعمال نے چہرے بالکل بدل دیئے اور ہم دونوں تیار ہو کر باہر نکل آئے۔ تھوڑی دور تک پیدل چلتے رہے۔ پھر ایک ٹیکسی لے کر چل پڑے۔ ایڈی کے مکان کو پہلے سے نگاہ میں رکھنا چاہتے تھے۔

"کہیں ایسا نہ ہو سردارے کہ وہ رات کو فلیٹ پر واپس ہی نہ آئے۔"

"میں نے کہا نا۔ وہ اتنا اہم انسان نہیں ہے کہ اس کی ضرورت پہلے سے محسوس کی جائے۔ پھر بھی دیکھ لیں گے استاد۔"

تھوڑی دیر کے بعد ہم ایڈی کے فلیٹ کے سامنے پہنچ گئے۔ سردارے نے دور سے اس بلڈنگ کے بارے میں بتایا۔ جو ٹیکسی ہمیں لے کر آئی تھی وہ واپس چلی گئی۔ اس بلڈنگ کے سامنے ایک چھوٹا سا ریستوران تھا جہاں سے اس فلیٹ پر نگاہ رکھی جا سکتی تھی۔ ہم اس میں داخل ہو گئے اور ایک ایسی سیٹ سنبھال لی جہاں سے فلیٹ پر نگاہ رکھی جا سکے۔

ایک طویل وقت گذارا تھا ہم نے ریستوران میں۔ تقریباً آٹھ بجے فلیٹ میں روشنی ہو گئی اور اس کے ساتھ ہی سردارے کا چہرہ کھل اٹھا۔

"استاد۔"

"ہاں میں نے روشنی دیکھ لی ہے۔" میں نے جواب دیا۔

"میں تو تشویش میں مبتلا ہو گیا تھا اندھیرا دیکھ کر۔"

"بہرحال حالات پھر سے ہمارا ساتھ دینے لگے ہیں میرا خیال ہے اب یہاں سے اٹھ جاؤ۔ ہوٹل کے لوگ بھی ہم سے تنگ آ گئے ہوں گے۔"

"میرا خیال ہے انہوں نے توجہ بھی نہیں دی ہوگی۔"

"کیوں؟"

"اول تو ہم نے ضرورت سے زیادہ کھایا پیا ہے۔ اور پھر ویٹر کو ٹپ بھی کئی بار مل چکی ہے اس لئے انہیں کیا اعتراض ہو گا؟"

"بہرحال اٹھو۔" میں نے کہا۔ اور پھر ہم آخری بل ادا کر کے ریستوران سے نکل آئے اور ٹہلتے ہوئے ایک طرف چل پڑے۔ اندازہ لگا رہے تھے کہ کوئی ہماری طرف متوجہ تو نہیں ہے۔ لیکن ایسا کوئی نظر نہیں آیا۔ اور پھر ہم ایک جگہ رک گئے۔

"کیا خیال ہے استاد' کس وقت کام شروع کرو گے؟"

"میرا خیال ہے وقت ضائع کرنا مناسب نہیں ہے۔"

"ہاں رات میں وہ کہیں نکل نہ جائے۔" سردارے نے کہا۔ اور پھر ایک لمبا چکر لے کر حالات کا جائزہ لیتے ہوئے ہم اس عمارت کے پاس پہنچ گئے۔ فلیٹ دوسری منزل پر تھا۔ سیڑھیاں طے کر کے اوپر پہنچ گئے۔ اور چند منٹ کے بعد ہم ایڈی کے فلیٹ کے سامنے پہنچ گئے۔

پھر میں نے کال بیل پر انگلی رکھ دی۔ رومال کو انگلی کے نیچے رکھنا نہ بھولا تھا۔ چند ہی ساعت کے بعد دروازہ کھل گیا۔ سامنے ایڈی کھڑا تھا۔

"کیا مسٹر ایڈی اسی فلیٹ میں رہتے ہیں؟" میں نے پوچھا۔

"کیا بات ہے؟" ایڈی نے پوچھا۔ وہ نشے میں معلوم ہوتا تھا۔

"ہم استنبول سے آئے ہیں۔ وہاں سے ان کے ایک دوست نے ان کے لئے ایک تحفہ بھیجا ہے۔" میں نے جواب دیا۔

"کس دوست نے؟"

"آپ براہ کرم ہمیں مسٹر ایڈی سے ملا دیں۔"

"میں ہی ایڈی ہوں۔" ایڈی نے جواب دیا۔

"اوہ۔ آپ سے مل کر بہت خوشی ہوئی مسٹر ایڈی۔ آپ کے دوست کا تحفہ۔" میں نے جیب میں ہاتھ ڈال کر کہا اور اگلے ہی لمحہ پستول نکال کر اس کی پیشانی پر رکھ دیا۔

ایڈی بری طرح چونک پڑا تھا۔ اس نے بے اختیار دونوں ہاتھ اوپر اٹھا دیئے "کک کیا مطلب۔" وہ سہمے ہوئے انداز میں بولا۔

"اندر چلو۔" میں نے غراتے ہوئے کہا اور پستول کی نال سے اس کی پیشانی پر دباؤ ڈال دیا۔ ایڈی پیچھے ہٹ گیا تھا۔ میرے پیچھے ہی سردارے بھی اندر داخل ہوا اور اس نے پلٹ کر دروازہ بند کر دیا۔

"تمہارے علاوہ اندر اور کون ہے ایڈی۔" میں نے بھاری لہجے میں پوچھا۔

"کوئی نہیں ہے لیکن تم کیا چاہتے ہو؟" ایڈی نے پوچھا۔ اس کے انداز سے ہلکی سی پریشانی مترشح تھی۔

پستول بدستور اب بھی اس کی پیشانی سے لگا ہوا تھا۔ اور میں نے دوسرے ہاتھ سے اس کی جیبیں وغیرہ ٹٹول لی تھیں۔ کوئی ایسی چیز نہیں تھی جسے قبضے میں لینا ضروری ہوتا۔ چنانچہ میں نے سردارے کو اشارہ کیا اور سردارے دوسرے کمرے کا جائزہ لینے لگا۔ بے شک ایڈی اپنے فلیٹ میں تنہا تھا۔

تب ہم اسے لے کر ایک کمرے میں پہنچ گئے اور میں نے ایڈی کے سینے پر ہاتھ رکھ کر اسے مسہری پر دھکا دے دیا۔ پھر پستول اس کی جانب تانتے ہوئے بولا۔

"ایڈی ہمیں تم سے کچھ معلومات حاصل کرنی ہیں۔"

"کیسی معلومات اور تم کون ہو؟ مجھے کم از کم یہ تو بتا دو۔"

"تمہارا دوست پارکر اس وقت کہاں ملے گا؟"

"پپ پارکر ــــــ کیوں۔ اس نے کیا کیا۔" ایڈی نے پوچھا۔

"جو کچھ تم سے پوچھا جا رہا ہے اس کا جواب دو۔" میں نے غراتے ہوئے کہا اور وہ جلدی سے بولا۔

"وہ ایک بار میں رہتا ہے۔" ایڈی نے جواب دیا۔

"ہمیں اس سے بہت ضروری کام ہے اور اگر کام بن گیا ایڈی تو تم لوگوں کے عیش ہو جائیں گے۔"

"کیسا کام؟" ایڈی نے متحیرانہ انداز میں پوچھا۔

"تمہارا تعلق منشیات کے گروہ سے ہے۔ ہمیں اس بات کا اچھی طرح علم ہے' شاید تم ہوریشو کے گروہ میں کام کرتے ہو۔ لیکن مسٹر ایڈی ہم الگ سے ایک کام تمہارے سپرد کرنا چاہتے ہیں۔ ہمیں علم ہے کہ کل تم ایک لانچ لے کر کہیں جا رہے ہو' ہمارا کام بھی وہیں سے کرتے آنا۔ ہمیں یقین ہے کہ ہوریشو کو بھی اس پر کوئی اعتراض نہ ہو گا اور اس کے علاوہ اس کام کے کرنے پر تمہیں ایک معقول رقم بھی مل جائے گی۔" میں نے پستول کی نال بدستور اس کے بدن سے لگاتے ہوئے کہا۔

"مجھے اس پر اعتراض نہیں ہے۔ لیکن یہ انداز۔"

"ہاں اس وقت یہ ضروری ہے کیونکہ بہرصورت جب تک تم ہمارے کام پر آمادہ نہیں ہو جاتے ہمارے دوست تو نہیں ہو سکتے۔"

"اوہ۔ اس سے کیا فرق پڑتا ہے تم مجھے کام بتاؤ۔"

"نہیں، پہلے تم پارکر کو بھی یہاں بلالو' اس کے سامنے ہم تمہیں ساری تفصیل بتادیں گے۔ اور اس کے بعد فیصلہ کرنا تمہارا کام ہے کہ تم یہ کام کرو یا نہ کرو۔ اور یہ سوچ رکھنا ایڈی کہ اگر تم ہمارا کام کرنے پر رضامند نہیں ہوئے تو ہم تمہیں اپنا دوست نہیں سمجھیں گے۔"

ایڈی پرخیال نگاہوں سے مجھے دیکھ رہا تھا۔ پھر اس نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔

ٹھیک ہے' اگر کوئی ایسا کام ہے جس پر ہوریشو کو کوئی اعتراض نہ ہو اور ہمیں کچھ آمدنی بھی ہو جائے تو ہمیں اس پر کیا اعتراض ہو سکتا ہے۔ تم کام بتاؤ۔"

"نہیں ایڈی پہلے پارکر کو بھی بلالو۔"

"اچھا اچھا اس میں کوئی ہرج نہیں ہے بلاوجہ تم نے مجھے خوفزدہ کر دیا۔ میں نے سوچا نہ جانے کون لوگ ہوں گے اور کس مقصد کے تحت یہاں آئے ہوں گے۔" ایڈی نے مسکراتے ہوئے کہا اور پھر وہ ٹیلی فون کی جانب بڑھ گیا۔

میں اس کے سر پر جا کھڑا ہوا تھا۔ ایڈی نے جو نمبر ڈائل کئے تھے میں نے انہیں ذہن نشین کر لیا تھا۔ اس کے بعد اس نے کسی کو مخاطب کیا۔

"ہیلو۔"

"ہاں ---- میں ایڈی بول رہا ہوں ---- پارکر کو میرے پاس بھیج دو ---- ہاں ہاں۔ میرے فلیٹ میں..... ہاں مجھے اس سے ضروری کام ہے اس سے کہو کہ دس منٹ میں میرے پاس پہنچ جائے۔ کام بہت ضروری ہے۔ او کے۔" اس نے ٹیلی فون رکھ دیا اور مجھے دیکھ کر مسکرانے لگا۔

"تمہارا خیال تھا کہ شاید میں کوئی فراڈ کرنے والا ہوں۔"

"نہیں ایڈی ہم عام طور سے لوگوں کو فراڈ کرنے کا موقع نہیں دیتے۔" میں نے جواب دیا اور ایڈی میرے نزدیک آگیا۔

"اب بھی مجھے اپنے بارے میں کچھ نہیں بتاؤ گے۔ حالانکہ میں تمہارے ساتھ تعاون کرنے پر تیار ہوں۔"

"ہاں بھئی کیا خیال ہے۔" میں نے سردارے کی جانب دیکھا۔

"ٹھیک ہے استاد اسے سب کچھ بتادو۔"

"ویسے کیا تم نے اس کی آواز نوٹ کی ہے۔"

"ہاں بہت اچھی طرح۔" میں نے جواب دیا۔

اور ایڈی تعجب سے ہم لوگوں کو دیکھنے لگا۔

"میری آواز سے کیا مطلب؟"

"کچھ نہیں ایڈی ڈیئر ---- دراصل ہمیں تمہاری اور پارکر کی ضرورت ہے۔"

"وہ تو میں سمجھ چکا ہوں لیکن کس سلسلے میں۔"

"سلسلہ یہ ہے کہ کل جس لانچ پر تم جاؤ گے اس پر تمہاری جگہ ہم جانا چاہتے ہیں۔"

"میں اب بھی نہیں سمجھا۔"

"میں اسے سمجھائے دیتا ہوں۔" میں نے پستول سردارے کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا اور

سردارے نے پستول میرے ہاتھ سے لے لیا۔ تب میں نے اچھل کر ایڈی کی گردن پکڑلی۔

ایڈی ہکا بکا رہ گیا تھا۔ لیکن اب کسی رعایت کا کیا سوال پیدا ہوتا تھا میں نے انگوٹھے اس کے نرخرے سے لگا دیئے اور انہیں دبانے لگا۔ ایڈی نے ہاتھ پاؤں مارنے کی کوشش کی اور اس کوشش میں نیچے گر پڑا پھر اس کے حلق سے خرخراٹیں نکلنے لگیں۔ لیکن میں نے اسے اسی طرح گرفت میں لے رکھا تھا۔

پھر اس کی زبان اور آنکھیں نکل پڑیں۔ اور جب وہ سرد ہو گیا تو میں نے اسے چھوڑ دیا۔

سردارے پرسکون نگاہوں سے مجھے دیکھ رہا تھا۔ میں نے اس کی طرف دیکھا اور اس نے مسکراتے ہوئے گردن ہلا دی۔

"گڈ ---- استاد واپس آرہے ہو۔"

"کیا مطلب؟"

"مقصد یہ کہ نواز کسی قدر مضمحل تھا۔ لیکن ایڈی کے قتل سے اندازہ ہوتا ہے کہ اب وہ ٹھیک ہو گیا ہے۔"

"ہوں۔" میں نے گہری سانس لی۔ "لیکن اسے قتل کر کے مجھے زیادہ خوشی نہیں ہوئی ہے۔"

"کیوں۔؟"

"معمولی انسان تھا۔ ہمارا دشمن بھی نہیں تھا اسے مارنے سے کیا ملا سوائے اس کے کہ ایک ضرورت پوری ہو گئی۔"

"تم بھول رہے ہو استاد' وہ ہوریشو کا لڑاکا تھا۔ اگر ہوریشو اسے حکم دیتا کہ تمہیں گولی مار دے تو وہ ذرا بھی تامل نہ کرتا۔" سردارے نے میرے اضمحلال کو دور کرنے کی کوشش کی۔ اور میں گردن ہلانے لگا۔

"یہ بھی اچھا ہوا کہ ہم نے اسے گردن دبا کر مارا ہے۔ اس طرح دوسری الجھنوں سے بچ گئے۔ پارکر کے لئے بھی یہی طریقہ استعمال کرنا ہوگا۔"

"او کے باس۔ میں اس کی لاش کو درست کروں۔ میرا خیال ہے تم اپنا کام شروع کر دو۔" سردارے نے کہا۔

"اپنا کام۔"

"ہاں میک اپ۔"

"اوہ اس کا انتظار نہیں کرو گے؟"

"کیا ضروری ہے استاد۔ تھوڑی بہت دیر تو لگے گی ہی اس کو راستے میں۔ اگر تم میک اپ سے فارغ ہو جاؤ تو اس کی ٹیسٹنگ بھی ہو جائے گی۔ اگر نہ ہوئے تو اسے میں سنبھال لوں گا۔" سردارے نے ایڈی کی لاش مسہری کے نیچے ٹھونستے ہوئے کہا۔

"اوہ سردارے اسے سامنے رہنے دو۔ میک اپ میں میں اس سے سہارا لوں گا۔"

"یہ بھی ٹھیک ہے۔ کیا تم اس کی آواز کی نقل بہ آسانی کر سکتے ہو استاد؟"

"زیادہ مشکل نہ ہو گا' میں نے جواب دیا۔ پھر سردارے نے تیز روشنیاں جلادیں۔ اور میں میک اپ کرنے بیٹھ گیا۔ میرے ہاتھ مہارت سے عمل کر رہے تھے اور تھوڑی دیر کے بعد میں میک اپ سے فارغ ہو گیا۔ پارکر ابھی تک نہیں پہنچا تھا۔

سردارے مجھے پسندیدہ نگاہوں سے دیکھ رہا تھا۔ پھر اس نے گہری سانس لے کر کہا۔ "استاد' استاد ہی ہوتا ہے۔"

"کوئی خامی؟" میں نے پوچھا۔

"خدا کی قسم مجھے تو نظر نہیں آ رہی۔" سردارے نے جواب دیا۔ اور پھر ہم دونوں بے اختیار اچھل پڑے۔ کال بیل کریہہ آواز میں چیخ پڑی تھی۔

"میں جاؤں۔"؟ سردارے نے پوچھا۔

"نہیں تم رکو۔ میں ہی دیکھتا ہوں۔ ہاں ممکن ہے اس کے پاس پستول ہو۔ تم یہاں آڑ میں انتظار کرو۔" میں نے سردارے سے کہا۔ کال بیل دوبارہ بج اٹھی تھی۔ تب میں دروازے پر پہنچ گیا۔

باہر ایک متناسب جسم کا مالک شخص کھڑا تھا۔

"ہیلو ایڈی۔" اس نے کہا۔

"اوہ ------ پارکر آؤ ------ اندر آجاؤ۔" میں نے واپس مڑتے ہوئے کہا اور پارکر اطمینان سے اندر داخل ہو گیا۔ یقیناً اسے میری آواز پر بھی شبہ نہیں ہو سکا تھا۔ میں اسے لئے ہوئے اطمینان سے ڈرائنگ روم کی طرف بڑھ گیا۔

چند ساعت کے بعد میں اس کمرے میں داخل ہوا جہاں سردارے موجود تھا اور سردارے صورت حال سے واقف تھا۔ چنانچہ جونہی پارکر اندر داخل ہوا سردارے نے اس کی پیشانی پر پستول کی نال رکھ دی۔

"ارے۔ یہ کیا ایڈی۔" اس نے متحیرانہ انداز میں میری طرف دیکھ کر کہا۔

"تمہارا کیا خیال ہے پارکر' کیا تم اس شخص کو پہچانتے ہو؟"

"نہیں۔ لیکن یہ سب کیا ہے؟"

"پارکر دراصل مجھے تم سے کچھ اختلافات تھے۔ میں نے سوچا آج اس کا فیصلہ کر ہی ڈالوں۔"

"کیسا فیصلہ' کیسے اختلافات۔ میرا خیال ہے میرے اور تمہارے درمیان ایسا کوئی اختلاف نہیں تھا جس کے لئے تم اس حرکت پر اتر آؤ۔ اور پھر ایڈی تم یہ کیوں بھول رہے ہو کہ تم میرے کتنے پرانے دوست ہو۔" اس نے مجھے گھورتے ہوئے کہا۔

"ویری گڈ ------ ویری گڈ مسٹر پارکر۔ دراصل ہم یہی سب کچھ معلوم کرنا چاہتے تھے۔" میں نے کہا۔

"کیا بکواس کر رہے ہو؟" پارکر غرایا۔

"بکواس۔"؟ میں نے آہستہ سے کہا اور پھر مسہری کی طرف بڑھ گیا جہاں ایڈی کی لاش دوبارہ چھپا دی گئی تھی۔ میں نے اس کی ٹانگیں پکڑ کر باہر گھسیٹ لیا اور پارکر بری طرح اچھل پڑا۔

"یہ ------ یہ سب کیا ہے۔ کک' کیا مطلب ہے اس بات کا؟"

"مطلب صرف یہ ہے کہ میں ایڈی نہیں ہوں۔ ایڈی وہ ہے جو مر چکا ہے" میں نے کہا۔

"مر چکا ہے۔" پارکر نے سہمے ہوئے لہجے میں کہا۔

"ہاں دوست۔ اور اب تم بھی اپنے ساتھی اور دوست کے پاس پہنچ جاؤ۔" میں نے کہا اور پھر ایڈی کے سے انداز میں اچھل کر اس کی گردن پکڑ لی۔

پارکر بری طرح اچھل رہا تھا۔ میرے دل میں اس وقت رحم کا کوئی جذبہ نہیں تھا۔ میں نے اس کی گردن دبا دی اور چند ساعت کے بعد پارکر ڈھیلا پڑ گیا وہ بے جان ہو چکا تھا۔

جب وہ سرد ہو گیا تو میں نے اسے زمین پر ڈال دیا اور سردارے اس کا لباس اتارنے لگا۔ تقریباً تین گھنٹے تک ہم اپنے کام میں مصروف رہے میں نے سردارے کے چہرے پر پارکر کا میک اپ کر دیا تھا۔ پارکر کا ضروری سامان اور چیزیں جو اس کے ساتھ تھیں ہم نے لے لیں اور پھر بعد میں یہ طے کیا گیا کہ میں صبح تک ایڈی کے فلیٹ میں رہوں گا اور سردارے پارکر کے شراب خانے میں چلا جائے۔

ہم اس کام سے فراغت پا چکے تھے کہ سردارے نے کہا۔ "استاد ایک بات میرے ذہن میں آ رہی ہے۔"

"کیا۔؟"

"ممکن ہے ان لوگوں کا کوئی اور پروگرام ہو۔ میرا مقصد ہے انہیں کسی جگہ پہنچنا ہو اور ہمیں اطلاع ملے اس لحاظ سے کیا یہاں رکنا مناسب ہو گا۔"

"پھر اس کے علاوہ کیا کیا جا سکتا ہے؟"

"وہی جو میں نے آپ سے عرض کیا تھا استاد۔"

"کیا مطلب؟"

"ہم دونوں خود ہی وہاں چلیں گے۔"

"بندرگاہ۔"

"ہاں۔ وہاں سے لانچ روانہ ہونے والی ہے۔" سردارے نے جواب دیا۔

"تمہیں وہ جگہ معلوم ہے؟"

"بالکل معلوم ہے استاد۔"

"تو ٹھیک ہے سردارے تم نے یہ بات مجھے پہلے نہیں بتائی تھی اگر یہ بات ہے تو ہمارا یہاں رکنا ا بے مقصد ہے بلکہ ایک لحاظ سے خطرناک بھی ہے ممکن ہے کہ کوئی یہاں تک پہنچ جائے۔"

"بالکل ٹھیک استاد۔" سردارے نے جواب دیا اور ہم لوگوں نے دونوں لاشوں کو احتیاط سے مسہری کے نیچے کھسکا دیا۔

ہمیں یقین تھا کہ تھوڑے بہت عرصے کے بعد ان لاشوں کا پتہ ضرور چل جائے گا اور لوگ انہیں الیں گے۔ لیکن یہ وقت جتنا زیادہ ٹل جاتا اتنا ہی بہتر تھا۔ اس کے بعد ہم نے فلیٹ کی دوسری چیزوں کی الی۔ کچھ سامان ہم نے ساتھ بھی لے لیا۔ اور باہر نکل آئے۔

راتوں رات ہم نے اپنے ہوٹل کا بھی بندوبست کیا۔ ضروری سامان ایک مخصوص جگہ چھوڑ دیا گیا۔ س بارے میں انتظامات کر دیئے گئے۔ صبح ہم بندرگاہ کی جانب چل پڑے۔ رات تقریباً جاگتے گزری

بندرگاہ کا ایک مخصوص علاقہ جہاں سے لانچ روانہ ہونی تھی۔ سردارے کا جانا پہچانا تھا۔ اور رے بآسانی اس جگہ تک پہنچ گیا تھا جہاں مزدور ابھی تک لانچ پر سامان لاد رہے تھے۔ باہر چند ہی کارٹن ے تھے تو نہیں بھی بار کر دیا گیا۔ تب ایک شخص نے ہمیں پکارا۔

"اے ایڈی۔ پارکر۔ کیا کر رہے ہو تم لوگ کہاں تھے؟"

"بس دیر ہو گئی ذرا۔" میں نے جواب دیا۔

"دیر کے بچے۔ چلو لانچ پر پہنچ جاؤ۔ باقی سب پہنچ چکے ہیں' صرف تم دو ہی نہیں تھے۔"

"اوہ بہت اچھا جناب۔" میں نے کہا۔ سردارے اور میں دونوں لانچ پر پہنچ گئے تھے۔ اس شخص کے بارے میں ہمیں کچھ معلوم نہ تھا جس نے ہمیں ڈانٹنے والے انداز میں پکارا تھا۔

بہرحال سارے کام ہوشیاری سے کرنے تھے۔ ابھی ہمیں اپنے ٹھکانے کے بارے میں کوئی علم نہیں تھا کہ ہماری حیثیت کیا ہے' ہمیں کیا کرنا ہے۔ اس لئے تھوڑی سی احتیاط برتنا تھا۔ اس شخص کو ہم نے لانچ پر دیکھا جس نے ہمیں ڈانٹا تھا۔ وہ سب کو ہدایات دے رہا تھا اور سب لوگ اسی کی مرضی کے مطابق کام کر رہے تھے۔ تب اس نے زور سے آواز لگائی۔

"سارا کام مکمل ہو چکا ہے۔ بس تم لوگ واپس آجاؤ۔" یہ آواز غالباً ساحل پر کھڑے ہوئے کچھ لوگوں کے لئے لگائی گئی تھی۔ ہم نے کم از کم اتنا اندازہ لگا لیا تھا کہ وہ شخص لانچ پر کسی نمایاں حیثیت کا حامل ہے۔

لانچ پر کارٹن ایک جگہ جمع کئے جا رہے تھے اور پھر انہیں پلاسٹک کی بڑی بڑی چادروں سے ڈھک دیا گیا۔ اس کام میں ہم بھی دوسرے لوگوں کے معاون تھے اور ہمیں ہدایات دینے والا وہی شخص تھا جسے کسی شخص نے غالباً مسٹر میک کہہ کر مخاطب کیا تھا۔

مسٹر میک غالباً اس لانچ کا انچارج تھا۔ ویسے لانچ کو چلانے والے دوسرے لوگ تھے۔ ہم نے پوری لانچ کا گھوم پھر کر جائزہ لیا۔ کافی بڑی لانچ تھی۔ بالکل جدید ساخت کی۔ میں نے اس پر مہلک ہتھیار بھی نصب دیکھے تھے۔ حیرت ہوتی تھی ہوریشو کی دلیری پر۔ کتنے اطمینان سے لانچ ایک جدید ملک کی بندرگاہ سے روانہ ہو رہی تھی۔ اور اسے پوچھنے والا کوئی نہیں تھا۔

ایڈی اور پارکر کی حیثیت سے ہم لوگ دوسروں سے بہت جلد گھل مل گئے تھے۔ اور انتہائی چالاکی سے لانچ کے سفر کے بارے میں معلومات حاصل کرتے رہے۔ ہمیں علم ہو گیا کہ لانچ یوناٹ نامی جزیرے پر جا رہی ہے۔ جہاں ایک جہاز آئے گا اور لانچ کا مال اس پر ٹرانسفر ہو جائے گا۔ تب لانچ واپس آجائے گی۔ جزیرے تک کا سفر صرف ایک دن ایک رات کا تھا۔ دوسرے دن صبح لانچ جزیرے پر پہنچ جاتی تھی۔ گو ہمارے پاس چوبیس گھنٹے تھے۔

پہلے مرحلے کے بعد ہم دوسرے مرحلے میں داخل ہو گئے۔ یعنی ہم نے لوگوں کے پاس موجود اسلحہ کے بارے میں معلوم کیا۔ پتہ چلا زیادہ اسلحہ کسی کے پاس نہیں تھا ہاں لانچ کے اسلحہ خانے میں اسلحہ موجود تھا۔ جس کی ضرورت شاید ہی پیش آسکتی تھی یا پھر جس وقت اسلحہ کی ضرورت ہوتی تھی وہ تقسیم کر دیا جاتا تھا۔ عام حالات میں کسی کو اسلحہ رکھنے کی اجازت نہیں تھی۔

لانچ کا سفر مشکل نہیں تھا۔ مسٹر میک سخت آدمی تھا اور اس کا احترام سب ہی کر رہے تھے۔ ہم اسلحہ خانے کے بارے میں بھی پتہ لگا لیا۔ اور لانچ پر موجود تمام لوگوں کی تعداد وغیرہ کے بارے میں بھی۔

پھر رات ہو گئی۔ لانچ کا پرسکون سفر جاری تھا۔ تقریباً بارہ بجے رات ہم نے اپنا کام شروع کر دیا۔ سب سے پہلے تو سردارے نے چالاکی سے اسلحہ خانے کے دروازے کا تالا خراب کر دیا' تاکہ وہ کھل نہ

سکے۔ اس کے بعد ہم نے اپنی اسٹین گنیں نکال لیں جن کا میگزین بھی ہمارے پاس موجود تھا۔

یہ وہی اسٹین گنیں تھیں جنہیں سردارے ہوریشو کے ہاں سے لایا تھا ہم انہیں احتیاط سے لباس میں چھپا کر لائے تھے اور پھر ایک باقاعدہ اور منظم پروگرام کے مطابق ہم نے پہلے میک کو چھاپا۔ وہ اس وقت ایک کیبن میں بے خبر سو رہا تھا۔ میں اور سردارے بیک وقت کیبن میں داخل ہوئے تھے۔ اور ہم نے میک کو سنبھلنے کا موقع نہیں دیا۔ سردارے کا چاقو اس کے سینے میں دل کے مقام پر پیوست ہو گیا تھا۔ اس نے میک کا منہ بھی بھینچ رکھا تھا۔ میک کو ٹھنڈا کر کے ہم باہر نکل آئے۔ اور پھر ایک طے شدہ جگہ پر پہنچ کر میں رک گیا۔ سردارے نے اپنی اسٹین گن چھپا لی تھی اور وہ کھڑا ہو گیا۔ میں نے پوزیشن سنبھال لی تو اچانک سردارے حلق پھاڑ کر چیخنے لگا۔

"آگ۔ آگ۔ دوڑو۔ آگ۔ آگ آگ۔" وہ اتنے بھیانک انداز میں چیخ رہا تھا کہ میں خود بھی دنگ رہ گیا۔ اس کی ان آوازوں کا خاطر خواہ نتیجہ نکلا۔ کون تھا جو گھبرا کر ہر کونے کھدرے سے باہر نہ نکل آیا ہو۔ اس کے ساتھ ہی میں نے اسٹین گن کا دہانہ کھول دیا۔ سردارے نے خود بھی اپنی چھپی ہوئی اسٹین گن نکال لی اور سمندر کے سینے پر بے شمار چیخیں گونجنے لگیں۔ ہم نے ہر سامنے آنے والے کو بھون کر رکھ دیا اور بہرحال لانچ پر لوگوں کی تعداد ہی کتنی تھی۔ سب کے سب بدحواس تھے۔ حقیقت کو سمجھنے بھی نہیں پائے تھے کہ گولیاں ان کے بدن میں پیوست ہو گئیں اور موت نے انہیں آلیا۔

ذرا سی دیر کا ڈرامہ تھا اور اب لانچ پر تیئس کے قریب لاشیں تھیں ہم دو کے علاوہ کوئی ذی روح باقی نہ رہا تھا۔ میرے ذہن پر خون سوار تھا۔

سردارے میرے پاس آیا اور اس نے میرے بازو پر اپنا ہاتھ رکھ دیا۔ "کیا میں ان لاشوں کو نیچے پھینک دوں استاد؟" اس نے پوچھا۔

"نہیں سردارے۔" میں نے جواب دیا۔

"کیا مطلب؟"

"کھیل شروع ہو گیا ہے تو۔۔۔۔۔۔ اس کی اطلاع ہوریشو کو ہونی چاہئے' ورنہ مزا نہیں آئے گا۔"! میں نے کہا اور سردارے نے قلقاری لگائی۔

"زندہ باد استاد۔۔۔۔۔۔ وہ کھیل بھی کیا جس میں مزا نہ ہو۔" اس نے کہا۔ اور میں گردن ہلانے لگا۔

☆ ☆ ☆

سمندر پر خوفناک سیاہی طاری تھی۔ لانچ پر لاشوں کے انبار کے درمیان کبھی کبھی تحریک پیدا ہو جاتی تھی۔ یہ وہ لوگ تھے جن کی ابھی جان نہیں نکل سکی تھی۔ لیکن بہت جلد وہ بھی زندگی کے بوجھ سے نجات پا جانے والے تھے۔

"کھیل کیا ہو گا استاد!" سردارے نے تھوڑی دیر کے بعد پوچھا۔

"یہ لانچ یوفا کے جزیرے پر ضرور پہنچے گی۔"

"خوب۔"

"لیکن اس پر لاشوں کے سوا کچھ نہیں ہو گا۔"

"مال کہاں اتارو گے استاد؟"

"اس کا فیصلہ کرنا ہے------ ضرورت تو نہیں ہے کہ لانچ بروقت پہنچ جائے۔"
"یہ بھی ٹھیک ہے۔ تب میں بتاؤں استاد!"
"ہوں۔"
"اس کے لئے ہمیں سن برگ میں قیام کرنا چاہیے۔ تمہیں یاد ہے ہمارے دوست نے ہمیں سن برگ کے بارے میں بتایا تھا۔"
"اوہ' نہیں سردارے------ بلکہ کچھ اور سوچنا ہو گا۔"
"کیا استاد؟"
"ہوریشو کو اس حادثے کی اطلاع بہت جلد مل جائے گی------ اور سن برگ اس کی پہنچ سے دور نہیں ہو گا اس لئے وہ ہمارے لئے بہتر جگہ نہیں ہے۔"
"یہ بھی ٹھیک ہے۔" سردارے نے گردن ہلائی۔ پھر وہ خاموشی سے سوچنے لگا اور تھوڑی دیر کے بعد بولا۔ "اس کے علاوہ کوئی صورت بھی میری سمجھ میں نہیں آ رہی استاد------ ویسے ہمیں کسی منزل پر پہنچنا ضرور چاہیے۔ سمندر میں اس طرح رہنا خطرے سے خالی نہیں ہو گا۔"
"ہاں یہ تو ہے" میں نے پر خیال انداز میں کہا۔
"کوئی خیال تو تمہارے ذہن میں ضرور ہو گا استاد!"
"ہاں سردارے! میں کوئی ویران جزیرہ چاہتا ہوں۔ پہلے والی ترکیب جو ہم نے مکلینو کے خلاف استعمال کی تھی یعنی مال کو کسی جگہ چھپا دیا جائے اور بعد میں اس کا تیاپانچہ کیا جائے۔"
"مناسب خیال ہے استاد------ لیکن کوئی جزیرہ------؟"
"تلاش کریں گے سردارے! میرا خیال ہے ان اطراف میں ایسے جزیرے موجود ہیں۔ اب باقی معاملات تقدیر پر چھوڑ دیتے ہیں۔" میں نے کہا اور سردارے ہنس پڑا۔
"ٹھیک ہے استاد! ہمیں پرواہ کس بات کی ہے۔ ظاہر ہے یہ مال ہماری زندگی کے لئے بہت بڑی اہمیت نہیں رکھتا۔ اگر کسی سے مڈبھیڑ ہو گئی تو لانچ تباہ کر دیں گے اور بھلا کس کی مجال ہے کہ ہمیں تلاش کر سکے۔" اس بات پر میں خاموش ہو گیا۔

بہرحال یہ اندھا قدم تھا۔ مال کی پرواہ مجھے بھی نہیں تھی۔ میں تو بس انتقام کی آگ میں سلگ رہا تھا اور اسے ہر طرح سے نقصان پہنچانا چاہتا تھا------ چنانچہ سمندر میں پورا ایک ہفتہ گزر گیا۔

اس دوران کئی چھوٹے چھوٹے جزیرے نظر آئے تھے۔ لیکن ان پر آبادی صاف نظر آتی تھی۔ ہمیں کسی ویران جزیرے کی تلاش تھی۔ آٹھویں دن ہمیں ہماری کسی قدر پسندیدہ جگہ نظر آئی۔ چھوٹا سا جزیرہ تھا' ویران معلوم ہوتا تھا۔ کسی قسم کی آبادی کے آثار نہیں تھے۔ ویسے بھی اب کافی پریشانی ہو گئی تھی۔ کیونکہ لانچ پر لاشیں سڑنے لگی تھیں اور تعفن پھیل گیا تھا۔ ہمیں سانس لینا مشکل ہو گیا تھا۔

تھوڑی دیر کے بعد ہم جزیرے پر اتر گئے۔ بڑے کام کی جگہ تھی۔ ہمیں بڑی حیرت ہو رہی تھی۔ ایسا لگتا تھا جیسے یہ جگہ پہلے سے ہمارے علم میں ہو۔ بعض اوقات حالات ایسے ہی کرشمے دکھاتے ہیں۔ چھوٹا سا جزیرہ بالکل ویران تھا۔ چونکہ کھلے سمندر میں تھا اور دور دور تک کوئی ایسا آباد جزیرہ نہیں تھا جس سے لوگ یہاں آتے جاتے ہوں۔ اس لئے بالکل چٹیل اور ویران پڑا تھا۔ البتہ تلاش کے باوجود کوئی غار نہ مل سکا۔ دو تین گھنٹے میں ہم نے پورا جزیرہ گھوم لیا۔ لیکن ایسی کوئی جگہ نظر نہیں آئی جہاں لانچ خالی کی جا سکتی۔ تب سردارے نے ایک تجویز پیش کی۔

"محنت تو کرنا پڑے گی استاد------ لیکن کیوں نہ ہم کوئی گڑھا تیار کریں اور وہاں مال دفن کر دیں۔"
"اتنا آسان کام تو نہیں ہو گا سردارے------ مال تھوڑا بہت نہیں ہے۔ بہرحال کچھ نہ کچھ تو کرنا ہی ہو گا------ جائزہ لو۔" میں نے کہا اور تقدیر نے یہاں بھی ساتھ دیا------ لانچ سے حاصل کئے ہوئے بارود کے ایک ذخیرے سے ہم نے ایک چٹان اڑائی تو اس کے نیچے ایک غار نکل آیا۔ چٹان بیحد مضبوط تھی۔ وہ ٹوٹنے کی بجائے تھوڑی سی کھسک گئی۔ لیکن غار کا دہانہ کشادہ ہو گیا تھا۔

ہمیں بڑی حیرت ہوئی۔ لیکن خاموشی سے غار کی گیس خارج ہونے کا انتظار کرتے رہے۔ اور پھر مختلف آزمائشوں کے بعد ہم غار میں اتر گئے۔ لمبی ٹارچوں نے تیز روشنی کر دی اور ہم نے غار کا جائزہ لیا۔ خوب جگہ تھی۔ میرا خیال تھا کہ ہم نے کوئی قدیم عبادت گاہ دریافت کر لی تھی' جو انسانی ہاتھوں کا کارنامہ تھی۔ اندر بہت سے مجسمے وغیرہ موجود تھے۔

سردارے بھی حیرت سے اس جگہ کو دیکھ رہا تھا------ پھر اس نے ایک گہری سانس لے کر کہا۔ "استاد! اگر بہتر حالات میں ہم یہاں آئے ہوتے تو اپنے اس کارنامے سے بڑی شہرت حاصل کرتے۔ نہ جانے یہ کون سے دور کی یادگاریں ہیں؟"
"ہاں سردارے! پراسرار جگہ ہے۔"
"لیکن کام کی ہے استاد------ میرا خیال ہے ہم اس چٹان کو واپس اس کی جگہ دھکیل سکتے ہیں۔"
"بلاشبہ------ کیونکہ اس کے کنارے نہیں ہیں' وہ گول ہے۔"
"تو پھر بسم اللہ کی جائے؟"
"ہاں------ لیکن شدید محنت کرنا پڑے گی سردارے------ یہاں تک مال لانا آسان نہیں ہو گا۔ میرا خیال ہے ایک دن میں کام مکمل نہیں ہو سکے گا۔"
"ہمت نہیں ہاریں گے استاد! فکر مت کرو۔" سردارے نے کہا۔ بہرحال شدید محنت کرنا پڑی تھی۔ ابھی کٹھن وقت تھا۔ بہت سی مشکلات سامنے تھیں۔ جو سوچا تھا اسے مکمل کرنے کا خیال تھا۔ یعنی لاشوں بھری لانچ ہوریشو تک ضرور پہنچنی چاہیے تھی۔ لیکن لاشوں کی بدبو بھی اب ناقابل برداشت ہوتی جا رہی تھی اور اس جزیرے سے واپسی کا مسئلہ بھی درپیش تھا۔

شدید محنت کر کے ہم نے لانچ کا مال غار میں منتقل کر دیا------ اس دوران گہری سوچ بھی طاری تھی اور میں بہت کچھ سوچ رہا تھا' تھکن سے چور ہو گئے۔ لیکن بیس گھنٹے کی شدید محنت کے بعد ہم فارغ ہو گئے۔ سردارے بھی مرد آہن تھا' اس نے ایک بار بھی تھکن کی شکایت نہیں کی۔

کام ختم کرنے کے بعد تین چار گھنٹے آرام کیا۔ اور پھر اٹھ گئے صبح کے چار بجے تھے۔ میں نے سردارے کی طرف دیکھا۔
"اب سردارے!"

"واپسی استاد!" سردارے نے کہا۔

"میرے ذہن میں ایک ترکیب آئی ہے۔"

"کیا استاد؟"

"کیوں نہ ہم لوگ بھی مرجائیں؟"

"بسم اللہ-----" سردارے نے جواب دیا۔

"مسخرہ پن مت کرو----- لانچ کو کسی راستے پر لگا دیتے ہیں۔ لیکن ہمارے بدن پر بھی زخموں کے نشانات ہونے چاہئیں۔ خون ان لوگوں کا کام آجائے گا۔ اس سے دوہرا فائدہ ہے۔ اگر سمندر ہی میں کوئی نظر آگیا تو ہم بھی ان لاشوں میں شامل ہوجائیں گے۔"

"اوہ' یہ مسئلہ ہے۔"

"ہاں' کیا خیال ہے؟"

"استاد جاگ اٹھا ہے۔ اب مجھے خیال پیش کرنے کی کیا ضرورت ہے۔" سردارے نے مسکراتے ہوئے کہا۔ اور پھر ہم نے اپنا میک اپ اتار دیا۔ تمام لاشوں کو ایک کیبن میں بند کرکے کیبن کو پیک کردیا گیا تھا۔ ہم نے کوشش کی تھی کہ اسے ائیر ٹائٹ کردیا جائے تاکہ بدبو سے نجات ملے۔ پھر ہم نے زخمیوں کا بلکہ لاشوں کا میک اپ کیا۔ اس وقت سب کچھ گوارا تھا----- اور پھر اس کام سے فارغ ہونے کے بعد ہم وہاں سے روانہ ہوگئے۔

لانچ میں ایندھن اب بھی کافی تھا----- واپسی کا سفر بھی نہایت تیزی سے طے کیا گیا تھا اور لانچ برق رفتاری سے سمندر کا سینہ چیرتی ہوئی دوڑ رہی تھی۔ اس بار بھی تقدیر نے ساتھ دیا اور چھتیس گھنٹے کے بعد ہمیں آبادی نظر آگئی۔ یہ بھی کوئی جزیرہ تھا----- سردارے نے اور میں نے جائزہ لیا اور ایک بار پھر ہمیں لاشوں کا تعفن برداشت کرنا پڑا۔

لاشیں اب پوری طرح سڑ چکی تھیں۔ بعض میں کیڑے بھی پڑ گئے تھے----- لیکن ہم نے انہیں چاروں طرف پھیلا دیا۔ پھر ہم نے آخری کام کیا۔ میں نے ایک کیبن میں جاکر ایک کاغذ پر چند سطریں لکھیں----- جن کا مضمون یہ تھا۔

"ہوریشو کے لئے-----

تمہاری بدقسمتی ہوریشو کہ اس بار بھی میں تمہارا شکار نہ ہوسکا۔ میں نے تم سے کہا تھا کہ اگر بچ گیا تو تمہارے لئے ایک خوفناک خطرہ بن جاؤں گا اور زمین کے کسی کونے میں تمہیں چین نہیں لینے دوں گا----- تو حالات نے مجھے موقع مہیا کردیا ہے ہوریشو میری جان! ہوشیار----- یہ پہلا تحفہ ہے اور آئندہ بھی تمہیں مزید تحفے ارسال کرتا رہوں گا۔

تم سمجھ دار ہو----- کیا نام بتانے کی ضرورت ہے؟

ایک غریب الوطن۔"

یہ تحریر لکھ کر میں نے مناسب جگہ رکھ دی۔ سردارے کو بہت لطف آرہا تھا۔ پھر میں نے اسے اسکیم سمجھائی اور اس کے بعد ہم بھی ایک ایسی جگہ اوندھے سیدھے لیٹ گئے جہاں دوسری لاشیں نہیں تھیں۔ اس طرح اس خوفناک بدبو سے کسی قدر محفوظ ہوگئے تھے----- لانچ اپنی رفتار سے کنارے کی

طرف جارہی تھی اور ہم اس خوفناک جھٹکے کے لئے تیار تھے جو لانچ کے کسی دوسری لانچ سے ٹکرانے یا خشکی پر چڑھ جانے سے لگنے والا تھا۔

پھر ہم نے شور سنا۔ غالباً کنارے پر لوگ چیخ رہے تھے اور لانچ روکنے کے لئے کہہ رہے تھے۔ لیکن لانچ روکنے والا تھا ہی کون----- اور پھر متوقع جھٹکا لگا۔ لانچ کسی دوسری لانچ وغیرہ سے نہیں ٹکرائی تھی بلکہ ریت میں دھنس گئی تھی۔

پھر بے شمار آوازیں----- ہم نے آنکھیں بند کرنے کی ضرورت نہیں محسوس کی تھی اور اطمینان سے لانچ پر چڑھ دوڑنے والوں کو دیکھ رہے تھے-----

"سردارے!" میں نے سردارے کو آواز دی۔

"استاد----- کیا میں تمہاری طرف گردن گھماؤں؟" سردارے بولا۔

"نہیں۔ اس کی ضرورت نہیں----- ضرورت پڑنے پر سانس روکنا پڑے گا۔"

"اوکے باس! فکر نہ کرو' میں پیدائشی مردہ ہوں۔" سردارے نے جواب دیا۔ وہ سارے کام اطمینان سے اور حسب منشاء ہوجانے سے خوش تھا۔ میں نے گہری سانس لی۔ قدموں کی آوازیں پوری لانچ پر گونج رہی تھیں۔ ہم ان کی آوازیں سن رہے تھے۔ نجانے کیا کیا کہہ رہے تھے----- سب کے سب بدحواس تھے۔

"کوئی بڑا حادثہ ہوا ہے۔" کسی نے انگلش میں کہا۔

"افوہ' لیکن عجیب وغریب۔ کیا لانچ حادثے کے بعد بھی سمندر میں چلتی رہی؟"

"اس کا انجن چل رہا تھا۔"

"تعفن کتنا ہے؟"

"حادثہ تازہ نہیں معلوم ہوتا۔"

"لیکن حادثہ کیسا ہے؟ لانچ کو تو نقصان نہیں پہنچا۔"

"نجانے کیا قصہ ہے۔ نیچے چلو----- میرا تو دم گھٹ رہا ہے۔" دوسری آواز نے کہا۔ اور ان دونوں کے چلے جانے سے کوئی فرق نہیں پڑا۔ دوسرے لوگ بدستور شور مچا رہے تھے۔ یہ اندازہ کسی قدر ہوگیا تھا کہ اس آبادی میں ہوریشو کی لانچ پہچاننے والا کوئی نہیں تھا۔ لیکن تھوڑی دیر کے بعد پولیس آگئی اور لوگوں کو چیخ چیخ کر وارننگ دی جانے لگی۔ لوگوں نے وہاں سے اترنا شروع کردیا۔

ویسے ابھی تک ڈچ زبان سننے کو مل رہی تھی۔ جس سے ہم نے اندازہ لگالیا تھا کہ ہم ہالینڈ کے علاقے میں ہی ہیں۔ بہرحال ہم خاموش پڑے رہے اور پولیس اپنی کارروائی کرتی رہی۔ پھر ہمیں بھی اسٹریچر پر ڈال کر لے جایا گیا اور غالباً لاشوں کے ساتھ ہی رکھ دیا گیا کیونکہ بدبو پھر شدید ہوگئی تھی۔ ویسے سردارے اور میں اب بھی ساقت ہی تھے۔

"یہ تو بڑی گڑبڑ ہوگئی استاد!" سردارے بولا۔

"ہمت کرو سردارے----- اور جس وقت بھی موقع ملے نکل لو۔" میں نے کہا۔ اور سردارے گہری سانس لے کر رہ گیا۔ بہرحال بڑی تکلیفیں برداشت کرنا پڑیں۔ نجانے کیا کیا ہوتا رہا۔ کئی بار ہمیں ایک جگہ سے دوسری جگہ لے جایا گیا۔ پھر کہیں جاکر ایک عمارت میں سکون ملا۔ یہ اندازہ کرنے کے بعد کہ اب

اس جگہ کوئی نہیں ہے' میں نے سردارے کو مخاطب کیا۔

"سردارے! ہوش میں ہو؟"

"یہ بدبو تو بے ہوش بھی نہیں ہونے دے گی استاد!"

"اب اتنے بھی نہ گھبراؤ سردارے۔"

"میں تو کچھ اور ہی سوچ رہا ہوں استاد!"

"کیا؟"

"کہیں یہاں سے یہ لوگ ہمیں براہ راست کسی اندھے کنوئیں میں نہ دھکیل دیں۔ لاوارث لاشوں کے کفن دفن کا کون بندوبست کرے۔"

"اوہ' یہ ممکن نہیں ہے سردارے۔۔۔۔۔ یہ لوگ اتنے خوفناک حادثے کو اس طرح نظرانداز نہیں کریں گے۔ پوری پوری چھان بین ہوگی۔"

"بہرحال استاد! اب تو نکل ہی چلو۔ تھوڑا سا خطرہ مول لے لیتے ہیں۔ سردارے نے کہا اور حالات کا جائزہ لینے کے لئے اٹھ بیٹھا۔۔۔۔۔ کسی ہسپتال یا ایسی ہی عمارت کا مردہ خانہ تھا۔ چاروں طرف ریک لگے ہوئے تھے جن میں مردے چنے ہوئے تھے۔ تب اندازہ ہوا کہ بدبو کسی قدر کم کیوں ہو گئی ہے۔ کافی وسیع وعریض ہال تھا۔"

"اس عمارت کی ساخت بتاتی ہے استاد کہ جس جگہ ہم آئے ہیں وہ کوئی حیثیت رکھتی ہے۔"

"تم نے راستے میں محسوس نہیں کیا تھا؟"

"کیا؟"

"ٹریفک کا شور۔۔۔۔۔ صاف اندازہ ہوجاتا تھا کہ کوئی اچھی خاصی آباد جگہ ہے۔"

"اوہ' میری بری حالت تھی۔ غور ہی نہیں کر سکا۔"

"تعجب ہے۔"

"تو پھر استاد۔۔۔۔۔" سردارے نے کہا۔ اور مجھے مصروف پاکر خاموش ہوگیا۔ میری نگاہیں باہر نکلنے کا جائزہ لے رہی تھیں۔ ہال بند تھا لیکن اوپری حصے میں کھلنے اور بند ہونے والے بڑے روشندان موجود تھے۔

میں نے سردارے کو ان کی طرف متوجہ کیا۔ "کھولے جاسکتے ہیں' باآسانی کھولے جا سکتے ہیں۔ لیکن صرف ایک الجھن ہے استاد!"

"کیا؟"

"ہمارا یہ لباس۔۔۔۔۔ باہر ہم کیسے چھپ سکیں گے؟"

"یہ باہر نکل کر سوچا جائے گا۔"

"پھر بسم اللہ۔۔۔۔۔" سردارے نے کہا اور خود روشندان کے نیچے کھڑا ہوگیا۔ میں نے گردن ہلائی اور دوسرے لمحے اچھل کر سردارے کے شانوں پر چڑھ گیا۔ نزدیک رکھے ایک ریک کا سہارا لے کر میں بالآخر روشندان تک پہنچ گیا اور پھر اسے کھولنے میں بھی کوئی دقت پیش نہیں آئی۔ سردارے اطمینان سے میرا وزن سنبھالے کھڑا تھا۔ میں نے روشندان سے باہر جھانکا۔ شاید یہ کمروں کی پشت کی گلی تھی۔ خاصی

گندگی نظر آرہی تھی۔ بہرحال ہمارے لیے نیک شگون تھی۔

"سردارے!" میں نے اسے آواز دی۔

"استاد اعظم!" جواب ملا۔

"مطلع صاف ہے۔ میں روشندان پر چڑھ رہا ہوں۔ لیکن تم کیسے آؤ گے؟"

"تم تو چڑھو استاد۔۔۔۔۔ اس کے بعد سوچیں گے۔" سردارے نے کہا اور روشندان کو پکڑ کر جھول گیا۔ پھر مجھے دوسری طرف پہنچنے میں دقت نہیں ہوئی۔ لیکن روشندان پر رک کر سردارے کو بھی دیکھنا تھا۔ اس نے میری بہ نسبت زیادہ پھرتی کا ثبوت دیا۔ میں نے جس ریک کا سہارا لیا تھا' سردارے اس پر چڑھ گیا اور پھر وہاں سے اس نے کھلے ہوئے روشندان پر چھلانگ لگادی۔ چونکہ روشندان کھلا ہوا تھا اس لئے اسے دقت نہیں پیش آئی اور ہم دونوں نیچے کود گئے۔

گلی تنگ اور لمبی تھی۔ تھوڑے ہی فاصلے پر کمروں کی پشت پر بنی ہوئی کھڑکیاں نظر آرہی تھیں۔ ایک لمحے میں' میں نے ایک اور ترکیب سوچی اور اس پر فوری عمل کرنے کا فیصلہ کرلیا۔ چنانچہ میں نے کھڑکی کو آزمایا۔ اور کھڑکی کھل گئی۔

عقب میں سلاخیں وغیرہ نہیں تھیں۔ سلائیڈنگ ڈور تھے۔ لیکن کھڑکی کھلنے کی آواز پر اندر موجود مریض چونک پڑے۔ ایک چہرہ میری طرف گھوما اور میں نے جلدی سے مسکراتے ہوئے گردن جھکادی۔

"کیا کر رہے ہو؟" کڑکڑاتی آواز نے پوچھا۔۔۔۔۔ اتفاق سے زبان ڈچ کے بجائے انگریزی تھی۔

"سوری جناب! صفائی کر رہا ہوں۔" میں نے خوش اخلاقی سے کہا اور کھڑکی بند کر دی۔ سردارے بے اختیار ہنسنے لگا۔ میں نے دانت پیس کر اسے دیکھا۔ "اب دانت نہ نکالو۔ کسی ایسے مریض کا کمرہ تلاش کرو جو سو رہا ہو۔"

"ساری کھڑکیاں کھول کر دیکھے لیتے ہیں استاد۔" سردارے نے کہا اور قمیص اتارنے لگا۔ پھر قمیص کو جھاڑن کے طور پر استعمال کرتا ہوا وہ کھڑکیاں کھولنے لگا۔ وہ کمرے کی کھڑکی کھولتا اور بلاوجہ اسے صاف کرنے لگتا۔ پھر کھڑکی بند کرکے آگے بڑھ جاتا۔

مجھے اس کی حرکت پر ہنسی آرہی تھی۔ لیکن ایک جگہ وہ رک گیا۔ اس نے کھڑکی کھولی' اندر جھانکتا رہا۔ پھر اشارے سے مجھے بلایا۔۔۔۔۔ میں اس کے نزدیک پہنچ گیا۔

"کام کی جگہ استاد۔۔۔۔۔ مگر ایک بات ہے۔"

"کوئی بات نہیں' اندر تو چلو۔" میں نے کہا۔ اور دوسرے لمحے ہم کھڑکی سے اندر اتر گئے۔ نہایت شفاف کمرہ تھا۔ جس میں صرف ایک بیڈ تھا اور بیڈ کا مریض آرام سے سو رہا تھا۔ سب سے پہلے سردارے نے آگے بڑھ کر دروازہ بند کردیا۔ اس کے بعد ہم دونوں مریض کی طرف متوجہ ہوئے۔ ایک درمیانی عمر کا شخص تھا' بڑی منحوس شکل کا مالک۔

"لعنت ہے اس پر۔۔۔۔۔ بلڈاگ معلوم ہوتا ہے۔" سردارے ناک سکوڑ کر بولا۔

"اب فضول بکواس مت کرو۔۔۔۔۔ کام کرو۔" میں نے کہا اور جھک کر مریض کی کنپٹیاں دبانے لگا۔ چند ساعت مریض مچلا پھر بے ہوش ہوگیا۔ دوسرے لمحے ہم نے اس کا لباس اتار لیا۔۔۔۔۔ سارا کام نہایت پھرتی سے ہو رہا تھا۔

سردارے کے کہنے پر میں نے اپنے لباس سے چھٹکارا حاصل کر لیا۔ اور مریض کا لباس پہن لیا۔

"اب تم آرام سے سو جاؤ استاد ------ میں کوئی دوسرا ٹھکانا تلاش....." سردارے اچانک رک گیا۔ دروازے پر آہٹ ہوئی تھی۔

انتہائی پھرتی سے ہم نے مریض کو ایک وارڈروب کے پیچھے کھسکا دیا۔ میں بستر پر چادر اوڑھ کر لیٹ گیا اور سردارے دروازے کے قریب پہنچ گیا۔ کافی سسپنس پیدا ہو گیا تھا۔ سردارے نے دروازہ کھول دیا۔

اندر آنے والا ایک وارڈ بوائے تھا۔ جس کے ہاتھ میں ایک بڑی باسکٹ تھی۔ اندر داخل ہو کر اس نے تعجب سے چاروں طرف دیکھا۔ سردارے کواڑ کی آڑ میں ہو گیا تھا' اس لئے وارڈ بوائے کو نظر نہیں آیا تھا۔ اس نے باسکٹ رکھی اور نجانے کس کام کے لئے مڑا------ اچانک سردارے کی سمجھ میں کوئی ترکیب آ گئی تھی اور اچانک ہی اس نے وارڈ بوائے کی گردن میں ہاتھ ڈال دیا اور اسے زور سے بھینچ لیا------ وارڈ بوائے کے منہ سے آواز نہیں نکلنے دی گئی تھی۔ سردارے اسی طرح سے اسے اندر لے آیا اور دروازہ اس نے بند کر دیا۔

وارڈ بوائے اس کے شکنجے میں اس طرح دبا ہوا تھا جیسے باز کے شکنجے میں چڑیا۔ سردارے خاصا قوی ہیکل تھا۔ اس نے وارڈ بوائے کی گردن مزید دبائی اور اسے پلٹنے بھی نہ دیا۔ پھر اس کی کنپٹیاں دبا کر اسے بے ہوش کر دیا------ اور دوسرے لمحے وہ برق رفتاری سے اس کے کپڑے اتار رہا تھا۔ میں یہ سب کچھ دیکھ رہا تھا اور مجھے سردارے کی چالاکی پر حیرت تھی اور مسرت بھی------ واقعی اس کی کارکردگی میں بے پناہ اضافہ ہو گیا تھا۔

سردارے نے انتہائی پھرتی سے وارڈ بوائے کو برہنہ کر دیا' اس کے کپڑے اتارے اور پھر اس نے اس کے کپڑے خود پہن لئے۔ اس طرح اب وہ وارڈ بوائے نظر آ رہا تھا۔

"کیا خیال ہے استاد؟" اس نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"ونڈر فل سردارے------ میں اس سے زیادہ تمہاری تعریف نہیں کروں گا۔"

"ان کپڑوں کا کیا کروں استاد؟"

"باتھ روم میں ڈال دو------ لیکن ٹھہرو! میرا خیال ہے یہ باسکٹ کس کام آئے گی؟" میں نے کہا۔

"تو لاؤ تمہارے کپڑے بھی اسی میں ٹھونس دوں استاد۔" سردارے نے کہا اور پھر میرے کپڑے بھی باسکٹ میں ڈال کر باسکٹ لے کر باہر کی طرف جانے لگا۔

"اب کیا پروگرام ہے؟" میں نے پوچھا۔

"ایک سیکنڈ استاد! ذرا باہر دیکھ لوں------ میں اسے الماری کے پیچھے پہنچائے دیتا ہوں۔" سردارے نے کہا اور دروازہ کھول کر باہر جھانکنے لگا۔ پھر تھوڑی دیر کے بعد اس نے دروازہ بند کر دیا------ اور پلٹ کر مسکراتا ہوا مجھے دیکھنے لگا۔

"استاد! آج تو بس کمال ہی ہو رہا ہے۔"

"کیوں؟" میں نے بھی مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"ابھی بتاتا ہوں------ آؤ پہلے ذرا اسے الماری کے پیچھے چھپا دیں۔" سردارے نے کہا اور میں بھی نیچے اتر آیا۔ ہم نے وارڈ بوائے کو مریض کے قریب ہی ڈال دیا۔ اس کے بعد سردارے نے مجھے اشارہ کیا اور دروازے کے قریب پہنچ کر دروازہ آہستہ سے کھول کر باہر جھانکا۔

ایک لمبی راہداری تھی۔ لیکن ہمارے کمرے کے قریب ہی ایک الیکٹرک اسٹریچر پڑا ہوا تھا۔

"اور میں اسے ڈرائیو کر سکتا ہوں استاد!" سردارے نے آنکھ دباتے ہوئے کہا۔

"اوہ' ٹھیک ہے۔" میں نے گہری سانس لی

اور پھر ہوا یوں کہ سردارے اسٹریچر کو اسٹارٹ کر کے کمرے کے دروازے کے نزدیک لے آیا۔ میں چادر اوڑھ کر اس پر لیٹ گیا۔ سردارے اسے پیچھے سے موو (MOVE) کرتا ہوا آگے جانے لگا۔ پھر ہم اس کمرے سے بہت دور نکل آئے------ راہداری کے آخری سرے تک پہنچ کر ہم ایک طرف گھوم گئے۔ وہاں پر سردارے نے اسٹریچر روک دیا۔ نیچے جانے والی سیڑھیاں صاف نظر آ رہی تھیں------ چار سیڑھیاں تھیں۔

"بس اب اترو استاد!" سردارے نے کہا۔

اور میں نے ادھر ادھر دیکھا------ پھر میں اسٹریچر سے نیچے اتر آیا۔ چادر اور اسٹریچر ہم نے وہیں چھوڑ دیا تھا۔

اس قسم کے مریض' جو صحت یاب ہوں' کسی بھی وارڈ بوائے کے ساتھ چہل قدمی کے لئے نکل سکتے تھے۔ چنانچہ میں سردارے کے ساتھ اطمینان سے پارک میں آ گیا------ پھر وہاں سے باہر' جہاں سے اور باہر' یہاں تک کہ ہم لوگ ہسپتال سے باہر نکل آئے اور یوں ایک خوفناک ہنگامہ ختم ہو گیا اور ہم ہوریشو کو ایک خوفناک چوٹ دے کر بہرصورت ہر لحاظ سے آزاد ہو گئے تھے۔ ویسے پوزیشن اب بھی دونوں کی ٹھیک نہیں تھی------ سردارے وارڈ بوائے کے لباس میں تھا اور میں مریض کے لباس میں۔ ہمیں خاص طور سے دیکھا جا سکتا تھا۔

البتہ سردارے نے ایک کام یہ کیا کہ وارڈ بوائے کا ایپرن اور کیپ اتار کر پھینک دیا۔ اس طرح اس کا حلیہ کچھ ٹھیک ہو گیا تھا۔ بات صرف میری رہ گئی تھی کیونکہ صورت و شکل سے میں مریض تو نظر نہیں آتا تھا البتہ لباس مریضوں کا سا ضرور تھا------ اور عام لوگ ایسا لباس استعمال نہیں کرتے تھے۔

"استاد! جیبیں تو بالکل خالی ہیں نا؟" سردارے نے پوچھا۔

"ہاں یار------ یہ بڑی حماقت ہوئی کہ کچھ ساتھ نہ رکھ سکے۔"

"مجھے بھی بعد ہی میں خیال آیا' لیکن اس سے کیا فرق پڑتا ہے' دکھاؤں خدا بخش کا ہاتھ------؟"

"کیا مطلب؟"

"بھئی کچھ مال تو چاہیے نا------ اور اس کا حاصل کرنا کون سا مشکل ہے۔" سردارے نے چاروں طرف نگاہیں گھماتے ہوئے کہا۔

"اوہ' پکڑے گئے تو بڑی مار پڑے گی سردارے------ اور خواہ مخواہ مصیبت بن جائے گی۔" میں نے کہا۔

"واہ استاد! تم خدا بخش کی توہین کر رہے ہو۔ اس نے مجھے ایسے ایسے ہاتھ سکھائے تھے کہ بس رہے نام سائیں کا ـــــــ وہ تو یہ کہو کہ میں نے ان کا فن کبھی استعمال نہیں کیا۔"

"پھر میں کیا کروں؟"

"بس ساتھ ساتھ چلتے رہو استاد! باقی سب کچھ میں دیکھ لوں گا۔" سردارے آگے بڑھ گیا۔

اب صورت حال یہ تھی کہ چوڑی سڑک پر دو فٹ پاتھ تھے۔ ایک فٹ پاتھ پر میں تھا اور دوسرے پر سردارے ـــــــ بازاروں میں کافی بھیڑ بھاڑ تھی۔ لوگ خرید و فروخت کر رہے تھے۔ اچھی اچھی دکانیں نظر آ رہی تھیں۔ ویسے یہ اندازہ نہیں ہو سکا تھا کہ یہ کون سی جگہ ہے اور اس کا نام کیا ہے ـــــــ بہرحال یہ سب تو بعد میں بھی معلوم ہو سکتا تھا' اس کی جلدی نہیں تھی۔ میں سردارے کو دیکھ رہا تھا جو ایک بھیڑ کی طرف بڑھ رہا تھا۔

مجھے اس حالت پر ہنسی آ گئی۔ میں نجانے کتنی دولت کا مالک تھا اور اب کام چلانے کے لیے جیب تراشی کرنا پڑ رہی تھی۔ بہرحال سردارے بھی خوب انسان تھا۔ یوں لگتا تھا جیسے اب سارے معاملات اس نے اپنے ہاتھ میں لے لئے ہوں۔ میں تو کچھ بھی نہیں کر رہا تھا۔ جو کچھ کر رہا تھا' سردارے کر رہا تھا۔

مجھے اندازہ بھی نہیں ہو سکا کہ اس نے کب اور کہاں کام دکھا دیا۔ تھوڑی ہی دیر کے بعد واپس میرے پاس پہنچ گیا۔ "استاد کی خدمت میں ـــــــ" اس نے ایک پھولا ہوا پرس میرے حوالے کر دیا جس میں کافی کرنسی نوٹ نظر آ رہے تھے۔

"خوب ـــــــ لیکن میں تو اندازہ بھی نہیں کر سکا کہ تم نے کب کام کیا؟ بہرحال آؤ ـــــــ یہاں دکانیں موجود ہیں پہلے کام کی چیزیں تلاش کر لیں۔" اور ہم بازاروں میں گھومنے لگے۔ ایک ہی اسٹور سے تمام چیزیں مل گئیں۔ اس جگہ کے بارے میں بھی پتہ چل گیا تھا ـــــــ یہ ہیگ تھا۔ ہالینڈ کا سب سے بڑا قصبہ۔ بہرحال پرلطف بات تھی۔ لیکن ابھی تو ہمیں قیام کرنا تھا۔ ہالینڈ میں ہی قیام کرنا تھا خواہ ہیگ کیوں نہ ہو۔ چنانچہ سامان خرید کر ہم ایک سیلون میں داخل ہو گئے ـــــــ اور جب وہاں سے باہر آئے تو دو شریف آدمی معلوم ہو رہے تھے۔

"اب کیا حکم ہے استاد؟"

"کسی ہوٹل میں قیام ـــــــ کم از کم دو دن آرام۔ اس کے بعد ذہن پر زور دیں گے۔" میں نے جواب دیا۔

"مجھے تو صرف ایک بات پر حیرت ہے۔" سردارے بولا۔

"کس بات پر؟"

"نہ صرف ستارے بلکہ ہمارے ذہن بھی کس قدر ایک دوسرے سے ملتے ہیں۔ میں خود بھی یہی چاہتا تھا لاشوں کے ساتھ سفر کرتے کرتے دماغ اتنا خراب ہو گیا ہے کہ ہر وقت طبیعت اندر سے گھبرائی گھبرائی لگتی ہے۔"

"چلو ٹھیک ہے۔" میں نے کہا اور ہم نے کسی عمدہ ہوٹل کی تلاش شروع کر دی۔ تھوڑی دیر کے بعد ہوٹل پہنچ گئے' اس کا نام "گینی" تھا۔ گینی کی پہلی منزل پر ہمیں ایک بڑا کمرہ آسانی سے مل گیا۔ سستا تھا اور اچھا خاصا بھی۔

یہاں خوب نہائے دھوئے' کھانا منگا کر کھایا اور پھر سونے کے لئے لیٹ گئے ـــــــ بلاشبہ ہم نے سونے کا ریکارڈ قائم کیا تھا۔ دن بھر سوئے' رات بھر سوئے اور دوسرے دن صبح جاگے۔ اتفاق سے اس دوران کسی کی آنکھ بھی نہیں کھلی تھی۔

تاریخ دیکھی تو چونک پڑے۔ سردارے نے میری طرف دیکھا تھا۔ "تم بھی نہیں جاگے استاد؟"

"نہیں سردارے! ایک دن کھسک گیا۔"

"صرف پیٹ کی حالت سے اندازہ ہوتا ہے۔ ورنہ یہ نہیں کہہ سکتے کہ ہم نے اتنی طویل نیند لی ہے۔ سوتے سوتے سارا کھانا ہضم ہو گیا۔"

"چلو پہلے غسل کر لیں' اس کے بعد ناشتہ۔"

"صرف ناشتہ ـــــــ ہرگز نہیں استاد! میں تو کم از کم تین وقت کا کھانا کھاؤں گا۔"

"تم ایک ہفتے کا کھانا کھا لینا' مجھے کیا ـــــــ" میں نے کہا اور غسل خانے میں گھس گیا۔ سردارے نے شاید ویٹر کو ناشتے کا آرڈر بک کرا دیا تھا کیونکہ جب وہ غسل خانے ہی میں تھا تو دو ویٹر ٹرالیاں دھکیلتے ہوئے اندر آ گئے۔ اور دونوں ٹرالیاں بھری ہوئی تھیں۔ میں نے ناشتہ دیکھ کر گہری سانس لی۔ لیکن ویٹروں سے کچھ نہیں پوچھا تھا ـــــــ پھر سردارے آ گیا اور ناشتہ دیکھ کر خوشی کا اظہار کرنے لگا۔

"اس کے بعد بھی ناشتہ نہیں کرو گے؟" میں نے پوچھا۔

"نہیں استاد! بس دوپہر کا کھانا کھائیں گے۔" سردارے نے پورے خلوص سے کہا اور میں ہنسنے لگا۔

ہم دونوں خالی الذہن تھے' ساری فکروں سے بے نیاز اور چاہتے بھی یہی تھے کہ کچھ وقت انتہائی سکون سے گزارا جائے۔ یہ سب کچھ بھول کر ہم کیا ہیں اور کس حیثیت سے یہاں پر مقیم ہیں ـــــــ یہ ہمارے لئے ضروری تھا' ورنہ ذہن پر چھائی ہوئی کھولت کس طرح دور ہوتی؟ انچ پر لاشوں کے ساتھ جو سفر کیا تھا' اس نے ذہن کو کچھ اس قدر پراگندہ کر دیا تھا کہ اسکا تصور بھی آتا تو طبیعت متلانے لگتی تھی۔

ناشتے کے بعد میں آرام کرسی پر جا بیٹھا۔ سردارے میرے سامنے آ بیٹھا تھا۔

"استاد! اب کیا پروگرام ہے؟"

"میرا خیال ہے تم ہر آدھے گھنٹے کے بعد مجھ سے یہ سوال کرتے ہو۔ بلکہ بعض اوقات آدھے گھنٹے میں چھ مرتبہ ـــــــ" میں نے سردارے کو گھورتے ہوئے کہا۔

"دیکھو استاد! پروگرام تو بہرحال بنانا ہی پڑتے ہیں۔ خواہ وہ کچھ بھی ہوں۔ اور جب تم موجود ہوتے ہو تو سردارے ساری ذمے داری تم پر چھوڑ دیتا ہے ـــــــ استاد! تمہارے سامنے کچھ کرنے میں مزا نہیں آتا۔ چنانچہ اب جو کچھ بھی ہے۔" سردارے مسکراتا ہوا بولا۔

"میں تم سے کہہ چکا ہوں کہ فی الحال ہم صرف آرام کریں گے۔"

"یقیناً کریں گے۔ لیکن کیا اس کمرے میں بند رہ کر؟"

"کیا مقصد؟ کیا چاہتے ہو؟"

"میرا مطلب ہے باہر نکلیں گے' باہر کا ماحول دیکھیں گے کمرے میں ٹھسے پڑے رہے تو عجیب سی کیفیت ہو جائے گی۔"

"ہاں' باہر تو چلیں گے۔ لیکن کیا ابھی اسی وقت' صبح ہی صبح؟"

"نہیں استاد! میرا مقصد یہ نہیں ---- ہاں ایک بات اور بتاؤ۔"

"پوچھو' وہ بھی پوچھو۔"

"یہ کہ ہمارے پاس کوئی بہت بڑی رقم تو ہے نہیں۔ میرا خیال ہے ہیگ کے بازاروں میں جا کر تھوڑی سی مشق کروں اور یہ کام کرلوں۔"

"یعنی اور کرنسی؟"

"ہاں۔"

"نہیں سردارے! مناسب نہیں ہے۔ تو جانتا ہے کہ مجھے کسی بات کی پروا نہیں ہوتی۔ لیکن جو کچھ تم کہہ رہے ہو' وہ مناسب نہیں ہے۔ ممکن ہے کہیں کوئی گڑ بڑ ہوجائے اور خواہ مخواہ اتنی سی بات کے لئے ہم منظر عام پر آجائیں۔"

"ویسے استاد! اس کا امکان نہیں ہے۔ خیر تم کہتے ہو تو ٹھیک ہے۔ جب باہر چلیں گے تو یہ بندوبست بھی کرلیں گے' تمہارے سامنے ہی سہی' کم از کم تمہیں الجھن نہیں رہے گی۔" سردارے نے جواب دیا۔

تھوڑی دیر کے بعد ہم تیار ہو کر بازار میں آگئے ---- یورپ والوں کا یہ کہنا غلط نہیں تھا کہ ہیگ یورپ کا سب سے بڑا قصبہ ہے۔ گلیاں بازار کافی خوبصورت اور نفاست سے آراستہ ہیں۔ شہر کی قابل ذکر عمارت صرف ایک ہے جو قصر امن کے نام سے مشہور ہے۔

پورا قصبہ گھوم کر بہت کچھ دیکھا لیکن سردارے سکون کے لمحات جس انداز میں گزارنا چاہتا تھا اس کے لئے یہاں مناسب فضا ہموار نہیں تھی۔ حالانکہ حیرت کی بات تھی ---- یہاں تو بہت کچھ ہونا چاہیے تھا۔

لیکن کچھ کرنے والے شہروں کو سدھار گئے تھے۔ پھر اس چھوٹے سے قصبے کو کیوں خراب کیا جاتا ---- چنانچہ سردارے نے مایوسی سے ہونٹ سکوڑے اور بولا۔

"استاد! یہ تو کوئی بات نہیں بنی۔"

"کیوں سردارے؟"

"دیکھو نا کچھ ہے ہی نہیں ---- سکون کے لمحات دو ہی انداز میں گزارے جاسکتے ہیں یا تو افیون کا گولہ نگل کر تاکہ نیند آجائے ---- یا پھر یہ کہ کچھ حسین چہرے' کچھ حسین ساتھی' ساز' آواز' اور بھی بہت سی چیزیں۔ میرا خیال ہے سکون کے وہ لمحات زیادہ حسین ہوتے ہیں کیونکہ افیون تو منہ کڑوا کردیتی ہے ---- اور یوں لگتا ہے جیسے یہاں کسی چیز کا کوئی وجود نہ ہو۔" سردارے نے منہ بنا کر کہا۔

"پھر؟" میں نے پوچھا۔

"روانگی ---- ظاہر ہے اب ہمیں یہاں کیا کرنا ہے۔"

"چلو ٹھیک ہے" آج کا دن اور گزار لیا جائے یہاں پر۔ پھر واپس ایمسٹرڈیم چلیں گے۔"

"اوکے باس!" سردارے نے جواب دیا۔

لیکن رات ہونے سے قبل ہمارا کام بن گیا۔ نجانے قصبے کے کون سے علاقے میں تھے کہ ہپیوں کا ایک گروہ نظر آگیا ---- ہپی تھے لیکن جدید قسم کے' ان کے پاس موٹر سائیکلیں بھی تھیں' گاڑیاں بھی تھیں' غالباً کہیں سے آرہے تھے اور یہاں قیام کرلیا تھا۔

یہ لوگ مالی حیثیت سے کچھ بھی ہوں' لیکن ان کے مشاغل دوسروں سے مختلف نہیں تھے ---- وہی ناچنا' گانا' ہنگامہ۔ چنانچہ ہیگ کے دوسرے نوجوان بھی ان کی تفریحات میں شریک ہوگئے تھے اور پھر ہمیں بھی کون روک سکتا تھا ---- اس طرح رات کا ایک بہت بڑا حصہ اسی ہنگامے میں گزر گیا۔

ہپیوں میں لڑکیاں بھی تھیں' لیکن ہر کوئی کسی نہ کسی کے ساتھ۔ یوں بھی مالی طور پر وہ مستحکم تھے اس لئے انہیں کسی اور کی طرف متوجہ ہونے کی ضرورت نہیں تھی۔

ایمسٹرڈیم کا خوبصورت شہر ہمارے سامنے تھے۔ لیکن اس وقت کیفیت ہی بدلی ہوئی تھی ---- سردارے میرے ساتھ تھا اور میرے ذہن میں بہت سارے پروگرام ---- میں چاہتا تھا کہ جو کچھ بھی کروں' وہ اس قدر ٹھوس اور مضبوط ہو کہ کوئی کسر باقی نہ رہ جائے۔

زندگی ایک بار پھر دلچسپیوں سے ہمکنار ہوگئی تھی اور اس کے لئے بہترین پلاننگ سردارے نے کی تھی۔

ہم نے ایک ہوٹل میں قیام کیا اور اس کے ساتھ ہی میں نے ہوٹل کے قیام کے دوران ایک بنک میں جا کر اپنی دولت کا ایک بڑا حصہ حاصل کرلیا' یہاں رقم کی سخت ضرورت تھی۔

شریف لوگوں کے میک اپ میں ہم اس تیاری میں مصروف ہوگئے تھے کہ پہلے ہم اپنے رہنے کے لئے کوئی جگہ حاصل کرلیں۔ اس کے بعد یہیں سے پہلے چھوٹے پیمانے پر اور پھر اعلیٰ پیمانے پر کام شروع کیا جائے۔ اس کے بعد کام کو مزید پھیلایا جاسکتا تھا۔ اور سب سے بڑی بات یہ تھی کہ سردارے ہوریشو کے مقامی مشاغل سے بخوبی واقف تھا۔ ایسی صورت میں وہ اس پر نگاہ بھی رکھ سکتا تھا۔ اس کے علاوہ بھی میرے ذہن میں بہت سے پروگرام تھے۔

ہوٹل میکسیکو کے خوبصورت کمرے میں ہم دو بڑے صنعتکاروں کی حیثیت سے مقیم تھے۔ ہمارے چہروں پر میک اپ تھا' وہ بھی ایسا تھا کہ کسی کو ہم پر شبہ نہ ہوسکے۔

ہمارا میک اپ درمیانی عمر کے لوگوں کا تھا اور چہرے بالکل ہی بدلے ہوئے تھے۔ میک اپ میں انتہائی مہارت صرف کی گئی تھی ---- اس لئے کسی کو شبہ بھی نہیں ہوسکتا تھا۔

ہوٹل میں قیام کئے ہوئے ہمیں تیسرا دن تھا کہ سردارے دو پرانے اخبارات اٹھالایا اور اس نے دونوں اخبارات میرے سامنے رکھ دیئے ---- ان میں لانچ کا واقعہ درج تھا ---- میں نے سوالیہ انداز میں سردارے کی جانب دیکھا۔

سردارے خوش قسمتی سے سنجیدہ تھا۔ میں نے اخبارات دیکھے' دونوں میں لانچ کا واقعہ درج تھا۔ خود میرے ذہن میں بھی یہ خیال تھا کہ اس سلسلے میں معلوم تو کرو کہ ہوریشو تک یہ اطلاع پہنچی کہ نہیں ---- اور اگر پہنچی تو کس طرح پہنچی ---- چنانچہ میں دلچسپی سے اخبارات پر جھک گیا۔

ہیگ میں پراسرار طریقے سے پہنچنے والی لانچ کے بارے میں بہت کچھ لکھا گیا تھا۔ میرا وہ خط بھی شائع ہوا تھا جو میں نے ہوریشو کے نام لکھا تھا۔ لیکن اس خط سے لاعلمی ظاہر کی گئی تھی کہ یہ ہوریشو کون ہے اور خط کا مفہوم کیا ہے ---- بہرحال اب اس بات میں کوئی شک و شبہ نہیں رہ گیا تھا کہ ہوریشو کو اپنے آدمیوں کا حشر معلوم ہوگیا ہے اور اسے میرا خط بھی مل گیا ہے ---- اخبارات پڑھ کر مجھے واقعی بڑا سرور حاصل ہوا تھا ---- اور ہوریشو کے خلاف میرا پہلا حربہ کامیاب رہا تھا۔ اب یقیناً اس کی حالت دیکھنے کے

قابل ہو گی۔

بہت ممکن تھا کہ اس نے ان لوگوں کو موت کے گھاٹ بھی اتار دیا ہو جو میرے شریک تھے۔ میں اخبارات پڑھ کر مسکراتا رہا۔

"لطف آ رہا ہے استاد؟" سردارے نے مجھے مسکراتے ہوئے دیکھ کر پوچھا۔

"ہاں سردارے! بہت زیادہ۔" میں نے مسرور لہجے میں کہا۔

"اب اگر تم سے کوئی سوال کروں گا تو پھر تم وہی بات دہراؤ گے۔" سردارے نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"کون سی بات؟"

"یہی کہ تم ہر آدھ گھنٹے کے بعد پروگرام پوچھتے رہتے ہو۔"

"پروگرام ---- بتا چکا ہوں سردارے ---- سب سے پہلے کسی مناسب ٹھکانے کی تلاش کرنی ہے اور یہ بہت ضروری ہے۔ میں جانتا ہوں کہ یہاں مکانات کی قیمتیں آسمان سے باتیں کر رہی ہیں۔ لیکن ہمیں اس سلسلے میں کوئی پروا نہیں کرنی چاہیے۔ ہمارے پاس بہت کچھ ہے۔ چنانچہ پہلے مکان خریدیں گے' اس کے بعد کام شروع کریں گے۔ ویسے بھی میں بھرپور انداز میں کام شروع کروں گا تاکہ ہوریشو ناچتا ہی رہ جائے ---- اور اسے ہمارے بارے میں کوئی درست اندازہ نہ ہو سکے۔"

"ٹھیک ہے استاد! اس کے لئے تو میں نے کئی بندوبست کر رکھے ہیں۔ ویسے مکان کے سلسلے میں یہ کہنا ہے کہ میں آج شام کو ایک مکان دیکھنے جا رہا ہوں' اچھا ہوا تو اس کا بندوبست کر لیا جائے گا۔"

"فوراً" بندوبست کر لو سردارے تاکہ اس کے بعد دوسرا کام کیا جا سکے۔" میں نے کہا۔

"دوسرے کام کے لئے کیا سوچا ہے استاد؟"

"بس یہی کہ ہمیں پہلے گروہ ترتیب دینا ہے۔"

"اور استاد! اس مال کو کب ٹھکانے لگاؤ گے؟"

"وہ جو جزیرے میں چھپایا ہے؟" میں نے پوچھا۔

"ہاں۔"

"ابھی نہیں سردارے ---- ابھی سے بھول جاؤ۔"

"کیا مطلب؟"

"ہاں' اسے بھول جانا ہی بہتر ہے۔ پہلے ہمیں گروہ مضبوط کرنا ہے اور اسے چاروں طرف پھیلانا ہے' اس کے بعد ہم کوئی دوسرا کام کریں گے ---- میں تمہیں بتا چکا ہوں کہ میرے ذہن میں کیا پروگرام ہے' اگر چاہوں تو ہوریشو کے پیچھے پڑ سکتا ہوں' اسے قتل کر سکتا ہوں ---- باقی بعد میں دیکھوں گا کہ اس سلسلے میں میری ذہانت کہاں تک میرا ساتھ دیتی ہے ---- لیکن اس کے باوجود میں یہ نہیں چاہتا کہ ہوریشو جیسے دشمن کو اتنی جلدی ختم کر دوں۔"

"اوہ۔" سردارے نے گردن ہلائی۔ "پھر ----؟"

"پھر بس یہ کہ میں جگہ جگہ اسے چیلنج کروں گا۔ میں نے جو کہا ہے اسے پورا کر دکھاؤں گا' اور اس کے لئے بھرپور کوشش کروں گا سردارے! فی الحال میری زندگی کا یہی ایک مقصد ہے۔"

"تو سردارے کو کب اعتراض ہے باس!"

"میں جانتا ہوں سردارے۔"

"تو مجھے اجازت دو باس! میں جا رہا ہوں' مکان جب بھی ملا' فوری طور پر اس کا بندوبست کر لوں گا۔ ہمیں یہاں کون سی زندگی گزارنا ہے۔"

"ہاں سردارے! ہمیں یہاں کون سی زندگی گزارنا ہے۔ ہمیں تو جس اعلیٰ پیمانے پر کام کرنا ہے وہ تو بڑی وسیع حیثیت رکھتا ہے۔" میں نے کہا اور سردارے باہر نکل گیا۔

تیسرے دن ہم اس چھوٹے سے خوبصورت سے مکان میں منتقل ہو گئے۔ یہ ایک نہر کے کنارے ایک ایسے علاقے میں تھا جہاں شرفاء رہتے تھے۔ ظاہر ہے ہم سے زیادہ شریف اور کون ہو سکتا تھا۔ چنانچہ ہم نہایت شریف لوگوں کی طرح اس مکان میں رہنے لگے' چند ملازم بھی رکھے اور تقریباً" ایک ہفتے تک انتہائی پرسکون زندگی گزاری۔

اب بات اپنے مشاغل کی تھی۔ چنانچہ معاملات کچھ اور آگے بڑھے۔ سردارے اور میں دن رات اپنے کام میں مصروف تھے۔ چنانچہ ہم نے سب سے پہلی کوشش یہ کی کہ کسی بھی ذریعے سے یہاں کی شہرت حاصل کر لی جائے خواہ وہ جعلی یا عارضی ہی کیوں نہ ہو۔

یہ امر تو مسلمہ ہے کہ ساری دنیا میں دولت کی حکمرانی ہے' دولت کے ذریعے وہ وہ کام ہو جاتے ہیں جو کسی اور طریقے سے ناممکن ہوتے ہیں ---- چنانچہ ہم نے جیبیں کھول دیں اور ہمیں ایسے کاغذات مل گئے جن سے ظاہر ہوتا تھا کہ ہم پندرہ سال سے ایمسٹرڈیم میں مقیم ہیں اور یہاں اپنا چھوٹا موٹا سا کاروبار کرتے ہیں۔

اب بات کاروبار کی تھی۔ سو اس کے لئے تیاریاں شروع کر دی گئیں۔ حالانکہ یہ آسان کام نہیں تھا۔ ہم ایک غیر اور اجنبی جگہ بیٹھ کر تمام کام کر رہے تھے۔ لیکن میں پھر یہی کہوں گا کہ جہاں دولت خرچ کی جائے وہاں کوئی مشکل نہیں ہوتی۔ چنانچہ یہ مرحلہ بھی طے ہو گیا اور ہم سو فیصدی شریف شہریوں کی حیثیت اختیار کر گئے۔

اس دوران ہم لوگ تقریباً" گوشہ نشین رہے' ایسے لوگوں سے ملاقات نہیں ہوئی تھی جو ہمارے لئے دلچسپی اور دلکشی کا باعث ہوتے۔

سردارے بے ایمان تھا' کسی نہ کسی طرح اپنا کام چلا ہی لیتا تھا۔ لیکن اس دوران اس نے مجھ سے کسی قسم کا کوئی تذکرہ نہیں کیا تھا۔ رہا میں' تو میں اس وقت تک تعیشات میں پڑنا نہیں چاہتا تھا' جب تک کہ ہوریشو کو کئے ہوئے چیلنج کے بارے میں مکمل طور سے کام شروع نہ کر دیا جائے۔

ساری کارروائیاں کرنے کے بعد ہم نے دوسرے مسائل کی جانب توجہ دی اور اس کے لئے میں نے ایمسٹرڈیم شہر کے ان تمام جرائم کے اڈوں کے پتے حاصل کر لئے جہاں سے مجرم دستیاب ہو سکتے تھے۔ جو فہرست میرے پاس تھی اس کے مطابق اسمگلروں' جیب تراشوں' منشیات فراہم کرنے والوں کے پورے پتے میرے پاس موجود تھے۔

ہوریشو سے اس دوران کوئی چپقلش نہیں ہوئی تھی اور نہ اس دوران اس کے بارے میں زیادہ معلومات حاصل ہوئیں۔ ویسے بھی کون سی جلدی تھی' مجھے تو ایک لمبے پروگرام کے تحت کام کرنا تھا۔ ہاں'

یہ میں جانتا تھا کہ ہوریشو یقیناً میری تلاش میں سرگرداں ہو گا۔ اب وہ کہاں کہاں مارا مارا پھر رہا ہے' اس کے بارے میں نہ تو میں جاننا چاہتا تھا اور نہ مجھے دلچسپی تھی۔ جس وقت مجھے اس کی ضرورت ہو گی' میں اسے تلاش کرنے کی بھرپور کوشش کروں گا----- سردارے کو بھی میں نے پروگرام کی ساری تفصیلات بتا دی تھیں۔

بہرحال ہم دونوں مطمئن تھے۔ ہم لوگوں نے جس انداز میں کام شروع کیا تھا اس میں ہم نہایت مہارت اور احتیاط کا ثبوت دے رہے تھے۔

اس وقت ایمسٹرڈیم میں ہمارے چار اڈے تھے۔ ایک یہ مکان جس میں ہم دونوں شریف آدمیوں کی حیثیت سے قیام کئے ہوئے تھے۔ ایسے شریف آدمی جو تجارت پیشہ ہوں۔ اس کے علاوہ دوسرے کچھ اڈوں پر ہم دوسرے میک اپ میں رہتے تھے۔ مقصد صرف یہ تھا کہ کوئی ہماری شناخت نہ کر سکے اور ہماری سرگرمیوں کے بارے میں مشتبہ نہ ہو سکے۔

تب وہ دن آ گیا جب مجھے کچھ لوگوں سے کنٹریکٹ کرنا تھا----- یہ بیز بال کلب کے کچھ افراد تھے۔ اس دوران ہم لوگ کلبوں کے چکر بھی لگاتے رہے تھے' اور یہ دیکھتے رہے تھے کہ کہاں کہاں سے ہمیں کام کے آدمی دستیاب ہو سکتے ہیں----- بہرحال بیز بال کلب کے دو آدمی ہارڈی اور جیکسن ہماری توجہ کے مرکز تھے۔ دونوں بے حد طاقتور اور پھرتیلے آدمی تھے اور ہم نے ان کے بارے میں یہ اندازہ لگا لیا تھا کہ وہ کام کے آدمی ثابت ہو سکتے ہیں' بشرطیکہ مخلص نکلیں۔

چنانچہ اب ان دونوں کو قبضے میں کرنے کے لئے ہمیں کارروائیاں کرنا تھیں۔ اس بارے میں سردارے اور میں نے ایک باقاعدہ پروگرام تشکیل دے لیا تھا۔

اس رات ہم اسی پروگرام کے تحت نکلے----- بیز بال کا جوئے خانہ ایمسٹرڈیم میں مشہور تھا۔ یہاں بڑے بڑے لوگ جوا کھیلنے کے لئے آتے تھے----- اور ہارڈی اور جیکسن بھی عام طور سے اسی جوئے خانہ میں نظر آیا کرتے تھے۔ کبھی وہ کھیلتے ہوتے اور کبھی صرف دیکھنے پر اکتفا کرتے۔ مالی حالات ان دونوں کے بہت اچھے معلوم نہیں ہوتے تھے۔ اس شام جب ہم وہاں پہنچے تو دونوں ایک کھلے جوئے کی میز پر بیٹھے ہوئے تھے۔

سردارے کے چہرے پر اس وقت ایک خطرناک آدمی کا میک اپ تھا۔ وہ صورت سے اسپینش معلوم ہو رہا تھا----- میں نے بھی میک اپ کیا ہوا تھا اور میرا میک اپ بھی خاصا خطرناک تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد میں اور سردارے ٹہلتے ہوئے اسی میز کے نزدیک جا پہنچے جہاں ہارڈی اور جیکسن کھیل رہے تھے----- میں نے بیٹھنے کے لئے جگہ طلب کی اور مجھے فوراً ہی جگہ مل گئی۔

میں نے نوٹوں کی گڈیاں نکال کر میز پر لگا دی تھیں۔ جنہیں ٹوکن میں تبدیل کر دیا گیا اور پھر ہمارا کھیل شروع ہو گیا۔

کارڈ میرے ہاتھ میں آ جائیں تو اس کے بعد دوسرے لوگوں کے جیتنے کے امکانات کم ہی ہوا کرتے ہیں۔ چنانچہ میں نے تختہ مشق ان لوگوں کو بنایا تھا جو بے دلی سے کھیل رہے تھے' چونکہ ان کے پاس زیادہ رقم نہیں تھی۔

تھوڑی ہی دیر کے بعد میں نے ان دونوں کو قلاش کر دیا۔ سردارے ہمارے نزدیک ہی کھڑا

تھا----- تب میں نے مضحکہ خیز انداز میں ان لوگوں کی طرف دیکھا اور بولا۔

"کیوں لارڈ! کیا جیبیں خالی ہو گئیں؟"

ہارڈی اور جیکسن نے خونخوار نگاہوں سے میری جانب دیکھا اور پھر ہارڈی بولا۔ "کیا یہ سوال ضروری ہے اور کیا اس سوال پر تمہارے دانت نہیں توڑے جا سکتے؟"

"بالکل توڑے جا سکتے ہیں۔" میں نے دونوں ہاتھ اوپر اٹھاتے ہوئے کہا۔

"اگر ہم چاہیں تو تم یہاں سے ایک پیسہ بھی نہیں لے جا سکتے۔" جیکسن نے خونخوار لہجے میں کہا۔

"دیکھو لارڈ! میں لڑائی بھڑائی کی بات نہیں کر رہا' یہ تو حیثیت کی بات ہے۔ اگر تم یہ دولت چھین لو گے تو ظاہر ہے میں تنہا ہوں' کچھ نہیں کر سکوں گا۔ لیکن جہاں تک معاملے کی بات ہے اس میں بہرحال تم پیچھے رہے ہو۔"

"اے! تم ان دونوں کی توہین نہیں کر سکتے۔ کیا سمجھتے ہو تم اپنے آپ کو۔" سردارے نے غصیلے لہجے میں مجھے مخاطب کیا۔

"اوہو----- اوہو مائی ڈیر! میں کسی کی توہین نہیں کر رہا' یہ تو کھیل کی بات ہے۔ دیکھو' نوٹوں کی یہ گڈیاں میرے سامنے ہیں۔ لیکن اس سلسلے میں اگر کوئی جارحانہ کارروائی نہیں کی جائے تو کوئی مجھ سے یہ نوٹ چھین نہیں سکتا----- اگر ہمت ہے تو آ جاؤ۔" میں نے سردارے کو بھی چیلنج کر دیا۔

"نہیں' میں نہیں کھیلتا۔ لیکن یہ دونوں کھیلیں گے۔" سردارے نے کہا اور جیب سے نوٹوں کی گڈیاں نکال کر ان کے سامنے سجا دیں۔

ہارڈی اور جیکسن نے تعجب سے ان نوٹوں کو دیکھا تھا۔ اتنی بڑی تعداد تو میز پر بھی نہیں تھی۔

"کھیلو دوستو----- دوستوں کے لئے جان بھی دی جا سکتی ہے' اس شخص کی کیا حیثیت کہ یہ تمہیں چیلنج کرے۔" سردارے نے غرائے ہوئے انداز میں کہا۔

مگر جیکسن کسی قدر جھجکتے ہوئے انداز میں بولا۔ "اگر----- ہم....." وہ آگے کچھ نہ بول پایا تھا۔

"اوہو' تم انہیں ہار جاؤ' کوئی بات نہیں۔ میں اتنی ہی گڈیاں تمہارے سامنے اور سجا دوں گا۔" سردارے نے لاپرواہی سے کہا۔

وہ دونوں ہنسنے لگے۔ پھر انہوں نے بڑے احترام سے سردارے کو کرسی پیش کی اور خونخوار نظروں سے مجھے گھورتے ہوئے بولے۔ "ہاں----- شروع ہو جاؤ۔ لیکن سنو----- اگر شارپنگ ہوئی تو ہم تمہارے دونوں ہاتھ اتار کر یہیں رکھ لیں گے۔"

"منظور۔" میں نے کہا اور گیم پھر شروع ہو گیا۔

لیکن اس بار مجھے جو کچھ کرنا تھا' میں نے وہی کیا۔ یعنی میں نے انتہائی فیئر گیم کھیلا بلکہ ایک طرح سے یوں کہنا چاہئے کہ میں نے ہارڈی اور جیکسن کو بھی کارڈ دیئے۔ اس کے بعد میرا چہرہ اترتا چلا گیا۔

"آئندہ کسی شریف آدمی کا مذاق نہیں اڑانا۔" سردارے نے مجھ سے کہا۔ میری جیبیں خالی ہو گئی تھیں۔ چنانچہ میں وہاں سے اٹھ گیا۔ سردارے ان دونوں کے ساتھ لگ گیا۔ مقصد ہی یہ تھا----- کافی دیر تک میں وہاں رہا اور پھر وہاں سے واپس چل دیا۔ اب میرا رخ اپنی رہائش گاہ کی طرف تھا۔

اس رہائش گاہ پر میں بے چینی سے سردارے کا انتظار کر رہا تھا۔ اور یہ انتظار زیادہ طویل ثابت نہ ہوا۔ تھوڑی ہی دیر کے بعد سردارے کی کار کا ہارن سنائی دیا اور میں کھڑکی سے باہر دیکھنے لگا۔ سردارے کی کار پورٹیکو میں داخل ہو کر رک گئی۔

پھر چند ساعت کے بعد سردارے مسکراتا ہوا اندر داخل ہو گیا۔

"ہیلو ——— ہولڈن!" میں نے مسکراتے ہوئے اسے مخاطب کیا۔

"ہیلو رشمن ——— کیسی رہی؟" سردارے دھم سے ایک صوفے میں دراز ہو گیا۔

"یہ تو تم ہی بتاؤ گے۔"

"انہیں شیشے میں اتارنے کے لئے، مجھے خود بھی شیشے میں اترنا پڑا ——— سوری استاد!" سردارے نے مخصوص انداز میں کہا۔

"کیا میں تمہیں نشے میں معلوم ہوتا ہوں؟"

"اوہ، تو یہ بات ہے۔"

"اور بھی بہت سی باتیں ہیں ——— ہی ہی ہی۔" سردارے مسخرے پن سے ہنستے ہوئے بولا۔

"چڑھ گئی ہے سردارے ——— زیادہ پی گئے کیا؟"

"نہیں استاد ——— لیکن ان کا دل رکھنے کے لئے پینی پڑی ویسے بڑے کام کے لوگ ہیں اور پلاننگ بھی خوب رہی۔ اب وہ ہولڈن کے عاشق ہیں۔"

"ہوٹل سے کہاں گئے تھے؟"

"ان کی رہائش گاہ پر ——— اور پھر وہاں سے واپس پیبز بال کلب آ گئے جہاں وہ مستقل غنڈوں کی حیثیت سے رہتے ہیں ——— ان کے معمولی اخراجات تو کلب اٹھاتا ہے۔ لیکن چونکہ اخراجات زیادہ ہیں اس لئے وہ چھوٹے موٹے جرائم بھی کر لیتے ہیں۔ ویسے دبنگ ہیں دونوں ——— اس علاقے میں اچھی چھنتی ہے۔ اگر کلب میں کوئی ہنگامہ ہو جائے تو باآسانی سنبھال لیتے ہیں۔" سردارے نے بتایا۔

"گویا کام کے آدمی ہیں۔ بہر حال ہمارا اپنا انتخاب غلط نہیں رہا۔ لیکن سردارے! بات صرف دو آدمیوں کی نہیں ہے۔ میں تو اس گروہ کو اعلیٰ پیمانے پر پھیلانا چاہتا ہوں۔ ابھی تو ہمیں بہت سے لوگوں کی تلاش ہے۔ یہ تو بہت معمولی ابتدا ہے۔"

"لوگوں کی کیا کمی ہے استاد! یہ دور کرنسی کی حکومت کا ہے۔ مجھے یقین ہے کہ ہم اعلیٰ پیمانے پر کام شروع کر سکتے ہیں۔"

"لیکن اس کے لئے صرف ایک خیال ذہن میں اٹکا ہوا ہے۔"

"کیا؟"

"ہیڈ کوارٹر کہاں بنایا جائے؟"

"کام تو یہاں سے شروع کیا ہے استاد!"

"ہاں، وہ تو ٹھیک ہے۔ لیکن......"

"تمہارے ذہن میں کوئی اور خیال ہے؟"

"ہاں۔"

"کیا خیال ہے، سردارے کو بھی بتا دو۔"

"ہیڈ کوارٹر یہاں نہیں ہونا چاہیے۔"

"بالکل نہیں ہونا چاہیے۔ لیکن کہاں ———؟"

"جتنی جگہیں میں نے دیکھی ہوئی ہیں، ان میں سے بہت سے ملکوں کا نام لیا جا سکتا ہے۔ لیکن میں کسی سے مطمئن نہیں ہوں۔"

"خوب ——— پھر؟"

"آہ لندن ———" سردارے مسکراتا ہوا بولا۔ "واقعی ——— لندن ہر قسم کے لوگوں کو خود میں جذب رکھنے کی صلاحیت رکھتا ہے۔ اور پھر بے شمار آسانیاں ہیں وہاں۔ استاد! ہمیں بڑے سائینٹفک انداز میں جال پھیلانا پڑے گا۔"

"میں بھی یہی چاہتا ہوں سردارے ——— لیکن کام پھسپھسے انداز میں ہو رہا ہے۔"

"ہر کام کی ابتدا ایسی ہی ہوتی ہے استاد! جوں جوں ہم ترقی کریں گے ہمارے انداز میں بھی تبدیلی ہوتی چلی جائے گی۔" سردارے نے بہت اچھا جواب دیا۔

"ہاں، یہ تو درست ہے۔ بہر حال تمہاری غیر موجودگی میں، میں اسی موضوع پر سوچتا رہا ہوں۔ کل مجھے ایک اور کارروائی کرنا ہے۔"

"کیا استاد؟"

"یوں تو ابھی بہت سی رقومات، میرا مطلب ہے وہ رقوم، جو ہم نے مکلینو کا مال بیچ کر حاصل کی تھیں، دنیا کے مختلف ممالک میں پھیلی ہوئی ہیں۔ اگر میں انہیں سمیٹ لوں تو بہت کافی ہیں ——— لیکن غلام سیٹھ مجھے جو کمیشن دیتا رہا ہے اور جو زبردست رقمیں سوئٹزر لینڈ میں جمع ہیں، اب میں انہیں جنبش دینا چاہتا ہوں۔"

"اوہ عمدہ خیال ہے استاد۔" سردارے آہستہ سے بولا۔

"چنانچہ اس میں سے ایک بھاری سرمایہ میں لندن میں منتقل کرنے کے بارے میں سوچ رہا ہوں۔ لیکن چونکہ ابتداء ہالینڈ سے ہوئی ہے، اس لئے بنیادی طور پر میں یہاں سے ہی کام شروع کروں گا۔"

"اس بارے میں کوئی اور خیال ذہن میں ہے استاد؟"

"ہاں۔"

"کیا؟" سردارے نے دلچسپی سے پوچھا۔

"پہلے تو یہ بتاؤ سردارے کہ ہمیں شہریت کون سے ملک کی اختیار کرنی چاہیے۔"

"ہوں۔" سردارے نے پر خیال انداز میں گردن ہلائی۔ پھر تھوڑی دیر کے بعد بولا۔ "اگر لندن کو ہیڈ کوارٹر بنانا ہے استاد تو پھر ہم لندن ہی کے باشندے مناسب رہیں گے۔"

"میں بھی یہی سوچ رہا تھا ———" میں ٹھوڑی کھجاتے ہوئے بولا۔ عرصے کا جمود ٹوٹا تھا۔ جو کہولت ذہن پر طاری تھی، وہ چھٹ گئی تھی۔ ایک بہت بڑا مقصد سامنے آ گیا تھا اور مقصد جب سامنے ہو تو ذہن خود بخود بہت سے جھگڑوں سے آزاد ہو جاتا ہے۔ چنانچہ اب میرے پاس سوچنے کے لئے بہت کچھ تھا۔ وہ کہولت آمیز خیالات جو ذہن کو گھن لگاتے ہیں، چھٹ گئے تھے اور ذہن صیقل ہو گیا تھا۔ اس طرح بڑا

سکون محسوس ہو رہا تھا۔

"پھر اس سلسلے میں کیا کریں گے استاد؟"

"ہر کام قدم بہ قدم ہی مناسب رہے گا۔ ہالینڈ میں رہ کر پہلے ہمیں یہاں باقاعدہ قدم جمانے ہوں گے تاکہ کوئی کاروبار کر کے سرکاری حیثیت حاصل کر لیں۔ یہ دوسری بات ہے کہ ہم لندن کے باشندوں کی حیثیت سے یہاں کام شروع کریں گے۔"

"تب پھر کیوں نہ استاد------ کسی اچھے قانون دان کی خدمات حاصل کر کے یہ سارے کام اس کے سپرد کر دیں۔ باقی معاملات وہ خود سنبھال لے۔"

"بہترین تجویز ہے۔" میں نے سردارے کی تائید کی۔ "بہرحال کل سے اس سلسلے میں بھی کام شروع کر دیں گے۔ اب تم ان دونوں کی طرف آجاؤ۔"

"ہارڈی اور جیکسن۔"

"ہاں۔"

"جو کچھ بتا چکا ہوں اس کے علاوہ اور کوئی بات نہیں ہے۔"

"آئندہ پروگرام کیا رہا؟"

"کل ملاقات ہوگی۔"

"کہاں؟"

"پیز بال میں۔ ویسے دونوں شریف آدمی ہیں۔"

"خوب' کون سی شرافت کا تذکرہ کر رہے ہو؟"

"انہوں نے جیتنے کے بعد اصرار کر کے میری رقم واپس کر دی۔" سردارے نے جواب دیا۔

"اوہ' گڈ------" میں نے گردن ہلائی۔

"اس کے علاوہ وہ بڑے ممنون نظر آ رہے تھے۔ خاطر مدارات کے علاوہ انہوں نے کئی پیشکشیں بھی کیں۔"

"مثلاً؟"

"یہی کہ میں ان سے روزانہ ملاقات کروں اور جس چیز کی ضرورت ہو' بے تکلفی سے بیان کر دوں۔"

"ہنس کیوں رہے تھے تم؟ تمہاری ہنسی مشکوک تھی۔"

"پیز بال ہر لحاظ سے عمدہ جگہ ہے۔ لڑکیاں بھی ہوتی ہیں------ ان کے بارے میں جیکسن نے بتایا کہ وہ سب ہی پیشہ ور نہیں ہوتیں۔ خاص طور پر ہفتے کی راتیں بڑی دلکش ہوتی ہیں۔"

"اوہ' کل ہفتہ ہے۔ لیکن دلکشی کی وجہ کیا ہے؟"

"ایمسٹرڈیم کی شریف لڑکیاں------ جو یہاں کے مہنگے ماحول میں اپنے اخراجات پورے نہیں کر سکتیں' اخراجات پورے کرنے کے لئے یہاں آتی ہیں۔"

"خوب------ کس طرح؟"

"وہ دونوں اتنے متاثر تھے مجھ سے کہ کافی کھل گئے------ حالانکہ ہفتے کی رات کا پروگرام

مخصوص لوگوں کے لئے ہوتا ہے۔ کسی کو پتہ نہیں چلتا کیونکہ شریف لڑکیاں چہروں پر نقاب پہنے ہوتی ہیں اور ان کے گاہک اس بات کے پابند ہوتے ہیں کہ ان کی شکلیں نہیں دیکھیں گے۔"

"اوہ" میں نے ہونٹ سکوڑے۔

"وہ تو آج بھی مجھے پیشکش کر رہے تھے استاد------ لیکن سردارے نمک حلال ہے۔"

"خوب------ تو اب تم یہ نمک کب حلال کر رہے ہو؟" میں نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"کل۔" سردارے پھٹ سے بول پڑا۔

"میری کیا گنجائش نکلے گی؟"

"یہ بھی کوئی پوچھنے کی بات ہے استاد------ تم سردارے کو کیا سمجھتے ہو؟ کیا سردارے نے اس کے لئے گراؤنڈ تیار کیا ہوگا؟"

"کیا کیا تھا تم نے؟"

"میں نے اپنے عزیز دوست مسٹر لارل کا تذکرہ ان سے کیا اور انہیں بتایا کہ اگر مسٹر لارل موجود ہوتے تو پیز بال کے بڑے بڑوں کی جیبیں خالی کر دیتے۔ تاش کے باون پتے ان کے باون غلام ہیں جو صرف ان کی مرضی سے حرکت کرتے ہیں------ بڑے متاثر ہوئے وہ دونوں۔ اور خود انہوں نے ہی فرمائش کی کہ انہیں مسٹر لارل سے ملایا جائے۔ تب میں نے وعدہ کر لیا کہ کل رات------"

"ہاں' ان کاموں میں تو تم ماہر ہو' چلو اب آرام کریں' کل بہت سے کام کرنے ہیں۔"

"دوسرے دن سردارے کو آزاد چھوڑ کر میں نکل گیا۔ مجھے بہت سے کام کرنے تھے۔ چنانچہ میں نے ناشتے سے پہلے ٹیلی فون ڈائریکٹری کی ورق گردانی کی اور چند ایسے پتے نوٹ کئے جن کی مجھے ضرورت تھی۔ اس کے علاوہ بازار میں رک کر میں نے ایک بکسٹال سے ایسے پرچے خریدے جن میں ضروری لوگوں کے بارے میں تفصیلات تھیں۔ کار ہی میں بیٹھ کر میں نے ان کی ورق گردانی کی اور پھر مطمئن ہو گیا۔"

تھوڑی دیر کے بعد میں نے گرائن سنز کے سامنے کار روکی۔ مسٹر گرائن بذات خود اس فرم کے مینجر بھی تھے اور کاروباری امور کے نگران بھی------ بھاری بھرکم اور پر اخلاق انسان تھے۔ بڑے پرتپاک انداز میں انہوں نے میرا استقبال کیا۔

"میں آپ کا کافی وقت لوں گا مسٹر گرائن------ اس لئے اگر آپ مصروف ہوں تو گفتگو شروع ہی نہ کی جائے اور کسی مناسب وقت کا تعین کر لیا جائے۔"

"اتفاق سے میں بالکل فارغ ہوں۔ اور آپ کو آپ کی منشا کے مطابق وقت دے سکتا ہوں۔ یہ ہمارے بنیادی اصول ہیں۔" مسٹر گرائن نے ایک خوبصورت کارڈ میرے حوالے کیا۔ جس میں سرفہرست کسی کاروباری معاملے میں مشورے کی فیس درج تھی جو ہر حالت میں ادا کرنا ہوتی تھی گویا یہ مسٹر گرائن کے وقت کی قیمت تھی۔

میں نے جیب سے نوٹوں کی گڈی نکال کر مقررہ رقم میز پر رکھ دی اور مسٹر گرائن نے بیل بجا کر ایک ملازم کو بلا کر اس کی رسید بنوانے کے لئے کہا۔

"آپ ہمارے ادارے کے لئے ایک معزز شخصیت ہیں جناب! اور ہمارا پہلا اصول ہے کہ معاملات

کچھ بھی ہوں' کیسے بھی ہوں' ہم انہیں اپنے سینے میں دفن رکھیں گے۔ آپ کا کام ہو یا نہ ہو---- آپ کو ہماری طرف سے عدم تعاون کی شکایت کبھی نہ ہوگی اور آپ اس بات کو ذہن سے نکال دیں گے کہ ہمیں اپنے بارے میں کچھ بتا کر معاملات طے نہ ہونے کی صورت میں آپ گھاٹے میں رہیں گے۔ اس کے علاوہ جناب! ہم آپ کے لئے ہر وہ سہولت فراہم کریں گے جو آپ کی ضرورت ہوگی۔ معاملہ خواہ کچھ بھی ہو' اس سے کوئی تعلق نہیں ہے اور ہم اس کا مناسب معاوضہ دیں گے۔"

"بہت اچھی بات ہے مسٹر گرائن! میں محسوس کرتا ہوں کہ آپ بلا شبہ میرے کام آئیں گے---- اور جہاں تک رازداری کا سوال ہے' یہ سب سے ضروری ہے۔"

"بالکل مطمئن رہیں' ہمارے کاروبار کا پہلا اصول یہی ہے اور ہم اپنے اصولوں پر عمل کرنے کے عادی ہیں۔ خواہ ہمارے اصولوں سے ہمارا کتنا ہی نقصان کیوں نہ ہو جائے۔ میرا مطلب ہے اگر آپ کسی شخص کے خلاف ہم سے کچھ کرانا چاہتے ہیں تو اس وقت ہم صرف معذرت کریں گے کہ کوئی ایسا غیر قانونی کام ہم نہیں کر سکتے جو قابل دست اندازی پولیس ہو' یا جو قانون شکنی کے مترادف ہو۔ البتہ اس بارے میں معلومات حاصل کرنے کے بعد ہم چونکہ فیس وصول کر چکے ہیں' مکمل خاموشی اور رازداری برتیں گے۔"

"ٹھیک ہے---- تو مسٹر گرائن! اس کا مقصد ہے کہ اب میں آپ کا ممبر ہو چکا ہوں۔"

"بالکل بالکل---- آپ کیا پینا پسند کریں گے؟"

"شکریہ۔ اس وقت کچھ نہیں---- ہاں جس وقت معاملات طے ہو جائیں گے' اس وقت جو آپ چاہیں۔"

"اوہو' معاملات تو طے ہو ہی جائیں گے جناب---- لیکن میری خواہش ہے کہ آپ کچھ پئیں۔"

"تب پھر کافی پلوا دیجئے۔" میں نے کہا اور مسٹر گرائن نے بیل بجا کر کافی کا آرڈر دے دیا۔ اس کے بعد وہ میری طرف متوجہ ہو گئے۔

"آپ چاہیں تو میں باہر سرخ بتی جلوا دوں گا کہ ہماری گفتگو بالکل خفیہ رہے؟"

"ہاں بہتر یہی ہے کہ کوئی ہماری باتیں نہ سن سکے۔" میں نے جواب دیا۔

"بہتر بہتر۔" مسٹر گرائن نے کہا اور میز پر لگا ہوا ایک اور بٹن دبا دیا۔ اس کا مقصد تھا کہ کمرے میں اہم گفتگو ہو رہی ہے اور اب کوئی مداخلت کی کوشش نہ کرے۔ تب وہ میری طرف جھک آئے۔

"فرمایئے آپ کو کیا کام ہے؟"

"بہت سے کام ہیں مسٹر گرائن۔"

"مثلاً"؟"

"مثلاً" یہ کہ میں ایمسٹرڈیم میں بہت بڑی صنعت قائم کرنا چاہتا ہوں جس کی شاخیں دوسرے ملکوں میں بھی قائم کی جائیں گی اور ان کا ہیڈ کوارٹر لندن ہو گا۔"

"بہت خوب۔" مسٹر گرائن کے چہرے پر دلچسپی کی چمک نمایاں ہو گئی تھی۔ ظاہر ہے ایک ایسا آدمی جو ان سے اتنی بڑی بڑی باتیں کر رہا تھا' ایک پارٹی کی حیثیت رکھتا ہو گا' ورنہ اتنے بڑے پروگرام لے کر ان کے پاس کیوں آتا۔

"نہایت مناسب ہے جناب! اور اس سلسلے میں آپ ہماری بھرپور مدد حاصل کر سکیں گے۔" مسٹر گرائن نے جواب دیا۔

"اس کے علاوہ ایک بہت ہی اہم بات یہ ہے کہ میں لندن کی شہریت چاہتا ہوں اور قانونی طور پر یہاں کے کاغذات بھی۔"

"اوہ۔" مسٹر گرائن نے پرخیال انداز میں مجھے دیکھا اور ٹھوڑی کھجاتے ہوئے بولے۔ "برا نہ محسوس کریں تو میں آپ سے ایک سوال کروں؟"

"ہاں ضرور۔"

"آپ کی اپنی شہریت کہاں کی ہے؟ میرا مطلب ہے آپ کہاں سے تعلق رکھتے ہیں؟"

"میں ایشیائی ہوں مسٹر گرائن---- ترک وطن کر کے بہت پہلے سیاحت کو نکل گیا تھا۔ سیاحت کے دوران ہی میں نے بے پناہ دولت کمائی اور اس دولت کو سوئٹزر لینڈ میں منتقل کر دیا۔ انسان کی زندگی کا کوئی مقصد ہوتا ہے اور میری زندگی کا پہلا مقصد دولت کا حصول تھا۔ اور اب میں کوئی ٹھوس زندگی چاہتا ہوں---- میری خواہش ہے کہ میں کوئی ایسی صنعت قائم کروں جو بین الاقوامی نوعیت کی حامل ہو اور اس کے بعد میں ایک باقاعدہ زندگی کا آغاز کروں۔ ایمسٹرڈیم میں' میں اپنی ایک فیکٹری لگانا چاہتا ہوں اور اس کا ہیڈ کوارٹر میں لندن میں رکھوں گا۔"

"مجھے آپ کے لئے کیا کرنا ہے؟" گرائن نے پوچھا۔

"آپ کو میرے جو کام کرنے ہیں' وہ یہ ہیں کہ آپ سوئٹزر لینڈ سے میرے تمام کاغذات کی تصدیق کرانے کے بعد وہاں سے ایک بڑی رقم یہاں اور لندن میں منتقل کرائیں گے---- اس سلسلے میں آپ کا جو بھی کمیشن ہو گا وہ بخوشی ادا کر دوں گا۔ باقی کاغذات کے معاملات ہیں' یہاں شہریت کے سلسلے میں جو کچھ کاروائی ہوگی' وہ آپ ہی کریں گے---- میں نے آپ سے عرض کر دیا ہے کہ میں سیاح تھا اور اکثر میرے ساتھ ایسا ہوا ہے کہ کسی بھی ملک میں پہنچنے کے بعد مجھے جہاں الجھنیں پیش آئیں' وہاں غیر قانونی طریقے اختیار کرنے پڑے۔ میرا مقصد سمجھ گئے ہوں گے آپ----؟"

"ہاں۔" مسٹر گرائن نے سرہلاتے ہوئے کہا۔ "بات دراصل یہ ہے مسٹر----! میں آپ کا نام پوچھ سکتا ہوں؟"

"آپ مجھے اصغر کہہ سکتے ہیں۔" میں نے جواب دیا۔

"اوہ شکریہ مسٹر اصغر! تو بات یہ ہے کہ میں اس تمام کارروائی کو غیر قانونی اس لئے نہیں سمجھتا کہ آپ کوئی جرائم پیشہ انسان نہیں ہیں۔ ٹھیک ہے آپ ترک وطن کر کے یہاں آ گئے ہیں۔ لیکن ظاہر ہے' آپ ہمارے ملک میں صنعت لگا کر کچھ نہ کچھ کرنا چاہتے ہیں۔ چنانچہ میں آپ کی مدد کرنے میں کوئی عار نہیں سمجھتا۔"

"بہت بہت شکریہ مسٹر گرائن! جو کچھ میں نے کہا ہے اس کی تکمیل میں آپ میری کیا مدد کر سکتے ہیں؟"

"ہر قسم کی مدد جو آپ کو درکار ہوگی۔" مسٹر گرائن نے جواب دیا۔ اور میں سرہلانے لگا۔ چند ساعت کے بعد میں نے کہا۔ "تب پھر میں اس سلسلے میں آپ کو وہ تمام اخراجات پیشگی ادا

کرنے کو تیار ہوں جو اس سلسلے میں آپ کے اصول کے مطابق ہوں گے۔ میں چاہتا ہوں کہ اس بات کا اچھی طرح یقین کرلوں کہ اب میرے مفادات کے نگران آپ اور آپ کا ادارہ ہے۔"

"یقیناً"۔ "مسٹر گرائن نے مضبوط لہجے میں جواب دیا۔

کافی آگئی اور ملازم نے خوبصورت مگ میں کافی انڈیل کر ایک مگ میرے سامنے اور دوسرا مگ مسٹر گرائن کے سامنے رکھ دیا۔ ملازم کے باہر نکل جانے کے بعد مسٹر گرائن نے پھر سرخ لائٹ روشن کر دی۔ اور آٹو میٹک دروازہ لاک کر دیا۔ تب انہوں نے اپنی میز سے کچھ فارم نکالے اور انہیں میرے سامنے رکھ دیا۔

"براہ کرم آپ یہ فارم بھر دیں اور اس کے ساتھ ہی مجھے اپنا موجودہ پتہ بھی دے دیں ——— تا کہ مختلف معاملات میں آپ کا مشورہ لے کر میں عمل کرتا رہوں۔"

"بہت بہتر۔" میں نے فارم لے لیا ——— فارم میں' میں نے اپنا پورا نام راجہ نواز اصغر ہی لکھا تھا۔ اس کے ساتھ ہی میں نے سردار علی کا نام بھی درج کر دیا تھا۔ کیونکہ ہم دونوں کو ان تمام چیزوں کی ضرورت تھی۔

مسٹر گرائن نے سردارے کے بارے میں پوچھا۔ اور میں نے انہیں تفصیل بتاتے ہوئے کہا کہ میں اور سردار علی بچپن کے ساتھی ہیں اور ہمیشہ ہر معاملے میں ساتھ رہے ہیں۔ اس لئے ہم دونوں کو کاغذات کی ضرورت ہوگی۔

"آپ بالکل بے فکر رہیں۔ یہ سارے کام میں باآسانی کرلوں گا ——— اس میں کوئی الجھن نہیں ہوگی۔" مسٹر گرائن نے جواب دیا۔ "باقی رہا سوئٹزر لینڈ سے آپ کی رقم منتقل کرنے کا سوال' تو اس سلسلے میں چند ضروری کاروائیاں درکار ہوں گی۔ مثلاً" وہ فیگر جو آپ وہاں سے منگوانا چاہتے ہیں۔"

"بہت مناسب۔ اب یہ سارے معاملات آپ کے سپرد ہیں مسٹر گرائن!" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "اور ہاں آپ کے کمیشن اور معاوضے پر اب کوئی تبادلہ خیال نہ ہوگا۔ جہاں اور جو آپ مناسب خیال کریں گے' وہ طے ہو جائے گا۔"

"بہت شکریہ۔ آپ کا ایڈریس وغیرہ فارم میں موجود ہے' اس کے علاوہ ہم آپ کو ایک مقامی ایڈوائزر مہیا کریں گے جو آپ کو آپ کے صنعتی معاملات میں مدد دے گا۔ آپ کو وقت بھی نہیں ہوگی اور وہ شخص بھی پورے طور سے قابل اعتماد ہوگا۔"

"بہتر۔" میری طرف سے یہ رقم ایڈوانس شکل میں جمع کرلیں۔ میں نے نوٹوں کی کئی بڑی گڈیاں مسٹر گرائن کے سپرد کر دیں اور انہوں نے شکریے کے ساتھ انہیں قبول کرلیا۔

مسٹر گرائن مجھے باہر میری کار تک چھوڑنے آئے۔ میں نے اس شخص کے بارے میں اندازہ لگالیا تھا کہ وہ ٹھوس کردار کا انسان ہے اور جو کچھ کہہ رہا ہے ضرور کرے گا۔ چنانچہ میں سکون سے واپس ہوا۔ جو کچھ ہو رہا تھا' وہ پورے طور سے اطمینان بخش تھا۔

اپنی رہائش گاہ پر پہنچا' سردارے موجود نہیں تھا۔ بہرحال جو کام وہ کر رہا تھا' وہ بھی اہم تھا۔ جو معاملات مسٹر گرائن کے ذریعے ہو سکتے تھے وہ تو انہیں کرنا تھے۔ لیکن بہت سے اہم کام مجھے اور سردارے کو بھی کرنے تھے۔

میں چونکہ خلاف توقع بہت جلدی کامیاب ہوگیا تھا اس لئے خوشی بھی تھی۔ بہرحال میں سردارے کا انتظار کرنے لگا۔ ملازمین نے دوپہر کا کھانا لگا دیا ——— سردارے موجود نہیں تھا اس لئے میں نے تنہا کھانا کھایا اور آرام کرنے لیٹ گیا۔

کھانے سے طبیعت بوجھل ہوگئی۔ بستر پر لیٹنے کے بعد عجیب سے خیالات ذہن میں چکرانے لگے۔ زندگی جس دائرے میں آگئی تھی' وہ ذہن پر بہت سی کیفیات طاری کر رہا تھا۔ یہ بھی ممکن تھا کہ میں وہاں سکونت اختیار کروں اور زندگی کو ایک نیا رنگ دے دوں۔ لیکن دل یہ رنگ قبول نہیں کر رہا تھا۔ اگر یہی رنگ اپنایا جائے تو پھر اس کے لئے اپنا وطن بھی ضروری ہوتا ہے۔ جہلم کے کنارے لہلہاتے ہوئے کھیتوں کی خوشبو کے بغیر بھی سکون' کہیں سکون ہوگا؟ یہاں اس ہنگامہ خیز دنیا میں زندگی کو سکون نہیں دیا جاسکتا۔

آنکھیں خود بخود بند ہوگئیں۔ پھر سردارے کے جگانے سے ہی بیدار ہوا۔

"ضرورت نہیں کہ آپ پوری رات جاگتے رہیں استاد۔" وہ کہہ رہا تھا۔

"کیا مطلب ہے؟" میں نے جماہی لیتے ہوئے پوچھا۔

"رات کی تیاریاں اتنی زبردست ———"

"دیوانے ہو ——— میرے ذہن میں بھی نہیں تھا۔ بس یونہی نیند آگئی تھی۔"

"کیا عمر ہوگی استاد تمہاری؟"

"کیوں؟"

"خوبصورت تصورات اگر ذہن کو بے چین نہ رکھیں تو انسان کو سمجھ لینا چاہیے کہ اب وہ جوانی کی سیڑھیوں سے دوسری طرف اتر رہا ہے۔ اور ان سیڑھیوں سے نیچے جا رہا ہے جو بڑھاپے کی طرف لے جاتی ہیں۔" سردارے نے کہا۔

"کچھ اندازہ نہیں سردارے ——— ایسا لگتا ہے جیسے صدیوں پہلے پیدا ہوا تھا اور صدیوں سے اداسیوں کا شکار رہا ہوں۔"

"دن کے کھانے کے بعد سو جانے سے یہی حالت ہو جاتی ہے استاد! کوئی خاص بات نہیں ہے۔" سردارے نے مسخرے پن سے کہا۔

"کیا وقت ہوا ہے۔"

"صرف چھ بجے ہیں۔"

"ارے ——— واقعی دیر ہوگئی ——— تم کب واپس آئے؟"

"ساڑھے چار بجے۔ اور اب تک شام کی چائے نہ ملنے کی وجہ سے سر میں درد شروع ہوگیا ہے۔" سردارے نے مظلومیت سے کہا۔

"تم چائے لگواؤ۔ میں نہا کر ابھی آیا۔" میں نے کہا۔

"او کے باس!" سردارے اپنی جگہ سے اٹھ کر باہر نکل گیا اور میں باتھ روم کی جانب چلا گیا۔

تھوڑی دیر کے بعد ہم دونوں اپنے چھوٹے سے خوبصورت بنگلے کے گراؤنڈ میں بیٹھے چائے پی رہے تھے۔ چائے کے دوران گفتگو شروع ہوئی اور میں نے سردارے سے پوچھا۔

"کیا رہا ——— تم کیا کر کے آئے؟"

"میں ----- کوئی خاص کام تو نہیں استاد ----- کیا تم نے میرے سپرد کوئی خاص کام کیا تھا؟ ویسے اپنے طور پر میں اس سلسلے میں معلومات حاصل کرتا رہا ہوں۔"

"کس سلسلے میں؟" میں نے پوچھا۔

"بس کاروباری سلسلے میں' میں نے کچھ لوگوں سے بات چیت کی ہے۔"

"ہوں ----- کوئی کار آمد بات؟" میں نے پوچھا۔

"ابھی نہیں استاد!"

"بہرحال ابھی اس مسئلے میں نہ الجھو۔" میں نے کہا۔

"کیا مطلب ----- میں نہیں سمجھا۔" سردارے نے پوچھا۔

"مطلب یہ کہ میں نے اس سلسلے میں سارا بندوبست کرلیا ہے۔" میں نے جواب دیا۔

"اوہو ----- وہ کس طرح؟ ویسے اتنا تو میں جانتا ہوں کہ استاد فارم میں آگیا ہے اور جو کچھ وہ کرے گا' وہ ٹھوس اور مضبوط ہوگا ----- لیکن مجھے بھی تو بتاؤ استاد کہ آخر تم نے کیا کیا؟"

اور پھر میں نے سردارے کو ساری تفصیل سنا دی۔ سردارے کے چہرے پر مسکراہٹ پھیل گئی تھی۔

"ویری گڈ۔ ان ممالک میں یہ بڑا فائدہ ہے استاد کہ یہاں پر ہر طرح کے لوگ مل جاتے ہیں۔"

"ہاں یہ حقیقت ہے' ویسے مسٹر گرائن بہت شریف اور پر اعتماد آدمی معلوم ہوتے ہیں۔" میں نے کہا۔

"ٹھیک ہے استاد! ہمیں بہت سے شریف اور پر اعتماد آدمی ملتے رہے ہیں۔ لیکن ہمیں ہوشیار ہی رہنا ہوگا۔"

"ہوں ----- یہ تو ہے۔ میں نے انہیں ضرورت سے زیادہ کچھ نہیں بتایا' ویسے وہ ہمارے کام کا آدمی ہے' سارے معاملات اس سے طے ہو چکے ہیں۔" میں نے سردارے کو بتایا اور وہ گردن ہلانے لگا۔

تھوڑی دیر تک خاموشی رہی' اس کے بعد سردارے نے کہا۔ "ویسے استاد! میرا خیال ہے' اس بار جو کچھ ہم کر رہے ہیں وہ ہم نے پہلے کبھی نہیں کیا۔ لیکن یقیناً" وہ پہلے سے بہت بہتر ہوگا۔"

"یقیناً"۔" میں نے جواب دیا اور چائے پیتا رہا۔

"اور استاد! یہ سارے معاملات تو ہوتے ہی رہتے ہیں مگر کچھ اور بھی تو دکھ ہیں۔" سردارے بولا۔

"وہ کیا؟"

"میرا مطلب ہے باس ----- تھوڑی دیر کے بعد تیاریاں شروع کر دو۔ میرے دونوں پیارے دوست ہارڈی اور جیکسن انتظار کر رہے ہوں گے اور انہوں نے ہمارے لئے بہتر بندوبست کر رکھا ہوگا۔" سردارے نے مسکراتے ہوئے کہا اور میں نے بھی مسکراتے ہوئے گردن ہلا دی۔

"ہاں سردارے! واقعی یوں لگتا ہے جیسے بہت دنوں سے زندگی میں کوئی کمی سی آگئی ہو۔"

"بلاشبہ استاد! عورت دنیا کی اہم ترین چیز ہے۔ میرا خیال ہے غذا اور جنس' انسان کی دنیا میں صرف یہ دو ہی ضروریات ہیں جن کے گرد ساری ضروریات گھومتی ہیں ----- اگر یہ مہیا ہوں تو میرا خیال ہے انسان ایک مطمئن انسان ہے۔" سردارے نے کہا۔

اور میں سوچنے لگا' یہ حقیقت ہی تھی۔ واقعی جنس اور بھوک' ساری دنیا انہی دو مسئلوں میں الجھی ہوئی تھی۔ ایک ایسا شخص جس کے پاس خوراک اور عورت ہو' جنگل یا بیابان میں بھی آسانی سے گزارا کر سکتا تھا۔ اس قسم کے سینکڑوں واقعات مشاہدے میں تھے۔ چنانچہ میں نے سردارے کی بات سے کوئی اختلاف نہیں کیا۔

دیر تک ہم بیٹھے الٹے سیدھے موضوعات پر گفتگو کرتے رہے' ہارڈی اور جیکسن بھی زیر بحث آئے اور سردارے نے پورے طور سے مجھے اطمینان دلایا کہ اس نے ان لوگوں پر جو جال ڈالا ہے' وہ کافی مضبوط ہے اور یقینی طور پر آج اس سلسلے میں کچھ اور اضافہ ہو جائے گا۔

"کیسا اضافہ؟" میں نے پوچھا۔

"مقصد یہ کہ میں اس سے بات کروں گا اور کسی ایسے باس کا تذکرہ کروں جو بے پناہ دولتمند ہے اور میری اس ٹیپ ٹاپ اور اچھی زندگی کا ذمہ دار بھی وہی ہے۔ میں انہیں متوجہ کروں گا کہ وہ ہمارے ساتھ مل کر کام کریں۔ اس سلسلے میں استاد ----- تم جانتے ہی ہو کہ ہمیں کیا کچھ کرنا ہوگا۔" سردارے نے پر خیال انداز میں کہا۔

"ٹھیک ہے سردارے۔" میں نے کہا اور ہم دونوں خاموش ہوگئے۔ چند منٹ کے بعد اس خاموشی کو سردارے نے ہی توڑا تھا۔

"بس اب تیاریاں کرلو استاد! میرا خیال ہے تھوڑی دیر کے بعد ہمیں یہاں سے چل دینا چاہیے۔"

"تیاریاں کیا کرنی ہیں سردارے؟"

"میک اپ میں تبدیلی۔"

"تو ٹھیک ہے سردارے! میں اس میک اپ کو تبدیل کرلیتا ہوں' جس میں کل رات ہم ان دونوں سے ملے تھے۔"

"ٹھیک ہے۔" سردارے نے کہا اور پھر اس کے کہنے کے مطابق تیاریاں کرلی گئیں۔

میں نے بہت ہلکا سا میک اپ چہرے پر کیا تھا تاکہ جیکسن اور ہارڈی کو اس کے بارے میں کوئی خاص اندازہ نہ ہو سکے ----- اور پھر رات کے تقریباً" ساڑھے آٹھ بجے ہم لوگ تیار ہو کر پیزبال کی طرف چل پڑے۔

پچھلی رات سردارے کی شخصیت واقعی ان دونوں پر بہت زیادہ اثر انداز ہوئی تھی۔ کیونکہ وہ پیز بال کے لاؤنج پر ہمارے ہی منتظر تھے۔

جونہی سردارے کار سے اترا' وہ دونوں اس کی طرف لپکے۔ اوہ' اوہ مسٹر ہولڈن! بڑا انتظار کرایا۔" ہارڈی لپکتا ہوا بولا۔

"اوہ مائی ڈیر ----- میرا خیال ہے میں صحیح وقت پر پہنچا ہوں۔ کیا تم نے یہی ٹائم نہیں دیا تھا۔" سردارے بدلے ہوئے انداز میں بولا۔

"ہاں۔ لیکن دوستوں کا انتظار تکلیف دہ ہوتا ہے۔" جیکسن نے جواب دیا۔

"بہرحال میں پہنچ گیا۔ میرے دوست سے ملو ----- مسٹر لارل ----- اور مسٹر لارل! میں آپ کو ان دونوں کے بارے میں بتا چکا ہوں۔"

"یقیناً" یقیناً"۔" میں نے مسکراتے ہوئے ان دونوں سے ہاتھ ملایا اور ہارڈی بڑے تپاک سے میرا ہاتھ دباتے ہوئے بولا۔

"مسٹر لارل! مسٹر ہولڈن نے آپ کے بارے میں جو کچھ کہا ہے اسے سن کر تو یہ دل چاہتا ہے کہ آپ کی ساری انگلیاں کاٹ کر اپنے پاس رکھ لوں یا پھر آپ کا وہ سارا فن کسی پراسرار طریقے سے حاصل کرلوں' جو آپ کی انگلیوں میں چھپا ہوا ہے۔"

"اوہ' یہ ہولڈن بڑا ہی بدمعاش ہے ------ خواہ مخواہ میرے کاروبار کو خراب کرتا ہے ------ اب بتاؤ اگر میں کبھی تم لوگوں کے ساتھ جوا کھیلنے کی کوشش کرتا تو کچھ کامیابی حاصل کرتا۔ لیکن اس نے میرا یہ چانس گنوا دیا۔"

"اوہ مسٹر لارل! آپ کو اس قسم کے ہزاروں مواقع ملیں گے لیکن کیا یہ ضروری ہے کہ جیبیں ہماری ہوں۔" ہارڈی ہنستا ہوا بولا۔

"ہاں' یہ بھی ٹھیک ہے بشرطیکہ تم اس قسم کے مواقع مہیا کر سکو۔" میں نے جواب دیا۔

"یقیناً" یقیناً" مسٹر لارل! ہم اور آپ مل کر تو پورے ایمسٹرڈیم کے لوگوں کو قلاش کر دیں گے۔" جیکسن ہنستا ہوا بولا ------ اور میں بھی ہنسنے لگا۔

ہارڈی اور جیکسن کی میز مخصوص تھی۔ چنانچہ وہ ہمیں اسی میز پر لے گئے۔ ریزرویشن کارڈ لگا ہوا تھا' اسے ہٹا کر ہم چاروں میز کے گرد بیٹھ گئے اور ہارڈی نے بہت بڑے بڑے آرڈر دے ڈالے۔

"اوہو ------ نہیں بھئی اتنا تکلف نہیں مسٹر ہارڈی!"

"یہ کیسے ہو سکتا ہے لارل! ہم بے تکلف دوست ہیں۔ اور ہماری خواہش ہے کہ ہمارے درمیان سے تکلف کی ساری دیواریں ہٹ جائیں۔ جب ہولڈن جیسے آدمی تمہارے دوست ہیں اور تم ہولڈن کی پسندیدہ شخصیت ہو تو پھر ہمارے لئے تو تم نجانے کیا ہو گے ------ کیونکہ مسٹر ہولڈن نے جس انداز میں ہمارے ساتھ برتاؤ کیا ہے' ہم اس کا کوئی بدل نہیں دے سکتے۔"

"دوستو! جب کسی کو دوست کہا جاتا ہے تو پھر بدلے کا تصور ذہن سے نکال دیا جاتا ہے۔ دوستی میں کوئی بدل نہیں ہوتا۔ تمہاری طرف سے محبت کا پرخلوص جواب ہی ہمارے خلوص کا بدلہ ہے۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"شکریہ مسٹر لارل! آپ کی اس گفتگو نے آپ کی شخصیت کو واضح کر دیا ہے اور ہم یہ جانتے ہیں کہ آپ جیسے دوست بڑے قیمتی ہوتے ہیں۔" ہارڈی نے کہا

"ہاں' تو اب کیا پروگرام ہے؟" جیکسن نے کہا۔

"جو آپ کا پروگرام ہو؟" میں نے کہا اور سردارے نے سر ہلا کر میری تائید کی۔

"کیا آپ ہمیں اپنا کوئی کارنامہ دکھائیں گے؟"

"کیا چاہتے ہیں مسٹر ہارڈی؟" میں نے پوچھا۔

"یہ ہال ہر قسم کے جوئے کے لئے مشہور ہے۔"

"تو ٹھیک ہے' مجھے کسی ایسی میز پر لے چلئے جہاں وہ لوگ بیٹھتے ہوں اور بہت کچھ رکھتے ہوں۔"

"یقیناً"۔ یہاں سے اٹھنے کے بعد ہم وہیں چلیں گے۔"

"ہارڈی اور جیکسن مجھے اور سردارے کو جوئے خانے میں لے گئے' بلاشبہ یہاں ہر قسم کا جوا ہوتا تھا۔ ایک لمبی میز پر میں اور جیکسن بیٹھ گئے جہاں کافی قیمتی کھیل ہو رہا تھا ------ کارڈ تقسیم ہوئے اور ہم چھوٹی چھوٹی رقم ہارتے رہے ------ کارڈ میں اپنے پاس رکھنا چاہتا تھا' پھر جب قسمت نے ساتھ دیا تو کارڈ کی گڈی میرے ہاتھ میں آ گئی۔ اس دوران میں نے کافی بلف کھیل کھیلا تھا لیکن کامیاب نہیں رہا تھا اور ہمارے ساتھ بیٹھے ہوئے لوگ ہمیں احمق سمجھنے لگے تھے ------ گو ہارنے کی رفتار کافی تیز نہیں تھی لیکن بہرصورت ہمارے سامنے اتنی رقم جنی ہوئی تھی کہ ساتھ کھیلنے والوں کو کوئی شکایت بھی نہیں ہوئی تھی۔

پھر جب کارڈ میرے ہاتھ میں آ گئے تو میں نے انہیں تقسیم کر دیا۔ جیکسن جو میرے سامنے تھوڑے سے فاصلے پر بیٹھا ہوا تھا' مجھے دیکھنے لگا اور میں نے اشارہ کر دیا۔

مقصد یہ تھا کہ وہ جم کر کھیلے ------ چنانچہ کھیل شروع ہو گیا۔ جیکسن نے کافی لمبی رقم لگا دی تھی۔ کھیل میں صرف تین آدمی رہ گئے تھے۔ میں بھی کھیل رہا تھا مگر اس نظریے کے تحت کہ جیکسن کو مدد دیتا رہوں ------ اور پھر جب کارڈ شو ہوئے تو جو ہونا تھا وہی ہوا۔

جیکسن کے آگے ایک بڑی رقم پہنچ گئی تھی۔ جیکسن کا چہرہ خوشی سے تمتما رہا تھا۔ پھر اس نے کارڈ تقسیم کئے اور اس کے بعد میں دوسرے ہاتھ کا انتظار کرنے لگا۔

دوسرا ہاتھ میرا اپنا تھا جس میں' میں نے بہت لمبی رقم کمائی۔ لیکن اس بار جو میں نے کارڈ بانٹے تو پھر جیکسن کو ہی کارڈ دے دیئے۔ لیکن اس بار میں نے کھیل میں ایک اور طریقہ اختیار کیا تھا۔

یعنی دوسرے لوگوں کو صرف ان کی قسمت پر نہیں چھوڑا تھا بلکہ انہیں بھی ایسے کارڈ دیئے تھے کہ وہ بھی جان کی بازی لگا دیں۔

اور اس بار جو شو ہوا تو بہت سے لوگوں کے چہرے سرخ ہو گئے انہوں نے تعجب سے جیکسن کو دیکھا جو نوٹوں کی گڈیاں سمیٹ رہا تھا۔

پھر بہت سے لوگوں نے اپنی جگہ چھوڑ دی ------ جیکسن نے قہقہہ لگایا تھا۔ پھر وہ نوٹوں کی گڈیاں سمیٹتا ہوا وہاں سے اٹھ گیا۔

میں تھوڑی دیر تک کھیلتا رہا۔ اس کے بعد میں بھی اٹھ گیا۔ پھر ہم ایک میز پر آ کر بیٹھے تو جیکسن نے میرے ہاتھ چوم لئے۔ استاد ------ بس اس سے آگے کچھ نہیں کہوں گا' اپنے نوٹوں کو سنبھالو۔" اس نے نوٹوں سے بھرا بیگ میری طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔

"جیکسن! تم دوستی کی توہین کر رہے ہو۔"

"لیکن استاد! یہ کارنامہ تو تمہارا ہی ہے۔"

"میں اس سے ہزار ہا درجہ بڑے کارنامے دکھا سکتا ہوں۔ لیکن تم ان نوٹوں کی گڈیوں کو میرے درمیان نہیں لاؤ۔" میں نے کہا اور جیکسن اور ہارڈی بڑی عقیدت سے مجھے دیکھنے لگے۔ پھر ہارڈی نے سردارے کی طرف رخ کر کے کہا۔

"مسٹر ہولڈن! ہم تمہارے شکرگزار ہیں۔ اس سے زیادہ ہم کچھ نہیں کہہ سکتے کہ تم نے ہمیں مسٹر لارل جیسے دوست سے متعارف کرا کے ہمارے اوپر بہت بڑا احسان کیا ہے۔"

"ہولڈن کو کیا سمجھتے ہو دوستو ------ ہولڈن تقدیریں بدلنے کا ماہر ہے۔" سردارے نے

مسکراتے ہوئے کہا۔

"کیا مطلب؟"

"مطلب ابھی نہیں بتایا جائے گا۔ لیکن اگر پسند کرو تو ہولڈن اور لارل کو ایسے دوستوں میں شامل کر لو جو زندگی اور موت کے ساتھی ہوتے ہیں------"

"بسرو چشم۔ تم بھی دیکھو گے کہ ہارڈی اور جیکسن جان دینے والوں میں سے ہیں۔" ہارڈی نے کہا۔

"تب پھر ہاتھ ملاؤ------ ہم لوگ عہد کرتے ہیں کہ ایک دوسرے کے مفادات کو ہمیشہ ذہن میں رکھیں گے۔"

اور ہم چاروں نے ایک دوسرے سے ہاتھ ملائے۔ بڑا پکا عہد ہو گیا تھا۔ برے لوگوں کے درمیان جو عہد ہوا کرتے ہیں' وہ اچھے لوگوں سے مختلف ہوا کرتے ہیں۔ ان وعدوں میں عام طور سے کم ہی رخنے ہوا کرتے ہیں------ اور یہ عہد ٹھوس اور مضبوط بنیاد پر ہوا کرتے ہیں۔

تقریباً پونے گیارہ بجے ہارڈی نے سردارے کی طرف دیکھا اور بولا۔ "مسٹر ہولڈن! کیا پروگرام ہے؟"

"ہم ہارڈی کے مہمان ہیں۔" سردارے نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"اس کے باوجود میں دوستوں کی پسند کا قائل ہوں۔"

"اور اگر دوست ماحول سے اجنبی ہوں؟"

"ہاں' تب ذمے داریاں عائد ہو جاتی ہیں۔" جیکسن نے مسکراتے ہوئے درمیان میں دخل دیا۔

"بس تو آپ لوگ ان ذمے داریوں کو پورا کریں۔ ہم لوگ تو اس وقت آپ کے دست نگر ہیں۔" سردارے نے کہا۔

"مسٹر لارل کو تو اعتراض نہیں ہو گا؟" ہارڈی نے پوچھا۔

"کیوں' اعتراض کیوں ہونے لگا؟ کیا یہ انسان نہیں ہیں؟"

"تو آؤ دوستو! تمہیں پیریزبال کی خفیہ دنیا دکھائیں۔" ہارڈی نے کہا اور پھر وہ دونوں میز سے اٹھ گئے ہم دونوں بھی ان کے ساتھ چل پڑے تھے۔ ایک کمرے میں ایک کاؤنٹر بنا ہوا تھا۔ کاؤنٹر کلرک اپنے سامنے ماسٹر فون رکھے خاموش بیٹھا تھا۔

ہارڈی نے ایک کوپن اس کے سامنے رکھ دیا۔ کلرک نے کوپن کو دیکھا اور گردن ہلا دی۔ تب ہارڈی کمرے کی ایک دیوار کے پاس پہنچ گیا۔ شاید کاؤنٹر کلرک ہی نے کوئی حرکت کی تھی۔ کمرے کی ایک دیوار روشن ہو گئی اور پھر ایک آٹومیٹک دروازہ خود بخود کھل گیا۔ ہارڈی کے اشارے پر ہم اندر داخل ہو گئے اور دروازہ بند ہو گیا۔

انوکھی لفٹ تھی۔ بہرحال اس نے ہمیں ایک ہال میں اتارا' جہاں آرکسٹرا موسیقی بکھیر رہا تھا۔ ہلکی رنگین روشنی نے ماحول کو بے حد پراسرار بنا دیا تھا۔ ہال میں چاروں طرف میزیں لگی ہوئی تھیں------ اور ان میزوں پر' میزوں کے درمیان لڑکیاں موجود تھیں------ لیکن ان کے چہرے چھپے ہوئے تھے۔

تمام چہروں پر نقاب تھے' صرف آنکھیں روشن تھیں۔ ویسے جو بدن نظر آ رہے تھے' ان میں نوے

فیصد نوخیز تھے۔ ان کی عمریں بہت کم معلوم ہوتی تھیں۔ بے حد حسین بدن تھے------ بہرحال یہ ماحول کافی ہیجان خیز تھا۔

ہال میں مرد بھی تھے------ لیکن باقاعدہ لباس میں تھے۔ ویسے جو حرکتیں وہاں ہو رہی تھیں' وہ انسانیت سوز تھیں۔ سب نے اخلاق اور دوری اقدار بالائے طاق رکھ دی تھیں۔ جیکسن اور ہارڈی نے ہمارے چہرے دیکھے' پھر ہارڈی بولا۔

"یہ شرطیہ امر ہے کہ ان میں باقاعدہ کاروبار کرنے والی لڑکیاں چند ہی ہوں گی۔ میں آپ کو اس بارے میں تفصیل بتا چکا ہوں مسٹر ہولڈن!"

لیکن مسٹر ہولڈن موجود ہی کہاں تھے------ وہ تو ان حسین جسموں میں الجھ گئے تھے۔

کوپن کے مطابق ہماری میز تک رہنمائی کر دی گئی اور ہم بیٹھ گئے۔ سامنے ہی ننھا سا گول اسٹیج تھا جس پر برہنہ لڑکیاں یکے بعد دیگرے آ آ کر اپنے جسم کی نمائش کر رہی تھیں اور بک ہو رہی تھیں۔

"اسٹیج پر آنے والی جو لڑکی آپ کو پسند آئے------" جیکسن نے جھک کر میرے کان میں کہا۔

"ٹھیک ہے۔" میں نے جواب دیا۔ میں اس وقت اخلاقیات کے چکر میں نہیں پڑنا چاہتا تھا۔

ہارڈی نے ویٹر کو اشارہ کیا اور چند ساعت کے بعد وہسکی آ گئی وہ گلاس بنانے لگا------ اور اسی وقت ایک لڑکی ہمارے قریب پہنچ گئی۔

"یہ کام تمہارا نہیں ڈارلنگ------ میں کس کام آؤں گی۔" لڑکی نے کہا اور جھک کر بوتل تھام لی۔

"کیا نمبر ہے؟" جیکسن نے پوچھا۔

"ایٹی سکس۔" لڑکی نے جواب دیا۔

"ٹھیک ہے۔ شکریہ۔" ہارڈی نے جواب دیا۔ اور لڑکی گلاس رکھ کر آگے بڑھ گئی۔ وہ سیدھی اسٹیج کی جانب بڑھ گئی۔

"نمبروں کا کیا قصہ ہے؟" سردارے نے پوچھا۔

"نقاب کے پچھلے حصے پر نمبر پڑے ہوئے ہیں۔ آپ کسی بھی نمبر کو کال کر سکتے ہیں۔" اس نے جواب دیا۔

"اکتیس نمبر دیکھو استاد!"

"پاگل ہو گئے ہو؟" میں نے کہا۔

"کیسے نہ ہوں استاد! میری تاریخ پیدائش اکتیس نومبر ہے۔ میرا وزن بھی ایک سو اکتیس پونڈ ہے۔ میٹرک میں میرا رول نمبر بھی اکتیس تھا۔ ہائے اکتیس......"

"ٹھیک ہے تم جانو۔"

"مسٹر جیکسن!" سردارے بولا۔ اور جیکسن اس کی طرف جھک گیا۔ "اکتیس------" سردارے نے آہستہ سے کہا اور جیکسن نے چٹکی بجا کر ویٹر کو بلایا------ دوسرے لمحے ویٹر اس کے نزدیک آ کر جھک گیا۔

"اکتیس۔" جیکسن بولا اور ویٹر نے گردن جھکا دی۔

کچھ دیر بعد لڑکی آ کر بیٹھ گئی۔ ویٹر نے گلاس بھی لا کر رکھ دیا تھا۔ لڑکی نے خود اپنے لئے گلاس بنایا۔ جیکسن اور ہارڈی اسے مسلسل گھور رہے تھے۔

"مسٹر جیکسن!"

"اوہ' کیا بات ہے ڈیر ہولڈن؟"

"اب میں لارل کے سامنے نہیں بیٹھ سکتا۔۔۔۔۔۔ کیا میں اسے اٹھا کر باہر پھینک آؤں؟" سردارے نے لڑکی کی طرف اشارہ کر کے کہا۔

"اوہ' میرا خیال ہے اس کی ضرورت نہیں پڑے گی۔"

"اوہ یقیناً" مسٹر۔۔۔۔۔۔! کیا آپ اٹھنا پسند کریں گے؟"

"ہاں۔" سردارے گھٹی گھٹی آواز میں بولا۔

"ایکسکیوزمی جنٹلمین!" لڑکی نے ہم لوگوں کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ اور پھر وہ اپنا گلاس ہاتھ میں لئے کھڑی ہو گئی۔ اس نے گلاس کی شراب حلق میں انڈیلی اور گلاس میز پر رکھ کر سردارے کی طرف دیکھنے لگی۔

"جج۔۔۔۔۔۔ جاؤں استاد؟"

"دفع ہو جاؤ۔" میں نے غرا کر کہا اور سردارے اٹھ کر لڑکی کے ساتھ چلا گیا۔

"خوب ہیں مسٹر ہولڈن۔ سونے کے ترازو میں تولنے کے قابل۔ شیر کا سا دل رکھتا ہے یہ شخص یاروں کے لئے جان دینے والا۔۔۔۔۔۔ اوہ' مسٹر لارل! آپ کی پسند۔۔۔۔۔۔؟"

"مجھے جلدی نہیں ہے۔" میں نے جواب دیا۔

"یہی یہاں کا لطف بھی ہے۔ ابھی تو محفل جوان ہے' ایک بجے تک یہی رونق رہے گی۔" جیکسن نے کہا۔

تماشا جاری رہا۔ ان دونوں کا کہنا درست تھا۔ لڑکیوں کی تعداد میں اضافہ ہو رہا تھا۔ پھر جب رات کافی بھیگ گئی اور میں نے بھی شراب کے کئی پیگ انڈیل لئے تو میں اس ماحول سے بور ہو گیا اور میں نے ہارڈی کو مخاطب کیا۔

"میں بھی اب اٹھنا چاہتا ہوں ہارڈی!"

"ضرور مسٹر لارل۔۔۔۔۔۔ آپ کی پسند؟"

"ان میں سے کوئی بھی لڑکی۔ مجھے تو سب ہی یکساں نظر آتی ہیں۔ وہ نمبر ایک سو تیرہ ہے۔" میں نے ایک طرف اشارہ کیا۔

"یقین کریں اگر آپ انتخاب میرے اوپر چھوڑتے تو میں بھی آپ کے لئے وہی پسند کرتا۔" ہارڈی نے ویٹر کو اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ اور پھر جونہی لڑکی قریب پہنچی' میں کھڑا ہو گیا۔

"شکریہ دوستو! اب کب ملاقات ہو گی؟"

"صبح کو۔۔۔۔۔۔ آپ بے فکر رہیں۔ یہ تو ہماری رہائش گاہ ہے۔"

"اوکے۔۔۔۔۔۔ اوکے۔" میں نے کہا اور لڑکی کا بازو پکڑ کر آگے بڑھ گیا۔ "اب تم مجھے کہاں چلو گی؟" میں نے پوچھا۔

"ایسی جگہ۔۔۔۔۔۔ جو آپ کو پسند ہو۔"

"کیا اسی ہال میں؟"

"ہاں" لڑکی کی آواز بیحد دلکش تھی۔

"کیا تم یہاں سے میری رہائش گاہ پر چلنا پسند کرو گی؟"

"یہ اصول کی خلاف ورزی ہو جائے گی جناب!"

"اوہ' کیوں؟"

"دراصل۔۔۔۔۔۔" وہ ہال سے ایک راہداری کی طرف مڑتے ہوئے بولی۔ چند ساعت خاموش رہی پھر کہنے لگی۔ "کیا آپ پہلی بار یہاں آئے ہیں؟"

"ہاں۔" میں نے جواب دیا۔

"یہی بات ہے' ورنہ یہاں کے اصولوں سے واقف ہوتے۔ لیکن آپ بے فکر رہیں۔ جس جگہ میں آپ کو لے جاؤں گی وہ بھی آپ کو پسند آئے گی۔" اور اس نے غلط نہیں کہا تھا۔۔۔۔۔۔ لیکن میں پیز بال کلب کی بناوٹ پر حیران تھا۔ زمین کے نیچے ہی نیچے انہوں نے بہت خوبصورت جگہ بنا رکھی تھی۔ کشادہ کمرے جہاں ضرورت اور آرائش کی ہر چیز موجود تھی۔ ان کمروں پر بھی نمبر پڑے ہوئے تھے۔ جن کے بارے میں کمرے میں داخل ہوتے ہی لڑکی نے بتایا۔

"یہاں ایک سو اسی کمرے ہیں۔"

"یہاں نیچے ہی نیچے؟" میں نے حیرت سے پوچھا۔

"ہاں۔ یہ عمارت گہرائی میں چھ منزلیں رکھتی ہے۔ ہم تو دوسری منزل میں آئے ہیں۔۔۔۔۔۔ کلب میں ایک سو اسی لڑکیوں کو ٹوکن جاری ہوتے پھر بھی بہت سی لڑکیاں واپس چلی جاتی ہیں۔ ہر نمبر کے ساتھ ایک کمرہ موجود ہے۔"

"کمال ہے۔ اس لحاظ سے تمہارا نمبر ایک سو تیرہ ہے۔"

"ہاں۔" اس نے جواب دیا۔

"بہت خوب۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ درحقیقت مجھے اندازہ نہیں تھا کہ یہ کلب اتنا بڑا ہو گا۔ اوپر سے اسے دیکھ کر کوئی شخص اندازہ بھی نہیں لگا سکتا تھا کہ یہ اتنی بڑی حیثیت رکھتا ہو گا۔ بلاشبہ اس کی آمدنی لاکھوں کی ہو گی۔ مجھے یہ جگہ بہت پسند آئی تھی۔

"کوئی چیز منگوانی ہے جناب!"

"شراب؟"

"ہاں' اگر آپ کی طلب ہو۔۔۔۔۔۔"

"اوپر میں کافی پی چکا ہوں۔ اگر تم منگوانا چاہو تو منگوالو۔"

"نہیں جناب! میں چند پیگ لے کر ہی ڈاؤن ہو جاتی ہوں۔ اگر زیادہ پی لوں تو صبح کو۔۔۔۔۔۔ واپس نہ جا سکوں گی۔" میں نے محسوس کیا کہ وہ کوئی خاص جملہ ادا کرتے کرتے رک گئی تھی۔

"خیر تمہاری مرضی۔" میں نے گہری سانس لے کر مسہری پر دراز ہوتے ہوئے کہا۔

وہ بڑی خوبصورت گڑیا سی لڑکی تھی۔ بھرپور اداؤں سے بھی واقف نہیں تھی۔ ایک الہڑپن تھا اس

کے اندر ------ میں نے صاف محسوس کیا تھا۔

"میں مقامی باشندہ نہیں ہوں۔"

"میرا بھی یہی خیال ہے۔" لڑکی نے جواب دیا۔

"دو چار روز میں تمہارے وطن سے واپس چلا جاؤں گا۔"

"اوہ' کہاں جناب؟"

"اپنے وطن' اسپین۔" میں نے جواب دیا۔

"تو آپ اسپینش ہیں؟"

"ہاں۔"

"بڑی خوشی ہوئی آپ سے مل کر۔"

"لیکن مجھے محسوس ہو رہا ہے کہ ہالینڈ کے باشندوں نے مجھے پسند نہیں کیا۔"

"میں نہیں سمجھی ------ کس نے؟" اس نے پوچھا۔

"مثلاً" تم نے۔"

"کیوں؟" اس نے اپنی بڑی بڑی آنکھیں میری آنکھوں میں ڈال کر پوچھا۔

"ظاہر ہے تمہارے وطن میں رہ کر تمہیں نقصان پہنچانے والوں میں' یا تمہیں پریشان کرنے والوں میں سے نہیں ہوں' پھر مجھ سے یہ پردہ پوشی کیوں ہے؟"

"نہیں جناب! یہ مشکل ہے۔ ہم لوگ پروفیشنل نہیں ہیں' بس ضرورت ہمیں یہاں لے آتی ہے اور ہمارا راز' راز رہتا ہے۔"

"اگر میں تمہارا راز پوشیدہ رکھنے کا وعدہ کروں' تب بھی تم چہرہ نہیں کھولو گی؟"

"سوری' میں یہ نہ کر سکوں گی۔" لڑکی نے جواب دیا۔

"میں تمہیں مجبور نہیں کروں گا ------ چھوڑو اس موضوع کو۔ ہاں' یہ تو بتاؤ' یہاں ادائیگی کس طرح ہوتی ہے؟"

"کلب کی مقرر کردہ رقم ہمیں کاؤنٹر سے مل جائے گی' گاہک سے وہ جو دل چاہے گا وصول کریں گے۔ اس کے علاوہ....." وہ جھجکی۔

"اس کے علاوہ کیا؟"

"کچھ نہیں' بس ایسے ہی میرے منہ سے نکل گیا تھا۔"

"اوہ' تمہارا نام کچھ بھی ہو۔ میری درخواست ہے کہ عدم تعاون نہ کرو ------ یہ ماحول تمہارے تعاون کے بغیر قطعی غیر دلکش ہو جائے گا۔"

"وہ دراصل ------ اگر ہمیں پسند کرنے والے ------ کچھ بخشش دے دیں تو وہ ہماری ہوتا ہے۔" لڑکی نے جواب دیا۔

"ہوں۔" میں نے کہا۔ اور پھر میں نے اپنے لباس سے کچھ بڑے نوٹ نکالے اور لڑکی کی طرف بڑھا دیئے۔ "یہ تمہارے ہیں۔" لڑکی کی آنکھیں حیرت سے پھٹ گئی تھیں۔

"آپ ------ آپ مذاق کر رہے ہیں جناب!" وہ پھنسی پھنسی آواز میں بولی۔

"تم چاہو تو انہیں لے کر ابھی جا سکتی ہو۔ میں تمہیں نہیں روکوں گا۔" میں نے لاپروائی سے کہا۔

"بہت بہت ------ بہت بہت شکریہ جناب! در حقیقت رقم میرے تصور سے کہیں زیادہ ہے۔ اگر یہ میری ہے تو پھر میں ------ میں کئی ماہ تک ادھر نہیں آؤں گی۔"

"یہ تمہاری ہے۔" میں نے کہا۔ "اور اب تم جا سکتی ہو۔"

"جی؟" وہ پھر تعجب سے بولی۔

"ہاں لڑکی! اگر اس ماحول میں بھی ایسی اجنبیت ہو تو ------ میں خود کو ایک جانور کے سوا کچھ نہیں سمجھ سکتا۔ اس لئے ------" میں خاموش ہو گیا۔ لڑکی الجھی ہوئی نگاہوں سے مجھے دیکھ رہی تھی۔ پھر اس نے سر کے پیچھے نقاب کے بند کھولے اور چہرہ کھول دیا۔ بڑے خوبصورت خدوخال کی مالک تھی۔ لیکن اس کے چہرے پر اداسی تھی۔ وہ اپنی نیلی حسین آنکھوں سے مجھے دیکھ رہی تھی۔

"میرا نام کلائیس ہے' ایک مقامی کالج کی طالبہ ہوں۔ والدین میرے اخراجات برداشت نہیں کر سکتے۔ ڈیڈی معذور ہیں' ممی ایک جنرل اسٹور میں کام کرتی ہیں اور کوئی نہیں ہے اس لئے ------ میں یہاں آ جاتی ہوں تاکہ میرے تعلیمی اخراجات کا بوجھ ان کی کمر نہ توڑ دے۔"

"اوہ۔" میں نے ہونٹ سکیڑے۔ "یہاں کتنی بار آ چکی ہو؟"

"پانچ یا چھ مرتبہ۔" اس نے جواب دیا اور میں گردن ہلانے لگا۔ پھر میں نے کہا۔

"سوری لڑکی ------ اگر تم پہلی بار یہاں آئی ہوتیں تو شاید تمہاری ضرورت پوری کر کے میں تمہیں یہاں سے بھگا دیتا ------ تاہم ------ یہ رکھ لو' تاکہ تم طویل عرصے تک یہاں نہ آؤ ------" میں نوٹوں کی ایک بڑی گڈی اس کے پرس میں ٹھونس دی۔

کلائیس پتھر کے بت کی مانند ساکت بیٹھی رہ گئی تھی۔ پھر اس نے میرے سینے میں منہ چھپا لیا۔

"تمہارا کیا نام ہے؟" چند ساعت کے بعد اس نے کہا۔

"لارل۔" میں نے جواب دیا۔

"میں تمہارا یہ احسان کبھی نہیں بھولوں گی۔ میرا خیال ہے اگر میں تمہاری دی ہوئی رقم کو کفایت سے خرچ کروں تو تکمیل تعلیم تک مجھے یہاں نہیں آنا پڑے گا اور تعلیم پوری ہونے کے بعد جب میں کوئی باعزت روزگار حاصل کر لوں گی تو ------ تمہیں ایک محسن کی حیثیت سے یاد رکھوں گی۔"

"تم چاہو تو جا سکتی ہو۔"

"نہیں۔ میں جانا نہیں چاہتی۔"

"کیوں؟"

"کاش تم میرے ان جذبات کو سمجھ سکو جو اس سے پہلے کبھی میرے سینے میں موجزن نہیں ہوئے۔ ان احساسات کا اندازہ لگا سکو جو اس سے پہلے میرے دل میں کبھی نہیں جاگے۔ نجات کی بے پناہ خوشی میں تم پر قربان کرنا چاہتی ہوں۔ جو ایک اچھے مستقبل کی خوش خبری بن گئی ہے۔ اب میں بھی ایک باعزت لڑکی کی حیثیت سے زندگی گزار سکوں گی۔"

"میری طرف سے تم مجبور نہیں ہو۔" میں نے کہا۔

"مجھے یقین ہے اسپین کے فرشتے ------ کاش میرا اصل لباس میرے پاس ہوتا' میں ابھی اسے

پہن لیتی اور پھر تمہارے سامنے آتی۔"
"کلائیس!" میں نے کہا۔
"ہوں۔"
"یہاں سے باہر بھی کبھی ملوگی؟"
"ضرور ملوں گی۔ تم کب تک یہاں رہو گے؟"
"تم میرے اوپر بھروسہ تو کر چکی ہو؟"
"ہاں' مکمل۔" اس نے جواب دیا۔
"تو پھر یہ یقین کرلو کہ جب تک یہاں رہوں گا' تمہاری موجودہ حیثیت مجھے یاد نہیں آئے گی۔"
"مجھے بھروسہ ہے۔"
"تب پھر ابھی میرا طویل پروگرام ہے۔ لیکن ایک نہ ایک دن یہاں سے ضرور چلا جاؤں گا۔"
"تم جب تک یہاں رہو گے' میں تم سے ملتی رہوں گی۔" اس نے خلوص سے کہا۔
"کل؟"
"کہاں؟" اس نے پوچھا۔
"جہاں تم کہو۔"
"روکن نہر کے کنارے ٹنک ریستوران میں۔" اس نے کہا اور میں نے گردن ہلا دی۔ اور پھر چونکہ صورتحال بدل گئی تھی اور کلائیس نے مجھے گاہک کے بجائے محبوب سمجھ لیا تھا' اس لئے وہ ساری دلکشی اس رات میں کھل گئی جو دو محبت کرنے والوں کے درمیان ہوتی ہے۔ صبح کی کوئی قید نہیں تھی' جب چاہو تب سورج نکلے۔ لیکن کلائیس جلدی جاگ گئی تھی۔ اس کے اٹھنے سے میں بھی جاگ گیا اور کلائیس باتھ روم میں چلی گئی۔ واپس آکر اس نے اپنا نقاب اٹھایا اور مجھ سے بولی۔ "مجھے بھول تو نہ جاؤ گے------ میری شکل یاد رہے گی تمہیں؟"
"ہاں کلائیس! اور تم------؟"
"اگر میں اندھی بھی ہوتی تو تمہاری خوشبو سے تمہیں پہچان لیتی۔ محسن بھولنے کے لئے نہیں ہوتے۔" اس نے جواب دیا۔
"اوہ۔" میں مسکرا دیا۔ اس نے مجھے آخری بوسہ دیا اور پھر نقاب پہن لیا۔
"سنو------ تمہارا نام کیا ہے؟"
"بہت دیر کے بعد خیال آیا۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔
"ہاں۔ لیکن اس کی وجہ ہے۔"
"کیا؟" میں نے پوچھا۔
"میں نے اپنے ذہن میں تمہیں ایک نام دے دیا ہے اور وہی نام مجھے پسند ہے۔"
"کیا نام ہے؟" اس نے جواب دیا۔
"اوہ' بڑا خوبصورت نام ہے۔ لیکن میں اس کا اہل نہیں ہوں۔ فرشتے معصوم ہوتے ہیں اور میں------"

"یہ میرے جذبات ہیں۔ میرے لئے تو تم فرشتے ہی ہو۔" اس نے جذباتی لہجے میں کہا۔
"ویسے میرا نام براخت لارل ہے۔"
"تھینک یو لارل! اب میں جاؤں؟" اس نے پوچھا۔ میں نے اسے خدا حافظ کہا اور وہ باہر نکل گئی۔
اس کے جانے کے بعد مجھے یہ جگہ اجنبی محسوس ہونے لگی اور میں جلدی سے باہر جانے کے لئے تیار ہونے لگا۔ کلب ویران ہو گیا تھا------ ہمارے دوست ہمارے سلسلے میں شاید ادائیگی کر چکے تھے' اس بارے میں کسی نے کوئی بات نہیں کی۔ کلوک روم میں سردارے اور وہ دونوں مل گئے۔ تب ہم چاروں باہر نکل آئے------ اور پھر ہارڈی نے ناشتے کی پیشکش کی۔
ناشتہ کرتے ہوئے ہارڈی نے مسکرا کر پوچھا۔ "کیا خیال ہے مسٹر لارل! کیا یہ رات آپ کے لئے خوشگوار رہی؟"
"ہاں تمہارا شکریہ۔" میں نے جواب دیا۔
"لیکن افسوس------ اب ایسی دوسری رات کے لئے آپ کو ایک ہفتہ انتظار کرنا ہو گا۔ لیکن مسٹر لارل! ایسا نہ ہو کہ ایک ہفتہ ہمارے درمیان ملاقات ہی نہ ہو۔"
"نہیں ہارڈی! آج رات کو ہم پھر ملیں گے۔ تم دونوں عمدہ دوست بننے کی صلاحیت رکھتے ہو اور میں تمہارے بارے میں کچھ اور ہی سوچ رہا ہوں۔" میں نے کہا۔
"کیا؟"
"اس کا جواب------ مسٹر ہولڈن آج رات تمہیں دیں گے۔"
"کوئی اہم بات ہے؟"
"ہاں۔" میں نے جواب دیا۔
"تب وہ ہمارے ذہن میں الجھتی رہے گی۔"
"صرف چند گھنٹے انتظار کر لینا ہارڈی------ ممکن ہے کوئی دلچسپ بات ہی ہو۔" میں نے کہا اور ہارڈی مسکرانے لگا۔
"چلو ٹھیک ہے۔" اس نے کہا اور پھر ناشتے کے بعد ہم نے ان سے اجازت طلب کی اور دونوں باہر نکل آئے۔ سردارے نے اسٹیئرنگ سنبھال لیا تھا اور پھر ہم واپس چل پڑے۔ کافی دور آنے کے بعد سردارے نے اوباش انداز میں ایک آہ بھری اور میری طرف دیکھ کر مسکرانے لگا۔ "ایک بار دیکھا ہے' دوبارہ دیکھنے کی ہوس ہے۔"
"فضول۔" میں نے ناک سکوڑ کر کہا۔
"ہائے استاد! اس حسین ماحول کی توہین مت کرو۔ میں تو ہارڈی اور جیکسن پر عاشق ہو گیا ہوں۔ ہماری تو یہاں پہنچ بھی نہیں ہو سکتی تھی۔"
"اب کب تک تمہارے ذہن پر سوار رہے گا وہ ماحول؟"
"آئندہ ہفتے تک۔" سردارے نے جواب دیا۔
"سر توڑ دوں گا۔ کام کی بات کرو۔"
"آہ ظالم آسمان------ ماضی کو یاد بھی نہیں کرنے دیتا۔ کون سی کام کی بات کروں استاد؟"

سردارے نے مسخرے پن سے کہا۔

"ان دونوں سے کوئی بات تو نہیں ہوئی؟"

"ابھی تک نہیں کی۔"

"آج رات کرلو۔"

"میرا خیال ہے آپ نے اسی سلسلے میں اشارہ دیا تھا۔"

"ہاں۔"

"لیکن پروگرام کیا ہے؟"

"پھر پروگرام ــــــ" میں نے آنکھیں نکالیں۔

"مم ــــــ میرا مطلب ہے' کیابات کرنی ہے ان سے؟"

"تمہیں معلوم ہے۔" میں نے جوابدیا۔

"آہ ایلسن!" سردارے کے منہ سے نکلا اور دوسرے لمحے وہ چونک کر آنکھیں پھاڑنے لگا۔ میں اسے گھور رہا تھا لیکن یوں لگتا تھا جیسے سردارے اب سڑک کی طرف متوجہ ہو۔

"ایلسن کون ہے؟" میں نے پوچھا۔

"کوئی نہیں' اب تو کوئی بھی نہیں ہے۔"

"بد معاشی پر آمادہ ہو؟"

"خدا قسم ــــــ شام تک نہیں لوں گا اس کا نام ــــــ لیکن ہم ہارڈی وغیرہ سے تو رات کو ملیں گے؟"

"ہاں ــــــ کیوں؟"

"اوہ' کچھ نہیں استاد! دراصل رات کو سو نہیں سکا' اس لئے ذہن قابو میں نہیں ہے اور پھر وہاں کا ماحول الف لیلیٰ کی کسی رات کا ماحول معلوم ہوتا تھا ــــــ کیا تم اس سے انکار کرو گے؟"

"الف لیلیٰ میں ایسی کوئی فضول رات نہیں تھی۔ اس کی تمام داستانیں اخلاقی حدود کے اندر ہیں۔"

"بحث کرنے لگوں گا استاد! جانے دو۔" سردارے نے کہا۔

"کرو بحث ــــــ"

"اجازت ہے؟"

"ہاں۔" میں نے جواب دیا۔

"تو استاد! الف لیلیٰ کی راتوں میں خوبصورت عورتیں نہیں ہیں؟ شاہی حرم سراؤں کی دوشیزاؤں کا ذکر نہیں ہے؟ حسن و عشق اور جنس کی چاشنی نہیں ہے؟ کیا اسکی داستانیں رنگین واقعات سے سجی ہوئی نہیں ہیں ــــــ؟"

"ہیں۔ لیکن ان میں ایک اقدار جھلکتا ہے' کوئی تہذیب ہے۔"

"نہیں استاد! لیکن وہ بھی یہی سب کچھ چاہتے تھے۔ بس الفاظ سے پردہ پوشی کر دی گئی ہے۔ آج دنیا زیادہ حقیقت پسند ہے۔"

"یہ بات نہیں۔ بس سر پھروں کا ایک طبقہ ہے جو حقیقت کے نام پر عریاں ہو گیا ہے۔ جبکہ اجسام

بناوٹ یکساں ہے۔ ہر شخص ایک دوسرے کے جسمانی نقوش سے واقف ہوتا ہے۔ لیکن اس کے باوجود ہم لباس استعمال کرتے ہیں۔ یہ پردہ پوشی ہی تو انسانی تہذیب ہے۔" میں نے جواب دیا۔

"میں نہیں مانتا۔ یہ حقیقت سے آنکھ چرانے والی بات ہے۔"

"سردارے! میں اس وقت کی تمہاری کیفیت کے بارے میں جاننا چاہتا ہوں' جب تم اکتیس نمبر کو پسند کرنے کے بعد ہمارے پاس سے فوراً اٹھ جانا چاہتے تھے؟"

"وہ اور بات تھی استاد!"

"کیا تھی ــــــ مجھے بتا دو۔"

"بس ــــــ میں اس کا دیوانہ ہو گیا تھا۔"

"پردہ پوشی مقصود نہیں تھی؟"

"کوئی خاص نہیں۔"

"تب میرا خیال ہے۔ اگر تم اس قدر حقیقت پسند ہو تو گاڑی روک دو' اپنا لباس اتار کر پچھلی سیٹ پر ڈال دو' پھر ڈرائیو کرو ــــــ چلو گاڑی روک دو۔"

"ارے ــــــ واہ ــــــ استاد کہہ چکا ہوں کہ پوری رات سو نہیں سکا اس لئے الٹی سیدھی باتیں کر رہا ہوں۔ اس میں برا ماننے کی کیا بات ہے؟" لاحول ولا قوۃ ــــــ نجانے کیا کیا بک گیا۔ ہائے ایلسن ــــــ"

"اس کا نام کس طرح معلوم ہو گیا؟"

"میرا نام سردار ہے۔" سردارے اکڑ کر بولا۔

"ہوں ــــــ چہرہ بھی دیکھ لیا ہوگا؟"

"بس اسے دیکھ کر مجھے اپنی اپنی محبوبہ تارڑے یاد آگئی اور میں نے رونا شروع کر دیا۔ نرم دل لڑکی تھی پسیج گئی۔ کئی گھنٹے تک رونا پڑا تھا استاد! اور وہ سب کچھ بھول کر میری دلجوئی میں لگ گئی۔ میں نے کہا کہ وہ میری دلجوئی نہ کرے۔ کیونکہ میں اس کے لئے صرف ایک گاہک ہوں۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو وہ مجھ سے چہرہ نہ چھپاتی ــــــ اور اس نے بے قرار ہو کر نقاب اتار دیا۔" سردارے نے مسخرے پن سے کہا اور مجھے ہنسی آگئی۔ ظاہر ہے سردارے جیسا آدمی اس کے علاوہ اور کیا طریقہ کار اختیار کر سکتا تھا ــــــ

بہرحال تھوڑی دیر کے بعد ہم اپنی رہائش گاہ پر پہنچ گئے۔ میک اپ وغیرہ تبدیل کیا اور اندر آگئے۔ مجھے کوئی خیال آیا اور میں نے ٹیلیفون پر مسٹر گرائن سے رابطہ قائم کیا۔ اور تھوڑی دیر کے بعد مسٹر گرائن کی آواز ٹیلی فون پر سنائی دی۔

"میں اصغر بول رہا ہوں۔" میں نے جواب دیا۔

"اوہو مسٹر اصغر ــــــ خیریت؟"

"نہیں کوئی خاص بات نہیں مسٹر گرائن ــــــ بس میں نے اس لئے آپ کو ٹیلی فون کیا کہ پچھلی رات میں اپنی قیام گاہ پر موجود نہیں تھا۔ ممکن ہے اس وقت سے اب تک آپ نے مجھے کال کیا ہو۔"

"نہیں نہیں ــــــ ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ لیکن میں نے آپ کا کام پوری محنت سے شروع کر دیا ہے۔ اور بہت جلد آپ کو کوئی خوش خبری سناؤں گا۔"

"شکریہ مسٹر گرائن! بس میں نے اسی لئے آپ کو تکلیف دی تھی۔" میں نے کہا اور فون بند کر دیا۔

سردارے لباس تبدیل کرنے چلا گیا تھا۔ اس کے بعد وہ کمرے میں آیا اور کہنے لگا۔ "استاد! میرا خیال ہے اب تو سونے کا وقت آگیا ہے۔"

"ہاں ہاں الو کی نسل سے ہو' رات کو جاگو' دن کو سوؤ۔" میں نے کہا۔

"آپ نہیں سوئیں گے استاد؟"

"نہیں' مجھے ابھی کام کرنا ہیں۔"

"اوہو کام کرنے میں تو مجھے بھی اعتراض نہیں ہے۔ لیکن کوئی کام تو ہو۔" سردارے نے کہا۔

"ٹھیک ہے تم آرام کرو۔" میں نے جواب دیا۔ اور پھر میں بھی لباس تبدیل کرنے چلا گیا۔۔۔۔۔ سچی بات یہ تھی کہ کوئی خاص کام نہیں تھا۔ بس سونے کو دل بھی نہیں چاہتا تھا' اس لئے لباس تبدیل کر کے باہر نکلا' کار اسٹارٹ کی اور ایمسٹرڈیم کی سڑکوں پر آگیا۔

شام تک میں خواہ مخواہ آوارہ گردی کرتا رہا۔ میرے ذہن میں کلائیس کی شکل کئی بار ابھری تھی جس سے شام کو مجھے نہر کے کنارے ملنا تھا۔ نہر کے کنارے جس ریستوران کا پتہ اس نے بتایا تھا۔ میں نے اس کے گرد بھی چکر لگایا۔

وہ معصوم لڑکی مجھے پسند آئی تھی۔ خاص طور سے اس لئے کہ وہ اس گروہ سے تعلق نہیں رکھتی تھی جسے ہم پیشہ ور کہہ سکتے ہیں۔ ضرورت اسے یہاں تک لے آئی تھی اور ویسے بھی یہ یورپ تھا۔۔۔۔۔ اور یورپ میں ان معاملات کو زیادہ اہمیت نہیں دی جاتی۔ ضرورت کے وقت انسان کے پاس جو کچھ ہوتا ہے' وہ اسے خرچ کرنے میں کوئی تامل نہیں کرتا۔ چنانچہ بیچاری کلائیس بھی اس بات پر مجبور ہو گئی تھی کہ خفیہ طور پر نقاب پہن کر بیزبال کے تہہ خانے میں پہنچ جائے۔

اس کے علاوہ چونکہ کچھ عرصہ یہاں گزارنا تھا اس لئے ایسی ایک دو دوست لڑکیاں ضروری تھیں جو تنہائی کا احساس نہ ہونے دیں۔

تقریباً پانچ بجے گھر واپس لوٹا۔ اندر آکر دیکھا تو سردارے کی کار موجود نہیں تھی۔۔۔۔۔ وہ کہیں جا چکا تھا' ظاہر تھا کہ وہ کہیں آوارہ گردی کرنے ہی گیا ہو گا۔

میں نے اپنا خوبصورت لباس نکال کر پہنا' باقی تیاریاں کیں کلائیس سے ملنے کے لئے ذہن میں ایک اشتیاق سا تھا۔ چنانچہ تیار ہو کر باہر نکل آیا۔ اور پھر میری کار نہر روکن کی طرف دوڑنے لگی۔

نہر کے کنارے پہنچ کر میں نے وہ ریستوران تلاش کیا جس میں کلائیس نے مجھ سے ملنے کا وعدہ کیا تھا اور ٹہلتا ہوا ریستوران کی طرف بڑھ گیا۔ چند ساعت کے بعد میں زیر زمین ریستوران میں داخل ہو رہا تھا۔ اندر داخل ہو کر میں نے روشندان کی طرف نظر دوڑائی اور ادھر ادھر دیکھا۔

انتہائی پرسکون ریستوران تھا۔ لوگ آہستہ آہستہ گفتگو کر رہے تھے' کوئی شور نہیں تھا۔۔۔۔۔ پرسکون ماحول تھا۔۔۔۔۔ دور ہی سے کلائیس نے مجھے دیکھ کر ہاتھ ہلایا اور میں مسکراتا ہوا اس کی طرف بڑھ گیا۔

لیکن جب میں میزوں کے درمیان سے گزر رہا تھا تو میری نگاہ سردارے پر پڑی۔۔۔۔۔ اور میں

حیران رہ گیا۔

سردارے ایک انتہائی خوبصورت لڑکی کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا۔ اسی وقت سردارے نے مجھے دیکھا اور اس کا چہرہ کچھ اتر سا گیا۔ میں نے اس کی جانب گہری نگاہوں سے دیکھا لیکن اس سے مخاطب ہوئے بغیر کلائیس کی میز کی جانب بڑھ گیا۔۔۔۔۔ جب میں کلائیس کے پاس پہنچا تو میں نے سردارے کے ہونٹوں پر مسکراہٹ دیکھی تھی۔

"اوہ مسٹر لارل! آپ مجھے پہچان گئے نا؟" کلائیس نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"واہ' تمہارا نقش ذہن پر اتنا سطحی نہیں ہو سکتا کلائیس کہ میں تمہیں بھول سکوں۔" میں نے کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا۔

"بہت بہت شکریہ۔ ویسے مسٹر لارل! آپ نے میری ایک اتنی بڑی مشکل حل کی ہے کہ زندگی بھر آپ کو یاد رکھوں گی اور یہ بات بھی نہیں بھول سکوں گی کہ ایک اجنبی محسن نے میرے ساتھ اتنا اچھا سلوک کیا تھا۔۔۔۔۔ میں آپ کی دی ہوئی رقم سے اپنی تعلیم مکمل کر سکتی ہوں اور اس کے بعد ایک باعزت زندگی میری اپنی ہوگی۔۔۔۔۔ مجھے اس بات کی بے پناہ خوشی ہے۔"

"اوہو ڈیر کلائیس! اب ان تمام باتوں کو بھول جاؤ۔ ہم لوگ جن حالات میں ملے تھے' ان میں نہ تو میں کوئی اچھا آدمی تھا اور برا مت ماننا تم بھی کسی اچھی لڑکی کی حیثیت سے میرے سامنے نہیں آئی تھیں۔ لیکن بہت سی شخصیتیں ایسی ہوتی ہیں جن کے بارے میں ہم جو اندازہ لگاتے ہیں' وہ حقیقی نہیں ہوتا۔ ہم سب وقت کے ہاتھوں میں کھلونا ہیں' وقت جس انداز میں چاہتا ہے ہم سے کھیلتا ہے۔ اس لئے گزری ہوئی باتوں کو بھولنا ہی بہتر ہوتا ہے۔ تم اس بات کو ذہن سے نکال دو کہ ہم کن حالات میں ملے تھے۔ ویسے ایک اور دلچسپ بات ہوئی ہے۔" میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ "کیا؟" کلائیس نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"رات کو بیزبال میں میرا ایک دوست بھی تھا۔ ہولڈن میرا ساتھی ہے' ایک دلچسپ انسان۔۔۔۔۔ رات کو وہ بھی ایک لڑکی کے ساتھ تھا اور میرا خیال ہے کہ اس کی پارٹنر بھی اس پر بھروسہ کر چکی ہے۔" میں نے کہا۔

"اوہ' تمہیں کیسے معلوم لارل؟"

"یہاں موجود ہے۔"

"ہال میں؟"

"ہاں۔"

"کہاں؟ کس طرف۔۔۔۔۔ کیا اس نے تمہیں دیکھ لیا ہے؟"

"ہاں' اور وہ یہاں ضرور آئے گا۔" میں نے کہا اور میرا اندازہ غلط نہیں تھا۔ چند ساعت کے بعد سردارے اپنی ساتھی لڑکی کے ساتھ ہمارے نزدیک آگیا۔

"ہیلو مسٹر لارل!" اس نے جھک کر پر اخلاق لہجے میں کہا۔

"ہیلو ہولڈن۔۔۔۔۔ تم کہاں؟"

"اوہ' یہ میری دوست مس ایلسن ہیں۔ ایک مقامی فرم میں اسٹینو گرافر ہیں' بہت ہی اچھی اور

"مخلص دوست-----" سردارے نے کہا۔ میں نے رسمی کلمات کہے اور پھر کلائیس کا تعارف کرایا-----یوں ہم متعارف ہونے کے بعد بیٹھ گئے۔

"ستاروں کی گڑ بڑ ہے استاد! میرا کوئی قصور نہیں ہے۔ اب تمہیں بھی اسی ریستوران میں آنا تھا۔ لیکن استاد! ایک اجازت چاہتا ہوں۔"

"کیا؟" میں نے پوچھا۔

"آج مس ایلسن میرے ساتھ رہیں گی۔ تمہیں کوئی اعتراض تو نہیں ہے؟"

"اور اگر کلائیس میرے ساتھ رہے تو تمہیں اعتراض ہے؟"

"ہرگز نہیں استاد! ظاہر ہے ہماری رہائش گاہ اتنی چھوٹی بھی نہیں ہے۔"

"بس تو مجھے بھی اعتراض نہیں ہے۔" میں نے جواب دیا۔ دونوں لڑکیاں دلچسپی سے ہماری گفتگو سن رہی تھیں۔ پھر ایلسن مسکرا کر بولی۔

"یہ تم لوگ اسپینش میں گفتگو کر رہے ہو؟"

"ہاں' یہ ہماری ٹھیٹھ زبان ہے۔" میں نے مسکرا کر کہا۔

"اس میں ہمارا ذکر بھی تھا؟" کلائیس نے مسکرا کر کہا۔

"ہاں۔" میں نے جواب دیا۔ اور پھر میں نے ویٹر کو اشارہ کر دیا۔ چند ساعت کے بعد ہم شراب سے دل بہلا رہے تھے۔

"آپ لوگ یکجا رہتے ہیں؟" کلائیس نے پوچھا۔

"ہاں۔ ایک ہی عمارت میں۔"

"بہر حال آپ دونوں ہی دلچسپ ہیں۔ اور مسٹر ہولڈن -----نہ جانے یہ کیا ہیں؟" ایلسن نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"بڑے بڑے لوگ یہ نہیں سمجھ سکے' آپ کیا سمجھیں گی مس ایلسن۔"

"اب اتفاقات نے ملا ہی دیا ہے استاد! تو یہ بتاؤ پروگرام کیا ہے-----ویسے ایک بات اور بتا دو۔"

"کیا؟" میں نے پوچھا۔

"یہ بھی رات والی خاتون ہیں؟"

"ہاں۔"

"اس کا مطلب ہے کہ میں نے کوئی انوکھا کارنامہ نہیں انجام دیا۔" سردارے ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔ اور میں مسکرانے لگا۔

"ٹھیک ہے تم آرام کرو" میں نے کہا اور کلائیس کے ساتھ اٹھ گیا۔ "رات کو ہمیں ڈسٹرب مت کرنا-----اوکے۔" میں کلائیس کے ساتھ باہر نکل آیا۔

☆ ☆ ☆

ایمسٹرڈیم میں ہمیں تقریباً" دو ماہ ہو چکے تھے۔ اس دو ماہ کے عرصے میں جو کچھ ہوا اس کی تفصیل زیادہ دلچسپ نہیں تاہم اس کا لب لباب یہ ہے کہ میری مرضی کے مطابق مسٹر گرائن نے سارے کام کر دیئے تھے-----ہارڈی اور جیکسن ہمارے مخصوص لوگوں میں شامل ہو چکے تھے۔ دونوں ہی بڑے کام کے

آدمی تھے-----ان لوگوں کے لئے نہایت دلچسپ انداز میں پروگرام ترتیب دیا گیا تھا۔ لارل کی حیثیت سے اور سردارے ہولڈن کی حیثیت سے ان سے متعارف ہوئے تھے' ہم نے بتایا تھا کہ ہمارا تعلق ایک ایسے گروہ سے ہے جو منشیات کی تجارت کرتا ہے اور بڑے اعلیٰ پیمانے پر کرتا ہے۔ ہمیں اس کا بہترین معاوضہ ملتا ہے-----اور ہم خفیہ طور پر اس گروہ کے نمائندے ہیں-----ہارڈی اور جیکسن کو بھی ہم نے یہی پیشکش کی اور ان سے باقاعدہ فارم بھروائے۔

ہارڈی ہر لحاظ سے ایک معتبر آدمی ثابت ہوا تھا۔ میرے ایما پر وہ بیس بال چھوڑ چکا تھا۔ اب وہ ایک چھوٹے سے خوبصورت مکان میں رہتے تھے۔ انہوں نے اپنی پرانی رہائش گاہ بھی ترک کر دی تھی-----ہارڈی کے سپرد میں نے کئی کام کئے تھے۔

یہ سارے احکامات اسے میرے ذریعے ہی ملا کرتے تھے۔ چنانچہ اس وقت ہمارے گروہ میں پندرہ افراد شامل ہو چکے تھے اور یہ سب ہارڈی کی دریافت تھے۔

ہارڈی کا کہنا تھا کہ اس نے جن لوگوں کا انتخاب کیا ہے وہ ہر لحاظ سے قابل اعتبار ہیں اور بہت ہی کار آمد ثابت ہوں گے۔ چنانچہ اب ہمارا گروہ پندرہ افراد پر مشتمل تھا لیکن تیزی سے اس میں اضافہ کر رہا تھا-----خود میری اپنی تلاش بھی جاری تھی اور کئی کام کے آدمی میری نگاہ میں آچکے تھے۔ میں نے ان لوگوں کو اپنی فہرست میں شامل کر لیا تھا اور ان کے لئے گراؤنڈ تیار کر رہا تھا کہ وہ میرے اپنے گروہ میں شامل ہو جائیں۔

ابھی تک میں نے ہوریشو کو کچھ نہیں کیا تھا۔ کیونکہ میں جانتا تھا کہ جب میں اس کی تلاش میں نکلوں گا تو اس کے بہت سے مشاغل میری نگاہ میں آجائیں گے۔ میں خود تو اس کی نگاہوں سے پوشیدہ تھا۔

یوں میں نے اس گروہ کی داغ بیل ڈال دی تھی جس نے آگے چل کر بڑا نام کمایا' بہت شہرت پائی-----میں نے جس انداز میں کام شروع کیا تھا وہ خاصا دلچسپ تھا۔

لارل کی حیثیت سے میں خود بھی گروہ کا ایک رکن تھا اور سردارے ہولڈن کی حیثیت سے-----ہم نے کچھ ایسا نظام بنایا تھا کہ گروہ میں شامل افراد کسی پراسرار باس کی جستجو میں رہیں اور ان تک باس کے صرف احکامات پہنچ سکیں۔ اس کے لئے مجھے خاصی محنت سے کام کرنا پڑا تھا۔

اب ایمسٹرڈیم میں ہمارے کئی اڈے تھے اور وہاں ابھی چھوٹے پیمانے پر صرف گروہ کی ترتیب کا کام ہو رہا تھا۔ ابتدائی لوگوں کو ہم نے پوری طرح آزمانے کے بعد اس کام کے اختیارات سونپ دیئے تھے جن میں ہارڈی اور جیکسن سرفہرست تھے۔

دوسری طرف مسٹر گرائن بے انتہا کار آمد آدمی ثابت ہوئے تھے۔ انہوں نے مجھے کافی رقومات مہیا کر دی تھیں' ایمسٹرڈیم کی شہریت دلا دی تھی اور لندن کی شہریت کے مکمل انتظامات کر دیئے تھے۔ دونوں جگہ شخصیتیں بدل دی گئی تھیں۔ اس طرح اگر میں لندن میں جا کر بھی قیام پذیر رہتا تو مجھے کوئی الجھن پیش نہ آسکتی تھی۔ رقومات ایمسٹرڈیم میں بھی پہنچ چکی تھیں-----اور لندن کے بینکوں میں بھی-----سوئٹزر لینڈ کے بینکوں سے روپیہ برابر منتقل ہو رہا تھا۔

مسٹر گرائن اس سلسلے میں نہایت جانفشانی سے کام کر رہے تھے۔ وہ پورے طور سے میرے کاروباری نگران بن گئے تھے۔ چنانچہ ہم نے یہاں ایک باقاعدہ پروگرام کے تحت ایک کھلونے بنانے والی فرم

کی بنیاد ڈالی جس کا نام "ہاؤس آف ٹوائز" تجویز کیا گیا۔

"ہاؤس آف ٹوائز" کے تحت ایک چھوٹی سی فیکٹری قائم کر دی گئی۔ جس کے لئے جدید ترین مشینیں کچھ یہاں سے مل گئیں اور کچھ باہر سے منگوائی گئیں------ اور کھلونا ساز فیکٹری نے اپنا کام شروع کر دیا۔

ابتدا میں اس فیکٹری میں خوبصورت کھلونے ڈیزائن کئے گئے اور ان کی تیاری مکمل کی جانے لگی۔ یہ کھلونے پہلے ایمسٹرڈیم اور ہالینڈ کے مختلف شہروں میں' اس کے بعد باہر کے ملکوں میں بھی سپلائی کئے جانے لگے۔

یہ سارا کام باقاعدہ نظام کے تحت ہو رہا تھا جس کا چھوٹا سا آفس موجود تھا۔ لیکن میرے ذہن میں جو کچھ تھا' اس کے بارے میں ابھی نہ تو سردارے جانتا تھا اور نہ کوئی دوسرا شخص------ ویسے سردارے یہی سمجھا کہ کھلونوں کی اس فرم سے ہم اپنے نام کو چھپانا چاہتے ہیں۔

لیکن میں جو کچھ سوچ رہا تھا اس کے لئے مجھے آدمی توڑنے کی ضرورت تھی اور کچھ ایسے آدمیوں کا انتخاب کرنا تھا جو میرے کام آسکیں۔ گویا اس بار ابتدا اعلیٰ پیمانے پر ہوئی تھی------ اور یہ حقیقت تھی کہ اس انداز میں اس سے پہلے میں نے کبھی نہیں سوچا تھا۔ میں جو کچھ سوچ رہا تھا اس میں بڑی جدت تھی------ اب سے پہلے منشیات کی اسمگلنگ کے لئے جو کچھ کیا گیا تھا' اس میں سائنٹفک اصول بہت کم تھے۔ بس یہ تھا کہ لوگ اپنی بہادری اور چالاکی سے کام کر لیا کرتے تھے۔ اس سلسلے میں خاص طور سے غلام سیٹھ کا نام میرے ذہن میں تھا۔ اس نے جو کچھ کیا تھا وہ اپنی جگہ درست تھا۔ اس کی ساکھ بھی بے پناہ تھی۔ لیکن اس کے کام کرنے کا انداز جدید ترین نہیں تھا------ لیکن فی زمانہ ہوشیار لوگوں کے ساتھ رہ کر ہوشیاری ہی سے کام کرنا تھا۔

ہاؤس آف ٹوائز کے کھلونے مقبولیت اختیار کر چکے تھے۔ ہمیں باہر سے بھی آرڈر مل رہے تھے۔ لیکن ہمارا مقصد یہ تو نہیں تھا کہ ہم اس سلسلے میں کاروبار کر کے کامیابی حاصل کریں۔ ہاؤس آف ٹوائز کی معرفت میں جو کام کرنا چاہتا تھا' وہ کافی پراسرار تھا۔ لیکن ابھی اس کا وقت نہیں آیا تھا۔

گروہ اب تقریباً" ستر افراد پر مشتمل تھا اور ان میں بڑے بڑے کام کے لوگ ہمارے ہاتھ آچکے تھے۔ سردارے حسب معمول عیش کر رہا تھا اور مست تھا------ اس بار طویل عرصے ہم نے ایک جگہ قیام کیا تھا' اس سے بھی بڑی تبدیلیاں محسوس ہوتی تھیں۔ بس یوں لگنے لگا تھا جیسے ہم ایمسٹرڈیم ہی کے شہری ہوں اور اس میں کوئی شک بھی نہیں تھا' یہاں ہمیں ایک نمایاں مقام حاصل ہوتا جا رہا تھا------ یہاں تک کہ بعض اوقات کچھ تقاریب میں بھی ہمیں مدعو کر لیا جاتا اور یہ اجنبیت ختم ہو گئی تھی' جو یہاں رہ کر اور یہ محسوس کر کے ہوتی تھی کہ ہم غریب الوطن ہیں اور کچھ عرصے کے لئے ہی یہاں ٹھہرے ہوئے ہیں۔

☆ ☆ ☆

اور پھر کافی عرصے کے بعد ایک دن سردارے ہی نے مجھ سے اس موضوع پر گفتگو کی۔ اس وقت ہم اپنی نئی کوٹھی کے خوبصورت لاؤنج پر کرسیاں ڈالے بیٹھے ہوئے تھے' سامنے کھانا چنا ہوا تھا۔

"استاد! ایک بات بتاؤ گے؟" اس نے مجھے غور سے دیکھتے ہوئے کہا۔

"کیا سردارے؟"

"یوں لگتا ہے استاد! جیسے تم نے زندگی کے اقدار میں کچھ تبدیلی کر لی ہو۔"

"کس لحاظ سے کہہ رہے ہو سردارے؟"

"میں حتمی طور پر نہیں کہہ سکتا لیکن بڑی تبدیلیاں سی محسوس ہو رہی ہیں۔"

"کس قسم کی تبدیلیاں؟"

"زندگی کا یہ دوسرا رخ بھی برا نہیں ہے۔ لوگ ہمیں باعزت شہری سمجھتے ہیں۔ نجی محفلوں میں ہمیں ایک حیثیت حاصل ہے۔"

"ہاں سردارے------ پھر؟"

"کیا زندگی کو یہی رخ نہیں دیا جا سکتا؟"

"تم دوسرے رخ کو کیوں بھول رہے ہو سردارے؟"

"دوسرا رخ؟"

"ہاں۔ ستر افراد پر مشتمل گروہ------ اتنا بڑا کارخانہ جس میں درجنوں افراد کام کرتے ہیں۔ اس گروہ پر کتنا خرچ ہو رہا ہے سردارے؟"

"لاکھوں روپیہ۔"

"کیوں؟"

"یہی جاننا چاہتا ہوں استاد------ اس وقت دو رخ ہمارے سامنے ہیں۔ تمہارے پاس جس قدر دولت ہے اس سے ہم اس کاروبار کو چار چاند لگا سکتے ہیں۔ اور یہ کاروبار ہمیں اتنا دے سکتا ہے کہ ہم ساری زندگی عیش کر سکیں' تو پھر کیا ضرورت ہے------ ساری دلچسپیاں تو یہاں موجود ہیں۔" سردارے نے کہا۔

اور میرے چہرے پر کرب کے آثار نمودار ہو گئے' دل کو ایک چوٹ سی محسوس ہوئی تھی۔

"استاد!" سردارے کو میرے بدلے ہوئے تاثرات کا احساس ہو گیا تھا۔

"نہیں سردارے! یہاں زندگی کی ساری دلچسپیاں موجود نہیں ہیں۔ یہاں جہلم کی لہریں نہیں ہیں' یہاں اس کے کنارے پڑی ہوئی مٹی کی سوندھی ہوئی خوشبو نہیں ہے' یہاں سرسوں کے لہلہاتے کھیتوں میں بانسری کی سریلی تانیں نہیں گونجتیں------ یہاں الہڑ جوانوں کی سریلی آوازوں میں ہیر نہیں سنائی دیتی------ یہاں تو کچھ بھی نہیں ہے سردارے۔"

"استاد!" سردارے چونک کر بولا۔ وہ پریشان ہو گیا تھا۔

"ہاں سردارے! میرے وطن نے مجھے ٹھکرا دیا ہے۔ میں نے کیا کیا دیکھا۔ لیکن سردارے------ میرے کھیتوں کے کسانوں' ان کے ہلوں سے بندھے ہوئے بیلوں کے گلے کی گھنٹیوں کی آواز پر------ یہ سب کچھ قربان ایک بھی منظر تو ویسا نہیں۔"

"آج یہ سب کچھ کیسے یاد آ گیا استاد؟"

"بھولا کب ہوں سردارے------ کبھی نہیں بھولا۔"

"لیکن استاد! اب تو تم مجبور نہیں ہو------ ہم یہ دولت لے کر اپنے وطن بھی جا سکتے ہیں اور وہاں اپنا کاروبار کر سکتے ہیں۔"

"نہیں سردارے! وطن ماں کے شکم کی مانند ہوتا ہے---- ماں کا دودھ متبرک ہوتا ہے سردارے---- میں وطن کی رگوں میں حرام کی کمائی کا خون نہیں دوڑاؤں گا---- یہ دولت حلال کی کمائی نہیں ہے۔ کیا میں اپنے وطن کی پاک زمین کو حرام کی دولت سے سجاؤں گا---- اور سردارے! مجھے اپنی ماں سے شکایت بھی ہے۔ اس نے مجھے سوتیلا بیٹا کیوں سمجھ لیا تھا---- کیوں مجھے اپنی آغوش سے پرے دھکیل دیا تھا----"

"استاد!" سردارے کرب سے بولا۔

"میں کبھی وہاں واپس نہیں جاؤں گا۔ میں کبھی اس پاکیزہ زمین پر اپنے گندے قدم نہیں رکھوں گا سردارے!" میں نے جذباتی لہجے میں کہا۔

اور سردارے پریشانی سے مجھے دیکھتا رہ گیا---- "شاید میں نے غلط وقت پر غلط بات کہہ دی۔ جانے دو استاد---- آؤ---- وہ دیکھو! شاید کلائیس اور ایلسن آ رہی ہیں۔"

اور میں ان دونوں لڑکیوں کی طرف دیکھنے لگا جو مسکراتی ہوئی ہمارے نزدیک آ رہی تھیں۔

☆ ☆ ☆

کلائیس مسکراتی ہوئی میری طرف بڑھ آئی اور ایلسن دور ہی سے سردارے کو اشارہ کرنے لگی۔

"جاؤ۔ وہ تمہیں احمق بنانے آگئی ہے" میں نے ایک طویل سانس لے کر کہا۔

"اس وقت تو وہ فرشتہ رحمت ہی بن کر آئی ہے۔ آپ مسٹر لارل کی ٹشنگ درست کریں مس کلائیس---- میں بھی اس سے اپنے بھیجے کی اوور ہالنگ کرا لوں" سردارے اٹھتا ہوا بولا---- اور وہ ایلسن کے قریب پہنچ گیا۔ پھر اس کی کمر میں ہاتھ ڈال کر اسے ایک طرف لے گیا---- کلائیس مسکراتی ہوئی میرے نزدیک بیٹھ گئی اور میں جذبات کے اس بھنور سے نکلنے کی کوشش کرنے لگا جس میں سردارے کی گفتگو نے مجھے پھنسا دیا تھا۔

"ہیلو مسٹر لارل!"

"ہیلو کلائیس---- کیا پیو گی؟"

"جو آپ پلا دیں"۔

"زہر پیو گی؟"

"کاش---- یہ ممکن ہو" کلائیس نے ہنستے ہوئے کہا۔

"کیوں---- کیا تم واقعی زہر پینے کی خواہش مند ہو؟" میں نے پوچھا۔ میرا موڈ ابھی تک درست نہیں ہوا تھا۔

"اگر آپ کے ہاتھوں ملے----"

"جذباتی گفتگو کر رہی ہو"

"نہیں۔ یہ حقیقی گفتگو ہے" کلائیس نے سنجیدہ ہو کر کہا "آپ نے ایک کھنڈر کو نئی عمارت میں تبدیل کر دیا ہے مسٹر لارل---- ایک ایسے کھنڈر کو جسے دنیا والوں نے اپنے ہاتھوں سے بنا دیا تھا ورنہ اس عمارت کو تعمیر ہوئے زیادہ وقت نہیں گزرا تھا"۔

"اوہ کلائیس! تم اس بات کو بھول نہیں سکتیں؟"

"زندگی کی پہلی خوشی کون بھول سکتا ہے" کلائیس کی آنکھوں میں آنسو چھلک آئے تھے۔

"پلیز کلائیس! افسردہ ہونے کی ضرورت نہیں۔ میں خود بھی کافی پریشان ہوں۔

"کیوں؟" کلائیس نے اپنی نم آلود آنکھیں مجھ پر گاڑ دیں۔

"میں نہیں بتا سکتا کلائیس---- نجانے کیوں میں بہت اداس ہوں۔ میرا ذہن عجیب سی خلش کا شکار ہے۔ اس وقت پلیز اس وقت کوئی رنجیدہ ماحول پیدا نہ کرو۔ کلائیس---- ڈیئر کلائیس! مجھے تمہاری ہنسی کی ضرورت ہے' میں تمہارے قہقہے سننا چاہتا ہوں"۔

اور کلائیس نے فوراً" آنسو پونچھ لیے اور دوسرے ہی لمحے وہ مسکرانے لگی۔ "میرے مالک! میرے آقا! تجھے جس چیز کی ضرورت ہو' میں تجھے وہی پیش کر دوں" اس نے بہت ہی جذباتی لہجے میں کہا اور میں اس کے لہجے پر ہنس پڑا۔

"کلائیس پلیز---- میں کہتا ہوں پلیز اس موڈ سے نکل آؤ"۔

اور کلائیس میری بات پر عمل کرنے کی کوشش کرنے لگی۔

"کیا پیو گی؟" میں نے پوچھا۔

"جو آپ چاہیں----"

"نہیں۔ جواب مجھ پر نہ چھوڑو۔ میں تمہاری خواہش معلوم کرنا چاہتا ہوں" میں نے کہا۔

"تو پھر کافی پلوا دیں" کلائیس نے کہا اور میں نے دور کھڑے ہوئے ایک ملازم کو ہاتھ کا اشارہ کیا۔ وہ دوڑتا ہوا میرے نزدیک آگیا۔ مقامی آدمی تھا---- لیکن یہاں کے لوگ بھی مجھ سے بہت محبت کرنے لگے تھے۔ میں خود بھی ان کے ساتھ بہت اچھا سلوک کرتا تھا۔

"کافی" میں نے کہا اور وہ گردن جھکا کر چلا گیا۔

میں چند ساعت کی خاموشی سے کلائیس کی شکل دیکھتا رہا پھر آہستہ سے بولا "گٹار سنو گی؟"

"ایں!" وہ چونک پڑی۔

"ارے بھئی گٹار---- کیا تم گٹار سے واقف نہیں ہو؟"

"کیوں نہیں"۔

"تو پھر حیران کیوں ہو؟"

"میں---- دراصل وہ 'کیا آپ سنائیں گے گٹار؟"

"نہیں---- یہ بات نہیں ہے۔ میرا مقصد ہے آج تک' کبھی اتنے عرصے میں' میں نے آپ کے ہاتھ میں گٹار نہیں دیکھا"۔

"آج دیکھ لو" میں نے کہا۔

اور پھر ادھر ادھر دیکھنے لگا---- پھر میں نے کلائیس کو وہیں بیٹھنے کا اشارہ کیا اور خود اٹھ کر اندر چلا گیا---- کچھ دیر کے بعد میں اپنا گٹار لے کر کلائیس کے پاس پہنچ گیا۔ وہ میرا انتظار کر رہی تھی۔

میرے ہاتھوں میں گٹار دیکھ کر اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی اور وہ پر مسرت لہجے میں بولی:

"یہ میرے لیے نیا تجربہ ہو گا" اس نے آہستہ سے کہا۔

''کیوں؟'' میں نے پوچھا۔

''مسٹر لارل! آپ کی شخصیت کا صرف ایک پہلو میرے سامنے تھا اور میں نہیں جانتی تھی کہ آپ فنون لطیفہ سے بھی دلچسپی رکھتے ہیں''۔

''ہوں——'' میں نے آہستہ سے کہا اور کرسی پر بیٹھ گیا۔ گٹار میں نے اپنے ہاتھوں میں تھام رکھا تھا—— پھر میں نے اس کے تار چھیڑ دیے۔

بے معنی سے نغمے فضا میں بلند ہونے لگے۔ لیکن پھر آہستہ آہستہ یوں محسوس ہوا جیسے بکھرے ہوئے سر یکجا ہونے لگے ہوں—— اور یکجا ہونے کے بعد وہ ایسی لے اختیار کر رہے ہوں جو دلوں کی گہرائیوں میں اتر جاتی ہے—— نجانے ماحول کا اثر تھا یا میرے موڈ کا' یا شاید اتنے عرصے کے بعد گٹار ہاتھ میں لیا تھا اور گٹار مجھ سے شکوہ کر رہا تھا' نغمے نے اتنی دردناک دھن اختیار کی کہ میں بے خود ہو گیا—— مجھے اپنا ہوش نہ رہا۔ کلائیس بھی کسی پتھر کی مورتی کی مانند ساکت اور خاموش تھی۔

ماحول اتنا پرسکون ہو گیا کہ مجھے کوئی ہوش نہ رہا۔ میں کلائیس کو بھی بھول چکا تھا—— گٹار سے نغمہ ابل رہا تھا—— ایسا نغمہ' جس کی لے فضا کو مہکا رہی تھی۔

دیر تک میری انگلیاں گٹار کے تاروں سے کھیلتی رہیں اور میں فضاؤں میں محو پرواز رہا—— مجھے اپنے ماحول کا ہوش نہیں رہا تھا۔ درحقیقت گٹار کے تاروں نے مجھے سکون بخشا تھا—— سردارے کی بات نے جو آگ میرے ذہن میں لگا دی تھی' اس پر نغمے کی تہیں جم گئی تھیں۔

نجانے کب میں گٹار کی دنیا سے باہر نکلا۔ پھر میں یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ کلائیس کے ساتھ سردارے اور ایلسن بھی موجود تھے۔ وہ سب پاگلوں کی طرح مجھے دیکھ رہے تھے—— اور پھر جب سحر ٹوٹا تو ایلسن دیوانہ وار میری طرف بڑھ آئی۔

''مسٹر لارل—— مسٹر لارل! مائی گاڈ! آپ—— آپ گٹار بجا رہے تھے یا—— یا آگ لگا رہے تھے......''

میں نے کوئی جواب نہیں دیا اور آرام سے گٹار کے تاروں سے کھیلتا رہا۔ جو جمود میرے ذہن طاری تھا' وہ ٹوٹ گیا تھا—— اور کلائیس بدستور پتھر کے بت کی مانند مجھے دیکھ رہی تھی۔

میں نے اس کی جانب دیکھا اور گٹار میز پر رکھ دیا۔ تب کلائیس نے ایک گہری سانس لی اور خاموشی سے کرسی پر بیٹھ گئی۔

''میرا خیال ہے کلائیس—— تمہیں یہ نغمہ پسند نہیں آیا'' میں نے پوچھا۔

''لیکن کلائیس نے مجھے کوئی جواب نہیں دیا۔ وہ خاموش نگاہوں سے مجھے دیکھتی رہی' پھر اس ہونٹوں سے آہستہ سے نکلا ''تم اینجل ہو——''

''میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ میں نے سر ہلاتے ہوئے کہا ''نہیں کلائیس—— نہیں۔ میں اسی زمین کا ایک ناکارہ انسان ہوں' ایک حقیر کیڑا——''

''میں نہیں مان سکتی——'' کلائیس نے سرگوشی کے انداز میں کہا۔ وہ اور جذباتی ہو گئی تھی

تب سردارے آگے بڑھا اور آہستہ سے بولا ''استاد! ابھی تک تمہارا موڈ درست نہیں ہوا؟''

''نہیں سردارے! ایسی کوئی بات [illegible] بالکل ٹھیک ہوں۔ کیا میں تمہیں پریشان

رہا ہوں؟''

''مگر استاد—— یہ نغمہ......''

''اوہ' مسٹر ہولڈن—— مسٹر ہولڈن! کیا آپ نے اس سے پہلے بھی مسٹر لارل سے گٹار پر نغمے سنے ہیں؟''

''ہاں' بہت سنے ہیں'' سردارے نے گہری سانس لے کر کہا۔

''مگر—— مگر میں تو کہتی ہوں—— میں تو کہتی ہوں کہ اگر یہ نغمہ ایمسٹرڈیم کے کسی ایسے علاقے میں بجایا جائے جہاں اس کے قدر دان موجود ہوں تو میرا خیال ہے کہ آدھے لوگ مسٹر لارل کے پیچھے لگ جائیں گے''۔

''اوہ پلیز ایلسن—— ایسا کبھی نہ کرنا'' میں نے مسکراتے ہوئے کہا اور ایلسن شرارت سے مسکرانے لگی۔

''لیکن مسٹر لارل! آپ اپنے اس فن کو دنیا کی نگاہوں سے پوشیدہ کیوں رکھے ہوئے ہیں؟''

''اس لیے کہ دنیا ہر نظر آنے والی چیز چھین لیتی ہے'' میں نے جواب دیا۔

''لیکن آپ کا فن آپ سے کوئی چھین نہ سکے گا''۔

''تم کیا جانو ایلسن! لوگ آنکھوں سے روشنی چھین لیتے ہیں' میرے ہاتھ سے گٹار چھیننا کون سا مشکل کام ہے'' میں نے تلخ لہجے میں کہا۔

سردارے جلدی سے سر اٹھا کر بولا ''دیکھو استاد! اشارہ مل رہا ہے''۔

''اوہ'' میں ہنس پڑا—— واقعی عجیب سا موڈ ہو رہا تھا۔ اس وقت ذہنی کیفیت اعتدال میں نہیں تھی—— ملازم ٹرالی میں چائے اور کافی کے برتن سجائے ہمارے پاس پہنچ گیا اور چند ساعت کے لیے خاموشی چھا گئی۔

کلائیس پر گہرا اثر محسوس ہو رہا تھا۔ اس نے میری جانب دیکھا اور آہستہ سے بولی ''لارل! ایک نغمہ اور نہیں سناؤ گے؟''

''کیوں نہیں'' میں نے جولانی میں آ کر پھر گٹار اٹھا لیا ''ہنسنا چاہتی ہو یا رونا؟'' میں نے اس سے پوچھا۔

''یہ تمہاری مرضی پر منحصر ہے' ہنسانا چاہو' ہنسا دو—— رلانا چاہو' رلا دو''۔

''تو پھر مسکراؤ ڈیر کلائیس!'' میں نے کہا اور میری مشاق انگلیاں گٹار کے تاروں پر پھسلنے لگیں۔

مجھے یوں لگ رہا تھا جیسے گٹار سے میری گہری وابستگی ہو' اس کے تاروں کے سر میرے جلیس ہوں اور میرے دل کے تمام راز چھپائے ہوئے ہوں—— میں ہنسا تو تار بھی ہنس پڑے اور یہ ہنسی فضا میں بکھر گئی۔

کلائیس' ایلسن اور سردارے کے ہونٹوں پر مسکراہٹ تھی۔ وہ پیار بھری نگاہوں سے مجھے دیکھ رہے تھے۔ بلاشبہ میں ان کی نگاہوں میں ایک عجیب و غریب مخلوق بن گیا تھا—— میں انہیں ہنسا بھی نہیں سکتا تھا اور رلا بھی نہیں سکتا تھا اور پھر ہنستا ہوا نغمہ عروج پر پہنچنے لگا۔ میں نے یہاں اسے اپنے فن کے کمال میں ڈھال دیا—— اور جب اچانک اس کی ہنسی کلائمکس پر پہنچی تو گٹار سے ایک درد بھری آواز

ابھری' اور پھر یہ درد بھری آواز فضا میں پھیلتی چلی گئی۔
ہونٹ سکڑنے لگے تھے' اچانک نغمہ دلوں کو چھونے لگا تھا اور آہستہ آہستہ چہروں پر اداسی کی تہیں چڑھ گئیں۔
لیکن یہ اداسی زیادہ دیر قائم نہ رہ سکی' ایک بار پھر مسکراہٹ ابھری اور اس کے بعد میں نے گٹار رکھ دیا۔
"لارل ------ مائی ڈیر لارل!" ایلسن میرے نزدیک آگئی ------ اور سردارے زور سے کھنکارا۔
لیکن ایلسن نے اس کی پروا نہیں کی تھی' وہ میرے نزدیک پہنچ کر میرے داہنے رخسار کو بوسہ دیتی ہوئی بولی "بلاشبہ تم سروں کے جادوگر ہو ------ لارل! لارل! میں تو چاہتی ہوں کہ تمہارا یہ جادو عام ہو جائے"۔
"اوہ ایلسن! فضول باتیں مت کرو۔ میں ایک میوزیشن کی حیثیت سے دنیا کی نگاہوں میں نہیں آنا چاہتا' میرا اپنا ایک Status ہے' میری اپنی ایک حیثیت ہے' بس یہ نغمے تمہارے لیے تھے۔ تم لوگوں کو میں نے اپنے دل کی آواز سنائی تھی اور اس سے زیادہ کچھ نہیں ------ اوہ' دیکھو کافی ٹھنڈی ہو رہی ہے ------ مجھے کافی تو دو" میں نے کہا اور کلائیس مسرور انداز میں اٹھ کھڑی ہوئی۔
اسے میرا یہ انداز بے حد پسند آیا تھا۔ شاید اسے اس میں اپنائیت کی بو محسوس ہوئی تھی لیکن میں اس احمق لڑکی کو اپنا کیسے سمجھ سکتا تھا۔
دنیا کا ہر فرد میرے لیے اجنبی تھا۔ میں تو اس زمین کا باشندہ ہی نہیں تھا۔ کم از کم میں تو یہی محسوس کرتا تھا ------ اگر میں بھی اسی زمین کا باشندہ یا تخلیق ہوتا' تب یہ لوگ مجھے سینے سے نہ لگاتے' مجھے میرے وطن سے دور کیوں کیا جاتا؟ مجھ سے میری معصومیت کیوں چھینی جاتی؟
سارے احساسات اب بھی میرے ذہن میں گردش کر رہے تھے لیکن میں ان کا اظہار نہیں چاہتا تھا ------ جو کچھ ہوتا رہا تھا' وہ اب تک مجھے ڈرامہ سا محسوس ہو رہا تھا۔ چنانچہ میں نے فضا کو تبدیل کر دیا تھا۔
وہ لوگ کافی پیتے رہے' میری تعریف و توصیف میں زمین و آسمان کے قلابے ملاتے رہے اور میں خاموشی سے سنتا رہا۔
کلائیس ابھی تک شاید گٹار کے سحر میں ڈوبی ہوئی تھی۔ وہ کھل کر ہنس بھی نہیں رہی تھی۔ بس اس کی سوئی سوئی سی کیفیت تھی۔ میں اس کی کیفیت محسوس کر رہا تھا۔ لیکن فی الوقت اس سلسلے میں اس سے بات کرنا مناسب نہ تھا ------ پھر میں نے اس کی طرف دیکھ کر کہا "کلائیس! تم آج رات واپس نہ جاؤ"
"نہیں جاؤں گی" اس نے آہستہ سے کہا اور سردارے ایلسن کی طرف دیکھنے لگا۔
"ایلسن! کیا میں اس سلسلے میں بدنصیب ہوں؟" اس نے پوچھا۔
"کیوں ڈیر ہولڈن" ایلسن مسکرا کر بولی۔
"کیا تم یہاں نہیں رہو گی؟"
"کیوں نہیں ------ اگر تم حکم دو...... تو میں زندگی بھر یہاں رہ سکتی ہوں" اس نے مسکرا کر کہا۔

"نہیں نہیں ------ میں ایسی کوئی بات نہیں کروں گا' تم بے فکر رہو' ہاں اگر آج چاہو تو یہاں رہ جاؤ"۔
"ضرور" اس نے ہنستے ہوئے کہا اور بولی "یہ گٹار کے تار نجانے ہمیں کہاں سے کھینچ لائے تھے لیکن بہر صورت چلو اس کے ساتھ کافی بھی مل گئی اور مسٹر لارل نے جو کچھ کیا' اس سے ان کی شخصیت کا ایک اور پہلو نمایاں ہو گیا۔ اب تو کبھی کبھی ان سے فرمائش بھی کی جا سکے گی" اس نے کہا۔
"کیوں نہیں" میں نے ہنستے ہوئے جواب دیا اور کلائیس کی کمر میں ہاتھ ڈال کر بولا "آؤ کلائیس! باغ کے ایک گوشے میں چلتے ہیں جہاں پھول کھلے ہوئے ہیں" میں کھڑا ہوتے ہوئے بولا۔
"کلائیس خاموشی سے میرے ساتھ چلنے لگی۔ راستے میں اس نے آہستہ سے میرا بازو پکڑا اور کہنے لگی "تم سچ مچ اینجل ہو"
"نہیں کلائیس! براہ کرم مجھے ان الفاظ سے مخاطب نہ کیا کرو" میں نے لجاجت سے کہا۔
"لیکن کیوں ------ کیا تم اینجل نہیں ہو؟"
"کلائیس ------" میں نے سخت لہجے میں کہا اور کلائیس حیرانی سے میرا منہ دیکھنے لگی ------
میں نے اس کے چہرے کو سکڑتے ہوئے دیکھا اور نرم لہجے میں اس سے مخاطب ہوا "فرشتوں کے تقدس کو پامال مت کرو"۔
"نجانے کیوں تم ایسی باتیں کرنے لگتے ہو؟" کلائیس نے کہا۔
اور میں نے اس کا شانہ تھپکتے ہوئے کہا "برا ماننے کی ضرورت نہیں ہے کلائیس ------ میں خود کو اس قدر پست اور ہیچ انسان سمجھتا ہوں کہ تم مجھے جب فرشتہ کہتی ہو تو میرے ذہن پر چوٹ لگتی ہے۔ براہ کرم اب مجھے فرشتہ نہ کہنا"۔
"لیکن تمہارے احساس' تمہارے انداز' خدا کی پناہ ------ گٹار پر تمہاری انگلیاں اس طرح چلتی ہیں کہ انسان کا دل کھنچ آتا ہے' پوری جان لرزنے لگتی ہے' یوں لگتا ہے جیسے ہم سب کی زندگیاں تمہاری مٹھی میں ہوں۔ تم یقین کرو لارل ------ تمہیں اپنے اس فن کا احساس نہیں ہے' ورنہ میں سمجھتی ہوں کہ تم دنیا کے بہت بڑے فنکار ہو؟"
"ہاں' فنکار تو میں ہوں ------ لیکن میرا فن گٹار کے تاروں سے پوشیدہ نہیں ہے" میں نے آہستہ سے کہا۔
اور کلائیس نہ سمجھنے والے انداز میں مجھے دیکھتی رہی' پھر اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ "لیکن لارل! تم کچھ بھی کہو' میں جو سوچ رہی ہوں' سوچتی رہوں گی۔ یہ دوسری بات ہے کہ تمہاری ناراضگی کے خیال سے کبھی تمہیں دوبارہ نہیں کہوں گی" کلائیس نے محبت بھری نظروں سے مجھے دیکھتے ہوئے کہا۔
اور اب اس عقیدت مند لڑکی سے کیا کہتا ------ یہ اس کا اپنا مسئلہ تھا اور اس سے اس سلسلے میں کچھ کہنا فضول ہی تھا۔
رات کلائیس اور ایلسن نے ہمارے ساتھ ہی گزاری۔ اکثر یہ لڑکیاں ہمارے پاس آ جایا کرتی تھیں اور فطرتاً اتنی اچھی تھیں کہ بری نہیں لگتی تھیں اور نہ ہی کسی مسئلے میں رکاوٹ بنتی تھیں۔
ان کی حیثیت اچھے دوستوں کی سی تھی اور اپنی فطرت کا جو نیا روپ ہم نے اختیار کیا تھا' اس میں

اچھے دوستوں کی موجودگی بھی ضروری تھی تاکہ ہماری اپنی حیثیت برقرار رہے۔

دوسرے دن صبح سویرے وہ چلی گئیں لیکن میری سوچ' میرے ذہن میں کوئی تبدیلی پیدا نہ ہوئی۔ میں سوچتا رہا کہ کچھ کروں----- لیکن کیا کروں' یہ میرے ذہن میں ابھی تک نہیں آیا تھا۔ اس سلسلے میں' میں نے سردارے سے مشورہ کیا۔

"سردارے! مجھے یوں محسوس ہو رہا ہے' جیسے زندگی تھم سی گئی ہو" میں نے گفتگو کی ابتدا کی۔

"ہاں استاد----- تیز دوڑتے رہنے کے بعد جب کچھ وقفہ ہوتا ہے تو یہ احساس ہوتا ہے کہ ہم کچھ رک سے گئے ہیں' زندگی تھم سی گئی ہے۔ لیکن میرا خیال ہے کہ یہ وقفہ دوبارہ دوڑنے کی تیاری کے لیے ہوتا ہے۔ ظاہر ہے ہم جو کچھ کر رہے ہیں' ہمیں اس سے بھی آگے کچھ اور بھی کرنا ہے" سردارے نے جواب دیا "ابھی تو ہم ستا رہے ہیں' اس کے بعد دوبارہ دوڑنے کے لیے تیار ہو جائیں گے"۔

"سردارے! تم مجھ سے ہمیشہ پروگرام کے بارے میں پوچھا کرتے تھے' اب میں تم سے پوچھتا ہوں کہ ہماری دوسری دوڑ کہاں تک ہوگی؟"

"استاد! سردارے کا امتحان لے رہے ہو یا اس کا مذاق اڑا رہے ہو؟" سردارے نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"نہ امتحان لے رہا ہوں اور نہ مذاق اڑا رہا ہوں" میں نے جواب دیا۔

"تو پھر استاد کے آگے شاگردوں کی استادی کیسے چل سکتی ہے" سردارے نے جواب دیا۔

"لفظوں سے مت کھیلو سردارے! درحقیقت تمہاری کل کی گفتگو سے نجانے کیوں ذہن پر ایک بوجھ سا سوار ہو گیا ہے"۔

"مجھے پورا پورا احساس ہے استاد! غلطی ہوگئی' مجھے اس قسم کی باتیں نہیں کرنی چاہئیں تھیں----- معافی چاہتا ہوں۔ لیکن تم نے جو کچھ کہا تھا استاد----- میں اس سے پورے طور پر متفق ہوں----- ہمیں یہیں رہ کر سب کچھ کرنا ہے اور یہیں کریں گے۔ مسئلہ یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا کریں گے اور کس طرح کریں گے' ہاؤس آف ٹوائز کے کھلونے ساری دنیا میں مقبول ہوتے جا رہے ہیں' اس وقت جتنے آرڈرز جمع ہو چکے ہیں' میرا خیال ہے اگر ہم دن رات کھلونے ہی تیار کریں' تب بھی ہم مکمل طور پر آرڈرز سپلائی نہیں کر سکیں گے اور بہرصورت یہ ہماری کامیابی ہے" میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

"ہوں" میں نے مسکراتے ہوئے کہا "سردارے! یہ ہماری کامیابی نہیں ہے"۔

"کیوں استاد؟"

"نجانے کیوں' سردارے بعض اوقات تمہارے سوچنے کے انداز میں بچکانہ پن پیدا ہو جاتا ہے"۔

"استاد! میں اب بھی نہیں سمجھا"۔

"تمہارا کیا خیال ہے' کیا میری زندگی کا مقصد صرف کھلونوں کا کاروبار تھا' کیا میرے راستے یہاں تک آ کر محدود ہو جاتے ہیں کہ میں ایک عمدہ سی فرم قائم کروں' اس کے بعد وہاں باس بن کر بیٹھ جاؤں اور فرم کمائی کرتی رہے"۔

"استاد کی طرت سے تو یہ بات کچھ ذہن میں نہیں جمتی-----" سردارے نے جواب دیا۔

"تمہارا خیال ٹھیک ہے' اس کے تحت میں جو کچھ کرنا چاہتا ہوں' ابھی میں نے اس کا آغاز نہیں کیا ہے لیکن میں یہ بھی چاہتا ہوں کہ عملی زندگی شروع کرنے میں زیادہ وقت نہ صرف کیا جائے۔ میں جو کچھ کرنا چاہتا ہوں' اسے التواء میں ڈالنا میرے بس کی بات نہیں ہے۔ میں ہر کام فوری طور پر کر لینا چاہتا ہوں"۔

"ٹھیک ہے استاد----- پھر-----؟" سردارے نے پوچھا۔

"دیکھو سردارے! ہم ہاؤس آف ٹوائز کے دو سیکشن بنائیں گے" میں نے بھاری لہجے میں کہا۔

"سیکشن؟" سردارے سوالیہ انداز میں مجھے دیکھنے لگا۔

"ہاں سردارے! اب ہمیں ایسے کاریگروں کی ضرورت ہے جو کھلونے بنانا جانتے ہوں' لیکن جن کے ذہن اپنی آمدنی سے مطمئن نہ ہوں اور وہ زندگی میں کچھ آگے بڑھنا چاہتے ہوں" میں نے جواب دیا۔

"میرے لیے کیا حکم ہے استاد؟"

"تم ایسا کرو کہ ہارڈی اور جیکسن کو طلب کر لو"۔

"کہاں استاد؟"

"وہیں جہاں ہم ان سے ملتے ہیں کیونکہ یہاں تو انہیں بلایا نہیں جا سکتا" میں نے کہا۔

"ٹھیک ہے استاد----- تو پھر کب بلالوں؟"

"بس آج شام کو تقریباً چار بجے"۔

"بہت بہتر استاد!" سردارے نے جواب دیا اور اس کے بعد ہم دونوں خاموش ہو گئے۔

ہارڈی اور جیکسن کو ہم نے اپنے اس خفیہ باس کا پیغام دیا جس کا کوئی وجود نہیں تھا۔ لیکن گروہ کے تمام افراد جانتے تھے کہ ایک ایسا باس انہیں کنٹرول کرتا ہے جو پوشیدہ رہنا چاہتا ہے۔

پیغام سن کر ہارڈی اور جیکسن سوچ میں پڑ گئے اور انہوں نے آہستہ لہجے میں کہا "ٹھیک ہے مسٹر لارل اور مسٹر ہولڈن! لیکن اس کے لیے کچھ زیادہ تگ و دو کرنا پڑے گی۔ کیونکہ ایسے لوگ ہماری نظروں میں تو نہیں ہیں"۔

"تگ و دو سے تمہاری کیا مراد ہے؟" میں نے پوچھا۔

"مقصد یہ ہے مسٹر لارل! کہ ہمیں ایسے لوگوں کو تلاش کرنا پڑے گا اور ظاہر ہے اس میں کچھ وقت بھی لگ جائے گا"۔

"میرا خیال ہے مسٹر ہارڈی-----" درمیان میں جیکسن نے لقمہ دیا اور ہارڈی چونک کر اسے دیکھنے لگا "کیوں نہ ہم اس سلسلے میں گردو اسٹورز سے رابطہ قائم کریں----- اس کے ہاں جو لوگ کھلونے سپلائی کرتے ہیں' وہ بے حد معمولی لوگ ہیں۔ میرا خیال ہے اگر ہم انہیں راضی کر لیں تو اپنی مرضی سے انہیں ڈھال سکتے ہیں"۔

"ہاں! تمہارا اندازہ درست ہے" ہارڈی نے جیکسن کی بات سے اتفاق کیا۔

"مسٹر لارل! باس نے یہ کام ہمارے سپرد کیا ہے اور آپ دیکھیں گے کہ ہم ایک ہفتے کے اندر اندر ایسے بہت سے لوگوں کو' جو اس سلسلے میں آپ کے معاون ہوں گے' آپ کے پاس لے آئیں گے"۔

"ٹھیک ہے مسٹر ہارڈی----- ڈائیاں وغیرہ ہاؤس آف ٹوائز سے حاصل کر لی جائیں گی لیکن اس کے لیے ایک الگ سیکشن قائم ہوگا' جہاں تھوڑے سے تجربات بھی ہوں گے اور ان تجربات کے بعد ہی ہماری

مطلوبہ اشیاء تیار ہو سکیں گی" میں نے کہا۔
"آپ باس سے کہہ دیجئے کہ ہارڈی اور جیکسن اپنے کام پر روانہ ہو چکے ہیں اور وہ جلد از جلد اپنا کام پایہ تکمیل تک پہنچا دیں گے"۔
"تھینک یو مسٹر ہارڈی!" میں نے کہا پھر وہ دونوں اٹھ کھڑے ہوئے اور مصافحہ کر کے چلے گئے۔
سردارے ابھی تک خاموش تھا۔ اس دوران اس نے کوئی بات نہیں کی تھی لیکن ان کے جانے کے بعد اس نے میری جانب دیکھا اور مسکراتے ہوئے بولا "ہیلو خفیہ باس! کیا آپ کے خفیہ اسسٹنٹ کو بھی پروگرام کے بارے میں معلومات حاصل نہیں ہو سکتیں؟"
"میرا خیال تھا کہ تم میرا پروگرام سمجھ چکے ہو گے سردارے! لیکن نجانے کیوں بعض اوقات تم ذہن کا استعمال بالکل ترک کر دیتے ہو"۔
"دراصل باس! کیا کہوں، شاگرد تو آپ ہی کا ہوں" سردارے نے مسخرے پن سے کہا اور مجھے ہنسی آ گئی۔
"سردارے! میں ایسے کاریگروں کے تحت ایک الگ سیکشن قائم کرنا چاہتا ہوں بلکہ تم یوں سمجھو کہ ہاؤس آف ٹوائز کو قائم کرنے کا مقصد ہی دراصل یہ تھا کہ میں اس کاروبار کو بڑی عمدگی سے جاری کر سکوں۔ نائیلون اور دوسرے مصالحوں میں منشیات کے مرکب کا استعمال ایک تجربہ ہے لیکن مجھے یقین ہے کہ تجربہ کامیاب رہے گا۔ اس سے قبل اسمگلنگ کے لیے جو ذرائع استعمال کیے گئے ہیں، ان میں کھلونے بھی استعمال ہوئے ہیں لیکن صرف اس انداز میں کہ پلاسٹک، نائیلون یا کسی چیز کے کھلونے بنا کر ان کے خفیہ خانوں یا ڈبل تہوں میں منشیات بھر کر انہیں اسمگل کیا گیا ہے لیکن اس سے ان کھلونوں کا وزن بڑھ جاتا ہے اور وہ پکڑے جاتے ہیں----- میں چاہتا ہوں کہ اس مرکب کی تیاری میں کوئی ایسی چیز استعمال کروں جسے باآسانی منشیات کے مرکب سے علیحدہ کیا جا سکے۔ تم یوں سمجھو کہ منشیات کے مرکب کا خول بنے اور اس کے اوپر نائیلون کا کوٹ کر دیا جائے----- تم نے محسوس کیا ہو گا کہ پلاسٹک کارڈ بنتے ہیں اور کارڈ پر پلاسٹک کا کوٹ کر دیا جاتا ہے۔ میرے کہنے کا مقصد یہ ہے کہ ان تمام چیزوں کو کیمیائی طریقے سے یکجا کر کے کھلونے بنائے جائیں اور بعد میں ان پر پلاسٹک کوٹ کر دیا جائے۔ پھر وہ کھلونے جگہ جگہ بھیج دیے جائیں تاکہ ان کی کھپت ہو۔ میرا خیال ہے پھر ہم طویل عرصے تک اپنا کاروبار چلا سکتے ہیں۔ ہاؤس آف ٹوائز اس لیے ایک محفوظ گھر کی حیثیت رکھے گا کیونکہ اس ادارے کی ساکھ بن چکی ہے----- ہاؤس آف ٹوائز میں جو کھلونے تیار کیے جائیں گے، وہ صرف ان لوگوں کو دیے جائیں گے جو کھلونوں کے سوداگر ہیں اور اس خفیہ سیکشن میں جو کھلونے تیار ہوں گے وہ ان لوگوں کے پاس جائیں گے، جو ہمیں منشیات کے لیے آرڈر سپلائی کرتے ہیں"۔
سردارے عجیب سی نگاہوں سے مجھے دیکھ رہا تھا۔ پھر اس نے ایک گہری سانس لے کر کہا "بہت اعلیٰ پروگرام ہے استاد! اور اب داد و تحسین کے الفاظ ادا کرنا حماقت محسوس ہوتی ہی۔ تم نے جو کچھ سوچا ہے بلاشبہ جدید ترین ہے لیکن کیا تمہیں یقین ہے استاد کہ منشیات کے محلول کو ہم ایسی شکل دینے میں کامیاب ہو جائیں گے جو کھلونوں کے انداز میں تبدیل ہو سکے"۔
"ہاں سردارے! مجھے یقین ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ تم جانتے ہو، میں تھوڑی بہت سائنس سے

واقفیت رکھتا ہوں۔ بہت سی چیزیں ایسی ہیں جنہیں کسی بھی شے میں شامل کر دو، ان کی اپنی حیثیت ہمیشہ الگ ہوتی ہے۔ انہیں جب چاہو، اس شے سے علیحدہ کر لو۔ وہ علیحدہ ہو جائیں گی----- بس ایسے ہی کچھ کیمیائی اجزا کو افیم، کوکین، پیتھیڈین، چرس اور چرس کے محلول میں شامل کر کے اس قسم کی چیزیں تیار کر سکتا ہوں۔ مجھے یقین ہے کہ ابتدائی تجربوں ہی میں ہم مکمل طور پر کامیاب رہیں گے۔ اگر تم چاہو تو نئے سیکشن کی ابتداء سے پہلے میں تمہیں اس کا تجربہ کر کے دکھا دوں"۔
"نہیں استاد! تمہاری بات پر مجھے ہمیشہ بھروسہ رہا ہے، اب تو میں صرف یہ چاہتا ہوں کہ جلد از جلد کام شروع ہو جائے۔ میرے لیے اس بارے میں کیا حکم ہے استاد!"
"کچھ نہیں----- ہم نے جس سیکشن کے بارے میں فیصلہ کیا ہے، اسے عمارت نمبر تین کے خفیہ تہہ خانے میں شروع کیا جائے گا، وہیں ہم اس کا پلانٹ لگا لیں گے اور یہ کوئی مشکل کام نہیں ہے" میں نے جواب دیا اور سردارے گردن ہلانے لگا۔
ایمسٹرڈیم میں ہم مختلف شخصیتیں رکھتے تھے۔ مقامی شہریوں کی حیثیت سے ہماری ایک علیحدہ پرسنیلٹی تھی۔ اس کے علاوہ مختلف لوگوں سے مختلف انداز میں ملتے تھے۔
مسٹر گرائن مجھے راجا نواز اصغر کی حیثیت سے جانتے تھے، ہارڈی اور جیکسن لارل کی حیثیت سے-----
لیکن بلاشبہ مسٹر گرائن اور ان کی کمپنی نے مجھے بے حد فائدہ پہنچایا تھا۔ ان کے ذریعہ مجھے بے پناہ سہولتیں حاصل ہو گئی تھیں۔ مسٹر گرائن ایک انتہائی قابل اعتماد انسان تھے۔
انہیں صرف اس بات سے غرض تھی کہ انہیں کیا کرنا پڑ رہا ہے اور کیوں کرنا پڑ رہا ہے، کس لیے کرنا ہے، اس کا مقصد کیا ہے، یا پھر یہ کہ کون اس کام کو ان سے کرا رہا ہے----- اس سلسلے میں انہیں کبھی تردد نہیں ہوا تھا۔ غیر قانونی کاموں سے وہ عموماً بچتے تھے۔ گویا ان کا اپنا کاروبار صاف تھا اور ان کی شخصیت بالکل بے داغ تھی۔
چنانچہ میں نے ان کے سپرد بہت سے کام کر دیے تھے۔ یوں سمجھا جائے کہ مسٹر گرائن بھی ہاؤس آف ٹوائز میں ایک بہت بڑی شخصیت کے مالک تھے تو بے جا نہ ہو گا۔ ان کے مشورے اور تعاون سے میں نے ہمیشہ استفادہ حاصل کیا تھا۔ اس طرح میرے لیے آسانیاں ہی آسانیاں فراہم ہو گئی تھیں۔
کبھی کبھی جب میرے ذہن پر بوجھ سوار ہوتا تو ایمسٹرڈیم کے نائٹ کلب اور ایسی ہی دوسری جگہیں ہمیں وقتی طور پر بہلا دیا کرتی تھیں۔ عموماً میں اور سردارے ساتھ ہی ہوتے تھے۔ کلائیس اور ایلسن سے مستقل دوستی تھی۔
کلائیس اس قسم کی لڑکی تھی کہ اس کے ساتھ ہر سلوک کیا جا سکتا تھا، وہ بے پناہ حساس اور بے حد محنتی لڑکی تھی۔ بعد میں کبھی اس نے میری طرف راغب ہونے کی کوشش نہیں کی----- ہاں جب ایک دو بار میں ہی کچھ جذباتی ہو گیا تو اس نے بہت ہی دلکش انداز میں میرے جذبات کو تھپک تھپک کر سلا دیا۔ وہ نہیں چاہتی تھی کہ جسے وہ گریٹ اینجل کہتی ہے، وہ دنیا کی معصیت میں گھرا نظر آئے۔ لیکن اس معصوم لڑکی کو میری حیثیت کا پتہ ہی کب تھا۔ وہ تو مجھے بہت ہی شریف النفس فنکار سمجھتی تھی اور اس نے میرے بھٹکتے ہوئے ذہن کو اپنی دانست میں اپنی محبت کی پاکیزگی میں ضم کر لیا تھا۔

حالانکہ یہ بات نہیں تھی۔ کلائیس کی غیر موجودگی میں بعض اوقات ایسی تفریحات ہو جاتی تھیں جو پاکیزگی سے دور کا بھی تعلق نہیں رکھتی تھیں۔ لیکن اس لڑکی کو ابھی تک اس بات کا علم نہیں ہو سکا تھا کہ میری شخصیت میں کون کون سے پہلو پنہاں ہیں۔

ہاؤس آف ٹوائز کا دوسرا سیکشن ہارڈی اور جیکسن کی مدد سے اپنا کام شروع کر چکا تھا۔ اس میں دس ایسے کاریگر تھے جو ہماری شرائط پر کام کرنے پر تیار تھے۔ ان لوگوں سے عجیب و غریب قسم کے بانڈ بھروائے گئے تھے اور انہیں ہدایت کر دی گئی تھی کہ اگر یہاں سے کوئی بات باہر نکلی تو انہیں سر عام گولی مار دی جائے گی۔

انہیں ان کے کام کا معقول معاوضہ ملتا تھا اس لیے کسی کو کیا اعتراض ہو سکتا تھا۔ وہ ہمارے لیے سب کچھ کرنے کو تیار تھے۔ بالآخر ہم تجرباتی دور میں داخل ہوگئے اور ہمارے پاس خوبصورت کھلونوں کی ایک ایسی کھیپ تیار ہوگئی جس کی فنشنگ بہت ہی خوب تھی لیکن اندر سے انہیں منشیات کے مختلف مرکبات سے تیار کیا گیا تھا جبکہ بیرونی حصے پر پلاسٹک کا کام کیا گیا تھا۔ اس طرح اچھی خاصی چیکنگ کے باوجود یہ بات معلوم نہیں کی جا سکتی تھی کہ ان کھلونوں میں کوئی گڑبڑ ہے ------ یا یہ پلاسٹک اور نائیلون سے نہیں بنائے گئے ہیں۔

ہم نے کھلونوں کو مختلف تجرباتی طریقوں سے آزمایا اور اس کے بعد اپنی کارکردگی سے پوری طرح مطمئن ہوگئے۔

اب ہمیں ان کی بکنگ کی ضرورت تھی۔ سو میں نے سب سے پہلے سردارے سے اس سلسلے میں گفتگو کی۔ "سردارے! میرا خیال ہے، تم ان منشیات کے مرکب کو اپنے طور پر آزما کر دیکھو"۔

"کس طرح استاد؟"

"ایمسٹرڈیم کے مختلف حصوں میں ہپیوں کے مختلف گروہ رہتے ہیں۔ تم ان میں جاؤ اور ان کی مقبولیت کا اندازہ لگاؤ۔ ہاں ایک بات کا خیال رکھنا، جن لوگوں کا تم انتخاب کرو، وہ پاگل پن کی حدود میں نہ ہوں اور ایسا نہ ہو کہ وہ لوگ ہر جگہ چرچا کرتے پھریں"۔

"ٹھیک ہے استاد! لیکن اس کے لیے لوگوں کا انتخاب کیسے کیا جائے؟"

"یہ کوئی خاص مسئلہ نہیں ہے سردارے! میں تو صرف ان لوگوں کی رائے جاننا چاہتا ہوں، یہ دیکھنا چاہتا ہوں کہ وہ ان چیزوں کو دیکھ کر پسندیدگی کا اظہار کرتے ہیں یا نہیں"۔

"ہوں" سردارے گہری سانس لے کر بولا "لیکن استاد اگر اس سلسلے میں تھوڑی سی تبدیلی پیدا کر لی جائے تو کوئی حرج تو نہیں ہے"

"کیا مطلب؟"

"اگر تم بھی ساتھ ہو تو کوئی حرج ہے، استاد؟"

"کہاں؟"

"ہپیوں کے اس گروہ میں جہاں ہم اپنی خوبصورت ایجاد متعارف کرائیں گے" سردارے نے کہا۔

"میں نے سوچا، واقعی اس میں کوئی حرج تو ہے نہیں، مجھے ویسے بھی کون سا کام ہے۔ چنانچہ ہم نے

طے کر لیا کہ دونوں ہی چلیں گے۔ پھر ہم نے حلیہ بھی ویسا ہی بنایا ------ میک اپ کرنا پڑا تھا۔ اس کے بعد ہم ٹہلتے ہوئے باہر نکل آئے اور اسی جانب چل دیے۔

میلے کچیلے کپڑے اور بکھرے بال ہمارے لیے اجنبی نہیں تھے۔ درجنوں بار اسی حالت میں ہم نے زندگی گزاری تھی۔ تھوڑی دیر کے بعد ہم اپنی مطلوبہ جگہ پر پہنچ گئے۔ ایمسٹرڈیم میں ہپیوں کو تلاش کرنے میں کوئی خاص دقت نہیں ہوتی۔ یہاں ان لوگوں کے بہت سے ٹھکانے تھے۔ ہر جگہ ہپیوں کا کوئی نہ کوئی گروہ مل جاتا تھا۔

جھیل کے کنارے ہپیوں کا پڑاؤ تھا۔ خیمے لگے ہوئے تھے لیکن زیادہ تر لوگ کھلے آسمان کے نیچے تھے۔ وہی مخصوص انداز، وہی مخصوص مشاغل، جو ہپیوں کو عام لوگوں سے ممتاز کرتے ہیں۔ ہم بھی ان کے قریب پہنچ گئے۔

میں نے جیب سے چھوٹا سا حقہ نکالا اور اس میں چرس بھرنے لگا۔ چرس کی بو چاروں طرف پھیل گئی تھی جو نوجوان ہپیوں کے لیے ایسی کشش رکھتی تھی کہ وہ کھنچے چلے آتے ہیں۔

چنانچہ کئی ہپی میرے اردگرد منڈلانے لگے۔ یہ وہ تھے جن کے پاس کچھ نہ تھا۔ میں نے ان میں سے ایک آدھ کو چرس کی تھوڑی تھوڑی مقدار "تحفتاً" دی جس سے وہ بہت خوش ہوئے۔ یہاں کا اصول یہی تھا۔ کسی تکلف کا سوال ہی نہیں تھا۔ بس ضرورت پوری ہو جائے، چاہے اس کا انداز کچھ بھی ہو۔

"نجانے کیوں استاد! یہ ہپی ہماری زندگی میں چپک کر رہ گئے ہیں ------ گھوم پھر کر ہم بھی انہی میں شامل ہو جاتے ہیں اور ہمیں انہی سے واسطہ پڑتا رہا ہے"۔

"تو اس میں سوچنے کی کیا بات ہے سردارے!" میں نے کہا۔

"یہ بات نہیں ہے استاد!"

"پھر کیا بات ہے؟" میں نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"میرے کہنے کا مطلب تھا استاد کہ ہم لوگ حیرت انگیز طور پر ان سے آملتے ہیں۔ دوسرے لفظوں میں یوں کہو کہ ہمارے ستارے ان سے ملتے جلتے ہیں"۔

"یہ بات نہیں ہے سردارے ------ ہم نے جو کاروبار سنبھالا ہے، وہ انہی کے لیے ہے اور انہی میں مقبول ہے۔ گو اس وقت دنیا کی بیشتر آبادی اس چکر میں پھنسی ہوئی ہے لیکن چکر کا باعث زیادہ تر یہی سرپھرے ہیں۔ جو تارک الدنیا بھی ہوتے ہیں اور دنیا دار بھی۔ ان کے مشاغل دنیا کے کسی کام کے نہیں ہوتے ------ ایک طرح سے یہ زمین پر بوجھ ہوتے ہیں لیکن زمین کو یہ بوجھ برداشت کرنا ہی پڑتا ہے"۔

"بالکل درست ہے استاد!" سردارے تھوڑی کھجانے لگا۔ "مگر......"

"مگر کیا؟"

"جو لڑکیاں ہپی ہوتی ہیں، ان میں سے بعض......"

"اچھا بکواس بند کرو ------ ہر جگہ لڑکیاں، لڑکیاں ------ تمہارے ذہن پر تو صرف لڑکیوں ہی کا قبضہ ہے۔ خبردار! ان میں سے ایک لڑکی بھی تمہارے قریب نہیں آنی چاہیے" میں نے سخت لہجے میں کہا۔

"اوہو، جو استاد کا حکم۔ لیکن استاد! لڑکی تو ضروری ہے"

"کیوں۔۔۔۔۔ ضروری کیوں ہے؟"
"میرا مطلب ہے ہماری اس چیز کی صحیح پسندیدگی کا پتہ تو ان ہی سے چل سکتا ہے"۔
"جی نہیں" میں نے طنزیہ انداز میں سردارے کو گھورا۔۔۔۔۔ اور وہ دوسری طرف دیکھنے لگا۔ پھر سردارے نے شاید یہی مناسب سمجھا تھا کہ وہ مجھ سے دور ہٹ جائے۔ چنانچہ تھوڑی دیر کے بعد اس نے کہا:
"استاد!"
"پھوٹو" میں نے کہا۔
"یہاں کتنی دیر تک قیام کا پروگرام ہے؟" وہ مسکراتے ہوئے بولا۔
"کیوں؟"
"میں اس آزمائش کی بات کر رہا ہوں۔۔۔۔۔ ظاہر ہے کسی کی رائے معلوم ہونے میں کچھ وقت تو لگے گا"۔
"ہاں' جب تک ہمیں کسی کی رائے نہ معلوم ہو جائے' ہم یہیں رکیں گے" میں نے جواب دیا۔
"بس تو استاد۔۔۔۔۔ پھر ہم دو الگ الگ حصے منتخب کر لیتے ہیں' تم اپنے طور پر کام کرو اور میں اپنے طور پر"۔
"ٹھیک ہے' دفعان ہو جاؤ"۔
"میں سمجھ گیا تھا کہ سرارے کیا چاہ رہا ہے۔ میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی تھی۔ میری موجودگی میں اس کے لیے کھل کھیلنے کے مواقع کم تھے اس لیے اس نے یہ ترکیب نکالی تھی۔ جہاں تک میرا مسئلہ تھا' میں اس قسم کی کسی لغویت میں پڑنا نہیں چاہتا تھا۔۔۔۔۔ نیا نیا کاروبار شروع کیا تھا اور اب میں ہر طرح سے محتاط رہنے کا خواہش مند تھا۔ چنانچہ سردارے کی طرح مجھے کسی ایسی جگہ کی تلاش نہ ہوئی جہاں کوئی خوبصورت لڑکی بھی ہو' میں صرف کچھ ضروری معلومات حاصل کرنا چاہتا تھا۔
سردارے کے جانے کے بعد میں بھی اٹھ کھڑا ہوا اور دیر تک آوارہ گردی کرتا رہا۔ سردارے مجھے نظر نہیں آیا تھا۔۔۔۔۔ نجانے کہاں نکل گیا تھا۔ بالآخر میں تھک کر ایک جگہ لیٹ گیا۔ یہاں بھی چند ہپی چرس کے کش لگا رہے تھے۔
تب میری نگاہ ایک طرف بیٹھے ہوئے شخص پر پڑی۔ تعجب کی بات تھی' اس لیے میری نظریں اس پر جم گئیں۔ اب تک میں نے ہپیوں میں ہر رنگ' ہر نسل کے لوگ دیکھے تھے لیکن اس جیسا شخص شاید پہلی بار مجھے نظر آیا تھا۔۔۔۔۔ وہ جاپانی تھا اور اس سے قبل میں نے کسی جاپانی کو ہپی کے روپ میں نہیں دیکھا تھا۔
اس کے علاوہ عموماً جاپانی چھوٹے قد و قامت کے ہوتے ہیں جبکہ وہ شخص قد و قامت اور جسمانی لحاظ سے دیو نظر آتا تھا۔
چوڑے شانے' لمبے لمبے بال' خوفناک چہرہ جس پر چھوٹی داڑھی تھی' چہرے پر ابلتی ہوئی آنکھیں' جسم پر معمولی سا لباس' چہرے پر جاپانیوں کے مخصوص انداز کے مطابق گہری سنجیدگی چھائی ہوئی۔۔۔۔۔ اور وہ سوچ میں ڈوبا ہوا اداس اداس سا بیٹھا ہوا تھا۔
نجانے کیوں مجھے اس کی شخصیت پر کشش معلوم ہوئی۔ میں اپنی جگہ سے اٹھا اور اس کے قریب

پہنچ گیا۔
"ہیلو!" میں نے بھاری آواز میں اسے مخاطب کیا اور وہ چونک کر مجھے دیکھنے لگا۔۔۔۔۔ اس کی آنکھوں میں اجنبیت کے آثار تھے۔
پھر کچھ یوں محسوس ہوا جیسے اس نے مجھ سے بیزاری کا اظہار کیا ہو۔ کیونکہ اس نے میری بات کا جواب دینے کے بجائے برا سا منہ بنایا۔
"ہیلو!" میں نے پھر کہا اور اس کے قریب ہی بیٹھ گیا۔
جاپانی نے عجب بیزار سی نگاہوں سے مجھے دیکھا اور پھر آہستہ سے گردن جھکا دی۔
"کیسے خاموش بیٹھے ہو۔۔۔۔۔ کیا تم انگلش نہیں سمجھتے؟" میں نے پوچھا۔
اس نے گردن ہلائی پھر انگلش میں بولا "ہاں میں انگلش سمجھتا ہوں"۔
"اوہ گڈ۔۔۔۔۔ تب تو میں تم سے باآسانی گفتگو کر سکتا ہوں' میرا خیال ہے تم جاپانی ہو؟"
"تمہارا خیال ٹھیک ہے" اس نے گہری سانس لے کر کہا۔
"یوں لگتا ہے جیسے تم ماحول سے بے حد بیزار ہو"۔
"یہ میرا ذاتی مسئلہ ہے" اس نے خشک لہجے میں جواب دیا۔
"میں نے ہمت نہیں ہاری اور اس کے تلخ جواب کے باوجود دوبارہ اسے مخاطب کیا اور کہا" میں نے جاپانیوں میں ہپی بہت کم دیکھے ہیں"۔
"تو آج دیکھ لو" اس نے بدستور ناگوار لہجے میں کہا اور اس کے چہرے کے تاثرات میں کوئی تبدیلی نہیں ہوئی تھی۔
"وہی بیزار بیزار سی کیفیت' وہی پرسکوت چہرہ' آنکھوں میں چھائی نیم دیوانگی کی سی حالت' جیسے مجبوراً" میرے سوالات کے جوابات دے رہا ہو۔
"ہاں آج دیکھ لیا۔۔۔۔۔ کیا تم یہاں تنہا ہو؟" میں نے سوال کیا۔
"ہر شخص ہر جگہ تنہا ہوتا ہے" اس نے جواب دیا۔
"خوب۔ اس کا مطلب ہے کہ تم مکمل طور سے ہپی ازم سے متاثر ہو" میں نے اس کی جانب دیکھتے ہوئے پوچھا۔
"میرے خیال میں ہپی ازم کوئی ازم نہیں بلکہ انسانیت کا ایک راستہ ہے۔ مجبور' کمزور اور بے بس نسان ایک ہی راستے پر چلتا ہے۔ لیکن اسی وقت' جب وہ خود کو پہچانے' دنیا نے طاقت کے جو راستے اپنائے ہیں' ان میں تباہی ہی تباہی ہے۔ چنانچہ اگر میں ہپی ازم سے متاثر ہوں تو یہی کہا جا سکتا ہے کہ میں نے انسانیت کا صحیح راستہ تلاش کر لیا ہے۔ نہ میں تباہ ہونا چاہتا ہوں' نہ کسی کو تباہ کرنا چاہتا ہوں"۔
"تمہیں یقین ہے کہ یہ راستے تمہیں منزل تک لے جائیں گے؟"
"منزل ایک فریب ہے۔ میرے دوست! انسان اپنی مرضی سے کسی ایک جگہ کا تعین کر کے اسے منزل کا نام دے دیتا ہے۔ لیکن منزل کا نام تھکن کا دوسرا پہلو ہے۔ میرے نزدیک یہ تعین فضول ہے۔ تم بھی تو ایک ہپی ہو' کیا تم میرے خیالات سے متفق نہیں ہو؟" اس نے سوال کیا۔
"کیوں نہیں۔۔۔۔۔ لیکن میرے نظریات کچھ اور ہیں" میں نے کہا۔

"وہ چونک کر مجھے دیکھنے لگا۔ "کیا مطلب ---- کیا تم ترلوکا کی تعلیمات سے باغی ہو؟"

"نہیں۔ میں ترلوکا کی تعلیمات سے باغی نہیں ہوں لیکن ترلوکا کی تعلیمات کے مختلف پہلو ہیں' جنہیں ہر شخص اپنی اپنی عقل کے مطابق سمجھتا ہے" میں نے جواب دیا اور وہ سنجیدگی سے بولا:

"نہیں' ہرگز نہیں ---- میں نہیں مانتا۔ ترلوکا صرف ایک ہی بات کہتا ہے۔ اس نے جو کچھ کہا ہے' وہ ذہن کی گہرائیوں میں اترتا ہے۔ اور ہم اس لیے اس کی پیروی کرتے ہیں' ورنہ اس کے سوا ہم اسے کچھ نہیں سمجھتے"۔

"خیر یہ سب بعد کی باتیں ہیں۔ تمہاری شخصیت میں ایک خاص کشش ہے اور تم مجھے پسند بھی آئے ہو۔ کیا میں تم سے دوستی کر سکتا ہوں؟"

"اوہ" جلپانی کے ہونٹوں پر پہلی بار ہلکی سی مسکراہٹ نظر آئی۔ "اس کا مطلب ہے کہ تم میں ابھی تک کچھ اچھائیاں موجود ہیں"۔

"کیا مطلب؟"

"دنیا میں ایک بھی شخص کسی ایسے انسان کو اچھا محسوس ہوتا ہے جس سے اس کی شناسائی نہ ہو تو پس پھر یہی کہا جا سکتا ہے کہ وہ انسان بذات خود اچھا ہے ---- اگر وہ خود اچھا ہے تو اسے اپنے مقابل کا شخص اچھائیوں کے ساتھ نظر آتا ہے اور اگر اس کی فطرت میں برائیاں ہیں تو وہ ہر ایک کے بارے میں یہی سوچتا ہے کہ ممکن ہے وہ فریب کی نقاب پہنے ہوئے ہو"۔

"یار تم تو خاصے منطقی نظر آتے ہو۔ یہ تو بتاؤ کچھ کھایا پیا بھی ہے یا نہیں؟" میں نے تمسخرانہ انداز میں پوچھا

"تمہاری اچھائی کا دوسرا ثبوت" جلپانی نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"ہوں۔ میں نے کھانے کے بارے میں پوچھا ہے' اس لیے....."

"یقیناً ورنہ اس دور میں بلکہ اس دنیا میں کوئی کسی سے ایسی باتیں نہیں پوچھتا' اس میں بڑے بڑے خطرات پائے جاتے ہیں"۔

"مثلاً"؟" میں نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔ مجھے وہ جلپانی خاصا پسند آیا تھا۔ ویسے بھی آدمی دلچسپ ہی تھا۔

"ارے بھئی! سیدھی سی بات ہے۔ اب اگر تم نے پوچھ ہی لیا ہے تو سنو۔ میں تین دن سے بھوکا ہوں اور پورے تین دن سے مجھے کوئی نشہ آور چیز بھی نہیں ملی ہے جس کی وجہ سے میرا یہ پہاڑ جیسا جسم بالکل مٹی کے ڈھیر کی مانند ہو گیا ہے' اپنی مرضی سے اٹھ بھی نہیں سکتا ---- اٹھوں گا تو حلق سے کراہ نکل جائے گی" اس نے جواب دیا "اور ان حالات میں تم جانتے ہو گے کہ چونکہ تم نے مجھ سے پوچھا ہے اور میں نے یہ بات تمہیں بتا دی ہے تو خود تمہارے اوپر بھی کچھ فرائض عائد ہوتے ہیں' کیا تم اپنے فرائض کو پورا کرنے کی اہلیت رکھتے ہو؟"

"ہاں میرے دوست! میں تمہیں کھانا کھلا سکتا ہوں' رہا نشہ' اس کے لیے تو کھانے کے بعد ہی بات ہو گی"۔

جلپانی کی آنکھوں میں چمک پیدا ہو گئی۔ پھر وہ مسرور لہجے میں مجھ سے مخاطب ہوا "کیا میں اٹھوں؟"

"کیوں نہیں ---- جب میں نے تمہیں پسند کیا ہے اور تمہیں دوستی کے قابل سمجھا ہے تو پھر اب تکلف کا کیا سوال ہے ---- آؤ ہم تم کھانا کھائیں گے" میں نے کہا اور وہ جلدی سے اٹھ گیا۔ اٹھتے وقت اس کے حلق سے کراہ نہیں نکلی تھی۔ شاید اس یقین کی وجہ سے کہ اب کھانا ملنے ہی والا ہے۔

اس کیمپنگ میں' دوسرے کیمپنگ کے اصولوں کے مطابق ایک چھوٹا سا بازار تھا۔ ویسے بھی یہ کیمپنگ شہر سے زیادہ فاصلے پر نہیں تھی۔ تھوڑی دور چلنے کے بعد بازار آ جاتا' جہاں سے کھانے کی بہت سی چیزیں دستیاب ہو جاتیں۔ لیکن ہم نے کیمپنگ ہی کے ایک چھوٹے سے ریستوران کا انتخاب کیا تھا۔ حالانکہ اسے ریستوران کہنا ریستوران کا مذاق ہی تھا۔ بس چند چیزیں سجائے ہوئے کچھ افراد بیٹھے تھے اور ہپی انہیں چھوٹی چھوٹی رقومات کے عوض خرید رہے تھے۔

میں نے کھانے پینے کی بہت سی چیزیں دیکھیں۔ جلپانی ہر چیز کو للچائی ہوئی نظروں سے دیکھ رہا تھا اور پھر جب میں بہت سارا سامان لے کر ایک طرف بڑھا تو اس نے بھی میری مدد کے لیے ہاتھ بڑھا دیے۔

"میرے دوست! میں تمہاری مدد کرنا چاہتا ہوں"۔

"آؤ بیٹھو" میں نے سامان نیچے رکھ دیا اور وہ جلدی سے بیٹھ گیا۔ "بس تم میری یہ مدد کرو کہ ان ساری چیزوں کو کھا لو"۔

"ساری چیزوں کو؟" اس نے خوشی سے کلکاری مارتے ہوئے پوچھا۔

"ہاں"

"تم نہیں کھاؤ گے؟" اس نے دونوں ہاتھ کھانے کی جانب بڑھائے اور اس سوال کے بعد غالباً وہ یہ سوال بھی بھول گیا کہ اس نے کیا سوال کیا تھا۔ بس کھانے میں ایسا مصروف ہوا کہ میں اس کی خوراک دیکھتا ہی رہ گیا۔

خدا کی پناہ! میں نے جو چیزیں خریدی تھیں' میرے خیال کے مطابق وہ دو تین آدمیوں کے لیے کافی تھیں اور مجھے یہ امید نہیں تھی کہ وہ ساری چیزوں کو اس طرح چٹ کر جائے گا۔ چند ہی ساعت کے بعد اس نے تمام پیکٹ اور برتن خالی کر دیے۔

"اور لاؤں؟" میں نے پوچھا۔

"نہیں ---- ایک دم سے اتنی چیزیں کھانا' میرے خیال میں مناسب نہیں کیونکہ تین دن سے بھوکا ہوں' معدے کو تھوڑی سی تکلیف دینا ہی ٹھیک ہے۔ فی الوقت اتنا ہی کافی ہے۔ تمہارا بہت بہت شکریہ" اس نے ایک ڈکار لیتے ہوئے کہا اور پھر مسکرا کر میری جانب دیکھتے ہوئے بولا "تمہیں ایک بات جان کر حیرت ہو گی کہ اگرچہ میں نے تین دن کا بھوکا ہونے کے بعد کھانا کھایا ہے لیکن اس کھانے سے مجھے سستی نہیں ہو گی۔ میں پوری طرح چاق و چوبند رہوں گا بلکہ یوں سمجھو زندہ ہو گیا ہوں۔ بس اس زندگی میں حسن کی کمی رہ گئی ہے۔ میری آنکھیں ویران ہیں اور ماحول مجھے انتہائی بدرنگ نظر آ رہا ہے" اس نے کہا اور میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

"میں اس دنیا کو حسین بنا دوں گا تمہارے لیے" میں نے کہا۔

"اب میں تمہیں فرشتہ کہنے میں بخل سے کام نہ لوں گا۔ اس دور میں صرف فرشتے ہی انسانوں کے ساتھ بہتر سلوک کرتے ہیں' خود انسانوں سے اس کی توقع رکھنا فضول ہے" اس نے نہایت سنجیدگی سے کہا۔

"ٹھیک ہے ٹھیک ہے" میں بے تکلفی سے بولا۔ پھر میں نے جیب میں ہاتھ ڈالا اور چھوٹی سی پلاسٹک کی گڑیا نکال کر اس کے آگے کر دی۔

"اوہ ——— بے حد حسین۔ لیکن ——— اس نے عجیب سی نگاہوں سے مجھے دیکھا۔

"تمہارے لیے حیرت کا مقام ابھی نہیں آیا" میں نے کہا اور گڑیا کو اپنے دونوں ہاتھوں سے مسلنے لگا۔ پھر میں نے اپنی جیب سے ایک چھوٹا سا پائپ نکال کر اس کی جانب بڑھا دیا۔ جلپانی تعجب سے مجھے دیکھنے لگا۔

"گڑیا کو میں نے توڑ مروڑ دیا تھا۔ پھر میں نے اس کی گردن علیحدہ کر دی اور اس پر سے پلاسٹک کی جھلی اتارنے لگا۔

وہ حیرانی سے یہ سب کچھ دیکھ رہا تھا۔ گڑیا کا خوبصورت چہرہ بدنما ہو گیا تھا۔ پھر میں نے اندرونی حصے کو نکال کر اس کے پائپ میں ٹھونس دیا۔

"ارے ارے یہ کیا کر رہے ہو؟" اس نے تعجب سے کہا۔ لیکن میں نے جیب سے لائیٹر نکال لیا تھا۔

پھر میں نے پائپ اس کے منہ سے لگا دیا۔ ابھی تک وہ تعجب سے میری شکل دیکھ رہا تھا جیسے وہ مجھے پاگل سمجھ رہا ہو لیکن میں نے لائیٹر جلا کر پائپ سے لگایا اور اس نے چار و ناچار ایک گہرا کش لیا۔ شاید وہ کچھ کچھ میرا مطلب سمجھ رہا تھا۔

دوسرے لمحے اس کی آنکھیں تعجب سے پھیل گئیں۔ اس نے پائپ جلدی سے منہ سے نکال کر اس میں موجود گڑیا کے سر کو دیکھا اور پھر دوبارہ اسے منہ میں دبا کر دو تین گہرے گہرے کش لیے۔

پھر اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ "واہ ——— واہ' یہ کیا جادو ہے" اس نے حیرانی سے پوچھا "ارے واہ' ارے واہ' یہ ہے کیا چیز ——— واہ واہ کھوپڑی پر ڈنک مار رہی ہے" وہ بہت خوش نظر آ رہا تھا۔

تب میں نے باقی گڑیا اس کی جانب بڑھائی اور اس نے جلدی سے اسے میرے ہاتھ سے لپک لیا۔

بچی ہوئی گڑیا کو وہ آنکھوں کے نزدیک کر کے غور سے دیکھنے لگا۔ "واہ میری جادو کی گڑیا واہ ——— واہ' تو تو عجیب چیز ہے' لیکن یہ ہے کیا میرے دوست؟" وہ گڑیا کے سحر سے نکلتے ہوئے بولا۔

"تم اسے استعمال کرو اور اس کے بعد اس کا نتیجہ مجھے بتاؤ"۔

"تعجب ہے۔ میں نے ایسا کھلونا پہلے کبھی نہیں دیکھا جو سوئے ہوئے دلوں کو یوں جگا دے" جلپانی شاعری پر اتر آیا تھا۔

لیکن یہ شاعری وہ انگریزی میں کر رہا تھا۔ اگر وہ اپنی مادری زبان میں یہی شاعری کرنے لگتا تو شاید میرے فرشتوں کو بھی اس کے اثر کی خبر نہ ہوتی۔ بلا کا پینے والا تھا' تھوڑی دیر کے بعد اس نے باقی گڑیا کو بھی اس میں ٹھونس کر پائپ بھر لیا۔ بچی ہوئی ننھی سی گڑیا پائپ میں کہیں سما گئی تھی اور جلپانی جلدی سے کش لینے لگا۔

اس کی آنکھوں میں نشہ اترتا چلا آ رہا تھا ——— ویسے بھی یہ چیز کافی تیز تھی۔ مجھے یقین تھا کہ جلپانی اسے آدھی بھی برداشت نہ کر سکے گا لیکن وہ پیئے جا رہا تھا اور پھر آخری کش لیتے ہوئے پائپ اس کے

ہاتھ سے چھوٹ کر نیچے گر پڑا۔

اس کی آنکھیں گہری سرخ ہو رہی تھیں اور وہ ہونٹوں ہی ہونٹوں میں کچھ بدبدا رہا تھا۔ پھر اس نے دونوں ہاتھ جوڑے اور پالتی مار کر بیٹھ گیا۔ اب وہ جلپانی زبان میں نجانے کیا کیا کہہ رہا تھا ——— اور یہ بہتر ہی تھا ——— کیونکہ اگر وہ انگریزی میں کچھ کہنے لگتا تو شاید وہ میرے لیے نقصان دہ ہوتا۔

بہت سارے ہپی جمع ہو گئے تھے۔ جلپانی کو اس طرح ہاتھ جوڑے بدبداتے ہوئے دیکھ کر شاید انہیں لطف آ رہا تھا۔

پھر جلپانی نے کھڑے ہونے کی کوشش کی اور ایک ٹانگ پر کھڑا ہو گیا لیکن دوسرے لمحے اس نے دوسری ٹانگ بھی اٹھانے کی کوشش کی اور اس کوشش میں دھماکے سے نیچے گر پڑا۔

نیچے گرنے کے بعد وہ پھر اٹھا ——— اس بار اس نے دونوں ہاتھوں کے بل نیچے کھڑے ہونے کی کوشش کی تھی ——— اور پھر بار بار وہ ایسی ہی کوششیں کرتا رہا اور ہر کوشش کے نتیجے میں گرتا رہا۔

اس کے ساتھ ہی وہ جلپانی زبان میں نعرے بھی لگا رہا تھا' عجیب و غریب قسم کے نعرے تھے۔ پھر وہ سہارا لے کر اٹھا اور ٹھمکے لگانے لگا۔ اس بار اس کے ناچنے کا انداز سو فیصدی عورتوں کا سا تھا۔

نجانے اس کے ذہن میں کیا سمائی تھی۔ میں بہرحال وہاں سے کھسک گیا اور تھوڑے فاصلے پر کھڑا ہو کر اسے دیکھنے لگا۔ ورنہ شاید وہ مجھے اس ہنگامے میں شریک کرنے کی کوشش کرتا اور شاید میری تعریف و توصیف کرتا ——— ایسی صورت میں یہ اچھا نہ ہوتا۔

میں دور ہی سے اسے دیکھتا رہا۔ جلپانی بڑی دیر تک ناچتا کودتا رہا۔ ہپی اس کے گرد کھڑے ہو کر تالیاں بجانے لگے تھے۔ خاصا مجمع جمع ہو گیا تھا۔ لیکن جب جلپانی میں سدھ نہ رہی تو وہ زمین پر گر پڑا اور ہپی س کے چاروں طرف بیٹھ کر اس کی زندگی اور موت کا اندازہ کرنے لگے۔

ویسے یہ تو مجھے یقین تھا کہ وہ زندہ ہے۔ بمشکل تمام میں نے لوگوں کے مجمع کو ہٹایا اور خود اس کے زدیک پہنچ گیا۔

"ہٹ جاؤ تم لوگ ——— میں اسے اٹھا کر لے جا رہا ہوں' یہ میرا ساتھی ہے" میں نے کہا۔

لیکن اس دیو ہیکل جلپانی کو اٹھا کر لے جانا بھی آسان بات نہیں تھی۔ اس کے لیے میں نے چند ذمیوں سے مدد طلب کی اور اسے اٹھا کر ایک دور دراز حصے میں آ گیا اور وہیں پر میں نے اسے زمین پر لٹا دیا۔

اب مجھے اس شخص کی نگرانی کرنا تھی۔ ظاہر ہے مجھے مطلب کا آدمی مل گیا تھا اور میں نے اسے دل سے پسند کر لیا تھا۔

نجانے کتنے گھنٹے میں اس کے پاس بیٹھا رہا۔ اب مجھے اس کی نگرانی کرنا تھی۔ میری نگاہیں چاروں رف بھٹک رہی تھیں۔ درحقیقت میں اس وقت خود کو کسی ایسی مظلوم ماں کی حیثیت سے محسوس کر رہا تھا' ل کا بیٹا آوارگیوں کا شکار ہو کر اس کے پاس پہنچا ہو۔ تھوڑی دیر کے بعد میں نے سردارے کو دیکھا۔ وہ ری جانب ہی آ رہا تھا۔ اور پھر وہ دوڑتا ہوا میرے قریب پہنچ گیا۔

"ارے استاد! کیا ہوا ——— کیا ہوا؟"

"جو کچھ ہوا ہے تم خود دیکھ لو" میں نے کہا۔

"لیکن یہ تو جا...... جلپانی ہے" سردارے نے مسخرے پن سے کہا۔ ایک لمحے کے لیے اس کی بات

میری سمجھ میں نہیں آئی ---- دوسرے لمحے جب میں سمجھا تو میرے ہونٹوں پر کھسیانی سی ہنسی آگئی۔

"اچھا بکواس بند کرو ---- اور ہاں' تم کہاں مر گئے تھے؟"

"بس استاد! تجربے کرتا پھر رہا تھا ---- واہ' کیا بات ہے' جس نے دیکھا' جس نے چکھا' نہال ہی تو ہو گیا"۔

"ہوں ---- یہ بھی نہال ہو گیا ہے" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"اوہ' تو یہ معاملہ ہے۔ مگر استاد! یہ تو جاپانی ہے ---- کیا خدوخال ہی سے یہ جاپانی محسوس نہیں ہوتا؟"

"کیوں نہیں ---- سو فیصدی" میں نے جواب دیا۔

"یہ تمہارے ہاتھ کہاں سے لگ گیا؟"

"ایک کونے میں اداس بیٹھا ہوا تھا' بھوکا بھی تھا"۔

"مگر استاد! جاپانیوں میں ایسے تن و توش مشکل ہی سے نظر آتے ہیں"۔

"ہاں ---- بہت کم"

"پھر اب تم یہاں کیوں بیٹھے ہوئے ہو ---- میں تو تمہیں ہی تلاش کر رہا تھا" سردارے نے کہا۔

"سردارے! یہ تن و توش میرے لیے خاصا دلچسپ ہے"

"اوہ" سردارے بھی سنجیدہ ہو گیا۔ اس نے پر خیال انداز میں جاپانی کو دیکھا اور پھر میری طرف دیکھ کر گردن ہلانے لگا۔ "بات تو ٹھیک ہے استاد ---- لیکن اب کیا کرو گے؟"

"فی الحال تو اس کی ڈھائی من کی لاش کو اٹھا کر کسی ایسی جگہ لے جانا ہے جہاں سے ہم اسے اپنی مرضی کے مطابق منتقل کر سکیں۔ اس کے بعد سوچیں گے کہ اب کیا کریں۔ بہر صورت اس بات کا تو اندازہ ہو گیا کہ اس سلسلے میں جو تجربہ کیا گیا ہے' وہ مکمل طور سے کامیاب ہے"۔

"ہاں استاد! بالکل ٹھیک۔ رہا ڈھائی من کی لاش کا مسئلہ' تو یہ بتاؤ کہ اسے ایک ہی مرتبہ میں لے جاؤ گے؟"

"کیا مقصد؟" میں نے سردارے کو گھورا۔

"ایسا کرو' آدھا آدھا کیے لیتے ہیں ---- سو من تم لاد لو' سو من میں لاد لوں گا ---- نکالو چاقو؟" سردارے نے کہا۔

"اچھا بکواس بند کرو ---- اٹھاؤ اس کو" میں نے کہا اور ہم دونوں اس جاپانی کو لاد کر چل پڑے۔

جس انداز میں جاپانی لدا ہوا تھا' اس سے تو یہ محسوس ہوتا تھا کہ وہ گھنٹوں ہوش میں نہیں آئے گا پوری گڑیا ہضم کر گیا تھا اور میں جانتا تھا کہ گڑیا میں منشیات کے مرکب کی خاصی تیز مقدار تھی۔

جس تجربے کے لیے ہم یہاں آئے تھے' وہ تو ہو ہی چکا تھا اور اس کے نتیجے میں یہ جاپانی ہاتھ لگا تھا ---- اور یہاں کے لوگوں کی پسندیدگی کا بھی احساس ہوا تھا۔ چنانچہ ایک طرح سے یہاں آنے کا مقصد پورا ہو چکا تھا۔

جس وقت ہم اسے اپنی رہائش گاہ پر لے کر پہنچے' اس کی بے ہوشی' نیم بے ہوشی میں تبدیل ہو

تھی۔ وہ کبھی کبھی مسکرانے لگتا اور کبھی اپنی زبان میں کچھ کہنے لگتا جس سے ظاہر ہوتا تھا کہ وہ مکمل ہی چت نہیں ہوا تھا۔ ابھی اس میں عقل باقی تھی۔

"میں نے جاپانی کو ایک کمرے میں ڈال دیا اور اس کا دروازہ باہر سے بند کر دیا۔ اس کے بعد میں اور سردارے اپنے اپنے مشاغل میں مصروف ہو گئے۔ نہانے وغیرہ کے بعد ہم واپس ایک کمرے میں آگئے تھے اور اب ایک دوسرے کی شکل دیکھ رہے تھے۔ پھر میں نے پر خیال انداز میں سردارے کو مخاطب کیا" سردارے!"

"یس باس!" اس نے جواب دیا۔

"دیکھو! یہ بات تو ثابت ہو گئی کہ یہ سلسلہ برا نہیں رہے گا اور مجھے یقین ہے کہ کان جس طرح ہپیوں کے گروہ میں ہماری مصنوعات کو پسند کیا گیا ہے' اس طرح دنیا کے مختلف ممالک میں ان کی آؤ بھگت ہو گی۔ مسئلہ صرف انہیں روشناس کرانے کا ہے اور اس کے لیے ہمیں موثر انداز میں کارروائی کرنا ہو گی"۔

"یقیناً استاد! اس میں کیا شک ہے لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا فی الوقت آپ اسے صرف ایمسٹرڈیم میں ہی پھیلائیں گے؟"

"اہم سوال ہے استاد ---- میرا خیال ہے' ہاؤس آف ٹوائز' ایمسٹرڈیم کی اچھی خاصی مشہور فیکٹری ہے۔ اگر کبھی کسی حماقت کی بنا پر یہ مصنوعات کسی مقامی افسر کے ہاتھ لگ جائیں اور وہ مقامی کمپنیوں کے بارے میں سوچے تو ہاؤس آف ٹوائز اس کی نگاہوں سے اوجھل نہ رہ سکے گا ---- اس طرف اس کا متوجہ ہو جانا قدرتی امر ہو گا"۔

"بالکل ٹھیک سردارے! بات تم نے پتے کی کہی ہے' اب مسئلہ یہ ہے کہ اس چیز سے نمٹا کیسے جائے؟"

"میرا خیال ہے استاد! اسے ایمسٹرڈیم کے علاوہ دوسری مختلف جگہوں پر پھیلا دیا جائے"۔

"مناسب خیال ہے۔ میں تمہاری بات سے متفق ہوں"۔

"بس تو ٹھیک ہے استاد ---- لیکن اس سلسلے میں کارروائی کرنے کا ذریعہ کیا ہو گا؟" سردارے نے پوچھا۔

"دیکھو سردارے! میں نے اپنے تمام کاروباری امور کا نگران مسٹر گرائن کو بنا دیا ہے اور بلاشبہ وہ قابل اعتماد آدمی ہے۔ تاہم ان کے اندر ایک خوبی یا خرابی یہ بھی ہے کہ وہ کبھی بھی' کسی بھی قیمت پر کوئی غیر قانونی کام جان بوجھ کر اپنے ہاتھ میں نہیں لیتے اور ہمیشہ ہر کام کی ایسی نوعیت تلاش کر لیتے ہیں جس میں کوئی قانونی سقم نہ رہ جائے۔ چنانچہ اس بات کا تو میں تصور بھی نہیں کر سکتا کہ ہاؤس آف ٹوائز کے ایکسپورٹ کے سلسلے میں کوئی ایسا خفیہ خانہ بھی رکھا جائے جس کے تحت خاص قسم کے کھلونے خاص آرڈر پر سپلائی کیے جائیں۔ اس سے تجسس پیدا ہو جائے گا اور میں نہیں چاہتا کہ اس سلسلے میں کسی بھی ذہن میں کوئی تجسس بیدار ہو ---- چنانچہ میں نے ایک ہی فیصلہ کیا ہے"۔

"کیا استاد؟"

"میں خود ہی سروے کروں گا اور خود ہی اس کے لیے آرڈرز بک کروں گا"۔

"خود ہی سے تمہاری کیا مراد ہے استاد؟"

"یعنی میں ــــــ صرف راجانواز اصغر" میں نے جواب دیا۔
"صرف" سردارے گھمبیر آواز میں بولا۔
"ہاں ــــــ اور سردار علی مقامی طور پر ہاؤس آف ٹوائز اور بالخصوص اس کے خفیہ سیکشن کی پروڈکشن کی نگرانی کرے گا" میں نے جواب دیا۔
"گویا پھر ایک طویل جدائی ــــــ" سردارے سینے پر ہاتھ رکھ کر الیمہ انداز میں بولا۔
"سردارے! پلیز سنجیدہ ہو جاؤ۔ میرا خیال ہے اس کے علاوہ اور کوئی ترکیب نہیں ہو سکتی"۔
"ٹھیک ہے استاد! آپ بے فکر رہیں۔ یہاں کا کام میں باآسانی سنبھال لوں گا" سردارے نے جواب دیا۔
میں کسی سوچ میں ڈوب گیا تھا۔ چند ساعت خاموشی رہی' پھر سردارے بولا "لیکن استاد! ابتدا کہاں سے کریں گے؟"
"میں فی الحال تو یورپ کے قریب قریب ملکوں کا دورہ کروں گا' کہیں بھی زیادہ عرصہ نہیں لگے گا۔ جو کچھ ہم دیکھ چکے ہیں' اس سے بھی ہمیں معاونت حاصل ہوگی۔
"یعنی؟" سردارے نے سوالیہ انداز میں میری جانب دیکھا۔
"میری مراد ہپیوں کے کیمپ اور ان اڈوں سے ہے جہاں منشیات کی کھپت ہے۔ میرا خیال ہے ان میں سے بہت سے ممالک کی یہ جگہیں تو ہماری نگاہ میں ہیں اور ظاہر ہے یہی ہماری سب سے بڑی منڈی بھی ہو سکتی ہے"۔
"بالکل ٹھیک ہے استاد!" سردارے نے جواب دیا۔
"تھوڑی دیر بیٹھنے کے بعد میں نے سردارے کو دیکھا۔ سردارے نجانے کہاں کھویا ہوا تھا۔ تب میں اپنی جگہ سے اٹھ گیا۔
اچانک جاپانی کا خیال میرے ذہن میں آگیا تھا۔ سردارے چونک کر مجھے دیکھنے لگا۔
"کہاں استاد؟"
"آؤ دیکھیں ذرا ــــــ" میں نے کہا اور تھوڑی دیر کے بعد ہم اس جگہ پہنچ گئے جہاں ہم نے جاپانی کو بند کیا تھا۔
ہم لوگ بالکل صحیح وقت پر پہنچے تھے۔ کمرے کے دروازے پر زور زور سے دستک ہو رہی تھی۔ میں نے بڑھ کر دروازہ کھول دیا۔
جاپانی ہمارے سامنے تھا۔ وہ پوری طرح ہوش میں آ چکا تھا۔ اس کی شکل اس وقت عجیب سی ہو رہی تھی۔ ہم لوگ میک اپ میں تھے اس لیے وہ ہمیں پہچان بھی نہیں سکتا تھا۔ چنانچہ جونہی میں نے دروازہ کھولا' وہ چند قدم پیچھے ہٹ کر متحیرانہ انداز میں ہمیں دیکھنے لگا۔
"ہیلو!" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔
"ہیلو ــــــ آپ کون ہیں مسٹر؟" اس نے حسب معمول نہایت شرافت سے پوچھا۔
"اوہ ــــــ آؤ ــــــ کیا تم ٹھیک ہو بالکل؟"
"ہاں شاید" اس نے گردن جھٹکتے ہوئے کہا اور کمرے سے باہر نکل آیا۔ وہ میرے نزدیک آ کر کھڑا

ہو گیا تھا' پھر اس نے پوچھا "تم نے مجھے کمرے میں بند کر دیا تھا؟"
"ہاں"۔
"کیوں؟"
"میں نے سوچا تھا کہ تم آرام سے سوتے رہو۔ بند کرنے سے کوئی خاص مقصد نہیں تھا"۔
"لیکن تم' یہ جگہ ــــــ میں یہاں کیسے آ گیا؟" اس نے چاروں طرف دیکھتے ہوئے سوال کیا۔
"ہم لائے تھے"۔
"کیوں؟"
"دراصل تم نے کوئی ایسا نشہ کر لیا تھا جس سے تمہارا ذہنی توازن بگڑ گیا تھا۔ تم سڑک پر دوڑتے ہوئے چلے آ رہے تھے' کبھی گرتے تھے' کبھی اٹھتے تھے ــــــ اور اسی دوران تم ہماری کار سے ٹکراتے ٹکراتے بچے۔ کار سے اتر کر جب ہم تمہارے قریب پہنچے تو تم زمین پر گر کر بیہوش ہو چکے تھے۔ چنانچہ ہم تمہیں اٹھا کر اپنے گھر لے آئے۔ یہاں لا کر تمہیں کچھ اس قسم کی اشیاء دی گئیں' جس سے تمہاری حالت درست ہو جائے"۔
"اوہ" جاپانی نے ہم دونوں کو تعجب سے دیکھا اور پھر شرمندہ انداز میں مسکراتے ہوئے بولا "جناب! میں اپنی گنجائش سے زیادہ پی گیا تھا"۔
"کوئی بات نہیں' آؤ بیٹھو ــــــ تم سے متعارف ہو کے ہمیں خوشی ہوگی"۔
"لیکن جناب! میرا خیال ہے میں ــــــ میں آپ کے قابل نہیں ہوں۔ مجھے جانے کی اجازت دی جائے"۔
"ارے کیوں ــــــ تمہارے ذہن میں یہ خیال کیوں آیا؟"
"بس میں آپ لوگوں کو دیکھ رہا ہوں اور آپ لوگ مجھے دیکھ رہے ہیں' اس کے بعد باقی معاملات تو تکلفانہ ہی کہلائیں گے"۔
"آؤ پہلے تم سے کچھ دیر باتیں ہوں گی۔ اس کے بعد ہم تم اپنا اپنا مافی الضمیر کھل کر سمجھا سکیں گے"۔
"لیکن......"
"کچھ نہیں آؤ ــــــ" میں نے کہا اور وہ شرمندہ سا میرے ساتھ چل پڑا۔ ہم اسے لے کر لان پر آ گئے تھے۔ وہاں پر پڑی کرسیوں پر میں نے اسے بیٹھنے کا اشارہ کیا اور ہم دونوں بھی بیٹھ گئے۔ وہ ابھی تک متحیر نگاہوں سے ہمیں دیکھ رہا تھا۔
"کیا پیو گے؟" میں نے پوچھا۔
"ک ــــــ کچھ نہیں"۔
"نہیں' کچھ تو ضرور پینا پڑے گا۔ تم ہمارے مہمان ہو' ہم تمہیں لے کر آئے ہیں۔ تم اپنے ذہن میں کوئی خیال نہ لاؤ۔ ہر خوف دماغ سے نکال دو" میں نے کہا اور اس نے گردن جھکا دی۔
"پھر جو آپ پلا دیں" اس نے جواب دیا اور میں نے سردارے کو کچھ ہدایات دیں۔ سردارے اٹھ کر اندر چلا گیا تھا۔

کچھ ہی دیر کے بعد کھانے پینے کی اشیاء اور چائے کا سامان لاؤنج پر پہنچ گیا------ جاپانی نے شکر گزار نگاہوں سے ہمیں دیکھا تھا' پھر وہ آہستہ سے بولا:

"آپ لوگوں نے مجھے جو حیثیت' جو درجہ دیا ہے' میں خود کو اس قابل نہیں سمجھتا۔ لیکن بس یہی کہہ سکتا ہوں کہ آپ ایک اچھے انسان ہیں"۔

"اوہ مسٹر-----! ان تمام باتوں کو ذہن سے نکال دو۔ ہم سب یکساں ہیں' کوئی تخصیص نہیں ہے۔ تمہارے بدن کا پھٹا ہوا لباس تمہاری شخصیت کو نہیں چھپا سکتا۔ تم جو کچھ بھی ہو' اگر ہم اپنے آپ کو دیدہ ور سمجھتے ہیں تو بخوبی اندازہ لگا سکتے ہیں"۔

"سوائے اس کے کیا کہوں کہ آپ بہترین انسان ہیں"۔

"نہیں۔ ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ ہر شخص خوبیوں اور خامیوں کا مجموعہ ہوتا ہے۔ ہم دنیا کی تمام تر اچھائیاں یا برائیاں ایک شخص کی ذات میں جمع نہیں کر سکتے۔ میں تم سے ایک بار پھر کہوں گا کہ آرام سے بیٹھو' بے تکلفانہ ماحول پیدا کرو------ ہاں' تمہارا نام کیا ہے؟" میں نے پوچھا۔

"ہراتا" اس نے جواب دیا۔

"خوب------ جاپانی ہو نا؟"

"ہاں"

"لیکن میرے دوست! جاپانیوں میں عام طور سے ایسے افراد نہیں ملتے" میں نے کہا۔

"ہاں"۔

"تو پھر تم......" میں نے اپنا سوال ادھورا چھوڑ دیا تھا۔ کیونکہ میں ہراتا کی آنکھوں میں اس کیفیت کو صاف محسوس کر سکتا تھا جو بڑی عجیب سی تھی۔

"میں اپنی قوم کے ماتھے کا سیاہ داغ ہوں" اس نے آہستگی سے کہا۔

خیر خیر' سیاہ داغ تو چاند کی پیشانی پر بھی ہوتا ہے لیکن وہ اس کی پیشانی پر خوشنما لگتا ہے" میں نے جواب دیا۔

"دل کو سمجھانے کے لیے بہت سی باتیں ہو سکتی ہیں' ویسے آپ کا نام کیا ہے؟" اس نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"میرا نام لارل ہے اور یہ میرے دوست مسٹر ہولڈن ہیں"۔

بہت خوب۔ آپ لوگ کیا کرتے ہیں؟"

"بس فنکار ہیں------ ایک چھوٹی سی کمپنی ہے جس کے تحت کاروبار کیا جاتا ہے۔ لیکن ہم تم میں بہت دلچسپی لے رہے ہیں۔ سب سے پہلے تو یہ بتاؤ کہ تم نے کیا استعمال کیا تھا؟ تم جیسے تن و توش کا آدمی معمولی چیزوں سے بے ہوش نہیں ہو سکتا" میں نے پوچھا۔

"ہاں بڑی حیرت انگیز' بڑی عجیب و غریب چیز' وہ پلاسٹک کی ایک گڑیا تھی جسے ایک غیر ملکی ہپی نے مجھے پیش کیا۔ لیکن پلاسٹک کے کوٹ کے نیچے ایک بہت ہی تیز نشہ آور چیز تھی------ میرا خیال ہے وہ مختلف نشہ آور ادویات کا مرکب تھا لیکن واہ واہ' کیا بات تھی۔ میں نے اپنی زندگی میں کبھی اتنی اعلیٰ اتنی تیز چیز نہیں پی"۔

"خوب۔ گویا وہ تمہیں پسند آئی؟"

"پسند؟ میں کہتا ہوں کہ اب اس کے سامنے کچھ اور نگاہوں میں ٹھہر بھی نہیں سکتا"۔

"تو تم شراب کے نشے میں نہیں تھے؟"

"شراب------ نہیں' میں شراب نہیں پیتا"۔

"ارے کیوں------ حالانکہ نشہ آور چیزوں میں وہ سب سے عمدہ چیز ہوتی ہے"۔

"لیکن وہ نشہ آور عمدہ چیز میری سب سے بڑی دشمن ہے" اس نے مسکراتے ہوئے کہا اور چائے کی پیالی ہونٹوں سے لگالی۔

"لیکن کیوں؟"

"دراصل میں کتنا ہی سخت سے سخت قسم کا نشہ کر لوں' ٹھیک رہتا ہوں۔ کوئی بہت ہی تیز نشہ مجھے کچھ دیر کے لیے گم کر دے تو کر دے البتہ شراب ایسی بدبخت چیز ہے کہ تھوڑی سی پی لیتا ہوں تو حواس خراب ہو جاتے ہیں۔ حالانکہ ان نشہ آور ادویات کے سامنے اس کا نشہ کوئی حیثیت نہیں رکھتا لیکن شراب پی کر میں نے بڑے بڑے احمقانہ کام کیے ہیں' بڑی بڑی حماقتیں کی ہیں اور اس کے بعد جب ہوش میں آتا ہوں تو مجھے بڑی شرمندگی ہوتی ہے۔ چنانچہ ایک طویل عرصے سے میں نے شراب کو چھونا تک چھوڑ دیا ہے"۔

"واہ' تعجب کی بات ہے' حالانکہ نشہ آور چیزوں کے مقابلے میں شراب ابتدائی حیثیت رکھتی ہے"۔

"ہاں------ لیکن میرے لیے اس کی انتہائی حیثیت ہے"۔ جاپانی نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"خیر کوئی بات نہیں ہراتا------ تم اگر چاہو تو ہمیں اپنے دوستوں کی حیثیت سے ٹریٹ کر سکتے ہو۔ تمہاری شخصیت بے حد پرکشش ہے۔ کیوں نہ ہم لوگ کچھ وقت ساتھ گزاریں۔

"نہیں مسٹر لارل------ مسٹر ہولڈن! آپ لوگوں کو تکلیف ہوگی' بات دراصل یہ ہے کہ میں تو ایک قلاش انسان ہوں' میرے پاس تو کچھ بھی نہیں ہے' یہاں تک کہ لباس بھی نہیں ہے لیکن اس کے باوجود میں کسی پر بوجھ بننا نہیں چاہتا"۔

"اور اگر میں یہ کہوں کہ تم قطعی طور پر مجھ پر بوجھ نہیں ہو' بلکہ ایک دوست کی حیثیت سے کچھ عرصہ میرے ساتھ رہو تو مجھے بے حد خوشی ہوگی------ کیا تم میری بات کو سچ تسلیم کر لو گے؟" میں نے سوال کیا۔

"اوہو' آپ اپنی گفتگو سے ہی اچھے لوگ معلوم ہوتے ہیں لیکن کیا میرے لیے یہ مناسب ہوگا؟"

"ہاں' دوستی قبول کرنا تو کوئی بری بات نہیں ہے" میں نے کہا اور وہ لاجواب سا ہو گیا۔

"پھر اس نے چائے کا پیالہ رکھ کر دونوں شانے ہلاتے ہوئے کہا "اگر آپ کی یہی خواہش ہے تو سر آنکھوں پر۔ ظاہر ہے مجھے کیا اعتراض ہو سکتا ہے"۔

"تھینک یو مسٹر ہراتا" میں نے جواب دیا اور پھر میں نے سردارے کی طرف دیکھ کر کہا "ہولڈن! مسٹر ہراتا اب ہم میں شامل ہو گئے ہیں' اس لیے تم ان کے لیے بندوبست کرو۔ میرا خیال ہے انہیں اپنے ساتھ لے جاؤ"۔

"بندوبست کی اقسام؟" سردارے نے پوچھا۔
"بھئی! لباس' رہائش اور دوسری چیزیں"۔
"او کے باس! لیکن میرا خیال ہے' مسٹر ہراتا کے بدن پر ہم دونوں میں سے کسی کا لباس نہیں آئے گا"۔
"وقت گزارنے کے لیے اسی سے کام چلاؤ۔ اس کے بعد تم مزید بندوبست کرو گے"۔
"اوہ مسٹر لارل! میرا خیال ہے تکلف نہ کریں۔ میں یونہی ٹھیک ہوں"۔
"نہیں ہراتا---- تم اس بارے میں کچھ نہیں بولو گے"۔
"اوہ جیسی آپ کی مرضی" دونوں اٹھ گئے اور سردارے اسے اپنے ساتھ لے گیا۔ تھوڑی ہی دیر کے بعد وہ دونوں واپس آ گئے۔ ہراتا کے بدن پر میرا سوٹ تھا۔
میرا سوٹ کسی طور ہراتا کے بدن پر فٹ نہیں تھا۔ پتلون اور شرٹ اس کے بدن پر پھنس گئی تھی۔ لیکن ہراتا مسکرا رہا تھا۔ یوں لگتا تھا جیسے اس سوٹ میں اسے کوئی تکلیف نہ ہو۔ اب وہ کسی قدر بے تکلف بھی نظر آ رہا تھا۔
"رات ہو چکی تھی۔ ہم لوگ اب بھی لان پر ہی تھے۔ نہانے دھونے سے ہراتا کی شخصیت اور ابھر آئی تھی۔ میں اس کا جائزہ لے رہا تھا۔ جاپانیوں میں وہ انتہائی مختلف اور نمایاں شخصیت کا مالک نظر آتا تھا۔ اس کے چہرے پر ایک انوکھا وقار تھا۔
"ہمیں اپنے بارے میں کچھ اور نہیں بتاؤ گے ہراتا؟"
"میرے لیے آپ دونوں کی توجہ تعجب خیز ہے۔ ایک زمانہ تھا جب کچھ لوگ میرے گرد بکھرے ہوئے تھے۔ وہ مجھ سے چاہت کا اظہار بھی کرتے تھے۔ میں انہیں اپنا سمجھتا تھا لیکن جب میں نے اپنی دنیا چھوڑی اور باہر آیا تو مجھے احساس ہوا کہ جن لوگوں کو میں خودغرض سمجھتا تھا' وہی غنیمت تھا۔ محبتوں اور چاہتوں کا دور زمانے کی تبدیلیوں کے ساتھ پیچھے چلا گیا ہے۔ اب لوگوں کے پاس چاہت کے لیے وقت نہیں ہے۔ یوں سمجھیں مسٹر لارل! کہ جو کچھ میں چھوڑ آیا تھا' وہ باہر موجود نہیں تھا لیکن میری خودداری نے مجھے اپنوں میں واپس نہیں جانے دیا اور میں آگے بڑھتا رہا---- ابتدا میں مجھے چاہت اور اپنائیت کی طلب رہی---- ہر اس جگہ جہاں مجھے اس کی امید ہو سکتی تھی' میں پہنچا۔ لیکن مایوسی کے سوا کچھ نہ ملا۔ تب میں نے سوچا کہ گھر سے باہر نکل کر محبت کی بھیک مانگنا بھی تو کوئی اچھی بات نہیں ہے۔ اگر محبت ایسی ہی ارزاں شے ہے تو اسے حاصل کرنے کی کوشش ہی کیوں کی جائے۔ چنانچہ میں نے اس کا خیال ترک کر دیا۔ لیکن اب میں بھٹک رہا تھا۔ میرے سامنے کوئی راستہ نہیں تھا۔ لیکن پھر عین اس وقت جب میں اس ماحول سے اکتا کر خودکشی کرنے کے بارے میں سوچ رہا تھا کہ ہپیوں کا ایک گروہ مجھے مل گیا۔ اتفاق سے ہی مجھے ان کے نزدیک بیٹھنے کا موقع مل گیا---- گرائن چوک میرا رہنما تھا۔ ایک تعلیم یافتہ اور بے حد باعلم شخص---- اس نے مجھے ہپی ازم کے بارے میں بتایا اور میں اس پر ایمان لے آیا۔ بے شک کمزور انسان بلاوجہ الجھتا ہے۔ وہ تنہا پیدا ہوتا ہے اور تنہا واپس جاتا ہے۔ یہ دوسری بات ہے کہ نظام قدرت کے تحت چند افراد اس کی ابتدائی ذمے داریاں قبول کر لیتے ہیں لیکن ان ذمے داریوں کے پورا ہونے کے بعد انسان کو ان لوگوں کو چھوڑ دینا چاہیے۔ یہ توقع ختم کر لینا چاہیے کہ وہ اس کے آخری سانس تک ساتھی

ہیں۔ یہی نظام زندگی ہے اور اس کے خلاف چلنے والا پوری زندگی مختلف الجھنوں کا شکار رہتا ہے۔ چنانچہ---- میں نے بھی اس ازم کو قبول کر لیا اور اس کے بعد---- زندگی کا ہر اصول توڑ لیا میں نے۔ بھلا اصول بھی کوئی حقیقت رکھتے ہیں" اس کا لہجہ تلخ ہو گیا۔
میرے ذہن میں آندھیاں چل رہی تھیں---- نواز یاد آ گیا تھا۔ اس کا مطلب تھا کہ نواز کا درد' درد تنہا نہیں ہے---- اور بھی ایسے ہیں جو اس دور میں تنہا ہیں۔ سب کی کہانی تھوڑے سے ردوبدل کے ساتھ یکساں ہے۔ مجھے اس سے بے پناہ محبت اور ہمدردی محسوس ہوئی۔
ہراتا خاموش ہو کر خلاؤں میں گھورنے لگا تھا۔
"وہ جو تمہارے ابتدائی ساتھی تھے' تمہیں یاد آتے ہوں گے ہراتا؟" چند ساعت کے بعد میں نے پوچھا۔
"یاد بھی انسان کی ایک کمزوری ہے' میں نے اس کمزوری پر بھی قابو پا لیا ہے' اب مجھے کوئی یاد نہیں آتا" اس نے کہا---- اور مسکرانے لگا۔
"ایمسٹرڈیم میں کب آئے ہراتا؟"
"وقت یاد نہیں' پھر بھی کافی عرصہ گزر گیا ہے۔ یہاں کے لوگ بھیک دینے کے معاملے میں کنجوس ہیں یا پھر شاید جاپانیوں سے نفرت کرتے ہیں۔ کیونکہ اتنا عرصہ گزر جانے کے باوجود میں یہاں سے آگے جانے کے لیے رقم جمع نہیں کر سکا"۔
"کہاں جانا چاہتے ہو؟"
"میں نے آج تک کبھی منزل کے بارے میں نہیں سوچا" اس نے جواب دیا اور میں بغور اسے دیکھنے لگا---- ہر رنگ میں نواز جھلک رہا تھا۔
"پھر بھی کوئی پروگرام تو ہوگا؟"
"یقین کرو میرے دوست! کوئی پروگرام نہیں۔ ایک مخصوص اسٹیج پر پہنچنے کے بعد میں نے پروگرام بنانا چھوڑ دیا ہے" ہراتا نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔
"ہوں" میں نے ایک گہری سانس لی۔ "اچھا ایک بات بتاؤ ہراتا---- ان حالات سے گزرنے کے بعد بھی اچھائیوں اور برائیوں پر یقین رکھتے ہو یا نہیں؟"
"نہیں میرے دوست۔ بس کبھی کبھی دل میں ان چیزوں کا خیال آ جاتا ہے' ورنہ عام طور سے ان کے بارے میں نہیں سوچتا"۔
"ہمارے ساتھ رہو گے ہراتا؟" میں نے سوال کیا اور وہ چونک کر مجھے دیکھنے لگا۔
"رہو گے سے تمہاری کیا مراد ہے؟"
"ہم دونوں دوست ہیں' ساتھ رہتے ہیں۔ ہمارے مشاغل ساتھ ساتھ جاری رہتے ہیں۔ اگر تم تیسرے دوست کی حیثیت اختیار کر لو تو کوئی حرج ہے؟"
"کسی خاص جذبے کے تحت یہ بات کہہ رہے ہو؟"
"صرف دوستی کا جذبہ"
"گھاٹے میں رہو گے"

"کیوں؟"

"تم دونوں باحیثیت نظر آتے ہو جبکہ میں ایک قلاش و ناکارہ انسان ہوں' میری زندگی بے مقصد ہے' میں تمہارے کس کام آؤں گا"۔

"اس بات کو ہم پر چھوڑو۔۔۔۔۔ قلاش ہونا کوئی حیثیت نہیں رکھتا۔ ناکارہ ہونے کا احساس صرف تمہیں ہے' ہم تمہیں اپنے لیے کار آمد بنالیں گے"۔

"میرے بارے میں غلط فہمی کا شکار ہو دوست! میں کردار نام کی کوئی چیز نہیں رکھتا' نہ ہی اب خودداری وغیرہ کے بارے میں سوچتا ہوں۔ زندگی کا چونکہ کوئی مقصد نہیں ہے' اس لیے اگر تم جیسے جیب بھرے لوگوں کی دوستی کیا غلامی بھی مل جائے تو انکار نہیں کروں گا۔ یہاں مجھے کھانا ملے گا اور شاید زندگی کی دوسری آسائشیں بھی مل جائیں۔ ان کے عوض اگر صرف تمہیں خوش رکھنے کا کام کرنا پڑے تو کیا برا ہے۔ لیکن ایک ایماندار انسان کی حیثیت سے صاف صاف بتا دینا چاہتا ہوں کہ اگر میرے بارے میں کسی غلط فہمی کا شکار ہو تو اسے ذہن سے نکال دو"۔

"ہمیں تم جیسے ناکارہ انسان ہی کی ضرورت ہے ہراتا۔۔۔۔۔ اس لیے تم اس بات کی پرواہ مت کرو" میں نے جواب دیا۔

"کوئی بات نہیں ہے۔ جب بھی احساس ہو جائے کہ تم سے غلطی ہوئی ہے' کان پکڑ کر نکال دینا' یہ نہیں پوچھوں گا کہ کیوں نکال رہے ہو" اس نے ہنستے ہوئے کہا۔ اور میرے ذہن میں اداسیاں در آئیں۔ انسان کتنا مسخ ہو گیا ہے۔ سردارے بھی متاثر نظر آ رہا تھا۔

"مسٹر ہولڈن!" میں نے سردارے کو مخاطب کیا اور وہ میری طرف دیکھنے لگا۔ "میرے دوست ہراتا کو اس کی اصل شخصیت میں لانا تمہارا کام ہے"

"اوکے چیف!" سردارے نے جواب دیا اور پھر تھوڑی دیر کے بعد ہم اٹھ گئے۔

رات کے کھانے کے بعد میں نے ہراتا کو کچھ نشہ آور چیزیں دیں اور وہ بے حد خوش نظر آنے لگا۔ اس شخص کو زندگی کی طرف واپس لانے میں زیادہ دقت نہیں ہوگی۔۔۔۔۔ میں نے سوچا۔

ہراتا کے لیے ایک کمرہ درست کر دیا گیا تھا۔۔۔۔۔ دوسری صبح میں براہ راست ناشتے کے کمرے میں پہنچا تھا اور وہیں ہراتا اور سردارے سے ملاقات ہوئی۔ ہراتا نے شیو بنا لیا تھا۔ بال البتہ اسی انداز میں بکھرے ہوئے تھے لیکن اس کے بال بے حد خوبصورت تھے اور بہت ہی بھلے لگتے تھے اس کے چہرے پر۔۔۔۔۔ یوں بھی یہ بال اس کے پروقار چہرے سے ہم آہنگ تھے۔ شیو بنانے کے بعد وہ اور شاندار معلوم ہونے لگا تھا۔ میں نے پسندیدگی کی نگاہ سے اسے دیکھا تھا۔

اور پھر ناشتے کے دوران ہم بہت دیر تک گفتگو کرتے رہے۔ ہراتا رات کی بہ نسبت کافی بدلا ہوا نظر آ رہا تھا۔ اس نے میری رات کی عنایت کا شکریہ ادا کیا۔

"میرا خیال ہے خود آپ لوگ کوئی نشہ نہیں استعمال کرتے؟" اس نے سوالیہ انداز میں کہا۔

"باقاعدہ نہیں ہراتا۔۔۔۔۔ لیکن کبھی کبھی اگر ضرورت پیش آ جائے"۔

"صرف شراب پیتے ہیں؟"

"نہیں۔ سب چلتا ہے"۔

"کاش میں دوبارہ اس فرشتے کو تلاش کر سکتا جو آسمان سے اترا تھا اور آسمان ہی کا تحفہ لایا تھا۔ میں نے اپنی پوری زندگی میں اتنا شاندار نشہ نہیں کیا۔ عجیب چیز تھی' واہ۔۔۔۔۔ اگر کبھی دوبارہ مل گئی تو۔۔۔۔۔ تو میں تمہارے لیے ضرور لاؤں گا"۔

"ضرور" میں نے مسکراتے ہوئے کہا "اچھا مسٹر ہولڈن! آپ اپنے دوست مسٹر ہراتا کے لیے بندوبست کریں۔ میں اب ذرا اپنے کاروبار کو دیکھوں"۔

"اوکے چیف!" سردارے نے مسکراتے ہوئے کہا اور پھر میں ان دونوں سے رخصت ہو کر باہر نکل آیا۔ سردارے کے پاس الگ کار موجود تھی۔ اس لیے میں اپنی کار لے کر چل پڑا۔ پہلے مسٹر گرائن سے ملا اور ان سے ضروری امور پر گفتگو کی۔ میں نے انہیں بتایا کہ میں فرم کے سرویئر کی حیثیت سے مختلف ملکوں کا دورہ کرنا چاہتا ہوں' اس کے لیے وہ بندوبست کر دیں۔ میں نے مسٹر گرائن سے اپنے دوست ہراتا کے بارے میں بھی کہا تھا۔ میں نے انہیں بتایا تھا کہ میں اسے بھی ساتھ لے جانا چاہتا ہوں۔

"آپ اس کی تصاویر مجھے فراہم کر دیں۔ باقی کام میں خود کر لوں گا" اور میں نے ان سے وعدہ کر لیا۔ وہاں سے رخصت ہو کر میں اپنی فرم کی عمارت میں آ گیا اور وہاں کچھ وقت گزارا۔۔۔۔۔ لنچ میں نے دفتر ہی میں کیا تھا۔ البتہ شام کو چائے پر میں گھر پہنچ گیا۔

لان پر چائے کا بندوبست ہو رہا تھا لیکن ہراتا اور سردارے کو دیکھ کر میں ٹھٹک گیا۔ ہراتا اپنے ناپ کے نہایت قیمتی اور شاندار سوٹ میں ملبوس تھا اور اس کی شخصیت اس قدر شاندار نظر آ رہی تھی کہ رشک آتا تھا۔

میں مسکراتا ہوا اس کے نزدیک پہنچ گیا اور ہراتا کھڑا ہو گیا۔

"ہیلو ہراتا۔۔۔۔۔ کیسے ہو؟"

"خود کو پہچان نہیں سکتا" ہراتا نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"بہت شاندار لگ رہے ہو" میں کرسی پر بیٹھتے ہوا بولا۔

"ہاں' لباس انسان کے بدن پر قابض ہے" اس نے کہا۔

"بیٹھو یار! یہ تکلفات اچھے نہیں ہوتے" میں نے کہا اور وہ مسکراتا ہوا بیٹھ گیا اور پھر چائے آ گئی۔ "کیا مشاغل رہے ہولڈن؟"

"بس میں اور ہراتا کافی دیر تک آوارہ گردی کرتے رہے۔ ہراتا کی خواہش پر میں اس کیمپنگ کی طرف بھی گیا جہاں ہراتا کو وہ شخص ملا تھا جس نے اسے ایک گڑیا پیش کی تھی۔ ہراتا پورے کیمپنگ میں اسے تلاش کرتا پھرا تھا"۔

"لیکن ایسے لوگ بار بار نظر نہیں آتے' نجانے وہ کون تھا"۔

"ممکن ہے منشیات کی تجارت کرنے والے کسی گروہ نے اپنی مصنوعات روشناس کرانے کی کوشش کی ہو" میں نے ڈرائی فروٹ لیتے ہوئے کہا۔

"ہاں۔ ورنہ اتنی شاندار چیز کہاں نظر آتی ہے"۔

"ویسے یہ تجارت بھی خوب ہے' کافی منافع بخش۔ کیوں ہراتا! اگر تمہیں وہ شخص دوبارہ نظر آ جائے تو تم کیوں نہ اس سے اس کی مصنوعات کی ایجنسی لے لو"

"بے حد جاندار خیال ہے لیکن کیا ضروری ہے کہ ہمارا خیال درست ہو" ہراتا نے پہلے پرجوش اور بعد میں سرد آواز میں کہا۔

"اگر وہ تمہیں دوبارہ مل جائے تو ایسی بات ہو تو تم اس کاروبار کے لیے تیار ہو جاؤ گے؟"

"حرج بھی کیا ہے مسٹر لارل------ ہاں آج کی دنیا میں اس تجارت کو بہتر نگاہ سے نہیں دیکھا جاتا"۔

"میں بھی یہی کہہ رہا تھا۔ اس میں بے شمار خطرات مول لینا پڑتے ہیں" میں نے کہا۔

خطرات------ خطرہ ایک فضول لفظ ہے۔ ہم اسے کسی مخصوص جگہ کیوں تلاش کرتے ہیں' اس کے لیے کسی ایک جگہ کا تعین کیوں کرتے ہیں۔ یہ تو سانسوں کے ساتھ ہر جگہ موجود ہے۔ بس انسان کو خوف کی بھی ضرورت ہے دوسری چیزوں کے ساتھ------ اس لیے اس نے یہ لفظ ایجاد کر لیا ہے"

"میری مراد قانون کے ان محافظوں سے ہے جو بین الاقوامی طور پر اس تجارت کو روکنے کے لیے کوشاں رہتے ہیں اور پھر ظاہر ہے ہم علی الاعلان یہ کاروبار نہیں کر سکتے"۔

"تو علی الاعلان کیا ہی کیوں جائے۔ جس انداز میں دوسرے کرتے ہیں ہم بھی انہی لائنوں پر چلیں"۔

"کیا تم واقعی سنجیدہ ہو ہراتا؟"

"اس میں غیر سنجیدگی کی کیا بات ہے۔ ہاں اگر میرے دوست نہ پسند کریں تو مجھے جرات نہ ہوگی"۔

"میں دوسرے انداز میں سوچ رہا تھا ہراتا"

"کیا چیف؟" ہراتا نے پوچھا اور میں مسکرانے لگا۔ اس نے سردارے کی نقل کی تھی۔

"میں سوچ رہا تھا ہراتا------ کہ اگر یہ دھندا منافع بخش ہو تو کیوں نہ ایک شاخ اس کی بھی کھول لی جائے جس کے انچارج تم ہو۔ اگر ہمیں ان لوگوں کی ایجنسی مل جائے جو کھلونوں کو اس طرح بنا کر منشیات سپلائی کرتے ہیں تو واقعی بہت منافع بخش ہو سکتا ہے یہ کاروبار"۔

"میں دعویٰ کرتا ہوں چیف کہ اس تجارت کی دنیا میں انقلاب آجائے گا"۔

"لیکن اسے کافی ذہانت سے کرنا ہوگا"۔

"ہراتا کو ایک بار ضرور آزماؤ"۔

"ٹھیک ہے' میں انہیں تلاش کروں گا۔ تم اس پروگرام کو ذہن میں رکھو" میں نے کہا۔ سردارے گہری نگاہوں سے مجھے دیکھ رہا تھا۔ اور اس کے ہونٹوں پر خفیف سی مسکراہٹ رقصاں تھی۔

رات کو جب ہراتا سونے چلا گیا تو اس نے میرے بیڈ روم پر حملہ کر دیا۔

"تو جناب نے یہ پروگرام ترتیب دیا ہے"۔

"کیا؟"

"یہ آپ کو دوران سفر اسست کرے گا"۔

"ہاں' تمہارا خیال درست ہے۔ میں نے یہی سوچا ہے"۔

"میں متفق ہوں۔ اسے دیکھ کر گولڈ مین یاد آتا ہے استاد! ویسے یہ بھی خوبیوں کا مالک ہے' بس ایک خرابی ہے"۔

"کیا؟"

"لڑکیوں میں کوئی دلچسپی نہیں لیتا۔ میں نے پوچھا تو بس ہنس کر ٹال گیا۔ دیکھنا بھی نہیں احمق کہیں کا"۔

"سب تمہاری طرح ذہین نہیں ہوتے------ اور تمہاری کوئی گفتگو ہوئی؟------ کیا اندازہ لگایا اس کے بارے میں؟"

"بس ٹھیک ہے' کوئی گڑبڑ نظر نہیں آئی"۔

"تم نے اس کی کل والی گفتگو سنی تھی؟"

"بڑی موثر تھی باس------ نجانے کیوں مجھے محسوس ہوا تھا کہ------ ایک طرح سے وہ دوسرا نواز ہے' میرا مطلب ہے اپنے ماضی کے حوالے سے"

"ہاں سردارے! تمہارا خیال درست ہے۔ واقعی اس کی آواز میں دوسرا نواز بول رہا تھا"۔

"لیکن باس! تم نے بڑی خوبصورتی سے اس کے دل کا حال معلوم کیا۔ میں تمہاری صلاحیتوں پر بعض اوقات دنگ رہ جاتا ہوں"۔

"تیاریاں مکمل ہو رہی ہیں سردارے! میرا خیال ہے' دو چار دن میں' میں روانہ ہو جاؤں گا۔ کل تم ہراتا کی کچھ تصویریں بنا لو' پاسپورٹ وغیرہ کے لیے ضرورت ہوگی۔

"اوکے چیف!" سردارے نے کہا۔

"دوسری صبح سردارے نے جلدی سے آکر مجھے جگایا تھا۔ اس نے اتنی زور سے مجھے جھنجوڑا کہ میں ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھا۔ "کیا بات ہے؟" میں نے تعجب سے پوچھا۔

"بھائی جاپانی آج پھر گیا"۔

"کیا مطلب؟" میں جلدی سے اٹھ بیٹھا۔

"یقین کرو استاد! میں نے تو کوئی کھلونا مس بھی نہیں کیا' جو اس کے ہاتھ لگ گیا ہو"۔

"سردارے! آج صبح ہی صبح بکواس کا دورہ پڑا ہے کیا؟" میں نے غصیلے انداز میں پوچھا۔

"زیادہ دور نہیں جانا پڑے گا' صرف کھڑکی تک چلو' اس کے بعد اندازہ لگا لینا۔" سردارے نے کہا۔

اور میں اسے گھورتا ہوا کھڑکی تک پہنچ گیا۔ پھر میں نے کھڑکی سے باہر کا منظر دیکھا۔ ہراتا بری طرح اچھل کود رہا تھا۔ وہ شب خوابی کا لباس ہی پہنے ہوئے تھا۔ کمر میں اس نے چوڑی پٹی باندھی ہوئی تھی اور اس کے بدن میں گویا بجلی دوڑ رہی تھی۔

سردارے تو اسے پاگل پن ہی سمجھا تھا لیکن میں اس کھیل سے ناواقف نہیں تھا------ وہ جوڈو کراٹے کی مشق کر رہا تھا۔ بہرحال یہ تو جاپانیوں کا خاص مشغلہ تھا۔

"کمال ہے استاد! یہ ست سا انسان بہرحال پھرتیلا ہے۔ لیکن یہ اس کا قومی رقص ہے یا عبادت؟"

"قومی رقص نہ کہو سردارے' قومی فن کہو"۔

"کیا مطلب؟"

"وہ کراٹے کی مشق کر رہا ہے"۔

"یہ مشق ہے؟"

"ہاں۔ لیکن ابتدائی نہیں بلکہ بہت بعد کی۔ اس فن میں کافی ماہر معلوم ہوتا ہے۔ اگر تم اس فن سے دلچسپی رکھتے ہو تو اس کے ایکشن دیکھو۔ قیامت کے کس بل ہیں' واہ" میں نے کہا۔ درحقیقت ہراتا بہت شاندار داؤ نکال رہا تھا۔۔۔۔۔ "سردارے! آؤ۔۔۔۔۔ یہ تو واقعی دلکش چیز ہے" میں نے کہا اور سردارے نے شانے ہلائے۔ میں نے بھی ہراتا کی مانند کمر پر ایک پٹی باندھ لی۔۔۔۔۔ اور پھر ہم دونوں خاموشی سے اس کے نزدیک پہنچ گئے۔ پھر میں نے کراٹے کے ماہروں کے سے انداز میں حلق سے ایک آواز نکالی اور سردارے اچھل کر دور ہٹ گیا۔ اب وہ چونک کر مجھے دیکھنے لگا۔

اس کے ساتھ ہی ہراتا بھی چونک کر رک گیا تھا۔ اس نے مجھے ایکشن میں دیکھا تھا۔۔۔۔۔ اور اس کے ہونٹوں پر مسرت آمیز مسکراہٹ پھیل گئی۔ اس نے دونوں ہاتھ نیچے ڈال دیے اور پھر رکوع کے انداز میں جھکا۔ میں بھی اسی کے انداز میں جھک کر سیدھا ہو گیا تھا۔

"بس یونہی مشق کر رہا تھا چیف" اس نے جھینپے ہوئے انداز میں کہا۔

"بہت عمدہ پریکٹس ہے تمہاری"۔

"مگر چیف! تم بھی کمر سے بیلٹ باندھے ہو"۔

"ہاں۔ تمہارے ساتھ مشق کرنا چاہتا ہوں"۔

"اوہ چیف! مسرت ہوئی یہ سن کر۔ لیکن......"

"ہاں۔ لیکن کیا؟"

"میں تمہارے ساتھ مشق نہیں کروں گا" اس نے کہا۔

"کیوں؟"

"بس چیف! میں تمہاری بے پناہ عزت کرتا ہوں۔ غلام کی حیثیت سے میں تمہارے لیے لڑوں گا تم سے نہیں لڑوں گا"۔

"مگر میں لڑنے کی نہیں' مشق کی بات کر رہا ہوں" میں نے کہا۔

"مشق بھی نہیں کروں گا چیف" ہراتا نے کہا۔

"اوہ' ہراتا۔۔۔۔۔ کوئی بات نہیں ہے' میں تمہیں اجازت دے رہا ہوں۔ جس طرح چاہو کوشش کرو' مجھے اعتراض نہیں ہو گا"۔

"نہیں چیف! براہ کرم ایسے الفاظ مت استعمال کرو' براہ کرم' براہ کرم۔۔۔۔۔" ہراتا دونوں ہاتھ اٹھا کر بولا۔ میں اور سردارے تعجب سے اسے دیکھنے لگے۔

"کوئی خاص بات ہے ہراتا؟" میں نے پوچھا۔

"ہاں باس! کراٹے میرا مذہب ہے' میرا ایمان ہے اور جب بات ایمان کی آ جاتی ہے تو آدمی سب کچھ بھول جاتا ہے' میں بھی انسان ہوں' میں بھی۔۔۔۔۔ میں بھی۔۔۔۔۔" وہ خاموش ہو گیا' پھر بولا: "ہاں تم کہو تو میں تمہیں اپنا فن دکھا دوں۔ دراصل چیف! اس کے لیے ہمیں ایک قسم کھانی پڑتی ہے"۔

"کیسی قسم؟"

"بہت مضبوط۔۔۔۔۔ نہ ٹوٹنے والی اور یہ قسم ہمیں اس وقت دی جاتی ہے جب ہم تعلیم مکمل کر چکے ہوتے ہیں"۔

"کیا قسم ہوتی ہے؟"

"یہی کہ لڑو اس وقت' جب یقین ہو جائے' سامنے تمہارا دشمن ہے اور پھر کوئی رعایت نہ کرو' لیکن فن کو نمائش نہ بناؤ۔ اس سے حاصل کرو جو کچھ حاصل کر سکتے ہو"۔

"اوہ' بڑی عجیب قسم ہے"۔

"ہاں"

"تم اپنا فن دکھا رہے تھے"۔

"ہاں چیف! تمہارے لیے" ہراتا نے چاروں طرف دیکھا اور پھر ایک ایسے درخت کے پاس پہنچ گیا جو زیادہ تناور نہیں تھا۔ پھر بھی بے حد مضبوط تھا اور اس کی شاخیں چاروں طرف نکلی ہوئی تھیں اور پھر ہراتا حلق سے عجیب عجیب آوازیں نکال کر اچھلنے کودنے لگا۔ اس کی کیفیت عجیب ہو گئی تھی اور سردارے کو ہنسی آ رہی تھی۔ وہ جوڈو کے فن سے اتنا واقف نہیں تھا۔ لیکن میں اس کے مضبوط ایکشن دیکھ رہا تھا۔۔۔۔۔ اور پھر سردارے کی ہنسی رک گئی۔ ہراتا نے اچھل کود کرتے ہوئے فضا میں چھلانگ لگائی اور پھر خوفناک آوازیں نکالتے ہوئے کھڑے ہاتھ درخت کی شاخوں میں مارے۔

تڑاخ کی زوردار آوازیں ابھریں اور وہ دونوں موٹی شاخیں ٹوٹ گئیں۔۔۔۔۔ لیکن بات یہیں تک نہ رہی' ہراتا زمین پر نہیں آیا تھا۔ اس نے فضا ہی میں دوبارہ بغیر کسی سہارے کے اچھل کر دوسری دو شاخیں توڑیں اور پھر زمین پر آ کر ایک لات پلٹ کر تنے میں ماری۔ اور میں اور سردارے یکدم پیچھے ہٹ گئے۔

"درخت کا تنا ٹوٹ گیا اور پھر وہ زمین پر آ رہا۔ پورے درخت کا ستیاناس ہو گیا تھا۔ اس کی شاخیں جھول رہی تھیں۔ ہراتا پیچھے ہٹا اور پھر دونوں ہاتھ باندھ کر میرے سامنے جھکا اور پھر سیدھا کھڑا ہو گیا۔

میں نے خلوص دل سے اس فن میں اس کی برتری کا اعتراف کیا تھا۔ بلاشک اگر میں اس سے مقابلہ کرتا تو منہ کی کھانی پڑتی۔ اس طرح میری عزت بھی رہ گئی تھی۔ رہ گیا سردارے' تو وہ آنکھیں پھاڑے ہراتا کو گھور رہا تھا۔

"پروقار ہراتا سنجیدہ کھڑا تھا۔ پھر اس نے اپنے لباس کی آستین ہٹا کر سنہرے اور سیاہ رنگ کی ایک پٹی کھولی اور اسے میرے سامنے کرتے ہوئے بولا "یہ ہماری قسم ہے جب ہمیں کسی بڑے دشمن سے نمٹنا ہوتا ہے تو یہ مقدس عہد ہم پیشانی پر باندھ لیتے ہیں اور یہ عہد ہے کہ فنا ہو جائیں گے یا فنا کر دیں گے"۔

"کیا تم نے کسمپرسی کی زندگی میں کبھی اس فن کو آزمایا ہراتا؟"

"نہیں چیف! یقین کرو' ایک بار دو چوہوں نے مجھے مارا تھا اور خوب مارا تھا۔ معمولی سی بات تھی لیکن وہ میرے مقابلے کے نہیں تھے۔ اس لیے میں نے ان پر ہاتھ نہیں اٹھایا اور مار کھاتا رہا"۔

"لیکن میرے ذہن میں ایک اور خیال آ رہا ہے ہراتا"۔

"کیا چیف؟"

"اس کام میں' جو تم شروع کرنے والے ہو' رحم سے کام نہیں چلے گا۔ اس میں تو قدم قدم پر تمہیں دشمنوں سے واسطہ پڑے گا"۔

"بشرطیکہ یقین ہو جائے کہ وہ دشمن ہیں۔ میں نے سارا فن سیکھا ہے۔ میں ہتھیاروں کا قائل نہیں

پاک سوسائٹی پر موجود مشہور و معروف مصنفین

عُمیرہ احمد	صائمہ اکرام	عُشنا کوثر سردار	اشفاق احمد
نمرہ احمد	سعدیہ عابد	نبیلہ عزیز	نسیم حجازی
فرحت اشتیاق	عفت سحر طاہر	فائزہ افتخار	عنایتُ اللّٰہ التمش
قُدسیہ بانو	تنزیلہ ریاض	نبیلہ ابر راجہ	ہاشم ندیم
نگہت سیما	فائزہ افتخار	آمنہ ریاض	مُمتاز مُفتی
نگہت عبدُاللّٰہ	سباس گُل	عنیزہ سید	مُستنصر حُسین
رضیہ بٹ	رُخسانہ نگار عدنان	اقراء صغیر احمد	علیمُ الحق
رفعت سراج	اُمِ مریم	نایاب جیلانی	ایماے راحت

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام پر موجود ماہانہ ڈائجسٹس

خواتین ڈائجسٹ، شُعاع ڈائجسٹ، آنچل ڈائجسٹ، کرن ڈائجسٹ، پاکیزہ ڈائجسٹ، حناء ڈائجسٹ، رِدا ڈائجسٹ، حجاب ڈائجسٹ، سسپنس ڈائجسٹ، جاسُوسی ڈائجسٹ، سرگُزشت ڈائجسٹ، نئے اُفق، سچی کہانیاں، ڈالڈا کا دسترخوان، مصالحہ میگزین

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام کی شارٹ کٹس

تمام مُصنفین کے ناولز، ماہانہ ڈائجسٹ کی لسٹ، کِڈز کارنر، عمران سیریز از مظہر کلیم ایم اے، عمران سیریز از ابنِ صفی، جاسُوسی دُنیا از ابنِ صفی، ٹورنٹ ڈاؤنلوڈ کا طریقہ، آن لائن ریڈنگ کا طریقہ،

ہمیں وزٹ کرنے کے لئے ہمارا ویب ایڈریس براوزر میں لکھیں یا گوگل میں پاک سوسائٹی تلاش کریں۔

اپنے دوست احباب اور فیملی کو ہماری ویب سائیٹ کا بتا کر پاکستان کی آن لائن لائبریری کا ممبر بنائیں۔

اِس خوبصورت ویب سائٹ کو چلانے کے لئے ہر ماہ کثیر سرمایہ درکار ہوتا ہے، اگر آپ مالی مدد کرنا چاہتے ہیں تو ہم سے فیس بک پر رابطہ کریں۔۔۔

ہوں۔ اور ویسے بھی دوسرے ہتھیار میرے ہاتھوں میں آکر میرا بھرپور دفاع بن جاتے ہیں۔ میں صرف جوڈو کراٹے تک محدود نہیں ہوں"۔

"تم شاندار آدمی ہو ہراتا۔۔۔۔۔۔ ہمیں تمہارے فن کے بارے میں جان کر اور خوشی ہوئی ہے۔ ابھی اور مشق کرو گے یا؟"

"نہیں چیف بس"۔

"کیا تم ہمیشہ مشق کرتے ہو؟"

"اوہ نہیں۔ لیکن نئی زندگی پا کر میں دوبارہ اس طرف مائل ہو گیا ہوں"۔

"کیا مطلب؟"

"اس سے قبل میں مردہ ہو گیا تھا۔ چیف! تم جان چکے ہو گے کہ زندگی کو بہتر بنانا میرے جیسے انسان کے لیے مشکل نہیں ہے۔ لیکن ہر انسان بہت سی قوتوں کے باوجود کسی معمولی بات کے لیے مردانگی کھو بیٹھتا ہے"۔

"مثلاً"؟"

"بس مجھے احساس تھا کہ میں تن تنہا انسان ہوں' کسی کے لیے قابل توجہ نہیں ہوں لیکن تم نے مجھے درست بنا کر میری رگوں میں بھی زندگی دوڑا دی ہے۔ وہ زندگی' جو یایوشا خاندان نے چھین لی تھی" ہراتا کی آنکھوں میں عجیب سے تاثرات پیدا ہو گئے۔ "میرے اندر کا مرد زندہ ہو گیا ہے"۔

"یایوشا خاندان؟" میں نے سوال کیا۔

"آؤ چیف! ناشتے کی میز پر سب کچھ بتا دوں گا۔ بس مجھ میں ایک خوبی یا برائی ہے۔ اگر کسی کو اپنا سمجھتا ہوں تو پھر سوچتا ہوں کہ اس کے سامنے میری ذات پر کوئی ملمع نہ رہے اور وہ یہ نہ سوچے کہ ہراتا دوہری شخصیت گزار رہا ہے"۔

ہم سب اندر واپس آ گئے۔ میں نے ہراتا سے تھوڑی دیر کے لیے اجازت طلب کی اور کہا "ہراتا! تم بھی غسل وغیرہ کرو اور ہم بھی نہا دھو کر ناشتے کے کمرے میں آتے ہیں"۔

"یس چیف!" اس نے جواب دیا اور اپنے کمرے کی طرف چلا گیا۔ سردارے میرے ساتھ آگے بڑھ آیا تھا۔

"دیکھا؟" میں نے اس سے کہا۔

"روشن ضمیر بھی ہو استاد۔۔۔۔۔۔ کیچڑ میں پڑے پھول کو اٹھا لیا۔ پتھروں کے ڈھیر سے ہیرا چھانٹ لیا۔ سچ بتاؤ کیا تمہیں اس کے ان اوصاف کا اندازہ ہو گیا تھا؟"

"نہیں سردارے! خواہ مخواہ بننے کی کوشش نہیں کروں گا۔ بس اسے جاپانی دیکھ کر میں اس کی جانب متوجہ ہو گیا تھا۔ کیونکہ بے شمار ہپیوں میں' میں نے کسی جاپانی کو کبھی ہپی بنے نہیں دیکھا تھا۔۔۔۔۔۔ اور اس کی ایک خاص وجہ ہے"۔

"کیا استاد؟"

"دوسری جنگ عظیم سے پہلے یہ لوگ کیسے بھی رہے ہوں' لیکن ہیروشیما اور ناگاساکی کی تباہی کے بعد جاپانیوں میں ایک انوکھی تنظیم پیدا ہوئی ہے۔ گو جنگ عظیم میں جاپان کی شمولیت بھی اچانک اور تعجب خیز تھی۔ لیکن اس کے بعد۔۔۔۔۔۔ میں انہیں دنیا کی زندہ قوموں میں تصور کرتا ہوں۔ اس کا بچہ بچہ وطن پرست اور محنتی ہوتا ہے۔ قومیں نوجوانوں کے بازوؤں میں پرورش پاتی ہیں۔ زوال پذیر یورپ اپنے نوجوانوں کے ایک بڑے طبقے کو کھو چکا ہے۔ لیکن جاپانی نوجوان مایوس نہیں ہے۔ ایسی شکل میں کسی جاپانی نوجوان کا اس شکل میں نظر آنا میرے لیے تعجب خیز تھا"۔

"ہوں" سردارے نے گہری سانس لی۔ "عجیب انسان ہے استاد! کیا تم اس سے مقابلہ کرنے جا رہے تھے؟"

"ہاں سردارے! اس کے بارے میں صحیح اندازہ نہیں لگا سکتا تھا" میں نے فراخ دلی سے اعتراف کیا۔

"تمہارے لیے مشکل تھا استاد؟"

"سو فیصدی۔ وہ مجھ سے بہت آگے ہے"۔

"اتفاق سے ایک اور شاندار آدمی مل گیا ہے استاد! بشرطیکہ اندر سے صاف بھی نکلے۔ گولڈ مین کی یاد دل سے نہیں نکلتی"۔

"ہاں سردارے! بہرحال زندگی ایک اسکرین ہے جس پر مناظر بدلتے رہتے ہیں۔ پھر کسی دن یہ اسکرین تاریک ہو جاتا ہے اور ہم کچھ نہیں دیکھتے"۔

"یہ یایوشا خاندان؟"

"بس اب جاؤ سردارے! میرا خیال ہے میں نے اس خاندان کے بارے میں سنا ہے۔ میں اس کے بارے میں اور جاننے کے لیے بے چین ہوں"۔

"او کے باس!" سردارے نے کہا اور پھر وہ اپنے کمرے کی طرف چلا گیا۔ جس وقت ہم ناشتے کے کمرے میں پہنچے' ہراتا موجود تھا۔۔۔۔۔۔ ہمیں دیکھ کر کھڑا ہو گیا۔ سلکی لبادے میں وہ بے حد خوبصورت لگ رہا تھا۔ اس کے چہرے کا وقار عجیب تھا۔

"ہاں ہراتا۔۔۔۔۔۔ تم یایوشا خاندان کے بارے میں بتا رہے تھے؟" میں نے ناشتہ شروع کرتے ہوئے کہا۔

"ہاں چیف! کیا تم نے کبھی اس خاندان کے بارے میں سنا ہے؟"

"یاد نہیں"۔

"جاپان کا قدیم شاہی خاندان۔ میں اسی خاندان کا شہزادہ ہوں"۔ ہراتا نے کہا اور سردارے کے حلق میں انڈا پھنس گیا۔ لیکن میں نے بغور ہراتا کو دیکھا تھا۔ اس کے الفاظ میں جھوٹ کا کوئی شائبہ نہیں تھا۔

"یہ خاندان آج بھی جاپان میں بے حد قابل احترام ہے۔ گو اقدار بدل چکے ہیں لیکن اس خاندان کو بلا تخصیص محترم سمجھا جاتا ہے۔ اس کے ہر فرد کو اعلیٰ عہدے پیش کیے گئے ہیں۔ حکومت بہت سے امور میں شاہی خاندان کی اجازت کے بغیر بہت کم اقدامات کرتی ہے۔ ہمارا خاندان آج بھی پوری طرح بااثر ہے۔ میں آخری شاہ کا پوتا ہوں اور مجھے شہزادے کا لقب حاصل ہے۔ حکومت میں مجھے گورنر تک کے عہدے کی پیشکش کی گئی لیکن میں نے قبول نہیں کی۔ میرا رجحان مارشل آرٹس کی جانب تھا اور اس کے لیے میں نے اعلیٰ پیمانے پر تگ و دو کی تھی۔ بڑے بڑے "کمون" کی خدمت کی اور بے شمار کٹھن مراحل طے کیے تب

کچھ حاصل ہو سکا۔ لیکن میرے خاندان کو یہ اچھل کود پسند نہیں تھی۔ چنانچہ مجھے کبھی اچھی نگاہ سے نہیں دیکھا گیا اور ان لوگوں کی مجھ سے بیزاری اس قدر بڑھی کہ میری توہین کی جانے لگی۔ تب میں نے ان سب کو چھوڑ دیا اور اس کے بعد۔۔۔۔۔ آج میں تمہارے سامنے ہوں"۔

ہراتا کی کہانی بڑی تاثر انگیز تھی۔ ویسے اس پروقار شہزادے کو دل قبول کرتا تھا۔ میں نے اس کے ایک ایک لفظ کو سچ تسلیم کیا۔

"پھر اب۔۔۔۔۔ اب تم کبھی جاپان واپس نہیں جاؤ گے؟"

"کبھی نہیں" اس نے جواب دیا۔

"کیوں؟"

"بس۔۔۔۔۔ دوسرے بیزار ہوں تو برا نہیں لگتا۔۔۔۔۔ وہ ہمارے کوئی نہیں ہوتے۔ لیکن اپنے ہی دل توڑیں تو زیادہ تکلیف ہوتی ہے"۔

"ہاں' یہ تم نے درست کہا۔ میں نے مضمحل سی آواز میں کہا اور تھوڑی دیر کے بعد ہم ناشتے سے فارغ ہو گئے۔ پھر میں نے ہراتا سے کہا "ہراتا! تم نے جس خلوص سے اپنے بارے میں بتایا ہے' میں بھی تمہیں کچھ بتاؤں گا۔ آج تم میرے ساتھ چلو"۔

"ضرور چیف!"

"سردارے! تم فیکٹری دیکھو گے' میرا مطلب ہے نمونے۔۔۔۔۔"

"اوکے چیف!" سردارے نے کہا۔ پھر میں اور ہراتا تیار ہو کر باہر نکل آئے اور تھوڑی دیر کے بعد ہم کار میں بیٹھے جا رہے تھے۔

☆ ☆ ☆

ایک ہفتے کے اندر اندر ساری کارروائی مکمل ہو گئی جس کی اطلاع مسٹر گرائن نے دی تھی۔ اس دوران میں نے ہراتا کو پوری طرح پرکھ لیا تھا۔ اس کی رگوں میں یقیناً "صاف خون تھا اور اس کے عادات و اطوار سے بلند ظرفی ٹپکتی تھی۔ میرے نزدیک وہ ایک مکمل انسان تھا۔ میں کوئی انسانیت کی تلاش میں سرگرداں شخص تو تھا نہیں' اگر گروہ نہ بنا رہا ہوتا تو ہراتا میرے لیے کوئی حیثیت نہیں رکھتا تھا لیکن اب میں ہر قسم کے لوگوں کی تلاش میں تھا۔

ایک آدھ دن میں باقی کارروائی بھی مکمل ہو گئی۔ ہم نے پہلا سفر ایک سمندری جہاز سے کرنے کا پروگرام بنایا تھا۔ سردارے البتہ اس بات پر تھوڑا سا حیران ہوا تھا۔

"آخر سمندری سفر کیوں استاد؟"

"بس یونہی' کوئی خاص مقصد نہیں۔ میں کام کے انداز میں تھوڑی سی تبدیلی چاہتا ہوں"۔

"اب تو ایک شک ہونے لگا ہے استاد!"

"کیا؟"

"یہ مسٹر ہراتا' مس ہراتا تو نہیں ہیں۔ آپ کی یہ عنایات' اور پھر سمندری سفر' جو صرف محبوباؤں کے ساتھ کیا جاتا ہے"۔

"کیا تم نے اس کا فن نہیں دیکھا تھا۔ اگر تم چاہو تو میں تمہارے لیے ایک فنکار محبوبہ تلاش کر دوں

جو پیار ہی پیار میں تمہاری ہڈیاں توڑ دے"۔

"ارے نہیں استاد! تم کہاں تکلیف کرو گے" سردارے جلدی سے بولا اور مجھے ہنسی آ گئی۔ "لیکن مجھے افسوس ہے کہ۔ میں اس سفر میں تمہارے ساتھ نہیں رہوں گا"۔

"تمہاری یہاں موجودگی ضروری ہے سردارے۔۔۔۔۔ میں خفیہ زبان میں تمہیں آرڈر بھیجوں گا اور تم یہاں کام کرو گے"۔

"ایک بات کی اجازت اور چاہتا ہوں"۔

"ضرور۔۔۔۔۔ فرمائیے"۔

"یہ ایلسن اب بوڑھی ہو گئی ہے۔ مسکراتی ہے تو نچلا ہونٹ رو دینے کے انداز میں پھیل جاتا ہے۔ کیا میں کوئی نئی محبوبہ تلاش کر سکتا ہوں"۔

"اب تم سے یہ کہنے کی ضرورت تو نہیں ہے کہ احتیاط ہر حال میں ضروری ہے"۔

"ہاں اتنا تو میں سمجھتا ہوں"۔

"بس تو ٹھیک ہے' اجازت" میں نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

"کل روانہ ہو رہے ہیں؟" سردارے گہری سانس لے کر بولا اور میں نے گردن ہلا دی۔

☆ ☆ ☆

میک اپ اب میری زندگی کے لیے بہت ضروری ہو گیا تھا۔ اس کے علاوہ میک اپ کے سلسلے میں بھی میں نے ذہانت سے کام لیا تھا۔ میرا خیال ہے شکل بدلنے کے لیے ضروری نہیں ہے کہ ساری صورت پر پلاسٹک چپکائی جائے۔ چنانچہ اب میں نے اپنے چہرے پر معمولی معمولی تین تبدیلیاں کی تھیں۔ ناک کی بناوٹ میں معمولی سی تبدیلی' ٹھوڑی ذرا سی بھاری' اس کے علاوہ آنکھوں کے پپوٹوں پر تھوڑا سا وزن جس سے آنکھوں کی بناوٹ ہی بدل گئی تھی۔ باقی چہرہ صاف تھا۔ اسی میک اپ میں' میں نے گرائن کو پاسپورٹ کے لیے تصاویر دی تھیں۔

سردارے ہمیں بندرگاہ تک لے گیا اور پھر ہم خوبصورت ترین جہاز "سوان" پر سوار ہوئے۔ بڑا مہنگا جہاز تھا اور اسی مناسبت سے نفیس بھی۔ ہم دونوں کو جو کیبن دیا گیا تھا' وہ کشادہ اور مکمل طور سے ایئر کنڈیشنڈ تھا۔ کسی سفری جہاز کے کیبن کے بجائے کسی اعلیٰ ہوٹل کا کمرہ معلوم ہوتا تھا' جہاں زندگی کی ہر سہولت موجود تھی۔

سرونگ اسٹاف میں خوبصورت لڑکیاں تھیں اور ان لوگوں کے لیے بے حد آسانیاں تھیں جو اپنی دوستوں' بیویوں یا محبوباؤں کے ساتھ سفر نہیں کر رہے تھے' جیسے ہم۔۔۔۔۔ کیونکہ شپنگ کمپنی کی تنخواہوں کے علاوہ ان لڑکیوں کو اپنے طور پر کمانے کی اجازت بھی یقینی ہو گی۔ ہراتا بھی اس ماحول سے متاثر نظر آ رہا تھا لیکن اس نے اس بارے میں کوئی تبصرہ نہیں کیا۔ جہاز نے بندرگاہ چھوڑ دی۔ ہم دونوں کیبن ہی میں رہے تھے۔ ابھی باہر نکلنے کا کوئی ارادہ نہیں تھا۔ ہراتا بھی ایک آرام کرسی میں دراز تھا اور ایک رسالہ دیکھ رہا تھا۔ جو جہاز کے سفر کے دوران پیش آنے والے حادثات کے بارے میں تھا۔

"تمہاری تعلیم کتنی ہے ہراتا؟"

"کافی پڑھا لکھا ہوں۔ دنیا کی سولہ زبانوں پر عبور ہے"۔

"اوہ، بہت خوب، کون کون سی زبانوں پر؟" میں نے پوچھا اور وہ ان کی تفصیل بتلانے لگا۔

"یار! تمہاری تو ہر بات نرالی نکلتی ہے" میں نے گہری سانس لے کر کہا۔

"آپ نے ایک بار مجھے اپنے بارے میں بتانے کی بات کی تھی، مسٹر لارل! لیکن اب تک کچھ نہیں بتایا"۔

"صاف گوئی سے کام لیتے ہوئے ایک بات کہوں ہراتا" میں نے کہا۔

"ضرور"۔

"میں تمہیں پڑھ رہا تھا"۔

"اوہ، تب پھر میرا خیال ہے، میں ابھی تک آپ کے معیار پر پورا نہیں اترا" اس نے آہستہ سے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔

"نہیں ----- اتر گئے ہو، لیکن میرے محتاط رہنے کی وجہ دوسری ہے ہراتا ----- اور جب تم اسے سنو گے تو تمہارے ذہن میں کدورت نہیں رہے گی"۔

"نہیں مسٹر لارل! براہ کرم آپ یقین کریں، میرے دل میں کوئی کدورت نہیں ہے۔ احتیاط بری چیز تو نہیں"۔

"تمہارا معاملہ، تمہاری اپنی ذات سے تعلق رکھتا ہے۔ اگر منظر عام پر آ بھی جائے تو حالات تمہاری مرضی پر ہوں گے۔ لیکن میں......"

"آپ نے میرے ذہن میں اشتیاق بڑھا دیا ہے مسٹر لارل!"

"میری زندگی کے رازداں صرف چند افراد ہیں ہراتا اور اب ان میں تم بھی شامل ہو رہے ہو، صرف اپنی بہتر شخصیت کی بنا پر"۔

"جی!" ہراتا نے رسالہ رکھ دیا اور میری طرف متوجہ ہو گیا۔

"تم جاپانی ہو ----- اور ----- میں پاکستانی" میں نے کہا اور وہ چونک پڑا۔

"پاکستانی ----- ایشیائی؟" اس نے تعجب سے سوال کیا۔

"ہاں"۔

"لیکن ----- لیکن کیا آپ پاکستانی عیسائی ہیں؟"

"نہیں مسلمان ہوں"۔

"اوہ، اور آپ کے ساتھی مسٹر ہولڈن؟"

"اس کا نام سردار علی ہے، وہ بھی میرا ہم وطن ہے اور میں راجہ نواز اصغر ہوں ----- میرا نام نواز اصغر ہے"۔

"حیرت انگیز ----- زبردست حیرت انگیز۔ لیکن پھر....."

"تم سے متاثر ہونے کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ میری کہانی تمہاری کہانی سے ملتی جلتی ہے۔ میں بھی راندۂ وطن ہوں میرے اپنوں نے بھی میرے وجود سے انکار کر دیا تھا۔ تب میں زندگی کے جال میں الجھتا ہوا، حالات کی سڑکوں پر چلتا رہا، بے مقصد، بے کار ----- اور وقت نے جو راستے میرے لیے منتخب کیے، مجھے وہی اپنانے پڑے۔ میں نے منشیات کی اسمگلنگ کو ذریعہ معاش بنا لیا اور اب میں منشیات کا ایک بڑا اسمگلر

ہوں"۔

"اوہ ----- اوہ" ہراتا بے چینی سے ہاتھ ملنے لگا۔

"تم نے اس سفر کے بارے میں کچھ نہیں پوچھا ہراتا؟"

"میں سوچ رہا تھا کہ اگر آپ مناسب سمجھیں گے تو خود ہی مجھے بتا دیں گے۔ دراصل میں اب آپ کی دوستی کھونا نہیں چاہتا۔ جب تک آپ مجھے اپنے قابل سمجھیں گے، میں آپ کے قدموں سے دور نہیں جاؤں گا۔ یہ میری بدبختی پر آخری مہر ہوگی اگر میں آپ کے لیے بھی ناپسندیدہ بن جاؤں"۔

"ہم دونوں زخمی ہیں ہراتا ----- اس لیے ایک دوسرے کے درد کو بخوبی سمجھ سکتے ہیں۔ پوری دنیا میرے لیے دشمنوں کی دنیا ہے۔ میں اس دنیا میں کسی سے ہمدردی نہیں رکھتا۔ بس جس وقت دل چاہا کسی کو دوست بنا لیا۔ یہ میری زندگی ہے۔ ہم دونوں اس لیے جدا نہ ہوں گے کہ ہم درد مشترک رکھتے ہیں۔ تمہارا کیا خیال ہے؟"

"یقیناً" مسٹر لارل ----- اوہ، مجھے ایک بات بتائیں۔ میں آپ کو لارل کہوں یا نواز؟"

"لارل ہی ٹھیک ہے۔ میرا نام میرے زخموں کو تازہ کرتا ہے"۔

"اوکے چیف!" ہراتا نے کہا۔ پھر بولا "تو آپ مجھے اس سفر کا مقصد بتا رہے تھے؟"

"ہاں ہراتا ----- میں نے تمہاری پسندیدہ شے کی ایجنسی لے لی ہے" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"کیا مطلب؟"

"ٹھہرو" میں نے کہا اور پھر ایک خوبصورت بریف کیس اٹھا لایا۔ اس بریف کیس میں کھلونوں کے نمونے تھے۔ ہاؤس آف ٹوائز کے نمائندے کی حیثیت سے یہ سیمپل بکس میں نے ساتھ رکھا تھا۔ اس میں دونوں قسم کے کھلونے موجود تھے۔ میں نے بکس کھول دیا اور ہراتا اچھل پڑا۔

"ارے ----- یہ ----- یہ تو ----- یہ تو......"

"ہاں، رات کو میں تمہیں ان میں سے ایک دے دوں گا"۔

"اوہ ----- لیکن ----- لیکن مسٹر لارل! یہ کب ہوا ----- وہ لوگ آپ کو کیسے ملے اور کب آپ نے ان کے ساتھ گفتگو کی؟"

"ہراتا! میں تمہیں بتا چکا ہوں کہ میں منشیات کا اسمگلر ہوں۔ اس سے پہلے میں یہ کام چھوٹے پیمانے پر کرتا رہا ہوں لیکن اب ----- میں نے اسے اعلیٰ پیمانے پر شروع کیا ہے۔ ایمسٹرڈیم میں میری فرم ہاؤس آف ٹوائز کے نام سے ہے اور اس کا ایک سیکشن یہ کھلونے تیار کرتا ہے جو دراصل منشیات کے مکسچر سے تیار کیے جاتے ہیں" میں نے بتایا۔ ہراتا کی آنکھیں حیرت سے پھٹی رہ گئی تھیں۔

"تو وہاں کیمپ میں؟" اس نے متعجبانہ انداز میں پوچھا۔

"ہاں، میرا ہی کوئی نمائندہ تمہیں ملا ہوگا" یہ بات میں نے اس سے چھپانا بہتر سمجھی ورنہ وہ یہ بھی سوچ سکتا تھا کہ میں اب بھی کسی خاص مقصد کے تحت اسے دھوکا دے رہا ہوں"۔

"حیرت ہے۔ کتنی حیرت انگیزیات ہے لیکن مسٹر لارل! یہ فارمولا کس کا ہے؟"

"خود میرا اپنا"۔

"اس کا مقصد ہے کہ آپ نے منشیات پر ریسرچ بھی کی ہے۔ افوہ' کیا غضب کی چیز ہے' میں آج تک نہیں بھول سکا"۔

"میں اسے مختلف آزمائشوں سے گزار چکا ہوں۔ تمہاری اس قدر پسندیدگی بھی ایک سند ہے"۔

"میں کہتا ہوں کہ آپ کی یہ کوشش منشیات کی دنیا میں تہلکہ مچا دے گی"۔

"لوگ کھلونوں کے حصول میں دقت بھی نہیں محسوس کریں گے۔ میں اپنی اس دریافت کو پورے یورپ میں پھیلا دوں گا۔ عام اسٹورز بھی ان کھلونوں کو فروخت کریں گے۔ اور ان کی قیمت بہت زیادہ ہوگی۔ عام لوگ حیران ہوں گے کہ لوگ ان کھلونوں کو اتنی قیمت پر کیوں خرید لیتے ہیں لیکن لوگ خریدیں گے۔ اور یہ بات صرف وہ جانتے ہوں گے کہ ان میں کیا خوبی ہے۔ اس کے لیے ان کھلونوں پر خفیہ نشان ہوں گے اور ان کے بارے میں لٹریچر شوقین لوگوں میں تقسیم کیا جائے گا"۔

"اوہ' ونڈر فل---- بلاشبہ---- بلاشبہ اس سلسلے میں جو ذہن کام کر رہا ہے' وہ معمولی نہیں ہے لیکن مجھے شدید حیرت ہے' شدید حیرت ہے"۔

"میں نے اپنے خلوص کا ثبوت دے دیا ہے ہراتا---- اب اس راز کو راز رکھنا تمہارا کام ہے" میں نے کہا اور ہراتا نے اپنے بازو پر ہاتھ رکھ دیا"۔

"میں اس راز کو اس مقدس عہد کی طرح رکھوں گا اور اس پر ہاتھ رکھ کر وعدہ کرتا ہوں کہ اسے زندگی کی قیمت پر بھی راز رکھوں گا"۔

"شکریہ ہراتا---- میرا خیال ہے ہم اپنے درمیان سے تکلفات کی یہ تمام دیواریں اٹھا چکے ہیں اور اب ہم ایک دوسرے کے سامنے مکمل طور سے عریاں ہو چکے ہیں"۔

"بے شک مسٹر لارل! آپ نے میرے ساتھ بہت اچھا سلوک کیا ہے۔ میں بھی کوشش کروں گا آپ کے اس حسن سلوک کا بدلہ چکا دوں"۔

"بس تمہاری مخلصانہ دوستی ہی اس کا بدلہ ہے' اس کے علاوہ دنیا میں کوئی بھی ایسی چیز نہیں ہے اس کا بدلہ ادا کر سکے" میں نے کہا اور ہراتا گردن ہلانے لگا۔

"آؤ۔ اب باہر نکلیں---- جہاز بندرگاہ سے کافی دور پہنچ چکا ہوگا۔ ہمیں یہاں کافی دیر ہو گئی ہے"۔

"ہاں۔ میں بھی یہی سوچ رہا تھا' آؤ باہر کی فضا دیکھیں" ہراتا نے کہا اور ہم دونوں باہر نکل آئے۔

جدید ترین جہاز کی رونق دیکھنے کے قابل تھی۔ حالانکہ ابھی کافی اجالا تھا' لیکن جہاز پر جگہ جگہ خوبصورت روشنیاں جگمگا اٹھی تھیں۔ ابھی رات نہیں ہوئی تھی لیکن رات کی تاریکی میں یہ سماں قابل دید ہوگا۔

یہ روشنیاں خاص انداز میں لگائی گئی تھیں اور ان کے نیچے اس طرح سے چھوٹے چھوٹے فوارے لگائے گئے تھے جن کا پانی ان کے رنگوں میں رنگا ہوا نیچے گر رہا تھا۔ اس کے علاوہ جہاز کے عرشے پر گارڈن لگایا گیا تھا جس میں پتلی پتلی کمان والی رنگین کرسیاں پڑی ہوئی تھیں' جن پر لوگ بیٹھے خوش گپیاں کر رہے تھے۔ اتنے خوبصورت انتظامات میں نے پہلے کبھی کسی جہاز میں نہیں دیکھے تھے۔

ہم لوگ بھی لان کی طرف بڑھ گئے اور پھر میں اور ہراتا دو کرسیاں سنبھال کر بیٹھ گئے۔ ہم نے اپنے

لیے کافی طلب کر لی تھی۔

کافی کے سپ لیتے ہوئے ہم آپس میں باتیں کرتے رہے۔ ہراتا میری دوستی سے بے حد خوش تھا اور مختلف انداز میں اپنی خوشی کا اظہار کر رہا تھا۔ اس نے اپنے شہزادگی کے دور کے بہت سے قصے سنائے۔ ان لوگوں کے بارے میں بتایا جن سے ناراض ہو کر وہ گھر چھوڑ چکا تھا---- اور میں اسے جہلم کی باتیں سناتا رہا۔ سرسبز پنجاب کی حسین سرزمین' پانیوں سے جل تھل' جسے سن کر وہ بہت خوش ہوا تھا اور اسے دیکھنے کا خواہش مند بھی۔

وہ یہ جان کر بہت خوش ہوا تھا کہ میں بھی ایشیائی ہوں۔ میرے وطن کے قصے وہ بڑی دلچسپی سے سنتا رہا اور پھر رات ہو گئی۔ میں نے ہراتا سے کہا کہ اگر وہ چاہے تو کیبن میں جا کر آرام کر سکتا ہے' یا پھر اس کا جہاں جی چاہے چلا جائے۔ میں تو جہاز کی سیرو تفریح میں مشغول رہوں گا---- ہراتا مسکرانے لگا۔

"یقیناً" مسٹر لارل! میں آپ کو نہیں روکوں گا۔ لیکن جہاں تک میرا سوال ہے' میں نے تو جب سے آنکھ کھولی ہے' دنیا کی شکاتیوں میں مصروف رہا ہوں۔ آپ یقیناً" کچھ اچھا دور بھی گزار چکے ہیں اس لیے آپ ان تفریحات میں بھرپور حصہ لیں۔ مجھے کوئی اعتراض نہیں ہوگا" اس نے جواب دیا۔

"لیکن ہراتا! اب تو تمہاری زندگی کا رخ بدل چکا ہے۔ اگر تم چاہو تو ان تفریحات میں حصہ لینے سے تمہیں کون روک سکے گا"۔

"کوئی نہیں---- صرف میرا دل' میری فطرت جو مردہ ہو چکی ہے"۔

"نہیں ہراتا! میں تمہاری فطرت میں---- زندگی چاہتا ہوں۔ میں یہ نہیں کہتا کہ تم جہاز کی تفریحات میں حصہ لو لیکن میری یہ خواہش ضرور ہے کہ گزرے ہوئے وقت کو تم اس طرح بھول جاؤ جیسے کبھی اس کا کوئی وجود ہی نہ تھا۔ اس طرح زندگی میں تلخیاں کم ہو جاتی ہیں۔ ہراتا ہمیں جو لمحات خوشیوں کے ملیں ہمیں ان کے حصول سے پرہیز نہیں کرنا چاہیے---- البتہ جہاں تک خوشیوں کا مسئلہ ہے' وہ چھوٹی چھوٹی باتوں میں پنہاں ہوتی ہیں' اور ہمیں ان خوشیوں سے دور نہیں بھاگنا چاہیے"۔

"ٹھیک ہے مسٹر لارل! میں آپ کی ہدایات پر عمل کرنے کی کوشش کروں گا۔ لیکن پورے طور سے نہیں" ہراتا نے کہا اور میں نے گردن ہلا دی۔

پھر ہراتا اپنے کیبن کی جانب چلا گیا اور میں جہاز کی تفریحات کی تلاش میں۔ ظاہر ہے میں زندگی سے دور کا انسان نہیں تھا۔ تمام تفریحات میرے لیے دلکشی رکھتی تھیں اور میں چاہتا تھا کہ جہاز پر موجود لوگوں سے ملاقات کروں اور جہاز کے ماحول سے پوری واقفیت حاصل کروں"۔

چنانچہ میں نے ایک جگہ کا انتخاب کیا اور اس طرف بڑھ گیا۔ کافی خلقت یہاں پر جمع تھی۔ دراصل یہ بھی عرشے کا ہی ایک حصہ تھا۔ لوگوں کے نزدیک سے گزرتا ہوا میں آگے بڑھ گیا۔

لیکن میں نے ایک عجیب سی بات محسوس کی تھی۔ کھڑے ہوئے لوگ اداس اور چپ چپ تھے۔ ان کے درمیان ایک عورت بھی تھی۔ ایک نوجوان عورت' جس نے کالا لباس پہن رکھا تھا۔ وہ رو رہی تھی اور دوسرے لوگ اسے تسلیاں دے رہے تھے۔

نجانے کیا حادثہ ہو گیا ہے بے چاری کے ساتھ' میں نے سوچا۔ مگر حادثات تو زندگی سے گہرا تعلق رکھتے ہیں بلکہ یوں کہنا چاہیے کہ زندگی کا ایک جز ہیں۔ اگر اس عورت کے ساتھ کوئی ایسا واقعہ پیش آگیا تھا

تواس میں کون سی تعجب کی بات تھی۔

میں نے اس کا چہرہ غور سے دیکھا۔ وہ زیادہ عمر کی نہیں تھی۔ اس کا خوبصورت چہرہ سیاہ ماتمی لباس میں صاف نمایاں تھا۔ وہ کافی حسین تھی۔ اس کی عمر زیادہ سے زیادہ اٹھارہ انیس سال ہوگی۔ چہرے میں بڑی بھرپور جاذبیت تھی اور متناسب خدوخال اس وقت غم و اندوہ کا شکار ہو کر اور بھی حسین لگ رہے تھے۔ مجموعی طور پر وہ مجھے بے حد پسند آئی تھی۔

یونہی میرے دل میں یہ احساس پیدا ہوا کہ جاننا تو چاہیے کہ اسے کیا غم ہے میں نے اسے دیکھا اور پھر اس کے نزدیک کھڑے ہوئے لوگوں کو۔۔۔۔۔ جو سب کے سب اسے تسلیاں دے رہے تھے۔ اچھے لوگ نظر آرہے تھے وہ سب' عمدہ سوٹوں میں ملبوس تھے' اچھی شکل و صورت کے مالک' لیکن اس وقت ان کے پاس جا کر اس بارے میں کوئی سوال کرنا بڑا عجیب سا محسوس ہوتا تھا' چنانچہ میں نے اپنی خواہش پر قابو پایا اور بہت دیر تک ادھر ادھر ٹہلتا رہا۔

رات کو جہاز کے خوبصورت نائٹ کلب میں ایک میز پر وہی لڑکی اور اس کے دو ساتھی نظر آئے۔۔۔۔۔ لڑکی ابھی تک غمزدہ تھی' تب میں خود کو باز نہ رکھ سکا اور ان کے قریب پہنچ گیا۔

"ایکسکیوزمی! اگر آپ اجازت دیں تو میں یہاں بیٹھ جاؤں" میں نے کہا۔

وہ تینوں چونک کر مجھے دیکھنے لگے تھے۔ لڑکی غمزدہ نگاہوں سے مجھے دیکھتے ہوئے بولی:

"تشریف رکھئے" اور میں بیٹھ گیا۔

"خاتون! انسان کو ایک دوسرے کے ذاتی معاملات میں مداخلت نہیں کرنی چاہیے لیکن بعض اوقات کسی کو دیکھ کر وہ مجبور ہو جاتا ہے کہ اس کے بارے میں معلومات حاصل کرے۔ میں نے آپ کو غمزدہ دیکھا تھا۔ کیا میں پوچھ سکتا ہوں کہ آپ کو کیا غم ہے؟"

"اوہ' یہ مسز ایڈگر ہیں۔ مسٹر ایڈگر ایک حادثے میں انتقال کر گئے ہیں اور مسز ایڈگر ان کی لاش لے کر وطن واپس جا رہی ہیں" ایک شخص نے بتایا۔

"اوہو' تو یہ معاملہ ہے۔ میں نے دل ہی دل میں سوچا پھر چند ہمدردی کے الفاظ ادا کر کے میں وہاں دیر تک بیٹھا رہا۔ لڑکی نے مجھ سے دو چار باتیں کی تھیں۔ میں نے اسے بتایا کہ میں کھلونوں کا سوداگر ہوں اور اپنی فرم کے نمائندے کی حیثیت سے سفر کر رہا ہوں۔

لڑکی اپنے شوہر کی خوبیاں بتانے لگی۔۔۔۔۔ اسٹیج پر پروگرام شروع ہو گئے تھے اور کافی دلچسپ تھے۔۔۔۔۔ لڑکی مسلسل اپنے شوہر کی خوبیاں گنوا رہی تھی جبکہ مجھے ان باتوں سے کوئی دلچسپی نہ تھی۔ مجھے غیر متعلق پا کر لڑکی بھی پروگراموں میں دلچسپی لینے لگی۔ ویسے بھی وہ اتنی کم عمر تھی کہ ابھی سے بیوگی کی پابندیاں برداشت نہیں کر سکتی تھی۔۔۔۔۔ شو کے دوران وہ مجھ سے بہت سی باتیں کرتی رہی اور جب آدھی رات کو میں اٹھا تو اس نے مجھ سے دوبارہ ملنے کا وعدہ لے لیا تھا۔

جہاز پر دل بہلانے کی ابتدا ہو گئی تھی' چلو' اس بار ایک بیوہ ہی سہی۔۔۔۔۔ میں نے سوچا اور میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ واپس آیا تو ہراتا بڑے اطمینان سے پڑا خراٹے لے رہا تھا۔

☆ ☆ ☆

نیلے آسمان کی وسعتوں کے نیچے بے کراں اور تاحد نگاہ پھیلے ہوئے سمندر پر چمکدار دن کا آغاز ہو چکا تھا۔ سورج کا چھوٹا سا گولہ سمندر کی گہرائیوں سے طلوع ہو کر روشنی بکھیر رہا تھا۔

میں نے عرشے پر کھڑے ہو کر گہری گہری انگڑائیاں لیں۔ ہراتا کو میں اس کے کمرے میں چھوڑ آیا تھا کیونکہ ہراتا اپنی مخصوص ورزش کر رہا تھا۔ اور ظاہر ہے یہ ورزش وہ اس وقت کھلی جگہ میں نہیں کر سکتا تھا۔ چنانچہ میں نے اس کے لیے مواقع فراہم کیے تھے اور اسے کیبن میں چھوڑ کر چلا آیا تھا۔

شب خوابی کے لباس کے اوپر ریشمی گون پہنے میں ریلنگ سے لگا ہوا کھڑا تھا کہ میں نے تھوڑے فاصلے پر اس لڑکی کو دیکھا جس سے رات کو میں نے بات کی تھی۔

مسز ایڈگر۔۔۔۔۔ میں اسے اسی نام سے جانتا تھا اور اس نام سے رات کو بھی مخاطب کرتا رہا تھا۔۔۔۔۔ میں نے اس کا اصل نام نہیں پوچھا تھا۔

اس نے دور ہی سے مجھے دیکھا اور میری طرف چلی آئی۔

میں نے ایک بات محسوس کی تھی۔ وہ یہ کہ یہ نوجوان لڑکی روایتی انداز میں غمزدہ تھی۔ دل سے اس کا کوئی تعلق نہیں تھا۔ یعنی وہ لوگ جو اسے تسلیاں دے رہے تھے' وہ ان کے سامنے زیادہ ہی افسردہ نظر آتی تھی۔

لیکن جب نائٹ کلب میں وہ مجھ سے باتیں کرنے بیٹھی تھی تو اس کی آواز کافی جاندار تھی اور اس آواز میں وہ غم و اندوہ کا شائبہ تک نہیں تھا۔

ویسے یہ بھی ہو سکتا تھا کہ یہ اس کی عمر کا تقاضا ہو۔۔۔۔۔ اس جوان عمری میں بیوگی خاصی دشوار چیز ہوتی ہے اور اس کے قواعد کی پابندی کرنا کسی ایسی لڑکی کے لیے بے پناہ مشکل ہوتا ہے۔

مسز ایڈگر اس وقت بھی سیاہ لباس میں تھیں لیکن بکھرے ہوئے بالوں اور خواب آلود آنکھوں کے ساتھ وہ بے حد حسین نظر آرہی تھی۔ مجھے دیکھ کر وہ میرے نزدیک ہی بڑھ آئی تھی۔

"ہیلو۔۔۔۔۔" اس نے دور سے مجھے مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

"ہیلو مسز ایڈگر" میں نے بھی اسی انداز میں اس سے کہا جس میں تھوڑی سی بے تکلفی تھی اور اس کے چہرے پر ایک عجیب سا رنگ چھا گیا۔

"کیسے ہیں آپ مسٹر لارل؟"

"بالکل ٹھیک" میں نے جواب دیا۔

"میرا نام گوریا ہے" اس نے کہا۔

"پیارا نام ہے" میں نے اخلاقی طور پر جواب دینا ضروری سمجھا ورنہ اگر اس کا نام گوریا کی بجائے کچھ اور ہوتا تو میری صحت پر کیا اثر پڑتا۔

"کیا آپ کو میرا نام پسند آیا؟" اس نے پوچھا۔

"ہاں" میں نے ہلکی سی مسکراہٹ سے جواب دیا۔

"مسز ایڈگر کہلوانا اب میرے لیے خاصا تکلیف دہ ہو جاتا ہے۔ براہ کرم مسٹر لارل آپ مجھے گوریا کے نام سے مخاطب کیا کیجئے"۔

"بہت بہتر مسز گوریا۔ میں خود بھی آپ کے لیے خاصا غمزدہ رہا۔ میں نے سوچا کہ اس عمر کی بیوگی

کتنی دشوار کن ہوتی ہے۔ انسان تو ان پابندیوں کو برداشت ہی نہیں کر سکتا جو اس عمر کی بیوگی میں لگ جاتی ہیں"۔

"ہاں مسٹر ایڈگر بہت عمدہ انسان تھے۔ ایک اچھے انسان کی حیثیت سے میں انہیں بہت پسند کرتی تھی۔ لیکن جہاں تک زندگی میں ان پابندیوں کا تعلق ہے جو بیوگی کے بعد پیدا ہو جاتی ہیں تو شاید میں انہیں برداشت نہ کر سکوں۔ کیونکہ وہ صرف میرے والدین کی پسند تھے"۔

"اوہ..... تو مادام گوریا گویا......؟"

"ہاں میری شادی میرے والدین نے کی تھی" اس نے خشک لہجے میں جواب دیا۔

"اوہ' بہرحال میں اس موضوع کو نہیں چھیڑوں گا کیونکہ میں نے محسوس کیا ہے کہ اس سے آپ کی دلازاری ہوتی ہے"۔

"ہاں۔ بس میں مسز ایڈگر کے نام سے اپنے آپ کو مخاطب کرانا نہیں چاہتی۔ ایڈگر میرا ساتھ نہیں دے سکا۔ وہ اس دنیا سے رخصت ہو گیا۔ لیکن اب تم ہی بتاؤ کیا میں بھی چلی جاؤں؟"

"نہیں نہیں۔ آپ تو ابھی۔ میرا خیال ہے آپ نے ابھی زندگی کی بہت ہی مختصر مدت طے کی ہے"

میں نے دیکھا کہ اس کی آنکھوں میں آنسو چھلک آئے۔ میں اسے ہمدردی سے دیکھتا رہا۔ پھر اس نے آنکھیں خشک کرتے ہوئے کہا:

"لیکن مسٹر لارل! میں یہ زندگی نہیں گزار سکتی۔ میں نہیں جانتی کہ میری آئندہ زندگی کیسی ہوگی ــــــ میں محسوس کرتی ہوں کہ میں بہت جلد زندگی سے اکتا جاؤں گی۔ مجھے کیا کرنا چاہیے' میرا کوئی بھی ہمدرد نہیں ہے جو مجھے اس بارے میں مشورہ دے سکے۔ بس مجھ سے ہمدردی جتائیں گے لیکن ایڈگر کے نام کے ساتھ' کیونکہ وہ خاصا مال دار آدمی تھا اور اپنے شناساؤں میں مقبول ترین۔ لیکن ذاتی طور پر مجھ سے کوئی ہمدردی نہیں رکھتا"۔

"خوب۔ لیکن مسٹر ایڈگر کا انتقال کیسے ہوا؟"

"حرکت قلب بند ہو جانے کی وجہ سے"۔

"اوہ ــــــ تو کیا آپ ان کی لاش لے جا رہی ہیں؟"

"ہاں۔ ان کی لاش مجھے ان کے وطن پہنچانی ہے"۔

"ایمسٹرڈم میں آپ کسی کام سے آئی تھیں؟" میں نے پوچھا۔

"جی ہاں" اس نے جواب دیا۔

"گویا آپ کا جواب مختصر ہے۔ اگر آپ بتانا پسند کریں تو ضرور بتایئے"۔

"نہیں چھپانے کی کوئی بات نہیں ہے۔ ایڈگر ایک بزنس مین تھا۔ وہ مختلف ممالک کے دورے کرتا رہتا تھا۔ مجھ سے چونکہ وہ بہت محبت کرتا تھا اس لیے اکثر مجھے ساتھ ہی رکھا کرتا تھا۔ اس بار بھی اس کے ساتھ ہی تھی لیکن یہاں آکر......"

اس نے اپنے کپکپاتے ہونٹوں کو دانتوں میں دبالیا۔ آنکھوں میں آئے ہوئے آنسوؤں کو جذب کرنے کی کوشش میں زور سے گردن جھٹکی اور میری طرف دیکھ کر عجیب سے انداز میں مسکرادی۔

"میں کہہ چکی ہوں کہ اب میں اس کا تذکرہ کرنا نہیں چاہتی لیکن لیکن......" اس نے دوسری

طرف منہ کر لیا۔

میں اس کی کیفیات کو اچھی طرح محسوس کر رہا تھا۔ یہ لڑکی مجھے پسند بھی تھی اور میں اس کے لیے کچھ ہمدردی بھی رکھتا تھا۔

"مادام گوریا میری خواہش ہے کہ آپ اپنے ذہن سے اس تردد کو دور کرنے کی کوشش کریں۔ ورنہ آپ ذہنی طور پر خاصی پریشان ہو جائیں گی" میں نے اسے تسلی دیتے ہوئے کہا۔

"ہاں۔ میں بھی یہی محسوس کرتی ہوں"۔

"تو پھر آپ کچھ باتیں کریں"۔

"کیا بتاؤں۔ کہہ چکی ہوں کہ کچھ عرصہ قبل ایڈگر اور میں زندگی کی دوڑ میں ایک دوسرے کے معاون اور ساتھی بن گئے تھے۔ دو دن قبل ان کا انتقال ہوا تھا اور اب ہم ان کی لاش لے کر ان کے آبائی وطن جا رہے ہیں۔ خیر چھوڑیں اس ذکر کو۔ بہتر ہے کہ آپ اپنے بارے میں بتائیں۔ آپ کون ہیں' کہاں جا رہے ہیں اور کیا کرتے ہیں؟" اس نے بے تکلفی سے کئی سوال مجھ سے کر ڈالے۔

اور ظاہر ہے کہانیاں سنانا میرے لیے مشکل نہیں تھا۔ چنانچہ میں نے اسے کہانی سنا کر اپنے بارے میں مطمئن کر دیا۔

گوریا خاصی دلکش لڑکی تھی۔ کبھی کبھی وہ کھلنے لگتی اور یوں محسوس ہوتا کہ جیسے اسے یہ احساس ہو کہ وہ ایک بیوہ ہے اور اسے محتاط رہنا چاہیے۔

دیر تک وہ مجھ سے گفتگو کرتی رہی۔ پھر اس نے مجھ سے پوچھا "کیا تم نے ناشتہ کر لیا؟"

"نہیں مادام گوریا۔ میں ناشتہ ذرا دیر سے کرنے کا عادی ہوں ــــــ" میں نے جواب دیا۔

"میں نے بھی نہیں کیا۔ آؤ ناشتہ کریں" اس نے پیشکش کی اور اب بھلا میں کیوں انکار کرتا ــــــ میں جانتا تھا کہ جہاز کا سفر ابھی کئی دن کا ہے اور اگر اس سفر میں ایک حسین ساتھی مل جائے تو کیا ہرج ہے۔ ظاہر ہے میں مسٹر ایڈگر کی کسر تو پوری نہیں کر سکتا تھا لیکن ان کی غیر موجودگی میں ان کا قائم مقام تو بن سکتا تھا۔ چنانچہ میں اس کے ساتھ ریسٹورنٹ پہنچ گیا اور گوریا نے اپنی مرضی سے کچھ آرڈر دیے۔ اس نے مجھ سے میری پسند پوچھی بھی نہیں تھی۔

موڈی سی لڑکی تھی۔ بلاوجہ بے چاری کو بیوگی کا لبادہ اوڑھنا پڑا تھا اور یہ سوگ اس کی شخصیت پر مصنوعی سا لگتا تھا۔

ہم لوگ ناشتہ کرتے رہے۔ گوریا اس دوران کئی بار بے تکلف ہوئی۔ اس نے ہنسنے کی کوشش کی لیکن جونہی وہ ہنستی تو ایک دم کوئی شرم یا احساس اسے روک دیا کرتا تھا اور وہ اپنی فطرت کے خلاف سنجیدہ ہو جاتی۔

تب میں نے اس سے کہا "مادام گوریا میرا خیال ہے آپ کو اپنی شخصیت پہ یہ بوجھ نہیں لادنا چاہیے۔ جو کچھ ہوا ہے' اس میں آپ کے جذبات کا دخل ضرور ہوگا لیکن آپ کی فطرت سے مجھے اندازہ ہوا ہے کہ آپ ایک ہنس مکھ اور خوش مزاج خاتون ہیں۔ اس صورت میں بہتر یہی ہے کہ اس احساس کو صرف رسمی حد تک رہنے دیجئے۔ ورنہ اس سے آپ کی شخصیت متاثر ہوگی اور شخصیت کا متاثر ہونا کوئی اچھی بات نہیں"۔

"مسٹر لارل آپ ایک سچے ہمدرد اور بہترین انسان ہیں۔ بہت ہی پر محبت' پر اخلاق اور مخلص۔ آپ کی باتوں سے دل میں جگہ پیدا ہوتی ہے۔ میں آپ کو بالکل صحیح بتا رہی ہوں کہ فطری طور پر میں اس سوگ کو برداشت نہیں کر پا رہی ہوں۔ لیکن اس کے باوجود دنیاوی رسمیں بھی ضروری ہوتی ہیں اور میرے ساتھ جو لوگ ہیں' مجھے ان کا احساس بھی کرنا ہے"۔

"یہ کون لوگ ہیں؟" میں نے سوال کیا۔

"ایڈگر کے اہل خاندان۔ ان میں سے کچھ ہالینڈ کے باشندے ہیں۔ میرا مطلب ہے وہ مستقلاً وہیں رہتے ہیں۔ کچھ ایڈگر کے اپنے وطن کے لوگ ہیں۔ بہر صورت یہ ہیں سب اس کے عزیز و اقارب"

"اوہو۔ تو یہ آپ کے پاس کہاں سے پہنچ گئے؟"

"ایمسٹرڈیم میں ایڈگر کی موت کے بعد ظاہر ہے میں نے ان کو اطلاع دی۔ ان میں سے ایڈگر کے مقامی عزیز تو ساتھ ہو ہی لیے' لیکن کچھ لوگ لاش لینے کے لیے آپہنچے۔ چنانچہ اس طرح ان کا اجتماع ہو گیا ہے"۔

"اوہ ــــــ" میں نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔

کافی دیر کے بعد ہم ناشتے کی میز سے اٹھ گئے۔ اسی وقت ایک دراز قامت شخص جو نہایت خوبصورت سوٹ میں ملبوس تھا' ریسٹورنٹ میں داخل ہوا۔ اس نے گوریا کو دیکھا اور ٹھٹک گیا۔ دوسرے لمحے اس کے چہرے پر نرمی کے آثار پیدا ہوئے اور وہ آہستہ آہستہ گوریا کے نزدیک پہنچ گیا۔ پھر وہ عجیب سے لہجے میں بولا:

"مسز ایڈگر ــــــ ہم ــــــ میرا مطلب ہے میں آپ کو تلاش کر رہا تھا۔ آپ نے بہت اچھا کیا ناشتہ کر لیا۔ دراصل آپ کا غم ہم لوگوں کے لیے بھی غمناک ہے۔ ہماری خواہش ہے کہ ہم ہر طرح سے آپ کو آرام پہنچائیں۔ آیئے اگر آپ نے ناشتہ کر لیا ہے تو واپس کیبن میں چلیں' آرام کریں ورنہ آپ بیمار ہو جائیں گی"۔

"جی" گوریا نے آہستہ سے کہا۔ پھر میری طرف دیکھ کر گردن ہلائی اور آگے بڑھ گئی۔

میں اسے جاتے دیکھ رہا تھا۔ نجانے کیوں میرے ذہن میں ایک عجیب سی خلش جنم لے رہی تھی۔ یہ خلش کیوں تھی' اس کا میں کوئی تجزیہ نہ کر سکا۔

اس کے بعد کافی دیر تک میں ریسٹورنٹ میں کھڑا رہا اور پھر وہاں سے باہر نکل آیا۔

شام کو تقریباً ساڑھے پانچ بجے میری ملاقات پھر گوریا سے ہوئی اور اس وقت پرنس ہراتا بھی میرے ساتھ تھا۔

گوریا عرشے پر تھی۔ لباس وہی تھا یعنی سیاہ ماتمی لباس اور چہرے پر بھی بلاوجہ کا سوگ تھا۔

حالانکہ اب میں اس کی شخصیت سے واقف ہو گیا اور اس کی شخصیت سے واقف ہونے کے بعد یہ سوگ مجھے اجنبی اجنبی لگ رہا تھا لیکن گوریا بے چاری مجبور تھی۔ اس نے مجھے دیکھا اور اس کی آنکھوں میں چمک سی پیدا ہو گئی۔ اس وقت اس کے نزدیک کوئی اور نہیں تھا۔ لیکن اس سے چند قدم کے فاصلے پر میں نے کچھ افراد کو دیکھا اور یہ وہی تھی جو گوریا کے ساتھی تھے۔

یہ لوگ جس طرح گوریا کے گرد منڈلاتے تھے' وہ بھی تعجب خیز تھا۔ ممکن تھا اس کی وجہ یہ ہو کہ

گوریا ایک نوجوان بیوہ تھی اور شکل و صورت کی حسین۔ اس صورت میں کوئی بھی اسے بھٹکا سکتا تھا۔ بظاہر وہ اس سے ہمدردی کے اظہار کے لیے اس کے گرد موجود تھے لیکن درپردہ وہ اس کی نگرانی کرتے تھے لیکن گوریا خاصی بے تکلف معلوم ہوتی ہے۔ وہ آہستہ آہستہ میرے نزدیک بڑھ آئی۔

"ہیلو مسٹر لارل" وہ میرے نزدیک پہنچ کر مسکراتی ہوئی بولی۔

"ہیلو گوریا؟" میں نے بے تکلفی سے کہا اور اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ یہ مسکراہٹ بے حد حسین تھی۔

"لارل مجھے بے حد خوشی ہوئی کہ تم نے اس وقت مجھے بڑی اپنائیت سے مخاطب کیا ہے" اس نے آہستہ سے کہا۔

"میں تو آپ کو اس سے بھی زیادہ اپنائیت دینا چاہتا ہوں مادام گوریا لیکن یہ لوگ آپ نے دیکھا کہ یہ اس انداز میں آپ کی جانب نگراں ہیں جیسے یہ آپ کے محافظ ہوں یا انہیں آپ سے کوئی خطرہ ہو"۔

"میں خود ان لوگوں سے تنگ آ گئی ہوں۔ کم بخت ہر وقت میرے پیچھے لگے رہتے ہیں۔ اب تم ہی بتاؤ میں کیا کروں مسٹر لارل۔ مسٹر ایڈگر مر گئے تو اس میں کوئی میرا قصور تو نہیں ہے"۔

"نہیں مادام گوریا۔ آپ کا کیا قصور ہے" میں نے اس کی ہاں میں ہاں ملاتے ہوئے کہا۔

"ویسے صبح کو بھی انہوں نے مجھ سے بازپرس کی تھی۔ کہنے لگے کہ تم ایک اجنبی کے ساتھ کھانا کھانے کیوں گئیں؟"

"آپ نے کیا جواب دیا؟" میں نے پوچھا۔

"میں نے کہا' میں اپنی مرضی کی مالک ہوں' جو دل چاہے گا' کروں گی۔ میں ان کی پابندیاں برداشت نہیں کر سکتی۔ میرا شوہر مرا ہے' مجھے اس کا غم ہے۔ مجھے اس کا احساس ہے۔ وہ لوگ کیوں زبردستی مجھے اس کے سوگ میں مبتلا کرتے ہیں' غم تو دل کی گہرائیوں میں ہوتا ہے' انسان یا تو خودکشی کرے اور اگر خودکشی نہ کر سکے تو پھر اسے اپنے اوپر ملمع نہیں چڑھانا چاہیے۔ کیوں کیا میں غلط کہہ رہی ہوں؟" اس نے مجھ سے سوال کیا۔

"نہیں مادام گوریا۔ آپ درست کہہ رہی ہیں" میں نے اس کی تائید میں جواب دیا۔

"چنانچہ میں نے ان سے وعدہ کیا کہ میں زیادہ لوگوں سے گھلنے ملنے کی کوشش نہیں کروں گی۔ البتہ مسٹر لارل اس سفر میں بدلو کرم آپ مجھے ضرور ملتے رہا کریں' لیکن اس انداز میں کہ ان لوگوں کو احساس نہ ہو۔ میرا کیبن نمبر ۵ ہے اور میں اپنے اس کیبن میں تنہا ہی سوتی ہوں۔ اس وقت یہ احمق میرے ساتھ نہیں ہوتے۔ کیا آپ رات کو میرے کیبن میں آئیں گے؟"

"اور میرے بدن میں ہلکی سی سرسراہٹ دوڑ گئی۔ گوریا کی آنکھیں جو دعوت دے رہی تھیں' اس دعوت کو میں اچھی طرح سمجھتا تھا۔ میں نے چند ساعت سوچا پھر آہستہ سے کہا:

"مادام گوریا کہیں میری وجہ سے آپ کو کوئی نقصان نہ ہو ــــــ"

"اوہ' نفع اور نقصان تو زندگی کے ساتھ چلتے ہی رہتے ہیں اور یہ لوگ میرے عزیز و اقارب ہیں' میری زندگی کے مالک نہیں ہیں۔ آپ ٹھیک بارہ بجے میرے کیبن میں آیئے' اس کے بعد ہم لوگ گفتگو کریں گے"۔

"جیسی آپ کی مرضی" میں نے جواب دیا اور تھوڑی دیر میرے پاس ٹھہرنے کے بعد گوریا واپس پلٹ پڑی۔

"میرے دل میں گدگدیاں ہو رہی تھیں اور ہراتا مجھ سے کچھ فاصلے پر کھڑا میری جانب دیکھ رہا تھا۔ تب میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی' اور میں اس کی جانب بڑھ گیا۔

ہراتا پرتپاک انداز میں میری جانب دیکھنے لگا تھا' جیسے مجھ سے سننے کا منتظر ہو۔ لیکن میں جانتا تھا کہ اسے نہ تو گوریا سے دلچسپی ہے اور نہ ہی میرے اور اس کے رومانس سے۔ وہ بس اخلاقاً" ہی میری جانب متوجہ ہو گیا ہے۔

تب میں نے اس کے قریب پہنچ کر آہستہ سے کہا "ہراتا' کیسا وقت گزار رہے ہو؟"

"بہت بہتر مسٹر لارل۔ لیکن یہ خاتون کون تھیں؟"

"اوہ' ایک نوجوان بیوہ۔ اور اس عمر میں بیوگی بڑی مضر ہوتی ہے" میں نے جواب دیا۔

"کیوں" ہراتا نے تعجب سے پوچھا۔

"تم ان باتوں کو نہیں سمجھو گے ہراتا۔ جوانی کی عمر جذبات کی عمر ہوتی ہے اور جذبات کی تسکین کرنے والا نہ رہے تو اس کے بعد ان کی تپش کچھ اور بڑھ جاتی ہے۔ یہی کیفیت اس لڑکی کی ہے"۔

"سچ سچ یہ میری سمجھ سے باہر کی باتیں ہیں" ہراتا نے کہا۔

"ہراتا تمہاری عمر اتنی کم بھی نہیں ہے' میرا خیال ہے تم ان باتوں کی گہرائیوں کو جاننے کی کوشش کرو"۔

"کیا ملے گا چیف؟"

"اوہ ہراتا جس چیز کا تجربہ نہ کیا جائے اس کے بارے میں تجربے سے پہلے فیصلہ کر لینا دانش مندی نہیں ہے"۔

"ٹھیک ہے چیف' لیکن میرا خیال ہے تم مجھے اپنے تجربوں کی طرف مائل نہ کرو۔ مجھے یہ تجربے راس نہیں آئیں گے" ہراتا نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"بہرصورت ہراتا میں جانتا ہوں کہ تمہاری شخصیت ایسی ہے کہ بہت ساری لڑکیاں تمہاری طرف مائل ہونا چاہتی ہیں۔ جس وقت تم ہپی بنے ہوئے تھے اس وقت تم نے حلیہ ایسا بنا رکھا تھا کہ صرف ہپی لڑکیاں ہی تمہاری طرف متوجہ ہو سکتی تھیں۔ لیکن اب۔۔۔۔۔ اب میرا خیال ہے کہ تم مکمل طور پر شہزادے معلوم ہوتے ہو"۔

"اوہ چیف۔۔۔۔۔ آپ مجھے شرمندہ کرتے ہیں" ہراتا احمقوں کی مانند شرمانے لگا اور مجھے بڑے زور کی ہنسی آ گئی۔

شام ہو گئی۔ میں اور ہراتا کافی دیر تک ریلنگ سے ٹکے سمندر کی لہروں کو دیکھتے رہے۔ پھر ڈوبتے سورج کا نظارہ کرتے رہے۔ جب ہراتا نے مجھ سے پروگرام پوچھا۔

میں اب اس شخص سے کچھ چھپانا نہیں چاہتا تھا۔ بس یوں سمجھا جائے کہ قدرتی طور پر مجھے اس پر اعتماد ہو گیا تھا۔ اور یہ میرا آج تک کا تجربہ تھا کہ اگر میرے اندر کسی نئے اعتماد کی آواز ابھرتی تھی تو وہاں سے بے اعتمادی نہیں ہوتی تھی اور مجھے کوئی نقصان نہیں پہنچتا تھا۔

ہراتا بھی ایسا ہی ایک شخص تھا جس کے بارے میں آنکھیں بند کر لینے سے بھروسہ ہو جاتا تھا۔ رات گئے تک میں اور ہراتا باتیں کرتے رہے۔ پھر ہم اپنے کیبن میں واپس آ گئے۔ تھوڑی دیر تک گپیں شپیں مارتے رہے۔

اور کوئی تو تھا نہیں۔ پھر ہم کھانا کھانے کے لیے ریسٹورنٹ میں جا پہنچے۔ مجھے بارہ بجنے کا انتظار تھا۔ کھانے کے دوران ہراتا نے مجھ سے پوچھا "تو چیف وہ بیوہ عورت جس کے بارے میں تم نے بتایا تھا' تمہارے پاس بار بار کیوں آ جاتی ہے؟"

"اوہو ہراتا۔ یہ کوئی پوچھنے والی بات ہے؟"

"مگر ابھی تو اس کے شوہر کو مرے ہوئے زیادہ وقت بھی نہیں گزرا"

"تو اس سے کیا فرق پڑتا ہے؟"

"چیف' سچ بات یہ ہے کہ یہ عورتیں میری سمجھ میں کبھی نہیں آئیں۔ میں نے جتنا ان پر غور کیا' اتنا الجھتا گیا۔ پھر میں نے غور کرنا ہی چھوڑ دیا"۔

"اوہو۔ تم ان کے بارے میں کیا سوچتے تھے؟"

"یقین کرو چیف اب تو یاد بھی نہیں رہ گیا۔ دراصل میری لائف تمہارے سامنے ہے۔ میں نے جس انداز میں اپنی زندگی گزاری ہے' وہ تمہیں معلوم ہے۔ اس کے بعد اس قسم کی سوچ کوئی اہمیت نہیں رکھتی"۔

"لیکن ہراتا' کبھی نہ کبھی تو تمہیں سوچنا پڑے گا۔ جہاں تک اس عورت کا سوال ہے تو اس نے رات کو مجھے اپنے کیبن میں بلایا ہے"

"اوہ۔۔۔۔۔ رات کو۔۔۔۔۔" ہراتا کے حلق میں جیسے نوالہ اٹک گیا۔

"ہاں۔ کیوں؟"

"نہیں کوئی بات نہیں چیف۔ بس ایسے ہی پوچھ رہا تھا" ہراتا نے جواب دیا۔

"میں اس کی اس حرکت پر ہنسی ضبط نہ کر سکا۔ تب ہراتا نے کہا "تو تم جاؤ گے چیف؟"

"ہاں ہراتا۔ جب کوئی خوبصورت لڑکی دعوت دے تو کم از کم مجھ جیسا آدمی انکار نہیں کر سکتا"۔

"ان معاملات کو مجھ سے زیادہ تم ہی سمجھ سکتے ہو چیف!" ہراتا نے کہا۔

اور پھر گیارہ بجے تک میں اور ہراتا ریسٹورنٹ میں بیٹھے رہے۔ ریسٹورنٹ میں مختلف دلچسپیاں تھیں۔ ساز بج رہے تھے اور ایک چھوٹے سے فلور پر جوڑے رقص بھی کر رہے تھے۔ لیکن ہم نے رقص کی طرف کوئی توجہ نہیں دی۔

ساڑھے گیارہ بجے ہراتا ہی نے گھڑی دیکھ کر مجھے مخاطب کیا تھا "چیف! میرا خیال ہے تمہارا وقت ہو گیا ہے"۔

"اوہ ہراتا' تم مستقل اسی بارے میں سوچ رہے ہو؟"

"نہیں چیف! اپنا فرض سمجھ کر تمہیں یاد دلا رہا ہوں" اس نے جواب دیا اور پھر ہم دونوں اٹھ گئے۔

ہراتا اپنے کیبن کی جانب چلا گیا اور میں گھڑی میں بارہ بجنے کا انتظار کرنے لگا۔

اس دوران میں عرشے پر ٹہلتا رہا تھا۔ بارہ بجنے میں چند منٹ رہ گئے اور جہاز پر تقریباً" نیم تاریکی کی

کیفیت پیدا ہو گئی۔ تب میں گوریا کے کیبن کی جانب بڑھ گیا۔

گوریا نے مجھے اپنے کیبن کا نمبر بتا دیا تھا جسے میں نے دن میں بھی دیکھ لیا تھا۔ چنانچہ میں اس کی طرف چل پڑا۔

کیبن قطار میں بنے ہوئے تھے۔ ان کے درمیان چھوٹی چھوٹی گلیاں تھیں۔ ان سے گزر کر کیبن کے عقب میں پہنچا جا سکتا تھا۔ میں گوریا کے کیبن کے نزدیک پہنچا ہی تھا کہ اندر سے مجھے تیز تیز باتیں کرنے کی آواز سنائی دی اور میں ٹھٹک گیا۔

یہ گفتگو یقیناً گوریا کے کیبن میں ہی ہو رہی تھی۔ کیا مسئلہ ہے' میں نے سوچا

اور پھر میں سائیڈ کی گلی سے اسی کیبن کے عقب میں پہنچ گیا۔ تمام کیبن یکساں بنے ہوئے تھے۔ ان میں عقبی کھڑکیاں بھی تھیں اور ان کھڑکیوں سے آواز صاف سنائی دیتی تھی۔ چنانچہ میں تیزی سے کیبن کی عقبی کھڑکی کی جانب بڑھ گیا۔

کھڑکی کے پٹ کھلے ہوئے تھے اور آوازیں اس طرف سے اور بھی صاف سنائی دے رہی تھیں۔

"نہیں گوریا۔ تمہیں جواب دینا ہی ہو گا۔ کیا تم اس بات سے آگاہ نہیں ہو کہ باس احتیاط کو کس قدر سامنے رکھتا ہے؟"

"مگر میں نے کون سی بے احتیاطی کی ہے؟"

"کیا تم اس وقت اس کی منتظر نہیں ہو؟"

"ہوں۔ پھر کیا ہے؟ یہ میرا ذاتی معاملہ ہے" گوریا نے تیز لہجے میں جواب دیا۔

"نہیں مس گوریا' مسٹر ہوریشو جس کو اپنے گینگ میں شامل کرتے ہیں' اس کا کوئی مسئلہ اس کا کوئی ذاتی مسئلہ نہیں رہ جاتا۔ تمام مسئلے مسٹر ہوریشو کے ہوتے ہیں" طویل القامت شخص نے بھاری لہجے میں کہا اور میرے بدن میں سنسنی دوڑ گئی۔

بہت عرصے کے بعد یہ نام سنا تھا اور یوں لگا جیسے وہ خلش اچانک مٹ گئی ہو جو گوریا سے ملنے کے بعد ذہن میں پیدا ہو گئی تھی۔ میں نہیں کہہ سکتا تھا کہ یہ میری کون سی حس تھی جس نے مجھے ان لوگوں کی جانب سے مشکوک رکھا تھا۔ بہرحال میں اندر کی گفتگو سننے لگا۔ گوریا کہہ رہی تھی:

"میں جانتی ہوں اس بات کو اور مسٹر ہوریشو سے میں آج سے واقف نہیں ہوں' میں انہیں طویل عرصے سے جانتی ہوں اور وہ بھی مجھے جانتے ہیں۔ انہوں نے مجھے اتنے حقوق' اتنی مراعات دے رکھی ہیں کہ میں اپنی مرضی سے بھی کچھ کر سکوں"۔

"اگر ایسی بات ہوتی مس گوریا تو آپ یقین کریں' اس سلسلے میں ہمیں ہدایات مل چکی ہوتیں۔ ہمیں چونکہ کوئی ہدایات نہیں ملی ہیں اس لیے ہم پر بھی یہ فرض عائد ہوتا ہے کہ ہم آپ کی خاص نگرانی کریں۔ آپ پر نگاہ رکھیں۔ اگر مسٹر ہوریشو نے آپ کو اپنی من مانی کی اجازت دے رکھی تھی تو ہمیں اس کی ضرور اطلاع ہونی چاہیے تھی اور جب ہمیں اطلاع نہیں ہے تو پھر ہم آپ کے معاملات میں مداخلت کرنے کا حق رکھتے ہیں"۔

"دیکھو مسٹر' میں تم سے صاف کہے دیتی ہوں کہ میں ذاتی معاملات میں مداخلت پسند نہیں کرتی' خواہ اس کے نتیجے میں کچھ بھی ہو جائے"۔

"نہیں مس گوریا۔ یہ مسئلہ صرف آپ کا نہیں ہے۔ اور نہ ہی ذاتی ہے۔ میں نہیں کہتا کہ آپ کسی مشکوک شخص سے جا ملی ہیں لیکن کوئی بھی شخص ہماری جانب متوجہ ہو کر ہمیں نقصان پہنچا سکتا ہے"۔

"کیا نقصان پہنچائے گا؟ کیا تم نے میری اداکاری میں کوئی کھوٹ پایا ہے؟" گوریا نے سوال کیا۔

"ہرگز نہیں۔ ظاہر ہے یہ کام آپ کو کسی بھروسے پر سونپا گیا ہے۔ لیکن ہمیں عام لوگوں سے دور ہی رہنا چاہیے اور یہ ہمارے کام کے لیے بہت ضروری ہے۔ ممکن ہے وہ شخص اس قدر آگے بڑھ جائے کہ اسے ہمارے پروگرام کی بھنک پڑ جائے۔ اس صورت میں تو ہر شخص نقصان زدہ ہو سکتا ہے۔ تجسس کا مادہ ویسے بھی ہر انسان میں ہوتا ہے"۔

"اوہ۔ لیکن لاش سرد خانے میں ہے۔ کیا وہ میرے کیبن میں موجود ہے کہ کوئی میری جانب سے مشکوک ہو جائے؟"

"وہ تو درست ہے لیکن کسی کا آپ سے نزدیک رہنا بھی تو درست نہیں ہے۔ ممکن ہے کوئی آپ کی گفتگو سے اندازہ لگا سکے۔ اس لیے بہتر یہ ہے کہ آپ اس شخص کو اس قدر لفٹ نہ دیں۔ بے شک وہ خوبصورت ہے جوان ہے' ممکن ہے آپ کی پسند ہو لیکن کیا آپ یہ کام کرنے کے بعد اس سے ملاقات نہیں کر سکتیں؟ میرا خیال ہے بہتر یہی ہے کہ پہلے آپ اپنی منزل پر پہنچ جائیں۔ اس کے بعد چاہیں تو اس شخص کے ساتھ ایک طویل وقت گزاریں لیکن مس گوریا' اس وقت آپ کو ہمارے احکامات کی پابندی کرنا ہو گی"۔

گوریا خاموش رہی۔ اس نے کوئی جواب نہ دیا تھا۔ اس طویل القامت شخص نے دروازے کی طرف مڑتے ہوئے کہا:

"میں نے آپ کو وارننگ دے دی ہے۔ باقی ذمہ داری آپ کی ہے۔ آپ کو ہر حالت میں مسٹر ہوریشو کے احکامات کی پابندی کرنا ہے" وہ کیبن کا دروازہ کھول کر باہر نکل گیا۔۔۔۔۔ گوریا نے پاؤں پٹخ کر گردن ہلائی تھی۔

میرے سارے وجود میں گدگدی ہو رہی تھی۔ بزرگوں نے درست ہی کہا ہے کہ حرکت میں برکت ہے۔ ظاہر ہے ہاؤس آف ٹوائز قائم کر کے منشیات اور نائلون کے بنائے ہوئے کھلونوں کا کاروبار میری دلچسپی کا باعث نہیں تھا۔ بلکہ میں نے ہوریشو کو چیلنج کیا تھا اور اسی چیلنج کے سلسلے میں مستقل کام کرتے رہنا چاہتا تھا۔ بلکہ یہ کہنا درست ہو گا کہ فی الوقت میری زندگی کا یہی مقصد تھا اور میں ہوریشو کو زیادہ سے زیادہ نقصان پہنچانے کا خواہش مند تھا۔

لیکن اس پروگرام کے بعد جب میں نے لانچ تباہ کی تھی۔ اس کے بعد میں ہوریشو کو کوئی نقصان نہ پہنچا سکا تھا اور نہ ہی ہوریشو سے مڈبھیڑ ہوئی تھی کہ میں ہوریشو کے خلاف کوئی کارروائی کر سکتا۔ اگر میں ابھی ایمسٹرڈیم میں ہی پڑا ہوتا اور باہر نہ نکلتا تو ظاہر ہے اتنا دلچسپ منصوبہ میرے ہاتھ نہیں لگ سکتا تھا۔ اور اب میری تقدیر نے مجھے سنہری موقع فراہم کیا تھا تو میں اس سے فائدہ کیوں نہ اٹھاتا۔ چنانچہ بہت ہی دلچسپ اور بڑی ہی حیرت انگیز بات تھی کہ ہوریشو کے آدمیوں سے میرا ٹکراؤ ہو گیا تھا۔

بالکل اتفاقیہ طور پر مجھے ہوریشو کے اس منصوبے کا علم ہو گیا تھا اور ایک بار پھر اسے زک دینے کا ایک سنہری موقع میرے ہاتھ آ گیا تھا۔

میں نے جو کچھ سنا تھا' وہ میرے لیے بڑا ہی دلکش تھا اور دل ہی دل میں ان لوگوں کو قطعی گدھا قرار

دے چکا تھا' جو آپس کی باتوں کو اتنی صفائی سے کرسکتے ہیں جو انہیں کسی قیمت پر نہیں کرنا چاہیے تھیں۔ بس انہوں نے نہ صرف ہوریشو کا نام لیا بلکہ سارا پلان ہی بتا دیا اور کوئی بھی شخص اپنے طور پر اس پلان سے واقف ہو کر بہت کچھ کرسکتا تھا۔ لیکن اب مجھے کیا کرنا چاہیے؟

چند لمحات میں نے سوچا اور پھر طے کیا کہ لڑکی کو شبہ کا موقع نہیں دینا چاہیے۔ وہ لوگ جا چکے تھے۔ یہ دوسری بات تھی کہ وہ کسی قریبی کیبن میں ہوں۔ ویسے مجھے یقین تھا کہ وہ میرے معاملات میں مداخلت کی کوشش نہیں کریں گے۔

مجھے گوریا نے بلایا تھا۔ میں خود وہاں نہیں پہنچا تھا۔ چنانچہ میں گھوم کر پھر ایک بار کیبن کے دروازے پر آگیا اور آہستہ سے دستک دی۔

دروازہ شاید اندر سے بند نہیں تھا۔ میں نے محسوس کیا کہ کواڑ کھلے ہیں۔ تب اندر سے گوریا کی آواز سنائی دی۔

"آ جاؤ۔ اب کیا بات ہے؟" گوریا کا لہجہ سخت تھا اور میں ٹھٹک گیا۔ اور میں نے دوبارہ دستک دی۔

"میں کہتی ہوں اندر آ جاؤ" اس کی آواز پھر سنائی دی۔ گوریا کا موڈ خاصا خراب معلوم ہو رہا تھا۔۔۔۔۔۔ میں دروازہ کھول کر اندر داخل ہو گیا۔

"ارے' اوہ۔ تم تھے؟" اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ لیکن میں محسوس کر رہا تھا کہ اس کی پیشانی پر الجھن کی لکیریں بھی ہیں۔

"مادام گوریا کیا آپ کو کسی اور کا انتظار تھا؟" میں نے مسکراتے ہوئے پوچھا اور گوریا ایک دم چونک پڑی۔ پھر بولی:

"اوہ نہیں نہیں۔ دراصل ابھی چند ساعت پہلے جہاز کے دو ملازم میرے کمرے کی صفائی کرنا چاہتے تھے۔ میں نے دن میں ان سے شکایت کی تھی۔ دن میں آئے نہیں اور رات میں آ گئے۔ بڑے ہی احمق ہوتے ہیں۔ یہ لوگ!" گوریا نے بات بناتے ہوئے ہوئے کہا۔ "دراصل میں سمجھی کہ یہ وہی لوگ ہیں"۔

"اوہ" میں نے گردن ہلائی "آپ یقیناً میرا انتظار کر رہی ہوں گی" میں نے سوال کیا۔

"ہاں آؤ بیٹھو" اس نے کہا اور میں اس کی اشارہ کی ہوئی نشست پر بیٹھ گیا۔

"گوریا خاصی پریشان نظر آ رہی تھی۔ مجھے محسوس ہو رہا تھا کہ وہ یہ سوچ رہی ہے کہ میرے ساتھ کیا رویہ رکھے۔ بہرحال وہ جو بھی فیصلہ کرتی' مجھے منظور تھا۔ چنانچہ میں اسے دیکھتا رہا۔

"میں بس راتوں کو دیر سے سونے کی عادی ہوں اور جب سے...... مسٹر ایڈگر کا انتقال ہوا ہے' رات بھر مجھے نیند نہیں آتی۔ تمہیں تکلیف دینے کے سلسلے میں معافی کی خواستگار ہوں لارل!"

"کوئی بات نہیں مادام گوریا۔ بہرصورت میں آپ کے حکم کے مطابق حاضر ہو گیا"۔

"بیٹھو۔ تمہیں نیند آ رہی ہوگی۔ کیا میں تمہیں کافی پلواؤں؟" گوریا مسکراتے ہوئے بولی۔

"میرا خیال ہے نہیں"۔

"شراب پیو گے؟" اس نے پوچھا اور میں نے اس کی جانب دیکھ کر گردن ہلا دی۔ گوریا اپنی جگہ سے اٹھ گئی۔ اس نے اپنے سامان میں سے ایک بوتل اور دو گلاس نکالے' میری طرف دیکھا اور بولی:

"سوری' برف کا انتظام نہیں ہو سکتا"۔

"کوئی حرج نہیں ہے" میں نے جواب دیا اور گوریا گلاسوں میں شراب انڈیلنے لگی۔

"اس نے اپنا گلاس ایک ہی گھونٹ میں خالی کر دیا تھا۔ دراصل' وہ اپنی ذہنی گھٹن سے نجات چاہتی تھی۔ اب میں اتنا بے وقوف بھی نہیں تھا کہ اس کی ذہنی کیفیت نہ سمجھتا۔ اس نے جس مقصد کے لیے بلایا تھا' اب شاید اس نے اپنا پروگرام تبدیل کر دیا تھا اور اپنے انداز کو اس رخ پر موڑ دیا تھا۔ شراب کے دو تین گلاس پینے کے بعد وہ کچھ مطمئن نظر آنے لگی۔ پھر میری طرف دیکھ کر بولی:

"اور تمہارے کیا مشاغل ہیں؟"

"کچھ نہیں مادام گوریا میں بتا چکا ہوں کہ میں چھوٹا سا کاروبار کرتا ہوں اور بس"۔

"ہوں۔ اپنی منزل پر پہنچ کر کیا مجھ سے ملاقات پسند کرو گے؟" اس نے پوچھا۔

"اوہو۔ کیوں نہیں' اگر آپ حکم دیں گی تو ظاہر ہے' میں چند ہفتے وہاں قیام کروں گا۔ اگر آپ پسند کریں تو مجھے اپنا ایڈریس دے دیں۔ میں آپ سے وہاں ملاقات کروں گا"۔

"ضرور۔ دراصل میری جو ذہنی کیفیت ہے' اس سے تم اچھی طرح واقف ہو گے لارل۔ میں اپنے بارے میں کوئی بھی فیصلہ کرنے سے قاصر ہوں۔ جو کچھ سوچتی ہوں' اس میں الجھ جاتی ہوں۔ کاش مجھے سکون مل سکے"۔

"آپ کی عمر ابھی کتنی ہے مادام گوریا۔ بلاشبہ یہ عمر تو ذہنی الجھنوں سے دور رہنے کی ہوتی ہے لیکن بدبختی' کیا کیا جا سکتا ہے؟" میں نے اس سے ہمدردی کا اظہار کرتے ہوئے کہا اور گوریا مجھے دیکھنے لگی۔

"تم بہت ہی دلکش آدمی ہو۔ بڑی اچھی طبیعت کے مالک۔ مجھے معاف کرنا' اگر کوئی بات تمہاری مرضی کے خلاف ہو جائے لیکن بس میں ذہنی طور پر سخت پریشان ہوں"۔

"میرا خیال ہے آپ کو آرام کرنا چاہیے" میں نے اسے مشورہ دیا اور وہ میری جانب دیکھنے لگی۔ اس کا مقصد یہی تھا کہ تم جاؤ تو اس کے بعد میں آرام وغیرہ کے بارے میں سوچوں۔

ویسے بھی میں اندازہ لگا چکا تھا کہ گوریا کو اپنا موڈ بدلنے میں بہت سخت مشکل پیش آ رہی ہے۔ اس کی ذہنی کیفیت کیا ہے لیکن پھر بھی ہوریشو جیسے خطرناک آدمی سے کسی قسم کی ٹکر لینا بھی تو کسی عام انسان کے بس کی بات نہ تھی۔ وہ یقیناً جانتی ہوگی کہ ہوریشو کے آدمی اگر اسے منع کر گئے ہیں تو اس کی حکم عدولی کرنا کتنا سخت کام ہوگا۔ اور اس کے بعد اسے کون کون سی مشکلات سے گزرنا ہوگا چنانچہ میں چند ساعت رکا اور پھر وہاں سے اٹھا۔ میں نے گوریا کی طرف دیکھا۔ وہ عجیب سی نگاہوں سے مجھے دیکھ رہی تھی۔ تب میں نے کہا:

"اچھا مادام گوریا' پھر مجھے اجازت؟"

"ہاں۔۔۔۔۔۔"

"کل ملاقات ہو گئی؟"

"کیوں نہیں۔ ظاہر ہے ہم اس سفر کے ساتھی ہیں" اس نے کہا۔

"بالکل' ہم ملتے رہیں گے" میں نے کہا اور اس نے معذرت آمیز انداز میں میری جانب دیکھا لیکن منہ سے کچھ نہ کہا۔

میں گردن ہلا کر باہر نکل آیا تھا۔۔۔۔۔۔ میں جس پروگرام کے تحت یہاں آیا تھا' وہ کسی اور وجہ سے

کینسل ہو جاتا تو مجھے سخت کوفت ہوتی لیکن اس کے بدلے مجھے جو کچھ ملا' وہ میرے لیے بہت دلکش اور دلچسپ تھا۔

چنانچہ میں اس کے متعلق پروگرام بناتا ہوا اپنے کیبن میں پہنچ گیا' جہاں ہراتا موجود تھا۔

جب میں گیا تھا تو ہراتا سونے کے انداز میں لیٹا ہوا تھا لیکن جب میں واپس پہنچا تو وہ جاگ رہا تھا۔

مجھے دیکھ کر اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

"ارے تم جاگ رہے ہو؟" میں نے پوچھا۔

"ہاں چیف بس سونے کی کوشش کر رہا تھا۔ بس نیند نہیں آئی"

"کیا سوچ رہے ہو؟"

"کچھ نہیں چیف۔ سوچنے کے لیے بے شمار باتیں ہوتی ہیں اور بعض اوقات تو سوچ اپنی مرضی کی نہیں رہتی"۔

"ہاں یہ تو ہے۔ ویسے اگر نیند نہیں آ رہی تو آؤ کچھ دیر گفتگو کریں"۔ میں نے کہا۔

"ہاں ہاں ضرور" ہراتا سنبھل کر بیٹھ گیا۔

میں چند ساعت سوچتا رہا پھر میں نے سرد سانس لے کر کہا "اپنی زندگی کے بارے میں میں تمہیں تھوڑا بہت بتا چکا ہوں ہراتا"۔

"ہاں چیف" ہراتا سنجیدہ لہجے میں بولا۔

"ابتداء میں ایک شخص غلام سیٹھ میرا مالک تھا۔ وہی مجھے اس لائن میں لایا اور اسی نے اپنے طور پر مجھے تربیت دی۔ پھر میں اس کے گروہ کے لیے کام کرتا رہا۔ اس گروہ کے لیے میں نے طویل سفر کیا اور بہت سے کام اس کے لیے انجام دیے۔ اس دوران لوگوں سے میری دشمنی بھی ہوئی۔ یہاں تک کہ انٹرپول میرے پیچھے پڑ گئی۔ بمشکل تمام میں انٹرپول سے اپنا پیچھا چھڑانے میں کامیاب ہوا یعنی وہ مجھے مس کر بیٹھی۔

پھر غلام سیٹھ مارا گیا اور میں اپنے طور پر آزاد ہو بیٹھا۔ پیسے کی میرے پاس کوئی کمی نہیں ہے ہراتا۔ دنیا کے مختلف ممالک میں میری بے شمار دولت موجود ہے۔

لیکن بعض اوقات انسان یہ سب کچھ دولت کے لیے نہیں کرتا' ہنگامہ آرائی کے دوران میری چپقلش ایک گروہ سے ہو گئی۔ گروہ کا سربراہ مکلینو تھا۔ مکلینو کا نائب ایک سیاہ فام افریقی تھا جس کا نام ہوریشو تھا۔

یہ افریقی شخص بے پناہ خطرناک تھا۔ بڑی پراسرار قوتوں کا مالک' مکلینو سے تو میرے اختلافات دور ہو گئے لیکن ہوریشو سے البتہ میری چل گئی۔ بلاشبہ اس نے ایک طویل عرصے تک مجھے کافی نقصان پہنچایا پھر اس کے بعد میں اس کے چنگل سے آزاد ہو گیا۔ ہاں بلاشبہ میں نے اسے ایک چیلنج کیا اور وہ چیلنج یہ تھا کہ میں اسے سکون کی نیند نہیں سونے دوں گا۔ اور میں اسے اسمگلنگ کا کاروبار نہیں کرنے دوں گا۔ اور مسٹر ہراتا' اس دن سے میں ہوریشو کے راستے پر لگ گیا۔

میں نے ہر وہ کوشش کی جس سے اسے زک پہنچے۔ ابھی تھوڑے عرصے قبل کی بات ہے کہ میں نے اس کے بے شمار آدمی قتل کر کے اس کی لانچ پر قبضہ کر لیا اور اس پر جو مال لے جایا جا رہا تھا' اسے خود حاصل کر کے ایک جگہ پوشیدہ کر دیا۔ وہ مال اس وقت بھی میرے قبضے میں ہے"۔ میں نے کہا اور ہراتا دلچسپ نگاہوں سے مجھے دیکھتا ہوا بولا:

"اوہو مسٹر لارل' لیکن کس قسم کا مال؟"

"یہی منشیات۔ میرا خیال ہے انتہائی قیمتی منشیات اس لانچ میں موجود تھیں' جو میرے ہاتھ لگیں"۔

"اوہ ۔۔۔۔۔ اوہو ۔۔۔۔۔" ہراتا ہاتھ ملتے ہوئے بولا۔ اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

"کیوں' کیا خیال ہے تمہارا؟"

"میں کیا کہوں ڈیر باس۔ بس یوں سمجھیں کہ تمہاری زندگی کے بہت سے پہلو میری زندگی سے ملتے جلتے ہیں۔ مجھے اس قسم کے کھیل بہت پسند آتے ہیں۔ لیکن بس یوں سمجھا جائے کہ مجھے نہ تو اس قسم کا موقع ملا اور نہ ہی میری طبیعت اس طرف راغب ہوئی۔ اب تم یہ سب کچھ سنا رہے ہو تو مجھے یوں لگ رہا ہے جیسے یہ سب میرا اپنا ہے"۔

"اگر غور کرو ہراتا تو میرے ساتھ شامل ہو جانے کے بعد میرے اور تمہارے معاملات الگ الگ نہیں رہتے"۔

"بے شک پورے خلوص دل کے ساتھ چیف"۔

"میں نے ہوریشو کو چیلنج کیا تھا۔ ہراتا اور اپنے اس چیلنج پر آج تک کاربند ہوں۔ میں اسے بھولا نہیں ہوں۔ اس نے مجھے اس انداز میں قتل کرنا چاہا تھا جیسے کسی بہت ہی کمتر انسان کو شکست دینے کی کوشش کی جائے لیکن میں اس کے حلق کی ہڈی بن گیا ہوں۔ میں وہ کانٹا ہوں جسے وہ نہ تو نگل سکتا ہے اور نہ اگل سکتا ہے۔ مجھے یقین ہے وہ زندگی بھر اپنے اس نقصان کو نہیں بھول سکے گا جو اس نے میری شکل میں کیا ہے۔ لیکن یہ میرا عہد ہے کہ میں اس کا پیچھا کبھی نہیں چھوڑوں گا۔ کبھی نہیں"۔

"چھوڑنا چاہیے بھی نہیں باس جس سے ٹھن جائے تو پھر اسے پورا ہونا ہی چاہیے۔ یا تو وہ منظر عام پر رہے' یا خود ۔۔۔۔۔" ہراتا نے جواب دیا۔

"چنانچہ ہراتا یہ قطعی اتفاق ہے کہ اس جہاز پر میری مڈبھیڑ پھر اس کے آدمیوں سے ہو گئی ہے"۔

"کیا؟" ہراتا خوشی سے اچھل پڑا۔

"ہاں ہراتا"

"اوہ!" ہراتا خوشی سے بے تاب ہو گیا۔ اس کی آنکھوں میں ایسی چمک تھی جیسے کوئی بچہ اپنی پسند کا کھیل دیکھنے کا شائق ہو اور وہ کھیل اس کے سامنے ہو رہا ہو۔

"تمہیں کیسے پتہ چلا باس؟"

"وہ لڑکی جس سے کل میری ملاقات ہوئی تھی' اسی گروہ سے تعلق رکھتی ہے" میں نے جواب دیا۔

"بہت خوب۔ بہت حیرت انگیز بات ہے کیا اس لڑکی نے تمہیں بتایا ہے؟"

"نہیں ہراتا۔ ایسی باتیں کون کسی کو بتاتا ہے۔ ظاہر ہے وہ اس گروہ میں ہے اور اس گروہ کے لیے کام کر رہی ہے اور اس گروہ کے ایک خوبصورت پلان کے تحت اس جہاز میں سفر کر رہی ہے"۔

"وہ لڑکی باس' وہ جو سیاہ لباس پہنے ہوئے تھی؟"

"ہاں ہراتا"۔

"لیکن وہ تو...... وہ تو کوئی بیوہ ہے جو اپنے شوہر کی لاش لیے جا رہی ہے"۔ ہراتا نے کہا۔
"ہاں ان لوگوں کا یہی ڈرامہ ہے"۔
"کیا مطلب؟" ہراتا نے تعجب سے پوچھا۔
"لاش کے اندر ہیرے بھرے ہوئے ہیں" میں نے جواب دیا اور ہراتا کی آنکھیں حیرانی سے پھیل گئیں۔

چند ساعت تک وہ کچھ نہ بول سکا۔ میں خاموشی سے کچھ سوچ رہا تھا۔ پھر ہراتا کی آواز گونجی:
"اور تم نے یہ سب کچھ معلوم کر لیا؟"
"ہاں ہراتا"
"اور لڑکی نے نہیں بتایا"۔
"نہیں!"
"مگر کیسے؟"
"بس ہراتا' بعض اوقات چالاک ترین لوگ بھی ایسی احمقانہ حرکتیں کرتے ہیں جن کا کسی بچے سے بھی تصور نہیں کیا جا سکتا۔ وہ لوگ لڑکی کو مجھ سے ملاقات کے لیے روک رہے تھے اور کہہ رہے تھے کہ کسی طور بھی یہ بات مناسب نہیں ہے کہ وہ اجنبی لوگوں سے راہ و رسم پیدا کرے۔ یہ راہ و رسم اس کے لیے نقصان دہ بھی ہو سکتی ہے اور اس گفتگو کے دوران وہ ساری باتیں خود بخود دہرا گئے اور میں حرکت میں برکت کے مقولے کا قائل ہو گیا"۔
"اس کا مطلب ہے کہ حالات نے تمہاری مدد کی مسٹر لارل!"
"ہاں۔ یہی سوچا جا سکتا ہے لیکن ہراتا' ہوریشو کے کسی پروگرام کے اس طرح ہمارے علم میں آجانا ایک نیک فال ہے اور ان حالات کے بعد کیا تم پسند کرو گے کہ وہ لوگ اتنی آسانی سے اپنا کام کر لیں؟"
"ہرگز نہیں مسٹر لارل!" ہراتا مسکرا کر بولا۔
"بس تو ہمیں پھر ایک کام کرنا ہے"
"میں تیار ہوں مسٹر لارل" ہراتا پرجوش انداز میں بولا۔
میں نے محسوس کیا تھا کہ مجھ سے زیادہ تو وہ خوش نظر آنے لگا تھا۔ نہ جانے اس کے ذہن میں کیا تھا۔

چند ساعت خاموشی رہی۔ پھر میں نے پوچھا "کیوں ہراتا ہمیں کام کی ابتداء کہاں سے کرنی چاہیے؟"
"اوہ مسٹر لارل!" میرا خیال ہے اس سلسلے میں بہتر آپ ہی سوچ سکتے ہیں۔ میں ان لائنوں میں سوچ کا ماہر نہیں ہوں"۔
"وہ لاش سرد خانے میں موجود ہے جس میں ہیرے بھرے ہوئے ہیں"۔
"لوہو' بہت خوب۔ تب پھر میرا خیال ہے ہمیں پہلے لاش کا جائزہ لینا چاہیے" ہراتا نے کہا۔
"ہاں میں بھی یہی سوچ رہا ہوں"۔ میں نے کہا۔
"جہاز کے سرد خانے کے بارے میں آپ کو کچھ معلومات حاصل ہیں مسٹر لارل؟"

"معلومات تو نہیں ہراتا لیکن میرا خیال ہے معلوم کیا جا سکتا ہے اور یہ کام ہمیں آج ہی کرنا ہے"۔
"ابھی؟"
"ہاں! ابھی اس وقت!"
"تو پھر چلو چیف۔ دیر کس بات کی ہے" ہراتا خوشی سے بھرپور لہجے میں بولا۔
"آؤ۔ لیکن مسئلہ یہ ہے کہ سرد خانے کے بارے میں تفصیلات کس سے معلوم ہوں گی؟" میں نے کہا۔

"ارے معلوم کرنے کی ضرورت بھی کیا ہے چیف۔ ہم خود ہی معلوم کر لیں گے۔ ظاہر ہے یہ کوئی ایسی چیز تو نہیں ہے جسے تلاش کرنا مشکل ہو۔ ہم جہاز کے مختلف حصے دیکھیں گے۔ کہیں نہ کہیں سرد خانہ نظر آ ہی جائے گا اور اگر ضرورت پڑی تو کسی سے پوچھ لیں گے۔ اول میرا خیال تو یہ ہے کہ ہمیں ضرورت ہی نہیں پڑے گی"۔
"چلو ٹھیک ہے" میں نے ہراتا کی بات سے اتفاق کیا۔
"ظاہر ہے کسی سے پوچھنا مشکل بھی تھا۔ سو ہم دونوں باہر نکل آئے۔ تقریباً" جہاز کے تمام مسافر سونے کے لیے لیٹ گئے تھے لیکن کسی پر کوئی خاص پابندی تو تھی نہیں۔ اگر کوئی مسافر کہیں نظر آجاتا تو اس سے کوئی پوچھ گچھ نہیں ہو سکتی تھی۔ جب تک کہ اس پر کوئی خاص قسم کا شبہ نہ ہو جائے۔
چنانچہ میں نے اور ہراتا نے مل کر ایک چھوٹی سی اسکیم بنائی اور ہم باہر نکل آئے۔ ہم شرابیوں کے سے انداز میں جھومتے ہوئے چل رہے تھے اور کوشش کر رہے تھے کہ جہاز کے دوسرے عملے یا مسافروں کی نگاہ میں نہ آئیں۔
چنانچہ اس طرح ہم نہ جانے کہاں کہاں گھومتے پھرے۔ رات آدھی ہو چکی تھی۔ اس وقت تقریباً" تین یا چار بجے کا وقت تھا۔ ہم دونوں جہاز کے مختلف حصوں میں گھومتے ہوئے ایک ایسے حصے میں پہنچ گئے' جہاں ایک دروازے پر سرد خانہ لکھا ہوا نظر آ رہا تھا۔
"اوہو۔ اس کا مقصد ہے کہ مردہ گھر یہیں کہیں ہو گا" میں نے ہراتا سے کہا۔ ہراتا پرخیال انداز میں چاروں طرف دیکھ رہا تھا۔
"ہاں چیف یقیناً"
"یہاں کوئی منتظم یا محافظ وغیرہ نہیں ہے" میں نے کہا۔
"ہاں چیف۔ دراصل سرد خانے کی حفاظت کا کوئی اتنا زبردست بندوبست تو نہیں کیا جاتا ہو گا۔ چنانچہ آؤ" ہراتا نے کہا۔
اور ہم دونوں ادھر ادھر دیکھ کر سرد خانہ کے اندر داخل ہو گئے۔ دروازہ بند تھا لیکن مقفل نہیں تھا۔ اور اس میں بھی وہی خیال کارفرما تھا۔ ظاہر ہے یہاں ایسی کوئی چیز نہیں تھی جسے چرا لیا جاتا۔ چنانچہ پہلے میں نے ادھر ادھر دیکھا' پھر ہراتا نے اس کے بعد ہم سرد خانے کا دروازہ کھول کر اندر داخل ہو گئے۔
اندر ایک چھوٹا سا مدھم بلب جل رہا تھا۔ سرد خانہ بہت بڑا نہیں تھا۔ ویسے ظاہر تھا کہ یہ لاشیں وغیرہ لے جانے کے لیے ہی کام آتا تھا اور اس کے دوسرے حصے میں سرد خانے سے دوسرے کام لیے جاتے تھے۔

پورے سرد خانے میں صرف ایک ہی لاش رکھی ہوئی تھی اور یہ لاش بھی ایک خوبصورت تابوت میں بند تھی۔

چنانچہ ہم نے دروازہ اندر سے بند کر لیا اور لاش کے نزدیک پہنچ گئے۔ لاش سے ہلکا سا تعفن اٹھ رہا تھا لیکن غالباً اسے اس طرح محفوظ کر دیا گیا تھا کہ تعفن باہر نہ نکلنے پائے۔

ہم نے تابوت کے قریب پہنچ کر تابوت کا ڈھکنا کھولنے کی کوشش کی لیکن اس کے ڈھکنے میں تالا پڑا ہوا تھا۔

"تالا لگا ہوا ہے" میں نے ہراتا کی طرف دیکھ کر کہا اور ہراتا ٹھوڑی کھجانے لگا۔

پھر اس نے اپنے لباس سے ایک قلم نکالا۔ قلم نکالنے کے بعد اس نے پین کا اوپر کا کلپ دبایا اور قلم کے نچلے سرے سے ایک چھوٹی سی نوک باہر نکل آئی۔ میں بڑی دلچسپی سے ہراتا کا یہ کام دیکھ رہا تھا۔

ہراتا نے نوک تالے میں ڈالی اور پھر ہلکی سی کلچ کے ساتھ تالا کھل گیا۔ "اوہ ہراتا۔ تم تو اس کام کے بھی ماہر معلوم ہوتے ہو" میں نے کہا۔

"نہیں چیف ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ بس یہ اتفاق سے میرے پاس رہ گیا تھا۔ کہیں پڑا ہوا ملا تھا۔ مجھے پسند آیا۔ چنانچہ میں نے اسے رکھ لیا۔ بظاہر یہ قلم ہے لیکن اس میں یہ نوک بھی ہے۔ نجانے اس کا مقصد کیا ہے لیکن دراصل میں یہ سمجھتا ہوں کہ یہ اسی مقصد کے لیے تھی" ہراتا نے کہا اور میں نے گردن ہلا دی۔

تالا کھول کر ہم نے تابوت کا ڈھکن کھولا اور سرد خانے میں لاش کی بدبو پھیلنے لگی۔ اسے زیادہ احتیاط سے محفوظ نہیں کیا گیا تھا۔ غالباً اس کی وجہ سمجھ میں نہیں آتی تھی۔ ان لوگوں نے ایک نفسیاتی حربہ استعمال کیا تھا۔

یعنی لاش میں اتنا تعفن پیدا ہو جائے کہ کسٹمز کے افسران اور دوسرے لوگ اس کی جانب بہت زیادہ توجہ نہ دیں اور جلد از جلد نکالنے کی کوشش کریں تاکہ لاش بالکل ہی خراب نہ ہو جائے۔

"یہ ایک نفسیاتی گر تھا۔ ممکن ہے اسی انداز میں سوچا گیا ہو۔ ہوریشو جیسے آدمی سے اس بات کی توقع کی جاسکتی تھی۔۔۔۔۔ ہم نے لاش کا چہرہ دیکھا۔

لاش ایک سفید کفن میں لپٹی ہوئی تھی۔ البتہ اس کا چہرہ کھلا ہوا تھا۔ لیکن اس کا باقی بدن کفن میں لپٹا ہوا تھا۔

ہم نے لاش کا باقی بدن کھول کر دیکھا اور کافی مشکل کے بعد وہ لکیریں تلاش کرنے میں کامیاب ہو گئے تھے جسے شاید پلاسٹک میک اپ سے برابر کرنے کی کوشش کی گئی تھی۔ ان لکیروں کو چیر کر اندر ہیرے بھرے گئے تھے۔۔۔۔۔ اس سے زیادہ تو اس وقت دیکھا نہیں جاسکتا تھا۔

ہم نے اس لاش کا جائزہ لے لیا۔ تابوت کھول کر دیکھ لیا اور اس کے بعد میں نے اور ہراتا نے تابوت کو بند کر دیا۔ ہراتا نے تالا دبا کر بند کر دیا تھا۔ اس کے بعد ہم دونوں خاموشی سے سرد خانے سے باہر نکل آئے۔

تھوڑی دیر کے بعد ہم دوبارہ اپنے کیبن میں بیٹھے ہوئے تھے۔ ہراتا کی آنکھیں چمک رہی تھیں۔ اس نے عجیب و غریب انداز میں میری جانب دیکھا اور بولا:

"مسٹر لارل! دراصل میں ان چیزوں سے قطعی طور پر ناواقف ہوں۔ میں سوچ بھی نہیں سکتا کہ انسان دولت کے حصول کے لیے ایسی حرکتیں بھی کر سکتا ہے۔ ان لوگوں نے کس طرح اسمگلنگ کا پروگرام بنایا ہے۔ میرے لیے حیرت انگیز ہے۔ یہ لاش انہیں کہاں سے حاصل ہوئی؟"

"ممکن ہے کسی کو قتل کیا گیا ہو' اور یہ بھی ممکن ہے کہ لاش کو ہسپتال سے حاصل کیا گیا ہو۔ ویسے میں نے جس شخص کا نام لیا تھا' ہراتا' یعنی وہ شخص ہوریشو' وہ بے حد خطرناک آدمی ہے۔ اس شخص کے کارنامے دیکھ کر تم حیران رہ جاؤ گے۔ اس کی سنگدلی کا کوئی جواب نہیں ہے۔ چالاکی میں بے مثال اور طاقت میں منفرد۔۔۔۔۔ البتہ بڑی ٹھنڈی طبیعت کا مالک ہے۔۔۔۔۔ بہت ساری خوبیوں کا مالک' بڑا ہی عجیب اور طاقتور۔ چنانچہ اس نے جو کچھ کیا' وہ قطعی تعجب خیز نہیں ہے۔ لاش کہیں سے بھی حاصل کی گئی ہو' بلاشبہ ہیرے اسمگل کرنے کا بہترین طریقہ ہے۔ اب اصل مسئلہ یہ نہیں ہے۔ اصل مسئلہ یہ ہے کہ ہمیں اس کے بعد کیا کرنا ہے"۔

"ہاں چیف' ویسے میں اس سلسلے میں بالکل کورا ہوں۔ البتہ تم میرے سپرد جو کام کرو گے' میں اسے مکمل طور پر انجام دوں گا اور بخوشی انجام دوں گا۔ تم یقین کرو چیف میں ان معاملات میں بہت اچھی سوچ نہیں رکھتا" ہراتا نے جواب دیا۔

اور میں پر خیال انداز میں اسے دیکھنے لگا۔ تب میں نے گردن ہلاتے ہوئے کہا "بہتر ہراتا۔۔۔۔۔ ابھی اس سفر کا کچھ حصہ باقی ہے۔ میرا خیال ہے منزل پر پہنچنے سے پہلے ہم اس بارے میں فیصلہ کر لیں گے۔ میں چاہتا ہوں کہ ہوریشو کو ناکوں چنے چبوا دیے جائیں۔ میں چاہتا ہوں یہ لاش جس میں ہیرے بھرے ہوئے ہیں' کسی بھی طور ہوریشو کے ہاتھ نہیں لگنی چاہیے۔ اس کے سلسلے میں کچھ ہونا ہی چاہیے"۔

جیسا بھی مناسب سمجھیں چیف" ہراتا نے کہا۔ میں نے محسوس کیا تھا کہ رات گزر جانے کی وجہ سے ہراتا کی گفتگو کچھ اکھڑی اکھڑی سی ہے۔ وہ سو جانا چاہتا ہے۔ چنانچہ میں نے اسے اس کا موقع دیا اور خود ہی ہراتا سے کہا "ہراتا اگر تم چاہو تو سو جاؤ۔ کیونکہ میں سونا چاہتا ہوں"۔

"جو چیف کی مرضی" ہراتا نے کہا اور پھر سونے کے لیے لیٹ گیا۔ میں خود بھی اپنے بستر پر آلیٹا تھا۔ جو کچھ ہوا تھا' وہ میری توقع سے بہت بڑھ کر ہوا تھا۔ اور میں سوچ رہا تھا کہ اب ہوریشو سے ایک اور جھڑپ کا خوبصورت موقع ملا ہے لیکن کیا کرنا چاہیے۔

میرا خیال ہے' صبح تک مجھے نیند نہیں آئی۔ ہراتا اپنے بستر پر گہرے گہرے سانس لے رہا تھا۔ جس سے اندازہ ہو رہا تھا کہ وہ گہری نیند سو رہا ہے۔

پھر صبح تک میں نے اس سلسلے میں ایک خوبصورت پلان ترتیب دے لیا تھا اور رات کی تھکن کا کوئی احساس یا اثر میرے ذہن یا میرے اعصاب پر نہیں تھا۔ صرف اس لیے کہ میں اپنے پلان سے بہت زیادہ مطمئن تھا۔

دن کے معمولات میں کوئی تبدیلی نہ ہوئی۔ ہراتا سے اس موضوع پر چند باتیں بھی ہوئیں۔ لیکن میں نے اسے کوئی خاص بات نہیں بتائی تھی۔ اس کے علاوہ دن میں گوریا بھی نظر نہیں آئی۔ شاید وہ اپنے کیبن ہی میں بند رہی تھی۔ البتہ اس کے آدمیوں کو میں نے ضرور دیکھا تھا۔ ان میں سے کچھ مجھ پر نگران تھے لیکن پھر بھی میں نے اس قسم کا کوئی اظہار نہیں کیا کہ میں ان سے واقف بھی ہوں۔ گوریا کا دوسرا معاملہ

تھا۔

"شام کو تقریباً" چھ بجے میں نے گوریا کو عرشے پر دیکھا۔ وہ تنہا کھڑی ہوئی تھی۔ میں اس سے تھوڑا فاصلے پر پہنچ گیا۔

گوریا نے میری طرف دیکھا مگر، خصوصی طور پر میری طرف متوجہ نہ ہوئی۔ جب ایسی صورت حال تھی تو مجھے کیا پڑی تھی کہ میں اس کے نزدیک جانے کی کوشش کرتا۔ ویسے بھی میں اپنے آپ کو غیر متعلق آدمی ظاہر کرنا چاہتا تھا۔ اور انہیں کسی شبہ کا موقع دینا نہیں چاہتا تھا۔ چنانچہ میں نے بھی اسے نظرانداز کیا۔

پھر رات ہوگئی۔ میں اور ہراتا آرام سے اپنے بستر پر سوگئے۔ پچھلی رات میں پوری شب جاگتا رہا تھا اس لیے جلد ہی نیند آگئی اور ساری رات میں گہری نیند سویا۔ دوسری صبح ہمارے سفر کی منزل کا اختتام تھی اور ہماری منزل قریب آگئی تھی۔

دور ہی سے بہت سے لوگ ساحل کو دیکھ رہے تھے۔ میں اور ہراتا بھی ان میں شامل ہوگئے۔ ہمیں پھرتی سے اپنا کام انجام دینا تھا۔ چنانچہ میں اس کے لیے سوچنے لگا۔

جہاز کی رفتار اب کم ہوگئی تھی۔ وہ ساحل کی جانب بڑھ رہا تھا۔ ایک چھوٹی بوٹ جہاز سے اتر کر ساحل کی طرف روانہ ہوگئی تھی۔ غالباً" ضروری معاملات طے کرنے کے لیے۔ اور پھر جہاز کو تھوڑی دیر کے بعد برتھ مل گئی۔ جہاز برتھ سے جالگا۔ مسافر نیچے اترنے لگے۔

چھوٹی کشتیاں انہیں لے کر ساحل پر جارہی تھیں اور پھر انہوں نے تمام مسافروں کو ساحل کے اس حصے کی جانب منتقل کر دیا جہاں کسٹم کی ضروریات سے فارغ ہو کر تمام مسافر باہر جاسکتے تھے۔ ہمارا مختصر سا سامان بھی کسٹم کی نذر ہوگیا اور ہم اس کی چیکنگ کا انتظار کرنے لگے۔ یہاں اچھا خاصا وقت لگنے کا امکان تھا چنانچہ ہم ایک اسٹال پر جاکر چائے پینے لگے اور یہیں سے میں نے اپنے پروگرام کا آغاز کر دیا۔

میں نے ادھر ادھر دیکھا۔ مجھ سے تھوڑے فاصلے پر پبلک بوتھ موجود تھا۔ میں وہاں پہنچ گیا۔ یہاں پر ٹیلی فون ڈائریکٹری بھی موجود تھی۔ میں چائے پینے کے بعد کال بوتھ کی جانب بڑھ گیا تھا جبکہ ہراتا وہیں کھڑا رہا تھا۔ وہ میری کاروائیاں دیکھ رہا تھا۔

ٹیلیفون بوتھ پر پہنچ کر میں نے ڈائریکٹری اٹھائی اور کسٹم کے فون نمبر تلاش کرنے لگا۔ یہ نمبر خصوصی نمبروں میں شامل تھا۔ چنانچہ میں نے کسٹم کے ایک بڑے افسر کا نمبر تلاش کیا اور اسے ذہن نشین کر لیا۔ پھر میں نے ٹیلی فون پر وہ نمبر ڈائل کیا اور ریسیور کان سے لگالیا۔

"لیس" چند ساعت کے بعد آواز سنائی دی۔

"مسٹر اولیانو سے بات کرنی ہے"۔

"ایک منٹ جناب ہولڈ کریں" ریسپشنسٹ کی آواز ابھری اور چند ساعت کے بعد ایک بھاری آواز سنائی دی۔

"اولیانو اسپیکنگ"

"مسٹر اولیانو آپ کے ڈیپارٹمنٹ کے نزدیک میں ایک مسافر بول رہا ہوں۔ میں نے اس جہاز سے سفر کیا ہے جو ابھی آکر لگا ہے اور جس کے مسافر آپ کے ڈیپارٹمنٹ سے چیکنگ کرا رہے ہیں۔ میں آپ کو اسمگلنگ کے سلسلے میں ایک خصوصی اطلاع دینا چاہتا ہوں۔ لیکن میری خواہش ہے کہ آپ فوری طور پر

کاروائی کریں اور اس سلسلے میں کوئی بہتر قدم اٹھائیں۔ دوسری صورت میں آپ نے یا آپ کے عملے نے لاپرواہی کا ثبوت دیا اور میری ان معلومات سے فائدہ نہ اٹھایا تو میں صرف آپ کو ایک وارننگ دینا چاہتا ہوں کہ میرا تعلق اخبارات سے ہے اور میں اس سلسلے کی تمام تفصیلات اخبارات میں چھپوا دوں گا اور آپ کو بلاوجہ پریشانی اٹھانی پڑے گی"۔

"اوہ آپ کون صاحب ہیں؟ براہ مہربانی اپنا نام بتائیں"۔

"میں اپنا نام بتانا مناسب نہیں سمجھتا کیونکہ اس کے بعد مجھے خود بھی الجھنوں کا شکار ہونا پڑے گا"۔

"تب آپ پھر وہ اطلاع دیں۔ آپ کیا کہنا چاہتے ہیں' ظاہر ہے ہم آپ سے بھرپور تعاون کریں گے کیونکہ یہ تو آپ نے...... ہمارے ہی فائدہ کی بات بتائی ہے اور ہم آپ کے بے حد شکرگزار ہوں گے اگر کسی سلسلے میں آپ ہماری رہنمائی کریں گے"۔

"جی ہاں۔ میں آپ کو بتا سکتا ہوں۔ صورت حال یہ ہے کہ جہاز پر چند ایسے افراد سفر کر رہے تھے جن کا تعلق اسمگلنگ کے ایک زبردست گروہ سے ہے۔ یہ گروہ مسٹر ہوریشو کا گروہ کہلاتا ہے۔ اور اس کے ارکان دنیا کے مختلف حصوں میں پھیلے ہوئے ہیں۔ میں اس گروہ کے بارے میں زیادہ علم نہیں رکھتا لیکن جہاز پر سفر کرنے والے افراد کئی ہیں۔ ان میں ایک لڑکی بھی ہے جو مسز ایڈگر کے نام سے سفر کر رہی ہے۔ اور سیاہ ماتمی لباس میں ملبوس یہ لڑکی اپنے شوہر ایڈگر کی لاش لے کر واپس آئی ہے۔ لیکن اس لاش کے اندر ہیرے بھرے ہوئے ہیں"۔

"کیا؟" کسٹم آفیسر کی آواز میں شدید حیرت تھی"۔

"جی ہاں۔ لاش کے جسم پر آپ کو ایسے نشانات نظر آجائیں گے جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ لاش کو چیرا گیا ہے۔ اگر آپ اسے کھول کر دیکھیں گے تو اس کے اندر آپ کو ہیرے ملیں گے"۔

"کیا ——— کیا تم درست کہہ رہے ہو؟"

"جی ہاں بالکل درست!"

"اور اگر کوئی شبہ والی بات ہوئی تو؟"

"نہیں ایسی کوئی بات نہیں۔ آپ یقین کریں۔ ہاں اگر آپ اس میں شبہ پائیں تو میں یقین نہیں دلا سکتا ——— پھر بھی بہتر یہ ہے کہ آپ اپنے طور پر ایک رسک لے لیں۔ میرا خیال ہے آپ کو ناکامی نہیں ہوگی"۔

"پلیز مسٹر' براہ کرم آپ جو مجھ سے اتنا تعاون کر رہے ہیں تو تھوڑا سا تعاون اور کریں"۔

"جی فرمایئے" میں نے کہا۔

"آپ مجھ سے براہ راست مل لیں۔ کیا آپ یہیں کہیں موجود ہیں؟"

"جی ہاں میں موجود ہوں" میں نے جواب دیا۔

"تو پھر براہ مہربانی میں آپ کو تکلیف دوں گا........"

"مجھے افسوس ہے جناب۔ میں مجبور ہوں لیکن میرے لیے یہ ممکن نہیں ہے" میں نے جواب دیا۔

"پلیز میں وعدہ کرتا ہوں کہ آپ کو کسی قسم کی الجھن میں پھنسنے نہ دوں گا۔ آپ نے مجھے اتنی قیمتی اطلاع دی ہے۔ اگر آپ......"

"جی نہیں۔ اب میں ٹیلیفون کے نزدیک بھی زیادہ دیر نہیں ٹھہر سکتا۔ میں آپ کی طاقت سے بخوبی واقف ہوں۔ لیکن میں کسی صورت اس چکر میں پڑنا نہیں چاہتا۔ لہٰذا خدا حافظ!" میں نے کہا اور فون بند کر کے تیزی سے پلٹ آیا تاکہ اگر کوئی مجھے دیکھنے کی کوشش کرے تو میں اسے مل نہ سکوں"۔

"میں ہراتا کے پاس آیا۔ وہ بھی میری صورت دیکھ رہا تھا۔ پھر اس نے آہستہ سے سرگوشی کے سے انداز میں پوچھا:

"کیا ہوا چیف‘ کام ہو گیا؟"

"ہاں"۔

"کوئی پروگرام بنایا تم نے؟"

"ہاں ہراتا۔ بس تم تماشہ دیکھتے رہو۔ ویسے ہمیں کچھ کام کرنا ہوگا"۔

"کیا آپ ہراتا کو اس سے واقف کرانا ضروری نہیں سمجھیں گے؟"

"کیوں نہیں ہراتا۔ ویسے میں نے کسٹم آفیسر کو اس لاش کی اطلاع دے دی ہے اور مجھے یقین ہے کہ چند ساعت کے بعد تم ڈرامہ دیکھ لوگے"

"خوب-----" ہراتا نے گردن ہلائی۔ پھر آہستہ سے بولا "لیکن اس طرح یہ لاش کسٹم کے قبضہ میں چلی جائے گی"۔

"ہاں فی الوقت لیکن اس کے بعد......"

"اس کے بعد کیا؟" ہراتا نے پوچھا۔

"اوہ میرا خیال ہے وہ دیکھو تلاش شروع ہو گئی" میں نے ہراتا کو ایک جانب متوجہ کیا۔ کسٹم کے کئی پولیس افسران اور دوسرے آدمی اس دوشیزہ کی جانب جا رہے تھے جس نے ماتمی لباس پہنا ہوا تھا اور افسردہ سی کھڑی تھی۔

گوریا سچ مچ ایک اچھی اداکارہ تھی۔ اس کے چہرے پر جو غم کے آثار دکھائی دے رہے تھے‘ وہ یہ ثابت کر رہے تھے کہ وہ واقعی ایسی بیوہ ہے جو حال ہی میں اپنے شوہر سے بچھڑ گئی ہو۔ غم و اندوہ اس کے چہرے سے ٹپک رہا تھا۔ اور سیاہ ماتمی لباس میں اس کی شخصیت اور ماتمی نظر آ رہی تھی۔ اس کے گرد چند افراد کھڑے تھے اور وہ اس کے وہی ساتھی تھے جو اس کے ساتھ آئے تھے۔

کسٹم افسر اور دوسرے لوگوں نے غالباً" اسے تاک لیا تھا۔ شاید وہ اس کی نگرانی کر رہے تھے۔ پھر انہوں نے ان کے گرد گھیرا ڈال لیا اور میں نے دلچسپ نگاہوں سے اس منظر کو دیکھا۔ وہ سب بھونچکا رہ گئے تھے۔

"واہ بڑی دلچسپ سچویشن ہے" ہراتا نے مسکراتے ہوئے کہا اور میں نے اس کا شانہ دبایا۔

"بھونچکا کھڑے ہوئے لوگ اب کسٹم افسر سے کچھ باتیں کر رہے تھے اور پھر وہ سب کسٹم کے افسران کے گھیرے میں ایک مخصوص حصے کی جانب بڑھنے لگے-----

میں نے اندازہ لگایا تھا کہ کسٹم آفیسر انہیں اپنے آفس میں لے جا رہا تھا۔ لیکن خطرناک لوگ تھے‘ نہ جانے کیا ہو----- اور پھر میں اور ہراتا بھی ان کے ساتھ آہستہ آہستہ آگے بڑھ گئے۔

بہت جلدی تو تھی نہیں۔ ہمارا سامان بھی بہت پیچھے تھا اور ظاہر ہے کہ سامان کی چیکنگ ہونے کے بعد ہی ہمیں یہاں سے نکلنا تھا۔

پھر میں نے دیکھا کہ کچھ دوسرے افراد وہ تابوت اٹھا کر کسٹم کے اس حصے کی طرف لے جا رہے ہیں جہاں آفیسرز کے دفاتر تھے۔

اور میں نے سوچا کہ کام بن گیا۔ ہراتا بھی اس تمام کاروائی کو بہت دلچسپی سے دیکھ رہا تھا۔ تب اس نے افسوس بھرے لہجے میں کہا:

"چیف‘ کاش ہم اندر کے مناظر بھی دیکھ سکتے"۔

"ہاں ہراتا‘ یہ ممکن نہیں ہے" میں نے کہا لیکن پھر بھی ہم ان دفاتر سے زیادہ دور نہیں تھے۔ یہاں اور بھی لوگ تھے۔ ہم بھی ان میں شامل ہو گئے۔ کوئی کسی کی جانب متوجہ نہیں تھا‘ اور نہ ہی کوئی جان سکا تھا کہ معاملہ کیا ہے۔ بس خاموشی تھی اور سب لوگ اپنے کاموں میں مصروف تھے۔

تقریباً" بیس منٹ اسی انداز میں گزرے۔ اندر کسٹم افسران اور ان لوگوں میں نہ جانے کیا گفتگو ہوئی۔ اس کے بارے میں ہمیں پتہ نہ تھا۔

میں نے چند لمحات کے لیے کچھ سوچا۔ اب ہمارا سامان بھی چیکنگ کے لیے آ گیا تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد ہمیں یہاں سے نکلنا بھی تھا۔ لیکن میں چاہتا تھا کہ ان لوگوں کی کاروائی مکمل طور پر دیکھ لی جائے۔ چنانچہ میں نے فیصلہ کیا کہ سارا سامان رکھوانے کے بعد بھی کچھ دیر یہاں ٹھہروں گا لیکن اس کی ضرورت ہی پیش نہ آئی۔ کیونکہ اچانک ہی فائرنگ کی زبردست آواز گونجی تھی۔ گولیاں چلائی جا رہی تھیں۔ باہر موجود دوسرے لوگ بھی اچھل پڑے تھے۔ اسی وقت دروازہ بڑی قوت کے ساتھ کھلا اور مجھے وہ تمام لوگ نظر آئے جو کسٹم افسران کی قید میں تھے اور جو بری طرح فائرنگ کرتے ہوئے بھاگ رہے تھے۔ باہر بھی بھگدڑ مچ گئی۔ لوگ اپنی جانیں بچانے کے لیے ادھر ادھر دوڑنے لگے۔

کسٹم افسران بھی تیزی سے پیچھے نکلے تھے۔ گو ان کے ہاتھوں میں بھی پستول تھے لیکن وہ اندھا دھند فائرنگ نہیں کر سکتے تھے۔ باہر کافی لوگ موجود تھے۔

البتہ بھاگنے والے کافی زبردست فائرنگ کرتے ہوئے بھاگ رہے تھے۔ ان کی فائرنگ ہوائی نہ تھی بلکہ بہت سارے‘ لوگ ان کی فائرنگ سے زخمی بھی ہوئے تھے۔ وہ باہر کی جانب بڑھ رہے تھے۔ ہراتا کی مٹھیاں بھنچ گئیں۔

"چیف‘ چیف!" وہ پرجوش انداز میں بولا لیکن میں نے اس کے شانوں پر ہاتھ رکھ دیا۔

"نہیں ہراتا۔ بس اس سے زیادہ ان کی حیثیت نہیں ہے۔ ہم اپنے آپ کو خطرے میں نہیں ڈال سکتے" میں نے سرد لہجے میں کہا اور ہراتا رک گیا۔

کسٹم افسران اور دوسرے تمام لوگ بری طرح دوڑ رہے تھے اور میں نے محسوس کیا کہ اندر وہ دفتر خالی ہو گیا ہے جہاں فائرنگ کی گئی تھی۔ ایک لمحے کے لیے میں نے سوچا اور پھر ہراتا کو اشارہ کرتے ہوئے بولا:

"آؤ ہراتا"۔

دوسرے لوگ باہر کی جانب بھاگ رہے تھے تاکہ ان لوگوں کا حشر دیکھ سکیں جو عام لوگوں کو زخمی کر کے بھاگے تھے۔ اندر چیخ و پکار مچ رہی تھی۔ کان پڑی آواز سنائی نہ دے رہی تھی لیکن میں اور ہراتا کسٹم کے

اس آفس میں داخل ہو گئے جہاں تابوت لے جایا گیا تھا۔

تب میں نے ایک عجیب و غریب منظر دیکھا۔ کئی آدمی یہاں فرش پر پڑے تڑپ رہے تھے اور یہ سب کسٹم کے محافظ تھے۔ لاش کھلی پڑی تھی جس میں ہیروں کو لایا گیا تھا۔ تعفن پھیل رہا تھا اور اس کے پیٹ سے ہیرے باہر نکلے پڑے تھے۔ کافی بڑے بڑے اور قیمتی ہیرے جن کی چمک سے آنکھیں خیرہ ہوتی تھیں۔

میں نے ہراتا کی جانب دیکھا اور ہراتا نے میری طرف۔ تب میں نے کہا "ہراتا دروازہ بند کر لو" اور ہراتا نے بجلی کی سی تیزی سے پلٹ کر دروازہ بند کر دیا۔

"تب میں نے ادھر ادھر نگاہیں دوڑائیں اور پھر میں نے ایک بڑا بیگ دیکھا اور دوسرے لمحے میں اور ہراتا اس بیگ کو ہیروں سے بھر رہے تھے۔ کچھ بھی ہو' ہماری کوئی بھی پوزیشن ہو' اس کی پرواہ نہیں تھی۔ اب جس کام کے لیے قدم اٹھا لیا تھا' اسے تو انجام دینا ہی تھا۔ چنانچہ ہم نے نہایت پھرتی سے انسانی پیٹ میں پڑے ہوئے ہیرے نکال کر بیگ میں بھرنا شروع کر دیے اور پھر جس قدر ہیرے اس میں بھرے جا سکتے تھے' ہم نے بھر لیے اور بیگ کو مضبوطی سے باندھ لیا۔

مسئلہ صرف باہر نکلنے کا تھا۔ حالانکہ اندر بھی تین چار کسٹم افسران موجود تھے لیکن وہ سب زخمی تھے اور نیم بے ہوش۔ وہ ہماری کیفیات و حرکات کو نہیں سمجھ سکتے تھے۔ اس وقت ہمارے لیے باہر نکلنا ضروری تھا۔ باہر مسلسل شور و غل ہو رہا تھا۔ چنانچہ میں نے بیگ ہراتا کے ہاتھ میں دیا اور تھوڑا سا دروازہ کھول کر باہر جھانکا۔

اسے خوش بختی کی کہا جا سکتا ہے کہ لوگ ابھی تک اپنی اپنی مصیبتوں میں گرفتار تھے۔ کسی نے کسٹم ہاؤس کی اس عمارت کی طرف توجہ نہیں دی تھی۔ چنانچہ میں نے آہستہ سے دروازہ کھولا اور ہم دونوں باہر نکل آئے۔

باہر کی افراتفری دیکھنے کے قابل تھی۔ بہت سارے افراد کو پولیس اٹھا اٹھا کر اسٹریچر پر ڈال رہی تھی۔ شاید انہیں فرسٹ ایڈ...... کے لیے لے جایا جا رہا تھا۔

ہم نے سامان اٹھایا جس پر Checked کے نشانات لگے ہوئے تھے۔ اس طرح ہمیں کوئی خاص دقت نہیں ہوئی اور ہم کسٹم ہاؤس سے باہر کھلے علاقے میں نکل آئے۔ یہاں اور کوئی چیکنگ نہیں تھی۔ ہمارے ہاتھ غلاظت میں لتھڑے ہوئے تھے۔ مگر بہرحال اس وقت ہم ان تمام باتوں کو نظرانداز کیے ہوئے تھے۔ بیگ ہراتا کے پاس تھا اور اس کا چہرہ بالکل پرسکون نظر آ رہا تھا۔ واقعی آہنی اعصاب کا مالک تھا یہ بھی------ اور میں اس سے پوری طرح مطمئن تھا۔

"ہراتا" میں نے مضبوط لہجے میں پکارا۔

"یس چیف!"

"میرا خیال ہے کوئی ٹیکسی روکو"

"اوکے چیف" ہراتا نے جواب دیا اور پھر وہ ٹیکسی کی تلاش میں نگاہیں دوڑانے لگا۔ چند ساعت کے بعد ایک ٹیکسی ہمارے نزدیک آ کر رک گئی اور ہم لوگ اپنے مختصر سامان سمیت ٹیکسی میں بیٹھ گئے۔

ٹیکسی چل پڑی۔ ہم نے اسے مخصوص علاقے کا نام بتا دیا تھا۔ وہاں پہنچ کر ہم اتر گئے اور ہم نے

سکون کی گہری سانسیں لیں۔

ہراتا بیگ لیے میرے ساتھ ساتھ چل رہا تھا۔ اس بیگ میں غالباً" لاکھوں روپے کی مالیت کے ہیرے تھے لیکن اس کا کوئی اندازہ نہیں تھا...... ابھی تک ان ہیروں کے بارے میں کوئی سوچ ذہن میں نہیں تھی کہ اس کی مالیت کیا ہے اور اس سے ہمیں کتنا مالی منافع ہو گا۔ ہم لوگ دور تک پیدل چلتے رہے پھر ایک اور جگہ سے ہم نے دوسری ٹیکسی لی اور ڈرائیور کو کسی عمدہ ہوٹل میں چلنے کے لیے کہا۔

"میرا خیال ہے جناب' اگر آپ کہیں باہر سے آئے ہیں تو پھر برونو میں قیام کریں" ڈرائیور نے جواب دیا۔

"ہم مقامی لوگ ہیں لیکن برونو...... چلو ٹھیک ہے" میں نے جواب دیا اور ٹیکسی ڈرائیور نے ٹیکسی آگے بڑھا دی۔

چند ساعت کے بعد ہم خوبصورت ہوٹل برونو کی پارکنگ میں کھڑے ہوئے تھے۔ تب چند ملازمین نے ہمارا سامان ہاتھوں میں لیا اور ہم چل پڑے۔ تھوڑی دیر کے بعد ہم برونو کی تیسری منزل کے ایک خوبصورت کمرے میں تھے۔

ہراتا اور میں سب سے پہلے باتھ روم میں گئے۔ ہم نے اپنے ہاتھ دھوئے اور اس کے بعد باہر نکل آئے۔ تب ہراتا نے کہا:

"چیف! میں تمہیں دنیا کا خطرناک ترین آدمی سمجھنے میں کوئی عار محسوس نہیں کرتا"۔

"کیوں ہراتا؟"

"چیف معمولی بات نہیں تھی۔ میں کہتا ہوں معمولی بات نہیں تھی۔ اس وقت جب کسٹم میں تمام افراد خوفناک ترین بحران میں مبتلا تھے' اور اگر ہم اس کمرے میں دیکھ لیے جاتے یا یہ حرکت کرتے پکڑے جاتے تو یقینی طور پر ہماری زندگی محال تھی لیکن تم نے جس دلیری اور جس مہارت سے کام دکھایا' میں اس کی داد نہیں دے سکتا۔ میرے پاس وہ الفاظ نہیں ہیں جن سے میں تمہاری تعریف کر سکوں" ہراتا نے کہا۔

"اوہو ہراتا' تم بھی تو میرے بھرپور معاون تھے"۔

"چیف یقین کرو تمہارے ساتھ رہ کر مجھ میں یہ ہمت پیدا ہوئی تھی' ورنہ میں تو کبھی بھی ایسا نہیں کر سکتا تھا۔ بہرحال میں تمہارے بارے میں کچھ نہیں کہہ سکتا"۔

"چلو نہ کہو' لیکن کچھ کھانے پینے کا بندوبست کرو اور ہاں ہراتا ہم برونو میں نہیں ٹھہریں گے"۔

"میں نہیں سمجھا چیف------؟"

"فوری طور پر یہاں سے نکل کر کسی دوسرے ہوٹل میں بندوبست کیا جائے۔ میں کوئی بھی اس قسم کا کام نہیں کرنا چاہتا جس سے کوئی...... ہماری جانب متوجہ ہو"۔

"ٹھیک ہے چیف۔ حالانکہ ہم راستے بدل کر آئے ہیں۔ ایک ٹیکسی بھی ہمیں لے کر یہاں نہیں آئی۔ پھر------؟"

"ہاں اس کے باوجود"۔

"کیوں چیف؟"

"ٹیکسی ڈرائیور نے کچھ جملے کہے تھے۔ تمہیں یاد ہے؟"

"کیا؟" ہراتا نے پوچھا۔

"اس نے کہا تھا کہ اگر آپ غیر ملکی ہیں تو برونو میں قیام کریں۔ میرا خیال ہے کہ کبھی کسی طور ہماری نشاندہی کی جائے تو ٹیکسی ڈرائیور ہمارے بارے میں سوچ سکتا ہے اور یہ سوچ آگے تک پہنچ سکتی ہے۔"

"اوہ۔ یقیناً۔ تب پھر؟"

"بس ٹھیک ہے، پہلے کافی منگواؤ۔ کافی پئیں گے۔ اس کے بعد یہاں سے چل پڑیں گے۔ میرا خیال ہے ہمیں کسی دوسرے ہوٹل میں منتقل ہونے میں زیادہ تکلیف نہیں ہوگی" میں نے کہا اور ہراتا نے گردن ہلا دی۔

ہم نے گھنٹی بجا کر ویٹر کو بلایا اور پھر کافی طلب کی۔ گرم کافی کی دو دو پیالیاں پینے کے بعد میں اور ہراتا پوری طرح چاق و چوبند ہو گئے۔ چنانچہ تھوڑی ہی دیر کے بعد ہم اپنا سامان وہیں چھوڑ کر صرف بیگ لے کر وہاں سے نکل آئے اور کافی دور تک پیدل چلتے رہے۔

پھر ہم نے ایک اور ہوٹل میڈیلنو میں قیام کیا۔ یہ ہوٹل بھی اعلیٰ درجے کے ہوٹلوں میں سے تھا اور اس کے کمرے برونو کے کمروں سے کشادہ تھے۔ چنانچہ ہم ایک کمرے میں مقیم ہو گئے۔ سامان ہمارا برونو ہی میں تھا۔

تھوڑی دیر آرام کرنے کے بعد میں نے ہراتا سے کہا کہ وہ برونو جا کر اپنا سامان لے آئے، اور ہراتا ٹیکسی لے کر روانہ ہو گیا۔

ہیروں کا عظیم الشان ذخیرہ میرے پاس تھا۔ ہراتا جس وقت دوبارہ ہوٹل میں داخل ہوا اس وقت تک میں ہیروں کو تعفن سے صاف کر چکا تھا۔

ہیرے صاف ستھرے ہو گئے۔ اس کے بعد میں نے وہ بیگ بھی بدل دیا جس بیگ میں ہم ہیرے لائے تھے۔ اسے بھی ضائع کرنا ضروری تھا۔

☆ ☆ ☆

اب میں نے اس لاش کے بارے میں سوچا جس میں ہیرے بھرے ہوئے تھے۔ لاش کا بدن اندر سے پوری طرح خالی کر لیا گیا تھا اور اس سلسلے میں یقیناً ان لوگوں نے زبردست کاروائی کی تھی۔ لیکن کسٹم والوں نے بھی اسے نہ چھوڑا، وہیں پر اسے چیر دیا گیا۔ ظاہر ہے ان لوگوں کے خلاف جرم ثابت کرنے کے لیے یہ سب کچھ کرنا ہی تھا۔ لیکن مجھے یقین تھا کہ اب ہوریشو کی تلاش بڑے زور و شور سے جاری ہو جائے گی۔ اگر کسٹم آفیسر کو ہوریشو کے نام سے متاثر ہونا ہوتا تو وہ ہو چکا ہوتا اور اس قسم کی کوئی کارروائی نہ کرتا۔ اس کا مقصد تھا کہ ہوریشو کا اثر اس حصے میں کچھ لوگوں پر نہیں تھا۔ چنانچہ اسے ضرور تلاش کیا جائے گا۔ اور یہ بھی ممکن تھا کہ اس کے بعد یہ الزام بھی انہی لوگوں پر آئے کہ وہ فائرنگ کرنے کے بعد ہیرے بھی لے کر فرار ہو گئے۔

ہراتا سامان کے بیگ لے آیا تھا۔ اسٹیورڈ اس کے ساتھ تھا۔ ہراتا نے بیگ رکھوائے اور جیب سے کچھ سکے نکال کر اسٹیورڈ کی طرف بڑھائے اور وہ کمرے سے نکل گیا۔

تب ہراتا نے کمرے کا دروازہ اندر سے بند کر لیا اور میری جانب مڑا "چیف، بہت ہی حیرت انگیز

طور پر کام ہوا ہے۔"

"تم اب تک اس کے بارے میں سوچ رہے ہو ہراتا؟"

"ہاں چیف۔ اور اس کی وجہ یہ ہے شاید کہ میں نے زندگی میں اس سے پہلے کبھی اتنا تیز کام ہوتے نہیں دیکھا تھا۔ تم بے حد پھرتیلے ہو۔"

"ارے نہیں ہراتا، بس کرو، اب تو میں اپنی تعریفیں سن سن کر خواہ مخواہ شرمندہ ہو رہا ہوں" میں نے کہا۔

"نہیں چیف، مجھے واقعی حیرت ہو رہی ہے میں جب بھی سوچتا ہوں، مجھے عجیب سا محسوس ہوتا ہے۔"

"بیٹھو ہراتا۔ میرا خیال ہے تم بھی غسل وغیرہ سے فارغ ہو جاؤ۔"

"اوہو، ہاں بہتر رہے گا" اس نے کہا اور پھر وہ باتھ روم میں چلا گیا۔ وہ نہاتا رہا لیکن مجھے یقین تھا کہ وہ اب بھی اسی بارے میں سوچ رہا ہوگا۔ ظاہر ہے وہ ان معاملات سے اجنبی تھا لیکن میرے لیے یہ باتیں کوئی خاص اہمیت نہیں رکھتی تھیں۔

ہوریشو کو ایک اور زبردست چوٹ ہوئی تھی۔ ایسی چوٹ کہ زندگی بھر یاد رکھے گا۔ بہرحال میں نے یہ کھیل دکھا تو دیا تھا لیکن اب اسے ایسی خوبصورتی سے نبھانا بھی تھا۔ اتنے قیمتی ہیرے ہوٹل میں رکھنا یا ساتھ رکھنا مناسب نہیں تھا۔ پہلے ان کا بندوبست کر لیا جائے، اس کے بعد پھر آرام سے یہاں کے حالات دیکھیں گے۔

ہراتا نہا کر نکل آیا۔ وہ اب بھی بہت خوش تھا اور نہ جانے کب تک اسی سلسلے میں کان کھاتا رہا۔ اس کے ذہن پر زبردست اثر تھا۔ پھر ہم دونوں نے ہیرے نکال کر اس کے بارے میں اندازہ لگایا۔ ہراتا بھی دلچسپی سے انہیں دیکھ رہا تھا۔ پھر اس نے گہری سانس لے کر کہا۔

"کروڑوں ڈالر کی قیمت کے ہیں بلاشبہ ——"

"کیا تمہیں ان کے بارے میں اندازہ ہے؟"

"ہاں چیف، ہمارے خاندان میں بے شمار قیمتی ہیرے ہیں۔ شاہی خاندان کے آبائی خزانہ حکومت نے اسی کے حوالے کر دیا ہے —— باقی معاملات دوسرے ہیں لیکن پرانے خزانے کو کسی نے نہیں چھوا۔ آج بھی ہر پانچویں سال اس خزانے کی نمائش ہوتی ہے اور اس سے خاندان کی ساکھ بنتی ہے۔"

"اوہ۔ واقعی میں بھول گیا تھا۔ ویسے ہراتا، میری طرف سے پیش کش ہے، تم اس میں سے جو چاہو لے لو" میں نے کہا اور ہراتا کے چہرے کا رنگ بدل گیا۔

"چیف!" اس نے کسی قدر اداس آواز میں کہا "چیف۔ مجھے ہیروں کی ضرورت نہیں ہے۔ خزانے سے تو میں بہت کھیلا ہوں۔ مجھے تو ایک ایسے ہیرے کی تلاش تھی جس کی روشنی دل کو سکون بخشے۔ اگر ان میں کوئی ایسا ہیرا ہے تو مجھے دے دو۔"

"ہراتا۔ میں تمہاری دل آزاری نہیں کر رہا تھا۔"

"تو پھر آئندہ مجھے کوئی ایسی پیشکش نہ کرنا چیف۔ وہ ہیرا جو دل کو سکون بخش سکتا ہے، تم ہو چیف...... تمہاری محبت کی روشنی میرے دل میں پھیل گئی ہے۔ کیونکہ تم نے مجھے گلے لگایا ہے، جب میں

ایک بے جان پتھر سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتا تھا۔ اس سے مجھے احساس ہوا ہے مسٹر لارل کہ کوئی میرا بھی مونس ہے۔ بس یہ احساس سب سے قیمتی ہیرا ہے“۔

”تم سیر چشم بھی ہو ہراتا اور فراخ دل بھی۔ میں تمہاری ان باتوں کو بھی نہیں بھولوں گا“۔

”تو میری طلب مجھے مل جائے گی؟“

”مل چکی ہے۔ ہم دونوں دوستی کا عہد کر چکے ہیں اور ہمیشہ دوست رہیں گے“۔

”او کے چیف!“

”چیف نہیں‘ نواز“۔

”نہیں‘ لارل!“ ہراتا نے کہا اور میں ہنسنے لگا۔

”جیسی تمہاری مرضی۔ اچھا اب ایک بات بتاؤ“۔

”جی!“ ہراتا ہمہ تن گوش ہو گیا۔

”ہیروں کو یہاں رکھنا مناسب نہیں ہو گا۔ میرا خیال ہے‘ کل انہیں ہم کسی بینک کے لاکر میں رکھ دیں“۔

”مناسب خیال ہے“ ہراتا نے تائید کی۔ پھر بولا ”بہرحال چیف‘ جن لوگوں سے آپ کی دشمنی ہے‘ انہیں کیسے معلوم ہو گا کہ یہ کام آپ نے کیا ہے؟“

”ہیروں کے حصول سے زیادہ لطف تو اسی بات کا آئے گا ہراتا‘ جب ہوریشو کو اس بارے میں معلوم ہو گا“ میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”یقیناً لیکن......“

”میرے پاس اس کا بندوبست ہے“۔

”گڈ! وہ کیا؟“ ہراتا نے پوچھا۔

”وہ لڑکی جو اپنے شوہر کی لاش لا رہی تھی“۔

”کیا مطلب؟“

”میں نے تمہیں بتایا تھا کہ اس کے ساتھیوں نے اسے اس بات سے روکا تھا کہ وہ مجھ سے ربط ضبط نہ بڑھائے‘ جس پر وہ لڑکی برہم ہو گئی تھی اور اسی وقت میں نے ان کی گفتگو سن لی تھی جس سے میں نے یہ فائدہ اٹھایا۔ لڑکی اپنے ساتھیوں کے روکنے سے رک تو گئی تھی‘ لیکن وہ تھوڑی سی جھنجلا بھی گئی تھی اور اس نے مجھے اپنا مقامی پتہ دے دیا تھا“۔

”اوہ۔ تو۔۔۔۔ تو۔۔۔۔۔“ ہراتا نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔

”ہاں۔ میں اس سے ملوں گا“۔

”لیکن مسٹر لارل‘ کیا انہیں اندازہ ہو گا کہ مخبری کرنے والے آپ ہیں؟“

”نہیں‘ وہ دعوے سے تو یہ بات نہیں کہہ سکتے“۔

”یقیناً۔ پھر آپ کیا کریں گے؟“

”مجھے یہ بات معلوم ہے کہ وہ ہوریشو کے گروہ کی رکن ہے۔ اور میرا خیال ہے‘ یہی بات کافی ہے۔ میں اس سے ملوں گا اور ہوریشو کے لیے تحفہ پیش کروں گا“۔

”آپ خود اسے بتائیں گے؟“

”ہاں“ میں نے جواب دیا اور ہراتا کسی سوچ میں ڈوب گیا۔ پھر گردن اٹھا کر بولا۔

”بہرحال آپ بہتر سمجھتے ہوں گے لیکن میرا خیال ہے احتیاط ضروری ہے“۔

”بے فکر رہو ہراتا۔ ہم پوری احتیاط رکھیں گے“ میں نے کہا اور ہراتا مسکرانے لگا۔

”ویسے تو میں مطمئن ہوں کیونکہ میں جانتا ہوں......“ وہ مسکراتا رہا۔ پھر بولا ”زندگی سے ساری گرد کی تہیں ڈھل گئی ہیں۔ یوں لگ رہا ہے مسٹر لارل جیسے برسوں سے گرد آلود روح اب پوری طرح دھل کر صاف ہو گئی ہے۔ یقین کریں‘ بس اندرونی طور پر بڑی مسرت محسوس کر رہا ہوں کہ مجھے اتنا شاندار ساتھ مل گیا ہے۔ اس کے بعد مجھے اور کسی چیز کی طلب نہیں رہ گئی مسٹر لارل‘ براہ کرم یہ بات یاد رکھیں“

”ٹھیک ہے ہراتا۔ بہرحال تو اب یہ بات طے ہے کہ کل ہم یہ ہیرے کسی بینک کے لاکر میں رکھوا دیں گے“۔

”بالکل طے“۔

”تمہیں میک اپ کے بارے میں کچھ معلومات حاصل ہیں ہراتا؟“

”کس قسم کا میک اپ چیف‘ وہ جو عورتیں اپنے چہروں پر کرتی ہیں یا اداکار۔۔۔۔۔۔“

”وہ جس سے ضرورت کے تحت چہرے کے خدوخال تبدیل کر لیے جاتے ہیں تاکہ کوئی پہچان نہ سکے“۔

”اوہ اس کے بارے میں‘ میں نے صرف پڑھا ہے۔ عملی طور پر کوئی تجربہ نہیں ہے“۔

”ٹھیک ہے‘ میں تمہیں اس کے بارے میں بتانا چاہتا تھا۔ ممکن ہے ہمیں ضرورت پیش آ جائے۔ کیونکہ بہرحال ہوریشو کو ہم اطلاع دیں گے اور پھر اس کے تلملانے کا تماشا بھی دیکھیں گے“۔

”میں سمجھ گیا“۔

”اس خطرناک آدمی سے میری زبردست چلی ہے ہراتا۔ بلاشبہ میں اعتراف کرتا ہوں کہ وہ شیطان نمبر دو ہے۔ ٹھنڈی طبیعت اور گہرے ذہن کا مالک۔ ہمیں یہ قدم احتیاط سے اٹھانا ہو گا“ میں نے کہا اور ہراتا مسکرا دیا۔

”تم اس کا ذکر کر رہے ہو چیف تو یقیناً وہ کچھ ہو گا لیکن......“ ہراتا نے بات ادھوری چھوڑ دی۔

”لیکن کیا؟“

”تم اپنا دوسرا کاروبار کر رہے ہو اور میرے خیال میں یہ کاروبار زبردست منافع بخش ہے“۔

”ہاں یقیناً لیکن تم جو کچھ کہنا چاہتے ہو‘ وہ میں اب بھی نہیں سمجھا“۔

”جونہی تمہیں معلوم ہوا چیف کہ اسمگلنگ کے اس پروگرام کا تعلق ہوریشو سے ہے‘ تم نے فوراً اس میں ٹانگ اڑا دی اور ہوریشو کا راستہ کاٹ دیا“

”ہاں پھر؟“

”تب تم اس سے خوفزدہ نہیں ہو چیف بلکہ تم اسے کراس کرنے کی قوت رکھتے ہو۔ تم اسے شکست دیتے ہو اور پھر احساس دلاتے ہو کہ اس کے سینے میں یہ زخم تم نے لگایا ہے۔ تم اس سے کہیں زیادہ دلیر‘ کہیں زیادہ خطرناک ہو چیف۔ وہ تمہارے سامنے کوئی حیثیت نہیں رکھتا“۔

"ہاں ہراتا۔۔۔۔۔۔ اس سے خوفزدہ نہیں ہوں لیکن اسے اعلیٰ کارکردگی کا ایک خطرناک انسان ضرور مانتا ہوں"۔

"اگر وہ خطرناک نہ ہوتا تو تم اسے گھاس بھی نہ ڈالتے۔ بہرحال بات میک اپ کی ہو رہی تھی۔ میں اس بارے میں کچھ نہیں جانتا۔ لیکن مسٹر لارل جانتے ہیں اور یہی کافی ہے۔ مجھے کیا ضرورت پڑی ہے کہ میں کچھ سوچوں" ہراتا میری ذات پر حد سے زیادہ اعتماد کر بیٹھا تھا۔

بہرحال وہ رات ہم نے ہوٹل میں گزاری۔ ہراتا کے سو جانے کے بعد بھی میں اس کاروائی کے مختلف پہلوؤں پر غور و خوض کرتا رہا تھا۔ بلاشبہ میں نے جو کاروائی کی تھی' اس نے نہ صرف ہوریشو کو دوسرا زبردست مالی نقصان پہنچایا تھا بلکہ اس بار تو میں نے اسے خاصی بڑی مصیبت میں پھنسا دیا تھا۔ کسٹمز کے عملے کو جو نقصان پہنچا تھا' مقامی پولیس اسے نظر انداز نہیں کر سکتی تھی۔ وہ ہوریشو کے گروہ کی تلاش میں دن رات ایک کر دے گی اور ہوریشو کو اپنا سارا کاروبار سمیٹنا پڑے گا۔ مجھے اپنا کام کچھ عرصے کے لیے روکنا پڑے گا لیکن اس میں کوئی قباحت نہیں تھی۔ مجھے کون سی جلدی پڑی تھی۔

دوسرے دن صبح۔۔۔۔۔ ناشتے کے بعد میں تیار ہو گیا۔ ہراتا کو میں نے ہوٹل ہی میں چھوڑا۔ ایک نمایاں شخصیت ہونے کی وجہ سے وہ ہر جگہ پہچانا جا سکتا تھا۔ چنانچہ میں اس صورت حال سے بچنا چاہتا تھا۔ ہراتا کو کوئی اعتراض نہیں ہوا اس نے وعدہ کیا کہ وہ ہوٹل کے کمرے ہی میں رہ کر انتظار کرے گا اور پھر میں باہر آ گیا۔

ایک بینک میں لاکر لے کر پہلے میں نے ہیروں کو لاکر میں رکھوایا۔ اس کے لیے میں نے بازار سے ایک سوٹ کیس لے کر ہیرے اس کے اندر مضبوطی سے پیک کر دیے تھے۔ اس کام میں بہت زیادہ وقت صرف نہیں ہوا تھا۔ اس کے بعد میں بازار۔۔۔۔۔ کی سیر کو نکل گیا۔ بازار سے میں نے کئی چیزیں خریدیں۔ ان میں میک اپ کا جدید ترین سامان بھی شامل تھا جس کے استعمال سے میں بخوبی واقف تھا۔

پھر دوپہر تک میں ہوٹل واپس پہنچ گیا۔ ہراتا نیچے جا کر بک اسٹال سے رسالے وغیرہ خرید لایا تھا اور اس وقت مزے سے ان کی ورق گردانی کر رہا تھا۔ اس نے دروازہ۔۔۔۔۔ بند نہیں کیا تھا۔ مجھے دیکھ کر سنبھل گیا اور سیدھا ہو کر بیٹھ گیا۔

"بھوک لگ رہی ہے مسٹر لارل لیکن میں نے بھی فیصلہ کیا تھا کہ جب آپ واپس آئیں گے تبھی کھانا کھاؤں گا"۔

"اوہ نیک انسان۔ ایسے تکلفات مت کیا کرو۔ تم مجھے شرمندہ کر رہے ہو۔ چلو جلدی سے کھانا منگواؤ" میں نے کہا اور ہراتا نے سعادت مندی سے گردن ہلا دی۔ تھوڑی دیر۔۔۔۔۔ بعد کھانا آ گیا۔ ویٹرز نے نفاست سے کھانا ڈائننگ ٹیبل پر چن دیا۔ ہم دونوں کھانے میں مصروف ہو گئے۔ دو ویٹر یہاں موجود تھے۔ اس لیے ہم کوئی خاص بات چیت نہ کر سکے۔ پھر کھانے سے فارغ ہو کر میں نے ہراتا کو بتایا کہ کام مکمل ہو گیا ہے۔

"کوئی قباحت تو نہیں ہوئی چیف؟"

"بالکل نہیں"۔

"اب کیا پروگرام ہے؟"

"میک اپ" میں نے جواب دیا۔

"اوہ' میں نے تمہارے ساتھ کئی پیکٹ دیکھے تھے" ہراتا نے کہا۔

"ہاں۔ ان میں میک اپ کا سامان بھی موجود ہے اور دوسری چیزیں بھی جو فوری طور پر تمہاری ضرورت کے لیے ہیں"۔

"میری ضرورت کے لیے؟" ہراتا نے پوچھا۔

"ہاں ہراتا۔ میں چاہتا ہوں تم چہرہ بدل لو۔ یہ صرف میرا اندازہ ہے کہ ہوریشو جہاز پر موجود تمام مسافروں کو تلاش کرنے کی کوشش کرے گا۔ میں خود بھی چہرہ بدل لوں گا لیکن ایک مخصوص وقت کے بعد۔۔۔۔۔ تم اپنی شخصیت کی وجہ سے نمایاں ہو اس لیے میں چاہتا ہوں کہ تمہاری شکل بدل جائے"۔

"جیسا تم مناسب سمجھو چیف۔ لیکن کیا میں میک اپ میں چھپ سکوں گا؟"

"ہاں میں خود کو خدوخال بدلنے کا ماہر سمجھتا ہوں۔ اور پھر اس سلسلہ میں تمہاری کوالٹی بھی کام آئے گی"۔

"میں نہیں سمجھا"۔

"تم نے کہا تھا کہ تم کئی زبانوں کے ماہر ہو"۔

"ہاں"۔

"فرنچ جانتے ہو؟"

"اہل زبان کی طرح" ہراتا نے فرانسیسی زبان ہی میں جواب دیا۔

"تب میں تمہیں فرنچ بنا دوں گا"۔

"اور میرے بال؟" ہراتا نے پوچھا۔

"بس دیکھتے جاؤ۔ پروگرام یہ ہے کہ میڈلینو میں ہی اس کمرے کے برابر ایک کمرہ تمہارے لیے حاصل کر لیا جائے۔ اور تم اس میں ایک فرانسیسی سیاح کی حیثیت سے قیام کرو۔ اس طرح ہم زیادہ ہوشیار رہ سکیں گے"۔

"او کے چیف!" ہراتا نے کہا اور پھر میں بھان متی کا پٹارہ کھول کر بیٹھ گیا۔ پہلے میں نے ہراتا کے بالوں کو ہیر اسپرے کے ذریعے اخروٹی رنگ دیا۔ جیسا عموماً" دھوپ میں زندگی گزارنے والے سیاحوں کے بالوں کا رنگ ہوتا ہے۔ اس کے بعد میں نے اس کے سانولے چہرے کو تانبے کے رنگ میں رنگا اور پھر بالوں کے رنگ کی چڑھی ہوئی مونچھیں اور چھوٹی سی داڑھی لگا کر میں نے اسے ایک جفاکش اور مہم جو سیاح کا روپ دے دیا۔ پھر اپنے کام سے فارغ ہو کر میں نے اس کے ہاتھ میں آئینہ تھما دیا۔

ہراتا میں ایک مخصوص عادت تھی۔ کسی انوکھی شے کو دیکھ کر وہ بے قابو ہو جایا کرتا تھا۔ چنانچہ وہ دیر تک اس میک اپ کا دیوانہ رہا اور اس کی تعریف میں میرے کان کھاتا رہا۔

"دوسرے پیکٹوں میں تمہارے لیے فرانسیسی طرز کے لباس ہیں۔ اب میں تھوڑی دیر کے لیے باہر جا رہا ہوں تاکہ تمہارے لیے نزدیکی کمرہ بک کرا دوں"۔

"اوہ' کیا کہوں چیف۔ تم تو میرے پاس تھوڑی بہت عقل بھی نہیں رہنے دو گے۔ ٹھیک ہے' جو تم مناسب سمجھو" اس نے کہا اور میں اسے چھوڑ کر کمرے سے باہر نکل گیا۔

دوسرے دن کے اخبارات میں بندرگاہ پر پیش آنے والے واقعہ کی تفصیلات چھپیں۔ کسٹمز کے ع
کے نو افراد ہلاک ہوگئے تھے۔ اس کے علاوہ پبلک کے تیرہ آدمی زخمی ہوئے تھے جن میں سے دو ہسپتال
ہلاک ہوگئے تھے۔ پولیس اور انتظامیہ کے دوسرے تمام محکمے حرکت میں آ گئے تھے۔ ہیروں کی لاش
تفصیلات بھی تھیں اور اس سلسلے میں ہالینڈ سے رابطہ قائم کیا گیا تھا۔

انتظامیہ کے سربراہوں نے عوام سے وعدہ کیا تھا کہ بہت جلد ہوریشو کے گروہ کو بے نقاب کر
جائے گا اور پھر اس کو عبرت ناک سزا دی جائے گی۔ رات کو اعلیٰ عہدیداران کے انٹرویو بھی ٹی وی پر پیش
گئے۔ سب اس المناک سانحہ پر غمزدہ تھے۔ غصے میں ڈوبے ہوئے تھے۔ اس مخبر کے لیے انہوں
درخواست کی تھی کہ وہ سامنے آکر اس سلسلہ میں مزید معلومات مہیا کرے۔ اور انتظامیہ کی مدد کرے
انتظامیہ اس کی شکر گزار ہوگی۔ اس سے وعدہ کیا گیا تھا کہ اسے کوئی گزند نہ پہنچنے دی جائے گی۔

میں نے اور ہراتا نے ساتھ ہی یہ انٹرویو دیکھا تھا۔ ہراتا بہت پرجوش تھا۔ انٹرویو ختم ہونے کے بع
اس نے کہا "واقعی میں نے تو خواب میں بھی نہیں سوچا تھا کہ یہ معاملہ اس حد تک بڑھ جائے گا"۔

"آہ ہراتا! میں ہوریشو کا حال جاننے کے لیے بے تاب ہوں" میں نے ہاتھ ملتے ہوئے کہا۔

"کیا تم اسے تلاش نہیں کرسکتے چیف؟"

"اوہ، یہ کام اتنا آسان نہیں ہراتا۔ مجھے یقین ہے کہ مقامی انتظامیہ اگر بہت دوڑ دھوپ کرے گی
اس کے گروہ کے چند افراد کو گرفتار کر لے گی۔ جہاں تک ہوریشو کا تعلق ہے، وہ ہاتھ نہیں آئے گا
بہرحال میں خود بھی...... یہی چاہتا ہوں"۔

"کیا چیف؟"

"یہی کہ وہ آزاد رہے"۔

"ارے کیوں؟" ہراتا تعجب سے بولا۔

"ہراتا، دشمن تو بے پناہ مل جاتے ہیں لیکن ایسے دشمن بار بار نہیں ملتے جو بھرپور ہوں۔ ایک
میں اس کے ہاتھوں زندگی اور موت کی کشمکش میں مبتلا ہوگیا تھا۔ آج میں قدم قدم پر اس کے سامنے موت
شکنجہ لانا چاہتا ہوں۔ اس جیسے خطرناک دشمن کو اس وقت تک زندہ رہنا چاہیے جب تک دل کی حسرتیں
نکل جائیں"۔

"ٹھیک ہے چیف" ہراتا نے گہری سانس لے کر کہا اور خاموش ہوگیا۔

☆ ☆ ☆

چوتھے دن میں نے شام تقریباً چار بجے ہوٹل چھوڑ دیا۔ میں اسی میک اپ میں تھا جس میں جہاز
گوریا سے ملا تھا۔ گوریا نے جو پتہ بتایا تھا اسے تلاش کرنے میں مجھے کوئی دقت پیش نہیں آئی اور تھوڑی
کے بعد میں ایک بیس منزلہ عمارت کی آٹھویں منزل کے ایک فلیٹ پر کھڑا تھا۔ پھر میں نے بیل بجائی
انتظار کرنے لگا۔ دوسری بار بیل بجانے پر دروازہ کھلا۔ ایک بوڑھی عورت تھی جس کا چہرہ خوف میں پیلا
ہوا تھا۔

"مادام گوریا سے ملنا ہے" میں نے کہا اور عورت نے خوف زدہ انداز میں گردن ہلا دی۔ وہ ا

طرف ہٹ گئی تھی۔ اس کا یہ خوف، یہ انداز میری سمجھ میں نہیں آیا تھا۔ نہ ہی اس نے گوریا سے پوچھنے کی کوشش کی تھی۔

بہرحال میں اندر داخل ہوگیا۔ بوڑھی نے دروازہ بند کرلیا تھا اور پھر وہ بمشکل تمام پھنسی پھنسی آواز میں بولی "وہ..... ڈرائنگ روم میں ہے جناب" اس کے ساتھ اس نے ایک کمرے کی طرف اشارہ بھی کیا تھا۔

میں نے شانے اچکائے اور ڈرائنگ روم کے دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ پھر میں نے دروازہ کھولا اور ڈرائنگ روم میں داخل ہوگیا۔ خاصا کشادہ اور آراستہ کمرہ تھا۔ ایک صوفے پر گوریا بیٹھی تھی جس کی پشت دروازے کی طرف تھی۔ اس کے سامنے میز پر شراب کی بوتل اور گلاس رکھا ہوا تھا۔ نزدیک ہی سگریٹ کا ایک پیکٹ بھی پڑا ہوا تھا۔

"کون ہے مما؟" اس نے بھاری آواز میں پوچھا۔

"مادام گوریا" میں نے آواز دی اور وہ تیزی سے پلٹ پڑی۔ چند ساعت تک پھٹی پھٹی نگاہوں سے مجھے دیکھتی رہی۔ پھر سحر زدہ سی آواز میں بولی:

"تم؟"

"کیا تم مجھے پہچان نہیں سکیں مسز لیڈگر؟"

"تم جہاز پر تھے نا؟" کیا نام ہے تمہارا؟ "غالباً" مسٹر لارل؟" گوریا نے کہا۔

اس کا چہرہ زرد تھا اور آنکھوں کے گرد سیاہ حلقے پڑے ہوئے تھے، لباس بھی میلا کچیلا تھا۔

"جی ہاں! جی ہاں۔ لیکن آپ نے یہ کیا حالت بنا رکھی ہے؟ غالباً" آپ اپنے شوہر کی موت کا گہرا اثر لے رہی ہیں"۔

"بھاگ جاؤ۔ خدا کے واسطے چھپ چھپا کر بھاگ جاؤ۔ ورنہ...... ورنہ مفت میں مارے جاؤ گے"
اس نے عجیب سے لہجے میں کہا اور پھر کھڑی ہوگئی۔ وہ کافی پریشان نظر آرہی تھی۔ "اوہ! کیا تم لفٹ سے ہی آئے ہو؟"

"ہاں کیوں؟" میں نے حیرت کا اظہار کیا۔

"دیکھ لیے گئے ہوگے۔ اب بمشکل بچ سکو گے"

"مادام گوریا۔ نہ جانے آپ کیا کہہ رہی ہیں۔ آپ شاید نشے میں ہیں۔ میں لارل ہوں اور جہاز پر آپ نے کہا تھا کہ آپ سے ضرور ملوں"۔

"جہاز کا جو بھی مسافر نظر آئے گا، وہ اسے ہلاک کردے گا اور پھر تم۔ تمہارے اوپر تو اسے پورا شبہ ہے"۔

"کس کی بات کر رہی ہیں آپ؟" میں نے جھنجلا کر پوچھا۔

"اس" وہ چونک پڑی۔ یوں لگتا تھا جیسے اس کے حواس واپس آ گئے ہوں" اوہ مسٹر لارل، بیٹھئے، پلیز بیٹھئے۔ میں سخت پریشان ہوں۔ شاید نشے کے عالم میں میں کچھ اول فول بک گئی ہوں۔ اتنے دن کہاں مصروف رہے آپ؟" وہ مسکرانے لگی۔ لیکن یہ مسکراہٹ تھی یا مسکراہٹ کا مذاق۔ میں سمجھ گیا تھا کہ وہ ہوریشو کے عتاب میں ہے۔ اس کی ایک ایک بات میری سمجھ میں آرہی تھی۔

"اب تو آپ ٹھیک ہیں؟" میں نے ہنستے ہوئے پوچھا۔

"ہاں' دراصل میرے شوہر کی موت نے میرے ذہن پر بہت برا اثر ڈالا ہے۔ میں ہوش و حواس میں نہیں ہوں"۔

"کیا میں آپ کو ایک گلاس اور بنا کر دوں؟"

"اوہ نہیں شکریہ' آپ میرے مہمان ہیں"۔

"لیکن آپ کی حالت دیکھ کر ساری خوشی کافور ہو گئی ہے۔ اگر آپ اس وقت درست نہ ہوں تو میں پھر کبھی آؤں؟ ویسے ایک دوست کی حیثیت سے میری خواہش ہے کہ میں آپ کو سنبھالوں لیکن نہ جانے آپ اسے پسند کریں یا......."

"اوہ لارل ڈیر! تم ایک شریف آدمی ہو۔ خدا تمہاری حفاظت کرے" گوریا نے کہا اور باہر کی طرف کر کے ہانگ لگائی "مما-----"

"یس بے بی!" بوڑھی شاید دروازے کے پاس ہی کھڑی تھی۔ فوراً"-----اندر آ گئی"۔

"مما! یہ میرے بڑے اچھے دوست ہیں۔ پلیز ان کے لیے گلاس لاؤ-----"

"یس' بے بی" بوڑھی نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا اور باہر نکل گئی"۔

"سوری مسٹر لارل آپ بھی کیا سوچ رہے ہوں گے۔ بھلا یہ بھی کوئی مہمان نوازی ہے؟ لیکن مجھے امید ہے آپ مجھے معاف کر دیں گے"

"سب ٹھیک ہے گوریا۔ یہ تمہاری ممی ہیں؟"

"ہاں ممی ہیں۔ ان کے علاوہ ساری دنیا میں کچھ نہیں ہے۔ اگر یہ بھی نہ ہوتیں تو میں سمجھتی قیامت آ چکی ہے' دنیا ختم ہو چکی ہے۔ ہاں مسٹر لارل میں اس بوڑھی عورت کے لیے زندہ رہنا چاہتی ہوں۔ جس کا دنیا میں میرے علاوہ کوئی نہیں ہے۔ کاش یہ آج ہی مر جائے اور اپنی موت مر جائے تو کل..... کل میں وہ قیامت برپا کروں کہ دیکھنے والے دیکھتے رہ جائیں۔ میں اپنے پورے بدن پر گولیوں کے نشانات بنالوں اور اف نہ کروں۔ لیکن بوڑھی عورت موت سے بہت ڈرتی ہے۔ وہ مرنا نہیں چاہتی۔ موت کے خوف سے وہ رونے لگتی ہے اور مجھے اس کی یہ ادا بہت پسند ہے۔ میں چاہتی ہوں' وہ کبھی نہ مرے' ہمیشہ زندہ رہے۔ خواہ میں اس کے لیے لاکھ بار مر جاؤں۔ آہ! میں اس کی زندگی چاہتی ہوں۔ اس کی پسند کی زندگی" گوریا نے کہا اور جلدی سے شراب کا گلاس اٹھا کر حلق میں انڈیل لیا۔

مجھے اس کی ذہنی کیفیت کا بخوبی اندازہ ہو رہا تھا۔ میں سمجھ گیا تھا کہ ہوریشو نے اس پر عرصہ حیات تنگ کر دیا ہے اور وہ ذہنی انتشار کا شکار ہے اور سرائے عالم گیر کا پروردہ خون ابھی اس قدر سرد نہیں ہوا تھا کہ کسی مظلوم کی بے بسی اسے متاثر نہ کرتی۔ میرے ذہن میں بجلیاں بھر گئیں۔ بوڑھی عورت گلاس لے آئی تھی۔

گوریا نے شراب سے گلاس بھر دیا اور پھر اپنے لیے انڈیلنے لگی۔ بوڑھی واپس چلی گئی تھی۔ پھر جب گوریا نے گلاس اٹھایا تو میں نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔

"دوسرے لوگوں کا کیا حشر ہوا مس گوریا؟" میں نے سرد لہجے میں پوچھا۔

"ایں-----" اس نے کھوئے کھوئے لہجے میں پوچھا اور پھر اچھل پڑی۔

"دوسرے لوگوں کے ساتھ کیا سلوک ہوا؟" میں نے اسی انداز میں پوچھا اور وہ آنکھیں پھاڑنے لگی۔

"کون-----کون دوسرے لوگ؟"

"وہ جو تمہارے ساتھ اس مہم میں شریک تھے"۔

"کون سی مہم؟" وہ دیوانہ وار چیخ پڑی۔ اس کا چہرہ سرخ ہو گیا تھا اور وہ پاگلوں کی طرح کھڑی ہو گئی تھی۔

"ہیروں کی اسمگلنگ کی مہم" میں نے ایک ایک لفظ چبا کر کہا اور گوریا جیسے پاگل ہو گئی"۔

"تو وہ تم ہی تھے؟" وہ تم ہی تھے سور کے بچے۔ وہ تم ہی تھے؟ میں تمہیں مار ڈالوں گی۔ میں تمہیں......" وہ اچھل کر میرے اوپر گر پڑی۔ اس نے دونوں ہاتھوں سے میرا سینہ پیٹ ڈالا اور سر سے ٹکریں مارنے لگی۔ میں نے اسے آزاد چھوڑ دیا تھا۔ یہاں تک کہ وہ مجھے مارتے مارتے تھک گئی اور پھر پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔

"کیا ہوا۔ گوریا کیا ہوا؟" بوڑھی عورت روتی ہوئی اندر داخل ہو گئی۔ وہ گوریا کی طرف بڑھی تھی۔

"کچھ نہیں مما۔ تم باہر جاؤ۔ جاؤ" میں نے کرخت لہجے میں کہا۔

"مار ہی ڈالو اسے۔ کیوں تڑپا تڑپا کر مار رہے ہو۔ ایک بار ہی مار ڈالو۔ خدا تمہیں برباد کرے۔ خدا تمہیں برباد کرے" بوڑھی عورت سسکتی ہوئی بولی۔

"مما تم باہر جاؤ" میں نے خونخوار لہجے میں کہا اور بوڑھی سہم گئی۔ پھر وہ روتی ہوئی باہر نکل گئی۔

تب میں نے ہمدردی سے گوریا کے شانے پر ہاتھ رکھا اور نرم لہجے میں بولا:

"میں نے کیا قصور کیا ہے گوریا؟"

میرے اس لہجے اور انداز نے گوریا کو پھر متحیر کر دیا۔ وہ روتی ہوئی آنکھوں سے مجھے دیکھتی رہی۔ پھر بولی:

"کیا تم مجھے بھی قتل کرنے ہی آئے ہو؟ بولو یہ چوہے بلی کا کھیل کیوں کھیل رہے ہو۔ کیا تمہیں بھی گوریا ہی سے انتقام لینے سے تسکین ہو گی؟"

"نہیں گوریا۔ میں تو صرف ہوریشو کا دشمن ہوں۔ تم کیا حیثیت رکھتی ہو"

"لیکن مارے ہم بے حیثیت ہی جاتے ہیں' ہوریشو کا کیا بگڑتا ہے۔ لیکن تم...... تم اس سے براہ راست واقف ہو؟"

"ہاں۔ تمہارے بارے میں مجھے بہت کچھ اندازہ ہو چکا ہے اس لیے تب تم سے کچھ چھپانے کی کوشش فضول ہے گوریا۔ پہلے تم میرے سوال کا جواب دو۔

"کیا؟"

"جہاز پر تمہارے ساتھ جو لوگ تھے' ان کا کیا ہوا؟"

"چار اذیتیں دے کر قتل کر دیے گئے۔ دو پر عرصہ حیات تنگ ہے۔ میرے لیے نہ جانے اس نے کیا سوچا ہے۔ مجھے ہدایت ہے کہ فلیٹ سے باہر قدم نہ رکھوں۔ دن میں کئی بار ٹیلی فون آتے ہیں اور ان پر خوفناک باتیں کہی جاتی ہیں۔ مجھے یقین ہے کہ اس نے کسی خاص مقصد کے تحت مجھے زندہ رکھا ہے ورنہ اب

تک قتل کر چکا ہوتا" گوریا نے جواب دیا۔

"تو اب تم اس گروہ سے مایوس ہو چکی ہو" میں نے سوال کیا لیکن اس سوال کا گوریا نے کوئی جوا نہ دیا" وہ مجھے گھور رہی تھی۔

"ایک بات بتاؤ۔ تم کہاں سے میرے پیچھے لگے تھے؟"

"جہاز ہی سے!"

"اس سے پہلے تو تمہیں معلوم نہیں تھا کہ ہم کیا کر رہے ہیں؟"

"نہیں!"

"لیکن تم نے لاش کے بارے میں کہاں سے جان لیا۔ میری کون سی غلطی نے تمہیں اس طرف متوجہ کر دیا؟"

"اوہ گوریا۔ میں اس کا دشمن ہوں۔ اس کے بارے میں معلومات رکھنا میرا کام ہے۔ دنیا میں سب سے زیادہ چالاک صرف وہی تو نہیں ہے"۔

"تو کیا...... تو کیا در حقیقت تم نواز اصغر ہو؟" اس نے سوال کیا اور اب میرے چونکنے کی باری تھی۔

"کیوں' یہ نام تم نے کہاں سے سنا؟"

"خود ہوریشو کی زبانی۔ اسی نے کہا تھا کہ دنیا کا خطرناک ترین شخص نواز اصغر ہی ہو سکتا ہے۔ ہوریشو اس کے نام سے خوفزدہ ہے"۔

"تو اس سلسلہ میں ہوریشو کو اسی کا ہاتھ معلوم ہوتا ہے؟"

"ہاں' اس نے کہا کہ یہ بے مثال کارکردگی اسی شخص کی ہو سکتی ہے۔ نواز اصغر نے ہوریشو کو یہ دوسرا خوفناک نقصان پہنچایا ہے۔ ابھی تھوڑے ہی عرصہ قبل اس نے ہوریشو کے گروہ کے تیس افراد ہلاک کر دیے تھے اور اس کی لانچ لوٹ لی تھی۔ ہوریشو پر نواز اصغر کے نام سے جنون طاری ہو جاتا ہے" گوریا نے کہا۔

میں چند ساعت خاموش رہا۔ پھر میں نے گہری سانس لے کر کہا---- "تمہیں اس شخص کے بارے میں اور کچھ معلوم ہے؟"

"نواز اصغر سے اب کون واقف نہیں۔ ہوریشو کو اس کے خواب آتے ہیں اور وہ بے تحاشہ قتل عام شروع کر دیتا ہے۔ وہ ہر اس شخص کو مار ڈالتا ہے جس پر اسے نواز کا دھوکا ہو"۔

"ہوں۔ ابھی تو اس کی اور بری حالت ہوگی گوریا۔ دیکھتی رہو۔ لیکن خود اب تمہارا کیا خیال ہے؟"

"مجھے ایک بات بتاؤ" گوریا نے کہا۔

"کیا تم نواز اصغر ہو؟"

"ہاں گوریا' میں نواز اصغر ہوں" میں نے ایک گہری سانس لے کر کہا۔ گوریا کی حالت سے میں متاثر ہو گیا تھا اور اس کی مدد کرنے کا فیصلہ کر چکا تھا۔ چنانچہ اب اس سے خود کو چھپانا حماقت تھی۔ میرے جواب میں گوریا پر سکتہ سا ہو گیا۔ وہ میری صورت دیکھتی رہی۔ پھر اس نے کہا:

"تب تم میری مدد کرو نواز۔ تب تم...... میری مدد کرو"۔

"بولو کیا چاہتی ہو؟"

"میں اس جرم کی پاداش میں ضرور ماری جاؤں گی۔ مجھے نہ جانے کیوں اب تک زندہ چھوڑ دیا گیا ہے۔ میں ماری جاؤں گی۔ ہوریشو جس قدر خوفناک ہے' وہ میں جانتی ہوں۔ اگر تم وہ خطرناک انسان نہ ہوتے جس سے وہ بھی خوفزدہ ہے تو میں تم سے مدد کی درخواست نہ کرتی۔ کیونکہ کوئی عام آدمی اس کے خلاف کچھ نہیں کر سکتا۔ لیکن تم...... تم میری مدد کرو نواز"

"نکلنا چاہتی ہو اس کے چنگل سے؟"

"ہاں" گوریا نے جواب دیا۔

"ہمیشہ کے لیے؟"

"ہاں نواز۔ ہمیشہ کے لیے۔ اگر تم...... تم......"

"ہوں" میں نے چند ساعت سوچا۔ پھر ایک گہری سانس لے کر بولا "تمہارا فون تو ٹیپ ہو گا؟"

"کیا مطلب؟"

"ممکن ہے کسی شبہے کی بناء پر اسے ٹیپ کیا گیا ہو۔ ظاہر ہے تمہیں اس طرح چھوڑ دینے کا مقصد یہی ہو سکتا ہے کہ انہیں تم پر کوئی شبہ ہو"۔

"اوہ' میں نے یہ بات نہیں سوچی تھی۔ ویسے میری نگرانی ہو رہی ہے۔ میں نے اپنی آنکھوں سے چند لوگوں کو دیکھا ہے"۔

"کہیں سے فون کیا جا سکتا ہے؟" میں نے گوریا سے پوچھا۔ وہ کچھ سوچنے لگی پھر چونک کر بولی:

"ہاں۔ کیا جا سکتا ہے"۔

"برابر والے فلیٹ سے۔ وہ دونوں میاں بیوی ملازمت کرتے ہیں فلیٹ کی چابی مما کو دے جاتے ہیں تاکہ ان میں سے کوئی پہلے آئے تو چابی لے لے"۔

"تب ٹھیک ہے اٹھو" میں نے کہا اور گوریا اٹھ گئی۔ اب اس کے اندر زندگی دوڑ گئی تھی۔ چنانچہ چند ساعت بعد ہم برابر والے فلیٹ میں داخل ہو گئے۔ یہاں سے میں نے میڈلینو فون کیا اور ہراتا سے بات کی۔

"چند ساعت بعد ہراتا کی آواز ابھری "ہیلو۔ کون بول رہا ہے؟" اس نے کہا۔ ذہین شخص تھا۔ فرانسیسی زبان ہی میں بول رہا تھا۔

"لارل اسپیکنگ!"

"میں جانتا تھا۔ اس کے علاوہ ہو بھی کون سکتا ہے؟ کہو!"

"پتہ نوٹ کرو ڈیئر اور جلد از جلد یہاں پہنچ جاؤ" میں نے گوریا کے فلیٹ کا پتہ بتایا اور پھر آخر میں بولا "وہ بکس لے آنا جس میں جادو کی کھوپڑی موجود ہے اور جو شکلیں بدل دیتی ہے"۔

"سمجھ گیا چیف" ہراتا نے جواب دیا اور میں نے ٹیلی فون بند کر دیا۔ پھر میں گوریا کے ساتھ واپس اس کے فلیٹ میں پہنچ گیا۔ گوریا اس کاروائی کے دوران سحرزدہ سی رہی تھی۔ اپنے فلیٹ میں آ کر وہ ہتھیلی پر ٹھوڑی ٹکا کر بولی:

"میں نے آپ کے ساتھ بہت برا سلوک کیا ہے مسٹر نواز"۔

"کون سا سلوک مس گوریا؟"
"میں نے آپ کو...... آپ کو...... اس نے جملہ ادھورا چھوڑ دیا۔
"اوہ' سب ٹھیک ہے گوریا بلکہ یقین کرو کہ تمہارے اس سلوک کی بنا پر میں نے تمہاری مدد کرنے کا فیصلہ کیا؟"
"ایں----- کیوں؟" وہ حیران رہ گئی۔
"تمہارے انداز سے عورت کی بے بسی ٹپکتی تھی۔ تم اپنی اس حالت کا ذمہ دار مجھے سمجھتی تھیں نا؟"
"اوہ نواز...... نواز مجھے معاف کردو" وہ میرے نزدیک آگئی اور پھر اس نے میرے سینے میں سر چھپالیا۔
"میں تم سے کہہ چکا ہوں گوریا۔ میرے دل میں تمہاری طرف سے کوئی کدورت نہیں ہے۔ تم اس منظر کو ذہن سے نکال دو"۔
"کیا پیو گے نواز؟ تم نے شراب نہیں پی"۔
"بس کچھ نہیں۔ اپنی پسند کی قیمتی چیزیں سمیٹ لو"
"کیا مطلب؟"
"اب تم یہاں نہیں رہو گی۔ اس کے علاوہ سوالات کر کے میرا دماغ نہیں چاٹو گی" میں نے اس کے گال کو تھپتھپاتے ہوئے کہا اور اس کے چہرے پر فکرمندی کے تاثرات نظر آنے لگے"۔
"لیکن یہاں سے نکل جانا اتنا آسان نہ ہوگا" وہ بولی۔
"میں تم سے کہہ چکا ہوں کہ سوالات کرنا منع ہے" میں نے کہا اور اس نے گردن جھکا دی۔
زیادہ دیر نہیں گزری تھی کہ دروازے پر بیل سنائی دی اور میں جلدی سے کھڑا ہو گیا۔ گوریا بھی اٹھ گئی۔ تب اس نے کہا:
"اوہ' مما کوئی ہے باہر"
"گوریا تم جاؤ۔ جو شخص آیا ہے' اسے ساتھ لاؤ"۔
میں نے کہا اور گوریا جلدی سے دروازے کی طرف بڑھ گئی----- تھوڑی دیر کے بعد وہ ہراتا کے ساتھ اندر داخل ہوئی۔ ہراتا بدستور فرانسیسی بوڑھے کے روپ میں تھا۔ اس کے ہاتھ میں ایک سفری بیگ تھا۔
گوریا تعجب سے اسے دیکھ رہی تھی۔ اس کے ساتھ ہی بوڑھی عورت بھی حیران نظر آرہی تھی۔
"دروازہ بند کردیا ہے گوریا؟" میں نے پوچھا۔
"ہاں۔ لیکن یہ----- یہ-----"
"یہ میرے دوست ہیں" میں نے جواب دیا اور گوریا خاموشی سے ہراتا کو دیکھنے لگی۔
ہراتا اندر آگیا تھا۔ پھر ہم نے دروازہ بند کردیا اور میں نے گوریا کی جانب دیکھتے ہوئے کہا:
"گوریا۔ میں تمہارا چہرہ' بدلنا چاہتا ہوں اور اس کے بعد تمہاری ممی کا بھی میک اپ کرنا پڑے گا"۔
"کک کیا مطلب؟" گوریا نے تعجب سے کہا۔

"میک اپ" میں نے کہا اور ہراتا نے میک اپ بکس میرے سامنے رکھ دیا۔ میں نے میک اپ بکس کھولا اور اس کے مختلف لوشن وغیرہ چیک کرنے لگا۔ پلاسٹک کے ٹکڑے جس سے چہرے کے خدوخال تبدیل کیے جاسکتے تھی' ہر چیز موجود تھی۔
گوریا تعجب سے مجھے دیکھنے لگی----- پھر میں نے اسے سامنے بٹھالیا اور اس کے چہرے کی مرمت کرنے لگا۔
گوریا کے خدوخال میں تبدیلی آتی جارہی تھی۔ اس کے گال کچھ اور پھول گئے تھے۔ ٹھوڑی بھی قدرے موٹی کردی گئی تھی لیکن اس قدر کہ اس کی خوشنمائی برقرار رہے۔ ہونٹوں کے ابھار بڑھادیے گئے تھے اور ناک بھی ہلکی سی موٹی کردی گئی تھی۔
چند ساعت کے بعد گوریا کی تیاریاں مکمل ہوگئیں۔ میں نے اس کے رنگ میں بھی ہلکے سے کلر ٹچ دیے تھے اور وہ بالکل ہی بدل گئی تھی۔ پھر میں نے اس کے بالوں کے اسٹائل کو اپنے ہاتھوں سے تبدیل کیا اور تھوڑی دیر کے بعد میں نے آئینہ گوریا کے سامنے کردیا۔
ظاہر ہے اس کی بھی وہی کیفیت ہوئی جو اس سے قبل ہراتا کی ہوئی تھی۔ وہ اپنے آپ کو دیکھتی رہی۔ اس کے انداز میں ایک عجیب سی خوشی جھلکنے لگی تھی۔ وہ خود کو آئینہ میں دیکھتی رہی۔ پھر آہستہ سے بولی:
"اوہ مسٹر نواز۔ آپ نے تو...... آپ نے تو......"
"ہاں گوریا۔ اب وہ لوگ تمہیں نہیں پہچان سکیں گے"۔
"آپ' میں کس انداز میں آپ کا شکریہ ادا کروں"۔
"کسی انداز میں بھی نہیں۔ بس تم اپنی مما کو بلاؤ" اور...... گوریا اپنی مما کو بلانے کے لیے اٹھ گئی لیکن اس دوران اس کی مما خود کمرے میں داخل ہوئی۔ اور وہ آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر چاروں طرف دیکھنے لگی۔
گوریا ہنس کر بولی:
"مما یہ میں ہوں' تمہاری گوریا"۔
"کک----- کیا-----؟"
"بوڑھی متحیرانہ انداز میں پیچھے ہٹ گئی "مم مگر......"
"ہاں مما یہ میرا نہیں' ان کا کمال ہے اور سنو یہ ہمارے دشمن نہیں دوست ہیں۔ تم ان کے ساتھ جو سلوک کرتی رہی ہو' وہ اچھا نہیں رہا ہے لیکن تم یوں سمجھو کہ خدا نے ہماری مدد کے لیے فرشتے بھیجے ہیں۔ یہ ہماری مدد کریں گے مما اور ہمیں یہاں سے نکالیں گے" گوریا نے کہا اور بوڑھی تعجب سے ہمیں دیکھنے لگی۔ پھر بولی:
"کیا...... کیا یہ درست ہے" بوڑھی عورت نے عجیب سے انداز میں میری طرف دیکھا اور میں نے گردن ہلادی۔
"تب وہ میرے نزدیک آئی......... اور میرے کالر کو پکڑتے ہوئے بولی "خدا کے لیے ہمیں اس مصیبت سے نکالو۔ ہم زندگی سے تنگ آچکے ہیں۔ ہم...... ہم موت چاہتے ہیں۔ ہمیں کہیں لے جا کر قتل کرڈالو لیکن ہمیں اس مصیبت سے نکالو"۔

بوڑھی کے انداز میں بڑی بے بسی تھی اور میں اس بے بسی کو اچھی طرح محسوس کر رہا تھا۔ وہ اپنی بچی کی زندگی چاہتی تھی اور ایک بے بس ماں اس سے زیادہ کر بھی کیا سکتی تھی۔ میں نے اس کا شانہ تھپتھپایا اور بولا:

"مما تم بالکل بے فکر رہو۔ اب نہ تو وہ لوگ گوریا کا کچھ بگاڑ سکیں گے اور نہ ہی تمہارا۔ بس میں تمہیں یہاں سے لیے جا رہا ہوں"۔

"چلو میں تیار ہوں۔ ہاں میں تیار ہوں" بوڑھی جلدی سے بولی۔

"نہیں مما۔ ایسے نہیں۔ تم نے دیکھا گوریا کی شکل بدل گئی ہے۔ میں تمہاری بھی صورت تبدیل کروں گا"۔

"تم میری...... مگر کیسے؟...... یہ ہوا کیا ہے؟"

"بس تم میرے سامنے بیٹھ جاؤ اور تھوڑی دیر کے بعد تماشہ دیکھنا"۔

بوڑھی عورت نے میرے حکم کی تعمیل کی اور میرے سامنے بیٹھ گئی۔ میں اس کے چہرے کی مرمت میں مصروف ہو گیا۔ میں نے اس کے بڑھاپے کو مدنگاہ رکھا تھا۔ ظاہر ہے میں اسے کوئی جوان لڑکی نہیں بنا سکتا تھا۔ ہاں البتہ میں نے اس کی ناک گہری سرخ کر دی تھی۔ گالوں کے غار بھی تھوڑے سے بڑھا دیئے تھے اور پلکیں کافی جھکا دیں۔ اس طرح اس کے خدوخال میں خاصی تبدیلی آ گئی تھی۔ اب وہ فرانسیسی معلوم ہوتی تھی۔ میں نے گوریا سے اس کے لیے ایک لمبی فراک طلب کی اور گوریا نے میرے حکم کی تعمیل کی۔

بوڑھی کو فراک پہنانے کے بعد اس کے سر پر خاص طور پر ایک اسکارف باندھ دیا گیا۔ حالانکہ وہ اس سے پہلے اچھے لباس میں نظر نہیں آئی تھی اور معمولی سے لباس میں تھی لیکن اب فیشن ایبل بوڑھی نظر آتی تھی۔ بوڑھی نے اپنی شکل دیکھی اور مجھے ہنسی آ گئی۔ بوڑھی شرما گئی تھی۔

"کیا خیال ہے مما۔ اب تم کیسی لگ رہی ہو؟"

"مم...... میں کیا کہوں" بوڑھی نے شرمائے ہوئے انداز میں کہا اور میں نے ہراتا کی جانب دیکھا۔

"ہیلو اولڈ بوائے' کیا خیال ہے بوڑھی عورت تمہارے لیے کیسی رہے گی؟"

"کک۔ کیا مطلب؟" ہراتا متحیرانہ لہجے میں بولا۔

"بس میں نے تمہارا جوڑا لگا دیا ہے۔ اب تم بڑی بی کو ساتھ لو اور ان کے بازو میں بازو ڈال کر ٹہلتے ہوئے نکل جاؤ"۔

"اوہو" ہراتا کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ "تو یہ چکر ہے!"

"ہاں یار' انہیں یہاں سے لے جانا ہے"۔

"مگر کہاں مسٹر لارل؟" ہراتا نے پوچھا۔

"اپنی قیام گاہ۔ فی الحال یہی مناسب رہے گا اور کوئی بھی تم دونوں کو دیکھ کر حیران نہ ہوگا۔ بس زیادہ سے زیادہ لوگ یہی سوچیں گے کہ تم نے اپنی مادہ بلالی ہے" میں نے کہا اور ہراتا ہنسنے لگا۔

"تھینک یو مسٹر لارل۔ ویسے میں آپ کے انتخاب کو چیلنج نہیں کر سکتا۔ آپ نے اپنے دوست کے لیے جو سوچا' بہتر سوچا ہوگا"۔

"بس اب جاؤ" میں نے کہا۔

"آیئے محترمہ! ہراتا نے مسخرے پن سے کہا اور میک اپ کا تھیلا کندھے سے لٹکا لیا۔ پھر اس نے بوڑھی مما کا بازو پکڑا اور وہاں سے نکل گیا۔ گوریا کی آنکھوں میں خوشی بھی تھی اور آنسو بھی۔ اس نے صرف ایک پرس اٹھایا تھا۔ اس کے علاوہ اور کوئی چیز ساتھ نہیں لی تھی۔ ہم تھوڑی دیر انتظار کرتے رہے اور پھر ہم دونوں بھی باہر نکل آئے۔ گوریا نے فلیٹ کو تالا بھی نہیں لگایا تھا۔ وہ لفٹ میں داخل ہو گئی اور لفٹ نے ہمیں نچلی منزل پر چھوڑ دیا۔

میں گوریا کی کمر میں ہاتھ ڈالے عمارت سے باہر نکلا اور پھر ٹہلنے کے انداز میں ایک طرف چل پڑا۔ میں خواہ مخواہ ہنسنے لگا تھا تاکہ اندازہ ہو سکے کہ ہمارے ذہنوں میں کوئی احساس نہیں ہے۔ گوریا البتہ خشک ہونٹوں پر زبان پھیر رہی تھی۔ اس کی چال میں ہلکی لڑکھڑاہٹ بھی تھی۔ میں نے مخاطب کیا:

"مس گوریا۔ آپ کی چال میں خوف کی جھلکیاں ہیں۔ میرا خیال ہے' آپ کا یہ خوف مناسب نہیں ہے"۔

"کوئی ٹیکسی روکو نواز" گوریا نے کہا۔

"آپ نے ان میں سے کسی کو دیکھا جو آپ کی نگرانی کر رہے ہیں؟"

"نہیں کوئی نظر نہیں آیا"۔

"چلتی رہیں مس گوریا۔ ہر خطرے سے بے نیاز ہو کر۔ ابھی ہم دور تک پیدل چلیں گے۔ اس کے بعد ٹیکسی لیں گے"۔

"اوہ اچھا" گوریا نے کہا اور پھر ہم چلتے رہے۔ میری نگاہیں بھی...... اطراف کا جائزہ لے رہی تھیں اور میں ایک ایک چہرے کو دیکھ رہا تھا لیکن ابھی تک تعاقب وغیرہ کا شبہ نہیں ہوا تھا۔

"کافی دور نکلنے کے بعد میں نے مخالف سمت سے آتی ایک ٹیکسی کو روکا۔ اور ہم دونوں اس میں بیٹھ گئے۔ میں نے ڈرائیور کو ایک تفریح گاہ چلنے کے لیے کہا اور ٹیکسی چل پڑی۔ ٹیکسی میں بھی میں نے تعاقب پر پوری نظر رکھی تھی لیکن مجھے یقین ہو گیا کہ نگرانی نہیں ہو رہی ہے اور ہم نے انہیں کامیاب دھوکا دیا ہے۔ پھر تفریح گاہ میں چہل قدمی کے دوران بھی میں نے اس بات کا خیال رکھا اور پوری طرح مطمئن ہو گیا۔

تھوڑی دیر کے بعد میں گوریا کے ساتھ اپنے ہوٹل پہنچ گیا۔ گوریا کی آنکھوں سے خوشی پھوٹ رہی تھی۔ پھر اس نے پوچھا:

"مما کہاں ہے؟"

"قریب ہی کے ایک کمرے میں"۔

"میں ان سے مل سکتی ہوں؟"

"مل لیں۔ آیئے" میں نے کہا اور اسی وقت میرے کمرے کے دروازے پر دستک ہوئی "کون ہے؟" میں نے کہا "اندر آ جاؤ" اور ہراتا اندر داخل ہو گیا۔

"ہیلو!" میں نے مسکراتے ہوئے اسے دیکھا۔

"ہیلو مسٹر لارل! آپ لوگ تشریف لے آئے؟"

"ہاں۔ خیریت ڈیر؟"

"ہاں سب خیریت ہے۔ بس وہ محترمہ میرا خیال ہے ان کے منہ میں مشین لگی ہوئی ہے۔ میں کم بولنے والا ہوں مسٹر لارل۔ اب تو میرا زبان ہلانے کو بھی جی نہیں چاہ رہا۔ اپنی فطرت کے خلاف اس وقت سے مسلسل بول رہا ہوں" ہراتا نے کہا اور میرے ساتھ گوریا بھی ہنس پڑی۔

"ہاں' مما عرصہ سے خاموش تھی۔ اب وہ کسر پوری کر رہی ہے"

"لیکن مادام! میں ایک سوال کا جواب سو سو مرتبہ دے چکا ہوں۔ اب بتائیے میں کیا کروں؟" ہراتا نے بے بسی سے کہا۔

"کچھ عرصہ اور صبر کر لو ڈیر۔ ہم بہت جلد کوئی بندوبست کر لیں گے۔ وہ ہیں کہاں؟"

"کمرے میں موجود ہیں۔ کئی بار بے بی کو پوچھ چکی ہیں اور میں باہر آکر آپ کے کمرے کو دیکھ چکا ہوں"۔

"تم انہیں یہاں پہنچا دو" میں نے کہا اور ہراتا جلدی سے باہر نکل گیا۔

تھوڑی دیر کے بعد بوڑھی میرے کمرے میں آگئی۔ درحقیقت وہ بولنے کی مشین تھی۔ ذرا سی دیر میں اس نے ہزاروں سوالات کر ڈالے۔ ایک لمحے کے لیے بھی خاموش نہیں رہی تھی۔ سوال یہ سوال۔ لیکن مجھے اس پر غصہ نہیں آیا تھا کیونکہ اس کے سوالات زیادہ تر اپنی بیٹی کے بارے میں تھے۔

وہ پوچھ رہی تھی کہ اب تو ان کو خطرہ نہیں ہے۔ کیا انہیں ان خطرناک لوگوں سے نجات مل گئی ہے اور ہمارے مہربان کون ہیں جنھوں نے ہماری مدد کی ہے؟ اس قسم کے بے شمار سوالات جس میں اس کی زبان نہ تھک رہی تھی۔

...○...

اور

راجہ نواز اصغر نے اس دور کو اپنی زندگی کا بدترین دور کہا ہے' جب وہ ذہنی طور پر انسانیت کو بالکل فراموش کر چکے تھے۔ انہوں نے کیا کیا گل کھلائے یہ تو اگلے حصہ میں ہی معلوم ہو سکے گا!

ناقابل تسخیر قوتوں کے مالک راجہ نواز اصغر کی تہلکہ خیز عبرتناک رُوداد
نروان کی تلاش
ایم اے راحت

اسے یقین نہیں آ رہا تھا کہ وہ اتنے خطرناک ماحول سے نکل آئی ہے۔ اسے یہ بھی یقین نہیں تھا کہ وہ لوگ اسے تلاش نہ کر سکیں گے۔ اس نے اس سلسلے میں درجنوں سوالات مجھ سے کر ڈالے تھے اور درجنوں ہی اپنی بیٹی سے۔ بالآخر گوریا ہی سے برداشت نہ ہوا اور وہ جھنجلائے ہوئے انداز میں بولی:

"بس مما اب خاموش بھی ہو جائیں۔ بہت سارے سوالات ہو چکے اور ہم تھک گئے ہیں"۔

"اوہ بیٹی' ہاں مجھے احساس ہو رہا ہے' آئی ایم ویری سوری۔۔۔۔۔۔" بوڑھی نے شرمندہ ہوتے ہوئے کہا۔

"اور مجھے اس کی شرمندگی پر بھی پیار آ گیا۔

"نہیں مما۔ کوئی بات نہیں ہے۔ پھر بھی..... میں آپ کو صرف اتنا بتا دوں کہ وہ لوگ اب آپ پر اور آپ کی بیٹی پر کوئی ظلم نہیں کر سکیں گے۔ اب آپ لوگ آزاد ہیں اور آپ کو ہر طرح کی سہولتیں فراہم کرنا ہمارا فرض ہے"۔

"لیکن بیٹے تم کون ہو؟"

"بس مما یوں سمجھیں کہ آپ لوگوں کا ایک ہمدرد"۔

"اوہ' ہمدرد اس دنیا میں کہاں ملتے ہیں۔ میں تو یہی کہوں گی کہ اگر تم ہمدرد ہو تو میری اب تک کی سوچ غلط تھی۔ میرے خیال کے مطابق انسان' انسان کا ہمدرد نہیں ہوتا۔ انسان کو انسان کا دشمن تو جگہ جگہ دیکھا لیکن انسان' انسان کے ہمدرد بہت کم ملتے ہیں اور ہمدردیوں کے پس پردہ کوئی نہ کوئی پہلو ضرور پوشیدہ ہوتا ہے۔ مجھے..... تم صورت سے شریف معلوم ہوتے ہو اور تمہارا ساتھی بڑا دلچسپ آدمی ہے لیکن بہت کم بولتا ہے۔ ویسے عام طور سے خاموش رہتا ہے"۔

"مما۔ مما پلیز۔ آپ کی زبان بند بھی ہو گی یا نہیں؟" گوریا نے درمیان میں دخل دیا اور بوڑھی نے دونوں ہاتھ منہ پر رکھ لیے۔

"میرا خیال ہے گوریا کہ مما کے لیے کچھ کھانے کے لیے منگواؤ"۔

"نہیں میں کچھ نہیں کھاؤں گی" مما نے جلدی سے منہ پر رکھے ہوئے ہاتھ ہٹا لیے" جب سے

میری بیٹی ان چکروں میں پھنسی ہے' میں نے کھانا پینا چھوڑ دیا ہے۔ بھوک بھی نہیں لگتی۔ ہر وقت ذہن اس خیال میں ڈوبا رہتا ہے کہ نجانے ہمارا کیا انجام ہوگا۔ میں تو پہلے بھی اس سے یہی کہتی تھی' غلط باتوں کا غلط نتیجہ۔ ٹھیک ہے انسان پیٹ بھرنے کے لیے ہر راستے کو اختیار کرتا ہے لیکن افسوس' میں نے اس سے کہا تھا کہ تم کسی غلط انسان کے چکر میں نہ پڑنا۔ ہم روکھی سوکھی کھا کر گزار لیں گے۔ ٹھیک ہے اگر ہمارا کوئی سہارا نہیں ہے تو کیا ضروری ہے کہ عیش و عسرت ہی کی زندگی گزاری جائے لیکن یہ نہ مانی اور اس کے بعد---- اس کے بعد تم نہیں جانتے بیٹے کہ ہمیں کن کن مشکلات سے گزرنا پڑا اور اب تو وہ کم بخت......"

"مما----" گوریا نے پھر درمیان میں دخل دیا اور بوڑھی اس کی طرف عجیب سی نظروں سے دیکھنے لگی۔

"اب میں کیا کہوں؟ کیا میں اتنی سی بات بھی نہ کہوں؟" اس نے گوریا کو دیکھ کر جھنجلائے ہوئے انداز میں کہا اور گوریا ہنسنے لگی۔ مجھے بھی ہنسی آگئی۔

"گوریا' تم مما کے لیے کچھ منگواؤ۔ میرا خیال ہے کھانے پینے کے بعد یہ درست ہو جائیں گی" میں نے کہا۔

اور شاید گوریا نے بھی یہی مناسب سمجھا۔ اس نے ویٹر کو بلانے کے لیے بیل بجادی۔ تھوڑی دیر کے بعد ویٹر آیا اور گوریا نے اسے کچھ چیزوں کا آرڈر دے دیا۔

بوڑھی شاید تھک گئی تھی یا پتہ نہیں کچھ اور باتیں سوچ رہی تھی' لیکن وہ خاموش تھی۔ پھر کھانے پینے کی چیزیں آگئیں۔ گوریا نے بھی شاید بہت دنوں کے بعد پیٹ بھر کر کھانا کھایا تھا۔

کھانے کے بعد ہم نے کافی پی۔ بے چارہ ہراتا اس محفل میں شریک نہیں تھا لیکن میرا خیال تھا کہ اگر اسے بتایا جاتا کہ ہمارا یہ پروگرام ہے تو وہ نہ شریک ہونے کو بہتر سمجھتا۔ کیونکہ بوڑھی نے اس کا بھی جینا حرام کر دیا تھا اور یہ بات تو میں بھی دیکھ چکا تھا کہ وہ ضرورت سے زیادہ بولتی ہے۔

دونوں ماں بیٹی کو یہ یقین کرانے میں خاصی مشکلات پیش آئیں کہ وہ ان خطرناک لوگوں کے چنگل سے نکل آئی ہیں۔ رات کے کھانے کے بعد میں نے ہراتا کی طرف دیکھا۔ ہراتا پر سکون تھا۔

"اگر تم چاہو گوریا تو میں تمہیں اور تمہاری مما کو ایک کمرہ دے سکتا ہوں۔ میرا دوست میرے کمرے میں سو جائے گا"۔

"کیوں' کیا وہ مما کو اپنے کمرے میں سلانے کے لیے تیار نہیں ہے؟" گوریا نے ہنس کر کہا۔

"یہ بات نہیں ہے۔ میں سوچ رہا تھا کہ کہیں تم مضطرب نہ ہو"۔

"میں آپ کے کمرے میں ہی سوؤں گی نواز" گوریا نے کہا۔

"مما کو تو اعتراض نہیں ہوگا؟"

"اس بے چاری نے اعتراضات کب کے ترک کر دیے ہیں"۔

"جیسی تمہاری مرضی" میں نے کہا اور پھر بوڑھی ہراتا کے کمرے میں چلی گئی۔ ہراتا کے سکون پر مجھے حیرت تھی۔ اس نے اس بات پر کسی تردد کا اظہار نہیں کیا تھا۔ لیکن بوڑھی نے جاتے وقت مجھ سے سرگوشی کی تھی:

"مسٹر لارل پلیز' کیا مجھے آپ کے دوست کے کمرے میں سونا ہے؟"

"ہاں مما یہی بہتر رہے گا۔ ہم کسی کو شبہے کا موقع نہیں دینا چاہتے جس طرح فلیٹ سے آئے ہیں' اسی طرح رہیں"۔

"وہ تو ٹھیک ہے لیکن......" بوڑھی تشویش سے بولی۔

"اس کا کردار تسلی بخش ہے نا؟" بوڑھی نے پوچھا اور میرے پیٹ میں بے شمار قہقہے مچل اٹھے۔

"ہاں بالکل تسلی بخش۔ آپ فکر نہ کریں" میں نے کہا اور بوڑھی نے گردن ہلائی۔ پھر ہراتا کو گھورتی ہوئی چلی گئی۔

گوریا نے دوسرا کوئی لباس نہیں لیا تھا۔ میں نے لباس تبدیل کر کے اس کی جانب دیکھا اور گوریا کی نگاہیں جھک گئیں۔ "کل میں تمہارے لیے لباس وغیرہ کا انتظام کروں گا"۔

"اوہ ٹھیک ہے۔ میں آج......" اس نے کہا اور پھر ایک چادر اٹھالی اور باتھ روم کی طرف بڑھ گئی۔ باتھ روم سے نکلتے ہوئے اس نے تیز بتی بجھادی اور نائٹ بلب روشن کر دیا۔ اس کے بدن سے گلابی چادر لپٹی ہوئی تھی اور بدن کے نقوش نمایاں تھے۔ تب وہ جھجکتی ہوئی میرے نزدیک آکر لیٹ گئی۔ میں نے اسے نزدیک کھینچ لیا تھا اور اس نے کوئی تعرض نہیں کیا۔

"میں سوچ رہا تھا گوریا۔ میں تمہیں واپس ہالینڈ بھجوا دوں۔ میرا مطلب ہے تمہیں اور تمہاری مما کو"۔

"اور تم؟"

"میرا یہ دورہ تو طویل ہے ڈارلنگ! میرا اصل کام ابھی تو شروع بھی نہیں ہوا۔ ابھی تو ہوریشو سے ملاقات کرنی ہے" میں نے مسکرا کر کہا۔

"نواز" گوریا نے میری گردن میں بازو ڈالتے ہوئے کہا "کیا یہ ممکن نہیں کہ تم بھی واپس چلو۔ بس اتنا ہی کافی ہے۔ اس سیاہ بھیڑیے کے لیے۔ میری بات کو غلط رنگ مت دینا نواز"۔

"نہیں گوریا۔ یہ ممکن نہیں ہے۔ مجھے تم سے ایک خاص بات بھی معلوم کرنی ہے"۔

"کیا؟"

"تم ہوریشو سے مل چکی ہو نا؟ میرا مطلب ہے ہالینڈ سے واپس آنے کے بعد"

"ہاں!"

"کیا تم مجھے اس کی رہائش گاہ کے بارے میں نہیں بتاؤ گی؟" میں نے اس کے چہرے کے مقابل چہرہ کرتے ہوئے کہا اور گوریا کے چہرے پر خوف ابھر آیا۔ وہ گہری گہری سانسیں لینے لگی تھی"۔

گوریا سہمی ہوئی نگاہوں سے میری صورت دیکھتی رہی اور پھر ایک گہری سانس لے کر بولی۔ "کیوں---- تم اس کے بارے میں کیوں معلوم کرنا چاہتے ہو؟"

"گوریا! تم یہ جاننے کے باوجود یہ سوال کر رہی ہو۔ کہ میرا نام نواز اصغر ہے۔" میں نے نرم لہجے میں کہا اور اس نے ایک سسکی سی لی۔

"نواز۔ میں نے ساری زندگی غلامی کی ہے۔ میں صرف دوسروں کے احکامات پر چل کر زندگی بسر کرتی رہی ہوں۔ لیکن اپنی بات منوانے کی خواہش سے میرا دل بھی خالی نہیں ہے۔ میں کبھی ان حالات کے

باوجود کبھی کبھی یہ سوچنے سے خود کو نہیں روک سکی کہ کسی سے ناز کروں' کوئی میری زندگی میں مجھ سے اس قدر قریب ہو کہ میں اس سے مزے کروں۔ وہ میرے ناز اٹھائے' میری بات مانے۔ کیوں نواز! کیا ایک انسان کی حیثیت سے میری یہ خواہش ناجائز ہے؟"

"نہیں گوریا۔ لیکن تم کیا کہنا چاہتی ہو؟"

"نواز! میری بات مان لو۔ تم نے ہوریشو کو جتنا نقصان پہنچایا ہے' تم نے اس سے جو کچھ حاصل کیا ہے' وہ اتنا ہے کہ ہم پوری زندگی عیش سے گزاریں گے میں تمہیں مکمل عورت بن کر دکھاؤں گی نواز۔ میں تمہاری اتنی خدمت کروں گی کہ تم ساری دنیا کو فراموش کر دو گے۔ ایک بار میری بات مان کر دیکھ لو نواز۔ تم نے مجھے تاریک غاروں سے کھینچ کر روشنی میں لاکھڑا کیا ہے۔ میں اس روشنی کے سفر کو تمہارے ساتھ طے کرنا چاہتی ہوں۔"

اور میری مخصوص جھنجلاہٹ عود کر آئی۔ میرے ذہن میں نفرت آمیز سناٹے ابھر آئے۔ قید کر دی جانے والیاں' خود کو بھول جانے والیاں' ان سے کہیں مفر نہیں ہے۔ تاہم وہ ستم رسیدہ تھی' میں اس کے ساتھ کوئی سخت سلوک نہیں کرنا چاہتا تھا۔ چنانچہ میں نے سخت کوشش کر کے اپنے لہجے کو نرم رکھا اور آہستہ سے بولا۔

"گوریا! میرے بارے میں کسی حد تک جان لو' اس کے بعد خود فیصلہ کر لینا۔ میں اپنی مرضی سے اس زندگی میں نہیں آیا۔ لایا گیا ہوں۔ میں نے بڑی مشکل سے خود کو قتل کیا تھا۔ ہاں گوریا! لاکھوں کروڑوں ہاتھ مجھے قتل کرنے کے خواہش مند تھے میں نے اپنے ہاتھوں سے اپنی گردن دبا دی اور پھر میرے اندر عفریت ابھرا میں نے اپنے خون کا ایک ایک قطرہ اس عفریت کو چٹا دیا تاکہ ——— راجا نواز اصغر کی مانند کمزور نہ رہے بلکہ وہ طاقتور ہو۔ اتنا توانا ہو جائے کہ اسے شکست دینا ممکن نہ رہے۔ تو گوریا۔ اس کے بعد راجا نواز اصغر میدان عمل میں آیا' وہ دوسری حیثیت رکھتا تھا۔ بے شمار لوگوں سے اس کا ٹکراؤ ہوا اس نے خود کو زندگی اور موت کے تصور سے بہت دور کر دیا تھا' وہ صرف سربلندی چاہتا تھا' ایسی سربلندی' جو اس سے چھین لی گئی تھی' جو اسے اس کی اصل شخصیت میں نہ مل سکی تھی۔ لیکن اس بدلی ہوئی شخصیت کو وہ کوئی دھوکا' کوئی فریب دینا نہیں چاہتا تھا اور اس کی وجہ یہ تھی کہ اسے اس کی شخصیت سے کوئی پیار نہیں تھا۔ وہ اسے ہر جگہ داؤ پر لگانے کا خواہشمند تھا اور اس کے بارے میں یہی سوچتا تھا کہ جب یہ شخصیت موت سے ہمکنار ہو جائے گی تو کم از کم راجا نواز اصغر کو کوئی دکھ نہ ہو گا۔ اور جب انسان یہ سب کچھ سوچ لے جب اس کی زندگی کا مقصد ہی یہ بن جائے تو پھر اس کے سامنے اس کے دشمن بے حقیقت ہو جاتے ہیں۔

ہوریشو نے اپنی دانست میں مجھے زچ کیا تھا۔ اس کا خیال تھا کہ وہ مجھے اس کیفیت میں پہنچا دے گا جہاں میں خودکشی کر لوں گا لیکن میں نے خودکشی کے بارے میں کبھی نہیں سوچا۔ حالانکہ حالات کافی سنگین ہو چکے تھے' میں نے خود کو بچایا' میں نے راجا نواز اصغر کی حفاظت کی۔ لیکن اس انداز میں کہ کہیں بزدلی کا کوئی عنصر اس میں شامل ہونے نہ پائے۔ یہاں تک کہ جب ہوریشو میرے سامنے آیا تو اسنے کہا کہ اب میری ذہنی کیفیت کیا ہے تو میں نے اسے یہی مشورہ دیا تھا کہ راجا نواز اصغر کو قتل کر دو ہوریشو' ورنہ وہ تمہارے لئے ایک ایسی ہستی بن جائے گا کہ تم ساری زندگی پچھتاتے رہو گے اور میں اپنا وہ قول نبھا رہا ہوں۔" میرے لہجے میں نجانے کیا بات پیدا ہو گئی تھی کہ گوریا سہمی ہوئی نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگی' پھر ایک گہری سانس لے کر بولی۔

"تو۔ تو راجا نواز! اب بھی تم اس سے ٹکراؤ گے؟"

"اب بھی سے تمہاری کیا مراد ہے گوریا۔ میں ہوریشو کو اگر چاہوں تو ختم کر سکتا ہوں۔ میں ایسی پوزیشن میں ہوں کہ اسے فنا کر دوں۔ لیکن ہوریشو ایسا دشمن ہے جسے بار بار مارنے میں لطف آتا ہے۔ میں اسے ایک بار نہیں مارنا چاہتا گوریا۔ میں اسے قتل کروں گا لیکن اس انداز میں کہ وہ موت کی بھیک مانگتا رہے۔ ابھی تو میں اس سے چوہے اور بلی کا کھیل کھیلنا چاہتا ہوں اور جب میں اس سے اکتا جاؤں گا تو اسے ختم کر دوں گا۔"

"اوہ۔" گوریا نے دونوں ہاتھوں سے پیشانی پکڑ لی۔

"میں نے تم سے ایک درخواست کی تھی گوریا۔"

"کیا؟" وہ چونک کر بولی۔

"ہوریشو کا پتہ؟"

"میں تمہیں ایک بات بتا دوں نواز کہ اب میرے لیے ساری دنیا میں تم سے زیادہ کوئی شخص حیثیت نہیں رکھتا۔ لیکن مجھے اس کا پتہ نہیں معلوم۔ ہم جیسے لوگ اتنی حیثیت نہیں رکھتے کہ ہم لوگوں کو ایسی اہم باتوں سے مطلع کیا جائے۔ البتہ میں تمہیں اس کا ٹیلیفون نمبر دے سکتی ہوں۔" گوریا نے جواب دیا۔

"اوہو' ٹیلیفون نمبر ہی کافی ہے۔ میں بذات خود اس سے ملنا بھی نہیں چاہتا تھا۔ یہ اور زیادہ اچھا ہے۔ فون پر گفتگو مناسب رہے گی۔" میں نے کہا اور گوریا نے مجھے ہوریشو کا ٹیلی فون نمبر بتا دیا۔ جسے میں نے اچھی طرح ذہن نشین کر لیا تھا۔

"میرے سوال کا تم نے کوئی جواب نہیں دیا؟" چند ساعت کے بعد وہ بولی۔

"کون سے سوال کا گوریا؟"

"میں نے جو تم سے کہا تھا۔ میں نے تم سے جو درخواست کی تھی" گوریا عجیب سے لہجے میں بولی۔

"گوریا! میرا خیال ہے میری یہ طویل گفتگو تمہاری باتوں کا جواب ہی ہے۔"

"لیکن میں نہیں سمجھی نواز۔ تم کہنا کیا چاہتے ہو؟"

"صرف یہ گوریا کہ راجا نواز اصغر کسی ایک ہستی' کسی ایک ذات کے لئے مخصوص ہو کر نہیں رہ سکتا۔ اس کی زندگی پر اس کا اپنا بھی کوئی حق نہیں ہے اور حق ہو بھی تو وہ اپنی زندگی کو ساکت و جامد کر کے موت کی آغوش میں نہیں جا سکتا۔ تم یہ غلط فہمی ذہن سے نکال دینا گوریا کہ میں ساری زندگی تمہارے ساتھ گزار سکتا ہوں۔ شاید وہ دنیا کی کوئی عورت نہ ہو جس کے ساتھ رہنے کا میں فیصلہ کر لوں چنانچہ میری دوست! میں تمہیں بھی اس غلط فہمی میں نہیں رکھنا چاہتا۔ تم اس بات کو ہمیشہ کے لیے ذہن سے نکال دو۔ اگر زندگی کا کوئی اور محور بنانا چاہتی ہو تو مجھے کوئی اعتراض نہ ہو گا۔ میں نے صرف تمہارے حالات سے متاثر ہو کر تمہیں پناہ دی ہے۔ میں نے تمہاری زندگی کے لئے ایک راستہ منتخب کیا ہے۔ اگر میری اس محبت سے فائدہ اٹھانا چاہتی ہو تو ٹھیک ہے اور اگر اپنے طور پر زندگی کے راستے تلاش کرنا چاہو تو مجھے اس سلسلے میں کوئی اعتراض نہیں ہے۔" میں نے جواب دیا اور گوریا کا چہرہ اتر گیا۔ وہ ڈبڈبائی آنکھوں سے مجھے دیکھتی رہی۔ پھر

اپنے آنسو خود ہی پی گئی۔

"ٹھیک ہی تو کہتے ہو تم۔ ٹھیک کہتے ہو تم راجہ نواز اصغر! معافی چاہتی ہوں' میں غلط فہمی کا شکار ہو گئی تھی۔ ایک بار پھر معافی چاہتی ہوں۔"

"کوئی بات نہیں ہے گوریا۔ لیکن میں تم سے ہمدردی کا ایک لفظ بھی نہیں کہہ سکتا۔ کیونکہ میرے اصول' میرے فیصلے اٹل ہیں۔" میں نے جواب دیا۔ اور گوریا نے اپنے آنسو رومال سے جذب کرتے ہوئے گردن ہلا دی۔

کافی دیر تک وہ کچھ سوچتی رہی' پھر ایک گہری سانس لے کر بولی۔ "نواز! تم نے میرے لئے کیا سوچا؟"

"میں نے تمہیں بتایا نا ——— میں تمہیں بہت جلد ہالینڈ بھجوا دوں گا' اتنی جلد' جس کا تم تصور بھی نہیں کر سکتیں۔"

"ٹھیک ہے۔ وہاں جا کر میں کیا کروں گی؟"

"تم چاہو تو میرے گروہ میں شامل ہو سکتی ہو۔ تم چاہو تو میں تمہیں ایک معقول معاوضہ ادا کرتا ہوں۔ تم اس انداز میں اپنی زندگی گزارنا' جس انداز میں گزارتی رہی ہو' صرف تھوڑا سا انداز بدلا ہو گا۔ تم ایسے لوگوں کے لئے مجبور نہیں ہو گی جو تمہارے جسم کے گاہک بھی بنیں۔ تمہیں یہ سب کرنے کی ضرورت نہیں ہو گی۔ ہاں جس وقت بھی تم اپنی زندگی کی خوشیوں کی طلب گار ہو گی اور کوئی ایسا ساتھی تلاش کرنے میں کامیاب ہو جاؤ گی جو تمہاری پوری زندگی میں تمہارا ساتھ دے سکے تو میں خاموشی سے تمہیں الوداع کہہ دوں گا۔"

"لیکن یہ تو کوئی بات نہ ہوئی۔" گوریا نے پھیکے انداز میں مسکراتے ہوئے کہا۔

"کیا مطلب۔ میں نہیں سمجھا۔"

"میں پھر ایسے ہی ایک گروہ میں کام کروں گی جس میں کرتی رہی ہوں' جس سے مجھے نفرت ہے۔"

"ہوں۔ گوریا! میں نے تمہیں اس کے لئے مجبور نہیں کیا ہے۔ البتہ میں نے تمہیں صرف ایک سہارا پیش کیا تھا۔ البتہ اگر تم یہ کام' یہ انداز نہیں چاہتیں تو پھر تم ہالینڈ چلی جاؤ۔ کیونکہ میں تمہیں ہوا کے رحم و کرم پر نہیں چھوڑ سکتا۔ وہاں جا کر تم کوئی معقول ملازمت تلاش کر لینا۔ اس وقت تک میں تمہارے لئے بہتر بندوبست رکھوں گا جب تک کہ تم اپنے لئے کوئی مناسب صورتحال پیدا نہ کر لو۔ بس کرم اب اس سے زیادہ اس سلسلے میں کوئی بات نہ کرنا۔" میں نے کہا اور گوریا خاموش ہو گئی۔

دوسرے دن صبح ناشتے پر گوریا کی ممی' گوریا۔ میں اور ہراتا چاروں موجود تھے۔ بوڑھی ممی بڑی مزیدار عورت تھی۔ ہراتا کی جانب اس مشکوک انداز میں دیکھتی کہ ہراتا جھینپے ہوئے انداز میں دوسری جانب دیکھنے لگتا تھا۔ ایک بار جب بوڑھی نے ڈونگا اٹھانے کے لئے ہاتھ بڑھایا تو ہراتا نے بھی اتفاقاً اسی وقت ہاتھ بڑھایا تھا۔ بوڑھی نے پھرتی سے ہاتھ پیچھے کھینچ لیا تھا اور خونخوار نگاہوں سے ہراتا کو گھورنے لگی۔

"دیکھو! میں تم سے بار بار کہتی ہوں کہ محتاط رہو۔" اس نے بھاری لہجے میں کہا اور ہراتا کا منہ حیرت سے کھل گیا۔ میں نے بھی چونک کر بوڑھی کی جانب دیکھا تھا۔ پھر میں نے ہی بوڑھی سے پوچھا تھا۔

"کیا بات ہے ممی؟" میں نے سوال کیا۔

"یہ شخص' سنتے ہو تم۔ یہ شخص جس وقت سے میں یہاں آئی ہوں' مسلسل مجھ سے قربت حاصل کرنے کی کوشش کر رہا ہے۔" بوڑھی عجیب سے انداز میں بولی۔

"ممی۔" گوریا نے احتجاجی انداز میں ماں کی طرف دیکھا۔

"میں سچ کہتی ہوں' سچ کہتی ہوں میں۔ بار بار اپنے آپ کو مجھ سے قریب لانے کی کوشش کر رہا ہے۔ ساری رات نہیں سو سکی ہوں میں اس کے کمرے میں کہ نجانے کم بخت کس وقت اٹھ جائے۔ میں نے تم سے پوچھا تھا کہ یہ کردار کا کیسا ہے مگر مجھے تو یہ زیادہ بہتر نہیں معلوم ہوتا۔"

"کیوں ہراتا؟" میں نے مسکراتے ہوئے ہراتا سے پوچھا۔

"چیف۔ چیف۔ دیکھو چیف!" ہراتا نے بوکھلائے ہوئے لہجے میں کہا اور میرا زوردار قہقہہ نکل گیا۔

"ہراتا!" میں نے اسے پکارا۔

"مم۔ مگر چیف! تم خود دیکھو۔ یہ۔ میں۔ کیا۔ یہ ممی۔"

"ہاں ہاں۔" میں نے اسے آنکھ ماری اور پھر بوڑھی سے مخاطب ہو کر بولا۔ "ہاں تو ممی۔ تم نے اس شخص سے بچنے کے لئے ساری رات جاگ کر گزاری ہے۔"

"ہاں۔ میں اصولوں کی پابند ہوں۔ جب میرا دل اس سے نہیں ملتا تو پھر میں اس کی طرف متوجہ کیوں ہوں؟"

"ٹھیک بات ہے۔" میں نے شانے ہلائے۔

"ممی ——— ممی! آپ اپنے دوستوں کی انسلٹ کر رہی ہیں۔" گوریا نے کہا۔

"لو' اس میں انسلٹ کی کیا بات ہے' کیا وہ مرد نہیں ہے؟"

"لیکن وہ ہمارے محافظ ہیں۔" گوریا نے جواب دیا۔

"اوہو گوریا! تم ان باتوں کی پرواہ نہ کرو ٹھیک ہی تو کہتی ہیں ممی۔ ظاہر ہے' انہوں نے خود کو خطرے میں پایا ہو گا تو اس قسم کی بات سوچی' ورنہ وہ ایسا کیوں کرتیں۔"

"لیکن مسٹر ہراتا سنجیدہ ہو سکتے ہیں۔" گوریا بے چینی سے بولی۔

"ممکن ہے ممی کے لئے وہ سنجیدہ ہی ہوں۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا اور گوریا ہنس پڑی۔ ہراتا کی بوکھلاہٹ قابل دید تھی۔

ناشتے کے دوران دلچسپ گفتگو ہوتی رہی اور ہم ہنستے رہے۔ بوڑھی بڑی پرلطف عورت تھی۔ ہراتا سے وہ بری طرح بدک رہی تھی اور میرا دوست عورت کے معاملے میں ضرورت سے زیادہ بیوقوف تھا' حالانکہ بوڑھی میں کوئی دلکشی نہیں تھی۔

اس وقت بوڑھی اپنی بیٹی کے ساتھ دوسرے کمرے میں تھی' ہراتا میرے پاس آ گیا۔ اس کے انداز میں تھوڑی سی الجھن تھی۔

"ہیلو چیف!"

"ہیلو ہراتا!"

"اب کیا پروگرام ہے؟"

"یار مل گیا ہے' اس سے تھوڑی سی چپقلش رہے گی۔ اس کے بعد آگے بڑھیں گے ہراتا۔ لیکن اس سے قبل میں ان دونوں ماں بیٹیوں کو روانہ کر دینا چاہتا ہوں۔"

"اوہ' بوڑھی کو بھی؟"

"ہاں ۔۔ کیوں؟ کیا تم اس کے بغیر اداس ہو جاؤ گے؟"

"میں اس کی صورت پر لعنت بھیجتا ہوں۔" ہراتا بگڑ کر بولا۔

"لیکن اس کا تو خیال ہے کہ تم اس سے عشق کرنے لگے ہو۔"

"کسی وقت خاموشی سے گردن توڑ دوں گا۔ کسی کو پتہ بھی نہیں چل سکے گا۔"

"یار ۔۔۔۔۔ تو لطف اندوز بھی نہیں ہو سکتا؟"

"نہیں چیف! میں کسی عورت سے لطف اندوز نہیں ہو سکتا۔ میں ساری زندگی عورت سے دور رہنا چاہتا ہوں۔"

"مشکل ہو جائے گا ہراتا۔"

"کیوں مشکل ہو جائے گا چیف! کیا اس دنیا میں عورت کے علاوہ اور کچھ نہیں ہے؟" ہراتا نے مجھے گھورتے ہوئے کہا۔

"نہیں۔ یہ بات تو نہیں ہے ہراتا لیکن عورت اس دنیا میں' انسان کی دلچسپی کے لئے سب سے اہم شے ہے۔" میں نے جواب دیا۔

"میں غیر اہم چیزوں سے کام چلالوں گا چیف! بہتر یہ ہے کہ اسے میرے پاس سے ہٹالو۔" ہراتا نے برا سا منہ بناتے ہوئے کہا اور میں ہنستا رہا' پھر سنجیدہ ہو کر بولا۔

"میں چاہتا ہوں ہراتا! پہلے ہم انہیں روانہ کر دیں' اس کے بعد ہوریشو کے سامنے آئیں۔ ورنہ یہ عورتیں مشکل میں پڑ جائیں گی۔ تم یہاں رہو' میں چلتا ہوں' ان کے لئے بندوبست کرنا ضروری ہے۔"

"بالکل ٹھیک ہے چیف! تم ان کی طرف سے بے فکر رہو۔ لیکن جلد از جلد انہیں یہاں سے ہٹا دو' ورنہ ہراتا کی بے شمار صلاحیتیں زائل ہو جائیں گی۔"

"کیوں۔ کیوں؟" میں نے ہنستے ہوئے پوچھا۔

"خون جلتا ہے اسے دیکھ کر۔" ہراتا نے کہا اور میں نے زوردار قہقہہ لگایا۔ بہرحال تھوڑی دیر کے بعد تیار ہو کر میں باہر نکل آیا۔

دو دن صرف گوریا اور بوڑھی کے سلسلے میں گزرے تیسرے دن ان کے لئے بندوبست ہو گیا اور اسی رات میں نے انہیں طیارے میں سوار کرا دیا۔ ہراتا بھی میرے ساتھ تھا۔ بڑی دلچسپیاں رہی تھیں اس دوران ایئرپورٹ پر بھی بوڑھی نے شکر ادا کیا تھا کہ اس کی عزت بچ گئی اور اس کے روانہ ہونے کے بعد ہراتا نے شکر ادا کیا تھا کہ اس کی عزت بچ گئی۔

"اب ہراتا! ہوریشو سے ملاقات کی سوچو۔"

"چیف! تم نے بتایا تھا کہ لڑکی سے تمہیں اس کا فون نمبر معلوم ہو گیا ہے۔"

"نہ صرف فون نمبر بلکہ اس کی رہائش گاہ بھی۔"

"اوہ' وہ کیسے؟"

"فون نمبروں سے میں نے رجسٹریشن آفس سے معلوم کیا تھا۔"

"بہت خوب۔ پھر چیف! اب کیا پروگرام ہے؟ مگر ایک بات تو بتاؤ چیف! کیا اس دوران وہ اپنی رہائش گاہ پر موجود ہو گا؟"

"کیا مطلب؟"

"کیا اسے اس بات کا علم نہ ہو گیا ہو گا کہ گوریا اور اس کی بوڑھی ماں اپنے فلیٹ سے غائب ہیں۔"

"اوہ' ہاں اس کے امکانات تو ہیں۔"

"تو پھر اس بات کے امکانات بھی ہیں کہ ان کی گمشدگی میں بھی وہ تمہارا ہی ہاتھ سمجھے اور ایسی صورت میں تم نے جس طرح اس کا نام اچھالا ہے' وہ یہ بھی سوچ سکتا ہے کہ ممکن ہے' تم پولیس کو اس کی نشاندہی کر دو۔"

"ہوں' تمہارا خیال درست ہے۔ لیکن بہرحال ہم اس جگہ کو نظرانداز نہیں کریں گے۔ کم از کم ٹیلی فون تو کر کے دیکھ لیتے ہیں۔"

"ہاں۔ اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔" ہراتا نے جواب دیا۔

"ویسے اگر اس نے وہ جگہ چھوڑ دی ہے ہراتا' تب بھی اسے تلاش کرنا زیادہ مشکل نہ ہو گا۔"

"اوہ' وہ کس طرح؟"

"تم کیا سمجھتے ہو ہراتا۔ کیا وہ میری تلاش میں نہیں ہو گا؟"

"ہونا تو چاہیے۔ لیکن وہ پولیس سے بھی خوفزدہ ہو گا۔"

"خوفزدہ۔" میں نے پرخیال انداز میں کہا۔ "نہیں ہراتا! میرا خیال ہے وہ خوفزدہ ہونے والوں میں سے نہیں ہے۔"

"اوہ' لیکن پولیس اس کے پیچھے ہے۔ بلکہ اگر وہ زیادہ جذباتی ہو گیا ہے تو پھر اسے اس خیال کے باوجود وہیں ہونا چاہیے۔"

"اوہ' تو کیا پولیس ۔۔۔۔؟"

"ہاں' پولیس اس جیسے لوگوں کو گرفتار نہیں کرتی۔"

"تم اسے بخوبی جانتے ہو چیف! بہرحال تم نے میرے دل میں اس شخص کے لئے اشتیاق پیدا کر دیا ہے میں بھی اس سے ملنا چاہتا ہوں۔"

"بہت جلد ہم اس سے ملاقات کریں گے ہراتا۔" میں نے پرسکون لہجے میں کہا اور ہراتا گردن ہلانے لگا۔ تھوڑی دیر کے بعد ہم ایک جگہ ٹیکسی سے اتر گئے۔ ہم دونوں پراطمینان انداز میں چلتے ہوئے آگے بڑھتے رہے۔ پھر ایک پبلک کال بوتھ کے سامنے ہم رک گئے۔

"فون کرو گے؟"

"ہاں۔" میں نے جواب دیا اور بوتھ میں داخل ہو گیا۔ سکے ڈال کر میں نے وہ نمبر ڈائل کیا جو گوریا نے بتایا تھا اور دوسری جانب سے چند ساعت کے بعد فون ریسیور کر لیا گیا۔ "کون بول رہا ہے؟"

"آپ کس سے بات کرنا چاہتے ہیں؟"

"ایک افریقی قبیلے کے روحانی پیشوا سے۔"

دوسری جانب چند ساعت خاموشی چھائی رہی پھر کہا گیا۔ "آپ کون صاحب بول رہے ہیں؟"

"اس سے کہو' ایک ایسا راجا بول رہا ہے جس کی کوئی مملکت نہیں ہے"

"نواز اصغر؟" سوال کیا گیا۔

"ٹھیک ہے۔" میں نے جواب دیا۔

"براہ کرم چند ساعت انتظار کریں۔" کہا گیا اور میں نے ایک گہری سانس لی' پھر ماؤتھ پیس پر ہاتھ رکھ کر ہراتا سے بولا۔

"ہراتا! پستول ہے تمہارے پاس؟"

"موجود ہے چیف!" ہراتا نے جواب دیا۔

"تب تم ٹیلی فون بوتھ سے تھوڑے فاصلے پر جا رکو۔ ممکن ہے وہ لوگ معلوم کرنے کی کوشش کریں کہ ہم کہاں سے بول رہے ہیں اور ممکن ہے اس نے پہلے سے اس کا انتظام کر رکھا ہو۔"

"او کے چیف۔ لیکن کس طرح؟" ہراتا نے سوال کیا۔

"ہوریشو------ میری جان ہوریشو' اس نے کیا کچھ نہ کیا ہو گا میرے لئے ممکن ہے اس نے چاروں طرف ٹیلی فون بوتھ پر اپنے آدمی پھیلا رکھے ہوں۔ کہیں سے بھی کوئی شبہ ہو۔ کیونکہ یہ بات جانتا ہو گا کہ میں کسی ایسے ٹیلی فون بوتھ پر بات نہیں کروں گا جس کا وہ پتہ چلا سکے اور ہو سکتا ہے کہ ساعت رکنے کے لیے کہہ کر وہ یہ معلوم کرنے کی کوشش کر رہا ہو کہ یہ فون کہاں سے کیا جا رہا ہے۔"

"اوہو' تب پھر فکر نہ کرو۔ اور ہاں' ذرا ایک آدھ بات مجھے اور بتاؤ۔" ہراتا نے سوال کیا۔

"کیا؟"

"گولی چلا سکتا ہوں؟"

"بے دھڑک۔" میں نے جواب دیا اور ہراتا مسکراتا باہر نکل گیا۔ چند ہی ساعت کے بعد دوسری جانب سے ہوریشو کی غرائی ہوئی سی آواز سنائی دی اور میں نے خود کو اسی جانب متوجہ کر لیا۔

"ہیلو' کون بول رہا ہے؟"

"تمہارا دوست ہوریشو!"

"اوہو' نواز اصغر۔" اس نے کہا۔

"ہاں۔"

"میں تم سے ملنا چاہتا ہوں۔" ہوریشو نے کہا۔

"واہ' بغیر ملے کام نہیں ہو سکتا کیا؟"

"دیکھو نواز! مجھے تم سے بہت سی ضروری باتیں کرنا ہیں۔"

"تو پھر ٹیلی فون پر ہی کیوں نہ ہو جائیں۔"

"ڈرتے ہو------؟" ہوریشو کے انداز میں حقارت تھی۔

"ہاں بھائی------ تم سے تو ڈرنا ہی پڑتا ہے۔" میں نے تمسخرانہ لہجے میں جواب دیا۔

"تم کیا سمجھتے ہو نواز------ تمہارے خیال میں' میں تم سے خوفزدہ ہوں یا تمہاری کارروائی سے------ اگر تمہارا یہ خیال ہے تو اسے ذہن سے مٹا دو اور جو بات کرنا چاہتے ہو' وہ کرو۔" ہوریشو غرائے ہوئے لہجے میں بولا۔

"اسی ٹیلی فون بوتھ سے؟" میں نے پوچھا۔

"ہاں' ہاں کوئی حرج نہیں ہے اور اگر تم یہ سمجھتے ہو کہ میں تمہیں باتوں میں لگا کر تمہارے بارے میں معلومات حاصل کرنا چاہتا ہوں تو یہ تمہاری خام خیالی ہے۔ جاؤ ہوریشو وعدہ کرتا ہے کہ وہ کوئی ایسی حرکت نہیں کرے گا۔" ہوریشو نے کہا۔

"بہت خوب' ویسے مجھے یقین ہے' ویسے اس بات کا یقین مجھے اس بات سے بھی ہو رہا ہے کہ تم مجھ سے بے دھڑک گفتگو کر رہے ہو۔"

"ہاں' اس لئے کہ ہماری اور تمہاری گفتگو یہاں کے ایکسچینج پر نہیں سنی جا سکے گی۔ اس کے علاوہ تم دیکھ رہے ہو کہ میں اسی جگہ تمہارا منتظر ہوں' جہاں کے بارے میں تمہیں مکمل طور پر معلومات حاصل ہو چکی ہیں۔ میری مراد گوریا اور اس کی ماں سے ہے مجھے یہ بھی یقین ہے کہ تم ہی ان دونوں عورتوں کو لے گئے ہو' ورنہ تمہیں میرا ٹیلی فون نمبر کہاں سے معلوم ہوتا۔"

"مجھے تو تمہاری رہائش گاہ کے بارے میں علم ہے ہوریشو!"

"یہ کون سا مشکل کام ہے نواز۔" ہوریشو نے تمسخرانہ قہقہہ لگایا۔

"بہرحال ٹھیک ہے ہوریشو! میں تسلیم کرتا ہوں۔ حالانکہ اگر میں چاہتا تو پولیس کو تمہاری رہائش گاہ کے بارے میں بتا دیتا اور جب میں تمہیں ٹیلی فون کر رہا ہوتا تو پولیس تمہارے نزدیک پہنچ چکی ہوتی۔"

"میں نے اس بات کو بھی نظرانداز نہیں کیا نواز!"

"لیکن ہوریشو! نواز بھی وعدہ کرتا ہے اور تمہیں یہ یقین بھی دلاتا ہے کہ اس نے پولیس کو تمہاری اس رہائش گاہ کے بارے میں اطلاع نہیں دی ہے۔"

"تمہارا شکریہ۔ ویسے مجھے اس کی زیادہ پرواہ نہیں تھی۔ میں نے بہت سارے انتظامات کر لئے ہیں اور اس کی مجھے کوئی خاص پرواہ نہیں ہے۔ ہاں تم نے جو کچھ کیا وہ لڑائی کے اصول کے خلاف ہے۔"

"کیا مطلب؟" میں نے سوال کیا۔

"ہماری آپس کی جنگ تھی یہ' پولیس کو اس طرف متوجہ کرنے کی کیا ضرورت تھی۔"

"اوہ ڈیئر ہوریشو! بس تم اچھے جو لگتے ہو' تم سے شرارتیں کرنے کو جی چاہتا ہے۔" میں نے جواب دیا۔

"خیر چھوڑو ان باتوں کو۔ وہ کام کی بات بتاؤ جو تم کرنا چاہتے ہو۔ مجھ سے ملاقات نہیں کرو گے؟" ہوریشو نے سوال کیا۔

"نہیں ہوریشو۔"

"کیوں؟"

"میں ذرا کمزور دل ہو گیا ہوں' اس لئے تمہیں دلیری نہیں دکھا سکوں گا۔ میں نے کہا اور ہوریشو نے قہقہہ لگایا۔

"اچھا تمہاری مرضی۔"

"ہاں' آگے کہو ہوریشو!" میں نے سوال کیا۔

"تو کام کی بات یہ ہے نواز۔۔۔۔۔ کیا تم ہی ان دونوں عورتوں کو لے گئے ہو؟"

"ظاہر ہے میں نے اس سے انکار نہیں کیا۔" میں نے جواب دیا۔

"کہاں ہیں وہ دونوں؟"

"میرے پاس موجود ہیں۔" میں نے گہری سانس لے کر کہا۔

"کیا کرو گے ان کا؟"

"اب وہ میرے لئے کام کریں گی۔ میری مراد گوریا سے ہے تمہارے لئے تو اب وہ بیکار ہو گئی ہے۔ مجھے بتاؤ میری جان! کیا تم نے اسے صرف اسی لیے نہیں چھوڑ رکھا تھا کہ ممکن ہے گوریا نے مجھے اپنا پتہ بتایا ہو اور میں اس سے ملاقات کرنے آؤں۔"

"تم چالاک ہو۔ اس بات سے میں نے کب انکار کیا ہے۔" ہوریشو ہنس کر بولا۔ بے نظیر انسان تو ان حالات کے باوجود نہ تو اس کے لہجے میں غصہ تھا نہ پریشانی۔ وہ حسب عادت پرسکون اور نرم محسوس ہو رہا تھا۔

"گویا میرا خیال درست ہے۔"

"ہاں۔ لیکن تم بھی حسب معمول رہے۔ میرے آدمی فلیٹ کی شدید نگرانی کرنے کے باوجود تمہیں نہ پا سکے۔ نجانے تم ان دونوں کو کیسے نکال لے گئے۔"

"بہرحال عزت افزائی کا شکریہ۔"

"لیکن تمہارے لئے وہ کیا کام کریں گی؟"

"میرے گروہ کے لئے میں نے تم سے کہا تھا نہ ہوریشو کہ اگر میں تمہارے چنگل سے بچ گیا تو زمین تمہارے لئے تنگ کر دوں گا۔"

"ہاں لیکن زمین میرے لئے اسی طرح کشادہ ہے۔"

"ابھی تو بہت کچھ باقی ہے۔" میں نے ہنس کر کہا۔

"تو تم نے گروہ بنا لیا ہے؟"

"ہاں' اور اس گروہ نے کام بھی شروع کر دیا ہے۔"

"خوب۔ کیا نام رکھا ہے؟" ہوریشو نے پوچھا۔

"اس کا اعلان بعد میں کروں گا۔"

"خیر میری طرف سے مبارکباد قبول کرو۔ لیکن تمہارے طریقہ کار سے مجھے تھوڑا سا اختلاف ہے۔" ہوریشو نے کہا۔

"وہ کیا میری جان؟"

"کام کر رہے ہو' کام کرو۔۔۔۔۔ اگر مجھ سے چوٹیں چاہتے ہو تو اس میں بھی کوئی حرج نہیں ہے۔ لیکن پولیس کو درمیان میں کیوں لاتے ہو۔"

"ہوریشو میری جان! کیا تم یہ کھیل نہیں کھیلتے رہے ہو؟"

"کون سا کھیل؟"

"کیا تم نے انٹرپول کا سہارا نہیں لیا تھا' کیا تم نے بار بار مجھے اس کے چنگل میں پھنسانے کی کوشش

نہیں کی؟"

"اوہ' اس میں میرا کوئی دخل نہیں تھا' سب کچھ مکلینو کے حکم سے ہو رہا تھا۔"

"خیر' اب کیا چاہتے ہو؟"

"پولیس کو ان معاملات سے دور ہی رکھو۔"

"چلو منظور۔"

"ہماری تمہاری چلے گی' لطف آئے گا۔ ہاں' ایک بات اور بتاؤ' ہیرے تمہارے پاس موجود ہیں؟"

"ہاں۔" میں نے جواب دیا۔

"کیا کرو گے ان کا؟"

"کاروبار۔۔۔۔۔ ظاہر ہے کاروبار۔۔۔۔۔"

"میرے ہاتھ فروخت کرو گے انہیں۔۔۔۔۔ دراصل وہ میری ملکیت نہیں ہیں' ایک بہت بڑے آدمی نے منگوائے تھے۔ ایک طرح سے وہ اس کی امانت تھے۔ اگر کاروبار کا مال ہوتا تو ٹھیک تھا' میں دوسری طرح تم سے حاصل کرنے کی کوشش کرتا۔ لیکن ان کی غیر موجودگی کی وجہ سے میری ساکھ بگڑ جائے گی۔ میرے ہاتھ سے ایک بڑی منڈی نکل جائے گی۔"

"تو تم انہیں خریدنا چاہتے ہو ہوریشو؟" میں نے طنزیہ انداز میں سوال کیا۔

"ہاں' صرف اس لئے کہ ان سے میری ساکھ نہیں بگڑے گی۔ میں تم سے اس مال کی بات نہیں کروں گا جو تم نے لانچ لوٹ کر حاصل کیا ہے۔ لیکن اگر ممکن ہو سکے تو ہیرے مجھے واپس دے دو۔ اور ان کی جو قیمت چاہو' وصول کر لو۔"

"اوہ ہوریشو! ٹھیک ہے اس بارے میں بھی بات کر لیں گے' ابھی تو تم سے بہت سی باتیں کرنا ہیں۔"

"ہاں ہاں کہو۔ اب کیا خیال ہے تمہارا۔۔۔۔۔ کیا تم مجھ سے جنگ جاری رکھو گے؟"

"ظاہر ہے ہوریشو! میں تم سے کہہ کر نکلا تھا کہ ہمارے اور تمہارے درمیان سے ایک آدمی کو ختم ہونا پڑے گا اور یہ جنگ اس وقت تک جاری رہے گی۔ جب تک ہم میں سے ایک آدمی نہ رہ جائے۔" میں نے کہا۔

"ٹھیک ہے دوست! بہرحال مجھے خوشی ہے کہ مجھے ایک دلیر دشمن ملا ہے اور تم سے مقابلہ کر کے میں انتہائی مسرت محسوس کروں گا۔" ہوریشو نے کہا۔

"ٹھیک ہے۔۔۔۔۔ تو ہوریشو! تم اس بات کو ذہن نشین کر لو کہ میں تمہیں ہر جگہ کراس کروں گا۔"

"مجھے تمہارا یہ چیلنج منظور ہے۔" ہوریشو نے جواب دیا۔

"تمہارا قیام یہاں کب تک رہے گا؟" میں نے پوچھا۔

"میں تو ابھی یہیں ہوں۔ نئے سرے سے کام کا آغاز کر رہا ہوں میں اسے چھوڑوں گا نہیں۔"

"بس تو ٹھیک ہے اپنے ان اڈوں کی خیر مناؤ' جہاں کام ہو رہا ہے۔" میں نے کہا۔

"اوہ' لیکن تم ان کے بارے میں پتہ نہیں چلا سکتے۔"

"میں کوشش کروں گا ہوریشو کہ وہاں سے تمہارا سارا کاروبار ختم کردوں۔" میں نے کہا۔

"تم نے کوشش تو کی ہے میرے دوست! پولیس میرے پیچھے لگ چکی ہے۔ میں پولیس کو کوئی حیثیت نہیں دیتا۔"

"اچھا ہوریشو! اب اجازت دو۔"

"ہیروں کی بات درمیان میں رہ گئی۔"

"ہاں' اسے درمیان میں ہی رہنے دو۔" میں نے جواب دیا اور فون بند کر دیا۔ مجھے اندازہ تھا کہ ہوریشو کی ذہنی کیفیت کیا ہو گی۔ لیکن اس وقت میں ایک اور انداز میں سوچ رہا تھا۔

بہر حال بوتھ سے باہر نکل کر میں نے ادھر ادھر دیکھا' تھوڑے فاصلے پر ہراتا موجود تھا۔ قرب و جوار میں کوئی ایسا مشکوک آدمی نظر نہیں آیا جس سے یہ اندازہ کیا جاسکتا کہ وہ ہوریشو کا کوئی آدمی ہو گا اور ہمارے نگرانی کر رہا ہو گا۔ میں نے ہراتا کو اشارہ کیا۔ اور ہم دونوں ٹہلتے ہوئے وہاں سے آگے بڑھ گئے۔ مجھے کوئی خطرہ تو تھا نہیں۔ کیونکہ میں میک اپ میں تھا اور ہراتا ایک ایسی شخصیت تھی جسے کوئی جانتا نہ تھا۔ یوں بھی میں اسے فی الوقت تاریکی ہی میں رکھنا چاہتا تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد ہم ہوٹل پہنچ گئے۔ میں نے اپنے اور ہوریشو کے درمیان ہونے والی گفتگو ہراتا کو سنائی۔

"خوب بڑی عجیب و غریب گفتگو ہوئی' دو دشمنوں کے درمیان۔" اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"ہاں ہراتا ------ اب تم ایک سلسلے میں مجھے مشورہ دو۔"

"کیا؟"

"ہوریشو نے مجھ سے ہیرے طلب کئے ہیں' وہ ان کی قیمت ادا کرنا چاہتا ہے۔"

"تو کیا تم یہ ہیرے اسے فروخت کر دو گے؟"

"دیکھو ہراتا ------ ہمارا اصل مقصد ہوریشو کو شکست دینا تھا۔ ہم نے اس پر ایک کامیاب وار کیا ہے ------ باقی رہا دولت کا اور ہیروں کا مسئلہ ------ تو میرے دوست! تم نے مجھ سے ایک بات کی تھی' کیا تمہیں یاد ہے؟"

"کیا؟"

"یہی کہ تم خزانوں سے کھیلتے رہے ہو۔"

"ہاں' میں نے کہا تھا۔ اور اگر تمہیں وہ بات ناگوار گزری ہو چیف! تو میں معافی چاہتا ہوں۔"

"نہیں ہراتا! یہ مقصد نہیں تھا۔ بات صرف یہ تھی کہ میں ہیروں سے نہیں کھیلتا رہا۔ میں نے تو عزت کی دو روٹیاں حاصل کرنے کے لئے ایک ایک شخص کی خوشامد کی تھی۔ لیکن مجھے ٹھکرا دیا گیا۔ لیکن اب دولت میرے قدموں میں ہے ------ اتنا کچھ ہے میرے پاس ہراتا کہ میں اسے خرچ کرنے کا تصور بھی نہیں کر سکتا۔ یقین کرو ہراتا! مجھے اندازہ نہیں ہے کہ میری دولت کتنی ہے اور میں اس دولت کو کس طرح خرچ کروں۔ اس صورت میں یہ ہیرے' میرے لئے کوئی دلکشی نہیں رکھتے۔ ہوریشو کو میں یہ بتانا چاہتا ہوں کہ اس کا مقابل کسی بھی طور اس سے کم نہیں ہے۔ چنانچہ میں چاہتا ہوں کہ یہ ہیرے اسے بلاقیمت واپس کر دیئے جائیں۔"

"اوہ۔" ہراتا نے مجھے مسکراتے ہوئے دیکھا اور پھر بولا۔ "چیف! ہراتا نے کبھی کسی کو تسلیم نہیں

کیا۔ لیکن وہ تمہیں تسلیم کر چکا ہے۔ تمہارے اندر وہ بے شمار خوبیاں ہیں چیف جو کسی بھی انسان کو متاثر کر سکتی ہیں میں تم سے سو فیصدی متفق ہوں۔ تم دشمن کو حقارت سے بھیک دو گے' کیونکہ وہ تم سے بھیک مانگنے پر مجبور ہو گیا ہے۔"

"تو پھر تمہارا ابھی یہی مشورہ ہے ہراتا؟"

"ہاں چیف!"

"بس تو پھر یہ ہیرے تم ہی لے کر جاؤ گے۔"

"میں تیار ہوں چیف!" ہراتا نے جواب دیا اور میں نے تیاریاں شروع کر دیں۔ جو کچھ میں کرنا چاہتا تھا وہ دیوانگی تھی۔ یہ ہیرے بے اندازہ قیمتی تھے' اتنے قیمتی کہ میں ان کی مدد سے اپنے گروہ کو کافی فروغ دے سکتا تھا۔ لیکن یہ دیوانگی تو میری زندگی میں رچی ہوئی تھی۔

اس دن تو خاموشی رہی۔ لیکن دوسرے دن میں نے سب سے پہلا کام یہ کیا کہ لاکر سے ہیرے نکلوائے۔ اس سے پہلے میں نے ہراتا کے چہرے پر میک اپ کر دیا تھا۔ یہ نیا میک اپ تھا۔ اور میں نے اس پر کافی محنت کی تھی۔

ہیروں کا بڑا بیگ میں نے ہراتا کے حوالے کر دیا۔ حالانکہ بڑا خطرناک کام تھا۔ میں اپنے ایک شاندار آدمی کو داؤ پر لگا رہا تھا۔ اگر ہوریشو کمینگی پر اتر آیا تو ہراتا ہاتھ سے چلا جائے گا۔ وہ اتنا ہی خطرناک تھا۔

بہر حال دیکھنا تھا کہ اس معاملے میں وہ کتنا گہرا ہے۔

میں خود بھی ہراتا کے ساتھ گیا تھا۔ ہوریشو کی اس رہائش گاہ کے بارے میں اندازہ درست نکلا۔ ایک خوبصورت کوٹھی تھی۔ بہرحال میں نے ہراتا کو ہدایات دیں اور دلیر ہراتا کوٹھی کے دروازے پر پہنچ گیا۔ میں وہاں سے ہٹ گیا تھا۔

تقریباً ایک گھنٹے کے بعد ہراتا برآمد ہوا۔ اور ایک طرف بڑھ گیا۔ میں نے اسے ہدایت کی تھی کہ وہ سیدھا ہوٹل پہنچے۔ لیکن میں ہراتا کی طرف نہیں گیا بلکہ اس سے تھوڑے فاصلے پر رک کر عمارت کی طرف دیکھتا رہا۔

ہراتا بہت دور نکل گیا' تب میں نے وہ جگہ چھوڑی۔ اس کا مطلب ہے کہ ہراتا کا تعاقب نہیں کیا گیا تھا۔ اس کے باوجود میں نے راستے میں رک کر احتیاطاً ایک دوسرے ہوٹل میں دو کمرے بک کرائے اور ان تمام کاموں سے فارغ ہو کر اپنے ہوٹل پہنچا۔ بظاہر تو تعاقب کا اندازہ نہیں ہو سکا تھا۔

ہراتا موجود تھا اور مگن تھا۔ مجھے دیکھ کر تعریفی انداز میں مسکرایا۔

"ہیلو چیف! تم بہت دیر سے آئے۔ کہاں رہ گئے تھے؟"

"ذرا کام سے گیا تھا۔ تم سناؤ جلدی' میں منتظر ہوں۔"

"بڑے عمدہ دشمن ہو تم دونوں ------ لیکن اس نے تمہیں دوستی کا پیغام دیا ہے۔"

"ہوریشو سے ملے تھے؟"

"ہاں۔ سیاہ فام ہے مگر خوبیوں کا مالک معلوم ہوتا ہے۔" ہراتا نے جواب دیا۔

"مجھے پوری تفصیل بتاؤ ہراتا! لیکن ٹھہرو ------ کیا تم کافی پیو گے؟" میں نے سوال کیا۔ ایک اور خیال میرے ذہن میں سرایت کر گیا تھا۔

"پلوادو چیف! اگر تمہارا موڈ ہے۔" ہراتا نے جواب دیا۔

"تکلیف کرو تم خود ہی۔ میں اس وقت ویٹر کو بلانا پسند نہیں کرتا۔" میں نے کہا اور ہراتا خاموشی سے اٹھ کر باہر نکل گیا۔ دوسرے لمحے میں اپنے سامان کی طرف جھپٹا اور میں نے اپنی مطلوبہ چیز نکال لی۔ یہ ننھی ننھی دو گولیاں تھیں۔ میں نے ان گولیوں کو انگلیوں میں دبالیا اور ہراتا کا انتظار کرنے لگا۔

چند ساعت کے بعد وہ واپس آگیا۔ "ہاں ہراتا! اب شروع ہو جاؤ۔"

"جب میں نے بیل دی چیف! تو ایک دراز قامت آدمی باہر نکل آیا۔ اس نے مجھے گھورتے ہوئے پوچھا کہ میں کون ہوں اور کس سے ملنا چاہتا ہوں؟ تب میں نے صاف ہوریشو کا نام لے دیا۔ دراز قامت بڑا حیران ہوا------ اور بولا کہ یہاں تو مسٹر جیکسن رہتے ہیں۔ ممکن ہے مسٹر جیکسن کے کسی دوست کا نام ہوریشو ہو۔ اس نے کہا کہ میں اندر آجاؤں' وہ مسٹر جیکسن سے معلومات کر کے بتائے گا۔ تب میں اندر چلا گیا چیف اور وہ مجھے ایک ڈرائنگ روم میں بٹھا کر اندر چلا گیا۔ اور چیف! میرے بیٹھنے کے چند ساعت بعد ہی دفعتاً" مجھے یوں محسوس ہوا کہ وہ جگہ جہاں میں بیٹھا ہوا تھا' زمین میں دھنس رہی ہے اور پھر وہ زمین میں دھنستی چلی گئی۔ ایک لمحے کے لئے میں نے اٹھنے کی کوشش کی تھی لیکن بھلا اس جگہ میں اٹھ کر کیا کرتا' جو تیزی سے نیچے جا رہی تھی۔ میں زیادہ گہرائی میں نہیں گیا چیف----- میرا خیال ہے پندرہ یا بیس فٹ نیچے گیا تھا کہ میرا صوفہ زمین سے جا لگا۔

میں صوفے پر کھڑا ہو گیا تھا جس ہال میں' میں تھا اس میں نیم تاریکی کی سی کیفیت تھی۔ بڑا ٹھنڈا ہال تھا' یقینی طور پر ائرکنڈیشنڈ ہو گا۔ بہرحال میں کھڑے ہو کر ادھر ادھر دیکھنے لگا----- اچانک وہ سیاہ فام مسکراتا ہوا اندر داخل ہوا جس کا جسم گٹھا ہوا تھا اور جو اچھے تن و توش کا مالک نظر آرہا تھا۔

چیف! بڑا ہی نرم لہجہ تھا اس کا----- اس نے اندر آنے کے بعد مجھے خوش آمدید کہا۔ لیکن جانتے ہو اس نے مجھے کس نام سے پکارا' اس نے مجھے راجا نواز اصغر کے نام سے پکارا تھا۔"

"اوہ۔" میں نے گردن ہلائی۔ "پھر-----؟" میں نے پوچھا۔

"تو چیف! وہ مجھ سے کہنے لگا کہ میں یقینی طور پر راجہ نواز اصغر ہوں تب میں نے اس سے کہا کہ یہ میرا نام نہیں ہے" البتہ میں راجہ نواز اصغر کا ایک نمائندہ ہوں اور اس کا ایک پیغام لے کر آیا ہوں۔"

"کیا؟" اس نے پوچھا اور میں نے وہ تھیلا اس کے سامنے کر دیا۔ وہ حبشی جو یقیناً ہوریشو تھا' اس کے چہرے پر ایک دم حیرت پھیل گئی تھی۔ پھر اس نے کسی آدمی کو آواز دی۔ جب وہ شخص اندر آگیا تو ہوریشو نے اسے حکم دیا کہ تھیلا کھول کر دیکھا جائے۔ یوں لگتا تھا جیسے کہ ہوریشو اس تھیلے سے خوفزدہ ہو۔ اس شخص نے تھیلا کھولا اور متحیرانہ انداز میں ہوریشو کو دیکھنے لگا۔"

"کیا ہے اس میں؟" ہوریشو نے پوچھا۔

"ہیرے۔" اس نے جواب دیا اور ہوریشو بے ساختہ آگے بڑھ آیا تھا۔ اس کے بعد اس نے تمام ہیرے مٹھیوں میں نکال نکال کر اندر ڈالے اور انہیں تعجب سے دیکھنے لگا۔ پھر اس نے مجھے بغور دیکھا اور بولا۔

"کیا تم درحقیقت راجہ نواز اصغر نہیں ہو؟"

"نہیں۔" میں نے اسے جواب دیا۔

"تو پھر تم کون ہو؟ اوہ-----" اس نے خود بخود ہی کہا۔ "اگر تم نواز اصغر نہیں ہو تو پھر کچھ بھی نہیں ہو گے' ورنہ وہ شخص تمہیں یہاں بھیجنے کا رسک کبھی نہیں لیتا۔ لیکن یہ ہیرے----- کیا اس کے جواب میں اس نے اپنے کچھ مانگا ہے' کچھ طلب کیا ہے؟"

"نہیں۔" میں نے جواب دیا اور ہوریشو کے چہرے پر چند ساعت کے لئے الجھن کے آثار پیدا ہو گئے۔ پھر اس نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔

"تو اس نے یہ ہیرے بھجوائے ہیں میرے لئے؟"

"ہاں۔" میں نے جواب دیا۔

"تب چیف! اس نے مجھ سے پوچھا کہ میں کیا پیوں گا۔ لیکن میں نے معذرت کر لی تھی اور کہا تھا کہ میرا کچھ موڈ نہیں ہے۔ چند ساعت میں اس کے ساتھ بیٹھا رہا تب اس نے کہا کہ اگر اسے راجا نواز اصغر ملے تو اس کا ہوریشو کی طرف سے شکریہ ادا کیا جائے اور کہا جائے کہ ہوریشو اسے دوستی اور محبت کا پیغام دیتا ہے۔ جو کچھ ہوا ہے' اسے بھول کر ہوریشو کی دوستی نبھانے کی کوشش کی جائے۔ اس نے کہا ہے چیف کہ راجا نواز اصغر سے کہو کہ مجھ سے ٹیلی فون پر بات کرے۔" ہراتا نے جواب دیا اور میں بغور ہراتا کو دیکھتا رہا۔ میں اس کی ایک ایک بات پر غور کرتا رہا تھا لیکن اس کے باوجود میں مطمئن نہیں تھا۔

لیکن تھوڑی دیر کے بعد ویٹر ٹرے میں کافی کا سامان لے آیا۔ ہراتا میری جانب دیکھ رہا تھا۔ بہرحال ویٹر کے جانے کے بعد ہراتا کافی بنانے کے لیے اٹھا۔ پھر اس نے دو پیالیاں بنا کر میرے سامنے رکھ دیں۔

"ہراتا پلیز۔ میں تھوڑا سا پانی پیوں گا۔" میں نے کہا اور ہراتا فوراً" اٹھ کھڑا ہوا۔

حالانکہ عام حالات میں' میں کبھی اس سے پانی نہیں مانگتا تھا لیکن ہراتا نے اس پر غور نہیں کیا تھا۔ اس نے مجھے پانی لا کر دے دیا۔ لیکن اس دوران میں اس کی کافی کی پیالی میں وہ دونوں گولیاں ڈال چکا تھا جو اسے نیم غنودہ کر سکتی تھی۔

پانی کا گلاس میں نے ہونٹوں سے لگا لیا تھا۔ پھر اس کے بعد میں نے کافی کی پیالی اٹھا کر دو تین سپ لئے۔ پھر ہراتا سے مخاطب ہوتے ہوئے میں نے کہا۔

"میرے لئے یہ بڑی دلچسپ بات ہے ہراتا کہ اس نے مجھے دوستی اور محبت کا پیغام بھیجا ہے۔"

"اور پھر کیا خیال ہے چیف----- کیا اس کا یہ پروگرام قبول کر لو گے؟" ہراتا نے سوال کیا۔

"سوچوں گا ہراتا----- ابھی تک میں نے کوئی فیصلہ نہیں کیا۔"

"اگر تم اس سے دوستی اور اخوت کا رشتہ بڑھا لیتے ہو چیف تو اس کا یہ مطلب ہوا کہ ہماری جدوجہد کا ایک اہم آغاز' آغاز ہی رہا۔"

"ہاں اس میں کوئی شک نہیں ہے لیکن بہرحال ہراتا حالات پر غور کریں گے۔" میں نے مدھم آواز میں کہا اور اس کے بعد اس انداز میں خاموشی اختیار کر لی جیسے کوئی بات نہ کرنا چاہتا ہوں۔ ہراتا بھی خاموشی سے کافی کے سپ لیتا رہا تھا۔

میں کافی دیر تک خاموش رہا۔ کافی ختم ہو گئی تھی اور ہراتا کے انداز سے یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے کہ وہ بمشکل تمام خود پر قابو پا رہا ہو۔

"چیف! نجانے کیا ہوا----- تا----- جا----- نے----- کیا----- ہوا-----؟"

اس نے غنودہ لہجے میں کہا اور پھر آنکھیں پھاڑنے لگا۔ لیکن اس کی پلکیں جھکی جا رہی تھیں۔ وہ بمشکل تمام آنکھیں کھول رہا تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد اس کا سر کرسی سے ڈھلک گیا۔ میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی تھی۔

میں نے چند ساعت ہراتا کا جائزہ لیا اور اس کے بعد اٹھ کر دروازہ اندر سے بند کر دیا اور اس کے بعد میں اس کے چہرے کو ٹٹولنے لگا۔ چند ساعت کے بعد میں نے وہ میک اپ اس کے چہرے سے اتار دیا تھا جو میں نے خود کیا تھا اور میک اپ کے نیچے سے ہراتا ہی کا چہرہ نکلا تھا۔ لیکن مجھے اس پر بھی یقین نہ آیا۔ میں نے میک اپ اتارنے کے تمام حربے استعمال کر لئے جو کئے جا سکتے تھے لیکن ہراتا اصلی ہی تھا۔ تب میں نے گہری سانس لی کیونکہ ---- مجھے یہ خیال بھی آیا تھا کہ ممکن ہے ہراتا کو قابو میں کر لیا گیا ہو اور اس کی جگہ کسی اور شخص کو میرے پاس بھیجا گیا ہو ---- گو ہراتا کی حرکات و سکنات ذرا مختلف قسم کی تھیں اور دوسرا آدمی انہیں اس قدر جلد اپنا نہیں سکتا تھا لیکن اس کے باوجود میں مطمئن نہیں ہو سکا تھا اور پوری طرح یقین کر لینا چاہتا تھا کہ یہ ہراتا ہی ہے۔

بہرصورت مجھے بھروسہ ہو گیا تھا۔ تب میں بیٹھ کر ہوریشو کے بارے میں غور کرنے لگا ---- اس کی دوستی کے پیغام میں کوئی کھوٹ ہے یا میں نے اسے جو کچھ بھیجا ہے' کیا اس سے متاثر ہو کر اس نے یہ پیغام بھیجا ہے یا اس میں بھی کوئی چال ہے ---- بہرحال چال ہو یا نہ ہو' میں ظاہر ہے اس کی دوستی قبول نہیں کر سکتا تھا۔ زندگی میں ایک ہی دشمن تو بنایا تھا' جو مزے دار تھا اور جس سے برابر کی چوٹ تھی اور ظاہر ہے برابر کے دشمن سے لڑنے میں مزہ بھی آتا ہے۔ حالانکہ میں نے اسے قیمتی ہیرے بھیج دیئے تھے۔ ہوریشو سوچ بھی نہ سکتا تھا کہ میں اتنے قیمتی ہیروں کو یوں نظرانداز کر دوں گا۔ بہرحال اس بات سے وہ بخوبی واقف تھا کہ یہ ہیرے میرے لئے مصیبت نہیں بن سکتے تھے اور میں انہیں باآسانی ٹھکانے لگا سکتا تھا۔

یقیناً اسے سخت حیرت ہوئی ہو گی۔ ممکن ہے اسی وجہ سے اس نے یہ فیصلہ کیا ہو کہ مجھ سے دشمنی ختم کر دی جائے۔ لیکن میں اس موڈ میں نہیں تھا۔

دیر تک میں سوچتا رہا۔ وہ گولیاں جو میں نے ہراتا کو کھلائی تھیں' بہت زیادہ خواب آور نہیں تھیں۔ تھوڑی دیر تک انسان کو سلا دیتی تھیں۔ پھر بھی کم از کم ایک گھنٹے تک مجھے انتظار کرنا پڑا۔

پھر میں نے بالکل ٹھنڈے پانی میں بھیگا ہوا تولیہ ہراتا کے چہرے پر پھیرنا شروع کر دیا اور تھوڑی دیر کے بعد ہراتا ہوش میں آ گیا۔ وہ عجیب سے انداز میں مجھے دیکھ رہا تھا۔ پھر وہ اچھل کر بیٹھ گیا۔

"ارے کیا ---- کیا ہوا تھا مجھے ---- کیا ہوا تھا چیف! کیا کچھ ہو گیا تھا؟" اس نے عجیب سے لہجے میں پوچھا۔

"ہاں ہراتا! جو کچھ ہوا تھا' ٹھیک ہی ہوا تھا۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"کیا مطلب؟"

"مجھے تم پر شک تھا ہراتا۔"

"مجھ پر ----؟" ہراتا تعجب سے بولا۔

"ہاں۔ تم پر۔"

"لیکن کیوں چیف؟"

"مجھے یہ شک تھا کہ کہیں ہراتا' ہوریشو نے تم پر قابو نہ پا لیا ہو' اور تمہارے میک اپ میں کسی دوسرے آدمی کو یہاں نہ بھیج دیا ہو' اس لئے میں نے تمہیں دھوکے سے خواب آور گولی کھلا دی تھی۔ اس کے بعد میں نے تمہارا میک اپ چیک کیا۔"

"اوہ۔" ہراتا نے گہری سانس لی۔ اس نے آنکھیں بند کر لیں۔ پھر وہ انگوٹھے اور انگلی سے پیشانی مسلنے لگا اور گردن جھٹکتے ہوئے بولا۔ "بے حد چالاک ہو چیف ---- بے حد چالاک۔ بہرحال تم جانتے ہو کہ تمہاری کسی بھی بات کا میں برا نہیں مانتا ---- اور نہ ہی یہ برا ماننے والی بات تھی ویسے تعریف ضرور کروں گا۔ بڑا عمدہ خیال تھا اور شاید ہوریشو کے ذہن میں یہ بات نہ آئی۔ اگر وہ تمہارا دوست نہیں ہے چیف تو اسے یقیناً ایسا ہی کرنا چاہیے تھا۔ یہ دوسری بات ہے کہ وہ ہراتا پر قابو پانے میں بڑی مشکلات کا شکار ہو جاتا۔ بہرحال اب تو تمہارا شبہ ختم ہو گیا ہو گا؟" اس نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"ہاں ہراتا۔" میں نے جواب دیا۔ "اور اب تم تیاریاں کرو۔"

"کیا مطلب؟"

"ہراتا۔ ہوریشو جس شخص کا نام ہے' وہ انتہا سے زیادہ مکار اور چالاک ہے۔ میں جانتا ہوں کہ ہیروں کے حصول سے وہ وقتی طور پر امپریس ہوا ہو گا۔ لیکن تم کیا سمجھتے ہو۔ کیا وہ اپنے اتنے بڑے دشمن کو اس طرح چھوڑ دے گا؟ نہیں' سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ ممکن ہے ہراتا! اس نے یہ سوچا ہو کہ اس طرح مجھے دوستی کا لالچ دیا جائے اور اس کے بعد مجھ پر قابو پا لیا جائے۔"

"اوہ' کیا وہ اتنا ہی بدفطرت ہے چیف؟" ہراتا نے تعجب سے پوچھا۔

"بدفطرت کیوں ہراتا؟"

"ظاہر ہے تم نے اس پر احسان کیا ہے۔ اس کی ایک ایسی درخواست قبول کی ہے' جسے کوئی دوسرا شخص قبول نہیں کر سکتا تھا۔ میرے خیال میں ان ہیروں کی مالیت کروڑوں پونڈ ہو گی۔ لیکن تم نے وہ معمولی پتھروں کی مانند اسے بخش دیئے۔"

"ہاں ہراتا! یہ تو میں نے کیا ہے۔"

"تو کیا ان حالات میں وہ تمہارے ساتھ اس قسم کا سلوک کر سکتا تھا؟" ہراتا نے پوچھا۔

"یقیناً اسے کرنا چاہیے۔"

"کیوں؟" ہراتا نے تعجب سے پوچھا۔

"کیونکہ وہ جانتا ہے کہ اس کا یہ مدمقابل میں ہوں ---- اور ہوریشو جیسے لوگ اپنے کسی ذہنی بوجھ کو برداشت نہیں کرتے۔ ہراتا! اس لئے اس سے اس قسم کی توقع نہ رکھو۔ یوں میں بھی اس کی چال میں نہیں آؤں گا۔"

"اگر یہ بات تھی چیف تو تم نے اسے ہیرے ہی کیوں دیئے؟"

"ہراتا! سچ مانو تو یہ بھی میں نے اپنی برتری کا ایک ثبوت دیا ہے۔"

"وہ کس طرح؟"

"ظاہر ہے اتنی قیمتی چیزیں کسی کو بھی اس آسانی سے بخشی نہیں جا سکتیں۔ ہوریشو اس بات سے ضرور متاثر ہو گا اور میں یہ بھی جانتا ہوں کہ اسے اس بات سے ذہنی کوفت رہے گی۔ وہ زندگی بھر اس اذیت

کا شکار رہے گا کہ میں نے اس پر ایک احسان کیا ہے' اس کے دشمن نے' ایک ایسے دشمن نے جس نے کھلا کھلا اس سے دشمنی کا اظہار کیا اور اس کی دوستی کو ٹھکرا دیا۔ وہ زندگی بھر اس خلش کا شکار رہے گا اور تم یقین کرو کہ اتنی بڑی رقم خرچ کر کے میں نے ہوریشو کو ایک اور ذہنی اذیت دی ہے۔"

"لیکن میں اس کی شاندار شخصیت سے بہت متاثر ہوا ہوں چیف! آدمی واقعی بارعب ہے۔ اور یہ لگتا ہے کیوں نہ ایسا کیا جائے کہ ہم اسے چیک کریں۔" ہراتا نے کہا۔

"کیا مطلب؟"

"چیف! میں تمہارے کسی پروگرام میں دخل انداز ہونا نہیں چاہتا' اگر ہراتا کوئی تجویز پیش کرے تو اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ اس کی ہر خواہش کی تکمیل کی جائے۔ البتہ اگر اس میں کوئی حرج نہ ہو تو مان لیا جائے۔"

"ہراتا! اگر کوئی ایسی بات ہے تو تم ضرور کہو۔" میں نے کہا۔

"دراصل چیف! میں یہ دیکھنا چاہتا ہوں کہ کیا انسان اتنا ہی بدکار ہو سکتا ہے۔ تم نے اسے کروڑوں روپے کے ہیرے بخش دیئے ہیں' اس کی مشکل حل کر دی ہے یعنی ساکھ کا مسئلہ ——— اگر اس کی یہ ساکھ ختم ہو جاتی چیف تو میرا خیال ہے کہ اسے خاصی مشکلات پیش آتیں۔"

"یقیناً۔" میں نے جواب دیا۔

"ان حالات میں اسے تمہارا شکر گزار ہونا چاہیے اور اس کی دوستی اور خلوص کے پیغام میں کوئی کھوٹ نہ ہونا چاہیے۔"

"یہ تو درست ہے ہراتا ——— ایسا ہونا چاہیے۔"

"لیکن کیا یہ ممکن نہیں کہ اس نے خلوص سے یہ بات کہی ہو۔"

"ہراتا جو کہنا چاہتے ہو' صاف صاف کہو۔" میں نے کہا۔

"چیف! دراصل میں یہ چاہتا ہوں کہ اسے آزمایا جائے۔"

"لیکن کس طرح ——— کیا کوئی پروگرام ہے تمہارے پاس؟" میں نے پوچھا۔

"ہاں ہے۔"

"مثلاً ——— مجھے بتاؤ۔"

"کیوں نہ چیف! ہم دو مقامی آدمیوں کو انگیج کریں۔ تم ان کا میک اپ کرو ——— اور انہیں سمجھا دو کہ انہیں کسی بھی خطرے سے دوچار ہونا پڑے گا۔ اس طرح تم انہیں ہوریشو کے پاس بھیجو۔ اور پھر دیکھو کہ ہوریشو کیا کرے گا؟"

"ہوں۔" میں نے پر خیال انداز میں گردن ہلاتے ہوئے کہا۔ "لیکن ہراتا! کیا ایسے آدمیوں کو تلاش کرنا آسان ہو گا؟"

"ہاں چیف!"

"وہ کیسے؟"

"چیف! ہم کسی ایسے شخص کو جو ان کاموں کا ماہر ہو' دس بیس ہزار ڈالر دینے کی پیش کش کرنے کے بعد یہ کام کرانا چاہیں تو میرا خیال ہے یہ آسانی سے ہو سکتا ہے۔ کوئی نہ کوئی شخص تو یہ کام کر سکتا ہے۔

اس کے علاوہ یہ ضرور ہو گا کہ ہم اسے خطرے سے بچنے کی ترکیب بھی بتا دیں۔"

"وہ کیسے؟"

"بس چیف! انہیں بتا دیا جائے کہ جب وہ خود کو خطرے میں محسوس کریں تو اپنا میک اپ اتار کر اپنی اصلیت بتا دیں۔"

"ہوں' دلچسپ تجویز ہے ہراتا اور مجھے منظور ہے چلو تو پھر تم تیاریاں کرو۔"

"تیاریاں ——— کیسی تیاریاں چیف؟"

"ہم اس ہوٹل میں نہیں رہیں گے۔"

"ارے ——— لیکن کیوں؟" ہراتا نے تعجب سے پوچھا۔

"ہراتا! جس وقت تم اس کوٹھی میں تھے تو میں تم سے تھوڑے ہی فاصلے پر تھا اور جب تم باہر نکلے تب بھی میں تم سے زیادہ دور نہیں تھا۔ میں نے اچھی طرح دیکھا اور غور کیا کہ کوئی شخص تمہارے تعاقب میں تو نہیں ہے۔ لیکن میں نے محسوس کیا کہ کوئی نہ تھا لیکن اس کے باوجود میں ہوریشو کی چالاکیوں سے بخوبی واقف ہوں۔ اس کے ذہن میں بھی یہ بات ہو گی کہ اگر میں نے تمہیں وہاں بھیجا ہے تو خود تمہاری تاک میں ہوں گا اور چنانچہ ممکن ہے کہ اس نے میرے تعاقب کا کوئی ایسا طریقہ اختیار کیا ہو جو ہم سے پوشیدہ ہو۔ بالآخر راستے میں' میں نے ایک اور ہوٹل میں دو کمرے بک کرائے۔ اور اب اس میں قیام کریں گے۔"

"تم بیحد چالاک ہو چیف ——— بس میرے خیال کے مطابق بلاشبہ یہ کام تم جیسے ہی کسی آدمی کے بس کا ہے اور کوئی معمولی کام نہیں ہے۔" ہراتا نے کہا۔

ہمارا نیا ہوٹل بھی خاصا شاندار تھا جہاں ہم میک اپ میں داخل ہوئے تھے۔ یہ میک اپ ہم نے پرانے ہوٹل ہی میں کر لیا تھا۔ بہرحال اب تو اس کام میں مجھے کوئی مشکل نہیں ہوتی تھی۔ میں نے اس قسم کے ماسک تیار کر لئے تھے جو فوری طور پر چہرے پر پہنے جا سکتے تھے۔ اس قسم کے بہت سارے ماسک تیار کر کے میں نے رکھ لیے تھے اور یہ ماسک میرے بہت کام آ رہے تھے۔

نئے ہوٹل میں نے کے بعد میں نے ہراتا کی تجویز پر غور کرنا شروع کر دیا۔ بلاشبہ تجویز خاصی دلچسپ تھی اور فی الوقت چونکہ ہم دونوں کو کوئی خاص کام بھی نہ تھا۔

یوں بھی میں تو نکلا ہی تفریح کے لئے تھا۔ سردارے چونکہ کام مکمل کر رہا تھا اس لئے دوسری جگہ تھا۔ چنانچہ مجھے کیا ضرورت پڑی تھی کہ میں کسی بھی جگہ جلد بازی سے کام لوں۔ اگر ہراتا کی یہ خواہش ہے تو ٹھیک ہے۔ ہوریشو کو چیک کر لینا زیادہ مناسب تھا۔ اب مسئلہ کسی ایسے شخص کا تھا جسے ہم اس کام پر آمادہ کرتے۔ اس سلسلے میں دو آدمیوں کا انتخاب کرنا تھا۔ چنانچہ میں اور ہراتا اسی شام کو نکل پڑے۔

ہمیں ایسی جگہوں کی تلاش تھی جہاں اس قسم کے لوگ مل سکتے تھے چنانچہ اس سلسلے میں سب سے پہلے ہم نے ٹیکسی ڈرائیور سے یہ پوچھا تھا کہ یہاں نشہ آور ادویات کہاں ملتی ہیں۔ ٹیکسی ڈرائیور نے ہمیں غور سے دیکھا۔ پھر اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

"بندرگاہ کے علاقے میں۔ لیکن آپ لوگ باہر کے ہیں کیا؟"

"ہاں۔"

"کہاں سے تعلق ہے آپ لوگوں کا؟"

"ہالینڈ ہے۔"

"خوب۔ بندرگاہ کے علاقے میں چلئے جناب---- اور وہاں، وہاں جا کر آپ ڈیپو کو پوچھ لیں---- ڈیپو کا ہوٹل منشیات کا سب سے بڑا اڈہ ہے۔"

"ڈیپو۔" میں نے کہا۔

"ہاں' اگر آپ چاہیں تو میں آپ کو وہاں لے چلتا ہوں۔"

"کیوں نہیں---- سیدھے چلو۔" میں نے جواب دیا اور ٹیکسی ڈرائیور نے گردن ہلا دی۔

تھوڑی دیر کے بعد ہم بندرگاہ کے علاقے میں پہنچ گئے۔ چھوٹے چھوٹے ہوٹل اور چائے خانے جگہ جگہ بکھرے ہوئے تھے۔ ویسے مجموعی طور پر خوبصورت علاقہ تھا' بڑی رونق تھی۔ یہاں چاروں طرف روشنیاں ہی روشنیاں تھیں۔ بعض جگہ اوپن ریسٹورنٹ تھے اور لوگ ان میں بیٹھے ہوئے مختلف تفریحات میں مشغول تھے۔

ڈیپو کا ہوٹل بھی ایک بہت ہی خوبصورت ہوٹل نکلا۔ اس کے سامنے ایک لان تھا۔ پیچھے ایک چھوٹی سی عمارت تھی اور عمارت میں موسیقی کی ہلکی ہلکی لہریں اٹھ رہی تھیں۔ کافی لوگ لان میں بیٹھے ہوئے تھے اور سب سے حیرت انگیز بات یہ تھی کہ یہاں کافی لوگ چرس اور دوسری منشیات کھلم کھلا استعمال کر رہے تھے۔ گویا ڈیپو ایک اچھی حیثیت کا مالک تھا اور یہاں ان چیزوں پر کوئی شدید رد عمل نہیں تھا۔

ہم ٹیکسی سے اتر گئے۔ ٹیکسی ڈرائیور کو ہم نے خاصی معقول رقم دی تھی۔ وہ خوش ہو کر اور سلام کر کے وہاں سے چلا گیا۔ تب ہم بھی لان کی ایک میز پر جا بیٹھے۔ ویٹر ہمارے نزدیک پہنچ گیا۔

"جی صاحب!"

"چرس لاؤ۔" میں نے نہایت اطمینان سے چرس طلب کر لی۔ ویٹر نے گردن ہلائی اور چلا گیا۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ ایک چھوٹی سی ٹرے میں چرس کا ایک ڈھیلا اور اسے استعمال کرنے والی دوسری اشیاء لیکر آ گیا۔ اس کے ساتھ ہی اس نے بل پیش کر دیا تھا میں نے بل کی ادائیگی کر دی اور ویٹر سے آنکھ دبا کر پوچھا۔

"اور کیا کیا مل جاتا ہے یہاں؟"

"جس چیز کی ضرورت ہو صاحب!"

"اچھا۔" میں نے گردن ہلائی۔ "تم جاؤ' جب ضرورت ہو گی تمہیں اطلاع دے دی جائے گی۔"

"بہتر صاحب۔" بیرے نے جواب دیا اور گردن ہلا کر چلا گیا۔ میری نگاہیں اپنے کام کے آدمی تلاش کر رہی تھیں اور---- اپنے کام میں ہم اتنے کچے بھی نہیں تھے۔

ایک میز پر چند افراد بیٹھے ہوئے خوش گپیاں کر رہے تھے۔ ان کی شکل و صورت زیادہ اچھی نہیں تھی۔ وہ صورت ہی سے غنڈے معلوم دیتے تھے۔ ہراتا بھی اسی طرف متوجہ تھا پھر اس نے میری طرف جھک کر کہا۔

"چیف! سامنے کی میز پر ان چار آدمیوں کو دیکھ رہے ہو؟"

"ہاں۔ میں بھی انہی کو دیکھ رہا ہوں۔"

"کیا خیال ہے؟"

"میرا خیال ہے کام کے لوگ ہیں۔"

"پھر؟"

"ٹھیک ہے ہراتا! کوشش کی جا سکتی ہے۔"

"تو پھر میں کوشش کرتا ہوں۔" ہراتا نے کہا۔

"کیا کرو گے؟"

"بس دیکھتے رہو چیف!"

"جو تمہاری مرضی۔" میں نے جواب دیا اور ہراتا اس میز کی جانب بڑھ گیا۔

وہ میز وہاں سے زیادہ دور نہیں تھی چنانچہ میں نے گردن ہلا دی ہراتا ان کے قریب پہنچ چکا تھا۔ پھر اس نے ایک شخص کے شانے پر ہاتھ رکھ کر کہا۔

"اگر میں غلطی نہیں کر رہا تو آپ مسٹر ڈے کن ہیں؟"

"جی نہیں۔ آپ بالکل غلطی کر رہے ہیں۔" اس شخص نے ہراتا کا ہاتھ کندھے سے جھٹکتے ہوئے جواب دیا اور ہراتا۔ سیدھا کھڑا ہو گیا۔

"اس کے باوجود کہ آپ نے میرے ساتھ اچھا سلوک نہیں کیا' میں یہی دعویٰ کرتا رہوں گا کہ آپ مسٹر ڈے کن ہیں۔"

"اوہ' کتنی پی ہیں؟" اس شخص نے تمسخرانہ لہجے میں پوچھا۔

"سگرٹیں؟"

"ہاں۔"

"صرف چار۔"

"اور اس کے بعد یہ حال ہے۔" وہ مسکرا کر بولا۔

"یہ بات نہیں ہے مسٹر۔ آپ کیا سمجھتے ہیں؟"

"سنو! کیا چاہیے تمہیں؟" اس نے ہراتا سے پوچھا۔

"تمہارا قرب---- اور یقین کرو دوست! میں بڑے کام کا آدمی ہوں۔" ہراتا نے کہا۔

"ہوں۔" اس شخص نے گردن ہلائی اور اپنے ساتھیوں کی طرف دیکھنے لگا پھر بولا۔ "کیا خیال ہے دوستو! اس کام کے آدمی کو اٹھا کر باہر نہ پھینک دیا جائے۔"

"مناسب تو یہی ہے۔"

"ڈے کن---- مسٹر ڈے کن! تم مجھے بھول رہے ہو' میرا نام پیٹرک ہے اور تم یہ بات اچھی طرح جانتے ہو کہ تم چار آدمی مل کر پیٹرک کو نہیں اٹھا سکتے۔" ہراتا نے کہا۔ ویسے میری سمجھ میں کچھ نہ آیا تھا نجانے وہ کیا چکر چلا رہا تھا۔

"یہ بات ہے اچھا بھئی! اس نے چار سگرٹیں پی ہیں اور اس کا دعویٰ ہے کہ چار آدمی اسے اٹھا کر باہر نہیں پھینک سکتے۔ میرا خیال ہے اسے دو سگریٹ اور پلاؤ تاکہ کم از کم اس کا نشہ تو ٹوٹ جائے۔" اس شخص نے کہا۔

"تو پھر تم ہی اپنا نام بتاؤ۔" ہراتا ایک قدم پیچھے ہٹ کر بولا اور وہ چاروں ہنس پڑے۔

ہراتا کی اداکاری بڑی عمدہ تھی۔ "میرا نام میڈلن ہے۔" اس شخص نے جواب دیا۔
"میڈلن!" ہراتا مایوسی سے بولا۔ "پھر مجبوری ہے، مجھے جس شخص کے لئے کہا گیا تھا اس کا نام ڈے کن تھا اور اس کی شکل و صورت تمہارے جیسی تھی۔"
"کس نے کہا تھا اور کیا کہا تھا؟" میڈلن نے پوچھا۔
"ہمارا ایک مشترکہ دوست تھا۔ میں تمہیں اس کا نام نہیں بتاؤں گا۔ لیکن اس نے، جب ہم لوگ ہالینڈ سے اس جگہ آئے تو یہ کہا تھا کہ ڈیپو کے ہوٹل میں ڈے کن نام کا ایک شخص ملے گا جو تمہارا کام با آسانی کر سکتا ہے۔ اس شخص نے کہا تھا کہ کم از کم پانچ ہزار پونڈ ڈے کن کو دیئے جائیں تو وہ اس کام کے لئے بالکل تیار ہو جائے گا۔"
"کیا دیا جائے؟" وہ شخص چونک کر بولا۔
"پانچ ہزار پونڈ۔" ہراتا مایوسی سے بولا۔
"اوہو بیٹھو تو سہی، کام کیا ہے؟"
"فائدہ کیا بتانے سے۔" ہراتا مایوسی سے بولا۔
"کیا ضروری ہے کہ تم ڈے کن ہی کو تلاش کرو۔" میڈلن کے انداز میں ایک دم تبدیلی آ گئی تھی اور میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ ہراتا نے واقعی بڑی خوبصورتی سے اپنا کام انجام دیا تھا۔
ایک آدمی نے جلدی سے اس کے لئے کرسی گھسیٹ دی اور ہراتا انہیں دیکھتا ہوا بیٹھ گیا۔
"ہاں تو دوست! تم ہالینڈ سے آئے ہو؟" اس شخص نے پوچھا جس نے اپنا نام میڈلن بتایا تھا۔
"ہاں۔"
"کب؟"
"تھوڑے دن ہوئے۔"
"اور یہاں تمہیں کوئی کام تھا؟"
"ہاں، بہت ضروری کام۔"
"اور اس کے لئے تم پانچ ہزار پونڈ ادا کرنے کے لئے تیار ہو؟"
"ہاں۔"
"اور جس شخص کا تمہیں حوالہ دیا گیا تھا اس کا نام ڈے کن تھا۔"
"ہاں۔"
"لیکن دوست! کیا وہ کام ڈے کن کے علاوہ کوئی اور نہیں کر سکتا؟"
"کوئی بھی کر سکتا ہے، اس سے فرق نہیں پڑے گا۔ لیکن اس کام کے لئے مجھے دو آدمی درکار ہوں گے۔"
"تو کیا ان دونوں کو تم معاوضے کے طور پر پانچ پانچ ہزار پونڈ دو گے۔؟"
"ہاں میں یقینی طور پر دونوں کو اتنا ہی معاوضہ دوں گا۔"
"سنو! میرا خیال ہے کہ تم نے چار سے زیادہ سگرٹیں پی ہیں۔"
"اوہ، ادائیگی پیشگی بھی کی جا سکتی ہے۔" ہراتا نے ہونٹ بھینچ کر کہا اور وہ شخص اپنے دوسرے

ساتھیوں کی جانب دیکھنے لگا۔
"اگر یہ بات ہے تو آپ کیوں نہیں ان سے بات کر لیتے مسٹر میڈلن!" میڈلن کے ایک ساتھی نے کہا۔
"اگر ادائیگی پیشگی ہو جائے تو میرا خیال ہے دنیا کا ہر کام کیا جا سکتا ہے لیکن دقت یہ ہے کہ یہ شخص چار سگرٹیں پی کر آؤٹ ہو چکا ہے۔"
"میں کہتا ہوں بکواس بند کرو------ اگر تم ڈے کن نہیں ہو تو پھر میرا یہاں بیٹھنے سے کوئی فائدہ نہیں ہے۔"
"نہیں نہیں، ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ اگر تم پانچ پانچ ہزار پونڈ ادا کرو تو ہم چاروں اپنے آپ کو جنرل منٹگمری بھی کہہ سکتے ہیں۔"
"یہ سب کچھ تمہاری مرضی پر ہو گا۔"
"لیکن میرے دوست! کام کیا ہے؟"
"کیا کھلے عام سڑکوں پر کام بتائے جاتے ہیں۔" ہراتا نے گھور کر انہیں دیکھا۔
"تو پھر تم بتاؤ۔"
"سنو! میں تمہیں ایک بات کا یقین دلا دوں کہ ہم لوگ معقول معاوضہ دیں گے۔ اور میں یہ بات غلط نہیں کہہ رہا۔"
"تو ہم بھی تمہیں ایک بات کا یقین دلا دیں مسٹر کہ ہم لوگ معقول معاوضہ لے کر کوئی بھی کام ہو کرتے ہیں اور معاوضہ دینے والے کی پسند کے مطابق کرتے ہیں۔ تم ایک بار ہم سے کام لے کر تو دیکھو۔"
"ہوں، وہ اس میز پر میرا ایک ساتھی بیٹھا ہوا ہے، کام کے سلسلے میں ہم لوگ وہیں چل کر گفتگو کریں گے۔ لیکن تم میں سے صرف ایک آدمی۔"
"ٹھیک ہے۔ میں تیار ہوں۔" وہ شخص اپنی جگہ سے اٹھ گیا۔ اس نے اپنے ساتھیوں کو اشارہ کیا تھا۔ پھر وہ ہراتا کے ساتھ میری میز پر پہنچ گیا۔ ہراتا نے میری جانب اشارہ کر کے کہا۔
"یہ میرے دوست ہیں اور دوست! یہ مسٹر میڈلن ہیں۔ ہم اس کو تلاش نہیں کر سکے جس کی تلاش میں ہم یہاں پہنچے تھے۔ لیکن مسٹر میڈلن کہتے ہیں کہ وہ بھی ہر کام با آسانی کرنے کو تیار ہیں۔"
"ہوں------ تو ضروری نہیں ہے کہ ڈے کن ہی ہمارا کام کرے۔" میں نے بھاری لہجے میں کہا۔
"یقیناً جناب------ کوئی بھی کام ہو، کیسا بھی ہو، آپ اس بات کی بالکل فکر نہ کریں، آپ کی مرضی کے مطابق ہو گا لیکن ادائیگی پیشگی ہو گی۔"
"یقیناً ہو گی۔" میں نے کہا اور پھر جیب میں ہاتھ ڈال کر ہزار ہزار پونڈ کی دو گڈیاں نکال کر اس کے سامنے ڈال دیں۔ "انہیں فوری طور پر ایڈوانس سمجھو، گفتگو شروع ہونے سے پہلے------ باقی رقم گفتگو تمام ہونے کے بعد دی جائے گی۔ لیکن ایک بات کا خیال رکھنا ہو گا۔" میں نے بھاری لہجے میں اسے مخاطب کیا۔
"یقیناً، یقیناً، مسٹر۔" اس شخص نے جلدی سے نوٹوں کی گڈیوں پر ہاتھ مارتے ہوئے جواب دیا اور

گڈیاں اس کی جیب میں چلی گئیں۔ "فرمایئے! اب تو ہم آپ کے غلام ہیں' جو کام چاہیں گے ہو جائے گا کسی کو اغوا کرنا ہو' کوئی بھی کام ہو۔ ارے پانچ ہزار پونڈ کے لئے تو دنیا کا ہر کام کیا جا سکتا ہے۔" وہ کافی تک پرجوش ہو گیا تھا۔

"تو پھر ٹھیک ہے تم کہاں رہتے ہو؟"

"یہاں بندرگاہ کے علاقے میں' ایک چھوٹے سے فلیٹ میں۔"

"تمہارے ساتھ اور بھی کچھ لوگ ہیں؟"

"نہیں۔ صرف میرا ایک دوست بارکن ہے۔"

"بارکن۔ ہوں ٹھیک ہے کام بھی دو آدمیوں کا ہے۔ میرا خیال ہے باقی گفتگو تمہارے فلیٹ پر ہی کر لی جائے۔"

"چلئے تشریف لے چلئے۔"

"تمہارے پاس گاڑی موجود ہے؟" میں نے پوچھا۔

"ہاں موجود ہے۔"

"تو پھر ٹھیک ہے بل منگواؤ۔" میں نے ہراتا سے کہا اور ہراتا نے میری طرف دیکھ کر گردن ہلاتے ہوئے کہا۔

"بل تو ادا کر دیا گیا ہے چیف۔"

"اوہ' ہاں۔ میں بھول گیا تھا۔" میں نے کہا اور میڈلن کرسی سے اٹھ گیا۔

"تو پھر میں اپنے ساتھی کو ساتھ لے لوں اور باقی لوگوں سے معذرت کر لوں۔" اس نے کہا۔

"ٹھیک ہے میں نے جواب دیا اور وہ اپنی میز پر چلا گیا۔ پھر ایک آدمی اس کے ساتھ اٹھ آیا تھا اور چاروں باہر نکل آئے۔

معاملہ جس خوبصورتی سے طے ہو گیا تھا' وہ توقع سے کہیں زیادہ تھا۔ میڈلن اور بارکن کے چہرے پر میک اپ کر کے انہیں ہوریشو کے پاس بھیجا جائے اور اس کے بعد ہوریشو کی نیت کا پتہ چل جائے گا۔ میڈلن اپنی گاڑی کے نزدیک پہنچ گیا۔ یہ دونوں بہت زیادہ مؤدب نظر آ رہے تھے۔ نجانے ان... نے اس بارے میں کیا سوچا تھا۔

"تشریف لایئے جناب!" میڈلن نے کار کا عقبی دروازہ کھول کر پیچھے ہٹتے ہوئے کہا۔

"شکریہ میڈلن۔" میں نے جواب دیا۔ پھر پہلے میں اور میرے بعد ہراتا کشادہ گاڑی کی پچھلی سیٹ پر بیٹھ گئے۔ ہراتا حسب معمول بے حد پرسکون تھا۔ اس شخص کے چہرے پر کبھی اضطراب یا تجسس تو نہیں آتا تھا۔ کم از کم اس کا اندازہ اس کی آنکھوں سے تو ہو سکتا تھا۔ لیکن ہراتا کی تو آنکھیں بھی پر... رہتی تھیں' کسی گہری جھیل کی مانند۔

میڈلن کا فلیٹ بندرگاہ کے علاقے ہی میں تھا۔ پرانے طرز کی لمبی سی گاڑی فلیٹ کے نیچے آ کر رکی اور ہم چاروں گاڑی سے نیچے اتر آئے۔ میڈلن ہمیں بڑے تپاک سے اندر لایا تھا۔ فلیٹ کی چابی اسی کے پاس تھی۔۔۔۔ اس نے دروازہ کھولا اور بڑے تپاک سے بولا۔۔۔

"تشریف لایئے آفیسرز۔۔۔" ہم دونوں اس کے ساتھ اندر داخل ہو گئے تب میڈلن ہمیں

اندر گیا۔ بارکن بھی ہمارے ساتھ تھا۔ تب میڈلن نے نہایت عاجزانہ لہجہ میں پوچھا۔

"کیا پئیں گے آپ لوگ؟"

"تھینک یو۔ میڈلن! تمہارے سامنے ابھی ہوٹل سے اٹھے ہیں۔ بیٹھو' ہمیں کام کی باتیں کرنا چاہئیں۔"

"یقیناً۔۔۔۔ یقیناً۔۔۔۔" میڈلن نے جواب دیا۔ "فرمایئے میں آپ لوگوں کی کیا خدمت کر سکتا ہوں۔"

"سب سے پہلے تو تم اپنے بارے میں بتاؤ میڈلن کہ تمہارا کیا کاروبار ہے۔ کیا کرتے ہو اور کس حد تک کرتے ہو۔ دوسرے معنوں میں یہ کہ اگر دوسروں کے لیے کرتے ہو تو کس حد تک کرتے ہو۔" میں نے سوال کیا۔

"اوہ جناب دراصل آپ یوں سمجھ لیں کہ مقامی پولیس ہمیں اچھا نہیں سمجھتی اور اس کی وجہ یہ ہے کہ ہم روزی کمانے کے لیے۔۔۔۔ میں اسے روزی ہی کہوں گا کیونکہ دولت سے ہمارا کوئی تعلق نہیں ہے اور ہم لوگ آج تک دولت نہیں کما سکے۔ روزی کمانے کے لئے ہمیں ہر قسم کے کام کرنا پڑتے ہیں اور ظاہر ہے پولیس ہمیں پسند نہیں کرتی۔ لیکن کریں بھی تو کیا۔۔۔۔؟ بس آپ جیسے کرم فرما ہی ہم سے چھوٹے چھوٹے کام لیتے ہیں اور اگر ایسا نہیں ہوتا تو ہم خود ہی اپنا پیٹ بھرنے کے لئے کچھ نہ کچھ کرتے ہیں۔۔۔۔ اگر آپ جیسے لوگ ہمیں مل جائیں تو پھر چھوٹے موٹے کام کی ضرورت ہمیں نہیں رہتی۔ ہم آپ کے لئے سب کچھ کرنے کو تیار ہیں سوائے قتل کے۔ ہم نے ابھی تک کوئی قتل نہیں کیا اور اس کی وجہ یہ ہے کہ ہم زندگی کو ہر حالت میں برقرار رکھنا چاہتے ہیں۔"

"ٹھیک ہے میں تم سے قتل نہیں کراؤں گا۔" میں نے جواب دیا۔

"اس کے علاوہ ہم بھی سب کچھ کرنے کو تیار ہیں۔" میڈلن اسی لہجہ میں بولا۔

"دراصل میڈلن مجھے جو کام ہے وہ تھوڑا سا خطرناک بھی ہے لیکن زیادہ نہیں۔ میں تمہیں پوری پوری آزادی دوں گا۔"

"تمہارے چہروں پر میک اپ کر کے تمہیں ایک عمارت میں بھیجا جائے گا۔ جہاں تمہیں دو اعلیٰ حیثیت کے آدمیوں کی حیثیت سے ایک ایسے شخص سے ملاقات کرنا ہے جو ان اشخاص کا دشمن ہے۔ لیکن وہ ان سے دوستی کا خواہشمند ہے مجھے شبہ ہے کہ وہ شخص اپنی اس دوستی میں مخلص نہیں ہے۔ تم ان لوگوں کی حیثیت سے اس شخص سے ملو گے اور صرف یہ دیکھو گے کہ اس شخص کا انداز کیسا رہتا ہے۔ اگر وہ دھوکے سے تمہیں گرفتار کرنا چاہے تو اپنی اصلیت اسے بتا کر اپنی جان بچا لینا۔"

"اوہ۔" میڈلن نے اپنے ساتھی کی جانب دیکھا۔ چند ساعت سوچتا رہا پھر بولا۔ "کیا خیال ہے بارکن؟"

"میرے خیال میں ایسی کوئی بات نہیں میڈلن جب کہ ہمارے کرم فرما ہمیں یہ اجازت دے رہے ہیں کہ اگر وہ شخص جارحیت پر آمادہ ہو تو ہم اس پر اپنی اصلیت ظاہر کر دیں اور اسے بتا دیں کہ ہم تو صرف کرائے کے لوگ ہیں۔ ایسی صورت میں اس کی دشمنی کوئی حیثیت نہیں رکھے گی ہم اس شخص کے لئے کوئی جاذبیت بھی نہیں رکھیں گے۔ تو اس انداز میں کام کرنے میں کیا ہرج ہے۔"

"ٹھیک ہے اگر تمہیں منظور ہے تو مجھے بھی منظور ہی ہے۔" میڈلن نے جواب دیا۔

"اوکے میڈلن! لیکن چند باتوں کا خیال رکھنا ہو گا۔"

"جی فرمایئے!"

"مثلاً صرف یہ کہ کام نہایت ایمانداری سے ہو ہم تم سے یہ نہیں کہیں گے کہ اس شخص کی گفتگو ٹیپ کر کے لاؤ' بلکہ مقصد یہ ہے کہ جس وقت تم وہاں سے واپس آ جاؤ گے تو ہم اس شخص کے رویے کے بارے میں تم سے پوچھیں گے دوسری بات یہ کہ اس شخص کے جال میں پھنسنا مناسب نہ ہو گا۔"

"میں سمجھا نہیں محترم۔" میڈلن نے پوچھا۔

"مثلاً یہ کہ اگر وہ تمہیں جوابی طور پر اپنا آلہ کار بنانے کی کوشش کرے تو تم کسی بھی قیمت پر اس کا آلہ کار بننے کی کوشش نہیں کرو گے"

"اوہو۔ آپ کا خیال ہے کہ اگر وہ شخص ہماری اصلیت سے واقف ہو جائے اور ہم سے آپ ہی کے خلاف کوئی کام لینا چاہے تو ہم اس سے بچیں۔" میڈلن نے عجیب لہجہ میں سوال کیا۔

"ہاں میرا یہی مقصد ہے۔"

"تو جناب اس کے لیے آپ جس طرح بھی مناسب سمجھیں کاروائی کریں ہمیں قطعی اعتراض نہ ہو گا۔ ہم اپنے خلوص کا آپ کو یقین دلاتے ہیں۔"

"سب سے پہلی بات تو یہ ہے میڈلن کہ اگر تم صحیح سلامت واپس آ جاتے ہو تو اس سے یہ اندازہ ہو جائے گا کہ اس کی ضرورت پیش نہیں آئے گی اگر تمہاری اصلی حیثیت برقرار نہیں رہتی تب بھی ہم اپنے طور پر تمہیں چیک کریں گے۔ اور اگر اس سلسلہ میں تم نے بددیانتی سے کام لیا تو ہمیں اپنے دشمنوں میں شمار کرنا۔"

"بالکل ٹھیک ہے جناب! لیکن ایک بات اور فرمایئے۔ ان لوگوں کے رویے کی اطلاع آپ کو کیسے دی جائے گی۔"

"اپنا ٹیلی فون نمبر دو۔ ہم تم سے خود معلومات حاصل کر لیں گے۔" میں نے کہا۔

"بالکل مناسب ---- میں اس بات سے زیادہ مطمئن ہوں کیونکہ یہ ممکن ہے کہ جب اس شخص کو ہماری اصلیت کا علم ہو جائے تو وہ ہمارا تعاقب کرے اور یہ جاننے کی کوشش کرے کہ ہم لوگ کہاں آپ سے ملاقات کر کے آپ کو اطلاع دیتے ہیں اور اس کی بجائے آپ خود ہی اگر ہمیں ہمارے ٹیلی فون رنگ کر لیں اور وہاں سے معلومات کر لیں تو یہ زیادہ مناسب ہو گا۔" میڈلن نے پرخلوص لہجہ میں کہا ---- بات خاصی مناسب تھی۔ ظاہر ہے اس طرح ہوریشو ہمیں چیک نہیں کر سکتا تھا ---- رقم کی ادائیگی کے سلسلہ میں ہم نے میڈلن کو پانچ ہزار ڈالر تو نقد ادا کر دیئے تھے اور باقی پانچ ہزار ڈالر کے لئے کہہ دیا تھا کہ کام مکمل ہونے کے بعد خاموشی سے ادا کر دیئے جائیں گے۔ میڈلن نے اس بات پر خوشی سے آمادگی کا اظہار کر دیا تھا اور کہا تھا کہ جناب اگر ہم اپنے کام میں مناسب رہیں اور پورے اتریں تو آپ ہمیں آئندہ بھی مواقع دیتے رہیں گے اور ہم نے اس سے وعدہ کر لیا۔

سارے معاملات طے کرنے کے بعد ہم دونوں وہاں سے چل پڑے۔ ہراتا کے ہونٹوں پر مسکراہٹ تھی۔ راستے میں اس نے مجھ سے کہا۔

"چیف دراصل جرائم کی دنیا میں آنے کے لئے خاص ذہن کی ضرورت ہوتی ہے۔ میرا خیال ہے بے شمار لوگ جرائم کرتے ہیں۔ کچھ کامیاب ہوتے ہیں کچھ ناکام رہتے ہیں لیکن ایک خاص ذہن جو جرائم کی دنیا میں آتا ہے تو اس کے سوچنے کا انداز ذرا مختلف ہوتا ہے میرا خیال ہے ایسے بے شمار جرائم پیشہ لوگ دنیا میں پوشیدہ ہوں گے' نہ صرف وہ بلکہ ان کے جرائم بھی جنہوں نے صرف اپنی ذہانت سے خود کو محفوظ رکھا ہو گا' نہ تو وہ پولیس کی نگاہوں میں آئے ہوں گے اور نہ ہی انہیں کوئی زوال آیا ہو گا۔"

"ہاں یہ حقیقت ہے مگر تم یہ باتیں کیوں کر رہے ہو ہراتا۔"

"مجھے معاف کرنا چیف ---- لیکن آپ کو دیکھ کر ---- آپ کے کام کرنے کے انداز کو دیکھ کر بعض اوقات مجھے حیرت ہوتی ہے۔"

"کیوں ----؟" میں نے سوال کیا۔

"بس آپ جو کام کرتے ہیں اس کی گہرائیوں میں اس حد تک چلے جاتے ہیں کہ تعجب ہوتا ہے۔ یوں لگتا ہے کہ پورا نقشہ پورا خاکہ آپ کے ذہن میں ہو۔ آپ اس کے نیگیٹو اور پازیٹو کے بارے میں ہر چیز سوچ لیتے ہیں اور اس پر عمل کرتے ہیں۔" ہراتا نے کہا۔

"یہ تو بہت ضروری ہے ہراتا۔ دشمنی معمولی چیز تو نہیں ہوتی۔ البتہ اس کے انداز مختلف ہوتے ہیں۔ میں اور ہوریشو ایک دوسرے کی جان کے دشمن ہیں لیکن دونوں ہی ایک دوسرے کی صلاحیتوں کے قائل ہیں۔ میں نے ہوریشو کو ناقابل تلافی نقصان پہنچائے ہیں۔ اب تو نہیں کہہ سکتا کہ اس کی ذہنی کیفیت کیا ہے لیکن اس سے قبل وہ بھی ایک باظرف مجرم تھا۔"

"باظرف مجرم ----؟"

"ہاں۔ ایک عظیم دشمن۔ اس نے مجھے پہچان لیا تھا۔ دشمنی کے بارے میں' میں نے تم سے کہا کہ وہ کوئی معمولی شے نہیں ہوتی۔ اس کے لئے زندگی کے بے شمار کھیل کھیلنا ہوتے ہیں۔"

"مثلاً چیف ----؟" ہراتا نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"اگر تمہارا مقابل صرف ایک ایسا شخص ہے جس سے تمہیں نفرت ہے اور تم اس کی زندگی نہیں چاہتے تو وہ ایک احمقانہ دشمنی ہے۔ کسی کی زندگی سے نفرت کرنا کمزور لوگوں کا کام ہے اور اس کے نتیجے میں زیادہ سے زیادہ قتل کر دیا جاتا ہے کیا خیال ہے؟"

"ہاں یقیناً۔"

"لیکن کسی کو قتل کر دینا تو دشمنی نہیں ہوتی۔"

"پھر چیف؟"

"اصل دشمنی ذہانت کو شکست دینا ہے۔ بشرطیکہ دشمن ذہین ہو"

"اور میرے خیال میں چیف ہیرے دے کر تم نے اسے شدید ذہنی اذیت کا شکار کر دیا ہے۔" ہراتا مسکرا کر بولا۔

"ہاں ہراتا۔ بات اس کی ساکھ کی تھی اور یہ بات کم از کم ہوریشو جیسے شخص کے لئے بڑی اذیت ناک ہے کہ اس نے اپنے دشمن سے اپنی ساکھ برقرار رکھنے کی درخواست کی ہے۔ میں اس کے لئے اس سے منہ مانگی قیمت وصول کر سکتا تھا۔ لیکن اس سے کیا فرق پڑتا تھا۔ ہوریشو کو صرف ایک نقصان کا احساس رہتا

اس سے زیادہ کچھ نہیں اور اب وہ ہمیشہ اذیت کا شکار رہے گا کہ میں نے اس پر احسان کیا ہے"

"خوب باتیں ہیں دشمنی کی۔ لیکن چیف ایک بات اور بتائیں۔"

"کیا۔۔۔۔۔؟"

"کیا ہوریشو بھی تمہاری طرح باظرف ہے؟"

"کس لحاظ سے؟"

"اگر یہ صورت حال تمہارے ساتھ پیش آئی تو۔"

"تو۔۔۔۔۔" میں نے پرخیال انداز میں گردن ہلا دی۔ "میں اس بارے میں دعوے سے نہیں کہہ سکتا ہراتا۔"

"پچھلے واقعات کیا کہتے ہیں؟"

"میں نے اس کی زندگی میں بڑی تبدیلیاں پیدا کی ہیں۔ وہ پہلے خود مختار نہیں تھا لیکن اپنے گروہ میں وہ ایسی حیثیت رکھتا تھا کہ اسے خود مختاری کہا جا سکتا تھا۔ اس کا گروہ مکلینو کے گروہ کے نام سے مشہور تھا اور وہ ایک طرح سے اس گروہ کا مینجر تھا۔ پوری طرح سے اس کے احکامات چلتے تھے۔ لیکن مکلینو بذات خود بھی بہت کچھ تھا۔ چنانچہ میں نے پہلا وار مکلینو پر ہی کیا تھا۔ میں نے اس کی لانچ لوٹ لی تھی اور مکلینو کو بہت بڑی چوٹ دی تھی۔ تب مکلینو نے اسے میرے پیچھے لگا دیا لیکن نتیجے میں' میں نے ہوریشو کو کئی بار شکست دی اور اسے مزید نقصان پہنچایا۔ ہوریشو کی اور میری چلتی رہی۔ اس نے کئی بار مجھے قتل کرنے کی کوشش کی اور دو تین بار اس نے مجھے بے بس بھی کر دیا۔ تب میں نے ہوریشو کو ایک چیلنج کیا۔۔۔۔۔ میں نے کہا کہ اگر میں بچ گیا تو اس کے لئے ناقابل تلافی نقصان بن جاؤں گا۔ پھر ہراتا یہی ہوا۔۔۔۔۔ ہوریشو نے اپنی دانست میں مجھے قتل کر دیا تھا اور درحقیقت بچنے کی کوئی امید بھی نہیں تھی۔ لیکن ایسے وقت میرے دوست نے میری جان بچائی۔"

"مسٹر سردارے نے؟"

"ہاں۔"

"کیا وہ بھی آپ کی طرح اعلیٰ صلاحیتوں کے مالک ہیں؟"

"ہاں ہراتا۔۔۔۔۔ لیکن اس کے اندر بچپنا چھپا ہوا ہے۔ وہ ایک شریر بچے کی مانند ہے جو بلاشبہ ذہن ہوتا ہے لیکن اس کی شرارتیں اسے بچہ ہی رکھتی ہیں" میں نے جواب دیا۔

"لیکن شرارت اور ذہانت یکجا ہوتی ہیں۔"

"اس میں کوئی شک نہیں ہے۔ وہ جب تنہا ہوتا ہے تو بے حد خطرناک ہوتا ہے میرے سامنے البتہ وہ بچہ بن جاتا ہے۔"

"پھر تو خوب ہیں مسٹر سردارے! ہراتا ہنستا بولا۔ پھر کہنے لگا۔ لیکن چیف اب اس شخص کے بارے میں کیا خیال ہے؟"

"کس کے؟" میں نے اسے دیکھا۔

"میری مراد ہوریشو سے ہے"

"اوہ اسے دیکھتے ہیں۔ میں تو صرف یہ چاہتا ہوں کہ اسے بے بسی کی انتہا تک پہنچا دیا جائے۔ وہ

افریقی ہے اور اپنے وطن کے ایک قبیلہ کا روحانی پیشوا ہے اور اس کے مرید اس کے لئے جان دینے پر آمادہ ہوتے ہیں۔ میں اسے دو کوڑی کی شخصیت بنا دوں گا اور پھر اسے قتل کروں گا۔"

"اوہ۔" ہراتا نے ایک گہری سانس لی۔

رات کو ہم آرام سے سوئے۔ کوئی خاص بات نہیں تھی۔ اس لیے کہ میڈلن وغیرہ کو فون کرنا حماقت تھی کیونکہ اگر انہوں نے زیادہ سے زیادہ کارکردگی دکھائی تو آج دن میں ہوریشو سے ملاقات کریں گے لیکن اسی دوران ایک اور خیال میرے ذہن میں آیا اور میں نے ہراتا سے مشورہ کر لینا مناسب سمجھا۔

"ایک بات بتاؤ ہراتا۔۔۔۔۔" میں نے سوال کیا۔

"کیا چیف؟"

"کیوں نہ ان دونوں پر بھی نگاہ رکھی جائے۔"

"میڈلن اور بارکن پر۔۔۔۔۔!"

"ہاں۔"

"کیا ہرج ہے چیف۔" ہراتا نے پرخیال انداز میں گردن ہلا دی۔ اور پھر بولا۔ "تم ان کو چیک اپ کرنے کب جاؤ گے؟"

"بس تھوڑی دیر بعد میں نے ان کو آج کے لئے ہی کہا تھا۔"

"تو چیف وہاں جانے سے پہلے تم ایسا کرو کہ میرے چہرے میں تھوڑی سی تبدیلی پیدا کر دو۔۔۔۔۔"

"کیا مقصد۔۔۔۔۔؟"

"مقصد یہ کہ میں بھی تمہارے ساتھ چلوں گا اور بندرگاہ کے علاقہ میں اس جگہ اتروں گا جہاں ان لوگوں کا فلیٹ موجود ہے۔ تم اندر چلے جانا اور ان لوگوں کے چہروں پر میک اپ وغیرہ کرنا۔ میں باہر تمہارا انتظار کروں گا اور پھر جب وہ لوگ نکلیں گے تو میں ان کا تعاقب کروں گا اور اس وقت تک ان کے پیچھے پیچھے رہوں گا جب تک وہ لوگ واپس نہیں آ جاتے۔۔۔۔۔" ہراتا نے کہا اور میں نے اس کی تجویز پر مکمل طور پر اتفاق کیا۔۔۔۔۔ اس سے کچھ فائدے ہی حاصل ہو سکتے تھے۔

ہراتا ہر سلسلہ میں مجھ سے تعاون کر رہا تھا۔ چنانچہ تھوڑی دیر کے بعد میں نے اس کے چہرے میں تھوڑی سی تبدیلیاں پیدا کر دیں اور ہم مطمئن ہو کر باہر نکل آئے۔

ایک ٹیکسی میں بیٹھ کر ہم دونوں بندرگاہ کی طرف چل پڑے اور تھوڑی دیر کے بعد ہم لوگ میڈلن کے فلیٹ کے سامنے اتر گئے تھے۔ میڈلن اور اس کا ساتھی مارکن میرے منتظر تھے۔ ہراتا باہر ہی تھا۔ ان دونوں نے میرا پرجوش استقبال کیا اور بولے۔۔۔۔۔

"ہم آپ کا انتظار کر رہے تھے جناب۔۔۔۔۔ ویسے ہم لوگ ایک دوسرے کا پورا تعارف حاصل کرنے میں ناکام رہے ہیں۔۔۔۔۔" میڈلن نے کہا۔

"اس کی ضرورت بھی نہیں ہے ڈیئر میڈلن۔۔۔۔۔ فی الوقت تم لوگ یہ کام کرو اور اس کے بعد اگر تم لوگ ہمارے معیار پر پورے اترے تو پھر تعارف وغیرہ بھی ہو جائے گا۔ میرا خیال ہے ہمارے لئے سب سے بڑا تعارف صحیح ادائیگی اور صحیح کام ہے۔" میں نے جواب دیا۔

"ہاں ٹھیک ہے۔ اگر یہ اصول ہے تو کوئی حرج نہیں ہے جناب ہم اصولوں کو توڑنے کی کوشش نہیں کیا کرتے۔"

"بس تو اب میں تمہارے چہرے درست کیے دیتا ہوں۔ کیا تم لوگوں میں سے کوئی خود میک اپ سے واقف ہے؟"

"نہیں جناب۔ تھوڑا سا چہرہ بدل لینا تو کوئی مشکل کام نہیں ہے لیکن ایک باقاعدہ میک اپ اس کے لئے مہارت کی ضرورت ہوتی ہے۔" میڈلن نے کہا۔

"ٹھیک ہے تو اب میں تمہارے چہرے مرمت کیے دیتا ہوں۔" میں نے میک اپ بکس کھول لیا جو میں اپنے ساتھ ہی لے کر آیا تھا اور پھر میڈلن کے چہرے پر مصروف ہو گیا۔ میں نے میڈلن کے چہرے پر اپنا میک اپ کیا۔ میڈلن اور میری جسامت میں کوئی خاص فرق نہیں تھا عام جسامت کا آدمی تھا۔

میں اس کے چہرے کو مہارت سے درست کرتا رہا اور میڈلن خاموش بیٹھا رہا۔ تھوڑی دیر کے بعد میں نے اپنا ہی ایک ہم شکل تیار کر دیا تھا' لیکن بات یہیں پر ختم نہ ہوئی----- میں نے اس ہم شکل چہرے کے بعد میڈلن کو ایک اور وگ پہنائی جو تھوڑی سی تبدیلیوں کے بعد تھی میں نے میڈلن کو ہدایت کی کہ وہ سیاہ فام شخص اگر تمہیں میک اپ اتارنے کے بارے میں کہے تو تم یہ وگ اتار دینا اور اس کے بعد یہ چہرہ نکل آئے گا جو میں نے تیار کیا ہے۔"

"اوہ۔ بہت خوب۔ یعنی دوہرا میک اپ۔"

"ہاں۔" میں نے جواب دیا۔

میڈلن نے اپنا چہرہ دیکھا----- اور دیکھنے کے بعد متحیرانہ انداز میں پلکیں جھپکانے لگا۔ اس کا کام ختم ہو جانے کے بعد میں نے اسی انداز میں دوسرا میک اپ اس کے ساتھی بارکن پر کیا----- اور بارکن کا چہرہ سوفیصدی سردارے کا چہرہ تھا----- تب میں نے کہا۔

"تو آج تم لوگ کس وقت وہاں جا رہے ہو؟"

"بس جناب اگر آپ اجازت دیں تو اول وقت میں----- ہم لوگ فوراً ہی اپنا کام کر لینا چاہتے ہیں۔ چونکہ جب ایک کام کرنا ہی ہے تو پھر اس میں دیر کیوں کی جائے---"

"ہاں تو پھر تم لوگ جب چاہو---" میں نے ان کی جانب دیکھ کر کہا "جیسی آپ کی مرضی-----"

"بس تم لوگ تھوڑی دیر کے بعد روانہ ہو جانا" میں نے کہا۔

"ٹھیک ہے۔" ان لوگوں نے گردن ہلا دی۔

میں باہر نکل آیا۔ ہراتا میرا منتظر تھا۔ میں نے اسے بتا دیا کہ پندرہ بیس منٹ بعد وہ لوگ روانہ ہو جائیں گے۔ ہراتا نے گردن ہلا دی لیکن پھر وہ پر خیال انداز میں بولا۔

"چیف ایک مسئلہ ہے۔"

"کیا-----؟"

"یہاں ہمارے پاس کوئی سواری نہیں ہے۔"

"اوہ۔ میرا خیال ہے میں تمہارے لئے ایک ٹیکسی انگیج کر دوں ہم اسے اتنی رقم دے دیں گے

کہ ٹیکسی ڈرائیور دن بھر تمہارے ساتھ لگا رہے۔"

"بس ٹھیک ہے۔" ہراتا نے کہا اور اسے وہیں چھوڑ کر میں ٹیکسی کی تلاش میں چل پڑا۔ چند ساعت بعد ٹیکسی مل گئی اور میں نے ٹیکسی ڈرائیور سے دن بھر کے لیے بات کر لی۔ معاوضے کی ادائیگی پہلے ہی کر دی۔ چنانچہ اس کے بعد ٹیکسی ڈرائیور کو کیا اعتراض ہو سکتا تھا۔ اس نے ہراتا کے قریب رک کر خوشی خوشی انتظار کرنا پسند کر لیا اور میں وہاں سے چل پڑا۔ کیونکہ مجھے کچھ اور کام بھی تھے---"

مثلاً میں سردارے کو ٹرنک کال کر کے اس سے وہاں کے بارے میں معلومات حاصل کرنا چاہتا تھا۔ ہالینڈ کے لئے کال بک کرانے میں کوئی دشواری پیش نہیں آئی۔ یہاں کے لئے جدید ترین انتظامات تھے۔ چنانچہ تھوڑی دیر کے بعد سردارے سے رابطہ قائم ہو گیا اور میں نے اسے اس کے مخصوص نام سے پکارا جو ہم دونوں کے درمیان طے ہو گیا تھا-----

"لیس باس میں بالکل خیریت سے ہوں آپ اپنی سنائیے؟"

"بالکل ٹھیک ہوں ڈیئر۔ کام ہو رہا ہے۔ تفصیلات تمہیں ملاقات کے بعد ہی بتاؤں گا-----"

"اوہو' کوئی خاص کام ہوا ہے؟"

"ہاں یہی سمجھ لو۔ لیکن ساری باتیں بعد میں۔"

"اپنی صحت کا خیال رکھنا باس۔" سردارے نے کہا۔

"تم بالکل بے فکر رہو۔"

"اور ہمارا امٹی کاماوھو کیسا ہے؟"

"بالکل ٹھیک بڑے کام کا ثابت ہوا ہے۔"

"مجھے یقین تھا-----" سردارے نے کہا

"تم سناؤ تمہارے معاملات کیسے چل رہے ہیں؟"

"بالکل ٹھیک۔ کوئی تبدیلی نہیں۔ پروڈکشن جاری ہے بہت سے آرڈر موصول ہوئے ہیں۔ لیکن ان کا فیصلہ آپ کے آنے کے بعد ہی ہو گا۔"

"ٹھیک ہے ڈیئر۔ فیصلے بعد ہی میں کریں گے۔ ہاں تو کوئی خاص بات تو نہیں ہے۔؟"

"نہیں۔"

"بس اسی لیے تمہیں ٹیلیفون کیا تھا۔"

"اوکے۔" سردارے نے دوسری طرف سے کہا اور میں نے فون ڈسکنیکٹ کر دیا۔ ادھر سے مطمئن ہو کر میں واپس ہوٹل پہنچ گیا اور اب اس کے بعد کوئی خاص کام نہیں تھا۔

شام ہو گئی اور پھر رات' ہراتا واپس نہ آیا اور نہ ہی ان دونوں کے بارے میں کوئی اطلاع مل سکی۔ ان دونوں کی تو مجھے کوئی پرواہ نہیں تھی۔ لیکن ہراتا کیوں واپس نہیں آیا۔؟ دس بجے تک میں انتظار کرتا رہا اور اس کے بعد میری قوت برداشت جواب دے گئی۔ میں ہوٹل سے نکل آیا۔

تھوڑی دیر کے بعد میں ایک ٹیکسی میں اس طرف جا رہا تھا' جہاں ہوریشو کی رہائش گاہ تھی۔ بازار وغیرہ جاگ رہے تھے۔ لیکن دوسری سڑکیں سنسان' ویران ہو چکی تھیں۔ ماحول بہت زیادہ کہر آلود تھا۔ کہر کی وجہ سے دوسری چیزیں نہیں نظر آ رہی تھیں۔ ٹیکسی میری مطلوبہ جگہ رک گئی اور میں ڈرائیور کو بل ادا

کر کے نیچے اتر آیا۔ پھر ٹہلنے کے انداز میں چل پڑا۔ مجھے ہراتا کی تلاش تھی۔

سامنے ہی وہ عمارت تھی جہاں ہوریشو رہتا تھا۔ میں چلتا رہا اور پھر عمارت سے تھوڑے فاصلے پر ایک گھنے درخت کے نیچے رک گیا۔ کھڑ میں عمارت کی روشنیاں دھندلی نظر آ رہی تھیں۔

لیکن ہراتا۔۔۔۔۔ کیا اسے بھی کوئی حادثہ پیش آگیا۔ میں نے اپنے مخصوص انداز میں سیٹی بجانا شروع کر دی ہراتا اس آواز کو پہچانتا تھا لیکن آواز اتنی بلند نہ ہونے دی کہ دور تک سنی جا سکے اور ابھی میرے ہونٹوں سے سیٹی کی آواز نکل ہی رہی تھی کہ اچانک اس وقت کوئی میرے سامنے کود پڑا۔

میں نے الٹی چھلانگ لگادی اور چھلانگ کے دوران ہی میرا پستول بھی باہر نکل آیا۔

"اوہ چیف گولی مت چلانا۔" ہراتا فوراً بول پڑا ورنہ ممکن تھا کہ میں اسے زخمی کر دیتا۔

"ہراتا۔۔۔۔۔" میں نے اسے آواز دی۔

"میں ہی ہوں چیف۔ بڑی خیریت ہو گئی۔"

"ہاں ہراتا۔ خیریت ہی ہو گئی۔ مگر تم درخت پر کیا کر رہے تھے۔" میں نے ایک گہری سانس لے کر پستول جیب میں رکھ لیا۔

"آرام کر رہا تھا چیف!" ہراتا نے جواب دیا۔

"مجھے دیکھ لیا تھا۔؟"

"ہاں اگر تم سیٹی نہ بجاتے تو درخت سے سیدھا تمہارے اوپر ہی آتا۔"

"اوہ۔ تب تو دونوں کی خیریت ہو گئی۔"

"ہاں۔ ویسے میرے ذہن میں خیال تھا کہ تم آؤ گے۔"

"کیوں؟"

"دیر جو ہو گئی تھی۔"

"تم نے کہیں سے فون بھی نہیں کیا۔"

"دور دور تک فون نہیں ہے چیف۔ کافی کوشش کی۔"

"وہ دونوں۔۔۔۔۔؟"

"ضرور کسی حادثے کا شکار ہو گئے۔ میرا خیال ہے ہمیں اندر چل کر ضرور دیکھنا چاہیے۔"

"نہیں ہراتا۔" میں نے پرخیال انداز میں کہا۔

"اوہ۔۔۔ لیکن۔۔۔"

"جو سوچ رہے ہو وہ نہ سوچو۔ بے شک ہمارا ان دونوں سے کوئی تعلق نہیں ہے لیکن ہم اس بات کو نہیں بھولیں گے کہ ہم نے ہی ان دونوں سے کام لیا تھا۔"

"پھر چیف؟"

"ہوریشو ان کو قید کرنے کے بعد ہمارا انتظار کر رہا ہو گا۔"

"اوہ یقیناً۔ اسے خیال ہو گا کہ ہم ان کی خبر گیری کریں گے۔ ورنہ اب تک ان کا راز تو کھل چکا ہو گا۔"

"میرا بھی یہی خیال ہے۔"

"تو پھر چیف کیا کرو گے۔ ویسے میں نے انتظام کر رکھا ہے۔"

"کیسا انتظام۔؟" میں نے سوال کیا۔

ابھی بتاتا ہوں۔ پھر وہ اچانک اچھلا۔ اس نے اچھل کر درخت کی ایک شاخ پکڑ لی اور پھر وہ زور زور سے اس شاخ سے جھولنے لگا اور چند ہی ساعت بعد دو بہت بڑے بڑے پھل ٹوٹ کر درخت سے نیچے گر پڑے۔ میں اچھل کر ایک طرف ہٹ گیا کیونکہ دونوں پھل نیچے گرنے کے بعد زور زور سے تڑپنے لگے تھے۔

یہ دونوں نوجوان تھے جن کے جسموں پر صرف انڈرویئر تھے۔ ان کی قمیضوں اور پتلونوں سے ان کے ہاتھ پاؤں کسے ہوئے تھے۔ ٹائیاں منہ میں ٹھنسی ہوئی تھیں۔ چونکہ کافی بلندی سے گرے تھے اس لئے زوردار چوٹیں لگی ہوں گی۔ ویسے وہ ہوش ہی میں معلوم ہوتے تھے۔

ہراتا خود بھی نیچے اتر آیا۔ "یہ دونوں پھل تمہاری خدمت میں چیف!" اس نے چہکتے ہوئے کہا۔

"یہ کیا چکر ہے ہراتا۔۔۔۔۔"

"میں نے تو ان سے کچھ نہیں پوچھا چیف! ویسے یہ دونوں اس عمارت ہی سے نکلے تھے اور اس انداز میں چاروں طرف گھومتے پھر رہے تھے جیسے کسی کو تلاش کر رہے ہوں۔ یقیناً یہ ہماری تلاش میں ہی ہوں گے۔ سو میں نے ان دونوں کو باندھ کر درخت پر ڈال دیا۔ جب انہیں آئے ہوئے ایک گھنٹہ گزر گیا تو کچھ اور آدمی بھی آئے تھے جو انہیں تلاش کر رہے ہوں گے۔ لیکن میں نے پھر ان دونوں ہی کو کافی سمجھ کر خاموشی اختیار کر لی۔"

"ہوں۔" میں نے گہری سانس لی۔ ہراتا بھی خوب تھا۔ لیکن اس کا مقصد تھا کہ ہوریشو نے اس ظرف کا ثبوت نہیں دیا جس کی توقع تھی۔ بہرحال یہ نہ تو کوئی افسوسناک بات تھی نہ مجھے اس کا کوئی رنج تھا۔ ہر شخص میری طرح تو نہیں سوچتا تھا۔ ہوریشو اگر فطرتاً ذلیل ہو گیا تھا تو اس میں کوئی تعجب کی بات نہیں تھی۔ وہ شکست خوردہ تھا۔ اور شکست خوردہ لوگ ہر کام کر سکتے ہیں۔ ظاہر ہے اس وقت روئے زمین پر اس کے لئے مجھ سے بڑھ کر خطرناک دشمن کوئی نہیں تھا۔ چنانچہ اپنے دشمن سے کوئی بھی فائدہ اٹھانے کے بعد اس کے ساتھ اسی قسم کا سلوک کرنا ضروری تو نہیں تھا اور خاص طور پر ہوریشو جیسے آدمی کے لئے۔۔۔۔۔ اور اس طرح مجھے یہ اندازہ لگانے میں دشواری پیش نہیں آئی کہ ہوریشو اب بھی اسی غداری پر قائم ہے۔ چنانچہ میں نے اس کے ساتھ جو کچھ بھی کیا تھا مجھے اس کا کوئی جواب نہیں ملا تھا اور مجھے اس کا افسوس بھی نہیں تھا کیونکہ میں ہوریشو سے دوستی کر کے خود کو ایک اچھے دشمن سے محروم نہیں کرنا چاہتا تھا۔ ہوریشو نے دشمنی کی فضا قائم رکھ کر مجھ پر احسان ہی کیا تھا۔ میں نے ان دونوں آدمیوں کی طرف دیکھا جو ساکت تھے۔ وہ ہوش میں تھے لیکن چونکہ ان کے منہ میں کپڑا ٹھنسا ہوا تھا اس لئے نہ تو وہ بول سکتے تھے اور نہ ہی جنبش کر سکتے تھے۔ تب میں نے ہراتا کی جانب دیکھا اور بولا۔

"ہراتا ہوریشو کا ردعمل ظاہر ہو گیا ہے۔"

"ہاں چیف۔ وہ بہادر نہیں نکلا۔" ہراتا نے مایوسی سے کہا۔

"کیوں؟" میں نے سوال کیا۔

"دیکھو نا چیف جو کچھ اس نے کہا تھا اس کے کس قدر اس نے خلاف عمل کیا ہے اگر وہ بہادر ہوتا تو

تمہاری اس پیش کش کا جواب بھرپور طور سے دیتا' احسان نہ ماننا بھی بزدلی کی ایک نشانی ہے اور بزدل لوگ بہادر نہیں کہے جاسکتے۔"

"بہرحال اچھا ہی ہوا ہراتا۔" اگر وہ میرے ساتھ اچھا سلوک کرتا تو میں خود کو کمتر محسوس کرتا۔"

"میں سمجھا نہیں چیف-----"

"دیکھو نا' پھر اس کے ساتھ ہمیں مزید دوستانہ سلوک کرنا ہوتا اور اس طرح ہم ایک اچھے اور لڑنے والے دشمن سے محروم ہو جاتے۔"

"اوہو۔ یہ تمہاری سوچ ہے چیف۔ جبکہ اس کی سوچ مختلف نظر آتی ہے۔" ہراتا نے ہنستے ہوئے کہا پھر بولا۔ "چلو خیر جو ہوا اسے جانے دو۔ یہ بتاؤ اب کیا پروگرام ہے۔"

"تم ان دونوں کا کیا کرو گے؟" میں نے ہراتا سے سوال کیا۔

"میرا خیال ہے چیف میں ان دونوں کی گردنیں توڑ کر پھینک دیتا ہوں۔ کیونکہ یہ ہمارے لیے بیکار ہیں۔"

"کیوں نہ ان سے کچھ معلومات حاصل کی جائیں۔" میں نے کہا۔

"اس کے لئے مشکلات پیش آئیں گی چیف۔ ظاہر ہے ان کے منہ کھولنے پڑیں گے تو چیخ بھی سکتے ہیں اور یوں تو ہمیں ان کے چیخنے پر کوئی تعرض نہیں ہے لیکن رات کے سناٹے میں ہوریشو کے علاوہ دوسرے لوگ بھی متوجہ ہو سکتے ہیں۔"

"چلو ٹھیک ہے۔" میں نے جواب دیا۔ "ان سے کچھ پوچھنا ضروری بھی نہیں ہے۔ ہمیں انتظار کرنا ہوگا۔"

"تو پھر ان لوگوں کا کیا کیا جائے چیف۔" ہراتا نے سوال کیا۔

"پڑا رہنے دو اسی طرح۔" میں نے جواب دیا۔ اور ہراتا نے گردن ہلا دی۔ تھوڑی دیر بعد ہم وہاں سے واپس پلٹ رہے تھے بیچارے میڈلن اور بارکن سے کیا سلوک ہوا اس کے بارے میں ہمیں کچھ معلومات حاصل نہیں ہوئی تھیں۔ ہم وہاں سے اپنے ہوٹل واپس آگئے۔ راستے میں میں نے ہراتا سے پوچھا کہ اب کیا پروگرام ہے ہراتا نے کہا کہ اس وقت تو رہنے دو چیف۔ صبح کو اس بارے میں سوچیں گے۔ جو کچھ ہوا ہے اس کا ردعمل بھی ظاہر ہو جائے گا۔ میں نے گردن ہلا دی تھی پھر ہم اپنے اپنے کمروں میں پہنچ گئے۔

رات کو دیر تک میں ان معاملات کے بارے میں سوچتا رہا۔ میں سوچ رہا تھا کہ ہوریشو کو کون سی نئی زک پہنچائی جائے۔ ویسے ہیروں کو حاصل کرنے کے بعد اس نے میڈلن اور بارکن کے ساتھ جو سلوک کیا تھا' میرے خیال میں یہ ہوریشو کی پست فطرت کا اظہار تھا۔ وہ دشمن کا احسان نہیں مانتا تھا اور غالباً اپنی فطرت سے ہٹ گیا تھا ورنہ جس دوستی کا اس نے دعویٰ کیا تھا اس کو کچھ وقت تک تو نبھاتا یا ایسی شکست مجھے دینے کی کوشش کرتا جو میرے لئے ناقابل تلافی ہوتی۔ لیکن اس نے اسی پر اکتفا کیا تھا اور فوری طور پر مجھ پر ہاتھ ڈالنے کی کوشش کی تھی-----

لیکن میری سمجھ میں یہ بات نہ آتی تھی کہ اس نے ابھی تک میڈلن اور بارکن کو کیوں رکھا ہوا ہے۔ اس سلسلے میں' میں کافی دیر تک سوچتا رہا۔ پھر دو ہی باتیں میرے ذہن میں آئیں۔ یا تو میڈلن اور بارکن اس کو اپنے بارے میں بتا ہی نہ سکے' ہوریشو نے ہو سکتا ہے ان کو ہمارے دھوکے میں قتل کر دیا ہو اور

بعد میں اسے پتہ چلا کہ وہ' وہ نہیں ہیں جو اس نے سوچا تھا یا پھر یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس کے باوجود ان لوگوں کو کوئی معمولی شخصیت تسلیم کرنے پر تیار نہ ہو اور اس نے سوچا ہو کہ شاید ہم انہیں بچانے کی ضرور کوشش کریں گے۔ بہرحال جو ہوگا دیکھا جائے گا۔ میں نے سوچا اور گہری نیند سو گیا۔

دوسرے دن ناشتہ وغیرہ سے فارغ ہونے کے بعد سب سے پہلے میں نے میڈلن کے فلیٹ پر فون کیا اور چند ہی ساعت کے بعد فون ریسیور کر لیا گیا۔ میں چونک پڑا۔

میرے ذہن میں یہ بات نہیں تھی کہ وہ لوگ آ چکے ہوں گے فون میڈلن ہی نے اٹھایا تھا-----

ہیلو"----- ریسیور میں سے میڈلن کی آواز سنائی دی۔

"ہیلو۔ کون بول رہا ہے۔" میں نے بھاری لہجہ میں پوچھا۔

"میڈلن اسپیکنگ----- ادھر کون ہے۔" میڈلن نے سوال کیا۔ یوں لگ رہا تھا جیسے وہ اپنے لہجہ کو زبردستی بھاری بنانے کی کوشش کر رہا ہو-----

"اوہ ڈیئر میڈلن----- میں تمہارا دوست ہوں۔ وہ دوست جس نے تم کو کچھ ذمہ داریاں سونپی تھیں۔"

"اوہ۔ اچھا۔ اچھا۔ ہم ٹیلی فون پر آپ سے گفتگو کر سکتے ہیں؟" اس نے سوال کیا۔

"تم کب واپس آئے؟"

"ابھی تقریباً" آدھے گھنٹے قبل-----" میڈلن نے جواب دیا۔

"بارکن کہاں ہے؟"

"وہ لیٹا ہوا ہے' زخمی ہے۔"

"اور تم-----؟"

"میری حالت بھی ٹھیک نہیں ہے جناب!"

"تب پھر آج تم آرام کرو میڈلن! کل کسی وقت میں تم سے ملاقات کروں گا۔" میں نے جواب دیا اور فون بند کر دیا۔

ہر امکان کو مدنظر رکھنا تھا۔ میڈلن سے میں اسی وقت ملاقات کرنا چاہتا تھا لیکن اسے اپنے آنے کی اطلاع دینا حماقت تھی۔ ممکن ہے ہوریشو کے آدمی اس کے فلیٹ کے گرد پھیلے ہوں۔ ممکن ہے انہوں نے میڈلن وغیرہ کا تعاقب کیا ہو۔ ممکن ہے ان کا فون ٹیپ کر لیا گیا ہو اور یہ بھی ممکن ہے کہ انہوں نے میڈلن کو مار مار کر یا دھمکی دے کر اس بات پر آمادہ کر لیا ہو کہ وہ انہیں ہمارے بارے میں اطلاع دے۔ اس لیے بہتر لگتا ہے کہ میں انہیں دھوکے میں رکھ کر ہی وہاں پہنچوں۔

میں ہراتا کے نزدیک پہنچ گیا۔ ہراتا میری طرف ہی دیکھ رہا تھا۔

"میڈلن سے بات ہوئی تھی۔"

"آ گیا-----؟" ہراتا چونک کر بولا۔

"ہاں۔"

"خیریت ہے؟"

"شاید نہیں۔"

"اوہ۔ کیسے اندازہ ہوا؟"

"دونوں زخمی ہیں۔ آواز سے معلوم ہو رہا تھا۔ میرا خیال ہے کہ ہوریشو نے ان کے ساتھ کافی [illegible] سلوک کیا ہے۔"

"بڑا ہی غلط آدمی نکلا یہ شخص اور تم اس کی اس قدر تعریفیں کر رہے تھے چیف------" ہراتا نے ایک گہری سانس لی اور کہا۔

"میں آج بھی یہی بات کہہ رہا ہوں ہراتا کہ آدمی برا نہیں تھا' کم از کم دلیر تھا اور پرو[illegible] بھی------ لیکن مجھے افسوس ہے کہ اس کی ذہنی سطح کافی گر گئی ہے اور اس کی وجہ یہ ہی ہو سکتی ہے کہ اسے پے در پے ناکامیوں کا شکار رہنا پڑا ہے۔ بہرحال میں ایک بار پھر یہی کہوں گا کہ اس نے ہمارے ساتھ سلوک کر کے بہتر ہی کیا ہے۔ اگر وہ ہمارا دوست بن جاتا تو مجھے بڑی کوفت ہوتی اور اب میں اس کی ذہنی [illegible] کو ذہن میں رکھوں گا۔ وہ ایک مکار لومڑی کی مانند ہو گیا ہے۔ حالانکہ اس سے قبل وہ صرف ایک نڈر [illegible] تھا۔ جو سامنے آ کر ہی حملہ کرنا پسند کرتا ہے اور مدمقابل کو چوٹ دیتا ہے۔ لیکن ہراتا اب یہ بات ذہن میں رکھنا ہوگی کہ اب اگر کبھی ہم اس کے سامنے آ گئے تو وہ چھپ کر ہمیں گولی مارنے پر اکتفا کرے گا اور ہمارے سامنے آنا پسند نہ کرے گا۔" میں نے کہا۔

"ٹھیک ہے چیف اب اس بات کو بھی ذہن میں رکھیں گے۔"

"آؤ میڈلن کے پاس چلتے ہیں۔"

"میڈلن کے پاس؟------"

"ہاں۔" میں نے جواب دیا۔

"مگر چیف میرا خیال ہے کہ ٹیلی فون پر تو تم نے کہا تھا کہ ہم کل۔" اور میں نے گردن ہلا دی------

"ہاں ہراتا یہ میں نے جان بوجھ کر کہا تھا------ اس کی وجہ یہ ہے کہ میڈلن کی نگرانی کی جا رہی ہو اور یہ بھی ممکن ہے کہ میڈلن کو کسی طرح اس بات پر آمادہ کر لیا گیا ہو کہ وہ ہماری آمد پر اطلاع کر دے۔ ایسی صورت میں اگر وہ لوگ ہماری تاک میں ہیں تو کل ہی کا انتظار کریں گے اور ہم اس کے برعکس میڈلن سے آج ہی مل لیں گے۔ معلوم تو کیا جائے کہ ہوریشو نے ان کے ساتھ کیا سلوک کیا۔"

"ٹھیک ہے چیف۔" ہراتا نے جواب دیا۔

"وہی سب کچھ کرنا ہوگا ہراتا جو اس سے قبل کرتے رہے ہیں۔"

"یعنی؟" ہراتا نے پوچھا۔

"تم باہر کا ماحول چیک کرو گے ادھر ادھر دیکھو گے اور یہ اندازہ لگانے کی کوشش کرو گے کہ قرب جوار میں کوئی موجود تو نہیں ہے۔ یعنی کوئی ایسا شخص جو فلیٹ کی نگرانی کر رہا ہو۔ اس کے علاوہ عقبی حصے بھی چیک کیا جائے گا۔"

"ٹھیک ہے چیف۔ تم بے فکر رہو۔ باہر کی نگرانی میں کروں گا اور اگر دو چار ہوئے تو میں ان[illegible] ٹھیک ٹھاک کر لوں گا۔" ہراتا نے جواب دیا۔

تھوڑی دیر کے بعد ہم ایک ٹیکسی میں بیٹھے ہوئے میڈلن کے فلیٹ کی جانب جا رہے تھے اور

میڈلن کے فلیٹ سے کافی آگے میں نے ٹیکسی رکوائی------ ہم دونوں ٹیکسی سے نیچے اتر آئے تھے۔ ٹیکسی ڈرائیور کو بل دیا اور آگے چل پڑے۔

نیچے اترنے کے بعد میں نے ہراتا کو آگے روانہ کر دیا اور خود ایک لمبا چکر لے کر اس عمارت کے عقبی حصے کی جانب جانے لگا۔ جہاں میڈلن کا فلیٹ تھا۔

ہراتا میڈلن کے فلیٹ کے سامنے پہنچ چکا تھا۔ میں نے بھی دور سے دیکھا۔ قرب و جوار کے علاقے میں کوئی ایسا شخص نظر نہیں آ رہا تھا۔ جس پر شبہ کیا جا سکتا کہ وہ فلیٹ کی نگرانی کر رہا ہے۔ دور دور تک خاموشی اور سناٹے کا راج تھا۔ اکا دکا گاڑیاں گزر رہی تھیں' البتہ میں نے یہ بات ذہن میں رکھی تھی کہ میڈلن کے فلیٹ میں اس کا بھی کوئی یعنی ہوریشو کا کوئی آدمی موجود ہے اور میڈلن وغیرہ کو اس نے نگاہوں میں رکھا ہو۔

میڈلن کے فلیٹ کے سامنے سے میں ایک اجنبی شخص کی طرح گزر گیا۔ ہراتا مجھ سے تھوڑے فاصلے پر ایک جگہ کھڑا ہوا تھا۔ میں فلیٹ کے عقب میں پہنچ گیا۔ سامنے سے میں نے اندازہ لگا لیا تھا کہ فلیٹ میں اوپر جانے کا راستہ عقب سے بھی ہو سکتا ہے اور یہ درست ہی تھا۔ ایک چھوٹا سا دروازہ جس میں اوپر جانے کے لئے سیڑھیاں بنی ہوئی تھیں موجود تھا۔ اور اب مجھے اسی دروازے سے جا کر اپنا کام دکھانا تھا------

میں نے اس پتلے سے دروازے کو دیکھا اور پھر سیڑھیاں چڑھنے لگا۔ چند ساعت بعد میں میڈلن کے دروازے کے عقب میں تھا۔

میں یہاں رک گیا اور تھوڑی دیر تک اندر کی آوازیں سنتا رہا لیکن کوئی خاص آواز نہیں آئی تھی۔ پھر میں نے داخلے کے لیے باتھ روم کے روشندان کا انتخاب کیا۔ گو اس راستے سے داخل ہونا خاصا مشکل کام تھا لیکن پھر بھی اس وقت احتیاط کو تو ذہن میں رکھنا ہی تھا۔ چنانچہ تھوڑی دیر کے بعد میں باتھ روم میں تھا------ اور پھر باتھ روم سے نکلنا مشکل نہ تھا۔ پستول میرے پاس تھا۔ جسے میں ہاتھ میں لئے ایک ایک کمرے میں جھانکتا پھر رہا تھا۔ پھر ایک کمرے میں مجھے میڈلن اور بارکن نظر آئے------ دونوں ایک ہی بیڈ پر لیٹے ہوئے تھے۔ قرب و جوار میں کوئی موجود نہیں تھا' گویا کسی کی موجودگی کا کوئی امکان نہیں تھا------ پھر میں نے خوابگاہ کے دروازے پر آہستہ سے دستک دی------

"آ جاؤ------" شاید وہ کسی کا انتظار کر رہے تھے میں اندر داخل ہو گیا اور مجھے دیکھ کر وہ دونوں چونک پڑے------

"تم------ تم------"

"ہاں میڈلن میں تمہارا دوست!" میں نے جواب دیا۔

"اوہ------ لیکن تم------ میرا مقصد ہے کہ تم نے تو کل آنے کے لئے کہا تھا۔"

"ہاں------ میں نے سوچا کہ اس وقت تمہاری خبر لے لی جائے لیکن تم کس کے منتظر تھے میڈلن------؟"

"میں نے ڈاکٹر کو ٹیلیفون کیا ہے بارکن کی طبیعت خاصی گڑبڑ ہے۔" میڈلن نے تشویشناک نظروں سے اپنے قریب لیٹے ہوئے بارکن کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

میں نے پلٹ کر کمرے کا دروازہ اندر سے بند کر دیا۔ اور پھر بار کن کے قریب پہنچ گیا۔ دونوں کے جسموں پر تشدد کے نشانات نظر آ رہے تھے۔ ان کے میک اپ اترے ہوئے تھے اور وہ اپنی اصلی شکل میں موجود تھے۔ بار کن کے سر پر پٹی بندھی ہوئی تھی۔

"مجھے خطرہ ہے کہ اس کا دماغی توازن خراب نہ ہو جائے۔ اس کے سر میں گہری چوٹ آئی ہے" میڈلن نے پریشان لہجہ میں جواب دیا۔

"اگر تم چاہو تو میں اسے ہسپتال میں لے جاؤں۔"

"نہیں جناب۔ ہم جیسے لوگوں کا ہسپتال جانا درست نہیں ہوتا ڈاکٹر روجر آنے ہی والا ہو گا۔ وہ ہمارا علاج کرتا ہے۔"

"تمہارا خاص ڈاکٹر ہے؟"

"ہاں۔ ہم جیسے لوگوں کا خاص ڈاکٹر----- جو پولیس کو یہ بتانا پسند نہیں کرتا کہ کیسے زخمی ہوئے؟" میڈلن نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"خود تمہاری کیا کیفیت ہے میڈلن؟"

"بس ٹھیک ہوں۔ کوئی گہری چوٹ نہیں لگی۔" میڈلن نے کہا۔

"کیا تم میرے سوالات کا جواب دو گے؟"

"کیوں نہیں۔"

"تب پھر بتاؤ تمہارے ساتھ کیا گزری؟"

"مکار لوگوں نے بڑے تپاک سے ہمارا استقبال کیا اور اس کالے شیطان نے ہمارے ساتھ بیٹھ کر چائے پی۔ اس نے شکریہ ادا کیا کہ ایک بدترین دشمن ہو کر ہم نے بہترین دوستی کا ثبوت دیا----- چائے کے دوران وہ بڑی پرخلوص گفتگو کرتا رہا۔ اس نے پوچھا کہ اب ہمارا پروگرام کیا ہے۔ یہاں میں نے چالاکی سے اسے جواب دیا کہ پروگرام بتانا ضروری تو نہیں----- اور اس نے بھی بڑے خلوص سے گردن ہلا دی----- بس اس کے بعد وہ پلٹ گیا۔"

"کیا مطلب؟"

"پرخلوص گفتگو کرتے کرتے اس نے سوال کیا۔ "مسٹر نواز! جو کچھ آپ نے کیا اس کے جواب میں میں بھی بہت کچھ کرنا چاہتا ہوں۔ لیکن کیا کسی ایسے دشمن کو جو اچانک ہاتھ آ جائے۔ چھوڑ دینا حماقت نہیں ہو گی؟"

"کیا مطلب؟" میں نے کہا۔

"افسوس مسٹر نواز----- میں نے دراصل اپنا محاسبہ کیا ہے اپنی کارکردگی کا جائزہ لیا اور سوچا میں پچھلے کچھ عرصے سے مار کیوں کھا رہا ہوں۔ مجھے یہ شدید نقصانات کیوں برداشت کرنے پڑے ہیں۔ مجھے ایک ہی اندازہ ہوا ہے----- اور وہ یہ کہ----- میں بلند ظرفی کے چکر میں مارا جاتا ہوں۔ میں اپنے دشمن کے ساتھ ایک شہنشاہ کی مانند سلوک کرتا ہوں اور شاید میرا یہی طریق کار مجھے نقصان پہنچاتا ہے----- مسٹر نواز----- آج سے میں اپنے اس طریق کار کو تبدیل کر رہا ہوں اور مجھے افسوس ہے----- اس نے دروازے کی جانب دیکھا----- اور میری نگاہیں بھی اسی سمت اٹھ گئیں۔

چار آدمی اسٹین گنیں لے کر کھڑے تھے پھر انہوں نے ہماری تلاشی لی اور اس کے بعد مطمئن ہو گئے۔

"تو مسٹر نواز!" ہوریشو نے کہا۔ اس کے ساتھی اسے مسٹر ہوریشو کہہ کر ہی پکار رہے تھے۔ "اب آپ میرے چنگل میں آ پھنسے ہیں اور بہتر یہی ہے کہ میں آپ کے سارے حسابات بیباق کر دوں۔"----- اتنا کہہ کر وہ اپنی جگہ سے اٹھ گیا اور پھر اس نے اسٹین گن والوں کو اشارہ کیا اور انہوں نے گنیں تان لیں----- تب میں اور بار کن جلدی سے اٹھ کھڑے ہوئے----- "نہیں جناب!" میں نے اسے مخاطب کیا۔ "ہم وہ نہیں ہیں جو نظر آ رہے ہیں۔ ہم تو کرائے کے آدمی ہیں۔" اور وہ چونک پڑا۔ بڑا خوفناک چہرہ تھا اس کا----- وہ ہمارے قریب پہنچ گیا۔ سارا اخلاق ختم ہو گیا تھا اس کا----- اس نے ہمارے گریبان پکڑ کر کھڑا کیا۔"

"کیا بکواس کر رہے ہو؟" وہ گرجا۔

"آپ یقین کریں جناب! ہم تو ان لوگوں کو جانتے بھی نہیں ہیں جنہوں نے ہمیں یہاں بھیجا ہے اور پھر میں نے پوری تفصیل بتا دی اس کا چہرہ بھیانک سے بھیانک تر ہوتا جا رہا تھا۔ پھر اس نے ہمارے میک اپ اتروائے اور جونہی ہمارے اصلی چہرے سامنے آئے۔ وہ دیوانوں کی طرح ہم پر ٹوٹ پڑا۔ اس کے آدمی ہمیں گنوں سے کور کیے کھڑے تھے ورنہ ہم بھی اتنے بودے نہیں تھے کہ اس طرح پٹ جاتے۔ لیکن ہمیں پٹنا پڑا۔

اس نے ہمیں اتنا مارا کہ ہم بے ہوش ہو گئے۔ پھر جب ہمیں ہوش آیا تو ہم ایک کمرے میں بند تھے اور پھر رات بھر بھوکے پیاسے رہے۔ صبح کو ہم فٹ پاتھ پر پڑے ہوئے تھے۔ اس نے ہم سے کوئی تفصیل نہیں پوچھی۔"

"ہوں۔" میں نے ایک گہری سانس لی۔ میڈلن کے الفاظ میں مجھے جھوٹ نہیں مل سکا تھا۔ ہوریشو کی ذہنی کیفیت سے بھی میں آگاہ ہو گیا تھا----- اس نے سمجھ لیا کہ میں نے ایک بار پھر نہایت چالاکی کے ساتھ اسے ایکسپوز کیا ہے۔ مایوسی کی وجہ سے اس نے ان لوگوں کو قابل اعتنا ہی نہیں سمجھا۔ اسے یقین ہو گیا ہو گا کہ ان کے ذریعہ میں ہاتھ نہیں آؤں گا اس لئے اس نے اپنی انرجی ضائع نہ کی-----

"سوری میڈلن----- تمہارے ساتھ واقعی برا سلوک ہوا۔"

"آپ کا کوئی قصور نہیں ہے جناب! کیونکہ آپ نے ہمیں آگاہ کیا تھا۔"

"ہاں میں اس شخص کے بارے میں جاننا چاہتا تھا۔ لیکن میڈلن اب تمہارا معاوضہ دگنا ہو گیا ہے۔"

"کیا؟" میڈلن نے تعجب سے کہا۔

"ہاں۔ میں نے جیب سے دس دس ہزار ڈالر کی دو گڈیاں نکال کر اس کے سامنے ڈال دیں۔" یہ ڈالرز انعام اور معاوضہ دگنا۔ اگر ضرورت پڑی تو تمہیں پھر تکلیف دوں گا۔ تمہارا ڈاکٹر ابھی نہیں آیا اگر چاہو تو میں خود اسے تمہارے پاس بھیج دوں۔"

"میں----- میں اسے دوبارہ فون----- کر لوں گا جناب۔" میڈلن نے جواب دیا۔ بیس ہزار ڈالر نے اس کے حواس گم کر دیئے تھے۔

"تب مجھے اجازت دو۔" میں نے کہا اور پھر اسی عقبی راستے سے باہر نکل آیا۔ صورت حال میں

کوئی تبدیلی نہیں ہوئی تھی۔ ہراتا کافی فاصلے پر موجود تھا۔ قرب و جوار میں اکا دکا آدمی نظر آ جاتے تھے بس۔ میں ہراتا کے پاس پہنچ گیا۔۔۔۔۔

"ہیلو چیف! سب خیریت ہے؟"

"ہاں تم سناؤ۔"

"ادھر بھی سب ٹھیک ہے۔ کوئی مشکوک شخصیت نہیں نظر آئی۔"

"آؤ۔" میں نے کہا اور ہراتا میرے ساتھ چل پڑا۔ راستے میں ہم دونوں نے پھر گفتگو شروع کر اور یہ گفتگو ہراتا نے ہی شروع کی۔

"بات ہوئی چیف؟"

"ہاں۔۔۔۔۔" میں نے کہا اور ہراتا کو پوری تفصیل بتا دی۔ ہراتا گردن ہلانے لگا۔ پھر میں ایک جگہ رکتے ہوئے کہا۔ "وہ سامنے ٹیلی فون بوتھ ہے ہراتا! میرا خیال ہے ہوریشو سے گفتگو کی جائے بدستور کچھ فاصلہ پر رکو۔"

"او کے۔ چیف!" ہراتا نے کہا اور میں ٹیلی فون بوتھ میں داخل ہو گیا۔ میں نے ہوریشو کے نمبر ڈائل کیے اور ریسیور کان سے لگا لیا۔ چند ہی ساعت بعد رابطہ قائم ہو گیا اور میرے بولنے سے قبل ہوریشو بول پڑا۔۔۔۔۔

"نواز اصغر۔۔۔۔۔؟"

"تو گویا آج کل میں تمہارے حواس پر چھایا رہتا ہوں۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"ہاں" ہاں کیوں نہیں۔۔۔۔۔ کیوں نہیں۔ ظاہر ہے تم جیسے شخص کے بارے میں ہر وقت سو رہنے سے صحت درست رہتی ہے۔"

"لیکن ہوریشو! مجھے تعجب ہے تم اپنے معیار سے گر کیسے گئے ہو؟"

"گرا نہیں گرایا گیا ہوں دوست! گرا دیا گیا ہوں۔ صورت حال یہ ہے کہ اب مجھے خود پر بھی ا نہیں رہ گیا ہے۔"

"کیا مطلب؟"

"مطلب یہ کہ جس کی دشمنی تم جیسے شخص سے ہو اسے لومڑی بن کر ہی کام چلانا پڑے گا۔ شیر کر اسے ہمیشہ پیچھے ہی ہٹنا پڑے گا۔ جب کہ شیر پیچھے نہیں ہٹتے۔"

"تم اعتراف کر رہے ہو اس چیز کا ہوریشو۔" میں نے متعجبانہ انداز میں پوچھا۔۔۔۔۔

"ہاں کیوں نہیں راجہ نواز اصغر۔۔۔۔۔ صورتحال جو کچھ رہی ہے اس کو مدنگاہ رکھتے ہوئے اعتراف کرنا ہی پڑتا ہے اور اگر میں اعتراف نہ کروں تب بھی حقیقت بدل تو نہیں سکتی۔"

"بہت خوب میرے دوست بہت خوب۔۔۔۔۔ کم از کم تمہاری باتوں سے میں نے ایک انداز لگا لیا ہے۔"

"وہ کیا نواز۔؟"

"تم کافی حقیقت پسند ہو گئے ہو۔"

"ہاں۔ میں اس حقیقت کو ماننے میں کوئی عار محسوس نہیں کرتا نواز' میں نے محسوس کیا ہے کہ

بے پناہ صلاحیتوں کے مالک ہو میں مکلینو کی ماتحتی میں کام کرتا تھا جانتے ہو کیوں۔۔۔۔۔ صرف اس لئے کہ مکلینو ذہنی طور پر مجھ سے برتر نہیں تھا۔۔۔۔۔ بلاشبہ اس کا گروہ بہت بڑا تھا۔ اس کی کارکردگی بڑی اعلیٰ تھی۔ وہ اتنا مضبوط تھا کہ اسے کسی جگہ جھکانا ممکن نہیں تھا۔۔۔۔۔ لیکن مکلینو کے گروہ میں میری جو حیثیت تھی اس کا اندازہ تم یوں کرو کہ مکلینو میرا باس ہونے کے باوجود میرا ماتحت تھا۔ حالات میں ردبدل کرنا میرے ہاتھ میں تھا اور جس وقت مکلینو نے مجھ سے بغاوت کی اور مجھے یہ سمجھانے کی کوشش کی کہ میں اس کا ملازم ہوں میں نے اسے آسمان سے اٹھا کر زمین پر پھینک دیا۔ لیکن راجہ نواز اصغر تمہارے ساتھ صورتحال دوسری رہی۔ میں کوشش کے باوجود تمہیں نہیں پڑھ سکا۔ میں نے بار بار تمہیں حاصل کیا اور کھو دیا۔۔۔۔۔ مجھے تعجب ہے کہ تم اس مٹی سے کیسے بچ گئے۔ جو میں نے تمہارے اوپر ڈلوا کر تمہاری قبر بنوا دی تھی۔ یہ کسی معمولی آدمی کا کام نہیں تھا۔۔۔۔۔ ایسی صورتیں' میں اگر تسلیم کروں کہ راجہ اصغر نواز مجھ سے جسمانی طور پر اور ذہنی طور پر طاقتور ہے تو اس کے بعد میرے لئے دو ہی صورتیں رہ جاتی ہیں' ایک تو یہ کہ میں وہ لائن چھوڑ کر راجہ نواز اصغر کو موقع دوں کہ وہ ماحول پر اور وقت پر برتری حاصل کرے۔۔۔۔۔

لیکن اگر میں راجہ نواز اصغر کو برتری نہ دینا چاہوں تو ایسی صورت میں وقت پر برتری حاصل کرنے کے لئے مجھے راجہ نواز اصغر کو مکاری سے ختم کرنا ہو گا۔ ہاں میری ایک خوبی یہ ہے۔ راجہ نواز اصغر۔۔۔۔۔ کہ میں نے جیسے حالات دیکھے ہیں خود کو اس کے مطابق ڈھالنے کی کوشش کی ہے۔ میں اقتدار ضرور پسند کرتا ہوں اور تم جانتے ہو کہ میں ایک ایسے طبقے کا روحانی پیشوا ہوں جو کہ ایک اشارے پر زمین و آسمان کو تہہ و بالا کر سکتا ہے۔ لیکن میں ان کی موت نہیں چاہتا۔ سو ان حالات میں تم نے مجھ پر احسان کیا۔۔۔۔۔ تمہیں دوستی کی پیش کش کرتے ہوئے میں مخلص تھا لیکن جب تمہارے ہم شکل میرے سامنے آئے تو میری نیت بدل گئی۔ لیکن میرے دوست تم پھر مجھے چوٹ دے گئے۔"

"خوب۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔۔۔۔۔ "تو ڈیئر ہوریشو ان لوگوں سے تم نے کوئی فائدہ اٹھانے کی کوشش نہیں کی جنہیں میں نے بھیجا تھا؟"

"اوہ۔۔۔۔۔ میں جانتا ہوں تم کچے کھیل نہیں کھیلتے۔۔۔۔۔ ان کی یہ حیثیت ہی نہ ہو گی کہ تم ان کی نگاہوں میں آ سکتے یا ان کے ذریعے تم تک پہنچا جا سکتا۔۔۔۔۔ اس لئے میں نے انہیں چھوڑنے کے بعد ان پر توجہ بھی نہ دی۔ میں جانتا تھا کہ وہ تم سے رابطہ قائم کرنے کے بعد صورت حال کی اطلاع تمہیں ضرور دیں گے اور میں یہ بھی جانتا تھا کہ اس صورتحال کی اطلاع دینے کے لئے بھی تم نے ایسے ذرائع اختیار کیے ہوں گے جن کے تحت میں تم تک نہ پہنچ سکوں اور ایسی صورت میں ڈیئر نواز میں بلاوجہ وقت ضائع کرنا پسند نہیں کرتا۔۔۔۔۔ ہاں میں نے تمہارے لئے کچھ دوسرے انتظامات کیے ہیں۔"

"بہت خوب۔۔۔۔۔ بہت خوب۔۔۔۔۔ تو ہوریشو ہیرے واپس کرنے کے بعد میرے ذہن میں یہ خیال تھا کہ ممکن ہے تم اس بات سے متاثر ہو کر میرے ساتھ شامل ہونے کی کوشش کرو اور اس وقت میری دلی خواہش یہ تھی کہ میں اپنے گروہ میں تمہیں ضم کر لوں لیکن تم جیسے چالاک بلکہ مکار آدمی کی نیت پر بھروسہ کرنا دنیا کی سب سے بڑی حماقت ہے چنانچہ نہ تو مجھے ان ہیروں کے ضائع ہونے کا افسوس ہے نہ تمہاری حرکتوں کا۔ ہاں یہ بات اب پایہ تکمیل کو پہنچ گئی ہے کہ ہم دونوں دشمن ہیں اور دشمن ہی رہیں

گے۔"

"یقیناً ------ یقیناً ------" ہوریشو نے مسکراتے ہوئے کہا۔

چنانچہ میرے دوست اب جو بھی کاروائی ہو گی اس میں اس بات کا خیال رکھا جائے گا کہ ہم دونوں
باظرف دشمن نہیں ہیں"

"کیا مطلب؟"

"ہماری اس جنگ میں ہر قسم کے داؤ پیچ استعمال ہوں گے۔"

"ہاں۔ یہی ہو گا۔ میں نے تمہیں بتایا ہے کہ میں نے خصوصی طور پر تمہارے لئے کچھ انتظ
کیے ہیں۔" ہوریشو نے کہا۔

"ہاں۔ لیکن میں نے ان کے بارے میں تم سے کوئی سوال اس لئے نہیں کیا کہ تم بتاؤ گے نہ
اب تم بزدل ہو چکے ہو۔"

اب اتنا بھی بزدل نہیں ہوا۔ اگر تم مجھ سے پوچھو گے تو میں تمہیں اس بارے میں ضرور بتا
گا۔" ہوریشو نے جواب دیا۔

"تب پھر بتاؤ تم نے کیا کارنامہ انجام دیا ہے۔"

"اس وقت میرے پاس ایک وڈیو فون ہے۔ یہ وڈیو فون شہر کے تمام ٹیلی فون کال بوتھ سے م
ہے اور میں نے اس پر نمبر سیٹ کیے ہوئے ہیں۔ یعنی جس کال بوتھ سے فون کیا جائے گا اس کا نمبر ڈا
سے پتہ چل جائے گا اور ان تمام فون بوتھ پر میرے آدمی تعینات ہیں۔ وہ سب جدید ترین ہتھیاروں
لیس ہیں اور ان کے پاس۔"

میں نے چونک کر باہر دیکھا ------ چار آدمی جن کے پاس اسٹین گنیں موجود تھیں، وہ بوتھ
ساتھ کھڑے تھے ------

"خوب ------ تمہارے آدمی پہنچ چکے ہیں ہوریشو ------ اور تمہارے اس پہلے کھیل کو
ناکام بنانے جا رہا ہوں ------ میں نے فون ڈسکنکٹ کر دیا۔ لیکن ریسیور اسی طرح کان سے لگائے ر
میرا ایک ہاتھ غیر محسوس انداز میں بوتھ کے دروازے کی جانب بڑھ رہا تھا اور بوتھ کے ہینڈل کو میں
مضبوطی سے پکڑ لیا تھا۔ دوسری طرف میں نے دیکھا کہ ہراتا بھی اسی طرف آ رہا تھا۔ اس نے اپنی چال
لنگڑاپن پیدا کر لیا تھا اور یہ ایک بہترین چال تھی ------

جوں ہی ہراتا بوتھ کے نزدیک پہنچا میں نے پوری قوت سے بوتھ کا دروازہ کھول دیا۔ دونوں
گن بردار بری طرح اچھلے اور میں باہر نکل گیا۔ دوسری طرف ہراتا دونوں کی گردنیں پکڑ کر الٹ گیا تھا
دونوں منہ کے بل نیچے گرے۔

میں نے خود بھی اپنے دونوں شکاروں کی کلائیوں پر جوتے کی ایڑیاں ماریں اور اسٹین گنیں
دونوں کے ہاتھوں سے گر پڑیں۔ ہراتا عجیب تماشا دکھا رہا تھا۔ اس نے اپنے دونوں شکاروں کو پیر
لپیٹ لیا تھا اور سڑک پر لڑھکیاں کھا رہا تھا۔ اس کے شکاروں کے ہاتھوں سے بھی اسٹین گنیں نکل گئیں
اور ان کے منہ بری طرح زمین سے رگڑ رہے تھے۔

دن کا وقت تھا ذرا سی دیر میں وہاں بے شمار لوگ جمع ہو گئے اور پھر پولیس بھی پہنچ گئی۔ لیکن

پولیس نہیں تھی ------ انہوں نے ان چاروں کو اور ہمیں پکڑ لیا۔ اور پھر سائرن کی آواز سنائی دی۔ ایک پولیس کار پہنچ گئی تھی۔

اسٹین گنیں دیکھ کر پولیس افسران کی آنکھیں تعجب سے پھیل گئیں۔ تب میں نے ایک پولیس افسر کو اشارہ کیا وہ میرے نزدیک آ گیا ------

"کوڈ تھری تھری تھری۔" میں آہستہ سے بولا۔

"جی۔" افسر تعجب سے بولا۔

"میں اور میرا ساتھی۔" میں نے ہراتا کی طرف اشارہ کیا۔ "تم یہاں سے ہمیں اسی طرح لے چلو۔ لیکن راستے میں اتار دینا۔ ہمیں کام ہے۔"

"میں سمجھا نہیں جناب!" افسر نے کہا۔

"گاڑی میں وائرلیس ہے؟" میں نے غرائے لہجہ میں کہا۔

"جی۔" افسر نے جواب دیا۔

"تب وزیر داخلہ سے بات کرو۔ میرا خیال تھا کہ سرکلر ہر پولیس آفسر تک پہنچ گیا ہو گا۔"

میں اب بھی نہیں سمجھا جناب۔"

"بے وقوف شخص ٹرپل تھری خفیہ نمبر ہے ان لوگوں کا جو ائرپورٹ کے ہنگامہ کے لئے کام کر رہے ہیں اور وزارت داخلہ ان کو براہ راست گائیڈ کر رہی ہے۔"

"اوہ! ہوریشو کے کیس میں؟"

"ہاں، اور یہ چاروں ہوریشو کے آدمی ہیں۔ اس کے علاوہ ایک پتہ نوٹ کرو۔" پولیس افسر نے جلدی سے ڈائری نکال لی۔

"جس قدر جلد ہو سکے اس پتہ پر چھاپہ مارو۔ لیکن اچھی نفری کے ساتھ وہاں جو بھی ملے گرفتار کر لو۔ دیر کی تو خود ذمہ دار ہو گے۔"

"آپ فکر نہ کریں جناب۔" پولیس افسر نے کہا اور میرا بتایا ہوا پتہ نوٹ کر لیا ------

چاروں آدمیوں کو پولیس کار میں بٹھا لیا گیا۔ ہم بھی بیٹھ گئے تھے اور تھوڑی دور چل کر ہمیں اتار دیا گیا۔ میں پولیس افسر کو متاثر کرنے میں کامیاب ہو گیا تھا۔

ہراتا حیران رہ گیا۔ ہم لوگوں نے تھوڑی دور چل کر ایک ٹیکسی پکڑی اور ایک بار پھر ہم اپنے ہوٹل میں تھے۔

"میری سمجھ میں کچھ نہیں آیا چیف۔" ہراتا گردن جھٹکتے ہوئے بولا۔

"یار تو شاندار آدمی ہے۔ پوچھ کیا پوچھ رہا ہے۔" میں نے ترنگ میں آ کر کہا۔

"پولیس نے تعاون کیوں کیا؟"

"ابھی اور کرے گی۔"

"لیکن آخر کس طرح۔؟"

"میں نے منتر پھونک دیا ہے اس کے کانوں میں۔ بس ایک کام بن جائے اس کے بعد میں پوچھوں گا ہوریشو سے۔" میں نے کہا۔

اور ہراتا عجیب نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگا۔

اور پھر دوسرے دن کے اخبارات دیکھ کر میری روح انبساط سے جھوم اٹھی۔ پولیس کا شاندار کارنامہ منظر عام پر آیا تھا اور اس سلسلہ میں پولیس افسر گلفورڈ کا نام خاص طور پر لیا گیا تھا----

انسپکٹر گلفورڈ نے ایک مکان پر چھاپہ مارا تھا۔ اس نے تین آدمیوں کو ہلاک کیا۔ پولیس سے باقاعدہ مقابلہ ہوا تھا۔ تفصیل یوں لکھی ہوئی تھی----

"کل دن کے وقت انسپکٹر گلفورڈ نے ایک ٹیلیفون بوتھ کے نزدیک سے چار اسٹین گن بردار لوگوں کو گرفتار کیا اور اس کے تھوڑی دیر بعد ہی اس نے ایک مکان پر چھاپہ مارا---- جہاں پولیس سے زبردست مقابلہ کیا گیا۔ یہ بات یقین کو پہنچ گئی کہ اس مکان میں خطرناک اسمگلر ہوریشو موجود ہے۔ مکان سے ہیروں کا وہ عظیم ذخیرہ برآمد کر لیا گیا جو ائیرپورٹ پر کسٹم کے کئی افراد کو ہلاک کرنے کے بعد اڑا لیا گیا تھا اور جسے ہالینڈ سے اسمگل کر کے لایا گیا تھا---- مقابلے میں تین افراد ہلاک ہوئے اور باقی فرار ہونے میں کامیاب ہو گئے۔ لیکن عمارت سے پولیس کو اور بہت کچھ ملا ہے اور اس سلسلہ میں ایک بھرپور کارروائی کا دروازہ کھل گیا ہے۔"

ہراتا بھی اس خبر سے بہت خوش ہوا تھا۔ "اب یہ کہہ کر تو الفاظ کو ضائع ہی کرنا ہو گا چیف کہ تم بجلی سے بھی زیادہ تیز رفتاری سے سوچتے ہو۔ مجھے خوشی ہے کہ تم نے ہوریشو پر جو احسان کیا تھا اور اس کے جواب میں اس نے جو کچھ کیا تھا اس کی اسے بھرپور سزا مل گئی ہے۔"

"ہاں ہراتا---- ابھی تو اور بھی بہت سے دلچسپ مرحلے ہیں---- آؤ باہر چلیں۔" میں نے کہا اور ہم دونوں باہر نکل آئے۔ میں نے تھوڑے فاصلے پر پہنچ کر ایک پبلک کال بوتھ آفس سنبھال لیا اور پھر میں نے پہلے یو ایس گلفورڈ کے فون نمبر معلوم کیے پھر اسے فون کیا۔

"انسپکٹر گلفورڈ۔" دوسری طرف سے آواز آئی۔

"تمہارا برادر بول رہا ہے۔"

"کون برادر؟"

"وہ جس نے کل تمہارے لئے کام کیا تھا اور جس نے چار آدمی تمہارے سپرد کیے تھے۔"

"اوہ! جناب آپ---- آپ۔ خدا کی قسم اگر آپ مجھ تک آنا پسند کریں تو---- میں آپ کی پوجا کروں----"

"ابھی نہیں ڈیئر---- ویسے میں تمہیں یہ بتا دوں کہ میں نے ہی کسٹمز کو اس اسمگلنگ کی اطلاع دی تھی اور تمہاری انتظامیہ کو شدت سے میری تلاش ہے۔"

"اوہ---- اوہ---- لیکن آپ نے---- ایک درخواست کروں۔"

"کہو۔"

"براہ کرم آپ مجھ سے تعاون کریں۔ آپ نے مجھے جو شہرت دلوائی اس کا بہت بہت شکریہ۔ میں جانتا ہوں کہ وزارت داخلہ نے ایسا کوئی محکمہ ترتیب نہیں دیا اس لئے میں آپ کا نام اخبارات سے گول کر گیا---- لیکن----"

سنو گلفورڈ! میں تم سے تعاون کروں گا اور ہوریشو کے بارے میں ساری اطلاعات تمہیں دوں

گا۔ میری طرف سے مبارکباد قبول کرو۔ اور مطمئن رہو---- لیکن کم از کم تمہیں میرے ساتھ تعاون کرنا ہو گا----"

"دل و جان سے جناب۔" اس نے جواب دیا۔

"بس ٹھیک ہے۔ دراصل ہوریشو سے میری دشمنی چل رہی ہے اور میں اسے بالآخر بے نقاب کر دوں گا اور یہ تمہارے ذریعہ ہو گا۔"

"میں آپ سے مکمل تعاون کروں گا جناب!"

میں نے فون بند کر دیا اور باہر آ کر ہراتا کو اس بارے میں تفصیل بتانے لگا۔ ہراتا نے مسکراتے ہوئے گردن ہلا دی اور پھر ہم دونوں وہاں سے آگے بڑھ گئے۔

"اور اب کیا پروگرام ہے چیف؟"

"بس ہراتا---- ایک مرحلہ طے ہوا---- ہوریشو اور اس کے اڈوں کو تلاش کرنا ہے۔ ابھی تو بہت سے دلچسپ کھیل باقی ہیں----"

"ایک بات میری سمجھ میں نہیں آئی چیف---؟"

"کیا؟"

"ہوریشو اس مکان میں کیوں مقیم رہا۔ اسے وہاں سے نکل جانا چاہیے تھا۔"

"اس کی حد سے بڑھی ہوئی خود اعتمادی ہی سمجھو ہراتا---- وہ اس کا شکار ہو گیا لیکن ابھی تو اسے قدم قدم پر شکار ہونا ہو گا۔" میں نے کہا اور ہراتا مسکرانے لگا۔

حقیقت یہ ہے کہ انسان جب کسی دشت میں قدم رکھ دیتا ہے تو اس پر بہت سے راز منکشف ہوتے چلے جاتے ہیں۔ گلفورڈ کی دوستی میرے لیے کسی خاص اہمیت کی حامل نہیں تھی۔ بس میں اس کے ذریعے ہوریشو کا غرور توڑنا چاہتا تھا۔ اور میں نے اسے ایک بدترین نقصان پہنچایا تھا اس کے بعد میڈلین میرا آلہ کار بنا۔ میڈلین سے مجھے لاسکا کے بارے میں معلومات حاصل ہوئیں جو ہوریشو کی ملکیت تھا۔ چنانچہ ہم لاسکا کے مرکز پہنچ گئے اور یہاں ہم نے اپنے کام کا آغاز کیا' ہراتا ایک بہترین ساتھی تھی۔ اس نے گوریشا دریافت کی۔ اس کے معاملات اس کے ساتھ' لیکن اس نے گوریشا سے جو معلومات حاصل کیں ان کے تحت مجھے ہوریشو پر ایک اور کاری ضرب لگانے کا موقع مل گیا۔

ہراتا کے ذریعے گوریشا سے دوستی اور پھر گوریشا کے ذریعے میں ایک ایسی شخصیت تک پہنچا جسے میں نے پہچان لیا لیکن وہ شاید مجھے نہیں جان سکی تھی۔ اس وقت میں کار میں بیٹھ کر سست رفتاری سے ایک نہر کے کنارے کنارے سفر کر رہا تھا۔ یہ نہر آگے چل کر دو شاخہ میں تبدیل ہو گئی تھی اور تھوڑی دور جانے کے بعد اس کی کشادگی میں کمی پیدا ہو گئی۔ اس کے ساتھ ساتھ جو سڑک چل رہی تھی۔ اب وہ ایک پگڈنڈی کی شکل میں نظر آ رہی تھی۔ عجیب سی جگہ تھی۔ ہم کچھ دیر تک سبز کنارے پر درختوں اور پھولوں دار پودوں کے درمیان آہستہ آہستہ سفر کرتے رہے۔ پھر ایک جگہ پہنچنے کے بعد گوریشا ایک طرف اشارہ کیا اور بولی۔

وہ عمارت ہے جہاں ہماری ملاقات بنی سے ہو سکتی ہے' لیکن بنی فوری طور پر ہمارے ساتھ تعاون نہیں کرے گی اس بات کا خیال رکھنا۔"

"دیکھتے ہیں۔" میں نے کہا اور اس کے بعد ہم دونوں آگے بڑھنے لگے۔ زیادہ سفر نہیں کیا تھا کہ ہمیں دو آدمی نظر آئے جو آپس میں باتیں کرتے ہوئے اسی سمت آ رہے تھے۔ پھر ان کا رخ ہماری جانب ہو گیا۔ اور گوریشا رک گئی۔ اس نے کہا۔

"ان کے ارادے خطرناک معلوم ہوتے ہیں۔"

"دیکھتے ہیں۔" میں نے کہا۔ وہ ہمارے قریب پہنچ گئے اور ان میں سے ایک نے گوریشا کو دیکھ کر کہا۔

"ہیلو ہنی۔۔۔۔۔۔ کیسے آنا ہوا' اور یہ بدھو کون ہے"؟

"افسوس تم مجھے پہچانے نہیں پیارے بھائی۔"

"تو اپنے بارے میں بتاؤ نا؟"

"بتادوں۔۔۔۔۔؟ میں نے گورشا سے کہا۔

"بتانا ہی پڑے گا۔" گوریشا معنی خیز لہجے میں بولی۔

اس وقت ان میں سے ایک نے اچانک اس طرح لات گھمائی جیسے مجھے ایک ہی ضرب میں دور پھینک دے گا۔ لیکن میں نے ہلکی سی جھکائی لے کر اس کی دوسری ٹانگ بھی زمین سے اٹھادی اور وہ بری طرح نیچے گر پڑا اسی وقت دوسرے آدمی نے اس صورت حال میں مداخلت کی اور مجھ پر چھلانگ لگا دی۔ لیکن میں اس کے سامنے لیٹ گیا۔ پہلا آدمی جو گرنے کے بعد پھرتی سے اٹھا تھا اس کے زد میں آگیا۔ دونوں کے حلق سے کریہہ آوازیں نکل گئیں۔ ان کے چہرے آپس میں ٹکرا گئے اور ایک کی ناک کے نتھنوں سے خون بہہ نکلا۔ پھر دونوں ہی غصے سے دیوانے ہو گئے ان میں سے ایک نے لمبا چاقو ہو کھول لیا تھا۔

"ہٹ جا میرے سامنے سے۔" چاقو والے نے غرائے ہوئے لہجے میں اپنے ساتھی سے کہا۔ لیکن میں اس کا موقع نہیں دے سکتا تھا کہ وہ اطمینان سے جنگ کر سکے۔ میں زمین پر بیٹھا اور دوسرے لمحے سوئیپ لگا کر میں نے ان میں سے ایک شخص کو لپیٹ لیا جو دوسرے کو موقع دے رہا تھا وہ اوندھے منہ گرا اور سنبھالا لینے کے لیے اس نے چاقو والے کو پکڑ لیا۔ وہی ہوا جس کا میں متوقع تھا۔ چاقو نے اس دوسرے شخص کی گردن کی شہہ رگ کاٹ دی۔ میرے لیے اتنا موقع کافی تھا۔ میں نے دوسرے آدمی کی بوکھلاہٹ سے فائدہ اٹھایا اور پوری قوت سے اس پر فلائنگ کک لگائی۔ میری یہ کوشش کارگر رہی۔ وہ اچھلا اور سر کے بل گرا۔ گردن کی ہڈی ٹوٹنے کی آواز سنائی دی تھی اور اس کے بعد کھیل ہی ختم ہو گیا۔ اب ہمارے سامنے دو لاشیں پڑی ہوئی تھیں اور گوریشا کے چہرے پر ایک عجیب سا خوف تھا۔ اس نے ایک دم کہا۔

"اب میرا یہاں رکنا مناسب نہیں ہے۔ ذرا دیکھیں سامنے کوئی نہ کوئی موجود ہے۔" پھر گوریشا وہیں سے واپس پلٹ گئی اور میں بنی کی تلاش میں آگے بڑھ گیا کیونکہ بہرحال بنی کا اور میرا ساتھ رہ چکا تھا۔ لیکن جب میں اس عمارت میں داخل ہوا اور بنی میرے سامنے آئی تو میں حیرت سے چونک پڑا۔ بنی جیسی عورتیں احساس برتری کی مریضہ ہوتی ہیں۔ پہلے تو اس نے مجھے دیکھا اور جب اس نے مجھے پہچانا تو پھر عجیب جذبے پہلے بھی پروان چڑھے تھے لیکن میں نے اسے اس کی مہلت نہیں دی تھی۔ بنی نے میرا بہترین استقبال کیا مجھ سے میرے بارے میں پوچھتی رہی۔ پھر اس نے اپنے بارے میں بتایا وہ کہنے لگی۔

"ہوریشو نے میری زندگی تلخ کر کے رکھ دی ہے' یہاں میں نے ٹھیکے پر ڈائیگر کے آٹھ اڈے حاصل کیے تھے لیکن لاسکا پر ہوریشو کا قبضہ ہے۔ اس نے سارا مال خرید لیا اور میری سمجھ میں نہیں آتا کہ اب میں ان آٹھ اڈوں کا خرچ کیسے اٹھاؤں۔"

"میں آگیا ہوں بنی۔ پریشان ہونے کی ضرورت نہیں' اب میں تمہاری پشت پر ہوں۔"

"آہ گر تم میری پشت پر ہو تو میں یہ سمجھتی ہوں کہ میری زندگی کا خواب پورا ہو گیا لیکن ہم یہاں نہیں رکیں گے۔

ہم بنی کے ساتھ بنی کی پرائیویٹ کوٹھی میں آگئے جس کے بارے میں اس نے مجھے بتایا کہ یہاں اسے بنی کی حیثیت سے کوئی نہیں جانتا۔ اس نے میری بہترین خاطرمدارت کی اور رات کو جب میں اپنی خواب گاہ میں لیٹ کر آنے والے وقت میں ہوریشو کے خلاف منصوبے بنا رہا تھا کہ بنی میری خواب گاہ میں آگئی' میں نے مسکراتے ہوئے اسے دیکھا تو وہ بولی۔

"اور تم جانتے ہو کہ میں نے تمہیں زندگی میں ہمیشہ اپنا مرد سمجھا ہے۔" میں میری ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

☆ ☆ ☆

بے شمار لڑکیوں نے مجھے اپنی زندگی کا پہلا مرد تصور کیا تھا اور ہر لڑکی کی یہی خواہش تھی کہ وہی میری زندگی کی آخری عورت ہو۔ پہلے مرد کی حد تک تو بات قابل تسلیم تھی لیکن جس شخص کو اپنی زندگی پر ہی اختیار نہ ہو وہ دوسرے سے کیا وعدہ کر سکتا ہے۔

ہرچند بنی ایک قابل اعتبار اور واقعی محبت کرنے والی لڑکی تھی لیکن قابل اعتماد اور محبت کرنے والی لڑکیاں تو بہت سی ملی تھیں۔ میرے لیے ان لڑکیوں نے اتنا کچھ کیا تھا کہ اگر کبھی ذہن میں ان کا خیال آ جاتا تھا تو میں یہ سوچنے پر مجبور ہو جاتا تھا کہ آخر میری نسل کیا ہے' میری جنس کیا ہے؟ انسان ہوں بھی یا نہیں؟ انسانوں جیسی کوئی بات تو تھی نہیں میرے اندر۔ جان دے دی تھی بے چاریوں نے' سب کچھ برباد کر لیا تھا تنہا۔ اور جواب میں میں نے کیا دیا تھا؟ دنیا کا انتقام میں دنیا سے ہی لے رہا تھا لیکن کبھی یہ انتقام پورا بھی ہو گا؟

بنی اپنی زندگی کے پہلے اور آخری مرد سے اپنی اناؤں اپنی حمیت کا ثبوت دیتی رہی اور میں سوچتا رہا کہ میں اس کے ساتھ کیا سلوک کروں۔

تب صبح ہو گئی۔ بنی بے حد پر سکون تھی۔ "انسان سب کچھ ہونے کے باوجود کتنی کمزور شے ہے نواز! میں اپنے بارے میں سوچتی ہوں۔ وہ بالوں سے پانی جھٹکتے ہوئے بولی۔ نہا کر باتھ روم سے نکلی تھی اور بے حد حسین نظر آ رہی تھی۔

"کیا بنی؟"

"تم نے میری ابتدا دیکھی تھی۔ مکلینو نے سمجھایا تھا مجھے کہ میں ناقابل تسخیر ہوں کیونکہ میں مکلینو کی بیٹی ہوں اور میں خود کو ناقابل تسخیر سمجھتی تھی۔ ہوتا بھی وہی تھا جو میں چاہتی تھی۔ مجال ہے کہ میں کچھ طلب کروں اور وہ نہ ملے' مجال ہے کہ وہ ہو جائے جو میں نہ چاہوں۔ کوئی گردن ایسی نہ تھی جو میرے سامنے نہ جھکی ہو یوں سمجھ لو زندگی کو ایک انداز سے دیکھنے کی عادی ہو گئی تھی اور مجھ جیسے انسان کے سامنے ایک اجنبی شے آ جائے تو میری کیا کیفیت ہو سکتی تھی؟ تم اس بات کا تجزیہ کر سکتے ہو نواز!" اس نے عجیب سے لہجے میں پوچھا۔

"اجنبی شے؟" میں نے سوالیہ انداز میں اسے دیکھا۔

"تم۔ میں تمہاری بات کر رہی ہوں۔ کیا تم اجنبی نہ تھے؟ وہ اجنبی جو میرے سامنے نہیں جھکا اور میری زندگی کا صرف آخر بن گئے۔

میں خاموشی سے اس کی صورت دیکھ رہا تھا۔ پھر میں نے ایک طویل سانس لے کر کہا۔ "تم ایک ایسی انسان ہو بنی! کہ اگر کوئی تمہیں قریب سے دیکھ لے تو انسانوں کے ساتھ فریب کرنا چھوڑ دے۔ تمہیں دھوکہ دینا انسان کے لیے دنیا کا سب سے مشکل کام ہے۔"

"میں نہیں سمجھی؟"

"میں تمہیں دھوکا نہیں دوں گا بنی! کیونکہ تمہیں دھوکے میں رکھ کر میں کبھی اپنے آپ کو معاف نہیں کر سکوں گا۔ اپنی زندگی کے بارے میں تھوڑا بہت تمہیں بتا چکا ہوں۔ میرے حالات نے میری فطرت کی تشکیل اس طرح کی ہے کہ اگر میں تحریک میں نہ رہوں تو ختم ہو جاؤں۔ بنی! اگر میری موت کی خواہش مند ہو تو مجھے محدود کرنے کی کوشش کرنا۔"

"میں تو اپنی زندگی بھی تمہاری زندگی میں ضم کرنے کو تیار ہوں نواز! اور تم نے یہ کیوں سوچ لیا کہ میں تمہیں محدود کر دوں گی۔ دل کی آواز کسی کو سنانا تو بری بات نہیں ہے۔ میں جو کچھ محسوس کر رہی تھی سے کہہ دیا۔ ضروری ہے کہ تم میری پابند ہو جاؤ۔ میں قسم کھاتی ہوں کہ جب بھی ملو گے محسوس کروں گی میرا اپنا آیا ہے۔ تمہیں قید کرنے کی کوشش نہیں کروں گی وعدہ کرتی ہوں۔"

بنی کی آنکھوں سے آنسو چھلکنے لگے۔

"تم مجھے خود سے دور نہیں محسوس کرتیں بنی! چھوڑو ان باتوں کو' ناشتہ کراؤ بھوک لگ رہی ہے۔"

"ابھی لائی۔" بنی نے آنکھیں خشک کر کے کہا اور باہر نکل گئی۔ تھوڑی دیر کے بعد ہم ناشتہ کر رہے تھے۔

"ہوریشو کے قصے کو بنی! پایہ تکمیل تک پہنچائے بغیر سکون سے بیٹھنا میرے لیے ناممکن ہے۔ اس لیے بنی! میں تم سے کچھ اہم گفتگو کروں گا۔"

"کہو نواز!" بنی نے بڑے خلوص سے کہا۔

"تم نے جو حالات سنائے ہیں بنی! ان سے اندازہ ہوتا ہے کہ تم زندگی خاصے مشکل حالات میں گزار رہی ہو۔ ہم جتنے قریب ہیں اس کے تحت تمہاری ہر مشکل میری ہے اور بنی! نواز اب دوسری الجھنوں پر قابو پا چکا ہے اس لیے اس کی موجودگی میں تمہیں پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔"

"ایک بات کہوں نواز؟" بنی نے عجیب سے لہجے میں کہا۔

"ضرور۔"

"مکلینو جو کچھ تھا' خدا کا شکر ہے تمہارے علم میں ہے۔ سب کچھ ختم ہو جانے کے بعد مکلینو اتنا گیا گزرا نہیں ہے کہ اسے زندہ رہنے کے لیے یہی سب کچھ کرنا پڑے۔ ہم انتہائی پر آسائش زندگی بسر کر سکتے ہیں۔ مکلینو نے ایک بار دکھ بھرے انداز میں یہ بات کہی تھی کہ اب ہمیں خاموشی سے زندگی گزارنا چاہیے لیکن اس کے لہجے کا دکھ میں نے محسوس کیا تھا نواز! اور اس کے بعد میں نے فیصلہ کیا کہ خواہ کتنے ہی مشکل حالات سے واسطہ پڑے۔ مکلینو کی زندگی میں اس کے گروہ کا نام زندہ رہے گا۔ شاید یہ بات تمہارے علم میں ہو نواز کہ ہمارا گروہ بین الاقوامی ہے اور دنیا بھر میں ہمارے نمائندوں کو معلوم ہو چکا ہے کہ مکلینو کی ہوریشو سے چل گئی۔ وہ لوگ صرف تماشائی ہیں اور یہ دیکھ رہے ہیں کہ کون بھاری پڑتا ہے۔ ان حالات میں نواز یہ ایک ٹھوس حقیقت ہے کہ میں اپنی ساری کوششوں کے باوجود ہوریشو سے ہلکی پڑ رہی ہوں۔ میرے کہنے کا مطلب ہے کہ یہ صرف نام کی جنگ ہے اور اگر تم ہماری مدد کرو گے تو۔۔۔تو۔۔۔" بنی کی آنکھیں پھر نمناک ہو گئیں۔

"مکلینو کا گروہ زندہ رہے گا بنی! تم فکر مت کرو۔ یہ بات میں بھی تمہیں بتا چکا ہوں کہ اسمگلنگ سے صرف ایک جذباتی رشتہ رکھتا ہوں ورنہ دولت میرے پاس بھی اتنی ہے کہ دس خاندان شاہی خاندانوں کی حیثیت سے پشت در پشت گزار سکتے ہیں۔ نام و نمود میرے نزدیک کوئی حیثیت نہیں رکھتے۔ بہرحال جب تک ذہن نے کوئی قلابازی نہیں کھائی۔ میں مکلینو کے گروہ کو زندہ رکھوں گا۔ رہی ہوریشو کی بات تو میں نے اس سے کہا تھا کہ میری زندگی اس پر عرصہ حیات تنگ کر دے گی۔"

بنی کی آنکھیں خوشی سے چمک رہی تھیں۔ کافی دیر تک وہ خاموش رہی پھر بولی۔ "میں ابھی مکلینو کو تمہارے بارے میں نہیں بتاؤں گی۔ ہم کوئی کارنامہ انجام دینے کے بعد ہی مکلینو کے سامنے آئیں گے"

"ٹھیک ہے' مجھے منظور ہے۔ اب ایک بات بتاؤ۔"

"جی۔"

"ڈائگر کس قسم کا آدمی ہے؟"

"بہت عمدہ انسان ہے۔ امیر بھی ہے ورنہ ہوریشو کے سامنے گھٹنے ٹیک دیتا لیکن وہ اپنے طور پر زندہ رہنا چاہتا ہے۔"

"تمہارے ساتھ وفادار رہے؟"

"بے حد مخلص انسان ہے ورنہ اپنے اڈے میری تحویل میں نہ دے دیتا۔"

"میں اس سے ملنا چاہتا ہوں۔"

"کل ملا دوں گی۔" بنی نے کہا۔

"ٹھیک ہے بنی! یہ گفتگو ختم اب تم بالکل مطمئن ہو جاؤ۔"

"تم مل گئے ہو نواز! اور میں کہہ چکی ہوں تم مجھے کچھ بھی سمجھو لیکن تم میرے مرد ہو' میرے سہارے ہو۔" اس نے میرے سینے پر سر رکھ دیا۔ اور میں نے اپنی عورت کو خود میں سمیٹ لیا۔ خوب تھی میری ملکیت اور میں اپنی سرزمین پر حکمرانی کرنے لگا۔

دوسرے دن صبح کو ناشتے کے بعد بنی نے میرے سامنے ڈائگر کو فون کیا۔ چند ساعت کے بعد اس سے رابطہ قائم ہو گیا۔ "مسٹر ڈائگر! مجھے آپ کی ضرورت ہے۔ ازراہ کرم آپ تکلیف کریں۔"

"میں حاضر ہو جاتا ہوں مس بنی!" ڈائگر نے جواب دیا اور تقریباً" پندرہ منٹ کے بعد ڈائگر آ گیا۔ اسے دیکھ کر خاصی حیرت ہوئی تھی انتہائی شاندار شخصیت کا مالک تھا۔ قد تقریباً" سات فٹ بدن بھی بھاری اور ورزشی تھا۔ تعجب خیز بات یہ تھی کہ چہرے اور آواز سے بے حد شریف آدمی معلوم ہوتا تھا۔ بنی

نے مجھ سے ملاقات کرائی تو اس نے مجھ سے مصافحہ کیا۔ "بڑی خوشی ہوئی آپ سے ملاقات کر کے مسٹر برونو
فرمایئے مس بنی! میں مسٹر برونو کی کیا خدمت کر سکتا ہوں؟" میرے کہنے پر بنی نے میرا نام برونو بتایا تھا۔
"مسٹر ڈانگر! مسٹر برونو ہماری خوش نصیبی ہیں اور ہوریشو کی موت۔ انہیں ہوریشو دوسرے
ناموں سے جانتا ہے لیکن میں آپ کو صرف اتنا حوالہ دوں گی مسٹر برونو ہی کی وجہ سے پچھلے دنوں ہوریشو کو
نقصانات اٹھانا پڑے ہیں اور آج بھی پولیس ہوریشو کے پیچھے لگی ہوئی ہے۔"
"اوہ' اوہ۔ کیا واقعی؟"
"اور مسٹر برونو ہمارے گہرے دوست ہیں۔ تم ابھی ان کے بارے میں کچھ نہیں جانتے ڈانگر
لیکن آگے جو کچھ ہو گا اس سے تمہیں بہت سے حیرت انگیز تجربے ہوں گے۔"
"ہوریشو کے خلاف مہم میں آپ پہلے سے شریک ہیں مسٹر ڈانگر! لیکن میں چاہتا ہوں کہ آپ
میرے ساتھ مل کر کام کریں۔ میں آپ کے تعاون سے ہوریشو کی قبر کھودنا چاہتا ہوں۔"
"میری خوش نصیبی ہو گی مسٹر برونو! کہ آپ مجھ سے کوئی کام لیں۔"
"اور مجھے یقین ہے کہ آپ کو میری کوششوں سے اتفاق ہو گا؟"
"یقیناً۔ مس بنی نے جب یہ بات کہی ہے تو میرے اتفاق نہ کرنے کی کوئی وجہ نہیں ہے۔" ڈانگر نے
مسکراتے ہوئے کہا۔
"تو پھر طے۔ اور ہمیں آج ہی سے کام شروع کرنا ہے۔"
"میں تیار ہوں۔" ڈانگر نے آمادگی ظاہر کر دی اور میں گردن ہلانے لگا بنی نے اس دوران چائے
وغیرہ کا بندوبست کر لیا تھا چنانچہ میں ڈانگر کے ساتھ ہی اٹھ گیا۔ "میں مسٹر ڈانگر کے ساتھ جا رہا ہوں
بنی! کچھ کام ہیں' آپ میرے ساتھی کو بتا دیں کہ وہ اطمینان سے آرام کرے ممکن ہے مسٹر ڈانگر کے ساتھ
ہی دوپہر کا کھانا کھاؤں۔"
"بہتر ہے۔" بنی نے جواب دیا اور میں ڈانگر کے ساتھ نکل آیا۔ ڈانگر بے حد خوش اخلاق
آدمی تھا۔ راستے میں مجھ سے بہت سی باتیں کیں تب میں نے اس سے کہا۔
"آپ کا ٹھکانہ دیکھنا چاہتا ہوں مسٹر ڈانگر! جہاں آپ سے ہر وقت رابطہ قائم کیا جا سکے۔"
"ضرور۔ میں نے ایک ڈپارٹمنٹل اسٹور کھولا ہوا ہے جو میری پردہ پوشی کرتا ہے۔" ڈانگر نے
مسکراتے ہوئے کہا۔
ڈانگر کا اسٹور بہت خوبصورت تھا۔ اس کے خوبصورت ایئر کنڈیشنڈ آفس میں بیٹھ کر میں نے اس
سے مزید گفتگو کی۔
"میں آپ کے اڈوں کو مال سپلائی کر سکتا ہوں مسٹر ڈانگر! اور فوری طور پر اس کے لیے بندوبست
کر رہا ہوں۔ یہ بات میرے علم میں آ چکی ہے کہ ہوریشو آپ کے ہاتھ کوئی مال نہیں لگنے دیتا۔"
"ہاں درست ہے۔ ابھی تک تو ہم کام گھسیٹ رہے ہیں لیکن بہت جلد پھر اس صورت حال کا شکار
ہو جائیں گے اور اس کے بعد ہمارے اڈے خود بخود بند ہو جائیں گے۔"
"ایسا نہیں ہو گا مسٹر ڈانگر میں آپ کے اس ٹھکانے کو اپنے کام کے لیے استعمال کروں گا۔ یہاں
آپ کے اپنے آدمی بھی ہوں گے میرا مطلب ہے ایسے آدمی جو اس کام سے واقف ہوں؟"

"سب ہی رازدار ہیں اور ان کو دوہری تنخواہیں ملتی ہیں۔ فالتو کاموں میں بھی میں ندرت کا قائل
ہوں۔"
"تب مجھے ایک کیبل دینا ہے' اس کا بندوبست کر دیں۔"
"ابھی لیں۔" ڈانگر نے کہا۔ اور پھر میں نے انتہائی محتاط الفاظ میں سردارے کو ایک کیبل دیا۔ یہ
کیبل ہاؤس آف ٹوائز کے لیے تھا جس میں۔ کھلونوں کی بڑی کھیپ کا آرڈر تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد یہ کام
مکمل ہو گیا۔ میں نے ڈانگر کو ہدایت دے دی تھی کہ اسے اس سلسلے میں کیا کرنا ہے۔ مال وغیرہ کلیر کرانے
کی ذمے داری اس نے بخوبی سنبھال لی تھی۔
"ایک دوسرا کام بھی آپ کو کرنا ہے مسٹر ڈانگر! اور وہ بھی خاصی اہمیت رکھتا ہے۔"
"مسٹر برونو! آپ کھلے دل سے ہر خدمت میرے سپرد کریں۔ میں پوری طرح تیار ہوں۔ بات
دراصل یہ ہے کہ میں تنہا ہوریشو سے نہیں نمٹ سکتا۔ کچھ عرصے قبل میں نے حالات سے مجبور ہو کر سوچا
تھا کہ اڈے بند کر دوں لیکن مس بنی کے سہارے سے میں نے یہ کام دوبارہ شروع کر دیا اور اب میں ہر خطرہ
مول لینے کے لیے تیار ہوں۔"
"ٹھیک ہے تب آپ دیکھتے رہیں کہ میں ہوریشو کا کیا حشر کرتا ہوں۔"
"فرمایئے' کیا کہہ رہے تھے آپ؟"
"ایک ایسی جگہ درکار ہے جہاں میں کسی اغوا شدہ آدمی کو چند روز رکھ سکوں۔ یہ ایک اہم شخص ہو
گا اور اس کے لیے کافی لے دے ہو سکتی ہے۔ اس عمارت میں ٹیلی فون بھی ہونا چاہیے۔ لیکن ایسا جس کے
نمبر قانونی طور پر رجسٹرڈ نہ ہوں۔ اس کے علاوہ وہ شخص رہا ہونے کے بعد اس عمارت کی نشاندہی نہ کر
سکے۔"
"جی۔" ڈانگر کسی سوچ میں گم ہو گیا۔ پھر بولا۔ "آپ اسے بے ہوش کر کے لائیں گے؟"
"جیسا آپ کہیں۔"
"شہر سے باہر میرا بنگلہ موجود ہے۔ بے حد محفوظ ہے۔ میں اسے آپ لوگوں کی نگرانی میں دے سکتا
ہوں۔ جسے آپ اغوا کر کے لائیں گے وہ ایک آدمی ہو گا۔؟"
"ہاں' صرف ایک۔"
"تب ٹھیک ہے میں بندوبست کر دوں گا اور فرمایئے؟"
"بس ڈانگر! آپ مجھے وہ بنگلہ دکھا دیں۔"
"آپ کو کچھ لوگوں کی ضرورت ہو گی؟" ڈانگر نے پوچھا۔
"اس اغوا کے سلسلے میں صرف آپ کی مسٹر ڈانگر! میں کسی دوسرے شخص پر بھروسہ نہیں کر
سکتا۔ آپ کے علاوہ صرف میرا ایک ساتھی ہو گا۔"
"ٹھیک ہے میں تو حاضر ہوں۔ آپ پسند کریں تو ابھی چلیں۔ میں آپ کو وہ جگہ دکھا دوں۔"
"ہاں چلئے۔ یہ کام بھی ابھی کیے لیتے ہیں تاکہ فوری طور پر اپنا کام شروع کر دوں۔" میں نے کہا اور
ڈانگر تیار ہو گیا۔ ایک بار پھر ہم دونوں کار میں سفر کر رہے تھے۔ جو پروگرام میں نے بنایا تھا' کافی خطرناک تھا
لیکن اس کی کامیابی سے بہت سی امیدیں وابستہ تھیں۔ درحقیقت ہوریشو سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ میں اتنا

خطرناک ثابت ہوں گا۔

خاصا لمبا سفر کرنا پڑا تھا لیکن جگہ بہت عمدہ تھی۔ دور تک کوئی آبادی نہیں تھی اور میرے کام کے لیے عمدہ جگہ تھی۔ میں نے اسے پسند کیا۔

"یہاں کتنے آدمیوں کی ضرورت ہو گی مسٹر برونو؟"

"بس چار آدمی کافی ہوں گے۔ ان میں ایک لک بھی شامل ہو تو بہتر ہے لیکن آدمی ذہین اور عمدہ کارکردگی والے ہوں۔"

"آپ بالکل مطمئن رہیں۔" ڈائگر نے جواب دیا۔ اس کے بعد مجھے ڈائگر کی ضرورت نہیں تھی، چنانچہ ایک جگہ میں نے اسے رکنے کے لیے کہا اور ڈائگر نے کار روک دی۔

"جی؟"

"اب یہاں سے میں چلا جاؤں گا۔"

"اوہ، نہیں میں آپ کو چھوڑ دوں گا۔"

"ایک بات میرے ذہن میں اور رہے ڈائگر!"

"وہ کیا مسٹر برونو؟"

"ہوریشو آپ کو جانتا ہے۔ اسے معلوم ہو گا کہ آپ یہاں اس کے مدمقابل ہیں اور بہرحال ایک حیثیت رکھتے ہیں اس لیے کیا وہ آپ پر نگاہ نہ رکھتا ہو گا؟ میرا مطلب ہے آپ کی نقل و حرکت کے ذریعے وہ ہم تک پہنچنے کی کوشش بھی کر سکتا ہے۔"

"اوہ۔" ڈائگر کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ "نہیں جناب! یہ ناممکن ہے۔"

"کیوں؟"

"اس لیے کہ ڈائگر کا صرف نام چلتا ہے۔ خود اس کے ساتھی بھی اسے اصلی شکل میں نہیں پہنچانتے اور بنی کی دوسری بات ہے۔"

"میک اپ" میں نے اس کی آنکھوں میں دیکھا۔

"میں اس کا سہارا بھی لیتا ہوں لیکن سارے کام فون سے ہی چلاتا ہوں۔ شاذو نادر ہی کبھی کسی کے ساتھ جانا ہوتا ہے اور اس وقت میری اصلی شکل سامنے نہیں ہوتی۔"

"تب پھر فون پر؟ میرا مطلب ہے بنی نے تمہیں تمہارے اصلی نام سے مخاطب کیا تھا؟"

"وہ انتہائی پرائیویٹ ٹیلی فون ہے۔ ایسا ہی جیسا آپ چاہتے ہیں یعنی جس کے نمبر ٹیلی فون ڈائرکٹری میں نہیں ملیں گے، اگر میں موجود نہ ہوں تو ایک ٹیپ ریکارڈ آن ہو جاتا ہے اور جواب ملتا ہے کہ مسٹر ڈائگر موجود نہیں ہیں۔"

"خوب۔ عمدہ بات ہے، پسند آئی۔"

"اسٹورز میں مسٹر شکن کے نام سے مشہور ہوں۔"

"یہ بھی اچھا ہوا کہ یہ بات معلوم ہو گئی۔"

"میں آپ کو خود بتا دیتا۔"

"بہرحال پھر کوئی حرج نہیں ہے۔ آپ مجھے بنی کی قیام گاہ پر چھوڑ دیں۔" میں نے کہا۔ ڈائگر

نے مسکراتے ہوئے کار آگے بڑھا دی۔

"آپ کو کار کی ضرورت تو نہیں ہوتی مسٹر برونو؟" راستے میں اس نے پوچھا۔

"میرا خیال ہے بنی کے پاس انتظام ہے۔"

"ہاں، لیکن اگر آپ کو ذاتی طور پر کار کی ضرورت ہو تو میں فراہم کر سکتا ہوں۔"

"فی الوقت نہیں مسٹر ڈائگر! لیکن ہمیں اس شخص کو اغوا کرنے کے لیے بہرحال ایک ایسی کار کی ضرورت ہو گی جسے بعد میں چھپایا جا سکے۔"

"ٹھیک ہے۔ آپ جو چاہیں گے انتظام ہو جائے گا۔" ڈائگر نے جواب دیا پھر مجھے بنی کی کوٹھی پر اتار کر ڈائگر چلا گیا۔ بنی اس وقت موجود نہیں تھی چنانچہ میں ہراتا کے بارے میں معلوم کر کے اس کے پاس پہنچ گیا۔ ہراتا چین کی بنسی بجا رہا تھا۔

مجھے دیکھ کر سنبھل کر بیٹھ گیا۔ "بہت مصروف ہیں مسٹر نواز؟"

"ہاں ہراتا۔ میرا اصول ہے، اگر دشمن آزاد ہو تو کبھی سکون سے نہ بیٹھو اور اس کے گرد جال بنتے رہو۔"

"لیکن میں بے حد شرمندہ ہو رہا ہوں۔"

"کیوں؟"

"اس جال کا ایک پھندا ابھی میں نے نہیں بنایا۔"

"ہر شخص کا الگ الگ کام ہوتا ہے ہراتا!"

"بس اب تم تیار ہو جاؤ۔"

"ابھی؟" ہراتا نے بستر سے زمین پر الٹی چھلانگ لگائی۔

"اس وقت نہیں لیکن بہت جلد، بیٹھو۔" میں نے جواب دیا اور ہراتا آہستہ سے بیٹھ گیا۔

"کیا کام ہو گا؟ مگر چیف مجھے بتا تو دو؟"

"پہلے تم بتاؤ کیسی گزر رہی ہے؟"

"نہایت پرسکون۔"

"گوریشا کا کیا حال ہے؟"

"نجات مل گئی ہے چیف! لگتا ہے مادام بنی نے اس کے کل پرزے درست کر دیے ہیں، اب نہیں آتی میرے پاس۔"

"اور تم تنہائی میں مگن ہو؟"

"ماں کے پیٹ کی مانند۔ یقین کرو مسٹر نواز! انسان کے لیے سب سے عافیت کی جگہ ماں کا پیٹ ہی ہے۔ کاش انسان اپنی پسند کی جگہ اپنا سکے مگر چھوڑو ان باتوں کو۔ تم بتاؤ میرے لیے کون سے کام کا انتخاب کیا ہے؟"

"فی الحال تو ہراتا ہم ہوریشو کے چکر میں ہیں۔"

"مجھے معلوم ہے"

"ہوریشو ہیروں کے جال میں اس طرح پھنسا ہے کہ نکلنا اس کے بس سے باہر ہو گیا ہے۔"

"وہ تمہاری بہترین صلاحیتوں کا ثبوت ہے چیف تم نے جس طرح اس سے چوہے بلی کا کھیل کھیلا ہے اس کی مثال مشکل سے مل سکتی ہے۔ تم نے تو کمال کر دیا چیف! اسے چوٹ دی۔ سہلایا اور اس کی ہر بات مان لی جو ایک دشمن کسی دشمن کی کبھی نہیں مانتا اور پھر اس کے بعد اس سے بھاری چوٹ لگا دی۔ اگر وہ ایک باظرف دشمن ہوتا تو تمہاری عزت کرتا۔"

"بہرحال اس نے یہ موقع بھی کھو دیا اور ظاہر ہے اب میری اس سے دشمنی پکی۔ اب میں اسے کیوں چھوڑوں گا؟"

"بالکل ٹھیک لیکن اب کیا پروگرام ہے مسٹر نواز؟"

"ہوریشو پر ایک اور ضرب لگانا ہے اور اس میں تمہیں بھی ایک اہم کردار انجام دینا ہے۔"

"حکم۔" ہراتا نے کہا اور میں اسے تفصیل سمجھانے لگا۔ ہراتا نے خوش ہو کر گردن ہلائی تھی۔ "میرے لیے پسندیدہ کام ہے لیکن کب چیف؟"

"کل کا دن نہیں۔ کل مجھے دوسرا کام کرنا ہے یعنی اس شخص کی نگرانی جو ہمارے کام آئے گا۔" میں نے جواب دیا۔

اور دوسرے دن میں نے ہراتا کو کوٹھی میں ہی چھوڑا اور چہرے پر ہلکا سا میک اپ کرنے کے بعد باہر نکل آیا۔ بینی کی کار موجود تھی، مجھے تنہا ہی یہ کام انجام دینا تھا۔ چنانچہ نہایت ہوشیاری سے میں نے کام کی ابتدا کر دی۔ مطلوبہ شخص ایک پستہ قد لیکن عمدہ بدن کا مالک تھا۔ اس کی عمر ستر سال کے قریب ہو گی لیکن خوب چاق و چوبند نظر آتا تھا۔ چونکہ میں پروگرام کو طویل نہیں کرنا چاہتا تھا اس لیے دوپہر کو لنچ کے بعد میں نے اس شخص کو اس کے آفس میں چھوڑا اور خود ڈائگر کے ڈپارٹمنٹل اسٹورز کی طرف چل پڑا۔ اسٹورز میں داخل ہونے سے قبل میں نے میک اپ اتار دیا تھا۔

ڈائگر موجود تھا۔ اس نے نہایت خوش اخلاقی سے میرا استقبال کیا اور بولا۔ "میں نے آپ کو فون کیا تھا۔"

"بینی سے بات ہوئی ہو گی؟"

"ہاں، مادام بینی ہی تھیں۔ انہوں نے بتایا کہ آپ نکل چکے ہیں۔ مادام بینی آپ کی بے حد مداح ہیں جناب!"

"ہاں وہ میری دوست ہے۔ بہرحال آپ بتایئے وہ کام ہو گیا؟"

"ڈائگر کو آپ ہمیشہ مستعد پائیں گے جناب! صبح دس بجے سارے انتظامات سے فارغ ہو گیا تھا۔" وہ مسکراتا ہوا بولا۔

"گڈ۔ باقی کام آج مکمل ہو جائے گا۔ ہاں ایک آدمی کی فوری ضرورت ہے۔ عمدہ اور کام کا آدمی ہونا چاہیے۔"

"کام کیا ہو گا تاکہ میں ویسے ہی آدمی کو طلب کروں۔"

"نگرانی لیکن ذہین آدمی درکار ہے۔"

"بس آپ نے شعبہ بتا دیا کافی ہے۔" ڈائگر نے جواب دیا اور گھنٹی بجا دی چپراسی اندر داخل ہوا تھا۔ "ہارپن کو بلاؤ۔" ڈائگر نے حکم دیا اور چپراسی باہر چلا گیا۔ چند ساعت کے بعد ایک دبلا پتلا اور آنکھوں سے بے حد چالاک نظر آنے والا شخص اندر داخل ہو گیا۔

"مسٹر برونو!" ڈائگر نے میری طرف اشارہ کیا۔ "ہنرپن۔" اور ہارپن نے گردن خم کر دی۔

"آپ ہارپن پر مکمل اعتماد کر سکتے ہیں مسٹر برونو! میرے خاص آدمیوں میں سے ہے۔"

"ایک شخص کی نگرانی کرنا ہے مسٹر ہارپن! اس وقت وہ اپنے دفتر میں ہے چھٹی پر دفتر سے نکلے گا۔ رات کو گیارہ بجے تک آپ اس کے پیچھے رہیں گے۔ ٹھیک گیارہ بجے آپ اس فون نمبر پر اطلاع دیں گے کہ وہ کہاں ہے اور کیا کر رہا ہے۔"

"بالکل درست۔ اس کی دن بھر کی مصروفیات کا بھی ریکارڈ رکھنا ہے؟" ہارپن نے پوچھا۔

"نہیں اس کی ضرورت نہیں ہے۔"

"مناسب۔ نام پتہ؟" ہارپن نے پوچھا۔

"مسٹر اینڈرک چیف آف ایگزیٹ اسٹاف۔" میں نے کہا اور ڈائگر چونک پڑا۔ ہارپن نے البتہ کسی خاص تاثر کا اظہار نہیں کیا تھا۔

"آپ کو کوئی دقت ہو گی مسٹر ہارپن؟" میں نے پوچھا۔

"قطعی نہیں جناب!" ہارپن مسکرا دیا۔

"پتہ درکار ہے۔؟"

"ایگزیٹ آفس ہمارے لیے بھی دلکش جگہ ہے۔ میں پستہ قد اینڈرک کو جانتا ہوں، چالاک اور تجربے کار آدمی ہے اور خود پر بہت اعتماد کرتا ہے۔"

"بس ٹھیک ہے۔ آپ کی طرف سے مسٹر ہارپن کے لیے کوئی ہدایت مسٹر ڈائگر!"

"ہرگز نہیں۔ ہارپن اپنے کام کا ماہر ہے۔" ڈائگر نے جواب دیا اور ہارپن گردن خم کر کے باہر نکل گیا۔

"آپ اس نام پر چونکے تھے مسٹر ڈائگر؟"

"ہاں۔ خاصے خطرناک آدمی کا انتخاب کیا ہے آپ نے۔ اس کے علاوہ حکومت کے لیے ایک اہم ترین شخصیت ہے۔" ڈائگر نے جواب دیا۔

"ہمارے کام کے لیے ایسی ہی شخصیت درکار تھی۔" میں نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔ اور ڈائگر بھی پرخیال انداز میں گردن ہلانے لگا۔ پھر بولا۔

"بہرحال ٹھیک ہے، اور کیا حکم ہے؟"

"بس، رات کو گیارہ بجے تم میرے ساتھ رہو گے۔" میں نے بے تکلفی سے کہا اور ڈائگر مسکرانے لگا۔

"تب کیوں نہ ڈنر مادام بینی کے ساتھ ہی کیا جائے یا پھر ایسا کریں کہ ڈنر کا پروگرام میرے ساتھ ہی رکھیں۔ ٹھیک وقت پر گھر سے نکلیں گے۔"

"ہم گیارہ بجے مطلوبہ نمبر پر ہارپن کے رنگ کا انتظار کریں گے۔"

"ہاں تو ساڑھے دس بجے گھر سے نکل آئیں گے۔"

"او کے۔ تو پھر شام کو کس وقت اور کس جگہ پہنچوں میرے ساتھ میرا ساتھی بھی ہو گا؟"

"یہاں میرے درجنوں خفیہ گھر ہیں، کہیں بھی بندوبست کرلوں گا۔"

"لیکن میں ان کا پتہ کس طرح چلاؤں گا؟"

"میں آپ کو دکھا دیتا ہوں۔"

"بڑی تکلیف ہو رہی ہے تمہیں ڈانگر!"

"لطف آ رہا ہے جناب! ہوریشو جیسے خطرناک شخص کے مقابل آنے کی ہمت چند ہی لوگ کر ہیں جن میں کم از کم میں نہیں ہوں۔"

"تب ٹھیک ہے۔" میں نے کہا۔

ڈانگر کا خفیہ گھر دیکھ کر میں بنی کے پاس پہنچ گیا اور پھر کافی وقت میں نے اور بنی نے ساتھ گزارا بنی میرے بارے میں سخت متجسس تھی لیکن میں نے اس سے کہہ دیا کہ کام کرنے کے بعد ہی اسے تفصیل سے آگاہ کروں گا۔ پھر شام کو میں میک اپ کے ضروری سامان کے ساتھ ہراتا کو لے کر کمرے میں بند ہو گیا اور بلاشبہ آج میں نے اپنی میک اپ کی تمام صلاحیتیں صرف کردی تھیں۔ ایک کے بعد ہوریشو میرے سامنے کھڑا تھا۔ ہراتا اب خود بھی خود کو ہراتا نہیں کہہ سکتا تھا۔

"چیف! تم جادوگر ہو، بلکہ ظالم جادوگر ہو۔" اس نے پھیکے انداز میں مسکراتے ہوئے کہا۔

"اور تم ہوریشو ہو۔"

"شامت ہی آگئی ہے سالے کی جو تم جیسے آدمی کے چکر میں پھنس گیا۔ بہتر تھا کہ تم سے دور رہ کھاتا کماتا۔ ایک اقرار میں تمہارے سامنے کروں گا۔ چیف! میں نے تم جیسا باکمال آدمی اس سے قبل نہیں دیکھا اور مجھے یقین ہے کہ آئندہ بھی نہ دیکھ سکوں گا۔"

ہراتا نہ جانے کیا کیا کہہ رہا تھا لیکن میں اسے غور سے دیکھ رہا تھا۔ ہوریشو سیکڑوں بار میرے سامنے آیا تھا مجھے اس کا ایک ایک نقش ازبر تھا۔ میں نے اس میک اپ پر کافی محنت کی تھی لیکن مجھے خود بھی یقین نہیں تھا کہ میں ہوریشو کی ایسی زبردست نقل کرنے میں کامیاب ہو جاؤں گا۔ خود ہوریشو بھی اس وقت ہرا کو دیکھتا تو اپنے بارے میں شبہے میں پڑ جاتا۔

نہ جانے مجھے کیا خیال آیا کہ میں ہراتا کو وہیں چھوڑ کر بنی کے پاس پہنچ گیا۔ بنی آرام کر رہی تھی

"کیمرہ مل سکتا ہے بنی؟"

"کیوں، اچانک ضرورت کیسے آگئی؟"

"بس چاہیے۔"

"ہاں۔ میرا منی کیمرہ موجود ہے۔ فلم بھی ہے۔ اس میں۔"

"براہ کرم۔"

"ابھی لو۔" بنی نے کہا اور کیمرہ ایک الماری سے نکال کر میرے حوالے کر دیا۔ کیمرہ لے کر واپس آیا اور پھر میں نے ہراتا کی کئی تصویریں بنائیں اور کیمرہ ایک جگہ رکھ دیا۔ وقت ہو گیا تھا چنانچہ میں ہر کو لے کر باہر نکل گیا۔

ہراتا کو کار کی پچھلی سیٹ پر بٹھایا، اس کے کوٹ کے کالر کھڑے تھے اور فلیٹ ہیٹ پیشانی پر جھکا تھا اس طرح اس کا چہرہ چھپ گیا تھا۔ مجھے ایک اور خطرے کو پیش نگاہ رکھنا تھا وہ یہ کہ پولیس بھی ہوریشو

تلاش میں تھی۔ کہیں مسٹر ہراتا پولیس کے ہاتھ نہ لگ جائے۔

بہرحال تھوڑی دیر کے بعد ہم ڈانگر کے پاس پہنچ گئے۔ ڈانگر ہراتا کو دیکھ کر چونک پڑا تھا۔ میں نے مسکراتے ہوئے ہراتا کا اس سے تعارف کرایا۔

"مسٹر ہوریشو۔" اور ڈانگر کے چہرے پر شدید الجھن کے آثار نظر آئے۔ وہ ایک قابل اعتبار آدمی تھا۔ اس لیے میں نے اسے الجھن میں رکھنا مناسب نہیں سمجھا۔ "دراصل یہ میرے ساتھی مسٹر ہراتا ہیں اور ہوریشو کے میک اپ میں ہیں۔"

"اوہ۔" ڈانگر نے اطمینان کی گہری سانس لی۔ "لیکن یہ میک اپ۔۔۔ کیا ہم اسے دنیا کا شاندار میک اپ نہیں کہہ سکتے؟ میں تو چکر میں پڑ گیا تھا۔"

"ہاں۔ اس پر کافی محنت کی گئی ہے۔"

"لیکن اس کی ضرورت کیوں پیش آئی مسٹر برونو؟"

"جس شخص کو اغوا کرنا ہے، اسے یہی تاثر دینا ہے کہ اسے ہوریشو نے اغوا کیا ہے۔"

"اوہ۔" ڈانگر نے گردن ہلائی اور کچھ سوچنے لگا۔ پھر آہستہ آہستہ بڑبڑانے لگا۔ "مسٹر اینڈرک، گورنمنٹ کی ایک اہم شخصیت جسے ہوریشو اغوا کرے گا۔ اوہ جناب! میرا خیال ہے آپ اپنی مخصوص لائن پر چل رہے ہیں؟ یعنی مقامی حکومت کو ہوریشو کا سخت ترین دشمن بنا رہے ہیں اور بلاشبہ یہ ایک عمدہ پالیسی ہے۔"

"اس طرح ہم اس بلیک ڈوگ کو دوہری مصیبت میں گرفتار کرا دیں گے۔"

"ہو چکا ہے اور دم دبا کے کہیں چھپا ہوا ہے۔" ڈانگر مسکرا کر بولا۔

"تھوڑی سی تبدیلی تمہارے چہرے میں بھی ضروری ہے ڈانگر!" میں نے کہا اور ڈانگر نے گردن ہلا دی۔

"میرے پاس بہت سے ریڈی میڈ میک اپ رکھے ہیں جناب! کوئی بھی چہرے پر چڑھا لوں گا پہلے کچھ کھا لیا جائے۔" اس نے کہا اور میں نے گردن ہلا دی۔ ہراتا حسب معمول خاموش تھا۔

ڈانگر نے پرتکلف بندوبست کیا تھا لیکن چونکہ ایک مہم درپیش تھی اس لیے ہم لوگوں نے ہلکا پھلکا کھانا کھایا اور پھر کافی کے دو کپ پی کر تیار ہو گئے۔ ہمیں اپنی مطلوبہ جگہ پہنچنا تھا جہاں ہارپن کی کال ٹھیک گیارہ بجے ملتی۔

ٹھیک گیارہ بجے ہم ہارپن کی کال کا انتظار کر رہے تھے اور ہارپن واقعی ایک ذمے دار شخص تھا۔ جونہی ہماری گھڑیوں نے گیارہ بجائے ٹیلی فون کی گھنٹی بج اٹھی۔ میں نے جلدی سے ریسیور اٹھا لیا۔

"ہیلو؟"

"مسٹر برونو موجود ہیں؟"

"بول رہا ہوں۔"

"آپ کا دوست ہارپن۔"

"مجھے تمہاری کال کا انتظار تھا ہارپن!"

"ہمارے مشترکہ دوست۔ ہمارے عزیز مسٹر جو اس وقت امپریل کلب میں برج کھیل رہے ہیں۔

وہ آٹھ بجے اپنے مکان سے نکلے تھے' ان کے ساتھ صرف ان کا ڈرائیور تھا جو اب بھی موجود ہے۔ ڈرائ
سے گفتگو کے دوران معلوم ہوا ہے کہ ٹھیک ساڑھے گیارہ بجے مسٹر جو کلب سے نکل آئیں گے۔"

"او کے ہارپن!" میں نے کہا۔

"میرے لیے کیا حکم ہے؟"

"وہیں رکو۔" میں نے جواب دیا اور فون بند کر دیا اور پھر ہم برق رفتاری سے چل پڑے۔ امپ
کلب زیادہ فاصلے پر نہیں تھا' ہم گیارہ بج کر دس منٹ پر وہاں پہنچ گئے۔ اور پھر ڈائگر نے اتر کر ہارپن
تلاش کیا۔ ہارپن ڈائگر کی کار پہچان کر خود پہنچ گیا تھا۔

"کیا پوزیشن ہے؟"

"نارمل۔"

"اس کی کار کونسی ہے؟"

"ریڈلائنکر۔ وہ سامنے کی لائن میں۔"

"یہ رکھو ہارپن! تمہیں ایک کام اور کرنا ہے۔" میں نے ایک شیشی نکال کر ہارپن کو دے دی۔

"جی؟"

"ڈرائیور سے تم نے کس طرح جان پہچان پیدا کی؟"

"ایک بے روزگار ڈرائیور کی حیثیت سے میں نے اس سے درخواست کی ہے کہ وہ مجھے بھی کہ
ملازمت دلوا دے اور اس نے وعدہ کیا ہے کہ وہ کوشش کرے گا۔"

"دوبارہ مل سکتے ہو؟"

"کیوں نہیں۔"

"تب اسے یہ پرفیوم سنگھا دو۔" میں نے کہا۔ ہارپن جیسے چالاک آدمی کو اس سے زیادہ سمجھانے
ضرورت نہیں تھی۔ تھوڑی دیر بعد وہ اپنا کام کر کے واپس آ گیا۔

"وہ ڈرائیونگ سیٹ پر اسٹیرنگ پر سر اوندھائے سو رہا ہے"

"گڈ۔ ڈائگر! کیا تم تیار ہو؟" میں نے ہارپن کے ہاتھ سے شیشی لیتے ہوئے کہا۔

"بالکل۔" ڈائگر نے جواب دیا اور ہم اینڈرک کی کار کے نزدیک پہنچ گئے۔ اب ہمیں ساڑھے
گیارہ بجنے کا انتظار تھا۔ اینڈرک کو اس عمر میں اصول پرست ہونا ہی چاہیے تھا۔ ٹھیک ساڑھے گیارہ بجے
اپنی کار کے نزدیک تھا۔

"گریڈی! کیا تم سو گئے؟" اس نے جھک کر کہا۔ "احمق آدمی ابھی تو رات بھی نہیں گزری ہے"
وہ بڑبڑایا اور ہم نے کام دکھا دیا۔ ہراتا کو اس وقت دور ہی رکھا گیا تھا۔ میں نے اس کی ناک سے کلوروفار
رومال لگا دیا۔ ڈائگر نے اس کے ہاتھ عقب سے پکڑ لیے تھے اور پھر ڈائگر ہی نے اسے اٹھا کر کندھے
ڈال لیا تھا۔

ہارپن کو وہیں سے رخصت کی اجازت دے دی گئی اور ہم تینوں چل پڑے۔ اور پھر بغیر کسی خا
مشکل کے ہم اس پوشیدہ مکان میں پہنچ گئے۔ جہاں ڈائگر کے مستعد لوگ موجود تھے۔

میری ہدایت پر ڈائگر نے میک اپ اتار دیا تھا ہم اینڈرک کو لے کر ایک اندرونی کمرے میں

گئے اور پھر اسے بستر پر لٹا دیا گیا۔

"بس ڈائگر! فی الحال تمہارا کام ختم' اگر تم چاہو تو جا سکتے ہو۔"

"او کے مسٹر برونو! ویسے جس وقت بھی میری ضرورت پیش آئے آپ مجھے فون کر دیں۔"

"یقیناً۔" میں نے جواب دیا اور ڈائگر چلا گیا۔ میں اور ہراتا اس کمرے میں کرسیوں پر بیٹھ گئے
جہاں اینڈرک پڑا ہوا تھا۔

ہراتا نے ایک گہری سانس لے کر میری طرف دیکھا۔ "اس پورے کھیل میں مجھ سیاہ رو کا کیا کام
ہے چیف؟"

"تمہارا کام تو سب سے اہم ہے مسٹر ہراتا بلکہ ہوریشو' ہیرے ہوریشو کے ہاتھ سے نکل گئے ہیں
لیکن وہ انہیں حاصل کرنا چاہتا ہے اور اس نے اسی لیے حکومت کے ایک اہم رکن بلکہ اسی شعبے سے متعلق
ایک افسر کو اغوا کیا ہے۔ مجھے یقین ہے کہ ہیرے مسٹر اینڈرک کی تحویل میں ہی ہوں گے اور وہ انہیں بہ
آسانی ہمارے حوالے کر سکیں گے لیکن ہم انہیں خاموشی سے حاصل کرنا پسند نہیں کریں گے۔"

"خدا کی پناہ!" ہراتا نے آنکھیں پھاڑ کر کہا۔ "یہ ہیروں کا چکر کب تک چلتا رہے گا چیف؟"

"جب تک ہوریشو خودکشی نہ کر لے۔"

"میرا خیال ہے اب میں سب کچھ سمجھ گیا ہوں۔" اس طرح ہوریشو کے لیے ایک اور مصیبت
کھڑی ہو جائے گی لیکن آپ نے کہا تھا مسٹر نواز! کہ ہم ہیرے اتنی آسانی سے نہیں حاصل کریں گے؟"
ہراتا نے کہا۔

"ہاں' اس سلسلے میں ہنگامہ ضرور ہونا چاہیے تاکہ ہوریشو کے نام کی زیادہ سے زیادہ پبلسٹی ہو۔"

"کتے کی موت مارا گیا ہے بے چارہ۔ کاش وہ تھوڑی سی شرافت سے کام لیتا تو اس کے لیے اتنی
بڑی مصیبت کھڑی نہ ہوتی۔"

"میں اس کے بارے میں بخوبی جانتا تھا ہراتا! وہ جس قسم کا آدمی ہے ہم اسے برے انسانوں میں ایک
بلند ظرف انسان ضرور کہہ سکتے ہیں لیکن نواز کے سلسلے میں نہیں۔ وہ اپنے دشمن سے بخوبی واقف ہے۔"

"کمال کی بات ہے۔" ہراتا گردن ہلانے لگا۔ پھر چونک کر اینڈرک کی طرف دیکھنے لگا جس نے
کروٹ بدلی تھی۔

"شاید یہ ہوش میں آ رہا ہے۔"

"تندرست آدمی ہے لیکن میرا خیال ہے اس کے لباس وغیرہ کی تلاشی لے لی جائے۔ ممکن ہے
پستول وغیرہ موجود ہو۔"

"اوہ ہاں۔" میں چونک پڑا۔ نہ تو میں نے اور نہ ڈائگر نے اس بارے میں سوچا تھا۔ ہراتا نے
فوراً ہی اس کے لباس کی تلاشی لے لی اور حقیقت خیریت ہی ہوئی۔ اس کے لباس سے ایک امریکن پستول
برآمد ہوا جس میں پوری آٹھ گولیاں تھیں اور سائز میں وہ بہت چھوٹا اور ہلکا تھا۔ اسکے علاوہ کچھ رقم اور ایک
کارڈ۔ یہ چیزیں اس کے لباس سے برآمد ہوئی تھیں۔

"اس وقت تو تم نے کافی ذہانت---" میں نے کہا لیکن جملہ ادھورا ہی چھوڑ دینا پڑا کیونکہ اینڈرک
نے آنکھیں کھول دی تھیں۔ ویسے اس کا اتنی جلدی ہوش میں آنا تعجب خیز بات تھی۔

اینڈرک چند ساعت پلکیں جھپکاتا رہا۔ پھر اس نے دونوں ہاتھ آنکھوں پر رکھ لیے' شاید اسے چکر آ گیا تھا۔ ہم دونوں خاموشی سے کھڑے اسے دیکھتے رہے۔ ہراتا اب میری بات پوری طرح سمجھ گیا تھا اس لیے اسے کچھ سمجھانے کی ضرورت نہیں تھی چنانچہ وہ ایسی جگہ آ کر کھڑا ہو گیا جہاں سے اینڈرک کی نگاہ اس پر پڑے۔

اور تھوڑی دیر کے بعد اینڈرک نے آنکھیں کھول دیں۔ نتیجہ اندازے کے مطابق ہی تھا۔ میں ایسی جگہ کھڑا ہو گیا تھا جہاں سے مجھ پر نگاہ ہی نہ پڑے۔ اینڈرک نے ہراتا کو دیکھا اور اچھل پڑا۔ اس کے چہرے پر سخت حیرت کے آثار تھے۔

"کون ہو تم؟" اس نے دونوں ہاتھوں کا سہارا لے کر اٹھنے کی کوشش کی اور پھر شاید اسے چکر آ گیا اس نے آنکھیں بند کر لیں اور ہاتھ چھوڑ دیے۔ ہراتا خاموش رہا تھا۔ چند ساعت کے بعد اینڈرک نے پھر آنکھیں کھول دیں اور اٹھ کر بیٹھ گیا۔ اس کی آنکھوں میں سخت غصے کے آثار نظر آ رہے تھے۔ اس نے پوچھا تھا تم کون ہو۔

"ایک معمولی سا انسان۔ ایک کالا غریب۔"

"کیا بکواس ہے؟"

"جھوٹ نہیں کہا' خود دیکھ لو۔"

"جانتے ہو میں کون ہوں؟" اینڈرک نے کہا۔

"کیوں نہیں مسٹر اینڈرک!" ہراتا نے بدستور نرم لہجے میں کہا اور مجھے حیرت ہوئی۔ ہراتا نے دانستگی میں انداز ہریشو ہی کا سا اختیار کیا تھا۔

"خوب۔ تب پھر یہ بھی جان لو کہ ملک میں ایک بھی کالا محفوظ نہیں رہے گا۔ میں ان کا قتل عام بھی کرا سکتا ہوں۔" اینڈرک نے زہریلے لہجے میں کہا۔

"اوہ' وہ تمہارا اپنا کام ہو گا ڈیر اینڈرک! مجھے اس سے کوئی سروکار نہیں ہے کہ تم کیا کرو گے۔ میرا تم سے ایک چھوٹا سا کام آ پڑا ہے۔"

"میں کہتا ہوں تم مجھے اس طرح کیوں لائے ہو؟ تم نے غالباً" کلوروفارم استعمال کیا تھا؟"

"ہاں تمہیں اندازہ ہو گیا ہو گا۔"

"اس کی سزا سمجھتے ہو؟" اینڈرک نے کہا اور ہراتا نے میری طرف دیکھا۔ میں نے اسے اشارہ کر دیا تھا۔

ہراتا نے گردن ہلا دی تھی اور پھر وہ آہستہ آہستہ اینڈرک کے بستر کے نزدیک پہنچ گیا۔ اینڈرک نے بستر کے نیچے پاؤں لٹکا لیے تھے۔

"ہاں' مسٹر اینڈرک! ہر چیز سے واقف ہوں۔ کیا آپ براہ کرم میری ایک درخواست پر غور کریں گے؟"

"میں صرف تمہاری موت کی درخواست پر غور کر سکتا ہوں سمجھے؟ چلو مجھے یہاں سے باہر لے چلو۔" اینڈرک بستر سے نیچے اتر کر کھڑا ہو گیا لیکن دوسرے ہی لمحے ہراتا کا ہاتھ اس کے منہ پر پڑا اور ایک زوردار آواز ابھری جو سننے کے قابل تھی۔ اینڈرک چاروں شانے چت بستر پر جا گرا تھا۔ اس کا چہرہ غصے سے

سرخ ہو گیا۔ بھاری بھرکم ہونے کے باوجود اس نے بستر سے چھلانگ لگائی لیکن اس بار ہراتا نے اسے پکڑا' دونوں ہاتھوں پر بلند کیا اور دوبارہ بستر پر دے مارا۔ آسان کام نہیں تھا۔ اینڈرک کے حواس فوراً" درست ہو گئے۔ اس کے بعد اس نے دوبارہ اٹھنے کی کوشش نہیں کی۔

"خادم کو ہوریشو کہتے ہیں۔" ہراتا اسی سکون سے بولا۔

"کیا؟" اینڈرک کے منہ سے سرسراہٹ نکلی۔

"ہاں۔ آپ میرے نام سے بخوبی واقف ہوں گے مسٹر اینڈرک؟"

"کیا چاہتے ہو؟" اینڈرک نے سوال کیا۔ اب اسے صورت حال کی نزاکت کا پورا پورا احساس ہو گیا تھا۔

"ہیرے۔" ہراتا نے جواب دیا۔

"کیا مطلب؟"

"وہ ہیرے جو پولیس نے برآمد کیے ہیں اور اب تمہاری تحویل میں ہیں۔"

"کیا بکواس ہے؟" اینڈرک نے کہا اور ہراتا' جمناسٹک کا ماہر اچھلا اور اس کی لات اینڈرک کی پسلیوں پر پڑی۔ دوسرے لمحے وہ اپنی جگہ کھڑا تھا لیکن اینڈرک ایک کراہ کے ساتھ بستر سے نیچے زمین پر آ پڑا تھا۔

"براہ کرم مسٹر اینڈرک! شریفانہ لہجہ اختیار کریں' ہم نہایت دوستانہ ماحول میں گفتگو کریں گے۔" اس نے کہا۔ بڑا حیرت انگیز جا رہا تھا ہراتا۔ اینڈرک دیر تک کراہتا رہا اور پھر سیدھا ہو گیا۔

"ہاں' مسٹر اینڈرک! تو وہ ہیرے کس طرح آپ میرے حوالے کریں گے؟ اور ہاں اس بات سے قطعی انکار نہیں کریں گے کہ وہ آپ کی تحویل میں ہیں۔"

"اور اگر میں یہی کہوں تو؟"

"تو میں ٹھوکریں مار مار کر آپ کو ہلاک کر دوں گا۔ کیونکہ اگر میں اس بات کو تسلیم کر لوں تو میرا پورا انفارمیشن ڈپارٹمنٹ ناکارہ ہو جائے گا۔"

"ہوریشو تم ----- تم غریب نہ رہو گے۔"

"یہی چاہتا ہوں لارڈ! مجھ غریب آدمی کے لیے وہ ہیرے بڑی حیثیت رکھتے ہیں آپ کی زیادہ سے زیادہ نوکری جائے گی اور میرا خیال ہے نوکری کو جان سے زیادہ عزیز نہیں ہونا چاہیے۔"

"ہوں۔ تم انہیں میرے ڈپارٹمنٹ سے کیسے حاصل کرو گے؟"

"اس کا طریقہ بھی آپ کو سمجھا دیا جائے گا۔ پہلے آپ دوسری باتیں کر لیں"

"ٹھیک ہے ہیرے میری تحویل میں ہیں۔"

"کہاں ہیں؟"

"میرے اسسٹنٹ کے پاس ہیں۔"

"اسسٹنٹ کا فون نمبر؟"

"آفس کا؟"

"نہیں، گھر کا۔" ہراتا نے جواب دیا۔ وہ یہ گفتگو میری ہدایت پر کر رہا تھا اور میں نے اسے یہ باتیں یاد کرا دی تھیں۔
اینڈرک نے نمبر دہرا دیا۔ "نام کیا ہے اس کا؟"
"گومز۔ گومز ہارڈویک۔"
"ہوں۔" ہراتا نے کہا اور پھر جھک کر اس نے اینڈرک کو زمین سے اٹھا دیا اور اسے بستر پر لٹاتے ہوئے بولا۔ "آپ کو کسی چیز کی ضرورت ہو تو بلا تکلف فرما دیں مسٹر اینڈرک! ہم آپ کی خدمت کے لیے حاضر ہیں۔"
اینڈرک نے کوئی جواب نہیں دیا اور ہم دونوں کمرے سے باہر نکل آئے۔ باہر سے دروازہ بند کر کے ڈانگر کے دو آدمیوں کو تعینات کر دیا گیا۔ ویسے اس کمرے کا پوری طرح جائزہ لے لیا گیا تھا۔ یہاں کوئی ایسی چیز نہیں تھیں جس سے اینڈرک کوئی فائدہ اٹھا سکتا۔
"کیسا رہا چیف؟"
"ابھی کچھ نہ پوچھو ہراتا۔"
"کیوں؟"
"میں تمہیں اتنا ذہین نہیں سمجھتا تھا۔ اب شرمندہ ہو رہا ہوں۔"
"مذاق مت کرو چیف! تمہارے سامنے میں کیا حیثیت رکھتا ہوں؟ بہرحال میں نے جو کچھ کیا تمہاری مرضی کے مطابق ہی کیا۔ اس میں کوئی جھول تو نہیں رہا؟"
"بالکل نہیں۔"
"اب کیا ارادہ ہے؟"
"کام اتفاق سے بہت تیز رفتاری سے ہو گیا ہے۔ پھر بھی ہم مسٹر اینڈرک کو ایک رات تو مہمان رکھیں گے ہی۔"
"گویا باقی کام کل؟"
"ہاں، تمہارا کیا مشورہ ہے؟"
"ٹھیک ہے چیف یوں بھی اس وقت رات کافی گزر چکی ہے پھر اب کہاں چلو گے؟"
"اس عمارت میں آرام کے لیے کافی جگہ ہے اب باقی کام مکمل کرنے کے بعد ہی یہاں سے چلیں گے۔"
"او کے۔" ہراتا نے جواب دیا۔ اس کے بعد تھوڑی دیر تک ہم دونوں گفتگو کرتے رہے اور پھر آرام کرنے کے لیے اپنے کمرے میں چلے گئے۔
دوسری صبح اینڈرک کو باقاعدہ ناشتہ پیش کیا گیا تھا۔ ناشتہ لے کر میں ہی گیا تھا۔ اینڈرک سانپ کی طرح بل کھا رہا تھا۔
"وہ سیاہ فام تمہارا چیف ہے؟"
"جناب والا۔" میں نے جواب دیا۔
"... چاہتا ہوں۔"

"آپ ناشتہ کریں۔ میں آپ کا پیغام انہیں دے دوں گا۔"
"تم لوگ آخر چاہتے کیا ہو؟"
"یہ آپ کو ناشتے کے بعد معلوم ہو جائے گا۔"
"میں صرف کافی پیوں گا۔ کافی بنا کر دو۔" اینڈرک نے کہا اور میں نے اس کے حکم کی تعمیل کی۔ اینڈرک نے کافی اس انداز سے پی جیسے ہمارا خون پی رہا ہو۔ "اسے میرا پیغام دے دو۔" کافی ختم کرنے کے بعد اس نے کہا اور میں نے گردن ہلا دی۔
تقریباً ایک ڈیڑھ گھنٹے ہم نے انتظار کیا اور پھر تھوڑی سی تیاریوں کے بعد میں دوبارہ اینڈرک کے کمرے میں پہنچ گیا۔ "ہوریشو آپ کو طلب کرتا ہے جناب!"
"وہ خود یہاں نہیں آ سکتا تھا۔" اینڈرک نے غصیلے لہجے میں کہا ویسے اس طرح طلب کیے جانے پر اسے سخت ہتک کا احساس ہوا تھا۔
"وہ بڑی عظیم ہستی ہے مسٹر اینڈرک۔ افریقہ کا ایک پورا قبیلہ اسے اپنا روحانی پیشوا مانتا ہے اور اس کے اشارے پر جان دینے کو تیار رہتا ہے۔"
"تم میری روحانی پیش گوئی بھی سن لو۔ وہ سڑکوں پر گھسیٹا جائے گا۔ اسے کتے کی موت نصیب ہو گی۔"
"اوہ۔ کیا آپ بھی اپنے قبیلے کے روحانی پیشوا ہیں مسٹر اینڈرک؟" میں نے بڑی عقیدت سے پوچھا۔
"بکواس مت کرو۔ تم میرا مذاق اڑا رہے ہو۔" اینڈرک غرایا۔
"میری کوئی بات نہیں ہے لیکن اس سے اس انداز میں گفتگو نہ کرنا ورنہ۔ رات کو میں بھی اس وقت موجود تھا۔ جب وہ آپ کی جوتوں سے مرمت کر رہا تھا۔" میں نے نہایت شرافت سے کہا۔ اینڈرک دانت پیسنے کے علاوہ اور کیا کر سکتا تھا۔ ویسے وہ بھوکے چیتے کی طرح تلملا رہا تھا۔ غالباً وہ خود بھی بہت غصہ ور شخصیت رکھتا تھا۔
بہرحال میں اسے کمرے میں لے آیا جہاں ایک خوبصورت کرسی پر ہراتا بڑی شان سے بیٹھا ہوا تھا۔ اینڈرک نے اسے کینہ توز نگاہوں سے دیکھا تھا۔
"تشریف لائیے مسٹر اینڈرک۔" اس نے پرخلوص لہجے میں کہا اور اینڈرک اس کے قریب پہنچ گیا۔ "آپ نے مجھ سے ملنے کی فرمائش کی تھی۔"
"ہاں۔"
"فرمائیے۔"
"میں کب تک تمہاری قید میں رہوں گا؟"
"صرف چند گھنٹے۔"
"کیا چاہتے ہو اب؟"
"مسٹر گومز کو فون کریں؟"
"کیا مطلب؟"

"جو کچھ میں عرض کر رہا ہوں غور سے سنیں۔ آپ اپنے اسسٹنٹ مسٹر گومز کو فون کریں اور ا
ہدایت کریں کہ وہ ہیرے لے کر وہاں سے ٹنی ٹریک پہنچے ایک سرکاری کام سے ان کی ضرورت ہے او
سرکاری مسئلے میں ہی الجھے ہوئے ہیں۔ آپ اسے ہدایت کردیں کہ نہایت خفیہ پیمانے پر یہ کام کیا جا
خطرات بھی پیش آسکتے ہیں ٹنی ٹریک پہنچ کر وہ انتظار کرے اور پھر آپ کے مطلوبہ آدمی کے ساتھ
رنگ کی بینٹلے میں ہوگا آجائے بس اتنی سی بات ہے۔" ہراتا نے پرسکون لہجے میں کہا۔

"اوہ تو تم اس طرح ہیرے حاصل کرنا چاہتے ہو؟" اینڈرک نے کہا

"ہاں مناسب طریقہ یہی تھا ورنہ دوسری صورت میں آپ کے ڈیپارٹمنٹ کی عمارت میں تل
بھی کیا جاسکتا تھا۔

"اگر میں تمہاری یہ ہدایت ماننے سے انکار کردوں تو؟"

"تو پھر ہم دوسرے ذرائع استعمال کریں گے۔"

"دوسرے ذرائع کیا ہوں گے۔"

"فی الحال تو آپ یہی سمجھ لیں۔ آپ کی موت کے بعد دوسرے کسی آدمی کا انتخاب کریں گے
سے صرف یہ کام لیا جائے گا کہ آپ کے دونوں کان ایک لفافے میں رکھ کر مع ایک پرچے کے آپ
ڈیپارٹمنٹ کو بھیجے جائیں گے اور ہیروں کے بیگ کا مطالبہ کیا جائے گا۔ دوسرے دن آپ کا ایک باز
جائے گا اور پھر تیسرے دن آپ کی لاش پارسل کر دی جائے گی۔" ہراتا نے سفاک لہجے میں کہا اور
اینڈرک نے بے اختیار دونوں کانوں پر ہاتھ رکھ لیے۔

"یہ ٹیلیفون موجود ہے مسٹر اینڈرک۔" ہراتا نے فون کی طرف اشارہ کیا۔ "آجائیے اب انتظ
کریں۔"

"اس کے بعد کیا ہوگا؟" اینڈرک نے بھرائی ہوئی آواز میں پوچھا

"کام ہونے پر آپ کو پورے احترام کے ساتھ واپس بھیج دیا جائے گا" ہراتا نے کہا۔

"وعدہ کرتے ہو اس کے بعد میرے ساتھ کوئی برا سلوک نہیں کرو گے؟"

"مسٹر اینڈرک! اگر آپ کو قتل کرنے کا ارادہ ہوتا تو آپ کو اطلاع دے دی جاتی کیونکہ ہم
سکتے ہیں اس لیے جو کہا جارہا ہے اس سے مختلف نہیں ہوگا۔

اینڈرک نے گردن ہلادی۔ اور پھر وہ فون پر گومز کے نمبر ڈائل کرنے لگا۔

"مسٹر اینڈرک!" ایک بات کا خیال رکھیں۔ زندگی بڑی قیمتی شے ہے اور اسے کھونا حماقت
آپ ٹیلی فون پر نہایت سادہ زبان اور لہجہ اختیار کریں گے اگر آپ نے الفاظی ہیر پھیر کر کے اپنے ماتح
ہوشیار کرنے کی کوشش کی تو آپ نہ بچ سکیں گے؟"

دوسری طرف سے رابطہ قائم ہوگیا۔ اینڈرک نے گردن ہلادی تھی۔ "مسٹر گومز کو دو اینڈرک
رہا ہوں۔" اینڈرک نے کہا اور میں اس کمرے سے نکل آیا تاکہ دوسرے کمرے میں رکھے ہوئے دو
سیٹ پر یہ گفتگو سن سکوں۔ میں نے ریسور اٹھا کر کان سے لگالیا۔

"گومز؟" اینڈرک کی آواز سنائی دی۔

"اوہ مسٹر اینڈرک! آپ کہاں ہیں؟ رات کو آپ کے گھر سے کئی بار فون آیا تھا صبح کو بھی آ

صاحبزادی نے فون کیا تھا۔ آپ کی کار کلب میں ملی جس میں ڈرائیور بے ہوش پڑا تھا۔"

"وہ زیادہ پی گیا تھا اس لیے اسے وہیں چھوڑ آیا تھا۔"

"آپ خیریت سے تو ہیں؟"

"میں؟"

"کہاں سے بول رہے ہیں؟"

"ایک سرکاری عمارت سے۔ سرکاری کام میں ہی مصروف ہوں تمہیں ایک کام کرنا ہے گومز!"

"جی فرمائیے!" گومز نے کہا۔

"کیس نمبر ۱۳۰ کے بارے میں تمہیں کیا معلوم ہے؟"

"اسمگل کیے ہوئے ہیرے؟" گومز نے جواب دیا۔

"ہاں لاکر نمبر ۱۳۰ میں ہیروں کا بیگ موجود ہے تم اس بیگ کو لے کر ٹنی ٹریک پہنچ جاؤ۔ نیلے رنگ
کی ایک بینٹلے آئے گی اس میں بیٹھ کر میرے پاس آجاؤ۔"

"جی بہتر۔ کوئی اور ہدایت؟"

"نہیں بس!"

"بیگ ایشو کرالوں جناب!"

"ضرورت نہیں ہے بعد میں دیکھا جائے گا بس تم جلدی کرلو۔"

"لیس سر۔" گومز کی آواز سنائی دی اور اینڈرک نے فون بند کردیا اس نے کوئی چال چلنے کی کوشش
نہیں کی تھی۔ میں بھی ریسور رکھ کر باہر نکل آیا اور پھر اس کمرے میں پہنچ گیا۔ ہراتا اینڈرک پر مسلط تھا۔
اس نے مجھے دیکھا اور میں نے مطمئن انداز میں گردن ہلادی۔

"اوکے ڈیئر اینڈرک اب تم آرام کرو اور اطمینان رکھو، بیگ حاصل کرنے کے بعد تمہیں آزاد کر
دیا جائے گا۔"

اینڈرک نے کوئی جواب نہیں دیا اور پھر دونوں کمرے سے نکل آئے

"ٹھیک رہا چیف؟"

"بالکل۔"

"اب کیا پروگرام ہے؟"

"میں چلتا ہوں۔"

"آپ تنہا جائیں گے چیف؟"

"کیا حرج ہے ضرورت پیش آئی تو دفتر کے کسی آدمی کو ساتھ لیے لیتا ہوں"

"میں ہی کیوں نہ چلوں؟"

"کیوں؟"

"بس اس کے بعد تو آپ اینڈرک کو چھوڑ ہی دیں گے۔"

"ہاں۔ اس کے بعد اس کی ضرورت باقی نہیں رہے گی۔"

تو پھر اس میک اپ کی بھی کیا ضرورت باقی رہ جاتی ہے۔" ہراتا نے کہا اور میں سوچ میں گم ہو گیا پھر

میں نے بھی گردن ہلاتے ہوئے اس بات سے اتفاق کیا اور ہراتا نے اپنا میک اپ ختم کر لیا۔ ڈائگر آدمیوں کو ہم نے ہوشیار کر دیا تھا کہ وہ اینڈرک کی بھرپور نگرانی کریں اور کسی دھوکے میں نہ آئیں۔ انہوں نے ہوشیار رہنے کا وعدہ کیا تھا۔

اور پھر ہم چل پڑے نیلے رنگ کی بینٹلے مینی ٹریک کی طرف دوڑ رہی تھی۔ ہم نے جان بوجھ کر دیر کی تھی۔ جب ہم ٹینی ٹریک پہنچے تو سرخ رنگ کی ایک اسپورٹس کے علاوہ وہاں کوئی اور کار نہیں تھی۔ اس کے نزدیک ایک دراز قد آدمی سیاہ رنگ کا ایک بیگ لیے کھڑا تھا۔ نیلے رنگ کی بینٹلے دیکھ کر وہ چونکا اور پھر اس کی طرف چل پڑا۔

”ہیلو!“ اس نے نزدیک آکر ہم دونوں کو دیکھا۔

”مسٹر گومز؟“ میں نے سوال کیا۔

”جی ہاں!“

”تشریف رکھیے۔“ میں نے جلدی سے پچھلا دروازہ کھول دیا۔ ہراتا گومز کے ساتھ ہی بیٹھ گیا تھا۔

”گاڑی لاک کر دی ہے آپ نے مسٹر گومز؟“

”ہاں‘ میں رازداری کے خیال سے ڈرائیور کو بھی نہیں لایا تھا۔“

”یہ آپ نے اچھا کیا۔“ میں نے کہا اور ہراتا کے ہونٹوں پر خفیف سی مسکراہٹ پھیل گئی۔

میں کار ڈرائیو کر رہا تھا اور پھر ایک جگہ پہنچ کر میں نے کار کو ایک خفیف سا جھٹکا دیا اور گومز آ کھسک گیا۔ ہراتا کے لیے اتنا ہی کافی تھا۔ اس نے گومز کی گردن میں ہاتھ ڈال لیا اور اسے اپنی بغل میں لیا۔

گومز کے حلق سے ہلکی سی آواز نکلی تھی۔ ہراتا نے چٹکی سے اس کی کنپٹی کھٹکھٹا دی اور گومز نے گردن ڈال دی۔ وہ تو بڑا نرم چارہ ثابت ہوا تھا میں نے اطمینان سے کار سڑک کے کنارے کھڑی کر دی۔ ہراتا جلدی سے دروازہ کھول کر نیچے اتر گیا۔ اس نے گومز کی بغلوں میں ہاتھ ڈال کر اسے نیچے کھینچ لیا اور اسے سڑک کے کنارے لٹا دیا۔ اس کے بعد ہم آرام سے چل پڑے۔

”بیگ چیک کر لو ہراتا۔“

”یس چیف!“ ہراتا نے جواب دیا اور پھر اس نے بیگ کھول لیا۔ اندر ہیرے جگمگا رہے تھے۔ اس نے گہری سانس لے کر بیگ بند کر دیا۔ ”یہ ہیرے جس قدر بے حقیقت بنا دیئے گئے ہیں چیف اس پر انہیں خود اپنے ہیرے ہونے پر افسوس ہو گا۔“

”کیوں؟“ میں نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

”کیا تمہیں ان سے دلچسپی ہے؟“

”ہرگز نہیں۔“

”مجھے بھی نہیں ہے۔ اس طرح ان کی کیا وقعت رہ گئی۔“

”ہاں یہ تو ہے۔“ میں نے گردن ہلا دی۔

”خیر۔ اب اس مظلوم گینڈے کے بارے میں کیا پروگرام ہے؟“

”کافی پلا کر بے ہوش کریں گے اور ٹینی ٹریک لا کر گومز کی کار میں ڈال دیں گے۔ ایک غلطی ہو گئی۔“ میں نے اچانک کہا۔

”کیا؟“

”اسپورٹس کی چابی گومز کی جیب میں ہی ہو گی نکال لیتے تو بہتر تھا۔“

”اتنی تکلیف کرنے کی کیا ضرورت ہے چیف! کسی مناسب جگہ ڈال دیں گے اسے باقی ... وہ خود یا کوئی راہ گیر کر لے گا۔“

”چلو ٹھیک ہے۔“ میں نے ایک طویل سانس لے کر کہا اور تھوڑی دیر کے بعد ہم ... اس عمارت میں پہنچ گئے۔ ہراتا کو میں اینڈرک کے سامنے نہیں لے گیا۔ وہ دوسرے کمرے میں چلا گیا تھا اور میں نے اسے ہدایت کر دی تھی کہ وہ کافی بنوا کر بھیج دے۔

میں اینڈرک کے پاس پہنچ گیا۔ اینڈرک عجیب سی نگاہوں سے مجھے دیکھ رہا تھا لیکن اس نے کوئی سوال نہیں کیا۔

”تعاون کے لیے شکریہ مسٹر اینڈرک!“

”کام ہو گیا تمہارا؟“

”ہاں۔“

”گومز کہاں ہے؟“

”ہم نے اسے واپس بھیج دیا۔“

”ہوریشو کہاں ہے؟“

”باس ایک ضروری کام سے رک گئے ہیں؟“

”تم کون ہو؟“

”باس مجھے اپنا دست راست کہتے ہیں۔“

”جو کچھ تم نے شروع کیا ہے تمہارے خیال میں زیادہ عرصہ تک چل سکتا ہے؟ اینڈرک نے نفرت بھرے لہجے میں کہا۔

”یہ سوچنا باس کا کام ہے!“

”پھر اب میرے لیے کیا پروگرام ہے؟ ہوریشو نے وعدہ کیا تھا کہ کام ہونے کے بعد مجھے آزاد کر دیا جائے گا۔“

”باس جو کہتے ہیں اسے ضرور پورا کرتے ہیں۔ میرا خیال ہے واپس آنے کے بعد وہ تمہیں ضرور رہا کر دیں گے مسٹر اینڈرک!“ میں نے کہا اور اینڈرک کسی سوچ میں ڈوب گیا۔ تب میں نے گھنٹی بجائی اور ایک شخص اندر آ گیا۔

”میرے اور مسٹر اینڈرک کے لیے کافی بھجوا دو۔“

”یس سر!“ وہ چلا گیا۔ اینڈرک بدستور سوچتا رہا۔ پھر اس نے چند باتیں اور کیں۔ میں نے اس کی کسی بات پر کوئی تبصرہ نہیں کیا تھا۔ کافی آ گئی۔ دونوں کپ نمایاں تھے جس طرح میں نے ہراتا کو ہدایت کی تھی چنانچہ میں نے اپنا کپ اٹھا لیا اینڈرک نے بھی کوئی تکلف نہیں کیا تھا۔ کافی کے دوران بھی گفتگو ہوتی رہی اور پھر میں نے اینڈرک میں تبدیلی محسوس کی اس کی پلکیں جھک رہی تھیں اور پھر اس نے پیالی مشکل

سے نیچے رکھی تھی۔

"نہ جانے --- نا --- جانے۔" اس نے کہا اور پھر ایک طرف ڈھلک گیا میں نے اس کا جائزہ
اور پھر باہر نکل آیا۔

تھوڑی دیر کے بعد اس کام سے بھی فراغت ہو گئی اور ہم دونوں مسٹر اینڈرک کو ایک پارک
ایک بینچ پر لٹا کر بنی کی طرف چل پڑے۔ ہیرے ہمارے ساتھ تھے۔

بنی نے مسکراتے ہوئے ہمارا استقبال کیا تھا میں نے ہیرے اس کے سامنے رکھ دیئے تھے۔

"یہ - یہ"

"ہوریشو کو ایک اور چوٹ۔"

"میں نہیں سمجھی۔ ویسے ڈانگر ابھی تھوڑی دیر پہلے گیا ہے تم نے اس پر بھی جادو کر دیا ہے نواز
تمہارے ہی گن گا رہا تھا۔ بہر حال تمہاری مصروفیت سے اندازہ ہوتا ہے کہ کوئی خاص ہی کام ہوا ہے۔"
نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"ہاں تمہیں ہیروں کی کہانی معلوم ہے؟"

"ایک حد تک؟"

"تفصیل یہ ہے بنی کہ جہاز پر سفر کرتے ہوئے۔ مجھے ہوریشو کے کچھ لوگ ملے جو اس کے
ہیرے اسمگل کر کے لا رہے تھے۔ یہ ہیرے ایک لاش میں پوشیدہ تھے اور مرحوم کی بیوہ اپنے شوہر کی لاش
لے کر اپنے وطن واپس آ رہی تھی لیکن وہ بیوہ میرے چکر میں پھنس گئی اور چونکہ مال ہوریشو کا تھا اس لئے
مقامی کسٹم کو اس کی اطلاع کیوں نہ ملتی چنانچہ کسٹم ہاؤس میں ہنگامہ ہو گیا ہوریشو کے آدمی نکل گئے لیکن
ہیرے میرے ہاتھ لگے پھر میں نے ہوریشو سے فون پر رابطہ قائم کیا اور ہوریشو نے مجھ سے درخواست کی
دشمنی اپنی جگہ ہیرے اسے واپس دے دیئے جائیں۔ چنانچہ میں نے اس کے حوالے کر دیئے لیکن کالا سانپ
دشمنی سے باز نہ آیا۔ اور اس نے دوسرا وار کیا۔ تب جوابی کاروائی کے طور پر اس کی رہائش گاہ پر چھاپہ پڑا
ہیرے پھر حکومت کے ہاتھ لگ گئے ہوریشو ایک بار پھر نکل گیا۔ لیکن اس سے دوری مجھے پسند نہیں
چنانچہ ایک بار پھر میں نے ہوریشو کی حیثیت سے یہ ہیرے ایک اہم آدمی کو اغوا کر کے حاصل کیے ہیں
اب ہوریشو کے خلاف نفرت اور شدید ہو جائے گی۔ ہیرے میرے پاس واپس آ گئے ہیں اور ان کی مالیت
اندازہ تم خود لگا سکتی ہو بنی!"

بنی والہانہ نگاہوں سے مجھے دیکھ رہی تھی میرے خاموش ہوتے ہی وہ اٹھی اور بے اختیار مجھے
چومنے لگی۔

"میں تمہارے جیسے انسان کی قربت پر فخر کرتی ہوں۔ ہوریشو کو دو کوڑی کا کر کے رکھ دیا ہے
نے۔"

"دیکھتی جاؤ بنی ابھی تو جنگ جاری ہے۔ میں نے جو کچھ کہا ہے اسے پورا کروں گا اور ہاں ڈانگر
مجھے پسند ہے۔"

"کیا مطلب؟"

"عمدہ اور قابل اعتبار آدمی ہے۔"

"یقیناً۔"

"بنی! یہاں صرف مکلینو کے اڈے ہوں گے دوسرے کسی آدمی کی گنجائش نہیں ہے تم اگر
چاہو تو مکلینو کو یہاں بلا سکتی ہو۔"

"اوہ نواز ڈیئر! میں خود بھی یہی سوچ رہی تھی۔ آج ایک نمائندہ تھوڑا سا مال لے کر یہاں پہنچا ہے
لیکن بہت تھوڑا سا مال ہے اور مکلینو نے اسے کافی تگ و دو کے بعد حاصل کیا ہے۔ ڈانگر نے اسے
آٹھوں اڈوں پر تقسیم کر لیا ہے۔"

"ہوں تم مکلینو کو یہاں بلا لو بنی۔ مال کی طرف سے تم بے فکر رہو۔ پہلے ہوریشو سے نمٹ لیا
جائے پھر اس کے بعد مال ہی مال ہو گا۔"

"مجھے یقین ہے" بنی نے جواب دیا اور پھر مجھے چومنے لگی۔

نتیجہ خاطر خواہ نکلا تھا۔ دوسرے دن خوفناک ہنگامہ شروع ہو گیا ہوریشو کی تلاش میں شاید پورے
شہر کی پولیس اور دوسرے انتظامی محکمے لگ گئے تھے۔ شہر میں جتنے کالے تھے تقریباً سب گرفتار کر لیے گئے
تھے جس عمارت پر پولیس کو شبہ ہوتا وہ اندر گھس جاتی۔ بنی نے بھی یہ خبریں پڑھیں اور سنیں اسکی خوشی کی
انتہا نہ تھی۔

"اوہ نواز ہوریشو پر بہت کٹھن وقت پڑا ہے۔"

"اب مجھے اس کے ٹھکانے کی تلاش ہے۔ میرا خیال ہے بنی اس سلسلہ میں تمہارے لڑکوں کو کام
کرنا چاہیے۔"

"سب کو ہدایات جاری کیے دیتی ہوں۔" بنی نے کہا۔

"اس کے علاوہ میں کچھ سوچ رہا ہوں۔"

"کیا؟"

"صبح ہوریشو کے لیے ایک اعلان شائع کرائیں گے۔ ڈانگر کے آنے پر اس بارے میں بات
کروں گا۔" میں نے کہا اور بنی گردن ہلانے لگی۔

بہر حال حالات حسب معمول چلتے رہے۔ ڈانگر کو میں نے ایک اشتہار بنا کر دیا تھا جس میں تحریر
تھا۔

ایک غریب الوطن ایشیائی کو اپنے اس دوست کی تلاش ہے جس سے اس کا دشمنی کا رشتہ ہے۔
بہت کام کی باتیں ہوں گی گو وہ ہمیشہ کا بیوفا ہے لیکن دشمن بھی مشکل میں کام آ جاتے ہیں اگر وہ پڑھے تو اس
نمبر پر رابطہ قائم کرے۔

اور اس کے ساتھ وہ نمبر بھی دے دیا جس کا اندراج ٹیلی فون ڈائریکٹری میں نہیں تھا۔ ظاہر ہے
اس نمبر پر رنگ تو کیا جا سکتا تھا مگر اسے تلاش نہیں کیا جا سکتا تھا۔ یہ اشتہار اخبار میں آ گیا لیکن دو دن تک اس
کا جواب نہیں ملا تو پھر میں نے ایک اور اشتہار ریلیز کرایا۔

راجہ نواز اصغر کو اپنے اس دوست کی تلاش ہے جس کے بارے میں سنا ہے کہ وہ مصیبت میں ہے۔
میں اپنے پیارے دوست کی مدد کرنا چاہتا ہوں اور جیسا کہ وہ جانتا ہے کہ میں بے حد فراخ دل ہوں۔ اس نمبر
پر رنگ کرے۔

میں نے دوبارہ ٹیلی فون نمبر لکھ دیا۔

اور پھر اس نمبر پر دو تین کالیں ملیں۔ ایک پولیس افسر کی کال تھی جس نے اس نمبر کے بارے پر معلوم کیا تھا۔ میں نے اسے جواب دیا کہ میں ایک جہاز پر ہوں میرا نمبر ٹرانسمٹر سے منسلک ہے' دوسری کا دو لڑکیوں کی تھی۔ اوٹ پٹانگ باتیں کرنے لگی تھیں۔

لیکن رات کے تقریباً" دو بجے تھے جب ایک اہم فون کال ملی اور یہ کال ہوریشو کی تھی۔

"راجہ نواز اصغر موجود ہیں؟"

"فرمایئے کون صاحب ہیں؟"

"بگ باس آپ سے ملاقات کا خواہش مند ہے۔"

"اوہ۔ بلاؤ۔ میں تو بے چینی سے انتظار کر رہا تھا۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا اور چند ساعت بعد لائن پر ہوریشو کی آواز سنائی دی۔

"نواز اصغر؟"

"جان عزیز ہوریشو!" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"کیسے ہو؟"

"بس زندہ ہوں اور خوش ہوں تمہارے راج میں!"

"ہیرے [illegible] تمہارے پاس پہنچ گئے؟"

"ہاں تمہاری مہربانی ہے۔"

"مجھے ان کی ضرورت ہے نواز؟"

"کیا واقعی؟"

"ہاں۔ کیا تم اس سلسلہ میں ایک سودے بازی کر سکتے ہو؟"

"ضرور کہو۔"

"کیا قیمت لگاتے ہو ان کی۔"

"پچھلا حساب بھی تو باقی ہے ہوریشو۔ میں نے ہیرے تمہارے حوالے کر دیئے تھے لیکن اس کے بعد کیا تم نے حساب کتاب کرنے کی کوشش کی تھی؟"

"نواز۔" ہوریشو کی آواز پتھرائی ہوئی تھی۔ اس قدر سرد آواز تھی کہ فون پر بھی عجیب ہی محسوس ہوئی۔

"جان عزیز!"

"صرف ایک بات کہوں گا۔ اور وہ یہ کہ ابھی تم ہوریشو سے واقف نہیں ہو۔ تم جو کچھ کر چکے اس پر بغلیں نہ بجاؤ ابھی ہوریشو کے ہاتھ ایسی ایسی قوتیں ہیں کہ شہر جہنم بن جائیں۔ زمین آگ اگل دے کیا تمہیں اس بات کا علم ہے کہ ہوریشو ایک قبیلے کا روحانی پیشوا ہے۔"

"ہاں پیر و مرشد لیکن خوش بختی سے میں اس قبیلے سے تعلق نہیں رکھتا۔"

"پر مذاق بننے کی کوشش مت کرو۔ غور سے سنو۔ میں روحانی کمالات بھی رکھتا ہوں لیکن ہم عام حالات میں ان کا مظاہرہ نہیں کرتے اگر میں اپنی روحانی قوتوں سے کام لوں تو تم کسی خارش زدہ کتے کی مانند سڑکوں پر گھسٹتے پھرو گے۔"

"آہ بیچارہ ہوریشو اپنا ذہنی توازن کھو بیٹھا۔" میں نے افسوس زدہ لہجے میں کہا۔ "ہوریشو! تم اس بات کا اعتراف کر لو کہ تم اب بے بسی کی انتہائی منزلوں تک پہنچ چکے ہو میرے عزیز تمہارا مذہب کچھ بھی ہو ایک مذہب میرا بھی ہے۔ گو اس پاک مذہب کے توسط سے میں خود کو روشناس نہیں کرا سکتا کیونکہ میں اس کی تعلیمات کے برعکس ہوں لیکن اس کی کچھ اہم باتیں تمہیں بتانا چاہتا ہوں۔ ہم انسان ہیں۔ بلاشک ہمیں روحانیت دی گئی ہے لیکن روحانیت اور رہبانیت انسان کو دنیا کی چمک سے دور لے جاتی ہے۔ ہم اپنے مفادات کے لیے روحانیت کا استعمال نہیں کر سکتے۔ اور اگر کریں تو مسخرے کہلائیں گے۔ اگر تم اپنی روحانیت کا مظاہرہ ہیروں کے حصول یا اسمگلنگ کے لیے کرنا چاہتے ہو تو اپنے آپ کو احمق تصور کر لو۔ بہتر مشورہ یہ ہے کہ اب یہ دھندہ چھوڑ دو اور اپنے قبیلے میں جا کر اپنی اور قبیلے کی روحانی اصلاح کرو ہوریشو کا دور ختم ہو گیا اب راجہ نواز اصغر کا دور ہے اور راجہ صرف راجہ ہوتا ہے اور کسی بھی مملکت کا راجہ صرف ایک ہوا کرتا ہے اس بات کو ذہن نشین کر لو۔"

"تب ٹھیک ہے نواز اب تم سے دوسری جنگ ہو گی۔"

"تم ایسا کرو فون پر خوب گالیاں بکو کیونکہ اب اس سے زیادہ تمہارے اندر اور کچھ نہیں رہا ہے۔"

"اوہ۔ تم کتے ہو۔ خاموش ہو جاؤ۔" ہوریشو کی غراہٹ گونجی اور میں نے ایک زوردار قہقہہ لگایا۔

"شاباش' اس سے زیادہ تم کچھ نہیں کر سکتے۔" میں نے کہا اور ہوریشو نے جھلائے ہوئے انداز میں ریسیور کریڈل میں پٹخ دیا۔ میں نے بھی ہنستے ہوئے ریسیور رکھ دیا تھا۔ جی خوش ہو گیا تھا۔ ہوریشو واقعی سخت بے بس ہو گیا تھا۔

بہرحال اس کی چالوں سے باخبر رہنا تھا۔ اور دوسرے دن اس کی ابتدا ہو گئی۔ ایک ریٹائرڈ پولیس افسر کی طرف سے راجہ نواز اصغر کے بارے میں تفصیلات شائع کی گئی تھیں اور خاص طور سے انٹرپول کو آگاہ کیا گیا تھا کہ یہ وہی نواز اصغر ہے جس نے انٹرپول کے کئی رکن ہلاک کر دیئے تھے اور بدنام زمانہ اسمگلر غلام سیٹھ کا ساتھی تھا۔ راجہ نواز اصغر کے بارے میں کہا گیا تھا کہ وہ میک اپ کا ماہر ہے اور اس نے کئی جگہوں پر مختلف روپ بدلے ہیں اور اس وقت وہ ایک افریقی کے نام سے فائدہ اٹھا رہا ہے اور اپنا نام ہوریشو مشہور کیا ہوا ہے۔ اس کا مقصد یہی ہے کہ وہ ایک افریقی قبیلے کے روحانی پیشوا ہوریشو کو بدنام کرے۔

یہ خبر ایک ریٹائرڈ پولیس افسر کے نام سے دی گئی تھی اور اس پولیس افسر نے اپنا پتہ بھی شائع کیا تھا۔ بنی کے لیے یہ خبر بڑی سنسنی خیز تھی اور اخبار لیے میری طرف دوڑی چلی آئی۔ اور پھر ہاتھ میں اخبار دیکھ کر ٹھٹک گئی۔

"اوہ۔ تو تم نے خبر پڑھ لی۔" اس نے سرسراتی آواز میں پوچھا۔

"ہوریشو کی طرف سے جو شائع ہوئی ہے؟"

"ہاں۔"

"کوئی خاص بات نہیں ہے بنی سوائے اس کے کہ دلچسپ خبر ہے۔"

"تم پریشان نہیں ہو؟"

"ہشت۔ میری توہین نہ کرو۔"

"لیکن نواز! بہرحال تم تو انٹرپول کی لسٹ پر رہے ہو۔"

"اب بھی ہوں۔"

"اس کے باوجود تمہیں پرواہ نہیں ہے۔"

"نہیں۔ تمہیں علم ہے کہ انٹرپول کتنے عرصے سے میرے تعاقب میں ہے۔"

"نہیں۔"

"بہرحال یہ پرانی بات ہے میں نے نہ پہلے اس کی پرواہ کی تھی نہ اب کرتا ہوں لیکن ایک بات تمہیں اعتراف کرنا ہوگا۔"

"کیا؟" بنی کے انداز میں پھر وہی انسیت پیدا ہوگئی تھی۔ میرے کارناموں پر اس کی کیفیت شرابی کی سی ہو جاتی تھی جس نے ضرورت سے زیادہ پی ہو۔

"ہوریشو نے بالآخر اپنی شخصیت کے خاتمے کا اعتراف کرلیا۔"

"وہ کس طرح؟"

"انسان برا کرتا ہے یا اچھا کرتا ہے اگر وہ برا ہے تو مکمل طور پر برا بن کر خود کو زندہ رکھتا ہے لیکن برائی اس کی نگاہ میں برائی نہیں رہتی میں ایسے انسان کی بات کر رہا ہوں جو برائی یا اچھائی میں کامل ہوتا ہے۔ ہوریشو کو میں ویسے ہی ٹھوس لوگوں میں سمجھتا ہوں۔ مجھ سے اگر کوئی کہے کہ اپنی زندگی بچانے کے لیے کو ولی کہنا شروع کردو تو میں قبول نہیں کروں گا کیونکہ نواز کی اپنی ایک شخصیت ہے گو وہ اس کی اپنی نگاہ میں بھی بری ہے لیکن وہ خود کو بروں میں ہی شمار کرانا چاہتا ہے اور ایک برے کی حیثیت سے خود کو منوانا چاہتا ہے اگر وہ خود کو ولی کہنا شروع کردے تو اس کا مطلب ہے کہ وہ خود سے خوفزدہ ہوگیا ہے اور خود سے خوف خاص تحریک کا نتیجہ ہی ہوتا ہے۔ ہوریشو کو اس خوف نے اتنا بدحواس کردیا ہے کہ اس نے خود کو ختم کر لیا ہے۔"

"میں سمجھ رہی ہوں۔" بنی نے کہا۔

"کیا میں نے غلط کہا ہے؟"

"نہیں۔" وہ پیار بھرے لہجے میں بولی۔

"ہوریشو اب ختم ہو چکا ہے۔ وہ صرف ایڑیاں رگڑ رہا ہے اور دم توڑنے والا ہے۔"

"خود سے زیادہ طاقتور آدمی سے ٹکرا گیا ہے۔"

"میں نے اس سے رحم نہیں مانگا بنی! بلکہ میں نے اپنی برائی کا اظہار کرتے ہوئے اس سے کہا تھا ہوریشو اگر میں بچ گیا تو زمین تم پر تنگ کردوں گا اور آج میں وہی کر رہا ہوں بنی۔"

"ہاں تم وہی کرتے ہو نواز جو کہتے ہو۔"

دیر تک ہم اس خبر پر تبصرے کرتے رہے اور پھر میں اٹھ گیا۔ رات تو بنی کے ساتھ ہی گزارنی تھی اور مجھے اندازہ ہو گیا تھا بنی بہرطور کسی لحاظ سے تکلیف دہ ثابت نہیں ہوگی۔

لیکن ہوریشو مسلسل بدحواسیاں کر رہا تھا۔ دوسرے دن کے اخبارات میں ڈیبو نامی ایک افریقی نے پولیس سے احتجاج کیا تھا اس نے کہا تھا کہ وہ "ریپان" قبیلے کا ایک فرد ہے اور مقامی طور پر ایک باعزت شہری ہے۔ وہ اس فرقے سے تعلق رکھتا ہے جس کا روحانی پیشوا ہوریشو ہے۔ وہ اپنے پیشوا پر جان نچھاور

سکتا ہے اور اس کے خلاف ایسا اہانت آمیز الزام برداشت نہیں کرسکتا اس نے حکومت سے کہا تھا کہ مجرم راجہ نواز اصغر کو گرفتار کیا جائے اور اسے سخت سزا دی جائے کہ اس نے اپنے مذموم مقاصد کے لیے ایک روحانی پیشوا کو بدنام کیا ہے۔

ہوریشو کی جانب سے یہ دوسری کاروائی تھی لیکن بھلا میں اس سے کیا متاثر ہوتا۔ بنی ہی بغلیں بجاتی ہوئی آجاتی تھی۔ لیکن دوسرے دن میں نے سردارے کا کیبل وصول کیا۔ اس نے اطلاع دی تھی کہ مال پہنچنے والا ہوگا۔ وصول کرلیا جائے۔

چنانچہ اب مجھے باعمل ہونا تھا میں نے اس فون پر جس کے نمبر ڈائرکٹری میں موجود نہیں تھے انسپکٹر گلفورڈ سے رابطہ قائم کیا۔ پولیس ہیڈ کوارٹر سے رابطہ قائم ہوگیا۔

"انسپکٹر گلفورڈ سے ملاقات کرنا چاہتا ہوں۔"

"ایک منٹ جناب۔" دوسری طرف سے جواب ملا اور پھر چند ساعت کے بعد دوسری طرف سے آواز سنائی دی۔

"گلفورڈ۔"

"تمہارا ایک دوست بول رہا ہے۔"

"کون ہے؟"

"تمہارے لیے گمنام لیکن تمہارا خیرخواہ۔ میں چاہتا ہوں گلفورڈ کہ تم نمایاں ترقی حاصل کرو۔"

"اوہ" میں تمہاری آواز پہچان رہا ہوں تم وہی ہو جس نے کسٹم ہاؤس کو ہیروں کی اسمگلنگ کی خبر دی تھی اور پھر ہوریشو کی رہائش گاہ سے ہیرے برآمد کرائے تھے۔"

"بالکل ٹھیک۔"

"اوہ میرے دوست! کیا تم ایک انسان پر اعتماد نہیں کرسکتے میں صرف تم سے ملاقات کرکے تمہارا شکریہ ادا کرنا چاہتا ہوں۔ تم نے بلاشبہ میری شہرت کو چار چاند لگا دیئے ہیں۔" گلفورڈ نے پر اخلاق لہجے میں کہا۔

"پولیس ہوریشو کی تلاش میں ہے۔"

"ہاں تمہیں علم ہوگا کہ ہوریشو نے ہمارے ایک ذمے دار محکمے کے اعلیٰ افسر کو اغوا کرکے ہیرے دوبارہ حاصل کرلیے ہیں۔"

"ہاں۔ اخبارات سے یہ بات میرے علم میں آئی ہے۔"

"پولیس کو شدت سے ہوریشو کی تلاش ہے۔"

"لیکن تم نے کسی ریٹائرڈ افسر کا کل بیان پڑھا؟"

"ہاں۔ اور آج ایک اور شخص کا بیان ہے جو ریپان قبیلے سے تعلق رکھتا ہے"

"تمہارا اس سلسلے میں کیا خیال ہے گلفورڈ؟"

"اعلیٰ افسران غور کررہے ہیں۔"

"میں تمہاری رائے پوچھ رہا ہوں۔"

"کیا تم میری کچھ رہنمائی کروگے دوست؟" گلفورڈ نے پر اشتیاق لہجے میں کہا

"ہاں۔ بشرطیکہ تم اپنے اختیارات سے بڑھ کر اقدامات کرنے کی ہمت کر سکو۔"

"اگر کوئی امید ہو تو میں یہ خطرہ لینے کو تیار ہوں۔"

"دراصل گلفورڈ۔ ہوریشو اب خود کو بے قصور ثابت کرنے کے چکر میں ہے لیکن اس الزام کی مدد لے سکتے ہو جسے اس نے اغوا کیا تھا۔ اس کے علاوہ تمہارے افسران کو چاہیے کہ فوری طور دونوں افراد کو حراست میں لے لیں جنہوں نے یہ بیانات دیئے ہیں۔ وہ ہوریشو کی طرف رہنمائی کر سکتے ہیں بشرطیکہ پولیس ان سے اگلوا سکے۔"

"نہایت ٹھوس مشورہ ہے۔" گلفورڈ نے ہاتھ ملتے ہوئے کہا۔

"ڈیئر گلفورڈ! اگر تم میرے مشوروں پر عمل کرنے کا ارادہ کرو تو میں ایسی اور بھی مفید معلو تمہیں دے سکتا ہوں کہ تم انہیں تازندگی فراموش نہ کر سکو۔"

"میرے دوست تم میری درخواست پر غور نہیں کرو گے؟" گلفورڈ عاجزی سے بولا۔

"کونسی درخواست؟"

"مجھ سے مل لو۔ یقین کرو۔ میں تمہارا بہترین دوست ثابت ہوں گا۔"

"تمہاری اس پر خلوص دعوت کو ٹھکرانا قابل نفرت فعل ہے گلفورڈ لیکن تھوڑے سے د کے لیے مجھے معاف کر دو۔ میں بعد میں تم سے ملاقات کروں گا۔"

"وعدہ۔"

"ہاں۔ یقیناً۔"

"تب پھر کچھ اور مشوروں کے بارے میں تم کہہ رہے تھے؟"

"ہاں گلفورڈ۔ کاغذ قلم نزدیک رکھ لو۔ اور جو پتے میں بتاؤں انہیں نوٹ کرو۔" میں نے کہا۔

"صرف ایک منٹ۔" گلفورڈ نے کہا۔ پھر اس کی آواز آئی لکھوائیں اور میں اسے ہوریشو منشیات کے اڈوں کے بارے میں بتانے لگا۔ فہرست طویل تھی۔ کافی دیر میں ختم ہوئی۔ آخری پتہ نو کرانے کے بعد میں نے پوچھا۔

"کیا پوزیشن ہے؟"

"نوٹ کر لیے۔"

"وقتی جگہوں کو کنٹرول کر سکو گے؟"

"لیکن یہ؟"

"سب کے سب ہوریشو کے منشیات کے اڈے ہیں چونکہ حکومت اس وقت ہوریشو کو ہر قیمت گرفتار کرنا چاہتی ہے اس لیے تم اس کے نام پر یہاں چھاپے مار سکتے ہو۔ اس طرح وہ سب بے اثر ہو جا گے جو ان اڈوں کے پشت پناہ ہیں۔"

"اوہ۔ کیا واقعی۔ اور یہاں سے منشیات برآمد ہوں گی؟"

"گلفورڈ! تمہارا دوست تمہیں غلط اطلاعات نہیں دے گا۔"

"کمال ہے میرے دوست۔ تم مجھے جس راستے پر لگا رہے ہو اگر میں کامیاب ہو گیا تو نہ جانے ک جاؤں گا۔"

"تم کامیاب ہو گے گلفورڈ۔"

"تب پھر میں پہلے اپنے محکمے کو اخبارات کی ان خبروں پر چیلنج کرتا ہوں اگر ناکام رہا تو معطل ہو جاؤں گا۔ بہرحال میں یہ رسک لینے پر تیار ہوں۔ میں محکمے کو چیلنج کر کے فورس طلب کر لیتا ہوں اور میں اس فورس کی کمان کروں گا۔"

"پہلی فرصت میں یہ کام کر ڈالو۔"

"اپنا فون نمبر تو بتا دو تاکہ میں تم سے کسی سلسلے میں رابطہ کر سکوں۔"

"میں خود تمہیں فون کروں گا۔" میں نے کہا اور فون بند کر دیا۔ اور پھر میں اپنی ہدایات پر غور کرنے لگا۔ اس جنگ میں بھی لطف آ رہا تھا اور وہیں ہوریشو کو اس میدان میں بھی شکست دینا چاہتا تھا۔

تھوڑی دیر تک میں سوچتا رہا اور اس کے بعد میں نے ڈائگر کو ٹیلی فون کیا۔ چند ساعت کے بعد اس سے رابطہ قائم ہو گیا۔

"برونو بول رہا ہے؟"

"اوہ ہیلو گریٹ مین!"

"ایک کام کرنا ہے ڈائگر۔"

"بے تکلف کہو۔" ڈائگر خوش اخلاقی سے بولا۔

"ہاؤس آف ٹوائز نامی ایک فرم ہالینڈ سے کھلونوں کی ایک بڑی کھیپ روانہ کر چکی ہے۔ یہ کھیپ ایک فرضی نام گولڈ ٹوائز کے پتے سے آ رہی ہے۔ تم اس کے بارے میں معلوم کرو کہ یہ کھلونے یہاں پہنچ گئے یا نہیں؟"

"معلوم کر لیا جائے گا۔"

"انہیں کلیئر کرا لو۔ اس سلسلہ میں تمہارے تعلقات کام آنے چاہئیں۔"

"بالکل بے فکر رہیں۔"

"ان کھلونوں کو اسٹور کر لو اور ان کی حفاظت کرو۔"

"کوئی خاص بات ہے۔"

"ہاں۔"

"ٹھیک ہے کام مرضی کے مطابق ہو جائے گا۔" ڈائگر نے کہا۔ اور میں نے فون بند کر دیا۔ آج کل ایسی عمدہ مصروفیت چل رہی تھی کہ کسی دوسری چیز کا خیال ہی نہیں آتا تھا ہراتا اپنے طور پر مطمئن رہتا تھا اور یہ عمدہ بات تھی۔ اس شخص کو عمدہ کھانا اور اس کی ضرورت کی دوسری چیزیں مل جائیں تو اس کے بعد اسے کسی اور شے کی طلب نہیں رہتی تھی۔ ہاں اس نے بنی سے صرف ایک چیز کی فرمائش کی تھی اور وہ تھی کوئی ایسی مناسب جگہ جہاں وہ عبادت کر سکے اور بنی نے اسے جگہ فراہم کر دی تھی یہ دوسری بات ہے کہ بنی اس عبادت کے بارے میں کچھ نہیں جانتی تھی۔

رہا میرا مسئلہ تو میں بھی پوری طرح مطمئن تھا۔ بنی میرے لیے چشم براہ رہتی تھی اور پورے دن کی محنت اور ذہنی تھکن رات کو اس کی مہکتی آغوش میں سکون پذیر ہو جاتی۔ اس کے انداز میں ایسی بے پناہ اپنائیت ہوتی تھی کہ میں بعض اوقات اس کے لیے الجھ جاتا تھا۔

لیکن راجہ نواز اصغر اتنا ٹھوس ہو چکا تھا کہ اب وہ چھوٹی موٹی الجھنوں کو ذہن میں جگہ ہی نہیں دیتا تھا۔ چنانچہ بنی کی کچھ حدود تھیں میرے ذہن میں اور میں اسے ان حدود سے تجاوز نہیں کرنے دینا چاہتا تھا۔ میں اس کے لیے ذہن میں بہت اچھے ارادے رکھتا تھا اور ہاؤس آف نوابز میں ایک علیحدہ حیثیت سے ہوتا۔ اب میں نے اسے مکلینو گروپ میں ضم کر دیا تھا اور یہ معمولی بات نہیں تھی۔ اس سے زیادہ میں اسے اور کیا دے سکتا تھا۔

رات حسب معمول بنی کی خلوص بھری آغوش میں گزری اور صبح کو ناشتے کے ساتھ اخبار بھی سامنے آ گیا۔ پورا اخبار خصوصی خبروں سے بھرا ہوا تھا سرورق پر انسپکٹر گلفورڈ کی تصویر چھپی ہوئی تھی۔

میں اسے دیکھ کر ناشتہ کرنا بھول گیا۔ بنی میری توجہ پر چونکی تھی۔ "کیا ہوا نواز؟"

"ہوریشو کی قبر میں ایک اور پشتہ ٹھونک دیا ہے بنی۔ پڑھو پوری تفصیل پڑھو۔" میں نے پرجوش انداز میں اخبار بنی کے سامنے رکھ دیا۔

"بنی بلند آواز سے پڑھنے لگی۔"

محکمہ پولیس کے ایک ذہین افسر انسپکٹر گلفورڈ کا عظیم کارنامہ۔

پریس رپورٹر: کچھ عرصہ قبل جعل ساز اسمگلروں کے ایک گروہ نے جس کا سربراہ ایک افریقی نژاد شخص ہوریشو ہے۔ ایشیائی قیمتی ہیرے ایک لاش کے اندر چھپا کر اسمگل کرنے کی کوشش کی تھی جسے کسٹمز نے ناکام بنا دیا لیکن ہوریشو کے گروہ کے افراد اندھا دھند فائرنگ کر کے ہیرے لے جانے میں کامیاب ہو گئے تھے انسپکٹر گلفورڈ نے ہی ہوریشو کا پتہ لگا کر یہ ہیرے برآمد کیے تھے لیکن ہوریشو نے انتظامیہ کے ایک اعلیٰ افسر کو اغوا کر کے ہیرے دوبارہ حاصل کر لیے۔ اس کے بعد اس نے پولیس کو غلط راستے پر ڈالنے کے لیے ایک نام کی تشہیر کی۔ یہ نام راجہ نواز اصغر کا تھا جس کی انٹرپول کی تلاش تھی لیکن راجہ نواز اصغر انٹرپول کے ہاتھوں عرصہ ہوا ہلاک ہو چکا ہے۔ انسپکٹر گلفورڈ نے گہری نگاہ سے اس تفصیل کا جائزہ لیا اور ان دونوں افراد کو گرفتار کرنے کی کوشش کی جنہوں نے راجہ نواز اصغر کی نشاندہی کی تھی لیکن پتہ چلا کہ دونوں نام فرضی تھے۔ اس لیے کوئی گرفتاری عمل میں نہیں آ سکی۔ لیکن انسپکٹر گلفورڈ کی معلومات اس قدر محدود نہیں تھیں انہوں نے اس پورے کیس پر اپنے طور پر گہری نگاہ رکھی تھی چنانچہ انہوں نے ہیڈ کوارٹر سے بھاری فورس لے کر شہر میں بکھرے بے شمار منشیات کے اڈوں پر چھاپے مارے۔ اس سلسلہ میں ایک خصوصی اجازت نامے کے تحت انہیں ایک عارضی بڑا عہدہ دیا گیا تھا جس کے تحت وہ پولیس فورس کو کمان کر رہے تھے اور ان چھاپوں میں کروڑوں روپے کی منشیات اور ہوریشو کے سلسلے میں کافی ریکارڈ ملا ہے اس ریکارڈ سے ثابت ہو گیا ہے کہ ہوریشو ایک افریقی قبیلے کا روحانی پیشوا بھی ہے اور طویل عرصہ سے منشیات کی تجارت کرتا ہے۔ ان اڈوں سے تقریباً چار سو افراد گرفتار کیے گئے ہیں جن سے بہت سے انکشافات ہونے کی توقع ہے۔

انسپکٹر گلفورڈ کو اس اعلیٰ کارکردگی پر ایک بڑا عہدہ تفویض کیا گیا جس کا اعلان بعد میں کیا جائے گا۔

بنی پوری خبر پڑھ کر خاموش ہو گئی۔ اس کا چہرہ تمتما رہا تھا۔

"قصور یہاں بھی ہوریشو کا ہی ہے۔" میں آہستہ سے بولا۔

"میں نہیں سمجھی۔"

"جنگ میری اور اس کی تھی اس نے انٹرپول کو میری طرف۔" ہم دونوں خاموش ہو گئے۔ اس ٹیلی فون کی گھنٹی بجی تھی جس کے نمبر ڈائرکٹری میں موجود نہیں تھے۔ میں نے جلدی سے آگے بڑھ کر ریسیور اٹھایا۔

"ہیلو!"

"نواز اصغر سے بات کرنا چاہتا ہوں۔"

"ہوریشو بول رہا ہے؟" میں نے آواز پہچان کر کہا۔

"ہاں۔ تم نواز ہو؟"

"تمہارا خادم میری جان۔" میں نے کہا۔ بنی نے دوڑ کر دوسرے کمرے کا رخ کیا تھا تاکہ دوسرے فون پر اس گفتگو کو سن سکے۔

"کیا تم مجھے کوئی اچھا انسان سمجھتے ہو ہوریشو؟"

"ہرگز نہیں لیکن ہماری آپس کی جنگ میں تم نے پولیس کا دوبار استعمال کیا ہے۔"

"دونوں دفعہ تمہاری کمینگی کے جواب میں یہ سب کچھ کرنا پڑا ہے ہوریشو!"

"کیوں؟"

"کیا تم نے انٹرپول کو میرے پیچھے لگانے کی کوشش نہیں کی میں نے تمہارے داؤ کو تم پر الٹنے کی کارروائی کی ہے ہوریشو!"

"لیکن اب تم بھی نہیں بچ سکتے نواز!"

"روحانی قوتیں استعمال کر ہی ڈالو ہوریشو۔ اب ان کے بغیر کام نہیں چلے گا۔" میں نے ہنستے ہوئے کہا اور ہوریشو کی کوئی آواز سنائی نہیں دی۔

"ٹھیک ہے نواز۔ اب میری زندگی کا صرف ایک مقصد ہے۔"

"وہ کیا میری جان؟"

"تمہیں قتل کرنا۔"

"یہ کوئی نئی بات نہیں ہے پہلے بھی تمہاری زندگی کا یہی مقصد تھا۔"

"بہرحال انتظار کرو اس برے وقت کا جب میرا قہر تمہارے اوپر ٹوٹے گا"

"بے فکر رہو۔ انتظار کر رہا ہوں۔" میں نے جواب دیا اور ہوریشو نے فون بند کر دیا۔ مجھے بے اختیار ہنسی آ گئی۔ بنی واپس میرے پاس پہنچ گئی۔

"اب تو قاعدے سے اسے خودکشی کر لینی چاہیے۔" اس نے کپکپاتی آواز میں کہا اور میں نے بنی کو آغوش میں گھسیٹ لیا۔

"میں نہیں جانتا تھا کہ ہوریشو اس کے بعد کیا اقدام کرے گا لیکن انتظار کے علاوہ اور کیا کر سکتا تھا۔

چنانچہ میں انتظار کرتا رہا۔ تیسرے دن ڈاٹگر نے کھلونوں کو کلیئر کرانے کی اطلاع دی اور میں اس کے ساتھ چلنے کے لیے تیار ہو گیا۔

بنی کو بھی میں نے ساتھ لے لیا تھا اور ایسے میں احتیاطاً" ہم میک اپ تو کر ہی لیا کرتے تھے۔ خوبصورت کھلونوں کی بڑی بڑی پیٹیاں ایک بڑے گودام میں چنی ہوئی تھیں۔ میں نے ان میں سے چند کھلونے نکال کر دیکھے ان پر مخصوص مارک موجود تھا۔

"میں نہیں سمجھی نواز۔" بنی نے ایک خوبصورت گڑیا کو غور سے دیکھتے ہوئے کہا۔

"میں نے تم سے کہا تھا" بنی کہ میں اب باقاعدہ اس میدان میں آگیا ہوں۔"

"ہاں۔ تم نے کہا تھا۔"

"ہالینڈ کی فرم ہاؤس آف ٹوائز کے بارے میں بھی تمہیں بتایا تھا۔"

"بالکل۔ تم نے بتایا تھا کہ یہ فرم خوبصورت کھلونے تیار کرتی ہے۔"

"اور اس فرم کا پروپرائٹر میں ہوں۔"

"تم؟"

"ہاں۔ میں نے تم سے تذکرہ کیا تھا شاید تم نے غور نہیں کیا۔"

"مجھے یاد نہیں رہا نواز۔"

"میں نے تم سے ذکر کیا تھا کہ سردارے اس کو کنٹرول کر رہا ہوں میں مال کے لیے منڈی تلاش کرنے نکلا تھا۔"

"ہاں۔ لیکن تفصیل نہیں پتہ چل سکی تھی۔"

"خیر بنی! میں نے اب یہی سوچا ہے کہ تم۔ یعنی میکلنو پوری دنیا میں میرے مال کے سول ایجنٹ ہوں گے اور میں اپنے طور پر کچھ اور راہیں تلاش کروں گا۔

"لیکن نواز کیا یہ فرم منشیات کی تاجر ہے؟"

"راجہ نواز اصغر اس کام کے علاوہ اور کوئی نہیں کر سکتا۔"

"تو ان کھلونوں کے ذریعے۔"

"ہاں۔ ان میں منشیات پوشیدہ ہیں' تلاش کرو۔"

"اوہ میرے خدا۔ اس لحاظ سے یہ کھلونے تو بیحد قیمتی ہوں گے" بنی نے کہا۔ اور الٹ پلٹ کر گڑیا کو بغور دیکھنے لگی پھر ڈانگر سے بولی۔

"کیا خیال ہے ڈانگر۔"

"بہت خوبصورت پروگرام ہے لیکن پولیس اس راستے پر آسانی سے پڑ جاتی ہے۔" ڈانگر نے بھی ایک گڑیا ہاتھ میں لے لی۔

"میں نے اس میں جدت پیدا کی ہے ڈانگر' اس گڑیا کی قیمت کم از کم دس ہزار ڈالر ہے۔ مجھے بتاؤ کس طرح؟"

"اس گڑیا کی قیمت؟" ڈانگر بری طرح اچھل پڑا۔

"ہاں۔" میں نے جواب دیا اور ڈانگر اس کا وزن کرنے لگا پھر اس نے میری طرف دیکھا۔

"میں اسے خراب کر سکتا ہوں؟"

"شوق سے۔" میں نے جواب دیا اور ڈانگر نے جیب سے چاقو نکال لیا اور پھر اس نے گڑیا کو

کھول کر اندر سے دیکھا گڑیا خالی تھی۔ بنی بھی دلچسپی سے یہ سب کچھ دیکھ رہی تھی۔ دونوں بہت دیر تک چکراتے رہے اور اندازہ نہ لگا سکے

"میں نہیں سمجھ سکا مسٹر برونو۔" ڈانگر نے اعتراف کیا۔

"ان میں سے چند کھلونے ساتھ لے لو ڈانگر واپس چل کر تفصیل بتاؤں گا۔" میں نے کہا اور ڈانگر نے میری ہدایت پر عمل کیا۔ پھر ہم وہاں سے چل پڑے۔

"اس حساب سے تو ان کی قیمت کروڑوں ڈالر تک پہنچی مسٹر برونو!"

بنی نے ڈانگر کے سامنے مجھے برونو کہہ کر ہی مخاطب کیا تھا۔

"ہاں بنی! اب تم مسٹر ڈانگر کے ساتھ مل کر پہلے تو یہاں اڈے قائم کرو اس کے بعد دوسرے ممالک کے شہروں کا جائزہ لو۔ میں اپنے طور پر مارکیٹ تلاش کروں گا۔"

"لیکن اتنی بڑی دولت۔ تم؟"

"تم جیسی دوست ہو بنی اس پر میں اس سے کئی گنا زیادہ دولت بھی قربان کر سکتا ہوں۔ تمہیں اپنی قیمت لگانے کا کوئی حق نہیں ہے۔"

"مجھے تو آپ کسی اجنبی سیارے کی مخلوق معلوم ہوتے ہیں مسٹر برونو۔ دوست کی حیثیت سے اتنا عظیم اتنا فراخ دل' دشمن کی حیثیت سے مقابل کو فنا کر دینے والا پھر ذہانت میں بے مثال۔ مادام بنی ہی مجھے آپ کے بارے میں کچھ بتائیں تو مانوں۔"

"ہر انسان ایک معمولی سی شخصیت کا مالک ہے مسٹر ڈانگر۔ آپ کچھ بھی کر لیں بعض اوقات ایک معمولی سی چیز پر قادر نہیں ہوتے۔"

"ہاں یہ تو حقیقت ہے لیکن کیا یہ بھی آپ کی شخصیت کا پہلو ہے؟"

"مسٹر برونو کی شخصیت کی تخلیق ہی ایک ایسے احساس سے ہوئی ہے" بنی نے کہا۔

"دل مانتا ہے مادام کیونکہ ایک عام انسان میں اتنی باتیں یکجا نہیں ہوتیں۔" ڈانگر نے کہا۔ اور پھر ہم واپس پہنچ گئے۔ تب میں نے اپنی جادوگری دکھائی۔ میں نے ان کھلونوں میں سے ہر نمبر کے کھلونے مختلف برتنوں میں آگ پر گلا دیئے اور ان میں سے وہ کیمیکل نکل آیا جس نے منشیات کو یہ شکل دی تھی بنی اور ڈانگر ششدر رہ گئے تھے۔

"یہ مختلف قسمیں ہیں افیون' مارفیا پیتھڈین' ایلکوحل اور پائنز کون' ہر کھلونے پر ایک نمبر ہے تم ان سب کا مکسچر بنا کر ایک نئی چیز بھی بنا سکتے ہو۔ ان پر ۷۵ فیصد مقدار نشہ آور ادویات کی ہے باقی کیمیکل ہے جو با آسانی الگ ہو جاتا ہے اس طرح تم ان سے مطلوبہ اشیا برآمد کر سکتے ہو۔"

دونوں دیر تک گم سم بیٹھے رہے پھر بنی نے ایک طویل سانس لے کر کہا "لیکن مسٹر برونو' اس سلسلے میں تو آپ کو بڑی تحقیق کرنا پڑی ہو گی؟"

"ہاں۔ خاص طور سے ایسے کیمیکل کی دریافت جو منشیات میں حل بھی ہو جائے اور گرم کرنے سے صاف نکل بھی آئے اور خاص طور سے کھلونوں کے لیے فنشنگ بھی دے سکتے۔"

"کیا یہ کوئی معمولی کام ہے؟"

"یہ بنی جانتی ہیں کہ مجھے بہت تھوڑا سا وقت ملا ہے اگر مجھے زیادہ سکون اور زیادہ وقت مل جائے تو

میں بہت کچھ کر سکتا ہوں۔"

"یقیناً۔" ڈائگر نے بڑی عقیدت سے گردن ہلائی تھی۔

"بہر حال تم لوگ اپنا کام شروع کر دو۔ ڈائگر اس سلسلہ میں تم بنی کے بہترین مددگار ثابت ہو گے۔ یہاں سے کام کی ابتدا کر دو اس کے بعد ہم کام پھیلا دیں گے۔ مال کی تم فکر مت کرو جتنا مال درکار ہو میں فراہم کراؤں گا۔"

"جو حکم مسٹر برونو!"

اور اس کے بعد زندگی میں ایک ٹھہراؤ آگیا۔ بس ایک عجیب سا سکون بنی نے بڑی کوشش کی میں اس کے ساتھ مقامی طور پر کام میں دلچسپی لوں لیکن میں اپنے تمام ذرائع ہوریشو کی تلاش میں صرف کرنا چاہتا تھا۔

"نواز! ایک بات تو بتاؤ۔" ایک دن بنی نے کہا۔

"ہوں!"

"تم نے اتنے اعلیٰ پیمانے پر یہ کام پھیلایا ہے میرا خیال ہے جس پیمانے پر اب یہ کام شروع ہوا ہے اتنا تو مکلینو کے زمانے میں بھی نہیں تھا۔"

"ہوں۔ پھر؟"

"تمہارے سامنے اس کا کوئی مقصد ہے؟" میں نے سوال کیا اور اس سوال سے نہ جانے کیوں اس وقت دل میں ایک گولا سا اٹھا۔ اس سارے ہنگامے کا کوئی مقصد تو ہو سکتا تھا لیکن۔ نہیں تھا۔

"تم خاموش ہو گئے نواز؟"

"ہاں بنی۔ اس سوال کا میرے پاس کوئی جواب نہیں ہے۔" میں نے سرد لہجے میں کہا۔

"کیوں؟"

"اس لیے بنی کہ میں نے اس بارے میں سوچنا ہی چھوڑ دیا ہے اور میں نہیں چاہتا کہ کوئی دوسرا مجھ سے یہ سوال کرے اس وجہ سے بنی کہ خود میری زندگی کا کوئی مقصد نہیں ہے بس یوں سمجھو کہ زمین آسمان کی گردش نے زمین پر ایک کونپل اگا دی اس نے پرورش پائی اور ایک درخت بن گیا لیکن ایسا درخت جس کے نہ تو پتے گھنے ہیں نہ اس میں کوئی پھل لگتا ہے بس یہ درخت صرف اس لیے اگا ہے کہ اس میں اس کا کوئی قصور نہیں تھا اب اس کے اوپر جتنے الزامات چاہو لگا لو۔ سوکھ جائے گا تو مٹ جائے گا اور بس۔"

"نواز۔" بنی جذباتی ہو گئی۔

"بنی یہ موضوع ختم کر دو۔ اگر تم نے مجھ سے ہمدردی کا ایک لفظ بھی کہا تو میں ہمیشہ کے لیے تمہارے پاس سے چلا جاؤں گا۔"

"اوہ۔ ٹھیک ہے نواز۔" بنی خاموش ہو گئی۔

چند روز اور گزر گئے۔ ہوریشو کا نہ تو کوئی فون آیا تھا نہ اس کے نشانات ملے تھے۔ اس دوران ڈائگر پوری محنت سے کام کرتا رہا تھا۔ اس نے بے شمار اڈے قائم کر دیئے تھے۔ سب سے بڑی بات ہمارے مال کی خصوصیت تھی اس مال میں منشیات کے رسیا بڑی دلچسپی لے رہے تھے کیونکہ اس میں ایک مخصوص ٹیسٹ پیدا ہو گیا تھا۔

"ڈائگر!" ایک دن میں نے ڈائگر سے کہا۔

"یس چیف!" ڈائگر بھی اب مجھ سے کافی بے تکلف ہو گیا تھا۔

"ہوریشو کا کوئی نشان نہیں مل رہا۔"

"میرا خیال ہے مسٹر برونو کہ اس نے یہ ملک ہی چھوڑ دیا ہے۔"

"ممکن ہے کیونکہ اس پر یہ زمین تنگ ہو گئی۔ بہر حال اس کا ایک اور تحفہ میرے پاس موجود ہے۔" میں نے کہا۔

"تحفہ؟"

ہاں۔ لیکن اس کو وصول کرنے کے لیے کافی جدوجہد کرنا ہو گی۔"

"ڈائگر ہر خدمت کے لیے تیار ہے بس آپ حکم کیا کریں مسٹر برونو۔"

"یہاں سے کافی دور ایک دوسرے ملک کی سرحدوں میں ایک جزیرہ ہے اس جزیرے میں منشیات کا عظیم خزانہ پوشیدہ ہے۔"

"منشیات کا خزانہ؟"

"ہاں۔ ہوریشو کا دل جو میں نے نکال لیا تھا۔" میں نے ڈائگر کو پوری تفصیل بتائی اور ڈائگر نے دونوں ہاتھوں سے سر پکڑ لیا۔

"کیوں۔ تمہیں کیا ہوا؟" میں نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"کچھ نہیں مسٹر برونو، اب تو آپ کے ہر انکشاف پر سر چکرانے لگتا ہے اب تو میں حیرت کی منزلوں سے بھی آگے نکل گیا ہوں۔ آپ نے بے چارے ہوریشو کا کیا حال بنایا ہے اس کے باوجود وہ پاگل نہیں ہوا بڑی بات ہے۔"

"پاگل ہونے کے بعد وہ اپنے بال ہی نوچ سکتا تھا۔ بہر حال تم اس کے لیے کیا کرو گے؟"

"ڈائگر کے ہاتھ بھی آپ کی دعا سے کافی لمبے ہیں چند ایسے لوگوں سے میرے تعلقات ہیں جو کافی اعلیٰ پیمانے پر اسمگلنگ کرتے ہیں میں ان سے رابطہ قائم کروں گا۔ وہ سارا بندوبست کر دیں گے۔"

"تب تم ان سے بات کر لو لیکن ہمیں بھی ساتھ جانا پڑے گا۔ جزیرے کی نشاندہی کے لیے میرا ساتھ چلنا ضروری ہے۔"

"اس کے لیے بھی انتظامات کر لیے جائیں گے بلکہ اگر آپ پسند کریں تو خود ہی مسٹر جوشی سے ملاقات کر لیں۔ آپ ان سے بہتر گفتگو کر سکیں گے۔"

"ٹھیک ہے میری اس سے ملاقات کرا دو۔" میں نے جواب دیا اور ڈائگر نے کہا کہ وہ مسٹر جوشی سے وقت لے لے گا۔"

پرانے طرز کے پرتگالی قزاقوں کی سی شکل کا آدمی صورت ہی سے خطرناک نظر آتا تھا۔ اس کی آنکھیں اتنی چھوٹی تھیں کہ بس ایک لکیر سی محسوس ہوتی تھی عمر پچپن اور ستر کے درمیان معلوم ہوتی تھی لیکن جوانوں کی طرح سرخ تھا۔ اس خطرناک صورت کے ساتھ اس کی خوش مزاجی تعجب خیز لگتی تھی۔

"اوہ میرے دوست ڈائگر۔ شہر کے معزز شخص۔ کوئی میرے دل سے پوچھے کہ اس قوم کو ناکارہ کرنے میں تمہارا کتنا ہاتھ ہے لمبے قد اور نوجوان اب منشیات کے نشے میں لونڈیوں سے بدتر ہو جاتے ہیں تو

میرا دل چاہتا ہے تمہیں قتل کردوں۔" اس نے ڈائگر کو سینے سے لپٹاتے ہوئے کہا۔

"پھر دونوں نے ہی اس کام کا بیڑا اٹھایا ہے تم ملک کی معیشت کو کھوکھلا کر رہے ہو اور میں نوجوانوں کو۔"

"ٹھیک ہے دوست، پھر دونوں بڑی خوش اسلوبی سے اپنے فرائض انجام دے رہے ہیں۔" اس نے ہنستے ہوئے کہا لیکن پھر اسکی نگاہ مجھ پر پڑی اور اس کی ہنسی اس طرح رک گئی جیسے برسوں سے ہنسا ہی نہ ہو۔

"یہ کون ہیں؟"

"میرے عظیم دوست مسٹر برونو۔"

"عظیم؟" اس نے تعجب سے مجھے دیکھا۔ انداز میں تمسخر تھا اور ڈائگر کے انداز میں تھوڑی سی بوکھلاہٹ نظر آئی۔ پھر وہ آگے بڑھا اور اس نے اپنا ہاتھ میری طرف بڑھا دیا۔ "عظمت کا تعین میں دوسرے طریقے سے کرتا ہوں۔"

اس دوران اس کا جائزہ لینے کا موقع مل گیا تھا اور میں اس کا ٹائپ کسی حد تک سمجھ گیا تھا چنانچہ میں نے ذرا سنبھلے ہوئے انداز میں اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ میں دیا اور جوشی نے میرے ہاتھ کو اپنے چوڑے ہاتھ کے شکنجے میں کس لیا۔

میں خود بھی تیار تھا اور ایسے مواقعوں پر نہ جانے کہاں سے ایک انوکھی کیفیت میرے اندر ابھر آتی تھی۔ میں نے اس کے چوڑے ہاتھ کو پیس کر رکھ دیا اور یہ وہی قوت تھی جس نے ایک سیاہ فام کو دنیا سے رخصت کر دیا تھا۔

جوشی دوہرا ہو گیا۔ اس کے حلق سے ایک کریہہ آواز نکل گئی تھی۔ "آپ سے مل کر بے حد خوشی ہوئی مسٹر جوشی۔" میں نے اس کا ہاتھ چھوڑ دیا۔ جوشی نے اپنا ہاتھ دوسرے ہاتھ سے پکڑ لیا تھا اور پھر وہ کراہتا ہوا بولا۔

"مجھے بھی۔" پھر اس نے زور سے آواز لگائی "جیکسن!" اور اک قوی ہیکل آدمی دوڑتا ہوا اندر آیا۔

"معزز مہمان آئے ہیں ان کے لیے کافی وغیرہ لاؤ۔ اور آپ حضرات تشریف رکھیے۔ جیکسن!"

"یس سر۔" واپس مڑتا ہوا شخص پھر بولا۔

"میرے لیے بینڈیج کا سامان بھی۔"

"یس سر۔" وہ پھر مڑ گیا اور فوراً باہر نکل گیا۔

"منشیات کے اس دور میں مجھے نوجوانوں پر بھروسہ نہیں رہا ہے اس لیے کبھی کبھی دھوکہ کھا جاتا ہوں لیکن طاقت کے لیے ایسے مظاہرے دیکھ کر مجھے خوشی ہوتی ہے۔ وہ پھر تکلیف سے کراہا اور پھر ہاتھ جھٹکتا ہوا بولا "دیکھنا ڈائگر شاید فریکچر ہو گیا۔"

ڈائگر بوکھلائے ہوئے انداز میں اس کا ہاتھ دیکھنے لگا۔ جونہی اس نے جوشی کا ہاتھ چھوا اور وہ چیخ پڑا تھا۔ لیکن اس کے چہرے پر ناگواری کا کوئی تاثر نہیں تھا پھر اس وقت اس سے کوئی بات نہ ہو سکی۔ جب تک اس کے ہاتھ کی بینڈیج نہ ہو گئی۔ جس شخص نے اس کے ہاتھ کی بینڈیج کی تھی اس نے جوشی کے ایما پر اسے ایک انجکشن بھی دیا تھا۔

اس دوران کافی کی ٹرالی آگئی اس پر خشک میوے اور پھل بھی رکھے ہوئے تھے۔ ملازم نے کافی

ہمارے سامنے سرو کر دی۔

"ہاں برادر۔ اب بتاؤ جوشی کیسے یاد آگیا؟" اس نے دوسرے ہاتھ سے کافی کی پیالی اٹھا کر ہونٹوں سے لگالی۔

"تمہارے پرائیویٹ جہاز دوسرے ممالک کے این او سی بھی تو رکھتے ہیں۔ جوشی۔" ڈائگر نے کہا۔

"تمہیں علم ہے۔" جوشی نے گردن ہلائی۔

"ہمیں تمہارے ایک جہاز کی ضرورت ہے۔"

"پورے جہاز کی۔" جوشی چونک کر بولا۔

"جائیں گے تو صرف چند آدمی لیکن مال لانا ہے۔"

"بڑی مقدار ہے؟"

"ہاں!"

"منشیات؟" جوشی مسکرایا۔

"ہاں۔ ظاہر ہے۔" ڈائگر نے سنجیدگی سے جواب دیا۔

"کہاں سے لانا ہے؟"

"یہ تفصیل بعد میں۔"

"کیا کاروباری بات ہو رہی ہے؟" جوشی نے ڈائگر کی آنکھوں میں دیکھا

"بالکل۔"

"تب پھر چند اہم باتیں ہیں مثلاً اگر تم کسی ایسی غیر معروف جگہ جاؤ گے جہاں میرے جہاز نہ جاتے ہوں تو اس کے لیے خصوصی انتظامات کرنے ہوں گے اور اگر ایسی جگہ جانا ہو جو میرے جہازوں کا روٹ ہے تو تمہارے اخراجات کم ہوں گے مثلاً میں کوئی مال لوڈ کرا دوں وہ مال اس بندرگاہ پر اتر جائے پھر اگر گنجائش ہو تو یہاں سے مال لے لیا جائے اور ساتھ ہی تمہارا مال بھی ہو تو آسانی ہو جائے گی۔"

"کیوں مسٹر برونو؟"

"اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔" میں صورت حال سمجھ رہا تھا۔ اس لحاظ سے تو یہ جوشی بہت اونچی شے تھی۔

"تب یہ بہتر رہے گا لیکن اس شکل میں کہ ہم اپنی مخصوص بندرگاہ میں جائیں۔"

"تمہارے آدمی تعاون کریں گے؟" ڈائگر نے پوچھا۔

"احمقانہ سوال ہے۔" جوشی نے کہا۔

"ظاہر ہے اس کے ذمہ دار مسٹر جوشی ہوں گے۔"

"بالکل۔"

"اخراجات کی کوئی پرواہ نہیں ہے مسٹر جوشی آپ معاملے کی بات کریں"

"دوسری طرف سے ہم بھی مال لا سکیں گے؟" جوشی نے پوچھا۔

"نہ لائیں تو بہتر ہے۔"

"ٹھیک۔ یہاں سے کتنے آدمی جائیں گے؟"

"چار پانچ۔"

"ہوں۔ بہرحال یوں سمجھو پورا ٹرپ تمہارا ہوگا۔"

"ہاں یہی سمجھ لیں۔"

"پچپن ہزار پونڈ خرچ ہوں گے۔ مال پوری حفاظت سے تمہارے حوالے کر دیا جائے گا۔"

"مجھے منظور ہے۔" میں نے جواب دیا اور جوشی نے گہری نگاہوں سے مجھے دیکھا اور پھر مسکرا دیا۔

"ہر بات میں وقار ہے۔ عمدہ آدمی ہو۔ پانچ ہزار پونڈ بڑھا کر بتائے تھے وہ میں خود کم کیے لیتا ہوں لیکن رقم ایڈوانس۔ پوری رقم۔"

"شام تک ادائیگی ہو جائے گی۔" میں نے جواب دیا۔

"جگہ" جوشی نے پوچھا۔ اور میں نے اسے پوری تفصیل سمجھا دی۔ جوشی نے پرسکون انداز میں گردن ہلائی تھی۔

"تو اجازت جوشی۔" میں کھڑا ہو گیا اور جوشی ہمیں دور تک چھوڑنے آیا پھر ہم اس سے رخصت ہو کر اپنی کار میں چل پڑے۔ ڈانگر خاموشی سے ڈرائیونگ کر رہا تھا "یہ جوشی پرتگالی ہے؟" میں نے سوال کیا۔

"اوہ نہیں۔ بس حلیہ ایسا بنا رکھا ہے فن لینڈ کا باشندہ ہے۔"

"جہاز ہیں اس کے؟"

"پوری شپنگ کمپنی ہے۔ مقامی طور پر مالدار لوگوں میں چھٹے نمبر پر آتا ہے۔ لیکن کریک ہے' فطرت میں درندگی ہے' ہمارے کام کے لیے اس سے بہتر کوئی اور آدمی میری نگاہ میں نہیں ہے ورنہ میں اس سے کام نہ لیتا۔"

"کیوں؟"

"اس کے ساتھی بھی سب چھٹے ہوئے بدمعاش ہیں اور بہرحال ہمارا ان سے مستقل واسطہ رہے حالانکہ وہ اصول پسند آدمی ہے۔"

"اوہ ڈانگر۔ ظاہر ہے ہم جس لائن میں ہیں وہاں ہمارا واسطہ شریف آدمیوں سے بہت کم پڑے اور ہمیں ہر قسم کے لوگوں کے لیے خود کو تیار رکھنا ہوگا۔"

"ہاں یہ تو ٹھیک ہے مسٹر برونو۔ اور آپ۔ آپ نہ جانے کیا ہیں اب تو میں تبصرہ بھی نہیں کروں گا۔ اس کا ہاتھ یقیناً ٹوٹ گیا تھا۔"

"میں نے کہا نا ڈانگر ہمیں ہر قسم کے لوگوں کے لیے خود کو تیار رکھنا ہوگا۔"

"بنی نے ہمارا پروگرام سن کر کہا تھا کہ وہ خود بھی ہمارے ساتھ چلے گی۔"

"یہ مناسب نہیں ہوگا بنی تمہیں یہاں کے حالات کو کنٹرول کرنا ہوگا پھر اس کاروبار کو ابھی اس طرح نہیں چھوڑ سکتے۔"

"لیکن نواز۔ جہاز پر تمہارا سفر کتنا دلکش ہوگا۔ میں تو اس تصور سے ہی خوش ہو گئی تھی۔" وہ مرجھا گئی۔

"وہ ٹھیک ہے بنی لیکن ہم جو کچھ کر رہے ہیں اس کے لیے ہمیں تھوڑی سی محنت اور جدوجہد بھی کرنا ہوگی اور پھر اس صورت میں کہ ڈانگر بھی ہمارے ساتھ جا رہا ہے۔"

"صرف ایک بات اور کہوں گی اس کے بعد جیسی تمہاری مرضی ہو۔" بنی نے کہا۔

"ضرور کہو۔"

"اگر ڈانگر کو یہاں چھوڑ دیا جائے تو کیا وہ ان اڈوں کو نہ سنبھال سکے گا"

"نہیں بنی۔ پلیز بات کو سمجھنے کی کوشش کرو ہمیں زیادہ عرصہ بھی نہیں لگے گا۔ تمہارا یہاں رہنا ضروری ہے سردارے ہالینڈ سے مال بھیجے گا اسے وصول کر کے سپلائی کو بہتر بناؤ اور باہر سے بھی رابطہ رکھو۔"

"او کے۔" بنی نے کہا اور مسکرانے لگی۔ وہ ظاہر کرنا چاہتی تھی کہ اس نے اس بات کو محسوس نہیں کیا ہے لیکن میں اس کی ذہنی کیفیت سمجھ رہا تھا اور یہ ضروری تھا میں اسے اس بات کا عادی بھی کرنا چاہتا تھا تاکہ وہ مجھے اپنی ملکیت نہ سمجھ لے۔

ہم لوگ تیاریاں کرنے لگے۔ پرنس ہراتا حسب معمول مست تھا۔ عجیب انسان تھا یہ بھی۔ نہ جانے اس کی زندگی کا مقصد کیا تھا۔ کوئی خواہش نہیں تھی اس کی' بس ہر وقت اپنے میں مگن رہتا تھا اور خوش تھا۔

میں نے اس سے اس سفر کی بات کی تو اس نے مخصوص انداز میں گردن ہلا دی۔ "او کے چیف میں تیار ہوں۔"

"تمہیں سفر کے لیے کچھ ضرورت ہوگی ہراتا؟"

"ہاں؟ ۔۔۔ روٹی دونوں وقت ملے گی؟" اس نے مسکرا کر کہا۔

"ظاہر ہے۔"

"نشے کی پابندی تو نہیں ہوگی؟"

"ہرگز نہیں۔"

"کپڑے بھی پہن سکوں گا تو پھر اور ضرورت کس بات کی رہ جاتی ہے بس سب ٹھیک ہے جب کہو گے اٹھ کر چل دوں گا۔" اس نے جواب دیا۔ اور میں ایک طویل سانس لے کر اس کے پاس سے اٹھ گیا۔

جوشی کی شخصیت کو میں نے مدنگاہ رکھا تھا۔ اس لیے ڈانگر کی مدد سے ایسا مخصوص سامان ترتیب دیا جس میں مہلک ہتھیار چھپائے جا سکتے تھے۔ یہ پروگرام خفیہ طور پر ڈانگر سے طے ہوا تھا۔ جوشی خود اگر وحشی تھا تو اسکے آدمی بھی ممکن ہے اسی فطرت کے مالک ہوں اس لیے اپنا انتظام بھی ضروری تھا اور ڈانگر انتظامی امور میں اپنا ثانی نہیں رکھتا تھا۔ چنانچہ بظاہر ایسی چیزیں لی گئیں جن پر شبہ نہیں کیا جا سکتا تھا لیکن دوسری طرف ایک باقاعدہ اسلحہ خانہ ساتھ لے لیا گیا تھا۔

پھر جوشی نے تیاریوں کی اطلاع دے دی اور بالآخر ہم چل پڑے بنی زیادہ خوش نہیں تھی لیکن اس نے کوئی اظہار نہیں کیا۔

جوشی بذات خود ہمیں بندرگاہ پر چھوڑنے آیا تھا۔ اور اس کا جہاز ایک عمدہ جہاز تھا ہر قسم کی سہولت سے آراستہ۔ اس نے جہاز کے کپتان سے ہمارا تعارف کرایا۔ یہ بھی جوشی کی کاپی تھا۔ جہاز کا پورا ما

ایک جیسا تھا جتنے خلاصی اور عملے کے دوسرے لوگ نظر آرہے تھے ایک سے ایک خبیث صورت تھے۔
میں اور ہراتا گہری نگاہوں سے جہاز کا جائزہ لے رہے تھے۔ مجھے واقعی حیرت ہوئی تھی۔ یہ جہاز
خاصا تھا اور بقول ڈائگر کے جوشی کے ایسے کئی جہاز تھے اور وہ اسمگلر تھا۔ اس شخص کی دولت بھی بے اندازہ
ہوگی۔

"چیف!" اچانک ہراتا کے منہ سے ایک بگڑی ہوئی آواز نکلی۔

"ہوں۔" میں اس کی طرف دیکھنے لگا۔

"یہ دنیا آخر کب تک ختم ہوگی چیف۔ دل اکتا گیا ہے ایک ہی قسم کے مناظر سے ایک ہی زندگی
سے کیا پوری دنیا میں کوئی انوکھی تبدیلی نہیں لائی جاسکتی؟"

"سمندری ہوا کسی خاص طریقے سے اثر انداز ہو رہی ہے تمہارے اوپر ویسے بائی دی وے کیا
تبدیلی لانا چاہتے ہو؟"

"اس پوری دنیا سے عورت کا وجود اٹھالیا جائے۔ تم یقین کرو مسٹر نواز یہ دنیا جنت نظیر بن جائے گی
کوئی غم نہیں ہوگا۔"

"ہوا کیا؟" میں نے چاروں طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"موجود ہے اور خلاصی ہے کیا ضرورت تھی۔" ہراتا نے بدستور مسخرے پن سے پوچھا اور میری
نگاہ بھی اس طرف دوڑ گئی۔ پرتگالی طرز کے خلاصیوں کے بال عموماً شانوں تک تھے سب کے سب مو
چست لباس میں تھے اس لیے یکساں نظر آرہے تھے لیکن اب جو غور سے دیکھا تو کچھ ابھرے ہوئے
بھی نظر آئے۔ بدن کے نقوش بھی مختلف تھے البتہ چہرے خاصے مردانہ تھے۔

"ہاں۔ ہراتا۔" میں نے خوشی سے اس کا شانہ بجاتے ہوئے کہا۔ "یہ جوشی خوش ذوق آدمی معلوم
ہوتا ہے۔"

"چیف! تمہارا دل کبھی عورت سے بھرے گا؟" ہراتا نے مایوسی سے پوچھا

"بھر جائے گا ہراتا، مگر ابھی نہیں۔"

"مادام بنی کو تم اس لیے ساتھ نہیں لائے تھے۔"

"یہ بات نہیں ہے میری جان۔ اس وقت تک تو مجھے اس جہاز کی رنگینیوں کا علم بھی نہیں تھا
بنی کو نہ لانے کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ میں سوچ رہا تھا پورے جہاز پر صرف ایک عورت ہوگی کہیں
الجھن کا باعث نہ بن جائے۔"

"چلو پھر ٹھیک ہے تم خوش ہو تو ہراتا کو کیا۔ میں تو سر چھپائے کسی جگہ پڑا رہوں گا۔"

"لیکن تم اتنے پریشان کیوں ہو گئے تھے؟" میں نے مسکراتے ہوئے پوچھا

"سالی کی آنکھ اچانک خراب ہو گئی تھی ادھر سے گزری تو ایک آنکھ دبا دی۔"

"تمہاری طرف؟"

"ہاں۔"

"جب تک ان سے دور بھاگتے رہو گے ہراتا یہ تمہارے پیچھے لگی رہیں گی اس لیے بہتر ہے
کہ---"

"سمندر میں کود کر خودکشی کرلو۔ کیوں؟" ہراتا نے میری بات درمیان میں سے اچک لی، تم سمجھنے
کی کوشش کرو چیف۔ جب میں دنیا ترک کرنے کے بارے میں سوچوں گا کسی عورت کا سہارا لوں گا۔" میں
ہنسنے لگا۔

جوشی کے جہاز کا ہم لوگ پوری طرح جائزہ لے چکے تھے جدید قسم کا خوبصورت جہاز تھا لیکن اس پر
موجود تمام لوگ کھلنڈری فطرت کے مالک تھے کپتان نے ہمیں ہمارے کیبن بتادیئے۔ جوشی نے اسے تمام
ہدایات دے دی تھیں اس لیے وہ ہمارے ساتھ بہت اچھی طرح پیش آیا تھا۔ بالآخر جہاز نے بندرگاہ چھوڑ
دی۔ ہم عرشے پر تھے اور جہاز کو کنارے سے دور ہوتے دیکھ رہے تھے اور دیر تک ہم وہیں کھڑے رہے۔

"مجھے اجازت دو چیف تو میں اپنے کیبن میں چلا جاؤں۔" ہراتا نے کہا

"تمہیں گوشہ نشینی کی حاجت محسوس ہو رہی ہے؟"

"اس بندر کی اولاد کو دیکھو کیا کر رہی ہے۔" ہراتا نے کہا اور میری نگاہ اس طرف اٹھ گئی۔ لڑکی
مستول سے لپٹی ہوئی تھی۔ اس نے ملاحوں والی ٹوپی پہن رکھی تھی اور ہراتا کی طرف دیکھ کر مسکرا رہی تھی۔

"کیا بات ہے مسٹر برونو؟" ڈائگر نے ہماری طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"اوہ مسٹر ڈائگر میرے ساتھی کو یہ جہازی لڑکیاں چھیڑ رہی ہیں۔ نہ جانے کیوں لڑکیاں اس کے
پیچھے پڑی رہتی ہیں؟"

"لڑکیاں چھیڑ رہی ہیں؟" ڈائگر ہنس پڑا۔

"ہاں۔ اس بیچارے کے ساتھ یہ ٹریجڈی ہے ہمیشہ کوئی نہ کوئی...."

"تو اس سے کیا فرق پڑتا ہے مسٹر ہراتا انہیں چھیڑنا شروع کر دیں" ڈائگر نے کہا۔

"ان کا ایمان خراب ہوتا ہے" میں نے کہا۔ ہراتا کو میری اجازت مل گئی تھی اس لیے وہ چلا گیا۔
میں اور ڈائگر ہنسنے لگے۔

"مسٹر ہراتا لڑکیوں سے بھاگتے ہیں۔"

"ہاں۔ وہ عورت کی دنیا کا انسان نہیں ہے۔"

"نہ جانے کیوں جوشی نے جہاز پر لڑکیاں پال رکھی ہیں؟"

"سیدھی سی بات ہے ملاحوں کا دل لگا رہتا ہے عورت کی موجودگی میں کسی کو اکتاہٹ محسوس نہیں
ہوتی۔ ویسے ڈائگر جوشی کے بارے میں مجھے کچھ تفصیل سے بتاؤ۔"

"مثلاً؟"

"اس شخص کی تاریخ کیا ہے ٹائپ کیا ہے؟"

"فن لینڈ کا باشندہ ہے آج سے تقریباً بارہ سال پہلے کچھ نہیں تھا بندرگاہ کے علاقے میں غنڈہ
گردی کیا کرتا تھا پھر ایک چھوٹا سا ہوٹل کھول لیا۔ چند روز ہوٹل چلاتا رہا اور پھر اچانک اس کی حالت بدلنے
لگی اور اب تو آپ کو معلوم ہی ہے۔"

"تم سے کیسے تعلقات ہیں؟"

"اس وقت سے ہیں جب وہ کچھ نہیں تھا۔ ویسے آدمی اصول پرست ہے دولت بے پناہ ہے لیکن
گھٹیا ہے اور اس دولت سے اپنی نفسیت کو نہیں بدل سکا۔"

"کوئی ایسا کام جو ناپسندیدہ ہو؟"

"نہیں۔ عام حالات میں بے ضرر ہے۔"

"ہوں۔" میں نے ایک گہری سانس لی اور پھر چونک کر ہم دونوں ہراتا کو دیکھنے لگے جو ہم اسی طرف آ رہا تھا۔

"خیریت ہراتا؟" میں نے پوچھا۔

"ہاں خیریت ہے چیف کوئی خاص بات نہیں ہے لیکن کیا آپ لوگ پوری زندگی یہیں گزا فیصلہ کر چکے ہیں؟"

"نہیں چلو۔ چل رہے ہیں۔ میں نے محسوس کیا تھا کہ کوئی خاص بات ہے بہرحال میں نے سے کوئی اور سوال نہیں کیا اور ہم اپنے کیبنوں کی طرف چل پڑے ڈائگر اپنے کیبن میں چلا گیا ہراتا کے ساتھ اس کے کیبن میں داخل ہو گیا۔

"ہاں ہراتا۔ کیا بات ہے؟"

"میرا دماغ گھوم جاتا ہے مسٹر نواز ایک آدھ کی گردن توڑ دوں گا۔"

"ضرور توڑ دینا مگر ہوا کیا؟"

"بڑی مصیبت ہے چیف! بدبخت کی بچی میرے کیبن میں ہی گھس آئی۔ اس کا نام کشتیا میرا نام پوچھ رہی تھی۔"

"پھر تم نے کیا کہا؟"

"میں اسے چھوڑ کر تمہارے پاس پہنچ گیا تھا۔ میں نے اس سے کہا کہ ابھی نام پوچھ کر آ دیکھتی رہ گئی تھی۔"

مجھے ہنسی آ گئی پھر میں نے سنجیدگی سے اس سے کہا "اس قدر خوفزدہ ہونے کی ضرورت نہیں ہے ہراتا خواہ مخواہ تماشہ بن جاؤ گے۔"

"پھر کیا کروں چیف؟ یہ عورتیں تو بڑی لفنگیاں معلوم ہوتی ہیں۔"

"بہرحال تمہیں اغوا کر کے نہیں لے جائیں گی۔ تھوڑے سے حواس قائم رکھو۔ بات صر جہاز کی نہیں ہے' ان سے کہاں پناہ ملے گی۔"

"میں گوشہ نشینی اختیار کر لوں گا لیکن ان لوگوں کے چکر میں نہیں پھنسوں گا"

"نہیں ہراتا' اس قدر پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔" میں اسے سمجھاتا رہا لیکن مصیبت پھر نازل ہو گئی اس نے کیبن کا دروازہ کھول کر اندر جھانکا تھا۔

"یہ تھی۔" ہراتا نے خوفزدہ لہجے میں کہا۔ لڑکی دروازہ کھول کر اندر داخل ہو گئی۔ درحقیقت کے چہرے پر مردانہ پن تھا لیکن جسمانی طور پر وہ بھرپور تھی۔

"ہیلو۔ کہاں چلے گئے تھے" اس نے مجھے نظرانداز کر کے ہراتا سے پوچھا

"اندر آیئے خاتون' آپ کو کوئی کام ہے؟" میں نے شریفانہ انداز میں کہا۔

"تم سے نہیں ہے۔ درمیان میں نہ بولو' اس نے کھردرے لہجے میں کہا اور میں نے ایک سانس لی۔

"اس کے بارے میں جو کچھ معلوم کرنا ہے مجھ سے معلوم کرو۔" میں نے نرم لہجے میں کہا۔

"کیوں؟" اس نے مجھے گھورا۔

"بس میں نے تمہیں بتا دیا ہے۔ ورنہ اپنی ٹوٹ پھوٹ کی ذمے دار تم خود ہو گی۔"

"ٹوٹ پھوٹ؟" لڑکی کے چہرے پر تعجب کے آثار تھے۔

"ہاں۔ اس کا ذہنی توازن درست نہیں ہے۔"

"ارے نہیں۔" اس بار لڑکی کسی قدر خوفزدہ ہو گئی تھی۔

"تمہیں خود محسوس کر لینا چاہیے تھا۔ تعجب ہے تم نے ابھی تک اس بات کا اندازہ نہیں لگایا جبکہ لڑکیاں اس معاملے میں کافی تیز ہوتی ہیں۔"

"لیکن بظاہر تو۔" لڑکی نے کہنا چاہا پھر رک گئی۔ ہراتا اپنی جگہ سے اٹھا اور سینٹر میں پڑی ہوئی میز اٹھا کر سر پر جمانے کی کوشش کرنے لگا۔ لڑکی چونک کر اسے دیکھنے لگی۔ پھر وہ خاموشی سے باہر نکل گئی۔

ہراتا نے میز رکھی اور میرے اوپر چھلانگ لگا دی وہ مجھ سے بے اختیار لپٹ گیا تھا۔ "ایسی ترکیب چالی ہے مسٹر نواز کہ بس یہاں بھی تمہاری ذہانت کا کرشمہ دیکھ لیا۔ پوری زندگی کام آئے گی۔ ارے واہ لطف آ گیا۔"

"کیا مطلب؟" میں نے چونک کر کہا۔

"چیف عورتیں پاگلوں سے خوفزدہ رہتی ہیں نا ہراتا ہر عورت کے سامنے پاگل ہی رہے گا۔"

"اوہ۔" میں نے گردن ہلائی۔ ضروری نہیں بہرحال تجربہ کر دیکھو کیا حرج ہے ممکن ہے تمہارا مسئلہ اس طرح حل ہو جائے۔"

ہراتا خاموش ہو گیا تھا۔

جہاز کے ماحول میں ابھی کوئی خاص بات نہیں ہوئی تھی وہ مناسب رفتار سے سفر کر رہا تھا۔ شام ہو چکی تھی ابھی تک جہاز کے خلاصی اور دوسرے لوگ اپنے کاموں میں مصروف تھے لیکن شام کو انہیں فرصت ہو گئی اور اب ایک تفریحی ماحول پیدا ہو گیا تھا۔ خلاصی ٹولیاں بنائے جہاز کے مختلف حصوں میں نظر آ رہے تھے۔ چاروں طرف قہقہے ابھر رہے تھے۔

ہم بھی باہر نکل آئے۔ ہراتا نہ جانے کیوں اب پرسکون ہو گیا تھا اور اس وقت وہ بھی ہمارے ساتھ ہی تھا۔

ڈائگر ریلنگ سے ٹکا سمندر کی لہروں کو دیکھ رہا تھا۔ "طویل عرصہ کے بعد یوں محسوس ہو رہا ہے کہ زندگی پھر لوٹ آئی ہے۔" اس نے کہا۔

"کیا مطلب؟"

"گو زندگی کے ان ہنگاموں سے بددل نہیں تھا لیکن یہ سکون اجنبی اجنبی سا لگ رہا ہے کیا آپ بھی اس سفر سے لطف اندوز ہو رہے ہیں مسٹر برونو؟"

"ہاں۔ کیوں نہیں؟"

"میں آپ کی شخصیت سے زیادہ واقف نہیں ہوں مسٹر برونو۔ میں نے تو آپ کا ایک رخ دیکھا ہے جارحانہ جانے کیسا ہے؟"

"اسے بھی برا نہیں پاؤ گے ڈانگر۔"

"ابھی تک ہمیں اڈے کے ہنگاموں سے فرصت نہیں ملی ہے میرا مقصد بھی کافی دلچسپ ہے اگر آ کر آپ کو اس سے روشناس کراؤں گا۔"

"ضرور۔" میں نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔ پھر ہم دونوں کپتان کی طرف دیکھنے لگے جو ایک اور خوش رو آدمی تھا لیکن حلیہ اس کا بھی مناسب نہیں تھا

"ہیلو فرینڈ' کیسے گزرے آپ کے یہ چند گھنٹے؟"

"ٹھیک ہیں کیپٹن!"

"یہاں کسی قسم کا تکلف نہ کریں۔ پورا جہاز آزادی کا جہاز ہے کوئی کسی کا پابند نہیں ہے بس کوئی قانون ہے مسٹر جوشی کی ہدایت ہے کہ سمندر کے سینے پر آزادی کے گیت گائے جائیں اور آپ اس وقت جہاز کے لوگوں میں شامل ہیں۔"

"ہم بالکل مطمئن ہیں کیپٹن۔"

"او کے۔ او کے اور جس چیز کی ضرورت ہو بتا دیں۔"

"فی الحال کسی چیز کی ضرورت نہیں۔" میں نے جواب دیا اور کپتان چلا گیا۔

"تو یہ جہاز آزادی کا جہاز ہے۔" ڈانگر ہنس کر بولا۔

"ہاں۔ دیکھنا یہ ہے کہ یہ آزاد لوگ اس آزادی سے کس طرح فائدہ اٹھاتے ہیں۔"

"یہ جس طرح بھی اٹھائیں میں اس کا جائزہ لینا چاہتا ہوں اور اس کے لیے اجازت بھی نہیں لوں گا آپ سے کیونکہ یہ آزادی کا جہاز ہے۔" ڈانگر نے ہنستے ہوئے کہا۔ اور ایک طرف چلا گیا۔ اسی وقت میں نے دو لڑکیوں کو اس طرف آتے دیکھا ان میں سے ایک کافی دراز قامت تھی۔ دوسری متناسب تھی۔ میں ان کی طرف دیکھنے لگا۔ اور دونوں ہمارے قریب پہنچ گئیں۔

"ہیلو۔" دراز قد لڑکی نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"ہیلو! کیا آپ لوگ تنہا شامیں گزارنے کے عادی ہیں؟"

"مجبوری ہے۔" میں نے کہا۔

"کیوں مجبوری کیا ہے۔ اس شام ہم آپ کا ساتھ دے سکتے ہیں۔"

"لیکن آپ کو میرے ساتھی سے۔" میں نے ہراتا کی طرف دیکھا۔ اور چونک پڑا۔ ہراتا موجود نہیں تھا۔

"ارے۔ یہ میرا ساتھی کہاں گیا؟"

"وہ تو نہ جانے کیوں ڈرتا ہوا چلا گیا تھا۔ ویسے کشتیا کہہ رہی تھی کہ وہ پاگل ہے۔ کیا یہ درست ہے؟" لمبی لڑکی نے پوچھا۔

"ہاں۔ اس پر دماغی دورے پڑتے ہیں۔"

"خطرناک تو نہیں ہو جاتا؟"

"بے حد' کئی عورتوں کو گنجا کر چکا ہے نہ جانے کیوں جنون کے عالم میں وہ لڑکیوں کے سر مونڈتا ہے اور پھر ان کے سروں پر ہاتھ پھیر کر روتا رہتا ہے۔" دونوں لڑکیوں نے ایک دوسرے کی شکلیں دیکھیں اور

ہنس پڑیں۔ "کسی لڑکی نے اسے گنجا نہیں کیا؟"

"نہیں۔ لڑکیاں اس کے خوبصورت بالوں سے بہت متاثر ہوتی ہیں۔"

"وہ جاپانی ہے؟"

"ہاں۔"

"بہرحال ہم اس کے بال صاف کرا دیں گے۔" لمبی لڑکی نے بڑے وثوق سے گردن ہلاتے ہوئے کہا اور میں اسے غور سے دیکھنے لگا۔ دوسری لڑکیوں سے مختلف تھی چہرے سے وہی خشونت ٹپکتی تھی جو یہاں دوسری لڑکیوں کے چہروں پر تھی۔

"خود لڑکیوں کے بارے میں تمہاری کیا رائے ہے؟"

"جو ہر مرد کی ہوتی ہے۔"

"ہم دونوں میں سے تمہیں کون پسند ہے؟"

"دونوں۔"

"چالاک بننے کی کوشش مت کرو تمہیں فیصلہ کن بات کہنا ہو گی۔" لمبی نے کہا۔

"قطعی فیصلہ کن؟" میں نے سوال کیا۔

"ہاں قطعی!"

"تو تم پھر کوئی لڑکی ہو' بے تکی۔ تمہارے اندر تو نسوانیت ہی نہیں ہے۔ میں تمہارے پر تھوکنا بھی پسند نہیں کرتا۔"

"ہوں۔" لمبی لڑکی نے خونی نگاہوں سے مجھے گھورتے ہوئے کہا اور پھر دونوں آگے بڑھ گئیں پھر شرافت کا مارا ہراتا اسی وقت کیبن سے نکل آیا تھا جب لڑکیاں اس کے کیبن کے سامنے سے گزر رہی تھیں۔ دونوں لڑکیوں نے اس کا راستہ روک لیا تھا۔

میں نے محسوس کر لیا کہ کوئی پھڈا ہونے والا ہے۔ ہراتا کے تیور اچانک بگڑ گئے تھے۔ میں جلدی سے اس طرف بڑھ گیا تھا ہراتا نے مجھے دیکھا اور پھر ایک دم دانت نکال کر لڑکیوں پر دوڑ پڑا لیکن لمبی لڑکی نے پاؤں چلا دیا اور اس کا پاؤں ہراتا کے پیٹ پر پڑا۔ لڑکی نے اسے دوسرے بازو پر سنبھال لیا اور پھر اس کے ایک گھٹنے نے ہراتا کو کئی قدم پیچھے ہٹا دیا۔

"میرا پاگل پن دور ہو گیا چیف' انہیں لے جاؤ" ہراتا نے کہا لمبی لڑکی نے اچھل کر ایک اور لات اس کے رسید کی "انہیں لے جاؤ چیف میں اپنے کیبن میں جا رہا ہوں۔" ہراتا عجیب سے لہجے میں بولا لیکن اس بار لڑکی نے زمین پر لیٹ کر دونوں لاتیں اس کے منہ پر ماری تھیں۔

ہراتا نے اس کی دونوں ٹانگیں پکڑ لیں اور پھر انہیں قینچی دے کر ایک جھٹکا دیا۔ لمبی لڑکی کے حلق سے ایک چیخ نکل گئی اور پھر وہ چیخنے کی مشین بن گئی۔ وہ درد و کرب سے مسلسل چیخ رہی تھی۔ اٹھنے کی کوشش کر رہی تھی لیکن اٹھ نہیں پا رہی تھی۔

ہراتا مڑ کر اپنے کیبن کی طرف چلا گیا لیکن چند ہی ساعت میں وہاں ملاحوں کا مجمع ہو گیا تھا۔ سب صورت حال پوچھ رہے تھے اور دوسری لڑکی انہیں تفصیل بتا رہی تھی۔ "تو یہ اس سے جوڈو لڑ رہی تھی"

"اس نے ایک بار بھی جواب نہیں دیا بس ایک بار اس کی ٹانگیں پکڑ کر جھٹکا دے دیا تھا۔"

"اتنی بار منع کیا ہے کہ ہر ایک سے نہ لڑا کرے لیکن مانتی ہی نہیں چلو لے چلو اٹھا کر ٹانگیں جل گئیں بے وقوف کی۔ ان میں سے کسی نے ہراتا کو برا نہیں کہا تھا نہ ہی اس کے خلاف کسی غم و غصہ کا اظہار کیا تھا کچھ عجیب و غریب لوگ تھے۔

میں نے ہراتا سے اس بارے میں کوئی گفتگو نہیں کی۔ ظاہر ہے میرے سامنے ہی سب کچھ ہوا تھا میں اس سے کیا بات کرتا۔ رات ہو گئی۔ ہراتا اپنے کیبن میں گھسا تو پھر نہیں نکلا ویسے میں تھوڑا سا الجھ گیا تھا۔ یہ ماحول ہراتا کے لیے تکلیف دہ نہیں بننا چاہیے تھا۔

ڈانگر سے رات کو ملاقات ہوئی تو میں نے اس بارے میں گفتگو کی اور ڈانگر ہنسنے لگا مسٹر ہراتا انوکھے انسان ہیں۔ اس بے چاری کی ٹانگیں ہی توڑ دیں۔"

"ہاں وہ عورتوں سے دور رہتا ہے۔"

"عورت بھی کوئی دور رہنے کی چیز ہے مسٹر برونو"

"یہ بات وہ جاپانی نہیں سمجھتا۔"

"بہرحال آپ انہیں بتائیں کہ یہ تھوڑے دن کی بات ہے اپنے کیبن میں ہی گزر کر لیں۔" ڈانگر نے کہا اور میں گردن ہلانے لگا۔" اس کے علاوہ یہ لڑکیاں بھی بڑی دل پھینک ہیں۔ مجھے اندازہ نہیں تھا کہ جوشی نے ایسے ہنگامے کر رکھے ہیں۔"

"کیا مطلب؟"

"ذرا باہر کا ماحول دیکھیں۔ اس وقت یہ جہاز عیش کا جہاز ہے آئیے باہر چلیں۔" ڈانگر نے کہا۔ اور میں اس کے ساتھ باہر نکل آیا۔ اور باہر کے مناظر دیکھ کر میں دنگ رہ گیا۔ سب کے سب مست و بے خود تھے۔ شراب لنڈھائی جا رہی تھی سستے قسم کے نشے بھی ہو رہے تھے۔ عورت اور مرد سب ایک جیسے سارے پردے اٹھ گئے تھے۔ اور ماحول کی یہ کیفیت ہم لوگوں کے لیے واقعی انوکھی تھی۔ ہم ان میں ضم ہونے کی ہمت نہیں رکھتے تھے۔ چنانچہ ہم صرف تماشائی رہے۔ لڑکیوں نے ہمارے ساتھ بھی بے ہودگیاں کیں لیکن نشے میں ڈوبی ہوئی ان لڑکیوں پر ہم نے کوئی توجہ نہ دی۔ اور انہیں نظر انداز کرتے رہے۔ اس طرح جہاز کا یہ سفر واقعی تکلیف دہ رہا اور بے حد طویل محسوس ہوا۔

پروگرام کے مطابق سب کچھ خوش اسلوبی سے ہو گیا۔ ہم جزیرے تک گئے مال جہاز میں بار کیا اور پھر واپس اپنی منزل پر پہنچ گئے۔ اس دوران میں تردد کا شکار رہا تھا' بہت سے خیالات ذہن میں آتے تھے۔ سردارے وغیرہ کی خیریت بھی معلوم نہیں ہوئی تھی۔

بہرحال یہ طویل اور تکلیف دہ سفر ختم ہو گیا اور میں نے واپس آکر فوراً بنی سے ملاقات کی اور یہ سن کر سکون کی سانس لی کہ سب خیریت ہے۔ اور کوئی خاص بات نہیں ہوئی۔ سردارے کی طرف سے دو کیبل وصول ہوئے تھے جن میں خیریت کی اطلاع تھی۔ اس کے علاوہ اس نے مال بھی بھیجا تھا۔

بنی نے منشیات کا اتنا عظیم الشان ذخیرہ دیکھا تو دنگ رہ گئی اور پھر اسی وقت اس نے مجھے دو اہم خبریں سنائیں۔

"میکلنو آ گیا ہے۔"

"اوہ۔ واقعی۔ کب اور کہاں ہے؟"

"اسی عمارت میں میں نے اسے تمہارے بارے میں پوری تفصیل سنائی ہے اور وہ دنگ رہ گیا ہے۔ اس کے علاوہ اس نے ایک اہم اطلاع بھی دی ہے جو تمہارے لیے ہے۔"

"وہ کیا؟"

"ہوریشو لندن میں ہے۔"

"کیا؟" میں چونک پڑا۔

"ہاں ٹھیک اطلاع ہے۔ وہ لندن پہنچ گیا ہے۔ بالآخر اس نے مقامی طور پر اپنی شکست قبول کر لی اور یہاں سے بھاگ گیا۔" بنی نے جواب دیا اور میرے ذہن میں لہریئے اٹھنے لگے۔ اچانک ہی اس ملک سے میری دلچسپی ختم ہو گئی تھی۔

☆ ☆ ☆

اندھا اسمگلر مکلینو آنکھیں کھونے کے بعد بھی بے پناہ خصوصیتوں کا مالک تھا۔ اس نے میرے قدموں کی چاپ سنی اور اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

"بات قرین قیاس ہے اور چونکہ بنی نے تم سے ملاقات کے بارے میں مجھے اطلاع دے دی تھی لیکن تمہارے قدموں کی چاپ' تمہارے بدن کی خوشبو ایک شہنشاہ کی خوشبو ہے اور شہنشاہوں کو صرف شہنشاہ پہچان سکتے ہیں۔"

مکلینو نے عجیب سی شان سے یہ بات کہی تھی۔ میرے ہونٹوں پر بھی مسکراہٹ پھیل گئی۔

"شاہ مکلینو کی خدمت میں آداب پیش کرتا ہوں۔" میں نے کہا اور مکلینو کھڑا ہو گیا۔ اس نے میری طرف مصافحے کے لیے ہاتھ بڑھا لیا تھا۔ میں نے اسے نہایت گرمجوشی سے مصافحہ کیا۔

"تمہارے بانکپن کو تو میں نے پہلے دن ہی محسوس کر لیا تھا لیکن میرا تجربہ تمہارے سلسلہ میں تھوڑا سا دھوکہ کھا گیا ہے۔ میں اس حد تک نہیں سوچ سکا تھا۔ بہرحال اس لیے نہیں کہ اس وقت تم نے مکلینو کے گرتے ہوئے ستونوں کو سہارا دیا ہے' لیکن خلوص دل سے اعتراف کرتا ہوں کہ تم شہنشاہ ہو۔ اپنے دشمنوں پر حاوی ہو جانے والے اور فراخ دل مکلینو اعتراف کرتا ہے کہ وہ بوڑھا شہنشاہ ہے اور حکومت تمہاری ہے۔"

"لیکن میں مکلینو کے تجربے کو چیلنج نہیں کر سکتا۔"

"عظیم فاتح مفتوحوں کے ساتھ ہمیشہ اچھا سلوک کرتے ہیں یہی ان کی عظمت کی نشانی ہوتی ہے اگر تم میرا دل بڑھا رہے ہو تو میں تمہاری عظمت کا اعتراف بھی کرتا ہوں مگر اس اعتراف کے ساتھ میرا تجربہ بھی بوڑھا ہے۔"

"بہرحال میرے سینے میں مکلینو کی عظمت محفوظ ہے اور میں اس کے ساتھ شامل ہو کر خوش ہوں۔"

"تمہاری مہربانی ہے ورنہ ہم تو گرتے ستون تھے' بیٹھو۔" مکلینو نے کہا اور میں اس کے نزدیک بیٹھ گیا۔ بنی نے مجھے پوری تفصیل بتا دی ہے۔ پھر دونوں' باپ بیٹی تمہاری غیر موجودگی میں تمہارے بارے میں ہی گفتگو کرتے رہے ہیں۔ میں تمہارے کارنامے سن کر حیران رہ گیا ہوں۔ بہرحال ہوریشو ایک کردار کا۔۔۔۔۔ انسان تھا۔ میں نے اس کے ساتھ کبھی برا سلوک نہیں کیا لیکن وہ اچھا انسان نہیں

نکلا۔“

”میں نے اس پر عرصہ حیات تنگ کردیا ہے۔“

”مجھے علم ہے اور بینی سے پتہ چلا ہے کہ تم نے یہاں سے اسے کس طرح بھگایا ہے۔ وہ اب انگلینڈ میں ہے۔“

”آپ کو مکمل یقین ہے مسٹر مکلینو؟“

”پوری طرح۔ میں نے خود اس کے بارے میں معلومات حاصل کی ہیں یہاں اس کے بیس اڈے ہیں‘ اس نے فوری طور پر خریداری شروع کردی ہے۔“

”اس کے بارے میں کچھ نشانات مل سکتے ہیں؟“

”ہاں۔ میں تمہیں ایسے لوگوں کے پتے دے سکتا ہوں جن سے اس تک پہنچنے میں آسانی ہوگی۔“

”مجھے وہ پتے درکار ہیں مسٹر مکلینو“ میں نے کہا۔

”نوٹ کرلو۔“ مکلینو نے کہا اور میں نے انگلینڈ میں موجود چند لوگوں کے پتے نوٹ کرلیے۔

”کیا پروگرام ہے نواز؟“ بینی نے پوچھا۔

”ہوریشو سے کھیل تو شروع ہوچکا بینی۔ اب اس کھیل کو آخری شکل دینا ہے۔“

”لیکن تم۔ کیا تم انگلینڈ جاؤ گے؟“

”ہاں!“

”کب؟“

”میرا خیال ہے بینی مسٹر مکلینو بھی اب یہاں آگئے ہیں اور ہوریشو کے پاؤں یہاں سے اکھڑ گئے ہیں اب وہ ادھر کا رخ تو نہیں کرے گا۔ اس کے علاوہ تم لوگوں کو مال بھی کافی مل گیا ہے اور برابر ملتا رہے گا۔ تم اس رقم سے برابر خریداری کرتی رہو اور سپلائی بڑھاؤ۔ میں ہوریشو سے نمٹ کر واپس آؤں گا تو پھر ہم باہر کی منڈیوں کو دیکھیں گے۔ اس دوران تم جس طرح چاہو کام کرسکتی ہو۔“

”لیکن نواز۔ انگلینڈ جانے کی کیا ضرورت ہے کہیں اور دیکھ لیں گے اسے کہیں نہ کہیں تو ٹکرائے گا۔“ بینی نے بے قراری سے کہا۔

”اس بارے میں بعد میں فیصلہ کریں گے بینی۔“ میں نے بات ختم کرنے کے لیے کہا۔ میں جانتا تھا کہ بینی میرے جانے کو پسند نہیں کرے گی لیکن بہرحال کرنا وہی تھا جو میرے ذہن میں تھا اور میں بھلا کسی کی مداخلت کو کیوں پسند کرتا۔

بینی اس رات بھی میرے ساتھ تھی۔ اور اس رات وہ صرف اس بات کے پیچھے پڑی رہی کہ میں لندن نہ جاؤں۔ میں نے اسے سمجھانے کی کوشش کی لیکن اس معاملے میں وہ صرف عورت تھی۔

بہرحال میں خاموش ہوگیا۔ میں نے اسے کوئی تسلی بخش جواب نہیں دیا تھا لیکن دل ہی دل میں میں نے اپنا پروگرام ترتیب دے لیا تھا چنانچہ دوسرے دن سے میں نے ہراتا کو اس کام پر مامور کردیا۔

”میرا خیال ہے ہراتا‘ تم کافی بور ہو رہے ہو آج کل۔“

”کیوں مسٹر نواز؟“

”بھئی میں محسوس کررہا ہوں۔“

”نہ محسوس کیا کریں۔ مجھے بس ایک ہی شوق ہے کھالوں‘ ورزش کرلوں اور سوجاؤں۔ دراصل میں نے زندگی کی تمام ضرورتوں کو سمیٹ لیا ہے انسان بہت مختصر ہے۔ اس مختصر وقت کے لیے وہ اتنا پھیلاؤ کیوں اختیار کرے۔“

”لیکن زندگی کے اصول؟“ میں نے سوال کیا۔

”یہ صرف تمہاری سوچ ہے اپنی پسند کی زندگی گزارنے کے لیے تم اصول تخلیق کرتے ہو۔ حالانکہ موت کسی اصول کا تعین نہیں کرتی۔“

”تم زندگی سے بیزار ہو؟“

”نہیں۔ یہ تو میرا مذہب ہے چیف۔“

”اوہ‘ تو تمہارے ذہن میں زندگی کے لیے کوئی خاص مقام نہیں ہے۔“

”مقام بے معنی لفظ ہے میں اس پر بھروسہ نہیں کرتا۔“

”تم تو فلاسفر بھی ہو ہراتا۔ بہرحال میں تم سے بحث نہیں کروں گا۔ میں تمہیں اطلاع دینا چاہتا ہوں کہ ہم انگلینڈ چل رہے ہیں۔“

”خوب‘ کسی خاص پروگرام کے تحت؟“

”ہاں۔ ہوریشو وہاں ہے۔“

”لندن میں؟“

”ہاں۔“

”تصدیق شدہ بات ہے چیف؟“

”ہاں مکلینو نے پورے وثوق سے بتایا ہے۔“

”تب پھر بات غلط نہیں ہوگی؟“ ہراتا نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔

”تم تیار ہو؟“

”خوشی سے چیف۔ بھلا مجھے کیا اعتراض ہوسکتا ہے لیکن پروگرام کیا رہے گا چیف؟“

”اس بار براہ راست اس تک پہنچیں گے۔“

”وہ کس طرح چیف؟“

”ہوریشو وہاں خریداری کررہا ہے۔“

”اوہ پھر؟“

”ہم مال لے کر چلیں گے۔“ میں نے جواب دیا اور ہراتا میری شکل دیکھنے لگا۔ پھر اس نے ایک گہری سانس لے کر کہا۔

”آپ اسے گردن دبا کر ماریں گے چیف یا گولی ماریں گے“ اور اس کے اس انداز پر مجھے ہنسی آگئی۔

”مجھے بتادیں تاکہ مجھے اس کی موت کے بارے میں اندازہ ہوجائے۔“

”وہ فنون سپہ گری کا ماہر ہے ہراتا۔ جوڈو کراٹے بھی جانتا ہے میرے ایک بڑے اچھے دوست کو اس نے اپنے فن کی مدد سے قتل کیا تھا۔“ میں نے جواب دیا اور ہراتا چونک کر اسے دیکھنے لگا۔ اس کا چہرہ عجیب تاثرات سے پر تھا۔

"کیوں' کیا سوچنے لگے تھے؟"
"کوئی خاص بات نہیں ہے چیف۔" ہراتا نے مضمحل سی آواز میں کہا۔
"کوئی بات ہے ضرور ہراتا۔"
"ہاں چیف۔ آج تم سے کچھ مانگنے کو دل چاہ رہا ہے لیکن اگر تم نے منع کردیا تو افسوس ہوگا۔ اس لیے بہتر ہے کہ۔۔۔۔۔۔"
"ہراتا کیا مانگنا چاہتے ہو؟ مجھے شرمندہ کر رہے ہو۔"
"چیف! بہت قیمتی شے ہے' خوفزدہ ہوں' تم منع کروگے۔"
"سسپنس پیدا کر رہے ہو۔ بتادو۔"
"تب چیف ہوریشو کو مجھے دے دو۔ میں اسے قتل کردوں گا۔" ہراتا نے کہا اور میں واقعی حیران رہ گیا' ہراتا نے گردن جھکالی تھی۔
"اوہ ہراتا دوست' کیا یہ۔ یہ ضروری ہے؟"
"میں اور کوئی بات نہیں کہوں گا چیف۔"
"ٹھیک ہے ہراتا۔ میں نے اسے اپنے ہاتھوں سے مارنے کا فیصلہ کیا تھا لیکن میں نے ساری زندگی اپنے لیے کچھ نہیں چھوڑا۔ ہوریشو تمہیں دیا۔"
"بہت بہت شکریہ مسٹر نواز۔ آپ یقین کریں اچانک ہی زندگی سے دلچسپی پیدا ہوگئی ہے۔ ہم کب چل رہے ہیں؟"
"کچا مال انگلینڈ بھجوانا ہے اور باقی تھوڑے سے انتظامات اور کرنے ہیں بس اس کے بعد روانگی لیکن یہ سارے کام بھی میں تمہارے سپرد کر رہا ہوں۔"
"حاضر ہوں چیف۔" ہراتا نے کہا اور میں نے اسے تفصیلات سمجھادیں ہراتا پوری طرح سمجھ گیا اور وہ دھن کا پکا نکل گیا۔ اور پھر اس وقت واپس لوٹا جب سارے کام کرا آیا۔ یہ میری خوش نصیبی کہ مجھے ایسے ہی ساتھی ملتے تھے جو ہر طرح میرے لیے عمدہ ثابت ہوتے تھے۔ ہراتا ایک مٹی کے ڈھیلے مانند مجھے ملا اور میں نے اسے صاف ستھرا کیا تو وہ ایک چمکدار ہیرا نکل آیا۔

لیکن ہوریشو کے سلسلہ میں مجھے تردد تھا۔ ہراتا نے ہوریشو کو قتل کرنے کی فرمائش کی تھی۔ میں نے اس سے وعدہ کرلیا تھا لیکن گولڈمین کا حشر میں نے دیکھ لیا تھا۔ گولڈمین کسی سے کم تو نہیں تھا لیکن چالاک ہوریشو کے مقابلے میں نہ جم سکا۔ اور ہوریشو نے نہایت آسانی سے اسے قتل کردیا۔ کہیں ہراتا اس کا شکار نہ ہوجائے۔

میرا دل اس بات کو قبول نہیں کر رہا تھا کہ ہراتا اسے قتل کرے میں خود ہوریشو کے مقابلہ پر آنا چاہتا تھا۔ بہرحال جب وہ وقت آئے گا دیکھا جائے گا۔

تیاریاں مکمل ہوگئیں اور اب میں روانگی کے لیے تیار تھا۔ لندن کے بارے میں' میں نے اس طرح خاموشی اختیار کرلی تھی کہ بنی کے ذہن سے بات نکل ہی گئی تھی۔ میں بھی خاموش تھا۔ اور پھر جب آخری کام بھی مکمل ہوگیا تو میں نے اچانک اسے اطلاع دی۔
"بنی! میں لندن جا رہا ہوں۔"

"کب؟" اس نے بے اختیار پوچھا۔
"آج شام کو۔ یہاں سے بلجیم جاؤں گا۔ وہاں سے ان لوگوں کے انداز میں سفر کروں گا جو منشیات کے چھوٹے تاجر ہوتے ہیں۔"
بنی چند ساعت خاموش رہی پھر اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ اس نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔
"تمہاری کامیابی کے لیے صرف دعائیں کروں یا کوئی عملی حصہ بھی لے سکتی ہوں۔"
"خلوص بھرے دل کی ایک دعا بہت سے عملی اقدامات سے بڑھ کر ہوتی ہے" میں نے غور سے بنی کو دیکھتے ہوئے کہا۔
"بس تو میں تمہاری کامیابی کے لیے دعا کروں گی اور تم کامیابی کا یقین رکھنا۔ اب مجھے بتاؤ میں تمہارے لیے کیا کروں؟"
"صرف دعا۔"
"نہیں۔ میرا مقصد ہے روانگی کے سلسلہ میں۔"
"سب کچھ ہوگیا ہے اب کسی چیز کی ضرورت نہیں ہے۔"
"تعجب ہے' ویسے اصلی شکل میں جاؤ گے؟"
"سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ اور پھر یہ خطرناک بھی ہے" میں نے جواب دیا۔
"گویا تم نے سارے انتظامات کرلیے۔ کمال ہے پاسپورٹ وغیرہ بھی میک اپ کی تصویروں سے بنوائے ہوں گے۔"
"ان معاملات میں اجنبی نہیں ہوں اس لیے دقت نہیں ہوئی۔" بنی ایک طویل سانس لے کر مسکرانے لگی تھی۔ تب میں نے بنی سے کہا "ایک بات بتاؤ بنی؟"
"جی۔"
"پہلے تم نے میرے لندن جانے کی شدید مخالفت کی تھی لیکن اب تم نے نہایت سکون سے یہ خبر سنی ہے۔"
"کیا؟"
"بعض معاملات میں میرا تجربہ ابھی ناقص ہے اس موضوع پر مکلینو سے گفتگو ہوئی تھی۔ اس نے محسوس کرلیا تھا کہ مجھے تمہارا لندن جانا پسند نہیں ہے۔ انہوں نے مجھ سے اس موضوع پر بات کی تھی۔" بنی نے جواب دیا۔
"کیا کہا تھا مکلینو نے؟"
"پپا نے کہا کہ تم ایک آفاقی انسان ہو' ہمیں تمہاری اس قدر قربت نصیب ہوگئی ہے۔ یہ ہماری خوش نصیبی ہے اور خوش نصیبی قید نہیں کی جاسکتی وہ تو بس مل جاتی ہے۔ پپا نے کہا کہ تم ایک مشن ہو اور مشن صرف مشن ہوتے ہیں۔ انہیں کوئی اور حیثیت دی جائے تو نقصان اٹھانے پڑتے ہیں۔"
"واہ!" میں نے گردن ہلائی" یہ حقیقت ہے بنی۔ تمہیں میرے تمام حالات معلوم ہیں۔ میری زندگی کا کوئی مقصد نہیں ہے۔ اگر اس بے مقصد زندگی میں کوئی مقصد آجائے تو وہی تو اس زندگی کا سرمایہ

ہوتا ہے۔"

"یقیناً۔"

"تو مجھے خوشی سے رخصت کر رہی ہو؟"

"ہاں تمہاری کامیابی کی دعاؤں کے ساتھ۔"

"اور کوئی ہدایت میرے لیے۔"

"واپس آجانا۔" بنی نے کہا اور میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی بہرحال یہ مرحلہ بھی خوش اسلوبی سے طے ہو گیا اور پھر اسی وقت میں اور ہراتا بلجیم کے لیے چل دیئے۔ سفر کے لیے ایک خاص پروگرام ترتیب دیا گیا تھا اسی کے تحت ہمیں سفر کرنا تھا کیونکہ جس انداز میں ہم ہوریشو تک پہنچنا چاہتے تھے وہ خاصا الجھا ہوا تھا لیکن اس سے فائدہ یہ تھا کہ ہم بغیر کسی دقت کے براہ راست اس تک پہنچ جاتے۔

ہم نے اپنے حلیے آوارہ گردوں کے سے بنائے تھے اس لیے ہمیں انہی کے انداز میں سفر کرنا تھا۔ سب سے پہلا قیام روٹرڈیم میں کیا گیا اور اس کے بعد ہم برسلز پہنچ گئے۔ ہمیں اپنے مقصد کے لوگوں کی تلاش تھی۔ یہ سفر بس ایک وقت گزاری تھا اور دوسرے دن صبح بلجیم کی بندرگاہ اسٹنڈ پہنچ گئے۔ یہاں سے ہمیں انگلستان کی بندرگاہ ڈوور کے لیے اسٹیمر مل سکتے تھے اور ہمارا یہی پروگرام تھا۔

جو کام دوسرے مقامات پر نہیں ہو سکا تھا وہ یہاں ہو گیا۔ بندرگاہ پر بے شمار ہپی مل گئے۔ وہی جانے پہچانے لوگ، وہی جانے پہچانے مشاغل۔ ہراتا نے میری طرف دیکھا اور مسکرایا۔

"تم بھی تو اس ماحول میں ایک طویل عرصہ گزار چکے ہو۔"

"اور سچ پوچھو چیف تو مجھے یہ لوگ برے نہیں لگتے۔"

"ہاں بے ضرر ہیں کسی طور بار نہیں بنتے۔"

"ان لوگوں سے دوستی کرنا ہے؟"

"ہاں، ان کے ساتھ ہی لندن میں داخل ہوں گے جو پروگرام ہم نے بنایا ہے اس میں ان لوگوں کا ساتھ ضروری ہے۔"

"کیوں چیف؟"

"نشہ آور اشیاء کی چھوٹی تجارت یہی لوگ کرتے ہیں اور مال کی خریداری کرنے والے ان سے سستے داموں خرید و فروخت کر لیتے ہیں کیونکہ یہ لوگ کسی باقاعدہ گروہ سے تو تعلق نہیں رکھتے۔ اپنے طور پر تھوڑا سا مال رکھتے ہیں۔"

"اوہ۔ تجربے کی بات ہے۔"

"یقیناً!"

"ٹھیک ہے چیف۔ ان سے دوستی تو مشکل کام نہیں ہے۔" ہراتا نے مسکراتے ہوئے کہا اور ہم لوگ، ہپیوں کے گروہ میں شامل ہو گئے۔ ایک دوسرے سے بے نیاز اپنے اپنے مشاغل میں مصروف تھے بے تاثر چہرے۔ مرد اور عورتیں دونوں ہی تھے۔

پھر ڈوور جانے کے لیے ہم جس اسٹیمر میں سوار ہوئے اس میں سب آوارہ گرد تھے۔ دوسرے لوگوں نے ان کے ساتھ اسٹیمر میں سفر مناسب نہیں سمجھا تھا۔ ساڑھے تین گھنٹے کے اسٹیمر کے سفر میں ہم نے

کئی ہپیوں سے جان پہچان پیدا کر لی۔ ان میں قابل ذکر دانتے تھا۔ ایک قوی ہیکل فرانسیسی جو خاصا خوبصورت تھا۔ قلاش بھی نہیں تھا اور اس کے پاس کافی رقم تھی۔ بدمست قسم کا آدمی تھا۔ اس نے بڑی محبت سے ہمارا استقبال کیا۔

"تمہاری زندگی کا کوئی مشن ہے؟" اس نے پوچھا۔

"زندگی کیا چیز ہوتی ہے؟"

"گردش۔" اس نے جھٹ سے جواب دیا۔

"کیا گردش کے تابع ہوتی ہے؟"

"نہیں۔"

"پھر اس پر تسلط کیسے قائم ہو سکتا ہے۔"

"خوبصورت بات کہی ہے وہی بات جو ترلوکا کہتا ہے۔ ہری کرشنا ہری اوم۔ ترلوکا کی آواز کہاں کہاں پھیلی ہوئی ہے۔"

"تم نے مشن کی بات کیوں کی تھی؟" میں نے سوال کیا۔

"بس نظریات ہیں۔ میں ان سانسوں کو بھی قرض سمجھتا ہوں اور اگر سانسوں پر واجب قرض کے لیے کوئی نظریہ قائم کر لیا جائے تو برا نہیں ہوتا۔"

"میں نہیں سمجھا۔"

"نروان۔ اگر نروان حاصل کر لیا جائے تو یہ سانس بوجھ نہیں بنتے دوسری صورت میں بڑی کٹھن ہوتی ہے۔"

"سچ کہا تم نے، لیکن نروان کہاں ملتا ہے؟"

"ترلوکا کے قدموں میں!" اس نے جواب دیا۔

"تم کہاں جا رہے ہو؟"

"نروان کی تلاش میں!" اس نے بڑی عقیدت سے کہا۔

"اور نروان ترلوکا کے قدموں میں ہے؟"

"ہاں۔ وہ زندگی کے ہر راز سے واقف ہے، وہ انسان کی حقیقت سے آشنا ہے۔ اسی نے انسان کے سانسوں سے یہ بوجھ اتارے ہیں۔ ایک بار اس کا قرب حاصل کر لو۔ زندگی اتنی ہلکی ہو جاتی ہے کہ تم تصور بھی نہیں کر سکتے۔"

میں نے خاموشی اختیار کر لی۔ کوئی ایسی بات نہیں کہنا چاہتا تھا جس سے اس کی دوستی کھو بیٹھوں مگر ذہن میں عجیب خیالات آئے تھے لیکن ان لوگوں میں ضم ہونے کے لیے مجھے خاموش رہنا تھا۔ بالآخر رود بار انگلستان عبور کر لیا گیا اور ہم ڈوور پہنچ گئے ڈوور کا اسٹیشن کہر سے ڈھکا ہوا تھا۔ ٹرین موجود تھی۔ ہم آوارہ گردوں کے ساتھ میں اور ہراتا بھی ٹرین کے ایک کمپارٹمنٹ میں جا گھسے اور یہ ٹرین انگلستان کے ہرے ہرے کھیتوں کے درمیان سے گزرنے لگی۔

وکٹوریہ اسٹیشن تک کوئی قابل ذکر بات نہیں ہوئی۔ دانتے ایک طرح سے ہمارا رہنما تھا۔ ٹرافلگر اسکوائر سے تھوڑی دور بڑے فوارے کے نزدیک ہمارا پڑاؤ ہوا۔ یہاں کے فٹ پاتھ ہپیوں کے

لیے سب سے بڑی قیام گاہ تھے۔ چاروں طرف افراتفری کا عالم تھا۔ یوں لگتا تھا جیسے شہر کسی حادثے کا شکار ہو
ہو اور پناہ گزینوں نے یہ فٹ پاتھ آباد کر لیے ہوں۔

سب اپنے اپنے کاموں میں مصروف تھے۔ وہی کام جن کا کوئی مقصد نہیں ہوتا بس سانسوں کا بوجھ
سمیٹنے کے لیے متحرک رہنا پڑتا ہے۔

میں نے اور ہراتا نے بھی فٹ پاتھ کا ایک کونا سنبھال لیا۔ ہراتا کے چہرے کا سکون ابدی تھا۔ میں
نے اس شخص کو صرف اس وقت تردد کا شکار دیکھا تھا جب کوئی چنچل لڑکی اسے پریشان کر رہی ہوتی ورنہ عام
طور سے وہ پرسکون رہتا تھا۔ فٹ پاتھ پر اس نے اسی اطمینان سے قیام کیا تھا جیسے اپنے آبائی مکان میں آ گیا
ہو۔

شام ہو گئی تھی اور ریجنٹ کے پہلو میں آکسفورڈ اسٹریٹ کے سامنے سالبسری ایونیو اور ان
سڑکوں کے درمیان مشہور زمانہ پکاڈلی سرکس کے گرد لاکھوں روشنیاں جگمگا اٹھیں۔ اور یہ روشنیاں جیسے ان
سوتے اور اونگھتے ہوئے ہپیوں کی زندگی کا حصہ نہیں تھیں۔ وہ بیدار ہو گئے اور زندگی کے ہنگاموں میں
مصروف ہو گئے۔ میں اور ہراتا بھی ان ہنگاموں میں شامل ہو گئے دانتے ہم سے زیادہ دور نہیں تھا۔ مسکراتا ہوا
ہمارے پاس پہنچ گیا۔

"تم لوگوں کی مالی حالت کیسی ہے۔" جیب میں کچھ ہے یا خالی ہے؟"

"کیوں دانتے تمہیں کچھ چاہیے؟" میں نے پوچھا۔

"نہیں۔ میرے پاس ابھی کافی رقم ہے۔ میں تو تم سے پوچھ رہا تھا۔ اگر قلاش ہو تو قرض لے لو
مرنے کے بعد ادا کر دینا۔" اس نے ہنستے ہوئے جواب دیا۔

"نہیں شکریہ' اگر ضرورت ہوتی تو تمہیں تکلیف دیتے۔"

"چلو ٹھیک ہے۔ ایسے دوست زیادہ دلچسپ ہوتے ہیں جن کی جیبیں بھی بھری ہوں۔" دانتے نے
کہا۔ اور پھر بولا۔ "پہلے کھانے سے فارغ ہو جاؤ اس کے بعد تمہیں جنت کی سیر کراؤں گا۔"

"ضرور۔ آؤ کسی ریستوران میں چلتے ہیں۔" میں نے اسے دعوت دی۔

"اوہ' یہی دعوت میں تمہیں دینا چاہتا تھا۔"

"آج ہماری طرف سے سہی' تم پھر کسی دن دے دینا۔"

"چلو کوئی حرج نہیں ہے۔" اس نے لاپرواہی سے کہا اور ہمارے ساتھ چل پڑا۔ ایک چھوٹے سے
خوبصورت ریستوران گینس بیئر کے سامنے ہم رکے اور اندر داخل ہو گئے۔ نہایت خوبصورت اور
پرسکون ریستوران تھا۔ ویٹر نے ہمیں اچھی نظروں سے نہیں دیکھا تھا۔ غالباً ہمارے جیسے آوارہ گردوں نے
انہیں کافی پریشان کیا تھا۔ تاہم اس نے آرڈر نوٹ کیا اور سرو بھی کر دیا لیکن اس کے انداز میں جھجک تھی۔

دانتے نے بے تکلفی سے کھانا شروع کر دیا۔ اس کے ساتھ ہی وہ مسکراتا بھی جا رہا تھا۔ "کیا بات
ہے مسٹر دانتے؟" میں نے تیسری بار اسے مسکراتے دیکھ کر پوچھا۔

"ہاں خاصا خشک ہے۔"

"اس کی وجہ سمجھتے ہو؟"

"میرا خیال ہے کوئی خاص نہیں ہے۔ یہاں آنے والے ہمارے جیسے لوگ نہیں ہوتے

یہ ہماری جیب کی طرف سے مشکوک ہیں۔"

"بالکل ٹھیک۔ میں ان کی پریشانی سے لطف اندوز ہو رہا ہوں۔"

دانتے نے پلیٹوں پر ہاتھ صاف کرتے ہوئے کہا اور پھر اس نے ویٹر کو بلا کر چند اور چیزوں کا
آرڈر دیا۔ ویٹر نے اس کی تعمیل بھی کر دی۔ خوب اچھی طرح کھانے پینے کے بعد ہم نے بل منگایا اور پھر بل
کی ادائیگی کے ساتھ خاصا بڑا ٹپ بھی دیا۔ یہاں بیٹھے تمام لوگ جو سسپنس میں تھے' ایک دم کھل اٹھے۔

"اٹھو۔" دانتے نے کہا اور ہم دونوں اٹھ گئے۔ ریستوران سے باہر نکل کر تھوڑی دیر تک ہم
بازاروں کی رونق سے لطف اندوز ہوتے رہے اور پھر دانتے نے پوچھا۔ "کیا پسند کرو گے؟"

"کیا مطلب؟"

"جوان رات کے تحفوں میں سے کسی خاص تحفے کا انتخاب؟"

"تمہارے ذوق پر چھوڑا۔"

"یہ بات ہے تو آؤ۔" دانتے نے کہا اور پھر وہ اپنے سامان کے پاس پہنچ گیا۔ خوبی تھی اس جگہ کی کہ
سامان محفوظ تھا اور کسی نے اسے چھوا بھی نہیں تھا" حالانکہ منشیات کی چوری جائز ہے لیکن یہاں کوئی سچا
طلب گار نہیں ہے ورنہ اس قیمتی خزانے کو نہ چھوڑتا۔" دانتے نے ہنستے ہوئے کہا اور پھر اپنے سامان کو ٹٹول
کر اس میں سے ایک چھوٹی سی شیشی نکالی۔ اس کے ساتھ ہی سگریٹ کا پیکٹ بھی۔ پھر اس نے شیشی کھول
کر تمباکو پر دو قطرے ٹپکا دیئے اور ایک ایک سگریٹ ہم دونوں کو پیش کر دیا۔ میں اس محلول کے بارے میں
جاننا تھا دانتے کہنے لگا۔

"اسے استعمال کرو اور مجھے بتاؤ کیا ہے۔" ہم نے کوئی جواب نہ دیا اور سگریٹ پینے کے بعد اس کی
کافی تعریف کی۔ دانتے بہت خوش نظر آ رہا تھا "قدر دانوں کے لیے ہم' تھوڑے دن کے بعد یہاں عام
استعمال ہونے لگے گا۔"

"کیا مطلب؟"

"مطلب؟" دانتے نے پرخیال نگاہوں سے ہمیں دیکھا پھر مسکراتا ہوا بولا۔ "بہرحال تم دونوں
شریف لوگ ہو اور تمہارے اوپر شک نہیں کیا جا سکتا۔"

"کیسا شک دانتے؟" میں نے اسے دلچسپی سے دیکھتے ہوئے کہا۔

"میرے پاس اس محلول کی دو ہزار شیشیاں ہیں۔ دراصل اس سفر میں ایسی چیزوں کی بڑی اہمیت
ہوتی ہے۔ تھوڑی سی رقم کاروبار کے لیے ضرور محفوظ رکھو۔ جہاں کوئی ڈھنگ کی چیز مل جائے خرید لو اور
کسی مناسب جگہ اسے فروخت کر دو۔ اس طرح تمہارا سفر خرچ آسانی سے نکل آئے گا۔ میں نے ایک سیاح
سے پورا مال خرید لیا تھا مگر اسے ریٹیل میں بیچوں تو خطرہ رہتا ہے لیکن مال خریدنے والی پارٹیاں آسانی سے
پورا مال خرید کر ادائیگی کر دیتی ہیں۔ اس لیے انہیں یہاں بیچ دوں گا اور جب یہاں سے جانے لگوں تو کچھ
خرید لوں گا۔"

"اوہ دانتے' تم تو واقعی کام کے آدمی ہو۔"

"ہاں۔ شاہراہ حشیش پر سفر کرنے والوں کو اس سنہرے اصول سے واقف ہونا چاہیے ورنہ بھیک
مانگے بغیر چارہ نہیں رہتا۔"

"تم یہ مال کسے فروخت کرو گے؟"

"یہاں سپلائی کرنے والی کسی بھی پارٹی کو۔"

"لیکن یہ پارٹی تمہیں ملے گی کس طرح؟"

"کہیں جانے کی ضرورت نہیں پیش آئے گی۔ یہیں اسی کیمپ میں بے شمار ایجنٹ ہوں گے بس
سی پبلسٹی ہو جائے کہ تمہارے پاس مال ہے۔"

"دراصل دانتے۔ ہم اس سلسلہ میں تمہارے شریک کار ہی ہیں۔"

"کیا مطلب؟"

"میرے اس جاپانی دوست کے پاس خام مال کا بڑا ذخیرہ ہے۔"

"واقعی؟" دانتے تعجب سے بولا۔

"ہاں۔ خاصا گہرا آدمی ہے۔ ہوا بھی نہیں لگنے دیتا۔ یہ بات اس نے یہاں آ کر بتائی ہے۔"

"لیکن وہ ذخیرہ ہے کہاں؟"

"میں نے کہا نا۔ کافی گہرا آدمی ہے ویسے دل کا بہت اچھا آدمی ہے ضرورت پڑنے پر کام آنے والا
لیکن ذہن کاروباری پایا ہے۔"

"اس سے کیا فرق پڑتا ہے ویسے تمہاری ملاقات کہاں ہوئی تھی؟"

"ایمسٹرڈیم میں۔ میں نے کہا نا کہ دوست اچھا ہے۔"

"ٹھیک ہے اس کا مال بھی بکوا دیں گے۔ یا وہ خود کوشش کرے گا۔"

"نہیں۔ مجھ سے کہہ رہا تھا کہ کوشش کروں، یوں بھی اس کے پاس رقم ختم ہو رہی ہے۔"

"اگر مجھے کوئی ایجنٹ مل جائے تو میں کوشش کروں؟"

"ضرور۔" میں نے جواب دیا اور دانتے نے وعدہ کر لیا کہ وہ اپنے مال کی نکاسی کے ساتھ ہمارے
لیے بھی بندوبست کرے گا۔ اس دوران ہراتا ہماری گفتگو سے بے تعلق رہا تھا اور دانتے کی شیشی سے اس
نے دوسرا سگریٹ تیار کر لیا تھا۔

اسی وقت کچھ فاصلے پر ہری کرشنا ہری اوم کی آوازیں سنائی دینے لگیں اور دانتے ہمیں پوری شیشی
بخش کر ان لوگوں میں چلا گیا۔

موسیقی اور بھجن الاپنے کی آوازیں تیز ہوتی جا رہی تھیں یہی لڑکے اور لڑکیاں موسیقی کی لے پر
ہری کرشنا ہرے رام کے راگ الاپ رہے تھے دو لڑکیاں ہندو مندروں کی داسیوں کا روپ دھارے
پر رقص کر رہی تھیں لیکن نشے کی وجہ سے یہ رقص عجیب و غریب کیفیت اختیار کر گیا تھا۔ لڑکیوں کے
سر منڈے ہوئے تھے۔ انہوں نے سفید دھوتیاں اور کھڑاویں پہن رکھی تھیں ان کے ہاتھوں میں پیتل کی
گھنٹیاں اور گلوں میں ڈھولکیاں لٹکی ہوئی تھیں۔ ہم دلچسپی سے ان ہری کرشنا کے پجاریوں کو دیکھتے رہے
پھر واپس اپنی قیام گاہ پر آ گئے جو فٹ پاتھ کا ایک حصہ تھا۔

میں نے ہراتا کو اس بارے میں تفصیل سمجھائی اور اسے اپنے آئندہ پروگرام کے بارے میں
ضروری ہدایات دیں۔ ہراتا نے پوری طرح ان شرائط کو ذہن نشین کر لیا تھا۔ اہم کردار اسے ہی انجام دینا
تھا۔ میں اس پروگرام میں پس پردہ رہنا چاہتا تھا۔

دوسرا دن بھی حسب معمول تھا لیکن شام کو دانتے ہمیں تلاش کرتا ہوا ہمارے پاس پہنچ گیا۔ اس
کے ساتھ ایک ہپی لڑکی تھی۔ خاصی خوبصورت تھی۔ اور اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیلی ہوئی تھی۔

"مس دانیا ٹائنڈ۔" دانتے نے تعارف کرایا۔ "اور مسٹر برونو۔"

"بڑی خوشی ہوئی۔" دانیا نے میری طرف ہاتھ بڑھایا۔ "آپ کے ساتھی؟" دانتے نے سوال کیا۔

"اوہ۔ وہ ذرا لڑکیوں سے کم ملاقات کرتے ہیں۔"

"یہ لڑکی نہیں ہے۔" دانتے نے مسکرا کر کہا۔

"اوں۔" میں نے تعجب سے دانیا کو گھورا۔

"میرا مطلب ہے کوئی عام لڑکی نہیں۔ وہ ہے جن کی ہمیں تلاش تھی۔"

"یعنی؟"

"ایجنٹ۔" دانتے نے جواب دیا اور میں تعجب سے اس خوبصورت ایجنٹ کو دیکھنے لگا۔ لڑکی نے
مسکراتے ہوئے گردن خم کی تھی۔

"میرے مال کی تو مس دانیا نے کھڑے کھڑے قیمت ادا کر دی۔" دانتے نے کہا۔

"حسب پسند؟"

"ایک پیسہ کم نہیں کیا انہوں نے۔" دانتے کافی خوش نظر آ رہا تھا۔

"خوب۔ مبارک۔" میں نے کہا۔

"کافی مال ہے چرس غالباً سو پونڈ، افیون سو پونڈ، گانجا دو سو پونڈ اور بھی کچھ چیزیں ہیں جن کے بارے
میں مجھے تفصیل معلوم نہیں ہے۔"

"اتنا بڑا ذخیرہ لیکن آپ اسے لائے کس طرح؟"

"میرا ساتھی معمولی انسان نہیں ہے۔ یہ تو وہ مقدار ہے جو میرے علم میں ہے نہ جانے اور کیا ہو گا
ان کے پاس۔"

"میں ان سے گفتگو کرنا چاہتی ہوں۔"

"میں بات کرتا ہوں۔" میں نے کہا اور پھر میں نے ہراتا کے پاس پہنچ کر ایسی آواز میں کہا کہ لڑکی
بھی سن لے وہ مقامی پارٹی کی ایجنٹ ہے مسٹر ہراتا۔

"تم نے بات کی؟" ہراتا نے پر رعب آواز میں پوچھا۔

"ہاں لیکن تفصیل سے آپ ہی گفتگو کریں گے؟"

"بلاؤ۔" ہراتا نے کہا اور میں نے لڑکی کو اشارہ کیا۔ لڑکی ہراتا کے پاس پہنچ گئی اور اس نے ہراتا کی
صورت دیکھی اور دیکھتی رہ گئی۔ "کیا آپ کی پارٹی مالی طور پر مضبوط ہے؟" ہراتا نے سوال کیا۔ لیکن لڑکی
کھوئی کھوئی نگاہوں سے اسے دیکھتی رہی۔ اس نے ہراتا کی بات کا کوئی جواب نہیں دیا تھا۔

"میں نے آپ سے کچھ پوچھا تھا۔" ہراتا کا پارہ چڑھنے لگا۔

"جی؟" وہ چونک پڑی۔

"آپ نے میرا سوال ہی نہیں سنا۔" ہراتا بدستور اسی انداز میں بولا۔ اور لڑکی نے بے بسی سے
مجھے اور دانتے کی طرف دیکھا۔

"مسٹر ہراتا نے پوچھا تھا کہ کیا آپ کی پارٹی مالی طور پر مضبوط ہے؟" میں نے سوال دہرایا۔
"ہاں یہاں کی پوری مارکیٹ ہمارے ہاتھ میں ہے۔ ہم اعلیٰ پیمانے پر مال کی خریداری کرتے ہیں اور
پوری قیمت ادا کرتے ہیں۔" اس نے جواب دیا۔ میں نے محسوس کیا تھا کہ لڑکی کس قدر مضمحل سی ہو گئی
ہے۔ ورنہ اس سے قبل وہ خاصی چاق و چوبند تھی۔
"تب معاملے کی بات کس سے کی جائے؟"
"میں حاضر ہوں۔ جناب۔" اس نے جواب دیا۔
"میرے پاس کافی مال ہے۔"
"ہم بڑے تاجروں کی پوری پوری عزت کرتے ہیں۔ مال کی خریداری کی بات بعد میں بھی ہو
جائے گی آپ اگر پسند کریں تو پہلے میں آپ کے قیام کا بندوبست کروں؟"
"اوہ۔ ہم یہاں بھی ٹھیک ہیں۔" ہراتا نے جلدی سے جواب دیا۔
"نہیں باس۔ آپ راتوں کو ٹھیک سے سو بھی نہیں سکتے۔ لندن جیسے عظیم شہر میں ہم خود کو
یار و مددگار محسوس کر رہے ہیں۔ اگر مس دانیا ہماری مدد کر رہی ہیں تو آپ کو اعتراض نہیں ہونا چاہیے
اخراجات ہم خود کریں گے۔"
ہراتا نے رحم طلب نگاہوں سے مجھے دیکھا۔ پھر گردن جھکا کر بولا ــــــ "ٹھیک ہے اگر
مناسب سمجھتے ہو تو کوئی حرج نہیں ہے۔"
"یہ فٹ پاتھ آپ کے لیے نہیں ہیں جناب۔ آپ کی جگہ تو دل میں ہونا چاہیے۔ آیئے باقی باتیں
بعد میں ہو جائیں گی۔" دانیا نے کہا اور پھر دانتے سے بولی۔ "ٹھیک ہے مسٹر دانتے۔ اگر مسٹر ہراتا سے
سودا ہو گیا تو ایک فیصد کے حساب سے آپ کو ادائیگی کر دی جائے گی۔"
"میں یہیں انتظار کروں؟"
"ظاہر ہے۔"
"سودا مکمل ہو جائے گا؟"
"ہم کاروبار کے کھرے لوگ ہیں۔" دانیا نے جواب دیا اور دانتے نے شانے ہلا دیئے۔ پھر بولا۔
"ٹھیک ہے مسٹر برونو۔ میرا کام ہو نہ ہو آپ کا تو ہو ہی جائے گا۔ دانتے کو اچھے الفاظ سے یاد رکھیں
گے۔" اور پھر وہ دوسری طرف مڑ گیا۔
"آپ کا سامان جناب؟" دانیا نے پوچھا۔
"کوئی سامان نہیں۔"
"تعجب ہے آپ کے پاس اتنا مال ہے اور آپ اس طرح؟"
"مسٹر ہراتا دوسری طبیعت کے مالک ہیں۔ ترلوکا کے پیروکار۔ لیکن مال کی خرید و فروخت لازمی
حیثیت رکھتی ہے۔"
"سچ کہا آپ نے۔ زندگی گزارنے کے لیے کچھ سہاروں کی ضرورت تو ہوتی ہی ہے۔ ان میں
بڑا سہارا دولت ہے۔ آیئے۔" اس نے کہا۔ اور ہم اس کے ساتھ چل پڑے۔ لڑکی ہمیں لے کر ایک
کار کے نزدیک پہنچ گئی۔ جو ریجنٹ پارک کے سامنے کھڑی تھی۔

"ہمارا کام ایسا ہے کہ ہمیں روپ بدلنا ہوتے ہیں۔ آپ مجھے اجازت دیں میں لباس تبدیل
کرلوں۔" اس نے ڈکی سے لباس نکالا اور پارک کے ایک گوشے میں چلی گئی۔ میں اور ہراتا کار میں جا بیٹھے
تھے۔
"مسٹر نواز۔" ہراتا نے بھرائی ہوئی آواز میں پکارا۔
"جان من۔"
"اس کے ساتھ جانا ضروری ہے کیا؟"
"بات کام کی معلوم ہوتی ہے ہراتا، کیا تم خوفزدہ ہو۔"
"ہاں چیف۔ آپ نے اس عورت کی حرکات نہیں دیکھیں۔"
"عورت کہہ کر اس کی توہین مت کرو ہراتا۔ انیس بیس سال سے زیادہ کی نہیں ہوگی اور کافی
خوبصورت ہے۔"
"یہ عورت میرا پیچھا نہیں چھوڑے گی۔"
"یار مجھے تیری فطرت پر حیرت ہے۔ عورت دیکھ کر اس طرح بدکتا ہے جیسے کوئی عصمت ماب لڑکی
غنڈوں کو دیکھ کر۔"
"میں ایک عصمت ماب مرد ہوں چیف۔"
"ضرور ہوگے ہراتا۔ حالات کو ہینڈل کرنا سیکھو۔"
"سارے حالات ہینڈل کر سکتا ہوں چیف سوائے ان حالات کے ایسی لڑکیوں سے میری روح فنا
ہوتی ہے۔"
"اس کے باوجود ہراتا۔ پلیز۔" میں نے کہا اور ہراتا ایک ٹھنڈی سانس لے کر خاموش ہو گیا۔
"چند ساعت کے بعد خوبصورت لڑکی ہمارے نزدیک آ گئی۔ میں اور ہراتا اسے دیکھ کر حیران رہ گئے
تھے۔ اس وقت وہ اسکرٹ میں تھی اور بے حد اسمارٹ نظر آ رہی تھی۔
"تعجب ہے مس دانیا۔" میں نے کہا۔
"کیوں؟" وہ اسٹیرنگ پر بیٹھتے ہوئے بولی۔
"آپ تو بالکل تبدیل ہو گئیں۔"
"میں نے کہا تھا نا کہ۔ ہمارا کام ایسا ہے کہ ہمیں روپ بھرنا ہوتے ہیں۔ یہاں کے لوگوں میں ان
جیسا بن کر ہی کام کرنا۔ پڑتا ہے۔"
"آپ کی پارٹی کونسی ہے؟" میں نے سوال کیا۔ اور دانیا چند ساعت کے لیے خاموش ہو گئی۔ اس
نے سیلف لگا کر گاڑی اسٹارٹ کی۔
"مکلینو گروپ۔ شاید آپ نے اس کا نام سنا ہو۔" لڑکی نے جواب دیا اور پھر عقب نما آئینے
میں ہماری شکلیں دیکھیں۔ "کیا آپ نے یہ نام پہلے کبھی سنا ہے؟"
"نہیں۔"
"مکلینو گروپ دو ٹکڑوں میں ہے، بگ باس ہوریشو ہے اور وہی اس گروہ کو کنٹرول کرتا
ہے۔"

"خوب۔ مضبوط پارٹی ہے؟" میں نے سوال کیا اور لڑکی استفہامیہ انداز میں ہنسنے لگی۔
"ناواقف بیوپاری ہوت اس لیے یہ سوال کر رہے ہو۔"
"کیا مطلب؟"
"اس وقت پوری دنیا میں اس سے بڑا گروپ کوئی نہیں ہے۔"
"اوہ۔ تب ٹھیک ہے' دراصل ہم چاہتے ہیں کہ ہمیں ہمارے مال کی پوری پوری قیمت یکمشت مل جائے۔ ہم نے نیا نیا کاروبار شروع کیا ہے اور اپنی ساری پونجی اس میں جھونک دی ہے۔
"فکر مت کرو۔ پوری رقم مل جائے گی لیکن مسٹر ہراتا بالکل خاموش طبیعت کے مالک ہیں۔"
"میرا باس بہت کم بولتا ہے۔" اس نے کہا اور لڑکی گردن ہلانے لگی۔ اس کے بعد راستے بھر خاموشی رہی۔ پھر لڑکی اسٹریتھم کے خوبصورت علاقے میں ایک بلڈنگ کے کمپاؤنڈ میں داخل ہو گئی۔ اس بلڈنگ کی تیسری منزل پر اس کا کشادہ فلیٹ تھا۔
"فی الحال آپ کی قیام گاہ۔" اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔
"آپ بھی یہاں رہتی ہیں؟"
"ہاں صرف ایک ملازمہ کے ساتھ۔" وہ مسکرا کر بولی۔
"عمدہ جگہ ہے۔"
"آپ اس چھوٹے سے فلیٹ کو اپنا سمجھ کر یہاں قیام کریں۔ میں آپ کے لیے دوسرے بندوبست کرتی ہوں۔ تھوڑی دیر کے لیے اجازت" اس نے کہا اور میں نے گردن ہلا دی۔ ہراتا بدستور خاموش تھا۔ اس بڑے کمرے کے ایک کونے میں باتھ روم تھا۔ میں باتھ روم کی طرف چل پڑا۔ اور اندر داخل ہو کر میں نے باتھ روم کا دروازہ بند کر لیا۔
"یہ صرف اتفاق تھا کہ یہ باتھ روم دونوں طرف سے استعمال ہوتا تھا۔ یعنی دو کمروں کے درمیان تھا۔ دوسری طرف سے ٹیلی فون نمبر ڈائل کرنے کی آواز سنائی دے رہی تھی۔ نہ جانے کیوں میں نے باتھ روم کے استعمال کا ارادہ ترک کر دیا اور دروازے سے کان لگا دیئے۔
"ہیلو۔" آواز لڑکی ہی کی تھی۔ "مسٹر گبن سے بات کراؤ۔ دانیا بول رہی ہے۔" اور پھر چند ساعت کی خاموشی۔ اس کے بعد پھر لڑکی کی آواز سنائی دی۔ "مسٹر گبن! دانیا بول رہی ہے۔ جی۔ ہاں خاص بات ہے جی۔ دراصل آج اسٹیشن نمبر تین سے کچھ خریداری کی ہے۔ ہاں جی۔ فور کی شیشیاں ہیں تقریباً ہزار۔ لیکن اصل بات یہ نہیں ہے۔ ایک اور پارٹی سے ملاقات ہوئی ہے۔ بڑا ذخیرہ ہے کئی لاکھ پونڈ کا۔ ایک جاپانی ہے اور دوسرا غالباً اسپینش ہے کئی اقسام کا مال ہے لیکن مسٹر گبن۔ میرے ذہن میں کچھ اور ہے۔ ہاں۔ جاپانی کچھ خشک ہے دوسرا ٹھیک ہے لیکن مال جاپانی کا ہے اور اسی کے پاس ہے۔ میں جاپانی پر ہی ٹرائی کر رہی ہوں۔ اول تو میں اپنی کوشش میں کامیاب ہو جاؤں گی نہ ہو سکی تو پھر دوسرے پر جال ڈالوں گی۔ اجازت چاہتی ہوں۔ ہاں مسٹر ہوریشو سے بھی آپ ہی اجازت لے لیں۔ آپ بے فکر رہیں۔ میں ہوشیاری کروں گی۔"
"لڑکی نے ٹیلی فون بند کر دیا۔ میں نے ایک گہری سانس لی اور پھر الٹے پاؤں باتھ روم سے نکل آیا۔ اس سلسلہ میں میں نے ہراتا سے کوئی بات نہیں کی تھی۔

لڑکی نے کافی خاطر مدارات کی۔ اس نے مجھے اور ہراتا کو الگ الگ کمرے دیئے تھے۔ اس فلیٹ میں کمرے تھے لیکن عمدہ بات یہ تھی کہ دو دو کمروں کے لیے ایک ایک باتھ روم تھا۔ اس کے بارے میں دانیا نے بتایا تھا۔
ہم نے اس کا شکریہ ادا کیا۔ اس دوران دانیا ہراتا سے بدستور والہیت کا اظہار کرتی رہی تھی اور ہراتا بس رہا تھا۔ رات کو کافی دیر تک وہ ہم سے باتیں کرتی رہی لیکن اس میں کاروباری بات ایک بھی نہیں تھی پھر ہم نے سونے کی اجازت مانگی اور اپنے اپنے کمروں میں آ گئے۔
اپنے کمرے میں آ کر سب سے پہلے میں نے باتھ روم چیک کر لیا۔ اور درمیانی دروازہ کھول لیا تاکہ دروازہ کھولنے کی آواز سنائی نہ دے۔ میرا ایک اندازہ تھا اور یہ اندازہ درست نکلا۔ بہت دیر نہیں گزری تھی باتھ روم کے دوسری جانب سے ایک آواز ابھری اور میں اچھل پڑا۔ دوسرے لمحے میں غڑاپ سے باتھ روم میں تھا اور میں نے دروازے سے کان لگا دیئے۔
"تم اندر کس طرح آ گئیں؟" یہ ہراتا کی آواز تھی۔
"ناگوار گزرا تمہیں ہراتا؟" دانیا کی دلاویز آواز سنائی دی۔
"نہیں، لیکن اس وقت؟"
"نیند نہیں آ رہی تھی۔" خمار آلود لہجہ تھا۔
"کیوں؟"
"تم کیوں جاگ رہے ہو؟"
"نئی جگہ ہونے کی وجہ سے۔"
"اوہ! تمہیں یہاں کوئی تکلیف ہے؟"
"نہیں، تکلیف کوئی نہیں ہے۔"
"میں بیٹھ جاؤں؟"
"بیٹھو۔۔۔۔۔" خلاف توقع ہراتا کا لہجہ نرم تھا اور مجھے اس لہجے پر تعجب ہوا تھا۔
"شکریہ! تم سے باتیں کرنے کو دل چاہ رہا تھا۔"
"باتیں کرو۔"
"تم کون ہو؟"
"ہراتا۔" ہراتا نے جواب دیا۔
"میری بات پر یقین کرو گے، میں نے جب تمہارے چہرے پر پہلی نگاہ ڈالی تو دنگ رہ گئی، میں تو اکثر خوابوں میں تمہیں دیکھتی رہی ہوں۔ مجھے جاپان کی لوک کہانیاں بہت پسند ہیں۔ وہاں کے جری نوجوانوں کی پرشکوہ کہانیاں میں نے سنی ہیں۔ تم ان کہانیوں کا کردار تو ہو۔ تمہارے اندر شہزادوں کی سی شان ہے۔"
وہ خاموش ہو گئی۔ ہراتا بھی خاموش ہو گیا۔
"تم بات نہیں کرو گے؟" بالآخر اس نے کہا۔
"تمہاری اس گفتگو میں میرے بولنے کی گنجائش کہاں ہے۔" ہراتا نے سپاٹ لہجے میں کہا۔
"تم جاپان کے شہزادے ہو؟"

"نہیں۔ میں وہاں کے ایک جولاہے کا لڑکا ہوں۔ میرا باپ پوری زندگی کپڑا بنتے بنتے مر گیا۔ میں
وہ زندگی قبول نہیں کی اور اس راستے پر نکل آیا۔"

"میں تمہیں کیسی لگتی ہوں؟"

"جیسی لڑکیاں ہوتی ہیں۔"

"کوئی خوبی نہیں مجھ میں؟"

"رات میں میری نگاہ کمزور ہو جاتی ہے بچپن سے یہ بیماری ہے۔"

"میرا مذاق اڑا رہے ہو۔"

"بالکل نہیں۔ سچ کہہ رہا ہوں۔"

"تمہاری زندگی میں کوئی لڑکی نہیں آئی۔"

"لڑکیاں کس طرح آتی ہیں؟"

"جیسے میں۔"

"تم تو کمرے میں آئی ہو زندگی میں کہاں؟"

ہراتا مذاق مت کرو۔ میں تو پہلی ہی نگاہ میں تمہیں دیکھ کر زخمی ہو گئی تھی۔ بس تمہیں چاہنے
ہوں ہراتا۔ تمہیں یہاں لانے کی وجہ بھی یہی تھی۔ ورنہ وہیں سودا ہو تا اور۔"

"دیکھو دانیا۔ میں دوسری قسم کا آدمی ہوں۔ میں عورت کو کبھی اپنے قریب نہیں آنے دیتا
سیدھے سیدھے سودا کرو اور ہماری چھٹی کرو۔ میں زیادہ انتظار نہیں کر سکتا کل اس کا فیصلہ ہو جانا چاہیے۔"

"اتنے سخت ہو پرنس؟"

"پرنس نہیں جولاہا۔"

"بہرحال تم میرے مہمان ہو' میں تمہیں کبھی پریشان نہیں کروں گی دل کی کیا بات ہے یہ تو ایسے
ہمیں ورغلاتا ہے۔ اگر تمہیں میرا یہاں آنا پسند نہیں آیا تو میں جا رہی ہوں تم آرام کرو۔" ہراتا نے کوئی
جواب نہیں دیا تھا۔

اور پھر دروازہ بند ہونے کی آواز سنائی دی۔ میں جلدی سے باتھ روم سے نکل آیا اور باتھ روم کا
دروازہ بند کر کے اپنے بستر پر آگیا گویا اب میرے لیے چانس تھا۔ میں تجھے مایوس نہیں کروں گا حسین لڑکی! میں
نے دل ہی دل میں سوچا لیکن مجھے یہ اندازہ نہیں تھا کہ میری یہ خواہش اتنی جلدی پوری ہو جائے گی۔

میرے کمرے کا دروازہ بند تھا لیکن شاید یہ دروازے باہر سے بھی کھولے جا سکتے تھے چند ہی ساعت
کے بعد دروازہ کھلنے کی آواز سنائی دی اور میں نے دانیا کو اندر جھانکتے دیکھا۔ میں نے جلدی سے آنکھیں
کر لیں۔

وہ اندر آگئی۔ اور پھر اس نے دبی آواز میں مجھے پکارا۔ "مسٹر برونو۔" "مسٹر برونو۔"

"کون ہے؟" میں نے مندی سی آواز میں پوچھا۔

"میں دانیا ہوں۔ برونو۔"

"اوہ۔ مس دانیا۔ خیریت؟" میں جلدی سے اٹھ بیٹھا۔

"نہیں برونو ڈیئر! گھبرانے کی بات نہیں ہے بس یونہی چلی آئی ہوں بعض اوقات میرے اوپر

ذہن کے دورے پڑتے ہیں۔" اس نے بے تکلفی سے کہا۔ نیلے بلب کی مدھم روشنی میں' میں نے اس کا
لباس دیکھا کھلے گلابی رنگ کے باریک لبادے میں ملبوس تھی جس سے اس کا بدن جھانک رہا تھا۔ ہراتا واقعی
ایک نمبر کا گدھا تھا۔

"میں تو پریشان ہو گیا تھا کہ نہ جانے کیا بات ہوئی۔"

"معذرت خواہ ہوں۔ برونو تمہیں نیند سے جگایا لیکن نہ جانے کیوں مجھے نیند نہیں آ رہی۔ ذہن
میں بے شمار خیالات آ رہے تھے کیا تمہیں میرا یہاں آنا ناگوار گزرا ہے؟"

"اوہ نہیں مس دانیا۔ ایسی کوئی بات نہیں ہے۔"

"شکریہ برونو۔ نہ جانے کیوں بعض اوقات کچھ صورتوں سے ایسی اپنائیت محسوس ہوتی ہے جیسے ان
سے برسوں کی شناسائی ہو۔"

"میں نہیں سمجھا۔"

"تمہاری بات کر رہی تھی یقین کرو برونو۔ ہم بیوپاریوں کو اس طرح گھروں پر نہیں لاتے میں نے یہ
اقدام صرف تمہارے لیے کیا ہے۔"

"اوہ دانیا۔ میں بے حد شکر گزار ہوں لیکن؟"

"لیکن کیا؟"

"جانے دو۔ مجھے یہ بات نہیں کرنی چاہیے۔"

"نہیں ڈیئر! بے تکلفی سے کہو۔" وہ میرے نزدیک کھسک آئی۔

"میں نے تمہارا جھکاؤ مسٹر ہراتا کی جانب دیکھا تھا۔"

"ہاں تمہارا خیال درست ہے لیکن اس کی بھی ایک وجہ تھی۔"

"کیا؟" میں نے دلچسپی سے پوچھا۔ شاطر عورت کی ساری چالیں میری نگاہ میں تھیں اور میں ان
سے لطف اندوز ہو رہا تھا۔

"پہلے میں نے تم سے ہی گفتگو کی تھی۔"

"ہاں۔"

"اور پھر تم نے بتایا کہ کاروبار کی ساری بات تمہارے باس سے ہو گی میں نے یہی سوچا کہ پہلے جاپانی
کو رام کروں تاکہ تمہاری قربت نصیب ہو جائے۔"

"اوہ یہ بات تھی" میں نے کسی قدر مسرور لہجے میں کہا۔

"سو فیصدی۔"

"میں نہیں سمجھ سکا تھا۔ بہرحال تمہاری اس محبت کا شکریہ۔ میں بے حد خوش ہوں۔"

"وہ جاپانی کسی طرح قابل توجہ نہیں ہے اور بس مجھے تو بچپن ہی سے جاپانی پسند نہیں۔"

"شاید اس لیے کہ وہ دوسری جنگ عظیم میں ہٹلر کے ساتھی تھے۔"

"نہیں۔ مجھے اس سیاست سے کوئی دلچسپی نہیں ہے بس ان کے چہروں پر مردانگی نہیں ہوتی نسوانی
چہرے ہوتے ہیں۔"

"لیکن ہراتا کا چہرہ تو۔"

"بس میرے ذہن میں یہ بات جم گئی ہے۔" اس نے درمیان سے میری بات کاٹ دی پھر بولی
لیکن تم اس سے کیسے منسلک ہو گئے؟"

"آوارہ گرد ہوں۔ قلاش ہو گیا تھا۔ اس نے مجھے سہارا دیا اور اس کے بعد میں نے اس کی ملازمت
اختیار کرلی۔"

"افسوس ہوتا ہے اس وقت جب تم اسے باس کہتے ہو۔"

"کیوں؟"

"تمہاری شخصیت بے حد شاندار ہے تمہارے مقابلے میں کوئی اس کی طرف توجہ بھی نہیں دے
سکتا۔ گو اس کے پاس دولت ہے لیکن دولت ہی تو سب کچھ نہیں ہوتی۔ شخصیت بہرحال بڑی حیثیت رکھتی
ہے" اور پھر وہ خاموش ہو گئی۔

"ہاں کیا کہہ رہی تھیں تم۔"

"ممکن ہے ------ اس کے پاس منشیات کا اتنا بڑا ذخیرہ نہ ہو۔"

"نہیں اس کے پاس بہت کچھ ہے وہ بے حد گہرا انسان ہے۔"

"لیکن اس نے وہ سب کچھ کہاں رکھا ہے؟"

"میں نے کبھی معلوم کرنے کی کوشش نہیں کی لیکن اگر میں معلوم کرنا چاہوں تو میرا خیال ہے
مشکل نہیں ہو گا۔" میں نے جواب دیا اور وہ خاموش ہو گئی۔

"میں نے تمہیں کافی پریشان کیا ہے برونو۔ اگر نیند آرہی ہو تو میں چلی جاؤں گی۔ گو تمہارے پاس
سے جانے کو جی نہیں چاہ رہا۔"

"تکلفات میں پڑنے کی ضرورت نہیں ہے ڈارلنگ اگر تم یہ رات میرے نزدیک گزارنا چاہتی
ہو تو میری خوش نصیبی ہو گی۔" میں نے اس کی جھجک مٹادی اور وہ کھل گئی۔ پوری طرح کھل گئی۔ رات
کے آخری حصے میں اس نے میری آنکھوں میں آنکھیں ڈال دیں۔

"اور اگر میں تمہیں برے راستے پر ڈال دوں تو؟"

"ڈال دو۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"مجھ سے بدظن تو نہیں ہو گے؟"

"نہیں۔"

"تب ایک تجویز ہے میرے ذہن میں۔"

"کیا؟"

"کیوں نہ ہم اس جاپانی کو درمیان سے ہٹادیں۔"

"میں نہیں سمجھا۔" میں نے تعجب سے کہا۔

"کوئی غلط بات مت سوچو۔ میں اسے قتل کرنے کے لیے نہیں کہہ رہی۔"

"جو کچھ اس کے پاس ہے۔ اس کے مالک تم بن جاؤ۔ ہم چالاکی سے اس کی ذخیرہ گاہ معلوم کرلیں
اور پھر ذخیرے پر قبضہ کرلیں۔ میں اس کی ادائیگی تمہیں کرادوں اور پھر ہم دونوں عیش کریں۔ کافی بڑی رقم
ہو گی۔"

"اوہ۔" میں نے متحیر رہنے کی اداکاری کی اور دیر تک خاموش رہا پھر ایک گھٹی گھٹی سانس لے کر

"کیا یہ ممکن ہے دانیا؟"

"تم جانتے ہو برونو! میرا تعلق منشیات فروخت کرنے والے اتنے بڑے گروہ سے ہے۔ ہوریشو
بین الاقوامی شخصیت کا مالک ہے اس کے سامنے ہراتا کیا حیثیت رکھتا ہے۔"

"ہاں۔ یہ تو ہے لیکن؟"

"تم پریشان ہو گئے ہو؟"

"ہاں۔ میرے ذہن میں اس سے قبل ایسا کوئی خیال نہیں آیا لیکن اگر ایسا ہو جائے تو اس سے عمدہ
بات اور کیا ہو گی۔ ہماری زندگی بن جائے گی اور اگر زندگی کے سفر میں تم جیسی کوئی ساتھی ہو تو دانیا میں تمہیں
بے پناہ چاہنے لگا ہوں۔"

"میں بھی ڈارلنگ۔ ورنہ اس طرح کیوں سوچتی۔"

"اوہ۔ دانیا لیکن یہ کیسے ممکن ہے؟"

"ہم دونوں مل کر کوئی عمدہ سی ترکیب سوچ لیں گے۔"

"تب پھر سوچو۔" میں نے بے قراری سے کہا۔

"جلد بازی نہ کرو۔ یہ سوچ لو تم میرے ساتھ تعاون کرو گے۔"

"خلوص دل سے دانیا۔ تم میرے لیے اتنے اچھے انداز میں سوچ رہی ہو اور میں تمہارے ساتھ
تعاون نہیں کروں گا۔"

"تب پھر ہم کل ہراتا سے اس کی بات کریں گے۔ اس کی منہ مانگی قیمت قبول کرلیں گے اور اس
سے مال کے نمونے مانگیں گے۔ تم سو فیصدی اس کے وفادار کی حیثیت سے تعاون کرو گے اور نمونے حاصل
کرتے وقت اس کے پاس رہو گے۔ اس طرح ہم اس جگہ کے بارے میں اندازہ لگالیں گے۔ اور پھر ہراتا کی
مجال کہ وہ ہم سے جیت جائے۔"

"ٹھیک ہے۔" میں نے خوش ہو کر گردن ہلا دی اور دانیا مجھے چومنے لگی۔ تھوڑی دیر کے بعد میں
نے آنکھیں بند کرلیں۔ میں سونے کی اداکاری کر رہا تھا۔ اور محسوس کر رہا تھا کہ دانیا بے چین ہے۔ کافی دیر
تک وہ ساکت و جامد لیٹی رہی پھر اس نے میرے سینے پر ہاتھ رکھ دیا۔ "برونو ڈارلنگ۔" وہ آہستہ سے بولی۔
انداز ایسا تھا جیسے وہ جگانا نہ چاہتی ہو بلکہ صرف یہ اندازہ لگا رہی ہو کہ میں سو گیا ہوں یا نہیں۔ چنانچہ
میں بے خبر رہا۔ اور یہ اطمینان کرنے کے بعد کہ میں گہری نیند سو گیا ہوں وہ آہستہ سے اٹھ گئی۔

اس کے کمرے سے نکلنے کے بعد میں نے آنکھیں کھول دیں۔ میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل
گئی تھی اور پھر یہ ملحقہ غسل خانے میرے لیے دوبارہ کار آمد بن گئے۔ میں بے آواز اندر داخل ہو گیا۔
دوسری طرف ٹیلی فون کے نمبر ڈائل کرنے کی آواز سنائی دی اور میں سانس روک کر دوسری طرف سے
آنے والی آواز سننے لگا۔

"ہیلو۔ ہیلو۔ ہاں دانیا بول رہی ہوں۔ ہاں معافی چاہتی ہوں۔ لیکن ایمرجنسی میں اجازت ہے۔ ہاں
ارجنٹ مسٹر ہوریشو۔ کیوں نہیں۔ تم ٹرائی کرو میں ذمے دار ہوں۔ ہاں یہ کیس اب مسٹر ہوریشو کا ہے۔

صورت حال بدل گئی ہے۔ اب ڈبل فراڈ کرنا اور ہوریشو کو اس سے لاعلم نہیں رکھا جاسکتا۔ ہاں اب دانیا
لے کر ایمرجنسی کے لیے کہہ دیں۔ یہ بھی اس کا حکم ہے۔"

اور پھر وہ کئی منٹ تک خاموش رہی اور پھر ایک دم بول پڑی۔ "دانیا بول رہی ہے۔ جناب
سوگیارہ۔ جی صورت حال ایسی ہی تھی کہ براہ راست آپ سے رابطہ قائم کرنا پڑا۔ ایک جاپانی نوجوان
اس کا نام ہراتا ہے۔ اطلاع ملی ہے کہ اس کے پاس کئی سو پونڈ مال ہے اور اس وقت ہمیں مال کی
ضرورت ہے۔ ہمیں اندازہ ہے کہ گروہ اس وقت مالی بحران کا شکار ہے اور ہم مناسب ادائیگیاں کرنے
قابل نہیں ہیں۔ اس لیے میں یہ کوشش کر رہی تھی کہ مال ہاتھ لگ جائے۔ جاپانی تو گدھا ہے لیکن اس کے
ساتھ ایک اور نوجوان ہے وہ کام کا ثابت ہوا ہے۔ میں نے اسے پھانس لیا ہے اور وہ اس بات پر آمادہ
ہے کہ جاپانی سے مال ہتھیا لے۔ کل ہم نمونے حاصل کر رہے ہیں۔ اس کے بعد وہ دوسری طرف کی
سننے لگی اور پھر بولی "جی ہاں۔ مال اتنا ہی اس کے پاس ہے۔ میں آپ سے مدد چاہتی ہوں۔ بہتر، شکریہ
اس نے کہا اور فون بند کر دیا۔

میں نے ایک طویل سانس لی اور واپس اپنی جگہ آگیا۔ دوسری صبح دانیا نے ہماری خوب خاطر مدارات
کی۔ وہ مصروف تھی۔ میں نے ہراتا کو پوری صورت حال سمجھا دی اور ہراتا نے میری ہدایات پر عمل کرنے
کا وعدہ کرلیا۔

تب دانیا نے میرے سامنے ہی اس سے گفتگو کی "پھر کیا خیال ہے مسٹر ہراتا' سودے کی بات
جائے۔"

"میں بھی یہی چاہتا ہوں۔" ہراتا نے جواب دیا "لیکن کیا سودے کی بات چیت آپ ہی کریں گی
مس دانیا؟"

"ہاں۔"

"تب میں ایک فہرست بناتا ہوں آپ اس کے مطابق سودا کریں۔"

"مناسب۔" دانیا نے جواب دیا اور کاغذ قلم نکل آئے۔ ہراتا نے مال کی تفصیل نوٹ کرائی اور دانیا
تعجب سے اسے دیکھنے لگی۔

"کمال ہے مسٹر ہراتا' اتنا بڑا ذخیرہ آپ نے منتقل کیسے کیا؟"

"یہ میری کوشش تھی مس دانیا۔ آپ کو اس کے لیے نہیں الجھنا چاہیے۔"

"ٹھیک ہے میں الجھ نہیں رہی بلکہ آپ کو داد دے رہی ہوں۔"

"میں نے یہ مال چھ ملکوں میں منتقل کیا ہے بس میری مرضی کے مطابق سودا نہیں ہو سکا اس
میں اسے لیے لیے پھر رہا ہوں۔"

"معمولی بات نہیں ہے۔ اتنی اعلیٰ کارکردگی آپ کی بے پناہ صلاحیت ظاہر کرتی ہے۔ بہرحال
آپ اپنی مطلوبہ رقومات لکھ دیں۔" اور ہراتا مصروف ہوگیا۔ اس نے فہرست کے سامنے فی پونڈ کا
لکھ دیا۔ اس حساب سے یہ مال اسی لاکھ پونڈ کی مالیت رکھتا تھا۔

"اوہ مسٹر ہراتا۔ کیا یہ قیمت بہت زیادہ نہیں ہے؟"

"اگر میں اسے یہاں فروخت نہ کر سکا پھر دوسرے ملک لے جاؤں گا۔ اور وہاں اس کی قیمت

بڑھ جائے گی کیونکہ میں اسے گھاٹے سے فروخت نہیں کروں گا۔ آخر اسے منتقل کرنے میں اخراجات بھی تو
آئے ہیں۔" ہراتا نے جواب دیا اور دانیا ہنس پڑی۔

"لیکن آپ کب تک اس پر اخراجات کرتے رہیں گے؟"

"اس وقت تک جب تک یہ ضائع نہ ہو جائے۔ یعنی پولیس کے ہاتھ نہ لگ جائے یا پھر فروخت نہ
ہو جائے۔" ہراتا نے جواب دیا۔

"یہ بات آپ کی ضدی فطرت پر دلالت کرتی ہے۔ بہرحال یہ قیمت بہت زیادہ ہے لیکن اس کے
باوجود میں اسے منظور کرانے کی کوشش کروں گی۔ آپ براہ کرم مجھے اس کے نمونے فراہم کردیں۔"

"بہتر۔ جواب کب مل جائے گا؟"

"نمونے حاصل ہونے کے چھ گھنٹے کے اندر اندر۔"

"کسی قسم کا دھوکہ یا فریب؟"

"اوہ نہیں۔ ہم کروڑوں کی خریداری کرتے ہیں۔ افسوس صرف یہ ہے کہ آپ ہوریشو کے گروہ
سے واقف نہیں۔"

"کوئی حرج نہیں ہے۔ میں نے صرف کاروباری بات کی تھی۔ بہرحال نمونے مہیا کرنے اور سودا
ہونے تک ہم یہاں رہ سکتے ہیں؟"

"سر آنکھوں پر۔ اگر سودا نہ بھی ہو سکے تب بھی مہمان بہرحال ایک حیثیت رکھتا ہے۔" دانیا نے
مسکراتے ہوئے کہا اور ہراتا نے گردن ہلادی۔ پھر میری طرف دیکھ کر بولا۔

"مسٹر برونو! آپ میرے ساتھ چلیں۔"

"بلاشک چیف۔" میں نے گردن ہلادی اور پھر تھوڑی دیر کے بعد ہم دونوں باہر نکل آئے اور ایک
ٹیکسی میں بیٹھ کر چل پڑے۔

"ایروز کے مجسمے کے گرد لاتعداد ہپی نظر آرہے تھے۔ سوہو سے گزرتے ہوئے گینس بیئر پہنچے
اور پھر سٹریتھم اور پھر یہاں سے کارن ہل اسٹریٹ پہنچ کر ٹیکسی سے اتر گئے۔

"کیا خیال ہے چیف' تعاقب تو نہیں کیا گیا۔" ہراتا نے پوچھا۔

"اندازہ تو نہیں ہو سکا چیف۔" میں نے بھی مسکراتے ہوئے جواب دیا اور ہراتا ہنسنے لگا۔

"اب کیا پروگرام ہے؟"

"ہاں نمونے دینے ہیں لیکن ایک بات اور ذہن میں ہے۔"

"کیا؟"

"ممکن ہے سودے کی بات خود ہوریشو نہ کرے۔"

"ہوں۔ ممکن ہے۔"

"ایسی صورت میں؟"

"دیکھا جائے گا ہراتا۔ ہوا میں ہی تیر چلا رہے ہیں کہیں نہ کہیں جا کر لگے گا۔ ہوریشو چوہے کو بل
سے نکالنا ہی پڑے گا۔"

"مال حاصل کرنے ہم میں سے ایک آدمی جانا چاہیے ممکن ہے کوئی الجھن پیش آجائے اس طرح

دوسرا مدد کر سکے گا۔"

"ٹھیک ہے تم جاؤ میں ساؤتھ اینڈ پر تمہارا انتظار کروں گا۔"

"اوکے۔" ہراتا نے جواب دیا۔ اور پھر وہاں سے ہم دونوں چل پڑے میرے ذہن میں بہت سے خیالات چکرا رہے تھے۔ میں نیشنل گیلری سے گزرتا ہوا آگے بڑھ گیا۔ ساؤتھ اینڈرن سی' سمندر کے کنارے ایک چھوٹا سا قصبہ ہے جو لندن سے تیس میل کے فاصلے پر ہے۔ لیور پول اسٹیشن سے الیکٹرک ٹرین ساؤتھ اینڈ چل پڑی۔ راستے میں چھوٹے چھوٹے کئی قصبے پڑتے تھے لیکن ساؤتھ اینڈ کا انتخاب میں نے لندن کے نقشے کے مطابق کیا تھا۔

یہ قصبہ میری توقع کے مطابق تھا۔ قدیم و جدید کا امتزاج تھا۔ یہاں ایک قدیم قلعہ تھا۔ جس کے ایک بڑے حصے کو منہدم کر کے جدید عمارتیں تعمیر کردی گئی تھیں لیکن دوسرا حصہ بدستور تھا۔ اس کی اونچی فصیلوں کے نیچے ٹکراتے ہوئے سمندر میں سیاہ چٹانیں ابھری ہوئی تھیں۔ یہ خطرناک علاقہ تھا لیکن اس سے کچھ پرے باقاعدہ تفریحی ساحل تھے جہاں گرم دنوں میں کافی رش رہتا تھا۔

دیر تک میں اس علاقے میں گھومتا رہا اور پھر ساؤتھ اینڈ اسٹیشن پہنچ گیا۔ ہراتا میری توقع سے پہلے ہی آگیا تھا اور کسی قدر بے چینی سے میرا انتظار کر رہا تھا۔ اس نے دور ہی سے مجھے دیکھ لیا تھا اور تیزی سے میری طرف بڑھ آیا۔ اس کے ہاتھ میں ایک خوبصورت بڑا سا تھیلا نظر آرہا تھا۔ نزدیک پہنچ کر وہ مسکرایا۔

"بہت جلدی آگئے ہراتا؟"

"دس منٹ پہلے پہنچا ہوں۔"

"کوئی دقت تو نہیں ہوئی۔"

"دقت ہوتی تو اتنی جلدی کیسے پہنچ جاتا؟"

"ٹھیک ہے' آؤ میرے ساتھ۔" میں نے کہا اور ہراتا تھیلا ہاتھ میں لٹکائے میرے ساتھ چل پڑا۔ تھوڑی دیر بعد میں اسے قلعے کے اسی حصے میں لے گیا اور فصیل کے قریب کا سمندر دکھاتے ہوئے بولا۔

"کیا خیال ہے ہراتا؟"

"کیسی جگہ ہے؟"

"رومانٹک' بے حد دلکش' ہراتا نے مسکراتے ہوئے کہا اور میں چونک پڑا۔ اور پھر میں نے اسے گھورتے ہوئے کہا۔

"تم اس نام سے واقف ہو؟"

"رومانٹک سے؟"

"کیوں نہیں چیف۔ حسِ لطیف و فطرت کی تکمیل ہوتی ہے۔"

"لیکن اسے میں حسِ کثیف کہہ سکتا ہوں۔"

"وہ کیوں؟"

"تم اس بھیانک جگہ کو رومانٹک کہہ رہے ہو جسے دیکھ کر ہول آتا ہے۔"

"بات یہیں سے بگڑ جاتی ہے چیف۔ کائنات کی کوئی تخلیق بے مقصد نہیں ہوتی۔ ہر چیز جس طرح وجود رکھتی ہے اسی طرح افادیت اور دلکشی بھی بات صرف فطرت کی ہے۔ میں عورت پسند نہیں

کیونکہ کائنات میں عورت بزدلی کی علامت ہے اگر ہم کسی کو بزدل ہونے کا طعنہ دیتے ہیں تو اسے عورت کی کسی ادا سے تشبیہ دیتے ہیں گویا عورت بزدلی کی ابتدا اور انتہا ہے۔ دورِ قدیم کا مرد بزدل نہیں تھا اسی لیے وہ عورت پرست نہیں تھا اور اسے بالوں سے پکڑے پکڑے گھسیٹے پھرتا تھا۔ آج کا مرد عورت کو دو دیکھ کر سیٹیاں بجاتا ہے' اس کے حصول کے لیے نہ جانے کیا کیا جتن کرتا پھرتا ہے اور عورت جس قدر اس کے قریب آتی جاتی ہے اسے پھولوں سے پیار ہوتا جاتا ہے۔ اسے خوشبو بھلی لگتی ہے اس کے برعکس دوسرا مرد خطرات پسند اور جری ہوتا ہے اور اسے ایسے ہر پھول ویرانے میں پسند آتے ہیں۔ میں فصیل کے نیچے ان بھوکے بھیڑیوں کی مانند اوپر کو تکتی ہوئی چٹانوں کو دیکھ رہا ہوں جو شکار کو ہڑپ کرنے کے لیے منہ کھولے کھڑی ہیں اور دورِ قدیم کا انسان.....”

بس بس اے دور قدیم کے انسان۔ تم یہاں اپنی پسند کا خونی ڈرامہ کھیل سکتے ہو۔ مجھے بور مت کرو۔" میں نے ہراتا کو خاموش کرادیا۔

"نہیں چیف۔ لندن میں ایک پسندیدہ جگہ نظر آئی ہے۔ میں اکثر یہاں آتا رہوں گا۔"

"چلو ٹھیک ہے' اب واپس چلیں۔" میں نے کہا اور ہم واپس چل پڑے۔

☆ ☆ ☆

"بہت بہت شکریہ۔" دانیا نے نمونے سنبھالتے ہوئے کہا اور پھر بولی۔ "آپ لوگ یہاں آرام کریں۔ میں تھوڑی دیر کے لیے جاؤں گی۔"

"ٹھیک ہے آپ بات کریں۔" ہراتا نے جواب دیا۔

"اگر کوئی حرج نہ ہو تو آپ میرے ساتھ چلیں' مسٹر برونو۔ مجھے خوشی ہوگی۔"

"چیف کی اجازت؟" میں نے ہراتا سے پوچھا۔

"چلے جاؤ۔" ہراتا نے جواب دیا اور میں نے دانیا کی طرف دیکھ کر شانے ہلا دیئے۔

"پھر چلتے ہیں۔" دانیا نے کہا اور ہم دونوں اس عمارت سے نکل آئے۔ حالات بے حد سنسنی خیز تھے جو کچھ ہو رہا تھا بظاہر بے حد ٹھوس حقیقت رکھتا تھا لیکن حتمی طور پر یہ نہیں کہا جاسکتا تھا کہ اس کا نتیجہ مرضی کے مطابق ہی نکلے گا۔۔۔۔۔۔ دانیا کی کار سڑکیں طے کرتی رہی وہ کسی گہری سوچ میں ڈوبی ہوئی تھی پھر اس نے چونک کر میری جانب دیکھا۔ "مسٹر برونو۔"

"ہوں۔" میں نے اس کی طرف نگاہیں اٹھا کر دیکھا۔

"بہت خاموش ہو؟"

"کوئی خاص بات نہیں ہے۔"

"تم اپنے ارادوں میں متزلزل تو نہیں ہو۔"

"کون سے ارادے ہیں؟"

"میرا ساتھ دو گے نا؟"

"کیا یہ سوال بار بار کرنے کی ضرورت ہے اس میں ہم دونوں کا مفاد ہے بلکہ میری تو خواہش ہے کہ اس کام کے بعد تم مجھے بھی اپنے گروہ میں شامل کرلو۔"

"اوہ' کیوں تم گروہ میں کیوں شامل ہونا چاہتے ہو۔"

"دراصل دانیا۔ میری زندگی بھی عجیب ہے۔ نہ جانے کیوں ہمیشہ سے ایک غیر مطمئن انسان رہا ہوں۔ زندگی کے کسی دور میں قرار نہیں رہا ہے بہت کچھ کیا ہے کسی چیز سے ایسا احساس نہیں ہوا۔ اس سے آگے سب کچھ بیکار ہے۔"

"یہ تو انسانی فطرت ہے۔"

"نہیں۔ میں نے پر سکون لوگوں کو بھی دیکھا ہے جو زندگی کی کسی منزل پر آکر مطمئن ہو جاتے ہیں۔"

"نہیں مسٹر برونو۔ تم انہیں مطمئن انسان نہیں کہہ سکتے۔"

"پھر۔"

"تم انہیں تھکا ہوا شخص کہہ سکتے ہو جن میں آگے بڑھنے کی ہمت نہیں ہوتی لیکن تمہاری یہ خواہش تمہاری تھکن کا اظہار تو نہیں کرتی۔"

"ہاں میں تھکا نہیں ہوں لیکن بے مقصد زندگی کو ختم کر دینا چاہتا ہوں کوئی ایسی راہ اپنانے کا خواہشمند ہوں جس پر چلتے ہوئے زندگی کے کسی مقصد کا احساس ہو۔"

"میں سمجھ گئی۔"

"مدد کرو گی میری؟" میں نے سوال کیا۔

"ہاں لیکن ایک شرط پر۔"

"کیا شرط ہے؟"

"راہ پر جانے کے لیے کسی ساتھی کی تلاش نہیں کرو گے۔"

"ساتھی۔"

"میری مراد خود سے ہے۔ یہ نہیں چاہو گے کہ اس راہ پر میں ہمیشہ تمہاری ہمسفر رہوں۔ ہر شخص کے سامنے زندگی کی منازل ہوتی ہیں۔ ممکن ہے میں تم سے پہلے کسی منزل کا تعین کر چکی ہوں۔ اس صورت میں تمہارے لیے یہ سب کچھ کر کے میں گھاٹے میں رہوں گی۔"

"وعدہ کرتا ہوں ایسا نہیں ہوگا۔" میں نے دل ہی دل میں اسے گالی دی۔ الو کی پٹھی خود کو نہ جانے کیا سمجھتی ہے۔

"تب میں تمہارے لیے کوشش کروں گی۔"

"لیکن ایک بات اور ہے۔"

"وہ کیا؟"

"کیا تم لوگوں کو اجازت ہے کہ ——— اپنے طور پر ایسا کوئی کام کر کے گروہ سے سودے کر سکو۔"

"ہاں مسٹر ہوریشو کو اس پر کوئی اعتراض نہیں ہوتا۔" اس نے جواب دیا اور میں نے دل ہی دل میں سوچا۔ چالاک لڑکی ہے اور بے وقوف بنانے کے فن میں ماہر بشرطیکہ سامنے والا اتنا ہی بے وقوف ہو۔ بہرصورت میں فون پر اس کی گفتگو سن چکا تھا۔

تب ایک خوبصورت عمارت کے گیٹ کے سامنے اس نے کار روک دی اور ہارن بجا۔ تو

قوی ہیکل شخص نے گیٹ کھول دیا اور وہ کار اندر لے گئی۔ پورچ میں کار روک کر وہ نیچے اتر آئی اور پھر مجھے ساتھ لیے ہوئے اندر چلی گئی۔

ایک خوبصورت سے کمرے میں پہنچ کر اس نے چاروں طرف دیکھا اور مجھ سے بولی "بیٹھ جاؤ۔" میں ایک نشست پر بیٹھ گیا لیکن میں محسوس کر رہا تھا کہ وہ کسی قدر متوحش ہے اور خود بھی یہاں سے آگے بڑھنے کی ہمت نہیں رکھتی۔

تب دو آدمی اندر داخل ہوئے ان میں ایک سفید فام تھا اور دوسرا؟ میرے بدن کے رونگٹے کھڑے ہو گئے۔ دوسرا ایک سانولی رنگت اور بڑے بالوں والا آدمی تھا لیکن میری باریک بین نگاہیں اتنی کمزور نہ تھیں کہ میں ہوریشو کو اس میک اپ میں نہ پہچان سکتا۔ وہ ہوریشو ہی تھا جسامت اور خدوخال پر جو میک اپ کیا گیا تھا وہ انہیں چھپانے میں ناکام رہا تھا لیکن وہ اس طرح سامنے آجائے گا مجھے گمان بھی نہ تھا۔ چنانچہ میں بہت محتاط ہو گیا۔

"مسٹر البرٹ۔" لڑکی نے سفید فام کی طرف اشارہ کیا اور مسٹر البرٹ یہ مسٹر برونو ہیں جن کے بارے میں میں بتا چکی ہوں۔"

"بڑی خوشی ہوئی آپ سے مل کر مسٹر برونو۔" البرٹ نے مصافحے کے لیے ہاتھ بڑھا دیا میں اس قسم کی اداکاری کرنے لگا جیسے ان لوگوں سے نروس ہوں۔ "ان سے ملیے۔ یہ میرے دوست اور ہمارے ساتھی مسٹر ڈینو ہیں اسپینش ہیں بے پناہ خوبیوں کے مالک۔" البرٹ نے کہا۔

ڈینو نے دانت نکال کر گردن جھکائی اور ہاتھ بڑھا دیا۔ اور اب کوئی شبہ نہیں رہا۔ ہوریشو نے اپنے دانت چھپانے کی کوشش نہیں کی تھی۔ میں نے اس سے بھی مصافحہ کیا تھا۔

"ہاں مس دانیا نمونے مل گئے؟"

"جی۔"

"کہاں ہیں۔" البرٹ نے پوچھا اور دانیا نے نمونے نکال کر اس کے سامنے رکھ دیئے۔ ڈینو نے بغور ان کا مطالعہ کیا تھا پھر اس نے گردن ہلائی۔

"مال اچھا ہے۔"

"تم نے مسٹر برونو کے بارے میں بھی کچھ کہا تھا دانیا۔" البرٹ نے کہا۔

"ہاں۔ اسی لیے انہیں لائی ہوں۔"

"کیا خیال ہے مسٹر برونو؟"

"مس دانیا کا خیال درست ہے جناب۔ مم میرا مطلب ہے انہوں نے جو کچھ کہا ہے وہ درست ہے۔" میں نے بوکھلائے ہوئے انداز میں کہا۔

"آپ ہمیں بے تکلف دوستوں کی مانند محسوس کریں۔ مسٹر برونو! آپ ہمارے ساتھ جو تعاون کر رہے ہیں اس کے لیے ہم آپ کے شکر گزار ہیں۔ ہم آپ سے یہ نہیں چاہتے کہ آپ ہمارے لیے بہت بڑی قربانی دیں۔ بس تھوڑی سی رعایت چاہیں گے تاکہ گروہ کو بھی فائدہ ہو۔"

"میں تیار ہوں۔"

"آپ کا اس جاپانی سے کیا تعلق ہے مسٹر برونو؟" اس بار ڈینو یا ہوریشو نے پوچھا۔

"بس دوران سفر مل گیا تھا۔ میں قلاش آدمی تھا۔ اس نے میری کفالت کی۔ سنکی سا آدمی ہے لیکن بے حد پر اسرار آدمی ہے میں آج تک اسے نہیں سمجھ سکا۔"

"اندازہ لگا سکتے ہو کہ اس کے پاس اتنا مال کہاں سے آیا۔"

"نہیں جناب، لیکن اس کے پاس دولت کافی ہے جہاں سے چاہتا ہے رقم حاصل کر لیتا ہے۔ میرا خیال ہے اس کی دولت بہت سے ممالک میں پھیلی ہوئی ہے۔"

"باقاعدہ کاروباری ہے؟" اسپنش نے کہا۔ "کیا اس کے ساتھ دوسرے لوگ بھی ہیں؟"

"میرا خیال ہے نہیں۔ کیونکہ وہ ہمیشہ کرائے کے آدمیوں سے کام چلاتا ہے۔"

"اوہ۔ میں اس کے بارے میں اندازہ لگا سکتا ہوں۔ وہ چلتا پھرتا کاروباری ہے اور ایسے لوگ فائدے میں رہتے ہیں۔"

"میں نے مس دانیا سے ایک اور درخواست کی ہے جناب۔"

"کیا؟" اس بار البرٹ نے پوچھا۔

"مجھے بھی گروہ میں شامل کر لیا جائے۔"

"اوہ ----- وہ کیوں؟"

"اس طرح مجھے گروہ کی پناہ حاصل ہو جائے گی کیونکہ ممکن ہے اس کے بعد وہ جاپانی میرا دشمن بن جائے۔"

"لیکن مسٹر برونو۔ گروہ میں داخل ہونے کے لیے آپ کو اپنی کارکردگی دکھانا ہوگی۔"

"میں تیار ہوں۔"

"کیا کر سکیں گے آپ؟"

"اس بارے میں مجھے آپ کی رہنمائی درکار ہوگی۔" میں نے جواب دیا اور اسپنش مجھے دیکھنے لگا۔ پھر اس نے گردن ہلاتے ہوئے کہا "ٹھیک ہے مسٹر برونو۔ یہ بھی ہو جائے گا۔ آپ کو علم ہے کہ یہ گروہ کس کا ہے؟"

"جی ہاں!"

"کون ہے اس کا سربراہ؟"

"مسٹر ہوریشو۔"

"خوب! کس طرح سے جانتے ہو؟"

"مس دانیا نے کہا تھا۔"

"اس سے قبل اس کا نام سنا ہے؟"

"نہیں۔ دراصل میں اس لائن سے کبھی متعلق نہیں رہا ہوں لیکن میں کام کا آدمی ثابت ہوں گا۔ مجھے ایک موقع ضرور دلوا دیں۔"

"ہاں۔ میں پوری پوری کوشش کروں گا لیکن ہوریشو دوسری فطرت کا مالک ہے پہلے وہ تمہاری تربیت کرے گا۔ وہ صرف وفاداریاں چاہتا ہے۔"

"میں اس کے لیے گردن کٹوا سکتا ہوں۔"

"آزما لیا جائے گا۔ مسٹر البرٹ میرا خیال ہے آپ مسٹر برونو کو میرے حوالے کر دیں اگر یہ کام کے آدمی ثابت ہوئے تو میں ان کی زندگی بنا دوں گا۔"

"جیسا آپ پسند کریں مسٹر ڈینو۔"

"ٹھیک ہے مسٹر دانیا۔ نمونے دیکھ لیے۔ آپ آرام کریں۔ میں مسٹر برونو سے کچھ بات کروں گا۔ آپ بھی آرام کریں مسٹر البرٹ۔"

"جو آپ کی خواہش۔" البرٹ نے جواب دیا اور پھر وہ دونوں باہر نکل گئے۔ بڑے سنسنی خیز لمحات تھے۔ ہوریشو میرے سامنے تھا میں اسے پہچان چکا تھا۔ پتہ نہیں وہ بھی مجھے پہچان گیا تھا یا نہیں بظاہر ایسے آثار نظر نہیں آ رہے تھے۔

وہ مجھے غور سے دیکھتا رہا۔ پھر ایک گہری سانس لے کر بولا۔ "ہراتا کے پاس اتنا بڑا ذخیرہ کہاں سے آیا مسٹر برونو؟"

"اس سلسلے میں میرا ایک خیال ہے۔"

"کیا؟"

"میرے خیال میں وہ چھوٹے چھوٹے لوگوں سے مال خریدتا ہے اور اسے اچھے داموں بیچنے کی فکر میں ہے زیادہ ریٹ ہونے کی وجہ سے اس کا مال ابھی تک فروخت نہیں ہوا ہے۔"

"میں ابھی تک نہیں جان سکا۔ دراصل اس انداز میں کبھی نہیں سوچا۔"

"لیکن اب تمہاری ذمے داریاں دوسری ہیں۔"

"جی۔"

"ہوریشو کو میں ذاتی طور پر جانتا ہوں جبکہ دوسرے لوگ اس سے اس قدر واقف نہیں ہیں۔ ان دنوں وہ کسی قدر مالی بحران کا شکار ہے اگر تم اس وقت اس کی مدد کرو گے تو میرا خیال ہے وہ تمہیں اپنے گروہ میں ایک خاص مقام دے سکتا ہے۔"

"میں نہیں سمجھا جناب۔"

"سمجھنے کی کوشش کرو۔ یہ لوگ اپنے طور پر مال حاصل کر کے دولت حاصل کرنا چاہتے ہیں تمہیں اس میں سے ایک بڑا حصہ مل سکتا ہے لیکن۔ اگر تم صرف اس رقم کو لے کر باقی زندگی کا انحصار کرو تو دوسری بات ہے اور اگر گروہ میں کوئی مقام چاہتے ہو تو ہوریشو کی مدد کرو۔ وہ اس قسم کا آدمی ہے کہ بہتر پوزیشن میں آنے کے بعد تمہیں سونے میں تول دے گا۔"

"اوہ۔" میں نے پر خیال انداز میں گردن ہلائی۔

"فیصلہ تمہارے ہاتھ میں ہے۔"

"مجھے فوری طور پر گروہ میں شامل کر لیا جائے گا؟"

"ہاں۔ ظاہر ہے وہ تمہاری اس بات سے ضرور متاثر ہوگا۔"

"لیکن پھر یہ لوگ مجھ سے نفرت کرنے لگیں گے۔"

"کون لوگ؟"

"میری مراد دانیا وغیرہ سے ہے۔"

"ان کی کیا حیثیت ہے۔ تم جانتے ہو۔ کیا ان میں سے کوئی ہوریشو کے سامنے بولنے کی جرأت
کر سکتا ہے؟"
"ہاں یہ تو ٹھیک ہے۔"
"پھر کیا سوچا؟"
"ایک سوال اور ہے مسٹر ڈینو۔ براہ کرم اس کی تسلی اور کردیں۔"
"ضرور' پوچھو۔"
"اس دوران میری کفالت کیسے ہوگی میرا مطلب ہے میرے اخراجات"
"اس برے وقت میں بھی وہ تمہیں شہزادوں کی سی زندگی دے سکتا ہے۔ کیا سمجھتے ہو اسے۔"
"گویا گروہ میں شامل ہونے کے بعد میرے اخراجات گروہ کے ذمہ ہوں گے؟"
"پوری طرح۔"
"تب تیار ہوں۔ بہرحال میں ایک دیرپا سہارا چاہتا ہوں۔"
"میرا وعدہ۔ میں تمہیں گروہ میں ایک اعلیٰ مقام دلواؤں گا۔" ڈینو نے کہا۔
"مجھے بتاؤ ڈینو۔ اب مجھے کیا کرنا چاہیے۔"
"تم براہ راست مجھ سے رابطہ رکھو گے۔" میں دانیا کو ہدایت دیتا ہوں کہ وہ ایک بڑی رقم
ایڈوانس کے طور پر دے دے اور سودا کرلے۔ اس طرح اس کے ذہن سے شکوک و شبہات ختم ہو
جائیں گے اور وہ تمہیں ضرور اپنا ساتھی بنالے گا۔ تم اس طرح مال کے ٹھکانے سے واقف ہو جاؤ گے۔ اور
اور تم چل کر وہ ذخیرہ حاصل کریں گے۔"
"ویری گڈ۔ یہ تو کوئی خاص کام نہیں ہوگا۔" میں نے خوش ہو کر کہا۔
"ابھی صرف یہی کرنا ہے۔"
"میں خلوص دل سے تیار ہوں مسٹر ڈینو۔" میں نے کہا اور ڈینو نے میری طرف مصافحے
ہاتھ بڑھایا میں نے گرمجوشی سے اس کا ہاتھ تھام لیا تھا۔
"بس اب تم جاسکتے ہو۔" جتنی جلدی ہو یہ کام کرلو۔"
"بہتر۔"
"تم مجھے اطلاع کس طرح دو گے؟"
"جس طرح تم کہو۔"
"فون پر۔"
"ٹھیک ہے نمبر دے دو۔" میں نے کہا۔ اور ڈینو نے فون نمبر بتادیا جسے میں نے ذہن نشین
اور پھر وہ میرے ساتھ باہر نکل آیا۔ اس دوران میں اس کا اچھی طرح جائزہ لیتا رہا تھا اور اس بات کا
یقین ہو گیا تھا کہ وہی ہوریشو ہے۔ ممکن ہے اس کے ساتھیوں کو بھی اس کی اہمیت معلوم نہ ہو۔
ڈینو میرے ساتھ باہر آیا تھا۔ البرٹ اور دانیا ایک کمرے میں موجود تھے ہمیں دیکھ کر وہ
کھڑے ہوگئے۔
"مس دانیا۔ میں نے مسٹر برونو سے بات کرلی ہے۔ بلاشبہ یہ قابل بھروسہ اور کام کے

نے انہیں ہدایت دے دی ہے کہ انہیں کیا کرنا چاہیے۔"
"مبارک مسٹر برونو۔" دانیا مسکرائی۔
"طے یہ کیا گیا ہے کہ مسٹر برونو اب آپ کے ساتھ واپس جائیں گے اور مسٹر ہراتا سے سودا کر کے
ان ایڈوانس رقم دے دی جائے۔"
"مناسب مسٹر ڈینو۔"
"مسٹر البرٹ۔ آپ ایک بڑی رقم دانیا کو دیدیں جسے بطور ایڈوانس ہراتا کو ادا کیا جائے گا۔"
"مناسب جناب۔" البرٹ نے جواب دیا۔
"اور اب مجھے اجازت دیں۔" اس نے کہا۔ اور باہر نکل آیا۔
"آپ تشریف رکھیں مسٹر برونو۔ میں ابھی رقم لے کر آتا ہوں۔" البرٹ نے کہا اور باہر نکل گیا۔
مسکرا کر میری طرف دیکھنے لگی تھی۔
"کیسی گفتگو ہوئی مسٹر ڈینو؟"
"بس گروہ میں شمولیت کے بارے میں بات چیت ہوئی تھی۔"
"امید افزا صورت حال ہے؟"
"ہاں۔"
"چلو ٹھیک ہے۔ اس گروہ میں تم بہت خوش رہو گے۔" مسٹر ہوریشو اپنے لوگوں کا کافی خیال رکھتے
بس انہیں مطمئن کرنا تمہارا کام ہوگا۔"
"مسٹر ڈینو تم لوگوں میں کوئی نمایاں حیثیت رکھتے ہیں؟"
"ہاں۔ وہ ہوریشو کے دست راست ہیں۔"
"اوہ۔ تب پھر کام بن گیا۔"
"کیا مسٹر ڈینو تم سے پوری طرح مطمئن ہیں؟"
"ابھی نہیں۔ صرف باتوں سے ہی تو کام نہیں چلتا۔ کچھ کر کے دکھاؤں گا تب میری حیثیت معلوم
سکے گی۔"
"کیا کرو گے؟"
"آنے والا وقت بتائے گا۔"
"لڑائی بھڑائی میں کیسے ہو؟"
"بس بزدل نہیں ہوں گو کبھی واسطہ نہیں پڑا۔ لیکن کوئی مسئلہ آجائے تو پیچھے ہٹنے والوں میں سے
نہیں ہوں۔"
"دلیر آدمی کی مسٹر ہوریشو بے حد قدر کرتے ہیں۔ میری دعا ہے کہ تم گروہ کے معیار پر پورے
اترو۔ یہ بہت اچھا ہوا۔ حالانکہ تم کسی اور کام سے آئے تھے۔ لیکن تمہاری تقدیر اچھی معلوم ہوتی ہے۔"
دانیا خاموش ہوگئی اور میں مسکرانے لگا۔
تھوڑی دیر کے بعد البرٹ سیاہ رنگ کا ایک بریف کیس لیے اندر آگیا اس نے بریف کیس کھول کر
میرے سامنے کردیا۔ اندر نوٹوں کی گڈیاں چنی ہوئی تھیں۔ "یہ رقم ہم ایڈوانس کے طور پر دے رہے

ہیں۔"

"ٹھیک ہے۔" میں نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔ رقم دیکھ کر میں نے اپنے چہرے
تاثرات پیدا کرلیے تھے جیسے اتنی بڑی رقم دیکھ کر سخت مرعوب ہو گیا ہوں۔

"تو پھر اب اجازت مسٹر البرٹ۔" دانیا نے بریف کیس بند کرتے ــــــ ہوئے پوچھا۔

"ہاں آپ جائیں۔"

"یہ نمونے واپس لے جاؤں گی۔"

"کوئی حرج نہیں ہے۔" البرٹ نے جواب دیا۔ اور پھر میں اور دانیا کمرے سے نکل آئے
دیر کے بعد ہم کار میں واپس جا رہے تھے۔

"یہ رقم بھی تو بہت بڑی ہے مس دانیا۔"

"سب کچھ تمہارے ہاتھ میں ہے برونو۔"

"کیا مطلب؟"

"مسٹر ہوریشو تو اس بڑے مال کے عوض اس رقم کو کوئی اہمیت نہیں دیتے۔ لیکن ہم اسے
تک کیوں جانے دیں۔"

"ٹھیک ہے لیکن کریں کیا؟"

"یہ سوچنا تو تمہارا کام ہے۔ بہرحال ابھی اس کے چکر میں پڑنا مناسب نہیں ہوگا۔ پہلے اصل
اس کے بعد دیکھا جائے گا۔"

"ٹھیک ہے۔" میں نے گردن ہلاتے ہوئے جواب دیا۔ اور اس کے بعد خاموشی چھا گئی
دیر کے بعد ہم ہراتا کے سامنے تھے۔ ہراتا حسب معمول تھا۔ دانیا مسکراتی ہوئی اس کے سامنے پہنچ
اس نے کہا۔

"میری طرف سے دلی مبارکباد قبول کریں۔ مسٹر ہراتا۔ سودا منظور ہو گیا ہے۔ ہمیں آپ
قبول ہیں۔ مال بھی پسند آ گیا ہے۔ بس اس سلسلے میں آخری گفتگو کرلیں۔"

"ٹھیک ہے مجھے کیا اعتراض ہے۔" ہراتا نے جواب دیا۔

"تب پھر یہ ایڈوانس۔" دانیا نے بریف کیس اس کی طرف بڑھا دیا۔ ہراتا نے بریف کیس
دیکھا اور پھر اسے بند کر دیا۔

"ٹھیک ہے۔ رقم کی ادائیگی کس انداز میں ہوگی؟"

"جس طرح آپ پسند کریں۔"

"امریکن ڈالر مل جائیں گے؟"

"کیوں نہیں۔ ہم تیار ہیں۔" دانیا نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"تب پھر ادائیگی ڈالر میں ہونی چاہیے۔"

"مال کی ڈلیوری کب ملے گی؟"

"بس جلد سے جلد۔ آپ ڈالر بینک میں جمع کرکے بک مجھے دے دیں۔ میں اسی وقت
دوں گا۔"

"آپ صرف ہمیں ٹھکانہ بتا دیں گے۔ مال ہم خود اٹھوا لیں گے۔"

"جس طرح آپ مناسب سمجھیں۔"

"بہرحال اب اجازت دیں۔ مجھے خوشی ہے کہ خوشگوار ماحول میں سودا ہو گیا۔ آئندہ بھی امید ہے آپ مسٹر ہوریشو سے تجارت جاری رکھیں گے۔"

"یقیناً! ایک بڑی کھیپ اور پہنچنے والی ہے۔ میں اس کا سودا بھی آپ ہی سے کروں گا۔" ہراتا نے جواب دیا۔

"بہت بہت شکریہ' اجازت۔" دانیا نے کہا اور اٹھ کھڑی ہوئی میں اسے دروازے تک چھوڑنے آیا تھا۔

"اب تمہارا کام شروع ہو گیا ہے۔ برونو۔ نہایت احتیاط سے کہیں کھیل نہ بگڑ جائے۔" وہ سرگوشی کے انداز میں بولی۔

"فکر مت کرو۔ ڈارلنگ۔ اب میں ہوریشو کے گروہ کا ایک فرد ہوں۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"اب تو کام ہونے کے بعد ہی تم سے تفصیلی ملاقات ہوگی۔"

"میں انتظار کروں گا۔" میں نے عاشقانہ انداز میں کہا اور دانیا مجھ سے ہاتھ ملا کر چلی گئی۔ پھر میں کمرے میں داخل ہوا لیکن میں نے ہونٹوں پر انگلی رکھ لی تھی۔ ہراتا نے کچھ کہنے کے لیے ہونٹ کھولے لیکن پھر ایک دم خاموش ہو گیا۔ وہ متعجبانہ نگاہوں سے مجھے دیکھ رہا تھا۔

"میں نے پھرتی سے ایک کاغذ اور پنسل کا بندوبست کیا۔ اور پھر تیزی سے اس پر لکھنے لگا۔

"مجھے ٹرانسمیٹر کا شبہ ہے ہراتا۔ اس لیے میں جو گفتگو تیار کروں اسی کے مطابق بات کرنا اپنی طرف سے کچھ نہ کہو بس یہ جملہ کہو گے کہ کیا مس دانیا چلی گئیں۔" ہراتا نے گردن ہلا دی تھی۔

پھر میں نے قدموں کی آواز پیدا کی اور اس کے ساتھ ہی ہراتا کی آواز گونجی۔ "اوہ مس دانیا کو رخصت کر آئے مسٹر برونو۔"

"ہاں چیف۔ ایک منٹ کی اجازت دیں' میں ذرا باتھ روم ہو آؤں' اس کے بعد گفتگو کریں گے۔"

"اوکے اوکے۔" ہراتا نے کہا اور میں باتھ روم کی طرف چلا گیا۔ باتھ روم کا دروازہ کھول کر میں نے پانی کا نل کھول دیا۔ اور پھر واپس آ کر ایک کاغذ پر ہراتا سے گفتگو کا چارٹ تیار کرنے لگا۔ فوری طور پر میں ٹرانسمیٹر کی تلاش بھی نہیں کرنا چاہتا تھا۔ ہوریشو جیسے چالاک شخص پر قابو پانا کھیل نہیں تھا۔

چند ساعت میں چارٹ بناتا رہا اور اس کام سے فارغ ہو کر میں نے ہراتا کا کاغذ اس کے ہاتھ میں پکڑا دیا ہراتا نے اسے غور سے پڑھ کر گردن ہلائی تھی۔ پھر میں نے دوبارہ قدموں کی چاپ پیدا کی۔ نل بند کیا اور ہراتا کے سامنے پہنچ گیا۔"

"میرا خیال ہے کافی منگواؤ برونو۔"

"اوکے چیف۔" میں نے کہا اور ویٹر کو بلوا کر کافی طلب کرلی۔ تب میں نے ہراتا سے کہا۔ "سودا آپ کی مرضی کے مطابق ہوا ہے مسٹر ہراتا۔"

"ہاں' میں نے تم سے کہا تھا کہ میرے پاس گولڈ ہے جسے میں منہ مانگی قیمت میں فروخت کروں

گا۔"

"لوگ بھی کھرے ہیں۔"

"اس لائن میں عموماً کھرے لوگ ہوتے ہیں۔"

"ڈلیوری کب دیں گے؟"

"بس زیادہ سے زیادہ کل تک تاکہ اس کے بعد سکون سے سیرو تفریح کریں۔ بہرحال میرے اوپر ایک بوجھ ہے۔" ہراتا نے جواب دیا۔

"مجھے حیرت ہے مسٹر ہراتا آپ اتنے بڑے ذخیرے کو کس طرح گردش دیتے رہے ہیں۔"

"میرا اپنا ایک طریق کار ہے۔ میں کبھی دوسرے لوگوں کو خود پر مسلط نہیں رکھتا۔ بس جہاں ضرورت پڑی کرائے کے آدمی حاصل کرلیے۔"

"عمدہ طریقہ ہے۔ لیکن مال بھی موجود ہے؟"

"ظاہر ہے ورنہ میں نمونے کہاں سے دیتا۔ ابھی تھوڑی دیر کے بعد یہاں سے چلیں گے۔ میں تمہیں ذخیرے دکھادیتا ہوں لیکن ہوشیاری سے۔"

"کیا مطلب؟"

"اوہ۔ بے شک ہمارا واسطہ اچھے لوگوں سے ہے لیکن ہمیں محتاط رہنا چاہیے۔ ممکن ہے ہمارا تعاقب کیا جائے۔"

"اوہ میرا خیال ہے اس کی ضرورت نہیں ہوگی۔ تاہم آپ مناسب سمجھتے ہیں تو ٹھیک ہے۔" میں نے کہا اور ہراتا خاموش ہوگیا۔ اس نے مسکرا کر گردن ہلائی تھی۔ پھر وہ بولا۔ "یہ رقم گن لی جائے۔"

"ضرور لیکن کافی کا انتظار کرلیں۔" میں نے کہا اور پھر اس وقت تک خاموشی رہی جب تک ویٹر کافی نہ لے آیا اور پھر ہم کافی کے گھونٹ لیتے رہے پھر میں نے بریف کیس کھول دیا۔ یہ صرف احتیاط تھی لیکن بعض اوقات چھوٹی سی ذہانت بڑی کار آمد ہوتی ہے۔ بریف کیس کے ہینڈل میں سوراخ تھے۔ اور اندر ٹرانسمیٹر موجود تھا۔

ہراتا کی آنکھوں میں تحسین کے آثار تھے۔ پھر ہم نے کافی ختم کرلی اور ہم دونوں باہر نکل آئے۔ بریف کیس احتیاط سے چھپادیا گیا تھا۔

"باہر نکلتے ہی ہراتا بے قابو ہوگیا۔ "سمجھ میں نہیں آتا مسٹر نواز۔ آپ کے دماغ میں کیا چیز رکھی ہے۔"

"کیوں؟" میں ہنس کر بولا۔

"کیا ٹرانسمیٹر آپ کے سامنے رکھا گیا تھا؟"

"اگر میرے سامنے رکھتے تو انہیں فائدہ کیا ہوتا؟"

"پھر آپ کا ذہن اس طرف کیسے گیا؟"

"مقابلہ ہوریشو سے ہے۔"

"اب تو یہ نام مجھے مضحکہ خیز محسوس ہوتا ہے۔"

"کیوں؟"

"اس لیے کہ آپ کے مقابلے میں اس کی چال ناکام ہے۔ اس لحاظ سے وہ آپ کے سامنے کوئی حقیقت نہیں رکھتا۔"

"وہ حالات کا شکار ہوگیا ہے ہراتا۔ ورنہ معمولی چیز نہیں ہے۔"

"آپ کو اس کا پتہ چل گیا؟"

"نہ صرف پتہ چل گیا ہراتا بلکہ میری اس سے ملاقات بھی ہو چکی ہے میں نے تمہیں بتایا کہ وہ حالات کا شکار ہے ورنہ ہوریشو اتنے معمولی انداز میں کام نہیں کرتا۔ قدم قدم پر سامنے نہیں آتا۔"

"اوہو تو کیا آپ کی اس سے ملاقات ہوئی؟"

"ہاں۔"

"کیا وہ اپنی اصل شکل میں تھا؟" ہراتا نے سوال کیا۔

"نہیں۔ اصل شکل میں تو نہیں تھا لیکن میں نے اسے پہچان لیا۔"

"اور اس نے؟"

"وہ مجھے نہیں پہچان سکا ہراتا۔"

"ظاہر ہے پہچان بھی نہیں سکتا تھا۔"

"نہیں نہیں۔ غلط فہمی کا شکار نہ ہو۔ دراصل اس کے ذہن میں یہ بات نہ آسکی کہ راجہ نواز اصغر کسی ایسی شکل میں اس کے پاس پہنچ سکتا ہے' بہر صورت اس نے خود ہی مجھ سے ملاقات کی اور میں نہیں کہہ سکتا کہ اس کے آدمی اسے اس میک اپ میں پہچان سکتے ہیں۔ ہاں میں نے اس کا اعتماد حاصل کرنے کی کوشش کی ہے۔"

"بہت خوب چیف اور اس کے داؤ پیچ سے بھی پوری طرح ہوشیار رہے ہو؟"

"ہاں ہراتا۔ یہ ضروری تھا۔"

"میں تو متعجب تھا چیف۔ آخر بریف کیس تک تمہارا ذہن کیسے پہنچ گیا؟" ہراتا مسکراتا ہوا بولا۔

"بس ہراتا چند ایسی ہی باتیں ہیں۔ اور پھر میں اس کی طرف سے چوکنا بھی تو رہنا چاہتا ہوں۔ وہ بہر صورت اتنا احمق نہیں ہے۔ اس نے مجھے ایک پیش کش کی اور اپنے گروہ میں شامل کرنے کا وعدہ بھی کیا۔ اس کے بعد وہ جاننا چاہتا ہوگا کہ میری ذہنی حالت کیا ہے اور میں اس کے لیے کیا نیت رکھتا ہوں۔"

"ٹھیک ہے چیف۔ اب کیا پروگرام ہے؟"

"بس ہراتا اس کھیل کو جلد از جلد ختم کردینا ہے۔"

"اوکے چیف۔ لیکن تمہیں اپنا وعدہ یاد ہے نا؟"

"ہاں ہراتا۔ ہوریشو کے اس طرح سامنے آنے کے بعد میری خواہش تو یہی تھی کہ ہوریشو کو خود ختم کروں' لیکن تم۔"

"نہیں چیف' بس ایک ہی چیز مانگی ہے تم سے۔ سو وہ دے دو اس کے بعد وعدہ کرتا ہوں کہ کچھ نہیں مانگوں گا۔" ہراتا نے کہا اور میں نے گردن ہلادی۔

کافی دیر تک ہم لوگ ادھر ادھر گھومتے رہے۔ ہم پورے طور سے اس بات کا خیال رکھ رہے تھے کہ کہیں ہمارا تعاقب تو نہیں کیا جارہا۔ لیکن ہوریشو نے یہ چھوٹی حرکت نہیں کی تھی' غالباً وہ کمرے میں

ہونے والی گفتگو سے مطمئن ہو گیا ہو گا۔

بہت دیر تک ہم گھومتے رہے' مختلف جگہوں پر ہم چکر لگاتے رہے۔ اس دوران ہم نے نہایت باریک بینی سے اس بات جائزہ لیا کہ ہوریشو کا کوئی آدمی ہمارا تعاقب تو نہیں کر رہا۔ ممکن ہے بہت محتاط انداز میں اس بات کا انتظام کیا گیا ہو۔ لیکن ہماری پہنچ کسی ایسی بات تک نہیں ہو سکتی تھی جس پر ہم شبہ کرتے۔ تب میں نے ہراتا کو اپنا فائنل پروگرام بتا دیا۔

"کیا آج ہی رات؟" ہراتا نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"اس کا فیصلہ تو بعد میں کریں گے ہراتا۔"

"یعنی اسے ٹیلی فون کرنے کے بعد۔"

"ہاں۔ اس کے بعد میں تمہیں پروگرام بتا دوں گا۔"

"لیکن ایسا نہ ہو چیف کہ تمہارے ٹیلی فون کرنے کے بعد وہ میرے اوپر نگاہ رکھنے کی کوشش کرے۔"

"یہ ذمہ داری تمہاری ہوگی ہراتا کیونکہ جب میں تمہیں ٹیلی فون کروں گا تو مجھے صورت حال کا پتہ چل ہی جائے گا' اس کے بعد تم انہیں ڈاج دینے کے لیے کوئی خوبصورت پروگرام ترتیب دو گے۔"

"ہوں۔ تو پھر ہوٹل واپس چلو۔" ہراتا نے کہا۔

"کیوں؟"

"بس میں ذرا اپنے پروگرام پر نگاہ ڈالنا چاہتا ہوں۔"

"ٹھیک ہے چلو۔" میں نے ہراتا سے کہا۔

اور تھوڑی دیر کے بعد ہم واپس اپنی رہائش گاہ پر پہنچ گئے۔ ہراتا نے اپنے کمرے کا جائزہ لیا۔ عقب میں کھڑکی موجود تھی۔ اس نے کھڑکی سے جھانک کر دیکھا اور اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

"بس ٹھیک ہے چیف میرا کام مکمل ہے۔ مجھے اپنے کام میں کوئی دقت نہیں ہوگی۔"

"میں سمجھ رہا ہوں۔ لیکن نہایت ہوشیاری سے' کہیں ایسا نہ ہو کہ تم وقت پر نہ پہنچ سکو۔"

"بالکل بے فکر رہو چیف۔ اب ہراتا اتنا احمق بھی نہیں ہے۔" ہراتا نے ہنستے ہوئے کہا۔

"ہاں یہ بات تو میں جانتا ہوں۔" میں نے بھی ہنستے ہوئے کہا اور پھر میں ہراتا کو آخری ہدایات دینے کے بعد کمرے سے نکل آیا۔ اب مجھے اپنا کام شروع کر دینا تھا۔ چنانچہ میں نے ہوریشو کے دیئے ہوئے ٹیلی فون نمبر رنگ کئے۔ اور ہوریشو سے تھوڑی دیر میں رابطہ قائم ہو گیا۔

"مسٹر ڈیبو سے ملاقات کرنا چاہتا ہوں۔" میں نے کہا۔

"صرف ایک منٹ جناب۔ ابھی بلاتی ہوں۔" لڑکی کی آواز سنائی دی تھی اور تھوڑی دیر کے بعد ہوریشو ٹیلی فون پر تھا۔

"ڈیبو اسپیکنگ" اس نے بھاری لہجے میں کہا۔

"برونو بات کر رہا ہے۔"

"اوہ مسٹر برونو خیریت تو ہے۔"

"ہاں مسٹر ڈیبو۔ میرا کام مکمل ہو چکا ہے۔"

"بہت خوب۔ بہت خوب۔ مجھے تم سے یہ امید تھی برونو۔ اور یہ اندازہ میں پہلے لگا چکا تھا۔ تو پھر کیا پروگرام ہے؟"

"جس طرح آپ کہیں چیف۔" میں نے مودبانہ لہجہ میں کہا۔

"اوہ۔ تم نے مجھے چیف کہنا بھی شروع کر دیا۔"

"ہاں ظاہر ہے میں آپ کا خادم ہوں۔"

"خادم تم ہوریشو کے ہو۔ میرے نہیں۔ بہرحال تم ایسا کرو کہ ٹرافلگر اسکوائر پہنچ جاؤ۔ یہاں ...اسٹور کے نام سے ایک اسٹور موجود ہے اس کے اندر آجاؤ میں تمہارا انتظار کروں گا۔" میں نے اثبات ...جواب دیا اور کچھ دیر کے بعد میں ٹرافلگر اسکوائر کی جانب چل پڑا۔

...رین اسٹورز ایک بہت ہی خوبصورت شوروم تھا۔ میں اندر داخل ہو گیا۔ کاؤنٹر گرل اس انداز میں ...جانب آئی تھی جیسے معلوم کرنا چاہتی ہو کہ میں کیا خریدوں گا۔ تب میں نے آہستہ سے کہا۔ "مسٹر ..."

"برونو؟" اس نے فوراً سوال کیا۔

"جی۔"

"آیئے۔" کاؤنٹر گرل نے کہا۔ اور وہ دل کش چال چلتی ہوئی شوروم کے اندرونی حصے میں داخل ...جہاں منیجر کا کمرہ تھا۔

شیشے کے دروازے کے دوسری جانب ڈیبو یا ہوریشو نظر آرہا تھا۔ ایک طویل و عریض میز کے پیچھے بیٹھا ہوا تھا۔

اس نے ایک مصنوعی مسکراہٹ سے میرا استقبال کیا اور بھاری لہجے میں بولا۔ "ان لوگوں سے مجھے انسیت رہی ہے جو اپنے کام میں بہت پھرتیلے ہوتے ہیں۔"

"میں نے صرف ابتدائی طور پر اپنی کارکردگی دکھانے کی کوشش نہیں کی ہے جناب' بلکہ عملی زندگی اسی بات کا قائل ہوں کہ جو کام سپرد کیا جائے پہلے اسے انجام دے دو' اور اس کے بعد سکون سے بیٹھو۔"

"ایسے لوگوں کو میں کامیاب لوگوں میں شمار کرتا ہوں۔"

"شکریہ۔"

"بہرحال اب کام کی بات کرو۔"

"اسے میرے اوپر پورا اعتماد ہے۔"

"خوب۔"

"اور وہ سودا ہو جانے سے خوش ہے۔"

"ہونا بھی چاہیے۔ ایڈوانس کے بارے میں اس نے کچھ کہا۔"

"کوئی خاص بات نہیں۔"

"کہیں گئے تھے تم لوگ؟"

"ہاں۔ وہ مال چیک کرنے گیا تھا۔"

"اور تم اس کے ساتھ تھے؟"

"جی۔"
"گویا تم نے وہ جگہ دیکھ لی جہاں مال پوشیدہ ہے؟"
"جی ہاں۔ یہی میرا اصل مقصد تھا۔"
"ویری گڈ برونو۔ تم نے واقعی اعلیٰ کارکردگی کا مظاہرہ کیا ہے' ہمارا کل کا معاہدہ ہے نا؟ ڈلیوری لینے کا؟"
"جی ہاں۔"
"تب تمہیں یہی کرنا چاہیے تھا۔ یعنی آج مال کے ٹھکانے کا پتہ لگا لینا چاہیے تھا۔ کہاں ہے پوشیدہ خزانہ؟"
"ساؤتھ اینڈ کی پہاڑیوں میں۔"
"ساؤتھ اینڈ۔" ہوریشو کی آنکھوں میں چمک پیدا ہوگئی۔ پھر اس نے گردن ہلاتے ہوئے بہرحال چالاک آدمی ہے۔ ساؤتھ اینڈ کا استعمال ذہین لوگ ہی کرتے ہیں۔"
"جی ہاں۔ وہاں بے شمار غار ہیں۔"
"اوہ۔ مال تو کہیں بھی چھپایا جا سکتا ہے لیکن اسے یہاں تک لانے کے سلسلے میں اس نے سے کام لیا ہے۔"
"جی۔"
"تب مسٹر برونو۔ اب تمہارا کیا پروگرام ہے؟"
"جو حکم آپ دیں گے جناب۔"
"تم اس سے کیا کہہ کر نکلے ہو؟"
"عیاشی۔" میں نے آنکھ دبا کر کہا۔
"اسے کوئی اعتراض تو نہیں ہوتا؟"
"نہیں۔ میں بہرحال اس کا ملازم نہیں ہوں۔"
"تب میری جان۔ ابھی چند منٹ کے بعد تمہیں ایک خوبصورت لڑکی انعام میں ملے گی اور قول کو حقیقت کا رنگ دے دو گے۔"
"میں نہیں سمجھا جناب۔" میں نے کسی قدر تعجب سے پوچھا۔
"لڑکیوں کو سمجھنے کے لیے ذہن پر زور دینے کی ضرورت نہیں پیش آتی۔" ہوریشو نے ہوئے کہا۔ نہ جانے اس پراسرار آدمی کے ذہن میں کیا تھا۔ بہرحال اس نے میز پر لگی ہوئی گھنٹی بجائی شیشے کے دروازے کی جانب دیکھنے لگا۔
جو لڑکی دروازہ کھول کر اندر داخل ہوئی وہ سیلز گرل کے لباس میں ہی تھی۔ لیکن اب ہوریشو سے دشمنی ختم کرنے کو جی چاہتا تھا۔
"کینی۔ یہ مسٹر برونو ہیں۔"
"ہیلو۔" وہ مسکرائی۔
"تم انہیں لے کر سارٹینو پہنچ جاؤ۔ سارٹینو کے بارے میں تمہیں بتانے کی ضرورت

نہیں ہے نا؟"
"ساؤتھ اینڈ سی؟" اس نے سوال کیا۔
"ہاں۔"
"بس دونوں عیش کرو۔ ایک رومانی جوڑے کی مانند۔ تو مسٹر برونو فی الوقت اس کے علاوہ اور کچھ نہیں۔ میرا نمائندہ وہیں تم سے ملاقات کرے گا۔ محسوس مت کرنا۔ میں تمہارے جاپانی دوست کی طرف سے محتاط رہنا چاہتا ہوں۔"
"آپ فکر نہ کریں جناب۔"
"نہیں میرے دوست جس نے فکر نہیں کی اس نے کچھ نہیں کیا بس تم جاؤ۔"
"آؤ ڈارلنگ۔" کینی نے مسکراتے ہوئے کہا اور میں اس کے ساتھ اٹھ آیا۔ لیکن ذہن میں الجھن ضرور پیدا ہوگئی تھی۔
کینی مجھے لیے ہوئے اسٹورز کے ڈریسنگ روم میں آگئی اور پھر ایک خوبصورت سے کیبن میں پہنچ کر اس نے مسکراتے ہوئے میری جانب دیکھا۔
"برونو ڈیئر۔ میں لباس تبدیل کر لوں۔"
"ضرور۔" میں نے بھی ایک اوباش مرد کے انداز میں مسکراتے ہوئے جواب دیا۔ اگر میں اس سے ذرا بھی شرافت کا اظہار کرتا تو وہ چونک جاتی کیونکہ یورپین مردوں کے لیے یہ کوئی عجیب بات نہیں تھی۔ بہرحال خود کو قابو میں رکھنا پڑا تھا۔
کینی نے بلاتکلف پہلے پورا لباس اتار دیا۔ اس کے انداز میں ذرا بھی جھجک نہیں تھی۔ لباس اتار کر اس نے ایک توبہ شکن انگڑائی لی اور مسکراتے ہوئے میری طرف دیکھنے لگی۔
"کیا تم چاہتی ہو کہ میں پورے ماحول کو بھول جاؤں۔" میں نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔
"چاہتی تو یہی ہوں۔ لیکن مسٹر ڈیتو کی ہدایت۔ موت سے زیادہ اہم ہوتی ہے۔" اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔
"ہاں۔ یہی مجبوری ہے۔ چنانچہ بہتر یہی ہے کہ آپ لباس پہن لیں۔" میں نے اٹھتے ہوئے کہا اور وہ لباس پہننے لگی۔
تھوڑی دیر کے بعد وہ ایک خوبصورت لباس میں تھی۔ بال وغیرہ درست کر کے اس نے مسکراتے ہوئے میری جانب دیکھا۔
"چلیں؟"
"چلنے کی تاب کہاں ہے کینی۔" میں نے کہا اور وہ دلآویز انداز میں مسکرانے لگی۔ تب ہم دونوں باہر نکل آئے۔ اس کی چھوٹی سی آسٹن اسٹارٹ ہو کر چل پڑی۔ میں اس کے نزدیک بیٹھا ہوا تھا۔
کار تیز رفتاری سے سڑکیں طے کرتی رہی اور ہم لندن کے پر رونق علاقے پیچھے چھوڑتے رہے۔ وہ کبھی کبھی مسکرا کر میری طرف دیکھ لیتی تھی۔
"کبھی کبھی تو مسٹر ڈیتو کی مہربانیاں بے حد دلکش ہو جاتی ہیں۔"
"کیوں؟" میں نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"اب اسی وقت کی بات لے لو۔ انہوں نے ایک خوبصورت کام میرے سپرد کیا ہے۔" اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"خوبصورت کام۔" میں نے تجاہل عارفانہ سے کام لیتے ہوئے کہا۔

"ہاں اب بننے کی کوشش مت کرو۔ تم مجھے کافی پسند آئے ہو۔" لڑکی نے جس کا نام کینی تھا مسکراتے ہوئے کہا۔

"اوہ----- کچھ یہی کیفیت میری ہے۔ لیکن ہم کیا کہہ سکتے ہیں۔" میں نے بھی مسکراتے ہوئے کہا۔

"کیا مطلب؟" اس نے کہا۔

"مقصد یہ کہ مسٹر ڈیئو نے جو کام میرے سپرد کیا ہے اس کے سلسلے میں نجانے مجھے کب مصروف ہو جانا پڑے۔"

"پھر بھی تعارف تو ہو ہی گیا۔ آج نہ سہی کل سہی۔ دوبارہ سہی۔ ملاقاتیں تو ہوتی رہیں گی۔ اور ایک بات تو میں بھی سوچ سکتی ہوں۔ اور تم بھی سمجھ سکتے ہو۔" کینی نے کہا۔

"وہ کیا؟" میں نے سوال کیا۔

"وہ یہ کہ ظاہر ہے مسٹر ڈیئو نے جس اعتماد سے تمہیں میرے ساتھ کیا ہے اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ تم بھی ہمارے ساتھیوں میں سے ہو۔"

"اوہ ہاں۔ یہ بات دل خوش کن ہے۔ لیکن تم کینی مسٹر ڈیئو کو کب سے جانتی ہو؟"

"بس اب سوالات مناسب نہیں ہیں۔ ہمیں صرف پیار محبت کی گفتگو کرنا چاہیے۔" اس نے مخلط لہجے میں کہا۔ اور میں نے بھی گردن ہلا دی تھوڑی دیر کے بعد ہم سارٹینو پہنچ گئے۔ ایک خوبصورت سارومانی ہوٹل تھا جہاں بے شمار جوڑے نظر آرہے تھے۔ اس سے قبل جب میں ہراتا کے ساتھ یہاں آیا تھا تو اس ہوٹل پر نگاہ نہیں پڑی تھیں یہ ذرا ساہٹ کر تھا۔ یعنی ان کھنڈرات اور پہاڑیوں سے تھوڑا ساہٹ کر جو میں نے ہراتا کے ساتھ دیکھی تھیں اور جہاں ہراتا نے اپنا آخری پروگرام ترتیب دیا تھا۔

ہم لوگ سارٹینو جاکر بیٹھ گئے اور کینی مسکراتی ہوئی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر مجھے دیکھنے لگی۔ چند ساعت خاموشی رہی پھر اس نے گہری سانس لیتے ہوئے کہا۔

"کیا کھاؤ گے کیا پیو گے؟"

"بس جو تم مناسب سمجھو۔" اور اس نے ویٹر کو اشارہ کر کے تلی ہوئی مچھلیاں اور کچھ اور تلی ہوئی چیزیں منگالیں۔ اس کے ساتھ ہی کافی کے مگ بھی تھے۔ بہت ہی لذیذ چیزیں تھیں۔ ہم دونوں انہیں کھاتے رہے اس دوران ہم نے بہت ساری باتیں بھی کیں جن کا تعلق کسی بھی طور کاروباری مسائل سے نہیں تھا۔ بس آپس کی دلچسپیوں کی گفتگو تھی۔ میں نے اس کا پتہ دریافت کیا۔ اور اس نے اپنا پتہ دوہرا دیا۔ جسے میں نے ذہن نشین کرلیا۔

"اگر تم اجازت دو تو میں فرصت ملتے ہی تم سے اس پتے پر ملاقات کروں؟" میں نے سوال کیا۔

"یہ بھی کوئی اجازت لینے کی بات ہے۔ میں تمہیں ہمیشہ خوش آمدید کہوں گی۔" کینی نے مسکرا کر کہا۔

لیکن میں یہ جانتا تھا کہ اس کے بعد اس حسین لڑکی سے ملنے کا موقع نہیں ملے گا۔ بہرصورت ایک خوبصورت لڑکی اتنے نزدیک آکر دور چلی جائے' اس کا افسوس ہونا تو ضروری ہی تھا۔ لیکن کیا کیا جاسکتا تھا۔ ہم اس سے گفتگو کرتا رہا۔ یہاں تک کہ رات ہوگئی روشنیاں جگمگا اٹھی تھیں۔ تب دفعتاً" ہم نے ڈیئو کو دیکھا۔ کینی نے بھی مجھے اس کی جانب متوجہ کیا تھا۔

وہ چوڑے شانوں والا شخص ہماری جانب آرہا تھا۔ تب اس نے جھک کر ہم سے کہا۔ "اگر آپ اجازت دیں تو میں چند ساعت کے لیے آپ کی کمپنی حاصل کرلوں۔"

"ضرور تشریف رکھئے جناب۔" کینی نے مودبانہ لہجے میں کہا اور ڈیئو تیز نگاہوں سے اسے گھورنے لگا۔

"کیا تفریحی مقامات پر بھی ان تکلفات کی ضرورت ہے۔" اس نے خشک لہجے میں کہا۔

"سوری جناب۔" کینی سنبھل گئی۔

"تھوڑی دیر تک تم یہاں بیٹھو اور پھر ہم سے تعارف کر کے اٹھ جاؤ۔" ڈیئو نے بھاری لہجے میں کہا اور کینی کے چہرے کی چمک ماند پڑ گئی تھی اور پھر اس نے گردن ہلا دی۔ ہم نے ڈیئو کے لیے بھی کافی منگوائی ڈیئو خاموش بیٹھا تھا۔ اس کا چہرہ سپاٹ تھا۔

پھر کینی اٹھ گئی۔ اس نے جھک کر ہم سے معذرت کی تھی اور پھر وہ چلی گئی۔ تب ڈیئو کا انداز بدل گیا اس کے لہجے میں خوشگواری آگئی۔

"تمہارا ساتھی اپنے ہوٹل میں موجود ہے۔" اس نے مجھے اطلاع دی۔

"اوہ۔ کیا اسے چیک کیا گیا ہے؟"

"ہاں۔ یہ ضروری تھا۔"

"یقیناً۔ ویسے کیا یہ بات تمہارے ذہن میں نہیں آئی تھی۔"

"نہیں جناب۔" میں نے اعتراف کے انداز میں کہا۔

"حالانکہ ان چھوٹی چھوٹی باتوں پر نگاہ رکھنا ضروری ہے۔"

"آپ نے ٹھیک کیا۔ لیکن اس کی ایک وجہ اور تھی۔"

"کیا؟"

"میں مطمئن تھا کہ اسے میرے اوپر کسی قسم کا شک نہیں ہوسکا ہے اسی لیے میں نے اس بات پر توجہ نہیں دی تھی۔"

"پھر بھی کسی طور سامنے والے سے مطمئن نہ رہو' کامیاب رہو گے۔ میں تمہیں خصوصی طور پر ہدایت دوں گا۔" ڈیئو نے کہا اور میں نے تشکرانہ انداز میں گردن ہلا دی۔

"تمہیں روانہ کرنے کے بعد میں نے بہت سے انتظامات کیئے ہیں پہلے ہم اس ذخیرے کو دیکھ لیں اس کے بعد اپنے آدمیوں کو یہاں طلب کرلیں گے۔"

"اوہ جناب میرا خیال ہے انہیں طلب کرلیا جائے۔ اسے شبہ نہیں ہوسکے گا اور پھر یہاں اس کے سارے آدمی بھی نہیں ہیں۔"

"یہ کام مشکل نہیں ہے۔ آؤ اب اٹھیں۔ تم مجھے وہ جگہ دکھاؤ۔ اس کے بعد میں قرب و جوار کی

نگرانی کروں گا۔ تمہارے دوست کے اندر ایک خرابی ہے ورنہ کوئی خطرہ نہ ہوتا۔"

"کیا خرابی ہے؟"

"عورت سے دور رہتا ہے اور ایسے لوگ زیادہ خطرناک ہوتے ہیں اگر ایسی بات نہ ہوتی تو اس وقت کوئی حسین عورت اس کے پہلو میں ہوتی اور پھر کوئی خطرہ نہ رہتا۔"

"اوہ۔ ہاں۔ حسین سے حسین عورت اسے متاثر نہیں کرتی۔ لیکن مسٹر ڈینو کیا آپ کے آدمی ہوٹل پر اس کی نگرانی نہیں کر رہے؟"

"فکر مت کرو۔ اگر اس نے باہر نکلنے کی کوشش کی تو اسے گولی مار دی جائے گی۔" ڈینو نے کہا اور پھر ویٹر کو بل ادا کر دیا۔ "چلو۔" اور ہم دونوں اٹھ گئے قرب و جوار میں سناٹا چھایا ہوا تھا۔ یوں بھی عام لوگ اس طرف نہیں جاتے تھے۔ وہاں کوئی نہیں تھا۔ اور بالآخر ہم دونوں اس جگہ پہنچ گئے جہاں ہراتا کو موجود ہونا چاہیے تھا۔

"عمدہ جگہ ہے کیا یہاں ہی اس نے مال چھپایا ہوا ہے؟"

"ہاں۔ اس غار میں۔" میں نے اشارہ کیا۔ اور ہم دونوں اس غار میں داخل ہو گئے۔

"اوہ۔ ویری گڈ۔" ہوریشو کے چہرے پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ وہ پر اشتیاق انداز میں یہ سارا پیکٹ دیکھ رہا تھا۔ پھر اس نے گردن ہلائی "برونو۔ تم ایک عمدہ اور قابل اعتماد شخص ہو۔ میں تمہیں ایک اعلیٰ مقام دوں گا۔"

"شکریہ مسٹر ہوریشو۔" میں نے جواب دیا۔ طویل و عریض غار کے دہانے پر میں نے ہراتا کا وجود محسوس کر لیا تھا۔

لیکن ہوریشو چونک پڑا۔ اس نے سانپ کی مانند پلٹ کر مجھے دیکھا اور اس کی آنکھوں میں روشنی سی جل اٹھیں۔

"تم نے مجھے کس نام سے پکارا؟"

"ہوریشو۔ گریٹ ہوریشو۔"

"وہ میرا چیف ہے۔" ہوریشو گرجدار لہجے میں بولا۔

"نہیں میری جان۔ مجھ سے زیادہ اسے کون جانے گا۔" میں نے کہا اور اپنے چہرے سے میک اپ کی وگ اتار دی۔ ہوریشو کئی قدم پیچھے ہٹ گیا تھا اس کی آنکھوں میں شدید حیرت کے آثار نظر آ رہے تھے۔

"نواز۔" اس کے منہ سے نکلا۔

"راجہ نواز اصغر۔" میں نے کسی قدر فخریہ انداز میں کہا۔ "میری خواہش ہے ہوریشو تم بھی اپنے چہرے کو نمایاں کر لو۔"

"اب تو ضرور کروں گا۔" ہوریشو ایک دم ہنس پڑا۔ اس کی کیفیت ایک دم بدل گئی تھی اور اس کی آنکھوں میں کسی کھلنڈرے بچے کی سی چمک نظر آئی تھی۔ اور پھر اس نے اپنا میک اپ بھی اتار دیا "تم سے ملاقات کر کے مجھے واقعی بہت خوشی ہوئی ہے نواز۔"

"بہت سی باتیں کرنا ہیں تم سے۔"

"حاضر ہوں۔"

"اب جب تم ہو تو تمہیں معلوم ہو گا کہ میرے ساتھ اس وقت کوئی نہیں ہے۔"

"ہاں مجھے علم ہے۔"

"گویا ہم دونوں یہاں تنہا ہیں؟"

"نہیں ہوریشو۔" یہاں ایک شخص اور موجود ہے۔"

"اوہ۔ کون ہے؟"

"میرا دوست ہراتا۔"

"کیا مطلب وہ تو؟" ہوریشو تعجب سے بولا۔

"وہ میرا ساتھی ہے۔ اس لیے تمہارے آدمی اس کی نگرانی کرنے میں کامیاب نہیں ہو سکتے تھے۔"

"مگر وہ تو اپنے کمرے میں موجود تھا اور میرے ساتھیوں کا کہنا تھا کہ دروازہ اندر سے بند ہے میں نے انہیں ہدایت بھی کر دی تھی کہ اگر وہ باہر نکلنے کی کوشش کرے تو اسے گولی مار دی جائے۔"

"ٹھیک ہے اس کے باوجود وہ یہاں موجود ہے۔"

"خوب۔ بہر صورت میں تمہاری ذہانتوں کا قائل ہوں۔ راجہ نواز اصغر۔" ہوریشو نے کہا۔

"شکریہ ہوریشو۔ تمہیں مجھ سے کیا باتیں کرنا تھیں۔"

"بہت سی باتیں نواز۔ ہاں اس کے ساتھ ساتھ میں چند باتوں کا اعتراف بھی کرنا چاہتا تھا۔"

"خوب کہو۔" میں نے جواب دیا۔

"سب سے پہلی بات تو یہ کہ میں اس بات کا اعتراف کرتا ہوں کہ میری زندگی میں تم جیسا آدمی پہلے کبھی نہیں آیا۔ مکلینو میرا باس تھا لیکن میں جانتا تھا کہ جس وقت بھی میں اس کے مقابلے میں اٹھوں گا اس کی طاقت میرے سامنے ریزہ ریزہ ہو جائے گی۔ وہ میرے سامنے کوئی حیثیت نہیں رکھتا تھا اور تم نے دیکھا میری سوچ غلط نہیں تھی۔ وہی ہوا جو میرے ذہن میں تھا۔ میں نے جس وقت مکلینو کے سامنے ہراتا تو مکلینو آنکھوں سے ہاتھ دھو بیٹھا۔ اور اب وہ کسی خارش زدہ کتے کی مانند ادھر ادھر گھوم رہا ہے اس کی اپنی کوئی حیثیت نہیں ہے۔ لیکن راجہ نواز اصغر اگر تم اس کی پشت پر نہ ہوتے تو آج شاید مکلینو کا نام و نشان بھی نہ ہوتا۔ گویا اگر میں موازنہ کروں تمہارا اور مکلینو کا تو مجھے یہ بات کہنے میں کوئی عار نہیں کہ تم مکلینو سے کہیں زیادہ خطرناک انسان ہو۔ رہی بات ہوریشو کی۔ تو ہوریشو ..... ان قوتوں کا مالک ہے جنہیں زوال نہیں ہے۔ میں اعتراف کرتا ہوں کہ تم نے کچھ عرصے کے لیے ہوریشو کو مفلوج کر دیا ہے لیکن تم کیا سمجھتے ہو کیا ہوریشو کسی ایک شخص کا نام ہے۔"

"تو پھر کتنے حصوں میں منقسم ہو مسٹر ہوریشو۔" میں نے تمسخرانہ لہجے میں کہا اور ہوریشو تیکھی نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگا۔

"مذاق اڑانے کی ضرورت نہیں ہے راجہ نواز اصغر۔ میں تم سے بالکل درست کہہ رہا ہوں ہوریشو ایک طاقت کا نام ہے ایک قوت ہے جو ناقابل تسخیر ہے تمہارا وہ دوست کہاں ہے میں اس سے بھی ملنا چاہتا تھا۔" ہوریشو نے کہا اور میں نے ہراتا کو آواز دی۔

"ہراتا سامنے آجاؤ۔" میں نے کہا اور جاپانی شہزادہ ایک عجیب و غریب لباس میں سامنے آ گیا۔

نجانے اس نے یہ لباس کہاں سے حاصل کیا تھا۔ اس میں وہ واقعی بے حد عجیب اور پراسرار لگ رہا
ہوریشو اسے دیکھ کر مسکرایا۔

"خوب۔ خوب۔ جاپان کی روایات میرے سامنے ہیں۔ لیکن مجھے تعجب ہے نواز کہ تمہیں اتنی
صلاحیتوں کا انسان کہاں سے مل گیا۔ تم میرے خیال میں خاصے خوش قسمت انسان ہو کہ تمہیں اپنی مرضی
کے مطابق لوگ مل جاتے ہیں مجھے تو بعض اوقات تلاش کے باوجود کوئی اچھا ساتھی نہیں ملتا۔"

"ہاں ہوریشو اسے قسمت ہی کی بات کہا جاسکتا ہے۔ اب تم دیکھو نا تمہارے سلسلے میں میں
ہمیشہ یہی سوچا تھا کہ تمہیں چوہے کی طرح کھلا کر جب بھی ماروں گا اپنے ہاتھوں سے ماروں گا اور اس کی
میرا دوست گولڈ مین تھا جو تمہارے ہاتھوں ہلاک ہوا۔ گولڈ مین کی موت کو میں کبھی نظرانداز نہیں کرسکتا۔"

"اوہ وہ گولڈ مین۔ لیکن میں نے اسے جنگ کا پورا پورا موقع دے کر شکست دی تھی۔"

"ہاں پھر بھی میں اس کی موت کا انتقام تو تم سے لینا چاہتا تھا۔"

"ٹھیک ہے اس میں کوئی حرج نہیں ہے تم اس کے لیے مجھ سے لڑ سکتے ہو۔ یہ دوسری بات ہے
میں تمہیں بھی اس کے پاس پہنچادوں۔"

"اوہ۔ اتنی غلط فہمی۔ لیکن مجھے افسوس ہے ہوریشو۔ میرا شکار مجھ سے میرے دوست نے مانگا
ہے اس کا کہنا ہے کہ اگر میں تمہیں اس کے حوالے کردوں تو پھر وہ مجھ سے کچھ اور طلب نہیں کرے گا۔"

"اوہو۔ اوہو۔ اس جاپانی کو مجھ سے کیا پرخاش ہوسکتی ہے۔" ہوریشو نے کہا۔

اس کے انداز میں ذرا برابر خوف نہیں تھا۔ یوں لگ رہا تھا جیسے کسی پریس کانفرنس سے خطاب کر
ہو۔ بہرحال مجھے اس طرح کے نڈر لوگ بے حد پسند تھے۔

"کیوں مسٹر ہراتا' کیا خیال ہے تم مجھے شکست دینا چاہتے ہو؟"

ہراتا نے بڑے ادب سے گردن جھکائی اور بولا۔ جی ہاں مسٹر ہوریشو دراصل میرے چیف
تمہاری اس قدر تعریفیں کی تھیں کہ مجھے تم سے ملاقات کا شوق پیدا ہوگیا تھا۔"

"ٹھیک ہے۔ ٹھیک ہے----- میں تمہیں مبارکباد دیتا ہوں کہ تمہیں راجہ نواز اصغر جیسا
ملا۔ یہ اعلیٰ صلاحیتوں کا مالک شخص نہ صرف بہادر ہے بلکہ اعلیٰ ظرف ہے۔ میں اگر مر بھی جاؤں گا تو یہ
کرکے مروں گا کہ میرا سابقہ ایک ایسے شخص سے پڑا ہے جو نہ صرف بہادر ہے بلکہ اعلیٰ ظرف کا مالک
ہے لیکن میں تم سے یہ سوال کرتا ہوں کہ تم کیوں اس کے لیے جان دینے پر آمادہ ہو۔"

"یہ کوئی سوال نہیں ہے مسٹر ہوریشو جن لوگوں کی تعریفیں ان کے دشمن کریں کیا وہ اس قابل
نہیں ہوتے کہ ان کے لیے جان دی جاسکے؟" ہراتا نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"ہاں۔ یہ حقیقت ہے یہ شخص قابل تعریف ہے ذہانت اور طاقت کی یکجائی کا تصور کیا جائے تو ذہن
میں صرف ہوریشو کا نام ابھرتا ہے۔ لیکن اگر کوئی دوسرا نام بھی تخلیق کیا جائے تو اس کو نواز اصغر کے علاوہ
کچھ نہیں کہا جاسکتا۔ میں اس شخص کی کون کون سی بات کا تذکرہ کروں۔ اس نے کہا تھا ہوریشو اگر
بچ گیا تو زمین تم پر تنگ کردوں گا۔ اور یہ حقیقت ہے کہ اس وقت میرے لیے زمین بہت تنگ ہے۔"

"اس کے باوجود تم اسے نمبر دو کہتے ہو۔" ہراتا نے کہا۔

"ہاں ہوریشو تنہا ہے۔ بالکل تنہا۔ اس کا نمبر دو ہوسکتا ہے۔ اس کا نمبر ایک نہیں ہوسکتا۔"

"اس وقت کے بارے میں کیا خیال ہے؟"

"میری توقع کے خلاف ہے۔"

"یعنی۔"

"میں واقعی اسے نہیں پہچان سکا تھا۔ اگر مجھے شبہ ہوتا تو میں' اتنی لاپرواہی کا ثبوت نہ دیتا اور اس
وقت کچھ لوگ میرے ساتھ ہوتے۔"

"اس کے باوجود وہ نمبر دو ہے۔"

"ہاں۔ تم خود دیکھ لو گے۔" ہوریشو اتنا نڈر تھا جیسے کوئی بات ہی نہ ہو۔ پھر وہ چونک کر بولا۔ "ہاں
نواز۔ ایک بات تو بتاؤ۔"

"کیا؟"

"ہیرے کہاں ہیں؟"

"میرے پاس موجود ہیں۔"

"مجھے ان کا پتہ بتادو۔ اگر تم مجھے قتل کرنے میں کامیاب ہوگئے تو ظاہر ہے وہ تمہارے ہی رہیں
گے۔ لیکن اگر میں نے تمہیں قتل کردیا تو پھر وہ تمہارے لیے بھی بے مصرف ہوں گے۔ میرے ہی کام
آجائیں تو کیا ہرج ہے۔"

"ٹھیک ہے ہوریشو۔ مرتے ہوئے میں تمہیں ان کا پتہ ضرور دے دوں گا۔"

"اچھا ایک بات اور بتاؤ۔ بریف کیس میں ایک ٹرانسمیٹر موجود تھا کیا تم اس سے واقف ہوگئے تھے؟
کیونکہ تم نے گفتگو ایسی ہی کی تھی کہ میں دھوکے میں آگیا۔"

"ہاں۔ میں تم سے واقف تھا ہوریشو۔"

"تمہیں پہلی نگاہ میں ہی میرے اوپر شبہ ہوگیا تھا؟"

"یہ بھی حقیقت ہے۔"

"بہرحال میک اپ کے معاملے میں تم مجھ سے آگے ہو۔" اس نے گہری سانس لے کر کہا۔ پھر
بولا۔ "لیکن راجہ نواز اصغراب ایک اہم بات اور کرنا ہے۔"

"وہ بھی کرلو۔"

"یہ تو میں جانتا ہوں کہ تم میں سے ایک مجھ سے جنگ کرے گا۔ لیکن اگر میں تمہارے ساتھی پر
غالب آگیا تو کیا تم فوری مداخلت کردگے؟"

"نہیں ہوریشو۔" اس کی موت کے بعد ہی میں تم سے جنگ کروں گا۔"

"تمہارے پاس پستول ہے ہراتا؟" اس نے پوچھا۔

"ہاں موجود ہے۔"

"مجھے اجازت دو کہ میں تمہارے دوست کی تلاشی لے سکوں۔ ہم لوگ ہتھیاروں کے بغیر جنگ
کریں گے۔"

"ٹھیک ہے" ہراتا نے کہا اور پھر ہوریشو نے اپنا پستول' ایک خنجر اور زہریلی سوئیاں پھینکنے والی ایک
چھوٹی سی مشین نکال کر میرے سامنے ڈال دی۔ "اس کے علاوہ میرے پاس اور کوئی ہتھیار نہیں ہے۔" پھر

وہ ہراتا کی طرف دیکھ کر مسکرایا۔ کیا تم نے اس سے قبل ایسے دشمن دیکھے ہیں ہراتا جنہیں ایک دوسرے پر اس قدر اعتماد ہو۔"

"تم دونوں عظیم ہو۔" ہراتا نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔

"میرا دشمن بے حد قابل بھروسہ ہے۔ میں جانتا ہوں میرے نہتا ہونے پر وہ مجھ پر وار نہیں کرے گا۔ اور چونکہ میں تم سے جنگ کر کے تمہیں قتل کرنا چاہتا ہوں اس لیے تم اسے خوشامد بھی نہیں کہہ سکتے۔" میں نے ہوریشو کی پوری تلاشی لی۔ بلاشبہ اس کے علاوہ اس کے پاس کچھ اور نہیں تھا۔

"میری خواہش ہے کہ تم لوگ بھی اپنے اپنے ہتھیار نکال کر ایک جگہ جمع کردو۔ کیونکہ نواز اس میں کوئی غلط بات تو نہیں ہے؟"

"نہیں۔"

"بلکہ میں تو ایک اور تجویز پیش کروں گا نواز۔" کیوں نہ ہم اپنے ہتھیار اس غار سے باہر پھینک دیں۔ تم اس بات کا یقین کرلو کہ یہاں دور دور تک میرا کوئی آدمی نہیں ہے بلکہ شاید کسی کو معلوم بھی نہیں ہے کہ میں تمہارے ساتھ یہاں آیا ہوں۔ حالانکہ میں واقعی نادانی کا ثبوت دے چکا ہوں لیکن پھر بھی اگر تم چاہو تو پہلے اپنا اعتبار کرلو یہ ضروری ہے اور وقت کا تقاضا بھی۔"

"نہیں ہوریشو۔ ہم خود بھی اتنے بے وقوف نہیں ہیں۔ ہراتا کیا تم باہر کے مناظر دیکھ چکے ہو؟"

"نہیں چیف۔" ہراتا نے دونوں گال پھلا کر کہا۔ وہ اس وقت بہت ہی کھلنڈرا نظر آرہا تھا۔ ہم نے اپنے اپنے ہتھیار بھی نکال دیئے اور انہیں غار سے باہر اچھال دیا۔ جہاں وہ سمندر کی گہرائیوں میں جذب ہوگئے۔

عجیب و غریب جنگ تھی اتنی دلچسپ سچوئیشن میں نے زندگی میں کبھی نہیں دیکھی تھی۔

"ہوریشو ایک سیاہ بھوت کی مانند ہمارے سامنے کھڑا تھا۔ ہراتا حسب معمول پر وقار نظر آرہا تھا۔ جبکہ میری حیثیت اس وقت نمبر تین ہوگئی تھی۔ لیکن ۔۔۔۔۔ اس ماحول سے میں بھی کافی محظوظ ہو رہا تھا۔

تب ہراتا نے اپنا مخصوص لباس اتار دیا۔ دوسری جانب ہوریشو بھی اپنے اوپری بدن سے برہنہ ہوگیا۔ اس کا مضبوط کسرتی جسم غار میں ایک عجیب سی روشنی پھیلا رہا تھا۔ بڑا ٹھوس جسم تھا کسی سل کی مانند۔

ہراتا نے اپنا لباس اتارا اور اس کے بعد اس نے اپنے لباس سے کوئی چیز نکالی۔ یہ ایک پیلے رنگ کی ریشمی پٹی تھی۔ اس پٹی کو ہراتا نے بڑے احترام سے چوما اور اپنی پیشانی پر باندھ لیا۔

دوسری جانب ہوریشو بھی مڑ کر کچھ عمل کر رہا تھا۔ میں چاروں طرف سے چوکنا تھا کیونکہ یہ جنگ ۔۔۔۔۔ میری نگرانی میں ہو رہی تھی' ایک عجیب سی صورت حال تھی۔ ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے کہ میں اس جنگ کا ریفری ہوں۔

ہوریشو پلٹا اور میں حیران رہ گیا۔ ہوریشو کی پیشانی پر بھی ویسی ہی ایک پیلے رنگ کی پٹی بندھی ہوئی تھی۔ ہراتا کی آنکھوں میں تعجب کے آثار نظر آنے لگے۔ دوسری طرف ہوریشو بھی منہ پھاڑ کر رہ گیا تھا۔

"کیا مطلب؟"

"کیا مطلب؟ یا تان بوسو۔" ہوریشو نے تعجب سے پوچھا۔

"یا تان بوسو۔" ہراتا بھی تعجب سے بولا۔

"لیکن تم ۔۔۔۔۔ تم ۔۔۔۔۔ تم ۔۔۔۔۔"

"ہاں میں جاپانی ہوں ۔۔۔۔۔ اور ہوریشو تم؟"

"میں نے بھی یہ فن یا تان بوسو سے سیکھا ہے۔" ہوریشو نے جواب دیا اور ہراتا چند لمحات کے لیے ساکت رہ گیا۔ مجھے اس کے چہرے پر ہیجان سا نظر آنے لگا تھا۔ میں نے اس کی پریشانی محسوس کی اور اس کے پاس پہنچ گیا۔

"کیوں ہراتا؟ کیا بات ہے۔"

"چیف۔ چیف ۔۔۔۔۔ میں ۔۔۔۔۔ میں ۔۔۔۔۔ میں نہیں کہہ سکتا کہ مجھے کیا کرنا چاہیے۔"

ہراتا کی آواز میں لرزش تھی۔

"مگر بات کیا ہے۔ تم پریشان کیوں ہو؟"

"چیف یہ میرے ہی ملک کا آدمی ہے۔"

"تو پھر ۔۔۔۔۔" میں ابھی تک تذبذب میں تھا۔

"یہ میرے اسی استاد کا شاگرد ہے جس سے میں نے تعلیم حاصل کی اور جسے میں اپنی زندگی سے زیادہ عزیز رکھتا ہوں۔ یا تان بوسو۔ یا تان بوسو اس ادارے کا نام ہے جو جوڈو۔ کراٹے جو جتسو اور دوسری تمام چیزیں سکھاتا ہے اور ایک روحانی قوت رکھتا ہے۔ ہم لوگ اس حیثیت سے روحانی بھائی ہیں یعنی چیف اس وقت اپنے عقیدے اور مسلک کے مطابق مجھے ساری دنیا کو بھول کر صرف اور صرف اپنے روحانی بھائی ہوریشو کا ساتھ دینا چاہیے کیونکہ وہ میرے ہی مسلک کا آدمی ہے۔ میرا روحانی بھائی ہے۔ چیف میں سخت پریشانی کا شکار ہوں۔ ہونا یہ چاہیے کہ اس وقت ہم دونوں مل کر تمہیں قتل کردیں۔ کیونکہ جب یہ فن سیکھنے کے لیے ہم لوگ میدان عمل میں اترتے ہیں تو ہم سے ایک قسم لی جاتی ہے چیف۔ ایک ایسی قسم جس پر ہم ساری کائنات کو قربان کرسکتے ہیں۔ ہمیں قسم دی جاتی ہے کہ ہم کبھی اپنے فن کو لے کر اپنے روحانی بھائیوں کے مقابل نہیں آئیں گے۔ اب تم ہی بتاؤ چیف۔ میں کیا کروں۔ میں کیا کروں چیف۔" وہ بے حد پریشان نظر آرہا تھا اور میں اس کی صورت دیکھ رہا تھا۔ دوسری طرف ہوریشو بھی سخت حیران تھا۔

"مجھے تعجب ہے ہراتا۔ مجھے تعجب ہے۔ تم نے کس سن میں یہ فن سیکھا تھا۔" ہراتا نے کوئی جواب نہیں دیا۔ وہ ادھر ادھر ڈول رہا تھا۔ تب میں نے ہراتا کے شانے پر ہاتھ رکھا اور آہستہ سے کہا۔

"کوئی بات نہیں ہراتا۔ تمہاری قسم پوری ہوگی۔ اب اگر تم اپنے مسلک کے مطابق دونوں یکجا ہوجاؤ اور مجھ سے جنگ کرو تو مجھے کوئی اعتراض نہ ہوگا۔ میں یکے بعد دیگرے تم سے جنگ کرنے کو تیار ہوں۔ میں نے اپنا لباس اتارنا شروع کردیا۔ اور ہراتا کے چہرے پر زلزلے کے آثار نمودار ہوگئے۔

"مقدس عہد۔ مقدس باپ۔ مقدس استاد مجھے معاف کرنا میں آج سے تیرا مسلک چھوڑ رہا ہوں۔ یہ میری زندگی کی آخری جنگ ہوگی۔ محترم استاد اس کے بعد میں تیرا فن تیرے حوالے کردوں گا۔ میں اس کے بعد اس فن سے کوئی فائدہ نہیں اٹھاؤں گا۔ خواہ کوئی خارش زدہ کتا مجھے قتل کردے۔ تیری مقدس امانت میں تجھے واپس کرتا ہوں۔ میں اپنے دوست نواز کا ساتھ نہیں چھوڑ سکتا۔ چنانچہ آج سے میں تیرا ساتھ چھوڑ رہا ہوں۔ میں تیرے مسلک کو پیروں تلے روند رہا ہوں۔ اس نے اپنی پیشانی سے پیلے رنگ کی پٹی کھول دی اور اسے اپنے پیروں تلے دبالیا۔ گویا اس نے آج سے اپنے مسلک سے انحراف کرلیا تھا۔ اب وہ میرے لیے

ہوریشو سے جنگ کرنے پر تیار تھا۔

☆ ☆ ☆

غار میں ہولناک خاموشی طاری تھی۔ ہوریشو کی آنکھوں میں آگ سلگ رہی تھی۔ وہ سخت نفرت کی نگاہوں سے دیکھ رہا تھا پھر وہ غضبناک لہجے میں غرایا۔ "او کتے۔ او بدبخت اس مقدس عہد کو اپنے پیروں کے نیچے سے نکال دے۔ آہ یاتان بوسو کی روح۔ میں تجھ سے شرمندہ ہوں کہ میرے عمل سے تیرے مسلک کی توہین ہوگی لیکن یہ میرا فرض ہے کہ تیرے اصول کے مطابق میں اس کی آنکھیں نکال کر تیری قربان گاہ میں جلا دوں۔ ہراتا کتے۔ تیار ہو جا میں تجھ سے یاتان بوسو کی توہین کا ہولناک انتقام لوں گا۔"

"میں تیار ہوں ہوریشو۔ یاتان بوسو اس وقت سے اب تک میری رگوں میں خون کی حیثیت رکھتا تھا۔ جب تک میں نے اس کے مسلک سے بحث کی تھی لیکن ہوریشو! کچھ معاملات ایسے ہوتے ہیں جن کے لیے انسان اپنی ساری زندگی قربان کر سکتا ہے اپنا حال' اپنا ماضی اپنا مستقبل اپنا سب کچھ' کچھ بھی اپنا نہیں رہتا۔ اور میں اس پوری زندگی میں صرف دو افراد سے متاثر ہوا ہوں۔ میرا آقا مالک یاتان بوسو اور جس نے اپنا مسلک' اپنا فن مجھے دے دیا تو اس فن نے میری رہنمائی کی اور میں اس فن کے ناطے ناقابل تسخیر ہو گیا۔ یاتان بوسو جانتا ہے کہ اس کے احکامات کے مطابق میں نے کبھی کوئی غلط کام نہیں کیا۔ میں ہمیشہ اس مقدس قسم کا پاس کرتا رہا جو میں نے اس کے سامنے کھائی تھی۔"

میں نے ہراتا کی جانب دیکھا جو کافی جذباتی ہو چکا تھا۔ ہوریشو آنکھیں پھاڑے اس کی باتیں سن رہا تھا۔ تب میں نے ہراتا کی جانب دیکھا وہ کہہ رہا تھا۔

"میرا دوسرا آقا جس سے میں روحانی طور پر متاثر ہوا یہ شخص ہے' یہ شخص جس کا نام راجہ اصغر نواز ہے۔ خود تجھ سے جنگ کرنا چاہتا تھا لیکن میں نے تجھے اس سے مانگ لیا۔ اور اب جب کہ تو میرے مسلک کا ساتھی میرے استاد کا شاگرد میرے سامنے ہے تو مجھے دو میں سے ایک فیصلہ کرنا تھا یا تو یہ کہ میں اپنے ہاتھوں سے اپنے دوسرے آقا یعنی راجہ اصغر نواز کو ختم کر دوں جس سے میری روح متاثر ہوئی ہے یا پھر یاتان بوسو کو خیرباد کہہ دوں۔"

تو یہ بات نہیں ہے کہ یاتان بوسو اب اس دنیا میں نہیں ہے اور میرا یہ ساتھی میرے پاس موجود ہے بلکہ میرے دل نے یہی فیصلہ کیا کہ میں اس وقت اس کا ساتھ نہ چھوڑوں چنانچہ میں نے اپنا مسلک تباہ و برباد کر دیا اور جس چیز کی حقیقت ذہن و دل سے ختم ہو جائے اسے ہر لحاظ سے خود سے دور کر دینا بہتر ہوتا ہے چنانچہ یاتان بوسو کے اس عقیدے کو میں نے پیروں تلے روند دیا ہے۔ گویا ان سارے احکامات اور اس مقدس عہد سے سرتابی کرنے کے بعد میں اس کا اہل نہیں رہا ہوں کہ میں اس کی پابندی کر سکوں۔ میں نے اس مقدس عہد کو پیروں تلے کچل ڈالا ہے۔ لہٰذا اب میں اپنے دوسرے آقا کا ساتھ دوں گا اور اس کا ساتھ دینے کے لئے میں نے اپنے مسلک کی قربانی دے ڈالی ہے۔

رہی تیری بات تو تیرا مسلک تیرے سامنے روندا گیا ہے اور تجھے پورا حق ہے کہ زندگی کی جو لڑائی مجھے دے سکے دے اور تجھے اس حق سے روکنے والا کوئی نہیں ہے۔

باقی رہا میرا مسئلہ تو میں نے جس مقصد کے تحت اپنا مسلک تباہ کیا ہے اسے حاصل کرنے کی پوری کوشش کروں گا اور اب بہتر یہ ہے کہ تو میرے سامنے آجا تاکہ میری روح کا بوجھ اتر جائے۔"

ہوریشو کا سیاہ چہرہ اتنا خوفناک اتنا بھیانک ہو گیا تھا کہ اسے دیکھ کر بدن پر جھرجھری سی طاری ہو جاتی تھی۔ اس سے پہلے میں نے کبھی اسے اس حالت میں نہیں دیکھا تھا۔ اس جیسے ٹھنڈے مزاج اور ٹھنڈے ذہن کا آدمی جو اس وقت دیوانگی کی حدود میں نظر آ رہا تھا۔ اس نے ایک بار پھر اپنے مسلک کی تعریف کی اور سامنے آ گیا۔

"اے یاتان بوسو وہ جو تیرا اہم وطن ہے' وہ جو تیری مٹی سے تعمیر ہوا ہے اس مٹی سے جس میں تیری بو شامل ہے تجھ سے باغی ہو گیا ہے لیکن تیرا یہ غلام تیرا ساتھ نہیں چھوڑ سکتا۔ وہ اس مقدس عہد کو آنکھوں سے لگاتا ہے اور تیرے اس مسلک کے سہارے اپنی جنگ کی ابتدا کرتا ہے۔"

ہوریشو نے اپنے دونوں ہاتھوں کی انگلیاں عجیب سے انداز میں ٹیڑھی کر کے کھڑی کر لیں۔ اور اس نے ایک خاص پینترا بنایا اور پھر وہ ہراتا کے مقابل آ گیا۔ دوسری جانب ہراتا بھی دونوں ہاتھ سیدھے کیے ہوئے کھڑا ہوا تھا اور میں یہ عجیب و غریب جنگ دیکھنے کے لئے پیچھے ہٹ گیا تھا۔

میں نے ہوریشو کو تو اس انداز میں جنگ کرتے نہیں دیکھا تھا۔ اس سے قبل میں نے اسے صرف جنگی ہتھیاروں سے لڑتے دیکھا تھا جس سے اس نے گولڈ مین جیسے دیو ہیکل آدمی کو چشم زدن میں قتل کر دیا تھا لیکن آج میں اسے ایک نئے رنگ میں دیکھ رہا تھا جہاں وہ اپنے مسلک کے ساتھ تھا۔

ہراتا کی جو پراسرار قوت میں دیکھ چکا تھا وہ بھی میرے لیے خاص اہمیت رکھتی تھی لیکن نجانے کیوں مجھے ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے ان دو شیروں میں سے کوئی کسی سے کم نہیں ہے' غار کا ماحول کچھ اور پراسرار ہو گیا تھا دونوں خاموشی سے ایک دوسرے پر نگاہیں جمائے پینترے بدل رہے تھے اور میں اپنے آپ کو احمق محسوس کر رہا تھا لیکن بہرصورت میرے ذہن میں سنسنی ضرور تھی۔ نہایت عجیب و غریب صورت حال تھی ممکن تھا ہراتا بھی گولڈ مین کی طرح ہوریشو کا شکار ہو جاتا اور اس کے بعد مجھے اس شخص سے نمٹنے کا موقع ملتا چنانچہ بہتر تھا کہ میں اس کے جنگ کرنے کا انداز دیکھ لیتا۔

دفعتاً" ہوریشو کے منہ سے ایک خوفناک آواز نکلی۔ اس نے اپنے ہاتھ اس انداز میں گھمائے کہ اس کے ہاتھوں کا ایک مخصوص زاویہ بن گیا اور اس کے ہاتھوں سے ہوا ٹکرا کر ایک خوفناک آواز پیدا کرنے لگی۔ وہ دونوں ہاتھ آگے بڑھاتا ہوا ایک خوفناک انداز میں آگے بڑھ رہا تھا۔

اور ہراتا پیچھے ہٹتا چلا جا رہا تھا لیکن اس کی آنکھیں سانپ کی آنکھوں کی مانند ہوریشو کے ساتھ ساتھ تھیں۔ وہ اپنے آپ کو ہوریشو کے ان کھڑے ہوئے ہاتھوں سے محفوظ رکھنے کی کوشش کر رہا تھا جبکہ ہوریشو کے انداز میں دیوانگی تھی۔

لیکن اس وقت ہوریشو کو اپنا انداز بدلنا پڑا۔ جب اچانک ہراتا نے دونوں پاؤں جوڑ کر فضا میں قلابازی کھائی تھی۔ پھر وہ ہوریشو کے سر پر سے گزرتا ہوا دوسری جانب چلا گیا۔

ہوریشو سانپ کی مانند پلٹا تھا لیکن اچانک ہراتا کی لات اس پر پڑی۔ ہوریشو تقریباً" چار فٹ اچھل کر نیچے گرا تھا لیکن زمین پر ہاتھ ٹیکے بغیر وہ اسی انداز سے کھڑا ہو گیا۔ اس کے چہرے سے ذرا بھی یہ تاثر ظاہر نہیں ہو رہا تھا کہ ہراتا کی لات اس پر اثر انداز ہوئی ہے۔

ہراتا پرسکون انداز میں سیدھا کھڑا تھا۔ عجیب و غریب جنگ تھی دونوں عجیب و غریب پینترے بدل رہے تھے لیکن میری سمجھ میں نہیں آ رہا تھا۔ اس کے بعد وہ دونوں ساکت و جامد کھڑے رہے بس نگاہوں ہی

نگاہوں میں وہ ایک دوسرے کو شکست دینے پر کوشاں تھے۔

دفعتاً" ہوریشو نے دونوں پاؤں اس طرح پھیلائے جیسے کہ وہ پھسل گیا ہو۔ اس کے دونوں پاؤں آگے بڑھے اور ہوریشو کا باقی بدن نیچے جا گرا تھا۔ وہ اس برق رفتاری سے آگے بڑھا تھا کہ میں حیران رہ گیا یہ کونسا طریقہ تھا کونسا برقی انداز تھا اور ہراتا بھی اس انداز سے دھوکا کھا گیا۔

ہوریشو ہراتا کے پیروں کے نزدیک پہنچ گیا۔ ہراتا نے جھک کر دونوں پاؤں سنبھالنے کی کوشش کی تھی لیکن ہوریشو نے اس طرح اتنی چھلانگ لگائی کہ اس کے دونوں پاؤں ہراتا کے سینے پر جا کر پڑے۔ وہ اچھل کر دور جا گرا تھا۔ اور پھر وہ سر کے بل گرا تھا لیکن جوں ہی وہ گرا دوبارہ پھر اچھلا اور اس بار اچھلتے اس کی دونوں لاتیں ہوریشو کے منہ پر پڑی تھیں۔ ہوریشو کے حلق سے ایک کراہ نکل گئی۔ وہ بری طرح غار کی دیوار سے ٹکرایا تھا۔ اس کے ہونٹ زخمی ہوگئے۔

اسی اثناء میں ہراتا اپنا کام مکمل کرنے کے بعد پھر سیدھا کھڑا ہوگیا تھا اب ہوریشو کے انداز میں سنبھلنے کا سا انداز تھا۔ اور اس کے چہرے پر خون کے قطرے نظر آرہے تھے۔ ہوریشو نے اس خون کو ہاتھ پر لگا کر دیکھا اور پھر اسے ماتھے سے لگالیا۔ اس کے بعد اس نے دونوں ہاتھ سیدھے کیے اور آہستہ آہستہ پھر ہراتا کی جانب بڑھنے لگا۔ غالباً" یہ کوئی اور خوفناک انداز تھا۔

ہراتا اپنی جگہ ساکت و صامت کھڑا تھا نجانے ان لوگوں کے جسموں میں کون سی برقی رو تھی کہ جب وہ ایک دوسرے پر حملہ آور ہوتے' انداز بڑا ہی خطرناک ہوتا۔

ہوریشو آگے بڑھتا گیا اور ہراتا اپنی جگہ کھڑا اطمینان سے اسے دیکھ رہا تھا۔

دفعتاً" ہوریشو نے اپنا ایک ہاتھ بلند کیا اور اپنا دوسرا ہاتھ گھما کر اس طرح ہراتا کے پیٹ پر مارا جیسے تلوار سے وار کیا جاتا ہے لیکن ہراتا نے اس کے وار کو آسانی سے خالی جانے دیا تھا۔

اور چند ہی لمحات کے بعد یہ واضح ہوگیا کہ ہراتا ہوریشو سے زیادہ چالاک پھرتیلا اور نڈر ہے۔ اس کے بعد ہراتا نے اپنی تابڑ توڑ کوششیں شروع کر دیں وہ ہوا میں اچھل رہا تھا اور اتنی اونچی اونچی چھلانگیں لگا رہا تھا کہ تصور بھی نہیں کیا جاسکتا۔ غار کی چھت کافی بلند تھی۔ اور میں یہ سوچ رہا تھا کہ اگر یہ جنگ مجھ سے لڑی جاتی تو شاید میں اسے برداشت کرنے کا تصور بھی نہیں کر سکتا تھا۔

وہ دونوں اسی انداز میں اچھل کود کرتے رہے اور اس کے ساتھ ساتھ ایک دوسرے پر تابڑ توڑ حملے بھی کرتے رہے۔ ہوریشو ہراتا سے بہت زیادہ کمزور ثابت نہیں ہوا تھا۔ اس نے بھی ہراتا پر کئی کاری وار کیے تھے لیکن بہرحال اس جنگ میں وہ پیچھے ہٹتا دکھائی دے رہا تھا۔

پھر ایک بار دوبارہ وہ ساکت ہوگئے۔ اس کے بعد ہوریشو آہستہ سے بولا "ہراتا اب ہم آخری دور میں داخل ہوتے ہیں۔"

"میں محسوس کر رہا ہوں کہ یاتان بوسو نے تجھے اپنا فن بڑی خوبصورتی سے دیا ہے۔" ہراتا نے کہا۔

"تو نے درست جانا ہراتا!" میں اس کے نام کی لاج رکھنے کے لیے تجھ سے جنگ کر رہا ہوں اور اس کا فن نہیں چھوڑوں گا کیونکہ میں اس کا عقیدت مند بھی ہوں۔" ہوریشو نے کہا۔

"اور میں منحرف۔" ہراتا نے جواب دیا۔

اور اسی کے ساتھ جنگ کا دوسرا دور شروع ہوگیا جس کے بارے میں ان دونوں نے ایک دوسرے کو آگاہ کیا تھا۔

یہ دوسرا دور پہلے دور سے کہیں زیادہ بھیانک تھا۔ اس میں وہ دونوں ایک دوسرے کے اوپر تابڑ توڑ حملے کر رہے تھے دوران کے ہاتھ پاؤں زبردست انداز میں گردش کر رہے تھے۔ وہ ایک دوسرے پر شدید ضربیں لگا رہے تھے۔ بالآخر ہراتا پیچھے ہٹا اور اس نے ایک خوفناک غراہٹ کے ساتھ ایک ضرب ہوریشو کے بازو پر لگائی۔

ہوریشو کے حلق سے ایک تیز کراہ نکلی اور میں نے محسوس کیا کہ اس کے بازو کی ہڈی پر اثر پڑا ہے اور واقعی دوسرے لمحے ہوریشو کا بازو لٹک گیا تھا۔ بہرحال ہوریشو مضبوط اعصاب کا مالک تھا۔ اس نے اپنے ٹوٹے ہوئے بازو کو دوسرے ہاتھ سے سنبھالا اور چند قدم پیچھے ہٹ گیا۔ اس کے بعد اس نے خوفناک انداز میں اپنا ایک پاؤں گھمایا لیکن ہراتا نے اس کے پاؤں کے وار کو اپنے پنجے پر روک لیا اور دوسرے پاؤں سے اس نے ہوریشو کے پاؤں پر ضرب لگائی اور دوسرے لمحے ہوریشو کی پنڈلی کی ہڈی ٹوٹنے کی آواز سنائی دی اور وہ نیچے گر پڑا۔ اب وہ تکلیف سے تڑپ رہا تھا اس کے چہرے پر سخت اذیت کے آثار تھے۔ ہراتا پیچھے ہٹ کر کھڑا ہوگیا تھا اس نے دونوں ہاتھ سیدھے کھڑے کیے ہوئے تھے۔ تب ہوریشو بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔

"میرا ایک پاؤں اور ایک ہاتھ بے کار ہوچکا ہے ظاہر ہے اس کے بعد میں یہ نہیں کہہ سکتا کہ میں تجھ سے جنگ کروں گا۔ لیکن ہراتا میں نہیں جانتا کہ یاتان بوسو نے اسے کیوں نوازا جس سے وہ منحرف ہے اور اسے کیوں ختم کیا جسے اس سے عقیدت ہے۔ مجھے بتاؤ ایسا کیوں ہوا؟"

ہراتا نے اس بات کا کوئی جواب نہیں دیا اور ہوریشو بے بسی کے عالم میں زمین پر پڑا تھا۔ پھر اس نے میری جانب دیکھا اور اس کے ہونٹوں پر ایک عجیب سی مسکراہٹ پھیل گئی۔

"سنو راجہ نواز اصغر! تم دونوں ہی سے میرا کوئی نہ کوئی واسطہ ہے۔ ہراتا نے مجھے شکست دے دی ہے اور میں اس شکست کو دل و جان سے تسلیم کرتا ہوں' بلاشبہ یاتان بوسو کے دیئے ہوئے فن میں ہراتا مجھ سے کہیں زیادہ ہے اور ہوریشو کی زندگی کا اختتام اس کے ہاتھوں لکھا تھا۔ مجھے اس اختتام سے ذرا بھی انحراف یا اختلاف نہیں ہے لیکن نواز ایک اور خواہش ہے جسے میں تمہاری بلند ظرفی کی نذر کرتا ہوں۔ کیا تم اس شخص سے میری سفارش کر دو گے؟"

"کیا چاہتے ہو؟" میں نے سوال کیا۔

"میں اس کے ہاتھوں نہیں مرنا چاہتا۔" ہوریشو نے جواب دیا۔

"پھر کیا چاہتے ہو؟" میں نے سوال کیا۔

"میں تیرے ہاتھوں بھی مرنا نہیں چاہتا۔"

"تو کیا تم زندگی چاہتے ہو؟"

"نہیں سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ ہوریشو دلیر ہے نڈر ہے' وہ ایک پورے قبیلے کا روحانی پیشوا ہے اور اب جب میں اپنے قبیلے کے سامنے ایک ٹوٹا ہوا ہاتھ اور پاؤں لے کر جاؤں گا اور انہیں درس دوں گا تو کیا میرا ذہن اس بات کو قبول کر سکتا ہے۔ نہیں۔ میں شکست خوردہ ہوں اور اب میری زندگی میں موت کے سوا کچھ نہیں آنا چاہیے۔ چنانچہ مجھے خودکشی کی اجازت دی جائے۔"

"خودکشی؟" میں نے چونک کر پوچھا۔

"ہاں۔ غار کے دوسری جانب نیچے گہرائیوں میں کھلی چٹانیں موجود ہیں میرا بدن ان چٹانوں سے ٹکرا کر پاش پاش ہو جائے گا اور ہوریشو اپنے انجام کو پہنچ جائے گا۔ نواز تمہیں یاد ہے تم نے ایک مرتبہ طلب کرنے پر انتہائی قیمتی ہیرے میرے حوالے کر دیئے تھے۔ میں تمہاری اس بلند ظرفی کا دل سے قائل تھا لیکن افسوس میں تمہیں اس کا جواب نہیں دے سکا لیکن آج۔ آج میں تم سے ایک اور چیز طلب کر رہا ہوں۔ بے شک تم لوگ قادر ہو اور ہوریشو بے بس ہے، مجھے میری پسند کی موت دے دو۔ میں تمہارا احسان مند رہوں گا۔"

تب میں نے ہراتا کی جانب دیکھا۔ ہراتا کے چہرے پر ایک سنگین خاموشی تھی۔ یوں لگ رہا تھا جیسے وہ اس پورے ماحول سے نا آشنا ہو۔ بھول گیا ہو کہ وہ کہاں ہے۔ اور اس کا وجود کیا حیثیت رکھتا ہے۔ تب میں نے آہستہ سے کہا۔ "ہراتا اگر تمہاری اجازت ہو تو میں ہوریشو کو اس کی خواہش پوری کرنے کی اجازت دے دوں؟"

لیکن ہراتا نے کوئی جواب نہیں دیا میں نے اسے جھنجھوڑا لیکن وہ پتھر کے بت کی مانند ساکت و جامد کھڑا رہا۔ اس کی نگاہیں جہاں جمی ہوئی تھیں وہیں جمی رہیں۔ مجھے تھوڑی سی پریشانی ضرور ہوئی لیکن میں نے ہوریشو کی جانب دیکھا وہ عجیب سی نگاہوں سے مجھے دیکھ رہا تھا۔ تب میں نے کہا۔

"ٹھیک ہے ہوریشو جو تم چاہو تمہیں اجازت ہے۔" اور ہوریشو خوش دلی سے مسکرا دیا۔

پھر وہ منظر بڑا دلخراش تھا جب وہ اپنے ایک پاؤں اور ایک ہاتھ سے غار کے دہانے کی طرف گھسٹ رہا تھا میں اسے گھسٹتے ہوئے دیکھتا رہا۔ میرے دل میں اب بھی اس چالاک شخص کی جانب سے اطمینان نہیں تھا چنانچہ جب وہ اسی انداز میں گھسٹا ہوا غار کے دہانے سے باہر نکلا تو میں اس کے ساتھ ساتھ ہی تھا۔ وہ انتہائی کوشش کر کے اس جگہ تک پہنچ گیا جہاں سے وہ نیچے خونی چٹانوں کی طرف سفر کر سکتا تھا۔ پھر ہوریشو نے اپنے اکلوتے ہاتھ سے اپنے ماتھے کی پٹی کھینچی۔ اسے چوما آنکھوں سے لگایا اور پھر پانی میں اچھال دیا۔ اس کے ساتھ ہی ایک خوفناک دھاڑ کے ساتھ اس نے خود کو گہرائیوں میں گرا دیا تھا۔

میں جھک کر اس کا انجام دیکھنے لگا۔ ہوریشو کا بدن لڑھکتا ہوا خونی چٹانوں کی جانب جا رہا تھا اور پھر وہ چٹانوں پر گر کر پاش پاش ہو گیا۔

فضا میں ایک عجیب سا سناٹا چھایا ہوا تھا اور پانی کا شور عجیب خوفناک سی آوازیں پیدا کر رہا تھا۔ اور میرے چاروں طرف گہری تاریکی چھائی ہوئی تھی۔ چند ساعت میں وہیں کھڑا رہا اور ہوریشو کے انجام پر غور کرتا رہا بالآخر ہوریشو موت کا شکار ہو گیا تھا اور ایک طویل کہانی ختم ہو گئی تھی نجانے کیا کیا تھا یہ شخص۔ اور اس کے بعد نجانے اس کا گروہ کس انداز میں آگے بڑھتا لیکن ہراتا کی کیفیت بھی میرے لئے عجیب سی تھی۔ ہوریشو کا بدن بے جان ہو چکا تھا چنانچہ اب وہاں رکنا حماقت تھی میں واپس غار میں آ گیا۔ ہراتا کی پوزیشن میں اب بھی کوئی تبدیلی نہیں ہوئی تھی۔

تب میں اس کے نزدیک پہنچ گیا اور میں نے اس کے شانے پر ہاتھ رکھ دیا۔ ہراتا نے گردن گھما کر میری طرف دیکھا اور اس کے ہونٹوں پر پھیکی سی مسکراہٹ پھیل گئی۔ آنکھوں کی زندگی لوٹ آئی۔

"تمہیں کیا ہو گیا ہے ہراتا؟" میں نے پوچھا۔

"کوئی خاص بات نہیں چیف۔ اب میں ٹھیک ہوں۔"

"اس نے خود کشی کر لی۔"

"مجھے معلوم ہے۔" ہراتا گہری سانس لے کر کہا۔

"اور تم نے اس پر فتح حاصل کر لی۔"

"میں نے نہیں تم نے چیف۔ ہراتا نے اس سے جنگ ہی نہیں کی۔ کر بھی نہیں سکتا تھا۔ کیونکہ وہ بھی میرے مسلک کا آدمی تھا اور ہمیں قسم دی جاتی ہے کہ کبھی ایک مسلک کے دو آدمی مقابل نہیں آئیں گے۔"

"میں تمہارے اس مسلک کے بارے میں تم سے گفتگو کروں گا۔" میں نے کہا۔

"ضرور کرنا باس، مگر اب کیا حکم ہے!"

"بس اب تو کھیل ختم ہو گیا ہراتا لیکن میں خود بھی ایک عجیب سی کیفیت محسوس کر رہا ہوں۔ ہراتا۔ آؤ چلیں۔ یہ مال اب یہیں رہنے دو بعد میں اس کے متعلق سوچیں گے۔" میں نے کہا اور ہم دونوں واپس چل پڑے واپسی کے سفر میں ہراتا بھی کافی دیر تک خاموش رہا تھا پھر اس نے اداس لہجے میں کہا۔

"تم کیا محسوس کر رہے ہو چیف؟"

"بس ہراتا یوں لگ رہا ہے جیسے زندگی کا سفر اچانک رک گیا ہے ایک دلیر دشمن کی موجودگی اس زندگی کا بہت بڑا سہارا ہوتا ہے ہوریشو کی زندگی ہر وقت خطرات کا احساس دلاتی رہتی تھی اور دل لگا رہتا تھا لیکن اب ایک دم اکیلا اکیلا پن سا محسوس ہو رہا ہے اب نئے سرے سے زندگی کے لیے کوئی دلچسپی تلاش کرنا پڑے گی۔"

"تم خود بھی تو منفرد ہو چیف۔" ہراتا پھیکے انداز میں مسکرانے لگا۔

تھوڑی دیر کے بعد ہم ہوٹل پہنچ گئے۔ ہراتا میرے کمرے میں ہی آ گیا تھا۔ لباس وغیرہ تبدیل کرنے کے بعد ہم دونوں بیٹھ گئے۔ اب میں دوسرے انداز میں سوچ رہا تھا۔ پھر میں نے ایک گہری سانس لے کر کہا۔

"ہوریشو کے دوسرے لوگ ہمارے لیے بیکار ہیں اس لیے ہم ان سے نہیں الجھیں گے۔"

"ہاں فائدہ بھی کیا۔ گروہ ہوریشو کے بغیر تو چل نہیں سکتا خود بخود منتشر ہو جائے گا۔ اس لیے اب ان سے لڑنا بے سود ہے۔"

"ٹھیک۔ کل ہم ہوٹل چھوڑ دیں گے۔"

"میک اپ بھی بدل دیں گے۔"

"ہاں، بہرحال جانے دو ان باتوں کو، مجھے اپنے مسلک کے بارے میں بتاؤ۔"

"نہ جانے ہوریشو کونسے دور میں یاتان بوسو کا خادم تھا۔ میں نے اسے نہیں دیکھا۔"

"یاتان بوسو کون تھا؟"

"ایک روحانی رہنما اور مارشل آرٹس کا خدا۔ اس کے فن میں تصوف تھا۔ ایسے ایسے گر تھے اس کے پاس کہ انسان سوچ بھی نہیں سکتا تھا۔ سب سے بڑی بات یہ تھی چیف کہ یاتان بوسو کے خادموں میں کوئی ایسا شخص شامل نہیں تھا جس کا شجرہ کسی اعلیٰ خاندان سے نہ ملتا ہو اور اس کا فیصلہ خود بوسو کرتا تھا۔ یعنی اپنی روحانی قوت سے معلوم کرتا تھا اس کے پاس جو شخص اس کی شاگردی حاصل کرنے آیا ہے اس کی

رگوں میں کون سا خون دوڑ رہا ہے اس کے تحت ہوریشو جو کچھ بھی تھا۔ بہرحال اس کی نسل اعلیٰ تھی۔"

"ہاں یقیناً" ایسا ہی تھا۔"

"تو میں نے یاتان بوسو سے کیا ہوا مقدس عہد توڑا تھا۔ اور عہد ٹوٹنے کے بعد کچھ نہیں رہا۔ چنانچہ آج سے ہراتا بدل گیا ہے۔"

"بہرحال اپنے ذہن کو زیادہ خراب مت کرو ہراتا۔"

"نہیں چیف۔ ایسی کوئی بات نہیں ہے میں ٹھیک ہوں' رہی بدل جانے والی بات تو انسان کی زندگی میں مختلف ادوار آتے ہیں۔ یہ دوسری بات ہے کہ میں نے خود کو بدلنے کے بارے میں کبھی نہیں سوچا تھا۔"

"ممکن ہے تمہارے اندر کوئی عمدہ تبدیلی پیدا ہو جائے۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا اور ہراتا ہنسنے لگا۔

"اب سونے کا پروگرام بنایا جائے چیف!"

"ہاں رات بہت گزر چکی ہے' میں نے کہا اور ہراتا اپنے کمرے میں چلا گیا۔ ہراتا کے بارے میں مجھے معلوم نہیں کہ وہ سویا یا نہیں لیکن میری آنکھوں میں نیند کا شائبہ بھی نہیں تھا۔ آنکھیں بند کرتا ہوریشو ابھر آتا۔ نہ جانے کیا کیا یاد آتا۔ افریقی قبیلے کا روحانی سربراہ۔ ایک مطلق العنان حکمران کے روپ میں۔ حکم دیتا ہوا مغرور اور ٹھنڈا انسان اور پھر بے بسی کے عالم میں دم توڑتا ہوا ایک ہاتھ اور ایک پاؤں زمین پر گھسٹتا ہوا۔ نہ جانے میری موت کس طرح آئے گی۔ میں بھی تو فاتح ہوں۔ میں بھی تو خود پر ناز ہوں۔ ایک بار پھر ذہن پر جھنجھلاہٹ کا حملہ ہوا۔ دل چاہا سب کچھ چھوڑ دوں۔ دنیا کے ہنگاموں سے منہ موڑ کر جنگلوں میں نکل جاؤں۔ دیکھوں ویرانوں کی دنیا کیسی ہوتی ہے نہ جانے رات کے کونسے حصے میں نیند کی دیوی کو میری حالت پر رحم گیا اور پھر دن کو بارہ بجے تک سوتا رہا تھا۔ کسی نے جگانے کی کوشش ہی نہیں کی۔"

گھڑی پر نگاہ ڈال کر اٹھ گیا۔ اب کوئی کام نہیں تھا۔ تیار ہو کر ہراتا کے کمرے میں پہنچا اور داخل ہو گیا۔ ہراتا ایک کرسی میں دراز اخبار دیکھ رہا تھا مجھے دیکھ کر اس نے اخبار رکھ دیا۔

"خوب سوئے چیف۔"

"ہاں رات کو بہت دیر سے نیند آئی۔" میں نے جواب دیا۔

"ناشتہ منگواؤں؟"

"منگوالو۔ تم نے بھی نہیں کیا ہوا گا؟"

"سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔"

"ابھی جاگے ہو؟"

"نہیں چیف۔ دیر ہوئی۔ تھوڑی سا کام بھی کر چکا ہوں۔"

"کیا کام؟"

"ساؤتھ رینج کے ایک ہوٹل بنیبھم میں دو مختلف ناموں سے کمرے بک کرائے ہیں۔ اس کے بارے میں میں نے ہوٹل بک سے معلومات حاصل کی تھیں۔"

"گڈ۔ عمدہ کام کیا۔ دوسرا عمدہ کام ناشتے کا ہے جلدی منگوالو۔" میں نے کہا اور ہراتا نے

تھوڑی دیر کے بعد ہم دونوں ناشتہ کر رہے تھے۔ ناشتہ کے دوران خاموشی رہی اور پھر ہم ناشتے سے فارغ ہو گئے۔

"لندن ایک عمدہ شہر ہے چیف۔" ہراتا نے کہا۔

"ہاں۔ تمہیں آج احساس ہوا ہے۔"

"نہیں یہ بات نہیں لیکن اب تمہارا کیا پروگرام ہے؟ لندن میں قیام کرو گے یا اب واپسی کا ارادہ ہے؟"

"کوئی کام تو باقی رہا نہیں ہے ہراتا بس اب فرصت ہی فرصت ہے۔ اس سلسلے میں فیصلہ کریں گے کہ آگے کیا کرنا ہے اور جب تک یہ فیصلہ نہ کرلیں لندن چھوڑنے کی کوئی خاص ضرورت تو نہیں ہے۔"

"بس ٹھیک ہے چیف' ہم لندن کی سیر کریں گے۔" ہراتا نے جواب دیا اور میں نے متعجبانہ انداز میں اسے دیکھا۔

سیر کا لفظ تو ہراتا کی لغت میں تھا ہی نہیں۔ کتنا لمبا ساتھ تھا میرا اور اس کا لیکن میں نے عام طور سے اسے کسی نہ کسی کونے ہی میں گھسے دیکھا تھا نجانے یہ رد عمل تھا یا کوئی اور احساس۔

بہرصورت میں نے اس سے وعدہ کرلیا کہ جب تک وہ چاہے میں لندن ہی میں قیام کروں گا۔ خود میری حیثیت بھی ڈانواں ڈول سی تھی۔ ابھی تک یہ فیصلہ نہیں کرپایا تھا کہ دوسرا قدم کونسا ہو۔ سردارے ہالینڈ میں بیٹھا تھا اپنی فیکٹری چلا رہا تھا اور ہر طرح اپنی جگہ سیٹ تھا۔ اس نے کام جس انداز میں سنبھالا تھا' اس سے ظاہر ہوتا تھا کہ اب وہ باقاعدگی سے کام جاری رکھنے کی صلاحیت پیدا کر چکا ہے۔ رہا میرا مسئلہ تو مجھے صرف دولت کمانا تو مقصود نہیں تھا۔ ہوریشو سے چل گئی تھی بالآخر اسے کیفر کردار تک پہنچا دیا۔ اب اگر میں چاہتا تو سردارے کو اسی جگہ پر چھوڑ کر آگے بھی بڑھ سکتا تھا لیکن میں اب تک یہ فیصلہ نہیں کرپایا تھا کہ واپس سردارے کے پاس جاؤں یا اپنے طور سے کچھ کرنے کی کوشش کروں۔ بہرصورت فیصلہ تو کرنا ہی تھا' جو آج کل میں ہو جانا تھا۔

دوپہر کو لنچ سے پہلے ہم نے اپنا ہوٹل چھوڑ دیا۔ ہراتا میرے ساتھ تھا ہم دونوں بنیبھم چل پڑے'..... ہم دونوں ایک ہی ٹیکسی سے گئے تھے' بنیبھم دیکھ کر میں نے دوسری بار متحیرانہ انداز میں پلکیں جھپکائیں۔

ہراتا نے مجھے بتایا تھا کہ اس نے ہوٹل بک میں دیکھ کر بنیبھم کا انتخاب کیا ہے اور یقینی طور پر اس بک میں بنیبھم کے بارے میں تفصیلات درج ہوں گی کیونکہ اس قسم کی کئی کتابیں میں بھی دیکھ چکا تھا۔

بہرصورت ہم ہوٹل بنیبھم میں پہنچ گئے۔ بنیبھم جدید ترین ہوٹل تھا یہاں کا تقریباً" پچھتر فیصد اسٹاف لڑکیوں پر مشتمل تھا۔ ہال سروس ٹاپ لیس تھی اور خاصے دلکش مناظر دیکھنے میں آرہے تھے' بہرصورت ہم وہاں سے گزر کر ہوٹل کی تیسری منزل پر اپنے کمروں میں پہنچ گئے جو برابر تھے۔

ہراتا نے بظاہر کسی خاص دلچسپی کا اظہار نہیں کیا تھا۔ ہمارا مختصر سا سامان ہمارے کمروں میں رکھ دیا گیا تھا اور پھر ہراتا نے میری طرف دیکھا۔ اس کے بعد مسکراتا ہوا میری جانب بڑھ آیا اور کہنے لگا۔

"چیف! میں جاؤں گا۔"

"کہاں ہراتا؟"

"بس ذرا بازار تک۔"

"اوہو۔ کچھ خریداری کرنا ہے۔"

"ہاں۔"

"تو تمہیں پیسوں کی ضرورت تو ہوگی۔"

"کوئی خاص نہیں۔ ہاں اگر آپ چاہیں تو مجھے تھوڑی سی رقم دے دیں۔" ہراتا نے کہا۔

"ہاں ہاں کیوں نہیں۔ اس میں میرے چاہنے کی کیا بات ہے۔" میں نے ہاتھ جیب میں ڈال دیا اور نوٹوں کی کئی گڈیاں نکال کر ہراتا کی طرف بڑھا دیں اور ہراتا نے تمام ہی گڈیاں قبول کرلی تھیں۔ پھر وہ باہر چلا گیا۔

مجھے ہراتا کے سارے انداز بدلے بدلے سے محسوس ہو رہے تھے۔ یہ شخص کچھ بگڑ سا گیا تھا اور بہر صورت مجھے اس کی وجہ بھی معلوم تھی، اس نے اپنا مسلک میرے لیے چھوڑ دیا تھا۔ میں نہیں جانتا تھا کہ وہ کس حد تک اس سے روحانی طور پر وابستہ تھا لیکن بہرحال جس انداز میں وہ متاثر تھا اس سے ظاہر ہو رہا تھا کہ وہ اپنے مسلک سے بے پناہ محبت کرتا تھا لیکن اس نے میری ذات کے لیے سب کچھ چھوڑ دیا تھا۔

میں اپنے کمرے میں آرام کرتا رہا۔ بنیتھم جس قسم کا ہوٹل تھا اسے دیکھتے ہوئے اس بات کا بخوبی اندازہ ہو جاتا تھا کہ یہاں کافی تفریحات موجود ہیں۔ اور بہر صورت اس میں کیا ہرج تھا کچھ عرصہ لندن میں گزار لیا جاتا اچھا ہی تھا اور بنیتھم اس انداز میں قیام کے لیے بہترین جگہ تھی۔

یہ سوچ کر میں مطمئن ہو چکا تھا۔ ہراتا کیا خریدنے گیا تھا اس بارے میں مجھے کچھ علم نہ تھا حالانکہ یہ بات بھی دلچسپی کا باعث تھی۔ میں ہراتا کا کافی دیر تک انتظار کرتا رہا۔ اور میرا انتظار شدت اختیار کر گیا تو ہراتا واپس آ گیا۔ میں نے اس کے انتظار میں لنچ بھی نہیں کیا تھا۔ یوں بھی ناشتہ ہم نے دیر سے کیا تھا اس لیے بھوک بھی نہیں لگ رہی تھی۔ ہراتا آیا تو اس کے ساتھ بے شمار پیکٹ تھے جسے دو خوبصورت لڑکیاں اٹھائے ہوئے تھیں۔ ہراتا نے وہ پیکٹ ایک طرف رکھ دیئے اور میرے پاس چلا آیا۔

"چیف ذرا آگے آؤ میرے ساتھ؟" اس نے کہا۔

"کہاں؟" میں نے پوچھا۔

"میرے کمرے میں۔" اس نے جواب دیا اور میں اس کے کمرے میں داخل ہو گیا۔ تب ہراتا نے کئی پیکٹ کھول کر میرے سامنے رکھ دیئے۔

"یہ تمہارے لیے لایا ہوں چیف۔"

"میرے لیے؟" میں نے تعجب سے پوچھا۔

"ہاں۔ اور ان پیکٹوں میں تمہاری ہی طرح کے میرے بھی کچھ سوٹ ہیں۔"

"خوب! مگر ہراتا کیا تمہیں میرا سائز معلوم ہے؟"

"ہاں چیف۔"

"ٹھیک۔ پہن کر دیکھوں؟" میں نے کہا

"ہاں۔" ہراتا نے جواب دیا۔

اور ہراتا کا اندازہ درست ہی نکلا سوٹ میرے بدن پر بالکل فٹ تھے۔ میں نے تعریفی نگاہوں سے ہراتا کو دیکھا اور کہا۔

"بہرحال ان سب کا شکریہ ہراتا لیکن انکی ضرورت کیوں پیش آئی؟" میں نے سوال کیا۔

"بس چیف میں چاہتا ہوں کہ جب ہم ایک نئے انداز کی زندگی گزارنے جا رہے ہیں تو پھر ذرا تھوڑی سی ٹیپ ٹاپ بھی کریں۔"

"اپنے لیے اور کیا لائے؟"

"بس سوٹ وغیرہ۔"

"خوب تو گویا اپنے آپ کو بدلنے کا فیصلہ کر چکے ہو۔"

"میں فیصلہ کیا کر سکتا ہوں باس! حالات نے مجھے خود ہی بدل دیا ہے۔" ہراتا نے جواب دیا۔

اور پھر وہ مجھے اپنے سوٹ وغیرہ دکھانے لگا۔ مجھے حیرت ہوئی تھی۔ بڑے ہی نفیس اور اعلیٰ قسم کے سوٹ تھے، میں نے اکثر اس بارے میں سوچا تھا کہ اگر ہراتا اعلیٰ قسم کے لباس پہنے تو وہ جاپانی ہونے کے باوجود صورت شکل میں بے حد اسمارٹ اور حسین معلوم ہوگا۔ خاص طور سے جسمانی طور پر وہ بے حد حسین نظر آتا تھا میں مسکرانے لگا لیکن جاپانی شہزادہ سنجیدہ تھا۔ سو میں نے اس سلسلے میں کچھ کہنا مناسب نہیں سمجھا۔ ہاں وہاں کی شام بے حد دلکش تھی۔ ہم نے دوپہر کا کھانا گول ہی کر دیا تھا۔ ویسے اب کافی بھوک محسوس ہو رہی تھی۔ شام کے تقریباً پانچ بج رہے تھے جب میں اپنے کمرے سے نکل کر ہراتا کے کمرے کی جانب آیا۔ ہراتا کے کمرے کا دروازہ اندر سے بند تھا۔

میں نے ہراتا کے کمرے میں دستک دی۔ دروازہ کھلا اور میں اس جاپانی شہزادے کو دیکھ کر دنگ رہ گیا۔

ہراتا کشمشی رنگ کے سوٹ میں ملبوس تھا۔ ٹائی باندھے ہوئے بال سلیقے سے سنوارے ہوئے۔ اس کی تو جون ہی بدل گئی تھی۔ ہپیوں میں ملنے والا یہ جاپانی نوجوان اس وقت نہایت خوبصورت نظر آ رہا تھا، اس کے چہرے پر رنگ ہی رنگ بکھرے ہوئے تھے۔ میں نے اسے تعریفی نگاہوں سے دیکھا اور ہراتا مسکرا کر پیچھے ہٹ گیا۔ میں دروازے سے اندر داخل ہو گیا تھا۔

"ہراتا تم واقعی عجیب ہو۔"

"کیوں چیف!"

"بہت ہی خوبصورت لگ رہے ہو۔"

"شکریہ! اس کے علاوہ اور میں کیا کہہ سکوں گا۔"

"کیا ارادے ہیں دوپہر کا کھانا تو ہم نے کھایا ہی نہیں شام کی چائے ڈائننگ ہال میں پیئیں گے اس کے ساتھ کچھ کھا بھی لیں گے۔"

"نہیں چیف۔ اگر شام کی چائے میں بھی ہم نے کھانے پینے کا چکر چلایا تو پھر رات کا کھانا گول ہو جائے گا۔"

"جیسی تمہاری مرضی آؤ چلتے ہیں" اور ہم دونوں باہر نکل آئے۔ میں نے ایک لمحے میں ہی محسوس کر لیا تھا کہ بے شمار نگاہیں ہراتا کی جانب نگراں تھی۔ ان میں لڑکیوں کی تعداد زیادہ تھی۔ یوں بھی بلاشبہ وہ انتہائی پرکشش نوجوان تھا۔ ہم ڈائننگ ہال میں پہنچ گئے۔ ڈائننگ ہال میں بھی بے پناہ رش تھا۔ رنگین لباس

اور رنگین قہقہے بکھرے ہوئے تھے۔ اوپری بدن سے برہنہ لڑکیوں کے غول ہی غول موجود تھے لیکن مقا
لوگ ان سے متاثر نہیں لگ رہے تھے۔ ان کے لیے یہ معمول تھا۔ حیرت مجھے ہراتا پر ہوئی جس نے
مخصوص اشارے سے ایک لڑکی کو بلایا اور اسے کافی وغیرہ کا آرڈر دیا۔ لیکن وہ ذرا بھی متاثر معلوم نہیں ہو رہا
تھا۔

دیر تک ہم دونوں ڈائننگ ہال میں بیٹھے رہے پھر وہاں سے اٹھ گئے۔ رات کی روشنیاں جگمگا اٹھی تھیں' ہراتا نے ہال سے باہر نکل کر میری طرف دیکھا "کیا خیال ہے چیف 'کیا کمرے میں واپس جاؤ گے؟"

"تمہارا کیا ارادہ ہے؟"

"ہوگا وہی جو تم چاہو گے لیکن میری خواہش ہے کہ لندن کے کوچہ و بازار دیکھیں۔"

"ٹھیک ہے ہراتا۔ اس میں تھوڑی سی ترمیم کر دوں گا۔"

"وہ کیا چیف؟"

"ہم دونوں اپنے اپنے طور پر تفریح کریں لیکن کل صبح کو ناشتہ ساتھ ہی کریں گے۔ میرا مطلب سمجھ رہے ہو نا؟"

"ہاں ٹھیک ہے چیف۔ میں سمجھ رہا ہوں اور یہ عمدہ رہے گا۔ دراصل میں بعض معاملات میں اناڑی ہوں اور میں یہ بھی نہیں چاہتا کہ تم پر اس کا اظہار ہو۔ اس لیے اس وقت تک کے لیے یہی طریقہ کار رہے گا جب تک میں خود کو ماہر نہ سمجھ لوں۔"

"اوہ' تو تم تفریحات میں مہارت حاصل کرنا چاہتے ہو؟"

"ہاں چیف۔ جب سب کچھ بدل گیا ہے تو ان سے فرار کی کیا ضرورت رہ جاتی ہے۔" ہراتا نے کہا اور میں نے شانے ہلا دیئے۔

بہرحال وہاں سے ہراتا چلا گیا۔ میں بھی تنہائی چاہتا تھا۔ میرا ذہن پھر پرسکون ہو گیا تھا۔۔۔۔
بہرحال ایک ٹیکسی پکڑی اور نہ جانے کیوں ریجنٹ اسٹریٹ نکل گیا۔ بیسیوں کا گڑھ ریجنٹ اسٹریٹ دلکا
جانے پہچانے مناظر' لیکن دل ان لوگوں میں بھی نہیں لگا اور وہاں سے پیدل پکاڈلی کی طرف بڑھ گیا۔ پھر پکاڈلی
سے کارنبی اسٹریٹ وہاں سے سوہو اور پھر لیسٹر اسکوائر۔ لندن کی راتیں جاگ اٹھی تھیں۔ ایک ہو
نظر آیا جس پر "ہی اینڈ شی" لکھا ہوا تھا۔ اندر گیا تو کان پھاڑ دینے والی موسیقی گونج رہی تھی سیاہ فاموں کا ایک
گروہ بہت سے سازوں کو ادھیڑنے کی فکر میں سرگرداں تھا اور اسٹیج پر ایک سیاہ فام حسینہ محو رقص
تھی۔۔۔۔۔ وہ اس برق رفتاری سے تھرک رہی تھی کہ اس میں اس کی اپنی کسی کوشش کا دخل نہیں معلوم
ہوتا تھا۔

رات خاصی گزر گئی تو مجھے واپس چلنے کا خیال آیا۔ اگر چاہتا تو اس رات کا ساتھی کسی کو بھی بنا سکتا تھا
لیکن اس حد تک طبیعت آمادہ نہیں ہوئی اور میں ہوٹل واپس پہنچ گیا۔ ہراتا کے کمرے کا دروازہ بند تھا۔ میں
خود بھی اپنے کمرے میں پہنچ گیا اور پھر بتی بجھا کر سونے کی کوشش کرنے لگا۔

"دوسری صبح میں غسل سے فارغ ہو کر باہر نکل آیا۔ ہراتا کے کمرے کا دروازہ ابھی تک بند تھا
حالانکہ نو بج رہے تھے۔ میں نے دروازے پر دستک دی تو چند ساعت کے بعد دروازہ کھل گیا لیکن دروازہ
کھولنے والی ایک خوبصورت لڑکی تھی۔"

"فرمائیے۔" اس نے پوچھا۔ لیکن میں اسے ہٹا کر اندر داخل ہو گیا۔ ہراتا مسہری پر دراز تھا اور اس کے قریب ہی شراب کی دو خالی بوتلیں رکھی ہوئی تھیں میں نے گہری سانس لی۔ ہراتا کے رنگ بدلے ہوئے تھے تب میں نے اسے آواز دی اور ہراتا نے آنکھیں کھول دیں۔

"اوہ۔ مسٹر چیف۔ سوری کیا مجھے دیر ہو گئی؟"

"ہاں۔" میں نے بھاری آواز میں کہا۔

"بس چند منٹ کی اجازت اور دے دیں۔" وہ لجاجت سے بولا۔

"میں اپنے کمرے میں انتظار کر رہا ہوں۔" میں نے کہا اور واپس اپنے کمرے میں چلا آیا۔ دیر تک میں ہراتا کے اس بدلے ہوئے رنگ کے بارے میں سوچتا رہا۔ اس شخص کے اندر واقعی حیرت انگیز تبدیلی ہوئی تھی۔ وہ یکسر بدل گیا تھا۔ بہرحال تھوڑی دیر کے بعد وہ میرے کمرے میں آ گیا۔ اس کے چہرے پر کوئی خاص تاثر نہیں تھا۔

"میں نے ناشتے کے لیے کہہ دیا ہے چیف۔" اس نے کہا۔

"ٹھیک۔ وہ چلی گئی؟"

"ہاں۔" ہراتا نے جواب دیا۔

"کون تھی؟"

"عورت۔" ہراتا نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"وہ تو میں نے بھی دیکھا تھا لیکن تمہارے ساتھ کس طرح لگ گئی؟"

"بڑی آسانی سے چیف بس میں نے نگاہ پھیر کر دیکھا اور وہ میرے نزدیک آ گئی۔ میں نے اس سے صاف صاف کہہ دیا کہ میں جنگلوں کا آدمی ہوں اور دنیا کی باتوں سے ناواقف ہوں اگر وہ میری رہنمائی کر سکتی ہے تو ٹھیک ہے ورنہ اپنا وقت ضائع نہ کرے۔"

"تو کیا اس نے تمہاری رہنمائی کی؟"

"ہاں چیف اور ثابت کر دیا کہ عورت ایک بے حد دلکش وجود رکھتی ہے وہ تو آج بھی میرے ساتھ رہنا چاہتی تھی۔"

"تو پھر تم نے کیا کیا؟"

"صاف منع کر دیا۔ چیف۔ میرے بھی کچھ تجربات ہیں۔ قربت محبت کو جنم دیتی ہے اور محبت کے لیے بہت کچھ چھوڑنا پڑتا ہے۔"

"اشارہ میری طرف ہے؟" میں نے مسکرا کر پوچھا۔

"ہاں سو فیصدی تمہاری طرف۔ میں نے تمہارے لیے بہت کچھ چھوڑ دیا ممکن ہے کل کوئی عورت تمہیں بھی مجھ سے چھڑانے کی کوشش کرتی۔"

"ہاں ہراتا مجھے اس کا افسوس ہے۔"

"لیکن مجھے افسوس نہیں ہے چیف تم نے ہراتا کی زندگی میں ایک نئے تجربے کی بنیاد ڈالی ہے اور میرے لیے یہ تجربہ بہت دلکش ہے اگر اس کی تحریک نہ ہوتی تو شاید میں پوری زندگی اپنے اس خول سے نکلتا۔"

"چلو ٹھیک ہے ہراتا۔" میں نے ایک طویل سانس لے کر کہا اور ہراتا کسی سوچ میں گم ہو گیا اور اس کے بعد تو ہراتا نے کمال کر دیا۔ لندن کے شب و روز اس نے مخصوص کر دیئے تھے۔ ہر روز نیا لباس ہر روز نئی لڑکی، حالانکہ مجھ سے اس نے صرف ایک محدود رقم لی تھی جو اتنی نہیں تھی کہ وہ اس طرح زندگی گزارے۔ لیکن ہراتا نے قیامت ڈھا دی تھی۔ جوئے خانے میں بیٹھتا تو لاکھوں ہار جاتا کسی کو دینے پر آتا تو نہ جانے کیا کچھ دے دیتا۔ میں نے اس کے معاملے میں خاموشی اختیار کر لی تھی۔ اسے لڑکیوں کے جھرمٹ سے نجات ہی نہ ملتی جو میں اس سے گفتگو کرتا لیکن ایک دن وہ خود ان سے نجات حاصل کر کے میرے پاس آ گیا۔

"ناراض ہو چیف؟" اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"کیوں خیریت؟"

"بس میرا دل کہتا ہے تم ناراض ہو؟"

"آج کل تمہارا دل تم سے دغابازی کر رہا ہے۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"لیکن تم ناراض کیوں نہیں ہو چیف؟"

"بھئی ناراض ہونے کی کوئی وجہ تو ہو؟"

"میں کئی دن سے تم سے نہیں مل سکا ہوں۔"

"مجھے تمہاری حرکتیں معلوم ہیں۔ میں دیکھ رہا ہوں تم نے چند ہی روز میں ساری کسر پوری کر دی ہے۔"

"اس کی وجہ کیا ہے چیف۔"

"کیا وجہ ہے؟"

"بلا مبالغہ کہہ رہا ہوں۔ اس سے قبل شریف انسان تھا۔ برائیوں سے بھاگنے والا خود کو اذیتیں دے کر نیک راستوں کا متلاشی لیکن جب نیکیوں کے راستے چھوڑے تو فطرت کی شدت پسندی عود کر آئی اور میں نے فطرت کے عین مطابق سوچا۔"

"یعنی؟"

"یعنی یہ کہ نیکیوں کے راستے تو اچھی طرح دیکھ لیے اب برا بنا ہوں تو برائیوں کو بھی خوب کھنگال ڈالوں۔ دیکھوں تو سہی دونوں میں سے کونسی چیز سود مند ہے۔"

"ایک بات پوچھوں؟" میں نے کہا۔ "جواب دو گے۔"

"ضرور چیف۔ غلام کی مجال۔"

"نہیں ہراتا تم خود کو میرا غلام کیوں سمجھتے ہو؟"

"عقیدت ہے تم سے۔ دل اندر سے کہتا ہے۔"

"بہر حال یہ بتاؤ آج کل تم اخراجات کہاں سے کر رہے ہو؟"

"کیا اس کا جواب ضروری ہے چیف؟" ہراتا مسکرایا۔

"مرضی ہے تمہاری۔ ویسے مجھے تعجب ہے۔"

"دراصل ہر طرح برا آدمی بن گیا ہوں۔ پرسوں رات ایک لڑکی مجھے اپنے گھر لے گئی تھی۔"

"ہاں پرسوں تم ہوٹل میں نہیں تھے۔"

"اعلیٰ قسم کی پیشہ ور لڑکی تھی۔ بہر حال رات کو میں نے اسے خواب آور گولیاں کھلا دیں اور پھر بینک لوٹ لیا۔ بیس لاکھ ڈالر ہاتھ لگے تھے۔ کئی دن کے لیے کافی ہیں۔ اس سے پہلے ایک بڑے آدمی کا بکس اڑا دیا تھا اس سے بھی بارہ لاکھ ڈالر ہاتھ لگ گئے تھے۔"

"اوہ۔" میں نے متحیرانہ انداز میں آنکھیں پھاڑ دیں۔ مجھے یقین نہیں آ رہا تھا بہر حال پھر میں نے ب سے کہا۔

"لیکن تمہیں اس کی ضرورت کیوں پیش آ گئی ہراتا؟"

"دولت کے بغیر عورت کی صحبت میں خطرہ پیدا نہیں ہوتا چیف میں نے اچھی طرح محسوس کیا ہے؟"

"ہاں۔ یہ تو حقیقت ہے لیکن خطرات مول لینا میرے خیال میں مناسب نہیں ہیں۔ میرے پاس ت کچھ ہے تمہیں جتنی ضرورت ہو لے لیا کرو۔"

"اوہ چیف۔ ایسے کاموں کے لیے اپنی رقم خرچ کرنا حماقت ہے پہلے دن جانتے ہو میں نے کیا کیا؟" راتا دلچسپی سے بولا۔

"کیا کیا؟"

"ایک عورت ہاتھ لگ گئی تھی اس نے چائے پر بلا لیا۔ ایک ہزار ڈالر اسے ادا کیے تھے۔ بے وقوف نے غلطی یہ کی کہ اسے میرے سامنے ہی تجوری میں رکھنے چلی گئی۔ میں نے اسے ایک رات کی قیمت ایک ہزار ڈالر ادا کی تھی اور جب واپس آیا تو سولہ ہزار ڈالر لے کر وہاں سے چلا آیا اور مفت میں رات بھی گزاری"

"اوہو۔ تو تم نے اسے ہی لوٹ لیا۔"

"ہاں۔" ہراتا نے جواب دیا۔

"لیکن مسٹر ہراتا لڑکیاں تو تمہیں پرنس ہراتا کے نام سے جانتی ہیں۔"

"بالکل جانتی ہیں چیف اور کیا کسی کی مجال ہو سکتی ہے کہ اس بات پر غور کرے کہ سولہ ہزار ڈالر پرنس ہراتا نے غائب کر دیئے۔ پرنس اور سولہ ہزار ڈالر۔ ایک پرنس کے سامنے اس کی کیا حیثیت ہے، پرنس تو سولہ ہزار ڈالر ویٹرز کو ٹپ میں دے دیا کرتے ہیں۔" ہراتا نے مسکرا کر کہا اور میں حیرت زدہ انداز میں گردن ہلانے لگا۔

یہ سیدھا سادا انسان کیا سے کیا بن گیا تھا، کیا یہ سب کچھ جو بھی ہو رہا تھا اس کی وجہ میں تھا؟ میں تو سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ ہراتا ان راستوں پر چل نکلے گا۔ اور اب جبکہ وہ چل ہی نکلا تھا تو مجھے اتنا دکھ کیوں ہو رہا تھا۔ وہ بینک لوٹ چکا تھا اور اپنا نام بھی اس نے عام کر دیا تھا لڑکیاں اسے عام طور سے پرنس ہراتا کے نام سے جاننے لگ گئی تھیں۔

دیر تک میں ہراتا سے گفتگو کرتا رہا تھا اور ہراتا مجھے متحیر کرتا رہا پھر میں نے اس سے پوچھا۔

"لیکن ہراتا اب تمہارا کیا پروگرام ہے؟"

"بس چیف ہراتا رہے گا تو تمہارے ہی ساتھ، اس بات پر تم غور کر لو۔ یہ دوسری بات ہے کہ بعض

جگہ اسکا دل لگ جائے مثلاً جیسے لندن بلاشبہ مجھے لندن بے حد پسند آیا ہے اور میں کچھ عرصہ یہاں
کرنا چاہتا ہوں لیکن اگر تم یہاں سے آگے بڑھے یا واپس ہالینڈ جانے کا پروگرام بنا ہی لیا تو پھر ہراتا تم
ساتھ ہالینڈ چلے گا۔ ویسے چیف اگر مناسب سمجھو تو مجھے اپنا پروگرام بھی بتا دو۔"

"پروگرام تو میرا کچھ بھی نہیں ہراتا۔ بس الجھا ہوا ہوں کچھ سمجھ میں نہیں آتا کہ کیا کروں؟"

"الجھن کیا ہے چیف؟"

"کوئی خاص نہیں ہے ہراتا۔"

"پھر بھی چیف جو ہے وہ بتا ہی دو۔"

"بس ہراتا تم میرے بارے میں اب تو کافی کچھ جان چکے ہو تمہیں علم ہے کہ میرے پاس
کے انبار ہیں۔ اتنا کچھ میرے پاس ہے کہ اگر ساری زندگی شہنشاہوں کی مانند بسر کرنا چاہوں تو کوئی دقت نہ
ہوگی۔ میں جو کچھ کر رہا تھا اس میں میرا مطمع نظر صرف اپنے دشمن سے نمٹنا تھا جب تک وہ زندہ رہا تو
مقابلے کی دھن سوار رہی۔ اس کے مرجانے کے بعد زندگی بے کیف ہو گئی ہے بعض دشمن بھی کیسی حیثیت
رکھتے ہیں۔"

"ہاں چیف اس میں کوئی شک نہیں ہے بعض دشمنوں کی زندگی ضروری ہوتی ہے لیکن بعض
اوقات آدمی کچھ ایسی الجھنوں کا شکار ہو جاتا ہے جن کا حل بہرطور اسکی سمجھ میں نہیں آتا۔"

"کیا تم بھی کسی ایسی ہی الجھن کا شکار ہو ہراتا۔"

"نہیں چیف۔"

"پھر-----"

"بس تم یوں سمجھ لو چیف کہ میں جو زندگی گزار رہا تھا اس سے بھی مطمئن تھا اور اب جو زندگی گزار
رہا ہوں اس سے بھی مطمئن ہوں۔ میں نے دنیا کو چھوڑ رکھا ہے۔ نہ کبھی پہلے کوئی بات سمجھ میں آئی اور
اب۔ بس زندگی کو ایسے ہی چھوڑ دیا ہے سوچا تھا' اسی طرح مر بھی جاؤں گا۔"

"لیکن اب!؟"

"اب کیا چیف۔ اب تو کچھ بھی نہیں ہے۔"

"جو کچھ بھی تمہارے ذہن میں ہے اسے جاننا چاہتا ہوں ہراتا۔"

"چیف اسی نئی زندگی میں آنے کے بعد بے شمار خواہشات میرے ذہن میں بیدار ہو گئی ہیں
حالانکہ بعض اوقات میں خود بھی متعجب رہ جاتا ہوں۔ چیف میں تم سے کیا کہوں بعض اوقات جو خیال
چرخہ چلتا ہے تو ذہنی رو نہ جانے کہاں سے کہاں پہنچ جاتی ہے۔ خیر چھوڑو۔ میں یہ پوچھ رہا ہوں کہ تم
لندن سے باہر جانے کا ارادہ ہے یا نہیں' ہاں ایک بات اور بھی"

"کیا؟" میں نے پوچھا۔

"تم کیسی زندگی گزار رہے ہو چیف مجھے آج کل تمہارے مشاغل نہیں معلوم" ہراتا نے
کیا۔

"بس ہراتا۔ ٹھیک ہے بے کیفی کا شکار ہوں۔"

"اوہ چیف حالانکہ تم نے مجھے بہت کچھ سکھایا ہے اور اس سے پہلے تو تم کہتے رہے ہو کہ زندگی

بے کیف نہیں ہے' حسن کا وجود زندگی میں ایک اہم حیثیت رکھتا ہے تو آج کل تم بے زار کیوں ہو' کیا
کوئی خاص وجہ ہے یا یونہی ذہن اس طرف راغب نہیں ہو رہا؟" ہراتا نے سوال کیا۔

"میرے بارے میں تم تفصیل نہیں جان سکتے ہراتا' میری فطرت ہی کچھ ایسی ہے بعض اوقات
دل لگتا ہے تو چھوٹی چھوٹی چیزوں میں لگ جاتا ہے خود کو بہلا لیتا ہوں اور جب بے زاری طاری ہو جاتی
ہے تو دنیا کی کوئی شے پسند نہیں آتی۔" ابھی میں یہیں تک کہہ پایا تھا کہ ویٹر نے اندر آنے کی اجازت مانگی۔
میرے اجازت دینے پر وہ اندر آ گیا اس کے ہاتھوں میں ایک پلیٹ تھی جس میں ایک چھوٹا سا سنہری لفافہ
رکھا ہوا تھا۔

"پرنس ہراتا۔" وہ جھک کر بولا اور ہراتا نے جھک پلیٹ سے لفافہ اٹھا لیا۔

"اوہو پرنس اینڈریا۔" اس نے لفافے پر چھپی ہوئی سنہری مہر دیکھ کر کہا۔

"پرنس اینڈریا؟" میں نے دوہرایا۔

"ہاں چیف۔"

"کون ہے وہ؟"

"بتاؤں گا اس کے بارے میں۔" ہراتا نے کہا اور پھر بولا۔ "کہاں ہیں؟"

"ہال میں جناب!"

"ٹھیک ہے تم جاؤ میں پہنچ رہا ہوں۔" ہراتا نے کہا اور ویٹر سر جھکا کر چلا گیا۔ تب ہراتا میری طرف
دیکھ کر مسکرانے لگا۔

"کیا تعریف ہے ان خاتون کی؟" میں نے پوچھا۔

"کل ہی ملاقات ہوئی ہے کسی افریقی ملک سے تعلق رکھتی ہیں لیکن نقش و نگار میں وہ تیکھا پن ہے
ملاحت ہے کہ بس نگاہ نہیں اٹھتی بہت حسین عورت ہے۔"

"خوب' تم سے کیا فرماتی ہیں؟"

"رقص کیا تھا میرے ساتھ۔ ایک ماہ کے لیے لندن آئی ہیں اور میری قربت چاہتی ہیں۔"

"پورے ایک ماہ کے لیے۔"

"وہ تو پوری زندگی کی رفاقت چاہتی ہیں لیکن اگر رعایت طلب کی جائے تو ایک ماہ میں معاف کر دیں
گی۔" ہراتا نے اس انداز میں کہا کہ مجھے ہنسی آ گئی۔

"عمدہ زندگی گزار رہے ہو۔"

"ملو گے چیف۔"

"کیا کروں گا تم ہی مل لو۔"

"اگر تمہیں پسند آ جائے تو مجھے کوئی اعتراض نہیں ہو گا۔"

"نہیں ہراتا۔ تم عیش کرو۔"

"اگر تمہیں کسی کا انتظار نہ ہو تو چیف چلو۔"

"پرنس کہاں کی ہے؟" میں نے پوچھا۔

"میں نے بھی پوچھا تھا' بڑا عمدہ جواب دیتی ہے۔"

"کیا جواب دیا۔"

"کہنے لگی من کی دنیا کی شہزادی ہے رقص کرتی ہے اور پرنس کے نام سے پکاری جاتی ہے۔ بہت
خاصی مالدار ہے بڑے قیمتی ہیرے پہنتی ہے۔"

"چلو تمہاری خواہش ہے تو مل لوں گا میں تیار ہوں۔" ہراتا نے میرے لباس کا انتخاب خود ہی کیا
تھا۔

کافی دیر کے بعد ہم دونوں ہال میں پہنچے۔ میں اپنی اصلی شکل میں ہی تھا۔ اور نہ جانے کیا الٹ
تھا۔ بہرحال میں نے پرنس کو دیکھا تین یورپین لڑکیاں اس کے ساتھ موجود تھیں۔ اور اس کی خادمائیں
معلوم ہوتی تھیں۔

"ہیلو پرنس۔" اس نے پرتپاک لہجے میں کہا۔ وہ اپنی کرسی سے کھڑی ہو گئی تھی اس کے ساتھ
دوسری لڑکیاں بھی کھڑی ہو گئی تھیں۔

"ہیلو پرنس۔" ہراتا بھی مسکرا دیا۔

"بہت انتظار کرایا آپ نے۔"

"یہ میری عادت ہے۔"

"بڑی ظالم عادت ہے' اپنے پرستاروں کو تو معاف کر دیا کریں۔" وہ بولی اور پھر میری طرف دیکھنے
لگی۔ اس کی آنکھوں میں عجیب سے تاثرات پیدا ہو گئے تھے۔ "یہ کون ہیں؟"

"میرے دوست میرے ساتھی برونو۔"

"کیا بات ہے پرنس۔ ساری دنیا کا حسن آپ نے اور آپ کے ساتھیوں نے سمیٹ لیا ہے آپ
کیا کم تھے کہ آپ کے ساتھی بھی....." اس نے معنی خیز انداز میں کہا۔

"آپ کو پسند ہیں پرنس اینڈریا؟"

"صرف پسند نہ کہیں۔"

"پھر؟"

"بڑے ہی دلکش ہیں بڑی انوکھی اور پرکشش شخصیت کے مالک۔"

"مجھے یقین ہے آپ دونوں کو ایک دوسرے کی قربت پسند ہو گی۔" ہراتا نے فراخ دلی سے کہا

"ان کا تعلق بھی ایشیا کے کسی ملک سے معلوم ہوتا ہے۔"

"ہاں۔"

"نہ جانے ایشیا کی آنکھیں اس قدر حسین کیوں ہوتی ہیں۔ اب تو یہ فیصلہ کرنا مشکل ہے کہ
دونوں میں سے کون زیادہ حسین ہے۔"

"میرا خیال ہے آپ الٹی گنگا نہ بہائیں۔" میں نے بھی گفتگو میں حصہ لیا۔

"کیا مطلب؟"

"آپ نے خود پر بھی غور کیا۔ آپ نے تو افریقہ کے ویرانوں کی ساری دلکشی خود میں سمیٹ لی
وہ ان دیکھے خطے اجاگر کر دیئے جن کا حسن کنوارا ہے۔"

"اوہ۔ شاعر ہو۔"

"نہیں حقیقت پسند۔"

"اچھے ہو۔ کل میرے گھر آؤ۔" اس نے دعوت دی۔

"تفصیل تو معلوم نہیں ہے تمہارے بارے میں۔"

"پرنس ہراتا خود میں مگن رہنے والوں میں سے ہیں انہوں نے میرے بارے میں کچھ پوچھا ہی
نہیں۔" وہ ہنس کر بولی۔

"تو اب بتا دیں۔"

"معمولی سی رقاصہ ہوں لوگ مجھے پرنس کہتے ہیں قصور ان کا ہے میرا نہیں۔ بڑے بڑے ملکوں
میں جا کر پروگرام کرتی ہوں۔ ہاں یہ دوسری بات ہے کہ ان پروگراموں سے اتنی دولت حاصل کر لیتی ہوں
کہ اگر چاہوں تو اپنی ایک چھوٹی سی ریاست بنا سکتی ہوں۔"

"خوب تو آپ فنکار ہیں۔"

"ہاں اور مجھے اپنے فن پر ناز ہے۔"

"تب تو ہراتا پرنس اینڈریا کے فن کا نظارہ کریں گے' میں آپ کی دعوت قبول کرتا ہوں پرنس
لیکن ایک شرط پر کہ ہم آپ کے رقص سے محروم نہیں رہیں گے۔ ہاں یہاں آپ نے اپنا پروگرام شروع
کیا یا نہیں؟"

"اوہ نہیں۔ ابھی میں لندن کے شب و روز سے لطف اندوز ہو رہی ہوں۔ اس ملک میں میں کئی بار
آچکی ہوں اس کے باوجود مجھے یہ ملک بہت پسند ہے۔ میں جب بھی یہاں آتی ہوں کچھ دن آرام کرتی ہوں
اس کے بعد اپنی آمد کا اعلان کرتی ہوں۔ فی الوقت میں نے باقاعدگی سے اپنی آمد کا اعلان نہیں کیا' صرف چند
لوگوں کو معلوم ہے کہ میں یہاں آئی ہوں۔ اگر میرے پرستاروں کو میری آمد کا علم ہو جائے تو میرے گرد بے
شمار لوگ جمع ہو جائیں گے۔" اس نے کہا۔

"یقیناً" پرنس یقیناً"۔ لیکن اس کا فیصلہ تو آپ کا رقص دیکھنے کے بعد کیا جا سکتا ہے کہ ہم آپ
کے پرستاروں میں شامل ہو سکتے ہیں یا نہیں۔"

"میں چاہتی ہوں کہ آپ بھی مجھے پسند کریں۔" پرنس نے مسکراتے ہوئے کہا۔

دیر تک ہم اس کالی حسینہ سے باتیں کرتے رہے' اس کے انداز میں واقعی شہزادیوں کا سا وقار تھا اور
اس بات پر تعجب ہوتا تھا کہ وہ صرف ایک رقاصہ ہے ایک معمولی رقاصہ' بہرصورت ہم نے اس کے
دوسرے دن کی دعوت قبول کر لی اور پھر واپسی کے لیے اٹھ گئے۔

"کیا خیال ہے چیف' کیسی ہے۔" ہراتا نے راستے میں سوال کیا۔

"پرکشش۔"

"ہاں۔ حالانکہ اس کے ساتھ بہت سی سفید حسینائیں تھیں۔ اور یہاں ہال میں بھی ہیں لیکن اس
کے باوجود اس کی بات ہی دوسری تھی کالی ہونے کے باوجود وہ کتنے دلکش خدوخال رکھتی ہے اور میرے خیال
کے مطابق چیف وہ گفتگو بھی بے حد عمدہ کرتی ہے۔" ہراتا نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"ٹھیک ہے ہراتا۔ اب تو تمہیں عورتوں کے بارے میں خاصی معلومات ہو گئی ہیں۔"

"ہاں چیف۔ ہراتا اگر اپنا نام بھی بدل دے تو کوئی تعجب کی بات نہیں ہے اب وہ بدلی ہوئی شخصیت

ہے‘‘ہاں اب تم یہ بتاؤ کہ رات بھر تم کیا کرو گے؟‘‘

’’آرام سے سوؤں گا۔‘‘

’’چیف بڑی حیرت انگیز بات ہے۔‘‘

’’کیا؟‘‘

’’یہی کہ جب میں اس زندگی میں داخل ہوا ہوں تو تم اس سے نکل بھاگے ہو آخر کیوں؟‘‘

’’نہیں ہراتا۔ نکل نہیں بھاگا۔‘‘

’’تو پھر؟‘‘

’’بس میرے ذہن پر بے زاری طاری ہے۔‘‘

’’ابھی تک۔‘‘

’’ہاں۔‘‘

’’حالانکہ چیف میرا خیال تو یہ ہے کہ عورت کی موجودگی میں بے زاری کا کوئی سوال پیدا نہیں ہوتا یہ لندن ہے چیف اور یہاں ایک سے ایک حسین لڑکی کچھ ڈالرز میں مل جاتی ہے۔‘‘

’’میری فطرت کچھ عجیب ہے ہراتا۔ عورت میرے لیے کوئی اہم شے نہیں ہے۔‘‘ میں نے جواب دیا۔

’’میں جانتا ہوں چیف، تو کیا تمہارے خیال میں ہوریشو تمہارے لیے ان حسین عورتوں سے زیادہ دلکش تھا۔‘‘

’’ہاں۔ اس میں کوئی شک نہیں ہے۔‘‘

’’بہر صورت اب تو وہ مر گیا چیف اور ان لوگوں کو کیا یاد کرنا جو جدا ہو جاتے ہیں۔‘‘

’’ٹھیک ہے ہراتا۔ لیکن صورت حال یہ ہے کہ ذرا اس کا نعم البدل ملے تو سوچ بنے۔ ان دنوں صرف اس الجھن میں پھنسا ہوا ہوں کہ زندگی کے کون سے راستے پر قدم بڑھائے جائیں۔‘‘

’’فی الحال تو میرے ذہن میں ایک راستہ ہے۔‘‘

’’کیا؟‘‘

’’حسن کا راستہ دیکھو۔‘‘ ہراتا نے ایک حسین لڑکی کی طرف اشارہ کیا جو لفٹ کی جانب جا رہی تھی اور میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی ’’یہاں کسی لڑکی کا حصول مشکل نہیں ہے۔ چیف۔ اگر اجازت ہو تو-----‘‘

’’ہاں جاؤ۔‘‘ میں نے کہا اور ہراتا لفٹ کی طرف بڑھ گیا۔ میں ایک گہری سانس لے کر کمرے میں واپس آ گیا۔

طبیعت پر شدید اداسی چھائی ہوئی تھی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اس بے نام سی اداسی کو کیا سمجھوں؟ کہاں دفن کروں اسے، ہوریشو میرا بدترین دشمن تھا۔ دوسری جانب بنی تھی۔ مکلینو تھا۔ ان کے لیے یہ بات بہر صورت بڑی دھماکہ خیز اور خوشی کا باعث ہوگی کہ بالآخر ہوریشو میرے ہاتھوں مارا گیا تیسری جانب سردارے تھا جو ہالینڈ میں ایک بہت بڑی فیکٹری چلا رہا تھا۔ نجانے اس کی کیا کیفیت ہو۔ میں اس سے لاعلم تھا۔ میں نہیں جانتا تھا کہ اب میرے بارے میں اس کے کیا خیالات ہوں گے۔ بہر صورت وہ جس انداز میں

کام کر رہا تھا اس سے تو یہ محسوس ہو رہا تھا کہ وہ اپنے کام پر عبور حاصل کر چکا ہے۔

ان ساری باتوں کو سوچتے ہوئے میرے ذہن میں بہت سارے خیالات پیدا ہو گئے۔ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ سردارے کے پاس واپس جاؤں یا یہیں سے صرف خاموشی کی راہ اختیار کر لوں۔

لیکن کونسی راہ۔ سکون کی تو کوئی راہ میرے ذہن میں نہیں آئی تھی۔ نجات کا کوئی راستہ سامنے نہیں تھا۔ جاتا تو کہاں جاتا۔ دولت کے انبار تھے جنہیں خرچ کرنے کے لیے طویل عمر بھی کم تھی لیکن ان ساری چیزوں کے باوجود میں سکون سے محروم تھا۔ بے سکونی اور صرف بے سکونی۔ زندگی میں اگر قہقہے تھے تو مصنوعی، ادائیں تو تھیں کرائے کی۔ لیکن سکون کہاں تھا نروان کہاں ہے۔

رات حسب معمول ویرانوں کی رات تھی۔ سوچ سے پیچھا چھڑاتا رہا اور جب نیند مہربان ہوئی تو کھیل ختم ہو گیا۔ اور صبح تو ہونا ہی تھی لیکن ناشتہ کے بعد سے ہراتا نے پرنس اینڈریا سے ملنے کی جو تیاریاں شروع کیں انہوں نے مجھے تنگ کر کے رکھ دیا۔ بہر حال ساتھ تو دینا ہی تھا۔

لیکن مجھے بار بار ہراتا پر حیرت ہوتی تھی۔ وہ تو بالکل ایک نوخیز اور نوجوان لڑکے کی حیثیت اختیار کر گیا تھا حالانکہ اس سے پہلے وہ ایک سنجیدہ اور بردبار انسان تھا۔

میں جب بھی اس کے بارے میں سوچتا میرے دل کو ایک شدید جھٹکا لگتا۔ ہراتا کی شخصیت مسخ کرنے کا باعث میں ہی تھا ورنہ اس سے پہلے وہ ایک اچھا انسان تھا لیکن میری وجہ سے وہ نجانے کہاں سے کہاں پہنچ گیا تھا اور اب دیکھنا یہ تھا کہ اس کی یہ حرکت اسے کس راستے پر لے جاتی ہے۔ بہر حال یوں لگتا تھا جیسے اس نے خودکشی کا راستہ اختیار کر لیا ہو یعنی ہوریشو کو قتل کرنے کے بعد اور اپنے مسلک کو چھوڑنے کے بعد یوں محسوس ہوتا تھا جیسے اس نے اپنی زندگی کا مقصد ہی ختم کر دیا ہو۔ بہر صورت وقت مقررہ پر ہم پرنس اینڈریا کی طرف چل پڑے۔ ہراتا بہت خوش تھا اور خوبصورت لباس میں نہایت حسین نظر آ رہا تھا۔ پرنس اینڈریا نے جو پتہ دیا تھا اسے تلاش کرنے میں کوئی خاص دقت نہ ہوئی۔ ہم اس خوبصورت عمارت تک پہنچ گئے۔ جس کے وسیع و عریض لاؤنج میں رنگ برنگے پھول کھلے ہوئے تھے۔ ہماری ٹیکسی پورچ میں جا کر رک گئی۔ ہمارا استقبال کرنے کے لیے پرنس اینڈریا موجود تھی۔ اس کے عقب میں اس کی خادماؤں کا غول تھا جن میں دو تین سیاہ فام لڑکیاں تھیں اور باقی سب سفید فام۔

اینڈریا کے ہونٹوں پر بڑی دلآویز مسکراہٹ تھی۔ بلاشبہ اگر اس کا رنگ سیاہ نہ ہوتا تو اسے دنیا کی حسین ترین عورت کہا جا سکتا تھا وہ نہایت ہی خوبصورت لباس میں ملبوس تھی------ پھر وہ جھومتی ہوئی آگے بڑھی اور اس نے نہایت دلکش انداز میں پہلے ہراتا کی جانب اور پھر میری طرف دیکھ کر گردن جھکائی۔

’’اینڈریا اپنی عزت افزائی پر آپ کو خوش آمدید کہتی ہے پرنس ہراتا اور مسٹر برونو۔‘‘ اس نے دلآویز انداز میں کہا اور ہراتا نے مسکراتے ہوئے گردن ہلا دی۔

’’یہ جگہ پرنس کے شایان شان تو نہیں ہے لیکن یہاں اینڈریا کی محبت اور اس کا خلوص موجود ہے۔ اس لیے آپ کو یہاں ناگواری محسوس نہ ہوگی۔‘‘

’’بلاشبہ۔‘‘ ہراتا نے مسکراتے ہوئے کہا اور پرنس اینڈریا نے ہم دونوں کو اندر آنے کا اشارہ کیا۔

چند ساعت کے بعد ہم ایک وسیع و عریض ڈرائنگ روم میں بیٹھے ہوئے تھے۔ ڈرائنگ روم کی سجاوٹ دیکھ کر پرنس اینڈریا کی خوش ذوقی اور اعلیٰ نفاست کا احساس ہوتا تھا۔ ہراتا بے تکلف قسم کا آدمی تھا

بیٹھنے کے بعد بولا۔

"کیا یہ آپ کی ذاتی عمارت ہے پرنس اینڈریا؟"

"نہیں۔ لیکن یہاں آنے سے پہلے میں نے اسے حاصل کر لیا تھا اور پھر اسے میری مرضی کے مطابق سجا دیا گیا۔"

"اس سے آپ کی خوش ذوقی کا اندازہ ہوتا ہے۔" میں نے بات سنبھالنے کی غرض سے کہا۔

"ہاں بس میں ایک مخصوص انداز میں رہنے کی قائل ہوں اور جہاں بھی جاتی ہوں وہاں اپنی ذہنی شگفتگی کے لیے اپنی رہائش گاہ کو اپنی طبیعت کے مطابق سجاتی ہوں۔"

"بلاشبہ' آپ کے ڈرائنگ روم کو دیکھ کر آپ کی اعلیٰ ذوقی اور نفاست کا احساس ہوتا ہے ہمیں یہاں بیٹھ کر بے حد فرحت محسوس ہوئی ہے۔"

"بہت بہت شکریہ! لیکن ابھی تو آپ نے میری خواب گاہ نہیں دیکھی اسے بھی دیکھ لیں" اس نے ایک عجیب سی مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔ آنکھوں میں معنی خیزیت تھی۔ ہراتا نے میری جانب دیکھا اور میں خاموش ہو گیا۔

"کیا خیال ہے پرنس کیا آپ اسے دیکھنا پسند کریں گے؟"

"ابھی نہیں۔"

"کیوں؟"

"اس کے لیے خاصا وقت پڑا ہے" ہراتا نے بے باکی سے کہا اور یہ جملہ بھی میرے لیے تعجب خیز تھا۔

ہراتا اس قدر بے باک ہوگا۔ اس بارے میں میں نے سوچا بھی نہ تھا بہرصورت اینڈریا کی دلچسپ گفتگو جاری تھی اور چند ساعت کے بعد ایک اور سیاہ فام لڑکی جس کی شکل و صورت اینڈریا سے کافی مشابہ تھی اندر داخل ہوئی۔ اینڈریا نے مسکراتے ہوئے اسے دیکھا اور اسے بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ لڑکی بیٹھ گئی تب اینڈریا نے اس کا تعارف کراتے ہوئے بولی۔

"پرنس جوزینا میری چھوٹی بہن۔ آج ہی یہاں پہنچی ہیں۔" اس نے خوش اخلاقی سے کہا۔

"اوہو' بڑی خوشی ہوئی آپ سے مل کر۔" ہراتا جلدی سے اٹھ کھڑا ہوا۔ جوزینا نے اس سے ہاتھ ملایا اور میری طرف دیکھ کر مسکرانے لگی۔ میں نے اٹھ کر اس سے ہاتھ ملایا اور وہ اپنی جگہ جا بیٹھی۔

"کیا مس جوزینا بھی آپ ہی کی ہم پیشہ ہیں۔" میں نے اینڈریا سے سوال کیا۔

"زیر تربیت ہے صحیح طریقہ سے مقامی زبانوں سے بھی واقف نہیں ہے۔ میں اسے تربیت دے رہی ہوں میرا ہی پیشہ اختیار کرے گی۔"

"آپ کا کوئی جواب نہیں تھا پرنس اینڈریا لیکن اگر آپ کا کوئی جواب ہے تو وہ بھی آپ کے پاس ہے۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"میں نہیں سمجھی۔" اینڈریا نے کہا۔

"مس جوزینا کی بات کر رہا ہوں۔"

"اوہ' ہاں وہ حیرت انگیز طور پر مجھ سے مشابہہ ہے۔" اینڈریا نے بھی مسکراتے ہوئے کہا۔ جوزینا

...ے ایک صوفے پر بیٹھ گئی۔ اس کے چہرے پر صرف ایک مسکراہٹ بکھری ہوئی تھی۔ اس کے علاوہ ...اور ناز نہیں تھا۔ لیکن نو خیزیت اس کے چہرے کو زیادہ دلکش بنا رہی تھی جب تک وہ نہیں آئی تھی ...اپنے حسن میں یکتا نظر آ رہی تھی لیکن جوزینا کے آنے کے بعد احساس ہوتا تھا کہ اینڈریا کچھ عرصہ ...ہوئی۔ تجربات کی چند لکیروں نے اینڈریا کو پختہ کار بنا دیا تھا۔

...کلف چائے کا بندوبست کیا گیا تھا۔ اینڈریا کے خادموں میں دونوں قسم کے لوگ تھے اس کے ہم ...ملکی بھی اور مقامی بھی لیکن در حقیقت وہ شہزادیوں کے سے انداز سے سیر کرتی تھی۔

...کافی دیر تک ناشتے کی میز پر گفتگو رہی۔ جوزینا اس دوران کچھ نہیں بولی تھی لیکن اس کے اندر ایک ...ایک نفاست ضرور موجود تھی۔ اور وہ اس طرز زندگی سے نامانوس نظر آ رہی تھی پھر ہم ناشتے کی میز ...اٹھ گئے اور اینڈریا ہمیں لیے ہوئے لان پر نکل آئی۔ لان پر بیٹھنے کے لیے عمدہ بندوبست کیا گیا تھا ...بورت کرسیاں لگی ہوئی تھیں درمیان میں میزوں پر تازہ پھول سجے ہوئے تھے۔

"آپ کا طرز زندگی بہت خوبصورت ہے پرنس اینڈریا۔"

"زندگی میں صرف ایک ہی شوق ہے۔"

"کیا؟"

"نفیس ماحول اور بس۔ اچھے لوگوں کا ساتھ۔"

"مس جوزینا بہت زیادہ خاموشی پسند ہیں۔" میں نے کہا۔

"یہ بات نہیں ہے جو بات ہے بس بتا چکی ہوں۔"

"یعنی؟"

"وہ ابھی صرف سمجھ سکتی ہے بول نہیں سکتی۔"

"اوہ ہاں۔ آپ نے بتایا تھا۔ ویسے آپ نے ایک وعدہ بھی کیا تھا پرنس اینڈریا۔" میں نے ...راتے ہوئے کہا۔

"وعدہ؟" اس نے سوالیہ انداز میں مجھے دیکھا۔

"ہاں آپ نے کہا تھا کہ آپ اپنے فن کا مظاہرہ کریں گی۔"

"اوہ' میں اس سے منحرف تو نہیں ہوں۔" اس نے ہنستے ہوئے کہا "لیکن وقت کافی گزر چکا ہے۔"

"وقت کو روک دیا ہے میں نے۔ آپ کا خیال ہے آپ جلدی سے یہاں سے چلے جائیں گے۔"

"شام کی چائے کا وقت ختم ہو گیا ہے۔"

"آپ ڈنر بھی ہمارے ساتھ کریں گے اور کل صبح ناشتہ بھی۔" اینڈریا نے مخصوص انداز میں ...راتے ہوئے کہا۔ اپنے انداز میں وہ بے باک تھی۔ اور یہ بات اسے منفرد کرتی تھی۔ ہراتا خوشی سے ...لا پڑا تھا۔

"خود میری بھی یہی تجویز تھی پرنس اینڈریا۔ کیوں مسٹر برونو اس میں کوئی حرج نہیں ہے آپ کی ...رائے ہے؟"

"جو آپ کو لوگوں کی خواہش ہو۔ لیکن رات کے آخری حصے میں میں تنہائی محسوس کروں گا۔"

"کیوں؟" اینڈریا نے پوچھا۔

"میں تنہا سونے کا عادی نہیں ہوں۔"

"اوہ' جوزینا آپ کو انٹرٹین کرے گی۔"

"تب کوئی حرج نہیں ہے۔" میں نے مسکراتے ہوئے ہراتا کو آنکھ ماری اور ہراتا نے جھینپ... انداز میں گردن ہلا دی۔ اس کے بعد دیر تک مختلف موضوعات پر گفتگو ہوتی رہی۔ پرنس اینڈریا... گھاٹ کا پانی پیئے ہوئے تھی اس کی گفتگو بھی دلکش تھی جوزینا بھی شریک رہی لیکن بمشکل ایک... بول لیتی تھی البتہ دو ایک بار وہ کھل کر ہنسی تھی اور اس کی ہنسی کافی دلکش تھی۔

پھر رات ہو گئی۔ اینڈریا نے تھوڑی دیر کے لیے ہم سے اجازت طلب کی تھی میں اور ہراتا... کرتے رہے تھے۔ پھر رات کے کھانے سے قبل اینڈریا نے ہمیں پیشکش کی۔

"میں اپنا وعدہ پورا کرنا چاہتی ہوں مسٹر برونو!"

"ہم منتظر ہیں پرنس۔"

"تب آپ تھوڑی دیر کے لیے ہمیں وقت دیں۔" اس نے کہا اور دونوں بہنیں چلی گئیں۔... طویل عرصہ میں پہلی بار ہمیں تنہائی ملی تھی تب میں نے گہری سانس لے کر ہراتا کو دیکھا۔

"کیا لگ رہا ہے چیف؟" ہراتا پھٹ سے بولا۔

"عجیب۔" میں نے جواب دیا۔

"ایں۔ کیوں؟"

"بس میری عادت ہے ہراتا۔" میں نے سنجیدگی سے کہا۔

"کیا چیف؟"

"پرنس اینڈریا ضرورت سے زیادہ مہربان ہیں۔"

"ہاں ہے!"

"کیوں؟"

"اوہ چیف' مانتا ہوں عورت کے بارے میں تم مجھ سے زیادہ جانتے ہو لیکن اب تھوڑی... معلومات مجھے بھی حاصل ہوتی جا رہی ہیں۔"

"ہاں تمہاری ذہانت میں کوئی شک نہیں ہے مجھے۔" میں نے کہا۔

"شکریہ چیف۔ میرا خیال ہے عورت دنیا کی سب سے چالاک اور سب سے بے وقوف... ہے۔"

"خوب۔ تھوڑی سی وضاحت کرو۔"

"کچھ بھی بن جائے رہتی مظلوم ہی ہے اپنے آپ کو کچھ بھی سمجھ لے لیکن اپنے مصرف... واقف ہوتی ہے۔ اب یہ عورت۔ ایک عمدہ حیثیت کی مالک ہے لیکن اسے اپنی حیثیت برقرار رکھنے... دولت اور اچھے اسٹیٹس کی بھی ضرورت ہے۔"

"دولت کی تو اس کے پاس بھی کمی نہیں۔"

"ہاں لیکن اس کی فطرت!"

"یعنی؟"

"ندرت کی تلاش۔ ہمیں اس نے دوسروں سے مختلف پایا ہے اور یہی چیز اس کے لیے دلکش ہے رہی دولت کی بات تو اگر وہ دولت چاہتی ہے تب بھی کوئی حرج نہیں ہے ہم اس کی قیمت مقرر کر سکتے ہیں۔"

"اس نے کچھ طلب تو نہیں کیا۔"

"نہیں۔"

"اس کا اظہار بھی نہیں کیا۔"

"نہیں۔ ابھی تو وہ صرف اپنی پسند کا اظہار کرتی رہی ہے لیکن تم اور کیا سوچ رہے ہو؟ چیف مجھے بھی تو بتاؤ۔"

"یقین کرو کچھ بھی نہیں لیکن بس میرے اندر ایک محتاط احمق چھپا ہوا ہے جو ہر معاملے میں ٹانگ اڑاتا ہے۔ اسی نے آواز دے کر کہا ہے کہ آخر وہ کیا چاہتی ہے اور ہمیں اتنی اہمیت کیوں دے رہی ہے؟"

"اسے کان کھانے دو' توجہ ہی مت دو۔ فضول باتیں کرنے والوں کو یوں بھی گھاس نہیں ڈالنا چاہیے۔ وہ ایک شکم سیر عورت ہے اور جب انسان شکم سیر ہوتا ہے تو پھر اسے دور کی سوجھتی ہے سو اسے بھی دور کی سوجھی ہے۔"

"ہاں ہو سکتا ہے میرا خیال غلط ہو۔"

"اس کے علاوہ چیف ہمیں خطرہ کس بات کا ہے کون ہم سے کیا لے سکتا ہے۔ باقی رہے دوسرے معاملات تو۔" ہراتا خاموش ہو گیا۔ دو سفید فام لڑکیاں مسکراتی ہوئی اندر داخل ہو گئی تھیں۔

"مہمانوں کو پرنس اینڈریا طلب کرتی ہے۔"

"چلو چیف۔" ہراتا مسکراتا ہوا بولا۔ اور ہم دونوں اٹھ کر ان کے ساتھ چل پڑے۔ لڑکیاں ہمیں لیے ہوئے ایک دروازے پر پہنچ گئیں اور پھر انہوں نے دروازے سے اندر جانے کا اشارہ کیا اور ہراتا نے دروازہ کھول دیا۔

ماحول بے حد پراسرار تھا۔ درختوں میں الیکٹرک مشعلیں روشن تھیں۔ جو جلتی ہوئی محسوس ہو رہی تھیں ان میں شعلے بھڑک رہے تھے۔ خونخوار جنگلی جانوروں کے مجسمے جگہ جگہ ایستادہ تھے' ایک سیاہ رنگ کا ہیبت ناک مجسمہ ایک طرف نصب تھا۔ جس کی آنکھیں روشن تھیں۔ غرض عجیب و غریب ماحول پیدا کیا گیا تھا اور اس ماحول کو ترتیب دینے میں معمولی وقت اور پیسہ نہ خرچ ہوا ہو گا۔ جبکہ بقول اینڈریا کے وہ حال ہی میں یہاں آئی تھی۔

ہمیں لانے والی خادمائیں باہر ہی رک گئی تھیں اور اس ویران اور ہیبت ناک ماحول میں ہم تنہا تھے۔ ہراتا دلچسپی سے چاروں طرف دیکھ رہا تھا۔ اور پھر اس نے سحر زدہ انداز میں کہا۔ "چیف! کیا ہم افریقہ کے کسی پراسرار خطے میں نہیں کھڑے ہیں۔"

"بڑا حسین ماحول پیدا کیا گیا ہے ہراتا۔"

"کیا صرف ہمارے اعزاز میں؟" ہراتا نے سوال کیا۔

"کیا کہا جا سکتا ہے!"

"اینڈریا واقعی پرنس ہے اگر اس نے صرف اپنے مہمانوں کے لیے یہ اہتمام کیا ہے تو معمولی بات لگتا ہے یا پھر کچھ بھی ممکن ہے۔"

"کیا؟"

"ممکن ہے وہ کنٹریکٹ کرنے کے لیے اپنے گھر پر کوئی شو کرنا چاہتی ہو۔ ایسے اعلیٰ فنکار خرچ بھی خوب کرتے ہیں اور کماتے بھی خوب ہیں۔"

"اوہ۔" میں نے ایک گہری سانس لی میرا خیال تھا کہ ہراتا کوئی اور خاص بات کہنا چاہتا ہے لیکن عورت جب ذہن پر سوار ہوتی ہے تو انسان کبھی کوئی خاص بات نہیں کہہ سکتا۔ چنانچہ اس وقت ہراتا سے بھی یہ امید فضول تھی۔

تبھی اچانک کسی طرف سے اچانک ایک آواز ابھری۔ بھدی آواز۔ اور ہم دونوں چونک پڑے پھر یہی آواز دوسری طرف سے بھی آئی تھی۔ ہماری گردنیں آواز کے ساتھ گھوم گئیں لیکن پھر یہ آواز ہمارے عقب سے ابھری۔

بڑی پراسرار کیفیت تھی۔ ہراتا نے گہری نگاہوں سے مجھے دیکھا۔ "یہ آوازیں کیسی ہیں چیف؟"

"کیا مطلب؟"

"افریقی ڈھول جو درختوں کے تنوں سے بنائے جاتے ہیں۔" میں نے جواب دیا اور ہراتا کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

"قابل تحسین ہے اینڈریا جس نے ہمارے لیے اس قدر اہتمام کیا۔" وہ بولا۔ پراسرار آوازیں اب تیز ہوتی جارہی تھیں لیکن وہ کسی ایک سمت سے نہیں آرہی تھیں بلکہ درختوں کے مختلف حصوں سے آ رہی تھیں نجانے کتنے آدمی یہاں چھپے ہوئے تھے۔ ہیبت ناک بت کے پیچھے اچانک تیز روشنی پھیل گئی۔ بہت ہی تیز روشنی تھی اور بجلی کے ذرائع سے ہی پیدا کی گئی تھی لیکن بجلی پیدا کرنے کا انداز خاص دلکش اور دلچسپ تھا۔ روشنی بڑھتی چلی گئی اور ہماری نگاہیں اس روشنی پر مرتکز رہیں۔ تب ایک جھماکا سا ہوا۔ اور بت کے پیچھے سے اینڈریا برآمد ہوئی لیکن ایسے لباس میں جسے دیکھ کر آنکھوں میں چکاچوند پیدا ہو جاتی تھی۔

جھلملاتا ہوا لباس جو چمکیلی پٹیوں سے بنایا گیا تھا اس قدر مختصر تھا کہ جسم کا ایک ایک عضو صاف ظاہر ہو رہا تھا جسم کے کسی حصے کو مکمل طور پر ڈھکنے کی کوشش نہیں کی گئی تھی۔ اینڈریا کے سیاہ لمبے بالوں پر پھولوں کا ایک تاج بنایا گیا تھا اور اس تاج کے درمیان سیاہ رنگ کا ایک حسین پتھر جگمگا رہا تھا۔ چہرے پر مختلف رنگ بکھرے ہوئے تھے اور ہاتھوں پر بھی اسی انداز میں..... گل کاری کی گئی تھی۔ ایک عجیب سی وحشت خیز شکل تھی اس کے باوجود بھی دلکش نظر آرہی تھی۔ وہ تھرکنے کے سے انداز میں آہستہ آہستہ آگے بڑھتی رہی اور ساز کی آواز تیز ہوتی جارہی تھی۔ آہستہ آہستہ ڈھول کی آواز تیز ہوتی گئی۔ اینڈریا کے تھرکنے کے انداز میں تیزی آتی گئی اب وہ مکمل طور پر ہمارے سامنے تھی۔ اس کے ہونٹوں پر شدید قسم کی پراسرار سی مسکراہٹ تھی۔ طوفانی رقص شروع ہوگیا۔ وہ رقص جس کے بارے میں صرف سنا تھا کہ افریقہ کے وحشی قبائلی لوگ اس قدر ہیجان خیز رقص کرتے ہیں لیکن آج وہ رقص ہمارے سامنے تھا۔ اینڈریا کا چمکیلا بدن۔ عجیب غریب انداز میں تھرک رہا تھا اس کے جسمانی نقوش کی لرزشیں بھی بے حد ہیجان خیز تھیں۔ اس کے ساتھ ساتھ بدن کی پھرتی بھی۔

ہراتا کی آنکھوں میں تو عجیب سی چمک پیدا ہوگئی تھی میں بھی اینڈریا کے اس رقص میں محو ہو گیا اور چند لمحات کے لیے میرے ذہن سے ساری باتیں نکل گئیں۔ اینڈریا کا رقص آہستہ آہستہ تیزی اختیار

کرتا جارہا تھا حالانکہ ہر لمحے یوں محسوس ہوتا تھا جیسے بدن کی پھرتی اس سے زیادہ نہیں ہوسکے گی اور یہ اس کا عروج ہوگا لیکن ہر لمحے یہ خیال غلط ثابت ہوتا جارہا تھا کیونکہ اینڈریا کے بدن کی جنبش تیز سے تیز تر ہوتی ہی جارہی تھی۔ ہراتا نے میرے بازو پر ہاتھ رکھ دیا تھا۔ میں نے چونک کر اسے دیکھا لیکن وہ رقص میں محو تھا۔ میں حیران اس شخص پر بھی تھا اس سے پہلے لوگ مجھ پر حیران ہوا کرتے تھے لیکن اب میں ہراتا پر حیران تھا۔

اس کے انداز سے کوئی سوچ بھی نہ سکتا تھا کہ اب سے کچھ وقفے قبل یہ شخص ایک شرمیلا سا نوجوان تھا لیکن اب اس کے چہرے پر ایسی کیفیات تھیں جیسے وہ کوئی ضرورت سے زیادہ عیاش شخص ہو یا کسی تماشا گاہ میں موجود ہو۔

اینڈریا کا پراسرار رقص جاری تھا اور بلاشبہ حیرت انگیز رقص تھا' وہ اب اس انداز میں تھرک رہی تھی کہ اس کے بدن کے حصے پر نگاہ جمائی نہیں جاسکتی تھی بس ایک ہیولا تھا جو برقی قوت سے متحرک تھا۔ انسان کے جسم میں اتنی تیزی کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا تھا۔ میں نے بہت سارے رقص خانوں میں رقص دیکھا تھا ان میں جنگلی رقص بھی پیش کئے گئے تھے لیکن اتنا شدید اور ہیجان خیز رقص میں نے اس سے پہلے نہیں دیکھا تھا۔

ڈھول اور نقاروں کی آواز اب بہت زیادہ تیز ہوگئی تھی۔ اور اینڈریا اس لے کے ساتھ ساتھ ناچتی جارہی تھی تقریباً" بیس منٹ تک اینڈریا رقص کرتی رہی۔ اس کا ہر لمحہ شدید سے شدید تر تھا۔

اور پھر اچانک ڈھول ساکت ہوگئے اور اینڈریا خاموش ہوگئی۔ وہ جس انداز میں ساکت ہوئی تھی اسی انداز میں کئی منٹ تک ساکت کھڑی رہی اسکا پورا بدن پسینے میں ڈوبا ہوا تھا اور اس طرح چمک رہا تھا جیسے کوئی نقرئی ہیولا ہو۔ میں اور ہراتا متعجبانہ انداز میں اسے دیکھ رہے تھے۔ پھر وہ آگے بڑھی اور دلکش انداز میں چلتی ہوئی ہمارے نزدیک پہنچ گئی۔

"مہمانوں کی آمد کا پہلا تحفہ۔" اس نے پراسرار انداز میں مسکراتے ہوئے کہا۔

اس وقت اس کی آنکھوں میں ایک عجیب نشے کی سی کیفیت تھی بالکل بدلی بدلی سی آنکھیں تھیں ایک۔ نجانے کیسا انداز تھا۔ اچانک ہیبت ناک بت کے پیچھے ایک اور تیز جھماکا ہوا۔ اور اچانک جوزینا بھی نکل آئی۔ اینڈریا ایک طرف ہٹ گئی تھی اب جوزینا اسی پوزیشن میں تھی جس میں کچھ دیر قبل اینڈریا تھی۔

ڈھول کی آوازیں پھر بلند ہونے لگیں اور جوزینا کا رقص شروع ہوگیا اور اس کے بعد تو حیرت کرنے کی گنجائش تھی ہی نہیں۔ جوزینا اینڈریا سے کہیں آگے تھی۔ وہ تو اتنے وحشیانہ انداز میں رقص کر رہی تھی کہ یوں لگتا تھا جیسے اس کا عضو عضو ابھی ٹوٹ ٹوٹ کر بکھر جائے گا۔

میں اور ہراتا پھر محو ہوگئے لیکن اب اینڈریا بھی ہمارے ساتھ ہی رقص دیکھنے والوں میں شامل ہوگئی تھی گویا ہم تین تماشائی تھے۔ جوزینا کا رقص بھی تقریباً" پچیس تیس منٹ تک جاری رہا اور احساس بھی نہ ہو سکا کہ کب اس کا رقص ختم ہوا۔ لیکن بلا کسی شبہ کے جوزینا رقص میں اینڈریا سے بہت آگے تھی۔

لیکن بالآخر رقص ختم ہوگیا۔ ڈھول رک گئے جوزینا بھی ہمارے نزدیک پہنچ گئی۔ جنگلی میک اپ میں دونوں بہنیں ایک ہی شکل کی محسوس ہو رہی تھیں لیکن جوزینا اس وقت کچھ زیادہ ہی قیامت خیز محسوس

ہو رہی تھی اس کا چہرہ تمتما رہا تھا۔ اس کی آنکھوں کی کیفیت کچھ اس طرح تھی کہ اس سے براہ راست آنکھیں ملانا بڑا ہی مشکل تھا۔ تب وہ دونوں آہستہ سے جھکیں اور اینڈریا نے کہا۔

"دوسرا آئٹم لیکن اس کے لیے ہمیں کچھ وقت درکار ہے۔"

"ٹھیک ہے۔" میں نے آہستہ سے کہا اور وہ دونوں پھر اس مجسمے کے پیچھے چلی گئیں۔ ہراتا بڑے کھوئے کے سے انداز میں مجسمے کو گھور رہا تھا۔ میں نے اسے جھنجھوڑا۔

"تم تو بالکل ہی محو ہو گئے ہراتا۔"

"چیف! کیا تم ہوش میں ہو؟"

"نہیں۔ بلاشبہ اتنا اچھا رقص میں نے زندگی میں کبھی نہیں دیکھا؟" میں نے جواب دیا۔

ہمیں انتظار نہ کرنا پڑا۔ اور اینڈریا اور جوزینا ایک ساتھ برآمد ہوئیں اب وہ جدید ترین لباس میں ملبوس تھیں اور درختوں کے پیچھے سے سیاہ فام وحشی بھی نکلنے شروع ہو گئے۔ یہ لوگ جنگلی لباس میں ملبوس تھے۔ ان کے ہاتھوں میں مختلف ساز تھے۔

سیاہ فاموں نے ساز بجانا شروع کر دیئے اور اینڈریا اور جوزینا اس ساز پر رقص کرتی رہیں۔ دیر تک یہ رقص جاری رہا۔ گو اس رقص میں پہلے جیسی دلکشی نہیں تھی اور مقامی انداز ہونے کی وجہ سے اس میں کوئی خاص خوبی بھی نہیں تھی لیکن بہرصورت وہ دونوں رقص کر رہی تھیں۔

تب میں آگے بڑھا اور میں نے ایک سیاہ فام نوجوان سے جس کے ہاتھ میں جدید طرز کی گٹار تھی میں نے گٹار اس کے ہاتھ سے لے لی الیکٹرک گٹار تھی۔ میں نے اسے بجانا شروع کیا۔ اینڈریا اور جوزینا میرے ہاتھ میں گٹار دیکھ کر رک گئی تھیں۔ انہوں نے مسکرا کر میری طرف دیکھا اور میں نے [illegible] ایک دھن چھیڑ دی۔ یہ دھن افریقی انداز ہی کی تھی لیکن میں اس میں اسپینش اور فرانسیسی انداز شامل کر رہا تھا۔ تمام سیاہ فام رک کر میری گٹار کی دھن کو سنتے رہے' وہ سب کافی متاثر نظر آ رہے تھے۔

میں گٹار بجاتا رہا۔ تب جوزینا آگے آئی اور رقص کرنے لگی۔ یہ کمبینیشن بھی بہت دلچسپ تھا۔ جوزینا ناچتی رہی اور اس کی دیکھا دیکھی اینڈریا بھی آگے بڑھ آئی تھی۔ وہ کافی دیر تک میری گٹار کی دھن پر رقص کرتی رہی۔

دیر تک جوزینا میرے گٹار پر رقص کرتی رہی۔ ہراتا بھی میری ہی جانب دیکھ رہا تھا اور پھر رقص کا یہ دور بھی ختم ہو گیا۔ تب ہراتا سامنے آگیا۔ اس نے میرے شانے پر ہاتھ رکھا اور بولا۔

"واہ۔ بہت کچھ دیکھا۔ بہت کچھ دیکھا چیف! اتنا دیکھا کہ کچھ اور دیکھنے کی تاب نہیں رہی۔"

"کیوں کیا ہوا؟"

"یعنی وہ ہاتھ جو دوسروں کو بگنی کا ناچ نچاتے ہیں۔ گٹار پر بھی اسی انداز میں چل سکتے ہیں عجیب بات ہے۔" جوزینا اور اینڈریا بھی میرے نزدیک آگئیں۔ اینڈریا بڑی دلکش نگاہوں سے مجھے دیکھ رہی تھی۔

"بہت خوب بجاتے ہو مسٹر برونو' بہت خوب بجاتے ہو۔"

"شکریہ مس اینڈریا۔" میں نے جواب دیا۔

"اب کیا پروگرام ہے؟"

"جو آپ پسند کریں؟"

"میرے ساتھیوں کا کہنا ہے کہ ایک آخری آئٹم اور پیش کر دیا جائے اور اس کے بعد مکمل آرام" اینڈریا مسکراتی ہوئی بولی۔

میں نے قرب و جوار میں کھڑے سازندوں کی جانب دیکھا چھ آدمی تھے۔ سب کے سب سیاہ فام تھے اس وقت کوئی سفید فام موجود نہیں تھا تب میں نے پرنسس اینڈریا کی جانب دیکھا اور کہا۔

"ضرور پرنسس اینڈریا اس میں کیا ہرج ہے آپ کا یہ دلکش رقص تو بہت ہی مسحور کن ہے۔ ہم سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ ہمیں اتنا اعلیٰ ریسپشن ملے گا۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"یہ آخری رقص آپ کی توقع کے بالکل خلاف ہوگا۔ مسٹر برونو۔" اینڈریا نے عجیب سے لہجے میں کہا اس کا میں نے کوئی نوٹس نہیں لیا۔

"تب ہم شدت سے اس کا انتظار کریں گے۔" میں نے جواب دیا۔

"دراصل یہ رقص ہمارا قومی رقص ہے۔" اینڈریا نے کہا۔

"اوہو۔ تب تو اس میں اور بھی حسن ہوگا۔"

"ہاں۔ ایسا حسن جو آپ سوچ بھی نہیں سکتے۔"

"مجھے یقین ہے مس اینڈریا۔" میں نے جواب دیا۔

"لیکن اس کے لیے بھی ہمیں چند ساعت کی اجازت چاہیے۔" اینڈریا نے کہا۔

"ہاں ہاں ضرور۔" میں نے کہا اور وہ دونوں واپس چلی گئیں۔

"ہراتا یہاں تو واقعی بڑا لطف آیا ہے۔" میں نے ہراتا سے کہا۔

"تم تو کچھ اور ہی سوچ رہے تھے۔"

"نہیں ہراتا ایسی کوئی بات نہیں تھی۔"

"پھر کیا تھا چیف؟"

"بس ہراتا۔ میں نے کہا نا میرے اندر کچھ ایسی عادتیں پیدا ہو گئی ہیں کہ میں ہر چیز کو شبہ کی نظر سے دیکھتا ہوں۔"

"بہرحال چیف! میں تمہارے بارے میں عجیب و غریب احساسات رکھنے لگا ہوں۔"

"وہ کیا؟"

"یہی کہ تم بھی کوئی زمینی مخلوق نہیں ہو بلکہ کسی اور سیارے سے آئے ہو جہاں انسانوں جیسی مخلوقات ہیں۔ اور وہ انسان زمین کے انسانوں سے بہت زیادہ مختلف ہیں۔ بلکہ حیرانی کی بات ہے کہ تم جو میدان جنگ میں ایک خطرناک لڑاکا اور ذہنی جنگ کے میدان میں ایک ذہین ترین انسان ہو اس قسم کے آلات میں اتنا خوبصورت گٹار بھی بجا سکتے ہو۔ میں نے تو کبھی سوچا بھی نہ تھا۔"

"بہرصورت ہراتا ساری چیزیں انسانی ضروریات میں سے ہوتی ہیں ہر شخص حسِ لطیف بھی رکھتا ہے بشرطیکہ اگر اسے ابھرنے کا موقع بھی ملے۔"

"مگر تمہارے جیسے انسان کے لیے تو یہ بات بڑی حیرت انگیز ہے۔" ہراتا مسکرا کر بولا۔ "تم بھی تو مجھے لیے حیرت انگیز ہو۔"

"کیوں چیف؟"

"تم نے اپنے انداز اپنے اطوار کو جس انداز میں تبدیل کیا ہے میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا۔ اب تو یوں لگتا ہے میں تمہارے آگے طفل مکتب ہوں۔" میں نے کہا اور ہراتا ہنستے ہوئے کہنے لگا۔

"ارے نہیں نہیں چیف۔ ایسی بات نہیں ہے۔"

سازندے اب بھی اسی طرح کھڑے تھے۔ ان کی نگاہیں مجھ پر جمی تھیں اور وہ مکمل طور پر خاموش تھے۔ تب وہی عمل دوبارہ شروع ہوا یعنی بت کے عقب میں روشنی نمودار ہونے لگی۔ پھر جوزیتا اور اینڈریا اپنے وحشیانہ لباس میں تھوڑی سی تبدیلی کے ساتھ نمودار ہوئیں۔ سازندے ساز رکھ کر ساکت ہوگئے تھے اب کسی بھی ساز کی آواز بلند نہیں ہو رہی تھی۔

جوزیتا کے ہاتھوں میں ایک تھال تھا جس پر ایک انسان کی کھوپڑی رکھی ہوئی تھی۔ اس کھوپڑی کے گرد موی شمع روشن تھی اور ایک عجیب سی خوشبو ان سے ابھر رہی تھی۔ ماحول کچھ اور پراسرار ہوگیا جوزیتا آہستہ آہستہ آگے آئی اور پھر اس نے تھال بت کے قدموں کے نیچے رکھ دیا۔ جوزیتا اور اینڈریا دونوں کے چہرے بعید پراسرار نظر آرہے تھے پھر ان دونوں نے بت کے سامنے ہاتھ جوڑے اور سجدے میں گر گئیں۔ چند ساعت اسی مانند خاموشی سے گزر گئے۔ ایک وحشی نوجوان نے اچھلنا کودنا شروع کر دیا تھا۔ تیز پراسرار آواز فضا میں بلند ہو رہی تھی۔ مجھے صرف یہ حیرت تھی کہ یہ آواز باہر کیوں نہیں جا رہی۔ تب جوزیتا اور اینڈریا سجدے سے اٹھ گئیں۔ ان کی آنکھیں بے حد بھیانک لگ رہی تھیں۔ ایسی سرخ اور ایسی خوفناک اور سرد آنکھیں جیسے آنکھوں کی جگہ یاقوت جگمگا رہے ہوں۔ انہوں نے خونی انداز میں ہم دونوں کی جانب دیکھا اور پھر ہم نے محسوس کیا کہ سازندے اپنی جگہ بدل رہے ہیں۔ سازندے ایسے انداز میں کھڑے ہوگئے جو ذرا مشکوک تھا۔ تب جوزیتا نے اپنا رخ بت کی جانب کر لیا اور آہستہ آہستہ اس کے سامنے جھک گئی اینڈریا بھی یہی عمل دہرا رہی تھی۔ تب جوزیتا کی آواز ابھری۔

"مقدس تابانہ تو جانتا ہے کہ انکوبونا ہمارا روحانی پیشوا تھا۔ اس نے ہمیں روشنی کی راہ دکھائی۔ اس کے افعال جو کچھ بھی تھے ظاہر ہے اس کے بارے میں وہی بہتر سمجھتا ہوگا۔ لیکن انکوبونا کو ہم سے چھیننے والے ہمارے سامنے موجود ہیں۔ ہمیں قوت دے ہمیں طاقت دے کہ ہم ان کی گردنیں تیرے سامنے رکھ سکیں تاکہ انکوبونا کا انتقام پورا ہو۔"

"جوزیتا کے لہجے میں اس قدر سفاکی تھی کہ بدن کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے تھے اور اس کے الفاظ میرے ذہن پر ہتھوڑے کی طرح پڑ رہے تھے۔ پھر اچانک ایک خوفناک غراہٹ سنائی دی۔ ہم نے پلٹ کر دیکھا تو چھ سیاہ فام وحشی ہاتھوں میں لمبے لمبے خنجر لیے ہوئے کھڑے تھے۔ ان کے انداز میں خوفناک وحشت تھی۔ ویسے ہی خنجر ان دونوں لڑکیوں کے پاس بھی تھے۔ شاید یہ خنجر بت کے قدموں تلے چھپے ہوئے تھے۔"

"ہراتا!" میں نے ہراتا کو پکارا۔

"چیف!" ہراتا کی آواز میں لغزش تھی۔

"تم نے دیکھا؟"

"مم مگر میں سمجھ نہیں سکا چیف!"

"انکوبونا ہوریشو کا دوسرا نام تھا اور ہوریشو ان لوگوں کا روحانی پیشوا تھا۔"

"اوہ گویا۔" کوئی کھیل شروع ہو رہا ہے چیف!"

"ہاں ہراتا اور ممکن ہے یہ کھیل ہمارے لیے خاصا دشوار کن ہو۔"

"چیف اس کا مطلب ہے ہم جال میں پھنس گئے۔"

"ہاں ہراتا۔ لیکن یہ ہوریشو کے لوگ ہیں۔ دشمن کے ساتھی بہرصورت دشمن ہی ہوتے ہیں اور میں ذرا بھی ہراساں نہیں ہوں یہ الگ بات ہے کہ ہمیں ان لوگوں سے ذرا تیز جنگ کرنا ہوگی۔"

"میں تیار ہوں چیف! ظاہر ہے جب ہم رنگ و بو کی اس محفل سے لطف اندوز ہو رہے تھے تو ہمارے ذہن میں یہ خیال بھی تھا کہ ہمیں رزم کی باتیں بھی کرنا ہیں، ہمیں رزم بھی دیکھنا ہیں اور اب جبکہ یہ ماحول سامنے آہی گیا ہے تو پھر فکر کیسی؟" ہراتا نے میری پشت سے پشت ملالی اور کھڑا ہوگیا

تب میں نے اینڈریا کو مخاطب کیا۔

"اینڈریا! میں کچھ عجیب سی کیفیت محسوس کر رہا ہوں، کیا تم مجھے اس کے بارے میں بتا سکو گی؟"

"بکواس بند کرو۔ میرا نام اینڈریا نہیں ہٹیانا ہے اور یہ میری بہن نونکا ہے۔ ہم دونوں مقدس پیشوا انکوبونا کے خادم خاص ہیں۔ اور جب ہمیں روحانی ذریعے سے پتہ چلا کہ ہمارا روحانی پیشوا ہمارا مقدس باپ ختم ہوگیا ہے تو ہم نے رہنمائی طلب کی ان نگاہوں سے جو تیز دیکھنے والی ہیں اور ان کی روشنی کے سہارے ہم یہاں تک پہنچ گئے تمہیں تعجب ہوگا کہ اس سے قبل ہم نے جدید دنیا نہیں دیکھی تھی لیکن ان تیز دیکھنے والی نگاہوں نے ہماری رہنمائی کی اور ہمیں روحانی طور پر تم سے ملایا۔ ان نگاہوں نے جو ہمیں روحانی سبق دیتی ہیں۔ مایوسی نہ ہوئی۔ تب تم روشنی میں آئے۔ ان نگاہوں کی جنہوں نے ہمیں یہاں تک پہنچایا ہے اور ہم نے جانا کہ وہ تم ہو جنہوں نے ہمارے روحانی پیشوا ہمارے انکوبونا کو قتل کیا ہے تو اب تم کیا سمجھتے ہو کیا تمہارا خیال ہے ہم تمہیں معاف کرنے کے لیے یہاں لائے ہیں۔ بے وقوف انسانو! تم نے انکوبونا کو قتل کرنے سے پہلے یہ کیوں نہ سوچا کہ انکوبونا ایک قبیلے کا روحانی پیشوا ہے" اینڈریا وحشت خیز لہجے میں بولی۔

"تو اب تم کیا چاہتی ہو؟"

"تمہاری گردنیں۔"

"اوہ۔" میں نے ہونٹ سکوڑے۔

"تم دیکھ رہے ہو نا۔۔۔۔۔۔" اس تھال میں ایک کھوپڑی رکھی ہوئی ہے یہ کھوپڑی یاگاناکی ہے اور یاگاناکی کھوپڑی جب قبر سے باہر آتی ہے تو اپنے ساتھ بہت سارے سر لے کر قبر میں دوبارہ جاتی ہے اور یہی اس کا ہمیشہ سے اصول رہا ہے۔"

"اوہ، تو یہ بھی ممکن ہے اینڈریا کہ یہ سر تمہاری کھوپڑیاں لے کر ہی قبر میں جائے۔" میں نے سرد لہجے میں کہا۔

"ہاں ہمیں علم ہے کہ تم فنون جنگ میں یکتا ہو ورنہ انکوبونا تمہارے ہاتھوں مارا نہ جاتا۔ لیکن یہ جو لائے ہیں ان کی حفاظت وہ نگاہیں کر رہی ہیں جو تیز دیکھتی ہیں اور مسحور کر دیتی ہیں ان کو جو ان کے مقابل آئے۔"

"کیا تمہیں یقین ہے اینڈریا؟" میں نے پھر مضحکہ خیز انداز میں سوال کیا

"ہاں اس کرشمہ کو تم جلد دیکھو گے۔" اینڈریا نے دانت پیس کر کہا۔

"اوہ پرنسس اینڈریا! تم جتنی خوبصورت ہو اتنی ہی خطرناک بھی۔ لیکن تمہیں شاید اس کا اندازہ نہیں کہ جن لوگوں سے تمہارا واسطہ پڑا ہے انہی کے ہاتھوں تمہارا روحانی پیشوا ہلاک ہوا ہے اور وہ کم نہیں تھا ہم سے اور تمہارے ان سارے ساتھیوں سے' تو آؤ اور لے جاؤ ان کی کھوپڑیاں اور دفن کردو یا گاتا کی قبر میں۔" ہراتا نے عجیب سے لہجے میں کہا۔

اس کے انداز میں بچوں کی سی خوشی تھی اور لہجے میں ایک عجیب سی کھنک۔ تب اس نے دونوں ہاتھ فضا میں بلند کیے اور اپنے مخصوص انداز میں کھڑا ہوگیا۔ اینڈریا اور جوزینا انہوں نے اپنے جو نام ہمیں بتائے تھے اپنے طور پر بت کے دونوں طرف کھڑی ہوگئیں۔ اور ہم نے بھی محسوس کیا کہ بت کی آنکھوں کی روشنیاں کچھ اور تیز ہوگئیں۔ یہ روشنیاں عجیب تھیں۔ ٹھنڈی ٹھنڈی اور سلا دینے والی۔ سو ہم نے نگاہیں اٹھالیں ان کی جانب سے۔ تب ہراتا نے کہا۔ "مقدس بوسو میں تیرا عہد توڑ چکا ہوں لیکن تیرا دیا ہوا فن ایک بار پھر استعمال کر رہا ہوں' اگر تو چاہے تو اس فن کو مجھ سے چھین لے اور مجھے ان کے ہاتھوں ہلاک کرادے۔ میری طرف سے تجھے کھلی اجازت ہے کیونکہ زندگی اور موت میرے نزدیک کوئی حیثیت نہیں رکھتیں۔"

ہراتا کا چہرہ اس قدر بگڑ گیا تھا کہ اب اس کی جانب دیکھنا بھی دشوار محسوس ہو رہا تھا۔ میں نے وحشیوں کے چہروں پر سراسیمگی سی محسوس کی۔ تب ہراتا نے انتظار نہ کیا اور اچھل کر ان پر جا پڑا۔ خنجر اس کی جانب لپکے تھے۔ لیکن پھر یہ نہ پتہ چل سکا کہ ان کے ہاتھ کس طرح ہراتا کے ہاتھوں میں آگئے۔ ہراتا نے الٹی قلابازی کھائی۔ اور سامنے سے ایک بھیانک چیخ سنائی دی۔ جس چہرے پر اس نے دونوں لاتیں ماری تھیں وہ بالکل ہی بدل گیا تھا۔ اس کے جبڑے ٹوٹ کر گردن سے باہر نکل آئے تھے اور اب وہ چہرہ گوشت کے ایک لوتھڑے سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتا تھا۔ پھر میں تو دیکھتا ہی رہ گیا۔

ہراتا نہ جانے کون کون سے کرتب دکھا رہا تھا۔ وہ اچھل اچھل کر ان لوگوں پر حملہ کر رہا تھا۔ جبکہ سیاہ فاموں کے خنجر ایک دوسرے سے ٹکرا رہے تھے لیکن ہراتا ان کے سامنے سے صاف نکل جاتا اور ان میں سے ایک نہ ایک ڈھیر ہو جاتا۔ میرے تو ہاتھ پاؤں ہل بھی نہ سکے اور ہراتا نے چند ساعت کے بعد ان سارے سیاہ فاموں کو موت کی نیند سلا دیا۔ اینڈریا اور جوزینا پریشان سی نگاہوں سے ہمیں دیکھ رہی تھیں تب میں نے متحیرانہ انداز میں ان سے پوچھا۔

"اب میں کیا کروں پرنسس اینڈریا۔ میرا خیال ہے میں ان دونوں سے نمٹ لوں گا۔"

"نہیں چیف ان میں سے ایک میری ہے۔" ہراتا کی پھنکار سنائی دی عجیب و غریب انسان تھا بھی۔ اس خوفناک ماحول میں بھی اس کے لہجے کی وہ شوخی اور انداز نہیں گیا تھا۔ جو اس کے اندر پیدا ہوا تھا۔ چھ لاشیں زمین پر پڑی ہوئی تھیں جوزینا اور اینڈریا تھر تھر کانپ رہی تھیں۔ تب ہم دونوں کھڑے ہوگئے۔

"یہ کیا ہوا۔ کیا تمہارا یا گاتا انہی کی کھوپڑیاں چاہتا تھا۔" ہراتا نے پوچھا "اور کیا تمہیں اندازہ نہیں کہ تمہارا روحانی پیشوا اتنا معمولی انسان نہیں ہے کہ جس کے ہاتھوں قتل ہو جائے اسے صرف چھ آدمی زیر نہ کر سکیں نہیں نہیں افریقہ کی بیٹیو! تم نے غلطی کی تمہیں کم از کم ساٹھ آدمی لانا چاہئیں تھے۔ تب ممکن تھا تم ہماری گردنیں لے جاتیں لیکن اب افسوس چیف افسوس' ان لوگوں کے ساتھ جو سلوک ہوگا کیا تم اب دیکھنے والوں میں ہوگے۔"

"صرف دیکھنے والوں میں؟" میں نے آنکھیں نکالیں۔

"نہیں نہیں چیف میرا مطلب یہ ہے کہ ہاں ٹھیک ہی تو کہا تم نے' انسان بڑا خود غرض ہوتا ہے' دیکھنے والوں میں نہیں تم تو اس پورے کھیل کے کھلاڑی ہوگے۔" ہراتا نے ہنستے ہوئے کہا۔

"اور اس کا فیصلہ تم کر رہے ہو ہراتا۔" میں نے کہا۔

"نہیں چیف سوری۔" ہراتا نے جواب دیا اور میں دونوں لڑکیوں کی جانب دیکھنے لگا۔ ان کے چہروں پر سراسیمگی کے آثار تھے خاصی پریشان نظر آ رہی تھیں وہ۔ تب میں نے ایک گہری سانس لی اور ہراتا کی جانب دیکھنے لگا۔

"پھر اب ہراتا۔"

"بس چیف اپنے اپنے شکار کو دبوچ لو۔ سوچنے کی کیا ضرورت ہے۔" ہراتا نہایت اوباشانہ لہجے میں

"ترتیب وہی رہے گی۔" میں نے پوچھا۔

"جو دل چاہے چیف۔ اب تو تم جانتے ہو مسئلہ ہی دوسرا ہے۔" ہراتا نے کہا اور دوسرے لمحے وہ ان کی جانب جھپٹا۔

میں نے ہراتا کے انداز میں بڑی وحشت اور درندگی دیکھی تھی۔ حالانکہ اب تو وحشیوں کا دور ختم ہو چکا۔ پہلے لوگ مجھ پر حیرت کرتے تھے لیکن اب ایک ایسی شخصیت سامنے آگئی تھی جس پر میں حیرت زدہ تھا یعنی ہراتا۔ اس سے قبل یہ شخص کتنا معصوم کتنا بے ضرر تھا لیکن اب وہ کیا بن گیا تھا۔

ہراتا نے اینڈریا کو اپنے بازوؤں میں اٹھالیا جبکہ جوزینا پر قابو پانے کے لیے مجھے جدوجہد نہ کرنا پڑی میں نے اس کا بازو پکڑا اور اس نے گردن جھکادی۔ ہراتا اینڈریا کو لے کر نجانے کہاں چلا گیا لیکن جوزینا میرے ساتھ آہستہ آہستہ چلتی ہوئی ایک کمرے میں آگئی۔ تب میں نے اسے ایک کرسی پر بٹھادیا۔

"میں تمہارے ساتھ وہ سخت سلوک نہیں کروں گا جو میرا دوست تمہاری بہن اینڈریا کے ساتھ کرے گا۔ لیکن میں تم سے کچھ سوالات اور معلومات ضرور حاصل کروں گا۔" میں نے سوال کیا اور وہ سوالیہ نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگی۔

"کیا تم واقعی زبان نہیں بول سکتیں؟"

"تھوڑی سی بول سکتی ہوں۔" اس نے اٹک اٹک کر کہا۔

"ٹھیک ہے میرا کام چل جائے گا۔ میں یہ جاننا چاہتا ہوں کہ ہوریشو کے ساتھ تمہاری کیا قرابت تھی؟"

"وہ ہمارا روحانی پیشوا تھا اور ہم صرف ایک روحانی حکم کے تحت یہاں تک آئے تھے۔ اینڈریا اس سے قبل بھی تہذیب یافتہ ملکوں کا دورہ کر چکی ہے میں نے جدیدیت اسی سے اپنائی ہے' وہ ہوریشو کی ذہنی غلام ہے' اس کی موت کے بعد اس کے ذہن میں ہوریشو کے قاتلوں سے انتقام لینے کا جذبہ پیدا ہوگیا اور اسی وجہ سے اس نے تم سے انتقال لینے کا فیصلہ کیا اور اس سلسلے میں تم یقین کرو ہماری رہنمائی کی گئی تھی۔"

"کس نے کی؟" میں نے سوال کیا۔

"اسی مقدس ہستی نے جو یا گانا کہلاتی ہے۔"
"لیکن تم نے دیکھا کہ تمہیں شکست ہوئی اور تمہاری وہ مقدس ہستی ہمیں ختم کرنے میں ناکام
طرح ناکام رہی' کیا تمہاری مقدس ہستی نے تمہیں یہ نہیں بتایا تھا کہ تم ناکام رہو گی۔"
"میں کچھ نہیں جانتی۔ اس سے زیادہ میں کچھ نہیں جانتی۔" جوزینا نے جواب دیا۔ اور دونوں
ہاتھوں سے چہرہ چھپالیا۔
میری سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ اس لڑکی سے کیا سلوک کروں۔ ظاہر ہے ہراتا نے تو جو سوچا ہو
پر میں اسے کیسے روک سکتا تھا لیکن میں بذات خود اسقدر وحشی اور درندہ نہیں بن سکتا تھا چنانچہ میں نے اس کا
شانہ تھپتھپایا اور آہستہ سے کہا۔
"میں تمہارے ساتھ کوئی ایسا سلوک نہیں کروں گا جو وحشیانہ ہو لیکن تمہاری بہن کی کوئی مدد
نہیں دی جاسکتی۔ ہوریشو مارا جاچکا ہے اور تم نے دیکھا تمہارے آدمی بھی ہمیں مارنے میں ناکام رہے
اگر تم کوئی مزید کوشش کرو گی تو تمہیں اس میں ناکامی ہوگی۔ فی الحال اب تم اپنے لیے کون سا راستہ متعین کرو
گی؟"
"میں نہیں جانتی۔" جوزینا آہستہ سے بولی۔
"نہیں جاننا پڑے گا لڑکی' تمہاری زندگی چونکہ میرے سپرد ہے اور میں تمہیں قتل کرنا پسند نہ
کروں گا۔ لیکن تمہاری بہن اینڈریا۔ میرا خیال ہے ہراتا اسے کسی قیمت پر زندہ نہیں چھوڑے گا۔"
"اوہ نہیں نہیں۔ میں تو یہاں بالکل بے یارو مددگار رہ جاؤں گی۔" جوزینا نے روتے ہوئے کہا
میں افسوس سے گردن ہلانے لگا۔ بلاشبہ مجھے دکھ ہوا تھا لیکن میں ہراتا کو اس کے کسی اقدام سے نہیں روک
سکتا تھا۔
اور پھر تقریباً" ایک گھنٹے کے بعد ہراتا نے میرے کمرے کے دروازے پر دستک دی اور میں نے
دروازہ کھول دیا۔ اس کے چہرے پر مسکراہٹ تھی۔
"اوہ چیف' میں نے ناوقت مداخلت تو نہیں کی؟"
"نہیں۔"
"کہاں ہے؟"
"اندر ہے۔"
"زندہ ہے؟" ہراتا نے تعجب سے پوچھا۔
"ہاں۔"
"اوہ کیوں؟ تم نے اسے قتل نہیں کیا؟"
"نہیں۔"
"کیوں؟"
"میں نے اسے قتل نہیں کیا ہراتا۔ کیونکہ بہرحال وہ اینڈریا کی محکوم تھی۔" میں نے جواب دیا
"محکوم کیوں؟"
"اسے اینڈریا ہی یہاں تک لے کر آئی تھی۔"

"چیف تم بے حد رحمدل ہو حالانکہ ان کی زندگی غیر مناسب ہے' میں نے اینڈریا کو اسی لیے قتل کر
دیا ہے لیکن اب تم نے اسے چھوڑ دیا تو پھر بتاؤ کیا کرو گے؟"
"ہمیں کیا کرنا ہے ہراتا۔ بس ہمارا کھیل ختم ہوچکا ہے اس لیے یہاں سے واپس چلو۔"
"چلو چیف۔" ہراتا نے کہا۔ تب میں نے کمرے سے باہر نکل کر کمرے کا دروازہ باہر سے بند کر
دیا۔ پھر ہم اس عمارت سے باہر نکل آئے تھوڑی دیر کے بعد ہم ٹیکسی میں بیٹھے اپنے اس ہوٹل کی جانب جا
رہے تھے جہاں ہمارا قیام تھا اور تھوڑی دیر کے بعد ہی ہم کمرے میں پہنچ گئے۔ میں نے ہراتا کو تعجب سے
دیکھا ہراتا بے حد پرسکون نظر آرہا تھا۔ تب میں نے کہا۔
"کیا خیال ہے ہراتا۔ کیسی رہی یہ تمہاری پرنسس اینڈریا۔" میں نے سوال کیا۔
"تعجب خیز چیف! اور بہرصورت اس کا سہرا تمہارے سر ہے۔"
"ہاں تم چاہو الزام لگالو حالانکہ وہ تمہاری دریافت تھی۔"
"چیف اسے میری دریافت نہ کہو۔ کچھ بھی ہوتا کسی بھی طرح ہمارے پاس تو وہ ضرور پہنچتی۔ خیر
ہمارا بگڑا بھی کیا۔ سوائے اس کے کہ چند اور انسانی جانوں کو تلف کرنا پڑا۔ چیف بس کچھ عجیب سا محسوس ہو
رہا ہے۔"
"کیا ہراتا؟"
"بس چیف سمجھ میں نہیں آتا کہ مجھے کیا کرنا چاہیے ویسے یہ زندگی جس پر میں آپڑا ہوں زیادہ
تکلیف دہ نہیں ہے لیکن اب اس سے دل بھرتا جارہا ہے۔"
"اتنی جلدی؟" میں نے سوال کیا۔
"میرا مطلب تم نہیں سمجھے چیف!"
"کیا کہنا چاہتے ہو؟"
"کیوں نہ ہم کہیں اور چلیں۔"
"کہاں جاؤ گے؟"
"کہیں بھی۔ ہالینڈ واپس چلو۔"
"میں ابھی اس بارے میں کوئی فیصلہ نہیں کرسکا ہراتا۔"
"چیف میں نے تمہیں ضرورت سے زیادہ الجھا ہوا محسوس کیا ہے' کیا تم ان الجھنوں کو ختم نہیں کر
سکتے۔ نجانے کیوں تمہارے اس انداز سے میں خود بھی الجھ جاتا ہوں۔"
"بہت جلد میں اپنی الجھنوں کو ختم کردوں گا ہراتا۔" میں نے جواب دیا اور ہراتا گردن ہلانے لگا۔
نجانے میرے ساتھ کیا ٹریجڈی تھی اس دوران کوئی ایسا پروگرام بھی نہیں بن سکا تھا جسے دلچسپ کہا جاسکتا۔
پہلی بار کوشش کی لیکن ناکامی ہوئی وہ دونوں عورتیں ہوریشو کی رشتہ دار نکلیں۔ اب میں اپنے طور پر اپنے
پروگرام کے بارے میں سوچ رہا تھا۔ ہراتا اپنے کمرے میں واپس جاچکا تھا۔ کمرے کی تنہائی پھر وہی یادیں۔
زندگی کا خلا' کیا کروں' کونسا رخ اختیار کروں۔ کوئی بات سمجھ میں نہیں آتی تھی۔ زندگی کے مسائل
میں دلچسپی لینے کی کوشش کرتا تھا لیکن اپنی فطری محرومی سے پیچھا نہیں چھڑا پاتا اور نتیجتاً" اس ویرانی میں
اضافہ ہوجاتا تھا۔

"رات کو سونے لیٹ گیا۔ بڑی مشکل سے نیند آئی اور صبح بھی ایسی تھی۔ ہراتا نہیں جاگا تھا۔ اس کے کمرے میں پہنچا تو اندر سے گفتگو کی آوازیں آ رہی تھیں۔ میں نے ان آوازوں کو سن کر گہری سانس لی۔ ایک آواز نسوانی تھی۔"

تب میں نے دروازہ پر آہستہ سے دستک دی۔ "آجاؤ۔" ہراتا کی آواز ابھری اور میں دروازہ کھول کر اندر داخل ہو گیا۔

"اوہ چیف، سوری میں سمجھا تھا ویٹر ہے۔" ہراتا نے کہا۔ اس کے بستر میں ایک لڑکی جھانک رہی تھی۔

"میں واپس جاؤں؟"

"اوہ نہیں چیف، آؤ بیٹھو۔ اے چلو باہر نکلو۔ بہت دیر ہو گئی۔" ہراتا نے لڑکی کے کولہے پر ہاتھ مارتے ہوئے کہا اور لڑکی چادر اوڑھے ہوئے بستر سے نکل کر باتھ روم کی طرف چلی گئی۔ ہراتا ہنسنے لگا۔

"ناشتہ منگواؤں چیف؟"

"تم ویٹر کا انتظار کیوں کر رہے تھے؟"

"بلایا تھا میں نے۔"

"چلو ٹھیک ہے ناشتہ کر لیتے ہیں۔" میں نے کہا اور ہراتا نے ویٹر کو بلانے کے لیے گھنٹی بجا دی۔ ویٹر کے آنے پر اس نے ناشتہ نوٹ کرا دیا تھا۔

تھوڑی دیر کے لیے لڑکی باہر نکل آئی۔ اچھی خاصی شکل و صورت کی لڑکی تھی۔ آنکھوں میں مسکراہٹ تھی۔

"مجھے اجازت جناب؟" اس نے ہراتا سے پوچھا۔

"ناشتہ آ گیا ہے۔" ہراتا نے جواب دیا۔

"آپ کے درمیان مداخلت ہو گی۔"

"کوئی حرج نہیں ہے۔" میں نے خوش اخلاقی سے کہا۔ اور لڑکی ایک کرسی پر بیٹھ گئی۔

"آج رات کو آؤں جناب؟" اس نے پوچھا۔

"ضرور بشرطیکہ تم مجھے اپنا نام نیسنا کے بجائے کبیتاں بتاؤ۔" ہراتا نے جواب دیا۔

"میں نہیں سمجھی۔"

"یہ تمہاری بد بختی ہے میں کیا کروں۔" ہراتا نے مضحکہ خیز انداز میں کہا اور لڑکی عجیب سی نگاہوں سے اسے دیکھنے لگی۔ اس کے بعد وہ خاموش ہی رہی اور پھر ناشتہ کرنے کے بعد خاموشی سے اٹھ کر باہر نکل گئی۔

"تم نے اسے ناراض کر دیا۔" میں نے ہراتا سے کہا۔

"کیسے چیف؟" ہراتا نے تعجب سے پوچھا۔

"لڑکی کو۔"

"کون لڑکی؟" ہراتا نے اسی انداز میں کہا۔

"مجھ سے اڑنے کی کوشش کر رہے ہو ہراتا۔"

"اوہ نہیں چیف۔ لیکن یقین کرو۔ میں دنیا میں کسی کو یاد نہیں رکھنا چاہتا۔ بس چیف ہر نئی رات نئی لڑکی نیا ماحول نیا نام۔ دل یہی چاہتا ہے۔"

"کہاں سے ہاتھ لگی تھی؟"

"میں ڈائننگ ہال میں اس کے ہاتھ لگ گیا تھا۔ اس ملک میں لڑکیاں تلاش نہیں کرنا پڑتیں بلکہ لڑکیاں ہم جیسے لوگوں کو خود تلاش کر لیتی ہیں۔"

"ہاں یہ تو حقیقت ہے۔"

"لیکن معاملہ بالکل الٹ گیا ہے چیف اور میں اس صورت حال سے بے حد پریشان ہوں۔" ہراتا نے فکر مندی سے کہا۔

"کیا مطلب؟" میں نے اسے غور سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"یوں محسوس ہوتا ہے تم سخت الجھے ہوئے ہو۔ میں نے دوسرا رخ اختیار کیا تو تم اس راستے سے پلٹ گئے۔ میرا خیال ہے تم نے اس لڑکی کو کچھ بھی نہیں کہا۔"

"کس کو ----"

"جوزینا کو، حالانکہ اس کے ساتھ ہر برا سلوک ہمارے لیے ثواب تھا۔"

"ہاں ہراتا۔ بس ذہنی کیفیت ایسی ہی ہے۔"

"تب ہمیں لندن فوراً چھوڑ دینا چاہیے۔"

"جائیں گے کہاں؟"

"ہالینڈ، وہاں کی آب و ہوا تمہیں راس آتی ہے اور پھر وہاں تمہارا دوست بھی موجود ہے میرا خیال ہے وہ تمہارا زیادہ مزاج شناس ہے وہ تمہاری اس اداسی کی وجہ دریافت کر لے گا۔ اور اسے دور کر دے گا۔"

"سردارے؟" میں نے پھیکی سی ہنسی کے ساتھ کہا۔

"ہاں میں اس کی بات کر رہا ہوں۔"

"بہترین دوست ہے ایسا عظیم دوست ہراتا کہ تم تصور بھی نہیں کر سکتے۔"

"تصور کر سکوں یا نہ کر سکوں لیکن یقین ضرور کر سکتا ہوں جو شخص بہترین دشمن کے لیے اس قدر اہم ہو وہ بہترین دوست ہی رکھ سکتا ہے تب پھر کیا خیال ہے چیف، ہالینڈ واپسی کی تیاریاں کریں۔"

"نہیں۔" میں نے جواب دیا۔

"کیوں؟"

"میں ہالینڈ واپس نہیں جاؤں گا۔" میں نے فیصلہ کن لہجے میں کہا۔

"واپس نہیں جاؤ گے؟"

"وہاں اب واپس جانے کو دل نہیں چاہتا۔"

"پھر ----"

"اس کا جواب تو خود میرے پاس بھی نہیں ہے۔"

"تم منڈیوں کی تلاش میں نکلے تھے چیف۔ میرا خیال ہے انگلینڈ کے نواح میں ہم ایسی جگہیں تلاش کریں جہاں ہمارے مال کی کھپت ہو۔"

"ابھی اس بارے میں بھی نہیں سوچا ہراتا۔ رہی مال کی بات تو میرا خیال ہے وہ کاروبار اب سردارے بہ آسانی سنبھال سکتا ہے۔"

"اور تم؟"

"میرے لیے فکر مند مت ہو ہراتا میری فطرت ہی ایسی ہے کچھ دن اداس رہوں گا۔ اور اس کے بعد خود بخود ٹھیک ہو جاؤں گا۔ یہ کوئی نئی بات نہیں ہے اس سے قبل بھی ایسی ہی کیفیت کا شکار رہ چکا ہوں۔"

"کاش میں تمہارے لیے کوئی عمدہ سا دشمن تلاش کر سکتا۔ لوگوں کے مختلف شوق ہوتے ہیں۔ میں اس بات کو خلوص دل سے تسلیم کرتا ہوں کاش مجھے تمہاری اس فطرت کا علم ہوتا تو میں کسی طور ہوریشو کو قتل نہ کرتا۔"

"بالآخر میں نے اسے قتل کر دیتا۔" میں نے ہنس کر کہا۔

"پھر میری ایک تجویز چیف!"

"کیا؟"

"فرانس چلیں ہم لوگ۔ تم اس سے قبل تو فرانس نہیں گئے۔"

"نہیں۔"

"تب پھر وہیں چلو۔ ممکن ہے تبدیلی تمہارے ذہن پر خوشگوار اثر ڈالے۔ لندن میں ہوریشو کی یاد ہے تمہارے ساتھ۔"

"ارے نہیں۔ وہ میرا دشمن تھا دوست نہیں۔ بہرحال فرانس چلنے کی بات پر غور کیا جا سکتا ہے۔" میں نے کہا اور ہراتا مسکرانے لگا۔

"کچھ تو کرو چیف لیکن اداس رہنا چھوڑ دو۔"

"مجھے خوشی ہے کہ تمہارے اوپر سے جمود ٹوٹ گیا ہراتا۔ کم از کم تم تو خوش ہو۔"

"ہاں مسٹر نواز' میں نے زندگی کا دوسرا رخ دیکھا ہے جو میرے لیے اجنبی تھا۔"

"لندن کے بارے میں تمہاری کیا رائے ہے؟"

"ایک آوارہ گرد کی حیثیت سے میں نے بہت سے ممالک کی سیر کی ہے لیکن میں اس ملک کی کیمپنگ تک ہی محدود رہا ہوں کبھی شہر کی رنگینیوں کی طرف غور سے دیکھا بھی نہیں۔ اس حالت میں لندن میرے لیے بے حد دلکش اجنبی ہے۔"

"بلاشبہ' اگر تم چاہو تو چند روز اور یہاں رہ سکتے ہو۔ اس دوران میں بھی سوچ لوں گا۔"

"سوچنا کیا ہے' ہمارا ہے کون جو ہم سوچیں گے بس جہاں منہ اٹھ جائے چل پڑو۔ ہاں چیف ایک بات میرے لیے تعجب خیز ہے۔"

"کیا؟"

"تم اپنے دوست سردارے کو بھی چھوڑنے کا ارادہ رکھتے ہو۔"

"میں نے کہا نا ہراتا میں اپنی سوچ کا شکار ہوں ممکن ہے کل میرے ذہن سے یہ گرد چھٹ جائے اور میں فوراً' واپس جانے کی سوچوں۔"

"بنی اور مکلینو کے بارے میں کیا سوچا؟"

"ان کا رابطہ سردارے سے رہے گا۔"

"چلو ٹھیک ہے مسٹر نواز' میں ضرورت سے زیادہ آگے بڑھ رہا ہوں میرا خیال ہے کہ میں اپنی حدود ر رہا ہوں۔"

"آدمی کی کوئی حدود نہیں ہوتی ہراتا اور پھر دوست تو مشکل ہی سے ملتے ہیں۔ تم اتفاقیہ طور پر ملے میرے ایسے دوستوں میں رہے جن کے بارے میں' میں نہیں کہہ سکتا کہ اتفاق سے مل جاتے ہیں۔"

"اوہ چیف یہ تمہاری عزت افزائی ہے۔" ہراتا نے کہا۔

"نہیں ہراتا۔ یہ حقیقت ہے اور اتفاق کی بات یہ ہے کہ میرا دشمن تمہارے ہاتھوں قتل ہوا۔ اور ارے لیے بہت بڑا اعزاز ہے ہراتا۔ میں اس بات کو مانتا ہوں کہ ہوریشو ایک ایسا انسان تھا جسے قتل کرنا انداز میں آسان نہ ہوتا۔ جس انداز میں تم نے اسے کیا ہے ممکن ہے میں اس پر قابو نہ پا سکتا۔ لیکن یہ ن ہے کہ میں اسے قتل ضرور کر دیتا۔"

"مجھے اعتراف ہے چیف۔" ہراتا نے جواب دیا۔ "اس کی وجہ یہ ہے کہ میں تمہیں اچھی طرح ہوں اور تمہاری صلاحیتوں سے بخوبی واقف ہوں۔ تم اس بات کو ذہن سے نکال دو چیف کہ ہوریشو ے ہاتھوں مارا گیا۔"

"نہیں میں یہ بات ذہن سے نہیں نکال سکتا۔"

"کیوں چیف؟" ہراتا نے تعجب سے کہا۔

"بس اس کی وجہ ہے۔"

"مجھے نہیں بتاؤ گے۔ کیا تم مجھے اس قابل نہیں سمجھتے چیف۔" ہراتا نے دلآویز مسکراہٹ کے ساتھ ہا۔

"ہراتا میں اس بات سے خوش نہیں ہوں کہ تم نے اپنی اصل حیثیت چھوڑ دی ہے۔"

"کب تک اس بات کا افسوس کرتے رہو گے چیف اور مجھے تو اس بات کا ذرہ برابر افسوس نہیں ۔"

"نہیں ہراتا۔ انسان کی زندگی میں صرف چند ہی چیزیں ایسی ہوتی ہیں جن پر بعض اوقات زندگی کا دار ہوتا ہے تم جیسے انسان تھے اس میں ایک انفرادیت تھی۔ تم نے اپنا مسلک میرے لیے چھوڑا حالانکہ مسلک کو چھوڑنا بڑی بہادری کی بات ہے' تم نے اپنے طور پر کچھ سوچا تھا۔ اب اگر تم اپنی لائنوں پر چلتے تو بلاشبہ ایک تعجب خیز شخصیت کہلا سکتے تھے لیکن میں نے تم سے تمہاری حیثیت چھین لی۔"

"تمہیں کیا معلوم تھا چیف کہ وہ میرے ہی مسلک کا آدمی تھا۔"

"ٹھیک ہے لیکن سب کچھ میری وجہ سے ہوا۔"

"جو ہوا اسے یاد رکھنا بہتر نہیں ہوتا۔"

"یہی تو مجبوری ہے میرے ساتھ ہراتا۔"

"میں نہیں سمجھا چیف۔"

"تم سمجھ سکتے ہو۔ میں نے اپنی زندگی کا کوئی راز تم سے پوشیدہ نہیں رکھا۔ تمہیں معلوم ہے کہ

صرف تھوڑی سی بے اعتنائی اور تھوڑا سا غلط قسم کا سلوک مجھے ان راستوں پر لے آیا۔ کاش میرے وطن کے لوگ میرے ساتھ ذرا بھی انصاف کرتے تو میں ان لائنوں پر نہ چل رہا ہوتا۔ میں بھی ایک شریف شہری ہوتا۔"

"میں نے کہا نا چیف گزری ہوئی باتوں کو بھلا دینا ہی بہتر ہوتا ہے۔" ہراتا نے جواب دیا۔

"افسوس ہراتا میرے بس میں یہ نہیں ہے۔"

"تب تم ہمیشہ الجھے رہو گے۔"

"ہاں مجھے احساس ہے ہراتا لیکن میں اپنی اس کشمکش کو ختم کرنے پر قادر نہیں ہوں۔" میں نے بے زاری سے جواب دیا۔

"بہرصورت چیف اگر تم میرے لیے پریشان ہو تو میں تم سے درخواست کرتا ہوں کہ تم یہ بات ذہن سے نکال دو' انسان بڑی کمزور چیز ہوتا ہے میں نہیں کہہ سکتا کہ حالات آئندہ مجھے کن راستوں پر لے آئیں۔ یہ بھی ممکن ہے کہ سارے انداز چھوڑ کر میں ایک بار پھر اپنی اسی پرانی حیثیت میں واپس آ جاؤں لیکن فی الوقت میرے ذہن پر ایک بار ہے ایک بوجھ ہے۔ ہمارا مسلک ہمارے ہاں زندگی کا محور سمجھا جاتا ہے اور اگر ہم کسی راستے کے بارے میں سوچتے ہیں تو پھر سارے رخ اس کی جانب موڑ دیتے ہیں۔ میں منتشر ہو گیا ہوں چیف! ورنہ ایسی کوئی بات نہ تھی۔"

"بہرصورت جو ہونا تھا ہو چکا۔ میں نے تو اب چند فیصلے کیے ہیں۔" میں نے کہا۔

"کیا چیف؟"

"یہی کہ اب پرانے حالات کو قطعی طور پر بھول جاؤں گا۔ میں نہیں کہہ سکتا ہراتا کہ آئندہ میں کیا کروں گا۔ میں نے کوئی قسم بھی نہیں کھائی ہے کہ جو کچھ کرتا رہا ہوں اسے بالکل ترک کر دوں گا لیکن اب تک جو کیا ہے اسے ضرور بھولنے کی کوشش کروں گا۔"

"ایک بات سمجھ میں نہیں آئی چیف؟" ہراتا نے کہا۔

"کیا؟" میں نے پوچھا۔

"کیا تم اپنے دوست سردارے کو بھی چھوڑ دو گے حالانکہ وہ تو تمہاری زندگی کا ایسا ساتھی ہے جس کے بارے میں تم مجھے خود بتا چکے ہو اور میں بھی تھوڑا بہت اندازہ لگا چکا ہوں۔ کیا وہ تمہارے بغیر زندہ رہ سکتا ہے؟"

"ہراتا اس دنیا میں ہر شخص ایک دوسرے کے بغیر زندہ رہ سکتا ہے۔ یہ بات بالکل ناقابل تسلیم ہے کہ کوئی کسی کی خاطر جان دے دے۔"

"لیکن چیف جان دی تو جاتی ہے۔" ہراتا نے عجیب سے لہجے میں کہا۔

"ہاں بے شک مخلص دوست اس دنیا میں کم نہیں ہیں جیسے تم۔"

"نہیں چیف' میں اپنی بات نہیں کر رہا میں نے جو کچھ کیا وہ تمہاری خواہش تو نہیں تھی۔ بلکہ میرا اپنا مسئلہ تھا۔ دل چاہ گیا تھا اور میں تیار ہو گیا تھا اور میں تو سمجھتا ہوں کہ حالات خود ہمارے لیے راستے متعین کرتے ہیں ممکن ہے میرے لیے اس میں کوئی بہتری ہو لیکن تمہارے فیصلے......"

"ہاں سردارے اپنے طور پر اتنا مضبوط ہے کہ وہ با آسانی زندگی گزار سکتا ہے اسے بھی ہ

ضرورت نہیں پڑے گی۔ باقی رہا میرا مسئلہ تو اب تک جو کچھ کرتا رہا ہوں' باقی دیکھوں گا کہ آئندہ کیا کرنا ہے' بے پیرس چلنے کا مسئلہ تو طے رہا۔"

"بالکل۔ اور تیاریاں فوری طور پر جاری ہو جانی چاہئیں۔ میں چاہتا ہوں کہ فوری طور پر تمہارے ذہن سے یہ گرد چھٹ جائے۔" ہراتا نے کہا۔

لیکن ہراتا مجھ سے کس حد تک واقف تھا؟ بس تھوڑی سی معلومات اسے میرے بارے میں حاصل تھیں۔ اپنے ذہن کی اس گرد اور کہر سے تو میں واقف تھا میں جانتا تھا کہ ابھی کئی دن تک یہ گرد میرے ذہن پر چھائی رہے گی اور میں کوفت کا شکار رہوں گا۔ بہت ممکن ہے کوئی حادثہ کوئی ایسا واقعہ جو کسی قدر تیزی رکھتا ہو میرے ذہن کو صاف کر دے ورنہ ذہن پر یہ بیزاری کب تک مسلط رہے اس بارے میں کچھ کہا نہیں جا سکتا۔

بعض اوقات تو میں یہ بھی سوچتا تھا کہ ہراتا کو خاموشی سے چھوڑ کر چل دوں اور چپ چاپ یہاں سے نکل جاؤں۔ سردارے کی بات دوسری تھی اگر کبھی ذہن نے اسے طلب کیا تو اس تک پہنچنا زیادہ مشکل نہ ہو گا کیونکہ بہرحال اب وہ ایک عملی زندگی میں آ گیا تھا۔

نجانے میں کب تک اسی انداز میں سوچتا رہا۔ ہراتا اپنی تفریحات میں مشغول تھا وہ جس طرح ایک بھلے آدمی کی حیثیت سے میرے سامنے آیا تھا اپنی برائیاں بھی اسی انداز سے پیش کر رہا تھا ابھی میری سوچ کسی عمل تک نہیں پہنچی تھی کہ ایک اور واقعہ پیش آ گیا۔ میں اپنے کمرے میں لیٹا کسی رسالے کی ورق گردانی کر رہا تھا کہ دروازے پر دستک ہوئی۔ ویٹر ہی ہو سکتا تھا سو میں نے اسے اندر آنے کی اجازت دے دی اور ویٹر اندر آ گیا۔

"جناب کچھ افراد آپ سے ملنا چاہتے ہیں انہوں نے اپنا یہ کارڈ دیا ہے۔" ویٹر نے کہا۔ کارڈ پر کسی مسٹر تان کا نام لکھا ہوا تھا۔

"بھیج دو۔" میں نے پرخیال لہجے میں کہا۔

اندر آنے والے چار افراد تھے جن میں ایک طویل القامت جاپانی دو جاپانی خواتین اور ایک نوجوان جاپانی لڑکا۔ وہ میرے نزدیک آ کر نہایت مودبانہ انداز میں جھکے اور کمرے کے چاروں طرف بغور دیکھنے لگے مسٹر تان گہری نظروں سے جائزہ لے رہا تھا۔

"تشریف رکھیئے۔" میں نے کہا اور چاروں کمرے میں رکھی ہوئی مختلف چیزوں پر بیٹھ گئے۔

"میرا نام تان ہوا ہے۔" طویل القامت جاپانی نے کہا اور میں نے اپنا ہاتھ مصافحے کے لیے آگے بڑھایا۔ اس نے گرمجوشی سے میرا ہاتھ تھاما تھا پھر وہ اپنے ساتھ موجود دو لڑکیوں اور ایک لڑکے کا تعارف کرانے لگا۔ یہ تینوں اس کے بیٹے اور بیٹیاں تھیں۔

"مسٹر میں آپ کے پاس ایک ضروری کام سے آیا ہوں۔"

"جی فرمایئے۔"

"اس کام کا محور ہراتا ہے۔"

"جی!" میں نے تعجب سے کہا۔

"ہاں ہراتا' لوئیسو ہراتا۔" مسٹر تان نے جواب دیا۔

"کیا آپ اس سے واقف ہیں؟"

"ہاں کیوں نہیں وہ میرا دوست ہے۔"

"اس کا مطلب ہے کہ ہم بالکل مناسب جگہ پر پہنچے اور ہمیں آپ کی تلاش میں جس قدر دقتوں کا سامنا کرنا پڑا ہے وہ ہم ہی جانتے ہیں۔"

"اوہ یقیناً' ایسا ہی ہوا ہوگا۔ فرمائیے میں آپ کے کس کام آسکتا ہوں۔"

"ہمیں ہراتا سے ملنا ہے۔" بوڑھے نے جواب دیا۔

"اوہ۔" میں مسکرا پڑا۔ "آپ ہراتا کے کون ہیں؟" میں نے سوال کیا

"میں ہراتا کا باپ ہوں۔" تان نے کہا۔

"اوہ۔" میں چونک پڑا۔

"اور جیسا کہ میں آپ کو بتا چکا ہوں' شاید ہراتا کے بارے میں آپ کو تفصیلات معلوم نہ ہوں وہ پرنس ہے۔ اور ہمارے خاندان کے لئے ایک اہم ترین شخصیت۔ اسی قدر اہم کہ اگر وہ جاپان نہ پہنچا تو ہمارا خاندانی وقار تباہ ہو سکتا ہے۔ ہم نے ایک طویل عرصہ اس کی تلاش میں صرف کیا ہے اور صورت حال یہ ہے کہ اگر وہ ہمیں نہ مل سکا تو شاید ہمیں جاپان جانا ہی نصیب نہ ہو۔"

"اوہ۔ تو کیا آپ یہاں بھی اسے تلاش نہیں کر سکے۔"

"نہیں۔ اسے دیکھ لیا گیا ہے اور ہم اس سے ملاقات بھی کر چکے ہیں۔" تان نے جواب دیا۔

"تو پھر؟" میں نے سوال کیا۔

"تمہارے لیے صرف ایک کام ہے میرے دوست اور اس یقین کے ساتھ کہ تم اسے ضرور انجام دو گے۔"

"فرمائیے!"

"تم ہراتا کو ہمارے ساتھ جانے پر تیار کرلو۔ ورنہ ایک خاندان کی تباہی میں تمہاری کوتاہی بھی شامل ہو گی۔"

میرے ذہن میں عجیب سے احساسات جاگ اٹھے۔ ہراتا سے پیچھا تو میں خود بھی چھڑانا چاہتا تھا اور اگر اس وجہ سے ایک خاندان بھی تباہ ہونے سے بچ سکتا تھا تو میں اس کے پوری پوری کوشش کرنے کو تیار تھا۔ سو میں نے ان لوگوں سے وعدہ کرلیا۔ انہیں ہر طرح سے تسلی دی اور ان کی بہترین خاطر مدارت کی۔ پھر انہوں نے پیش کش کی کہ وہ اسی ہوٹل کے ایک کمرے میں قیام کریں گے۔ رات کو ہراتا ہوٹل واپس آیا تو میں نے اسے اچک لیا۔

"میں تمہارے والد مسٹر تان ہوا سے ملاقات کر چکا ہوں۔" میں نے کہا اور وہ اچھل پڑا۔

"ارے وہ تم تک پہنچ گئے؟"

"ہاں ہراتا' اور میں نے ان سے ایک وعدہ بھی کرلیا ہے۔" میں نے جواب دیا۔

"کیسا وعدہ؟"

"تم اپنے وطن واپس جاؤ گے۔" میں نے بھاری لہجے میں کہا اور ہراتا میری شکل دیکھنے لگا۔ اس وقت میری آنکھوں میں ایک عجیب سا عزم ایک عجیب سی چمک تھی۔ وہ میری شکل دیکھتا رہا پھر اس کے

ہونٹوں پر ایک پھیکی سی مسکراہٹ پھیل گئی۔

"کس انداز میں کہہ رہے ہو چیف؟"

"راجہ نواز اصغر تمہیں حکم دے رہا ہے کہ تم اپنے والدین کے ساتھ اپنے وطن واپس جاؤ۔" میں نے بھاری لہجے میں کہا اور ہراتا کے ہونٹوں پر دلآویز مسکراہٹ پھیل گئی۔

"لیکن ایک شرط پر چیف!"

"کوئی شرط نہیں پہلے اقرار کرو۔" میں نے تحکمانہ انداز میں کہا۔

"ٹھیک ہے چیف تم کہہ رہے ہو تو چلا جاؤں گا لیکن تم سے ایک درخواست ہے کہ جب کبھی حالات اجازت دیں میرے پاس ضرور آنا۔"

"میں وعدہ کرتا ہوں میرے دوست۔" میں نے پر جوش انداز میں کہا اور پھر اس کے والدین کو بلا کر خوش خبری انہیں سنا دی۔ تب ہراتا جانے کی تیاریاں کرنے لگا اور بالآخر ایک جذباتی منظر کے بعد ہراتا اپنے وطن روانہ ہو گیا۔ اب میں بالکل تنہا رہ گیا تھا۔

☆ ☆ ☆

میری کیفیت اس ہارے ہوئے جواری کی مانند تھی جس کے پاس کچھ بھی نہ رہا ہو۔ میں نے کاروبار سب کچھ چھوڑ دیا تھا اور یہ حقیقت تھی کہ تمام کاموں سے دل اکتا گیا تھا۔ کچھ کرنے کو طبیعت نہیں چاہتی تھی۔ بس ایک بے نام سی اداسی' ایک بے نام سی کیفیت طاری تھی۔

میں نے کاغذات تیار کرا کے سردارے کو روانہ کر دیئے تھے اور اپنی تمام دولت کا مختار کار اسے بنا دیا تھا۔ اس کے علاوہ میں نے سردارے کو ایک خط بھی لکھا تھا جس میں اس سے معذرت کی تھی کہ اچانک حالات روبدل گئی ہے' نہ جانے یہ بے کلی کہاں کہاں بھٹکائے اس لیے اسے میری دوستی کا واسطہ ہے کہ جس طرح بہتر سمجھے اپنے آپ کو مطمئن کرلے اور ایک عمدہ زندگی گذارنے کی کوشش کرے۔ اس کے علاوہ مجھے تلاش کرنے کی کوشش نہ کرے۔

آوارہ گردی تو مقدر ہی میں تھی۔ جسے اس کا وطن ٹھکرا دے اس کے لیے اور کہاں ٹھکانہ ہوتا ہے۔ میں آوارہ وطن زمین کے کسی حصے کو اپنا نہیں کہہ سکتا تھا۔ تمام ساتھیوں کو چھوڑ دیا تھا اور اب تو مجھے کسی ساتھی کی ضرورت بھی نہیں تھی۔ چنانچہ آوارہ گردی..... اور اس کے لیے عمدہ ذرائع بے کار ہوتے ہیں۔

چنانچہ میں نے بسوں سے سفر کرنے کا فیصلہ کیا تھا۔ پہلے برمنگھم پھر ڈوور اور پھر فرانس چنانچہ میں برمنگھم کے لیے چل پڑا۔ اب میری حیثیت ایک دل شکستہ سیاح سے زیادہ نہیں تھی اور درحقیقت میں ان راستوں کو ایک سیاح کی نگاہ سے دیکھ رہا تھا۔

برمنگھم کے راستے میں' انگلستان کا وہ مشہور قصبہ پڑتا ہے۔ جسے دوسری جنگ عظیم میں جرمنوں نے بالکل تباہ کر دیا تھا۔ برمنگھم پہنچا۔ یہاں سے بذریعہ ٹرین برسٹل اور کچھ دیر یہاں قیام کر کے ہائی وے پر نکل آیا۔ خیال تھا کہ شاید کسی کار میں لفٹ مل جائے گی۔ چنانچہ سست رفتاری سے آہستہ آہستہ سڑک پر چلتا رہا۔ کاریں قریب سے گذر جاتیں۔ کسی نے مجھے دیکھ کر کار روکنے کی کوشش نہیں کی تھی۔ میں چلتا رہا۔ اب میں خود فراموشی کے عالم میں تھا۔ کسی چیز کی پرواہ نہیں تھی۔ زندگی جہاں تک ساتھ دے

سکے ٹھیک ہے اور جب ساتھ چھوڑ جائے، مجھے پرواہ نہیں تھی۔

نہ جانے کتنی دور بدن کے بوجھ کو گھسیٹتا ہوا چلتا رہا۔ اب تو میں کسی کار کی طرف نگاہ بھی نہیں اٹھا رہا تھا۔ جس کا دل چاہے روک لے یا نہ روکے۔ شام جھکتی آ رہی تھی۔ جہاں رات ہو جائے گی، جب تھک جاؤں گا پڑ رہوں گا۔

یوں تو کئی بار میرے ذہن پر کھولت سوار ہوئی تھی۔ لیکن پھر ٹھیک ہو گیا تھا۔ وہ وقتی تاثر ہوتا تھا لیکن اس بار ------ اس بار میں نے سارے ہنگاموں کو خیرباد کہہ دیا تھا۔ اب زندگی کا اختتام ہی ہونا چاہئے تھا۔

ایک عجیب سی تھکن کا احساس ہوا اور میں سڑک کے کنارے پڑے ایک پتھر سے ٹیک لگا کر بیٹھ گیا۔ میں نے آنکھیں بند کر لی تھیں اور پھر جب آنکھیں بند کئے کئے تھک گیا تو میں نے آنکھیں کھول دیں۔

اور اسی وقت ایک نیلے رنگ کی لمبی کار زن سے میرے نزدیک سے نکل گئی۔ کوئی نئی بات نہیں تھی۔ لیکن نئی بات یہ ہوئی کہ کار آگے جا کر رک گئی۔ اس میں زوردار بریک لگے تھے اور پھر وہ ریورس ہو کر میرے سامنے آ گئی۔

"ہے۔" امریکن انداز میں ایک نسوانی آواز سنائی دی اور میں نے اسے دیکھا۔ ایک شگفتہ پھول تھا نوجوانی کے حسین رنگوں سے سجا ہوا۔ آنکھوں میں شوخ مسکراہٹ تھی۔

میں ایک تھکی تھکی سانس لے کر اٹھ گیا۔

"رات ہو رہی ہے۔ کیا بھیڑیوں کا پیٹ بھرنے کا فیصلہ کیا ہے۔" وہ کار میں بیٹھے بیٹھے چیخی اور میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

"مسکرا رہے ہو۔ ابھی تھوڑی دیر کے بعد جب جانوروں کی آوازوں سے علاقہ گونج اٹھے گا تو کبھی نہ مسکراؤ گے۔" اس نے طنزیہ انداز میں کہا۔

میں اٹھ کر اس کے قریب پہنچ گیا۔ "کیا بات ہے بے بی؟"

"کہاں جاؤ گے؟" اس نے پوچھا۔

"تم کہاں جا رہی ہو؟"

"ساؤتھ ہیٹن۔" اس نے جواب دیا۔

"چلوں تمہارے ساتھ؟"

"بیٹھ جاؤ۔ غیر ملکی معلوم ہوتے ہو ورنہ اتنے مطمئن نہیں ہوتے۔ یہ راستے اتنے صاف نہیں ہیں۔ کبھی کبھی جنگلی جانور سڑکوں پر ٹہلتے نظر آ جاتے ہیں۔"

"اچھا؟" میں نے متحیرانہ انداز میں کہا۔ اس نے اپنے برابر کی سیٹ کا دروازہ کھول دیا تھا۔ میں اس کے نزدیک بیٹھ گیا۔ انتہائی قیمتی اور آرام دہ کار تھی۔ اس نے کار آگے بڑھا دی۔

"اس بات سے ناواقف تھے نا؟" اس نے پوچھا۔

"بھیڑیوں والی بات سے؟"

"ہاں۔"

"ٹھیک خیال ہے۔ مجھے معلوم نہیں تھا۔" میں نے کہا۔

"مسکرانا نہیں جانتے؟" وہ بولی۔

"جانتا ہوں۔"

"پھر چہرے پر یتیمی کیوں برس رہی ہے۔ تمہاری آواز بھی زندگی سے خالی ہے۔" لڑکی کافی تیز معلوم ہوتی تھی۔ ویسے اس کی عمر اٹھارہ سال سے زیادہ نہیں تھی۔ نوخیزیت اور معصومیت کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔

"زندگی ذرا پیچھے رہ گئی ہے، میں اس سے آگے نکل آیا ہوں۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"ریس ہو رہی تھی زندگی سے؟" وہ ہنس پڑی۔

"یہی سمجھ لو۔"

"کون جیتا؟"

"میں جیت گیا ہوں۔" میں نے جواب دیا۔

"میں نے مان لیا۔ تم زندگی کو شکست دینے پر تلے ہوئے تھے ورنہ اسے ختم کرنے کے لیے یہاں نہ پڑے ہوتے۔ ویسے تمہاری باتوں سے بڑی مایوسی ٹپکتی ہے۔"

"غلط اندازہ لگایا ہے تم نے؟"

"ممکن ہے۔ بہرحال چھوڑو ان باتوں کو سیاح معلوم ہوتے ہو۔"

"ہاں سفر کا عادی ہوں۔"

"کھو بیٹھے ہو کچھ؟"

"بہت کچھ۔"

"مجھے تم سے ہمدردی ہے۔"

"شکریہ۔"

"ساؤتھ ہیمپٹن میں کہاں قیام کرو گے؟"

"کسی سڑک پر۔"

"جیب خالی معلوم ہوتی ہے۔"

"ہاں سب کچھ خالی ہے۔"

"بس معمہ حل ہو گیا۔ لیکن میری سمجھ میں نہیں آتا کہ انسان جیب خالی ہونے پر اتنا مایوس کیوں ہو اٹھا ہے۔"

میں نے اس بات کا کوئی جواب نہیں دیا۔ وہ سوالیہ انداز میں مجھے دیکھ رہی تھی۔ تب میں نے چند لمحات کے بعد کہا۔

"تمہارا نام کیا ہے بے بی؟"

"بے بی ------ میں بے بی ہوں ------ کیوں؟"

"پھر؟"

"براہ کرم آپ مجھے خاتون کہہ کر مخاطب کریں۔"

"بہتر ہے۔ آپ کا کیا نام ہے خاتون؟"

"نورین۔" اس نے جواب دیا۔

"اور آپ کے ڈیڈی کا کیا نام ہے؟"

"میکلارنس۔"

"کیا کرتے ہیں آپ کے ڈیڈی؟"

"کاروبار۔ اکثر باہر رہتے ہیں۔ بہت چاہتے ہیں مجھے۔"

"یہ کار آپ کی ہے؟"

"ہاں۔ صرف میری۔ ممی کے پاس دوسری کار ہے۔ ڈیڈی کی کار بند رہتی ہے۔ وہ جب آتے ہیں استعمال کرتے ہیں۔"

"گویا آپ کی مالی حالت بہت عمدہ ہے۔"

"ہاں۔ ہم آرام سے زندگی گذارتے ہیں۔"

"تب آپ خالی جیب کی کیفیت کیا جانیں۔" میں نے ایک گہری سانس لے کر کہا۔

"مائی گاڈ۔ تو آپ نے میرے سوال کا اتنا طویل جواب دیا ہے۔"

"ہاں۔ انسان جس چیز سے واقف نہ ہو' اس کے بارے میں صحیح بات نہیں کہہ سکتا۔"

"خیر یہ بات میں تسلیم کرتی ہوں۔ لیکن میرا مقصد صرف یہ ہے کہ تم یہ اداسی جھٹک دو۔ اگر تم ہنسو تو تمہارا چہرہ کافی دلکش نظر آئے گا۔ جب تک سینے میں سانس ہے ہر مشکل کا حل موجود ہے۔"

"میں اداس نہیں ہوں۔"

"تو باتیں کرو۔"

"ضرور۔ تمہارے بارے میں کچھ کہوں اگر تم برا نہ محسوس کرو۔"

"کہو۔" وہ مسکرا کر بولی۔

"تم نے ابھی زندگی کی ابتدا کی ہے' ایک خوشگوار ابتداء۔ میری دعا ہے کہ تمہاری زندگی انتہائی خوشگوار رہے۔ لیکن زندگی کی کسی حقیقت سے آنکھیں نہ بند کرنا۔ تاکہ کبھی ایسی حقیقت سے واسطہ پڑ جائے تو اس سے اجنبی نہ رہو۔"

"ہاں اچھی بات ہے۔ لیکن نصیحتیں مجھے پسند نہیں ہیں۔"

"یہ بھی حقیقت سے انحراف ہے۔"

"ساؤتھ ہمپٹن میں میرے ہاں قیام کرنا۔ چند روز رہ کر چلے جانا۔ آج کل میں تنہا ہوں۔ ڈیڈی ممی ایک آدھ دن میں آجائیں گی۔"

"ڈیڈی کہاں ہیں؟"

"نیویارک گئے ہوئے ہیں۔"

"اور ممی؟"

"وہ اپنی کسی عزیز کے ہاں لندن۔۔۔۔۔۔ تبھی تو مجھے موقع مل جاتا ہے اور میں لانگ ڈرائیو کے لیے نکل جاتی ہوں۔ ارے ہاں اپنا نام نہیں بتایا تم نے؟" وہ چونک کر بولی۔

"نواز اصغر۔"

"نوئیز آسکر۔" اس نے بمشکل کہا۔

"چلو یہی ٹھیک ہے۔" میں نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔

"میں تمہیں صرف آسکر کہہ کر پکاروں؟"

"کیا حرج ہے۔" میں نے جواب دیا اور تروتازہ لڑکی کے ہونٹوں پر تروتازہ مسکراہٹ پھیل گئی۔

شام تیزی سے جھک رہی تھی۔ دور سے شہر کی روشنیاں نظر آنے لگیں۔ خیال تھا کہ شہر میں داخل ہوتے ہوتے رات ہو جائے گی۔ لیکن لڑکی کی زیادہ دور نہیں گئی۔ چند میل چلنے کے بعد اس نے ایک ذیلی سڑک پر گاڑی اتارلی جو۔۔۔۔۔۔ بجری سے بنی ہوئی تھی اور ہرے بھرے کھیتوں کے درمیان بہت خوبصورت لگ رہی تھی۔

تاحد نگاہ جھاڑیاں پھیلی ہوئی تھیں جو دھند میں لپٹی بے حد حسین نظر آرہی تھیں۔ سڑک کا اختتام لکڑی کے ایک نیچے اور چوڑے پھاٹک پر جا کر ہوا۔ پھاٹک کے دوسری جانب ایک وسیع میدان نظر آرہا تھا۔ لیکن کھلے پھاٹک کے نزدیک ایک بوڑھا آدمی موجود تھا جو شاید دربان تھا۔

لڑکی کار اندر لے گئی۔ بوڑھے نے سلام کیا تھا۔ بائیں جانب ایک وسیع تالاب نظر آرہا تھا جس میں بطخوں کے غول کیڑے چننے میں مصروف تھے اور پھر میدان کے اختتام پر ایک وسیع مگر پرانے طرز کی عمارت کے سامنے بنے ہوئے پورٹیکو میں لڑکی نے گاڑی روک دی۔

فوراً ہی ایک ملازم کار کے نزدیک پہنچا اور اس نے دروازہ کھول دیا۔ لڑکی نیچے اتر آئی۔ ملازم نے دوسری طرف کا دروازہ بھی کھول دیا تھا۔

"آؤ۔" اس نے کہا اور میں اس کے ساتھ اندر داخل ہو گیا۔ میں نے لڑکی کی حیثیت کا اندازہ لگالیا تھا۔ اس کی مناسبت سے اندر کی عمارت خوبصورت تھی۔

وہ مجھے لے کر ایک خوبصورت کمرے میں داخل ہو گئی۔ "یہ میرا کمرہ ہے۔" اس نے داد طلب نگاہوں سے میری طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

میں نے کمرے میں چاروں طرف نگاہیں دوڑائیں۔ بڑی حسین چیزوں سے آراستہ تھا۔ خاص طور سے میں نے کتابوں کی ایک الماری کو دیکھا۔ اس میں بڑی اعلیٰ کتابیں سجی ہوئی تھیں۔

"بہت عمدہ کمرہ ہے' تمہیں کتابوں کا۔۔۔۔۔۔ کافی شوق معلوم ہوتا ہے۔" میں نے تعریفی انداز میں کہا۔

"ہاں۔ میں نے دنیا کی بہترین کتابیں جمع کی ہیں۔ اب تم ایسا کرو غسل وغیرہ سے فارغ ہو جاؤ۔ لیکن تمہارے پاس تو دوسرے کپڑے بھی نہیں ہیں۔"

"ہاں۔ میں قلاش ہوں نا۔"

"اوہ۔ بار بار اس بات کا تذکرہ مت کرو۔ انسان مختلف ہوتے ہیں۔ ٹھہرو' میں ڈیڈی کا لباس لاتی ہوں' تمہارے بدن پر فٹ آئے گا۔" اس نے کہا اور میں نے کوئی جواب نہیں دیا۔

لیکن اس کے جانے کے بعد میں سوچ میں ڈوب گیا۔ یہ حسین لڑکی' دنیا کی آسائشوں سے سیر' کتنی آسانی سے مجھے یہاں لائی ہے اس کے ذہن پر کوئی بوجھ نہیں ہے۔ لیکن اس کی آنکھیں۔۔۔۔۔۔ اس کی آنکھوں میں کیا ہے۔ وہ مجھے کیسی نگاہوں سے دیکھ رہی ہے۔

تھوڑی دیر کے بعد وہ کپڑے لے آئی۔ دل تو نہیں چاہتا تھا لیکن پہن لیے' بدن پر فٹ آئے تھے۔

پھر جب میں کپڑے بدل کر نکلا تو وہ خود بھی لباس بدل چکی تھی اور اب صوفے میں دراز اخبار دیکھ رہی تھی۔ مجھے دیکھ کر مسکرائی۔ "ونڈر فل' بہت اسمارٹ لگ رہے ہو۔ شیو کیوں نہیں بنائی؟"

"بس یونہی۔"

"تمہاری عمر زیادہ نہیں ہے۔ نہ جانے کیوں خود پر اس قدر بڑھاپا طاری کرلیا ہے۔" نوین نے بڑی اپنائیت سے کہا اور میں مسکرا کر رہ گیا۔

"چلو اب چائے پی لیں۔ آؤ۔" وہ اٹھ گئی اور ہم چائے پینے کے لیے دوسرے کمرے میں پہنچ گئے۔ ہر چیز سے نفاست اور امارت ٹپکتی تھی۔ اس کا مطلب تھا کہ اس کا باپ خاصی بڑی حیثیت کا مالک تھا۔

نوین نہ جانے کیا کیا باتیں کرتی رہی۔ اپنی نانی کے قصے جو بے حد سادہ لوح تھی' اپنے ڈیڈی کی کہانی اور پھر اس نے کسی قدر سنجیدہ ہو کر کہا۔ "میری ممی بھی بہت اچھی انسان تھیں۔ اگر ان کی عمر وفا کرتی تو ------"

"کیا مطلب؟" میں نے تعجب سے کہا۔

"میری ممی مر چکی ہیں۔"

"اوہ۔ لیکن تم نے تو کہا تھا------"

"وہ میری دوسری ممی ہیں۔ ڈیڈی نے چند سال قبل ان سے شادی کی ہے لیکن وہ بھی بہت اچھی------ ہیں۔ مجھ سے بہت اچھا سلوک کرتی ہیں۔ ان سے مجھے کبھی کوئی شکایت نہیں ہوئی۔"

"ہوں۔" میں نے ایک گہری سانس لی۔

"اچھا ایک بات بتاؤ۔ کیا تم صرف پیسے نہ ہونے کی وجہ سے اس جگہ پڑے ہوئے تھے' کہاں جانے کا ارادہ تھا تمہارا!؟"

"پیرس۔"

"اوہ۔ لیکن پیرس کس طرح جاتے؟"

"میرے پاس پیسے ہیں یہ دیکھو۔" میں نے بہت سے نوٹ نکال کر اس کے سامنے کر دیئے۔

"ارے۔" وہ چونک پڑی۔ "یہ تو خاصی رقم ہے۔"

"ہاں۔ کافی ہے۔"

"پھر تم جیب خالی ہونے کا رونا کیوں رو رہے تھے؟"

"تم یاد کرو۔ یہ بات تو تم نے کہی تھی میں نے نہیں۔"

"تم نے اس کی تردید بھی نہیں کی۔"

"فضول سی بات تھی اس پر کیا گفتگو کی جاتی۔"

"پیرس میں تمہارا کون ہے؟"

"کوئی نہیں ہے۔ بس ایسے ہی آوارہ گردی کے لیے جا رہا تھا۔"

"ہوں۔" وہ گردن ہلانے لگی۔ "تم بند بند سے انسان ہو۔ کھل کر اپنے بارے میں کچھ نہیں بتاتے۔ خیر بعد میں بتا دو گے۔ تم دیکھو گے میں بری لڑکی نہیں ہوں۔ آؤ ذرا گھوم پھر آئیں------ گو رات ہو چکی ہے۔ ہاں ایک بات اور بتاؤ۔"

"جی۔" میں نے کہا۔

"تمہیں کوئی گیم آتا ہے۔ مثلاً ٹینس' پنگ پانگ یا بلیرڈ۔"

"ہاں۔ بلیرڈ تھوڑا سا آتا ہے۔"

"کوئی ساز بجا لیتے ہو؟"

"گٹار' مگر یونہی سا۔ تمہیں شوق ہے؟"

"ہاں۔ پیانو میں بہت عمدہ بجا لیتی ہوں۔ اگر کسی پارٹی میں جانا ہوتا ہے تو لوگ مجھ سے فرمائش رتے ہیں۔ اس کے علاوہ گٹار بھی بہت اچھا بجاتی ہوں' سنو گے؟"

"ضرور۔" میں نے کہا۔ نہ جانے کیوں میرے دل میں ہوک سی اٹھی تھی اور انگلیوں میں طراب پیدا ہو گیا تھا۔ گٹار ممکن ہے سکون بخش ثابت ہو۔ ویسے تو میرا سکون ہی رخصت ہو گیا تھا۔

"ٹھیک ہے۔ آؤ پہلے ہم تھوڑی دور مٹر گشت کریں۔ پھر کھانا کھائیں گے اور پھر اوپر چلیں گے ال میں تمہیں گٹار سناؤں گی۔" اس نے پروگرام ترتیب دیا اور میں نے گردن ہلا دی۔ چنانچہ ہم دونوں رنکل آئے۔

اس اقامت گاہ میں دیہی حسن اکٹھا کر دیا گیا تھا۔ ہر چیز نفاست کی آئینہ دار تھی۔ نوین نے مجھے ڑں کے غول دکھائے۔ ان کی نسلوں کے بارے میں بتاتی رہی پھر اس نے اصطبل دکھایا اور کہنے لگی۔

"تم گھوڑے کی سواری کر لیتے ہو؟"

"ہاں۔"

"تم بھی ہر فن مولا ہو۔ کچھ لوگ خود کو ظاہر نہیں کرتے لیکن اندر سے بہت کچھ ہوتے ہیں۔ رے اندر یہی خرابی ہے جو کچھ ہوں ظاہر کر دیتی ہوں۔ بہرحال کل ہم گھوڑوں پر سوار ہو کر چلیں گے اور تمہیں اپنی دیہی زمینیں دکھاؤں گی۔ ڈیڈی نے بہت عمدہ باغ لگایا ہوا ہے۔"

میں نے اس بات پر بھی ہاں کہہ دی تھی۔ کافی دیر تک ہم باہر گھومتے رہے اور پھر خوب رات ئی تو واپس پلٹ آئے۔ کھانے کا وقت ہو گیا تھا۔ وہ یہاں تنہا تھی لیکن ملازم اس کا پورا خیال رکھتے تھے کھانا تھا۔ میں نے کوئی تکلف نہیں کیا اور خوب سیر ہو کر کھایا' ویسے ذہن کسی حد تک بٹ گیا تھا۔ یہ چند ے اس لڑکی کی رفاقت میں بہت عمدہ گذرے تھے اور یاسیت کسی حد تک کم ہو گئی تھی۔

پھر وہ مجھے لے کر چھت پر چلی گئی۔ دور دور تک کا ماحول کہر میں ڈھکا ہوا تھا اور چاند چمک رہا تھا۔ ا اپنا گٹار لے آئی۔ بڑا خوبصورت گٹار تھا میں نے اس کی تعریف کی۔

"ڈیڈی میرے لیے اٹلی سے لائے تھے۔ لیکن اس سے پھوٹنے والے نغمے تمہیں اس سے زیادہ ورت لگیں گے۔" اس نے ایک ستون سے ٹک کر کہا اور پھر اس نے گٹار کے سر چھیڑ دیئے۔ بلاشبہ ل کرتے اور پھر ان سروں نے ایک نغمے کی شکل اختیار کرلی۔

میں نے بھی آنکھیں بند کرلیں۔ میرے خیالات کی رو گٹار کے تاروں سے بندھ گئی تھی۔ بہت یاد آ رہا تھا۔ لیکن اس میں میرا اپنا کچھ نہیں تھا۔ ساری یادیں پرائی تھیں۔ نہ جانے میں اس دنیا میں ا آیا تھا۔

گٹار بجتا رہا اور جب وہ خاموش ہوا تو ماحول بھی یکدم خاموش ہو گیا۔ آسمان کا چاند کچھ اور تیزی سے

چمک رہا تھا۔

"تمہاری انگلیوں میں جادو ہے نوین۔" میں نے کہا اور وہ بڑے پیار سے مسکرا دی۔

"اور سناؤں؟"

"ہاں۔ ساری رات سناتی رہو۔ گٹار کے سروں میں سکون ہے، سکون جو کہیں نہیں ملتا۔" میں نے جذباتی انداز میں کہا اور اس نے دوبارہ تار چھیڑ دیئے۔ اس بار ایک طربیہ نغمہ فضاؤں میں بکھرنے لگا۔ میں اسے دیکھ رہا تھا۔ اس بار اس کی آنکھیں بھی کھلی ہوئی تھیں اور جب نغمہ ختم ہوا تو میں نے اسے خوب داد دی۔

"پیانو میں اس سے بھی عمدہ بجاتی ہوں۔ کل سناؤں گی۔ لیکن تم نے بھی کہا تھا کہ تم گٹار بجا لیتے ہو۔"

"ہاں بجا لیتا ہوں۔ لیکن تم سے اچھا نہیں۔"

"اس سے کیا فرق پڑتا ہے، سناؤ۔" اس نے گٹار میری طرف بڑھا دیا۔

"یہ میرے ہاتھ میں آکر رونے لگے گا اور مجھے تمہاری ہنسی پسند ہے۔"

"اب ٹالنے کی کوشش مت کرو۔ میں تمہارے دل کی آواز جاننا چاہتی ہوں۔ اس نے کہا اور میں نے ایک گہری سانس لے کر گٹار کو سینے سے لگا لیا۔ نہ جانے کیوں مجھے ایک سکون کا احساس ہوا اور پھر گٹار کے تاروں پر میری انگلیاں رینگنے لگیں۔ اس سے قبل بھی سینکڑوں بار گٹار بجایا تھا۔ لیکن آج نہ جانے کیوں گٹار ہاتھ میں لے کر یوں محسوس ہوا جیسے کوئی مونس مل گیا ہو۔ کوئی ایسا ساتھی جو میرے لیے دل میں درد رکھتا ہو یہی ایک چیز تھی اور مجھے اس سے بڑی اپنائیت محسوس ہوئی۔

لیکن میرا ایک مونس اور بھی تھا۔ سردارے ------ میرا خط ملنے کے بعد نہ جانے کتنا رویا ہوگا۔ اسے اپنی تنہائی کا احساس بھی تو ہوگا لیکن میں تو ہر چیز چھوڑنے کا عادی ہو گیا تھا۔ نہ جانے میرے خیالات کہاں کہاں بھٹکتے رہے اور میری انگلیاں گٹار پر بہتی رہیں۔ شاید ------ زندگی میں پہلی بار ------ بالکل پہلی بار میری آنکھیں بھیگی تھیں۔ میرے اندر ------ کی تپش کو سکون ملا تھا اور بہہ جانے والا پانی کیا سکون بخش ہوتا ہے یہ مجھے اس پانی کے بہہ جانے کے بعد پتہ چلا۔ سارا دماغ ہلکا ہوتا جا رہا تھا۔

دوسرے لمحے نوین نے گٹار کے تاروں پر ہاتھ رکھ دیا۔ "بس کرو۔ خدا کے لیے بس کرو۔ آہ بس کرو۔" اس کی آواز میں کرب تھا۔ میں چونک پڑا۔ چاندنی رات میں نوین کا چہرہ بھی آنسوؤں سے تر ہو رہا تھا۔

"بس کرو ورنہ میں مر جاؤں گی۔ لاؤ یہ گٹار مجھے دے دو۔ اسے کیا ہو گیا۔ آج اسے کیا ہو گیا۔"

میں خاموش کھڑا اس کی شکل دیکھتا رہا۔ نوین ------ متعجبانہ نگاہوں سے مجھے دیکھ رہی تھی۔ کافی دیر تک وہ اسی طرح کھڑی رہی۔ پھر اس نے گٹار ایک طرف رکھ دیا اور اپنا چہرہ صاف کرنے لگی۔ خاموشی طویل سے طویل تر ہوتی گئی اور پھر وہ آہستہ سے بولی۔ "چلو چلیں" اور میں خاموشی سے اس کے ساتھ ہو لیا۔

"تم کون ہو مجھے بتاؤ گے؟"

"بتا چکا ہوں نوین۔"

"اپنا سینہ کھول دو آسکر، ورنہ پھٹ جاؤ گے۔" وہ عجیب سے لہجے میں بولی۔

"تم غلط فہمی کا شکار ہو نوین کوئی خاص بات نہیں ہے۔ میں نے ہنستے ہوئے کہا۔

"میری عمر زیادہ نہیں ہے۔ لیکن بے وقوف تو نہیں ہوں۔ تمہاری آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے اور تمہارا چہرہ غم کی تصویر بنا ہوا تھا۔"

"رو تو تم بھی رہی تھیں نوین۔"

"ہاں۔"

"کیوں رو رہی تھیں؟"

"بس گٹار سے ایسی درد بھری آواز نکل رہی تھی کہ آنسو نکل آئے۔ میں نے ایسا نغمہ کبھی نہیں سنا۔"

"تو یہی سمجھ لو، نغمہ غمزدہ تھا میں نہیں۔ ویسے مجھے افسوس ہے کہ میں نے تمہیں افسردہ کر دیا ہے۔"

"میں تمہارے بارے میں ساری رات سوچتی رہوں گی۔"

"مجھے اور افسوس ہوگا۔"

"لیکن تم میری مشکل حل نہیں کرو گے؟"

"کونسی مشکل؟"

"مجھے اپنے بارے میں سب کچھ بتا دو۔"

"کوئی خاص بات ہوتی تو ضرور بتاتا۔"

"تمہاری مرضی۔ میں تمہیں مجبور نہیں کروں گی۔" اس نے ایک طویل سانس لے کر کہا اور میں بھی خاموش ہو گیا۔ "اب مجھے نیند آ رہی ہے، تم بھی آرام کرو۔" اور میں خاموشی سے اپنے کمرے میں آ گیا۔

آرام دہ بستر پر لیٹ کر میں نے اس واقعے کے بارے میں سوچا اور میرے ہونٹوں پر عجیب سی مسکراہٹ پھیل گئی۔ آنسو واقعی بڑے سکون بخش ہوتے ہیں۔ لیکن اس سے نوین کے ذہن پر برا اثر پڑا ہے۔ یہ نوخیز کلی ابھی خوشیوں سے ہمکنار ہے۔ اس کے چہرے پر غم کی کوئی شکن نہیں ہے۔ میں بالکل نہیں چاہتا تھا کہ اس کلی کو جو ابھی ابھی کھلی تھی۔ غموں سے آشنا کر دوں۔

یہ میرے اندر دوسری بڑی تبدیلی تھی اور اس کے مضبوط ہونے کا یقین بھی ہو گیا۔ اس وقت رات کے تین بجے تھے۔ میری خواب گاہ کا دروازہ کھلا ہوا تھا۔ نیند مجھے بھی نہیں آئی تھی۔ جونہی دروازہ کھلا میں چونک پڑا۔

خوابگاہ میں مدھم روشنی والا شمعدان روشن تھا اور اس کی روشنی میں مجھے نوین نظر آئی۔ شب خوابی کے باریک لبادے میں لپٹی ہوئی جس سے گلابی شعاعیں نکل رہی تھیں۔ بال کھلے ہوئے تھے اور وہ بڑی ہیجان خیز نظر آ رہی تھی۔

میں نے آنکھیں بند کر لیں اور وہ میرے نزدیک پہنچ گئی۔ پھر وہ جھکی اور اس نے میرے رخسار پر ہونٹ رکھ دیئے۔

گرم اور جوان ہونٹوں کا لمس۔ لیکن اس وقت بھی میرے ذہن میں شیطان نہیں جاگا۔ میں نے اس کے شانوں پر دونوں ہاتھ رکھے اور وہ بری طرح چونک پڑی۔

”تم۔۔۔۔ تم جاگ رہے ہو؟“

”نہیں، جاگ گیا ہوں۔“ میں نے اسے تھوڑا سا پیچھے کھسکا دیا۔ اور وہ سرک کر بیٹھ گئی۔ لیکن اس کی آنکھوں میں جذبات کی سرخی تھی۔

”میں شرمندہ ہوں۔ تمہیں جگا دیا۔“

”کوئی بات نہیں لیکن تم کیوں جاگ رہی ہو؟“

”بس۔ نیند نہیں آئی۔“ اس کی آواز میں لڑکھڑاہٹ تھی۔

”کیوں نیند نہیں آئی۔ کیا تم بے خوابی کا شکار ہو؟“

”آج سے قبل کبھی ایسا نہیں ہوا۔“ اس نے سرگوشی کے انداز میں کہا۔

”کچھ خیالات ذہن کو پریشان کر رہے ہیں؟“

”نہیں۔ بس تمہارا خیال آجاتا ہے۔ جب بھی آنکھیں بند کرتی ہوں گٹار کی سسکیاں سنائی دینے لگتی ہیں۔ کیا وہ تمہارے دل کی آواز نہیں تھی آسکر؟ کیا تم دکھی نہیں ہو؟ تم ایک نوجوان آدمی ہو، بے حد پرکشش خدوخال کے مالک۔ لیکن تمہاری آنکھوں میں جوانی نہیں ہے۔ تمہارے چہرے پر وہ تاثرات پیدا نہیں ہوتے۔ جو ایک نوجوان آدمی کے چہرے پر کسی لڑکی کو دیکھ کر پیدا ہوتے ہیں۔ میں اس بات کا شکوہ نہیں کر رہی بس یہ جاننا چاہتی ہوں کہ تمہارے دل میں کون سا زخم ہے؟“

میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ پھر میں نے کہا۔ ”ایک بات بتاؤ نوین۔“

”جی۔“

”تم پیانو بجاتی ہو، گٹار بجاتی ہو۔“

”ہاں۔“

”کیا اس میں تمہارے دل کے زخم یا خوشیاں چمکتی ہیں۔ یا صرف ایک خوبصورت نغمہ بجانے کا خیال تمہارے ذہن میں ہوتا ہے۔“

”تمہاری انگلیوں سے جو نغمہ پھوٹا تھا۔ میں خود کو اس کے عشر عشیر بھی نہیں پاتی۔ اس میں صرف فن نہیں تھا، درد تھا، دکھ تھا۔“

”ایسی کوئی بات نہیں ہے بھولی لڑکی۔“

”میں نے دوسری بات بھی کہی تھی، تمہاری آنکھوں میں زندگی سوئی سوئی کیوں ہے، ان آنکھوں میں چمک کیوں نہیں ہے؟“

”اس کی بھی ایک وجہ ہے نوین۔“ میں نے سنجیدہ لہجے میں کہا۔

”کیا وجہ ہے، وہی تو جاننا چاہتی ہوں۔“

”تمہیں دیکھ کر میرے سینے میں جو جذبات جاگے ہیں ان میں ٹھنڈک ہے تپش نہیں۔ میں تمہاری معصومیت کا محافظ ہوں ڈاکو نہیں۔ جذبات فطرت کی دین ہوتے ہیں نوین، لیکن میں مشرق کا باشندہ ہوں ہم جذبات سے مبرا نہیں ہوتے لیکن ان میں ہمارے ہاں تفریق ہوتی ہے۔ تمہاری ممی اور تمہارے ڈیڈی

گھر پر نہیں ہیں۔ اس لیے تمہیں لٹیرے تو بے شمار مل سکتے ہیں محافظ نہیں۔“

”میں اب بھی نہیں سمجھی۔“ اس نے الجھے ہوئے انداز میں کہا۔

”میں تم سے کسی جذباتی رشتے کا اعلان نہیں کروں گا۔ کیونکہ میرے لیے وہ رشتے حقیقی بھی نہیں رہ گئے۔ بس یہی کہوں گا کہ میری اور تمہاری عمر میں اتنا ہی فرق ہے جتنا تمہارے ڈیڈی کی اور تمہاری عمر میں۔“

”کیا یہ بات قابل تسلیم ہے؟“ وہ سنجیدگی سے بولی۔

”کیوں نہیں؟“

”ہرگز نہیں۔ میرے ڈیڈی کے بال سفید ہیں اور وہ بوڑھے ہیں۔“

”تاہم میرے دل میں تمہارے لیے وہی جذبات ہیں۔“

”اس کی کوئی خاص وجہ ہے؟“

”ہاں۔“

”کیا وجہ ہے؟“ وہ جیسے قرض وصول کر رہی تھی۔

”یہ کہ میں کوئی اچھا انسان نہیں ہوں۔“

”یہ کیا وجہ ہوئی؟“

”تم نہیں سمجھو گی۔“

”لیکن سمجھے بغیر یہاں سے نہیں جاؤں گی۔“ اس نے بچوں کے سے انداز میں ضد کرتے ہوئے کہا۔

مجھے ہنسی آگئی۔ ”میں نے کہا نا نوین۔ جذبات کی اقسام ہوتی ہیں۔ ہم جو کھو بیٹھتے ہیں وہ دوبارہ نہیں پاتے۔ اور بعض چیزیں کھونا ہی پڑتی ہیں۔ تو پھر ایسے کیوں نہ کھوئی جائیں کہ کھونے کا افسوس نہ ہو۔ میں تمہارے لیے اجنبی انسان ہوں۔ آج تمہارے پاس ہوں کل چلا جاؤں گا اور تمہیں کھونے کا کچھ صلہ نہیں ملے گا۔“

میری اس بات پر وہ دیر تک سوچتی رہی۔ پھر اس نے مشکوک نگاہوں سے مجھے دیکھتے ہوئے کہا۔

”اس کے پیچھے کوئی اور بات تو نہیں ہے۔“

”مثلاً؟“ میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”کوئی ایسی ہستی جس نے تمہیں دکھ دیا ہو۔“

”اگر ہو تو تم کیا کرو گی؟“

”اسے تمہارے لیے حاصل کر لوں گی یا پھر اسے قتل کر دوں گی۔“ اس نے جذباتی انداز میں کہا اور آنکھوں پر ہاتھ رکھ کر رونے لگی۔ میں نے اسے کھینچ کر سینے سے لگا لیا۔

اگر دل میں کوئی جلن ہوتی بھی نوین تو ان آنسوؤں سے دھل گئی ہوتی لیکن یقین کرو ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ لیکن بڑا سکون ملا ہے، تمہاری اس محبت سے۔“ میں نے اسے بھینچ لیا اور وہ میرے سینے میں منہ چھپا کر سسک سسک کر روتی رہی۔

پھر جب وہ خاموش ہو گئی تو میں نے اسے اٹھایا۔ ”گٹار سنو گی؟“

"اب نہیں سنوں گی۔" اس نے خوفزدہ لہجے میں کہا۔

"نیند آ رہی ہے؟"

"بالکل نہیں۔"

"تب میری خواہش ہے آؤ گٹار سنو۔" میں نے کہا اور وہ تعجب سے مجھے دیکھنے لگی۔ "آؤ یہاں سب ملازم ہیں کسی کو اعتراض نہیں ہو گا۔" اور وہ سہمی ہوئی سی اٹھ گئی۔ میں اسے لے کر اس کے کمرے میں آیا' گٹار لیا اور ہم دونوں ایک بار پھر چھت پر پہنچ گئے۔ چاند آدھے سے زیادہ سفر طے کر چکا تھا اور اب پستیوں کی جانب سے جھانک رہا تھا۔

نوین خوفزدہ سی ایک ستون سے ٹک کر کھڑی ہو گئی۔ مجھے محبت کے آنسو ملے تھے۔ وہ آنسو جو آج تک میرے سینے میں جذب نہیں ہوئے تھے۔ میں نے اگر کسی کے لیے کچھ کیا ہے تو اس نے مجھے محبت دی ہے لیکن یہ بے لوث محبت مجھے پہلی بار ملی تھی۔ میں اس محبت کا خراج ادا کرنا چاہتا تھا۔ ہاں مجھ میں اتنی سکت تو نہیں تھی کہ میں اس محبت کے بوجھ کو ہمیشہ کے لیے اپنے شانوں پر اٹھالیتا۔ میں اس کی ادائیگی فوراً کرنا چاہتا تھا۔

چنانچہ میں نے گٹار کے سر سجائے اور پھر ایک ایسا نغمہ چھیڑا کہ ساری کائنات ہنس پڑی۔ یہ نغمہ طرب تھا۔ یہ خراج تھا اس محبت کا۔ میں نے سارے جہاں کے پھول سمیٹ لیے تھے اور ان پھولوں کے حسین گجرے بنا کر انہیں فضا میں اچھال رہا تھا۔ چاروں طرف پھول ہی پھول تھے اور نوین خوشی سے کھل اٹھی تھی۔

وہ میرے نزدیک آ گئی اور پھر چھت کے دوسرے سرے تک دوڑتی چلی گئی۔ دیر تک میں پھول لٹاتا رہا اور پھر میں نے گٹار بند کر دیا۔

"آہ تم گٹار کے جادوگر ہو۔" نوین نے کہا۔

"سچ۔" میں نے پوچھا۔

"ہاں۔ میں نے اتنا عظیم فنکار نہیں دیکھا۔"

"اب تو تمہارے دل سے ساری غلط فہمیاں دور ہو گئی ہوں گی۔"

"ہاں۔ لیکن کیا تم چلے جاؤ گے؟"

"ہمیں حقیقتوں سے دور نہیں جانا چاہیے نوین۔ میں تمہیں بھی یہی تلقین کرتا ہوں۔ عمر تمہیں تجربہ دے گی لیکن وقت سے پہلے کچھ حاصل ہو جائے تو انسان تکلیف نہیں اٹھاتا۔ تم معصوم فطرت لڑکی ہو۔ زندگی میں بے شمار لوگ ایسے آتے ہیں جو پہلی ہی نگاہ میں ہمیں بھا جاتے ہیں۔ لیکن چاہتوں کے دائرے اتنے وسیع نہیں ہونے چاہئیں کہ انسان خود میں قید ہو جائے۔ میں ایک مسافر ہوں۔ آج نہیں تو کل چلا جاؤں گا۔ تمہارے اچھے اخلاق کا تاثر لے کر' تم بھی اس سے زیادہ تاثر نہ لو۔"

"تو تم چلے جاؤ گے؟"

"ہاں نوین۔"

"رک نہیں سکتے؟"

"کتنے دن رکوں گا؟"

"ہمیشہ ہمیشہ کے لیے۔ میں تمہارے نغموں کی امین بن جاؤں گی۔ یہ سفر بہت خوبصورت ہو گا۔ میں اور تم۔۔۔۔۔"

"نہیں نوین' یہ ناتجربہ کاری کے خواب ہیں۔ نہ جانے کیوں میرا دل چاہتا ہے کہ تم خواب نہ دیکھو۔ حقیقتوں کی دنیا میں آؤ۔"

"ٹھیک ہے۔" اس نے ایک گہری سانس لی۔ "میں نے تمہیں پیشکش۔۔۔۔۔ کی تھی' تم نے ٹھکرا دی۔ ٹھیک ہے اس قابل نہ سمجھا' نہ سہی۔" وہ غمناک انداز میں خاموش ہو گئی۔ میں نے اس کی اس کیفیت پر توجہ نہیں دی تھی۔

"آؤ چلیں۔" میں نے کہا اور پھر ہم دونوں نیچے اتر آئے۔ جاؤ نوین سونے کی کوشش کرو رات ختم ہونے والی ہے۔" اور وہ گردن جھکا کر چلی گئی۔ میں اس کے بعد بھی دیر تک جاگتا رہا پھر سو گیا۔

دوسری صبح دیر سے آنکھ کھلی تھی۔ ملازم سے پوچھا تو پتہ چلا کہ نوین ابھی تک سو رہی ہے۔ بہرحال میں نے اس کا دیا ہوا لباس تبدیل کیا اور شیو وغیرہ کر کے تیار ہو گیا۔ پھر تقریباً ایک گھنٹے تک انتظار کرنا پڑا نوین الجھے ہوئے بال اور بے ترتیب لباس میں میرے سامنے پہنچی تھی۔ اس کی آنکھیں گلابی ہو رہی تھیں۔ شاید بستر سے اٹھ کر سیدھی چلی آئی تھی۔ مجھے اس طرح تیار دیکھ کر وہ خجل ہو گئی۔

"اوہ' میں۔۔۔۔۔ میں سوتی رہ گئی تھی۔" اس نے شرمندہ لہجے میں کہا۔

"تو پھر؟" میں نے نرم نگاہوں سے اسے دیکھ کر پوچھا۔

"تم نے ابھی ناشتہ بھی نہیں کیا ہو گا؟"

"اب کریں گے' اس میں کونسی خاص بات ہے۔ میں نے اس کی کیفیت محسوس کر کے کہا۔

"بس ابھی تیار ہو کر آتی ہوں۔" وہ بولی اور باہر نکل گئی چلتے ہوئے اس نے شاید ملازم کو ناشتہ لگانے کی ہدایت بھی کر دی تھی۔ پھر وہ آ گئی بڑی جلدی اس نے خود کو سنوار لیا تھا۔

"آؤ آسکر' ناشتہ کریں۔" وہ بڑے پیار سے بولی اور ہم دونوں ناشتے کی میز پر آ گئے۔

"اس کے ہونٹوں پر خواہ مخواہ مسکراہٹ آ رہی تھی۔

"بہت خوش ہو نوین؟" میں نے پوچھا۔

"ہاں۔ ہوں۔" اس نے مختصراً کہا۔

"وجہ بتاؤ گی؟"

"نہ بتاؤں تو؟"

"کوئی حرج نہیں ہے۔" میں نے آہستہ سے کہا۔

"اور اگر بتا دوں تو؟" وہ ہنس پڑی۔

"تب بھی کوئی حرج نہیں ہے۔" مجھے بھی ہنسی آ گئی۔

"شرم آتی ہے۔" وہ سچ مچ شرما کر بولی۔ میں نے اس بات کا کوئی جواب نہیں دیا اور وہ خاموشی سے ہنستی رہی۔ لیکن اس کے انداز میں ایک جھجک سی تھی جیسے کچھ کہنا چاہتی ہو' کہہ نہ پا رہی ہو۔ میں نے خاموشی اختیار کر لی تھی۔

"دراصل میں رات کے واقعات پر غور کر رہی تھی۔ ایک بات بتاؤ آسکر۔ تم ان واقعات کی روشنی

میں مجھے کیسی لڑکی سمجھتے ہو؟"

"کون سے واقعات کی روشنی میں؟ اگر تم کسی خاص واقعے کی جانب میری توجہ مبذول کرنا چاہتی ہو تو تمہیں اس کی وضاحت کرنا ہوگی۔ بہرحال کوئی بھی واقعہ ہو' تمہارے لیے میرے جذبات بہت اچھے ہیں اور میں تمہیں ایک بہت ہی پیاری لڑکی کی حیثیت سے ہمیشہ یاد رکھوں گا۔" میں نے کہا۔

"گویا تمہارے خیالات میری جانب سے خراب نہیں ہوئے؟"

"کیوں ہوتے؟"

"میرا رات کا رویہ اچھا تو نہیں تھا۔ جانے مجھے کیا ہو گیا تھا۔"

"تم بلاوجہ مجھے یاد دلا رہی ہو نوین------ میں تو بھول بھی چکا ہوں۔"

"لیکن میں کبھی نہیں بھولوں گی۔ تم میری زندگی کو ایک پاکیزہ سبق دے چکے ہو آسکر۔ میں پہلی بار بھٹکی تھی آئندہ نہیں بھٹکوں گی اور اب تمہارے لیے بھی میرے دل میں وہ جذبات نہیں ہیں۔ تم تو آسمان سے آنے والے ہو راستہ بھٹک گئے ہو۔ میں تمہیں راستہ بھٹکنے والا سمجھتی ہوں۔"

"نہیں نوین' میں اس غلیظ دنیا کا ایک گناہگار انسان ہوں۔ بہرحال چھوڑو ان باتوں کو' تم پرسکون ہو۔ سب ٹھیک ہے۔"

"آج میں تمہیں نواح کی سیر کرانے لے جاؤں گی۔"

"ضرور۔ کل میں چلا جاؤں گا۔"

"کل نہیں' ابھی چند روز رہو۔"

"کوئی فائدہ نہیں نوین۔ جانا تو ہے۔"

"میں تمہیں روکوں گی نہیں' لیکن میرے لیے چند روز تو رک جاؤ۔ اس نے لجاحت سے کہا اور میں نے گردن ہلا دی۔

"ٹھیک ہے' میں تمہاری خواہش کو رد نہیں کروں گا۔" میں نے جواب دیا اور وہ خوش ہو گئی۔

تھوڑی دیر کے بعد اس نے سیر و تفریح کی تیاریاں شروع کر دیں۔ ایک جیپ میں کچھ سامان رکھا گیا اور نوین نے ضروری تیاریوں کے بعد سفر شروع کر دیا۔

"فاصلہ ذرا زیادہ ہے۔ لیکن ہم جھیل ونڈر میر چلیں گے۔"

"ونڈر میر؟"

"ہاں ہمارے ڈسٹرکٹ کی پہلی جھیل ہے۔"

"ٹھیک ہے چلو۔ میں نے کہا اور نوین نے جیپ اسٹارٹ کر کے آگے بڑھا دی۔ ذیلی سڑک سے وہ بڑی سڑک پر آ گئی اور پھر نوین رفتار تیز کرتی گئی۔ ٹھریاس میں کافی موجود تھی جسے راستے میں تین بار پیا گیا۔ خاصی تیز رفتاری سے سفر کیا گیا تھا اس لیے جھیل تک پہنچنے میں زیادہ دقت نہیں ہوئی۔

لیکن جھیل کے مناظر مجھے پسند نہیں آئے تھے۔ چھوٹی چھوٹی سرسبز پہاڑیاں اور ان کے درمیان گدلے پانی کا ایک وسیع میدان جس میں بطخوں کے غول بے شمار تھے۔ کناروں پر آئس کریم اور بھدے مناظر کے کارڈ فروخت کرنے والوں کے کیبن بکھرے ہوئے تھے۔ لوگ البتہ اچھی خاصی تعداد میں نظر آ رہے تھے۔

تھوڑی دیر تک ہم دونوں وہاں گھومتے رہے' یہاں تک کہ دو بج گئے۔ "بھوک لگ رہی ہے مگر؟"

"کھانا تو موجود ہے۔"

"لیکن یہاں نہیں کھائیں گے۔"

"پھر؟"

"ایمبل سائڈ چلتے ہیں۔ وہ پرسکون ہے۔"

"چلو۔" میں نے کہا اور نوین نے ایک بار پھر اسٹیئرنگ سنبھال لیا۔ درحقیقت ایمبل سائڈ بصورت قصبہ تھا۔ اس کے اطراف کے مناظر بہت حسین تھے۔ ایک خوبصورت سے قطعے پر ہم نے پکنک نے کا فیصلہ کیا اور اس کے نزدیک ہی لینڈ روور روک دی۔ نوین نے کھانے پینے کا بندوبست کیا اور ہم نے نا کھا لیا۔ کھانے کے بعد نوین لینڈ روور کے قریب گئی اور اس نے گٹار نکال کر میری طرف بڑھا دیا۔

"ارے' یہ بھی ساتھ ہے؟"

"ہاں۔" وہ عقیدت سے بولی۔

"میں نے نہیں دیکھا تھا۔"

"میں نے چھپا کر رکھا تھا۔" وہ شوخی سے بولی۔

"کیا سناؤں؟"

"جو دل چاہے۔"

"میرے دل کی چاہ کا ذکر مت کرو۔"

"کیوں؟"

"گٹار رونے لگے گا۔"

"کیوں؟ آخر کیوں' کیا میں اس قابل بھی نہیں ہوں کہ تم مجھے دل کا راز بتا دو۔ مجھے بتا دو آسکر' نہارے سینے میں کون سے زخم ہیں۔ آخر میں تمہاری دوست ہوں اور اب تو------ اب تو میرے ذہن لی تمہارے لیے اور کوئی بات بھی تو نہیں ہے۔"

"اوہ' یہ بات نہیں ہے نوین۔"

"پھر کیا بات ہے؟"

"دراصل میرے زخموں کی نوعیت دوسری ہے۔ ایسی کہ میں کسی سے کہہ بھی نہیں سکتا اور پھر میں دریاں نہیں چاہتا۔ یہ زخم میں نے خریدے ہیں۔ یہ زخم ایسے ہیں کہ بے معنی سے نظر آتے ہیں۔"

"زخم بہرحال زخم ہوتے ہیں۔ ان کے معنی ضرور ہوتے ہیں۔"

"نوین۔ میں آوارۂ وطن ہوں۔ میری زمین نے مجھے قبول نہیں کیا۔ حالانکہ مجھے اس زمین سے بے پناہ الفت ہے۔ میں اسے مقدس ماں سمجھتا ہوں۔ ماں کی گود مجھ سے چھن گئی ہے نوین۔ میرے دل میں ایک ہوک اٹھتی ہے۔ لیکن میں اس ماں سے ناراض ہوں۔ میں اس کی آغوش میں واپس نہیں جانا چاہتا۔ میرے زخم کا کوئی علاج ہے؟"

"زمین تمہاری ماں ہے؟"

ہاں۔ اس سے زیادہ ہے وہ میرے لیے میں اس کی بے پناہ عزت کرتا ہوں۔ میں اسے بے پناہ چاہتا ہوں۔"

"تو پھر واپس کیوں نہیں چلے جاتے؟"

"ماں سے ناراض ہو کر میں ایسے راستوں پر چلا گیا تھا جس سے میرے وجود میں گندگی بھر گئی ہے اور اپنی ماں کی پاک آغوش کو اب میں کسی طور گندہ نہیں کرنا چاہتا۔"

"ماں ------ ماں ہوتی ہے آسکر۔"

"ہاں۔ لیکن میری ماں مجھے ٹھکرا چکی ہے۔"

"تم اب کبھی اس کے پاس نہیں جاؤ گے؟"

"کبھی نہیں جاؤں گا نوین۔ اس نے مجھے ٹھکرا ضرور دیا تھا۔ لیکن میں اس کی پاک بازی کو نہیں بھول سکتا۔ میرا وجود اب اس کے لیے غلاظت کے ڈھیر کے علاوہ اور کچھ نہیں ہے۔ میں واپس کبھی نہیں جاؤں گا۔"

"تم واقعی بہت دکھی ہو۔" نوین نے افسردگی سے کہا۔

"ہاں نوین' میں بہت دکھی ہوں۔"

"اپنی زمین کا کوئی گیت نہیں سناؤ گے آسکر؟"

"زمین کا گیت؟" میں نے چونک کر کہا۔

"ہاں زمین کا گیت۔" نوین نے کہا اور میرے کانوں میں ایک دلکش نغمہ گونجنے لگا۔

لعل میری پت رکھیو بھلا جھولے لالن۔

اور میں نے گٹار نوین کے ہاتھ سے لے لیا۔ دل اداس تھا۔ گٹار ہاتھ میں لیتے ہی میرا دل مچل گیا۔ بہت عرصہ گذر گیا تھا وطن کو یاد کیے ------ گٹار کے تار مجھ سے تعاون پر آمادہ ہو گئے اور گٹار سے نغمہ ابل پڑا۔

آنسوؤں میں ڈوبا ہوا نغمہ فضا میں پھیل گیا۔ یہ میرے دل کی چیخیں تھیں۔ یہ میرے سینے کی گھٹن تھی۔ میری آنکھوں نے آنسوؤں کا مزہ چکھ لیا تھا' اور میں بے خودی میں نغمہ سرائی کرتا رہا۔ نوین بھی رو رہی تھی۔

نغمہ ختم ہو گیا' لیکن نوین سسک رہی تھی۔ پھر وہ آہستہ آہستہ آگے بڑھ کر میرے سینے سے آلگی۔

"میں تمہارے لیے کیا کروں آسکر میں تمہارے لیے کیا کروں؟"

"ارے دیوانی چپ ہو جاؤ۔ خدا تمہیں کبھی دکھ سے آشنا نہ کرے۔"

"میں کیا کروں آسکر؟ تمہارا دل کتنا دکھا ہوا ہے۔"

"میں بہت ہلکا ہو گیا ہوں نوین۔ یقین کرو دل سے بہت بڑا بوجھ ہٹ گیا ہے۔ میں اب پر سکون ہو گیا ہوں۔ ایک نغمہ اور سناؤں؟"

"سناؤ۔" اس نے کہا اور میں نے گٹار چھیڑ دیا اور اس بار پھر وہی دھن بجنے لگی۔ لعل میری پت رکھو بھلا ------ اور یہ اس نغمے کی خوبی تھی۔ یہ دلوں کا ترجمان تھا۔ ہنسی اور آنسوؤں کا یکساں ساتھی اس بار دھن بدلی ہوئی تھی اور ماحول ہنس رہا تھا۔ نوین ششدر رہ گئی تھی۔ وہ مبہوت تھی۔

پھر جب نغمہ ختم ہوا تو وہ تعجب سے بولی۔ "آسکر' کیا یہ وہی نغمہ نہیں تھا؟"

"وہی تھا۔"

"خدا کی پناہ' اس کا انداز کتنا بدلا ہوا تھا۔ تھوڑی دیر قبل اس سے آنسو ٹپک رہے تھے اور اب ہنس رہا تھا۔ تم گٹار کے جادوگر ہو آسکر۔"

"یہ نغمہ دلوں کا ترجمان ہے نوین' ذہنی کیفیت کا غماز۔ اس میں ہنسانے اور رلانے کی قوت ہے۔"

"بڑا پر اسرار نغمہ ہے' مجھے سکھا دو آسکر۔ نوین نے التجا کی لیکن اس وقت بات کٹ گئی۔ گھوڑوں کی ٹاپوں کی آواز سنائی دی تھی۔ ہماری گردنیں گھوم گئیں۔ تین گھڑسوار تھے۔ فرانسیسی طرز کے لباسوں میں لمبے چوڑے ہیٹ پہنے ہوئے۔

"اوہ۔ یہ کمبخت کہاں سے آمرا؟" نوین بڑبڑائی۔

"کون ہے؟" میں نے پوچھا۔

"سیڈر۔ جھیل کے اس پار گراس میئر کے قصبے کے نزدیک اس کی بڑی زمینیں ہیں۔ ڈیڈی اور اس کے باپ میں دوستی ہے۔ شاید وہ کوئی مشترکہ کاروبار بھی کرتے ہیں۔ لیکن مجھے اس سے سخت نفرت ہے۔"

"کیوں؟"

"وہ ہے ہی نفرت انگیز۔ جہاں لڑکی دیکھی پاگل ہو گیا۔ اکثر ہمارے گھر آتا رہتا ہے لیکن میں منہ بھی نہیں لگاتی۔"

اتنی دیر میں تینوں گھڑسوار ہمارے قریب پہنچ گئے۔ جس شخص کے بارے میں نوین نے بتایا تھا وہ اکہرے بدن کا ضرورت سے زیادہ دراز قامت نوجوان تھا۔ چہرے پر چنگیز خان ٹائپ کی مونچھیں تھیں۔ داڑھی سے صاف تھیں۔ بھوری آنکھوں میں چیتے کی آنکھوں کی سی چمک تھی۔

"اوہ مس لارنس' آپ یہاں یعنی میرے قصبے سے اتنی قریب ہونے کے بعد مجھ سے اتنی دور۔" اس نے گھوڑے سے اترتے ہوئے کہا۔ اس کے دونوں ساتھی بھی گھوڑوں سے اتر آئے تھے۔

"یہاں میں سیر کے لیے آئی تھی۔" نوین نے سرد لہجے میں کہا۔

"اور تھوڑی سی آگے نہ آگئیں۔ کیا میں اس قابل بھی نہیں ہوں۔ میں تو اتفاق سے ادھر آنکلا۔ میں نے آپ کی جیپ پہچان لی تھی۔"

"بس یہیں تک آئی تھی۔"

"مسٹر میکلارنس ابھی تک واپس نہیں آئے نا؟"

"سنا ہے کل پرسوں تک آجائیں گے۔ ڈیڈی کے پاس اطلاع آئی تھی۔"

"شکریہ۔"

"یہ کون ہیں۔ تعارف نہیں کرایا تم نے۔" اس نے پہلی بار میری طرف توجہ دی۔

"میرے دوست مسٹر آسکر۔"

"ایک ہم ہی دشمن ہیں تمہارے' لیکن کب تک ارے ہاں ایڈی تم مس لارنس سے آج تک ملائے۔ یہی ہیں میرے مستقبل کی [illegible] تھی۔ تمہیں بڑا اشتیاق تھا۔" اس نے ایک شخص کی طرف مڑ کر [illegible] اس نے آگے بڑھ کر ہیٹ اتار کر سر جھکا دیا۔

"کیا میں آپ کے اس جھوٹ کی تردید بھی کردوں مسٹر سیڈر۔" نوین نے ناخوشگوار لہجے میں کہا۔

"کون سا جھوٹ۔" سیڈر تعجب سے بولا۔

"جو آپ نے اپنے ساتھی سے بولا ہے۔ میں نے سنا ہے کہ آپ اکثر لوگوں سے یہ کہتے پھرتے ہیں کہ میں آپ کی ہونے والی شریک حیات ہوں۔"

"لیکن اس میں جھوٹ کیا ہے۔" سیڈر تعجب سے بولا۔

"تو پھر آپ کی غلط فہمی ہوگی۔ آیئے مسٹر ایڈی میں اپنے منگیتر سے آپ کا تعارف کراؤں۔ یہ میرے منگیتر مسٹر آسکر نوئیز۔ سیڈر کو خواب دیکھنے کی عادت ہے سو وہ الٹے سیدھے خواب دیکھ کر دوسروں کو سناتے رہتے ہیں۔"

سیڈر کا منہ تعجب سے کھلا رہ گیا تھا۔ پھر اس کی آنکھیں غصے سے سرخ ہوگئیں۔ "کیا آپ نے مذاق میں میری توہین نہیں کی ہے مس لارنس۔"

"مذاق ---- توہین" ---- نوین نے استہزائیہ انداز میں کہا۔

"ہاں۔ میرے دوست کیا کہیں گے؟"

"یہی کہ تم جھوٹے اور بے وقوف ہو، خود ہی فیصلے کرتے ہو اور دوسروں کو سناتے رہتے ہو۔ کس نے تم سے کہا کہ میں تم سے شادی کروں گی؟" نوین نے کہا۔

"تمہارے ڈیڈی نے۔"

"پھر شاید ڈیڈی ہی تم سے شادی کریں گے۔ یا پھر انہوں نے تمہاری حماقت دیکھتے ہوئے تم سے مذاق کیا ہوگا۔"

"تم میری جس قدر توہین کر رہی ہو نوین، تمہیں اس کے لیے بھگتنا ہوگا یا پھر تم اس شخص کو خوش کر رہی ہو۔ لیکن تمہیں معلوم ہے کہ یہ سیڈر کا علاقہ ہے۔"

"یہ تو تمہارا علاقہ نہیں ہے۔ میرا خیال ہے تمہاری زمین گراس میئر کے دوسری جانب ہے۔"

"لیکن یہاں وہی ہوتا ہے جو میں چاہتا ہوں۔"

"ہو سکتا ہے۔ لیکن کم از کم میرے معاملے میں نہیں۔"

"میں ---- میں تم سے انتقام لوں گا۔ تم اس گھٹیا سے سازندے کے سامنے میری توہین کر رہی ہو۔ بلا سے مسٹر میکلارنس سے ڈیڈی کے تعلقات خراب ہو جائیں۔ لیکن تمہیں اس بدتمیزی کی سزا ضرور ملے گی ابھی اور اسی وقت۔"

"کیا سزا ملے گی؟"

"میں تمہیں اٹھا کر لے جاؤں گا۔ تمہارا غرور پاش پاش کردوں گا۔" سیڈر کے منہ سے جھاگ نکلنے لگا۔

"یہ تمہاری کمینگی کا ایک اور ثبوت ہوگا اور لوگ میری بات کی تصدیق کریں گے کہ میں بلاوجہ تم سے نفرت نہیں کرتی۔"

"تم مجھ سے نفرت کرتی ہو؟"

"شدید نفرت۔" نوین نے زمین پر تھوک دیا۔

"اوہ تیری یہ مجال کمینی کتیا۔ میں تجھے بالوں سے پکڑ کر گھسیٹتا ہوا لے جاؤں گا۔" سیڈر جنون کے عالم میں آگے بڑھا اور اب میری مداخلت ضروری تھی۔

"مسٹر سیڈر پلیز، تھوڑے سے ٹھنڈے ذہن سے کام لیں۔ آپ کے بدن پر فرانس کے شرفاء کا لباس ہے۔" میں نے نرم لہجے میں آگے بڑھ کر کہا۔

"تمہاری مداخلت اس وقت تمہاری زندگی بھی چھین سکتی ہے، پیچھے ہٹ جاؤ، تم سیڈر سے واقف نہیں معلوم ہوتے۔"

"واقف ہونا چاہتا ہوں۔" میں نے بدستور نرم لہجے میں کہا۔

"مہنگی پڑے گی تمہیں یہ واقفیت۔" سیڈر غرایا۔

"آپ کے بدن پر فرانسیسی لباس ہے، کیا آپ فرانس کی ایک رسم پوری کرنا پسند کریں گے۔"

"کیا بکواس ہے، پیچھے ہٹو۔" سیڈر نے میرے سینے پر ہاتھ رکھ کر مجھے دھکا دیا اور میں چند قدم پیچھے ہٹ گیا۔ نوین اب کچھ پریشان نظر آنے لگی تھی۔

"میں بھی اس کا طلبگار ہوں اور فرانسیسی رسومات کے مطابق ایسے فیصلے ڈوئل سے طے ہو جاتے ہیں۔" میں نے کہا۔

"اوہ، تو تم مجھ سے ڈوئل کرو گے۔"

"فیصلہ تو کرنا ہی ہے۔" میں نے مسکراتے ہوئے شانے ہلائے۔

"اسے لے جانے سے مجھے کون روکے گا۔ لیکن میں چاہتا ہوں اسے بھی سیڈر کی حقیقت معلوم ہو جائے۔ اسے پتہ چل جائے کہ جس کے منہ پر اس نے تھوکا ہے وہ کیا چیز ہے۔" وہ چند قدم پیچھے ہٹ گیا۔

"میں بھی یہی چاہتا ہوں۔" میں نے گردن خم کرتے ہوئے کہا۔

"نہیں آسکر، تم اس سے مت الجھو۔" نوین نے میرا بازو پکڑتے ہوئے کہا۔

"کیا آپ ان کے ساتھ جانا چاہتی ہیں مس نوین؟" میں نے پوچھا۔

"نہیں، ہرگز نہیں، میں دیکھوں گی یہ مجھے کس طرح لے جاتا ہے۔"

"میں بھی یہی دیکھنا چاہتا ہوں۔" میں نے مسخرے پن سے کہا۔ ویسے میری نگاہیں جائزہ لے چکی تھیں کہ پستول ان تینوں کے پاس نہیں ہے۔ چنانچہ میں بے فکر تھا۔

"تو تم تیار ہو؟"

"ہاں تیاریاں کیا کرنا ہیں پستول نکالو۔" میں نے کہا۔

"تو کیا تمہارے پاس پستول موجود ہے؟" ایک لمحے کے لیے سیڈر کے چہرے پر الجھن نظر آئی۔

"پھر کس طرح جنگ کرو گے؟"

"میرے بازو فولاد ہیں۔ پستول میرے پاس موجود نہیں ہے۔"

"میرے پاس بھی نہیں ہے آجاؤ اور ہاں میری طرف سے اجازت ہے کہ تمہارے ساتھی تمہاری مدد کریں۔"

"اوہ۔ میں ہی تمہاری گردن توڑنے کے لیے کافی ہوں۔" سیڈر غصے سے پاگل ہو رہا تھا۔ اس نے اچھل کر میرے اوپر حملہ کردیا۔ فری اسٹائل کے داؤ سے کام لے کر اس نے میرے سینے پر دولتی جمانے کی

کوشش کی تھی لیکن میں نے جھکائی دے کر اس کی دونوں ٹانگیں مضبوطی سے پکڑ لیں اور سیڈر نے بمشکل تمام ہاتھ ٹکا کر اپنا چہرہ بھرتہ ہونے سے بچایا۔ لیکن اب صورت حال بے حد دلچسپ تھی۔ اس کی دونوں ٹانگیں میرے ہاتھوں میں تھیں اور ہاتھ زمین پر ٹکے ہوئے تھے۔ وہ ٹانگیں چھڑانے کے لیے ہاتھوں سے زور لگا رہا تھا اور میں اس کی ٹانگیں پکڑے پکڑے چکر لگا رہا تھا۔ سیڈر کو ہاتھوں کے زاویے بدلنے پڑ رہے تھے ورنہ وہ زمین پر رگڑ کر رہ جاتے۔ پھر اسے خوب گھما کر میں ایک جگہ رک گیا۔

"ٹانگیں چھوڑو۔" وہ غرایا اور میں نے اسے پلٹ دیا۔ وہ چت ہو گیا تھا۔ لیکن ٹانگیں میرے ہاتھوں میں تھیں۔ اس بار اس نے پوری قوت سے ٹانگیں چھڑانے کی کوشش کی لیکن میں نے اسے پھر الٹ دیا۔ اور وہ ہاتھوں کے بل آ گیا۔

نوین بے اختیار ہنس پڑی تھی۔ "یہ کیا ہو رہا ہے سیڈر۔" وہ قہقہہ لگا کر بولی۔

"سؤر کے بچو، تم میرے دوست ہو کر دیکھ رہے ہو۔" سیڈر دھاڑا اور دونوں سور کے بچے ہوش میں آ گئے۔ وہ میری طرف دوڑے اور دونوں نے ایک ساتھ میرے اوپر حملہ کیا۔ لیکن وہ لڑائی بھڑائی کے معاملے میں گدھے معلوم ہوتے تھے۔ وہ مخالف سمتوں سے حملہ آور ہوئے تھے۔ اور دونوں نے ہی میرے منہ پر گھونسے جمانے کی کوشش کی تھی۔ میں پھرتی سے بیٹھ گیا اور انہوں نے ایک دوسرے کے جبڑے ہلا دیئے۔ سیڈر کی ٹانگیں میں نے اب بھی نہ چھوڑیں اور ان کے نرغے سے اسے بھی گھسیٹ کر لے گیا۔

اس بار ان دونوں کے منہ سے غراہٹیں نکلیں اور جس انداز میں وہ حملہ آور ہوئے تھے اسے روکنے کے لیے سیڈر کی ٹانگیں چھوڑنا پڑیں۔ پھر میں نے ان میں سے ایک کا گھونسا کلائی پر روکا دوسرے کے پیٹ پر پاؤں سے ضرب لگائی اور وہ اچھل کر دور جا گرا۔ جس کا گھونسہ روکا تھا اس کی گردن میں ہاتھ ڈال کر دوسرے کے اوپر اچھال دیا اس کے لیے میں نے دیسی داؤ قلا جنگ استعمال کیا تھا اور وہ دونوں ڈھیر ہو گئے۔

سیڈر کے حواس بحال نہ ہوئے تھے، تاہم اس نے اٹھنے کی کوشش کی۔ لیکن مجھے موقع مل گیا تھا جونہی وہ کھڑا ہوا میں نے زمین پر بیٹھ کر پھر اس کے دونوں پاؤں پکڑ لیے اور اسے پھر الٹ دیا۔

اس کے بعد میں سیڈر کو ان لوگوں سے دور کھینچ لے گیا اور اسے بری طرح الٹنے پلٹنے لگا اس کے لیے میں خود بھی چکر کھا رہا تھا۔

سیڈر کے دونوں ساتھی سنبھل کر مجھ پر لپکے اور میں نے سیڈر کو چھوڑ دیا۔ اس بار میں نے فیصلہ کیا تھا کہ ان دونوں کو درست کر دوں پھر سیڈر کو دیکھوں گا۔ چنانچہ میں دونوں ہاتھ سیدھے کر کے کھڑا ہو گیا وہ میرے نزدیک آ کر ٹھٹک گئے تھے۔

"آؤ آؤ۔" میں نے انگلی سے اشارہ کیا اور پھر اچانک زمین پر بیٹھ کر دونوں لاتیں ان کی پسلیوں پر ماریں۔ دونوں کی زور دار چیخیں نکلی تھیں۔ اسی وقت سیڈر نے مجھ پر چھلانگ لگائی اور میں نے پھرتی سے جگہ چھوڑ دی۔ یہ تو مجھے بعد میں ہی معلوم ہوا تھا کہ سیڈر نے چاقو سے حملہ کیا تھا اور چاقو زمین میں پیوست ہو گیا۔

میں نے ایک لات اس کے منہ پر رسید کر دی اور پھر ان دونوں پر جا پڑا۔ اس بار میں نے ان پر فائنل گھونسے رسید کیے تھے۔ وہ دونوں چکرائے اور ایک دوسرے سے الجھ کر گر پڑے۔ سیڈر چاقو نکالنے کی کوشش کر رہا تھا اور اپنی ہی کوشش میں اس کا ہاتھ زخمی ہو گیا تھا۔ لیکن میں تو اسے زچ کرنا چاہتا تھا چنانچہ

میں نے اس کی پشت پر لات رسید کر دی اور جونہی وہ گرا میں نے اس کی ٹانگیں سنبھال لیں۔ اور پھر وہی چکر، سیڈر کے حلق سے پھر وہی غراہٹیں نکل رہی تھیں اور نوین پیٹ پکڑ پکڑ کر ہنس رہی تھی۔

"مزا آ رہا ہے نا سیڈر۔" وہ چیخی۔

"یک۔ بھک۔" سیڈر نے حلق پھاڑ کر کچھ کہنا چاہا لیکن میں نے اسے روک دیا اور اب سیڈر اپنے ہاتھوں کا سہارا بھی نہیں لے رہا تھا۔ اس کی ناک اور پیشانی کی کھال اتر گئی تھی اور جگہ جگہ سے خون رس رہا تھا۔

"فرانس کی تاریخ میں ایک نیا باب کھلا ہے سیڈر میرا خیال ہے ایسی ڈوئل کبھی نہ ہوئی ہو گی۔" میں نے کہا اور اسے دو تین الٹے پلٹے دینے کے بعد چھوڑ دیا۔ سیڈر نے آنکھیں بند کر لیں اس نے اسی میں عافیت سمجھی تھی کہ اب خاموش پڑا رہے۔

"مسٹر سیڈر غالباً آپ بے ہوش ہونے کی مشق کر رہے ہیں۔ کیا میں آپ کو ہوش میں لانے کی کوشش کروں۔" میں نے پوچھا لیکن سیڈر نے کوئی جواب نہیں دیا۔ اس کے دونوں ساتھی پہلے ہی ڈھیر ہو گئے تھے۔

"کیا خیال ہے نوین؟"

"کیا یہ بے ہوش ہو گیا؟" نوین نے پوچھا۔

"سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ جب تک میں نہ چاہوں یہ کیسے ہو سکتا ہے۔"

"کیا مطلب؟"

"بتاتا ہوں۔ میں نے کہا اور آگے بڑھ کر ایک مخصوص انداز کی ٹھوکر اس کی پنڈلی پر رسید کر دی۔ سیڈر کی خوفناک دھاڑ گونجی تھی۔ اس نے آنکھیں کھول دیں۔ لیکن اب وہ بری طرح تڑپ رہا تھا۔ میں ہنس پڑا "کیا خیال ہے؟"

"کیا۔ کیا تم نے اس کی ٹانگ توڑ دی؟" نوین نے خوفزدہ لہجے میں مجھ سے پوچھا۔

"اوہ نہیں، جب تک میں نہ چاہوں اس کی ٹانگ کیسے ٹوٹ سکتی ہے۔ ٹھہرو میں تمہیں ٹانگ توڑ کر بتاتا ہوں۔" میں سیڈر کی طرف بڑھا۔

"نہیں۔ نہیں۔ نہیں۔" سیڈر دہشت زدہ انداز میں اپنی تکلیف بھول کر بری طرح پیچھے کھسکنے لگا۔ اس کوشش میں وہ کئی بار گرا۔ لیکن میں آہستہ آہستہ اس کی طرف بڑھ رہا تھا۔ سیڈر اٹھنے کی کوشش میں بار بار گر رہا تھا۔ اس کی کہنیاں اور گھٹنے چھل گئے تھے لیکن وہ مجھ سے بچنے کی کوشش میں بے تحاشہ پیچھے کھسک رہا تھا۔

"آسکر ----- آسکر رک جاؤ۔ بس کرو ----- بس کرو آسکر۔" نوین کو اس کی بے بسی پر ترس آ گیا اور میں رک گیا۔

"کیا میں اسے زندہ چھوڑ دوں؟" میں نے پوچھا۔

"قق ----- قتل کر دو گے؟" نوین نے خوفزدہ لہجے میں کہا۔

"نہ صرف اسے بلکہ اس کے ساتھیوں کو بھی، تاکہ کسی کو پتہ ہی نہ چل سکے کہ اس کا جھگڑا کس سے

ہوا تھا۔" میں نے خونخوار لہجے میں کہا۔

"چھوڑ دو جانے دو آسکر" اس کے لیے یہی سزا کافی ہے۔"

"ایک شرط پر نوین' آئندہ یہ میری منگیتر کی جانب غلط نگاہ سے نہ دیکھے۔ اس سے پوچھو کیا یہ ایسا کرے گا ورنہ میں------"

"آئندہ کوئی شکایت نہیں ہوگی۔" سیڈر جلدی سے بولا اور میں نے گردن ہلا دی۔

"تب ٹھیک ہے' آؤ نوین اب چلیں۔ یہ خود سے تو ہفتوں نہیں اٹھ سکے گا۔ لیکن اس کے ساتھیوں کو تھوڑی دیر کے بعد ہوش آجائے گا اور وہ اسے اٹھا کر لے جائیں گے۔"

"آؤ چلو۔" نوین خود بھی بدحواس ہو رہی تھی۔ چنانچہ تھوڑی دیر کے بعد ہم واپس چل پڑے۔ نوین خاموشی سے ڈرائیونگ کر رہی تھی اس کے ذہن پر اس ہنگامے کا تاثر تھا۔ میں نے بھی خاموشی اختیار کر رکھی تھی۔

"کیا تم پریشان ہو نوین؟" بالآخر میں نے ہی پوچھا اور نوین نے عجیب سی نگاہوں سے مجھے دیکھا' ان میں پریشانی نہیں تھی بلکہ ایک عجیب سی حسرت تھی۔ میں ان نگاہوں کا مفہوم نہیں سمجھ سکا۔" کیا بات ہے نوین؟"

"کچھ نہیں۔"

"یہ تمہیں بعد میں پریشان کرے گا؟"

"اوہ نہیں' اس کی یہ مجال نہیں۔ میرے ڈیڈی اس کے پورے خاندان کو درست کر کے رکھ دیں گے اگر یہ بات ان کے علم میں آگئی۔"

"پھر کیا بات ہے؟"

"بس ایسے ہی کچھ سوچنے لگی تھی۔" اس نے پھیکے انداز میں مسکراتے ہوئے کہا۔

"مجھے بتانے کی بات نہیں ہے؟"

"ہے۔" اس نے کہا۔

"پھر بتاؤ۔"

"بس میں سوچ رہی تھی کہ تم جیسے ساتھی کی تمنا کون نہ کرے گا۔ تم ہر لحاظ سے مکمل ہو' ایک خوبصورت انسان۔ ایک حسین اور پرسحر شخصیت کے مالک' ایک جادو بھرے فنکار اور دلیر اور طاقتور آدمی۔ کسی لڑکی کی نگاہ میں اگر اپنی زندگی کے ساتھی کا ایک ایسا آئیڈیل ابھرے جو صرف اس کے تصورات میں ہو اور وہ تم جیسے انسان کو پالے تو کیا وہ اپنی تقدیر پر ناز نہیں کر سکتی۔ لیکن آئیڈیل کا اول تو کوئی وجود ہی نہیں ہوتا اور اگر ہوتا بھی ہے تو وہ کسی کو ملتا نہیں ہے۔"

نوین کے لہجے کی حسرت کو میں محسوس کر رہا تھا۔ لیکن میں کسی کے لیے کیا کر سکتا تھا۔ ایک ناکارہ انسان چنانچہ میں خاموش ہو گیا۔

"واپس چلیں؟" نوین نے پوچھا۔

"ہاں۔ کافی تفریح ہو گئی۔" میں نے مسکراتے ہوئے جواب دیا اور نوین نے جیپ کی رفتار تیز کر دی۔ تھوڑی دیر کے بعد ہم کنٹری کے پھاٹک سے اندر داخل ہو رہے تھے اور پھر جیپ پورچ میں رک

گئی۔ ملازم نے حسب معمول جیپ کا دروازہ کھولا تھا۔

"میڈم واپس آگئی ہیں مس صاحبہ۔"

"اوہ ممی۔ واپس آگئیں؟"

"ہاں۔"

"کہاں ہیں وہ؟" نوین نے خوشی سے پوچھا۔ اس کا مطلب تھا کہ وہ اپنی سوتیلی ماں سے ناخوش نہیں ہے۔

"اپنے کمرے میں ہیں مس صاحبہ۔" ملازم نے جواب دیا۔

نوین نے گردن ہلائی اور پھر میرے ساتھ اندر چل پڑی۔ میرے کمرے کے نزدیک پہنچ کر اس نے پوچھا۔ "میری ممی سے ملو گے آسکر؟"

"اگر تم ملانا پسند کرو گی تو ضرور ملوں گا۔" میں نے جواب دیا۔

"تب تھوڑی دیر اپنے کمرے میں آرام کرو' میں ان سے مل لوں۔ انہیں تمہارے بارے میں بتا دوں۔" نوین نے کہا اور میں گردن ہلا کر اپنے کمرے میں چلا گیا۔ نوین چلی گئی تھی۔ میں ایک صوفے میں دھنس گیا۔

یہ سب کیا ہے' میں ایک لڑکی کا مہمان ہوں۔ لیکن پھر اور کیا ہے۔ زندگی کے تار تو ویسے ہی خاموش ہیں' اپنے لیے کوئی راستہ بنا لو حالات تمہاری مرضی اور تمہاری پسند کے مطابق ہوں گے اور اگر خود کو حالات پر چھوڑ دو تو پھر زندگی میں جو کچھ بھی آئے وہی تمہارا ہے۔ آج یہاں ہوں' کل کہیں اور رہوں گا اور پرسوں------ نہ جانے کہاں۔

لیکن زندگی کا بوجھ تو گھسیٹنا ہی ہے' گھسیٹتے رہو۔ ذہن میں پھر عجیب سے خیالات ابھرنے لگے۔ لیکن اگر اس انداز میں زندگی گذارنا ہے تو پھر آوارہ گردوں کی زندگی سے بہتر اور کوئی زندگی نہیں ہے۔ ان کے درمیان رہ کر کوئی احساس نہیں رہتا۔ نہ کم نہ زیادہ بس' ایک معمولی سوچ سے عاری۔

میں ان میں ہی شامل ہو جاؤں گا۔ زندگی کا مذاق اڑانے کے لیے اس سے بہتر ذریعہ اور کوئی نہیں ہے۔

تھوڑی دیر کے بعد نوین واپس آگئی۔" ممی اسی وقت تم سے ملنا چاہتی ہیں۔ وہ بڑی اچھی انسان ہیں۔ میں نے انہیں تمہاری ساری باتیں بتا دی ہیں۔"

"اتنی جلدی؟"

"ہاں۔" نوین نے ہنس کر کہا۔

"سیڈر کے بارے میں بھی؟"

"ہاں اس کے بارے میں بھی۔" نوین نے جواب دیا۔

"کیا کہا تمہاری ممی نے؟"

"وہ تمہاری شکرگذار ہیں' کہہ رہی تھیں کہ تم نے ٹھیک کیا اور اگر اس نے مزید گڑبڑ کی تو وہ اسے ٹھیک کر دیں گی۔ چلو ممی انتظار کر رہی ہوں گی۔ ملازمہ نے کافی تیار کر دی ہے' ہم ممی کے ساتھ ہی کافی پئیں گے۔"

"چلو۔" میں اٹھ گیا۔ اور پھر نوین کے ساتھ اس کی ممی کے کمرے میں داخل ہو گیا۔ وہ ایک صوفے پر بڑے وقار سے بیٹھی ہوئی تھی۔ لیکن ہماری پہلی نگاہ ہی تعجب خیز تھی۔ اس نے مجھے دیکھا اور میں نے اسے اور ہم دونوں ایک دوسرے کو دیکھتے رہ گئے۔ یہ شکل میرے لیے اجنبی نہیں تھی اور نہ میں اس کے لیے۔ وہ------ سی کاریفا تھی۔

سی کاریفا کا چہرہ زرد ہو گیا تھا۔ اس کی آنکھوں میں عجیب سی تاریکی چھا گئی تھی۔ میں بھی خاموش تھا۔

"ممی! یہ آسکر نوئیز ہیں۔" نوین ہم دونوں کے تاثرات سے بے خبر تھی وہ عورت چونک پڑی۔ پھر اس کے ہونٹ کھنچے اور اس کے منہ سے ایک پھٹی پھٹی سی آواز نکلی۔"

"ہیلو۔"

"ہیلو۔" میں بھی مسکراتا ہوا آگے بڑھ آیا اور پھر میں نے اس کے سامنے ہاتھ کر دیا۔" دراصل میرا نام نواز اصغر ہے لیکن مجبوری ہے نوین نے مجھے آسکر نوئیز بنا دیا ہے اور اب میں بھی خود کو نوئیز آسکر سمجھنے لگا ہوں۔"

"نوین نے مجھے آپ کے بارے میں بتایا تھا۔"

"ضرور بتایا ہو گا۔" میں بے تکلفی سے ایک صوفے پر بیٹھ گیا۔

"کب آئے آپ؟"

"تقریباً چالیس گھنٹے گزر چکے ہیں۔" میں نے جواب دیا۔

"نہ جانے نوین نے آپ کی ٹھیک سے خاطر مدارت بھی کی ہے یا نہیں؟"

"یہ بہت عمدہ خاتون ہیں۔ بے حد نیک فطرت اور شریف جو وقت یہاں گزارا ہے' بڑا خوشگوار تھا میرے لیے۔"

"یوں لگ رہا ہے جیسے آپ ایک دوسرے سے واقف ہوں۔" نوین نے درمیان میں دخل دیا۔

"ہاں نوین' ہم ایک دوسرے کو جانتے ہیں۔"

"واہ' یہ تو اور بھی عمدہ بات ہے۔ لیکن ممی' کیا آپ ان کے اوصاف سے بھی واقف ہیں؟"

"بخوبی۔"

"تب تو میری باتوں پر آپ کو پورا پورا یقین آ گیا ہو گا۔"

"مجھے تمہارے اوپر اعتماد ہے بے بی۔ میں نے تمہیں کبھی جھوٹا نہیں سمجھا۔"

"شکریہ ممی' میں کافی لے آؤں۔ دیر ہو گئی۔" نوین نے کہا اور اٹھ کر باہر نکل گئی۔ سی کاریفا مجھے دیکھنے لگی تھی۔ میں بھی اس کی جانب دیکھ رہا تھا۔ سیکاریفا آج بھی اتنی ہی حسین اور پروقار تھی۔

"آنکھوں پر یقین نہیں آ رہا نواز۔" وہ چند ساعت کے بعد بولی۔

"یہی کیفیت میری ہے۔"

"تم یہاں ہو گے میں سوچ بھی نہیں سکتی تھی۔"

"اور تمہیں مسز میکلارنس کی حیثیت میں دیکھنا میرے تصور میں بھی نہیں تھا سیکا۔"

"کیا ہم ایک دوسرے پر یقین کر سکتے ہیں نواز؟ کیا میں یہ یقین کر لوں کہ تمہاری یہاں آمد کسی خاص

سلسلہ میں نہیں ہے۔"

"وہ سلسلہ کیا ہو سکتا ہے سیکا؟"

"کیا میکلارنس سے تمہارے تعلقات ہیں؟"

"قطعی نہیں۔"

"کیا تمہیں میری یہاں موجودگی کی کوئی اطلاع تھی؟"

"تم کسی برے انداز میں نہ سوچو تو بہتر ہے سیکا۔ میری یہاں موجودگی محض اتفاق ہے۔ ویسے اگر تم کسی قسم کی الجھن محسوس کر رہی ہو تو میں اسی وقت یہاں سے چلا جاؤں گا۔"

"اوہ۔ نہیں نواز۔ میں تو اس خوش بختی پر ہی مشکوک ہوں کہ نواز اصغر کسی اور حیثیت سے میرا مہمان ہے' مجھے یقین دلا دو نواز۔"

"میں اب کچھ نہیں ہوں سیکا۔ میرا خیال ہے تمہاری بیٹی نے تمہیں سب کچھ بتا دیا ہے ایک بے مصرف انسان کی حیثیت سے سڑک کے کنارے پڑا تھا وہ یہاں اٹھا لائی۔ تھوڑا بہت اس کے کام آ گیا تو وہ متاثر ہو گئی' بس اس سے زیادہ کچھ نہیں۔"

"میں نہیں مان سکتی نواز۔"

"کیوں؟"

"تم جس پائے کے انسان ہو' میں جانتی ہوں۔"

"انسان تو ہوں نا سیکا۔"

"بے شک' لیکن تمہاری دولت بے اندازہ ہے۔ آج غلام سیٹھ نہیں ہے تو کیا ہوا۔ میں سمجھتی ہوں تم خود اتنے برتر ہو کہ اس کے بعد اس گروہ کو کنٹرول کر سکتے تھے' تم نے ایسا کیوں نہ کیا نواز؟"

"غلام سیٹھ' صرف میرا آقا نہیں تھا سیکا۔ بلکہ وہ ایک اور حیثیت بھی رکھتا تھا۔ اس نے میرے اندر ایک اور جان ڈالی تھی سیکا۔ اس وقت جب میں زندگی سے بہت دور چلا گیا تھا۔ وہ مجھے زندگی کی طرف لوٹا لایا تھا۔ مجھے اس سے محبت تھی سیکا۔ پھر اس کی موت کے بعد میں خود کو اس کی جگہ لانے کی کوشش کیوں کرتا۔"

"ہاں تم بلند کردار انسان ہو' میں نے ہمیشہ دل سے اس کا اعتراف کیا ہے۔" سیکا نے آنکھیں بند کر کے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔

"اوہ نہیں سیکا۔ میں جو کچھ بھی ہوں مجھ تک ہی رہنے دو۔" میں نے بیزاری سے کہا اور سیکا خاموش ہو گئی۔ وہ چونک کر اب بھی مجھے دیکھنے لگتی تھی۔

پھر نوین کافی تیار کرا کے لے آئی۔ ہم دونوں کو اس انداز میں بیٹھے دیکھ کر اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

"مسٹر آسکر میں یہی خوبی ہے ممی۔ ان سے مل کر یہ احساس ہی نہیں ہوتا کہ یہ اجنبی ہیں۔"

"ہاں بے بی' ان سے مل کر واقعی یہ احساس نہیں ہوتا کہ یہ اجنبی ہیں۔" سیکا نے پھیکی سی مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔ نوین نے کافی تیار کر کے سب کے سامنے رکھ دی اور ہم تینوں خاموشی سے کافی کی چسکیاں لینے لگے۔

پھر تھوڑی سی رسمی گفتگو ہوئی اور اس کے بعد سیکا نے کہا۔ "نوین نے آپ کو کافی تھکا دیا ہو گا مسٹر نواز۔ اس لیے تھوڑی دیر آرام کر لیں۔ رات کو کھانے پر ملاقات ہو گی۔"

"میں اٹھ گیا۔ نوین میرے ساتھ ساتھ ہی باہر آئی تھی۔ باہر نکل کر اس نے میرے شانے پر ہاتھ رکھا اور مسکراتے ہوئے کہا۔

"میری ممی پسند آئیں؟"

"ہاں۔ اچھی عورت ہیں۔" میں نے جواب دیا۔

"ممی کے چہرے سے میں اندازہ لگا لیتی ہوں۔ حالانکہ وہ میری اپنی ممی نہیں ہیں۔ لیکن میں ان کے مزاج میں بہت زیادہ دخیل ہوں۔ مجھے اندازہ ہو گیا ہے کہ انہوں نے بھی تمہیں بہت زیادہ پسند کیا ہے اور تم سے متاثر بھی ہیں۔"

"میرے اندر ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ نوین۔"

"یہ تو دوسرے ہی جان سکتے ہیں' تم کیا جانو۔" نوین نے کہا اور بالآخر میں اپنے کمرے میں آ گیا جو میرے لیے آراستہ کیا گیا تھا۔

نوین مجھے چھوڑ کر چلی گئی اور میں پھر اپنے طور پر خیالات کے سمندر میں ڈوب گیا۔

ان دنوں میرے پاس تھا ہی کیا۔ بس سوچ' گہری سوچ۔ میں اپنے اندر ایک عجیب سی تبدیلی محسوس کر رہا تھا۔ زندگی میں ایک عجیب سا تعطل پیدا ہو گیا تھا اور یہ تعطل مجھے خاصا الجھائے ہوئے تھا۔ لیکن بہر صورت اب زندگی کو جس راستے پر ---- لے آیا تھا اسے دوبارہ واپس لے جانے کا خواہشمند نہیں تھا۔ جو گیا تھا ٹھیک ہی تھا۔ ماضی کو بھول جانا ہی زیادہ بہتر ہے۔ ہاں میں یہ دیکھنا چاہتا تھا کہ نئی زندگی مجھے کس راستے پر لے جائے گی۔ چنانچہ اب خاموشی ہی خاموشی تھی۔ میں اپنے اندر ایسی کوئی تحریک نہیں پا رہا تھا۔ حالانکہ سیکا ریفا کو دیکھنے کے بعد بہت سارے خیالات ذہن میں آئے تھے۔ لیکن میں نے ان سارے خیالات کو ذہن سے جھٹک دیا تھا۔ یوں بھی میں اس عورت کی طرف سے مطمئن نہیں تھا ---- اس سے جن حالات میں ملاقات ہوئی تھی۔ وہ مجھے اچھی طرح یاد تھے اور بلاشبہ وہ میرے نزدیک ایک خطرناک عورت تھی اور اب وہ میکلارنس کی بیوی تھی۔ نہ جانے کیوں' نہ جانے کیوں ---- لیکن مجھے کیا؟ جس وقت تک یہاں ہوں' ہوں۔ آخر چلا ہی جاؤں گا۔

رات کو تقریباً ساڑھے آٹھ بجے میں اپنے کمرے سے نکلا۔ نوین ہی بلانے آئی تھی۔ اس نے میری جانب دیکھا اور مسکراتے ہوئے کہا۔

"سو گئے تھے کیا مسٹر آسکر؟"

"نہیں جاگ رہا تھا۔"

"تو پھر کمرے میں اس طرح بند کیوں تھے۔ میں نے تو اسی لیے تمہیں ڈسٹرب نہیں کیا کہ شاید تم سو گئے ہو۔"

"میں دن میں سونے کا عادی نہیں ہوں نوین۔" میں نے جواب دیا۔

"یہ تو بہت اچھی بات ہے دن میں سونے سے طبیعت پر ایک اضمحلال سا طاری ہو جاتا ہے۔ میں بھی کبھی نہیں سوئی۔ آئیے ممی کھانے کے کمرے میں آپ کا انتظار کر رہی ہیں۔"

اور میں نوین کے ساتھ باہر نکل آیا۔ کھانے کے کمرے میں سیکا میری منتظر تھی۔ یہاں اس کی جو بھی حیثیت ہو لیکن میرے لیے وہ سیکا ہی تھی۔ چنانچہ اس نے کرسی سے کھڑے ہو کر میرا استقبال کیا اور میرے لیے اپنے نزدیک کی کرسی کھینچ دی۔

"میں سوچ رہی تھی کہ پتہ نہیں نوین نے آپ کے لیے بہتر انتظام کیا ہے یا نہیں مسٹر نواز۔" اس نے پراخلاق لہجے میں کہا۔

"نوین ایک ہمدرد اور پرخلوص لڑکی ہے۔" میں نے کہا۔

"ممی! مسٹر آسکر کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے؟" نوین نے پلیٹ اپنی طرف سرکاتے ہوئے پوچھا۔

"کیا مطلب؟" سیکا نے سادہ لہجے میں کہا۔

"میرا مطلب ہے کیا یہ ایک متاثر کن شخصیت نہیں ہیں؟" نہ جانے کیوں نوین کے لہجے میں ہلکی سی جھجک آ گئی۔

"ہاں ہیں۔ لیکن ہر شخص جو ان کی مانند نظر آئے۔ ان جیسی طبیعت کا مالک نہیں ہوتا۔ ہمیں شخصیتوں سے محتاط رہنا ضروری ہوتا ہے۔"

"ہاں ممی' لیکن ----"

"کوئی خاص بات نہیں ہے۔ بے بی۔ میرا مقصد یہی تھا کہ بعض شخصیتیں متاثر کن ضرور ہوتی ہیں لیکن ان سے زیادہ متاثر ہونا اچھا نہیں ہوتا۔"

"ٹھیک ہے ممی۔" نوین آہستہ سے بولی۔ میں نے سیکا کی آواز میں ایک عجیب تاثر محسوس کیا تھا۔ نہ جانے کیوں مجھے اس کا احساس ہوا تھا لیکن میں نے ان دونوں ماں بیٹیوں کے معاملے میں دخل دینا مناسب نہیں سمجھا اور خاموشی سے کھانا کھاتا رہا۔ نوین نہ جانے کیوں کچھ بجھ سی گئی تھی۔

پھر کھانا ختم ہو گیا اور کافی پینے کے بعد سیکا نے مجھ سے کہا۔ "آؤ مسٹر نواز' تھوڑی چہل قدمی کریں۔"

میں نے گردن ہلا دی۔

"میں ---- میں جاؤں ممی؟" نوین نے کسی قدر سنجیدگی سے پوچھا۔

"نہیں بے بی' تم بھی ہمارے ساتھ چلو' چہل قدمی کے بعد تم آرام کرنا۔" سیکا نے کہا اور نوین نے گردن ہلا دی۔

نجانے کیوں وہ سیکا کے سامنے کچھ بجھ سی گئی تھی۔ شاید یہ اس کا احترام ہو اور سیکا ---- ایک ذہین عورت تھی اور معاملات کو کنٹرول کرنا جانتی تھی۔

بہرحال میں نے اس بات کا کوئی نوٹس نہیں لیا۔ مجھے سیکا یا نوین سے کیا لینا تھا جس وقت تک یہاں مہمان تھا ---- تھا۔ اس کے بعد مجھے یہاں سے چلے ہی جانا تھا۔ چنانچہ میں نے کوئی دخل نہیں دیا اور ہم تینوں چہل قدمی کے لیے نکل آئے۔ دیر تک اس طویل و عریض میدان کے گہرے سناٹے میں ہم لوگ چہل قدمی کرتے رہے۔ کبھی کبھی کوئی بات سیکا کے منہ سے نکل جاتی تو میں اس کا جواب دے دیتا اور پھر اس عجیب و غریب چہل قدمی کا اختتام ہو گیا۔ سیکا نوین کے نزدیک رک گئی۔ میں پر خیال نگاہوں سے اس کا جائزہ لینے

لگا۔

سیکا نے نوین سے آہستہ سے کہا۔ ”جاؤ بے بی، اپنے کمرے میں آرام کرو۔“ اور نوین گردن جھکائے ہوئے چلی گئی۔ میں وہیں رہ گیا تھا۔ تب سیکا نے میری طرف دیکھ کر آہستہ سے کہا۔

”میرے کمرے میں آؤ گے نواز؟“

”اوہ۔“ میں نے بغور سیکا کو دیکھا چند لمحات کے لیے میرے ذہن میں ایک عجیب سا جذبہ ابھرا۔ بھلا اب اس عورت کے کمرے میں جانے سے کیا فائدہ؟ گذرے ہوئے لمحات بلاشبہ اس کی ذات سے ایک تعلق رکھتے تھے۔ لیکن کیا یہ تعلق اب بھی باقی ہے اور کیا یہ ضروری تھا۔ چند لمحات سوچتا رہا۔ پھر میں نے فیصلہ یہی کیا کہ دنیا سے پہلو تہی کرنے سے کیا فائدہ، جو چیز جس انداز میں ہاتھ لگ جائے اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ چنانچہ میں اس کے ساتھ چل پڑا۔ سیکا مجھے اپنے کمرے میں لے گئی۔ پھر اس نے اپنے کمرے کا دروازہ اندر سے بند کرلیا۔

”میں لباس تبدیل کرلوں؟“ وہ آہستہ سے بولی۔

”ضرور۔“

اور وہ ایک طرف چلی گئی۔ کمرے میں ایک جانب موجود الماری میں سے اس نے سلیپنگ گاؤن نکالا اور پھر اسے لیے ہوئے باتھ روم میں داخل ہوگئی۔ باتھ روم سے سلیپنگ گاؤن پہنے ہوئے جب وہ کمرے میں داخل ہوئی تو میں نے اسے بغور دیکھا۔ سیکا کے خطوط میں کوئی نمایاں تبدیلی نہیں ہوئی تھی۔ وہ آج بھی اسی قدر جوان اور حسین نظر آرہی تھی جتنی کہ آج سے چند سال پہلے تھی۔

سیکا ایک صوفے پر بیٹھ گئی۔ اس نے نزدیک رکھے ہوئے سگریٹ کے پیکٹ میں سے سگریٹ نکالا اور پیکٹ میری جانب بڑھا دیا۔

”شکریہ! میں نے سگریٹ پینے سے انکار کردیا۔

سیکا نے اپنا سگریٹ سلگایا اور اس کے گہرے گہرے کش لینے لگی پھر اس نے کہا۔

”نواز میرا ذہن اب بھی تمہارے بارے میں الجھا ہوا ہے۔“

”کیوں سیکا؟“ میں نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

”دراصل نواز کسی ایسی ذات کا نام نہیں جسے ہم صرف ایک رخ سے یا ایک انداز میں دیکھ سکیں۔ نواز تو ایک پھیلاؤ ہے‘ ایک ایسا پھیلاؤ جس کا اندازہ ہی مشکل ہے۔“

”سیکا تمہارے یہ الفاظ بہت خوبصورت ہیں۔ مجھے ان سے خوش ہونا چاہیے۔ لیکن یقین کرو نہ تو مجھے ان سے کوئی دلچسپی ہے اور نہ ہی میں انہیں سن کر خوش ہوا ہوں۔“

”کیوں نواز؟“

”اس لیے کہ اب میں قطعی طور پر محدود ہوں۔ اگر کبھی میری زندگی میں کوئی پھیلاؤ تھا بھی تو میں اسے بھول جانے کا خواہش مند ہوں۔“ میں نے سنجیدگی سے کہا۔

”نواز تم جیسے انسان کی شخصیت ایسا جمود! میری سمجھ میں نہیں آتا۔“

”بہت ساری باتیں تمہاری سمجھ میں نہیں آئیں گی سیکا۔ اس لیے بہت ساری باتیں سمجھنے کا خیال ذہن سے نکال دو۔ میں آج تمہارے پاس ہوں کل چلا جاؤں گا۔ میرا خیال ہے اس سلسلے میں کسی بھی قسم کی

بے مقصد ہوگی۔“

”تو ــــ تو نواز میں اپنے سارے اندازوں کو غلط سمجھ لوں؟“ سیکا نے سوال کیا۔

”اندازے؟“ میں نے سوالیہ انداز میں اسے دیکھا۔

”ہاں نواز اندازے۔“

”کیسے اندازے سیکا‘ مجھے بتاؤ گی۔“ میں نے کہا اور سیکا گردن جھکا کر کچھ سوچنے لگی۔ پھر اس نے میری جانب دیکھا اور عجیب سے لہجے میں بولی۔

”تم میری اس صاف گوئی کا برا تو نہ مانو گے نواز؟“

”نہیں۔“ میں نے پتھریلے لہجے میں جواب دیا۔

”جو کچھ میں کہنا چاہتی ہوں کہہ دوں؟“

”اگر مناسب سمجھو۔“ میں نے کہا۔

”تم نے میرے بارے میں کچھ نہیں سوچا نواز؟“

”کس بارے میں؟“

”میری یہاں موجودگی؟“

”حیرت انگیز ضرور ہے۔ لیکن حادثات ہمارے ذہنوں میں تبدیلیاں کرتے رہتے ہیں۔ اگر میں خود کو نہ دیکھوں تو تمہیں دیکھ کر حیرت ہو۔“

”نواز‘ غلام سیٹھ کے گروہ کا خاتمہ ہونے کے بعد میں کافی دنوں تک پریشان رہی۔ پھر ایک اور شخص میری طرف بڑھا اسے میری پوزیشن کا علم ہوگیا تھا۔ اس نے مجھے کاروبار کی پیشکش کی۔ اس وقت میرے ذہن میں ٹوٹ پھوٹ تھی۔ اور میں نے زندگی کا کوئی لائحہ عمل متعین نہیں کیا تھا اس لیے میں نے اس کی پیشکش قبول کرلی۔ لیکن اس کی ذہنی سطح بہت گری ہوئی تھی۔ وہ ایک گھٹیا کاروباری تھا چنانچہ میں نے اسے چھوڑ دیا۔ لیکن وہ مجھے چھوڑنے پر آمادہ نہ ہوا تو میں نے اسے قتل کردیا اور اسے قتل کرنے کے بعد میں ذہنی طور پر بہت افسردہ ہوگئی اور اسی دوران میں نے فیصلہ کیا کہ اس زندگی کو چھوڑ دوں گی اور اگر ممکن ہوا تو ایک شریف عورت کی زندگی بسر کروں گی۔ میں نے اس کے لیے جدوجہد کی۔ اور کسی حد تک کامیاب ہوگئی۔ اسی دوران مسٹر میکلارنس سے ملاقات ہوگئی اور اس شخص نے مجھے متاثر کرلیا۔ پھر جب اس نے مجھے شادی کی پیش کش کی تو میں تیار ہوگئی اور بالآخر ہماری شادی ہوگئی۔ میکلارنس مالی طور پر مطمئن انسان تھا‘ میں بھی خوش تھی۔ چند ایسی ذمہ داریاں میرے اوپر آپڑی تھیں جن سے میں آشنا نہیں تھی لیکن بہرحال میں نے پورے خلوص سے خود کو ان کا عادی بنالیا اور زندگی کا رخ ہی بدل دیا لیکن لیکن ــــ“ وہ خاموش ہوگئی اور میں اس کے بولنے کا انتظار کرتا رہا پھر جب خاموشی طویل ہوگئی تو میں نے پوچھا۔

”لیکن کیا سیکا؟“

”بعض لوگ ازلی بدنصیب ہوتے ہیں۔“ وہ ٹھنڈی سانس لے کر بولی۔

”کیا تم اب مطمئن نہیں ہو؟“

”میں تو مطمئن ہوں لیکن۔“

"کیا کہنا چاہتی ہو کھل کر کہو۔"
"میکلارنس بذاتِ خود اچھا انسان نہیں ہے۔"
"کیا مطلب؟"
"میرا مطلب ہے اس کی شخصیت بہت اچھی ہے وہ ایک اچھا شوہر ہے' اچھا باپ ہے لیکن وہ بھی۔۔۔۔۔ میرا مطلب ہے کہ اس ناجائز تجارت نے میرا ساتھ نہیں چھوڑا۔"
"اوہ۔ کیا میکلارنس اسمگلر ہے؟"
"ہاں۔"
"منشیات کا؟"
"ہر چیز کا۔ وہ صرف دولت کمانے کا خواہش مند ہے۔ میں نے اسے ہیرے کو کین اور ایسی ہی دوسری چیزوں کا اسمگلر پایا ہے۔"
"وہ تم پر ظاہر نہیں ہے۔"
"نہیں۔ اس نے مجھے کبھی اس بارے میں نہیں بتایا۔ مجھے صرف اتنا بتایا گیا ہے کہ وہ تجارت کرتا ہے۔"
"پھر تمہیں کیا پریشانی ہے سیکا' ظاہر ہے اب تم خود تو اس کھیل میں ملوث نہیں ہو۔" میں نے کہا۔
"وہ تو ٹھیک ہے نواز۔ لیکن بہرصورت میں اس زندگی سے جتنا دور بھاگنا چاہتی تھی۔ اس سے اتنی ہی قریب ہوں' تم کیا سمجھتے ہو۔ کیا ہر شخص ساری زندگی کسی ایک راستے پر چلتے ہوئے' اور وہ راستہ جو نیکیوں کا راستہ نہ ہو محفوظ رہ سکتا ہے۔ اگر کبھی میکلارنس کو کوئی حادثہ یا الجھن پیش آئی تو کیا میں خود کو اس حادثے سے دور رکھ سکوں گی۔ میں سمجھتی ہوں مجھے اپنے شوہر کے ساتھ اس کی مدد کو آگے بڑھنا ہوگا۔ خواہ وہ راستہ جائز ہو یا ناجائز اور ان حالات میں میں خود کو مطمئن نہیں پاتی۔ میں سمجھتی ہوں کہ مجھے ہمیشہ دوبارہ اسی لائن کی طرف آنے کے لیے تیار رہنا چاہیے۔ ممکن ہے میکلارنس کو کبھی میرے بارے میں کچھ علم ہو جائے' اور وہ اس بات پر متعجب رہ جائے دو ہی باتیں ہیں۔ یا تو وہ اپنے آپ کو چھپانے پر مجھ سے برگشتگی کا اظہار کرے گا۔ یا پھر یہ چاہے گا کہ میں بھی اس کے ساتھ ہی شریک ہو جاؤں۔ اور ظاہر ہے نواز وہ بات میرے لیے اچھی نہ ہوگی۔" سیکا نے سنجیدگی سے کہا۔
"بنیادی غلطی تم سے ہوئی ہے سیکا۔" میں نے کہا۔ "اگر تم اسے اپنے بارے میں پہلے ہی بتا دیتیں تو وہ زیادہ بہتر تھا۔"
"نہیں نواز۔ اس وقت شاید میں زندگی کے یہ لمحات بھی حاصل نہ کر پاتی جو حاصل کر چکی ہوں۔"
"کیوں؟" میں نے سوال کیا۔
"اس لیے کہ میکلارنس فوراً مجھے اپنی لائن پر لانے کی کوشش کرتا اور پھر یہی سب کچھ کرنا تھا تو پھر اس زندگی میں آنے کی کیا ضرورت تھی۔ میکلارنس جیسے آدمی سے رابطہ قائم کرنے کا فائدہ کیا ہوتا؟"
"میرا خیال ہے سیکا' تم خود کو محدود رکھو' اگر تم اس زندگی سے مطمئن ہو تو اس سے سمجھوتہ کرو اور کبھی خود کو منظرِ عام پر لانے کی کوشش نہ کرو۔ اگر کبھی میکلارنس تمہارے بارے میں جان ہی جائے

ہی اس بات کا اعتراف نہ کرو کہ تم یہ سب کچھ کرتی تھیں۔ تم یہی ثابت کرو کہ لوگ جو تمہیں اس قسم ت کرنا چاہتے ہیں' غلط فہمی کا شکار ہیں یا پھر تم سے کسی وجہ سے برگشتہ ہیں۔"
"ہاں جھوٹ بولنا پڑے گا۔ بہرصورت نواز میرے ذہن میں جو بات آئی ہے اسے میں تم سے کہہ سکوں گی ورنہ مجھے الجھن ہی رہے گی۔"
"کوئی اور بات بھی ہے سیکا؟" میں نے پوچھا۔
"ہاں۔"
"کیا؟" میں نے سوال کیا۔
"کیا تمہارا ابھی میکلارنس سے کوئی رابطہ ہے؟"
"اوہ۔" میں نے گہری سانس لی۔ "تو تم اس انداز میں سوچ رہی ہو؟" میں نے کہا۔
"ہاں۔"
"کیوں؟" میں نے سوال کیا۔
"دیکھو نواز' ہر انسان اپنی زندگی میں کبھی نہ کبھی بے بسی ضرور محسوس کرتا ہے۔ میں اس اسٹیج میں

"میں نہیں سمجھا سیکا۔" میں نے سنجیدگی سے کہا۔
"نواز میں جن راستوں کو چھوڑ آئی ہوں' ان سے بری طرح خوفزدہ ہوں۔ اور اگر کسی طرح لارنس سے تمہارا رابطہ ہوا تو میرا خیال ہے تم ہی میری رہنمائی کا ذریعہ بنو گے۔"
میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی تو سیکا ریفا اس انداز میں سوچ رہی تھی۔ بہرحال میں نے اسے ن کرنے کے لیے کہا۔
"تمہارا خیال ہے سیکا کہ میں میکلارنس کا ساتھی ہوں؟"
"مجھے معاف کرنا نواز۔"
"ویسے یہ الفاظ میرے لیے توہین آمیز ہیں سیکا' تمہارے خیال میں میکلارنس کی مالی حیثیت کیا

"نہیں تم غلط سوچ رہے ہو نواز۔" سیکا جلدی سے بولی۔
"کیوں' اس میں کونسی سوچ غلط ہے؟"
"میں ایک بات اور کہہ چکی ہوں۔"
"کیا؟"
"میں نے اس بات کا اعتراف بھی کیا ہے کہ اگر تم چاہتے تو غلام سیٹھ کا کاروبار سنبھال سکتے تھے اور ت صرف تمہیں خوش کرنے کے لیے نہیں کہی تھی۔"
"پھر میکلارنس کس طرح میرا ساتھی ہو سکتا ہے؟"
"تمہارا ماتحت تو ہو سکتا ہے۔"
"خیر تمہارے ذہن میں جو کچھ ہے۔ ایسی کوئی بات ہے نہیں۔"
"میں اطمینان کر لوں؟"

"میں اپنے جملوں کو دہرانے کا عادی نہیں ہوں۔" میں نے خشک لہجے میں کہا اور سیکا کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

"اب میں پورے خلوص سے معافی مانگ رہی ہوں۔"

"مطمئن ہوگئیں؟" میں نے بھی موڈ بدل کر کہا۔ میں اپنے مزاج میں نمایاں تبدیلی پیدا کرنے کا خواہش مند تھا۔

"پوری طرح نواز۔" وہ اٹھ گئی۔ اور پھر اس نے الماری سے شراب کی بوتل اور دو گلاس نکال لیے ------ ایک گلاس بنا کر مجھے دیا اور دوسرا خود سنبھال لیا۔ میں نے تعرض نہیں کیا تھا۔ لیکن میرے ذہن میں ایک کد پیدا ہوگئی۔ تاہم میں نے اس کا اظہار نہیں کیا۔

سیکا ریفا نے کئی گلاس پیے' اور اس کی آنکھیں سرخ ہوگئیں "اب بس کریں نواز' تم اگر اور پینا چاہو تو ------"

"نہیں' میں تو تمہارا ساتھ دے رہا تھا۔"

"نیند آرہی ہے؟"

"ہاں آرام کرنا چاہتا ہوں۔"

"چلو' میں تمہیں تمہارے کمرے تک چھوڑ دوں۔" اس نے کہا اور میں چونک کر اسے دیکھنے لگا۔ بن رہی ہے شاید' کچھ کہلوانا چاہ رہی ہے۔

"سی کا۔ شراب نے میرے ذہن کو پیچھے پلٹ دیا ہے۔"

"نواز۔ ایک بات کہوں؟"

"کیا؟"

"برا مت ماننا نواز۔" میں نے ایک زندگی چھوڑ دی ہے اور دوبارہ اس کی جانب لوٹنے کے خوف سے لرزتی رہتی ہوں۔ میں نے اپنی مرضی سے یہ زندگی ترک کی ہے' اور مردہ ضمیر میں زندگی کی کچھ لہریں دوڑ گئی ہیں۔ میں دوبارہ مرنا نہیں چاہتی نواز۔"

"بن رہی ہو سیکا۔" میں نے جلتی نگاہوں سے اسے دیکھا۔

"نہیں نواز۔"

"تب پھر آرام کرو' کیونکہ میں بھی زندگی کے راستے بدل چکا ہوں۔ اگر نہ بدل چکا ہوتا تو تم سے زیادہ خوبصورت اور جوان تمہاری بیٹی ہے۔ آرام کرو۔ میں اپنے کمرے میں چلا جاؤں گا۔" میں دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ لیکن سیکا میرے پیچھے پہنچ گئی۔ "نواز۔" اس نے عقب سے مجھے پکارا اور میں رک گیا۔

"کیا بات ہے سیکا؟"

"تم ناراض ہوگئے؟"

"نہیں۔ اس کے برعکس خوش ہوں۔ میں خود بھی شاید بے ضمیر انسان نہیں ہوں۔ اس لیے کسی زندہ ضمیر کو دیکھ کر مجھے مسرت ہوتی ہے میں صرف اس بات سے افسردہ ہوگیا تھا کہ تم نے کچھ اس طرح کہ میں صرف تمہارے بدن کا خواہش مند ہوں۔"

"سوری نواز' میں نے بس محسوس کیا تھا کہ تم ناخوش سے جا رہے ہو۔ باقی رہا دوسرا معاملہ تو کوئی

بڑا شخص جو اپنی زندگی میں ایک بڑا مقام رکھتا ہو یا اپنی زندگی میں کوئی حیثیت حاصل کر چکا ہو کبھی بے ضمیر نہیں ہوتا۔"

"اجازت ہے۔" میں نے کہا۔

اور اس نے مسکراتے ہوئے گردن ہلا دی۔ تب میں باہر نکل آیا اور آہستہ آہستہ اس کمرے کے دروازے تک پہنچ گیا جو میرے لیے مخصوص کر دیا گیا تھا۔

"دروازہ کھول کر میں اندر داخل ہوگیا اور اندر سے دروازہ بند کر دیا۔ پھر جب میں نے خواب گاہ میں روشنی کی تو مجھے نوین اپنے بیڈ پر لیٹی نظر آئی میں ساکت ہوگیا تھا۔ نوین اور اس وقت؟ یہ بات میرے لیے پریشان کن تھی۔

نوین بڑے اطمینان سے میرے بستر پر لیٹی ہوئی تھی۔ لیکن اس کے چہرے پر ہلکی سی افسردگی کے تاثرات تھے۔ وہ جاگ رہی تھی اور اس نے بننے کی کوشش بھی نہیں کی۔

میں ایک گہری سانس لے کر اس کے نزدیک پہنچ گیا۔ مجھے کچھ ہلکی سی الجھن کا احساس بھی ہوا تھا۔ یہ مصیبت تھی یہ کیا تھا یہ سب کچھ اور میں نے سوچ لیا کہ بہت جلد یہاں سے نکل جاؤں گا۔ بہرصورت اس احساس کو لے کر میں نوین کے نزدیک پہنچ گیا اور وہ دلکش نگاہوں سے میری جانب دیکھنے لگی۔

"مسٹر آسکر۔" اس نے معصوم سے لہجے میں کہا اور اٹھ کر بیٹھ گئی۔

"نوین تم اس وقت یہاں کیوں ہو؟"

"بس ایسے ہی۔"

"لیکن کیوں؟"

"بس ممی کے کمرے سے ادھر آگئی۔"

"گئی تھیں ان کی طرف؟"

"ہاں۔"

"پھر اندر کیوں نہ آئیں۔"

"تم دونوں اس وقت ڈرنک کر رہے تھے۔ میں نے آنا مناسب نہیں سمجھا۔"

"پھر؟" میں نے گہری سانس لے کر کہا۔

"بس اس کے بعد میں نے سوچا کہ مجھے یہاں نہیں رکنا چاہیے۔ ممی سلیپنگ گاؤن پہنے ہوئے تھیں جس سے ان کا بدن جھانک رہا تھا۔ لیکن مجھے حیرت ہے مسٹر آسکر۔"

"کس بات پر نوین؟" میں نے جبڑے بھینچ کر پوچھا۔ نوین کے انداز میں ڈھکے چھپے طنز کو میں نے محسوس کر لیا تھا۔

"ممی کا کردار میری نگاہوں میں ایک بہت اچھی عورت کا ------ تھا۔ وہ ہر طرح سے مطمئن بھی تھیں۔ میرے پاپا سے پیار بھی کرتی تھیں لیکن مسٹر آسکر کیا دنیا میں کوئی بھی قابل بھروسہ نہیں ہوتا۔ ہم کسی کے بارے میں کوئی تصور قائم کرتے ہیں۔ لیکن وہ تصور سے برا ہوا نظر آئے تو کیا حیرت نہیں ہوتی۔ بعض رشتے تو ایسے بھی ہوتے ہیں جن پر دکھ ہوتا ہے۔"

"کردار ------ ضمیر ------ نوین یہ باتیں بے حد دلکش ہیں لیکن انہیں قائم رکھنا بڑا ہی مشکل

ہے۔ ہم جس چیز کو بھی نظر انداز کر دیں وہی ہمیں تقویت دے سکتی ہے۔ ہاں اگر ہم ان کی گہرائیوں میں جانے کی کوشش کریں گے تو پھر وہاں کچھ نظر نہیں آئے گا۔"

"میں ممی کے بارے میں ایسا نہیں سوچ سکتی تھی مسٹر آسکر۔"

"کیسا نوین؟"

"تمہارا کیا خیال ہے وہ تم سے اتنی بے تکلیف کیوں ہو گئیں؟"

"صرف ایک اچھے انسان کی حیثیت سے۔" میں نے جواب دیا۔

"لیکن ----- لیکن ان کی بے تکلفی کا انداز؟"

"اس سے زیادہ کچھ نہیں تھا نوین کہ وہ مجھے یہ احساس ہونے نہیں دینا چاہتی تھیں کہ میں یہاں اجنبی ہوں۔ اور بس۔"

"واقعی؟"

"ہاں۔"

"کیا واقعی؟" نوین چونک کر کھڑی ہو گئی۔ شاید وہ یقین کی منزل سے دور تھی۔

"ہاں۔ تم نے کیا سوچا تھا؟"

"سوری مسٹر آسکر، میرے ذہن میں کچھ عجیب سے خیالات آگئے تھے اور یہ خیالات شاید میرے رکنے کا سبب بھی بن گئے۔ ہاں اب میں چلتی ہوں آپ بھی آرام کریں۔" نوین نے کہا اور میرے بیڈ سے اٹھ کھڑی ہوئی۔ وہ شاید جا رہی تھی۔ اور میں نے اسے روکنا مناسب نہ سمجھا۔

"ٹھیک ہے۔" میں نے سخت لہجے میں کہا اور نوین باہر چلی گئی بستر پر لیٹ کر میں ان دونوں ماں بیٹی کے بارے میں سوچنے لگا۔ اور اس کے بعد میں نے ساری سوچ ذہن سے جھٹک دی۔ زیادہ بہتر یہ تھا کہ کل میں یہاں سے نکل جاؤں۔ اور یوں بھی رکنے کی ضرورت کیا ہے۔ چنانچہ میں آرام سے سو گیا۔

دوسری صبح ناشتے کی میز پر نوین اور سیکا دونوں موجود تھیں دونوں نے مسکراتے ہوئے میرا استقبال کیا۔ یوں لگتا تھا جیسے رات کچھ ہوا ہی نہ ہو۔ تب میں نے ناشتے کے بعد سیکا سے کہا۔

"سی کا میں جانا چاہتا ہوں۔"

"ارے کیوں۔ ابھی سے کیوں؟" اس نے تعجب سے کہا۔

"بس سیکا میرا خیال ہے مجھے روانہ ہو جانا چاہیے۔"

"ہرگز نہیں، میں تمہیں ابھی نہیں جانے دوں گی مسٹر نواز۔" سیکا نے فیصلہ کن لہجے میں کہا۔

"لیکن میں جانا چاہتا ہوں۔"

"اگر کوئی بات بری محسوس ہوئی ہے نواز تو میں معافی چاہتی ہوں اور اگر نوین سے کوئی گستاخی ہوئی ہے تو مجھے بتاؤ تا کہ میں اسے سرزنش کروں لیکن تم ابھی کچھ روز یہاں قیام کرو۔ میری یہ دلی خواہش ہے۔"

"مسٹر آسکر پلیز ابھی آپ یہاں سے نہیں جائیں۔" نوین نے کہا اس کی آنکھوں میں آنسوؤں کی جھلملاہٹ تھی۔ اور میں شدید الجھن کا شکار ہو گیا۔ دونوں نے اتنا اصرار کیا کہ مجھے بالآخر اپنا ارادہ ترک کرنا ہی پڑا۔

لیکن اسی دوپہر مسٹر میکلارنس واپس آگئے۔ اس کی پیش گوئی اس نوجوان نے کی تھی۔ جس نوین کی وجہ سے جھگڑا بھی ہوا تھا۔

میکلارنس ایک بلند و بالا قامت کا پر رعب شخص تھا۔ اسے دیکھ کر کوئی نہیں کہہ سکتا تھا کہ وہ کوئی جرائم پیشہ انسان ہو گا۔

"یہ مسٹر نواز اصغر ہیں۔" سیکا نے میرا تعارف کرایا اور میں نے باریک بین نگاہوں سے دیکھا کہ میکلارنس کی جھیل جیسی آنکھوں کی گہرائیوں میں ایک چمک سی ابھر آئی۔

"بڑی خوشی ہوئی آپ سے مل کر۔" اس نے مسکراتے ہوئے مجھ سے مصافحہ کیا۔

"مجھے بھی۔ نوین نے اپنے ڈیڈی کے بہت سے قصے سنائے ہیں مجھے۔"

"آپ کا کیا شغل ہے مسٹر نواز؟"

"بس آوارہ گرد ہوں۔"

"عمدہ شوق ہے، میں بھی سیاح ہوں اور عموماً باہر رہتا ہوں۔ مجھے تھوڑی دیر کے لیے اجازت دیں۔ ابھی حاضر ہو جاؤں گا۔"

"ضرور۔" میں نے کہا اور میکلارنس چلا گیا۔ میں اس کی آنکھوں کی پراسرار چمک کے بارے میں سوچ رہا تھا۔ لیکن میری سمجھ میں کوئی خاص بات نہیں آئی۔ بہرحال شام کی چائے پر پھر میکلارنس سے ملاقات ہوئی۔

"آپ جیسے مہمان کی آمد سے بہت خوش ہوں مسٹر نواز۔ مجھے آپ کی آمد کے بارے میں سب کچھ معلوم ہو گیا ہے۔ سیڈر نے آپ سے اور نوین سے بدتمیزی کی تھی۔ بہرحال وہ میرے دوست کا بچہ ہے بگڑ گیا ہے۔ وہ آپ سے معافی مانگے گا۔"

"نہیں مجھے اس سے کوئی شکایت نہیں ہے۔ وہ مس نوین کا مجرم ہے۔"

"نوین اسے ضرور معاف کر دے گی۔ کیونکہ وہ اب اس کا منگیتر ہے۔" میکلارنس نے کہا اور نوین کی آنکھوں میں اضطراب ابھر آیا۔ میں نے نفرت سے منہ سکوڑ لیا۔ مجھے کیا ضرورت پڑی تھی کہ اس معاملے میں دخل دیتا۔

بہرحال میکلارنس مجھ سے گفتگو کرتا رہا۔ وہ عمدہ اخلاق کا مالک تھا۔ سیڈر اسی رات آیا اور اس نے مجھ سے ----- معذرت کی۔ اس کی حالت اب بھی بہتر نہیں تھی۔ اس کا باپ بھی ساتھ تھا۔ اس نے بڑے خلوص سے مجھے گراس میئر آنے کی دعوت دی۔

"میں یہاں سے جا رہا ہوں۔ واپسی پر موقع ملا تو -----" میں نے کہا لیکن میری بات کاٹ دی گئی۔

"سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ ابھی آپ ہمارے مہمان رہیں گے اور تم فکر مت کرو۔ میں مسٹر نواز کو لے کر گراس میئر تک ضرور آؤں گا۔" میکلارنس نے کہا اور میری طرف دیکھ کر مسکرانے لگا۔

سیڈر اور اس کا باپ چلے گئے۔ میکلارنس نے ان سے وعدہ کر لیا تھا۔ پھر میکلارنس رات گئے تک مجھ سے گفتگو کرتے رہے۔

"گراس میئر کے نواح میں عمدہ شکار ملتا ہے۔ میں تمہیں وہاں شکار کھیلنے ضرور لے جاؤں گا۔ تم

خوش ہو جاؤ گے۔"

"لیکن میں فرانس جانا چاہتا ہوں۔"

"میں بندوبست کردوں گا اور پھر لندن سے فرانس تک کا سفر کوئی حیثیت نہیں رکھتا لوگ تو صبح شام وہاں کا سفر کرتے ہیں۔ اس لیے تم فکر مند نہ ہو۔ میکلارنس کے آجانے سے گھر کی فضا میں تھوڑا سا تکلف پیدا ہو گیا تھا۔ اب نوین بھی آزادانہ میرے پاس نہیں آتی تھی۔ اور نہ ہی سیکا نے مجھ سے تنہائی میں کوئی ملاقات کی تھی۔ میکلارنس عموماً مجھے گھیرے رہتا۔

تیسرے دن میکلارنس نے شکار کا پروگرام بنایا۔ اور مجھے ساتھ چلنے کے لیے مجبور کردیا۔ "میں نے اپنے دوست کو بھی اطلاع بھجوادی ہے اس کی دعوت بھی ہے تمہارے لیے۔" اور میں خاموش ہو گیا۔

ہم نے اسی جیپ میں سفر کیا تھا جس کے ذریعہ میں ایک بار نوین کے ساتھ آچکا تھا اور ایک بار پھر جوہڑ نما جھیل ہمارے سامنے تھی۔ گراس میئر تک پہنچنے کے لیے پوری جھیل کے کنارے سفر کرنا پڑا تھا۔

جھیل کے دوسرے کنارے پر چند خیمے نظر آرہے تھے۔ یہ گراس میئر کی کیمپنگ تھی۔ ہم لوگ کیمپنگ تک پہنچ گئے لینڈ روور تھوڑی دیر تک کیمپنگ کے پاس رکی اور میکلارنس نے اس کا انجن بند کردیا۔

"یہاں میرا دوست جوڈین رہتا ہے۔" اس نے کہا۔ "تم اس سے مل کر خوشی محسوس کرو گے۔ آؤ میں اس سے تمہاری ملاقات کراؤں"---- میکلارنس نے لینڈ روور سے نیچے اترتے ہوئے کہا اور میں نے گردن ہلا دی۔

ہم خیموں کے اس شہر سے گزرتے ہوئے اس کے انتہائی سرے تک پہنچ گئے جہاں ایک پکی عمارت نظر آرہی تھی۔ اس عمارت کے دروازے پر دو آدمی موجود تھے' جو پرانے میکسیکن طرز کے ہیٹ پہنے ہوئے تھے اور ان کی مونچھیں بھی میکسیکو کے باشندوں کی مانند نیچے کو گری ہوئی نظر آرہی تھیں۔

میکلارنس کو دیکھ کر انہوں نے سلام کیا تھا۔

اور میکلارنس سر کے اشارے سے ان کے سلام کا جواب دیتے ہوئے عمارت کے اندر داخل ہو گیا۔ ایک آدمی فوراً ہی اس کی جانب بڑھ آیا تھا۔

"ہیلو مسٹر میکلارنس۔" اس نے کہا اور میکلارنس نے گردن خم کردی۔

"جوڈین کہاں ہے؟"

"اندر موجود ہے؟" اس نے جواب دیا۔

"آؤ۔" میکلارنس نے میری جانب دیکھتے ہوئے کہا اور میں اس کے ساتھ اندر داخل ہو گیا۔

یہ ایک آفس نما جگہ تھی۔ جس میں ایک پتلی سی میز اور کچھ صوفے پڑے ہوئے تھے۔

جوڈین میز کے پیچھے ایک ریوالونگ چیئر پر بیٹھا ہوا تھا۔ اس کے شانوں کی چوڑائی دیکھ کر میں متعجب رہ گیا۔ بڑے ہی چوڑے شانوں والا شخص تھا۔ اسی کی مناسبت سے اس کا چہرہ بھی تھا۔ بڑے بڑے بال تھے۔ مونچھیں خاصی گھنی تھیں اور ڈاڑھی میں شامل ہو گئی تھیں۔ اس کی آنکھیں بے حد خوفناک تھیں۔ میکلارنس کو دیکھ کر اس کے ہونٹوں پر ایک عجیب سی مسکراہٹ پھیل گئی۔

"ہیلو میکی۔" اس نے میکلارنس سے کہا اور کھڑے ہو کر بے تکلفی سے اپنا ہاتھ

بڑھایا۔ میکلارنس نے اس سے مصافحہ کیا اور پھر جوڈین نے میری جانب دیکھا۔

"یہ کون ہے؟" اس نے اکھڑ لہجے میں سوال کیا۔

"میرے دوست مسٹر نواز۔"

"اوہ---- اوہ۔" جوڈین نے سوچے سمجھے بغیر میری طرف بھی ہاتھ ---- بڑھادیا اور میں اس چوڑے ہاتھ کو بغور دیکھا۔

ہاتھ تھا یا فولاد کا ٹکڑا۔ بہر صورت میں نے اس سے ہاتھ ملایا اور کافی دیر تک اپنے ہاتھ میں سنسناہٹ ں کرتا رہا۔

"بڑی خوشی ہوئی بڑی خوشی ہوئی۔ کب آئے میکلارنس۔" جوڈین نے مجھ سے ہاتھ ملانے بعد بیٹھتے ہوئے میکلارنس سے سوال کیا۔

میں اور میکلارنس بھی صوفے پر بیٹھ گئے تھے۔

"بس دو تین دن ہو گئے ہیں۔"

"دو تین دن ہو گئے ہیں اور تم آج میرے پاس آئے ہو؟" جوڈین نے سوال کیا۔

"ہاں میرے پاس میرا مہمان آگیا تھا۔"

"اچھا کیا اچھا کیا۔ کیا ارادے ہیں؟"

"شکار کھیلوں گا' چلو گے؟"

"کونسا شکار کھیلو گے۔ آج کل کیمپنگ میں بڑی رونق ہے۔" جوڈین نے بھدے انداز میں ہوئے کہا۔

"اوہ جوڈین بے وقوف کم از کم اجنبی دوستوں کا تو خیال کرو۔ جو دل میں آتا ہے بک دیتے ہو۔"

"میں صاف گو انسان ہوں۔ اور جب کسی کو دوست کہہ دیا تو پھر وہ اجنبی کہاں رہا۔" جوڈین نے

"میں نہیں جانتا مسٹر نواز کونسا شکار پسند کرتے ہیں۔ بہرحال مسٹر نواز آپ سمجھ گئے ہوں گے کہ ین میرا کتنا بے تکلف دوست ہے۔ کیا خیال ہے مسٹر نواز۔ یہاں ہرن بھی ملتا ہے' پرندے تو جھیل سے رے غول در غول آتے ہیں۔ لیکن جل پریوں کا شکار بھی خوب رہتا ہے۔ کیا آپ کو جل پریاں پسند ؟"

"میرا کبھی تعارف نہیں ہوا۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"تعارف کرایا جائے؟"

"کوئی حرج نہیں ہے۔"

"تب ٹھیک ہے جوڈین۔ پہلے جل پریوں کا شکار رہے گا۔ تم ہمارے لیے قیام کا بندوبست کرو۔"

"ابھی لو۔" جوڈین نے میز پر رکھی گھنٹی پر ہاتھ مارا۔ اور ایک آدمی اندر داخل ہو گیا۔ جوڈین نے کچھ ہدایات دیں اور وہ واپس چلا گیا۔ پھر تھوڑی دیر کے بعد واپس آگیا۔ اس نے انتظامات مکمل ہونے کی اطلاع دی تھی۔

"ٹھیک ہے' شام کے کھانے کا بندوبست کرو۔" جوڈین نے حکم دیا اور وہ شخص گردن جھکا کر چلا گیا۔

"ایڈلک سے ملاقات ہوئی؟" جوڈین نے پوچھا۔

"ہاں۔ وہ اپنے بیٹے سیڈرک کے ساتھ آیا تھا۔ اس نے میرے دوست کو گراس میسٹر کے لیے دعوت دی تھی۔"

"لیکن جب تک میرے پاس ہو اس سے ملاقات نہیں کرو گے۔" جوڈین غرایا۔

"کیوں؟" میکلارنس نے مسکرا کر پوچھا۔

"وہ تمہیں اچک لے جائے گا اور میں منہ دیکھتا رہ جاؤں گا۔" جوڈین نے جواب دیا اور میکلارنس ہنسنے لگا۔

"میں سنجیدگی سے کہہ رہا ہوں۔"

"ٹھیک ہے' میں اسے اپنے آنے کی اطلاع ابھی نہیں دوں گا۔"

"بس بس ٹھیک ہے۔" جوڈین خوش ہو کر ہاتھ ملنے لگا۔ دیر تک ہم اس کے پاس بیٹھے رہے۔ جوڈین عمدہ آدمی تھا' بہت دلچسپ گفتگو کرتا تھا۔ ویسے اس کی فطرت کسی بھیڑیئے جیسی تھی۔ رات کے کھانے کے بعد مجھے ایک خیمے میں پہنچا دیا گیا۔ جو پہاڑیوں کے درمیان ایک عمدہ جگہ لگا ہوا تھا۔

"یہ تمہارا خیمہ ہے۔" میکلارنس نے کہا۔

"صرف میرا؟"

"ہاں۔" میکلارنس ہنس پڑا۔ "ہم اپنا اپنا شکار الگ الگ کھائیں گے۔" میکلارنس نے کہا۔

"گویا اب کچھ اور کھانے کی گنجائش ہے۔"

"اوہ۔ عمدہ شکار۔ رات کی لذتوں سے بھرپور۔" میکلارنس نے کہا اور میرے خیمے سے نکل گیا۔ اب میں اس شکار کے بارے میں غور کر رہا تھا۔ لیکن زیادہ دیر نہیں گذری کہ خیمے کے باہر قدموں کی آہٹ سنائی دی۔ اور جوڈین اور میکلارنس اندر داخل ہو گئے۔ لیکن جوڈین کے کندھے پر کچھ نظر آ رہا تھا۔ میں نے غور کیا تو مجھے کسی لڑکی کا عقبی جسم نظر آیا۔ اس کا باقی بدن جوڈین کے چوڑے شانوں کے پیچھے تھا۔

"ہے نواز اپنا شکار سنبھالو۔" اس نے کہا اور لڑکی کو کسی کھلونے کی مانند اپنے شانے سے اتار کر میری طرف اچھال دیا۔ اگر میں اسے بازوؤں میں نہ سنبھال لیتا تو وہ بری طرح نیچے گرتی۔ یہ اس کی درندگی کا ثبوت تھا۔

میں نے ایک نظر لڑکی کی طرف دیکھا اور پھر ان دونوں کی طرف۔ پر رعب میکلارنس اس وقت بہت گھناؤنا نظر آ رہا تھا۔ وہ بھی شیطانی انداز میں مسکرا رہا تھا۔ اور پھر اس نے ایک آنکھ دبا کر کہا۔

"اپنے خیمے کا دروازہ بند کر لو۔ صبح ہونے سے پہلے اسے یہاں سے دور پھینک آنا' کیا خیال ہے تمہارا مال بے کار نہیں ہو گا۔" اور پھر وہ دونوں باہر نکل گئے۔ اور میں اس شکار کو دیکھنے لگا۔ لڑکی زیادہ حسین نہیں تھی۔ لیکن قبول صورت ضرور تھی۔ بدن دبلا پتلا اور دلکش تھا۔ لباس سے زیادہ متمول معلوم نہ ہوتی تھی۔ غالباً وہ بے ہوش تھی۔ میں نے اسے لٹا دیا۔ اور خیمے کا دروازہ بند کر کے اس کے نزدیک پہنچ گیا اور پھر اسے ہوش میں لانے کی کوشش کرنے لگا۔

تھوڑی دیر کے بعد میں اس کوشش میں کامیاب ہو گیا۔ اور لڑکی سہمے ہوئے انداز میں اپنی گردن ہلانے لگی۔ پھر اس نے آنکھیں کھول دیں۔ مجھے دیکھ کر اس کے حلق سے چیخ نکل گئی اور وہ سمٹنے لگی۔ میں خاموشی سے اسے دیکھتا رہا۔ میری آنکھوں میں سکون رقصاں تھا۔ بہرحال لڑکی کسی حد تک سنبھل ہوئی تو میں نے اس سے سرد لہجے میں پوچھا۔

"کیا نام ہے تمہارا؟"

"کینی۔ کینی۔" وہ بے اختیار بول پڑی۔

"کہاں تھیں؟"

"کک ــــــ کیا مطلب؟"

"کہاں سے لایا گیا ہے تمہیں' اور کون لایا تھا؟"

"وہ دو تھے' ان میں سے ایک بہت خوفناک صورت کا مالک تھا۔"

"کہاں تھیں تم اس وقت؟"

"کیمپنگ میں لیکن یہ کونسی جگہ ہے؟"

"کیمپنگ ہی کا ایک حصہ۔"

"تم ان میں سے نہیں ہو جو مجھے اغوا کر کے لائے تھے؟"

"بکواس مت کرو۔ میں نے تمہاری جان بچائی ہے ان لوگوں سے وہ بردہ فروش تھے اور تمہیں کہیں لے جانا چاہتے تھے۔"

"آہ تمہارا شکریہ۔ میں تمہارا احسان کبھی نہیں بھولوں گی۔"

"سیاح ہو تم؟"

"ہاں۔"

"تنہا ہو؟"

"نہیں۔ میرا ایک بھائی اور بہن ساتھ ہے۔ بھائی نشے کا عادی ہے۔ اور کسی حد تک بے غیرت ہے۔"

"یہاں اس کیمپنگ میں کب سے ہو؟"

"ایک ہفتہ ہو گیا۔"

"یہاں سے کہاں جاؤ گے؟"

"فرانس۔"

"کب تک جانے کا ارادہ ہے؟"

"بس دو تین روز میں۔ میری بہن کہہ رہی تھی کہ ہم دونوں کو تنہا چل دینا چاہیے۔ ورنہ ہمارا بھائی مار کھائے گا۔"

"تب کینی' میرا ایک مشورہ مانو گی؟"

"کہو۔"

"صبح اندھیرے ہی میں یہ کیمپنگ چھوڑ دو۔ ورنہ خطرناک لوگ اس علاقے میں بے حد با اثر

ہیں۔ وہ تمہیں نہیں چھوڑیں گے۔"

"میں۔ میں یہاں سے جاسکتی ہوں۔ تمہاری طرف سے اجازت ہے؟"

"ہاں۔ میں تمہیں کیمپ کے راستے پر چھوڑے دیتا ہوں۔ اٹھو۔" میں نے کہا اور وہ جلدی سے اٹھ گئی۔ میں اسے سہارا دے کر باہر لے آیا اور پھر اسے اس خیمے تک چھوڑنے آیا۔ نہ جانے کیوں واپسی پر ایک عجیب سے سکون کا احساس ہوا تھا۔

"دوسری صبح جوڈین اور میکلارنس مسکراتے ہوئے میرے خیمے میں داخل ہوگئے۔

"ہیلو نواز' کیا حال ہے؟" میکلارنس نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"بالکل ٹھیک۔" میں نے بھی مسکرا کر جواب دیا۔

"شکار کیسا رہا؟"

"بہت عمدہ۔"

"تڑپا تو نہیں"

"بزدل تھا۔ سہم کر رہ گیا۔ احتجاج بھی نہیں کیا اور سرد پڑا رہا۔ بس یہی ایک خرابی تھی اس میں۔"

"ہیلو بعض اوقات ٹھنڈی چیزیں بھی استعمال کرنا چاہئیں۔ اب ہم یہاں سے چلیں گے اور ایڈلک کے ساتھ ہرن اور نیل گائے کا شکار کھیلیں گے۔"

"جیسی تمہاری مرضی۔ میں تو تمہارا مہمان ہوں۔"

"تو جوڈین' تم ہمیں اجازت دو گے؟"

"ابھی سے میکلارنس' ابھی اور قیام کرو۔ میرا خیال ہے تمہارے دوست کا دل شکار سے ابھی جلدی نہ بھرا ہوگا۔"

"شکریہ مسٹر جوڈین۔ لیکن گراس میئر سے واپسی پر میں آپ کا مہمان ضرور بنوں گا۔ اور پھر اس وقت شکار کھیلیں گے۔"

"جیسی آپ کی مرضی۔" جوڈین نے جواب دیا۔ اور پھر ہم نے ناشتہ کیا اور لینڈ روور سے چل پڑے۔ میکلارنس بلاشبہ ایک زندہ دل انسان تھا۔ قہقہے لگانے والا قصبہ گراس میئر میں داخل ہو کر ہم ایڈلک کے پاس پہنچ گئے۔

ایڈلک نے ہمارا پرجوش استقبال کیا تھا۔ سیڈر گو ہمارے ہاتھوں مار کھا چکا تھا۔ لیکن شاید اس نے خلوص دل سے سب کچھ بھلا دیا تھا۔ چنانچہ وہ بھی بڑے خلوص سے ملا اور ہمارے اعزاز میں ضیافت کا انتظام کیا گیا۔ دوپہر کے بعد ہم قصبے کی سیر کو نکلے۔ اس سیر میں سیڈر میرا ساتھی تھا۔ اور پرانی رنجشیں بالکل بھلا چکا تھا۔

گراس میئر کے ووڈ کاٹیج سے قدیم کلیسا اور اس کے اطراف پھیلے ہوئے قبرستان کے گرد چکر لگاتے ہوئے ہم واپس اپنی رہائش گاہ پہنچ گئے میکلارنس اور ایڈلک نے ہمارا استقبال کیا تھا۔

"کل مسٹر نواز کو جھیل کے درمیانی جزیرے کی سیر کرانا سیڈر۔" ایڈلک نے کہا۔

"اوکے پپا۔" سیڈر نے جواب دیا۔ رات آرام سے گزری اور دوسرے دن کا آغاز بھی دلچسپ ہنگاموں سے ہوا۔ پھر سیڈر نے جزیرے کی تیاریاں شروع کردیں۔ اور تنہائی ملتے ہی اس نے ایک آنکھ دبا کر

کہا۔

"یہاں سے تو تنہا چلیں گے لیکن۔"

"لیکن کیا؟"

"میں نے اپنی دو دوستوں کو جزیرے پر دعوت دی ہے۔"

"اوہ۔ وہ ہمارے ساتھ نہیں جائیں گی۔"

"نہیں' خود پہنچ جائیں گی۔" سیڈر نے جواب دیا اور میں نے گردن ہلا دی۔ دن کو تقریباً گیارہ بجے ہم چل پڑے۔ جھیل کے کنارے ایک کشتی موجود تھی جو شاید ہمارے ہی لیے تھی۔

"دوسرے گھاٹ پر کرائے کی کشتیاں مل جاتی ہیں۔" سیڈر نے کہا اور کشتی کی رسی کھول دی۔ پھر وہ کشتی کھیلنے لگا۔

"کیا جزیرہ آباد ہے؟"

"قطعی نہیں۔ عام طور سے سنسان پڑا رہتا ہے۔ کبھی کبھی ایسے ہی جوڑے پہنچ جاتے ہیں لیکن بہت کم تعداد میں۔"

"تب تو بہت اچھی جگہ ہوگی۔" میں نے کہا اور سیڈر گردن ہلانے لگا فاصلہ بہت زیادہ نہیں تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد ہم جھیل کے درمیانی جزیرے پر پہنچ گئے۔ واقعی یہ پراسرار جگہ تھی۔ چاروں طرف جنگلی درختوں اور خودرو پودوں کی بہتات تھی۔ یوں لگتا تھا جیسے ہمارے سوا یہاں اور کسی کا وجود نہ ہو۔

سیڈر خاموشی سے میرے ساتھ چل رہا تھا۔ "کیا تمہاری دوست پہنچ گئی ہیں؟" چند ساعت کے بعد میں نے پوچھا۔

"شاید ابھی نہیں۔"

"تنہا تو ہم دونوں بور ہو جائیں گے۔"

"وہ ضرور آئیں گی۔ ان کی مجال ہے کہ نہ پہنچیں۔" سیڈر نے کہا اور میں خاموش ہوگیا۔ جزیرہ ویران ضرور تھا لیکن انتہائی پرسکون ایک عجیب سی فرحت کا احساس ہوتا تھا۔ بالآخر ہم ایک گھنے درخت کے نیچے پہنچ گئے۔

"میں نے انہیں یہاں ملنے کو کہا تھا۔" سیڈر نے گہری سانس لے کر کہا۔

"ہم پہنچ گئے ہیں بچو۔ گھبرانے کی ضرورت نہیں ہے۔" درخت کے عقب سے آواز آئی اور میں چونک پڑا۔ درخت کے عقب سے ایڈلک اور میکلارنس برآمد ہوئے۔ دونوں کے ہونٹوں پر مسکراہٹ تھی۔

سیڈر بھی ہنس پڑا۔ میرے دوستوں سے ملو نواز۔ کیا خیال ہے ان دونوں کے بارے میں؟" اس نے کہا اور نہ جانے کیوں میں نے اس کے اس انداز میں ایک طنز محسوس کیا۔ میں چونک پڑا تھا۔

"کیا مذاق ہے؟" میں نے آہستہ سے کہا۔

"یہ بے وقوف ایسے ہی بے تکے مذاق کرتا رہتا ہے۔ ورنہ بھلا باپ اور محبوبہ میں کیا مماثلت۔" ایڈلک نے ہنستے ہوئے کہا۔

"بس سیڈر اب تم واپس جاؤ۔" ایڈلک نے کہا۔

"اوکے بیبا۔ میرا کام ختم؟"
"ہاں۔ تھینک یو۔" ایڈلک نے کہا اور سیڈر شانے اچکا کر واپس چلا گیا۔ میری چھٹی حس کچھ کہہ رہی تھی۔ لیکن میں بے پرواہ تھا۔ ہاں یہ ضرور سوچ رہا تھا کہ معاملہ کیا ہے۔ بہرحال جو کچھ ہے سامنے آجائے گا۔
سیڈر نگاہوں سے غائب ہو گیا۔ تب میں نے گہری سانس لے کر کہا۔ "یہ مذاق میری سمجھ میں نہیں آیا مسٹر ایڈلک۔"
"بدقسمتی سے یہ مذاق نہیں ہے مسٹر نواز اصغر۔" میکلارنس نے بھاری لہجے میں کہا۔
"پھر کیا ہے؟"
"کچھ حقائق جو آپ کے سامنے لائے جائیں گے' اور اس کے لیے اس سے بہتر جگہ کوئی اور نہ ہوتی۔"
"خوب گویا۔ مجھے دھوکہ دے کر یہاں لایا گیا ہے۔"
"ہاں۔"
"چلو ٹھیک ہے' مقصد تو بتادو۔"
"تم راجہ نواز اصغر ہو نا؟"
"تمہیں شک ہے؟" میں نے پوچھا۔
"نہیں۔ جانتے ہو میں نے تمہیں کب پہچانا؟"
"جب تمہاری بیٹی نے میرا تعارف کرایا۔"
"نہیں مجھے تعارف کی ضرورت نہیں تھی۔"
"کیوں؟"
"اس لیے کہ میں بہت پہلے سے تمہیں جانتا تھا۔"
"کب سے؟"
"میں نے تمہیں استنبول میں دیکھا تھا۔ بس تم مجھے نہیں پہچان سکے اور پہچان بھی نہیں سکتے تھے کیونکہ میرا تمہارا مقابلہ دوبدو نہیں ہوا تھا۔"
"استنبول میں؟"
"ہاں۔ میرا تعلق برنیس کے گروہ سے تھا۔"
"اوہ۔" میں نے گہری سانس لی۔ برنیس کا نام کافی تھا۔ "بہت خوب مسٹر میکلارنس تب تو ہم پرانے شناسا ہیں۔"
"بلاشبہ۔"
"تو پھر تم مجھے کسی خاص مقصد کے تحت یہاں لائے تھے؟"
"ہاں۔"
"برنیس کی موت کا انتقام؟" میں نے اس کی آنکھوں میں دیکھا۔
"نہیں۔ وہ میرا چچا نہیں تھا۔" میکلارنس ہنس پڑا۔

"پھر کیا معاملہ ہے؟" میں نے بھی مسکراتے ہوئے پوچھا۔
"تمہارا کیا خیال ہے۔ کیا سیڈر کا خون اتنا ہی ٹھنڈا ہے کہ اس نے تمہیں معاف کر دیا۔ وہ تمہیں اس وقت تک نہ چھوڑتا جب تک تمہاری بوٹیاں نہ اڑا دیتا۔ بڑی مشکل سے اسے اس بات پر راضی کیا گیا تھا کہ وہ وقتی طور پر تمہیں معاف کر دے۔"
"خوب۔ واقعی وہ بے حد بہادر ہے۔"
"طنز کر رہے ہو۔" ایڈلک نے ناخوشگوار لہجے میں کہا۔
"ارے نہیں نہیں' ان حالات میں میں کیا طنز کروں گا۔ بہرحال اب سسپنس نظر آمت پیدا کرو۔ مقصد کیا ہے؟"
"تم غلام سیٹھ کے دست راست تھے؟"
"ہاں تھا۔" میں نے کہا۔
"اور غلام سیٹھ کا پوشیدہ ذخیرہ آج تک نہیں تلاش کیا جا سکا۔"
"بہت خوب۔"
"ہمیں اس کا پتہ درکار ہے۔"
"تمہارے خیال میں اس کا پتہ مجھے معلوم ہے۔"
"پوری امید ہے اس بات کی۔"
"کیا میں تمہیں قلاش نہیں نظر آرہا ہوں؟"
"یہ کوئی خاص بات نہیں ہے۔"
"غلام سیٹھ کو مرے ہوئے عرصہ گزر گیا۔ کیا میں نے اس کا ذخیرہ بیچ نہ کھایا ہوگا؟"
"ممکن نہیں ہے۔"
"کیوں؟"
"اگر تم اسے فروخت کر چکے ہوتے تو اتنے قلاش نہ ہوتے۔ وہ اتنا بڑا ذخیرہ تھا کہ پوری زندگی دونوں ہاتھوں سے لٹاتے تب بھی کمی نہ ہوتی۔ اس کا مطلب صاف ظاہر ہے کہ تم اسے فروخت کرنے کی جرات نہیں کر سکے۔"
"شیخ چلی کے بارے میں کچھ جانتے ہو؟"
"اوہ۔ کیا یہ کوئی اسمگلر ہے؟"
"ہے نہیں تھا۔ بالکل تمہاری طرح۔ افسوس میں اس کا پورا تعارف نہیں کرا سکتا تمہاری سمجھ میں نہیں آئے گا۔"
"بہرحال شیخ چلی کے بارے میں کیا کہنا چاہتے ہو؟"
"وہ ایک بے وقوف انسان تھا بالکل تمہاری طرح۔ اگر تم اسمگلر ہو تو بالکل نچلے درجے کے کیونکہ دنیا کے حالات سے بے خبر ہو۔ کیا غلام سیٹھ کا دست راست اتنا کمزور تھا؟"
"نہیں۔ نواز اصغر کے بارے میں بہت کچھ سنا ہے۔"
"تب پھر وہ ذخیرہ کیوں نہ فروخت ہو جاتا۔"

"کیونکہ انٹرپول تمہارے پیچھے ہے اور اسی کے خوف سے تم آج تک اس طرح مارے مارے پھر رہے ہو۔"

"اب تمہیں بوجھ بجھکڑ بھی کہوں گا۔"

"ہمیں اس کی دولت یا ذخیرے کا پتہ بتاؤ۔"

"کب تک بور کرو گے میکلارنس' چلو واپس چلو۔"

"ایک بات اور میرے ذہن میں آتی ہے۔"

"کیا؟"

"سیکاریفا بھی تو غلام سیٹھ کے ساتھ ہی تھی۔" میکلارنس نے کہا۔ اور میں چونک پڑا۔ یہ بات زیادہ خطرناک تھی۔ میکلارنس میری آنکھوں میں دیکھ رہا تھا۔ مجھے چونکتے دیکھ کر اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ "اب میری معلومات اتنی ناقص بھی نہیں ہیں۔"

"تب پھر اس نے تمہیں میرے بارے میں بتایا ہوگا؟" میں نے کہا۔

"اس نے؟" میکلارنس ہنس پڑا۔

"ہاں کیوں؟"

"اس نے تو خود کو مجھ سے آج تک چھپایا ہے۔ لیکن وہ نہیں جانتی کہ میں نے اس سے شادی کیوں کی ہے۔"

"بہرحال غلام سیٹھ کے پاس کوئی ذخیرہ نہیں تھا۔ رہی اس کی دولت تو اس بارے میں تمہاری معلومات ناقص ہیں۔"

"راجہ نواز اصغر۔ بزنیس میرا آقا تھا۔ اگر تم غلام سیٹھ کا ذخیرہ بھول گئے ہو تو مجھے اپنے آقا کی موت د آجائے گی۔ اور پھر انتقام لینے کے لیے یہ موزوں ترین جگہ ہے۔ میں نے اس کے لیے پورا پورا انتظام کیا ہے۔ اگر تم چاہو تو نمونہ پیش کروں؟"

"صرف یہی کہوں گا کہ احمق ہو۔ میرا خیال ہے اب بکواس بند کرو اور یہاں سے چلو' ورنہ راجہ باز اصغر جاگ اٹھے گا اور تم اسے نہ روک سکو گے۔"

"سلانے والوں کا میں نے بندوبست کرلیا ہے چلو سامنے آؤ۔" ایڈلک نے کہا اور چار آدمی سامنے گئے۔ ان چاروں کے ہاتھوں میں اسٹین گنیں تھیں۔ میں نے ایک گہری سانس لی۔ صورت حال ضرورت سے زیادہ ہی خراب ہوگئی تھی۔ اور مجھے خواہ مخواہ جھنجھوڑا جا رہا تھا۔ یہ کہا جائے تو غلط نہ ہوگا کہ وہ میرے ہن کی گرد جھاڑ رہے تھے۔۔۔۔۔۔ اور گرد جھڑی تو۔۔۔۔۔۔

...○...

اور

راجہ نواز اصغر نے اس دور کو اپنی زندگی کا بدترین دور کہا ہے' جب وہ ذہنی طور پر انسانیت کو بالکل فراموش کر چکے تھے۔ انہوں نے کیا کیا گل کھلائے یہ تو اگلے حصہ میں ہی معلوم ہوسکے گا!

ناقابل تسخیر قوتوں کے مالک راجہ نواز اصغر کی تہلکہ خیز عبرتناک رُوداد
نروان کی تلاش
ایم اے راحت

میکلارنس کے ہونٹوں پر شیطانی مسکراہٹ تھی اور وہ دلچسپ نگاہوں سے مجھے دیکھ رہا تھا۔ اس کا ساتھی ایڈلک خاموش کھڑا تھا۔

"دراصل میرے دوست! ان دنوں مجھے مال کی شدید ضرورت ہے۔ میری مالی حالت کسی قدر خراب ہوگئی ہے۔ نہ جانے کیوں تقدیر میرا ساتھ نہیں دے رہی' مال بھی پکڑا گیا ہے۔ ایسے نازک وقت میں تمہیں میری مدد کرنی ہی چاہیے۔"

"میں نے نہیں بتایا ہے میکلارنس کہ غلام سیٹھ کا کوئی ذخیرہ میری تحویل میں نہیں تھا۔ رہی دولت کی بات' تو وہ خود میرے پاس اتنی ہے کہ میری دس پشتیں عیش کر سکتی ہیں لیکن یقین کرو مجھے اس دولت سے نفرت ہوگئی ہے۔ میں نے اسے خیرباد کہہ دیا ہے اور ایک آوارہ منش کی زندگی اختیار کرلی ہے۔"

"آہ' کیا وہ دولت ہمارے کام نہیں آسکتی؟ اس وقت مجھے اس کی شدید ضرورت ہے۔" میکلارنس نے مکاری سے کہا۔

"اور اسے حاصل کرنے کے لیے تم نے یہ طریقہ اختیار کیا ہے۔" میں نے طنزیہ انداز میں کہا۔

"یہ اپنی اپنی عادت اور طریقہ کار ہے۔ میں نے بارہا تجربہ کیا ہے۔ کوئی کام آسانی سے نہیں ہوتا۔ تم ہی بتاؤ دوسری صورت کیا ہو سکتی تھی۔ میرا تم سے کیا واسطہ ہے کہ تم میری مالی مدد کر سکتے؟"

"واسطہ نکل سکتا تھا۔" میں نے مسکرا کر کہا۔

"وہ کس طرح؟"

"تمہاری بیٹی۔" میں نے کہا اور پہلی بار میکلارنس کے ہونٹوں کی مسکراہٹ غائب ہوگئی۔

"کیا بکواس ہے؟" وہ غرایا۔

”تم اسے شکار کی حیثیت سے مجھے پیش کر سکتے تھے۔ ممکن ہے میں تمہاری اس خدمت سے متاثر ہو جاتا۔“ میں نے کہا۔

میکلارنس آپے سے باہر ہو گیا۔ دوسرے لمحے وہ جھپٹا اور اس نے میرے منہ پر تھپڑ مارنے کی کوشش کی۔ اس وقت صورت حال...... ایسی نہیں تھی کہ میکلارنس کی اس حرکت سے میں کوئی فائدہ اٹھانے کی کوشش کرتا لیکن بہرحال تھپڑ تو نہیں کھا سکتا تھا۔ میں نے جھکائی دے کر میکلارنس کی کلائی پر ہاتھ ڈال دیا اور اس کی کلائی میری گرفت میں آ گئی۔ میکلارنس نے ایک جھٹکے سے کلائی چھڑانے کی کوشش کی۔ اسے اپنے قد و قامت پر ناز معلوم ہوتا تھا لیکن میرے جبڑے بھنچے ہوئے تھے اور کلائی پر میری گرفت فولادی تھی۔ میکلارنس پوری کوشش کے باوجود کلائی نہ چھڑا سکا۔

”میرا نام نواز ہے میکلارنس اور تمہاری اس مذموم حرکت کے باوجود ابھی میرے دل میں تمہارے خلاف نفرت نہیں جاگی۔ اس لیے......“ میں نے اسے زور سے جھٹکا دیا اور وہ گرتے گرتے بچا۔

اسٹین گن والوں نے اسٹین گنیں میری طرف تان لیں۔

”اسے درخت سے باندھ دو۔ بھوکا پیاسا رکھو۔ دیکھوں گا یہ کب تک زبان بند رکھے گا۔ سمجھے، مجھے دولت کی ضرورت ہے اور تمہیں دولت فراہم کرنا ہو گی۔ چلو۔ اسے درخت سے باندھ دو۔“ اس نے اسٹین گن والوں کو حکم دیا اور ان چار میں سے دو آگے بڑھ آئے۔ باقی دو اسٹین گنیں تان کر ہوشیار کھڑے ہو گئے۔

اور پھر نائلون کی ایک مضبوط رسی سے مجھے باندھ دیا گیا۔ تب میکلارنس نے نفرت انگیز لہجے میں کہا۔ ”میں جا رہا ہوں نواز! اگر تمہاری دماغی حالت درست ہو جائے تو مجھے اپنی آمادگی کی اطلاع کرا دینا اور تم...... تم لوگوں کو معلوم ہے کہ تمہیں پوری ہوشیاری سے اس کی نگرانی کرنی ہے۔“

”اوکے باس!“ وہ چاروں بولے۔

اور میکلارنس ایڈلک کی طرف متوجہ ہو کر بولا۔ ”آؤ ایڈلک! چلیں۔ بہرحال ہم ناکام نہیں رہیں گے۔“ پھر وہ دونوں واپس مڑ گئے۔

چاروں اسٹین گن بردار میرے نزدیک موجود تھے۔ کمبختوں نے خوب کس کر باندھا تھا، ساری رسیاں بدن میں چبھ رہی تھیں لیکن میں رعایت کی بھیک مانگنے کا قائل نہیں تھا۔ البتہ سوچ رہا تھا کہ کیا کرنا چاہیے۔

زندگی کی کوئی بہت بڑی آرزو، کوئی خاص وقعت تو میرے ذہن میں نہیں تھی۔ موت کسی بھی شکل میں آ جائے، میں نے تو شاید آج سے پہلے بھی اس بات کی پرواہ نہیں کی تھی لیکن کم از کم میکلارنس جیسے بے حقیقت آدمی کے ہاتھوں مرنا تو مناسب نہیں تھا۔

میں موت بھی اپنی پسند ہی کی چاہتا تھا۔ حالانکہ مرنے کی آرزو ابھی باقاعدگی سے میرے ذہن میں

میں ابھری تھی، یہ کبھی نہیں سوچا تھا کہ بس اب زندگی کا اختتام ہی ہو جائے۔ حالانکہ بارہا ایسے مواقع آئے تھے کہ دل اور ذہن اس دنیا سے بری طرح بیزار ہو گئے تھے۔ زندگی میں کوئی چارم نہ رہا تھا، اس کے باوجود موت کی خواہش کبھی دل میں پیدا نہیں ہوئی تھی۔

لیکن اب جن حالات میں جکڑا گیا تھا وہ کچھ اور تھے اور اب اگر موت کہیں سے دبے پاؤں نزدیک آ جاتی تو میں اسے دیکھ کر صرف مسکرا کر رہ جاتا، حالانکہ سنا ہے بڑے بڑے موت کی صورت دیکھ کر خوف سے ادھ مرے ہو جاتے ہیں لیکن اپنی ذات پر بہت سے یقین تھے مجھے۔ اور انہی یقینوں میں ایک یقین یہ بھی تھا کہ اگر موت میرے سامنے آ جائے تو میں اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر مسکرا سکوں گا اور بہت بے پرواہی سے اسے سینے سے لگا لوں گا۔

اور جب آدمی موت کی جانب سے اس قدر بے پرواہ ہو جائے تو پھر دنیا کی کوئی تکلیف اس کے لیے تکلیف نہیں رہتی اور کوئی عمل ایسا نہیں ہوتا جسے وہ انجام نہ دے سکے۔

میرا بدن رسیوں سے جکڑا ہوا تھا اور وہ چاروں میرے نزدیک موجود تھے لیکن اس کے باوجود میں یہ سوچ رہا تھا کہ مجھے کیا کرنا چاہیے میں اگر چاہتا تو کوئی اندھا قدم اٹھا سکتا تھا۔ ان لوگوں کو کسی طرح قبضے میں لینے کی کوشش کرتا تاکہ اگر اس کوشش میں مارا جاتا تو یہ افسوس ضرور ہوتا کہ میکلارنس سینہ ٹھونک کر کہے گا کہ وہ راجہ نواز اصغر...... جس نے ہوریشو جیسے خطرناک شخص کو کتے کی موت مار دیا، اس کے ہاتھوں قتل ہو گیا اور یہ بات مجھے پسند نہیں تھی۔

بہت دیر تک میں مختلف خیالات میں الجھا رہا اور یہ خیالات...... یہ تو میرے ذہن کی چولیں ہلا دیتے تھے۔ کاش انسان کے پاس خیالات سے چھٹکارہ پانے کا کوئی ذریعہ ہوتا، کوئی ایسی قوت اس کی ذات میں پنہاں ہوتی کہ وہ اپنی مرضی سے سوچ سکتا۔

لیکن افسوس...... سوچ کبھی انسان کی تابع نہیں ہو سکی، میں ان اسٹین گن برداروں کو دیکھتا رہا۔ ان کے اور میرے درمیان کوئی گفتگو نہیں ہوئی۔ وہ لوگ ویسے بھی خشک طبیعت نظر آتے تھے، انہوں نے آپس میں بھی ابھی تک کوئی خاص بات چیت نہیں کی تھی۔ البتہ ان میں سے کئی آدمیوں نے سگریٹ وغیرہ پی تھی۔

جب یہ خاموشی کچھ ناگوار گزرنے لگی تو میں نے ان میں سے ایک کو مخاطب کیا۔

”کیا تم مجھے سگریٹ پلاؤ گے؟“

”کیوں، کیا سگریٹ کے بغیر مر جاؤ گے تم۔“

”میں طلب محسوس کر رہا ہوں۔“ میں نے جواب دیا۔

”یہ تو اچھی بات ہے، مسٹر میکلارنس یہی تو چاہتے ہیں کہ تم بہت سی چیزوں کی طلب محسوس کرو تاکہ ان کی طلب پوری کر دی جائے۔“

"اوہ۔ خاصے تربیت یافتہ معلوم ہوتے ہو۔" میں نے گہری سانس لے کر کہا اور وہ سب مسکرا
لگے۔

اس کے بعد میں نے سر جھکا کر آنکھیں بند کر لیں۔ اس قسم کی کوششیں بے سود تھیں' ظاہر ہے
ان سے ذہن کو جلانے کے سوا کچھ نہ حاصل ہوتا۔ چنانچہ اب ان لوگوں سے باتیں کرنا بے کار ہی تھا۔

نہ جانے کتنا وقت گزر گیا۔ وہ لوگ بھی تھک کر بیٹھ گئے تھے اور اب میری طرف سے کسی
لاپرواہ بھی تھے۔

میں نے ان کی لاپرواہی کے انداز کو دیکھا اور اپنے ذہن کو دوڑانا شروع کر دیا۔ اگر یہ لوگ تھ
سے اتنے چور ہو جائیں کہ میرے اوپر نگاہ نہ رکھ سکیں تو مجھے کونسی کوشش آزادی دلا سکے گی۔ میں
رسیوں کی بندش کو محسوس کیا۔

رسیوں کی بندش اتنی مضبوط تھی اور میرے ہاتھ اس طرح مفلوج کر دیے گئے تھے کہ میں ر
کھول بھی نہیں سکتا تھا۔ البتہ ایک کوشش میں نے شروع کر دی۔

میں نے غیر محسوس انداز میں اپنے بدن کو اس طرح ہلکی ہلکی جنبش دینا شروع کر دی کہ رسیوں
گرفت ان پر سے ڈھیلی ہو جائیں' حالانکہ یہ آسان کام نہیں تھا لیکن رسیوں کے اندر یہ لچک ہوتی
چنانچہ معمولی معمولی سی جگہ بننے لگی۔

ان لوگوں کو میں نے یہ احساس ہونے نہ دیا تھا کہ میرے ذہن میں کوئی ترکیب آگئی ہے۔ میں
اس کوشش میں مصروف رہا۔ مجھے یقین تھا کہ میں بھوک یا پیاس سے چند گھنٹوں بلکہ چند دنوں تک نہیں
سکوں گا۔ اگر پورا دن گزرنے کے بعد رات پوری مل جائے تو یقیناً کچھ نہ کچھ کاروائی عمل میں آسکتی
لیکن اس وقت جب یہ لوگ تھک کر سو جائیں۔

اور میں اس کا انتظار کرنے لگا۔ میں نے اپنے آپ کو اس طرح ساکت و جامد کر لیا کہ یہ لوگ
سوچ بھی ذہن میں سے نکال دیں کہ میں کوئی کاروائی کر سکتا ہوں یا آزادی کی کوشش کر سکتا ہوں۔

ہاں جب بھی مجھے انکی توجہ ہٹی ہوئی ملتی تو میں اپنے بدن کو اسی انداز میں جنبش دینے لگتا اور
سے کم از کم ایک بات ضرور ہوئی تھی' وہ یہ کہ میرے جسم کے گرد رسیوں کی گرفت کسی قدر...... نرم
تھی اور وہ تکلیف جو میرے جسم کو جگہ جگہ سے ہو رہی تھی اب تقریباً" ختم ہو گئی تھی...... اس انداز
اب میں کئی گھنٹے با آسانی گزار سکتا تھا۔ بلکہ یوں سمجھا جائے کہ مجھے اپنی اس کوشش سے تھوڑا بہت ف
ضرور ہوا تھا۔

میرا تجربہ ہے کہ بعض اوقات ہم کچھ مسائل یا مصائب میں گھر کر یہ سوچ بیٹھتے ہیں کہ شاید ا
مصائب ہماری زندگی کا اختتام ہی بن جائیں گے لیکن ایسا نہیں ہوتا۔

آسمان کی گردش حالات میں تبدیلیاں پیدا کرتی ہے اور یہ تبدیلیاں ایسی ہوتی ہیں کہ انسان

بارے میں قطعی سوچ نہیں سکتا' وہ حالات پر قابو پانے میں ہمیشہ ناکام رہتا ہے' اپنی تقدیر' اپنی کوشش بلاشبہ
اسے مدد دیتی ہے اور بعض اوقات یہ محسوس کرتا ہے کہ اس نے اپنی تقدیر سے وہ چیز حاصل کر لی جس کا وہ
خواہش مند تھا لیکن یہ غلط ہے' تقدیر کے ساتھ ساتھ حالات کا عمل بھی ایک مسلم حقیقت رکھتا ہے۔

اس وقت ان چار آدمیوں کی موجودگی میں میرے ذہن میں کوئی ایسا منصوبہ نہیں آ سکتا تھا جس سے
میں انہیں کوئی نقصان پہنچا سکتا اور حالات کو اپنے مفاد میں موڑ سکتا لیکن میں نے یہ بھی کہا تھا کہ وقت کی
گردش خود بخود بہت سے راستے متعین کر دیتی ہے۔

اس وقت شاید رات کے تقریباً" آٹھ بجے تھے۔ جزیرے پر گہری تاریکی اور سناٹا چھایا ہوا تھا۔
مختلف حشرات الارض کی آوازیں جگہ جگہ سے ابھر رہی تھیں۔ وہ چاروں بھی پریشان نظر آ رہے تھے'
کھانے پینے کی کچھ چیزیں شاید ان کے پاس موجود تھیں جنہیں وہ استعمال کر چکے تھے۔

میں ان کی گفتگو با آسانی سن سکتا تھا' اس کی وجہ یہ تھی کہ ان کا فاصلہ مجھ سے زیادہ نہ تھا۔ ان میں
سے دو آدمیوں نے فیصلہ کیا تھا کہ وہ درخت کے عقب میں ایک جگہ صاف کر کے وہاں لیٹ جائیں گے اور
سو جائیں گے۔ باقی دو جاگتے رہیں گے اور آدھی رات کو دو جاگنے والے ان کو جگا دیں گے اور خود سو جائیں
گے۔ اس طرح پوری رات گزر جائے گی۔

لیکن وہ پریشان بھی تھے اور اس پریشانی میں انہوں نے ایک دوسرے سے جو گفتگو کی تھی وہ کچھ
یوں تھی۔

"کیا خیال ہے تمہارا' یہ کمبخت کتنے عرصے میں مرجائے گا؟" ایک نے دوسرے سے سوال کیا۔

"نہیں کہا جا سکتا' خاصا سخت جان معلوم ہوتا ہے لیکن..... مسٹر میکلارنس تو کچھ اور چاہتے
ہیں۔"

"وہ کیا؟"

"میرے خیال کے مطابق مسٹر میکلارنس اس شخص کی موت نہیں چاہتے۔" دوسرے نے
جواب دیا۔

"اوہ۔ لعنت بھیجو اس لمبے سؤر پر' ہمیں تو صرف باس کا خیال ہے۔"

"یہ بھی درست ہے۔" پہلے شخص نے اس کی تائید میں جواب دیا۔

"ویسے مسٹر ایڈلک نے بھی اس وقت ہمارے سپرد جو ڈیوٹی کی ہے وہ ہمارے ساتھ انصاف نہیں
ہے۔"

"ارے ارے۔ تم بددل کیوں ہو گئے؟"

"بددل ہونے کی بات ہی ہے یار! بھلا اس جزیرے پر اس انداز میں بھی راتیں گزاری جا سکتی

"اس انداز سے تمہارا کیا مطلب ہے؟"

"مقصد یہ ہے کہ لوگ اپنی محبوباؤں کو لے کر تو یہاں آسکتے ہیں اور اس وقت انہیں یہ تنہائی اور ویرانی خاصی دلکش محسوس ہوتی ہے لیکن یہاں ہم چاروں میں سے کسی کی کوئی محبوبہ نہیں ہے اور پھر یہ اسٹین گنیں اور سامنے درخت سے بندھا ہوا احمق بھلا اس ماحول میں بھی کوئی رومانیت ہے؟"

"اوہ۔" دوسرا ہنس پڑا۔ "تو تم رومان کی تلاش میں ہو۔" اس نے مسخرے پن سے کہا۔

"ارے یہ بات نہیں ہے یار! دنیا آرام سے بستروں میں سونے کے لیے لیٹ گئی ہوگی یا پھر اپنی تفریحات میں مصروف ہوگی اور ہم اس ویرانے میں' ان جھاڑیوں کے درمیان احمقوں کی طرح کھڑے ہوئے ہیں۔ بھلا یہ بھی کوئی تک کی بات ہے؟"

"بہر صورت گزارنا تو ہے ہی۔"

"لیکن میں تو کچھ اور ہی سوچ رہا ہوں۔"

"وہ کیا؟" دوسرے نے سوال کیا۔

"کیوں نہ ہم چاروں اس پر اسٹین گنوں سے گولیاں برسائیں اور اسے ہلاک کردیں۔ مسٹر میکلارنس اور ایڈلک کو یہ اطلاع دے دیں کہ اس نے فرار ہونے کی کوشش کی تھی چنانچہ ہم نے ا قتل کردیا۔ اس طرح ہم سب کو بہت جلد چھٹکارہ مل سکتا ہے۔"

"ارے نہیں۔ کیوں احمقانہ بات کرتے ہو۔"

"کیوں اس میں حماقت کی کونسی بات ہے؟" دوسرے نے برا منہ بنا کر پوچھا۔

"تمہیں اندازہ ہے کہ مسٹر میکلارنس اسے قتل کرنا نہیں چاہتے وہ اپنی کوئی بات منوانے خواہش مند ہیں؟"

"ٹھیک ہے لیکن اگر انہوں نے اس سے دولت حاصل کرلی اور اپنی کوئی بات منوالی تو ہمیں ا سے کیا ملے گا اور یہ تکلیف وہ رات کس حساب میں جائے گی؟ یہ ضروری تو نہیں ہے اس رات پر خا ہوجائے' ابھی تو کل کا دن بھی پڑا ہوا ہے اور یہ کمبخت اتنی آسانی سے مرنے والوں میں سے معلوم نہی ہوتا۔"

"ٹھیک ہے' ٹھیک ہے۔ تمہیں نیند آرہی ہے اس لیے تم سو جاؤ۔" دوسرے آدمی نے کہا اور ا ے بعد خاموشی چھا گئی۔

میں ان کی باتیں سن کر دل ہی دل میں ہنس رہا تھا۔ نمک حرام قسم کے لوگ تھے اپنے مالک سے کرنا نہیں جانتے تھے۔

اس وقت تقریباً" میرے اندازے کے مطابق آٹھ بجے تھے میرے ہاتھ پیچھے کی طرف بند ہوئے تھے اور کچھ اس طرح بندھے ہوئے تھے کہ میں جھک کر بھی گھڑی نہیں دیکھ سکتا تھا جو میری

موجود تھی' اس لیے میں نے صرف اندازہ لگایا تھا۔

میں نے ان چاروں کو دیکھا۔ ان میں سے دو سونے کے لیے لیٹ چکے تھے۔ ان کے سونے کا اندازہ میں نے اس طرح لگایا کہ وہ دونوں جو کافی دیر تک گفتگو کرتے رہے تھے نظر نہیں آرہے تھے جب کہ باقی دو مستعد تھے۔ وہ مجھ سے کچھ فاصلے پر ایک دوسرے درخت سے ٹیک لگائے بیٹھے تھے اور انہوں نے اپنے قرب وجوار میں آگ روشن کرلی تھی تاکہ رینگنے والے کیڑوں سے محفوظ رہ سکیں۔

یوں بھی فضا میں کافی خنکی پیدا ہوگئی تھی اور ماحول کہر میں ڈھک گیا تھا لیکن بہرحال کہر اتنی گہری نہیں تھی کہ بالکل قریب یعنی اتنی دور کی چیز بھی نظر نہ آسکے جتنی دور میں ان سے تھا۔

قدموں کی چاپ اور ایک ہلکی سی آہٹ میں نے بھی سنی تھی اور شاید ان دونوں نے بھی۔ وہ اچھل کر کھڑے ہوگئے۔

"کیسی آواز ہے؟" ان میں سے ایک نے کہا۔

"پتہ نہیں۔ ویسے زیادہ نزدیک نہیں ہے۔ ممکن ہے کوئی جزیرے پر آیا ہو۔" دوسرے نے جواب دیا۔

"تو پھر کوئی بات نہیں' یہاں تو ایسے جوڑے آتے ہی رہتے ہیں۔"

"آتے ہیں مگر ان گھنی جھاڑیوں کے نزدیک نہیں آتے۔ ان کے لیے جزیرے کا صاف ستھرا حصہ ہی زیادہ مناسب ہوتا ہے یا پھر کوئی اگر کسی سے چھپنا چاہے تو اس طرف آسکتا ہے۔"

"دیکھیں؟" دوسرے نے پوچھا۔

"آؤ لیکن زیادہ دور تک نہیں۔"

"کیا خیال ہے ان دونوں کو جگا دیا جائے؟"

"ارے نہیں نہیں۔ اس کی کیا ضرورت ہے۔ کیا تم خوف محسوس کررہے ہو؟"

"ارے نہیں۔ لعنت ہے' خوف کیسا؟" دوسرا غرایا۔ اسے یہ الفاظ اپنی توہین محسوس ہوئے تھے۔

لیکن دوسرے لمحے جو کچھ ہوا تھا وہ بڑا ہی تعجب خیز تھا۔ اچانک ہی میں انتہائی تیز روشنی میں نہا گیا۔ روشنی اتنی تیز تھی کہ میری آنکھیں بند ہوگئیں' نجانے کونسی لائٹ ڈالی گئی تھی۔

اسٹین گن والے چونک کر پلٹے اور اپنی آنکھوں پر ہاتھ رکھنے لگے۔ پھر ان میں سے ایک نے جھنجلا کر روشنی پر فائر کردیا۔ لیکن دوسرے ہی لمحے دو فائر ہوئے اور وہ دونوں زمین پر گر پڑے۔ اسٹین گنیں دونوں کے ہاتھوں سے نکل گئیں اور وہ تڑپنے لگے۔ گولیاں ان کے جسم کے ان نازک حصوں پر لگی تھیں جن کے بعد زندگی مشکل ہوتی ہے۔

فائروں کی آواز سن کر اور ان دونوں کی چیخیں سن کر وہ دونوں بھی اٹھ بیٹھے جو سو رہے تھے اور جونہی وہ سامنے آئے دو فائر اور ہوئے اور گولیوں نے انہیں بھی چاٹ لیا۔

میں حیران رہ گیا تھا۔ یہ کون ہو سکتا تھا؟ کوئی غیبی مدد یا حالات کی گردش؟ وہ چاروں زمین پر تڑپ رہے تھے اور ایک جانب کھسکنے کی کوشش کر رہے تھے لیکن اس میں کامیابی مشکل ہی نظر آ رہی تھی۔ شاید اسی طرح ان کی زندگی کا اختتام لکھا تھا۔

میں خاموش نگاہوں سے انہیں دیکھتا رہا اور البتہ میرے ذہن پر حیرت کا شدید بوجھ تھا۔ میرے محسن کون لوگ تھے اور اس وقت انہوں نے یہ کارروائی کیوں کی تھی؟ میں دیر تک سوچتا رہا اور پھر تھوڑی دیر کے بعد یہ مسئلہ حل ہو گیا۔

جن لوگوں نے فائرنگ کی تھی وہ شاید یہ اندازہ لگا رہے تھے کہ یہاں ان چاروں کے علاوہ اور کوئی ہے یا نہیں۔

تڑپنے والے سرد ہو چکے تھے، کبھی کبھی ان میں سے کسی کا ہاتھ یا پاؤں ہل جاتا تھا۔ ان کی شکلیں بے حد بھیانک ہو رہی تھیں اور تیز روشنی اب بھی ہم پر مرکوز تھی۔

تب مجھے درخت کے عقب سے کچھ آوازیں سنائی دیں۔ اور پھر ایک قوی ہیکل آدمی میرے سامنے آ گیا۔

"مسٹر نواز!..... مسٹر نواز!" ایک جانی پہچانی آواز سنائی دی اور میں چونک پڑا۔

یہ جوڈین تھا۔ وہ شخص جس سے میکلارنس نے مجھے ملوایا تھا۔ اور جس کی وحشت بھری فطرت کو میں نے پسندیدگی کی نگاہوں سے نہیں دیکھا تھا جس کے ساتھ میں نے ایک شکار بھی کیا تھا اور یہ شکار انوکھا تھا۔

جوڈین جلدی جلدی میرے بدن کے گرد لپٹی ہوئی رسیاں کھولنے لگا اور پھر اس نے مجھے رسیوں سے آزاد کر دیا وہ میرے ہاتھ پاؤں کی مالش کر رہا تھا۔

"مسٹر نواز! کیا ان لوگوں نے بہت دیر سے آپ کو اس انداز میں باندھا ہوا تھا؟"

"ہاں، مسٹر جوڈین! اور میں آپ کا بے حد شکر گزار ہوں کہ آپ نے مجھے ان لٹیروں سے بچایا۔"

"مگر آپ تو مسٹر میکلارنس کے ساتھ تھے؟"

"اوہ۔ مسٹر میکلارنس بیچارے کو یہ معلوم بھی نہ ہو گا کہ میرے ساتھ کیا بیتی ہے۔" میرے ذہن نے فوراً عمل شروع کر دیا تھا۔ میں جانتا تھا کہ جوڈین میکلارنس کا گہرا دوست ہے۔ ان دونوں کی دوستی کے بارے میں میں نے اندازہ لگا لیا تھا چنانچہ اس وقت یہی چال مناسب تھی۔

"کمال کی بات ہے آئیں آئیں میرے ساتھ آئیں..... لیکن یہ سب ہوا کیسے؟" جوڈین نے پوچھا۔

"تفصیل بعد میں بتاؤں گا مسٹر جوڈین! کئی گھنٹے ہو گئے ہیں مجھے اس طرح بندھے ہوئے، میرا بدن شدید درد کر رہا ہے، ٹانگیں تقریباً بے جان ہو چکی ہیں۔ براہ کرم مجھے سہارا دیں۔"

"ضرور ضرور..... آیئے۔" جوڈین نے کہا اور مجھے سہارا دیتے ہوئے آگے بڑھنے لگا۔ اس کے ساتھ تین آدمی اور تھے اور وہ سب سیاہ لباس میں ملبوس تھا۔ جوڈین بھی اس وقت ایک چست لباس پہنے ہوئے تھا۔ نہ جانے وہ کیا کرنے آیا تھا اور سلسلہ کیا تھا یہ بات میری سمجھ میں نہ آئی۔

بہرحال وہ مجھے سہارا دے کر ساحل کی جانب لے گیا اور تھوڑی دیر کے بعد ہم جزیرے کے کنارے کھڑے ہوئے تھے۔

"ابھی چند ساعت کے بعد لانچ واپس آئے گی اور میں آپ کو ساحل پر چھوڑ دوں گا مجھے بہت افسوس ہے کہ آپ کے ساتھ ایسا واقعہ پیش آیا۔"

"کوئی بات نہیں مسٹر جوڈین!"

"بیٹھ جایئے مسٹر نواز!" جوڈین نے کہا اور میں بیٹھ گیا۔ "آپ کے ساتھ گزرے ہوئے لمحات خاصے دلکش تھے اور میں نے آپ کو پہلے بھی پیش کش کی تھی کہ آپ میرے پاس آئیں۔" جوڈین نے کہا۔

"ہاں میں ضرور آؤں گا۔ میں بھی ان لمحات کو ذہن سے نہیں بھلا سکا ہوں اور پھر وہ شکار....."

"واہ۔" جوڈین ہنسنے لگا تھا لیکن پھر اس نے چونک کر پوچھا۔ "لیکن مسٹر نواز! یہ لوگ کون تھے اور ہوا کیا.....؟"

"فرشتہ رحمت۔" جوڈین مضحکہ خیز انداز میں ہنسنے لگا۔ "بہرصورت یہ تو نہیں بتا سکتا کہ میں یہاں کیوں آیا تھا۔ ہاں آیا اپنے ہی کام سے تھا لیکن اتفاق کی بات یہ ہے کہ اس طرف سے گزرتے ہوئے یہ احساس ہوا کہ یہاں کوئی ضرور موجود ہے۔ میں نے لائٹ ڈالی تو مجھے آپ نظر آئے اور میں ایک نگاہ میں آپ کو پہچان گیا کہ یہ آپ ہیں اور پھر میں نے ان دونوں کو بھی دیکھا جن کے ہاتھوں میں اسٹین گنیں تھیں۔ مجھے خیال آیا کہ آپ ضرور کسی مصیبت میں گرفتار ہیں اور پھر میکلارنس۔ میکلارنس میرا ایسا دوست ہے جس کے لیے بہت کچھ کیا جا سکتا ہے اور پھر مجھے یہ بھی اندازہ تھا کہ میکلارنس آپ کا بھی اتنا ہی گہرا دوست ہے' چنانچہ میں نے میکلارنس کے لیے یہ سب کچھ کیا ہے۔"

"میں آپ کا اور مسٹر میکلارنس کا دونوں کا بے حد شکر گزار ہوں اور یقیناً مسٹر میکلارنس آپ کی اس کوشش کو ضرور سراہیں گے۔ بہرصورت آپ نے میرے لیے بہت بڑا کام کیا ہے۔"

"اوہ نہیں نہیں۔ میکلارنس نے میرے لیے جو کچھ کیا ہے میں اسے اس کا صلہ کبھی نہیں دے سکتا، مجھے خوشی ہے کہ میں اس کے دوست کی مدد کر سکا۔" جوڈین نے کہا اور میں دل ہی دل میں مسکرانے لگا۔

"یہ تو میکلارنس تمہیں بعد میں ہی بتائے گا کہ تم نے اس کی مدد کس طرح کی ہے بیٹے۔" میں نے سوچا لیکن اس وقت اس سے بہتر صورت حال کوئی اور نہیں ہو سکتی تھی۔

تھوڑی دیر کے بعد مجھے دور سے ایک سفید لانچ آتی نظر آئی۔ لانچ زیادہ بڑی نہیں تھی چند ساعت کے بعد وہ کنارے پر پہنچ گئی۔ اس میں سے تین آدمی نیچے اتر آئے اور ان میں سے ایک نے بھاری لہجے میں

کہا۔

"سب کچھ ٹھیک....." اور اچانک اس کی نگاہ مجھ پر پڑی اور وہ مجھے دیکھ کر خاموش ہو گیا۔

"ٹھیک ہے ٹھیک ہے' چلو واپس چلو۔" جوڈین نے کہا اور مجھے سہارا دے کر اٹھایا۔

میرے خون کی روانی اب کافی حد تک بحال ہو چکی تھی چنانچہ میں اپنے قدموں سے چلتا ہوا لانچ تک آیا اور لانچ ساحل کی جانب واپس چل پڑی۔ جوڈین میرے نزدیک ہی بیٹھا ہوا تھا اور لانچ پر موجود اپنے اپنے کاموں میں مصروف تھے۔

"تم سے دوبارہ مل کر بہت خوشی ہوئی ہے۔" وہ بولا۔

"میں تمہارا شکر گزار ہوں جوڈین!"

"اوہ۔ اس کی ضرورت نہیں ہے۔ جوڈین تو یاروں کا یار ہے اور ایک نگاہ میں فیصلہ کرتا ہے" جوڈین مسکرایا۔

"فیصلہ؟"

"ہاں فیصلہ۔ اگر ایک نگاہ میں کوئی بھا گیا تو پھر وہ کچھ بھی ہو' کیسا بھی ہو جوڈین اسے دوست بنا لیتا ہے اور پھر دوستوں کے دوست بھی تو اپنے ہی دوست ہوتے ہیں۔"

"یقیناً"

"مسٹر میکلارنس بھی تم سے کافی بے تکلف تھے۔"

"ہاں۔ وہ عمدہ انسان ہیں۔"

"وہ دوست کا یار ہے اور دشمنوں کا سخت دشمن۔ میں نے کبھی اس کے سامنے گردن نہیں اٹھائی وہ میرا ایسا ہی دوست ہے۔"

"تمہارے جیسے دوست ملنا مشکل ہیں جوڈین!"

"ارے نہیں۔" جوڈین بھدے انداز میں ہنس پڑا۔ "میں تو کچھ بھی نہیں ہوں۔ ہاں' تمہیں اس دن کا شکار پسند آیا تھا؟"

"بے حد لیکن تمہارا طریق کار حیرت انگیز ہے۔"

"انفرادیت ہے اس میں۔ کیمپنگ میں بے شمار ہپی آتے ہیں۔ لڑکے اور لڑکیاں' نشے کے عادی' بے قیمت۔ ان میں لڑکیاں تمہیں اتنی آسانی سے دستیاب ہو جائیں گی کہ تم حیران رہ جاؤ گے۔ بعض اوقات ایک سگریٹ کے عوض۔"

"اوہ۔" میں نے پلکیں جھپکا کر اس طرح اظہار حیرت کیا جیسے اس سے قبل کسی ہپی گروہ کو بھی نہ ہو۔

"بالکل سچ کہہ رہا ہوں لیکن مجھے اس غلاظت سے نفرت ہے۔"

"وہ کیوں؟"

"دیکھو دوست! شیر کبھی مردہ شکار پسند نہیں کرتا۔ جو آسانی سے ہاتھ آجائے اسے شکار کب کہا جاسکتا ہے۔"

"یہ تو درست ہے۔"

"میں خود ہی شکار کرتا ہوں۔ اپنے لیے بھی اور دوستوں کے لیے بھی۔ کسی کی مجال ہے کہ کوئی احتجاج کر جائے۔ دو ایک بار لوگوں کو پتہ بھی چل گیا کہ شکاری کون ہے۔"

"پھر؟" میں اسے زیادہ سے زیادہ باتوں میں لگانا چاہتا تھا۔

"میں نے سمجھایا کہ شیر جنگل کا بادشاہ ہوتا ہے اور جوڈین اس کیمپنگ کا شہنشاہ ہے۔ نہ مانے تو.....کخ....." اس نے گردن پر ہاتھ پھیرا۔

بہرحال جوڈین کی اس فطرت سے میں انکار نہیں کر سکتا تھا۔ اس نے جس طرح ان چاروں آدمیوں کو قتل کر دیا تھا اس سے اندازہ ہوتا تھا کہ انسانی زندگی کی اس کی نگاہ میں کوئی وقعت نہیں ہے۔ اس نے ان لوگوں کو دیکھا بھی نہیں تھا کہ وہ کون تھے۔

"تم اس وقت گراس میئر جانے کے بجائے میرے ساتھ کیمپنگ ہی چلو۔" اس نے پیش کش کی۔

اگر جوڈین یہ پیشکش خود نہ کرتا تو میں خود اس سے فرمائش کرتا۔ کیونکہ ظاہر ہے اب گراس میئر کی..... طرف جانا تو حماقت تھی۔ میکلارنس اور ایڈلک کو بہرحال جلد یہ بات معلوم ہو جائے گی کہ میں فرار ہو گیا ہوں۔ کس طرح؟ یہ تو بعد میں ہی معلوم ہو گا۔ ویسے لطف آجائے گا ان دونوں کو بھی۔ میں دل ہی دل میں مسکرا دیا۔

لیکن جوڈین کے ساتھ بھی جس قدر کم وقت گزرے بہتر ہے۔ نہ جانے کب وہ میکلارنس سے مل بیٹھے۔ اگر اس نے تذکرہ بھی کر دیا تو گڑبڑ ہو جائے گی۔ میرا ذہن تیزی سے کام کر رہا تھا۔ لانچ ساحل پر پہنچ گئی۔ جوڈین جزیرے پر کسی نیک مقصد سے تو نہیں آیا ہو گا۔ نہ جانے وہ کیا کرتا ہے۔ بہرحال یہ سب کچھ جاننے کی ضرورت نہیں تھی مجھے۔ میں اس کے ساتھ اتر آیا اور تھوڑی دیر کے بعد ہم کیمپنگ میں جوڈین کے ٹھکانے پر پہنچ گئے۔

"شکار کا بندوبست کیا جائے؟" جوڈین نے پوچھا۔

"ضرور۔" میں بھی اوباشوں کے سے انداز میں مسکرا دیا۔

"کیا تم نے کھانا کھا لیا۔" اس نے پوچھا اور خود ہی اپنی حماقت پر ہنسنے لگا۔ "واہ۔ کیا سوال کیا ہے میں نے بھی۔ بعض اوقات احمق ہو کر رہ جاتا ہوں۔"

"ظاہر ہے مسٹر جوڈین! ان لوگوں نے میرے لیے دعوت کا بندوبست نہیں کیا تھا۔" میں نے بھی

ہنس کر کہا۔

"تب پھر پہلے میں کھانے کا بندوبست کرتا ہوں۔" اس نے کہا اور کسی کو بلانے کے لیے گھنٹی کا ب
دبا دیا۔ ایک آدمی آیا تو اس نے کھانا لگانے کی ہدایت کی اور وہ شخص گردن جھکا کر چلا گیا۔ "ہاں' یہ تو بتاؤ کہ
گدھے کون تھے اور تم سے کیا چاہتے تھے؟" جوڈین پھر میری طرف متوجہ ہو گیا۔

"گراس میٹر میں مسٹر میکلارنس تو اپنے دوست ایڈلک کے ساتھ مصروف ہو گئے۔ میں
ان سے اجازت طلب کر کے قصبہ گھومنے کا پروگرام بنایا اور ایک جگہ یہ چاروں میرے اوپر آپڑے۔ انہ
نے عقب سے حملہ کر کے مجھے بے ہوش کر دیا اور پھر اس جزیرے پر ہوش آیا تھا اور میں درخت سے بندھا
ہوا تھا۔"

"خوب' خوب۔ لیکن انہوں نے اس حرکت کا مقصد تو بتایا ہو گا؟"

"ہاں۔ کہنے لگے کہ ہربنس نامی اسمگلر کے منشیات کے ذخیرے کا پتہ مجھے معلوم ہے۔ وہ مجھ
اس کے بارے میں پوچھ رہے تھے۔"

"ہربنس کا ذخیرہ؟" جوڈین حیرت سے بولا۔

"ہاں۔ لیکن میں نہیں جانتا کہ یہ ہربنس کیا بلا ہے اور منشیات کا ذخیرہ کیسا ہے۔"

"مگر اس کا کوئی ذخیرہ نہیں تھا۔"

"اب مجھے کیا معلوم۔"

"تعجب ہے۔ کہیں انہوں نے تمہیں میکلارنس کے ساتھ دیکھ کر تو یہ سوال نہیں کیا؟"

"کیوں۔ میکلارنس سے اس بات کا کیا واسطہ؟"

"ایک زمانے میں میکلارنس' ہربنس کا ایجنٹ رہ چکا ہے۔"

"بہرحال ان باتوں سے میرا تو کوئی تعلق نہیں۔"

"ٹھیک ہے' جہنم میں جائیں۔ اب وہ ہربنس کے پاس پہنچ چکے ہیں خود ہی اس سے اس کا
معلوم کر لیں گے۔" جوڈین ہنس کر بولا اور میں بھی ہنسنے لگا۔

تھوڑی دیر کے بعد کھانا لگ گیا اور جوڈین خود بھی میرے ساتھ شریک ہو گیا۔ "میں نے بھی
نہیں کھایا تھا۔ جب کوئی اہم کام کرنا ہوتا ہے تو اس وقت کھانا نہیں کھاتا جب تک اسے انجام نہ دے لوں

"خوب۔" میں نے مختصراً کہا۔

کھانے کے بعد جوڈین اٹھ گیا۔ "تو اب میں تمہارے لیے شکار کا بندوبست کروں۔"

"تمہیں میرے لیے کافی تکلیف اٹھانا پڑ رہی ہے جوڈین!"

"ارے نہیں۔ میکلارنس کے تو کتے کے لیے بھی یہاں پر بہت کچھ ہے۔ وہ میرا
دوست ہے۔" جوڈین نے کہا اور باہر نکل گیا۔

میں دل ہی دل میں مسکرانے لگا تھا۔ اور میں تمہارے اس دوست کا دشمن بن گیا ہوں پیارے! اور
اس وقت تم جو کچھ کر رہے ہو اپنے دشمن کے لئے کر رہے ہو۔ لیکن تمہارے ساتھ رہنا مناسب نہیں ہے
کیونکہ نہ جانے کب تم دونوں میری طرف سے مشکوک ہو جاؤ۔

اس رات جو شکار میرے لیے لایا گیا وہ پہلے کی مانند نہیں تھا۔ نشے میں بدمست لڑکی جو پیشہ ور نہیں
تھی بلکہ شوقین قسم کی نشے باز معلوم ہوتی تھی۔

"عیش کرو ڈیئر! اب صبح کو ملاقات ہو گی۔" جوڈین نے کہا اور میں غور سے لڑکی کو دیکھنے لگا۔ وہ مجھے
دیکھ کر مسکرا رہی تھی۔ میں اس کے قریب پہنچ گیا۔

"کیا نام ہے تمہارا؟"

"ٹینا۔" لڑکی کو بہرحال اپنا نام یاد تھا۔

"سیاح ہو؟"

"نہیں۔ میں عیش کرنے گراس میٹر آجاتی ہوں۔ تم کون ہو؟ اور مجھے یہاں کیوں لایا گیا ہے؟"

"تمہارے ساتھ کوئی نہیں ہے؟"

"آج کی رات تم ہو ڈارلنگ! اب کسی اور کی کیا ضرورت ہے۔" اس نے کہا اور میں نے نفرت
سے ہونٹ سکوڑ لیے۔ اب بھلا مجھے رہبانیت کی کیا ضرورت تھی۔ پہلی لڑکی کی بات اور تھی۔

لڑکی تھوڑی دیر کے بعد ہی گہری نیند سو گئی لیکن میرے لیے یہ سونے کی رات نہیں تھی۔ میں
خاموشی اور مکمل سناٹا ہونے کا انتظار کر رہا تھا لیکن اس دوران میرا ذہن دوسری باتیں بھی سوچ رہا تھا۔ میں
نے راجہ اصغر نواز کی دوسری زندگی ابھی قطعی طور پر ترک نہیں کی تھی۔ گو بہت کچھ چھوڑ دیا تھا لیکن ابھی
فطرت کی پستیوں نے میرا ساتھ نہیں چھوڑا تھا۔ انتقام کا جذبہ سرد نہیں ہوا تھا۔ میکلارنس نے مجھے
جاننے کے باوجود میرے ساتھ جو سلوک کیا تھا وہ بڑا توہین آمیز تھا۔ اس کے لیے بہتر یہی تھا کہ اگر وہ اپنی کسی
کوشش میں ناکام رہا تھا تو گولی مار دیتا لیکن اس نے مجھے نہ قتل کر کے بھی میری توہین کی تھی۔ گویا اس نے
مجھے اپنے لیے خطرناک نہیں سمجھا تھا اور راجہ نواز اصغر اب اتنا بے جان بھی نہیں تھا۔

چنانچہ میکلارنس کو سزا ملنا چاہیے تھی۔ ایڈلک ایک بے مصرف انسان تھا' خود اس کا اس
بارے میں کوئی اہم کردار نہیں تھا سوائے اس کے کہ اس نے میکلارنس کے احکامات کی تعمیل کی تھی۔
ہاں البتہ سیڈر قابل معافی نہیں تھا۔ وہ مجھے دھوکے سے جزیرے پر لایا تھا۔ چنانچہ میری فہرست میں ان
دونوں کے نام شامل ہو گئے۔ اور پھر میں نے تیزی سے سوچتے ہوئے کچھ فیصلے کیے۔

میں چاہتا تو انہیں نظر انداز بھی کر سکتا تھا لیکن شاید ابھی میرے اندر اتنا ظرف نہیں پیدا ہو سکا تھا۔
میں ان لوگوں کو معاف نہیں کر سکتا تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد میں اس عمارت سے نکل آیا۔ کیمپنگ میں
کہیں کہیں ہنگامے جاری تھے لیکن زیادہ تر خاموشی ہی چھائی ہوئی تھی۔

میں برق رفتاری سے چل پڑا۔ بہرحال یہاں سے دور نکل جانا ہی بہتر تھا۔ میں سنسان سڑک پر آ
اور پھر سڑک سے ہٹ کر پیدل چلنے لگا۔ اس وقت لفٹ وغیرہ ملنے کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا تھا۔ بھلا کون اتنی
رات گئے سفر کرنے کی کوشش کرتا۔ فاصلہ بے حد طویل تھا اور مجھے یقین تھا کہ صبح ہونے سے قبل میں اپنی
منزل تک نہیں پہنچ سکوں گا۔ لیکن ہمت ہارنا بھی مناسب نہیں تھا۔ میں نے صرف یہ اندازہ لگا لیا تھا کہ میں
نے غلط رخ تو نہیں اختیار کیا۔

پھر جب دور سے مجھے وہ پھاٹک نظر آیا جس کے دوسری طرف ایک تالاب اور پھر ایک عمارت
تھی، تو میں نے طویل سانس لی۔ فی الوقت میرا سفر ختم ہو گیا تھا۔ کئی دن اس عمارت میں گزارے تھے اس
لیے یہ اندازہ تھا کہ کہاں سے دوسروں کی نگاہوں سے بچ کر اندر داخل ہوا جا سکتا ہے اور اب میرے لیے
ایسے کام مشکل بھی نہیں تھے۔ تھوڑی دیر کے بعد میں عمارت کے عقبی حصے میں تھا۔ سیکاریفا کے کمرے کا
بھی مجھے اندازہ تھا اور نوین کی خواب گاہ سے بھی واقف تھا۔ بس مسئلہ یہ تھا کہ اس وقت سیکا سے ملا جائے یا
نہیں اور یہ کہ اسے کس حد تک راز دار بنایا جائے۔ سیکا جس قدر بدل گئی تھی اس کے تحت خطرہ بھی تو
لیکن بہرحال اس سے محتاط گفتگو کر لینا چاہیے۔ میں اسے ہوا بھی نہیں لگنے دوں گا کہ میرے ذہن میں کیا
ہے۔

کافی بحث کرنے کے بعد میں نے بالآخر...... سیکا کے دروازے پر دستک دی۔ دوسری اور پھر
تیسری بار ہلکی سی دستک دینے پر دروازہ کھل گیا۔ سیکا شب خوابی کے لباس میں میرے سامنے کھڑی تھی۔
دروازہ کھولنے سے قبل اس نے لائٹ آن کر دی تھی۔ روشنی میں سیکا بہت دلکش نظر آ رہی تھی۔ اس نے
سوئی سوئی آنکھوں سے مجھے دیکھا اور پھر جیسے اس کا ذہن نیند سے آزاد ہو گیا۔ اس نے چونک کر میرے
عقب میں دیکھا۔

"مکی کہاں ہے؟"

"میکلارنس؟" میں نے سرد لہجے میں پوچھا۔

"ہاں۔"

"وہ اپنے دوست ایڈلک کے پاس ہے۔"

"اوہ۔ تمہارے ساتھ نہیں آیا؟"

"نہیں۔"

"کیوں؟"

"کیا یہ سارے سوالات تم اسی جگہ کر لوگی سیکاریفا! مجھے اندر آنے کی اجازت بھی نہیں ہے؟" میں
نے سرد لہجے میں کہا۔

"اوہ۔ سوری نواز! نیند کے دباؤ میں ہوں آؤ۔" وہ جھجک کر پیچھے ہٹ گئی لیکن اس کے انداز سے

صاف الجھن محسوس ہو رہی تھی۔

"میرا نام نواز ہے سیکا! اور تم سے زیادہ اس بات کو کون بہتر طور پر سمجھ سکتا ہے کہ میں شب خون
مارنے کا عادی نہیں ہوں۔"

"ہاں نواز! لیکن مجھے معاف کرنا صداقت کے راستے اتنے مشکل ہوتے ہیں کہ ان پر چلتے ہوئے
انسان قدم قدم پر لہولہان ہو جاتا ہے میکلارنس ایک صاف ذہن کا انسان ہے۔ اس کا کاروبار کچھ بھی
ہے لیکن شوہر کی حیثیت سے وہ برا انسان نہیں ہے اور میں چاہتی ہوں کہ اب جب میں اپنا ماضی چھوڑ چکی
ہوں تو ماضی کی کوئی بات دوبارہ میرے سامنے نہ آئے۔"

"صاف الفاظ میں بتاؤ سیکا! تمہارے ذہن میں کیا ہے؟"

"تمہاری اس وقت آمد میرے لیے پریشان کن ہے نواز! اگر تمہیں میری خواب گاہ میں دیکھ لیا
جائے تو میں کسی کو بھی یقین نہ دلا سکوں گی کہ......"

"میں تم سے صرف گفتگو کرنا چاہتا ہوں۔"

"اسی وقت؟ کیا تم اس وقت آرام نہیں کر سکتے؟ کیوں نہ ہم صبح کو ناشتے کے بعد گفتگو کریں؟"

"نہیں۔ ابھی، اسی وقت۔ ہاں اگر تم انکار کرو گی تو تاخیر سے ہونے والے نقصان کی خود ذمے دار
ہوگی۔"

سیکا کچھ سوچتی رہی، پھر بولی۔ "تب ہم چھت پر چلتے ہیں نواز!"

"چلو لیکن میرے اندر مفاہمت کے تمام جذبے سرد ہو گئے ہیں۔ تمہارے رویے میں بے اعتمادی
ہے اور میں اس بے اعتمادی کو نہیں بھولوں گا۔"

"اوہ نواز! یہ بات نہیں...... دراصل میں......"

"آؤ سیکا! چھت پر چلیں۔" میں پھٹ پڑا۔ اور سیکا اپنے کمرے کی لائٹ آف کر کے میرے ساتھ
چھت پر آ گئی۔ ہم دونوں آمنے سامنے بیٹھ گئے۔

"کچھ ایسی اطلاعات تھیں سیکاریفا! جو تمہیں دینا ضروری تھیں۔"

"کیا نواز!"

"میکلارنس کے کاروبار کے بارے میں تم کیا جانتی ہو؟"

"جو جانتی ہوں تمہیں بتا چکی ہوں۔"

"اور خود میکلارنس کے بارے میں؟"

"صرف یہ کہ وہ میرا شوہر ہے اور میرے لیے برا انسان نہیں ہے۔"

"کیا تمہیں یہ بات معلوم ہے کہ وہ کبھی کسی گروہ سے منسلک رہ چکا ہے؟"

"میکلارنس؟" سیکا نے چونک کر پوچھا۔

"ہاں۔"

"نہیں نواز! یہ بات مجھے معلوم نہیں۔ لیکن کیا تم معلوم کر سکے ہو؟"

"ہاں سیکا! اس کا تعلق ہربنس اسمگلر کے گروہ سے رہا ہے اور غلام سیٹھ کے اشارے پر میں نے ہربنس کو قتل کر کے اس کا گروہ تہس نہس کر دیا تھا۔"

"میں جانتی ہوں۔ لیکن میکلارنس؟"

"وہ ہربنس کا مقامی ایجنٹ تھا۔"

"لیکن اب تو ہربنس کا گروہ ٹوٹ گیا ہے؟"

"میں اب کی بات نہیں کر رہا ہوں لیکن بہرحال وہ ہربنس کا وفادار بھی تھا اور اسے گروہ ٹوٹ جانے کا یقیناً افسوس بھی ہوگا۔"

"تمہیں یہ بات کیسے معلوم ہوئی نواز؟"

"خود میکلارنس کی زبانی۔"

"اوہ۔ اس نے تمہیں بتایا ہے؟" سیکا تعجب سے بولی۔

"ہاں' اور وہ مجھے بخوبی پہچانتا تھا۔ تمہیں یہ جان کر شاید حیرت ہوگی سیکا کہ وہ تمہیں بھی بخوبی جانتا ہے۔"

"غلام سیٹھ کے گروہ کی نمائندہ کی حیثیت سے؟" سیکا کی آنکھوں میں دہشت ابھر آئی۔

"ہاں سیکا!"

"اور یہ بات خود اس نے تمہیں بتائی۔ آخر کیوں نواز؟ چبا چبا کر بات مت کرو۔ براہ کرم مجھے بتاؤ کیا ہوا۔ تم برہم کیوں ہو اور...... اور یہ سب کچھ...... یہ سب کچھ کیا ہے؟"

"بدقسمتی سے تمہیں میرے اوپر اعتبار نہیں ہے سیکا! تم جس انداز میں مجھ سے پیش آئی ہو وہ میری زندگی میں اجنبی ہے' خاص طور سے ان لوگوں کے ساتھ جن کا مجھ سے کوئی نہ کوئی تعلق رہ چکا ہے' جبکہ میں وقت کے ساتھ ساتھ چلنے کا عادی ہوں اور میں تمہیں اس بات پر شرمندہ نہیں کرنا چاہتا بلکہ دو ٹوک بات کر کے مسئلہ ختم کرنا چاہتا ہوں۔"

"تو پھر بتاؤ نواز! کیا ہے یہ سب کچھ؟"

سیکا! میکلارنس نے مجھے یہیں پہچان لیا تھا' وہ اغوا کر کے مجھے لے گیا تھا۔ پھر اپنے دوست لیڈلک کے بیٹے کے ذریعے اس نے مجھے جھیل گراس میئر کے درمیان موجود...... جزیرے تک پہنچایا اور جزیرے پر لے جا کر مجھے ایک درخت سے باندھ دیا۔"

"تو کیا وہ اکیلا تھا؟" سیکا ریفا نے سوال کیا۔

"نہیں۔ اس کے ساتھ چار آدمی اور تھے جن کے ہاتھوں میں اسٹین گنیں تھیں۔ میں نے تفصیل

بتاتے ہوئے کہا کہ وہ اچھی طرح جانتا ہے کہ راجہ نواز اصغر کون ہے۔ اس نے مجھ سے یہ بھی کہا کہ ممکن ہے میری اور سیکا کی گٹھ جوڑ ہو اور میں یہاں کسی خاص مقصد کے تحت آیا ہوں۔ لیکن اسکے بعد اس نے مجھ سے مطالبہ کیا کہ میں غلام سیٹھ کا منشیات کا ذخیرہ اس کے حوالے کر دوں کیونکہ میں اس کا دست راست تھا اور غلام سیٹھ کا کوئی ذخیرہ پکڑا نہیں گیا۔ میں نے اسے سمجھایا لیکن اس کی سمجھ میں نہ آیا اور بالآخر اس نے مجھے قید کر دیا۔ میں بڑی مشکل سے وہاں سے نکلنے میں کامیاب ہوا ہوں اور یہاں تک پہنچا ہوں۔ اس نے مجھے یہ بھی بتایا کہ سیکا ریفا بھی غلام سیٹھ کی خصوصی نمائندہ تھی اور وہ اس بات کو اچھی طرح جانتا ہے۔"

"اوہ۔ اوہ...... یہ سب کیا...... کیا ہوا؟ یہ اچانک کیا ہو گیا؟" سیکا درد بھرے لہجے میں بولی۔

"کیوں۔ تمہیں اس بات سے اس قدر تکلیف کیوں پہنچی سیکا؟"

"اس لیے نواز کہ میں تو اس زندگی کو بہت پیچھے چھوڑ آئی تھی۔ اس تصور کے ساتھ کہ آئندہ بہتر زندگی کا آغاز ہوگا۔ میکلارنس کے بارے میں مجھے اس وقت یہ معلوم نہیں تھا کہ وہ ناجائز منشیات کا تاجر ہے جب میں نے اس سے شادی کی تھی' اگر مجھے یہ بات معلوم ہو جاتی تو میں جس جہنم سے نکل کر آئی تھی اس جہنم میں دوبارہ جانا کبھی پسند نہیں کرتی لیکن بہرصورت یہ بھی تعجب خیز ہے کہ میکلارنس نے میرے بارے سب کچھ معلوم ہونے کے باوجود مجھ سے شادی کر لی اور پھر آج تک اس نے اس بات کا اظہار نہیں کیا کہ وہ میری اصلیت کو سمجھتا ہے۔"

"میں نے بتایا نا سیکا! وہ تم سے کوئی خاص کام لینا چاہتا ہے اس لیے آج تک اس نے تمہیں تمہاری اپنی نگاہوں سے بھی پوشیدہ رکھا ہے۔"

"مگر اب میں کیا کروں؟"

"تمہارے لیے تو کوئی ایسی مشکل نہیں ہے سیکا!" میں نے جواب دیا۔

"کیوں؟" اس نے میرا جائزہ لیتے ہوئے کہا۔

"اس لیے کہ بہرصورت تم اس کی بیوی ہو۔ اگر اس سے انکار بھی کرو گی تو وہ تمہیں مجبور نہیں کرے گا لیکن میرے لیے اس نے جو ماحول پیدا کر دیا ہے مجھے بتاؤ میں کیا کروں؟"

"کیا تمہارے پاس غلام سیٹھ کا کوئی ذخیرہ موجود ہے؟" سیکا نے پوچھا۔

"بے وقوف ہو تم' سب کچھ جانتے ہوئے بھی اس قسم کا سوال کر رہی ہو۔"

"گویا نہیں ہے۔"

"سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔"

"اور دولت کی جو بات اس نے کہی وہ؟"

"دولت میرے پاس بے پناہ ہے سیکا! لیکن کیا تم سمجھتی ہو' کیا میں کسی کے دباؤ میں آ کر اپنی دولت اس کے حوالے کر سکتا ہوں؟ تمہارے خیال میں سیکا! کیا میکلارنس' راجہ نواز اصغر سے ٹکر لینے کے

قاتل ہے؟" میرے لہجے میں ایک عجیب سی غراہٹ ابھر آئی اور سیکا چونک کر مجھے دیکھنے لگی۔ وہ سہم گئی تھی
پھر اس نے کہا۔

"وہ تمہاری شخصیت سے مکمل طور پر واقف معلوم نہیں ہوتا۔ ممکن ہے اس نے صرف تمہارا نام
سنا ہو؟"

"تب اس کے بعد مجھے کیا کرنا چاہیے سیکا؟"

"نواز! میری مدد کرو، میں اس وقت تمہاری مدد کی طالب ہوں نواز!" سیکا ریفا نے کہا۔

اور میرے اندر ایک زہریلا تاثر ابھر آیا۔ تھوڑی دیر پہلے اس عورت نے مجھے ایک بے اعتبار شخص
سمجھا تھا اور اب یہ مجھ سے مدد کی درخواست کر رہی ہے۔ آخر میں اس کی مدد کیوں کروں؟ لیکن جو کچھ کرنا
چاہتا تھا اس کے لیے سیکا ریفا کو اعتماد میں لینا ضروری تھا۔ سو میں نے دلاسہ دینے والے انداز میں کہا۔

"مجھے بتاؤ سیکا! میں تمہارے کس کام آ سکتا ہوں؟"

"نواز! میں ایک بار پھر خود کو بے سہارا سمجھنے لگی ہوں۔ اگر میکلارنس کو میرے بارے میں
معلوم تھا تو اس نے مجھ سے یہ بات آج تک کیوں چھپائی۔ اس کا مطلب ہے وہ مجھ سے مخلص نہیں ہے۔"

"مخلص تو تم بھی اس سے نہیں تھیں سیکا!"

"میری اور بات تھی......" وہ سسکیاں لیتی ہوئی بولی۔

"کیوں تمہاری کیا بات تھی؟"

"میں تو اس سے اپنا ماضی اس لیے چھپانا چاہتی تھی کہ میری آئندہ زندگی سنور جائے۔ میں تو ساری
زندگی کے لیے اس لعنت سے نکل جانا چاہتی تھی۔"

"میں تمہارے لیے غمگین ہوں سیکا!" میں نے آہستہ سے کہا۔

"تم بے پناہ صلاحیتوں کے مالک ہو نواز! خدا کے واسطے کچھ سوچو۔ میں تو بہت پریشان ہو گئی
ہوں۔"

"میکلارنس کو دوسرے ذرائع سے سمجھانا پڑے گا۔"

"کون سے ذرائع؟"

"جب بات تم نے میرے اوپر چھوڑی ہے تو بس خاموش ہو جاؤ۔ ہاں یہ بتا دو کہ تم کیا چاہتی ہو؟"
میں نے اسے غور سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"میں اسے بھی اس لعنت سے ہمیشہ کے لیے نکالنا چاہتی ہوں۔ ہمارے پاس کافی دولت ہے، سکون
سے زندگی بسر کر سکتے ہیں۔"

"اور خود تمہارے بارے میں جو اسے معلوم ہے؟"

"اس کو اس کا اظہار کرنے دو۔ میں خود ہی اس سے اس بات کی معذرت کر لوں گی لیکن تم میری

مدد کرو۔"

"میں تیار ہوں سیکا! اور اس کے لیے مجھے دو کام کرنا پڑیں گے۔" میں پرخیال انداز میں بولا۔

"کیا؟"

"سب سے پہلے مجھے اسے اس کے دوست ایڈلک سے جدا کرنا پڑے گا۔ میرا خیال ہے اسے ان
راستوں پر لانے والا ایڈلک ہے۔ میں ایڈلک کو کسی ایسے جنجال میں پھنسا دوں کہ وہ خود ہی اپنے مسائل کا
شکار ہو جائے اور پھر میکلارنس۔ اس کے لیے بھی کوئی ٹھوس قدم اٹھانا ہی ہو گا۔"

"تم یہ کام بخوبی کر سکتے ہو نواز!"

"ہاں میں پوری کوشش کروں گا لیکن میکلارنس میری تلاش میں ہے۔ ظاہر ہے وہ مجھے
جزیرے پر نہیں پائے گا تو تلاش کرے گا۔"

"ایڈلک کا ان علاقوں پر بڑا اثر ہے۔ اگر اس کے آدمی تمہاری تلاش میں نکل کھڑے ہوئے تو
یہاں کوئی تمہیں پناہ نہیں دے گا۔"

"کیا اس گھر میں بھی مجھے پناہ نہیں مل سکتی؟" میں نے کہا۔

"یہی میں سوچ رہی تھی۔"

"کیا سوچ رہی تھیں؟"

"کیوں نہ تم یہاں رہو۔ میں تمہارے لیے بہتر انتظام کر سکتی ہوں۔ بولو نواز! کیا یہاں قیام کرو
گے؟"

"ہاں، میرا خیال ہے اس کے لیے یہاں سے بہتر اور کوئی جگہ نہیں ہو گی۔ میکلارنس سوچ بھی
نہیں سکتا کہ وہ جس کی تلاش میں ہے وہ خود اس کے گھر میں پوشیدہ ہو گا۔"

"اس مکان کے آخری سرے پر ایک چھوٹا سا کاٹیج ہے۔ وہ ہمارے اسی احاطے میں ہے اور طویل
عرصے سے بند پڑا ہے، میں تمہیں چھوڑ آتی ہوں۔ بند خوراک کے ڈبے اور پانی ساتھ لے جاؤ۔ میں چاہتی
ہوں کہ نوین کو بھی تمہاری آمد کی اطلاع نہ ملے اور تم وہاں پوشیدہ رہ کر اپنی کاروائی کرتے رہو۔"

"بالکل ٹھیک ہے۔ کیا وہ کاٹیج صاف ہے؟"

"قطعی۔ وہاں فرنیچر بھی موجود ہے۔ بس ذرا صاف کرنا پڑے گا۔"

"یہ کام میں کر لوں گا تم مجھے وہاں پہنچا دو۔"

"اوہ، اس طرف دیکھو۔ کاٹیج نظر آ رہا ہے۔" سیکا نے اندھیرے میں ایک طرف اشارہ کیا اور میں
نے اندھیرے میں اس عمارت کو دیکھا۔ فاصلہ زیادہ نہ تھا۔ عمارت کیسی ہی ہوئے ہے تو بس تھوڑا سا وقت گزارنا
تھا۔

"ٹھیک ہے سیکا! اب تم چاہو تو میرے ساتھ وہاں تک چلو بھی نہیں۔ میں اپنا ٹھکانا بنا لوں گا۔"

"نہیں ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ اس وقت چلنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ میں ابھی بندوبست دیتی ہوں۔" سیکا نے کہا۔

اور اس کے بعد سیکا سے کوئی گفتگو نہیں کرنا تھی۔ ہم دونوں نیچے اتر آئے۔ سیکا نے کچن سے سے ڈبے اور پانی کے تھرماس نکالے اور پھر ایک ٹارچ لے کر ساتھ چل پڑی۔

کاٹیج کا دروازہ باہر سے لاک ہو جانے والا تھا۔ اندر سے وہ بغیر چابی کے کھل سکتا تھا۔ سیکا میرے ساتھ اندر داخل ہو گئی۔ اس نے دروازہ بند کر کے ٹارچ روشن کر لی تھی۔ عمارت کافی کشادہ اور صاف ستھری تھی۔ اس سے قبل بھی میں نے اسے دیکھا تھا لیکن کوئی توجہ نہیں دی تھی۔ بہرحال آج یہ عمارت آ گئی۔

"میں جاؤں اب؟"

"تمہاری مرضی ہے سیکا! بہرحال اس بات کا خیال رکھوں گی کہ میکلارنس کو کوئی شبہ نہ ہو پائے۔"

"نہیں ہو گا۔" سیکا نے کہا۔

"یوں بھی مجھے تمہاری صلاحیتوں پر اعتماد ہے۔" میں نے کہا اور سیکا نے ٹارچ مجھے دے دی۔

"یہ رکھو، کام آئے گی۔" اس نے کہا اور پھر خدا حافظ کہہ کر دروازے کی طرف بڑھ گئی۔ میں مسکراتی نگاہوں سے اسے دیکھ رہا تھا۔

پھر میں اس جگہ کی طرف بڑھ گیا جو آرام کے لیے تھی۔ اور پھر آرام سے لیٹ گیا۔ میکلارنس سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ جسے اس نے جزیرے پر اپنے لوگوں کی نگرانی میں چھوڑا ہے آرام سے اس کی رہائش گاہ کے ایک حصے میں سو رہا ہو گا۔

رات بے حد پرسکون تھی، کوئی ایسی وقت پیش نہ آئی۔ بلکہ دوسرے دن میں تقریباً گیارہ بجے تک سویا۔ آنکھ کھلی تو تھوڑی دیر تک ماحول کا اندازہ کرتا رہا اور پھر سب کچھ یاد آ گیا۔ باتھ روم بھی موجود تھا۔ یہ ایک باقاعدہ رہائش گاہ تھی جس کا استعمال ترک کر دیا گیا تھا لیکن اب میں اسے استعمال کر رہا تھا۔

ضروریات سے فارغ ہو کر میں نے ناشتہ کیا اور پوری طرح چاق و چوبند ہو گیا۔ اس کے بعد میں نے عمارت کا جائزہ لیا۔ بڑی عمدہ جگہ تھی۔ یعنی ضرورت کے وقت اندر سے باہر بھی بہ آسانی نکلا جا سکتا تھا۔ اس کے لیے عقب میں ایک ٹوٹی ہوئی کھڑکی موجود تھی۔ گویا میرے کام کے لیے بہترین جگہ تھی۔

کھڑکی کے راستے میں چھت پر بھی بہ آسانی پہنچ سکتا تھا لیکن میں نے ایسی کوشش نہیں کی کیونکہ رہائشی عمارت کی چھت سے کاٹیج کی چھت پر بھی بہ آسانی دیکھا جا سکتا تھا۔ اگر کوئی چھت پر چڑھ جاتا تو آسانی مجھے دیکھ لیتا چنانچہ یہ مناسب نہیں تھا۔ البتہ دروازے کے برابر ایک اور کھڑکی تھی جسے اگر تھوڑا کھول لیا جاتا تو شاید وہ دور سے کھلی ہوئی نظر نہ آتی اور وہاں سے باہر دیکھا جا سکتا تھا۔

مقصد میرا یہ تھا کہ میں صرف میکلارنس کا اندازہ لگانا چاہتا تھا کہ وہ آیا یا نہیں۔ کیونکہ میکلارنس کی واپسی کا مجھے شدت سے انتظار تھا۔

سیکاریفا کا رات کا رویہ ایسا نہیں تھا جسے میں بہت زیادہ مفاہمت کا رویہ کہہ سکتا۔ لیکن مجھے کسی مفاہمت کی ضرورت بھی نہیں تھی، یہاں میں صرف اس مقصد کے تحت آیا تھا کہ میں میکلارنس کو اس کی اس حرکت کی سزا دوں، حالانکہ سیکاریفا نے کہا تھا کہ اگر ایڈلک کے آدمی مجھے تلاش کرنے نکل آئے تو اس علاقے کا کوئی فرد مجھے پناہ نہ دے گا۔

میں نے سیکاریفا کی اس بات کو اہمیت نہ دی تھی کیونکہ میں اس چیلنج سے نمٹ سکتا تھا لیکن میں ایسا کیوں کرتا؟ سب سے پہلے تو مجھے میکلارنس کو دیکھنا تھا اس کے بعد سیڈر کو، باقی رہا ایڈلک تو مجھے اس سے کوئی پرخاش نہیں تھی۔ یہ دوسری بات ہے کہ سیڈر کی وجہ سے وہ براہ راست میرا دشمن بن جاتا کیونکہ سیڈر بہرحال اس کا بیٹا تھا۔

سیکاریفا سے میں نے ایک اور وعدہ کیا تھا۔ وہ یہ کہ میں اسے اس جنجال سے نجات دلا دوں گا۔ اور اب اس وعدے کے ایفا ہونے کا وقت آ گیا تھا کیونکہ میکلارنس جب کچھ کرنے کے قابل ہی نہیں رہے گا تو سیکا کو کیا نقصان پہنچ سکتا ہے۔

اور ایڈلک۔ میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ خوب سوچا تھا میں نے ان دونوں کے لیے اور اب صرف عمل باقی تھا۔

پورا دن میں نے کاٹیج میں ہی کھڑکی کے نزدیک بیٹھ کر گزارا ویسے بڑا صبر آزما کام تھا اس طرح بیٹھے رہنا، کوئی مشغلہ بھی نہیں تھا۔ سوائے سوچ کے اور پھر شام ہو گئی۔

اس وقت شام کے تقریباً پونے چھ بجے تھے جب میں نے لینڈ روور کو لکڑی کے پھاٹک سے اندر داخل ہوتے دیکھا اور میں خوشی سے اچھل پڑا۔

میکلارنس واپس آ گیا تھا۔

واہ۔ گویا کھیل شروع ہو گیا تھا جس کا آغاز میں نے جزیرے سے کیا تھا۔ یقینی طور پر میکلارنس کی واپسی معنی خیز تھی۔ میرے بدن میں ایک عجیب سی گدگدی ہونے لگی۔ سیکاریفا پورے دن اس طرف نہیں آئی تھی۔

اور اب میکلارنس واپس آ گیا تھا اس لیے مجھے یقین تھا کہ وہ رات کو بھی نہیں آئے گی۔ وہ اب اس قدر باہمت نہیں رہی تھی جتنی کہ کبھی تھی۔

میں نے دیر تک کھڑکی کے نزدیک بیٹھ کر باہر کا جائزہ لیا۔ کوئی خاص بات نہیں ہوئی تھی۔ ایک دو بار لوین پر نظر پڑی جو چھوٹے چھوٹے مشاغل میں مصروف نظر آ رہی تھی۔ پھر ایک بار میکلارنس بھی باہر نکلا اور لکڑی کے پھاٹک کی طرف چلا گیا۔ اس کا رخ شاید چوکیدار کی طرف تھا اور شاید اس نے چوکیدار

کو کچھ ہدایات بھی دی تھیں۔

یہ میرا اندازہ تھا حالانکہ میں نے اسے چوکیدار سے گفتگو کرتے نہیں دیکھا تھا۔ لیکن ذہن یہی کہ رہا تھا کہ میکلارنس صرف اور صرف چوکیدار کو ہدایات دینے کے لیے آیا تھا۔

ممکن تھا وہ محتاط رہنا چاہتا ہو کیونکہ...... نواز کا نام اس قدر بے حقیقت بھی نہیں تھا اور یوں بھی جزیرے پر جو چار آدمی قتل ہوئے تھے انہیں دیکھ کر بھی میکلارنس کچھ سوچ سکتا تھا۔ ویسے ایک بات میرے ذہن میں بھی صاف نہیں تھی۔ وہ یہ کہ میکلارنس کو کیا یہ معلوم ہو چکا ہے کہ میں جوڈین کے سہارے باہر نکلا تھا۔ اگر اسے یہ بات معلوم ہو چکی ہے تو یقینی طور پر وہ بے حد جھلایا ہوا ہو گا۔

میں یہ چاہتا تھا اس علاقے میں ہونے والی کوئی بھی بات مجھ سے پوشیدہ نہ رہے۔ حالانکہ ابھی تو یہ سب کچھ ممکن نہیں تھا۔ صرف کوشش ہی کی جاسکتی تھی۔ ویسے یہ بھی ممکن تھا کہ میکلارنس رات کے کسی حصے میں واپس چلا جاتا چنانچہ میں نے کھڑکی کے نزدیک ہی ڈیرہ ڈال دیا تھا۔

کھانے پینے کی چیزیں میں کھڑکی کے نزدیک ہی لے آیا تھا اور تقریباً" ساڑھے آٹھ بجے تک وہاں بیٹھا رہا اور اس کے بعد جبکہ پوری عمارت تاریکی میں ڈوب گئی میں باہر نکل آیا۔ باہر نکلنے کے لیے میں نے عقبی کھڑکی کا راستہ استعمال کیا تھا۔ جب کوئی دقت نہیں تھی تو میں خواہ مخواہ کاٹج میں سامنے کا دروازہ کھولنے کی حماقت کیوں کرتا۔

چنانچہ ایک لمبا چکر کاٹ کر میں اس رہائشی عمارت کے نزدیک پہنچ گیا۔ جہاں میکلارنس سیکاریفا اور اپنی بیٹی کے ساتھ رہتا تھا۔

عمارت کا پورا محل وقوع مجھے اچھی طرح معلوم تھا چنانچہ میں بہ آسانی اندر داخل ہو گیا اور اب کسی گوشے میں پناہ لینا میرے لیے زیادہ مشکل نہ تھا۔ صرف مکینوں کے بارے میں اندازہ لگانا تھا کہ وہ کہاں ہیں اور کیا کر رہے ہیں۔ اس کے لیے میں نے جو گوشہ تلاش کیا وہ نہایت مناسب تھا۔ یہاں سے میں آمد و رفت کے راستوں پر نگاہ رکھ سکتا تھا۔

پھر تقریباً" دس بجے نوین کو میں نے اپنی خواب گاہ میں جاتے دیکھا۔ سیکاریفا اور میکلارنس بیرونی برآمدے میں بیٹھے ہوئے تھے اور تقریباً" ساڑھے دس بجے میں نے سیکاریفا کو اس کی جگہ سے اٹھتے ہوئے دیکھا۔ میکلارنس وہیں رہ گیا تھا۔ گویا میرا راستہ صاف ہوتا جا رہا تھا۔ میں نے سوچا اور میں اپنی جگہ خاموش بیٹھا دیکھتا رہا۔ تھوڑی دیر کے بعد میکلارنس بھی اپنی جگہ سے اٹھ گیا۔ سیکاریفا اور میکلارنس کی خواب گاہیں بھی شاید الگ الگ تھیں۔ نہ جانے کیوں۔ ویسے سیکاریفا نے اس بارے میں کبھی کوئی تذکرہ نہیں کیا تھا کہ اس کے اور میکلارنس کے دوسرے تعلقات کیسے ہیں لیکن اب میں اسے کیا کرتا کہ سارے اتفاقات میرے حق میں تھے۔ بعض اوقات کچھ ایسی باتوں کے بارے میں کہتے ہوئے یہ احساس ہوتا ہے کہ دوسرے اس پر یقین نہ کریں گے۔ لیکن..... حقیقت کو کسی طور نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔ میکلارنس اپنی جگہ اٹھ چکا تھا' اب وہ ایک کمرے کی طرف جا رہا تھا جو یقیناً اس کی خواب گاہ تھی۔

میکلارنس اپنی خواب گاہ میں پہنچ گیا اور مجھے اس صبر آزما کام کے لیے مزید ایک گھنٹہ درکار تھا۔

چنانچہ ٹھیک ساڑھے گیارہ بجے میں نے اپنی جگہ چھوڑ دی۔ گویا اب میں اپنے کام کے لیے تیار تھا۔ میں میکلارنس کے دروازے کے نزدیک پہنچ گیا لیکن دروازے پر پہنچنے سے پہلے میں اپنے کام کرنا نہ بھولا تھا۔

میں نے سیکاریفا کے کمرے کا دروازہ باہر سے بند کیا اور اس کے بعد نوین کے کمرے کا' اس تصور کے ساتھ کہ کہیں یہ دونوں باہر نہ نکل آئیں اور بعد میں میں خود میکلارنس کے دروازے پر پہنچ گیا۔

دروازہ اندر سے بند تھا' ایک مخصوص انداز میں میں نے دروازے کو ہلکی سی دستک دی اور اندر تیز روشنی روشن ہو گئی۔ غالباً" میکلارنس سویا نہیں تھا لیکن اس نے نائٹ بلب جلایا ہوا تھا اور شاید کسی سوچ میں غرق تھا۔

"کون ہے؟" اس نے آواز دی۔

لیکن میں نے اسے جواب نہ دیا۔ البتہ میں ایک دیوار کی آڑ میں ہو گیا تھا۔ تب میکلارنس نے دروازہ کھولا اور گردن نکال کر باہر جھانکا۔

اور یہی موقع تھا' دوسرے لمحے میرا فولادی گھونسہ اس کی ٹھوڑی کے نیچے پڑا اور میکلارنس ہلکی سی آواز کے ساتھ الٹ کر کمرے میں جا گرا۔

میکلارنس کی سمجھ میں شاید کچھ نہیں آیا تھا۔ وہ یہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ میں یہاں تک پہنچ بھی سکتا ہوں۔ چنانچہ وہ فرش پر چت پڑا عجیب و غریب انداز میں مجھے دیکھ رہا تھا۔

شاید اس کی بینائی بھی کام نہیں کر رہی تھی۔ وہ عجیب سے انداز میں مجھے دیکھ رہا تھا اور میں نے اس کی بے بسی سے فائدہ اٹھا کر دروازہ اندر سے بند کر دیا۔

اور پھر اس کی طرف گھوم گیا۔

"مجھے یقین ہے اب تمہاری بینائی واپس آگئی ہو گی میکلارنس!" میں نے بھاری لہجے میں کہا اور میکلارنس جلدی سے اٹھ گیا۔

"تم..... تم.....!" اس کے منہ سے ہکلائی ہوئی آواز نکلی۔

"ہاں۔ کیا تمہیں حیرت ہوئی ہے؟"

"ہاں ہاں کہو۔ کیا کہنا چاہتے ہو؟"

"کچھ نہیں۔" میکلارنس نے آنکھیں بند کر لیں۔

اور یہ عمدہ ترکیب تھی۔ بظاہر یہی محسوس ہوا جیسے وہ اعصاب پر قابو پانا چاہتا ہو لیکن دوسرے لمحے اس نے مجھ پر چھلانگ لگادی۔ بہترین کوشش تھی۔ اگر میں جھکائی دے کر بچنے کی کوشش کرتا تو وہ دروازے سے ٹکرا جاتا اور کافی زور دار آواز ہوتی۔ اس طرح دوسروں کو خبر ہوسکتی تھی یا پھر میکلارنس خود ہی دروازہ کھولنے میں کامیاب ہوجاتا لیکن اسے میرے بارے میں واقعی معلومات نہیں تھی۔ ان چھوٹے موٹے داؤ پیچ...... کو گرداننا نہیں تھا۔

اس کے اچھلنے کے ساتھ ہی میں بھی اچھلا اور میں نے فضا میں ہی دولتیاں جھاڑ دیں۔ اور میکلارنس اس بری طرح دوسری طرف گرا کہ قلابازی کھا کر الٹ گیا۔ وہ دو قلابازیاں کھا کر دیوار سے جا لگا تھا۔

"تمہاری بد بختی ہے میکلارنس کہ تم نے نواز اصغر کو جانے بوجھے بغیر اس پر ہاتھ ڈالنے کی کوشش کی تھی۔" میں نے غراتے ہوئے کہا۔

"تھوڑی سی غلطی ہوگئی نواز! ورنہ...... تم اس طرح بڑھ بڑھ کر نہ بول رہے ہوتے۔" میکلارنس سنبھل کر پھر کھڑا ہوگیا۔ اور میرے ہونٹوں پر طنزیہ مسکراہٹ پھیل گئی۔

"کونسی غلطی ہوگئی میرے دوست!"

"فیصلہ اسی وقت ہونا چاہیے تھا۔ تم چال چل گئے لیکن کیا تم سمجھتے ہو اس دھوکہ دہی پر جوڈین تمہیں چھوڑ دے گا؟ وہ دیوانے کتے کی مانند تمہیں تلاش کرتا پھر رہا ہے۔"

"میرے دشمن ایسے ہی فیصلے کرتے ہیں۔ میکلارنس اور بالآخر خود ہی اپنے فیصلوں کا شکار ہوجاتے ہیں۔ میرے ایک چاہنے والے نے مجھے زمین میں دفن کرنے کی کوشش کی تھی لیکن بہر حال اب یہ بتاؤ میں تمہارے ساتھ کیا سلوک کروں؟"

"یہ عمارت اتنی کمزور نہیں ہے نواز کہ تم آسانی سے یہاں سے نکل جاؤ۔"

"جھوٹ بول رہے ہو میکلارنس! اگر تم اسے اس قابل سمجھتے تو مجھے یہاں سے دور لے جانے کی کوشش نہ کرتے۔" میں نے کہا۔

"نواز! تمہاری یہ نئی شکل بھی میرے لیے کافی دلچسپ ہے۔ تم اگر چاہو تو میں تم سے دوسری بات کرلیتا ہوں۔"

"وہ کیا؟" میں نے دلچسپی سے پوچھا۔

"غلام سیٹھ ختم ہوچکا ہے۔ ہربنس مرچکا ہے۔ اب نئے لوگوں کو میدان میں آنا چاہیے۔ میں چھوٹے پیمانے پر کام کر رہا ہوں کیوں نہ تم بھی میرے ساتھ شامل ہوجاؤ۔ میں یہ کام بڑھالوں گا۔"

"کیا تم خود کو ان کا ہمعصر سمجھتے ہو؟"

"ہم ان سے بھی آگے بڑھ جائیں گے نواز! ایڈلک کے پاس بے پناہ دولت ہے اور وہ اپنی

رقم جھونکنے پر تیار ہے۔ اس کی دولت اپنا کام' لطف آجائے گا۔ تمہارے پاس بھی کم رقم نہیں ہوگی۔"

"گدھے ہو میکلارنس! اس سے زیادہ کیا کہوں۔" میں نے نفرت سے کہا۔

اور میکلارنس واقعی گدھا تھا۔ اس کا خیال تھا کہ باتوں میں لگا کر وہ مجھے دھوکہ دے سکتا ہے لیکن میں اس جیسے لوگوں کی دنیا میں اجنبی تو نہیں تھا۔ جونہی اس نے بستر کی طرف چھلانگ لگائی' میں اڑتا ہوا اس پر جا پڑا۔ اس کے ہاتھ میں پستول نظر آیا تھا لیکن میرے جوتے کی ٹھوکر نے اس کا ہاتھ بے کار کردیا۔ اس کے حلق سے ایک دہاڑ نکلی' پستول دور جا گرا اور میں نے دوسری چھلانگ پستول کی طرف لگائی۔

میکلارنس ایک بار پھر بے بس ہوگیا تھا لیکن اس بار اس کے چوٹ بہت سخت لگی تھی۔ وہ ہاتھ پکڑے کراہ رہا تھا۔ میں نے پستول اٹھالیا۔

"میں اسے تم پر خالی کرسکتا ہوں میکلارنس! لیکن ایک گڑ بڑ ہوگئی ہے۔ تمہاری بیٹی نوین بڑے پیار سے تمہارا نام لیتی ہے۔ اور اس نے میرے ساتھ بھی بہت اچھا سلوک کیا ہے۔ اس سلوک کے عوض میں تمہاری جان بخشی کر رہا ہوں لیکن تمہارے لیے سزا بھی ضروری ہے اور میں نے اس کا تعین کرلیا ہے۔ البتہ چیخنے کی کوشش کی تو گولی تمہارے حلق میں اتر جائے گی۔"

میکلارنس ہاتھ پکڑے بل کھا رہا تھا۔ "چلو کھڑے ہوجاؤ۔" میں نے کہا اور پستول کا رخ اس کی طرف کردیا۔ میکلارنس کی کراہیں بند ہوگئیں۔ بہرحال اس نے میرے حکم کی تعمیل کی تھی۔ "اور کوئی حربہ باقی ہے میکلارنس؟"

"تم...... تم شیطان کی طرح چالاک ہو۔" میکلارنس کے منہ سے نکلا۔

"اور کچھ؟"

"میں اب واقعی تم سے سمجھوتہ کرنا چاہتا ہوں۔ مجھے تمہاری اس قدر اعلیٰ صلاحیتوں کا اندازہ نہیں تھا۔"

"اور مجھے تمہارے اس قدر احمق ہونے کا بھی اندازہ نہیں تھا۔ لیکن اب میرے پاس زیادہ وقت نہیں ہے۔ تمہارے پاس سے جانے کے بعد سیڈر سے بھی نمٹنا ہے۔ اب باپ ایڈلک سے میری کوئی دشمنی نہیں ہے لیکن سیڈر نے مجھے دھوکہ دینے کی کوشش کی تھی۔"

"اوہ۔ اس نے میرے ایماء پر سب کچھ کیا تھا۔" میکلارنس بے اختیار بولا۔

"تمہاری ہی وجہ سے وہ سزا بھی بھگتے گا۔" میں نے کہا۔ "اس کے علاوہ میں نوین کے لیے یہ چاہتا ہوں کہ کسی بھی طرح تم ایک اچھے باپ بن جاؤ۔ مجھے علم ہے کہ تمہارے پاس کافی دولت ہے۔ بہتر یہی ہے کہ اب اچھی زندگی اختیار کرلو۔"

میں نے پستول جیب میں رکھ لیا اور آہستہ آہستہ اس کی طرف بڑھنے لگا۔ میکلارنس کو میرے چہرے پر میرے خوفناک ارادے نظر آگئے تھے۔ وہ بوکھلا کر پیچھے ہٹا۔ "تم...... تم کیا کرنا چاہتے ہو؟"

"تمہیں ایک اچھا باپ بنانا چاہتا ہوں میکلارنس!"

"کیا بکواس ہے؟" میکلارنس کی آواز میں خوف کا عنصر نمایاں تھا۔

لیکن میں نے اسے کوئی جواب نہیں دیا اور اس کے نزدیک پہنچ گیا۔ میکلارنس نے جو ہوئے انداز میں مجھ پر وار کیا..... لیکن میں اس کے بس کی چیز..... نہیں تھا۔ گھونسہ ایک بار پھر اس کی سے جا لگا اور میکلارنس بری طرح دیوار سے ٹکرایا۔

لیکن میں نے اسے پھر بھی نہیں چھوڑا تھا۔ میں نے اس کا گریبان پکڑ کر اسے ایک زوردار جھ اور وہ فرش پر آگرا۔ میکلارنس اپنی جیسی سخت کوششیں کر رہا تھا۔ تن و توش میں بھی وہ مجھ سے زیادہ تھا لیکن لڑائی بھڑائی میں ماہر معلوم نہیں ہوتا تھا۔ دوسرے لمحے میں نے اس کے سینے پر ایک زور گھونسہ جڑا اور پھر اسے زور سے رگڑتا ہوا دور تک لے گیا۔ میں نے میکلارنس کو اوندھا کر دیا لیکن خوبی اس کی یہ تھی کہ اس نے چیخنے کی کوشش نہیں کی تھی۔ میں نے دو تین گھونسے اس جمائے اور وہ بالکل ڈھیلا پڑ گیا۔ تب میں نے اس کے دونوں ہاتھ اس کی پھٹی ہوئی قمیص سے باندھ کر اس پشت پر جما دیے۔ اس دوران میکلارنس اپنے ہاتھ چھڑانے کی بھرپور کوشش کرتا رہا تھا لیکن وہ کامیا نہ ہو سکا۔

دونوں ہاتھ کسنے کے بعد میں نے اسے سیدھا کر دیا۔ میکلارنس بری طرح مچل رہا تھا۔ ن میں نے ایک اور کپڑا اس کے بستر سے اٹھا کر اس کے منہ میں ٹھونس دیا۔ اور میکلارنس کی آنکھوں خوف کے آثار نظر آنے لگے تھے۔ مجھے اندازہ نہیں تھا کہ یہ اچھے خاصے تن و توش کا آدمی اس قدر جو ہو گا لیکن بہر صورت مجھے زیر کرنے میں کوئی خاص دقت نہیں ہوئی تھی۔

تب میں اس کے پیروں کے نزدیک پہنچ گیا اور میں نے اس کا ایک پاؤں اپنے ہاتھوں میں دبا لیا۔ پاؤں میں نے اس کے گھٹنے پر رکھ دیا اور اس کے بعد میں نے اس کے پاؤں کو اندر کی طرف ایک زوردار جھ دیا۔ میکلارنس بری طرح تڑپنے اور مچلنے لگا تھا لیکن دوسرے جھٹکے سے اس کے پاؤں کی ہڈی نکل اور پاؤں لٹک گیا۔ میکلارنس ماہی بے آب کی طرح تڑپ رہا تھا۔

لیکن ایک بار پھر میں نے اسے قابو میں کیا، اس کے ہاتھ کھلتے جا رہے تھے۔ دوسرے لمحے ایک با پھر میں نے اسے دبوچ کیا اور میری اس حرکت نے اس کے دوسرے پاؤں کو بھی بے کار کر دیا میکلارنس کی آنکھیں پھٹ گئیں تھی پھر وہ بے ہوش..... ہو گیا لیکن بے ہوشی کے عالم میں بھی بری طرح تڑپ رہا تھا۔

"اب تم بلاشبہ ایک اچھے باپ بن جاؤ گے میکلارنس! تمہارے یہ پاؤں آپریشن کے بعد بھی ٹھیک نہیں ہو سکتے کیونکہ انکی دونوں ہڈیوں نے اپنی جگہ چھوڑ دی ہے۔" میں نے بھاری آواز میں کہا اور اس کے بعد یہاں میرا کوئی کام نہیں تھا چنانچہ میں سست رفتاری سے دروازے کی جانب بڑھ گیا۔ اپنی دانست میں

میں نے میکلارنس کو جو سزا دینا چاہی تھی دے دی تھی۔ اور اب میرا دوسرا شکار سیڈر تھا۔ سیڈر کو بھی قتل نہیں کرنا چاہتا تھا۔ بس تھوڑی سی سزا اس کے لیے کافی تھی۔ میں عمارت سے باہر نکل آیا۔ اب میرے پاس پستول بھی تھا۔ ویسے اس بات کی اطلاع مل چکی تھی کہ جوڈین میری تلاش میں ہے۔ یہ شخص کافی خطرناک تھا۔ اس کے بارے میں مجھے علم تھا۔ چنانچہ فی الوقت میں اس سے بھی نہیں بھڑنا چاہتا تھا۔

میں اس جگہ پہنچا جہاں اصطبل تھا۔ اس وقت لینڈ روور پر بھروسہ نہیں کیا جا سکتا تھا۔ نہ جانے اس میں کتنا پٹرول ہو۔ اس لیے میں نے اصطبل سے ایک گھوڑا کھولا۔ زین وغیرہ کا موقع نہیں تھا اس لیے میں یونہی گھوڑے پر سوار ہو گیا۔ گو سواری بڑی خطرناک تھی لیکن میں خود سے مطمئن تھا۔

گھوڑے نے جس وقت لکڑی کا پھاٹک پھلانگا تو چوکیدار دیکھتا رہ گیا۔ میرے پیچھے اس نے شور مچانے کی کوشش بھی کی تھی لیکن اتنی دیر میں میں کافی دور نکل آیا۔ اور پھر میں نے گھوڑا قصبہ گراس میئر کی طرف موڑ دیا۔

رات اپنا آخری سفر طے کر رہی تھی۔ ستارے بے نور ہونے لگے تھے۔ جب میں گراس میئر میں داخل ہوا۔ سارا قصبہ گہری نیند سو رہا تھا کہیں کہیں آوارہ کتوں کے بھونکنے کی آوازیں سنائی دے جاتی تھیں۔

بہرحال ایک مناسب مقام پر میں نے گھوڑا چھوڑ دیا اور اسے مار کر دور بھگا دیا۔ پھر میں ایڈلک کے مکان کی طرف چل پڑا۔

مکان کی تلاش کرنا کوئی مسئلہ نہیں تھا، جس وقت میں چوروں کے انداز میں مکان میں داخل ہوا، روشنی پھوٹنے لگی تھی۔ لیکن مکان کے ملازم وغیرہ ابھی نہیں جاگے تھے۔ ایک راہداری میں سوئے ہوئے ملازم کو میں نے ٹھوکر مار کر جگایا اور اس کے چیخنے سے قبل ہی اس کا منہ دبا دیا۔

"آواز نکلی تو گردن دبا دوں گا۔ سیڈر کا کمرہ کونسا ہے؟" میں نے غرائی ہوئی آواز میں پوچھا۔

ملازم کا پیشاب خطا ہوا جا رہا تھا۔ سوتے سے جاگا تھا۔ اس لیے اعصاب بے حال تھے۔ پہلے وہ پھٹی پھٹی آنکھوں سے مجھے دیکھتا رہا۔ میرا سوال شاید اس کی سمجھ میں نہیں آیا تھا لیکن جب دوسری بار میں نے اس سے سیڈر کے کمرے کے بارے میں پوچھا تو اس نے ایک طرف اشارہ کر دیا۔ اس کی آنکھیں خوف سے بند ہوتی جا رہی تھیں۔

لیکن میں نے اس کی مشکل حل کر دی۔ گردن کے مخصوص حصوں پر دباؤ ڈال کر میں نے اسے بے ہوش کر دیا تھا اور اس کے بعد آہستگی سے اسے زمین پر لٹا کر میں سیڈر کے کمرے کی طرف بڑھ گیا۔

جس کمرے کی طرف ملازم نے اشارہ کیا تھا اس میں ہلکی ہلکی روشنی ہو رہی تھی۔

کمرے کے دروازے کے اوپری حصے میں دو شفاف شیشے لگے ہوئے تھے جن سے اندر جھانکا جا سکتا تھا۔ دروازے پر پردہ پڑا ہوا تھا لیکن اس وقت پردہ ایک طرف سرکا ہوا تھا جس کی وجہ سے شیشے کے دوسرے

جانب دیکھا جاسکتا تھا۔ گویا یہ آسانی بھی موجود تھی اور مجھے خود پر رشک آنے لگا۔

میں نے جھانک کر دیکھا اور خوش ہوگیا۔ سیڈر سامنے ہی مسہری پر بے سدھ سو رہا تھا۔

دوسرے لمحے میں نے دروازے کو آہستہ سے دھکیلا' میرا خیال تھا کہ دروازہ اندر سے بند ہو' صورت میں مجھے شیشہ توڑنا پڑے گا۔

لیکن بعض معاملات میں میری خوش قسمتی اور دوسرے کی بد قسمتی بڑا تعاون کرتی ہے۔

دروازہ کھلا ہوا تھا۔ میں اندر داخل ہوگیا اور میں نے دروازہ اندر سے بند کر دیا' یہ ضرور حالانکہ یہ صورت حال خطرناک بھی تھی' اگر سیڈر چیخ پڑتا تو اس عمارت کی صورت حال مجھے معلوم تھی اور نہ ہی میں نے ایسے وقت میں فرار ہونے کے لیے راستے کا تعین کیا تھا' چنانچہ اس بات کا خاص خیال رکھنا تھا کہ وہ چیخنے نہ پائے۔

چند ساعت کے بعد میں اس کے سر پر تھا۔ سیڈر کو میرے آنے کی بالکل خبر نہ ہوئی تھی۔ میں ادھر ادھر دیکھا اور اپنے مطلب کی چند چیزوں کا انتخاب کرلیا اور پھر میں نے سیڈر کے سینے پر اپنے گھو ہلکا سا دباؤ ڈالا۔

سیڈر نے ہلکی سی آواز نکالی اور کروٹ بدلنے کی کوشش کی لیکن میں نے اسے چت کر دیا تھا۔

اس جارحانہ دباؤ پر سیڈر نے آنکھیں کھول دیں۔ چند ساعت وہ پلکیں جھپکاتا رہا' پھر اس نے کی کوشش کی لیکن دوسرے لمحے میں نے اسفنج کا ایک چھوٹا سا تکیہ اس کے منہ پر رکھ کر دبا دیا جسے میں ہی دوسرے ہاتھ میں پکڑ چکا تھا۔ صورت حال ایسی تھی کہ سیڈر کی آنکھیں کھلی ہوئی تھیں۔ تب میں غرائی ہوئی آواز میں کہا۔

"سیڈر! مجھے پہچانو۔ اور یہ بات جان لو کہ اگر چیخنے کی کوشش کی تو یہ چیخ تمہاری آخری چیخ ہوگی۔

سیڈر جس قدر نظر آرہا تھا اتنا دلیر نہیں تھا۔ اس کی آنکھوں میں خوف کے آثار صاف دیکھے جا تھے۔ پھر اس نے سہمی ہوئی نگاہوں سے مجھے دیکھا اور میں نے ایک بار پھر غرا کر کہا۔

"پہچان گئے مجھے؟" میں نے پوچھا۔ میں نے پوچھا اور اس نے گردن ہلا دی۔

"سوچ لو۔ اگر چیخنے کی کوشش کی تو گردن دبا کر ہلاک کر دوں گا۔" میں نے تکیہ اس کے منہ پر ہٹا لیا۔ سیڈر کے ہاتھ پاؤں سرد ہوگئے تھے اس میں شاید ہلنے جلنے کی سکت بھی باقی نہ رہی تھی۔ وہ بالکل جان نظر آرہا تھا۔

"تم نے میرے ساتھ دھوکا کیا تھا سیڈر! تم نے مجھے دوست کی حیثیت سے جزیرے تک پہنچایا بولو کیا میں درست نہیں کہہ رہا اور اس کے بعد تمہارے باپ نے مجھے ہلاک کرنے کی کوشش کی لیکن تمہارا باپ میکلارنس کے زیر اثر ہے اور اس نے عملی طور پر اس سلسلے میں کوئی حصہ نہیں لیا تھا لیے میں نے اسے معاف کر دیا البتہ میں تمہیں معاف کرنے کے موڈ میں نہیں ہوں۔"

"مم...... میرا کوئی قصور نہیں تھا۔ مجھے مسٹر میکلارنس نے اس کام کے لیے تیار کیا تھا۔"

"بکواس بند کرو۔" میکلارنس کو اس کی اس حرکت کی سزا دی جاچکی ہے۔ اب وہ ہمیشہ کے لیے معذور ہوچکا ہے اور تم یقین کرو میں تمہیں بھی معاف نہیں کروں گا۔"

"مم...... مجھے معاف کر دو...... مجھے معاف کر دو۔ تم یقین کرو میرا کوئی قصور نہیں ہے۔ وہ بری طرح خوفزدہ ہوگیا تھا جبکہ میکلارنس نے کم از کم مقابلہ کرنے کی کوشش تو کی تھی۔"

"سیڈر میں اتنی مشکلات سے گزر کر یہاں تک پہنچا ہوں تمہیں معاف کرنے کے لیے نہیں بلکہ سزا دینے کے لیے اور بہرحال سزا تو تمہیں بھگتنا ہی ہوگی۔" میں نے کہا اور سیڈر کا بدن بری طرح کانپنے لگا۔

یہ صورت حال زیادہ خوشگوار نہیں تھی۔ اگر وہ مجھ سے مقابلہ کرنے کی کوشش کرتا تو جیسا کہ میرے ذہن میں تھا تو شاید اسے تکلیف دینے میں زیادہ لطف آتا لیکن اب اگر اس بے بس انسان کو کوئی نقصان پہنچا دوں تو یہ۔ بڑی عجیب بات ہوگی' مجھے اس میں مزہ نہیں آرہا تھا۔ تب میں نے اس کا گریبان پکڑ کر اسے اٹھانے کی کوشش کی۔ "مردوں کی طرح مقابلہ کرو سیڈر یہ کیا بزدلوں کی طرح کانپنے لگے۔" میں نے حقارت سے کہا۔

"میں...... میں تم سے مقابلہ کر کے دیکھ چکا ہوں۔ میں ہر لحاظ سے تم سے کمزور ہوں۔" سیڈر نے کپکپاتی ہوئی آواز میں کہا۔

"اور اس کے باوجود تم نے مکاری سے کام لیا۔ تم نے یہ نہیں سوچا کہ میں تم سے بدلہ بھی لے سکتا ہوں؟"

"مم...... مجھے معاف کر دو۔ صرف ایک بار معاف کر دو۔" سیڈر نے کہا اور میرا موڈ بالکل ہی آف ہوگیا۔

بھلا اس چوہے کو مارنے سے کیا فائدہ۔ یہاں تک آنے کی تمام محنت اکارت ہوگئی تھی' کیونکہ اب تو میرا موڈ ہی بدل گیا تھا۔ میں نے ایک زوردار ہاتھ اس کی کنپٹی پر رسید کیا اور سیڈر بے ہوش ہوگیا۔ ایک ہاتھ اس کے لیے کافی ثابت ہوا تھا۔

"لعنت ہے۔" میں نے دانت پیستے ہوئے کہا اور وہاں سے...... پلٹ پڑا۔ یہاں آنے کی تمام کاوش بے کار ہوگئی تھی۔ اور میں سوچ رہا تھا کہ میں نے...... وقت ضائع کیا ہے۔

بہرصورت اب گراس میئر میں رہنے سے کوئی فائدہ نہیں تھا۔ پو پھٹ چکی تھی اور صبح کی روشنی آہستہ آہستہ نیچے اتر رہی تھی۔ میں گراس میئر کے قصبے کے اس حصے میں آگیا جو اس قصبے کا شاید آخری سرا تھا۔ میرا گھوڑا بھاگ چکا تھا اور میری سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ اب کیا کروں۔ سوچا تو یہ تھا کہ یہ سیڈر کو بھی اس طرح اذیت دوں گا اور چھوڑ دوں گا لیکن سیڈر نے تو ہاتھ پاؤں ہلانے کی بھی کوشش نہ کی تھی اور ایسے کی آدمی کو مارنا میرے بس سے باہر تھا۔ اب وہ بات تو گزر چکی تھی۔ میں اپنے آئندہ اقدام کے بارے میں

سوچ رہا تھا۔

میک ڈسٹرکٹ کا گراس میسر اب میرے لیے کوئی دلکشی نہیں رکھتا تھا۔ یہاں میں کسی منصوبے کے تحت نہیں آیا تھا۔ بس اتفاقات نے ایک کہانی کو جنم دیا تھا اور اب وہ وہ کہانی ختم ہوگئی تھی۔ یہاں میرے تین دشمن بن گئے تھے۔ میکلارنس' جوڈین اور ایڈلک یا سیڈر۔ اس کے بعد یہاں رہنے کی کیا گنجائش تھی۔

اور یوں بھی اب مزید قیام میرے لیے ناممکن تھا۔ چنانچہ صبح کاذب میں نے گراس میسر چھوڑنے کا فیصلہ کرلیا۔ بدنما گھاس اور سرکنڈوں کے جھنڈ کے درمیان بچھی ہوئی سڑک پر میں آوارۂ زمانہ انسان کی حیثیت چل پڑا۔ سرکنڈوں کے جھنڈ میں مینڈکوں کی آوازیں میرے قدموں کی آواز سے ہم آہنگ ہو رہی تھیں۔

نہ جانے کب تک میں چلتا رہا۔ سڑک کبھی نہ ختم ہوگی اور میں چلتا رہوں گا۔ پھر تھک جاؤں گا کیوں نہ کہیں بیٹھ جاؤں مگر کہاں' اور کون سے سائبان کے نیچے۔ میرے لیے تو چھت نہیں بنی تھی۔ کتنی بے مقصد زندگی ہے۔ میں ہارا ہوا انسان ہوں' کیوں نہ ماں کی طرف لوٹ جاؤں' اس کے قدموں سے لپٹ جاؤں' اس پر آنکھیں رگڑوں اور کہوں' ماں اب تو آغوش میں لے لے۔ کیا تو اپنے تھکے ہوئے بیٹے کو اب بھی قبول نہیں کرے گی۔ میں تھک گیا ہوں میری ماں۔

اور دل میں ایک گولا سا اٹھا۔ احساس بھی نہ ہوسکا کہ دل بہہ رہا ہے۔ آنکھوں میں دھندلاہٹیں ابھر آئیں تو رخساروں کے بھیگنے کا پتہ چلا۔ تب آنکھوں کو خشک کیا اور کئی بار بند کرکے کھولا تو دور ایک دھبہ نظر آیا۔

نہ جانے آنکھوں کا قصور تھا یا واہمہ۔ دھبہ سڑک کے بیچوں بیچ تھا۔ غور سے دیکھتا ہوا آگے بڑھ رہا اور اب دو دھبے ہوگئے تھے۔ ایک ساکت' ایک متحرک۔ منظر کچھ اور واضح ہوا اور اب میں نے صاف طور سے دیکھا۔ ایک کار تھی اور ایک انسان۔ شاید کوئی ایکسیڈنٹ ہوگیا تھا۔ کیونکہ کار سڑک پر الٹی پڑی تھی۔ میں نے رفتار تیز کردی اور آہستہ آہستہ سڑک سکڑنے لگی۔ الٹی ہوئی کار اب صاف نظر آرہی تھی۔ اس کے پہیے آسمان کی جانب تھے اور دیو قامت آدمی اس کے نزدیک کمر پر ہاتھ رکھے کھڑا مجھے گھور رہا تھا۔ اس کے بال تقریباً ایک گز لمبے تھے' انتہائی خوبصورت اور گھنے چہرے پر اگر ڈاڑھی اور مونچھیں نہ ہوتیں تو ان بالوں سے کی وجہ سے اسے ایک لحیم شحیم عورت سمجھا جاسکتا تھا۔ خدوخال انتہائی جاذب نگاہ تھے لیکن ان پر ایک خشونت طاری تھی' آنکھیں بڑی لیکن انگاروں کی مانند سرخ تھیں۔

بہرحال اسے ایک عجیب الخلقت آدمی بلکہ دیو کہا جاسکتا تھا۔ اوپری بدن پر چمڑے کی چست جیکٹ منڈھی ہوئی تھی جس کے..... گلے میں بٹن ضرور ہوں گے لیکن انہیں نکال کر ان میں تسمے باندھ دیے گئے تھے اور سامنے سے آدھا سینہ کھلا ہوا تھا جس سے لمبے لمبے بال جھانک رہے تھے۔ نچلے بدن پر بھی کسی اور کی

پتلون تھی۔ اگر انتہائی موٹے اور مضبوط زین کی نہ ہوتی تو اب تک پھٹ چکی ہوتی۔

وہ تیکھی نگاہوں سے مجھے دیکھ رہا تھا۔ تب میں اس کے قریب پہنچ گیا لیکن مجھے کار کے الٹ جانے پر حیرت تھی۔ اس میں کوئی ٹوٹ پھوٹ بھی نہیں ہوئی تھی۔ اس طرح الٹ جانے کا سبب نہیں پتہ چلتا تھا۔

"کیا ہوا...... کیا ہوگیا مسٹر؟" میں نے کار میں جھانکتے ہوئے اس سے پوچھا۔ لیکن اس نے کوئی جواب نہیں دیا۔ "آپ اس کار میں تنہا تھے؟" میں نے پھر پوچھا۔

"نہیں۔ میرے ساتھ ایک نوجوان حسینہ بھی تھی اور ڈرائیونگ کرتے ہوئے میں اس کی آغوش میں سر رکھ کر سو گیا تھا۔ اس نے بڑی نرمی اور ملائمت سے کہا۔"

"اوہ' تو وہ کہاں ہے؟"

"گردن ٹوٹ گئی تھی اس کی۔ بالکل ہی بے کار ہوگئی تھی۔ میں اسے اٹھا کر سرکنڈوں کے جھنڈ میں پھینک آیا۔" اس نے جواب دیا۔ لیکن اس کی آواز میں غم کا کوئی عنصر نہیں تھا۔ میں تعجب سے اس کی صورت دیکھنے لگا۔

یہ شخص نہ صرف شکل و صورت سے عجیب تھا بلکہ اپنی باتوں میں بھی عجیب تھا۔ اس انداز میں وہ اس لڑکی کا تذکرہ کررہا تھا جیسے کہ کوئی بڑا ہی عمدہ کام انجام دے آیا ہو اور اس سلسلے میں اسے ذرا بھی افسوس نہ ہو۔

وہ خاموشی سے مجھے گھور رہا تھا' اس کی آنکھوں سے کھا جانے والی کیفیت عیاں تھی' پھر اس نے اسی تیز لہجے میں کہا۔

"تم کون ہو؟"

"کوئی نہیں بھائی! بس ایک مسافر ہوں۔ سفر کررہا تھا کہ دور سے تمہاری کار نظر آئی' مجھے اس حادثے کا افسوس ہے۔" میں نے جواب دیا۔

"حادثہ......!" وہ دانت پیس کر بولا۔ اس کے انداز میں ہلکی سی غراہٹ نمایاں ہوگئی۔

"کیوں۔ کیا یہ حادثہ نہیں ہے؟"

"نہیں۔" وہ حلق پھاڑ کر چلایا اور میں تعجب سے اس کی صورت دیکھنے لگا۔

لیکن بہرحال میں بھی راجہ نواز اصغر ہوں' کسی کے حلق پھاڑ دینے سے کبھی نہیں ڈرتا' چنانچہ میں نے اسی سادہ لہجے میں سوال کیا۔

"میری سمجھ میں یہ نہیں آتا کہ آخر یہ کار الٹی کیسے' جبکہ تم کہہ رہے ہو کہ تمہارے ساتھ کوئی حادثہ نہیں ہوا؟"

"اسے میں نے الٹا ہے' میں نے' سمجھے؟" وہ خوفناک آواز میں غرایا۔ اس کے لہجے میں غراہٹ نمایاں تھی۔

میں نے گہری سانس لی۔ یا تو وہ پاگل تھا یا پھر نشے میں بہکا ہوا تھا۔ میں خاموشی سے اسے دیکھتا رہا۔ پھر میں نے آہستہ سے کہا۔ "اگر تم میری موجودگی کو برا محسوس کر رہے ہو تو میں آگے بڑھ جاتا ہوں۔"

"نہیں' نہیں۔ ایسی کوئی بات نہیں ہے مگر تم سوالات ہی اس قسم کے کر رہے ہو۔"

"میرا خیال ہے میں نے صرف اخلاقی سوالات کیے ہیں اس پر تمہیں کیوں..... اعتراض ہے؟" میں نے پوچھا۔

"اعتراض..... یہ ساری چیزیں غلط ہیں' سب کچھ غلط ہے' کم بخت گدھے' الو کے پٹھے۔" وہ خود بخود گالیاں بکنے لگا اور میں خاموشی سے اسے دیکھتا رہا۔

"خراب ہوگئی تھی۔ یہ خراب ہوگئی تھی۔ بھلا تم ہی بتاؤ' کل ہی خریدی ہے۔ جتنے پیسے تھے اتنے ہی کی تو خرید سکتا تھا زیادہ کہاں سے لاتا لیکن بگڑ گئی' آج بگڑ گئی کم بخت کہیں کی۔"

"کیا بگڑ گئی؟" میں نے پوچھا۔

"کار۔" وہ زور سے چیخا۔

"اوہ۔ تو مگر خراب ہو کر یہ الٹ کیسے گئی؟"

"خود الٹی ہے میں نے۔"

"تم نے!" میں نے متحیرانہ انداز میں آنکھیں پھاڑ دیں۔

"ہاں' ہاں میں نے۔"

"لل..... لیکن تم نے....."

"تو کیا شک ہے تمہیں؟"

"شک تو نہیں کر سکتا۔ مگر....."

"مگر..... تمہیں شک اس بات پر۔ لو یہ دیکھو۔"

وہ دوبارہ کار کی طرف بڑھا اس نے کار کے پچھلے حصے پر اپنے دونوں ہاتھ جمائے اور میں نے ایک حیرت انگیز منظر دیکھا۔

الٹی ہوئی کار پھر سے سیدھی ہوگئی تھی' اس نے کئی مرتبہ زمین پر دھکے کھائے اور پھر رک گئی۔

میں متحیرانہ انداز میں اس دیو ہیکل شخص کی طاقت کے بارے میں سوچ رہا تھا اور بات کسی حد تک میری سمجھ میں آ رہی تھی۔ لڑکی وڑکی کا کوئی وجود نہیں تھا' کار خراب ہوگئی تھی اور اس نے جھلاہٹ میں اپنی بے پناہ قوت سے کام لے کر الٹ دیا تھا۔ کار کی چھت الٹنے سے پچک گئی تھی اور اب وہ کمر پر دونوں ہاتھ رکھے مجھے گھور رہا تھا۔

"اب کیا خیال ہے؟"

"بالکل ٹھیک لیکن اس میں خرابی کیا ہوگئی تھی؟"

"یہ مجھے معلوم ہوتا تو ٹھیک نہ کر لیتا اسے۔ میں تو اب اسے اٹھا کر سرکنڈوں میں پھینکنے جا رہا ہے۔"

اس نے کہا اور میں نے دل ہی دل میں ایک گہری سانس لی۔ خیر تم اس کار کو اٹھا تو نہ سکو گے' میں سوچا۔

لیکن یہ بات کیا کم تھی کہ اس نے کار کو الٹ دیا تھا اور یہ کسی معمولی طاقت کے آدمی کے بس کی نہ تھی۔ بہر صورت میں اسے ٹھنڈا کرنے کے بارے میں غور کرنے لگا۔

یہ آدمی مجھے خاصا دلچسپ معلوم ہوا تھا' جھلاہٹ میں دیوانہ ہوگیا تھا۔ لیکن خوبی اس کی یہ تھی کہ سروں سے ممتاز اور طاقتور تھا' اتنا طاقتور تھا جتنا کہ اس مشینی دور میں عام طور پر تصور نہیں کیا جا سکتا۔

اب بتاؤ کیا کروں؟ ساری زندگی کسی سے مدد نہیں لی' اس لیے یہ بھی نہیں کہہ سکتا کہ بد بخت کو تم دیکھ لو۔" اس نے کہا اور میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

میں نے کار کو اسٹارٹ کرنے کی کوشش کی۔ سلف پکڑ رہی تھی لیکن اسٹارٹ نہیں ہو رہی تھی۔ ڈسٹری بیوٹر میں کوئی خرابی تھی۔ چنانچہ میں نیچے اتر آیا۔ بونٹ کھولا اور ڈسٹری بیوٹر کیپ اتارنے لگا۔ کیپ نیچے پوائنٹ کے تار ہٹے ہوئے تھے۔ بڑی معمولی سی بات تھی۔ کار پرانے ماڈل کی ضرور تھی لیکن انجن معلوم ہوتا تھا۔

چنانچہ میں نے اس سے کپڑا مانگا اور اس نے کار کی چھوٹی سی اسٹپنی سے ایک رومال نکال کر میرے میں تھما دیا۔ اس رومال سے میں نے پوائنٹ صاف کیا۔ تار جوڑے اور ڈسٹری بیوٹر کیپ بند کر دیا۔ اس بعد میں نے اسے اشارہ کیا۔

"کیا مطلب؟" وہ غراتی ہوئی آواز میں بولا۔

"اسٹارٹ کرو۔"

"مذاق اڑا رہے ہو؟" اس نے خونخوار لہجے میں کہا۔

"نہیں میری جان! بالکل مذاق نہیں اڑا رہا۔ تم ذرا کوشش تو کرو۔"

"میں نہیں کروں گا۔ اب اگر یہ اسٹارٹ نہ ہوئی تو میں اس کا شیشہ ویشہ سب توڑ دوں گا۔" اس جھلائے ہوئے لہجے میں کہا۔ انداز بالکل بچوں کا تھا۔

میں نے ہنس کر گردن ہلائی اور..... خود ڈرائیونگ سیٹ پر جا بیٹھا۔ اس بار سیلف لگایا تو کار اسٹارٹ گئی۔ میں نے اسے نمایاں طور پر چونکتے دیکھا تھا۔

"ارے..... ارے۔" وہ میری جانب جھک آیا۔ "اب اگر تم کہو تو میں اسے لے کر اڑ جاؤں؟" اس نے پوچھا۔

"اڑ جاؤ یار!" میں نے ہنستے ہوئے کہا۔

"لیکن اسے ہوا کیا تھا؟ ویسے تم نے میری بہت بڑی مشکل حل کردی ہے۔"

"اناڑی ڈرائیور معلوم ہوتے ہو؟"

"ہاں ہاں۔ اناڑی ہوں۔ اس چیز کا کبھی دعویٰ نہیں کرتا جس کے بارے میں جانتا نہیں ہوں۔ کار ڈرائیو کرنا جانتا ہوں اور صحیح کرنا نہیں جانتا مگر ہوا کیا تھا اسے؟"

"معمولی سی بات تھی۔"

"ہوں۔ اور اس معمولی سی بات نے مجھے صبح سے پریشان کر رکھا تھا۔ دو گھنٹے گزر گئے اس میں مارتے مارتے اور جب کچھ نہ ہو سکا تو میں نے اس کم بخت کو الٹ دیا۔" اس نے جواب دیا اور میں ہنس پڑا۔

"دلچسپ آدمی معلوم ہوتے ہو۔"

"ہاں..... لیکن ساری دلچسپیاں اس کار کی نذر ہو گئی تھیں۔" اس نے گہری سانس لے کر جواب دیا۔

"کہاں جا رہے تھے؟"

"لنکاسٹر۔" اس نے کہا۔

"کوئی تکلیف نہ ہو تو مجھے بھی لنکاسٹر تک چھوڑ دو۔"

"تکلیف۔ ہرگز نہیں۔ ظاہر ہے اگر تم میری کار نہ بھی ٹھیک کرتے تو تمہیں لنکاسٹر چھوڑنا فرض تھا۔ خواہ میں تمہیں اپنے کندھوں پر بٹھا کر لنکاسٹر تک پہنچاتا۔" اس نے خوشگوار لہجے میں کہا۔ اب کے لہجے کی غراہٹ اور جھلاہٹ کافی حد تک ختم ہو چکی تھی۔

میں کار کا دروازہ کھول کر اس کے برابر بیٹھ گیا تھا۔ .... کار میں وہ بالکل فٹ تھا۔ حالانکہ خاصی کشادہ کار تھی لیکن اس کی جسامت کے اعتبار سے ناکافی تھی۔ بہرصورت اس نے کار اسٹارٹ کر کے آگے بڑھا دی اور مسکراتے ہوئے بولا۔

"تعجب ہے، تعجب ہے۔ میں تو کافی دیر سے اس میں سرمار رہا تھا۔ دراصل میں اس کے بارے میں کچھ جانتا نہیں ہوں۔"

"کب خریدی تھی؟" میں نے پوچھا۔

"صرف دو دن پہلے۔ اور صرف حماقت میں، جو کچھ جمع پونجی تھی اس پر خرچ کر دی اور اب جیب میں پھوٹی کوڑی بھی نہیں ہے۔"

"اوہ۔ نام کیا ہے تمہارا؟" میں نے پوچھا۔

"ڈوڈو۔" اس نے جواب دیا۔

"کیا؟" میں نے تعجب سے اس کی جانب دیکھا۔

"کیوں۔ کیا اس نام میں کوئی مسخرہ پن نظر آ رہا ہے تمہیں یا اونچا سنتے ہو؟" اس نے کسی قدر

جھلاہٹ کا مظاہرہ کیا۔

"نہیں۔ یہ بات نہیں ہے بلکہ نام کچھ عجیب سا ہے۔"

"بس یہی ہے ڈوڈو۔ ڈوڈو۔ ڈوڈو۔" وہ جھلائے ہوئے انداز میں گھونسہ دکھا کر بولا۔

"واہ۔ تم خاصے کٹکھنے معلوم ہوتے ہو۔"

"کٹکھنا، کٹکھنا۔ کیوں؟" اس نے برا مان کر کہا اور خونخوار..... نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگا۔

دیکھو دوست! اگر تم چاہو تو میں اتر جاؤں۔ یہ جھلاہٹ مجھے ناپسند ہے۔" میں نے کہا اور وہ مجھے خونخوار نگاہوں سے گھورتا رہا۔ پھر عجیب سے انداز میں ہنس پڑا۔

"اصل میں حماقت میری ہے۔" اس نے کہا۔ "سوری۔ مجھے بہت افسوس ہے۔" اس نے دوبارہ کہا اور کار پھر آگے بڑھا دی۔

میں اس عجیب و غریب کردار کے بارے میں سوچتا رہا تھا۔ زندگی میں کیسے کیسے انوکھے لوگوں سے واسطہ پڑا تھا اور یہ بھی انہی میں سے ایک معلوم ہوتا تھا۔ بہرصورت کافی دیر تک اس کے چہرے پر خجالت کے آثار رہے، پھر اس نے کہا۔

"میں واقعی کچھ چڑچڑا رہا ہوں لیکن اس کی ایک وجہ ہے۔"

"وہ کیا؟" میں نے پوچھا۔

"یار! کل رات کو بھی کھانا نہیں کھایا تھا، پھر صبح کو بھی ناشتہ نہیں کیا تھا اور نہ ہی فی الوقت کسی بھی قسم کا کوئی امکان ہے۔ میرا دل چاہ رہا ہے ان ساری سڑکوں کو آگ لگا دوں۔"

"ارے۔ ارے کیوں؟"

"کم بخت کوئی درخت بھی نہیں ہے جس پر پھل وغیرہ ہی نظر آ جائیں۔ اور میں اپنے پیٹ کی آگ بجھاؤں۔ سخت بھوک لگ رہی ہے۔"

"اوہ۔" میں نے گہری سانس لے کر کہا۔ مجھے ہنسی آ رہی تھی، بالکل بچوں کی سی طبیعت رکھتا تھا۔

"آگے کہیں کوئی ایسی جگہ نظر آ جائے تو گاڑی روک لینا ہم دونوں ناشتہ کریں گے۔" میں نے کہا۔

"تم بھی بھوکے ہو؟"

"ہاں۔" میں نے جواب دیا۔

"پیسے تو ہوں گے تمہارے پاس؟"

"ظاہر ہے۔"

"ہاں۔ اگر تم بھی کار خرید لیتے تو یقینی طور پر بھوکے ہوتے۔ میرے دوست!" اس نے غمگین لہجے میں کہا۔ اور مجھے زور سے ہنسی آ گئی۔

"کیوں، اس میں ہنسنے کی کیا بات ہے؟ جو کچھ ہوا ہے وہی تو بتا رہا ہوں۔"

"لیکن تم نے اسے خرید کیوں لیا؟"

"میں نے بتایا نا حماقت ہو گئی۔ بعض اوقات میں سنک جاتا ہوں۔ تم یقین کرو ذرا بھی نشے میں نہ تھا مگر بس چوٹ دے گئے۔"

"کون چوٹ دے گئے؟"

"وہ جن کی یہ کار تھی۔"

"کیا مطلب؟"

"بس کہنے لگے کہ پریشان حال ہیں' اگر میں چاہوں تو ان کی مدد کر سکتا ہوں۔ میں نے پوچھا کس طرح تو انہوں نے کہا کہ میں یہ کار خرید لوں اور پھر جو کچھ میری جیب میں تھا میں نے نکال کر ان کے ہاتھ رکھ دیا۔ یہ نہیں سوچا کہ مجھے کار کا کیا کرنا ہے' ارے ڈوور تک ہی تو جانا تھا' اس کے بعد یہ میرے لیے بے مصرف ہو گی۔"

"اوہو۔" میں نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔ "تم ڈوور جا رہے ہو؟"

"ہاں۔ وہاں سے فرانس کا ارادہ رکھتا ہوں۔ میرے دوسرے ساتھی فرانس میں ہی ہیں۔" ڈوڈو نے جواب دیا۔

"اوہ تمہارے ساتھی فرانس میں ہیں؟"

"ہاں' پیرس میں۔" وہ بولا۔ اب اس کا لہجہ خاصا نرم تھا۔ اور اگر واقعی اس کا لہجہ نرم ہوتا تو وہ آدمی معلوم نہیں ہوتا تھا۔

چند ساعت خاموشی سے گزرے پھر اس نے مجھ سے پوچھا۔ "ارے ہاں۔ تم نے اپنا نام تو بتایا نہیں۔"

ایک لمحے کے لیے میرے دل میں آیا کہ اسے اپنا صحیح نام بتا دوں مگر پھر میں نے سوچا۔ اس کی لا علمی دوسری ہے ممکن ہے نواز اصغر بھی اس کے لیے اجنبی نہ ہو۔ چنانچہ میں نے اسے اپنا نام پیکر بتایا۔

"خوب مسٹر پیکر! آپ کہاں جا رہے تھے اور آپ کا جغرافیہ کیا ہے؟" ڈوڈو نے پوچھا۔

"میں بھی پیرس ہی جانے کا ارادہ رکھتا ہوں۔"

"واقعی؟" وہ خوشی سے اچھل پڑا۔

"ہاں۔"

"کیوں۔"

"ارے بس یونہی سوچ رہا تھا کہ کوئی تو ساتھی ہو جس کے ساتھ پیرس جایا جائے۔ حالانکہ سفر زیادہ طویل نہیں ہے لیکن میں ساتھیوں کا شوقین ہوں۔ ہمیشہ کسی نہ کسی کو ساتھ رکھتا ہوں' اس وقت بھی اگر کوئی نہ ہوتا تو میرا سفر ضرورت سے زیادہ خوشگوار ثابت ہوتا۔"

"میری طرح۔ مجھے بھی ساتھیوں کا بے پناہ شوق ہے' اس شوق میں مجھے کچھ بھی نہ ملے تو پرواہ نہیں ہوتی' ویسے مسٹر پیکر! آپ کے مشاغل کیا ہیں؟"

"صاف ظاہر ہے ڈوڈو! میں سیاح ہوں۔"

"واہ' بہت سارے ممالک کی سیر کی ہو گی؟"

"ہاں۔ بیشتر۔"

"سیاحت بہت اچھا مشغلہ ہے مسٹر پیکر! میں بھی کٹھمنڈو سے آ رہا ہوں۔"

"اوہو کٹھمنڈو سے آ رہے ہو؟"

"ہاں۔"

"اور کہاں جانے کا ارادہ ہے؟"

"جنوبی امریکہ۔ ظاہر ہے ہمارے سفر کی یہی ایک پگڈنڈی ہوتی ہے۔"

"تمہارے ساتھ کتنے آدمی ہیں؟"

"کافی آدمی ہیں۔ تم ایک طرح سے پورا گروہ سمجھ لو۔ ہم سب کٹھمنڈو کی زیارت کر کے آ رہے ہیں۔ واہ کیا جگہ ہے۔ حشیش کی جنت۔" ڈوڈو نے مست انداز میں آنکھیں بھینچیں اور گاڑی سڑک پر لہرائی۔ پھر اس نے ایک دم سے اسٹیئرنگ سنبھال لیا تھا لیکن نہ جانے کیوں گاڑی سے اچانک پھر چوں چوں کی آوازیں آنے لگی تھیں۔

"یہ کیا ہوا؟"

"کچھ نہیں' کچھ نہیں چلتے رہو۔" میں نے جواب دیا۔

ڈوڈو کچھ دیر پریشان رہا' پھر اس کے بعد صحیح ہو گیا۔ لیکن اس کی بدقسمتی تھی کہ لنکاسٹر تک پہنچنے کے درمیان کوئی ایسی جگہ نہ ملی جہاں ہم کھانا کھا سکتے۔ میں نے محسوس کیا کہ ڈوڈو مرجھاتا جا رہا ہے اور جب ہم شہر پہنچے تو اس نے میرا بازو پکڑ کر بڑے ملتجی انداز میں کہا۔

"میرے دوست! پہلے مجھے کھانا کھلا دو' ورنہ میں مرجاؤں گا۔" اس کا لہجہ روہانسا ہو گیا تھا۔

"ہاں ضرور ضرور۔ آؤ گاڑی یہیں روک دو۔" میں نے کہا اور نگاہیں چاروں طرف گھمانے لگا۔

لنکاسٹر کے ایک چھوٹے سے ہوٹل میں ہم داخل ہو گئے اور سب سے پہلے میں نے ڈوڈو کے پیٹ کا دوزخ بھرا۔ ڈوڈو نے کھانے کے بعد کئی بڑی بڑی ڈکاریں لیں۔ ویسے کھانا اس نے جس انداز میں کھایا تھا' اسے نہ صرف میں بلکہ ہوٹل میں موجود دوسرے لوگ بھی حیران تھے۔ بڑا ہی خوش خوراک آدمی تھا اور ویسے اس کی جسامت بھی ویسی ہی تھی۔

کھانے سے فارغ ہو کر وہ دیر تک کرسی سے ٹکا رہا' اس نے اپنی آنکھیں بند کر لیں اور میں اس کے مشغل دیکھ رہا تھا۔

بڑی نرمی تھی اس کے چہرے پر۔ سیدھا سادا آدمی معلوم ہوتا تھا۔ زیادہ فریبی نہیں' ورنہ ا
کی حرکات کا شکار نہ ہوتا۔ ویسے کار الٹنے پلٹنے کا واقعہ مجھے اب بھی یاد تھا اور اس سے اس کی بے پناہ قو
اندازہ ہوتا تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد ہم لوگ ہوٹل سے واپس آ گئے۔

"اب کیا پروگرام ہے دوست!" ڈوڈو نے پوچھا۔

"تم بتاؤ ڈوڈو! کیا لنکاسٹر میں رکنے کا ارادہ رکھتے ہو؟"

"ضروری تو نہیں ہے۔"

"پھر؟"

"بس یہاں سے لندن چلتے ہیں۔"

"اسی کار کے ذریعے۔"

"ہاں ہاں کیوں نہیں۔"

"ڈوڈو میرا کچھ اور مشورہ ہے۔"

"کیا؟"

"یہ کار لندن تک ہمارا ساتھ نہیں دے سکے گی۔ مجھے اس کے کل پرزوں میں گڑبڑ نظر آ
ہے۔"

"کیا کہہ رہے ہو دوست؟"

"ہاں ٹھیک کہہ رہا ہوں۔"

"تو پھر کیا کیا جائے؟"

"بہتر یہی ہے کہ تم اسے یہیں کہیں فروخت کر دو۔ جو کچھ بھی مل جائے بہتر ہے۔"

"اوہ لیکن کیا اس کا فروخت ہونا آسان ہو گا؟"

"کوشش کرتے ہیں اور بہرصورت اس سے پیچھا تو چھڑانا ہی ہے' ورنہ اگر اسی سے سفر کر
تھا تو ممکن ہے ہمیں لندن تک پہنچتے پہنچتے ہفتوں لگ جائیں۔"

"بات تو ٹھیک ہے پیکر! اور اب تو میں خود بھی اس سے عاجز آ گیا ہوں اور اب تو اس کی چھت
پچک گئی ہے۔ اسے تو اب کوئی کباڑی ہی خریدے گا۔"

اور پھر ہم نے لنکاسٹر کی سڑکوں پر گھوم کر ایسے کباڑی کی تلاش شروع کر دی جو پرانی کاریں خ
ہو۔ یہاں اس قسم کا کاروبار کوئی ایسی حیثیت نہیں رکھتا تھا لیکن بہرصورت ڈوڈو کو ایک ایسا شخص مل
جس نے اس کار کی بہت تھوڑی سی قیمت لگائی تھی۔ ڈوڈو نے آنکھیں بند کر کے ہاتھ پھیلا دیے۔

"نکالو۔ نکالو۔" اور اس شخص نے کچھ رقم ڈوڈو کے حوالے کر دی۔ ڈوڈو نے کار کی چابی ا
حوالے کر دی۔

"بڑی سستی فروخت کر دی تم نے ڈوڈو!" میں نے سوال کیا۔

"میرے دوست پیکر! میں کبھی بھی کسی گزری ہوئی چیز کے بارے میں نہیں سوچتا۔"

"خریدی کتنے کی تھی؟"

"اس سے چھ گنا زیادہ رقم کی۔"

"اور اب....."

"بس بس ٹھیک ہے' اس سے جان چھڑانا تھی سو چھڑا لی۔ اور اب جیب میں اچھی خاصی رقم موجود
ہے۔ آؤ۔" وہ مست انداز میں بولا اور ہم آگے بڑھ گئے۔

کار سے پیچھا چھڑا لیا گیا تھا۔ پھر ہم اسٹیشن پہنچ گئے اور ایکسپریس گاڑی میں سوار ہو گئے۔

ڈوڈو واقعی ایک مست آدمی تھا۔ راستے بھر نہ جانے مجھ سے کہاں کہاں کی باتیں کرتا رہا۔ نشہ آور
ادویات کے بارے میں اس کی معلومات کافی وسیع تھیں۔ وہ مجھے اپنے دوستوں کے بارے میں بتاتا رہا۔

"تمہیں معلوم ہے میرا چیف کون ہے؟" ڈوڈو نے آنکھیں بند کر کے جھومتے ہوئے پوچھا۔

"میں نہیں جانتا۔"

"اس کا نام جینگو ہے۔ پیرس کی حسین لڑکیوں کے دلوں کی دھڑکن۔ ارے میں تمہیں کیا
بتاؤں' لڑکیاں اس کے ساتھ کیا سلوک کرتی ہیں۔ ایک دفعہ وہ پیرس کی ایک سڑک سے گزر رہا تھا کہ بے شمار
حسین لڑکیاں سڑک پر لیٹ گئیں کہ وہ ان کے سینوں پر سے پاؤں رکھتا ہوا گزرے۔"

"واہ۔" میں نے غور سے اسے دیکھا۔ اچھا گپ باز معلوم ہوتا تھا۔ "پھر جینگو نے کیا کیا؟"

"جینگو نے راستہ ہی بدل دیا۔ وہ اپنے پیروں کو بھی لڑکیوں کے جسموں سے نجس کرنا نہیں
چاہتا۔"

"پر آخر وہ ہے کون؟"

"گویا۔ ایسا خوبصورت گویا جس کے بارے میں سوچا بھی نہیں جا سکتا۔ وہ گٹار بجاتا ہے تو زمین و
آسمان کی گردش رک جاتی ہے۔ بس تم بھی سنو گے تو ہمیشہ کے لیے اس کے غلام بن جاؤ گے۔"

"بہت خوب۔" میں نے دلچسپی سے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔ "وہ اس وقت کہاں ہے؟"

"پیرس میں۔ وہیں تو میں جا رہا ہوں۔ اصل میں پہلے میں پیرس ہی میں تھا لیکن اس کے بعد جینگو
نے مجھے ایک کام سے یہاں بھیجا۔ یہاں آ کر میں خاصے دن خوار پھرتا رہا اور پھر میں نے جینگو کا وہ کام کر دیا۔
لیکن خود واپس نہ پہنچ سکا۔ اور اس کے بعد یہ حماقت ہو گئی۔ بس میں یہی حماقتیں تو کرتا رہتا ہوں اور میرا
خیال ہے کہ میں جتنا لمبا تڑنگا ہوں اتنا ہی احمق بھی ہوں۔" وہ ہنسنے لگا لیکن اس کے انداز میں ایک عجیب سی
معصومیت تھی۔

مجھے محسوس ہو رہا تھا کہ ڈوڈو جینگو سے بڑی عقیدت رکھتا ہے۔ بہرصورت پھر میں نے اسے خوش

کرنے کے لیے جینگو کے بارے میں بے شمار سوال کیے اور نوبت وہیں تک پہنچ گئی۔ یعنی جینگو بھی تر
خادم تھا اور کھٹمنڈو کا سفر کرنے کے بعد ترلوکا کے پاس واپس جا رہا تھا۔

ٹرین کا سفر جاری رہا۔ ڈوڈو بلاشبہ ایک اچھا ساتھی تھا اور میں سوچ رہا تھا کہ کیوں نہ اس کے
کچھ وقت گزارا جائے۔ اس کے ساتھی جینگو کو بھی دیکھا جائے۔ کہ وہ کیسا گویا ہے۔

"پیرس میں کہاں قیام کرو گے؟" ڈوڈو نے پوچھا۔

"پہلی بار جا رہا ہوں، کوئی نہ کوئی جگہ تلاش کرلوں گا۔" میں نے جواب دیا۔

"تو پھر ہمارے ساتھ ہی قیام کرو۔ میں جینگو سے تمہاری سفارش کروں گا۔ اسے کوئی تکلیف
ہوگی...... وہ لمبے ہاتھ والا ہے۔"

"جیسی تمہاری مرضی۔" میں نے اس کی پیشکش قبول کرلی۔

"جینگو شہنشاہ ہے۔ ایک بار جو اس سے گفتگو کرلیتا ہے، پھر وہ جینگو کو نہیں بھولتا۔ پیرس کے
بڑے گھرانوں کی لڑکیاں اس پر جان چھڑکتی ہیں لیکن جینگو جسے چاہے اپنی قربت بخش دے۔"

"وہ لڑکیوں کو قرب بخشتا ہے؟"

"شاذ و نادر۔ اگر کوئی اسے پسند آجائے۔"

"مالی وسائل کیا ہیں اس کے؟"

"ارے اسے کیا ضرورت ہے۔ ایک اشارہ کردے تو دولت کے ڈھیر لگ جائیں۔ کھٹمنڈو
یہاں تک دولت لٹاتا پہنچا ہے۔ بے شمار سیاح اور نروان کے متلاشی اس کے مرید ہیں اور اس کے سا
پلتے ہیں۔"

"خوب۔ گویا وہ ترلوکا کا ہمعصر ہے۔"

"ترلوکا!" ڈوڈو چونک پڑا۔ اس کے چہرے پر عجیب سے آثار نظر آرہے تھے۔ "تم نے ترلو
بڑی بے ادبی سے لیا ہے لیکن تم اس کے بارے میں کیا جانتے ہو؟"

"میں اس شخص سے اچھی طرح واقف ہوں جس کا وہ پیروکار ہے۔"

"تب تمہیں یہ بھی جاننا چاہیے کہ اس کے پیروکار اسے بہت مانتے ہیں اور اس کا نام بے ادبی
نہیں سن سکتے۔"

"تم بھی اس کے پیروکار ہو؟" میں نے پوچھا۔

"دل و جان سے۔ اسی کے اشارے پر ہم نے یہ سفر کیا تھا اور اب اسی کے پاس واپس جا
ہیں۔"

"اوہ۔ تم تو ترلوکا کے پاس جا رہے ہو؟"

"ہاں۔"

"اور جینگو بھی ترلوکا کا مرید ہے؟"

"ہاں، وہ ترلوکا کی تعلیمات کا پرچار کرتا ہے۔ ہم نے کھٹمنڈو کے سفر کے دوران بے شمار مرید
ئے ہیں۔" ڈوڈو نے بڑی ہی عقیدت سے جواب دیا اور میں خاموش ہوگیا۔

میرے ذہن میں ترلوکا کے بارے میں بے شمار خیالات آرہے تھے۔ اس ہستی کا نام میں طویل
صے سے سن رہا تھا۔ کئی بار میرے ذہن میں اس کا خیال آیا تھا لیکن کوئی خاص بات نہیں سوچی تھی میں
نے بس اسے بھی ان لوگوں کی سنک سمجھا تھا۔

"وہ عظیم ہے اور اس کی تعلیمات۔ واہ۔ جتنا سوچو ڈوبتے جاؤ۔ کبھی اس کے بارے میں جاننے کی
شش کرو۔"

"کروں گا۔" میں نے کہا اور وہ خوش ہوگیا۔

"وعدہ کرتے ہو؟"

"ہاں۔ ضرور۔"

"تب تو کوئی مسئلہ ہی نہ رہا۔ اب میں خود تمہیں ترلوکا کے مہمانوں میں خوش آمدید کہتا ہوں۔ جو
، جو ترلوکا کی تعلیمات سے متاثر ہوتے ہیں، ہمارے مہمان ہوتے ہیں اور ہمارے لیے قابل عزت۔"

میں خاموش ہی رہا۔ ڈوڈو حد سے زیادہ مخلص ہوگیا تھا۔ بہرحال گاڑی وکٹوریہ اسٹیشن پہنچ گئی۔
ں سے دوسری گاڑی کے ذریعے ڈوور پہنچنا تھا جہاں سے پیرس کے لیے اسٹیمر مل سکتا تھا۔

ڈوڈو نے خود ہی ٹکٹ وغیرہ خرید لیے اور پھر ڈوور کے لیے چل پڑے۔ اور بالآخر ایک دیو ہیکل
ر ہمیں لے کر پیرس کی بندرگاہ ڈنکرک کی جانب چل پڑا۔ اس پورے سفر میں رات ہوگئی تھی۔ انگلستان
ساحل پر ڈوور کی مشہور سفید چٹانیں صاف نظر آرہی تھیں۔ چٹانوں کے پہلو میں شہر کا قدیم قلعہ برقی
شنیوں سے منور تھا۔

لندن کی کافی یادیں میرے ساتھ تھیں لیکن یادوں کا کیا، یہ یادیں تو زندگی کے ہر لمحے کے ساتھ چمٹی
تی ہیں۔ گزری ہوئی داستانیں بے معنی ہوتی ہیں۔ بس آنے والا وقت ہی سب کچھ ہے۔

عرشہ سنسان پڑا تھا۔ مسافر رات کی خنکی اور سمندر کی سرد ہواؤں سے بچنے کے لیے اسٹیمر کی نچلی
ں میں پہنچ گئے تھے۔ ڈوڈو بھی کچھ اداس نظر آرہا تھا۔ بہت دیر سے اس نے کوئی گفتگو نہیں کی تھی۔
ہ اس کی جسامت قابل دید تھی۔ بیٹھا ہوا تھا لیکن پہاڑ معلوم ہوتا تھا۔ بہت دیر کے بعد اس نے جماہی لی
ر پھر چونک پڑا۔

"پیکر!" اس نے مجھے آواز دی۔

"ہوں۔"

"ان خنک ہواؤں میں بھی تمہیں نیند آرہی ہے؟"

"نیند۔ نہیں تو۔"
"اونگھ تو رہے ہو۔"
"تو پھر کیا کروں؟ تم بھی باتیں نہیں کر رہے۔"
"یار! میں کچھ سوچ رہا ہوں۔" ڈوڈو نے پر خیال انداز میں کہا۔
"کیا سوچ رہے ہو؟" میں نے پوچھا لیکن ڈوڈو نے اس بات کا کوئی جواب نہیں دیا۔ اور پھ
کر بولا۔
"کچھ پیو گے؟"
"ہاں' اگر کافی مل جائے تو اس وقت عمدہ لگے گی۔" میں نے جلدی سے کہا۔
"اوہ۔" ڈوڈو نے برا سا منہ بنایا۔ "کافی بھی کوئی پینے کی چیز ہے۔ اسٹیمر کی نچلی منزل میں شرا
گی۔ عمدہ شراب اور بہت سستی' ڈیوٹی فری۔ آہ۔ اس وقت سارے لوگ پی رہے ہوں گے۔"
"تم کیوں نہیں پی رہے؟"
"میں..... میں دراصل یہی سوچ رہا تھا۔ میرے اندر ایک خرابی ہے ڈیئر پیکر!" ڈوڈو نے اف
میں کہا۔
"کیا؟" میں نے پوچھا۔
"میں بہک جاتا ہوں۔" وہ شرمندہ سے لہجے میں بولا۔
"پیتے بھی اپنی جسامت کے لحاظ سے ہو؟"
"اوہ نہیں' میرے دوست! یہی تو خرابی ہے۔ چرس کے تیس سگریٹ پلا دو ایک ساتھ۔ کیا
نشہ ہو۔ اتنا کرا دو جتنا دس آدمی مل کر کرتے ہیں۔ لیکن شراب۔ نہ جانے کس کی بددعا ہے تھوڑ
لوں تو بہک جاتا ہوں۔"
"تمہیں تو سنبھالنا بھی مشکل ہوگا؟"
"مشکل ہی نہیں' ناممکن ہوتا ہے۔" ڈوڈو نے کہا۔ "ہاں' اگر تم ایک بات کا وعدہ کرو تو چلو
"جی' فرمائیے۔"
"جب میں چوتھا پیگ لوں تو بوتل اٹھا کر اوپر آ جانا اور مزید چند پیگ پلا کر میرے سر پر
دے مارنا مگر ضرب ایسی ہو کہ میں بے ہوش ہو جاؤں۔" اس نے کہا اور مجھے ہنسی آ گئی۔
"سر پھٹ گیا تو؟" میں نے ہنستے ہوئے کہا۔
"پھٹ جانے دو۔ اس موسم میں شراب نہ پینا بھی تو جرم ہے۔" اس نے بدستور بھرائی ہ
میں کہا اور میں ہنستا رہا۔
نایاب چیز ملی تھی لیکن بہرحال ذہن سے جمود توڑنے کا باعث بنی تھی۔ میں دلچسپی محسوس

چلیں۔" اس نے میرا بازو پکڑ کر اٹھا دیا اور میں اس کے ساتھ نچلی منزل کی طرف جانے والی سیڑھیوں کی
چل پڑا۔
سیڑھیاں اتر کر ہم نیچے پہنچے۔ درحقیقت قہوہ خانے کا ماحول بڑا دھواں دھار تھا۔ انگریز اور فرانسیسی
اور عورتیں قہوہ خانے میں بھرے ہوئے تھے۔ دو کاؤنٹر تھے جن میں سے ایک میں شراب ملتی تھی اور
رے پر اسنیک قسم کی چیزیں۔ لیکن قہوہ خانے کی ہر میز پر شراب نظر آ رہی تھی۔ جن لوگوں کو بیٹھنے کی
نہیں ملی تھی وہ کھڑے ہوئے ہی شغل کر رہے تھے۔ بھانت بھانت کے لوگ تھے۔ ہر شخص اپنے آپ
مگن' ایک دوسرے سے لاپروا' اپنی ذات میں گم تھا۔
ڈوڈو مجھے لیے ہوئے شراب کے کاؤنٹر پر پہنچ گیا۔ پھر اس نے اپنے اور میرے لیے شراب طلب
اس نے پیگ لینے کے بجائے پوری بوتل خرید لی تھی۔ ایک بوتل اپنے لیے اور میری پسند کی میرے
پھر گلاس لیے ہوئے ہم وہاں سے ہٹ گئے۔ بیٹھنے کی کوئی جگہ تو تھی نہیں چنانچہ ایک اسٹینڈ کے
یک کھڑے ہو کر ڈوڈو نے شراب کی بوتل کھولی۔ سروس کرنے والے ویٹر نے برف اور جگ لا کر رکھ دیا
لیکن ڈوڈو نے ان دونوں چیزوں کو ہوا میں ہلایا اور برف کو جگ میں ڈال کر ایک طرف رکھ دیا اور اپنے
س میں شراب انڈیلنے لگا۔ پھر اس نے چونک کر مجھے دیکھا اور کہنے لگا۔
"ورنہ تم مسٹر پیکر! میرا خیال ہے شراب میں کسی قسم کی شمولیت مناسب نہیں ہوتی۔ یہ واحد ہے
سے واحد ہی رہنا چاہیے۔" اس نے کہا لیکن میں نے اس کی بات پر توجہ نہیں دی۔
چنانچہ میں نے اپنے گلاس میں تھوڑی سی شراب ڈالی۔ اور جگ اٹھا کر گلاس میں برف بھر لیا تھا اور
ایک ہی سانس میں آدھا گلاس خالی کر گیا۔
اس جیسی جسامت کے آدمی کے لیے یہ بات بہت زیادہ مشکل نہیں تھی لیکن چونکہ اس نے خود
مجھے اپنی اصلیت بتا دی تھی اس لیے اس کے اس طرح پینے کے انداز سے میں تھوڑا سا پریشان ہو گیا تھا۔
نے اپنے گلاس کی چھوٹی چھوٹی چسکیاں لیں اور ڈوڈو آدھی بوتل خالی کر گیا۔
"ڈوڈو!" میں نے اس کے شانوں پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔ اور وہ میری طرف دیکھنے لگا۔
"یس مسٹر پیکر!" اس نے مودب انداز میں میرے شانوں پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔
"تم' میرا خیال ہے جلد بازی کر رہے ہو۔"
"جلد بازی۔" وہ آہستہ سے بولا اور پھر کچھ سوچنے لگا۔ میں اس کے جواب کا انتظار کرتا رہا لیکن
وہ کسی گہری سوچ میں مستغرق تھا۔ چند ساعت کے بعد اس نے گردن اٹھائی اور بولا۔
"میرا خیال ہے نہیں۔ اور پھر اگر اس کے لیے جلد بازی نہ کی جائے تو یہ اس کی توہین ہے' ناراض
جاتی ہے یہ۔"
"پھر بھی میرا خیال ہے تم اس سے لطف اندوز ہونے کی کوشش کرو' بجائے اس کے کہ اس بے

دردی سے اسے سینے میں اتار رہے ہو۔"

"اچھا۔" ڈوڈو نے ایک گہری سانس لے کر کہا اور پھر دیر تک رکا رہا۔ اس دوران میں
دوسرا گلاس بنا چکا تھا۔

میں اس گلاس کی چسکیاں لیتا رہا اور ڈوڈو ساکت و جامد' ہال پر نگاہیں دوڑاتا رہا۔ میں بھی
ساتھ شامل ہو گیا۔

اکثریت میز اور کرسیوں پر ٹانگیں لٹکائے سونے اور جاگنے کے مراحل میں تھی۔ درواز
ساتھ چند لوگ ٹیک لگائے ہوئے کھڑے تھے۔ سازندوں کا ایک طائفہ ایک جانب اپنے لمبے لمبے
کھڑا تھا۔ نہ جانے یہ لوگ مسافر تھے یا یہیں سے تعلق رکھتے تھے۔ بہرصورت ایک عجیب و غریب
اور اس ماحول میں منشیات کی خوشبو بھی شامل تھی۔

ڈوڈو چندھیائی ہوئی نگاہوں سے ماحول کو دیکھتا رہا اور پھر اس نے چونک کر بوتل کی طرف
شرمندہ نظر آنے لگا۔

"ارے ارے۔ تم..... تم تو یونہی منتظر بیٹھی ہو جان من! میں تو تمہیں بھول ہی گیا تھا۔"
جلدی بوتل اٹھالی۔ اس بار شاید وہ گلاس ہی بھول گیا تھا' پھر اس نے دونوں ہونٹ اس طرح سکوڑ
کسی کو بوسہ دے رہا ہو۔ اس کے بعد وہ آہستہ آہستہ بوتل کو ہونٹوں تک لے گیا اور بڑے پیار سے
منہ سے منہ لگا دیا۔

"ڈوڈو!" میں نے اس کے شانے پر تھپکی دی۔

"ہو ہو۔" وہ بوتل منہ سے لگائے لگائے بولا۔ اور پھر اس کا آخری قطرہ تک چوس گیا۔ "
موجودگی میں کسی دوسرے کی گنجائش نہیں ہوتی سمجھے لیکن...... یہ تو..... ارے یہ تو ختم ہو گئی۔"

"تم نے کیا کہا تھا کہ چار پیگ کے بعد میں تمہیں اوپر لے جاؤں۔"

"کہا ہو گا۔"

"اور تم پوری بوتل خالی کر گئے۔"

"ایک منٹ۔" ڈوڈو نے ہاتھ اٹھایا اور پھر اپنے چمڑے کے کوٹ کے تسمے کھول دیے۔
دیکھ رہے ہو؟" اس نے پیٹ پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا۔ "اس میں ایسی پچاس بوتلیں دفن ہو سکتی ہیں
یقین کرتے ہو یا......."

"نہیں' نہیں۔ تم عملی تجربہ مت کر بیٹھنا۔"

"ارے میں ڈوڈو ہوں۔ جس کا لوہا بڑے بڑوں نے مانا ہے۔ مجھے جاننا چاہتے ہو تو آؤ۔ وہ لڑ
آگے بڑھا۔ چڑھ گئی تھی۔ وہ دیوار سے ٹکے ہوئے سازندوں میں سے ایک کے پاس پہنچا اور بڑے ا
اسے سلام کیا۔ سازندہ چونک کر اسے دیکھنے لگا۔"

"مجھے آپ سے ایک ضروری کام ہے۔" وہ عاجزی سے بولا۔

"فرمائیے۔" سازندہ اسے نیچے سے اوپر تک گھور کر بولا۔

"آپ چاروں ذرا میرے ساتھ آئیں۔" اس نے کہا اور پلٹ پڑا۔ سازندوں نے ایک لمحے کے
لیے سوچا اور پھر وہ چاروں اپنے ساز چھوڑ کر اس کے ساتھ آگے بڑھ آئے۔ ڈوڈو انہیں لیے ہوئے ایک میز
پر پہنچ گیا۔ اس نے ہاتھ سے میز کا سامان سارا نیچے گرا دیا اور میز کے گرد بیٹھے لوگ اچھل کر کھڑے ہو گئے۔

"تشریف رکھیے۔" ڈوڈو نے بڑے خلوص سے میز کی طرف اشارہ کیا۔ اور وہ چاروں ایک دوسرے
کی شکلیں دیکھنے لگے۔ پھر انہوں نے کرسیوں پر بیٹھنے کی کوشش۔ "وہاں نہیں...... آں ہاں۔ یہاں۔"
ڈوڈو نے میز کے اوپر اشارہ کیا اور وہ بیٹھتے بیٹھتے پھر کھڑے ہو گئے۔

"بیٹھو۔" ڈوڈو حلق پھاڑ کر چیخا۔ اور چاروں اچھل کر میز پر چڑھ گئے۔ دوسری میز کے لوگ چونک
کر ادھر دیکھنے لگے تھے لیکن کسی نے اس معاملے میں دخل نہیں دیا۔ "اترنے کی کوشش کی تو ٹانگیں توڑ
دوں گا۔" وہ بولا۔ "اور پھر ادھر ادھر دیکھنے لگا۔" اے اے پیکر! کہاں گئے؟ ادھر آؤ..... ادھر آؤ۔" اس نے
کہا۔ لیکن میں نے موقع کی نزاکت کو سمجھ گیا تھا۔ چنانچہ میں آڑ میں ہو گیا۔ "دیکھو میں کیا ہوں۔ میں.....
میں ڈوڈو ہوں سمجھے۔" وہ بیٹھ گیا اور پھر اس نے میز کے دو پائے پکڑے اور اسے سر سے اونچا اٹھا کر کھڑا
ہو گیا۔ چاروں سازندے میز کے اوپر تھے اور خوف سے چیخنے لگے تھے۔ ڈوڈو انہیں لیے ہوئے چل پڑا۔
جہاں سے وہ گزر رہا تھا لوگ میزوں سے اٹھ کر ادھر ادھر بھاگ رہے تھے اور خاصی ہڑبونگ مچ رہی تھی۔
بے چارے سازندوں کی شامت خواہ مخواہ آگئی تھی۔ وہ بمشکل تمام میز پر جمے ہوئے تھے لیکن ان میں سے
ایک پھسل کر نیچے گر پڑا اور دوسروں نے خود ہی چھلانگیں لگا دیں۔

لیکن ڈوڈو میز اٹھائے اسی انداز میں آگے بڑھتا رہا۔ اس کا رخ شراب کے کاؤنٹر کی طرف تھا۔ میں
وہاں سے کھسک کر ایک طرف بڑھ آیا۔ ہنگامہ ہونے کا خطرہ تھا اس ہاتھی کو کون روکتا۔

ڈوڈو نے بڑے پیار سے میز کاؤنٹر کے سامنے رکھ دی اور منہ پھاڑے کھڑے ہوئے بارمین سے
بولا۔ "ان چاروں کو میری طرف سے پلاؤ۔ چلو۔ ہاں تم کیا پیو گے دوستو!" اس نے میز کی طرف دیکھا اور پھر
آنکھیں پھاڑنے لگا۔

"ارے کہاں گئے تم لوگ؟" اس نے میز کی سطح پر ہاتھ پھیر کر دیکھا اور پھر میز کے نیچے جھک کر
دیکھنے لگا۔ "ارے کہاں گئے یہ سب کے سب' غا...... آ...... ئب.... ہو گئے۔ سا..... سب کے سب۔" وہ
مغموم لہجے میں بولا۔

"رہنے دو' بے چارے نہ جانے کہاں گئے..... ارے پیکر! تم کہاں گئے۔ پیکر! پیکر! پیکر!....." وہ
مست ہاتھی کی طرح جھومتا ہوا دروازے کے نزدیک پہنچا اور وہیں ڈھیر ہو گیا۔"

لوگ اب دیواروں سے لگے ہوئے کھڑے تھے۔ کوئی ایسا نہیں تھا جو سنبھالنے کی جرأت کرتا۔

لڑکیاں اور مرد سبھی سہمے ہوئے تھے۔ ڈوڈو نے اٹھنے کی کوشش کی اور دوبارہ زمین بوس ہو گیا۔

"پیکر!" ڈوڈو نے اٹھنے کی کوشش کی اور پھر مست ہاتھی کی طرح جھومتا ہوا اٹھ گیا۔ وہ جھومتا ہوا آگے بڑھا اور زینوں پر چڑھنے لگا۔ میں نے ایک گہری سانس لی۔

سارے قہوہ خانے میں ہنگامہ ہو رہا تھا۔ وہ لوگ جو نشے میں تھے ان کا نشہ بھی اتر گیا تھا۔ ڈوڈو نے جو توڑ پھوڑ مچائی تھی اس کی وجہ سے لوگ خاصے پریشان ہو گئے تھے لیکن لطف کی بات یہ تھی کہ کسی نے نہ احتجاج کیا اور نہ اظہار ناراضگی وہ سب ڈوڈو کے اوپر چلے جانے کے بعد پھر اپنی جگہوں پر بیٹھ گئے تھے۔ ان کے لیے یہ تعجب خیز بات نہ تھی۔ شراب پی کر کوئی بھی سانڈ اس قسم کی حرکتیں کر سکتا تھا۔

لیکن میں ڈوڈو کے لیے تھوڑا سا فکر مند ہو گیا۔ نہ جانے وہ اوپر جا کر کیا غل غپاڑہ مچاتا اور پھر میں نے اسی کی ترکیب پر عمل کرنے کے بارے میں سوچ لیا۔ یعنی اس کے سر پر کوئی ایسی چوٹ مار دی جائے جس سے یہ بے ہوش ہو جائے۔ میں آہستہ آہستہ سیڑھیوں کی جانب بڑھ گیا۔ لوگ اب بھی ڈوڈو کے بارے میں چہ میگوئیاں کر رہے تھے۔ جب میں اوپر پہنچا تو میں نے دیکھا ڈوڈو لڑکھڑاتا ہوا ایک جانب بڑھ رہا تھا۔ تھوڑے فاصلے پر مجھے ایک لکڑی کا ہتھوڑا نظر آیا جو جہاز کے لنگر کے نزدیک پڑا ہوا تھا۔ میں نے ہتھوڑا دونوں ہاتھوں میں اٹھا لیا۔ ہتھوڑا خاصا وزنی تھا۔ تب میں آہستہ سے ڈوڈو کے پیچھے چل پڑا۔

ڈوڈو جھوم رہا تھا۔ میں نے پیچھے سے ہتھوڑا اس کی گردن پر رسید کر دیا۔ ڈوڈو کھڑا ہو گیا۔ پھر وہ میری جانب پلٹا اور آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر میری جانب دیکھنے لگا۔ پھر اس کے بعد فرش پر اوندھا لیٹ کر گہرے گہرے سانس لینے لگا۔ میری ترکیب کارگر ثابت ہوئی تھی۔ ویسے اس بگڑے ہوئے سانڈ کی اس حرکت پر مجھے حیرت بھی تھی اور ہنسی بھی آ رہی تھی۔ بلاشبہ اس نے سچ کہا تھا۔ شراب کی ایک بوتل اس جیسے آدمی کے لیے کوئی حیثیت نہیں رکھتی تھی لیکن وہ اسے پینے کے بعد اتنا آؤٹ ہو گیا تھا کہ سب کچھ بھول گیا تھا۔ میں اس کے نزدیک بیٹھ گیا۔ خنک ہوائیں اب بھی چل رہی تھیں اور اسٹیمر ڈنکرک کی بندرگاہ کی جانب رواں دواں تھا۔ مجھے بھی اس کم بخت کی وجہ سے سردی کھانا پڑ رہی تھی۔ ورنہ قہوہ خانے میں شراب کی بجائے گرم گرم کافی مزہ دے جاتی۔ گو میں نے شراب کے چند پیگ لیے تھے۔ اور باقی بوتل یونہی چھوڑ آیا تھا لیکن شراب نے کوئی خاص لطف نہیں دیا تھا سوائے اسکے کہ کان کی لوئیں گرم ہو گئی تھیں۔

رود بار انگلستان کی موجیں اسٹیمر سے ٹکراتیں اور ٹھنڈے پانی کی پھواریں بلند ہو جاتیں۔ کسی اور موسم میں یہ پھواریں بڑی دلکش لگتیں لیکن اس وقت بھلی نہیں معلوم ہو رہی تھیں۔ کمبخت ڈوڈو دنیا مافیہا سے بے خبر اوندھا پڑا ہوا تھا اور اب اس کے حلق سے خراٹے بھی بلند ہونے لگے تھے۔

رود بارِ انگلستان کا سفر آہستہ آہستہ طے ہو رہا تھا۔ اسٹیمر کی رفتار بھی سست تھی اور پھر بقیہ رات میں نے کسی ایسی بیوی کی مانند ڈوڈو کے نزدیک بیٹھ کر گزار دی جو اپنے شوہر کی لاش لے کر سفر کر رہی ہو۔

صبح کاذب کے آثار کے ساتھ ہی ڈنکرک کا شہر دکھائی دینے لگا تھا۔ اکثر مسافر قہوہ خانے سے نکل

اوپر عرشے پر آ چکے تھے اور پھر بندرگاہ میں داخلے کا بھونپو زور زور سے بجنے لگا۔

اس بھونپو کی آواز سے ہی ڈوڈو بھی جاگا تھا۔ اس نے کروٹ بدلی اور چت ہو گیا۔ اب اس کی آنکھیں کھلی ہوئی تھیں اور وہ آسمان کی جانب دیکھ رہا تھا۔ پھر پانی کی ایک تیز لہر نے زور سے پھوار اڑائی اور ڈوڈو بھیگ گیا لیکن اس کے ساتھ ہی وہ تڑک کر اٹھ بیٹھا تھا اور پھر وہ چاروں طرف آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھنے لگا۔ اور آخر میں اس کی نگاہ مجھ پر آ ٹکی۔

"آہ۔ پیکر میرے دوست!" اس نے منہ چلاتے ہوئے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔

"تمہارا نشہ اتر گیا' یا اب بھی نشے میں ہو؟" میں نے اسے مشکوک نگاہوں سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔ اور وہ بڑے پر خلوص انداز میں مسکرانے لگا۔

"سر کی تکلیف بتاتی ہے کہ تم نے ہدایت پر عمل کیا ہے۔" وہ اپنے سر کی پشت پر ہاتھ پھیرتا ہوا بولا۔ "لیکن میرا علاج اس کے سوا کچھ نہیں ہے۔ دس بوتلیں پینے کے بعد بھی اگر چند گھنٹے سونے کو مل جائیں تو پھر نشے کا شائبہ بھی نہیں رہتا۔ غالباً" ہم ڈنکرک میں داخل ہو چکے ہیں۔؟"

"ہاں۔" میں نے بھاری لہجے میں جواب دیا۔

لیکن اس نے میرے لہجے پر توجہ نہیں دی اور اٹھ کھڑا ہوا اسٹیمر بندگاہ میں لنگر انداز ہو گیا تھا اور مسافروں میں ہلچل پیدا ہو گئی۔ پھر لوگ نیچے اترنے لگے۔ ڈوڈو اب پوری طرح فارم میں تھا۔ ہم لوگ بھی نیچے اتر آئے اور کسٹم ہاؤس کی طرف چل پڑے۔

"ٹرین میں سوار ہونے سے قبل میں ناشتہ کروں گا۔ جب جیب میں پیسے ہوں تو آدمی بھوکا کیوں مرے۔ آؤ۔" اس نے کہا اور ہم ایک چھوٹے سے ہوٹل کی جانب بڑھ گئے۔

ناشتے سے فارغ ہو کر ٹرین میں آ بیٹھے۔ ڈوڈو پر اب قنوطیت سی طاری ہو گئی تھی۔ عجیب و غریب کردار کا انسان تھا۔ کبھی کچھ 'کبھی کچھ بہرحال مجموعی حیثیت سے برا نہیں تھا۔

پیرس کی آب و ہوا مجھ پر اثر انداز ہو رہی تھی۔ ٹرین نے ڈنکرک کی بندرگاہ چھوڑ دی اور پیرس کے نواح میں دوڑنے لگی۔ میں اب ترلوکا کے بارے میں سوچ رہا تھا۔ شاید میری زندگی میں کسی نئے پہلو کا آغاز ہونے والا تھا۔

اور ایک نئے ہنگامی دور کا آغاز

ڈوڈو ـــــــ جینگو ـــــــ اور

ـــــــ ترلوکا ـــــــ

☆ ☆ ☆

بالآخر ٹرین سینٹ لالہ زار کے اسٹیشن پر جا کھڑی ہوئی۔ بہت ہی خوبصورت اسٹیشن تھا۔ ڈوڈو اپنا مختصر سامان اٹھا کر ٹرین سے نیچے پلیٹ فارم پر اتر آیا اور مسکرا کر مجھے اپنے ساتھ آنے کا اشارہ کیا اور میں اس

کے پیچھے پیچھے چل پڑا۔

پلیٹ فارم سے باہر نکل کر ڈوڈو نے میرا شانہ پکڑ لیا اور ایک ٹیکسی کو اشارہ کیا۔ لمبی سی کار ہمارے نزدیک آ کر رک گئی اور ڈرائیور نیچے اتر آیا اور اس نے عقبی دروازہ کھول دیا۔

ڈوڈو نے اپنا مختصر سامان کار میں پھینکا اور اندر بیٹھ گیا۔ میں بھی اس کے نزدیک ہی بیٹھ گیا تھا۔

"کہاں چلوں موسیو؟" ٹیکسی ڈرائیور نے فرنچ میں پوچھا۔

"بوئے ڈی بولون" ڈوڈو بھاری لہجے میں بولا اور ٹیکسی ڈرائیور نے گردن جھکا کر ٹیکسی آگے بڑھا دی۔

میں اس علاقے کے بارے میں کچھ نہیں جانتا تھا۔ لیکن میں نے دیکھا کہ سڑک کے ساتھ ساتھ دریائے سین بہہ رہا تھا...... بوئے ڈی بولون پہنچ کر میں دنگ رہ گیا۔

"میرے خیال میں یہ علاقہ پیرس کے خوبصورت ترین علاقوں میں شمار ہوتا ہے" میں نے ڈوڈو کی جانب دیکھ کر اس سے سوال کیا۔

"یس پکیر! بوئے ڈی بولون کا شمار پیرس کے خوبصورت علاقوں میں ہوتا ہے اور میرا خیال ہے دریائے سین نے اس کی خوبصورتی کو مزید بڑھا دیا ہے" ڈوڈو نے جواب دیا اور میں...... بوئے ڈی بولون کے اطراف کا جائزہ لینے لگا۔

پیرس کی یہ نواحی بستی دریائے سین کے خاموش پانی کے ساتھ میلوں دور تک چلی گئی تھی۔ یہ دریا کے کنارے چھوٹے چھوٹے رہائشی مکان نظر آ رہے تھے جو انتہائی پرسکون اور حسین سبزہ زاروں میں گھرے ہوئے تھے۔ چند جگہوں پر خوش نظر باغیچوں کے مقابل، پانی میں ہاؤس بوٹ تیر رہے تھے۔ مکانوں اور ہاؤس بوٹوں کا سلسلہ ختم ہوا تو دریا کے کنارے ایک وسیع و سرسبز سیرگاہ دکھائی دی۔

یہ منظر نہایت خوبصورت تھا۔ شاہ بلوط اور بید کے درختوں کی چھاؤں میں چند بوڑھے مچھلی کے شکار میں مصروف تھے۔

سیرگاہ ختم ہونے کے بعد انہی درختوں کے عقب میں ایک خوبصورت عمارت نظر آئی جو دوسری عمارتوں سے الگ تھلگ تھی۔ ٹیکسی اس عمارت کے قریب پہنچ کر رک گئی۔

ڈوڈو نے نیچے اتر کر ٹیکسی ڈرائیور کو ادائیگی کی اور میرے شانے پر ہاتھ رکھ کر آگے بڑھنے لگا۔ سرخ بجری کی روش سے گزر کر ہم عمارت کے پھاٹک پر پہنچ گئے۔

وہ تمام علاقہ ہمارے دائیں ہاتھ پر تھا۔ بائیں بازو پر پیرس کے متمول لوگوں کے سفید براق مکانوں کی قطاریں تھیں جو فرانسیسی طرز تعمیر کا خوبصورت نمونہ تھیں۔ میں نے بوئے ڈی بولون کا گہری نگاہ سے جائزہ لیا اور ڈوڈو کے ساتھ اس دلکش عمارت کے اندر داخل ہو گیا۔

اندر داخل ہونے کے بعد ہم عمارت کے بائیں سمت بنے ہوئے اس لمبے ہال کی جانب چل:

میں چھوٹی چھوٹی کھڑکیاں نظر آ رہی تھیں۔ ان کھڑکیوں کے آگے بارش سے بچاؤ کے لیے ہلکے ہلکے نظر آ رہے تھے۔ طرز تعمیر خالص فرانسیسی تھا۔ لیکن انداز کچھ ایسا تھا جیسے فوجی بیرکوں کا ہوتا ہے۔ ڈوڈو مجھے لے کر انہی بیرکوں کی طرف چل پڑا۔ کھڑکیوں کے ساتھ چھوٹے چھوٹے دروازے بھی ڈوڈو ایک دروازے کے سامنے پہنچا اور اس کا تالا کھولنے لگا اور پھر ہم اندر داخل ہو گئے۔

نفیس فرنیچر سے آراستہ خاصا وسیع کمرہ تھا جس میں باتھ روم اور کچن بھی شامل تھا۔ باہر سے دیکھنے سوس ہوتا تھا کہ عمارت اندر سے اتنی کشادہ نہیں ہو گی لیکن کمرے وسیع تھے اور اس میں ایک ہی بستر

"یہ اپنی عیش گاہ ہے" ڈوڈو نے مسکراتے ہوئے مجھے بتایا۔

"تم یہاں رہتے ہو ڈوڈو؟" میں نے سوال کیا۔

"ہاں۔ میرا خیال ہے تمہیں یہ علاقہ کافی پسند آئے گا" ڈوڈو نے کہا۔

"اس میں کوئی شک نہیں ہے ڈوڈو۔ پسند آئے گا نہیں بلکہ پسند آ چکا ہے" میں نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

"تم جانتے ہو پکیر، یہ عمارت کتنے دن میں تعمیر ہوئی تھی؟" ڈوڈو نے پوچھا۔

"نہیں" میں نے جواب دیا۔

"صرف چالیس دن میں۔ تقریباً دو ہزار مزدوروں نے جدید ترین مشینوں کے ذریعے یہ عمارت کی تھی کیونکہ اس کی فوری تیاری کا آرڈر جینگو نے دیا تھا"۔

"لیکن اسے اس کی ضرورت کیوں پیش آئی؟"

"جینگو کچھ عرصے تک یہاں قیام کرنا چاہتا تھا" ڈوڈو نے جواب دیا۔

"گویا وہ جس ملک میں یا جس شہر میں قیام کرتا ہے وہاں اپنی ذاتی عمارت تیار کرا لیتا ہے؟"

"ہاں۔ یہ اس کا اصول ہے اور وہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ انہی جگہوں پر رہتا ہے جو اس کی ملکیت ہو"۔

"اور وہ ترلوکا کا پیرو ہے؟"

"ہاں۔ زبردست"۔

"لیکن ڈوڈو، تمہارا یہی ازم تو ان سارے لوازمات کی نفی کرتا ہے۔ تم لوگوں کا نظریہ تو یہ ہے کہ فلک کی چھت اور زمین کا بستر موجود ہو تو ہر جگہ عیش گاہ ہوتی ہے"۔

"بالکل ٹھیک، لیکن انسانی قدروں میں جو چیزیں افادیت رکھتی ہیں، اگر انہیں اپنا لیا جائے تو اس میں کوئی برائی تو نہیں ہے۔ ہمیں معاشرے کے ان افکار کو ذہن میں رکھنا ہوتا ہے جو ہمارے مسلک پر اثر انداز ہوں۔ لیکن اس کے علاوہ جینگو کے ساتھ اس کے اپنے جتنے ساتھی ہیں، جینگو چاہتا ہے کہ وہ عام لوگوں

میں اس انداز میں شامل نہ ہوں کہ کسی کی کوئی بات ان کو متاثر نہ کر سکے۔ وہ اپنے گروہ کو منفرد
ہے۔ شام کو وہ تمام ساتھیوں کو اپنے گرد چاہتا ہے اور اپنے طور پر ان کا امتحان بھی لیتا رہتا ہے کہ ان
کوئی بدکنے والوں میں سے تو نہیں ہے"۔

"گویا جینگو تم لوگوں کی پوری پوری نگہداشت کرتا ہے"۔

"ہاں"۔

"اس کی کوئی خاص وجہ؟"

"سوائے اس کے کچھ نہیں کہ ہم ترلوکا کے خادم ہیں اور جینگو کی ذمہ داری ہے کہ وہ
طور بھٹکنے نہ دے۔ ایک طرح سے وہ ترلوکا کی تبلیغی مہم پر نکلا ہے۔ اور اس تبلیغ کے لیئے جو آدمی
ساتھ ہیں' ان کی ذہنی بقا بہت ضروری ہے"۔

"لیکن ڈوڈو' تم تو اس سے کافی دور تھے؟" میں نے اس سے سوال کیا۔

"بیٹھو" ڈوڈو نے مسکراتے ہوئے ایک صوفے کی جانب اشارہ کیا اور میں پاؤں پھیلا کر صو
بیٹھ گیا۔

"دراصل ان لوگوں پر جو اپنے عقائد میں پختہ ہو جاتے ہیں اور جنہیں ترلوکا کی طرف سے
بخش قرار دے دیا جاتا ہے' کوئی پابندی نہیں ہوتی۔ کیونکہ ان کا کام ترلوکا کے مشن کو آگے بڑھانا ہوتا
ان پر اعتبار کیا جاتا ہے اور اس اعتبار کے بعد ہی انہیں اتنی آزادی ملتی ہے کہ وہ عوام میں گھل مل جائ
انہیں اپنا ہمنوا بنائیں"۔

"خوب۔ گویا ترلوکا اپنے اس مشن کو ساری دنیا میں پھیلانا چاہتا ہے؟"

"ہاں۔ اس کا یہی خیال ہے اور وہ پرامید ہے کہ ایک دن دنیا تہذیب کے جھوٹے بندھنوں
نکل آئے گی۔ اس مشن میں ترلوکا اور اس کے ساتھی جس حد تک کامیاب ہوئے ہیں اس کا اندازہ تم
ہر ملک میں کر سکتے ہو سوائے ان چند ممالک کے جو ان چیزوں سے متاثر نہیں ہوتے"۔

"ان چند ممالک میں کون کون سے ممالک شامل ہیں؟"...... میں نے دلچسپی سے پوچھا۔

"اسلامی ممالک" ڈوڈو نے نفرت بھرے انداز میں کہا جیسے وہ ان ممالک سے بے حد بددل ہو
لیکن نہ جانے کیوں مجھے ڈوڈو کا یہ نفرت بھرا انداز اچھا نہیں لگا۔ اس کی بات نے میرے
خاص اثر کیا۔ میرے رونگٹے کھڑے ہو گئے تھے مگر ڈوڈو نہیں جانتا تھا کہ میں بھی مسلمان ہوں۔ تاہم
کسی سے خوفزدہ تھا اور اگر ترلوکا کو اپنے مشن میں کہیں ناکامی ہوئی تھی تو یہ بڑے فخر کی بات تھی کہ وہ
ہم مذہب لوگ تھے۔ خوف کے ساتھ ساتھ ایک عجیب سا سرور میرے دل و ذہن پر طاری تھا۔ حالا
جیسے انسان کے لیے مذہب اب کوئی حیثیت نہیں رکھتا تھا۔ میرا نام تو نواز اصغر ضرور تھا لیکن میں مذہ
بہت دور تھا۔ مذہبی افکار و افعال مجھ سے دور جا چکے تھے اور بظاہر تو اب میں کسی مذہب میں شامل ہی

لیکن نجانے کیوں ذہن و دل پر ایک وجد طاری ہو گیا تھا۔
دیر تک میں ڈوڈو سے کوئی بات نہ کر سکا۔ ڈوڈو نے اس دوران چند باتیں کیں لیکن اس کی کوئی
بات بھی میری سمجھ میں نہ آئی۔ میرے کانوں میں ایک عجیب سی آواز گونج رہی تھی۔ ذہن کچھ کہہ رہا تھا
لیکن اس کے الفاظ میری سمجھ میں نہیں آ رہے تھے۔ نہ جانے کیوں؟ نہ جانے کیوں؟

"شاید تم تھکن محسوس کر رہے ہو پیکر" ڈوڈو نے کہا۔ "جاؤ باتھ روم میں جاؤ اور نہا دھو کر آرام
کرو۔ میں تو ابھی تھوڑی دیر تک مصروف رہوں گا۔ ویسے تم یہاں ایک پرسکون زندگی گزار سکتے ہو۔ کسی
قسم کا تردد ذہن میں لانے کی ضرورت نہیں"۔

"تمہارا شکریہ ڈوڈو" میں نے تھکے ہوئے لہجے میں کہا اور اپنی جگہ سے اٹھ گیا۔

جب میں باتھ روم سے نکلا تو ڈوڈو اپنی جگہ پر موجود نہیں تھا۔ اس نے کہا تھا کہ اسے کچھ کام ہے۔
ویسے اس وقت مجھے اس کی ضرورت بھی نہیں تھی۔ میں ایک آرام دہ مسہری پر جا کر لیٹ گیا۔ ابھی لیٹے
ہوئے چند لمحے بھی نہ گزرے تھے کہ گردن سے لے کر ٹخنوں تک سفید اور سادہ لباس میں ملبوس ایک لڑکی
ہاتھوں میں ٹرے اٹھائے ہوئے اندر داخل ہوئی۔ اس کے خوبصورت سنہرے بال نیچے تک پھیلے ہوئے تھے۔

اندر آ کر وہ احتراماً" جھکی۔

"آپ کا نام مسٹر پیکر ہے نا؟"

"ہاں" میں اٹھ کر بیٹھ گیا۔

"کافی لائی ہوں۔ اگر سونا چاہتے ہیں تو آپ کی مرضی' ورنہ کافی پینے کو دل چاہے تو بنا کر پیش کر
دوں"

"شکریہ' پلا دو" میں نے کہا اور وہ مسکرائے بغیر ایک طرف بڑھ گئی۔ اس نے کافی کی ٹرے ایک میز
پر رکھی اور ایک سادہ سے پیالے میں کافی بنانے لگی۔ پھر اس نے کافی کا پیالہ ایک جانب رکھ دیا۔ میں اس
دوران...... لڑکی کا بغور جائزہ لیتا رہا۔

اس کے انداز میں کوئی اتراہٹ یا کوئی احساس نہیں تھا جس سے ظاہر ہوتا تھا کہ وہ مجھ سے متاثر
ہے۔ یا یہ سوچ رہی ہے کہ کوئی اجنبی اس کمرے میں موجود ہے۔ جب اس نے کافی کا پیالہ لا کر میرے
سامنے رکھا تو اس کا چہرہ سپاٹ تھا۔

"معاف کیجئے مس" میں نے اسے مخاطب کیا اور وہ سوالیہ انداز میں مجھے دیکھنے لگی۔

"آپ بھی یہیں رہتی ہیں؟"

"ہاں" اس کی سپاٹ آواز ابھری۔

"ترلوکا کے خادموں میں سے ہیں؟"

"ہاں"۔

"کیا نام ہے آپ کا؟"
"نین" اس نے جواب دیا۔
"آپ کے بولنے کا انداز مشینی ہے" میں نے قدرے بے تکلفی اختیار کی۔
"اوہ" نہیں جناب مجھے افسوس ہے کہ آپ کو یہ احساس ہوا۔ میں آپ کا احترام کرتی ہوں"۔
"وہ کیوں؟"
"اس لیے کہ آپ مسٹر جینگو کے مہمان ہیں" اس مرتبہ اس کی آواز میں تھوڑی سی تبدیلی تھی۔
"آپ مسٹر جینگو کا بہت احترام کرتی ہیں؟"
"میں ان کی ایک ادنیٰ خادمہ ہوں"
"صرف خادمہ یا ان کی مرید بھی؟"
"یہاں کوئی ایسا شخص نہیں رہتا جو مسٹر جینگو کا مرید نہ ہو یا کم از کم ان کے خیالات سے متفق نہ ہو"۔
"لیکن میں تو ذرا مختلف ہوں" میں نے کہا اور وہ نگاہیں اٹھا کر مجھے دیکھنے لگی۔
"میں سمجھی نہیں جناب؟"
"مقصد یہ کہ میری تو ابھی مسٹر جینگو سے ملاقات بھی نہیں ہوئی"
"ایسے لوگوں کا ایک مخصوص شعبہ ہے"۔
"کیا مطلب؟" اب چونکنے کی باری میری تھی"۔
"جی ہاں۔ آپ یہاں تنہا نہیں آسکتے تھے۔ یقیناً" آپ کو ہمارا کوئی نمائندہ لے کر آیا ہوگا۔ اور اگر ہمارا نمائندہ آپ کو یا کسی بھی ایسے شخص کو جو یہاں کے ماحول سے اجنبی ہو لے کر آتا ہے تو اس کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ آپ یا وہ شخص جو یہاں تک پہنچا ہے' اپنے اندر مسٹر جینگو سے متاثر ہونے کی صلاحیت رکھتا ہے اور ہمارے عقائد پر چل سکتا ہے"۔
"ہوں اور تم ان تمام لوگوں کا احترام کرتی ہو' جو تمہارے مسلک سے متفق ہوں"۔
"بے شک' اپنے مسلک سے کسے محبت نہیں ہوتی۔ میں بھی اپنے عقائد اور اپنے مسلک کی پجارن ہوں۔ مسٹر جینگو کی ایک ادنیٰ کنیز۔ جو شخص ہمارے مسلک میں شامل ہونے والا ہو وہ بھی ہمارے لیے قابل احترام ہے"۔
بڑا ہی شائستہ انداز تھا اس کا۔ اور لہجے میں نرمی اور مٹھاس تھی۔ میں نے اس کے بولنے کے انداز کو پسند کیا اور اس سے کہا:
"مس نین' اگر آپ پسند کریں تو براہ مہربانی تھوڑی دیر کے لیے تشریف رکھیں"۔
"کوئی حرج نہیں ہے جناب' ویسے آپ مسٹر ڈوڈو کے مہمان ہیں شاید؟" اس نے سوال کیا۔

"ہاں وہی مجھے یہاں تک لائے ہیں"۔
"ٹھیک ہے مسٹر ڈوڈو غالباً" باس کو کوئی رپورٹ دینے گئے ہوں گے جب تک وہ تشریف نہیں تے' میں آپ کی خدمت کے لیے حاضر ہوں"۔
"شکریہ۔ تو پھر بیٹھ جائیے۔ میں مسٹر جینگو اور عظیم ترلوکا کے بارے میں کچھ معلومات حاصل کرنا ہتا ہوں"۔
"ضرور ضرور۔ ہمارے لیے یہ پسندیدہ ترین موضوع ہوتا ہے" نین نے مسکراتے ہوئے جواب ا۔
"آپ ترلوکا کے خاص منتظمین میں شامل ہیں۔ میرا مطلب ہے کہ کیا آپ اس کی تعلیمات ے مکمل طور پر متفق ہیں؟"
"جی ہاں۔ مکمل طور پر متفق ہوں"۔
"آپ کے عقائد اور آپ کا مسلک کیا ہے؟"
"دیکھئے جناب میں مقرر نہیں ہوں جو اپنے عقائد اور مسلک بہتر انداز میں پیش کرسکوں...... میں ت زیادہ تفصیل میں تو نہیں جاسکتی۔ البتہ چند بنیادی باتوں سے آپ کو ضرور آگاہ کردوں گی" نین نے کہا ور ایک گہری سانس لی۔
"جی ہاں ضرور۔ میں بھی ترلوکا کے متعلق بنیادی باتیں ہی جاننا چاہتا ہوں" میں نے کہا اور وہ شروع وگئی۔
"مذہب' تہذیب' تمدن' اخلاقیات' معاشرتی بوجھ اور اقتصادی مسائل۔ یہ سب انسانیت کے شمنوں نے انسانوں کے لیے ایک بوجھ بنا کر نازل کیے ہیں۔ کمزور انسان اس وزنی بوجھ کو اٹھانے کے قابل ہیں ہیں۔ بس ترلوکا کا یہی کہنا ہے کہ تہذیب و تمدن اور اخلاقیات کے تمام پھندوں کو یکسر کاٹ دیا جائے۔ ہر نسان اپنے طور پر زندہ رہے اور اپنے ان سانسوں کو پورا کرے جو اسے زبردستی دیئے گئے ہیں" نین نے کہا ور میں خاموشی سے اس کی صورت دیکھتا رہا۔ جس پر فخر و انبساط کی لہریں پھیلی ہوئی تھیں۔
پہلے بھی میں کئی بار ان لوگوں کے عقائد سن چکا تھا۔ ترلوکا کے بے شمار مریدین میرے سامنے آئے تھے میں ان کے عقائد سے ناواقف نہیں تھا لیکن میرا ذہن انہیں قبول نہیں کرتا تھا۔ وجہ یہ تھی کہ میرے ں بھی کچھ دلائل تھے مگر میں نے بہتر یہی سمجھا کہ وہ دلائل اس لڑکی کو نہ بتائے جائیں جو کسی اور کی زبان ں بول رہی ہے اور خود اپنے طور پر محض بنیادی باتوں ہی کو سمجھ سکتی ہے۔ میں پر خیال انداز میں گردن ہلاتا ہا اور لڑکی پر اشتیاق نگاہوں سے مجھے دیکھتی رہی۔
"آپ کا کیا خیال ہے؟" چند ساعت کے بعد اس نے مجھ سے پوچھا۔
"میں نہیں سمجھا' نین"

"کیا میری یہ مختصر سی گفتگو جس میں کوئی ادبیت' کوئی علمیت نہیں ہے اور جس میں کوئی ایک... نہیں ہے جو دوسروں کو متاثر کر سکے' کسی طور آپ کے ذہن تک پہنچتی ہے؟"

"ہاں کیوں نہیں۔ عقائد کی ایک زبان ہوتی ہے۔ ہر مسلک کسی دوسرے مسلک سے جدا حیثیت رکھتا ہے۔ تم نے عقائد کی زبان میں مجھ سے بات کی ہے۔ میرے پاس بھی کچھ سوالات ہیں لیکن خیال ہے تم اپنے عقائد کو ذہن میں رکھ کر میرے سوالات کا جواب دینے سے پہلو تہی کرو گی۔ اس لیے میں اپنے طور پر مطمئن ہونا چاہتا ہوں اس کے بعد میں اس سلسلے میں بہتر طور سے سوچ سکوں گا۔"

"یقیناً' یقیناً" ترلوکا ہی کی ہدایت پر جینگو اس مہم پر نکلے ہیں۔ اور آپ بھی مسٹر جینگو سے مل کر خوش ہوں گے۔ اگر وہ آپ کو مطمئن کر سکے تو ٹھیک ہے اور اگر آپ کو وہ مطمئن نہ کر پائے تو آپ کو اس وقت بھی اس بات کی کھلی آزادی ہوگی کہ آپ جو عقائد چاہیں اختیار کریں۔ صرف اتنا ضرور ہوگا کہ اس کے بعد آپ ہمارے مہمان نہیں رہیں گے" اس نے کہا اور میں نے گردن ہلادی۔

صورت حال خاصی حد تک میری سمجھ میں آچکی تھی۔ خوشی اس بات کی تھی کہ ایک دلچسپ مشغلہ میرے ہاتھ میں آگیا تھا۔

تھوڑی دیر تک خاموشی رہی۔ پھر نین نے مجھ سے اجازت مانگی۔

"آپ حکم دیں تو تھوڑی دیر کے بعد پھر آجاؤں۔ لیکن اگر اس دوران مسٹر ڈوڈو آگئے تو مجھ پر حکم اور وعدے کا ایفا ضروری نہیں ہوگا۔"

نین کے جانے کے بعد میں نے اس کی باتوں پر غور کیا۔ کوئی نئی بات میرے علم میں نہیں آئی ساری باتیں میں پہلے بھی سن چکا تھا اور نہ پہلے سے متفق تھا اور نہ اب۔

لیکن اس وقت جب میں اپنے سارے مشاغل ترک کر چکا تھا اور اپنا سارا کاروبار اور اپنی ... چھوڑ آیا تھا تو زندہ رہنے کے لیے کوئی نہ کوئی مشغلہ تو درکار تھا۔ جو کچھ ڈوڈو نے کہا یا جو کچھ نین نے کہا اسے سوچ کر یہ بات میرے ذہن میں ابھرنے لگی کہ میں ترلوکا کے عقائد کے بارے میں اور چھان بین کروں اور دیکھوں کہ ترلوکا نے اپنے عقائد کی تعلیمات کا جو جال پھیلایا ہے' اس کے پیچھے کون سا جذبہ کارفرما ہے اور وہ کیا چاہتا ہے۔

بڑا مشکل محسوس ہوتا تھا جبکہ مذہبی طور پر میں اس بات کا قائل تھا کہ مذہبی تعلیم دینے والا آخری انسان آچکا ہے اور اس کے بعد کوئی دوسرا شخص اس سے بہتر تعلیم لے کر اس دنیا میں کبھی نہ آئے گا۔ میں مذہبی معاملات سے بہت دور' ایک پست اور ادنیٰ انسان تھا لیکن میرے عقیدے میں کبھی کوئی کمی نہیں آئی تھی۔ اور نہ آنے کا امکان تھا۔

تو پھر کیوں نہ اس ترلوکا ہی کو دیکھ لیا جائے کہ کتنے پانی میں ہے اور کیا کچھ رکھتا ہے اپنے پاس" دیر تک میں اس سلسلے میں سوچتا رہا۔ ڈوڈو کے وہ الفاظ مجھے جب بھی یاد آتے میری روح پر

سرور سا طاری ہو جاتا۔

میرا مذہب کتنا پختہ' کتنا سچا تھا کہ بہکانے والے جو پوری دنیا کو اپنے جال میں پھانستے پھر رہے تھے' یہاں سے ناکام لوٹے تھے بلکہ یہ کہا جائے کہ وہاں تک پہنچ ہی نہ سکے تھے تو غلط نہیں ہوگا اور یہ کتنا دلکش اور جانفزا تصور تھا۔

پھر نین تو واپس نہ آئی' البتہ ہونٹوں پر مسکراہٹ سجائے دیو ہیکل ڈوڈو میرے سامنے آکھڑا ہوا"۔

"میرے عزیز دوست پیکرا میری غیر موجودگی میں تمہیں کوئی تکلیف تو نہیں ہوئی۔ مجھے احساس ہے کہ اس دوران تم خوش و خرم نہ رہ سکے ہو گے۔ تنہائی زیادہ اچھی نہیں ہوتی۔ لیکن اس دوران تمہیں سوچنے سمجھنے کا موقع ضرور ملا ہوگا۔ رہی میری غیر موجودگی کی بات تو میں بے مقصد نہیں گیا تھا۔ مجھے اپنی آمد کی رپورٹ دینی تھی اور تمہارا رجسٹریشن بھی کرانا تھا"۔

"کیسا رجسٹریشن؟" میں نے حیرت سے پوچھا۔

"ہم نے تمہیں اپنے مخصوص مہمانوں میں شامل کر لیا ہے اور تمہاری خدمت کی تمام تر ذمہ داریاں مسٹر جینگو پر آپڑی ہیں"۔

"تم نے تو کہا تھا کہ...... جینگو اسی عمارت میں رہتا ہے؟" میں نے سوال کیا۔

"بے شک' میں نے غلط نہیں کہا تھا۔ لیکن وہ اکثر اپنے مشن پر باہر ہی رہتے ہیں"۔

"مشن؟" میں نے پوچھا۔

"ہاں۔ مسٹر جینگو کا ایک مخصوص مشن ہے۔ اس کے بارے میں تمہیں تفصیل سے پھر کبھی بتاؤں گا"۔

"لیکن وہ اپنے مشن کا پرچار کس طرح کرتا ہے؟"

"ایک ایسے عام انسان کی حیثیت سے جو دوسروں کی پسندیدہ شخصیت میں شمار ہوتا ہے"۔

"کیا میں دیکھ سکتا ہوں ڈوڈو کہ مسٹر جینگو کس طرح اپنی تعلیمات کا پرچار کرتے ہیں؟"

"اپنی نہیں' ترلوکا کی تعلیمات کا" ڈوڈو نے تصحیح کی۔

"میرا مقصد یہی ہے"۔

"ضرور دکھاؤں گا بلکہ تھوڑی دیر کے بعد میرا یہی پروگرام ہے۔ میں تمہیں پیرس کے مختلف حصوں کی سیر بھی کراؤں گا۔ اپنے کہنے کے مطابق تم پہلی مرتبہ پیرس آئے ہو اور تمہارا یہاں کا قیام طویل ہے۔ اس لیے بہتر ہوگا کہ تم پیرس سے تھوڑی بہت واقفیت حاصل کر لو"۔

"شکریہ ڈوڈو" میں نے جواب دیا۔

ڈوڈو مسکرانے لگا پھر بولا "ارے ہاں تم نے کچھ کھایا پیا؟"

"ہاں' تمہاری ایک خادمہ میرے لیے کافی لائی تھی"۔

"مزید ضرورت محسوس کر رہے ہو؟"

"نہیں"۔

"تب ٹھیک ہے تیار ہو جاؤ' تھوڑی دیر کے بعد ہم یہاں سے چلیں گے" ڈوڈو نے کہا اور میں
گردن ہلا دی۔

تقریباً" ایک گھنٹے کے بعد میں اور ڈوڈو ایک خوبصورت کھلی کار میں پیرس کی سڑکوں پر نکل آ
حسین پیرس میری نگاہوں کے سامنے تھا۔ اس شہر کے بارے میں اس سے پہلے بہت کچھ
تھا۔ یہاں کی تاریخ بھی نہ جانے کس طرح ذہن میں رہ گئی تھی۔ پیرس کا شمار پورے یورپ کے حسین
ہی نہیں بلکہ قدیم ترین شہروں میں بھی ہوتا تھا۔

دیر تک میں پیرس کی تاریخ اپنے ذہن میں دہراتا رہا۔ پھر ڈوڈو نے ڈرائیونگ کرتے ہوئے
شانے پر ہاتھ رکھ دیا۔ میں نے چونک کر اس کی جانب دیکھا تو وہ مسکراتا ہوا بولا:

"تم نے چونکہ پہلی بار پیرس دیکھا ہے اس لیے ہم جس اہم مقام سے گزریں گے' میں تمہیں
کے بارے میں بتاؤں گا"

"ضرور ڈوڈو ضرور" میں نے اخلاقاً" کہا۔ حالانکہ میرا دل قطعی نہیں چاہ رہا تھا کہ ڈوڈو
تصورات سے دور کرے جو میرے ذہن میں آ رہے تھے۔

"لیکن میں ڈوڈو کی میزبانی کے فرائض کی انجام دہی میں بھی حارج نہیں ہونا چاہتا تھا۔ اس
اخلاقاً" ڈوڈو کی جانب متوجہ ہو گیا۔

"چند لمحوں کے بعد ہم پیرس کی ایک خوبصورت ترین سڑک شانزے لیزے پر پہنچ گئے۔ وہ
کی خوبصورت ترین سڑک تھی۔ شہر کے مرکز میں نپولین کی فتوحات کی یاد میں تعمیر کردہ "فتح کی محرا
تھی۔ جس کے عین نیچے ایک گمنام سپاہی کی قبر پر ابدی شعلہ روشن تھا۔ وہ سپاہی ان تمام فرانسیسی سپاہ
نمائندگی کرتا تھا جنہوں نے ملک وملت کے لیے جانیں نثار کیں۔

اس محراب سے بارہ خوبصورت اور کشادہ سڑکیں نکل کر پیرس کے سینے پر پھیل گئی تھیں ا
سڑکوں میں ایک کا نام ----- شانزے لیزے تھا۔

کار ہلکی رفتار میں شانزے سے گزرتی رہی اور پھر ڈوڈو کے بتانے کے مطابق مومارت کے
میں داخل ہو گئی۔ چھوٹی چھوٹی گلیوں کا علاقہ مومارت' پھر کلیسائے سیکرے کرل جہاں مصوروں کا ایک
لگا ہوا تھا۔ وہ مصور سیاحوں کی تصاویر بنا کر ان سے رقومات وصول کرتے تھے۔

"ڈوڈو کی زبان قینچی کی طرح چل رہی تھی۔ وہ مجھے ان تمام چیزوں کے بارے میں بتا رہا تھا۔

"ڈوڈو!" میں نے اس کے شانے پر ہاتھ رکھ کر کہا۔ "شاید تم یہ بھول گئے ہو کہ مجھے مسٹر
زیارت کرانے کے لیے نکلے تھے"۔

"ہاں واقعی ----- واقعی" ڈوڈو جیسے چونک پڑا۔ پھر آہستہ سے بولا "لیکن میں بھولا تو نہیں
ہوں"۔

"کیا مطلب؟"

"مسٹر جینگو اس وقت تبلیغی مہم پر ہوں گے"۔

"میں سمجھا نہیں"

"ہاں۔ ان کا یہی معمول ہے۔ تم ان کے بارے میں سب کچھ جان کر حیران رہ جاؤ گے۔ ایک ایسا
شخص جو اپنے اندر نہ جانے کون کون سی وسعتیں چھپائے رکھتا ہے۔ ایک عام انسان کی حیثیت سے سڑکوں
پر مارا مارا پھرتا ہے اور وہ لوگ جو جھوٹی تہذیب و تمدن سے اکتا گئے ہوں' اس کے ہمنوا بن جاتے ہیں۔ جینگو
انہیں نجات کا راستہ بتاتا ہے اور جو لوگ نروان کی تلاش میں ہوتے ہیں' جینگو ان متلاشیوں کو ترلوکا کا
پیروکار بنا دیتا ہے"۔

"خوب" میں نے بے خیالی میں گردن ہلائی۔ میں ان لوگوں کے بارے میں بڑی سنجیدگی سے......
سوچ رہا تھا۔ ان کے کام کرنے کا انداز خاصا منجھا ہوا تھا۔

تھوڑی دیر کے بعد ایک سڑک سے گزرتے ہوئے اچانک ڈوڈو نے کار کو بریک لگائے اور اسے
سڑک کے ایک سمت کھڑا کر دیا۔ میری نگاہیں بائیں سمت میں بھٹک رہی تھیں جہاں بے شمار لوگوں کا مجمع لگا
ہوا تھا۔ ان میں عورتیں' جوان اور بوڑھے سبھی لوگ شامل تھے۔

پتہ نہیں چل رہا تھا کہ مجمع کے درمیان کیا ہو رہا ہے لیکن شاید ڈوڈو اس قسم کے اجتماعات کو پہچانتا
تھا۔ چنانچہ اس نے میری جانب دیکھا اور آہستہ سے بولا:

"تمہیں موسیقی کی دلچسپ تانیں سنائی دے رہی ہیں؟"

"کیا مطلب؟"

"آہ مسٹر جینگو تاروں کے شہنشاہ ہیں۔ ان کے گٹار کے تار روح کو جکڑ لیتے ہیں اور انسان اپنی ہر
سوچ سے عاری ہو جاتا ہے۔ پھر جب ان کی آواز فضا میں گونجتی ہے تو جو کچھ ان کے منہ سے نکلتا ہے' اس کا
تعلق براہ راست روح سے ہوتا ہے۔ اس طرح لوگ ان کا پیغام بہت غور سے سنتے ہیں"۔

"کیا یہ مجمع جینگو ہی نے لگایا ہے؟"

"ہاں"۔

"تم نے کیسے پہچان لیا؟"

"اس کے تاروں کے سرہم میں سے ہر ایک کی روح کی گہرائیوں میں اترے ہوئے ہیں۔ آؤ ذرا
دیکھو" ڈوڈو نے کہا اور میں کار سے اتر کر اس کے ساتھ آگے بڑھ گیا۔

کانکورو چوک کے درمیان برہنہ عورتوں کے مجسموں کے سروں پر آویزاں فواروں سے پانی اچھل

رہا تھا۔ چوک کے دوسری جانب سکندر سوئم کا مشہور پل تھا۔ وہاں سے وہ سڑک دریا کے کنارے جاتی
اور اس کے اختتام پر سیڑھیاں پانی میں اتر جاتی تھیں۔ بلاشبہ حسین ترین علاقہ تھا۔

میں اور ڈوڈو اس مجمع کے قریب پہنچے' جس کے درمیان سے موسیقی کی تانیں ابھر رہی تھیں۔
ان تانوں میں گانے کی آوازیں بھی شامل تھیں۔ انتہائی بے ڈھنگی اور بے تکی آوازیں جو میر
لیے ناقابل فہم تھیں لیکن میں نے دیکھا کہ تفریح پسند فرانسیسی ان آوازوں پر سر دھن رہے تھے۔ لڑکیا
رقص کر رہی تھیں۔ اس مجمع میں جتنے افراد تھے' سبھی کسی نہ کسی طرح تھرک رہے تھے اور مجمع کے درم
ایک لمبا تڑنگا' داڑھی والا آدمی جھوم جھوم کر گٹار بجا رہا تھا۔ اس کی آنکھیں بند تھیں اور وہ قریب کھڑ
ہوئے افراد سے اس طرح بے خبر نظر آ رہا تھا جیسے اسے وہاں کسی کی موجودگی کا احساس ہی نہ ہو۔

میں نے اس کے گانے پر سر دھننے والوں کا والہانہ پن دیکھا اور متعجب رہ گیا۔

عجیب و غریب لوگ تھے۔ حالانکہ نہ گانا میری سمجھ میں آ رہا تھا اور نہ گٹار کوئی ایسا نغمہ بکھیر رہا تھا
بہت ہی خوبصورت ہو یا ذہنوں کو متاثر کرتا ہو۔ بس ایک تیز دھن تھی اور اس میں اس شخص کی بے
آوازیں شامل تھیں لیکن آدمی اچھی شخصیت کا تھا۔

اس نے معمولی سا لباس پہنا ہوا تھا۔ لیکن اس کے بدن پر وہ معمولی سا لباس خاصا جچ رہا تھا۔ دیر
وہ جھوم جھوم کر گٹار بجاتا رہا پھر آہستہ آہستہ گٹار کے سر مدھم پڑ گئے تھے۔ تھرکنے والوں کے بدن
ساکت ہوتے جا رہے تھے۔ چند ساعت کے بعد وہاں خاموشی چھا گئی۔

تب لڑکیوں کی سریلی چیخیں سنائی دیں اور وہ دوڑ دوڑ کر اس سے لپٹنے لگیں۔ وہ احتراماً اس
گالوں کے چٹاخ چٹاخ بوسے لے رہی تھیں اور داڑھی والا شخص خاصا بوکھلایا ہوا نظر آ رہا تھا۔ اسی اثناء
دس بارہ ہٹے کٹے آدمی آگے بڑھے اور پیچھے سے ان لڑکیوں کو بڑی بے دردی سے گھسیٹ کر اس سے
کرنے لگے۔ وہ شخص تیزی سے آگے بڑھا اور ایک مجسمے کے پیروں کے نزدیک بنے ہوئے چبوترے پر
گیا۔ اس نے آنکھیں کھولیں اور میں نے اس کی شخصیت میں ایک بہت ہی انوکھی خصوصیت محسوس کی
یوں لگتا تھا جیسے اس کی آنکھوں سے برقی رو نکل کر پورے مجمع پر سحر طاری کر رہی ہو۔ ذہن خواہ مخواہ اس
جانب راغب ہوتا تھا پھر اس کی گونج دار آواز ابھری۔

رقص و موسیقی کے متوالو! میں زندگی ہوں اور زندگی ہر بوجھ سے آزاد ہے۔ اپنے ذہنوں کو دنیا
ہر تردد سے نکال لو۔ ماحول کے الجھے دھاگے تمہارے لیے نہیں ہیں۔ ان دھاگوں کو توڑتے ہوئے نکل آ
یہ دھاگے تہذیب کی بناوٹ ہیں۔ تم آزاد ہو لیکن کمزور اور بے بس کیڑوں کی طرح زندہ ہو۔ اپنی آزادی
بناوٹی تہذیب کے دھاگوں میں نہ الجھاؤ۔ تہذیب جو ایک مکڑی ہے' اور اس کے تانے بانے چاروں طرف
پھیلے ہوئے ہیں۔ تم اپنی بلند پرواز کو ان تانوں بانوں میں گم کر کے خود سے کیوں بیگانہ ہو گئے ہو؟"

ایک ہی آواز تھی' ایک ہی نعرہ تھا۔ اس سے پہلے بھی میں ان کی یہ بکواس سن چکا تھا۔ حالانکہ

باتیں میرے ذہن میں آتی تھیں لیکن اس وقت ان باتوں کو دہرانے کا موقع نہیں تھا۔ میں خاموشی سے
رہا اور جینگو نے دوبارہ اپنی گٹار کے تار چھیڑ دیے۔ پھر ایک جادو بھرا نغمہ فضا میں گونج اٹھا۔ بلاشبہ یہ نغمہ
کی طرح بے ہنگم نہیں تھا بلکہ اس کے اندر ایک عجیب سی دلکشی تھی۔ وہ سب دیوانہ وار ناچنے لگے۔

قرب و جوار میں فرانسیسی پولیس کے سپاہی آ کر کھڑے ہو گئے تھے۔ ان کے چہروں پر بیزاری کے
تھے۔ غالباً وہ ہپیوں سے متنفر تھے۔ لیکن بے چارے مجبور تھے' کچھ کر بھی نہیں سکتے تھے۔ وہ خاموشی
کھڑے ان لوگوں کی ہنگامہ آرائی دیکھتے رہے۔ ہاں اگر ان میں سے کوئی پٹڑی سے نیچے اترنے کی
کوشش کرتا تو شاید وہ ڈنڈا بازی سے باز نہ رہتے۔ دیر تک یہ ہو ہا کا ہنگامہ جاری رہا اور پھر جینگو اس چبوترے
سے نیچے اتر آیا۔

ایک بار پھر لوگ اس کی جانب لپکے تھے لیکن اس کے ہٹے کٹے ساتھیوں نے ان پر قابو پا لیا۔ وہ
...تہ بناتا ہوا اپنی کار کی جانب بڑھ گیا۔

میں نے ڈوڈو کی جانب دیکھا۔ ڈوڈو کے ہونٹوں پر عقیدت بھری مسکراہٹ تھی۔

"تم نے دیکھا' تم نے دیکھا انسانیت کے محسن کو؟"

"ہاں" میں نے جواب دیا۔

"یہ ہمارا جینگو ہے" اس کے انداز میں بڑی اپنائیت تھی۔ میں نے اس انداز کو محسوس کیا۔
طے کر چکا تھا کہ اس سے انحراف نہیں کروں گا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ میں اب ترلوکا کو قریب سے پڑھنا
تھا۔ میری زندگی کا کوئی خاص مقصد تو تھا نہیں' بس ایک مخصوص ڈگر پر چل رہی تھی اور میں اس ڈگر
سہارے آگے بڑھنا چاہتا تھا۔ وجہ یہ تھی کہ زندگی میں اب کوئی دلچسپی باقی نہیں رہی تھی۔ چنانچہ کیوں نہ
ہی کو دیکھ لیا جائے۔ اس کے علاوہ جو کچھ جینگو نے کہا تھا' یا جو کچھ جینگو نے مجھے بتایا تھا' مجھے اس سے
شدید اختلاف تھا اور دل چاہتا تھا کہ ان سارے ہنگاموں کو چھوڑ کر اس سلسلے میں کچھ کہوں۔ اس بات
نے ضرورت سے زیادہ ذہنی طور پر متاثر کیا تھا جو ڈوڈو نے مجھے بتائی تھی۔ یعنی یہ کہ وہ ممالک ان لوگوں
...زں سے مکمل طور پر آزاد تھے اور ان لوگوں کے چکر میں نہیں آئے تھے جہاں ہمارے سچے مذہب کی
...ی تھی اور وہ بات میرے ذہن میں کچھ اس طرح جم گئی تھی کہ میں اسے نکال نہیں سکتا تھا۔

"آؤ" ڈوڈو نے میرا ہاتھ پکڑ کر اپنی کار کی طرف لے جاتے ہوئے کہا اور میں تھکے تھکے سے انداز
...ا کے ساتھ چل پڑا۔

"کیا خیال ہے تمہارا مسٹر جینگو کے بارے میں؟" اس نے پوچھا۔

"ابھی کچھ نہیں کہہ سکتا ڈوڈو۔ تم اس سے عقیدت رکھتے ہو اور میں بھی اسے نزدیک سے دیکھنے کا
...امند ہوں" میں نے جواب دیا اور ڈوڈو خاموش ہو گیا۔ کار واپس چل پڑی تھی اور پھر تھوڑی دیر کے
...ے ڈ' بولون کے حسین علاقے میں پہنچ گئی۔

ڈوڈو مجھے لے کر اپنے بیرک میں پہنچ گیا۔ شام ہو گئی اور پھر نہ جانے کہاں سے لوگ ا
میں آنے لگے۔ یہ پیرس کے معزز طبقے کے نوجوان لڑکے اور لڑکیاں تھے۔ ایک سے ایک فیشن ا
سے ایک حسین عمدہ لباسوں میں ملبوس۔ ان کی کاریں عمارت کے مخصوص حصے میں کھڑی تھیں۔

میں نے انہیں ایک لان پر جمع ہوتے دیکھا۔ ڈوڈو اس وقت میرے پاس موجود نہیں ا
موجود لوگ کچھ مخصوص مصروفیات میں...... گم تھے۔ اچھی گہما گہمی تھی اور میں بیرک کی کھڑ
مناظر کو دیکھ رہا تھا۔

تھوڑی دیر کے بعد ڈوڈو مسکراتا ہوا آ گیا۔

"پیرس کیسا لگا؟" اس نے پوچھا

"میرا خیال ہے تم نے سارے پیرس کا حسن یہاں جمع کر لیا ہے"۔

"اوہ نہیں۔ یہ تو صرف لاکھواں حصہ ہے۔ جینگو کی متعدد درس گاہیں پیرس میں پھیلی ہو

"درس گاہیں؟" میں نے تعجب سے کہا۔

"ہاں جہاں وہ ترلوکا کی تعلیمات کا درس دیتا ہے"۔

"اوہ۔ تو یہاں اور بھی عمارتیں ہیں؟"

"ہاں کئی عمارتیں"۔

"لیکن وہ وہاں کب جاتا ہے؟"

"دن مقرر ہیں۔ تمام درس گاہوں میں مقررہ اوقات اور مقررہ دنوں میں درس ہوتا
یہاں بھی درس حاصل کرنے آتے ہیں"۔

"خوب۔ لیکن تمہارا ذریعہ پبلسٹی کیا ہے؟"

"وہ آواز جو ایک بار روح سے ٹکرا جائے ہمیشہ روح میں زندہ رہتی ہے۔ جینگو سر کو
ہے۔ وہ آوارہ انسانوں کی مانند پھرتا ہے اور اپنی آواز لوگوں کی روحوں کو سناتا ہے۔ بس اسے سمجھنے
کی تلاش میں سرگرداں ہو جاتے ہیں"۔

"کمال ہے" میں نے گردن ہلائی۔

"ابھی تم نے کچھ نہیں دیکھا پیکر۔ آگے دیکھو کیا کیا ہے۔ عظیم ترلوکا کا مشن ایک دن ا
لے گی۔ وہ انسانیت کا ہمدرد ہے"۔

دل تو چاہا کہ اس انسانیت کی دھجیاں اڑا دوں اور جینگو کو درست کر دوں لیکن مصلحتاً خا
لان پورا بھر چکا تھا۔ حالانکہ وہ نوجوانی کی عمر کے شوخ و شنگ لڑکے لڑکیاں تھے لیکن ا
ضبط کے ساتھ بیٹھے تھے، کوئی آواز نہیں تھی۔

"اگر تم چاہو تو خود بھی ان میں شریک ہو سکتے ہو" ڈوڈو نے کہا۔

"کسی کو اعتراض تو نہیں ہوگا؟"

"ہمارے ہاں لفظ اعتراض کا وجود نہیں ہے"۔

"پھر میں نے اس سے مزید کوئی سوال نہیں کیا۔

"میں اب جاؤں گا۔ انتظامی امور کی ذمہ داریوں میں کچھ حصہ مجھے بھی ادا کرنا ہے"۔

"ٹھیک ہے ڈوڈو" میں نے جواب دیا۔ اور ڈوڈو چلا گیا۔

میں مختصر سی تیاریوں کے بعد باہر نکلا اور اس لان کی طرف چل پڑا جہاں وہ سب جمع تھے۔ بے شمار
کیاں تھیں اور بے شمار لڑکے۔ اپنے لباسوں سے صاحب حیثیت معلوم ہوتے تھے۔ کوئی میری طرف متوجہ
ہیں ہوا۔ سب اپنی دھن میں مست خاموش بیٹھے تھے۔ میں بھی ان کے ساتھ ہی بیٹھ گیا۔

میرے نزدیک ہی دو لڑکیاں بیٹھی ہوئی تھیں۔ دونوں گردنیں جھکائے خاموش تھیں اور یوں لگ رہا
ھا جیسے وہ روحانی طور پر بھی جینگو سے متاثر ہوں۔ ڈوڈو اور دوسرے لوگ انتظامی امور میں مصروف تھے اور
ن پر بیٹھے لوگ انتظار کر رہے تھے۔ میں نے اکتاہٹ سی محسوس کی اور قریب بیٹھی ہوئی لڑکی کی طرف
ک کر بولا:

"ایکسکیوز می مس"۔

لڑکی نے چونک کر مجھے دیکھا۔ پھر اس کی آنکھوں میں سوالیہ تاثرات نظر آئے۔

"معاف کیجئے دوسرے لوگ ایک دوسرے سے گفتگو کر رہے ہیں۔ ہم شناسا تو نہیں ہیں لیکن گفتگو
سکتے ہیں"۔

"ضرور جناب" لڑکی کی آواز میں کوئی خاص تاثر نہیں تھا۔

"ابتداء تعارف سے ہو جائے"۔

"میرا نام کیشتو ہے" لڑکی نے جواب دیا۔

"شکریہ، مجھے پیکر کہتے ہیں۔ ویسے مس کیشتو، کیا آپ بھی ترلوکا کی مرید ہیں؟"

"نہیں، لیکن میں اس کی تعلیمات سے متاثر ہوں۔ اور باقاعدہ جینگو سے منسلک ہونا چاہتی ہوں۔
اس کے افکار بہت پسند ہیں"۔

"اور اس کا فن؟"

"وہ بھی لاجواب ہے"۔

"آپ یہاں درس لینے آئی ہیں؟"

"ہاں۔ اس کے افکار دلوں کو روشن کرتے ہیں۔ جینگو ایک انوکھی کشش کا مالک ہے اور یہاں جتنے
ت تمہیں نظر آ رہے ہیں سب اس کے پرستار ہیں۔ ارے ہاں یہ کہنے کی ضرورت بھی کیا ہے کیا تم اس
پرستاروں میں نہیں ہو؟"

"میں آج ہی یہاں آیا ہوں اور بد قسمتی سے اس سے میری ابھی تک ملاقات نہیں ہوئی"۔

"اوہ۔ تم اس کے کسی رکن سے ملے تھے؟"

"ہاں"۔

"کس سے؟" لڑکی نے دلچسپی سے پوچھا۔ اس کے انداز سے اجنبیت رخصت ہوتی جارہی تھی۔

"اس کا نام ڈوڈو ہے"۔

"میں جانتی ہوں وہ پہاڑ نا؟"

"ہاں"۔

"تم دیکھو کیسے کیسے لوگ اس کے پیروکار ہیں۔ پھر جس کا وہ پیروکار ہوگا' وہ کیا چیز ہوگا؟"

"ترلوکا کی بات کر رہی ہو؟"

"ہاں"۔

"تم ان لوگوں کی کون سی بات سے متاثر ہو؟"

"تم خود سوچو مسٹر بیکر' کیا زندگی کے کسی لمحے میں تمہیں اپنے آپ سے ہمدردی نہیں ہوتی۔ ہم کتنے مختصر وقت کے لیے اس دنیا میں آئے ہیں لیکن ہماری روح پر کتنے بوجھ ہیں۔ کیا ہم ان کو اٹھائے اٹھائے پھرنے میں فرحت محسوس کرتے ہیں؟"

"ٹھیک ہے' واقعی انسان تو بڑی کمزور ہستی ہے"۔

"جینگو روح کا سراغ پا گیا ہے۔ مگر وہ صرف دوست روحوں پر اثر انداز ہوتا ہے۔ ابھی ابھی چند کی بات ہے' اس نے ایک انوکھا کارنامہ دکھایا"۔

"کیا؟"

"تم اس لڑکی کو دیکھ رہے ہو نا۔ وہ جو نیلی شال اوڑھے ہوئے ہے اور گرے کلر کے سوٹ نوجوان کے پاس بیٹھی ہے"۔

"ہاں" میں نے لڑکی کو دیکھتے ہوئے کہا۔

"لڑکی کا نام دیستاں ہے اور نوجوان کا نام بیکر ہے۔ فرانس کا متمول ترین آدمی ہے اور وہ لڑ کے ایک اسٹور میں سیلز گرل تھی"۔

"تھی سے تمہاری کیا مراد ہے؟" میں نے سوال کیا۔

"اب وہ اس کے اسٹور میں سیلز گرل نہیں ہے"۔

"پھر؟"

"اب وہ اس کی بیوی ہے" کیشتو مسکراتی ہوئی بولی۔

"اوہ۔ لیکن اس میں جینگو کا کیا کمال ہے؟"

ہے" اس نے زور دے کر کہا۔

"کس طرح' مجھے بتاؤ" میں نے دلچسپی کا اظہار کیا۔ چنانچہ اس نے پرلطف انداز میں کہا:

"مسٹر بیکر کے اتنے اسٹورز اور دوسرے کاروبار پھیلے ہوئے ہیں کہ وہ اپنے اسٹاف کو پہچانتے بھی نہیں ہیں۔ ظاہر ہے ان کے منیجر وغیرہ ملازموں کے نگران ہوں گے"۔

"ہاں ظاہر ہے" میں نے گردن ہلائی۔ لڑکی کے گفتگو کرنے کا انداز مجھے پسند آیا تھا۔ اس کے ساتھ اس کے سارے خدوخال بولتے تھے۔

"لیکن مسٹر بیکر' جینگو کو پسند کر بیٹھے اور ترلوکا کی تعلیمات میں شریک ہونے لگے۔ چالاک لڑکی کو بھی معلوم ہو گیا تھا۔ چنانچہ وہ بھی جینگو کو پسند کرنے والوں میں شامل ہو گئی اور مسٹر بیکر کے ساتھ ان محافل میں شریک ہونے لگی اور پھر ایک دن اس نے مسٹر بیکر سے دل کا مدعا کہہ ڈالا۔ مسٹر بیکر حیران رہ گئے۔ انہیں تو معلوم بھی نہیں تھا کہ وہ ان کے اسٹورز کی سیلز گرل ہے۔ چنانچہ انہوں نے لڑکی سے معذرت کر لی۔ پھر ایک دن ترلوکا کی تعلیمات جاری تھیں کہ ایک انوکھا سوال پوچھا گیا"۔

"خوب" میں نے پہلو بدلا۔

"جینگو کہہ رہا تھا' مجھے اس کے الفاظ آج بھی یاد ہیں" کیشتو خواہ مخواہ اس چھوٹے سے واقعے کو تفصیل سے سنا رہی تھی۔ لیکن مجھے بھی کوئی اور کام نہیں تھا' اس لیے میں بور نہیں ہو رہا تھا۔

"انسان ایک دوسرے کا سہارا نہیں بن سکتا کیونکہ وہ خود اپنا سہارا نہیں ہے۔ دولت بھی انسانوں کی ایک روایت ہے' ورنہ جس وقت تہذیب نہیں تھی' لوگ جنگل میں رہتے تھے۔ اس وقت بھی وہ زندہ تھے۔ اپنی مرضی کے مالک تھے اور اپنی ہر آرزو صرف اپنی مرضی سے پوری کرتے تھے لیکن دولت نے ایک کو حاکم اور ایک کو محکوم بنا دیا۔ تہذیب کی اس روایت نے انسانوں سے ان کی مرضی چھین لی اس لیے ہمیں اس ماحول میں زندہ رہ کر بھی دولت کا غلام نہیں بننا چاہیے"۔

"تو کیا مسٹر جینگو! اس دور کا انسان اپنی مرضی کا مالک بھی نہیں بن سکتا؟" کسی نے سوال کیا۔

"بن سکتا ہے۔ اگر وہ دولت کی غلامی کو ترک کر دے"۔

"کیا ترلوکا کے پیروکار اس کی تعلیمات کے سہارے اس چیز کو بھلا سکتے ہیں؟"

"کیوں نہیں۔ اگر وہ ترلوکا سے مخلص ہیں"۔

"کیا آپ کسی کے خلوص کا جائزہ لیں گے مسٹر جینگو" اس بار کھڑی ہونے والی لڑکی دیستاں تھی۔

"تم کیا کہنا چاہتی ہو لڑکی؟"

"ترلوکا کی تعلیمات انسان کو تہذیب و ثقافت کے ورثے کو ترک کرنے کا درس دیتی ہیں۔ کیا یہ لوگ اس سے متفق ہیں؟"

"تم کسی خاص آدمی کی طرف اشارہ کر رہی ہو لڑکی؟"

"ہاں"۔
"وہ یہاں موجود ہے؟"
"ہاں۔ وہ موجود ہے"۔
"لڑکی! اتفاق سے تم نے میرے لیے یہ موقع فراہم کر دیا ہے جس کا میں بھی خواہش مند تھا
جاننا چاہتا تھا کہ لوگ میری باتوں سے کس قدر متاثر ہیں اور جو متاثر نہیں' ان پر میں کس طرح اثر ڈال
ہوں۔ چنانچہ کھڑے ہو کر بتاؤ کہ تمہاری مراد کس شخص سے ہے اور تم اس سے کیا چاہتی ہو؟"
"میں کراؤننز کے مسٹر بیکر کی بات کر رہی ہوں"۔
"کیا بیکر یہاں موجود ہے؟" جینگو نے چاروں طرف دیکھا اور بیکر پریشانی کے انداز میں کھڑا ہو گیا
"میں بیکر ہوں" اس نے کہا۔
"کیا چاہتی ہو اس سے؟" اس نے بیکر کی طرف اشارہ کر کے لڑکی سے کہا۔
"میں اسے دل و جاں سے زیادہ چاہتی ہوں۔ میں اس سے شادی کی خواہش مند ہوں۔ کیا میر
خواہش انسانی فطرت سے مختلف ہے؟"
"نہیں" جینگو نے جواب دیا "لیکن بیکر سے بات کرنا بھی ضروری ہے" اور پھر وہ بیکر کی طر
مخاطب ہوا "مسٹر بیکر' کیا تمہیں اس لڑکی کی چاہت کا علم ہے؟"
"ہاں جناب"۔
"یہ لڑکی تمہیں زندگی کے ساتھی کی حیثیت سے ناپسند ہے؟"
"یہ بات نہیں جناب' بس یہ میری حیثیت سے میل نہیں کھاتی' یہ میرے اسٹور کی سیلز گر
ہے"۔
"آہ۔ اس میں اس کا کیا قصور ہے' تمہاری تہذیب نے تفریق کی ہے' ورنہ یہ تمہارے سار
اسٹورز کی مالک بھی ہو سکتی تھی۔ نہیں بیکر' انسانیت کی یوں تذلیل نہ کرو' تمہیں اس لڑکی کو اپنا ل
چاہیے"۔
"لیکن جناب! میری سوسائٹی' میرا معاشرہ اسے قبول نہیں کرے گا"
"اسی معاشرے سے اختلاف کرنا تو ہمارا مشن ہے میرے دوست۔ نزدیک آؤ" جینگو نے کہا اور ب
اس کے قریب پہنچ گیا۔
"لڑکی تم بھی یہاں آؤ" وہ بولا اور دیستاں بھی نزدیک پہنچ گئی۔ "تم دونوں کو معاشرے ا
تہذیب کے خلاف یہ قدم اٹھانا ہے' میں کہتا ہوں کہ اسے اپنا لو"۔
"بیکر نے گردن جھکا دی "بولو اختلاف کرو گے؟"
"نہیں" بیکر آہستہ سے بولا۔

"تب تم آئندہ محفل میں شریک ہو گے تو یہ تمہاری بیوی بن چکی ہو گی"۔
اور بیکر جیسے مسحور ہو گیا تھا۔ چنانچہ جب وہ دوسری محفل میں آیا تو دیستاں اس کی بیوی تھی"۔
"خوب" میں نے گردن ہلائی۔ کیشتو مسکرانے لگی۔ اس وقت دور سے جینگو آتا نظر آیا اور
اس کی طرف متوجہ ہو گئے۔ جینگو کی گردن میں گٹار لٹکا ہوا تھا اور وہ بڑے پُروقار انداز میں چل رہا تھا۔
اس جگہ پہنچ گیا جو اس کے لیے مخصوص کی گئی تھی۔ لوگ عقیدت کی نگاہوں سے اسے دیکھ رہے

"محبت کے متوالوں کی خدمت میں محبت کا سلام" اس نے نرم آواز میں کہا اور گٹار کے تاروں پر
پھیر دیا۔ تانیں ابھریں اور خاموشی پھیل گئی۔
"یہ محفل محبت ہے۔ انسان آج سے ہزاروں سال پہلے کے دور میں ہے اور تہذیب و ثقافت کے
لوں سے آزاد ہے۔ اس لیے اے محبت کے متوالو! ایک دوسرے کو چاہو تاکہ تمہارے دلوں سے
یت نکل جائے۔ تم آپس میں تفریق نہ محسوس کرو۔ ترلوکا کے منہ سے نکلا ایک ایک لفظ امر ہے اور وہ
جو ترلوکا کی زبان سے نکلی ہو' کسی کو دوبارہ بتانا اس کی توہین کرنا ہے۔ اگر تم اس سے متفق نہ ہوتے تو
موجود نہ ہوتے۔ کیا میں جھوٹا ہوں؟"
"نہیں" آوازوں کی ایک لہر اٹھی۔
"تو پیار کے دیوانوں کی خدمت میں محبت کا ایک نغمہ" اس نے کہا اور گٹار سنبھال لیا۔ گٹار پر ایک
ی دھن بجنے لگی اور لوگ وجد میں آ گئے۔ لیکن کسی بے ہودگی کا مظاہرہ نہیں ہوا تھا۔ جو تعجب خیز بات

چند ساعت کے بعد جینگو نے گانا بھی شروع کر دیا تھا۔ فرانسیسی زبان میں وہ ترلوکا کی تعلیمات کا
ار کر رہا تھا۔ آواز اچھی تھی لیکن انداز بڑا بے ڈھنگا تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد نغمہ ختم ہو گیا اور لوگوں نے
اں بجائیں۔
"کسی کے ذہن میں کوئی الجھن تو نہیں ہے؟" اس نے پوچھا اور لوگ خاموش رہے۔ کسی نے کسی
ن کا اظہار نہیں کیا تھا۔ پھر بہت سے افراد پھیل گئے۔ وہ ٹرے اٹھائے ہوئے تھے اور ان برتنوں میں
ل بھرے سگریٹ تھے۔
عورت اور مرد کی مناسبت سے سگریٹ لے لیے گئے اور چاروں طرف چرس کا دھواں پھیل گیا۔
"تو یہ تھیں جینگو کی محفلیں۔ بہرحال تھوڑی سی جدت تھی اور مجھے بری نہیں لگ رہی تھی۔
ل کا ایک سگریٹ میرا کیا بگاڑ سکتا تھا لیکن اس سگریٹ نے کیشتو کی آنکھیں سرخ کر دیں۔
"کیا نام بتایا تھا تم نے بیکر؟"
"کس کا نام؟" میں نے پوچھا۔

"اپنا۔ اور کس کا"

"پیکر" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"اوہ ہاں پیکر۔ سنو پیکر۔ ہمیں اپنی ضرورتوں کو پورا کرنے کے لیے کسی تردد کی ضرورت نہ چاہیے"۔

"کیا ترلوکا کی یہی تعلیم ہے؟"

"ہے نا۔ تب تم مجھے پسند آئے ہو۔ میں تمہارا قرب چاہتی ہوں" اس نے کہا اور میں نے ہوئی نگاہوں سے چاروں طرف دیکھا اور پھر ایک گہری سانس لی۔ چرس کی سگریٹ نے ترلوکا کے مندوں کے دل بے خود کر دیے تھے۔ اور اب وہ دنیا کے بنائے ہوئے اصولوں سے ہٹ گئے تھے۔ کر میں حیرت کا تاثر نہیں تھا۔ حجاب کیا چیز ہے اور اخلاقی اصول کیا ہے۔ جینگو کے ایک فقرے نے ان سے یہ خیال مٹا دیا تھا۔

فرار کے اس طریقہ کو بھرپور انداز میں پھلانے کے لیے ترلوکا سرفہرست تھا اور ذہنوں کو میں اس کے افکار بہت زیادہ سامنے آتے تھے۔ میرے ذہن میں اب یہ کرید لگ گئی تھی کہ میں قریب سے دیکھوں اور یہ جاننے کی کوشش کروں کہ اس سازش میں اس کا کتنا ہاتھ ہے اور اس کے کیا ہیں۔ کیا چاہتا ہے وہ اور انسانوں کو کس منزل تک لے جانے کا خواہش مند ہے؟

کیشتو جینگو کے تحفے سے اس قدر متاثر ہو گئی تھی کہ اس کے بعد بات یہیں تک رہی۔ میرا خیال ہے جینگو کی تعلیمات کا یہ آخری آئٹم تھا۔ کیونکہ متاثر ہونے والے جوڑے چاروں بکھر گئے تھے۔ کچھ اپنی کاروں میں بیٹھ کر چل پڑے تھے، چنانچہ کیشتو نے بھی میرے سامنے رکھتے ہوئے کہا

"تم نے میری بات سنی پیکر، میں تمہارا قرب چاہتی ہوں۔ میں اخلاق اور اصول کے بندھن توڑ کر تمہارے ساتھ رہنا چاہتی ہوں۔ تمہارے قرب کی خواہش مند ہوں، آؤ یہاں سے چلیں"

جانے والوں کو میں دیکھ ہی چکا تھا اور پھر جینگو کا مہمان تھا۔ سو اس کا رنگ قبول کرنا ہی تھا۔ چنانچہ میں کیشتو کو لے کر اپنی رہائش گاہ میں آ گیا۔ وہی رہائش گاہ تھی جو بہرحال میری تھی۔ لیکن بہرصورت میں ڈوڈو کا مہمان تھا۔

مجھے نہیں معلوم کہ ڈوڈو کب اپنی بیرک میں واپس آیا اور کب چلا گیا۔ ہاں رات کی کے بعد جب میری آنکھ کھلی تو کیشتو میرے پاس موجود نہیں تھی۔ میں ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھا۔ کتنی سویا تھا۔ حالانکہ...... ابھی بہت زیادہ وقت نہیں ہوا تھا جب میں کیشتو کے ساتھ یہاں آیا تھا لیکن رات گزر گئی تھی اور اب سورج کی روشنی کھلی ہوئی کھڑکی سے اندر داخل ہو رہی تھی۔

میں نے اٹھ کر خود کو سنوارا اور پھر بیرک کا دروازہ کھول کر باہر نکل آیا۔

سامنے ہی لوگ چل پھر رہے تھے۔ وہی خاموش خاموش سا انداز، وہی پرسکوت ماحول جو ہنگامی رات گزرنے کے بعد پیدا ہو جاتا ہے۔ میں چاروں طرف دیکھتا رہا۔ لیکن ڈوڈو مجھے کہیں نظر نہ آیا۔ البتہ وہی لڑکی تھوڑے فاصلے پر موجود تھی جو پچھلی شام کافی لے کر آئی تھی۔

میں نے اسے اشارہ کیا اور وہ میرے نزدیک آ گئی۔ اس کے ہونٹوں پر پراخلاق مسکراہٹ تھی۔

"جناب!" اس نے آہستہ سے سر جھکا کر کہا۔

"ڈوڈو کہاں ہے؟"

"کیا میں اسے بلاؤں؟"

"بلا دو" میں نے کہا اور وہ سر جھکا کر چلی گئی۔

"تھوڑی دیر کے بعد ڈوڈو مجھے اپنی جانب آتا نظر آیا۔ میں دروازے پر ہی کھڑا ہوا تھا۔ ڈوڈو کے چہرے پر مسکراہٹ پھیلی ہوئی تھی"۔

"کہو دوست! رات کی نیند کیسی رہی؟" ڈوڈو نے میرے نزدیک پہنچ کر مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"پرسکون" میں نے جواب دیا "لیکن تم کہاں چلے گئے تھے؟"

"اوہو۔ ابھی تم اس ماحول کے عادی نہیں ہو۔ کیا تم اپنی محبوبہ کے ساتھ میری موجودگی برداشت کر سکتے تھے؟"

"نہیں نہیں۔ لیکن......" میں نے جھینپے ہوئے انداز میں کہا۔

"میں آیا تھا اور قدرت کا ودیعت کردہ ایک فطری منظر دیکھ کر واپس چلا گیا" ڈوڈو نے کہا اور میں نے آنکھیں نچائیں۔

اس کے بعد ڈوڈو سے کچھ پوچھنے کی ضرورت نہیں تھی۔ البتہ اس نے مجھ سے پوچھا:

"مجھے بلایا تھا پیکر، کیا کوئی خاص کام تھا؟"

"نہیں۔ بس یہی معلوم کرنا تھا کہ تم کہاں چلے گئے تھے اور ہاں وہ لڑکی بھی چلی گئی"۔

"کون سی لڑکی؟"

"وہی جو رات کو میرے ساتھ تھی"۔

"رات کو اس پر آزادی کا بھوت سوار تھا۔ لیکن دن کی روشنی بہت سے ذہنوں کو بدل دیتی ہے۔ ہاں وہ نہیں بدلتے جو عام بندھنوں سے آزاد ہو کر صرف ترلوکا سے عقیدت رکھتے ہیں"۔

"جینگو کہاں ہے؟" میں نے بات بدلتے ہوئے پوچھا۔

"موجود ہے۔ کیا اس سے ملاقات کرو گے؟"

"ہو سکتی ہے؟"

"کیوں نہیں"۔

"تو پھر ٹھیک ہے۔ مجھے اس سے ملاؤ" میں نے کہا۔

"پہلے ناشتہ وغیرہ سے فارغ ہو جاؤ۔ میں تمہارا ناشتہ بھجواتا ہوں۔ پھر جینگو سے ملاقات کرنا"۔

"ڈوڈو کیا جینگو آسانی سے لوگوں سے مل لیتا ہے؟"

"ہاں۔ کیوں نہیں"۔

"میرا مقصد ہے کہ وہ اتنی بڑی شخصیت کا مالک ہے۔ اس کے اتنے پیروکار ہیں لیکن اس سے ملنے کے اوقات مقرر نہیں ہیں۔ اس کا کوئی اصول نہیں ہے؟" میں نے اس سے پوچھا۔

"اصول ---- ہم اصولوں ہی کے تو دشمن ہیں۔ اصول کیا حیثیت رکھتے ہیں۔ تم اگر جینگو سے اس سلسلے میں پوچھو بھی نہیں اور اس کے پاس چلے جاؤ تو وہ مسکرا کر تمہیں خوش آمدید کہے گا۔ اگر کسی سے ملاقات میں کچھ پابندیوں کو مدنظر رکھا جائے تو پھر یہ تو اصول ہو گئے اور ہم ان اصولوں سے نفرت کرتے ہیں۔ ہم تہذیب و انسانیت کے بنائے ہوئے ان تمام اصولوں سے انحراف کرتے ہیں جنہوں نے انسان کو نظر آنے والے پھندوں میں جکڑ لیا ہے۔ میرے دوست' ترلوکا کی تعلیمات کا ایک چھوٹا سا مظہر یہ عمارت ہے۔ تم یہاں جو چاہو کرو' یہاں کوئی اصول اور کوئی قانون رائج نہیں ہے" ڈوڈو نے جذبات کے عالم میں کہا۔

"ہوں" میں نے گردن ہلائی اور میرے ہونٹوں پر ایک طنزیہ سی مسکراہٹ پھیل گئی۔ "ٹھیک ہے ڈوڈو' اگر یہ بات ہے تو میں اس نظریے کو آزماؤں گا"۔

"ضرور ضرور۔ ڈوڈو کی طرف سے تمہیں دعوت ہے" اس نے جواب دیا اور میں ہنستا ہوا چلا گیا۔

تھوڑی دیر کے بعد میرے لیے ناشتہ آ گیا اور ناشتے سے فارغ ہو کر میں باہر نکل آیا کہ ذرا دیکھوں تو سہی جینگو نے یہاں کس قدر نظم و ضبط قائم کیا ہے۔

عمارت میں ان لوگوں کی مشغولیات عام تھیں۔ جس انداز میں کسی گھریلو ماحول کا تصور کیا جا سکتا ہے' وہی یہاں موجود تھا۔ لوگ صفائی ستھرائی میں مشغول تھے۔ کچھ لان سنوار رہے تھے' کچھ عمارت کی صفائی کر رہے تھے۔ میں بے دھڑک اندر داخل ہو گیا۔ عمارت کے دروازے سے گزر کر اندر پہنچا۔ ایک وسیع ہال تھا جس میں سامنے کے رخ پر ایک راہداری دور تک چلی گئی تھی۔ راہداری کے دونوں سمت کمروں کے دروازے تھے۔ اختتام پر ایک اور بڑا دروازہ نظر آ رہا تھا جو تھوڑا سا کھلا ہوا تھا۔

میں اس دروازے سے گزر کر اندر داخل ہو گیا۔ بائیں ہاتھ پر مجھے ایک دروازہ نظر آیا جس پر ایک پردہ لٹک رہا تھا۔ میں اندر داخل ہو گیا۔

کمرہ صاف ستھرا اور خاصا کشادہ تھا۔ لیکن وہاں کا منظر دیکھ کر میں ٹھٹھک کر رہ گیا۔

سامنے ہی جینگو بیٹھا تھا۔ اس کے بدن پر لباس کا ایک ٹکڑا بھی نہیں تھا۔ وہ لباس سے عاری ایک آرام کرسی پر تھکا تھکا سا دراز تھا۔ میں جھجک کر پلٹا تو اس کی بھاری آواز سنائی دی۔

"آؤ' واپس کیوں جا رہے ہو"

"میں ٹھٹھک کر رکا اور پھر اس کی جانب مڑا۔

"تم بے لباس جو ہو"۔

"بے لباس؟" جینگو کی طنز بھری آواز ابھری "تمہیں اس پر کیوں اعتراض ہے؟"

"مم۔ میرا مطلب ہے کہ تم ---- تم......"

"ہاں ہاں۔ حقیقت کی دنیا میں آؤ۔ کیوں فضول خیالات میں وقت گنواتے ہو؟"

"اوہ" میں نے گردن ہلائی اور پھر میں باقاعدہ اس کی جانب رخ کر کے کھڑا ہو گیا۔ جینگو کے ہونٹوں پر ایک پرسکون مسکراہٹ تھی۔

"تم کون ہو' کیا ہو' کیوں آئے ہو' مجھے نہیں معلوم لیکن میں تمہیں خوش آمدید کہتا ہوں' بیٹھ جاؤ" اس نے انتہائی نرم لہجے میں ایک کرسی کی طرف اشارہ کیا اور میں چھوٹے چھوٹے قدم اٹھاتا ہوا اس کرسی میں جا دھنسا۔ میری نگاہیں جینگو پر تھیں جو اپنی بے لباسی کے باوجود اس قدر پرسکون نظر آ رہا تھا جیسے اسے کسی قسم کا کوئی تردد نہ ہو۔

اس کا جسم سڈول تھا۔ جسمانی اعتبار سے وہ انتہائی طاقتور آدمی نظر آتا تھا۔ میں اسے کچھ دیر خاموشی سے دیکھتا رہا۔ جینگو اس طرح میری جانب متوجہ تھا جیسے میری آمد کے بارے میں جاننے کا خواہش مند ہو۔ میں نے پرسکون لہجے میں کہا:

"میں تمہارا نیا مہمان ہوں جینگو اور تمہاری اس عمارت میں مقیم ہوں"۔

"اگر تم خود کو میرا مہمان اور اس عمارت کو میری عمارت سمجھتے ہو تو میں تمہیں اپنے مہمان کی حیثیت سے اس عمارت میں خوش آمدید کہتا ہوں۔ لیکن میرے دوست اگر غور کرو تو یہ عمارت نہ تو میری ہے نہ تمہاری اور نہ کسی اور کی۔ جب تک اپنی بنیادوں پر کھڑی ہے' کھڑی رہے گی اور جب بوسیدہ ہو جائے گی تو گر پڑے گی۔ آخر ہم ان بوسیدہ ہونے اور گر جانے والی عمارتوں پر تکیہ کیوں کریں۔ ہمارا کیا تعلق ہے ان سے؟ ہم تو بے اختیار وجود میں آئے ہیں اور نہایت بے بسی سے چلے جائیں گے۔ ہم تو سفر پر آنے والے مسافر ہیں اور مسافر کا کچھ نہیں ہوتا۔ تم میری بے لباسی سے جھجک رہے ہو۔ ذرا ان معصوم بچوں کے بارے میں بتاؤ جو ماں کے شکم سے بے لباس آتے ہیں۔ ہم جو اپنے لیے اصول تراش چکے ہیں' ان کے جسموں کو انہی اصولوں میں قید کر دیتے ہیں۔ گویا بنیادی طور پر انسان' انسان کا دشمن ہے۔ سب سے پہلے وہ اسے قید کرتا ہے اور اس کے بعد اپنی طاقت سے کام لے کر اس کی شکم سیری کرتا ہے"۔

"میرا خیال ہے جینگو' ہم اس کو ظلم نہیں کہہ سکتے"۔

"کیوں؟" اس نے پوچھا۔

"اس لیے کہ جب بچہ کھلی فضاؤں میں سانس لیتا ہے تو اسے بدلی ہوئی آب و ہوا کے تحت کچھ چیزوں کی ضرورت ہوتی ہے۔ اور جب یہ چیزیں اسے میسر نہیں ہوتیں تو اس کی زندگی دشوار گزار ہو جاتی

ہے۔ چنانچہ اس کی قید ایک طرح سے پہلا احتیاطی قدم ہوتا ہے جس کو ضرورت نے جنم دیا ہے"۔

"اوہ تم نے ٹھیک کہا۔ لیکن اس دور کی بات کرو جب لباس کا وجود نہیں تھا۔ کیا نمود وہیں سے جاری نہیں ہوئی۔ کیا سرد غاروں میں پیدا ہونے والے بچے موت کا شکار ہو جایا کرتے تھے؟" جینگو نے سوال کیا۔

"ہاں۔ اس وقت انسانیت بڑی بے بس تھی۔ وحشت کے اس دور میں انسانی زندگی جس قدر ارزاں تھی' اس کا اندازہ تم خود لگا سکتے ہو' بے شمار افراد زندگی کی ضروریات پوری نہ ہونے کی وجہ سے مر جاتے تھے۔ غذا کا نظام اس قدر بہتر نہ تھا۔ غور کرو چھوٹے چھوٹے معصوم بچے پتھروں اور دانتوں کی ہڈیوں سے بنے ہوئے ہتھیاروں سے جانوروں کا شکار نہیں کر سکتے تھے۔ اگر انہیں ایک اصول کے تحت غذا فراہم نہ کی جاتی تو وہ زندگی کہاں سے پاتے۔ چنانچہ طے یہ پایا کہ انسان کی نمود کے فوراً" بعد بلکہ اس کی نمود سے کچھ پہلے ہی کچھ اصولوں کی بنیاد رکھ دی گئی تاکہ ان کے ذریعے زندگی پرورش پائے تو غلط نہیں ہے" میں نے کہا اور جینگو کے چہرے پر تردد کے واضح اثرات نظر آنے لگے۔ شاید وہ خود کو کسی حد تک لاجواب محسوس کر رہا تھا۔ اس نے عجیب سی نگاہوں سے مجھے دیکھا اور اچانک ہی مجھے اپنے بدن میں سرد سی لہریں اٹھتی ہوئی محسوس ہوئیں۔

جینگو کی نگاہوں میں عجیب سی چنگاریاں رقص کر رہی تھیں اور مجھے اپنا وجود مفلوج ہوتا محسوس ہو رہا تھا۔

"میرے دوست میں تمہیں اپنے افکار و خیالات سے کسی مناسب وقت پر آگاہ کروں گا۔ میرا خیال ہے تم اس بھٹکی ہوئی تہذیب کی دلدل میں اس قدر غرق ہو چکے ہو کہ آسانی سے نہیں سمجھ سکو گے۔ اس کے لیے کسی مناسب وقت کا انتظار ضروری ہے" جینگو کے انداز میں وہ گرم جوشی اور وہ تپاک نہیں رہا تھا جو تھوڑی دیر قبل تھا۔

لیکن میری زبان جیسے اینٹھ سی گئی تھی۔ پورا بدن سرد ہو گیا تھا۔ میں نہ تو کچھ سوچ سکتا تھا نہ کچھ بول سکتا تھا۔ میرا بس نہیں چل رہا تھا کہ میں جینگو کو کوئی جواب دوں۔ اپنی اس کیفیت سے مجھے سخت پریشانی محسوس ہو رہی تھی۔

اسی وقت دو افراد کمرے میں داخل ہو گئے اور جینگو چونک کر انہیں دیکھنے لگا۔ جونہی جینگو کی نگاہیں مجھ سے ہٹیں' میں نے محسوس کیا کہ میرے بدن کی وہ کھچاوٹ اور بے بسی ختم ہو گئی ہے۔

ان دونوں نے جینگو سے کچھ کہا۔ جینگو فوراً" کھڑا ہو گیا۔

"مجھے تھوڑی دیر کے لیے اجازت دو میرے مہمان۔ تم اپنی قیام گاہ میں آرام کرو اور بے فکر رہو میں تم سے بہت جلد ملاقات کروں گا اور تمہیں اپنے خیالات سے آگاہ کر کے مطمئن کرنے کی کوشش کروں گا۔ ویسے تمہارے اوپر کوئی پابندی نہیں ہے۔ تم جب تک چاہو یہاں رہ سکتے ہو۔ سنو تمہارا نام کیا ہے؟"

"پیکر" میں نے جواب دیا۔

"کہاں مقیم ہو؟"

"ڈوڈو کے ساتھ اس کی رہائش گاہ پر"۔

"کیا تمہیں وہاں کوئی تکلیف ہے؟"

"نہیں۔ انسانیت سے بغاوت کے جراثیم میرے اندر بھی موجود ہیں لیکن بہت تھوڑے سے۔ چنانچہ میں کسی تکلیف کو تکلیف نہیں سمجھتا اور نہ اپنی ذات کی تکلیف کو کوئی اہمیت دیتا ہوں"۔

"اوہو" جینگو نے میری جانب دیکھا اور کہا "خاصا بول لیتے ہو۔ لیکن میں تم سے اس موضوع پر کسی اور وقت گفتگو کروں گا۔ اپنی مصروفیت کی بنا پر ہم اس وقت سکون سے تبادلہ خیال نہیں کر سکتے"۔

"ٹھیک ہے جینگو' میں انتظار کروں گا۔ اور ہاں میں وعدہ کرتا ہوں اگر میں تمہارے افکار و خیالات سے متفق ہو گیا تو تمہارے ایسے پیروؤں میں شامل ہو جاؤں گا جن پر تم ہمیشہ ناز کرو گے"۔

جینگو استہزائیہ انداز میں ہنس دیا اور گردن ہلاتا ہوا باہر نکل گیا۔ میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی اور میں بھی اس کمرے سے باہر نکل آیا۔

اس کھلے دل والے شخص پر میں نے اچھی طرح غور کیا تھا اور یہ اعتراف کیے بغیر نہ رہ سکا کہ جو ڈھونگ انہوں نے رچایا تھا' اس میں وہ انتہائی فراخ دل واقع ہوئے تھے۔ جو پابندیاں انہوں نے ختم کی تھیں' ان پر وہ خود بھی عمل کرتے تھے اور جینگو مجھے اپنی اس قیمتی رہائش گاہ میں اس طرح چھوڑ کر چلا گیا تھا جیسے یہاں سے اسے کسی چیز کے گم ہونے کا ڈر نہ ہو۔ اور یہ اعتماد یقیناً" ایک اچھی بات تھی۔

میں اس کمرے سے باہر نکل کر ٹہلتا ہوا عمارت کے دوسرے حصوں کو دیکھنے لگا۔ خاصی وسیع اور کشادہ عمارت تھی اور ہر قسم کی ضروریات سے آراستہ وہاں کافی افراد تھے جن میں عورتیں بھی تھیں اور مرد بھی لیکن سب کے سب خاموش اور ایک دوسرے سے دلچسپی نہ رکھنے والے۔ پھر میں رہائش گاہ سے باہر نکل آیا اور ڈوڈو کی رہائش گاہ کی جانب چل پڑا۔

ڈوڈو اپنے کمرے میں موجود نہیں تھا۔ ایک بستر پر لیٹ کر میں نے اپنے پاؤں دراز کیے اور جینگو سے اپنی اس دلچسپ ملاقات کے بارے میں غور کرنے لگا۔ اچانک ایک سوال میرے ذہن میں پیدا ہوا۔

اس وقت جب جینگو نے مجھے دیکھا تھا میری قوت گویائی کیوں سلب ہو گئی تھی۔ یہ سوال مجھے پریشان کر رہا تھا۔ میں نے اس کی آنکھوں میں ایک عجیب سی مقناطیسیت دیکھی تھی اور اس وقت جب اس نے گہری نگاہوں سے میرے وجود کا جائزہ لیا تھا میرے بدن میں سرد لہریں سی دوڑنے لگی تھیں۔ وہ کیا تھا؟ اگر اس طرح اس نے میری قوت گویائی سلب کر لی تو پھر میں نہ تو بول سکوں گا اور نہ وہ کام کر سکوں گا جو کرنا چاہتا ہوں۔

میں سوچتا رہا۔ آخر وہ قوت کیسی تھی؟ کیا جینگو کے سامنے آنے والے اس کی آنکھوں کی قوت

سے ہی مسحور ہو جاتے ہیں۔ کیا وہ ہپناٹسٹ ہے۔ اگر ایسی بات ہے تو پھر ترلوکا بھی کوئی ایسی ہی پراسرار قوت ہوگی۔

کوئی دروازے سے اندر داخل ہوا۔ ایک اجنبی لڑکی تھی جو اندر آ رہی تھی۔

"ہیلو" میں نے اسے مخاطب کیا۔

"اوہ سوری جناب۔ کیا مسٹر ڈوڈو موجود نہیں ہیں؟"

"نہیں۔ کہیں گئے ہوئے ہیں"

"آپ یہیں رہتے ہیں؟"

"جی ہاں"۔

"میرا مطلب ہے پہلے تو......"

"ہاں ڈوڈو میرا دوست ہے۔ آپ چاہیں تو اس کا انتظار کر لیں۔ ممکن ہے آ ہی جائے"۔

"مسٹر جینگو کے ساتھ گئے ہیں؟"

"شاید نہیں"۔

"شکریہ، مجھے اجازت دیں"۔

"جیسی آپ کی مرضی، ویسے کیا آپ یہیں رہتی ہیں؟"

"اوہ نہیں۔ میں پیرس کے ایک نواحی علاقے میں رہتی ہوں۔ دوسرے تیسرے روز ادھر آنا ہوتا ہے۔ آج آئی تو سوچا کہ ان سے ملتی چلوں"۔

"کیا آپ بھی ترلوکا کے افکار کی گرویدہ ہیں؟"

"جی نہیں۔ میں حقیقت کی دنیا میں رہتی ہوں۔ مجھے زندگی اور انسانوں سے پیار ہے۔ میں انسانوں کے بنائے ہوئے اصولوں سے دلچسپی رکھتی ہوں۔ ان جھوٹی فضاؤں میں نہیں رہتی جس میں آپ لوگ رہتے ہیں"۔

"پھر ڈوڈو اور آپ کی دوستی کیسے ہوگئی؟"

"کوئی گہرا ذہنی رشتہ نہیں ہے۔ بس اس نے ایک بار میری تھوڑی سی مدد کی تھی۔ میں اس کی شکر گزار ہوں"۔

"اگر آپ چاہیں تو اس کے لیے کوئی پیغام دے دیں"۔

"ارے نہیں کوئی پیغام نہیں۔ پھر کبھی آئی تو مل لوں گی۔ اچھا! اجازت" اس نے کہا اور جانے کے لیے تیار ہوگئی۔

"اپنا نام بھی نہیں بتائیں گی آپ؟"

"کیا ضرورت ہے؟" لڑکی لاپرواہی سے بولی اور خدا حافظ کہہ کر باہر نکل گئی۔

میں نے ایک طویل سانس لی۔ وہ پہلی لڑکی تھی جو اس دیوانگی کا شکار نہیں تھی لیکن بہت جلد وہ میرے ذہن سے نکل گئی اور میں جینگو کی اس سیاست کے بارے میں سوچنے لگا۔ اسی اثناء میں ڈوڈو آگیا۔

"کیسے ہو میرے دوست؟" ڈوڈو نے پوچھا۔

"ٹھیک ہوں ڈوڈو"۔

"جینگو سے ملاقات ہوئی"۔

"ہاں"۔

"قریب سے دیکھنے پر وہ کیسا لگا؟"

"نہایت پراثر"۔

"میں نہ کہتا تھا" ڈوڈو کے ہونٹوں پر...... مسکراہٹ دوڑ گئی "وہ مقناطیس ہے، کون ہے جو اس سے متاثر نہیں ہوتا"۔

"اس میں کوئی شک نہیں ہے ڈوڈو، لیکن ایک بات تو بتاؤ"۔

"پوچھو، ضرور پوچھو میرے دوست"۔

"کیا جینگو کو میرے بارے میں معلوم تھا؟"

"کیا معلوم تھا؟"

"یہی کہ میں اس سے ملاقات کرنا چاہتا ہوں"

"نہیں۔ تمہیں یہ خیال کیونکر آیا؟"

"ایسے ہی پوچھ رہا تھا۔

"اسے کچھ بتانے کی ضرورت نہیں پیش آتی۔ کسی ملاقات کے بارے میں بتانا اصول بن جاتا ہے اور ظاہر ہے ہم اصولوں کے ہی مخالف ہیں"۔

"خوب۔ میں نے اس سے کچھ بحث بھی کی تھی"۔

"کس سلسلہ میں؟"

"اس کی برہنگی کے سلسلہ میں"۔

"اوہ" ڈوڈو نے قہقہہ لگایا۔ "یہ کون سی نئی بات ہے۔ بہرحال اس نے تمہیں قائل کر دیا ہوگا"۔

"بات مکمل نہیں ہو سکی۔ کچھ لوگ آ گئے تھے"۔

"وہ تمہیں پورے طور سے مطمئن کر دے گا۔ اس کی فطرت ہے"۔ ڈوڈو نے عقیدت بھرے لہجے میں کہا۔ میں نے اندازہ لگا لیا تھا کہ ڈوڈو جینگو کی عقیدت سے سرشار ہے اور اس کے خلاف کچھ سننا پسند نہیں کرے گا۔ اس لیے اس سے گفتگو میں احتیاط برتنا ضروری ہے۔ چنانچہ میں نے اس سے زیادہ گفتگو نہیں کی۔

"میں اس سے دوسری ملاقات ضرور کروں گا"۔

"دوسری کیا' اب تو ملاقاتیں ہوتی رہیں گی۔ ویسے میں تمہیں بتاؤں پیکر' وہ عجیب ہستی ہے۔ واہ
تم نے اس جیسا دوسرا شخص نہیں دیکھا ہوگا"۔

"ہاں۔ اس میں کوئی شک نہیں ہے"۔

"وہ نہ جانے کتنی دولت کا مالک ہے۔ لیکن اگر کوئی اجنبی اسے بھیک بھی دیتا ہے تو وہ قبول کر
ہے۔ اس کی ذات سے بہت سے دلچسپ قصے وابستہ ہیں"۔

"تم کہاں سے اس کے ساتھ ہو؟" میں نے پوچھا۔

"ترلوکا کے ساتھ؟"

"نہیں میرا مطلب ہے جینگو کے ساتھ"۔

"طویل عرصہ سے۔ میں تو ہوں ہی امریکن"۔

"اوہ۔ تم امریکن ہو؟"

"ہاں۔ تمہیں حیرت کیوں ہوئی؟"

"خدوخال اور عادات واطوار سے تم امریکن نہیں معلوم ہوتے۔

"میں امریکہ کی ایک ریاست کے دیہات کا باشندہ ہوں اور وہاں کا مشہور ریسلر تھا۔ بڑی بڑی
کشتیاں جیتی ہیں میں نے اور امریکہ کے لوگ چیمپئن ڈوڈو کے بارے میں بہت کچھ جانتے ہیں۔ اب ڈوڈو
دوسری چیز ہے۔ اب تو اگر وہ قوت آزمائی کرتا ہے تو صرف ترلوکا کے مفادات کے لیے"۔

"خوب۔ تو تم پہلوان ہو؟"

"ہاں۔ چھ سال سے چیمپئن ہوں شکاگو کا۔ اور آخر تک نہیں ہارا۔ میں نے اعلان کیا تھا کہ جس دن
ہار جاؤں گا' اسی دن سے کشتیاں لڑنا چھوڑ دوں گا۔ لیکن ہارا نہیں۔ اور ہارا بھی تو صرف مسٹر جینگو سے"۔

"جینگو سے؟"

"ہاں۔ کسی کی عظمت کو قبول کرنا میرے نزدیک ہارنے ہی کے برابر ہوتا ہے۔

"اچھی بات ہے ڈوڈو' مجھے پسند آئی" میں نے گہری سانس لے کر کہا۔

تھوڑی دیر کے بعد ڈوڈو چلا گیا اور میں نے ایک گہری سانس لی۔

ان سارے معاملات کے جاننے کا مجھے شوق تھا اور اس پراسرار تحریک نے مجھے خود بھی الجھا دیا تھا
لیکن اس کے باوجود میں اپنی دلچسپیاں بھی ترک نہیں کرنا چاہتا تھا۔ اس عمارت میں خاصا وقت گزر گیا تھا اور
یہاں کی تفریحات دلچسپ بھی تھیں۔ لیکن فرانس میں اور کچھ بھی تھا اور میں اس سے محروم نہیں رہنا چاہتا
تھا۔

یہ شام اداس شام تھی۔ آج یہاں کوئی پروگرام بھی نہیں تھا۔ جینگو کا درس کہیں اور تھا۔ ڈوڈو اس

کے بعد ہاتھ نہیں آیا کہ میں اس سے اس مقام کے بارے میں پوچھتا۔ چنانچہ میں خود ہی باہر نکل آیا۔
ہوئے ڈی بولون کی حسین بستی' دریائے سین کے خاموش پانی کے ساتھ میلوں دور تک چلی گئی
تھی۔ نیچے دریا کی جانب کنارے کنارے چھوٹے چھوٹے مکانات بکھرے ہوئے تھے۔ چند جگہوں پر
خوبصورت ہاؤس بوٹ تیر رہے تھے۔ ان کے دروازوں پر اکثر خونخوار کتے نظر آتے تھے۔ ہاؤس بوٹوں کا
سلسلہ ختم ہوا تو شاہ بلوط اور بید کے درختوں میں گھری ایک سیرگاہ نظر آئی جس کے کنارے چند لوگ مچھلی
کے شکار میں مشغول تھے۔

میں چلتا رہا۔ پیرس کا دور تک کا علاقہ دیکھنے کا خواہش مند تھا۔ یہاں تک کہ زیر زمین ریلوے
اسٹیشن تک پہنچ گیا اور پھر زیر زمین ریلوے کے شاندار نظام کو دل میں سراہتا رہا۔ پھر ایفل ٹاور اسٹیشن پر پہنچ
گیا۔

ایفل ٹاور اپنی روایتی بلندیوں کے ساتھ کھڑا ہوا تھا۔ اس کے نیچے سیاحوں کے ٹھٹھ کے ٹھٹھ لگے
تھے۔ فوٹوگرافر' آئس کریم بیچنے والے' تصویر کارڈ بیچنے والے اور پھر نزدیک نزدیک بکھرے ہوئے قہوہ خانے'
پیرس کی روایتی رونق یہاں نظر آتی تھی۔ دیر تک میں اس رونق میں کھویا رہا۔ ملک ملک کے لوگ نظر آ
رہے تھے اور میں ان میں اپنے ہم وطنوں کی شکلیں بھی دیکھ رہا تھا۔ ان احساسات کا تذکرہ نہیں کروں گا جو
ان لوگوں کو دیکھ کر میرے ذہن میں ابھرے تھے۔ کیونکہ ان میں مایوسی اور اداسی کے سوا کچھ نہیں تھا۔

تھوڑی دیر بعد واپس جینگو کی رہائش گاہ پر پہنچ گیا۔

وہاں خاموشی چھائی ہوئی تھی۔ لان تاریک پڑا تھا۔ رہائش گاہ میں ڈوڈو مل گیا۔ وہ آرام سے لیٹا تھا۔
مجھے دیکھ کر بیٹھ گیا۔

"آؤ آؤ۔ کہاں چلے گئے تھے؟"

"بس ایسے ہی گھومنے نکلا تھا۔ لیکن آج مجھے پیرس کی سڑکوں پر جینگو نہیں نظر آیا"۔

"میرا باس" ڈوڈو ہنس پڑا۔ آج وہ تبلیغ کے موڈ میں تھا اور یہ فرانس کی پولیس کے لیے برا دن
ہے"۔

"کیوں؟"

"بس جینگو کی فطرت میں مزاح کا عنصر بھی ہے۔ آوارہ گردی کرتے ہوئے ایک ایسی عمارت نظر آ
گئی جس میں ایک تقریب تھی۔ نہ جانے اسے کیا سوجھی کہ وہ اس عمارت کی طرف چل دیا لیکن باہر کھڑے
ہوئے ملازموں نے اس کے لباس کی وجہ سے اسے اندر داخل ہونے سے روک دیا۔ جینگو واپس آیا اور اس
نے ایک عمدہ لباس پہنا اور ایک شاندار گاڑی میں بیٹھ کر دوبارہ اسی تقریب میں پہنچا۔ اس کے بعد جو ڈرامہ
ہوا اس کی تفصیل دلچسپ ہے"۔

"کیا ہوا؟" میں بیٹھ گیا۔

"میں تمہیں اس کی تفصیل اسی انداز میں سناؤں گا تاکہ پوری طرح لطف اندوز ہو سکو۔ جب
ایک عمدہ کار میں اندر داخل ہوا تو میں اس کی کار چلا رہا تھا اور میرے بدن پر ڈرائیور کی وردی تھی۔
بڑے جغادری لوگ موجود تھے وہاں۔ دولت کے مظاہرے ہو رہے تھے۔ زیورات اور اعلیٰ لباس،
اعلیٰ شراب، سب ہماری طرف متوجہ ہو گئے اور ایک لمبا تڑنگا شخص جو اعلیٰ درجے کے سوٹ میں ملبوس
قریب آ گیا۔ ان دونوں کے درمیان جو مکالمے ہوئے، وہ یوں تھے:

"تشریف لائیے جناب! میری بدقسمتی ہے کہ میں آپ کو پہچان نہیں سکا تھا"۔

"آپ اس عمارت کے مالک ہیں؟"

"جی ہاں۔ میرا نام پونگسن ہے۔ پرتگالی نژاد فرنچ"۔

"اور میں جینگو ہوں" جینگو نے کہا اور کوٹ کے بٹن کھول دیے۔ تب پونگسن نے
کو اشارے سے بلایا۔

"مسٹر جینگو کا کوٹ احتیاط سے رکھ آؤ"۔

"یس سر" ملازم نے ادب سے جھک کر کوٹ لیا اور چل پڑا لیکن اس دوران جینگو نے واسکٹ
اتار دی تھی۔ پونگسن نے پھر ہاتھ بڑھایا اور واسکٹ لے لی۔ لیکن جب جینگو نے شرٹ بھی اتار
کے ہاتھ میں دی اور اوپر کے بدن سے برہنہ ہو گیا تو پونگسن کی بوکھلاہٹ قابل دید تھی۔

اس نے گھبرا کر مہمانوں کی طرف دیکھا جو اب اس دلچسپ شخصیت کی طرف متوجہ ہو گئے۔
وقفے میں گڑبڑ ہو گئی۔ مسٹر جینگو کے بدن پر پتلون بھی نہیں رہی اور جب پونگسن ان کی جانب
کر رہ گیا۔

"یہ..... یہ کیا حماقت ہے۔ کیا تم ------ کیا تم پاگل ہو؟"

"کیوں میرے عزیز دوست، تمہارے ذہن میں یہ خیال کیسے پیدا ہوا؟" جینگو نے پوچھا۔

"میں کہتا ہوں نکل جاؤ یہاں سے، اے سنو، تم اسے یہاں سے لے جاؤ ورنہ اچھا نہیں ہوگا
پاگل ہے تو اسے پاگل خانے میں داخل کراؤ"۔

"نہیں جناب! بلکہ میرا باس اگر مجھے اجازت دے تو میں اس بدتمیزی پر تمہیں ہمیشہ کے
گویائی سے محروم کر دوں" میں نے سخت لہجے میں کہا۔

"بک بک، کیا بکواس کر رہے ہو؟" مسٹر پونگسن پھٹی پھٹی آنکھوں سے کبھی مہمانوں کو اور
اور کبھی مسٹر جینگو کی طرف دیکھتے ہوئے بولا۔

تب مسٹر جینگو مہمانوں کی طرف بڑھے اور کافی آوازیں ایک ساتھ بلند ہوئیں۔ کچھ لوگ
کا اظہار کر رہے تھے اور کچھ قہقہے لگا رہے تھے۔ خاص کر نوجوان مسٹر جینگو کو بڑی دلچسپی سے
تھے۔ مسٹر جینگو..... نے مجھے اشارہ کیا اور میں بھاگ کر کار سے گٹار نکال لایا۔

میں نے گٹار مسٹر جینگو کے ہاتھ میں دیا اور مسٹر جینگو نے گٹار کے تاروں پر ہاتھ پھیرا۔ لوگ ان کی
جانب متوجہ ہو گئے تھے۔

"عزیزو! میں زمین پر بسنے والے کمزور انسانوں کا حقیقی نمائندہ ہوں اور تمہارے سامنے آتے ہوئے
میرا دل چاہا کہ میں لباس حقیقی ہی میں تم سے گفتگو کروں"۔

"ہیئر ہیئر ہیئر" نوجوانوں نے تالیاں بجائیں۔

"میں تمہاری چھوٹی چھوٹی خوشیوں کو لوٹنا نہیں چاہتا۔ میں نہیں چاہتا کہ مسٹر پونگسن کی اس
تقریب میں کوئی گڑبڑ پیدا کروں۔ لیکن تمہارا اجتماع دیکھ کر اپنی آواز تمہارے کانوں تک پہنچانے کی خواہش
میرے دل میں پیدا ہو گئی اور میں یہاں چلا آیا۔ صرف یہ کہنے کے لیے کہ زندگی کی دلچسپیوں میں لباس کے
بندھن بے حقیقت ہیں۔ اگر تم سب اس جگہ کپڑوں کے جال سے آزاد ہو جاؤ تو تم محسوس کرو گے کہ
تمہاری خوشیاں کئی گنا بڑھ گئی ہیں"۔

"میں کہتا ہوں، میں کہتا ہوں یہاں سے نکل جاؤ" پیچھے سے مسٹر پونگسن نے جینگو کو پکڑنے کی
کوشش کی لیکن میں زیادہ دور نہیں تھا۔ میں نے مسٹر پونگسن کو اٹھا کر دور پھینک دیا۔ پونگسن چیخ
چیخ کر ملازموں کو بلا رہا تھا اور تھوڑی دیر میں اچھا خاصا ہنگامہ ہو گیا۔

تب نہ جانے کس طرح پولیس وہاں پہنچ گئی اور اس نے مسٹر جینگو کے گرد گھیرا ڈال لیا۔ پولیس نے
مسٹر جینگو سے لباس پہننے کی درخواست کی لیکن مسٹر جینگو نے صاف صاف انکار کر دیا کہ وہ حقیقت کے لباس
میں ہیں اور یہ قدرتی لباس کسی بھی طور قابل اعتراض نہیں ہے۔ پولیس مسٹر جینگو کو لے کر چل دی اور
راستے میں مسٹر جینگو نے پولیس کو قائل کر دیا کہ وہ درست کہہ رہے تھے۔ پولیس والوں کو انہیں چھوڑنا پڑا
لیکن ان سے استدعا کی گئی کہ وہ دوبارہ پونگسن کی کوٹھی نہیں جائیں"۔

"کمال ہے" میں نے گردن ہلاتے ہوئے کہا "ویسے اس کی رہائش گاہ میں میں نے بھی اسے بے
لباس پایا تھا"۔

رات کو حسب معمول میں نے کھانا وغیرہ کھایا اور آرام کرنے لیٹ گیا لیکن تقریباً گیارہ بجے ہوں
گے جب ڈوڈو نے مجھے پکارا، وہ کہیں سے آیا تھا۔

"کیا بات ہے ڈوڈو؟"

"مسٹر جینگو کو تمہاری ضرورت ہے"۔

"چلوں؟" میں نے پوچھا۔

"ہاں۔ وہ بہت کم کسی کو اتنی دلچسپی سے طلب کرتے ہیں" ڈوڈو نے کہا اور میں اس کے ساتھ باہر
نکل آیا۔ تھوڑی دیر کے بعد میں جینگو کے سامنے تھا۔ اس وقت اس کے بدن پر لباس کا انبار تھا اور چہرے
سے وہ ایک عظیم مدبر نظر آ رہا تھا۔ تین آدمی اس کے ساتھ کھڑے ہوئے تھے اور جینگو سنجیدہ تھا۔

اس نے نگاہیں اٹھا کر مجھے دیکھا۔ ان آنکھوں میں بڑا جلال تھا۔ مجھے اپنے وجود میں ٹھنڈک س
محسوس ہوئی۔

"بیٹھو نوجوان، تمہارا نام پیکر ہے نا؟"

"ہاں"۔

"ہماری گفتگو ادھوری رہ گئی تھی پیکر"۔

"ہاں مسٹر جینگو"۔

"بیٹھ جاؤ نوجوان۔ میں تم سے ضروری گفتگو کروں گا" اس نے کہا اور میں بیٹھ گیا۔ لیکن اس مر
میں نے چالاکی سے کام لیا اور اس سے نگاہیں ملانے کی کوشش نہیں کی تھی۔

جینگو نے نہایت نرم لہجے میں کہا:

"ترلوکا کا مشن صرف یہ ہے کہ ہم کمزور انسان جو حالات کے تحت پیدا ہوتے ہیں اور اپنی مر
کے بغیر مرجاتے ہیں، ان بندھنوں سے آزادی حاصل کریں، جو تہذیب نے ہمارے گرد پھیلا رکھے ہیں۔
غور کرو ہماری چند روزہ زندگی میں کچھ خواہشات ہمارے ذہن میں پیدا ہوتی ہیں لیکن معاشرے کے بنا
ہوئے اصول اگر ان خواہشات کو کبھی پورا نہ ہونے دیں تو پھر دنیا میں آنے کا کیا فائدہ؟"

"ٹھیک ہے جینگو، لیکن اگر تم پتھروں کے دور کی بات کرتے ہو تو اس دور کا انسان وحشی اور ناقا
بھروسہ تھا۔ جبکہ آج کا انسان نہ تو وحشی ہے اور نہ ناقابل بھروسہ"۔

"ناقابل بھروسہ اور وحشی نہ کہو میرے دوست۔ اگر انسانیت کا یہی مزاج رہے تو کیا برا ہے؟"

"بہت برا ہے جینگو۔ خاص طور سے اس وقت جب زمین وجود میں آئی تھی اور انسان پہاڑوں
جنگلوں میں رہتا تھا۔ اس وقت انسانی آبادی بہت کم تھی۔ اس کے ذرائع بہت کم تھے۔ وہ جنگلوں میں ش
کرتا تھا۔ لوگوں میں خلوص نہیں تھا۔ اگر انسانوں نے انسانوں کے بارے میں سوچا اور اپنی زندگی کو بہ
چاہا تو اس میں کیا برائی ہے؟"

"کوئی برائی نہیں ہے۔ ہمیں ایک دوسرے کے بارے میں ضرور سوچنا چاہیے۔ لیکن ہمیں ا
اخلاق اور ایسے تمدن کی ضرورت نہیں ہے جو ہماری خواہشات کو زندگی کی قیمت دے کر حاصل کرنا پڑ
انسان اپنی کمزور ہستی کو دوسروں کا پابند کیوں کرے۔ تم خود سوچو کیا یہ صحیح ہے"۔

"ٹھیک ہے جینگو، لیکن اخلاقی اقدار سے روگردانی مناسب نہیں ہے"۔

"تو کیا ہماری سوچ غلط ہے؟"

"نہیں۔ لیکن معاشرے کے کچھ اصول و ضوابط بھی ہوتے ہیں"۔

"اصول، اصول کیا حیثیت رکھتے ہیں۔ ہم تہذیب کے بنائے ہوئے ان اصولوں ہی کے تو
ہیں"۔

"نہیں جینگو، یہ بات غلط ہے۔ ہمیں معاشرے کے اخلاق و ضوابط کو مدنظر رکھنا چاہیے۔ انسان
آزاد ضرور ہو لیکن کریہہ نہ ہو۔ کیا ضروری ہے کہ آزادی اپنے اخلاقی اقدار اور اصولوں کو روند کر حاصل کی
جائے۔ نہیں جینگو آزادی اپنے اخلاقی اقدار کو برقرار رکھ کر بھی حاصل کی جا سکتی ہے۔ ہماری زندگی پر یہ
سب چیزیں حاوی ہیں"۔

"لیکن ہم ان چیزوں کی نفی کرتے ہیں۔ ہم اپنی اخلاقی اقدار سے نجات چاہتے ہیں۔ کیا دیتی ہیں یہ
ہمیں۔ موت، زندگی سے عاری مردہ حیات، جس میں خوشی کی کوئی رمق تک نہیں"۔

"لیکن تم رشتوں کے تقدس کو کیوں بھول رہے ہو جینگو۔ ہمارے ہاں ماں باپ، بیٹی، بہن بھائی
جیسے رشتے ہوتے ہیں اور ان سب پر ایک دوسرے کی ذمہ داری عائد ہوتی ہے۔ اگر ہم اپنوں کی اس تمیز کو
کھو بیٹھیں گے تو خود کو خوش نہیں رکھ سکیں گے"۔

"جنس کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے؟"

"زندگی کی آرزو پیدا کرتی ہے۔ نمود کے فرائض انجام دیتی ہے" میں نے کہا۔

"پھر یہ قید کیوں ہے؟"

"معاشرے نے اس کے لیے اصول بنا دیے ہیں۔ دنیا کے کسی مذہب نے جنس پر پابندی نہیں لگائی
ہے۔ ہاں کچھ اقدار کچھ سہارے ضروری ہیں"۔

"اوہ۔ مذہب۔ مذہب۔ کون سے مذہب کی بات کرتے ہو، انہوں نے خود کو منوانے کے لیے ایک
تصور تخلیق کیا ہے۔ اسے خدا، گوڈ، اوم کہا کہ باقی سب جانے پہچانے تھے اور انسان ان سے خوفزدہ نہیں ہو
سکتا تھا۔ دیکھو ان کتابوں کو ان میں گوڈ کہاں ہے؟"

" جینگو نے چند کتابیں نکال کر میری طرف اچھال دیں اور کتابیں زمین پر گر پڑیں۔

تب ایک کتاب درمیان سے کھل گئی۔ میں نے دیکھا وہ میری کتاب تھی اور اس پر میرا ایمان تھا۔
میں ایک گناہ گار انسان ضرور تھا۔ میں نے مذہب، انسانیت، معاشرہ سب کی دھجیاں اڑائی تھیں۔ میں کبھی
کسی سے متاثر نہیں ہوا تھا۔ لیکن وہ میری کتاب تھی۔ وہ مقدس تصور جو زندگی کی سخت ترین گھٹن میں میرا
محافظ تھا، مجھے سکون دیتا تھا۔

میرا ذہن تاریک ہو گیا۔ میری سوچ مردہ ہو گئی۔ میں نے اس مقدس کتاب کو اٹھایا۔ میرے دل
سے آنسو ٹپکنے لگے۔ مجھے پسینہ آ گیا تھا۔ میں نے اس کتاب کو سینے سے لگا لیا۔ میرا دل چاہ رہا تھا کہ اسے اپنے
وجود میں سمو لوں۔ میں دیوانہ وار اسے چومنے لگا۔ پھر میں نے ادب سے اسے ایک طرف رکھ دیا۔

"جینگو" میری آواز میں بے پناہ غراہٹ تھی۔ اس نے ان سب کو لرزا دیا۔ "جینگو کتے تو نے
ایک ناپاک انسان نے کائنات کی توہین کی ہے۔ میرا رواں رواں اس مقدس کتاب کے تقدس کا امین ہے۔
بدبخت، ذلیل انسان میں تجھے فنا کر دوں گا" نہ جانے میری آواز کو کیا ہو گیا تھا۔ میں نے ایک وحشیانہ دھاڑ کے

ساتھ اس پر چھلانگ لگادی اور جینگو کو رگیدتا ہوا دور تک لے گیا۔ کمرے میں شدید ہڑبونگ مچ گئی۔ میں نے
اپنے دانتوں سے جینگو کو ادھیڑ ڈالا۔ میں نے اسے لہولہان کر دیا۔
"خدا کی قسم' خدا کی قسم میں تجھے فنا کر دوں گا۔ میں ترلوکا کو...... صفحہ ہستی سے مٹا دوں گا۔ جینگو
میں ترلوکا کے ایک ایک پیرو کا دشمن ہوں۔ خدا کی قسم میں زمین سے تمہارا ناپاک وجود مٹا دوں گا۔ یہ کتا
زندہ ہے جینگو' زندہ رہے گی۔ اس کے خدمت گار رہتی دنیا تک قائم رہیں گے۔ میں تجھے۔ میں تجھے......"
اور پھر ان سب نے مل کر مجھے جینگو کے جسم سے اٹھالیا۔ ڈوڈو نے زور سے میرے سینے پر ٹکر
ماری تھی لیکن میں تو وحشی ہو گیا تھا۔ میں نے ڈوڈو کو گردن سے پکڑ کر اٹھایا اور زمین پر دے مارا۔ جینگو دوڑتا
ہوا دروازے سے باہر نکل گیا۔ وہ دروازے سے ٹکرا کر گرا بھی تھا۔ اب کمرے میں دو چار افراد تھے اور میں
تنہا۔ ڈوڈو شکاگو کا چیمپئن تھا لیکن جگہ جگہ سے زخمی نظر آ رہا تھا۔ پھر کسی نے میرے سر پر کوئی وزنی چیز دے
ماری اور میرے اعضاء مضمحل ہو گئے۔ میں تاریکیوں میں جا سویا۔ سکون کی گہری نیند۔

نہ جانے کب آنکھ کھلی۔ ایک کمرہ تھا جس میں میں ایک بستر پر پڑا ہوا تھا۔ ایک دبلی پتلی سی لیکن
بے حد خوبصورت نرس میرے نزدیک بیٹھی کتاب پڑھ رہی تھی۔ میں نرس کے سفید چہرے کو دیکھنے لگا۔
میں نے محسوس کیا کہ میرے سر پر پٹی بندھی ہوئی ہے۔

"نرس" میں نے خشک ہونٹوں پر زبان پھیرتے ہوئے اسے آواز دی۔ اس نے چونک کر مجھے
دیکھا۔ پھر کتاب رکھ کر میرے نزدیک آگئی۔ یہ کون سی جگہ ہے نرس؟"
"ذہن پر زیادہ زور نہ دو" اس نے سپاٹ لہجے میں کہا۔
"اگر تم بتادو تو میں تمہارا شکر گزار ہوں گا"۔
"تمہارے لیے بہتر نہیں ہے' باہر تمہارے دشمن پہرہ دے رہے ہیں"۔
"جینگو کے آدمی؟"
"ہاں"
"عمارت بھی جینگو کی ہے؟"
"ہاں" نرس نے جواب دیا اور میں نے گہری سانس لی۔
"کچھ اور بھی بتاؤ گی نرس؟"
"ذہن پر زور نہ دو تو بہتر ہے" اس نے کہا اور میں چند ساعت خاموش رہا۔ پھر ایک گہری سانس
لے کر بولا:
"تم بھی ترلوکا کی پیروکار ہو؟"
"میرا خیال ہے تمہیں اپنی بیماری کے بارے میں گفتگو کرنی چاہیے۔ ان باتوں سے تمہیں کیا
سروکار؟"

"یہ تو میری بیماری ہے نرس۔ جواب دو۔ کیا تم اس کی پیروکار ہو؟" میں نے پوچھا۔
اس نے عجیب سی نگاہوں سے مجھے دیکھا اور پھر گہری سانس لے کر بولی:
"میں جو کچھ بھی ہوں اپنے طور پر درست ہوں"۔
"میں تلخ نگاہوں سے اسے دیکھتا رہا۔ نرس اپنے کام میں مصروف ہو گئی تھی۔ تھوڑی دیر کے بعد
اس نے میری طرف رخ کیا اور بولی:
"کسی چیز کی ضرورت تو نہیں ہے؟"
"نہیں۔ تم سے کیا اپنی ضرورت بیان کروں گا؟"
"کیوں آخر میری طرف سے اتنے بددل ہو' کیا صرف اس لیے کہ میں تمہاری ایک ایسی خواہش
پوری نہ کر سکی جس کا تعلق میری ذات سے تھا"۔
"یہ بات نہیں ہے نرس' بلکہ تم شکر کرو کہ تمہاری زندگی کا انحصار ہی اس بات پر ہے کہ تم نے
مجھے اپنے بارے میں نہیں بتایا"۔
"کیا مطلب؟" وہ چونک پڑی۔
"اگر تم ترلوکا کی پیروکار ہو تو میں تمہیں قتل کر دوں گا"
نرس بدستور مجھے سپاٹ نگاہوں سے دیکھتی رہی۔ پھر اس نے گردن ہلاتے ہوئے کہا:
"تم ترلوکا سے اس قدر نفرت کیوں کرتے ہو؟"
"کیا تمہیں ترلوکا سے عقیدت ہے؟" میں نے پوچھا اور اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ کی ایک
لطیف سی لکیر کھنچ گئی۔
"اس لیے نہیں منع کر رہی کہ تم مجھے قتل کر دو گے' بس تمہاری ضدی طبیعت کو دیکھ کر دل چاہتا
ہے کہ تمہیں مطمئن کر دوں۔ میں ترلوکا سے شدید گھن کھاتی ہوں۔ میں اس سے نفرت کرتی ہوں" اس
نے سخت زہریلے لہجے میں کہا اور میں عجیب سی نگاہوں سے اسے دیکھنے لگا۔ مجھے ایک دم سکون کا احساس ہوا
کہ گویا میرے علاوہ بھی اس گروہ میں کوئی ایسا ہے جو ترلوکا اور جینگو سے نفرت کرتا ہے"۔
"تم نے جینگو کو زندگی بھر کے لیے بہت سی چیزوں سے محروم کر دیا ہے۔ وہ خاصا زخمی ہے"۔
"کیا مطلب؟"
"تم خود اسے دیکھ لو گے۔ بہت جلدی وہ تمہارے سامنے آئے گا۔ ویسے اس وقت جدید ترین
طریقوں پر اس کا علاج ہو رہا ہے"۔
"اوہ کیا وہ اتنی خراب پوزیشن میں ہے؟"
"نہ صرف وہ بلکہ وہاں موجود تمام لوگ بھی۔ ڈوڈو جو امریکہ کا بہترین ریسلر تھا' موت اور زندگی
کے درمیان لٹک رہا ہے۔ ان میں سے ایک شخص مر چکا ہے اور دوسرا شدید زخمی ہے۔ کسی کو بھی نہ چھوڑا

تم نے"۔

میں اس لڑکی کی سپاٹ سی کیفیت پر غور کر رہا تھا۔ نہ جانے کس قسم کی تھی۔ پھر بھی اس نے جو کچھ بتایا تھا' اسے سن کر مجھے بے پناہ خوشی ہوئی تھی۔

"اگر یہ بات ہے تو پھر جینگو کے ساتھی میرے ساتھ یہ سلوک کیوں کر رہے ہیں۔ انہیں مجھے ختم کر دینا چاہیے تھا"۔

"وہ یہی کرتے لیکن جینگو نے بے ہوش ہونے سے قبل انہیں منع کر دیا تھا"۔

"کیا مطلب؟"

"پتہ نہیں' بس وہ ایسا ہی بے تکا آدمی ہے۔ اس نے خاص طور پر ہدایت کی تھی کہ تمہیں تکلیف نہ ہونے پائے" نرس نے کہا اور میں دل ہی دل میں مسکرانے لگا۔

یہ تو قدرت کے راز تھے۔ میں نے دل ہی دل میں سوچا۔ ظاہر ہے ہوریشو نے بھی یہی کہا اس خبط میں مبتلا ہو گیا تھا کہ مجھے زچ کر کے مارے گا اور بالآخر اس کا یہ خبط اسے لے ڈوبا۔ جینگو بھی ہو گا۔ اسے بھی اپنی شکست یا توہین کا بدلہ لینے کی خواہش ہو گی۔ وہ اپنے لوگوں میں ذلیل ہو گیا تھا کے آدمی مجھے قتل کر دیتے تو یہی کہا جاتا کہ میں جینگو کو اس حالت میں پہنچانے کے بعد اس کے آدمی مارا گیا۔ لیکن یقینی طور پر جینگو میرے ساتھ کوئی ایسا سلوک کرنا چاہتا تھا جس سے اس کی اپنی گری ہو بحال...... ہو جائے۔

میں اس کے سوا کچھ نہیں چاہتا تھا کہ میری روح کے وہ داغ دھل جائیں جن سے وہ اذیت تھی۔ لیکن بخشش کا تصور بھی میرے لیے حسرت انگیز تھا۔ بھلا مجھ جیسے انسان کی بخشش کیسے ہو سکتی کے ہاتھوں ہزاروں انسانوں کو اذیت پہنچی تھی۔

ہوش آنے کے بعد بھی میرے خلاف کوئی تحریک نہیں ہوئی۔ میں تیزی سے روبہ صحت وہ نرس میرے لیے ایک معمہ بن گئی تھی۔ دبلی پتلی سی حسین نقوش والی لڑکی جو مسکرانا تو جانتی تھی۔ وہ ایک مشین کی طرح اپنے کام کرتی اور اس کے چہرے پر کوئی تاثر نہ ہوتا تھا۔

"نرس" ایک دن میں نے اس سے کہا اور وہ سوالیہ نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگی "کیا تمہارے یہاں اور کوئی نرس نہیں ہے؟"

"نہیں" اس نے مختصر کہا۔

"میں تمہارے بارے میں کچھ بھی نہیں جانتا"۔

"کیا یہ ضروری ہے؟"

"ہاں۔ خاص طور سے اس لیے کہ تم بھی میرے مسلک سے متفق ہو"۔

"غلط خیال ہے تمہارا" اس نے تلخی سے کہا۔

"میرا مسلک کچھ اور ہے"۔

"کیا؟"

"تین اپاہج انسانوں کی پرورش اور بس"۔

"کون ہیں وہ؟"

"براہ کرم فضول باتوں میں نہ الجھیں۔ میں آپ کی شکر گزار ہوں گی"۔

"اپنا نام بھی نہیں بتاؤ گی؟" میں نے کہا اور وہ عجیب سی نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگی۔

"میریاڈالسنک" اس نے جواب دیا۔

اور یہ نام آپ کے لیے اجنبی نہ ہو گا۔ یہ وہی میریا ہے جو بعد میں راجہ نواز اصغر کی بیوی بنی۔

☆ ☆ ☆

میں خاموشی سے میریا کو دیکھتا رہا۔ یہ نرم و نازک سی لڑکی نہ جانے اپنے اندر کون کون سے اسرار رکھتی تھی۔ بہرحال اس سے زیادہ میں اس سے کچھ پوچھنے میں ناکام رہا۔ وہ ٹس سے مس نہیں ہوئی تھی اور میں ان تین اپاہج انسانوں کے بارے میں بھی کچھ نہ جان سکا جن کی پرورش اس کا مسلک تھی۔

ہاں چوتھے دن اس نے مجھے اطلاع دی "ڈوڈو بھی مر گیا۔ غالباً" اس کی گردن کی ہڈی ٹوٹ گئی تھی"۔

"اوہ...... مجھے افسوس ہے۔ بہرحال خوب آدمی تھا۔ اور اس نے فرانس میں مجھے بہت سی سہولتیں فراہم کر دی تھیں"۔

میریا نے مجھے کوئی جواب نہیں دیا۔ وہ خاموشی سے اپنے روزمرہ کے کاموں میں مصروف ہو گئی۔

بالآخر چھٹے دن مجھے طلب کر لیا گیا اور جس کمرے میں مجھے لے جایا گیا تھا' وہ تاریک تھا۔ پھر اچانک کمرے میں تیز روشنی پھیل گئی اور کمرے کے درمیان ایک اپاہجوں والی کرسی پر جینگو نظر آیا۔ اس کی ایک آنکھ پر پٹی بندھی ہوئی تھی اور کئی جگہ سے وہ ٹوٹا پھوٹا نظر آ رہا تھا۔ مجھے دیکھ کر اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

"بات یہ ہے مسٹر پیکر" اس نے بھاری آواز میں کہا "ہم لوگ ذاتی دشمنی کے قائل نہیں ہیں۔ ہم تو عدم تشدد کا پرچار کرتے ہیں۔ ہمیں مذاہب سے کوئی پرخاش نہیں ہے۔ کمزور انسان بہت سی حسرتیں اور خواہشیں لے کر پیدا ہوتا ہے۔ اور ان خواہشوں کو دبانے کے لیے ان آرزوؤں کے نہ پورا ہونے کی حسرت کو چھپانے کے بعد مذاہب تراشے گئے ہیں اور ان مذاہب کے پیروؤں نے جزا و سزا کا تصور دیا ہے۔ ناکاموں کے لیے جنت تخلیق کی گئی ہے تاکہ وہ ایک اور زندگی کی آرزو میں سلگتے رہیں۔ انتظار کرتے خوشی ہیں' انسانوں کے ساتھ یہ کتنا بڑا مذاق ہے۔ وہ خوشی جو انہیں زندہ رہ کر نہیں مل سکی' مرنے کے بعد پوری ہو جائے گی' واہ......!"

جینگو ہنس پڑا۔

میں خونی نگاہوں سے اسے دیکھ رہا تھا۔ نہ جانے کیا ہو گیا تھا مجھے۔ مذہب کے خلاف ایک لفظ میرے بدن میں چنگاریاں سی سلگا دیتا تھا۔ جینگو کی یہ بکواس مجھے سخت ناگوار گزر رہی تھی۔ وہ بدبخت منحوس نگاہوں سے مجھے دیکھ رہا تھا اور میرے پیچ و تاب کا اندازہ کر رہا تھا۔ پھر وہ اسی سرد لہجے میں بولا:

”میں جانتا ہوں کہ تمہیں میری یہ گفتگو سخت ناگوار گزر رہی ہے۔ کیا میرا خیال غلط ہے؟“

”بالکل نہیں“ میں نے غرائی ہوئی آواز میں جواب دیا۔ ”میرا بس چلے تو میں تیرے بدن کے چیتھڑے اڑا دوں۔ تیری پوری کھال تیرے بدن سے ادھیڑ دوں اور اس کے بعد تیرے تڑپنے کا تماشا دیکھوں اور تیرے ان ہونٹوں کو تیرے چہرے سے جدا کر دوں جن سے یہ غلیظ لفظ نکل رہے ہیں“۔

”بے شک تمہارے دل میں یہی آرزو ہوگی۔ کیونکہ تم پر مذہب کا بھوت سوار ہے لیکن میری بات کی حقیقت پر غور کرو۔ تم نے مجھے سخت زخمی کر دیا ہے۔ میں اگر چاہوں تو چاروں طرف سے تمہارے اوپر گولیوں کی بارش ہو جائے اور تمہارا ہر رواں خون اگلنے لگے۔ لیکن مجھے دیکھو، مجھے اپنے افکار و خیالات پر کس قدر قابو ہے اور ان سے کس حد تک متاثر ہوں۔ مجھ سے کہا گیا ہے کہ ذاتی دشمنی کوئی حیثیت نہیں رکھتی۔ انسان کمزور ہے۔ وہ برائیاں بھی کرتا ہے اور اگر وہ تمہارے ساتھ برائی کرے تو تم اس برائی کا جواب نہ دو۔ ہاں عقیدوں سے ٹکرانے والے موت کے مستحق ہوتے ہیں۔ تو میرے دوست! عظیم ترلوکا کا کام ہے کہ دشمن کو حجت سے زیر کرو۔ تم نے مجھے زخمی کیا ہے۔ میں اس کا بدلہ ہر طرح سے لے سکتا ہوں۔ میں اس کا بدلہ یہی سمجھتا ہوں کہ تمہیں اپنے عقائد سے متاثر کر دوں“۔

”ایسا کبھی نہیں ہوگا جینگو، ایسا کبھی نہیں ہوگا۔ میں تمہارے نام نہاد عظیم ترلوکا پر لعنت بھیجتا ہوں“ میں نے مٹھیاں بھینچ کر کہا۔

”ایسا ہی ہوگا میرے دوست، بالکل ایسا ہی ہوگا۔ میں تم سے گفتگو کرنا چاہتا ہوں۔ میں تم سے بات کروں گا، میں تمہیں قائل کروں گا اور اگر تم قائل ہو جاؤ تو میرا مشن کامیاب ہے“۔

میں نے اس کی بات کا کوئی جواب نہ دیا اور خاموشی سے کھڑا اسے دیکھتا رہا۔

”ہاں تو میں کہہ رہا تھا کہ ہمیں مذاہب سے کوئی پرخاش نہیں ہے۔ کمزور انسان کے لیے سہارے ہوتے ہیں اور ہم ان کمزور انسانوں سے ان کے سہارے کیوں چھینیں۔ ہاں وہ جو ذہین ہیں، دنیا میں اپنے لیے کوئی جگہ بنانے کی قدرت رکھتے ہیں، ان کا عقیدہ البتہ اتنا مضبوط ہونا چاہیے کہ وہ ان ناکام فریبوں میں نہ آئیں۔ تم بتاؤ کون سے مذہب کی بات کرتے ہو، عیسائیت کی؟ حضرت عیسیٰؑ نے کیا پیغام دیا۔ انسانوں کو انسانوں کے ساتھ اچھا سلوک کرنے کا اور انہی اچھائیوں کے بدلہ میں جنت دینے کا وعدہ کیا گیا۔ اب تم سوچو، انسان جو اپنی ذات پر قادر بھی نہیں ہے، ان غیر معمولی بوجھوں کو کیسے اٹھا سکتا ہے۔ جو مذہب نے ہم پر عائد کیے ہیں۔ ہم جب اپنی ضرورتوں میں ناکام رہتے ہیں اور وہ ضرورت کسی بھی انداز میں پوری ہو سکتی ہے لیکن ہم وہ انداز اس لیے اختیار نہیں کرتے کہ ہم خود کو اس انداز میں بھرپور طریقے سے قادر نہیں پاتے۔ میں تم سے پہلے بھی کہہ چکا ہوں کہ ترلوکا کی تعلیمات بھی عدم تشدد کا پرچار کرتی ہیں۔ تو کیا تم مہاتما بدھ کی بات نہ کرو گے جس نے یہی سب کچھ کہا ہے۔ اور دوسرے کس مذہب کی بات کرنا چاہتے ہو۔ مسلم مذہب کو دیکھ لو، اس میں جو اچھائیاں پیش کی گئی ہیں، تو کیا تمام پیغمبروں نے ایک ہی پیغام نہیں دیا ہے۔ مجھے جواب دو، کیا انہوں نے یہ نہیں کیا ہے کہ ایک دوسرے پر تشدد نہ کرو۔ جب سب یہی کہتے ہیں تو ہم بھی یہی کہتے ہیں۔ اس کا مقصد ہے ہمارے عقائد تمام مذاہب کا مجموعہ ہے۔ حالانکہ ان مذاہب کے ماننے والوں کی کیفیت دیکھو۔ ان میں سے کون ہے جو اپنے مفادات کے لیے اپنے مذاہب سے منہ نہیں موڑتا۔ اپنے مذاہب کے عقائد سے پہلو تہی نہیں کرتا۔ اس کا مقصد ہے کہ انہیں جو تعلیمات دی گئی ہیں، وہ ان کی فطرت سے میل نہیں کھاتیں۔ ہمارا کوئی مذہب نہیں ہے، ہم صرف مذہب انسانیت کے قائل ہیں اور کمزور انسانوں پر اتنے بوجھ نہیں ہونے چاہئیں، جنہیں وہ نہ اٹھا سکیں“۔

”مذہب نے ہر مشکل کا حل پیش کیا ہے جینگو، کیا تمہیں یہ بات معلوم نہیں ہے“۔

”اچھا ایک بات بتاؤ“ جینگو نے بڑے ہی دوستانہ انداز میں کہا اور میں اس کی جانب دیکھنے لگا۔

”تمہارا تعلق کس مذہب سے ہے۔ کیا عیسائی ہو؟“

”نہیں“۔

”پھر کون ہو۔ دیکھو خود کو چھپانا بزدلی کی بات ہے اور اگر تم مذاہب کے وکیل کی حیثیت سے میرے سامنے کھڑے ہو تو سب سے پہلے خود کو صاف کر کے میرے سامنے پیش کرو“ اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”میں مسلمان ہوں“۔

”کیا——؟“ جینگو اچھل پڑا۔ ”مسلمان؟“ اس نے تعجب سے کہا۔

”ہاں“۔

”لیکن تمہارا نام—— تمہارا نام تو........“ وہ عجیب سے انداز میں بولا۔

”میرا اصلی نام راجہ نواز اصغر ہے“ میں نے جواب دیا۔

”راجہ نواز اصغر“ جینگو نے زیر لب کہا۔

”ہاں راجہ نواز اصغر“ میں نے جواب دیا۔ میرے اندر مسرتیں ابھر رہی تھیں۔ آج مجھے اپنا نام لیتے ہوئے کسی شرم کا احساس نہیں ہوا تھا“۔

”لیکن پیکر کون ہے؟“

”ایک فریب جو مر چکا“۔

”وہ فریب کیوں زندہ تھا اور کیوں مر گیا؟“

”اس کا کوئی جواب نہیں ملے گا“۔

"تو تم مسلمان ہو"۔

"ہاں"۔

"ایک ایسے مذہب کے پیرو جو سب سے زیادہ کٹر ہے۔ لیکن کیا تم اپنے مذہب سے مطمئن ہو اصغر؟"

"جہاں تک مذہب کی بات ہے' میرا مذہب دنیا کا آخری اور سب سے مکمل مذہب ہے"۔

"کیا اس مذہب نے مکمل انسان تخلیق کیے؟"

"ایسے ایسے مکمل انسان جن کی مثال انسانیت کی تاریخ دینے سے قاصر ہے' اگر تمہاری کوئی ... ہے تو میرے مذہب کا مطالعہ کرو" میں نے فخر سے کہا۔

"تمہاری بد قسمتی سے میں نے ہر مذہب کا مطالعہ کیا ہے۔ ان لوگوں کی بات کرو گے جو بانی مذ... ان سے قریبی لوگ تھے۔ اس کے بعد کیا تمہارا مذہب افراتفری کا شکار نہیں ہو گیا؟"

"مذہب اپنی جگہ مضبوط اور ٹھوس ہے۔ چند انسانوں کے انفرادی کردار کی بات دوسری ... انسان تو بقول تمہارے کمزوریوں کا مرقع ہوتا ہے"۔

"وہی میں کہہ رہا ہوں۔ جب کوئی مذہب انسان کو مکمل نہیں کر سکتا تو پھر اس کا سہارا لی... ضرورت ہی کیا ہے؟"

"دیوانوں کی سی باتیں کر رہے ہو جینگو' اگر مذہب اور اس کے اقدار انسان کی ذات کی صفا... کرتے تو یہ دنیا بھیڑیوں کا غول ہوتی۔ ہر طاقتور اپنے سے کمزور کو کھا جاتا۔ انسان سے بڑا درندہ روئے ز... دوسرا کوئی نہیں ہے۔ یہ محب انسانیت لوگوں کی کوششیں ہی ہیں جن کی وجہ سے بھیڑیوں کا یہ غول ... ہے اور انسان سکون سے زندگی گزار رہے ہیں"۔

"سکون کی زندگی' ہونہہ' تم اسے سکون کی زندگی کہتے ہو؟"

"کیوں نہیں۔ اگر مذاہب کی دیوار نہ ہوتی تو ہر شخص بے سہارا ہوتا اور تم جیسے لوگ کسی ک... اس انسان کو زندہ نہ چھوڑتے جو تم سے منحرف ہوتا"۔

"بے کار بات ہے۔ جب تم اپنے آپ کو کسی تعلیم سے پوری طرح متاثر نہیں کرپاتے تو ... تعلیمات کا دامن کیوں پکڑتے ہو خود کو آزاد چھوڑ دو"۔

"ہمارے اندر جو خامیاں ہوتی ہیں' ہمارا ضمیر ان پر شرمندہ رہتا ہے اور یہ شرمندگی مذہب ... ہے۔ اگر یہ عطیہ نہ ہوتا تو ہر برائی کے لیے برائی کا تصور ہی مٹ جاتا اور ہر انسان کھلم کھلا برائیاں کر...

"یہ خوب بات ہے۔ تم جو کرتے ہو اسے انسانی کمزوری قرار دیتے ہو اور جو نہیں کرپاتے ... لیے مذہب پر احسان رکھ دیتے ہو"۔

"یہی کیا کم ہے جینگو کہ ہم جو برائی کرتے ہیں اس پر پشیمان رہتے ہیں۔ میں نے کہا نا کہ اگر ...

... پشیمانی کی چادر بھی الٹ جائے تو یہ دنیا جہنم بن جائے"۔

"کیا انفرادی طور پر ہر شخص یہی سوچتا ہے؟"

"ضمیر سب کے اندر پوشیدہ ہوتا ہے۔ اگر کوئی اس کی ٹیسوں سے متاثر نہ ہو تو ضمیر کا کیا قصور؟"

"میں تم سے تمہاری بات کرتا ہوں"۔

"ضرور کرو میرے دوست' میرا خیال ہے تم وہ کر رہے ہو جو میرے لیے شدید بہتری کا باعث ہے۔ ...میں جو اپنی ذات میں اتنی خامیاں پیدا کر چکا ہوں کہ اب ان گڑھوں کو بھرنے کا تصور بھی ذہن میں آتا ہے تو خود کو بے حد کمزور پاتا ہوں۔ اگر تمہاری اس کوشش سے میری اصلاح ہو جائے تو میں تمہیں اپنا دوست ہی سمجھوں گا"۔

"ہاں ہاں۔ خوبصورت گفتگو کرنا بڑی اچھی بات ہے۔ تو میں تم سے کہہ رہا تھا کہ میں تم سے تمہاری ذات کے بارے میں سوال کرتا ہوں۔ تم جس مذہب کے پیرو ہو' اس کی تعلیمات ضرور تمہاری نگاہ میں ہوں گی"۔

"بے شک ہیں"۔

"کیا تم اپنے آپ کو مطمئن پاتے ہو کہ تمہارے مذہب نے تمہیں جو تعلیمات دی ہیں' تم انہیں پورا کر رہے ہو؟"

"ہرگز نہیں"۔

"کیا مطلب؟"

"مطلب یہ کہ میں اپنے مذہب کا مذاق ہوں۔ میں ان تعلیمات سے نفی کر رہا ہوں جو میرے مذہب نے مجھے دی ہیں" میں نے جواب دیا۔

"اور یہ بات تم فخر سے کہہ رہے ہو؟"

"نہیں۔ انتہائی شرمندگی کے ساتھ"۔

"خوب خوب۔ یہ شرمندگی کب سے لاحق ہے؟" جینگو نے سوال کیا۔

"اس وقت سے جب میں نے پہلی برائی کی اور میرے ضمیر نے مجھے اس برائی کے خلاف پہلی بار آواز دی"۔

"تو اس کے بعد تم دوسری برائی کیوں کرتے رہے؟"

"اس لیے کہ میں اس کمزور دنیا کا کمزور انسان تھا"۔

"واہ۔ اچھا طریقہ ہے"۔

"نہیں جینگو' میں تم سے تمہارے ہی الفاظ دہرا رہا ہوں۔ مذہب نے ہمیں اچھائیوں کی جانب کیا۔ لیکن انسانی کمزوری ان اچھائیوں کو مانتے ہوئے بھی ان پر عمل نہ کر سکی"۔

"اوہ تو پھر اس کمزوری کو تم کہاں لے جاؤ گے میرے دوست۔ جب تم محسوس کرتے ہو کہ ان
فطرت کی کمزوریاں یہ وزن نہیں اٹھا سکتیں تو تم اس بوجھ سے آزاد کیوں نہیں ہو جاتے؟"

"اس لیے کہ یہ بوجھ، بوجھ نہیں ہے۔ بلکہ روح و قلب کی صفائی کے لیے ایک مجرب نسخہ ہے"۔

"جسم کی گندگی کے لیے کوئی مجرب نسخہ نہیں ہے تمہارے مذہب میں؟" جینگو نے سوال کیا۔

"بے شمار، لیکن اگر ہم عمل کرنا چاہیں تو"۔

"تو پھر عمل کرنے کے لیے کوئی ذریعہ کیوں نہیں بتایا گیا؟"

"بے شمار ذرائع بتائے گئے ہیں۔ لیکن بات وہی انسانی کمزوری کی آ جاتی ہے"۔

"میرا خیال ہے تمہاری گفتگو احمقانہ ہے" جینگو نے کسی قدر الجھ کر کہا۔

"نہیں جینگو! بلکہ تم لاجواب ہو گئے ہو"۔

"اوہ۔ محض بکواس۔ میں تو یہ کہتا ہوں کہ اگر تم مذہب کی پیروی کرنا چاہتے ہو تو اس کے بارے میں سوچو مت بلکہ عمل شروع کر دو"۔

"ہاں ہاں۔ بنیادی عمل بے حد ضروری ہیں۔ اگر ہم ان پر ہی کاربند ہو جائیں تو میں سوچتا ہوں کم از کم مذہب کا ایک سلسلہ تو پورا ہو ہی جائے"۔

"تو تم کاربند کیوں نہیں ہوتے؟"

"میں ہونا چاہتا ہوں"۔

"خوب خوب" جینگو کے چہرے پر عجیب سے تاثرات پھیل گئے۔ "تو سنو میرے دوست میں تمہیں دعوت دیتا ہوں کہ تم اپنے مذہب کی اچھائیوں کو نگاہ میں رکھو اور ان پر عمل کرنے کی کوشش کرو۔ ماحول کو دیکھ کر میں یہ کوشش کروں گا کہ وہ اچھائیاں تمہیں کوئی سہارا نہ دے سکیں۔ تم اچھائیوں کی جانب راغب ہو تو برائیاں تمہاری مجبوری بن جائیں اور اگر تم ان اچھائیوں کو قبول کرنے سے قاصر رہو تو پھر ترلوکا کی طرف آ جانا۔ تمہارے لیے کھلی دعوت ہے"۔

"میں نہیں سمجھا"۔

"تم جو کچھ کر چکے ہو، اس کے صلے میں تمہیں بدترین سزا دی جانی چاہیے تھی۔ لیکن ترلوکا عجیب غریب فطرت کا مالک ہے۔ اس نے ہماری روح میں جو احساسات پیدا کر دیے ہیں، ان کے تحت جینگو تمہیں آزادی بخشتا ہے۔ جاؤ تم کبھی ہماری دسترس سے باہر نہ رہو گے۔ لیکن تم ان اچھائیوں کو تلاش کرو جو مذہب کی طرف لے جاتی ہیں۔ اگر تم انہیں پانے میں کامیاب ہو گئے تو تمہارے ہی حق میں بہتر ہے لیکن تم انہیں پانے میں ناکام رہے تو پھر تمہیں ترلوکا کے حضور پیش کر دیا جائے گا تاکہ وہ تمہاری اصلاح کر سکے"۔

میں نے چند ساعت سوچا۔ جینگو نے مجھے بہت بڑا چیلنج دیا تھا اور میرا دل چاہ رہا تھا کہ میں اس چیلنج

قبول کر لوں۔

"ٹھیک ہے، مجھے منظور ہے۔ میں نے جواب دیا اور جینگو کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

"لیکن نواز اصغر، اگر تم نے پیرس سے فرار ہونے کی کوشش کی تو پھر ترلوکا کے مجرم کی حیثیت سے تمہیں گولی مار دی جائے گی"۔

"تو میں ترلوکا کا قیدی ہوں؟"

"نہیں۔ اس کے مجرم۔ تم نے اس کی ذات کا چیلنج قبول کیا ہے، مردانہ وار مقابلہ کرو اور اسے شکست دو۔ بھاگ جانے والوں کو معاف نہیں کیا جائے گا۔ اگر تم یہ چیلنج نہ قبول کرتے تو جو جرم تم کر چکے ہو، اس کے عوض تمہیں اسی جگہ گولی مار دی جاتی اور تم جانتے ہو ہم یہ کر سکتے تھے"۔

"ہوں" میں نے گردن جھکا کر سوچا۔ بات ٹھیک تھی۔ اس وقت یہ لوگ ایسا کر سکتے تھے"۔

"کیا سوچا؟"

"تمہارا ایک مطالبہ میں تسلیم کرتا ہوں"۔

"کیوں؟"

"پیرس نہیں چھوڑوں گا۔ اس وقت تک جب تک کہ تم نہیں چاہو گے"۔

"یہ ایک سچا فیصلہ ہے؟"

"ہاں"۔

"اس کی وجہ؟"

"میں اس بات کو مانتا ہوں کہ اس وقت تمہارے قبضے میں ہوں اور تم مجھے مار سکتے ہو۔ چنانچہ اگر میں تم سے کسی وعدے کے عوض زندگی مانگ رہا ہوں تو اس وعدہ کو ضرور پورا کروں گا" میں نے جواب دیا۔

"خوب۔ میں اسے تمہارے مذہب کی سچائی سمجھے لیتا ہوں۔ ہاورڈ" اس نے کسی کو آواز دی اور ایک آدمی ایک ستون کے عقب سے نکل آیا۔ جینگو نے پورے انتظامات کیے تھے۔ ظاہر ہے اس نے مجھے سمجھ لیا تھا۔

"یس سر!" آنے والے نے گردن جھکا کر کہا۔

"اسے بے ہوش کر کے کسی مناسب جگہ ڈال آؤ" جینگو نے کہا اور اس شخص نے پستول نکال لیا۔ دوسرے لمحے اس نے میرے چہرے کی طرف رخ کر کے فائر کر دیا۔ میں اتنا بے بس تھا کہ کچھ بھی نہ کر سکا۔ لیکن پستول سے گولی کی بجائے ایک بھورے رنگ کا غبار نکلا تھا۔ پھر یہ غبار میری ناک سے ٹکرا لیا اور میرا سانس بند ہو گیا۔

لاکھ کوشش کے باوجود میں سانس نہ لے سکا اور دم گھٹنے کی وجہ سے بے ہوش ہو گیا۔ یہ بے ہوشی نہ جانے کتنی طویل تھی۔ بہرحال ہوش آیا۔ قرب و جوار کے ماحول کو دیکھ کر میں نے محسوس کیا کہ یہ کوئی

پارک ہے۔

میں ایک طویل سانس لے کر اٹھ گیا۔ پارک میں پرندوں کی آوازیں سنائی دے رہی تھیں۔ میں نے کلائی پر بندھی ہوئی گھڑی میں وقت دیکھنا چاہا لیکن کلائی خالی تھی۔ ایک لمحے تو میں حیران ہوا کہ اس نے میری گھڑی کیوں اتار لی لیکن دوسرے لمحے میں نے کسی احساس کے تحت اپنی جیبوں کو ٹٹولا۔

کچھ بھی نہیں تھا۔ بدن کے لباس کے علاوہ کچھ بھی نہیں تھا۔ یہاں تک کہ میرے پیروں میں جوتے بھی نہیں تھے۔

"شکر ہے" میں نے ایک گہری سانس لی۔ مجھے ایک صبح یاد آگئی تھی جب ہوریشو نے ہمیں برازیل کے ایک کوڑا گھر پر پھینکوا دیا تھا اور شہر کے لوگ ہمارے پیچھے لگ گئے تھے۔ وہ تو بھلا ہو سردارے کا اس پاگل پن کا ڈھونگ رچا کر بروقت جان بچائی تھی۔ ورنہ نہ جانے کیا ہوتا۔ ان شریف لوگوں نے صرف جو چرائے تھے۔

میری نگاہ چاروں طرف بھٹکنے لگی اور پھر اچانک ہی میرے ذہن میں اس بنچ کا خیال آیا جو مجھ سے کچھ فاصلے پر تھی۔ اس بنچ پر ایک بوڑھا فرانسیسی بیٹھا اونگھ رہا تھا۔ اس نے دونوں پاؤں اٹھا کر بنچ پر رکھے تھے اور اس کے جوتے نیچے رکھے ہوئے تھے۔

ایک لمحے میں میرے ذہن میں آیا کہ ان جوتوں کا سائز میرے پیروں سے مختلف نہیں تھا اور ممکن ہے اس کی جیب میں بھی کچھ موجود ہو۔ بہت عمدہ۔ میں اپنی جگہ سے اٹھ گیا۔

لیکن دوسرے لمحے میرے ذہن میں کچھ عجیب سی آوازیں گونجنے لگیں۔ یہ آوازیں---- آوازیں---- میرے بدن میں سرد لہریں دوڑ گئیں۔ یہ آوازیں میرے مقدر میں تو نہیں تھیں۔ زبان کی یہ آیات میرے لیے ناقابل فہم تھیں لیکن میرے ذہن و دل کی عجیب حالت ہو رہی تھی۔

مجھے کیا سمجھایا جا رہا تھا۔ ہاں ٹھیک تو ہے۔ ٹھیک ہی تو ہے۔ پوری زندگی برائیوں کی تلاش میں سرگرداں انسان، اب نیکیوں کے راستے تلاش کر رہا تھا۔ یہ رہنما آوازیں۔ یہ رہنما آوازیں یہ آوازیں کہاں سے آ رہی ہیں؟"

"بائیں سمت چند لوگ بیٹھے ہوئے تھے۔ صورت شکل سے عرب باشندے معلوم ہوتے تھے۔ ان میں سے ایک کے سامنے ٹرانزسٹر رکھا ہوا تھا اور کہیں سے تلاوت ہو رہی تھی لیکن یہ رہنما آوازیں تو میرے لیے تھیں۔

میں نے رخ بدل لیا۔ اس بوڑھے فرانسیسی کے جوتے اس کے اپنے تھے، میرے لیے نہیں۔ تب میرے اندر ایک استقامت ابھری۔ ایک احساس ابھرا اور میں نے وہ جوتے حاصل کرنے کا فیصلہ ترک کر دیا۔

لیکن اب---- اب کیا کروں۔ شام ہو چکی تھی۔ پیٹ میں چوہے دوڑ رہے تھے۔

"اونہہ جو ہو گا دیکھا جائے گا۔ سینکڑوں دن اور سینکڑوں راتیں عجیب و غریب گزری ہیں۔ وہ برے دن اور بری راتیں۔ یہ اچھائیوں کی تلاش ہے۔ یہ سچ مچ نروان کی تلاش ہے تو اس سے گھبرا جانا کیا معنی! اور میرے اندر ایک ایسا عزم ابھرا کہ میں بیان نہیں کر سکتا۔ ننگے پیروں کو میں بھول گیا تھا۔ میں اٹھا اور باہر نکل آیا۔ پارک کے باہر نیلی پارک کی ایک سل لگی ہوئی تھی۔ سامنے ہی نیولی کا پل نظر آ رہا تھا۔ تھوڑے فاصلے پر سپر مارکیٹ، ریستوران اور ایسی ہی چیزوں کی بھرمار تھی۔ کشادہ سڑکیں چاروں طرف پھیلی ہوئی تھیں۔ میں چل پڑا۔ دنیا و مافیہا سے بے خبر۔ اس ایک نامعلوم منزل کی طرف۔

پھر ایک سپر مارکیٹ کے قریب ایک بوڑھی عورت نے مجھے اشارے سے قریب بلایا اور میں اس کے نزدیک پہنچ گیا۔

"فرنچ؟" اس نے تذبذب انداز میں مجھے دیکھا۔

"نہیں"۔

"پھر کون ہو؟"

"مشرقی" میں نے جواب دیا۔

"اوہ" اس نے گہری سانس لی۔ وہ مجھے اوپر سے نیچے تک دیکھ رہی تھی" تمہارے جوتے کہاں ہیں؟"

"چوری ہو گئے"۔

"کب۔ کیسے؟"

"بس پارک میں تھا۔ کسی نے جوتے اور جیب میں جو کچھ تھا، غائب کر دیا" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"حالانکہ فرانس میں ایسا کبھی نہیں ہوتا۔ شاید وہ بھی کوئی مشرقی ہو گا" عورت نے طنزیہ انداز میں مسکراتے ہوئے کہا۔

"اور کچھ کہنا ہے آپ کو؟"

"نہیں۔ بس تم عجیب لگے تھے۔ میں تمہاری مدد کر سکتی ہوں؟"

"شکریہ" میں نے جلے کٹے انداز میں کہا اور آگے بڑھ گیا۔

"اوہ۔ سنو تو سہی۔ سنو میرا مقصد تمہاری توہین نہیں تھا۔ میں تمہاری مدد کرنا چاہتی ہوں"۔

"تم سفید نسل کی گھٹیا عورت، جس کا نہ کوئی ماضی ہوتا ہے، نہ مستقبل۔ تم کسی کی کیا مدد کر سکتی ہو" میں نے نفرت سے کہا اور آگے بڑھ گیا۔ بوڑھی میری شکل دیکھتی رہ گئی تھی۔ مجھے اس کے ریمارکس پر غصہ آ رہا تھا۔ اور پھر شاید بھوک کی بھی کچھ جھنجلاہٹ تھی۔ سب کچھ کر سکتا تھا۔ ذرا سی دیر میں ٹکڑا مہیا ہو جاتیں لیکن جینگا کا چیلنج بھی تھا اور اپنا احساس بھی۔

مجھے ان لوگوں کی تکالیف یاد آگئیں جنھوں نے راہ حق میں نہ جانے کتنی مصیبتیں جھیلی ت
میں تو ابھی حق کی تلاش میں پہلا قدم رکھ رہا تھا۔ تب میرے دل سے ایک دعا نکلی "خدائے قدو
ثابت قدم رہوں۔ جو راستہ اختیار کیا ہے' اس سے نہ ہٹوں۔ تو میری مدد کر"۔

اور یہ آرزو کچھ اس انداز میں بیدار ہوئی تھی کہ میری آنکھوں سے آنسو نکل پڑے۔ می
اور پھر ایک جگہ رک گیا۔ میری نگاہ ایک اور بوڑھی پر پڑی تھی جو اپنے سامنے سامان رکھے پریشانی س
ادھر دیکھ رہی تھی۔ مجھ پر نگاہ پڑی تو اس نے اشارے سے مجھے بلایا اور میں اس کے قریب پہنچ گیا۔

سوری بوائے۔ مجھے ٹیکسی کی تلاش ہے۔ پلیز میری مدد کرو۔ بہت دیر سے پریشان ہو رہی
اس نے کہا۔

"ٹیکسی کہاں سے ملے گی مادام؟"

"یہاں کوئی پبلک بوتھ بھی نہیں ہے۔ یا تو کہیں سے فون کردو یا......" عورت نے کہا اور
ایک ٹیکسی آتی دیکھ کر چونک پڑی "اوہ پلیز" اس نے استدعا کی اور میں ٹیکسی کی طرف دوڑ گیا۔
ٹیکسی رکی اور عورت کا سامان اٹھا کر اس میں رکھ دیا۔

عورت اندر بیٹھ گئی۔ اس نے شکریہ ادا کیا اور ایک نوٹ نکال کر اس طرح میری جیب میں ٹھ
میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا۔ ٹیکسی آگے بڑھ گئی۔ میں تعجب سے نوٹ دیکھ رہا تھا۔

"بخشش" میں نے سوچا اور پھر میں نے ٹھنڈی سانس لی۔ اس نوٹ سے کم از کم کچھ وقت
اور ــــــ اور اگر ممکن ہوا تو ایک معمولی سا جوتا بھی خریدا جا سکتا ہے۔

کوئی دکان چھوٹی نہیں تھی۔ ہمت کر کے میں ایک دکان میں داخل ہو گیا اور پھر ایک س
معمولی جوتے کا انتخاب کیا۔ قیمت پوچھی اور دھڑکتے دل سے انتظار کرنے لگا۔

اور پھر میرا چہرہ کھل گیا۔ بوڑھی یا تو بہت فیاض تھی یا پھر بے وقوف، اور گھبرائی ہوئی۔ میں
سکتا تھا اور اس کے بعد بھی چند فرانک بچ رہے تھے۔ میں نے جوتا خرید لیا۔ درحقیقت ایسا ہی مح
جیسے برہنگی چھپ گئی ہو۔ پیرس کی سڑکوں پر ننگے پاؤں پھرنے والوں کے گرد لوگ جمع ہی ہو جاتے
چھپایا بھی جا سکتا ہے لیکن پاؤں؟ میں نے گہری سانسیں لیں اور اب مجھے بقیہ رقم سے پیٹ کا دوزخ
خیال آیا۔ اس رقم کو حرام نہیں سمجھ سکتا تھا۔

چنانچہ کلیسا کے سیکرے کی سیڑھیوں کے نزدیک بکھرے ہوئے چھوٹے چھوٹے قہوہ خانوں
ایک میں داخل ہو کر میں نے ایک میز سنبھال لی اور پھر سستی چیزوں کا آرڈر دے دیا۔ ان چیزوں
کے بعد میں کھانے میں مشغول ہو گیا۔ مجھ سے تھوڑے فاصلے پر ایک درمیانی عمر کی پرکشش عورت
گئی تھی۔ اس نے دو بار شکاری نگاہوں سے مجھے دیکھا۔ لیکن دل ہی دل میں میں نے اس پر لعنت
تھی۔

کافی کے دو کپ لینے کے بعد میں نے بل طلب کیا۔ سولہ فرانک اور میرے پاس بیس فرانک تھے۔
ان میں سے دو فرانک ٹپ' باقی بچے دو۔ میں دل ہی دل میں ہنس پڑا۔ کروڑوں روپے...... کی دولت
سوئٹزر لینڈ کے بینکوں میں بھری پڑی تھی لیکن میری حیثیت صرف دو فرانک تھی۔
درحقیقت انسان اتنا ہی بے حقیقت......

لیکن سوچ کے دھارے وہیں رک گئے۔ جس جیب میں رقم رکھی تھی وہ نیچے سے غائب تھی اور
میرا ہاتھ آسانی سے باہر نکل گیا تھا۔ جسم نے پسینہ چھوڑ دیا۔ جیب کٹ گئی تھی۔ لیکن کب؟ کہاں؟ کچھ یاد
نہیں آیا۔ یاد کرنے کی ضرورت بھی نہیں تھی۔ مسئلہ یہ تھا کہ اب بیرے سے کیا کہا جائے گا۔ کوئی چیز بھی
نہیں تھی جسے رکھ کر کھڑا ہو جاتا۔

زندگی میں پہلی بار اتنی سی بات پر میرے چہرے پر مردنی چھا گئی اور سر چکرا گیا۔ بل میرے سامنے
رکھا ہوا تھا۔ بیرا چلا گیا تھا اور میں پھٹی پھٹی آنکھوں سے بل دیکھ رہا تھا۔ تب ایک آواز سنائی دی۔

"ہیلو!"

"آواز نسوانی تھی۔ میں نے نگاہیں اٹھائیں اور پھر ایک گہری سانس لی۔ وہی شکاری عورت تھی
لیکن اس وقت اس کے ہونٹوں پر بڑی پرخلوص مسکراہٹ تھی۔

"بیٹھنا چاہتی ہوں" اس نے کہا اور میں نے پریشانی سے گردن ہلا دی۔ اسی وقت ویٹر آیا اور عورت
نے جلدی سے اپنے پرس سے ایک نوٹ نکال کر پلیٹ میں رکھ دیا۔ "اس میز کا بل بھی یہیں لے آنا" اس
نے کہا اور بیرا گردن خم کر کے چلا گیا۔ "میرا نام سونیتا ہے" اس نے کہا اور میں نے گردن ہلا دی۔ "فرنچ بول
سکتے ہو؟" اس نے پھر پوچھا۔

"ہاں" میں نے ایک گہری سانس لے کر کہا۔

"شکر ہے۔ میرا بھی یہی خیال تھا۔ تمہارا تعلق الجزائر سے ہے؟"

"نہیں۔ میں ایشیائی ہوں"۔

"اوہ۔ کیا واقعی؟"

"ہاں"۔

"کہاں سے آئے ہو؟" انڈین ہو"۔

"نہیں"۔

"پھر؟"

"پاکستانی" اس پورے عرصہ میں پہلی بار میرے منہ سے اپنے وطن کا مقدس نام نکلا تھا۔ نہ جانے
کیوں۔

"اوہ۔ پاکستانی۔ کیا نام ہے تمہارا؟"

"نواز"۔

"خوب۔ ڈیئر نواز۔ میرے بارے میں کوئی بری رائے قائم مت کرنا۔ نہ جانے کیوں مجھے احساس ہوا کہ تمہارے ساتھ کوئی حادثہ پیش آگیا ہے" اس نے کہا اور میں نے چونک کر اسے دیکھا۔

"کیسا حادثہ؟"

"میں ایک مقامی یونیورسٹی میں نفسیات کی لیکچرار ہوں۔ تھوڑی سی فیس ریڈنگ کر لیتی ہوں۔ پیرس کا ماحول بڑا خراب ہوگیا ہے۔ مقامی لوگ بھی چھوٹی چھوٹی حرکتوں پر اتر آتے ہیں۔ نہ جانے ہمارا ذہنی طور پر اتنا دیوالیہ کیوں ہوگیا ہے؟"

"میرے چہرے سے آپ نے کیا اندازہ لگایا" مجھے اپنا خیال غلط معلوم ہوا۔ نزدیک سے وہ اتنی بری عورت نہیں معلوم ہو رہی تھی۔

"شاید کسی نے آپ کی جیب خالی کر دی ہے"۔

"ہاں۔ یہ سوراخ دیکھئے" میں نے اپنی جیب کا سوراخ دکھایا۔

"ہوتا ہے۔ ہوتا ہے۔ بہرحال مجھے خوشی ہے کہ میں آپ کے اس معمولی سے کام آسکی۔ لیکن میں اس کے بعد بھی کچھ کرنا چاہتی ہوں"۔

"کیا؟" میں نے پوچھا۔

"آپ پیرس میں مہمان ہیں اور آپ کے حالات بھی پیرس ہی میں خراب ہوگئے ہیں۔ حالانکہ یہاں کے لوگ آپ کے میزبان ہیں۔ لیکن ہر جگہ ہر طرح کے لوگ پائے جاتے ہیں"۔

"آپ نے درست کہا؟"

"اس لیے آپ میرے مہمان رہیں گے۔ دیکھئے انکار نہ کریں۔ خودداری اچھی چیز ہوتی ہے لیکن ایسے دوست جو بے غرض ہوں، ان کی دل شکنی مناسب نہیں ہوتی"۔

"وہ تو ٹھیک ہے لیکن......"

"لیکن نہیں، ڈیئر نواز۔ میں اس بھری دنیا میں تنہا ہوں۔ انسان خوشیاں خرید نہیں سکتا بس کبھی کبھی یونہی سر راہ کوئی خوشی مل جاتی ہے تو اسے اٹھا لیتی ہوں۔ اگر تم نے منع کر دیا تو میں اداس ہو جاؤں گی"۔

"خاتون۔ میں......"

"موسیو نواز، پلیز" اس نے التجا کی اور میں خاموش ہوگیا۔ بلکہ مجھے شرمندگی ہوئی کہ میں نے اسے بری عورت سمجھا تھا۔ وہ تو میرے لیے فرشتہ ثابت ہوئی تھی۔ جس نے مجھے بے عزتی سے بچا لیا تھا۔

میں شکر گزار نگاہوں سے اسے دیکھنے لگا۔ "بہتر ہے خاتون سونیتا۔ لیکن آپ تنہا کیوں ہیں؟"

"بے شمار لوگ تنہا ہیں۔ تم ہر ایک سے یہ سوال کرو گے؟"

"ہاں۔ لیکن تنہائی کی مختلف وجوہات ہوتی ہیں۔ آپ کے شوہر والدین، بھائی بہن کوئی نہیں ہے؟"

"ہاں کوئی نہیں ہے"۔

"شوہر بھی نہیں؟"

"شادی ہی نہیں کی"۔

"کیوں؟"

"اس لیے کہ تنہا ہوں"۔

"عجیب منطق ہے" میں مسکرا کر بولا۔

"تم نے شادی کی ہے نواز؟"

"نہیں"۔

"وجہ پوچھ سکتی ہوں؟" اس نے سوال کیا اور مجھے ہنسی آگئی۔

"وجہ تو نامعلوم ہی ہے"۔

"اور شاید میرے سوال کا جواب بھی تمہارے پاس موجود ہے۔ اب اٹھیں یہاں سے کہیں اور سیر کریں۔ میں کافی کا ایک کپ لینے یہاں آگئی تھی"۔ اس نے اپنی بل کی رقم بھی ادا کرتے ہوئے کہا اور میں اس کے ساتھ اٹھ گیا۔

"آپ کا قیام کہاں ہے؟" میں نے پوچھا۔

"بلے وارڈ پک پش کے علاقے میں ایک چھوٹے سے فلیٹ میں رہتی ہوں" اس نے کہا اور ہم دونوں باہر نکل آئے۔ باہر گہرے سبز رنگ کی ایک گاڑی کھڑی ہوئی تھی جس کی چھت کھلی ہوئی تھی۔ اس نے لاک کھول کر دوسری طرف کا دروازہ بھی کھول دیا اور میں اس کے نزدیک آبیٹھا۔

"زندگی میں کسی ساتھی کی کتنی اہمیت ہوتی ہے" وہ کار اسٹارٹ کرتے ہوئے بولی۔

"میں نہیں سمجھا"۔

"میں لوگوں سے بے تکلفی کی قائل نہیں ہوں۔ کبھی کوئی اسٹوڈنٹ بھی میرے فلیٹ تک نہیں پہنچ پاتا۔ ایک مخصوص زندگی، جانی پہچانی تنہائی۔ اس تنہائی میں کوئی تبدیلی کتنی خوشگوار لگتی ہے۔ اس کا احساس شاید میرے جیسی ہی کسی ہستی کو ہو۔ عام لوگ اس بات کو کیا جانیں"۔

"اوہ۔ ہاں۔ لیکن اس تنہائی۔ اس معمول میں کوئی رخنہ اندازی آپ گوارا کر لیتی ہیں"۔

"میری تنہائی۔ بس میری بے بسی ہے، ورنہ کون تنہا رہنا چاہتا ہے"۔

"آپ شادی کیوں نہیں کر لیتیں۔ ابھی آپ کی عمر زیادہ نہیں ہوئی" میں نے کہا اور وہ مسکرا دی۔

"بس ہمت نہیں ہوتی"۔

"کیوں؟"

"دنیا سے خوفزدہ ہوں۔ نہ جانے میرے اندر کون کون سی خامیاں ہوں۔ نہ جانے کسی کو متاثر کر سکوں گی یا نہیں"۔

"یہ صرف ایک خواب ہے۔ آپ اپنی فطرت سے ملتے جلتے کسی انسان کو......"

"انسان ملیں تب نا۔ میرے اندر کیا کشش ہے کہ کوئی اپنا وقت برباد کرے" اس نے کار کے چھوٹے ڈکے سے سگریٹ کا ایک پیکٹ نکال لیا اور اس سے ایک سگریٹ نکال کر پیکٹ میری طرف بڑھا دیا۔

میں نے بھی ایک سگریٹ نکال لی اور اس نے اپنے ساتھ میرا بھی سگریٹ سلگا دیا۔ دریائے سین کے گدلے پانی پر سورج کی کرنیں دم توڑ رہی تھیں اور رات کی تاریکی چھاتی جا رہی تھی۔ ہم ایفل ٹاور کے قریب پہنچ گئے۔ انجینئر ایفل کے کمال کی تصویر۔ اٹھتر لاکھ طلائی فرانک کی لاگت سے تعمیر شدہ۔ نو سو چوراسی فٹ بلند ٹاور جس کا اوپری حصہ بادلوں میں ڈھکا ہوا تھا۔

"اوپر چلو گے؟" اس نے پوچھا۔

"کیا کریں گے۔ پیرس دھند میں ڈھکا ہوا ہو گا"۔

"دھند چیر کر جھانکتی ہوئی روشنیاں بے حد حسین لگتی ہیں۔ یوں محسوس ہوتا ہے جیسے ہم ستاروں کے نزدیک ہوں اور زمین دیکھ رہے ہوں۔ آؤ" اس نے کہا اور ہم لفٹ کی طرف بڑھ گئے۔ لفٹ نے ہمیں ٹاور کی آخری منزل پر پہنچا دیا اور تصور کی بلندیوں سے ہم نے زمین کی طرف جھانکا۔ ایک عجیب عالم تھا۔

"اور دونوں خاموش کھڑے رہے۔ پھر تھوڑی دیر کے بعد وہاں سے نیچے آ گئے۔ رات خوب ہو گئی تھی اور پیرس کی سڑکوں پر روشنیوں کے طوفان امنڈ رہے تھے۔ اور پھر سونیتا نے کار اسٹارٹ کر کے آگے بڑھا دی۔

نہ جانے کیوں وہ مجھے اچھی لگنے لگی تھی۔ اپنے چہرے سے مختلف عورت' خاموش خاموش سی۔

"اب کہاں چلیں؟"

"جہاں چاہو"۔

"تم اب بھی اداس ہو"

"بالکل نہیں"۔

"خاموش خاموش سے ہو"۔

"کوئی خاص بات نہیں ہے"۔

"ہاں اداس نہ ہو' ورنہ تمہارے اندر انفرادیت نہیں رہے گی۔ ویسے آئندہ کے بارے میں کچھ سوچا؟"

"ابھی تک کچھ نہیں"۔

"اگر تم چاہو تو میں تمہارے لیے انتظام کر سکتی ہوں"۔

"کیسا انتظام؟"

"نپولین اسٹریٹ پر ایسے شو روم ہیں جہاں روزانہ اجرت پر مختلف کاموں کے لیے لوگ رکھے جاتے ہیں۔ خاص طور سے ایسے لوگوں کے لیے بہت کار آمد جو غیر ملکی ہوں اور کسی حادثے کا شکار ہو گئے ہوں"۔

اوہ۔ گویا بغیر کسی ضمانت کے ملازمت مل جاتی ہے"۔

"ہاں۔ بس صبح ہی صبح شو روم پر پہنچ جاؤ"۔

"اس اطلاع کے لیے شکر گزار ہوں"۔

"واقعی تم خوش نظر آنے لگے"۔

"خوشی کی بات ہے۔ اس طرح کم از کم پیرس میں زندگی گزارنے کے لیے کوئی سہارا تو مل جائے گا"۔

"چلو مجھے خوشی ہے کہ...... اوہ بارش ہونے لگی" اس نے کہا۔ ایک پھوار ہمارے جسموں پر پڑی تھی۔ بادلوں نے اچانک ہی برسنا شروع کر دیا تھا۔

"آؤ اب گھر چلیں" اس نے تجویز پیش کی۔

"ہاں۔ یوں بھی رات ہو چکی ہے" اور اس نے کار کا رخ بدل لیا۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ ایک گنجان علاقے میں داخل ہو گئی۔ پھر ایک مستقل پارکنگ میں اس نے اپنی کار پارک کی اور ایک عمارت کی طرف بڑھ گئی۔

عمارت سولہ منزلہ تھی۔ چھوٹی سی لیکن خوبصورت اور وہ اسی عمارت کی آٹھویں منزل پر لفٹ سے باہر نکل آئی۔ لفٹ کے عین سامنے اس کا فلیٹ تھا۔ اس نے پرس سے چابی نکالی۔ اندر داخل ہو کر روشنی کی اور مجھے آواز دی۔

"ارے باہر کیوں کھڑے ہو' اندر آؤ"۔

اور میں اندر داخل ہو گیا۔ چھوٹا سا حسین فلیٹ تھا جس میں صرف دو کمرے تھے اور کچن وغیرہ بھی۔

"یہ میری کائنات ہے" سونیتا نے کہا اور میں نے مسکراتے ہوئے گردن ہلا دی۔

"لباس بھیگ گئے ہیں۔ پہلے ان کے لیے کوئی بندوبست کیا جائے۔ آؤ" وہ مجھے لے کر اپنے بیڈ روم میں داخل ہو گئی۔ اور میں نے تعرض نہیں کیا۔ ویسے میں سوچ رہا تھا کہ لیکچرر صاحبہ نے شادی بھی نہیں کی ہے اور باہر بارش بھی ہو رہی ہے۔

لیکن بہرحال خطرہ تو مول لینا ہی پڑے گا۔ اس وقت تو باہر کی پوزیشن ضرورت سے زیادہ خراب ہے۔

"تمہارے لیے کیا کروں؟" سونیتا نے پوچھا۔

"ٹھیک ہے۔ تھوڑی دیر کے بعد خشک ہو جائیں گے" میں نے جواب دیا۔ سونیتا نے اپنے
لباس نکال لیا تھا اور پھر وہ مسکراتی ہوئی بولی:

"کیوں نہ آج ایک تجربہ ہی سہی"۔

"کیسا تجربہ؟"

"میرا کوئی لباس پہن لو۔ تمہارا لباس میں خشک ہونے کے لیے ڈال دیتی ہوں۔

"اوہ نہیں سونیتا۔ یہ مناسب نہیں ہو گا"۔

"یہاں میرے اور تمہارے علاوہ کون ہے ڈارلنگ" سونیتا کی آنکھوں کی رنگت بدلنے لگی تھی۔

"ٹھیک ہے لیکن مجھے پسند نہیں پلیز"۔

"پھر بھی میں تمہیں اس بھیگے ہوئے لباس میں تو نہ رہنے دوں گی۔ اچھا تم پھر ایسا کرو کہ یہ چادر بدن
پر کس لو اور لباس اتار دو۔ ہری اپ" اس نے چادر مجھے تھما دی۔

مجھے ہنسی آ رہی تھی۔ ساری چالیں چل رہی تھی۔ بہرحال اس کی نیت ٹھیک نہیں تھی۔ اس
انداز مجھے بخوبی ہو گیا تھا۔ میں نے چادر اس کے ہاتھ سے لے لی اور اسے بدن کے گرد لپیٹ کر لباس ا
دیا۔ اس دوران میں نے اس کی طرف سے رخ بدل لیا تھا۔

پھر جب میں اس کی طرف مڑا تو وہ شب خوابی کا لباس پہن چکی تھی اور اس کی ڈوریاں کس رہی
تھی۔ لیکن یہ...... باریک لبادہ اس کے جسم کی حسین رعنائیوں کو اور اجاگر کر رہا تھا۔ یہ جسم پوشی کی نہیں
جسم نمایاں کرنے کی کوشش تھی۔ وہ مسکراتی ہوئی آگے بڑھی اور اس نے میرا لباس میرے ہاتھ سے لے
لیا۔

"میں اسے ایسی جگہ پھیلا دیتی ہوں جہاں یہ خشک ہو جائے" اس نے کہا اور کمرے سے باہر نکل
گئی۔

میں کمرے کے درمیان کھڑا اس صورت حال پر غور کر رہا تھا۔ بہر صورت عورت تو میرے ذہن
میں نئی نہیں تھی۔ جذبات و احساسات بھی وہی تھے لیکن اب ان احساسات میں ایک ضد بھی پیدا ہو گئی
تھی۔ جینگو سے میں نے جو کچھ کہا تھا' اس پر عمل کرنا چاہتا تھا اور اندر سے ایک عجیب سی قوت مجھے اس پر
اکسا رہی تھی۔ چنانچہ میں خود کو پر سکون کر کے ایک کرسی پر بیٹھ گیا۔ چادر میں نے اس انداز میں لپیٹ لی
تھی کہ میرے جسم کا کوئی حصہ نمایاں نہیں تھا۔ تب سونیتا اندر آ گئی۔

"کیا پیو گے؟" اس نے چند ساعت کے بعد پوچھا۔

"میرا خیال ہے ہم بہت کچھ کھا پی چکے ہیں۔ اب اس کی ضرورت تو نہیں رہی"۔

"اوہ۔ یہ کیسے ممکن ہے' کچھ تو" ------ وہ اپنی جگہ سے اٹھی۔ ایک الماری کے نزدیک پہنچ ا

ے شراب کی ایک بوتل اور دو گلاس نکال لائی۔ اس نے میری ہی کرسی کے نزدیک بیٹھ کر دونوں چیزیں
سائڈ ٹیبل پر رکھیں اور گلاس میں شراب انڈیلنے لگی۔

"اس وقت اس سے بہتر اور باعث سکون کوئی اور چیز نہیں ہے"۔

"شکریہ مس سونیتا۔ لیکن میں اس سے مبرا ہوں"۔

"کیا مطلب؟"

"میں نے شاید آپ کو بتایا تھا کہ میں مسلم مذہب سے تعلق رکھتا ہوں اور ہمارے ہاں یہ چیز حرام
"۔

"اوہ۔ کیا پرانی باتیں کر رہے ہو۔ مذہب معبدوں میں ہوتا ہے۔ یہ سونیتا کا مکان ہے"۔

"مذہب ہر جگہ ہوتا ہے مس سونیتا۔ یہ تو انسان کی روح میں ہوتا ہے' انسان کے دل میں ہوتا ہے
مجھے یقین ہے کہ ایک اچھے انسان کی حیثیت سے آپ مجھے اس بات پر مجبور نہیں کریں گی جو میرے
ب میں مناسب نہیں ہے۔ ہاں میں آپ کو پینے سے نہ روکوں گا"۔

"کیا خاک مزہ آئے گا تنہا پینے میں۔ نواز ڈیئر ایسی باتیں نہ کرو۔ کیا فائدہ ان باتوں سے؟"

"میں مجبور ہوں سونیتا"۔

"ہوں" اس نے ہونٹ سکوڑے اور اپنے گلاس میں شراب انڈیل لی اور پھر اس نے آہستہ آہستہ
گلاس خالی کر دیا اور دوسرا گلاس بھرنے لگی۔ اس دوران وہ خاموش رہی تھی۔ چند ساعت کے بعد وہ پھر

"میں تمہیں اپنے بارے میں بتا چکی ہوں۔ میرا پروفیشن دراصل کچھ ایسا ہے کہ میں دوسروں سے
الگ تھلگ ہی رہتی ہوں۔ میرے جاننے والوں میں زیادہ تر میرے طالب علم ہوتے ہیں یا پھر پروفیسرز
۔ لیکن ان کے سامنے خود کو انتہائی محتاط رکھنا ہوتا ہے اور پھر میں خود اس طبیعت کی مالک ہوں کہ
روں سے الگ تھلگ رہنا زیادہ پسند کرتی ہوں۔ ہاں بعض اوقات جب ذہن میں زندگی جاگتی ہے تو یہ
اس ہوتا ہے کہ میں کس قدر تنہا ہوں۔ اس تنہائی کا ساتھی میں نے کبھی کسی کو نہیں بنایا مسٹر نواز' لیکن
آج میں تمہارے قریب ہوں تو مجھے یوں لگتا ہے جیسے تم مجھ سے اجتناب برتنا چاہتے ہو" اس نے اداس
میں کہا اور میں گہری سانس لے کر اسے دیکھنے لگا۔ بے وقوف عورت مجھے چکر میں لا رہی تھی۔

"یہ ٹھیک ہے مس سونیتا لیکن آپ جس پروفیشن سے منسلک ہیں وہ بڑا مقدس ہے اور جب تک
ل کے تقاضے پورے نہ کرے انسان کسی مقدس پیشے سے وابستگی کا حق ادا نہیں کر سکتا"۔

"تقدس۔ مقدس' یہ ساری باتیں اس وقت کی ہیں جب انسان انسانیت سے بڑھ کر کچھ اور بننے کی
شش کر رہا ہو...... میں انسان ہوں' ایک کمزور انسان اور میں چاہتی ہوں کہ میری تنہائی میں کچھ
پیدا ہوں۔ میں ان رنگینیوں کو پیدا کرنے سے قاصر ہوں۔ لیکن اگر کوشش کرتی ہوں تو تم جیسے

... ں جاتے ہیں۔ پلیز نواز! تھوڑی سی" اس نے التجائیہ انداز میں کہا اور میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ ... ئی۔

"اگر میں تمہاری بات مان سکتا تو مجھے بے حد خوشی ہوتی سونیتا لیکن میں سختی سے اپنے عمل پر ... م مجھ سے دوبارہ نہ کہنا۔ بار بار تم جیسی مخلص ہستی کو منع کرتے ہوئے دکھ ہوتا ہے"۔

"اچھا" اس نے اپنے گلاس کی بچی ہوئی شراب حلق میں انڈیل لی اور پھر اٹھ کر ایک کھڑ... قریب پہنچ گئی۔ کھڑکی کھول کر اس نے باہر جھانکا۔ بارش کی پھواریں اندر چلی آئیں اور اس نے جلد... کھڑکی بند کرلی۔

"آہ۔ کتنا حسین موسم ہوگیا ہے۔ اس موسم میں شراب سے تمہاری دوری بڑی عجیب ... ہے۔ خیر اب آرام تو کرو"۔

"میں"------ میں نے چاروں طرف دیکھا۔ "اگر تم پسند کرو تو میں ڈرائنگ روم میں سو جا... یہاں تو ایک ہی بیڈ ہے"۔

"گویا اب یہاں بھی اجتناب برتو گے؟"

"یہ موسم تمہارے اوپر عجیب انداز میں اثر کرگیا ہے سونیتا۔ ایک اچھے دوست کا کام یہ ہے ... ہوئے وقت میں سنبھال لے"۔

"کیا بکواس لگا رکھی ہے۔ بھٹکا ہوا وقت------ بھٹکا ہوا وقت کیا کہنا چاہتے ہو تم" اس ... میں اچانک کرختگی آگئی۔

"سونیتا تم مجھے یہاں مہمان بنا کر لائی ہو"۔

"ہاں تو پھر؟"

"بہتر یہ ہے کہ یہ رات مجھے بسر کرلینے دو۔ اور اگر مناسب نہیں سمجھتی ہو تو میں یہاں ... جاؤں؟"

"کہاں جاؤ گے' باہر بارش ہو رہی ہے"۔

"ہاں لیکن اگر تم نہ ملتیں تو میں اسی بارش میں کہیں ہوتا۔ مجھے اس کی قطعی پرواہ نہیں ہے"۔

"یہ تمہارے مقدر کی خرابی ہے اور کچھ نہیں۔ تمہارے پاس پیسے بھی نہیں ہیں۔ ... بندوبست بھی نہیں کرسکتے اور اس کے بعد تم مذہب' مذہب کی رٹ لگائے ہوئے ہو" اس کے انداز ... پناہ جھلاہٹ تھی اور میرے ہونٹوں پر ایک استہزائیہ مسکراہٹ پھیل گئی۔

"ہاں میں اپنے مذہب کا پیرو ہوں۔ میں ساری دنیا سے زیادہ اپنے مذہب کو چاہتا ہوں۔ اگر ... میری موجودگی پسند نہیں کرتیں تو میں چلا جاؤں گا" میں نے کہا۔

"اسی وقت نکل جاو۔ نکل جاؤ یہاں سے۔ اٹھو" وہ بپھری ہوئی شیرنی کی طرح واپس آئی۔

میرے بدن پر لپٹی ہوئی چادر کو اپنی مٹھیوں میں جکڑ لیا" کھڑے ہو جاؤ------ نکل جاؤ یہاں سے" اس نے مجھے دروازے کی جانب دھکا دیا اور میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

"ٹھیک ہے مس سونیتا میں چلا جاتا ہوں" میں نے کہا اور دروازے کی جانب مڑ گیا۔ "میرا لباس کہاں ہے؟"

"گیٹ آؤٹ" وہ حلق پھاڑ کر دھاڑی۔

"میرا لباس" میں نے بھاری لہجے میں کہا اور سونیتا جھلائے ہوئے انداز میں ایک طرف بڑھ گئی۔ پھر اس نے میز کی ایک دراز سے پستول نکال لیا۔

"نکل جاؤ ورنہ میں تمہیں شوٹ کردوں گی"۔

"اوہ گویا تمہاری چادر میں" میں نے ہنستے ہوئے کہا اور سونیتا نے اندھا دھند ایک فائر جھونک دیا۔ گولی میرے بائیں سمت سے نکل گئی تھی اور میرے ہونٹ سکڑ گئے۔ میں اس کی طرف پلٹا۔ میرا خیال تھا میں باہر اپنا لباس تلاش کرلوں لیکن سونیتا میرے پیچھے ہی آئی تھی۔

"میں کہتی ہوں فوراً یہاں سے نکل جاؤ" اس نے غرائی ہوئی آواز میں کہا اور میں نے گردن ہلا دی۔

اب کچھ نہ کچھ کرنا ہی تھا۔ مجبوری تھی۔ اس انداز میں تو گھر سے باہر جا نہیں سکتا تھا۔ چنانچہ میں دروازے کی جانب بڑھا اور دروازے کے باہر قدم رکھ دیا۔ مجھے یقین تھا کہ سونیتا دروازے کے نزدیک آئے گی اور جونہی وہ دروازے کے نزدیک آئی' میں نے دروازہ پوری قوت سے اندر دھکیلا۔ سونیتا کے حلق سے ایک چیخ نکلی اور وہ نیچے گر پڑی۔ تب میں نے تیزی سے آگے بڑھ کر اس کے اس ہاتھ پر اپنا پاؤں رکھ دیا جس میں پستول دبا ہوا تھا۔ پھر دوسرے پاؤں کی ٹھوکر نے پستول کو دور پھینک دیا۔ میں نے جھک کر سونیتا کے بال پکڑے اور اسے گھسیٹ کر کھڑا کر دیا۔ پھر ایک گھونسہ میں نے اس کی پشت پر رسید کیا۔ میرے دوسرے ہاتھ نے اسے دنیا و مافیہا سے بے خبر کر دیا تھا۔ تب میں نے دروازہ بند کیا اور اپنے لباس کو تلاش کرنے لگا جو مجھے ایک جگہ مل گیا۔

ابھی لباس کے خشک ہونے کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا تھا۔ لیکن میں نے گیلا لباس دوبارہ پہن لیا اور اندر سے اپنے جوتے بھی اٹھا لیے جو بھیگ گئے تھے اور اس کے بعد میں اطمینان سے سیٹی بجاتا ہوا سونیتا کے فلیٹ سے باہر نکل آیا۔

باہر تیز بارش ہو رہی تھی۔ میں بھیگتا ہوا چل دیا۔ سردی شدید ہوگئی تھی لیکن میرے کانوں میں وہی عجیب آوازیں گونج رہی تھیں۔ وہی انوکھی آوازیں جو نہ جانے کہاں سے میری روح میں اتر گئی تھیں۔ اور یہ آوازیں مجھے سکون دے رہی تھیں۔ میرے ذہن سے تردد کے ہر احساس کو دور کر رہی تھیں اور پھر ایک سائبان کے نیچے میں نے پناہ تلاش کی۔ لیکن بارش تیز سے تیز تر ہوتی جا رہی تھی۔

پھر ایک کار کی روشنیاں نظر آئیں۔ رفتار بے حد سست تھی اور پھر وہ میرے قریب آکر رک گئی میں چونک پڑا۔

"سنو نواز ۔۔۔۔۔۔ سنو" کسی نسوانی آواز نے مجھے پکارا اور میں اس کی طرف دیکھنے لگا۔ میری سمجھ میں نہیں آیا تھا کہ یہ کون ہو سکتا ہے۔ بہرحال میں نے اپنی جگہ سے ہٹنے کی کوشش نہیں کی۔

تب کار کا دروازہ کھلا اور سیاہ اوور کوٹ اور زنانہ ہیٹ میں ملبوس کوئی باہر نکل آیا۔ وہ میرے نزدیک پہنچ گیا اور پھر میرے مقابل آگیا۔ "آؤ نواز میرے ساتھ آؤ پلیز"۔

"کون ہو تم؟"

"میریا ۔۔۔۔۔۔ میریا ڈاسلنک" جواب ملا اور اب میں اسے پہچان گیا۔

"اوہ مس میریا خیریت۔ آپ ان سڑکوں پر اس وقت؟" میں نے سکون سے پوچھا۔

"ہاں۔ آؤ" اس نے کہا اور میرے ہونٹوں پر تلخ مسکراہٹ پھیل گئی۔

"کہاں؟"

"پلیز نواز' آؤ"۔

"سوری۔ میں یہاں کافی آرام سے ہوں"۔

"نواز' تمہیں اپنے مذہب کی قسم میرے ساتھ آؤ۔ میری ذات سے تمہیں کوئی تکلیف نہیں ہو گی۔ کوئی ایسا کام نہیں ہو گا جو تمہاری مرضی کے خلاف ہو یا جس سے تمہاری ذات پر کوئی ضرب پڑتی ہو"

"ہوں۔ وعدہ"۔

"خلوص دل سے" اس نے کہا اور میں اس کے ساتھ آگے بڑھ آیا۔ "کار میں داخل ہو کر خاموش رہنا کوئی گفتگو مت کرنا" اس نے کہا اور مجھے تعجب ہوا۔ میں کار میں بیٹھ گیا اور میریا نے کار اسٹارٹ کر کے آگے بڑھادی۔

میں نے اس کی ہدایت کے مطابق خاموشی ہی اختیار کی تھی اور کار سڑکوں پر دوڑتی رہی۔ پھر ایک چھوٹی سی قیام گاہ کے سامنے اس نے کار روک دی اور نیچے اتر آئی۔ مجھے بھی اس نے کار سے اترنے کا اشارہ کیا تھا۔

کار لاک کرنے کے بعد وہ آگے بڑھ آئی۔ میں نے اب بھی اس سے گفتگو نہیں کی تھی۔ یہ ایک بورڈنگ ہاؤس تھا یعنی پانسہ پلستان کے کاؤنٹر پر پیلی روشنی کے نیچے ایک موٹی بوڑھی عورت اونگھ رہی تھی۔ میریا نے بیل کو کھنکھنایا اور وہ چونک پڑی۔

"اوں" اس نے بھاری آواز میں کہا۔

"کمرہ چاہیے"۔

"ڈبل؟" بوڑھی نے رجسٹر سامنے سرکالیا۔

"ہاں"۔

"ہم؟" بوڑھی بال پوائنٹ کو زبان سے لگا کر بولی۔

"مسٹر اینڈ مسز ڈینس" میریا نے جواب دیا اور بوڑھی نے نام لکھ لیا۔

"روم نمبر سات۔ تیس فرانک روزانہ۔ پانچ فرانک غسل کے لیے" اور میریا نے کچھ نوٹ نکال کر اس کے سامنے رکھ دیے۔

"فی الحال ایک ہفتے کے لیے۔ اس میں توسیع حسب ضرورت اور یہ تمہارا انعام" اس نے ایک دس فرانک کا نوٹ الگ سے اس کے سامنے رکھ دیا اور بوڑھی مؤدب ہو گئی۔

"میں آپ کو آپ کے کمرے تک چھوڑ آؤں۔ اس وقت سارے فرائض مجھے انجام دینا ہوتے ہیں۔ آیئے"۔ وہ پھدک کر کاؤنٹر کے پیچھے سے نکل آئی۔

"تھوڑی دیر کے بعد ہم اپنے کمرے میں تھے۔ یہ سارے کھیل مجھے بہت دلچسپ لگ رہے تھے۔ میریا نے میری طرف دیکھا تو میں مسکرا دیا۔

"آپ بھیگے ہوئے ہیں مسٹر نواز"۔

"چنانچہ لباس تبدیل کر لوں؟"

"ممکن نہیں ہے لیکن ٹھہریے۔ میں آتش دان گرم کر دوں" وہ آتش دان کے قریب پہنچ گئی اور میں اسے آگ روشن کرتے دیکھ رہا تھا۔

"آیئے۔ براہ کرم اس کے سامنے آجایئے"۔

"شکریہ" میں نے کہا اور آگ کے سامنے آبیٹھا۔ میریا نے بھی ایک کرسی میرے قریب گھسیٹ لی

"آپ کا کیا حکم ہے میریا؟" میں نے پوچھا۔

"براہ کرم اس انداز میں گفتگو نہ کریں۔ میں آپ کی عزت کرتی ہوں" وہ بولی۔

"اس کے عوض مجھے کیا پیش کرنا ہو گا؟"

"آپ مجھے ذلیل کرنے پر تلے ہی ہوئے ہیں تو آپ کی مرضی۔ میں جاؤں؟"

"دل تو چاہتا ہے کہ آپ سے بہت سی گفتگو کروں"۔

"ایسی ہی طنزیہ گفتگو؟"

"تب موضوع آپ ہی بتا دیں"۔

"میرے پاس کوئی موضوع نہیں ہے"۔

"اچھا یہی بتا دیں کہ آپ نے یہ کرم فرمائی کیوں کی؟"

"آپ کے کردار سے متاثر ہو کر"۔

"اوہ ---- خوب‘ تو میرے کردار میں کوئی خوبی نظر آئی ہے آپ کو؟"

"ہاں"۔

"لیکن آپ اس سائبان کے نیچے کہاں سے آ گئیں؟"

"آپ کی نگرانی پر میری ڈیوٹی ہے۔ اب ساری رات میں آپ کی نگرانی کروں گی"۔

"خوب۔ تو میری نگرانی کی جا رہی ہے؟"

"اس وقت سے جب سے آپ وہاں سے نکلے ہیں"۔

"لیکن کیوں؟"

"جینگو نیم پاگل ہے اور اس کا مسلک یہی ہے کہ آپ اگر کوئی عام انسان ہوتے تو شاید وہ آپ پر اتنی توجہ نہ دیتے۔ لیکن جو شخص ڈوڈو جیسے آدمی کو ہلاک کر دے وہ ان کی نگاہوں میں کوئی عام آدمی ن ہے"۔

"لیکن وہ مجھ سے کیا چاہتے ہیں؟"

"آپ کو اپنے ساتھ شریک کرنا۔ وہ آپ کو اپنے مسلک کا قائل کرنا چاہتے ہیں"۔

"آپ ان کے مسلک میں شامل نہیں ہیں؟"

"ہرگز نہیں"۔

"پھر آپ ان کے ساتھ کیوں ہیں؟"

"اپنی مجبوری بتا چکی ہوں"۔

"یعنی وہ اپاہج لوگ"۔

"ہاں"۔

"لیکن وہ ہیں کہاں؟"

"فرانس میں نہیں ہیں"۔

"اوہ۔ اور ان کی کفالت؟"

"بخوبی ہو رہی ہے۔ اسی لیے میں ان کے ساتھ ہوں"۔

"ایک طرح سے آپ کی مجبوری آپ کو ان کے ساتھ رکھے ہوئے ہے؟"

"ہاں۔ ان کے ہاتھ بہت لمبے ہیں"۔

"افسوس ہوا۔ خیر‘ تو کیا آپ نے میرے ساتھ جو کچھ کیا ہے‘ وہ انہی کی ہدایت ہے؟"

"نہیں۔ ان کی ہدایت تو یہ ہے کہ آپ کو زندگی کے کسی مشن میں کامیاب نہیں ہونا آپ کو ہر طرح سے مجبور کیا جائے کہ آپ برائی کریں"۔

"پھر آپ نے ان سے بغاوت کیوں کی؟"

"اپنے ضمیر کی آواز پر"۔

"کیا آپ نے یہ خطرہ مول نہیں لیا؟"

"لیا ہے۔ لیکن جو کچھ کیا ہے‘ اسے چھپانے کی کوشش کروں گی۔ آپ بھی میری مدد کریں۔ میں پ کو یہاں تک لے آئی ہوں۔ یہاں کے بارے میں انہیں اطلاع دے دوں گی لیکن اس وقت جب آپ ں سے نکل جائیں گے"۔

"نکل کر کہاں جاؤں گا؟"

"آپ خود کوشش کریں کہ کسی طرح انہیں ڈاج دے دیں۔ آپ کو چالاکی سے کام لے کر یہاں نکلنا ہو گا"۔

"خوب۔ آپ کا شکریہ مس میریا۔ لیکن اگر یہ بات ہے تو براہ کرم مجھے کچھ اور تفصیل بتائیں"۔

"مثلاً کیا پوچھنا چاہتے ہیں آپ؟"

"کیا میری جیب خالی کی گئی تھی میرا مطلب ہے بوڑھی عورت سے مجھے جو رقم ملی تھی اسے میری ب سے جینگو کے کسی آدمی نے ہی اڑایا تھا؟"

"ظاہر ہے"۔

"اور پھر سونیتا۔ کیا سونیتا کو بھی جینگو ہی نے میرے پیچھے لگایا تھا؟" میں نے سوال کیا۔

"ہاں سو فیصد۔ سونیتا اس گروہ کی خاص رکن ہے اور اسے اس بات پر آمادہ کیا گیا تھا کہ وہ آپ کو پنے ساتھ لے جائے اور اچھائیوں کے راستے سے ہٹا دے۔ اگر آپ اس کے چنگل میں پھنس جاتے تو پھر نگو آپ کو واپس بلا لیتا اور یہ صورت حال آپ کے سامنے رکھتا۔ آپ کو شاید اس بات کا علم بھی نہ ہو کہ یتا کے بیڈ روم میں ٹیلی ویژن کیمرے نصب تھے جو آپ کی گفتگو اور تصاویر ان تک پہنچا رہے تھے"۔

"اوہو تو جینگو کا مشن کوئی فقیرانہ مشن نہیں ہے بلکہ جدید ترین سائنٹیفک طریقوں سے آراستہ ہے"۔

"ہاں۔ ترلوکا نے نہ جانے کیا کیا کھڑاگ پھیلا رکھا ہے۔ اس کے بارے میں تو اس کے اپنے آدمی ل کوئی فیصلہ نہیں کر سکتے۔ جینگو اس کا نائب خاص ہے اور وہ اس معاملے میں ترلوکا کا دست راست بھی ہے"۔

"خوب۔ کیا آپ نے ترلوکا کا ٹھکانہ دیکھا ہے مس میریا؟"

"نہیں۔ میں وہاں نہیں پہنچ سکی"۔

"اس کے بارے میں مزید کچھ تفصیلات؟"

"افسوس زیادہ معلومات مجھے بھی نہیں ہیں"۔

"کیوں اس کی کیا وجہ ہے؟"

"بہت ساری باتوں کو عام لوگوں سے پوشیدہ رکھا جاتا ہے"۔
"تو سونیتا کا مشن کیا تھا؟"
"یہی کہ آپ کو اپنے جال میں پھانس لے اور آپ کی تمام تصاویر وہاں ریکارڈ کی جا سکیں
ذریعے آپ کو بتایا جائے کہ آپ کے خیالات و افکار غلط ہیں۔ قدم قدم پر برائیاں ملتی ہیں اور ان
سے انسان کا بچنا بے حد مشکل ہے۔ وہ آپ کو مجبور کرنا چاہتے ہیں کہ آپ برے راستوں پر چل
بالآخر وہ آپ کو قائل کر کے اپنے میں شامل کر لیں"۔
"خوب۔ تو سونیتا کے ہاں جو کچھ ہوا' اسے با آسانی دیکھا جا سکتا تھا؟" میں نے سوال کیا۔
"ہاں۔ نہ صرف دیکھا گیا بلکہ اس کی تمام تصاویر بھی ان کے پاس موجود ہوں گی"۔
"آپ اس وقت کہاں تھیں؟"
"وہیں۔ اسی جگہ جہاں یہ تمام تصاویر دیکھی جا رہی تھیں"۔
"پھر اس کے بعد؟"
"اس کے بعد میری ڈیوٹی کا وقت تھا۔ چنانچہ میں وہاں سے چل پڑی۔ وہاں سے واپس آ کر
ان لوگوں سے چارج لیا جو شروع سے آپ کی نگرانی کر رہے ہیں۔ اب مجھے ہدایت ہے کہ آپ کی
کروں۔ صبح کو یقینی طور پر کچھ اور کاروائیاں عمل میں آئیں گی"۔
"تب تو مس میریا آپ نے میرے اوپر بہت بڑا احسان کیا ہے"
"نہیں مسٹر نواز۔ میں نے آپ پر احسان نہیں کیا۔ البتہ میں اخلاقی فرائض ضرور پورا کر رہی
ہوں"۔
"بہت بہت شکریہ مس میریا۔ بات دراصل یہ ہے کہ میں خود بھی اچھے راستوں کا راہی
ہوں۔ برائیوں کے بہت سے پہلو میں نے اپنائے ہوئے تھے۔ بلکہ یوں سمجھا جائے تو غلط نہ ہو گا کہ
ساری زندگی برائیوں ہی میں گزری ہے۔ میں اگر جینگو کے خلاف اٹھ کھڑا ہوں تو جینگو کو ناکوں چنے
دوں۔ میں اسے اس حد تک زچ کر دوں کہ وہ زندگی بھر یاد رکھے۔ لیکن میں نے نہ جانے کس جذبے
تحت اپنا راستہ بدلنے کی کوشش کی ہے۔ میں چاہتا ہوں مس میریا کہ...... اب سکون کے راستے اپناؤں
نروان کا ساتھی بن جاؤں۔ مذہب کے بارے میں میں نے کبھی اتنی شدت سے نہیں سوچا تھا۔ یعنی شد
سے وہ میرے ذہن میں اب آیا ہے۔ میں جینگو اور ترلوکا کو شکست دینے کا خواہش مند ہوں"
"میری رائے ہے مسٹر نواز کہ آپ ان کی نگاہوں سے اوجھل ہو جائیں اور جس وقت بھی
ملے فرانس سے نکل جائیں۔ ہاں چند باتوں کو ضرور ذہن میں رکھیں"۔
"ابھی فرانس سے نکلنے کی کوشش نہ کریں۔ بلکہ پہلے اس کوشش میں اپنا پورا پورا وقت صر
کریں کہ آپ انہیں چکمہ دے سکیں۔ آپ جس طرح بھی ان کی نگاہوں سے اوجھل رہ سکتے ہیں'

ب وقت یہاں گزاریں اور اس کے بعد کسی ایسے طریقے سے فرانس چھوڑنے کی کوشش کریں کہ ان
قابو میں نہ آ سکیں۔ آپ یہاں سے لندن چلے جائیں۔ ہاں ایک خیال رکھیں کہ انہیں آپ پر شبہ نہ ہو
ونکہ تمام باہر جانے والے راستوں پر ان کی نگرانی ہے"۔
"اتنی شدت سے وہ میرے بارے میں مصروف عمل ہیں"۔
"ہاں۔ جینگو کی یہی عادت ہے اور آپ نے تو اسے وہ نقصان پہنچایا جو اس نے اپنی تمام زندگی میں
ھی نہ اٹھایا ہو گا۔ چنانچہ وہ خاص طور سے آپ پر نگاہ رکھے ہوئے ہے"۔
"بڑی دلچسپ بات ہے۔ بہرحال" میں نے گردن ہلائی۔ آپ کے اس احسان کا میں شکریہ بھی ادا
یں کروں گا۔ ہاں آپ کی یہ کوشش میرے عزائم میں بہت بڑی معاونت ہے"۔
"بار بار اس کا ذکر نہ کریں نواز صاحب۔ میں جو کچھ کر سکتی ہوں' وہ میں نے کیا ہے اور آپ براہ
م میری طرف سے یہ رقم رکھ لیں۔ اس وقت میرے پاس صرف یہی ہے۔ اس سے زیادہ میں آپ کو
یں دے سکتی۔ ویسے آپ انتہائی کوشش کریں کہ آپ اپنے آپ کو ان نگاہوں سے پوشیدہ رکھ سکیں"۔
"میں زندگی بھر آپ کا احسان مند رہوں گا مس میریا۔ لیکن چند سوالات اور بھی ہیں"۔
"جی' جی فرمایئے"۔
"آپ اب یہاں سے واپس جا کر انہیں اطلاع دیں گی؟"
"واپس جا کر نہیں بلکہ ٹیلی فون پر"۔
"اور میں یہاں سے چلا جاؤں؟"
"ہاں' یہ بوڑھی عورت انہیں بتائے گی کہ آپ اس کمرے میں مقیم تھے" میریا نے کہا"۔
"لیکن میرے خیال میں آپ ایک غلطی کر چکی ہیں"۔
"کیا؟"
"آپ نے مسٹر اور مسز ڈینل کے نام سے یہ کمرہ حاصل کیا ہے۔ یہ مسز ڈینل کون ہو گی؟"
"اوہ" میریا کی آنکھوں میں عجیب سے تاثرات ابھر آئے۔ وہ خوفزدہ نظر آنے لگی۔ پھر بولی "یہ تو
ی غلطی ہو گئی۔ مجھے آپ کے ساتھ کمرے تک نہیں آنا چاہیے تھا"۔
"خیر آپ فکر مند نہ ہوں۔ آپ صرف انہیں یہ اطلاع دیں کہ میں اس کمرے میں مقیم ہوں اور
اس وقت تک یہاں سے نہیں جاؤں گا جب تک کہ ان کے دوسرے آدمی یہاں تک نہ پہنچ جائیں"۔
"تب پھر آپ ان کی نگاہوں میں ہی رہیں گے"۔
"ہاں۔ بہرصورت آپ نے میری جو مدد کی ہے' اگر زندگی میں اس کا موقع ملا تو کبھی نہ کبھی اس کا
ہ چکانے کی کوشش ضرور کروں گا۔ نہ کر سکوں تو آپ مجھے معاف کر دیں۔ باقی جہاں تک ان لوگوں کا
ق ہے تو میریا' میں آج جب نیکیوں کا مسافر ہوں اور سیدھے راستے کی تلاش میں ہوں' راہ حق پر چلنا چاہتا

ہوں‘ تو ایک بار پھر اپنی اسی پچھلی زندگی میں آ جاؤں گا لیکن اس بار میرا مقصد دوسرا ہوگا۔ میں نہیں زندگی کے ان ہنگاموں کو دوبارہ اپناؤں۔ لیکن اب ان کی نوعیت بدلی ہوئی ہے۔ اب میں اپنے مذہب محافظ کی حیثیت سے ان کے سامنے آؤں گا اور اپنی وہ صلاحیتیں اچھائی کے لیے کام میں لاؤں گا‘ جن سے تک برائیاں کرتا رہا ہوں“ میں نے کہا۔

”آپ ان سے مقابلہ کریں گے؟“

”ہاں کوشش کروں گا“ میں نے کہا اور میرا گردن ہلانے لگی پھر اس نے پرخیال انداز میں کہا

”لیکن مسٹر نواز میرا خیال ہے کہ آپ زیادہ ان جھگڑوں میں نہ پڑیں۔ اگر آپ سیدھے کے مسافر ہیں تو کوئی بہتر راستہ تلاش کرلیں۔ ان ہنگاموں سے نکل جانا ہی...... بہتر ہوگا۔ وہ لوگ زیادہ ہیں۔ شیطان کے ہاتھ یوں بھی...... لمبے ہوتے ہیں“۔

”میری جنگ ہی شیطان سے ہے‘ آپ بالکل فکر مند نہ ہوں“۔

”میں اس سلسلے میں آپ کی کیا مدد کرسکتی ہوں؟“

”بس کچھ نہیں۔ سوائے اس کے کہ اپنے آپ کو کسی طرح اس ہنگامے میں ملوث نہ کریں“

”میرا مجھے عجیب سی نگاہوں سے دیکھتی رہی۔ پھر اس نے گردن جھکا کر کہا:

”مسٹر نواز آپ کو علم ہے کہ میں بھی اپنی مجبوریوں کے تحت ان لوگوں میں پھنسی ہوئی ہوں اگر مجھے اپنے لواحقین کا احساس نہ ہوتا تو میں کبھی ان کا ساتھ نہ دیتی۔ خواہ مجھے جان سے ہاتھ کیوں نہ پڑتے۔ لیکن میری بدبختی میرے پاؤں کی زنجیر بن گئی ہے۔ میں کچھ بھی نہیں کرسکتی۔ ان کے خلاف بہرصورت آج تک ضمیر کے خلاف جو کچھ کرتی رہی ہوں‘ اگر اس کی تلافی کے لیے کوئی نیکی مجھے موقع بھی ہمکنار کردے تو مجھے کوئی دکھ نہیں ہوگا۔ ہرچند کہ میں بزدل نہیں ہوں۔ تاہم میں کھلم کھلا خلاف کوئی قدم نہیں اٹھا سکتی۔ اس کی وجہ آپ کو معلوم ہے۔ میں کسی طور اس سلسلے میں خود کو ملوث کروں گی۔ لیکن براہ کرم آپ انتہائی کوشش کریں کہ آپ ان کی نگاہوں سے دور رہ سکیں“۔

”میں آپ کے اس خلوص اور محبت کی ہمیشہ قدر کروں گا“ میں نے جواب دیا۔

”تو میں اب چلتی ہوں“۔

”کہاں جائیں گی آپ؟“

”بس نیچے‘ اپنی کار میں رات گزاروں گی“۔

”اگر آپ مناسب سمجھیں تو یہیں بیٹھیں۔ نیند تو مجھے بھی نہیں آئے گی اور آپ کو بھی رات بھر جاگنا ہوگا“۔

”نہیں۔ یہ بات نہیں ہے“ وہ مسکرائی۔

”کیوں؟“

”میں آرام سے کار میں سو جاؤں گی۔ صبح کو اٹھوں گی اور انہیں اطلاع دے دوں گی۔ کیونکہ اس سے بہتر نگرانی کسی نے کبھی نہ کی ہوگی“ اس نے کہا اور ہنس پڑی۔ مجھے بھی ہنسی آگئی تھی“۔

”ہاں یہ تو ہے۔ بہرحال جیسا آپ پسند کریں۔ میں آپ کو یہ دعوت نہ دوں گا کہ آپ رات بھی اسی کمرے میں گزاریں۔ یہ کسی بھی صورت میں مناسب نہ ہوگا“۔

”ہاں میں بھی اسے مناسب نہیں سمجھتی“ میرا نے جواب دیا اور اٹھتے ہوئے بولی۔

”میری تمام اچھی خواہشات آپ کے ساتھ ہیں۔ خدا آپ کو کامیاب کرے“ اس نے بڑے پرخلوص لہجے میں کہا اور پھر اس نے اپنا پرس میرے سامنے خالی کردیا۔ خاصی رقم تھی۔ میں نے ممنون نگاہوں سے اسے دیکھا۔

”یہ رقم کس حیثیت سے؟“

”نیکی کے راستوں کے مسافر کے لیے میری طرف سے حقیر سا زادِ راہ۔ آپ اسے کبھی اپنے ذہن پر بوجھ نہ سمجھیں“ میرا نے بڑی لجاجت سے کہا۔

”میں آپ کا ممنون ہوں میرا“ میں نے نہایت خلوص سے کہا۔ اس عورت کے ایثار نے میرے دل میں اس کے لیے بڑے تشکر اور تقدس کے جذبات موجزن کردیے تھے۔ میں اسے ممنون نگاہوں سے جاتا دیکھتا رہا۔

”وہ باہر نکل گئی۔ میرے ذہن پر میرا کے کردار نے گہرا نقش چھوڑا تھا۔ ایک ایسا نقش جس میں تاثر ہی تاثر تھا۔ گناہوں کے سمندر سے گہرا وہ ایک پھولوں بھرا مقدس جزیرہ محسوس ہو رہی تھی۔ میں بستر پر لیٹ گیا۔ نیند کا دور دور پتہ نہیں تھا۔ اور میرا ذہن بے شمار منصوبے تراشنے میں مصروف ہوگیا۔

مجھے آج اپنی صلاحیتوں کو پھر آواز دینی پڑ رہی تھی۔ ہاں رنگ بدلا ہوا تھا۔ میں تعلیم یافتہ تھا۔ مذہب کو میں نے ذہن سے کھرچ پھینکا تھا۔ لیکن اتنا جانتا تھا کہ نیکی کے لیے تلوار بھی اٹھانی پڑے تو گریز نہیں کرنا چاہیے۔

میرا نے ایسے وقت مجھے سہارا دیا تھا جب میں بے رحم دشمنوں کے درمیان گھرا ہوا تھا اور تنہا تھا۔ لیکن اب میں خود کو تنہا محسوس نہیں کر رہا تھا۔ میں نے آنکھیں بند کرلیں۔ میرے دل کو جو سکون اس وقت مل رہا تھا‘ میں ہمیشہ اس سے محروم رہا تھا۔ حقیقی سکون کا احساس ہوتے ہی مجھے نیند آگئی۔ دوسری صبح میں کافی دیر سے جاگا تھا۔

موٹی عورت ابھی موجود تھی۔ لیکن رات کے جاگنے کے آثار اس کے چہرے پر نمایاں تھے۔

”میری ڈیوٹی تو ختم ہوگئی۔ تمہیں کسی چیز کی ضرورت ہے؟“ اس نے پوچھا۔

”صبح ہی صبح ناشتے کی ضرورت ہوتی ہے“۔

”ناشتہ کروگے؟“

"ضرور کروں گا۔ لیکن ایک بات بتاؤ مس"

"جی"۔

"میری بیوی ناراض ہو کر چلی گئی ہے۔ میں آج ہی یہ جگہ چھوڑنا چاہتا ہوں"۔

"تو چھوڑ دو"۔

"تمہیں ایک ہفتے کا کرایہ ادا کیا گیا ہے"۔

"وہ تمہیں واپس مل جائے گا"۔

"شکریہ!" میں نے دس فرانک کا ایک نوٹ بوڑھی کو دے دیا اور اس نے مسکرا کر میرا شکریہ ادا کیا۔

"میں تمہارے لیے ناشتہ بھجوادوں۔ کیا کھاؤ گے؟"

"جو کھلا دو" میں نے کہا اور بوڑھی مسکراتی ہوئی باہر نکل گئی۔ تھوڑی دیر کے بعد اس نے نہایت عمدہ ناشتہ بھجوادیا جس سے اچھی طرح انصاف کر کے میں نے بوڑھی سے حساب کتاب کیا اور ہوٹل سے باہر نکل آیا۔

"میں نے چاروں طرف نگاہیں دوڑائیں لیکن دور دور تک کوئی نظر نہیں آیا۔ یہ تو ممکن نہیں تھا کہ میرے پیچھے کوئی نہ ہو لیکن ان لوگوں نے کمال ہوشیاری سے کام لیا ہوگا۔ کافی دیر تک میں تعاقب کے بارے میں اندازہ نہیں لگا سکا۔

کانکورو چوک سے سکندر سوم کے مشہور پل تک آیا۔ ساری دنیا اپنی اپنی مصروفیات میں مگن تھی۔ جوڑے ایک دوسرے میں گم یہ بھولے ہوئے تھے کہ انہیں دیکھنے والے بھی موجود ہیں۔ دریا کے پار نپولین کا مقبرہ دکھائی دے رہا تھا۔ کلیسائے سیکرے کے سفید گنبد اور نہ جانے کیا کیا؟

پھر لودر کے عجائب گھر کے قریب میں نے ان دونوں کو دیکھ لیا جو میرے تعاقب میں تھے۔ پہچان اس لیے گیا کہ پہلے بھی ایک بار ان کی صورت دیکھ چکا تھا۔

یہی دونوں ہیں یا کوئی اور بھی۔ میں نے سوچا اور ان دونوں کے بارے میں اندازہ لگانے کے لیے طویل فاصلہ طے کیا۔ کلیسائے نوٹرڈیم کے خوبصورت مینار نظر آ رہے تھے۔ پھر وہاں سے پھولوں کے بازار میں نکل آیا۔

وہی دونوں میرے پیچھے لگے ہوئے تھے۔ ان کے علاوہ کسی اور کو نہیں دیکھا تھا۔ اب تک چونکہ میں نے پیدل سفر کیا تھا' اس لیے وہ بے چارے بھی پیدل ہی میرے پیچھے لگے ہوئے تھے۔ جب مجھے پوری طرح یقین ہو گیا کہ وہ دونوں ہی میرے پیچھے ہیں اور کوئی نہیں ہے تو میں نے انہیں چکمہ دینے کا منصوبہ بنایا۔

اور اس خیال کے تحت میں ایک چوڑی سڑک پر آ نکلا۔ وہ دونوں ہوشیاری سے میرا تعاقب کر رہے تھے۔

میری نگاہیں دور دور تک بھٹک رہی تھیں۔ ان کا فاصلہ سو گز سے زیادہ تھا اور میں بار بار عقب میں دیکھ رہا تھا اور پھر میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ دور سے ایک خالی ٹیکسی آتی نظر آئی۔

جونہی ٹیکسی میرے قریب پہنچی' میں نے اسے آواز دی اور ٹیکسی رک گئی۔ میں جلدی سے عقبی دروازہ کھول کر اندر بیٹھ گیا اور ٹیکسی چل پڑی۔

"ایفل ٹاور" میں نے ڈرائیور سے کہا اور ڈرائیور نے ٹیکسی آگے بڑھا دی۔ میں نے انہیں بے حواسی کے عالم میں دوڑتے ہوئے دیکھا تھا۔ لیکن دونوں بے چارے مارے گئے تھے۔ نہ جانے انہوں نے اپنی کار کہاں چھوڑی تھی۔

پھر میں انہیں اس وقت تک دیکھتا رہا جب تک وہ نظر آئے۔ وہ بری طرح تلملا رہے تھے۔ میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ ایفل ٹاور پہنچ کر میں اتر گیا۔ اور ڈرائیور کو بل ادا کر کے ایک طرف چل پڑا۔ میں انہیں کامیاب ڈاج دے آیا تھا اور مجھے یقین تھا کہ اب میں ان کی نگاہوں سے دور ہوں۔

میں بہت خوش تھا۔ پھر میں نے بازار کھنگالنے شروع کر دیے اور اپنے مطلب کی ایک دکان میں داخل ہو گیا۔ یہاں میک اپ کا سامان موجود تھا۔ میں نے اس دکان سے کافی سامان خریدا اور وہاں سے نکل آیا۔ سامان میں آئینہ بھی موجود تھا۔ میں بیگ سنبھالے ایک اور دکان میں داخل ہوا۔ یہاں سے میں نے ایک عجیب طرز کا لباس خریدا۔ بہرحال میں اپنے لیے ایک راستے کا انتخاب کر چکا تھا۔ اس طرح کہ میں ان سے دور بھی نہ رہوں اور اپنا کام بھی کرتا رہوں۔ ایک پارک میں بیٹھ کر میں نے پیکٹ کھول لیا اور آئینہ سامنے رکھ کر میک اپ کرنے لگا۔ ایک ہی راستہ تھا میرے لیے۔ بال بکھرائے ہلکی سی وگ لگائی اور چہرے پر بے ترتیب جھاڑیاں اگا لیں۔

پھر پھولوں کے ایک کنج کے پیچھے جا کر میں نے اپنا لباس اتار کر نیا خریدا ہوا لباس پہن لیا۔ کینوس کی جیکٹ جس پر چمڑے کے پھول بنے ہوئے تھے اور کسی بوڑھے فرانسیسی کی چست پتلون جو میرے جسم پر فٹ آئی تھی۔

جوتے وغیرہ کے تسمے کس کر میں نے آئینے میں اپنا جائزہ لیا اور پھر کپڑے' آئینہ اور میک اپ کے سامان کا پیکٹ بنا کر ایک کنج میں پھینک دیا۔ اب میں ایک مکمل ہپی نظر آ رہا تھا اور بظاہر اپنی اوقات پر آ گیا تھا۔

نیولی پل کے ساتھ بنے ہوئے چھوٹے چھوٹے شوروم میں میں نے سازوں کی دکان تلاش کی۔ بے چاری میرا نے میری جس انداز میں مدد کی تھی' میں اسے کبھی نہیں بھول سکتا تھا۔ اب بھی اس کی دی ہوئی رقم میں سے میرے پاس خاصی رقم موجود تھی۔ کیونکہ میں نے پوری کفایت شعاری سے کام لیا تھا۔

"اسی فرانک کا ایک خوبصورت گٹار میں نے سازوں کی ایک دکان سے خریدا اور اسے گلے میں ڈال

کر وہاں سے چل پڑا گویا۔ اب میں باروزگار بھی تھا۔

مجھے اپنے اوپر ہنسی آ رہی تھی اور یقیناً ہنسنے کی بات بھی تھی۔ کروڑوں روپے کا مالک راجہ نواز امز
اب صرف ایک بھکاری تھا۔ ایک بھکاری موسیقار جو گٹار بجا بجا کر بھیک مانگتا ہے اور فی الحال مجھے اسی سے
کام چلانا تھا۔ اس سے کم از کم ایک فائدہ یہ بھی تھا کہ میں جینگو اور اس کے حامیوں پر نگاہ رکھ سکتا تھا۔

گٹار گلے میں ڈالے' ہپیوں کی سی شکل بنائے پیرس کی سڑکوں پر گھومنا کوئی انوکھی بات نہیں
تھی۔ میں بھی اسی انداز میں سڑک ناپتا...... رہا اور نجانے کہاں کہاں مارا مارا پھرا۔ اب میرے لیے قیام کا
مسئلہ تھا نہ طعام کا۔ جہاں ٹھہر جاتا' وہی جگہ اپنی تھی۔ اس وقت جیب میں خاصی رقم موجود تھی۔ اس لیے
اس وقت تک تو کمائی کرنے کا موڈ نہیں تھا جب تک کہ جیب بھاری تھی۔ ہاں اپنے آپ کو اس انداز میں
ظاہر کرنے میں کوئی حرج نہیں تھا۔ چنانچہ پیرس کے شب و روز گزرنے لگے۔ جہاں موقع ملتا' کھانا کھالیتا اور
جہاں ہپیوں کا گڑھ دیکھتا' وہاں قیام کرلیتا۔

مقامی کیمپنگ جہاں ہپیوں کے ڈیرے تھے' میرا ہیڈ کوارٹر بنی ہوئی تھی۔ یہاں ایک بار میں
نے جینگو کو بھی دیکھا تھا۔ جینگو وہی انداز اختیار کیے ہوئے تھا اور اسی انداز میں گٹار بجا بجا کر لوگوں کو ترلوکا
کی تعلیمات دے رہا تھا۔ دل تو چاہا کہ اسے درست کردوں لیکن میں نے اپنے آپ پر قابو پالیا...... پھر بھی
مجھے یقین تھا کہ جینگو مجھے مس کرچکا ہے اور اب اسے میرے بارے میں کوئی علم نہیں ہے۔

آہستہ آہستہ رقم بھی ختم ہو رہی تھی اور میرے ذہن میں کوئی واضح پروگرام بھی نہیں تھا اور جینگو
بھی یہاں موجود تھا۔

جینگو کے بارے میں میں نے سوچا تھا کہ اس کا پیچھا کروں لیکن اس سلسلے میں میں ابھی کچھ سوچ رہا
تھا۔ میں ہر طرح سے اپنے آپ کو مطمئن کرلینا چاہتا تھا۔ البتہ ایک ایسے شخص سے میری ملاقات ہوگئی جو
ترلوکا کا عقیدت مند تھا۔ اس شخص کو میں نے جینگو کے گروہ میں ہی دیکھا تھا۔ وہیں سے میں نے اس سے
تعارف حاصل کیا۔ نام اس کا بینکر تھا۔ ایک مست اور لاابالی انسان۔ میں اس سے بڑی عقیدت سے ملا تھا۔

"کیا تم بھی ترلوکا کے پیروکار ہو؟" اس نے پوچھا۔

"آہ۔ عظیم ترلوکا کی تعلیمات سے کون انکار کرسکتا ہے" میں نے جواب دیا۔

"ہاں بے شک وہ انسانیت کا بہترین علمبردار ہے"۔

"اور جینگو اس کا نائب"۔

"بے شک بے شک' جینگو اسی قابل ہے کہ اس کی عزت کی جائے"۔

"تمہارا قیام کہاں ہے بینکر؟"

"قیام ـــــ قیام کہاں ہوتا ہے۔ کیا انسان کا قیام ہے؟"

"بہرحال سر چھپانے کے لیے ٹھکانہ تو ہوتا ہے"۔

"ہاں کیمپنگ میں ہوں"۔

"کیا تم جینگو کے ساتھی ہو؟"

"اس کا ہر عقیدت مند اس کا ساتھی ہوتا ہے"۔

"یقیناً" میں بھی اس سے بہت متاثر ہوں"۔

"کیا تم نے کبھی اس کا درس سنا ہے؟"

"ایک بار اتفاق سے۔ دوبارہ کی حسرت ہی رہی"۔

"کیوں حسرت کیوں؟"

"اس کے بعد موقع ہی نہ مل سکا"۔

"یہ کون سی مشکل بات ہے۔ بوئے ڈی بولون اس کی رہائش گاہ ہے"۔

"میں نہیں جانتا"۔

"میں کسی دن لے چلوں گا"۔

"ضرور"۔

"تمہارا قیام کہاں ہے؟"

"کہیں نہیں ہے" میں نے مسکرا کر کہا۔

"اوہ۔ پھر مجھ سے کیوں پوچھ رہے تھے۔ بہرحال اگر پسند کرو تو میرے ساتھ رہو۔ اور ہاں یہ
؟"

"مجھے اس کا شوق ہے"۔

"مجھے بھی شوق ہے لیکن بجانا نہیں آتا۔ آج رات کو محفل رہے گی" اس نے خوش ہو کر کہا۔

"بینکر آسٹریلوی باشندہ تھا لیکن نکما۔ بہرحال اس وقت وہ میرا مددگار تھا۔ کیمپنگ میں دوسرے
ہپیوں کے ساتھ اس کا ڈیرہ تھا۔ عام ہپیوں کی مانند قلاش اور جب میں نے اسے شام کا کھانا اپنی
ے کھلایا تو وہ میرا گہرا دوست بن گیا۔

"رات کے لیے کچھ ہے؟" اس نے پوچھا۔

"کچھ سے کیا مراد ہے؟"

"چرس وغیرہ جس کے بغیر زندگی ادھوری ہے"۔

"خرید لیں گے"۔

"اوہ میرے دوست' تم گریٹ ہو۔ تو آؤ پھر رات کی تیاری کرلیں۔ تمہارا گٹار' چرس اور زندگی
ل" وہ خوشی سے کھل اٹھا تھا۔

ہم نے چرس خریدی' سگریٹ بھرے اور رات کی تیاریاں مکمل ہوگئیں۔ اور پھر میں بینکر کو

سگریٹ پلاتا رہا اور بینکر کی آنکھیں سرخ ہوگئیں۔ میں نے چالاکی سے خالی سگریٹ بھی اپنے پاس رکھے
تھے۔ چنانچہ چرس بھرے سگریٹ وہ پیتا رہا اور میں نے کئی خالی سگریٹ پھونک ڈالے۔

"ہپی جوش و خروش میں تھے۔ تب بینکر نے ایک مستانہ نعرہ لگایا اور میری طرف جھک کر بولا

"دوست"

"ہوں"۔

"تمہارا گٹار کیوں خاموش ہے' سناؤ۔ ایک نغمہ سناؤ اور روح میں آگ لگا دو"۔

"ٹھیک ہے" میں نے کہا اور گٹار کے تار چھیڑ دیئے۔ اور پھر یہ سراپا خوبصورت نغمے بن
گئے۔ اس فن نے میرا جتنا ساتھ دیا تھا' کسی اور نے نہیں دیا تھا۔ ہپی میرے گرد رقص کرنے لگے۔
جوش و خروش بڑھتا جا رہا تھا۔ وہ بے خود ہوئے جا رہے تھے۔ بینکر کئی بار مجھے چوم چکا تھا۔
اور پھر وہ نڈھال ہوگئے۔ میں بھی تھک گیا تھا۔ میں نے گٹار بند کر دیا۔ بینکر سجدے کی سی حالت
میں پڑا تھا۔ اور شاید سو گیا تھا۔ میں نے گٹار ایک طرف رکھ دیا۔ اس وقت دو لڑکیاں نشے میں دھت میرے
پاس پہنچ گئیں۔

"اپالو" ان میں سے ایک نے مجھے مخاطب کیا۔

"نہیں کیوپڈ" دوسری بولی۔

"اوہ یو شٹ اپ' اپالو' صرف اپالو"۔

"کیوپڈ۔ صرف کیوپڈ" دوسری سرخ سرخ آنکھیں چمکا کر بولی۔

"ٹھہرو فیصلہ ہوا جاتا ہے"۔

"ہاں فیصلہ کرلو"۔

"اے سنو" ایک میری طرف رخ کر کے بولی "تم کیوپڈ ہو یا اپالو" اور مجھے ہنسی آگئی۔

"ہنسو نہیں جواب دو" وہ غرائی۔

"آدھا آدھا" میں نے جواب دیا۔

"کیا مطلب؟"

"آدھا کیوپڈ آدھا اپالو"۔

"ہرا" دونوں نے خوشی سے نعرہ لگایا۔ پھر ان میں سے ایک بولی "تب پھر آدھا آدھا بانٹ لو"

"اور میں گھبرا گیا۔ اگر انہوں نے تقسیم شروع کر دی تو میرا کیا بنے گا"۔

"کیوپڈ میرا" ایک بولی۔

"اور اپالو میرا لیکن یہ کدھر سے کیوپڈ ہے اور کدھر سے اپالو" دوسری نے پریشان کن لہجے میں کہا۔

"ہاں یہ فیصلہ تو کرلو"۔

"یہ تو بڑی مشکل بات ہے۔ دوسری نے پریشانی سے کہا اور پھر گردن جھٹک کر بولی "اونہہ یہ
پورے کا پورا میرا ہے۔ بس تم یہاں سے دفعان ہو جاؤ"۔

"بکومت' یہ میرا ہے۔ اے ادھر آؤ' میرے ساتھ چلو" پہلی لڑکی میری طرف بڑھی لیکن میرے
پہنچنے سے قبل ہی دوسری نے پیچھے سے اس کی کمر پکڑلی اور پھر دونوں میں فری اسٹائل ہونے لگی۔ وہ وحشی
بلیوں کی مانند ایک دوسرے سے لڑ رہی تھیں۔ چند ہی ساعت میں ان کے لباس تار تار ہوگئے اور وہ تقریباً
برہنہ ہوگئیں۔ بال اکھڑ گئے تھے اور چہروں پر خراشیں نظر آ رہی تھیں۔

لوگ ان کے گرد جمع ہونے لگے اور میں گٹار اٹھا کر وہاں سے کھسک لیا۔ پھر ایک نسبتاً پرسکون
گوشے میں' میں نے رات گزار دی۔ لڑکیوں کا ہنگامہ نہ جانے کب تک جاری رہا تھا۔

دوسری صبح بینکر نے خود ہی مجھے تلاش کرلیا "اوہ ڈیئر' تم کہاں چلے گئے تھے؟"

"بس ہوش نہ رہا تھا۔ ادھر آ گیا۔ تم بھی تو......"

"ہاں رات کو تم نے خوب سماں باندھا۔ بے شمار لوگ تمہاری تعریف کر رہے تھے۔ دو لڑکیاں شاید
تمہارے لیے لڑ پڑی تھیں"۔

"ہاں وہ مجھے تقسیم کرنا چاہتی تھیں"۔

"تو کرنے دیتے نا۔ یہ سب تمہارے گٹار کا کمال ہے۔ بلاشبہ تم بے مثال موسیقار ہو۔ واہ واہ۔ میں
تمہاری دوستی پر نازاں ہوں۔ ارے ہاں ناشتے کے لیے کچھ پیسے ہوں گے تمہارے پاس"۔

"ہاں۔ میں تمہارا انتظار کر رہا تھا"۔

"تو آؤ نا" بینکر بولا اور پھر ناشتہ کرتے ہوئے اس نے کہا "اگر تم کمانا چاہو تو آج شام ہم کانکورا چوک
پر گٹار نوازی کا مظاہرہ کریں"۔

"میرے پاس ابھی کافی پیسے ہیں۔ جب ختم ہو جائیں گے تب دیکھا جائے گا"۔

"تب ٹھیک ہے' تم تو سونے کی کان ہو" بینکر خوشامدانہ انداز میں ہنسنے لگا۔ پھر بولا "اب کیا پروگرام
ہے"۔

"تم بتاؤ"

"آرام کریں گے۔ میری نیند تو پوری نہیں ہوئی"۔

"ٹھیک ہے" میں نے جواب دیا۔ میں خود بھی کسلمندی محسوس کر رہا تھا۔ چنانچہ ہم نے ایک گوشہ
تلاش کیا اور آرام کرنے لیٹ گئے۔ کیا خوب زندگی تھی۔ لیکن میں نے خود کو ہر رنگ میں رنگنے کا عادی کر
لیا تھا۔ چنانچہ تھوڑی دیر کے بعد میں سو گیا۔

اور پھر آنکھ کھلی تو سہ پہر کے تین بج رہے تھے۔ آسمان بادلوں سے ڈھکا ہوا تھا اور فضا میں خنکی آگئی
تھی۔ میں نے بینکر کو دیکھا وہ موجود نہیں تھا۔ لیکن زیادہ دیر نہیں گزری تھی کہ وہ آ گیا۔ اس کے ہاتھ میں

تیل میں بھیگا ہوا ایک پیکٹ تھا۔

"جاگ گئے تم، مجھے یقین تھا"۔

"کہاں چلے گئے تھے تم؟"

"کھانے کا بندوبست کرنے۔ بھوک نہیں لگی؟"

"لگی ہے"۔

"تب کھاؤ۔ تازہ تلی ہوئی مچھلی اور سلائس مکھن لگے ہوئے" اس نے چٹخارے لیتے ہوئے کہا۔

"خوب۔ پیسے کہاں سے آئے؟" میں نے اس کے ساتھ شریک ہوتے ہوئے پوچھا۔

"تمہاری جیب سے نکالے تھے۔ میں نے سوچا جب تک تم جاگو کھانے کا بندوبست ہی کر لوں" اس نے اطمینان سے جواب دیا اور میں اس کی صورت دیکھتا رہ گیا۔

بڑا بے تکلف دوست تھا۔ دوست کے مال کو اپنا ہی مال سمجھتا تھا۔ میرے اوپر کیا اثر پڑتا تھا۔ ایسے پیسوں کو میں اہمیت ہی کیا دیتا۔ میں نے اس کے ساتھ کھانا کھایا اور پھر اٹھ کھڑا ہوا۔

"اب کیا ارادہ ہے میرے دوست؟" بینکر نے پوچھا۔

"کوئی خاص بات نہیں بینکر، تم بتاؤ"۔

"میں نے تمہاری پسند کا ایک پروگرام منتخب کر لیا ہے"۔

"خوب کیا پروگرام ہے؟"

"جینگو کی ایک درسگاہ میں چلیں گے۔ وہاں اس کا سبق ہے"۔

"کہاں؟"

"میں تمہیں وہاں لے چلوں گا"۔

"ٹھیک ہے" میں نے جواب دیا۔ لیکن میرے ذہن میں بہت سے خیالات آنے لگے تھے۔ کیوں نہ کسی طرح جینگو کے گروہ میں شامل ہو جائے۔ اس کے ساتھ رہ کر میں اس کے لیے کوئی موثر قدم اٹھا سکتا ہوں۔ حالانکہ یہ خطرناک کام تھا لیکن مجھے خطرات کی کوئی پرواہ نہیں تھی۔ جو ہوگا دیکھا جائے گا۔

اور میں تیار ہو گیا۔ باقی وقت بالکل خالی تھا۔ میں غور و خوض میں مصروف رہا تھا۔ اور میرا ارادہ پختہ ہو گیا تھا۔ یعنی یہ کہ کسی نہ کسی طرح جینگو کے گروہ میں شامل ہوا جائے اور اس کے بعد حالات جو راستہ اختیار کریں۔

شام کو چھ بجے میرا دوست بینکر مجھے لے کر چل پڑا۔ میرا گٹار میرے ساتھ تھا۔ جس عمارت میں آج کا سبق تھا' یہ بھی کافی خوبصورت تھی۔ کمبخت جینگو نے یہاں نہ جانے کیا چکر چلا رکھا تھا۔ ایک سے ایک عمدہ عمارت۔ بے پناہ اخراجات تھے اس کے۔ نہ جانے کہاں سے پورے ہوتے تھے۔ بہرحال اس کے پروگرام اور اقدامات کافی مستحکم معلوم ہوتے تھے۔

حسب معمول یہاں بھانت بھانت کے لوگ موجود تھے اور پھر جینگو بھی آگیا۔ وہ اسی طرح مست تھا۔ اس کی جوانیاں کچھ اور بڑھی ہوئی معلوم ہوئی تھیں۔ ظاہر ہے وہ مجھ جیسے لوگوں کو کیا خاطر میں لاتا۔ اسے تو میرے بارے میں یاد بھی نہیں رہا ہوگا۔

"انسانیت کے متوالو' آج میں تمہارے سامنے صرف روح کے نغمے گاؤں گا۔ مستیاں اپنالو' ترلوکا نے تمہارے لیے سکون بھیجا ہے۔ ساری الجھنیں معاشرے کا انتقام ہیں۔ تم اس معاشرے کے انتقام کا شکار ہو؟ اپنی ذات کے سارے بوجھ اتار دو۔ گاؤ' میری لے میں لے ملا کر گاؤ"۔

اور جینگو نے گٹار چھیڑ دیا۔ بے حد تیز نغمہ تھا۔ بے شمار لوگ کھڑے ہو گئے اور دیوانہ وار رقص کرنے لگے۔ کچھ اور لوگوں نے بھی اپنے اپنے ساز چھیڑ دیے تھے۔ ایسا طوفان..... بدتمیزی تھا کہ الامان۔ بینکر بھی رقص کر رہا تھا۔ اس نے میرا بازو پکڑ کر مجھے بھی کھڑا کر دیا اور میں بھی گٹار بجانے لگا۔ میں تیز نغمے میں شریک ہو گیا۔ ہو ہو ہا ہا کی آوازوں سے کان پڑی آواز نہیں سنائی دیتی تھی۔

میری آنکھیں بند تھیں اور میں پورے جوش و خروش سے گٹار بجا رہا تھا اور پھر نہ جانے کب جینگو نے اپنا گٹار بند کر دیا اور دوسرے ساز بے ہنگم چیختے رہے۔ صرف میرا گٹار جینگو کے نغمے کو قائم رکھے ہوئے تھا۔

پھر کسی نے میرے شانے پر ہاتھ رکھ دیا اور گٹار پر میرے ہاتھ رک گئے۔ میں نے آنکھیں کھولیں جینگو میرے سامنے مسکرا رہا تھا۔

"بجاؤ بجاؤ ترلوکا کے دیوانے۔ تمہارا فن بے مثال ہے۔ محبت کا یہ نغمہ مجھ سے بھی اچھا بجا رہے ہو۔" اور میں نے نغمہ دوبارہ شروع کر دیا۔ جینگو نے جھوم جھوم کر تالیاں بجانا شروع کر دیں۔

"اور پھر وہی شور شروع ہو گیا۔ لیکن اب میں پورے حواس میں تھا۔ سنسنی خیز لمحات تھے۔ چالاک جینگو سے میں بخوبی واقف تھا۔ میں اس کے اس قدر قریب نہیں آنا چاہتا تھا لیکن بہرحال وہ مجھے خصوصی اہمیت دے رہا تھا۔ اس لیے اس وقت نہایت احتیاط سے کام لیتا تھا۔ میں جینگو کے عقیدت مندوں کے سے انداز میں سر جھکا کر گٹار بجانے لگا اور وہی نغمہ گٹار کی دھن پر گونجنے..... لگا جو تھوڑی دیر قبل جینگو بجا رہا تھا۔ لوگ پھر دیوانہ وار ناچنے لگے تھے۔ تب جینگو نے میرے شانے پر ہاتھ رکھا اور میں نے گٹار بند کر دیا۔

"اب کوئی اور نغمہ موسیقار" اس نے مست انداز میں جھومتے ہوئے کہا اور میں نے سر جھکا کر دوسرا نغمہ شروع کر دیا۔ دوسرا نغمہ بھی خاصا تیز تھا اور میں جانتا تھا کہ اس وقت ان لوگوں کو ایسے ہی نغمات کی ضرورت ہے۔ چنانچہ میں نے جھوم جھوم کر اپنی پسند کا نغمہ بجایا جس کی دھن خاصی تیز تھی اور دلوں کو مست کرتی تھی۔ اس وقت ناچنے والوں کی وحشت اور بھی عروج پر پہنچ گئی تھی اور نہ جانے کتنی دیر تک یہ ہنگامہ اور شور رہا۔ جینگو مسکرا رہا تھا۔ وہ خود بھی تالیاں بجا بجا کر جھوم رہا تھا اور تھوڑی دیر کے بعد اس نے اپنا ایک ہاتھ بلند کر دیا۔

"بس' حد سے بڑھی ہوئی ہر چیز نقصان کا باعث ہوتی ہے" اس نے کہا اور پھر میرے شانے رکھ کر بولا:

"موسیقار تم اس قدر قیمتی ہو کہ تمہیں نگاہوں سے اوجھل کرنے کو دل نہیں چاہتا۔ آؤ ساتھ آؤ" جینگو نے کہا اور میرا دوست پینکر ششدر رہ گیا۔ مجھے جو حیثیت ملی تھی' وہ ان لوگوں بہت حیران کن تھی۔

میں جینگو کے ساتھ آگے بڑھ گیا۔ درس ختم ہو گیا تھا اور اب جانے والے لوگوں کو واپس جا جینگو مجھے اپنے ساتھ لیے ہوئے ایک طرف اندرونی حصے میں پہنچ گیا۔ اس نے مجھے ایک خوبصورت ڈرائنگ روم میں بیٹھنے کا اشارہ کیا اور خود اندرونی دروازے سے کہیں چلا گیا۔

دیر تک میں خاموش بیٹھا رہا۔ پھر تھوڑی دیر کے بعد جینگو اسی دروازے سے واپس آیا اور ہوا میرے سامنے بیٹھ گیا۔

"موسیقار تمہارا فن عروج پر ہے۔ تم ترلوکا کے لیے ایک قیمتی اثاثہ ہو۔ جس سے بہت لیے جا سکتے ہیں۔ تم اس کی تعلیمات سے کب متاثر ہوئے"۔

"زیادہ عرصہ نہیں ہوا مسٹر جینگو۔ میری روح اس کے گرد چکراتی ہے" میں نے جواب دیا۔

"وہ روحوں کا حکمران ہے۔ بلاشبہ وہ روحوں پر حکومت کرتا ہے۔ اس کے افکار' اس کے خ بہت بلند ہیں۔ اس نے انسانیت کو جو کچھ دیا ہے' تم یقین کرو میرے دوست کبھی کسی نے نہ دیا ہوگا" نے کہا اور میں نے خاموشی اختیار کر لی۔ میرے دل میں اس کے لیے نفرت کلبلانے لگی۔ لیکن میں اپ سے اپنے حقیقی جذبات کا اظہار نہیں کر سکتا تھا۔

"موسیقار تم ہمیں اس قدر پسند آئے ہو کہ ہمارا دل چاہتا ہے کہ ہمیشہ تمہیں اپنے ساتھ رکھیں تم اسے منظور کرو گے؟"

"میری اس سے بڑی خوش بختی کیا ہو سکتی ہے عظیم جینگو کہ میں ترلوکا کے خدمت گار حیثیت سے تمہارے ساتھ رہوں"

"یقیناً ----- یقیناً" ہم تمہیں اس حیثیت سے اپنے ہاں خوش آمدید کہتے ہیں' فی الوقت ہمارے ساتھ یہاں رہو پھر ہم تمہیں ترلوکا کے پاس لے چلیں گے"۔

"میں انتہائی مسرور ہوں" میں نے کہا اور جینگو گردن ہلانے لگا۔ پھر وہ بولا:

"ابھی تھوڑی دیر کے بعد ہم یہاں سے چلیں گے۔ میں تمہارے آرام و آسائش کا بندوبست دوں گا"۔

"ہمیں کسی آرام و آسائش سے دلچسپی نہیں ہوتی۔ آرام و آسائش ایسے مفروضات ہیں انسان نے خود پر مسلط کر لیا ہے۔ زندگی تو بڑی سادہ سی چیز ہے۔ اور آپ خود جانتے ہیں مسٹر جینگو

جو سب سے بڑا درس دیا ہے' وہ ساری زندگی گزارنے کا اصول ہے" میں نے کہا اور جینگو پیار بھری سے مجھے دیکھنے لگا۔

"بے شک' کیا پیو گے؟"

"کچھ نہیں"۔

"یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ ویسے تمہارا نام کیا ہے؟"

"ایڈن" میں نے فوری طور پر جواب دیا۔ کچھ سوچ کر جواب دینا خطرناک تھا۔ جینگو مسکرا کر گردن نے لگا تھا۔

"خوب مسٹر ایڈن۔ تم مجھے کافی پسند آئے ہو۔ میں اب چلتا ہوں۔ تھوڑی دیر کے بعد جب میں جاؤں گا تو تم میرے ساتھ چلو گے"۔

"بہت بہتر" میں نے جواب دیا اور جینگو اسی دروازے سے واپس چلا گیا جس سے آیا تھا۔ گویا مجھے بیٹھنا تھا۔ لیکن اکیلے بیٹھے رہنا مجھے عجیب سا لگتا تھا۔ کچھ دیر میں سوچتا رہا۔ پھر اٹھ کر دروازے کی بڑھا۔

ظاہر ہے اس کے ساتھ تو جانا ہی تھا اور یہ عمارت اتنی وسیع بھی نہیں ہے کہ وہ مجھے تلاش نہ کر چنانچہ میں نے سوچا کہ اس عمارت میں کیوں نہ دوسرے لوگوں سے بھی شرف ملاقات حاصل کیا لیکن ابھی باہر قدم رکھا ہی تھا کہ دو لڑکیاں آتی نظر آئیں۔

متناسب بدن والی' خوش نما لباسوں میں ملبوس۔ ان میں سے ایک کے ہاتھوں میں ٹرے تھی جس کچھ برتن رکھے ہوئے تھے۔

"اوہ' آپ کہاں جا رہے ہیں جناب" ان میں سے ایک نے دلکش لہجے میں پوچھا۔

"میں مسٹر جینگو کا مہمان ہوں"۔

"ہمیں معلوم ہے' آئیے اندر چلیں"۔

"چلیے" میں نے واپسی کے لیے رخ بدل لیا۔

"ویسے کسی کام سے تو نہیں جا رہے تھے آپ؟"

"اوہ نہیں' مسٹر جینگو کہہ گئے تھے کہ مجھے ان کے ساتھ جانا ہے۔ اس لیے میں انتظار کروں۔ اس ے میں تنہا تھا اس لیے سوچا عمارت کی سیر ہی کروں"۔

"چلیے اب تنہا نہ رہیں گے" دوسری نے مسکراتے ہوئے کہا اور دونوں میرے ساتھ اندر داخل ں۔

ایک میز پر ٹرے رکھ دی گئی۔ کافی کی سوندھی خوشبو اٹھ رہی تھی۔ چند برتنوں میں خشک میوے تھے۔ لڑکیوں نے تین پیالیوں میں کافی انڈیلی اور ایک پیالی ادب سے میرے سامنے رکھ دی گئی۔ میوے

کی پلیٹ بھی میرے سامنے آ گئی تھی۔

"پلیز" لڑکی نے کہا اور دونوں خود بھی میرے سامنے ہی کرسیاں گھسیٹ کر بیٹھ گئیں۔

"شکریہ" میں نے کافی کی پیالی اپنے سامنے کھسکالی۔

"آپ کا نام ایڈن ہے نا؟"

"جی"۔

"کون سے ملک سے تعلق رکھتے ہیں؟"

"آئرلینڈ کا باشندہ ہوں"۔

"خوب میں ایش ہوں اور یہ میری دوست دانیا" لڑکی نے اپنا تعارف کرایا۔

"بڑی خوشی ہوئی آپ دونوں سے مل کر"۔

"خوشی تو ہمیں ہوئی ہے۔ خاص طور سے یہ جان کر کہ آپ اب ہمارے ساتھ ہی رہیں گے"

"مجھے تعجب ہے" میں نے کہا۔

"کس بات پر؟"

"اتنے مختصر وقت میں آپ کو میرے بارے میں ساری باتیں معلوم ہو گئیں"۔

"اوہ۔ اس میں تعجب کی کیا بات ہے؟"

"کیا یہ حیرت انگیز بات نہیں ہے؟"

"بالکل نہیں۔ مسٹر جینگو نے اپنے ماتحت خاص کے ذریعہ ہمیں پیغام بھجوایا کہ ڈرائنگ
مسٹر ایڈن بیٹھے ہوئے ہیں۔ ان کی خاطر مدارات کی جائے۔ اس طرح ہمیں آپ کا نام معلوم ہو گیا"۔

"اور یہ کس طرح معلوم ہوا کہ اب میں آپ کے ساتھ رہوں گا"۔

"ذرا بھی مشکل کام نہیں ہے۔ آپ کا فن اور مسٹر جینگو کی آپ سے غیر معمولی دلچسپی
کھلا ثبوت ہے کہ اب مسٹر جینگو آپ کو خود سے جدا نہیں ہونے دیں گے۔ اعلیٰ پایہ کے فنکاروں
زندگی کا حصہ بنا لیتے ہیں"۔

"تو یہ صرف آپ کا قیاس تھا؟"

"لیکن دلائل کی رو سے غلط تو نہیں ہے" دانیا نے جواب دیا۔ اور میں بھی مسکرانے لگا۔
لڑکیاں جاگتے چہروں والی اور تروتازہ تھیں۔ میرے ذہن میں ایک لمحے کے لیے ان کے
غلط احساسات پیدا ہو گئے۔ وہ میری دسترس سے باہر نہ ہوں گی۔ میں نے سوچا لیکن دوسرے لمحے
گیا۔ بہرحال وہ صرف لڑکیاں ہیں اور اس سے زیادہ میرے لیے کوئی حیثیت نہیں رکھتیں۔

دونوں لڑکیاں کافی پی رہی تھیں۔ میں نے بھی اپنا کپ اٹھا لیا اور ایش نے پلیٹوں کی ط
کیا:

"براہ کرم کچھ......"۔

"نہیں مس ایش۔ ان تکلفات کی ضرورت ہم جیسے لوگوں کو کہاں؟"

"زندگی میں جو چیزیں دستیاب ہیں، ان پر کیوں نہ ہاتھ صاف کیا جائے" ایش ہنس کر بولی۔

"پھر آپ کیوں رکی ہوئی ہیں؟"

"آداب میزبانی کا خیال ہے" ایش نے کہا اور ہنس پڑی۔ پھر وہ دونوں بھی میرے ساتھ ہی کھانے
ں اور انتہائی خوشگوار ماحول میں کافی ختم ہو گئی۔

"مسٹر جینگو کتنی......" میں رک گیا۔ نہ جانے کیوں زبان جملہ پورا کرنے سے قاصر رہی تھی۔ میں
زبان کی لڑکھڑاہٹ پر غور کرنے لگا۔

"کیا کہہ رہے تھے آپ؟" ایش نے پوچھا۔

"ایں" میں نے ذہن پر زور دیا۔ لیکن یہ کیا ہو رہا تھا۔ ہاتھ پاؤں بھی اچانک قوت کھو بیٹھے تھے اور
ن خود کو بھول رہا تھا۔

"مسٹر ایڈن" دانیا نے تعجب سے مجھے آواز دی اور اسی وقت یکے بعد دیگرے چار آدمی اندر داخل
گئے۔ یہ چاروں بڑے بالوں والے ہپی تھے لیکن سوٹوں میں ملبوس۔ ان میں سے ایک نے کہا:

"ٹھیک ہے ڈیئر۔ بس اب تم دونوں جاؤ۔ تمہارا کام ختم ہو گیا"۔

میں نے یہ آخری الفاظ سنے تھے اور اس کے بعد نہ مجھے اپنے حواس پر قابو رہا اور نہ بدن پر۔ میں
وس کر رہا تھا کہ میں لڑھک رہا ہوں۔ لیکن میں خود کو زمین پر گرنے سے نہیں روک سکا تھا اور زمین پر
رنے کے بعد مجھے کچھ یاد نہ رہا۔

نہ جانے کب اور کس جگہ ہوش آیا تھا۔ طویل بے ہوشی کے بعد جو کیفیت ہونی چاہیے تھی، وہی
ل۔ سر میں بھاری پن تھا۔ دیر تک کچھ یاد نہیں آیا کہ کیا واقعات پیش آئے تھے۔ تھوڑی دیر کے بعد
قعات اپنی پوری شد و مد کے ساتھ ذہن میں اجاگر ہو گئے۔ جس کے بعد یہ سمجھنے میں کوئی دقت پیش نہ آئی کہ
نگو مجھے پہچان گیا تھا اور کافی میں بے ہوشی کی کوئی دوا مجھے دی گئی تھی۔

چند لمحات کے لیے میں سوچ میں گم ہو گیا۔ جینگو کے پہچان لینے کے بعد صورت حال کیا ہو سکتی
ہے۔ میں انہیں کامیاب چکمہ دے کر ان کی نگاہوں سے اوجھل ہو گیا تھا۔ یقیناً وہ میری تلاش میں بھی
ہ گے اور اب انہوں نے مجھے مس کرنا مناسب نہیں سمجھا تھا۔ یہ بات میرے ذہن میں تھی۔

"لیکن اب، اب کیا کیا جائے۔ ظاہر ہے انہوں نے مجھے کچھ کرنے کے لیے تو یہاں نہیں بلایا ہو گا۔
نگرانی بھی سخت ہو گی لیکن جینگو کا رویہ میرے ساتھ کیا ہو گا۔

دیر تک جب ذہن ان سوالات کا کوئی جواب نہ دے سکا تو میں نے ان خیالات کو ذہن سے جھٹک
دیا "جو ہو گا" دیکھا جائے گا اور میں کاہلوں کے سے انداز میں اپنی جگہ پڑا رہا اور یوں تقریباً" آدھا گھنٹہ گزر

گیا۔ ایک نرس ٹائپ کی لڑکی کمرے میں داخل ہوئی اور اسے دیکھ کر میں چونک پڑا۔

یہ میریا ڈالسنگ ہی تھی جو نرس کے لباس میں تھی۔ میریا میرے نزدیک آئی اور اس نے
سے انداز میں مجھے خاموش رہنے کا مشورہ دیا۔ میں چونک کر ادھر ادھر دیکھنے لگا۔ کمرے میں اور کوئی
تھا۔ میریا نے دروازہ بند کر دیا اور میرے نزدیک آ گئی۔

"ہیلو نواز" اس نے سرگوشی کے انداز میں کہا۔

"خوب۔ تم مجھے پہچان گئیں میریا"۔

"ہاں۔ اس لیے کہ اب تمہارے چہرے پر نہ تو وہ داڑھی ہے اور نہ ہی وہ وگ"۔

"اوہو" میں نے جلدی سے اپنے چہرے کو ٹٹولا۔ واقعی داڑھی غائب تھی۔ پھر میں نے لباس
کیا تو لباس بھی وہ نہیں تھا جو میں نے پہنا ہوا تھا۔ میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

"تم نے مجھے اس انداز میں بھی دیکھا تھا میریا؟"

"ہاں دیکھا تھا لیکن تم ان تک آئے ہی کیوں تھے؟"

"بات یہ ہے میریا ڈالسنگ۔ اب میری زندگی کا ماحول ہی بدل گیا ہے۔ جینگو نے مجھے جس
پر آمادہ کیا ہی' اب میں اسے ادھورا نہیں چھوڑ سکتا۔

"لیکن تم پریشانیوں میں گھر جاؤ گے"۔

"اب جو کچھ بھی ہوگا' میریا دیکھا جائے گا۔ بہر صورت میں تمہارا شکر گزار ہوں کہ تم نے
بھرپور مدد کی۔ لیکن ان لوگوں کو تمہاری ذات پر شک تو نہیں ہوا؟"

"شک؟" میریا کھوئے کھوئے انداز میں بولی۔

"کیوں خیریت؟"

"نہیں کوئی بات نہیں ہے" اس نے گردن جھٹک کر کہا لیکن میں بغور اس کی شکل دیکھ رہا تھا۔

"میریا پلیز' تم اتنی اچھی انسان ہو کہ تمہیں کسی مشکل میں دیکھ کر مجھے سخت صدمہ ہوگا۔ بر
مجھے بتاؤ کیا تم کسی الجھن کا شکار ہو گئی ہو" میں نے پریشان لہجے میں پوچھا۔

"نہیں نواز۔ یقین کرو ایسی کوئی بات نہیں ہے' لیکن مجھے کچھ شبہ سا ہو رہا ہے"۔

"کیسا شبہ؟"

"یہی کہ وہ لوگ میری طرف سے اب اتنے مطمئن نہیں ہیں جتنے پہلے تھے"۔

"کیوں؟"

"شاید تمہارا ہی سلسلہ ہو"

"تو اس وقت میں تمہیں یہاں نہیں آنا چاہیے تھا میریا"۔

"مجھے اس کے لیے خاص طور سے کہا گیا ہے" میریا نے سنجیدگی سے کہا اور چھوٹے چھوٹے

معروف ہو گئی۔ میں پریشان نگاہوں سے اسے دیکھنے لگا تھا۔
چند ساعت سوچنے کے بعد میں نے آہستہ سے اشارہ کیا اور وہ میرے نزدیک آ گئی۔

"ہاں کہو کیا بات ہے؟"

"میریا اگر تم......"

"پلیز مسٹر نواز آپ میرے سلسلے میں کوئی گفتگو نہ کریں۔ میں حالات سے نمٹ لوں گی جو ہوگا دیکھا
جائے گا"۔

"لیکن میریا اگر........"

"اگر کوئی وقت پیش آئی تو میں تم سے نہیں چھپاؤں گی لیکن پلیز مسٹر نواز اس وقت کسی بے گانگی کا
ر نہ کریں"۔

"نہیں ایسا ان کے سامنے کبھی نہیں ہوگا۔ لیکن تمہیں ایک وعدہ کرنا ہوگا میریا"

"کیا وعدہ؟"

"اگر کسی الجھن کا شکار ہو جاؤ تو مجھ سے کبھی نہیں چھپاؤ گی" میں نے کہا اور اس کے ہونٹوں پر
راہٹ پھیل گئی۔

"تم کیا کرو گے نواز؟"

"جو کچھ بھی کر سکوں گا' کروں گا"۔

"میرا خیال ہے نواز تمہیں ابھی خود میری مدد کی ضرورت ہے"۔

"اوہ کس سلسلے میں میریا؟"

"میں تمہیں یہاں سے نکالنے کی کوشش کروں گی۔ حالانکہ یہ بڑا مشکل کام ہے"۔

"میں نہیں سمجھا میریا؟"

"وہ لوگ تمہیں چھوڑنے کے لیے تو نہیں لائے ہوں گے"

"لیکن جینگو نے تو کچھ اور ہی کہا تھا"۔

"کیا کہا تھا؟"

"اس نے مجھے چیلنج کیا تھا کہ وہ مجھے برائیوں میں دھکیل کر دیکھے گا اور اس کے بعد میرا تجزیہ کرے
۔ اس نے یہ بھی کہا تھا کہ میں کبھی اس کی دسترس سے دور نہیں رہوں گا لیکن بہرصورت میں اسے چکمہ
ے کر نکل ہی گیا۔ اگر میں یہاں خود نہ آنا چاہتا تو وہ مجھ پر ہاتھ نہ ڈال سکتے تھے"۔

"یہ کوشش تم نے بلا وجہ کی ہے نواز" میریا نے افسوس ناک لہجے میں کہا اور میرے چہرے پر
کراہٹ آ گئی۔

"نہیں میریا۔ ایسی کوئی بات نہیں۔ میں اس سے غیر مطمئن نہیں ہوں" میں نے جواب دیا۔

"وہ تو ٹھیک ہے، لیکن تم جن حالات کا شکار ہو گئے ہو، اس کا تم اندازہ بھی نہیں لگا سکتے" اس نے کہا اور میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

"وہ مجھے قتل کر دیں گے؟"

"دریغ بھی نہ کریں گے" میریا نے جواب دیا۔

"لیکن کیوں۔ میری ان کے مسلک سے دشمنی ہے۔ کیا صرف اس بات پر؟"

"نہیں۔ تم نے ان کے دو آدمیوں کو بھی تو ہلاک کیا ہے اور تم کیا سمجھتے ہو۔ کیا جینگو اتنا ... دل ہے کہ اپنی ٹوٹ پھوٹ کو بھول جائے گا۔ اگر اسے تم سے کوئی دلچسپی نہ ہوتی تو شاید تمہیں اسی رات ... کر دیا جاتا"۔

"اس کا مطلب ہے اسے مجھ سے کوئی دلچسپی ہے"۔

"ہاں تمہیں زندہ رکھنے کا تو یہی مقصد معلوم ہوتا ہے"۔

"تب پھر مجھے قتل کا اندیشہ نہیں ہے"۔

"خدا کرے ایسا ہی ہو"۔

"چنانچہ میری بات تو گئی میریا۔ لیکن اب مجھے تمہارا خطرہ ہے۔ براہ کرم خود کو محفوظ رکھنا ... یہاں سے نکلنے کی کوشش کروں گا" میں نے کہا اور وہ گردن ہلانے لگی۔

"تم میری طرف سے فکرمند نہ ہونا۔ اگر کسی طرح موقع مل جائے تو یہاں سے نکلنے کی کو... کرنا"۔

"او کے۔ میں تمہیں کبھی نہیں بھولوں گا میریا۔ تم نے ایسے حالات میں میری مدد کی ہے"۔

"چھوڑو ان باتوں کو نواز۔ میری دعا ہے کہ تم اپنے مسلک میں کامیاب رہو۔ میں تمہاری جرأت ... قدر دان ہوں"۔

"شکریہ۔ زندگی میں اگر کبھی......" میں نے کہا لیکن اسی وقت باہر قدموں کی چاپ سنائی دی ... میریا نے مجھے آنکھیں بند کر لینے کا اشارہ کیا۔ پھر اس نے جھپٹا مار کر ایک رسالہ اٹھایا اور ایک کرسی ... گئی۔

"اسی وقت دروازہ کھلا اور دو آدمی اندر داخل ہو گئے۔

"ہوش آیا؟" ان میں سے ایک نے کہا۔

"ابھی تک نہیں"۔

"پوزیشن کیا ہے؟"

"میرا خیال ہے اثر زائل ہو چکا ہے۔ اب صرف نیند ہے۔ تھوڑی دیر میں ہوش آ جائے گا"۔

"ٹھیک ہے۔ اب تم جاؤ۔ ہم یہاں موجود ہیں"۔

"او کے" میریا نے رسالہ ایک طرف پھینک دیا اور پھر میں نے اس کے قدموں کی چاپ سنی۔ پھر دروازہ کھلنے اور بند ہونے کی آواز سنائی دی۔ وہ دونوں خاموش تھے۔ کوئی آواز نہیں سنائی دے رہی تھی۔ تھوڑی دیر کے بعد ان میں سے ایک نے کہا "کوشش کرو، اب اسے ہوش میں آ جانا چاہیے"۔

"میں بھی یہی سوچ رہا ہوں" دوسری آواز ابھری اور پھر قدموں کی چاپ میرے بستر تک پہنچ گئی۔ ان میں سے ایک نے مجھے جھنجھوڑا اور میں نے آنکھیں کھول دیں۔ لیکن میرے چہرے پر کوئی تاثر نمودار نہیں ہوا۔ تھوڑی دیر تک میرا انداز کھویا کھویا رہا اور پھر جیسے میری سوچ واپس آ گئی۔ میں چونک پڑا۔ اور پھر میں نے اٹھنے کی کوشش کی لیکن میرے اوپر جھکے ہوئے آدمی نے میرے سینے پر ہاتھ رکھ دیا۔

"لیٹے رہو، لیٹے رہو۔ سر چکرائے گا" اس نے ہمدردی کے انداز میں کہا۔ سینے پر دباؤ بھی غیر دوستانہ نہیں تھا۔ میں پھر لیٹ گیا۔

"کیسی حالت ہے؟"

"ٹھیک ہوں لیکن میں کہاں ہوں؟"

"امن و سکون کی جگہ۔ جہاں اگر تم چاہو تو تمہارے لیے جنت تعمیر ہو سکتی ہے۔ لیکن شرط یہی ہے کہ اگر......"

"لیکن میں کوئی جنت نہیں چاہتا"۔

"یہ مایوسی کے الفاظ ہیں۔ جنت کو تم نے اپنی دسترس سے اتنا دور سمجھ لیا ہے کہ اب تم اس کی چاہت بھی کھو بیٹھے ہو"۔

"ہوں۔ تو تم جنت کے سوداگر ہو"۔

"ہاں۔ ان مایوس لوگوں کو ہم راستے پر واپس لے آتے ہیں جو راستہ گم کر چکے ہیں۔ قصور کسی کا نہیں ہے۔ انسان ہمیشہ سیدھے راستے تلاش کرتا رہا ہے"۔

"اوہ۔ تم سیدھے راستوں کے راہی ہو"۔

"ہاں میرے دوست، جنت صرف ایک سمبل ہے۔ ایک اشارہ لیکن اس اشارے کو استعمال کرنے والے بہت چالاک ہیں"۔

"خیر، میرا ذہن دکھ رہا ہے۔ پھر کسی وقت اس بارے میں گفتگو کروں گا۔ اس وقت میں سکون چاہتا ہوں"۔

"ضرور، ہمیں صرف تمہارے ہوش میں آنے کا انتظار تھا۔ کسی چیز کی ضرورت تو نہیں ہے؟"

"نہیں"۔

"او کے۔ آرام کرو۔ لیکن اس کے ساتھ ایک درخواست ہے"۔

"کیا؟"

"کسی بھی قسم کی حرکت سے پرہیز کرنا۔ یہاں سے نکل بھاگنے کی کوشش تمہارے لیے خطرناک ہوگی"۔

"میں کہیں نہیں جاؤں گا بے فکر رہو" میں نے جواب دیا اور وہ دونوں سر ہلا کر باہر نکل گئے دروازہ باہر سے بند کر دیا گیا تھا۔

ان کے جانے کے بعد میں نے گہری سانس لی۔ اب تو ان حالات کے بارے میں سوچنا بھی حماقت تھی۔ چنانچہ میں اطمینان سے لیٹا رہا۔ جب لیٹے لیٹے تھک گیا تو اٹھ کر رسالہ اٹھالیا اور کرسی پر بیٹھ کر اس کی ورق گردانی کرنے لگا۔

تقریباً" دو گھنٹے کے بعد پھر دروازہ کھلا اور اس بار وہی آدمی اندر آ گئے۔ "مسٹر جینگو نے آپ کو طلب کیا ہے"۔

"انکار کروں تو؟" میں نے پوچھا۔

"ہم آپ کو اٹھا کر لے جائیں گے"۔

"ہوں۔ چلو میں خود ہی چلتا ہوں" میں کھڑا ہو گیا اور پھر ان کے ساتھ راہداری میں نکل آیا۔ سب چوکنا تھے۔ ہونا بھی چاہیے تھا۔ کیونکہ میری پھرتی دیکھ چکے تھے۔ لیکن اب میں کسی حرکت کے موڈ میں نہیں تھا۔

"راہداری کے اختتام پر ایک دروازے سے اندر داخل ہو گیا۔ حالانکہ دن کا وقت تھا لیکن کمرے میں بے شمار روشنیاں جگمگا رہی تھیں۔ جینگو انتہائی قیمتی سرخ لبادے میں ملبوس ایک لمبی میز کے پیچھے بیٹھا ہوا تھا۔ اس کے چہرے پر زندگی نظر آ رہی تھی۔ مجھے دیکھ کر وہ مسکرایا "ہیلو خوبصورت آدمی"

"ہیلو جینگو"۔

"اپنی حرکتوں کے باوجود مجھے دلکش لگتے ہو بیٹھ جاؤ"۔

"شکریہ" میں لاپرواہی سے اس کے سامنے بیٹھ گیا اور جینگو نے ایک ہاتھ اوپر اٹھایا۔ اس نے کسی کی طرف دیکھا نہیں تھا۔ اس کی آنکھیں حسب معمول جاندار لگ رہی تھیں اور ان میں وہی پراسرار مقناطیسیت نظر آ رہی تھی۔

چند ساعت کے بعد دو خوبصورت لڑکیاں اندر آ گئیں لیکن ان کے جسموں پر لباس نام کی کوئی چیز نہیں تھی۔ جسم انتہائی دلکش تھے۔ جینگو میری آنکھوں میں کچھ تلاش کر رہا تھا۔ میں چونک تو پڑا تھا لیکن اس سے زیادہ کسی ردعمل کا اظہار نہیں کیا۔

ایک لڑکی ایک ٹرالی دھکیلتی ہوئی اندر لائی تھی جس پر بہترین کھانے پینے کی چیزیں سجی ہوئی تھیں۔

"مہمان کی تواضع کرو" جینگو نے کہا اور حسین لڑکیاں مسکرا دیں۔ پھر وہ میرے نزدیک آ کر

ئیں اور فضول حرکتیں کرنے لگیں۔

"یہ تمہاری آخری کوشش ہے جینگو" میں نے سرد لہجے میں کہا۔

"کیا مطلب؟"

"اس کے بعد کیا کرو گے؟"

"اوہ۔ کیا یہ لڑکیاں پسند نہیں' دوسری آ سکتی ہیں"۔

"انہیں واپس بھیج دو"۔

"جاؤ" جینگو نے کہا اور لڑکیاں اسی انداز میں مسکراتی ہوئی واپس چلی گئیں۔

"کیا یہ سب کچھ مناسب ہے؟" میں نے سنجیدگی سے سوال کیا۔

"براہ کرم کھل کر گفتگو کرو"۔

"تم بہرحال ایک پروقار انسان ہو۔ کیا تمہاری شخصیت اس قدر گراوٹ قبول کرتی ہے؟"

"کیسی گراوٹ؟"

"لڑکیاں سپلائی کرنے والے کو کیا کہتے ہیں؟ تمہیں اپنی شخصیت کو مدنگاہ رکھ کر ایسے اوچھے ہتھکنڈے نہیں استعمال کرنے چاہئیں"۔

"اس میں سے کچھ لو' تم بھوکے ہو" جینگو نے پرسکون لہجے میں کہا اور میں نے ایک سیب اٹھالیا۔

"کافی منگواؤں؟"

"نہیں شکریہ"۔

"عورت مرد کی ایک ضرورت ہے اور عورت بھی اتنی ہی ضرورت مند۔ اس میں اوچھے ہتھکنڈوں کی کون سی بات ہے؟"

"لیکن میں تمہارے مسلک کا قائل نہیں ہوا ہوں"۔

"ہو جاؤ گے' ہو جاؤ گے" اس نے ہنستے ہوئے کہا۔ "لو اور لو"۔

"بس"۔

"میں نہیں سمجھ سکا نواز' تم دنیا کی نعمتوں سے کیوں بھاگتے ہو' اس کے لیے تو تمہارے مذہب نے بھی منع نہیں کیا"۔

"ہاں لیکن مذہب کے کچھ اصول بھی تو ہوتے ہیں"۔

"تو تم اصولوں کے جال سے نہیں نکلو گے"۔

"اس لیے کہ میں انہیں جال نہیں سمجھتا۔ انسانی معاشرہ کے نظم و ضبط کے لیے یہ ضروری ہیں"۔

"فضول چیزوں کے پیچھے زندگی کیوں کھو رہے ہو نواز۔ کیا صرف ضد برائے ضد۔ حالانکہ تم کبھی مذہبی انسان نہیں رہے"۔

"میں نے ہمیشہ مذہب کی عزت کی ہے"۔

"جھوٹ بول رہے ہو نواز اصغر۔ دنیا کی کون سی برائی تم نے نہیں اپنائی۔ تم جینگو کو کیا سمجھتے ہو؟"

"کیا مطلب؟"

"تمہارے خیال میں تم جینگو کی نگاہ سے پوشیدہ رہ سکتے تھے، تم کہیں بھی جا چھپتے نواز، جس راستہ میں اپنے ذہن کے راستے کھولتا، تمہیں تلاش کر لیتا۔ میری نگاہوں کے سامنے ہر گوشہ برہنہ ہے۔ نہ جانے تم مجھے کیوں نہیں پہچانتے"۔

"اب تم جھوٹ بول رہے ہو"۔

"کیوں۔ اس میں کیا جھوٹ ہے؟"

"تم صرف گٹار سے مجھے پہچانتے تھے۔ کیونکہ ایک بار تم پہلے بھی میرا گٹار سن چکے تھے"۔

"چلو یہی سہی۔ لیکن میں نے اس کے لیے تمہاری تگ و دو نہیں کی کہ میں تمہیں اس قدر اہم نہیں سمجھتا تھا"۔

"ہاں۔ میں بھی خود کو اس قدر اہم نہیں سمجھتا"۔

"لیکن یہ میری بھول تھی"۔

"کیا مطلب؟"

"تم تو بے شمار خوبیوں کے مالک نکلے۔ خاص طور سے گٹار کے سلسلہ میں۔ یقین کرو تمہاری انگلیوں میں جادو ہے۔ اس کے علاوہ بھی تم ہمارے لیے اس قدر کارآمد انسان ہو کہ ہم تمہیں چھوڑنے کا تصور بھی نہیں کر سکتے"۔

"میں تمہارے کس کام آ سکتا ہوں جینگو؟"

"یہ تو آنے والا وقت بتائے گا"۔

"لیکن میں تو تمہارے مسلک کا مخالف ہوں"۔

"وقتی طور پر ---- تم ہمارے مسلک سے متاثر ہو جاؤ گے۔ میں تم سے تمہارے ماضی کی باتیں کروں گا نواز اصغر"۔

"اچانک اس نے میری آنکھوں میں آنکھیں ڈال دیں۔ اس کی آنکھوں سے ٹھنڈی ٹھنڈی چنگاریاں پھوٹ رہی تھیں۔ میرا ذہن سونے لگا۔ لیکن اچانک ہی میرے اندر وہ قوت بیدار ہو گئی جو میری فطرت کا خاصہ تھی۔ کسی سے متاثر نہ ہونے والی قوت۔ اور میرا ذہن اس کے سحر سے آزاد ہو گیا۔

"اب تم سے گفتگو ہو گی نواز"۔

"میں نے کسی تاثر کا اظہار نہیں کیا اور خاموش بیٹھا رہا۔

"تمہارا ماضی تمہاری برائیوں کی کہانی سناتا ہے۔ وہ برائیاں جو تمہارے معاشرے میں برائی

ہیں۔ کیا تم منشیات کے اسمگلر نہیں رہے ہو؟"

"رہا ہوں" میں نے جواب دیا۔

"کیا تم نے اپنی زندگی میں بے شمار لوگوں کو قتل نہیں کیا ہے؟"

"کیا ہے"۔

"ہوریشو جیسا خطرناک انسان تمہارے ہاتھوں مارا گیا۔ یہ میرے علم میں ہے۔ تم نے میرے ضمیر دشمنی دیکھی"۔

"واقعی تمہاری معلومات حیرت انگیز ہیں"۔

"مجھ سے دنیا کی کون سی بات چھپی ہوئی ہے نواز اصغر۔ تمہارا ماضی میرے سامنے ہے۔ پھر اس کے تم نیکیوں کی تلاش میں کیوں نکل پڑے ہو؟"

"برائیوں سے دل اکتا گیا ہے"۔

"یہ بات نہیں ہے۔ دراصل تمہارے اندر جو جڑ ہے اس نے تمہیں بھٹکایا ہے۔ اگر برائیاں انسانی ی کا سہارا نہ بنیں تو نیکیوں کے تمام راستے گہرے گڑھوں تک لے جاتے ہیں۔ اگر تمہیں برائیوں میں بھی تو تم کہاں جاتے؟"

"لیکن ان برائیوں نے مجھے سکون نہیں دیا"

"نہیں۔ تم نے سکون تلاش نہیں کیا"۔

"میں سکون کی تلاش میں ہوں"۔

"میں تمہیں سکون دوں گا"۔

"تم تو خود بے سکون ہو جینگو۔ تمہاری ساری نسل مضطرب ہے۔ وہ نشہ آور ادویات میں سکون تی ہیں اور جب نشہ اترتا ہے تو اتنی اداس نظر آتی ہے کہ دل ڈوب جاتے ہیں" میں نے جواب دیا اور چونک پڑا۔

"نواز" اس نے عجیب سے لہجے میں پکارا۔

"ہوں"۔

"تم میرے غلام ہو، صرف وہ کہو جو میں کہوں"۔

"میں تم پر لعنت بھیجتا ہوں جینگو۔ تمہارا کیا خیال ہے، کیا میں تمہارے ٹرانس میں آ گیا ہوں، ابھی ش کرو ہپناٹزم کی۔ تم ایک اچھے ہپناٹسٹ نہیں ہو" میں نے کہا اور جینگو جیسے سکتہ ہو گیا۔ کافی دیر تک خاموش رہا پھر اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

"تمہاری انہی صلاحیتوں نے تو مجھے تم پر عاشق کر دیا ہے۔ اب بتاؤ میں تمہیں کیسے چھوڑ دوں لیکن تم ان نیکیوں کے پیچھے کیوں دوڑ رہے ہو۔ سب فضول باتیں ہیں۔ تم نے سونیتا کو بھی ٹھکرا دیا اور اسے

چکمہ دے کر نکل بھاگے۔ لیکن ایک بات تو بتاؤ؟"

"پوچھو۔ وہ بھی پوچھو"۔

"سونیتا کے پاس سے آتے ہوئے تم اس کے ہاں سے کچھ اٹھا لائے تھے؟"

"کیا مطلب؟"

"اس کے بعد تمہارے پاس یہ لباس اور میک اپ کا سامان کہاں سے آ گیا؟" اور اس بار
ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

"تم روشن ضمیر ہو' معلوم کر لو"۔

"مشکل کام نہیں ہے"۔

"ٹھیک ہے' معلوم کر لو تو مجھے بھی بتا دینا"۔

"ضرور بتاؤں گا' لیکن اب تمہارا کیا ارادہ ہے؟"

"کس سلسلہ میں؟"

"خود میں کوئی لچک پیدا کرو گے؟"

"ارے نہیں جینگو' ابھی تو میں نے زندگی کی ابتداء کی ہے۔ ابھی تو بہت سے مراحل طے
ہیں"۔

"میرا دوستانہ مشورہ ہے کہ اپنی صلاحیتوں کو ضائع مت کرو۔ ترلوکا کے مشن کے لیے کام
جانے کیا سے کیا بن جاؤ گے"۔

"میرا مشن کچھ اور ہے جینگو"۔

"وہ کیا؟"

"میں نے ہوریشو کو فنا کرنے کا بیڑا اٹھایا تھا۔ میں اس میں کامیاب ہو گیا۔ تم نے میرے
مذہب کی توہین کی ہے۔ خدا کی قسم...... اب میں مذہب کے نام پر ترلوکا کو فنا کر دوں گا۔ اسے روئے
سے نیست و نابود کر دوں گا۔ یہ نیکی کر گزرنے سے شاید میری تھکی ہوئی برائیوں کے بوجھ سے مضمحل
کچھ سکون آ جائے"۔

جینگو کا ضبط جواب دے گیا۔ اس کا بدن کانپ اٹھا اور اس کی آنکھوں سے خون ابلنے لگا۔

"تیرا علاج اب صرف ترلوکا کے پاس ہے" اس نے غرائی ہوئی آواز میں کہا اور پھر اس نے
آواز دی۔

☆ ☆ ☆

ایکبار پھر مجھے قید کر دیا گیا۔ لیکن اب مجھے وہ مراعات حاصل نہیں تھیں جو اس سے پہلے
غالباً" جینگو میری طرف سے اب قطعاً" مایوس ہو گیا تھا۔ ترلوکا کی توہین کر کے میں نے اسے اپنا بدترین

پلیا تھا۔ مجھے یقین تھا کہ ترلوکا اس سے بھی بڑا آرٹسٹ ہو گا۔ اس نے جینگو جیسے آدمی کو ذہنی طور پر اس قدر
ناز کر دیا ہے کہ وہ اس کی توہین برداشت نہیں کر سکتا۔ لیکن مجھے اس بات کی پرواہ بھی نہیں تھی۔

جس جگہ مجھے قید کیا گیا تھا وہ شاید اسٹور تھا۔ ٹوٹا پھوٹا فرنیچر کمرے میں بھرا ہوا تھا۔ چاروں طرف
گردے اٹا ہوا فرش' غالباً" یہ انتقام کی ایک شکل تھی' ورنہ اگر وہ مجھے بہتر طور سے بھی رکھتے تو کوئی دقت
لب بات نہیں تھی۔

اس دوران میری ملاقات میریا ڈالسنگ سے بھی نہیں ہوئی تھی۔ اس پورے کارخانے میں
رف وہی میری ہمدردی تھی۔ لیکن مجھے خدشہ تھا کہ وہ کسی مصیبت کا شکار نہ ہو جائے۔ جینگو نے کہا تھا کہ
یہ بات معلوم کرے گا کہ سونیتا کے پاس سے فرار کے بعد یہ آسانیاں مجھے کہاں سے حاصل ہوئیں جبکہ میں
ائیوں کے راستے کا راہی نہیں تھا۔ اگر کسی طرح اس کی نگاہ بے چاری میریا پر جا پڑی تو وہ غریب مفت میں
ی جائے گی۔

میرے ذہن میں میریا کی صورت ابھر آئی۔ حسین لیکن انتہائی سنجیدہ چہرہ۔ اس عمر کی کسی لڑکی کو
ں نے اس قدر سنجیدہ نہ دیکھا تھا۔ اپنے بارے میں اس نے مجھے کچھ نہ بتایا تھا۔ حالانکہ میں نے اس سے کئی
راس کے دیگر معاملات کے بارے میں پوچھا تھا سوائے ان تین لاپاہج انسانوں کے جن کی وہ کفیل تھی۔ لیکن
ن کے بارے میں بھی مجھے کیا معلوم تھا۔

ان کے علاوہ اس نے مجھے کسی کے بارے میں نہیں بتایا تھا۔ لیکن بہرصورت ان ساری باتوں کے
اوجود نجانے کیوں میں نے اس کے چہرے پر یا اس کے انداز پر ایک بار بھی کوئی ایسی چمک نہیں دیکھی تھی
س سے اظہار ہوتا کہ وہ کوئی نوجوان لڑکی ہے اور جوانی کی ضرورتوں سے متاثر ہے۔

حالانکہ اگر وہ لوگ چاہتے تو میریا کو بھی مجھے بگاڑنے پر متعین کر سکتے تھے۔ لیکن ممکن ہے وہ اس
ئپ کی لڑکی ہی نہ ہو۔ نجانے کیوں میرے ذہن میں کئی بار اس کا خیال آیا۔ میں نے اپنے آپ کو ٹٹولا تو اس
ی کوئی خاص وجہ نہیں پائی سوائے اس کے کہ اس لڑکی کے کردار نے مجھے متاثر کیا تھا اور پھر یہ کہ وہ میری
درد تھی۔ اس نے ایسے وقت مجھے سہارا دیا تھا جب میں اچھائیوں کے راستے سے بھٹک بھی سکتا تھا اور یہ
لڑی ہی معمولی سی بات تھی۔ لیکن بہرصورت میرے نزدیک کسی کے احسان کا احساس بھی بڑی چیز ہے۔ سو
ب اگر وہ لڑکی میری وجہ سے کسی مصیبت کا شکار ہو جاتی تو میرے لئے واقعی یہ بات باعث شرم ہوتی۔ لیکن
مجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ کیا کروں۔ یہاں آ کر کچھ اس طرح پھنس گیا تھا کہ اب بظاہر ان معاملات سے نمٹنے
ی کوئی صورت ذہن میں نہیں آتی تھی۔

جینگو سے میری جو گفتگو ہوئی تھی اس کے بعد میرے خیال کے مطابق جینگو کو پوری طرح میری
خلاف صف آرا ہو جانا چاہیے تھا کیونکہ میں نے اس کے لئے کوئی گنجائش نہیں چھوڑی تھی اور نہ ہی میری
کیفیت میں اتنی لچک تھی کہ وہ اس سے کسی بھی قسم کا فائدہ اٹھا سکتا تھا۔

مجھے یاد تھا کہ جس وقت میں نے اس کے ہپناٹسٹ ہونے کا اظہار کیا تھا تو وہ دنگ رہ گیا تھا۔ یقیناً" اپنے اس فن پر بڑا فخر ہو گا لیکن میں نے اس کے اس فن کو بھی ناکام کر دیا تھا۔ اس کا مقصد تھا جینگو کے دل میں میرے لئے ہمدردی پیدا نہیں ہو سکتی' رہی میری گٹار نوازی' تو وہ اس کے لیے اتنی اہم نہ ہو گی کہ وہ ذرا سی بات کے لئے اتنی بڑی مصیبت مول لے' پھر وہ میرا کیا کرے گا۔ یہ سوال ہنوز تشنہ تھا۔ کیا مجھے قتل کر دیا جائے گا؟ میں نے سوچا۔ یوں بھی جینگو نے کہا تھا کہ اگر میں کچھ خوبیوں کا مالک نہ ہوتا تو انتقام کے طور پر مجھے قتل بھی کیا جا سکتا تھا لیکن اب کیا کیا جائے گا' اور اس کیا ہو گا' کا کوئی جواب فی الحال میرے پاس موجود نہیں تھا۔

اور جس بات کا کوئی جواب ذہن میں نہ ہو تو اس کے بارے میں دماغ سوزی کرنا سوائے حماقت کے اور کیا ہو سکتا ہے۔ چنانچہ میں نے بھی خود کو خالی الذہن کر لیا' جو ہو گا دیکھا جائے گا۔

لیکن کم بختوں نے سلوک بہت برا کیا تھا یہاں لا کر نہ کھانے کو پوچھتے تھے نہ پینے کو' اس وقت میں میں شدید بھوک کا شکار تھا اور پیاس کی وجہ سے میرے حلق میں کانٹے سے چبھ رہے تھے۔

کیا وہ مجھے بھوکا پیاسا مار ڈالیں گے؟ میں نے سوچا اور میری ضدی فطرت عود کر آئی۔ نہیں ایسے جان نہیں دوں گا۔ آخر کمرے میں ہی تو قید ہوں اور دروازہ فولاد کا بنا ہوا نہیں ہے۔ اگر حالات حد سے بگڑے ہوئے نظر آئے تو پھر ہاتھ پاؤں ہلانے ہی پڑیں گے۔ حالانکہ میں چاہتا تھا کہ انہیں انکی کوششوں سے نہ روکوں اور دیکھوں کہ وہ مجھے کس حد تک مجبور کر سکتے ہیں۔ لیکن حرام موت مرنا بھی مناسب نہیں تھا کچھ کر کے مرا جائے تو بہتر ہے۔ اور اس کے لئے میں نے دل ہی دل میں فیصلہ کر لیا۔ میں نے سوچ لیا تھا کہ جب تک وہ لوگ خود کوئی کارروائی نہ کریں گے اس وقت تک قدم آگے نہیں بڑھاؤں گا لیکن اس کی نوبت نہیں آئی۔

رات کو باقاعدہ کھانا بھجوایا گیا تھا جو زیادہ بہتر تو نہیں تھا' لیکن بہرصورت غنیمت تھا۔ البتہ یہ میں ضرور سوچ رہا تھا کہ کہیں کھانے میں کوئی ایسی چیز شامل نہ کر دی گئی ہو' جسے کھا کے میں پھر بے ہوش ہو جاؤں اور یہ بیہوشی کسی مصیبت کا پیش خیمہ نہ بن جائے۔

لیکن مجبور تھا کیا کر سکتا تھا۔ کھانا تو رات کو کھانا ہی پڑا اور جب صبح کو آنکھ کھلی تو بڑی خوشی ہوئی تھی' گویا کھانے میں مجھے کوئی ایسی چیز دینے کی کوشش نہیں کی گئی تھی۔ ہاں دوسرے دن دس بجے وہ کھیل شروع ہو گیا جو میرے ذہن میں سر ابھار رہا تھا۔

آنے والی میریا ڈالسنگ ہی تھی' اسے دیکھ میں خوشی سے اچھل پڑا۔ میریا ڈائسنگ بدستور سنجیدہ تھی۔

میں چھپ کر تمہارے پاس آئی ہوں۔" اس نے سرگوشیانہ انداز میں کہا۔

"اوہ میریا' یہ تمہارے لئے مناسب نہیں تھا۔"

"نواز پلیز' میں جو کچھ کہہ رہی ہوں اسے غور سے سنو' میرے لئے کیا مناسب ہے اور کیا غیر مناسب' تم اس بارے میں الجھن میں نہ پڑو۔ اس بارے میں میں اچھی طرح جانتی ہوں۔" میریا حسب معمول خشک انداز میں بولی اور میں عجیب و غریب نگاہوں سے اسے دیکھنے لگا۔

"کہو۔" میں نے سنجیدہ انداز میں کہا۔

"ابھی تھوڑی دیر کے بعد تمہیں ایک جگہ بلایا جائے گا۔ ممکن ہے میں وہاں موجود ہوں اور یہ بھی ممکن ہے کہ میں وہاں موجود نہ ہوں۔ تمہیں ایک انجکشن لگایا جائے گا جو بے ہوشی کا انجکشن ہو گا۔ اس کے بعد وہ تمہیں کہیں لے جانا چاہتے ہیں۔ یہ تو میں نہیں کہہ سکتی کہ وہ لوگ تمہیں کہاں لے جائیں گے' لیکن بہرصورت کسی لمبے سفر کا پروگرام معلوم ہوتا ہے۔ تم ان کے چنگل سے نکلنے کی آخری کوشش کر سکتے ہو۔"

"کس طرح؟" میں نے سوال کیا۔

"جو انجکشن تمہیں دیا جائے گا وہ بے ہوشی کا ہو گا' لیکن اگر میں نے تمہیں وہ انجکشن نہ بھی دیا تو بھی ڈاکٹر یا کسی دوسرے آدمی کو وہ انجکشن میں ہی فراہم کروں گی۔ لیکن جو انجکشن تمہارے بدن میں لگایا جائے گا وہ بے ہوشی کا انجکشن نہیں ہو گا بلکہ وہ سادہ پانی ہو گا۔ تم بے ہوش ہونے کی اداکاری کرو گے اور پھر جب وہ تمہیں لے کر جائیں اور جس جگہ بھی پہنچیں تو تم موقع پا کر پہلی فرصت میں ان کے چنگل سے بھاگ جانا خواہ کچھ بھی ہو جائے۔"

"خوب لیکن میں تنہا ہوں۔"

"ہاں میں اسی کا بندوبست کر کے آئی ہوں۔" میریا نے کہا اور اپنے لباس میں سے اس نے ایک چھوٹا سا آٹومیٹک پستول نکالا اور میری طرف بڑھا دیا۔ پھر وہ عجیب سے لہجے میں بولی۔

"اس میں آٹھ گولیاں ہیں نواز۔ اور بس اس سے زیادہ میں تمہارے لیے کچھ نہیں کر سکتی۔"

"اوہ میریا ——— میریا ——— اس سے زیادہ کچھ کیا بھی نہیں جا سکتا تھا۔ لیکن افسوس میں شاید اب میں تمہیں کچھ نہ دے سکوں گا۔"

"خدا حافظ۔" میریا نے کہا اور مسکرائے بغیر باہر نکل گئی۔ اس کے چہرے پر یا آنکھوں میں نرمی کا کوئی تاثر نہیں تھا۔

اس لڑکی کے کردار سے میں بے پناہ متاثر تھا' لیکن بہرحال کیا کرتا ہاں زندگی میں اگر کوئی موقع فراہم ہوا تو میں دل و جان سے اس کی مدد کروں گا۔ میں نے سوچا تھا۔ بہرحال میریا باہر نکل گئی تھی۔ تب میں نے اس کے دیئے ہوئے آٹومیٹک پستول کو بڑی احتیاط سے لباس میں چھپا لیا۔

اور پھر میں بیٹھ گیا۔ اب میرا ذہن انہی معاملات کے بارے میں سوچ رہا تھا۔ اس وقت دن کے تقریباً ڈھائی بجے تھے جب چند افراد مجھے لینے آئے۔ اس وقت تک دوپہر کا کھانا بھی نہ ملا تھا یعنی رات ہی کو جو کچھ کھلایا گیا تھا وہی چل رہا تھا اور مجھے بھوک محسوس ہو رہی تھی۔ بہرصورت بھوک پیاس کا ذکر تو حماقت

ہی ہے۔ میں ان لوگوں کے ساتھ باہر نکل آیا۔

آنے والے مجھے لئے ہوئے ایک کمرے میں پہنچ گئے' جہاں چار آدمی موجود تھے لیکن ان کے درمیان میریا ڈالسنگ کو دیکھ میں نے سکون کی سانس لی۔

"مسٹر نواز ہم نہیں کہہ سکتے کہ آپ یہاں کب تک قید رہیں گے' بہرحال آپ کا طبی معائنہ کے لئے آپ کو طلب کیا گیا ہے۔"

"ٹھیک ہے مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے' ویسے میں بالکل تندرست ہوں۔" میں نے جواب دیا۔

"یقیناً" ہوں گے۔ لیکن ممکن ہے آپ کو کوئی تکلیف ہو گئی ہو' ہمیں ہدایت کی گئی ہے کہ آپ چاق و چوبند رکھیں۔"

"مناسب ہے' جیسا آپ حکم دیں۔"

"براہ کرم آپ اس میز پر آجایئے۔" اس شخص نے کہا' جو شاید ڈاکٹر تھا کیونکہ دوسرے لمحے اسٹیتھوسکوپ لے کر میرے حلق' چہرے اور سینے کا معائنہ کرنے لگا۔ انہوں نے میری آنکھیں بھی کھول دیکھیں۔ بظاہر وہ یہی تاثر دے رہے تھے کہ جیسے وہ ڈاکٹری معائنہ کر رہے ہوں۔

"مسٹر نواز آپ طبی لحاظ سے درست ہیں۔ لیکن اس کے باوجود آپ ٹینوریا کا ایک انجکشن لیں' وہ آپ کو جملہ بیماریوں سے محفوظ رکھے گا۔"

"مناسب' مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے لیکن اس کی بجائے اگر مجھے خوراک مہیا کی جاتی رہے تو بہتر ہے' میں نے کل رات سے کچھ نہیں کھایا۔"

"اوہ یقیناً" یہ کسی کی غفلت کا نتیجہ ہے یا پھر یہ بھی ممکن ہے مسٹر جینگو کی یہی ہدایات ہوں بہرصورت آپ کو کھانا فراہم کر دیا جائے گا کیونکہ یہ انسانی فرض بھی ہے۔"

"ہاں مناسب ہے کہ آپ اس انسانی فرض کو پورا کر دیں ورنہ میں دوبارہ اس کا تذکرہ بھی نہ کروں گا۔" میں نے لاپرواہی سے کہا۔

"براہ کرم چند ساعت انتظار کریں۔" اس شخص نے کہا پھر میریا ڈالسنگ کو دیکھ کر بولا۔

"مس میریا انجکشن لگا دیجئے۔"

"بہت بہتر۔" میریا نے کہا اور پھر اس نے ان لوگوں کے سامنے ہی ایک انجکشن کی سیل توڑ دی سرنج میں بھر کر میری جانب بڑھی۔ اس نے اپنے مخصوص سرد لہجے میں مجھ سے بازو آگے بڑھانے کو کہا اور میں نے بازو آگے بڑھا دیا۔ میریا ڈالسنگ نے مجھے انجکشن دے دیا تھا اور پھر وہ سرنج لئے کمرے سے باہر نکل گئی۔ انجکشن کی شیشی بھی اس نے ساتھ ہی رکھی تھی' گویا وہ اپنے خلاف کوئی ثبوت چھوڑنا نہیں چاہتی تھی۔ ویسے اس بے چاری نے میرے لیے یہ دوسرا بڑا رسک لیا تھا۔ یوں بھی وہ باتیں اگر یکجا ہو جاتیں تو اس کی شخصیت فوری طور پر مشکوک سمجھی جا سکتی تھی۔

میں نے چند ساعت تو آنکھیں کھولی رکھیں اور پھر اس قسم کا اظہار کرنا شروع کیا جیسے میری پلکیں جا رہی ہوں۔ وہ لوگ بغور میرا جائزہ لے رہے تھے اور پھر چند ساعت کے بعد میں نے اپنی گردن ری طرف گرا دی۔ سانسوں کو میں نے اس طرح بے ترتیب کر لیا تھا جیسے وہ بے ہوشی کے دوران ہاتی ہیں گویا میں مکمل اداکاری کر رہا تھا۔

تب وہ لوگ میرے نزدیک آ گئے۔ "مسٹر نواز۔" ان میں سے ایک نے مجھے جھنجھوڑا۔

"مسٹر نواز ------" دوسرے نے آواز دی۔ اور پھر تیسرے نے ایک زوردار تھپڑ میرے منہ پر جڑ دیا۔ کافی زوردار تھپڑ تھا۔ لیکن برداشت تو کرنا ہی تھا۔ میں نے اس پر بھی کوئی اظہار نہ کیا تو ان میں سے ایک نے کہا۔

"ٹھیک ہے' کام ہو چکا ہے۔"

"پھر اب؟" دوسرے نے سوال کیا۔

"بس تیاریاں کرو۔ اب زیادہ وقت بھی نہیں ہے۔ ٹھیک ساڑھے پانچ بجے اسٹیمر پہنچ جائے گا اور راستہ بھی اچھا خاصا ہے۔"

"اوکے سر۔" کسی نے جواب دیا اور پھر شاید ان میں سے ایک یا دو باہر نکل گئے۔

تھوڑی دیر بعد مجھے ایک اسٹریچر پر ڈالا گیا۔ میں بدستور دم سادھے ہوئے پڑا تھا اور کچھ لوگ اسٹریچر لے کر چل پڑے۔ اسٹریچر کو کسی بند وین میں رکھا گیا تھا۔ میں نہیں جانتا تھا کہ میرے اردگرد کون کون ہے۔ اس لئے آنکھوں میں ہلکی سی جھری بھی پیدا نہیں کر سکتا تھا۔ حالانکہ آنکھیں بند کئے کئے سخت کوفت ہو رہی تھی۔

لیکن بہرحال برداشت کرنا تھا۔ لہٰذا وین میں اور وہ بھی چلتی ہوئی وین میں کوئی حرکت کرنا حماقت تھی۔ اس کے رک جانے کا انتظار ضروری تھا۔ چنانچہ میں دم سادھے پڑا رہا اور پھر میں نے اس کی رفتار سست ہوتی محسوس کی۔

وین رک گئی اور میں نے گہری سانس لی' یہ آخری موقع تھا۔ اس کے بعد نہ جانے کیا پوزیشن ہو۔ میں نروان تک پہنچنے کا خواہش مند ضرور تھا۔ لیکن ان لوگوں کا قیدی بن کر نہیں' بلکہ آزاد انسان کی حیثیت سے سیاحوں کے کسی قافلے کے ساتھ یہاں تک با آسانی پہنچا جا سکتا تھا۔ اس طرح تو میں کچھ نہیں دیکھ سکتا تھا کچھ نہیں کر سکتا تھا۔

بہرحال وہ سب نیچے اترنے لگے اور اسی وقت موقع تھا۔ آستین میں چھپا ہوا پستول نیچے سرک آیا اور میرے ہاتھ کو چھونے لگا۔ اب میں کسی بھی لمحے اسے نکال سکتا تھا نیچے اترنے کے بعد انہوں نے اسٹریچر گھسیٹا اور پھر اسے دو آدمیوں نے پکڑ لیا اور وہاں سے چل پڑے۔ باہر آنے کے بعد سمندر کا شور صاف سنائی دے رہا تھا۔

اور یہی کاروائی کا وقت تھا۔ چنانچہ میں نے بازو تھوڑا سا ہلایا اور پستول میری مٹھی میں آگیا اور
دوسرے لمحے میں نے پنی تلی چھلانگ لگادی۔ اسٹریچر خالی ہوگیا تھا۔

اس کے ساتھ ہی کچھ آوازیں ابھریں۔ میں نے ایک لمحے میں ماحول کا جائزہ لے لیا۔ تقریباً [illegible]
آدمی تھے۔ کچھ کرنا ضروری تھا۔ اس لئے میں نے یونہی اندھا دھند ایک فائر جھونک دیا اور اس کے ساتھ
ایک چیخ ابھری اور وہ سب زمین پر گر پڑے۔

"وہ فائر کر رہا ہے۔" کسی نے چیخ کر کہا۔

"اوہ۔ مارنا نہیں ہے، پکڑو۔" کسی دوسرے نے کہا۔ لیکن اٹھنے کی ہمت کسی کو نہیں ہوئی اور [illegible]
ان سے کافی دور نکل آیا۔ لیکن دوسرے لمحے مجھے غلطی کا احساس ہوا۔ میں نے غلط سمت اختیار کی تھی۔ [illegible]
وقت وین کی طرف جانا مناسب تھا۔ وین ہی فرار کے لئے عمدہ ثابت ہو سکتی تھی۔

وہ مجھے قتل نہیں کرنا چاہتے تھے، لیکن بہرحال مجھے پکڑنے کے لئے زخمی ضرور کرسکتے تھے، اس [illegible]
اپنا بچاؤ بھی ضروری تھا۔ میں یہی سوچ رہا تھا کہ کہیں ان کی توجہ وین کی حفاظت کی طرف مبذول
ہو جائے۔

بہرحال میں نے ایک ریت کے ٹیلے کی آڑ لے لی اور پھر وہاں سے دو اور فائر کر دیئے۔ آٹھ گولیاں
تھیں، ان کا استعمال بھی نہایت احتیاط سے کرنا تھا۔ چنانچہ میں نے اپنی جگہ چھوڑ دی۔ دوسری طرف
افراتفری مچی ہوئی تھی۔ وہ لوگ چیخ چیخ کر ایک دوسرے کو ہدایات دے رہے تھے اور اب وہ اپنی پوزیشن
بدل رہے تھے۔

میں نے وین کے پار سے اندازہ لگایا، اور پھر ان لوگوں کی طرف دیکھا۔ پھر میں نے اندھا دھند
فائر کئے اور اپنی جگہ چھوڑ دی۔ ایک لمبی دوڑ لگا کر بالآخر میں وین کے نزدیک پہنچ گیا۔

اور دوسرے لمحے میں وین کے اندر تھا، میں دعا مانگ رہا تھا کہ چابی وین کے اگنیشن میں ہو
اور نہ جانے یہ دعا کس دل سے نکلی تھی چابی اگنیشن میں لگی ہوئی نظر آرہی تھی۔

دوسرے لمحے میں نے وین اسٹارٹ کرلی۔ لیکن اسی وقت عقب سے میرے سر پر قیامت ٹوٹ
پڑی۔ ایک ضرب، دوسری ضرب اور پھر تیسری اس کے بعد نہ جانے انہوں نے کھوپڑی کا کیا حشر کیا
کوئی اندازہ نہ ہو سکا۔ کیونکہ یکے بعد دیگرے تین ضربوں نے کام تمام کر دیا تھا۔

اور جب تک موت نہ آئے، ہوش آنا یقینی ہے۔ بعض لوگ ایسے سخت جان ہوتے ہیں کہ [illegible]
بھی کافی مشکلات پیش آتی ہیں۔ گو میرا سر شدید تکلیف کا شکار تھا لیکن ہوش آگیا۔

بدن کے نیچے آرام دہ بستر تھا اور چھت پر روشن فانوس در و دیوار کسی ہسپتال کے ہی معلوم
تھے، سر پٹیوں سے ڈھکا ہوا تھا۔ لیکن ---- لیکن یہ ہلتا ہوا ہسپتال۔ ہاں زمین ہل رہی تھی۔ ذہن کو
یکجا کیا، اور آوازوں کا اندازہ کیا۔ پھر کچھ اور ذہن صاف ہوا تو گزرے ہوئے واقعات یاد آئے

ہلتی ہوئی زمین کے بارے میں اندازہ لگالیا۔

یقیناً" میں سمندری سفر کر رہا تھا۔ پھر چوٹ کے بارے میں اندازہ لگایا۔ سر کی خاصی ٹھکائی ہوگئی
تھی۔ لیکن میں ان کے ہاتھ لگ گیا، یہ برا ہوا تھا۔ دیر تک میں خاموش پڑا حالات پر غور کرتا رہا۔

نہ جانے کتنی دیر گزر گئی اور پھر کمرے کے ہلنے کی رفتار سست ہوگئی۔ سر چکرانا شروع ہوگیا تھا۔
[illegible] پھیل گیا اور اس کے تھوڑی دیر کے بعد اس کمرے کا دروازہ کھل گیا۔ میں نے بے ہوش رہنا ضروری
سمجھا تھا، اب جو ہونا ہے وہ تو ہو کر ہی رہے گا۔ کیوں اداکاری کی جائے۔ چنانچہ میں نے آنے والوں کو
دیکھا چار آدمی تھے۔

"اٹھاؤ۔" ان میں سے ایک نے کہا۔ اور جس بیڈ پر میں لیٹا تھا۔ اسے اسٹریچر کی طرح اٹھالیا گیا۔
مخصوص قسم کا بیڈ تھا۔ باہر آکر صورتحال کا اندازہ ہوا۔ میں کسی لانچ پر تھا اور اب یہ لانچ ایک جہاز کے ساتھ
لگی ہوئی تھی جو کھلے سمندر میں تھا۔ بے شمار افراد لانچ سے جہاز پر منتقل ہو رہے تھے۔

میرا اسٹریچر بھی ایک چھوٹی کرین کے ذریعہ لانچ سے جہاز پر پہنچ گیا اور وہاں چند لوگوں نے اسے اٹھا
کر ایک کیبن میں پہنچا دیا۔ باہر نجانے کیا کیا ہوتا رہا..... پھر جہاز متحرک ہو گیا اور میں نے ایک نامعلوم منزل
کی جانب چل پڑا۔

غالباً" ترلوکا کی طرف۔

کئی گھنٹے اس کیبن میں گزر گئے لیکن کوئی میری طرف نہیں آیا تھا۔ اور پھر جب میں خود عاجز آگیا تو
میں نے اٹھنے کی کوشش کی۔ کوئی خاص بات نہیں ہوئی تھی۔ سر میں تکلیف ضرور تھی لیکن ناقابل
برداشت نہیں۔ میں آہستہ آہستہ چلتا ہوا باہر نکل آیا۔ کیبن کے باہر راہداری تھی، جس میں اور بھی دروازہ
نظر آرہے تھے۔ نہ جانے کس خیال کے تحت میں نے ایک کیبن کے دروازے پر دستک دی۔

دروازہ کھولنے والی ایک سیاہ نسل کی عورت تھی۔ لیکن اسکے نقوش بے حد دلکش تھے اور وہ بھرپور
جوان تھی۔ اگر سیاہ رنگ کو نظر انداز کر دیا جائے تو اسے ایک خوبصورت عورت کہا جاسکتا تھا۔

"ہیلو!"

"میں تمہارے سامنے والے کیبن کا مسافر ہوں۔" میں نے کہا۔

"مجھے معلوم ہے، آؤ اندر آجاؤ۔" وہ بے تکلفی سے بولی۔

"میرے سر میں زخم ہے، اور میں بھوکا بھی ہوں۔"

"بیٹھو، میں تمہارے لئے بندوبست کرتی ہوں۔" اس نے بڑے خلوص سے کہا اور میں بیٹھ گیا۔ وہ
کیبن میں لگا ہوا ایک بٹن دبا رہی تھی اور پھر ایک شخص اندر داخل ہوگیا۔ "کافی اور کھانے کے لئے کچھ لے
آؤ۔" عورت نے کہا اور وہ شخص سر جھکا کر چلا گیا۔ تھوڑی دیر کے بعد مطلوبہ اشیاء آگئیں اور میں
بھوکوں کی مانند ٹوٹ پڑا۔ میں نے اس شریف عورت کو بھی نہیں پوچھا تھا۔

پھر جب میں خوب کھا چکا تب پیچھے ہٹا اور کرسی سے ٹک کر گہری گہری سانسیں لینے لگا۔

"سر کی چوٹ کا کیا حال ہے؟" اس نے پوچھا۔

"زیادہ بہتر نہیں ہے۔"

"پٹی بدل دوں؟"

"ضروری ہے؟"

"ہاں' مناسب ہوگا۔" اس نے اٹھتے ہوئے کہا۔ اور پھر وہ ایک فرسٹ ایڈ بکس اٹھالائی۔ یہ ا
لگانے میں مجھے دقت نہیں ہوئی تھی کہ سیاہ فام عورت میرے بارے میں ساری تفصیل جانتی ہے۔ یقیناً
پر وہ جینگو کی ساتھی ہوگی۔ لیکن ایک بات تعجب خیز تھی۔ اس جہاز سے ان لوگوں کا کیا تعلق تھا۔

کیا ترلوکا کے ہاتھ مجرمانہ کارروائیوں کے لئے بھی پھیلے ہوئے تھے کسی مشن کو چلانا دوسری بات
لیکن اتنے وسیع اختیارات۔ کیا اس مشن کے پیچھے کوئی اور سازش بھی ہے۔ کیا پورا جہاز ترلوکا کے قبضے
ہے۔

بہرحال ذہن زیادہ سوچنے کی صلاحیت نہیں رکھتا تھا۔ عورت میرے سر کی پٹی کھولنے لگی۔ اور
اس نے نہایت مہارت سے میرے سر کی دوبارہ بینڈیج کر دی۔

"اگر ذہن منتشر ہو تو انجکشن دے دوں؟"

"بے ہوش کرنا ہے۔" میں نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"بالکل نہیں' اب اس کی ضرورت نہیں ہے' اور پھر انجکشن سے بے ہوش کرنے کا تجربہ تو
ہو چکا ہے۔" وہ مسکرائی۔

"تمہاری معلومات لامحدود ہیں؟" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"میں خود بھی لامحدود ہوں۔"

"ہاں اندازہ ہوتا ہے۔"

"بولو انجکشن لوگے' تمہاری طبیعت درست ہو جائے گی۔"

"چلو ٹھیک ہے۔" میں نے گہری سانس لے کر کہا اور اس نے ایک انجکشن نکال لیا اور پھر
میرے بازو میں انجکٹ کر دیا۔

"چند ساعت کے لئے آنکھیں بند کر کے ذہن کو خالی کر لو' بے حد سکون محسوس کرو گے۔" اس نے
اور میں نے اس کی ہدایات پر عمل کیا در حقیقت انجکشن کا اثر لاجواب تھا۔ پورے بدن میں توانائی دوڑ
تھی اور بڑا سکون محسوس ہو رہا تھا۔ تھوڑی ہی دیر بعد یوں محسوس ہوا جیسے کوئی تکلیف ہی نہ ہو' میں
آنکھیں کھول دیں۔ وہ میرے سامنے بیٹھی ہوئی تھی۔

"تمہارا شکریہ خاتون۔"

"نہیں کوئی بات نہیں ہے۔"

"میں اب جاؤں؟"

"تمہاری مرضی پر منحصر ہے' دل چاہے تو بیٹھو۔ تنہا کیبن میں جا کر کیا کرو گے؟"

"تمہیں ناگوار تو نہیں ہوگا۔"

"اوہ۔ ہرگز نہیں' میں بھی اپنے کیبن میں تنہا ہی ہوں۔"

"تعارف ہو سکتا ہے؟"

"کیوں نہیں' میرا نام لویا ہے۔ مشرقی گنی سے تعلق رکھتی ہوں۔ اور تمہارے بارے میں سب کچھ
ہوں۔ تمہارا نام نواز اصغر ہے۔"

"اوہ۔ چلو اچھا ہوا۔ اس طرح بہت سی باتیں صاف ہو گئیں۔"

"مثلاً؟"

"یہی کہ میرا پورا تعارف تم سے ہو گیا۔"

"ہاں۔"

"ترلوکا سے تمہارا بھی تعلق ہے۔"

"ہاں۔"

"کیا تم اس کی تعلیمات سے متاثر ہو؟"

"میں اس کی پیروکار ہوں۔"

"لیکن تم تو بالکل ہوشمند' میرا مطلب ہے کہ تہذیب کے رنگ میں رنگی ہوئی ہو۔"

"ہاں میرے اوپر بیرونی ذمہ داریاں ہیں۔"

"بیرونی ذمہ داریوں سے کیا مراد ہے۔"

"کسی بھی مشن کو چلانے کے لئے ہر قسم کے لوگوں کی ضرورت ہوتی ہے۔ ترلوکا نے بیرونی امور
کے لئے بھی مجھے ہدایات دی ہیں اس لئے....."

"اوہ۔ تو ترلوکا کا کوئی مشن ہے؟"

"ہاں۔ ایک عظیم مشن۔"

"کمال ہے' اس کے بارے میں ہمیشہ ایک نئی بات معلوم ہوتی ہے۔" میں نے کہا۔

"کیوں' آج تک تمہیں اس مشن کے بارے میں کسی نے نہیں بتایا۔"

"اسے ایک باقاعدہ مشن تو نہیں کہا جا سکتا۔"

"حالانکہ یہ ایک باقاعدہ مشن ہے۔"

"مجھے اس کے بارے میں کچھ بتاؤ گی؟"

"ہاں۔ یہ ہمارا فرض ہے' ممکن ہے مسٹر جینگو نے فلسفے کی زبان استعمال کی ہو جو تمہاری س
نہ آئی ہو۔"

"ہاں۔ ممکن ہے۔" میں نے گہری سانس لے کر کہا۔ میں اس لڑکی سے معلومات حاصل
تھا۔

"میں اس موضوع پر زیادہ نہیں بول سکتی۔ چند موٹی موٹی باتیں تمہیں بتا دیتی ہوں۔
انسانیت کی بھلائی کے لئے ہے۔ انسان پتھروں کے دور میں تھا' معصوم تھا' تہذیب نے اسے زندگی
کے لئے بہتر سہولتیں مہیا کیں لیکن اس کی تخریب کاری بڑھ گئی۔ آج ساری دنیا جہنم کے دہانے
ہے۔ انسان نے انسان کو فنا کرنے کے لئے کیا کیا اسباب پیدا کئے ہیں ہر ذی ہوش کو معلوم ہے۔ پہلا
ایک معمولی سا تجربہ ہوا تھا۔ تم بتاؤ اب وہ تجربہ پہلے سے لاکھ گنا زیادہ ترقی یافتہ ہو گیا ہے۔ ترقی کی دوڑ
انسانی زندگی کو کس قدر ارزاں کر دیا۔ کیا ہم اس تہذیب سے نفرت نہ کریں انسان تو ایک معصوم مخلوق
جسے تہذیب کے عذاب نے گھیر لیا ہے۔ پتھروں کے دور میں بھی اپنے جیسوں کے خون بہانے کے لئے
ایسی کبھی کوئی چھوٹی موٹی بات ہوئی' چھوٹے پیمانے پر ختم ہو گئی۔ جس نے برائی کی بات اسی تک رہی
جنگوں میں کیا صرف گناہ گار مارے جاتے ہیں۔ پھر ہم اس تہذیب کا کیا کریں جس نے ہم سے ہمارا امن
لیا ہے۔ آج جو ملک جتنا وحشی ہے اتنا ہی ترقی یافتہ کہلاتا ہے۔ کیا ہم اسی ترقی کے گن گائیں۔ بیماریوں
علاج دریافت ہوتے ہیں۔ لیکن یہ بیماریاں کہاں سے پیدا ہوئیں۔ عجیب ترقی ہے' عجیب دور ہے۔ پہلے
روگ ایجاد کیا اور پھر اس کی دوا تلاش کرنے لگے۔ ترلوکا کی آواز اسی ترقی کے خلاف بلند ہوئی ہے۔"

"وہ کیا چاہتا ہے؟"

"اس کی خواہش ہے کہ انسان اتنا ہی معصوم ہو جائے جتنا تھا وہ منشیات کی غنودگی میں اس
سب کچھ بھول جائے۔ وہ ترقی کے اس دور کو ــــــــ بدترین دور کو فراموش کر دے اور صرف امن
کی زندگی گزارے تاکہ اس کے بعد کی جو نسلیں آئیں وہ امن پسند ہوں۔"

"یہ کیسے ممکن ہے؟"

"کیوں؟"

"جب تک انسانی نسل آتی رہے گی۔ تعمیر اور تہذیب کا عمل جاری رہے گا۔"

"ہم آنے والی نسلوں کو ہی سنوارنا چاہتے ہیں۔ جو نسلیں موجود ہیں وہ تو انتہائی دور تک
ہیں۔"

"اس طرح تو ترلوکا کا مشن بہت طویل ہے۔"

"ہاں اس میں کوئی شک نہیں ہے۔"

"کیا ترلوکا اس مشن کی تکمیل تک زندہ رہے گا؟"

"مشن ہمیشہ زندہ رہتا ہے' اس کے پیرو اس کی موت کے بعد اس کے نام کو لے کر آگے بڑھیں
" لویا نے جواب دیا۔

"لیکن اس مشن سے ترلوکا کو کیا فائدہ پہنچے گا؟"

"فائدہ ــــــ ہر محب انسانیت کی اگر اپنی کسی کوشش سے دوسرے انسانوں کو بہتر زندگی حاصل
ہے تو میں سمجھتی ہوں کہ اس کی زندگی کا مقصد پورا ہو جاتا ہے۔ ترلوکا یہ سب کچھ اپنے لئے تو نہیں کر
اسے آنے والی نسلوں کی بہتری کا خیال ہے۔"

"لیکن اسے مذاہب سے اختلاف کیوں ہے؟"

"اسے دنیا کے کسی خاص مذہب سے کوئی اختلاف نہیں ہے' مذاہب بہرحال انسان کے لئے بہتر
ت لے کر آئے۔ لیکن انہوں نے کچھ ایسی ذمہ داریاں عائد کیں جنہیں پورا کرنا انسان کے بس سے باہر
اخلاق و تہذیب کے وہ بوجھ مذاہب نے ہی ان پر لادے جس سے بغاوت کا احساس انسان کے ذہن میں
تم مجھے بتاؤ دنیا کا کونسا مذہب ایسا ہے جس کے ماننے والے دنیا کی ہر برائی سے تائب ہو گئے ہیں۔ جب یہ
ب انسانوں کو برائیوں سے دور نہ کر سکے تو پھر انہیں تسلیم کیوں کیا جائے۔"

"لیکن ان میں مذاہب کا کیا قصور۔ یہ تو ماننے والوں کی غلطی ہے۔" میں نے جواب دیا۔

"مقصد یہی ہے کہ وہ ذمہ داریاں ان لوگوں پر ڈال دی گئیں جو مذاہب کو خلوص دل سے تسلیم
تے ہیں لیکن اذہان کو بدلنے کے لئے کوئی ایسا موثر ذریعہ اختیار نہیں کیا گیا جس سے مذاہب کی تعلیمات
ر ہوتیں۔ اور ہم لوگ کوئی مذہب نہیں بھیج رہے' ہم صرف ذہنوں سے وہ کسل وہ کھولت اور وہ
اس ختم کرنا چاہتے ہیں جو مختلف چیزوں نے پیدا کئے ہیں۔ اور یہی ہمارا مشن ہے۔ گویا ہم نفسیاتی طرز
پر وہ انقلاب لانا چاہتے ہیں جو عالم انسانیت کی بقا کے لئے بہت ضروری ہے اور نسل انسانی کے لئے بہتر
ت ہوگا۔ ہم صرف انسانیت پر چھائے ہوئے اس جمود کو توڑنا چاہتے ہیں جس نے انسان کی زندگی پر
مذہب تقدس اور ذمہ داریوں کے لامحدود بوجھ ڈال رکھے ہیں۔"

"لیکن کیا اس طرح تم نسلوں کو تباہ نہیں کر رہے؟" میں نے برے سے لہجے میں کہا۔

"یہ تو تہذیب کی سوچ ہے' آنے والی نسلیں ہمارے اس کارنامے کو سراہیں گی۔ جب وہ اپنے
ایک اس خوف کا ماحول نہ دیکھیں گی تو ہمارے اس مشن کو سراہیں گی۔"

"یہ صرف تمہارا خیال ہے لویا۔ ہر دور اپنی علیحدہ سوچ لے کر آتا ہے اور وہ صرف اسی سوچ کے
سہارے زندہ رہ سکتا ہے جو سوچ اسے وقت عطا کرتا ہے۔ اگر نسل انسانیت تمہاری دی ہوئی کھولت کا شکار
ہو گئی تو پھر اس کی تباہی بالکل نزدیک آ جائے گی۔ وہ دنیاوی آفات کا مقابلہ کرنے کے قابل نہیں رہے گی اور
کی غنودگی اسے موت کے نزدیک پہنچا دے گی اور تمہاری دی ہوئی عنایتیں لوگوں کو موت کے لئے گندی
نالیاں نصیب کریں گی۔ ان کے اعضاء مفلوج اور ذہن بے کار ہو کر رہ جائیں گے اور اگر تم اسے ہی نسل

انسانی کی بہتری سمجھتی ہو تو صرف چند افراد تک تمہاری کوشش بار آور ثابت ہوگی۔"

"یہ تو آنے والا وقت ہی بتا سکے گا۔" لویا نے کہا۔

"ٹھیک ہے لویا ہم بھی اس آنے والے وقت کا انتظار کریں گے اور دیکھیں گے کہ ترلوکا کو اس مشن میں کہاں تک کامیاب ہوتا ہے۔"

"ٹھیک ہے مسٹر نواز۔ لیکن بہرصورت جو کچھ کہا گیا ہے کیا آپ اس سے اختلاف کرسکتے ہیں؟"

"ہاں مجھے اس سے شدید اختلاف ہے۔ خاص طور سے مذاہب کی توہین میرے لئے ناقابل برداشت ہے۔"

"اور آپ اسی لئے مسٹر جینگو کے مخالف ہیں؟"

"ہاں۔"

"بہرصورت مسٹر جینگو عجیب و غریب فطرت کے مالک ہیں۔ آپ کے لئے...... مسٹر کی ذات کے لئے انہوں نے فرانس میں اپنے مشن کا ایک حصہ نامکمل چھوڑ دیا ہے۔"

"کیا مطلب؟"

"ہاں ہم سب نے فرانس سے اپنا مشن ختم کر دیا ہے اور اب واپس امریکہ جا رہے ہیں۔"

"امریکہ؟" میں نے متعجبانہ انداز میں پوچھا۔

"ہاں۔"

"کیا اس جہاز کے ذریعے؟"

"نہیں۔ مسٹر جینگو سفر کے لئے کیا ذرائع اختیار کریں گے یہ تو صرف وہی جانتے ہیں۔"

"چلو ٹھیک ہے لیکن جہاز کا سفر کہاں تک ہے؟"

"بہت سی باتیں بتانے کی مجھے اجازت نہیں ہے اور مجھے یقین ہے کہ ہم نے جس ماحول میں کی ہے۔ اس کے تحت تم دوستانہ انداز برقرار رکھو گے۔"

"ٹھیک ہے، لیکن جو باتیں بتانے کی اجازت ہے، وہ باتیں تو میں پوچھ سکتا ہوں۔"

"ہاں ہاں پوچھو، میں اس کا فیصلہ خود کرلوں گی۔" لویا نے کہا۔

"جینگو خود بھی فرانس سے چل پڑا ہے؟"

"ہاں۔"

"کہاں ہے وہ؟"

"اسی جہاز پر موجود ہے۔"

"اسی جہاز پر؟" میں نے متعجبانہ انداز میں پوچھا۔

"ہاں۔"

"تو کیا ٹیم کے سارے افراد چل پڑے ہیں؟"

"ہاں۔ وہ سب واپس جنوبی امریکہ کا رخ کر رہے ہیں۔"

"تو جہاز کا سفر کتنا طویل ہے؟"

"اس کے بارے میں تم یقین کرو میں خود بھی نہیں جانتی۔" لویا نے جواب دیا اور پھر ایک انگڑائی لے کر بولی۔

"مسٹر نواز میری، مانو تو مخالفت چھوڑ دو، کیا فائدہ ہوگا، خود پر بلاوجہ اتنی ساری ذمہ داریاں عائد کرلی ہیں۔ زندگی سے لطف اٹھاؤ تمہیں اپنی سانسوں پر کوئی اختیار نہیں ہے تو یہ چند لمحات جو باقی ہیں انہیں ان لمحوں میں کیوں نہ گزارو جو انسانی طلب کا خاصہ ہے۔"

"کیا ہر انسان کی طلب ایک ہی ہوتی ہے خاتون لویا؟"

"نہیں۔ طلب تو مختلف ہوتی ہے، لیکن فطرت تقریباً یکساں......"

"تمہیں یقین ہے اس بات پر؟"

"ہاں۔" لویا یقین سے بولی۔

"طلب مختلف ہوتی ہے تو تم یقین کرو لویا، میری طلب صرف یہ ہے کہ میں ترلوکا کو اس مشن سمیت فنا کردوں۔ اسے کسی ایسے گہرے غار میں دفن کردوں کہ اس کا وجود فنا ہو جائے۔"

"اوہ...... اوہ...... تم بہت سخت الفاظ استعمال کر رہے ہو مسٹر نواز۔ میرا خیال ہے اب ہمیں اس گفتگو کو یہیں ختم کر دینا چاہیے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ میں ذہنی طور پر تمہارے ان الفاظ سے متاثر ہونا نہیں چاہتی۔ ممکن ہے اس کے بعد ماحول خراب ہو جائے۔"

"تم چاہو تو پورے جہاز کی سیر کر سکتے ہو، تم پر کوئی پابندی نہیں ہے۔"

"خوب۔ اس اطلاع کا شکریہ۔" میں نے جواب دیا اور اس کے کیبن سے باہر نکل آیا۔

لویا سے خاصی دلچسپ باتیں معلوم ہوئیں۔ اگر میں امریکہ کی طرف سفر کر رہا تھا تو یہ بھی میرے مشن ہی کا ایک حصہ تھا۔ ترلوکا سے قریب ہونا چاہتا تھا ایک آزاد حیثیت سے، لیکن اگر اس حیثیت سے بھی اس کے پاس جاتا تو بھی کوئی حرج نہیں تھا۔ جینگو مجھے میری اصلاح کے لئے لے جا رہا ہے، اب دیکھنا یہ تھا کہ ترلوکا میری اصلاح کرتا ہے یا میں خود اس کی اصلاح کئے دیتا ہوں۔

لویا کے کیبن سے نکل کر ایک لمحے کے لئے میں نے اپنے کیبن میں جانے کی سوچی، لیکن پھر میں نے سوچا کہ اندر جانے سے کیا فائدہ، جب جہاز پر گھومنے پھرنے کی اجازت ہے تو پھر دیکھوں تو سہی کہ اس جہاز میں جینگو کا قبضہ کہاں تک ہے۔ چنانچہ میں راہداری سے چلتا ہوا دوسرے حصے میں آگیا اور پھر وہاں سے عرشے پر پہنچ گیا۔ یوں بھی یہ بات مجھے معلوم ہو چکی تھی کہ جینگو بھی اسی جہاز پر موجود ہے، ممکن ہے اس سے ملاقات بھی ہو جائے۔

عرشہ پر کچھ سمجھ نہیں آسکا۔ بھانت بھانت کے لوگ موجود تھے یہ بات نہیں کہی جاسکتی تھی کہ یہ سب جینگو کے آدمی ہیں۔ پھر جینگو نے یہ رسک کیوں لیا تھا۔ مجھے اپنی منزل کے بارے میں نہیں بتایا گیا لیکن یہاں تو میں کسی سے بھی پوچھ سکتا تھا' یہ کوشش کروں یا نہ کروں؟ میں نے سوچا۔

مجھ سے تھوڑے فاصلے پر ایک درمیانی عمر کا آدمی ریلنگ سے ٹکا سمندر کی لہروں کو دیکھ رہا تھا میں اسے کے قریب پہنچ گیا۔

"ہیلو۔" میں نے اسے مخاطب کیا۔ لیکن بوڑھے نے مجھے لفٹ نہیں دی۔ تب میں نے اس کے شانے پر ہاتھ رکھ دیا وہ چونک کر پلٹا۔ "آپ شاید ذہنی طور پر بہت مصروف تھے؟" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"میرا نام لوئیس پاسکل ہے۔" بوڑھے نے جواب دیا۔

"میں ایشیائی ہوں اور میرا نام نواز اصغر ہے۔" میں نے کہا۔

"گیارہ بج کر بیس منٹ۔" بوڑھا گھڑی دیکھ کر بولا۔

"جی؟" میں نے تعجب سے کہا۔

"ہاں۔ واقعی وقت کا تو اندازہ ہی نہیں ہو سکتا' دراصل آسمان ابر آلود ہے۔" بوڑھے نے گردن اوپر اٹھا کر کہا۔

"غالباً" آپ اونچا سنتے ہیں۔" میں نے اس بار کافی تیز لہجے میں کہا۔

"ممکن ہے ہو جائے۔ بظاہر تو بارش کے آثار نہیں۔ میں ماہر موسمیات ہوں۔" بوڑھا خوش اخلاقی سے بولا۔

"بہت بہتر۔۔۔۔۔۔ شکریہ۔" میں جھلائے ہوئے انداز میں پلٹا' اور کسی سے ٹکراتے ٹکراتے بچا۔ ایک سریلی سی ہنسی میرے کانوں میں گونجی۔ "بال بال بچ گئی۔" وہ پیچھے ہٹتی ہوئی بولی۔

"سوری" میں نے معذرت آمیز انداز میں کہا۔

"آپ غالباً" جھلا گئے تھے۔ میں پپا سے آپ کی گفتگو سن رہی تھی۔"

"اوہ۔ یہ آپ کے پپا ہیں؟"

"جی ہاں۔ میں انہی کے پاس آرہی تھی۔ آپ کو ان سے مصروف گفتگو دیکھ کر رک گئی؟"

"بے چارے اونچا سنتے ہیں۔" میں نے افسوس ظاہر کیا۔

"سنتے ہی کہاں ہیں۔ کچھ نہیں سنتے۔"

"اوہ۔ لیکن آپ انہیں آلہ سماعت کیوں نہیں استعمال کراتیں؟"

"ان کے لئے بیکار ہے۔"

"افسوس ہوا۔ آپ لوگ کہاں جا رہے ہیں؟"

"پپا عجیب انسان ہیں۔ انہیں بے تکے قسم کے ایڈونچر پسند ہیں مجھے اس سفر کے بارے میں کچھ نہیں بتایا۔ بس پیرس سے جہاز میں سوار ہوئے ہیں اور مجھے کچھ نہیں بتایا گیا کہ کہاں جا رہے ہیں۔ لیکن اب اکتا گئی ہوں۔"

"کیا مطلب؟"

"آخر انسان کو معلوم تو ہو کہ وہ کہاں جا رہا ہے؟"

"تو آپ کو معلوم نہیں ہے۔"

"قطعی نہیں۔"

"آپ نے کسی سے پوچھا بھی نہیں؟"

"پوچھوں گی بھی نہیں۔ میرے ذہن پر جھلاہٹ سوار ہے۔"

"بہتر ہے آرام کریں۔" میں جھلائے ہوئے انداز میں پلٹ پڑا۔

"ارے ارے مسٹر۔۔۔۔۔۔ مسٹر پلیز سنئے تو سہی میں آپ کے ساتھ....." لیکن میں نے اس کے آگے کے الفاظ بھی نہیں سنے اور تیزی سے آگے بڑھ گیا۔

سر میں درد ہونے لگا تھا۔ سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ کیا کروں؟ دفعتاً" ایک آدمی میرے قریب پہنچ گیا۔ "مسٹر نواز! آپ کا ناشتہ آپ کے کیبن میں موجود ہے۔"

"اوہ۔ تم کون ہو؟"

"آپ کا خادم۔" اس نے جواب دیا۔ وہ دبلا پتلا سا آدمی تھا۔

"ٹھیک ہے بھاگ جاؤ۔"

"مسٹر جینگو کی ہدایت ہے کہ آپ اپنے کیبن میں واپس جائیں۔"

"بھاگ جاؤ۔" میں غرایا۔

"لیکن مجھے ہدایت ملی ہے کہ......" اس نے کہنا چاہا لیکن دوسرے لمحے میں نے اس کا گریبان پکڑ کر ایک گھونسہ اس کی ٹھوڑی پر جڑ دیا۔ اور وہ چاروں شانے چت جا پڑا' اور پھر وہ جلدی سے اٹھ کر ایک طرف دوڑتا چلا گیا۔

سر کا درد کچھ اور بڑھ گیا تھا لیکن میں کیبن میں واپس نہیں گیا۔ اور جہاز کے دوسرے حصوں کی سیر کرنے لگا پھر اکتا کر کیبن کی طرف چل پڑا اور دروازہ کھول کر اندر پہنچ گیا۔

ایک میز پر ناشتہ ڈھکا ہوا رکھا تھا۔ بھنا ہوا گوشت اور کافی۔ بہت عمدہ خوشبو اٹھ رہی تھی۔ میرا دل راغب ہو گیا۔ ان کے قبضے میں تھا۔ جو کچھ بھی چاہتے کامیاب ہو سکتے تھے' اس لئے کسی چیز سے پرہیز حماقت تھی۔ میں نے اطمینان سے ناشتہ کیا اور پھر اپنے بستر پر لیٹ گیا۔

نہ جانے یہ درد اس قدر کیوں بڑھ گیا تھا۔ ذہن بے قابو ہوتا جا رہا تھا۔ اور پھر جب اس تکلیف نے

انتہائی شدت اختیار کرلی تو میں پریشان ہو کر باہر نکل آیا۔ ایک بار پھر میں نے لویا کے کمرے کے دروازے پر دستک دی تھی۔

دروازہ کھل گیا۔ اور لویا نے مجھے دیکھ کر بڑے دلکش انداز میں ہونٹ سکوڑ لیے۔ "آؤ۔ اندر آجاؤ۔"

"سوری لویا۔ میں تمہیں ایک تکلیف دینے آیا ہوں۔"

"آؤ نا۔ باہر کیوں کھڑے ہو۔" اس نے بڑی اپنائیت سے کہا اور میں اندر داخل ہو گیا۔ "بیٹھو۔" اس نے میرے دونوں شانوں پر دباؤ ڈال کر مجھے بٹھالیا۔ "ہاں اب بتاؤ کیا بات ہے۔؟"

"سر کی چوٹ زیادہ دکھ رہی ہے۔ اس کے لیے کچھ کرو۔"

"ایک منٹ۔" وہ جلدی سے اٹھ کھڑی ہوئی۔ اور پھر اس نے اسی فرسٹ ایڈ بکس سے ایک انجکشن نکالا۔ سرنج میں کھینچ کر وہ میرے نزدیک آگئی اور اس نے انجکشن بڑے اطمینان سے میرے بازو میں انجکٹ کر دیا اس کے بعد اس نے ایک گولی مجھے کھانے کے لئے دی جسے میں نے بلاتعرض کھالیا۔

"لیٹ جاؤ۔ تھوڑی دیر لیٹ جاؤ' پرسکون ہو جاؤ گے۔" اس نے کہا اور میں نے اس کی ہدایت پر عمل کیا۔ بس نجانے کیوں کچھ عجیب سی کیفیت ہو رہی تھی۔ اپنی سوچ سمجھ تقریباً ختم ہو گئی تھی۔ سر کا درد بھی کچھ ایسا ہی تھا۔ میں لیٹ گیا اور آہستہ آہستہ میرے ذہن پر غنودگی سی طاری ہو گئی۔

پھر جب آنکھ کھلی تو نجانے کیا وقت ہو رہا تھا۔ گھڑی تو میرے پاس تھی ہی نہیں۔ میں نے دیکھا لویا تھوڑے فاصلے پر ایک آرام کرسی پر دراز مطالعے میں مصروف تھی۔ مجھے جاگتے دیکھ کر وہ بولی۔

"اوہ جاگ گئے نواز۔" اس نے بدستور اسی انداز میں کہا جیسے وہ مجھ سے خاصی بے تکلف ہو۔

"ہاں۔"

"کیا کیفیت ہے اب؟"

"بالکل ٹھیک ہوں' لیکن وقت کیا ہوا ہے ابھی؟" میں نے سرسری لہجے میں پوچھا۔

"رات کے نو بجے ہیں۔" اس نے جواب دیا اور میں چونک پڑا۔ اتنی دیر سویا تھا میں۔

"بڑی دیر سویا۔" میں نے اپنے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے لویا کو مخاطب کیا۔

"ہاں۔"

جہاز کا سفر بدستور جاری تھی جس کا اندازہ یہاں پر بھی ہو جاتا تھا۔ "سوری لویا تمہیں میری وجہ سے خاصی تکلیف اٹھانا پڑی۔"

"ہاں بہر صورت تم نے میری مدد کی ہے۔"

"کوئی مدد نہیں کی اور پھر تم غیر تھوڑی ہو۔" اس نے کہا اور رسالہ رکھ کر اٹھ کھڑی ہوئی۔ "بھوک لگ رہی ہوگی۔" وہ بولی۔

"ہاں لگ رہی ہے۔ میرا خیال ہے میرے کیبن میں۔۔۔۔"

"نہیں۔ کھانا یہیں آجائے گا۔ میں تمہیں اس وقت تک نہیں جانے دوں گی۔ جب تک کہ تمہاری طبیعت درست نہیں ہو جاتی۔"

"اوہ' نہیں لویا' میں تمہیں اس قدر تکلیف دینا نہیں چاہتا۔"

"کہتے رہو' کہتے رہو۔ جو دل چاہے کہتے رہو۔" اس نے عجیب سے انداز میں کہا اور کیبن سے باہر نکل گئی۔ میں اس کے اس انداز پر غور کر رہا تھا۔

تھوڑی دیر کے بعد وہ ایک ٹرے خود اپنے ہاتھوں میں اٹھائے اندر داخل ہو گئی اس میں کھانا موجود

"بیٹھو' میں نے بھی ابھی کھانا نہیں کھایا۔" اس نے کہا اور میرے سامنے ہی بیٹھ گئی۔

بہر صورت اب وہ اس قدر بے تکلفی پر آمادہ تھی اور اس انداز میں اپنائیت کا اظہار کر رہی تھی کہ منع کرتے ہوئے بھی عجیب سا ہی لگ رہا تھا۔ چنانچہ اس کے ساتھ کھانے بیٹھ گیا اور پھر ہم دونوں نے کھانا کھایا۔ لویا نے کھانے کے برتن اٹھائے اور باہر نکل گئی اس کے بعد وہ کافی لے کر آگئی تھی۔

خوش ذائقہ کافی پینے کے بعد اس نے میری جانب دیکھا اور عجیب سے لہجے میں بولی۔

"نواز کیا ضروری ہے کہ تم اس کیبن میں تنہا رہو۔"

"کیا مطلب؟" میں نے سرد لہجے میں پوچھا۔

"یہیں رہو۔ میں تمہیں کوئی تکلیف نہ ہونے دوں گی۔ تم بالکل بے فکر رہو۔" لویا نے کہا۔

"نہیں لویا جب میرا کیبن موجود ہے تو اس کی کیا ضرورت ہے؟"

"لیکن وہاں تم تنہا رہتے ہو۔"

"تو پھر؟"

"مجھے اجازت دو تو میں وہاں آجاؤں؟"

"تمہیں تکلیف ہوگی لویا۔"

"پھر وہی تکلیف تکلیف۔ اس لفظ کو سنتے سنتے تو میرے کان پک گئے ہیں۔" اس نے کہا اور میں لاجواب ہو کر اس کی صورت دیکھنے لگا پھر اس نے عجیب سے لہجے میں کہا۔ "بس تم سو جاؤ۔ جو ہو گا دیکھا جائے گا۔"

"نہیں لویا۔ میں یہاں نہیں سو سکتا۔" میں نے فیصلہ کن لہجے میں کہا اور وہ عجیب سی نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگی۔

"میں یہ بھی جانتی ہوں کہ تم انسانی فطرت میں تبدیلیاں کرنے کے خواہشمند ہو۔ لیکن میں کہہ چکی ہوں کہ تمہیں میری ذات سے کوئی تکلیف نہیں ہوگی۔ اگر اعتماد کرتے ہو تو یہیں سو جاؤ۔" اس نے اس

انداز میں یہ بات کہی کہ میں کچھ خاموش سا ہو گیا۔

"میں تمہیں ایک انجکشن دیئے دیتی ہوں۔ اس سے تم آرام کی نیند سو سکو گے۔" اس نے کہا۔

"انجکشن لیتے لیتے بھی میری طبیعت بگڑتی جا رہی ہے لویا۔" میں نے کہا۔

"اس سے نہیں بگڑے گی۔" لویا اس بار اپنے سوٹ کیس کی جانب بڑھی تھی' اور پھر اس نے اس میں سے ایک اور انجکشن نکال لیا۔ انجکشن سرنج میں کھینچ کر اس نے میرے بازو میں لگا دیا۔ اور میں ایک گہری سانس لے کر لیٹ گیا بلاشبہ میری آنکھیں بند ہونے لگی تھیں اور نجانے کتنی دیر تک میرے ذہن پر غنودگی سی طاری رہی..... پھر جب میری آنکھ کھلی تو نہ نجانے کتنی رات گزر چکی تھی۔

لیکن خوفناک صورتحال واضح ہوئی وہ میرے لئے شدید ذہنی جھٹکا بن گئی۔ لویا میرے نزدیک ہی بستر میں لیٹی ہوئی تھی۔ میرے ہاتھ اس کے بدن سے لپٹے ہوئے تھے۔

لویا کا اس طرح میرے نزدیک لیٹ جانا ہر شبہے کو ختم کرتا تھا اور پھر اس کی اپنائیت کا انداز...

دوسرے لمحے لویا نے دونوں بازو میری گردن میں حمائل کر دیئے۔

"نواز۔" اس کی آواز میں خمار تھا۔

"نواز۔" میرے ذہن میں اپنا نام گونجا۔ اور ایک اور دھماکہ ہوا۔ میں نواز ہوں------ راجہ اصغر------ وہ جو برائیوں کے راستے کا راہی تھا۔ لیکن جسے اب برائیوں سے نفرت ہو گئی تھی۔

دوسرے لمحے میں ایک جھٹکے سے اس سے علیحدہ ہو گیا اور لویا کے چہرے پر حیرت کے نقوش اجاگر ہو گئے۔

"نواز۔" اس نے مجھے پکارا۔

"شکریہ لویا۔ اگر تم مجھے میرے نام سے نہ پکارتیں تو میں نہ جانے کہاں تک پہنچ جاتا۔ تم نے مجھے جگا دیا۔"

"کیا کہہ رہے ہو ڈارلنگ۔" اس کا انداز اس قدر پرکشش تھا کہ ذہن قابو میں رکھنا مشکل ہو جاتا۔

لیکن میری نگاہوں میں جینگو کی مسکراہٹ ابھری جو میری شکست پر مسکرا رہا تھا۔

"ہاں لویا' میرا مذہب ناجائز قربت کی نفی کرتا ہے۔"

"ہر وہ چیز جو ہماری حاجت ہو' جائز ہے۔"

"تمہارے لئے' جینگو کے لئے------ میرے لیے نہیں۔"

"نواز پلیز۔ میں عورت ہوں۔"

"نسوانیت کا وقار پیدا کرو۔"

"میں جوان ہوں نواز۔" وہ کراہی۔

"جوانی کا خراج پاکیزگی سے ادا کرو۔"

"دیکھو نواز۔ میرا انگ انگ خوبصورت ہے۔ کوئی بھی مذہب عورت سے نفی نہیں کرتا۔ دیکھو میری طرف دیکھو۔"

"نہیں لویا۔ میرے مذہب کے کچھ اصول ہیں اور اب میں' ان اصولوں کو نہیں توڑنا چاہتا۔"

"میری توہین مت کرو' میں نے تو تمہارے ساتھ کوئی برا سلوک نہیں کیا۔" اس نے عاجزی سے کہا۔

"میں نے دوسرے راستوں کا انتخاب کیا ہے لویا۔ مجھے اجازت دو۔"

"میں اس وقت جینگو کے لئے نہیں' اپنے لئے تمہیں مانگ رہی ہوں۔"

"اور میں اپنی ذات کی فلاح چاہتا ہوں۔"

"نواز پلیز------ پلیز۔" وہ میری طرف لپکی اور میں نے نہایت نرمی سے اسے اپنے ہاتھوں سے پکڑ لیا۔

"تم نے میرے ساتھ بہت اچھا سلوک کیا ہے لویا۔ میں اس کا ممنون ہوں۔ لیکن میں زندگی کی اس تہی میں دوبارہ نہیں گرنا چاہتا۔ جس سے نہ جانے کونسا جذبہ مجھے نکال لایا ہے۔" میں نے اسے پیچھے ہٹاتے ہوئے کہا۔

"فطرت کی طلب کو تم پستی سمجھتے ہو نواز۔" لویا نے عجیب لہجے میں کہا اور میں اس کا چہرہ دیکھنے لگا۔ اس نے سپاٹ لہجے میں کہا۔

"ہاں لویا' میں مسلم ہوں اور میرے مذہب میں اس وقت تک کوئی عورت جائز نہیں ہے جب کہ میری بیوی نہ ہو۔ لویا برے لوگوں کے درمیان ہونے کے باوجود میں نجانے کیوں تمہیں ایک اچھی لڑکی ماننے لگا ہوں۔ میرے دل میں تمہاری عزت ہے کیونکہ تم نے بڑی اپنائیت سے مجھ سے گفتگو کی ہے۔ ایک اچھے دوست کی حیثیت سے میری چھوٹی سی خواہش کا احترام کرو۔ لویا میں کوئی پاک فطرت انسان نہیں ہوں۔ سر کا آخری بال گندگی اور غلاظت میں ڈوبا ہوا ہے۔ لیکن اب میرے ذہن میں تبدیلی پیدا ہوئی ہے۔ ان غلاظتوں سے نکلنے کا خواہشمند ہوں اور یہ تحریک میرے اندر جینگو ہی نے پیدا کی ہے۔"

"جینگو نے؟" لویا حیرت سے بولی۔

"ہاں۔"

"مگر کیسے؟"

"اس نے میرے مقدس مذہب کا مذاق اڑایا تھا۔ اور میں جس نے ساری زندگی کبھی مذہب کے بارے میں سوچا بھی نہیں کانپ کر رہ گیا تھا۔ میرے اندر ایک روح بیدار ہو گئی تھی لویا جس نے مجھے سمجھایا کہ اب جبکہ میں دنیا کے تمام سرد و گرم سے گزر چکا ہوں۔ کیوں نہ مذہب کی چاشنی سے بھی لطف اندوز ہوں اور لویا یہ احساس میری روح کی اس بے چینی کو دور کرتا ہے جس نے زندگی کے ہر لمحے میں میرا پیچھا

جاری رکھا۔ مجھے محسوس ہوتا ہے لویا میں جس نروان کی تلاش میں مارا مارا پھر رہا تھا۔ وہ تو میرے اندر ہی کہیں موجود تھا۔ ہاں میں اپنی منزل سے بھٹکا ہوا تھا' سکون میرے اندر تھا اور میں باہر کی دنیا میں سکون تلاش کر رہا تھا۔ لیکن اب جب سے جینگو نے میری روح کو جھنجھوڑا تب سے مجھے احساس ہوا کہ میں تو آج تک حماقت کرتا رہا ہوں۔ لویا مذہب سے عقیدت کا احساس مجھے سکون بخشتا ہے اور یہ میرے مذہب کا نمایاں حکم ہے کہ مجھے ہر اس چیز سے گریز کے ساتھ ساتھ پرہیز بھی کرنا ہوگا۔ جو میرے مذہب میں جائز نہ ہو۔ اس گریز میں عورت بھی شامل ہے وہ عورت جو اپنی بیوی نہ ہو۔ میں تمہاری توہین نہیں کرنا چاہتا۔ بلاشبہ تم جسمانی طور پر دنیا کی حسین ترین عورت ہو' میں تمہارے خوبصورت بدن کو خراج تحسین پیش کرتا ہوں' لیکن تھوڑی دیر کے لئے جذبات پر قابو پاؤ اور میرے مسئلہ پر بھی غور کرو۔ مجھے یقین ہے تمہیں مجھ سے ہمدردی ہوگی۔

لویا کی آنکھوں میں ایک لمحے کے لئے خجالت کے آثار نظر آئے۔ پھر وہ آہستہ آہستہ پیچھے ہٹی اور دور بیٹھ گئی۔ وہ پشیمان سی تھی۔ میں نے اس کی یہ کیفیت دیکھ کر سکون کی گہری سانس لی اور پھر میں آہستہ آہستہ آگے بڑھ آیا اور اس کے شانوں پر دونوں ہاتھ رکھتا ہوا بولا۔

”تم جینگو کی طرف سے میری دشمن ہی سہی لویا لیکن اگر اس واقعے کے بعد بھی تم مجھے دوست رکھو گی تو میں تمہاری دل سے عزت کروں گا۔“ میں نے گمبھیر لہجے میں کہا۔

”نواز تم یہاں سے چلے جاؤ۔ پلیز نواز تم یہاں سے چلے جاؤ۔ جاؤ اپنے کیبن میں چلے جاؤ۔“

”بہتر ہے لویا۔ تم مجھے معاف نہ کر سکیں' مجھے اس کا افسوس ہے۔“ میں نے شانے ہلائے اور دروازے کی جانب پلٹا۔ تب عقب سے مجھے لویا کی آواز سنائی دی۔

”نواز۔“ اور میں رک گیا' پلٹ کر اس کی طرف دیکھا۔ وہ آہستہ آہستہ میرے نزدیک آگئی۔ پھر اس نے میرا بازو پکڑا اور میرے کان کے نزدیک ہونٹ لا کر بولی۔

”میں تم سے ناراض نہیں ہوں نواز' بلکہ میرے دل میں تمہارے لئے عزت پیدا ہوگئی ہے۔ کردار بہرحال ایک حیثیت رکھتا ہے۔ آئی ایم سوری۔ لیکن میں کیا کرتی' مجھے جینگو کی طرف سے یہی ہدایت تھی بہرصورت میں اپنی ناکامی کا اعلان کر دوں گی۔ اس سے مجھے کوئی نقصان نہیں پہنچے گا لیکن تم اپنے دل میں مت سوچنا کہ میں تمہاری دوست نہیں ہوں۔“

اور میں نے اس کے دونوں بازو پکڑ لئے۔ ”شکریہ لویا۔ اس وقت جو کوئی بھی مدد کرے گا میں اسے ساری زندگی نہیں بھولوں گا۔ میں نے کسی برے کام میں کسی کی مدد نہیں چاہی لویا اور اب اچھائیوں کی طرف بڑھتے ہوئے بھی میں کسی سے مدد مانگنا نہیں چاہتا۔ لیکن جس مسئلہ میں تم اور ہم ملوث ہیں۔ اس مسئلہ میں اگر تم اپنی ہمدردی بھی میرے ساتھ روا رکھو تو بلاشبہ میری ذہنی مدد ہوگی۔“

”میں تیار ہوں نواز' اور تمہارے ساتھ ہوں۔ بس اب تم جاؤ اور اپنے کیبن میں آرام کرو۔“

نے کہا۔

”میری خواہش ہے کہ تم مجھ سے کم سے کم ملنے کی کوشش کرو۔ یوں اظہار کرو جیسے تم مجھ سے نفرت کرتے ہو۔“

”ایک بار پھر معافی چاہتا ہوں لویا۔“ میں نے اس کے شانے تھپتھپاتے ہوئے کہا اور پھر اس کے کیبن سے باہر نکل آیا۔ چند ساعت کے بعد میں اپنے کیبن میں تھا۔

حالات واقعی پریشان کن تھے' دراصل میرا ذہن یہ فیصلہ نہیں کر پا رہا تھا کہ مجھے عملی طور کیا کرنا چاہئے۔ میں محسوس کر رہا تھا کہ فی الوقت میں ان کے قبضے میں آگیا ہوں۔ لیکن اگر میں ان کے درمیان سے نکلنے کی کوشش میں کامیاب ہو جاتا تو اس کے بعد مجھے کیا کرنا چاہیے۔

یہ احساس بار بار میرے ذہن کو کچوکے دے رہا تھا۔ میں ہر قیمت پر ترلوکا تک پہنچنا چاہتا تھا۔ آزاد رہ کر پہنچتا تو میرے کام میں مجھے زیادہ آسانی ہوتی لیکن جس انداز میں مجھے یہ لوگ لے جا رہے تھے وہ بھی بہرحال میرے لیے زیادہ دل خوش کن نہیں تھے۔

جینگو کی انتہائی کوشش تھی کہ وہ مجھے غلاظت میں ڈبو دے اور اس کے بعد یہ ظاہر کرے کہ انسان گندگی کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتا یا پھر جس چیز کو میں گندگی سمجھتا ہوں وہ درحقیقت گندگی نہیں ہے بلکہ انسان کی سب سے اہم ضرورت ہے اور میں اسی بات کو تسلیم کرنے سے منکر ہوں۔ میرے دل میں مذہب کا احساس اس انداز میں بیدار ہوا تھا کہ اب مجھے اس سے اندرونی طور پر محبت ہوگئی تھی۔ میں اپنے آپ کو ایک گناہگار کی حیثیت سے دیکھتا تھا اور مذہب میرے نزدیک ایک ایسی مقدس چیز تھی جس کے نزدیک میں جا کر کھڑا نہیں ہو سکتا تھا۔ کیونکہ مجھے اس کے تقدس کے زخمی ہونے کا احساس ہوتا تھا۔ مجھ جیسے گناہگار لوگ مذہب کے تقدس تک نہیں پہنچ سکتے۔

لیکن بہرصورت مذہب کا اعتراف ایک ایسے محبت کرنے والے کی حیثیت سے جو اپنی محبت کا اظہار نہ چاہتا ہو۔ میرے ذہن کے گوشے گوشے میں پیدا ہو گیا تھا۔ اور اب دنیا کی ان چند چیزوں سے ایک عجیب سی کراہیت کا احساس ہوتا تھا۔ اگر یہ بات نہ ہوتی تو جینگو کی فراہم کردہ آسانیوں سے اتنا فائدہ اٹھاتا کہ جینگو خود بھی مجھ سے تنگ آجاتا۔

نجانے کب تک میں اسی انداز میں سوچتا رہا' پھر رات ہوگئی۔ کھانے کو دل نہ چاہ رہا تھا۔ اس لئے میں نے کوئی توجہ نہ دی اور کیبن کا دروازہ اندر سے بند کر کے لیٹ گیا۔

صبح کو جاگا۔ منہ ہاتھ دھویا۔ بھوک لگی تھی' چنانچہ میں دروازے کے نزدیک پہنچ گیا۔

لویا سے جو بات چیت ہوئی تھی' اس کے بعد سے بظاہر تو یہی محسوس ہوتا تھا کہ لویا نے میری باتوں کو زیادہ محسوس نہیں کیا' ویسے اب تک وہ میری مددگار ثابت ہوئی تھی۔ چنانچہ میں نے دروازہ اندر سے کھول لیا۔

لیکن دروازہ باہر سے بند تھا اور میں متعجب رہ گیا۔ کوئی تبدیلی ہوئی ہے میں نے سوچا۔

دستک دینے پر چند ساعت کے بعد دروازہ کھلا۔ باہر چار آدمی موجود تھے۔

"کیا بات ہے؟" ان میں سے ایک نے پوچھا۔

"ناشتہ ملے گا؟" میں نے پوچھا۔

"ملے گا انتظار کرو۔" اس شخص نے بگڑے ہوئے لہجے میں کہا اور دروازہ بند کرنے لگا۔ لیکن میں نے دروازے میں پاؤں اڑا دیا۔

"تمیز سے گفتگو کرو' میں تم سے بات کرنا چاہتا ہوں۔" میں نے ڈپٹ کر کہا اور وہ شخص ایک لمحے کے لئے بوکھلا سا گیا۔

"کیا بات ہے؟"

"کیا مجھے قید کر دیا گیا ہے؟" میں نے سوال کیا۔

"ہاں تم اس کیبن سے باہر نہیں نکل سکتے۔"

"لیکن کیوں؟"

"اس لئے کہ تم مسٹر جینگو کی مراعات سے فائدہ نہیں اٹھانا چاہتے ہو۔" اس شخص نے کہا جسے میں نے ڈانٹا تھا۔

"کیا فائدہ؟"

"ناجائز فائدہ۔"

"کیا مطلب؟"

"کیوں کیا' کل تم نے کچھ لوگوں سے مل بیٹھنے کی کوشش کی تھی۔ تم اس سفر کے بارے میں تفصیلات معلوم کرنا چاہتے تھے۔"

"تو کیا جینگو کے نزدیک یہ بہت بری بات تھی؟" میں نے پوچھا۔

"ہاں!"

"کیوں؟"

"اگر جینگو نہ چاہے تو تمہارے لئے یہ بات ممکن نہیں ہے۔" اسی شخص نے جواب دیا۔

"میں جینگو پر لعنت بھیجتا ہوں۔ اس سے کہو کہ وہ آج تک اپنی ہر کوشش میں ناکام رہا ہے اور آئندہ بھی ناکام رہے گا۔" وہ چاروں غصیلے انداز میں میری شکل دیکھنے لگے تھے۔ پھر ان میں ایک نے زور سے دھکا دیا اور دروازہ باہر سے بند کر دیا۔ مجھے ان کی اس بدتمیزی پر سخت غصہ آ رہا تھا لیکن پھر میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

دراصل اس احساس نے میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیلا دی تھی کہ جینگو میری طرف سے

بے بسی کا شکار ہو گیا ہے اور یہ میری کامیابی تھی کہ جینگو نے مجھے قید کر دیا تھا۔

لیکن میں تہیہ کر چکا تھا کہ کسی بھی صورت میں اس بدبخت کی بتائی ہوئی غلط راہوں پر نہیں چلوں گا۔ اب میرے دل میں ایک عزم جاگ اٹھا اور اس عزم نے مجھے بڑا سکون دیا تھا۔

وہ بے چینی اور وہ تردد جو میرے ذہن میں جاگزیں ہو گیا تھا۔ اس عزم کے احساس کے ساتھ خود بخود دور ہو گیا۔ جب بھی میں اپنا تجزیہ کرتا مجھے ساری باتیں بے حد عجیب لگتیں۔

میں اس جہاز پر خوفناک ہنگامہ برپا کر سکتا تھا۔ ایسا ہنگامہ جس میں جینگو کو ناقابل برداشت نقصان اٹھانا پڑتا۔ لیکن میں اس برے انسان کو برائیوں کی کامیابی کے سلسلے میں زچ کر دینا چاہتا تھا اور اس کے لئے ضروری تھا کہ خاموشی سے سفر کیا جاتا۔

مجھے یقین تھا کہ جینگو مجھے زندہ رکھے گا۔ کیونکہ اس پر اپنے دعوے کو سچ کر دکھانے کا بھوت سوار تھا چنانچہ فکر کرنے کی ضرورت ہی کیا تھی۔

میں لیٹ گیا اور اس کے بعد میں نے تمام احساسات کو ذہن سے کھرچ پھینکا' ہاں اگر کوئی احساس تھا تو اپنے وطن کا' سردارے' کا ہراتا کا اور اس میریا ڈالسنگ کا' جس نے ان مشکل حالات میں اپنی جان کو خطرے میں ڈال کر میری مدد کی تھی۔

ان لوگوں کا خیال میرے ذہن میں بار بار آ رہا تھا۔ سردارے نہ جانے کیا کر رہا ہوگا۔ ممکن ہے وہ لندن میں ہی کہیں کھڑا ہوا ہو۔ اگر اس نے ایسا کیا ہے تو یقینی طور پر بڑی احمقانہ حرکت ہوگی جسے میں کبھی پسند نہیں کروں گا۔ اگر وہ مجھ تک پہنچ گیا تو میں اسے اجنبی نگاہوں سے دیکھوں گا اور اگر میں اسے نظرانداز کرنے میں ناکام رہا تو اسے مشورہ دوں گا کہ وہ بھی اب ان ساری باتوں کو چھوڑ کر زندگی کی اس حسین ترین حقیقت کی جانب آ جائے کہ برائیاں کبھی روح کا سکون نہیں بن سکتیں۔ روح کا سکون درکار ہے تو پھولوں کی کانٹوں بھری راہوں پر قدم بڑھائے جائیں وہ راہیں جو تقدیر نے مجھے عطا کر دی تھیں۔ مصائب کی شدید دھوپ میں روح کو بالیدگی مل رہی تھی اور پھر ابھی مصائب شروع ہی کہاں ہوئے تھے۔ ابھی تو ابتداء تھی۔

صبح کا ناشتہ تو نہ ملا البتہ دوپہر کو کھانا آیا۔ میں کسی قسم کی شکایت یا تعرض نہیں کرنا چاہتا تھا۔ ظاہر ہے دشمن سے دوستی کا تصور ہی حماقت ہے۔ چنانچہ میں نے خندہ پیشانی سے کھانا وصول کر لیا اور جو کچھ تھا اسے صبر شکر سے کھایا۔ بہرصورت' کھانا اتنا برا بھی نہیں تھا۔

خوب اچھی طرح شکم سیر ہونے کے بعد میں پھر بیٹھ گیا۔ ویسے اس بات کا مجھے احساس تھا کہ یہ قید فی الحال مجھے خاصی اکتا دے گی اور اگر جہاز پر میں ایسی کوئی کوشش نہیں کرتا تو کم از کم آزادی تو حاصل تھی۔

اور دفعتاً "میری آنکھوں کو نیند کے دباؤ کا سا احساس ہوا اور میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

کم بخت لوگوں نے پھر کوئی چکر چلا دیا تھا۔ شاید نئی ناکامی کے تحت وہ کوئی اور کارروائی کرنا چاہتے تھے۔

نیند کا دباؤ بڑھتا ہی گیا اور صاف محسوس ہو رہا تھا کہ کھانے کی کسی چیز میں کوئی گڑ بڑ تھی اور یہ احساس لئے میں آہستہ آہستہ بستر پر لیٹتا چلا گیا اور چند ساعت کے بعد بے خبر ہو گیا۔

زندگی ایک مخصوص دائرے میں گھوم رہی تھی' جینگو اپنی سی ہر کوشش کر رہا تھا نجانے اس دیوانے کو بھی کیا سوجھی تھی کہ مجھ جیسے آدمی سے بیر لگا بیٹھا تھا۔ گو حالات ابھی تک اس کے حق میں تھے لیکن صرف اس حد تک کہ وہ مجھ پر قابو حاصل کئے ہوئے تھا۔

لیکن یہ بات شاید اس کے علم میں بھی نہ ہوگی کہ جب میں اس پر قابو پاؤں گا تو اسے اپنی زندگی کے سب سے بڑے خسارے سے دوچار ہونا پڑے گا۔ وہ یہ سوچے گا کہ مجھ سے ضد کر کے اس نے اچھا نہیں کیا۔ اگر ایک آدمی ترلوکا کے مشن میں اس کا ہم زبان نہ ہوتا تو اس سے کوئی فرق نہ پڑتا۔ لیکن جینگو ضد کا مظاہرہ کر رہا تھا اور ہر حال میں ضد کا نتیجہ تو برا ہی ہوتا ہے۔

میں ایک بار پھر جاگا اور میری کیفیات پہلے سے مختلف نہ رہیں۔ چند ساعت تو ذہن منتشر رہا اس کے بعد مجتمع ہو گیا تو میں نے گزرے ہوئے واقعات کے بارے میں سوچا نجانے اب کیا کیفیت ہے۔ ہمارا جہاز کہاں تک پہنچ چکا ہے۔

میں نے محسوس کرنے کی کوشش کی کہ جہاز کے اسی کیبن میں ہوں یا کہیں اور ہوں تو احساس ہوا کہ جس جگہ میں موجود ہوں وہ کسی جہاز کا کیبن نہیں ہو سکتا۔ اتنا کشادہ اور حسین کیبن شاید دنیا کے کسی بھی جہاز میں نہ ہو۔

یہ ایک آراستہ بیڈ روم تھا۔ انتہائی حسین پیمانے پر آراستہ' جس بستر پر میں لیٹا ہوا تھا اس پر کم از کم دس آدمیوں کی گنجائش تھی۔ گدے اتنے نرم تھے اور اس پر بچھے ہوئے پلنگ پوش اتنے دبیز تھے کہ ان کا صرف تصور ہی کیا جا سکتا تھا۔ بڑے بڑے اونچے دروازوں پر قیمتی پردے لٹکے ہوئے تھے' ایک جانب ایک انتہائی حسین عورت کا مجسمہ سر پر روشنی کی گیند اٹھائے کھڑا تھا۔ اور گیند کے اس بوجھ سے اس کی گردن جھکی جا رہی تھی۔

دوسری طرف دیوار پر نیاگرا آبشار کی ایک حسین پینٹنگ آویزاں تھی ڈیکوریشن کا دوسرا سامان بھی اس طویل و عریض بیڈ روم میں موجود تھا۔ چنانچہ اس بات کا اندازہ لگانے میں کوئی دقت نہ ہوئی کہ یہ کسی عمارت کا بیڈ روم ہے۔

لیکن میں کہاں ہوں؟ چند ساعت میں سوچتا رہا۔ پھر ایک دم سر کے درد کا خیال آیا۔ ماتھے پر ہاتھ لے جا کر پٹیاں ٹٹولیں تو انہیں غائب پایا۔ دوسرے لمحے میں نے سر کی اس چوٹ کا اندازہ کیا اور یہ محسوس کر کے حیران رہ گیا کہ اب اس چوٹ کی جگہ کھرنڈ جما ہوا ہے۔ لیکن یہ سب اچانک؟

آہ ـــــ کاش میرے پاس گھڑی ہوتی' کیا میری بے ہوشی کچھ طویل ہو گئی تھی' اتنی طویل کہ اس کا زخم کھرنڈ بن جائے' ان لوگوں سے کوئی بات بعید بھی نہیں تھی۔ ممکن ہے مجھے طویل عرصے تک بے ہوش ہی رکھا گیا ہو۔ انہوں نے محسوس کیا ہو کہ میں ان کے لئے خطرہ بن سکتا ہوں۔ چنانچہ اس بات کا اندازہ لگانے کا کوئی ذریعہ نہیں تھا کہ میری بے ہوشی کو کتنا عرصہ گزر چکا ہے۔ ہاں جسمانی طور پر اگر میں خود کو بہتر محسوس کر رہا تھا تو مجھے حیرت ہوتی تھی کیونکہ میرے اندر ذرا سی بھی کمزوری نہیں تھی۔

بے ہوشی کے دوران کھانے پینے کا تو کوئی سوال ہی پیدا نہ ہوتا تھا لیکن پھر بھی میرے بدن میں توانائی کہاں سے آئی اور اس بات کا میں کوئی اندازہ نہ لگا سکا تھا۔

میں ہمت کر کے بستر سے اتر آیا۔ دیکھوں تو سہی پردے کے دوسری طرف کیا ہے۔ ممکن ہے اس سے کوئی اندازہ ہو سکے۔

لیکن پردے ہٹانے کی کوشش کارگر نہ ہوئی۔ نہ جانے وہ کس طرح کھلتے تھے' میں انہیں غور سے دیکھنے لگا۔

پردے نہایت نفیس سسٹم پر تھے۔ میرے کھولنے کی کوشش کارگر نہ ثابت ہوئی تب میری نگاہ اس سفید بٹن پر پڑی جو پردوں کے نزدیک دیوار پر تھا۔ میں نے بٹن پر انگلی رکھ دی اور پردے کے دو حصے میوزک کی حسین آواز کے ساتھ دونوں طرف سرکنے لگے۔ اس کے ساتھ ہی سریلی آواز میں صبح کا گیت سنائی دینے لگا۔ خوبصورت آواز والی مغنیّہ سورج کی کرنوں کا پیغام دے رہی تھی۔

اور باہر کا منظر اجاگر ہو گیا۔ پردے ہٹنے کے بعد مجھے اندازہ ہوا تھا کہ میں تو بے پناہ بلندی پر ہوں۔ انتہائی بلند و بالا عمارتیں نیچے نظر آ رہی تھیں۔ چاروں طرف بلند و بالا عمارتوں کا جال پھیلا ہوا تھا۔

اور عمارتوں کے اس عظیم الشان شہر کو دیکھتے ہی نیو یارک کا تصور ذہن میں ابھرتا تھا۔ تو کیا میں نیو یارک پہنچ گیا ہوں۔ میں نے سوچا اور پھر کھرنڈ میری سمجھ میں آ گیا۔ میں نے بے ہوشی کے عالم میں طویل سفر کیا ہے۔ کافی دیر تک میں اس بڑی کھڑکی کے سامنے کھڑا رہا۔ بس عجیب سا عالم تھا۔

پھر اچانک اپنے عقب میں مجھے آہٹ سنائی دی اور میں نے پلٹ کر دیکھا' جینگو تھا۔ سبز رنگ کے ایک لبادے میں ملبوس' جو انتہائی چمکدار تھا۔ پیشانی پر سنہری رنگ کی ایک پٹی بندھی ہوئی جس کے درمیان ایک بیش قیمت ہیرا جگمگا رہا تھا۔ میں نے اس کے عقب میں دیکھا۔ لیکن خودکار دروازہ بند ہو گیا تھا اور جینگو تنہا ہی آیا تھا۔

"راجہ نواز اصغر۔" اس نے عجیب سے انداز میں مسکراتے ہوئے کہا۔

"خوابوں کا راہی جینگو۔" میں نے بھی اسی انداز میں مسکراتے ہوئے کہا۔

"خوابوں کا نہیں بلکہ حقیقت کا سب سے بڑا پرستار۔" جینگو گردن ایک طرف ٹیڑھی کر کے بولا اور پھر آہستہ سے چلتا ہوا اس چوڑے صوفے کی جانب بڑھ گیا جو ایک طرف پڑا ہوا تھا۔

"حقیقت سے بھاگنے والے دوسرے کی نگاہوں سے پوشیدہ رہنے کی کوشش کرتے ہیں جینگو۔ بلا شبہ تمہارا مشن بر سر عام ہے لیکن بہرحال تم اس کے لئے وہ سہارے بھی ضروری سمجھتے ہو جو غیر قانونی

ہوتے ہیں۔"

"صرف اس لئے الزامات لگانا چاہتے ہو راجہ نواز اصغر' کہ تم میرے اقدامات سے یا ہمارے سے مسلک نہیں ہو اس سے بڑھ کر یہ کہ تم ہمارے مسلک سے متفق نہیں ہو' بہتر یہ ہے کہ تم دل کی بھڑاس نکال لو اور اس کے بعد ٹھنڈے دل سے مجھ سے گفتگو کرو میں اب بھی تم سے مصالحت اور ٹھنڈے ذہن سے بات کرنا چاہتا ہوں۔"

"کیا بات کرنا چاہتے ہو جینگو' تم میری باتوں سے لاجواب ہو گئے تھے تم نے یہ نظریہ پیش کیا تو اس میں وہ استدلال نہیں دے سکے تھے جو مجھے مطمئن کر دیتا۔ ہاں مجھ جیسے انسان کے ذہن میں مذہب سے بہت زیادہ عقیدت نہیں تھی اور اس بات کو تم بہتر طور سے جانتے ہو کیونکہ تم میرا ماضی کھنگال چکے ہو لیکن تمہاری گفتگو سے میرے دل میں مذہب سے محبت اور عقیدت پیدا ہوئی۔ میں اس کے لئے تمہارا شکر گزار ہوں اور جب انسان کے دل میں مذہب سے محبت اور عقیدت پیدا ہوتی ہے تو پھر اس کی آنکھوں پر کوئی دوسرا رنگ نہیں چڑھ سکتا۔ اس بات کو مکمل طور پر ذہن میں رکھنا جینگو۔" میں نے تیز لہجے میں کہا۔

"میرے دوست یہاں بھی تم غلط فہمی کا شکار ہو۔ تمہارا خیال تھا کہ میں تمہاری باتوں سے لاجواب ہو گیا تھا۔"

"ہاں بالکل۔"

"نہیں ایسی کوئی بات نہیں تھی راجہ نواز اصغر' میں تو صرف یہ چاہتا تھا کہ تمہیں سوچنے کا موقع دوں اور تم جو اچھے خاصے حقیقت کے راستے پر چلنے والے انسان تھے جس انداز میں بھٹک گئے ہو' میری خواہش تھی کہ تم اپنے راستے پر واپس آ جاؤ۔"

"جینگو اگر تقدیر مجھے یہ راستہ عنایت کر دے جس پر میں اتفاقیہ طور پر بلکہ حادثاتی طور پر چل پڑا ہوں تو تم یقین کرو کہ میں اپنی زندگی کی ہر سانس ان لمحات پر قربان کرنے کو تیار ہوں۔"

"گویا تمہاری آنکھوں پر تہذیب کی جو تہہ چڑھی ہے اب اس کا اترنا مشکل ہے۔"

"ہاں جینگو' میں نے کہا نا کہ میں اپنی ساری زندگی کو بے کار سمجھتا ہوں سوائے ان لمحات کے جو میری رگوں میں زندگی دوڑی ہے۔"

"بہرصورت میں نے کوشش کی بلکہ محنت بھی کی کہ تم صحیح راستے پر واپس آ جاؤ لیکن یوں لگتا ہے جیسے تمہاری واپسی ممکن نہیں ہے۔"

"میں ہر قیمت پر تمہارا یہ بھرم توڑنا چاہتا ہوں جینگو۔"

"تم میرا بھرم کیا توڑو گے نواز۔ میں خود تمہارا بھرم توڑ کے رکھ دوں گا کیونکہ یہ میری عزت کا سوال ہے۔"

"تم کس بھرم کی بات کر رہے ہو جینگو؟"

"اس بھرم کی جو تم نے خود پر نیکیوں کی صورت میں چڑھایا ہوا ہے اور اس میں عورت سے اجتناب بھی شامل ہے۔"

"ہاں۔ کیونکہ میرا مذہب مجھے کسی غیر عورت کے ساتھ وقت گزارنے کی اجازت نہیں دیتا۔"

"لیکن میں تمہیں اس کے لئے مجبور کر دوں گا نواز۔ اس وقت کیا تم خودکشی کر لو گے؟"

"نہیں۔ لیکن تم مجھے مجبور نہیں کر سکو گے۔" میں نے انتہائی ٹھوس لہجے میں جواب دیا۔

"اوہ۔ کیا اسے بھی تمہاری غلط فہمی نہ کہا جائے۔"

"کہہ سکتے ہو صرف اس لئے کہ اپنے خیال میں تم نے مجھے قید کیا ہوا ہے۔ لیکن اپنے اقدامات پر میں قادر ہوں۔"

"میں تم سے مزید بحث نہیں پسند کروں گا۔ تم اس وقت نیویارک میں ہو۔ اس کے بعد تمہاری آخری منزل لاس اینجلز ہو گی۔ کیلی لاس کی سیاہ پہاڑیاں جو شہری آبادی سے بہت دور ہیں لیکن جو اس لئے مقدس ہیں کہ ترلوکا کا مسکن ہیں۔ وہاں تمہیں ترلوکا کے حضور پیش کیا جائے گا اور پھر تم زندگی بھر اس بات پر پچھتاتے رہو گے کہ تم نے اپنے عظیم محسن جینگو سے اس ترش اور تند لہجے میں گفتگو کی تھی۔"

"وہ کیوں جینگو؟"

"ترلوکا کے قدموں میں تمہیں نروان ملے گا۔"

"کیا وہ نروان کا سوداگر ہے؟"

"ہاں اس کے پاس نروان ہی نروان ہے۔"

"میرا خیال مختلف ہے جینگو۔"

"کیا مطلب؟"

"وہ ماحول کا مفرور ہے۔ تہذیب کے بوجھ کو نہیں اٹھا سکتا۔ اس لئے پہاڑیوں میں جا چھپا ہے۔"

"اس کا فیصلہ اس سے ملنے کے بعد ہی کر سکو گے۔"

"ہاں یہ ٹھیک ہے۔ اس لئے اس کے سلسلہ میں بحث ملتوی۔"

"چلو ٹھیک ہے' اب رہیں دوسری باتیں۔"

"وہ بھی کرو۔"

"یہ بات تم نے اب تک نہیں بتائی کہ پیرس میں اس وقت تمہاری مدد کس نے کی تھی جب تم پیسے پیسے کو محتاج تھے۔"

"میں نے اس وقت بھی ضروری نہیں سمجھا تھا اور اس وقت بھی یہ بتانا ضروری نہیں سمجھتا۔"

"کیا میں اس سے یہ اندازہ قائم نہیں کر سکتا کہ تم بھوک سے مجبور ہو کر بھٹک گئے تھے۔" جینگو نے کہا۔

"کیا مطلب؟"

"تم نے کسی ناجائز ذریعہ سے وہ رقم نہیں حاصل کی۔"

"پھر؟"

"جیب تراشی یا پھر جوا۔ دونوں آسان ترین طریقے ہیں جن کے ذریعہ دولت حاصل کی جا سکتی ہے اور راجہ نواز اصغر کی تاریخ میرے ذہن میں ہے۔"

"ممکن ہے ایسی کوئی بات ہو جینگو' لیکن کیا تمہیں بتانا ضروری ہے۔"

"ہاں اور اس کی وجہ یہ ہے کہ ہمارے تمہارے درمیان ایک معاہدہ ہے' میں نے تم سے کہا تھا نیک ذرائع سے انسان سکون نہیں پا سکتا۔ ضرورت پوری کرنے کے لئے برائیوں کا سہارا ضروری ہے۔"

"اپنا محاسب میں خود ہوں اور وعدہ کرتا ہوں کہ اگر ضمیر کی جنگ ہار گیا تو ترلوکا کی پیروی کروں گا۔"

"بات معاہدے کی ہے' تم اپنے محاسب نہیں ہو سکتے۔ بہت سے لوگ خود کو پوشیدہ رکھتے ہیں۔ میرا مطمئن ہونا ضروری ہے۔"

"میں ضروری نہیں سمجھتا' تمہیں اعتماد کرنا ہوگا۔"

"چلو کر لیا۔ لیکن تم نے ایک بات اور بھی کہی تھی۔"

"وہ کیا؟"

"تم نے کہا تھا کہ اگر میں روشن ضمیر ہوں تو معلوم کر لوں کہ وہ رقم تم نے کہاں سے پائی تھی۔"

"ہاں مجھے یاد ہے میں نے کہا تھا۔"

"تو شاید تمہیں یہ جان کر خوشی ہو کہ میں معلوم کر چکا ہوں۔ یوں بھی مجھے اس شخصیت کے بارے میں مکمل معلومات حاصل ہو چکی ہیں۔ جس نے تمہیں سہارا دیا تھا اور جو شاید اس کے بعد بھی تمہیں سہارا دیتا رہا ہے۔" جینگو نے کہا اور یک لخت میرا دل دھڑک اٹھا۔

کیا اس بدبخت کو بے چاری میریا ڈالسنگ کے بارے میں معلوم ہو چکا ہے۔ میں نے سوچا' میں اس کی شکل دیکھنے لگا تھا۔ جینگو کے ہونٹوں پر مکارانہ مسکراہٹ پھیل رہی تھی۔

"کیا خیال ہے نواز۔ کیا وہ شخصیت تم سے مخلص تھی؟"

"میں نہیں جانتا۔ جینگو تم کس شخصیت کی بات کر رہے ہو۔ ممکن ہے یہ بھی تمہاری کوئی چال ہو اور تم کسی کے سر کوئی الزام تھوپنا چاہتے ہو۔"

"دیکھو دوست جینگو میں بے شمار برائیاں ہیں۔ وہ برائیاں جو تہذیب اور معاشرے میں بری سمجھی جاتی ہیں۔ لیکن اس کے ساتھ ساتھ تمہارے معاشرے کے مطابق کچھ اچھائیاں بھی ہیں۔ میں شخصیتوں' سے گھبراؤ نہیں کرتا۔ مجھے اتنی قدرت حاصل ہے کہ جسے ناپسند کروں اسے موت کے گھاٹ اتار سکوں۔ ایسی حالت میں ایک قادر شخص الزامات لگانے کی مذموم سی کوشش نہیں کر سکتا۔ میں نے کوئی الزام نہیں لگا

...قی ثبوت کے ساتھ اس شخصیت کو منظر عام پر لایا ہوں جس نے میرے خلاف سازش کر کے اس وقت ...ی مدد کی جب تم حالات کے ہاتھوں بھٹک کر واپس بھی آ سکتے تھے۔ اس طرح وہ میرے افکار سے باغی ...بت قرار پائی۔ خاص طور سے اس لئے بھی کہ وہ خود بھی اس گروہ کی نمک خوار تھی' اور میں چونک پڑا' ...اس بات میں کوئی شک و شبہ نہیں رہ گیا تھا کہ جینگو کا اشارہ میریا ڈالسنگ کی طرف ہی تھا' مجھے شدید ...وس ہوا تھا۔ بڑی مشکل سے میں نے خود کو سنبھالا اور ایک قہقہہ لگاتے ہوئے کہا۔ "نجانے تم نے کس ...وقوف کو پھانس لیا۔"

"ملاقات کرو گے اس بے وقوف سے؟" جینگو نے کھلنڈرے انداز میں کہا۔

"ضرور بلاؤ۔" میں کھڑکی کے پاس سے ہٹ گیا' اور جینگو نے ایک ہاتھ بلند کر دیا۔ میں نے اب ...ے سرخ دستانے کو دیکھا جس کے پورے آگے سے چپٹے تھے اور ان میں سوراخ نظر آ رہے تھے۔

یہ صرف میرا اندازہ تھا کہ جینگو اس وقت نہتا نہیں ہے' بلکہ اپنے بچاؤ کا انتظام کر کے آیا ہے' لیکن ...ہاتھ اٹھانے سے اس کا مقصد حل ہو گیا' گویا دیکھنے والے بھی موجود ہیں اور وہ اس کے کسی بھی ...ے پر میرا بدن چھلنی کر دیں گے۔

"جینگو۔" میں نے اسے آواز دی۔

"ہوں۔"

"تمہارے دستانے خوب ہیں۔"

"اوہ۔ ہاں۔" اس نے بے اختیار ہاتھ نیچے کر دیا۔

"گھبرا کیوں گئے؟"

"نہیں میں اعتراف کر چکا ہوں۔"

"کس بات کا۔"

"تمہاری حسین صلاحیتوں کا۔"

"کیا تمہیں داستانوں کی تعریف پسند آئی ہے؟" میں نے مسکرا کر پوچھا۔

"نہیں تمہاری ذہانت۔"

"اس میں ذہانت کی کیا بات ہے۔"

"تم بے مقصد باتوں سے پرہیز کرتے ہو' اور دستانوں کا ذکر بے مقصد ہی نہیں ہے۔"

"کیا ہے یہ؟" میں نے دلچسپی سے پوچھا۔

"جدید ترین اسٹین گن جو ایک بیٹری سے منسلک ہے اور ایک ہلکا سا بٹن دبانے سے یہ پانچوں ...لال ننھے ننھے زہریلے تیر اگل سکتی ہیں۔ ان میں سے ایک چھوٹا سا تیر اگر کسی کے بدن میں پیوست ہو جائے تو اس کا پورا بدن بہہ جاتا ہے۔"

"خوب۔ خوب۔ مائی ڈیئر جینگو تمہاری یہ کوشش تمہارے ذہن کے خوف کا اظہار کر رہی ہے، تمہیں اس بات کا احساس ہے کہ تم جن راستوں کے راہی ہو وہ غلط اور مجرمانہ ہیں اور پھر تم اسی تہذیب و ترقی کی مخالفت کر رہے ہو جس کے ایک عطیے سے تم اپنی زندگی کی حفاظت کر کے آئے ہو۔"

"ہاں ہاں بالکل صحیح کہا تم نے، لیکن میرے دوست زہر کو زہر مارتا ہے، تمہاری اس ترقی کو تمہارے ہی ہاتھوں تباہ ہونا پڑے گا۔ ہم صرف زبان اور الفاظ سے اپنے مشن کو کامیاب بنائیں گے اور تمہیں تمہارے ہاتھوں سے ماریں گے تاکہ دکھی انسانیت سکون پذیر ہو سکے۔"

"اچھی منطق ہے، جان بچانے کی کوشش اور اس کے علاوہ کچھ نہیں۔" میں نے حقارت سے کہا۔

"چلو ٹھیک ہے، اگر تم اس انداز میں سوچ رہے ہو تو یہی سہی لیکن ہمارا موضوع دوسرا تھا، اس بارے میں پھر گفتگو کر لیں گے بلکہ میں تو تم سے گفتگو ہی نہیں چاہتا کیونکہ تمہارے الفاظ میں ترلوکا کی توہین ہوتی ہے ہاں اس شخصیت سے مل لو جس کے بارے میں ہم ابھی گفتگو کر رہے تھے۔" جینگو نے ایک طرف اشارہ کیا اور کوئی کمرے میں داخل ہو گیا۔ میں...... ساکت و جامد رہ گیا۔

یہ میریا ڈالسنگ تھی۔ اس لباس اور اس انداز میں وہ جس قدر حسین لگ رہی تھی۔ اس کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا۔ اتنی حسین عورت بلاشبہ میں نے آج تک نہیں دیکھی تھی میں اس کے چہرے سے نگاہ نہیں ہٹا سکا۔

پھر جینگو کی آواز نے ہی مجھے چونکایا تھا۔ "بڑے تعجب سے دیکھ رہے ہو نواز' کیا تم اسے پہچان نہیں سکے۔"

میں سنبھل گیا اور پھر مجھے احساس ہوا کہ میری یہ حرکت میرے لئے فائدہ مند ہی ثابت ہو گی۔ چنانچہ میں نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔ "نہیں میں نہیں پہچان سکا۔"

"اس طرح تم ایک برائی کے مرتکب ہو رہے ہو، تم اپنی محسن کو پہچاننے سے انکار کر رہے ہو۔" مکار جینگو نے کہا۔

"میری محسن؟"

"میریا ڈالسنگ۔ وہ بدنصیب عورت، جو ترلوکا کے قدموں تک پہنچنے سے قبل ملعون ہو گئی۔"

"لیکن یہ میری محسن کیسے ہو گئی۔"

"میریا۔" جینگو نے اسے آواز دی۔

"یس مسٹر جینگو۔"

"تم اسے جانتی ہو؟"

"یس مسٹر جینگو۔" میریا نے اسی انداز میں جواب دیا اور میں نے چونک کر اسے دیکھا۔ میریا کی گردن سیدھی تھی۔ وہ صرف سامنے دیکھ رہی تھی اور اس کی حسین آنکھیں پتھرائی ہوئی سی لگ

"کون ہے یہ؟"

"راجہ نواز اصغر۔" میریا نے جواب دیا۔

"گویا تم اسے جانتی ہو؟"

"ہاں۔ بخوبی۔"

"کس طرح مس میریا ڈالسنگ؟"

"میں اس کی مدد کر چکی ہوں۔"

"کب اور کس طرح؟" جینگو نے بدستور مکارانہ انداز میں پوچھا۔

"اس وقت جناب جب آپ نے اسے تنہا چھوڑ دیا تھا اور اس کے پاس کھانے کے لئے کچھ بھی نہ تھا میں نے اسے ہوٹل میں قیام کے لئے کچھ رقم دی تھی اور اس طرح یہ آپ تک پہنچنے میں کامیاب ہوا۔"

"خوب۔ خوب۔" جینگو آہستہ سے ہنس پڑا۔ "کیا خیال ہے مسٹر نواز اصغر۔"

"جینگو میں اس بات سے واقف ہوں کہ تم ہپناٹسٹ ہو اور کسی کو ٹرانس میں لا کر تم اپنی پسند کے الفاظ کہلوا لیتے ہو تو یہ زیادہ مشکل کام تو نہیں ہے۔"

"خیر اگر تم اس انداز میں محسوس کرتے ہو تو یہی سہی۔ لیکن اس نے جو کچھ کہا ہے وہ میرے الفاظ نہیں بلکہ ایک ایسی حقیقت ہے جس کا ہر طرح سے ثبوت مل چکا ہے۔"

"میں اس سلسلے میں تم سے مزید گفتگو کرنے کو تیار نہیں ہوں مسٹر جینگو اب بتاؤ کیا چاہتے ہو؟"

"وہی تو بتانے جا رہا ہوں میرے دوست، سنو یہ لڑکی کیسی لگتی ہے تمہیں؟"

"میرے خیال میں یہ ایک مظلوم لڑکی ہے جو تمہارے گندے اور فاسد مقاصد کے لئے مجبوراً کام کر رہی ہے۔ چنانچہ اس لحاظ سے میں اس سے ہمدردی رکھتا ہوں۔"

"خوب۔ خوب۔ تو یہ مظلوم لڑکی آج رات تمہاری خوابگاہ کی زینت بنے گی۔"

"جینگو تم بارہا مجھے آزما چکے ہو۔ کیا تم نے میرے کردار میں کوئی لچک پائی۔ اگر ایسا نہیں ہے تو یہ حماقتیں کیوں کر رہے ہو۔ تم جانتے ہو میں تمہیں ذرا بھی اہمیت نہیں دیتا۔"

"دو گے۔ ضرور دو گے۔ میں جانتا ہوں اس نے اس وقت تمہاری پوری پوری مدد کی تھی جب تم بری طرح حالات کا شکار ہو گئے تھے۔ اس نے تمہیں ایک ہوٹل میں ٹھہرایا اور ہمیں اطلاع دے دی تاکہ اس کی پوزیشن بھی صاف رہے۔ اس طرح اس نے کافی چالاکی کا ثبوت دیا تھا اور ہم واقعی اس کے بارے میں کچھ سوچ سکے تھے۔ اور پھر دوسری خوفناک سازش اس نے اس وقت کی جب تمہیں بے ہوش کر کے لایا جا رہا تھا۔ بالکل اس وقت اس نے تمہیں انجکشن دیا تھا لیکن وہ نہیں جو دیا جانا تھا۔ اور اس کے ساتھ ہی اس نے

تمہیں پستول بھی فراہم کیا جس سے ہمارا ایک آدمی ہلاک اور دو زخمی ہوگئے۔ ان واقعات کے بعد تم خود ہی بتاؤ راجہ نواز اصغر کہ کیا یہ کسی رحم یا رعایت کی مستحق ہے؟"

"یہ سب نری بکواس ہے' سب میرے اپنے ذرائع تھے۔"

"ایک سفید جھوٹ۔" جینگو مسکرایا۔

"بہرحال اس کے باوجود وہ نہیں ہوسکے گا جو تم چاہتے ہو۔"

"وہی ہوگا۔ وہی ہوگا۔ دراصل اس لڑکی کے لئے سزائے موت تجویز کی گئی ہے۔ اور اگر آخری بار تم انکار کرو گے تو اسے تمہاری نگاہوں کے سامنے ہی گولی ماردی جائے گی۔" جینگو نے کہا اور میرے بدن میں سرسراہٹیں دوڑنے لگیں۔ میریا اب بھی اسی طرح کھڑی تھی۔

مجھے اس پر شدید رحم آیا۔ بے چاری مظلوم لڑکی جو ساری زندگی کسی کے لئے اپنے آپ کو مارتی رہی۔ اور بالآخر میری وجہ سے موت کا شکار ہورہی تھی۔ میں نے پریشان نگاہوں سے جینگو کو دیکھا۔

"لیکن ایک حل ہے۔" چالاک جینگو جلدی سے بولا۔ "اگر تم اسے اپنی عورت کی حیثیت سے قبول کرلو۔ اگر تم اس کو اپنالو تو تمہارے لئے اس کی جاں بخشی کی جاسکتی ہے۔"

"اس کے علاوہ اور کوئی ترکیب نہیں ہے۔ جینگو۔"

"ہرگز نہیں۔"

"لیکن ایک بات تو بتاؤ جینگو۔"

"ضرور پوچھو میرے دوست۔"

"تم مجھے اس طرف راغب کرکے کیا فائدہ اٹھانا چاہتے ہو۔"

"تمہارے اس احساس کو توڑنا چاہتا ہوں کہ تم کوئی پارسا انسان ہو۔ میں کہہ چکا ہوں کہ بعض اوقات انسان اپنی مرضی سے وہ سب کچھ نہیں کرتا جس سے وہ بچنا چاہتا ہے کیونکہ وہ مختلف کمزوریوں کا مجموعہ ہے' اور اسے مجبور ہونا پڑتا ہے۔"

"یہ تو کوئی بات نہ ہوئی۔"

"کیوں۔ کیوں نہ ہوئی۔"

"تم مجھے سخت طریقے سے مجبور کررہے ہو۔ یہاں بھی ایک مذہبی بچت ہے اگر کسی کی زندگی بچانے کے لئے ایک برائی کرنی پڑ رہی ہے تو مذہب اس کی اجازت دیتا ہے۔"

"کوئی راستہ اختیار کرلو۔ میں صرف تمہارا غرور توڑنا چاہتا ہوں۔" جینگو نے کہا اور پھر خشک لہجے میں بولا۔ "اب جواب دو' کیا ارادہ ہے۔ کیا میں اشارہ کروں کہ اس لڑکی کا جسم گولیوں سے چھلنی کردیا جائے۔"

"نہیں۔" میں نے بھاری لہجے میں جواب دیا اور جینگو کے ہونٹوں پر وہی مکارانہ مسکراہٹ جاگ

"گویا تم تیار ہو۔"

"ہاں۔" میں نے گہری سانس لی۔

"کوئی مکاری نہیں چلے گی۔ ہم بہت باخبر ہیں۔ تمہاری ایک ایک حرکت ہماری نگاہ میں ہوگی۔"

"ٹھیک ہے جینگو' لیکن میں تم سے اس بے بسی کا انتقام لوں گا۔ اس بات کو یاد رکھنا۔"

"یاد رکھوں گا' وعدہ کرتا ہوں۔ آنے والا وقت دیکھو' وہ کیا کہانی سناتا ہے۔" جینگو نے مسکراتے کہا اور اٹھ کھڑا ہوا۔

"کیا یہ بدستور تمہارے ٹرانس میں رہے گی؟" میں نے پوچھا۔

"سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ پھر لطف ہی کیا آئے گا۔ یہ تو باہمی تعاون کا معاملہ ہے۔ ممکن ہے وہ تم ان نہ کرے۔"

میرے حلق سے غراہٹیں نکلنے لگیں اور جینگو قہقہے لگاتا ہوا اس کے کمرے سے باہر نکل گیا۔ میری کیفیت تھی۔ میریا ڈالسنگ اس قدر حسین نظر آرہی تھی کہ دماغ ماؤف ہوا جارہا تھا۔ لیکن اس اندر سے ایک آواز اٹھ رہی تھی۔ یہ گناہ ہے۔ گناہ گار زندگی میں ایک اور گناہ کا اضافہ نہ کیا جائے' ——— لیکن جینگو اس بے گناہ لڑکی کو ہلاک کردے گا۔

اچانک میریا کے منہ سے ایک خوفزدہ سی آواز نکلی۔ اور وہ پھٹی پھٹی آنکھوں سے چاروں طرف ں۔ اور پھر اس کی نگاہیں مجھ پر آٹکیں۔

"نواز۔" اس کے منہ سے ایک سسکی سی نکلی۔

"بیٹھو میریا۔" میں نے تھکی تھکی آواز میں کہا اور وہ چند قدم آگے بڑھی پھر اس نے اپنے لباس کو

"سوری نواز۔ لیکن اس میں میرا کوئی قصور نہیں ہے۔"

"کس میں؟"

"یہ لباس میری پسند نہیں ہے۔"

"مجھے معلوم ہے۔" میں نے کہا۔

"کمبخت ——— کمبخت جینگو کو سب کچھ معلوم ہوگیا ہے۔ اسے سب کچھ معلوم ہوگیا ہے۔ اس میں شیطان چھپا ہوا ہے۔ اس نے میری قوت ارادی سلب کرلی' اور میری زبان نے سب کچھ

"مجھے معلوم ہے میریا' بیٹھو۔" میں نے اسے تسلی دیتے ہوئے کہا اور وہ سر جھکا کر صوفے پر بیٹھ اس کے نزدیک آگیا تھا۔

"اس نے ---- اس نے بڑے گھناؤنے منصوبے بنائے ہیں نواز میں تم سے شرمندہ ہوں
تمہاری اس پریشانی کا باعث بھی میں ہی بنی۔"

"میریا، تمہیں اس کے ارادے معلوم ہیں؟"

"ہاں۔ اس نے مجھے بتایا تھا۔" وہ شرمندہ لہجے میں بولی۔

"تمہیں اپنے یہاں آنے کا طریقہ معلوم ہے؟"

"ہاں۔ لیکن میری قوت ارادی اس کے قبضے میں تھی۔"

"اب بتاؤ میریا، میں کیا کروں؟"

"میری آخری بات مانو گے نواز۔" اس نے کہا۔

"ضرور میریا بتاؤ۔"

"مجھے مرجانے دو نواز۔ میں اب اس زندگی سے تھک گئی ہوں ---- براہ کرم مجھے مرجانے دو
اس کی بات نہ مانو۔ چاہے وہ مجھے قتل کردے۔ یہ میرے اوپر تمہارا احسان ہوگا۔ میں ---- میں اپنی بڑائی
نہیں کرتی۔ اب تک میری خوش نصیبی تھی کہ میں کسی ابوالہوس بو کے ہتھے نہیں چڑھی۔ ورنہ ان کے
نزدیک عزت و عصمت کا کوئی تصور نہیں ہے۔ لیکن اب میری خوش بختی ساتھ نہیں دے رہی۔ اگر تم
چاہتے ہو تو مجھے کوئی اعتراض بھی نہیں تھا لیکن میں تمہارا عزم توڑنے کا باعث بن رہی ہوں۔ یہ بات....

"میریا۔" میں نے اسے تعجب سے دیکھا۔

"ہاں نواز۔ میری موت قریب ہے، میں مررہی ہوں نواز۔ دل سے ایک حسرت تو نکل جائے
ساری حسرتیں دل ہی میں لئے مرگئی تو قبر میں بھی سلگتی رہوں گی۔ میں بدنصیب تمہیں چاہنے لگی ہوں
نواز۔ میں تم سے محبت کرنے لگی ہوں۔ حالانکہ میں نے پوری زندگی خود کو زندوں میں شمار نہیں کیا۔
لیکن انسان بہت کمزور ہے۔ خود اس کے احساسات اس کے بس میں نہیں ہیں۔ نہ جانے اس مردہ دل میں
زندگی کہاں سے داخل ہوگئی۔ تمہارا عزم۔ تمہارا کردار میرے دل میں گھر کرگیا ہے۔ میں نے ساری زندگی
میں کسی کو دلچسپی کی نگاہ سے پہلی بار دیکھا ہے۔ لیکن میرے پسندیدہ کردار کو ٹھیس نہیں پہنچنی چاہئے۔ تم
رہو نواز جو ہو۔"

میریا کے الفاظ میرے ذہن پر ہتھوڑوں کی مانند برس رہے تھے۔ میرے دل کی عجیب سی کیفیت ہو
رہی تھی۔ میں ذہنی طور پر شدید الجھ گیا تھا۔ اور پھر میں کھڑا نہ رہ سکا۔ میں اس کے نزدیک ہی صوفے پر بیٹھ
گیا۔

کیا کروں۔ کیا نہ کروں؟ پھر میرے دل سے ایک آواز نکلی۔ میرے معبود۔ میرے پروردگار، اتنے
عرصہ کے بعد، گندگی اور غلاظت کے ڈھیر سے تیرا نام بلند ہوا ہے تو جو گناہ گاروں کو بھی نہیں بھولتا۔
رحیم اور معاف کرنے والا ہے، میری رہنمائی کر، مجھے روشنی دکھا۔ میں کیا کروں میرے معبود۔ میرے

کیا کروں؟ میرے سینے میں گولے اٹھ رہے تھے اور میری آنکھوں میں نمی آگئی تھی۔

اور اس نے مجھے مایوس نہیں کیا جسے میں نے پکارا تھا۔ اس نے میری آواز سنی اور میری مدد کی۔
میری آنکھوں میں بجلیاں سی کوندنے لگیں بلاشبہ یہ خیال میری ذہانت نے نہیں پیدا کیا تھا۔ یہ ایک غیبی امداد
تھی جو میرے ذہن میں اتری۔ اور یہ صرف غیبی اشارہ تھا۔

ہاں یہ تو ساری الجھنوں کا حل تھا، یہ تو تمام مشکلات کا حل تھا جو میرے لئے پیدا ہوگئی تھیں۔

"میریا۔" میں نے اسے پکارا۔

"ہوں۔" وہ جیسے کسی گہرے کنوئیں میں بولی ہو۔

"تم جرمن ہو۔"

"ہاں۔ کیوں؟"

"اور تمہارا مذہب؟"

"عیسائی ہوں۔"

"میریا کیا تم مجھ سے شادی کروگی؟"

"ایں۔" میریا اس طرح اچھل پڑی جیسے پاؤں کے نیچے بچھو آگیا ہو۔

"ہاں میریا بولو، جواب دو۔ مجھ سے شادی کروگی؟"

"نواز۔ یہ ---- یہ تم کیا کہہ رہے ہو؟"

"اگر تمہیں یہ بات ناپسند ہو تو پورے خلوص اور اعتماد سے کہہ سکتی ہو، میں ذرہ برابر محسوس نہیں
کروں گا۔"

"نواز کیا میں اس قابل ہوں؟" اس نے لرزتی آواز میں پوچھا۔

"ہاں میریا تم ہو ---- اور ہو جاؤگی۔ تمہارے اندر جو کمی ہے اسے دور کیا جائے گا۔"

"نواز میں اس قابل نہیں ہوں۔"

"اگر تمہارے ماضی میں کوئی داغ ہے میریا تو اس خدائے بزرگ و برتر کی قسم میں دل سے اسے
قبول کروں گا۔"

"لیکن میری حیثیت، کیا تم اسے بھی بھلا دوگے نواز؟"

"ہاں۔ میں صرف تمہاری ذات کو یاد رکھوں گا۔"

"تو پہلے میرے بارے میں سن لو نواز۔ حالات نے مجھے ان لوگوں کے درمیان دھکیل دیا۔ لیکن
کنواری مریم کی قسم، میں پاک ہوں۔ میں جسمانی طور پر کبھی آلودہ نہیں ہوئی۔ میں خدا کو جواب دوں گی۔"

"خدا کی قسم میریا۔ مجھے اعتماد ہے، مجھے یقین ہے۔"

"جن مجبوریوں نے میرے ماضی میں داغ لگائے۔ وہ کسی حد تک تمہارے علم میں آچکی ہیں۔"

"ہاں میں جانتا ہوں۔"

"اگر تم انہیں قبول کرو گے تو' میری اس سے زیادہ خوش بختی اور کیا ہوگی۔"

"ابھی تو ہمیں بہت سے کٹھن مراحل سے گزرنا ہے میریا۔ ابھی تو میں تم سے تمہاری محبت کی بہت بڑی قیمت وصول کروں گا۔"

"میں اپنے بدن کی کھال اتار کر تمہیں دے دوں گی نواز۔ آہ میں تو سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ میری تقدیر یوں اچانک بن جائے گی۔ اس ایک لمحے کے تصور سے تو میں سو بار زندگی پا کر مرنے کے لئے تیار ہوں۔"

"تو پھر میرے بارے میں بھی سن لو میریا۔ خدا کی قسم' جو کچھ کہہ رہا ہوں۔ اس میں ایک نکتہ بھی جھوٹا نہیں ہوگا۔ سچائی کی قسم میریا جو کچھ کہوں گا سچ کہوں گا۔ میں پاکستان کے ایک چھوٹے سے قصبے سرائے عالمگیر کا باشندہ ہوں۔ ایک کسان کا بیٹا' جسے اس کی زمین نے قبول کرنے سے انکار کر دیا تھا۔ زمین مجھ سے ناراض ہو گئی تھی میریا۔ تب میں نے خودکشی کرنے کا فیصلہ کیا۔ لیکن وہاں سے نواز کے اندر شیطان نے دخول کر لیا۔ پانی کے قریب ایک نئے نواز نے جنم لیا اور میں منشیات کا ایک اسمگلر بن گیا۔ میں نے سفر شروع کر دیا میریا۔ اور اس سفر میں بے شمار لوگ میرے ہاتھوں موت کی نیند سو گئے۔ میں نے لاتعداد جوانیوں کو پامال کیا۔ اور آج بھی میری اربوں روپے کی دولت بینکوں میں جمع ہے۔ لیکن میرے ضمیر نے کبھی سکون نہیں پایا۔ یہ سرکش ہمیشہ میری نئی ذات کا باغی رہا۔ یہاں تک کہ ایک بار پھر اس نے مجھے صاف راستوں پر لاکھڑا کیا۔ میرے دل میں مذہب کے پیار نے جنم لیا۔ میں نے اپنی ساری دولت خود پر حرام کر لی اور آوارہ گرد بن گیا اور یہی آوارہ گردی مجھے جینگو تک لے آئی۔ یہ میں ہوں میریا۔ اور اس میں سرمو جھوٹ نہیں ہے۔"

"آہ نواز۔ میرا دل گواہی دیتا تھا کہ تم کوئی بڑے انسان ہو۔ تمہارا کردار معنی خیز ہے۔ میرا دل گواہی دیتا تھا۔" میریا وفور انبساط سے بے خود ہو کر بولی۔

"نواز خود کو گندی نالی کا کیڑا سمجھتا تھا میریا۔ لیکن جس دن سے اس کے دل میں خدا جاگا اس نے خود کو بہت قیمتی تصور کیا۔ اور اب جب میں اپنی ذات کو تمہاری تحویل میں دے رہا ہوں۔ میں اپنی ذات کی قیمت وصول کروں گا میریا۔ ایک ایسی قیمت جو تمہارے تصور سے باہر ہوگی۔"

"یہ قیمت تم مجھ سے وصول کرو گے نواز۔"

"ہاں میریا تم سے۔"

"مجھے اس قابل پاتے ہو؟"

"ہاں۔ تم وہ قیمت مجھے ادا کر سکتی ہو۔"

"تو بتاؤ کیا ہے وہ قیمت؟"

"میرا مذہب قبول کر لو۔" میں نے کہا اور میریا عجیب سی نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگی۔ اس کے ے پر ایک عجیب سی تمکنت کھیل رہی تھی اس کا سارا وجود گلابی ہو گیا تھا۔

"تم مجھے اپنے مذہب کے قابل پاتے ہو نواز۔"

"تمہارے اندر اگر کوئی کمی ہے تو میرا مذہب قبول کرنے کے بعد پوری ہو جائے گی۔"

"آہ کیا واقعی میں اس سعادت کے قابل ہوں۔"

"کیا تم اس بات پر تیار ہو میریا؟"

"اگر تم مجھے اس قابل سمجھو تو۔ میری اس سے زیادہ خوش بختی اور کیا ہوگی۔ آہ میں کتنی خوش ب ہوں۔"

"تو اٹھو' آؤ میرے ساتھ۔" میں نے کہا اور وہ اٹھ گئی۔ میں اسے باتھ روم میں لایا۔ میرے سینے بت کے طوفان اٹھ رہے تھے۔ میرے کانوں میں عجیب سی آوازیں گونج رہی تھیں جیسے چڑیاں صبح کا ے گا رہی ہوں۔ جیسے جیسے......

اور پھر میں نے میریا کو وضو کرنے کا طریقہ بتایا اور اس نے میری ہدایات پر عمل کیا۔ پھر میں نے خود وضو کیا اور اس کے بعد ہم دونوں باہر آ گئے۔ تب میں نے اسے کلمہ پڑھایا۔ اور میریا نے خلوص دل سے بار کلمہ پڑھ کر خدا کی وحدانیت اور رسول کے برحق ہونے کا اعتراف کیا اور مسلمان ہو گئی۔

"میں تمہارا اسلامی نام زیب النساء تجویز کرتا ہوں------ زیب۔" میں نے کہا اور اس کی یں خوشی سے چمکنے لگیں۔

"خدا مجھے یہ نام راس لائے۔"

"زیب النساء میں خلوص دل سے تمہیں اپنے نکاح میں قبول کرتا ہوں۔ قبول کرتا ہوں۔ قبول کرتا ۔" میں نے کہا اور اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔

"میریا' اب تم میری بیوی ہو۔"

"آہ نواز------ آہ......" میریا فرط مسرت سے رو پڑی۔ اور میرے سینے میں منہ چھپا کر سسکنے ۔ میں نے اسے بازوؤں کے حلقے میں کس لیا تھا۔ "آہ کس قدر خوش نصیب ہوں میں مجھے اتنا بڑا مقام مل گا۔ میں سوچ بھی نہیں سکتی تھی۔"

"خوش نصیب تو میں بھی ہوں زیبی۔ مجھے وہ سب کچھ مل گیا جس کا میں نے تصور بھی نہیں کیا

ر تک ہم خوشیوں میں ڈوبے رہے اور پھر میں نے کہا۔ "زیبی مذہب کے کچھ ارکان ہوتے

"مجھے بتاؤ۔"

"نماز۔"

"یہ کیا ہوتی ہے؟"

"عبادت۔"

"اوہ۔ تو پھر؟"

"بد بختی سے میں نماز سے پوری طرح واقف نہیں ہوں۔ لیکن آؤ اسے یاد کریں' اس نے کتنی بڑی مشکل حل کر دی ہے۔ تم میری پیروی کرو۔" اور ہم دونوں قبلہ رو ہو بیٹھے جس کا تعین میں خود کر لیا تھا۔

اور میرے ذہن کے دریچے کھل گئے۔ دریائے جہلم میں جس مسجد کا عکس نظر آتا ہے اس میں نے کئی بار نماز پڑھی تھی۔ میرے ذہن میں اس مسجد کا تصور جاگ اٹھا تھا۔ اور وہ قرآنی آیات مجھے یاد چلی گئیں۔ میریا میری پیروی کر رہی تھی۔ اس طرح ہم نے شکرانے کے نفل ادا کئے اور پھر میں میریا کر حجلہ عروسی میں آگیا جسے ہمارے دوست جینگو نے ترتیب دیا تھا اور اب کوئی جھجک نہیں تھی۔ زیبی اب میری بیوی تھی اور ان لمحات میں جو سکون تھا' جو تقدس تھا۔ وہ مجھے کبھی حاصل نہیں ہوا تھا بھی پرسکون تھی اور اب میرے اندر ایک نئی ذمہ داری کا احساس بیدار ہو گیا تھا۔

"نواز۔" زیبی نے مجھے پکارا۔

"میری زندگی۔" میں نے اسے خود میں جذب کر لیا۔

"اب کیا سوچا ہے نواز۔"

"بہت کچھ سوچیں گے زیبی' پریشان نہ ہو۔"

"نواز۔ مجھے اچانک زندگی سے محبت ہو گئی ہے' اب میرے خواب کوئی اور رخ اختیار کر گئے جینگو میرا بدترین دشمن بن گیا ہے' مجھے کیا کرنا چاہئے نواز؟"

"تمہارا قیام کہاں ہے زیبی؟"

"اسی عمارت میں۔"

"عمارت کی تفصیل مجھے بتاؤ۔"

"رہائشی عمارت ہے' یہ فلور پورا ان کے پاس ہے۔"

"یہ نیویارک ہے نا؟"

"ہاں۔"

"زیبی! بظاہر ہمارے پاس اپنی بچت کا کوئی ذریعہ نہیں ہے لیکن بہت سے معاملات خدا پر جاتے ہیں۔ ہمیں حالات کا انتظار کرنا ہوگا۔"

"ٹھیک ہے' میں ان کے درمیان رہوں۔"

"زیبی' اس کے بعد تمہارے ساتھ کیا سلوک ہوگا؟"

"میں نہیں جانتی۔"

"کیا تم نیویارک میں کہیں روپوش ہو سکتی ہو؟" میں نے پوچھا۔

"میں اگر چاہوں زیبی تو میں بھرپور جدوجہد کر سکتا ہوں اور ان لوگوں کے نرغے سے نکل بھی سکتا لیکن میں ترلوکا کو فنا کرنے کا خواہشمند ہوں۔ اور یہ جذبہ میرے ذہن میں شدید ہے۔ اس لئے ابھی عرصہ میں ان لوگوں کی قید میں رہوں گا۔"

"لیکن تم ان کے درمیان مجبور ہو نواز۔"

"میں تمہیں اپنے بارے میں بتا چکا ہوں زیبی' بہرحال اتنا مجبور بھی نہیں ہوں۔ بس خود کو حالات ہارے چھوڑ رکھا تھا۔ لیکن اب میں تنہا نہیں ہوں۔" میں نے پیار سے اسے دیکھا اور زیبی مسکرا

"پھر کیا کرو گے نواز؟"

"مجھے میری بات کا جواب دو۔"

"کون سی بات؟"

"تم کسی بھی طرح چالاکی سے ان کے درمیان سے نکل جاؤ اور خود کو کہیں روپوش کر لو' میں ان تا ہوں۔"

"لیکن میں تمہاری طرف سے فکرمند رہوں گی۔"

"میں نے تمہیں عبادت کا طریقہ بتایا ہے۔"

"ہاں۔"

"بس عبادت کر کے میری سلامتی مانگتی رہنا۔"

"کیا تم لاس اینجلز تک جاؤ گے؟"

"ہاں جاؤں گا۔"

"اور اگر تمہیں کوئی حادثہ پیش آگیا......؟"

"ایک سال تک میرا انتظار کرنا زیبی۔ زندہ رہا تو اس دوران ضرور لوٹ آؤں گا اور اگر اپنی اس ش میں کام آگیا۔ تو زیبی ہمارے مذہب میں ایک گنجائش بھی ہے۔ ایک سال کے بعد تم چار ماہ اور دس ری موت کے سوگ میں گزارنا اور اس کے بعد اپنی زندگی کے لئے کوئی بہتر ذریعہ تلاش کر لینا۔ تم نکاح کر سکتی ہو۔" میں نے کہا اور زیبی نے میرے منہ پر ہاتھ رکھ دیا۔

"کیسی باتیں کر رہے ہو نواز۔"

"دراصل زیبی ہمیں کبھی حقیقت کی طرف سے آنکھیں نہیں بند کرنی چاہئیں۔ میں تنہا ہوں اور

میرے ساتھ صرف میرے ایمان کی قوت ہے۔ جبکہ ترلوکا کے بارے میں تم اچھی طرح جانتی ہو۔ یقینا
عزم اس وقت تک مجھے سکون سے نہ بیٹھنے دے گا جب تک کہ میں ترلوکا کو فنا نہ کر دوں یا خود فنا
ہو جاؤں۔"

"افسوس نواز میں تمہیں اس کام سے روک بھی نہیں سکتی۔ وہ دنیا میں جس طرح برائی پھیلا رہا
ہے جس طرح غلاظتوں کو ابھار رہا ہے اس کو مد نظر رکھتے ہوئے اسکی تباہی میں سمجھتی ہوں ہر اچھے انسان کا
فرض ہے' لیکن تمہاری تنہائی کا تصور کرکے وحشت بھی ہوتی ہے۔"

"میں نے کہا نا زیبی تم میری فکر نہ کرو۔ یوں بھی میرا آخری فیصلہ ہے اور میں تمہیں ایک شوہر کی
حیثیت سے حکم دیتا ہوں کہ میری ہدایت پر عمل کرنا۔"

زیبی رونے لگی اور میں دیر تک اسے تسلیاں دیتا رہا۔ پھر اس نے آنسو خشک کر لئے۔ رات
آخری منازل طے کر رہی تھی۔ جب سورج کی روشنی نمودار ہوئی تو اس نے مجھ سے جانے کی اجازت
چاہی۔

"جینگو نے مجھ سے کہا تھا کہ میں صبح کو واپس اس کے پاس پہنچ جاؤں۔" اس نے کہا۔

"ٹھیک ہے زیبی تم جاؤ۔ لیکن اب تمہاری انتہائی کوشش یہی ہوگی کہ تم یہاں سے نکل کر روپوش
ہو جاؤ۔"

"جب تم واپس آؤ گے نواز تو میں تمہیں کیسے تلاش کروں گی۔"

"میں خود تمہیں تلاش کر لوں گا۔ میں یہاں کے اخبارات میں اعلان کراؤں گا اور تم مجھ تک پہنچ
جانا۔ لیکن زیبی اب تمہیں اپنا خیال میرے لئے رکھنا ہوگا۔ تم اس انداز میں روپوش ہونا کہ کسی بھی صورت
تم ان کے ہاتھ نہ لگو ورنہ اچھا نہ ہوگا۔"

"میری جانب سے تم بے فکر رہنا نواز اور نہ ہی مجھے تلاش کرنے کی کوشش کرنا۔ ہاں اگر تم
کوئی خطرہ محسوس ہو تو تم اپنے طور پر کوئی کاروائی کر سکتے ہو۔"

"بالکل ٹھیک' میں تم سے اسی مدد کا طالب ہوں زیبی۔" میں نے جواب دیا اور زیب النساء دیر تک
آنسو بہاتی رہی۔

"افسوس نواز۔ افسوس یہ خوشی یہ بے پایاں خوشی ملی بھی تو کس قدر مختصر سے وقت کے لئے"
اس نے سسکیاں لیتے ہوئے کہا۔

"نہیں زیبی یہ الفاظ ادا نہ کرو بلکہ خدا سے دعا کرو یہ الفاظ مختصر نہ ہوں۔ ہاں ان میں ایک وقفہ
ضرور آ رہا ہے لیکن زیبی وقفے کوئی حیثیت نہیں رکھتے۔"

"ٹھیک ہے نواز مجھے بھروسہ ہے سچائی اتنی آسانی سے نہیں مرتی۔" اس نے کہا اور پھر اپنا لباس
درست کرنے لگی۔ "میری طرف سے مطمئن رہنا نواز اب میری زندگی کا محور صرف تم ہو۔ میں زندہ

ہاں ابھی تو تمہارے لئے باقی ساری باتیں میں ذہن سے فراموش کر چکی ہوں اور اب تمہارے علاوہ میرے
ذہن میں کوئی اور احساس باقی نہیں ہے۔"

"تمہارے یہ الفاظ مجھے ہمیشہ تقویت بخشیں گے زیبی۔ خدا حافظ۔" میں نے کہا اور وہ بھی مجھے
اسی انداز میں خدا حافظ کہہ کر کمرے سے باہر نکل گئی۔

اس کے جانے کے بعد میں ایک عجیب و غریب احساس کا شکار ہو گیا۔ اچانک ہی یہ کیا ہو گیا تھا۔
میں نے اپنی زندگی میں بے شمار لڑکیوں کو ٹھکرا دیا تھا جو بلاشبہ رحم کی مستحق تھیں اور انہوں نے
دل سے میرے قرب کی تمنا کی تھی۔ لیکن میں تو دنیا میں کسی پر اعتبار ہی نہیں کرتا تھا اور اب جب
ذہن میں ایک اعتبار جاگا تھا' ایک اعتماد جاگا تھا جو مذہب کہلاتا ہے تو مذہب نے میرے اوپر ایک اور ذمہ
داری سونپ دی تھی۔ کیسی انوکھی ذمہ داری تھی وہ۔ بھلا میں اور شادی۔ یہ تصور میں نے کبھی نہیں کیا تھا۔
میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ زندگی کبھی کسی منزل تک پہنچنے کی کوشش کرے گی۔

لیکن ایک منزل مل گئی تھی اور یہ منزل ایسی تھی جسے میں نے کسی مجبوری کے تحت نہیں اپنایا تھا۔
میں چاہتا تو اپنی بات پر اڑا رہتا ——— ٹھیک ہے زیب النساء نے میری مدد کی تھی۔ اس نے اپنی زندگی
کو اس وجہ سے خطرے میں ڈالی تھی لیکن بہر صورت ایسی تو بے شمار لڑکیاں میری زندگی میں آئی تھیں۔ لیکن
میں نے کبھی کسی کی پذیرائی نہیں کی۔ میں اس کی موت بھی گوارا کر لیتا۔ لیکن اس بدلی ہوئی زندگی کو نئے
انداز کی تلاش تھی اور میرے ذہن میں کچھ نئے تصورات جاگے تھے۔ ان تصورات کے سہارے زندگی
نئے انداز میں گزرتی ہے یہ دیکھنا تھا۔

کافی دیر گزر گئی۔ میں انہی خیالات میں غلطاں و پیچاں تھا کہ اس خوبصورت کمرے کا دروازہ کھلا اور
دو آدمی اندر داخل ہو گئے۔ ان میں سے ایک آدمی ہاتھ میں ٹرے لئے ہوئے تھا۔ خلاف معمول وہ لوگ
میرے ساتھ بڑے اچھے انداز میں پیش آئے۔

"ناشتہ کیجئے جناب۔" ان میں سے ایک نے کہا۔

"شکریہ۔ جینگو کہاں ہے۔"

"موجود ہیں اور ناشتے کے بعد آپ سے ملاقات کے خواہشمند ہیں۔" اس شخص نے جواب دیا۔

"لیکن میں اس سے کہاں مل سکتا ہوں۔"

"آپ ناشتہ کر کے تیار ہو جائیں۔ مسٹر جینگو اسی عمارت میں موجود ہیں میں آپ کو ان کے پاس
لے چلوں گا۔"

"ٹھیک ہے۔" میں نے لاپرواہی سے کہا اور ناشتے میں مصروف ہو گیا۔ وہ دونوں ایک دوسرے کی
شکل دیکھتے رہے پھر باہر نکل گئے۔

پھر جونہی میں ناشتے سے فارغ ہوا وہ دوبارہ پہنچ گئے۔ "کیا آپ تیار ہیں' مسٹر جینگو آپ سے ملاقات

کے خواہش مند ہیں۔"

"چلو۔" میں نے کہا اور ان کے ساتھ باہر نکل آیا۔ میرے اندر بڑا اعتماد تھا اور میں اب ہر مول لینے کے لئے تیار تھا۔ عمارت بے حد خوبصورت تھی۔ ہر حصہ قیمتی چیزوں سے آراستہ تھا۔

جس کمرے میں جینگو نے مجھ سے ملاقات کی وہ حسن میں بے مثال تھا وہ مجھے دیکھ کر مسکرایا میں بھی مسکرانے لگا۔ ویسے جینگو اپنے اسی لباس میں تھا۔ میں جانتا تھا کہ وہ میری جانب سے غافل تو نہیں ہوگا

"ہیلو نواز۔" اس نے میرا خیر مقدم کیا۔

"ہیلو جینگو۔"

"تمہارے انداز میں نرمی نظر آ رہی ہے نواز۔ بہرحال تم نے ایک اچھا فیصلہ کیا اور میں نے اس وقت تمہیں دوستانہ ماحول میں ہی بلایا ہے۔"

"شکریہ جینگو۔"

"بیٹھو نواز۔" اس نے کہا' وہ ایک ایسی کرسی پر بیٹھا ہوا تھا جس میں بہت سے بٹن لگے ہوئے تھے میں اسکے قریب ہی بیٹھ گیا۔ ویسے میری نگاہیں اس سسٹم کا جائزہ لے رہی تھیں جس کے ذریعے گولیاں برسا سکتا تھا۔ وہ سرخ دستانے اب بھی اس کے ہاتھ میں تھے' جن کے دہانے اسٹین گن کی نال جینگو کے دونوں ہاتھ کرسی کے ہتھوں پر رکھے ہوئے تھے اور وہ کافی مستعد نظر آ رہا تھا۔

"اب بھی تمہارے خیالات میں کوئی تبدیلی نہیں آئی نواز۔"

"کیا مطلب؟"

"کیا تمہیں اس کا بات کا یقین نہیں ہوا کہ معاشرے کے سارے اصول فرسودہ ہیں۔ اور انسان مرضی سے کچھ نہیں کر سکتا۔"

"معاشرہ اپنی جگہ درست ہے جینگو' رہی انسان کی بات تو اسکی کمزوری کے اعتراف سے مجھے نہیں۔"

"بے مقصد ضد ہے نواز' اور خاص طور سے اب تم نے مجبور ہو کر وہ سب کچھ نہیں کیا جو تم کرنا چاہتے تھے۔"

"اب بھی وہی باتیں دہراؤ گے جینگو' کیوں نہ ان ساری باتوں کو یہیں چھوڑ دو۔"

"چھوڑ دوں گا۔ بس یہ میری ضد تھی جو پوری ہو گئی اور اب مجھے تم سے کوئی اختلاف نہیں۔"

"اور میریا ڈالسنگ سے؟" میں نے پوچھا۔

"اس کے سارے قصور معاف کر دیئے گئے۔ میں اسی قسم کا آدمی ہوں۔ حالانکہ اس نے اعتماد کو دھوکہ دیا' لیکن وہ کام کر کے جس کی مجھے شدت سے خواہش تھی اس نے اپنے گناہ دھو دیئے میں نے اسے خلوص دل سے معاف کر دیا۔"

"یہ تم نے بہت اچھا کیا جینگو۔ کیا میری ایک درخواست قبول کر لو گے؟"

"ہاں ہاں کہو' میں تم سے بہت خوش ہوں۔"

"چند لمحات کے لئے میریا کو بلوا دو۔ میں اس سے کچھ باتیں کرنا چاہتا ہوں۔" میں نے کہا۔

"تھوڑی دیر کے بعد سہی' کیا وہ بہت پسند آئی ہے تمہیں؟"

"ہاں۔"

"وہ لڑکی جنسی معاملات میں صفر تھی۔ نہ جانے کس طرح تم نے اسے بیدار کر لیا۔ بہرحال میں تمہیں مبارکباد دیتا ہوں۔"

"شکریہ' لیکن اسے....."

"بلوا دوں گا۔"

"ابھی۔ اس کے بعد ہم گفتگو کریں گے۔"

"اچھا ایک منٹ۔" جینگو نے کہا اور پھر کرسی پر لگا ہوا ایک بٹن دبا دیا۔ چند ساعت کے بعد ایک آواز ابھری۔

"یس مسٹر جینگو۔"

"میریا ڈالسنگ کو بھیج دو۔"

"اوکے سر۔" جواب ملا اور جینگو نے سوئچ آف کر دیا۔ پھر وہ مسکراتی نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگا۔

"معاشرے کا بھوت کب تک تمہارے ذہن سے اتر جائے گا۔"

"جس وقت تم مجھے قائل کر دو گے۔"

"یہ کام اب ترلوکا خود کرے گا۔ میں بہت جلد تمہیں اس کے پاس لے جاؤں گا۔ اپنا کام میں انجام دے چکا ہوں۔"

"چلو ٹھیک ہے' اس وقت تک کے لئے اس موضوع کو جانے دو۔" میں نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔ اور اسی وقت پھر ایک کلک کی آواز سنائی دی اور جینگو نے سوئچ آن کر دیا۔ جو اس نے پہلے دبایا تھا۔

"مسٹر جینگو۔"

"ہاں کہو' کیا بات ہے۔"

"مس میریا ابھی تھوڑی دیر قبل کار لے کر کہیں گئی ہیں۔ کیا کسی کو ان کی تلاش میں بھیجا جائے۔"

"نہیں۔ جب واپس آ جائیں تو ان سے کہنا مسٹر نواز سے مل لیں۔"

"بہتر جناب۔" جواب ملا اور میرے ذہن نے خوشی کا نعرہ لگایا۔ زیبی ان کے نرغے سے نکل گئی۔

میرا چہرہ مسرت سے سرخ ہو گیا تھا۔

"بہرحال مسٹر نواز' میں آپ کے اندر بہت سی تبدیلیاں پا رہا ہوں اور محسوس کر رہا ہوں کہ میری کوشش کارگر رہی۔ میریا ہمیشہ کے لئے آپ کو دے دی گئی آپ اسے اپنے تصرف میں رکھیں۔ دراصل ہم ہر قیمت پر آپ کو چاہتے ہیں۔"

"آپ کا خیال غلط ہے مسٹر جینگو' میں آج بھی آپ سے' آپ کے مسلک سے نفرت کرتا ہوں اور آپ نے یہ کیسے سمجھ لیا کہ آپ اپنی کوشش میں کامیاب ہو گئے ہیں۔"

"میریا کے سلسلہ میں۔"

"ہاں۔ اسی کا ذکر کر رہا ہوں۔"

"اوہ مسٹر نواز' کیا آپ اس بات سے انکار کریں گے کہ آپ نے میریا کو اس حیثیت سے قبول نہیں کیا۔"

"انکار کروں تو؟"

"اس کا انتظام بھی کر لیا گیا ہے' سامنے دیکھئے۔" جینگو نے کہا اور دوسرا بٹن دبایا اور سامنے لگے ہوئے اسکرین پر روشنی پڑنے لگی اور پھر اس روشنی میں کچھ تصویریں نظر آئیں۔ غالباً" کوئی پروجیکٹر چل رہا تھا۔ اور پھر زیبی اور میں نمایاں ہو گئے۔ ہماری ساری حرکات کی ایک خاموش فلم تیار کر لی گئی تھی۔ میرا چہرہ غصے سے سرخ ہو گیا۔ تھوڑی دیر کے بعد فلم ختم ہو گئی۔ اور جینگو نے بٹن بند کر کے مسکراتے ہوئے میری جانب دیکھا۔

"اس فلم کی موجودگی میں تم اس بات سے انکار کرو گے۔" اس نے سوال کیا۔

جینگو تم انتہائی احمق انسان ہو' اس کے علاوہ اور کیا کہہ سکتا ہوں اور تم نے میری خلوت کی جو فلم تیار کی ہے یہ بھی ایک گھناؤنا جرم ہے۔ تمہاری حماقت کا اظہار تمہاری اس مسرت سے ہوتا ہے۔ تم ایک بار پھر اس فلم کو دیکھو اور بتاؤ کیا تم دنیا کے سب سے بڑے احمق نہیں ہو۔ میں نے یہاں بھی تمہیں شکست دی ہے' جینگو یہاں بھی تم نے میرے ہاتھوں شکست کھائی ہے۔"

"کیا بکواس ہے۔" جینگو کسی قدر بوکھلائے ہوئے انداز میں بولا۔

"ہاں۔ تم نے اس فلم میں میری اور میریا کی حرکات پر غور نہیں کیا یا پھر میرے مذہب کے بارے میں تم کچھ نہیں جانتے۔ میریا اب میریا ڈالسنگ نہیں بلکہ اب اس کا نام زیب النساء ہے' اور وہ میری بیوی ہے اور ہمارے مذہب میں صرف بیوی حلال ہوتی ہے اس نے میرا مذہب قبول کیا جس کا مظاہرہ تم دیکھ چکے ہو' اس کے بعد اس نے عبادت کی۔ چنانچہ میں اپنے مسلک پر سختی سے کاربند ہوں اور تم نے یہاں ایک بدترین شکست کھائی ہے۔"

"کیا بکواس ہے۔" جینگو دھاڑتا ہوا دونوں ہاتھ اپنی کرسی کے ہتھوں پر پٹخ کر بولا۔

"اور تمہیں کبھی اس کی اجازت نہیں دوں گا جینگو کہ تم میری بیوی کی کوئی ایسی فلم تیار کرو۔ تمہیں یہ فلم تباہ کرنا ہو گی۔"

"بکواس مت کرو۔۔۔۔ میں۔۔۔۔ میں تم دونوں کے چیتھڑے اڑا دوں گا۔" جینگو نے خونخوار انداز میں کہا۔ اس کے دونوں ہاتھ اب بھی کرسی کے ہتھے پر رکھے ہوئے تھے اور بدن میں ہلکی ہلکی لرزش تھی۔ شاید وہ بے پناہ غصے کا شکار تھا۔ اور یہی وقت تھا جب میں اپنی آخری کوشش پر عمل کرتا۔ دوسرے لمحے میں نے بیٹھے بیٹھے جینگو پر چھلانگ لگائی اور سب سے پہلے میں نے اپنے دونوں ہاتھ اس کی کلائیوں پر جما دیئے تاکہ وہ کرسی کے ہتھوں پر ہی جمے رہیں اور اس کے بعد میں نے جمناسٹک کا مظاہرہ کرتے ہوئے اپنے جسم کو اوپر اٹھایا اور قلابازی کے سے انداز میں پلٹا۔ پھر نے اپنی دونوں ٹانگوں سے اس کی گردن کو جکڑ لیا۔

اب صورت حال یہ تھی کہ جینگو کرسی پر بیٹھا تھا۔ میرے دونوں ہاتھ اس کی کلائیوں پر رکھے تھے اور ان کا پورا وزن جینگو کے ہاتھوں پر تھا۔ تب میں نے اپنے بدن کو دوسری جانب گرا دیا اور اپنی ٹانگوں سے جینگو کی گردن میں قینچی بنالی۔ جینگو کے ہاتھ میرے ہاتھوں کی مضبوط گرفت میں تھے اور میں دونوں ٹانگوں سے اس کی گردن دبا رہا تھا۔

جینگو انتہائی کوشش کر رہا تھا کہ اس کا ایک ہاتھ آزاد ہو جائے تو وہ اس بیٹری کا سوئچ آن کر دے جس سے اسٹین گن استعمال ہو سکتی تھی۔ لیکن میری یہی کوشش تھی کہ میں اسے آزاد نہ ہونے دوں۔

میری رانیں انتہائی سختی سے اس کی گردن دبا رہی تھیں اور یہ میری زندگی کا سب سے بڑا کارنامہ تھا جو میں انتہائی نامساعد حالات میں انجام دے رہا تھا۔ لیکن میرے اندر جو ایک روحانی قوت پیدا ہو گئی تھی بلا شبہ وہ میری معاون تھی۔

جینگو حالانکہ ایک تندرست و توانا آدمی تھا۔ لیکن اس وقت وہ اپنی پوری کوشش کے باوجود اپنے ہاتھوں کو میرے ہاتھوں سے یا اپنی گردن کو میری رانوں سے بچا نہیں پا رہا تھا۔ حالانکہ اگر وہ ذرا سی بھی کوشش کرتا تو اپنے آپ کو بچا سکتا تھا۔ لیکن بہرحال یہ بات اس کے ذہن میں نہ آئی اور وہ صرف اپنی گردن کو جھٹکنے اور ہاتھوں کو نکالنے کی کوشش کرتا رہا۔ میں اپنی رانوں سے اس کی گردن رگڑ رہا تھا اور چند ساعت کے بعد میں نے محسوس کیا کہ جینگو کی گردن ایک جانب ڈھلک گئی ہے۔

پھر جب میں نے اس کی شکل دیکھی تو خود بھی حیران رہ گیا۔ جینگو کی زبان باہر لٹک رہی تھی اور اس کی آنکھیں پھٹی ہوئی تھیں۔ میری رانوں کی گرفت میں اس نے دم توڑ دیا تھا۔ انسانیت کو آزادی دلانے والا ایک بدترین شخص موت کا شکار ہو گیا تھا۔ معاشرے کا دشمن بالآخر میرے ہاتھوں فنا ہو گیا تھا۔ میرا دل خوشی سے ناچنے لگا۔

مجھے یقین تھا کہ ابھی تک اس کے ساتھیوں کو اس جدوجہد کے بارے میں معلوم نہیں ہو سکا۔ اس لئے نکل جانے کی کوشش کرنی چاہئے۔ لیکن یہ فلم' یہ پروجیکٹر بھی میں یہاں نہیں چھوڑ سکتا تھا۔ اس فلم

میں میری عزت پوشیدہ تھی۔

میں نے کرسی کے ہتھوں پر لگے ہوئے بٹنوں کو دیکھا۔ اس بٹن کا اندازہ نہ ہسکا جس سے پروجیک آن ہو سکتا تھا۔ چنانچہ میں نے یکے بعد دیگرے سارے بٹن دبادیئے اور دیوار میں ایک خوفناک دھماکہ ہوا اور بے شمار شعلے لپکے۔ شاید کچھ غلط بٹن دب گئے تھے۔ دوسرے لمحے ریشمی پردے نے آگ پکڑلی۔ اور پھر آگ اس شدت سے بھڑکی کہ پورا کمرہ جہنم بن گیا۔ میں اس جہنم سے باہر نکلنے کا راستہ تلاش کر رہا تھا شعلوں کی تپش مجھے جلائے دے رہی تھی پھر ہوا کا ایک جھونکا آیا۔ اور اس کے ساتھ ہی بے شمار خوفزدہ آوازیں بھی۔

"آگ ــــــ آگ لگ گئی۔ مسٹر جینگو یہیں ہیں۔" کسی نے کہا اور اس سے قبل کہ میں دروازے کے سامنے سے ہٹتا بہت سے لوگ چیختے ہوئے میرے اوپر آپڑے۔

☆ ☆ ☆

دھواں گہرا سیاہ دھواں میرے حلق میں بھر رہا تھا۔ لیکن میں ہوش میں تھا کسی کے ہاتھ میری ٹانگ آگئی اور وہ مجھے گھسیٹتا ہوا باہر کھینچ لے گیا۔ خوفناک افراتفری مچی ہوئی تھی۔ نہ جانے کس طرح کسی کی ٹھوکر میرے سر پر پڑی اور میرے حواس تاریکیوں میں جاسوئے۔ میں بے ہوش ہو گیا تھا۔

زندگی تھی تو ہوش بھی آنا ہی تھا۔ میں نے محسوس کیا کہ میری آنکھیں کھل گئی ہیں لیکن ــــــ لیکن چاروں طرف گہری تاریکی پھیلی ہوئی ہے۔ شاید رات ہے گہری سیاہ رات۔ لیکن میرے احساسات جاگ رہے تھے۔ ذہن بھی کسی اذیت کا شکار نہیں تھا۔ ایک عجیب سی کیفیت تھی۔ میں ان کے جال سے نکل نہیں سکا تھا۔

پھر کچھ اور محسوس کیا تو اندازہ ہوا کہ اس بار...... میرے بدن کے نیچے کوئی نرم بستر نہیں ہے بلکہ کھردری سخت زمین تھی جو خاصی ٹھنڈی محسوس ہو رہی تھی۔ میں نے اپنے چاروں سمت ٹٹولا' کچھ بھی نہیں تھا۔ لیکن یہ سیاہ رات۔

دفعتاً" مجھے ایک نسوانی قہقہہ سنائی دیا اور میں چونک پڑا۔ کوئی نزدیک ہی موجود تھا۔ پھر کچھ بے ہنگم مردانہ قہقہے اور اس کے بعد ایک آواز۔

"ڈارلنگ تم کتنی خوبصورت ہو"

"اوہ تم بھی تو"۔

"یہ ساری دنیا ہی خوبصورت ہے"۔

"ہم اس دنیا میں حسن سمیٹنے آئے ہیں۔ آؤ میرے نزدیک آجاؤ ڈارلنگ" مستی میں ڈوبی ہوئی آواز اور اس کے بعد کچھ اور عجیب سی آوازیں۔ کیا تاریکی میں میرے نزدیک کوئی اور بھی موجود ہے۔ میں ٹٹول ٹٹول کر ادھر ادھر دیکھنے لگا لیکن مجھے کچھ نظر نہ آیا۔

"اوہ۔ یہ تمہارے ہاتھ کو کیا ہوا؟"

"چوٹ لگ گئی تھی" جواب ملا اور میں نے عجیب سے انداز میں سوچا۔ اگر کوئی میرے نزدیک ہی ہے تو مجھ سے بے خبر کیوں ہے۔ یا پھر ــــــ یا پھر' اوہ۔ ایک اور خیال میرے ذہن میں آیا اور اس نے میرے ذہن میں سنسنی سی دوڑا دی۔

کہیں ایسا تو نہیں میری بینائی کھو گئی ہو۔ میں اندھا تو نہیں ہو گیا۔ اس بھیانک خیال کے ساتھ ہی بدن میں جھرجھری سی آگئی اور میں نے اسی دم زمین کا سہارا لیا اور اٹھ کھڑا ہوا۔

پھر میں تاریکی میں آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھنے کی کوشش کرتا رہا اور آہستہ آہستہ میں نے محسوس کیا میں اندھا نہیں ہوں۔ کیونکہ جب آنکھیں تاریکی میں دیکھنے کی عادی ہو گئیں تو مجھے کچھ کچھ نظر آنے

خاصی کشادہ جگہ تھی جہاں میں موجود تھا۔ لیکن اس جگہ کے خدوخال واضح نہیں تھے۔ تب پھر میری آنکھیں بند ہو گئیں۔

انتہائی تیز روشنی پھیل گئی تھی۔ بالکل ایسی جیسے چھپے ہوئے سورج کو عریاں کر دیا گیا ہو اور یہ روشنی بائیں سمت سے آرہی تھی۔ مجھ سے ایک مخصوص فاصلے پر بے شمار لوگ موجود تھے۔

بوڑھے' جوان' مرد' عورتیں ــــــ ایک سے ایک حسین شکل و صورت کا مالک۔ ان میں بھانت بھانت کے لوگ شامل تھے۔ ان کا تعلق کسی ایک ملک سے نہیں تھا لیکن تعجب خیز بات یہ تھی کہ شاید اس پوری جگہ لباس نام کی کوئی چیز نہیں تھی۔ سب کے سب برہنہ بدمستیوں میں مصروف تھے۔ چرس اور دوسری منشیات کا دھواں بلند ہو رہا تھا...... لیکن حیرت کی بات تھی کہ ان کی بو مجھ تک نہیں پہنچ رہی تھی۔ یوں لگتا تھا جیسے کسی رنگین فلم کا منظر نمایاں ہو گیا ہو لیکن وہ تصویریں نہیں تھیں جیتے جاگتے لوگ تھے۔ لیکن مجھ سے ان کا مخصوص فاصلہ کیوں ہے؟ میں نے سوچا۔ ان مناظر سے اب اتنا اجتناب تو نہیں برت سکتا تھا کہ اپنی جگہ سحرزدہ ہو کر رہ جاتا۔ یہ سب کچھ غیر اخلاقی تھا۔ لیکن اندازہ تو لگانا چاہیے۔ میں اپنی جگہ سے اٹھ کر ان کے نزدیک پہنچنے کی کوشش کرنے لگا۔ میں ان میں...... شامل تو نہیں ہونا چاہتا تھا لیکن یہ دیکھنے کا خواہش مند ضرور تھا کہ مجھے دیکھ کر ان پر کیا ردعمل ہوتا ہے۔

لیکن دفعتاً" میں کسی چیز سے ٹکرایا اور گرتے گرتے بچا۔ کوئی ٹھنڈی دیوار تھی۔ میں نے تحیر خیز انداز میں اسے ٹٹولا اور پھر ایک ٹھنڈی سانس لے کر رہ گیا۔ میرے اور ان کے درمیان موٹے شیشے کی دیوار تھی۔

روشنی میں' میں نے اس دیوار کو دیکھا۔ اوپر چھت تک چلی گئی تھی اور خاصی لمبی چوڑی تھی۔ بڑا طلسمی منظر تھا۔ دوسری طرف ہونے والی بدمستیاں بڑی ہیجان خیز تھیں۔ ہر عمر کے لوگ موجود تھے لیکن یوں لگتا تھا جیسے وہ سب بینائی سے محروم ہوں۔ کسی کو کسی سے اجتناب نہیں تھا بلکہ وہ ایسی ایسی گھناؤنی حرکتیں کر

رہے تھے کہ انسانیت شرم سے پانی پانی ہو جائے۔

میں نے ایک ٹھنڈی سانس لی اور پھر دیوار کی جانب سے توجہ ہٹا کر اپنے قید خانے کا جائزہ لینے لگا ایک بار پھر مجھے حیرت ہوئی تھی۔ قید خانہ ایک غار کی شکل میں تھا۔ چاروں طرف ناہموار کھردری کچی دیواریں تھیں۔ سخت پتھریلی چٹانیں ابھری ہوئی تھیں۔

کیا یہ کارخانہ کسی پہاڑی غار میں تراشا گیا ہے' یا پھر کسی عمارت کو یہ حالت دینے کی کوشش کی گئی ہے۔ لیکن چٹانیں جس انداز میں بکھری ہوئی تھیں اور غار جس قدر کشادہ تھا' اسے دیکھ کر اندازہ ہوتا تھا کہ یہ انسانی ہاتھوں کی کاریگری نہیں ہے۔ ایک بار پھر میں نے دیوار کے دوسری طرف دیکھا۔ دوسری طرف کا حصہ بھی غار ہی تھا۔ گویا اس غار میں درمیان سے شیشے کی دیوار کا حصہ علیحدہ کر دیا گیا تھا۔ لیکن یہ روشنی؟ میں نے جائزہ لیا۔ روشنی قدرتی نہیں تھی لیکن ایسی ایسی جگہوں سے پھوٹ رہی تھی جو نگاہوں سے پوشیدہ تھی۔ یہی روشنی شیشے کی دیوار سے چھن کر اسی جانب آ رہی تھی۔ لیکن شیشے کی دیوار کے پیچھے کا یہ منظر اتنا گھناؤنا تھا کہ میں بیان نہیں کر سکتا۔ ان لوگوں کے اغراض و مقاصد اور ان کے خیالات سے تو میں پہلے ہی سے واقف تھا۔ چند ایسی جگہوں پر ان کی بدکاریوں کے وہ نمونے دیکھ چکا تھا جو بہرصورت مہذب کہلاتی تھیں۔ چنانچہ جو کچھ نہ ہوتا' کم تھا۔

میں نے اس جانب سے منہ پھیر لیا۔ یہ مناظر تو میرے لیے اس وقت دلکش تھے جب میں عمل کی اس زندگی میں نہیں آیا تھا۔

چند ساعت میں وہیں کھڑا رہا۔ میرا خیال تھا کہ وہ لوگ بھی مجھے دیکھ رہے ہوں گے کیونکہ شیشے کی دیوار سے روشنی چھن کر اس جگہ کو بھی منور کر رہی تھی۔ اس کے بعد میں آگے بڑھ گیا۔

سوچا یہ تھا کہ ذرا اندازہ تو لگاؤں کہ میں نیویارک کے کون سے حصے میں ہوں۔ اس طویل و عریض غار کا کوئی دروازہ تو ہو گا اور دوسری بات یہ کہ یہ پہاڑیاں کس جگہ واقع ہیں۔ چنانچہ میں اس وسیع غار کے اس حصے کی جانب بڑھ گیا جہاں کسی قدر تاریکی نظر آ رہی تھی۔ چنانچہ میں اس دھبے کے نزدیک پہنچ گیا اور میرا اندازہ درست تھا۔

وہ غار کا دہانہ ہی تھا۔ میں بے تکان اس دہانے میں داخل ہو گیا جو ہو گا دیکھا جائے گا۔ فکر کرنے کی ضرورت بھی کیا ہے لیکن یہ دہانہ کہیں باہر نہیں نکلتا تھا بلکہ ایک لمبی سی سرنگ تھی جو دور تک چلی گئی تھی۔

میں اس سرنگ میں آگے بڑھتا رہا اور سرنگ خاصی لمبی ثابت ہوئی اور جس جگہ اس کا اختتام ہوا' اسے دیکھ کر بھی میں حیران رہ گیا۔

ایک چوکور ہال تھا جس میں گول گول دروازے لگے ہوئے تھے اور دروازوں سے غالباً" دوسری جانب جایا جا سکتا تھا۔ ہال میں چاروں طرف صوفوں کا ایک سیٹ لگا ہوا تھا۔ درمیان میں قیمتی قالین بھی بچھا ہوا تھا اور ان صوفوں پر پانچ آدمی بیٹھے ہوئے تھے۔

میں نے ان لوگوں کی شکلیں دیکھیں۔ دنیا کے مختلف ممالک سے تعلق رکھتے تھے۔ ایک غالباً" جاپانی تھا۔ تین کسی سفید ملک کے باشندے معلوم ہوتے تھے اور دو افریقی تھے۔ یہ پانچوں کسی گہری سوچ میں گم تھے۔ میرے قدموں کی چاپ سن کر انہوں نے نگاہیں اٹھا کر دیکھا۔ بڑی قنوطیت تھی ان کی نگاہوں میں ان میں سے جاپانی نے مسکرا کر مجھے خوش آمدید کہا۔

"آیئے۔ تشریف رکھیے۔"

میں نے تعجب سے انہیں دیکھا تھا۔ پھر میں آہستہ سے ان کے نزدیک پہنچ گیا۔

"تشریف رکھیے۔ تکلف کیا؟" جاپانی نے ایک بار پھر کہا اور دوسرے لوگ بھی اسی انداز میں سمٹ گئے جیسے کسی مہمان کی آمد پر پذیرائی کے طور پر کیا جاتا ہے۔ میں ایک لمحے کے لیے الجھا پھر صوفے پر بیٹھ گیا۔

"بدقسمتی سے ہم لوگ آپس میں متعارف نہیں ہیں" ایک شخص نے کہا اور دوسروں نے اس کی تائید کی۔

"میں آپ لوگوں سے تعارف حاصل کرنا چاہتا ہوں" میں نے کہا۔

"ہاں ہاں کیوں نہیں۔ ہم تین آسٹریلیا کے باشندے ہیں۔ یہ ہمارے دوست ہیں جن کا تعلق افریقہ سے ہے اور یہ ایشیائی ہیں۔ یعنی جاپان کے باشندے۔ میرا خیال ہے' ناموں کے بارے میں گفتگو بے سود ہے۔ آپ کا تعلق کہاں سے ہے؟"

"میں بھی ایشیائی ہوں" میں نے جواب دیا۔

"خوب' بڑی خوشی ہوئی آپ سے مل کر۔ تشریف رکھیے' میں ان لوگوں کے اس رویے سے حیران تھا۔ دیکھ کر ان لوگوں کو کوئی حیرت نہیں ہوئی تھی۔ چنانچہ میں بھی بے فکری سے ان کے نزدیک بیٹھ گیا۔

"سگریٹ پیش کیا جائے؟" ان میں سے ایک نے کہا۔

"چرس بھرا سگریٹ ہے؟" میں نے پوچھا۔

"نہیں۔ ہم لوگوں میں سے کوئی چرس نہیں پیتا۔"

"ارے کیوں؟" میں نے طنزیہ انداز میں پوچھا۔

"ہم لوگ اپنی عمر کی وجہ سے اس کے متحمل نہیں ہو سکتے۔"

"خوب۔ لیکن میں آپ لوگوں کے بارے میں جاننا چاہتا ہوں۔"

"ضرور۔"

"آپ لوگ کون ہیں اور یہاں کیا کر رہے ہیں؟"

"تجسس ایک فطری چیز ہے۔ انسان ایک دوسرے کے بارے میں بہت کچھ جان لینے کا خواہاں ہوتا

ہے۔ میرا نام ہاورڈ ہے۔ نبراسکا یونیورسٹی میں فلسفے کا پروفیسر ہوں۔ اور میں نے فلسفہ پر دس کتابیں لکھی ہیں
جو دنیا بھر کی یونیورسٹیوں کے نصاب میں شامل ہیں"۔

"تب پھر آپ یہاں کیا کر رہے ہیں مسٹر ہاورڈ؟"

"اپنا سارا فلسفہ ڈبونے آیا ہوں اور اس بات کا اعتراف کرنے کے لیے آیا ہوں کہ میں اول درجے
کا گدھا ہوں"۔

"خوب' کیوں؟"

"اس لیے کہ فلسفے کی تصانیف میں میں نے دنیا کو جو کچھ بتایا ہے' اس عظیم فلسفی کے چند الفاظ
آگے ہیچ ہو گیا ہے' جس کا نام ترلوکا ہے"۔

"خوب' تو آپ نے اس کی پیروی اختیار کر لی ہے؟"

"ہاں' میرے عزیز۔ انسان کو کسی فلسفے کی ضرورت کیوں نہیں ہے۔ اس کے ننھے سے ذہن کو ا
دینا حماقت ہے"۔

"اور تہذیب کے اقدار؟" میں نے سوال کیا۔

"اس کے بارے میں ڈاکٹر ڈنہام تمہیں بتائیں گے" اس نے دوسرے شخص کی طرف اشارہ کیا
ایک معمر اور سنجیدہ شکل کا انسان تھا۔

"میرا خیال ہے مسٹر' آپ کا بھی کوئی نام تو ہو گا؟" اس نے میری جانب دیکھا۔ "ہاں! میرا نام
ہے۔ لیکن آپ کو نام کی ضرورت کیوں پیش آ گئی" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"ذہنوں کو پیچھے لے جانے میں وقت لگے گا"۔

"وقتوں کا احساس نہیں ہے؟" میں نے چبھتے ہوئے لہجے میں پوچھا۔

"یہ ساری الجھنیں خود بخود فنا ہو جائیں گی"۔

"یہاں میرا نام نواز اصغر ہے"۔

"تو میں کہہ رہا تھا کہ آئیے آپ کو عملی تجربہ کرایا جائے' آئیے" وہ اٹھ کھڑا ہوا اور دوسرے
بھی اس کے ساتھ ہی اٹھ کھڑے ہوئے تھے۔ پھر وہ ایک دروازے کی جانب بڑھ گئے۔ میں بھی ا
ساتھ تھا۔ اس دروازے سے بھی ایک سرنگ دور تک چلی گئی تھی اور سرنگ کے دہانے پر ہوا
جھونکے ہمارے استقبال کے لیے تیار تھے۔

دہانے سے باہر ایک چھوٹا سا درہ نظر آ رہا تھا۔ جہاں عجیب و غریب جھونپڑے نظر آ رہے تھے
جھونپڑوں کے درمیان ننگ دھڑنگ لوگ چل پھر رہے تھے۔ ان کی داڑھیاں اور بال بڑھے ہوئے
عورتیں بھی لباس سے عاری تھیں اور خاموشی سے اپنے چھوٹے موٹے کاموں میں مصروف تھیں
کسی طرف پڑا ہوا تھا کوئی کسی طرف۔ وہ سب عامیانہ انداز میں چلتے ہوئے آگے بڑھ آئے اور پھر ان

آپ نے انگلی کے اشارے سے ایک مرد کو نزدیک بلایا اور وہ ہم تک پہنچ گئے۔

"تمہارا نام کیا ہے؟"

"نام ----- میں اپنا نام بھول چکا ہوں"۔

"چلو ٹھیک ہے' یہی بتا دو تم اپنی عملی زندگی میں کیا تھے" پروفیسر ہاورڈ نے کہا۔

"عملی زندگی میں ----- میں ایک ملک کا وزیر داخلہ تھا" اس شخص نے جواب دیا اور میں چونک
کر اس کی شکل دیکھنے لگا۔

"کیا تم نے ملک کی سیاست میں بھرپور حصہ لیا تھا؟"

"یہ بات تو آپ خود سوچ سکتے ہیں جناب کہ وزیر داخلہ کے کیا فرائض ہوتے ہیں؟"

"لیکن تم نے اپنے خیالات و افکار چھوڑ کر یہ زندگی کیوں اپنائی؟"

"اس لیے کہ مجھے جو کچھ کرنا پڑا' جب میں نے اس کا تجزیہ کیا تو مجھے محسوس ہوا کہ میں نے بلا وجہ
اپنی ذات پر بے شمار بوجھ لاد رکھے ہیں۔ حالانکہ زندگی ختم ہو جانے کے لیے ہے۔ اگر میں بہت سارے بوجھ
اٹھائے مرجاتا تو دنیا مجھے کیا دیتی۔ میں نے اپنا تجزیہ کیا تو محسوس ہوا کہ بہت سارے لوگ میرے اس
ے کی وجہ سے تکالیف کا شکار ہوئے۔ تبھی میں نے سوچا کہ کچھ نہیں ہے۔ زندگی اتنی ہی آزاد ہونی
ہے۔ اب جب ہم خود کو پتھروں کے دور میں محسوس کرتے ہیں تو ہمیں احساس ہوتا ہے کہ بے شمار بوجھ
ہم نے خود اپنے ساتھ ظلم کیا ہے۔ روح کی آزادی بے حد ضروری ہے"۔

"سبھی مسٹر نواز؟" ہاورڈ نے میری جانب دیکھ کر سوال کیا اور میں ہنس پڑا۔

"خوب یہ تو تمہارے پڑھائے ہوئے طوطے ہیں"۔

"یہ بات نہیں' میرے دوست"۔

"پھر کیا بات ہے؟"

"ان میں سے ہر شخص حقیقت کا متلاشی تھا اور بالآخر اس وادی میں آ کر انہوں نے حقیقت پالی

"گویا حقیقت اسی وادی تک محدود ہے؟" میں نے سوال کیا۔

"ہاں۔ آج اس وادی میں ہے' کل پوری دنیا نروان پالے گی"۔

"آپ لوگوں نے نروان پالیا ہے؟"

"ہاں۔ آؤ آگے آؤ" ہاورڈ نے کہا اور میں اس کے ساتھ آگے بڑھ گیا۔ یہاں میرا ذہن شدید الجھ
لیکن بہرحال میں دیکھنا چاہتا تھا کہ یہ کارخانہ کتنے علاقہ میں پھیلا ہوا ہے۔ ویسے میرے ذہن میں ایک
اور خیال وہ یہ کہ اب میں نیویارک میں نہیں ہوں اور راستے میں میں نے ہاورڈ سے سوال کر ہی دیا۔

"مسٹر ہاورڈ' یہ کون سا علاقہ ہے؟"

"کیلی لاس"۔

"ترلوکا کی جنت؟"

"ہاں۔ تم نے خود ہی اسے نام دے دیا۔ جنت کا تصور مذہب نے دیا ہے۔ لیکن اس تصور [...] گہرائیوں میں دنیاوی بوجھ سے آزادی کا احساس پنہاں ہے اور جسموں کی آزادی کوئی حقیقت نہیں رکھ[...] ہر انسان روح کا تابع ہے چنانچہ اس کی طلب روح کی آزادی ہے۔ چنانچہ ترلوکا نے اس وادی میں لا[...] آزادی دی ہے"۔

"خوب۔ یہ برہنگی روح کی آزادی کی تشہیر ہے"۔

"ہاں میرے دوست' یہ سب دنیاوی بوجھ سے آزاد ہیں۔ ہماری تحریک کسی کے خلاف نہیں ہے ہم تو صرف روح کو دعوت دیتے ہیں اور اگر روحیں ہم سے متاثر ہوتی ہیں تو ہم میں آملتی ہیں ورنہ نہیں...... اس کے تو ہم خلاف ہیں"۔

وہ ایک اور غار کے نزدیک رک گیا اور پھر اس نے اشارے سے سب کو اندر آنے کے لیے کہا اور تھوڑی دیر کے بعد ہم اسی ہال میں کھڑے تھے' جس کا منظر تھوڑی دیر قبل میں نے دیکھا تھا فضا منشیات کے دھوئیں سے اٹی ہوئی تھی۔ جو چہرے یہاں نظر آرہے تھے' وہ اتنے غیر سنجیدہ نہیں [...] لیکن اس وقت یوں لگ رہا تھا جیسے انہوں نے سب کچھ بھلا دیا ہو۔ تہذیب و اخلاق کی جو بے حرمتی ہو رہی تھی' روح اسے برداشت نہیں کر سکتی تھی۔ میں نے ایسے ایسے گھناؤنے مناظر دیکھے کہ دنگ رہ گیا

بوڑھے مفکر میرے ساتھ تھے اور اپنی دانست میں مجھے متاثر کرنے کی کوششوں میں مصروف [...] انہوں نے رک کر دو چار آدمیوں سے سوالات بھی کیے اور جو جواب ملے' وہ اتنے شرمناک تھے کہ میں [...] نہیں کر سکتا۔ بہرصورت میری طبیعت اندر سے متلا رہی تھی۔ میں انسانیت کی اس بے حرمتی کو برداشت نہیں کر رہا تھا اور میرے ذہن میں عجیب و غریب خیالات آرہے تھے۔ میں سوچ رہا تھا کہ اس پو[...] کارخانے کو آگ لگا دوں' تباہ کردوں اس پورے ماحول کو جہاں یہ انسانیت سوز ماحول ہے۔

بہرصورت کافی دیر تک ان لوگوں کے درمیان گھومنے پھرنے کے بعد میں باہر نکل آیا۔ لوگ ایک عجوبہ سمجھ کر دیکھ رہے تھے۔

"مسٹر ہاورڈ۔ اس جگہ موجود لوگوں کی کیا حیثیت ہے؟"

"کوئی حیثیت نہیں۔ تم سب آزاد ہو۔ بھوک لگے تو کھانا کھاؤ۔ یہاں خوراک کا معقول بند[...] ہے۔ یہاں کسی پر کوئی پابندی نہیں ہے۔ جس جگہ چاہو گھومو پھرو اور جہاں نیند آئے پڑ کر سو رہو [...] تمام تر زندگی تمہارے لیے موجود ہے جو پتھروں کے دور میں تھی۔ ترلوکا کی طرف سے یہاں آنے وا[...] شخص پر کسی بھی پابندی کا اطلاق نہیں ہوتا"۔

"ٹھیک ------ تو کیا اس آزادی سے بدعنوانیاں نہیں پھیلتیں؟"

"پھیلتی ہیں۔ حادثے بھی ہوتے ہیں' لیکن ان حادثوں کی روک تھام بھی لوگ خود ہی کر لیتے ہیں۔ [...]سی کے لیے کچھ نہیں کرتا اور کیوں کرے۔ پرانے وقت کا انسان ان پابندیوں سے آزاد تھا اور آج کا [...]"

"لیکن دوسرے لمحے میں نے اچھل کر ہاورڈ کی گردن پکڑ لی اور ہاورڈ چونک پڑا۔

"اگر یہ بات ہے ہاورڈ' تو اس بدلے ہوئے وقت کا لطف اٹھاؤ" میں نے اسے شانے پر رکھ کر زمین [...]ا اور پھر میں نے اس کی پنڈلی پر ایک خوفناک ٹھوکر ماری۔ ہاورڈ کی پنڈلی کی ہڈی ٹوٹ گئی۔ وہ درد سے [...]نگ۔ دوسرے لوگ بری طرح بھاگے تھے۔ میں کمر پر ہاتھ رکھے ہوئے کھڑا تھا۔

ہاورڈ اپنی چیخیں نہ روک پا رہا تھا۔ وہ بے بسی سے زمین پر ہاتھ پاؤں مار رہا تھا۔ "میں اس پورے [...]نے کو اس کی حماقتوں کی بھٹی میں جھونک دوں گا ہاورڈ۔ محسوس کرو' تہذیب نے ہر شخص کے لیے کچھ [...]ل ترتیب دی ہیں۔ دوسری شکل یہ ہے جو تمہارے سامنے ہے" میں نے نفرت سے کہا اور وہاں سے بڑھ گیا۔

میری پریشانیاں عروج پر تھیں۔ سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ کیا کروں۔ ایسا پراسرار ماحول تھا کہ [...] حواس ساتھ چھوڑ رہے تھے۔ میں آگے بڑھتا رہا۔ نہ جانے یہ پہاڑیاں کہاں تک پھیلی ہوئی [...]

بہرحال میں ان کے درمیان بھٹکتا پھرا۔ سورج چمک رہا تھا اور تیز دھوپ پھیلی ہوئی تھی۔ لیکن [...]کے چپے چپے میں یہی پھیلے ہوئے تھے۔ جس کا جو دل چاہتا تھا' کر رہا تھا۔ بہت سے لوگ لباسوں میں تھے' بہت سے لباس سے عاری۔ کوئی کسی کی طرف متوجہ نہیں تھا۔

"پھر میں نے چار نوجوانوں کو دیکھا۔ وہ آگ جلائے بیٹھے ہوئے تھے اور ان کی آنکھیں بند تھیں۔ [...]کے قریب کھڑا ہو گیا۔ چند ساعت تک وہ اسی طرح بیٹھے رہے۔ پھر انہوں نے آنکھیں بند کیے کیے [...]ے بڑھائے اور آگ میں ڈال دیے۔ لیکن جو ہونا تھا' وہی ہوا تھا۔ ان چاروں کی دہشت زدہ چیخیں [...]یں۔ پھر وہ دہشت سے اچھل کر کھڑے ہو گئے۔ وہ اپنے اپنے ہاتھوں کو سہلا رہے تھے۔ پھر وہ ایک [...] کی شکل دیکھنے لگے۔ مجھے ان کی حماقت پر ہنسی آرہی تھی۔

"کیا ہو رہا ہے بھائی؟" میں نے ان میں سے ایک سے پوچھا۔

"کیوں تم کون ہو پوچھنے والے؟"

"جاننا چاہتا ہوں کہ کیا کر رہے تھے؟"

"آگ کا جادو سیکھ رہے تھے" ان میں سے ایک نے جواب دیا۔

"اوہ خوب۔ سیکھو ------ سیکھو" میں نے کہا اور وہاں سے بھی آگے بڑھ گیا۔

[...] واقعی زندگی پر بے زاری طاری ہونے لگی تھی۔ سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ کیا کروں۔ یہاں تو

جو کچھ بھی دیکھ رہا تھا' وہ انوکھا تھا۔ ترلوکا نے اتنے اعلیٰ پیمانے پر یہ سب کچھ کیا ہوگا۔ اس کا مجھے کوئی اندا
نہیں تھا۔

ہپیوں کی بے پناہ تعداد یہاں موجود تھی اور میں ان کے درمیان بھٹکتا پھر رہا تھا۔ سورج ا
ڈھلوان پر تھا۔ ایک جگہ میں نے پھلوں اور کھانے پینے کی دوسری چیزوں کے انبار دیکھے۔ قرب و جوار م
کوئی نہیں تھا۔ مجھے بھوک محسوس ہو رہی تھی چنانچہ میں ان کے نزدیک پہنچ گیا۔ وہاں سے کچھ پھل اٹھا
میں نے پیٹ کا دوزخ بھرا اور وہاں سے تھوڑے فاصلے پر موجود ایک چھوٹی سی جھاڑی کے پاس جا بیٹھا۔

میں تنہا بیٹھا ہوا تھا کہ چند ہی ساعت کے بعد ایک دراز قامت لڑکی میرے سامنے آ گئی۔ اس کی
چھبیس ستائیس سال سے زیادہ نہ ہوگی۔ لباس چیتھڑوں کی شکل میں بدن پر جھول رہا تھا اور چہرہ گرد آلود
البتہ اس کے خدوخال خاصے حسین تھے۔

"ایلیکس ہے میرا نام" وہ دھم سے میرے نزدیک بیٹھ گئی۔

"کیا چاہتی ہو؟"

"بدن میں اینٹھن ہو رہی ہے۔ لباس کاٹنے کو دوڑ رہا ہے۔ آہ" اس نے اپنے بدن کا مختصر
نوچ کر پھینک دیا۔

"غیر مناسب جگہ آئی ہو' بھاگ جاؤ"۔

"کیوں' میں ناپسند ہوں؟"

"ہاں"۔

"ٹھیک ہے' کوئی اور سہی۔ ضرورت تو پوری کرنی ہی ہے" وہ ایک گہری سانس لے کر ا
جنس۔ عورت' ضرورت اگر یہ شکل اختیار کر جائے تو کیا انسان جی سکتا ہے۔ درحقیقت یہ موت ک
کرنے کی ایک سازش ہے۔ جب زندگی کی آرزو ہی مٹ جائے تو پھر موت یا زندگی کیا حیثیت ر
بڑے خوفناک عزائم تھے ان لوگوں کے۔

لیکن اس منحوس ماحول میں رہ کر کیا ذہن کی چولیں نہیں ہل جائیں گی۔ آخر مجھے یہاں
مقصد تو ہوگا۔ میں نے ترلوکا کے نائب کو قتل کر دیا ہے۔ کچھ تو انتقام لیا جائے گا مجھ سے۔ میں ا
اس اذیت کا کیا کروں۔

کچھ کرنا ہوگا۔ میں نے پروفیسر ہاورڈ کے پاؤں توڑ دیے تھے۔ اس کے لیے بھی کوئی ر
بڑی عجیب بات تھی۔ چنانچہ کچھ اور ——— کچھ اور ——— اور میں اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا
پھر میں نے انہی غاروں کا رخ کیا تھا۔

کسی سمت یا راستے کا تعین تو فضول تھا۔ یونہی چلتا رہا اور نہ جانے کہاں پہنچ گیا۔ کہا
لوگوں کو ایک میز کے گرد بیٹھے دیکھ کر میں رک گیا اور چند ساعت کے بعد ان کے قریب

وہ لوگ کسی گفتگو میں الجھے ہوئے تھے۔ ان کے جسموں پر لباس بھی تھے اور وہ صاف ستھرے نظر آ
رہے تھے۔

"مسٹر پلیز" ان میں سے ایک نے مجھے مخاطب کیا۔ میں نے انہیں غور سے دیکھا۔ چار عورتیں اور
مرد تھے۔ لڑکیاں چہروں سے نفاست پسند نظر آ رہی تھیں۔ ان کے چہرے بھی نرم اور صاف ستھرے

"جی فرمائیے" میں نے اس شخص کو جواب دیا جس نے مجھے مخاطب کیا تھا۔

"ذرا ایک مسئلہ الجھ گیا ہے' پلیز بیٹھ جائیے" اس نے کہا اور ایک کرسی میری طرف کھسکا دی۔ میں
ان سے بیٹھ گیا۔

"بات جنس پر ہو رہی تھی۔ مسٹر باکن کا کہنا ہے کہ جنس کے لیے کچھ مخصوص محرکات درکار ہوتے
لیکن میرا خیال اس سے کچھ مختلف ہے۔ ہم اسی بحث میں الجھے ہوئے ہیں۔ کیا آپ ہماری راہنمائی کر
ہیں؟"

"میں نہیں سمجھا؟"

"مقصد یہ ہے کہ تہذیب کا عطیہ یعنی اخلاقی قدریں انسان کی ترتیب دی ہوئی ہیں اور لوگوں کا خیال
بلکہ میرے چند ساتھیوں کا خیال ہے کہ جنس لباس میں دلکش ہوتی ہے اور بعض مخصوص لمحات میں
اس کی طلب محسوس کرتا ہے۔ حالانکہ میں سمجھتا ہوں کہ بھوک چاہے کسی قسم کی ہو' یکساں ہوتی ہے
جب انسان بھوکا ہو تو کسی بھی جگہ بیٹھ کر کھانا کھا سکتا ہے"۔

"میں کہتی ہوں یہ ممکن نہیں ہے" ایک لڑکی نے میز پر گھونسا مارتے ہوئے کہا۔

"دیکھو ٹینا بحث نہ کرو۔ میں اس بات کو ثابت کر سکتا ہوں"۔

"ٹھہرو" اس نے کہا اور پھر کھڑی ہو گئی۔ اس کے بعد اس نے اطمینان سے اپنا لباس اتار دیا اور
یہاں میں پڑی ہوئی میز پر لیٹ گئی۔ اس نے اس انداز میں اپنے ہاتھ پاؤں کو جنبش دی کہ بلاشبہ اگر کوئی
بات ہوتی تو ذہن پر قابو پانا مشکل تھا اور پھر وہ ایک ایک کی شکل دیکھنے لگی۔ لیکن یوں لگتا تھا جیسے سب کو
سانپ سونگھ گیا ہو۔ وہ سب اس کی جانب دیکھنے سے احتراز کر رہے تھے۔ تب ٹینا نے میری جانب دیکھا اور
لچکی ہوئی میرے قریب پہنچ گئی۔ پھر اس نے دونوں بازو آگے بڑھا دیے۔

لیکن میں اٹھ کھڑا ہوا تھا۔ اور ٹینا کسی غلط فہمی کا شکار ہو گئی۔ اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی

"آہ وہ واپس جا رہا ہے"۔

"تم ہار گئیں ٹینا" دوسرے مرد نے مضحکہ اڑاتے ہوئے کہا۔

"نہیں وہ جیت گئی۔ آہ۔ میں...... میں" ایک نوجوان بدحواسی سے بولا اور وہ ٹینا پر ٹوٹ پڑا۔

دوسرے لوگ ان دونوں کے گرد جمع ہو گئے تھے۔ میرا دماغ بھنا گیا۔ دل چاہ رہا تھا کہ چیختا ہوا یہاں سے باہر نکلوں۔ اس وحشت خیز ماحول میں میرا دم گھٹ رہا تھا۔

"خدایا یہ کون ہیں' یہ کون سی نسل ہے' انسان اگر اس حد تک پہنچ جائے تو اس کے بعد...... اس کے بعد؟"

میں تیزی سے دوڑنے لگا۔ غاروں میں میرے دوڑنے کی آوازیں گونج رہی تھیں۔ اور پھر میں ایک دوسرے دہانے سے باہر نکل گیا۔ وہی سیاہ پہاڑیاں چاروں طرف بکھری ہوئی تھیں۔ میں وحشت زدہ دوڑتا رہا---- دوڑتا رہا۔ نہ جانے کتنی دور نکل آیا۔ قرب وجوار میں کوئی نہیں تھا۔ میں کسی کتے کی مانند ہانپنے لگا اور پھر میں ایک جگہ زمین پر بیٹھ گیا۔

میرا سینہ دھونکنی بنا ہوا تھا۔ ذہن پھٹا جا رہا تھا۔ اگر میری کیفیت پہلے سے مختلف نہ ہوتی تو اس ماحول کو---- اس ماحول کو میں دلکش ترین ماحول سمجھتا۔ ایک ایسی جگہ جہاں انسان زندگی کی آخری سانس بھی گزار دے لیکن اب میری ذہنی حالت بدل چکی تھی۔ اور اب یہ سب کچھ مجھے زہر معلوم ہو رہا تھا۔ میں اس وحشت زدہ ماحول سے بھاگ جانا چاہتا تھا۔

نہ جانے کب تک میں اسی طرح نڈھال پڑا رہا اور پھر میری نگاہ ایک طرف اٹھ گئی۔ کوئی انسان تھا۔ پالتی مارے دونوں ہاتھ جوڑے آنکھیں بند کیے بیٹھا تھا۔ میں نے اور غور سے دیکھا۔

اس کے بدن پر انتہائی مختصر لباس تھا۔ صرف نچلا بدن ڈھکا ہوا تھا۔ اوپری بدن برہنہ تھا۔ نزدیک آگ جل رہی تھی اور وہ خاموش بیٹھا ہوا تھا۔ تب میں آہستہ آہستہ اٹھا اور اس شخص کی طرف چل پڑا۔

وہ اپنے گیان میں اتنا مصروف تھا کہ اسے میری آہٹ بھی محسوس نہ ہوئی۔ چند ساعت کے بعد اس نے اپنی بڑی بڑی سرخ آنکھیں کھولیں اور مجھے دیکھنے لگا۔ بڑا نرم چہرہ تھا۔ بے حد دلکش خدوخال۔ قد خاصا ہو گا۔ چہرے پر جلال تھا۔

چند ساعت وہ مجھے دیکھتا رہا اور اس کی آنکھوں میں ایسے تاثرات نظر آتے رہے جیسے وہ مجھے سے دیکھ رہا ہو۔ یوں لگتا تھا جیسے وہ میری آمد سے بے حد مسرور ہو۔

"آؤ بیٹھو" اس نے نرم لہجے میں کہا۔ بڑی پرکشش آواز تھی اس کی۔ میں اس کے سامنے بیٹھ گیا۔

"تھک گئے نا؟" اس نے دھیمے لہجے میں کہا۔

"ہاں میں تھک گیا ہوں لیکن تم کون ہو؟"

"ایک تھکا ہوا انسان جو خاموشی کی پناہ لیے ہوئے ہے"۔

"کیا تم ہندو ہو؟"

"میں انسان ہوں۔ اور ہر انسان تھکا ہوا ہے۔ ہم اس تھکن کو کہاں لے جائیں کچھ سمجھ میں نہیں آتا"۔

"میں نے تم سے تمہارے دھرم کے بارے میں پوچھا ہے"۔

"ہری کرشنا۔ ہری رام۔ یہی سمجھ لو"۔

"کیا تم بھی ترلوکا کے پجاری ہو؟"

"ترلوکا---- وہ مورکھ کیا ہے' کچھ بھی تو نہیں۔ سنسار سے اکتا گیا تو پہاڑوں میں آگھسا اور اب انسانوں کو نہ جانے کہاں لے جا رہا ہے"۔

"اوہ تو تم اس کے مخالف ہو؟"

"ہاں میں چاہتا ہوں کہ اس پاپی کے بدن کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیے جائیں۔ آگ میں بھسم کر دیا جائے اسے" وہ دانت پیس کر بولا۔

"پھر تم یہاں کیوں ہو؟"

"ہری کرشنا۔ ہری رام" اس نے غمزدہ انداز میں گردن جھکالی۔

"لیکن مہاراج آپ ترلوکا کے دشمن کیوں ہیں؟"

"ارے اس نے سنسار کو دیا ہی کیا ہے۔ کچھ بھی تو نہ کر سکا پاپی کسی کے لیے۔ پاپی باتیں اتنی بڑی بڑی کرتا ہے اور عمل کچھ بھی نہیں۔ میں تو ایسے مورکھ کو کتے کی موت مار دینے کا حامی ہوں۔ جو سنسار میں کسی کو کچھ نہ دے سکے۔ ارے ٹھیک ہے اپنا جیون ہے ہی کیا' سنسار نے اس جیون پر اتنے بوجھ لاد رکھے ہیں' منش کو اتنا پریشان کر دیا ہے کہ من چاہتا ہے ساری دنیا بھسم ہو جائے تاکہ انسانوں پر سے کشٹ تو ہٹ جائے۔ انسان' بے چارہ انسان۔ نجانے کب سے ظلم کی اس چکی میں پس رہا ہے۔ آہ---- میں اس زخمی انسانیت کے لیے کیا کروں؟"

"لیکن ترلوکا کے بھی تو یہی افکار ہیں" میں نے کہا۔

"ہاں افکار تو یہی ہیں۔ مگر وہ مورکھ بھی کسی کے لیے کیا کر سکتا ہے۔ سارے سنسار سے لڑنا تو اس کے بس کی بات نہیں ہے"۔

"تمہاری کیفیت عجیب ہے پنڈت جی مہاراج۔ تمہارا نام کیا ہے؟" میں نے سوال کیا اور اس نے مغموم نگاہوں سے مجھے دیکھا اور بولا:

"کیا کرو گے میرا نام پوچھ کر' اپنی سوچو' تم یہاں کیوں آئے ہو اور اب اس ماحول میں تمہارے ذہن کی کیا حالت ہے؟"

"میں تمہارا نام جاننا چاہتا ہوں"۔

"میرا نام ترلوکا ہے" پنڈت نے جواب دیا اور میرے پورے بدن میں جیسے کرنٹ چھو گیا---- ترلوکا ہے۔ مکاروں کا مکار ترلوکا---- اوپر سے باتیں کیسی بنا رہا ہے۔ اس طرح اچانک اس سے مل کر حیرت بھی ہوئی تھی اور خوشی بھی اور چند ساعت اسے گہری نگاہوں سے دیکھتا رہا۔ پھر میں نے ایک

خونخوار غراہٹ کے ساتھ کہا:

"ہوں۔ تو اسی لیے تم اپنی برائیاں کر رہے تھے"۔

"ہاں بالکل میں ہوں ہی اس قابل۔ مجھے شدت سے احساس ہے کہ میں نے سنسار کو صرف کشٹ دیا ہے۔ کسی کے لیے بھی تو کچھ نہیں کر سکا اس سنسار میں' پھر مجھے بتا میرے جینے کا فائدہ؟"

"کوئی فائدہ نہیں ہے ترلوکا لیکن تم نے جو یہ سب چکر پھیلا رکھا ہے' یہ مناسب نہیں ہے۔ بھلا یہ بتا کیا تو مجھے پہچانتا ہے؟"

"ہاں تو مسلا ہے۔ تیرا نام نواز اصغر ہے"۔

"ٹھیک پہچانا ترلوکا اور میں وہی ہوں جس نے جینگو کو ہلاک کر دیا تھا" میں نے کہا۔

"موت آئی تھی سسرے کی' تیرے ہاتھوں مر گیا۔ جیون مرن تو ہے ہی اس سنسار میں۔ کون جانے کب مر جائے"۔

"میں تم سے بہت سی باتیں کرنا چاہتا ہوں ترلوکا۔

"کرو۔ ضرور کرو۔ مگر ٹھہرو۔ کیا تم میرے ساتھ میری گپھا میں چلو گے؟"

"ضرور چلوں گا۔ میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"تب پھر آؤ" وہ اٹھ گیا۔ خاصا دراز قامت انسان تھا اور بڑے تنومند جسم کا مالک۔ اس کا بدن بے ڈول تھا لیکن ورزشی اور گٹھا ہوا معلوم ہوتا تھا۔ میں اس کے ساتھ چل پڑا۔ وہ میرے ساتھ اس طرح چل رہا تھا جیسے میری وہ حیثیت ہی نہ سمجھتا ہو۔ اور پھر وہ ایک وزنی چٹان کے سامنے رک گیا۔

"اسے ہٹاؤ" اس نے کہا اور میں نے تعجب سے اس چٹان کو دیکھا جو کافی وزنی تھی اور اسے ہٹانا کم از کم ایک انسان کا کام نہیں تھا۔ میں نے چونک کر ترلوکا کی طرف دیکھا۔

"دیکھ کیا رہے ہو ہٹاؤ اسے" اس نے کہا اور میں نے چٹان پر قوت آزمائی کی لیکن چٹان ٹس سے مس نہیں ہوئی تھی۔ ترلوکا ہنسنے لگا۔ پھر اس نے اپنا ہاتھ میرے شانے پر رکھ دیا۔ "ہٹاؤ" اب زور لگاؤ میں نے ایک بار پھر کوشش کی اور چٹان آسانی سے کھسک گئی۔

اس کے عقب میں ایک دروازہ نمودار ہو گیا تھا۔ لیکن اس بات پر میں سخت حیران ہوا تھا کہ اس نے جونہی میرے شانے پر ہاتھ رکھا' چٹان اپنی جگہ سے کس طرح کھسک گئی۔ میری جگہ کوئی عام اور کمزور ذہن کا آدمی ہوتا تو بری طرح حیران ہو گیا ہوتا اور ممکن ہے وہ ترلوکا کا عقیدت مند بن جاتا لیکن میں اسے بھی کوئی تکنیک سمجھا تھا اور اس سے قطعی متاثر نہ ہوا۔

"ترلوکا دروازے سے اندر داخل ہو گیا۔ یہ بھی ایک پتلی سی سرنگ تھی جس کے سرے پر ایک پتھر لگا ہوا تھا۔ ترلوکا نے اس دوسرے پتھر کو خود ہی ہٹایا اور اندر سے تیز روشنی پھوٹ پڑی۔ غار کی جتنی بھی تعریف کی جاتی' کم تھی۔ قیمتی قالینوں سے آراستہ' آرائشی سامان کی بہتات تھی لیکن جو چیز سب سے

پہلے مجھے نظر آئی' وہ عجیب و غریب تھی۔

یہ ایک بت تھا جس کی ٹانگیں اوپر اٹھی ہوئی تھیں اور سر نیچے تھا۔ اس کے نیچے ایک تختی پڑی ہوئی تھی اور ایک ہندو اوتار کا نام لکھا ہوا تھا۔ میں ٹھٹک گیا اور ترلوکا ہنس پڑا۔

"یہ ہندوؤں کے بھگوان ہیں" اس نے مضحکہ خیز انداز میں کہا اور میں نے تعجب سے اسے دیکھا۔ چونکہ شکل و صورت سے نام سے اور اپنے انداز سے وہ بھی ہندو نظر آ رہا تھا۔

"آؤ۔ آگے آؤ" اس نے کہا اور پھر مجھے ایک اسٹیچو کے پاس پہنچ گیا۔ اس میں کچھ عجیب و غریب تصاویر بنی ہوئی تھیں۔ جنہیں میں الفاظ میں بیان نہیں کر سکتا۔

"یہ بائبل کا ایک پاٹ ہے" اس نے کہا اور میرے بدن میں چنگاریاں سی دوڑ گئیں۔ بلاشبہ اس میں بائبل کا مذاق اڑانے کی کوشش کی گئی تھی۔

اور پھر دوسری کتابوں کی تشریحات پتھروں کی شکل میں کی گئی تھیں۔ لیکن ہر کتاب کا اور ہر بزرگ کا مذاق اڑایا گیا تھا اور ایک جگہ میں شدت غضب سے دیوانہ ہو گیا۔ میں نے ایک ایسی چیز دیکھی کہ میری روح لرز اٹھی تھی۔ میں خونی انداز میں اس کی جانب بڑھا۔

"ترلوکا یہ کیا ہے؟"

"مذہب اور شاید تمہارا مذہب" اس نے کہا اور میں غصے سے دیوانہ ہو گیا۔

"میں تجھے قتل کر دوں گا کتے۔ میں تجھے کتے ہی کی موت مار ڈالوں گا" میں اس پر ٹوٹ پڑا۔ میں نے پوری قوت سے اس کے سینے پر ٹکر ماری اور اس بھرپور وار سے ترلوکا کا حساب کتاب درست ہو جانا چاہیے تھا لیکن میں نے محسوس کیا کہ وہ ایک چٹان کی طرح اپنی جگہ جما ہوا کھڑا ہے۔ پھر میں نے اس پر گھونسوں کی بارش کر دی۔ جس قدر مار سکتا تھا میں نے اسے چاروں طرف سے مارا لیکن ترلوکا کے قدم اپنی جگہ جمے ہوئے تھے وہ اپنی جگہ سے ایک انچ بھی نہ ہلا تھا۔ یوں لگتا تھا جیسے کسی چٹان سے تراشا ہوا مجسمہ اپنی جگہ کھڑا ہو۔ مجھے اپنے ہاتھوں کے درد کا احساس نہیں تھا۔ بس میں دیوانوں کی طرح اسے مار رہا تھا۔ یہاں تک کہ میں مارتے مارتے تھک گیا۔ پھر میں نے اس...... کے بدن سے لپٹ کر اسے گرانے کی کوشش کی لیکن بھلا چٹانیں بھی کہیں اپنی جگہ سے ہٹتی ہیں۔ ایک جذبہ' ایک جوش تھا جس نے مجھے اس وقت سوچ سمجھ سے عاری کر دیا تھا اور میں بہت ساری باتیں نہیں سوچ سکتا تھا۔ بس میرا دل یہی چاہ رہا تھا کہ میں ترلوکا کو فنا کر دوں لیکن بظاہر یہ کام آسان نہیں تھا۔

"اگر کسی مذہب کو تسلیم کرتے ہو تو میں تمہیں اس کا نام بتاؤں---- اس کا نام ہے طاقت۔ انسان ازل سے اس کا غلام چلا آیا ہے۔ جس کے بدن میں زیادہ قوت ہوئی' اس نے اپنے مقابل کو زیر کیا۔ اور حکمران رہا۔ لیکن یہ طاقت اس جیسے ہی کسی انسان کے خلاف استعمال ہو اس کا درس تہذیب اور مذہب ہی دے سکتے ہیں۔ ہمارا اپنا ایک خیال ہے۔ وہ یہ کہ انسان کچھ بھی ہو' اسے اپنی فطرت میں آزاد

رہنے کا حق حاصل ہے اور تمام جذبے اس کی کمزوریوں کا مظہر ہوتے ہیں۔ ’’آؤ میرے ساتھ آؤ‘‘ اس نے
کہا۔

لیکن میں نے نفرت سے اسے دیکھا۔

’’راجہ نواز اصغر جوش و جذبات میں دیوانوں کی سی حرکتیں نہ کرو‘ جو کچھ دیکھ چکے ہو‘ اس سے سبق
حاصل کرنے کی کوشش کرو‘‘ اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔

’’میں۔۔۔۔۔ میں تجھے فنا کر دوں گا‘‘ میرے منہ سے جھاگ اڑ رہے تھے۔ میرا بس نہیں چل رہا
تھا کہ اسے کسی چیز سے کچل دیتا۔

’’کر دینا۔ میں نے تجھے کب منع کیا ہے۔ لیکن اس وقت یہ بات کہنا جب تم یہ سب کچھ کرنے کے
قابل ہو جاؤ۔ یوں بھی انسان کو پہلے عمل کی راہیں اختیار کرنی چاہئیں۔ اس کے بعد دعوے۔ تم جو کچھ کرنا
چاہتے ہو‘ کر چکے ہو۔ اگر مزید کی خواہش ہے تو آؤ‘ میں کھڑا ہوں۔ وعدہ کرتا ہوں ہاتھ پاؤں نہیں ہلاؤں گا
تمہارے اندر جتنی قوتیں ہیں انہیں استعمال کرو۔ اور جب تھک جاؤ تو مجھے بتا دینا تاکہ میں تمہیں ان کی
سیدھی راہیں دکھانے کے لیے لے جاؤں‘‘۔

’’مجھے ان راہوں سے نفرت ہے ترلوکا۔ میں واپس جانا چاہتا ہوں‘‘ میں نے حقارت سے کہا۔

’’نہیں میرے دوست‘ تم واپس نہیں جاؤ گے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ مجھے تمہاری ضرورت ہے‘‘
ترلوکا نے نرم لہجے میں کہا اور میرا ذہن دھواں دھواں ہو گیا۔

میں طاقت کے ذریعے اس شخص پر قابو نہیں پا سکتا تھا۔ مجھے حیرت تھی حالانکہ اس کی جسامت
غیر معمولی تھی کہ میری جدوجہد کا یہ نتیجہ ہوتا لیکن کم بخت نجانے کون سی مٹی کا بنا ہوا تھا۔ میں اپنی
بھرپور کوشش کے باوجود ٹس سے مس نہیں کر سکا تھا۔ پھر میں نے سوچا کہ اس وقت جو صورت حال ہے
اس کے تحت تھوڑی سی مکاری سے کام لینا ہو گا۔ یعنی پسپائی کا انداز اختیار کیا جائے اور اس کے بعد موقع کی
تلاش میں رہا جائے۔ چنانچہ میں نے گردن جھکا دی۔ ترلوکا میرا بازو تھپتھپا رہا تھا۔ تب اس نے کہا:

’’جذباتی نہ بنو نواز۔ آؤ بیٹھ کر باتیں کریں‘‘ ممکن ہے ہم اپنے مسائل کا کوئی حل تلاش کر لیں‘‘

’’میں نے ایک گہری سانس لی۔ میرا ذہن اس کے خلاف نفرت کے لاوے سے ابل رہا تھا لیکن
نہ کچھ تو کرنا ہی تھا۔ صرف جذبات ہی ہر چیز میں معاون ثابت نہیں ہوتے۔ میرے ذہن میں جو جذبہ تھا
اسے بھلا کون مٹا سکتا تھا۔ لیکن اگر تھوڑی سی مصلحت سے کام لیا جائے تو کوئی حرج نہیں ہے۔

جو کچھ میں نے دیکھا تھا‘ اسے دیکھ کر میرا رواں رواں کانپ گیا تھا۔ میں ان سانسوں پر لعنت بھیجتا
تھا جو مذہب کی یہ توہین دیکھ کر بھی میرے سینے میں سمائی ہوئی تھیں لیکن میں خودکشی بھی نہیں کرنا چاہتا تھا
پھر کچھ الفاظ میرے ذہن میں ابھر آئے۔

نمرود۔۔۔۔۔ فرعون۔ بڑی قوتوں کے مالک تھے۔ انہوں نے ایسے عظیم الشان مظاہرے کیے تھے

کہ انسانیت کانپ اٹھی تھی لیکن انہیں مہلت دی گئی تھی۔ پھر جب خدا نے ان کی رسی کھینچی تو وہ منہ کے
بل پڑے ہوئے تھے۔

ممکن ہے ابھی اس کی رسی دراز ہو۔ اس لیے وقت کا انتظار کیا جائے۔ مجھے آمادہ پا کر ترلوکا کے
ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

’’بعض فیصلے دیر سے کیے جاتے ہیں لیکن وہ مستحکم اور دیرپا ہوتے ہیں۔ آؤ میرے ساتھ آؤ‘‘ اور
میں نے قدم آگے بڑھا دیے۔

’’کیلی لاس کی ان پہاڑیوں میں ترلوکا نے جو جال پھیلا رکھا تھا‘ اس کا تذکرہ تو اب طویل ہو جائے گا۔
ان پہاڑوں کو اس نے جدید ترین ملکوں کے آرائشی ایوانوں سے زیادہ سجا رکھا تھا اور ہر چیز یہاں مہیا تھی۔
بہرحال وہ مجھے غار کے ایک ایسے حصے میں لے گیا جو اپنی نظیر آپ تھا۔ اس قدر قیمتی ساز و سامان یہاں موجود
تھا کہ دیکھ کر آنکھیں کھل جاتی تیں۔

’’بیٹھو‘‘ اس نے ایک آرام دہ نشست کی طرف اشارہ کیا اور میں بیٹھ گیا۔ میرے انداز میں تھکن
تھی۔

اس کے باوجود کہ تم جسمانی طور پر میرے مقابل نہیں ہو لیکن تمہیں تعجب نہیں ہونا چاہیے۔ کوئی
ایک انسان مجھے زیر نہیں کر سکتا لیکن تم میرے نزدیک میرے نائب جینگو سے بہتر ہو۔ جسے تم نے قتل کر
دیا‘‘۔

میں نے اس کی بات کا کوئی جواب نہیں دیا تھا۔

’’راجہ نواز اصغر‘ وہ لوگ جو میرے لیے دلچسپی کا مرکز ہوتے ہیں‘ میری پسند کے ہوتے ہیں‘ میرے
سامنے عیاں بھی ہوتے ہیں جیسے تمہارا ماضی۔ میں نے تمہارے بارے میں معلومات حاصل کی ہیں۔ کیا تم
ان کی تصدیق کرو گے؟‘‘

’’کیا؟‘‘ میں نے سوال کیا۔

’’زیادہ طوالت میں نہیں جاؤں گا۔ تم منشیات کے اسمگلر رہے ہو؟‘‘

’’ہاں‘‘۔

’’اس ضمن میں تم نروان کے متلاشی آوارہ گردوں کے درمیان بھی رہے ہو گے؟‘‘

’’ہاں۔ میں ان میں رہا ہوں‘‘۔

’’ان کے اغراض و مقاصد سے بھی واقف ہو گے‘‘۔

’’ہاں۔ لیکن ان میں سے ہر راستہ تمہاری جانب آتا ہے۔ لاس اینجلز سے کھٹمنڈو تک تمہاری لکیر
کھنچی ہوئی ہے‘‘۔

’’پھر بھی مجھے داد نہ دو گے؟‘‘ ترلوکا نے فخر سے کہا۔

"یہ کوئی بات نہیں ہے"۔

"کیوں؟"

"شیطان تم سے زیادہ مشہور ہے"۔

"اوہ ------ تعصب کی آنکھ بند کرلو۔ ترلوکا کی پوجا کرو۔ تم وہ خوش نصیب انسان ہو جو ترلوکا کی حقیقت سے واقف ہو رہے ہو اور کوئی نہیں ہے۔ ہاں طاقت کی قسم اور کوئی نہیں ہے"۔

"لیکن کیا تمہارا مشن شیطانی نہیں ہے؟"

"شیطان کا مشن اور تھا۔ اس کا کوئی ملک نہیں تھا۔ اس کا...... کوئی خطہ نہیں تھا۔ ترلوکا غرائی ہوئی آواز میں بولا۔

"میں نہیں سمجھا ترلوکا؟"

"سمجھنے کی کوشش کرو‘ سمجھ جاؤ گے سب کچھ۔ شیطان خدا کا باغی تھا۔ اس نے اپنی انا کے لیے زندگی بھر کی لعنت قبول کی۔ لیکن اگر تم ترلوکا کو لعنتی سمجھتے ہو تو سمجھو لیکن ترلوکا کے پیچھے بھی ایک جذبہ کارفرما ہے۔ ترلوکا بے مقصد ہی ان سارے ہنگاموں میں نہیں الجھا۔ ہاں وہ کام جو قوموں کو انجام دینا چاہیے تھا ترلوکا نے اپنے شانوں پر اٹھالیا ہے اور تم جیسے لوگ جو میرے ہی ہم وطن ہیں اور میرے ہی علاقے سے تعلق رکھتے ہیں‘ میرے دشمن ہو گئے ہیں۔ تمہیں غیرت آنی چاہیے کیونکہ تم بھی ایک طویل عرصے تک انہی منشیات کے عادی رہے ہو اور تمہارے خون میں بھی یہ گندی کمائی شامل ہے"۔

"ٹھیک ہے۔ میں اس کے اعتراف سے انکار نہیں کرتا۔ لیکن مذہب سے دور...... ہونے کے باوجود میں نے مذہب کے تقدس کو اپنے سر پر محسوس کیا ہے۔ میں نے اسے پستیوں سے بھی ہمیشہ بہت بلند دیکھا ہے۔ اس کے سامنے خود کو کسی حقیر ذرے کی مانند پست پایا ہے اور سوچا ہے کہ میں مذہب کے ناسور کی حیثیت رکھتا ہوں۔ یہ احساس ہمیشہ میرے سینے میں جاگزیں رہا ہے ترلوکا کہ مجھے جو کرنا چاہیے تھا میں نے وہ نہیں کیا بلکہ ایک طرح سے اپنی قوم‘ اپنے وطن‘ اپنے علاقے‘ اپنے مذہب کا مذاق بن کر رہ گیا ہوں لیکن کسی دوسرے کے لیے میرے جذبات یہ نہیں ہو سکتے۔ تم نے مذاہب کا مذاق اڑایا ہے۔ میں اس سے سخت نفرت کرتا ہوں۔ مجھے تمہارے مشن سے نفرت ہے۔ تم جو تہذیب اور تمدن کو ٹھکرا کر غاروں میں واپس لے جانا چاہتے ہو‘ دنیا کے لیے تباہی کا ایسا غار کھود رہے ہو جس میں بالآخر یہ دنیا غرق ہو جائے گی اور میں دنیا کو بچانا چاہتا ہوں"۔

"اوہ ------ اوہ۔ گویا تم پیغامبر کا کردار ادا کر رہے ہو۔ تم یہ چاہتے ہو کہ جتنے مذاہب تمہارے بعد آئیں وہ تمہارے پیغمبر ہونے کا اعتراف کریں اور تمہیں محب تہذیب اور محب انسانیت کے نام سے پکاریں" ترلوکا نے سرد لہجے میں کہا اور میں نے حقارت سے اسے دیکھا۔

"نہیں میں گندگی کا کیڑا اس قابل نہیں ہوں کہ خود کو اتنا اونچا سمجھوں۔ میں تو نہایت پست ہوں

اور صرف اپنے جذبات کی تسکین چاہتا ہوں۔ میں مذہب سے جس قدر دور رہا ہوں‘ اسی قدر قریب آنے کا خواہش مند ہوں۔ میں مذہب کے نام پر مٹ جانے کی تمنا لے کر آیا ہوں"۔

"جذباتی ہو۔ صرف جذباتی ہو راجہ نواز اصغر۔ جہاں تک مذہب کا مسئلہ ہے‘ میں تسلیم کرتا ہوں کہ میں نے کسی مذہب کو نہیں اپنایا۔ میں ایک ہندو گھرانے میں پیدا ہوا۔ ایک ایسے پنڈت کے ہاں جو مذہب کا دیوانہ تھا۔ جس نے آنکھیں بند کرکے صرف مذہب کے ارکان پر عمل کیا تھا اور وہ عجیب و غریب تکالیف کا شکار تھا۔ مذہب سے میری دوری تو وہیں سے شروع ہوگئی تھی لیکن اس کے بعد اس دوری نے جو رخ اختیار کیا‘ یہ اتنا برا نہیں تھا جتنا تم سمجھ رہے ہو"۔

"کیا سمجھانا چاہتے ہو ترلوکا۔ مجھے بتاؤ"۔

"راجہ نواز اصغر۔ تمہارے اپنے خیال میں انسانیت بھی ایک مذہب ہے۔ کیا تم اس سے منکر ہو؟"

"نہیں"۔

"کیوں؟"

"اس لیے کہ تمام مذاہب نے ایک ہی سبق دیا ہے۔ مذاہب نے انسان کو انسان کے ساتھ اچھے سلوک‘ محبت اور اخوت کا سبق دیا ہے۔ لیکن تم ان اسباق کی بیخ کنی کر رہے ہو‘ تم ان کا جس انداز میں مذاق اڑا رہے ہو‘ وہ ناقابل برداشت ہے"۔

"اس بات کو چھوڑو۔ میں نے تم سے ابھی ایک سوال کیا تھا۔ یاد ہے؟ ترلوکا نے پوچھا۔

"تم ان آوارہ گردوں کے ساتھ رہے ہو۔ مجھے ایک بات بتاؤ‘ کیا تم نے ان ناکارہ ہپیوں میں ایشیائی باشندوں کی کوئی بڑی تعداد دیکھی ہے؟"

"میں نہیں سمجھا ترلوکا"۔

"کیا ایشیائی باشندے اس تنزلی کی طرف مائل ہیں‘ کیا ان میں ہپی بننے کا جنون یورپی نسلوں سے زیادہ ہے؟"

عجیب نکتہ تھا۔ میرا ذہن بھٹکنے لگا۔ کیا کہنا چاہتا ہے یہ!

"تم نے جواب نہیں دیا نواز اصغر؟"

"میرا خیال ہے ان کی تعداد بہت کم ہے"۔

"بہت کم بھی نہ کہو۔ یوں کہو نہ ہونے کے برابر ہے اور جو لوگ ان میں شامل ہوتے ہیں‘ وہ وہ لوگ ہیں جو فطرتاً ناکارہ ہوتے ہیں۔ وہ اپنے وطن میں بھی سادھو بننے یا فقیر بننے کے علاوہ آگے نہیں بڑھتے۔ ایسے ناکارہ لوگ تو ملکوں کے جسموں پر ناسور ہوتے ہیں۔ ایسے لوگ تو قوموں کے پھوڑے ہوتے ہیں"۔

"ٹھیک ہے لیکن......"

"میں تمہیں وہی بتانے جارہا ہوں نواز۔ ترلوکا کا بھی ایک مشن ہے۔ وہ مذہب پرست نہیں ہے لیکن محب وطن ہے۔ اسے ایشیا سے محبت ہے۔ مظلوم ایشیا جو ہمیشہ یورپ کی چکی میں پستا رہا ہے۔ غور کرو نواز۔ کیا ان لوگوں نے' کیا تمام یورپی اقوام نے ایشیا کو تباہ و برباد نہیں کیا ہے' کیا انہوں نے ہمیں کتوں سے زیادہ اہمیت دی ہے' کیا انہوں نے ہمیشہ ہم پر حکومت نہیں کی ہے' کیا انہوں نے ایشیا کو کھڑے ہونے کا موقع دیا ہے' یہ اقوام ہمیشہ ہم پر کاری ضرب لگاتی رہی ہیں۔ جب بھی ہم نے کھڑے ہونے کی کوشش کی انہوں نے کبھی ایسٹ انڈیا کمپنی قائم کر کے ہمارے گھٹنوں پر ضرب لگائی' کبھی اسرائیل تخلیق کر کے۔ نواز جو کام پورے ایشیا کو کرنا چاہیے تھا' وہ میں تنہا ان کے سینے پر بیٹھ کر انجام دے رہا ہوں۔ ہاں دیکھو' میں اپنا وطن چھوڑ کر امریکہ میں موجود ہوں۔ ان کے دل میں بیٹھ کر ان کے دماغ میں سوراخ کر رہا ہوں۔ مجھے داد نہ دو گے۔ میں اس قوم کے پاؤں توڑ رہا ہوں' میں اسے منشیات کا مریض بنا رہا ہوں۔ میں نے انہیں چرس اور گانجے کے ہتھیار سے مارا ہے۔ میں ان کے ایٹم بم ناکارہ کر رہا ہوں۔ نسلیں ہر قوم کا سرمایہ ہوتی ہیں۔ میں اس قوم میں فقیروں کی نسل پیدا کر رہا ہوں۔ سارا یورپ میری لپیٹ میں ہے۔ سفید نسلوں کے نوجوان ہری کرشنا ہری رام کے نعرے لگا رہے ہیں۔ انہیں مذہب سے نفرت ہے۔ وہ جنگلوں میں غاروں کو آباد کرنا چاہتے ہیں۔ بتاؤ۔ کیا یہ میرا کارنامہ نہیں ہے؟" ترلوکا کی آنکھیں سرخ ہو رہی تھیں۔

میں دنگ رہ گیا تھا۔ اگر صورت حال پر غور کیا جاتا تو اس کے الفاظ غلط نہیں تھے لیکن میرے سینے کا وہ سوراخ بند نہیں ہو سکتا تھا جو میرے مذہب کی توہین پر میرے دل میں پیدا ہو گیا تھا۔

"جواب دو نواز' کیا میں پوجا کرنے کے قابل نہیں ہوں۔ کیا میں ایشیا کا خدا نہیں ہوں؟"

"ترلوکا' اگر تم یہ جذبہ لے کر میدان میں آتے تو یہ جذبہ قابل ستائش تھا لیکن مذہب کی توہین کا درس تو کسی مذہب نے نہیں دیا"۔

"مذاہب۔ ان مذاہب نے کیا دیا ہے انسان کو۔ سوائے چند پابندیوں کے۔ ہم ان پابندیوں کو قبول کرنے کے لیے تیار ہیں۔ لیکن ہمیں ان کی افادیت کا بھی تو پتہ چلے"۔

"یہیں تم غلط ہو"۔

"ہاں میں غلط ہوں۔ لیکن میرا یہی جذبہ میرے لیے قابل فخر ہے۔ اگر میں بھی مذہب کے جال میں پھنس جاتا تو اپنے کام کو اس آزادی اور بے فکری سے انجام نہیں دے سکتا تھا۔ میں دنیا کے کسی مذہب کو تسلیم نہیں کرتا کیونکہ کوئی بھی مذہب نیا نہیں ہے۔ اگر مذاہب اتنے ہی جامع ہوتے تو اب تک وہ انسان کو اپنے رنگ میں کیونکر نہ رنگ لیتے۔ انسان پرسکون کیوں نہ ہوتا۔ اتنے اضطراب کا شکار کیوں ہوتا؟"

"کیونکہ ہر دور میں تمہارے جیسے لوگ پیدا ہوتے رہے ہیں ترلوکا۔ اور انسان بہرحال کمزور ذہن کا مالک ہے"۔

"ان تفصیلات کے بعد بھی تم مجھے برا انسان سمجھتے ہو؟"

"اس لیے کہ میرے مذہب کی رو سے تم شیطان ہو' تم نے میرے مذہب کی توہین کی ہے۔ ہم دشمن کو معاف کر سکتے ہیں' مذہب کے دشمن کو نہیں"۔

"اس کے باوجود کہ انسان مذہب کے راستے نجات کی منزل پر نہیں پہنچ سکا"۔

"میں مسلمان ہوں ترلوکا۔ میرے مذہب میں سکون ہی سکون ہے۔ یہ دوسری بات ہے کہ ہم لوگ کی تعلیمات کو فراموش کیے ہوئے ہیں"۔

"یہ ایک اندھا عقیدہ ہے اور یہ دور آنکھیں بند کرنے کا نہیں ہے" ترلوکا نے کہا۔

"بہرحال ترلوکا۔ تم نے میرے سامنے جو مناظر پیش کیے ہیں' ان کے تحت یہ بات میرے اوپر فرض ہے کہ تمہیں سزا دوں۔

ہاں۔ میں تمہارے مشن کو فنا کروں گا۔ میں اس سے منحرف نہیں ہوں کہ تمہارے سینے میں ایک جذبہ موجزن ہے۔ لیکن مذاہب کی توہین کرنے والے کی حیثیت سے تم قتل کے مستحق ہو ---میں تمہیں قتل کروں گا"۔

"پاگل کتے ہو' صرف پاگل کتے۔ جاؤ۔ میری آنکھوں کے سامنے سے دور ہو جاؤ۔ ان پہاڑیوں میں رہو۔ میں تم جیسے گندے چوہوں کو قید کرنا بھی پسند نہیں کرتا۔ کیونکہ تم اس قابل نہیں ہو لیکن اگر دوران عقل آ جائے تو میرے پاس چلے آنا۔ میں ایک مخصوص وقت تک تمہاری واپسی کا انتظار کروں لیکن اپنے دشمنوں کو میں اپنے درمیان زیادہ عرصہ تک زندہ بھی نہیں رکھوں گا"۔

"میں تم سے کسی رعایت کا طلب گار نہیں ہوں ترلوکا"۔

"فکر مت کرو۔ میں اپنے پروگرام خود منتخب کرتا ہوں۔ میں دیکھوں گا تمہاری مذہبی دیوانگی تمہیں ہے"۔

"ارے طلب تو ساری پوری ہو چکی ہے۔ اب تو صرف جنت درکار ہے" میں نے مستانہ انداز میں میرے ذہن میں عجیب روشنیاں جگمگا رہی تھیں اور میری روح پرنور ہو رہی تھی۔ ایک ایسی بے خودی تھی میری ذات پر کہ بیان نہیں کر سکتا۔

"تمہیں جنت درکار ہے۔ ٹھیک ہے آؤ۔ میں تمہیں جنت میں پہنچا دوں" ترلوکا نے کہا اور میری بڑھا۔ پھر اس نے دونوں ہاتھ سامنے کیے اور اچانک اس کے ہاتھوں کی انگلیوں سے ایک سرد سی شعاع مجھے اپنے بدن کے گرد سرد لہریں محسوس ہوئیں۔ دوسرے لمحے میرا ذہن تاریکی میں ڈوب گیا۔

☆ ☆ ☆

"ڈارلنگ جاگ بھی جاؤ۔ کب تک سوتے رہو گے۔ اٹھو بھی" ایک نسوانی آواز میرے کانوں نجی اور میں چونک پڑا۔ میں نے آنکھیں کھول دیں۔ اس کی لمبی مخروطی انگلیوں کا لمس مجھے اپنے بالوں وس ہو رہا تھا اور پھر اس کا حسین آتشیں چہرہ میری نگاہوں کے سامنے آ گیا۔ اس کے لمبے سیاہ بال کھلے

ہوئے تھے جن کے درمیان اس کا چہرہ کسی نگینے کی طرح جگمگا رہا تھا۔

پھر اس کے نرم بدن کا احساس ہوا اور میں جلدی سے اٹھ کھڑا ہوا۔ میں نے چاروں طرف
ایک جگمگاتا ہوا گول کمرہ تھا جس میں رنگین روشنیاں متحرک تھیں۔ حسین ترین ماحول تھا اور اس ماحو
ذہن سو رہا تھا لیکن صورت حال مختلف تھی۔ چنانچہ میں نے ذہن جھٹکا اور میرے سر کی جنبش سے
سازوں کی حسین آوازیں ابھریں اور معدوم ہو گئیں۔

لڑکی کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ میں نے پریشان نگاہوں سے اسے دیکھا اور وہ ہو
جھونکے کی طرح آگے بڑھ آئی۔

"تمہاری پریشانی کی شکن تمہارے ذہنی تردد کا پتہ دیتی ہے" لڑکی کی آواز میں نقرئی گھنٹیاں
اٹھی تھیں۔ میں خاموشی سے اسے دیکھتا رہا۔

"بولو اجنبی۔ کیوں پریشان ہو؟" اس نے سوال کیا۔

"کون سی جگہ ہے یہ؟" میں نے طنزیہ لہجے میں پوچھا۔

"جنت"۔

"اور تم حور ہو گی" میں نے تمسخرانہ انداز میں کہا۔

"جو کچھ بھی ہوں، تمہارے لیے ہوں"۔

"شکریہ، میں آپ کو پسند نہیں کرتا"۔

"لیکن میں تو تمہاری تقدیر میں لکھی گئی ہوں۔ چاہے تم پسند کرو یا نہ کرو"۔

"بالکل غلط"

"کیوں؟"

"تمہارے کہنے سے کچھ نہیں ہوتا۔ میں تمہیں بالکل بھی پسند نہیں کرتا" میں نے کہا اور لڑ
چہرے کی مسکراہٹ آہستہ آہستہ ختم ہو گئی۔

"کیا میں اتنی ہی بری ہوں؟"

"ہاں"۔

"ٹھیک ہے۔ پھر میں چلی جاتی ہوں" اس نے کہا اور عجیب سے انداز میں چلتی ہوئی باہر نکل
یوں لگ رہا تھا جیسے وہ قدم آگے نہ بڑھا رہی ہو بلکہ اس کا بدن کسی مشینی ذریعے سے خود بخود آگے کھ
کھسک رہا ہو اور اب اس جنت میں، میں تنہا رہ گیا تھا۔

میں چند ساعت اپنی جگہ کھڑا سوچتا رہا۔ پھر میں نے سوچا کہ اس جنت کے باہر بھی تو دیکھا
ہے۔ چنانچہ میں دروازے سے باہر آ گیا۔ لیکن باہر قدم نکالتے ہی میں ٹھٹھک گیا۔ وہی خوبصورت
کھڑی تھی۔

لڑکی مجھے عجیب سی نگاہوں سے دیکھتی رہی اور میں آگے بڑھ گیا۔ لیکن وہ میرے پیچھے پیچھے چلی آ
رہی تھی۔ شاید مجھ پر نگاہ رکھنا اس کی ڈیوٹی تھی۔

میں نے اس جنت کا جائزہ لیا۔ بلاشبہ ترلوکا نے یہاں بھی خاصی محنت کی تھی اور اس جگہ کو حسین تر
بنانے کی کوششوں میں اس نے نجانے کیا کچھ خرچ کیا تھا۔ غالباً" یہ پہاڑی علاقے میں یا درے میں کوئی ایسی
جگہ تھی جو عام نگاہوں سے قطعی محفوظ تھی۔ ورنہ امریکہ جیسی جدید حکومت میں ایسی جگہ کا تعمیر کر لینا اور
خاص طور سے اس شکل میں کہ وہ لوگوں کی نگاہوں سے پوشیدہ ہو، خاصا مشکل تھا۔ لیکن یہ بھی ممکن تھا کہ
حکومت نے اس حصے کو آوارہ گردوں کی رہائش گاہ سمجھ کر نظر انداز ہی کر دیا ہو۔

بہرحال کافی محنت کی تھی ترلوکا نے۔ ایسے دوسرے غار بھی نظر آ رہے تھے جس سے میں باہر نکلا تھا
لڑکی مجھ سے چند قدم کے فاصلے پر چل رہی تھی۔ پھر میں رک گیا۔

"سنو" میں نے اسے آواز دی اور وہ منہ پھلائے میرے نزدیک آ گئی۔

"کب سے یہاں ہو؟"

"تقریباً" تین سال سے"۔

"اپنی مرضی سے نہیں آئیں شاید"۔

"نہیں"۔

"پھر؟"

"اغوا کر کے لایا گیا تھا"

"کیوں؟"

"یہ نہیں معلوم"۔

"تب میں سمجھ گیا"۔

"کیا سمجھ گئے؟"

"تمہارا حسن تمہارے لیے مصیبت بن گیا۔ غالباً" یہاں نشے میں ڈوبے ہوئے ہپیوں کو بھیجا جاتا
ہوگا۔ وہ جو اس کے منکر ہوتے ہوں گے، اور جنت و جہنم کے فلسفے میں پھنسے ہوں گے، یہاں بھیج کر انہیں
اس بات کا یقین دلایا جاتا ہو گا کہ اگر وہ جنت کے طلب گار ہیں تو وہ جنت یہیں موجود ہے"۔

"بالکل یہی بات ہے، تمہیں کیسے معلوم" لڑکی نے تعجب خیز لہجے میں پوچھا۔

"ٹھیک ہے، لیکن ترلوکا واقعی تھوڑا سا احمق بھی ہے۔ اسے یہ بات ذہن میں رکھنا چاہیے تھی کہ
نشے میں ڈوبے ہوئے ہپی اور مجھ میں فرق ہے" میں نے بھاری لہجے میں کہا۔

"آخر ہو کون تم؟" لڑکی نے پوچھا۔

"جب تم نے اپنے بارے میں مجھے کوئی تفصیل نہیں بتائی تو پھر میرے بارے میں جان کر کیا کرو

گی۔ بہر صورت میں تمہاری طرح نہیں ہوں۔ میں ترلوکا کا دشمن ہوں۔ جبکہ تم ترلوکا سے ڈرتی ہو۔ بلکہ خوفزدہ ہو۔ تم اس کے خوف سے اپنے بارے میں تفصیل بتانے سے گریز کرتی رہی ہو۔ لیکن مجھے کیا خوف ہو سکتا ہے۔ میں ترلوکا کو ختم کرنے کے لیے آیا ہوں۔ بالآخر اسے قتل کر دوں گا"۔

"لیکن کیوں، تم اس کے دشمن کیوں بن گئے ہو؟"

"اس لیے کہ وہ مذہب اور انسانیت کا دشمن ہے"۔

"دشمن" لڑکی تعجب سے بولی۔

"ہاں کیوں، تمہارا کیا خیال ہے اس سلسلے میں؟"

"وہ تو اپنے آپ کو سب سے بڑا محبِّ انسانیت کہتا ہے"۔

"وہ خود جو کچھ کہتا ہے، خود بھی اس سے مطمئن نہیں ہے۔ اس نے دوسروں کو رجھانے کے لیے جو ناٹک کھیلے ہیں، وہ اس کے کمزور ذہن کی دلیل ہیں"۔

"بس میں اس موضوع پر اس سے زیادہ گفتگو نہیں کروں گی"۔

"میں اس جنت میں کب تک رہوں گا لڑکی؟"

"جب تک چاہو"۔

"اس کے بعد کہاں جاؤں گا؟" میں نے مسکراتے ہوئے اس کی آنکھوں میں دیکھا اور لڑکی مجھ سے نگاہیں چرانے لگی۔

"مجھے کیا معلوم؟"

"خیر۔ میں تم سے پوچھ کر تمہیں اس کے عتاب کا شکار بنانے کے لیے تیار نہیں ہوں۔ لیکن اب کچھ میں کروں گا، وہ مجبوری ہے"۔

"کیا کرو گے" وہ خوفزدہ لہجے میں بولی لیکن میں نے اسے جواب دینا ضروری نہیں سمجھا تھا۔ میں ایک غار کو تاڑا اور لڑکی کو چھوڑ کر اس کی جانب بڑھ گیا۔ لڑکی پر اضطراب انداز میں تیزی سے آگے بڑھ رہی تھی۔

"سنو تو ـــــ سنو تو سہی"۔

"سناؤ" میں رک گیا۔

"کسی کی خلوت میں جانا گناہ ہے"۔

"ترلوکا کی جنت میں گناہ ثواب کا کوئی ذکر نہیں ہے۔ تم جا کر اسے بتا دو کہ ہلاکو خان اس کی جنت میں آگھسا ہے" میں نے کہا اور تیزی سے اس سوراخ کے اندر داخل ہو گیا۔ یہ جگہ بھی اس کمرے سے کم نہیں تھی۔

وہی حسن سجاوٹ اور خوبصورت چیزیں یہاں بھی موجود تھیں۔ غالباً" یہ بھی جنت ہی کا ایک

حصہ تھا۔ اور اس جنت میں ایک جنتی ایک حور کے ساتھ موجود تھا۔

لمبی داڑھی والا ایک تنومند آدمی جو آنکھوں ہی سے منشیات کا عادی معلوم ہوتا تھا۔ ایک حور کے پہلو میں لنگور کی حیثیت سے بیٹھا ہوا تھا اور وہ اس کے بالوں میں انگلیاں پھیر رہی تھی۔ مجھے دیکھ کر لڑکی کے چہرے پر اضطراب کے آثار ابھر آئے۔

"یہ لڑکی بھی خاصی حسین تھی۔ غالباً" ترلوکا نے اس جنت میں جمع کرنے کے لیے یا حور بنانے کے لیے حسین لڑکیوں کو اغواء کیا ہو گا۔ بہر صورت یہ ساری کوششیں اس کے الجھے ہوئے ذہن کا پتہ دیتی تھیں لیکن لنگور مجھے دیکھ کر بے چین ہو گیا اور حور سے کہنے لگا:

"یہ کون ہے؟" اس نے سوال کیا لیکن لڑکی بھی اس سوال کا جواب نہ دے سکی۔

میں اس کے نزدیک پہنچ گیا اور پھر میں نے اس کا گریبان پکڑ لیا اور اسے اٹھاتے ہوئے بولا:

"آؤ باہر آؤ۔ میں تمہیں بتاتا ہوں میں کون ہوں" میں نے کہا۔ اس نے مجھ سے اپنا گریبان چھڑانے کی کوشش کی لیکن میں نے الٹا ہاتھ اس کے منہ پر رسید کر دیا تھا۔

"باہر آؤ" میں نے اس کے سر کے بال پکڑ کر باہر آنے کے لیے کہا اور لنگور نہ جانے کیوں خوفزدہ ہو گیا۔ وہ دروازے کی جانب چل پڑا تھا اور پھر میں اسے غار سے باہر نکال لایا۔ باہر نکالنے کے بعد میں نے اس کی مرمت شروع کر دی۔ لنگور بری طرح چیخ رہا تھا۔ تب دوسرے غاروں سے بھی چند دوسرے لوگ باہر نکل آئے۔ وہ سب لنگور کو پٹتا ہوا دیکھ رہے تھے۔ تھوڑی دیر کے بعد میں نے اسے مار مار کر ادھ موا کر دیا۔ تب ایک کونے سے ایک آدمی آگے بڑھا۔

"کیا بات ہو گئی ہے جناب۔ آپ اسے کیوں مار رہے ہیں۔ کیا جنت میں بھی اس قسم کے ہنگامے ہوتے ہیں" اس نے میرے شانے پر ہاتھ رکھ کر کہا اور میں پلٹ پڑا۔

"بکواس مت کرو" میں نے الٹا ہاتھ اس کے منہ پر رسید کر دیا اور وہ بے اختیار الٹ گیا۔ دوسرے لوگوں کو شاید غصہ آ گیا تھا۔ وہ سب مجھ پر حملہ آور ہوئے۔ لیکن میں تو چاہتا ہی یہ تھا۔ میں نے ان کی مرمت شروع کر دی۔ میں اپنے سارے داؤ پیچ استعمال کر رہا تھا اور خوب خوب شور مچ رہا تھا۔

تب چند آدمی دوڑتے ہوئے اس طرف آئے۔ وہ مسلح تھے اور ان میں سے دو نے پستول میری طرف تان دیئے اور دھاڑے۔

"رک جاؤ، ورنہ ہم تمہیں گولی مار دیں گے"۔

"سنا بھائیو۔ تم خود کو جنت میں تصور کر رہے تھے۔ کیا فرشتے بھی پستول چلاتے ہیں" میں نے ہنستے ہوئے انہیں مخاطب کیا جو میرے ہاتھوں سے پٹے تھے۔

"آگے بڑھو، چلو یہاں سے" پستول والے غرائے۔

"میں تم لوگوں کو یہی بتانا چاہتا تھا۔ ترلوکا فراڈ ہے۔ وہ تم لوگوں کے ذہنوں کو ناکارہ کر رہا ہے۔ اس

کی باتوں میں نہ آؤ"۔

"چلو" وہ سب مجھ پر پل پڑے۔ البتہ میں نے ان سے مقابلہ کرنے کی کوشش نہیں کی تھی اور پھر میں ان کے ساتھ چل پڑا۔ لیکن عجیب ذہن ہو رہا تھا۔ موت کا کوئی خوف نہیں تھا۔ بس مرجانے ہی کو جی چاہتا تھا اور میں سب کچھ کرنے پر آمادہ تھا۔

"کہاں لے جا رہے ہو تم مجھے؟"

"جہنم میں"۔

"اوہ۔ لیکن میں ابھی چند روز جنت میں رہنا چاہتا ہوں"۔

"تمہارے لیے جہنم ہی بہتر ہے" وہ دانت پیس کر بولے اور میں رک گیا۔

"اور اگر میں نہ جانا چاہوں؟"

"تب پھر-----" ان میں سے ایک اچانک آگے بڑھا اور اس نے میرے سر کی پشت پر پستول کے دستے سے زوردار ضرب لگائی اور میرے سر میں ستارے ناچ گئے۔

"جہنم میں لے جانے کا یہی طریقہ سب سے عمدہ ہے" میں نے ڈوبتی ہوئی آواز میں کہا۔

"اور اس کے بعد وہی بے نام خاموشی' جس کے بعد ہوش آنا ضروری تھا۔ خوب آنکھ مچولی ہو رہی تھی میرے ساتھ اور اس بار بھی جب آنکھ کھلی تو ایک نیا ماحول اور نیا منظر تھا۔ بہرحال یہ سب میرے لیے حیرت انگیز تھا۔

سیاہ رنگ کی بنجر پہاڑیاں جن کے کسی رخنے میں کوئی کونپل تک نہیں تھی۔ جگہ جگہ جلے ہوئے کوئلہ نما پتھر نظر آ رہے تھے۔ اس سیاہی کی وجہ سے دن کی روشنی بھی تاریک تاریک سی لگ رہی تھی۔ جس جگہ میں پڑا ہوا تھا' وہاں بھی کھردرے پتھروں کی زمین تھی جو میرے بدن میں جگہ جگہ گڑ گئے تھے اور ان میں سوزش ہو رہی تھی۔ ایسی تکلیف دہ تکلیف تھی کہ میں خوفزدہ ہو کر اٹھ گیا۔ میں نے دہشت زدہ نگاہوں سے چاروں طرف دیکھا۔

چاروں طرف اونچے اونچے سیاہ ٹیلے تھے۔ ان کے علاوہ کچھ نظر نہیں آ رہا تھا۔ غالباً" یہ عتاب کی زمین تھی اور اب میں جنت کے بعد جہنم کا نمونہ دیکھ رہا تھا۔

میں اپنی جگہ کھڑا ہو کر چاروں طرف دیکھتا رہا۔ سب سے زیادہ حیرت انگیز بات یہ تھی کہ ترلوکا نے امریکہ کا ایک اتنا بڑا حصہ حاصل کیا ہوا تھا اور وہ وہاں اپنی من مانی حکومت قائم کر لی تھی۔ لیکن حکومت امریکہ اس کی جانب سے نگاہیں بند کیے ہوئے تھی۔ آخر کیوں؟

حالانکہ مجھے معلوم تھا کہ خود امریکی حکومت چرس اور دیگر منشیات کی روک تھام کے لیے ایک بہت بڑا سرمایہ خرچ کر رہی تھی۔ کروڑوں روپے کی ناجائز منشیات کے ذخائر خرید کر تباہ کر دیے جاتے تھے۔ ایک طرف تو یہ کوششیں اور دوسری طرف اس کے سینے پر ترلوکا بیٹھا ہوا تھا اور اس نے اپنی من مانی قائم کر

تھی۔ اس من مانی کے بارے میں حکومت امریکہ کو کہاں تک علم تھا' میں اس کے بارے میں نہیں ... میں جان کر کرتا بھی کیا۔ لیکن جب...... ترلوکا کے افکار کے بارے میں' میں سوچتا تو ایک تھا اور...... سی الجھن کا شکار ہو جایا کرتا تھا۔

اس شخص نے جو کہانی سنائی تھی' وہ متاثر کرتی تھی۔ اگر اس نے یورپ کی نسلی برتری کو تباہ کرنے کا کام شروع کی تھی تو یہ کوئی...... بری بات نہیں تھی۔ بہرحال یورپین ممالک نے ایشیا پر بہت زیادتیاں کی اور ایک ایشیائی ہونے کی حیثیت سے میں اس نظریے کو تسلیم کرتا تھا۔

"لیکن ایک مذہب پرست کی حیثیت سے اس حسن بن صباح کا خاتمہ ضروری تھا۔ اس نے مذاہب کی توہین کی تھی' اس کے لیے میں اسے کبھی معاف نہیں کر سکتا تھا۔ رہی مغربی نسلوں کی بات' تو میرا یہ کہنا تھا کہ برائی کو برائی سے ختم کرنا ایک بدتر نظریہ ہے۔ برائی کو اچھائی سے ختم کیا جانا چاہیے۔ مغربی ممالک میں اسلامی تنظیمیں کام کر رہی ہیں اور بے شمار لوگ مسلمان ہو رہے ہیں۔ اس کے علاوہ ضروری تو نہیں ہے کہ کسی دوسرے انسان کے لیے ہونے کی سزا دوسرے انسان کو دی جائے۔ انسان کشی کی تو مذہب کہیں اجازت نہیں تھی۔

اس لیے میں ترلوکا کے نظریے کو کبھی تسلیم نہیں کر سکتا تھا۔ لیکن...... وہ ایک مضبوط انسان تھا۔ بلا کا مضبوط۔ میں تو اس کی اس جسمانی قوت سے بھی بے حد متاثر تھا۔ کمبخت فولاد کا بنا معلوم ہوتا تھا۔

ایسے وقت میں مجھے ہراتا یاد آیا۔ کاش وہ بھی میرے ساتھ ہوتا۔ اس انوکھے شہزادے کو میں زندگی کے کسی دور میں نہیں بھول سکتا تھا۔ ہوریشو کو اس نے جس انداز میں قتل کیا تھا' وہ مجھے آج تک یاد تھا۔

ویران پہاڑوں میں مجھے بے شمار یادیں ستاتی رہیں اور پھر میں نے بڑے خلوص سے اپنے خدا سے مانگی۔

"میرے معبود! میں تسلیم کرتا ہوں کہ میں گناہوں کا ایک ایسا بوجھ ہوں جس سے زمین شرماتی ہے۔ جنت اس لیے نہیں مانگ سکتا کہ اپنی زبان کو اس قابل نہیں سمجھتا لیکن جو جذبہ میرے سینے میں ابھرا ہے' اسے پورا کرنے میں میری مدد کر۔ میں اپنی زندگی کا طلب گار نہیں ہوں' جو کچھ کر چکا ہوں' اس کے بعد دوبارہ کر کروں گا بھی کیا۔ حالانکہ ایک ذات میری زندگی سے اس انداز میں منسلک ہو گئی تھی کہ اس کی ذمہ داریاں بھی مجھ پر آ پڑی ہیں لیکن میں کسی کے لیے بھی اپنی زندگی مانگنا نہیں چاہتا۔ ہاں اس جذبے کو ضرور پورا ہونا چاہیے۔ مجھے اتنی زندگی چاہیے کہ موت کے بعد میں یہ سوچوں کہ زندگی میں کوئی ایک کام تو ایسا کیا جس سے دوسروں کو بھی فائدہ ہو سکتا ہے"۔

یہ سوچ اور یہ احساسات عجیب سے انداز میں میرے ذہن میں ابھرے تھے۔ پھر میں خاموشی سے اٹھ کر چلا

ویران پہاڑوں میں خاموشی کے سوا کچھ نہ تھا۔ تب میں نے ان پر غور کرنا شروع کر دیا۔ یہ بڑی
انداز میں نظر آ رہے تھے' وہ کچھ عجیب سا تھا۔ کوئلہ نما پہاڑیاں تھیں۔ ممکن ہے یہ کوئلہ کے پہاڑ ہوں
لیکن کوئلہ کی تو کانیں ہوتی ہیں۔ میں نے سوچا اور پھر میں نے ایک پتھر کو کھرچا۔ سیاہ پتھر زیادہ سخت نہیں
تھے۔ تب ایک اور احساس میرے ذہن میں بیدار ہوا۔ شاید قرب و جوار میں کوئی آتش فشاں موجود ہے جس
سے کبھی لاوا بہا ہو گا اور یوں یہ لاوا ٹھنڈا ہو کر یہ شکل اختیار کر گیا ہے۔ بہر صورت اس جغرافیائی مسئلے سے
مجھے قطعی کوئی دلچسپی نہیں تھی۔ میں تو صرف یہ دیکھنا چاہ رہا تھا کہ یہ پہاڑیاں کہاں تک پھیلی ہوئی ہیں اور
اس بار مجھے یہاں تک لانے کا مقصد کیا ہے۔ چنانچہ میں سخت اور کھردرے پتھروں کے درمیان بھٹکنے لگا۔

بہت دیر تک میں گھومتا رہا۔ پہاڑی ٹیلے خشک اور بے آب و گیاہ تھے۔ جہاں گھاس یا کسی اور
چیز کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا تھا۔ چنانچہ دیکھنا یہ تھا کہ اس سرزمین پر لانے کے بعد ترلو کا میرے ساتھ کیا
سلوک کرے گا۔ اتنا تو مجھے یقین تھا کہ وہ میری جانب سے اب بھی بے خبر نہیں ہو گا۔ پھر جب شام جھک آئی
تو یہ پہاڑیاں اور بھی ڈراؤنی ہو گئیں۔ اتنی خوفناک کہ انسان ان کے درمیان زندہ رہنے کا تصور بھی نہیں کر
سکتا تھا۔ مجھے ان پہاڑیوں سے کوئی خوف تو نہیں محسوس ہو رہا تھا لیکن ایک عجیب سا احساس ضرور تھا۔ رات
تو یہاں بڑی ہی خوفناک تھی۔ اتنا سخت اندھیرا تھا کہ ہاتھ کو ہاتھ سجھائی نہیں دے رہا تھا۔ ہوا چل رہی تھی
لیکن موسم سرد نہیں تھا۔ پتھروں سے ہوا کی رگڑ خوفناک آوازیں پیدا کر رہی تھی اور سناٹے میں یہ آوازیں
بے حد ڈراؤنی لگ رہی تھیں۔

میں نے ایک قدرے ہموار جگہ کو منتخب کیا اور لیٹ گیا۔ بھوک لگ رہی تھی۔ حلق بھی سوکھ رہا تھا
لیکن دن ہی میں میں..... اس صورت حال کا اندازہ لگا رہا تھا اور سمجھ گیا تھا کہ اب بھوک اور پیاس کا دور
شروع ہو گا اور میں اس کے لیے بھی تیار تھا۔ یہ اذیتیں تو روح کو نکھارتی ہیں۔

اور رات کے آخری حصے میں جب بے چینی حد سے زیادہ بڑھ گئی تو میرے ذہن میں ایک اور خیال
آیا اور میں اٹھ کھڑا ہوا۔ میں نے اپنے ذہن کو کریدا اور مجھے بہت سی قرآنی آیات یاد آ گئیں۔ میں نماز پڑھنے
کھڑا ہو گیا۔ میری آنکھیں بند تھیں اور میں سجدے پہ سجدے کیے جا رہا تھا۔

اور رات کی طنابیں کھنچ گئیں۔ روشنی اس تیزی سے آئی کہ میں حیران رہ گیا۔ یہ روشنی میری
پلکوں میں در آئی تھی۔ تب میں نے آنکھیں کھول دیں اور سب سے پہلے میری نگاہ جس چیز پر پڑی وہ ایک
سیاہ غار کا دہانہ تھا۔ ان پہاڑیوں میں یہ پہلا غار مجھے نظر آیا تھا۔

چند لمحات میں سوچتا رہا اور پھر آہستہ قدموں سے غار کی طرف چل پڑا۔ قدموں کی آوازیں سناٹے
میں گونج رہی تھیں اور مجھے یہ آوازیں عجیب لگ رہی تھیں۔ پھر میں غار کے دہانے پر پہنچا ہی تھا کہ اندر سے
کوئی آواز ابھری۔ اور میں ٹھٹھک گیا۔ دوسرے لمحے غار سے ایک عجیب الخلقت آدمی نکل آیا۔ اس کا قد
چار فٹ سے زیادہ نہیں تھا۔ لیکن بدن کا پھیلاؤ بہت کافی تھا۔ رنگ کوئلے کی مانند سیاہ تھا اور آنکھیں سرخ

ڈراؤنی۔ اس کے جسم پر چیتھڑے جھول رہے تھے۔ غالباً پتلون ہی تھی جو بدن پر جھول رہی تھی اور
اوپری بدن پر اس نے اونی کمبل کا سا کوئی لباس پہنا ہوا تھا۔ سب سے تعجب خیز چیز جو اس کے ہاتھ میں تھی'
پتھر کا بنا ہوا ایک ہتھیار تھا۔ ایک نوک دار ہتھیار' جیسا کہ انتہائی قدیم دور میں غاروں میں رہنے والے اپنے
پاس رکھا کرتے تھے۔

مجھے دیکھ کر اس کے حلق سے ایک عجیب سی آواز نکلی اور دوسرے لمحے وہ اندر داخل ہو گیا۔ اس
عجیب و غریب مخلوق کو دیکھ کر میں ششدر رہ گیا تھا لیکن بات یہیں ختم نہ ہوئی۔ چند ساعت کے بعد اس کے
ساتھ ایک ویسا ہی سیاہ فام نکل آیا لیکن اس کے لباس اور جسم سے پتہ چلتا تھا کہ وہ عورت ہے لیکن اس کا
پھیلاؤ بھی ویسا ہی خطرناک تھا جیسا پہلے وحشی کا تھا۔ دونوں کے چہروں سے وحشت کا اظہار ہوتا تھا۔ دوسرے
لمحے ان دونوں نے اپنے ہتھیار سنبھال لیے اور ایک بھیانک آواز کے ساتھ وہ دونوں نوکدار ہتھیار لے کر مجھ
پر ٹوٹ پڑے۔

بچاؤ کی کوشش تو ایک فطری امر ہے۔ میں ان دونوں ہتھیاروں کے وار سے بچا اور ان کے ہتھیار
آپس میں ٹکرا گئے۔ چنگاریاں سی نکلیں اور عورت کے ہاتھ سے اس کا ہتھیار چھوٹ گیا۔ لیکن مرد انتہائی
مضبوط تھا۔ اس نے ہتھیار سنبھال لیا اور پھر اتنی لمبی چھلانگ لگائی کہ میں حیران رہ گیا۔ اتنی موٹی جسامت کے
ساتھ یہ چھلانگ اتنی خوفناک تھی۔

میں نے بڑی مشکل سے خود کو بچایا تھا اور پتھر کا وہ ہتھیار ایک چٹان پر پڑا۔ چٹان کا بہت سا حصہ
ٹوٹ گیا تھا۔ اس سے مرد کی خوفناک قوت کا اظہار ہوتا تھا۔ اس اثناء میں عورت بھی اپنا ہتھیار سنبھال چکی
تھی۔ وحشی جس قدر خوفناک نظر آ رہے تھے' اس سے اندازہ ہوتا تھا کہ وہ چند ہی ساعت کے بعد میری
ہڈیوں کا سرمہ بنا دیں گے۔

زندگی اور موت کی یہ جنگ بے حد بھیانک تھی۔ ان لوگوں کے وجود کے بارے میں سوچنے میں
وقت ضائع نہیں کیا جا سکتا تھا۔ سب سے پہلے ان سے بچاؤ بہت ضروری تھا۔ وہ اچھل اچھل کر میرے اوپر
حملہ کر رہے تھے اور میں اپنی زندگی میں سب سے زیادہ پھرتی کا اظہار کر رہا تھا لیکن اندازہ ہو رہا تھا کہ اگر میں
نے کوئی موثر قدم نہ اٹھایا تو وہ آسانی سے میرے اوپر قابو پالیں گے۔ ابھی تک میں صرف مدافعت کر رہا تھا۔
مجھے خود کچھ کرنے کا موقع ہی نہیں ملا تھا۔ لیکن پیچھے پیچھے ہٹتے اچانک میری نگاہ چند پتھروں پر پڑی۔

سیاہ پتھروں میں ایک پتھر میرا ہتھیار بن گیا۔ میں ان سے دوسری طرف ہٹ گیا تاکہ وحشی میری
حرکت کو سمجھ نہ پائیں اور وہ اسی طرف دوڑے لیکن میں نے انہیں لمبا چکر دیا اور جھکائی دے کر اچانک
غاروں کی طرف دوڑا۔ وہ بدستور میرے پیچھے تھے۔

لیکن مجھے موقع مل گیا تھا۔ میں پھرتی سے جھکا اور ایک پتھر اٹھا لیا اور پھر وہ پتھر برق رفتاری سے
میرے ہاتھ سے نکلا اور عورت کے شانے پر پڑا۔ عورت کے حلق سے کسی ریچھنی کی طرح چنگھاڑ نکلی

اور مرد رک گیا۔ عورت کے ہاتھ سے اس کا ہتھیار نکل گیا اور وہ اپنا شانہ پکڑ کر زمین پر بیٹھ گئی۔ اب وہ بیٹھی
کراہ رہی تھی۔

مرد کا جوش و خروش ختم ہوگیا۔ اب وہ گومگو کے عالم میں تھا لیکن میری طرف سے غافل بھی نہ
تھا۔ جونہی میں نے دوسرا پتھر اٹھایا' اس نے عورت کے قریب سے چھلانگ لگادی۔

میرا نشانہ خالی گیا تھا اور پھر مرد نے اپنا ہتھیار پوری قوت سے مجھ پر کھینچ مارا۔ میں بھی اس کے وار
سے بچ گیا تھا۔ لیکن اس کے ساتھ ہی میں نے اس ہتھیار پر قبضہ کرلیا۔ تقریباً" پندرہ بیس سیر وزنی پتھر سے بنا
ہوا تھا۔

مرد اب مجھے غور سے دیکھ رہا تھا اور پھر شاید اس کی سمجھ میں کچھ آگیا۔ اس نے عورت کا گرا ہوا
ہتھیار اٹھالیا تھا۔

دوسری طرف میں بھی اس کے مقابل آنے کا فیصلہ کرچکا تھا۔ چنانچہ میں آہستہ آہستہ آگے بڑھنے
لگا۔ میرا ذہن کسی خوف کے جذبے سے خالی تھا۔ بس ایک عجیب سا تاثر ذہن میں تھا۔ ہاں میں ایک نئی
جنگ کے لیے تیار تھا۔

مرد نے اپنا ہتھیار سنبھال لیا اور پینترے بدلنے لگا۔ میری نگاہ اس پر جمی ہوئی تھی۔ دفعتاً" وہ جھپٹا
اور اس نے ہاتھ گھمادیا۔ میں نے اسے جھکائی دی اور خود بھی اس پر حملہ کردیا۔

پتھروں کے دور کی یہ تصویر جدید طریقہ جنگ سے ناواقف تھی اس لیے میری موگری اس کی کمر پر جم
گئی اور اس کے حلق سے ایک دھاڑ نکلی۔ لیکن اب وہ زخمی گینڈا بن گیا تھا اس نے بل کھا کر ایک بھرپور وار
کیا لیکن مجھے اس کا وار خالی دینے میں کوئی دقت نہیں ہوئی اور اس بار میرا وار بے حد کاری تھا۔ میری
موگری اس کی گردن پر پڑی تھی اور وہ دور تک دوڑا چلا گیا۔ پھر نیچے گر پڑا۔ اس کا ہتھیار بھی اس کے ہاتھ
سے نکل کر دور جا گرا تھا۔

میرا سینہ دھونکنی بنا ہوا تھا۔ اس بار مجھے جتنی محنت کرنی پڑی تھی' شاید میں نے کبھی نہیں کی تھی۔
بڑی خوفناک جنگ تھی۔

لیکن اب اس جنگ کا خاتمہ ہوچکا تھا۔ عورت کے شانے کی ضرب بھی شدید تھی اور وہ شاید بے
ہوش ہوچکی تھی۔ میں نے پہلے مرد کے قریب جاکر دیکھا پھر عورت۔ کو۔ دونوں بے ہوش تھے۔ ایک لمحے
کے لیے دل میں خیال آیا کہ ان دونوں کو انہی کے ہتھیاروں سے ہلاک کردوں۔ ان کے سر کچل دوں کیونکہ
دوسری بار میں خود کو اس تجربے کے قابل نہیں پاتا تھا۔

لیکن پھر میں نے اپنا خیال بدل دیا۔ بہر حال وہ انسان ہیں اور اپنی انا کی تسکین کے لیے دو انسانوں کو
قتل کرنا کوئی اچھی بات نہیں تھی۔ میں نے ان پر قابو پالیا تھا اور اب تھوڑی دیر کے لیے میرے لیے
خطرہ نہیں تھا۔ چنانچہ بہتر یہی تھا کہ میں یہاں سے نکل جاتا۔ ہاں یہ دوسری بات تھی کہ وہ لوگ مجھے

کرنے کی کوشش کرتے اور مجھ تک پہنچ جاتے لیکن اس کے بعد جو کچھ بھی ہوتا' دیکھا جاتا۔

میں نے ان پر آخری نگاہ ڈالی اور وہاں سے آگے بڑھ گیا لیکن میری سمجھ میں یہ بات نہیں آئی تھی
کہ وہ ہیں کون اور آخر اس غار میں اور ان ویران پہاڑیوں میں کیا کر رہے تھے۔ دفعتاً" میرے ذہن میں
ایک خیال آیا۔

اگر وہ اسی غار میں رہتے ہیں تو بھوکے پیاسے تو زندہ نہ رہتے ہوں گے۔ یہ خیال میرے لیے بڑا دل
خوش کن تھا۔ بھوک بہت زور کی لگ رہی تھی۔ چنانچہ اگر اسی سلسلے میں کوشش کرلی جائے تو اس میں کیا
حرج ہے۔ چنانچہ میں واپس اس غار کی جانب چل پڑا۔ جہاں سے یہ دونوں نکلے تھے لیکن غار کے دہانے پر پہنچ
کر ایک اور خیال میرے ذہن میں آیا۔

ممکن ہے ان جیسے کچھ اور دوسرے بھی غار میں موجود ہوں۔ خطرہ مول لیا جائے یا نہیں؟ لیکن
بھوک پیاس سے بچنے کا ایک ذریعہ نظر آیا تھا تو کیوں نہ اس سے فائدہ اٹھاتا۔ اگر کچھ اور لوگ بھی اندر ہوتے
تو دیکھا جائے گا۔ زندگی اور موت کا تو کوئی مسئلہ نہیں تھا۔ چنانچہ میں نے غار کے دہانے پر پہنچ کر حلق سے
عجیب و غریب آوازیں نکالیں۔ مقصد یہی تھا کہ اگر اندر کوئی ہو تو باہر نکل آئے۔

لیکن خاصی دیر گزر گئی اور کوئی باہر نہ آیا۔ تب میں غار کے دہانے سے اندر داخل ہوگیا۔

غار اندر سے کافی کشادہ تھا اور سب سے بڑی بات یہ تھی کہ جو کچھ میں نے سوچا تھا' وہ اندر موجود
تھا۔ غار کے اندر کچھ پھل اور گوشت کے ٹکڑے پڑے ہوئے تھے۔ حالانکہ وہ ساری چیزیں زمین پر اس
انداز میں پڑی ہوئی تھیں جیسے کسی جانور کی گپھا میں ہوں لیکن بہر صورت غذا تھی۔ وہ غذا جو اس وقت
میرے لیے بڑی حیثیت رکھتی تھی۔

اندر ایک بڑے برتن میں پانی بھی رکھا ہوا تھا۔ گویا ان کی زندگی کے لیے یہاں سامان فراہم تھا۔ اب
اس بات میں کسی شک و شبہ کی گنجائش نہیں تھی کہ انہیں ترلوکا نے پالا ہوگا۔ لیکن یہ انسان نما جانور اس کے
ہاتھ کہاں سے لگے اور کس طرح اس نے انہیں حاصل کیا۔ بہر حال یہ ساری چیزیں بعد میں سوچنے کی
تھیں۔

گوشت کے ٹکڑے کچے تھے جو میں نہیں کھا سکتا تھا۔ البتہ پھل میں نے اٹھالیے۔ یہ پھل بالکل
تازہ نہیں تھے۔ دو تین دن پرانے معلوم ہوتے تھے لیکن اس قابل تھے کہ انہیں کھایا جاسکتا تھا۔ چنانچہ میں
نے انہیں اٹھا کر کپڑوں سے صاف کیا اور کھانے لگا۔

پھل کھانے کے بعد میں نے پانی پیا۔ حالانکہ یہ ساری چیزیں میرا ذہن قبول نہیں کر رہا تھا لیکن
بھوک بہت بری چیز ہوتی ہے۔ میں نے پانی پینے کے بعد خدا کا شکر ادا کیا۔ بہر صورت کسی بھی انداز میں سہی'
لیکن اس نے میری زندگی کا ایک سامان فراہم کیا تھا۔

ان دونوں چیزوں سے فارغ ہو کر میں نے چند ساعت سوچا اور تیزی سے غار سے باہر نکل آیا اور پھر

غار سے دور پہنچنے کی کوشش کرنے لگا۔

لیکن دفعتاً مجھے ایک عجیب سی کھڑکھڑاہٹ محسوس ہوئی۔ بڑی عجیب سی آواز تھی اور اس کے بعد ایک آواز پہاڑوں میں گونجنے لگی۔ میرے قدم رک گئے تھے۔ پھر ادھر ادھر دیکھنے لگا تھا۔

"ترلوکا بول رہا ہوں راجہ نواز اصغر" اور میں حیرت سے اچھل پڑا۔ یہ آوازیں چاروں طرف سے آ رہی تھیں اور ان کی گونج بے حد پراسرار تھی۔ میں رک گیا۔ "کیا حال ہے تمہارا؟"

"خوش ہوں ترلوکا"

"تم نے ان دونوں وحشیوں کو ہلاک کر دیا؟"

"نہیں۔ وہ صرف زخمی ہیں"۔

"قابل تحسین بات ہے۔ تم واقعی عجیب چیز ہو لیکن ضدی اور ناعاقبت اندیش' وقت سے فائدہ نہ اٹھانے والے"۔

"ہاں۔ کچھ ایسی ہی بات ہے"۔

"میں اب بھی تمہاری طرف سے ناامید نہیں ہوں"۔

"ناامیدی بری بات ہے"۔

"کیا تم اب بھی اپنے فیصلے میں کوئی تبدیلی نہیں کرو گے؟"

"کیوں اب کیا خاص بات ہو گئی؟"

"گویا تم ان باتوں کو اہمیت نہیں دیتے"۔

"ترلوکا' تم جاہل معلوم ہوتے ہو۔ تمہاری معلومات کچھ نہیں ہیں۔ اگر تمہیں معلومات ہوتیں تو تم ضرور سوچتے کہ فرعون اور نمرود تم سے کہیں زیادہ طاقتور تھے۔ لیکن بالآخر وہ فنا ہو گئے"۔

"دیوانے' نہ میں فرعون ہوں اور نہ نمرود۔ میرے مشن میں تو ایک جذبہ پوشیدہ ہے"۔

"لیکن میں جذبے کو شیطانی قرار دیتا ہوں"۔

"کیا تمہارے ہمارے درمیان مصالحت کا کوئی امکان نہیں ہے؟"

"ہے" میں نے جواب دیا۔

"تب میں تم سے بات کرنے کے لیے تیار ہوں"۔

"سامنے آؤ" میں نے کہا اور ترلوکا ہنسنے لگا۔

"تم اپنے بائیں سمت دیکھو' گردن گھماؤ" اس نے کہا اور میری گردن بے اختیار گھوم گئی۔ مجھے اس بات پر حیرت تھی کہ ترلوکا میری حرکات و سکنات پر بھی نگاہ رکھتا تھا۔ بہرحال بائیں سمت کوئی خاص چیز نظر نہیں آئی۔

"وہ دھواں دیکھ رہے ہو' جو ایک پہاڑی کی چوٹی سے اٹھ رہا ہے؟"

"اوہ' ہاں"۔

"اس کے نزدیک آ جاؤ۔ میں وہاں موجود ہوں" ترلوکا نے کہا اور میں نے گردن ہلا دی۔

"ٹھیک ہے میں آ رہا ہوں"۔

"تو پھر آ جاؤ۔ باقی باتیں یہیں پہنچ کر ہوں گی" ترلوکا نے کہا اور کھڑکھڑاہٹیں پھر ابھریں اور پھر اس کی آواز بند ہو گئی۔ کوئی ایسا سسٹم جس پر وہ لاؤڈ اسپیکروں کے ذریعے اپنی آواز نشر کر رہا ہے۔ یہ اسپیکر چٹانوں میں پوشیدہ ہوں گے۔ بدبخت نے نہ جانے خود کو کیا بنانے کی کوشش کی تھی۔

بہرحال فاصلہ کافی تھا۔ لیکن اب میرے بدن میں توانائی تھی کیونکہ کھانے کو مل گیا تھا۔ چنانچہ مجھے یہاں تک پہنچنے میں وقت نہیں ہوئی اور تھوڑی دیر کے بعد میں اس ٹیلے پر پہنچ گیا جس سے دھواں اٹھ رہا تھا۔

یہ دھواں زمین کے اندر کسی غار سے بلند ہو رہا تھا اور اس کے قرب و جوار کا حصہ کافی گرم تھا۔ مجھے وہ آتش فشاں یاد آ گئے جن کے بارے میں' میں نے پڑھا تھا اور پھر ترلوکا ایک چٹان کے پیچھے سے نکل آیا۔

وہی انداز۔ اس کا بدن برہنہ تھا۔ چوٹی جھول رہی تھی اور چہرے پر نرمی تھی۔ بڑے ہی کٹھور ہو نواز اصغر! تمہاری ایک ایک ادا مجھے پیاری ہے سوائے اس کے کہ تم بے پناہ ضدی ہو"۔

"اوہو۔ میرا خیال ہے تمہارے الفاظ میں کچھ تبدیلی آ گئی ہے ترلوکا؟"

"ہرگز نہیں میرے دوست بات دراصل یہ ہے کہ تم نے مجھے سمجھنے کی کوشش ہی نہیں کی"۔

"تم مجھے سمجھانا کیا چاہتے ہو ترلوکا؟" میں نے سوال کیا۔

"راجہ نواز اصغر میں جس جذبے کو اپنے دل میں رکھتا ہوں ایک ایشیائی ہونے کی حیثیت سے تمہارے دل میں بھی اتنا ہی درد ہونا چاہیے بلکہ میری تو یہ طلب تھی کہ تم میری توقع سے زیادہ میرے معاون ثابت ہوتے لیکن تم نجانے تہذیب اور مذہب کی کون سی لکیروں کو پیٹ رہے ہو۔ بات میری بھی ٹھوس ہے۔ بس میں اس مذہب کو نہیں مانتا جسے رائج ہوئے زمانے ہو گئے اور وہ انسان کے ذہن میں کوئی نمایاں نقش نہ چھوڑ سکا"۔

"بات وہیں پہنچ جاتی ہے ترلوکا کہ مذاہب نے تو بہت ساری تعلیمات دی ہیں۔ اب کچھ لوگ انہیں مانتے ہیں کچھ نہیں مانتے۔ کچھ ان سے پہلو تہی کرتے ہیں' کچھ ان کی پیروی کرتے ہیں۔ جو پیروی کرتے ہیں وہ اچھے انسان کہلاتے ہیں اور جو اس سے پہلو تہی کرتے ہیں وہ بہر صورت دنیا میں کوئی مقام نہیں رکھتے۔ ان حالات میں مذاہب تو برے نہ ہوئے اور مذاہب کو لانے والے بہر صورت عظیم تھے اور عظیم رہیں گے"۔

"خیر کچھ بھی ہو' میرا ایک دوسرا مشن بھی ہے۔ اگر تم صرف اسے نگاہ میں رکھ کر میرا ساتھ دو تو کوئی حرج ہے' میرا خیال ہے اس مشن کے سلسلے میں تم اتنے وہمی بھی نہ ہو گے"۔

"تم بدستور لکیر پیٹتے جا رہے ہو ترلوکا۔ ہاں میں تمہیں ایک پیشکش کرتا ہوں"۔

"ہاں ہاں میں یہی چاہتا ہوں کہ تم مجھے کوئی پیشکش کرو اور بالآخر میں تمہیں اپنا ہم نوا بنالوں"۔

"میں تم سے صرف یہ چاہتا ہوں ترلوکا کہ اس سارے کارخانے کو ختم کردو اور اپنے آپ کو اسی دنیا کا ایک انسان بناؤ!"

"اور میری تحریک کے بارے میں کیا خیال ہے؟"

"فرسودہ' لچر' بے ہودہ" میں نے جواب دیا۔

"حالانکہ تم اعتراف کرچکے ہو"۔

"کس بات کا؟"

"یہی کہ اس طویل سفر میں تم نے بے شمار انسانوں کو میرا ہمنوا اور عقیدت مند پایا ہے۔ کیا تمہارے خیال میں یہ تحریک فنا ہوسکتی ہے؟"

"ہاں ترلوکا۔ تاریخ گواہ ہے بہت کچھ ہوا ہے لیکن کچھ باقی نہیں رہا ہے"۔

"لیکن میں باقی رہوں گا"۔

"نہیں ترلوکا تم بھی باقی نہیں رہوگے۔ تم نے اپنی ذات کی قوت سے یہ سب کچھ نہیں کیا ہے' پہاڑوں میں لاؤڈ اسپیکر پوشیدہ ہیں۔ تم نے جدید ترین بنیادوں پر طلسمی جال پھیلایا ہے۔ یہ بڑی عجیب بات ہے تم جن چیزوں کی افادیت کو خود تسلیم کرتے ہو' انہیں سے اجتناب بھی کرتے ہو"۔

"میں بتا چکا ہوں کہ زہر کو زہر سے مارا جاتا ہے"۔

"بہرحال مجھ سے اب اور کیا چاہتے ہو؟"

"فیصلہ کرنا چاہتا ہوں" ترلوکا نے گہری سانس لے کر کہا۔

"کیسا فیصلہ؟"

"تم میرا ساتھ دوگے یا نہیں؟" اس نے کہا اور میں بغور ترلوکا کو دیکھنے لگا۔ اور اچانک میرے بدن میں سرسراہٹ ابھر آئیں۔ خیال میرے ذہن میں طوفان بن گیا تھا۔ میری آنکھوں سے آگ ابل پڑی تھی۔ اگر میں اس کوشش میں کامیاب ہوجاؤں تو------تو------تو؟"

"ایک لمحے کے لیے میری حالت غیر ہوگئی۔ میں کانپ سا گیا۔ ترلوکا شاید مجھ پر غور کررہا تھا۔ اس کے چہرے میں بھی کوئی تبدیلی ہوئی۔

"کیا ہوا تمہیں' کیا بات ہے؟"

"تم۔ تم شاید مجھ پر اپنی ذہنی قوتیں آزمارہے ہو ترلوکا۔ تم اپنے ہپناٹزم کی قوت سے میرے ذہن کو متاثر کررہے ہو۔ میں نے پیشانی مسلتے ہوئے کہا۔ میں بے پناہ نروس کا اظہار کرکے اپنے اس جوش اور اضطراب کو چھپانے کی کوشش کررہا تھا جو ایک تصور سے میرے ذہن میں پیدا ہو رہا تھا"۔

ترلوکا بے خیالی میں اس غار کے دہانے کے بالکل قریب کھڑا ہوا تھا اور جس سے دھوئیں کے غٹ

غٹ ابل رہے تھے۔ اگر میری ایک بھرپور کوشش اسے غار کے دہانے میں گرادے تو------تو اور اس خیال نے مجھے بے پناہ اضطراب کا شکار کردیا تھا۔

"کیا محسوس کررہے ہو نواز؟"

"لیکن میں' میں تم سے تعاون نہیں کروں گا"۔ میں نے جھنجلائے ہوئے انداز میں کہا۔

"اگر کوئی قوت تمہیں میرے ساتھ تعاون کرنے کو ابھار رہی ہے نواز تو اس جذبے کو دبانے کی کوشش مت کرو"۔

"لیکن ترلوکا! میں مذہب کی توہین برداشت نہیں کرسکتا" میں نے کمزور آواز میں کہا۔ میں بدستور بے چینی کا اظہار کررہا تھا اور اس طور جائزہ لے رہا تھا کہ میری پہلی ہی کوشش کیسے کارگر ہوسکتی ہے"۔

"نہ کرو ابھی۔ میں تمہیں ابھی اس جگہ نہیں لے جاؤں گا جہاں میں نے اپنے افکار کی تشکیل کی ہے لیکن آہستہ آہستہ تمہارا ذہن ان تمام چیزوں کا عادی ہوجائے گا۔ جو میرے افکار میں شامل ہیں اور اس وقت اگر تمہارا ذہن اس طرف راغب ہو تو ٹھیک ہے ورنہ میں تمہیں اس سے باز رکھنے کی کوشش نہیں کروں گا۔ لیکن سنو' تم صرف ان لوگوں کو ان کے مذہب سے بھٹکاؤ گے جو تمہارے ہم مذہب نہ ہوں۔ اتنی سہولتیں میں تمہیں فراہم کرسکتا ہوں۔ کم از کم اس سے میرے مشن کا ایک حصہ ہی پورا ہوتا ہے"۔

"کیا تم مجھے غور کرنے کا موقع دوگے ترلوکا؟" میں نے سوال کیا۔

"ہاں! یقیناً" وہ بولا "تمہاری بے پناہ صلاحیتیں میرے لیے اس قدر دلکش ہیں کہ میں اب تک تمہاری ہر قسم کی حرکتیں اور زیادتیاں برداشت کرتا چلا آرہا ہوں۔ اپنے مقصد کے انسان کی تلاش میں بجائے اس کے کہ میں کہیں اور بھٹکوں' میں چاہتا ہوں کہ تم ہی میرا ساتھ دینے پر آمادہ ہوجاؤ اگر تم میرا ساتھ دینے پر آمادہ ہوجاؤ تو میں وعدہ کرتا ہوں کہ تمہیں اتنی خوبصورت زندگی دوں گا جس کا تم تصور بھی نہیں کر سکتے"۔

"اور جو کچھ میں نے کیا' اس کا تصور ترلوکا بھی نہیں کرسکتا تھا۔ میں نے اتنی بھرپور چھلانگ لگائی تھی کہ ترلوکا سوچ بھی نہیں سکتا تھا۔ غالباً" ایک لمحہ کے لیے اسے احساس بھی نہ ہوا کہ میں کیوں اچھلا ہوں۔ لیکن میری دونوں ٹانگیں جب بھرپور قوت کے ساتھ اس کے گھٹنوں پر پڑیں تو وہ لڑکھڑا گیا۔ غالباً" اسے بھی اندازہ نہیں رہا تھا کہ غار کا دہانہ کتنی دور ہے۔ اس کے علاوہ وہ اس انداز میں کھڑا ہوا تھا کہ اس کی جسمانی قوتیں اس وقت کارگر نہیں تھیں۔ ورنہ اگر وہ ذرا بھی جم کر کھڑا ہوجاتا تو شاید میری یہ فلائنگ کک اسے جنبش بھی نہ دے سکتی تھی۔ وہ اتنا ہی طاقتور آدمی تھا لیکن اول تو گھٹنوں کا جوڑ اور پھر ایسی قوت جسے صرف اپنی جسمانی قوت نہیں کہہ سکتا تھا' اس کے گھٹنوں سے ٹکرائی اور وہ لڑکھڑا گیا۔ دوسرے لمحے وہ اچھلا اور دھواں اگلتے ہوئے غار میں جاپڑا۔ ترلوکا کی بھیانک چیخ کافی دور تک سنائی دی تھی اور غار کے اگلتے ہوئے دھوئیں میں ایک لمحے کے لیے ہلکا سا اضافہ ہوا اور میں نے اس دھوئیں میں زرد زرد شعلے بھی شامل دیکھے'

میرا پورا جسم مسرت اور خوشی سے لرزنے لگا تھا۔ میں خوشی سے کانپ رہا تھا۔ اس کی موت اسے یہاں لائی تھی اور بلاشبہ ہر فرعون کا اختتام موجود ہے۔ چند ساعت تو میں گومگو کے عالم میں کھڑا رہا۔ مجھے یوں محسوس ہو رہا تھا کہ ابھی ترلوکا اپنی مخصوص مسکراہٹ اور نرم آواز کے ساتھ اس غار سے باہر آئے گا لیکن آتش فشاں کا دہانہ تھا جس کی تپش دور دور تک محسوس کی جا سکتی تھی۔ میں چند قدم آگے بڑھا اور میں نے دہانے میں جھانکنے کی کوشش کی لیکن دھوئیں کے مرغولے میرے حلق اور ناک میں گھس گئے اور میں یکدم پیچھے ہٹ گیا۔ لیکن اب مجھے اس بات کا اندازہ ہو گیا تھا کہ اس غار میں گرنے کے بعد زندگی کا تصور صرف ایک احمقانہ خیال ہے۔ میرا دل چاہ رہا تھا کہ جوش مسرت سے ان وادیوں میں قہقہے لگاتا پھروں لیکن میری ذہنی حالت ایسی میں نہیں تھی۔ چنانچہ میں وہاں سے ہٹ آیا۔ کہیں میری دیوانگی مجھے بھی ترلوکا کے پیچھے اس غار میں نہ لے جائے۔ میرے حواس قابو میں نہیں تھے۔ دل چاہ رہا تھا کہ زور زور سے قہقہے لگاؤں۔ پھر میری آنکھوں سے آنسو ابل پڑے۔ میرے معبود! میرے معبود! میں سجدے میں گر پڑا اور میری آنکھوں سے آنسوؤں کے دریا بہتے رہے۔ نہ جانے کتنی دیر تک میں سجدے میں پڑا رہا۔

میرے ذہن و دل کو جس سکون کا احساس ہو رہا تھا میں بیان نہیں کر سکتا۔ دریائے جہلم کی لہروں کا شور میرے کانوں میں گونج رہا تھا۔ سرسوں کے کھیتوں سے سرسوں کی خوشبو میرے ذہن کے گوشے گوشے میں سرایت کر رہی تھی۔ مجھے یوں لگ رہا تھا جیسے میری ماں نے مجھے معاف کر دیا ہو۔

اور گھنٹوں اسی طرح گزر گئے۔ مجھے تعجب تھا کہ مجھے شادی مرگ کیوں نہیں ہو گیا۔ میں اسی طرح سجدے کے عالم میں کیوں نہ مر گیا۔ میں مرجانا چاہتا تھا تاکہ دنیا میں جا کر اور گناہ نہ کروں۔ میرے معبود میرے معبود! پھر دل کو ڈھارس ہوئی۔ ایک آواز میرے کانوں میں گونج رہی تھی اور یہ آواز' یہ آواز بھی ڈالسنگ کی تھی۔ یہ آواز میری بیوی زیب النساء کی تھی جو یقیناً" نمازیں پڑھ کر میری کامیابی کی دعائیں مانگ رہی ہو گی۔

ہاں مجھے مرنا نہیں چاہیے' میری بیوی میری منتظر ہے۔ میں اس سے وعدہ کر کے آیا ہوں۔ میں ایک شریف انسان کی حیثیت سے زندگی بسر کروں گا۔ ایک ایسی زندگی جس میں میرا گھر ہو گا' میری بیوی ہو گی' میرے بچے ہوں گے۔

ترلوکا فنا ہو چکا ہے اور میں نے اس گھناؤنے انسان کو ختم کر دیا ہے جس سے پوری انسانیت کو خطرہ تھا۔

لیکن اب میرے احساسات جاگے۔ ترلوکا کی گمشدگی کو محسوس کر لیا جائے گا اور کہیں اس کے پیروؤں کو اس کی موت کا علم نہ ہو جائے۔ اس لیے یہاں سے نکلنے کی کوشش کی جانی چاہیے۔

لیکن ان پہاڑیوں کے درمیان سے نکلنے کا راستہ' قدرت میری راہنمائی کر رہی تھی۔ مجھے لگ رہا تھا جیسے میرا خدا مجھ سے خوش تھا۔ فوراً" ہی میرے ذہن میں اس چٹان کا خیال آیا جس کے عقب سے ترلوکا نکل کر آیا تھا۔

اور میں دہانے کا لمبا چکر کاٹ کر اس چٹان کے پیچھے پہنچ گیا۔ زمین میں ایک سوراخ تھا۔ میں نے جھانک کر دیکھا تو چند سیڑھیاں نظر آئیں اور میں سوراخ میں اتر گیا۔ سیڑھیوں نے مجھے ایک سرنگ میں پہنچا دیا اور میں اس تاریک غار میں چلتا ہوا بالآخر ایک کشادہ غار میں پہنچ گیا۔

غار حسب معمول عمدہ چیزوں سے سجا ہوا تھا۔ وہیں ایک طرف ایک بڑی مشین رکھی ہوئی تھی۔

یہ کوئی بڑا نشری نظام تھا اور یقیناً" یہیں سے ترلوکا اپنی آواز نشر کرتا ہو گا۔ میں اس مشین کے سامنے بیٹھ گیا اور پھر میں نے اس کے بٹن آزمانے شروع کر دیے۔ مشین میں کئی چرخیاں گھومنے لگیں اور پھر بہت سی ملی جلی آوازیں سنائی دینے لگیں۔

اس کا مطلب تھا کہ یہ ٹرانسمٹر بھی ہے جو اپنی آواز نشر کرنے کے علاوہ دوسری طرف کی آوازیں سننے کے کام بھی آتا ہے۔ لیکن اس سے کیا فائدہ اٹھایا جا سکتا ہے' میں نے مشین بند کر دی اور پورے غار کا جائزہ لینے لگا۔

بے شمار چیزیں تھیں لیکن سب کی سب الٹی سیدھی۔ میرے لیے بے مقصد اور بے کار۔ البتہ میں نے ایک سیاہ لبادے کو دلچسپی سے دیکھا۔ اس کے ساتھ ہی ایک پیلی پٹی رکھی ہوئی تھی جس میں درمیان میں ایک ہیرا جگمگا رہا تھا۔

مجھے جینگو یاد آ گیا اور اس کے ساتھ ہی میرے ذہن میں ایک ترکیب بھی آئی۔ میں نے وہ سیاہ لبادہ اوڑھ لیا۔ پیلی پٹی اپنے ماتھے پر باندھی اور پھر اس مشین کے پاس جا بیٹھا۔ پھر دھڑکتے دل سے میں نے مشین کے چند بٹن آن کیے اور ترلوکا کی آواز کو ذہن میں رکھ کر اس کے بولنے کے انداز کو پوری طرح قابو میں رکھ کر بولا۔

"ترلوکا کے ہمنواؤ! میری آواز سنو۔ ہمارے درمیان ایک خوشخبری آئی ہے۔ میرا نائب جینگو موت کا شکار ہو گیا تھا۔ لیکن اب اس کی جگہ پر ہو گئی ہے۔ راجہ نواز اصغر میرا نیا جانشین ہے اس کی عزت کرو اور اس کی ہدایات پر عمل کرو۔ خبردار اس کے حکم سے سرتابی نہ کرو۔ وہ میرے مشن کی تکمیل کرے گا۔ میں اسے تمہارے درمیان بھیج رہا ہوں اور اس کے احکامات کی تعمیل تم پر فرض ہے' کیا تم سمجھ رہے ہو؟"

"عظیم ترلوکا' مقدس ترلوکا" لاتعداد آوازیں ابھریں اور میں نے بٹن بند کر دیے۔ میرا دل بلیوں اچھل رہا تھا۔ یہ جو کچھ ہو رہا تھا' میری ذہانت پر مبنی نہیں تھا۔ ایک غیبی قوت میری قدم قدم پر رہنمائی کر رہی تھی۔

تب میں غار کے دوسرے سوراخ سے اندر داخل ہو گیا۔ اور یہ ایک طویل سرنگ تھی۔ بے حد طویل لیکن اس کا اختتام بھی ترلوکا کی رہائش گاہ پر ہوا تھا۔ یہاں ترلوکا کے تین چار خادم موجود تھے اور یہ لوگ غالباً انہی میں سے تھے جو میری آواز سن چکے تھے۔ مجھے دیکھ کر وہ مودب ہو گئے۔

"راجہ نواز اصغر!" ان میں سے ایک اٹھ کر آدھا جھک گیا اور میں نے اس کی جانب دیکھا۔ میرا یہ
ان لوگوں کو مطمئن کرنے کے لیے کافی تھا اور بہر صورت کسی کی جرات نہیں تھی کہ مجھ سے ترلوکا کے
بارے میں معلوم کرے کیونکہ ترلوکا کے اپنے بھی کچھ مشاغل ہوں گے کہ دوسرے لوگ ان کے بارے میں
نہیں جانتے ہوں گے۔

"میں ترلوکا کے عظیم مشن پر جانے کی تیاریاں کرنا چاہتا ہوں۔ متعلقہ لوگوں کو میرے پاس بھیج دو"
میں نے بھاری لہجے میں کہا اور ایک چوڑی کرسی کی جانب بڑھ گیا۔ ان میں سے دو آدمی باہر نکل گئے تھے
میں نے کرسی پر بیٹھ کر آنکھیں بند کر لیں اور اس وقت تک خاموش بیٹھا رہا جب تک کہ تین افراد ان
آدمیوں کے ساتھ میرے پاس نہ پہنچ گئے۔

ان میں ایک دراز قد تھا اور باقی دو اس کی نسبت خاصے پستہ قد تھے۔ دراز قامت شخص میرے
سامنے جھکا اور اس نے اپنا تعارف کراتے ہوئے کہا:

"میرا نام لائڈ ہے مسٹر نواز! کیا حکم ہے؟"

"عظیم ترلوکا کے مشن کے لیے ہمیں پہلے یہاں سے نیویارک اور اس کے بعد گرین لینڈ روانہ ہونا
ہے۔ مجھے حکم ملا ہے کہ میں فوری طور پر گرین لینڈ روانہ ہو جاؤں"۔

"بہت بہتر۔ تو سب سے پہلے آپ کے نیویارک پہنچانے کا بندوبست کیا جائے" لائڈ نے سوال کیا

"ہاں۔ میں چاہتا ہوں کہ یہ تیاریاں فوراً" ہو جائیں تاکہ میں اپنے کام میں دیر نہ کروں" میں نے
کہا۔

"بہت بہتر جناب! آپ یہاں آرام کریں گے یا کسی اور رہائش گاہ پر؟"

"نہیں۔ مقدس ترلوکا نے مجھے یہیں ٹھہرنے کا حکم دیا ہے"۔

"آپ کے ساتھ کتنے افراد جائیں گے مسٹر نواز؟"

"فی الوقت مجھے صرف آٹھ افراد کی ضرورت ہے' گرین لینڈ میں ہمارے شعبے کام کر رہے ہیں"
میں نے جواب دیا اور لائڈ نے گردن ہلا دی۔ پھر میں نے کہا "ان آٹھ آدمیوں کا انتخاب کر لیا جائے گا لائڈ
تم ان کے لیے فکر مند نہ ہو بلکہ اپنا کام کر کے جلد از جلد مجھے اطلاع دو"۔

"بہت بہتر جناب" لائڈ نے جواب دیا اور باہر نکل گیا۔

"ہمارے لیے کیا حکم ہے جناب؟" اندر موجود لوگوں میں سے ایک نے پوچھا۔

"تم ترلوکا کے کسی نئے حکم کا انتظار کرو۔ مجھے ہدایت ملی ہے کہ میں فی الحال دوسروں سے رابطہ
قائم نہ کروں"۔

"بہت بہتر" جواب ملا اور میں اس رہائش گاہ میں تنہا رہ گیا۔ وہی عجیب آوازیں میرے کانوں میں
گونج رہی تھیں۔ ایک خوشگوار مستقبل کی خوشبوؤں میں بسی ہوئی ہوائیں میرے ذہن و دل کو معطر کر

رہی تھیں۔ اس کے علاوہ میں آئندہ پروگرام پر بھی غور کر رہا تھا۔ مجھے ابھی بہت کچھ کرنا تھا۔ ترلوکا کے اس
ٹھکانے کی نشاندہی ضروری تھی۔

لائڈ نے تیاریاں مکمل ہونے کی اطلاع تقریباً" تین گھنٹے کے بعد دی تھی۔ ان تین گھنٹوں میں کوئی
قابل ذکر واقعہ نہیں پیش آیا تھا۔ بہرحال لائڈ میرے پاس پہنچ گیا اور میں نے سوالیہ انداز میں اسے دیکھا۔

"تیاریاں مکمل ہو گئی ہیں جناب!"

"ہمیں کس طرح سفر کرنا ہے؟"

"یہاں سے کار کے ذریعے بروٹینا جائیں گے۔ بروٹینا کے ہیلی پورٹ کو آمد کی اطلاع دے دی گئی
ہے ہمیں ہیلی کاپٹر تیار ملے گا جو ہمیں الپاسو پہنچا دے گا اور پھر الپاسو سے براہ راست ہوائی سروس سے نیو
یارک"

"نیویارک میں قیام کا بندوبست؟"

"بے شمار لوگ ہیں جناب لیکن ہم فورٹ ہل میں قیام کریں گے۔ وہی ہماری سب سے بڑی قیام
گاہ ہے"۔

اور میں نے آنکھیں بند کر لیں۔

ساتھ لے جانے والوں میں' میں نے لائڈ کا انتخاب بھی کیا تھا۔ اس نے مجھ سے درخواست کی
تھی۔

تین لینڈ روورز ہمیں لے کر بروٹینا چل پڑی تھیں۔ کیلی لاس کے علاقے سے بروٹینا کا سفر تقریباً"
سات گھنٹے کا تھا۔ اس میں زیادہ تر علاقہ ایسا تھا جو عام گزرگاہ نہیں تھی۔ لیکن میرا کام یہ بھی تھا کہ میں ان
راستوں کی پوری پوری تفصیل ذہن میں رکھوں۔ اسی تفصیل کے تحت مجھے ایک نقشہ ترتیب دینا تھا۔

بہرصورت سات گھنٹے کا یہ طویل سفر خاصا بے آرام کن ثابت ہوا۔ کافی دیر کے بعد ہم پکی سڑک پر
آگئے اور اس سڑک کی نشاندہی بھی میں نے اپنے ذہن میں کر لی تھی اور اس کے بعد بروٹینا کا سفر۔

وہ لوگ میری بے حد عزت کر رہے تھے۔ خاص طور سے لائڈ میرا بے حد ممنون تھا کیونکہ وہ ایک
طویل عرصے سے کیلی لاس سے نہیں نکلا تھا اور یہاں کے ماحول سے بری طرح بور ہو چکا تھا۔ راستے میں اس
نے مجھ سے بے پناہ باتیں کیں جس سے مجھے اندازہ ہوا کہ وہ میرے بارے میں کافی کچھ جانتے ہے۔

"بہت کم لوگ ایسے ہوتے ہیں جناب جنہیں یہ عرفان حاصل ہو جائے۔ آپ ترلوکا کے مخالف کی
حیثیت سے یہاں آئے تھے لیکن ترلوکا کی کیا بات ہے' اس کی آنکھوں کی کشش اس کی ایک آواز پہاڑوں
کے سینے میں سوراخ کر دیتی ہے اور ان کے دل بھی پانی بن جاتے ہیں۔ انسانیت کا اس سے بڑا ہمدرد روئے
زمین پر اور کوئی بھی پیدا نہیں ہوا ہے۔ میں تو اس پر اندھا عقیدہ رکھتا ہوں۔ آپ یقین کریں جناب میں

ایک اعلیٰ خاندان سے تعلق رکھتا ہوں لیکن ترلوکا کے لیے اپنا سب کچھ قربان کر دیا ہے اور آج بھی اگر میں اپنے عزیزوں سے ملنے کی کوشش کروں تو وہ لوگ مجھے کتے کی طرح دھتکار دیں گے لیکن وہ اس کی عظمت سے ناواقف ہیں" لائڈ راستے بھر بکواس کرتا رہا لیکن میں نے اس کی بکواس کا کوئی جواب نہ دیا یہاں تک کہ بروٹینا پہنچ گئے۔

بروٹینا ایک حسین قصبہ تھا۔ جس کی آبادی نمک کی تجارت کرتی تھی۔ سالٹ لیک سے یہاں نمک آتا تھا۔ اور یہاں سے پورے امریکہ میں سپلائی ہوتا تھا۔ ایک مخصوص طور سے حسین مکانات پر مشتمل قصبہ بہت خوبصورت تھا لیکن ہمیں یہاں ذرا سی دیر رکنے کا موقع ملا۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ ہیلی کاپٹر آگیا جس سے ہمیں الپاسو تک کا سفر کرنا تھا۔

ہیلی کاپٹر کا سفر بھی قابل ذکر نہیں تھا۔ الپاسو کے ہوائی مستقر سے ایک دیوہیکل طیارہ ہمیں لے کر نیویارک چل پڑا۔ میرے دل کی حالت عجیب ہو رہی تھی۔ میرا مشن پورا ہو چکا تھا اور اب۔۔۔ اب۔۔۔۔ اب۔۔۔۔ اس سے آگے سوچتے ہوئے دل کی دھڑکن رکتی تھی۔ ساری عمر کی بے چینی سے نجات مل گئی تھی۔

بالآخر خوابوں کا شہر نیویارک آگیا۔ ایئرپورٹ پر ہمارے استقبال کے لیے بے شمار لوگ موجود تھے ہمیں گاڑیوں کے ذریعے فورٹ ہل پہنچایا گیا اور یہی میری قیام گاہ تھی۔ پہاڑیوں کی بلندی پر بنی ہوئی ایک حسین عمارت۔

لائیڈ نے قیام کرنے کے چھ گھنٹے بعد مجھ سے پوچھا۔ "آپ پہلا درس کب دیں گے نواز صاحب"

"میں اس کے لیے تیاریاں کروں گا۔ چند روز تک میری آمد کو خفیہ رکھا جائے"۔

"جو لوگ آپ کی حیثیت سے واقف ہو چکے ہیں' ان کی خواہش ہے کہ آپ کو دیکھیں' آپ سے کچھ سنیں"۔

"اس کے لیے انتظار کرنا ہوگا"۔

"تب میں ایک اجازت چاہتا ہوں"۔

"ہاں کہو"۔

"یہاں پر میرے عزیز دوست ہیں۔ اگر اجازت ہو تو دو ایک دن' ان کے ساتھ گزار لوں؟"

"کوئی حرج نہیں ہے کہ دوسروں کو ہدایت کر دینا کہ جب تک میں ان کو طلب نہ کروں انہیں پریشان نہ کریں"۔

"بہتر ہے۔ میں ہدایت کر دوں گا" لائڈ نے کہا اور پھر وہ چلا گیا۔ میرے ذہن میں زیادہ الجھن

اپنی سوچ کی اس تبدیلی پر میں خود حیران تھا۔ میں نے ساری زندگی عورتوں کو ایک مخصوص حیثیت حالانکہ ایک سے ایک مظلوم عورت میرے سامنے آئی تھی۔ ایسے ایسے واقعات سے پر کہ کوئی بھی

نظرانداز نہیں کر سکتا تھا لیکن میں نے آنکھوں پر پتھر رکھ لیے تھے اور انتہائی بے دردی سے انہیں نظرانداز کر دیا تھا۔

میریا ڈالسنگ جو اب زیب بن چکی تھی' اور مذہبی نقطہ نگاہ سے میری بیوی تھی۔ عام عورتوں سے مختلف نہیں تھی۔ میں اس سے جسمانی رشتہ بھی قائم کر چکا تھا۔ خواہ بیوی کی حیثیت سے سہی لیکن میرے ذہن میں جو مقام اس نے حاصل کیا تھا' وہ آج تک کسی عورت نے نہیں کیا تھا۔ لائیڈ کے چلے جانے کے بعد وہ اچانک میرے ذہن میں ابھر آئی۔ وہ نیویارک میں تھی۔ نجانے کس حال میں ہوگی۔ اور نجانے میرے لیے کیا سوچتی ہوگی۔ باقی رہا اس کے ذہن کا مسئلہ تو بے چاری لڑکی میری وجہ سے الجھنوں کا شکار ہوئی تھی لیکن بہرصورت کچھ بھی ہو' میرے دل میں اس کے لیے محبت تھی اور اب جبکہ میں نیویارک میں تھا تو میرا دل اس کے لیے دھڑک رہا تھا۔ میں اسے یاد کر رہا تھا۔ یہ ایسی تبدیلی تھی جس پر جتنا بھی حیران ہوتا لیکن میری ذات میں تو بے شمار تبدیلیاں آ چکی تھیں۔ میں تو اپنی فطرت ہی بدل چکا تھا اور اس بدلی ہوئی فطرت پر بہرحال مجھے مسرت تھی۔ میں میریا ڈالسنگ کو دل سے چاہنے لگا تھا۔ اور یہ چاہت اس وقت زیادہ بڑھی ہوئی محسوس ہو رہی تھی جبکہ میں میریا ڈالسنگ کے شہر میں تھا۔ میں جلد از جلد اس سے ملنا چاہتا تھا۔ اپنی فطرت کی یہ تبدیلی خود میرے لیے حیران کن تھی۔

یوں لگتا ہے کہ میں دوبارہ پیدا ہوا ہوں اور اس نئی زندگی سے مجھے جو مسرت ملی تھی جو خواب ملے تھے میں بیان نہیں کر سکتا۔

لیکن فی الحال جذباتی ہونا مناسب نہیں تھا۔ ابھی تو بہت سے کام کرنے تھے۔ چنانچہ فرصت ملتے ہی سب سے پہلے میں نے ٹیلی فون ڈائرکٹری کھول لی۔ ڈائرکٹری میں مجھے اہم لوگوں کے نمبر تلاش کرنے تھے اور اس کے لیے بھی میں نے ذہانت سے کچھ فیصلے کیے تھے۔ میں اگر چاہتا تو انتظامیہ کے بڑے بڑے لوگوں سے رابطہ قائم کر سکتا تھا لیکن میں نے محکمہ پولیس کے ایک ایسے افسر کا انتخاب کیا جو بہت بڑے عہدے کا مالک تھا۔ اس کا نام جین پاؤل تھا۔

"مسٹر پاؤل سے بات کرنا چاہتا ہوں" ٹیلی فون پر ایک بھاری آواز سن کر میں نے کہا۔

"میں پاؤل ہی بول رہا ہوں"۔

"میرا تعلق ایشیا کے ایک ملک سے ہے مسٹر پاؤل اور میں کچھ معلومات حاصل کرنا چاہتا ہوں"۔

"فرمائیے میں کیا مدد کر سکتا ہوں؟"

"کیا امریکی حکومت میں ایسی لچک موجود ہے کہ کوئی شخص غیر قانونی طور پر پہاڑیوں میں اپنی ریاست قائم کرے؟ سائنسی ذرائع سے کام لے کر اسے آراستہ کرے اور ساری دنیا کے لوگوں کو وہاں جمع کر کے منشیات کا عادی بنائے اور اپنی تعلیمات کا پرچار کرے"۔

"ہرگز نہیں جناب۔ قانون امریکہ میں ایسی کوئی لچک نہیں"۔

"کیا امریکی حکام بداعمالیوں کا شکار ہیں؟" کیا وہ کسی ایسے شخص کو نظرانداز کر سکتے ہیں؟"
"براہ کرم آپ وضاحت کریں آپ کہنا کیا چاہتے ہیں؟"
"ایک ایسا شخص کیلی لاس کی پہاڑیوں میں اپنی جنت قائم کیے ہوئے ہے۔ بے شمار لوگ اس کے
زیر اثر ہیں۔ وہ ہپناٹسٹ ہے۔ اور لوگوں کے ذہنوں پر قابو پا کر ان کو اپنی مرضی پر چلنے پر مجبور کرتا ہے۔ اس
نے زیر زمین غاروں میں ایسی ایسی چیزیں بنا رکھی ہیں جن کے بارے میں تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔ مسٹر پاؤل
میں نہیں جانتا کہ امریکی حکام کی نگاہ میں اس شخصیت کی کیا حیثیت ہے۔ لیکن بہرحال اگر قانون میں کوئی لچک
نہیں ہے تو کوئی بھی شخص ہو اسے کسی بھی قیمت پر نظرانداز نہیں کیا جا سکتا"۔
"یقیناً" "یقیناً" ------ "پاؤل نے جواب دیا۔
"تو میں ایک ایسے ہی شخص کی نشاندہی کرنا چاہتا ہوں جس کے ہرکارے تقریباً" ساری دنیا میں پھیلے
ہوئے ہیں۔ مجھے اس بات کا علم ہے کہ حکومت امریکہ منشیات کو تباہ کرنے میں کروڑوں ڈالر خرچ کرتی ہے
لیکن اگر اس کا منبع خود اس کے ملک میں ہو تو کیا وہ اسے ختم کرنا پسند نہیں کرے گا؟"
"بلاشبہ' بلاشبہ" پاؤل کی آواز لرز رہی تھی۔
"مسٹر پاؤل! کیا آپ نے ترلوکا نامی کسی شخص کا نام سنا ہے؟"
"اوہ ------ ہاں! ہری کرشنا تحریک کا بانی ترلوکا ------" پاؤل نے سوال کیا۔
"ہاں میں اسی کی بات کر رہا ہوں"۔
"اوہ کیلی لاس کی پہاڑیوں میں تو وہی شخص ہے اور اس نے چند آوارہ گردوں کو اپنے گرد جمع کر رکھا
ہے بلاشبہ یہاں منشیات استعمال کی جاتی ہیں لیکن کئی بار یہاں چھاپے مار کر منشیات برآمد بھی کی گئی ہیں
لیکن آپ نے جو کچھ کہا ہے' وہ تعجب خیز ہے۔ ہم آوارہ گردوں کو جیل میں بھر دیتے ہیں۔ وہ بے ضرر
باز ہوتے ہیں اس کے علاوہ ان کا کوئی جرم نہیں ہوتا"۔
"کیا آپ یہ سب ختم کرنے کے خواہش مند ہیں؟"
"اگر اتنے بڑے پیمانے پر وہاں کوئی کوشش کی جا رہی ہے تو میرا خیال ہے امریکی حکام اس طرف
توجہ دینا پسند کریں گے"۔
"کیا آپ کے وسائل ان اختیارات کو حاصل کر سکتے ہیں؟"
"ٹھوس بنیادوں پر اطلاعات فراہم کی جائیں تو ایک کانسٹیبل بھی اس سلسلہ میں پورے
اختیار رکھتا ہے"۔
"تو پھر آپ کوشش کریں"۔
"آپ مجھے شادی مرگ میں مبتلا کرنا چاہتے ہیں مسٹر! میری آپ سے کیا دشمنی ہے؟"
"فورٹ ہل نامی عمارت میں چند افراد موجود ہیں۔ آپ اپنے اختیارات سے کام لے کر ان

فتار کر لیں۔ میں بھی ان میں شامل ہوں' میں آپ کو سارے نقشے فراہم کر دوں گا۔ اور کیلی لاس تک
آپ کی رہنمائی کروں گا"۔
"آپ کا نام کیا ہے جناب؟"
"راجہ نواز اصغر!"
"براہ کرم ایک بار پھر بتا دیں۔ یہ کوئی مذاق تو نہیں ہے؟"
"کوشش کر لیں۔ میرا خیال ہے آپ کو اس عمارت پر چھاپہ مارنے کے بعد ہی پتہ چل جائے گا"۔
"تو آج رات کو نو بجے" پاؤل نے کہا۔
"میں انتظار کروں گا" میں نے فون بند کر دیا۔
"اور ٹھیک نو بجے رات پولیس نے عمارت پر ریڈ کیا۔ پاؤل ایک پر رعب افسر تھا لیکن اس وقت
اس کا چہرہ ہونق ہو رہا تھا۔ اس نے عمارت میں موجود تمام لوگوں کو گرفتار کر لیا تھا اور ایک ایک سے پوچھتا پھر
رہا تھا کہ کیا وہ نواز اصغر ہے؟"
"میری شکل دیکھ کر وہ اچھل پڑا۔ "تم ایشیائی باشندے ہو؟" اس نے کہا۔
"ہاں میرا نام ہی نواز اصغر ہے" میں نے جواب دیا۔ پاؤل کا چہرہ آگ کی طرح سرخ ہو رہا تھا۔ اس
نے عمارت میں موجود تمام لوگوں کو گرفتار کر کے قیدیوں کی گاڑی میں سوار کر لیا اور مجھے اپنے ساتھ پولیس
پاؤل کار میں لے کر چل پڑا۔
"خدا کے واسطے مجھے اب بھی بتا دو یہ کوئی مذاق تو نہیں ہے"۔
"نہیں مسٹر پاؤل اگر یہ مذاق ہوتا تو میں خود کو گرفتاری کے لیے پیش نہ کرتا"۔
"تب تمہیں یہ سب کچھ کیسے معلوم ہوا اور تمہارے پاس اس سلسلہ میں کیا ثبوت ہے؟"
"میں آپ کو پوری تفصیل بتا دوں گا۔ لیکن چند شرائط پر!"
"کیا شرائط ہیں؟"
میں خود اس گروہ کے جال میں پھنس جانے والا ایک شخص ہوں۔ بے وطن ہوں اور امریکہ کی
شہریت کا طالب ہوں۔ یہاں میری بیوی بھی ہے۔ میں اپنے اور اس کے لیے یہاں کی شہریت چاہتا ہوں"۔
"اگر تمہاری اطلاعات درست ہوں تو میں وعدہ کرتا ہوں کہ تمہیں امریکہ کی شہریت دلا دوں گا"
پاؤل نے سنسنی خیز لہجے میں کہا۔ وہ مجھے اپنے گھر لے گیا تھا اور پھر اس کے ڈرائنگ روم میں بیٹھ کر رات کو
تین بجے تک ہم کافی پیتے رہے۔ اور میں اسے تفصیلات بتاتا رہا۔ پاؤل کی حالت قابل دید تھی۔
اور اس کی یہ کیفیت طویل عرصہ تک رہی۔ یہاں تک کہ ایک بڑی پولیس فورس جدید ترین اسلحے
سے لیس ہو کر کیلی لاس چل پڑی۔ میں ان کی رہنمائی کر رہا تھا اور وہ سب کچھ یہاں دستیاب ہو گیا جس کی
میں نے نشاندہی کی تھی سوائے ترلوکا کے اور وہ ملتا بھی کہاں؟

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام پر موجود آل ٹائم بیسٹ سیلرز:-

امریکہ کے اخبارات کے لیے ایک ہفتے تک سنسنی خیز سرخیاں مہیا ہو گئی تھیں۔ اور بلاشبہ
مقامی حکام کی پوری توجہ حاصل ہو گئی تھی۔ ترلوکا کی تلاش ملک بھر کے چپے چپے میں ہو رہی تھی اور اس
پیروؤں کو قید کر لیا گیا تھا۔ بہرحال یہ پولیس کا کام تھا۔ میرا کام ختم ہو گیا تھا اور میں سرکاری مہمان تھا۔
میرا بہترین دوست میرا ممنون تھا اسے جو شہرت اور ترقی ملی تھی' وہ اسے میرے طفیل سمجھتا تھا۔ چنانچہ
امریکی شہریت دلانے اور زیبی کو تلاش کرنے میں اس کی بھرپور کوشش شامل تھی۔

لیکن ہم امریکی حکومت کے لیے بوجھ نہ بنے۔ میری محبوب شوہر پرست بیوی زیبی نے زندگی
ایک مخصوص مقام تک لانے کے لیے بے شمار منصوبے پیش کیے۔ اس نے ایک اسٹورز میں پانچ سال تک
ملازمت کی۔ میں نے بھی دن رات ایک کر دیے اور میری ان کوششوں میں پاؤل میرا مددگار تھا۔ اس نے
حکومت سے مجھے انعام دلوانے کی سفارش کی لیکن میں نے وہ انعام قبول نہیں کیا۔ البتہ نیویارک کے ایک
چھوٹے سے علاقے میں ہم نے اس کی طرف سے ایک فلیٹ قبول کر لیا تھا اور پھر تقدیر نے ہمارا ساتھ دیا۔
ہم نے پس انداز کی ہوئی رقم سے قالینوں کی چھوٹی سی تجارت شروع کر دی اور تجارت چل پڑی اور اب خدا
کے فضل سے نیویارک کی اہم مارکیٹ میں ہماری فرم زیبی کارپٹ کے نام سے خوب چل پڑی ہے۔ ہمارا
خوبصورت مکان ہے اور ہم سکون سے زندگی بسر کر رہے ہیں۔

میری اس کہانی کے چھپنے کے تقریباً" ایک سال بعد کی بات ہے کہ ایک شام مجھے ایک ایسی خوشی
ملی جو بیان سے باہر ہے۔ میری یہ مسرت سردار علی تھا جو اپنی بیوی اپنی سردار کے ساتھ میرے گھر پہنچ گیا۔
مجھ سے لپٹ کر اس قدر رویا کہ بے ہوش ہو گیا۔ اس نے شکایات کے دفتر کھول دیے اور میں نے بھی اسے
خوب پیار کیا۔ سردار علی بفضل تعالیٰ ڈچ نیشنلٹی رکھتا ہے۔ ہاؤس آف ٹوائے کا کام اسی دن بند کر دیا گیا
جس دن اسے میرا خط ملا اور پھر وہ سالہا سال میری تلاش میں بھٹکتا پھرا۔ پھر اس نے ہاؤس آف ٹوائز کو
کھلونے بنانے والی ایک فرم بنا لیا۔ صرف اس امید پر کہ اگر میں کبھی واپس آؤں تو اسے تلاش کرنے میں
دقت نہ ہو۔ وہ ہالینڈ کا ایک بڑا آدمی ہے اور اب سال میں ایک ماہ کے لیے اپنے بیوی اور بچوں سمیت میرے
پاس آتا ہے۔ اپنی اس کی زندگی میں کیسے آئی' یہ الگ داستان ہے۔ جسے اگر سردار علی ہی آپ کو سنائے تو
ہو گا۔ کیونکہ یہ اس کا ذاتی معاملہ ہے۔

زیبی اکثر ضد کرتی ہے کہ میں اسے پاکستان لے چلوں لیکن میں سوچ کر رہ جاتا ہوں کہ اپنے مقدس
وطن جانے کے قابل بھی ہوں یا نہیں۔ آپ ہی کوئی مشورہ دیں۔

آپ کا

راجہ نواز اصغر